ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
1

پیش لفظ

جناب آتش نے نہ جانے جوانی میں کیا غضب ڈھائے ہوں گے کہ آج تک ان کی جوانی بدنام ہے۔ اور کبھی نہ کبھی ہر شخص اپنے ماضی کو آتش سے منسوب کر دیتا ہے۔

نروان کی تلاش بھی ہم نے اسی نادانیوں کے دور میں لکھا تھا۔ جب ہر چمکتی چیز سونا نظر آتی ہے۔ چنانچہ چمکتی چیزوں کی اس داستان کو ہماری جوانی کی بھول سمجھ کر قبول کیا جائے اور اس کی روشنی میں ہمارے کردار کا تجزیہ نہ کیا جائے۔

ہم نہایت شریف آدمی ہیں' ویسے شریف آدمی راجہ نواز اصغر بھی ہے' لیکن آپ حالات کا کیا کریں گے جو انسان کو نہ جانے کون کونسے راستوں پر لے جاتے ہیں۔ سرائے عالمگیر کا یہ نوجوان ایک معصوم دیہاتی تھا۔ لیکن وقت نے اسے کچھ سے کچھ بنا دیا۔

اللہ اسے بھی معاف کرے اور ہمیں بھی۔ ہاں یہ اس کے کردار کا اصل روپ تھا کہ جب ایک شیطان صفت مجرم اسے اس کے مسلک سے ہٹانے کی کوشش کی تو اس نے کہا۔

"پنجاب کی قسم' ترلوکا' تو ایسا نہ کر سکے گا۔"

اس کے بعد اس نے لہلہاتی سرزمین کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی قوت سے ہزار گنا طاقت والے ترلوکا کو چیونٹی کی طرح مسل کر زمین کی گہرائیوں میں پہنچا دیا۔

اپنے وقت کی مقبول ترین داستان۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ایم اے راحت

میری کہانی کا آغاز کرنا آپ کی مرضی پر منحصر ہے کیونکہ کہانی کہیں سے بھی شروع ہو سکتی
۔ میرے خیال میں اپنے تعارف سے آغاز کروں۔ بریاڈومینک جواب خدا کے فضل سے مسلمان
ر زیب النساء بن چکی ہے' میری بیوی ہے اور اسی کے نام پہ امریکہ کی ایک خوبصورت شاہراہ پر
شوروم "زیبی کارپٹس" کے نام سے ہے۔ خود میں زندگی کی اڑتیں منزلیں طے کر چکا ہوں۔
ں سو چھتیس میں پنجاب کے سرسبز و تاریخی مقام سرائے عالمگیر میں پیدا ہوا۔ جہلم کی گود میں
رے لیتا ہوا یہ چھوٹا سا قصبہ قدرت کی فیاضیوں سے مالا مال ہے۔ ہرے بھرے کھیتوں میں
اتے ہوئے چنے کے پودوں کی سوندھی سوندھی خوشبو آج بھی روح پر نقش ہے۔ انہی کھیتوں میں
ن گزارا جوانی کی سرحدوں کو چھوڑا۔ مڈل تک قصبے کے اسکول میں تعلیم حاصل کی اور اس کے
پل کے اس طرف دریائے جہلم کے کنارے آباد شہر جہلم کے سیکنڈری اسکول سے میٹرک کیا۔
رک کرنے کے بعد جہلم کے پنگوڑے سے نکل کر لاہور آنا پڑا۔ باپ دادا کسان تھے' زندگی بھر
ین کا سینہ چیر کر غلہ اگاتے رہے۔ لیکن ہواؤں کے رخ بدل رہے تھے۔ تعلیم کی ضرورت کا
ساس ہو رہا تھا ـــــــ اور میرے والدین بھی مجھے زیادہ سے زیادہ تعلیم دلا کر افسر بنانا چاہتے تھے۔
ن کے پسینے کی کمائی کا بڑا حصہ میری تعلیم پر خرچ ہو رہا تھا۔ لیکن وہ خوش تھے۔ انگریزوں کی چیرہ
ستیوں سے بھی وہ اکتائے ہوئے تھے اور ان کے مقابلے میں ستون کھڑے کرنا چاہتے تھے۔ میں
ھتا رہا۔ میرے ہم وطن ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ وطن آزاد ہو گیا اور زمین کے
ینے پر ایک پاک مملکت پاکستان ابھر آئی۔ مسلمانوں کا وطن' جس کی فضا میں آزادی کی خوشبوئیں
رچی ہوئی تھیں اور ان خوشبوؤں کو برقرار رکھنے کے لیے انتھک محنت کرنی تھی۔ میں تعلیم حاصل
کرتا رہا۔ اپنی بدقسمتی کا ذمہ دار میں کسی کو نہیں ٹھہراؤں گا' جس دن میں نے بی اے میں کامیابی
حاصل کی اور اپنے والدین کو اس خوشی میں شریک کرنے کے لیے بھاگم بھاگ سرائے عالمگیر پہنچا' تو
میں نے اپنے کچے مکان کے صحن میں مردوں اور عورتوں کا ایک مجمع پایا۔ اس مجمع میں میری ماں' بہن

کر رہی تھی، چھوٹا بھائی پریشان آنکھوں سے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا ــــــ اور ــــــ مجمع کے درمیان چارپائی پر میرے باپ کی لاش سفید چادر اوڑھے ہوئے پڑی تھی۔

میں سکتے میں رہ گیا۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا میں نہیں جانتا تھا کہ میرے دیو ہیکل باپ کو موت نے کس طرح دبوچ لیا۔ تب ــــــ ہمدردی کرنے والوں نے، اور صبر کی تلقین کرنے والوں نے مجھے بتایا کہ میرے باپ کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ حسب معمول کھیت پر کام کر رہا تھا کہ کہیں سے سانپ نکل آیا اور میرا باپ بے خبری میں مارا گیا۔ مجھے شدید حیرت تھی۔ میرے باپ کی چوڑی کلائیاں پورے قصبے میں مشہور تھیں۔ اس کے تنومند جسم کے سامنے بڑے بڑے جوان آج بھی شرماتے تھے۔ اس شاندار جسامت، اس قوی ہیکل جسم نے موت کس آسانی سے قبول کرلی۔

کامیابی کی خوشیاں موت کے اندھیروں میں جاسوئیں۔ کس طرح سب کو تسلی دیتا۔ خود ہی رو دھو کر چپ ہوگئے۔ مجھے صرف اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھا۔ باپ کے پاس میرے سوا کوئی اثاثہ نہیں تھا۔ وہ بڑھاپے میں صرف میرے سہارے زندگی گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ وقت آنے سے قبل ہی اس نے یہ دنیا چھوڑ دی۔ اپنی زندگی بھر کی محنت کو وہ پھلتے پھولتے نہ دیکھ سکا۔ میرے ذہن پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ ہفتوں میں نے دریائے جہلم کے کنارے موجود خوشنما مسجد، جس کا سایہ جہلم کے پانی میں مکمل نظر آتا ہے، کے صحن میں گزارے۔ وہاں پڑا اپنے مستقبل پر غور کرتا رہا۔ گھر سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مجھے میری ماں کی حالت بتائی . چھوٹے بھائی کی سرپرستی کے حوالے دیئے، لیکن مجھے ان کی باتوں سے جھنجلاہٹ ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ میں بھی جانتا تھا۔ یہاں، اس پر نور مسجد کے صحن میں، میں اپنی ماں اور بھائی کے مستقبل پر ہی غور کرتا تھا۔ مسجد کے پیش امام مولوی حاجی صاحب علی میرے مونس و غم خوار تھے۔ ان بزرگ کی حیثیت سے شاید اہل جہلم واقف نہ ہوں، لیکن میں جانتا ہوں وہ کیا تھے۔ اور یہ بھی مجھے ایک طویل عرصے کے بعد معلوم ہوا۔ اس وقت جب میں زندگی کے ایک نازک موڑ پر پہنچ گیا تھا۔ اس وقت جب میں نے خلوص دل سے خدا کو پکارا تھا۔ حاجی صاحب علی بھی میری دلجوئی کرتے ہوئے کہتے تھے۔ "بیٹے ــــــ تمام پریشانیوں کا حل عبادت الٰہی میں موجود ہے۔ خود کو خدا کے حضور پیش کردو۔ وہ تمہیں سنبھال لے گا اور پھر تمہیں کوئی غم نہیں رہے گا، تمہیں سیدھی راہ مل جائے گی۔"

اس وقت میں اوپری دل سے حاجی صاحب کی باتیں سنتا تھا۔ بعض اوقات میرے چہرے سے ناگواری کا اظہار ہوتا تھا، تو وہ بزرگ مجھے دعائیں دیتے ہوئے میرے پاس سے اٹھ جاتے تھے۔ بالآخر باپ کی موت کا غم سینے سے ہلکا ہوگیا۔ مجھے احساس ہوا کہ مسجد کے صحن میں پڑے پڑے میں کسی کے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔ مجھے عملی زندگی میں آنا چاہیے۔ مجھے کہیں ملازمت کرنی چاہیے، تاکہ میری ماں اور بھائی فاقہ کشی کا شکار نہ ہوں اور یہ خیال میرے ذہن میں پختہ ہوگیا۔ اور ایک صبح میں نے خاموشی سے جہلم چھوڑ دیا۔ میں لاہور جانے والی بس میں سوار ہوگیا میرے پاس چند روپے

موجود تھے۔ لیکن یہ اتنے تھے کہ میں لاہور جاسکتا تھا اور وہاں دو ایک روز گزارہ کرسکتا تھا۔ لاہور پہنچ کر میں نے اس مکان کا رخ کیا جہاں میں اپنے پانچ دوستوں کے ساتھ کرائے پر رہا کرتا تھا۔ اس چھوٹے سے مکان کو ہم نے کرائے پر لیا ہوا تھا اور پانچوں مل کر تھوڑی تھوڑی رقم ادا کردیا کرتے تھے۔ میرے یہ دوست بھی لاہور اور پنڈی کے نواحی علاقوں کے رہنے والے تھے۔ کوئی گوجرانوالہ کا، کوئی سیالکوٹ کا۔ انہوں نے میرے چہرے پر موت کی سی اداسی پائی تو چونک پڑے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا ہے تو انہوں نے اظہار غم کیا اور میری دلجوئی کرنے لگے۔ لیکن اب مجھے دلجوئی کی ضرورت نہیں تھی۔ اب تو میں عملی زندگی میں آکر اپنے چھوٹے سے خاندان کی کفالت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں اب تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا، اب مجھے ملازمت کی تلاش ہے۔ بہرحال وہ بے چارے افسوس کرنے کے علاوہ اور کیا کرسکتے تھے۔ لاہور میں میرا تعلق صرف کالج سے تھا، کالج سے باہر کی زندگی میں میرے واقف کار نہیں تھے۔ تاہم مجھے بھروسہ تھا کہ اپنی اولوالعزمی کے سہارے میں ماحول کو سازگار بناسکوں گا اور دوسرے دن سے ہی میں نے ملازمت تلاش کرنا شروع کردی۔ میں نے ذہن سے تمام خیالات نکال دیئے تھے۔ صرف ایک خیال باقی رہنے دیا تھا وہ یہ کہ مجھے ہر قیمت پر ملازمت کرکے زندگی کے راستے تلاش کرنے ہیں اونچی نیچی بلڈنگوں میں، سرکاری و غیر سرکاری دفاتروں میں، ہر اس شخص سے ملا، جس نے ذرا بھی میری طرف توجہ دی۔ بہت سے لوگوں نے ملازمت کے بارے میں سن کر رویہ بدل لیا۔ بہت سوں نے وعدے کئے اور میں ان کے وعدوں پر وقت برباد کرنے لگا! ہر رات مایوسیوں کی رات ہوتی تھی۔ ہر صبح امیدوں کی صبح ہوتی تھی۔ دن چڑھتا، سورج ڈھلتا اور مایوسیاں گھیرنے لگتیں۔ چند روپے ختم ہوچکے تھے۔ دو تین ہفتے دوستوں کے ساتھ کھاتا رہا۔ ایک آدھ روپیہ بھی کسی سے مل جاتا، جو دفتروں کے چکر لگانے میں کرائے پر خرچ ہو جاتا۔ لیکن اس کے بعد دوستوں کے رویے میں تبدیلی آنے لگی۔ پہلے وہ کھانے پر میرا انتظار کرتے تھے۔ میں پہنچ جاتا تو کھانا کھاتے، پھر انہوں نے جلدی کھانا، کھانا شروع کردیا۔ بچا کھچا میں کھالیتا تھا۔ کسی دن ایسا بھی ہوتا کہ کھانا نہ بچتا اور مجھے بھوکا ہی سونا پڑتا۔ پھر ایسا ہوتا کہ میرے دوست آخری شو دیکھنے چلے جاتے اور مجھے مکان بند ملتا۔ بارہ بجے تک کسی فٹ پاتھ پر بیٹھ کر ان کا انتظار کرتا اور جب وہ آتے تو گھر میں داخل ہوتا۔ اب انہوں نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ کسی بات پر قہقہے لگا رہے ہوتے، میں پہنچتا تو خاموشی چھا جاتی اور پھر وہ اوڑھ لپیٹ کر پڑ جاتے۔

میں سب کچھ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے ان پر غصہ بھی آتا، ان کی بے اعتنائی پر رنج بھی ہوتا، لیکن میں جانتا تھا کہ حالات میرے خلاف ہیں۔ وہ بے چارے بھی کیا کرتے۔ ہاں ہر صبح میں سوچتا کہ ملازمت مل جائے تو میں ان لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کروں کہ انہیں اپنے اس رویے پر سخت شرمندگی ہو۔ لیکن میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ پورے تین ماہ گزر گئے۔ بالآخر میرے دوستوں نے مجھ سے معذرت کرلی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک نیا آدمی تلاش کرچکے ہیں جو ان کے ساتھ قیام کرے گا، وہ تنہا کرائے کا بوجھ نہیں اٹھاسکتے اس لیے اب میری گنجائش نہیں ہے۔

میں نے کوئی شکوہ' کوئی گلہ نہ کیا۔ یہ بات تو انہیں بہت پہلے کہہ دینی چاہیے تھی۔ اتنے دن انہوں نے صبر کیا یہی ان کی عظمت تھی' ورنہ مجھ جیسے ناکارہ انسان کے لیے کس کے پاس جگہ ہے۔ میں خود اپنی نگاہوں سے گر گیا تھا۔ مجھے اپنی بے وقعتی کا احساس ہو گیا تھا۔ اور فٹ پاتھ کی پہلی رات میرے لئے اذیتوں کی رات تھی۔ اس رات میں کرب سے کروٹیں بدلتا رہا۔ لاہور میرا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہے۔ مجھے لاہور چھوڑ دینا چاہیے۔ پھر کہاں جاؤں؟

کراچی ------ میرے ذہن میں ابھرا۔ ہاں کراچی۔ دولت کی کان جہاں ہر شخص کے لیے جگہ موجود ہے۔ جہاں پہنچ کر پریشانی کا حل مل جاتا ہے اب کراچی ہی میری مصیبتوں کا حل تھا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آنے لگا۔ بلاوجہ اتنا وقت ضائع کیا۔ مجھے پہلے ہی کراچی چلا جانا چاہیے تھا۔ لاہور میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن پھر ایک اور سوال۔ کراچی تک جانے کا کرایہ کہاں سے لاؤں؟ میرے پاس تو تن کے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ خاصی رقم کی ضرورت تھی۔ رات کو تین بجے تک یہ سوچتا رہا اور بالآخر فیصلہ کیا کہ بغیر ٹکٹ سفر کروں گا۔ ذلت و رسوائی میرے لیے اب کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ پکڑا گیا تو جیل بھیج دیا جاؤں گا' کیا ہرج ہے۔ میری شخصیت ہی کیا ہے۔ ایک بے وقعت انسان' زمین کا بوجھ۔ اور میں اس فیصلے پر اٹل ہو گیا۔

دوسرے دن صبح سڑک پر لگے ایک نلکے سے تھوڑا سا پانی پیا اور اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ پیٹ خالی تھا۔ آنکھوں کے گرد گنجان دائرے رقص کر رہے تھے۔ سرائے عالمگیر کے چھوٹے سے محلے کا کچا مکان یاد آ رہا تھا' جہاں کے در و دیوار کی خوشبو میرے جسم میں آج بھی موجود تھی۔ چنے کے کھیتوں سے اٹھتی ہوئی سوندھی سوندھی خوشبو' جہلم کی گنگناتی موجیں' جو محبت کے گیت گاتی تھیں۔ دل میں شدید خواہش ابھری۔ ایک بار پھر انہیں دیکھ لوں۔ بوڑھی ماں کے ممتا بھرے ہاتھ کا لمس اپنی پشت پر محسوس کر لوں۔ ننھے بھائی کی معصوم آنکھوں میں جھانک لوں۔ لیکن کس منہ سے۔ کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤں۔ میں کیا تھا۔ ایک بے حقیقت پتھر۔ اداس افلاس زدہ چہرہ۔ سوکھے ہوئے خشک ہونٹ' بکھرے ہوئے بال۔ دھنسی ہوئی آنکھیں انہیں کون سی خوشی بخش سکتی تھیں۔ بے کار۔ بے مقصد۔ جذباتی فیصلے مقدر نہیں بناتے۔ کبھی کچھ بن سکا تو ان کے سامنے جاؤں گا' ورنہ وہ مجھے بھی صبر کر لیں گے۔ اور میں اسٹیشن پہنچ گیا۔ لاہور کے خوبصورت اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا! انسانوں کا ہجوم۔ مضطرب مضطرب سا۔ ٹرینوں کا شور۔ زندگی کی گہما گہمی۔ یہ سب کون ہیں؟ انہوں نے زندگی کے راستے کیسے اپنائے ہیں۔ انہیں معاشی سکون کہاں سے ملا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں ان لوگوں میں خود کو اجنبی محسوس کر رہا تھا۔ بلاشبہ مجھے اس دنیا میں جینا نہیں آتا۔ میرے اندر کوئی کمی ہے اور میں ناکارہ انسان اس کمی کو تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ میرا دل چاہا کہ کسی بلند جگہ کھڑا ہو کر ان سے خطاب کروں۔ ان سب کو جمع کر کے پوچھوں کہ انہوں نے یہ پرسکون زندگی کہاں سے حاصل کی ہے۔ کیا کرنا پڑتا ہے اس کے لیے؟ میں بھی اسی دنیا میں پیدا ہوا ہوں۔ میں بھی انہیں کی طرح گوشت پوست کا انسان ہوں۔ پھر وہ میری حیثیت کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ ان سب نے مجھے کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔

لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ نہ جانے کب تک میں پلیٹ فارم کے ایک گوشے میں بیٹھا رہا۔ ہاتھ پاؤں سنسنا رہے تھے۔ دل چاہ رہا تھا لیٹ جاؤں اور پھر کبھی نہ اٹھوں۔ سو تا رہوں۔ سو تا رہوں' کبھی نہ جاگوں۔ پھر خیبر میل کی گرجدار آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں کراہتا ہوا اٹھا اور کھچا کھچ بھرے ڈبوں میں اپنی جگہ تلاش کرنے لگا! کوئی جگہ نہیں تھی۔ کامیاب لوگ کامیابی سے اپنی سیٹوں پر قبضہ جما چکے تھے' ہاں فرش پر جگہ تھی۔ میں نے اسے ہی اپنا مقدر سمجھ لیا اور فرش پر دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ ٹرین نے سیٹی دی اور پلیٹ فارم چھوڑنے لگی۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

عرض کر چکا ہوں کہ فن داستان گوئی مجھے نہیں آتا۔ ممکن ہے احساسات کا اظہار طویل ہو گیا ہو۔ لیکن اس سے آپ کو میری ذہنیت' میرے بھٹکنے کی وجہ ضرور معلوم ہو جائے گی۔ اس تکلیف دہ سفر کی داستان کیا لکھوں۔ دکھوں اور مصیبتوں کے جو پہاڑ مجھ پر ٹوٹے ان کا احساس کر کے آج بھی جسم میں لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ قسمت یاور تھی۔ بغیر ٹکٹ سفر کے جرم میں پکڑا نہ گیا اور خیبر میل نے مجھے کراچی پہنچا دیا۔ کراچی کینٹ پر اترا۔ خوفزدہ سا پریشان سا' بری حالت تھی۔ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ گیٹ کی طرف بڑھا۔ ٹکٹ چیکر موجود تھا' لوگوں سے ٹکٹ لے رہا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا اور جب آنکھیں کھولیں تو گیٹ کے باہر تھا۔ دل نے نہ جانے کیا کیا کہا۔ میں کسی بات پر غور کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اسٹیشن کی سیڑھیاں اتر کر ایک وسیع میدان میں آ گیا۔ ٹیکسیاں' آٹو رکشہ' گھوڑا گاڑیاں ایک ہجوم۔ ایک ہنگامہ۔ تب میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ ایک صاحب نصف درجن بچوں اور بیوی کے ساتھ ہانپتے کانپتے ایک وکٹوریہ پر سوار ہو رہے تھے۔ بے شمار سامان تھا' پھلوں کی ٹوکریاں صندوق' بستر۔ نہ جانے کیا کیا تھا۔ لیکن میری نگاہ کیلوں کے اس گچھے پر تھی جو ان کی پھلوں کی ٹوکری سے نیچے گر گیا تھا۔ وکٹوریہ آگے بڑھ گئی۔ اس مالدار شہر کے کسی باشندے نے ان کیلوں کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ زمین پر گری چیز نہیں اٹھاتے تھے' لیکن میں۔ بھوک سے بلبلاتا انسان۔ میں انہیں کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔ میرے لرزتے قدم آگے بڑھے۔ میرا ضمیر تو اسی وقت دم توڑ چکا تھا' جب میں نے بغیر ٹکٹ سفر کا عزم کیا تھا۔ اب میں اس کی چیخوں کو کیسے سنتا۔ میں نے کیلے اٹھا لئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سب میرے پیٹ میں تھے۔ یہ کراچی کا پہلا تحفہ تھا میرے لیے۔ پیٹ کے دوزخ کی آگ کسی حد تک سرد ہو گئی۔ آگے بڑھا اور اس چوک تک نکل آیا جہاں بسیں اور ٹرام کھڑی ہوتی ہے۔ چھوٹے بڑے ہوٹل۔ دوکانیں۔ لمبی تاحد نگاہ سڑک جس پر ٹرام کی پٹڑی بچھی ہوئی تھی۔ میں اس سڑک پر بڑھ گیا۔ وسیع و کشادہ عمارتیں' بلند و بالا بلڈنگیں۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ یہ وسیع شہر مجھے ضرور اپنی آغوش میں پناہ دے گا۔

جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا۔ میری آنکھیں کھلتی گئیں۔ چوڑی اور کشادہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ پھر صدر کا علاقہ آ گیا۔ جہاں کراچی کی آدھی دولت موجود ہے۔ میرا یہی اندازہ ہے۔ خوش پوش لوگوں کے ہجوم بے پناہ خریداری کرتے ہوئے' چمچماتی کاریں' بسیں رکشا ٹیکسیاں۔ میرے اوسان خطا ہونے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میری زندگی کا آغاز کہاں سے ہو گا؟

نہ جانے میں کہاں کہاں گھومتا پھرا۔ صدر کا علاقہ پیچھے رہ گیا تھا۔ پھر میں تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ بیٹھا رہا۔ سورج ڈھل گیا۔ شام ہوگئی۔ تب میں اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔ ایک جگہ میں نے مفلوک الحال لوگوں کی لائن دیکھی۔ ان سب کا رخ ایک ہوٹل کی طرف تھا۔ نہ جانے میرے ذہن میں کیا سمائی۔ میں بھی اس لائن میں شامل ہوگیا۔ دوسرے لوگوں نے مجھے گھورا' لیکن میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ لائن آگے بڑھتی رہی اور جب کسی نے مجھ سے کہا: "ابے آنکھیں تو کھول۔ سو رہا ہے کیا۔" تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں ہوٹل کے سامنے تھا۔ پتھروں کے کاؤنٹر پر دیگچیاں سجائے بیٹھے آدمی نے ایک پلیٹ میرے ہاتھ میں تھما دی جس میں شوربہ اور بوٹیاں تھیں اور پھر دو روٹیاں بھی مجھے دے دی گئیں۔

میرا دل دھک سے ہوگیا۔ میرا خیال تھا اب مجھ سے پیسے طلب کئے جائیں گے۔ لیکن جب پیچھے کھڑے پٹھان نے مجھے ایک طرف دھکیل دیا تو میری جان میں جان آئی۔ گویا یہاں پیسے نہیں طلب کئے جاتے۔ میں اس نعمت کو لے کر دوسرے لوگوں میں جا بیٹھا۔ دو روٹیوں نے جسم میں زندگی دوڑا دی۔ پانی پینے کے بعد میں وہاں سے اٹھ آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ مفت کھانا کس خوشی میں مل رہا تھا۔ اور جب میری سمجھ میں آیا تو میرا دل خون کے آنسو رو اٹھا۔ نہ جانے کب تک میں اذیت سے تڑپتا رہا۔ وہ رات ایک فٹ پاتھ پر گزری۔ اور دوسرے دن سے میں نے ملازمت کی تلاش شروع کردی۔ میرے پاس میرا سرمایہ صرف میرے تعلیمی سرٹیفکیٹ تھے' جنہیں میں احتیاط سے سینے سے لگائے ایک ایک دفتر کے چکر کاٹتا پھرا لیکن اس معاملے میں یہاں کے لوگوں کا رویہ لاہور والوں سے بھی سخت تھا۔ وہ کم از کم بات تو سن لیتے تھے۔ یہاں اگر کسی کو روک کر حال دل کہنے کی کوشش کی تو اس نے گھاس ہی نہ ڈالی۔ یہ ہوشیار لوگ میرے جیسے انسانوں سے بخوبی واقف تھے۔ دفتروں کے چپراسی دور ہی سے مجھے دیکھ کر ڈانٹ دیتے تھے۔ کچھ نہ ملا کچھ نہ ہوا۔ کراچی نے بھی مجھے مایوس کیا۔ دنیا سے میرا اعتماد اٹھ گیا۔ مذہب و ملت سے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ سب دولت کے بندے ہیں۔ سب حرص و ہوس کے پجاری ہیں۔ سب بلندیوں کے قدر دان ہیں کوئی کسی کا سہارا نہیں ہے۔ کسی کے پاس ہمدردی و انسیت نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے لئے جی رہا ہے۔ دولت زندگی ہے باقی سب ڈھکوسلہ ہے۔ سب بکواس ہے۔ مجھے خودکشی کرلینی چاہیے۔ لیکن خودکشی حرام ہے۔ ذہن کے کسی گوشے سے آواز ابھری۔ "کیا حرام" کیا حلال۔ سب ڈھکوسلے ہیں۔ سب فضول باتیں ہیں۔ انسان کا مذہب صرف دولت ہے اور جب پیٹ بھر جاتے ہیں تو سجے سجائے ایوانوں میں بیٹھ کر' مرغن کھانوں کی ڈکاریں لے کر مذہب و ملت کی باتیں کی جاتی ہیں۔ انسانوں کے حقوق کے بیان جاری کئے جاتے ہیں۔ سب فراڈ ہیں۔ سب بکواس کرتے ہیں۔ انسان بے مقصد پیدا ہوا ہے' بیکار جیتا ہے اور پھر زیست کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور اس جیسے دوسرے انسان پیدا ہو جاتے ہیں۔ سلسلہ حیات یونہی چلتا ہے' چلتا رہے گا' میں موت کا انتظار کیوں کروں۔ خود آگے بڑھ کر اسے کیوں نہ پکار لوں۔ زندگی نے کیا دیا ہے جو اسے سینے سے چمٹائے رہوں۔ بیکار' بے مصرف بوجھ۔ میں نے دانت پیسے اور میرے قدم ایک طرف اٹھ گئے۔ میں جانتا تھا کہ یہ راستہ سمندر کی طرف جاتا ہے۔ میں اس سے قبل

سمندر دیکھ چکا تھا۔ تلور سے کچھ آگے نیٹی جیٹی کا پل ہے اور اس کے نیچے سمندر میں چٹانیں' کائی' دلدل اور نہ جانے کیا کیا ہے۔ میرے جیسے انسانوں کے لیے بہترین پناہ گاہ۔ ہاں سمندر کی آغوش وسیع ہے۔ سمندر زمین سے زیادہ رحمدل ہے۔ یہ زمین انسان کو برہنہ کر دیتی ہے۔ اس کی بے بسی کو زمانے کی نگاہوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے' جبکہ سمندر کا ظرف بلند ہے۔ وہ ہزار ہا مظلوموں کے لیے اپنی ٹھنڈی آغوش وا کر دیتا ہے۔ ان کے راز اپنے سینے میں چھپا لیتا ہے۔ سمندر عظیم ہے۔ ہاں سمندر عظیم ہے۔ میں اسی عظمت کی آغوش میں پناہ لوں گا۔ یہ رواں دواں زندگی میرے لیے نہیں ہے۔ جامع کلاتھ مارکیٹ میں خریداروں کا ہجوم' رنگ برنگی دوکانیں' ٹراموں کی کھڑکھڑاہٹ۔ بسوں کی دوڑیں۔ رکشاؤں کا شور' لائٹ ہاؤس کے سامنے ٹکٹ حاصل کرنے والوں کی لمبی قطاریں' ڈینسو ہال کی دوکانوں میں لاکھوں اور کروڑوں کے وارے نیارے۔ حبیب اسکوائر کی بلند و بالا عمارت' لکشمی بلڈنگ کے سرخ پتھر اور اس کے آگے میری منزل۔ ہاں یہی تو میری منزل تھی۔ جو کچھ پیچھے چھوڑ آیا تھا' اس میں میری گنجائش نہیں تھی۔ بس——— یہ سمندری لہریں میری مونس و غمخوار ہیں۔ وہ مجھے منہ اٹھائے دیکھ رہی ہیں۔ ان کی آنکھوں میں محبت ہے۔ ان کے بازو پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے معاف کر دینا ماں۔ میرے ملک کو میری ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارا سہارا نہیں بن سکتا۔ رحمت کو تعلیم مت دلانا۔ تعلیم انسان کو عقل بخش دیتی ہے اور جب انسان کو عقل آتی ہے تو خودکشی کر لیتا ہے۔ میرا باپ کسان تھا بہت سیدھا تھا وہ۔ مجھے بھی کسان بنا دیتا تو اس وقت میں——— ہل چلانے کے بعد تھکن سے چور چارپائی پر بے سدھ پڑا ہوتا' یہاں کھڑا موت کو گلے لگانے کا آرزومند نہ ہوتا۔ رحمت کو تعلیم مت دلانا ماں۔ ورنہ وہ بھی جوان ہو کر خودکشی کر لے گا اور تمہارا یہ سہارا بھی چھن جائے گا۔

میرے پنجے پل کی ریلنگ سے لپٹے ہوئے تھے اور میرے گالوں کو آنسوؤں کی نمی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ طویل کہانی ختم ہوا چاہتی تھی جس نے سرائے عالمگیر میں جنم لیا تھا جہلم کی لہریں۔ ان لہروں پر سفید چمکدار مسجد کا عکس' چنوں کے کھیت کی سوندھی سوندھی خوشبو' اسکول کی شرارتیں' کالج کی رنگینیاں لاکھوں قصے' لاکھوں فسانے' آج ان کا اختتام تھا۔ وقت کے دھارے گواہ رہنا۔ میں نے جینے کی——— کوشش کی تھی۔ لیکن زندگی نے مجھے اپنانے سے انکار کر دیا۔ ہاں زندگی سے مایوس ہو کر میں اس کا دوسرا رخ اپنا رہا ہوں۔ میں نے دل کڑا کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ اور میرا لرزتا ہوا جسم ابھرا۔ اور اسی وقت پیچھے سے ایک بھاری آواز آئی۔

"نواز———"

میں چونک پڑا۔ کون ہے یہ۔ کس نے مجھے پکارا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اندھیرے میں ایک بھدے' موٹے جسم کا سایہ نظر آیا۔ اس سے قبل کہ میں اس سے اس کے بارے میں پوچھتا وہ میرے قریب بڑھ آیا۔

"مجھے کچھ دیر ہوگئی۔ تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ لیکن میں آبکاری والوں کی نگاہوں میں آگیا ہوں۔ کچھ لوگ میرا پیچھا کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے انہیں چکر دے کر آیا ہوں۔ لو یہ سنبھالو۔ شاہ

جی ٹرک میں تمہارا انتظار کر رہا ہو گا۔ مگر اب تم وہاں نہیں جاؤ گے۔ بلکہ ریل سے سفر کرو گے۔ لگ
ہے شاہ جی بھی آبکاری والوں کی نگاہ میں ہو۔ اس کے ساتھ جانا خطرناک ہے۔" اس نے میرے ہا
میں ایک سوٹ کیس تھما دیا۔ کافی وزنی سوٹ کیس تھا۔ میں اسے سنبھال نہ سکا اور زمین پر رکھ د
میرے مقابل نے پھر مجھے نہ بولنے دیا۔ اور ایک پرس میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا۔ "یہ رکھ
اس میں رقم ہے۔ راستے میں کام آئے گی۔ اور اس میں پتہ بھی موجود ہے۔ پشاور پہنچ کر سب ٹھ
ہو جائے گا اپنا محنتانہ لے لینا۔"

پرس بھی میرے ہاتھ میں آ گیا۔ اور اس سے قبل کہ میں کچھ کہوں موٹے جسم والا تیز
سے آگے بڑھ گیا۔ میں بھونچکا رہ گیا تھا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میں کبھی پرس کو دیکھتا' کبھی قدم
میں رکھے سوٹ کیس کو اور کبھی تاریکی میں اس موٹے آدمی کو تلاش کرنے لگتا جو نہ جانے کہاں
ہو گیا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر میرے پھیپھڑوں کی گہرائیوں سے ایک قہقہ
ابل پڑا۔ ڈر گئی نا زندگی میرے عزم سے۔ احساس ہو گیا نہ اسے بھی میرا۔ موت کی رقابت میں آ
اسے میرا بھی خیال کرنا پڑا۔ میں نے پرس کھول کر دیکھا۔ سو سو کے چند نوٹ' دس کے کافی نو
موجود تھے۔ ایک سفید رنگ کا پرچا بھی تھا جسے میں تاریکی میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔

کافی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ سوٹ کیس میں کچھ بھی ہو مجھے کیا۔ میں تو مردہ ان
ہوں۔ پھر میں نے سوٹ کیس اٹھایا اور واپس پلٹ پڑا۔ سب سے پہلے میں نے ٹلور کے ایک ہو
میں قدم رکھا۔ گرم کھانوں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ لوگ کھانے اور چائے پینے میں مصروف تھ
میں نے بھی ایک کرسی سنبھال لی۔ سوٹ کیس قدموں کے پاس رکھ لیا اور بیرے کو بلا کر کھان
آرڈر دیا۔ کافی رقم تھی۔ بہت دن سے بھوکا تھا۔ اپنی پسند کے کھانے منگوائے' خوب ڈٹ کر کھا
کھانے کے بعد چائے پی۔ چائے کی دو پیالیاں پینے کے بعد میں نے پرس سے پرچہ نکالا لیا۔ اس
ایک پتہ لکھا ہوا تھا۔

"شاہ زورین۔ ٹیپو سلطان روڈ گولڈن ہاؤس۔ پشاور۔"

پشاور۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ میرے دل میں درجنوں خیالات تھ
سوٹ کیس میں کیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ اس
مجھے میرے نام سے پکارا تھا۔ لیکن۔ دنیا میں صرف میرا نام ہی تو نواز نہیں ہے۔ کسی اور نواز
دھوکے میں مجھے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اب میں کیا کروں؟ سوٹ کیس کہیں پھینک دوں اور
لے کر فرار ہو جاؤں۔ مگر سوٹ کیس میں ہے کیا؟" میں نے سوٹ کیس پر نگاہ ڈالی۔ چمڑے کا شا
سوٹ کیس تھا۔ سامنے کے رخ پر تالے لگے ہوئے تھے جن کی چابی میرے پاس نہیں تھی۔ تالو
سرخ لاکھ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ گویا مہریں توڑ کر ہی تالا ------ کھولا جا سکتا تھا۔

ہوٹل کے بیرے کو میں نے ایک اور چائے کا آرڈر دے دیا۔ میں اس سلسلے میں فیصلہ
چاہتا تھا۔ بے وقوف نہیں تھا۔ کسی حد تک اندازہ ہو رہا تھا کہ کیا چکر ہے۔ یہ کراچی ہے۔ یہاں
بڑے آرٹسٹ موجود ہیں۔ اور میں کیا ہوں۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ دنیا مجھے جو کچھ ب

زندگی نے مجھے موت کے منہ سے گھسیٹا ہے۔ وہ مجھے اپنی پسند کا رخ دینا چاہتی ہے۔ کیوں نہ اس سے
تعاون کروں۔ میں نے تو کوئی خواہش نہیں کی تھی۔ میں نے تو اچھا انسان بننے کی کوشش کی تھی۔
لیکن دنیا مجھے کسی اور ہی روپ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ جب یہی روپ میرا مقدر ہے تو کیوں نہ اسے ہی
اپنا لوں۔ اور فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ میں نے طے کر لیا کہ میں سوٹ کیس اسی طرح لے کر
پشاور جاؤں گا۔ اور اسے اس کے مالک تک پہنچا دوں گا۔ اس سے کہوں گا کہ مجھے کسی اور کے دھوکے
میں یہ کام سونپا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ پسند کرے تو میں خلوص دل سے یہ سب کچھ کرنے پر راضی
ہوں۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں اٹھ گیا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر بل ادا کر کے میں باہر نکل آیا اور اب میرے قدم ------ اسٹیشن کی
طرف اٹھ رہے تھے۔ وہاں سے میں نے ٹرین کے اوقات معلوم کیے آج رات میں پشاور کے لیے
روانہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کل صبح ٹرین مل سکتی تھی۔ چنانچہ میں اسٹیشن سے نکل آیا۔ دولت میری
جیب میں تھی' لیکن ایک رات کے لیے میں نے کسی ہوٹل کا رخ نہیں کیا اور حسب معمول ایک
فٹ پاتھ پر رات گزاری۔ سوٹ کیس سرہانے رکھ لیا۔ اور یہ تعجب ہی کی بات تھی کہ دوسری صبح وہ
مجھے سرہانے ہی موجود ملا۔ شاید کسی آرٹسٹ کا اس فٹ پاتھ پر گزر نہیں ہوا تھا۔ دوسرے دن صبح
میں نے ایک ہوٹل میں ناشتہ کیا اور بازار کھلنے کے انتظار میں ہوٹل میں ہی بیٹھا رہا۔ پھر بازار کھلنے پر
میں نے ایک ریڈی میڈ شاپ سے اپنے لیے ایک پتلون اور بشرٹ خریدا۔ چند دوسری چیزیں اور
انہیں لے کر برنس روڈ کی طرف چل پڑا۔ جہاں ایک سیلون میں داڑھی بنوائی۔ بال ترشوائے اور
انسانی شکل میں آ گیا۔ وہیں حمام میں غسل کر کے میں نے لباس تبدیل کر لیا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ
کر اسٹیشن چل پڑا۔ سیکنڈ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں سفر کرتے ہوئے میری ذہنی حالت عجیب تھی۔
میں تقدیر پر ہنس رہا تھا۔

کیا بننا چاہتا تھا' کیا بن گیا۔ لیکن جو کچھ بن گیا تھا' اس پر افسوس نہیں تھا۔ سوٹ کیس میں
نے لاپرواہی سے ایک طرف رکھ دیا تھا تاکہ کوئی اس پر غور نہ کر سکے۔ سفر جاری رہا۔ دن گزرا' رات
گزری اور لاہور آ گیا۔ میں نے دل پر جبر کیا' نہ جانے کیسے کیسے جتن کر کے میں نے خود کو لاہور میں
اجنبی محسوس کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ان یادوں کو کھرچنے کے لیے سخت محنت کی جو لاہور سے
وابستہ تھیں۔ لاہور گزر گیا۔ لیکن اب ہر اسٹیشن میرے لیے وبال جان بنا ہوا تھا۔ میں اس پورے
علاقے سے لگاؤ رکھتا تھا اور کیا بتاؤں کہ لاہور کے بعد کا سفر میرے اوپر کیسا گزرا۔ میرے دل پر کیسے
کیسے زخم تھے۔ آج بھی ان کی یاد دل کو کھرچنے لگتی ہے۔ بہرحال میں اس سفر کی تفصیل نہ بیان
کر سکوں گا۔ پشاور کے اسٹیشن پر میں سوٹ کیس ہاتھ میں لئے اتر گیا۔ تندرست و توانا لوگ۔ جانے
پہچانے چہرے۔ میں نے تانگہ کیا اور چل پڑا۔ پرس کی حالت کافی مضبوط تھی۔ چنانچہ میں نے تانگے
والے سے کسی ہوٹل چلنے کے لیے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تانگہ "اسپین غر" کے سامنے رک
گیا۔

مجھے ہوٹلوں کی قسم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسپین غر کی پہلی منزل کے کمرہ نمبر دس میں'

میں نے قیام کیا۔ شام ہو چکی تھی۔ میں ایک معزز انسان کے طور طریقوں سے واقف تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے میری شخصیت مسخ کر دی تھی۔ ہوٹل کے لوگوں کو ذرا بھی شک نہیں ہوا کہ میں کوئی معزز گاہک نہیں ہوں۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر چائے پی اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ نرم و گداز بستر پر لیٹے ہوئے میرے ذہن میں پھر گزرے ہوئے واقعات کی فلم چلنے لگی۔ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ چنانچہ میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اور اس کوشش میں کامیابی ہو گئی۔

ایسا سویا کہ رات کا کھانا بھی گول ہو گیا۔ رات کے کسی پہر میری آنکھ کھلی، چاروں طرف سکوت طاری تھا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا البتہ بھوک لگ رہی تھی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ بہت وقت گزر چکا ہے۔ لیکن اس وقت کھانے کے لیے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ یوں بھی میں بھوک برداشت کرنے کا عادی ہو گیا تھا اس لیے کوئی خاص تکلیف نہیں محسوس ہوئی اور میں اطمینان سے سو گیا۔ دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا اور پھر اخبار پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے میں نے سوٹ کیس اٹھایا اور نیچے اتر آیا۔ ایک آٹو رکشا روکا اور اس میں بیٹھ کر ٹیپو سلطان روڈ چل پڑا۔ فاصلہ طویل نہیں تھا۔ میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات جنم لے رہے تھے۔ شاہ زورین کی شخصیت اس کے رویے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ تب رکشے والے کی آواز سنائی دی۔

"کدھر جانا ہے بابو؟"

"ٹیپو سلطان روڈ یہی ہے؟"

"ہاں۔"

"بس یہیں روک دو۔" میں نے کہا اور رکشہ رک گیا۔ میں نے اتر کر پیسے دیئے اور پھر پیدل چل پڑا۔ گولڈن ہاؤس۔ کیا ہے یہ؟ میں سوچ رہا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ بس دوکانوں کے بورڈ پڑھ رہا تھا۔ اور پھر ایک چھوٹی سی دوکان پر مجھے گولڈن ہاؤس کا بورڈ نظر آیا۔ ایک بھاری جسامت اور بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی وہاں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ہارڈویر کا کچھ سامان، رسی، کیلیں، مکان صاف کرنے کی جھاڑو برش اور ایسی ہی دوسری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

اس گولڈن ہاؤس کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ بہر حال میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے سوٹ کیس دوکان کے ایک خالی حصے میں رکھا۔ دوکاندار مجھے گھور رہا تھا۔

"میرا نام نواز ہے۔" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑا۔ اس نے غور سے سوٹ کیس دیکھا اور پھر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے اشارے سے ایک لڑکے کو بلایا اور اسے دوکان پر بٹھا کر مجھے سوٹ کیس اٹھانے کا اشارہ کیا اور پھر ایک لمبے راستے پر چل پڑا۔ میں وزنی سوٹ کیس لیے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور میرا ساتھی پلٹ پلٹ کر مجھے گھور رہا تھا۔ پھر وہ ایک خوبصورت سے مکان کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے دستک دی۔ پہلے دوبار، پھر تین بار۔ اور دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک تنومند آدمی تھا۔ اس نے موٹے کی شکل دیکھی اور ایک طرف ہٹ گیا۔ موٹا مجھے لئے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر سے بھی یہ مکان کافی خوبصورت تھا۔ پھر ایک راہداری سے گزر کر ایک اور دروازے میں داخل ہو گئے۔ لیکن دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی میری ناک سے عجیب سی بو ٹکرائی۔ میں نے نیم تاریک ہال میں نگاہیں دوڑائیں۔ دس بارہ آدمی بیٹھے ہوئے تھے، ان میں چند مقامی تھے اور باقی سفید نسل کے ہیپی! بوسیدہ لباس۔ جھاڑ جھنکار بال بکھری ہوئی ڈاڑھیاں وہ مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ لیکن چرس کی بو کو میں صاف پہچان گیا۔ یہ ساقی خانہ تھا۔

اور پھر ہم ایک اور دروازے کے سامنے رک گئے۔ موٹے آدمی نے مقامی زبان میں کچھ کہا اور اندر سے اس کا جواب مل گیا۔ چنانچہ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ جس میں ایک طرف صوفہ سیٹ لگا ہوا تھا۔ قالین بچھا ہوا تھا۔ دوسری سمت ایک لمبی میز پڑی تھی جس پر دو ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ میز کے پیچھے ایک اور قوی ہیکل آدمی شلوار قمیض میں ملبوس بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ بہت بڑا تھا۔ نوکیلی مونچھیں بے حد گھنی تھیں اور آنکھیں خون کی طرح تھیں۔

"جاؤ۔" اس نے موٹے کی طرف اشارہ کیا۔ اور موٹا گردن جھکائے باہر نکل گیا۔

"دروازہ بند کر دو۔" اس نے دوسرا حکم مجھے دیا اور میں نے سعادت مندی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ "آؤ" اس نے پھر کہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ قوی ہیکل آدمی مجھے بری طرح گھور رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔ اور سوٹ کیس اٹھا کر میز پر رکھ دو۔" میں نے اس کے اس حکم کی بھی تعمیل کی تھی۔

"یہ پشاور ہے۔ کراچی نہیں ہے۔" اس نے خطرناک لہجے میں کہا اور میں اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ "اور میرا نام شاہ زورین ہے۔" اس نے پھر کہا۔

"مجھے آپ کے پاس ہی بھیجا گیا ہے۔"

"باہر کتنے آدمی ہیں؟"

"کہاں۔ ہال میں؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"بکواس کی تو آنتیں نکال دوں گا۔" اس نے نیفے میں ہاتھ ڈال کر ایک لمبا چاقو نکال لیا۔ بٹن والا چاقو پلک جھپکنے میں کھل گیا اور اس کی چمک میری نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی۔

"مَیں۔ میں سمجھ نہیں سکا شاہ زورین۔"

"تم سی آئی ڈی کے آدمی ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آبکاری سے تعلق رکھتے ہو؟"

"بالکل نہیں۔"

"مادر نجطا۔۔۔۔۔ تم نواز نہیں ہو۔" اس نے غراتے ہوئے کہا۔ "مجھے کراچی سے ٹیلی فون ملا ہے کہ مال غلط ہاتھوں میں چلا گیا ہے اور تم اسے لے کر شرافت سے یہاں چلے آئے ہو۔ ضرور تم نے حکومت سے بات کی ہے مگر۔۔۔۔۔ میں شاہ زورین ہوں۔ سمجھے یہاں میری حکومت ہے۔ کون ہے جو مجھ سے آنکھ ملا سکے؟" اس نے چاقو میز میں گاڑ دیا۔ اور مجھے خونخوار نگاہوں سے

گھورنے لگا۔ میں بتاچکا ہوں کہ افلاس اور پریشانیوں نے میری بری حالت کردی تھی۔ میری شخصیت کچھ بھی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن میرے باپ کی چوڑی کلائیاں پورے قصبے میں مشہور تھیں۔ اس کے مضبوط بازو بگڑے ہوئے بیل کو دو منٹ میں ٹھیک کردیتے تھے۔ چنانچہ باپ سے ورثے میں مجھے بھی کچھ ملا تھا۔ میرا ڈیل ڈول بھی کچھ کم نہیں ہے اور اس افلاس کے باوجود میری رگوں میں جوش مارتا ہوا خون تھا۔ شاہ زورین نے مجھے گالی دی تھی۔ جسے میں برداشت نہ کرسکا۔ دوسرے لمحے میں نے کرسی کو ٹھوکر ماری اور کھڑا ہوگیا۔

"تم نے مجھے گالی دی ہے شاہ زورین۔ میری شرافت کا یہ بدلہ دیا ہے۔ اٹھو۔ تمہیں اس گالی کا حساب چکانا ہوگا۔ اٹھو۔ دروازہ بند ہے۔ میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔ اٹھو نامرد میری شکل کیا دیکھ رہے ہو۔" میں نے اس کی میز میں ٹھوکر رسید کردی۔ لیکن خلاف توقع شاہ زورین کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اس کی آنکھوں میں نرمی آگئی پھر اس نے چاقو میز سے نکالا۔ اسے بند کرکے نیفے میں رکھ لیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"بیٹھ جا جوان۔ بیٹھ جا۔ تو غلط آدمی نہیں ہوسکتا۔ میں نے تجھے گالی دی ہے۔ تو مجھے گالی دے کر حساب برابر کرلے۔ مگر تو نواز نہیں ہے۔"

"ہاں۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔ لیکن میرا نام نواز ہی ہے۔ میرا پورا نام راجہ نواز اصغر ہے۔"

"مگر میرے آدمی کو دھوکہ کیسے ہوگیا؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں پل پر کھڑا تھا کہ تمہارے آدمی نے رات کی تاریکی میں مجھے میرے نام سے پکارا اور یہ سوٹ کیس میرے ہاتھ میں دے کر پرس بھی دے دیا' جس میں تمہارا پتہ اور نوٹ تھے۔"

"مگر تم اتنا شریف کیوں نکلا۔ تم کہیں اور بھی جاسکتا تھا؟" شاہ زورین نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ میں ایک بیکار انسان ہوں۔ ملازمت کی تلاش میں ناکام رہا ہوں۔ زندگی سے بیزار تھا اور خودکشی کرنے گیا تھا۔ میں نے یہی کام غنیمت سمجھا کیونکہ مجھے معاوضہ کی اطلاع بھی دی گئی تھی۔"

"تو دلیر آدمی ہے یار۔ تیری بات پر یقین کرنے کو دل چاہتا ہے۔ شاہ زورین نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر تجھے بہت غلط اطلاعات مل گئیں ہیں۔ تجھ سے ہمیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"میں تمہیں بھروسہ دلانے کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"میرے آدمی نے فون پر اطلاع دی تھی کہ مال غلط آدمی کے پاس پہنچ گیا ہے۔ میں پریشان تھا۔ ایک منٹ۔" اس نے کہا اور پھر اس نے چاقو دوبارہ نکال لیا۔ چاقو سے اس نے سوٹ کیس پر لگی ہوئی سیل توڑی۔ پھر میز کی دراز سے چابیاں نکال کر تالے کھولے اور پھر سوٹ کیس کھول دیا۔

میں اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ سوٹ کیس میں سبز پتے چنے ہوئے تھے جن میں ایک عجیب قسم کی مہک تھی۔ شاہ زورین پتے ہٹانے لگا۔ بہت سے پتے ہٹ جانے کے بعد نیچے سے کوکین برآمد ہوئی۔ کافی مقدار میں تھی۔ پتے شاید اس کو بو چھپانے کے لیے استعمال کئے گئے تھے اور کسی خاص قسم کے تھے۔ شاہ زورین کوکین دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم نے ایمانداری سے کام کیا ہے۔ تمہیں معاوضہ ضرور ملے گا۔ یہاں کب پہنچا تھا؟"

"کل رات۔"

"کہاں ٹھہرا ہے؟"

"اسپین غر میں۔"

"تمہارا سامان وہاں ہوگا؟"

"میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے دوست۔ تم ہمارے کام کے معلوم ہوتے ہو۔ پڑھے لکھے ہو؟"

"ہاں۔"

"کتنے؟"

"بی اے ہوں۔" میں نے جواب دیا اور شاہ زورین گردن ہلانے لگا

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ پڑھے لکھے لوگ اس کام میں ضروری ہیں۔ میں تمہارے لیے بات کروں گا۔" اس نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اس نے نوٹوں کی کافی بڑھی تعداد نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ معاوضہ ہے۔ لیکن تمہیں ایک ہفتے تک ہمارے ساتھ رہنا ہوگا۔ دیکھو' ہمارا کام ایسا ہے کہ ہم فوراً کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔ جب ہمیں تم پر اعتماد ہوجائے گا تب تم آزاد ہوگے۔"

میں خاموشی سے نوٹ تھامے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ آزادی کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میں تو زندگی سے ہی آزاد ہونے جارہا تھا۔ اب جو کچھ بھی مل رہا تھا مجھے خوشی سے قبول کرلینا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں نے گردن ہلادی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر گھمایا اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا۔ "عالم گل۔ گاڑی بھیج دو۔ ایک مہمان آرہا ہے۔" اور پھر اس نے فون رکھ دیا۔ "کیا خاطر کروں تمہاری چائے پیوگے؟"

"پلادو شاہ زورین۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ میں جس لائن میں آگیا تھا' اب اسی کے لوگوں کی سی زندگی گزارنے کے لیے خود کو تیار کررہا تھا۔ چائے آگئی اور ہم چائے ہی پی رہے تھے کہ ایک آدمی نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ شاہ زورین نے اسے اندر بلالیا۔ بگڑی ہوئی شکل کا ایک مضبوط آدمی تھا۔

"عالم گل۔ مہمان کو لے جاؤ۔ اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ تکلیف نہ ہو۔ لیکن اگر برائی کرے تو گولی ماری جاسکتی ہے۔" عالم گل نے گردن ہلادی۔ تب شاہ زورین نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا بھائی۔ جاؤ۔ آرام کرو۔ ہم بہت جلدی تم سے ملاقات کرے گا۔" اور میں عالم گل کے ساتھ باہر نکل آیا۔ عمارت کے باہر ایک وین کھڑی تھی جو چاروں طرف سے بند تھی۔ عالم گل نے میرے لیے پچھلے حصے کا دروازہ کھول دیا اور پھر اسے باہر سے بند کرکے خود ڈرائیونگ سیٹ پر جابیٹھا۔ وین اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی اور میں جیب میں رکھے نوٹوں کو گننے لگا۔ ڈھائی ہزار تھے۔ بہت کافی رقم تھی۔ کس سلسلے میں حاصل ہوئی تھی' اب مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میرے ذہن سے گناہ و ثواب مٹ گیا تھا۔ بس اس دنیا میں جس طرح جیا جائے جی لو۔ اور اگر ضمیر کی آواز طاقتور ہو تو پھر خودکشی کرلو۔ چنانچہ میں نے خود کو بدل دیا۔ اب مجھے کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں آرام سے نرم سیٹ پر بیٹھا سفر کرتا رہا۔ گاڑی تقریباً ایک گھنٹے دوڑتی رہی تھی۔ اس کی رفتار بھی کافی تیز تھی' جس کا مطلب تھا کہ اس نے کافی سفر کیا ہے۔ پھر وہ رک گئی۔ عالم گل نے دروازہ کھولا اور مجھ سے نیچے اترنے کو کہا۔ نیچے اتر کر میں نے چاروں طرف دیکھا بوسیدہ کھنڈر تھے۔ اندرونی حصہ مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ نہ جانے کونسی جگہ تھی۔ عالم گل کے اشارے پر میں اندر کی سمت چل پڑا۔ اور پھر سیڑھیوں سے گزر کر میں کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوگیا۔ سیڑھیوں کے دوسری طرف ایک کشادہ اور بلند و بالا چھت کا ہال تھا۔ اور اس ہال میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں نے انہیں حیرت سے دیکھا لمبے لمبے سنہرے بال' بکھری ہوئی ڈاڑھیاں۔ پھٹے ہوئے کپڑے۔ سوکھے مدقوق جسم' چہروں پر ویرانی۔ عجیب عجیب لباس' کوئی پتلون پہنے۔ کوئی شلوار کے اوپر خوبصورت کوٹ پہنے۔ کسی کے جسم پر صرف نیکر۔ اور اوپری جسم برہنہ۔ کوئی پائجامہ پہنے' ایک چیز ان سب میں مشترک تھی۔ وہ یہ کہ وہ سب لمبے لمبے پڑے تھے' بے سدھ بے حال ایک اودھے پڑے ہوئے شخص کے قریب میں نے اس کی کمر پر ٹانگیں رکھے ہوئے ایک شخص کو دیکھا لیکن اس کے سینے پر گداز ابھار دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ عورت تھی۔ ہاں ----- گال پچکے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ ہونٹ ابھرے ہوئے اور دلکش تھے۔ بڑی معصوم نظر آرہی تھی۔ گویا ان میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ میں نے طائرانہ نگاہ ہال میں دوڑائی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد تقریباً یکساں ہے۔ عالم گل سیدھا جارہا تھا اس لیے میرے قدم نہ رکے۔ میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ باہر سے ویران نظر آنے والے یہ کھنڈر اندر سے بہت عمدہ اور قابل رہائش تھے۔ مجھے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچادیا گیا۔ جہاں تعیشات کا تمام سامان موجود تھا عمدہ فرنیچر' اعلیٰ قالین' شاندار مسہری۔ ڈائننگ ٹیبل۔ ایک طرف فرج بھی موجود تھا۔ کمرہ بھی ایرکنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا۔

"آرام کرو صاب۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ یہ گھنٹی بجاؤ اور نوکر کو بول دو۔۔" عالم گل نے کھڑی اردو میں مجھ سے کہا۔ اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں مسہری پر بیٹھ گیا' جوتے اتار دیئے اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ میں چاہتا تھا کہ میرے دل سے اس ماحول کی وحشت نکل

جائے۔ میں خود کو یہاں ضم کرلوں۔ اگر یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ شریک کرلیں تو اعلیٰ پیمانے پر چرس اسمگلنگ کروں۔ ہاں اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی' حالانکہ کچھ عرصہ قبل مجھے اسمگلروں سے سخت نفرت تھی۔ میں اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار لوگوں کی تصویریں اخبارات میں دیکھ کر نفرت سے ان پر تھوک دیتا تھا یہ لوگ ملک کے ناسور ہیں۔ یہ اپنی زندگی کے لیے لاکھوں زندگیوں سے کھیل رہے ہیں۔ میں سوچتا تھا' لیکن آج مجھے ان بے بس انسانوں پر ترس آرہا تھا۔ ممکن ہے میری طرح انہوں نے اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کی ہو اور نہ کرسکے ہوں۔ میں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ خوب گہرائی میں ٹٹولا۔ تب میرے دل سے آواز ابھری۔

"تجھے صرف اپنی زندگی پر حق ہے۔ اسے لٹادے' یا سڑکوں پر لاڈال' بھیک مانگ اور بھیک بھی نہ ملے تو موت کی نیند سوجا۔ منشیات کی اسمگلنگ کرکے لاکھوں زندگیوں سے کھیلنے کا حق تجھے کس نے دیا ہے۔ ایک اپنی زندگی کے لیے اتنی زندگیاں برباد کرکے تو بھیانک جرم کرے گا۔ اتنا خودپرست نہ بن۔ اتنا ظالم نہ بن۔ یہ تیرا ملک ہے۔ یہ تیری سرزمین ہے۔ اس کی سوندھی سوندھی خوشبو تیرے خمیر میں رچی ہوئی ہے۔ تو اس خوشبو سے غداری نہ کر۔ تو اپنے بچپن کے خوشگوار لمحات نہ بھلا۔ نہ جانے کتنے بچے ابھی اس خوشبو کے طلب گار ہیں' اسے متعفن نہ کر۔" اور ضمیر کی کشمکش نے مجھے بے چین کردیا۔ پھر کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔ کس طرح زندگی گزاروں؟ اور نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں' باہر ہال میں پڑے ہوئے لوگ گھوم گئے۔ میرے ذہن میں ایک چھناکہ ہوا۔

اس سے قبل بھی ان لوگوں کو دیکھ چکا تھا' سڑکوں پر' بازاروں میں گھومتے ہوئے۔ پھٹے ہوئے لباس۔ مست۔ مگن۔ میں نے کبھی خاص طور سے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ ان کی زندگی کیسی ہے؟ یہ کونسی دنیا کے لوگ ہیں؟ ان کا نظریہ حیات کیا ہے؟ اور اچانک میرے دل میں بہت سے شرارے ابھرے۔ بلکہ دشمن زندگی سے تو یہ زندگی ہی بہتر ہے۔ کیوں نہ میں یہی زندگی اپنالوں۔ ان کے انداز میں بے حس نہ بن جاؤں۔ ان کی طرح دنیا سے لاپرواہ نہ ہو جاؤں۔ ان کی طرح اپنی شخصیت مضحکہ خیز نہ بنالوں۔ لیکن ان کے انداز میں دنیا ضرور دیکھوں۔ ہاں وطن سے باہر نکل کر قسمت آزمائی کروں۔ اور یہ خیال پچھلے تمام خیالوں سے زیادہ مضبوطی سے میرے دل میں جم گیا۔ اس کے بعد کا وقت میں نے اسی سوچ میں گزارا۔ میرے ذہن کے بند سوتے کھلتے گئے۔ عرصہ دراز کی جمی ہوئی برف پگھلنے لگی۔ میں نے اپنی شخصیت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں نے اپنی صلاحیتوں کو جانچا اور پھر میں اپنے ذہن میں منصوبے بنانے لگا۔ یہ منصوبے میرے تمام منصوبوں سے جامع تھے۔ یہ سب کچھ میرے قبضہ قدرت میں تھا۔ ہاں یہ سب کچھ میرے بس میں تھا اور جب میرے دل میں یہ بات جم گئی تو میں نے اپنے آپ کا۔ اس وقت کے ماحول کا جائزہ لیا۔

میں خطرناک لوگوں کے درمیان تھا۔ ان کے کچھ راز میرے علم میں آگئے تھے۔ وہ مجھے آسانی سے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ہاں میں انہیں بے وقوف بناسکتا تھا۔ انہیں احمق بنا کر اپنا کام نکال سکتا تھا۔ بہرحال میں ایک باصلاحیت اور تعلیم یافتہ نوجوان تھا اور میرے دل میں خواہشات رینگ آئیں۔ اب تک میں نے صرف اندھیرے دیکھے تھے۔ لیکن اب میرے ذہن میں اجالا پھیل گیا تھا۔

مجھے یقین تھا کہ وطن سے نکل کر میں کچھ حاصل کرلوں گا۔

رات ہوگئی۔ میں نے کسی کو بلا کر کچھ طلب نہیں کیا تھا۔ رات کو میرے لیے کھانا آگیا۔ لذیذ قسم کا بھنا ہوا گوشت' پنیر کچھ ترکاریاں اور تندوری روٹیاں تھیں۔ بے حد لذیذ کھانا تھا۔ میں نے کھالیا۔ اور پھر قہوہ پی کر فارغ ہی ہوا تھا کہ عالم گل آگیا۔ اس نے سلام کیا اور پھر بے تکلفی سے بولا۔

"او نوازا۔ بھائی صاحب' تم ہمارا قیدی نہیں ہے۔ ہمارا بھائی ہے۔ گھومو پھرو۔ سیر و تفریح کرو۔ شاہ زورین نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ تمہیں تکلیف نہ ہو۔ آؤ۔ باہر چلو۔ دیکھو ان خدائی خواروں کو۔ یہ چرس پی کر کیسا دل پشوری کرتا ہے۔" عالم گل ہنسنے لگا اور میں بھی مسکراتا ہوا اس کے ساتھ نکل آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے نرسنگھے کی آواز سنائی دی اور پھر کسی ساز کے تار چھڑ گئے۔ نرسنگھے کی دوسری آواز سنائی دی اور ہم دونوں اسی ہال میں داخل ہوگئے۔ جہاں سے گزر کر دہاں تک آئے تھے۔ ہال میں کچھ اور ہستیوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ وہ سب ہوش و حواس میں تھے جو دن میں بے حس اور مردہ پڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان مردوں میں جان پڑ گئی ہو۔ سب کے ویران چہروں پر خوشیاں رقص کر رہی تھیں۔ ان میں چند مقامی آدمی بھی شامل تھے جو انہیں چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء سپلائی کر رہے تھے۔ لمبی لمبی ٹوٹیاں۔ چھوٹی چلمیں' بھرے ہوئے سگریٹ اور نہ جانے کیا کیا۔ عالم گل میرے ساتھ ایک کونے میں کھڑا ہوگیا اور اسی وقت ایک مقامی آدمی نے دو اسٹول لاکر ہمارے پیچھے رکھ دیئے۔

ہال میں چرس کا دھواں گھٹنے لگا۔ جس کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ "شوق کرو گے؟" عالم گل نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں کی سیاہی پر غور کیا۔ اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ بھی چرس کا شوقین ہے۔ بہرحال میں نے معذرت کرلی اور اس نے ایک سگریٹ سلگا کر ہونٹوں میں دبالیا۔ ہال کا منظر عجیب تھا۔ یہ سب غول بیابانی سے معلوم ہو رہے تھے۔ لمبے لمبے بے ترتیب الجھے ہوئے بال۔ پھٹے چیتھڑے کپڑے' مرد' عورتیں' نشے میں سرشار ٹانگیں پھیلائے ہوئے اوندھے سیدھے۔ دم لگا رہے تھے۔ مختلف زبانیں مختلف انداز۔ ان میں جرمن بھی تھے۔ فرانسیسی بھی' امریکن بھی تھے انگریز بھی میں اسٹول پر بیٹھا ان کی زندگی پر غور کرتا رہا۔ ان کا فلسفہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کونسے خیال نے انہیں زندگی سے دور کردیا ہے۔ کونسے تصور نے انہیں تہذیب و تمدن سے بیگانہ کردیا ہے۔ کیا نظریہ ہے ان کا۔ میرے دل میں خواہش ہوئی کہ کسی سے کچھ معلوم کروں۔ لیکن ابھی یہ ممکن نہیں تھا۔ ابھی مجھے پورے ہوش و حواس سے کام لینا تھا۔

چرس پینے والوں کا نشہ بڑھتا جارہا تھا۔ اب کچھ سوکھے سڑے نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر چٹکیاں بجاتے ہوئے لرزتے قدموں سے تھرک رہے تھے۔ پھر ایک کونے سے کسی نے فرنچ زبان میں کچھ کہا۔ اور بہت سے لڑکے اور لڑکیاں کھڑے ہوگئے۔ پھر انہیں الفاظ کا انگلش میں ترجمہ کیا گیا جو میری سمجھ میں آگیا۔

محبت کرنے والو-----

یہ دنیا کیف ہے۔ نغمہ بلبل چھیڑ دو۔ مستیاں سمیٹ لو۔ یگانگیاں اپنالو۔ اٹھو۔ امن کے نام پر۔ محبت کے نام پر۔ گاؤ۔ رقص کرو۔ دھوئیں کی زندگی جاگ اٹھی۔ فضا حسین ہے۔ غرق ہو جاؤ۔ محبت کرنے والو۔

اور محبت کے پجاری اٹھ کھڑے ہوئے۔ لڑکیوں کے لمبے بال لہرانے لگے۔ عجیب عجیب پوز بننے لگے۔

"رک جاؤ۔" ایک بھاری آواز گونجی۔ زبان جرمن تھی قد لمبا۔ جسم سوکھا۔ نہ جانے کہاں سے کسی لکھنوی بانکے کا انگرکھا مل گیا تھا۔ جو زیب تن تھا۔ لمبے لمبے بال۔ پچکے گال۔ چمکدار آنکھیں بھنچے بھنچے سرخ ہونٹ۔ چہرے پر عجیب سا جلال۔ "محبت کے نام پر۔" اس نے انگرکھا اتار کر زمین پر ڈال دیا۔ اور اب اس کے جسم پر صرف ایک نیکر تھا۔ نیلے رنگ کا نیکر جس کی پشت پر سرخ پیوند لگا ہوا تھا۔

"دیکھو۔ میں نے عشق پر سب کچھ قربان کردیا۔ دیکھو اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" اس نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "محبت خدا ہے۔" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "محبت حسن ہے۔ محبت زندگی۔ محبت زندگی۔ زندگی۔ زندگی۔!" اس نے اپنے بالوں کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔

"محبت زندگی۔!" پورے ہال میں نعرے لگے اور اس کے بعد ایک ہنگامی منظر شروع ہوگیا۔ ان سب نے اپنے اوپری لباس اتار دیئے۔ وہ اپنے لباس اتار اتار کر دنیاوی بوجھ سے آزاد ہو رہے تھے۔ ان میں نوخیز لڑکیاں بھی تھیں۔ نوجوان لڑکے بھی۔ لڑکیوں کے شفاف سینے عریاں تھے۔ نسوانی جسم لیکن نسوانیت سے آزاد۔ ایک بے کارشے کی مانند۔ کوئی راغب نہ تھا۔ کوئی متوجہ نہیں تھا۔ لیکن میرے جسم میں چیونٹیاں رینگ رہی تھیں۔ میں نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا تھا۔ میری زندگی ابھی تک نسوانیت کے قریب سے نہیں گزری تھی۔

"اوئے خدائی خوارو۔ اوئے خدائی خوارو۔" عالم گل کے منہ سے نکلا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ دفعتاً جرمن مبلغ زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا اور پھر ایک امریکی نے بھونڈی آواز میں گانا شروع کردیا۔ وائلن' ٹین کا ڈبہ چٹکیاں اور کچھ باجے منہ سے بجائے جانے لگے۔

محبت کی چڑیو۔ گنگناؤ۔ گیت گاؤ۔ رقص کرو۔ پیار کی دیوی کے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ سفید پروں سے مس ہوتی ہوئی مسحور کن ہوا۔ دیکھو۔ ہمارے بال اڑ رہے ہیں۔ ہمارے جسموں میں تازگی دوڑ رہی ہے۔ محبت خدا ہے۔ محبت حسن ہے۔

"اور اس کے ساتھ ہی ہیجان خیز رقص شروع ہوگیا۔ سب بے ہنگم طور پر اچھل رہے تھے۔ کسی کو کسی کی سدھ نہیں تھی۔ میں سکتے کے عالم میں یہ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب میرے لیے انوکھا تھا' اجنبی تھا۔ رقص کرنے والے قہقہے لگا رہے تھے۔ دفعتاً دو لڑکیاں اچھلتی کودتی ہمارے سامنے

آ گئیں۔ ان کی پشت ہماری طرف تھی۔ پتلی سڈول کمریں۔ ایک نیکر پہنے ہوئے تھی' دوسری پتلون' پتلون کا ایک پائنچہ ران تک پھٹا ہوا تھا خوبصورت تراش کے کولہے' نسوانیت سے بھرپور سڈول اور ستواں پنڈلیاں۔ پھر ان کے رخ بدل گئے اور اب ان کے عریاں سینے ہمارے سامنے آ گئے چھوٹے چھوٹے نوخیز ابھار' جو قابل احترام بھی ہیں' کشش انگیز بھی۔ ان کی عمریں زیادہ نہ تھیں۔ ان کی نگاہیں ہماری طرف نہیں تھیں۔ نہ ہی ان کے چہرے پر جنسی جذبات تھے۔

میرا جسم سن ہو کر رہ گیا---- عالم گل کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ پھر اچانک عالم گل اٹھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک لڑکی کو دبوچ لیا۔ اپنے قوی ہیکل بازوؤں میں دبایا۔ لڑکی اب بھی تھرک رہی تھی۔ دوسری لڑکی اپنی ساتھی کے حشر سے بالکل لاپرواہ تھی۔ میں عالم گل کی اس حرکت سے چونک پڑا۔ میرا خیال تھا رقص رک جائے گا۔ یہ سب عالم گل پر ٹوٹ پڑیں گے۔ لیکن رقص جاری رہا۔ کسی نے عالم گل کی طرف توجہ بھی نہیں دی۔ اور عالم گل لڑکی کو بازوؤں میں دبوچے ہوئے نہ جانے کہاں چلا گیا۔

دوسری لڑکی بدستور میرے سامنے رقص کر رہی تھی۔ پھر اس نے بالوں کو جھٹکا دیا۔ میری طرف دیکھا اور ہونٹوں پر انگلیاں رکھ کر سگریٹ مانگی۔ میں سمجھ گیا۔ وہ چرس طلب کر رہی ہے۔ لیکن میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں نگاہیں جھکا لیں۔ میں اس کے نوخیز حسن کی تاب نہ لا سکا تھا اور اسی وقت میری نگاہ اپنے قدموں میں پڑے ٹین کے پیکٹ پر پڑی۔ اسی پیکٹ سے عالم گل نے مجھے سگریٹ پیش کی تھی غالباً پیکٹ گر گیا تھا۔ میں نے جلدی سے اسے اٹھایا۔ کھول کر دیکھا اس میں ایک درجن سے زائد سگریٹ تھے۔ سب کے سب بھرے ہوئے۔ لڑکی اب بھی میرے سامنے تھرک رہی تھی۔ اس کی انگلیاں بار بار ہونٹوں سے جا لگتیں۔ میں نے ٹین کا پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے جلدی سے پیکٹ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ سگریٹ نکال کر اسے سونگھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت بکھر گئی۔ اس نے پیکٹ بند کر کے میری طرف بڑھایا۔ صرف ایک سگریٹ اس نے اپنے پاس رہنے دی تھی لیکن میں نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو واپس کر دیا۔ تب اس نے انوکھے انداز میں مجھے دیکھا۔ اور جرمن زبان میں کچھ کہا جسے میں نہ سمجھ سکا۔ پھر اس نے پیکٹ نیکر میں اڑس لیا۔ اور اپنے ایک ساتھی سے ماچس لے کر سگریٹ سلگانے لگی۔ دوسرے لوگ رقص کر رہے تھے۔ وہ اسٹول کے نزدیک میرے قدموں میں بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا سر میرے گھٹنوں سے ٹکا دیا اور سگریٹ کے کش لینے لگی۔

میری عجیب حالت تھی۔ اس سے قبل کوئی نوجوان لڑکی میرے اس قدر نزدیک نہیں آئی تھی۔ میں نروس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اطمینان سے بیٹھی سگریٹ کے کش لگا رہی تھی۔ رقص جاری تھا اور اب وہ صرف رقص نہیں کر رہے تھے۔ لڑکے اور لڑکیاں امن پسندی اور محبت کا پورا پورا ثبوت دے رہے تھے۔ ماحول ناقابل برداشت ہو گیا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

مجھے اٹھتے دیکھ کر میرے نزدیک بیٹھی لڑکی بھی اٹھ کھڑی ہوئی وہ بے وقوف نہ جانے کیا سمجھی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور لڑکھڑاتے قدموں سے میرے ساتھ چل پڑی۔

میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس عجیب مخلوق کے ساتھ میں کیا سلوک کرتا۔ میں کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ اور وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گئی۔ میں سخت الجھن میں تھا۔ نہ جانے اس کا کیا رد عمل ہو۔ ممکن ہے زورین میری اس حرکت کو پسند نہ کرے۔ لیکن بہرحال یہ ایسی حرکت نہیں تھی جیسی عالم گل نے کی تھی۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے بدحواس نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا۔ اور سچ یہ ہے کہ پہلی بار اس کے چہرے پر بھرپور نگاہ ڈالی۔ ستواں ناک' خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں' گلاب کی پتیوں جیسے نازک ہونٹ' چہرے پر پیلاہٹ بال اخروٹ کی رنگت کے۔ اس کے بازو پر فیروزی رنگ کے نشانات گدے ہوئے تھے۔ مجموعی حیثیت سے کافی خوبصورت تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیلاہٹ کے ساتھ سرخی عجیب لگ رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ نشیلے انداز میں مسکرائی اور پھر اس نے ٹن کے پیکٹ سے ایک اور سگریٹ نکال لیا۔ پہلے سگریٹ کے آخری سرے سے اس نے دوسرا سگریٹ سلگایا اور پھر اچانک اس نے اپنے نیکر کی بیلٹ کھول دی۔ یہ حرکت بھی میرے لیے غیر متوقع تھی نیکر اس کے قدموں میں گر پڑا اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

تب میں نے اس کی ہنسی کی آواز سنی اور آنکھیں کھول دیں وہ قالین پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی ہنسی میں معصومیت تھی۔ لیکن اس کے دانت پیلے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قطار میں سجے ہوئے بدنما دانت' جو پیلاہٹ لئے ہوئے تھے۔

"کیا کروں اس کا۔ کیا کروں؟" میں پریشان ہو گیا۔ انسان تھا۔ نوجوان تھا' پیٹ بھرا ہوا تھا۔ تنہائی تھی۔ اور۔ اور مسکراہٹ تھی۔ بالکل جنگلی بھی نہیں تھا' اس کے خودسپردگی کے انداز میں سمجھ رہا تھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور اس نے میری انگلیاں چوم لیں۔ پھر میرے ہاتھ کو اپنے گال پر رگڑنے لگی۔ تب میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور وہ اس کا سہارا لے کر اٹھ آئی۔

اب وہ میرے مقابل کھڑی تھی اور میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی' جیسے میری نگاہوں کا مفہوم سمجھ رہی ہو۔ لیکن اس وقت میں خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ میں نے اسے کچھ آگے بڑھایا اور وہ میرے سینے سے چپک گئی۔ اس نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں کے مقابل کر دیئے گو اس کے ہونٹوں سے چرس کی سڑاند آ رہی تھی۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیوں میری طبیعت نے مالش نہ کی۔ میں نے اپنا چہرہ آگے بڑھایا اور اس نے بے تکلفی سے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

اس کے ہونٹ رس بھرے تھے۔ ابھی ان کا رس خشک نہیں ہوا تھا۔ اس بوسے نے میری جھجک دور کر دی۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے مسہری پر کھینچ لیا۔ سگریٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے قالین پر گر پڑا۔ لیکن مجھے ہوش نہ رہا۔ وہ بھی پرجوش تھی' نشے نے اسے بھی دیوانہ کر دیا تھا---- پھر اس کا اور میرا دونوں کا نشہ اتر گیا میں زندگی کی ایک انوکھی حقیقت سے آشنا ہوا تھا۔ وہ اب بھی میری آغوش میں سر چھپائے پڑی تھی۔ اس کی گہری گہری سانسوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ لیکن وہ بھی میری طرح جاگ رہی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا۔؟" میں نے اس سے انگلش میں پوچھا اور وہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آئے اور پھر اس نے جرمن زبان میں کچھ کہا۔ لیکن یہ

زبان میرے پلے نہیں پڑی تھی۔ وہ مسکرا اٹھی اور اس کے ہونٹوں سے چرس کا بھپکا اٹھا۔ لیکن جناب وہ میری زندگی کی پہلی عورت تھی۔ اس وقت مجھے کچھ برا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ سب کچھ پسند تھا۔ سب کچھ گوارہ تھا۔ دور سے ڈبہ پیٹنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ۔ غالباً وہ کچھ گا رہے تھے۔ وہ میری گود میں کسمسائی اور پھر مسہری سے اٹھ گئی۔ اسے اپنا ادھ جلا سگریٹ یاد آگیا تھا۔ اس نے مسہری کے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ سگریٹ پڑا ہوا تھا' بجھ گیا تھا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھایا قالین پر ایک گول سیاہ نشان موجود تھا۔

اس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبایا۔ مجھ سے ماچس مانگی' لیکن ماچس میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں نے دونوں انگوٹھے ہلا کر ماچس نہ ہونے کے بارے میں بتایا۔ تب وہ اطمینان سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے اپنے زیریں لباس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ لیکن میں ہوش و حواس میں تھا۔ میں نے دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی اسے پکڑ لیا۔ واپس لایا اور اس کا نیکر اٹھا کر اسے دیا۔ اس نے نیکر پہن لیا' صرف اس وجہ سے کہ اس میں وہ ٹین کی ڈبیہ بھی تھی جس میں ابھی دس بھرے ہوئے سگریٹ موجود تھے اور پھر وہ باہر نکل گئی۔ میں کمرے کے درمیان کھڑا رہ گیا۔

"کیا ہو گیا تھا۔ کیا کر بیٹھا تھا میں۔ احساس گناہ میرے دل میں ابھرا۔ لیکن پھر ماضی کی تلخ یادیں میرے ذہن پر چھا گئیں' سب ٹھیک ہے' یہی زندگی ہے۔ شرافت و اخلاق کی زندگی سے میرا کیا واسطہ۔ حالات نے میرے لیے جس راہ کا تعین کیا ہے۔ مجھے اسی راہ پر بے جھجک بڑھنا چاہیے۔

میں ملحقہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ غسل کیا' لباس پہنا اور پھر اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ دماغ میں بے شمار خیالات تھے۔ لیکن میں ان سے نجات پا کر سو جانا چاہتا تھا۔ اور اس کوشش میں' میں کامیاب ہو گیا دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے آنکھ کھلی۔ کسی نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے گھنٹی بجائی اور ایک ملازم اندر آگیا۔

"ناشتہ لے آؤ۔" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ میں نے غسل خانے میں جا کر ہاتھ منہ دھویا۔ اور پھر باہر آگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ آگیا۔ گوشت' دودھ' سلائس اور چائے۔ جس کے ساتھ کچھ مکھن بھی موجود تھا۔ میں نے بڑی رغبت سے ناشتہ کیا اور چائے کی کئی پیالیاں پینے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ دن میں میرے اوپر کس حد تک پابندی ہے۔ دروازہ کھول کر میں باہر نکل آیا لوگ ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آگے بڑھتا ہوا اس ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں رات کو عجیب و غریب ہنگامہ برپا تھا۔

ہال میں اس وقت صرف دو تین آدمی اوندھے سیدھے پڑے تھے۔ یہ ہپی ہی تھے۔ لیکن ان میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ رات والے لوگ نہ جانے کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے حیرت سے دوسرے حصے میں دیکھا۔ یہاں تک کہ کھنڈر کے بالکل باہری حصے میں نکل آیا۔ لیکن چاروں طرف ویرانی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی سوچا کہ یہ لوگ میری طرف سے زیادہ فکر مند نہیں ہیں۔ ورنہ مجھے ٹوکنے کی کوشش ضرور کی جاتی۔ پھر میں واپس پلٹ پڑا۔ تب میں نے ایک گزرتے [illegible] سے پوچھا۔

"عالم گل کہاں ہے؟"

"عالم گل۔ عالم گل نوشہرہ گیا ہے۔ شام کو واپس آئے گا۔"

"اور وہ سب کہاں گئے جو رات کو اس ہال میں گا بجا رہے تھے؟" میں نے دوسرا سوال کر ڈالا۔

"وہ سیاح لوگ! وہ تو آگے بڑھ گئے۔ طورخم کی طرف' وہاں سے کابل جائیں گے اور پھر نہ جانے کدر ——— ان کا کیا ہے صاحب۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اپنے کمرے کی مسہری پر لیٹ کر میں اس غلیظ محبوبہ کے بارے میں سوچنے لگا' جو ایک رات کے لیے میری زندگی میں آئی تھی۔ اپنی تمام غلاظتوں کے ساتھ۔ بہرحال وہ ایک لڑکی تھی۔ ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی گو وہ بہت سستی تھی۔ انتہائی سہل الحصول چرس کے ایک درجن سگریٹ اسے میری خلوت میں لے آئے تھے۔ اس نے خاموشی سے اپنی کائنات میرے حوالے کی اور اسی خاموشی سے اس کائنات کی وسعتوں میں گم ہو گئی۔ جو کچھ بھی تھی' وہ میری زندگی کی پہلی عورت تھی۔ اس نے پہلی بار مجھے عورت کی لطافت سے روشناس کرایا تھا۔ میں اسے کیسے فراموش کر سکتا تھا۔

لیکن ——— میں تو اس غریب کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ اگر میں نے اپنی زندگی کا تجزیہ کیا اور اگر میری زندگی کبھی اس نہج پر پہنچ سکی' جب میں اپنے بارے میں کوئی داستان لکھوں تو اس لڑکی کا نام کیا لکھوں گی۔ جو ایک تاریک سائے کی حیثیت سے آئی اور روشنی ہوتے ہی معدوم ہو گئی۔ میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی' ہاں جب وہ میرے جسم سے چسپاں تھی تو صرف ایک عورت تھی۔ اس کے نظریات کچھ بھی ہوں۔ اس وقت اس نے مجھے صرف ایک مرد گردانا تھا اور خود کو میرا محکوم۔

میرے دل سے ایک سرد آہ نکل گئی۔ تب میں نے خود پر نفرین کی۔ کیسی حماقت ہے۔ میں اس کے لیے غمزدہ ہوں جس کی قیمت صرف بارہ چرس کے سگریٹ تھے۔ وہ میری محبوبہ نہیں تھی۔ صرف کرائے کی عورت تھی۔ کوئی بھی اسے ایک درجن چرس بھرے سگریٹ دے کر خرید سکتا ہے۔ نہ جانے کتنوں نے اسے خریدا ہو گا اور نہ جانے اس نے کتنوں کی محکومی قبول کی ہو؟

اس تصور نے میرا ذہن ہلکا کر دیا۔ اور میں دوبارہ اپنے پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگا۔ ٹھنڈا کر کے کھانا ہو گا۔ اس طرح کام نہیں چلے گا اگر ذرا بھی جلد بازی کی تو نہ صرف زندگی خطرے میں پڑ جائے گی بلکہ پھر اس کے بعد۔ دنیا دیکھنے کی خواہش بھی نہیں پوری ہو سکے گی۔ چنانچہ میں اطمینان سے لیٹا رہا شام کی چائے پی کر میں باہر نکل آیا۔ میں نے اسی ہال کا رخ کیا تھا۔ ہال میں سیاحوں کی تعداد پھر بڑھ گئی تھی۔ کئی جوڑے تھے۔ چار پانچ تنہا آدمی تھے۔ گویا یہاں روز کئی لوگ آتے رہتے ہیں۔ ایک لڑکی اپنا اوپری لباس اتارے سی رہی تھی۔ اس کے سینے پر صرف ایک چیتھڑا بندھا ہوا تھا' جو اس کے سینے کے طوفانی ابھاروں کو مکمل طور سے ڈھانکنے میں ناکام تھا۔ اس کے برابر

ہی اس کا ساتھی بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کا رنگ سفیدی مائل تھا۔ نوجوان نے نیلے رنگ کی نئی پتلون پہنی ہوئی تھی لیکن اوپری بنیان بوسیدہ اور پھٹا ہوا تھا۔ لڑکی کو سوئی دھاگہ استعمال کرتے دیکھ کر بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں۔ ماسی بشیراں یاد آگئی۔ اس کی لڑکی نوراں یاد آگئی۔ جس کی آنکھیں ہرنی جیسی تھیں اور جس نے ایک عید پر سفید کپڑے کے ایک رومال پر تار کشی سے دل کا نشان کاڑھ کر مجھے دیا تھا۔ میں نے خوش ہو کر رومال لے لیا تھا اور پھر سب کو دکھاتا پھرا تھا۔ نہ جانے کیوں' دوسرے دن نوراں کو میرے سامنے نہیں آنے دیا گیا۔ اس کی چھوٹی بہن رشیداں نے بتایا تھا کہ نوراں کو مار بھی پڑی ہے۔ اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا' لیکن آج۔ اس سفید لڑکی کو سوئی دھاگے سے اپنی بوسیدہ قمیض سیتے ہوئے دیکھ کر مجھے نوراں کا دل یاد آگیا تھا۔

"ہیلو۔" لڑکی کے ساتھی کی بھاری آواز میرے کانوں میں گونجی۔ اور میں گھبرا گیا۔ نوراں کے بارے میں سوچتے ہوئے میں اس کی ساتھی لڑکی کے نیم عریاں جسم کو گھورتا رہا تھا۔ میں نے پریشان نگاہوں سے اس ہٹے کٹے انگریز کو دیکھا۔ لیکن وہ مسکرا رہا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی مری ہوئی آواز میں کہا اور وہ اٹھ گیا۔ میرے نزدیک آیا اور میری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ مشینی انداز میں میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔

"آپ میری کچھ مدد کرسکیں گے جناب۔" اس نے گردن جھکا کر رازداری سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ بولو۔ کیا چاہتے ہو؟" بادل نخواستہ میرے منہ سے نکل گیا۔

"کافی۔ کھانے کے لیے بسکٹ اور تھوڑی سی چرس۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ اور میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ آدمی بے تکلف معلوم ہوتا تھا۔

"میں بندوست کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ یہاں میں بھی اجنبی تھا۔ ممکن ہے وہ لوگ میری درخواست نہ مانتے۔ لیکن بہرحال میرے پاس ڈھائی ہزار روپے تھے۔ میں پیسے خرچ کرکے ان سے کام لے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کو روکا۔ اور وہ میرے قریب آکر رک گیا۔

"سنو۔۔۔۔۔ تین کپ کافی۔ تھوڑے سے بسکٹ اور کھانے کی کچھ دوسری چیزیں اور تھوڑی سی چرس وغیرہ کی ضرورت ہے۔ کیا یہ چیزیں مہیا ہوسکیں گی۔"

"کیوں نہیں جناب۔ شاہ زورین کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے دل سے پہلی بار ان لوگوں کا احسان قبول کیا۔ میں اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ میں نے اس شخص سے یہی کہا تھا کہ وہ یہ سب چیزیں لے کر میرے کمرے میں آجائے۔ کافی بننے میں وقت لگا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی ملازم میرا مطلوبہ سامان چرس کا ایک پیکٹ اور اسے پینے کے لیے ایک لمبا اور نفیس پائپ لے کر میرے پاس آگیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا اور وہ ٹرے اٹھائے میرے پیچھے چل پڑا۔ لڑکی اپنا اوپری

لباس پہن چکی تھی۔ وہ ایک کونے میں گردن جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ شاید ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ چرس تک نہیں حاصل کرسکتے تھے اور کسی اپنے جیسے آدمی کی تلاش میں تھے' جو انہیں چرس مہیا کردے۔ مجھے اس طرح لدا پھندا آتے دیکھ کر دونوں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"ہیلو۔" اس بار مرد کے ساتھ لڑکی نے بھی پرجوش انداز میں کہا تھا۔

"سوری۔۔۔۔۔ کچھ دیر ہوگئی۔ تازہ کافی بن رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکیو ڈیر۔۔۔۔۔ ہم نے تمہیں بہت تکلیف دی۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔ میں نے ملازم کو ٹرے نیچے رکھنے کو کہا اور وہ دونوں پھسکڑا مار کر زمین پر بیٹھ گئے اور پھر لڑکی نے ڈرتے ڈرتے پائپ اٹھا لیا۔

"اوہ' میرے خدا۔ کتنا خوبصورت ہے یہ۔ لو یہ۔ اوہ کیستاں اوہ کیستاں ڈیر۔ دیکھو۔ چرس' کتنا سارا۔! وہ کیستاں۔!" وہ خوشی سے مرد سے لپٹ گئی۔ کیستاں ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ سب ہمارے لئے ہے جناب؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ میری طرف سے حقیر تحفہ۔" میں نے کہا۔

"مگر ہم اس کے جواب میں تمہیں کیا دیں گے؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا میں بسکٹ کھالوں؟" لڑکی نے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے کہا اور میں نے بسکٹوں کی پلیٹ اٹھا کر اس کے سامنے کردی۔ کیستاں نے بھی بسکٹ اٹھا لیا۔ اور میں ان کے لیے کافی بنانے لگا! لڑکی اپنے خوبصورت دانتوں سے بسکٹ کاٹ رہی تھی اور چمکدار نیلی آنکھوں سے پائپ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

میں نے کافی بنا کر ان دونوں کے سامنے رکھ دی۔ میں خود بھی انہیں کے انداز میں زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ تیسری پیالی بنا کر میں نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔

"میرا نام ایلب کیستاں ہے۔" مرد نے سنجیدگی سے کہا۔

"مسز کیستاں؟" میں نے لڑکی کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"اوہ۔ نو۔ وہ گیلتھ ہے۔ گیلتھ کا کسن۔ میری کزن۔!" کیستاں نے جواب دیا۔

"سوری۔!" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔ اور پھر میری طرف رخ کرکے بولا۔ "اور آپ؟"

"میں نواز ہوں۔ نواز اصغر۔" میں نے جواب دیا۔ اس پر وہ کافی دیر تک میرے نام کی مٹی پلید کرتے رہے' اس کے باوجود وہ میرے نام کا صحیح تلفظ ادا نہیں کرسکے۔ "تم لوگ نام سے برٹش نہیں معلوم ہوتے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ ہم فرنچ ہیں۔ ہم دونوں فرنچ ہیں۔"

"خوب۔ لیکن انگلش برطانوی باشندوں کی طرح بولتے ہو۔"

"میں جرمن امریکی اور دوسری کئی زبانیں بھی انہیں لوگوں کے سے انداز میں بول سکتا ہوں۔ البتہ گیلتھ صرف انگلش جانتی ہے۔ یا مادری زبان۔" اس نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر کافی کی تعریفیں کرنے لگا۔ لڑکی بسکٹوں پر ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا۔ یہ لڑکی رات والی لڑکی سے زیادہ تر و تازہ تھی۔ اس کا قد بوٹا سا تھا اور جسم زیادہ گداز تھا۔ وہ کیستاں کی بیوی نہیں ہے۔ کزن ہے۔ لیکن۔ کون جانے کیا ہو۔ میں زیادہ گہرائی میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کافی سے فارغ ہوگئے۔ تب کیستاں نے چرس کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ دراصل ہمارے پاس کچھ ہندوستانی کرنسی تھی۔ جسے سرحد پر چھین لیا گیا' اور اب ہم بالکل کنگال ہیں۔"

"ہندوستانی کرنسی۔! تم کہاں سے آرہے ہو؟"

"ارض مقدس سے۔ مسکن انسانیت سے۔ وہاں سے جہاں زندگی ایک حقیقت ہے۔ آہ وہ مسکن محبت۔ جہاں حسن' زندگی یکجا ہے۔!" وہ شاعری کرنے لگا۔

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔!"

"کھٹمنڈو سے۔ جو ہماری جنت ہے۔ جہاں فراخ دلی کے دریا بہتے ہیں۔ کاش ہم پوری زندگی وہاں گزار سکتے۔ لیکن قانونی مجبوریاں مسٹر۔ نازو۔" اس کی آواز رندھ گئی۔ اس نے غم سے لرزتے ہوئے ہاتھ بڑھائے اور پائپ بھرنے لگا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پائپ کو بھرتے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر اس نے مجھ سے ماچس مانگی۔

"اوہ۔ میں مہیا کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر ایک ملازم کو دوبارہ آواز دی۔ ماچس آگئی۔ اور اس نے پائپ منہ میں دبا کر ماچس جلائی۔ چرس کا تیز بھبکا اڑا اور لڑکی زور زور سے سانسیں کھینچنے لگی۔ میں اس کی خوشی کا اندازہ لگا رہا تھا۔ چرس کی ناگوار بو میری ناک سے ٹکرائی۔ اس نے دو تین کش لگائے اور پھر پائپ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پائپ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لڑکی بے چینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے پائپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکیو۔" اس نے جلدی سے ندیدے بچے کی طرح پائپ میرے ہاتھوں سے لے لیا اور بے صبری سے اس کے گہرے گہرے کش لینے لگی۔ گاڑھے سفید دائرے فضا میں ناچتے ہوئے بلند ہونے لگے۔

"تب میں اس جنت ارضی کو چھوڑ کر دہلی آگیا۔ دہلی سے لاہور۔ اور لاہور سے پشاور۔ اور اب۔ یہاں سے کابل جاؤں گا اور پھر نہ جانے کہاں۔ زندگی ایک سفر ہے مسٹر نوز۔ جاری رہتی ہے۔ منزل کبھی نہیں آتی۔ تلاش جاری رہے۔ نروان مل جائے گا۔ ضرور مل جائے گا۔" اس نے اس بار پھر میرا نام بدل دیا۔ لڑکی اتنی دیر میں بہت سی چرس پی چکی تھی۔ اس نے پائپ میری طرف بڑھا دیا

اور میں نے اسی انداز میں کیستاں کی طرف۔

"تم بھی پیو دوست۔ یہ نعمت تو سب کے لیے ہے۔ جو اس سے محروم ہے وہ دنیا کا بدنصیب ترین انسان ہے۔ مگر ٹھہرو۔ لاؤ۔ پائپ مجھے دو۔ میں تمہیں جنت کا تحفہ دیتا ہوں۔ شاید یہ تم جیسے کسی دوست ہی کی قسمت میں تھا۔" اس نے اپنی پتلون سے جنت کا تحفہ نکال لیا۔ سفید رنگ کی دو گول ٹکیاں تھیں' جنہیں اس نے سگریٹ کی پنی میں بڑی احتیاط سے لپیٹ کر رکھا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ٹکیاں ہتھیلی پر رکھ کر بڑی عقیدت سے میرے سامنے پیش کر دیں۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہیروئن۔ خالص ہیروئن۔ جسے کھا کر رگوں میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔ کھالو۔ اور زندگی سے کینچلی اتار دو۔ حقیقت اپنالو۔ نروان ہی نروان۔ ہری اوم۔ ہری کرشن۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"شکریہ میرے دوست۔ اسے بھی میری طرف سے اپنے پاس رکھو۔ میں اس کے استعمال کے قابل نہیں ہوں۔" میں نے اس کا تحفہ قبول نہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ٹکیاں اسی احتیاط سے پنی میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیں۔ پائپ اب لڑکی کے ہاتھ میں تھا۔

"ایک بات بتاؤ دوست۔" میں نے رازداری سے کہا۔ اور وہ میری طرف جھک آیا۔ "یہاں کا پتہ تمہیں کس نے بتایا؟"

"اوہ۔ ہمارے پاس تمام پتے موجود ہوتے ہیں۔ کھٹمنڈو سے ہی ہمیں اس جگہ کے بارے میں معلوم تھا۔ ہماری ایک لائن ہوتی ہے۔ ایک روٹ ہے جس کے نقشے ہمارے پاس ہوتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کون سے ملک میں کہاں کہاں ہمارے اڈے ہیں۔ ہم بے دھڑک سفر کرتے ہیں۔ دہلی میں میرے پاس کافی کرنسی تھی۔ لیکن بداخلاق دنیاداروں نے اسے چھین لیا۔ پھر میں گیلتھ کے ساتھ لاہور آگیا۔ لاہور کے بازاروں میں ہم نے بھیک مانگی۔ تھوڑا بہت مل گیا تو یہاں کے لیے روانہ ہوگئے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے پتہ نہیں پشاور کے لوگ کیسے ہیں۔ کل ہم یہاں سے پشاور روانہ ہو جائیں گے پشاور سٹی جہاں سے اگر کچھ مل گیا تو بس میں طورخم چلے جائیں گے۔ اگر نہ مل سکا تو پھر پیدل ہی' بس سفر طویل ہو جائے گا۔ اور ہمیں اس طویل سفر کی پرواہ ہی کیا۔ ہماری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ بس سفر کرتے رہتے ہیں کرتے رہیں گے' اس وقت تک جب تک زندگی کا سفر ختم نہ ہو جائے۔"

میرا مقصد پورا نہیں ہوا تھا۔ میں اس مقصد کے بارے میں نہیں جان سکا تھا۔ تاہم مجھے تھوڑی بہت معلومات ان لوگوں کی زندگی کے بارے میں ضرور ہوگئی۔ ابھی میں ان سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ عالم گل نظر آیا۔ وہ شاید مجھے ہی تلاش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور مقامی آدمی تھا۔ جو شلوار قمیص کی بجائے پتلون اور بشرٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے گلے میں ایک فلش لائٹ کیمرہ لٹک رہا

تھا۔

"اوئے نوازا۔ کدر رہے میرے یار۔ میں تیرے کو تلاش کرتا ہوں۔" اس نے زور سے آواز لگائی۔ اور میں ان دونوں کے قریب سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ عالم گل گیلتھ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "لڑکی برا نہیں ہے۔" راضی ہے کیا؟"

"اوہ۔ اس کے ساتھ اس کا ساتھی ہے۔" میں نے فوٹو گرافر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ بائی صاحب۔ ان لوگوں کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔ بس سالوں کو چرس دو۔ پھر سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ رات کو تم نے دیکھا تھا۔"

"ہاں۔ ہاں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ فوٹو گرافر کی وجہ سے میں شرمندہ ہو رہا تھا۔

"آؤ۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ خدا کسم۔" شاہ زورین بولا "تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونا چاہیے۔"

"نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بس میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' اچھا اچھا۔ کل ہم باڑہ چلیں گے۔ ادھر سے تم کپڑا خریدنا پھر شہر چل کر سلنے کو دیدیں گے۔ باڑہ سے ضرورت کا اور سامان بھی خرید لینا۔" میں نے گردن ہلادی۔ تو عالم گل پھر بولا۔ "اب آؤ۔ فوٹو کھنچالو۔ شاہ زورین کو تمہارا فوٹو کا ضرورت ہے۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلادی یہ فوٹو والا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن میں نے عالم گل سے اس کی وضاحت نہیں چاہی۔ کھنڈر کے ایک روشن کونے میں لے جاکر میری کئی تصوریریں اتاری گئیں۔ اور پھر فوٹو گرافر واپس چلا گیا۔ عالم گل میرے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ ہم کھنڈر سے دور نکل آئے۔ عالم گل کسی گہری سوچ میں گم تھا پھر ایک جگہ وہ رک گیا۔ سامنے ہی پتھروں کے اونچے نیچے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔

"بیٹھو نواز بائی۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور خود بھی میرے سامنے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کراچی سے تمہارے بارے میں رپورٹ مل گیا ہے۔ شاہ زورین نے اندازہ لگایا ہے کہ تم خراب آدمی نہیں ہو۔ مگر تم اس وقت پل پر کیا کر رہے تھے۔ جب ہمارا آدمی تمہارے پاس پہنچا تھا؟"

"سچ بتادوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل سچ بتادو دوست۔" عالم گل نے ایک خاص انداز میں کہا۔

"میں خود کشی کرنے گیا تھا۔ دنیا سے مایوس ہو کر۔ اگر تمہارا آدمی چند لمحے اور نہ پہنچتا تو شاید ـــــــ آج زندگی کے ہر جھگڑے سے آزاد ہوتا۔"

"اوہ۔" عالم گل نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دنیا نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔"

"بہت برا عالم گل۔ اس نے میری شخصیت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے۔ اس نے میرے وجود کو فراموش کردیا ہے۔"

"تب تم دنیا کے ساتھ برا سلوک کرو نواز۔ شرافت کی زندگی اپنانے کی کوشش مت کرو۔ جس طرح دولت حاصل ہو سکے' حاصل کرو۔ عیش و عشرت کی زندگی گزارو۔ ہم تمہاری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔" عالم گل نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟

"ہمیں تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ تمہاری پچھلی زندگی کا بھی ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔ مگر تم جو کچھ نظر آتے ہو۔ ہم اس پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے تیار ہیں۔" عالم گل نے پھر کہا۔

"مجھے کیا کرنا ہوگا عالم گل؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ درحقیقت عالم گل کی باتوں نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ میرے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ میں ان سفید بے فکروں کی سی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ گو میرا دل اسے قبول نہیں کرتا تھا' لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ نیکی بدی کا احساس میرے ذہن سے مٹ گیا تھا۔ نیک بن کر زندگی بڑی کٹھن ہو جاتی ہے۔ سب کچھ فراڈ ہے۔ سب فضول ہے۔ حالات جو کہتے ہیں وہ کرو۔ میں ایک متزلزل انسان ہوں۔ میری شخصیت راہوں میں آپڑی تھی۔ میں صرف دوسروں کے سہارے کا محتاج رہ گیا تھا۔ میں اپنے لیے کوئی بھی تو مقام نہیں بنا سکا تھا۔ پھر اگر ایک حیثیت مل رہی ہے تو اسے کیوں چھوڑا جائے۔ دیکھوں تو سہی وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟

"یہ تو شاہ زورین بتا سکے گا۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ تمہارے خیالات معلوم کروں۔"

"میں تیار ہوں عالم گل۔ میں تیار ہوں۔ شاہ زورین سے کہہ دو مجھے میرا کام بتائے۔ وہ مجھے قابل اعتماد پائے گا۔" میں نے کہا۔ اور عالم گل خوشی سے اچھل پڑا۔

"خوش رہو میرے دوست۔" اس نے کھڑے ہو کر مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ زندگی بہت خوبصورت ہے۔ تھوڑی سی ذہانت سے کام کرو۔ اور عیش کرو۔ وہ دوسرے کاموں میں یہ عیش نہیں مل سکتے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ اب دنیا کی باتیں کرو۔ وہ لڑکی تمہیں پسند ہے؟ عالم گل نے کہا۔

"کونسی؟" میں نے پوچھا۔

"ارے وہی یار۔ جسے تم ناشتہ کرا رہے تھے؟"

"اس کا ساتھی اس کے ساتھ ہے؟"

"اوئے دیوانے۔ میں بول چکا ہوں' یہ لوگ ان جھگڑوں سے آزاد ہیں۔ وہ کنگلا ہے۔ دو دن کھانا نہ دو۔ وہ کچھ نہیں بولے گا' پر ایک دن چرس نہ ملے تو وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ تم اپنی بات بولو۔ اس چکر میں مت پڑو۔"

"لڑکی بری نہیں ہے۔"

"میں بات کرتا ہوں۔" عالم گل نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا لیکن میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم پرواہ مت کرو عالم گل۔ میں خود بات کرلوں گا۔"

"ہاں۔ آدمی تم بھی استاد معلوم ہوتا ہے۔" عالم گل نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ کل آنے کا وعدہ کر کے مجھ سے رخصت ہوگیا۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کسی شک و شبہ میں پڑنا حماقت تھی۔ وہ لوگ منشیات کی ناجائز تجارت کرتے تھے اور مجھے بھی ان کے ساتھ یہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس انداز میں مجھ سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر معاملہ میری پسند کا ہوا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کسی بھی وقت ان سے جان چھڑا کر فرار ہوا جاسکتا ہے۔ زندگی اور موت کی تو میری نگاہ میں کوئی اہمیت ہی نہیں رہ گئی تھی۔

پھر میں گیلتھ کے بارے میں سوچنے لگا! اس کا خوبصورت جسم، حسین چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا۔ کیا عالم گل کی بات صحیح ہے کیا وہ اتنی ہی سستی ہے۔ اور عالم گل کی بات مجھے درست ہی محسوس ہوئی۔ پچھلی رات کی لڑکی مجھے یاد تھی۔ نہ جانے کیوں میرے جسم میں خواہشات انگڑائیاں لینے لگیں۔ میں وہاں سے اٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی پھر کھنڈر کے اس ہال میں داخل ہوگیا۔ ہال میں اتنے ہی لوگ موجود تھے، جتنے کہ پچھلی رات۔ چرس کے دھوئیں سے ہال اٹا پڑا تھا۔ خوب چرس فروخت ہو رہی تھی۔ آج مجھے کچھ ایسے لوگ بھی نظر آئے جن کے کپڑے قیمتی تھے، وہ بھی دوسروں کے انداز میں چرس پی رہے تھے۔ میں نے گیلتھ اور کیستاں کو بھی ایک کونے میں بیٹھے دیکھا۔ میری بخشی ہوئی دولت ان کے پاس تھی اور وہ اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

کیستاں نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ گیلتھ بھی مسکرانے لگی تھی۔ میں پھر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔" کیستاں پرجوش انداز میں بولا۔ میں ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔ "تم نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم محسن انسانیت ہو۔" کیستاں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں تائید کرتی ہوں۔" گیلتھ نے زوردار آواز میں کہا۔

"میں نے تمہاری شان میں قصیدہ کہا ہے۔ لیکن تم شاید فرنچ نہیں جانتے۔ تاہم میں تمہیں ضرور سناؤں گا۔ اے مسٹر۔" اس نے ایک نوجوان کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ اس کے پاس ایک بوسیدہ گٹار موجود تھا۔ کیستاں نے اسے نزدیک آنے کا اشارہ کیا۔ اور نوجوان اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ کیستاں نے چرس کا پائپ اس کے سامنے پیش کیا اور نوجوان ہنس پڑا۔ اس نے بڑے احترام سے پائپ لے لیا اور دو تین گہرے گہرے کش لگا کر اسے گیلتھ کی طرف بڑھا دیا۔

"ساز چھیڑو۔ میں میں گاؤں گا۔" کیستاں نے کہا۔ رشوت وہ پہلے ہی پیش کر چکا تھا۔ نوجوان کے لیے انکار کی گنجائش نہیں تھی، اس نے گٹار سنبھال لیا۔ بلاشبہ وہ گٹار بجانے کا ماہر تھا۔ میں اس نغمے کو سمجھ نہیں سکا، لیکن وہ کانوں کو بے حد بھلا لگ رہا تھا اور پھر کیستاں کی آواز ابھری۔ اس نے قصیدہ شروع کردیا تھا۔

گیلتھ اٹھ کر میرے نزدیک آبیٹھی۔ اس نے میرے کندھے سے سر ٹکا دیا۔ میں نے اس کی

طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر سلگتی سی مسکراہٹ تھی۔ تب کیستاں نے ایک لمبی آواز میں کچھ کہا اور گیلتھ نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا۔

"پہاڑوں کے اجنبی۔ محبت کے ساتھی۔ تیرے سینے میں انسانیت۔ دھڑکتی ہے۔ تیری آنکھوں میں امن ہے۔ تیرا دل سمندر ہے۔ سمندر۔ سب کا ساتھی۔ اپنوں اور غیروں کا دوست۔ تو روشنی ہے۔ جس کے سائے میں۔ پتھروں کی تمیز ہوتی ہے۔ بھٹکنے والے راستہ پالیتے ہیں۔ پاؤں زخمی نہیں ہوتے۔ تو کون ہے۔ محبت کا فرشتہ؟ سکون کا بیٹا پہاڑوں کے اجنبی کہاں سے آیا ہے۔ کہاں جائے گا۔ کچھ قدم ساتھ دے۔ تو فرشتہ ہے اور فرشتے دل میں رہتے ہیں۔" گیلتھ آہستہ آہستہ میرے کان میں کیستاں کے نغمے کا ترجمہ کر رہی تھی۔ اس کی بدبودار سانسیں میرے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ یہ جوان سانسیں جن سے صرف چرس کی بو الگ کردی جاتی تو ان کی قیمت نہ جانے کیا ہوتی۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ نہ جانے کہاں سے مجھ میں جرات آگئی۔ میں جھکا اور میں نے گیلتھ کے ہونٹوں کو چوم لیا۔

گیلتھ مسکرانے لگی۔ کیستاں بھی مسکرانے لگا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ کسی نے برا نہیں مانا تھا۔ کسی کو احساس نہیں تھا۔ یہ سب مصنوعیت سے دور تھے۔ انہیں زندگی کی ضرورتوں کا احساس تھا۔

کیستاں کا نغمہ ختم ہوگیا۔ بہت سے گوشوں سے تالیاں ابھریں۔ اور کیستاں نے گردن جھکا دی۔ گیلتھ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور پھر سب کے سامنے میری گردن جھکا کر میرے ہونٹوں کا بوسہ لیا۔ میری پیشانی پسینے کے قطرات نمودار ہوگئے۔ کچھ بھی تھا، میں مشرقی تھا اور ابھی ان کی طرح حقیقت پسند نہیں بن سکا تھا۔

میں گیلتھ کے پاس سے ہٹ آیا۔ پھر میں نے کیستاں سے معذرت کی اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ کوئی مقصد نہیں تھا، بس طبیعت میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ اس کی وجہ بھی آپ کو سمجھا دوں۔ مجھے اپنے ماحول، اس کے رسم و رواج سے نفرت ہوگئی تھی۔ لیکن میری زندگی بے داغ تھی، میں نے صرف غم روزگار دیکھا تھا۔ ایسے دور سے نہیں گزرا تھا، جو بے حیائی اور بے غیرتی کا دور ہو۔ مجھے یہ سب کچھ ناپسند نہیں تھا۔ لیکن خمیر میں گھلا ہوا شرافت کا احساس اپنے مشرقی ہونے کا احساس تھا۔ جرمن لڑکی میری زندگی کی پہلی لڑکی تھی جس نے مجھے عورت سے روشناس کرایا تھا اور گیلتھ۔ اس کے ہونٹوں کے لمس کو میں نے صرف اڑتالیس گھنٹے میں دوسری بار چکھا تھا۔ مجھے یہ لمس پسند تھا۔ لیکن تنہائی میں۔ ممکن ہے کبھی میں بھی اس ماحول سے آشنا ہو جاؤں۔ میرے دل سے بھی شرم و حیا کے احساسات مٹ جائیں۔ لیکن ابھی۔ ابھی میں کچا تھا۔

رات گئے تک میں اپنے کمرے سے نہیں نکلا۔ پھر ایک ملازم حسب معمول میرے لئے کھانا لایا۔ اور کھانا دیکھ کر مجھے وہ دونوں یاد آگئے ان کے پاس میرے دیئے ہوئے چرس اور پائپ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ دراصل ابھی مجھے ان لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات نہیں تھیں۔ یہ تو

بہت بعد کو معلوم ہوا کہ وہ کئی کئی دن کھائے بغیر گزارہ کر لیتے ہیں۔ صرف چرس ملتی رہے۔

بہر حال میں نے ملازم کو بلایا۔ "سنو۔" میں نے اس سے کہا۔ "ہال میں کیستاں اور گیلتھ نامی ایک جوڑا موجود ہے۔ انہیں کھانے پینے کی چیزیں پہنچادو۔"

"بہت بہتر جناب۔ ویسے یہ تو سب سالے بھوکے ہوتے ہیں۔" ملازم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم صرف ان دونوں کو پہنچادو۔" میں نے کہا اور ملازم واپس چلا گیا۔ میں کھانا کھاتا رہا۔ کافی ہیپی جمع ہوگئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ آج رات بھی کل کی طرح ہنگامہ ہوگا۔ لیکن کافی وقت گزر گیا۔ کوئی آواز نہ سنائی دی۔ تب میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ میں نے ہال میں نگاہ دوڑائی۔ آج وہ سب مسرور تھے۔ صرف چرس کے دھوئیں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ چند اونگھے ہوگئے تھے۔ چند غنودہ پڑے تھے۔ کسی میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔ ایک کونے میں کیستاں بھی نظر آیا' وہ دونوں گھٹنوں میں سر دبائے بیٹھا تھا اور اس سے کچھ دور گیلتھ کروٹ لئے لیٹی تھی۔ میں دور سے گیلتھ کے جسم کے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہا۔ اگر قاعدے کے لباس' اور قاعدے کی شکل میں ہوتی تو بلاشبہ جسمانی طور پر ایک حسین ترین عورت ہوتی۔ بہر حال ان لوگوں کی طرف سے مایوس ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ اوپری لباس اتارا اور مسہری پر دراز ہوگیا۔ عالم گل نے کل کا وعدہ کیا ہے۔ رقم میرے پاس موجود ہے سامان خریدوں گا۔ میں ضرورت کی چیزوں کی ایک فہرست تیار کرنے لگا! شیو کافی بڑھ گئی تھی۔ بال خشک اور بکھرے ہوئے تھے اور لباس۔ لباس کے علاوہ بھی کئی چیزوں کی ضرورت تھی۔

انہی خیالات میں مجھے نیند آنے لگی۔ اور پھر میری نیند پکی بھی نہیں ہوئی تھی کہ مجھے اپنے دروازے سے کسی کے ٹکرانے کی آواز سنائی دی میں چونک پڑا۔ "کون ہے۔" دوسرے لمحے میں نے آواز دی۔ لیکن ٹکرانے سے دروازے کا پٹ کھل گیا تھا اور اس سے مجھے لہراتے ہوئے بال نظر آئے۔ میرا دل دھک سے ہوگیا۔

"مسٹر نوز ــــــ مسٹر نوز ــــــ" مجھے گیلتھ کی آواز سنائی دی اور میں نے مسہری سے چھلانگ لگادی۔ دوسرے لمحے میں گیلتھ کے جسم کو سنبھالے ہوئے اندر لے آیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کردیا تھا۔ گیلتھ نے نشہ آلود سرخ آنکھیں اٹھائیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے بھرپور نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اسے سہارا دیتے ہوئے ایک کرسی تک لے آیا۔ گیلتھ بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے گیلتھ۔ میرے لائق کوئی کام۔" میں نے استفسار کیا۔

"میں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ تم نے۔ ہم لوگوں پر بہت احسان کیا ہے۔ بہت احسان۔"

"تم میرے دوست ہو۔ احسان کیسا۔" میں نے کہا۔

"تم بہت سویٹ ہو۔ بہت اچھے۔" وہ کرسی سے اٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے اچک

کر میرے ہونٹ چوم لئے اور میرے ذہن میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔ میں نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اور باہوں میں سمیٹ لیا۔

وہ میرے سینے میں منہ چھپائے لیٹی تھی اور ایک بوالہوس پتنگا اس کے سنہرے بازو پر آبیٹھا تھا۔

مجھے پتنگے کی مداخلت پسند نہ آئی۔ اور میں نے اسے ہاتھ سے جھاڑ دیا۔ پھر میں نے اسے آواز دی۔ "گیلتھ۔"

"ہوں۔" اس نے آنکھیں بند کئے نشہ آلود انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیستاں تمہارا کون ہے؟"

"ساتھی اور۔ بس۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے۔ میرا مطلب ہے۔ کیا وہ۔ کیا وہ بھی تمہیں حاصل کر چکا ہے۔ جس طرح میں۔"

"درجنوں بار۔" اس نے بڑے سکون اور لاپرواہی سے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ کئی منٹ تک میں اسے دیکھتا رہا۔ میرے دل کی کیفیت بدلنے لگی تھی۔ میری مشرقی رقابت عود کر آنے لگی تھی۔

"اسے معلوم ہوگا کہ تم۔ تم میرے پاس آئی ہو تو۔ تو۔"

"اسے معلوم ہے؟"

"اور اس نے اعتراض نہیں کیا؟"

"اعتراض؟" کیوں؟" اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے لئے یہ انوکھی بات تھی کہ کوئی کسی کی آغوش میں جانے پر اعتراض کرے۔ میرے پاس اس کیوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ یہ سنہری بدن بے قیمت تھا۔ اس کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اسے کوئی بھی حاصل کر سکتا تھا۔ عالم گل کے الفاظ مجھے یاد آگئے۔ ظاہر ہے میرا اور ان لوگوں کا تعارف بھی کتنا تھا۔ جبکہ عالم گل انہیں نہ جانے کب سے جانتا تھا۔ پھر میں نے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا۔ البتہ میں نے اس سے پوچھا۔

"یہاں سے جانے کے بعد تم مجھے بھول جاؤ گی گیلتھ؟"

"ہاں۔ بھول جانا ضروری ہوتا ہے۔ زندگی ایک اسکرین ہے۔ سینکڑوں تصویریں نظر آتی ہیں۔ غائب ہو جاتی ہیں۔ کسے یاد رکھا جائے اور یاد رکھنے سے ملتا بھی کیا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"یہاں سے کہاں جاؤ گی؟"

"پشاور۔ لیکن کیستاں نے کہا ہے کہ میں تم سے کچھ رقم مانگنے کی کوشش کروں۔ اگر رقم مل جائے تو ہم سیدھے کابل روانہ ہو جائیں گے۔"

"ہوں۔" نہ جانے کیوں میرا موڈ خراب ہوگیا۔ میں مسہری سے اٹھ گیا۔ میں نے اپنا لباس

پہنا۔ "کتنی رقم چاہیے۔"

"صرف کابل تک کا کرایہ۔ تھوڑی سی چرس۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے اپنے لباس سے سو سو کے تین نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ گیلتھ کی آنکھیں مسرت و خوشی سے پھیل گئیں۔ اس کا سارا نشہ ایک دم اتر گیا۔

"اوہ۔ میرے خدا۔ یو آر گریٹ ڈارلنگ۔" وہ اچھل کر مجھ سے لپٹ گئی۔ لیکن میری گرم جوشی ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے بالکل متاثر نہیں کر رہی تھی۔ مجھے اس کے نظریئے سے اختلاف تھا۔ میں اسے زندگی بھر کے لیے نہیں اپنانا چاہتا تھا۔ لیکن میری خواہش تھی کہ وہ مجھے یاد رکھے۔ اور اس کے واپس چلے جانے کے بعد مجھے اس خواہش کے احمقانہ ہونے کا احساس ہوا۔ حماقت۔ گدھاپن۔ انہوں نے دنیا چھوڑ دی ہے انہوں نے انسانیت کے تمام اصول تج دیئے ہیں۔ نہ جانے گیلتھ کون سے خاندان کی چشم و چراغ ہے۔ نہ جانے کیستاں کا باپ فرانس میں کیا کرتا ہوگا۔ اگر وہ شریف انسانوں کی طرح زندگی گزارتے تو معاشرے کے معزز فرد ہوتے۔ لیکن انہوں نے اس معاشرے کو ٹھکرا کر بے راہ روی اپنالی ہے۔ پھر وہ میرے چند کاغذ کے ٹکڑوں اور تھوڑی سی چرس کو کیا خاطر میں لاتے۔ جو حقیقت تھی اس نے صاف بتادی۔ جبکہ اس انداز میں ہمارے ہاں کی طوائفیں بھی گفتگو نہیں کرتیں۔ وہ اپنے گاہکوں سے کبھی یہ نہیں کہتیں کہ وہ صرف دولت کی پرستار ہیں اور جب ان کی جیب خالی ہو جائے گی تو انہیں ان سے کوئی سروکار نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ بے باکی سے اظہار عشق کرتی ہیں۔ جیب کی گرمی کے ساتھ ان کی محبت بھی گرم جوش ہوتی ہے اور جب جیب خالی ہوتی ہے تو ان کا دل بھی خالی ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے ذہین ان کے جال میں پھنستے ہیں' ان کی محبت کو حقیقت سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے سامنے طوائفوں کی پوری تاریخ ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ خود کو دھوکہ دینا پسند کرتے ہیں۔ گیلتھ میں وہ بات نہیں تھی' اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ اسے پیسوں کی ضرورت ہے۔ میں نے اس پر احسان کیا۔ اسے کچھ دیا اس کے عوض اس کے پاس جو کچھ تھا اس نے مجھے دے دیا۔ پھر احسان اور محبت کی کیا بات ہے۔ زندگی کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ صورتوں کو یاد رکھے۔ اس کے لیے ہر وہ انسان نواز ہے جو اس کی ضرورت پوری کر دے۔ اس نے اپنی قیمت بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اپنی جھوٹی لگاوٹ کا اظہار نہیں کیا تھا۔

میں عجیب کیفیات لئے مسہری پر دراز ہو گیا۔ البتہ لیٹے لیٹے میں نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ ان ہیپی جوڑوں سے کسی بات کا اظہار کوئی بری بات نہیں ہے۔ جو لڑکی پسند آجائے اس پر ہاتھ رکھ دو۔ اس کی قیمت چکادو اور اسے بھول جاؤ۔ بس۔ باقی تکلفات بیکار ہیں۔ بالکل حماقت ایک میٹھی میٹھی تھکن بدن پر طاری تھی۔ جس نے نیند لانے میں سہارا دیا اور میں سو گیا۔

دوسرے دن عالم گل میرے پاس آگیا۔ میں تیار تھا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ہال میں چند ہیپی موجود تھے۔ کیستاں اور گیلتھ بھی تھے۔ کیستاں نے میری طرف ہاتھ ہلایا۔ لیکن میں اسے جواب دیئے بغیر باہر نکل آیا۔ باہر ایک جیپ موجود تھی۔ یہ اعتماد کا ایک اور ثبوت تھا۔ گویا اب

میرے لئے بند گاڑی کی ضرورت نہیں تھی۔ عالم گل نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ہم چل پڑے۔ باڑہ تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر ہم نے بازار میں خریداری کی۔ میں نے بہت سے سوٹوں کے کپڑے خریدے۔ شیو کا سامان' اور دوسری ضروری چیزیں۔ غیر ملکی مال تھا۔ انتہائی نفیس۔ وہاں سے ہم واپس پشاور چل پڑے۔ اور پھر پشاور شہر میں ایک ٹیلرنگ ہاؤس میں' میں نے اپنے کپڑوں کا ناپ دیا۔ اس کے بعد ہم وہاں سے بھی چل پڑے۔ لیکن اس بار شہر سے باہر کا رخ نہیں کیا گیا تھا۔

شہر میں ایک خوبصورت علاقے کی خوبصورت عمارت میں جیپ موڑ لی گئی اور پھر عالم گل مجھے لئے ہوئے عمارت کے ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جہاں شاہ زورین اور دو اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک تنومند شخص گہرا سیاہ چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ عالم گل مجھے چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اور شاہ زورین نے دروازہ بند کرلیا۔ پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولا۔

"بیٹھو نواز۔" اور میں ایک گہری سانس لے کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب سیاہ چشمے والے نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"پورا نام کیا ہے؟"

"راجہ نواز اصغر۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"سرائے عالمگیر کا۔"

"تعلیم؟"

"بی۔ اے۔"

"کون کون سی زبانیں جانتے ہو؟"

"مقامی زبانوں کے علاوہ صرف انگلش۔"

"شاہ زورین نے تمہیں تفصیل بتادی تھی؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے؟"

"میں بالکل تیار ہوں۔"

"سوچ لو۔ ہماری دوستی تمہاری زندگی میں خوشیاں بکھیر دے گی اور ہماری دشمنی۔ تمہیں تحت الثریٰ میں سکون نہ لینے دے گی۔"

"دشمنی کا کوئی سوال نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"پیدا ابھی نہیں ہونے دیا جائے گا۔"

"مجھے پابندیوں کی فہرست مہیا کر دی جائے۔ اس کے بعد غور کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"صرف ایک پابندی۔ وفاداری۔ ہمارے مفادات کو نقصان نہ پہنچے اور کوئی ایسی حرکت نہ

جس سے ہم پر روشنی پڑسکے۔"

"قابل قبول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ خود کو ہمارے ساتھیوں میں سمجھو۔ تمہارے سپرد ایک اہم کام کیا جائے گا۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"دراصل تمہیں ایک سروے کرنا ہوگا۔ یہاں سے لے کر امریکہ کی ان ریاستوں تک، جہاں جہاں چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء کی کھپت ہے۔ تعلیم یافتہ آدمی ہو۔ آسانی سے کام کرسکو گے۔ بہت سی پارٹیاں اس سلسلے میں کام کر رہی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پارٹی اس کاروبار کو لیڈ کرے دوسرے لوگ ہمارے تحت کام کرکے زندہ رہ سکیں۔ تم یہ تمام اندازے لگا کر ہمیں ان کی تفصیلات بھیجتے رہو گے۔ یہ کام کس انداز میں ہوگا اس کے بارے میں تمہیں ہدایات ملتی رہیں گی اور رہا معاوضے کا سوال۔ تو اس کے لئے تم خود سوچ لینا۔ شہنشاہوں کی طرح زندگی گزارنے کے لیے جتنی رقم درکار ہو خود تعین کرلینا۔ لیکن بس وفاداری۔ اور ہوشیاری! دوسرے لوگ بھی تمہارے آڑے آسکتے ہیں۔ ان حالات سے تم خود نپٹو گے۔"

میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ چند لمحات میں سوچتا رہا۔ کام بے حد دلچسپ تھا۔ وہی ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا۔ لیکن کیا میں اس قدر مضبوط ہوں کہ ان کی مرضی کے مطابق کام کرسکوں۔ میں نے خود کو تولا اور پھر میرے ذہن میں وہی بیزاری ابھر آئی۔ مضبوط نہیں ہوں تو بن جاؤں گا۔ زندہ رہنا ہے۔ کسی بھی طور۔ دنیا جو کچھ بنا رہی ہے، بن رہا ہوں۔ میرا کیا قصور ہے۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہاری تصویریں لے لی گئیں ہیں۔ پاسپورٹ ایک آدھ دن میں مل جائے گا۔ تم ان ہپیوں کے ساتھ سفر کرو گے۔ انہیں کے انداز میں جس انداز میں تمہارے کام میں یہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں کوئی اور نہیں لیکن انہیں کوئی احساس نہ ہونے دینا۔ یہ تمہارا فن ہے۔ خشکی کے راستے سفر کرو گے اور تمہاری پہلی منزل کابل ہوگی۔ کھٹمنڈو سے امریکہ تک کام کرنے والی جتنی پارٹیاں ہیں ان کے بارے میں تفصیلات تمہیں مل جائیں گی۔ ہر جگہ۔ ہر شہر میں تمہارے ساتھی موجود ہوں گے جو تمہاری کٹھن حالات میں مدد کریں گے کوئی اور سوال؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے کہا۔

"تب پھر اس فارم پر دستخط کردو۔" سیاہ چشمے والے نے ایک کاغذ میری طرف بڑھادیا۔!

☆ ☆ ☆

میں فیصلہ کرچکا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کام کروں گا۔ میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ بھی نہیں رہ گیا تھا۔ میری رگوں میں شریف خون تھا کوئی ایسا کام کرکے میرا ضمیر خوش نہیں ہوتا تھا جو معیار انسانیت سے گر کر ہو۔ لیکن ایک غیور باپ کے غیرت مند بیٹے نے تو کراچی کے نیٹی جیٹی کے پل پر پہنچ کر خودکشی کرلی تھی۔ راجہ نواز اصغر تو سمندر کی لہروں میں گم ہوگیا تھا۔ اب تو صرف نواز تھا جو حالات کے ہاتھوں کا کھلونا تھا۔ اس رات نے اصغر نواز کی خودکشی کے بعد ایک اسمگلر

کو جنم دیا تھا۔ میں تو اس رات کا بیٹا تھا۔ مجھے اس فارم پر دستخط کرنے میں کیا عار ہوسکتا تھا۔ میں نے سیاہ چشمے والے سے فارم لے کر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر دستخط کردیئے۔ سیاہ چشمے والے نے فارم تہہ کرکے جیب میں رکھ لیا اور پھر زورین خان کی طرف دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے غلام سیٹھ۔ ہم کو اطمینان ہے یہ کام کا آدمی ثابت ہوگا۔ ہم نے ہمیشہ تمہیں ہیرے تلاش کرکے دیئے ہیں۔" زورین خان بولا۔

"اور میں نے ان ہیروں کو تراش کر کچھ سے کچھ بنادیا ہے۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گے زورین خان۔"

"نہیں غلام سیٹھ۔ ہم جانتا ہے کہ تمہیں ہیروں کو تراشنا خوب آتا ہے۔"

"آؤ نواز۔۔۔۔۔۔ چلیں۔۔۔۔۔۔ تمہارا سامان پہنچ جائے گا۔" سیاہ چشمے والے نے کہا اور میں اس سے کچھ پوچھے بغیر اٹھ گیا۔ ہم عمارت سے باہر نکل آئے۔ عمارت کے عقب میں ایک خوبصورت امپالا کھڑی ہوئی تھی۔ غلام سیٹھ نے جیب سے چابی نکال کر اس کا دروازہ کھولا اور پھر اسٹیرنگ پر بیٹھ کر اندر سے دوسرے دروازے کا لاک کھول دیا۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا تو اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ راستہ خاموشی سے طے ہونے لگا۔ میں خالی خالی نگاہوں سے ونڈ اسکرین کے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اب میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔

کچھ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا!

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں پشاور کی حدود ختم ہوتی ہے۔ ایک چھوٹے سے بدنما پتھر پر علاقہ غیر لکھا ہوا تھا۔ اس کے قریب ایک فوجی رائفل لئے کھڑا تھا۔ برابر میں رکاوٹ لگی ہوئی تھی۔ دو آدمیوں نے جلدی سے رکاوٹ ہٹادی اور امپالا پشاور کی سرحد سے نکل کر علاقہ غیر میں داخل ہوگئی ناہموار سڑک پر قیمتی گاڑی دوڑتی رہی۔ باڑہ نکل گیا۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ غلام سیٹھ بھی خاموش تھا۔ میں بھی کوئی بات کرنا نہیں چاہتا تھا اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، بس جو ہونا تھا۔ ہوچکا تھا۔ میں نے اپنی زندگی کو ایک نیا موڑ دیا تھا۔ اور اب اس کے بارے میں کچھ غور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

پشاور سے پینتس میل دور لنڈی کوتل کا علاقہ بھی نکل گیا۔ ہم کچھ اور آگے بڑھے، اور پھر سربفلک پہاڑوں کے درمیان قدرتی مناظر سے مالا مال ایک خوبصورت بستی نظر آئی۔ امپالا کا رخ اسی بستی کی طرف تھا۔ بستی میں بے شمار مکانات چھوٹے پہاڑی پتھروں سے بنے ہوئے تھے جن کے سامنے پھلوں کے درخت جھوم رہے تھے۔ انتہائی حسین اور پرفضا مقام تھا۔ پھلوں کی مہک میں بسی ہوئی ہوائیں، میٹھی میٹھی خوشبوئیں تقسیم کر رہی تھیں۔ آسمان پر بادلوں کے سیاہ ٹکڑے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ ایک بڑی عمارت کے کمپاؤنڈ میں امپالا داخل ہوگئی۔ اس عمارت میں بھی چاروں طرف درخت جھوم رہے تھے۔ کمپاؤنڈ کے مختلف گوشوں میں، میں نے ہپیوں کو دیکھا۔ وہی منظر تھا حسب معمول چرس اور دوسری منشیات کے نشے میں مست اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

دو لمبے لمبے قد اور سرخ و سفید جوانوں نے آگے بڑھ کر کار کے دونوا

دروازے کھول دیئے۔ ان کی کمر سے بندھی ہوئی پیٹیوں میں پستول لٹکے ہوئے تھے۔ غلام سیٹھ نے دوستانہ انداز میں میرے ہاتھ میں انگلیاں پھنسائیں اور اندر داخل ہو گیا۔ حسب توقع عمارت اندر سے بہت خوبصورت تھی۔ لوازمات زندگی سے آراستہ۔ غلام سیٹھ مجھے لئے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ اور پھر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"فی الحال یہ تمہاری رہائش گاہ ہے نواز۔ تمہیں کچھ عرصہ تربیت دی جائے گی اور ضروری امور سے آگاہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد تمہارا کام شروع ہو جائے گا۔ یہاں بے تکلفی سے رہو۔ کوئی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ زندگی کی ہر ضرورت طلب کر سکتے ہیں۔ جن میں شراب' دوسری نشہ آور اشیاء اور عورت شامل ہے۔ زندگی یہی ہے پیارے۔ عیش کرو عیش سے گزارو!" وہ مسکرانے لگا' پھر اس نے ایک دیوار میں لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا اور ایک نوعمر لڑکا اندر داخل ہو گیا۔

"دولہے۔ یہ نیا صاب ہے۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ تمہارا ڈیوٹی اس کے پاس ہے۔"

"سلام صاب!" دولہے نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"او کے نواز۔ مجھے اجازت دو۔ ممکن ہے آج ملاقات نہ ہو کل کا دن تمہارے ساتھ گزاروں گا۔" اس نے کہا اور میری طرف ہاتھ بڑھا دیا اور پھر وہ مجھ سے مصافحہ کر کے باہر نکل گیا۔ دولہے خان میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ بڑا خوبصورت اور صاف ستھرا لڑکا تھا' سوائے اس کے کہ اس کے دانت نسوار سے پیلے ہو رہے تھے۔ نچلے ہونٹ کا ایک گوشہ اب بھی ابھرا ہوا تھا' جس میں شاید نسوار دبی تھی۔

"کیا خدمت کرے صاحب۔" اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ نہ جانے دولہے خان کے چہرے پر مجھے کیا نظر آیا کہ مجھے اس پر غصہ آگیا۔ تاہم میں نے کرخت آواز میں کہا۔

"بھاگ جاؤ۔ جب ضرورت ہو گی بلا لوں گا۔" اور وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ ذہن خالی خالی معلوم ہو رہا تھا۔ آنکھوں پر ایک عجیب سے وزن کا احساس ہو رہا تھا۔ اس احساس سے چھٹکارا پانے کی کافی کوشش کی لیکن نہ پا سکا تب میں نے سوچا تھوڑی دیر سو جاؤں۔ اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کپڑے اتارے اور صرف انڈرویئر پہن کر مسہری پر لیٹ گیا جس پر صاف اور بے داغ چادر بچھی ہوئی تھی۔

نیند بھی فوراً آگئی۔ اور جب جاگا تو طبیعت بشاش تھی۔ لباس پہن کر دروازہ کھول دیا۔ گھنٹی بجائی تو دولہے خان فوراً آگیا۔ اس وقت وہ سنجیدہ تھا۔ "نہانے کا بندوبست کہاں ہے۔؟ میں نے پوچھا۔

"آؤ صاب۔" اس نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ صرف ایک پتلی سی راہداری طے کرنا پڑی۔ سرے پر باتھ روم تھا۔ دولہے خان نے دروازہ کھول دیا۔ اندر تمام سامان موجود تھا۔ لیکن دولہے خان دروازے پر کھڑا تھا۔

"چائے کا انتظام کرو۔" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور

ٹھنڈے پانی کی پھواروں سے ذہن کی کسل دھونے لگا۔ بڑا سکون بخش غسل تھا اور اس غسل کے دوران میں نے کچھ فیصلے کئے۔ مجھے یہ بجھا بجھا انداز بدلنا ہو گا! میں نے اپنی خوشی سے یہ سب کچھ قبول کیا ہے پھر یہ اضمحلال کیوں۔ میں جانتا تھا کہ اس قسم کا کاروبار کرنے والے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔ میں اتفاقیہ طور پر ان کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔ اور انہوں نے میرے اوپر اعتبار بھی کر لیا ہے۔ اگر میں ان کے اعتبار پر پورا نہ اترا تو بے دریغ قتل کر دیا جاؤں گا اور میری لاش کا سراغ بھی نہیں ملے گا۔ اب جب زندگی کو ایک راستہ مل گیا ہے تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور پھر کام بھی دلچسپ تھا۔ دراصل میری خاندانی شرافت اندرونی طور پر مجھے مضمحل کئے ہوئے تھی اور مجھے اس شرافت سے نفرت تھی۔ مجھے اس احساس پر طیش آ رہا تھا۔ آخر اس شرافت نے مجھے اب تک کیا دیا ہے۔ میں اس بیکار شے کو سینے سے لپٹائے ہوئے کیوں ہوں!

"لعنت ہے۔" میں نے زمین پر تھوک دیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت کے بعد اپنے آپ کو یکسر تبدیل کر لوں گا! دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سب بیکار باتیں ہیں۔ اخلاقیات کے ڈھکوسلے صرف زبانی ہیں۔ عملی زندگی میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے اور جو انسان ان سے چمٹا رہتا ہے' ایک دن میری طرح خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر میں ان بہلاوؤں میں کیوں پڑوں۔ میں نیا انسان ہوں۔ میں اب سرائے عالمگیر کا ایک بے وقوف کسان نہیں ہوں۔ میں اسمگلر ہوں۔ منشیات کا اسمگلر۔ ایک خطرناک انسان' جو ضرورت پڑنے پر ہر وہ کام کر سکتا ہے جس کا اس کے بزرگوں نے تصور بھی نہ کیا ہو۔ میں اس پورے ماحول سے اجنبی ہوں' اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ مجھے کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ غسل خانے سے ایک نیا انسان برآمد ہوا ہے۔ بے شک میں نے خود کو بدل لیا۔ قطعی طور پر بدل لیا۔

"دولہے خان۔!" میں نے زور سے آواز لگائی! اور دولہے خان دوڑتا ہوا میرے پاس آگیا۔

"میرا سامان آگیا؟"

"ابھی نہیں صاحب!" اس نے جواب دیا۔

"چائے تیار ہو گئی۔؟"

"ہاں۔؟" دولہے خان نے جواب دیا۔

"لے آؤ!" میں نے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اندر پہنچ کر میں نے بال سنوارے۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر چائے کا انتظار کرنے لگا۔ رات ہو گئی تھی۔ بھوک بھی لگ رہی تھی' لیکن ابھی کھانا کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ چائے آگئی اور میں نے اپنے لئے کم دودھ کی تیز چائے بنائی۔ چائے کی دو پیالیاں پی کر میں باہر نکل آیا۔

میں نے اس عمارت کے کمپاؤنڈ میں ہپی دیکھے تھے۔ چنانچہ میں کمپاؤنڈ میں پہنچ گیا۔ یہاں شاید روشنی کے لیے جنریٹر استعمال کیا جاتا تھا۔ بہرحال درختوں میں روشنیاں لٹک رہی تھیں۔ ماحول بے حد حسین تھا۔ کھلی فضا تھی اس لیے چرس کی بو بھی منتشر ہو جاتی تھی۔ کش لگ رہے تھے' مل رہے تھے۔ بدمست لوگ خرمستیاں کر رہے تھے' ایک کونے میں ایک نوجوان آلتی پالتی

مارے بیٹھا تھا اور ایک لمبے بالوں والی خوبصورت لڑکی چٹکیاں بجاتے ہوئے اس کے سامنے تھرک رہی تھی۔ اس نے چست پتلون پہنی ہوئی تھی۔ جس سے اس کے بڑے بڑے سڈول کولہے نمایاں ہو گئے تھے۔ کمر پتلی تھی۔ جسمانی طور پر وہ خاصی حسین تھی۔ البتہ چہرہ بالوں سے ڈھکا ہوا تھا!

میں صدر گیٹ کی سیڑھیوں پر کھڑا چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ دلچسپ مناظر چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ ابھی رات بھیگی تھی۔ بدمستیاں عروج پر نہیں پہنچی تھیں۔ میں انتظار کرنے لگا۔ کسی کونے سے کوئی بدمست سی سسکاری ابھرتی تو میری نگاہ اس طرف اٹھ جاتی۔ مختلف زبانیں بولی جا رہی تھیں۔ مختلف حرکات کی جا رہی تھیں۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دولہے خان مجھ سے زیادہ دور نہ تھا! میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔ "ایک کرسی اٹھا لاؤ" میں نے کہا اور وہ دوڑ کر اندر چلا گیا۔ پھر وہ کرسی لے آیا۔ اور میں نے ایک درخت کے نیچے کرسی ڈال دی! وہاں بیٹھ کر میں نظارے کرنے لگا۔

تب میری نگاہ ایک اداس لڑکی پر پڑی۔ اس نے ایک پھٹا ہوا سایہ پہنا ہوا تھا' اوپری لباس بھی بوسیدہ تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

میں نے غور سے اسے دیکھا۔ بڑی جاذب نگاہ تھی۔ اخروٹی رنگت کے بال پیلا چہرہ' دبلی پتلی' لیکن نقوش جاذب نگاہ۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے دولہے خان کو اشارہ کیا۔ اور وہ میرے نزدیک آ گیا۔

"وہ کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"چہ ہپن ہے صاب" دولہے خان نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس "ہپن" نے مجھے خاصا محظوظ کیا تھا۔

"اکیلی ہے شاید؟"

"بلاؤں صاحب۔!" دولہے خان مسکرا کر بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ یہ نوعمر لڑکا بھی خاصا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ تب میں نے ایک آنکھ دبا کر اسے اشارہ کیا۔

"بلاؤ۔!"

اور دولہے خان لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس کے پاس پہنچ کر جھکا اور اس سے کچھ کہنے لگا! ظاہر ہے نہ وہ لڑکی کی زبان سمجھتا تھا اور نہ لڑکی اس کی۔ لیکن اشاروں کی زبان پوری دنیا میں یکساں ہوتی ہے۔ لڑکی نے میری طرف دیکھا! اور پھر وہ مضمحل سے انداز میں اٹھ کر میری طرف بڑھی۔ میری نگاہیں اس کے بوسیدہ لباس کے پیچھے جھانک رہی تھیں۔ اب میں ناتجربے کار نہیں تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس لباس کے اندر بہت کچھ ہے چنانچہ اس لڑکی کے ساتھ جو سلوک بھی کیا جائے منافع بخش ہو گا! چند لمحات میں وہ میرے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔!" وہ بھی ایک مضمحل سی مسکراہٹ سے بولی۔

"کیا تم تنہا ہو۔؟"

"ہاں۔!" اس نے ایک سرد آہ کے ساتھ کہا۔

"تب یہاں بیٹھو۔ میں تمہاری اس رات کا ساتھی بن سکتا ہوں۔" میں نے بلاجھجک اسے پیش کش کر دی اور اپنی بے باکی پر اپنے ذہن میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا! لیکن دوسروں کا کہا ہوا ہی درست تھا۔ یہ لوگ ان باتوں سے اجنبی نہیں ہیں۔ اس نے سہارا لینے کے لیے میری ران پر ہاتھ رکھا اور میرے نزدیک ہی زمین پر بیٹھ گئی۔

میں نے اس کے خدوخال بغور دیکھے اور پھر پوچھا۔ "کیا تم برٹش ہو"

"ہاں۔!" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"کرسٹی۔!"

"میرا نام نواز ہے۔ تم اداس کیوں ہو کرسٹی؟" میں نے پوچھا اور جواب میں اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر گردن جھکا لی۔

"ان میں کوئی تمہارا دوست نہیں ہے؟" میں نے پھر پوچھا اور اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"چرس پیو گی۔؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ چونک پڑی۔ اس نے پھر میری آنکھوں میں دیکھا۔ ان آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرائی تھی ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کپکپائے تھے۔ لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی۔!

"دولہے خان۔!" میں نے سر پر مسلط جن سے کہا اور وہ جھک گیا۔ "چرس اور پائپ لے آؤ۔!" میں نے اسے حکم دیا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ لڑکی اردو تو نہیں سمجھی تھی لیکن شاید اس نے اندازہ لگا لیا تھا اس کی مراد پوری ہونے والی ہے۔ چنانچہ وہ میری طرف کھسک آئی۔ اس نے اپنی کہنی میرے گھٹنے پر رکھی اور اس پر ٹھوڑی ٹکا دی۔

یہ بے تکلفی کا انداز خاصا دلکش تھا۔ میں اس سے حظ اٹھائے بغیر نہ رہ سکا۔ میری انگلیاں اس کے اخروٹی بالوں میں الجھ گئیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ اس کے خوبصورت بال دھول اور پسینے سے چکٹ گئے ہیں میں نے آہستہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ تب دولہے خان میری مطلوبہ چیزیں لے آیا۔ جنہیں دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ وہ کسی ایسے کتے کی طرح مجھے دیکھنے لگی' جس کا مالک کھانا کھا رہا ہو اور کتے کو احساس ہو جائے کہ بس اب وہ ہڈی پھینکنے والا ہے۔!

میں نے چرس کا پیکٹ اور پائپ اس کی طرف بڑھایا اور وہ خوشی سے دیوانی ہو گئی۔ اوہ۔ تھینکیو ڈیر۔ تھینکیو۔ کیا یہ میرے لئے ہے؟"

"ہاں۔ صرف تمہارے لئے۔" میں نے جواب دیا اور وہ بے ساختہ اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"اوہ۔ تھینکو۔ تھینکو ویری مچ۔" اس نے میرے گالوں کے کئی بوسے لے ڈالے

اور میں اسے حیرت سے دیکھنے لگا! گویا یہ اداسی صرف چرس نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ اسے اور کوئی غم نہیں تھا۔ اس نے اپنے بوسیدہ سائے سے ایک مڑا تڑا سگریٹ نکالا۔ گھٹیا قسم کے سگریٹ کو اس نے احتیاط سے ہتھیلی پر رکھا اور پھر اس کا تمباکو نکالنے لگی۔

"دولہے خان۔" میں نے دولہے خان کو آواز دی۔ اور وہ پھر جھک آیا "سگریٹ کا ایک پیکٹ۔!" میں نے کہا۔ اور وہ چلا گیا۔ لڑکی نے سگریٹ کا تمباکو نکال لیا تھا اور پھر وہ چرس کا پیکٹ پھاڑنے لگی مجھے شرارت سوجھی میں جھکا اور۔۔۔ اس کی ہتھیلی پر پھونک مار دی۔! وہ اچھل پڑی۔ تمباکو بکھر گیا۔ پہلے اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر زمین پر پڑے تمباکو کو۔ اور پھر اس نے معصومانہ انداز میں ہاتھوں میں پکڑا ہوا پاپ سینے سے بھینچ لیا۔ میری اس حرکت کو وہ نہ سمجھ سکی تھی۔

پھر جب دولہے خان نے سگریٹ کا پیکٹ مجھے دیا اور میں نے اسے تو اس کی آنکھوں کی چمک پھر لوٹ آئی۔ اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکیو۔" ایک بار پھر وہ اٹھی اور میرے گالوں کے کئی بوسے لے ڈالے۔

عورت۔ دنیا کی سب سے قیمتی شے۔ جس کا حصول سب سے مشکل ہے جس کے لیے شہنشاہوں نے سلطنتیں چھوڑ دیں۔ جس کے لیے ہوشمندوں نے صحراؤں کی خاک چھانی، جس کے لیے ناتواں انسان نے پہاڑوں کے جگر چیر کر نہر نکال دی جس کے لیے قدم قدم پر زندگی داؤ پر لگا دی گئی۔ جسے خوش رکھنے کے لیے کائنات کا نقشہ بدل دیا گیا یہاں کس قدر ارزاں تھی۔ اس کے نازک لبوں کے لمس پر تو زندگی قربان کی جا سکتی تھی، اس والہانہ انداز کے لیے تو سب کچھ مٹایا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ سگریٹ کے ایک پیکٹ اور چرس کی تھوڑی مقدار کے عوض مل گیا تھا۔!

اس نے پھر ایک سگریٹ خالی کیا۔ اس کے تمباکو میں چرس کی تھوڑی سی مقدار ملائی اور اسے ہتھیلی پر رگڑنے لگی۔ نہایت جانفشانی سے اس نے سگریٹ تیار کیا اور جب وہ بھر گیا تو اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ ہونٹوں سے چوما اور پھر ہونٹوں میں دبا لیا۔ میں اس کی والہیت دیکھ رہا تھا۔ جونہی اس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبایا، میں نے ماچس کی تیلی جلا کر اسے سلگایا اور اس نے سگریٹ کا گہرا کش لیا۔ دو تین کش اس نے بڑی بے قراری سے لئے اور پھر سگریٹ میری طرف بڑھا دیا۔

"نو تھینکس۔" میں نے گردن ہلائی۔ میرے اس انکار پر اسے شاید خوشی ہی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ میں نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسی کے انداز میں ایک سگریٹ میں چرس بھرنے لگا۔

اسی وقت کسی تان سین کی رگ موسیقی پھڑک اٹھی اور اس کے حلق سے ایک بے ہنگم نغمہ پھوٹ پڑا۔ میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ ایک جرمن نوجوان تھا، بالوں سے ڈھکا ہوا۔ اس کے جسم میں صرف دو چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ بال اور پسلیاں۔ نچلے حصے میں ایک پتلون چپکی ہوئی تھی اوپری لباس زمانے کی نذر ہو گیا تھا، ہاں گلے میں موٹے موٹے دانوں کی ایک مالا پڑی ہوئی تھی، جسے شاید اس نے اوپری لباس تسلیم کر لیا تھا اور مطمئن ہو گیا تھا۔

ہڈیوں، پسلیوں کا یہ نقارہ جھوم جھوم کر گاتا رہا۔ چند نوجوان اور لڑکیاں اس کے گرد جمع ہو کر تھرکنے لگے۔ وہ سب بھی خوب نشے میں تھے ان کے قدم ٹھیک سے نہ اٹھ رہے تھے۔

کرسٹی کا سگریٹ ختم ہو گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا، اور میں نے اپنا تیار کیا ہوا دوسرا سگریٹ اسے پیش کر دیا۔ "اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکو۔" اس نے گلابی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور سگریٹ لے لیا۔ پھر اس نے وہ سگریٹ بھی سلگا لیا اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگی! اظہار ممنونیت کے طور پر اس نے اپنا نازک، لمبی انگلیوں والا سفید ہاتھ میری گود میں رکھ دیا۔ اپنا سر میرے گھٹنے سے ٹکا دیا اور نیم باز آنکھوں سے گاتے ہوئے نوجوان کو دیکھنے لگی۔ لیکن اس کے مرمریں ہاتھ سے میرے جذبات بھٹکنے لگے۔ میرے جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔ میں خود میں ہیجان محسوس کرنے لگا۔ کرسٹی کو احساس بھی نہ تھا کہ بے خیالی میں اس نے کتنے فتنے جگا دیئے ہیں۔ میرے جسم میں نشہ آور انگڑائیاں ٹوٹ رہی تھیں۔ اور جب میں خود پر قابو نہ پا سکا تو میں نے جھک کر کرسٹی کی گردن چوم لی۔! اس نے اپنا ہاتھ میری گود سے ہٹا کر میری گردن میں حمائل کر دیا اور گویا میرے بوسے کی پذیرائی کی۔

"کرسٹی ڈارلنگ۔ کیا تم یہ رات میرے ساتھ گزارنا پسند کرو گی؟" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"تم۔ تم محبت کے خدا ہو ڈارلنگ۔ میرا انگ انگ تمہارا ہے۔" اس نے گردن جھٹک کر اپنے تمام بال ایک طرف گراتے ہوئے کہا اور میں خوشی سے سرشار ہو گیا۔ میں نے کرسی چھوڑ دی۔ اسے ہاتھ کا سہارا پیش کیا۔ اس نے دوسری سگریٹ کا آخری کش لیا اور میرا سہارا لے کر اٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر اداسی کا نام بھی نہیں تھا۔ زرد رنگ کے نیچے خون دوڑنے لگا تھا جس سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا۔

میں خوش تھا۔ نئی زندگی کا فیصلہ کرنے کے بعد یہ میرا پہلا جرات مندانہ قدم تھا، اور مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی، میں اسے ساتھ لئے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ سگریٹ کا پیکٹ اور چرس کی گولیاں گویا مقناطیس کا کام دے رہی تھیں سب کچھ انہی کے لیے تھا۔ لیکن اب میں جذباتی نہیں تھا۔ میں نے ہر چیز کی اہمیت تسلیم کر لی تھی۔ گیلتھ نے صاف گوئی سے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ یہ رات گزارنے کے بعد وہ مجھے بھول جائے گی۔ میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اگر میں اس لڑکی سے بھی یہ سوال کرتا تو شاید وہ بھی مجھے یہی جواب دیتی لیکن اب میں ایسے احمقانہ سوالات کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔ بے کار۔ بے وقوفی۔ رات گزارو اور بھول جاؤ۔ پوری دنیا تنہا ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہے۔ ضرورت سب کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے۔ ضرورت پوری کرو اور سب کچھ بھول جاؤ۔ یہی دستور دنیا ہے اور اس دستور سے انحراف تکالیف اور الجھنیں پیدا کرتا ہے۔ کرسٹی نے میرے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھ کر چاروں طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے تاثرات نہیں ابھرے۔ بذات خود وہ نہ جانے کیا ہو گی۔ ممکن ہے ایسے کمرے اس کے ملازموں کے ہوں۔ وہ دنیا تج چکی تھی۔

"کیا تم کھانا کھاؤ گی کرسٹی۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"کھانا۔؟" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "ہاں۔ میں نے صبح کو ایک سوکھی ڈبل روٹی پانی میں بھگو کر کھائی تھی۔ اس کے بعد سے کچھ نہیں کھایا" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میں کھانا منگواتا ہوں۔ لیکن میرے خیال میں اس سے پہلے تم غسل کر لو۔"

وہ ہنسی۔ اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جیسی تمہاری مرضی ڈارلنگ۔" گویا اس کے نزدیک غسل وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں تھی، لیکن میں اس رات کو اسے اپنے قابل بنانا چاہتا تھا' میں جو کچھ خرچ کر رہا تھا اسے اپنی مرضی کے مطابق وصول کرنا چاہتا تھا۔ میں نے گھنٹی بجائی اور دولہے خان اندر آ گیا۔ اس مردود کے دانت اب بھی نکلے ہوئے تھے اور آنکھوں میں وہی عجیب سی چمک تھی' جو مجھے غصہ دلاتی تھی!

"تمہارے پاس کوئی شلوار قمیض ہو تو لے آؤ۔ صاف اور دھلی ہوئی۔" میں نے کہا اور دولہے خان ہنستا ہوا چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد اس نے گہرے نیلے رنگ کی ایک شلوار اور قمیض لا دی۔ میں نے کرسٹی کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر کمرے سے نکل آیا۔ باتھ روم میں پہنچ کر میں نے اس سے غسل کرنے کو کہا۔

"یہ کپڑے پہن کر میرے کمرے میں آ جاؤ۔ میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور کرسٹی نے گردن ہلا دی۔ اس نے سنجیدگی سے کپڑے ہاتھ میں لے لیے۔ اور میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا' راستے میں' میں نے دولہے خان سے کھانے کے لیے کہہ دیا تھا۔! تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد کرسٹی واپس آئی تو میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

چاند گہن ۔۔ سے نکل آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے غسل کرنے سے اس کے خدوخال بھی نکھر گئے ہوں۔ بھیگے ہوئے بال بڑے شاعرانہ انداز میں الجھ گئے تھے۔ سرخ ہونٹوں کی تازگی ابھر آئی تھی۔ چہرے کی پیلاہٹ بھی دھل گئی تھی جو شاید غبار کی تہہ کی وجہ سے گہری نظر آتی تھی۔ غرض وہ ہر طرح قابل قبول ہو گئی تھی۔ نیلے رنگ کی ڈھیلی ڈھالی قمیض اور شلوار بھی اس کے جسم پر کھل گئی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئے میرے پاس آ گئی۔ میں اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ غسل کرنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں گلابی ہو گئی تھیں۔ میں نے بے ساختہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب وہ پوری طرح میری طرف متوجہ تھی اتنے میں دولہے خان کھانے لے آیا اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ پھر ہم دونوں نے کھانا شروع کر دیا' پاکستانی کھانا تھا۔ گوشت میں سالم ہری مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ خوب مزے لے لے کر کھاتی رہی' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ناک سرخ ہو رہی تھی لیکن وہ چٹخارے لے لے کر کھا رہی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر کافی پی گئی۔ اور پھر جب دولہے خان برتن وغیرہ لے کر چلا گیا تو اس نے وہ دروازہ اندر سے بند کر لیا۔!

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ڈھیلے ڈھالے نیلے رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس یہ غیر ملکی دوشیزہ بالکل بے وقوف نہیں تھی۔ وہ میری عنایات کا مطلب سمجھ رہی تھی۔ سودا ہو چکا

اور وہ ایک ایماندار دوکاندار کی طرح گاہک کی خدمت کے لیے تیار تھی۔ لیکن غسل نے اس کا نشہ اکھاڑ دیا تھا۔ اور یہ صورت حال اسے کسی طرح گوارہ نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے مجھ سے اجازت طلب کی۔

"اگر اجازت ہو ڈارلنگ تو ایک۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں۔ ضرور۔" میں اس کی ضروریات سے واقف تھا۔ چنانچہ اس نے مسہری کے قریب میرے قدموں میں بیٹھ کر سگریٹ بھرنا شروع کر دیا۔ اس دوران وہ مسکراتے ہوئے میری طرف بھی دیکھ رہی تھی۔

"ڈارلنگ۔!" اس نے تمباکو میں چرس کی گولی ملاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"یہاں پر پیتھڈین نہیں مل سکتی۔؟"

"شاید مل جائے۔"

"صرف ایک انجکشن۔ میں پوری زندگی دعائیں دیتی رہوں گی۔ ایک ماہ ہو گیا۔ میں نے انجکشن نہیں لیا۔؟"

"آج مشکل ہے۔ کل میں کوشش کروں گا۔!" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔ جب سے جیمسن مجھ سے جدا ہوا' میں نے کوئی انجکشن نہیں لیا۔"

"جیمسن کون تھا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ۔ سوئٹ جیمسن۔" اس نے تمباکو سگریٹ میں بھرتے ہوئے کہا۔ "میری ماں کہتی تھی کہ جیمسن نے بھی اسی کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔ لیکن سوئٹ جیمسن حقیقت پسند تھا۔ اس نے ہر احتجاج مسترد کر دیا اور جب انکل میڈرے کی کاک ٹیل پارٹی میں اس نے میری قمیص کے گریبان کے بٹن کھول کر میرے سینے کا بوسہ لیا تو ایک بے وقوف انسان نے اپنا پستول اس پر خالی کر دیا۔ گولیاں بھٹک گئیں' تاہم جیمسن کا بازو زخمی ہو گیا۔ یہ بے وقوف انسان ہم دونوں کا باپ تھا لیکن "ترلوکا" کی تعلیم ہے کہ سب رشتے انسان نے بنائے ہیں اس نے خواہ مخواہ شخصیتوں پر تہذیب کے خول چڑھا دیئے ہیں۔ حوا آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں اور وہ آدم کی ضرورت تھی۔ ہر عورت مرد کی ضرورت ہے' تہذیب کے خول بے معنی ہیں اور میں نے اور میرے بھائی نے ترلوکا کی تعلیمات اپنا لی تھیں۔ چنانچہ میں اپنے زخمی بھائی کو لے کر آندرے کے پاس چلی گئی' آندرے جو حقیقت کا علمبردار تھا' ہم نے بھری محفل میں ایک دوسرے کو اپنا جسم پیش کر کے دقیانوسی گدھوں کا مذاق اڑایا۔ اور دقیانوسی گدھے ہماری جان کے لاگو ہو گئے تب موسیو آندرے کے ایماء پر ہم نے وطن چھوڑ دیا۔ اور دنیا کی سیاحت کا پروگرام بنایا۔ میری ہر رات جیمسن کی رات تھی۔ ہم لوگ ارض مقدس کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ لیکن۔ ایران کی سرحد میں' جیمسن نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ سخت بخار میں مبتلا ہو کر چل دیا۔ اور میں تنہا رہ گئی۔ آہ جیمسن۔!" اس نے ایک گہری

سانس لے کر سگریٹ ہونٹوں میں دبالیا۔ پھر اس نے ماچس لیکر سگریٹ سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لے کر جیمسن کو بھلانے کی کوشش کرنے لگی۔!

میرے دل میں نفرت و کراہت کا ایک طوفان اٹھا تھا۔ مجھے اس لڑکی سے گھن آنے لگی تھی جس کی زندگی کا پہلا مرد اس کا بھائی تھا۔ میرا دل چاہا کہ اسے دھکے دے کر باہر نکال دوں۔ میں نے ایک جلتی نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ بڑے سکون سے سگریٹ کے کش لے رہی تھی اور چرس کے بھکے اس کے منہ سے خارج ہو رہے تھے۔ تب میرے ذہن نے کروٹ بدلی۔! جیمسن اس کا بھائی تھا۔ لیکن وہ میری کون ہے۔ میں کوئی تہذیب کا علمبردار ہوں۔ مجھے شرافت و انسانیت کی یہ تڑپ اپنے دل سے کھرچ پھینکنی چاہیے۔ وہ عورت ہے۔ اور میں نے اس حقیر عورت کی قیمت چکا دی ہے۔ بس۔ اس کے بارے میں اور کچھ سوچنا حماقت ہے۔ قیمت وصول کرو۔ اور اسے دھکے دے کر باہر نکال دو۔ میں ایک وحشی درندے کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا' میں نے اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ اور وہ کسی قدر حیرت کسی قدر خوف سے مجھے دیکھنے لگی! سگریٹ اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ جسے میں نے جوتے سے مسل دیا۔ اسے اٹھا کر مسہری پر پھینک دیا۔ اور گدے دار مسہری پر وہ کئی بار اچھلی۔ تب میں نے نیلے رنگ کی قمیص نیچے تک پھاڑ دی۔ اور اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ پھر میں نے شلوار بھی ایک جھٹکے سے اتار کر دور پھینک دی۔ میری وحشت عروج پر تھی۔ اس کا مرمریں جسم میری نگاہوں کے سامنے تھا! مجھے اس جسم پر طیش آ رہا تھا۔ میں اس سے انسانیت کی تہذیب کی توہین کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔ چرس اس نے پی لی تھی' نشہ مجھے ہو گیا تھا۔ لیکن چند لمحات کے بعد اس کا خوف مسرت میں بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ جاگ اٹھی۔ ہونٹوں سے سسکاریاں ابل پڑیں۔

"مجھے۔ مشرق۔ کی۔ یہی وحشت پسند ہے۔" اس نے کہا اور ہونٹ بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔

دوسرے دن وہ مجھے عمارت کے لان میں نظر آئی۔ وہ کسی سے سوئی دھاگہ ادھار مانگ کر پھٹی ہوئی نیلی قمیص سی رہی تھی۔ میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ "ہیلو۔!" اس نے بڑی دلکش آواز میں مجھے پکارا۔ لیکن میں گردن پھیر کر اس کے قریب سے نکلا چلا گیا۔ کافی دور جا کر میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اطمینان سے اپنی قمیص سینے میں مصروف تھی۔ اس سے قبل کہ میں کچھ سوچتا۔ مجھے اپنے قریب غلام سیٹھ کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو نواز۔!" اور میں چونک پڑا۔

"ہیلو سر۔" میں نے غلام سیٹھ کو دیکھ کر کہا۔

"کہو۔ رات کیسی گزری؟"

"مناسب۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔" اندر آؤ۔!" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم

ایک سجے سجائے کمرے میں بیٹھے تھے۔ غلام سیٹھ کے طلب کرنے پر کافی آگئی تھی اور اس نے بے تکلفی سے ایک پیالی بنا کر میرے سامنے رکھ دی تھی۔

"جو کام ہم نے تمہارے سپرد کیا ہے' وہ بے حد اہم ہے۔ حالانکہ تم ہم میں ایک اجنبی کی طرح آئے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں۔ اجنبیت کے تمام پردے چاک ہوتے گئے۔ اور اب ہم تم پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ شاید تمہاری پر اثر شخصیت کا کرشمہ ہے۔ کیا تم اب بھی ہمارے درمیان خود کو اجنبی سمجھتے ہو؟"

"نہیں غلام سیٹھ۔ میں دنیا کے اسرار و رموز سے آگاہ ہوتا جا رہا ہوں۔ تھوڑی سی کمی ہے' وہ بھی پوری ہو جائے گی!" میں نے جواب دیا۔

یقیناً۔ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بڑی خوش فہمیاں لے کر آتے ہیں۔ سوچتے ہیں دنیا کسی تصوراتی دیوی کی طرح سفید پر پھیلائے ان کے استقبال کے لیے کھڑی ہو گی۔ لیکن بہت بعد میں ان کی خوش فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ تصوراتی دیوی کا کوئی وجود نہیں ملتا' ہاں کالی دیوی اپنی لمبی سرخ زبان نکالے' جس سے خون ٹپکتا ہے۔ تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھتی ہوئی ہر جگہ مل جاتی ہے۔ اور وہ اس کے خوف سے سہم جاتے ہیں۔ کچھ کالی دیوی کے خوف سے خودکشی کر لیتے ہیں۔ کچھ اس کے مقابلے پر ڈٹ جاتے ہیں' اور ڈٹ جانے والوں کو دیکھ کر کالی دیوی زبان اندر کر لیتی ہے۔ اس کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ منہ لٹکائے پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہے۔ پھر مایوسیوں کا وجود باقی نہیں رہتا۔ کامرانیاں قدموں پر سر رگڑتی ہیں اور زندگی کے مقصد حاصل ہونے لگتے ہیں۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نواز۔ کوئی انسان فطرتاً" برا نہیں ہوتا۔ اس کی زندگی کے بہت سے ادوار ہوتے ہیں۔ ابتداء معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ معصومیت وزنی بوٹوں تلے کچلی چلی جاتی ہے اور پھر ہم بھی ویسے ہی جوتے خرید لیتے ہیں تاکہ کچلنے والوں میں شامل ہو جائیں' اگر ہم یہ جوتے خریدنے کی استطاعت نہ پیدا کر سکے تو۔ پھر ان جوتوں کے شکار بن جاتے ہیں۔!"

سیاہ چشمے والے غلام سیٹھ کی یہ باتیں بے حد عجیب تھیں۔ بظاہر یہ صرف ایک جرائم پیشہ شخص نظر آتا ہے لیکن اس کے پس منظر میں بھی کچھ تھا یقیناً اس سیاہ چشمے کے عقب میں پوشیدہ آنکھوں میں عمیق گہرائیاں ہوں گی نہ جانے ان آنکھوں نے کون کون سے رنگ دیکھے ہوں۔! میں نے ایک گہری سانس لے کر غلام سیٹھ کو دیکھا۔ کبھی کا بیروزگار نوجوان' امنگیں لئے سڑکوں پر نکلا ہو گا۔ ٹھوکریں ملی ہوں گی۔ لیکن اب وہ ایک مضبوط چٹان تھا۔ ایک مکمل انسان تھا۔ میں بھی اس طرح مکمل ہو سکتا تھا۔ میں بھی خود میں اعتماد پیدا کر سکتا تھا۔ یقیناً۔ یقیناً۔

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں غلام سیٹھ۔"

"کسی بھی کچلی ہوئی شخصیت سے نفرت نہ کرو۔ انسان فطرتاً" برا نہیں ہوتا۔ حالات اس کی شخصیت کو روپ دیتے ہیں۔" غلام سیٹھ نے کہا پھر بولا۔ "چھوڑ ان باتوں کو۔ میں تم سے کام کی باتیں کرنے آیا ہوں' اس نے کہا اور میں نے ذہن جھٹک دیا۔

"تمہیں تمہارا کام بتایا جا چکا ہے۔ منشیات کے اسمگلروں کے گروہوں کا سراغ لگا کر ان کے

کاروبار کا جائزہ لینا ہے۔ اور اس کی تفصیل ہمیں بھیجنا ہے۔ اس سلسلے میں تمہارا واسطہ خطرناک لوگوں سے پڑے گا! تمہیں ان سے نپٹنے کے لیے تربیت دی جائے گی۔ پستول چلانا جانتے ہو۔؟"

"نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں یہاں تقریباً" دو ماہ رہنا ہو گا۔ اس دوران تمہیں تمام رموز سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ اسی دوران اپنی شخصیت بھی بدل لو۔ اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرو کہ تمہارے مداح پیدا ہو جائیں۔ تمہیں ہر صورت میں ناقابل تسخیر ہونا چاہیے۔"

"میں تیار ہوں۔ میرے لیے جو بھی فیصلہ کیا جائے گا مجھے منظور ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم تمہیں ایک مضبوط ترین انسان بنا دینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے لیے ایک قیمتی سرمائے کی حیثیت رکھتے ہو۔ کل سے تمہاری تربیت شروع ہو جائے گی۔"

"بہت بہتر۔ میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد غلام سیٹھ مجھے کچھ ضروری ہدایات دیتا رہا۔ اور میں گردن ہلاتا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور مجھ سے مصافحہ کر کے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک بیٹھا رہا' اس نے جو کچھ کہا تھا' وہ میرے دل میں اتر گیا۔ حقیقت میرے سامنے ننگی ہوئی تھی۔ دنیا کے تمام اقدار جھوٹے ہیں۔ ہر انسان صرف خود سے محبت کرتا ہے۔ اپنے لیے جیتا ہے اور زندہ رہنے کے لیے اسے جو کچھ بھی کرنا پڑے جائز ہے۔ اس کے خیالات' تصورات اسے جہاں بھی لے جائیں' وہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے میں ایک نیا انسان بن گیا تھا۔ اب میں غلام سیٹھ کے منصوبے میں پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ میں ہر کام کرنے کے لیے تیار تھا۔ پھر میں اس کمرے سے نکل آیا۔ فی الحال کوئی کام نہیں تھا۔ میرا شیو بڑھ گیا تھا۔ میں اسے بنانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن غلام سیٹھ سے گفتگو کے بعد اس کا سوال ہی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ مجھے چند چیزیں چھوڑنا تھیں۔ چند اپنانا تھیں۔ میں لان میں نکل آیا۔ تب میری نگاہ کرسٹی پر پڑی۔ کرسٹی اپنی قمیص سی کر پہن چکی تھی' اور اب وہ ایک درخت سے ٹیک لگائے بڑے مزے سے بیٹھی چرس بھرا ہوا سگریٹ پی رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک امریکن نوجوان موجود تھا۔ پتلا لمبا چہرہ' ویران آنکھیں' وہ بھوکے کتے کی طرح کرسٹی کے ہونٹوں سے خارج ہوتے دھویں کو دیکھ رہا تھا۔!

نہ جانے کیوں اس وقت مجھے کرسٹی بری نہ لگی۔ میرے نظریات یکسر بدل گئے تھے۔ میرے قدم اس کی طرف بڑھ گئے۔ امریکن نوجوان نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

"ہیلو کرسٹی۔!" میں نے اسے پکارا۔ وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی! چند ساعت دیکھتی رہی۔ خالی خالی آنکھوں سے۔ اور پھر ان آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"ہیلو ڈیر۔!" اس نے پھیلی ہوئی ٹانگیں سکیڑ لیں۔

"آؤ۔!" میں نے اس سے کہا اور اس نے جلدی سے چرس بھرا ہوا سگریٹ اوپر اچھال دیا۔ امریکن نوجوان نے سگریٹ ہاتھوں میں لپک لیا تھا۔ کرسٹی میرے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ میں کافی تیز چل رہا تھا اس لیے کرسٹی کو تقریباً" دوڑنا پڑ رہا تھا۔ پھر وہ چھلانگ لگا کر اس طرح میرے سامنے آ گئی

کہ مجھے رک جانا پڑا۔

"کل تم نے ایک وعدہ کیا تھا ڈارلنگ۔؟" اس نے میری قمیص کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے یاد ہے!"

"اوہ۔ تھینکو۔ تھینکو۔!" اس نے مخصوص انداز میں کہا اور پھر وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گئی۔ دولہے خان میرے کمرے کے دروازے پر موجود تھا۔ اس نے کرسٹی کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن میں نے اس کی نگاہوں پر غور نہیں کیا تھا۔!

"سنو۔!" میں نے اس سے کہا اور وہ میری طرف جھک آیا۔ "پتیھڈین کا ایک انجکشن اور سرنج لے آؤ۔!" میں نے اس سے کہا اور وہ گردن ہلاتا ہوا چل دیا۔ کرسٹی میرا بازو پکڑے اندر آ گئی۔ اندر آتے ہی وہ اچھلی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے بھی اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سنبھال لیا تھا۔!

چرس کی بو میں ڈوبے ہوئے ہونٹ میرے ہونٹوں سے چپک گئے۔ لیکن اب اس خوشبو سے نفرت کرنا بے معنی تھا۔ یہ تو میری زندگی میں رچ گئی تھی۔ میں نے اس کے بوسے کی بھرپور پذیرائی کی۔ کرسٹی کے ہاتھ بھی چل رہے تھے۔ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ خوش کرنا چاہتی تھی۔ میری آنکھیں جلنے لگی۔ لیکن ابھی دولہے خان آنے والا تھا۔ میں نے خود پر قابو رکھا تھوڑی دیر کے بعد دولہے خان ایک ٹرے میں انجکشن اور سرنج وغیرہ لے آیا۔ اس نے ٹرے ایک تپائی پر رکھ دی۔ اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم واپس جاؤ۔!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور وہ گردن جھٹک کر باہر نکل گیا۔ اس دوران کرسٹی لپک کر ٹرے کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ اس نے بے صبری سے سرنج بھری اور پھر بازو میں جھونک لی۔ سرنج کا سیال اس کے بازو میں اترتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی! سرنج خالی کر کے اس نے رکھ دی اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ سوئٹ جیمسن۔ سوئٹ نو۔ واز۔ اوہ۔ سوئٹ۔" اس نے آگے بڑھ کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ پتیھڈین کے صرف ایک انجکشن نے اسے ہوش و حواس سے عاری کر دیا تھا۔ یا پھر یہ انجکشن اس کے حواس واپس لے آیا تھا۔ اسے اپنا وطن یاد آنے لگا۔ بیتے ہوئے لمحات یاد آنے لگے اس نے بہت سے لوگوں کا نام لیا۔ یہ سب نہ جانے اس کے کون تھے۔ اور پھر اس نے مجھے اپنا سب سے بڑا ہمدرد گردانا اور محبت سے مجھ سے چمٹ گئی۔ اس کی بانہیں اب بھی میرے ذہن کے گوشوں کو ٹٹول رہی تھیں۔ لیکن میں ہر اس رخنے کو بند کرنے پر تلا ہوا تھا' جس سے انسانیت جھانکنے لگتی تھی اور جب ہر دراڑ بند ہو گئی۔ کوئی سوراخ باقی نہ رہا تو میں نے کرسٹی کو اٹھا کر مسہری پر لٹا دیا۔!

بلا کا نشانہ باز تھا یہ زردار خان بھی۔ اس نے ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے ایک عمدہ نشانہ باز

بنا دیا تھا۔ ہم دونوں پہاڑیوں میں نکل جاتے اور بچوں کی طرح پستول سے کھیلتے۔ اب میں ایک لمحے کے آٹھویں حصے میں اپنے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال کر سامنے والے پر فائر کر سکتا تھا اور زردار خان نے اتنی جلدی اتنی مہارت حاصل کرنے پر مجھے مبارکباد دی تھی میرے گالوں پر اب بھورے روئیں خاصے نیچے لٹک آئے تھے۔ بالوں میں تیل ڈالنے کا تو پہلے بھی عادی نہیں تھا۔ اب بالکل ہی خشک اور جھنکاڑ کی شکل کے رہنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ غلام سیٹھ کے ایک خاص آدمی نے مجھے ایک اور خاص کام سکھانا شروع کر دیا تھا۔ یہ تھا تاش کا کھیل۔!

میں اس شخص کو حکم کا بادشاہ کہتا تھا۔ بے شک باون تاش اس کے اشارے پر ناچتے تھے۔ کیا مجال ہے جو کوئی تاش اس کی مرضی کے خلاف ہو جائے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے پہلا سبق دیا تھا۔ داہنے ہاتھ کی کلمہ شہادت کی انگلی کا۔ اس نے بتایا تھا کہ تاش کا پورا کھیل اس انگلی کے گرد گھومتا ہے اور قسمت بدلنے میں، قسمتیں بگاڑنے میں، قسمتیں سنوارنے میں یہ انگلی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اور میری یہ انگلی بڑی تیزی سے مہارت حاصل کرنے لگی۔

"دراصل۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ "ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر جگہ تمہیں دولت مہیا کر سکیں، اس لیے تمہیں خود بھی اس کے لیے کوشش کرنی ہوگی۔ اور اس کے لیے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں چلے جاؤ۔ تمہیں جوئے خانے ضرور مل جائیں گے اور تمہارا کھیل ہر خطے میں تمہاری ضرورت پوری کرتا رہے گا۔"

بہرحال۔ مجرمانہ زندگی کے جتنے بھی لوازمات تھے، میں ان میں طاق ہوتا جا رہا تھا۔ دن بھر انہیں تفریحات میں گزرتا اور رات کسی گدرائی ہوئی لڑکی کی آغوش ہیں۔ چرس، کوکین، افیون، ہیروئن، مارفیا، پتھیڈین راکٹ اور دوسری منشیات کے عوض ہر رات مجھے کوئی لڑکی مل جاتی تھی۔

شرافت و انسانیت کا ہر رخنہ بند ہو گیا تھا۔ سوچنے کا انداز بالکل بدل گیا تھا۔ اب میں دن بھر میں چرس کے دس بارہ سگریٹ پی ڈالتا تھا۔ دوسری نشہ آور اشیاء بھی استعمال کر سکتا تھا لیکن عادتاً نہیں۔ ضرورتاً۔ ان لوگوں میں ضم رہنے کے لئے۔ مجھے ان کی طرح خود کو بھلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اس کا اظہار کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ غلام سیٹھ نے مجھے ہر قسم کا نشہ اتارنے کی ادویات بتا دی تھیں جو انتہائی معمولی قیمت پر ہر جگہ مل جاتی تھیں۔

اور پھر ایک شام، میں ایک خوبصورت گٹار لئے۔ مناسب لباس میں اسی لان میں پڑا تھا، جہاں دوسرے ہی پڑے رہتے تھے۔ میرا لباس دوسرے لوگوں سے قدرے بہتر تھا، میرا گٹار بھی قیمتی تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ میرے پاس چرس کی کافی مقدار موجود تھی۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگائے ایک خوبصورت پائپ سے چرس کے کش لے رہا تھا۔ میری زبان کے نیچے Pyridin کی ننھی سی سرخ گولی دبی ہوئی تھی جو چرس کے ہر گہرے سے گہرے کش کو ناکام بنا رہی تھی کہ ایک جوڑا میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ بظاہر وہ مجھ سے بے نیاز تھا لیکن میں نے لڑکی کی للچائی ہوئی نگاہیں خود پر پڑتے دیکھیں۔ اس نے کئی بار مجھے چور نگاہوں سے دیکھا تھا اور میں نے یہ بات بخوبی محسوس کی تھی۔!

مرد نے اپنی پھٹی ہوئی پتلون سے غیر ملکی کرنسی کے چند نوٹ نکالے اور چاروں طرف دیکھنے لگا! فوراً ہی ایک اٹینڈنٹ اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور مرد نے نوٹ اس کے حوالے کر کے چرس اور سگریٹ طلب کی جو تھوڑی دیر کے بعد اسے مہیا ہو گئی۔ چرس کی گولیوں کا پیکٹ اس نے احتیاط سے لڑکی کی گداز ران پر رکھ دیا اور پھر سگریٹ خالی کرنے لگا۔!

لڑکی نے اس دوران کئی بار مجھے گھورا تھا۔ ایک بار مجھ سے نگاہ ملنے پر وہ مسکرائی تھی اور میں نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا پھر وہ بار بار مجھے دیکھ کر مسکراتی رہی۔ اور پھر چرس بھرے سگریٹ کا ایک کش لیتے ہوئے اس نے مرد کو میری طرف متوجہ کیا۔ طویل القامت اور مضبوط بدن کے نوجوان نے میری طرف دیکھا اور اس کے پیلے دانت نکل پڑے۔

"ہیلو۔" اس نے میری طرف ہاتھ ہلایا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تب وہ دونوں کھسک کر میرے پاس آ بیٹھے۔ لڑکی نے میرے گٹار کے تار انگلیوں سے چھیڑنا شروع کر دیئے۔ اور موسیقی کی آواز پر دوسرے ہپیوں کی گردنیں میری طرف اٹھ گئیں۔ وہ سب آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے پھر غول بیابانی ہر جگہ سے اٹھا اور میرے گرد جمع ہونے لگا! لڑکی مسکرا رہی تھی۔ اس کا ساتھی مسکرا رہا تھا۔! وہ سب خاموش تھے۔ ہاں نگاہیں مجھ سے فرمائش کر رہی تھیں۔

اور ان لوگوں سے گھلنے ملنے کے لیے ان کی فرمائش پوری کرنا ضروری تھا۔ میں نے گٹار اٹھا لیا اور بوجھل تالیوں سے فضا گونج اٹھی۔ دھوئیں کے مرغولوں میں اضافہ ہو گیا اور کھلی ہوئی فضا غبار آلود ہو گئی۔ تب میری گٹار کے تاروں سے ایک نغمہ ابل پڑا۔ وہ نغمہ جو ان لوگوں کے لیے اجنبی تھا۔ لیکن جس کی دلکشی مسلم تھی۔ جس کی دھن روحوں کو جذب کر لیتی تھی!

لال میری پت رکھیو بھلا۔ جھولے لالن!

ایک لمحے کے لیے وہ سب مبہوت ہو گئے۔ یہ انوکھا نغمہ ان کے لیے اجنبی تھا۔ لیکن اس کی مست کن آواز نے ان کے جسموں کو پھونک دیا۔ کسی کونے سے ایک تیز کوک سنائی دی اور ایک بدمست لڑکی اپنے سنہری بال بکھیرے میدان میں کود پڑی۔ اس کے جسم میں رعشہ آ گیا تھا۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ میرے گرد جمع پاؤں بھی تھرکنے لگے! اور لال میری پت نے سب کو بے خود کر دیا۔ وہ ہیجان خیز انداز میں رقص کرنے لگے! میرے قریب آ بیٹھنے والا جوڑا بھی اٹھ کر رقص کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

وہ رقص کرتے رہے۔ بہت سے مقامی لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ سب کے سب دلچسپ نگاہوں سے ناچنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ جن کے قدم تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔ بکھرے ہوئے بال، ہل رہے تھے۔ چیخیں گونج رہی تھیں اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں بھی اس نغمے کا سرور رچ گیا تھا۔ میں بھی جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا۔ ناچنے والے تھک تھک کر زمین پر گرنے لگے۔ ان کی رفتار سست ہوتی جا رہی تھی، بہت سے لوگ گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئے بہت سے اب صرف جھوم رہے تھے اور جب سب کی حالت دگرگوں ہو گئی تو میں نے آہستہ آہستہ نغمہ بند کر دیا۔ نغمہ بند ہوتے ہی ایک عجیب سا سکوت چھا گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے بے جان لاشے چاروں طرف

بکھرے پڑے ہوں۔ کوئی زوردار معرکہ ہوا ہو اور ایک بھی زندہ نہ بچا ہو۔!

کئی منٹ تک یہ سکوت چھایا رہا۔ پھر میرے نزدیک پڑی ہوئی ایک بے جان لڑکی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے گردن اٹھائی۔ اس کے لمبے بالوں سے اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا اس لیے میں اس کے خدوخال نہیں دیکھ سکا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا۔ سفید انگلی سے آنکھوں کے نزدیک بالوں میں ایک رخنہ پیدا کیا اور اس کی آنکھیں ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پڑی۔ اور وہ ساکت ہو کر مجھے گھورتی رہی۔ اس کے بعد اس نے زمین پر دونوں کہنیاں ٹکائیں اور ان کے بل گھسٹتی ہوئی میری طرف بڑھنے لگی۔!

میں اس کی حرکت نہ سمجھ سکا' اس کے کھلے ہوئے گریبان سے سفید گولائیاں جھانک رہی تھیں' ان میں تھلتھلاہٹ نہیں تھی' جس سے اس کی نوعمری کا اندازہ ہوتا تھا۔ پتلی کمر کے عقب میں کولہوں کا ابھار خاصا ہیجان خیز تھا۔ اس نے کسی گرم کپڑے کا اسکرٹ پہنا ہوا تھا جس کا اصل رنگ کہن سالی کی وجہ سے غائب ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے میرے جوتے کی نوک پکڑلی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو۔ چند ساعت کے بعد اس کے ہاتھ میری پنڈلیوں سے گزر کر رانوں پر پہنچ گئے۔ پھر اس نے اپنے جسم کو ابھارا اور میں گھبرائے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ اب اس کے بال چہرے سے ہٹ گئے تھے بھدے نقوش کی ایک نوخیز لڑکی تھی۔ اس نے اپنے جلتے ہوئے ہونٹ میری ٹھوڑی پر رکھ دیئے اور اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے بعد میرے جسم سے اتر گئی!

یہ اظہار عقیدت تھا میرے نغمے کی پسندیدگی کے سلسلے میں' اور پھر سب اس رسم کا اعادہ کرنے دوڑ پڑے۔ میرے چہرے پر گندے غلیظ سانسوں کی بھرمار ہو گئی اور بمشکل میں اپنی جگہ سے اٹھ سکا۔ سب کے سب بکھر گئے تھے۔ صرف میرا ساتھی جوڑا میرے پاس موجود تھا۔ لڑکی اور نوجوان مسکرا رہے تھے۔ تب نوجوان آگے بڑھا اور اس نے بگڑی ہوئی انگلش میں کہا۔

"بہت خوب۔ بہت خوب۔ تمہارے نغمے نے سوئے ہوئے جسموں میں زندگی کی روح پھونک دی تھی۔ کہاں سے لائے ہو یہ نغمہ۔؟"

"آسمان سے۔ یقیناً یہ آسمان کا باشندہ ہے۔" اس کی ساتھی لڑکی جھوم کر آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

"آسمان سے اترنے والے تمہارا نام کیا ہے؟" نوجوان میرے پیروں کے قریب بیٹھ گیا۔

"نواز۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خود بھی بیٹھ گیا۔ نوجوان کی ساتھی لڑکی میرے جسم سے لگ کر بیٹھی تھی اور اس کے جسم کی حرارت میرے جسم میں منتقل ہوتی جا رہی تھی۔

"میرا نام اوہوتے ہے اور یہ میری دوست میگاں ہے۔ سارترے میگاں۔!" نوجوان نے کہا۔

"تم دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ کہاں جا رہے ہو۔؟"

"کابل۔" دونوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"اوہ۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔"

"ساتھ رہے گا۔ ہم تمہارے نغمے سن کر جھومتے رہیں گے۔"

گاتے رہیں گے۔ ہری اوم۔ ہری کرشنا۔!" نوجوان نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا اور اوندھے منہ گر پڑا۔ میں نے پاؤں سکیڑ لیے۔ میرا خیال تھا کہ وہ پھر اٹھے گا لیکن وہ اسی طرح سجدے کی پوزیشن میں پڑے پڑے سو گیا۔ البتہ اس کی ساتھی میگاں جاگ رہی تھی۔ اس نے میرے کندھے پر سر رکھ دیا۔ اور میرے نتھنوں میں اس کے جسم کی بو چڑھنے لگی۔ لیکن اس رات مجھے سنبھلنا تھا کیونکہ میرے مشن کی ابتدا ہو گئی تھی۔ کل صبح مجھے دوسرے ہیپی جوڑوں کے ساتھ افغانستان روانہ ہو جانا تھا۔

میگاں کے گہرے گہرے سانس میری گردن کے نچلے حصے سے ٹکراتے رہے اور پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی گئیں۔ سانسیں گہری ہوتی گئیں وہ سو گئی تھی۔ میں نے آہستہ سے اس کا سر اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور اسے زمین پر لٹا دیا پھر میں خود بھی تھوڑا سا نیچے کھسکا درخت کے تنے کو تکیہ بنا کر لیٹ گیا۔ کسی تکلیف دہ جگہ لیٹنے کی پہلی رات تھی۔ کافی دیر تک مجھے نیند نہ آئی۔ لیکن پھر میں سو گیا۔ سوتے میں مجھے کوئی احساس نہیں رہا تھا۔ یہاں تک کہ روشنی میرے پپوٹوں میں چبھنے لگی تو میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے پر میں نے کسی وزن کا احساس کیا جو میرے بازو پر تھا۔ میں نے کسی کی سانسوں کو اپنے چہرے سے ٹکراتے محسوس کیا اور آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

میگاں تھی' جو میرے جسم سے لپٹی ہوئی سو رہی تھی۔ اس کا ایک بازو میری گردن میں حمائل تھا' سر میرے بازو پر رکھا تھا۔ ایک ٹانگ میری کمر پر رکھی ہوئی تھی اور آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ بہت سے ہیپی جاگ گئے تھے اور اپنے کاموں میں مشغول تھے' کسی کی توجہ میری طرف نہیں تھی۔ پھر مجھے اوہوتے کا خیال آیا۔ وہ لڑکی کا ساتھی تھا۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ لیکن اوہوتے موجود نہیں تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ سے لڑکی کا سر اپنے بازو سے ہٹایا تو وہ جاگ گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہی۔ پھر ماحول کا جائزہ لینے لگی۔ اور پھر وہ آہستہ سے مجھ سے جدا ہو گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا تھا۔

"ہیلو۔!" میں نے اخلاقاً اس سے کہا اور وہ مسکرا دی۔ "تمہارا ساتھی کہاں ہے۔؟"

"اوہوتے!" اس نے گردن گھمائی اور میں نے سرہانے رکھے ہوئے تھیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن درخت کی جڑ سے تھیلا غائب تھا۔ میرا گٹار بھی غائب تھا۔ تھیلے میں خاصا سامان تھا' کھانے پینے کا سامان چرس اور دوسری چیزیں۔! کچھ موجود نہیں تھا۔ میں نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا۔

"میگاں۔؟" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔!" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میرا گٹار۔ اور دوسرا سامان غائب ہے!"

"اوہ۔" اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا!

"اور اوہوتے بھی غائب ہے۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس تھوک نگلتے ہوئے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں پریشانی اور خوف کے آثار تھے۔ میں معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔! "کیا وہ تمہیں بھی چھوڑ گیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہ کمینہ تھا۔ وہ ذلیل تھا۔! وہ میرا کوئی نہیں تھا۔ کھٹمنڈو میں ملا تھا۔ وہاں سے میرے ساتھ تھا' چور کہیں کا۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے!

"کوئی بات نہیں ہے میگاں۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سب کچھ دوبارہ خرید لیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ لوگ جو کچھ بھی کر لیتے کم تھا۔ اتنے عرصے میں' میں ان کی سرشت خوب سمجھ چکا تھا۔ دانت گندے ہو رہے تھے لیکن ان کے رنگ میں ڈھلنے کے لیے ایسی باتوں کی پرواہ کسے تھی۔! میں نے ایک گزرتے ہوئے مقامی آدمی کو اشارہ کیا اور چند نوٹ اس کے حوالے کر کے چائے اور بسکٹ لانے کے لیے کہا۔

میگاں اب بھی رو رہی تھی۔ پھر روتے ہوئے اس نے کہا کہ اس کا سب کچھ بھی اوہوتے کے پاس ہی تھا۔!

"میں نے کہا ناکہ تم فکر مت کرو۔ تم میرے ساتھ کابل چلوگی۔!" اور اس نے آنسو پونچھ ڈالے۔ پھر اس نے میرے ساتھ ناشتہ کیا۔ میری جیب میں خاصی کرنسی موجود تھی اور لباس کے بالکل نیچے چمڑے کے ہولسٹر میں پستول بھی موجود تھا۔ میں نے میگاں کو تسلی دی اور کہا کہ وہ انتظار کرے میں ضرورت کی چیزیں خرید لوں۔ میں اندرونی عمارت میں پہنچا۔ غلام سیٹھ موجود تھا۔ میری کہانی سنکر وہ ہنس پڑا۔

"ایسے بے شمار دلچسپ واقعات تمہیں پیش آئیں گے۔ بہرحال میں ابھی تھیلا بھجوائے دیتا ہوں۔ ویسے کیا تمہاری ساتھی کابل جا رہی ہے۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ساتھ رہے گا۔ کب روانہ ہو رہے ہو۔؟"

"بس تھوڑی دیر کے بعد۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں۔!" میں نے جواب دیا اور وہاں سے نکل کر پھر میگاں کے پاس واپس آ گیا۔ میگاں میری منتظر تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دولہے خان ایک تھیلا لیے ہوئے آ گیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ بسکٹ' خشک گوشت چرس کے پیکٹ' پائپ اور دیا سلائی کے بکس وغیرہ۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ افغانی کرنسی میرے لباس میں موجود تھی۔ لان ہپیوں سے خالی ہوتا جا رہا تھا۔ میں بھی میگاں کے ساتھ چل پڑا۔ میگاں نے میرا تھیلا کندھے پر ڈال لیا تھا۔ وہ بدستور افسردہ نظر آ رہی تھی۔ ہم لوگ پیدل سفر کرتے رہے۔ میگاں کے جوتے پھٹے ہوئے تھے۔ اس کا لباس بھی بوسیدہ

تھا' لیکن اسے ان چیزوں کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔ راستے میں' میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم اوہوتے کے لیے اداس ہو۔؟"

"نہیں۔ میں اداس نہیں ہوں۔ ہم تو مسافر ہیں۔ کوئی منزل نہیں ہے۔ کوئی ساتھی نہیں ہے۔ راہ میں بہت سے پتھر ملتے ہیں۔ کچھ پاؤں زخمی کرتے ہیں۔ کچھ نکل جانے کو راستہ دے دیتے ہیں۔ پتھروں سے محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ چار ماہ سے اس کا ساتھ تھا اور بس۔ انسانی فطرت میں محبت رچی ہوئی ہے۔ بچھڑ جانے والے غمزدہ تو کرتے ہی ہیں' اچھے ہوں یا برے۔ لیکن اب تمہارا ساتھ ہے۔ شاید کابل تک۔ اس کے بعد تم بھی بچھڑ جاؤ گے۔ نہ جانے کہاں چلے جاؤ گے۔ ہر شخص چلا جاتا ہے۔" اسنے کہا اور میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اس میں بھرے ہوئے سگریٹ تھے!

ایک سگریٹ میں نے اسے پیش کیا اور اس نے سگریٹ میرے ہاتھوں سے لے لیا۔ اسے ہونٹوں میں دبا کر سلگایا اور پھر دو تین کش لے کر بولی۔ "اس کے جواب میں تمہیں کیا دوں۔ بولو۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ مگر تم مرد ہو۔ تمہیں میری رفاقت کی ضرورت ہے۔ نشے میں چور ہو کر جب بھی آسودگی کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لینا۔"

میں خاموش رہا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے علاوہ اور وہ کیا دے سکتی ہے۔ لیکن وہ مالدار ہے۔ کوئی بھی نوجوان اسے جسم کے بدلے سب کچھ دے سکتا ہے۔ سودا برا نہیں ہے۔ ہم لوگ ایک پتلی سڑک پر نکل آئے! دور ایک تانگہ آتا نظر آ رہا تھا۔ ہم سڑک پہ کھڑے ہو گئے۔ تانگے نے رفتار سست کر لی تھی۔

"چہ کدر جائے گا۔" بھاری جسم کے بڑے مونچھوں والے کوچوان نے ہاتھ نچاتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں مضحکہ خیز تاثرات تھے۔

"کابل جانے والے بس کے اڈے پر۔" میں نے جواب دیا اور کوچوان چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ تانگے میں دو سواریاں اور بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب کے چہروں پر حیرت کے نقوش تھے۔ میرے سرخ و سفید چہرے اور حلیے سے وہ مجھے بھی غیر ملکی ہی سمجھے تھے۔ ظاہر ہے صاف اردو سن کر انہیں حیرت ہوئی ہو گی۔ بہرحال تانگے والا سنبھل کر بولا۔

"تین روپیہ ہو گا! ان سواریوں کو شہر میں چھوڑ کر ہم اڈے پر پہنچا دے گا۔!"

"آؤ۔!" میں نے میگاں کا ہاتھ پکڑ کر تانگے کے عقبی پائیدان پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ اور میگاں میرے ساتھ بیٹھ گئی۔ ساتھ والی سواریاں سنبھل گئی تھیں۔ جگہ بھی کشادہ کر دی گئی تھی۔ میگاں عورت کا مذاق تھی۔ لیکن بہرحال شریف انسان اس کا احترام کر رہے تھے۔ کسی نے براہ راست اس پر نگاہ نہ ڈالی۔ میں بھی کسی زمانے میں ایسا ہی تھا۔ لیکن اب مجھے وہ بیوقوف نظر آ رہے تھے۔ ناکام لوگ' زندگی کی ناکامیوں کا بوجھ اٹھائے بالآخر ایک دن تھک جائیں گے۔ میں نے سوچا۔ گھوڑا دوڑتا رہا کوچوان راستے بھر گھوڑے سے الٹی سیدھی گفتگو کرتا جا رہا تھا۔ کبھی وہ اس سے کوئی رشتہ جوڑ کر اپنی مرضی کی چال چلنے کی فرمائش کرتا' کبھی دو چار گالیاں سنا دیتا۔ اور کبھی تمام مروت

بھول کر ایک زور دار چابک رسید کر دیتا تھا۔!

پشاور شہر کے ایک حصے میں سواریاں اتر گئیں۔ اب پچھلی سیٹ پر میں اور میگاں ہی رہ گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری منزل بھی آ گئی۔ سامنے ہی کابل جانے والی بسیں کھڑی تھیں۔ ان کے نزدیک ہپیوں کا ہجوم تھا سب سے زیادہ سفر کرنے والے وہی تھے۔ مقامی اور افغانی باشندوں میں مسافروں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔!

میں نے پرس نکال کر تانگے والے کو پیسے ادا کئے اور پھر میگاں کا ہاتھ پکڑے ہوئے میں بھی کابل والوں کے ہجوم میں شامل ہو گیا ہمیں دوسری بس میں ایک ڈبل سیٹ مل گئی۔ ٹکٹ دے دیا گیا۔ جس پر سیٹ نمبر لکھے ہوئے تھے۔ پہلی بس بھر گئی تھی اور اس لیے دوسری بس آ کر نمبر پر لگ گئی اور مسافر اس میں سوار ہونے لگے۔! میگاں میرے ساتھ کھڑکی کی سمت بیٹھ گئی۔ بس کی سیٹیں تکلیف دہ نہیں تھیں۔ اس لیے ہم آرام سے بیٹھ گئے۔ میں نے بس میں نگاہ دوڑائی بہت سے ہپی موجود تھے۔ اداس اداس۔ ویران چہرے لیے ہوئے۔ کھلی آنکھوں سے سوتے ہوئے۔ بس والوں کو ان لوگوں کا خاصا تجربہ تھا' اس لیے غلط اسپیلنگ میں انگریزی میں لکھا ہوا تھا۔ "چرس پینا منع ہے۔ سگریٹ پینا منع ہے۔ کوئی نشہ کر کے بس میں بیٹھنا منع ہے۔ اگر کسی نے نشے میں ہنگامہ کیا تو اسے بس سے اتار دیا جائے گا وغیرہ۔ سامنے ہی پانی کا کولر رکھا ہوا تھا جس میں زنجیروں سے سلور کے گلاس بندھے ہوئے تھے۔ پوری بس کا جائزہ لینے کے بعد میں نے میگاں کا چہرہ دیکھا۔

وہی اداس چہرہ۔ لیکن۔ وہ اوہوتے کے لئے اداس نہین تھی۔ وہ کسی کے لیے اداس نہیں تھی۔ یا پھر اس بس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے' سب کے سب اداس تھے' کسی نہ کسی کے لیے۔ یہ اداسی تو ان کے چہروں پر رچی ہوئی تھی۔ وہ صرف اس وقت مسکراتے تھے جب چرس کی محفل گرم ہوتی انجکشن کے نشے جاگ رہے ہوتے۔ اس کے علاوہ ان کی زندگی میں کوئی خوشی نہیں تھی۔ میرا دل الٹنے لگا! ان قبرستان زدہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ مجھے ان سے مختلف نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ میری شخصیت ان میں نہ کھپ سکے گی۔ اور میں نے بھی چہرے پر سوگواری طاری کر لی۔! اس سوگواری کو حقیقی رنگ دینے کے لیے میں نے اپنے ماضی پر نگاہ دوڑائی۔ لیکن ماضی یاد کرتے ہی ذہن کو ایسے شدید جھٹکے لگے کہ میں ناچ کر رہ گیا۔

بڑا بھیانک تجربہ تھا۔ ماضی کی یادیں تو بجلی کے کرنٹ کی طرح تھیں اس دور کے بارے میں سوچنے سے تو دماغ پھٹ جاتا ہے۔ میں نے جلدی سے ذہن خالی کرنے کی کوشش۔ اور پھر بس اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی تو مجھے میری کوشش میں مدد مل گئی۔ میرا ذہن ان پٹھانوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو دیوہیکل تھے جن کی کمر سے پیٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ان پیٹیوں میں پستول لٹکے ہوئے تھے۔!

یہ بس کے محافظ تھے۔ سنا تھا کہ افغانستان جانے والے ہپی بعض اوقات شرارت پر اتر آتے تھے۔ وہ بس لوٹ لیتے تھے اور قتل و غارت گری سے بھی باز نہیں آتے تھے اس لیے اب ہر بس کے ساتھ چند مسلح محافظ بھی سفر کرتے تھے جو ان غیر ملکی بدمعاشوں کا دماغ درست کرنا خوب

جانتے تھے۔ ان لوگوں کی الگ نشست تھی اور ان کی موجودگی سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی تھی۔

درہ خیبر کی پر پیچ سڑک تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ خوفناک موڑ آتے تھے جن کے دوسری طرف دیکھنے سے ہی ہول آتا تھا۔ سڑک زیادہ محفوظ نہیں تھی اور اس غیر محفوظ سڑک پر بس چلانے کے لیے بھی غیر معمولی کلیجے کی ضرورت تھی' جبکہ بس کی رفتار کافی تیز تھی' لیکن ڈرائیور کے چہرے پر لاپرواہی تھی۔ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے عقب میں بھی دیکھ لیتا تھا۔ پوری بس پر ایک سوگوار سی کیفیت طاری تھی۔ سب اسی طرح خاموش تھے جیسے اپنے کسی عزیز کی میت لے کر قبرستان جا رہے ہوں۔!

پھر یہ پراسرار خاموشی تیز سیٹی کی آواز سے ٹوٹی۔ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سرخ و سفید چہرے اور تنومند جسم والا جرمن۔ آنکھیں بند کئے پشت سے ٹیک لگائے کوئی جرمن دھن بجا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر لاپرواہی تھی جیسے اپنے مکان کے ڈرائنگ روم میں ہو۔ اس کا ایک پاؤں ہل رہا تھا لیکن اس کی تھاپ ایک افغانی کے پاؤں پر پڑ رہی تھی جس کا اسے احساس نہیں تھا۔

بس میں بیٹھے محافظوں کے ہاتھ پستول پر پہنچ گئے۔ انہوں نے ہولسٹروں کے بٹن کھول لئے۔ یہ دھن بس میں بیٹھے ہوئے ہپی لٹیروں کے لئے کوئی اشارہ بھی ہو سکتی تھی' اس لیے وہ سب ہوشیار ہو گئے تھے! پھر طویل القامت افغانی نے دانت پیس کر اپنے لمبے صافے کا سرا سیاح کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور وہ اپنی سیٹ پر اچھل پڑا۔!

"پیر ہٹاؤ خدائی خوار۔ ہم اسے توڑ کر باہر پھینک دے گا' اس نے غراتے ہوئے اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ سیاح نے اسی انداز میں لیٹے لیٹے پاؤں کی طرف دیکھا اور پھر اس نے پاؤں پیچھے سرکا لیا۔ اور تمسخرانہ انداز میں منہ میں ٹھنسے ہوئے صافے کے پہلو کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے خود پلو منہ سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔!

افغانی پگڑی کا پلو ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے گردن میں لپیٹنے لگا جرمن سیاح نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور ان سے سیٹی کی آواز پھر بلند ہونے لگی۔ البتہ اب وہ پاؤں نہیں ہلا رہا تھا۔ مجھے اس کی لاپرواہی پر ہنسی آ گئی۔ لیکن یہ ہنسی بھی اجنبی سی لگی تھی۔ دوسرے لوگ مسکرائے تک نہیں تھے اور میں جھینپے ہوئے انداز میں کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا! پھر میری نگاہ میگاں کی طرف اٹھ گئی اور مجھے غصہ آنے لگا! منحوس اونگھ رہی تھی۔ ماحول سے بے خبر۔! کئی منٹ تک میں غصے سے ہونٹ چباتا رہا۔ پھر کھڑکی سے نگاہ ہٹالی۔ میری نگاہ میگاں کے اسکرٹ پر پڑ گئی جو اس کی بائیں ران سے اس طرح سرک گیا تھا کہ اس کی سفید ران عریاں ہو گئی تھی!

پھر سفر کو دلچسپ بنانے کی ایک ترکیب مجھے سوجھ گئی۔ میں نے غیر محسوس انداز میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میگاں کی کھلی ہوئی ران پر رکھ دیا۔ میگاں کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ سو نہیں رہی لیکن ہاتھ کے وزن پر کوئی اعتراض نہ پا کر میں نے آہستہ سے ہاتھ کو اوپر کی طرف گردش دی۔ اور میرے جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔!

لیکن میگاں کسی مردے کی طرح بیٹھی رہی۔ اسے میرے ہاتھ کی حرکت کا احساس ہی نہیں تھا۔ میں نے چور نگاہوں سے دوسروں کی طرف دیکھا لیکن کوئی میری طرف متوجہ نہیں تھا! بہرحال۔ میگاں کی ران کا لمس دلکش تھا اور پھر اسے کوئی عذر نہیں تھا' اس لیے میرے ہاتھ کی کوششیں بڑھتی گئیں۔ اسکرٹ آہستہ آہستہ کھسکتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ران کے جوڑ تک پہنچ گیا۔ لیکن کب تک۔ جب میری کوشش قابل اعتراض ہو گئی تو میگاں آنکھیں کھول کر کسمسائی۔ میں نے اس کی نگاہوں سے نگاہیں ملائیں اور مسکرا دیا میگاں چند لمحات سنجیدگی سے میری شکل دیکھتی رہی' جیسے فیصلہ کر رہی ہو کہ میری اس مسکراہٹ کے جواب میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس کا ذہن کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔ اور جواب میں وہ بھی مسکرا دی۔ اور اس کے ساتھ اس نے اپنے جسم کو اس طرح پیچھے دھکیلا۔ جیسے مجھے پوری پوری سہولت فراہم کر رہی ہو۔!

لیکن اسی وقت سیٹوں پر بیٹھے محافظ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے گھبرا کر جلدی سے میگاں کی ران پر اسکرٹ برابر کر دیا۔ میں ان لوگوں کے کھڑے ہونے کی وجہ جاننے کی کوشش کرنے لگا! پتہ چلا کہ بس طور خم پہنچ گئی ہے۔ اس کی رفتار ہلکی ہو رہی تھی۔ اور پھر طور خم کی سرحدی چوکی پر بس رک گئی۔!

سرخ و سفید قد آور جوانوں نے جو مسلح تھے مسافروں سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور پوری بس کے لوگ نیچے اتر آئے۔ پہلے بس کی تلاشی لی گئی۔ اس کے بعد مسافروں کی سرسری تلاشی لی گئی۔ میں پستول کی طرف سے خوفزدہ تھا لیکن تلاشی لینے والے بھی بیزار سے تھے جیسے انہیں یقین ہو کہ ان لوگوں کے پاس کچھ نہیں ہو گا۔ اس کے بعد ہمیں بس میں سوار ہونے کی اجازت دیدی گئی اور بس آگے بڑھ گئی۔ لیکن اب اس کی رفتار سست تھی۔ خطرناک سڑکیں شروع ہو گئیں تھیں۔ ڈرائیور بھی کسی قدر محتاط نظر آ رہا تھا' سڑکوں پر جا بجا قافلے مل جاتے تھے خچروں کی لمبی قطاریں جن پر بچے اور لڑکیاں لدی ہوتیں' مرد اور بوڑھے ان خچروں کے ساتھ ساتھ ڈھیلے ڈھالے لبادوں میں ملبوس چلتے نظر آتے تھے۔ یہ کوچی خانہ بدوش تھے جو موسم بہار کا سفر طے کر رہے تھے۔ ڈرائیور کو مسلسل ہارن بجانا پڑ رہا تھا۔ بعض اوقات بس کی رفتار بالکل ختم کر دینا پڑتی تھی۔ عجیب سست رو قافلے تھے۔ مسلسل ہارن کی آواز پر خچر ہی سہم کر کنارے ہو جاتے تھے' ورنہ انہیں ہانکنے والے تو جیسے بہرے تھے ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی تھی۔

بس کے مسافر بھی اب کسی قدر ہوشیار ہو گئے تھے۔ وہ گردنیں کھڑکیوں سے نکالے باہر دیکھ رہے تھے' خود میگاں بھی جیسے جاگ گئی تھی اب اس کی ران کھلی نہیں تھی' آنکھوں میں بھی غنودگی کی وہ کیفیت نہیں تھی' ایسا لگتا تھا جیسے یہ سب کسی میکانکی عمل کے تابع ہوں۔ سب کی کیفیات ایک جیسی ہوتی تھیں' جیسے ان کے جسموں کے تار ایک دوسرے سے منسلک ہوں۔ اب پتہ نہیں یہ میرا تصور تھا کہ حقیقت' حالانکہ میں بہت عرصے سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن ابھی بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میرے علم میں نہیں تھی بہرحال مجھے کسی بھی طور ان سے مختلف نہیں ہونا چاہیے تھا۔!

میں بھی ان کی طرح چوکنا ہو گیا۔ ہماری دوسری منزل جلال آباد تھی۔ اب اسٹیشن سے ہی ہم نے جلال آباد کی رونق دیکھی۔ چاروں طرف کس کر بندھی ہوئی پگڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ سکھ تھے۔ شاید افغانوں کی بہ نسبت یہاں سکھوں کی تعداد زیادہ تھی جلال آباد میں بس کے چند مسافر اتر گئے اور ان کی جگہ چند افغانوں اور سکھوں نے لے لی۔ بس جلال آباد سے آگے بڑھ گئی۔ جلال آباد سے اصلی افغانستان کا راستہ انتہائی خطرناک تھا' قدم قدم پر خوفناک گھاٹیاں منہ کھولے گرسنہ نگاہوں سے بس کو تکتی نظر آتی تھیں۔ ایک ذرا سی لغزش' پھر نہ بس کا وجود ہو گا اور نہ اس کے مسافروں کا! میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اگر سچ مچ یہ بس کسی گھاٹی میں پھسل جائے نیچے گرتے ہوئے ان لوگوں کے چہروں پر کیسے اثرات ہوں۔ کیا ان سب کے چہروں سے اجنبی لبادے اتر نہ جائیں گے۔ کیا یہ اشخاص اصلیت کے جامے میں نہ آ جائیں گے' زندگی کو کسی رنگ میں ڈھال لو۔ کسی نہ کسی وقت تمام پردے چاک ہو جاتے ہیں اور اصلیت جھانکنے لگتی ہے۔

لیکن بس کا ڈرائیور بے حد محتاط تھا۔ اس نے بس کو کہیں نہ پھسلنے دیا اور انتہائی مہارت سے اسے آگے بڑھاتا رہا۔!

"ہاؤ سوئٹ۔ نواز۔ ڈرالنگ۔ ان برف پوش پہاڑیوں کو دیکھو۔ کیا زندگی کا تمام حسن ان میں نہیں جمع ہو گیا۔" دفعتاً" مجھے اپنے کان کے قریب میگاں کی سرگوشی سنائی دی۔

"شکر ہے۔ تمہیں زندگی کا احساس تو ہوا۔؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"زندگی۔ ہا۔" میگاں نے ایک گہری سانس لی۔ "زندگی حسن کا دوسرا نام ہے۔ اپنی اپنی نظر ہے۔ کسی کو زندگی کہیں ملتی ہے۔ کسی کو کہیں۔ میں جب پہلی بار ادھر سے گزری تھی۔ تو میرا دل چاہا تھا کہ میں۔ میں ایک بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو جاؤں۔ پھر برف بنکر ان پہاڑوں پر اتروں اور پھر پانی بن کر دریائے کابل کی لہروں میں شامل ہو جاؤں۔ آہستہ آہستہ بہتی رہوں۔ بہتی رہوں اور کہیں سے کہیں نکل جاؤں۔ مگر۔ یہاں اس بس میں چرس نوشی کی اجازت نہیں ہے۔ یہ بہت بری بات ہے۔ کیوں ہے نا۔ دیکھو۔ زندگی کس قدر بجھی سی ہے۔ بالکل سرد راکھ کی طرح۔" اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور وہ پھر اداس ہو گئی۔ نہ جانے کیوں مجھے کچھ بیزاری کا سا احساس ہوا۔ اس غیر متوازن لڑکی کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا۔ اور پھر اس کی ضرورت بھی کیا ہے' بقول اس کے او ہو تے تین ماہ سے اس کے ساتھ تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ اس سے جدا ہو گیا۔ نہ جانے یہ تین ماہ ہی اس نے کیسے گزارے ہوں گے۔ بس کا سفر ختم ہو گیا۔ ہم کابل پہنچ گئے تھے۔ مسافر بس سے اترنے لگے تھے۔ میں نے بھی ایک گہری سانس لے کر اپنا سفری تھیلا کندھے پر لادا اور نیچے اتر گیا۔ میگاں میرے ساتھ تھی۔ وہ کہاں جاتی کسی نے اسے منہ نہیں لگایا تھا۔ حالانکہ ان آوارہ گردوں میں اس کے ہم وطنوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ ہم چل پڑے۔ کوئی منزل نہیں تھی' کوئی راستہ نہیں تھا۔ بس جدھر منہ اٹھا تھا چلے جا رہے تھے۔ تنگ گلی' کوچے' بازار۔ لیکن ہم یہاں اجنبی نہیں تھے۔ ہمارے جیسے بہت سے آوارہ گرد موجود تھے۔ بھٹکتے پھر رہے تھے۔ بھٹکتے ہوئے ہم دونوں نہ جانے کہاں آ نکلے شاید کوئی محلہ تھا' کچی آبادی کے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ سامنے ہی چند دوکانیں نظر آ رہی

تھیں۔ دو کانوں کے اس طرف ایک ٹوٹی پھوٹی کچی مٹی کی عمارت تھی جس میں کوئی رہائش نہیں نظر آ رہی تھی۔ ہم دوسرے لوگوں سے بچھڑ چکے تھے۔ اس علاقے سے بھی واقف نہیں تھا۔ بہرحال ایک رات کی بات تھی۔ میں نے وہ رات اس بوسیدہ عمارت میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

ہم دو کانوں کی طرف بڑھ گئے۔ کسی طرف سے گوشت بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔ ہمارے قدم اس خوشبو کے سہارے سہارے کھنچے چلے گئے۔ مٹی کا تودہ تندور کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا۔ اوپر لوہے کی ایک سلاخ میں بھیڑوں اور دنبوں کے گوشت کے ٹکڑے لٹکے ہوئے تھے۔ پیٹرومیکس روشن تھا۔ سیاہ رنگ کی کڑھائیوں میں گوشت فرائی ہو رہا تھا۔ یہ گوشت میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ پشاور اور پنجاب کے بہت سے علاقوں میں یہ کڑھائی گوشت کے نام سے مشہور ہے۔ ایک تر و تازہ افغانی تندور کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اور میں نے گوشت کی طرف اشارہ کر دیا۔

افغانی نے کڑھائی سے گوشت کی ایک بڑی مقدار نکال کر تام چینی کے ایک تسلے میں ڈال دی۔ اور سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ تب اس نے سفید آٹے کے گول گول کلچے نکالے اور اشارے سے ان کی تعداد پوچھی۔ اور میں نے پھر گردن ہلا دی۔

"چالیس افغانی۔!" دو کاندار نے مجھے قیمت بتائی۔ اور میں نے خاموشی سے ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ہم یہیں بیٹھ کر کھائیں گے اور اس کے بعد قہوہ بھی پئیں گے" میں نے اردو میں کہا۔ اور دو کاندار اچھل پڑا۔ ظاہر ہے وہ بھی مجھے غیر ملکی سمجھا تھا اور شستہ اردو سن کر اس کا اچھل پڑنا لازمی تھا۔

بہرحال اس نے گردن ہلا دی۔ ہم کلچے اور گوشت کھانے لگے۔ حسب معمول میگاں بہت خوش تھی۔ اسے یہ کھانے پسند تھے۔ تھوڑی دیر میں ہم شکم سیر ہو گئے۔ پھر ہم نے قہوہ پیا اور افغانی نے میرے نوٹ کی بقیہ رقم واپس کر دی۔! اس کے بعد ہم عمارت کی طرف چل پڑے۔ مجھے تردد تھا جو بعد میں حقیقت ثابت ہوا۔ کیونکہ غیر ملکی باشندوں پر ہر ملک میں نگاہ رکھی جاتی ہے انہیں کونوں کھدروں میں پڑے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم نے اس کھنڈر میں قیام کر کے جرم کیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے بات بن گئی تھی اور کسی کی ہم پر نگاہ نہیں پڑی تھی۔!

کچی عمارت شاید عرصہ دراز سے ویران پڑی تھی۔ اس کے اندرونی حصوں میں گھاس اگی ہوئی تھی۔ بعض کمرے ٹھیک تھے۔ لیکن کسی کی آدھی چھت گری ہوئی تھی اور کسی کی چھت ہی نہیں تھی۔ ہم نے ایک ایسے کمرے کو پسند کیا تھا' جس کی چھت ہی نہیں تھی۔ نیچے سپاٹ زمین تھی۔ اسی زمین پر ہم نے بستر لگا دیا۔ اور پھر میگاں نے اپنا محبوب مشغلہ شروع کر دیا۔ اس نے میرے تھیلے سے چرس اور سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اور پھر وہ سگریٹ بھرنے لگی! تھوڑی دیر کے بعد چرس کی بو کمرے میں منتشر تھی۔ میں بھی کش لے رہا تھا۔ لیکن نشہ اتارنے والی گولی حسب معمول میری زبان کے نیچے موجود تھی۔

میگاں نے کئی سگریٹ پیئے اور آؤٹ ہو گئی۔ اس نے دھیمے سروں میں سیٹی بجانا شروع کر دی تھی اور پھر کئی بار اس نے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے رقص کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس نے میرا گٹار بھی یاد کیا اور اس کی گمشدگی پر افسوس کرتی رہی' اوہوتے کو گالیاں دیتی رہی۔ پھر اپنا لباس اتار کر میری آغوش میں آ گری۔ اس کی یہی حرکت میرے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ تھی' چنانچہ افغانستان کے اس گمنام علاقے میں' اس گمنام کھنڈر میں میگاں کے دلکش جسم کے ساتھ میں نے ایک دلکش رات گزاری۔ میگاں ایک پرجوش لڑکی تھی۔ اس نے میرے تمام احسانات کا بدلہ ایک رات میں چکا دیا۔ باقی دو راتیں جو اس نے میرے ساتھ گزاریں' وہ اس کا احسان تھا۔

صبح ہوتے ہی ہم نے کھنڈر چھوڑ دیا۔ بازار بند تھے۔ ہمیں کھنڈر سے نکلتے ہوئے بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ جو سب سے پہلا تانگہ ہمیں نظر آیا ہم نے اسے پکڑ لیا۔ میری زبان سب کو حیران کر دیتی تھی۔ تانگے والے کے مشورے سے ہم شاہ پر ہوٹل اینڈ ریستوران پر اتر گئے۔ باہر آنے والے یہی ریستوران پسند کرتے تھے۔ اور یہاں ہم نے بہت سے اجنبی چہرے دیکھے' جو ہماری طرح تھے۔ ریستوان میں ہم نے ناشتہ کیا۔ کھنڈر میں اچھی طرح نیند نہیں آئی تھی۔ اس لیے ناشتہ کرنے کے بعد ہم نے اپنے حاصل کردہ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں ایک ہی بستر تھا۔ میں نے اس کا گدا اتار کر نیچے ڈال لیا اور میگاں نے چارپائی سنبھال لی۔!

نہ جانے کتنی دیر ہم سوتے رہے۔ پھر پہلے میں ہی جاگا تھا' بے وقت سونے سے طبیعت مکدر سی ہو گئی تھی۔ ذہن بھی قابو میں نہیں تھا۔ میں نے اپنی حالت پر غور کیا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیا تھا۔ کیا بن گیا تھا۔ اب بھی ضمیر کے کسی گوشے میں دبی ہوئی کوئی چنگاری کبھی کبھی بھڑک کر بے چین کر دیتی تھی۔ اس وقت بھی بے چینی ذہن پر مسلط ہو گئی۔ ڈاڑھی اور سر کے بال خاصا پریشان کر رہے تھے۔ نہانے کو دل چاہ رہا تھا۔ لیکن اس سے شخصیت کا وہ خول اتر جاتا جسے چڑھانے کی مجھے تربیت دی گئی تھی۔ مجھے شاہ زورین یاد آ گیا۔ عالم گل یاد آ گیا اور پھر غلام سیٹھ یاد آیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کام یاد آیا' جو مجھے انجام دینا تھا۔

بہت سی یادیں ذہن کے پردے پر خلط ملط ہو گئیں۔ تب میں نے گردن جھٹک دی۔ جو کچھ بن گیا ہوں' وہی رہنا ہو گا۔ اس دائرے سے نکلا تو بربادی کے وہی راستے میرے ہم سفر ہوں گے۔ اس مضبوط ارادے کے تحت سنبھل گیا۔ کمرے سے باتھ روم اٹیچ تھا۔ اس میں جا کر ٹھنڈے یخ پانی سے ہاتھ منہ دھویا' طبیعت سنبھل گئی۔ وقت کا پتہ نہیں تھا' کیونکہ ہم جیسے بوریہ نشینوں کے پاس گھڑی وغیرہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ہاتھ منہ دھو کر پھر گدے پر آ بیٹھا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں ہوتی تھی۔ کام کی بات ہوتی کہاں ہے۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ ایک ہی ترکیب سمجھ میں آئی چرس اور سگریٹ کا پیکٹ مع پائپ کے باتھ روم کے فلیش میں ڈالا اور زنجیر کھینچ دی۔ اس کام سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا۔!

میگاں اسی طرح سو رہی تھی۔ پچھلی رات میں محسوس کر چکا تھا' اسے اوندھا سونے کی عادت

تھی' اس وقت بھی وہ حسب عادت اوندھی سو رہی تھی۔ گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی جس سے رال کی ایک لکیر نیچے بہہ آئی تھی میں نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹالیں۔ وہ جس قدر معصوم نظر آ رہی تھی در حقیقت نہ تھی۔ وہی مسئلہ تھا' اس وقت اس کے خیالات آزاد تھے اور اصل صورت جھلک آئی تھی اور یہ اصل صورت زمین پر ٹھوکر مارتی تھی۔ میں نے اس کے شانوں پر نگاہ دوڑائی' وہاں سے کمر کے خم پر اور پھر ابھرے ہوئے کولہوں پر' رات کو میں اس جسم کو پردے سے بے نیاز دیکھ چکا تھا۔ اس کولہوں کی سفیدی اور ان کے پیچ و خم کا مجھے بخوبی اندازہ تھا' ان کی نرماہٹ اور تھلتھلاہٹ سے بخوبی واقف تھا۔ میرے ہاتھ بے ساختہ کمر کے خم سے پھسل گئے۔ اور میرے ہاتھوں کے لمس سے میگاں جاگ اٹھی۔ اس نے اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور نگاہوں کی اجنبیت نے میرے جذبات سرد کر دیئے۔!

پھر وہ چونک پڑی۔ اس نے اپنا جسم سیدھا کیا اور میری طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اوہ۔ نواز ڈارلنگ۔!"

"اٹھو۔ کافی وقت گزر چکا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ لیکن اس نے اس لہجے پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لی اور میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتی رہی۔ لیکن میں اس کی مسکراہٹ کے جواب میں نہ مسکرا سکا۔ اس کی نگاہوں کی اجنبیت میرے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہی تھی ٹھیک ہی تو ہے چند روز کا ساتھ' کوئی جذباتی حیثیت نہیں رکھتا' بس ایک ضرورت تھی جو وہ مجھ سے پوری کر رہی تھی۔ اور میں اس سے۔ پھر ان جذباتی حماقتوں کو ذہن میں جگہ کیوں دی جائے۔ میں واپس پلٹ گیا۔ شاید اس نے میری سرد مہری محسوس کر لی تھی۔ بہرحال میں اس کی آسامی تھا اس لیے مجھے خوش رکھنا بھی ضروری تھا۔ باقی بہت سا وقت اس نے مجھے خوش کرنے میں گزارا۔ ہم نے ہوٹل ہی سے کھانا منگا کر کھایا اور کھانے کے بعد میگاں نے مجھ سے چرس طلب کی!

میں نے تھوڑی سی اداکاری کرتے ہوئے اپنے تھیلے کی تلاشی لی اور پھر تعجب سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ میں نے اسے بتایا کہ چرس وغیرہ غائب ہے۔ اس نے خود بھی تھیلے کو اس طرح ٹٹولا جیسے سوئی تلاش کر رہی ہو۔ اور پھر جب چرس نہ ملی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔!

"چلو نواز ڈارلنگ۔ باہر تلاش کریں۔"

"او کے۔ چلو۔!" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ سورج ڈھل رہا تھا' موسم خوشگوار تھا۔ میگاں کی عقابی نگاہیں اپنے مطلب کی جگہ تلاش کر رہی تھیں۔ اور پھر اچانک وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر ایک طرف لپکی۔ ایک ہپی جوڑا جا رہا تھا۔ میں رک کر میگاں کو دیکھنے لگا۔ وہ ہپی جوڑے کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے ان دونوں سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر کئی منٹ تک گفتگو کرتی رہی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان ہپیوں نے ایک میلا سا کاغذ نکال کر میگاں کو دیا اور میگاں پھر ان سے ہاتھ ملا کر میری طرف آ گئی۔! اس نے کاغذ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے۔؟" میں نے کاغذ پر الٹی سیدھی لکیریں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ان لکیروں کے

سروں پر کچھ نام بھی لکھے ہوئے تھے۔

"یہاں چار اڈے ہیں جن میں سے دو شہر کے اندر ہیں اور دو باہر۔ اندر کے اڈے بہت مہنگے ہیں۔ اور شہر سے باہر کے ایک اڈے کی برانچیں ہیں۔ البتہ شہر سے باہر کے دونوں اڈے بہت سستے اور اچھے ہیں۔"

"چلو۔ پہلے شہر کے اندر کے اڈے دیکھ لیتے ہیں۔ مگر یہ کاغذ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ ہم یہ نقشے خوب سمجھ لیتے ہیں۔ آؤ میں راستہ بتاؤں گی۔" میگاں نے کہا اور پھر پرچے کو غور سے دیکھنے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔ تب میگاں ایک طرف چل پڑی۔ ہم دونوں پیدل چل رہے تھے۔ ہمارے قرب و جوار میں بہت سے لوگ چل پھر رہے تھے۔ نئے افغانستان کے نئے لوگ' پتلون' بشرٹ' اسکرٹ' عورتیں مردوں سے کہیں زیادہ جدید اور فیشن ایبل تھیں۔ زیادہ تر اسکرٹ اور منی اسکرٹ تھے۔ اور پھر حسن مشرق' روایتی جسم۔ میگاں اور دوسری لڑکیاں ان کے سامنے سوکھی ہوئی ہڈیاں لگ رہی تھیں۔ ہم چلتے رہے۔ میں بازاروں کی رونق دیکھ رہا تھا۔!

نہ جانے اس نقشے کی زبان کیا تھی۔ میگاں ایک عمارت کے دروازے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ لکڑی کے عظیم الشان دروازے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی نمودار ہوئی اور کسی نے جھانکا۔ پھر دروازہ کھل گیا اور ہم دونوں کے داخل ہوتے ہی بند ہو گیا۔ ایک لمبی راہداری تھی جو شفاف پڑی تھی۔ راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوتا تھا۔ یہ دروازہ اندر سے بند نہ تھا۔

اندر قدم رکھتے ہی آنکھیں کھل گئیں بہت وسیع ہال تھا۔ جس میں زیادہ روشنی نہیں تھی۔ نیم تاریکی کی سی کیفیت تھی۔ چاروں طرف ہپی نوجوان اور لڑکیاں دیواروں سے ٹیک لگائے پڑے تھے' چرس' کوکین' افیون کی گولیاں' انجکشن چاروں طرف سپلائی ہو رہے تھے۔ دیواروں میں گندی ہوا باہر پھینکنے والے پنکھے لگے ہوئے تھے۔ میگاں ہال کے وسط میں کھڑی ہو کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ میری فطرت جاگ اٹھی تھی جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا' اب میں اسے کرنے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں نے ایک اٹنڈنٹ کو بلا کر اس کے ہاتھ میں افغان کرنسی کا ایک نوٹ تھمایا اور اسے کچھ آرڈر دیئے۔ اٹنڈنٹ چلا گیا۔ پھر وہ ایک ٹرے میں ہمارا مطلوبہ سامان لے کر آ گیا۔ ٹرے میں بقایا رقم رکھی ہوئی تھی جو اچھی خاصی تھی۔ میں نے اسے بخشش کر دی اور پھر اس کا کوٹ پکڑتے ہوئے بولا۔

"اس اڈے کا مالک کون ہے؟" میں نے ٹوٹی پھوٹی انگلش استعمال کی تھی۔

"ہربنس سنگھ۔ سیٹھ ہربنس سنگھ۔" اس نے جواب دیا۔

"یہاں اس سے اچھی جگہ اور کوئی ہے۔؟"

"دریا کے دوسری سمیت کوہ بابا کے دامن میں ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے۔ پورے افغانستان میں اس سے بڑا اور کوئی ساقی خانہ نہیں ہے۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ کیا ہم وہاں جا سکتے ہیں۔؟"

"میں پہنچا دوں گا۔ کل شام پانچ بجے میرے پاس آ جانا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے اسے ایک اور نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کل تم کہاں ملو گے؟"

"اسی عمارت کے سامنے۔ کل پانچ بجے میری چھٹی ہو جائے گی۔"

"میں پہنچ جاؤں گا! میرا انتظار کرنا۔"

"ضرور صاب۔ وہاں ٹھہرنے کا بھی انتظام ہے۔ باقاعدہ انتظام" اٹنڈنٹ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اٹنڈنٹ چلا گیا۔ میگاں ہماری طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ پھرتی سے چرس کے سگریٹ بھر رہی تھی۔ اس نے دو سگریٹ تیار کئے۔ پھر ایک میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کا سگریٹ سلگایا اور پھر احتیاط سے Pyridin کی ننھی سی سرخ گولی اپنی خفیہ جیب سے نکال کر زبان کے نیچے رکھ لی۔ پھر میں نے اپنا سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لیتے ہوئے ہال کا جائزہ لینے لگا۔

ماحول وہی تھا۔ لیکن کافی سلیقہ تھا۔ بڑی باقاعدگی سے کام ہو رہا تھا۔ بہت سے ملازم ہال میں گردش کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹرے تھیں جن میں سرنج۔ پیالیاں اور نہ جانے کیا کیا رکھا ہوا تھا۔ ایک بہت بڑا کاؤنٹر لگا ہوا تھا۔ جن کے پیچھے ایک پگڑی بردار سردار جی بیٹھے تھے۔ ان کی عقابی نگاہیں ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔

میرا پہلا سگریٹ ختم نہیں ہوا تھا۔ میگاں دوسرا سگریٹ تیار کر رہی تھی۔ پھر اس نے سگریٹ کے کش لیتے ہوئے کہا۔ "ڈارلنگ!" اور میرے بازو پر گال رکھ دیا۔

"ہوں!" میں نے چونک کر کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو۔ میں انجکشن لے لوں۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ اور وہ خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میرے گالوں اور آنکھوں کے کئی بوسے لینے کے بعد اس نے اٹنڈنٹ کو اشارہ کیا اور اپنا بازو کھول کر اس کے سامنے کر دیا۔ اٹنڈنٹ نے ایک شخص کو اشارہ کیا اور وہ ٹرے لے کر میگاں کے پاس پہنچ گیا۔ میگاں نے انجکشن لیا۔ میں نے بل ادا کیا اور اس کے بعد ہم کافی دیر تک وہاں رکے رہے۔ میگاں اب بے خود ہو گئی تھی۔ اس کے حواس قائم نہیں تھے۔ تب میں نے اس کا بازو پکڑا۔ اور ساقی خانے سے نکل آیا۔ تھوڑے فاصلے پر گزرتے ہوئے تانگے کو روکا اور اس میں میگاں کو لے کر چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم شاہ پر میں داخل ہو رہے تھے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے میگاں کو چارپائی پر دھکیل دیا اور اوندھی سیدھی گر پڑی۔ نہ جانے کیوں اس وقت سے میگاں سے کچھ کوفت ہو رہی تھی، جب میں نے اس کی آنکھوں میں اجنبیت دیکھی تھی۔ اس وقت بھی اسے جگا کر کھانا کھلانے کو دل نہیں چاہا۔ جہنم میں جائے۔ میں نے باہر نکل کر کھانا طلب کیا۔ میگاں سوتی رہی۔ میں نے کھانا کھایا اور پھر حسب معمول گدے پر لیٹ گیا۔ کئی بار دل چاہا کہ میگاں کے پاس پہنچ جاؤں۔ اسے ہوشیار کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں کی اجنبیت یاد آ جاتی اور اسی الجھن میں نیند آ گئی۔!

بڑی گہری نیند تھی۔ صبح کو دیر سے آنکھ کھلی۔ سب سے پہلے کمرے کے کھلے ہوئے

دروازے پر نگاہ پڑی، اور میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ میگاں ہوش میں آ گئی تھی۔ یقیناً وہ بھوکی ہو گی اور کھانے کی تلاش میں نکل گئی ہو گی۔ طبیعت پر کچھ بے چینی سوار تھی۔ باتھ روم میں چلا گیا۔ لباس اتارا اور خوب بدن مل مل کر نہایا۔ نہانے سے ایسا لگا جیسے طبیعت سے تمام کسل اتر گئی ہو۔ پھر باہر نکل آیا۔ میگاں واپس نہیں آئی تھی۔ میں خود بھی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر میگاں کو تلاش کیا۔ لیکن وہ وہاں بھی موجود نہ تھی۔!

کہاں چلی گئی؟ میں نے سوچا اور کمرے میں واپس آ گیا۔ چارپائی پر کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ لیکن میگاں نہ آئی۔ تب میں نے ایک اور انداز میں سوچا ممکن ہے میگاں مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہو۔ ظاہر ہے وہ میری کون تھی۔ اور اب اسے معلوم تھا کہ میرے پاس چرس بھی نہیں ہے۔ ہاں میں اسے خرید ضرور سکتا ہوں۔ لیکن۔ دفعتاً ایک اور خیال میرے ذہن میں ابھرا۔ میں نے چونک کر اپنے تھیلے کی طرف دیکھا۔ تھیلا موجود تھا۔ میں جلدی سے اٹھ گیا۔ جس جگہ سویا تھا، وہاں پرس بھی نیچے رکھ دیا تھا۔ میں نے گدے کا کونا اٹھایا، پرس تلاش کیا۔ لیکن پرس موجود نہیں تھا۔

"خوب۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میگاں کی آنکھوں کی اجنبیت مجھے یاد آ گئی۔ اس نے کوئی نیا کام نہیں کیا تھا۔ اس کا ساتھی بھی یہی سب کچھ کر چکا تھا۔ لیکن اب کچھ الجھنیں پیش آ گئی تھیں۔ پیسے نہیں تھے ہوٹل کے لوگ صبح ہی صبح ہر گاہک سے پیسے وصول کر لیتے تھے مجھے یقین تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے پر بھی کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا۔ اور اس کے بعد کیا ہو گا۔ جو ہونے والا تھا، وہ میں نہ ہونے دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن جونہی دروازے سے باہر قدم رکھا۔ سامنے ہی ایک قوی الجثہ بیرا نظر آیا، میرے کمرے کی طرف ہی آ رہا تھا۔

"سنو۔!" میں نے اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی اسے پکارا اور پھر اسے ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ "جلدی سے آؤ۔ اور بل بھی ساتھ لیتے آنا۔" میرے آخری الفاظ سن کر اس نے گردن ہلائی۔ یقیناً وہ بل وصول کرنے آ رہا تھا لیکن اس نے سوچا ناشتے کے بعد ہی سہی مجھے فراد ہونے کے لیے چند منٹ مل گئے تھے چنانچہ جوں ہی وہ نگاہوں سے اوجھل ہوا۔ میں پھرتی سے بائیں سمت مڑ گیا۔ ابھی جب میگاں کو تلاش کرنے گیا تھا تو ادھر میدان صاف پایا تھا۔ اس وقت بھی کوئی نہیں تھا۔ میں برق رفتاری سے نکل آیا۔ اور پھر سڑک پر تھوڑی دور تک دوڑنا پڑا تھا۔!

زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ ابھی بازار ٹھیک سے کھلے بھی نہ ہوں گے چنانچہ میں پیدل چلتا رہا۔ ایک طویل فاصلے طے کر کے میں جدید کابل میں نکل آیا۔ جدید کابل واقعی جدید تھا۔ افغانستان نے اپنی جغرافیائی حیثیت کی آڑ میں پوری دنیا سے بے پناہ امداد حاصل کی ہے۔ جس کا اظہار شہر کابل کی حسین عمارتوں اور اعلیٰ سڑکوں سے ہوتا ہے۔ ان سڑکوں پر قیمتی کاریں دوڑتی ہیں بلند و بالا عمارتوں میں غیر ملکی کمپنیوں کے بڑے بڑے دفاتر ہیں۔ ہر قسم کی ترقی ہو رہی ہے اور جدید افغانستان جدید سے جدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ لوگوں کا معیار زندگی بڑھ گیا ہے۔ ہاں بھوری پہاڑیوں کے اس طرف آباد افغانستان آج بھی صدیوں پرانی یادیں تازہ کرتا ہے۔ ہندو کش کا عظیم سلسلہ جس سے بے شمار

روایات وابستہ ہیں جس کی بلند و بالا برف پوش چوٹیاں قدرتی صناعی کا بے مثال نمونہ ہیں' سکندر کا آباد کیا ہوا شہر جس کے کھنڈرات آج بھی سیاحوں کی جنت ہیں۔ اس شہر کی تاریخی حیثیت ذہنی پردوں پر ٹھوکریں مارتی ہے۔ قرب و جوار کے باشندے آج بھی قدیم روایات کو سینے سے لپٹائے وقت کا منہ چڑا رہے ہیں۔ وقت کی گرم ہواؤں نے انہیں متاثر نہیں کیا ہے۔

سورج اچھی طرح چڑھ گیا تو میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ "افغان اسٹریٹ" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے لمبی کار آگے بڑھا دی۔ زیادہ فاصلہ طے نہیں کرنا پڑا۔ اور ڈرائیور نے کار کی رفتار سست کر کے میری طرف دیکھا۔

"چلتے رہو۔! ایک دوکان تلاش کرنی ہے۔" میں نے اردو میں کہا۔ تو اس نے چونک کر میری شکل دیکھی۔ یہاں اردو اچھی طرح بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ خاص طور سے ایسے لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں جن کا واسطہ باہر سے آنے والوں سے پڑتا رہتا ہے۔ بلکہ سکھوں کی بہتات نے انہیں پنجابی بھی سکھا دی ہے۔ میں سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے بورڈ اور نیون سائن پڑھتا جا رہا تھا۔ ذہن میں تھوڑی الجھن بھی تھی۔ اگر آئرن سٹور بند ملا۔ تو ڈرائیور کو پیسے کہاں سے ادا کروں گا۔ لیکن بیشتر دوکانیں کھل گئی تھیں۔ پھر ایک بڑے سے بورڈ پر آئرن اسٹور کے الفاظ نظر آئے! اور میں نے سکون کی ایک سانس لی۔!

آئرن اسٹور بہت بڑا اسٹور تھا۔ دس بارہ سیلزمین کام کرتے تھے' یہاں موٹروں کے پرزے فروخت ہوتے تھے۔ میں ٹیکسی سے اتر کر اندر داخل ہو گیا ایک سیلزمین میری طرف بڑھا تھا۔

"زیار خان سے ملنا ہے۔!"

"صاحب ابھی نہیں آیا۔" سیلزمین نے جواب دیا۔

"سنو۔ میں ان کا مہمان ہوں۔ ٹیکسی کا بل ادا کر دو۔ میں انتظار کروں گا۔!" میں نے کہا اور سیلزمین گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ بہرحال پھر وہ جا کر ٹیکسی کا بل ادا کر آیا۔ لیکن اس کا انداز ایسا تھا کہ اگر میں ہلنے کی کوشش بھی کروں تو وہ لپک کر مجھے پکڑ لے۔ مجھے سخت ذہنی کوفت ہو رہی تھی لیکن یہ کوفت طویل نہ رہی۔ ایک سرخ رنگ کی لمبی کار اسٹور کے سامنے آ کر رکی اور اس سے لمبے قد کا ایک خطرناک شکل آدمی سوٹ پہنے اتر آیا۔

سیلزمین مستعد ہو گئے تھے' جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ زیار خان ہے۔ چنانچہ میں کھڑا ہو گیا۔ زیار خان دوکان میں داخل ہو کر اپنے کیبن کی طرف بڑھ گیا جسے ایک پارٹیشن کے ذریعے دوکان سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس نے کیبن کی طرف بڑھتے ہوئے سرسری نگاہ مجھ پر بھی ڈالی تھی۔ ظاہر ہے وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا۔! بہرحال اس کے کیبن میں داخل ہونے کے بعد سیلزمین نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔

"وہ میں اسی کو بتاؤں گا! تم کہہ دو کہ پشاور سے مہمان آیا ہے" میں نے کہا اور سیلزمین اندر چلا گیا۔ چند لمحات کے بعد اس نے واپس آ کر مجھ سے اندر چلنے کے لیے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ زیار خان دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں لاپرواہی سے اس کے سامنے پڑی ہوئی کرسی

گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے سیلزمین سے واپس چلے جانے کے لیے کہا تھا۔

"میرا نام اصغر نواز ہے۔ کیا غلام سیٹھ نے تمہیں میرے بارے میں اطلاع نہیں دی۔؟"

"اوہ۔ ہاں۔ اطلاع مل گئی ہے۔ میں پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔" زیار خان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اس نے کرسی سے کھڑے ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا۔

"میرا حلیہ وغیرہ بھیج دیا گیا ہو گا۔"

"ہاں۔ مل گیا ہے۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے کام شروع کر دیا۔؟"

"ہاں۔ کام شروع ہو چکا ہے۔ آپ سے چند باتیں معلوم کرنا ہیں۔" میں نے کہا۔

"ضرور فرمائیے؟" زیار خان نے کہا۔

"کیا آپ کو ان اڈوں کے بارے میں معلومات نہیں ہے۔"

"کسی حد تک ہے۔ لیکن مقامی باشندے ان کے بارے میں زیادہ چھان بین نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ بھی اردگرد کے ماحول سے باخبر رہتے ہیں۔ باہر سے جو لوگ آتے ہیں وہ اس حد تک آلہ کار نہیں بن سکتے کہ وہاں سے معلومات فراہم کر کے ہمیں دیں۔ اس کے علاوہ ہمارا کاروبار زیادہ پرانا نہیں ہے۔ تاہم ہم نے ابتداء اعلیٰ پیمانے سے کی ہے۔ ابھی بہت سے شہروں میں جہاں جہاں سے ان آوارہ گردوں کا گزر ہے' ہمارے آدمی بھی موجود نہیں ہیں۔ ہم اس پٹی پر اپنا جال بچھانا چاہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ کام ہو رہا ہے۔ لیکن بہت جلد آپ دیکھیں گے کہ شاہراہ حشیش پر ہمارا مکمل قبضہ ہو گا اور دوسرے لوگ صرف ہمارے نمائندے بن کر کام کر سکیں گے۔"

"بہت خوب۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کام مجھ جیسے ناتواں انسان سے پورا نہ ہو سکے گا۔ اس میں تو زیادہ لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"آپ تنہا نہیں ہیں مسٹر نواز۔ بے شمار لوگ کام کر رہے ہیں اور بہت سے کام کر رہے ہیں۔ یہ سروے تو ایک معمولی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت اس وقت ہو گی جب ہمارے اسٹور کام شروع کر دیں گے۔"

"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "یہاں چار اڈے کام کر رہے ہیں۔ جن میں دو شہر میں اور دو شہر کے باہر۔ ان میں تین اڈے ہربنس سنگھ کے ہیں۔"

"جی ہاں۔ باقی شہر سے ہٹ کر ایک اڈہ فوجی خان کا ہے۔ لیکن وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ چند مقامی غنڈے مل کر کام کر رہے ہیں۔ ان کے پاس زیادہ مال بھی نہیں ہوتا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم فوجی خان کو اٹھا کر ہربنس کا کاروبار فیل کریں گے۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ ہربنس سنگھ مال کہاں سے لیتا ہے۔ ویسے اس کے کاروبار کی اصل جگہ گرشک کے قریب لشکری بازار اور قلعہ بست کے کھنڈرات ہیں۔ ان کھنڈرات کے قریب زیادہ آبادی نہیں ہے۔ اس لیے اونٹوں پر مال آتا ہے اور وہیں سے افغانستان کے مختلف حصوں میں پھیل جاتا ہے۔ ہربنس کا کاروبار غزنی' قندھار اور ہرات میں پھیلا ہوا ہے۔ ان تمام جگہوں پر اس کے اڈے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا آج شام کو میں

اس کے ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔"

"اوہ۔ کیا کوئی بندوبست ہو گیا ہے۔؟" زیار خان نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔!"

"بہت اچھی بات ہے۔ ویسے اگر ضرورت پڑے تو اس کے ہاں ہمارا ایک آدمی گلزار خان موجود ہے۔ مارفیا سیکشن کا انچارج ہے۔ ضرورت پڑنے پر میرے حوالے سے اس سے مدد لے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے وہ نام نوٹ کر لیا۔

"رقم کی ضرورت ہو گی۔ سیلز مین نے بتایا ہے کہ ٹیکسی کابل اسے ادا کرنا پڑا تھا۔" زیار خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ پرس اڑا لیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ جیبیں بھر کر جایئے تاکہ پذیرائی ہو۔!" اس نے کہا اور پھر گھنٹی بجا کر کسی کو بلایا۔ ایک لمبے قد کا دبلا پتلا افغانی اندر داخل ہوا اور زیار خان نے اس سے ایک بڑی رقم لانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ بڑی رقم میری جیب میں منتقل ہو گئی تھی۔

"اور کوئی خدمت؟" زیار خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بس اجازت۔!" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ زیار خان نے مصافحہ کیا اور میں آئرن اسٹور سے باہر نکل آیا۔ تھوڑے فاصلے پر ٹیکسی مل گئی اور میں اس میں بیٹھ گیا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے شاہ پر ہوٹل چلنے کے لیے کہا اور اس نے منہ بنا کر ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔ نئی ٹیکسیوں والے پرانے کابل کی طرف جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس طرف کی سڑکیں ناہموار تھیں۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں شاہ پر کے سامنے اتر گیا۔ میں نے ایک اچھا خاصا نوٹ دے کر ڈرائیور کی پیشانی کے بل نکال دیئے اور وہ مجھے سلام کر کے چلا گیا۔ شاہ پر کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا۔ اتفاق سے وہی بیرا نظر آیا تھا جس سے ناشتہ منگوایا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اچھل پڑا۔ اور اس طرح میری طرف لپکا جیسے آتے ہی گردن دبوچ لے گا! لیکن میں نے فوراً" پرس نکال لیا تھا۔ اور پھر میں کاؤنٹر پہنچ گیا۔ بیرے کے قدم بھی سست پڑ گئے۔ میں نے کلرک سے بل کی رقم پوچھی اور اسے ایک نوٹ ادا کر دیا۔

بیرے کے چہرے پر شرمندگی کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ "کھانا لے کر آ جاؤ۔!" میں نے اس سے کہا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"سنئے جناب۔!" اچانک کلرک نے لجاجت سے مجھے مخاطب کیا۔ اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "ایک غلطی ہو گئی ہے۔ دراصل یہاں بہت خراب لوگ بھی آتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا کون شریف ہے اور کون بدمعاش، آپ اچانک چلے گئے تھے۔ اس لیے۔ اس لیے ہمیں غلط فہمی ہو گئی۔ آپ کا تھیلا ہمارے پاس محفوظ ہے۔"

"ہوں۔!" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "تھیلا اور کھانا بھیج دو اور یہ کل کے لیے رکھو۔!"

میں نے ایک اور نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر پٹخ دیا۔ اور پھر میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ بیرا چابی لیے ہوئے میرے پیچھے دوڑا ہوا آ رہا تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک اور شخص میرا تھیلا لئے ہوئے تھا میں نے دونوں میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ گرد آلود جوتے اتار کر باتھ روم میں گیا۔ پیر دھوئے۔ جس سے کافی سکون ملا۔ اور پھر میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔!

چند منٹ کے بعد بیرا کھانے کی ٹرے سجائے ہوئے اندر آ گیا۔ اس میں بھنے ہوئے مرغ پنیر لگے سلائس اور دہی کے دو پیالے رکھے تھے۔ خوب بھوک لگ رہی تھی، اس لئے ڈٹ کر کھایا۔ بیرا برتن لے گیا تو میں لباس اتار کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ میگاں کا خیال ذہن میں آیا۔ لیکن کوئی کوفت نہ ہوئی ان لوگوں سے پہلے ہی آگاہ ہو چکا تھا، اب اور احتیاط رکھوں گا۔ بہرحال غلام سیٹھ کا معاملہ کسی حد تک سلجھ گیا تھا۔ بہرحال جس حد تک بھی وہ مجھ سے چاہتا تھا اس کے لیے خاصی محنت کی ضرورت تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ کافی دن تک افغانستان میں قیام کرنا ہو گا۔ میں دل سے ان لوگوں کے لیے کام کرنے پر آمادہ تھا کیونکہ زندگی کو بہت بڑا سہارا مل گیا تھا۔ اس آوارہ گردی کے بارے میں، میں نے بھی سوچا تھا، لیکن اس وقت کے اور اب کے انداز میں کافی فرق تھا۔ اب مجھے ہر سہولت مہیا تھی۔ میگاں سے پیچھا چھوٹ گیا تھا اس لیے افغانستان دیکھنے کے مواقع بھی فراہم ہو گئے تھے۔ لیکن بہرحال کسی حسین ساتھی کی ضرورت تو قدم قدم پر پیش آتی ہے۔ اور اس کی کمی نہیں تھی۔ کسی بھی لڑکی کو کچھ لے دے کر ساتھی بنا لو۔ بہرحال میں نے ان پر رحم کھانے سے توبہ کر لی تھی۔ بس خرچ کرو، عیش کرو۔ اس سے آگے کچھ نہیں۔! کافی دیر تک میں آئندہ اقدامات پر غور کرتا رہا۔ پھر سو گیا۔

چار بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھویا، بال وغیرہ سنوارنا چھوڑ دیا تھا اس سے شخصیت ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن اندازہ ضرور لگا سکتا تھا۔ اتفاق سے جن لوگوں سے ٹکراؤ ہوا تھا وہ سب کے سب بھیک منگے تھے۔ بہت سے ایسے بھی نظر آئے تھے جو اچھے لباس میں ہوتے تھے۔ اور خوب خرچ کرتے تھے۔ گویا اس انداز میں بھی ان کے لیے اجنبی نہ ہوں گا! پھر فقیروں کی طرح مارے مارے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن آج کے بعد سہی۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد بیرے سے وقت پوچھا اور باہر نکل آیا۔ اس طرف ٹیکسی کا وجود نہیں تھا۔ تانگے البتہ نظر آ جاتے تھے۔ ایک تانگے میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مطلوبہ جگہ موجود تھا۔! ٹھیک پانچ بجے اٹنڈنٹ مجھے نظر آیا۔ اس کی نگاہیں بھی شاید مجھے ہی تلاش کر رہی تھیں۔ چنانچہ مجھے دیکھتے ہی وہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور بولا۔

"وہاں جانے کے لیے کارڈ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرح سے یہ ضمانتی کارڈ ہوتا ہے۔ میں نے تمہارا کارڈ بنوا لیا تھا۔ اس پر سو افغانی خرچ ہوئے۔ اگر تم نہ آتے تو میں مارا جاتا۔ غریب آدمی ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اسے تھما دیا اور اس نے سفید رنگ کا ایک کارڈ میرے حوالے کر دیا۔ پھر بولا۔ "آؤ۔ میں تمہیں وہاں پہنچا دوں۔ لیکن، تمہارا سامان کہاں ہے؟"

"میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اپنا تھیلا میں نے شاہ پر میں ہی چھوڑ دیا تھا' کیونکہ اس میں کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھی۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ مسجد والے پل سے دریائے کابل کو عبور کر کے ہم بلندی کی طرف چل پڑے۔ مغرب کی طرف کوہ بابا کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں۔ سبزبازار سے ٹیکسی لی اور کوہ بابا چل پڑے۔ یہاں سیاحوں کے لیے ایک سڑک بنادی گئی ہے۔ انتہائی شفاف اور سیدھی سڑک جو روسیوں نے تعمیر کی ہے۔ یہ سڑک سیدھی کوہ بابالے جاتی ہے۔ دور سے یہ چوٹیاں بالکل نزدیک نظر آتی ہیں۔ لیکن فاصلہ کافی ہے۔ ٹیکسی نے ہمیں القمر چھوڑ دیا۔ پہاڑیوں کے دامن میں گھرا ہوا سفید رنگ کا یہ ہوٹل دور سے بہت خوبصورت نظر آتا ہے۔ سیاح قرب و جوار میں گھومنے کے بعد یہیں قیام کرتے ہیں۔ یا پھر "ضرورت مند" ایک طویل ناہموار فاصلہ طے کر کے ان پہاڑوں میں جا نکلتے ہیں جہاں منشیات کی جنت ہے۔! یہ عظیم الشان غار ہر قسم کے مجرمانہ مقاصد کیلئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ یقیناً حکومت افغانستان ان سے ناواقف نہ ہوگی۔ لیکن ایک معقول رقم کے عوض اگر کوئی ان غاروں میں اپنا کاروبار شروع کر دے تو حکومت کو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے!

میرا گائیڈ مجھے لئے ہوئے ناہموار راستوں پر چلتا رہا۔ ہم بے خبر چلے جا رہے تھے کہ ایک چٹان کے عقب سے دو ہٹے کٹے افغانی ڈھیلی ڈھالی پگڑیاں باندھے نکل آئے۔ ان کے تنومند جسموں کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا پستول لٹکے ہوئے تھے اور کارتوس کی پٹی نمایاں تھی۔!

"کارڈ دکھادو صاب۔!" میرے گائڈ نے کہا۔ اور میں نے کارڈ نکال کر ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ انہوں نے کارڈ دیکھ کر گردن ہلائی اور میرے ساتھی نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے پرس سے کچھ نوٹ نکال کر اوپری جیب میں رکھ لیے تھے۔ ان میں سے دس افغانی نکالکر میں نے گائڈ کو دیئے اور وہ سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"آؤ۔!" ان دونوں میں سے ایک نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے اشارہ کر دیا تھا۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ عجیب پراسرار ماحول تھا۔ غار کے دوسری طرف ایک نیم تاریک ہال تھا۔ جس میں صرف ایک کاؤنٹر لگا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ آنے والے نے کارڈ ان میں سے ایک کو دے دیا جسے لاپرواہی سے جمع کر لیا گیا۔ اور مجھے ایک اور دروازے سے دوسری طرف جانے کا اشارہ کیا گیا۔ میں اس طرف چل پڑا۔

غار کے دوسری طرف قدم رکھتے ہی ایک ٹھنڈک کا احساس ہوا یوں بھی ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی اسٹینڈرڈ کے ہوٹل میں آ گیا ہوں اس عظیم الشان غار کو ایرکولر لگا کر ٹھنڈا کیا گیا تھا۔ اس سے یہاں کی گھٹن ختم ہو گئی تھی۔ اور خاصی خنکی محسوس ہوتی تھی۔ پورے ہال میں بدمست آوارہ گرد پڑے ہوئے تھے۔ ان میں لڑکیاں تھیں اور مرد بھی۔ سب ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ دم لگ رہے تھے۔ غم مٹ رہے تھے' لمبی لمبی نلکیاں' جن میں افیون پی جاتی تھی۔ میں نے لباس میں نشہ ختم کرنے والی گولی تلاش کی۔ یہ ضروری تھیں اور خاصی مقدار میں مجھے فراہم کر دی گئی تھیں

کیونکہ بہرحال مجھے ہر قسم کا نشہ کرنا تھا۔ اس کے بغیر میرا حلیہ بے معنی ہو جاتا تھا۔!

ہال میں چلتے ہوئے میں نے اپنے قدموں کے نیچے نرم قالین محسوس کیا۔ اپنی طرف سے ان لوگوں نے ہر آسائش کا بندوبست کر رکھا تھا یہ دوسری بات ہے کہ یہاں آنے والے وحشی اور جانور تھے۔ انہیں نشہ آور اشیاء کے علاوہ کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ ایک کونے سے انگریزی موسیقی کی دھنیں نشر ہو رہی تھیں۔ مجموعی حیثیت سے دلچسپ ماحول تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اور پھر ایک کونے میں جا بیٹھا۔ فوراً" ایک سفید لباس والا افغانی لڑکا میرے پاس پہنچ گیا۔

"یس پلیز۔!" اس نے شستہ انداز میں کہا۔ میں نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر آرڈر دے دیا۔ وہ چلا گیا۔! چند منٹ کے بعد وہ ایک پلیٹ میں افیون کی گولیاں' پائپ' دیا سلائی اور ایک شیشی میں آتش گیر سیال لے آیا۔ اس کے ساتھ ہی پلیٹ میں بل بھی رکھا ہوا تھا۔ میں نے بل دیکھا اور ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

"باقی تم رکھو۔!" میں نے بھاری آواز میں کہا اور وہ ادب سے گردن جھکا کر چلا گیا۔ میں نے افیون کی گولی پائپ میں رکھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سرخ گولی زبان کے نیچے رکھ لی تھی۔ پھر میں نے ایک تیلی سے آتش گیر سیال گولی پر لگایا اور ماچس کی تیلی کھینچ کر اس میں آگ لگا دی۔ گولی سلگ اٹھی اور میں نے پائپ دانتوں میں دبالیا۔!

ننھی سی چنگاری بلند ہوئی اور میرا منہ کڑوا ہو گیا۔ مجھے ابکائی آنے لگی۔ شکر ہے نیم تاریک ماحول تھا ورنہ میری بگڑی ہوئی شکل بہت سے دیکھتے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔ تھوکنے کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ بڑا سخت وقت آ پڑا تھا۔ دماغ کی خرابی پر خود کو کوستا رہا۔ چرس سے بھی کام چل سکتا تھا خوامخواہ یہ مصیبت گلے لگالی۔ بہرحال برداشت کرنا تھا۔ دماغ گھوم کر رہ گیا تھا کڑواہٹ تھی کہ الامان الحفیظ۔ حلق کے راستے پیٹ تک کڑوا ہو گیا تھا۔

دھواں خارج کر کے چاروں طرف دیکھا۔ حسب توقع کوئی میری طرف متوجہ نہیں تھا' بہرحال دوسرے کش کی ہمت نہ ہوئی۔ گولی سلگتی رہی اور پھر راکھ ہو گئی۔ آدھے گھنٹے تک آٹھ گولیاں راکھ کر دیں۔ پلیٹ میں ابھی چند گولیاں اور باقی تھیں۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ انہیں بھی راکھ کر کے دم لیا جاتا۔!

ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگا کر میں نیم تاریک ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ اور چند منٹ کے بعد میں نے ایک خاص بات محسوس کی۔ یہاں جتنے بھی آوارہ گرد تھے ان میں ایک بھی بوسیدہ لباس والا نہیں تھا۔ شکلیں اور چہرے تو سب کے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں لیکن یہ کم از کم ان فقیروں میں سے نہیں تھے' جو صرف بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہاں کے اخراجات ہوں۔ ایسے ایسے لوگوں کو یہ اجازت ہی نہ دیتے ہوں گے۔ اسی لیے شاید کارڈ سسٹم رکھا گیا ہے۔ تاکہ ان کے ایجنٹ غلط لوگوں کو اس طرف نہ آنے دیں۔

لیکن میرے بارے میں یہ اندازہ کیسے لگا لیا گیا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔! اور اس

سلسلے میں صرف ایک ہی بات سوچی جاسکتی ہے۔ میرے گائیڈ نے میری حیثیت کے بارے میں اندازہ لگالیا تھا۔! ورنہ وہ مجھے یہاں تک نہ آنے دیتا۔!

رات ہو چکی تھی۔ سونے والے جاگ رہے تھے۔ ہال کی روشنیاں تیز ہوتی گئیں۔ تاریکی چھٹ گئی تھی۔ یہ بھی دلچسپ بات تھی۔ یہاں دن کو اندھیرا ہوتا تھا اور رات کو روشنی۔ چرس‘ افیون اور دوسری منشیات کی خوشبو ہال میں چکرا رہی تھیں‘ ایلوس پریسلے کا ایک ریکارڈ بج رہا تھا۔ پژمردہ چہرے روشن ہوتے جا رہے تھے۔ میں بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔! ہال میں کچھ اور ہپی داخل ہوئے تھے۔ ریکارڈ ختم ہوگیا۔ اور اس کے بعد۔ اچانک ایک مقامی دھن بجنے لگی۔! اس کے ساتھ ہی پورے ہال میں تیز روشنیاں جگمگا اٹھیں۔ یہ روشنیاں دیواروں سے پھوٹی تھیں اور پھر ایک افغانی رقاصہ روایتی لباس میں ملبوس ایک سوراخ سے نکل آئی۔! اس نے رقص شروع کر دیا۔ اور تمام ہپی دلچسپی سے اس کے رقص کو دیکھنے لگے! میں نے ایک گہری سانس لی اور خود بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ رقاصہ کافی تیز رقص کر رہی تھی۔ اور پھر رقص کرتی ہوئی وہ میرے سامنے آگئی۔ میں نے اس کے حسین چہرے کو دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ بلاشبہ وہ انتہائی موزوں نقش و نگار کی مالک تھی۔ رقاصہ میرے سامنے رک گئی۔ اس نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور۔!

☆ ☆ ☆

پھر اس نے ناک سکوڑ کر مجھے اشارہ کیا اور بل کھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے جوان جسم کو دیکھ رہا تھا اب مجھے جسموں کی خاصی پہچان ہو گئی تھی۔ میں لباس کی تہوں میں چھپے ہوئے ہیروں کو بخوبی پہچان لیتا تھا۔ بلاشبہ وہ حسین ترین جسم کی مالک تھی۔ لیکن وہ اشارہ کیسا تھا۔ کیا صرف گاہکوں کو خوش کرنے کی ایک ادا؟ یا کچھ اور؟

لیکن اس کچھ اور کے چکر میں پھنس کر میں ذہن کو الجھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے صرف اس کے رقص سے دلچسپی لی۔ یہاں کا ماحول بھی میرے لیے اجنبی تھا۔ نہ جانے یہاں کے کیا آداب ہوں۔ چوغوں میں ملبوس طویل القامت اور تنومند افغانی بھی خاصی تعداد میں یہاں موجود تھے۔ اور ان کی موجودگی کچھ معنی ہی رکھتی ہوگی۔ یوں بھی یہاں وہ طوفان بدتمیزی نہیں تھا جو ان آوارہ گردوں کی خاصیت ہے۔

افغانی رقاصہ رقص کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کا رقص ختم ہوگیا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے تالیاں بجائیں اور رقاصہ نے سرخم کردیا۔ اس کی بٹی ہوئی باریک چوٹیاں جھولنے لگیں‘ جنہوں نے اس کے حسن کو کچھ اور جلا بخش دی۔ پھر وہ اسی راستے سے واپس اندر چلی گئی جس سے آئی تھی۔

ہال میں خاموشی پھیل گئی۔ آرکسٹرا بھی خاموش ہوگیا۔ دھیمے دھیمے لہجے میں لوگوں کی گفتگو ابھرنے لگی۔ سروس تیز ہوگئی۔ ٹوٹے ہوئے نشے پورے کیئے جانے لگے۔ انجکشن کیپسول تقسیم ہونے لگے۔ پھر ایک دراز قد ہپی اٹھا اور کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر مینجر کے سامنے جھک گیا۔ اس نے مینجر سے کچھ کہا تھا اور مینجر نے اسے اجازت دے دی تھی۔ ایک لمبا مائیک لاکر رکھ دیا گیا اور ہپی

اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ اس نے ساز بجانے والوں کو ہدایات دیں اور پھر ایک نغمہ چھیڑ دیا۔ صاف اور شستہ انگریزی میں ایک خوبصورت نغمہ۔ اور جوڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ ایک دوسرے سے لپٹ کر رقص کرنے لگے۔ دھیما دھیما رقص۔ میں ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ بہت سے انسان بہت سی کہانیاں خود میری بھی ایک کہانی تھی۔ انوکھی کہانی۔ یہ سب مجھ سے جدا کہاں تھے۔ نہ جانے ان میں کون کیا ہو۔ جانے کس کی کہانی سب سے دلچسپ‘ سب سے پردرد ہو۔ میں ان کی شکلیں دیکھنے لگا۔ ایک دوسرے کے کندھے پر سر رکھے‘ آنکھیں بند کئے‘ رقص و نشے سے سرشار‘ خود کو بھلانے میں کوشاں۔ زندگی ایک سخت امتحان ہے۔ ممتحن نت نئے ہنگامے‘ نت نئے حادثے بکھیر دیتا ہے اور پھر انسان کی جدوجہد دیکھتا ہے۔ کچھ خود کو ان حادثوں میں گم کر دیتے ہیں۔ کچھ ان سے فرار حاصل کر کے اپنے آپ کو مضحکہ خیز بنا لیتے ہیں۔ میں کیا ہوں۔ نواز اصغر سرائے عالمگیر نامی ایک خوبصورت بستی کے ایک سادہ دل کسان کا بیٹا۔ تنومند قوی۔ مجھے کھیتوں میں ہل چلانا چاہیے تھا۔ میرے لیے غلط پلاننگ کی گئی۔ میری سادگی چھین لی گئی۔ میری شخصیت بدل دی گئی اور میں اس بدلی ہوئی شخصیت کو قبول نہ کرسکا۔ میرے راستے غلط ملط ہوگئے اور میں الٹی سیدھی چھلانگیں لگانے لگا۔ اور اب میں اپنے ہی جیسے انسانوں کا آلہ کار تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ میرے ساتھی آخر مجھ سے کونسا کام لینا چاہتے ہیں۔ مجھے نوکری کی ضرورت تھی۔ نوکری نہیں ملی۔ ایک وقت کا کھانا کوئی دینے کو تیار نہ تھا۔ لیکن پھر اپنے مقاصد کے لیے انہوں نے مجھے اپنا لیا۔ میرے اوپر زبردست رقم خرچ کی گئی۔ مجھے ہر سہولت مہیا کی گئی۔ آج مجھے دولت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ جس قدر چاہوں ان سے لے لوں۔ لیکن میں نے ابھی تک کچھ بھی تو نہیں کیا تھا۔ ان کے نمائندے ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ بھی صورت حال سے باخبر ہیں۔ پھر میرا کیا کام ہے؟

مجھے یہ سب عجیب محسوس ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ لوگ صرف میری پرورش کر رہے ہوں۔ آخر یہ بھی کوئی کام تھا۔ ان کا ماضی الضمیر بھی واضح نہیں ہوا تھا۔ مجھے صحیح طور سے کچھ معلوم ہو تو میں کام بھی کروں۔ جب ان کے نمائندے ہی تمام معلومات رکھتے ہیں تو پھر میں کس مرض کی دوا ہوں؟ میں کیا کروں؟ لیکن ان تمام باتوں میں ذہن الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ میری وفاداریاں ان کے ساتھ رہیں گی جس طرح وہ چاہیں گے ان کے لیے کام کرتا رہوں گا اور جب وہ میری ضرورت محسوس نہیں کریں گے تب پھر وقت کے لحاظ سے خود کو بدل لوں گا۔ انہی خیالات میں غلطاں تھا۔ ہپی جوڑے اب دھیمی موسیقی میں رقص کر رہے تھے۔ مائیک کے پیچھے کھڑا ہوا ہپی اپنا گانا ختم کرچکا تھا اور اب خود بھی ایک لڑکی سے لپٹا ہوا رقص کر رہا تھا۔

دفعتاً مجھے اپنے نزدیک کسی کا احساس ہوا۔ اور میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ گہرے سیاہ بالوں میں چاند نکلا ہوا تھا۔ دودھ کی طرح سفید چہرہ‘ دلکش نقش و نگار۔ بغیر پلکیں جھپکائے میں اسے دیکھتا رہا۔ بدلے ہوئے لباس میں‘ میں اسے پہچان نہ سکا تھا۔ لیکن وہ مسکرائی اور اس کی مسکراہٹ سے میں اسے پہچان گیا۔ یہ افغان رقاصہ تھی جو تھوڑی دیر قبل رقص کر رہی تھی۔

”آر یو برٹش؟“ اس نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر جھکتے ہوئے پوچھا۔ اور میری نگاہیں اس

کے کھلے ہوئے گریبان کی طرف اٹھ گئیں۔ سوکھی سڑی ہپی لڑکیوں کے برعکس وہ تروتازگی کا منبع تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں۔ پاکستانی!" میں نے جواب دیا۔ اور وہ حیرت سے چونک پڑی۔ میری صاف اردو نے اسے حیران کردیا تھا۔

"اوہ۔ ہم تمہیں برٹش سمجھا۔ اس نے بھی اردو میں کہا۔ "پٹھان ہے؟"

"نگران لوگوں میں تمہارا کیا کام؟"

"نروان کی تلاش۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ میری بات شاید وہ نہیں سمجھی تھی۔ چند لمحے میری شکل دیکھتی رہی۔

"میں تم کو پسند کیا۔" اس نے اپنا سفید ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"شکریہ۔" میں نے اس کے ملائم ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور وہ مسکرانے لگی۔

"یہ لوگ اچھا نہیں ہے۔ گندا، غلیظ، چھی، تم ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔" اس نے ایک ادا سے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"میں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں سیاح ہوں۔ سفر کرتا ہوں۔ ہمسفر جو بھی ہو۔"

"آج رات کو۔ ہمارا مہمان بنو۔" اس کے قدرتی سرخ ہونٹوں پر دعوت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تمہاری دعوت کو کیسے ٹھکرا سکتا ہوں۔" میں نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ اس کے سانس میرے چہرے سے ٹکرانے لگے۔ میں اس کی قربت سے جلنے لگا۔ آگ کی طرح تپنے لگا۔ وہ کافی خوبصورت تھی۔ بحیثیت عورت، ان تمام عورتوں پر بھاری تھی جو مجھے مل چکی تھیں۔ پیشہ ور ہونے کے باوجود وہ مشرقی نسوانیت کا پیکر تھی۔ "کیا پیو گی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہاں کچھ نہیں۔ اٹھو۔" اس نے میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ وہ پلٹ کر ایک دروازے کی طرف چل دی۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک چوڑی راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک بھاری جسم والا افغانی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے برابر میں ایک اور افغانی اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں طرف دو پستول لٹکے ہوئے تھے۔ رقاصہ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ دونوں افغانی میری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

"ایک ہزار افغانی۔" کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے بھاری اور جذبات سے عاری آواز میں کہا اور میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دو نوٹ نکالے اور کاؤنٹر پر ڈال دیئے۔ اس نے ایک رسید کاٹ کر میری طرف بڑھادی۔ اور اس رسید پر میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ رقاصہ بدستور میری کلائی پکڑے ہوئے تھی۔ اس کے جسم سے بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی جس کے بارے میں میں اندازہ نہ لگا سکا کہ قدرتی تھی یا مصنوعی۔ اس کی چال میں دلکشی تھی۔ راہداری کے دونوں سمت گول دروازے بنے ہوئے تھے۔ عجیب ماحول تھا۔ قدرتی غاروں کو اس شاندار طریقے سے استعمال کیا

گیا تھا کہ عقل حیران تھی۔ میں اس کے ساتھ ایک دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔

اندر بہت سے شمعدان تھے جن میں سے صرف ایک شمعدان میں شمع روشن تھی۔ شمع کی دھندلی روشنی میں، میں کمرے کے ماحول کو ٹھیک سے نہ دیکھ سکا۔ رقاصہ نے داخلی سوراخ کے اوپر لگا ہوا ڈھکن نیچے کھینچ لیا۔ جیسے سب میرین کے ڈھکن ہوتے ہیں۔ گویا دروازہ بند ہوگیا پھر وہ دوسرے شمعدانوں کی طرف بڑھی اور ایک ایک کرکے اس نے تمام شمعیں روشن کردیں۔

"اوہ۔ تم کھڑا کیوں ہے بیٹھو۔" اس نے لوچدار آواز میں کہا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور ایک طرف پڑے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ دروازہ بند ہوگیا تھا لیکن گھٹن کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا۔ کمرہ بہت بڑا نہیں تھا۔ دیواروں کی تراش قدرتی تھی۔ البتہ مناسب جگہوں پر انہیں خوبصورت انداز میں سجادیا گیا تھا۔ نیچے قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں ساگوان کی لکڑی کی الماری رکھی ہوئی تھی۔ ایک صوفہ سیٹ تھا اور چوڑی دو آدمیوں والی مسہری جس کے پائینتی پر ایک خوبصورت رضائی رکھی ہوئی تھی اور سرہانے دو موٹے تکیے رکھے ہوئے تھے۔ مسہری کے برابر لباس ٹانگنے والا اسٹینڈ تھا۔

رقاصہ تمام شمعیں روشن کرکے پلٹی اور میرے نزدیک آگئی۔ اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے میرے جوتے کے بند کھولنے شروع کردیئے۔ اور میں چونک پڑا۔

"ارے نہیں۔ میں خود اتارلوں گا۔ تم یہاں آؤ بیٹھو۔" میں نے کہا۔ اور اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھالیا۔ وہ میرے برابر آبیٹھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں شراب برسا رہی تھیں۔ میں جھکا اور اس نے گردن اونچی کردی۔ بڑی خودسپردگی تھی اس انداز میں۔ بڑی دلکشی تھی۔ میں نے بے چینی سے اپنے ہونٹ اس کے شیریں لبوں پر رکھ دیئے اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی ہر ادا سے مشرقیت جھلکتی تھی۔ میں مشرق و مغرب کا موازنہ کرنے لگا۔ میرے چوڑے اور مضبوط بازوؤں نے اس کے گرد حصار قائم کردیا اور مجھے اس کے ریشمی جسم کی ملائمت کا احساس ہوا۔

بلاشبہ یہ رات زندگی کی سب سے حسین رات تھی۔ اس زندگی کی جو میں نے اب تک گزاری تھی۔ میں رقاصہ کے لب لعلیں سے شراب چراتا رہا۔ اس کے سانس گہرے ہوتے گئے اور پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم مسہری پر تھے۔ وہ اپنے جسم کو میرے سامنے عریاں نہیں رکھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے رضائی اوڑھ لی تھی۔ اس کا سر میرے بازو پر رکھا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے آنکھیں بند کئے ہوئے پوچھا۔

"نواز۔" میں نے کہا۔ "اور تمہارا؟"

"درفشانہ۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوبصورت نام ہے۔ تم یہاں کب سے کام کرتی ہو درفشانہ؟"

"تین سال سے۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا۔

"یہیں رہتی ہو؟"
"نہیں۔ شاہ بابا کے پیچھے گل رخ میں رہتا ہے" اس نے جواب دیا۔
"رات یہاں گذارتی ہو؟"
"ہفتے میں ایک دن چھٹی ہوتا ہے۔
"یہ لوگ تمہیں کیا دیتا ہے؟"
"کمیشن سے کام کرتا ہے۔" وہ ہربات صاف گوئی سے اور بلاجھجک بتارہی تھی۔ میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی۔ اتنی معصوم لڑکی اور یہ پیشہ کرتی ہے۔ نہ جانے کتنے مرد اس کی زندگی میں آئے ہوں گے۔ میں اس سے بہت سے سوالات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جانتا تھا کہ زیادہ کریدنے سے طبیعت مکدر ہوگی' کچھ حاصل نہ ہوگا میری یہ سوچ خالص مشرقی تھی۔ ورنہ یہ سب حماقت کی باتیں تھیں۔ میں نے ایک ہزار افغانی ادا کرکے اسے ایک رات کے لیے خریدا تھا۔ اس رات کی رنگینیوں سے فائدہ اٹھاؤں اور چلا جاؤں۔ باقی باتوں میں کیا رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے گھسیٹ کر خود سے قریب کرلیا۔ تاہم ایک سوال میرے ذہن میں کلبلایا اور میں اسے پوچھنے سے باز نہ رہ سکا۔

"ایک بات بتاؤ گی درفشانہ؟" اور اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ "رقص کرتے کرتے تم میرے پاس رکی تھیں اور بعد میں بھی تم میرے ہی پاس آئیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تم ایک صاف ستھرا آدمی ہے۔ دوسرا لوگ گندا ہوتا ہے اچھا آدمی ملتا۔ ٹھیک ہوتا۔" میرے ذہن میں پھر ایک چھناکا ہوا۔ بلاوجہ یہ سوال کرڈالا۔ گویا ہر رات اس کے پاس نیا آدمی ہوتا ہے۔ شاید اسے انتخاب کرنے کی آزادی ہوتی ہے اور اگر وہ خود کسی کو منتخب نہ کرے تو پھر کوئی بھی ہو------ کوئی بھی ہو۔ وہ اس سے بھی اسی طرح پیش آتی ہوگی۔

لیکن۔ کیا فرق پڑتا ہے۔

اور دوسری لڑکیاں۔ سب ایک جیسی تھیں۔ سب ایک جیسی تھیں۔ یہ پھر بھی ان سے بہتر ہے۔ میں نے ذہن سے سب کچھ بھلادیا اور خود کو اس میں جذب کردیا۔ وہ میری کیفیات سے بے نیاز مجھے بھرپور مدد دے رہی تھی۔ ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات' اس سے قبل کہ مجھے اس سے متنفر کردیں' میں اس کے جسمانی زاویوں سے لطف اندوز ہولینا چاہتا تھا۔ میں پنجابی جوان تھا۔ شیروں کا شیر۔ میں نے اس کا انگ انگ توڑ کر رکھ دیا۔ اس کی لذت آمیز سسکاریاں کراہوں میں بدل گئیں۔ گندا آدمی گندا ضرور ہوتا ہے مگر اتنا بیدرد نہیں ہوتا۔ لیکن کون جانے یہ بیدردی ہی اسے پسند آئی ہو۔

چند منٹ کے بعد نڈھال سانسوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ شمعدانوں میں دھندلاہٹیں پھیل گئیں۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ سماعت جاگ رہی تھی۔ وطن سے دور۔ دیار غیر میں۔ میں کس طرح بے یار و مددگار پڑا تھا۔ جہلم کی سوندھی خوشبوئیں میری ناک میں بسی ہوئی تھیں۔ سرائے عالمگیر کے چنے کے کھیت' ان میں دوڑتے ہوئے معصوم بچے۔ بیلوں کے گلے میں بندھی

ہوئی پیتل کی گھنٹیاں۔ نہ جانے کیا کیا۔ بہت سے سحر میری نگاہوں میں سمائے ہوئے تھے۔ بند پپوٹوں میں رقصاں تھے۔ کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا۔ میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

کتنا سکون تھا اس کے چہرے پر۔ کیسا اطمینان تھا۔ حالانکہ صرف لمحات کی شناسائی تھی۔ انسان کس طرح ایک دوسرے کو اپنا لیتے ہیں۔ کیسے خود کو مطمئن کرلیتے ہیں۔

اوہنہ دماغ خراب ہے۔ پاگل ہوگیا ہوں۔ یہ جذباتیت جب تک دفن نہیں کردوں گا کام کا آدمی نہیں بن سکوں گا۔ بیکار لغو باتیں سوچنے لگتا ہوں۔ ہر انسان ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہے۔ اس جاندار کی خاصیت ہی یہ ہے ملتا ہے۔ بچھڑ جاتا ہے۔ بھول جاتا ہے۔ صورت تک یاد نہیں رکھتا۔ درفشانہ جاگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ لیکن اس کے چہرے سے جذبات امنڈ رہے تھے۔ اس کا ہاتھ میرے چوڑے سینے پر متحرک تھا۔ وہ میرے جذبات کو بیدار کررہی تھی۔ شاید اسے اس کی پسند مل گئی تھی۔ شاید وہ مجھ سے بہت متاثر ہوگئی تھی۔ یا پھر وہ ایک ایماندار دوکاندار تھی' بھرپور قیمت وصول کرتی۔ بھرپور مال سپلائی کرتی۔ اس کا نازک ہاتھ سینے کی چوڑائی سے کچھ پیچھے کھسکا۔ اور پھر کھسکتا ہی رہا۔ میں بھی سب کچھ بھول گیا اور اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"درفشانہ" میں نے اسے آواز دی۔ اور اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔ آنکھوں میں تھوڑی سی درز پیدا کرکے مجھے دیکھا۔ سلگتی ہوئی آنکھوں کی چمک میں' دانتوں میں دبے ہوئے ہونٹ میں۔ ایک انوکھی پکار تھی۔ انوکھی چاہت تھی۔ میں اسے مایوس نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اس کی طلب کا پورا پورا احترام کیا اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر پھول کھل گئے۔ اس کی آنکھوں میں سرور نظر آنے لگا۔

"نواز۔" اس نے لرزتی آواز میں مجھے پکارا۔
"ہوں۔" میں نے بوجھل آواز میں کہا۔
"میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔" وہ عجیب انداز میں بولی۔
"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "والدین بھی نہیں۔"
"تھے لیکن اب نہیں ہیں۔ وہ مجھے فروخت کرکے کہیں چلے گئے۔ کہاں' مجھے معلوم نہیں۔"
"تین سال پہلے۔"
"نہیں۔ پندرہ سال پہلے۔ جس نے مجھے پالا وہ موجود ہے۔ اسی نے مجھے ہربنس کے ہاں نوکر کرایا ہے۔ وہ اپنی دی ہوئی قیمت منافع کے ساتھ وصول کررہا ہے۔" وہ جذباتی انداز میں بولی" وصول کرتا رہے گا۔ اس وقت تک جب تک میں بوڑھی نہ ہوجاؤں۔ مر نہ جاؤں۔" آخر میں اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ میں سوچ میں گم ہوگیا۔ درد بھری کہانی ہے۔ لیکن کس کی کہانی میں درد نہیں ہے۔ دنیا ہی درد کی دنیا ہے۔ خود میں میں بھی کیا ہوں۔ لیکن یہ بے کسی۔ بے بسی مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ اس نے اپنے بارے میں کیوں بتایا ہے۔

"نواز۔" اس نے مجھے پکارا اور میں اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ کیا میں صرف لوگوں کا دل بہلانے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ کیا ہر قسم کے لوگوں کے لیے میں صرف عورت ہوں۔ کیا کبھی کوئی مجھے سہارا دینے کے بارے میں نہیں سوچے گا۔ کیا کوئی مجھے نہیں اپنائے گا۔"

اس کے سوال ہتھوڑوں کی طرح میرے ذہن پر پڑ رہے تھے۔ میں ایک بے بس انسان تھا۔ اس قدر بے بس کہ خودکشی کرنے پہنچ گیا تھا۔ لیکن پھر میری بے بسی کو ایک راستہ مل گیا۔ بے بسی کا دور ختم ہوگیا کیا یہ لڑکی کوئی راستہ تلاش کرسکے گی؟ یا پھر۔ اس بے بسی کی زندگی گزارتی رہے گی۔ ضمیر کے خلاف مجبوریوں کے بوجھ تلے۔ یا پھر یہ بھی خودکشی کی کوشش کرے گی۔ شاید کامیاب بھی ہو جائے۔ سب کے ساتھ تو ایسے اتفاقات پیش نہیں آتے۔ جیسے میرے ساتھ آئے تھے۔ پھر یہ جینے کی آرزو مند۔ ایک لڑکی ایک کمزور عورت' زندگی سے مایوس ہو کر موت اپنالے گی۔ میں خود بھی کونسا زندہ ہوں۔ میں نے موت سے ہمیشہ پنجہ کشی کی ہے۔ آج تک اپنے لیے کی۔ اب اس کے لیے کیوں نہ کروں۔ میں جانتا تھا کہ یہ ایک جذباتی فیصلہ ہے۔ قدم قدم پر ہزاروں افسانے بکھرے ہوئے ہیں۔ کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔ میں اسے کیا سہارا دوں۔ اور پھر۔ لیکن اسے اس جہنم سے نکالنے کی کوشش' کیا دلچسپ نہ ہوگی۔ کیا زندگی میں ایک خوش گوار ہنگامہ نہ پیدا ہو جائے گا۔ اور کیا مجھ جیسے انسان پر طاری جمود نہ ٹوٹ جائے گا۔ پھر کیوں۔ نہ یہ تفریح کی جائے کیوں نہ زندگی کو اس نئے موڑ پر ڈالا جائے۔ کیوں نہ سانسوں کا احساس کیا جائے۔ کیوں نہ رگوں میں منجمد خون کو گردش دی جائے۔ کم از کم کوئی نیا پن ہوگا۔ کچھ دلچسپیاں ہاتھ آئیں گی۔

"تم سہارا چاہتی ہو درفشانہ؟"

"ہاں نواز۔ مجھے یہ زندگی پسند نہیں ہے۔ میں اسے چھوڑ دینا چاہتی ہوں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم مجھے زندگی بھر کے لیے سہارا دو۔ میں تمہارے اوپر بوجھ نہیں بنوں گی بس مجھے یہاں سے نکال لے چلو۔ کہیں اور پہنچا دو۔"

"چلو۔" میں اٹھ گیا۔ اور وہ بھونچکی رہ گئی۔ وہ پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگی۔ اسے میری بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے قریب کے اسٹینڈ سے اپنا لباس کھینچا اور اسے پہننے لگا۔ تب وہ بھی اٹھ گئی۔ اس نے اپنا لباس پہن لیا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں۔ کیا سوچ رہی ہو؟" میں نے اسے دیکھا۔

"نواز۔ سچ مچ تم مجھے ادھر سے لے جائے گا؟"

"ہاں۔ ہاں چلو۔ یہاں سے نکل چلو۔ ہم کہاں جائیں گے۔ یہ ہم بعد میں سوچیں گے۔"

"چلو نواز۔" اس نے لرزتے ہاتھوں سے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم دونوں دروازے سے نکل آئے میرے جیسا جنونی بھی کوئی اس سے نہیں ٹکرایا ہوگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اتنی جلد اتنے بڑے کام کو انجام دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ حالانکہ ہم انتظار بھی کرسکتے تھے۔ ہفتے میں ایک بار چھٹی ہوتی تھی۔ وہ اپنے گھر جاتی تھی۔ وہ دن بھی کار آمد ہوتا۔ لیکن اتنا انتظار کون

کرتا۔ میں تو زندگی کی یہ تبدیلی اپنانے پر تل گیا تھا۔ مجھے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ اس اقدام سے میرے گروہ کے لوگوں کے پروگرام پر کیا اثر پڑے گا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ فکر کس بات کی۔ میں ہال کے دروازے کی طرف بڑھا لیکن اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"ادھر سے نہیں! اس طرف سے آؤ۔" وہ ایک دوسری سرنگ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

اور میں اس طرف چل پڑا۔ ظاہر ہے وہ یہاں کے راستوں سے بخوبی واقف تھی۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اب سر پر کھلا آسمان تھا اور پہاڑوں میں رات بکھری ہوئی تھی۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ شہر کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ کتنی دور ہے۔ کسی سواری کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن درفشانہ بھی میری طرح بے جگر تھی۔ اور یہاں سے نکل جانے کے لیے اتنی ہی بے چین تھی۔ بس اسے سہارے کی ضرورت تھی۔ شاید اپنے پسندیدہ سہارے کی۔ جو بہرحال اسے آج مل گیا تھا۔

"آؤ۔" درفشانہ نے ایک سمت اختیار کرتے ہوئے کہا اور میں بے فکری سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ تاریکی اس قدر گہری تھی کہ ہم صرف ایک دوسرے کے وجود کو محسوس کرسکتے تھے۔ دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن ہم چل رہے تھے۔ میرے دل میں خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ درفشانہ کے دل کا حال مجھے معلوم نہیں تھا۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا۔

"تاریکی بہت گہری ہے درفشانہ۔ کیا تم ان راستوں سے بخوبی واقف ہو؟"

"ہاں۔ اس نے مختصراً کہا۔

"یہاں درندے تو نہیں ہیں؟"

"پہلے ہوتے تھے۔ لیکن اب اس علاقے کو صاف کرلیا گیا ہے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ راستے میں خوفناک گڑھے بھی نہیں ہیں۔ آتے ہوئے تو نہیں محسوس ہوا تھا۔"

"ہربنس نے اس پورے علاقے کو قابل استعمال بنالیا ہے۔" میرا ہاتھ پکڑنے کے بعد اسے بھی سہارا مل گیا تھا۔

"ہم کس طرف جا رہے ہیں؟"

"ان چڑھائیوں کو عبور کرنے کے بعد القمر کی روشنیاں نظر آجائیں گی یہ سفر آسان ہوگا۔ القمر پر ہمیں ٹیکسیاں مل جائیں گی۔ کوئی بھی ڈرائیور ہمیں معقول رقم کے عوض قندھار لے جانے پر تیار ہو جائے گا۔ قندھار پہنچ کر آگے جانے کے بارے میں سوچیں گے۔"

"کیا یہ ٹیکسیاں رات میں بھی سفر کرتی ہیں؟"

"رقم کے عوض سب کچھ ہوتا ہے۔ اور پھر یہ ------ خطرناک لوگوں کا علاقہ ہے۔ یہاں یہ غیر قانونی کام بہت رازداری سے ہوتا ہے۔" درفشانہ نے بتایا۔

میری معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ معصوم سی لڑکی اس قدر بے وقوف بھی نہیں تھی۔ ظاہر ہے ان خطرناک لوگوں کے ساتھ زندگی گذار رہی تھی۔ بہرحال اس کی معیت دلکش تھی۔ ہم

ہوئی تھیں۔ ایک دلچسپ چیز جو نظر آئی وہ مقامی لباس تھے۔ انہیں دیکھ کر فوراً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اسے عملی شکل دے دی۔ تھرماس' سگریٹ وغیرہ کے ساتھ میں نے مقامی لباس بھی خریدے۔ چند جوڑے درفشانہ کے لیے اور دو تین اپنے لیے۔ یہ چیزیں ایک چمڑے کے سوٹ کیس میں رکھوا کر میں نے سب کی قیمت ادا کردی۔ اس کے باوجود میرے پاس کافی کرنسی موجود تھی۔ درفشانہ سحر کے عالم میں سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے میرے اس قدر "تگڑی آسامی" ہونے کی توقع نہیں تھیں پیک کیا ہوا سامان آگیا اور اسے لے کر ہم اپنے کمرے میں واپس آگئے۔ میں نے درفشانہ کو بھی نیا لباس پہننے کی پیشکش کی اور اس نے سحر کے عالم میں نیا لباس پہن لیا۔ ترکی طرز کا یہ لباس موزوں بدن درفشانہ پر خوب بچ رہا تھا۔ جب اس نے آئینے میں خود کو دیکھا' تو اس کے چہرے پر دھنک بکھر گئی۔ قوس و قزح کے یہ رنگ مجھے بہت بھلے معلوم ہوئے اور میں نے سوچا کہ میری قیمت وصول ہوگئی۔ درفشانہ گھریلو عورت کی طرح شرماتی ہوئی میرے سامنے آئی۔ اس کی نگاہوں میں داد کی طلب تھی اور میں نے گرمجوش بوسے سے وہ طلب پوری کردی۔ پھر میں نے مقامی لوگوں کا لباس پہنا۔ لمبی پگڑی کا ایک سرا لٹکانے کے بعد میں نے خود کو آئینے میں دیکھا اور خود میرے چہرے پر حیرت امنڈ آئی میں سوفیصد مقامی معلوم ہو رہا تھا۔ بس میری ہپی طرز کی داڑھی ان لوگوں سے مختلف تھی۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا کہ کم از کم افغانستان میں یہی حلیہ اختیار کئے رہوں گا۔

درفشانہ نے بھی پسندیدگی کی نگاہوں سے مجھے دیکھا "عجیب انسان ہو تم۔ جب تم ہپی بنے ہوئے تھے تو میں نے تمہیں سفید فام غیر ملکی سمجھا تھا اور اگر اب میں تمہیں پہلی بار اس لباس میں دیکھتی تو افغان ہی سمجھتی۔ تمہارے چہرے اور جسم میں ہر چیز چھپ جاتی ہے۔"

"چلیں۔" میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ صبح سے پہلے ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہیے۔" درفشانہ نے اپنا شٹل کاک ٹائپ کا برقعہ اوڑھتے ہوئے کہا۔ مجھے اس برقعے پر اعتراض نہیں تھا۔ کیونکہ درحقیقت یہ درفشانہ کو چھپانے میں بڑا معاون تھا۔ ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے رات کے پونے چار بجے تھے۔ ہوٹل کے باہر کچھ ٹیکسیاں کھڑی تھیں جن کے ڈرائیور اگلی سیٹوں پر دراز اونگھ رہے تھے۔

"ان لوگوں سے افغانی زبان میں بات چیت تم کروگی۔ میں تو گونگا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" درفشانہ نے جواب دیا۔ پھر اس نے خود ہی آگے بڑھ کر ٹیکسی ڈرائیور کا پاؤں ہلایا۔ ڈرائیور آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔ درفشانہ مقامی زبان میں اس سے گفتگو کرتی رہی جس کے کچھ الفاظ میری سمجھ میں آرہے تھے۔ تھوڑی سی ردوکد کے بعد ڈرائیور تیار ہوگیا۔ اس نے ٹیکسی کی ڈکی میں ہمارا سامان رکھا۔ پٹرول وغیرہ چیک کیا۔ اپنا پستول نکال کر اس کے چیمبر بھرے اور اسے نیفے میں اڑس لیا۔ پھر اپنی پگڑی کھول کر کسی اور اس کے بعد وہ اسٹیرنگ پر آبیٹھا۔ اس دوران ہم اندرونی سیٹ پر آگئے تھے۔ تب ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر چل پڑی۔ درفشانہ کا چہرہ اب بھی ڈھکا ہوا تھا۔ اور ہم بظاہر کسی باعزت گھرانے کے چشم و چراغ معلوم ہو رہے تھے۔ راستے میں کسی نے کوئی گفتگو نہ کی۔ البتہ درفشانہ کے جسم کا بوجھ زیادہ سے زیادہ میرے اوپر آپڑا تھا۔ شاید وہ سوگئی تھی۔ لیکن میں

پشاور میں اسٹورز ہیں جو بظاہر دوسرا کام کرتے ہیں لیکن ان کا اصل کام یہی ہے جسے وہاں کے مقامی لوگوں نے سنبھالا ہوا ہے۔"

"خوب۔" میں نے دل ہی دل میں یہ نام نوٹ کرلیے۔ اگر ان معلومات کے عوض یہ لڑکی خود زیار خان سے مدد کی درخواست کرتی تو زیار خان پوری قوت سے اس کی مدد کرتا۔ لیکن خوشی کی بات تھی کہ یہ معلومات میرے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچیں گی جس سے انہیں اندازہ ہوگا کہ میں بخوبی کام کر رہا ہوں۔

"تمہاری معلومات تو بہت کافی ہیں درفشانہ۔ کیا یہ لوگ اپنا کاروبار خفیہ نہیں رکھتے۔"

"میرے علاوہ صرف چند لوگوں کو ہی یہ معلومات ہوں گی۔ ہربنس کا بیٹا جوگندر سنگھ کبھی کبھی میرے پاس آتا تھا۔ وہی اپنے کاروبار کے بارے میں بتاتا رہتا تھا۔" درفشانہ نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ کیا کابل سے باہر بھی ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے؟"

"نہیں۔ صرف کابل میں۔ ہربنس سنگھ بہت چالاک ہے۔ اس نے ابھی باہر ہاتھ پاؤں نہیں مارے۔ وہ پہلے کابل میں اپنا کاروبار مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کے مقابلے پر نہ آسکے۔ حکومت کے بااثر لوگ اس کے پشت پناہ ہیں۔ جب وہ یہاں سے اطمینان کرلے گا تب باہر کا کام کرے گا۔"

ہم گفتگو کرتے چلے جارہے تھے۔ القمر کی عمارت اب سامنے ہی نظر آرہی تھی۔ درفشانہ نے اپنے ساتھ لایا ہوا برقعہ سر پر ڈال لیا اور عجیب و غریب نظر آنے لگی۔ اس برقعہ میں کسی کو ساتھ لے کر چلنا بہت عجیب تھا لیکن یہاں معیوب نہیں تھا۔ اکثر اعلیٰ درجے کی کاروں سے میں نے اسی ٹائپ کی عورتوں کو اترتے دیکھا تھا' جن کی پنڈلیاں بہرحال عریاں ہوتی تھیں۔ لیکن اوپر سے وہ برقعے میں ملبوس ہوتی تھیں۔ چنانچہ جب ہم ہوٹل میں داخل ہوئے تو کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی۔ کاؤنٹر پر موجود جدید افغان نے ہمیں دیکھ کر رجسٹر کھول دیا اور ہم نے "عارضی قیام" کے لیے کمرہ حاصل کرلیا۔ شاید یہاں "عارضی قیام" کے لیے لوگ آتے رہتے تھے۔ یہ قیام پوری رات' آدھی رات اور بعض اوقات ایک آدھ گھنٹہ کا ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم سے پوچھ لیا گیا اور ہم نے صرف دو گھنٹہ کے لیے کمرہ حاصل کرلیا۔

نہایت خوبصورت کمرہ تھا۔ دن رات کام ہوتا تھا۔ اس لیے ہر چیز مل گئی۔ میں نے بیرے کو بلا کر دو بھنے ہوئے مرغ اور بٹر سلائس پیک کرنے کا آرڈر دے دیا اور پھر تھرماس کے بارے میں پوچھا۔

"نیچے اسٹور ہے صاحب ہر چیز ملتا ہے۔" بیرے نے ہم دونوں کو حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ایک ہپی اور ایک شٹل کاک' بہرحال حلیے اور شکل سے میں غیر ملکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

"اوہ۔ میں نے اسٹور کے بارے میں سن کر دلچسپی سے کہا۔ اور پھر کمرے سے نکل کر اسٹور میں آگئے۔ اسٹور دیکھ کر آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ خود کابل شہر میں اتنی اعلیٰ دوکان نہیں تھی۔ شاید اس علاقے میں حکومت کابل کا کوئی قانون لاگو نہیں تھا۔ تمام مال غیر ملکی تھا۔ دنیا جہاں کی چیزیں بھری

ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ بلندی کا آخری سرا تک ختم ہو گیا۔ اتنی چڑھائی پر چڑھتے ہوئے سانس میں تیزی آگئی تھی۔ درفشانہ تو باقاعدہ ہانپ رہی تھی۔

"تم تھک گئیں شاید؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ پوری زندگی سوچنے کے بعد پہلا قدم اٹھایا ہے۔ اگر اتنے سے فاصلے پر تھک گئی تو پھر یہ طویل سفر کیسے طے کروں گی۔ مگر سنو تمہارے پاس کوئی قیمتی چیز ہے؟"

"مثلاً۔" میں تعجب سے پوچھا۔

"کوکین، ہیروئن یا انجکشن جسے تم فروخت کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ کیوں؟"

"ایسے ہی پوچھا۔ ہمیں رقم کی ضرورت ہوگی۔ اکثر سیاح قیمتی چیزیں ساتھ رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت انہیں کیش کرالیتے ہیں۔ کیا تمہارے پاس بڑی رقم موجود ہے؟"

"ہاں۔ کافی رقم ہے' میں نے جواب دیا اور دور سے ہوٹل القمر کی روشنیاں دیکھنے لگا۔ جواب ایک ٹیلے کے پیچھے سے نکل آنے کے بعد صاف نظر آرہی تھیں۔ اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ پھر میں نے پوچھا۔ "کیا ہربنس کے اس ساقی خانے میں بھی ایسی اشیاء خریدی جاتی ہیں؟"

"ہاں شارع حشیش پر تو منشیات ٹریولر چیک ہوتی ہیں۔ چیک کیش کرانے میں وقت بھی لگتا ہے لیکن اگر تمہارے پاس کوئی عمدہ چیز ہے تو فوراً مناسب رقم مل جاتی ہے۔ یہاں صرف فروخت ہی نہیں خرید بھی کی جاتی ہے۔ یہ جتنے لوگ ہال میں موجود تھے۔ سب مالدار لوگ تھے۔ ہربنس کے ساقی خانے میں نایاب چیزوں کا ذخیرہ انہی سیاحوں کے دم سے ہے۔ ہربنس مال کے حساب سے دیانت داری سے قیمت ادا کرتا ہے۔"

"واہ۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "ہربنس باقی مال کہاں سے خریدتا ہے۔"

"کچا مال کابل کے نواحی علاقوں میں کاشت ہوتا ہے۔ ہربنس پوری کھیپ خرید لیتا ہے۔ بہت سے کاشتکار صرف اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان میں بیشتر اس سے خوش نہیں ہیں۔ لیکن ہربنس کی ٹکر پر دوسرے لوگ موجود نہیں ہیں۔ صرف فوجی خان کا چھوٹا سا اڈہ ہے مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے کاشتکار ہربنس سے بگاڑ بھی نہیں کرتے۔ ہاں اگر کوئی دوسرا سامنے آئے تو ہربنس کو کوئی مال نہ دے۔"

غیر متوقع طور پر یہ قیمتی معلومات حاصل ہو گئی تھیں میرے خیال میں یہ میرے کام کی بات تھی۔ غلام سیٹھ تک یہ رپورٹ ضرور پہنچنی چاہیے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ قندھار پہنچ کر یہ رپورٹ زیارخان کو بذریعہ ڈاک دے دوں گا۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لیے میں نے پوچھا۔

"باقی مال کہاں سے لیتا ہے۔"

"اس کے بہت سے ساتھی کام کرتے ہیں۔ خود تمہارے ہاں سے مال آتا ہے۔ پشاور سے کراچی سے۔ پشاور میں اس کے آدمی موجود ہیں۔ گرین چیک اسٹور کے نام سے اس کے کراچی اور

جاگ رہا تھا۔ مجھے ڈرائیور کا پستول یاد تھا۔ اس کے چوڑے شانے میں عقب سے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ کھلے علاقے میں آنے کے بعد سردی زیادہ محسوس ہونے لگی۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے اس کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے بند کردیئے گئے تھے لیکن اس کے باوجود سرد ہوا جہاں سے بھی داخل ہوسکتی' داخل ہو رہی تھی۔ ایسے میں درفشانہ کے جسم کی گرمی مجھے بری نہیں لگ رہی تھی اور میں اسے زیادہ سے زیادہ خود میں جذب کرنے میں کوشاں تھا۔ کابل کے نواحی علاقے پیچھے رہ گئے تھے۔ دائیں طرف کوہ بابا کی برف نے وادی پر سفیدی بکھیردی تھی۔ ڈرائیور خاموشی سے ٹیکسی چلا رہا تھا اور اب ہم سرو کے درختوں کے جھنڈ میں چل رہے تھے۔ رفتار کافی تیز تھی۔ سفر کا کوئی خاص احساس نہیں ہو رہا تھا۔

اس وقت روشنی کی پہلی کرن ہی نیچے آئی تھی کہ ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار کم کرنا شروع کردی۔ ہم غزنی پہنچ گئے تھے۔ غزنی سلطان محمود کی شان کا مظہر۔ فاتح سومنات کی بستی جسے تاریخ عالم کبھی فراموش نہ کرسکے گی۔ دور سے پٹرومیکس کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ شاید کوئی چائے خانہ تھا۔ میں نے درفشانہ کے شانے کو تھپتھپایا لیکن وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ پھر جب ڈرائیور نے ٹیکسی روشنیوں سے تھوڑی دور روک دی تو میں نے پوری کوشش کرکے درفشانہ کو جگادیا۔ وہ آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر جب اسے ماحول یاد آگیا تو وہ جلدی سے چونک کر سنبھل گئی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔ لیکن میں نے بیساختگی میں بھی زبان خاموش رکھی۔ اور باہر اشارہ کردیا۔

"چائے بھیجے صاحب؟" ڈرائیور نے پوچھا اور درفشانہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔ تب ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔

"نیند پوری ہو گئی؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ بھیانک خواب دیکھتے ہوئے۔" اس نے جواب دیا۔

"خواب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ویسے تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے درفشانہ؟" میں نے یونہی پوچھ لیا۔ لیکن اس سوال پر وہ اداس ہو گئی۔ چند منٹ خاموش رہی۔ پھر بولی۔

"ابھی کچھ نہیں۔ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہوں گی جب تک تم پسند کرو گے۔ جب تم چھوڑ دو گے تب کچھ اور سوچوں گی۔" اس کے لہجے کی اداسی نے مجھے متاثر کیا۔ میرا جی چاہا کہ میں اسے زندگی بھر ساتھ رکھنے کا اعلان کردوں۔ لیکن پھر عقل نے ٹھوکا دیا۔ ایک انہونی بات کہہ کر کسی کو بہلاوے میں رکھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ چنانچہ خاموشی ہی بہتر تھی۔ بار والا چائے کے دو گلاس لے کر ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا۔ گرم گرم قہوے نے سفر کی تھکن دور کردی۔ دو اور گلاس طلب کیئے اور انہیں پینے کے بعد میں نے ڈرائیور کے قہوے کا بل بھی ادا کردیا۔ ڈرائیور مسکراتا ہوا اپنی گھیردار شلوار سمیٹتا پھر ٹیکسی میں آبیٹھا' ٹیکسی چل پڑی۔

اب صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی تھی۔ مناظر اجاگر ہو رہے تھے۔ لیکن زیادہ دلخوش کن مناظر نہیں تھے۔ موسم بھی ایک دم بدل گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غزنی اچھے اور خوش گوار موسم

کی سرحد ہو۔ بنجر اور چٹیل پہاڑوں کا اکتا دینے والا سلسلہ تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کہیں خانہ بدوشوں کے خیمے اور جانور نظر آجاتے تھے۔ ورنہ ویرانی اور سناٹا۔ ہم نے کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ لیکن ہوا گرم اور ریت میں لپٹی ہوئی تھی۔ کھڑکیاں بند کرتے تو گرمی لگتی اور کھولتے تو گرم ہوا کے ساتھ ریت بھی اندر آنے لگتی۔

خاصا تکلیف دہ سفر تھا۔ ایک طویل فاصلہ طے کرکے ڈرائیور نے "جاندو" میں ٹیکسی روکی کچی مٹی کی دوکانیں اور قہوے خانے بکھرے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے کہا کہ یہاں سے کھانے کا بندوست کرلیا جائے۔ آگے کا فاصلہ طویل ہے۔ لیکن ہمارے پاس کھانے کا انتظام تھا۔ اس لیے درفشانہ نے منع کردیا۔ خود ڈرائیور اپنے لیے موٹی موٹی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت خرید لایا۔ اور اس نے ٹیکسی جلدی سے آگے بڑھادی۔ شاید وہ بھی اب اس طویل سفر کو ختم کردینے کی فکر میں تھا۔ کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان پھیلی ہوئی سڑک پر ٹیکسی خاصی تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔ ہوا مزید گرم اور تیز ہوگئی تھی۔ اس لیے کھڑکیاں بند کردینی پڑیں' اسی میں عافیت تھی میں ان میدانوں کو دیکھ رہا تھا جہاں کبھی چنگیز خان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین دہلی تھی۔ چنگیز خان انہی راستوں سے گزر کر خراسان پر حملہ آور ہوا تھا۔

دن کو پونے گیارہ بجے ٹیکسی قندھار میں داخل ہوگئی۔ درفشانہ نے اسے قندھار ہوٹل چلنے کے لیے کہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم قندھار ہوٹل کے سامنے رک گئے۔ ٹیکسی سے اترے۔ بل ادا کیا اور ہوٹل میں داخل ہوگئے۔ بے حد مہنگا ہوٹل تھا۔ لیکن بہرحال تکلیف دہ نہیں تھا۔ باقی اور دوسری سہولتوں کا معقول بندوبست تھا۔ پہلے میں نے غسل کیا اور پھر درفشانہ نے۔ نیند آرہی تھی۔ اگر سو جاتے تو دوپہر کا کھانا نہ جانے کس وقت کھانا پڑتا۔ نہاتے دھوتے ہوئے بارہ بج گئے۔ اور بارہ بجے ہم دسترخوان بچھا کر بیٹھ گئے۔ کھانا وغیرہ کھا کر کافی پی جو تھرماس میں ساتھ لائی گئی تھی۔ اور پھر ہم نے ایک دوسرے سے لپٹ کر بوسے دیئے اور اپنے اپنے بستر پر جالیٹے۔ نیند نے کسی اور جذبے کو نہیں ابھرنے دیا تھا۔ لیٹتے ہی بے خبر ہوگئے اور پھر شام کو چھ بجے آنکھ کھل سکی۔ طبیعت پر گرانی تھی۔ جاگ جانے کے باوجود اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے کروٹ بدل کر درفشانہ کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے آنکھیں ملتے ہی اس نے نگاہیں جھکالیں۔ لیکن ایک نظر بہت سے افسانے کہہ گئی۔ میں احمق نہیں تھا۔ میں نے ان افسانوں کو پڑھا اور میرے ذہن میں ہلچل مچ گئی۔

سرائے عالمگیر کا حساس دل نوجوان جاگ اٹھا۔ بے سہارا لڑکی کو میری مدد کی ضرورت ہے۔ بھری دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ وہ بے سہارا ہے ان آنکھوں میں سہارے کی طلب ہے۔ کیا اس طلب کو سنگدلی سے ٹھکرا دیا جائے۔ کیا اسے اپنالیا جائے۔ ہمیشہ کے لیے۔ وہ کہاں جائے گی۔ کس طرح زندگی گزارے گی؟ ذہن میں شدید طوفان اٹھا۔ لاوا ابلتا رہا۔ خود مجھے کس نے سہارا دیا تھا۔ پوری دنیا نے میری طرف سے نگاہیں پھیرلی تھیں۔ وہ عورت ہے۔ اس کے پاس اس کے حسین جسم کا سہارا ہے۔ میں تو بے جان پتھر تھا۔ میری زندگی موت سے کسے دلچسپی تھی۔ پھر میں اس دنیا پر

رحم کھاؤں۔ درفشانہ نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اسے ہربنس کے چنگل سے نکال
ہوں۔ یہی کیا کم ہے کہ میں نے اس کی یہ خواہش پوری کردی۔ زندگی بھر کا ٹھیکہ تو نہیں لیا۔ اب تو
سوداگر ہوں۔ میں نے اس پر خرچ کیا۔ اس کے عوض مجھے اس کا جسم ملا۔ اس سے ہٹ کر بھی
نے کافی خرچ کیا جس کے بدلے میں مجھے قیمتی معلومات حاصل ہوئیں۔ یقیناً یہ معلومات ان
لوں کے معیار پر پوری اتریں گی جو مجھ سے کام لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں ان کے اعتماد کا صحیح بدل
سکوں گا۔ اور پھر بذات خود میری حیثیت ہی کیا ہے۔ ایک بیکار اور فضول سا انسان' جو صرف ان
لوں کی وجہ سے عیش کر رہا ہے اگر ان سے رابطہ ٹوٹ جائے تو پھر جہنم ہی جہنم۔

نہیں۔ نہیں۔ میں یہ جہنم نہیں اپناؤں گا۔ میں دوبارہ اس جہنم میں جانے کی کوشش نہیں
کروں گا۔ درفشانہ اپنے راستے خود تلاش کرے۔ میرا اس کا وقتی ساتھ ہے۔ اس کے بعد میں کچھ نہ
کرسکوں گا۔ میں نے دل سخت کرلیا۔

"جاگ گئے؟" بالآخر درفشانہ نے اس طویل خاموشی کو توڑا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پروگرام ہے؟"

"اٹھو۔ کافی بابا کے ہاں پئیں گے۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ چند منٹ مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر باتھ روم کی طرف چل دی۔ چند منٹ کے بعد وہ نکھر کر باہر نکل آئی۔ تب میں باتھ روم میں چلا گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

درفشانہ خاموش تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔ وہ شاید سوچ رہی تھی کہ کس طرح میرا دل موہ لے۔ تاکہ میں اس سے خود کو جدا کرنے کے معاملے میں بے بس ہو جاؤں۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو۔ میں اس کی محبت اور اس کی اداؤں کو ذہن پر سوار نہیں ہونے دوں گا۔ میں جس قدر جلد ہوسکے گا اس سے چھٹکارا حاصل کرلوں گا۔

"کہیں چلو گے؟" تھوڑی دیر کے بعد پھر درفشانہ نے پوچھا۔

"کل۔ آج آرام کریں گے۔ کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔ "تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں درفشانہ بس ایک سیاح ہوں۔ گھربار چھوڑ کر نکل آیا ہوں۔ دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اس شوق کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ اس نے میرے انداز کی خشکی کو محسوس کرلیا۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی شکن نمودار نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"رکاوٹیں تو قدم قدم پر تمہارا راستہ روکیں گی۔ بس ذرا سخت دلی کی ضرورت ہے۔ انہیں ٹھکرانے کا گر سیکھ لو۔ کامیابی سے آگے بڑھتے رہو گے۔" اس کے لہجے میں چھپے ہوئے کرب کو بالآخر

میں نے محسوس کرلیا۔ لیکن میں اس کرب کی طرف توجہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ آپ مجھے بالکل بے ضمیر انسان نہ سمجھیں۔ بلکہ میرے حالات پر نگاہ دوڑائیں۔ ان حالات میں خود میری اپنی حیثیت تھی کہ میں کسی دوسرے کو سہارا دینے کے بارے میں غور کرتا۔ اور ظاہر ہے اپنی زندگی کے یہ حالات میں ہر کس و ناکس کو بتانے بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس گفتگو کے بعد وہ بھی خاموش ہوگئی۔

رات ہوگئی۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم بستروں پر آگئے۔ میں دوسرے دن کا پروگرام بنا چکا تھا۔ دوسرے دن مجھے یہی کرنا تھا کہ مفصل رپورٹ بنا کر زبیر خان کو بھیج دوں۔ تاکہ اس کے توسط سے وہ غلام سیٹھ کو پہنچ جائے اور غلام سیٹھ یہ جان لے کہ میں اس کی مرضی کے مطابق کام کر رہا ہوں۔

درفشانہ باتھ روم میں گئی۔ اس نے ایک قیمتی لباس پہنا۔ خاص انداز میں بال گوندھے اور پھر باتھ روم سے نکل آئی۔ اس کا چہرہ روشن تھا۔ آنکھوں میں مستیاں امنڈ رہی تھیں۔ اچانک ذہن بھٹک گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ ایک مجبور عورت ہے بے سہارا ہے۔ اپنی زندگی میں صرف اپنے جسم کو سہارا سمجھتی ہے۔ مجھے کسی اور طرح تیار نہیں کرسکی تو اپنے جسم کا سہارا لے رہی ہے۔ کیا میں اس کی مجبوریاں خریدلوں۔ وہ میرے نزدیک آکر بیٹھ گئی اور اس نے میرے چہرے پر کشمکش کے آثار دیکھ لیے۔ تب اس نے میری پنڈلیوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے بارے میں فکر مت کرو نواز۔ تمہاری یہی مہربانی ہے کہ تم مجھے ہربنس کے جہنم سے نکال لائے۔ میں اپنے لیے کوئی راستہ تلاش کرلوں گی۔ کل میں تم سے رخصت ہو جاؤں گی۔ میں آج کی رات تمہارے احسان کا بدلہ اتاروں گی۔"

"میں کوئی بدلہ نہیں چاہتا درفشانہ۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا اور نہ کروں گا۔ بس ہم دو اجنبی ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے قطعی اجنبی۔ زندگی کے سفر میں چند لمحاتی ملاقات رہی۔ تو بس۔ ذہنوں کو الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"ہم اجنبی نہیں ہیں نواز۔ تم میرے جسم کے رازدار ہو۔ ہم نے ایک رات ساتھ گذاری ہے۔"

"وہ رات۔ نواز اور درفشانہ کی رات نہیں تھی۔ وہ رات ہربنس کے اڈے پر ایک ہزار افغانی کے عوض حاصل کی گئی تھی۔ میں تمہارے لیے اجنبی ہوں اس رات میں صرف ایک گاہک تھا۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ مجھے سونے دو درفشانہ۔" میں نے کروٹ بدل لی۔ اسے اس طرح ٹھکرانے کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اس وقت کے احساسات نے ہمت ختم کردی تھی۔ ضمیر کے گوشوں میں کھد بدر ہونے لگی تھی جس نے ذہن کا رخ بدل دیا تھا۔ نہ جانے وہ کب تک میرے پلنگ کی پٹی پر بیٹھی رہی۔ ایک وفاشعار دلہن کی طرح۔ ہاں سونے کے بعد مجھے کوئی احساس نہ رہا۔

لیکن اس وقت آدھی رات گذر گئی تھی' جب میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے کروٹ بدلی میرے ہاتھ کسی نرم و گداز شے پر جاپڑے۔ عجیب سی گدگداہٹ ہوئی۔ اور حواس جاگ پڑے درفشانہ میرے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا لباس اوپر سرک گیا تھا۔ اور اس کا جسم عریاں ہوگیا تھا۔

دودھ کی طرح سفید اور چمکدار جسم میری کلائی اس کے گداز سینے پر رکھی ہوئی تھی۔

اور مجھے سالوں پہلے کی ایک رات یاد آگئی۔ وہ رات جب میں اٹھارہ انیس سال کا لڑکا تھا۔ چاچا ظہور کے بیٹے نوردین کی شادی تھی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ پوری بستی شادی کی تیاریوں میں اس طرح مصروف تھی جیسے خود اپنے گھر میں شادی ہو رہی ہو۔ ظہور چاچا کا گھر ہمارے گھر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ ان کے مہمانوں نے ہمارے پورے گھر پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ عورتوں کو ہمارے گھر میں ٹھہرایا گیا تھا۔ میں عورتوں کے ہجوم سے گھبرا کر اپنا بستر لے کر کوٹھے پر چڑھ گیا تھا۔ کچی زمین پر بستر بچھا کر میں اس پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ چاچا کے گھر میں ڈھول بج رہا تھا۔ ڈھول کی سہانی آواز ساعت پر بار بننے کی بجائے اور گہری نیند کی وادیوں میں لے جا رہی تھی۔ "مینو ڈنڈیاں گڑھا کردے گیانی منڈا ماںجھے دا۔" کسی کنواری کی مدھر اور سوز بھری آواز ابھر رہی تھی اور یہ آواز ذہن پر سحر طاری کرتی رہی یہاں تک کہ میں سو گیا۔ اور پھر رات کے کسی حصے میں آنکھ کھل گئی۔ ڈھول بج رہا تھا۔ کلائی کو ایسے ہی گداز کا احساس ہو رہا تھا' جیسا اس وقت میں نے چونک کر دیکھا۔ وہ رشیداں تھی۔ سائیں کھبے کی لڑکی جہلم سے آئی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ میرے مختصر سے بستر میں آگھسی تھی۔ شاید گرمی سے پریشان ہوکر اس کا ثبوت اس سے ملتا تھا کہ اس نے اپنے کرتے میں لگے ہوئے چاندی کے بٹن کھول دیئے تھے۔ اور چاندنی اس کے سفید سینے پر نثار ہو رہی تھی۔ وہ سو رہی تھی گہری نیند۔ میں اسے جانتا ضرور تھا۔ اکثر ظہور چاچا کے ہاں آتی رہتی تھی لیکن اس قدر قریب نہیں ہوا تھا۔

وہ سو رہی تھی۔ لیکن شاید اسے سوتے میں ہاتھ پاؤں مارنے کی عادت تھی۔ اس نے اپنا پورا جسم میرے اوپر لاد دیا۔ اور۔ اور۔ اس کی حرکتوں سے گھبرا کر میں نیچے اتر آیا۔ نہ جانے اسے کیسی عادت تھی۔ باقی رات میں نے گھر کے دروازے کے باہر گذاری۔ بہت سی یادیں ذہن میں تڑپنے لگیں۔ احساس ہوا کہ رشیداں کیا چاہتی تھی۔ یہ بھی اندازہ بہت بعد میں ہوا کہ وہ سو نہیں رہی ہے اور اس احساس کے ساتھ میں نے چونک کر درفشانہ کی شکل دیکھی۔

درفشانہ بھی جاگ رہی تھی۔ اس کی مخمور آنکھوں کی چمک میرے اوپر سحر طاری کر رہی تھی۔ لیکن آج میں باہر نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں دبوچ لیا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ نائٹ بلب کی روشنی میں اس کے موی جسم کی روشنی شامل ہوگئی۔ ماحول سرگوشیاں کرنے لگا۔ درفشانہ کی آنکھیں طمانیت سے بند ہوگئیں۔ جیسے اسے مستقبل کے سہارے مل گئے ہوں۔

لیکن دوسری صبح ہوش و حواس کی صبح تھی۔ رات کی حماقت کا احساس تھا۔ میں یہ مہنگی حماقت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ درفشانہ سے بھی الجھن ہونے لگی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ میں بستر پر لیٹا لیٹا سوچتا رہا۔ درفشانہ گہری نیند سو رہی تھی۔ سکون و اطمینان کے ساتھ جیسے اس نے زندگی کے تمام فاصلے طے کرلیے ہوں۔ میں اٹھا اور باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ نل کے نیچے نہاتے ہوئے بھی میں آخری فیصلے کرتا رہا۔ پانی گرنے کی آواز سے شاید درفشانہ بھی اٹھ گئی تھی۔ مجھے اس کے جاگ جانے کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر میں بدن خشک کرتا ہوا باہر نکل آیا۔

درفشانہ مجھے دیکھ کر مسکرائی میں بھی جواب میں مسکرادیا۔ اور وہ باتھ روم میں چلی گئی۔
دونوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور پھر کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہوگا درفشانہ؟"

"میں کہہ چکی ہوں۔ میری فکر مت کرو۔ میں تھوڑی دیر کے بعد چلی جاؤں گی۔" اس
اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے دل ہی دل میں خفت ہونے لگی۔ بلاوجہ اس کے بارے
الٹی سیدھی باتیں سوچتا رہا تھا۔ تب میں نے جیب سے پرس نکالا اور اس میں سے آدھی رقم نکال
درفشانہ کی طرف بڑھادی۔

"نئی زندگی کے راستے تلاش کرنے میں یہ تمہاری مدد کرے گی۔" اور درفشانہ نے
تکلفی سے وہ رقم لے لی۔

"ہاں مجھے اس کی ضرورت تھی نواز۔ یہ مجھے فوری طور پر بھٹکنے سے روک لے گی۔ ا
مجھے اجازت دو۔" وہ کھڑی ہوگئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل کو دکھ کا احساس ہوا۔ وہ جارہی
لیکن دوسرے لمحے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ زندگی میں نہ جانے کتنی آئیں گی اور کتنی جائیں گی
ان الجھنوں کو ذہن میں جگہ دینی حماقت ہے۔

"خدا حافظ نواز۔"

"اپنا سامان ساتھ لے لو درفشانہ۔ سوٹ کیس تم لے جاؤ۔ میں دوسرا خرید لوں گا۔"

"میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی میرے محسن۔" اس نے میرے قریب آکر میرا چہرا
دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ اور پھر اس نے میرے ہونٹوں کو ایک بوسہ دیا اور سوٹ کیس اٹھا کر با
نکل گئی۔ میرے کپڑے اس نے نکال کر رکھ دیئے تھے۔ میں سلگتی ہوئی نگاہوں سے دروازے کو د
رہا۔ ذہن میں طوفان امنڈ رہے تھے لیکن پھر دل میں آگ جل اٹھی۔ طوفان خشک ہوگئے۔ میں
خود کو لاتعلق کرلیا۔ پوری زندگی حادثات سے عبارت ہے۔ کسی ایک حادثے کو ذہن پر سوار نہ
ہونے دینا چاہیے۔ میں نے ایک لباس نکالا۔ اسے پہنا۔ بال وغیرہ درست کرکے میں باہر نکل آ
صورت شکل بنیوں کی سی تھی۔ لیکن غلیظ نہیں تھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان میں شامل ہونے
لیے یہ شرط نہیں ہے۔

میں بھی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر میں نے دور تک سڑکیں دیکھیں۔ درفشانہ
کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ جاچکی تھی۔ میں آگے بڑھنے لگا۔ کچے مکانات' تنگ گلیاں' جگہ جگہ بکھ
ہوئے سرو کے درخت۔ سڑکوں کے کنارے قندھار کے تحفے سرخ انار کے بیوپاری ہیں بازار کی
تلاش میں چل پڑا۔ قاعدے کا ایک بھی بازار نہیں تھا۔ کوئی چیز خریدنے کا سوال ہی پیدا نہیں
تھا۔ سوٹ کیس کی ضرورت تھی لیکن نظر ہی نہ آیا۔ مجبوراً پلاسٹک کا ایک تھیلا خرید لیا۔ اور
واپسی کے خیال سے چل پڑا۔ لیکن ابھی چند قدم آگے بڑھا تھا کہ ڈھیلے ڈھالے جبے میں ملبوس
لمبی پگڑی باندھے ہوئے بڑی بڑی مونچھوں والا ایک افغان میرے راستے میں حائل ہوگیا۔ اس
گہری سرخ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

"خو تمارا نام کیا ہے۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا بات ہے خان؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"خو اگر تمارا نام نواز ہے تو جلدی ہمیں بتاؤ۔"

"ہاں میرا نام نواز ہے۔" میں نے کہا اور سنبھل گیا۔ میں کسی بھی واقعے کے لیے تیار ہوگیا تھا۔ خان نے لپک کر میری کلائی پکڑلی۔ لیکن گرفت غیردوستانہ نہیں تھی۔ وہ مجھے ایک گلی میں لے گیا۔ اور پھر میری کلائی چھوڑتے ہوئے بولا۔

امارا نام گلزار خان ہے۔ زیاد خان نے تمہارے کو بتایا ہوگا۔"

میرے دماغ میں بجلی سی چمک گئی۔ مجھے یاد آگیا۔ زیاد خان نے بتایا تھا کہ اگر ہربنس کے اڈے پر کوئی گڑبڑ ہوجائے تو گلزار خان مدد کرے گا۔

"ہاں خان۔ زیاد خان نے مجھے بتایا تھا۔ مگر تم یہاں کہاں؟"

"خو ہربنس کا لوگ کے ساتھ آیا ہے۔ تمہارا تلاش میں تمہیں قتل کرنے ہربنس کو پتہ چل گیا کہ تم درفشانہ کو نکال لایا ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ام لوگ کو اور چھوڑا۔ تمہارا پتہ بتایا۔ لڑکی کدر ہے؟"

"وہ آزادی چاہتی تھی خان۔ میں نے اسے آزاد کردیا۔"

"چہ تم ادر سے سیدا ارات چلا جاؤ۔ اب ہوٹل مت جاؤ۔ وہ خدائی خوار تمہارا تلاش میں ہے۔ ام بھی ان کے ساتھ آیا۔ تم ہوٹل میں نہیں ملا تو سب لوگ الگ الگ تمہارا تلاش میں نکل پڑا۔ خدا کا شکر ہے تم سب سے پہلے ام کو مل گیا۔"

"کل کتنے آدمی ہیں خان؟" میں نے پوچھا۔

"چار آدمی ہے امارا سمیت۔"

"ٹھیک ہے خان! تم فکر مت کرو۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"امارا مدد کا ضرورت ہو تو امیں بتاؤ" گلزار خان نے کہا۔

"نہیں خان۔ شکریہ۔ ہاں۔ میں نے لڑکی سے معلومات حاصل کی ہیں اس کی رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ کیا وہ رپورٹ تمہارے ہاتھ بھیجی جاسکتی ہے۔"

"نہیں۔ بائی صاحب۔ تم ارات پہنچ کر رپورٹ ڈاک سے بھیج دینا۔ اچھا اب چلو چھوٹا جگہ ہے۔ کوئی اور نکل آیا تو ہمیں بھی پریشانی ہوگا۔ خدا حافظ ادر سے سیدھا راستہ بس اڈہ جاتا ہے۔ ادر سے تمہیں ارات جانے کا راستہ مل جائے گا۔"

"خدا حافظ خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گلزار خان گلی سے نکل کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ جو ہوتا ہے بہتر ہی ہوتا ہے۔ اگر درفشانہ کو وہاں سے نکلنے میں ذرا سی بھی دیر ہوجاتی تو تمام کیئے دھرے پر پانی پھر جاتا۔ وہ دوبارہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتی لیکن خوش قسمتی سے وہ نکل گئی تھی۔ اور اب میں رہ گیا تھا۔ میں کسی سے خوف زدہ نہیں تھا۔ ہربنس کے چار آدمی میری تلاش میں آئے ہیں۔ جن میں سے گلزار نکل گیا تو تین رہ گئے۔ بہرحال------ مجھے اپنا سامان تو ہوٹل

قندھار سے لینا ہی تھا۔ گلزار خان نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کی یہی مہربانی کافی تھی کہ اس نے مجھے پہلے سے ہوشیار کر دیا تھا۔ اگر میں خوفزدہ ہوتا تو سامان بھی چھوڑ دیتا۔ ظاہر ہے کونسی نیک کمائی کا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں تو الاؤ جل رہے تھے۔ ایک قسم کی اذیت طلبی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ دماغ پر جمی ہوئی برف کو توڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے سیدھے ہوٹل کا رخ کیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہوٹل کا حساب کتاب کیا۔ اس دوران میری نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لیتی رہیں۔ اور پھر ـــــ ایک چست و چالاک جسم کا سردار میری نگاہوں میں آ گیا۔ جو عجیب انداز میں مجھے گھور رہا تھا۔ ممکن ہے وہ بھی ہربنس کا ساتھی ہو۔ حالانکہ میں نے گلزار خان سے یہ بات نہیں پوچھی تھی کہ مجھے تلاش کرنے والوں میں سکھ بھی ہیں یا صرف افغانی۔

تاہم میں نے نگاہوں میں سردار کو بھر لیا۔ پھر میں اپنے کمرے میں آیا۔ اپنا سامان پلاسٹک تھیلے میں رکھا۔ پستول نکال کر اس کے چیمبر چیک کئے اور اسے اس انداز میں رکھ لیا کہ اگر نکالنے کی ضرورت پیش آئے تو دقت نہ ہو۔ پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر میں نے عقب کا جائزہ لیا۔

بالکل درست۔ میرے ذہن نے کہا۔ وہی سکھ ایک اور سکھ اور ایک افغان کے ساتھ میرے عقب میں چلا آ رہا تھا۔ یقیناً چوتھا گلزار ہو گا' جو ان میں نہیں ہے۔ لیکن اب۔ کیا ان لوگوں سے حساب کتاب کر لیا جائے نظرانداز کرنا حماقت ہے۔ اس سے مار کھا جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے جان بوجھ کر ایک سنسان راستے کا رخ اختیار کیا۔ میری اس حرکت پر وہ لوگ حیران تو ہوئے ہوں گے۔ ظاہر ہے میں جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد میں ایک ایسی سڑک پر نکل آیا جس کے دورویہ سرو کے درخت کھڑے ہوئے تھے۔ درختوں کے دوسری سمت ترکاری کے کھیت اور کھیتوں کے انتہائی سرے سے انار کے باغات شروع ہو گئے تھے۔ میرے خیال میں ان لوگوں کی مدافعت کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔ اور بلاشبہ انہوں نے بھی میرے ہی انداز سے سوچا۔ چنانچہ ان کی رفتار تیز ہو گئی۔ میں اسی پرسکون انداز میں چل رہا تھا۔ میری رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ چنانچہ چند ساعت میں وہ میرے قریب پہنچ گئے۔ میں رک گیا۔ وہ مجھے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔

"درفشانہ کہاں ہے؟" ان میں سے ایک سردار نے انگلش میں پوچھا۔

"کون درفشانہ؟" میں نے پنجابی میں الٹا سوال کر ڈالا۔ میرے منہ سے پنجابی سن کر دونوں سکھ حیران رہ گئے۔ لیکن پھر وہ سنبھل گئے۔ اور ان میں سے ایک نے جو چھریرے بدن کا تھا' اور جسے میں نے ہوٹل میں دیکھ لیا تھا' کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہی لڑکی جسے تم ساتھ لے آئے ہو۔ جو ڈیرے پر رقص کرتی تھی۔ وہ یہاں تک تمہارے ساتھ آئی ہے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور ہمیں مل گیا ہے جو تم دونوں کو یہاں لایا تھا۔"

"لڑکی میرے ساتھ آئی تھی۔ ایک رات اس نے یہاں قیام کیا اور پھر چلی گئی۔ مجھے نہیں

معلوم وہ کون تھی اور کہاں چلی گئی۔"

"جھوٹ۔ بکواس۔ تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ بتاؤ۔ ورنہ ـــ ہربنس کے حکم سے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"چلو۔ کوشش کرو۔" میں نے اپنا تھیلا زمین پر رکھ دیا۔

"مارو۔" دوسرے سکھ نے افغان اور چھریرے بدن والے سے کہا۔ اور افغان نے اپنی پگڑی کا لٹکتا ہوا سرا دانتوں میں دبا لیا۔ اس نے مٹھیاں بند کر کے میری طرف بڑھائیں۔ لیکن دوسرے لمحے میری لات اس کے پیٹ پر پڑی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اسی وقت عقب سے دبلے پتلے سردار جی نے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر گردن میں پھنسانے کی کوشش کی۔ داؤ تو اچھا تھا لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اپنے سے طاقتور پر نہیں آزمایا جاتا۔ میں نے بازوؤں کو زوردار جھٹکا دیا اور سردار جی کو خود لینے کے دینے پڑ گئے۔ ان کے بازو چھیل گئے تھے۔ نیچے سے میری کہنی ان کے سینے پر پڑی اور ان کے منہ سے کراہ نکل گئی۔ اتنی دیر میں افغان اٹھ گیا تھا۔ اس بار اس نے غراتے ہوئے میرے اوپر حملہ کیا تھا۔ لیکن میں سامنے سے ہٹ گیا اور افغان جھونک میں دوسرے سردار سے ٹکرا گیا۔ جس نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا۔ تب میں نے دبلے پتلے سردار کو سنبھال لیا۔

لیکن اس وقت افغان کے نیچے دبے ہوئے سردار نے پستول نکال لیا اور چیخ کر بولا۔ "بس اب ہٹ جاؤ۔ کھیل ختم ہو گیا۔" لیکن میں کھیل ختم کر سکتا تھا۔ دبلے پتلے سردار کو میں نے پھرتی سے ڈھال بنا لیا اور پھر میرا پستول بھی نکل آیا۔ اسی ڈھال سے میں نے دوسرے سردار کے پستول پر گولی چلا دی۔ لیکن بدقسمتی کہ نشانہ پستول کا نہ رہا۔ گولی نے سردار جی کی پسلیاں توڑ دی تھیں۔ سردار جی کی دلخراش چیخیں گونج اٹھیں۔ دوسرے سردار نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ اور افغان نے بھی میرے پستول کو دیکھا بھی زمین پر پڑے سردار جی کو۔ میں نے اطمینان سے اپنا تھیلا اٹھایا اور پستول اسی انداز میں ہاتھ میں لیے ـــ آگے بڑھ گیا۔ ویسے میں چوکنا تھا۔ مفرور سردار جی کسی بھی طرف سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔

میں اس سڑک سے نکل آیا۔ لیکن دوسرے سردار جی کا پتہ نہیں چل سکا۔ بارونق جگہ آ کر مجھے احساس ہوا کہ میں بہرحال خطرے میں ہوں۔ ممکن ہے وہ مر جائے جس کے گولی لگی ہے۔ ایسی مشکل میں' میں مقامی حکومت کا مجرم بھی بن گیا ہوں۔ بڑی خطرناک صورت حال ہو جائے گی۔ چنانچہ یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ ہرات۔ یہاں سے ہرات جانا ہی بہتر ہے۔ تاکہ پھر وہاں سے ایران نکل جایا جائے۔ لیکن سفر کا مسئلہ تھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا وہ کافی تھا۔ اب کسی خطرے میں پڑنا حماقت تھی یہاں سے کسی بس وغیرہ میں جانے کا مطلب تھا کہ پولیس کے یا ہربنس کے آدمیوں کے ہاتھ لگ جایا جائے چنانچہ بس کے اڈے پر جانا حماقت ہے۔

میں نے ایک افغانی کو روک کر ہرات جانے والے راستے کا پتہ پوچھا۔ اور پھر پیدل چل پڑا۔ مقصود یہ نہیں تھا کہ ہرات تک کا راستہ پیدل طے کروں۔ بس یہ خیال تھا کہ قندھار سے جس قدر

دور نکل سکتا ہوں نکل جاؤں اور کسی اور جگہ سے بس وغیرہ حاصل کروں۔ تاکہ اگر یہاں فوری تلاش شروع ہو جائے تو اس سے بچ سکوں۔ میں سڑک کے کنارے کنارے چل پڑا۔ یہی سڑک ہرات جاتی تھی۔ لیکن میں نے سڑک سے کافی فاصلہ رکھا تھا تاکہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ سکے۔ قندھار کے نواح میں تو اس طرح چلنے میں کوئی دقت نہیں تھی۔ باقی اس سے آگے جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔

میں چلتا رہا۔ ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کوئی فکر نہیں تھی۔ بس ایک آوارہ گرد۔ دنیا کے جھمیلوں سے آزاد۔ کھانے پینے کے لیے کچھ ساتھ نہیں تھا۔ لیکن اس کی بھی فکر نہیں تھی۔ جب صحرانوردی کی ٹھان لی تھی تو مصائب سے بچنے کا تصور بے وقوفی کے علاوہ اور کیا تھا۔ انار کے باغات کا سلسلہ پیچھے رہ گیا تھا اور اب تاحد نظر خشک پہاڑ اور ویرانے نظر آرہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی بس ست روی سے سڑک پر چلتی نظر آجاتی اور پھر آہستہ آہستہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی۔

دوپہر ہوگئی۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ لیکن غم کھانے کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی۔ سفر جاری رہا۔ پھر دائیں ہاتھ پر واقع ایک پہاڑ نظر آیا جس کی چوٹی پر بابر کی فتوحات کے نشان کندہ ہیں۔ کچھ سیڑھیاں بھی نظر آئیں اور قدم رک گئے۔ شاید پانی موجود ہو۔ پیاس بھی سخت لگ رہی تھی۔ کچھ نہ سہی تھوڑی دیر آرام ہی کرلیا جائے۔ سفر تو کرنا ہی ہے۔ سڑک چھوڑ دی اور سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا دیئے اوپر تک پہنچنے کے لیے چالیس سیڑھیاں طے کرنی پڑیں۔ خاصی مشکل چڑھائی تھی۔ لیکن بہرحال اوپر پہنچ گیا۔ یہاں پتھروں پر بابر کے عہد کی خوبصورت تحریریں موجود تھیں۔ ایک تحریر اکبر کے دور کی بھی تھی۔ ذہن بٹ گیا۔ خیالات کتابوں کی طرف دوڑ گئے۔ کسی زمانے میں تاریخ سے بھی دلچسپی تھی جن علاقوں سے گذر رہا تھا ان کے بارے میں پڑھ بھی چکا تھا۔ لیکن جس حیثیت سے یہ سفر کر رہا تھا اس میں تاریخ کی دلچسپیوں میں گم ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔

تاہم وقتی طور پر ان صحرانشینوں کے جبروت و جلال کی کہانیاں یاد آئیں اور ان میں گم ہو گیا۔ ایک ابھرے ہوئے پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ پانی وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن یہاں بیٹھنے سے ہی کافی سکون مل گیا تھا۔ منتشر ذہن یکسو ہو گیا تھا۔ سورج کبھی پوری طرح چمکنے لگتا۔ کبھی بادلوں کی اوٹ میں گم ہو جاتا۔ تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد نیچے اترا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ ٹانگوں میں ابھی کافی جان تھی۔ گو رفتار ست تھی لیکن ابھی رات گئے تک چلنے کی ہمت رکھتا تھا۔ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ سورج چھپ گیا۔ بہت دیر سے کوئی بس وغیرہ بھی نہیں گذری تھی۔ ویسے اب سڑک کے کنارے ہی چلنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ دونوں سمت گہری گھاٹیاں شروع ہو گئی تھیں۔

کئی بار گاڑیوں کے ہارن سنائی دیئے رفتار ست ہوئی' لیکن کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ خیال ہی ذہن میں نہیں آیا تھا کہ کسی سے لفٹ لینے کی کوشش کی جائے۔ یہ صورت حال بس سے بہتر تھی۔

وہ نیلے رنگ کی ایک پرانے طرز کی کار تھی۔ جس کے انجن کی آواز کافی تیز تھی اس وقت میں ایک چھوٹے سے پل سے گذر رہا تھا۔ جس کے نیچے ایک خشک پہاڑی' نالہ موجود تھا۔ جگہ اتنی تھی کہ ایک طرف کھڑے ہو کر ہی گاڑی کو گذرنے دیا جاتا۔ چنانچہ رک گیا۔ جھٹپٹا ہو چکا تھا اس لیے

ڈرائیور کی شکل نظر نہیں آرہی تھی۔ بہرحال کار میرے قریب سے گذری۔ پل سے بھی گذر گئی اور آگے جا کر رک گئی میں نے بھی آگے قدم بڑھا دیئے تھے۔ لیکن کار رکتے دیکھ کر میں چونک پڑا اور پھر جب کار ریورس ہوئی تو میرے ذہن میں خدشات جاگ اٹھے۔

ممکن ہے ہربنس کے آدمی ہوں۔ میری تلاش میں نکل پڑے ہوں۔ دوسرے لمحے میں نے اپنا پستول نکال لیا۔ اور اسے اس طرح تھیلے کی آڑ میں کرلیا کہ صاف نظر نہ آئے۔ میرے قدم ست روی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ لیکن کار کی کھڑکی سے کسی نے سر نکال لیا تھا اور اب ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر رہا تھا۔ میں کسی قدر حیران سا آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر کار کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن بالکل قریب سے میں ڈرائیور کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چمکیلے چہرے اور سبک نقش و نگار کی ایک خوبصورت سی لڑکی تھی۔

"ہے۔ کہاں جا رہے ہو؟" اس نے برطانوی نوجوانوں کے لہجے میں کہا۔

"ہرات۔" میں نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا۔

"آجاؤ۔" اس نے مجھے کوئی آوارہ گرد ہپی ہی سمجھا تھا اور اپنے برابر کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں نے چالاکی سے ایک نگاہ اس کی کار کی عقبی سیٹ پر ڈالی۔ کہ اس کے درمیان کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ اور پھر مطمئن ہو کر اس کے برابر کی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اندر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ ایک قیمتی کپڑے کی ساڑھی باندھے ہوئے تھی۔ اس کے سیاہ بال بہت خوبصورت تھے اور اس نے کوئی اعلیٰ قسم کی خوشبو استعمال کی تھی۔ اس کے علاوہ وہ نہ تو افغانی تھی اور نہ کسی اور ملک کی بلکہ اپنے ہی قبیلے کی معلوم ہوتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے غیر ملکی ہی سمجھ رہی تھی اسی لیے خالص برطانوی لہجے میں بات کی تھی۔

میرے اندر بیٹھنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی میں نے غیر محسوس انداز میں پستول تھیلے میں ڈال لیا تھا۔

"کہاں سے آرہے ہو؟" تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے پیشانی سے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"کابل سے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس سے پہلے؟"

"پشاور۔"

"اس سے بھی پہلے؟" اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا لیکن میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اور وہ انتظار کرتی رہی۔ پھر میرا جواب نہ پاکر دوسرا سوال کیا۔

"پیسے ختم ہو گئے تھے؟"

"کیوں؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"پھر بس سے سفر کیوں نہیں کیا؟ ہرات کے لیے تو بس ملتی ہے۔" اس دوران میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اچھی خاصی اردو داں ہے خواہ مخواہ زبان بگاڑ کر انگریزی میں بول رہی ہے۔

چنانچہ میں نے بطور آزمائش اردو میں کہا۔

"بس جنوں منت کش آہن نہ ہوا۔ صحرانوردی ہی ٹھہری تو ساروں کی تلاش فضول سمجھی اور چل پڑا۔ ابھی ٹانگوں میں جان ہے تھک گیا تو منزل سمجھ لوں گا۔ گھاٹا نہیں ہے۔ کیا خیال ہے؟"
لیکن اس نے جواب دینے کی بجائے پورے بریک لگا دیئے اندر کی بتی روشن کی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم۔ تم کہاں کے باشندے ہو؟" وہ متحیر لہجے میں بولی۔

"پاکستانی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مائی گاڈ۔ اب تک میں احمق بنتی رہی۔" اس نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔ "میں تمہیں غیر ملکی سمجھ رہی تھی۔"

"اب تصحیح کر لو۔ ویسے تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"مشرقی پنجاب سے۔ میں جالندھر کی رہنے والی ہوں۔ وہاں کے ایک معزز برہمن گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ تم مسلمان ہو گے؟"

اس کے سوال سے دل پر گھونسہ سا لگا۔ کس منہ سے خود کو مسلمان کہتا۔ حلیہ اور حرکتیں حالات نے کیا بنا دیا تھا۔ یقیناً پیدائش کے بعد کانوں نے اذان کی آواز سنی تھی۔ لیکن پھر یہ آواز۔ یہ آواز ماحول میں گم ہو گئی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کار اسٹارٹ کر دی اور پھر اسے ست روی سے آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

"بڑا دلچسپ اتفاق ہے۔ خوب غلط فہمی رہی۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ تم مقامی ہو۔ میرے ملک میں بھی ہپی ازم کافی مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ نوجوان ہری کرشنا ہری رام کرتے ہیں اور آوارہ گردی کو نکل جاتے ہیں' لیکن ہری کرشنا اور ہری رام سے ان کا کیا واسطہ لوگوں نے مذہب کو بھی مذاق بنا لیا ہے۔ ویسے یہ زندگی بری نہیں ہے لیکن اس کے لیے یہ مخصوص انداز ہی کیوں۔ سیاحت کا شوق' تو ایک اعلیٰ شوق ہے۔ میں بھی سیاح ہوں۔ میں بھی دنیا دیکھنے نکلی ہوں۔ لیکن باقاعدہ اور باعزت طور پر۔ کیا تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ گویا تم میں بہتر ساتھی بننے کی ہر صلاحیت موجود ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نام کیا ہے؟"

"نواز۔" میں نے مختصراً کہا۔

"میرا نام کوشلیا ہے۔ ہم دونوں میں مذہب کا رشتہ نہیں ہے۔ لیکن انسانیت کا رشتہ ضرور ہے۔ کیا تم رشتوں کے قائل ہو؟"

"نہیں۔ میں کسی چیز کا قائل نہیں ہوں۔ میں صرف حالات کا قائل ہوں۔ حوادث کا قائل ہوں۔ ہمارا رشتہ صرف ماحول سے ہے۔ ہم حالات کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ نظر نہ آنے

والے تاروں کی حرکت کی طرح متحرک ہیں۔ خود ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم وقت کے غلام ہیں اور غلاموں کی سوچ اپنی نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ سوالات فضول ہیں۔ اگر تسلی چاہتی ہو تو صرف یہ کافی ہے کہ میرے ذہن میں تشدد کا خانہ نہیں ہے' جب تک ساتھ رہو گی دھوکہ نہیں کھاؤ گی۔"

"ہوں۔" اس نے سڑک سے نظریں اٹھا کر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا "کوئی کہانی؟"

"تمام کہانیاں بھول چکا ہوں۔ صرف یہ سڑک یاد ہے جس پر ہم جا رہے ہیں۔ یہ سیدھی ہرات جاتی ہے۔"

"نہیں' راستے میں گرشک بھی پڑتا ہے۔ دریائے ہلمند کا کنارہ بہت خوبصورت ہے۔ جہاں غزنوی سلطان کی تاریخ بکھری پڑی ہے۔ اگر سیاح ہو تو تاریخ کو نظرانداز نہ کرو۔ یہ رات ہم دریائے ہلمند پر گذاریں گے۔"

میں نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ یہ نوجوان لڑکی کس قدر نڈر ہے تنہا یہ خطرناک سفر کر رہی ہے۔ میرے بجائے اسے کوئی خونخوار افغانی بھی مل سکتا تھا جو اس کی نازک پسلیوں میں چاقو اتار کر اس کا سامان چھین لیتا۔ یا پھر کوئی آوارہ گرد بدمعاش۔ لیکن وہ خود سے بے خوف ہے۔ اس نے ایک اجنبی کو ایک ویران جگہ اپنے ساتھ رات گذارنے کی دعوت دے دی ہے۔ ممکن ہے یہ وہ نہ ہو جو خود کو ظاہر کرتی رہی ہے۔ وقت اور ماحول کے تحت خود کو بدل لینے کی عادی ہو۔ الفاظ خرچ کرنے میں کیا جاتا ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ اس وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ جو تم پسند کرو گی وہی مجھے پسند ہو گا۔ ویسے تم نے میرے اوپر یہ احسان کیوں کیا ہے؟"

"راستے میں کئی آوارہ گردوں کو لفٹ دے چکی ہوں۔ سب کے سب بیخود دنیا سے بے زار تھے۔ بعض پر تو ترس آتا ہے۔ لیکن یہ تمہاری خوبی ہے' نہیں ہمارے علاقے کی خوبی ہے کہ تم ان آوارہ گردوں کی طرح گندے نہیں ہو۔ ان میں بعض تو ایسے غلیظ تھے کہ مجھے اپنی حماقت پر کافی شرمندہ ہونا پڑا۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ وہ بھی ہنستی رہی۔ ہنسنے سے اس کا چہرہ کچھ اور چمکنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہم گرشک پہنچ گئے۔ اور اس نے کار دائیں سمت کچے راستے پر ڈال دی۔ تب دریائے ہلمند کا کنارہ آ گیا اور اس نے کار ایک مناسب جگہ روک دی۔ کار روک کر اس نے انجن بند کیا۔ اور پھر دونوں ہاتھ پیچھے کر کے اور پاؤں پھیلا کر ایک طویل انگڑائی لی۔ انگڑائی کے ساتھ ایک عجیب سی آواز اس کے منہ سے نکلی تھی۔ جس پر وہ خود ہی ہنس پڑی۔

"خوب تھک گئی ہوں۔ لیکن ہم چاندنی رات میں ہلمند کے کنارے کی سیر کریں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"بھوکے ہو؟" اس نے ایک دم سوال کیا۔

"کچھ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بہت کچھ۔" اس نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ پرانے طرز کی اس کشادہ کار کی ڈگی میں کافی گنجائش تھی۔ میں بھی نیچے اتر آیا۔ اور ڈگی کھولنے میں اس کی مدد کی۔ پوری ڈگی بھری ہوئی تھی۔ خوراک کے ڈبے۔ پٹرول کے بیرل' سوٹ کیس اور نہ جانے کیا کیا۔

اس نے پکی ہوئی خوراک کے چند ڈبے' ڈبل روٹیاں اور پانی کے ٹین نکال لیے۔ پھر ایک چادر نکالی اور اسے کار کے قریب ہی زمین پر بچھالیا۔

"بیٹھو۔" وہ بے تکلفی سے بولی اور پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ لیکن ستاروں کی مدھم روشنی میں اس کے جسم کے خطوط نمایاں تھے خاصی گداز لڑکی تھی۔ لیکن میں اس سے چند وعدے کرچکا تھا انہیں پورا کرنا ضروری تھا۔ اس لیے میں نے اس پر سے نگاہیں ہٹالیں۔ وہ ٹن کٹر سے ڈبے کاٹ رہی تھی۔ میں نے کٹر اس کے ہاتھ سے لیا اور اس نے میری طرف دیکھا اور پھر ہنس پڑی۔

"کیوں؟" میں نے ایک ڈبہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم موجود نہ ہوتے تو ظاہر ہے یہ ڈبے میں ہی کھولتی۔ دراصل مرد کو خود کو عورت سے برتر سمجھنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اچھے اور برے ہر انداز میں وہ خود کو عورت پر فوقیت دیتا ہے اور خود کو اس پر برتر سمجھ کر مطمئن رہتا ہے۔ حالانکہ عورت جسمانی طور پر بعض اوقات مرد سے زیادہ طاقتور ثابت ہوتی ہے۔"

"بعض اوقات——" میں نے شرارت سے کہا۔ اور وہ اس انداز میں مجھے دیکھنے لگی جیسے میرے جملہ پورا کرنے کی منتظر ہو۔ لیکن جب میں خاموشی سے ڈبے کھول کر اس کے سامنے رکھتا رہا اور کچھ نہ بولا۔ تو اس نے کہا۔

"تم کچھ کہنے کے لیے رک گئے۔"

"نہیں۔ میں جملہ پورا کرچکا ہوں۔" میں نے بدستور شرارت سے کہا۔

"بات بعض اوقات کی تھی۔ میرا خیال ہے یہ خصوصی قوت ہر عورت میں ہوتی ہے۔ اگر کسی بھی مرد کو زندگی میں صرف ایک بار بچہ پیدا کرنا پڑتا تو شاید وہ ہمیشہ کے لیے عورت پر اپنی برتری کو بھول جاتا۔"

"میرا خیال تھا کہ وہ میری بات پر خاموش ہو جائے گی' شرمائے گی' کھانا شروع کردے گی لیکن اس نے پوری فراخ دلی سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور پھر بے تحاشا ہنسنے لگی۔

"میری دلی آرزو ہے۔ یقین کرو میری دلی آرزو ہے۔ کاش یہ کام بھی مرد کی طرف منتقل ہو جائے کاش۔" وہ پھر ہنس پڑی۔ میں بھی اس کا ساتھ دیتا رہا۔ پھر ہم کھانے میں مشغول ہوگئے۔ اس گفتگو سے طبیعت میں شگفتگی پیدا ہوگئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ بے حد دلچسپ لڑکی ہے۔ جب تک بھی اس کا ساتھ رہے گا' خوب وقت گذرے گا' کیا ضروری ہے کہ اسے عورت ہی سمجھا جائے

عورتیں تو بے شمار مل چکی تھیں۔ کھانے کے بعد ہم نے سرد کافی پی۔ اور پھر خالی ڈبے ایک طرف اچھال دیئے۔ پھر کھڑے ہو کر چادر اٹھائی اور اسے ڈگی میں ٹھونس دیا۔ باقی بچا ہوا سامان بھی ڈگی میں رکھنے کے بعد اس نے ایک کارٹن سے قیمتی سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔

"سگریٹ پیتے ہو؟"

"ہاں۔ میرے پاس موجود ہیں۔"

"بھرے ہوئے ہوں گے؟"

"بھرے ہوئے بھی ہیں۔ تم پیتی ہو؟"

"نہیں لیکن اس کے بارے میں تم سے سوالات ضرور کروں گی؟ لو جب تک یہ پیو۔" اس نے پیکٹ کھول کر ایک سگریٹ مجھے آفر کیا۔ دوسرا خود ہونٹوں میں لگا کر اسے سلگانے لگی۔ میرا سگریٹ بھی سلگا کر اس نے دو تین گہرے گہرے کش لیے پھر ڈگی لاک کی' کھڑکیوں کے شیشے چڑھا کر ہینڈل لاک کیے اور پھر آگے بڑھ گئی۔ رخ دریا کے کنارے کی طرف تھا۔ کئی منٹ خاموشی رہی۔ تو میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ تم کیا سوال کر رہی تھیں؟"

"میں نے اچانک ارادہ ملتوی کردیا ہے۔ دراصل میں پوچھنا چاہ رہی تھی کہ تم لوگ' میرا اشارہ ہپیوں کی طرف ہے۔ تمہارے عقائد کے بارے میں تھوڑا بہت مجھے معلوم ہے تم لوگ انسانی تہذیب کا مذاق اڑاتے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ پتھر کے دور کا انسان زیادہ مہذب اور امن پسند تھا۔ تمہارے خیال میں اس دور کا انسان غیر مہذب اور وحشی ہے اور تم صرف اس کے خلاف ہو جو موجودہ تہذیب میں رائج ہے لیکن یہ نشہ آور اشیاء کا استعمال کون سے زمرے میں آتا ہے۔ تب میرے ذہن میں آیا کہ یہ خود کو فریب دینے کے مترادف ہے۔ تم خود کو نشہ آور اشیاء میں غرق کرکے دنیا کو بھول جانے کے خواہشمند ہوتے ہو۔ کیونکہ اس دنیا کو مکمل طور سے نہیں بدل سکتے۔ اس لیے کبوتر کی طرح آنکھ بند کرلینے پر اکتفا کرتے ہو۔ حالانکہ آنکھ بند کرلینے سے اقدار نہیں بدل جاتیں۔ سوائے اس کے کہ تم دنیا سے الگ تھلگ' ایک غیر انسانی مخلوق بن کر رہ گئے ہو۔ میں نے خود کو اس سوال کا جواب اس انداز میں دے دیا تھا اور اس سے زیادہ میں کچھ سننا بھی نہیں چاہتی کیونکہ ایک بے مقصد موضوع نکل آئے گا۔ کیا تم مجھے مزید کچھ بتانے کے لیے بے چین ہو؟"

"نہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"یہ تمہاری خوبی ہے۔" اس نے تعریفی انداز میں کہا۔ دریا کے کنارے کنارے ہم بہت دور نکل آئے۔ سامنے ہی لشکری بازار اور ایک پرانے قلعے کے کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے جو ستاروں کی چھاؤں میں عجیب ہیئت اختیار کرگئے تھے۔

"یہ کھنڈرات اپنے پہلو میں کیسی کیسی پراسرار داستانیں چھپائے ہوئے ہیں۔ لشکری بازار غزنوی سلطانوں کا سرمائی دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ سلطان مسعود کو ترکوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تو یہ بھی برباد ہوگیا۔ یہ زمین نہ جانے کتنے معرکے دیکھے ہوئے ہے۔ اگر تم اس کے سینے میں جھانکو تو

صدہا داستانیں پوشیدہ ہوں گی کیسے کیسے رازوں کی امین ہوتی ہے زمین کیسا وسیع ہے اس کا دل' کسی کو اس سے شکایت نہیں ہوتی۔" کوشلیا نے پرخیال انداز میں کہا۔

"تمہیں تاریخ سے کافی دلچسپی ہے۔ کیا ان علاقوں میں پہلے بھی آچکی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کبھی نہیں۔ لیکن میں نے سفر پر روانہ ہونے سے قبل اس لائن کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی ہیں جہاں مجھے سفر کرنا ہے۔ میں ان پہاڑوں کے ایک ایک ذرے سے واقف ہوں۔ یہاں کی ایک ایک عمارت کی تاریخ مجھے زبانی یاد ہے۔ یہاں کے پورے نقشے میرے پاس موجود ہیں۔"

"بڑی سخت کاوش کی ہے تم نے۔" میں نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ عورت ہوں نا۔ ہر طرح سے مکمل ہو کر گھر سے نکلی ہوں۔" کوشلیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ میں خاموش ہو گیا۔ وہ ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کی شکار تھی لیکن اس کے باوجود میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ عورت ہے ہر حالت میں مرد سے کمزور۔ فرض کیا جائے ان ویرانوں میں' میں اسے دبوچ لوں' تو وہ میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ شاید کچھ بھی نہیں۔ خواہ وہ مسلح ہو۔ دل چاہا کہ امتحان لے ڈالوں۔ لیکن پھر اس بے کار سی خواہش کو دبا لیا۔ خواہ مخواہ وہ بددل ہو جائے گی تھوڑے وقت کی اچھی ساتھی ہے۔ اس کے احساس برتری کو قائم رہنے دیا جائے۔

اور پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے زمین کا جائزہ لیا۔ اور مسکراتا ہوا ابھر آیا۔ اس کی ضیاء نے زمین کو منور کر دیا۔ تاریکی چھٹ گئی اور مناظر اجاگر ہو گئے لیکن اس کے ساتھ ہی' نہ جانے کس طرف سے سازوں کی آواز ابھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔ ڈفلی اور گٹار بج رہا تھا۔ بے ہنگم بے سرا نغمہ۔

یہ کون ہے؟" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا اور کوشلیا مسکراتے ہوئے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تمہارے خیال میں کون ہو سکتا ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ان پر اسرار کھنڈرات سے کون سی کہانیاں وابستہ ہیں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"گویا تمہارے خیال میں غول بیابانی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تمہاری نسل کے لوگ۔ افغانستان کے بہت سے علاقے ان کے لیے کشش رکھتے ہیں۔ ممکن ہے یہاں ان کھنڈرات میں بھی ناجائز منشیات کا کوئی اڈہ ہو۔ چلیں دیکھیں میں بہرحال ان لوگوں کو دیکھ کر محظوظ ہوتی ہوں۔"

"اوہ!" میں نے دل ہی دل میں اس لڑکی کی ذہانت اور بے خوفی کی داد دی۔ درحقیقت میرا ذہن فوری طور پر اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ یہ عین ممکن تھا۔ کوشلیا نے آواز کی سمت قدم بڑھا دیئے۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ لیکن میرے قدم الجھے الجھے تھے۔ ممکن ہے یہاں موجود ساقی خانہ ہر بنس کا ہو۔ ممکن ہے اس نے اپنے ان ساتھیوں کو بھی اطلاع دے دی ہو۔ اور یہاں مجھے پہچان لیا

جائے۔ کوشلیا نے میری اس جھجک کو محسوس کیا اور ہنس پڑی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اور وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمہارے قدموں میں روانی نہیں ہے' تم شاید درحقیقت غول بیابانی کی موجودگی پر غور کر رہے ہو۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ دل چاہا اسے برا بھلا کہوں۔ لیکن پھر خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے صحیح سمت کا رخ کیا تھا۔ تقریباً ایک فرلانگ پر ہمیں کچھ کھنڈرات میں پھیلی روشنی نظر آرہی تھی۔ راستے میں ہم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور روشنی پر نگاہیں جمائیں آگے بڑھتے رہے۔ روشنی بڑھتی جارہی تھی شاید مزید مشعلیں روشن کی جارہی تھیں اور جب ہم کھنڈرات میں پہنچے تو کافی روشنی ہو گئی تھی اور اس روشنی میں مخصوص قسم کے آوارہ گرد نظر آرہے تھے۔ مرد نما عورتیں عورت نما مرد۔ دم لگ رہے تھے' غم مٹ رہے تھے۔ چاندنی میں دھواں پیوست ———— ہو رہا تھا۔ دھوئیں کو چاندنی کاٹ رہی تھی۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ ہم دونوں بھی ایک ٹوٹی ہوئی محراب کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس طرف قدرے اندھیرا تھا لیکن پتھر پر بیٹھے بیٹھے میری نگاہ گٹار بجانے والے پر اور پھر گٹار پر پڑی۔ اور میں اچھل پڑا۔ مشعلوں کی دھندلی روشنی میں' میں نے اوہوتے کو پہچان لیا تھا اور یہ گٹار بھی میرا تھا۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے اوہوتے کے اطراف میں دیکھا اور میرا یہ خیال بھی درست نکلا اوہوتے کے بالکل ساتھ ایک پتھر سے پشت لگائے' ٹانگیں پھیلائے میگاں بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں میرا پائپ تھا جس کو وہ ہونٹوں میں دبائے گہرا گہرا دھواں چھوڑ رہی تھی۔

اوہوتے گٹار بجا رہا تھا۔ اور میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ مجھے اس پر غصے کے بجائے ہنسی آرہی تھی۔ کوشلیا بھی دلچسپی سے ان لوگوں کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔ میرے لیے یہ حرکتیں نئی نہیں تھیں۔ اور بس ذہن میں کچھ دلچسپ پروگرام بنا لیا تھا۔ لیکن اس سے قبل میں جائزہ لے لینا چاہتا تھا کہ یہاں کوئی ایسا تو نہیں ہے۔ جو مجھے پہچان جائے۔ مجھے صرف دو افغان نظر آئے جو میرے لیے اجنبی تھے۔ بہرحال میں نے دلچسپی کی خاطر خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا۔

"کوشلیا۔" میں نے سرگوشی کی۔ وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ "تمہیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟"

"بہت میرے پاس ریکارڈ چینجر ہے۔ میں تمہیں اپنی پسند کے نغمے سناؤں گی۔"

"میں گٹار بجانا جانتا ہوں۔"

"اوہ۔ واقعی۔ مگر گٹار تو نہ میرے پاس ہے نہ تمہارے پاس۔ اور یہ آدمی یا تو نشے میں ہے یا پھر اسے گٹار بجانا نہیں آتا۔"

"میں سناؤں؟"

"ضرور۔ لیکن۔" میں نے اس کا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اٹھایا اور اندھیروں کی آڑ لیتا ہوا اوہوتے کی طرف بڑھ گیا۔ چند ساعت کے بعد میں اس کے پیچھے تھا۔ اوہوتے اپنے نغمے کی آخری دھن بجا رہا تھا پھر اس نے نغمہ ختم کیا گلے سے گٹار کی ڈوری نکالی اور اسے رکھنے لگا۔ لیکن میں نے آگے بڑھ کر گٹار تھام لیا۔ اوہوتے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور نشے

میں ہونے کے باوجود مجھے پہچان گیا۔ وہ بری طرح اچھل پڑا اور اس کے چہرے پر سخت بدحواسی کے آثار نظر آئے۔

"کیا میں تمہیں اپنے گٹار پر کوئی اچھا سا نغمہ سناؤں اوہوتے؟" میں نے اس سے پوچھا لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ کوشلیا بھی اس کی اس حالت کو تعجب سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری اجازت سے۔" میں نے اوہوتے سے گٹار لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پھر میں نے اس کے تار چھیڑے۔ اور پہلے وہی دھن شروع کردی۔ "لعل میری پت رکھیو۔" گٹار کی آواز وہی تھی۔ لیکن اب اس کے سر دوسرے تھے۔ نشے میں بدمست ہپی چونک پڑے۔ دھن ہی ایسی تھی کہ دلوں کو گرما دیتی تھی۔ نغمہ بلند ہوتا گیا اور مردوں میں زندگی دوڑ گئی کسی نے میری طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی سب کھڑے ہوگئے اور رقص شروع ہوگیا۔ اوہوتے اسی طرح بیٹھا تھا لیکن نغمے کو میگاں نے بھی پہچان لیا تھا۔ پائپ اس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں مسکرا مسکرا کر گٹار بجا رہا تھا۔ کوشلیا میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر میگاں اٹھی اور آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئی۔ وہ میرے قدموں میں بیٹھ گئی اور اس نے اپنا سر میرے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ بدمست آوارہ گرد سردھنتے رہے رقص کرتے رہے اور پھر نغمہ ختم ہوگیا۔ قدم رک گئے۔ عجیب آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لیکن فوراً بعد میں نے ایک اور دھن شروع کردی۔ یہ ایک فرنچ دھن تھی۔ سسکاریاں ہیجان خیز آوازیں کھنڈرات میں گونجنے لگیں۔ دیوانے مست ہوگئے تھے۔ ناچ رہے تھے۔ اور تھوڑے فاصلے پر کوشلیا خاموش کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ نغمہ آخری مرحلے میں داخل ہوگیا اور پھر رک گیا۔ ناچتے بدن ڈھیلے پڑ گئے۔ جیسے گراموفون کی چابی ختم ہوگئی ہو اور پھر گردنیں اور شانے لٹک گئے میگاں کا سر اب بھی میرے گھٹنے پر ٹکا ہوا تھا کسی کونے سے تالی کی آواز ابھری اور کسی نے بدمست آواز میں کہا۔

"ایک اور۔ صرف ایک اور۔" نہ جانے وہ نغمے کے بارے میں کہہ رہا تھا یا چرس بھرے ایک سگریٹ کے بارے میں۔ میں نے اوہوتے کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ بدستور پھیکا پڑا ہوا تھا۔ میں نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ اور اوہوتے نے دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپالیا۔

"میں بہت نیچ ہوں فنکار۔ میں بہت ذلیل ہوں۔ میں نے تمہارے نغمے چرائے تھے۔ یہ ساز بھی تمہارے پاس خوش ہے۔ میں نے بہت کوشش کی، لیکن اس سے خوشی کا ایک نغمہ نہ نکل سکا۔ اس کے سر غمگین تھے۔ میں بہت نیچ ہوں۔ بہت کمینہ ہوں۔"

وہ منہ چھپائے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے میگاں کا سر اپنے گھٹنے سے ہٹایا اور پھر کھڑا ہوگیا۔ تب میں نے گٹار اوہوتے کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ اور واپسی کے لیے مڑا۔ اوہوتے تڑپ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ "سنو۔ میں بیشک چور ہوں۔ لیکن میں چرائی ہوئی کوئی چیز واپس نہیں کر رہا۔ یہ گٹار لے جاؤ۔ یہ جاندار شے کسی طور میرے پاس نہیں رہ سکتی۔ یہ میرے لیے بے کار ہے۔ یہ اپنے

حسین سر مجھے نہیں دے سکتی۔ اسے لے جاؤ۔ میرے لیے سزا کا حق تمہارے پاس محفوظ ہے۔" اس نے گٹار کی ڈوری میرے گلے میں ڈال دی۔ میں نے بھی زیادہ ردوکد نہیں کی اور گٹار لے کر واپس مڑ گیا۔ کوشلیا میرے قدموں سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔ وہ غیر معمولی طور پر خاموش تھی۔

"کیا بات ہے کوشی؟" میں نے تھوڑی دور چل کر پوچھا۔ اور وہ چونک پڑی۔

"کچھ نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے گہری سانس لی۔

"کیا سوچنے لگی تھیں؟"

"بس انہیں لوگوں کی زندگی کے فلسفے پر غور کر رہی تھی۔ نہ جانے یہ کس طرح زندہ ہیں۔ کیوں زندہ ہیں۔ ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ بظاہر ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ گٹار والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا وہ تمہارے شناسا تھے؟"

"نغمہ تمہیں پسند آیا؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کر ڈالا۔

"بہت عمدہ بجاتے ہو۔ دریا کے کنارے بیٹھ کر ایک نغمہ اور سنوں گی تم سے۔"

"ضرور سناؤں گا۔" میں نے گٹار کے تار پر انگلی مارتے ہوئے کہا۔

"میرے سوال کا جواب؟"

"ہاں۔ پشاور میں ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"گٹار کا کیا معاملہ تھا؟"

"گٹار میرا تھا۔ اسے پسند آگیا۔ چنانچہ دوسرے سامان کے ساتھ اس نے گٹار بھی چرالیا اور خاموشی سے غائب ہوگیا۔ ہاں اس نے اپنی ساتھی لڑکی کو چھوڑ دیا تھا جو بہرحال اس سے دوبارہ آملی ہے۔"

"وہی جو تمہاری گود میں منہ رکھے بیٹھی تھی؟" کوشلیا نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔" میں نے اس کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"خاصی بے تکلف معلوم ہوتی ہے تم سے؟" کوشلیا کا لہجہ بدستور طنزیہ تھا۔ جب اس کا ساتھی اسے چھوڑ کر فرار ہوگیا تو وہ بے سہارا رہ گئی۔ اس نے روتے ہوئے بتایا کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ تب میں اسے کابل تک ساتھ لایا اور ایک رات جب اس نے محسوس کیا کہ میں کنگال ہوگیا ہوں۔ تو وہ بھی خاموشی سے نکل گئی۔ اب مجھے یہاں ملی ہے۔" میں نے صاف گوئی سے حقیقت بتادی اور کوشلیا میری شکل دیکھتی رہی۔

ہم دونوں کار کے نزدیک واپس پہنچ گئے۔ چاندنی شباب پر تھی۔ میں کار سے ٹک گیا۔ اور میں نے گٹار سامنے کرلیا۔ کوشلیا نے منہ پھاڑ کر جماہی لی اور پھر بوجھل لہجے میں بولی۔ "نیند آرہی ہے۔ میں کار کی عقبی سیٹ پر سوؤں گی۔ تم چھت پر سو جاؤ۔ تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

"تم آرام سے سو جاؤ۔ میری فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔ اور کوشلیا ڈکی کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ایک چادر نکال کر مجھے دی اور پھر بولی۔

"گٹار ڈکی میں رکھ دو۔ ورنہ پھر کوئی چرا لے جائے گا۔"

"ہوں۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ میں اس کے بدلے ہوئے موڈ کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن بہرحال ایک رات کی بات تھی۔ میرا اس کا رشتہ ہی کیا تھا اور سچ پوچھا جائے تو میں اس وقت اس کے لیے بار بنا ہوا تھا۔ اسی کے سر کھایا تھا۔ اسی کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ مصلحت نے میرے بگڑے ہوئے موڈ کو درست کر دیا۔ گٹار ڈگی میں رکھ دیا گیا اور پھر کوشلیا کار میں داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر تمام شیشے چڑھا لیے اور لیٹ گئی میں دریا کی طرف بڑھ گیا۔ کار کی چھت پر سونا مجھے پسند نہیں تھا۔ یہ بات مجھے پسند نہیں آئی تھی کہ اس نے شیشے چڑھا لئے تھے۔ اسے میرے اوپر اعتبار نہیں تھا۔

دریا کے کنارے چادر بچھا کر میں لیٹ گیا۔ میری نگاہیں چاند پر جمی ہوئی تھیں۔ اور ذہن پھر ماضی کی طرف لوٹ گیا تھا۔ یہی چاند میرے گھر کے آنگن میں بھی نظر آتا تھا۔ چوڑا چکلا آنگن' جہاں دوسری چارپائیاں بھی بچھی ہوئی تھیں۔ بارش کے موسم میں بھیگی بھیگی ہواؤں کے دوش پر تیرتی ہوئی چاندنی رات ہمارے آنگن میں اتر آئی تھی۔ ڈیوڑھی سے حقے کی آواز ابھرتی تھی اور پھر شیرے ملے ہوئے تمباکو کی سوندھی سوندھی بو پورے آنگن میں چراتی پھرتی تھی۔ اس وقت اس چاند کی مسکراہٹ کیسی پاکیزہ ہوتی تھی۔ ہنستا ہوا کیسا بھلا لگتا تھا یہ۔ لیکن آج آج کا چاند۔ داغدار تھا۔ یہ داغ دل کے تھے ضمیر کے یہ داغ بلند ہو کر چاند کی پیشانی پر جا ٹکے ہیں۔ کل اور آج میں بہت فرق تھا۔

چاند سے نگاہیں نہ ملائی گئیں۔ ماضی کا طوفان امنڈ رہا تھا۔ اگر یہ سیلاب کناروں سے بہہ نکلا۔ تو پھر کبھی نیند نہیں آئے گی۔ روک دو ان طوفانوں کو جھٹک دو ذہن سے ان خیالات کو جو زندگی کا روگ بن گئے ہیں۔ میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دریا کی طرف سے چلنے والی ہوائیں بے حد فرحت بخش تھیں۔ ہواؤں کا جادو سر چڑھنے لگا۔ آنکھوں میں بھاری پن پیدا ہو گیا اور پھر آنکھ جھپک ہی رہی تھی کہ پشت پر قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ میں اچھل پڑا۔ کوئی جانور بھی ہو سکتا تھا۔ پستول بھی میرے پاس موجود نہیں تھا۔ دوسرے لمحے میں نے پلٹ کر دیکھا۔

ایک انسانی جسم میرے بالکل قریب آچکا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ میگاں تھی۔ بکھرے ہوئے بال۔ بہکی بہکی چال۔ چاندنی رات میں وہ ایک چڑیل معلوم ہو رہی تھی۔ حالانکہ یہ حسین ماحول یہ سنسان کنارہ' رومان پرور فضاء' کسی حسین جسم کی طلب پیدا کرنے کے لیے کافی تھے اور میگاں جانی پہچانی تھی۔ اس کے جسم کے خطوط آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔ اس گندے لباس کے نیچے ہر ضرورت پوری ہو جاتی تھی۔ لیکن اس وقت دل نے اسے قبول نہ کیا۔ ایک عجیب سی کراہت کا احساس ہوا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نواز۔" اس نے لرزتی آواز میں پکارا۔

"کیا بات ہے میگاں؟" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا اور وہ رک گئی۔ اس نے بوجھل پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی: "میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں نواز۔"

"کیسی معافی میگاں؟"

"میں ہوٹل سے تمہیں بتائے بغیر چلی آئی تھی۔"

"اوہ۔ وہ کوئی بات نہیں تھی۔ اوہو تے بہرحال تمہارا پرانا ساتھی تھا اور پھر میں تمہارے کسی بھی پروگرام پر ناراض ہونے کا کیا حق رکھتا ہوں۔ تم دونوں نے یہی پروگرام بنایا تھا تو ٹھیک ہے۔"

"پروگرام۔۔۔۔۔" میگاں سسک پڑی" "نہیں نواز۔ غلط فہمی میں مت پڑو۔ ہم لوگوں نے کوئی پروگرام نہیں بنایا تھا۔ بس میں وہاں سے چلی آئی۔ دربدر پھر رہی تھی کہ وہ پھر مل گیا۔ میں نے ترلوکا کی تعلیمات دہرائیں۔ ترلوکا کا قول ہے کہ انسان کا خمیر خطاؤں سے ابھرا ہے۔ اگر وہ خطائیں نہ کرے تو انسان نہ کہلائے اور جو اس کی خطاؤں کو درگذر نہ کرے وہ بھی انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ بس چاہیے کہ تم خطائیں کرو اور دوسروں کی خطائیں معاف کر کے پھر شیرو شکر ہو جاؤ۔ اسی میں نجات ہے اور اسی پر دنیا کا انحصار میں نے اسے معاف کر دیا۔ اور اب تم بھی مجھے معاف کر دو نواز۔ دیکھو میں سب کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔" وہ میرے قریب آ بیٹھی۔

"میں نے تمہیں معاف کر دیا میگاں۔ بس اب جاؤ۔"

"کہاں جاؤں نواز۔ میں آسودگی چاہتی ہوں۔ تمہاری گرم آغوش بس نشہ ہی نشہ ہے۔ آؤ۔ میرا لباس نوچ ڈالو۔ دیکھو میرا جسم تمہیں آواز دے رہا ہے۔" اس نے میری آغوش میں اپنا سر رکھ دیا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر دبانے لگی۔ اور نہ جانے کیوں اس کے جسم سے متاثر ہونے کی بجائے میرے ذہن پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی۔ میں نے اس کا سر اپنی گود سے ہٹا دیا۔ اور کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"بدقسمتی سے میں مشرقی ہوں میگاں۔ ہم لوگ سرپھرے ہوتے ہیں۔ جو آنسو آنکھ سے ٹپک جائے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ تم میرے دل سے اتر گئی ہو۔ ہمیشہ کے لیے۔ میں مرد ہوں۔ کوئی ابوالہوس کتا نہیں ہوں۔ بھاگ جاؤ میگاں۔ تم میرے قابل نہیں ہو۔ میں تمہیں عورت کی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتا۔ بس اب چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

"میگاں زمین پر پڑی مجھے دیکھتی رہی۔ اس کا لباس بے ترتیب تھا رانیں انتہائی حصے تک کھلی ہوئی تھیں۔ سینے کے بٹن بھی کھلے ہوئے تھے اور اس کا شفاف سینہ چاندنی میں کچھ اور چمک رہا تھا۔ گداز رانوں پر جیسے چاندنی کا غازہ چڑھ گیا تھا۔ لیکن مجھے اس وقت اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بس نفرت کا جنون چڑھ گیا تھا۔

تب وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "میں جاؤں نواز؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ فوراً چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے قدموں میں سو جاؤ؟" اس نے پوچھا۔

"میں تمہیں اٹھا کر دریا میں پھینک دوں گا۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ سہم گئی۔ تھوک نگلنے کی ٹرچ ٹرچ دو بار سنائی دی تھی۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"تمہارے پاس تھوڑی سی چرس ہو گی؟" میرا دل چاہا کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں۔ بالآخر وہ

اپنی اصلیت پر آ گئی تھی۔

"ہاں۔ موجود ہے۔" میں نے جیب سے چرس بھری سگریٹوں کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"تھینک یو ڈیر۔ تھینک یو۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔" اس نے پیکٹ لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ واپسی کے لیے مڑ گئی لیکن اس انداز میں پلٹ پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی' جیسے میں اسے آواز دوں گا۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے ایک گہری سانس لی اور سوچنے لگا کیا میں نے برا کیا ہے۔ کیا اس حسین چاندنی کو اور حسین نہیں بنایا جا سکتا۔ کیا اس کا لباس سے بے نیاز جسم اس رات کو مزید حسن نہیں بخش سکتا۔ بے شک وہ حسین تھی لیکن اس کا کردار۔ اس وقت میں نے ایک قیمتی بات سوچی۔ ظاہری حسن متاثر ضرور کرتا ہے۔ لیکن کردار بھی اہمیت رکھتا ہے۔ کردار حسن پر کالک پھیر دیتا ہے۔ حسن اگر بے کردار ہو تو......

لیکن۔ ابھی اتنا ہی سوچنے پایا تھا کہ دوسری طرف سے گٹار کے تار کی آواز گونجی۔ اور میں ایک بار پھر اچھل پڑا۔ وحشت زدہ ہو کر دیکھا۔ کوشلیا مسکرا رہی تھی۔ میرا گٹار اس کے ہاتھ میں تھا۔ حالانکہ میرے سامنے وہ ساڑھی میں کار کی عقبی سیٹ پر گئی تھی۔ لیکن اب وہ ایک خوبصورت سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھی۔ اس نے بال سمیٹ کر پیچھے باندھ لئے تھے۔ اور اس انداز میں وہ نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سبک مسکراہٹ تھی۔

"بڑے وعدہ خلاف ہو۔" اس نے ناز سے کہا۔ میں صرف اسے دیکھتا رہا۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ تب اس نے پھر کہا۔ "تم نے ایک نغمہ سنانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں۔ کیا تھا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"پھر۔ پورا کیوں نہیں کیا؟"

"وعدہ خلافی بری بات ہے۔" وہ میرے قریب آ بیٹھی۔ اور پھر اس نے گٹار میری گود میں رکھ دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہاں کب سے ہو؟"

"ایک سائے کو تمہارے قریب دیکھ کر آ گئی تھی۔ میں نے سوچا وہ تمہیں نقصان نہ پہنچا دے۔"

"شکریہ۔" میں نے مختصراً کہا۔

"نغمہ نہیں سناؤ گے؟"

"سناؤں گا۔" میں نے کہا۔ اور گٹار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ میری انگلیاں کام کرنے لگیں اور دھیمے دھیمے سروں میں ایک حسین نغمہ ابل پڑا۔ مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں اتنا اچھا نغمہ بجا سکوں گا۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ گٹار اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ اسی لیے اس آواز میں اتنا سوز پیدا ہو گیا تھا۔ وہ مبہوت سی بیٹھی تھی۔ چاندنی کی بارش ہو رہی تھی۔ چاند کے داغ مٹ گئے تھے۔ اس کی ضیاء بڑھ گئی تھی۔ رات آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ دریا ساکت ہو گیا تھا۔ نغمہ ختم

ہو گیا۔ فضا ساکت ہو گئی۔ وہ بھی ساکت تھی۔ کئی لمحے تک اس کے جسم میں جنبش نہ ہوئی۔

پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ "نواز۔" اس نے سانس کے دوران پکارا۔ اس کی آواز کی لرزش بہت حسین تھی۔

"پسند آیا نغمہ؟" میں نے گٹار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"تم جادوگر ہو۔" وہ گہری سانس کے درمیان بولی۔

"ایک بار پھر شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم میں اور ان میں یہی فرق ہے اور ہم اس فرق پر فخر کر سکتے ہیں۔" اس نے بے تکلفی سے چادر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ اس کی نگاہیں چاند سے ٹکرا رہی تھیں۔ میں نے اس کے اس جملے کی وضاحت طلب نہیں کی۔ وہ میرے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ پھر خود ہی بولی۔

"میں نے اس کی اور تمہاری گفتگو سنی تھی۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کرو گے کہ ہم اجنبی تھے۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"تم میرے ہم سفر ضرور تھے۔ لیکن میں تمہاری فطرت کے بارے میں کیا جان سکتی تھی۔"

"یقیناً۔"

"لیکن۔ اس لڑکی نے میری مدد کی۔ میں نے اسے تمہارے زانو پر سر رکھے۔ دیکھا تو میرا موڈ خراب ہو گیا۔ بس یوں سمجھ لو۔ عورت ہوں۔ حالانکہ چند گھنٹوں کا ساتھ اتنا قریب نہیں لاتا۔ بس ذہن پر الجھن سوار تھی۔ شاید تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ناراض ہونا؟ اس نے براہ راست میری آنکھوں میں دیکھا۔ میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا! اب اتنا ناتجربہ کار نہیں تھا عورت کی نگاہیں نہ پہچان سکتا تھا۔ وہ متاثر ہو گئی تھی۔ ماحول اس پر اثر انداز ہو گیا تھا۔

"نہیں۔ میں نے جواب دیا۔

"تم نے اسے آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو کہا تھا۔ حالانکہ کافی حسین تھی۔"

"فطرت اگر گھناؤنی ہو۔ تو ظاہری حسن چھپ جاتا ہے۔"

"درست کہا۔ بہر حال میں اپنے سلوک کی معافی چاہتی ہوں۔ میری نگاہوں میں تمہاری وقعت بڑھ گئی ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن میں پھر بھی ٹھس رہا۔ تاہم میں نے اس کی بات کا جواب ضرور دیا۔

"شرمندہ نہ کرو کوشی۔ تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ تم نے جو کچھ میرے لیے کیا وہ آپ کے ہر سلوک پر بھاری ہے۔"

"کچھ دن ساتھ دے سکو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب آؤ۔ ہم ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کر لیں۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اور میں بے ساختہ اس کے نزدیک جا گرا۔ اس نے ایک ہاتھ سے میرے بال سمیٹے اور پھر گردن اٹھا کر اپنے

ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

"کوشی۔" میں نے جذبات سے لبریز آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے میرے الفاظ اپنے ہونٹوں میں بھینچ لئے۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں حمائل کردیئے۔ اور میرے سر کو نیچے جھکائے ہوئے میرے سینے پر سوار ہوگئی۔ اب میں بھی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ میں اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے سینے سے بھینچ لیا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

اب تک وہ بند مٹھی تھی۔ لیکن کھلی تو ایسی کھلی کہ پھر کوئی پردہ نہ رہا۔ اس کی محبت' اس کے جذبات پھٹ پڑے تھے۔

☆ ☆ ☆

مشرق مشرق ہے میری زندگی کی پہلی عورت مشرقی نہیں تھی۔ میری مراد اس عورت سے ہے جس سے مل کر میں عورت کی کشش اور کائنات کی پر اسرار سرگوشیوں سے روشناس ہوا۔ جوا کے حسین اشاروں کو سمجھا۔ اس سے پہلے بھی چند لڑکیاں میری زندگی میں داخل ہوئی تھیں۔ جن کے بارے میں مختصراً آپ کو بتا چکا ہوں' لیکن اس وقت میں رموز فطرت سے ناواقف تھا۔ ملائم ملائم چہروں اور حسین خدوخال والی یہ مخلوق مجھے اچھی تو لگتی تھی' لیکن اس کی پوشیدہ کشش سے میں بالکل ناواقف تھا۔ بلکہ چند مواقع بھی مہیا ہوئے تو اپنی عدم واقفیت کی بناء پر ان سے مستفیض نہ ہو سکا۔

بہرحال زندگی کی پہلی عورت وہ غلیظ ہپی لڑکی تھی۔ جسے میں نے حاصل کائنات سمجھ لیا تھا۔ میں نے اس کے استعمال شدہ جسم کی کشش کو حرف آخر سمجھ لیا تھا۔ لیکن بہت جلد میری غلط فہمی دور ہوگئی۔ اسی ساخت کی دوسری لڑکیوں نے کچھ اور عقدے حل کئے۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ تب میرے ذہن نے اپنے وطن کی سوندھی مٹی سے تیار شدہ مخلوق کے بارے میں غور کیا تھا۔ بلاشبہ یہ مخلوق اس سفید مخلوق سے کہیں زیادہ حسین ہے لیکن میں اس کی اندرونی کیفیت سے ناواقف تھا۔ سفید خشک چہرے جاذب نگاہ ضرور ہوتے تھے۔ بدبودار لباس کے نیچے کے جسم ملائم اور پرکشش ضرور ہوتے تھے' لیکن ایک طلب باقی رہ جاتی تھی۔ میں اس طلب کو کوئی نام نہیں دے سکا تھا۔ لیکن پھر درفشانہ ملی۔ مشرق کا پہلا پھول گو وہ پیشہ ور تھی لیکن ان سفید چھپکلیوں سے کہیں زیادہ معصوم اور کشش انگیز۔ اس کے اندر گھریلو پن ملتا تھا۔ اذیت طلبی نہیں تھی اور ہیجان نہیں تھا بلکہ وہ سنسان پہاڑوں میں انسان کی ہوس انگیز نگاہوں سے دور ایک گنگناتے ہوئے جھرنے کی مانند تھی جس کی پاکیزہ جوانی خاموشی سے بہتی رہتی ہے۔ اسے داد حسن کی طلب نہیں ہوتی۔ وہ تو فطرت کا تقاضا پورا کرتا ہے۔ اپنے حسن سے بے نیاز معصوم۔۔۔۔۔۔ اور درفشانہ کے ساتھ گذرنے والی پہلی رات نے وہ طلب پوری کردی جس کا کوئی نام نہیں تھا۔ بلاشبہ درفشانہ ایک بھرپور عورت تھی۔ حالات نے اسے سڑکوں پر لا ڈالا تھا۔ لیکن اس کی فطرت کا حسن باقی تھا میں درفشانہ کو کھو کر خوش نہیں تھا۔ دل کے کسی گوشے میں ایک ننھی سی چنگاری روشن تھی۔ اگر میرے حالات درست ہوتے۔ اگر میں خود راہوں کا پتھر نہ ہوتا۔ اگر میری کوئی حیثیت ہوتی تو میں

درفشانہ کو حاصل زندگی سمجھ لیتا۔ اور اسے خود سے کبھی جدا نہ کرتا۔ لیکن خود میری کوئی حیثیت نہیں تھی میں خود دوسروں کے سہاروں پر جی رہا تھا۔ پھر میں اسے کیا سہارا دیتا۔

میں نے اپنی زندگی کے کسی پہلو کو راز نہیں رکھا۔ میں نے اپنی شخصیت سے ایک ایک پردہ ہٹا دیا ہے۔ میں اپنی پستی کی یہ داستان آپ کو اس لئے نہیں سنا رہا کہ آپ اس کے رنگین پہلوؤں پر چٹخارے لیں۔ میری داستان کو زیادہ دلچسپی سے پڑھیں۔ بلکہ جب میں اپنی سوانح حیات لکھنے بیٹھا ہوں تو ایک ایماندار انسان کی طرح زندگی کا ایک ایک راز بے نقاب کر رہا ہوں تاکہ میرے ذہن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہے۔ میں جن حالات سے گذر چکا تھا۔ ان کے بعد خود کو کوئی شریف انسان کہلانے کا مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ کسی کی ہمدردیاں بھی نہیں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ذہن کے تاریک گوشوں میں کبھی کبھی شرافت کا خون جوش مارنے لگتا تھا۔ اور میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش میں بھی ایک شریف انسان ہوتا ایک پرسکون زندگی گذارتا۔ جس میں ایک سادہ سا گھر' ایک حسین بیوی' چند معصوم بچے ہوتے' لیکن جب خود پر غور کرتا۔ تو ان حسین تصورات سے بہت دور۔ ایک ویران صحرا میں خاردار جھاڑیوں کے درمیان۔ خوفناک حشرات الارض میں گھرا ہوا ایک انسان نظر آتا۔ جس کے ہونٹ خشک ہوتے' جسم بے جان ہوتا۔ اور وہ پیاسی نگاہیں آسمان پر گاڑے ہوتا۔ شاید ان قطروں کا منتظر جن کے بارے میں اسے یقین ہوتا کہ وہ کبھی نہ برسیں گے۔

تب میں جھنجلاہٹ میں یہ تصور فراموش کر دیتا اور اپنی اسی زندگی پر قانع ہو جاتا۔ جو میرے سامنے تھی۔ اور درفشانہ بھی اس جھنجلاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔ میرا دل کئی بار اس کے لئے دھڑکا تھا۔ کاش یہ گوشت کا بے حقیقت لوتھڑا میرے اختیار میں ہوتا۔ اس کی احمقانہ خواہشات پر میں اس کی گردن دبا دیتا۔ حالات کی نزاکت میری بے بسی کا اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ بہرحال درفشانہ کو بھلانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ کوشلیا مجھے مل گئی۔ کوشلیا جس انداز میں مجھے ملی تھی اس نے مجھے مرعوب کردیا تھا۔ میں نے فوری طور پر اس کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا تھا کہ وہ بحیثیت عورت مجھے مل جائے۔ دراصل صورتحال اس بار مختلف تھی۔ اس سے پہلے کی لڑکیاں میرے رحم و کرم پر تھیں اور اس بار میں کوشلیا کے رحم و کرم پر تھا۔ وہ میرے ساتھ احسانات کر رہی تھی۔ ذہن میں چھپے ہوئے مرد نے جاگنے کی جرات نہیں کی تھی۔ حالانکہ ماحول بڑا رومان پرور تھا۔ تب میگاں نے میری مدد کی مجھے یقین ہے اگر میگاں اس طرح نہ آتی اور اتفاق سے میں اسے حقارت سے ٹھکرا نہ دیتا تو کوشلیا بے خود ہو کر خود کو اس طرح میرے حوالے نہ کر دیتی۔ ہندوستانی عورت کی فطرت سب سے جدا ہے۔ اس کی پسند اور خواہشات بڑی انوکھی ہیں۔ لیکن جب اس میں عورت ابھرتی ہے تو وہ ایک ایسا سیلاب ہوتی ہے جس کے آگے بند باندھنے کا تصور حماقت ہے۔

یہی حالت اس وقت کوشلیا کی تھی' اس نے اپنا سب کچھ قربان کردیا تھا اور یہ دوسری مشرقی عورت تھی' جو بلاشبہ کشش میں درفشانہ سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کا سانولا جسم سیماب صفت تھا۔ اس حسین پیکر کے پیچ و خم کائنات کے ذرے ذرے کی تفسیر تھے۔ اس کے الجھے الجھے سانسوں کی مہک' اس کی سیاہ آنکھوں کی شراب' اس کے سلگتے ہوئے ہونٹوں کی نمی ہر چیز ایک مکمل طلسم تھی'

کسی شاعر نے شاید کوشلیا ہی کو دیکھ کر کہا تھا کہ۔

"رنگ، خوشبو، صبا، چاند، تارے، کرن، پھول، شبنم، شفق، آب جو، چا
ان کے معصوم پیکر کی تخلیق میں، حسن فطرت کی ہر چیز کام
کائنات کی یہ حسین تفسیر میرے بازوؤں میں مچلتی

دریا کی لہروں پر چاندنی تڑپ رہی تھی۔ چاند ہماری سرگوشیوں کو سننے کے لئے ہمارے بالکل قریب آگیا تھا۔ دریا کے پانی کو چوم کر آنے والی ہوائیں ہمارے کانوں کے قریب سے دلچسپ فقرے کہتی ہوئی گذر رہی تھیں۔ ان کی آوازوں میں جذبات کی سسک تھی اور پھر چاند آسودہ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے اطمینان جھلکنے لگا۔

کوشلیا کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ اس نے ایک چادر اپنے جسم پر ڈال لی تھی۔ شاید وہ چا کی بیباک نگاہوں سے شرما گئی تھی۔ اس کا مہکتا ہوا سر میرے بازو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے جسم کی حرارت میرے جسم میں پیوست تھی۔ اور میں فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گز گئی۔ نیند کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ہم دونوں جاگ رہے تھے۔ تب کوشلیا کی آواز ابھری۔

"نواز۔"

"ہوں ------" میں نے آنکھیں کھول کر اس کے چہرے کو دیکھا اس کے ہونٹ خش تھے۔ چہرے پر جذبات رقصاں تھے۔

"تم میری زندگی میں پہلے مرد ہو۔"

"مجھے اعتبار ہے۔" میں نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

"جس دور میں، میں سانس لے رہی ہوں، اس کے تقاضے پرانے دور کی مخالفت کر ہیں۔ لیکن بعض اوقات ہم ماضی دوہرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہم اس فطرت کو کیسے بدل سکتے ہیں صدیوں سے ہماری میراث ہے اور صدیوں کی میراث یوں تو نہیں ٹھکرائی جاتی۔"

"میں نہیں سمجھا کوشلیا۔" میں نے اسے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔

"میں ہندو ہوں۔ ہمارے دھرم میں پہلا مرد۔ آخری مرد ہوتا ہے۔" اس نے اپنی آنکھیں کھول کر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں ------" میں اس کی بات کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا

"کیا تم میری زندگی کے آخری مرد بنو گے۔" اس نے پوچھا اور میں چونک پڑا۔ اس کی میری سمجھ میں آرہی تھی۔ یہ مشرق کی آواز تھی۔ یہ درفشانہ بول رہی تھی۔ وہ بے سہارا لڑکی الفاظ کو زبان نہیں دے سکی تھی۔ البتہ اس کی آنکھوں نے بارہا یہ خواہش کی تھی۔ میں نے د کی آواز دل کے قریب محسوس کی تھی۔ دل اس آواز پر پسیجا بھی تھا۔ لیکن پھر میں نے دل کو ڈانٹ دیا تھا۔ اسے حالات کا احساس دلایا تھا۔ اور دل نے اداس ہو کر مایوسی سے سر جھکا لیا الفاظ پھر دہرائے جا رہے تھے۔ لیکن آواز میں فرق تھا۔ وہ ایک مجبور اور بے سہارا عورت کی تھی۔ اور یہ ایک صاحب اقتدار عورت کی آواز تھی۔ جو میرے بغیر بھی گذارا کر سکتی تھی

موجودہ حالات میں تو خود مجھے اس کی ضرورت تھی اگر وہ ناراض ہو جاتی تو میرے لئے پریشانیاں..... پیدا ہو جاتیں۔ جب میں نے درفشانہ کو نہیں اپنایا تھا تو کوشلیا تو میری ہم مذہب بھی نہیں تھی۔

مذہب میرے ذہن پر ایک اور ضرب لگی۔ کیا اب بھی مذہب سے میرا تعلق رہ گیا ہے۔ کیا میں اس مقدس لفظ سے خود کو منسلک کر سکتا ہوں۔ اپنے عمل سے جس چیز کا میں نے کھلے عام مذاق اڑایا ہے کیا اس میں اب بھی میری کوئی گنجائش ہے۔ حالات نے مجھے مذہب سے تو بہت دور پھینک دیا تھا۔ اب میرا کیا مذہب۔ ہاں درفشانہ کوشلیا سے زیادہ میرے قرب کی مستحق تھی۔ کوشلیا کے بارے میں تو میں پوری تفصیل بھی نہیں جانتا تھا۔ نہ جانے اس کی کیا حیثیت ہے سیاح ہے تو اچھے حالات ہی رکھتی ہوگی۔

دل اس کے بارے میں مخلص تھا۔ وہ مجھے پسند بھی تھی۔ لیکن ظاہر ہے میں وہ نہیں کر سکتا تھا جو وہ چاہتی تھی۔ میں تو دوسروں کا غلام تھا۔ چنانچہ ضمیر کے خلاف، مصلحت کے پیش نظر، میں نے تھوڑی سی عیاری سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا اور ایک گہری سانس لی۔

"بہت گہری سوچ میں کھو گئے۔ میں جانتی ہوں تم کیا سوچ رہے ہو۔" کوشلیا نے کہا۔

"تو بتاؤ۔" میں نے اس کے رخسار چومتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنا وطن چھوڑتے ہوئے کچھ پروگرام بنائے ہوں گے ممکن ہے ان میں کسی جیون ساتھی کی گنجائش نہ ہو۔ لیکن میں تم سے ایک اور بات کہوں گی۔"

"کہہ دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بھی آوارہ گرد ہو۔ ہم اپنا مشن جاری رکھیں گے ہمیں صرف ایک عہد کرنا ہوگا۔ وہ یہ کہ اب میں بھی تمہاری زندگی کی آخری عورت بن جاؤں گی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ہوں گے۔ نہ میرے راستے میں کوئی مرد آئے گا نہ تمہارے راستے میں کوئی عورت۔ ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ دوسری بات دھرم کی آتی ہے۔ ہمارے دھرم ایک دوسرے سے نہیں ٹکرائیں گے۔ اگر تمہارے دل میں دھرم کا خیال آئے تو تم اپنے دھرم پر قائم رہنا۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور نہ مجھے میرے دھرم سے ہٹانا۔ ہم اپنے بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ بڑے ہو کر وہ جس دھرم کو پسند کریں گے اپنا لیں گے ہم میں سے کوئی مانع نہ ہوگا۔"

اس کے اس طویل پروگرام پر مجھے ہنسی آگئی۔ اور وہ بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھورتی ہوئی بولی۔ "ہنس کیوں رہے ہو۔ مشرقی لڑکیاں ایسی ہی پاگل ہوتی ہیں۔"

"میں تمہارے اس پاگل پن کی دل سے قدر کرتا ہوں۔" میں نے اسے سینے سے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور اس نے اپنی دونوں بانہیں میرے گلے میں ڈال دیں۔ وہ آہستہ سے کھسکی اور چادر اس کے جسم سے ہٹ گئی۔ اس نے اپنا آدھا بوجھ میرے سینے پر ڈال دیا۔ اور میری تھوڑی پر تھوڑی رکھتے ہوئے بولی۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔ میں نے خود کو تمہارے سامنے کھول دیا ہے تو پھر اس کے تمام راز بھی تمہارے سینے میں منتقل کر دوں گی۔ میں تمہیں بہت زیادہ

چاہنے لگی ہوں نواز۔"

"کاش۔ میں تمہاری چاہت کے جواب میں وہ سب کچھ دے سکتا جس کی تمہیں آرزو ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا' لیکن وہ جذبات کی رو میں میرے الفاظ کو نہ سمجھی۔ اور میرے ہونٹوں پر ہونٹ رگڑتے ہوئے بولی۔

"مجھے سب کچھ مل گیا ہے نواز۔ بس مجھے تمہارے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔ میں ٹھاکر سے کہہ دوں گی کہ اب......"

لیکن اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ گٹار کے تار کی پرسوز آواز گونج اٹھی تھی۔ ہم دونوں چونک پڑے۔ گٹار کافی دور رکھا ہوا تھا۔ کوئی چیز بھی اس پر نہیں لگی تھی۔ پھر کس نے اس تار کو چھیڑنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے جلدی سے گردن اٹھا کر دیکھا۔ اور ------ تھوڑے فاصلے پر' گٹار کے قریب' گردن جھکائے بیٹھی میگاں نظر آئی۔ کوشلیا سہم سی گئی۔ اس نے برق کی طرح میرے سینے سے اتر کر چادر اپنے جسم سے لپیٹ لی' میں بھی اٹھ گیا۔ اور میں نے بھی اپنے جسم کو ڈھک لیا۔

میگاں ہم دونوں سے لاپرواہ بیٹھی ہوتی تھی۔ گٹار اس کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم پھر آ گئیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ اور جواب میں اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ شاید وہ نشے میں نہیں تھی۔ یا شاید وہ بہت زیادہ نشے میں تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی جلن تھی۔ شیشے کی طرح چمک رہی تھیں وہ آنکھیں اور غضب کا تیکھا پن تھا ان آنکھوں میں۔

لیکن میں ان سے مرعوب نہ ہوا۔ اب مجھے میگاں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ "جواب دو تمہیں یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی۔؟" میگاں نے آہستہ سے گٹار نیچے رکھ دیا۔ اور پھر وہ کھڑی ہو گئی۔ اسی طرح مجھے گھورتی رہی پھر اس کے دونوں ہاتھوں کو جنبش ہوئی۔ اس نے اپنا اوپری لباس نوچ دیا۔ اور پھر زیریں لباس بھی اتار دیا۔ چاندنی میں وہ میرے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا چمکدار جسم میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ میں اس کے جسم کے ایک ایک نقش سے بخوبی واقف تھا۔ میگاں میرے چہرے پر اس حرکت کا ردعمل تلاش کرنے لگی لیکن ------ میں پوری طرح آسودہ تھا۔ اب اس کے جسم میں میرے لئے کشش نہیں تھی اس سے ہزار گناہ زیادہ پرکشش جسم میری دسترس میں تھا۔ میں اسی لاپرواہی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں ------ میں پیاسی ہوں نواز۔ میں اپنی پیاس بجھانے آئی ہوں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ ------ تمہارا ساتھی۔ اوہوتے شاید نشے میں اوندھا پڑا ہو گا۔ لیکن تمہیں اس کی فکر ------ کیا دوسرے کسی نوجوان نے بھی تمہارا جسم قبول نہیں کیا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں تمہاری گرم آغوش حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ سب سردی کھائے ہوئے کتے ہیں ان کے جسموں میں حرارت نہیں ہے۔"

"میں ٹھیکیدار نہیں ہوں محترمہ۔ واپس چلی جایئے ورنہ میں آپ کو دھکے دے کر بھگا دوں گا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے نواز۔ میں تمہارے چہرے کو بگاڑ دوں گی۔ میں عورت ہوں۔ تم میری نسوانیت کی توہین نہیں کر سکتے۔ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن کسی عورت کے سامنے اپنے پندار کی توہین نہیں برداشت کر سکتی۔ سمجھے۔ تمہیں اس عورت کے سامنے میرے جسم کو قبول کرنا ہو گا۔ یہ مجھ سے زیادہ حسین نہیں ہے۔ میں اس سے کم دلکش نہیں ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں بازو مضبوطی سے پکڑ لئے۔ وہ ایک بھوکی بلی نظر آ رہی تھی۔

لیکن میرے ایک معمولی سے جھٹکے سے وہ دور جا پڑی ------ "تم بھول رہی ہو میگاں۔ میں یورپ کا ابوالہوس کتا نہیں ہوں۔ ہم مشرقی مرد اپنی عورت کو صرف اپنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور پھر تم سے میرا کیا واسطہ میں نے تو صرف تمہارے اوپر رحم کھایا تھا' تمہاری مدد کی تھی۔ تم نے اس مدد کا مجھے معاوضہ دے دیا تھا۔ سودا ختم ہو گیا۔ دوکاندار اور گاہک کا کیا رشتہ ------ تم بھی تو مال فروخت کر کے قیمت وصول کر کے خاموشی سے چلی آئی تھیں اب اتفاق سے یہاں مل گئیں تو اپنا حق کیوں جتا رہی ہو۔"

میگاں میرے جھٹکے سے اتنی زور سے گری تھی کہ اسے خاصی چوٹ آ گئی تھی۔ اس سے ایک دم اٹھا بھی نہ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا لئے اور پھر وہ زار و قطار رونے لگی۔ "میں ------ میں نے تہذیب و تمدن سے رشتے توڑ دیئے تھے نواز ------ میں دنیا سے بیگانی ہو گئی تھی۔ میں نے اخلاقی اقدار کو مذاق سمجھ لیا تھا۔ میں ------ میں نے ترلوکا ------ کی تعلیمات کو حقیقت سمجھ لیا تھا۔ لیکن ترلوکا ------ نہیں جانتا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا۔ انسان دنیا کو مذاق سمجھ سکتا ہے۔ ہر چیز کو بے حقیقت سمجھ سکتا ہے لیکن وہ خود اپنی ذات سے بیگانہ نہیں ہو سکتا۔ جو جذبے اس کی ذات میں پنہاں ہیں وہ ہر حال میں اس پر قادر ہیں وہ اس پر حکومت کرتے ہیں ان سے سرکشی ممکن نہیں ہے۔ یہ بات مجھ پر واضح ہو گئی ہے اس ایک رات میں۔ میں تمہیں چاہنے لگی ہوں نواز ------ مجھے نہ ٹھکراؤ مجھے اپنا لو میں خود کو بدل دوں گی۔ میں چرس نہیں پیوں گی۔ انجکشن نہیں لوں گی۔ میں معاشرے کی پسندیدہ ہستی بن جاؤں گی۔ مجھے اٹھا لو نواز۔ مجھے اپنے چوڑے سینے سے لگا لو۔ مجھے اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹ لو۔ میں ڈوبنا نہیں چاہتی۔ یہ ماحول فریب ہے۔ ہم سب خود کو فریب دے رہے ہیں۔ گوشت پوست کے ان پنجروں کو کچھ احکامات دیئے گئے ہیں۔ وہ ہر حال میں ان احکامات کے تابع ہیں ان احکامات کی خلاف ورزی وقتی تسکین مہیا کر دیتی ہے لیکن ہوش آتا ہے تو ہم خود کو لٹا لٹا محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں۔ میں اب اس بے خودی کے ماحول میں نہیں جانا چاہتی۔ میں ایک لوٹی ہوئی عورت ہوں۔ میری شخصیت قتل ہو چکی ہے۔ میرا پندار ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔"

وہ سسکتی رہی۔ کوشلیا اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئی تھی میرے اندر کا انسان کھول رہا تھا۔ مجھے اپنا جسم مضبوط رسیوں میں جکڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سی گھٹن تھی۔ ایک پر

اسرار سی بے کلی تھی۔ میں کیا چاہتا ہوں۔ میں کیا محسوس کر رہا ہوں۔ میرے دماغ میں آتش بازی چھوٹ رہی تھی دل نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔

اور پھر ---- ایک گرم لاوا دل سے دماغ کی طرف بڑھا۔ چڑھائی تھی لیکن طوفان اتنا تیز تھا کہ دماغ روشن ہو گیا۔ چنگاریاں اڑنے لگیں ---- ٹوٹی ہوئی عورت ---- اپنے پندار کا شکار ---- لیکن میں کیا ہوں۔ میں بھی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہوں۔ اگر میں کوئی شریف نوجوان ہوتا۔ اگر میں کسی دفتر کا کوئی باعزت کلرک ہوتا اور وہ میرے سامنے آتی۔ اسی طرح چور چور۔ تو میں اس کے تمام زخموں کو بھر دیتا۔

لیکن اب تو میرے جسم کا ہر حصہ لہولہان تھا۔ میرا پورا وجود ایک زخم تھا دنیا نے مجھے یہ شکل دی تھی۔ میں نے خود تو یہ سب کچھ نہیں چاہا تھا۔ مگر میں اس دنیا سے کیوں تعاون کروں۔ میں کیوں ان ٹوٹے ہوئے انسانوں کو گلے لگاؤں۔ سب کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ انہیں بھی ویسی سزا ملنی چاہئے جو مجھے مل رہی ہے۔

میں نے کوشلیا کی طرف دیکھا۔ کوشلیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں ہوش و حواس میں واپس آ گیا۔ میں نے کوشلیا کا بازو پکڑا اور پھر ---- دریا کے کنارے کی طرف چل پڑا۔ عقب سے میگاں کی دلدوز کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔" نواز ---- نواز ---- نواز ----" ہر کراہ میرے دل میں چبھ رہی تھی۔ لیکن میں اس چبھن کو برداشت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آواز آنی بند...... ہو گئی۔ تب میں نے سکون کے گہرے گہرے سانس لئے۔ قدموں کے نیچے ہری ہری گھاس تھی۔ اس کی خوشگوار خنکی ذہن تک پہنچ رہی تھی۔ میگاں کی آواز کی بازگشت اب بھی میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ میں نے اپنے ذہنی ہیجان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے خود کو شلیا میں گم کر دینے کا فیصلہ کیا ---- میں نے کوشلیا کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اسے اتنی زور سے دبایا کہ اس کی ہڈیاں کڑکڑا اٹھیں۔ اس کے ہاتھوں میں سنبھلی ہوئی چادر ڈھلک گئی۔ اور اس کا جسم عریاں ہو گیا۔ میں اس سے الگ ہٹ گیا اور اس کے دلکش جسم پر نگاہیں گاڑ دیں اور...... میرے اس طرح گھورنے سے کوشلیا کسمسانے لگی۔ اس نے اپنا جسم چرانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں نے ایک وحشی درندے کی طرح اسے گھاس پر گرا دیا۔ اور اس کا خون پینے لگا۔ اور جب تازہ لہو سے میری پیاس بجھ گئی تو میں بے سدھ ہو کر وہیں لیٹ گیا۔ آنکھوں کو غنودگی کا احساس ہوا اور گہری نیند آ گئی۔ نہ جانے کیوں۔ نہ جانے کیسے۔؟

دوسری صبح آنکھ کھلی تو کوشلیا جاگ چکی تھی۔ وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر لباس پہنے بیٹھی تھی اس کے بالوں سے شبنم ٹپک رہی تھی۔ اور آنکھوں میں وہی شرمائی ہوئی سی کیفیت تھی۔ جیسے کسی نویلی دلہن کی سہاگ رات کی صبح۔! میں نے چونک کر اپنے جسم کا جائزہ لیا۔ میرے جسم سے چادر لپٹی ہوئی تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور کوشلیا کا چہرہ شرم سے گلنار ہو گیا۔

"تو تم نے غسل کر لیا۔ میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم بھی اٹھو۔ دریا کا پانی بہت ٹھنڈا لیکن بے حد فرحت بخش ہے۔" اس نے کہا اور میں چادر اچھی طرح جسم پر درست کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے کپڑے میرے نزدیک تہہ کئے ہوئے رکھے تھے۔ میں نے ایک ہاتھ سے چادر سنبھالی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے کپڑے اٹھاتے ہوئے بولا۔

"تم بھی آؤ ---- ایک بار اور سہی ----" کوشلیا نے مسکراتے ہوئے گردن جھکالی۔ اس کی شخصیت بالکل بدل گئی تھی۔ وہ تیکھا پن نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا جو اس کی شخصیت کا حصہ تھا۔ اس کی جگہ ایک عجیب سی نرمی نے لے لی تھی۔ " آؤ گی!؟" میں نے پھر پوچھا۔

"لاج آتی ہے۔" اس نے گردن جھکائے ہوئے کہا ---- اور پھر جلدی سے بولی۔ " آپ نہالیں۔ میں ناشتہ تیار کرتی ہوں پھر ہم یہاں سے چلیں گے۔"

"اچھا۔!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور آگے بڑھ گیا ---- کوشلیا اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ دریائے بلمند کا..... پانی ناخوشگوار نہیں تھا۔ میں اس میں اتر گیا۔ میرے ذہن میں کوشلیا کا شرمایا چہرہ بسا ہوا تھا۔ یہ چہرہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔ یہ انداز انوکھا اور دلکش تھا۔ احمق لڑکی نے نہ جانے مجھ سے کون کون سی امیدیں قائم کر لی ہیں۔ میں اس کا ساتھ کس طرح دے سکوں گا۔ میری زندگی دوسروں کی پابند ہے۔ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اگر وہ مالی طور پر مستحکم ہے یا پھر ہم دونوں آوارہ گردوں کی طرح زندگی گذار سکتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کے مالی استحکام سے کیا۔ اب وہ وقت نہیں رہ گیا تھا کہ میں ان لائنوں پر سوچتا۔ اب تو صورت حال ہی دوسری تھی۔ کوشلیا کو دھوکہ دے کر میرا دل دکھ رہا تھا لیکن میں اس کے لئے مجبور تھا۔

تب مجھے کرسٹی، میگاں اور دوسری بہی لڑکیاں یاد آئیں۔ یہ لوگ بھی میرے ساتھ اس طرح رہی تھیں کہ میں نے ان سے بہت سی امیدیں قائم کر لی تھیں اور پھر انہوں نے خاموشی سے مجھے چھوڑ دیا۔ افوہ ---- کیا مجھ میں اور ان میں کوئی فرق تھا۔ وہ حالات سے مجبور ہو کر میرے پاس آئی تھیں۔ اور پھر چلی گئیں۔ میں حالات سے مجبور ہو کر کوشلیا کے ساتھ ہوں۔ اور کسی دن خاموشی سے اسے چھوڑ دوں گا۔ ممکن ہے ان لڑکیوں کی مجبوریاں بھی مجھ سے مختلف نہ ہوں۔ پھر مجھے ان کے ساتھ وہ سلوک کرنے کا کیا حق تھا، جو میں کر چکا ہوں۔ مجھے احساس ہوا کہ میں نے ان پر زیادتی کی ہے۔ مجھے اپنی اور ان کی مجبوریوں کو یکساں سمجھنا چاہئے تھا۔

مجھے شدت سے ان تمام باتوں کا احساس ہوا اور میں اداس ہو گیا۔ میں نے سوچا میگاں مجھے مل جائے تو میں اس سے معافی مانگ لوں۔ ایک لمحے کے لئے میرا دل چاہا کہ کھنڈرات میں واپس جاؤں۔ میگاں کو اٹھا کر سینے سے لگا لوں۔ اس سے اپنے رات کے الفاظ کی معافی مانگ لوں اور اسے بتاؤں کہ میگاں میں بھی تمہاری طرح مجبور ہوں۔ ہم کسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ ایک معنی میں تم مجھ سے عظیم ہو۔ تم نے اپنی محبت سے مجبور ہو کر کچھ فیصلے کر لئے تھے۔ تم نے کہا تھا کہ اگر میں تمہیں اپنا لوں تو تم یہ زندگی چھوڑ دو گی۔ چرس ترک کر دو گی۔ ایک شریف عورت بن کر زندگی گذارو گی، لیکن میں درفشانہ کے لئے یہ سب کچھ نہیں کر سکا۔ میں نے اس بے سہارا لڑکی کو تنہا

چھوڑ دیا۔ میں کوشلیا کے لئے بھی یہ نہیں کر سکتا۔ وہ لڑکی، جس کے چہرے پر حسین مستقبل کی شفق لہرا رہی ہے۔ وہ میرے ساتھ زندگی گذارنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ جب اس کا دل ٹوٹے گا تو کیا ہو گا۔ بیشک ہم سب مجبور ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو فریب دیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

"کب تک نہاتے رہو گے نواز۔ آؤ۔ ناشتہ تیار ہے۔" مجھے۔ کوشلیا کی کوئل جیسی آواز سنائی دی۔ اور میں چونک پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے خیالات جھٹک دیئے۔ اور دریا سے باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد میں کوشلیا کے نزدیک پہنچ گیا۔ جو کینوس کی فولڈنگ میز پر ناشتہ سجائے میرا انتظار کر رہی تھی۔

"ارے تم نے تو بڑا اہتمام کر ڈالا۔" میں نے بھری ہوئی میز دیکھتے ہوئے کہا اور کوشلیا اس طرح مسکرانے لگی جیسے کسی محبت کرنے والی بیوی کے شوہر نے اس کے پکائے ہوئے کھانوں کی تعریف کر دی ہو۔ ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہو گئے۔ کوشلیا برتن سمیٹ کر رکھنے لگی۔

"اب کیا پروگرام ہے کوشلیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہاں سے ہرات چلیں گے اور پھر افغانستان کی سرحد پار کر کے ایران میں داخل ہو جائیں گے۔ چند روز ایران میں گذاریں گے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔ میں کہہ چکی ہوں نواز کہ میں تمہارے دنیا دیکھنے کے پروگرام میں حارج نہیں ہوں گی۔"

"میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ چند منٹ خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

"کیوں۔ تمہیں اس پروگرام سے اختلاف ہے۔؟"

"بالکل نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "لیکن ----- رات کو تم مجھے اپنے کچھ راز بتانے جا رہی تھیں۔"

"ہاں۔" کوشلیا اچانک سنجیدہ ہو گئی۔

"پھر۔؟"

"میں نے پروگرام تھوڑے دن کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"بس ایران چل کر تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی اور اس کے بعد کے ----- پروگرام تمہاری مرضی سے بنائے جائیں گے۔ بھگوان کے لئے مجھے کچھ اور بتانے پر مجبور نہیں کرنا۔" اس نے التجا کی۔

"ٹھیک ہے کوشل ----- تم اطمینان رکھو۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔ میں اس سے کچھ پوچھنے کا حق بھی کیا رکھتا تھا جب کہ میں خود صاف دل نہیں رکھتا تھا۔ وہ بے چاری بھی میرے بارے میں کیا جانتی تھی۔

"تو پھر سامان سنبھالیں؟" اس نے پوچھا۔

"بالکل" میں نے جواب دیا۔ اور کوشلیا روانگی کے انتظامات کرنے لگی اس بار ڈرائیونگ

میں نے سنبھال لی تھی۔ اور کوشلیا میرے برابر بیٹھی ہوئی تھی اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اور ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ شاید میری قربت سے وہ بہت خوش تھی اور میرا دل کٹ رہا تھا اس کی یہ خوشی عارضی ہے اور جب اسے میری حقیقت کا علم ہو گا۔ تو شاید ----- وہ بھی دنیا سے میری طرح بیزار ہو جائے۔ ہر شخص اسے فریبی نظر آنے لگے گا۔

کار ایک خشک پہاڑی کو عبور کر کے ایک ہری بھری وادی میں داخل ہو گئی۔ دریائے ہری اسی وادی سے گذرتا ہے۔ دریا کے پار سڑک پر دو رویہ چیڑ کے درختوں کی قطار تھی۔ اس خوبصورت سڑک نے تھوڑی دیر کے لئے ہمیں اپنی زندگی سے بیگانہ کر دیا۔ ایسا خوبصورت منظر کم ہی نگاہوں سے گذرتا ہے۔ تاحد نگاہ سبزہ ہی سبزہ۔ کار کی رفتار خود بخود کم ہو گئی۔ کوشلیا بھی کھڑکی سے منہ نکالے بیٹھی تھی وہ بھی ماحول سے بیگانہ معلوم ہوتی تھی۔

دس بارہ میل لمبی سڑک کا یہ ٹکڑا ہم نے بہت سست روی سے طے کیا۔ لیکن پھر بھی اس کا اختتام ہو گیا۔ ہر خوبصورت چیز ناپائیدار ہوتی ہے۔ سڑک کا اختتام ایک تنگ دروازے پر ہوا، یہاں سے گذر کر ہم ہرات میں داخل ہو گئے۔ اور حسن کا سحر ٹوٹ گیا۔ کوشلیا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ چند لمحات خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"کتنا حسین علاقہ تھا۔"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ زندگی پر بوجھ نہ ہوتے۔ رسمیں نہ ہوتیں ----- وہی پتھروں کا ماحول ہوتا، انسان آزاد ہوتا۔ جہاں دل چاہتا رہتا۔ ان پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی کتنی حسین ہے۔ کیا انسان نے ترقی کے نام پر خود کو محدود نہیں کر دیا ہے۔ کیا زمانہ قدیم کا انسان ہم سے زیادہ مدبر نہیں تھا۔؟ پھر انسان کو ترقی کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ تم نے کبھی اس بارے میں غور کیا ہے نواز -----"

"ہاں۔ لیکن انسان اتنا آگے نکل گیا ہے کہ اب واپسی اس کے بس میں نہیں رہی ہے۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"سچ کہتے ہو۔" کوشلیا نے اداسی سے گردن ہلائی پھر چونک کر بولی۔ "یہ اداسی ہمارے ذہنوں میں کیوں رینگ آئی۔"

"شاید اس حسین وادی کے سبز نہ ہونے کی بناء پر ----- میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"دلوں میں زندگی کی امنگ ہو تو ہر جگہ حسین ہو جاتی ہے آؤ۔ ہرات کی سیر کریں۔" کوشلیا نے کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہرات کے بڑے بازار میں ہم نے کار کھڑی کر دی اور کوشلیا اسے لاک کر کے باہر نکل آئی۔ ہم دونوں بے تکلفی سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھ گئے۔ بازار میں اور بھی غیر ملکی سیاح نظر آ رہے تھے۔ کبھی کبھی کچھ آوارہ گرد بھی نظر آ جاتے۔ ماحول سے لاپرواہ اپنی دھن میں مست۔ لیکن ان میں کوئی جانا پہچانا چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔

ہم تنگ دوکانوں کے سامنے سے گذرتے رہے۔ خوبصورت پوستین اور جانوروں کی حسین کھالیں۔ قالین اور نہ جانے کون کون سی مصنوعات سیاحوں کے لئے بے حد دلکش تھیں۔ بعض دوکانوں پر خاصی بھیڑ تھی۔ کوشلیا نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک دوکان کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے افغانی دوکاندار سے ایک پوستین طلب کی تھی۔

دوکاندار پوری طرح متوجہ ہو گیا۔ اس نے کئی خوبصورت پوستینیں نکال کر ہمارے سامنے پیش کر دیں۔ ان میں سے ایک نفیس پوستین کوشلیا نے پسند کیا اور میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"پہن کر دیکھو------"

"مگر------ اس کی کیا......." میں نے کہنا چاہا لیکن کوشلیا نے میرا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ اس نے پوستین خود مجھے پہنانا شروع کر دی۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے اسے پہن لیا۔ دوکاندار اسے میرے جسم پر فٹ کر رہا تھا۔ پوستین درحقیقت خوبصورت تھی اسے پہن کر میں نے ایک بڑے آئینے میں خود کو دیکھا۔

"بہت خوبصورت ہے۔" کوشلیا نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوکاندار سے مخاطب ہو کر بولی۔ "کتنی قیمت ہے۔؟"

"ڈھائی ہزار افغانی۔"

"بہت زیادہ ہیں۔ کم کرو۔" بہرحال دو ہزار افغانی میں سودا طے ہو گیا اور پوستین خرید لی گئی۔ "پہنے رہو------" کوشلیا نے مجھ سے فرمائش کی اور میں نے اس کی فرمائش کی تعمیل کی۔ لیکن مجھے بھی اس کا قرض اتارنا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دور چل کر۔ میں نے ایک دوکان پسند کی اور دوکاندار سے فر کے------ خوبصورت کوٹ طلب کئے۔ ایک کوٹ' دستانے اور خوبصورت ٹوپی میں نے کوشلیا کے لئے خریدی اور اس کی قیمت چار ہزار افغانی دوکاندار کو ادا کی۔ کوشلیا ان چیزوں کو پہن کر بہت خوش نظر آ رہی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر تھوڑی سی حیرت بھی تھی۔ اسے شاید گمان نہیں تھا کہ میرے پاس اتنی کرنسی بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال اس نے تمام چیزیں بڑے شوق سے پہن لیں اور بہت خوش نظر آنے لگی۔ کافی دیر تک ہم ہرات کے بازاروں میں گھومتے رہے۔ ایک ایک چیز کو حیرت و دلچسپی سے دیکھتے رہے۔ کوشلیا نے اور بھی بہت سی چیزیں خریدی تھیں۔ میرے لئے' اپنے لئے۔ اور پھر ہم واپس پلٹ پڑے۔

"کیا خیال ہے۔ ہرات میں ایک رات گذاری جائے۔ بڑا تاریخی شہر ہے کیا تمہیں اس کی تاریخ معلوم ہے۔؟"

"صرف کتابوں کی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"کتابیں ہی تو تاریخ عالم سے روشناس کراتی ہیں میں نے ان جگہوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی ہیں جن سے میں نے گذرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ ہرات بڑی تاریخی حیثیت کا شہر ہے۔ تاریخ کے عظیم کردار اس شہر سے انوکھے مذاق کر چکے ہیں۔ تین سو ستائیس قبل

مسیح' سکندر اعظم نے اسے آرتاکونا کا نام دیا' اور اس کے بالمقابل ایک نیا شہر اسکندریہ آباد کیا۔ 651ء میں اسے عبداللہ بن امیر نے فتح کیا اور یہ ایران کی مسلم سلطنت کا ایک حصہ کہلایا۔ غزنوی سلطانوں اور سلجوقی ترکوں کے بعد یہ شہر خوارزم کے سلطانوں کے زیر نگیں آ گیا۔ سمرقند' بخارا' دمشق اور دہلی کے تاجروں کے لئے یہ جنت تھا لیکن پھر چنگیز خاں کے ہاتھوں اس کا حسن اجڑ گیا۔ چنگیز خاں کے خوفناک حملوں میں پندرہ لاکھ سے زیادہ شہری قتل ہوئے اور ہرات کھنڈر بن گیا۔ لیکن غوری سلطانوں کے دور میں ایک بار پھر اس پر حسن آ گیا اور یہ چمن ایشیا کہلانے لگا لیکن ایک بار پھر اس پر تباہی نازل ہوئی۔ امیر تیمور کے بیٹے شاہ رخ نے اسے اپنا دارالسلطنت بنا لیا۔ شاہ رخ اور اس کی ملکہ گوہر شاد نے اس شہر کے حسن کو چار چاند لگا دیئے۔ پھر شاہ رخ کا بیٹا ہو گیا۔ کیونکہ حسین مرزا کو فنون لطیفہ سے بے پناہ دلچسپی تھی۔ غرض یہ خوبصورت شہر اپنے سینے میں نہ جانے کون کون سی داستانیں چھپائے ہوئے ہے۔

میں تعجب سے اس حسین لڑکی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اسے تاریخ سے اس قدر دلچسپی ہو گی اور اس کی یادداشت ایسی عظیم ہو گی مجھے گمان بھی نہیں تھا۔

ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہماری کار کھڑی ہوئی تھی۔ خریدا ہوا سامان کار میں رکھ دیا گیا۔ اور کوشلیا ایک انگڑائی لیتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"فیصلہ نہیں کیا؟" اس نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں ایک رات قیام کیا جائے۔"

"ضرور------ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا پسند کرو۔"

"تب آؤ۔ بھوک لگی رہی ہے کچھ کھائیں گے۔" اس نے کہا۔ اور ایک بار پھر ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں اس نے پوچھا۔ "کار میں قیام کریں یا کسی ہوٹل میں۔"

"ہوٹل میں کمرہ لئے لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا جس میں سرور پنہاں تھا۔ میں اس کی سرور بھری آواز سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم گوشت کھاتی ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"انتہائی شوق سے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر تندور پر بھنا ہوا گوشت اور نان کھائیں گے۔ میں نے راستے میں دیکھا تھا۔" میں نے کہا اور وہ تیار ہو گئی۔ بلاشبہ اس میں ایک عمدہ ساتھی بننے کی ساری صلاحیتیں موجود تھیں اور تندور تک کا راستہ طے کرتے کرتے میں نے اپنے فیصلے میں تھوڑی تبدیلی کی۔ میں نے سوچ لیا۔ اب جب اس نے اس موضوع پر بات چھیڑی تو میں اسے ایک پیش کش کروں گا اور وہ پیش کش یہ ہو گی کہ اگر وہ میرے معاملات میں حارج نہ ہو تو میں اس کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ اس وقت تک جب تک وہ چاہے ہم دو دوستوں کی حیثیت سے زندگی گذاریں گے۔ کسی بھی حالت میں ایک دوسرے

سے جدا نہ ہوں گے ہاں جس دن وہ مجھ سے اکتاہٹ محسوس کرے مجھے اسے روکنے کا کوئی اختیار نہیں ہو گا۔

تندور پر پہنچ کر ہم نے دوکاندار کو گوشت بنانے کے لئے کہا۔ تندوری گوشت اور روٹیوں نے خوب مزہ دیا تھا۔ بھوک بھی زور دار لگ رہی تھی۔ اس لئے ذرا زیادہ ہی کھا گئے۔ لیکن کار تک واپسی کے پیدل سفر نے پیٹ کی حالت درست کردی دروازہ کھول کر ہم اندر بیٹھ گئے۔ غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ہم نے خاموشی سے آنکھیں بند کرلیں۔ کار کی چھوٹی سی سیٹ پر بیزاری کی کیفیت تھی۔ لیکن پھر بھی کافی سکون مل رہا تھا۔ کافی دیر ہم نے وہیں گذار دی۔

سورج سفر طے کر رہا تھا پھر جب دھوپ کا رنگ زرد ہونے لگا تو ہوٹل شاد کا رخ کیا۔ اور اس صاف ستھرے ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کر لیا۔ کرایہ پیشگی ادا کر دیا گیا تھا۔ کمرہ خوبصورت سمت تھا۔ اس کے عقب میں ایک بڑی کھڑکی کھلتی تھی جس سے ہرات کی خوبصورت مسجد جامی کے گنبد صاف نظر آتے تھے۔ خیال تھا کہ تھوڑی دیر آرام کے بعد شہر کے کچھ دوسرے حصے دیکھیں گے۔ لیکن یکایک آسمان پر بادل جمع ہونے لگے اور پھر بوندا باندی شروع ہو گئی۔

یہ موسم بھی استقبالیہ تھا۔ باہر جانے کا تصور چھوڑ دیا۔ کوشلیا نے دو کرسیاں کھڑکی کے نزدیک ڈال لیں۔ اور وہیں بیٹھ گئی۔ میں نے سگریٹ سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ بارش دلوں میں امنگ پیدا کر دیتی ہے۔ خاص طور سے تو اس وقت موسم کے حسن کا کیا کہنا جب کوئی پسندیدہ حسین ساتھی بالکل نزدیک موجود ہو۔ تنہائی ہو خوشگوار ماحول ہو۔ بارش کی ننھی ننھی بوندیں کھڑکی کے راستے اندر آکر ہمارے کپڑے بھگو رہی تھیں اور ہم دونوں ایک دوسرے کے صبر کو آزما رہے تھے۔ بالآخر کوشلیا نے ہار مان لی۔ وہ اٹھی اور میری کرسی پر میری گود میں آبیٹھی۔ میں نے دونوں بازو اس کے گرد لپیٹ کر اس کی پشت کو اپنے سینے سے چپکا لیا اور کوشلیا نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر اپنی بانہیں الٹ کر میری گردن میں حمائل کر دیں۔ تب میں جھکا۔ اور میں نے اس کے سلگتے ہوئے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے۔

زور کی گرج ہوئی اور تاریکی اس طرح اُمڈ آئی جیسے سیاہ ہاتھیوں کا کوئی غول بالکل نزدیک آگیا ہو۔ اندھیرا چھانے لگا اور پورا ماحول پانی میں بھیگ گیا۔ کوشلیا کے چہرے پر دھنک بکھر گئی تھی۔ ماحول نے اس کی آنکھوں میں امنگوں کی قندیلیں روشن کر دی تھیں۔ اس نے ایک طویل انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ ”اب تو کہیں جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”ہاں یہ بھی اچھا ہوا کہ ہم نے اس ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ ورنہ کار میں شاید ہم اس بارش سے اچھی طرح لطف اندوز نہ ہو سکتے۔“ میں نے کہا۔ اور کوشلیا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہوں میں گھٹائیں امنڈ رہی تھیں۔ پلکیں بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ لیکن ابھی رات دور تھی۔ ہم دونوں رات کا انتظار کرنے لگے اور بادل امنڈ امنڈ کر برستے رہے۔ تب رات ہو گئی۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم بہت خوش تھے۔ رات جو آگئی تھی۔

اور اس رات سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے ہم نے یہ کیا کہ کمرے کا بستر اس

کھڑکی کے قریب کھینچ لیا جس سے ننھی ننھی بوندیں اچھل کر اندر آجاتی تھیں اور پھر لباس تبدیل کر کے ہم بستر پر آگئے۔ کوشلیا بھی بے تکلفی سے میرے میرے بازوؤں میں آکر لیٹ گئی۔ اس کا چہرہ چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ ہونٹ پپیا رہے تھے۔ وہ دیوانی تو دل سے مجھے اپنا سب کچھ مان چکی تھی۔ پھر کسی حجاب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' بقول اس کے میں اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ اور وہ اس پہلے مرد سے بخوبی واقف ہو جانا چاہتی تھی۔

کمرے کی روشنی ہم نے گل کر دی تھی' لیکن آسمان پر چمکنے والی روشنی کبھی کبھی کوشلیا کے چمکدار جسم کو اور چمکا دیتی۔ اور میں اس چاندی کے بدن کو خود میں سمونے کی دیوانہ وار کوشش کرنے لگتا۔

بارش نہ تھکی۔ ہم تھک گئے۔ اور تھکنے کے بعد سو گئے۔ ننھی بوندیں نہ جانے کب تک ہمارے جسموں کو گدگداتی رہیں۔ البتہ صبح جب آنکھ کھلی تو آسمان پہلی رات کی سہاگن کی طرح غسل کر کے نکھر چکا تھا۔ اس کی حسین نیلاہٹیں فیروزے کی طرح جگمگا رہی تھی۔ میں نے کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر دیکھا اور پھر اپنی آغوش میں کسمساتی کوشلیا کو۔۔۔۔۔ وہ بھی جاگ اٹھی تھی لیکن میری طرح شاید اس کا بھی اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

لیکن باہر ہونے والے شور' برتنوں کی آواز' قدموں کی چاپ نے ہمیں احساس دلا دیا کہ یہ ہماری کوٹھی کا بیڈ روم نہیں بلکہ ہوٹل ہے اس لئے ہم اٹھ گئے پہلے کوشلیا نے غسل کیا' پھر میں نے ہم دونوں کے چہرے مسرت میں ڈوبے ہوئے تھے اس لئے رات کی کسی بات کا کوئی تذکرہ بے سود تھا ان کہی باتیں پڑھی جا سکتی تھیں۔ میں نے بیرے کو بلا کر ناشتہ طلب کیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

”کیا خیال ہے۔؟“ میں نے پوچھا۔

”چلیں گے۔“ کوشلیا نے مختصراً جواب دیا۔ اور ہم اپنا مختصر سامان سنبھالنے لگے۔ نیچے آئے۔ بل ادا کیا اور پھر اپنی کار تک پہنچ گئے۔ کوشلیا نے ڈکی کھولی۔ میں نے سامان رکھا اور پھر کوشلیا کو پیٹرول کا ایک بیرل اٹھاتے دیکھ کر جلدی سے روک دیا۔

”یہ تکلیف کیوں۔۔۔۔۔؟“ میں نے پوچھا اور وہ ہنس دی۔

”تھوڑا سا پیٹرول ڈال لیں۔“ اس نے کہا۔ اور میں بیرل اٹھا کر پیٹرول انڈیلنے لگا جو کوشلیا نے کار کی ٹنکی میں لگا دیا تھا۔ ٹینکی فل کرنے کے بعد بیرل پیچھے رکھا اور ڈکی وغیرہ بند کرنے کے بعد ہم کار میں آبیٹھے۔ اس بار اسٹیئرنگ کوشلیا نے سنبھالا تھا اور میں اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

کار ہرات کی خوبصورت سڑکوں کو الوداع کہنے لگی۔ سڑکیں پانی سے بھیگی ہوئی تھیں لیکن دو طرفہ سبزہ نکھر آیا تھا اور آنکھوں کو بے حد بھلا محسوس ہو رہا تھا شہر سے باہر گوہر شاد کے مقبرے سے گذرتے ہوئے ہم نے شیخ بقارا کے مدرسے کے بلند مینار دیکھے جو آج زمانے کی تبدیلیوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

شہر سے نکلنے کے بعد صاف ستھری اور مضبوط سڑک ملی تو کوشلیا نے کار کی رفتار تیز کر دی۔

وہ خاصی چاق و چوبند نظر آرہی تھی۔ یوں بھی وہ ڈرائیونگ کی ماہر تھی کیونکہ اتنا طویل سفر طے کر چکی تھی۔ ظاہر ہے معمولی بات نہیں تھی۔ ویسے جب بھی کوشلیا کے بارے میں غور کرتا مجھے حیرت ہونے لگی۔ عجیب متضاد لڑکی تھی۔ ایک طرف اتنی نڈر اور بیباک کہ تن تنہا' اس کار پر بھروسہ کرتے ہوئے دنیا کے سفر پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے مرد اس طرح اکیلے سفر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ چہ جائیکہ وہ تو لڑکی تھی۔ وہ بھی نوجوان اور خوبصورت کسی بھی وقت کسی بھی جگہ غلط ہاتھوں میں پھنس کر زندگی اور عزت گنوا سکتی تھی۔ لیکن اس نے ان باتوں کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اور اپنے شوق کی تکمیل کو نکل کھڑی ہوئی تھی۔ اسے سادہ اور بے وقوف بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے سفر کے ایک ایک نکتے سے واقف تھی وہ بہترین تاریخ داں تھی' بقول اس کے اس نے جس لائن پر سفر کا منصوبہ بنایا تھا اس کے بارے میں بخوبی جانتی تھی۔ اور افغانستان کی تاریخ اس نے جس انداز میں بتائی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے۔

اس کے برعکس ------ اس کی زندگی مرد کے قرب سے دور تھی۔ گویا وہ کنواری تھی۔ اس میں مشرقیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دریائے ہلمند کے کنارے اور ہوٹل کے خوبصورت کمرے میں اس کی جن کیفیات کا اظہار ہوا تھا' اس سے انداہ ہوتا تھا کہ اس نے اس معاملے میں بھی غلط نہیں کہا ہے۔ بیشک وہ ایک نوخیزہ اور الھڑ لڑکی تھی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ اس نے اپنے کسی راز کا بھی ذکر کیا تھا جو ہنوز سربستہ تھا۔ میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خود میرے دل میں بھی چور تھا۔ ممکن ہے اس کا راز معلوم کرنے کے بعد میرا ضمیر بھی مجھے کچھ کہنے پر اکساتا۔ لیکن عقل کہہ رہی تھی کہ اپنی حقیقت کو پوشیدہ ہی رہنے دوں وہ لوگ جنہوں نے مجھ پر ہزاروں روپے خرچ کئے تھے۔ آسانی سے میری جان چھوڑنے پر تیار نہ ہوں گے۔ پھر کیا فائدہ نہ اسے حاصل کر سکوں گا نہ زندہ رہ سکوں گا۔ زندگی اس طرح ضائع کر دینے والی چیز نہیں ہے۔ مصائب سے گھبرا کر انسان اس بارے میں سوچتا ضرور ہے۔ لیکن۔

خیالات کی رو یہیں تک پہنچی تھی کہ کار کی رفتار سست ہوتی محسوس کی۔ سامنے دیکھا۔ دو نوجوان سڑک کے کنارے کھڑے زور زور سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ شکلیں ضرور بگڑی ہوئی تھیں لیکن لباس صاف ستھرے اور قاعدے کے تھے۔

"کیا خیال ہے نواز ------؟" کوشلیا نے پوچھا۔

"دیکھ لو ------" میں نے جواب دیا۔ اور کوشلیا نے رفتار سست کرتے کرتے ان کے قریب کار روک دی۔ قریب پہنچے تو اندازہ ہوا کہ ان میں ایک عورت ہے اور ایک مرد ------ لیکن عورت کا قد بھی پونے چھ فٹ سے کسی طرح کم نہیں تھا ------ وہ پوستین پہنے ہوئے تھی اور اس کے لمبے سفید بال پوستین کے نیچے تھے جس سے اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ وہ مرد ہے یا عورت۔

ستے ہوئے چہرے والا نوجوان کار کے قریب آیا اور شستہ انگریزی میں لجاجت سے بولا۔ "براہ کرم آپ ہمیں کچھ دور تک لفٹ دے دیں گے؟"

"کہاں جاؤ گے؟" کوشلیا نے پوچھا۔

"ایران ------"

"تمہیں معلوم ہے ایران میں نشہ آور اشیاء رکھنا ناقابل معافی جرم ہے۔ کیا تم ہمارے لئے ------ مصیبت تو نہیں بن جاؤ گے ------؟" کوشلیا نے صاف لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے پاس کچھ نہیں ہے"۔ اس بار لڑکی نے کہا۔

"تب بیٹھ جاؤ ------!" کوشلیا نے کہا اور وہ دونوں شکریہ ادا کر کے جلدی سے عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کوشلیا نے کار آگے بڑھا دی۔ ان دونوں کی آمد سے ماحول میں کچھ اجنبیت سی پیدا ہو گئی تھی جس کا احساس ہمیں تھوڑی دور چلنے کے بعد ہی ہو گیا۔ لیکن بہر حال اب جو قدم اٹھا لیا تھا اس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد نوجوان نے کہا۔

"آپ لوگ بھی سیاح ہیں۔؟"

"ہاں ------!" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ ایران سے آگے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔؟"

"بہت آگے۔!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ------ ایران میں آپ کہاں قیام کریں گے۔؟!"

"کسی بھی مناسب جگہ۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ ------ میرا نام کیسٹر ہے اور یہ میری بیوی جولیا ------ ہم دونوں بھی دنیا گردی کے لئے نکلے ہیں۔ کیا آپ دونوں بھی شوہر اور بیوی ہیں۔ میرا مطلب ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے ------" میرے بجائے کوشلیا نے جواب دیا۔ اور وہ دونوں مسکرانے لگے۔ پھر کیسٹر نے کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ آپ لوگوں کی شادی کو زیادہ وقت نہیں گزرا ہے۔ بہر حال میری دعا ہے کہ آپ دونوں کامیاب شوہر اور بیوی ثابت ہوں۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سا خلوص تھا' جس سے ہم دونوں متاثر ہوئے اور تھوڑی سی اجنبیت کی فضا دور ہو گئی۔

"آپ لوگ کہاں تک جائیں گے۔؟" میں نے پوچھا۔

"بس کوئی پروگرام طے نہیں ہے۔ جہاں تک پہنچ سکے۔" کیسٹر کے لہجے میں اداسی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ میں نے اس کی صورت دیکھی ------ لیکن ظاہر ہے میں اس سے اس اداسی کی وجہ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ اس کی ساتھی لڑکی یا تو بہت خاموش طبع تھی یا پھر زیادہ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے خدوخال خاصے پرکشش تھے۔ جسامت کے ساتھ تندرست بھی خاصی تھی اس لئے دلکش لگتی تھی۔ سفر جاری رہا اور پھر دور سے عمارت کے آثار نظر آنے لگے۔ ہم اسلام قلعہ پہنچ رہے تھے۔ اس کی چوکی کے دوسری طرف ایک ویران علاقہ ہے جو آزاد حیثیت رکھتا ہے اور اس پر کسی ملک کا دعویٰ نہیں ہے۔ ہاں اس کے بعد ایران کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ اسلام قلعہ کی سرحدی چوکی پر متعین کسٹم کے افسران نے ہماری کار گھیر لی۔ بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی' لیکن نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ کسٹم حکام ہمیں گہری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میرے دل میں دھکڑ پکڑ ہونے

لگی۔ کیا ہربنس کا جادو یہاں بھی چل گیا ہے۔ ممکن ہے اس کا ساتھی مر گیا ہو۔

بہرحال میرے چہرے کی تبدیلیاں نوٹ نہیں کی جاسکیں۔ کار میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو قابل اعتراض ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں فراغت مل گئی۔ اور اس بار اسٹیئرنگ میں نے سنبھال لیا تھا۔ ہمارے ہم سفر ہمارے ساتھ تھے۔

"مسٹر کیسٹر ہے۔؟" اچانک میں نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"جی-----!" وہ مستعدی سے بولا۔

"آپ کی آنکھیں' ہونٹ اور چہرے کا رنگ بتاتا ہے کہ آپ چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء کے عادی ہیں۔!"

"آپ کا خیال درست ہے----- آپ جولیا کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بہت اداس ہے کیونکہ اس نے پچھلے بیس گھنٹے سے انجکشن نہیں لیا۔"

"تب آپ ایران میں کیسے گزارہ کریں گے۔؟"

"گزارا-----؟" کیسٹر نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "گزارا تو ہو ہی جاتا ہے مسٹر نواز----- بے شک ایران بہت خشک جگہ ہے ہم لوگوں کے لئے----- لیکن----- وہاں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہمارے جیسے لوگ کے کام آجاتے ہیں۔"

"اوہ-----" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "گویا وہاں بھی ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔؟"

"کہاں نہیں ملتیں۔ تلاش ضروری ہے۔"

"تب میرے دوست' مجھے ان میں سے کسی اڈے کا پتہ بتا دو۔ ممکن ہے کچھ وقت وہاں صرف کرنا پڑ جائے۔ تھوڑے دن تو گزار سکتا ہوں۔ لیکن' زیادہ وقت مشکل ہے۔"

"خوب----- خوب----- میں نے بھی تمہارے بارے میں یہی سوچا تھا۔ لیکن تمہاری وائف----- شاید وہ تمہاری عادت چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے۔" کیسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں----- وہ میری تمام بری عادتیں چھڑائے دے رہی ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کوشلیا کی طرف دیکھا اور نہ جانے کیوں میں نے کوشلیا کے چہرے پر کسی قدر زردی دیکھی' اس کی آنکھوں میں بے چینی کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ میں اس کی طرف دیکھتا رہ گیا----- اور پھر میں نے اس سے اردو میں پوچھا۔

"کیا بات ہے کوشلیا----- تم کچھ پریشان نظر آرہی ہو۔؟"

"اوہ----- نہیں نواز----- ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" کوشلیا نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر میں محسوس کر رہا ہوں۔ اگر برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں۔" میں نے ہپی جوڑے کی

طرف اس خیال سے دیکھتے ہوئے پوچھا' کہ کہیں وہ اردو سمجھتے تو نہیں۔ لیکن ان کے انداز سے پتہ چل گیا' کہ وہ اردو سے بالکل نابلد ہیں۔

"پوچھو-----" کوشلیا نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"میرے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونے سے تم ناخوش تو نہیں ہو"

"ارے نہیں-----" کوشلیا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اب میں ایسی تنگ دل اور اتنی بدگمان بھی نہیں ہوں۔ یقین کرو کوئی بات نہیں ہے۔!"

اور میں مطمئن ہو گیا----- مجھے اپنا تصور صرف وہم معلوم ہونے لگا۔ ہمارے دونوں ساتھی خاموش بیٹھے ہماری بکواس سن رہے تھے۔ سفر طے ہوتا رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد یوسف آباد کے آثار نظر آئے۔ یوسف آباد چھوٹا سا قصبہ تھا۔ تھوڑی سی آبادی پر مشتمل' لیکن خاصا صاف ستھرا تھا۔ اس کی کسٹم چیک پوسٹ خاصی عمدہ بنی ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں میں نے یہاں بھی خصوصی چیکنگ محسوس کی۔ لیکن اس بار میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ شاید اس علاقے میں دونوں سمت سخت چیکنگ ہوتی ہے۔ سرخ و سفید ایرانی کسٹم آفیسران نے ہمارے کاغذات دیکھے اور پھر ہم سے نیچے اتر آنے کے لئے کہا۔

"معاف کیجئے۔ آپ کو کچھ وقت صرف کرنا ہو گا۔" اس نے مجھ سے کہا۔

"میں حاضر ہوں۔!" میں نے فارسی میں کہا اور ایرانی افسر اپنی انگریزی کا جواب فارسی میں سن کر حیران رہ گیا۔ اس کی خصوصی توجہ میری طرف ہو گئی تھی۔

"یہ آپ کے ساتھی ہیں۔؟" اس نے دونوں ہپیوں کی طرف اشارہ کر کے فارسی میں پوچھا۔

"نہیں صرف ہم سفر----- ایران تک کے لئے لفٹ مانگ لی تھی۔"

"اور خاتون۔؟" اس نے سوال کیا۔

"وہ مسز نواز ہیں۔ مذہب و ملت سے الگ۔!"

"اوہ----- حیرت انگیز بات ہے۔ آپ پاکستانی ہیں؟"

"ہاں-----!"

"آئیے----- میرے ساتھ ایک کپ پیالی کافی پی لیجئے۔ آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔ لیکن معاف کیجئے گا۔ خاتون اور آپ کے دوستوں کے لیے کافی یہیں بھجوادی جائے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔! شکریہ۔" میں نے کوشلیا کی طرف رخ کر کے کہا اور پھر اس سے اردو میں بولا۔ "کوشلیا مجھے کچھ دیر کو اجازت دو۔!" اور کوشلیا نے گردن ہلا دی۔ نہ جانے کیوں میں نے اس کا چہرہ اترا اترا سا دیکھا تھا۔ کسٹم آفیسر مجھے لئے ہوئے کسٹم کی عمارت کے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا!

"آپ لوگ سیاحت کے لئے نکلے ہیں؟" ایک کرسی پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرکے' اس نے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"یہ جوڑا آپ کو کہاں ملا تھا؟"

"ہرات کے راستے میں۔"

"کیا آپ پہلی بار سفر پر نکلے ہیں۔؟"

"جی ہاں۔!"

"اوہ------ تب آپ کو شاید یہ معلوم نہ ہو کہ یہ لوگ ناجائز منشیات کی تجارت کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن میری بیوی نے ان سے اس بارے میں پوچھ لیا تھا۔ تاہم اگر ان کے پاس سے کچھ برآمد ہوا تو ہم بری الذمہ ہوں گے' آپ ان کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔"

"ہوں------!" کسٹم افسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو بلا کر تین کپ کافی وہاں اور دو کپ یہاں طلب کی' اور جب وہ شخص چلا گیا' تو اس نے کہنیاں میز پر ٹکائیں اور آگے جھک آیا۔ "آریہ مہر کی خصوصی ہدایات کے تحت ایران میں منشیات کی تجارت کرنے والوں کیلئے انتہائی سخت قانون ہے۔ لیکن سماج دشمن عناصر اس پر بھی باز نہیں آتے۔ کچھ علاقوں میں ناجائز منشیات کا کاروبار کرنے والے گرفتار ہوئے ہیں اور ان سے معلوم ہوا ہے کہ جرائم پیشہ افراد یہاں بھی باقاعدہ اپنا کام کر رہے ہیں۔ ان کی نشاندہی پر بہت سے گروہوں کا صفایا کر دیا گیا ہے' لیکن باہر سے آنے والے------ ہم نہیں چاہتے کہ وہ یہ راستہ استعمال کریں۔ چنانچہ ان کے لئے بھی خصوصی پروگرام بنایا گیا ہے۔ جو کافی سخت ہے۔!"

"جی------!" میں نے گردن ہلائی۔ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کسٹم افسر کیا کہنا چاہتا ہے۔ ایسے وہ آنکھوں سے بے حد چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"ہمیں خصوصی ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ منشیات ایران کے راستے لائی جا رہی ہیں۔ اطلاع دینے والوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ایک ٹورسٹ کار میں اسمگلنگ کی جا رہی ہیں۔ اس لئے ہر کار میں خاص نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے خصوصی طور پر آپ کو کیوں تکلیف دی ہے۔"

"میں سمجھ گیا------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پاکستان اور ایران کے تعلقات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں بڑی خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ میری اور میری بیوی کی اور کار کی خوب اچھی طرح تلاشی لے لی جائے' تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔"

"میں اس تعاون پر شکر گزار ہوں۔ ویسے اس سفر میں آپ کی ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے تو نہیں ہوئی جن پر میرے شبے کا اطلاق ہوتا ہو۔"

"میرا خیال نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔ کافی آگئی تھی۔ کسٹم آفیسر نے مجھ سے کچھ اور سوالات کئے اور پھر کسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ ایک آدمی اندر آ گیا۔

"کار کی تلاشی ہو گئی۔؟"

"جی ہاں۔!"

"سب ٹھیک ہے۔؟"

"بالکل------!" اس نے جواب دیا اور کسٹم آفیسر مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس نے دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا------ اور پھر ہم وہاں پہنچ گئے جہاں ہیپی جوڑا اور کوشلیا موجود تھے۔ کوشلیا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا اور اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔!

"اوہ------ کیا بات ہے کوشی------" میں نے پیار سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ چکر آگیا تھا۔ اب ٹھیک ہوں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"مجھے تمہاری طبیعت پہلے ہی خراب معلوم ہوئی تھی۔ میرا خیال ہے ہم اب مزید سفر نہیں کریں گے' یوسف آباد میں کوئی قیام کا انتظام ہے۔" میں نے آخری جملے کسٹم افسر سے مخاطب ہو کر کہے تھے۔

"ہاں------ لیکن کوئی باقاعدہ ہوٹل نہیں ہے۔ سرائے کئی ہیں' آپ کو وہاں باآسانی جگہ مل جائے گی۔"

"شکریہ------ اب ہم جائیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"ضرور------!" کسٹم افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران اس نے کئی بار کوشلیا کو دیکھا تھا اور اس سے اظہار ہمدردی کیا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کی اور ہیپی جوڑا پھر ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ کسٹم افسر نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ پھر جب ہم کسٹم ہاؤس سے کافی دور نکل آئے تو اچانک کوشلیا نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نواز------؟"

"ہوں------ اب کیسی طبیعت ہے کوشل۔؟" میں نے پیار سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تھکن ہو گئی ہے۔ سرائے میں آرام تو نہ مل سکے گا! لیکن بہرحال....."

"نہیں نواز------ یہاں سے نکلو چلو------ نہ جانے کیوں مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ آگے تربت جام ہے۔ اس سے آگے فریمان' ہم مشہد پہنچنے کی کوشش کریں گے اور نہ پہنچ سکے تو فریمان میں قیام کریں گے۔ خاصا صاف ستھرا شہر ہے۔"

"لیکن------!" میں نے کہنا چاہا۔

"چلتے رہو نواز------ مجھے اس ہیپی جوڑے سے بھی وحشت ہو رہی ہے۔ نہ جانے یہ کب تک ہمارے ساتھ رہے۔"

"ہم جامی کے شہر میں اتر جائیں گے خاتون------ آپ بے فکر رہیں۔" عقب سے کیسٹر کی آواز سنائی دی اور ہم سناٹے میں آگئے۔ کوشلیا منہ پھاڑ کر رہ گئی تھی۔ میرے ہاتھ اسٹیئرنگ پر لرزنے لگے تھے۔ بمشکل میں نے خود کو سنبھالا اور نہ جانے کیوں مجھے ان دونوں پر غصہ آنے لگا! اگر وہ اردو سے واقف تھا تو اسے پہلے یہ بات بتا دینی چاہئے تھی۔ وہ خاموشی سے ہماری گفتگو سنتا رہا۔ میں

اس گفتگو پر غور کرنے لگا جو ہم نے راستے میں کی تھی۔ اس میں بہت سے قابل اعتراض الفاظ تھے، لیکن شکر ہے ایسی کوئی بات نہیں تھی جو ہمارے لئے خطرناک ہوتی۔ تاہم مجھے اس کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

"تو تم اردو جانتے ہو۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں دنیا کی بہت سی زبانیں جانتا ہوں۔ لیکن براہ کرم میری اردو دانی سے آپ کوئی غلط اثر قبول نہ کریں۔ میں۔۔۔۔۔ آپ کے اس کرم کا شکر گزار ہوں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ کیسٹر کی ساتھی لڑکی جولیا اب بھی خاموش تھی۔ بہرحال میں نے بہتر یہی سمجھا کہ کم از کم تربت جام تک ضرور پہنچ جاؤں تاکہ ان لوگوں سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اور میں نے کار کی رفتار تیز کردی۔ نہ جانے کوشلیا کو کیا ہوگیا تھا۔ اس کے چہرے پر پہلے جیسی رونق نہیں نظر آرہی تھی۔!

دھوپ ڈھل چکی تھی، جب ہم تربت جام کے قریب سے گزرے اور کیسٹر نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے کار کی رفتار ست کردی اور کیسٹر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا واقعی تم یہاں اتروگے۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ تمہارا شکریہ دوست۔!" اس نے نیاز مندی سے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی بھی نیچے اتر گئی تھی۔ تب کیسٹر نے کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر ایک بار پھر ہمارا شکریہ ادا کیا۔ جولیا نے بھی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خدا حافظ کہا تھا۔ اور پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔!

میں نے خاموشی سے کار آگے بڑھادی اور تھوڑی دیر تک بڑی غیر فطری سی خاموشی چھائی رہی۔ کوشلیا کی اب بھی وہی کیفیت تھی جسے اس نے تھوڑی دیر کے بعد محسوس کرلیا۔ وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کمزور آواز میں بولی۔

"شاید۔۔۔۔۔ تم ان لوگوں کے ساتھ اس سلوک پر ناراض ہو۔؟"

"ایں۔" میں چونک پڑا۔ "نہیں۔۔۔۔۔ میں ناراض تو نہیں ہوں البتہ تمہاری اچانک بگڑ جانے والی طبیعت پر غور کررہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ بس اچانک اضمحلال کا حملہ ہوا ہے، تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن میں اس کے اردو سمجھنے اور بولنے پر حیران تھی۔"

"اونہہ۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ زیادہ سے زیادہ دل میں برا مان گیا ہو گا۔ ہمیں کونسی اس سے راہ و رسم بڑھانی ہے۔ لیکن عجیب و غریب جوڑا تھا۔ تم نے اس کی ساتھی لڑکی پر غور کیا تھا۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔!" کوشلیا نے کہا۔

"کچھ عجیب نہیں محسوس ہوئی تھی۔؟"

"ہوئی تھی۔!"

"شاید ان کے تعلقات ٹھیک نہ ہوں۔ شاید وہ دونوں میاں بیوی نہ ہوں۔ بہرحال ہم نے یہ حماقت کرتو ڈالی تھی۔ لیکن میں ڈر رہا تھا کہ کہیں ان کے پاس سے کچھ برآمد نہ ہو جائے۔ میں نے

کسٹم افسر سے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ان کے پاس سے کچھ ملتا ہے تو انہیں ضرور گرفتار کرلیا جائے۔ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

کوشلیا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "کسٹم افسر تمہیں اندر کیوں لے گیا تھا۔؟"

"یہی معلوم کرنے کے لئے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو۔ ایران میں منشیات کا کاروبار کرنے والوں کیلئے سخت قانون ہے۔!"

"پھر تم نے کیا جواب دیا۔؟"

"ظاہر ہے۔۔ کیا جواب دے سکتا تھا۔ میں نے پر خلوص پیشکش کی کہ کار کی اور ہمارے سامان کی تلاشی لے لی جائے۔"

"انہوں نے بڑی سخت تلاشی لی تھی۔ کار کی ایک ایک سیٹ جھاڑ کر دیکھ لی گئی۔ پیٹرول کے بیرل میں لوہے کے تار ڈال کر دیکھے گئے۔ غرض ایسی ہر جگہ دیکھ ڈالی جہاں کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کے امکانات ہوسکتے تھے۔"

"ہاں۔ اصل میں انہیں ایک خاص گاڑی کی تلاش ہے جس میں منشیات اسمگل کرکے لائی جارہی ہیں۔ ان کے مخبروں نے اطلاع دی تھی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ تو انہیں ہمارے اوپر شبہ ہوا تھا۔؟"

"شبہ تو ہونا ہی چاہئے تھا لیکن بہرحال شبہ رفع ہوگیا۔ البتہ ایک بات کا مجھے تردد تھا۔"

"کیا۔۔۔۔۔؟" کوشلیا نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے تمہیں اپنی بیوی بتایا تھا اس لئے کہ تم نے۔۔۔۔۔ اور پھر کسٹم آفیسر نے مجھ سے کچھ سوالات کئے تھے۔۔۔۔۔ مجھے خطرہ تھا کہ علیحدگی میں وہ تم سے سوالات نہ کرے اور ہمارے بیان میں تضاد ہو جائے۔"

"میرا خیال ہے تمہارا پاکستانی ہونا کام آیا۔۔۔۔۔!" کوشلیا نے ایک پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ اس کے چہرے کی رونق واپس آتی جارہی تھی۔

"شاید۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔ "لیکن اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔؟"

"بہتر محسوس کررہی ہوں۔ سوچ رہی تھی۔ تنہا ہوتی تو کیا کرتی ان حالات میں ڈرائیونگ تو مشکل ہی تھی۔" اس نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا!

اس وقت روشنیاں جل اٹھی تھیں جب ہم فریمان میں داخل ہوئے۔ صاف ستھرے شہر کو دیکھ کر طبیعت کو عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ کشادہ بازار، پھولوں اور سفیدے کے درختوں سے لدے ہوئے۔ ہر دوکان کے سامنے سبزہ۔ سلیقے سے ترتیب دی ہوئی دوکانیں، خوش پوش لوگ۔۔۔۔۔ تروتازہ سے۔۔۔۔۔ ان سب کو دیکھ کر ہی سفر کی تھکان دور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ تاہم ست رفتاری سے چلتے ہوئے ہم نے دور سے ایک قہوہ خانہ دیکھا۔ اور اس کے سامنے کار روک دی۔

کار میں بیٹھے بیٹھے ہی میں نے قہوہ طلب کیا۔ اور ایک صاف ستھرے ملازم نے شیشے کے صراحی نما نازک گلاسوں میں قہوہ پیش کر دیا۔ گرم گرم خوش ذائقہ مشروب نے تھکن جیسے جسم سے نچوڑ لی۔ کوشلیا کے چہرے کی بحالی لوٹ آئی تھی اور اب پھر اس کی آنکھوں میں پہلے جیسی چمک تھی!

قہوے سے فارغ ہو کر ہم کسی مناسب قیام گاہ کی تلاش میں چل پڑے۔ ایرانی کرنسی کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن چونکہ رات ہو چکی تھی اس لئے کرنسی تبدیل کرانا مشکل کام تھا۔ تاہم ہمیں یقین تھا کہ یہاں سب افغان کرنسی قبول کر لیں گے۔ چائے والے نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

کافی دور نکلنے کے بعد ہوٹل قنطارہ کے نیون سائن نظر آئے جس کے نیچے قیام گاہ کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا اور ہم نے کار اسی طرف موڑ دی قنطارا کے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے ایرانی نوجوان نے ہمیں مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا اور یہاں بھی میری فارسی دانی نے کمال دکھایا' ایرانی نوجوان ہماری ہر امداد کے لیے تیار ہو گیا میں نے اسے پوری کرنسی بدلوانے کیلئے دے دی۔ کوشلیا نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ باقی اس کے پاس ٹریولر چیک بھی تھے جنہیں اس نے میرے مشورے سے پڑا رہنے دیا! قنطارہ کی پہلی منزل پر ہمیں کمرہ مل گیا۔ دو بستروں کا یہ کمرہ زیادہ کشادہ تو نہیں تھا لیکن صاف ستھرا اور گوارہ تھا۔ بہر حال ایک رات یہاں گزارنی تھی۔

ہم کمرے میں آگئے------! اور کوشلیا تھکے تھکے سے انداز میں بستر پر گر پڑی۔

"اگر تم کہو تو میں ڈاکٹر تلاش کروں۔!" میں نے کوشلیا کو تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں۔ اب میں ایسی کمزور بھی نہیں ہوں۔ بس یقین کرو وہ صرف خفقان تھا۔ اس بیہی جوڑے سے طبیعت زیادہ خوش نہیں ہوئی تھی اور دل پر ایک بوجھ سا تھا کہ خانخواہ ہم نے اسے سر پر مسلط کر لیا۔ وہ لوگ چلے گئے' اب میں خوش ہوں۔"

"چلو----- ٹھیک ہے۔ مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے-----!" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور جواب میں کوشلیا بھی مسکرانے لگی۔

"نہیں جناب۔ میرے آرام کرنے کے دن ہیں۔"

"کیا مطلب-----؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"مطلب میں نہ سمجھا سکوں گی۔ کوشلیا نے شرماتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کوشل-----یقین کرو میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"اب تم بدھو ہو تو میں کیا بتاؤں۔" کوشلیا نے میرے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے کہا۔ "چند روز کے لئے ہم شجر ممنوعہ بن گئے ہیں۔!" اس نے عجیب سی ادا سے کہا اور لفظ "چند روز" نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا۔ میں مضحکہ خیز انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور کوشلیا ہنسنے لگی! تاہم میری سمجھ میں اس کی اداسی اور اس کے چہرے کی بے رونقی کی وجہ آگئی تھی۔

غسل کرنے کو دل چاہ رہا تھا' لیکن ایران میں غسل خانوں کا رواج نہیں ہے۔ وہاں حمام ہوتے ہیں' ہر گلی کوچے میں' لوگ گھروں سے تیار ہو کر حمام میں آجاتے ہیں اور غسل اور مالش کے

بعد یہیں سے سیدھے دفتر یا کاروبار پر چلے جاتے ہیں۔ رات کو پارٹی ہو تو مہمانوں کو کھانے سے پہلے اعلیٰ درجے کے حماموں میں مدعو کیا جاتا ہے۔ حمام ایرانی تہذیب کا جزو لازم ہیں۔ بہر حال بھوک لگ رہی تھی' اس لئے کھانا طلب کیا۔ تھکن کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے کھانے کے بعد بستر میں ٹھس گئے! کوشلیا نے لباس تبدیل کیا اور میرے پاس آگھسی۔ اس کے بال میرے سینے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اور وہ خاموش تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے کوشل۔؟" میں نے اس کے ریشمی بالوں کو سنوارتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک------ لیکن تم ناراض ہو۔!"

"کیوں------؟ ناراضگی کی کیا بات ہے؟"

"بس ہے۔!"

"مجھے نہیں معلوم۔!" میں نے اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے کہا۔ "بتا دو۔"

"بس میں نہیں بتاؤں گی۔"

"بھئی میں ناراض ہی نہیں ہوں۔ کوئی وجہ تمہارے ذہن میں ہو تو نکال دو۔" میں نے اسے بھینچ کر پیار کرتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"ویسے تم نے میرے اوپر اعتبار نہیں کیا ہے نواز۔؟" چند منٹ کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"عجیب باتیں کر رہی ہو۔ اب اس کی وجہ بھی بتا دو۔"

"کیا مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ "جبکہ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔"

"اوہ----- میرے اندر کوئی خاص بات نہیں ہے کوشل پنجاب کے ایک معمولی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ نہ حاصل کر سکا تو آوارہ گردی کی ٹھانی۔ کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا اس لئے تن بہ تقدیر چل پڑا۔ اور چھوٹے چھوٹے نقصانات کا سہارا لیتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔ بس یہ میری داستان ہے۔"

"تم اور زبانیں بھی جانتے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں نے سفر کرنے سے قبل کئی زبانیں سیکھی ہیں۔"

"تمہارے پاس پستول بھی۔؟"

"اوہ----- تم نے کہاں دیکھ لیا۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تمہارے سامان میں۔"

"ہاں----- یہ خود حفاظتی کے لئے ساتھ رکھ لیا تھا۔ لیکن اس کا لائسنس موجود ہے۔"

"ایرانی کسٹم والے اسے نظر انداز کر گئے تھے۔ کیا اس کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی تھی۔؟"

"اگر وہ پوچھتے تو میں لائسنس دکھا دیتا۔ اگر وہ اسے میرے ساتھ نہ رہنے دینا چاہتے تو مجھے

اس کی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔ لیکن تم یہ سوالات کیوں کر رہی ہو۔؟"

"سچ بتا دوں۔؟"

"ہاں۔ بالکل سچ۔"

"جب تم نے ایرانی کسٹم افسر سے اس کی زبان میں باتیں کی تھیں۔ تو میں نے تمہارے بارے میں نئے انداز سے سوچا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید تمہارا تعلق بین الاقوامی پولیس سے ہے۔ اور تم منشیات کی ناجائز اسمگلنگ کے انسداد کے لئے نکلے ہو۔ جب وہ تمہیں اپنے ساتھ بلا کر لے گیا تب میرا یقین اور پختہ ہو گیا تھا۔"

"پھر ------ اگر میں ہوتا تو تمہارے کیا احساسات ہوتے۔ تم منشیات کی اسمگلر تو نہیں ہو۔؟"

"اگر ہوتی تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔؟"

"تمہیں گرفتار کر کے اپنے دل کی گہرائیوں میں قید کر لیتا۔" میں نے پیار سے اسے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور وہ ہنسنے لگی۔

"نہیں ------ بس مجھے یہ دکھ ہوا تھا کہ اگر ایسی بات ہے تو تم نے مجھ سے چھپائی کیوں ------ کیا تم مجھے ناقابل اعتبار سمجھتے ہو۔؟"

"نہیں صاحب ------ نہیں ------ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں آپ کو ضرور بتا دیتا۔" میں نے اس کا گال تھپتھپایا۔ اور اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے لگا۔ کیونکہ حقیقت تو میں نے اب بھی اسے نہیں بتائی تھی۔

کوشلیا ہنستی رہی۔ اور جب اسے نیند آنے لگی تو وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر سو گئی۔

دوسری صبح ہم فریمان سے چل پڑے۔ موسم خنک تھا۔ دھوپ بے حد خوشگوار لگ رہی تھی۔ کوشلیا اب بالکل ٹھیک تھی۔ راستے میں ہم مختلف باتیں کرتے رہے۔ اور پھر ایک طویل سفر کر کے مشہد پہنچ گئے۔ کوشلیا نے مشہد میں رکنے کی مخالفت کی۔ اور سفر برابر جاری رہا۔

"ہم تہران چل کر چند روز قیام کریں گے۔ اور وہاں مکمل تھکن اتارنے کے بعد آگے بڑھنے کا پروگرام بنائیں گے۔" اس نے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر تیار ہو گیا۔ لیکن ------ میرے ذہن میں ایک پھانس سی چبھنے لگی تھی۔ اس دوران میں نے کام کیا کیا تھا۔ سوائے تفریح کرنے کے ------ پرنس کے بارے میں میں نے درفشانہ سے ملنے والی رپورٹ دے دی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک خاصا وقت گذر چکا تھا۔ لیکن نہ تو غلام سیٹھ کا کوئی آدمی ملا تھا۔ اور نہ ہی میں نے ان کے لئے کچھ کیا تھا۔

آئندہ کیا ہو گا؟ ------ اگر ہم تہران پہنچ گئے تو کیا وہاں غلام سیٹھ کے آدمی مجھے ملیں گے۔ درحقیقت اب تک انہوں نے جتنی رقم میرے اوپر خرچ کی تھی میں نے اس میں سے ایک چوتھائی رقم کا کام بھی نہیں کیا تھا۔ شریف کے لئے میرے پاس کوئی پتہ بھی نہیں تھا۔ گویا اس وقت تک میں فارغ تھا جب تک ان کا کوئی آدمی مجھ سے رابطہ قائم کر لے۔ لیکن ------ یہ کیا بات

ہوئی؟ ------ ایک طرح سے وہ لوگ مجھے پرورش کر رہے تھے۔ آخر اس قدر رقم خرچ کرنے کی کوئی وجہ تو ہو گی۔ اور جو کچھ وجہ بتائی گئی تھی۔ وہ سچی بات یہ ہے کہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی کام ہوا۔ میں خود ابھی تک لڑکیوں میں کھیل رہا تھا۔ مجھے خود پر ہنسی آ گئی۔ کیسی عجیب زندگی ہے میری بھی ------ دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہوں۔ کوئی میرے اوپر مسلط نہیں ہے۔ لیکن ------ اس کے باوجود ایک ملحد مجھے دوسروں کا محکوم کئے ہوئے ہے۔ بہرحال اس محکومی میں ہی بھلا تھا۔ دیکھا جائے گا۔ فی الحال کوشلیا ساتھ ہے۔ اس کے پاس کافی رقم ہے۔ چھوڑو ضمیر کی باتیں ------ جس طرح بن پڑے عیش کرو۔ حسین ساتھی، دولت اور جگہ جگہ کا سفر ------ اور کیا چاہئے؟ ------ قسمت نے جس انداز سے آگے بڑھایا ہے وہی سہی ------

طویل سفر نیشاپور پر ختم ہوا کیونکہ رات ہو گئی تھی۔ عمر خیام کا شہر نیشاپور، میری آنکھوں کے سامنے بکھرا ہوا تھا حسین رباعیاں میرے ذہن میں گھوم گئیں۔ ایک رات نیشاپور میں گذاری۔ خنک اور بے کیف رات ------ جس میں کوشلیا کے نرم و گرم جسم کا لمس تو ضرور تھا لیکن اس کو نسوانیت کی دلکشی شجر ممنوعہ تھی۔ اس رات نے ذہن پر کوئی خاص تاثر نہیں چھوڑا۔ اور دوسرے دن حسب معمول سفر جاری ہو گیا۔ راستے میں کار کی ٹنکی پھر بھرنی پڑی۔ اور میں نے برق رفتاری سے سفر شروع کیا۔ کوشلیا بالکل پرسکون تھی۔ اسے اس تیز رفتاری پر ذرا بھی تردد نہیں تھا۔

اور اس وقت شام کے چار بجے تھے جب ہم تہران میں داخل ہوئے کئی دن سے مسلسل سفر ہو رہا تھا۔ اس لئے ایک رات کی تھکن دور نہ ہوتی اور دوسری صبح ہو جاتی۔ تہران میں داخل ہونے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا اور کسی عمدہ سے ہوٹل کی تلاش میں چل پڑا۔

ساڑھے چار بجے تھے لیکن سورج مرجھا گیا تھا۔ بازاروں میں خاص رونق ہو گئی تھی۔ اور بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ میدان سپاہ کو پار کر کے خیابان فردوسی پر آ گئے۔ جہاں فردوسی کا حسین مجسمہ شاہنامے کی جلد تھامے کھڑا تھا۔ منی اسکرٹ اور پشک میں ملبوس لڑکیاں مٹرگشت کر رہی تھیں۔ سروں سے ریشمی رومال باندھے دل گدگدا دینے والے خدوخال لئے، جدید ترین سوٹوں میں ملبوس نوجوان، سینما ------ نائٹ کلب، کابرے ------!

تہران پوری آب و تاب سے ہمارے سامنے تھا۔ لیکن تھکن نے ان تمام چیزوں میں دلچسپی نہ لینے دی۔ بالآخر، "سیل نو" کے خوب صورت لان میں داخل ہو کر ہم نے کار پارک کر دی۔ فوراً ہی ایک پورٹر ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے ہمارا جائزہ لیا اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے انگریزی میں ہم سے سوال کیا۔

"کیا آپ یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں جناب۔؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"تشریف لائیے۔" اس نے ادب سے کہا۔ اور پھر ڈکی کھول کر ہمارا بے تکا سامان نکالنے لگا۔ تاہم اس نے سامان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہم نے اپنا نام مسٹر اور

مسز راجہ نواز اصغر لکھوایا اور ہمیں ایک خوبصورت کمرہ مل گیا۔ وسیع اور کشادہ کمرے کو دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ صاف ستھری دیواریں۔ اعلیٰ پائے کا قالین دروازوں پر پڑے ہوئے حسین پردے نرم گدوں والی مسہریاں۔ کوشلیا نے ایک طرف لگی ہوئی چوڑی کھڑکی کھول دی۔ اور باہر کا منظر دیکھنے لگی۔

"زندگی رواں دواں تھی۔ دور سے فردوسی کا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ کوشلیا گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"کیا پروگرام ہے جان من۔؟" کوشلیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ پھر ہم نے رات کا کھانا طلب کیا۔ لذیذ ایرانی کھانا کھانے کے بعد کافی پی۔ اور پھر ہم نرم بستر میں دراز ہو گئے۔ کوشلیا آج میرے پاس ہی تھی۔ لیکن اسے شاید سخت نیند آ رہی تھی۔ اس نے میرے سینے میں منہ چھپا آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر مجھے بھی نیند آ گئی۔

میں زیادہ کچی نیند میں نہیں تھا۔ لیکن ------ اس وقت تھکن کے باوجود آنکھ کھل گئی شاید کسی قسم کے کھٹکے کی آواز ہی تھی۔ میں نے نندر سی آنکھوں سے روشنی کے نیلے بلب کو دیکھا اور اچانک مجھے احساس ہوا کہ کوشلیا میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے دوسرے بستر پر دیکھا۔ وہ خالی تھا۔

شاید باتھ روم میں ہو۔ لیکن اسی وقت نگاہ کمرے کے دروازے پر جا پڑی۔ اور میں چونک پڑا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ باہر کی روشنی میں کچھ سائے اندر پڑ رہے تھے۔

میں حیرت سے اچھل پڑا۔ کیا قصہ ہے؟۔ کوشلیا کہاں گئی؟ دوسرے لمحے میں پھرتی سے اٹھ گیا۔ میرے ذہن میں تجسس جاگ چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھا اور ٹھٹھک گیا۔ وہ آواز کوشلیا ہی کی تھی ------ سرگوشیوں کا انداز ------ کون تھا؟ --- کس سے باتیں کر رہی تھی وہ؟ ------ میں غور سے سننے لگا۔ رات کے سناٹے میں سرگوشیاں صاف سنائی دے رہی تھی۔

"یہ آنے کا وقت ہے۔؟"

"ہم آپ کے لئے بے حد مضطرب تھے مادام۔" ایک مردانہ آواز نے کہا۔ زبان اردو تھی۔

"لیکن جب تمہیں علم ہو گیا تھا کہ میں پہنچ گئی ہوں تو پھر انتظار کیوں نہیں کیا۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے مادام۔ یہاں دن رات آمد و رفت رہتی ہے۔ ہماری آمد کو کسی نے شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہو گا۔"

"لیکن ------ تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"زیادہ پریشانی ہمیں اسی کی تھی۔ ہم نے سوچا کہ آپ اس کی وجہ سے کسی الجھن میں گرفتار نہ ہوں۔"

"ہونہہ ------ الجھن ------ اس کی وجہ سے میں الجھن سے نکل گئی۔ ورنہ پھنس جاتی۔"

"اوہ! وہ کیسے مادام۔؟"

"مخبری ہو گئی تھی۔ سخت چیکنگ تھی۔"

"تعجب ہے۔ لیکن یہ ------"

"میں کہتی ہوں اس وقت چلے جاؤ۔ اگر وہ جاگ گیا تو میری پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ بس اب جاؤ۔"

"کار لے جائیں مادام۔؟" پوچھا گیا۔

"ابھی نہیں ------ اسے شک ہو جائے گا۔ میں صبح نورو کے ساتھ آؤں گی۔"

"جیسی مادام کی مرضی ------ لیکن ٹھاکر پسند نہیں کریں گے کہ آپ کسی کو راز دار بنائیں۔"

"میں براہ راست ٹھاکر کو جواب دہ ہوں۔" کوشلیا نے کہا۔

"ہم تو حکم کے بندے ہیں۔" جواب ملا۔

"بس ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" کوشلیا نے کہا۔ اور میں پھرتی سے اپنے بستر پر واپس آ گیا۔ لیکن ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جسم سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔ کار کا کیا راز ہے؟۔ تو یہ لڑکی شروع سے بے وقوف بنا رہی ہے۔ ہونہہ ------ بن کس طرح رہی تھی۔ بڑے کردار کی مالک بن رہی تھی۔ لیکن ------ کیا یہ بھی منشیات کی...... اسمگلنگ کا قصہ ہے۔؟۔ میں تو بڑے خطرے میں پھنس گیا تھا۔

اور پھر کسٹم افسر کے الفاظ یاد آ گئے۔ اس نے کہا تھا کہ اسے اطلاع ملی ہے کہ کوئی چیز اسمگلنگ کر کے ایک کار کے ذریعہ لائی جا رہی ہے۔ کیا یہ وہی کار تھی؟۔ لیکن اس کی تو تلاشی ہو گئی تھی۔ کیا چیز پوشیدہ ہے اس میں۔؟

کوشلیا اندر آ گئی تھی۔ اور اب وہ میرے قریب کھڑی مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سمجھا کہ شاید میرے سینے پر لیٹنے سے میری آنکھ کھل جائے گی۔ اس لئے وہ دوسرے بستر پر جا لیٹی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔ اس وقت کوشلیا سے سخت نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اگر وہ خود کو باکردار لڑکی ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتی تو شاید مجھے اس پر غصہ نہ آتا۔ ایسی تو بہت سی لڑکیاں مل چکی تھیں۔

اور دوسری لڑکیاں ------ وہ ان سے جدا کب تھی۔

لیکن گھاٹے میں میں بھی نہیں تھا۔ میں نے اسے کون سی حقیقت بتا دی تھی۔ میں نے بھی تو اسے اپنے بارے میں تاریکی میں رکھا تھا۔ نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا ذہن بے شمار خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کوشلیا سو گئی۔ لیکن میں جاگتا رہا۔ مختلف خیالات ذہن میں چکرانے لگے۔ مجھے یاد آیا ------ ایک رات اس نے ٹھاکر کا نام لیا تھا۔ اور پھر میگاں کے آنے کی وجہ سے بات ادھوری

رہ گئی تھی۔

ذہن میں تھوڑی سی نرمی پیدا ہوئی۔ اس نے مجھے اپنا کوئی راز بتانے کے لئے بھی کہا تھا۔ کیا وہ یہی راز تھا؟ بڑی کشمکش میں گرفتار ہو گیا تھا۔ ایک دل کہہ رہا تھا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔ کسی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جاؤں لیکن پھر اچانک ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

غلام سیٹھ نے مجھے سروے کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ گو ایران منشیات کی تجارت سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن ----- اگر مجھے کچھ اشارے مل رہے ہیں تو کیوں نہ معلومات کروں۔ کیسٹر کے الفاظ ذہن میں آئے۔ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہو ہی جاتی ہے۔ یہ ضرورت کہاں سے پوری ہوتی ہے۔؟ دیکھوں تو سہی۔ تاکہ غلام سیٹھ کو یہاں کے بارے میں بھی اطلاع دے سکوں۔

اور یہ آخری خیال ہی زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بالکل اجنبی بنا رہوں گا۔ کوشلیا سے تعاون کروں گا اور مکمل معلومات حاصل کروں گا۔ اس دوران اگر کوئی خطرہ در پیش ہوا تو اس سے بھی نپٹ لیا جاسکے گا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن ذہن میں کھولن ہو رہی تھی۔ اس معصوم صورت نے مجھ سے سب کچھ چھپایا تھا۔ اس کی شخصیت میں بھی راز تھے۔ یہ بھی دوسروں کے تابع تھی۔ اور بس اس کا آلہ کار بنا ہوا تھا۔ ٹھیک ہے مس کوشلیا۔ تم میرے دل سے اتر چکی ہو۔ لیکن ----- میں نے بھی تمہیں کون سی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ جو پوزیشن تمہاری ہے وہی میری بھی ہے۔ تم مجھے بے وقوف بنا کر زیادہ خوش نہ ہو گی۔ فکر مت کرو۔ میرے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

بہرحال صبح ہو گئی۔ لیکن مجھے نیند نہیں آئی جبکہ کوشلیا گہری نیند سو گئی تھی۔

صبح کو اٹھ کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا۔ اور تیار ہو کر اخبار کی ورق گردانی کرنے لگا جو ملازم نے دروازے کے نیچے کی جھری سے ڈال دیا تھا۔ یہ انگریزی اخبار تھا۔ میری نگاہیں اخبار کی سرخیوں پر تھیں۔ لیکن ذہن آئندہ اقدامات میں ہی الجھا ہوا تھا۔ کوشلیا کی اب میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ کافی دیر کے بعد کوشلیا کی آنکھ کھلی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا زیادہ وقت ہو گیا۔؟" اس نے ایک طویل انگڑائی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ----- نو بجے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے۔" وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ اور پھر اس نے بھی منہ ہاتھ دھویا، بال سنوارے، لباس تبدیل کیا۔ اور میرے سامنے بیٹھتی ہوئی بولی۔ "ناشتہ منگواؤ۔"

"بہت ----- بہتر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ بیرے کے آنے پر میں نے اسے ناشتے کا آرڈر دیا۔ اور پھر اخبار پر نگاہیں جما دیں۔

"کوئی خاص خبر ہے۔؟" کوشلیا نے میرے کندھے پر منہ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ----- دیکھو۔" میں نے اخبار اس کی گود میں ڈال دیا۔ کوشش کے باوجود میں خود پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ لیکن شکر ہے کوشلیا نے یہ بات محسوس نہیں کی۔ ناشتہ آگیا اور پھر ہم دونوں نے

ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران کوشلیا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے کئی بار محسوس کیا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن کہہ نہیں پا رہی۔ ایک بار میں نے خود اس کی یہ مشکل حل کر دی۔

"کیا بات ہے کوشلیا ----- تم اچانک سنجیدہ ہو گئیں؟"

"میرے کچھ سوالات کے جواب دو گے نواز -----؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ضرور -----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ----- تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔؟"

"ایک حسین ساتھی -----"

"بس -----"

"ایک بہترین دوست ----- ایک خوب صورت ہم سفر زندگی۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر تمہیں کبھی یہ احساس ہو جائے کہ میں ایک اچھی عورت نہیں ہوں، تو تمہارا کیا رد عمل ہو گا۔؟"

"اچھی عورت نہ ہونے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"فرض کرو مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو تمہاری نگاہ میں قابل معافی نہ ہو۔"

"میں تمہیں معاف کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"وعدہ کرتے ہو نواز۔؟" اس نے اداسی سے پوچھا۔

"مگر غلطی کیا ہے۔؟"

"پہلے وعدہ کرو -----"

"چلو وعدہ -----" میں نے ہنس کر کہا۔

"نواز۔ میں ایک دکھی عورت ہوں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا نواز۔ تم میری زندگی میں پہلے مرد ہو جس سے میں متاثر ہوئی ہوں۔ لیکن میری پچھلی زندگی بہت کٹھن ہے۔ میں نے نامساعد حالات کی آغوش میں آنکھ کھولی۔ میرا باپ منشیات کا اسمگلر تھا۔ اس نے پوری زندگی یہی کام کیا۔ میں اس کی اکلوتی لڑکی تھی۔ اس نے مجھے تعلیم دلائی۔ لیکن پھر جب وہ بوڑھا ہو گیا۔ تو اس نے مجھے اپنی لائن پر لگا دیا۔ اس نے مجھے اپنے بڑھاپے کے واسطے دیئے اور مجھ سے کہا کہ وہ میری عزت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اس نے تمام حالات میرے سامنے کر دیئے۔ وہ لاکھوں روپے کا مقروض تھا۔ اور ان خوفناک حالات کے ہاتھوں میں بے بس ہو گئی۔ میں نے وہی کام کرنا شروع کر دیا جو وہ کرتا رہا تھا۔ اور جو وہ چاہتا تھا۔ میں اس گروہ میں شامل ہو گئی۔ میں نے باپ کا تمام قرض ادا کر دیا۔ میری ماں مر چکی تھی۔ اب صرف باپ زندہ تھا۔ اور جب میں بھرپور طور پر کام کرنے لگی تو میرا باپ بھی مر گیا۔ لیکن میں ٹھاکرے گروہ سے نہیں نکل سکی۔ اور آج تک اس کے لئے کام کر رہی ہوں۔ اس بار ایک لمبا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے مجھے امریکہ تک کا طویل سفر کرنا ہے۔ میں منشیات لے کر ہی ایران میں داخل ہوئی ہوں۔ تمہیں میں نے ایک عام آدمی سمجھ کر ہی لفٹ دی تھی۔ لیکن

تمہارا کردار میرے ذہن کو بھا گیا۔ میں نے تمہارے ساتھ اپنا جیون نتھی کر لیا اور تمہیں اپنا سب کچھ سونپ دیا' تب میں نے فیصلہ کیا کہ تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔ اور پھر تم سے مدد چاہوں گی۔ تم اگر کہو گے تو اس گروہ کے لئے ہم دونوں کام کریں گے۔ اور تم منع کرو گے تو میں بھی یہ زندگی چھوڑ دوں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم بے حد نیک انسان ہو اس لئے میں تمہیں سب کچھ بتاتے ہوئے ڈرتی رہی ہوں۔ اس رات میں دریائے ہلمند کے کنارے سب کچھ بتانے جا رہی تھی کہ وہ بپی لڑکی آ گئی۔ اور ہمت پھر ٹوٹ گئی۔ یقین کرو نواز' اس کے بدلے آج تک میرے ضمیر نے کہا کہ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں۔ لیکن میری ہمت نہ پڑی۔ میں نے سوچا کہ یہ کام پورا کر کے اس کے بعد خود کو تمہارے سپرد کر دوں گی۔ تم جو چاہو میرے ساتھ سلوک کرو۔ اور اب میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔ تمہیں یاد ہے جب کسٹم افسر تمہیں اندر لے گیا تھا تو میرا چہرہ اتر گیا تھا۔ اس وقت میں نے سوچا تھا کہ کہیں تم بین الاقوامی پولیس کے آدمی نہ ہو۔ اور اس کے بعد سے جو میں بے قابو ہوئی اس کی وجہ بھی یہی تھی۔ لیکن بھگوان کا شکر ہے تم وہ نہ نکلے۔"

"یہ میری کہانی ہے نواز۔ اور اب میں تمہاری عدالت میں ہوں میرے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔" وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کی کہانی بھر درفشانہ سے مختلف نہیں تھی۔ وہ بھی بے سہارا تھی۔ لیکن درفشانہ اب بھی اس سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ وہ زیادہ مظلوم تھی۔ اور پھر وہ میری ہم مذہب تھی۔ جب میں نے اس کے معاملے میں دل سخت کر لیا تھا تو یہ کیا چیز تھی۔ میں خاموشی سے اسے آنسو بہاتے دیکھتا رہا۔ گو اس نے دل کھول کر سامنے رکھ دیا تھا۔ اس نے ایک ایک حقیقت کہہ دی تھی۔ لیکن میرا دل اس کی طرف سے صاف نہیں ہوا تھا۔ اگر صاف بھی ہو جاتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے میں بھی اسی کی طرح مجبور تھا۔ میری زندگی تو خود دوسروں کے رحم و کرم پر تھی اور میں اس کے لئے دل میں کوئی خاص جذبہ نہیں رکھتا تھا۔ تاہم ابھی کچھ وقت اور گزارنا تھا۔ اور ——— غلام سیٹھ کے لئے اس سے معلومات بھی مہیا کرنا تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد میں نے پوچھا۔

"تو ——— کیا' تمہارے پاس منشیات موجود ہیں۔؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن کسٹم میں تو تلاشی ہو چکی تھی۔"

"یہ کار مخصوص قسم کی ہے۔ اس کے ضروری پرزوں کے ساتھ ساتھ بے شمار فالتو پرزے بھی لگے ہوئے ہیں۔ جو اندر سے خالی ہیں اور ان میں ہیروئن کی بہت بڑی مقدار چھپی ہوئی ہے۔"

"اوہ ———" میرے لہجے میں سرسراہٹ تھی۔ "یہ ٹھاکر کون ہے۔؟"

"ایک خطرناک انسان ——— جس کا کاروبار کھٹمنڈو سے امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔"

"کیا وہ ایران میں مقیم ہے؟"

"نہیں ———"

"پھر وہ کہاں ہے۔؟"

"اس کا قیام دہلی میں ہے۔ میں دہلی سے ہی آ رہی ہوں۔"

"یہاں اس کا باقاعدہ اڈہ ہے۔"

"ہاں ——— وہ واحد آدمی ہے جو یہاں پر اس خطرناک ماحول میں بھی کھلے دل سے کاروبار کرتا ہے۔ ورنہ ایران میں بڑے بڑے جیالے اس کاروبار سے جان چراتے ہیں۔ یہاں منشیات رکھنے والے کی سزا موت ہے۔"

"اور اگر میں وہاں نہیں جاؤں تو۔؟"

"ہم ہیروئن ان کے حوالے کرنے کے بعد آزاد ہوں گے۔" اس نے جواب دیا۔

"اور اگر اس سے پہلے پھنس گئے۔"

"ٹھاکر ذمہ دار ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح ہمیں بچا لے گا۔"

"پھر اب؟ ——— تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔؟"

"معافی ——— صرف معافی ——— میری یہ پہلی اور آخری خطا ہے مجھے معاف کر دو میں نے تم سے صرف یہی جھوٹ بولا ہے۔ اس کی وجہ بھی تمہیں بتا چکی ہوں۔ اس کے بعد تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

"ٹھیک ہے کوشلیا ——— میں خود ٹوٹا ہوا انسان ہوں۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔" میں نے کہا اور وہ سکتے میں رہ گئی۔ چند منٹ پاگلوں کی طرح مجھے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت کے آثار پیدا ہوئے اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میرے چہرے اور گردن کے بے پناہ بوسے لے ڈالے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ کافی [illegible] تک وہ اپنی مسرت کا اظہار کرتی رہی۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا تھا اور میں ترحم آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

بے وقوف لڑکی۔ دنیا نے مجھے اتنے دھوکے دیئے ہیں کہ اب نیکی اور حمیت کا تصور بھی میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ تو مجھ لٹے ہوئے انسان سے حمیت کی بھیک مانگ رہی ہے۔ دنیا نے تو یہ لفظ حرف غلط کی طرح میرے سینے سے مٹا دیا ہے۔ میں تجھے کچھ نہ دے سکوں گا سوائے دھوکے کے کہ یہی میرے پاس رہ گیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔

کوشلیا آئینے کے سامنے اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف مڑ کر کہا۔ "مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو گے نواز؟"

"کہاں جا رہی ہو ———؟"

"کار خالی کرا لاؤں۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔ ہاں' آئندہ کے لئے کیا بات کروں؟"

"اس کا فیصلہ بعد میں کر لوں گا۔ کیا یہاں سے فوری واپسی ضروری ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"تب پھر اپنا کام کر کے واپس آ جاؤ۔ اس کے بعد فیصلہ کر لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ جھکی اور میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میرے

ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

"یقین نہیں آتا کہ اتنی بڑی الجھن کا اتنا آسان حل نکل آیا ہے نواز ------ یہ خیال مجھ
جان لئے لے رہا تھا کہ جب تمہیں میری حقیقت معلوم ہو گئی تو تمہارا میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا
یقین کرو میرے لئے یہ بہت بڑا اطمینان تھا۔ تم بے حد عظیم ہو۔ تم بے حد وسیع القلب انسان ہو۔
اس نے دوبارہ میرے ہونٹوں کو چوما اور پھر باہر نکل گئی۔

میں کئی منٹ تک اپنی عظمت اور وسیع القلبی پر غور کرتا رہا۔ اور پھر ایک قہقہہ خود بخود حلق سے آزاد ہو گیا۔ کیسا دلچسپ لطیفہ ہوا تھا۔ اسے میری عظمت کا احساس اس وقت ہو گا جب میں ا
کے ساتھ سیر و تفریح کرنے کے بعد کہیں اچانک غائب ہو جاؤں گا۔ اور پھر وہ زندگی بھر مجھے تلاش
کرتی رہے گی۔ اسے میری وسیع القلبی کا پتہ اس وقت لگے گا جب غلام سیٹھ ٹھاکر کے اڈے کو تبا
کرنے کے لئے ایران پولیس کو اس کی نشاندھی کر دے گا۔ یہ کام میں بھی کر سکتا تھا۔ لیکن میرے
آقاؤں کی طرف سے ایک دوسرا کام میرے سپرد کر دیا گیا تھا۔ مجھے صرف اتنا ہی کرنا تھا۔ باقی کام ا
لوگوں کا تھا۔ ہاں 'کوشلیا سے غلام سیٹھ کے اڈے کی پوری تفصیل معلوم کرنا میرا کام تھا اور میں جا
تھا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" بیرے نے دروازے پر دستک دی۔ شاید ناشتے کے برتن لینے آ
تھا۔

"آ جاؤ۔" میں نے کہا اور آرام کرسی پر پاؤں پھیلا لئے۔ تب دروازہ کھلا اور بہت س
بھاری قدم اندر آ گئے۔ یقیناً وہ بیرا نہیں تھا۔ میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ چار سادہ پوش تھے او
ان کے عقب میں ایرانی پولیس کی وردی نظر آ رہی تھی۔

"میں تعجب سے کھڑا ہو گیا۔

"آپ ہی مسٹر نواز ہیں۔؟" ایک سادہ لباس لیکن بارعب شخص نے انگریزی میں مجھ س
پوچھا۔ ایک منٹ کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن نے مجھے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ ضرور گڑبڑ
گئی۔ اور اب مجھے اس گڑبڑ سے نپٹنا تھا۔

"جی ہاں ------" میں نے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر کے کہا۔ "کیا بات ہے۔؟"

"مسز نواز کہاں ہیں۔؟"

"اوہ! ------ خیریت ------؟"

"براہ کرم میری بات کا جواب دیں۔"

"مسز نواز کا کوئی وجود نہیں ہے محترم ------ وہ ایک ہندو لڑکی کوشلیا ہے۔ جو خواہ مخواہ خو
کو میری بیوی بتاتی ہے۔ حالانکہ میں اس پر کئی بار اعتراض کر چکا ہوں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آ
کہ آپ کون ہیں۔ اور ہم لوگوں کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"کار نمبر ڈی آر او ایک سو چودہ آپ کی ملکیت ہے۔؟"

"کوشلیا کی ہے۔ لیکن میں پھر وہی سوال کروں گا۔" میں نے کہا۔

"تم لوگ یہاں سے دور چلے جاؤ۔ اور دور سے کمرے کے دروازے پر نگاہ رکھو۔ ہم وہاں

گفتگو کریں گے۔" اس نے پولیس کانسٹیبلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور پھر اپنے دو سادہ لباس
آدمیوں کو بھی ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اب صرف وہ افسر اور اس کا ایک قوی ہیکل اور اسمارٹ ساتھی
اندر رہ گئے تھے لمبے تڑنگے قد اور قوی ہیکل جسم کا مالک شخص دروازے کے قریب کرسی گھسیٹ کر
اور اس پر ایک پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور دوسرا آدمی میرے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کی
تیز نگاہیں میری پیشانی کی ہڈی توڑنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"آپ کا پورا نام کیا ہے۔؟"

"راجہ نواز اصغر۔"

"کیا آپ مجھے اپنے کاغذات دکھائیں گے۔؟"

"ضرور ------ لیکن پہلے میں آپ کے بارے میں جاننا پسند کروں گا۔" میں نے کسی قدر
سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ------ ضرور۔" اس نے میری سختی کا جواب نرمی سے دیا۔ اور پھر جیب سے اپنا
شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ وہ ایکسائز آفیسر تھا مجھے اپنے شبہے کا یقین ہو گیا۔ شاید کوشلیا
ان کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔

"شکریہ' مجھے اپنے کاغذات دکھانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے" میں نے کہا اور اٹھ کر
اپنے سامان سے اپنے کاغذات نکالے اور اس کے سامنے ڈال دیئے۔ اس نے میرے کاغذات دیکھے
اور چونک پڑے۔

"ارے ------ آپ پاکستانی ہیں۔"

"بحمد اللہ ------" میں نے کہا۔

"لیکن وہ ہندوستانی ہے۔ آپ لوگ ------؟" اس نے بڑی حیرت سے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی اور اس کی پوری کہانی سنا دوں اس طرح آپ کو آسانی ہو
گی۔ لیکن میری سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آیا ہے۔"

"یہ معلوم کر کے کہ آپ پاکستانی ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کر سکیں گے۔
کیونکہ پاکستانیوں کی ہمارے دل میں عزت اور حمیت ہے۔ لیکن براہ کرم آپ اپنی پوری کہانی سنا کر
اپنی پوزیشن ضرور صاف کر دیں۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔ "میں سرائے عالمگیر کا باشندہ ہوں۔ سیاحت کا شوق بچپن سے
تھا۔ کوشش کرتا رہا۔ اور بالآخر اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ پشاور سے کابل اور پھر افغانستان کے
دوسرے خوب صورت شہروں کو دیکھتا ہوا آ رہا تھا کہ قندھار کے راستے میں وہ مل گئی۔ میں نے اس
سے لفٹ مانگی اور پھر ------ ہم نے دریائے ہلمند کے کنارے ایک رات گذاری۔ اور معاف
کیجئے۔ بقول اس کے وہ مجھ سے محبت کرنے لگی۔ میں نے یہ سوچ کر بہرحال ایران تک کے لئے
ایک حسین ساتھی مل جائے گا' اس کی محبت قبول کر لی۔ دوران سفر ہمارے درمیان کے تمام پردے
ہٹ گئے۔ ایک اور ہپی جوڑا ہمارے ساتھ ہو گیا۔ جسے ہم نے جام تربت میں چھوڑ دیا۔ اس نے
اپنے بارے میں بتایا کہ وہ سیاح ہے اور ہندوستان سے آئی ہے۔ یہاں سے ہم

دونوں کا علیحدہ ہو جانے کا پروگرام تھا۔ لیکن اس نے چند روز اور میرے ساتھ گذارنے کی فرمائش کی۔ اس طرح ہم دونوں نے ایک ہی ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ یہ مختصر' لیکن مکمل تفصیل ہے۔"

ایکسائز افسر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ لیکن اس کی نگاہیں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر بہت سے رنگ آ رہے تھے۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"آپ کی ساتھی اس وقت کہاں ہے۔ مسٹر نواز۔"

"اسے کچھ چیزیں خریدنی تھیں۔ ایک گھنٹے میں واپسی کے لئے کہہ کر گئی ہے۔"

"یقیناً وہ اپنی کار پر گئی ہو گی۔"

"میں اس کے ساتھ نیچے نہیں گیا۔ لیکن یقیناً وہ کار لے گئی ہو گی۔ براہ کرم اب تو بتا دیں کیا قصہ ہے۔ میں سخت الجھن میں گرفتار ہو گیا ہوں۔" میں نے پریشان ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ اور ایکسائز افسر گردن ہلانے لگا۔

"یقیناً آپ سخت پریشانیوں میں پڑ گئے ہیں مسٹر نواز اصغر۔ آپ کی ساتھی لڑکی منشیات کے اسمگلروں کے ایک خطرناک گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔" ایکسائز افسر نے کہا۔ گو بات میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن صورت حال خراب ہو گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں حواس باختہ ہو گیا۔ ایکسائز افسر بغور میری کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا اور یہ بات میرے حق میں ہی جاتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تاہم" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کے بیان پر غور کیا ہے۔ آپ پاکستانی ہیں۔ ہمارے بھائی۔ میں دیکھوں گا کہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ براہ کرم آپ میرے ساتھ چلئے۔"

"میں تیار ہوں۔ لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ اگر مجھے ذرہ برابر شبہ ہو جاتا کہ وہ اسمگلر ہے' تو میں سب سے پہلا فرد ہوتا جو ایران پولیس کو اس بات کی اطلاع دیتا۔" میں نے انتہائی شریفانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے" افسر نے کہا۔ اور پھر کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں کمرے کی تلاشی لے لوں۔ یقیناً آپ کے سامان میں لڑکی کا سامان بھی ضرور ہو گا۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور ایکسائز افسر نے اپنے ایک آدمی کو اندر بلا لیا۔ ان دونوں نے مل کر نہایت پھرتی سے میرے سامان کی تلاشی لی۔ کوشلیا کے سامان میں کپڑوں وغیرہ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میرے سامان میں بھی کوئی مشتبہ چیز نہیں تھی۔ سوائے پستول کے میں نے پستول کا لائسنس بھی افسر کے حوالے کر دیا' جسے اس نے دیکھنے کے بعد پستول سمیت قبضے میں کر لیا۔

"اس کے بارے میں ضروری کارروائی کرنے کے بعد اسے آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"ایک بات بتا دیں تو شکر گزار رہوں گا۔"

"ہاں۔ ہاں فرمایئے؟" افسر کے لہجے میں اب نرمی آ گئی تھی۔

"کیا لڑکی گرفتار کر لی گئی ہے؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن چند گھنٹوں کے بعد وہ گرفتار کر لی جائے گی' اس کی کار کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ پورے شہر میں اس کار کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں ان کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ ہوٹل کے باہر ایکسائز کی پک اپ کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے پک اپ میں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور پھر پک اپ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی' ایک خوبصورت عمارت میں مجھے کئی افسروں کے سامنے لے جایا گیا۔ میرے ساتھ آنے والے افسر نے اپنی رپورٹ اور میرے کاغذات ان افسروں کے سپرد کر دیئے۔ اور افسران کاغذات کو دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کے بعد کوئی فیصلہ کیا اور مجھے وہاں سے ایک دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔

"اسے لاک اپ تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ لاک اپ کے انداز میں نہیں بنا ہوا تھا۔ لیکن باہر سے دروازہ بند کر دینے کے بعد اس کی شکل لاک اپ ہی کی سی ہو گئی۔ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر میں نے جوتے اتارے اور دراز ہو گیا۔ یہ میری زندگی کا ایک نیا دور تھا۔ میں پولیس کی حراست میں تھا۔ ایک غیر ملک میں۔ یہاں میرا کوئی نہیں تھا۔ اور کہیں بھی میرا کوئی نہیں تھا۔ ایک تنہا' لاوارث انسان۔ گھر والوں کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔ مجھے یہ سوچ کر حیرت ہوئی تھی کہ کبھی میرا کوئی گھر بھی تھا۔ گھر۔ کیسی انوکھی چیز ہوتی ہے۔ کیسا دلکش تصور ہوتا ہے۔ لیکن یہ میرے جیسے لوگوں کے لیے تو نہیں ہوتا۔ نہ میں اس کے لائق ہوں' میں۔ جو اپنے وطن کو کچھ نہ دے سکا تھا۔ میں' جس کی شخصیت ہر ایک کے لیے بیکار ثابت ہوئی تھی۔

تنہائی تھی——— ذہن پریشان تھا——— ایسے میں وقت گزاری کا یہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ اپنے——— یا کسی اور کے بارے میں سوچو' اپنے انجام کی مجھے کیا فکر ہو سکتی ہے——— مجھے ایران میں منشیات کی تجارت کرنے والے لوگوں کے لیے قانون معلوم تھا۔ منشیات کے اسمگلروں کو یہاں گولی مار دی جاتی ہے۔ اگر چھٹانک بھر سیسہ میرے بدن کے کسی حصے میں اتر کر میری کہانی بھی ختم کر دے تو کیا فرق پڑے گا۔ زندگی کا یہ بوجھ جس وقت بھی میرے کاندھوں سے اتر جائے۔ کیا حرج ہے۔ اخبارات میں ایک چھوٹی سی خبر آ جائے گی۔ اور بس——— کچھ جاننے والے اپنے ذہنوں کو ٹٹولیں گے کہیں ہمدردی کی رمق ہو گی۔ نہیں طنز بھری مسکراہٹ۔ خس کم جہاں پاک——— میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے منہ پھاڑ کر ایک طویل جماہی لی۔ ہا——— میرے منہ سے آواز نکلی——— میں نے ذہن میں ایک عدالت ترتیب دی۔ خود کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ ایک فرضی وکیل تیار کیا' ایک جج۔ اور اپنا مقدمہ ان کی عدالت میں پیش کر دیا۔

"یور آنر———" میرے وکیل نے کہا۔ "ملزم نواز اصغر ایک سیدھا سادا دیہاتی۔ جس کے باپ نے اس جذبے کے تحت اسے تعلیم دلائی تھی کہ وہ تعلیم یافتہ ہو کر ایک باعزت شہری کی

زندگی بسر کرنے کے ساتھ ملک و ملت کی حسب توفیق خدمت کرے۔ جناب والا۔ ملزم نے اسی جذبے کے تحت تعلیم حاصل کی۔ وہ مستقبل کے بارے میں بڑے بڑے خواب دیکھتا رہا۔ لیکن جب اس نے مستقبل میں قدم رکھا۔ تو اس کا ایک خواب بھی پورا نہ ہو سکا۔ اسے مایوسیوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ لیکن، ملزم کے قدم اس وقت بھی نہ بھٹکے۔ اس نے خود کشی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب۔۔۔۔۔۔

کچھ غلط انسانوں نے اسے اپنا آلہ کار بنالیا۔ ایک ایسا شخص یور آنر۔ جو زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہو، موم کے ڈھیر کی مانند ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی جدوجہد ختم کر چکا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کی اپنی شخصیت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ چنانچہ موم کے اس ڈھیر کو ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ کیا آپ اسے قصوروار سمجھیں گے جناب والا۔"

"یور آنر۔۔۔۔۔۔" میرے مخالف وکیل نے دخل اندازی کی۔ "ملزم ایک ناکارہ نوجوان تھا۔ ٹھیک ہے۔ اس نے کسی اچھے جذبے کے تحت تعلیم حاصل کی۔ اس نے ایک اچھی زندگی اپنانا چاہی اور اسے اچھی زندگی نہ مل سکی، لیکن۔۔۔۔۔۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ جرائم کی طرف راغب ہو جائے۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں، جو بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن منزل نہ ملنے پر سامنے کی چیز سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ ملزم نے اپنا ایک معیار کیوں مقرر کر لیا تھا۔ وہ کسی کارخانے، کسی مل میں مزدوری کر کے بھی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ کیا کھیتوں میں ہل چلانے والے، کارخانوں میں مشینیں چلانے والے، گودی پر وزن اٹھانے والے مزدور باعزت نہیں ہوتے۔ یور آنر۔۔۔۔۔ جو شخص محنت کر کے روزی کمائے، وہ ایک باعزت شہری ہے، کیونکہ نہ تو وہ جرائم کر کے ملک کی مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔ نہ وہ وطن کے لیے بوجھ بنتا ہے۔۔۔۔۔۔ ممکن تھا ملزم ابتدائی زندگی گزارنے کے بعد اپنی منزل پالیتا۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ ایک ناکارہ انسان تھا۔ اس کی ناکارگی۔ غلط سوچ پہلے اسے خود کشی کی منزل کی طرف لے گئی۔۔۔۔۔ پھر وہ جرائم کی دنیا میں داخل ہو گیا۔۔۔۔۔۔ ایسے نوجوان ملک کے لیے بہت بڑا بوجھ، بہت بڑا خطرہ ہیں۔ معاشرے کو اس ذہنیت سے پاک ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ کوئی انسان اپنے لیے ایک راہ نہ مقرر کر لے۔ اسے صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے ملک کو دفتر کی کرسی پر بیٹھ کر احکامات چلانے والے افسروں ہی کی ضرورت نہیں بلکہ خون پسینہ ایک کر کے محنت کرنے والے مزدوروں کی بھی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب ہے اسے صرف اپنے آپ سے محبت ہے، ملک و ملت سے نہیں۔ یور آنر۔ نوجوان ذہنوں سے یہ خیال ہٹ جانا چاہیے کہ وہ تعلیم صرف اس لیے حاصل کریں کہ کسی دفتر میں افسر ہوں۔۔۔۔۔۔ تعلیم حاصل کر کے کھیتوں میں ہل چلانے والے زیادہ اناج اگا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ زمینوں کے بارے میں بہتر طور سے جانتے ہوں گے۔ زندگی کے ہر شعبے میں وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے کام کر کے ملک کو کہیں سے کہیں لے جا سکتے ہیں۔ ہر شخص صرف یہ دیکھے کہ اس کی زندگی اور اس کے ملک کو کس شعبے میں کس شخص کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنی زندگی ملک کے حوالے کر دے، اپنی انا کو ختم کر دے تو ملک کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ملزم کا انداز فکر یہ نہ تھا۔ ملزم۔"

ابھی میرا مخالف وکیل اسی قدر کہہ پایا تھا کہ میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ کمرے کے

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ پھر چند لوگ اندر داخل ہو گئے۔ ان میں وہ بھی تھے جن سے تھوڑی دیر قبل، میں ملاقات کر چکا تھا۔

"کوشلیا کو سیل نو سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ اپنی کار سمیت یہاں پہنچ چکی ہے اور اب اس کی کار کی تلاشی لی جا رہی ہے لیکن اس نے کوئی شاپنگ نہیں کی ہے۔ ایک افسر نے کہا۔

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔" میں نے شانے ہلائے۔

"مسٹر نواز۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی سختی نہ ہو۔ ہم آپ سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ لیکن اگر آپ بھی اس جرم میں شریک پائے گئے تو بہرحال آپ کے سفارت خانے کے تعاون سے ہم آپ کو بھی سزا دینے پر مجبور ہوں گے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ آپ لڑکی کے جرم میں شریک نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔ اگر یہ درست ہے تو پھر ہماری مکمل ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ ہم درخواست کریں گے کہ آپ ہماری مدد کریں۔ دوسری شکل میں بھی ہم کوشش کریں گے کہ آپ پر سے بوجھ کم ہو جائے۔"

"میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔ مجھے بتائیے۔" میں نے کہا۔

"آپ کوئی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس نے یہ وقت کہاں گزارا ہو گا؟"

"یقین کیجیے۔۔۔۔۔۔ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔" میں نے کہا۔

"ہوں۔" کسٹم افسر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے دوسرے لوگوں سے کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر نواز اصغر اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرنا چاہتے، ہمیں خود ہی کام کرنا ہو گا! شکریہ مسٹر نواز۔" اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے کمرے سے نکل گئے۔ میرا ذہن ایک بار پھر الجھ گیا تھا۔

کیا کوشلیا کو میری گرفتاری کا علم ہو گیا ہے؟ ہو ہی گیا ہو گا۔ ظاہر ہے وہ کمرے میں واپس آئی ہو گی اور اسے کسٹم افسروں نے چھاپ لیا ہو گا۔ لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوشلیا نے آخری وقت میں اپنا راز مجھ پر ظاہر کر دیا تھا۔ بہرحال اس کے خلوص پر اب میں کوئی شک نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔۔ مجھے کسی کا خلوص کونسا چاہنا تھا۔ افغان رقاصہ بھی میرے رحم کی ملتجی تھی۔ وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ میگاں۔۔۔۔۔۔ اگر میں اسے سہارا دیتا تو ممکن تھا اس نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھاتی۔ ایک بھٹکنے والی لڑکی کو راہ راست پر لے آنا بہت بڑا ثواب تھا۔ ان دونوں کی بہ نسبت کوشلیا تو پھر بھی اپنی حیثیت رکھتی تھی۔

اور پھر میں بذات خود کیا تھا۔۔۔۔۔۔ احمق لڑکیاں مجھے ستون سمجھتی ہیں، حالانکہ میں ایک کھوکھلا ستون ہوں، جس کا سہارا کسی بھی وقت تباہی لا سکتا ہے۔ مجھے خود اپنی سلامتی کی فکر کرنی چاہیے۔ جہنم میں جائیں کوشلیا اور دوسرے۔ مجھے خود پر غصہ آنے لگا! خود میرا کردار کیا ہے۔ ایک بے ضمیر انسان۔ جو زمین کے سینے پر ایک ناسور کی حیثیت سے ابھر آیا ہے۔ اپنی کریہہ اور تکلیف دہ شخصیت کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھا ہے۔ ابھی تو مجھے خود اپنے آپ کو دیکھنا تھا۔ غلام سیٹھ۔۔۔۔۔۔ میرا باس۔۔۔۔۔ میرا آقا۔۔۔۔۔۔ اسے میری گرفتاری نہ جانے کس قدر مہنگی پڑے! بیکار ہے کسی کے

بارے میں کچھ سوچنا۔ بیکار ہے۔ صرف وہ کرو جس میں اپنی بچت ہو۔

اور میں ایک خود غرض انسان بن گیا۔ گناہ ثواب۔ جو کچھ کر چکا ہوں اس کے سامنے اب ان الفاظ کی کیا اہمیت رہتی ہے۔ میرا دل سخت ہو گیا------ کوشلیا کا چہرہ میرے لیے اجنبی بن گیا۔ میں اطمینان سے کرسی میں دراز ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے کافی آئی اور میں نے اطمینان سے کافی پی۔

وہ رات مجھے اسی کمرے میں گزارنی پڑی۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف مجھے نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن ناشتے کے وقت مجھے کمرے سے نکالا گیا اور اسی عمارت کے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔ یہاں کئی آدمی موجود تھے۔ اور ان میں وہ کسٹم افسر بھی تھا جس سے میری سرحد چوکی پر ملاقات ہوئی تھی۔

اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ان سب نے گرمجوشی سے میرا استقبال کیا تھا اور بڑے اہتمام سے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ میں بیٹھ گیا تو ملازم قسم کے لوگوں نے ناشتہ لگا دیا اور ہم نے نہایت خاموشی سے ناشتہ کیا۔ اس دوران ان لوگوں کے رویئے پر میرا ذہن الجھتا رہا۔ خود کو ان کے سوالات کے لیے تیار کرتا رہا۔ اور جب ناشتہ ختم ہوا تو میں ان سے گفتگو کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

پھر ناشتہ ختم ہو گیا۔ "ایک کپ کافی اور۔" ایک افسر نے مجھے پیشکش کی اور میں نے انکار نہیں کیا۔

"یہ جمشید عظمی ہیں۔ مقامی افسر نے سرحدی کسٹم افسر کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"جی۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"غالباً آپ لوگوں کی پہلے ملاقات ہو چکی ہے۔"

"جی ہاں۔ میں ان کے ساتھ کافی پی چکا ہوں۔"

"خوب------ تو مسٹر نواز۔ جمشید عظمی صاحب کا کہنا ہے کہ سرحد پر انہوں نے آپ کی کار کی تلاشی لی تھی اور آپ سے گفتگو بھی کی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"آپ نے اس ہندو لڑکی کو اپنی بیوی بتایا تھا۔"

"جی۔"

"آپ اعتراف کرتے ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"آپ کے ساتھ دو حضرات اور بھی تھے؟"

"جی۔"

"وہ کہاں گئے؟"

"جام تربت میں اتر گئے۔"

"کیا اب بھی آپ نہیں بتائیں گے مسٹر نواز۔ کہ لڑکی سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"میں حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ آپ کو تحقیق کا حق ہے۔ وہ صرف میری ہم سفر تھی------ دوران سفر ہم اس قدر بے تکلف ہو گئے تھے کہ ہمارے درمیان سے تمام پردے ہٹ گئے تھے۔ میں جذباتی طور پر اس سے بے حد متاثر تھا۔ بے پناہ ذہین اور تعلیم یافتہ لڑکی ہے------ اس نے خود کو سیاح بتایا تھا۔ پھر اس نے پیشکش کی کہ وہ پوری زندگی میرے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہے اور میں نے جذباتی طور پر یہ پیشکش قبول کر لی۔ اسی جذبے کے تحت میں نے اسے اپنی بیوی بتا دیا تھا۔"

"اوہ۔" افسروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر وہی افسر بولا۔

"کیا اب بھی آپ اسی جذبے پر قائم ہیں مسٹر نواز؟"

"اگر وہ لڑکی جرائم پیشہ ہے تو پھر میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ میں صرف ایک سیاح ہوں۔ اس کی قابلیت نے مجھے متاثر کیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ بہرحال وہ ایک عمدہ رفیق سفر بن سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ جرائم پیشہ ہے تو پھر میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"آپ------ مذہبی رشتے سے ہمارے بھائی ہیں مسٹر نواز۔ کیا آپ ہماری اخلاقی مدد کر سکتے ہیں؟" افسر نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھ سکا۔"

"دراصل------ ہم نے تحقیقات کی ہے۔ ہمارے بین الاقوامی مخبروں نے جس لڑکی کی خبر دی تھی وہ سو فیصدی اسی لڑکی کے بارے میں تھی۔ لیکن اس کی پوری کار کھول دی گئی۔ اس میں کوئی چیز نہیں ملی ہے۔ ہم اس وقفے کے متلاشی ہیں جو اس نے شاپنگ کے بہانے باہر گزارا اور ہمارا خیال ہے کہ اس دوران منشیات کہیں اتار دی گئیں۔ کہاں؟ کس جگہ "اس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چل سکا! لڑکی نے انتہائی کوشش کے باوجود اعتراف نہیں کیا۔ ہمیں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے تحت یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس کے ساتھ آپ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس طرح ہمیں اس بات کا بھی یقین ہو گیا ہے کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ ہمیں جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کے لیے ہم معافی چاہتے ہیں اور آپ سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ "میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"لڑکی آپ سے متاثر ہے۔ آپ یہاں چند روز قیام کریں' اس پر نگاہ رکھیں۔ اسے اپنی محبت کا یقین دلا دیں اور پھر اس سے اس کے مقامی ٹھکانے کے بارے میں چالاکی سے معلوم کریں اور ہمیں اطلاع دے دیں------ ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گے اور حکومت ایران کی طرف سے آپ کو انعام بھی پیش کیا جائے گا۔ میں گردن جھکا کر ان کی پیشکش پر غور کرنے لگا۔ بظاہر ان کی امداد بے مقصد تھی------ مجھے کسی انعام کی ضرورت نہیں تھی۔ نہ ہی میں اخلاقیات کا معلم تھا------ مجھے حالات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا------ بہرحال ان لوگوں سے بگاڑنا بھی درست نہیں تھا------ وعدہ کر لینے میں کیا حرج تھا۔ ظاہر ہے بعد میں' میں ناکامی کا اعتراف کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے، جناب! حالانکہ لڑکی کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد میں اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ لیکن بہرحال میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر نواز ----- ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں۔" کسٹم آفیسرز نے باری باری مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ وہ سب خوش ہو گئے تھے۔

"پروگرام یہ ہے کہ ہم لوگ، آپ دونوں کو معذرت کرنے کے بعد رہا کر دیں گے۔ آپ اطمینان سے واپس اپنے ہوٹل جائیں۔ سیرو تفریح کریں۔ آپ کے ہوٹل میں ہمارا ایک نمائندہ موجود ہو گا۔ جو ہر رات گیارہ بجے آپ سے رابطہ قائم کرے گا۔ روم نمبر ایک سو گیارہ۔ اس کمرے میں اس کا قیام ہو گا۔ براہ کرم جلد بازی سے کام نہ لیں، لڑکی بہت چالاک ہے۔ مشکل ہی سے راہ راست پر آئے گی۔ آپ کافی احتیاط سے اس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ اب میں اتنا بے صلاحیت بھی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر نواز۔" افسروں نے کہا۔ "ہم آپ کو ابھی دفتر میں طلب کریں گے۔ لڑکی بھی وہیں ہو گی۔ آپ دونوں سے اظہار معذرت کیا جائے گا۔"

"بہتر ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور کسٹم افسر ایک بار پھر میرا شکریہ ادا کر کے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے ایک آرام دہ کرسی میں گر کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر دو آدمی میرے پاس آئے۔

"تشریف لائیے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آفیسرز کے دفتر میں تھا۔ وہاں کوشلیا بھی موجود تھی۔

"نواز۔" وہ مجھے دیکھ کر بے ساختہ بول پڑی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ آہستہ اس کا کندھا تھپتھپانے لگا! تب کسٹم آفیسر نے گردن ہلائی اور انگلش میں بولا۔

"سوری فرینڈز۔ ہم لوگ شرمندہ ہیں کہ آپ دونوں کو تکلیف دی۔ دراصل ہمیں اطلاعات ملی تھیں کہ ایسی ہی ایک کار میں کچھ منشیات لائی جا رہی ہیں۔ اطلاعات، کچھ اس قدر آپ لوگوں پر فٹ ہوتی تھیں کہ ہم یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری مجبوریوں کا احساس کرتے ہوئے ہمیں معاف کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے آفیسر ----- ویسے آپ نے ہمارے کچھ بہترین لمحات ضائع کر دیئے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں واقعی افسوس ہے۔" آفیسر نے شرمندگی سے کہا۔

"پھر اب کیا حکم ہے؟"

"آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" آفیسر نے کہا۔

"شکریہ۔" میں نے کوشلیا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر کوشلیا کی کار موجود تھی۔ میں نے اس کا اسٹیرنگ سنبھالا اور کوشلیا میرے نزدیک آبیٹھی۔ کار کسٹم ہاؤس کی عمارت سے نکل آئی۔ اور سڑک پر دوڑنے لگی۔ کوشلیا نے تھکے تھکے انداز میں میرے شانے پر سر ٹکا دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیا۔ اس نے آسودہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

"ہم ایک بڑی مصیبت سے نکل آئے ہیں نواز۔" اس نے تھکی تھکی سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حالات نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ اگر کار خالی نہ ہو جاتی تو ہم بری طرح پھنس جاتے۔ لیکن کام بروقت ہو گیا۔"

"یہ بہت اچھا ہوا۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے! ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کوشلیا مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میری گردن میں ہاتھ ڈال کر مجھے بھینچ لیا۔

"تم نے ----- تم نے میری بہت مدد کی ہے نواز۔ میں۔ میں تمہاری بے حد احسان مند ہوں۔ بے حد احسان مند ----- اگر تم انہیں میری حقیقت بتا دیتے تو۔ تو مجھے گولی مار دی جاتی۔"

"لیکن اس احسان کا صلہ کب ملے گا حضور؟" میں نے ایک صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔ کوشلیا بھی میرے اوپر گر پڑی تھی، اس نے میرے سینے میں منہ چھپا کر شرماتے ہوئے کہا۔

"صرف دو دن اور۔ میں۔ میں شرمندہ ہوں نواز۔ صرف دو دن اور صبر کر لو۔" وہ میرے جسم میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ لیکن اس وقت اس کی یہ گرمجوشی، یہ محبت میرے لیے بیکار تھی۔ الٹی مجھے کوفت ہو رہی تھی۔ اس وقت جب وہ میرے پہلو میں منہ چھپائے گہری نیند سو رہی تھی، میں کچھ فیصلے کر رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ اب اس سے پیچھا چھڑا لوں۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ ایران پولیس کے لیے کام کروں۔ میں ایک سیاح تھا۔ مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھیں یہاں سے مجھے ترکی جانا تھا۔ کافی رات گئے تک میں اس سلسلے میں پروگرام بناتا رہا۔ اور پھر مجھے بھی نیند آگئی۔

دوسری صبح جب آنکھ کھلی تو کوشلیا ایک صوفے میں دراز اخبار پڑھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ نکھرا نکھرا تھا۔ غسل کر کے آئی تھی، خوبصورت بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ شاید اس نے انہیں ٹھیک سے خشک نہیں کیا تھا۔ چونکہ وہ اخبار میں مصروف تھی اس لیے مجھے جاگتے نہ دیکھ سکی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا۔

نہ جانے کیوں اس وقت کوشلیا مجھے بہت حسین نظر آئی۔ سبک نقش و نگار، حسین گردن، گداز شانے، سانچے میں ڈھلا ہوا جسم، بلاشبہ وہ ایک حسین عورت تھی۔ ساڑھی میں پوشیدہ اس

جسم کے ایک ایک نقش سے مجھے واقفیت تھی۔ یہ سب کچھ میری دسترس میں تھا۔ ان سب کا حصول میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ پھر۔ کیا اس خوبصورت جسم کو اتنی جلدی چھوڑ دوں؟ کیا اس نعمت سے منہ پھیر کر گزر جاؤں؟ یہ تو بے وقوفی ہوگی۔ یہ تو حماقت ہے۔ چند روز اور سہی۔ کیا حرج ہے۔ میں کونسا مصروف آدمی ہوں۔ وہ بھی آزاد ہے۔ اس کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اور رات کے کئے ہوئے فیصلے میں نے فوری طور پر ملتوی کر دیئے۔ اور پھر میں ایک طویل انگڑائی لے کر اٹھ گیا۔

کوشلیا نے جلدی سے اخبار رکھ دی۔ اٹھی۔ حسین ساڑھی میں وہ بالکل ایک گھریلو عورت لگ رہی تھی' اس کی پیار بھری مسکراہٹ بڑی دلاویز تھی۔ میں اس مسکراہٹ کا کیا جواب دوں میں کیسا انسان ہوں۔ میرا ذہن اس قدر بھٹکا ہوا کیوں ہے۔ پوری دنیا ایک فریب ہے۔ ہم ایک دوسرے کے فریب سے واقف ہیں——— لیکن فریب کھانے کے لیے ہوتے ہیں۔ ہم جان بوجھ کر کیوں فریب کھاتے ہیں؟ یہ لڑکی دنیا کی سب سے پارسا عورت نہیں ہے۔ میں اس کی وقتی ضرورت ہوں——— یہ میری وقتی ضرورت ہے——— ہم دونوں اس ضرورت کو دائمی ظاہر کر کے ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہیں۔ فریب کھا رہے ہیں۔

لیکن کیا میں بھی فریب کھانے والوں میں شامل ہوں؟ میں نے خود سے سوال کیا۔ اور جواب نفی میں ملا۔ نہیں۔ میں تو صرف فریب دے رہا ہوں۔ میں دل سے کب چاہتا ہوں کہ اس لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں۔ سوچتا بھی کیوں——— کس برتے پر۔ کیا میں یہ حیثیت رکھتا ہوں۔

وہ کچی ہے——— مجھ پر ظاہر ہو گئی——— لیکن میں ابھی تک ایک بند کتاب ہوں۔ وہ میرا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ سکی ہے——— اور اس کی عدم واقفیت ہی مناسب ہے'——— مجھے اپنی فطرت کے اس کمزور پہلو کو درست کرنا ہوگا۔ میرا ضمیر ابھی تک گناہ ثواب کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ اور یہ گناہ ثواب کا چکر ایک روز مجھے لے ڈوبے گا۔ نہیں میں ڈوبنا نہیں چاہتا۔ آخر کونسی کمی ہے مجھ میں——— دنیا فریب پر زندہ ہے۔ میں بھی ایک ذہین آدمی ہوں——— میں نے خود کو کچل کیوں دیا ہے' جب میں نے اپنی پسند کی زندگی اپنانے کی کوشش کی تھی——— تو دنیا نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ مجھے موت کی منزلوں تک پہنچا دیا۔ اگر میں مرجاتا تو اس دنیا میں کونسا انقلاب آجاتا——— ممکن ہے سمندر سے میری لاش بھی برآمد نہ ہوتی——— میں مچھلیوں کی خوراک بن جاتا۔ یا اگر لاش مل بھی جاتی تو کیا ہوتا——— اخبارات میں ایک آدھ دن تصویر چھپ جاتی اور پھر میری لاش میڈیکل کالج کے طلباء کے کام آتی۔ وہ چیر پھاڑ کرتے۔ اور اس طرح میری زندگی کی کہانی ختم ہو جاتی۔

لیکن۔ پھر دنیا نے مجھے اپنی پسند کی زندگی دی۔ میں نے اس زندگی سے سمجھوتہ کر لیا۔ تو پھر میں اس دنیا کی بھلائی کا بوجھ کیوں سمیٹے پھروں؟ مجھے تو ایک بے ضمیر انسان ہونا چاہیے۔ ایک ایسا انسان جس کا دل میڈیکل کالج کی لیبارٹری کے کسی جار میں محفوظ ہو۔ بیکار ہے۔ مکاری کرو۔ زندگی گزار دو۔ نوچ پھینکو بدن سے ان شرافت کے لبادوں کو——— ایک خود غرض' فریبی اور مکار

انسان' جسے صرف خود سے ہمدردی تھی۔ دوسروں کی جس کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہ تھی۔

اور یہ حقیقت ہے جناب——— کہ اس دن سے میری زندگی بدل گئی۔ میں نے ضمیر کے آخری کانٹے کو بھی نکال پھینکا۔ اور اس فریبی دور کا فریبی انسان بن گیا——— چنانچہ کوشلیا کی پیار بھری مسکراہٹ کے جواب میں اس سے زیادہ پیار بھری مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر آگئی تھی۔

"کیا سوچ رہے تھے نواز؟" اس نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

"خود پر یقین کر رہا تھا۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"تم بے حد حسین ہو کوشلیا۔ میں خود کو یقین دلا رہا تھا۔ کہ تم میری ہو۔ میری اپنی۔ مگر دل کمبخت نہیں مان رہا تھا۔ وہ وسوسوں کا شکار تھا۔"

کوشلیا مجھ سے لپٹ گئی۔ "میرا رواں رواں تمہارا ہے نواز۔ میرا ایک ایک انگ تمہارا ہے۔ تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تم خود کو کسی سے کمتر کیوں سمجھتے ہو۔ تم بھی تو ایک عظیم انسان ہو۔ مردانہ خوبیوں کا مرقع۔ تم نے مجھے معاف کر دیا۔ مجھ فریبی کو۔ تم نے میگاں کو ٹھکرا دیا۔ کیونکہ تم مرد ہو۔ عورت کے بھرپور حقدار' کوئی آبرو باختہ تمہیں کیوں پسند آئے۔ میں تمہارے قدموں میں رہ کر زندگی کی ہر منزل پالوں گی۔ میں اب اپنی آئندہ زندگی کا پروگرام تمہاری مرضی سے بناؤں گی۔"

اس نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور پھر ایک طویل بوسے سے فارغ ہو کر میں نے اس سے باتھ روم میں جانے کی اجازت چاہی۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے ناشتہ منگوایا۔ اور ہم دونوں ناشتہ کرنے لگے' پھر ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کوشلیا سے آج کا پروگرام پوچھا۔

"میں متردد ہوں نواز——— جاننا چاہتی ہوں کہ میرے ساتھیوں کو بھی میری گرفتاری کی اطلاع ملی تھی یا نہیں؟"

"ہاں——— یہ تشویش کی بات ہے۔ انہوں نے ابھی تک تمہاری خیریت نہیں دریافت کی۔"

"اگر انہیں علم ہو گیا ہے تو وہ کسی طور یہاں آنے کی کوشش نہیں کریں گے——— انہیں خطرہ ہوگا کہ کسٹم والے میری نگرانی نہ کر رہے ہوں۔ نہ ہی وہ فون کریں گے۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"حالات ٹھیک ہو جانے کی اطلاع دینے کے لیے مجھے خود ہی باہر نکلنا ہوگا! اس کے علاوہ ان سے رقم بھی لینی ہے۔ اور آئندہ کا پروگرام بھی بنانا ہے!"

"دوپہر تک کی اجازت دے دو۔ یہاں سے جاؤں گی اور اندازہ کروں گی کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ پھر یقین ہونے کے بعد کسی پبلک کال بوتھ سے فون کروں گی اور انہیں صورت حال کی اطلاع دوں گی۔"

ٹھیک ہے۔ میری ضرورت ہو تو۔!"

"نہیں نواز۔ وہ لوگ ابھی تمہیں برداشت نہیں کریں گے' تم آرام کرو۔ میں دوپہر تک

واپس آجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"تم اگر کہیں جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔"

"مجھے کہاں جانا ہے۔ یہیں آرام کروں گا۔" میں نے کہا اور کوشلیا اٹھ گئی۔ اس نے پھر مجھے پیار کیا اور اپنا پرس لے کر باہر نکل گئی ------ میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا تھا۔

اس کے چلے جانے کے بعد کافی دیر تک میں یونہی خالی الذہن بیٹھا رہا' اور پھر میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے سوچا۔ بیرا ہوگا' چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی' لیکن اندر آنے والے کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔ درمیانے جسم کا ایک اسمارٹ سا آدمی تھا۔ مقامی ہی معلوم ہوتا تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے مجھے سلام کیا۔ اور پھر جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کردیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی' کسٹم کا آدمی تھا۔

"تشریف رکھئے۔"

"روم نمبر ایک سو گیارہ کے مکین کے بارے میں آپ کو اطلاع دے دی گئی ہے جناب۔" اس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ------ لیکن کیا اس کا تعاقب کیا جارہا ہے؟" میں نے ایک دم پوچھا۔

"نہیں ------ یہ مناسب نہیں سمجھا گیا ------ اگر اسے شک ہوگیا تو کام بگڑ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مکمل طور سے آپ پر بھروسہ کیا گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ مناسب ہے۔ تعاقب کا شبہ اسے بھی ہوگا اور وہ اس کا خیال رکھے گی۔"

"بہت خوب۔ لیکن وہ اس وقت کہاں گئی ہے؟"

"مجھ سے شاپنگ کے لیے ہی کہہ گئی ہے۔"

"آپ نے اسے اعتماد میں لینے کی کوشش کی؟"

"یقیناً ------ لیکن کیا فوری طور پر یہ سب کچھ ممکن ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ نہیں ------ نہ ہی میرے اس سوال کا یہ مقصد تھا۔ بس میں نے سوچا آپ سے تعارف حاصل کرلیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔"

"اجازت۔" وہ کھڑا ہوگیا اور پھر مجھ سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور مسکراتا ہوا آرام کرسی میں گھس گیا۔ ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ ایک بار پھر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ اس بار میں خود ہی دروازے تک گیا تھا۔ لیکن دروازے کے باہر بیرا کھڑا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ اور اس نے ایک لفافہ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے حیرت سے لفافہ کھولا۔ اندر ایک چھوٹا سا پرزہ رکھا ہوا تھا جس پر صرف ایک لائن درج تھی۔

"روم نمبر چھتیس میں پہنچو۔ غلام۔"

"میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ بیرا اسی طرح کھڑا ہوا تھا۔

چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔"

اور وہ سلام کرکے چلا گیا۔ میں نے تحریر پھر پڑھی۔ کیا درحقیقت یہ غلام سیٹھ کی تحریر ہے؟ لیکن وہ یہاں کہاں؟ بہرحال دیر کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جلدی سے لباس درست کیا۔ لفافہ جیب میں رکھا اور کمرے سے نکل آیا۔ کمرے کو لاک کرکے میں سیڑھیوں کے ذریعے نیچے پہنچ گیا۔ روم نمبر چھتیس پہلی منزل پر تھا۔ اس دوران میں نے خیال رکھا تھا کہ کسٹم کا نمائندہ کہیں میری ہی تو نگرانی نہیں کررہا کیا ضروری تھا۔ کہ انہوں نے میرے اوپر اعتماد کرہی لیا ہو۔ لیکن خیریت ہی تھی۔ میں نے کمرہ نمبر چھتیس تلاش کیا اور آہستہ سے اس کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے غلام سیٹھ کی آواز سنائی دی۔ میں اس آواز کو بخوبی پہچانتا تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر اندر داخل ہوگیا۔ اندر غلام سیٹھ موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور شاندار آدمی تھا۔ بے شکن سوٹ پہنے ہوئے ایک طویل القامت آدمی جس کی گھنی قلمیں سفید تھی باقی بال سیاہ۔ اس کا چہرہ بھی سرخ و سفید تھا اور اس پر بھرپور زندگی رقصاں تھی۔

"دروازہ بند کردو نواز؟" غلام سیٹھ نے کہا اور میں نے خاموشی سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ ویسے میں نے آنے والے لمحات کے لیے خود کو تیار کرلیا تھا۔ نہ جانے غلام سیٹھ کس مقصد کے لیے یہاں آیا ہے اور یہ شاندار آدمی کون ہے؟ دروازہ بند کرکے میں ان دونوں کے قریب پہنچ گیا۔

"کیسے ہو؟" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے میری طرف ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"شکریہ جناب۔ بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ان سے ملو۔ یہ میرے دوست ناصر یمانی ہیں۔ ہمارے مقامی کارندے۔" غلام سیٹھ نے کہا اور طویل القامت آدمی نے گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر غلام سیٹھ نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی یمانی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مسٹر یمانی سے مجھے تمہارے ساتھ پیش آنے والے موجودہ واقعات کا پتہ چلا اور میں خود ہی یہاں پہنچ گیا۔ درحقیقت اتفاقیہ طور پر ایک بہترین موقع ہاتھ آگیا۔ میں نے سوچا اس وقت تم سے براہ راست گفتگو مناسب رہے گی۔"

"جی؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔" میں نے تم سے کہہ دیا تھا نواز ------ کہ تمہیں کسی بھی علاقے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ہر جگہ میرے آدمی موجود ہیں۔ تمہیں شاید میری بات پر پورا بھروسہ نہیں تھا۔"

"مجھے حیرت ہوئی ہے غلام سیٹھ۔" میں نے اعتراف کیا۔

"چپے چپے پر تمہاری حفاظت کی گئی ہے نواز۔ یوں بھی بلاشبہ تم ہمارے بہترین کارکن ثابت ہوئے ہو۔ تمہاری اب تک کی کاوشوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ تم ہمارے معیار پر پورے اترے ہو۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ تمہیں ترقی دے دی جائے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ مجھے درحقیقت شدید حیرت تھی۔ حالانکہ میں نے ایکبار بھی محسوس نہیں کیا تھا کہ کچھ پراسرار لوگ میری نگرانی کر رہے تھے۔ آخر وہ کہاں پوشیدہ تھے۔ نہ ہی میرے خیال میں' میں نے اب تک کوئی ایسا کارنامہ انجام دیا تھا جو بڑی حیثیت کا حامل ہو۔ کہیں غلام سیٹھ مجھ پر طنز تو نہیں کر رہا؟ لیکن غلام سیٹھ کے لہجے سے ایسی کوئی بات مترشح نہیں تھی۔

بہرحال سب سے پہلے موجودہ حالات پر گفتگو کرلی جائے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"جی۔" میں نے طویل سانس لی۔

"ویسے اس دوران تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں-----لیکن مجھے یہ احساس رہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔"

"اوہ۔ کیوں؟" تم نے ایسا کیوں سوچا۔ میرا تو خیال ہے کہ تم نہایت سلیقے سے اپنا کردار انجام دے رہے ہو۔ تمہاری رپورٹیں بھی انتہائی جامع تھیں۔ ہم پورے طور پر تم سے مطمئن ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"لڑکی کے بارے میں مفصل حالات بتاؤ۔ کیا وہ تم سے کچھ کھلی ہے؟"

"ہاں۔ وہ ہیروئن لائی تھی' جو کار کے مخصوص پرزوں میں پوشیدہ تھی۔ لیکن وہ مال اڈے پر پہنچا چکی ہے۔"

"کس کے لیے کام کر رہی ہے؟"

"ٹھاکر کے لیے۔" میں نے جواب دیا۔ اور غلام سیٹھ اچھل پڑا۔ یمانی بھی حیرت زدہ انداز میں پہلو بدل رہا تھا۔

"اور تم کہہ رہے ہو کہ ابھی تم نے کوئی کام نہیں کیا۔ ارے یہی کام تم نے لاکھوں روپے کا کیا ہے۔ کیوں یمانی میرا اندازہ غلط تھا؟"

"حیرت انگیز جناب----- مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ٹھاکر نے یہاں اتنی احتیاط سے قدم جمائے ہوئے ہیں۔" یمانی نے متعجب لہجے میں کہا۔

"میرے پاس بہت دن کی اطلاعات تھیں۔ لیکن بس کوئی داؤ نہیں لگ رہا تھا۔ ویسے یار وہ دار آدمی ہے۔ یہ ماننا پڑے گا۔ ایران میں دھندہ کرنا معمولی دل گردے کا کام نہیں ہے۔" غلام سیٹھ تعریفی انداز میں بولا۔ پھر میری طرف رخ کر کے اس نے کہا۔ "لڑکی تم پر اعتماد کرتی ہے۔ نواز؟"

"ہاں۔"

"اس نے تمہیں اور کیا بتایا؟"

"بس اس سے زیادہ نہیں۔"

"اڈے کا پتہ بتا سکتی ہے؟"

"میں کوشش کر سکتا ہوں جناب۔" میں نے جواب دیا۔

"خیر۔ کسٹم والوں سے کیا بات چیت ہوئی؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔ اب کسی بات پر حیرت بیکار تھی۔ میں جان گیا تھا کہ حیرت انگیز طریقے پر میرے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی رہی ہیں۔ چنانچہ میں نے کسٹم ہاؤس کی پوری کہانی سنادی۔ غلام سیٹھ کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑا رہا تھا۔ یمانی بھی دلچسپی سے میری رپورٹ سن رہا تھا۔

میرے خاموش ہوتے ہی غلام سیٹھ نے خوشی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ونڈر فل نواز۔ تم ضرورت سے زیادہ شاندار آدمی نکلے۔ کیوں یمانی----- آخر میرے آدمی نے ٹھاکر کو چت کر دیا نا۔ بس نواز----- اب آخری چوٹ اور لگا دو پیارے۔ تم بہت چالاکی سے لڑکی سے اڈے کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور پھر کسٹم والوں کو اس کی اطلاع دے دو بس----- تمہارا کام یہاں سے ختم۔ اس کے بعد جب تمہیں اطمینان ہو جائے کہ کسٹم والے تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں تو یمانی سے مل لینا۔ تمہیں آئندہ کے لیے ہدایات مل جائیں گی۔ ممکن ہے میں بھی دوبارہ تم سے ملاقات کروں۔ بس اب تم جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ایک کپ چائے بھی نہیں پی سکتا۔ ممکن ہے لڑکی جلد واپس آجائے۔"

"اوکے باس؟" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ ہی وہ دونوں بھی اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ اور چاروں طرف دیکھتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔ کمرے کا دروازہ میں نے اندر سے بند کرلیا اور ایک صوفے پر گر پڑا۔ میری عجیب حالت ہو رہی تھی کچھ انکشافات' کچھ دوسرے خیالات۔ میرے اوپر اس قدر گہری نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا۔ اگر کسی وقت میں لوگوں سے اکتا کر کوئی اور قدم اٹھانے کی کوشش کرتا تو یقیناً مجھے روکا جاسکتا تھا۔ اور پھر کوشلیا۔ تو اس بدنصیب لڑکی کی بربادی بھی میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔

ٹھیک ہے۔ میری کون لگتی ہے سسری کہیں کی۔ لیکن۔ کم از کم ایک دو راتیں اور مل جائیں۔ تاکہ میں اس کے حسن سے سیراب ہو جاؤں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ میں مطالبہ کرنے والوں کو ٹال بھی تو سکتا ہوں۔

کوشلیا کی واپسی ایک بجے ہوئی۔ اس کا چہرہ اترا اترا تھا "خیریت کوشلیا؟" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔ خاصی بھاگ دوڑ کرنی پڑی۔"

"اوہ۔ کیا تمہارا اندیشہ درست نکلا؟"

"نہیں۔ کسٹم والے میری طرف سے شاید مطمئن ہو چکے ہیں۔" کوشلیا نے کرسی پر گرتے ہوئے کہا۔ وہ جھک کر جوتے اتار رہی تھی۔

"ان لوگوں سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں۔" کوشلیا نے مختصراً کہا۔ پھر بولی۔ "بھوک لگ رہی ہے نواز۔ کھانا منگواؤ۔"

میں نے اٹھ کر بیرے کو بلانے کے لیے گھنٹی بجادی۔ اور کوشلیا باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ پھر جب بیرا کھانا لے کر آیا تو وہ واپس آچکی تھی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ تاہم میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ البتہ میں نے بھی کسی قدر سنجیدگی اختیار کرلی تھی' جسے کھانے کے دوران کوشلیا نے محسوس کرلیا۔

"کیا سوچ رہے ہو نواز؟" اس نے اچانک پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بس تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ شاید کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھے بتانا پسند نہیں کرتیں۔"

"نہیں نواز۔ اب تم سے کونسی بات چھپی رہ گئی ہے۔ میں نے خود کو تم پر عیاں کردیا ہے۔ اب کونسی بات تم سے چھپاؤں گی۔"

"لیکن میں تمہارے چہرے پر کچھ خاص باتیں نوٹ کر رہا ہوں۔"

"میں نے مطمئن ہونے کے بعد انہیں فون کیا۔ مقامی مینیجر نے مجھ سے ملاقات کی اور پھر اطمینان ہونے کے بعد مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس سے کافی تلخ کلامی ہوئی۔" کوشلیا نے بتایا۔ "اوہ۔ کیوں؟"

"موضوع تم ہی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ تمہاری وجہ سے کسٹم والوں کو شبہ ہوا۔ تب میں نے ان گدھوں کو بتایا کہ تمہاری وجہ سے مجھے کامیابی نصیب ہوئی ورنہ کھیل بگڑ چکا تھا۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"بس۔ وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میری حیثیت اس سے بڑی ہے اس لیے کوئی بدتمیزی تو نہیں کرسکتا۔ میں نے مینیجر کو کافی برا بھلا کہا۔ تب اس نے مجھے بتایا کہ ٹھاکر کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ ٹھاکر کل صبح تک پہنچ جائے گا۔ وہی مجھ سے بات کرے گا۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "یہ تو اچھا نہیں ہوا کوشلیا کہیں وہ لوگ تم سے ناراض نہ ہو جائیں۔"

"میں اسی لیے پریشان ہوں نواز۔ بہرحال' اب جو کچھ ہوگا۔ بھگتوں گی' تم مجھے ایک بات بتاؤ۔" اس نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ میں یہ کام جاری رکھوں یا چھوڑ دوں؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں کوشل؟" میں نے کہا۔

"میں وہی کروں گی جو تم کہو گے۔ یوں سمجھ لو۔ ہم یہاں سے آگے بڑھیں گے۔ ترکی جائیں گے' پھر وہاں سے آگے ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ صرف تھوڑی احتیاط سے کام کرنا ہوتا ہے اور بس۔ دولت کی کوئی کمی نہیں۔ جہاں جائیں عیش کریں۔ دراصل میں ٹھاکر سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر میں اسے تمہارے اوپر اعتماد دلانے میں کامیاب ہوگئی تو پھر میں اس سے کہوں گی کہ

تمہیں بھی گروہ میں شریک کرلیا جائے۔ اور اگر وہ تمہارے اوپر اعتبار کرنے پر تیار نہ ہوا تو پھر میں بھی یہ گروہ چھوڑ دوں گی۔ اور ہم کسی دوسرے طریقے سے زندگی گزارنے کے بارے میں سوچیں گے۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر ٹھاکر تیار ہو جائے تو کیا تم بھی تیار ہو جاؤ گے۔"

"میں تم سے الگ کہاں ہوں کوشل۔ میں تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوشی سے کھل اٹھی۔

"تم نے میری تمام الجھن دور کردی نواز۔ اب مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے بس اب ٹھاکر سے صاف صاف بات ہوگی۔ اسے میری نجی زندگی پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"خود تمہیں میرے اوپر مکمل اعتماد ہے کوشل؟" میں نے پوچھا

"یہ پوچھنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے نواز؟" کوشلیا نے محبت بھرے انداز سے کہا۔

"تب مجھے چند باتیں بتاؤ۔"

"ضرور پوچھو۔" کوشلیا نے مستعدی سے کہا۔

"پہلی بات۔ کیا ٹھاکر میرے سلسلے میں تمہارے ساتھ سختی بھی برت سکتا ہے؟ میرا مطلب ہے وہ تمہیں اس کے لیے مجبور کرنا چاہے کہ تم مجھے چھوڑ دو۔ اور تم اس سے انکار کرو تو کیا وہ تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرسکتا ہے؟"

"امکانات تو نہیں ہیں نواز۔ لیکن برے لوگ' بری بات۔ ہو سکتا ہے۔" کوشلیا نے کہا۔

"دوسری بات۔ اگر تم گروہ سے علیحدگی کا فیصلہ کرلو۔ تو کیا وہ لوگ تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ انہیں خطرہ رہے گا کہ تم گروہ کے راز افشاء نہ کردو۔"

"اس کے امکانات ہیں نواز۔ لیکن بہرحال میں بھی انہی سے تعلق رکھتی ہوں اور ان سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ پھر میں ٹھاکر سے صرف معاملے کی بات کروں گی' میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اسے ایک ممبر دوں گی گروہ میں کسی نئے ممبر کی شمولیت کے لیے کوئی بھی پرانا ممبر ضمانت دے سکتا ہے۔ یہ گروہ کا قانون ہے۔ پرانے ممبر کو نئے ممبر کی پوری پوری ذمہ داری لینی پڑتی ہے' سو وہ ذمہ داری میں لے لوں گی' ٹھاکر کو اور کیا چاہیے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور پھر گردن ہلاتے ہوئے میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے کوشل۔ اپنے معاملات تم خود بہتر سمجھتی ہو۔ لیکن میں تم سے ایک درخواست ضرور کروں گا۔"

"کیا؟" کوشلیا نے میرے رخسار سے اپنا گال رگڑتے ہوئے محبت سے کہا۔

"ٹھاکر سے ملاقات کرنے جاؤ تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلنا۔"

"کیوں؟"

"خطرناک لمحات میں' میں تم سے دور نہیں رہنا چاہتا۔"

"اوہ۔ نواز۔ میری زندگی۔ میں تمہاری محبت پر فخر کرتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو میری روح۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے ورنہ میں تمہیں ضرور ساتھ لے چلتی۔"

"کیا مناسب نہیں ہے۔"

"کسی بھی نئے آدمی کو اس وقت تک گروہ کی برانچ کے بارے میں نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ جب تک وہ قابل اعتماد ممبر نہ بن جائے۔ شروع میں نئے ممبروں کو برانچ کا پتہ بھی نہیں بتایا جاتا۔ ان سے صرف ہوٹلوں میں رابطہ قائم کیا جاتا ہے اور وہیں معاملات نپٹا لیے جاتے ہیں۔ اگر یہ قدم اٹھاؤں گی تو گروہ کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔"

گویا خود تمہیں بھی ابھی میرے اوپر اعتماد نہیں ہے۔"

"مجھے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "مجھے تو اپنے آپ سے زیادہ تم پر اعتماد ہے نواز۔ لیکن یقین کرو یہ مناسب نہ ہوگا۔ ورنہ میں منع نہ کرتی۔"

"اچھا تو مجھے اس جگہ کا پتہ ہی بتادو۔ اگر تمہیں ذرا بھی دیر ہوگئی تو میں بیمار ہو جاؤں گا کوشلیا۔"

"نواز۔ میرے نواز۔ تمہاری محبت اس قدر شدید ہے' مجھے گمان نہیں تھا۔ میں اپنی قسمت پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ میں اپنے طور پر تمہیں پتہ بتائے دیتی ہوں۔ لیکن عمارت سے دور رہنا۔ ممکن ہے بہت جلد میں تمہیں ٹھاکر سے ملاؤں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے تمہیں کسی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ لیکن کم از کم مجھے یہ تو معلوم رہنا چاہیے کہ تم خطرناک لوگوں سے گفتگو کرنے کہاں گئی ہو۔ تاکہ اگر تم خطرے میں پھنس جاؤ۔ تو میں صرف تمہارا انتظار ہی کرتا رہوں۔"

"تمہاری تشویش بجا ہے۔ لیکن اس کے امکانات صرف پانچ فیصد ہیں۔ تاہم عمارت کا پتہ نوٹ کرلو تاکہ تمہیں تشویش نہ رہے۔ وہ نریمان چیمبر کے نام سے مشہور ہے۔ فیلر اسٹریٹ پر واقع ہے۔ بہت بڑی عمارت ہے' پوری بلڈنگ انہیں کے قبضے میں ہے۔ بظاہر یہاں الگ الگ خاندان رہتے ہیں' جو مختلف دفاتر اور فرموں میں کام کرتے ہیں لیکن صرف دکھانے کے لیے۔ ان کا اصل کام یہی ہے۔ سب ٹھاکر کے آدمی ہیں۔" کوشلیا نے بتایا۔

"کافی ہے۔" میں نے اسے آغوش میں بھینچتے ہوئے کہا اور پھر میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر نشیلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"بس بتانے کی نہیں۔ سمجھنے کی بات ہے۔" اس نے شرماتے ہوئے کہا۔ اور میرے سینے میں منہ چھپالیا۔ پہلے تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ لیکن اس کی سرمگیں مسکراہٹ اور آنکھوں میں تیرتے ہوئے نشے سے کچھ اندازہ ہوا۔

"بتا بھی دو ڈارلنگ۔ میں نہیں سمجھ سکا" میں نے کہا۔ اس نے بوجھل پلکیں اٹھائیں۔ آنکھوں سے دل کی بات کہی اور پھر مجھے بدھو سمجھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گداز سینے پر رکھ لیا۔

"اوہ۔" میں خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ گویا یہ آخری رات محرومی کی رات نہیں ہے۔ یقیناً اس رات سے جس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اٹھالیا جائے۔ کیونکہ اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے

ی۔ اور میں نے اس رات کو جاوداں کرلیا۔ صبح کی روشنی کی کرنیں کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کی جھری سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو میں نے کوشلیا کو سونے کی اجازت دے دی۔ اس پر نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی اور میری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ دوسرے دن تقریباً بارہ بجے ہم دونوں جاگے۔ حالت خراب تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے رہے۔ کوشلیا کی مسکراہٹ میں حیا تھی اور میری مسکراہٹ فاتحانہ۔

"نواز۔" اس نے ناز سے کہا۔

"جانم۔"

"اب اٹھو بھی۔" اس نے سسکی لی۔

"میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہوچکا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔

"تب پھر بیرے کو بلانے کے لیے گھنٹی کون بجائے۔ بیرا آئے تو ہم اس سے کہیں کہ ہمارے لیے ایک ایک وہیل چیئر کا بندوبست کردے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تجویز معقول ہے۔ دیکھو میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ ڈگمگاتے قدموں سے میں باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ منہ کا مزا خراب تھا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ کپڑے اتار کر باتھ روم کے نل کے نیچے بیٹھ گیا اور ٹھنڈے پانی کی موٹی پھوار سر پر پڑنے لگی۔ نہ جانے کتنی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا تب جاکر دماغ اصل حالت پر آیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا کوشلیا اسی طرح ایک چادر لپیٹے پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں' ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ میں نے اسے جھنجوڑا تو اس نے گلابی آنکھیں کھول دیں اور پھر وہ ایک گہری سانس لے کر چادر بدن پر درست کرتی ہوئی اٹھی اور باتھ روم میں گھس گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔ دونوں کے چہرے سے تھکن کے آثار ہویدا تھے۔ ناشتہ بھی خوب ڈٹ کر کیا گیا۔ اور اس کے بعد کوشلیا ایک آرام کرسی میں دراز ہوگئی۔ میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور وہ شرماتی رہی۔

"کوشل۔" میں نے اسے آواز دی۔ اور اس نے میری طرف دیکھا۔ "ناراض ہو؟" میں نے پوچھا۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اٹھی اور مسہری پر میرے پاس آگئی۔

"بیرا برتن لینے آئے گا۔" میں نے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"برتن اٹھا کر باہر رکھ دو۔" وہ مسہری پر لیٹ گئی۔

"اوہو۔ یہ دم خم؟" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور مسہری سے چھلانگ لگادی۔ پھر میں نے برتن سمیٹ کر دروازے کے باہر رکھے اور دروازہ بند کرکے واپس مسہری پر آگیا۔

"ہاں تو جناب۔ چیلنج قبول کرلیا گیا۔" میں نے کہا اور اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"نواز۔ نہیں۔ دوسری رات بھی آئے گی۔"

"گزرے ہوئے لمحات کبھی نہیں آتے ڈارلنگ۔" میں نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔

"اب تو۔" اس نے میرے طویل بوسے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ "اب تو زندگی

کی ہر رات اپنی ہے۔"

"لیکن اس رات کا خمار ہمیشہ یاد رہے گا۔"

"یہ رات۔ تمہارے صبر کا انعام تھی۔ دن کی روشنی اخلاق کی امین ہوتی ہے۔ رات تمہاری ہوگی میرے محبوب۔" اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"پھر؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"آؤ سو جائیں۔ رات کی نیند پوری کرلیں۔" اس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں جانتا تھا کہ مال غنیمت میں جو ہاتھ لگ رہا ہے اپنا ہے۔ پھر وہ سرکاری تحویل میں چلا جائے گا لیکن بہرحال ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ زیادہ کھانے سے بدہضمی لازمی ہے۔ چنانچہ میں خاموش ہوگیا نیند آنکھوں پر ٹوٹ رہی تھی۔ ہم دونوں فوراً سوگئے اور خوب سوئے۔ تقریباً ساڑھے تین بجے آنکھ کھلی۔ طبیعت پر بوجھ بدستور تھا۔ لیکن بہرحال نیند پوری ہوگئی تھی۔

کوشلیا نے لباس تبدیل کیا اور بال وغیرہ درست کرنے لگی، پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ نیچے چل کر تھوڑی سی چہل قدمی کی جائے اور کمرے کو تالا لگا کر نیچے اتر آئے۔ باہر کا موسم معاون تھا۔ چہل قدمی میں خاصا لطف آیا۔ ہم بہت دور نکل آئے۔ بازاروں کی رونق بڑھتی جارہی تھی، لوگ خریداری اور سیر سپاٹے کو نکل آئے تھے۔ راستے میں میں نے کوشلیا سے پوچھا۔

"وہاں کس وقت جاؤ گی کوشل؟"

"ساڑھے سات بجے۔"

"کیا ٹھاکر آگیا ہوگا؟"

"امکان تو یہی ہے۔ آؤ سامنے فون بوتھ میں چل کر اس کے بارے میں معلوم کرلیں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب ہم دونوں ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوگئے۔ میں نے سکے نکال کر کوشلیا کو دیئے اور اس نے ریسیور اتار کر فون نمبر ڈائل کرنا شروع کردیئے۔ میں نے نہایت چالاکی سے یہ نمبر ذہن نشین کرلیے تھے۔ چند منٹ کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیور کرلیا گیا۔

"کے۔ بی۔" کوشلیا نے کہا۔ دوسری طرف کی آواز میں نہیں سن سکا تھا۔ چند ساعت کے بعد کوشلیا نے پھر کہا۔ "ہاں۔ چیف کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ ٹھیک ہے۔ ہاں ہاں۔ میں وقت پر پہنچ جاؤں گی۔ فکر مت کرو۔ تمہارا دماغ درست کردیا جائے گا۔" اس نے ایک جھٹکے سے ریسیور ہک میں لٹکا دیا۔

"کیوں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"آؤ۔" وہ بولی۔ اور ہم بوتھ سے نکل آئے۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ "اگر ٹھاکر نے بھی دماغ درست رکھ کر بات نہ کی نواز۔ تو میں گروہ چھوڑ دوں گی اور اب تو میں اس سے یہ مطالبہ بھی رکھوں گی کہ مقامی مینجر کو فوراً معزول کیا جائے۔ بدتمیز آدمی ہے۔"

"کیا ٹھاکر آچکا ہے؟"

"سات بجے کی فلائیٹ سے آرہا ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں ایک گہری سانس لے کر

رہ گیا۔ "مجھے کچھ پہلے جانا ہوگا میں خاموشی سے ایئرپورٹ جاؤں گی اور ان میں شامل ہو جاؤں گی تاکہ مینجر ٹھاکر کے کان نہ بھردے۔"

"یہ مناسب ہوگا۔" میں نے تائید کی۔

"آؤ۔ واپس چلیں۔" اس نے کہا اور ہم دونوں ٹہلتے ہوئے واپس ہوٹل آگئے۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں ہم نے کافی پی۔ دوپہر کا کھانا گول ہوگیا تھا، بھوک بھی لگ رہی تھی اس لیے کچھ اسنیکس بھی منگالئے۔ اور ان سے شغل کرتے رہے۔ ساڑھے پانچ بجے وہاں سے اٹھے اور واپس کمرے میں آگئے۔ کوشلیا نے تیاریاں شروع کردی تھیں۔

"کچھ تردد محسوس کررہی ہو کوشل؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نواز۔ تمہاری محبت نے تھوڑا سا بزدل ضرور بنادیا ہے۔ لیکن تم یہ نہ بھولو کہ میں اکیلے مال لے کر سفر کرتی ہوں، راستے میں بے شمار خطرناک لوگ ٹکراتے ہیں۔ میں کمزور عورت نہیں ہوں نواز، کمزوری کی حدیں عبور کرچکی ہوں۔" اس نے بڑے عجیب لہجے میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

چھ بجے وہ روانگی کے لیے تیار تھی۔ میں نے اسے الوداعی بوسہ دیا۔ اس پر آخری نگاہ ڈالی۔ ایک لمحے کے لیے دل نے گڑبڑ کی، لیکن میں نے اس بے وقوف دل کو فوراً سنبھال لیا اور وہ فوراً باہر نکل گئی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے نیچے تک آیا تھا اور جب اس کی کار نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں ایک گہری سانس لے کر پلٹ پڑا۔ لیکن اب میرا رخ اپنے کمرے کے بجائے روم نمبر ایک سو گیارہ کی طرف تھا۔ میں نے ذہن پر طاری جمود ختم کرلیا اور خود کو چاق و چوبند رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازے پر دستک دی اور اندر سے نمائندے کی جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"آجاؤ۔" میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ اندر نمائندے کے ساتھ ایک اور آدمی موجود تھا۔ نمائندہ مجھے دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔ "اوہ۔ مسٹر نواز؟ آپ؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"آپ ان سے تعارف کرائیں؟" میں نے دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"مسٹر روفی۔ ایکسائز آفیسر۔ اسی کیس میں میرے ساتھی ہیں۔" نمائندے نے کہا۔

"اہم اطلاع دی جاسکتی ہے۔"

"اوہ۔ پورے بھروسے کے ساتھ جناب۔" نمائندے نے کہا اور پھر روفی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "آپ ہی راجہ نواز اصغر ہیں۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ تشریف رکھئے۔" اس دوسرے آدمی نے کہا اور ہم بیٹھ گئے۔

"میرا خیال ہے آج آپ منشیات کے اسمگلروں کے پورے گروہ کو معہ سرغنہ کے گرفتار کرسکتے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

"یعنی کہ۔ یعنی کہ۔ اوہ۔" نمائندے کے منہ سے جوش کی وجہ سے پوری بات بھی نہیں

نکل سکی۔

"ہاں۔ آپ کا خیال درست تھا۔ لڑکی منشیات کی اسمگلر نکلی۔ کار کے مخصوص پرزوں کے خول میں وہ ہیروئن لائی تھی جسے اس نے اڈے پر خالی کر دیا تھا۔"

"ایک منٹ۔" نمائندہ جلدی سے اٹھا۔ اس نے ایک پیڈ اٹھا کر لکھنا شروع کر دیا۔ "جی؟"

"میں نے چالاکی سے اسے شیشے میں اتار کر سب کچھ معلوم کر لیا اس کاروبار کا سرغنہ ایک شخص ٹھاکر نامی ہے' اس کا کاروبار کھٹمنڈو سے امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔ خود دہلی میں رہتا ہے۔ آج سات بجے کی فلائیٹ سے وہ ایران آرہا ہے۔ اسے اپنے ساتھیوں کو کچھ ہدایات دینی ہیں۔"

"حیرت انگیز۔ بخدا حیرت انگیز۔" وہ جلدی جلدی لکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ فیلر اسٹریٹ پر نریمان چیمبر نامی عمارت ان کی مقامی برانچ ہے۔ پوری عمارت میں جتنے افراد رہتے ہیں۔ سب اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بظاہر وہ دوسرے کام کرتے ہیں' لیکن صرف دکھاوے کے لیے اصل کام یہی ہے۔"

"نریمان چیمبر۔" نمائندے نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "یہ عمارت پولیس کی نگاہوں میں بھی مشتبہ ہے۔ بہت خوب۔"

"ساڑھے سات بجے وہاں ایک اہم اجتماع ہوگا۔ لڑکی بھی وہیں گئی ہے۔ اس وقت سرغنہ بھی موجود ہوگا۔ ٹھیک ساڑھے سات بجے۔" میں نے بتایا۔

"بہت خوب۔" نمائندے نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "کافی وقت ہے اور کچھ مسٹر نواز؟"

"بس۔ میرا خیال ہے کافی ہے۔"

"کافی سے بھی کچھ زیادہ۔ ویسے شرمندہ ہوں کہ اس وقت ایک کپ کافی بھی نہیں پیش کر سکوں گا! لیکن اس پروگرام کے بعد آپ سے نشست رہے گی۔ میرا پورا محکمہ آپ کے اس تعاون پر بے حد شکر گزار ہے۔ براہ کرم یہاں دستخط کر دیں۔" اس نے پیڈ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور میں نے پیڈ لے کر اس پر دستخط کر دیئے۔

"میرا نام ہر حال میں پوشیدہ رکھا جائے گا۔ اخبارات وغیرہ میں میرے بارے میں کچھ نہ آنے پائے۔ یہ میری خصوصی درخواست ہے۔"

"بہت بہتر۔ آپ کی خواہش کا احترام کیا جائے گا۔" نمائندے نے پیڈ کا کاغذ پھاڑ کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔

نمائندہ اور اس کا ساتھی مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اور میں تھکے تھکے قدموں سے واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ کمرے میں آکر میں مسہری پر گر پڑا۔ مسہری سے کوشلیا کی خوشبو آرہی تھی۔ میری نگاہوں میں ابتدا سے اب تک کے مناظر گھوم گئے۔ کوشلیا کی مختلف شکلیں میری نگاہوں میں آنے لگیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ لڑکی' جو اب تک میرے ساتھ رہی تھی' پولیس کے شکنجے میں ہوگی اور ممکن ہے اسے گولی مار دی جائے' یہ اس کے پیار کی سزا ہوگی۔ ہاں۔ اس نے گناہ عشق کیا تھا۔ اس نے اپنے تمام راز مجھے سونپ دیئے تھے۔ اوہ۔ کیا میں نے برا کیا۔ کیا مجھے خاموشی سے کوشلیا

کے ساتھ یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔ وہ بری لڑکی تھی' لیکن۔ میں بھی کونسا اچھا آدمی تھا۔ میں تڑپ اٹھا۔ میں نے مٹھیوں سے اپنے بال نوچ ڈالے۔ میرا ذہنی ہیجان بڑھتا جارہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا' دوڑتا ہوا ایرپورٹ جاؤں اور کوشلیا کو پوری بات سے باخبر کر دوں۔ مجھے خود پر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی۔ آخر میں کیا ہوں' اچھا آدمی نہیں ہوں۔ برائیوں کو روکتا پھر رہا ہوں۔ آخر مجھے کیا ضرورت تھی۔ کیا ضرورت تھی مجھے اس حسین لڑکی کی جوانی کو خاک میں ملانے کی۔ وہ جو مجھے چاہتی ہے۔ وہ جو۔ لعنت ہے مجھ پر۔ کیوں فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔

کیا کروں؟" کیا کروں؟ میرے سینے میں آگ روشن ہوگئی۔ ذہنی دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اور جب کسی طرح برداشت نہ ہو سکا تو ایک ترکیب سمجھ میں آگئی۔ میں نے مسہری سے اٹھ کر کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ چند منٹ کے بعد بیرا آگیا۔

"وہسکی۔ دو بوتلیں۔ جلدی۔ شاباش۔" میں نے اسے کئی نوٹ دیتے ہوئے کہا۔ اور بیرا حیران سا واپس چلا گیا۔ بہرحال اس نے وہسکی لانے میں دیر نہیں کی تھی۔ گلاس اور بوتل میز پر رکھنے کے بعد وہ واپس مڑا اور میں نے جھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد جلدی سے بوتل کھولی اور منہ سے لگا لی۔

جلتی ہوئی آگ سینے میں اتر گئی۔ آگ بجھانے کے لیے میں نے آگ کا سہارا لیا تھا۔ کئی گھونٹ حلق میں اتارنے کے بعد میں نے بوتل میز پر رکھی اور سینہ ملنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے چھت میں لگا ہوا پنکھا کھول دیا۔ تیز ہوا لگنے لگی۔ سینہ بدستور جل رہا تھا۔ میں نے بوتل اٹھا کر مزید چند گھونٹ لیے۔ میری خواہش تھی کہ جلد از جلد نشہ ہو جائے۔ ایک چوتھائی بوتل خالی کرنے کے بعد میں نے شراب گلاس میں انڈیلی' اور پھر اس کے بڑے گھونٹ لینے لگا۔

میری کوشش کامیاب رہی۔ علاج ہو گیا تھا۔ آگ سرد پڑ رہی تھی۔ سکون آتا جارہا تھا۔ میں نے بوتل کی تلچھٹ تک گلاس میں انڈیل لی اور اسے خالی کر گیا۔ بس یہ حد تھی۔ دوسری بوتل اسی طرح بند رہی۔ اور میں اوندھا ہو گیا۔ ذہن سے تمام خیالات نکل گئے تھے۔

رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا جب آنکھ کھلی۔ پنکھا بدستور چل رہا تھا۔ کافی دیر تک آنکھوں کے سامنے گنجان دائرے رقص کرتے رہے۔ زرد روشنی آنکھوں کو بری لگ رہی تھی۔ سردی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ کافی دیر تک کاہلوں کے سے انداز میں پڑا رہا' پھر اٹھا پنکھا بند کیا۔ روشنی گل کر کے نائٹ بلب جلا دیا۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ سخت بھوک لگ رہی تھی۔ نہ جانے کیا وقت ہوا ہے۔ کھانے کو کچھ مل سکے گا یا نہیں۔

کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بجے تھے۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس وقت کیا مل سکتا تھا۔ صبح تک گزارنی تھی۔ دوسری بوتل رکھی ہوئی تھی' لیکن خالی پیٹ پر تو اب سادہ پانی بھی نہیں پیا جاسکتا تھا۔ شراب تو شراب ہوتی ہے۔

اب کیا کروں ذہن کے کسی گوشے میں کوشلیا کا خیال اب بھی کلبلا رہا تھا۔ لیکن شدت نہیں

تھی۔ اونہہ جہنم میں جائے سب کچھ۔ میرا کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بائیں سمت کی کھڑکی کھولی اور سنسان سڑک کو دیکھنے لگا! دونوں سمت لگی ہوئی روشنیاں مسکرا رہی تھیں۔ سڑک خاموش تھی۔ سڑک اور مسافر! ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مسافر گزرتے ہیں۔ اس کے سینے سے' اور سڑک کا سینہ ان کے قدموں کے نشان محفوظ کرلیتا ہے۔ لیکن پھر متعدد نشانات ان نشانوں پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ کون' کسے یاد رکھے۔ سب مسافر ہیں۔ کسی ایک کو یاد رکھنے سے کیا ملتا ہے۔ بس جنون ہے۔ سڑک بہتر ہے انسانوں سے۔ میں بھی ایک سڑک ہوں' میرے سینے میں بھی یہی کشادگی کیوں نہیں پیدا ہو جاتی۔ کرسٹی کون تھی؟ میگاں کیا تھی۔ درفشانہ بھی تو تھی اور کوشلیا۔ ہونہہ۔ سب گزرنے والے مسافر ہیں۔ اب کسی نئے مسافر کی ضرورت ہے۔ جو پچھلے قدموں کے نشانات مٹا دے۔ بس۔ اس کے بعد کچھ نہ ہوگا! ہشت احمق گدھے۔ ہر نقش فانی ہے۔ لکیریں کیوں پیٹتا ہے۔ نئے نقش ترتیب دے۔ کیا تجھے ہربار سمجھانے کی ضرورت ہے۔ کھانے کے لیے کچھ مل سکے گا؟ کہاں؟ مگر ابھی دیر ہے۔ ہاں صبح کی روشنی تاریکیوں کے لحاف میں چھپی ہوئی ہے۔ سردی کم ہو جائے گی تو وہ لحاف کا کونا سرکا کر جھانکے گی اور پھر مسکراتی ہوئی باہر نکل آئے گی' کوشل کی مسکراہٹ میں خلوص تھا۔ حیا تھی۔! شراب۔ شراب۔ اندر سے شور سنائی دیا۔ نہیں۔ یہ ظلم ہوگا۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ آنتوں نے چیختے ہوئے کہا۔ میں نے کوشل پر ظلم تو نہیں کیا۔ کسٹم والے اگر اسے پالیتے۔ بہرحال اس نے مجھے حالات سے بے خبر رکھا تھا۔ اور پھر وہ ہپی جوڑا۔ لڑکی بڑی طویل القامت تھی۔ بے وقوف اردو جانتے تھے' ہماری باتیں' خوب سمجھ رہے تھے مگر۔ لڑکی کے لباس کے نیچے کیا ہوگا؟ سڈول جسم۔ سفید مخمل کی طرح۔ دریائے ہلمند کے کنارے' لباس سے بے نیاز میگاں۔ بدکار۔ اور پھر کوشلیا کی آنکھوں کی فتح مندی۔ اس نے اپنا پندار جیت لیا تھا۔ میگاں۔ لٹی ہوئی۔ چچوڑی عورت سوکھا ہوا ادھوتے۔ چور کہیں کا۔ میں ہنس پڑا۔ اور پھر میرے کانوں میں اپنی ہی بجائی ہوئی دھن گونج اٹھی۔ لعل میری پت رکھیو بھلا' اور سرور آنے لگا۔ ذہن صاف ہونے لگا۔ کاش شراب کی بوتل گٹار کی طرح بجائی جاسکے۔ لعل میری پت رکھیو۔ لیکن خالی پیٹ۔ بوتل کیسے بج سکتی ہے۔ ہاں خالی پیٹ۔ بھوک۔ دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ۔

میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا۔ پیٹ دبا کر بستر پر لیٹ گیا۔ اے نیند کی رانی۔ مدد کر۔ ورنہ یہ چوہے پورا چوہے دان کتر ڈالیں گے آنکھیں بند کرلیں۔ اور مہربان ماں نے چادر اڑھادی۔ صبح ہوگئی۔ جوں ہی احساس ہوا میں جھپٹ کر اٹھا' اور گھنٹی پر اس وقت تک انگلی رکھے رہا' جب تک بیرے نے دروازہ نہیں پیٹ ڈالا۔ افوہ۔ یہ دروازہ کیوں بند ہے۔ مجبوراً کھولنا پڑا۔

"یس سر۔" بیرے نے ادب سے کہا۔ کیسا نفیس انسان ہے۔ کتنا حلیم الطبع۔ ذرا بھی برا نہیں مانا۔

"بھائی۔ میرے دوست۔ کھانے کے لیے جو کچھ ہو' لے آؤ۔ جلدی۔ ورنہ یہاں تمہیں ایک لاش ملے گی جس کا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔ لو۔ گردن صاف کرلو۔" میں نے رومال نکال کر بیرے کو دیا۔ اور بیرے نے دانت نکال دیئے۔

"دم ابھی لایا صاحب۔" اس نے کہا۔ اور واپس پلٹ پڑا۔ اس نے میرا رومال قبول نہیں کیا تھا۔ لاحول ولاقوۃ۔! ابھی تک چڑھی ہوئی ہے۔

جو آج پی ہو تو ظالم' حرام شے پی ہو
یہ کل کی پی ہوئی مے کا خمار باقی ہے

گنگناتا ہوا واپس اندر آگیا۔ دروازہ کھلا رہنے دیا تھا تاکہ بیرے کو دقت نہ ہو۔ اور نفیس انسان نفیس ناشتہ لے آیا۔ ٹرے رکھنے بھی نہ پایا تھا کہ میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ بیرا ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"بوتل اٹھالوں صاحب؟" اس نے پوچھا اور میں نے لاپرواہی سے گردن ہلادی۔ بھلا یہ بھی کسی بات کے پوچھنے کا وقت تھا۔ نوالے حلق سے اتر اتر کر سکون کے دروازے کھول رہے تھے۔ معدے کی کوئی سلوٹ خالی نہ رہنے دی۔ خوب ڈٹ کر کھایا۔ اور پھر چائے کے چھوٹے چھوٹے دلکش گھونٹ لینے لگا۔ تب کہیں جاکر ذہن اعتدال پر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بیرا اخبار لئے ہوئے اندر آگیا۔ اس نے اخبار سامنے رکھ دیا۔ اور برتن سمیٹنے لگا۔ ہیڈنگ پر نگاہ پڑی۔ اور جسم میں پھریری دوڑ گئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"خطرناک اسمگلروں کا بین الاقوامی گروہ گرفتار۔ ناجائز منشیات کا عظیم الشان ذخیرہ پکڑا گیا۔

آنکھیں بند کرلیں۔ ذہن کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر پوری خبر پڑھنے لگا۔ نریمان چیمبر پولیس اور ایکسائز والوں کا زبردست چھاپہ بے حد کامیاب رہا۔ مجرموں نے پولیس پر فائرنگ کی تھی۔ دو پولیس والے زخمی ہوئے تھے۔ ایک ایکسائز انسپکٹر شدید زخمی ہوا تھا۔ اسی افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔ جن میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ گروہ کا سرغنہ ٹھاکر جگ ناتھ بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ جو کل شام ہی کی فلائیٹ سے ایران پہنچا تھا۔

کوشلیا کا نام نہیں تھا۔ لیکن نام تو کسی کا بھی نہیں تھا۔ سوائے ٹھاکر جگ ناتھ کے۔ یقیناً گرفتار ہونے والوں میں بے شمار مقامی لوگ بھی ہوں گے اور ابھی تو ادھر ادھر سے بھی بہت سی گرفتاریاں ہوں گی۔ بہرحال میرا نام بھی اخبار میں کہیں نہیں تھا۔ پوری خبر پڑھنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اٹھا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ شیو بڑھ رہا تھا۔ میں نے شیو بھی نہیں بنایا۔ بس یونہی بال سنوارے اور روم نمبر چھتیس کی طرف چل پڑا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے لاک دیکھا اور مایوسی سے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ دروازہ لاک تھا۔ غلام سیٹھ چلا گیا۔ میں نے سوچا اور پھر مجھے ناصر یمانی یاد آیا۔

"اونہہ۔ کسی سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن اب کیا کروں' میں خود کو لٹا لٹا سا محسوس کر رہا تھا۔ کمرے میں جانے کو دل نہیں چاہا۔ ہوٹل سے باہر نکل آیا اور پیدل چل پڑا۔ سڑک دیکھی۔ اور کوشلیا یاد آگئی۔ کل ہم دونوں ساتھ ساتھ اس سڑک پر مٹرگشت کر رہے تھے اور آج میں تنہا ہوں۔ یہ تنہائی دور ہونی چاہیے کسی طرح۔

لیکن کس طرح؟ ادھر ادھر دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر "بلیک پول" نظر آیا۔ ایک خوبصورت نیون سائن لگا ہوا تھا۔ جس پر ایک شخص اوندھا لیٹا ہوا تھا اور ایک نیم برہنہ لڑکی اس کے جسم پر مالش

کر رہی تھی۔ حمام۔ میں نے پڑھا اور میرے قدم اسی طرف بڑھ گئے۔ نیون سائن اس وقت بجھا ہوا تھا ورنہ رات کو اس لڑکی کے ہاتھ چلنے لگتے تھے۔ اور پھر پوری رات اس کے ہاتھ اس آدمی کے جسم پر گردش کرتے رہتے تھے۔

ذرا دیکھو تو۔ کون ہے۔ کیسی ہے؟

ایک خوبصورت کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر کلرک نے ایک کوپن میری طرف بڑھا دیا۔ کوپن پر نمبر سترہ پڑا ہوا تھا۔ "کیا کروں اس کا؟" میں نے پوچھا۔

"سترہ نمبر پر چلے جایئے۔" کلرک نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ سیاہ پلائی وڈ کے بنے ہوئے دروازوں کی قطار میں سترہ نمبر تلاش کیا اور سرخ بٹن دبا دیا۔

اونچے اسکرٹ والی لڑکی نے دروازہ کھولا۔ اور پر اخلاق انداز میں مسکرائی۔ "ہیلو۔" اس کے ہونٹوں سے مترنم آواز ابھری۔ نہایت مناسب لڑکی تھی' سوائے ناک پر رکھے ہوئے سفید فریم کے سفید شیشوں والے چشمے کے۔ جو اس کی شخصیت کو خواہ مخواہ پروقار بنانے میں کوشاں تھا۔

"کوپن پلیز؟" اس نے کہا اور میں نے کوپن اس کی طرف بڑھا دیا۔ "تشریف لایئے۔" وہ شستہ انگریزی میں بولی اور میں اندر داخل ہو گیا۔

"مالش؟" اس نے پوچھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس نے بھی گردن خم کی اور میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ خوب کشادہ کمرہ تھا۔ دیوار میں عجیب ساخت کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف ایک ٹب رکھا ہوا تھا۔ دوسری طرف چوڑی سنگ مرمر کی سل سی بنی ہوئی تھی۔ ایک الماری تھی۔ لڑکی نے دیوار میں لگے ہوئے چند بٹن دبائے اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ بالکل دن کا سا ماحول ہو گیا تھا۔ پھر وہ الماری کی طرف بڑھ گئی اور اس میں سے کئی چیزیں نکال لائی۔ جو میرے لیے ناقابل فہم تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ کونے میں رکھا ہوا لوہے کا ایک خوبصورت اسٹینڈ بھی گھسیٹ لائی تھی جس میں چھوٹے چھوٹے پہیئے لگے ہوئے تھے۔ اس نے تمام سامان اسٹینڈ پر رکھ دیا اور میرے مقابل آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت لیکن کاروباری مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

تب اس کے ہاتھ بے باکی سے میرے لباس کی طرف بڑھے اور وہ میرا لباس اتارنے لگی۔ میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ناک سے چشمہ اتار لیا اور اسے اسٹینڈ پر رکھ دیا۔ لڑکی آہستہ سے ہنس پڑی۔ یہاں تک کہ اس نے میرا پورا لباس اتار دیا۔ اور پھر وہ اپنا لباس اتارنے لگی۔ میرے لیے یہ کیفیت نئی تھی۔ عجیب انداز تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی کا عریاں بدن میرے سامنے تھا۔ سیاہ رنگ کی ایک پتلی سی چڈی اور باڈی اس کے حسین خطوط کو اور نمایاں کر رہی تھی۔ وہ میرے نزدیک آئی اور پھر اس نے مجھ سے سنگ مرمر کی چوڑی سل پر لیٹ جانے کی درخواست کی۔ میں اس کے اشارے کے مطابق اوندھا لیٹ گیا۔ تب اس نے ایک سائفن نما چیز سے میرے بدن پر پھواریں ماریں اور پھر انوکھے انداز میں گھٹنے موڑ کر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس کے ملائم ہاتھوں نے میرے جسم کو چھوا تو میری عجیب کیفیت ہو گئی۔ میری آنکھوں میں سرخی

تیرنے لگی۔ لیکن وہ میری کسی کیفیت سے بے خبر اپنا کام کر رہی تھی۔ اس کے لیے یہ سب کچھ اجنبی نہیں تھا۔ ممکن ہے یہاں رہنے والوں میں سے کسی کے لیے اجنبی نہ ہو۔ وہ خاموشی سے یہاں آتے ہوں۔ مالش کراتے ہوں' غسل کرتے ہوں' چلے جاتے ہوں' لیکن مجھ غریب پاکستانی کے لیے یہ انوکھی بات تھی' لڑکی کے بدن کے زاویئے بدل رہے تھے اور ہر زاویہ میرے لیے ہیجان خیز تھا میں چور نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ اپنے کام میں مشغول تھی۔

میں بے سدھ پڑا رہا۔ میرا جسم بھٹی کی طرح دہکنے لگا تھا۔ لیکن لڑکی ان سب باتوں سے بے نیاز تھی۔ پھر اس نے ملائم لہجے میں چت لیٹنے کی درخواست کی اور میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ تب اس کے ہاتھ میرے سینے پر چلنے لگے۔ اب وہ مکمل طور سے میرے سامنے تھی۔ اس کا صحت مند چہرہ' صحت مند جسم میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس کے ترشے ہوئے خوبصورت براؤن بال اس کی پیشانی پر آ پڑتے تو وہ ایک خوبصورت انداز سے انہیں جھٹک کر پیچھے کر لیتی لیکن ایسا کرتے وقت اس کا حسین جسم تھلتھلا جاتا تھا اور یہ تھلتھلاہٹ میرے پورے وجود کو جھنجھوڑ دیتی تھیں اس کا اوپری ننھا سا لباس مشقت کی وجہ سے ڈھیلا ہو کر تقریباً لٹک گیا تھا۔ اور ایک بار جب وہ بالکل نیچے کھسک گیا تو میرے حواس جواب دے گئے۔

میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور وہ چونک کر رک گئی۔ اس نے ایک سوالیہ مسکراہٹ سے مجھے دیکھا اور زبان سے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ میری نگاہیں اس کے جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ دوسری طرف مڑی اور اس نے اپنی باڈی کس کر مجھ سے اس کا ہک لگانے کی فرمائش کر دی۔

لیکن۔ میں نے اسے اپنے سینے پر کھینچ لیا۔ تب اچانک اس کے چہرے کے نقوش پھیکے پڑ گئے۔ اس نے دونوں ہاتھ میرے سینے پر ٹکائے اور پیچھے ہٹ گئی۔ "میں ڈیوٹی پر ہوں جناب۔ یہاں یہ جرم ہے۔" اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا اور میں ہوش میں آ گیا۔ میرے چہرے پر کسی قدر ندامت کے آثار پھیل گئے۔ وہ بغور میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ عود کر آئی۔ "میری ڈیوٹی ایک بجے ختم ہو گی۔"

"کیا ڈیوٹی کے بعد تم مجھ سے مل سکتی ہو؟"

"ہاں۔ گرین اسکوائر فلیٹ نمبر ففٹی ون۔" اس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ازابیلا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے گرم پانی کے تولیوں سے میرا جسم خشک کیا اور اس کے بعد میں نے نیم گرم پانی سے غسل کیا۔ وہ باہر نکل گئی تھی۔ پھر جب میں لباس پہن کر باہر نکلا تو وہ ایک کرسی میں دراز ایک رسالہ پڑھ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ میں نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور اس نے جھک کر میرا شکریہ ادا کیا۔ پھر کوپن مجھے واپس کر دیا۔ میں کاؤنٹر کی طرف بڑھا تو وہ میرے پیچھے آئی اور آہستہ سے بولی۔

"کیا میں انتظار کروں؟" اس کی یہ مسکراہٹ مجھے پسند نہ آئی اور میں کوئی جواب دیئے بغیر

آگے بڑھ گیا۔ اس کے قدم رک گئے تھے۔ کاؤنٹر کلرک نے ایک سلپ میری طرف بڑھادی اور میں ادائیگی کر کے باہر نکل آیا۔ ایک بجے کے بعد لڑکی کے فلیٹ پر جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کے خشک انداز نے مجھے بددل کر دیا تھا۔ اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں تھا۔ یہاں تو دل کے قبول کرنے کی بات تھی۔

بہرحال جو کچھ گزری تھی خوب تھی۔ یہ حمام مجھے پسند آئے تھے۔ بعد میں میں نے ان کے بارے میں معلوم کیا۔ بلیک پول کے انداز کے حمام بہت کم تھے۔ لیکن بہرحال یہاں ہر کام ایک دائرے میں ہوتا تھا اور ایسی کوئی بات نہ ہوتی جو جرم قرار دی جاسکتی۔ اس طرح بعد میں' میں نے اس لڑکی کو معاف کر دیا تھا۔ بہرحال وہاں سے نکلنے کے بعد طبیعت بے حد ہلکی ہوگئی تھی۔ اگر وہ چھوٹا سا ناگوار واقعہ نہ ہوتا تو شاید ذہن پر کوئی بار نہ ہوتا۔ ایک چھوٹے سے ریستوران میں دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے میں نے سیر کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ایران کے مختلف حصوں کی سیر کرنے میں مجھے کوئی لطف نہ آیا۔ ظاہر ہے بغیر ساتھی کے سب کچھ بیکار ہوتا ہے۔

میں نے واپس ہوٹل چلنے کی فرمائش کی اور اسے سیل نو کا نام بتادیا' سیل نو پر ٹیکسی رکوا کر میں اتر پڑا۔ ابھی صرف پونے تین بجے تھے۔ میں اپنے کمرے میں پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد بیرا آگیا۔ اس نے ایک لفافہ میری طرف بڑھادیا اور میری پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ میں نے لفافہ کھولا۔ کسٹم آفیسر کی طرف سے تھا شام کی چائے کی دعوت دی گئی تھی اور پانچ بجے گاڑی بھیجنے کے لیے کہا گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

ٹھیک ہے۔ شام ان لوگوں کے ساتھ ہی سہی۔ وقت تو گزارنا ہی ہے۔ پونے پانچ بجے تیار ہو کر گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ اور زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک شناسا شکل نظر آئی۔ یہ وہی کسٹم انسپکٹر تھا' جس سے پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔ گرے کلر کے سوٹ میں وہ بہت اسمارٹ نظر آرہا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔ میں نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن وہ میرے گلے لگ گیا تھا۔ "آپ کا یہ تعاون ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔" اس نے میری پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"آیئے۔ غالباً آپ تیار ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ اور باہر نکل آیا۔ دروازے کو لاک کر کے ہم نیچے اتر گئے۔ انسپکٹر کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ نیچے ایک خوبصورت گاڑی کھڑی تھی۔ جس کے نزدیک ہی ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھتے ہی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ اور ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔ کار اسٹارٹ ہو کر چل دی اور میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ تب میرے قریب بیٹھے ہوئے انسپکٹر نے کہا۔

"آپ نے اخبار پڑھ لیا ہوگا؟"

"ہاں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ انسپکٹر نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بے تکلفی کی اجازت دیں تو ایک بات پوچھوں جناب؟"

"پوچھو۔"

"کیا آپ اس لڑکی کے لیے مغموم ہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں انسپکٹر۔ وہ کافی دن تک میرے ساتھ رہی ہے۔ سچ بات یوں سمجھو کہ بالکل میری بیوی کی مانند۔ وہ غلط راستوں پر ضرور تھی لیکن بری عورت نہیں تھی۔ حالات اسے ان راستوں پر کھینچ لائے تھے۔ تاہم۔ وہ نہ تو دل کی بری تھی۔ نہ اپنے پیشے سے خوش۔" میں نے مختصراً انسپکٹر کو شلیا کی کہانی سنائی۔

"اس عورت کو میں نے اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں لگائی تھیں۔ یقین کریں اس کے چہرے پر نہ تردد کے آثار تھے اور نہ ہی وہ خوفزدہ نظر آئی تھی۔ ایک عجیب سا سکون تھا اس کے چہرے پر۔"

"ایک درخواست کروں انسپکٹر۔" میں نے نہ جانے کس خیال کے تحت کہا۔

"جی۔"

"اگر ہو سکے تو اس کے ساتھ رعایت برت دینا۔ یہ میرے تعاون کا معاوضہ بھی ہوگا اور مجھ پر احسان بھی۔"

"اوہ۔ میرا خیال ہے آپ چیف سے اس سلسلے میں بات کریں جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس حد تک میری پہنچ ہے میں اس سے رعایت برتوں گا۔"

"شکریہ انسپکٹر۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہوگئی۔ یہ رہائشی عمارت تھی۔ خاصی خوبصورت تھی۔ عمارت کے حسین لان پر رنگ برنگی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ مدعو تھے۔ میری خاص طور سے پذیرائی کی گئی۔ ایکسائز کلکٹر نے میرا پرجوش خیر مقدم کیا اور پھر دوسرے لوگوں سے میرا تعارف کرایا چائے کے پرتکلف دور کے بعد کلکٹر نے خاص طور سے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور بہت سی رسمی باتوں کے بعد پارٹی ختم ہوگئی۔ ایکسائز کلکٹر ایک درمیانی عمر کا ہنس مکھ آدمی تھا۔ جب وہ مجھے رخصت کرنے کار تک آیا تو میں نے اس سے اپنی درخواست دہرادی۔ جسے سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایران میں منشیات فروشوں کے لیے بہت سخت قانون ہے' میں اس قانون سے انحراف تو نہیں کر سکتا۔ ہاں لڑکی اگر ہمارے ساتھ خصوصی تعاون کرے تو ممکن ہے ہم اس کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو جائیں میرا خیال ہے میں اس سے آپ کی ملاقات کرادوں۔ آپ اسے تیار کریں۔"

"نہیں جناب۔ میں اس سے نہیں ملنا چاہتا۔ اصل میں میرے اس سے ایسے تعلقات رہ چکے ہیں کہ میں اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ براہ کرم اس کو وہم بھی نہ ہونے پائے کہ اسے اور اس کے گروہ کو گرفتار کرانے میں میرا ہاتھ ہے۔"

"آپ کے کہنے کے مطابق ہم نے خیال رکھا ہے۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ میں خود اس سے بات کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں جو کچھ کر سکتا ہوں۔ ضرور کروں گا۔"

"میں بے حد شکر گزار ہوں۔" میں نے کہا اور کار میں بیٹھ گیا۔ ایکسائز آفیسر کی کار مجھے واپس سیل نو چھوڑ گئی۔ اور اب پھر وہی تنہائی تھی۔ یہ تنہائی مجھے کاٹنے کو دوڑ رہی تھی۔ ایک بار دل چاہا کہ حمام والی لڑکی کے دیئے ہوئے پتے پر پہنچ جاؤں۔ لیکن پھر اس کی خشک نگاہیں یاد آئیں۔ اس کے بعد یہ دعوت بیکار تھی۔ چنانچہ رات کے کھانے کے ساتھ میں نے بیرے سے پھر وہسکی طلب کی۔ اور شراب نے مجھے سکون کی نیند بخش دی۔

اور پھر وہی دن------ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں ناصر یمانی سے ملاقات کروں۔ اور اس سے پوچھوں کہ آئندہ پروگرام کیا ہے۔ اب یہاں سے اکتا گیا تھا۔ بس ایک عجیب سی بیزاری ذہن پر مسلط تھی۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں سوچ ہی رہا تھا کہ باہر نکلوں۔ دفعتاً کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں آگے بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔

ناصر یمانی تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور اندر آگیا۔

"کیسے ہیں نواز صاحب؟" وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہوں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"اپنے شاندار کارنامے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں۔"

"شکریہ۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"جان بوجھ کر آپ سے اجتناب کیا جا رہا تھا۔ بہرحال میدان صاف ہوتے ہی میں آپ کو لینے آگیا۔"

"میں خود بھی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے احساس ہے۔ آپ بور ہو رہے ہوں گے۔"

"بے پناہ۔" میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس۔ ابھی تو آپ کی مہمان نوازی باقی ہے۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ تیار ہو جائیں۔ میرا آدمی آپ کے کمرے کی ادائیگی کر رہا ہے۔"

"او کے۔ لیکن اب میں بہت جلد ایران چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔"

"ایران آپ کو چھوڑ دے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" یمانی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں اس کے جملے پر غور کرتا ہوا اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ کوشلیا کا سامان ایکسائز والے لے گئے تھے۔ اس کی کوئی نشانی میں نے اپنے پاس نہیں رہنے دی تھی۔ یہاں تک کہ وہ پوستین بھی واپس کر دی تھی جو کوشلیا نے میرے لیے خریدی تھی۔ بہرحال سامان اٹھانے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ یمانی نے میرا سوٹ کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا جسے کمرے سے باہر نکلتے ہی ایک بیرے نے تھام لیا اور پھر وہ ہمیں نیچے تک پہنچانے گیا۔ بیرے کو ٹپ دینے کے بعد ہم ایک خوبصورت کار میں بیٹھ گئے اور کار چل پڑی۔

"ایران اتنا بد اخلاق بھی نہیں ہے کہ آپ اسے یوں چھوڑ جائیں۔ اس کی اپنی حیثیت' اپنا وقار ہے۔ وہ مہمانوں کو بیزار نہیں ہونے دیتا۔" راستے میں یمانی بولا۔

"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید نہیں یقیناً۔ ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے۔" یمانی نے جھٹکے دار آواز میں کہا۔ اور ہنسنے لگا۔ کار برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ پھر وہ ایک سرسبز رہائشی علاقے میں داخل ہوگئی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خوبصورت کوٹھیاں نظر آ رہی تھیں۔ درمیان میں درخت جھول رہے تھے۔ اس سے قبل میں اس علاقے کی طرف نہیں آیا تھا۔ بہرحال اس کے سبزے نے مجھے متاثر کیا تھا اور پھر ہم ایک ایسی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے جس کی چار دیواری سے سرخ پھولوں والے درختوں کے پتے باہر جھکے ہوئے تھے۔ پھولوں کی ایک سرخ لائن چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ رنگین گیٹ کے دونوں طرف سرخ پھول والے درخت سرخ وردی پوش دربانوں کے سے انداز میں کھڑے ہوئے تھے۔

ایک باوردی چوکیدار نے گیٹ کھول کر سلام کیا اور کار اندر داخل ہو کر پورچ میں رک گئی۔ بلاشبہ حسین ترین کوٹھی تھی۔ بائیں طرف گھاس کا ایک میدان سا چلا گیا تھا جس کے بیچوں بیچ ایک سوئمنگ پول تھا۔ جس کے کنارے تھوڑا تھوڑا فرش سنگ مرمر کی حسین ٹائلوں کا تھا اور اس پر سنگ مرمر کی خوبصورت اور..... آرام دہ بنچیں پڑی ہوئی تھیں۔

"میں نے کار سے نیچے اتر کر گہری گہری سانسیں لیں اور میرے پھیپھڑوں نے معطر ہوائیں جذب کر لیں۔ ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ یہاں آکر-----

"آیئے۔" ناصر یمانی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ میری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ناصر یمانی اتنی بڑی حیثیت کا آدمی ہوگا۔ کوٹھی میں اب تک صرف ملازم ٹائپ کے آدمی نظر آئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں اور کوئی نہیں رہتا ہو۔ میں نے ناصر یمانی سے یہ سوال کر ڈالا۔

"کیا آپ یہاں تنہا رہتے ہیں مسٹر یمانی؟"

"میں------ نہیں مسٹر نواز------ میں یہاں نہیں رہتا۔ یہ کوٹھی صرف بیرونی مہمانوں کے لیے ہے۔"

"فکر نہ کریں۔ آپ یہاں تنہا نہ ہوں گے۔" ناصر یمانی نے ایک کمرے کے دروازے کو دھکا دیا اور اندر سے موسیقی کی لہریں پھوٹ پڑیں------ انتہائی مدھم سروں میں ایک مغربی دھن بج رہی تھی۔ لیکن میری نگاہ اس لڑکی پر تھی جو ایک صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی ٹخنوں تک لمبا سلک کا سفید لبادہ۔ کمر پر سیاہ ڈوری بندھی ہوئی تھی۔ لبادے کی آستینوں پر اور سینے پر بھی سیاہ گوٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کے ہلکے نیلے رنگے ہوئے گھنگھریالے بالوں کی لٹیں بل کھاتی ہوئی سفید چہرے کے کئی حصوں کو ڈھانپ رہی تھیں۔ اور لپ اسٹک کے بغیر گلابی ہونٹوں کے دریچے سے موتیوں کی لڑیاں چمک رہی تھیں۔ ایک نگاہ میں جو کچھ دیکھ لیا۔ ممکن ہے وہ یمانی کی کوئی عزیز ہو۔ اس لیے

مفصل نہ دیکھ سکا۔

"خاتون سمابہ۔ آپ کے مہمان۔"

"کیا یہ مسٹر نواز ہیں؟" لڑکی نے سوالیہ انداز میں کہا۔ زبان اردو تھی اور بالکل صاف تھی۔ اس لیے میں چونک پڑا حالانکہ چہرے سے وہ سو فیصدی ایرانی معلوم ہو رہی تھی۔

"ہاں۔" یمانی نے کہا۔

"ہیلو مسٹر نواز۔" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور اپنا ننھا سا سفید ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ سرور کی ہلکی ہلکی لہریں اس ہاتھ سے میرے پورے جسم میں منتقل ہونے لگیں۔ اب میں نے کسی قدر تفصیل سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کا جسم بہت گداز تھا۔ پتلی کمر' چوڑے خمدار کولہے۔ بھری بھری رانیں۔ گداز شانے جو کھلے ہوئے تھے اور اس کی جلد ٹشو کی طرح ملائم اور چکنی تھی۔

"آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے بھی۔" میں نے رسماً جواب دیا۔

"تشریف رکھیئے۔" وہ بولی۔ اور یمانی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"او کے مسٹر نواز۔ مجھے اجازت دیں۔ میں نے آپ کی تنہائی دور کر دی ہے۔ امید ہے خانم سمابہ آپ کو اداس نہ ہونے دیں گی۔"

"ہمارے ساتھ ایک پیالی چائے نہیں پئیں گے مسٹر یمانی؟" سمابہ نے پوچھا۔

"اس وقت معذرت خواہ ہوں۔ پھر کبھی۔" یمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر دو انگلیوں سے مجھے رخصتی سلام کیا اور باہر نکل گیا۔ سمابہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر ان لوگوں کی طرف سے یہی میری مدارت ہے تو یقیناً انہوں نے بڑا احسان کیا ہے مجھ پر——تب اس نے ایک گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"آپ اردو بہت صاف بول لیتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ میں نے بڑی محنت سے اسے سیکھا ہے۔ مجھے پاکستانیوں سے بے حد محبت ہے اس کے علاوہ بھی مجھے کچھ زبانیں آتی ہیں۔"

"خوب۔" میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو میری آمد کے بارے میں اطلاع تھی۔ میرا مطلب ہے آپ نے فوراً میرا نام لیا تھا؟"

"جی ہاں۔ بڑی تعریفیں سنی تھیں آپ کی۔ خاص طور سے ایران میں داخل ہونے کے بعد آپ کا یہ کارنامہ——ٹھاکر ہمارے زبردست حریفوں میں سے ہے۔ اور اس کی گرفتاری کا تو گمان بھی نہیں تھا۔" اس نے کہا۔ اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ بھی گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور سب کچھ جانتی ہے تاہم میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی۔

موسیقی کا ریکارڈ ختم ہو گیا اور وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ سلک کے لبادے سے اس کے دلکش جسمانی نقوش بے حد ہیجان خیز نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک خوبصورت گرام کے پاس پہنچی اور جھک کر

اس کا ریکارڈ تبدیل کرنے لگی۔ جھکنے سے لبادہ اس کے جسم پر چست ہو گیا اور میں اس کی جسمانی دلکشی کی تاب نہ لا سکا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر اس کے قدموں کی چاپ میرے نزدیک آ گئی۔ وہ دوسرا ریکارڈ لگا چکی تھی۔

"موسیقی سے کوئی دلچسپی ہے مسٹر نواز؟"

"یقیناً۔ ہمارے ہاں روح کی غذا سمجھی جاتی ہے۔"

"مجھے بھی بہت پسند ہے۔ لیکن میرا خیال ہے آپ کسی قدر تکلف سے بیٹھے ہیں۔ ہم یہاں اس کمرے میں ایک ایک کپ چائے پئیں گے اور اس کے بعد میں آپ کے لیے منتخب کمرہ دکھا دوں گی۔ اس کمرے میں بیٹھ کر ہم ایران کی سیر کے پروگرام مرتب کریں گے۔"

"میرے لیے بڑی الجھن ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" وہ چونک کر بولی۔

"ناصر یمانی نے مجھے مفصل پروگرام نہیں بتایا۔" "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں سب سے دبتی ہوں۔ غلام سیٹھ نے ہدایت دی ہے کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے جتنے دن بھی آپ پسند کریں آپ کو ایران کی سیر کرائی جائے۔ اس دوران ٹھاکر کا انجام بھی سامنے آ جائے گا۔ چنانچہ آپ کی میزبانی کا شرف مجھے بخشا گیا ہے۔ یوں تو یہ ایک فرض تھا جسے انجام دینا ہی تھا—— لیکن آپ سے ملاقات کے بعد اس فرض سے ذاتی دلچسپی بھی پیدا ہو گئی ہے۔" آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ مسکرا دی۔ اس کے دلکش دانتوں کی چمک مجھے بے حد پسند تھی۔

"ذاتی دلچسپی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"اوہ مسٹر نواز—— آپ کو علم ہے کہ ہماری لائن کے لوگ زیادہ تر خونخوار اور وحشی قسم کے ہوتے ہیں۔ فنون لطیفہ سے انہیں کم ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ سازوں میں ان کا پسندیدہ ساز پستول ہوتا ہے جس کی کریہہ موسیقی انہیں مسحور کر دیتی ہے۔ لیکن میں نے پہلی ہی نگاہ میں آپ کو موسیقی کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا تھا۔" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"یہ پستول کی خوب رہی۔" میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔ ذہنی تکدر دور ہو رہا تھا۔ لڑکی خوبصورت بھی تھی۔ دلچسپ بھی—— اور باتیں بھی اچھی کر لیتی تھی۔ خواہ کاروباری ہی کیوں نہ ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان ملازمہ ایک ٹرالی میں چائے کا سامان سجا لائی۔ یہ بھی ایرانی تھی۔ شکل و صورت سے ملازمہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس نے سلیقے سے چائے بنا کر ہم لوگوں کے سامنے پیش کی۔

"یہ شیفو ہے۔ آپ اسے صرف ملازمہ نہ سمجھیں۔ یہ ایک عمدہ رقاصہ ہے۔ کئی قسم کے رقص جانتی ہے۔ یہاں آپ کو ہر شخص آرٹسٹ نظر آئے گا۔" سمابہ نے کہا اور شیفو نے گردن جھکا دی۔

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں نے ایک چھوٹی سی جنت ترتیب دے ڈالی ہے۔"

"ہاں ----- جنت کا تصور تو بہت بلند ہے۔ وہاں نہ جانے کیا کیا ہو گا۔" سامبہ نے دونوں پاؤں سکوڑ کر چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی اپنا کپ اٹھالیا۔ شیفو دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ چھوٹے سے قد کی یہ ملازمہ بھی خوب تھی۔ چائے پیتے ہوئے میں اس عمارت کے دلکش ماحول کے بارے میں سوچتا رہا۔

گویا یہ گیسٹ ہاؤس ہے جہاں اسمگلروں اور منشیات کے کاروباری ٹھہرائے جاتے ہوں گے اور یہ حسین لڑکیاں سب کے ساتھ اسی طرح پیش آتی ہیں۔ وہ اپنا خلوص' اپنا جسم' سب کچھ ان کے حوالے کر دیتی ہوں گی۔ ذہن پر ہلکا سا بوجھ آپڑا۔ لیکن دل ہی دل میں میں نے خود کو ڈانٹ دیا۔ یہ کیا حماقت ہے۔ بے حد فضول سوچ کیا دنیا میں صرف میں ہی انوکھا انسان ہوں؟------ ہر لڑکی صرف مجھے پسند کرلے۔ دل کی گہرائیوں سے چاہے۔ پوری زندگی میری آرزو کرتی رہے۔ حماقت گدھا پن------ ہونہہ------

وہ خاموشی سے چائے پیتی رہی۔ پھر اس نے قریب رکھے حسین سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکالا اور سگریٹ کیس میری طرف بڑھا دیا۔ آئرلینڈ کے بنے ہوئے خوبصورت خوشبو دار سگریٹ تھے۔ میں نے بھی ایک نکال کر ہونٹوں میں دبالیا۔ اور اس نے پتھر کے لائٹر سے میرا سگریٹ سلگا دیا۔ اپنا سگریٹ اس نے سیاہ پتھر کے ایک لمبے ہولڈر میں لگایا اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگی فضا میں خوشبو بکھر گئی تھی۔

"اٹھیں۔" اس نے کہا۔ میں جلدی سے کھڑا ہو گیا اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ وہ کئی چکنی راہداریاں طے کر کے ایک حصے میں پہنچ گئی۔ سیاہ رنگت کا خوبصورت دروازہ کھول کر ایک کمرے میں داخل ہو گئی۔ خاصا بڑا کمرہ تھا۔ تین اطراف میں نفیس ترین صوفے لگے ہوئے تھے درمیان میں ایک چوڑی مسہری تھی جس پر خوبصورت بستر بچھا ہوا تھا۔ مسہری کے بائیں طرف پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدان رکھا ہوا تھا۔ بائیں سمت کھڑکی تھی جس سے عقبی باغ کا خوبصورت منظر نظر آتا تھا۔ کمرے کی چھت میں نیلے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے جن میں کہیں روشنی کا کوئی بلب چھپا ہوا تھا۔ انتہائی خوبصورت اور جاذب نگاہ کمرہ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

"یہ ہماری خواب گاہ ہے۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ لیکن اس لفظ ہماری پر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میری آنکھوں میں سرور کی ایک لہر دوڑ آئی۔ لیکن میں نے خود کو کنٹرول میں رکھا۔ اس کی حسین آنکھیں بھی میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں جھانکا تو وہ مسکرا دی۔

"پسند آئی آپ کو؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد۔" میں نے مختصراً کہا اور وہ ایک طرف بڑھ گئی۔ دیوار پر ایک سفید رنگ کے بورڈ میں لگے ہوئے سیاہ بٹن کو دبانے سے دیوار کا ایک حصہ دوسری طرف گھوم گیا۔

"ڈریسنگ روم۔ آپ کا سامان یہاں پہنچ گیا ہے۔ اس کے علاوہ جس چیز کی ضرورت ہو فرمادیں۔"

"شکریہ۔ اور کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"بہتر ہے۔ لنچ تک کے لیے مجھے اجازت دے دیں۔ اس کے بعد آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب اس نے میری طرف ہاتھ لہرایا اور باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔ دلچسپیوں کا یہ نیا موڑ۔ خاصا خوشگوار تھا۔ میرے ذہن کو شلیا کی سوزش بھی کم ہو گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے لیے وہی مناسب ہے جو میں نے کیا ہے۔ غلام سیٹھ میری کارکردگی سے خوش ہے اور مجھے نواز رہا ہے پھر کیوں نہ اس کی مرضی کے مطابق کام کروں۔ میری اپنی حیثیت' میری خواہش کیا حقیقت رکھتی ہے اور پھر مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ قدم قدم پر تجربہ ہوا تھا کہ زندگی کے لیے بنائے گئے اصول' نیکی اور فلاح کے اصول ہیں۔ ان سے انسانیت کے تقاضے ضرور پورے ہوتے ہیں۔ زندگی کے نہیں۔ زندگی ان اصولوں کی موت چاہتی ہے اور جو انہیں قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہے' وہ زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور پھر زندگی اس سے بھرپور انتقام لیتی ہے۔ ساری عمر اس سے انتقام لیا جاتا ہے۔ معمولی سی مثال کوشلیا کی تھی۔ وہ دیوانی' دل کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اگر وہ صرف اسمگلر رہتی۔ مجھے ایران لانے کے بعد خاموشی سے نکل جاتی تو اس کا کچھ نہ بگڑتا۔ لیکن نادان کی نادانی دوسروں کو بھی لے ڈوبی۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جوتے اتارے اور پھر لباس اتارنے لگا۔ اس کے بعد میں ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ خاصا بڑا کمرہ تھا------ باتھ روم بھی اسی سے ملحق تھا۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر مار کر میں نے چہرہ صاف کیا۔ آئینے میں خود کو دیکھا اور پہچان نہ سکا۔ کیسی تبدیلیاں ہو گئی ہیں مجھ میں------ کتنا بدل گیا ہوں میں۔ کیا یہ سرائے عالمگیر کے ایک کسان کا بیٹا ہے پنجاب کا ایک کبرو جوان ہے جس کے پسینے میں سرسوں کی مہک آتی ہے۔ جس کی پیشانی سے سورج کی شعاعیں منتشر ہوتی ہیں۔ میرے سامنے تو ایک عجیب و غریب انسان کھڑا تھا۔ جس کی کوئی چیز اپنی نہیں تھی۔ سب کچھ دوسروں کا بخشا ہوا۔ سب کچھ۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے------ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ میں آج تک پنجاب کا ایک معصوم کسان ہوں۔ اس دنیا نے میرے اوپر غلاف چڑھائے ہیں۔ میرے کمزور بازو یہ لبادے نہیں اتار سکتے۔ آؤ اے قسمت کے فرشتو میری شکل بدل دو۔ میری قسمت بدل دو' میری شخصیت بدل دو' مجھے حقیقی رنگ دے دو۔ اگر تم نے میرے لیے ہی سب کچھ مقدر کیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں تمہارے فیصلوں کو بدلنے کی قوت کہاں رکھتا ہوں۔ میں دانت پیستا ہوا آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ میرا خون کھولنے لگا تھا۔ میرا ذہنی ہیجان بڑھ گیا تھا۔ ممکن تھا میرے اوپر پھر دیوانگی کا دورہ پڑ جاتا۔ میں نہ جانے کیا کرتا کہ اسی وقت شیفو دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ مسکراتی' ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی کی طرح۔ ایران کی خوشبو بدن میں سمیٹے ہوئے۔ اور میں اسے دیکھنے لگا!

☆ ☆ ☆

"ہیلو" شیفو نے چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ میں جلتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی، ہاں یہ بھی تو ایک لڑکی ہے، نرم و گداز جسم کی مالک۔ غلام سیٹھ کی غلام۔ غلام لڑکیاں بازاروں میں کیوں نکل آئیں۔ گھر کی چار دیواری ان کی محافظ ہوتی ہے۔ خاتون خانہ کی حیثیت سے یہ محفوظ رہتی ہیں۔ انہوں نے ان دیواروں کو چھوڑ کر میدان میں آنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کمزور ہستیاں خود کو طاقتور سمجھنے لگی ہیں، حالانکہ یہ ان بھیڑیوں سے واقف ہیں، جو قدم قدم پر گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ جب یہ ان سے خوفزدہ نہیں ہیں تو پھر بھیڑیوں کو شرافت برتنے کی کیا ضرورت ہے۔ شکار خود اپنے قدموں سے چل کر ان کے نزدیک آتا ہے۔ پھر وہ شکار کیوں نہ کریں۔ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔

"ارے نہیں نواز ---- تمہاری محبت نے تھوڑا سا بزدل ضرور بنا دیا ہے۔ لیکن یہ نہ بھولو کہ میں اکیلے مال لے کر سفر کرتی ہوں ---- راستے میں بے شمار خطرناک لوگ ٹکراتے ہیں۔ میں کمزور عورت نہیں ہوں نواز۔" کوشلیا کی آواز کانوں میں گونجی۔

"تمہیں بھیڑیوں سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔" میں نے شیفو سے کہا اور وہ حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ "میں نہیں سمجھی مسٹر نواز۔" اس نے تعجب سے کہا اور میں سنبھل گیا۔ کہیں یہ لڑکی مجھے دیوانہ نہ خیال کرے۔

"سنو شیفو ---- تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔ تم مجھے کوئی کہانی نہیں سناؤ گی۔ وعدہ کرو ---- وعدہ کرو ---- اور اگر تم نے اپنی مظلومیت کا اظہار کیا ---- تو ---- تو میں تمہاری گردن دبا دوں گا! سمجھیں ---- میں تمہاری گردن دبا دوں گا!" میں نے غراتے ہوئے کہا اور شیفو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

"آپ کس قسم کے ذہنی ہیجان میں مبتلا ہیں مسٹر نواز۔" شیفو آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی۔ اور میرے قریب پہنچ گئی۔ "آیئے، آرام کیجئے ---- میں آپ کو کوئی کہانی نہیں سناؤں گی۔" اس نے اپنے ملائم ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔" اور مسہری پر لے آئی۔ پھر اس نے میرے دونوں شانوں پر دباؤ ڈال کر مجھے مسہری پر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ میرے سرہانے آبیٹھی اور نرم انگلیوں سے میری پیشانی دبانے لگی۔ نہ جانے کیا سحر تھا اس کی انگلیوں میں۔ میرا ذہن حیرت انگیز طور پر پرسکون ہونے لگا! میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ شیفو خاموشی سے میری پیشانی دبا رہی تھی۔ اور میرے پورے وجود میں سکون کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

کئی منٹ خاموشی سے گزر گئے۔ پھر شیفو کی آواز ابھری۔ "سو گئے مسٹر نواز۔؟"

"نہیں شیفو ---- تمہارے ہاتھوں میں بے حد سکون ہے۔" میں نے آنکھیں بند کئے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی مسٹر نواز، سوائے اس کے کہ آپ بے حد خوبصورت اور پرکشش نوجوان ہیں۔ کوئی بھی لڑکی آپ کو پانے کی آرزو کر سکتی ہے، اور آپ کو حاصل کر کے اپنی قسمت پر رشک کر سکتی ہے۔ آپ ان تمام لوگوں سے بالکل مختلف ہیں جو اس راہ کے راہی ہیں۔ ممکن ہے آپ کی زندگی سے بہت سی المناک کہانیاں وابستہ ہوں۔ لیکن کہانیوں کا بھول جانا ہی

اچھا ہوتا ہے مسٹر نواز ---- ہمارا ہر سانس ہمیں ایک نئے حادثے سے دوچار کرتا ہے۔ ہمیں ان حادثات کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ اور اس پر قابو پانے کے بعد اسے بھلا دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ نئے حادثات سے مقابلہ کے لئے خود کو تیار کریں اسی کا نام زندگی ہے۔ بھلا دیجئے سب کچھ ---- حال میں گم ہو جایئے۔ حال ہمارا ہے۔ ماضی اور مستقبل صرف وہم ہے۔ اس کا حال سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو شیفو ---- لیکن یہ ماضی یاد کیوں رہ جاتا ہے۔ یہ کسی بچھو کی طرح دماغ کی تہہ سے کیوں چپک جاتا ہے۔ جب یہ آہستہ آہستہ ڈنک مارتا ہے تو بڑی چبھن ہوتی ہے شیفو۔!"

"اس بچھو کو ہلاک کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تھوڑی سی کوشش درکار ہے۔ کیا آپ کو موسیقی سے دلچسپی ہے؟" "ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"تب میں آپ کو گٹار سناؤں گی۔ وہ اٹھ گئی۔ اس نے پہلے الماری سے شراب کی ایک بوتل نکالی۔ گلاس نکالا۔ میرے لیے ایک پیک بنا کر میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔ میں نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ پھر وہ باہر چلی گئی۔ صرف چند منٹ کے لئے۔ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت گٹار تھا۔ وہ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس دوران میں نے دوسرا پیک بنا لیا تھا۔ شیفو نے گٹار چھیڑ دیا تھا۔ وہ ایک کلاسیکی ایرانی دھن بجا رہی تھی۔ گٹار کی ماہر نہیں تھی۔ لیکن جس انداز سے اس نے گٹار تھاما ہوا تھا، اور جس طرح وہ پاؤں پر پاؤں رکھ کر اسے بجا رہی تھی، وہ بہت خوبصورت تھا۔ میری نگاہیں اس کے حسین جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ شراب نے رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔ اور ایک ہلکا سا سرور طاری ہوتا جا رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ لپک کر اسے آغوش میں بھینچ لوں۔ اس کے لباس کو تار تار کر دوں ---- اور ---- اور پھر اس سے کہوں ---- کہ ---- کہ اب وہ اس میں بیٹھ کر گٹار بجائے۔ عجیب خواہش تھی۔ پہلی خواہش کے بعد ممکن ہے کوئی اور خواہش جاگ اٹھے۔

لیکن ذہن ابھی ماؤف نہیں ہوا تھا۔ شراب نے ابھی تک حواس نہیں چھینے تھے۔ اس لئے یہ احمقانہ خواہش اس کے سامنے نہ ڈھل سکی ---- ایرانی دھن عروج پر پہنچ رہی تھی۔ پھر گٹار نے آخری سر نکالے اور خاموش ہو گیا۔ اس دوران خاصی شراب میرے معدے میں اتر گئی تھی۔ میں نے بھاری آواز سے اسے پکارا۔

"شیفو۔!" اور اس نے بڑے خوبصورت انداز میں گردن جھکا دی۔ "بہت خوبصورت ہو تم۔؟" میں اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"شکریہ ---- گٹار پسند آیا۔؟"

"بے حد حسین ---- تمہاری طرح ---- !" میں نے کہا اور اس نے ایک بار پھر اسی ادا سے گردن جھکا دی۔ "میرے قریب آؤ شیفو۔!" میں نے کہا اور وہ گٹار لیے ہوئے میرے نزدیک آگئی۔ "گٹار رکھ دو۔!" میں نے دوسرا حکم دیا اور اس نے قریب ہی ایک تپائی پر گٹار رکھ دیا۔ اور پھر گٹار رکھ کر وہ پلٹی تو میں نے اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے خود پر گھسیٹ لیا۔ شیفو پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں آگری۔ میں نے وحشیانہ انداز میں اسے مسہری پر گرا کر دبوچ لیا۔ اور پھر میرے ہاتھ گستاخیاں کرنے لگے۔

"یہ --- یہ پردے کیوں ہیں شیفو --- انہیں جدا کر دو --- تم بے حد حسین ہو --- بہت خوبصورت --- میں تمہیں ان پردوں سے بے نیاز دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں نواز --- ابھی نہیں --- میں تمہاری ہر خدمت کیلئے تیار ہوں۔ لیکن --- خانم سمابہ کی اجازت کے بغیر نہیں --- انہوں نے مجھے حکم دیا کہ تمہیں اداس نہ ہونے دوں۔ لیکن --- لیکن ---!"

"کون سمابہ --- وہ کون ہے اجازت دینے والی --- میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔" میں نے اس کے دونوں بازوؤں پر قوت آزمائی کی اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ شیفو نے جدوجہد نہیں کی تھی، لیکن جب میں بوسے سے فارغ ہوا تو اس نے ملتجی انداز میں کہا۔

"میں عورت ہوں نواز --- تم میرے پسندیدہ مرد ہو۔ لیکن تم مجھے حکم عدولی کی سزا سے نہ بچا سکو گے۔ براہ کرم --- براہ کرم --- صرف آج رہنے دو۔ تم خانم سمابہ کا حق ہو۔ ان سے پہلے اگر --- اگر میں نے تمہیں حاصل کر لیا، تو وہ مجھے زندہ نہ رہنے دیں گی۔ میری التجا قبول کر لو نواز۔ میری درخواست قبول کر لو۔" اس نے لجاجت سے کہا اور میں سنبھل گیا۔ درحقیقت مجھے یہ وحشیانہ پن نہیں کرنا چاہئے تھا --- میں نے اسے ایک دم چھوڑ دیا۔ اور پھر میں مسہری سے نیچے اتر آیا۔ میرے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔!

"کیا تم ناراض ہو گئے نواز۔" وہ مسہری سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں شیفو --- میں --- میں شرمندہ ہوں مجھے تمہارے ساتھ یہ زیادتی نہیں کرنی چاہئے تھی۔!"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا ہے نواز --- شاید تمہیں اپنی قیمت معلوم نہیں ہے۔ کوئی بھی لڑکی تمہاری آرزو مند ہو سکتی ہے۔ کوئی بھی لڑکی تمہارے چوڑے سینے اور مضبوط بازوؤں کو حاصل کر کے --- خود کو جنت میں محسوس کر سکتی ہے۔ میں تمہیں بے حد پسند کرتی ہوں۔ بس میں اس وقت کا انتظار کرنا چاہتی ہوں جب مجھے تمہارے بازوؤں میں آنے کی اجازت مل جائے اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔!"

"مجھے گٹار سناؤ شیفو --- کوئی اور خوبصورت دھن سناؤ۔" میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے کہا۔

"دل و جان سے۔" اس نے جھک کر میرا رخسار چومتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے گٹار اٹھا لیا۔ اچانک نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں نے گٹار کی طرف ہاتھ پھیلا دیئے۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا، میری بات کو سمجھا اور پھر گٹار میری طرف بڑھا دیا۔ میں دل کی گھٹن کو سینے سے آزاد کر دینا چاہتا تھا۔ میں اپنی تمام پریشانیوں کو نغمے میں ڈبو دینا چاہتا تھا۔ میری انگلیوں نے گٹار کے تار چھیڑے اور پھر ایک لے ابھرنے لگی۔ لے، جو اداسیاں لیے ہوئے تھی۔ میں نے ذہن آزاد کر دیا۔ آنکھیں بند کر لیں اور گٹار کے سر بلند ہونے لگے۔ نغمہ سرسرا رہا تھا۔ ایک درد بھرا نغمہ۔ چیختا ہوا، کراہتا ہوا۔ اپنے دامن میں ویرانیاں سمیٹے ہوئے۔ میرے دل کا درد بہہ رہا تھا۔ اور --- شیفو مبہوت ہو گئی تھی۔ اور آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ نغمہ بہتا رہا۔ میرے دل کا درد نکلتا رہا۔ میں نے اس ظالم دنیا سے سارے شکوے کر ڈالے، جس نے

بہت برا سلوک کیا تھا میرے ساتھ --- جس نے میری پاکیزگی چھین لی تھی۔ جس نے میرے جسم سے ابھرنے والی سرسوں کی دلکش مہک چھین لی تھی، اور اب اس جسم سے چرس، افیون اور بھنگ کے سڑے ہوئے بھبکے نکلتے تھے۔ جہلم کا نواز، اسمگلر بن گیا تھا۔ رومانوں کی امین جہلم کی موجوں میں زہر گھل گیا تھا اور جب میں نے سارے شکوے کر ڈالے تو گٹار خاموش ہو گیا۔ ماحول کا تمام درد فضا میں تحلیل ہو گیا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر شیفو کی طرف دیکھا، اس کے چکنے، چمکدار رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں بہہ رہی تھیں۔ میں نے گٹار رکھ دیا۔ وہ دیوانہ وار لپکی --- اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میری گردن، رخساروں اور پیشانی کے بے شمار بوسے لے ڈالے۔ پھر اس نے میری انگلیاں چوم لیں۔ وہ مسہری پر لیٹ گئی۔ اس نے اپنا سر میری آغوش میں رکھ دیا اور پھر میری گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر مجھے خود پر اتنا جھکایا، کہ میرے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے جا ملے۔!

"یہ سب کیا تھا نواز --- یہ کونسا نغمہ تھا۔ کونسی زبان میں تھا، یہ کیسا نغمہ تھا نواز --- اس نے تو دل ہلا دیا۔ یہ کس کی پکار تھی۔؟ کس کے لئے تھی؟ کیا یہ تمہارے دل کی آواز تھی نواز --- تم اس قدر دکھی ہو۔"

"میں دکھی نہیں ہوں۔ میں نے غموں کا بوجھ اتار پھینکا ہے۔ میں کیوں اس دنیا کے لئے روؤں۔ اس نے مجھے جو بنا دیا ہے اسی میں کیوں نہ خوش رہوں۔ بولو --- جواب دو --- کیا نیکی اور شرافت کا ٹھیکیدار میں ہی ہوں۔ میں نے تو خود پر یہ ماحول مسلط نہیں کیا۔ بتاؤ --- اس میں میری کیا خطا ہے۔؟"

"کوئی خطا نہیں ہے نواز --- بدل ڈالو خود کو --- گلا گھونٹ دو ضمیر کا۔ یہ صرف بھٹکانا جانتا ہے۔ اس کی باتوں میں مت آیا کرو۔ ابتداء میں یہ بہت پریشان کرتا ہے۔ لیکن۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آؤ --- میرے سینے پر سر رکھ کر سو جاؤ۔ جب سو کر اٹھو گے تو ذہن صاف ہو گا۔!"

اور جب میں سو کر اٹھا تو ذہن صاف تھا۔ کوئی چیز میرے بالوں میں گردش کر رہی تھی۔ میرے رخسار کے نیچے شیفو کا گداز سینہ تھا۔ اس کی نرملاہٹ مجھے سکون بخش رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن، وہ شیفو نہیں تھی۔ میرے رخساروں کے نیچے سیمل کی نرم روئی کا تکیہ تھا۔ اور میری نگاہوں کے سامنے سمابہ کا دمکتا ہوا چہرہ تھا۔! اس کے نرم ہاتھوں کی انگلیاں میرے بالوں میں گردش کر رہی تھیں۔ میں نے اس بدلے ہوئے ماحول کو، بدلے ہوئے چہرے کو دیکھا، اور اسی وقت مجھے سمابہ کی آواز سنائی دی!

"اب اٹھ بھی جاؤ نواز --- پیٹ کی بری حالت ہے!"

"ایں۔" میں چونک پڑا۔ میں نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ سوا دو بجے تھے۔ شاید دن کے۔ "اوہ۔!" مجھے بھی شدید بھوک کا احساس ہوا تھا۔

"تو کیا --- ؟ آپ لوگوں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔؟" میں نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مہمان کے بغیر۔؟" سمابہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اوہ --- سوری --- میں شرمندہ ہوں۔" میں نے جلدی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو غسل کر لو۔ شیفو نے تمہارے کپڑے غسل خانے میں پہنچا دیئے ہیں۔ مگر ذرا جلدی۔"

"بس' ابھی۔!" میں نے کہا اور غسل خانے میں گھس گیا۔ ایران کی عام روایات کے خلاف' یہاں کمروں کے باتھ روم اٹیچ تھے۔ بہرحال میں نے غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ سابہ ایک رسالہ دیکھ رہی تھی' مجھے دیکھ کر اس نے رسالہ رکھ دیا اور کھڑی ہو گئی۔

"ایک بار پھر شرمندہ ہوں سابہ۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔

"ارے۔ یہ کیا شرمندہ شرمندہ لگا رکھی ہے۔ کیا بار بار' اظہار شرمندگی کر کے تم مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہو۔ آؤ چلیں۔" سابہ نے بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے جسم سے کیوڑے کی بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ شاید اس نے کیوڑے کا سینٹ لگایا ہوا تھا۔

ہم دونوں ڈائننگ روم میں پہنچ گئے' جہاں شیفو اپنی نگرانی میں کھانا لگوا رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ مودب ہو گئی۔ اس نے مجھ سے نگاہیں ملانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر اس نے ہم دونوں کے لئے کرسیاں کھینچیں اور ہم بیٹھ گئے۔ میرا دل چاہا کہ شیفو کو بھی کھانے پر مدعو کروں لیکن سابہ کے بارے میں' مجھے ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم تھی سابہ نے شیفو کو نظرانداز کر دیا تو میں بھی خاموش ہو گیا۔ ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ اور کھانے کے دوران سابہ بولی۔

"میری غیر موجودگی میں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی مسٹر نواز۔؟"

"نہیں۔ آپ کی شیفو عمدہ مہمان نواز ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے آپ نے خوب تفریحات کیں؟" سابہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ لیکن مجھے اس کے سوال سے ایک کھٹک سی محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔۔۔ شیفو نے مجھے عمدہ شراب پلائی اور گٹار سنایا۔ یہ بہت اچھا گٹار بجاتی ہے۔"

"لیکن اس نے تو کچھ اور کہا ہے۔" سابہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے کہ گٹار بجانے میں آپ بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" سابہ نے چالاکی سے بات سنبھال لی۔ "ہاں مجھے بھی گٹار سے دلچسپی ہے۔"

"تب۔۔۔۔ رات کو شیفو رقص کرے گی اور آپ گٹار بجائیں گے" سابہ مسکراتے ہوئے بولی۔ مسکرانے سے اس کے گالوں میں گڑھے پڑ جاتے تھے' جو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ پھر ہم نے کھانا ختم کر لیا۔ اور میز سے اٹھ گئے۔!

"آپ خوب گہری نیند سو چکے ہیں مسٹر نواز۔ میں دن میں سونے کی عادی نہیں ہوں۔ چنانچہ آیئے۔ گفتگو کریں گے اور پھر شام کو چار بجے ہم سیر کرنے چلیں گے۔ آپ نے ابھی ایران کے خوبصورت مقامات تو دیکھے نہیں ہوں گے۔"

"نہ دیکھنے کے برابر۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کو یہاں کے دلکش مقامات کی سیر کراؤں گی۔ ایران قدرتی اور غیر قدرتی مناظر سے مالا مال ہے۔" سابہ نے میرے ساتھ کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ایک اور کمرے میں آ گئی۔

خوبصورتی سے سجا ہوا یہ کمرہ بھی بہت خوب تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں کسی ماہر سنگتراش کی کاوش آویزاں تھی' محبت میں ڈوبا ہوا ایک جوڑا۔ لباس سے بے نیاز لیکن ان کے خوبصورتی سے تراشے ہوئے برہنہ جسموں کی بہ نسبت' ان کے چہروں سے ٹپکتے ہوئے جذبات سخت ہیجان خیز تھے۔ میں نے کافی غور سے اس مجسمے کو دیکھا۔ اور پھر دوسری چیزوں کو دیکھنے لگا! مختصر لیکن انتہائی خوبصورت اور قیمتی سامان زیبائش سے آراستہ یہ کمرہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔

"بہت عمدہ جگہ ہے۔"

"تمہیں پسند آئی۔؟" سابہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ "یہ سب کچھ۔ میری کاوش ہے۔!"

"آپ بہت باذوق خاتون ہیں۔۔۔۔۔۔!" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔" اس نے گردن خم کی۔ "لیکن میں پہلی بار اس گروہ کے ایک انوکھے شخص سے ملاقات کر رہی ہوں۔ خود آپ کی شخصیت کم سحرانگیز نہیں ہے مسٹر نواز۔!"

"ایک بات پوچھوں خاتون سابہ۔؟"

"ضرور۔۔۔۔۔؟" وہ مسکرائی۔

"یہاں بہت سے لوگ آتے ہوں گے۔"

"ہاں۔ گروہ سے متعلق۔!"

"آپ ان کی میزبانی اسی انداز سے کرتی ہوں گی؟"

"گو وہ مجھے دل سے نہیں بھاتے۔۔۔۔۔ لیکن میری ڈیوٹی یہی ہے؟ سابہ نے صاف گوئی سے کام لیا۔ اور ایک لمحے کے لئے میرے دل پر میل آ گیا گویا یہ مکھن جیسا بدن' نہ جانے کتنے بدنما انسانوں سے ہم آغوش ہو چکا ہے یہ رسیلے ہونٹ' بہت سے ہونٹوں کو زندگی بخش چکے ہوں گے' لیکن میں اس انداز میں کیوں سوچوں۔ میں خود بھی تو بہت سی کلیوں کا رس چوس چکا ہوں۔ میں کونسا پاکیزہ انسان ہوں۔ سب کے اپنے اپنے مشاغل ہیں۔ سب کا اپنا اپنا طرز زندگی۔۔۔۔۔ انہیں میں نے کیا دے دیا۔ جنہوں نے اپنی پاکیزگی۔ اپنا کنوارپن' میرے حوالے کر دیا تھا۔ یہ حسین لڑکی بھی میری چند دنوں کی ساتھی ہے۔ اچھا ہے یہ ان سے مختلف ہے' کم از کم یہ اوروں کی طرح میرے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش تو نہیں کرے گی!

"اس دنیا میں۔۔۔۔۔" سابہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "سب کٹھ پتلیاں ہیں مسٹر نواز۔ ہر ایک کی ڈور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ کٹھ پتلیاں صرف ڈور کی جنبش پر ناچتی ہیں۔ اگر ڈور ٹوٹ جائے تو وہ بے جان ہو جاتی ہیں۔ انہیں ڈور سے منسلک رہنا چاہئے۔ ناچتے رہنا چاہئے۔ یہ انہیں کے حق میں سود مند ہے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ یہ بھی ایک کہانی ہو گی' یقیناً۔۔۔۔۔ نہ جانے اس کے خوبصورت جلد سے آراستہ سینے میں کون کونسی داستانیں پوشیدہ ہوں گی۔ لیکن اب میں کوئی داستان نہیں سننا چاہتا تھا۔ داستانیں سنتے سنتے میرے کان پک گئے تھے۔ میں اپنا ذہن جھٹکنے لگا' اسی وقت وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سنا ہے آپ نے ٹھاکر کے گروہ کو تباہ کرنے کے لئے اسی کے گروہ کی کسی لڑکی کا سہارا لیا تھا۔؟" اس نے کہا۔

"کوشلیا۔!" میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"تو اس کا نام کوشلیا تھا۔؟" سابہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی۔ میں اس کا مطلب ذرا دیر سے سمجھا تھا۔ وہ غالباً مجھے بتانا چاہتی تھی کہ اگر وہ اس عمارت میں ٹھہرنے والے تمام مہمانوں کا دل بہلانے کے لئے مجبور ہے' تو کچھ مجبوریاں میرے ساتھ بھی ہیں۔ جیسے کوشلیا۔ ظاہر ہے ایک حسین اور نوجوان لڑکی کو دام فریب میں لائے بغیر میں ٹھاکر اور اس کے گروہ کو کیسے ختم کر سکتا تھا۔

بہرحال۔ میں نے اس سے سمجھوتہ کر لیا۔ میں نے اس کی مجبوریوں کو قبول کر لیا اور میں بھی ہنسنے لگا۔!

شام تک کا وقت ہم نے مختلف تفریحات میں گزارا' ہم رمی کھیلنے بیٹھ گئے تھے۔ باون تاش میرے غلام تھے۔ کس کی مجال تھی کہ میری مرضی کے بغیر چل سکے۔ میں آسانی سے اسے ہراتا رہا۔ وہ ہارتی اور ہنستی رہی۔ پھر شام ہو گئی' اور اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ "ساڑھے چار بج گئے ہیں۔ کیا خیال ہے۔؟"

"جو تمہارا۔!" میں نے بے تکلفی سے کہا۔

"تب پھر لباس تبدیل کر لو۔۔۔۔۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ اپنے کمرے میں آکر میں نے لباس نکالا اور نوک پلک سے درست ہو کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ وہ اس طرف آتی نظر آئی۔ مجھے تیار دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت سے لوگ یہاں آئے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو تہران کی سیر کرائی ہے۔ لیکن آج پہلی بار' لوگ ہمیں تعجب سے نہیں دیکھیں گے ہاں' ہم دونوں کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات ضرور ابھر آئیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس توصیف کا شکریہ۔۔۔۔۔!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ پورچ میں خوبصورت کار کھڑی تھی۔ سابہ نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ سابہ کے حسین بال اڑ رہے تھے۔ بالوں کے گچھوں کے درمیان اس کے سفید چکنے چہرے کے نقوش بے حد جاذب نگاہ ہو گئے تھے۔ اس نے اپنا پسندیدہ سینٹ استعمال کیا تھا۔ نہ جانے کیوں یہ خوشبو اس کے بدن سے ہم آہنگ تھی اور اس کے بدن ہی کا ایک جز معلوم ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس خوشبو کے بغیر اس کا جسم نامکمل رہے گا۔۔۔۔۔ یا یہ خوشبو اس کے جسم کے علاوہ کہیں اور سے آئے گی تو اپنا حسن کھو بیٹھے گی۔

تہران کی سڑکیں حسب معمول بارونق تھیں۔ اہل تہران سڑکوں کی رونق بڑھا رہے تھے۔ خیابان فردوسی سے گزرتے ہوئے ایک بار پھر کوشلیا یاد آئی۔ لیکن میں نے گردن جھٹک کر اسے ذہن سے نکال پھینکا۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ زیریں تہران سے نکل کر ہم شمیران کی طرف چل پڑے۔ تہران کا یہ حصہ کوہ دماوند کے پہلو میں واقع ہے اور باقی شہر سے دو ہزار فٹ بلند ہے۔ سخت گرمیوں میں جب خیابان فردوسی تپنے لگتا ہے تو شمیران میں بہار کا موسم ہوتا ہے۔

شہری ہنگاموں' شور و غل سے دور یہ ماحول بے حد پر سکون تھا۔ سڑک کے پہلو میں ندی کی گنگناہٹ' پرندوں کی مدھر تانیں اور پہاڑی چشموں کی شر شر نے ماحول کو نہ جانے کی بنا دیا تھا۔ ذہن کو ایک عجیب سی پالیدگی کا احساس ہوتا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف پھولوں کے تختوں اور چناروں کی قطاریں تھیں۔ جن کے پتے سڑک پر بکھر رہے تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے کسی کے استقبال کے لیے پھول بچھا دیئے ہوں۔

سابہ نے دربند کے بیلوارڈ نو میں کار پارک کی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ میں بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔ وہ میرے نزدیک آگئی اور ملائمت سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ تب ہم دونوں اس چٹان کی طرف بڑھ گئے جس میں سیڑھیاں تراشی ہوئی تھیں۔ ان سیڑھیوں نے ہمیں حسین ریستوران کے پر فضاء ماحول میں پہنچا دیا۔ سر پر کھلا آسمان' نیچے رنگ برنگی میزیں اور کرسیاں' ان کے نزدیک ہی ابلتے ہوئے سفید پانی کے لاتعداد چشمے۔۔۔۔۔ میزوں کے درمیان میں آرائشی گلدانوں کی بجائے ننھے منے خوبصورت پرندوں کے نفیس پنجرے رکھے ہوئے تھے۔ ماحول بے حد دلکش بے حد حسین تھا اور پھر سابہ۔! حسن کی دیوی۔ یونان کی وینس۔! میں نے اس کے دمکتے چہرے کو دیکھا۔ اور میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال آیا۔ دنیا نے مجھے ایک شریفانہ زندگی گزارنے سے روک دیا ہے۔ لیکن جو زندگی مجھے ملی ہے' وہ بے حد دلکش ہے۔ خاص طور سے عورت۔۔۔ میری زندگی کا عورت سے گہرا تعلق ہے۔ کسی بھی وقت' میں عورت سے محروم نہیں رہا ہوں ایک سے ایک حسین لڑکی۔ ایک سے ایک عجیب لڑکی' ہر وقت میرے ساتھ رہی ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے۔! "کیا سوچ رہے ہو نواز۔؟" سابہ کی مترنم آواز نے مجھے ٹوک دیا۔

"بڑی حسین جگہ ہے سابہ۔ بڑی رومان پرور۔۔۔۔۔ اور پھر۔۔۔۔۔ تمہاری موجودگی سے اس جگہ کا حسن بڑھ گیا ہے۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔!" سابہ دلاویز انداز میں مسکرائی۔ ویٹر ہمارے نزدیک آگیا تھا۔ "آب جو خنک' و جگر مرغ۔" اس نے ویٹر کو آرڈر دیا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔

آب جو خنک بھی خوب تھا۔ بیئر کے کئی جگ چڑھانے کے بعد طبیعت میں ترنگ آگئی۔ سابہ کا چہرہ بھی تمتمانے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لال لال ڈورے تیرنے لگے تھے اور ان کی گہرائی کچھ اور بڑھ گئی تھی جس نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے۔ میرا دل نہ جانے کیا کیا چاہ رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس پبلک مقام پر دل کی ایک بھی حسرت پوری نہیں کی جا سکتی تھی۔ تہران کے تفریحی مقامات اور انگلینڈ کے ساحلوں میں بہت فرق ہے۔ آب جو اور جگر مرغ سے نپٹ کر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا خیال ہے۔؟" میں نے سابہ سے پوچھا۔

"ابھی بہت وقت باقی ہے۔"

"پھر۔۔۔۔۔؟"

"آؤ۔۔۔۔۔!" اس نے کہا۔ اور بل ادا کر کے اٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہم شمالی علاقے سے اتر کر تہران کی وسیع سڑکوں پر آگئے۔ سابہ نے کار کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز کر دی تھی۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"اسٹیئرنگ پر کنٹرول رکھو سمابہ۔!" میں بے ساختہ بول پڑا اور سمابہ کھنک دار ہنسی ہنس کر خاموش ہو گئی۔ رفتار وہی رہی تھی۔ پھر میں بھی بے فکر ہو گیا۔ اب بزدلی بھی نہیں دکھائی جاسکتی تھی۔ تہران پیچھے رہا جا رہا تھا۔ اور پھر ہم قصبہ خراج بھی پیچھے چھوڑ آئے۔ اب کار دریائے خراج کے ساتھ ساتھ لپٹی ہوئی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ دریا سڑک اور پتھریلی چٹانوں کے درمیان سر پٹختا ہوا بڑے زور و شور سے بہہ رہا تھا۔ اور دریا کے کنارے درختوں کی گھنی چھاؤں میں رنگ برنگے لباسوں میں ملبوس لوگ بیٹھے مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔!

ایک موڑ پر دریا درختوں میں گم ہو گیا تھا۔ سمابہ نے کار ایک طرف روک دی۔ اور ایک بار پھر ہم نیچے اتر آئے۔ اس ماحول کا بھی جواب نہیں تھا۔ سمابہ میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نیچے وادی میں جانے والی کچی سیڑھیاں طے کرنے لگی۔ میں گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"سمابہ۔۔۔۔۔!" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔۔۔۔۔!" اس نے اسی انداز سے سیڑھیاں اترتے ہوئے پیار بھرے انداز میں کہا۔ "ایک بات پوچھوں۔؟"

"ضرور۔۔۔۔۔!"

"تم بہت سے مہمانوں کے ساتھ یہاں آئی ہو گی۔!"

"ہاں۔!" اس نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔

"کوئی ایسا بھی تھا' جو یہاں سے جانے کے بعد تمہیں یاد رہ گیا ہو؟" میں نے کہا۔ اور سمابہ خاموش ہو گئی۔ اس کی خاموشی سے اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں نے فطرت سے مجبور ہو کر پھر ایک احمقانہ سوال کر دیا ہے۔ وہ پوری صاف گوئی سے اپنے بارے میں بتا چکی تھی۔ ایک لفظ پر بھی اس نے غلاف چڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے بعد یہ سوال۔!

میں نے سمابہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس پر سوچ کے آثار تھے۔ "کیا سوچنے لگیں سمابہ۔۔۔۔۔؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"تمہارے سوال کا جواب۔۔۔۔۔!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ وہ کوئی سنجیدہ سوال نہیں ہے۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی ہے۔ میں نے اپنے طور پر پوچھ لیا تھا۔ یہاں سے جانے کے بعد۔۔۔۔۔ جب کبھی یہ دلکش وادی یاد آئے گی۔ میں تمہیں ضرور یاد کروں گا۔ اس وادی کا حسن تمہارے بغیر نامکمل ہے۔ میرا یہی احساس ہے۔ تم اسے کسی اور بات پر محمول نہ کرنا۔۔۔۔۔!" میں نے جلدی سے کہا۔ اور سمابہ ہنس پڑی۔ تکدر چھٹ گیا۔ اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ نہ ہی میں نے پھر اس سلسلے میں کچھ پوچھنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ ہم دونوں کچی سیڑھیاں طے کر چکے تھے اور اب دریا کے کنارے پر تھے!

جھاگ اڑاتے دریا کے کنارے پتھروں پر حسین ترین قالین بچھائے بیٹھے لوگ' اپنے آپ میں مگن تھے۔ سمابہ مجھے لے کر اس ریستوران کی طرف چل پڑی جو تھوڑی دور واقع تھا۔ ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"یہاں کی مچھلی بے حد لذیذ ہوتی ہے۔" سمابہ بولی۔ "تمہیں مچھلی پسند ہے۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر مچھلی کھائیں گے۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا بلند درختوں میں خوشگوار ہوا کی سرسراہٹ بہتے ہوئے دریا کے شور سے ہم آہنگ ہو کر ایک عجیب سی نغمگی بکھیر رہی تھی۔ ریستوران کے درمیان ایک کچے تالاب میں دریائے خراج سے پکڑی ہوئی مچھلیاں اچھل رہی تھیں۔ "اپنی پسند کی مچھلی خود پکڑو اور ویٹر کے حوالے کر دو۔ وہ آپ کی میز کے ساتھ ایک چھوٹا سا باورچی خانہ ایستادہ کر کے بڑی نفاست کے ساتھ تل دے گا۔" سمابہ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ اور مجھے یہ طریقہ خاصا دلچسپ معلوم ہوا۔ ہم دونوں حوض کے کنارے جا بیٹھے۔ دوسرے چند لوگ بھی مچھلیاں پکڑ رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ میں نے بھی کوٹ اتار کر سمابہ کو دیا' قمیض کی آستین اونچی کی اور حوض میں ہاتھ ڈال دیا۔ ایک مچھلی پر میرا ہاتھ پڑا اور وہ پھسل کر جلدی سے نکل گئی۔ سمابہ کے کھنک دار قہقہے نے میرے کانوں میں رس گھول دیا۔

"تم بھی کوشش کرو۔۔۔۔۔" میں نے اسے دعوت دی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ آج تمہارے ہاتھ سے پکڑی ہوئی مچھلی کھاؤں گی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں پھر کوشش کرنے لگا۔ بہت سی مچھلیاں ہاتھ لگیں اور نکل گئیں۔ لیکن بالآخر ایک مچھلی میری گرفت میں آ ہی گئی اور میں نے اسے باہر نکال کر ایک طرف اچھال دیا۔ ویٹر نے جلدی سے مچھلی اٹھا لی تھی۔ پھر میں نے ایک اور مچھلی پکڑی اور پھر رومال سے ہاتھ خشک کرتا ہوا اٹھ گیا۔ یہ بچوں کا سا کھیل بہت دلچسپ لگا تھا۔ ہم کئی منٹ اس پر تبصرہ کرتے رہے پھر اچانک ہم سے تھوڑے فاصلے پر موسیقی کی لہریں ابھریں۔ چند موسیقار ایران کے روایتی ساز بجا رہے تھے اور پھر دف پر تھاپ پڑی اور ایک ایرانی موسیقار ایک غزل الاپنے لگا۔ آواز کافی دلکش تھی۔ بیرا مچھلی تل رہا تھا' اس کی سوندھی سوندھی بو نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ دوسری طرف موسیقار کی دلکش آواز کا تاثر! وہ لمحے میری زندگی میں یادگار تھے۔ بے حد متاثر ہوا تھا میں اس ماحول سے۔ شام ڈھل چکی تھی اور روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ ہم نے لذیذ مچھلی کھائی اور پھر کافی پینے کے بعد اٹھ گئے۔ اب واپسی کا سفر شروع ہوا۔ سمابہ نے اب بھی بڑے ماہرانہ انداز میں ڈرائیونگ کی' اور اس وقت رات پورے ماحول پر چھا چکی تھی جب ہم اپنی کوٹھی میں داخل ہوئے۔

سمابہ کے چہرے پر خوشیاں رقصاں تھیں۔ میں بھی مسرور تھا ذہن پر کوئی بار نہیں تھا۔ ہم دونوں مسکراتے ہوئے کوٹھی میں داخل ہو گئے۔! ایک دروازے پر شیفو نے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے چونک کر شیفو کو دیکھا اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ بالکل تاریکی تھی۔ بہرحال ظاہر ہے وہ ملازمہ تھی۔ تنہائی میں اس نے جس والہیت کا اظہار کیا تھا وہ مجھے یاد تھی لیکن بہرحال وہ خانم سمابہ کی اجازت کے بغیر مجھ سے اظہار محبت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"تم نے تیاریاں کر لی ہیں شیفو۔؟" سمابہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں خانم۔ تیاریاں مکمل ہیں۔" شیفو نے جواب دیا۔ اور پھر بولی۔ "کھانا کس وقت کھایا جائے گا۔؟"

"یہ تو مسٹر نواز ہی بتا سکیں گے۔!"

"کھانا۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کھانے کی گنجائش تو نہیں رہی۔ مرغ اور پھر مچھلیاں۔۔۔۔۔ میں تو اب کچھ نہ کھاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ادھر بھی یہی حال ہے۔ چنانچہ شیفو------- صرف پھلوں کا انتظام کرو------- اور وہ بھی نو بجے کے بعد------! اس سے پہلے ہم آرام کریں گے۔ کیوں نواز صاحب۔۔؟"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے کہا۔ اور شیفو خاموشی سے واپس چلی گئی! سمابہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک اور کمرے میں آ گئی۔ یہ ہماری خواب گاہ نہیں تھی لیکن خواب گاہ ہی کے انداز میں سجا ہوا ایک کمرہ تھا۔! "لباس بدل کر آرام سے لیٹ جائیں۔ اب ہماری ملاقات نو بجے کے بعد ہو گی۔ اس وقت تک آرام کریں!" وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔! پھر میں نے جوتے اتارے' لباس تبدیل کیا اور مسہری پر لیٹ گیا۔ ان تیاریوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو شیفو نے مکمل کرلی تھیں۔ میری ذہنی رو بھٹکتی رہی۔ کبھی شمران کی بلند پہاڑیوں پر' کبھی خراج کی وادی کے ریستوران میں۔ نہ جانے کہاں کہاں------! بہرحال میں نے ذہن کو کسی تکلیف دہ خیال سے پراگندہ نہ ہونے دیا!

اور اسی طرح طویل وقت گزر گیا۔ تب دروازے پر آہٹ ہوئی' نہ جانے کیوں۔ میں اسی انداز میں لیٹا رہا۔ اندر داخل ہونے والی شیفو تھی' اس نے چوروں کے سے انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر دروازے کی طرف۔ اور پھر وہ دبے قدموں سے میرے بستر کے نزدیک آ گئی۔ میں نے آنکھیں بند کرکے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کرلیے' جیسے بے خبر سو رہا ہوں۔ شیفو چند سیکنڈ حالات کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر آہستہ سے جھکی اور اس نے چوری چوری میرے ہونٹوں کو چوم لیا۔

یہ انوکھی بات' انوکھا انداز' میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ سب کیا تھا۔ شیفو جلدی سے ہٹ گئی تھی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ پھر دروازے کی طرف------ پھر اس کا ایک ہاتھ میرے سینے کی طرف بڑھا۔ غالباً وہ مجھے جگانا چاہتی تھی' لیکن اسے احساس ہوا کہ اس کی حرکت نے میری نیند نہیں توڑی ہے تو شاید اس کا دل ایک بار پھر چوری کرنے کو چاہا------ وہ پھر جھکی اور اس نے اسی انداز میں میرے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے------ لیکن اس بار میں نے اچانک دونوں ہاتھ اٹھائے اور اسے دبوچ لیا------ شیفو ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ میرے اوپر آ گری------ اس کا نرم و گداز جسم میرے اوپر آ پڑا تھا اور میں نے اسے پوری قوت سے بھینچ لیا تھا۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر بھی گرفت سخت کر دی تھی۔ بدقت تمام وہ اپنا منہ میرے منہ سے ہٹاتے ہوئے بولی۔

"للہ------ چھوڑ دو------ خانم آ جائے گی۔ وہ------ وہ------"۔

"تم خانم سے خوفزدہ ہو شیفو------!" میں نے اپنے ہاتھ تھوڑے سے نیچے پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں------ بس چھوڑ دو------ وہ کبھی یہ بات پسند نہ کرے گی۔ کہ------ کہ------ اس سے پہلے------ میں تمہارے قریب ہو جاؤں۔ میری شامت ہی آ جائے گی۔ اس معاملے میں وہ بڑی جلاد ہے۔" شیفو نے کہا۔ وہ کسمسا رہی تھی۔ لیکن میرے ہاتھوں کی حرکت سے اس کی مدافعت کسی قدر سست بھی پڑ گئی!

تب میں نے اسے خوب بھینچ کر اس کا ایک "ٹیکنیکل" بوسہ لیا اور وہ نڈھال سی ہو گئی۔ تاہم میں نے اس بوسے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی میرے جسم سے اٹھ گئی۔ لیکن

اس کے تنفس میں تیزی تھی' اٹھتے ہوئے اس نے میرے جسم کا سہارا لیا تھا۔ اور میرے پورے جسم میں انگارے سے سلگ اٹھے تھے۔

"اٹھو------ خانم بلا رہی ہیں۔" اس نے اپنی حالت سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہیں------؟"

"آئینہ خانے میں------" شیفو نے جواب دیا۔

"اوہ------ یہ آئینہ خانہ کہاں ہے؟"

"دیکھ لو گے۔" اس نے مکمل طور پر خود پر قابو پاکر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں کسلمندی سے اٹھ گیا۔ پھر میں شیفو کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔ یہ پوری کوٹھی میں نے ابھی تک نہیں دیکھی تھی۔ آئینہ خانہ کوٹھی کے انتہائی سرے پر واقع تھا۔ ایک خوبصورت دروازے کو کھول کر میں اندر داخل ہو گیا۔ شیفو دروازے پر ہی رک گئی تھی۔ میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اور------ آئینہ خانے میں داخل ہو گیا۔

درحقیقت آئینہ خانہ تھا۔ چاروں طرف دیواروں میں ہلکے آسمانی آئینے نصب تھے۔ چھت میں رنگین شمعوں کا فانوس لٹک رہا تھا اور صرف ایک فانوس نے اس بہت بڑے ہال نما کمرے کو بقعہ نور بنا رکھا تھا۔ ایک طرف لمبی سیٹی پڑی ہوئی تھی------ ایک کونے میں ایک چوڑی مسہری تھی' جو خوب سجی ہوئی تھی۔ سیٹی کے قریب ایک لمبی میز پر پھلوں کے اور خشک میووں کے برتن سجے ہوئے تھے۔ انہی کے درمیان اعلیٰ قسم کی شراب کی کئی بوتلیں اور بلوریں پیمانے رکھے ہوئے تھے۔

"تو یہ تیاریاں تھیں------!" میں نے گہری سانس لے کر سوچا۔ لیکن سمابہ کہاں۔؟ دوسرے لمحے ایک آئینہ اپنی جگہ سے سرکا اور اس کے عقب سے سمابہ باہر نکل آئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ انتہائی حسین میک اپ کیا ہوا تھا اس نے------ اس کے بال ناگنوں کے انداز میں بکھرے ہوئے تھے' جسم پر باریک جالی کا بنا ہوا ایک لباس تھا' جو بالکل چست تھا۔ سیاہ رنگ کے لباس میں جگہ جگہ کٹاؤ تھا جن کے نیچے سے سمابہ کا دلکش سفید جسم اسی طرح چمک رہا تھا جیسے تاریکی میں شمعیں جل رہی ہوں۔

میں مبہوت اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ اس نے ایک خاص ادا سے میری طرف دونوں ہاتھ بڑھا دیئے اور اپنے جسم کو پیچھے کی طرف جھکا کر انتظار کرنے لگی۔ میں آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب اس نے اپنے ریشمی ہاتھ میری گردن میں ڈال دیئے اور میں نے اسے خود میں جذب کرلیا۔ ہمارا بوسہ کئی منٹ طویل تھا اور ابھی ہم اس سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اسی دروازے سے شیفو اندر داخل ہو گئی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ شیفو ایرانی رقاصاؤں کا لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے ہاتھوں میں ایک گٹار دبا ہوا تھا۔! لیکن اسے دیکھ کر سمابہ مجھ سے جدا نہ ہوئی' بلکہ اس نے ایک بار پھر بھینچ کر مجھے اپنے جسم سے چپکا لیا اور اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ تب شیفو نے گٹار چھیڑ دیا۔ اور دھیمے دھیمے سروں میں ایک ایرانی دھن گٹار سے ابھرنے لگی۔ ماحول بے حد رومانی تھا۔ سمابہ مجھے لئے ہوئے سیٹی کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے میز سے انگوروں کا ایک خوشہ اٹھا لیا۔ مجھے سیٹی پر بٹھایا پھر خود بیٹھی اور میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ پھر اس نے انگور میرے ہونٹوں سے لگا دیئے۔! سمابہ کے نرم و گداز زانو کی گدگداہٹیں میرے پورے جسم میں سرایت کر رہی تھیں۔ میں نے انگور دانتوں سے

توڑ لیا۔ اور سابہ نے وہی خوشہ اپنے منہ سے لگالیا۔ گٹار کی دھن تھوڑی سی بلند ہو گئی تھی۔ بڑا
خوبصورت نغمہ تھا۔ شیفو گٹار بجاتی رہی۔ ہم انگور کھاتے رہے اور میں سابہ کے جسم کی گدگداہٹ
سے دیوانہ ہوتا رہا۔ میں نے ہاتھ الٹے کر کے اس کی کمر کے گرد حمائل کر دیئے تھے۔ سابہ کی پتلی کمر
میں میرے ہاتھوں کا ہالہ پڑا ہوا تھا۔!

اور ----- شیفو گٹار بجا رہی تھی۔ پھر نغمہ ختم ہو گیا۔! اور شیفو نے ہمارے سامنے آکر گردن
جھکائی۔ اس کے بعد اس نے گٹار رکھ دیا۔ اور میز کی طرف بڑھ گئی۔ کئی شرابوں کو ملا کر اس نے
کاک ٹیل بنائی اور ایک خوبصورت ٹرے میں رکھ کر ہم دونوں کو پیمانے پیش کر دیئے۔

میں نے اپنا اور سابہ نے اپنا پیمانہ اٹھالیا۔ اور آہستہ آہستہ چسکیاں لینے لگے' شیفو نے پھر گٹار
اٹھالیا تھا۔ اس بار اس نے ایک اور دھن چھیڑی ----- بڑی ہیجان خیز دھن تھی۔ ہمارے پاؤں
تھرکنے لگے۔ کاک ٹیل رنگ دکھا رہی تھی۔ ویسے بہت عمدہ تھی۔ میں یوں بھی شرابوں سے زیادہ
واقف نہیں تھا۔ لیکن مجھے یہ کاک ٹیل بہت پسند آئی۔ سابہ نے خود اٹھ کر دوسرے جام لبریز کئے۔
اور ہم شیفو کا نغمہ سنتے رہے۔ پھر یہ نغمہ بھی ختم ہو گیا۔ اور شیفو نے گٹار رکھ دیا۔! پھر وہ بال
سنوارتے ہوئے ہماری طرف دیکھنے لگی' تب سابہ نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"نواز -----!"

"ہوں -----!"

"اب تم گٹار بجاؤ گے اور شیفو رقص کرے گی۔ یہ بہت اچھی رقاصہ ہے۔ کیا خیال ہے۔؟"

"بہت عمدہ -----!" میں نے جھوم کر گٹار اٹھالیا ----- شراب کا ہلکا سا سرور میرے ذہن
پر طاری تھا۔ وہ دو پریاں میری آغوش میں تھیں' چنانچہ اس وقت جو کچھ نہ ہوتا کم تھا۔ میں کوئی ایسا
نغمہ تلاش کرنے لگا جو دلوں میں آگ لگا دے۔ اور پھر گٹار کے تاروں سے ایک خوبصورت نغمہ
پھوٹ پڑا۔ یہ ایک فرنچ دھن تھی جو میں نے بہت محنت سے سیکھی تھی۔ اور اس دھن کا خاطر خواہ
اثر ہوا۔ شیفو بے خود ہو کر رقص کرنے لگی۔ سابہ بھی تھرک رہی تھی۔ اس کی سسکیاں نکل رہی
تھیں۔ اس نے اور شراب اپنے جام میں انڈیل لی اور جب تک میں نغمہ بجاتا رہا۔ کئی جام چڑھا گئی۔
اب اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اور پھر وہ اچانک
اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ بدمست ہو کر رقص کرنے لگی۔ ایک ہیجانی رقص بالکل ان ہپیوں کی طرح
جن کے رقص میں بارہا دیکھ چکا تھا۔ میں نے نغمے کی دھن پھر تیز کر دی۔ شیفو رک گئی تھی اور اب
صرف سابہ رقص کر رہی تھی۔ اس کا دراز قامت چست لباس دل ہوٹے لے رہا تھا۔ اور پھر ایک
تیز آواز کے ساتھ اچانک اس نے لباس کے ڈھکے ہوئے بند کندھوں سے اتار دیئے۔ لباس نیچے
کھسکنے لگا اور پھر کمر سے نیچے لٹک ...... گیا۔ اس کا چمکدار جسم عریاں ہو گیا۔ وہ رقص کر رہی تھی۔
اس کے لمبے بال وحشیانہ انداز میں گردش کر رہے تھے۔

سنگ مرمر سے تراشا ہوا بدن۔ چاندی کی طرح چمکتا ہوا۔ آنکھوں سے رستی ہوئی شراب' شیشے
چٹخے جا رہے تھے۔ میں نے گٹار ایک طرف اچھال دیا۔ اور لپک کر سابہ کو آغوش میں گھسیٹ لیا اور
اسی وقت شیفو نے شمعدان گل کر دیا۔ رنگین شیشوں کے پیچھے چھپی ہوئی مدھم روشنی جل اٹھی اور
ماحول میں رومان انگیز نیلاہٹ پھیل گئی۔ میری وحشت عود کر آئی تھی۔ میں شیفو کو نظرانداز کر چکا

تھا۔ میں نے سابہ کو مسہری پر اچھال دیا اور پھر خود بھی چھلانگ لگادی۔!

تب میں نے شیفو کے ہاتھ اپنے جسم پر رینگتے محسوس کئے وہ مجھے لباس کی بندشوں سے آزاد کر
رہی تھی۔ شیفو کی موجودگی مجھے بری نہیں معلوم ہوئی۔ میں نے اسے اس کا کام کرنے دیا۔ میں تو
سابہ کے جسم کی چمک میں گم ہو کر خود کو بھول چکا تھا۔ اپنی حیثیت فراموش کر چکا تھا۔ لیکن شیفو کو اپنا
فرض معلوم تھا۔

اس نے ایک اور جام بنا کر میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔ سابہ گردن پٹخ رہی تھی۔ کمرہ گھوم رہا
تھا ----- زلزلہ آگیا تھا۔ اور پھر ----- ماحول ساکت ہو گیا۔ طوفان گزر گیا تھا -----
اور ----- اب سناٹا تھا ----- گہرا اور طویل سناٹا ----- میرے ذہن میں سنسناہٹ ابھر رہی
تھی۔ نہ جانے کب تک یہ سنسناہٹ جاری رہی تھی۔!

پھر میں نے اپنے جسم پر کوئی چیز رینگتی محسوس کی ----- ذہن کچھ جاگا ----- احساس بیدار
ہوا ----- ہاتھ ہی تو تھے۔ میں نے بے چین ہو کر وہ ہاتھ پکڑ لیے۔ لیکن میرے ہونٹوں پر ایک
بوجھل نمی' ایک ہلکے سے وزن کا احساس ہوا۔ سابہ بھی جاگ گئی تھی۔ وہ مجھے بیدار کر رہی تھی۔ اور
میں بیدار ہو گیا۔ میں نے سابہ کو دیکھا۔ لیکن ----- میرے سامنے سابہ کا چہرہ نہیں تھا۔ وہ تو شیفو
تھی۔ میری پسندیدہ عورت ----- میں نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اور شیفو کا پورا بدن
میرے اوپر آگیا۔ لباس سے بے نیاز بدن ----- تب میرے ہاتھ اس کے چکنے بدن پر پھسلنے لگے
لیکن انتہائی سروں تک کسی رکاوٹ کا احساس نہ ہوا۔ شیفو کے بدن پر کوئی لباس نہیں تھا۔ میں چونک
کر اٹھ گیا۔ سابہ مسہری کے آخری سرے پر بے سدھ پڑی تھی۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر -----
شیفو میرے بدن سے پھسل گئی۔ اس کی آنکھوں میں طلب تھی۔ التجا تھی ----- نہ جانے کیا کچھ
تھا۔ پھر اس کے ہونٹ لرزے۔

"میری یہی حیثیت ہے نواز ----- میں خادمہ ہوں۔!" اس کی سرگوشی ابھری۔ اور میں نے
اس کے دل سے ہر محرومی مٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے اس کے دل سے یہ احساس مٹا دیا کہ وہ کسی
سے کم ہے' اور وہ میری محبت سے سرشار ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں آسودگی کے کنول کھل گئے۔
صبح تک وہ میری آغوش میں رہی۔ سابہ بے خبر سو رہی تھی۔ پھر سورج نکلنے سے قبل شیفو آہستگی سے
میرے پہلو سے نکل گئی۔ اور میں گہری نیند سو گیا۔!

ناشتہ ٹھیک پونے گیارہ بجے کیا گیا۔ سابہ نکھری ہوئی تھی۔ سفید سلک کے حسین تراش کے
لباس میں وہ بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ اس کے حسن کا طلسم ٹوٹ گیا تھا اور اب وہ ایک کھلی
کتاب تھی۔ بے شک وہ بے حد حسین تھی۔ اس کا جسم سڈول اور دلکش تھا۔ ایک پرانے اور
تجربے کار شکاری کی حیثیت سے، میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کی بہ نسبت شیفو کہیں
زیادہ دلکش' کہیں زیادہ بھرپور تھی۔ بوٹے سے قد کی یہ حسینہ' چونکہ نظرانداز کی جاتی رہی تھی۔ اس
لئے اس کی سپردگی میں ایک انوکھی کشش تھی' جو سابہ میں مفقود تھی اور میں نے پوری طرح یہ
کشش محسوس کی تھی۔ لیکن ظاہر ہے اس کا اظہار بے سود ہے۔

ناشتے کے بعد سابہ نے گھڑی دیکھی اور پھر معذرت آمیز انداز میں بولی۔ "مجھے اجازت دو گے
نواز ----- ذرا جانا ہے۔ ممکن ہے آج لنچ پر بھی نہ پہنچ سکوں۔ ہاں شام ہماری ہو گی -----" وہ

مسکرائی۔ "اور ——— رات بھی۔"

"اوکے ———!" میں نے کہا۔ "میں گہری نیند سوؤں گا۔"

"ضرور ———" اس نے کہا۔ اور پھر شیفو سے بولی۔ "شیفو ——— ہر طرح کا خیال رکھنا۔"

"جی ———!" شیفو نے گردن ہلا دی۔

"لیکن اتنی پابندی سے آپ کہاں جاتی ہیں سمابہ۔؟"

"آفس ———!" اس نے سادگی سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں سمجھا بھی نہیں سکوں گی۔ بس یوں سمجھ لو ——— کہ یہاں ہمارا سپلائی ڈپو موجود ہے، جہاں سے مختلف ذرائع سے ضرورت مندوں کو فروخت ہوتی ہے۔ لیکن ہول سیل ——— ریٹیل سیل ہمارے یہاں نہیں ہے، کیونکہ اس میں خطرہ ہے۔"

"اوہ ———!" میں نے گردن ہلائی۔

"یہاں ہمارے بہت بڑے بڑے اسٹور ہیں۔ جہاں سے آگے سپلائی ہوتی ہے۔"

"اوہ ——— باقاعدہ ———؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ———" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور ناصر یمانی یہاں کا انچارج ہے۔؟"

"نہیں ——— انچارج کوئی اور ہے۔" سمابہ نے مسکراتے ہوئے کہا ——— "اب اجازت۔؟"

"ٹھیک ہے۔؟" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور وہ ناشتے کے کمرے سے نکل گئی۔ "مجھے ایک کپ کافی اور دو شیفو۔!" میں نے کہا اور شیفو جلدی جلدی کافی بنانے لگی، پھر اس نے کافی کا کپ میرے سامنے رکھ دیا۔

"اپنے لئے بھی بناؤ شیفو۔ یہاں تمہاری کوئی حیثیت نہ ہو۔ لیکن میری نگاہوں میں تم سمابہ سے بہتر ہو۔" میں نے کہا۔ اور شیفو نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "ہاں شیفو ——— تم سمابہ سے زیادہ خوبصورت ہو۔ تم اس سے کہیں زیادہ دلکش ہو۔ یقین کرو ——— میں تمہیں سمابہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔" میں نے پھر کہا اور شیفو نے گردن جھکالی۔ "اپنے لئے کافی بناؤ شیفو ——— اور میرے ساتھ پیو۔"

"مناسب نہیں ہوگا نواز ——— خانم سمابہ تک بھی اطلاع پہنچ سکتی ہے۔" شیفو نے کہا۔

"تم اس سے اتنا ڈرتی کیوں ہو۔ اگر اطلاع مل بھی جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے مجبور کیا تھا۔ کافی بناؤ شیفو ——— یا پھر ٹھہرو۔ میں خود تمہارے لئے بناتا ہوں۔!" شیفو منع کرتی رہی۔ لیکن میں نے اس کے لئے کافی بنائی۔ اور پھر اُسے اپنے قریب بٹھا کر پلائی۔ "سمابہ نے تمہیں میری خدمت کیلئے مخصوص کیا ہے۔ اب میں جس طرح چاہوں تم سے خدمت لے سکتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔!" شیفو نے کہا "لیکن خانم سمابہ نے جو پابندیاں لگا دی ہیں۔ ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"میں ان پابندیوں کو قبول نہیں کروں گا۔ اور اگر تم نے اصرار کیا تو ——— اسی وقت یہ کوٹھی چھوڑ دوں گا۔!" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔ اور شیفو میری شکل دیکھتی رہی۔ کافی کی پیالیاں ختم کرنے کے بعد ہم...... کمرے سے نکل آئے...... اور میں شیفو کا ہاتھ پکڑے ہوئے خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

"یہاں کتنے ملازم ہیں؟"

"بے شمار۔!"

"تمہارے سپرد آج کیا کام ہے۔؟"

"صرف آپ کی خدمت۔! جب تک آپ یہاں موجود ہیں۔"

"ہوں۔!" میں نے خواب گاہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر جب شیفو بھی اندر آ گئی تو میں نے دروازہ بند کر لیا۔ "میرا خیال ہے شیفو ——— میں تمہیں پسند نہیں آ سکا۔!"

"ایسی بات نہ کہئے۔ میں نے ——— میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کو دل سے چاہا ہے۔" وہ تڑپ کر بولی۔ "پھر یہ کیسی چاہت ہے شیفو ——— تم ذرا سا خطرہ مول نہیں لے سکتیں۔" اور شیفو نے گردن جھکا دی۔ وہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو گئی تھی وہ میرے مقابل آ بیٹھی۔ اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اسے اپنے پہلو میں گراتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو شیفو، سمابہ بظاہر حسین ہے۔ لیکن وہ تمہارے حسن کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ میں تمہیں بے حد پسند کرنے لگا ہوں۔ کیا آج مجھے گٹار نہ سناؤ گی۔"

"گٹار ——— آپ مجھ سے کہیں بہتر گٹار بجاتے ہیں مسٹر نواز ——— رات کو آپ نے غضب کیا تھا۔!"

"لاؤ ——— پھر آج میں تمہیں اپنے دیس کا نغمہ سناؤں گا! گٹار لے آؤ۔" اور وہ خوشی سے گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں عقب سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی آوارگی پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عورتوں کو بے وقوف بنانے کا فن مجھے خوب آ گیا تھا اور پھر یہ ایسی مشکل بات بھی نہیں تھی۔ تمام عورتوں کو ایک ہی انداز میں بے وقوف بنایا جا سکتا ہے۔

شیفو گٹار لے کر واپس آ گئی۔ اس نے گٹار میری آغوش میں رکھ دیا۔ اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ تب میں نے گٹار اٹھا لیا۔ اور پھر گٹار کے سُر لال میری پت رکھیو...... کی گردان کرنے لگے۔! میں ایک آوارہ انسان تھا۔ ایک بہکا ہوا انسان ——— لیکن اس نغمے سے مجھے آج بھی عقیدت تھی۔ اس سے آج بھی مجھے پیار تھا اور اسے بجاتے ہوئے آج بھی میں بے خود ہو جاتا تھا۔ یہ نغمہ میری روح میں رچا ہوا تھا۔ نغمہ پوری طرح جوان ہو گیا۔ شیفو سکتے کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت تھی۔! ایسا لگتا تھا جیسے اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔

نغمہ ختم ہو گیا۔ لیکن فضائیں ایسی ہی دھن الاپ رہی تھیں۔ در و دیوار سے وہی آوازیں نکل رہی تھیں۔ جو میں نے اپنے کانوں سے سنیں۔ یقیناً شیفو نے بھی سنی ہوں گی۔

"نواز ———" بالآخر اس نے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ "بے شک تم دنیا کے سب سے بڑے فنکار ہو۔ یہ انوکھے نغمے تمہاری انگلیوں سے کیوں جاگتے ہیں واہ ——— کیسی خوبصورت دھن

تھی۔ دل مچل کر رہ گیا۔"

"یہ میرے دیس کا نغمہ ہے۔ یہ میرے وطن کی سوندھی مٹی کی خوشبو سے بسا ہوا ہے۔ اس میں، میرے دیس کے ذرے ذرے کی آواز رچی ہوئی ہے یہ ـــــ یہ ـــــ میں خاموش ہو گیا۔ "تمہیں اپنے وطن سے بہت پیار ہے نواز...... تمہیں اپنے دیس سے بے پناہ محبت ہے۔؟" شیفو نے کہا اور میرے دل پر گھونسہ سا لگا! میرے ذہن کے تار جھنجھنا اٹھے۔ کیا میں وطن پرست ہوں۔ کیا وطن پرست ایسے ہی ہوتے ہیں۔؟ میرے ضمیر نے سر اٹھا کر پوچھا۔ اور میرا سکون برباد ہو گیا۔

"آہ ـــــ یہ کیا سوال کر دیا شیفو ـــــ آہ ـــــ یہ کیا پوچھ لیا ـــــ" میں نے درد سے کراہتے ہوئے کہا اور شیفو چونک کر میری شکل دیکھنے لگی۔

"ارے ـــــ ارے کیا ہو گیا مسٹر نواز ـــــ کیا آپ کی طبیعت خراب ہے ـــــ؟ مسٹر نواز ـــــ!"

"شراب ـــــ مجھے شراب دو شیفو ـــــ مجھے شراب دو ـــــ جلدی۔" میں نے کہا اور شیفو الماری کی طرف دوڑ گئی۔ اس نے جلدی سے شراب کی بوتل اور گلاس نکالا اور پھر گلاس میں مجھے شراب انڈیل کر دی۔ میں نے ایک ہی گھونٹ میں شراب حلق سے نیچے اتار لی اور گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے دوبارہ اس میں شراب انڈیل دی تھی۔ تین چار پیک پینے کے بعد میرے دل کی جلن کم ہوئی۔ شیفو شدید حیران تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس نے ایسی کونسی بات کہہ دی ہے، جس نے میرا یہ حال کر دیا۔!

بہر حال ـــــ میں کافی حد تک پر سکون ہو گیا تھا۔ میں نے ضمیر کی چیخوں کو شراب میں ڈبو دیا تھا۔ اور اب میں بہک رہا تھا۔ اب میرے منہ سے جو الفاظ نکل رہے تھے ان کا مجھے خود احساس نہیں تھا۔ "ہاں شیفو!" میں اس سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے اپنے دیس سے بے پناہ محبت ہے۔ میں اس کا عاشق ہوں۔ میں اپنا خون اس کی مٹی میں جذب کر دینا چاہتا ہوں۔ لیکن ـــــ میں اس سے روٹھ گیا ہوں۔ اس نے 'اپنی آغوش میرے لئے تنگ کر دی تھی۔ اس نے مجھ سے سوتیلے بیٹے کا سا سلوک کیا تھا۔ تب میں اس سے ناراض ہو کر سمندر کی آغوش میں سونے چل پڑا۔ لیکن سمندر کس کا ہوتا ہے۔ ایک بحرِ بیکراں' جو ہرجائی ہے۔ جو سب کا ہے۔ اس نے بھی مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں ایک یتیم و یسیر بچے کی طرح سرگرداں تھا کہ کچھ لوگوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس سے باہر جانے والے راستے پر ڈال دیا۔ یہ راستہ اچھا نہیں تھا۔ لیکن ـــــ میں اپنی ماں سے روٹھا ہوا بچہ ـــــ میں آگے بڑھتا رہا۔ بڑھتا رہا ـــــ اور پھر میں راستہ بھول گیا۔ میں اپنے وطن کا راستہ بھول گیا۔ آج بھی اس کی یاد مجھے تڑپاتی ہے۔ مجھے اس سے محبت ہے شیفو۔ میں اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔ لیکن میں اس کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ میں اس سے روٹھ کر آیا تھا۔ لیکن اب میرا چہرہ اس قدر داغدار ہے کہ میرا وطن مجھے دیکھ کر خوف سے، غم سے چیخ پڑے گا۔ وہ میری صورت پر نفرت سے تھوک دے گا۔ وہ میرا داغدار چہرہ دیکھ کر غم سے نڈھال ہو جائے گا۔ میں اب وہاں کبھی نہیں جاؤں گا شیفو ـــــ میں اب وہاں کبھی نہیں جاؤں گا۔" میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور شیفو بے قرار ہو گئی۔ "نواز ـــــ نواز ـــــ میں شرمندہ ہوں نواز ـــــ! میں ـــــ

میں نے نادانستگی میں تم سے یہ سوال کر دیا تھا۔"

"ماں سے کسے محبت نہیں ہوتی شیفو ـــــ ماں کو کون نہیں چاہتا' میرا وطن بھی میری ماں ہے۔ میں اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔ میں ماں کی آغوش میں سونا چاہتا ہوں۔ لیکن ماں اب مجھے قبول نہیں کرے گی۔ اس کا بیٹا روسیاہ ہے۔ بدکار ہے۔ میری ماں نے مجھ سے بدسلوکی کی تھی شیفو ـــــ لیکن وہ میری ماں ہے۔!"

"نواز ـــــ چپ ہو جاؤ۔ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ نواز ـــــ میں شرمندہ ہوں۔"

"مجھے سکون چاہئے۔ شیفو ـــــ مجھے سکون دو ـــــ میں جل رہا ہوں میرے دل کی آگ بجھا دو۔ مجھے اور شراب دو۔!" اور شیفو نے میرے لئے اور پیگ بنائے۔ تب میں ماں کو بھول گیا۔ مجھے صرف شیفو یاد رہ گئی۔ لباس سے بے نیاز شیفو۔ جو میرے لئے خانم کی ناراضگی مول لینے کو تیار ہو گئی۔ اس کے تپتے ہوئے سانس میرے سانسوں سے الجھ گئے۔ اس کا مرمریں جسم میرے جسم سے الجھ گیا۔ اس کے حسین جسم کی جاذبیت نے میرے دل کی آگ سرد کر دی۔! وہ اپنے تمام فرائض پورے کر رہی تھی۔ میں تو شرابی تھا' شراب کے نشے میں چور تھا۔ پھر شاید میرا لباس بھی اس نے میرے جسم پر سجایا۔ میرا سر تکئے پر رکھا اور جب میں سو گیا تو ـــــ خاموشی سے ـــــ بے آواز دروازہ بند کر کے چلی گئی۔!

پھر جب میری آنکھ کھلی تو شام کے چھ بجے تھے۔ طبیعت بے حد بھاری تھی۔ ذہن پر بوجھ تھا۔ میں بستر پر پڑا انگڑائیاں لیتا رہا۔ اور پھر دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی تو میں چونک پڑا۔ دروازے سے تھوڑی سی گردن نکال کر سمابہ نے اندر جھانکا تھا۔ شاید وہ دیکھ رہی تھی کہ میں جاگ گیا ہوں یا نہیں۔"!

"سمابہ ـــــ!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ اندر آ گئی۔

"جاگ گئے مسٹر نواز۔؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں ـــــ کیا وقت ہوا ہے۔؟" میں نے کہا۔

"چھ بجے گئے۔!"

"اوہ ـــــ بڑی دیر سے سو رہا ہوں۔ سوری ـــــ شام کی چائے کا وقت بھی گزر گیا۔" میں جلدی سے اٹھ گیا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ شام کی چائے ذرا دیر سے پی لی جائے گی۔ شیفو نے بتایا کہ تمہاری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔!

"کوئی خاص بات نہیں تھی، بس یونہی۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں اس کی اجازت سے باتھ روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چائے کی میز پر تھے۔ شیفو حسب معمول خاموشی سے سروس کر رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس دوران کوئی خاص بات ہی نہ ہوئی ہو۔ میں نے بھی احتیاط برتی چائے کے دوران سمابہ نے کہا۔

"البتہ ـــــ آج سیر کا وقت نکل گیا۔ میرا ارادہ آج طویل سفر کا تھا۔ ہم کیسپیس چلتے جو یہاں سے سوا سو میل دور ہے۔ البرز کی خوفناک گھاٹیاں اور خطرناک موڑ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ راستے کے بلند مینار ہیبتناک قلعے بے حد دلکش ہیں اور ایران کی تاریخ میں نمایاں حیثیت

رکھتے ہیں۔"

"سوا سو میل کا سفر------ میرا خیال ہے وہاں جانا اور وہاں سے واپسی خاصی دشوار ہوگی۔ بہرحال، پھر سہی۔۔!" میں نے کہا۔

"پھر------؟" سابہ نے عجیب سی اداسی سے کہا۔

"کیوں------" میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے تم صرف آج رات کے مہمان ہو۔ غلام سیٹھ کل آرہا ہے۔"

"اوہ------!" میں نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ پھر گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ "آنے دو۔ پھر کبھی سہی۔ ممکن ہے زندگی کی دوڑ میں پھر کبھی ساتھ ہو جائے۔ کیا یہ بات یمانی نے بتائی ہے۔؟"

"ہاں------ غلام سیٹھ نے تمہارے لئے کچھ ہدایات بھیجی ہیں۔"

"خوب------! کیا؟"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ تمہیں اس سے آگاہ کر دیا جائے کہ------ کل تمہیں ایران چھوڑ دینا ہے۔"

"چھوڑ دیں گے------ کل بہت دور ہے۔" میں نے سابہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"حضور------ ابھی ساڑھے چھ بجے ہیں؟"

"بجنے دو سابہ------ اپنی گھڑی اتار کر پھینک دو۔ مجھے ان گھڑیوں سے سخت نفرت ہوگئی ہے۔"

"ایک بات کہوں نواز------؟" سابہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہو جان من۔"

"تم بے حد حسین ہو۔ بے پناہ پرکشش مرد۔ لیکن اگر تم نے شراب کا استعمال اسی رفتار سے جاری رکھا۔ تو------ تم اپنی جوانی کھو بیٹھو گے اس قدر زیادتی نقصان دہ ہے۔ تم یہاں سے چلے جاؤ گے نواز۔ لیکن، ہم بہت عرصے تک تڑپتے رہیں گے!" سابہ نے اپنا رخسار میرے چہرے سے ملا کر کہا۔ شیفو کی موجودگی کو اس نے بھی نظرانداز کر دیا تھا۔ اور میں نے بھی۔!

"شراب------ اس تڑپ کو سرد کر دیتی ہے جان من۔" میں نے اس کے ہونٹ چومتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی------ وعدہ کرو، احتیاط رکھو گے۔؟"

"چلو وعدہ------!" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی! کوٹھی کے لان میں ٹہلتے ہوئے ہم نے بہت سی باتیں کر ڈالیں۔ وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ شیفو شاید کھانے کے انتظام میں مصروف تھی اس لئے وہ نظر نہیں آئی۔ سابہ نے بھی اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ بہرحال پھر شیفو نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی اور ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ بڑے پرتکلف کھانے تھے۔ مختلف ایرانی اور غیر ملکی ڈشز سے میز بھری ہوئی تھی۔

میں نے کچھ اپنی اور کچھ سابہ کی پسند کی چیزیں کھائیں۔ کھانے کے بعد ہم کوٹھی کے عقبی حصے میں خوبصورت گھاس اور پھولوں سے لدے ہوئے لان میں چہل قدمی کرتے رہے۔ دنیا جہان کی

باتیں ہوتی رہیں۔ ان باتوں کے درمیان میں نے ایک بات محسوس کی۔ سابہ جس قدر حسین تھی اس سے کہیں زیادہ چالاک بھی تھی۔ کوئی بھی چبھتا ہوا سوال اگر میں کرلیتا تو وہ اس سے بڑی خوبصورتی سے پہلو بچا جاتی۔ اس کی عمر کا صحیح تعین میں نہیں کر سکا تھا لیکن جس قدر وہ چالاک تھی اس سے اس کے تجربے کا اندازہ ہوتا تھا! پھر شیفو نظر آئی۔ اور ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"دس بج چکے ہیں خانم------" اس نے کہا۔

"اوہ------ ہاں------ وقت کا احساس ہی نہیں ہو سکا۔ آؤ نواز------ اس آخری رات کو جاوداں بنالیں۔" سابہ نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ اور اس رات کو جاوداں بنانے چل پڑا۔ خود میری زندگی میں تو ایسی جاوداں راتیں بے شمار آئی تھیں۔ ابتداء میں، میں نے ہر رات کو جاوداں سمجھا تھا۔ لیکن وہ میری بھول تھی۔ میں نے زندگی کو محدود سمجھ لیا تھا۔ میری زندگی کی جاوداں رات نہ جانے کونسی ہوگی۔! ہوگی بھی یا نہیں ہوگی۔!

اور------ یہ رات بھی پہلی رات سے مختلف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ آج سابہ نے اور کچھ اہتمام کئے تھے۔ آج شیفو کو بھی کھل کھیلنے کا موقع مل گیا تھا۔ آج سابہ نے اسے اپنے برابر کی حیثیت دے دی تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ شیفو اس سے بھی بلند مقام حاصل کر چکی ہے۔ لیکن اس رات کی دلکشی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عورت کے کچھ اور روپ سامنے آئے۔ جنس کی کچھ اور غلاظتیں میرے سامنے ابھریں۔ لیکن------ دونوں عورتیں خوش تھیں۔ شیفو بھی خوش تھی۔ اور پھر صبح ہوگئی۔ سنجیدگی کا لحاف اوڑھے ہوئے۔ سنجیدگی یوں کہ یہاں میرا آخری دن تھا اور اس بات پر دونوں لڑکیاں افسردہ تھیں۔!

بہرحال میں نے ذہن کو پراگندہ نہیں کیا۔ تقریباً دس بجے یمانی آگیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "کہئے مسٹر نواز ایران پسند آیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد۔" میں نے سابہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"غلام سیٹھ رات کو آگیا ہے۔"

"اوہ------ خیریت------؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں------ بالکل خیریت------ بس آپ سے ملاقات کرنے آیا ہے۔"

"کہاں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہیں چل رہے ہیں۔ تیار ہو جائیے۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تب پھر آئیے۔!" یمانی نے کہا اور میں نے سابہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے بھی چلنا ہے۔؟" سابہ نے پوچھا۔

"غلام سیٹھ نے صرف انہیں طلب کیا ہے۔!" یمانی نے معذرت کے انداز میں جواب دیا۔

"یہ واپس تو یہاں آئیں گے۔؟" سابہ نے کسی قدر بے قراری سے پوچھا۔

"یقیناً!" یمانی معنی خیز انداز سے مسکراتے ہوئے بولا------ اور پھر کار میں میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس دلکش قیامت کو آپ نے بہت متاثر کیا ہے مسٹر نواز------ شاید زندگی میں پہلی بار یہ کسی کے لئے بے قرار ہوئی ہے۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

تو اس نے دوبارہ پوچھا۔ "آپ کا وقت تو مناسب گزرا۔؟"

"ہاں ------!" میں نے مختصراً کہا۔ اور یمانی خاموش ہو گیا۔ کار راستہ طے کرتی رہی۔ سفر کی طوالت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن جب خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے یمانی سے پوچھا۔

"ٹھاکر اور اس کے ساتھیوں کا کیا ہوا۔؟"

"صیغہ راز میں ہے۔ اخبارات بھی اب ان کے بارے میں کوئی خبر نہیں دے رہے۔ ممکن ہے انڈیا گورنمنٹ سے رابطہ قائم کیا گیا ہو۔؟ ممکن ہے سب کو خاموشی سے گولی مار دی گئی ہو۔ ایرانی قانون میں اسمگلروں کو اور خاص طور سے منشیات کے اسمگلروں کے لئے کوئی لچک نہیں ہے۔" یمانی نے جواب دیا۔

"تم لوگ اپنی سرگرمیوں پر خوفزدہ نہیں ہو۔؟"

"خطرہ ------ خطرہ تو زندگی کا ایک جزو بن چکا ہے مسٹر نواز ------ کوئی بھی کام کرنے نکل پڑو۔ خواہ وہ نیکی اور شرافت سے بھرپور ہو۔ یا بدی اور بدکاری سے۔ ہر کام میں خطرہ موجود ہے۔ جدید دور نے زندگی بڑی بے معنی سی شے بنا کر رکھ دی ہے۔ اسے گزارنے کا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ خطرات سے دوزرہ کر' شرافت کے سہارے زندگی گزارنے کی کوشش کریں اور پریشانیوں سے دوچار رہیں۔ یا پھر ------ خود کو خطرات میں جھونک دیں۔ اور جب تک کی سانسیں مقدر ہیں' عیش و آرام سے گزاریں۔!" یمانی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ یمانی کا فلسفہ بھی عجیب تھا۔ پھر میں ٹھاکر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوچنے لگا! اور یمانی کے الفاظ میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ "ممکن ہے خاموشی سے سب کو گولی مار دی گئی ہو۔!"

کوشلیا کو بھی ------! حسین اور چمکدار جسم والی کوشلیا' شرمائی شرمائی سی ------ مسکراتی ہوئی میری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ خودسپردگی کا انداز لئے۔ میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ جسے میں نے سختی سے دبا دیا' لیکن کوشلیا کی تصویر میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئی۔ اچانک اس کے چہرے پر کرب کے آثار ابھرے اور اس کے دائیں پہلو سے خون کے فوارے ابلنے لگے! اور اس کے دلکش ہونٹ کرب کے انداز میں ہلے۔ اس کی آنکھیں میرا سہارا تلاش کرنے لگیں۔ اور پھر ------ وہ چکراتی ہوئی گر پڑی اس کا جسم کرب کے انداز میں اینٹھ رہا تھا۔!

میرے پورے جسم نے پسینہ اگل دیا۔ آنکھوں میں تاریکی چھا گئی دماغ چکرا گیا۔ سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن یمانی میری کیفیت سے بے خبر کار چلاتا رہا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سرکار کی سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا اور اپنی حالت درست کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر میرے کانوں میں یمانی کی آواز ابھری۔!

"مسٹر نواز ------! سو گئے۔؟"

"اور میں چونک پڑا۔ میں نے اردگرد کے ماحول کو دیکھا ------ کار رک چکی تھی۔ شاید کسی عمارت میں۔!

"ظاہر ہے۔ ان دو دنوں میں آپ کو نیند کہاں نصیب ہوئی ہو گی۔" یمانی مسکراتا ہوا معنی خیز انداز میں بولا۔ "اور پھر ------ سابہ کے لئے تو آپ حلوہ تر تھے۔ میں اس عورت کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ مردخور ہے' مردخور ------ آئیے۔!" اس نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔

میں نیچے اتر آیا ------ یمانی کے الفاظ مجھے کسی قسم کے خطرے کا پتہ دے رہے تھے۔ سابہ کے حسین جسم کی تہہ میں مجھے بے شمار کیڑے کلبلاتے نظر آئے۔ یمانی کے الفاظ ------ "مردخور ہے۔ مردخور ------" نے ذہن سے بہت سے بھوت اتار دیئے تھے۔ یہ سب ہی یکساں ہوتی ہیں۔ ان کے لئے تڑپنا حماقت ہے۔ سو فیصدی حماقت۔!

کار سے اتر کر ہم برآمدے کی طرف بڑھ گئے۔ اور برآمدے میں ہی غلام سیٹھ نظر آیا۔ میں نے خود کو پوری طرح سنبھال لیا اور ہوشیار ہو گیا میں اس پر اسرار شخص کی حیثیت سمجھ چکا تھا۔ درحقیقت یہ بے حد پراسرار تھا اور اس سے محتاط رہنا ضروری تھا۔!

"ہیلو نواز ------" غلام سیٹھ چند قدم آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اور پھر اس نے گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "کیسے ہو ------؟ کیا ہو رہا ہے۔؟" اس نے مجھے اندر لے جاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں' غلام سیٹھ۔" میں نے جواب دیا۔

"ایران سے دل بھر گیا۔ یا ابھی کچھ اور قیام کا ارادہ ہے۔" ایک کمرے میں پہنچ کر' مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے' خود میرے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

"میرے لئے ہر جگہ ٹھیک ہے غلام سیٹھ ------ جو بھی ادارے کے مفاد میں ہو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یہ حقیقت ہے نواز ------ اتفاقیہ طور پر ہمیں ایک ہیرا دستیاب ہو گیا ہے' ادارہ تمہاری شمولیت پر ناز کرتا ہے۔ تم ہمارے لئے بے حد اہم شخصیت بن چکے ہو' بہرحال ہمیں بھی تمہاری سہولت کا خیال ہے۔ اگر ابھی ایران میں قیام کا ارادہ ہو تو وہ پروگرام کچھ دنوں کیلئے ملتوی کیا جاسکتا ہے' جو بنایا گیا ہے۔"

"نہیں ------ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے جو پروگرام تیار کیا گیا ہے۔ میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"ہوں ------!" غلام سیٹھ کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ادارے نے تمہاری بے پناہ صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے تمہاری ڈیوٹی بدل دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ کام جو اب تک تم کر رہے تھے' کسی اور کے سپرد بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے تم سے کم صلاحیتوں والے آدمی سے بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔ انٹرنیشنل مارکیٹ کے لئے ہمیں کسی تم جیسے نوجوان کی ضرورت تھی۔ تمہاری کچھ ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی نواز ------ لیکن ادارے کی نگاہ میں تم سے بہتر آدمی اور کوئی نہیں۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا۔؟"

"سپلائی ------! تم حسب معمول اسی پٹی پر سفر کرو گے جو مقرر کی گئی تھی۔ لیکن اب تمہارے ذمہ قیمتی منشیات کی سپلائی ہو گی۔ کیا تم یہ کام مشکل پاتے ہو۔؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔ اور میں سوچ میں گم ہو گیا۔ بلاشبہ یہ کام مشکل تھا۔ پہلے صرف مجھے ان علاقوں کا سروے کرنا ہوتا تھا۔ پولیس اور ایکسائز والوں سے براہ راست میری مڈھ بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن سپلائی کے سلسلے میں مجھے کافی محنت کرنا ہو گی۔ اس کے لئے مجھے وحشیانہ انداز میں کام کرنا ہو گا۔!

"لیکن ------ اگر میں اس کام کے لئے منع کر دوں۔ تو ------؟ کیا غلام سیٹھ کا رویہ میرے

ساتھ بہتر رہ سکے گا۔؟ کیا وہ لوگ میرے دشمن نہیں ہو جائیں گے۔ اونہہ------ تمام خطرات کی انتہا موت پر ہوتی ہے اور میری زندگی کونسی قیمتی ہے۔ میں کس کے لئے زندہ ہوں۔ اور یہ فیصلہ بھی مشکل ہے کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا۔ یہ ایک بوجھ' جسے زندگی کہتے ہیں۔ زبردستی میرے شانوں پر لدا ہوا ہے' کسی وقت بھی اتر جائے' مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے بے خوفی سے کہا۔

"میں تیار ہوں غلام سیٹھ۔!"

"خوب سوچ سمجھ لیا ہے۔؟"

"سوچنا کیا------ میں وہ ہر کام کرنے کے لئے تیار ہوں جو ادارے کے مفاد میں ہو۔"

"ویری گڈ------ اور نواز------ اس کام کی مدت صرف پانچ سال ہو گی۔ تمہارے تمام اخراجات بہرصورت ادارے کے ذمے ہوں گے' شہنشاہوں کی طرح زندگی بسر کرو۔ اس کے علاوہ ادارے کی طرف سے تمہاری تنخواہ بھی مقرر کر دی گئی ہے۔ تیس ہزار روپے ماہانہ------ اور پھر مال کا کمیشن------ پانچ فیصد' اور یہ سمجھ لو کہ ایک دفعہ کی نقل و حرکت کم از کم پندرہ لاکھ کی ہوتی ہے۔ پانچ فیصد کمیشن سے بہت بڑی رقم بنتی ہے۔ تمہارا کمیشن' اور تنخواہ کی رقم' ہرماہ پوری باقاعدگی کے ساتھ سوئزرلینڈ کے کسی بینک میں تمہارا اکاؤنٹ کھول کر جمع کی جاتی رہے گی۔ تاکہ پانچ سال کے بعد جب تم ریٹائر ہو تو تمہیں ایک بہت بڑی رقم بقیہ زندگی گزارنے کے لئے مل جائے' اس کے علاوہ' تم جس ملک میں پسند کرو گے' وہاں کی نیشنلٹی دلانا ادارے کی ذمہ داری ہو گی۔"

"ٹھیک ہے غلام سیٹھ------ جیسا پسند کرو کر دینا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مال نکالنے کیلئے پلاننگ تمہیں خود کرنا ہو گی۔ اگر کبھی گرفتار ہو جاؤ گے تو پوری کوشش سے تمہیں رہا کرا لیا جائے گا۔ جو مال ضائع ہو گا اس کی کوئی ذمہ داری تمہارے اوپر نہ ہو گی۔ ہاں اس کا کمیشن تمہیں نہ مل سکے گا"۔

"میں کہہ چکا ہوں۔ مجھے سب کچھ منظور ہے۔"

"اس کے لئے کسی قسم کی تربیت محسوس کرتے ہو۔؟"

"نہیں------!"

"تب پھر------ تیاریاں کر لو------ آج سے تین دن کے اندر تمہیں پانچ سو پونڈ کوکین لے کر ترکی روانہ ہونا ہے۔ آج ادارے کا مستقل نشان تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔! اور کچھ۔؟"

"نہیں------!" میں نے کہا اور غلام سیٹھ نے ایک دیوار میں لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ یمانی اندر داخل ہو گیا۔

"مسٹر یمانی------ ادارے کا مستقل نشان مسٹر نواز کو دے دیا جائے۔!"

"بہت بہتر------!" یمانی نے جواب دیا اور میں اٹھ گیا۔

"میں ابھی یہیں ہوں۔ تمام کاغذات تیار کر لیے جائیں گے تب میں یہاں سے جاؤں گا۔ اس درمیان تم جب چاہو یمانی کی معرفت مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ اور ہاں------ آج سے تم ادارے کے خاص لوگوں میں کہلاؤ گے۔ اور اس کی سرگرمیاں تم سے پوشیدہ نہ رکھی جائیں گی۔!"

"شکریہ------!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور یمانی کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔

"مبارک ہو مسٹر نواز۔ جتنے معمولی عرصے میں آپ نے ترقی کے مدارج طے کئے ہیں' ادارے

کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یمانی نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یمانی مجھے لے کر ایک کمرے میں آیا۔ پھر اس نے دیوار میں پوشیدہ ایک الماری کھولی اور اس میں سے کچھ نکالنے لگا۔

ایک لمبا تار تھا جس کے آخری سرے پر کوئی سیاہ سی چیز تھی اس نے تار کا پلگ ایک دیوار میں لگے ہوئے ساکٹ میں لگا دیا۔ اور وہ سیاہ سی شے پکڑے ہوئے میرے نزدیک آگیا۔ تب میں نے اسے غور سے دیکھا کسی دھات کی بنی ہوئی ایک گول مہر تھی۔ جس میں کچھ عجیب سے نشان بنے ہوئے تھے۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا۔ اور میں نے کوٹ اتار دیا۔

"کہاں لگائی جائے گی مہر------؟" میں نے پوچھا۔

"دائیں ہاتھ کی کلائی پر۔!" یمانی نے جواب دیا۔

"لیکن' کیا مہر مخدوش نہیں ہو گی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں------ اس کا بندوبست بھی ہے۔!" یمانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ مہر کے نشانات سرخ ہو کر چمکنے لگے تھے۔ یمانی اسے ایک اسٹول پر رکھ دیا اور پھر جیب سے ایک شیشی نکال کر اس کا کارک کھول دیا۔ شیشی کے ساتھ روئی بھی تھی۔ تب اس نے مہر اسٹول سے اٹھائی اور میں نے کلائی کھول کر سامنے کر دی۔

دوسرے لمحے میرے جسم میں درد کی لہریں اتر رہی تھیں۔ لیکن------ میں نے تو بڑے بڑے درد سہے تھے۔ میرے چہرے سے کوئی تاثر نہ ظاہر ہو سکا۔ یمانی نے مہر لگائی اور روئی اور شیشی اٹھالی اور روئی کو شیشی کے سیال میں بھگو کر سیال جلے ہوئے نشان پر لگا دیا۔ حیرت انگیز چیز تھی۔ ایک دم سوزش کم ہو گئی۔ پھر یمانی نے ایک ٹین کے بکس سے ایک باریک سی جھلی نکالی اور اسے کھول کر میری کلائی پر چپکا دیا۔ نشان چھپ گیا تھا۔ جھلی جلد کی شکل کی تھی۔ اس لئے احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔

"کسی خاص ضرورت پر اسے اٹھانا اور پھر چپکا دینا۔" یمانی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ "بس کام ختم۔!" اس نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ "آرام کریں گے۔؟"

"کیا یہیں رہنا ہو گا۔؟"

"ہاں------ لیکن رات اپنی پسند کے مطابق گزار سکیں گے۔ تکلف بر طرف' جس چیز کی ضرورت ہو' مہیا کر دی جائے گی۔!"

"یہیں------ اسی عمارت میں۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں رات تنہا نہیں گزارنا چاہتا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"تنہا نہیں گزرے گی۔" یمانی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن دن تو تنہا ہی گزرے گا۔ آخر مال لے جانے کی پلاننگ بھی تو کرنا ہو گی۔"

"ہوں------!" میں نے گردن ہلا دی اور یمانی میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر اس نے عمارت میں مجھے میرا کمرہ دکھایا۔ ضروریات زندگی کا یہ سامان موجود تھا۔ ایک طرف رائٹنگ ٹیبل بھی پڑی ہوئی تھی۔ اس پر کھٹمنڈو سے امریکہ تک کا نقشہ بڑی تفصیل سے موجود تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر بولا۔

"میرا سامان ------ لباس وغیرہ ------ ؟"

"ابھی آتا ہو گا۔"

"کیا سلمبہ سے اب ملاقات نہیں ہو گی۔؟"

"مناسب نہیں ہو گا مسٹر نواز ------ ویسے جو حکم۔!"

"نہیں ------ مناسب نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور یمانی باہر نکل گیا۔ ابھی میرا سامان نہیں آیا تھا اس لئے لباس تبدیل کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے جوتے اتارے 'کوٹ!" ٹائی کھول کر ایک طرف ڈال دی۔ قمیض پتلون سے باہر نکال لی اور پھر ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ ہاتھ میں سوزش نام کو بھی نہیں رہی تھی۔ کرسی میں دراز ہو کر میں اپنے نئے کام کے بارے میں سوچنے لگا! کیا میں ایسی صلاحیتیں رکھتا ہوں' جن کا وہ تعین کر چکے ہیں؟ آخر انہوں نے میرے اندر کونسی خوبی پائی ہے۔؟ میرے اپنے اندازے کے مطابق تو میں نے ابھی تک کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ ٹھاکر والا کام بھی بس ہو گیا کوشلیا کی سادگی اس کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔ بہرحال اب غلام سیٹھ نے میرے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی تھی۔ میں اس ذمہ داری کو کس طرح سرانجام دوں گا۔ جبکہ میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ میں نے اپنے ذہن کو یکسو کیا۔ اور سوچتا رہا۔ اسی دوران میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اور اس نئے خیال پر میں کافی دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر میں اٹھ کر لکھنے کی میز پر جا بیٹھا۔ میں نے اس خیال پر غور کیا۔ اور پھر ایک کاغذ پر اس کے ضروری پوائنٹس لکھنے لگا۔!

جب میں نے اپنے لکھے ہوئے پوائنٹس پر غور کیا تو اندازہ ہوا کہ ان میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اور میں چونک پڑا۔ اس کا مقصد ہے کہ میں ذہین ہوں۔! میں نے سوچا اور پھر خود ہنس پڑا۔ خود اپنے بارے میں فیصلے کر رہا ہوں۔ ذرا احمقانہ بات ہے۔ لیکن ------ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ میں آج تک خود میں الجھا رہا ہوں۔ پیش آنے والے واقعات مجھے الجھاتے رہے ہیں اور میں ان میں پھنس کر اپنی شخصیت ہی کھو بیٹھا ہوں۔!

"نواز ------!" میرے اندر سے ایک آواز ابھری۔ "تو اگر اپنی پچھلی زندگی میں لوٹنا بھی چاہے تو اب یہ ممکن نہیں ہے۔ سڑکوں پر بھیک مانگ کر بھی اپنے ضمیر کے وہ داغ صاف نہیں کر سکتا جو لگ چکے ہیں۔ نہ تیری پچھلی زندگی اپنی ہے نہ موجودہ ------ لیکن موجودہ زندگی کا سفر تیرے سامنے ہے۔ ایک راستہ اختیار کر لے اور اس پر پامردی سے بڑھتا رہ۔ ان مشکلات کو فنا کر دے جو خود تیرے ذہن کی پیدا کردہ ہیں۔ تو جانتا ہے۔ تیری الجھن کی وجہ کیا ہے۔؟"

"نہیں ------" میں نے جواب دیا۔

"عورت' صرف عورت ------ تیرے سوچنے کے انداز میں عورت شامل رہی ہے۔ عورت صرف ایک ضرورت ہے۔ اسے ذہن پر مسلط کر لینا حماقت ہے اپنی ضرورت پوری کر ------ اور سب کچھ بھول جا۔ صرف یہ یاد رکھ کہ تو کیا ہے۔ اور اپنا کام انجام دے۔ بلاشبہ تو ذہین ہے۔"

اور میں نے دل کی آواز کو غور سے سنا۔ اپنا تجزیہ کیا۔ یہ حقیقت تھی کہ آج تک میں عورت کے ہاتھوں کھیلتا اور اپنے ذہن کو پراگندہ کرتا رہا تھا۔ زندگی کے ابتدائی دور سے نکل کر جس دور میں میں آ گیا تھا' اس میں کوئی کاروباری الجھن...... نہیں تھی۔ اس راہ پر چل پڑنے کے بعد میں کسی چیز

سے خوفزدہ نہیں تھا۔ نہ ہی کسی مسئلے پر مجھے کوئی الجھن ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بعض دن میرے اوپر بہت کٹھن گزرے تھے۔ آخر کیوں۔؟ صرف عورت کی وجہ سے نا۔؟ بے شمار عورتیں میرے لئے مسئلہ بنی تھیں۔ کرشی' میگاں' درخشانہ' کوشلیا وغیرہ۔ انہوں نے میرے ذہن کو ہلا کر رکھ دیا تھا' حالانکہ معمولی سی بات تھی۔ اگر میں انہیں صرف عورت سمجھتا۔ ضرورت کی ایک چیز ------ تو میرا ذہن اس افراتفری کا شکار نہ ہوتا۔ لیکن آئندہ ------ آئندہ مجھے اسی انداز میں اپنا ذہن ترتیب دینا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

چنانچہ ------ اس فیصلے کے بعد میں نے خود کو ہلکا محسوس کیا۔ دراصل میں خود کو پورے طور سے پہچانا نہیں تھا۔ مجھے خود بھی اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کا احساس نہیں تھا۔ غلام سیٹھ مجھ سے زیادہ تجربے کار تھا۔ اس نے میرے اندر چھپے ہوئے چالاک آدمی کو دیکھ لیا تھا۔ اس لئے وہ میرے اوپر زیادہ سے زیادہ مہربان ہو رہا تھا۔ بہرحال ------ میں ان خیالات کو جھٹک کر پھر اپنے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا! بڑا کامیاب پروگرام تھا۔ بشرطیکہ میری مرضی کے مطابق ہی کامیابی حاصل ہو سکے۔!

تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم ٹائپ کا آدمی میرا سامان لے آیا۔ اور میں جلدی سے اٹھ گیا۔ میں نے اپنا سلیپنگ سوٹ نکالا۔ پتلون اور قمیض میں خاصی الجھن محسوس کر رہا تھا۔ بہرحال لباس تبدیل کرنے کے بعد میں آرام سے لیٹ گیا۔ اور پھر میری آنکھوں میں نیند گھس آئی۔! لنچ کے وقت ملازم نے جگایا۔ اور منہ ہاتھ دھو کر میں نے کھانا کھایا۔ کھانے پر تنہا تھا لیکن ملازم میری خوب آؤ بھگت کر رہے تھے۔ نیند پوری ہو چکی تھی۔ اب سونے کو دل نہیں چاہا۔ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں۔ کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور یمانی نے اندر جھانکا۔

"ہیلو۔! مسٹر نواز۔!"

"ہیلو یمانی!" میں کھڑا ہو گیا۔

"آیئے غلام سیٹھ انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہ ------ کہاں ------ ؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ اور یمانی مجھے ساتھ لے کر چل پڑا۔ غلام سیٹھ ابھی ابھی آیا تھا۔ وہ ایک کمرے میں آرام کرسی پر پاؤں پھیلائے بیٹھا تھ۔ مجھے دیکھ کر اس نے پاؤں سکوڑ لیے اور پھر اپنا بریف کیس اٹھا کر ایک فائل نکال لی۔ فائل میں کچھ کاغذات تھے۔ اس نے چند کاغذات نکالے اور پھر میرے سامنے پھیلا دیئے۔

"میں نے پوری کارروائی مکمل کر لی ہے۔ شام کو پانچ بجے واپس چلا جاؤں گا۔ ان کاغذات پر دستخط کر دو۔ تمہاری تنخواہ ہر ماہ سوئزر لینڈ میں جمع ہو جائے گی اور تمہارا کمیشن بھی۔ ------ ان کی رسیدیں تم جس وقت چاہو طلب کر سکتے ہو۔"

"آپ شرمندہ کر رہے ہیں غلام سیٹھ۔!" میں نے کاغذات پر دستخط کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ------ اس میں برائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ہمارے لئے خلوص سے کام کر رہے ہو۔ ہم بھی تمہارے لئے مخلص ہیں۔ کوئی بال تمہارے ذہن میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"میرے ذہن میں کوئی بال نہیں ہے غلام سیٹھ۔ تنہا آدمی ہوں' جو کچھ مل رہا ہے وہی کافی ہے۔"

"تمہاری طبیعت شاہانہ ہے نواز۔۔۔۔۔ بہرحال۔۔۔۔۔ جب تم ریٹائرڈ ہو گے تو تمہیں دولت کی ضرورت پیش آئے گی اور پھر جب سب کو معاوضہ ملتا ہے تو پھر تم ہی کیوں رہ جاؤ۔"

"شکریہ غلام سیٹھ۔۔۔۔۔ جو آپ کا دل چاہے کریں۔ میں اپنے کام کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"مجھے یقین ہے۔ اچھا۔۔۔۔۔ اب میں زیادہ نہیں رکوں گا۔ یمانی تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔!" غلام سیٹھ اٹھ گیا۔ اس نے گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور یمانی کے ساتھ باہر جانے لگا۔

"میں نو بجے تک واپس آجاؤں گا۔ آپ میرا انتظار کریں۔" یمانی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ دونوں باہر نکل گئے تھے۔ میں پھر تنہا رہ گیا تھا۔ بہرحال اب مجھے تنہائی کا احساس زیادہ نہیں تھا۔ میں اپنے کام کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے کمرے میں جاکر نیا سوٹ زیب تن کیا اور پھر باہر نکل آیا۔

"گاڑی ہے۔؟" میں نے ایک ملازم سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب!" ملازم نے ادب سے کہا اور جلدی سے ایک کمرے میں جاکر کار کی چابی نکال لایا۔ اس نے چابی میرے حوالے کر دی اور میں باہر نکل آیا۔ باہر ایک چھوٹی سی اسپورٹ کھڑی تھی۔ میں نے اسپورٹ اسٹارٹ کی اور سڑک پر نکل آیا۔ اب میں خود مختار تھا۔ کسی کی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی۔ اپنے طور پر کام کرنا تھا' چنانچہ اسپورٹ سست رفتاری سے سڑکوں پر دوڑتی رہی اور پھر ایک خوبصورت سے ہوٹل کے سامنے میں نے اسپورٹ روک دی۔ اتر کر اندر گیا۔ اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ میں۔ نے کاؤنٹر کلرک سے ایک کمرہ طلب کیا۔ ہوٹل کی پہلی منزل پر مجھے ایک کمرہ مل گیا۔ ایک ہفتے کا کرایہ ادا کر کے میں نے چابی لی۔ اور کمرہ دیکھنے چل پڑا۔ عمدہ کمرہ تھا' کمرے کو دیکھنے کے بعد میں واپس نکل آیا اور اب میرا رخ بازار کی طرف تھا۔ بازار سے میں نے ایک سوٹ کیس' کچھ عمدہ قسم کے ریڈی میڈ لباس' سردیوں کے استعمال کے بڑے بالوں والی ایک پوستین اور ایسی ہی کچھ دوسری چیزیں خریدیں۔۔۔۔۔ اور واپس ہوٹل چل پڑا۔ یوں میں اس ہوٹل میں فروکش ہو گیا لیکن میرا مقصد یہاں رہنا نہیں تھا۔ چنانچہ کمرے کو تالا لگا کر ایک بار پھر میں باہر نکل آیا۔ اب میں نے ایک اوپیرا ہاؤس کا رخ کیا تھا۔ میں اپنے طور پر ہی ایران سے واقف ہونا چاہتا تھا۔!

اوپیرا ہاؤس میں کچھ وقت گزارنے کے بعد میں وہاں سے بھی نکل آیا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ اس وقت میں شاہ والا کے ایک بارونق بازار سے گزر رہا تھا جب میری نگاہ اس پر پڑی۔۔۔۔۔ میرے ہاتھ اسٹیئرنگ پر لرز گئے تھے۔ یادداشت دھوکہ نہیں دے رہی تھی۔ بینائی پر مکمل اعتماد تھا۔ گو شکل میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔ لیکن۔۔۔۔۔ وہ درفشانہ ہی تھی۔۔۔۔۔ وہ افغان رقاصہ جو کافی دن میرے ساتھ رہی تھی اور جسے میں ہربنس کے اڈے سے نکال لایا تھا۔

میں نے بریک لگا کر کار سڑک کے کنارے روک دی اور نیچے اتر آیا۔ میں نے ٹریفک سے بچتے ہوئے فٹ پاتھ کراس کیا۔ چند منٹ تک درفشانہ کا تعاقب کرتے ہوئے میں نے اندر لگایا کہ اس کے ساتھ کوئی اور تو نہیں ہے۔ لیکن وہ تنہا تھی۔ جدید طرز کے لباس میں' بال کٹے ہوئے۔ خوبصورت میک اپ میں لتھڑی ہوئی درفشانہ۔۔۔۔۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اپنا پرس ہلاتی ہوئی

دو کانوں پر نگاہ ڈالتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔!

"درخشانہ۔۔۔۔۔!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اور مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"نواز۔۔۔۔۔!" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"خدا کا شکر ہے کہ میرا انداز غلط نہیں تھا۔"

"تم۔۔۔۔۔ یہاں نواز۔۔۔۔۔!" وہ اسی انداز میں بولی۔

"یہی سوال میں تم سے کر سکتا ہوں۔!"

"آؤ۔۔۔۔۔ کہیں بیٹھ کر بات کریں۔ یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"آؤ۔۔۔۔۔!" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے میرے پاس آبیٹھی۔ میں نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی۔ اس سے گفتگو کے لئے میرے ہوٹل سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ درخشانہ کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔! بہرحال میں نے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

"کیسی گزر رہی ہے درخشانہ۔؟"

"بس گزر رہی ہے۔!" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو حلیہ ہی بدل لیا۔" میں نے کہا۔

"میں۔۔۔۔۔ میں کیا حیثیت رکھتی ہوں۔ جس کا دل چاہتا ہے' اپنی پسند کی شکل دے دیتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔!" میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ "میری یہ ملاقات تمہیں ناگوار تو نہیں گزری درفشانہ۔؟" جواب میں اس نے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔!"

"ایران کب آئیں۔؟"

"ایک ہفتے قبل۔"

"کہاں مقیم ہو۔؟"

"آریانہ۔۔۔۔۔ روم نمبر سترہ۔!"

"تنہا ہو۔۔۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔! تلسی میرے ساتھ ہے۔" اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"تلسی کون ہے۔؟"

"ہربنس کا آدمی۔۔۔۔۔ مال لاتا لیجاتا ہے۔ میرا پرانا عاشق ہے' بدشکل بدصورت' بداخلاق کسی طور قابل قبول نہیں تھا۔ لیکن مجبوریاں۔ وہاں ہربنس کے اڈے پر' میں کتے کو پسند کرتی تھی' کسی کو نہیں۔ وہ میرے نزدیک آنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے اسے کبھی منہ نہیں نہ لگایا۔ لیکن۔۔۔۔۔ پھر وہ مجھے اتفاق سے مل گیا۔ اس نے بتایا کہ ہربنس میری تلاش میں ہے۔ اس نے کہا یہ اس کا بھی فرض ہے کہ وہ مجھے گرفتار کر کے ہربنس کے حوالے کر دے۔ لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ رہنے کا وعدہ کر لوں تو وہ مجھے ہربنس سے بچالے گا۔ اور اب میں اس کے

ساتھ ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔!" مجھے درخشانہ پر کافی رحم آیا۔ مظلوم لڑکی نہ جانے کونسی قسمت لے کر پیدا ہوئی تھی۔ لیکن۔۔۔۔۔ اچانک میرے اندر کا سویا ہوا چالاک آدمی جاگ پڑا۔ کسی اندرونی خیال سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا اور۔ بمشکل میں نے اپنے جوش پر قابو پایا۔ "تو اب تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"ترکی۔۔۔۔۔! تلسی مال لایا ہے' ترکی لے جا رہا ہے۔" درخشانہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تمہاری حیثیت اس کے ساتھ کیا ہے۔؟"

"ایک داشتہ کی سی۔!"

"اوہ۔۔۔۔۔ مگر اس کے لئے تم تیار کیوں ہوئیں؟" میں نے پوچھا اور درخشانہ نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بھاری لہجے میں بولی۔

"پیٹ کیلئے۔۔۔۔۔ زندہ رہنے کیلئے۔!"

"لیکن تم تلسی کو پسند بھی تو نہیں کرتیں درخشانہ۔؟"

"ایک طوائف کی۔ اپنی کوئی پسند نہیں ہوتی نواز۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"اگر تمہیں کوئی بہتر زندگی مل جائے درخشانہ۔۔۔۔۔؟"

"کون دے گا۔؟ بتاؤ۔۔۔۔۔ کون دے گا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"تم رقاصہ ہو درخشانہ۔ کسی کلب میں رقص کرکے زندگی گزار سکتی ہو۔ زندگی کی ابتداء کے لئے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں کوشش کرکے تمہیں ایران کی شہریت دلوا دوں گا۔ یہاں ملازمت کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں زندگی کے آخری لمحوں تک تمہاری ممنون رہوں گی!" درخشانہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اوکے درخشانہ۔ یہ کام میرا ہے۔ میں یہ کردوں گا' تم بے فکر رہو۔ چند روز اور تمہیں تلسی کے ساتھ گزارنے ہوں گے۔ ویسے تمہاری۔۔۔۔۔ روانگی کا کیا پروگرام ہے۔؟"

"تلسی ہر حالت میں آج سے چوتھے روز سرحد عبور کرلے گا۔"

"مگر وہ مال کس طرح لے جا رہا ہے۔؟"

"کھلونوں کے بیوپاری کی حیثیت سے جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ پلاسٹک کے خوبصورت کھلونے ہیں۔ ان میں سے بہت سے کھلونوں میں منشیات موجود ہیں۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ یہ تو تم جانتی ہو درخشانہ۔۔۔۔۔ کہ تمہیں یہ گفتگو راز رکھنی ہے۔"

"میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔!" درخشانہ نے جواب دیا۔ پھر تھوڑی دیر تک درخشانہ میرے پاس بیٹھی رہی۔ میں نے اسے کافی وغیرہ پلائی اور پھر نیچے آکر اسے ایک ٹیکسی میں سوار کرکے روانہ کردیا۔ قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی۔ نو بجے سے پہلے میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آگیا۔ ٹھیک نو بجے یمانی پہنچ گیا۔ رسمی گفتگو کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ یمانی اپنی کار لایا تھا اس میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ ڈرائیونگ یمانی ہی کر رہا تھا۔ کار سڑکیں طے کرتی رہی۔!

"کوکین تیار ہے یمانی۔؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل۔!"

"اس کی پیکنگ کس انداز کی ہے۔؟"

"ابھی صرف پلاسٹک کے چھ انچ لمبے پائپ ہیں۔ لیکن آپ جس انداز میں کہیں گے اسے پیک کردیا جائے گا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ میں اسے کار کے اکسٹرا سلنڈر میں لے جانا چاہتا ہوں لمبے لمبے پائپ کار میں مختلف جگہ فٹ کئے جائیں گے۔" میں نے کہا۔ اور یمانی ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"کیوں۔۔۔۔۔؟" میں نے اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ طریقہ پرانا ہے۔ کسٹم والے اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔"

"فکرمت کرو یمانی۔۔۔۔۔ میں اسی پرانے طریقے میں تھوڑا سا نیاپن پیدا کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر نواز۔ میں آپ کی مرضی کے مطابق ایسے سلنڈر تیار کرلوں گا۔" یمانی نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ وہ میری بات سے مطمئن نہیں ہے۔ تاہم میں نے اسے مطمئن کرنے کے لئے اور کچھ نہیں کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے اپنے ہوٹل کے کمرے کے بارے میں بتایا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ یہ کیوں۔؟"

"بس میرے پروگرام کے لئے ضروری تھا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔!" اس نے پھر گردن ہلائی۔

"اس وقت ہم کہاں جا رہے ہیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"اسنیکا۔! وہاں کھانا کھائیں گے۔ وہیں میرا ایک دوست بھی موجود ہے جو آپ کے لئے دلچسپیاں فراہم کرے گا۔"

"خوب۔۔۔۔۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم اسنیکا پہنچ گئے بہت خوبصورت اوپن ایر ریستوران تھا۔ انتہائی لذیذ کھانے تھے۔ یمانی نے اپنے پسند کے کھانے مجھے کھلائے۔ آرکسٹرا پر موسیقی ابھر رہی تھی۔ پھر ایک رقاصہ ٹیبل ڈانس کرنے لگی۔ گیارہ بجے تک ہم وہاں کی دلچسپیوں میں کھوئے رہے۔ پھر یمانی نے ایک ویٹر کو بلایا۔ اور ویٹر اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔!

"فوکر نہیں نظر آیا۔۔۔۔۔؟" اس نے کہا۔

"بار روم میں موجود ہے جناب۔" ویٹر نے ادب سے جواب دیا۔

"اس سے کہو' یمانی طلب کرتا ہے۔" یمانی نے کہا اور ویٹر گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سفید کوٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر کا ایک اسمارٹ آدمی یمانی کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر یمانی۔!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"میرے دوست سے ملو۔ مسٹر نواز!"

"خوب۔۔۔۔۔ بڑی مسرت ہوئی۔"

"مہمان ہیں۔۔۔۔۔ اور تم جانتے ہو مہمانوں کی مدارات کس طرح سے کی جاتی ہے۔؟"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔!" نوکر نے یمانی کی جیب سے نکلتی ہوئی نوٹوں کی گڈی کو کسی بھوکے کوے کی طرح دیکھتے ہوئے کہا۔ گڈی نکل کر انتہائی پھرتی سے نوکر کی جیب میں پہنچ گئی۔

"ابھی چلیں جناب۔ یا کچھ دیر بعد۔؟" نوکر نے پوچھا۔

"جانا کہاں ہوگا۔؟"

"انتہائی نفیس ماحول۔۔۔۔۔ بالکل گھر کی طرح۔ آپ بے فکر رہیں مسٹر یمانی۔ نوکر آپ کیلئے اجنبی نہیں ہے۔" نوکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر نواز۔۔۔۔۔!" یمانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ نوکر ہم دونوں کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ پھر وہ ایک لمبی سی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

"تشریف رکھئے۔"

"خوب۔۔۔۔۔!" میں نے یمانی کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا' اور یمانی بھی مسکرا دیا۔ میں کار میں بیٹھ گیا۔ اور نوکر نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ یمانی اپنی کار لے کر چلا گیا تھا۔ راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ اور پھر ایک چھوٹے سے خوبصورت ایک منزلہ بنگلے میں داخل ہو کر کار رک گئی۔ نوکر نے ادب سے دروازہ کھول دیا۔ اور میں نیچے اتر کر اس کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ وہ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے مجھے صوفے پر بٹھایا اور خود اندر چلا گیا۔ اور پھر جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ چھ حسین ترین لڑکیاں تھیں۔!

وہ ایک ایک کر کے سب سے تعارف کرانے لگا! سب ہی خوبصورت تھیں۔ میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ بہرحال میں نے ایک متناسب الاعضاء لڑکی کی طرف انگلی اٹھا دی' جو دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں شکل صورت میں کمتر تھی اور شاید احساس کمتری کا شکار بھی۔۔۔۔۔ دوسری لڑکیوں نے اور خود نوکر نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ لیکن پھر نوکر جلدی سے بولا۔

"اوکے ربابہ۔۔۔۔۔ مہمان کو کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔" اور ربابہ نے گردن ہلا دی۔ وہ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچ گئی۔ اور اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ لیکن اس کے چہرے پر اب بھی حیرت کے نقوش چسپاں تھے۔

"آپ پاکستانی ہیں جناب؟" اس نے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔!"

"مجھے پاکستان دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔ پھر وہ اٹھی اور میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ کر جوتوں کے بند کھولنے لگی۔ میں نے اسے روکا نہیں تھا۔ اس نے ایک سلیپر لا کر میرے نزدیک رکھ دیا۔ پھر اٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ پئیں گے۔؟"

"جو تم پلا دو گی۔" میں نے کہا۔

"میری پسند سے۔؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔۔۔۔۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ پہلے اس نے ملحقہ باتھ روم میں جا کر ہاتھ

دھوئے۔ پھر واپس آ کر ایک الماری سے شراب کی تین بوتلیں نکالیں۔ ان تین شرابوں کو ملا کر اس نے ایک خوشرنگ کاک ٹیل تیار کی۔ اور میرے نزدیک آ گئی۔ چار پیک میں نے لئے۔ دو اس نے' اس کی آنکھوں میں نشہ تیرنے لگا۔ لیکن وہ بہکی نہیں تھی۔ پھر اس نے میری آغوش میں گرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات بتائیں گے۔؟"

"ضرور۔۔۔۔۔؟"

"دوسری لڑکیاں میرے مقابلے میں کافی خوبصورت تھیں۔ پھر آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا۔؟"

"خوبصورتی کا فیصلہ کرنے والے بدذوق ہوں گے۔ تم ان سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔" میں نے اس کے گداز شانوں کو دبوچتے ہوئے کہا۔

"آپ کا حسن نظر ہے ورنہ۔ آج تک ان کے مقابلے میں کسی نے مجھے پسند نہیں کیا۔"

"مگر میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

"وہ سب پاکستانیوں کی دیوانی ہیں۔ ہر ایک کی خواہش تھی۔ کہ آپ اسے پسند کریں۔ اب وہ کئی دن تک مجھ سے منہ بنائے رکھیں گی؟ وہ ہنسی اور میں نے اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

ربابہ احساس کمتری کا شکار تھی۔ میں نے اسے پسند کیا تو اس کی پیاسی روح کو تسکین ملی۔ وہ کاروبار بھول گئی اور اس کی یہی خواہش رہی کہ میری پسند برقرار رہے۔ صبح کو ایک طویل بوسے کے بعد اس نے مجھے رخصت کیا۔ ایک پرانی فورڈ کار مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑنے آئی تھی۔ میں ربابہ سے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے آیا تھا' لیکن میرا اس کے پاس دوبارہ جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اور یہ اس پروگرام کی کامیاب ابتداء تھی جو میں نے عورت کے معاملے میں بنایا تھا۔!

بہرحال۔۔۔۔۔ آج کا دن بے حد مصروفیت کا تھا۔ یمانی دس بجے کے قریب آیا اور میں نے اس سے درخشانہ کے بارے میں گفتگو کی۔ "یہ میرا ذاتی کام ہے مسٹر یمانی۔۔۔۔۔ اور اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار رہوں گا؟"

"میری ذمہ داری جناب۔۔۔۔۔ اس کا کام با آسانی کرا دوں گا۔ کئی نائٹ کلبوں کے منیجروں سے میری دوستی ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ اور ہاں' یہ کارڈ اسے دے دیں۔ وہ جب بھی آپ کے حوالے سے مجھ سے ملے گی میں اس کی پذیرائی کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ یمانی۔۔۔۔۔ اب مجھے دوسرے کام کرنے ہیں' اجازت دو۔" اور میں اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اسپورٹ لی اور باہر نکل آیا۔ درحقیقت آج مجھے بہت سے خاص کام کرنے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں کسٹم ہاؤس گیا۔ میرے شناسا کسٹم افسروں نے میرا پرجوش استقبال کیا۔ جمشید عظمی بھی موجود تھا۔

"آپ کو تو بہت تلاش کیا گیا مسٹر نواز۔ کیا آپ تہران ہی میں تھے یا باہر نکل گئے تھے۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"تہران ہی میں تھا مسٹر احسانی۔۔۔۔۔ البرق میں قیام ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی۔ خیر۔۔۔۔۔ ایک آدھ دن ہمارے ساتھ بھی گزاریئے۔ ہم سب

آپ کے احسان مند ہیں۔ وہ گروہ تو بہت بڑا نکلا اور اس کی جڑیں دور تک گئی ہیں۔"

"حاضر ہوں۔ اور سوچ رہا ہوں کہ آپ کے لئے کچھ اور کروں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ------ آپ کے احسان کا کس منہ سے شکریہ ادا کریں۔ کیا کوئی اور اشارہ ملا ہے۔؟"

"ہاں------ لیکن ابھی یقین کر رہا ہوں۔ حالات سے مطلع ہوتے ہی آپ کو آگاہ کر دوں گا۔"

"بخدا------ ہم آپ کے بے حد احسان مند رہیں گے۔ ہم ایران کی سرحدوں میں یہ لعنت نہیں دیکھ سکتے۔"

"میں آپ کی مکمل مدد کے لئے تیار ہوں۔!" اور پھر میں ان کا مہمان بن گیا۔ دوپہر کا کھانا میں نے احسانی اور جمشید عظمی کے ساتھ ایک عمدہ سے ہوٹل میں کھایا۔ دونوں بے حد خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔

"بس ایک دو دن میں، میں آپ کا وطن چھوڑ رہا ہوں۔!" رواروی میں، میں نے کہا۔

"اس قدر جلد------! کچھ وقت ہمارے ساتھ بھی گزاریئے۔" احسانی نے کہا۔

"تہران کا چپہ چپہ دیکھ چکا ہوں۔ اب اجازت ہی دیں تو بہتر ہے۔"

"کب روانہ ہو رہے ہیں۔؟"

"دو تین دن میں۔!"

"اور ہمارا کام۔؟"

"اس سے قبل ہی انجام دے دوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں جوش مسرت سے ہاتھ ملنے لگے۔

"بہرحال------ آپ کی دوستی اور تعاون ہمیشہ یاد رہے گا۔ ویسے ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی کوئی خدمت نہ کی جا سکی۔ یہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو....."

"کیا آپ ایک سیکنڈ ہنڈ لینڈ کروزر خریدنے میں میری مدد کریں گے میرا خیال ہے باقی سفر گاڑی سے کروں۔"

"ضرور------ میرا خیال ہے، میں آپ کے لئے یہ بندوبست کر سکتا ہوں۔" جمشید عظمی نے کہا۔

"تب پھر براہ کرم میرا یہ کام آج ہی کر دیں۔" میں نے کہا اور جمشید عظمی مجھ سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔ وہ کسی کو فون کرنے گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ واپس آیا۔

"چلئے نواز صاحب------ میرے ایک دوست کا آٹو گیراج ہے۔ اس کے پاس کئی گاڑیاں ہیں۔! عمدہ اور سستی۔ گاڑیاں۔"

"آیئے------!" اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ آٹو گیراج سے میں نے ایک لینڈ کروزر پسند کی اور تھوڑی سی رقم ایڈوانس دے دی۔ بقیہ رقم دوسرے دن ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم وہاں سے چلے آئے! پھر میں انہیں اپنے ہوٹل لایا------ یوں شام تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا۔ اور پھر دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر کے وہ چلے گئے۔!

ایک ویٹر نے مجھے ایک چٹ دی۔ یہ درخشانہ کی تھی۔ وہ دن کو دو بجے آئی تھی، اور دوسرے دن دو بجے آنے کی اطلاع دے کر چلی گئی تھی۔ رات کا کھانا میں نے اپنے ہوٹل میں کھایا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے تیاریاں کیں اور پھر یمانی کی طرف چل پڑا۔ ویسے میں پوری طرح محتاط تھا۔ کسٹم والے اس بات پر شک کر سکتے تھے کہ میرے پاس اسپورٹ کہاں سے آئی۔ یا پھر میں نے لینڈ کروزر کے لئے رقم کہاں سے اکٹھا کی------ بہرحال، اگر اس سلسلے میں سوال کیا جاتا تو جواب میرے پاس تیار تھا۔ یہاں بہت سے لائسنس یافتہ جوئے خانے موجود تھے۔!

یمانی میرا منتظر تھا۔ اس نے پریشان سے انداز میں میرا استقبال کیا۔ "بڑی شدت سے انتظار تھا مسٹر نواز------ اگر آپ کچھ دیر اور نہ آتے تو میں ہوٹل فون کرنے والا تھا۔"

"بے فکر رہو------ اب ایران میرے لئے اجنبی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اچھی بات ہے۔ بہرحال آج کیا پروگرام ہے۔؟"

"نوکر عمدہ آدمی ہے۔ اس سے ملاقات کریں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

دوسری رات بھی پہلی رات سے مختلف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ اس رات میں دو بجے اپنے ہوٹل واپس آ گیا۔ دوسرے دن احسانی اور جمشید عظمی نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے اس نئے شکار کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے۔

"تھوڑا سا انتظار اور------ مسٹر عظمی، میرے اوپر بھروسہ رکھیں" میں نے کہا۔

"سوری------! بس یوں سمجھ لیں۔ انتظار موت سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔" احسانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس تھوڑا سا وقت اور------ ممکن ہے آپ کو میرے ساتھ ہی سفر کرنا پڑے۔!"

"اوہ------ کہاں تک۔؟"

"سرحد تک! اس کا امکان ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی ضرورت نہ پیش آئے۔ ویسے دشمن چالاک ہے۔"

"خوب------! آپ بے فکر رہیں۔ ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے اور آپ کی ہدایت کے خلاف کچھ نہ ہو گا۔!"

"شکریہ!" میں نے کہا۔ "ہاں۔ میری گاڑی تیار ہو گئی۔ دراصل ایک مقامی دوست کی کار مانگ رکھی ہے۔ ایک نائٹ کلب میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس بات کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ اہل ایران بڑے پرخلوص ہوتے ہیں۔"

"خاص طور سے پاکستانیوں کے لئے------ ہم اپنے دلوں میں آپ کے لئے خاص محبت رکھتے ہیں۔" احسانی نے کہا۔

"میرے ساتھ تو انہوں نے بہت ہی اچھا سلوک کیا ہے۔ اب آپ ہی دیکھئے۔ آپ نے میرے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔!"

"ہمیں معلوم ہے آپ ایک سیاحت پسند انسان ہیں۔ آپ کی صاف اور نیک طبیعت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے منشیات کا کاروبار کرنے والے گروہ کا صفایا کرنے میں ہماری مدد کی

ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔ لیکن میں اہل ایران کے جس خلوص کا ذکر کر رہا ہوں وہ کچھ اور ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"یہاں کے نائٹ کلب اور ان کے گیمز روم۔۔۔۔۔ جہاں سے انہوں نے میرے لئے ایران میں سہولتیں مہیا کیں۔ ورنہ میری جیب خالی ہو چکی تھی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔!" احسانی نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ جمشید بھی ہنسنے لگا۔ "تو یہ بات ہے۔ ہاں ہم سوچ ضرور رہے تھے کہ یا تو آپ کے پاس بے اندازہ ٹریولرز چیک ہیں۔ یا پھر آپ کے وسائل۔!"

"نہیں بھائی۔۔۔۔۔ ایک غریب آدمی ہوں۔ بس ہر ملک میں میں تاش کے پتوں کا سہارا لیتا ہوں۔ وہی میرا روزگار ہے۔"

"خوب روزگار ہے۔ ویسے نواز صاحب۔۔۔۔۔ کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اگر کچھ خدمت کر سکیں۔ تو خوشی ہو گی۔"

"میری جیبیں خاصی وزنی ہو چکی ہیں۔ اگر ضرورت ہوتی تو آپ کو ضرور تکلیف دیتا۔ ہاں ترکی کی سرحدوں پر کچھ وقت پیش آسکتی ہے۔ کیا کرنسی بدلنے میں کوئی خاص دقت ہو گی؟ میرا مطلب ہے اتنی کہ ترکی میں داخل ہو کر کچھ وقت گزار سکوں؟"

"آپ بالکل فکر نہ کریں مسٹر نواز۔۔۔۔۔ بازرگان کی سرحدی چوکی پر میرا دوست محمود بے تعینات ہے۔ بڑا بے تکلف اور ہنس مکھ انسان ہے میں آپ کو تعارفی خط دے دوں گا۔ وہ آپ کی ہر ممکن مدد کرے گا۔!" احسانی نے کہا۔

"یہ آپ کا سب سے بڑا احسان ہو گا۔" میں نے کہا۔ پھر ہم ہوٹل سے نکل آئے! گیرج جا کر میں نے لینڈ اوور کی ٹرائی لی۔ رقم ادا کی گیراج کے مالک نے ضروری کاغذات تیار کر لیے تھے۔ چنانچہ لینڈ اوور میرے قبضے میں آگئی۔ اور ہم اسے ہوٹل تک لے آئے۔!

بارہ بجے میں نے ان دونوں سے معذرت کی اور دوسرے دن کی ملاقات کا پروگرام بنا لیا۔ اور پھر میں درخشانہ کا انتظار کرنے لگا! ٹھیک دو بجے درخشانہ پہنچ گئی۔ وہ جلدی میں تھی۔!

"میں زیادہ دیر نہ رکوں گی۔ کل اس نے روانگی کا پروگرام بنا لیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ اب میں کیا کروں۔؟"

"اگر تم اچانک غائب ہو جاؤ درخشانہ۔۔۔۔۔ تو کیا وہ تمہیں تلاش کرنے کے لیے رک جائے گا۔!"

"نہیں رک سکتا۔ اسے ہر حالت میں کل ایران چھوڑ دینا ہے۔"

"خوب۔۔۔۔۔ کل کس وقت روانہ ہو رہا ہے۔؟"

"یہاں سے گیارہ بجے چل پڑے گا۔"

"بس تو تمہارا کام ہو گیا۔ اب تمہیں اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ۔۔۔۔۔"

میں اٹھ گیا۔ اور پھر میں درخشانہ کو لے کر اپنی لینڈ اوور میں بیٹھ کر یمانی کی طرف چل پڑا۔ اتفاق سے

یمانی موجود تھا۔ لینڈ اوور کو دیکھ کر اس نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"میں نے خرید لی ہے۔ ان سے ملو۔ یہ درفشانہ ہیں۔ اور درفشانہ۔۔۔۔۔ یمانی تمہاری مدد کریں گے۔ یہ عمارت تمہاری نئی رہائش گاہ ہے۔ میری طرف سے یہ رقم قبول کرو۔ جس وقت اور جس چیز کی ضرورت ہو یمانی سے بے جھجک کہہ دینا۔" میں نے کافی موٹی رقم درخشانہ کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔ درخشانہ کی آنکھوں میں ممنونیت کے آنسو چھلک آئے تھے۔

"آپ بے فکر رہیں خاتون درخشانہ۔۔۔۔۔ یوں محسوس کریں کہ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہیں۔ یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ مسٹر نواز نے مجھے آپ کے بارے میں ہدایات دے دی ہیں۔ بے فکری سے یہاں رہیں۔ میں آپ کے لئے آپ کی پسند کی ملازمت مہیا کر دوں گا۔ آپ باعزت زندگی گزار سکیں گی۔!"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں نواز۔۔۔۔۔!" درخشانہ نے سسکتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اسے سمجھا بجھا کر اندر پہنچا دیا۔ پھر میں یمانی کو لے کر ایک کمرے میں آگیا۔

"سلنڈر تیار ہیں یمانی۔؟" میں نے پوچھا۔

"پورا کام مکمل ہے۔"

"اس لینڈ روور میں احتیاط سے فٹ کرا دو۔ راتوں رات یہ کام مکمل ہو جانا چاہئے۔ میں کل روانہ ہو رہا ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ کل کس وقت؟" یمانی نے چونک کر پوچھا۔

"لینڈ روور صبح سات بجے ہوٹل پہنچ جانی چاہئے۔ بس تم سلنڈر احتیاط سے فٹ کرانا۔ ان میں کوتاہی نہ رہ جائے۔!"

"بالکل بے فکر رہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔ ہر کام آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا۔ یمانی نے مستعدی سے جواب دیا۔

"شکریہ۔۔۔۔۔ باقی کسی قسم کی فکر مت کرو۔۔۔۔۔ اور ہاں، کچھ رقم کی ضرورت ہے۔؟"

"جتنی ضرورت ہو۔!" یمانی نے کہا۔ یمانی سے رقم لے کر میں پھر درخشانہ سے ملا۔ اور میں نے اس سے تلسی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔ اور اسے تسلیاں دے کر وہاں سے نکل آیا۔ یمانی نے اپنے ملازم کو میرے ساتھ بھیج دیا تھا تاکہ وہ اسپورٹ واپس لے آئے۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے اسپورٹ کی چابی ملازم کو دی اور پھر پورے اطمینان سے احسانی کو فون کرنے لگا دوسری طرف سے احسانی نے ہی فون ریسیو کیا تھا۔

"میں نواز بول رہا ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ نواز صاحب۔۔۔۔۔ خیریت۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ فوراً آجاؤ۔"

"اوہو۔۔۔۔۔ میں حاضر ہو رہا ہوں۔" احسانی نے بدحواسی سے کہا۔ نہ جانے اس کے مکان سے یہاں تک کا فاصلہ کتنا تھا۔ بہرحال اس نے میرے پاس پہنچنے میں صرف بارہ منٹ خرچ کئے تھے اور پھر وہ بدحواس سا میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر نواز۔۔۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"کل------ کل ہم یہاں سے چل رہے ہیں۔ ہمیں طویل سفر کرنا ہو گا۔"

"ہمیں یہاں سے کہاں جانا ہو گا مسٹر نواز۔؟"

"میرا خیال ہے تبریز تک------ ہم منشیات کے اسمگلروں کا اندازہ لگالیں گے۔ ممکن ہے تبریز ہی میں ان پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ ورنہ پھر بازرگان پر تو یقینی ہے۔" میں نے کہا۔

"ان کی تعداد کے بارے میں کوئی اندازہ ہے مسٹر نواز۔؟"

"صحیح نہیں------ لیکن دو یا زیادہ سے زیادہ تین------ بس یہ آخری تعداد ہے۔"

"ہمیں کتنے آدمیوں کو ساتھ لینا ہو گا۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"اسلحہ ضرور ہونا چاہئے۔ آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"براہ کرم اس سلسلے میں کوئی اشارہ تو دیں۔ آپ کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے۔ ممکن ہے ہم مشکلات سے دوچار ہو جائیں۔ احسانی نے کہا۔

"مسٹر احسانی------ تمام مشکلات کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ کچھ معاملات میرے ذہن میں صاف نہیں ہیں جن کی تصدیق کے لئے میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ اگر معاملہ صاف ہوتا تو میں ذرا بھی دقت نہ محسوس کرتا۔"

"خیر------ کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمیں آپ پر اعتماد ہے۔ جمشید عظمی کو تو ساتھ لینا ہے۔؟"

"یقینی طور پر------ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے------ کل ہماری ملاقات کہاں ہو گی۔؟"

"کل ساڑھے دس بجے------ آپ تیار ہو کر یہاں تشریف لے آئیں۔ میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"اوکے۔!" احسانی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ مجھ سے مصافحہ کر کے باہر نکل گیا۔ یہ رات میں نے اپنے کمرے میں ہی گزاری۔ اب یمانی سے ملاقات بھی مناسب نہیں تھی۔

دوسرے دن صبح سات بجے یمانی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں ساڑھے چھ بجے ہی جاگ چکا تھا۔ یمانی نے اطلاع دی کہ گاڑی پہنچا دی گئی ہے۔ تمام کام بالکل درست ہے۔!

"اجازت دیں مسٹر یمانی۔ آپ کی دعائیں درکار رہیں گی۔"

"میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں مسٹر نواز۔" یمانی نے گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں------ آپ وہاں جا کر انقرہ میں گیس اسٹور کی معرفت اپنی مکمل رپورٹ دیں۔"

"بہت بہتر------" میں نے گردن ہلا دی۔

"کیا آپ کو کسی کا انتظار ہے۔" یمانی نے میری شکل غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں------!"

"پوچھ سکتا ہوں۔ کس کا۔؟"

"فی الحال صرف دو نام لوں گا۔ ایکسائز آفیسر مسٹر احسانی اور جمشید اعظمی کا------ یہ دونوں حضرات میرے ساتھ اسی گاڑی میں سفر کریں گے' میرا مطلب ہے میری لینڈ روور میں' جسے خریدنے میں انہوں نے میری مدد کی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور یمانی کا منہ حیرت سے پھیل

گیا۔

"ک ک------ کیا مطلب۔ کیا مطلب۔؟ یعنی کہ یہ دونوں حضرات......!" اس نے بدحواسی سے کہا۔

"ہاں------! یہ دونوں حضرات نہ صرف مجھے ایران کی سرحد پار کرائیں گے بلکہ ارض روم کی سرحد سے میرے نکلنے کا بندوبست بھی کریں گے بس' اس سے آگے کچھ نہ بتا سکوں گا مسٹر یمانی------ خدا حافظ۔"

یمانی پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر شانے ہلائے اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اب تو آپ کی رپورٹ کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔"

"خدا حافظ------!" میں نے ہاتھ ہلایا اور مخبوط الحواسوں کے سے انداز میں باہر نکل گیا۔!

☆ ☆ ☆

یمانی کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے لئے یہ بات واقعی حیرت انگیز ہو گی کہ میں اپنے ساتھ دو کسٹم حکام کو لے جا رہا ہوں۔ جبکہ منشیات کے اسمگلر تو ان کے سائے سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں' اس کے علاوہ جس انداز میں میں نے کوکین سلنڈروں میں بھروائی تھی۔ وہ ایک عام اور گھٹیا طریقہ تھا جسے اب اسمگلروں نے نظرانداز کر دیا تھا کیونکہ کسٹم کے معمولی سپاہی بھی اب اس سے واقف ہو گئے تھے۔

لیکن------ میں نے اسی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اور یہاں آپ میری ذہانت کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ جس بات کو انہوں نے نظرانداز کر دیا تھا' وہی میں نے کی تھی۔ تاکہ وہ اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور پھر بے چارے ایرانی افسر میرے اوپر بھروسہ کرتے تھے کیونکہ میں ان کے خیال میں ایک نیک فطرت انسان تھا۔ میں نے منشیات کے ایک بہت بڑے گروہ کا قلع قمع کرایا تھا۔ اور اب میں دوبارہ یعنی جاتے جاتے بھی ان کی مدد کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ میرے اوپر شک نہیں کر سکتے تھے۔

ٹھیک دس بجے جمشید عظمی اور احسانی میرے پاس پہنچ گئے۔ وہ سادہ لباس میں تھے۔ اور ان کے لباس میں اسلحہ چھپا ہوا تھا۔ دونوں بے حد اسمارٹ نظر آ رہے تھے۔

"احتیاطاً چار افراد کو ساتھ لے لیا گیا ہے۔ لیکن وہ ایک دوسری گاڑی میں سفر کریں گے۔ حلیہ ہپیوں کا سا ہے اور گاڑی پرانی ہے۔ ان پر کوئی شک بھی نہیں کر سکے گا۔ لیکن وہ پوری طرح مسلح ہیں اور ہمارے احکامات کی تعمیل کے لئے چوکس------" جمشید عظمی نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ حفظ ماتقدم کے تحت مناسب ہے۔ جبکہ میری اطلاع کے مطابق شاید اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

"بہرصورت------ آپ کو ارض روم کے حوالے کر کے ہم اسی گاڑی سے واپس آجائیں گے۔" احسانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے بھی تیاریاں مکمل کیں۔ اور تقریباً ساڑھے دس بجے ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ درخشانہ نے بتایا تھا کہ ہر حالت میں ٹھیک گیارہ بجے تلسی ہوٹل چھوڑ دے گا۔ چنانچہ میں ہوٹل آریانہ کی طرف چل پڑا۔ ڈرائیونگ میں ہی کر رہا تھا۔ اور میری رفتار سست تھی۔ مجھے بہت ہوشیاری سے کام کرنا تھا۔ بڑی خطرناک پچویشن تھی۔ ایک طرف تلسی پر نگاہ رکھنی تھی۔ تو دوسری طرف ان دونوں کو بھی مطمئن کرنا تھا۔ پروگرام

یہ تھا کہ بازرگان سے پہلے ان لوگوں کو تلسی کی نشاندہی نہیں کروں گا تاکہ سرحد والے بھی اسی کی گرفتاری میں الجھے رہیں اور میری طرف توجہ نہ دے سکیں کیونکہ میں تو اسمگلروں کو گرفتار کرانے والوں میں شامل ہوں گا۔

درخشانہ نے تلسی کا حلیہ اور اس کی کار وغیرہ کی مکمل نشاندہی کردی تھی اور یہ دلچسپ اتفاق ہی تھا کہ جب میں آریانہ سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر تھا تو آریانہ کے کمپاؤنڈ میں گہرے عنابی رنگ کی پرانی کار باہر نکلی۔ وہی نمبر تھا جو درخشانہ نے بتایا تھا۔ اور ڈرائیونگ کرنے والے کا حلیہ بھی وہی تھا۔ البتہ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک پگڑی اور داڑھی والا سکھ تھا۔

میں نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ تاکہ جمشید اور احسانی اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور پھر ایک مخصوص فاصلے سے ہم عنابی کار کے تعاقب میں چل پڑے ہمارے پیچھے کسٹم کے دوسرے افراد کی کار تھی جو مناسب رفتار سے آرہی تھی۔ احسانی اور جمشید خاموش تھے۔ وہ کوئی انکشاف چاہتے تھے۔ لیکن ابھی تو اس کے لئے بہت وقت پڑا تھا۔ تاہم اخلاقی طور پر وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے۔

"بڑی گہری سوچ میں ہیں آپ حضرات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ------ ہم آپ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"اوہ ------ میں ایک سادہ سا انسان ہوں۔ میرے بارے میں کوئی گہری سوچ بے معنی ہے۔" میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ------ ہمارے لئے تو آپ ایک اہم شخصیت ہیں۔ کیونکہ آپ کے تعاون سے ہمارے لئے ترقی کی سفارش کی گئی ہے۔ افسوس صرف یہ ہے کہ جب ہم اپنی ترقی کی خوشی میں دوستوں کو مدعو کریں گے تو آپ ان میں شریک نہ ہوں گے۔"

"آپ خلوص دل سے مجھے یاد کریں۔ میرے لئے یہی کافی ہوگا۔" ویسے اس لڑکی کے سلسلے میں کیا ہوا؟"

"وہ ہندو لڑکی؟۔"

"ہاں ------"

"ابھی مقدمے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انڈیا گورنمنٹ نے ان اسمگلروں کی حمایت سے انکار کر دیا ہے۔ اور انڈین سفارت خانے نے ہمیں اپنے طور پر انہیں سزائیں دینے کا اختیار دے دیا ہے۔ ممکن ہے اسے سلطانی گواہ بنالیا جائے۔ کیونکہ وہ ٹھاکر کے گروہ کی ایک معمولی لڑکی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوا تو بھی اسے شاید سزائے موت نہ دی جائے۔ کچھ سزا دی جائے گی۔"

"ہوں ------" میں خاموش ہو گیا۔ احسانی نے جمشید کی طرف دیکھا اور دونوں مسکرا دیئے۔ میں نے ان کی مسکراہٹ کو محسوس کر لیا تھا۔ "کیوں؟۔ آپ لوگ ہنس رہے ہیں۔"

"سوری مسٹر نواز ------ بے تکلفی معاف فرمائیں۔ ہمیں یاد آ گیا تھا کہ سرحد پر آپ نے اسے اپنی بیوی بنالیا تھا۔"

"ہاں ------" میں بھی مسکرا دیا۔

"اور اس نے اعتراض بھی نہیں کیا تھا۔"

"یقیناً ------ وہ کیوں اعتراض کرتی۔ اس طرح اس کی حفاظت ہوتی تھی۔"

"لیکن وہ صرف الفاظی بیوی تھی یا عملی بھی ------؟ بے تکلفی معاف۔ لیکن ہم دوستوں میں ہیں۔" جمشید نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"عملی ہی سمجھ لیں۔ لیکن یہ شوہر اسے راس نہ آیا۔" میں نے کہا اور وہ دونوں میرے اس جملے سے خاصے محظوظ ہوئے۔

"تب مسٹر نواز ------ اسے گرفتار کراتے ہوئے آپ کو دکھ تو ہوا ہوگا۔"

"ہاں ------ مجھے شدید تردد تھا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ وہ میرے ساتھ بھی تو مخلص نہیں تھی۔ اگر مجھے بھی اسمگلنگ میں ملوث سمجھ لیا جاتا تو ------ چنانچہ میں نے اس سے نہ صرف چھٹکارا پایا بلکہ اسے سزا بھی دی۔"

"یوں بھی ------ اس کا اور آپ کا ساتھ ناجائز نہیں۔" احسانی بولا۔

"ہاں ------" میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں مسکراتے رہے۔ اس کے بعد پھر ایک طویل عرصے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ میں ڈرائیونگ کرتا رہا۔ اور وقت گزرتا رہا۔ احسانی وغیرہ نے ابھی تک اسمگلروں کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ایک طویل فاصلہ طے کر کے ہم قذوین میں داخل ہو گئے کردوں کا علاقہ جہاں طویل القامت کرد نوجوان اونچی پگڑیاں باندھے نظر آئے۔

"کیا خیال ہے۔ یہاں رک کر چائے پی جائے۔" احسانی نے کہا۔

"چائے تو ساتھ موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک دور رہے۔ یہاں رک کر کیا کریں گے۔ ہمیں اس وقت تک چلتے رہنا ہوگا جب تک مجھے ان لوگوں کا نشان نہ مل جائے۔" میں نے کہا۔ میں نے دیکھا تھا کہ عنابی کار یہاں نہیں رکی ہے پھر میں یہاں کیسے رک سکتا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" جمشید نے کہا اور چائے کا تھرماس نکال لیا گیا۔ پھر ہم تینوں نے چائے پی۔ اور چائے کے دوران احسانی نے کہا۔

"مسٹر نواز ------ ڈرائیونگ کرتے ہوئے تھک جائیں تو یہ خدمت ہم میں سے کسی کے سپرد کر دیں۔"

"تھک جاؤں گا تو ضرور تکلیف دوں گا۔" میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"ویسے معاف کیجئے۔ اگر اجازت ہو تو کچھ سوالات کروں؟"

"تکلف چھوڑو ایرانی دوستو ------ اجازت وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے چائے کا مگ واپس کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک آپ نے اسمگلروں کی نشاندہی نہیں کی ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں شاید کہ مجھے ان کے بارے میں مختصر سی معلومات ہے۔ کسی خاص علاقے میں پہنچ کر ہم انہیں تلاش کر سکیں گے۔ اور اس وقت تک صرف اندازے قائم کرنا ہیں۔"

"ایک اور سوال ------ کیا آپ کے دوسرے کچھ ساتھی بھی ہیں۔؟"

"ساتھی ------" میں مسکرایا۔ "آپ جن معنوں میں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ان میں

نہیں۔"

"پھر۔۔۔۔۔؟"

"جب تکلف ہی ختم ہو گیا۔ تو پھر کوئی بات چھپانا بے سود ہے۔ اس نشاندہی کا ذریعہ بھی ایک لڑکی ہی بنی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔" دونوں کے منہ سے نکلا۔ "کوئی ایرانی لڑکی ہے۔"

"نہیں۔۔۔۔ افغان۔۔۔۔ اسمگلروں کی داشتہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ میری اس سے ملاقات افغانستان کے ایک کلب میں ہی ہوئی تھی۔ میرا مطلب ہے وہ منشیات کے اڈے پر نشہ کرنے والوں کے لئے رقص کرتی تھی۔ یہاں نظر آئی تو میں نے اسے مدعو کیا۔ اور پھر میں نے اس سے اس کا راز اگلوالیا۔"

"بہت خوب۔۔۔۔" جمشید نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ کسی مناسب مقام پر مجھے اشارہ دے گی۔"

"بہت خوب۔۔۔۔ کیا نام ہے اس کا۔؟"

"درخشانہ۔" میں نے نہایت چالاکی سے جواب دیا۔

"گویا۔۔۔۔ وہ بھی سفر کر رہی ہے اسمگلروں کے ساتھ۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔۔۔۔" دونوں دلچسپی سے مسکرانے لگے۔ پھر احسانی مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "ویسے مسٹر نواز۔۔۔۔ لڑکیوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ ہیں بھی پرکشش انسان۔۔۔۔"

"دوستوں کو بے وقوف بنانے کا حق بھی ہوتا ہے۔ اس کے لیے میں آپ کی بات کا برا نہیں مانوں گا۔"

"بخدا۔۔۔۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ اگر افغان رقاصہ آپ پر ریجھ نہ گئی ہوتی اپنا راز کیسے بتا دیتی۔" جمشید نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ہم لوگ کافی دیر تک ہنستے رہے۔ اس کے بعد انتہائی بے تکلفی کا ماحول پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ احسانی اور جمشید نے اپنے معاشقوں کی داستانیں بھی سنانا شروع کر دیں اور سفر کافی دلچسپ ہو گیا۔

"سورج ڈوب چکا تھا جب ہم تبریز پہنچے۔ میرے ذہن میں تردد تھا۔ ابھی ان لوگوں کو عنابی کار کے بارے میں بتا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس سے اس کی نشاندہی مناسب نہ ہوتی۔ لیکن اسے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دے سکتا تھا۔ ست رفتاری سے ہم تبریز میں داخل ہوئے۔ آذربائیجان کا صدر مقام تبریز۔۔۔۔ تہران کے بعد ایران کا سب سے بڑا شہر ہے۔ کوہ ساہند سے نکلنے والی ندیوں نے اس علاقے کو کافی سرسبز اور شاداب بنا دیا ہے۔ تبریز کی تاریخ نگاہوں میں گھوم گئی۔ مولانا رومی اور شمس تبریز کی پہلی ملاقات یاد آئی۔ جب مولانا رومی ایک تالاب کے کنارے بیٹھے کتابوں کے مطالعے میں مصروف تھے شمس ادھر سے گذرے تو مولانا کے قریب پہنچ کر کے اور کتابوں کے ڈھیر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے۔؟"

"یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں۔۔۔۔ مولانا، جنہیں اپنے علم پر بے حد ناز تھا۔" طنز سے

بولے۔ لیکن اچانک کتابوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی اور مولانا گھبرا کر شمس تبریز کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"یہ کیا ہے۔؟"

"یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں۔" حضرت شمس تبریز نے فرمایا۔

یہ قصہ یاد آیا۔ اور آنکھوں میں نمی آگئی۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ذہن کے کسی گوشے میں مذہب سے عقیدت کی کوئی چنگاری دبی رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے ذہن ماؤف ہو گیا۔ بدن پر لرزہ طاری رہا۔ کیا لوگ تھے۔ اور۔۔۔۔ اب کیا ہے۔ احسانی اور جمشید نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا۔ استفسار کیا تو انہیں اس کے بارے میں بتایا۔ اور پھر دیر تک تبریز کے قصے ہوتے رہے۔ ایران کے مغل بادشاہوں کا دور یاد کیا گیا۔ ارغن خاں کی درخواست پر جب خان اعظم نے ایک مغل شہزادی مارکو پولو کی حفاظت میں چین سے ایران روانہ کی تو پولو اسے لے کر تبریز ہی آیا تھا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو ارغن خاں فوت ہو چکا تھا چنانچہ چینی شہزادی اس کے بیٹے غازان خاں کے قبضے میں آگئی۔

احسانی اور جمشید تبریز کے قصے سناتے رہے۔ عنابی کار نے تبریز کے آخری علاقے کے ایک گھٹیا سے ہوٹل کے سامنے قیام کیا تھا۔ اس سے کافی فاصلے پر میں نے بھی کار روک دی۔

"میرا خیال ہے کہ اب کل صبح ہی سفر کیا جائے۔ ہاں اگر اس دوران مجھے کوئی پیغام مل جائے تو دوسری بات ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی کہنے والا تھا کہ رات میں سفر مناسب نہیں رہے گا۔" احسانی نے کہا۔

"کیا رات کار ہی میں گذاری جائے گی؟" جمشید نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے یہی مناسب ہے۔ وہ میری کار پہچانتی ہے۔ ممکن ہے رات کے کسی حصے میں آنے کی کوشش کرے۔" میں نے کہا۔

"تب تو ٹھیک ہے۔" جمشید نے کہا۔ "میں ذرا اپنے ساتھیوں کو ہدایت دے دوں اور کھانے کے لئے بھی کچھ منگوا دوں۔"

"میں نے گردن ہلا دی۔ اور جمشید اور احسانی اتر کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ طویل ڈرائیونگ کی وجہ سے بڑی تھکن طاری ہو گئی تھی۔ لیکن بہرحال ترکی میں داخل ہونے کے بعد آرام کرنا تھا۔ اس لئے یہ مشقت بری نہیں تھی۔ اور پھر یہ میرا پہلا کارنامہ تھا۔ اگر اسے بحسن و خوبی انجام دے لیا۔ تو غلام سیٹھ کے دل میں میری وقعت اور بڑھ جائے گی۔

ویسے غلام سیٹھ نے جو شرائط پیش کی تھیں وہ میرے لئے بہت دلکش تھیں۔ ان میں کم از کم وقت کا تعین تھا۔ اگر زندگی کے پانچ سال کامیابی سے گذر گئے تو کیا کہنے ہیں۔ لطف آجائے گا۔ اس کے بعد کی زندگی پر سکون ہو گی۔ وطن واپس آنے کا تو منہ ہی نہیں رکھتا تھا۔ کس منہ سے اپنی زمین پر جاؤں گا۔ میری شخصیت گناہ کی دلدلوں میں غرق ہے۔ ان قدموں سے اپنی زمین کو ناپاک نہیں کروں گا۔ زمین کا کیا قصور۔۔۔۔ ہاں، ممکن ہو سکا تو بقیہ زندگی گناہوں کا کفارہ ادا کرنے میں صرف کروں گا۔

خوش آئند خیالات نے جکڑ لیا اور اس وقت چونکا جب وہ دونوں واپس آگئے۔ احسانی کے

ہاتھوں میں ایک پیکٹ تھا جس میں گول سیخ کباب اور پراٹھے بندھے ہوئے تھے۔ نہ جانے کیوں یہ کھانا بہت پسند آیا۔ کافی تھا اس لئے ڈٹ کر کھایا۔ پھر جمشید نے کافی کا تھرماس نکالا۔ اور گرم گرم کافی پی گئی۔

ویسے لینڈ روور کافی بڑی تھی۔ اس لئے اس میں لمبی تاننے کا پروگرام بنایا۔ احتیاطاً" میں نے ایک ایک فرد کے جاگنے کا انتظار کیا اور انہیں بتا دیا کہ اگر درخشانہ آئے تو مجھے فوراً جگا دیا جائے۔ چنانچہ رات کے ایک پہر میں احسانی جاگا۔ دوسرے میں میں' اور تیسرے میں جمشید ------ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

صبح اٹھ کر سب سے پہلے میں نے تلسی کی کار پر نگاہ دوڑائی۔ وہ موجود تھی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ اور پھر جلدی جلدی ضروریات سے فارغ ہو گئے۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ عنابی کار اول وقت میں ہی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تھی۔

آج اسٹیئرنگ احسانی نے سنبھالا تھا اور اطمینان سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ تبریز سے نکلتے ہی بلند و بالا پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سرسبز وادیاں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان سفر بہت حسین تھا۔ دن کو دس بجے ہم مراند سے گذرے۔ پھر ایک بجے ماکو پہنچے۔ بڑا خوشنما قصبہ تھا۔ پھولوں کا شہر ماکو ------ ماکو کا ناقابل تسخیر قلعہ ------ جس نے تیموری افواج کا منہ پھیر دیا تھا۔ ماکو سے نکلتے ہی چڑھائی شروع ہو گئی تھی۔ جو عنابی کار کے لئے دشوار گذار تھی۔ لیکن لینڈ روور کے مضبوط اور طاقتور انجن نے اس چڑھائی کو چیلنج کر لیا۔ اور اسے اس چیلنج کو پورا کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ البتہ خنکی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے پوستین پہننا پڑی۔ جمشید اور احسانی نے بھی گرم سوئٹر استعمال کئے تھے۔ لیکن اب ان کے چہروں پر نمایاں تردد تھا۔ کیونکہ بازرگان کی ایران ترک چوکی نزدیک آتی جا رہی تھی۔ جمشید اور احسانی غیر معمولی طور پر خاموش ہو گئے تھے۔ میں نے بھی سنجیدگی کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا۔ میری پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ جیسے میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ وہ دونوں کبھی کبھی میری شکل دیکھ لیتے تھے۔ لیکن نہایت صبر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ بازرگان کی چوکی سامنے آ گئی۔

احسانی اور جمشید اب بھی کچھ نہ بولے تھے۔ عنابی کار چوکی پر پہنچ گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری لینڈ روور بھی پہنچ گئی تھی۔ وہاں چند اور کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں جن کی تلاشی ہو رہی تھی۔

ہم لینڈ روور سے نیچے اتر آئے۔

"کیا خیال ہے مسٹر نواز ------؟" بالآخر احسانی پوچھ ہی بیٹھا۔

"مجھے شدید حیرت ہے۔" میں نے پریشانی سے کہا۔ کسٹم کے دو آدمی ٹہلتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ تب احسانی نے ان میں سے ایک کو نزدیک بلایا۔ اس نے اپنا کارڈ اس کے سامنے کیا اور بولا۔

"افشار ہادی کو بلاؤ۔"

"بہت بہتر جناب ------" کسٹم کا آدمی جلدی سے عمارت کی طرف دوڑ گیا۔

"افشار ہادی یہاں انچارج ہے۔" جمشید نے مجھے بتایا۔ اور چند ہی منٹ کے بعد ایک طویل القامت اور لمبی مونچھوں والا خوبصورت ایرانی افسر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ احسانی اور جمشید سے وہ گلے

ملا تھا اور پھر انہوں نے میرا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آیئے ------ کیسے آنا ہو گیا۔؟"

ہم اس کے ساتھ کسٹم کی عمارت میں پہنچ گئے اور پھر اس کے دفتر میں آ بیٹھے۔

"براہ کرم یہ تو بتایئے کہ آج صبح سے اب تک کوئی ایسی کار تو نہیں گذری جس میں ایک یا دو آدمی ہوں۔ اور ایک افغانی عورت۔"

"آج ------ افشار نے سوچتے ہوئے کہا۔ "نہیں ------ نہ صرف آج بلکہ پچھلے تین چار دن سے ایسے لوگ نہیں گذرے۔ کیوں۔؟"

"آج کے کاغذات میں کسی تلسی نامی شخص کا اندراج ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تلسی ------ ایک منٹ میں دیکھتا ہوں۔" افشار نے کہا اور ایک رجسٹر کھول لیا۔ رجسٹر میں آج صرف پانچ افراد کی فہرست تھی جس میں تلسی نام کا کوئی شخص نہیں تھا۔

"پھر کیا ہوا!؟" میں نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"لیکن بات کیا ہے۔؟" افشار نے ہم تینوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس نام کے شخص پر منشیات لے کر جانے کا شبہ ہے۔" احسانی نے کہا۔

"اوہ ------" افشار گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "باہر کئی کاریں موجود ہیں۔ ممکن ہے ان میں کوئی موجود ہو۔ کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟"

"نہیں ------ لیکن اس کا نام تلسی ہے۔"

"آیئے ------ دیکھ لیں۔ ابھی انہیں کلیرنس نہیں ملا ہے۔" افشار نے کہا۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا۔ چنانچہ فوراً اٹھ گیا۔ میرے اٹھنے کے ساتھ ساتھ احسانی اور جمشید بھی اٹھ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ان کاروں کے قریب پہنچ گئے جن میں اب احسانی کے ساتھیوں کی کار بھی شامل ہو گئی تھی۔ میری لینڈ روور وہیں کھڑی ہوئی تھی۔ جہاں میں نے اسے چھوڑا تھا اور کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ افشار نے ہمارے ساتھ مل کر بذات خود ان کاروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے کاغذات کی چیکنگ شروع کر دی۔ چوتھے نمبر پر ہم عنابی کار کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ تلسی سگریٹ پی رہا تھا۔ شکل ہی سے خطرناک آدمی معلوم ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ بیٹھا سردار بھی خاصا کیم شیم تھا۔

"آپ کے کاغذات ------؟" افشار نے اس سے پوچھا اور تلسی نے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات اس کے حوالے کر دیئے۔ پاسپورٹ پر تلسی چند دیکھتے ہی افشار چونک پڑا تھا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا اور غیر محسوس انداز میں اشارہ کیا۔ احسانی اور جمشید چونک پڑے تھے۔

"براہ کرم ------ کیا آپ ہمارے ساتھ آنا پسند کریں گے۔؟" افشار نے نرم لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص ضرورت ہے؟" تلسی نے سگریٹ کا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

احسانی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا اور وہ چاروں جیبوں میں ہاتھ ڈالے نیچے اتر آئے۔ یقیناً ان کے ہاتھ پستولوں کے دستوں پر تھے۔

"ہاں ------ خاص ضرورت ہے۔" افشار نے لہجہ کسی قدر سخت کرتے ہوئے کہا اندر بیٹھے

ہوئے لوگوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر وہ دونوں طرف کے دروازے کھول کر نیچے اتر آئے۔

"فرمائیے ----- کیا بات ہے۔؟"

"آیئے۔" افشار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور وہ اس کے پیچھے چل پڑے۔ ہم تینوں بھی ساتھ تھے اور ہمارے پیچھے احسانی کے ساتھی چل رہے تھے۔ اس طرح ہم افشار کے دفتر میں داخل ہو گئے۔ احسانی اور جمشید بے حد چوکنے تھے۔ ان کے چہرے جوش سے سرخ نظر آرہے تھے۔ ان کے بقیہ ساتھی دروازے پر جم گئے۔

"تشریف رکھیے۔" افشار نے کہا۔

"آپ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں مسٹر آفیسر ----- براہ کرم اپنا کام کریں۔ اور ہمیں جانے کی اجازت دیں۔" تلسی نے کہا۔

"کیا آپ کے پاس اسلحہ موجود ہے؟" افشار نے پوچھا۔

"ہاں ----- ہمارے پاس پستول ہیں۔ لیکن ان کے انٹرنیشنل لائسنس بھی موجود ہیں۔"

"دیکھ سکتا ہوں۔" افشار بولا اور انہوں نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر لائسنس نکال کر میز پر ڈال دیئے۔

"پستول -----" افشار انہیں گھورتے ہوئے بولا۔ اور ان دونوں نے بغلی ہولسٹروں سے پستول بھی نکال لئے۔ پستول بھی میز پر رکھ دیئے گئے۔ افشار نے لائسنس دیکھ کر انہیں واپس کر دیا۔ انہوں نے پستولوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو افشار نے پستولوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"انہیں ابھی نہ اٹھائیے۔ آپ ترکی کیوں جا رہے ہیں۔؟"

"یہ سوال غیر ضروری ہے۔" سردار جی بولے۔

"جواب دیں۔ ضروری یا غیر ضروری کا تعین آپ نہیں کریں گے۔"

"ہمارا تعلق کابل کی ایک فرم سے ہے۔ جو خوبصورت کھلونے بناتی ہے۔ ہم اس کے سفری ایجنٹ ہیں۔"

"اوہ! ----- آپ کے پاس کھلونوں کے نمونے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"یقیناً -----" انہوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تب مسٹر افشار۔ براہ کرم تمام کھلونے یہاں منگوالیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پہلی بار ان دونوں کے چہروں پر بدحواسی نظر آئی۔ انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور پھر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگے۔ احسانی اور جمشید کبھی میری اور کبھی ان کی شکل دیکھ رہے تھے۔ افشار نے گھنٹی بجادی اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔

"عنابی رنگ کی کار کی مکمل تلاشی لو۔ اور اس میں رکھے ہوئے پلاسٹک کے کھلونے نکال لاؤ۔"

"آپ انہیں وہیں چیک کرلیں۔ ہمارا وقت بہت قیمتی ہے۔" سردار نے اکڑتے ہوئے کہا۔

"اگر تم خاموش رہو تو بہتر ہے۔ ورنہ -----" افشار تیز ہو گیا۔

"ہماری بے عزتی کی جا رہی ہے۔ ہم اپنے سفارت خانے کی معرفت احتجاج کریں گے۔" تلسی کئی قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ لیکن اسی وقت عقب سے احسانی کے آدمیوں میں سے ایک نے اس

کی گردن پر پستول کی نال رکھ دی۔ تلسی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ مزید دو آدمی اندر آگئے تھے۔ تلسی بالکل بدحواس ہو گیا۔

"تلاشی لو ان دونوں کی۔ ان کے پاس اور اسلحہ تو نہیں ہے۔" جمشید نے کہا اور اس کے آدمی سردار جی اور تلسی کی تلاشی لینے لگے۔ ان کے پاس سے لمبے چاقو برآمد ہوئے تھے۔ افشار گردن ہلا رہا تھا۔ وہ دونوں اب خاموش تھے۔ لیکن ان کے چہروں پر اب زردی پھیلتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد افشار کے آدمی چند پیکٹ لئے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ اور پھر پیکٹ میز پر رکھ دیئے گئے۔ افشار اور احسانی پیکٹوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جمشید چوکنے انداز میں ان لوگوں کی نگرانی کر رہا تھا۔

میں نے ایک چاقو اٹھایا۔ اور پیکٹ سے ایک کھلونا نکال لیا۔ پھر اس نے بے دردی سے کھلونے کا پیٹ چاک کیا۔ لیکن اس سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ احسانی اور افشار نے بھی دو کھلونے ضائع کئے تھے۔ دوسرے اور پھر تیسرے پیکٹ کے کھلونوں سے بھی کچھ برآمد نہ ہوا۔ لیکن میں درخشانہ کے بیان کو جھوٹ سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا میں نے تمام پیکٹوں کے کھلونے نکالنا شروع کر دیئے۔ مختلف اقسام کے کھلونے تھے میں ان کے ڈیزائن کا اندازہ لگانے لگا۔ اور پھر میں نے تمام ڈیزائنوں کا ایک ایک کھلونا اٹھالیا اور ان کا وزن کرنے لگا۔ ذرا سی دیر میں اندازہ ہو گیا کہ سیاہ رنگ کے ریچھ ان کھلونوں میں سب سے زیادہ' بلکہ غیر معمولی طور پر وزنی ہیں۔ عمدہ طریقہ تھا۔ ریچھ کی کھال مصنوعی بالوں سے بنائی گئی تھی اور اتنی موٹی تھی کہ چاقو سے مشکل سے کٹ سکتی تھی۔ ایک نفسیاتی مسئلہ تھا۔ تلاشی لینے والے اسے بھی کاٹنے کی کوشش کرتے اور جب وہ نہ کٹتا تو وہ دوسرا کھلونا اٹھالیتے۔ لیکن اصل چیز وہی ریچھ تھے جن کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ میں نے ریچھ کے پیٹ پر چاقو آزمایا لیکن ہر کام آسان نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے میز پر رکھا اور پھر چاقو مٹھی میں پکڑ کر بلند کیا اور زور سے اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ اس طرح چاقو ریچھ کے پیٹ میں پیوست ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک سیاہ رنگ کا سیال مادہ ریچھ کے پیٹ سے بہنے لگا۔

"احسانی -----" میں نے احسانی کو مخاطب کیا۔

"ہوں -----" احسانی چونک کر بولا۔

"یہ دیکھو۔" میں نے اسے سیاہ سیال کی طرح متوجہ کیا اور احسانی حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے سیال انگلی پر لگا کر اسے سونگھا اور پھر چکھا۔ اور پھر بری طرح اچھل پڑا۔

"ارے!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیوں۔؟" "کیا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"چانشک ----- کئی نشہ آور اشیاء سے کشید کیا ہوا محلول ----- افوہ!...... یہ تو بڑی قیمتی چیز ہے۔ غالباً ایک تولہ شیشی کی قیمت دس سے پندرہ ہزار روپے تک ہوتی ہے"۔

"خوب ----- مگر تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"دلچسپ بات ہے۔ چند روز قبل ایک امریکن کے پاس سے ایک ننھی سی شیشی برآمد ہوتی تھی۔ وہ اس کے لئے جان دینے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ نشہ آور اشیاء میں یہ غالباً سب سے قیمتی چیز ہے۔ ماچس کی تیلی کا ایک سرا اس میں ڈبو کر سگریٹ کے تمباکو پر ٹکا دو۔ ایک سگریٹ پورے دن کے لئے کافی ہے۔ امریکن یہی نے بتایا تھا کہ اس ایک شیشی کے

عوض اس نے اپنی محبوبہ فروخت کر دی تھی جو چھ سال سے اس کے ساتھ تھی اور جس کی نیلی آنکھیں امریکہ کی تمام لڑکیوں سے زیادہ حسین تھیں۔ اور پھر وہ دھاڑیں مار مار کر رویا۔ اس نے اپنا سر پھاڑ دیا۔۔۔۔۔۔ چنانچہ اس کے چند قطرے حاصل کرنے کے بعد شیشی اسے واپس کر دی گئی تھی۔ ورنہ شاید وہ مر ہی جاتا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔۔ تو پیارے احسانی۔۔۔۔۔۔ ان ریچھوں میں چاشک محفوظ ہے۔"

تلسی اور سردار جی کے پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ ان کے چہرے دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید ہو گئے تھے۔

"کیوں۔۔۔۔۔۔؟" افشار انہیں گھورتے ہوئے بولا۔ لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ شاید ان کے پیروں میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔!

"ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔" افشار نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ احسانی اور جمشید مجھ سے چمٹ گئے تھے۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ ریچھوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا۔ جس ریچھ سے سیال نکلا تھا اس کے پیٹ کے شگاف کو موم لگا کر بند کر لیا گیا تھا۔

افشار نے بھی میرا بے حد شکریہ ادا کیا۔

"مگر یار۔۔۔۔۔۔ وہ تمہاری خانم۔۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے وہ لڑکی کہاں گئی۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔۔ اس کے بارے میں بھی لوگ کیا کہیں گے۔"

"تلسی۔۔۔۔۔۔" احسانی نے پوچھا "تمہارے ساتھ ایک لڑکی تھی۔"

"لڑکی۔۔۔۔۔۔" تلسی بڑبڑایا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ افغان لڑکی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔" تلسی اچھل پڑا۔ "درخشانہ۔۔۔۔۔۔ مگر تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔؟"

"وہ ہے کہاں۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"میں سمجھ گیا۔ اسی کتیا نے نشاندہی کی ہو گی۔ افغان کتیا۔۔۔۔۔۔ تو اسی لئے غائب ہوئی تھی۔" تلسی دانت پیسنے لگا۔ یوں اس بیان کی تصدیق بھی ہو گئی اور اب میری پوزیشن بالکل صاف تھی۔

"کیا تم نے اسے قتل کر دیا۔؟" جمشید نے تلسی کے بوٹ کی ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ مگر کاش میں اسے قتل کر سکتا۔ وہ تہران میں ہی غائب ہو گئی تھی میں سمجھ گیا ضرور اس نے ہی ہماری مخبری کی ہو گی۔"

"لیکن ہمیں اطلاع ملی تھی کہ وہ تمہارے ساتھ ہی آ رہی ہے۔"

"آ رہی تھی لیکن عین موقع پر ہی غائب ہو گئی۔ ہم انتظار نہیں سکتے تھے۔ لیکن سچ سچ بتا دو۔ کیا اسی نے۔۔۔۔۔۔؟"

"ابے وہ تو تیری ساتھی تھی۔ وہ سالی کیا مخبری کرتی۔" احسانی نے کہا اور پھر ان دونوں کو اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے احسانی۔؟" میں نے پوچھا۔

"دوست نواز۔۔۔۔۔۔ تمہارے اس تعاون پر ہم زندگی بھر تمہارے احسان مند رہیں گے۔ پھر کبھی ایران آنا ہو تو ہم سے ملے بغیر نہ چلے جانا۔ ویسے کیا خیال ہے۔ تم آج ہی سرحد پار کرنا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے یہی مناسب ہے۔"

"آج ہمارے مہمان رہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔" افشار نے کہا۔

"اجازت ہی دیں۔۔۔۔۔۔ حالانکہ آپ لوگوں سے جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا۔۔۔۔۔۔ لیکن آج نہ سہی کل۔۔۔۔۔۔ جانا تو ہے ہی۔۔۔۔۔۔"

"تب پھر ایک دور چائے کا ہو جائے۔" افشار نے کہا اور اپنے آدمیوں کو ہدایت دینے لگا۔ اس ویرانے میں بھی افشار نے چائے کا کافی تکلف کر ڈالا تھا۔ پھر چائے کی میز پر ہی جمشید نے محمود بے کے نام تعارفی خط دیا۔ افشار نے اس پر مہر لگا دی تھی۔ اس خط میں میرے ساتھ تعاون کرنے کی درخواست کی تھی۔ اور مختصراً میرا تعارف بھی کرایا گیا تھا۔ بہرحال ایک بھرپور خط تھا جسے میں نے حفاظت سے رکھ لیا تھا۔ یقیناً دوسرے مرحلے میں یہ میرے کام آئے گا۔

احسانی اور جمشید آخری بار مجھ سے گلے ملے۔ انہوں نے ایک بار پھر میرا شکریہ ادا کیا۔ اور میں اپنی لینڈ روور میں بیٹھ گیا۔ اب میری کار کی چیکنگ کا کوئی سوال ہی نہیں تھا خود افشار نے مجھے ضمنی طور پر کلیرنس فارم دیا تھا۔ انہوں نے مجھے خدا حافظ کہا اور میں چل پڑا۔ ایرانی کرنسی تبدیل کرانے میں کچھ وقت صرف ہوا۔ اور چند منٹ کے بعد میں ترکی کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔ میری نگاہیں چاندی کی دیوار کوہ آرارات سے ٹکرائیں۔ برف کا پہاڑ جو نوح کا پہاڑ بھی کہلاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی اسی پہاڑ کی چوٹی پر لنگر انداز ہوئی تھی۔

ترکی کسٹم ہاؤس کی عمارت کے دروازے پر سرخ و سفید ترک سپاہیوں نے میرا خیر قدم کیا۔ بظاہر وہ بہت اخلاق سے پیش آئے تھے۔ میں فوراً محمود بے کے بارے میں پوچھا۔ اور سپاہی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا آپ ان سے واقف ہیں؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ وہ میرے دوستوں کے دوست ہیں۔ براہ کرم یہ خط انہیں دے دو۔" میں نے خط نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔ ویسے دل اندر سے دھڑک رہا تھا۔ دو تین سپاہی لینڈ روور کی تلاشی لینے لگے۔ انہوں نے اندر جھانکا اور پھر نیچے جھانکنے لگے۔ میرے ہونٹ خشک ہوتے جا رہے تھے۔ بار بار آنکھوں میں تاریکی چھا جاتی۔ بظاہر میں ترک سپاہیوں کی طرف سے بے نیاز تھا۔ لیکن میں ان کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اگر ان میں سے ایک بھی سپاہی لینڈ روور کے نیچے رینگ جائے تو بلاشبہ وہ سلنڈر ان کی نگاہوں میں آ سکتے ہیں جن کے وجود کا کوئی جواز نہیں ہے۔

میں دل کی ایک ایک دھڑکن شمار کر رہا تھا۔ تب ایک سپاہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ یقیناً یہ بہت چالاک تھے اور پوری مہارت سے تلاشی لیتے تھے۔ سپاہی شاید لینڈ روور کے نیچے جانے کی تیاری کر رہا تھا اور میری آنکھیں خوف سے بند ہوئی جا رہی تھیں کہ بائیں سمت سے آواز آئی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔" اور میں اچھل پڑا۔ ایک طویل القامت ترک میرے سامنے مسکرا رہا تھا بیٹھا

ہوا سپاہی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے آنے والے کو سلام کیا تھا۔

"غالباً آپ ہی مسٹر نواز اصغر ہیں؟" آنے والے نے انگریزی میں پوچھا۔

"جی۔" میں نے انتہائی کوشش سے آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اور آپ یقیناً محمود بے۔"

"یقیناً۔" محمود بے نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ اور میری طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔۔۔۔۔۔ ایران میں آپ نے انسداد منشیات کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ ویسے بھی میرے لئے یہ مسرت کی بات ہے کہ آپ پاکستانی ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے انکساری سے کہا۔ میری نگاہیں قرب و جوار کے ماحول کا بھی جائزہ لے رہی تھیں اور یہ دیکھ کر کہ اپنے اعلیٰ افسر کو دوستانہ انداز میں میرے نزدیک دیکھ کر سپاہی میری گاڑی کے پاس سے ہٹ گئے تھے۔ مجھے ایک گونہ سکون ہوا۔ میں زیادہ پر سکون انداز میں محمود بے سے گفتگو کرنے لگا۔

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے۔" محمود بے نے پوچھا۔

"بس شکریہ۔ کچھ عرصہ آپ کے ملک میں رہوں گا۔ پھر آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"ہاں صاحب۔۔۔۔۔۔ سیاحت بھی خوب چیز ہے بشرطیکہ انسان کو مواقع میسر ہوں۔" محمود بے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بہرحال، میرے ساتھ ایک کپ کافی تو پی لیں۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

"شکریہ۔" میں نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اور محمود بے نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ وہ میرے ساتھ میری گاڑی میں ہی آ بیٹھا۔ گاہے گاہے وہ نظریں اٹھا کر چاروں طرف دیکھ لیتا تھا۔ سپاہی اپنا کام کر رہے تھے۔ آدمی کے آنے پر اس نے کافی کے لئے کہا اور پھر مجھ سے گفتگو میں مصروف ہو گیا۔ جمشید عظمی سے دوستی کے قصے، ایران کے سفر کے قصے اور پھر اپنے کام کے بارے میں دلچسپ اور باتونی آدمی تھا۔ بہت جلدی بے تکلف ہو جانے والوں میں۔۔۔۔۔۔ سپاہی گاڑیوں اور انسانوں کی تلاشی لے رہے تھے۔ اس کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے محمود بے نے کہا۔

"منشیات کی اسمگلنگ کا زور بڑھ گیا ہے۔ اب تو بڑے منظم پیمانے پر یہ کاروبار ہو رہا ہے۔ اسمگلر نئے نئے طریقے ایجاد کرتے ہیں۔ اور ہم لوگوں کو ان کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہونا پڑتا ہے۔ ورنہ پہلے نہایت آسانی سے کام چل جاتا تھا۔ مثلاً ہم ایک فارم پر کراتے تھے جس پر سوال ہوتے تھے۔ بظاہر صرف اسے کاغذی کاروائی کہا جاتا تھا۔ اس پر سوال ہوتے تھے۔ آپ کے پاس کیمرہ ہے؟ کتنی فلمیں ہیں؟ ترکی میں کتنے روز قیام کا ارادہ ہے آپ اپنے سامان میں چرس یا افیون تو نہیں لے جا رہے؟ اگر لے جا رہے ہیں تو مہربانی کر کے وزن لکھ دیجئے۔ اور اسمگلر حضرات یہ بے نیازی دیکھ کر تھوڑی بہت مقدار لکھ دیتے تھے اور نہایت آسانی سے دھر لئے جاتے تھے۔ لیکن اب وقت بدل گیا ہے۔ سب کو اس خطرناک فارم کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ چنانچہ فارم سسٹم ہی ختم کر دیا گیا ہے۔

"خوب۔" میں کہتا رہا۔ میری نگاہ چند ہپیوں پر تھی جن کے پاس شاید کچھ موجود تھا سپاہی ان سے الجھ رہے تھے۔ اتنی دیر میں کافی آ گئی۔ محمود بے سپاہیوں کی طرف متوجہ تھا اور کافی کے گھونٹ

لے رہا تھا۔ بالآخر سپاہی ہپیوں کو لے کر محمود بے کے پاس پہنچ گئے۔ چرس کی تھوڑی سی مقدار ان کے پاس تھی جس کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ وہ ان کے اپنے استعمال کے لئے ہے۔ محمود بے ان سے گفتگو کرتا رہا۔ بہرحال اس نے چرس اپنے قبضے میں کر لی اور انہیں ترکی میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کافی ختم ہو گئی تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جانے کی اجازت مانگی۔

"بڑی مختصر ملاقات رہی۔ میں کوئی خدمت بھی نہیں کر سکا۔" محمود بے نے میرے کاغذات طلب کرتے ہوئے کہا اور پھر ان پر دستخط کر دیئے لیکن یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ اس نے کتنی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ میں نے اس کی اجازت سے گاڑی اسٹارٹ کی۔ محمود نے دور سے ہی اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا تھا اور انہوں نے رکاوٹ ہٹا دی میری گاڑی اندر داخل ہو گئی۔ میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ میں نے اپنی پہلی مہم کامیابی سے سر کر لی تھی۔ بس اب تھوڑی سی کوشش اور۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد بیڑہ پار۔

کوہ آرات کے خنک دامن میں سفر کرتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا۔ ٹھٹھرا دینے والی سردی تھی۔ اسٹیئرنگ یخ ہو رہا تھا لیکن فی الحال میں رک کر دستانے پہننے کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ارض روم جانے والی بسوں کے اڈے پر پہنچ گیا۔

سرحد کا مرحلہ طے ہو گیا تھا اور اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ایک طرف سے گوشت بھننے کی خوشبو ناک میں چڑھ رہی تھی۔ بے اختیار رکنے کو دل چاہا اور میں نے گاڑی کا رخ سڑک کے کنارے بنے ہوئے گھاس پھونس کے قہوہ خانے کی طرف کر دیا۔ قہوہ خانے کا مالک زمین پر بیٹھا کوئلے دہکا کر سیخ کباب بھون رہا تھا۔ میں نے اپنے سامان سے گرم دستانے نکالے۔ انہیں ہاتھوں پر چڑھایا اور گاڑی سے نیچے اتر گیا۔

چھپر کے نیچے بینچیں پڑی ہوئی تھیں اور ان پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے ملکی اور غیر ملکی ہپی بھی تھے۔ تب اچانک میری نگاہ ایک کونے کی طرف اٹھ گئی اور میں چونک پڑا۔

دو شناسا شکلیں نظر آئی تھیں۔ یہ کیسٹر اور جولیا تھے۔ وہ ہپی جوڑا جس نے افغانستان سے ایران تک ہمارے ساتھ سفر کیا تھا۔ اس وقت جب کوشلیا میرے ساتھ تھی جو خاموشی سے ہماری اور کوشلیا کی گفتگو سنتا رہا تھا اور بعد میں یہ کہہ کر اتر گیا تھا کہ وہ اردو سے بخوبی واقف ہیں۔

ان دونوں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور وہ مضطربانہ انداز میں کھڑے ہو گئے تھے۔ اب انہوں نے دیکھ ہی لیا تھا تو انہیں نظر انداز کرنا مشکل تھا۔ میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ انہیں دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی یا الجھن؟۔۔۔۔۔۔ تاہم میں ان دونوں کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔" جولیا مجھے دیکھ کر کھل اٹھی۔

اوہ۔ مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ تمہاری وائف کہاں ہے؟" جولیا نے پوچھا۔ کوشلیا کا تصور دل میں آیا۔ ایک ہلکی سی چبھن کا احساس ہوا۔ لیکن پھر یہ چبھن فوراً معدوم ہو گئی۔ اب میں جذبائیت کی حدود سے نکل آیا تھا۔

"وائف۔۔۔۔۔۔ وہ میری وائف نہیں تھی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔؟" کیسٹر چونک کر بولا۔

"یہ اندازہ تو صرف تم لوگوں نے قائم کر لیا تھا۔ وہ میری بیوی نہیں صرف وقتی طور پر ساتھی تھی جسے میں نے ایران میں چھوڑ دیا۔"

"اوہ——— ساتھی۔" جولیا مسکرائی۔

"اس کا ذکر چھوڑو۔ یہ بتاؤ۔ تم نے قہوہ پیا۔؟" میں نے کوشلیا کے ذکر سے بیزار ہو کر کہا۔

"ہاں۔ لیکن افسوس دوست' ہمارے پاس صرف ایک کپ کے پیسے تھے۔ ہم نے ایک کپ قہوہ منگا کر آدھا آدھا پی لیا۔ مطلب یہ کہ ہم تمہاری خدمت سے معذور ہیں۔" کیسٹر نے کہا۔

"اوہ——— کوئی بات نہیں ہے۔ اب میری طرف سے پیو۔" میں نے کہا۔ اور بوڑھے کو اشارہ کر کے سیخ کباب اور قہوہ لانے کے لئے کہا۔ بوڑھے نے قہوے کی کیتلی' بڑے بڑے پیالے اور سیخ کباب کی پلیٹ ہمارے سامنے رکھ دی۔ کیسٹر اور جولیا احسان مند نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"شروع کرو۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور ان دونوں نے کباب کھانا شروع کر دیئے۔ کباب اور اس کے ساتھ قہوے کے گھونٹ بے حد لطف دے رہے تھے۔ میں نے دوسری پلیٹ کا آرڈر دے دیا۔ نہ جانے وہ دونوں کب سے بھوکے تھے۔ قہوے کے کئی پیالے اور سیخ کباب کی تین پلیٹیں کھانے کے بعد انہوں نے سکون کی سانس لی اور پھر کیسٹر نے میرا شکریہ ادا کیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے کیسٹر———؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ——— ارض روم جانے والی بس دن میں صرف ایک بار یہاں آتی ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ بس کنڈکٹر خود کو اتنا با اخلاق ثابت نہیں کر سکا کہ ہمیں مفت لے جاتا۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا تھا کہ ڈیڑھ لیسرا میں قہوہ پی کر جسم کو تھوڑا سا گرم کریں۔ اور پھر بایزید تک کا سفر شروع کر دیں۔ قصبہ بایزید یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ سردی کی وجہ سے سفر اور سست ہو جائے گا۔ تاہم——— ڈر صرف یہ تھا کہ اگر راستے میں رات ہو گئی تو سردی پریشان کرے گی۔" کیسٹر نے بتایا۔

"ہوں۔ تب پھر اٹھو۔" میں نے کہا۔

"اوہ——— تمہارے پاس گاڑی موجود ہے۔؟"

"ہاں———"

"شکریہ پیارے دوست۔ کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔" کیسٹر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ جولیا اب بھی تشکر آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات تھے۔

"کتنے پیسے———؟" میں نے قہوہ خانے کے بوڑھے مالک سے پوچھا۔

"پینتیس لیرا۔" اس نے کہا اور دونوں ہاتھ زور زور سے ملنے لگا۔ کیسٹر اور جولیا نے گھبرا کر میری طرف دیکھا۔ لیکن میں نے اطمینان سے پینتیس لیرا نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیئے اور کیسٹر کے شانے پر ہاتھ مار کر باہر نکل آیا۔ جولیا نے چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں۔

"اوہ——— تمہاری گاڑی———؟"

"یہ ہے۔" میں لینڈ روور کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور جولیا کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"اوہ——— گڈ——— یہ تو——— یہ تو بہت آرام دہ ہے۔ وہ گاڑی۔ میرا مطلب ہے"

"وہ اسی کی تھی——— یہ میری ہے۔" میں نے کہا۔

"افوہ——— اگر ہم تھوڑی دیر قبل چل دیتے تو شاید تم سے ملاقات نہ ہوتی۔" کیسٹر سے زیادہ جولیا خوش نظر آ رہی تھی۔ بہرحال وہ دونوں میرے نزدیک ہی بیٹھ گئے۔ جولیا میرے برابر تھی اور کیسٹر دروازے کی طرف۔ اور ان کے جسموں پر اس سردی کو برداشت کرنے کے لئے لباس بھی ناکافی تھے۔

اور——— لینڈ روور اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے ایک دلچسپ بات سوچی——— جولیا نرم و گداز جسم کی مالک ہے۔ بلند و بالا قد کی یہ بھرپور عورت' اگر میرے ساتھ ایک دو رات گذار لے تو میں ان لوگوں کو نیا لباس اور اتنی رقم دے دوں گا جس سے ان کے لئے کچھ آسانیاں فراہم ہو جائیں۔ اس رات کو دلچسپ میں نے یوں محسوس کیا تھا۔ کہ میں نے اپنے سوچنے کے انداز میں تبدیلی پائی تھی۔ اس سے قبل میں دوسرے انداز میں سوچتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ میری سوچ بدلتی جا رہی تھی۔ وہ ماحول میرے ذہن میں رچ رہا تھا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ لینڈ روور مناسب رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی اور جولیا مجھ سے بھڑی ہوئی بیٹھی تھی۔ کیسٹر نے نشست سے ٹیک لگالی تھی۔ لینڈ روور کے تمام شیشے بند تھے اور سردی کافی حد تک کم ہو گئی تھی۔ شاید پیٹ بھرنے سے کیسٹر پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔

بہرحال سفر خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔ پھر جولیا نے بھی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی اور آنکھیں بند کر لیں۔ سڑک دور دور تک صاف ستھری تھی۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ خوبصورت خدوخال' کسی قدر کرختگی لئے ہوئے' میلے بال' گلابی ہونٹ لمبی گردن' جسامت کے لحاظ سے بھرپور سینہ——— جس کا آدھا حصہ کھلا ہوا تھا' پتلی کمر اور گداز باہیں۔

اچانک جولیا کا ایک ہاتھ سرکا اور میری گود میں آ پڑا۔ میں بوکھلا گیا۔ اسٹیئرنگ پر میرے ہاتھ لرزنے لگے۔ لیکن میں نے خود کو سنبھالا۔ یہ امکان ہی ہو سکتا ہے۔ شاید اس پر بھی غنودگی طاری ہو گئی ہے۔ لیکن چند ساعت کے بعد میں نے جولیا کے ہاتھ میں گردش محسوس کی اور میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ میں نے جولیا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ لیکن چہرے پر انوکھے جذبات تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب عورت کی دنیا کا اناڑی انسان نہیں تھا بلکہ اسے اچھی طرح سمجھتا تھا۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
ایم اے راحت

چنانچہ میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرا ہاتھ جولیا کی کمر کی طرف بڑھا دیا۔ جولیا تھوڑی سی کھسکی اور اس نے مجھے کمر میں ہاتھ ڈالنے کا موقع دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میری طرف کچھ اور کھسک آئی تھی۔ اس کے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی اور اس نے اپنی گردن میرے شانے سے ٹکادی۔ میرا ہاتھ گستاخیاں کرنے لگا۔ پھر میں نے ایک نگاہ کیسٹر پر ڈالی پھر سڑک کی طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ تب میں گردن موڑ کر جھکا اور جولیا کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے۔ جولیا مجھ سے چپک گئی تھی لیکن یہ بوسہ زیادہ طویل نہ ہو سکا کیونکہ بہرحال میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جولیا نے آنکھیں نیم وا کر کے مجھے دیکھا۔ اس کا ہاتھ گستاخیوں کی انتہا پر پہنچ گیا تھا۔ اور میرے پورے جسم میں پھریریاں دوڑنے لگی تھیں۔ جذبات مچل رہے تھے۔ پھر جولیا نے کمر اٹھا کر میرا ہاتھ نکالا۔ اور اپنے سینے پر رکھ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول لئے تھے۔ لیکن یہ منظر آگے نہ بڑھ سکا۔ کیونکہ کیسٹر کچھ بڑبڑاتے ہوئے سیدھا ہو گیا تھا۔ جولیا سنبھل گئی میں بھی سنبھل گیا۔ جولیا کا ہاتھ میری گود سے اٹھ گیا۔ تاہم اس نے اسی طرح سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیسٹر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرادیا۔ اور پھر میں نے باہر کا منظر دیکھنا شروع کر دیا۔

سڑک ہموار اور سیدھی جا رہی تھی۔ ہمارے بائیں ہاتھ پر ٹیلے اور پہاڑیاں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں اور دائیں ہاتھ پر فصلوں اور چراگاہوں کا ایک وسیع اور سرسبز سلسلہ کوہ آرات کے دامن تک چلا گیا تھا۔ میدان کے خاتمے پر آرات کے پہلو میں گڑیوں کے گھروندوں جیسے ننھے منے کچے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ مکانوں کی چھت سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔

میری رگوں میں دوڑتا ہوا خون اعتدال پر آنے لگا۔

"بہت خوبصورت علاقہ ہے۔" کیسٹر نے کہا۔

"ہاں ــــــ" میں نے پوری توجہ سے جواب دیا۔ جولیا نے ان چند منٹوں میں اپنا مستقبل محفوظ کر لیا تھا۔ اور اب میں ان سے بے توجہی نہیں برت سکتا تھا۔

"اگر آپ نہ مل جاتے تو شاید ہم اس علاقے کے حسن سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے تھے۔" اس نے کہا

اور میں ہنسنے لگا۔

"سردی کا کیا حال ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"سخت ہے۔ لیکن شیشے بند ہونے کی وجہ سے ناگوار نہیں۔"

"میرے سامان میں کمبل موجود ہے۔ تم پچھلے حصے سے اٹھا لاؤ اور اپنے اور جولیا کے اوپر ڈال لو۔ تمہارے لباس سردی برداشت نہیں کر سکتے۔"

"بہت بہت شکریہ ——— ہم تمہارے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہے ہیں۔" کیسٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرایا جو ابھی تک سوئی ہوئی بنی تھی۔ کیسٹر کمبل نکال لایا اور پھر اس نے کمبل اپنے اوپر اور جولیا پر ڈال دیا تھا اور کمبل میں پوشیدہ ہوتے ہی جولیا کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس کا ہاتھ ایک بار پھر میری گود میں پہنچ گیا۔ لیکن میرے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رہے تھے۔ البتہ جولیا کی حرکتوں سے خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔

شام جھلک رہی تھی۔ اور فضاء میں دھند لکے پھیل رہے تھے۔ کیسٹر نے آرات کی چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی برف کس موسم میں پگھلتی ہے؟"

"آرات کی برف کبھی نہیں پگھلتی۔" میں نے ترکی کے موسم کے بارے میں اپنی معلومات کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "وادی کے اس طرف جب موسم صاف ہوتا ہے تو اس کی اجلی برف میں ایک کالا دھبہ دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نوحؑ کی کشتی کا ایک حصہ ہے۔" مجھے یاد آ گیا۔

اور ——— نہ جانے کیوں ——— میرے دل میں آرات کا تقدس جاگزیں ہو گیا۔ میں نے ایک ہاتھ اسٹیئرنگ سے ہٹایا اور با آہستگی جولیا کا ہاتھ اپنی گود سے ہٹا دیا۔ کیسٹر کو کوئی احساس نہ ہو سکا البتہ جولیا ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میرے جذبات اچانک سرد پڑ گئے تھے اور دل خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔ میں نوحؑ کے پہاڑ کے دامن میں ہوں۔ اس کا احترام' اس کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ میں کیا تھا۔ گناہوں کی دلدل میں غرق ایک انسان ——— مذہب و ملت سے جس کا کوئی تعلق نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن دل کے ان انتہائی گوشوں میں ابھی تک "کچھ" باقی تھا۔

جولیا کی آنکھوں کی حیرانی بھی مجھے متاثر نہیں کر سکی۔ جولیا بھی سکون سے بیٹھ گئی تھی۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ میں صرف کیسٹر کی وجہ سے محتاط ہوا ہوں۔ آخر وہ اس کی بیوی تھی۔

بالاخر رات ہونے پر قصبہ بایزد کی دھندلائی ہوئی روشنیاں نظر آئیں۔ میں نے رفتار کچھ اور بڑھا دی۔ کہر میں ڈوبی دھندلائی روشنیاں بڑی دلکش محسوس ہو رہی تھیں تھوڑی دیر کے بعد ہم قصبے میں داخل ہو گئے۔ کیسٹر نے شیشہ کھول کر باہر جھانکا۔ لیکن شیشہ کھولتے ہی ہوا برف کے برادے کی طرح چہروں سے ٹکرائی۔ کیسٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں شیشہ چڑھا لیا اور ہم تینوں ہنسنے لگے۔

"نیچے تو اترنا ہی پڑے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— مگر سردی شدید ہے۔" کیسٹر بولا۔

"سردی تو ہے۔ لیکن پہلے کھانا کھا لیا جائے۔ اس کے بعد رات گذارنے کے لئے جگہ تلاش کرنا پڑے گی۔"

"ہاں ——— رات گذارنی ہے۔" کیسٹر نہ جانے کیوں افسردہ ہو گیا اور پھر وہ شیشے سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ جولیا نے جلدی سے کمبل جسم کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر ایک گذرتے ہوئے آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ انگریزی میں' میں نے اس سے کسی ہوٹل وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ لیکن وہ معصومیت سے میری شکل دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا۔ میں نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور واپس گاڑی میں چلا آیا طے یہ ہوا کہ گھوم پھر کر کوئی جگہ تلاش کی جائے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور سست روی سے کچی اور تنگ سڑکیں طے کرنے لگا۔

بالاخر ایک ہوٹل یا قہوہ خانہ نظر آ گیا۔ گفتگو اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے پہلے اندر جا کر ماحول دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ تنہا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ان دونوں کے ساتھ ———

اندر داخل ہوا ——— غلیظ سی جگہ تھی۔ طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ دل میں سوچا کہ اچھا ہی ہوا۔ بہر حال ہاں سے کھانا لیا جا سکتا تھا۔ بمشکل تمام ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکا' اور پھر سبزیوں کا سوپ' تلے ہوئے د گوبھی۔ سیخ کباب اور ڈبل روٹیاں لے کر واپس گاڑی میں آ گیا ——— ایک ملازم ساتھ آیا تھا جس کے ں سامان تھا۔ سامان لینے کے بعد ہاتھ کے اشارے سے اسے پانی کے لئے کہا۔ کیسٹر اور جولیا لینڈ روور کے چھلے حصے میں آ گئے تھے۔ وہیں دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ پھر چائے کا دور چلا اور کئی کئی پیالیاں پی ئیں۔!

ساٹھ لیرا کا بل تھا۔ مزید کچھ ملازم کو دیا اور اسی سے ٹھہرنے کی جگہ معلوم کی پہلے تو اسے سمجھانے میں ت پیش آئی' پھر سمجھنے میں ——— بہر حال اندازہ ہو گیا کہ پہلے سیدھے جانا ہے پھر بائیں مڑنا ہے اور پھر یں۔ تب کہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل سکے گا' اور سر چھپانے کا یہ ٹھکانہ ایک گندی سی سرائے تھی۔ لے کی عمارت گو اینٹوں سے بنی ہوئی تھی لیکن اندر سے انتہائی غلیظ تھی۔ اسی میں ایک تنگ سا کمرہ مل گیا ، میں بستر بھی موجود تھا۔ لیکن میں تو قیامت تک ان بستروں میں نہیں سو سکتا تھا' البتہ جولیا اور کیسٹر کی بے نیازی پر انہیں تحسین کی نگاہوں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ انہوں نے بے تکلفی سے وہ ماحول قبول کر ا اور آرام سے بستروں میں گھس گئے تھے۔ میں نے پہلے بستر اٹھا کر پھینکا' پھر اپنا کمبل بچھایا اور دوسرا کمبل لیا جو سردی روکنے کے لئے ناکافی تھا۔!

میری نگاہیں کئی بار جولیا کی طرف اٹھی تھیں۔ ابھی نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' لیکن کیسٹر ولیا کے چہرے پر میں عجیب سا اضمحلال دیکھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے گفتگو شروع نہیں کی۔ ایک بار دل خیال آیا کہ لینڈ روور کے کسی سلنڈر کو توڑ کر تھوڑی سی کوکین ان کے حوالے کر دوں۔ لیکن پھر خود کو ت کی۔ انسان عورت کے چکر میں ہی مارا جاتا ہے۔ کمبل میں منہ لپیٹا تو ان دونوں کی کھسر پھسر سنائی دی۔ ر کیسٹر بستر سے نکل آیا۔

"کہاں ———؟" میں نے پوچھا۔

"لو ——— ذرا لیٹرین تک ———؟" کیسٹر نے کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس ہر جاتے ہی جولیا اٹھی' اور میرے پاس آ گئی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"مسٹر نواز ——!" اس نے آہستہ سے کہا۔
"کیا بات ہے جولیا ——؟" میں نے پوچھا۔
"وہ —— وہ —— اگر آپ —— ہمیں تھوڑی سی رقم دے دیں تو —— یوں بھی آ
ہمارے اوپر کافی احسانات کر چکے ہیں، تھوڑی سی رقم اور دے دیں —— ہم شکر گزار ہونے کے علاو
کچھ نہ کر سکیں گے۔!"
"ہاں ہاں —— لو یہ لو ——" میں نے جیب سے ایک گڈی نکال کر دے دی، اور اس
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ موٹی رقم کی گڈی اس کے ہاتھوں میں لرز رہی تھی۔
"یہ —— یہ تو بہت زیادہ ہے۔ مجھے —— مجھے صرف ——!"
"رکھ لو جولیا —— تمہارے کام آئے گی، ورنہ یہاں تمہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑے گی!"
"شکریہ مسٹر نواز —— بہت بہت شکریہ ——!" اس کی آنکھوں میں بے پناہ ممنونیت تھ
نوٹ لے کر باہر نکل گئی۔ اور چند منٹ کے بعد خوش خوش واپس آئی۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر نواز۔
ہم دونوں آپ کے بے حد احسان مند ہیں۔" اس نے میرے بستر کے کنارے بیٹھتے ہوئے کہا۔
"احسان کی کوئی بات نہیں جولیا —— ہم دوست ہیں۔؟" میری آواز میں کپکپاہٹ تھی، دورا
کے واقعات مجھے یاد آ گئے تھے۔ جولیا کی نسوانیت میرے لئے اجنبی تو نہیں تھی —— میں نے کم
کر اس کے پیروں پر ڈال دیا۔ "لیکن کیسٹر کہاں جائے گا۔؟"
"یہ ناممکن ہے کہ یہاں اس کے مطلب کے لوگ نہ مل جائیں۔" جولیا خوب اچھی طرح کم
ہوئے بولی۔ اور اس طرح اس کا جسم پوری طرح میرے قریب آ گیا۔ جسم کے نہ جانے کون کون
کہاں کہاں ٹکرا رہے تھے۔ کمبل میں ایک دم گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جولیا کی کمر میں ہاتھ ڈا
اور جولیا میرے سینے پر آ پڑی گو وہ کافی جسیم اور وزنی تھی لیکن اس وقت اس کا بوجھ بالکل محسوس نہ
تھا۔ اس نے اپنے بال پیچھے کئے اور میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ وہ مجھ سے زیادہ جوش کا م
رہی تھی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے وزن کی وجہ سے نہ اٹھ سکا۔
کئی منٹ کے طویل بوسے کے بعد وہ جدا ہوئی۔ اور میرے دونوں طرف کہنیاں ٹیک کر اپنا بو
کر مجھے دیکھنے لگی! اس کے ہونٹوں پر لرزتی ہوئی سی مسکراہٹ تھی۔!
"نواز ——" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں ——!"
"تم بے حد پرکشش ہو —— میں نے تمہیں اس وقت ہی پسند کیا تھا" جب تم اس لڑکی
ملے تھے۔ لیکن اس کی موجودگی میں، میں تمہاری طرف پیار سے دیکھنے کی ہمت بھی نہ کر سکی
مشرق کی لڑکیوں سے واقف ہوں۔"
"اردو تم نے کہاں سیکھی۔؟"
"ہندوستان میں، ہم کافی عرصے کے بعد وہاں سے واپس آئے ہیں!"
"ہوں ——!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ میرے ہاتھ اس کی کمر کے آخری
رہے تھے۔

"تم نے اس لڑکی کو اپنی وائف بتایا تھا۔!"
"ہاں —— شاید ——!"
"وہ تم سے جدا کیوں ہو گئی۔؟"
"اس کا سفر ایران تک ہی تھا۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا —— کیا وہ صرف تمہاری دوست تھی۔؟"
"صرف سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟"
"میرا مطلب ہے۔ اسے تمہارے جسم کا قرب نہیں حاصل ہوا تھا۔"
"ہوا تھا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔
"پھر وہ تمہیں چھوڑنے پر آمادہ کیسے ہو گئی۔ اس نے تمہارے لئے سب کچھ کیوں نہ چھوڑ دیا۔"
"خود میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اس کے زیریں لباس کے بندھ تلاش کرنے لگا۔
"ابھی نہیں ——!" اس نے مجھے روک دیا۔ اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "ابھی وہ واپس آئے گا۔!"
"اوہ ——" میں صرف اتنا کہہ کر رہ گیا۔ اب وہ باقاعدہ میرے برابر آلیٹی تھی۔ اس کے ہاتھ مردانہ وار میرے جسم پر چل رہے تھے اور اس دوران میں بھی اس کے پورے جسم کی پیمائش کر چکا تھا۔
مجھے دروازے پر دستک سنائی دی اور وہ جلدی سے اٹھ گئی، میں نے کروٹ بدل کر سونے کی اداکاری شروع کر دی تھی۔ تب مجھے کیسٹر کی آواز سنائی دی۔
"کام بن گیا جولی ڈارلنگ۔!"
"اوہ —— ونڈر فل —— کہاں سے۔؟" جولیا کی آواز میں خوشی تھی۔
"یہاں سے تقریباً آدھے میل دور —— آہ —— جولی ڈارلنگ —— مجھے خوشبو آئی اور میں اس کی سیدھ میں چل پڑا۔ تب میرے قدم مجھے اس جگہ لے گئے، جہاں ہمارے جیسے اور بھی موجود ہیں۔ سخت سردی ہے، لیکن جشن ہو رہا ہے۔ جانتی ہو وہاں کون کون ہے۔؟"
"کون ہے۔؟"
"وان بیکر اور بوبی —— وہ دونوں بھی وہاں موجود ہیں۔ اگر جشن میں مصروف نہ ہوتے تو تم سے ملاقات کرنے ضرور آتے، انہوں نے مجھے ہدایت کر دی ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے آؤں —— ؟ کیا مسٹر نواز سو گئے۔؟"
"ہاں ——" جولیا نے جواب دیا۔
"تب تم میرے ساتھ چلو۔!"
"نہیں —— باہر سخت سردی ہے۔ کیا تم ان لوگوں کے ساتھ رات گزار سکتے ہو؟"
"جہاں وہ ہوں —— وہاں سردی پھٹک بھی نہیں سکتی۔ میں ان سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا ہوں۔"
"میرے لئے لائے ہو۔؟"

"ہاں ــــ کیا تم ان لوگوں سے ملاقات نہیں کروگی ڈارلنگ۔؟"

"صبح کو ــــ لاؤ ــــ میرے سگریٹ مجھے دے دو۔" جولیا نے کہا۔

"اوکے ــــ میں ان سے کہہ دوں گا کہ جولی صبح کو آئے گی۔ خدا مسٹر نواز کا بھلا کرے۔ میں انجکشنوں کی بات کر رہا ہوں۔ لیکن کل دن میں دستیاب ہو سکیں گے۔"

"ونڈر فل ــــ لاؤ میرے سگریٹ ــــ اور ماچس ــــ!"

"یہ لو ــــ! تو پھر میں جاؤں۔؟"

"ہاں ــــ لیکن ناشتہ یہیں آکر کرنا۔"

"یقیناً ــــ یقیناً ــــ!" اس نے بڑے خلوص سے کہا' اور پھر میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور پھر گردن گھما کر دیکھا۔ شمعدان کی ٹمٹماتی روشنی میں جولیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ وہ پھر میرے نزدیک آگئی۔ اس کی ہتھیلی پر دو سگریٹ رکھے ہوئے تھے۔

"شوق کروگے نواز ــــ؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ــــ شکریہ ــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیسٹر کے ٹل جانے سے مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔ مجھے اس کی موجودگی سے ہلکا سا تردد تھا۔ تب اس نے میرے بستر کے نزدیک بیٹھ کر چرس بھرا ہوا سگریٹ سلگایا اور ندیدوں کی طرح اس کے کش لینے لگی!

"کب سے نہیں ملا ــــ؟" میں نے پوچھا۔

"چوبیس گھنٹوں سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ ہم غیر معمولی قوت برداشت رکھتے ہیں۔ دوسرے ہوتے تو بری حالت ہو جاتی۔ بدقسمتی سے پیسے بھی بالکل ختم ہو گئے تھے۔ ورنہ وہاں بھی مل سکتی تھی۔"

"ہوں ــــ" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ جولیا سگریٹ کے کش لیتی رہی۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی بھی جا رہی تھی' پھر اس نے اسی سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگایا اور تھوڑی دیر میں دوسرا سگریٹ بھی ختم ہو گیا۔ کمرے میں چرس کے دھوئیں سے گھٹن پیدا ہو گئی تھی' اسے اس کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس نے تھوڑا سا دروازہ کھول دیا۔ دھواں باہر چلا گیا اور پھر اس نے سگریٹ کا آخری کش لے کر سگریٹ پھینک دیا۔

اس کا جسم گرم ہو گیا تھا اس لئے اب اسے سردی کا احساس بھی نہیں تھا' تمام دھواں نکل گیا تو اس نے دروازہ بند کر دیا' اور واپس پلٹی۔ چند ساعت میرے بستر سے دور کھڑی مجھے گھورتی رہی' بڑا مردانہ سا انداز تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آئی۔ کمبل اٹھایا اور غڑاپ سے کمبل میں گھس آئی۔ وہ وحشیوں کی طرح میرے جسم سے لپٹ گئی۔ اور ــــ پھر میری وحشت بھی عود کر آئی۔ میں نے اسے ادھیڑ کر رکھ دیا۔ دیو قیامت عورت بڑے داؤ پیچ استعمال کر رہی تھی۔ لیکن میں اکھاڑے کا استاد تھا۔ سفید نسل کی لڑکی میرا کیا مقابلہ کرتی۔ میں نے اسے بدترین شکست دی۔ اور پھر وہ مجھے بار بار چیلنج کرتی رہی۔ ہارتی رہی اور مسکراتی رہی۔ رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا۔ ہمیں نیند آگئی۔ اور خوب ٹوٹ کر سوئے۔ صبح اس وقت آنکھ کھلی تھی' جب کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے ــــ؟" جولیا نے میرے مبل سے منہ نکال کر پوچھا۔

"کیسٹر ڈارلنگ ــــ!" باہر سے آواز آئی۔ اور میں بھی چونک پڑا۔ جولیا نے جلدی سے کمبل

سرکایا' سردی شباب پر تھی لیکن اس نے بالکل پروا نہ کی ــــ دور پڑا ہوا لباس اٹھایا اور اسے اطمینان سے پہنتی رہی۔ پھر اس نے میرا لباس اٹھا کر مجھے دیا اور جب میں لباس پہن چکا تب دروازے کی طرف بڑھی۔! میں نے دوبارہ کمبل اوڑھ لیا تھا۔

کیسٹر اندر آگیا ــــ اس کے منہ سے شوں شوں کی آواز نکل رہی تھی "مسٹر نواز ابھی سو رہے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے پوچھا۔

ہاں ــــ شاید وہ دیر تک سونے کے عادی ہیں۔"

"اوہ ــــ میں ناشتہ لے آیا ہوں۔ باہر سرائے کے مالک سے چائے کے لئے بھی کہہ دیا ہے۔"

☆ ☆ ☆

"میں اٹھاتی ہوں۔!" جولیا نے کہا اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ بے تکلفی سے میرے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "اٹھئے مسٹر نواز ــــ صبح ہو گئی۔"

"اور میں نے کمبل سے منہ نکال لیا۔ میرا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ دیر تک سوؤں۔ لیکن اٹھنا پڑا۔ پانی کا سوال ہی نہیں تھا۔ چائے والا آیا تو کلی کر کے ناشتہ شروع کیا۔ کیسٹر بہت خوش تھا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات تھے۔

"رات کیسی گزری کیسٹر ــــ" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میں جانتا تھا کہ اسے یہی سوال مجھ سے کرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ میری رات سے ناواقف بھی نہ ہو گا۔ تاہم میں نے خود اسی سے یہ سوال کر ڈالا تھا۔!

"بہت عمدہ مسٹر نواز ــــ آپ کی مہربانی سے بہت کچھ مل گیا۔ ہمارے کچھ پرانے دوست بھی مل گئے۔!" کیسٹر نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ تب کیسٹر نے جولیا سے کہا۔

"کیا خیال ہے جولی ــــ کیا تم بوبی سے نہیں ملوگی۔؟"

"ضرور ــــ کیوں نہ مسٹر نواز کو بھی ان سے متعارف کرائیں۔"

"ہاں' ہاں ــــ اگر مسٹر نواز پسند کریں۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے کچھ کام ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دیر بعد میں انقرہ روانہ ہو جاؤں گا۔!"

"اوہ ــــ تو کیا آپ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے مسٹر نواز۔!" جولیا اداسی سے بولی۔

"ہاں جولیا مجھے افسوس ہے' لیکن مجھے جلدی ہے۔ تمہارے دوست مل گئے ہیں۔ تم ان کے ساتھ تفریح کرو۔!"

"کیا خیال ہے ڈارلنگ ــــ کیوں نہ ہم مسٹر نواز کے ساتھ انقرہ چلیں۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"جیسی تمہاری رائے ــــ لیکن میں انجکشن لگوانے کے لئے پیشگی رقم دے آیا ہوں۔"

"اوہ ــــ انجکشنوں کا بندوبست ہو گیا۔؟" جولیا چونک کر بولی۔

"ہاں ــــ! بالکل۔ لیکن وہیں لگوانے پڑیں گے۔ اور پھر بوبی تم سے ملاقات کی خواہش مند ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ کیا انقرہ میں آپ سے ملاقات ہو گی مسٹر نواز۔؟"

"ہم وہاں آپ کی تلاش کرلیں گے۔!" کیسٹر نے کہا۔

"ضرور———" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اپنا مختصر سا سامان اٹھا کر چل پڑے جولیا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا' جیسے وہ سخت کشمکش میں ہو۔ لیکن مجھے اب اس سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ دوسری رات کے لئے مجھے اس عورت کی ضرورت نہیں تھی۔ اب میں کسی عورت کے لئے نہیں الجھنا چاہتا تھا' خواہ وہ کتنی ہی حسین' کیسی ہی دلکش کیوں نہ ہو۔ میں نے اسے حاصل کیا تھا' اس کی توقع سے زیادہ قیمت ادا کی تھی۔ شاید کیسٹر کے دل میں خیال ہو کہ میں دی ہوئی رقم میں سے کچھ واپس مانگوں گا' لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اپنی دانست میں انہوں نے مجھ سے اس ایک رات کی بہت بڑی قیمت وصول کی تھی' لیکن میں جانتا تھا کہ میں نے کس طرح اپنی رقم وصول کی ہے۔ رقم کی مجھے پرواہ ہی کب تھی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ اور میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ مجھے غسل کے لئے پانی کی تلاش تھی۔ یہاں قیام کرنے والے مسافروں میں شاید نہانے کا رواج ہی نہیں تھا۔ لیکن سرائے کے مالک کو خاصی رقم کی پیشکش کی گئی تو اس نے بخوشی میرے لئے پانی گرم کرا دیا اور نہانے کا معقول بندوبست کر دیا۔ جس میں تولیا وغیرہ شامل تھی۔

غسل کرنے سے تازہ دم ہو گیا تھا۔ سرائے کے مالک نے چائے کا خصوصی بندوبست کیا تھا اور درحقیقت بہت عمدہ چائے تھی جو وہ اپنے استعمال یا خاص خاص مہمانوں کو پیش کرتا تھا اور اس کی نگاہوں میں خاص مہمان وہی ہو سکتا تھا' جس کی جیبیں وزنی ہوں۔ یہ کوئی نئی اور بری بات بھی نہیں تھی کیونکہ ساری دنیا پر سکوں کی حکومت ہے۔! کونسا کام ہے جو دولت سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی تیاریاں کیں اور پھر اپنی لینڈ روور میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مجھے خطرہ تھا کہ جولیا پلٹ نہ پڑے۔ ممکن ہے وہ کیسٹر کو جتائے کہ میں تو بہت موٹی اور بے حد بے وقوف آسامی ہوں۔ مجھے چھوڑ دینا سود مند نہ ہو۔ تب کیسٹر جواب دے کہ اسے تو خطرہ تھا کہ میں اپنی بقیہ رقم واپس نہ مانگ لوں۔ اس بات پر جولیا اس کا مذاق اڑائے' اس پر دانت پیسے اور کہے کہ بے وقوف یہ موٹی رقم تو اس نے بڑی لاپرواہی سے دے دی تھی اور اس کے بعد شاید اس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ اور یہ رقم اس وقت دی گئی تھی' جب اسے اس کی وصولیابی کی کوئی امید نہیں تھی' اور اب——— اب تو صورت حال ہی دوسری ہے۔ اب تو جو کچھ اس کی جیبوں میں ہے' وہ خالی کر دے گا' تب کیسٹر کو افسوس ہو اور وہ کہے——— چلو تو پھر اسے روک لیں۔ وان بیکر اور روبی جہنم میں جائیں' اور وہ پلٹ پڑیں۔!

چنانچہ میں نے لینڈ روور کی رفتار تیز کر دی۔ آرات کے اوپر کا نیلا آسمان شفاف تھا۔ ایک موڑ سے گزرنے کے بعد یہ خوبصورت پہاڑ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ گرد و نواح کی پہاڑیوں پر ابھی تک سرما کی برف پوری طرح نہیں پگھلی تھی۔ کہیں کہیں گڈریوں کے چھوٹے چھوٹے گاؤں نظر آئے عورتیں چھینٹ کے چغوں اور شلواروں میں ملبوس' سر پر رنگ برنگے رومال باندھے اپنے تھاپنے میں مصروف نظر آتیں۔ اور مرد بھیڑیں چرانے میں۔

لینڈ روور برق رفتاری سے سفر کرتی رہی۔ ایک سنسان جگہ پر میں تھوڑی دیر کے لئے رکا' کوکین کے سلنڈر چیک کئے' سب ٹھیک تھا۔ یمانی نے نہایت مضبوط کام کرایا تھا۔ اور پھر میں چل پڑا۔ اب کیسٹر اور جولیا کا خطرہ ختم ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اطمینان سے ڈرائیونگ شروع کر دی۔

طویل فاصلہ طے کر لیا تھا اور پھر ارض روم کے آثار نظر آنے لگے۔ دور سے شگفتہ لارے کے مینار چمک رہے تھے۔ میں ارض روم میں داخل ہو گیا۔ ارض روم کے کوچہ و بازاروں میں زندگی اور خوبصورتی تھی۔ ایک عمدہ سے ہوٹل کے سامنے میں نے لینڈ روور روکی اور اتر کر اندر داخل ہو گیا۔

جدید ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ میں نے باتھ روم میں منہ دھویا پھر کافی اور کچھ اور چیزیں طلب کیں۔ اور آرام سے ناشتہ کیا۔ کیسٹر کے لائے ہوئے ناشتے سے میں نے بہت تھوڑا سا لیا تھا۔ بس دل نے قبول نہیں کیا تھا۔ چنانچہ یہاں میں نے پیٹ بھر لیا اور پھر اعلیٰ درجے کے سینڈوچز پیک کرائے۔ کافی کا تھرماس بھروایا اور چل پڑا۔ آج کے دن میں زیادہ سے زیادہ سفر کرنا چاہتا تھا' تاکہ آج ہی انقرہ پہنچ سکوں۔!

ارض روم سے آگے کی سڑک خاصی اچھی تھی' اس لئے تیز رفتاری میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ارض روم سے نکلتے ہوئے لینڈ روور کی ٹنکی بھروائی تھی اس لئے بے فکری سے ڈرائیونگ کرتا رہا' اور سفر طے ہوتا رہا۔ میری دلی خواہش تھی کہ راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور آج میں انقرہ میں داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ رفتار بتانے والی سوئی ساٹھ اور ستر سے نیچے نہ گرنے دی۔ "سیوا" آیا۔ اور پھر انقرہ کے آثار نظر آنے لگے! میں نے طمانیت کی گہری سانس لی۔ لیکن رفتار کم نہیں کی اور اسی رفتار سے میں انقرہ میں داخل ہو گیا۔ خوبصورت عمارتوں کا شہر انقرہ۔ جہاں کے بارے میں مجھے خصوصی ہدایات ملی تھیں۔ ایک چھوٹے سے خوبصورت ہوٹل کے احاطے میں' میں نے لینڈ روور روکی اور اسے لاک کر کے اندر داخل ہو گیا۔ خوبصورت سے ریستوران کے باتھ روم میں اپنا حلیہ درست کیا۔ پھر باہر آ کر کافی پی اور بل ادا کر کے اٹھ گیا۔

باہر نکل کر میں نے ایک بیرے کو اشارہ کیا اور بیرہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے انگریزی میں پوچھا۔ "کیا تم انگریزی جانتے ہو۔؟"

"جی ہاں جناب——— فرمائیے———؟" بیرے نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ہوٹل بلغاریہ کس طرف ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"بلغاریہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے جناب——— آپ سیدھے چلے جائیے۔ اور جب پہلا موڑ آئے تو اس پر مڑ جائیے۔ کونے پر آپ کو بلغاریہ نظر آجائے گا"۔

"اوہ——— شکریہ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ لیکن بات بھی——— اجنبی اور انجان لوگوں کے لئے تو معمولی سا موڑ اہمیت رکھتا ہے۔ میں لینڈ روور میں آبیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اسے بلغاریہ کے خوبصورت کمپاؤنڈ میں پارک کر رہا تھا۔ لیکن اب میں اس کی طرف سے فکرمند تھا۔ کوئی بھی واقعہ' کوئی بھی حادثہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے مال جس قدر جلد ہو سپلائی کر دیا جائے۔!

آٹھ منزلہ خوبصورت ہوٹل کی پانچویں منزل پر ایک کمرہ مجھے مل گیا۔ مجھ سے اسی ہوٹل میں قیام کے لئے کہا گیا تھا۔ اور اب مجھے دوسری کارروائی کرنی تھی۔ لیکن چاروں طرف سے ہوشیار رہ کر۔!

باتھ روم میں جا کر میں نے گرم پانی سے غسل کیا' اس سردی میں طبیعت تو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اتنی طویل ڈرائیونگ کے بعد غسل کرنا ضروری ہو گیا تھا' چنانچہ شیو بنا کر غسل کیا اور پھر اپنا سوٹ نکال کر پہن لیا۔ تھکن گویا چہرے سے ڈھل گئی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔

ٹھیک ساڑھے چھ بجے نیچے اترا اور فرسٹ فلور پر ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا۔ بڑا خوبصورت

ماحول تھا۔ عنابی رنگ کی ترکی ٹوپیاں جابجا نظر آرہی تھیں۔ لمبے تڑنگے دراز قامت جوان' خوبصورت باریک ترشی ہوئی مونچھیں' سڈول جسم۔ حسین لڑکیاں سنہرے اور اخروٹی بال بکھرائے ہوئے اسکرٹ' منی اسکوٹ پہنے' چست پتلونوں میں ملبوس' زندہ اور جاندار چہرے' جیسے زندگی کی کسی تکلیف سے آشنا ہوں۔

میں ایک میز کی طرف بڑھ گیا' اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ فوراً ایک لڑکی گلے میں خوانچہ لٹکائے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے مسکرا کر گردن جھکائی اور بولی۔ "آپ کی خدمت میں جناب۔!"

میں نے اس کے خوانچے پر نگاہ ڈالی۔ خوانچے سے نیچے اس کی سڈول ٹانگوں پر دیکھا' باریک جالی دار رسٹاکنگ پہنے ہوئے' اس کی تندرست اور پلی ہوئی رانیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی۔

"شکریہ ——— کچھ نہیں چاہئے۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے داغ پیشانی لئے' پھر انداز میں جھکی اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے پورے ہال میں نگاہ دوڑائی' مختلف لوگ مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ ایک ویٹر میرے نزدیک آکر جھکا' کسی چیز کی ضرورت تو نہیں تھی' لیکن پھر بھی شغل کے لئے ایک مشروب منگوالیا عمدہ سروس تھی' لیمو کی چائے میرے سامنے آگئی' اور میں اس میں اسٹرا ڈال کر چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا! میری نگاہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی اس سانولے رنگ کی لڑکی کے چہرے پر جو مقامی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بال بھی سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے دو تین بار مجھے دیکھا ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا' تو یہی وہ لڑکی تھی' جس کے بارے میں یمانی نے ہدایت دی تھی۔!

ایک بار میری نگاہ لڑکی سے ملی تو وہ مسکرادی۔ اور میں اس سے ملاقات کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے محسوس انداز میں اپنی کلائی ننگی کی اور اس سے وہ جعلی چھڑالی جو میرے نشان کو ڈھکے ہوئے تھی اور پھر اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو مس ———!" میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی۔

"مونیکا ———!" اس نے کہا۔

"شکریہ ——— کیا آپ ٹیلی فون کرنے کی اجازت دیں گی۔!"

"اوہ ——— ضرور ———!" اس نے اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ اور فون اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اس انداز میں ریسیور پکڑا کہ میری کلائی اس کے سامنے آجائے' وہ اسے بخوبی دیکھ لے۔ میری کوشش کامیاب ہو گئی۔ فون تو کرنا نہیں تھا' خواہ مخواہ کچھ نمبر ڈائل کرنے کا پھر ریسیور کان سے لگالیا۔ لیکن دوسری طرف کوئی نہ تھا۔

"مسٹر نواز ———!" کاؤنٹر پر بیٹھی لڑکی آہستہ سے بولی۔ اس نے ایک رجسٹر کھول کر سامنے رکھ لیا اور اس پر اس طرح جھک گئی جیسے کچھ پڑھ رہی ہو۔ "مجھے آپ کے بارے میں ہدایت مل چکی ہے۔ براہ کرم کار کی چابی رجسٹر کے نیچے کھسکا دیں" ایک ہاتھ کاؤنٹر پر پھیلا دیا اور میں نے سرسری نگاہ سے اسے دیکھا۔ اس کی گداز کلائی پر وہی نشان بنا ہوا تھا جو میری کلائی پر تھا۔

تب میں نے پر اطمینان انداز میں گردن ہلائی اور ایک ہاتھ سے ریسیور تھامے تھامے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی جیب سے چابی نکال لی۔ پھر اسے مٹھی میں پکڑے پکڑے میں نے ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اس

لڑکی نے رجسٹر اس انداز میں سرکایا کہ اس کا ایک حصہ اٹھ گیا اور جونہی میں نے چابی چھوڑی اس نے رجسٹر واپس اس پر رکھ دیا۔ اور پھر چابی بڑی صفائی سے کھسک کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے ٹیلی فون کے ریسیور میں کچھ کہتے ہوئے بلاوجہ گردن ہلائی اور فون بند کر کے اطمینان سے واپس اپنی میز پر آگیا!

ذہن کو قدرے سکون تھا۔ لیکن ابھی گیس اسٹور جاکر تصدیق کرنی تھی اس کے بعد کام ختم ہوتا۔ بہرحال میز پر بیٹھ کر میں نے اس لڑکی کو اشارہ کیا جو خوانچہ لئے میرے پاس آئی تھی اور وہ مسکراتی ہوئی پھر میرے قریب پہنچ گئی۔ میں نے اس سے ایک اعلیٰ درجے کی سگریٹ کا پیکٹ خریدا اور اس کی دس گنا قیمت ادا کر دی۔ لڑکی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور میں نے پیکٹ کھول کر ایک سگریٹ نکال لی۔ میں دزدیدہ نگاہوں سے کاؤنٹر پر بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگالیا۔ چند الفاظ کہنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا اور انگلیاں چٹخاتے ہوئے پورے ہال پر نگاہ دوڑانے لگی۔ اس نے میری طرف بھی دیکھا تھا۔ لیکن بالکل اجنبی انداز میں ——— میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا چند لمحات کے بعد میں نے ایک پستہ قد آدمی کو اس کے قریب دیکھا۔ اس نے جھک کر لڑکی سے کچھ کہا اور لڑکی نے گردن ہلادی' پھر اس نے رجسٹر اٹھایا۔ اور یہ بات صرف میں ہی محسوس کر سکا تھا کہ اس نے رجسٹر کے نیچے سے چابی اس شخص کی طرف کھسکا دی تھی۔ اس کے بعد لڑکی نے اسے کچھ بتایا' جیسے رجسٹر میں دیکھ کر کسی کمرے کا نمبر بتا رہی ہو۔ اور پستہ شخص گردن خم کر کے واپس پلٹ پڑا۔ لیکن اس کی مٹھی بند تھی۔!

"خوب ———!" میں نے گردن ہلائی۔ کافی احتیاط سے کام ہوتا ہے' لیکن یہ لڑکی مونیکا ———! خاصی ہے۔ انقرہ میں قیام کے دوران اگر اس سے دوستی رہے تو کیا حرج ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں ڈائننگ ہال میں بیٹھا رہا۔ ہال کی رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ بہت سے نئے اور جاذب نگاہ چہروں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن ایک انوکھی سی بے کلی مجھ پر طاری تھی۔ میں کوکین کے صحیح جگہ پہنچ جانے کے بارے میں اطمینان کر لینا چاہتا تھا۔

پھر میں بل پر دستخط کر کے اٹھ گیا۔ اور ٹہلنے کے سے انداز میں باہر چل پڑا۔ باہر آکر میں پارکنگ لان کی طرف گیا' اور یہ دیکھ کر میرے دل کی عجیب سی کیفیت ہو گئی کہ میری لینڈ رووروہاں موجود نہیں تھی۔! کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا' پونے آٹھ بج رہے تھے۔ گیس اسٹور کی تلاش اس وقت مناسب نہیں تھی۔ اجنبی جگہ تھی۔ دن کی روشنی ہی اس کے لئے مناسب ہو گی۔! بہرحال ایک تکلیف دہ رات گزارنی ہو گی۔ ہاں اگر مونیکا اس رات کی شریک ہو جائے تو ———!

لیکن ——— اس نے جو احتیاط کی تھی' اس کے تحت اس سے براہ راست رابطہ نہیں قائم کیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے کمرے میں ہی واپس آگیا۔ کمرے کی عقبی کھڑکی کھول کر میں کافی دیر تک کھڑا رہا۔ اور جب تھک گیا تو واپس آکر ایک کرسی پر آبیٹھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔؟

مناسب یہی سمجھا کہ رات کا کھانا کھا کر آرام کروں۔ یوں بھی کوئی تنہا رات گزارے بہت دن ہو گئے تھے۔ آج یونہی سہی ———! رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی طلب کیا اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک اسی کھڑکی کے پاس کھڑا رہا۔ پھر نہ جانے کس خیال کے تحت نیچے اترا اور پارکنگ لان کی طرف بڑھ گیا۔!

لینڈ روور واپس آگئی تھی' اور ٹھیک اسی جگہ کھڑی ہوئی تھی' جہاں میں نے کھڑکی کی تھی۔ میں
چاروں طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی موجود نہیں تھا' ہاں کبھی کبھی کوئی کار آکر پارک ہو جاتی تھی۔ ہال
آرکسٹرا کی موسیقی بلند ہو رہی تھی۔ میں آہستہ سے جھکا اور لینڈ روور کے نیچے رینگ گیا۔ اندھیرا تھا اس
کچھ نظر نہ آسکا' لیکن ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر میں نے وہ ایکسٹرا سلنڈر تلاش کئے جن میں کوکین بھری ہو
تھی۔

اور پھر میرے منہ سے سکون کی ایک سانس نکل گئی۔ ایک بھی سلنڈر موجود نہیں تھا۔ کام بڑی پھ
سے ہوا تھا۔! تب میں لینڈ روور کے نیچے سے نکل آیا۔ اور کپڑے جھاڑ کر پھر واپس چل پڑا۔ لیکن میں
ڈائننگ ہال کا رخ نہیں کیا تھا اور ایک بار پھر میں لفٹ میں بیٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا!۔ کمرے کا
کھول کر میں اندر داخل ہوا۔ اور روشنی کر دی۔ لیکن روشنی کرتے ہی میں چونک پڑا۔ مونیکا ایک آر
کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔! میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔!

"سوری مسٹر نواز۔ مجھے مجبوراً اس طرح آنا پڑا۔ دراصل آج کل یہاں کچھ پر اسرار نقل و حرک
دیکھنے میں آرہی ہے۔ کئی مشتبہ چہرے ہوٹل میں منڈلا رہے ہیں۔ نہ جانے کیوں۔۔۔۔۔۔؟ میں اندازہ نہ
لگا سکی۔ اس لئے یہ احتیاط برتنا ضروری سمجھی۔!"

"لیکن آپ اندر کیسے داخل ہوئیں مس مونیکا۔؟"

"آپ مجھے مسز جیرف بھی کہہ سکتے ہیں۔ ویسے آپ نے دروازے کے تالوں پر غور نہیں کیا ہو گا
اندر اور باہر دونوں طرف سے کھل اور بند ہو سکتے ہیں' اور پھر کمرے کی ایک چابی ہمارے پاس ضرور ہو
ہے۔" وہ مسکرائی۔

"مسز جیرف۔۔۔۔۔۔" میں نے زیر لب کہا۔

"یہ رسید اور یہ چابی۔۔۔۔۔۔ کل آپ گیس اسٹور جا کر باس سے بات کر لیں۔!"

"بہت بہتر۔۔۔۔۔۔!" میں نے رسید لیتے ہوئے کہا۔ وصولیابی کی رسید تھی اور پورے پانچ سو
کی۔ سلنڈر کی تعداد بھی لکھی تھی۔

"ٹھیک ہے۔؟ لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اور کوئی خدمت۔؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"تھی۔۔۔۔۔۔ لیکن مسٹر جیرف کی ناراضگی مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوں!" میں نے مسکرا
ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔ مجھے افسوس ہے۔ لیکن آپ جیرف سے ملیں گے تو میری مجبوریوں کا اندازہ لگا لیں گ
وہ بے حد حسین اور محبت کرنے والا شوہر ہے۔ ہم دونوں نے لو میرج کی تھی اور پھر پنکی اور ٹوم۔ میر
دونوں بچے' میرے منتظر ہوں گے۔"

"یقیناً۔۔۔۔۔۔ یقیناً۔۔۔۔۔۔!" میں نے بگڑتے ہوئے موڈ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اور کوئی خدمت۔؟"

"گیس اسٹور کا پتہ۔۔۔۔۔۔؟" میں نے کہا اور اس نے پتہ دوہرایا۔ پھر وہ اٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں

مسکراہٹ تھی۔۔۔۔۔۔ پھر اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کل میری ڈیوٹی نہ ہو گی۔ ایک دن کی چھٹی ہوتی ہے۔ دوسرے دن بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ باقی
معاملات اور ہدایات آپ کو گیس اسٹور سے ہی ملیں گی۔"

"بہتر بہتر۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "ایک بات اور میڈم' اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے
لگی۔ "آپ نے کچھ مشتبہ چہروں کا ذکر کیا تھا۔"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ ان میں مقامی سی آئی ڈی کے دو افراد ہیں۔ عموماً یہ لوگ پبلک مقامات پہ کم نظر آتے
ہیں۔ اور نظر آتے ہیں تو کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔"

"براہ کرم کیا آپ مجھے ان کے حلئے بتا سکتی ہیں۔"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ ان میں ایک لمبے قد اور دبلے بدن کا احتشام بے ہے۔ دوسرا قدرے بھاری اور اس
سے چھوٹے قد کا فاروق بلتی ہے اور اس کے داہنے گال پر گہرے زخم کا نشان ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی اور وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے گہرا سانس لیا۔ اور پھر
دروازے سے باہر جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا اور لباس تبدیل کرنے
لگا! انقرہ میں میرا استقبال کچھ ٹھیک نہیں ہوا تھا۔"

لیکن دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی۔ گزری ہوئی رات کے سکون کا اس صبح کو احساس ہو رہا تھا۔ ایک
طویل عرصے کے بعد میں ایسے سکون کی' اور بھرپور نیند سویا تھا۔ تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ زندگی میں ایسی
راتیں اکثر آنی چاہئیں۔ انسان کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی۔ اگر مونیکا ایک وفادار بیوی اور محبت کرنے
والی ماں نہ ہوتی۔ تو شاید میں اس رات کے سکون سے محروم رہتا۔

ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا۔ اور ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک
دی۔ "کون ہے آجاؤ۔!" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

دروازہ کھلا۔۔۔۔۔۔ اور دو آدمی اندر گھس آئے۔! میں نے انہیں دیکھا اور میرے پورے جسم میں
ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ان میں ایک دراز قد تھا اور دوسرا اس سے کسی قدر کم۔۔۔۔۔۔ اور اس کے گال پر زخم
کا نشان تھا۔ انہوں نے اپنے کارڈ پیش کئے۔ اور اس دوران میں نے خود کو سنبھال لیا۔!

"اوہ۔۔۔۔۔۔ فرمائیے۔" میں نے حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز اصغر۔۔۔۔۔۔؟" فاروق بلتی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔۔۔۔ میں ہی ہوں۔"

"آپ ایران سے تشریف لائے ہیں۔؟"

"جی ہاں!"

"اور اس سے قبل۔۔۔۔۔۔؟"

"افغانستان۔۔۔۔۔۔ اور اس سے پہلے پاکستان سے۔!"

"خوب۔۔۔۔۔۔ سفر کا مقصد۔۔۔۔۔۔؟"

"سیر و تفریح۔۔۔۔۔۔" "معاف کیجئے۔ کیا پاکستان میں آپ اپنی حیثیت بتا سکتے ہیں۔؟" احتشام نے
پوچھا۔

"تشریف رکھئے ـــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نہ جانے میرے اندر سے کونسا انسان ابھر آیا تھا۔ اور میں اس نئے انسان کی موجودگی سے حیران تھا۔ یہ نیا انسان تو کافی مضبوط اعصاب' اور زبردست قوت ارادی کا مالک تھا۔ یہ حقیقت ہے میں اس نئے انسان سے واقف نہ تھا۔ جب غلام سیٹھ نے میری کارکردگی کی تعریف کی تھی تو میں نے سوچا تھا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہے' ورنہ میں نے کونسا کارنامہ انجام دیا ہے۔ لیکن اب میں اس نئے انسان کی موجودگی میں غلام سیٹھ کی تجربے کار نگاہوں کو داد دے رہا تھا' کیونکہ اس نے مجھے' مجھ سے پہلے پہچان لیا تھا!

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ویسے ان کا رویہ بھی غیردوستانہ نہیں تھا!

"آپ لوگ کیا پسند کریں گے' چائے یا کافی ـــــــ؟"

"شکریہ ـــــــ اس وقت کچھ نہیں ـــــــ!" فاروق نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ شاید اسے میرا یہ پرسکون انداز پسند نہیں آیا تھا۔

"جی ـــــــ میں معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کو میری حیثیت دریافت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔؟"

"کیا آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے مسٹر نواز۔؟" احتشام نے پوچھا۔

"جی ـــــــ! ضرور ـــــــ" میں نے کہا اور میں اٹھ کر اپنے سامان کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اپنے کاغذات نکال کر ان کے سامنے ڈال دیئے ـــــــ دونوں کافی دیر تک جھکے کاغذات دیکھتے رہے تھے۔ پھر انہوں نے شکریہ کے ساتھ کاغذات واپس کر دیئے۔

"کیا یہ درست ہے مسٹر نواز ـــــــ کہ پاکستان میں آپ ایک معمولی حیثیت کے انسان تھے۔؟"

"اگر آپ میری توہین کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو کیسے روک سکتا ہوں۔ ویسے اب بھی میں ایک معمولی حیثیت کا انسان ہوں۔" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں جواب دیا۔

"معاف کیجئے گا! آپ کی توہین مقصود نہیں ہے۔ لیکن ہم آپ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ کونسا جرم مجھ سے منسوب کیا گیا ہے۔؟"

"ایک بڑے تاجر مسٹر ہربنس سنگھ نے آپ کے بارے میں نشاندہی کی ہے کہ آپ منشیات کے اسمگلروں سے تعلق رکھتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہربنس سنگھ ـــــــ!" میں نے بدستور حیرت سے کہا۔ "کیا وہ مقامی تاجر ہیں؟"

"نہیں ـــــــ لیکن یہاں بھی ان کا کاروبار ہے اور اعلیٰ حکام سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔"

"تب تو ـــــــ اگر میں اسمگلر نہ بھی ہوا تو مجھے اسمگلر ثابت کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"قطعی نہیں ـــــــ آپ ہمارے پاکستانی بھائی ہیں اگر ان کا خیال غلط ہے تو آپ بے فکر رہیں ـــــــ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے کہ کسی ہربنس سنگھ کو مجھ سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔!" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا آپ ہمیں اپنے سامان کی تلاشی کی اجازت دے سکتے ہیں؟"

"ضرور ـــــــ حاضر ہوں۔ ویسے اس سلوک کو یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور ایک لمحے کے لئے ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار نظر آئے۔ لیکن وہ بے چارے بھی فرض سے مجبور تھے۔ انہیں یہ احکامات یقیناً ادھر سے ہی ملے ہوں گے۔ ویسے ہربنس سنگھ کا نام سن کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

یہ ہربنس سنگھ اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے' جسے میں نے زبردست زک دی تھی۔ اس کے ساقی خانے کی ایک رقاصہ کو اغوا کیا تھا اور اس کے دو آدمیوں کو زخمی کیا تھا اور آخری ضرب تلسی کو گرفتار کرا کے لگائی تھی۔ ظاہر ہے اس کا لاکھوں روپے کا نقصان ہوا تھا۔ یہاں اگر اس کی کچھ پوزیشن تھی تو وہ اسے کیوں نہ استعمال کرتا' لیکن بدبخت کچھ لیٹ ہو گیا۔ اب وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اور اس نشاندہی پر تعجب کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ جس طرح غلام سیٹھ ہربنس اور ٹھاکر سے واقف تھا' اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے ناواقف نہ ہوں گے اور انہوں نے پوری کوشش کر کے میرے بارے میں معلومات فراہم کر لی ہوں گی' چنانچہ اب انہوں نے بھی جوابی کارروائی شروع کر دی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ میری زندگی ایک دلچسپ دور میں داخل ہو چکی ہے۔! میں نے سوچا!

☆ ☆ ☆

احتشام بے اور فاروق ملقی نے انتہائی باریک بینی سے میرے سامان کی تلاشی لی۔ لیکن مجھے اطمینان تھا۔ میں نے اپنے سامان میں ایسی کوئی چیز نہیں رہنے دی تھی' جس سے ان لوگوں کو کوئی اندازہ ہو سکے' ہاں میرے پاس ایک چیز ایسی ضرور تھی' جو کسی قدر نقصان دہ ہو سکتی تھی اور وہ تھی گیس سٹور کی رسید۔ اگر وہ میرے لباس کی تلاشی لے کر اس کاغذ کو حاصل کر لیتے تو شبہے میں مبتلا ہو سکتے تھے!

وہ میرے سامان کی تلاشی لیتے رہے۔ انہوں نے کمرے کے ایسے حصوں کی تلاشی بھی لی تھی جہاں کوئی چیز چھپائی جا سکتی تھی۔ میں ایک صوفے سے ٹکا ہوا ان کی کارروائی دیکھ رہا تھا اور میرے چہرے سے مکمل طور پر لاتعلقی کا اظہار ہو رہا تھا۔ جب انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر لیں اور کچھ برآمد کرنے میں ناکام رہے تو سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"اب صرف میرا لباس رہ گیا ہے ـــــــ مجھے برہنہ کر دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غلط فہمی ہوئی تھی مسٹر نواز ـــــــ جس کے لیے معافی کے خواستگار ہیں۔ ہاں کیا آپ اپنی گاڑی تک چلنا پسند کریں گے؟"

"یقیناً ـــــــ!" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ باہر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ میری گاڑی کی نگرانی بھی ہو رہی ہے۔ دو آدمی اس کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے لینڈرور کی چابی فاروق کی طرف اچھال دی۔ مختصر یہ کہ انہوں نے گاڑی کی بھی بھرپور تلاشی لی اور پھر چابی میرے حوالے کر دی۔

"آئی ایم سوری مسٹر نواز۔" احتشام بے نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور پھر سب پلٹ کر واپس چل پڑے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہربنس نے وار کیا تھا۔ لیکن ناکام رہا۔ بہرحال دشمن راہ پر لگ گیا ہے۔ اب ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ اس کے ہر قسم کے وار سے محفوظ رہنے کے لیے چالاکی شرط ہے۔ میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اندر آ کر میں نے دروازہ بند کیا۔ کی ہول پر ایک کاغذ چپکایا تاکہ باہر سے اندر نہ جھانکا جا سکے' اس کے بعد میں باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ گیس سٹور کی رسید اور کاغذات وغیرہ نکال کر میں نے صرف گیس سٹور کے فون نمبر ذہن نشین کیے' پھر ان کاغذات کی گولی بنا کر

فلش میں ڈالی اور زنجیر کھینچ دی۔ اس طرح ایک خطرناک چیز ختم ہو گئی۔ پھر میں اطمینان سے باہر نکل آیا اور کی ہول سے کاغذ ہٹا دیا۔ ایک صوفے پر گر کر میں آئندہ کے پروگرام بنانے لگا۔

فی الحال فرصت تھی۔ کوئی ایسا کام نہیں تھا۔ اور اب تو گیس سٹور جانا بھی حماقت تھی۔ لیکن ——— اس بات کی اطلاع گیس سٹور کو دینا ضروری تھی' ممکن ہے وہاں سے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ فی الحال اس کے لیے مونیکا' یا مسز جیرف ہی مناسب تھی!

میں نے ایک گہری سانس لی اور اپنے کمرے سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نیچے ہال میں تھا۔ مونیکا نے مجھے دیکھا' لیکن بالکل سرسری سے انداز میں۔ جیسے وہ میری شناسا ہی نہ ہو۔ ہال میں اس وقت بہت کم لوگ تھے۔ کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں حسب معمول کاؤنٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے جھک کر مونیکا سے فون طلب کیا۔ اور اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ حسب معمول میں نے الٹے سیدھے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ مونیکا نے ایک رجسٹر کھول لیا اور اس پر جھک گئی!

"مسز جیرف۔" میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تھوڑی دیر قبل' فاروق اور احتشام بے نے میرے کمرے کی تلاشی لی تھی۔ انہوں نے مکمل طور سے میرے کاغذات اور گاڑی وغیرہ چیک کی۔ انہیں باقاعدگی سے میرے بارے میں اطلاع فراہم کی گئی تھی۔ بہرحال وہ کوئی ایسی چیز نہیں تلاش کر سکے' جو قابل گرفت ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی میری نگرانی جاری رہے گی۔ اس لیے فی الحال مجھ سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہ رکھا جائے۔ میں گیس سٹور سے رابطہ بھی نہیں قائم کروں گا۔ اس وقت تک جب تک مجھے اطمینان نہ ہو جائے۔ بس یہی اطلاع دینی تھی۔"

"ٹھیک ہے!" مونیکا نے آہستہ سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ پھر کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ آیا اور ہال کی ایک میز پر جا بیٹھا۔ میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے کافی طلب کی اور اس کی چسکیاں لیتا رہا۔ کئی بار میری نگاہ مونیکا کی طرف اٹھی' اور میں نے اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ ہاں جب میری نگاہ اس سے ملتی تو وہ جلدی سے نگاہیں ہٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگتی' یا کسی کام میں مصروف ہو جاتی! نہ جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ میں نے ذہن اس میں نہ الجھنے دیا۔ میں اس شوہر پرست لڑکی کو نہیں بھٹکانا چاہتا تھا۔ اس وقت تو میرا ذہن ہربنس میں الجھا ہوا تھا۔ ہربنس اس ناکامی کے بعد کیا کرے گا؟ دوسری بات یہ کہ مجھے ہربنس کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔ میں دو مرتبہ اسے نقصان پہنچا چکا تھا۔ تیسری مرتبہ' کیوں نہ براہ راست اس پر ہاتھ ڈال دوں۔ حالانکہ یہ بہت بڑی بات تھی۔ میں دیکھ چکا تھا کہ یہاں ہربنس کی آواز میں جان ہے۔ حکام سے اس کی دوستی ہے' اس لیے وہ یہاں زیادہ مضبوط ہے۔ بہرحال سب سے پہلے تو مجھے اپنی پوزیشن صاف رکھنی تھی۔ میرے ہاتھ کسی طور میلے نہیں ہونے چاہئیں تاکہ میں مقامی پولیس سے نہ الجھ جاؤں۔ اور پھر اس کے بعد ہربنس کے ہتھکنڈوں کو دیکھوں اور ان کا جواب دوں!

کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے بہت سے پروگرام بنائے۔ اور ان میں سے چند پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہال سے اٹھ کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اور پھر میں نے دوپہر کا کھانا کمرے میں ہی کھایا۔ پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ شام کو چار بجے اٹھا' لباس تبدیل کیا۔ شیو بنایا اور تیار ہو کر نیچے اتر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری لینڈ روور سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ فی الوقت میں تنہا تھا۔ انقرہ کے بارے میں میری معلومات زیادہ وسیع نہیں تھیں۔ بہرحال کوئی وقت بھی نہیں تھی۔ میں سڑک گردی کرتا رہا۔ اس دوران

میں نے ایک بات پر خاص توجہ دی تھی۔ وہ یہ کہ میرا تعاقب تو نہیں ہو رہا!
اور سبز رنگ کی ہلمین کو میں نے دیکھ لیا' مجھے ان باتوں کا سلیقہ نہیں تھا۔ لیکن آدمی کچھ کرنا چاہے اور پوری توجہ اس پر مبذول کر دے تو کوئی کام مشکل بھی نہیں رہتا۔ ہلمین مجھے کئی سڑکوں پر اپنے پیچھے نظر آئی تھی۔ چنانچہ میں نے یقین کر لیا کہ وہ میرا تعاقب کر رہی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ میں تعاقب کرنے والے کی شکل دیکھوں۔ چنانچہ میں نے لینڈ روور ایک بھرے پرے بازار میں روک دی۔ نیچے اترا۔ اور ایک سٹور میں داخل ہو گیا۔ سٹور کے کاؤنٹر پر میں نے کچھ چیزیں دیکھیں ایک خوبصورت ہاتھی دانت کا سگریٹ کیس اور لائٹر پسند آیا۔ خرید لیا۔ دو ٹائیاں اور ایسی ہی کچھ چیزیں۔ لیکن اس دوران میں نے بھاری جبڑوں والے اس مقامی آدمی کو بخوبی دیکھ لیا تھا۔ ہلمین میں وہ تنہا تھا۔

پولیس کا آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ بہرحال ٹھیک ہے دوست۔ سرکاری پٹرول خرچ کرتے رہو۔ میرا کیا جاتا ہے۔ میرے سفری اخراجات تو بہرحال غلام سیٹھ کے ذمے ہیں۔ چنانچہ یہ خریداری کرنے کے بعد میں نے پھر لینڈ روور آگے بڑھا دی اور اس کے بعد وہ سڑک گردی ہوئی کہ لطف آ گیا۔ میں نے وہ ہلمین والے کو زچ کر کے رکھ دیا۔ بس کسی جگہ کا تعین نہیں تھا' ہر سڑک گلی کوچہ' جو سامنے نظر آتا وہیں چل پڑتا۔ رات گئے تک میں اسے پیچھے لگائے رہا۔ رات کا کھانا بھی میں نے ایک چھوٹے سے صاف ستھرے ریستوران میں کھایا۔ اور پھر میں نے ریستوران کے بیرے کو نزدیک بلایا۔ دس لیرا کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ میں رکھا اور اس سے پوچھا کہ کیا وہ انگریزی جانتا ہے؟

"فرمائیے جناب ———؟" اس نے انگریزی میں ہی کہا۔

"میں تمہارے شہر میں اجنبی ہوں دوست ——— اجنبی اور تنہا۔ میری یہ تنہائی کہاں دور ہو سکتی ہے؟"

بیرے نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا "اس کام کے لیے میں ایک آدمی آپ کے ساتھ کر سکتا ہوں جناب۔ لیکن اس کی فیس پچیس لیرا ہو گی۔"

میں نے خاموشی سے پچیس لیرا نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیے اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک پستہ قد آدمی کے ساتھ واپس آیا' جس کی آنکھوں کے پپوٹے ضرورت سے زیادہ لٹکے ہوئے تھے!

"جوزت شلاری ——— آپ کا مونس۔!" آنے والے نے فلمی انداز میں گردن خم کرتے ہوئے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ میرے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور بیرا واپس چلا گیا۔ "کونسے ہوٹل میں مقیم ہیں؟"

"بلغاریہ!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! شرافت کی گٹھڑی ہے۔ آپ کو دقت ہو گی۔ وہاں لڑکیاں نہیں جاتیں۔" اس نے کہا۔

"وہاں نہیں جائیں گے۔"

"یہی بہتر ہے۔ تب پھر آئیے۔ میں آپ کو بلقابہ لے چلوں۔ آپ کی پسند کی جگہ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے سٹیرنگ سنبھال لیا اور جوزت شلاری میرے نزدیک بیٹھ گیا۔

"سیدھے چلتے رہیے' یہاں تک کہ سڑک دو شاخوں میں پھوٹ نکلے' اس کے بعد ہمیں بائیں سم
اختیار کرنا ہوگی۔"

میں نے اس کی بات ذہن نشین کرلی' اور جہاں سے سڑک نے دو رخ اختیار کیے' وہاں سے میں
لینڈروور بائیں سمت موڑلی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میرا چوکیدار میرے ساتھ تھا۔ گو وہ ہوٹل میں نظر نہیں
آیا تھا۔ لیکن باہر نکلتے ہی سبز ہلمین پھر میرے تعاقب میں چل پڑی تھی۔

بلقابہ ایک خوبصورت علاقے کا نام تھا۔ یہاں چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے تھے۔ بعد میں معلو
ہوا کہ وہ جدید طرز کا بازار حسن ہے۔ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے جوزت شلازی نے اشارہ کیا او
میں نے لینڈروور روک دی۔ اسے لاک کیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے اور پھر جوزت شالازی نے مکان ک
دروازے پر دستک دی۔ چند ساعت کے بعد ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول دیا۔ اور جوزت نے آہ
سے اپنا نام دہرایا۔

"آ جاؤ!" عورت بولی۔ اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ میرے ذہن میں کوئی تحریک نہیں تھی
کیونکہ اب یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ مکان اندر سے بہت خوبصورت تھا۔ جس کمرے م
ہمیں بٹھایا گیا وہ مقامی طرز پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا اور وہاں قیمتی سامان موجود تھا۔ بوڑھی عورت ہمیں بٹھا
باہر نکل گئی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تین لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔ بیس سے اوپر کی تھیں' لیکن تینو
ہی حسین تھیں۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

"یہ صوفیہ ہے' یہ رومانہ ہے اور یہ ارغلا ہے۔ تینوں آپ کی خدمت کے لیے مستعد! میں ذرا مادام
بات کرلوں!" جوزت اٹھ کر باہر نکل گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے صوفیہ کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا' اور دونو
لڑکیاں خاموشی سے باہر نکل گئیں۔

"برٹش ــــــ؟" صوفیہ نے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اور میں نے گردن
دی۔ "پھر ــــــ؟" اس نے پوچھا۔

"اجنبی ــــــ پردیسی ــــــ اور بس!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ بھی مسکرا
لگی۔

"ہم لوگ اتنے ہی برے ہیں کہ کوئی ہمیں اپنے بارے میں بتانا بھی پسند نہیں کرتا۔" اس نے پھیکی
مسکراہٹ سے کہا۔

"یہ بات نہیں ــــــ بس میں ان باتوں کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔" میں نے کسی قدر خشک اندا
میں جواب دیا۔ اسی وقت جوزت واپس آ گیا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہاں آپ بالکل بے فکری سے قیام کریں۔ کیا صبح کو میری ضرورت ہوگی؟"

"نہیں ــــــ میں ہوٹل واپس چلا جاؤں گا' تم بے فکر رہو!" میں نے جواب دیا۔

"وہ ــــــ دو سولیرا ــــــ عنایت کر دیں۔" اس نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا اور م
نے نہایت اطمینان سے دو سولیرا کے نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے ــــــ جوزت نے ترکی زبا
میں صوفیہ کو میرے آرام کی ہدایت کی اور باہر نکل گیا۔ صوفیہ اب پورے خلوص سے مسکرا رہی تھی۔
ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتی تھی۔ بس اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتی تھی۔ بہرحال اس کے خوبصورت ہونٹوں

پہ انگریزی بہت بھلی لگتی تھی۔

"آیئے!" اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ وہ مجھے مکان کے آخری کمرے میں لے گئی جو اس کی خواب گاہ تھا' اور پھر اس نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ پلٹ کر دروازہ بند کر آئی۔ اور پھر نیچے جھک کر میرے جوتوں کے فیتے کھولنے لگی۔

"نہیں شکریہ" میں نے پاؤں سکوڑتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کیوں یہ مجھے پسند نہیں تھا۔ میں نے خود اپنے جوتے اتارے اور پھر اوپری لباس اتار کر بستر کی چادر خود پر گھسیٹ لی۔ صوفیہ نے ایک طرف لٹکے ہوئے خوبصورت بند کھینچے اور کمرے میں تیز روشنی گل ہو گئی! دوسرا بند کھینچنے سے سبز روشنی جل اٹھی اور کمرے کی ہر چیز ہلکے سبز رنگ میں ڈوب گئی۔ تب صوفیہ ایک الماری کے پاس پہنچی' اس نے الماری کھول کر ہلکے سبز رنگ کا باریک لباس نکالا اور میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ پھر وہ میرے نزدیک آ گئی اور اپنی پشت میری طرف کرتے ہوئے پشت پر لگی زپ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے زپ کھول دی اور اس کی کمر برہنہ ہو گئی۔ اس نے لباس کی آستینیں شانوں سے اتار دیں اوپری جسم پر اس لباس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ تب اس نے باریک گون بدن پر ڈال لیا اور اوپری لباس اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔ اب اس کے جسم پر ایک باریک انڈرویئر تھا۔ لیکن ظاہر ہے یہ بھی میری نگاہوں میں چبھ رہا تھا' چنانچہ اس نے اس سے نجات حاصل کرلی اور پھر غڑاپ سے میری چادر میں آ گھسی!

بستر میں آنے کے بعد صوفیہ صرف ایک عورت بن گئی۔ ہر کاروبار سے مبرا' اس کے چہرے پر جذبات سلگنے لگے! اور میں پچھلی رات کا سکون برباد کرنے لگا۔ عورت تو میری ہر رات کی ضرورت تھی۔ ایک دن کی بھوک بھی کافی ہوتی ہے۔ لیکن صوفیہ کے لیے میں اجنبی "چیز" تھا۔ شاید بہت دنوں کے بعد اسے ایک پرجوش انسان ملا تھا۔ چنانچہ اس نے خود کو کھلونا بنا دیا۔ اور میرے کسی فعل میں مداخلت نہیں کی۔

وہ ایک عام عورت تھی۔ اس لیے میں اس کی کوئی خصوصیت بیان نہیں کر سکتا۔ چونکہ مجھے رات یہیں گزارنی تھی' اس لیے میں اسے سینے سے لپٹا کر سو گیا۔ اس کے جسم کی گرم حرارت سکون بخش تھی۔ نیند بھرپور آئی! اور پھر نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا۔ ایک ہلکے سے شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ صوفیہ نے میرے جسم کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور میں چونک پڑا!!

"کیا بات ہے؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"نہ جانے باہر کیسا شور ہے؟" صوفیہ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں جلدی سے بستر سے نکل آیا۔ میں نے پھرتی سے لباس پہنا۔ صوفیہ نے بھی گون پہن لیا تھا۔ ابھی میں قمیض کے بٹن لگا رہا تھا کہ ہمارے دروازے پر زوردار لات پڑی۔ اور پھر کسی نے بھاری آواز میں کہا۔

"دروازہ کھولو۔ ورنہ دروازہ توڑ دیا جائے گا!" صوفیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا میں خود حیران تھا اور نیند سے جاگا ہوا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ گیا اور میں نے دروازے کی چٹخنی نیچے گرا دی۔ لیکن اندر داخل ہونے والوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک دم چھناکا ہوا تھا۔

لال ترکی شاید انہیں نہ سمجھ سکتے' لیکن میں نے ہندوستانی طرز کے ڈھاٹے صاف صاف پہچان لیے تھے۔ سروں پر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور اسی کے ایک حصے سے داڑھی اور چہرہ چھپایا گیا تھا۔ یقیناً وہ سکھ تھے اور ان کی تعداد تین تھی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے دونوں کرپانیں سنبھالے

ہوئے تھے۔

"واہگرو کی سوگند۔ یہی ہے!" پستول والے نے کہا اور پھر کرپان والے آگے بڑھے اور انہوں
میرے دونوں طرف کرپانیں رکھ دیں۔

"چلو باہر نکلو! کوئی حرکت کی تو یہیں ختم کر دیا جائے گا!" صوفیہ ایک کونے سے جا لگی! میں
لوگوں کے چہرے دیکھے اور پھر خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیے۔

"اپنا لباس لے لوں؟" میں نے پوچھا۔

"دروچن اس کا کوٹ اٹھا لے۔ دیکھ لینا پستول وغیرہ نہ ہو۔" پستول والے نے اپنے ایک ساتھی
اور اس نے میرا کوٹ اٹھا لیا۔ اس کی تلاشی لے کر رقم وغیرہ نکال لی۔ اور پھر کوٹ میرے کندھے پر ڈال
میں نے کوٹ پہن لیا۔ اور پھر میں نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوکے 'صوفیہ۔ موقع ملا۔ تو پھر آؤں گا۔" صوفیہ خاموشی سے تھوک نگل کر رہ گئی تھی۔ میں ان
کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر بھی انہوں نے کچھ حرکت کی تھی کیونکہ اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔
ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ ہربنس کے آدمی تھے۔ ہاں! ایک غلطی مجھ
ضرور ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ میں نے ہکلین والے کو ڈاج دینے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسے اپنے
یہاں تک لگا لایا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو تھوڑی سی کوشش سے یہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن میں بھی غلط
میں مبتلا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ مقامی پولیس کا آدمی ہے' جو ہربنس کی نشاندہی کی وجہ سے میرے پیچھے
گئی ہے۔ تو احتشام بے کو میرے پاس سے کچھ نہیں ملا ہے' لیکن شاید ابھی اس کا شبہ رفع نہ ہوا ہو اور
نے ہی اس آدمی کو میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میرا یہی اندازہ غلط تھا اس دوران میں نے ایک بار بھی نہیں
تھا کہ وہ ہربنس کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ مقامی آدمی کرائے پر بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اور
یہی بات تھی۔ میرے متعاقب نے ان لوگوں کو اطلاع دے دی تھی کہ شاید میں پوری رات ہی
گزارنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور انہوں نے بالآخر مجھے آ لیا تھا!

لیکن میری پوزیشن اس وقت بہت نازک تھی۔ اچانک افتاد پڑی تھی' اس لیے کسی مداخلت کے
بھی نہیں تھا۔ باہر ان کے دو آدمی موجود تھے۔ اس طرح کل پانچ آدمی ہو گئے تھے جو پوری طرح مستعد
اور اس وقت ان کے درمیان کچھ کرنا مشکل ہی تھا۔ انہوں نے میری لینڈ روور کو نظرانداز کر دیا۔ خود ان
پاس بھورے رنگ کی واکس ویگن تھی۔ جس کا دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا گیا اور پھر چار پانچ
مجھ پر مسلط ہو گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سنبھال لی اور واکس ویگن سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں
خاموش تھا۔ چاروں آدمی میرے اوپر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اب بھی اپنے چہرے
کھولے تھے۔ کھول بھی لیتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ظاہر ہے وہ میرے لیے اجنبی تھے۔ لیکن اب مجھے
کرنا چاہیے؟ میں نے تیزی سے سوچ لیا تھا ——— فی الحال کوئی حرکت نقصان دہ ہی ہو سکتی تھی۔ وا
ویگن ایک سنسان سڑک سے گزر رہی تھی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی میں میں
وقت دیکھا۔ تین بج رہے تھے۔ میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں۔ کچی نیند جاگنے سے آنکھوں میں
سی ہو رہی تھی۔

وہ سب خاموش تھے۔ پستول والا اب بھی پستول مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ باقی لوگ خالی

تھے۔ لیکن ان کی کرپانیں اس انداز میں لٹک رہی تھیں کہ ایک ذرا سی کوشش سے باہر نکل آتیں۔
دفعتاً" ایک زوردار دھماکہ ہوا اور واکس ویگن کافی زور سے اچھلی۔ اس کے بریک ایک دم چیخ
اور اندر بیٹھے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے ٹکرائے۔

اگر اس سنہری موقعے سے میں فائدہ نہ اٹھاتا' تو اس سے بڑی حماقت زندگی میں اور کوئی نہیں ہو سکتی
تھی' جوں ہی وہ ایک دوسرے سے ٹکرائے میں جان بوجھ کر پستول والے پر گرا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کا
پستول میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے ایک لمحہ ضائع نہ کیا اور واکس ویگن کا دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگا
دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ہوائی فائر کر دیا تھا۔

"خبردار! اگر کسی نے حرکت کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔" میں غرایا۔ اور پیچھے ہٹنے لگا! لیکن اچانک ہی
اس ویگن کے عقب میں ایک اور گاڑی آ کر رکی جس کی ہیڈ لائٹس پہلے بجھی ہوئی تھیں۔ لیکن اب
انہوں نے واکس ویگن کو فوکس کر لیا تھا۔

"پولیس!" میرے ذہن میں گونجا۔ اور مجھے شدید خطرے کا احساس ہوا لیکن اسی وقت دوسری طرف
سے آواز سنائی دی۔

"ونڈرفل مسٹر نواز ——— اسی طرح کور کیے رہیں ان مردوں کو' ہم آ رہے ہیں!" اور میں حیران رہ
گیا۔ زبان انگلش تھی اور لہجہ اجنبی۔ لیکن ان لوگوں نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ اور پھر پھرتی
سے عقبی کار کا دروازہ کھول کر چار آدمی نیچے اتر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول نظر آ رہے تھے۔

"چلو ——— ہاتھ اٹھائے نیچے اتر آؤ۔" ان میں سے ایک نے ویگن والوں سے کہا اور ویگن والے
خاموشی سے نیچے اتر آئے۔

"یہ سب ہربنس کے کتے ہیں مسٹر نواز۔ کیا خیال ہے کہ ان کی چھٹی کر دی جائے؟" ان میں سے ایک
نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ان سب کو بے ہوش کر کے ویگن میں ڈال دو' ہربنس کے لیے ایک اچھا سبق رہے
گا۔" میں نے جواب دیا۔ گو اب میرا ذہن اپنے مددگاروں کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ لیکن اس
کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ وہ غلام سیٹھ کے آدمی ہیں۔ اور یقیناً" انہوں نے ہی فائر کر کے واکس ویگن
کا ٹائر پھاڑا ہے۔

"ٹھیک ہے ——— جو حکم!" اس شخص نے کہا اور پھر وہ چاروں ان پر ٹوٹ پڑے۔ سرداروں کی
تلواری دھری رہ گئی تھی۔ عقبی کار سے اترنے والوں نے انہیں نیچے گرا لیا تھا۔ اور پھر ان کی کھوپڑیاں
ہموار کر دی گئیں۔ اس کے بعد ان پانچوں کو ایک ایک کر کے ویگن میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان میں سے ایک
نے ویگن سٹارٹ کر کے سڑک سے اتار دی اور اس کے سارے شیشے کھول دیے۔

"رات کی سردی میں ان کی برف جم جائے گی۔" شیشے کھولنے والے نے کہا اور پھر میرے قریب آ کر
"ہم آپ کے دوست ہیں مسٹر نواز۔ غلام سیٹھ کے آدمی' میرا خیال ہے اس وقت بہتر موقع ہے۔ پہلے
آپ کی گاڑی لے لی جائے۔ اس کے بعد یہاں سے چلیں گے۔ مسٹر سلیمان کا خیال ہے کہ آپ کو ہوٹل
چھوڑ دینا چاہیے۔"

"جیسا مناسب سمجھو!" میں نے جواب دیا اور ان کے ساتھ کار کی طرف بڑھ گیا۔ "نہ جانے انہوں نے

عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا؟" راستے میں میں نے کہا۔

"برا نہیں کیا۔ صرف بے ہوش کر دیا ہے۔ ہم شروع سے تاک میں تھے۔" میرے قریب بیٹھے شخص نے بتایا۔

"آپ لوگ بروقت پہنچے' ورنہ صورت حال مشکل سے قابو میں آتی۔" میں نے کہا۔

"ویسے آپ نے نہایت پھرتی سے سچوایشن اپنے ہاتھ میں لے لی تھی!"

"تمہارے فائر کرنے کے بعد ——— غالباً" تم نے ٹائر پر فائر کیا تھا ——— ؟"

"ہاں انہیں روکنے کے لیے اسی جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔" میرے نزدیکی آدمی نے بتایا۔ اور میں طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس وہاں پہنچ گئے جہاں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا۔ میری لینڈ روور اسی طرح کھڑی تھی۔ چاروں طرف طویل خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک آدمی اتر کر چلا گیا اور لینڈ روور شارٹ ہو کر واپس مڑ گئی۔ کار بھی آگے بڑھ گئی تھی۔ راستے بھر خاموشی رہی اور ہم شہر کے ایک بارونق حصے میں پہنچ گئے۔ میں نے گیس سٹور کا بورڈ پڑھ لیا تھا۔ گیس سٹور کے عقبی حصے میں دونوں گاڑیاں داخل ہو گئیں۔ اور ایک شفاف ہال میں رک گئیں۔ یہاں دو قیمتی گاڑیاں اور کھڑی تھیں۔ سب نیچے اتر آئے اور ایک طرف بنی ہوئی عمارت میں داخل ہو گئے!

یہ عمارت بھی اندر سے بے حد نفیس تھی۔ فرش پر نرم قالین بچھے ہوئے تھے۔ ہم ان قالینوں پر چلتے ہوئے ایک کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ میرے ساتھیوں نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ اور میں اندر داخل ہو گیا۔ ہال نما کمرہ تھا۔ عمدہ فرنیچر سے آراستہ' میں تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ذہن پر بوجھل سا تھا۔ شاید کچی نیند سے یہ کیفیت ہوئی تھی۔ بہرحال تھوڑی دیر پہلے گزرے ہوئے واقعات کا میرے ذہن پر کوئی اثر نہیں تھا۔

بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک دراز القامت آدمی اندر داخل ہو گیا۔ سرخ و سفید چہرہ' اوپر کو الٹے ہوئے بال' کشادہ پیشانی' وجیہہ انسان تھا۔ بڑی روشن آنکھوں میں کسی قدر سرخی تیر رہی تھی۔ جسم پر ایک نائٹ گون تھا۔

"ہیلو ——— مسٹر نواز ——— سلیمان بے سے ملاقات کرو۔" وہ پرجوش انداز میں مسکراتا ہوا بولا' اور میں صوفے سے اٹھ گیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے آہنی پنجے کی گرفت میں لے لیا' اور گرم جوشی سے کئی جھٹکے دیئے۔ "تم سے ملاقات کی بے حد خواہش تھی۔ غلام سیٹھ کی طرف سے یمانی کی تین کالیں آئی ہیں۔ میں نے مال بخیریت پہنچ جانے کی اطلاع دی تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور پھر اس نے مجھے تمہارے عجیب و غریب کارنامے سنائے۔"

"شکریہ سلیمان بے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم مقامی طور پر کاروبار کے انچارج ہو؟" میں نے دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— بالکل ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور دبلے پتلے جسم کی ایک نوخیز لڑکی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی۔ ٹرالی پر نفیس اسکاچ کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔

"اسکاچ پینے کا انوکھا وقت۔" سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس وقت یہ جسم کو گرمی

دے گی اور پھر ایسی صورت میں جب کہ آپ نے تھوڑی سی ورزش بھی کی ہے۔" اس نے کہا اور لڑکی کے سکرٹ کو پیچھے سے اٹھا کر دھپ سے ایک ہاتھ اس کے کولہے پر مارا۔ "چلو مونی۔ ہم دونوں کو پیگ بنا کر دو۔"

لڑکی ایک دم سیدھی ہو گئی پھر اس نے مسکراتے ہوئے میرے طرف دیکھا اور جھک کر ٹرالی پر رکھی ہوئی شراب کے پیگ بنانے لگی پھر اس نے ایک پیگ میرے ہاتھ میں تھمایا اور دوسرا سلیمان بے کو دے دیا۔

"ٹرالی میرے سامنے سرکا دو بے بی۔ میں تمہارے چہرے پر نیند کے سائے دیکھ رہا ہوں۔ جاؤ عیاش۔" اس نے کہا اور لڑکی سامنے آنے والے بال جھٹکتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کی کوئی شکن نہیں تھی۔ سلیمان بے نے ایک چسکی لی اور بولا۔

"بلقانیہ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ مونیکا سے اظہار کر دیتے' خاموشی سے کوئی لڑکی تمہارے کمرے میں پہنچ جاتی۔ سچ بھی یہی ہے کہ لڑکی کے بغیر رات ادھوری رہ جاتی ہے۔ بلقانیہ میں تو ڈھونگے ملتے ہیں۔ خالی اور زور زور سے بجنے والے۔" سلیمان بے نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے خاموشی سے پیگ خالی کر دیا۔ تو وہ اٹھا اور میرے جام کو دوبارہ بھرتے ہوئے بولا "کیا خیال ہے۔ نیند آ رہی ہو تو گفتگو صبح پر ملتوی کر دی جائے۔"

"مجھے تو نیند نہیں آ رہی۔ ہاں یہ احساس ہے کہ تمہاری نیند ضرور خراب ہوئی ہے اس وقت!"

"اوہ ——— نہیں ڈیئر ——— تکلف کی بات نہیں۔ تم سے ملنے کی واقعی بے چینی تھی۔ لیکن مونیکا نے رپورٹ دے دی تھی اسی لیے خاموش تھا ورنہ خود ہی بلغاریہ پہنچ جاتا۔" اس نے کہا۔

"ہربنس یہاں خاصی اہمیت رکھتا ہے؟" میں نے کہا۔

"ایک غیر ملکی تاجر کی حیثیت سے چند حکام سے اس کی دوستی ہے اور بس۔ باقی حیثیت دولت بنا دیتی ہے۔ وہ ان حکام پر اور ان سے نچلے لوگوں پر کافی خرچ کرتا ہے۔ ویسے استنبول میں اس کا اڈہ سب سے بڑا ہے۔"

"خوب!"

"اور غلام سیٹھ اس اڈے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہربنس کو تمہارے یہاں پہنچنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ مگر پورا قصہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ مونیکا نے مجھے اطلاع دی تھی کہ احتشام بے اور فاروق باقاعدہ بلغاریہ کی نگرانی کر رہے ہیں اور پھر دوسری رپورٹ ملی کہ انہوں نے تمہارے کمرے کی تلاشی بھی لے ڈالی۔ اور اب تم گیس سٹور سے بات نہیں کرو گے۔ تب میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے کچھ آدمی تمہاری حفاظت کے لیے چھوڑ دوں۔ چنانچہ جب تم بلغاریہ سے نکلے تو میرے آدمیوں نے اطلاع دی کہ ایک ہلمین تمہارے پیچھے ہے۔ میں نے اس کے نمبر معلوم کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تو پتہ چلا کہ ہلمین سرکاری نہیں ہے۔ بس اسی وقت سے میں کسی واقعہ کا منتظر رہا۔ لیکن میرے آدمی مستعد تھے' اس لیے تم کسی الجھن میں نہ پڑ سکے' ویسے تم ان لوگوں کے ہتھے چڑھ کر کیا محسوس کر رہے تھے؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے سوچا شاید ہربنس سے سامنا ہو جائے۔ ظاہر ہے وہ مجھے اسی کے پاس لے جا
ہوں گے۔ اس کے بعد میں فیصلہ کرتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ دراصل ایران کی سرحد پر میں نے اس کا
بڑا اسٹاک پکڑوایا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ـــــ گڈ۔ وہ کس طرح؟ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے ہربنس یہاں موجود نہیں ہے
استنبول میں ہے۔"

"گڈ! تو پھر شاید وہ مجھے قتل ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں یا ممکن ہے غلام سیٹھ کے اڈوں کے بارے
معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں؟"

"ہاں ممکن ہے ویسے فوری طور پر قتل کرنا ہوتا تو اس کے لیے بلقابہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں تھی
وہاں اکثر جرائم پیشہ لوگ جاتے ہیں اور سنتے ہیں روز ایک آدھ قتل ضرور ہو جاتا ہے؟"

"خوب! بہرحال یقینی طور پر وہ مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے یوں بھی میری وجہ
کافی خسارے میں رہے ہیں۔"

"یمانی نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے لاسلکی رابطے پر ہم طویل گفتگو نہیں کرسکتے تھے' اس
مجھے اس سے تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ بہرحال ہربنس کی بدقسمتی ہے کہ یہاں بھی اسے ناکامی کا منہ
پڑا' ہاں اب تم مجھے بتاؤ کہ ایران میں تم نے کیا کارنامے انجام دیے ہیں' میری بے تکلفی کے لیے معاف
یہ بے تکلفی میری عادت بن چکی ہے۔ لیکن دوستی میں میرا جواب نہیں ہے۔ تم مجھے ایک مخلص اور
دوست پاؤ گے۔"

"یقیناً" تمہاری کشادہ پیشانی اس بات کا پتہ دیتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ میرا
ادا کرنے لگا۔ "ایران میں غلام سیٹھ نے مجھے یوں پسند کیا کہ میں نے ٹھاکر کو مع اس کے گروہ کے
کرایا' دراصل اس کے گروہ کی ایک لڑکی میرے پھندے میں پھنس گئی تھی۔ لڑکی ہی کے ذریعے ٹھاکر
بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ لڑکی عمدہ تھی لیکن بڑے مفاد کے لیے اسے قربان کرنا پڑا اور اسی
ذریعے ٹھاکر بھی چکر میں آگیا۔"

"اوہ ـــــ ویسے یار آدمی شاندار ہو۔ وہ سالی تمہارے اوپر لٹو ہو گئی تو کونسی بڑی بات ہے۔ ہر
کیا قصہ رہا؟"

"افغانستان میں ہربنس کے اڈے پر ایک افغان لونڈیا چکر میں آگئی وہ ہربنس کے اڈے میں ہی کام
تھی۔ اسے وہاں سے نکال لایا۔ ہربنس کے آدمیوں سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ تھوڑا سا ہنگامہ ہوا۔ بہرحال وہ
ایران میں مل گئی۔ ہربنس کی بدقسمتی ہی سمجھ لو کہ اس کے آدمی نے اس لڑکی کا انتخاب کرلیا۔ مگر وہ ا
تھی۔ اسے بچالیا۔ ٹھاکر کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں دو افسروں سے یاری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان اف
نے اسی لینڈ روور میں سفر کیا جس میں مال موجود تھا۔ اس سے بہتر حفاظت کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بار
پر اس آدمی کو ان افسروں کے حوالے کر دیا' جو ہربنس کا مال لایا تھا۔ بس وہ دونوں افسر خوش ہو گئے اور ا
نے ترکی تک کے انتظامات کر دیے۔ یوں میں صاف نکل آیا۔"

"یار بڑے اونچے آدمی ہو ـــــ بلاشبہ تم نے کمال کر دیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہرحال
دل گردے کا کام ہے۔ یعنی تم نے کسٹم افسروں کو اس گاڑی میں سفر کرایا جس میں مال تھا۔ خدا کی پناہ۔

مضبوط اعصاب کی ضرورت ہے۔ ویسے غلام سیٹھ کی نگاہ ہیرے پہچاننے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ تم جیسا
شاندار آدمی صرف وہی دریافت کر سکتا تھا۔ اور پھر تمہارا طریقہ کار۔ یقیناً" عورت کسی کو بھی بنا اور بگاڑ سکتی
ہے!" سلیمان بے نے ہنستے ہوئے کہا وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر نظر آ رہا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا "میں یمانی کو تمہارے بارے میں تفصیلی رپورٹ دے دوں گا۔
لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ہے۔ وہ یہ کہ ہربنس یہاں کسی حد تک مضبوط ہے۔ اور پھر بڑا مال پکڑا گیا ہے ملی
طور پر اسے سخت صدمہ پہنچا ہو گا۔ جھنجلاہٹ میں وہ بڑے سے بڑا رسک لے سکتا ہے۔ اس لیے تمہیں
ہوشیار رہنا ہو گا۔"

"میں خیال رکھوں گا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سلیمان بے پر اپنی بہادری کا اظہار حماقت
ہوتی۔ مجھے ان واقعات کی ذرہ برابر پرواہ نہیں تھی۔ یہاں کون بیٹھا ہوا ہے' جس کے لیے زندگی کی قدر کی
جائے۔ بہرحال سلیمان بے بے حد دلچسپ انسان نکلا۔ روشنی پھوٹنے تک وہ مختلف قسم کی گفتگو کرتا رہا' اس
نے بتایا کہ انقرہ میں مال وصول کر لیا گیا ہے اور اب وہ طول و عرض کے تمام اڈوں کو تقسیم ہو جائے گا' یہاں
سے مال تقسیم کرنے کی آسانیاں ہیں۔ کیونکہ استنبول میں چھوٹی بڑی بہت سی پارٹیاں کام کرتی رہتی ہیں۔ ان
میں ہنگامے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ رقابت بھی چلتی ہے۔ قتل و خونریزی بھی ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہاں
کی پولیس بہت ہوشیار رہتی ہے۔ اکثر پارٹیاں بھی ان چھوٹے لوگوں کی وجہ سے لپیٹ میں آ جاتی ہیں۔
چنانچہ یہاں سے کام محفوظ طریقے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد لڑکیوں کی بات آئی اور سلیمان بے کے منہ
سے رال ٹپکنے لگی۔

"ان کے بغیر تو کائنات بے رنگ ہے۔ یہ تو سانسوں کو جلا بخشتی ہیں۔ یہاں رہو۔ عیش کرتے رہو!"
سلیمان بے نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا! میں نے اس کی وہ حرکت دیکھ لی تھی جو اس نے شراب لانے والی
لڑکی مونی سے کی تھی۔ یہ حرکت اس کی فطرت سے آگاہ کرتی تھی۔ لڑکیوں کے معاملے میں وہ بہت بے باک
تھا۔ پھر زیادہ وقت لڑکیوں کے بارے میں گفتگو کرتے کٹا۔ وہ ان کی جسمانی ساخت کی دلکشی کے بارے میں
بتا رہا تھا۔ مختلف ساخت کی لڑکیوں کی فطرت سے آگاہ کر رہا تھا۔ اور اس وقت تک وہ لڑکیوں کے بارے میں
لیکچر دیتا رہا۔ جب تک ایک ملازمہ نے آکر ناشتے کے بارے میں نہیں پوچھا۔ "اوہ! ناشتے کا وقت ہو گیا۔ میرا
خیال ہے مسٹر نواز آپ غسل کرلیں۔ اس کے بعد ہم مل کر ناشتہ کریں گے۔ اور ناشتے کے بعد آپ سو
جائیں۔ اس وقت تک سوتے رہیں' جب تک رات کی کسر پوری نہ ہو جائے۔ اس کے بعد ملاقات ہو گی۔
اور بہرحال ازراہ مہمان نوازی ایک رات میں آپ کو اپنا سلیکشن ٹیسٹ کراؤں گا۔"

"خوب!" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے مجھے باتھ روم کا راستہ بتا دیا۔ گرم پانی کے غسل نے
جاگنے کی کسل کسی حد تک کم کر دی۔ اس کے بعد عمدہ ناشتہ ملا۔ باتوں کا شوقین سلیمان بے ناشتے کے دوران
بھی بکواس کرتا رہا اور میں ہاں ہوں کرتا رہا۔

کافی کے دو کپ پینے کے بعد میں نے نیپکن گرا دیا۔ اور سلیمان بے نے بھی شاید میری ہی وجہ سے
کھلانے کا بقیہ پروگرام ملتوی کر دیا۔ پھر وہ اٹھ گیا۔ اور اس نے مجھے میری خواب گاہ کا راستہ بتا دیا۔ نرم ریشمی
لحاف اور عمدہ فوم کے گدے والی مسہری پر لیٹ کر نیند اس بھرپور انداز میں حملہ آور ہوئی کہ خواب گاہ کا
ڈیزائن اور ڈیکوریشن بھی نہیں دیکھ سکا۔ پلکیں ایک دوسرے سے جڑ گئیں اور میں بے خبر سو گیا۔

پرسکون نیند دنیا سے بے تعلق، مستقبل سے بے خوف، کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ زندگی ہی کیا تھی بس سانسوں کی آمدورفت تھی۔ جسم کی ضرورتیں تھیں، سو پوری ہو رہی تھیں۔ کونسی امنگ تھی کونسی زندگی کی چاہت تھی، سوتا رہا، سوتا رہا، اور جب نیند کا آخری لمحہ بھی پورا ہو گیا تو آنکھ کھل گئی۔ نگاہ سب سے پہلے جس چیز پر پڑی، وہ انسانی گوشت تھا۔ چکنا، سفید، ایک مخصوص انداز لیے۔ دھندلاہٹ صاف ہو گئی۔ اور آنکھیں عریاں ٹانگوں پر جم گئیں۔ پاؤں سیاہ رنگ کے خوبصورت جوتے، بغیر موزوں کے اور پھر شفاف جلد والی چمکدار پنڈلیاں، کچھ اور اوپر گھٹنوں کی گول ہڈیاں کچھ اور اوپر نرم اور پرگوشت رانیں۔ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی پھر گہرے نیلے رنگ کا سکرٹ جس نے رانوں کے انتہائی حصے کو بڑے قابل اعتراض انداز میں ڈھانکا ہوا تھا۔ بھلا اس حقیر کپڑے کو یہ جرات کیسے ہوئی کہ وہ حسن کے انمول نظاروں سے نگاہوں کو محروم رکھنے کی کوشش کرے۔ بے چین نگاہوں نے چھلانگ لگائی۔ لیکن رانوں کے اوپر چہرے دو چہرے ایک دوسرے میں چسپاں نظر آئے۔ طویل بوسہ جو امر ہو گیا تھا۔

کسی رسالے کا سرورق تھا اور یہ رسالہ دو ہاتھ تھامے ہوئے تھے، سفید جسم اور چہرہ جہازی سائز کے رسالے میں چھپا ہوا تھا۔ لیکن کرسی پر اس بے فکری سے بیٹھی ہوئی خاتون کون ہیں؟ میں نے سوچا۔ اور پھر میں زور سے کھنکارا۔ جس کے ساتھ ہی رسالہ بند ہو گیا۔ اور چہرے کے سامنے سے ہٹ گیا۔

وہ مونی تھی۔ دبلی پتلی سی لڑکی۔ لیکن چہرے اور اوپری جسم کے برعکس اس کا نچلا جسم زیادہ پرگوشت تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"ہیلو!" وہ مسکرائی۔

"ہیلو مونی۔ کیا وقت ہوا ہے؟"

"تین بجے ہیں جناب!" اس نے کھنک دار آواز میں کہا۔

"دن کے یا رات کے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دن ہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"شکر ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "سلیمان بے کہاں ہے؟"

"گئے ہوئے ہیں۔ مجھ سے کہہ گئے تھے کہ آپ کا خیال رکھوں۔" مونی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی ترکی خدوخال کی خوبصورت لڑکی تھی۔ میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تو پھر تم نے میرا خیال رکھا تھا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"دیکھ لیجیے یہیں بیٹھی تھی۔"

"خیال اتنی دور سے تو نہیں رکھا جاتا۔" میں اب عورت کے معاملے میں اناڑی نہیں تھا۔

"تو میں قریب آ جاتی ہوں۔" اس نے برجستہ جواب دیا اور کرسی اٹھا کر مسہری کے نزدیک لے آئی پھر ہنس پڑی۔

"اور قریب!" میں نے تشنہ نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسہری اجازت نہیں دیتی۔"

"تو کرسی چھوڑ دو۔"

"کرسی آج کل کون چھوڑتا ہے؟ لیکن خیر بعض لوگوں کے لیے تو دنیا چھوڑ دی جاتی ہے۔" اس

کرسی سے اٹھ کر مسہری پر آتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے۔ میں بھول گیا تھا کہ مونی سلیمان بے کی پسند ہے۔ میں نے سلیمان بے کی ایک حرکت دیکھ لی تھی، لیکن گرم بستر، گرم عورت، اس کے بعد کیا یاد رہتا ہے۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ سلیمان بے، اور بہت سے، کوئی یاد نہ رہا۔ اوپر سے دبلی پتلی، نیچے سے تندرست یہ لڑکی مجھے یاد تھی۔ اور میں بھی اسے اپنے فن سے آشنا کر رہا تھا۔ دو فنکاروں کا بھرپور مقابلہ جاری رہا، ہار جیت کسی کو یاد نہیں تھی۔ ہار جیت یاد بھی نہیں رکھی جاتی اور دیوار گیر کلاک نے اپنی موجودگی کا اعلان کیا۔ اس نے چار بجائے تھے۔ میں نے چونک کر مونی کی طرف دیکھا اور پھر اسے آواز دی۔ "مونی!"

"ہوں۔" اس نے آنکھیں بند کیے کیے جواب دیا۔

"اٹھو بھئی سلیمان بے تمہیں میرا خیال رکھنے کے لیے کہہ گیا ہے۔"

"لیکن میں اب کسی کا خیال رکھنے کے قابل نہیں ہوں۔" مونی نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔ پرمزاح طبیعت کی مالک تھی۔ لیکن اب مجھے خیال ہو رہا تھا کہ کہیں سلیمان بے اس بات کو محسوس نہ کرے۔

"اٹھو مونی۔ اگر سلیمان بے واپس آ گیا تو کام بگڑ جائے گا۔"

"وہ دیر سے واپس آئے گا! اس کے علاوہ وہ فراخ دل انسان ہے۔ اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ تمہاری ہر ضرورت پوری کروں۔" مونی نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ اس کا شفاف سینہ میرے سامنے تھا۔ بڑے بے داغ جسم کی مالک تھی۔ اور کافی بے حجاب۔ میرے ہاتھ اس کے سینے پر رینگنے لگے۔

"بس بس جناب! میرا خیال ہے کہ اب مجھے آپ کی بجائے اپنا خیال رکھنا پڑے گا۔ ویسے آپ کو یاد آنا چاہئے کہ آپ نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے!" وہ اٹھتے ہوئے بولی اور میں ہنس پڑا۔

"تم بہت دلچسپ ہو مونی۔ واقعی بہت دلچسپ۔"

"شکریہ۔" وہ بستر سے نکلتے ہوئے بولی اور پھر وہ مسخرے انداز میں اپنا لباس تلاش کرتی رہی۔ اس کی حرکتوں پر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ بہرحال لباس پہننے کے بعد اس نے مجھے لباس پہننے کی تلقین کی اور بولی "کیا خیال ہے، کھانا لگواؤں؟"

"کھانا نہیں مونی! صرف ہلکا سا ناشتہ کروں گا۔ کھانا رات کو کھاؤں گا۔"

"باتھ روم وہ ہے۔" مونی نے اشارہ کیا۔ اور میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "آؤ۔" میں نے شرارت سے کہا اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ غسل کرتے ہوئے میں اس کے بارے میں سوچتا رہا اور مجھے ہنسی آتی رہی۔ انوکھی طرز کی انوکھی لڑکی تھی۔ کتنی آسانی سے خود کو میرے حوالے کر دیا، زندگی کے اہم مرحلے سے گزر گئی، لیکن اس پر کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ظاہر ہے وہ بہلانے کا فن جانتی ہے۔ اپنی حیثیت سے واقف ہے۔ اور ضروریات زندگی میں جذبات کو نہیں داخل ہونے دیتی۔ اس کی پرمزاح فطرت اسے دوسروں سے مختلف کرتی ہے۔

"میں نے کہا جناب، نیند آ گئی کیا؟" تھوڑی دیر کے بعد مونی کی آواز سنائی دی۔ اور میں شرارت سے خراٹے لینے لگا۔ "میں بالکل چکر میں نہیں آؤں گی۔ اگر آپ کو واقعی نیند آ گئی ہے تو پھر سلیمان بے ہی آپ کو آ کر جگائیں گے۔ ویسے آپ کا سامان بلغاریہ سے منگوا لیا گیا ہے۔ اور آپ کا یہ لباس دروازے کے بالکل سامنے لٹکا ہوا ہے۔"

"اوہ مونی۔ کیا یہ تم ہو؟" میں نے اندر سے آواز دی۔
"ہوں نہیں تھی۔ اب تو میں جا چکی ہوں۔ ہاں جب آپ لباس تبدیل کر کے باہر آئیں گے تو
ناشتے کے کمرے تک آپ کی رہنمائی کرنے آجاؤں گی۔" مونی کے قدم دروازے کی طرف بڑھ گئے اور
ہنستا ہوا باہر نکل آیا۔ میں نے اپنا لباس اتارا اور پھر اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ مونی شاید دروازے کے باہر
موجود تھی۔ چنانچہ جونہی میں نے لباس تبدیل کیا اس نے دروازے میں سے اندر جھانکا۔
"کافی کے پاٹ سے سوندھے دھوئیں کی لکیریں بل کھاتی ہوئی چھت کی طرف محو پرواز ہیں۔ چکن
بادام کے سینڈوچز سے ہلکی ہلکی بھاپ نکل رہی ہے۔ اور انجیر کی ساس سفید پلیٹ میں سیال سونے
طرح بکھری ہوئی ہے' ڈرائی فروٹس اور ادرک کی جیلی میز پر کسی کی منتظر ہے——— ایسے میں جو دیر کر
وہ قدرت کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا مذاق اڑاتا ہے۔"
میں ہنستا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور مونی نے سر جھکاتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ "اوہ——
ہیلو مسٹر نواز۔ تشریف لایئے۔"
"بہت شریر ہو مونی' عرصے تک یاد رہو گی۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
"آپ بھی مجھے عرصے تک یاد رہیں گے مسٹر نواز۔" مونی نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہولے
کراہتے ہوئے کہا اور میں ہنس پڑا۔ ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آگئے۔ وہ میرے سامنے ہی کرسی پر
گئی تھی۔ بلاشبہ ناشتے کی میز پر بہت کچھ تھا۔ میں نے سینڈوچز لیے۔ انجیر کی ساس بہت لذیز تھی
دوسری چیزیں بھی۔ تھوڑا کھانے کا ارادہ تھا لیکن زیادہ ہی کھا گیا۔ مونی بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔
میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔
"کیوں کیا بات ہے مونی؟"
"کچھ نہیں۔ ایک فلسفے پر غور کر رہی تھی۔"
"انسان دو صنفوں میں تقسیم ہے۔ مرد' عورت۔ دونوں ابتداء سے ایک دوسرے کے لیے لازم و
رہے ہیں دونوں ایک دوسرے کی پسند ہیں۔ اگر یہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر متاثر نہ ہوتے
زندگی قائم نہ رہ سکتی۔ انسان اکتاہٹوں کا شکار ہو کر خودکشی کر لیتا۔ مرد کے لیے ایک بھرپور عورت
دلکش ہوتی ہے۔ اور عورت کے لیے ایک بھرپور مرد۔ اگر ان دونوں میں سے کسی میں کوئی کمی ہو'
پرکشش نہیں ہوتا۔ میں پتھر کے دور کے مرد کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یقیناً" وہ دلکشی میں بے مثال
گا۔"
"کیوں پتھر کے دور کا مرد کیوں یاد آیا؟"
"آج اس کی جھلک دیکھی ہے۔" مونی نے جواب دیا اور مسکرانے لگی میرے ہونٹوں پر بھی مسکرا
پھیل گئی۔
"نہ جانے تم میری تعریف کرنا چاہتی ہو یا مضحکہ اڑانا چاہتی ہو؟"
"مضحکہ نہیں نواز——— انسان تہذیب کے جتنے لبادے اوڑھتا جا رہا ہے' اس کی شخصیت چھ
رہی ہے۔ بعض لوگ تو تہذیب کے غلافوں میں اتنے گہرے چلے گئے ہیں کہ سمجھ ہی میں نہیں آتے۔
خیال ہے بستر پر' تم' ابتدائی مرد بن جاتے ہو۔ میری بے باکی معاف کرنا' صاف الفاظ میں اپنا مافی الضمیر

کرنے کی عادی ہوں۔ نیا نوجوان' خود کو عورت ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ نہ جانے کیوں' اور نہ جانے
کونسی عورت اسے پسند کرتی ہے۔ شاید وہ جو خود مرد بننے میں کوشاں ہے۔ لیکن یہ جنسی اختلاف کون سا رخ
اختیار کرے گا؟"
"ممکن ہے سیفو کا دور واپس آجائے۔ لڑکے تالیاں بجانے کے علاوہ کچھ نہ کریں گے اور عورت سیفو
بن جائے گی۔" میں نے کہا۔
"اور یہ بڑا بھیانک جنسی المیہ ہو گا۔ زندگی اکتاہٹوں کے غار میں جا پڑے گی۔ ممکن ہے یہ جنون دنیا کے
خاتمے کا سبب بن جائے۔" اس نے پیالی میں چائے نکالتے ہوئے کہا اور میں اس خوبصورت ملازمہ کی سوچ پر
غور کرنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر سلیمان بے کی آواز سنائی دی۔
"آہا۔ انتہائی مناسب وقت پر پہنچا۔ بھوکا بھی ہوں اور تھکا ہوا بھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ تم ہی کرو گی مونی کہ
پہلے مجھے چائے پینی چاہیے یا کچھ کھا لینا چاہیے۔" سلیمان بے نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے مسٹر سلیمان بے۔ پہلے آپ کچھ کھا لیں' پھر چائے پی لیں۔" مونی نے کہا اور سلیمان
بے پلیٹوں میں بچی کھچی چیزوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے چائے کی تین پیالیاں چڑھائیں اور ایک
زوردار ڈکار لے کر سیدھا ہو گیا۔
"رپورٹ پیش خدمت ہے مسٹر نواز——— پولیس کے آدمیوں نے بلغاریہ کے اندر ڈیرہ ڈال دیا
ہے۔ وہ تمہارے کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ بلقابہ کی عورتوں سے بھی چھان بین کی گئی ہے۔ اور جوزت
شلازی' جو ایک پیشہ ور دلال ہے اور جو شاید تمہیں بلقابہ لے گیا تھا' کو پکڑ کر کافی مرمت کی گئی ہے بہرحال
وہ کتوں کی طرح تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں اور کافی مشتعل ہیں۔ بعض جگہوں پر پولیس بھی خفیہ طور پر
ان کی معاون ہے——— عام طور پر تمہیں اڈوں پر تلاش کیا جا رہا ہے۔ شاید وہ ابھی تک تمہارے بارے
میں صحیح رپورٹ نہیں حاصل کر سکے ہیں۔" سلیمان بے نے کہا۔
"اچھی بات ہے۔ زندگی کا جمود ٹوٹ جائے گا' ان سے دو دو ہاتھ رہیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے
کہا۔
"مونی——— برتن لے جاؤ۔ ہم تھوڑی دیر یہیں رک کر گفتگو کریں گے۔" سلیمان بے نے کہا اور
مونی گردن ہلا کر باہر نکل گئی۔ "میں نے یمانی سے گفتگو کر کے اسے مفصل رپورٹ دی تھی۔ یہ اب سے
تین گھنٹے قبل کی بات ہے ابھی پندرہ منٹ قبل یمانی نے پھر مجھ سے گفتگو کی' اس نے کہا کہ غلام سیٹھ ایران
آیا ہوا ہے۔ پھر غلام سیٹھ نے بھی چند الفاظ کہے۔ اس نے ہدایت کی ہے کہ تمہیں بذریعہ ٹرین استنبول
روانہ کر دیا جائے۔ دراصل انقرہ کی بہ نسبت استنبول زیادہ محفوظ ہے۔ وہاں غلام سیٹھ کی اپنی حیثیت بھی ہے
اور پھر وہاں ہمارا اسٹاف خاصا شاندار ہے۔ ویسے غلام سیٹھ نے کہا ہے کہ تمہاری رائے بھی لے لی جائے۔ اگر
تم کچھ اور پسند کرو تو اس کا احترام کیا جائے گا۔"
"ہوں۔" میں حالات پر غور کرتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے ہربنس کے
آدمیوں کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے' میں ان سے نپٹ سکتا ہوں۔ لیکن غلام سیٹھ نے میرے لیے جو سوچا ہے
بہتر وہی ہے۔ میں روانگی کے لیے تیار ہوں۔"
"میرے خیال میں بھی یہی مناسب ہے۔ استنبول میں گو ہربنس کا اڈہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن وہاں اس

کی طاقت محدود ہے' جب کہ ہم وہاں' یہاں کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ہیں تو مسٹر نواز ــــــ اس بار آپ کو تھوڑا سا بہروپیہ بنانا پڑے گا!"

"یعنی ـــــ؟" میں نے پوچھا۔

"نقلی داڑھی اور بالوں کی وگ۔ آپ ایک فرانسیسی ہپی کی حیثیت سے سفر کریں گے۔ استنبول جا کر آپ خود کو تبدیل کرسکتے ہیں۔ ویسے ان دونوں چیزوں سے آپ کو الجھن تو نہیں ہوگی؟"

"قطعی نہیں۔ ویسے میرا حلیہ ایران میں بدلا ہے۔ ورنہ میرے چہرے پر اوریجنل داڑھی تھی اور میں بھی نروان کی تلاش میں سرگرداں تھا۔"

"ونڈرفل۔ گویا آپ نے ان آوارہ گردوں کے ساتھ وقت گزارا ہے؟"

"کافی مسٹر سلیمان بے۔ ہاں مجھے ان گولیوں کی ضرورت بھی ہوگی جو نشہ نہیں ہونے دیتیں۔ ان حالات میں میں ان گولیوں سے کام چلا تا رہا ہوں۔ چرس وغیرہ تو پینی ہی پڑتی ہے۔"

"بہتر ہے۔ فراہم کردی جائیں گی' اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہو۔" سلیمان بے نے کہا۔

"ہاں میں اس زندگی کے لوازمات سے بھی واقف ہوں۔ دوست بنانے کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"میں اپنی طرف سے آپ کو چند ایسی نایاب چیزیں دوں گا کہ آپ یاد رکھیں گے!" سلیمان بے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے کب روانہ ہونا ہے؟"

"آج ہی رات کو۔ غلام سیٹھ نے یہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"ویسے مجھے افسوس ہے انقرہ میں آپ کی کوئی خاطر نہیں ہوسکی۔" سلیمان بے نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میں نے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ اس کی سیکرٹری میری عمدہ خاطر کرچکی ہے۔ سلیمان بے کرسی سے اٹھ گیا۔ اور ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ پھر سلیمان بے نے مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا اور خود میری روانگی کے انتظامات کرنے چلا گیا۔ میں ایک آرام دہ کرسی میں دراز ہو کر ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ انقرہ کی سڑکوں پر نکل جاؤں۔ ہربنس کے آدمیوں کو کھلا چیلنج دے دوں اور پھر ان سے آنکھ مچولی کھیلوں۔ لیکن بات میری ذات تک محدود نہیں تھی۔ غلام سیٹھ اور اس کے گروہ کو بھی مدنگاہ رکھنا تھا۔ میری وجہ سے ان لوگوں کو نقصان پہنچ جائے' جنہوں نے میرے اوپر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کرلیا تھا۔ چنانچہ وہی ٹھیک ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ مونی اندر آگئی۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ مونی کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"آؤ مونی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک بات تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"انسان ازل سے احمق ہے۔ قدرت نے اسے گوشت کا ایک لوتھڑا دے کر اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ کاش

جسم کا کوئی اور عضو اس لوتھڑے کا بدل ہوتا۔ یا پھر قدرت نے اس بے کار سی شے کو اس قدر عجیب نہ بنایا ہوتا۔ یہ انسان کو کس قدر مجبور کردیتی ہے۔ ہم اس کی وجہ سے کس قدر بے بس ہوجاتے ہیں۔ سلیمان بے نے بتایا ہے کہ تم آج ہی رات جارہے ہو۔ خون کا یہ ڈھیر مجھے پریشان کررہا ہے۔ اس نے میری مسکراہٹ کو مضمحل کردیا ہے۔ اب میں اپنی مرضی سے نہیں مسکرا سکتی۔ ہاں اگر مجھے حکم ملے تو میں قہقہے لگاؤں گی۔ کیونکہ یہ میری ڈیوٹی ہوگی لیکن نہ جانے کب تک میں تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔" اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ اور میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے دھواں سا اٹھا' لیکن پھر اس پر ایک دبیز تہہ چڑھ گئی۔ بیزاری اور حالات کی تہہ۔

"گوشت کے اس لوتھڑے کو اپنا تابع کرلو مونی۔ زندہ رہنے کے لیے یہ عمل ضروری ہے۔ اس غلاظت کے ڈھیر کو خود پر مسلط نہ ہونے دو۔ یہ زندگی میں ایک رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہر سانس کو ایک قہقہہ سمجھو' ہر چہرے کو پرچھائیں خیال کرو۔ کسی شے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ آنکھوں کے پردوں پر مختلف تصویریں آتی ہیں۔ نزدیک اور نزدیک پھر گم ہوجاتی ہیں۔ انہیں بھلاتی رہو۔ ورنہ زندگی بہت کٹھن ہوجائے گی۔"

"کوشش کروں گی نواز۔ وعدہ نہیں کرتی۔ اس کے بعد تمہارے سامنے نہ آسکوں گی۔ بس ابھی اندر بغاوت ہے۔ کوئی غلط راستہ نہ دکھادے' اجازت دو!" اس نے کرب سے کہا۔

"خدا حافظ مونی۔" میں نے خشک سے انداز میں کہا۔ مجھے اس کی بکواس پر غصہ آنے لگا تھا۔ کم بخت بکواس کرکے متاثر کرنا چاہتی ہے۔ اس دیوار کو ہلانا چاہتی ہے جس کی تعمیر میں میں نے ہزاروں کرب دفن کیے ہیں۔ جسے کھڑا کرنے کے لیے دیوانگی اپنانی پڑی ہے۔ دل چاہا اٹھ کر اس کے بال پکڑ لوں اور اس کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کردوں۔ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ مونی خود ہی باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک طبیعت میں ہیجان رہا۔ ایک عجیب سا سناٹا ذہن میں گونجتا رہا۔ انوکھی آوازیں کانوں کے پردوں سے ٹکراتی رہیں۔ لیکن پھر میں نے ان آوازوں کی گردن دبا دی۔ انہیں موت کی نیند سلا دیا۔ اور آئندہ پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔

ہربنس آخر کیا سمجھتا ہے مجھے۔ کرائے کے ٹٹوؤں سے مجھے شکست دینا چاہتا ہے۔ میری قوت سے ناواقف ہے۔ گدھا کہیں کا' میرے دانت بھنچ گئے۔ ٹھیک ہے ہربنس' تجھے چھٹی کا دودھ یاد نہ دلا دوں تو نواز نام نہیں' اب میں خود تجھے تلاش کرکے ماروں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے سلیمان بے واپس آیا۔ اس نے حسب معمول چہکتے ہوئے لہجے میں "ہیلو" کہا تھا۔ میں نے بھی خوش دلی سے اسے خوش آمدید کہا۔

"تیاریاں مکمل ہیں۔ رات کو ایک بج کر بیس منٹ پر استنبول جانے والی ٹرین آتی ہے۔ یہ ٹرین ارض روم سے آتی ہے اور ایک بیس پر انقرہ پہنچتی ہے۔ تمہارا بندوبست تھرڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں کیا گیا ہے۔ سفر میں تکلیف تو یقیناً ہوگی۔ لیکن یہ ضروری تھا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ میک اپ کا بندوبست ہوگیا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مکمل! آؤ دیکھ لو!" سلیمان بے نے کہا اور میں اس کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ ہم ایک اور کمرے میں آئے۔ یہاں ایک بڑی میز پر میرا سامان سجا ہوا تھا۔ باقی سب کچھ یہاں چھوڑ دینا تھا۔ ایک رنگین پتلون' رنگین بے جوڑ لیکن موٹی بشرٹ' پھٹی ہوئی لیکن گرم پوستین اور ایک میلا سا کمبل۔ ایک تھیلا' کھانے پینے

کی کچھ چیزیں۔ چرس پینے کا ایک چھوٹا حقہ اور ایک عمدہ سا پستول۔ "یہ ہے آپ کا اثاثہ۔" سلیمان بے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"نیا نہیں ہے۔ طویل عرصہ اسی لباس میں گزار چکا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت داڑھی اص
تھی اور اب نقلی ہو گی۔ ہاں داڑھی وغیرہ کہاں ہے؟"

"بہترین داڑھی اور وگ مہیا کی گئی ہے۔" سلیمان بے نے ایک چوکور ڈبہ کھولتے ہوئے کہا' اور
اس نے نقلی داڑھی اور سر کی وگ نکال کر میز پر ڈال دی۔ میں آگے بڑھ کر اسے دیکھنے لگا۔ یقیناً شاندار
اور خاص انداز میں بنائی گئی تھی۔ میں نے گردن ہلا دی۔

رات کے کھانے پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ہم تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ نقلی داڑ
چہرے پر فٹ کی گئی' وگ سر پر لگائی گئی اور میں نے آئینے میں خود کو دیکھا' اس کے بعد لباس بھی پہن لیا
اور میں پھر انہیں آوارہ گردوں کے روپ میں آگیا جن کے ساتھ کافی وقت گزر چکا تھا۔ پوری طرح تیار ہو
میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ سلیمان بے نے رہائش گاہ کے عقبی دروازے پر مجھے خدا حافظ کہا۔ اس
استنبول کے بارے میں مجھے ضروری ہدایات دے دی تھیں۔

ریلوے سٹیشن کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ مجھے کس بات کی پرواہ ہو
تھی۔ ہر سانس ایک نئے ماحول سے آشنا ہوتا تھا۔ یہ تو زندگی ہے۔ ماضی کا ایک لمحہ یاد نہ رکھو۔ حال
بارے میں سوچو۔ صرف حال کے بارے میں۔ ریلوے سٹیشن کا فاصلہ کافی تھا لیکن ایک آوارہ گرد کے
فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں چلتا رہا' یہاں تک کہ سٹیشن پہنچ گیا۔ بھانت بھانت کے لوگ مقامی' غ
مقامی۔ اپنی نسل کے بھی نظر آرہے تھے۔ سردی سے کانپتے ہوئے' بے حال' مرجھائے ہوئے' میں نے ٹر
کے بارے میں معلوم کیا۔ ابھی ایک بجنے میں بیس منٹ باقی تھے' گویا ٹرین آنے میں پورے چالیس منٹ
تھے۔ بہرحال یہ وقت گزارنا تھا' دوسرے لوگوں میں جانا مناسب نہیں تھا' چنانچہ میں اپنے قبیلے کی طرف
پڑا۔ جس نے سٹیشن ہی کے ایک کونے میں رنگ جما رکھا تھا۔ شاید سردی سے بچنے کے لیے جسم گرم رکھنے
ایک یہی طریقہ تھا۔

چوری چھپے سگریٹ چل رہے تھے' لیکن اس بو کو کہاں لے جاتے جو دور دور تک کی خبر لا رہی تھی
میں بھی اداس سی شکل بنائے ایک دیوار سے ٹک گیا۔ تھیلا اور کمبل نزدیک ہی رکھ لیا تھا۔ کئی للچائی ہوئی
نگاہیں میرے کمبل پر پڑ رہی تھیں۔ بہت سوں کو اس کی ضرورت تھی۔ لیکن میں اس وقت کسی کی ضرورت
پوری کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کی طرف غور نہیں کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

میرا ٹکٹ موجود تھا' اس لیے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی' ہاں بس ٹرین میں جگہ حاصل کرنا تھی۔
بہرحال ایک مشکل کام تھا۔ چالیس منٹ گزر گئے۔ بہرحال ٹرین وقت پر آگئی۔ لیکن ٹرین جونہی پلیٹ فارم
پہنچی' نہ جانے کہاں سے انسانوں کے غول کے غول نمودار ہوئے اور ٹرین پر جھپٹے' اس وقت ذرا سی غفلت
قنوطیت مشکل میں مبتلا کر سکتی تھی' چنانچہ میں بھی جانور بن گیا اپنا مختصر سامان اٹھائے میں ٹرین کے ایک
ڈبے کی طرف لپک رہا تھا۔ لیکن ہر کھڑکی کے دوسری طرف انسانوں کی دیواریں چنی نظر آرہی تھیں اور
بہرحال انہیں دیواروں میں اپنے لیے کوئی سوراخ تلاش کرنا تھا۔ سچ مچ بے بسی کا احساس ہوا' لیکن اچانک
کسی نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہے ——— ادھر' ادھر ———!" اور میں نے کھڑکی میں دیکھا' موٹی گردن اور جٹاؤں کی طرح بٹے
ہوئے بالوں والا ایک ہپی پیلے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً وہ مجھ
سے میرا سامان مانگ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے حلیئے کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ ہوا ہے' اور
غالباً اس کے پاس بیٹھنے کو سیٹ بھی ہے۔ میں نے جلدی سے کمبل اور تھیلا اسے تھما دیا جسے اس نے جلدی
سے اندر کر لیا۔ لیکن کمپارٹمنٹ میں داخل ہونا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں دروازے کی طرف گیا'
لیکن وہاں انسان شہد کے چھتے سے چپکی ہوئی مکھیوں کی طرح ایک دوسرے سے اٹکے ہوئے تھے۔ "آ
جاؤ ——— آ جاؤ ———" میرے محسن نے آواز دی۔ اور میں بے بسی سے کھڑکی کی طرف لپکا' بلاشبہ میرا
دوست طاقتور تھا' اس نے اپنے مضبوط بازوؤں سے تھام کر اندر گھسیٹ لیا۔ میری ٹانگیں کسی کے سر پر
تھیں' جسم کسی کے اوپر' میک اپ سخت خطرے میں تھا اور خود میں بھی' لیکن بھلا ہو شریف آدمیوں کا' کسی
نے احتجاج نہ کیا' البتہ کوشش کر کے میری ٹانگیں موڑی گئیں اور مجھے فٹ کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔
میں کسی کی گود میں تھا لیکن اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بہرحال ڈبے کے اندر آ چکا تھا۔ جب کہ
دوسرے لوگوں کی جدوجہد ابھی جاری تھی۔ پھر گارڈ نے وسل دی اور ٹرین آہستہ آہستہ کھسکنے لگی۔ ٹرین
نے کسی حد تک رفتار پکڑ لی تب کہیں جا کر سکون ہو سکا' میں اب پوری طرح فٹ تھا' لیکن بدستور کسی کی
آغوش میں تھا۔ میں نے گردن گھما کر اس محسن کی شکل دیکھی جس نے مجھے اپنی آغوش میں پناہ دی تھی۔
اور ہکا بکا رہ گیا۔ وہ مرد نہ تھا' بلکہ ایک غیر معمولی طور پر توانا عورت تھی غالباً اس ہپی کی ساتھی۔ اس کے
ہونٹ پتلے پتلے اور سرخ تھے اور مجھے اس طرح اپنی گود میں رکھ کر وہ مسکرا رہی تھی۔

میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں ہپی کی طرف دیکھا' وہ بھی ہنس رہا تھا چنانچہ میں بھی بے بسی سے ہنسنے
لگا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ابھی تمہارے لیے جگہ بن جائے گی۔" اس نے انگریزی میں کہا تھا۔ "مجھے افسوس
ہے!" میں نے معذرت کی اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"لوہو۔ بیٹھے رہو' بیٹھے رہو ——— ہمارے پاس سردی دور کرنے کا انتظام نہیں ہے' جبکہ سردی
بہت ہے۔ اور پھر تمہارے اندر وزن تو ہے ہی نہیں۔" عورت نے کہا۔ اس کی آواز اس کے جسم سے قطعی
مختلف تھی' سریلی اور شفاف تاہم مجھے کسی عورت کی گود میں بیٹھنا پسند نہیں تھا' اس لیے میں کھسک کر کھڑا
ہی ہو گیا۔ لیکن عورت اس دوران کام دکھا چکی تھی۔ اس نے تھوڑا سا کھسک کر اپنے اور ہپی مرد کے
درمیان جگہ بنا ہی لی۔ اور ہپی نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر مجھے اس جگہ میں فٹ کر دیا۔ اب میں
اس انداز میں بیٹھا تھا جیسے وہ دونوں مجھے اغوا کر کے لے جا رہے ہوں۔ لیکن بہرحال غنیمت تھا۔ میں
دروازے سے لٹکے ہوئے لوگوں کا حشر بھی دیکھ رہا تھا۔ جو ابھی تک کمپارٹمنٹ میں گھسنے میں ناکام رہے تھے۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے ڈارلنگ۔" عورت کی سریلی آواز سنائی دی۔ اور میں نے اس کی شکل دیکھی۔
سرخی مائل شفاف چہرہ تھا۔ عمر کسی طور تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ لمبے لمبے سنہرے بال' بڑی بڑی آنکھیں'
لیکن جسم بے ڈھب فربہ تھا۔ بلاشبہ اس کی ایک ایک ران میرے پیٹ کی موٹائی کے برابر تھی۔ بڑا تندرست اور

ٹرین نے خاصا فاصلہ طے کر لیا۔ اب انقرہ کی روشنیاں گم ہو چکی تھیں۔ فی الحال میری جو پوزیشن تھی
اس کے تحت میں کسی بھی سلسلے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔ سوچ بچار تو تنہائی کے مشغلے ہیں اور تنہائی۔ اگر
دونوں ستونوں کے درمیان پھنسے رہنے کو تنہائی کہا جا سکتا ہے تو شاید میں تنہا تھا۔

بہرحال ان لوگوں نے میرے اوپر احسان کیا تھا تو اس کی قیمت بھی ادا کرنا تھی' چنانچہ تعارف کا سلسلہ
شروع ہو گیا۔ مرد کا نام کیگارو تھا اور عورت مُسن سارڈی تھی۔ میں نے اپنا نام فریڈرک بتایا تھا اور
انہیں مختصر طور پر ایک کہانی گھڑ کر سنا دی تھی۔ وہ دونوں بھی بقول ان کے اسٹان بول جا رہے تھے۔

"افسوس ڈیر' میں تمہیں یہاں چرس نہیں پیش کر سکتا۔ ٹرین میں بیٹھے لوگ شور مچا دیں گے۔ پہلے
بھی ہنگامہ ہو چکا ہے۔"

"آپ لوگ پیچھے سے آ رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ارض روم سے۔" کیگارو نے جواب دیا' میں نے گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے وہ پیچھے سے ہی آ
رہے ہوں گے' ورنہ یہ جگہ کہاں سے حاصل کر سکتے تھے' "تمہارے پاس کمبل ہے' کیوں نہ اسے کھول کر
ہم تینوں اوڑھ لیں میدانوں کی سردی بہت شدید ہے۔" عورت نے کہا اور میں نے اخلاقاً" زور زور سے
گردن ہلا دی۔ مرد نے ہنستے ہوئے کمبل کھول لیا تھا۔ عورت نے اسے گردن تک اوڑھ لیا۔ میں تو درمیان
میں ہونے کی وجہ سے ڈھکا ہی ہوا تھا۔ یوں بھی ان دونوں کے درمیان سردی لگنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا
تھا۔ دوسرے سرے کو کیگارو نے لپیٹ لیا' اور پھر اس نے جیب سے ایک ڈبیہ نکالی جس کے اوپری حصے
پر ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔ غالباً" کسی افغانی کی نسوار کی ڈبیہ تھی۔ اس نے ڈبیہ میں سے تین ننھی ننھی گولیاں
نکالیں۔ ایک مجھے پیش کی' ایک عورت کو اور تیسری اپنے منہ میں ڈال لی۔ پہلے تو کوئی اندازہ نہ ہو سکا' لیکن
جب گولی منہ میں گھلی تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ غالباً" افیون تھی' جو وقت گزاری کے طور پر استعمال کی جا
رہی تھی ——— کڑواہٹ کی وجہ سے منہ کی میں انگلی ڈال کر گولی تلاش کی۔ جو کچھ دیر نکال کر پھینک دی
لیکن کڑواہٹ تو پیٹ تک اتر گئی تھی۔

بہرحال کیا کہتا' ان محسنوں' سے جنہوں نے اپنی دانست میں بہرحال مدارات کی تھی۔ جب تک منہ کی
حالت خراب رہی' دل ہی دل میں ان دونوں کو برا بھلا کہتا رہا۔ کیگارو نے سکون سے آنکھیں بند کر لی
تھیں۔ اس کی ساتھی دیونی البتہ جاگ رہی تھی اور شاید افیون کے سرور میں تھی۔

کمپارٹمنٹ کے دوسرے مسافروں نے بھی بہرحال حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اور جس طرح بھی جگہ
ملی تھی ایک دوسرے پر چن گئے تھے۔ دروازہ خالی ہو چکا تھا' لیکن صورت حال یہ تھی کہ باتھ روم میں بے
شمار افراد ایک دوسرے پر دراز تھے' اور اگر کسی کو رفع حاجت کی ضرورت ہو تو صبر و شکر کے علاوہ اور کوئی
چارہ نہیں تھا۔ فرش اور لباس کا جو بھی حال ہو! میری زندگی تو گوناگوں واقعات سے پر تھی' اچھے اور برے
لمحات سے پوری طرح آشنا' چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی میں نے اس دن کی تکلیفات کو ذہن سے جھٹک دیا۔
منزل آئے گی اور یہ برا وقت بھی گزر جائے گا لیکن بات یہیں تک محدود نہیں تھی۔ سمندر میں طوفان آ رہا
تھا۔ گوشت کی چٹان تھلتھلا رہی تھی۔ کمبل کے نیچے جب ایک بھاری وزن میری ران پر آ پڑا تو میں
اچھل پڑا' دیونی کی آنکھیں بند تھیں' اس لیے میں نے اسے اتفاق سمجھا' بہرحال یہ بوجھ ناقابل برداشت ہم
نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس اتفاق کو قبول کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کمبل اور سردی صرف ایک بہانہ

نہیں تھی اس کی آڑ میں!
اور اچانک یہ شبہ یقین میں بدل گیا۔ ہاتھ اور کچھ آگے بڑھ آیا تھا اور اب قابل اعتراض حدود میں پہنچ
گیا تھا۔ ایک دم جھرجھری سی آ گئی' بھیانک صورتحال تھی' بیٹا نواز ——— آج تک خود کو بڑا مرد میدان
سمجھتے رہے ہو۔ بڑے عیاش طبع اور عورت پرست بنتے رہے ہو۔ آج بھگتو! میں نے دل ہی دل میں سوچا
اور انکھیوں سے دیونی کی طرف دیکھا۔ اس کے پتلے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں پھیلے ہوئے تھے' اور
ہاتھ ——— اس کے بارے میں کچھ کہنا ہی فضول ہے' کیونکہ وہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی میں نے اپنے
آپ کو ٹٹولا۔ کیا میں اتنا ہی گر گیا ہوں کہ عورت نام کا گنبد بھی قبول کر لوں۔ لیکن اس وقت صورتحال عجیب
تھی۔ گنبد حرکت کر رہا تھا۔ اور اگر میں نے ان حرکتوں سے اجتناب کیا تو نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ جس
ہی کھڑکی سے مجھے اندر داخل کیا گیا تھا' اسی کے ذریعے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا جائے' اور یہ کام ان دونوں
کے لیے مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا' اور اس نے میرا وہ حال کیا کہ خدا کی پناہ'
ایک بار پھر ڈرتے ڈرتے اس کی جانب دیکھا' تو وہ نیم وا آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی' اس کی نگاہوں میں
بے چینی تھی' جیسے کہہ رہی ہو "کیسے جوان مرد ہو' حسن خود تمہاری طرف مائل ہے وہ تمہیں شہہ دے رہا
ہے' اور تم ابھی تک خاموش ہو!" اسے کیا معلوم تھا کہ اس "حسن" سے میری روح فنا ہو رہی ہے۔

لیکن قسمت میں جو لکھا ہے' پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ جب مجھے مائل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو
گئیں' تو جارحیت کا دور شروع ہو گیا اور کمبل کے نیچے سے میری کلائی آہنی گرفت میں جکڑ لی گئی۔ ایک
جھٹکے سے مجھے اپنی طرف کھینچا گیا۔ اور میرا ہاتھ مکھن کے ڈھیر سے ٹکرایا۔ شاید اس نے اپنا نچلا جسم کسی
طرح عریاں کر لیا تھا۔ آنکھوں میں تارے ناچنے لگے۔ ہر بنس کے آدمیوں کا خطرہ مول لے سکتا تھا اگر اس "
خطرہ عظیم" کا امکان ہوتا۔ لیکن بہرحال اب پھنس گیا تھا کوئی نئی مصیبت مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔
اس لیے اس مصیبت کو بھگتتا رہا۔ دل کو ایک عجیب سی کراہیت کا احساس تھا' لیکن اس احساس کا اظہار زندگی
کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔ کم بخت نے پوری رات سونے نہیں دیا۔ دانت پیس پیس کر ڈبے میں ٹھنسے
ہوئے لوگوں کو دیکھتی رہی۔ سوچ رہی ہو گی کہ کاش وہ نہ ہوتے لیکن یہ تو میرا دل ہی جانتا تھا کہ ان کی
موجودگی سے مجھے کتنی تقویت تھی۔ بہرحال یہ بھیانک رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ وہ رات کے آخری
پہر میں مایوس ہو کر سو گئی۔ اس کا ساتھی بدستور سو رہا تھا۔ لیکن میری آنکھوں میں نیند کہاں تھی' مجھے خطرہ
تھا کہ کہیں وہ پھر نہ جاگ جائے' اور بے کاری کا "شغل" شروع کر دے۔

لیکن وہ صبح تک سوتی رہی' آخری پہر میں میری پلکیں بھی ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ لیکن زیادہ دیر
نہیں گزری۔ اس کا احساس آنکھ کھلنے کے بعد ہوا تھا۔ آنکھوں میں مرچیں سی بھری ہوئی تھیں۔ سب سے
پہلے کیگارو پر نظر پڑی' اس نے کمبل اتار دیا تھا۔ اور شیشہ گرا دیا تھا۔ پھر رات کے بھیانک واقعات کا
تصور کر کے گھبرائے ہوئے انداز میں مُسن سارڈی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی رات بھر کی جاگی ہوئی تھی' اس
لیے آرام سے سو رہی تھی۔ کمبل کے نیچے پہلے اپنا' اور پھر ٹٹول کر اس کا لباس برابر کیا۔ زندگی کو شدید خطرہ
لاحق تھا۔ کیگارو کنگال بھی نہیں معلوم ہوتا تھا' جو سب چلنے دیتا۔ پھر اس نے خود پر سے کمبل سمیٹ کر
صرف سارڈی کے اوپر ڈال دیا۔

"ہیلو!" کیگارو نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں بھی خوش اخلاقی سے مسکرا دیا۔ "ہم

استنبول کے قریب ہیں۔" اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے ایک ہلکی سی خو
احساس ہوا۔ ہوا اندر آ رہی تھی اور اس میں سمندر کی سیل رچی ہوئی تھی۔ دور افق پر ایک نیلی لکیر ابھ
تھی۔ گاڑی کی رفتار کسی حد تک تیز ہو چکی تھی۔ پھر سرسبز کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا' جلتی ہوئی آنک
کو سبزے نے ایک عجیب سا سرور بخشا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس سمت کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور
مرمر کا پانی ریل کی پٹڑی سے آلگا۔ دوسری طرف نہ جانے کیا تھا' آدمیوں کی دیوار کے اس پار دیکھنا ناممکن
میں سے تھا۔

پھر گاڑی کی رفتار ست ہونے لگی' حیدر پاشا کا سٹیشن قریب آ رہا تھا۔

"مسٹر فریڈرک" کیگارو کی آواز نے چونکا دیا۔ اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "استنبول
بار آئے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"بس تو پھر ساتھ رہے گا۔ میں یہاں تیسری بار آیا ہوں۔ یہاں سے بخوبی واقف ہوں۔" اس نے
فیصلہ کر لیا۔ ایک لمحے کے لیے تو روح فنا ہو گئی۔ لیکن پھر سوچا' استنبول میں اگر اسی کے ساتھ ابتداء کی
تو کیا برا ہے۔ بھاگنا ہو گا تو جب دل چاہے گا بھاگ جاؤں گا۔ کم از کم ماحول ہی دیکھ لوں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" کیگارو نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے جلدی سے گردن ہلائی۔

"جیب کی کیا پوزیشن ہے؟" اس نے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا۔

"پیسے موجود ہیں ——— اور بھی بہت کچھ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ لیکن فکر مت کرو' جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھے
دینا' دو گنا کر کے واپس کر دوں گا۔ اور میرا بھی کام بن جائے گا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"ابھی نہ سمجھو۔ سمجھ جاؤ گے۔ بس میرے اوپر اعتماد کرنا۔ بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ دوستو
دوست ہوں۔ اور دشمنوں کا سب سے بڑا دشمن۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کیگارو۔ مجھے بھی دوست پاؤ گے۔" میں نے کہا اور وہ زور زور سے ہنسنے لگا
پاشا کا سٹیشن آگیا۔ اور مسافر اترنے کی تیاری کرنے لگے۔ "سارڈی' سارڈی!" کیگارو نے سوئے
ہوئی خمیر کو جگا دیا اور وہ صورت حال معلوم کر کے جلدی جلدی خود کو سمیٹنے لگی' اور پھر جب وہ کھڑی ہوئی
نے اسے غور سے دیکھا۔ بلا مبالغہ سوا چھ فٹ قد تھا اور میں نے جس قدر اسے سمجھا تھا' اس قدر نہ تھی
کا جسم موٹا ضرور تھا' لیکن ناموزوں ہرگز نہیں تھا۔ پیٹ سڈول ہی تھا' البتہ باقی جسم پلا ہوا تھا' یہی
کیگارو کی تھی۔ اتنا ہی لمبا وہ بھی تھا اور وہ بہترین جسم کا مالک تھا۔ ان دونوں کے سامنے میں احساس
کا شکار ہو گیا۔ کمپارٹمنٹ سے اترنے کے لیے ان دونوں کی سیدھ اختیار کی اور کوئی دقت نہ ہوئی۔
لوگ خود حفاظتی پر عمل کرتے ہوئے انہیں راستہ دے رہے تھے۔ ویسے ہپیوں کا ایسا عظیم الشان جو
کبھی نہیں دیکھا تھا! وہ تو سوکھے' دبلے پتلے اور مدقوق سے ہوتے تھے' لیکن یہ جوڑا تو جیسے ان کا

باسفورس کی لہریں چھپاک چھپاک ریلوے سٹیشن کی سیڑھیوں کو چھو رہی تھیں۔ دوسری سمت اسٹیمر
کھڑے ہوئے تھے۔ ریلوے سٹیشن کے ہی ایک کونے میں سٹیمر سٹیشن بھی تھا' جہاں سے ٹکٹ ملتے تھے'
کیگارو نے خود ہی میرا ٹکٹ بھی خریدا اور مجھے ممنون احسان کر دیا۔ سارڈی نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کی
پسندیدگی اب بھی برقرار تھی۔ نہ جانے کیگارو جیسے گرانڈیل شخص کے سامنے مجھ جیسے مرغ پر اتنی
عنایت کیوں تھی۔ یہ بات اس وقت میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ ہم ایک اسٹیمر میں اتر گئے۔ دوسرے
مسافر بھی جلدی جلدی اسٹیمر میں کود رہے تھے۔ اور پھر جب سواریاں پوری ہو گئیں تو اسٹیمر کا بھونپو کریہہ
آواز میں چیخا۔ اور پھر وہ گھوم کر آگے بڑھنے لگا۔ ہم ایشیاء سے جدا ہو رہے تھے۔ دوسرے کنارے پر یورپ
تھا۔

گنبدوں اور میناروں کا شہر استنبول۔ ایک عظیم تاریخ کا حامل ماضی کا بازنطائن' قسطنطنیہ اور حال کا
استنبول۔ استنبول کے بارے میں جو تھوڑی بہت معلومات تھی' وہ میرے ذہن میں چکرانے لگی' اور چند
ساعت کے لیے میں ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ کیگارو اور سارڈی بھی خاموشی سے آبنائے باسفورس میں
دوڑتی ہوئی مسافر بردار کشتیاں' سامان سے لدے ہوئے بیڑے' مچھیروں کی لاتعداد کشتیاں' دنیا کے ہر کونے
سے آئے ہوئے تجارتی جہاز دیکھ رہے تھے۔

سمندر کی گہما گہمی قابل دید تھی۔ استنبول ابھر رہا تھا۔ آیا صوفیہ کا عظیم الشان گنبد' احمد مسجد کے چھ نیلے
مینار' ترک سلطان کا محل سرا' شاخ زریں پر پل انعلطه اور اس جنگل میں سینکڑوں پتلے پتلے مینار ہر سو
بکھرے ہوئے تھے۔

سمندر کا حسین سفر دس منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور ہم استنبول میں داخل ہو گئے۔ درحقیقت اس پورے
سفر میں' مجھے استنبول میں قدم رکھتے ہوئے ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ یہاں کا ماحول بے حد
پراسرار اور رومانی تھا۔ ہر طرف زندگی کی گہما گہمی' بھانت بھانت کے لوگ' سڑک گردی کرتے ہوئے' دنیا
سے بے خبر' ایسا لگتا تھا جیسے ساری دنیا اس چھوٹے سے شہر میں سما گئی ہو۔ یا یہ کوئی بہت بڑی نمائش ہو' جہاں
دنیا نے اپنے اپنے ملکوں کے لوگ بطور نمونہ بھیجے ہوں۔

سارڈی اس طرح میرا بازو پکڑے ہوئے تھی جیسے موقع ملتے ہی میں بازو چھڑا کر بھاگ جاؤں گا۔ ہم
یہاں تنہا نہیں تھے۔ ہماری نسل کے بے شمار لوگ نظر آ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے لاپرواہ' اپنی دھن
میں مست' فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوئے' دیواروں سے لگے ہوئے' پل غلطہ کو پار کر کے سٹیشن والی سڑک سے
ہوتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے' سارڈی اب بھی میرا بازو پکڑے ہوئے تھی اور کیگارو آگے آگے چلا
جا رہا تھا۔

میں نے سارڈی کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دی۔ میں نے آہستہ سے اس سے اپنا بازو چھڑا لیا اور اس کے
ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں سارڈی؟" بالآخر میں نے پوچھا۔ "آئن بگ کے پاس۔" سارڈی
نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"کیگارو کا دوست۔ یاروں کا یار' وہاں سب کچھ موجود ہے۔ جس چیز کی خواہش کرو حاضر۔"
ہنستے ہوئے کہا۔

"خوب!" میں نے بے بسی کی سانس لی۔ اچھا پھنسا تھا ان دونوں میں۔ اگر چاہتا تو اپنا سامان سنبھال کر دوڑ لگا سکتا تھا۔ یقیناً" یہ وزنی جوڑا مجھے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ استنبول میں داخلہ ہی دلچسپ ہوا تھا۔ ایک تفریح یہ بھی سہی۔ ایک آدھ دن ان لوگوں کے ساتھ بھی گزار لیا جائے' میں پیدل چلتا رہا۔

"ابھی کتنا فاصلہ اور باقی ہے؟" کیگارو کو نہ رکتے دیکھ کر میں نے پوچھا۔

"بس تھوڑی دور اور۔" سارڈی نے جواب دیا۔ اور یہ تھوڑی بھی بہت معلوم ہوئی۔ تن بہ تقدیر چلتا رہا' اور پھر ایک پرانے طرز کی عمارت کے علاقے میں ہم پہنچ گئے۔ کیگارو کو سڑک چھوڑ کر ایک مکان کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ دروازے پر "ہپوان" کا چھوٹا سا بورڈ آویزاں تھا۔ کیگارو نے دروازے کو دھکیلا اور بے تکان اندر داخل ہو گیا۔ سارڈی نے بھی پیچھے رک کر مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ اور میں بھی اندر پہنچ گیا۔ لیکن اندر قدم رکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ باہر سے چھوٹا سا نظر آنے والا یہ مکان اندر سے نہ جانے کیا تھا۔ دروازے سے دوسری طرف ایک بڑا سا میدان تھا۔ ہاں اسے میدان ہی کہنا مناسب تھا' صحن تو چھوٹی سی چیز ہوتی ہے۔ یہ میدان کافی وسیع و عریض تھا۔ اس میں جابجا درخت لگے ہوئے تھے' جن کی شاخوں نے چھت کا کام سنبھال لیا تھا' اور اس پورے صحن میں غول بیابانی بکھرا ہوا تھا۔ بے شمار ہپی مرد عورتیں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے مختصر سامان ان کے ساتھ تھے۔ چرس اور گانجے کی ناگوار بو۔ سلفے کا دھواں اور نہ جانے کیا کیا خرافات۔

ہم اس صحن کو عبور کر کے اور دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ اس صحن کے چاروں طرف کمروں کے دروازے تھے۔ بوسیدہ' ایک دھکے سے باہر آ پڑنے والے' لیکن جس دروازے سے ہم داخل ہوئے وہ کسی قدر مضبوط تھا۔ کیگارو نے اسے کھولا۔ اور اس کے پیچھے ہم دونوں بھی اندر پہنچ گئے۔ ایک لمبا چوڑا سا کمرہ تھا' جس میں ایک بڑا کاؤنٹر لگا ہوا تھا اور کاؤنٹر کے سامنے ہپیوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔

منشیات تقسیم ہو رہی تھیں۔ کاؤنٹر کے عقب میں کئی آدمی موجود تھے۔ ایک میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر ایک مضبوط جسامت کا آدمی جس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھا' اور چہرے پر داڑھی مونچھوں کے علاوہ بھنوؤں کا بھی وجود نہیں تھا۔ آرام سے دراز تھا۔

"ہے۔ آئن بگ۔" کیگارو نے آواز لگائی۔ اور اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس کے سپاٹ چہرے پر ایک نمایاں تغیر پیدا ہوا' بغیر پلکوں اور بھنوؤں والی آنکھوں میں ایک تیز چمک لہرائی' اور وہ اس طرح کرسی سے اٹھ گیا' جیسے سپرنگ نے اچھال دیا ہو۔

"اوہ ـــــ گاڈ ـــــ کیگارو۔" وہ طوفان کی طرح جھپٹا' اور دوڑ کر کیگارو سے جا لگا۔ خاصے تن و توش کا آدمی تھا۔ کیگارو نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"سارڈی ـــــ!" اس نے دوسرا نعرہ لگایا' اور پھر سارڈی سے بھی وہ اسی انداز میں لپٹ گیا۔ سارڈی اس کی کمر تھپک رہی تھی۔

"کیسے ہو؟" کیگارو نے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس' یہ کون ہے؟" آئن بگ نے میری طرف دیکھا۔

"فریڈرک ـــــ اپنا دوست!"

"ہیلو۔" آئن بگ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کمبخت کا ہاتھ بھی فولادی تھا۔ وہ ہم تینوں کو لے کر کاؤنٹر سے ملحق ایک اور کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک لمبی میز اور چند کرسیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

"بوزل!" وہ میز پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ اور ایک دبلا پتلا آدمی اندر گھس آیا۔ "سامان اٹھا کر تیرہ نمبر میں لے جاؤ!" اس نے ہمارے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ بوزل نے میرا کمبل اٹھایا۔ کیگارو اور سارڈی کے تھیلے اور بستر بغل میں دبائے اور آخری تھیلا ہاتھ میں پکڑے ہوئے باہر نکل گیا۔

"بیٹھو۔ بیٹھو کیگارو۔ میں تمہاری واپسی کا منتظر تھا۔ کیسا سفر رہا؟"

"بہت عمدہ۔ بہت حسین!" کیگارو نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ارض مقدس دیکھا؟"

"ہاں نیپال دنیا کا عظیم ملک ہے اور وہاں کی حکومت دنیا کی سب سے رحم دل حکومت۔ جس نے کھٹمنڈو کو انسانیت کے پرستاروں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ وہاں انسانیت آزاد ہے۔ ہری رام' ہری کرشنا کے سروں پر زندگی ہوا کے دوش پر رواں دواں ہے۔ ترلوکا کی تعمیر کی ہوئی جنت عظیم ہے۔ ہری شنکر' ہری اوم۔" کیگارو نے عقیدت سے کہا۔

"ترلوکا۔" میں نے ذہن میں نام دہرایا۔ یہ نام ہپیوں میں بہت مقبول تھا۔ کیا اس شخصیت کا کوئی وجود ہے۔ اگر ہے تو یہ کون ہے۔ یونہی چند سوالات ذہن میں ابھرے تھے۔ لیکن ایسے نہ تھے جن کے جواب کے لیے میں بے چین ہوتا۔ وہ لوگ مختلف باتیں کرتے رہے اور میں خاموش تھا۔

"کیگارو۔" سارڈی نے سنسناتی آواز میں کہا "میں رات بھر کی تھکی ہوئی ہوں۔" "اوہ ہاں۔ تم آرام کرو سارڈی۔ تم بھی جاؤ فریڈرک' میں تو ابھی دیر تک آئن بگ سے بات چیت کروں گا۔ پورے ڈیڑھ سال بعد اس سے ملاقات کر رہا ہوں۔"

"اوکے بگ۔ رات کو ملاقات ہو گی۔ آؤ ڈیر۔" سارڈی نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ لیا اور میرے ل میں ایک دم ایک عجیب سا خوف جاگ اٹھا۔ سارڈی کی رات کی حرکتیں یاد آ گئی تھیں۔ اس کی بے چینی د آ گئی تھی۔ اور اب وہ مجھے کسی کمرے میں لے جا رہی تھی جہاں ہم سب کا سامان پہنچ چکا تھا! "مارے گئے۔" میں نے دل میں سوچا۔ اور پھر خود بخود ہنس پڑا۔ سارڈی کمرے سے نکل آئی تھی۔ اور میں بلی کے نہ میں دبے ہوئے چوہے کی مانند اس کے ساتھ تھا' جو کسی مناسب جگہ بیٹھ کر اسے کھانا چاہتی تھی۔ بہرحال تجربہ بھی سہی۔ میری زندگی ہی تجربات کا نچوڑ ہے۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا صحن میں نکل آیا۔ سارڈی نے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اور وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہے۔ تیرہ نمبر کدھر ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ سامنے مادام۔" اس نے سارڈی کے تن و توش سے مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔ ہم نے قریب پہنچ کر دیکھا کمروں کے دروازے پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے کمرے بھی آباد تھے۔ شاید یہاں متمول ی قیام کرتے تھے' جو کنگال ہوتے تھے اور صرف منشیات خرید سکتے تھے' ان کے لیے صحن میں انتظام تھا۔ ل قیام کا شاید ان سے کچھ چارج نہیں کیا جاتا تھا۔ کمروں میں قیام کے یقیناً" چارجز ہوں گے۔"

بہرحال سارڈی نے تیرہ نمبر کمرے کا دروازہ کھولا' پہلے مجھے اندر دھکیلا' اور پھر خود اندر داخل ہو گئی۔

درمیانے سائز کا کمرہ تھا' جہاں بوسیدہ مسہریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان پر میلے کچیلے بستر بھی تھے۔ ایک سار
تھی۔ ایک میز تھی' جس پر ایک چھوٹا سا الیکٹرک سٹوو اور کچھ دوسرے برتن موجود تھے۔ سارڈی نے
بدستور جارحانہ انداز میں کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ میری طرف مڑی' مجھے دیکھ کر مسکرائی اور اپ
سامان کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے تھیلے سے اس نے چرس کا ایک پیکٹ نکالا' دو لمبی نلکیاں نکالیں اور ماچ
وغیرہ نکال کر تیار ہو گئی۔ دو نلکیوں کا مقصد میں سمجھ گیا تھا' وہ خالص چرس پینا چاہتی تھی' تمباکو کے بغیر' ط
ہے دیر سے چھٹی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے احتیاط سے جیب سے ننھی سی گولی نکالی اور زبان کے نیچے دبا لی
سارڈی نے بڑے خلوص سے چرس کی گولی نلکی میں رکھی' اور اسے ہونٹوں میں دبا لیا' پھر اس
ماچس نکال کر گولی کو آگ لگائی اور ایک تیز شعلہ بلند ہوا۔ سارڈی نے گاڑھا دھواں منہ سے اگل دیا' ا
کمرے میں ناگوار بو پھیل گئی۔ اس نے نلکی مجھے پیش کر دی اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نلکی لے
مسہری پر بیٹھ گیا' سارڈی دوسری نلکی سلگانے لگی' یکے بعد دیگرے اس نے چار گولیاں سلگائیں' میری تو
بھی تین تک پہنچ چکی تھی۔

سارڈی کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو گئی تھیں' چوتھی گولی کے بعد وہ سیر ہو گئی۔ اور م
طرف دیکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں بولی "اور دوں ڈارلنگ؟"

"نہیں شکریہ سارڈی ڈیر۔" میں نے نشے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ حالانکہ مجھے نشے کا نام بھی
تھا۔ اس نے نلکی زمین پر ڈال دی اور پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر عجیب خوفناک نگاہوں سے
گھورنے لگی! میں مسہری پر بے وقوفوں کی طرح بیٹھا ہوا تھا' اچانک سارڈی پر ہیجان طاری ہو گیا۔ اس
وحشیانہ انداز میں اپنا اوپری لباس نوچ کر پھینک دیا' اور اکھاڑے میں اترنے والے کسی پہلوان کی طر
ہلانے لگی۔ اس کا عظیم الشان بدن عجیب انداز سے ہل رہا تھا' نہ جانے یہ کس قسم کا رقص تھا! کوئی مخ
قسم کی ورزش——! لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ نہ یہ رقص تھا نہ ورزش' بلکہ بات کچھ اور ہی تھی
انداز میں اس نے اپنا زیریں لباس بھی اتار دیا' اور پھر——اس کے جسم پر کچھ باقی نہ رہا۔ میں پا گ
طرح اس گوشت کے پہاڑ کو دیکھنے لگا۔ عورت کی یہ قسم میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ لیکن ابھی
سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ یہ پہاڑ میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی بھاری سی چٹان میر
پڑی ہو۔ اس چٹان کے نیچے میرا دم گھٹ رہا تھا۔ لیکن بس محسوس کر رہا تھا' میرا لباس نہ جانے کب
میرے جسم سے جدا ہو گیا اور پھر چٹان نے مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ مجھے گھورتی رہ
دوبارہ حملہ آور ہو گئی اور یہ حملہ پہلے سے بھی شدید تھا۔ لیکن اب میں نے چار و ناچار' خود بھی اس
شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا' میں نے محسوس کیا تھا کہ میری بے حسی سے وہ بددل ہونے لگی ہے
ساڈنی بگڑ گئی تو ہڈیاں پسلیاں تلاش کرنی پڑیں گی۔

لیکن بلا مبالغہ عرض کر دوں——بظاہر یہ ساڈنی' اصل میں ایک دلکش ترین عورت نکل
قسم کی عورت کا تجربہ رکھتا ہوں۔ لیکن اس عمر کی' اس تن و توش کی' اس قدر دلکش عورت کا تصور
کیا جا سکتا تھا۔ اور مجھے احساس ہوا کہ بلا وجہ میں اس سے خوفزدہ ہوتا رہا تھا۔ وہ تو ایک عام عور
عورت کی تمام رعنائیوں' تمام دلکشیوں سے معمور' میں بھی اس کے لیے ایک بھرپور مرد تھا' جو
اس کے انداز سے ہو رہا تھا۔ لیکن یہ سب کیا تھا' یہ میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آ سکا تھا۔ سارا

اب بے معنی ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے یہاں بھی فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اور خود کو فاتح
ھیم جھنے لگا۔ میری مفتوحہ نڈھال پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں' لیکن وہ جاگ رہی تھی۔ اس کے
چہرے پر ابدی سکون تھا اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں آنکھیں کھولے اسے دیکھتا رہا۔ بلاشبہ
جسمانی طور پر وہ ایک یادگار عورت تھی۔ اب تک میں اس سے خوفزدہ تھا۔ لیکن خوف کی تو کوئی وجہ نہیں
تھی۔ بلا وجہ!

"فریڈرک——" اس نے آنکھیں بند کیے کیے مجھے پکارا۔

"ڈارلنگ——؟" میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم تو حیرت انگیز انسان نکلے۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم عام یورپیا" نوجوانوں سے بالکل مختلف ہو۔ بے پناہ مضبوط۔ بے پناہ مرد۔ یہ مغرب کے لونڈے
بالکل بے جان ہوتے ہیں۔ بالکل ناکارہ۔ گدھے۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی' میں تمہیں کہیں نہیں
جانے دوں گی۔" اس نے میرا ہاتھ اپنے سینے پر بھینچ لیا۔

"میں خود بھی نہیں جانا چاہتا ڈارلنگ۔ لیکن کیگارو!"

"کیگارو کیا؟" اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"کیا وہ مجھے تمہارے ساتھ برداشت کر لے گا؟"

"کیوں۔ میرے معاملات میں اسے مداخلت کرنے کا کیا حق ہے' وہ کون ہوتا ہے؟"

"کیا وہ صرف تمہارا دوست ہے؟"

"وہ——وہ میرا بھائی ہے۔ صرف بھائی۔"

"بھائی——؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں——تمہیں حیرت کیوں ہے۔ کیا جسامت سے ہم دونوں بہن بھائی نظر نہیں آتے؟"

"لیکن——لیکن معاف کرنا سارڈی۔ کیا وہ صرف تمہارا بھائی ہے۔ میرا مطلب ہے ایک مرد کی
حیثیت سے وہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے؟" مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں——وہ صرف بھائی ہے۔ مرد کی حیثیت سے تو وہ کسی کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف
منشیات سے عشق کرتا ہے۔ عورت نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ وہ عورت کی مانگ پوری کرنے کے قابل
ہے۔" سارڈی نے بتایا۔

"اوہ——!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میرے سوالات کے جواب مل رہے تھے جو میرے ذہن
میں پیدا ہوئے تھے۔

"ہم دونوں ایک بہت اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے والد کی کمپنی موٹریں تیار کرتی ہے۔
بہت مشہور کمپنی ہے اور بہت دولتمند ہیں ہمارے والدین۔ والدہ کا الگ کاروبار ہے——اور بھی بہت
سے بہن بھائی ہیں۔ لیکن کیگارو اور میں شروع ہی سے ہم خیال تھے۔ ہری کرشن کے پجاری' ترلوکا کے
مرید——اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہم نے دنیا ترک کر دی اور پہاڑوں میں جا بسے' پورے تین
سال تک ہم نے پہاڑوں میں ہری اوم ہری کرشن کا جاپ کرتے گزارے' اس کے بعد ترلوکا نے ہمیں ارض

مقدس کے سفر کی اجازت دے دی اور ہم چل پڑے' اب ہم واپس جا رہے ہیں۔ طویل سفر کرکے ترلوک
قدموں میں حاضری دیں گے۔"

"سارڈی ــــ!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "یہ ترلوکا کون ہے؟" اور وہ چونک پڑی۔
مطلب ــــ؟" اس نے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم ترلوکا سے ناواقف ہو؟"

"ہاں ــــ مجھے اس کی زیارت کبھی نہیں ہوئی۔" میں نے بظاہر اپنے لہجے میں عقیدت پیدا کر
ہوئے کہا "میں اس عظیم شخص کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ــــ!"

"ترلوکا ــــ عظیم ترلوکا' نروان کا راستہ ہے۔ وہ نروان کی روح ہے' وہ آسمان سے اتری ہوئی
روشنی ہے۔ درندگی کے اس دور کا سب سے بڑا مخالف' انسانیت کا سچا ہمدرد۔ اس نے بتایا ہے کہ انسا
کے لیے سب سے مہلک چیز انسان کی بنائی ہوئی تہذیب ہے۔ اس نے اقدار کا تعین کیا ہے' اس کی دھ
اڑانے کے لیے کہ اس سے اس کی وحشت کو تسکین ملتی ہے۔ وہ خود ہی اصول بناتا ہے' اور خود ہی ا
توڑ دیتا ہے۔ پھر اس کے بنائے ہوئے اصولوں کی مخالفت کیوں نہ کی جائے۔ اس نے لباس تیار کیا ہے کہ
سے حقیقت روپوش ہو جائے۔ لیکن وہ برہنگی کا پجاری ہے۔ پھر یہ جھوٹا اصول کیوں۔ اس نے انسانیت
حفاظت کے اصول مقرر کیے ہیں۔ لیکن وہ ان اصولوں کو توڑ کر خود کو فاتح سمجھتا ہے۔ انسان بہت بڑا
ہے۔ اس نے اپنے لیے راستے بنائے ہیں۔ ہر طاقت ور اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کا قاتل ہے۔ ت
ہتھیار کس لیے بنائے جاتے ہیں اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے کے لیے ہتھیار اور بنانے والو
پشت پناہی کی جاتی ہے ان کی نمائش کی جاتی ہے۔ دیکھو ہم نے انسان کی زندگی کو کس طرح قابو میں کیا
ہماری انگلی کی ایک جنبش ہمارے جیسے لاکھوں انسانوں کو خاک و خون میں لٹا سکتی ہے۔ دوسرے لوگ
کے کارنامے کو سراہتے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ یہ ہتھیار کس کام آئیں گے۔ انسان' انسا
تباہ کرنے کے لیے مہلک سے مہلک ہتھیار بناتا ہے اور ترقی یافتہ کہلاتا ہے۔ ہم اسے قاتل کیوں نہیں
دیتے۔ اس کی درندگی کو کیوں سراہتے ہیں۔ آخر ہم ان اصولوں کو کیوں مانیں' جو سراسر انسانیت کے خ
ہیں۔ ترلوکا کا کہنا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے تمام اصول توڑ دو' اس کا ہر اصول فریب ہے۔ اس نے
محفوظ کرنے کے لیے اور دوسروں پر ستم توڑنے کے لیے اصول بنائے ہیں' حقیقی انسان وہی ہے جو
کرے' امن پسند کرے' نمائشی انسان لباس پہنتا ہے ہم لباس کے خلاف ہیں۔ نمائشی انسان نے رشتے
ہیں' یہ بھی فریب پر مبنی ہیں۔ دکھ کی اس دنیا کو بھول جاؤ۔ پہاڑوں میں لوٹ جاؤ پتھروں کی زندگی اپناؤ
اگر اس دنیا کے منہ زور ہجوم کو روک نہیں سکتے تو ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ دم لگاؤ اور دنیا کو
جاؤ۔ ہری اوم' ہری رام ہری کشن!" اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' اس کے چہرے پر عجیب سا جلال
میں اس کی باتوں میں کھو گیا۔

تو یہ ہیں ترلوکا کی تعلیمات۔ لیکن اس میں کیا سچ ہے' کیا جھوٹ؟ کیا لوگ حقیقت میں امن کے
ہیں۔ یہ بھٹکی ہوئی نسل صرف انسانیت کا تحفظ مانگتی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو اس کی مانگ بے جا نہیں۔
مایوس ہو کر انسانیت کے ہر اچھے برے اقدام سے نفرت کرنے لگی ہے' اصول انسانیت بہرحال غلط
ہیں۔ ولیوں اور پیغمبروں نے جو راستے دکھائے ہیں ان میں سے ایک بھی غلط نہیں ہے۔ ہاں ان اصو
توڑنے والوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے' اور بھٹکنے والوں نے یہ بات فراموش کر دی ہے۔

پسندی میں ہر اصول کی مخالفت پر اتر آئے ہیں اور یہی ان کی بھول ہے۔ دنیا سے بے تعلقی خود کو نشے میں گم
کر کے دنیا فراموش کر دینا' انسانیت کو سہارا دینا تو نہیں ہے۔ یہیں سے ان سے اختلاف شروع ہوتا ہے۔
بہرحال' یہ ان کا مسئلہ تھا۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی؟

"آؤ ــــ!" سارڈی نے کروٹ بدل کر مجھے اپنی آغوش میں گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ایک
دوسرے میں سما جائیں۔ اس دنیا کو فراموش کر دیں۔ یہ بیکار جگہ ہے۔ اس کو جب تک یاد نہ کرو بہتر ہے۔ یہ
جب تک نگاہوں سے روپوش رہے اچھا ہے۔ آؤ' اس کے اصولوں کو توڑ کر ثواب کمائیں۔ آجاؤ ڈارلنگ۔
تم بہت پیارے ہو۔ بہت لذیذ۔" اس نے مجھے اپنی ستون نما رانوں میں بھینچ لیا۔ اور بہرصورت میں اس
کے سامنے بے بس تھا۔ سارڈی جب تک جاگتی رہی مجھے پریشان کرتی رہی۔ پھر وہ سو گئی گہری نیند ــــ
میری آنکھوں میں ستارے ناچ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں سے جس قدر جلد بھاگ لیا جائے بہتر
ہے۔ ورنہ کسی قابل نہیں رہوں گا۔ بے ساکھیوں کے سہارے چلنا پڑے گا اور پھر غلام سیٹھ مجھے ریس میں
لنگڑے ہو جانے والے گھوڑے کی طرح ناکارہ سمجھ کر گولی مار دے گا' اگر اس عورت کے ساتھ رہا تو
تھوڑے دنوں میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاؤں گا' اور مجھے یقین تھا کہ وہ اس ڈھانچے کو بھی نہیں چھوڑے گی
اور توڑ مروڑ کر کسی تھیلے میں رکھے گی اور چل پڑے گی۔"

سارڈی سوتی رہی اور میں جاگتا رہا۔ سخت بھوک لگ رہی تھی میں آہستہ سے اٹھ گیا۔ لباس پہنا۔
اسے لباس پہنانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ جاگ جاتی تو پھر مصیبت آ جاتی۔ چنانچہ اسے اس کے
حال پر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ ایک گزرتے ہوئے آدمی کو روکا اور اس سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔

دس لیرا میں اس نے مجھے ایک کیک اور چائے کی ایک کیتلی مہیا کی۔ بدمزہ کیک تھا' لیکن بہرحال پیٹ
کسی حد تک بھر گیا۔ میں غور کرنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ کیا خاموشی سے کہیں نکل جاؤں۔ یہی بہتر
ہے ــــ یوں بھی اب یہاں رکنے سے فائدہ؟

اس خیال کے تحت صحن کے دوسری طرف جانے کے راستے پر قدم رکھا تھا کہ کیگارو آتا نظر
آیا ــــ! اس نے اپنا لمبا ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے آواز دی' اور میں ٹھٹک گیا۔ ابھی حالات سازگار نہیں
ہوئے تھے۔ میں خود ہی اس کی طرف چل پڑا۔

"ہے۔ فریڈرک ــــ کیا بات ہے ــــ تم نے سونے کی کوشش نہیں کی۔ سارڈی کہاں
ہے؟"

"وہ کمرے میں جا کر سو گئی تھی۔ میں نہیں گیا۔" میں نے کہا۔

"ہو ہو ــــ وہ نیند کی کچی ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنے کچھ دوستوں سے ملاؤں۔ اور استنبول کی سب
سے نایاب چیز پلاؤں۔ آؤ ــــ آؤ ــــ" اس نے میرا بازو پکڑا اور ایک طرف چل پڑا۔ ایک
درخت کے نیچے چند چرسی بیٹھے ہوئے دم لگا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی ویران آنکھیں اٹھا کر ہم دونوں کو
دیکھا اور پھر سرک کر جگہ دے دی۔ ہم بھی زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئے۔ تب کیگارو نے اپنی جیب سے
دو سگریٹیں نکالیں۔ اور پھر ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی۔ جس میں براؤن رنگ کا کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔ اس
نے سگریٹ کے اوپری سرے پر سیال کے چند قطرے ٹپکائے اور اسے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر وہ
دوسرے سگریٹ پر بھی یہی عمل کرنے لگا اور اس کے بعد اس نے دونوں سگریٹ سلگا دیئے۔

"یہ استنبول کا خاص تحفہ ہے۔ نشہ آور اشیاء میں سب سے قیمتی چیز دم لگاؤ۔ اور جنت میں چلے جاؤ۔" اس نے کہا۔ میں نے سگریٹ کا ایک کش لیا اور جنت کے بجائے جہنم کے دروازے کھل گئے۔ دماغ روش ہو گیا اور ایک ایک کے چار چار نظر آنے لگے۔

☆ ☆ ☆

نشہ دور کرنے والی گولی کا اثر پہلے ہی زائل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عجیب سیال نے ذہن پر زبرد ڈنک مارا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گولی کے بغیر اگر اس کے دو چار کش لے لئے تو پھر سر کے بل زمین پر دوڑتا نظ آؤں گا۔ میں نے ہاتھ روک لیا۔ اس ایک کش نے ہی ذہن کے دروازے کھول دیئے تھے۔ دوسرے کش کے لئے ذرا احتیاط کی ضرورت تھی ورنہ فرشتوں سے جھگڑا ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے جسم کی خفیہ در سے نشہ دور کرنے والی گولی نکالی اور پھر چالاکی سے زبان کے نیچے دبالی۔ کیگارو اس دوران کئی کش چکا تھا اور اس کے ہونٹوں پر بڑی پرسکون مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس نے تحفتاً" یہ قیمتی شے اپ ایک کش دوسروں کو بھی دی' اور دوسروں نے بڑے احترام سے کش لگائے۔!

"ہائے کیگارو ——— رقص و نغمہ ———" ایک ہپی نے بھیک مانگنے والے انداز میں کہا۔

"رقص و نغمہ ———" کیگارو دونوں مٹھیاں بھینچ کر دہاڑا۔ اور ایک لمحے کے لئے خاموشی گئی۔ لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر کسی کونے سے گٹار کی آواز ابھری۔ اور کیگا اس طرف مڑ گیا۔ لیکن گٹار بجانے والا کچھ لوگوں کی آڑ میں روپوش تھا۔ "سامنے آؤ۔" کیگارو دہاڑا۔ اس کی دہاڑ ہاتھی کی چنگھاڑ سے کسی طور کم نہیں تھی۔!

اور پھر ایک بانس لچکتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کا قد بہت لمبا تھا اور جسم نہ ہونے کے برابر تھا۔ گردن اوپر صرف ایک ڈاڑھی اور سر کے بال نظر آتے تھے۔ ایسا لگتا تھا' جیسے باقی کچھ موجود ہی نہ ہو۔ اس نے میلے سے رنگ کی پتلون پہن رکھی تھی' لیکن پچھلے حصے میں ایک سرخ پیوند جگمگا رہا تھا۔ جس کے بہت ٹانکے ادھڑ گئے تھے۔ اوپری جسم پر کسی نیک خاتون کا بلاؤز تھا جس میں باڈی کا ابھار نمایاں تھا اور اس جھول نظر آ رہا تھا۔ بہر حال اس کے پورے حلئے میں سب سے نمایاں اس کا قیمتی گٹار تھا۔ جس پر وہ ایک دھن بجا رہا تھا۔

"ہائے ——— ظالم ——— مار ڈالا ———!" کیگارو دھن پر مست ہوتے ہوئے بولا۔ ا سگریٹ ختم ہونے کو تھا اور پھر کسی اور کونے سے ایک خوبصورت آواز ابھری۔

"ہرے کرشن ——— ہرے رام ——— ہرے کرشن ہرے رام۔!" آخر میں کئی آوازیں دیں۔

پانچ چھ لڑکیاں تھیں۔ سامنے کی سمت پر لمبے اخروٹی بالوں والی اداس سی لڑکی بیٹھی تھی اور اس کے اور لڑکیاں تھیں۔ "تم بھی سامنے آؤ میری جان ———!" کیگارو نے مست ہو کر اٹھتے ہوئے لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی البتہ اس کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

"ہرے کرشن ہرے رام ———!" پھر کہیں سے نرسنگھا پھونکا گیا۔ لڑکی اطالوی زبان میں ایک گا رہی تھی۔ جس کے بول بہت حسین تھے۔ اور بانس کا ہپی' یا ہپی نما بانس گٹار بجا رہا تھا۔ بلاشبہ خوبصورت گٹار بجانے والا پہلی بار نظر آیا تھا۔ لڑکیاں اور مرد رقص کرنے لگے اور ان میں دیو

کیگارو بھی تھا۔ اس کی خوفناک اچھل کود بہت عجیب تھی۔ لیکن یہاں موجود لوگوں کو کسی عجیب چیز پر کیا ت ہو سکتی تھی۔ وہ سب بھی مست تھے۔ گٹار بجانے والا قیامت ڈھاتا رہا اور ہپی رقص کرتے رہے۔ پھر ختم ہو گیا۔ اور گٹار کے سروں نے دم توڑ دیا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونجنے لگیں۔ لڑکیوں نے کو گھیر لیا۔ وہ اس سے ایک اور نغمے کی فرمائش کر رہی تھیں اور بانس لچک لچک کر نخرے کر رہا تھا۔ پھر نے کہا۔

"قدردان لڑکیو ——— میں بھوکا ہوں۔ مجھے کھانا دو ——— میں پیاسا ہوں۔ مجھے پلاؤ ——— نکھوں سے' آنکھوں سے اور پیالوں سے۔ تب میں اپنے نغمے کو تمہارے سامنے بکھیر دوں گا اور تم میری ح سیر ہو جاؤ گی۔"

اور ان جملوں کے اختتام کے ساتھ ہی بانس کی خاطر مدارات ہونے لگی۔ تحفوں میں عجیب عجیب یں آنے لگیں۔ بسکٹ' پنیر' خشک ڈبل روٹی اور بانس کے سامنے ڈھیر لگ گیا تھا۔ تب اس نے نزاکت ے ان میں سے چند چیزیں اٹھالیں۔ "بس۔ یہ میرے لئے کافی ہے۔ باقی جو کچھ ہے میری طرف سے سب ھاؤ۔!" اور یہ حکم بھی مانا گیا۔ لوٹ مار مچ گئی۔ اور اس بے تکی غذا کو تبرک کی حیثیت سے کھایا گیا۔ لوٹ ر کرنے والوں میں کیگارو بھی تھا۔ اور لوٹے ہوئے مال میں سے کچھ' اس نے مجھے بھی پیش کیا۔ یہ شک پنیر کے چند ٹکڑے اور سوکھی ڈبل روٹی تھی۔

"کھاؤ فریڈرک' میرے دوست۔ یہ فنکار کا عطیہ ہے۔ فنکار جو دوسروں کے لئے جیتا ہے۔ جس کی ح آہستہ آہستہ سلگتی رہتی ہے' لیکن اس کے لطیف دھوئیں سے سب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ بھول کر کہ اس میں فنکار کا کرب گھلا ہوا ہے۔ کھاؤ یہ وقت کی سب سے قیمتی غذا ہے۔"

"شکریہ کیگارو ——— غالباً تمہیں یہ نغمے بہت پسند آئے ہیں۔؟"

"ہاں۔ بے حد ——— لیکن کیا تم نے انہیں پسند نہیں کیا میرے دوست۔!"

"تم سے کسی طور کم نہیں ——— کیونکہ میں ان کی روح سے واقف ہوں۔ اس کی انگلیوں میں بے ہ حسن چھپا ہوا ہے۔ میں اس کے نغموں سے عقیدت کے طور پر خود بھی اسے گٹار پر ایک نغمہ سناؤں گا۔"

"تم ———!" کیگارو اچھل پڑا۔ "ونڈر فل ——— کیا تم گٹار نواز ہو۔!"

"اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ——— لیکن میں تمہیں چند نغمے ضرور سناؤں گا۔"

"ضرور ———!" کیگارو اچھل کر بولا ——— اور پھر اس نے زور سے ہانک لگائی۔ "آئن بلک ——— آئن بگ ——— گٹار دو۔ میرا دوست بھی فنکار ہے اور تم جانتے ہو کہ میں معمولی لوگوں سے ستی نہیں کرتا۔!"

وہ ساتھ لایا ہوا تبرک چھوڑ کر بھاگا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اس گندے عطیے کو ایک طرف ڈال دیا۔ اور دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا! بانس کا پیٹ پھول گیا تھا۔ جو کچھ اس کے پیٹ میں گیا تھا وہ صاف نظر آیا تھا۔ کیگارو کی چنگھاڑ اس کے کانوں تک بھی پہنچی تھی اور اب وہ میری طرف متوجہ تھا۔ اس کی گہری آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ لڑکیوں کا غول بھی اس کے پیچھے تھا۔

"کیا تم گٹار بجاؤ گے۔؟" اس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔ انداز میں تمسخر تھا۔ لیکن میں نے اس تمسخر

کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

"ہاں ——— یہ میرے دوست کیگارو کی خواہش ہے۔"

"لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہو گا۔ تم گٹار کے تاروں پر نغموں کی توہین نہیں کرو گے۔ میں فنکار ہوں کے جسم کی دھجیاں کر دو' اسے دکھ نہ ہو گا' لیکن اس کے سامنے فن کی توہین کرو گے تو وہ زندہ نہ رہ سکے

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ فن کی توہین نہیں کروں گا۔!" میں مسکراتے ہوئے اس کا یہ وار بھی سہ گیا

"اپنے ہاتھ آگے بڑھاؤ۔!" اس نے درویشانہ انداز میں کہا۔

"پہلے میری ایک بات کان میں سن لو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ میں تمہارے ہاتھوں کی بناوٹ دیکھنا چاہتا ہوں اس کے بعد ہی میں تمہیں سامنے گٹار چھونے کی اجازت دے سکتا ہوں۔" درویش نے کہا۔ "اس سے پہلے میری بات کان میں لو———!" میں نے لجاجت سے کہا اور اس نے گردن ہلاتے ہوئے کان میری طرف بڑھایا۔ "اے فنکار۔ تیرے جسم میں صرف چوبیس پسلیاں ہیں۔ زیادہ بلند ہونے کی کوشش مت کرو ورنہ ان تمام پسلیوں کو یکجا کر دوں گا۔" میں نے سرگوشی سے کہا اور وہ پیچھے ہٹ کر میری شکل دیکھنے لگا۔

اس سے قبل کہ وہ کچھ بولے' کیگارو ہاتھ میں گٹار لٹکائے آتا نظر آیا' بڑا خوبصورت اور قیمتی تھا۔ اس کے پیچھے ہی آئن بگ بھی تھا۔ کیگارو نے بڑے ڈرامائی انداز میں گٹار' میری طرف لیکن بانس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں احتجاج کرتا ہوں۔ میرے سامنے میرے فن کی توہین نہ کی جائے۔" اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

"تیرے فن کی توہین کہاں ہو رہی ہے فنکار۔!" کیگارو نے حیرت سے کہا۔ "پہلے ثبوت جائے کہ یہ اچھا فنکار ہے۔!"

"یہ ثبوت تو گٹار کے سر ہی دے سکیں گے میرے دوست۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں——— نہیں——— آہ نہیں——— میرے دل کو زخمی نہ کیا جائے۔ میرے فن کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ میں تمہیں نغموں سے مالا مال کر دوں گا ساتھیو۔ تم انہیں اس ظلم سے روکو۔" اس نے دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس سے گٹار چھین لو۔ اسے فنکار کا دل توڑنے سے روک دو۔!" بہت سی آوازیں ابھریں۔ میری طرف تھا۔

"اور جو آواز میری آواز سے اونچی ابھری۔ میں اس کی گردن توڑنے میں حق بجانب ہوں" کیگارو نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے بازوؤں کی مچھلیاں دکھائیں۔ ہوئے جھینگے ایک دوسرے میں دبک گئے۔ فنکار کو گھیرے کھڑی لڑکیاں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔

میں نے گٹار گردن میں ڈال لیا۔ اب ان لوگوں کا موڈ بنانے کی ایک ہی صورت تھی اور وہ تھی میری پت رکھیو بھلا۔" اور میں نے فوراً یہ آفاقی نغمہ شروع کر دیا' جو دلوں کو موہ لینے میں یکتا ہے۔ سازوں کا حسن نگاہوں میں آتا ہے۔ اور نغمے کی اٹھان نے چہروں پر حیرت پیدا کر دی۔ وہ بھی کھڑے جو اس سے قبل نہ اٹھے تھے۔ ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ ان کے جسم ساکت تھے۔ لیکن

رہی تھی۔ درحقیقت یہ روح کا نغمہ تھا۔!

خود کیگارو' پتھر کا پہاڑ' میری نگاہوں کے سامنے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ آئن بگ بھی اس کے قریب ود تھا۔ اور نغمہ بہہ رہا تھا۔ کائنات رک گئی تھی اور جب تک نغمہ جاری رہا۔ سانسیں رکی رہیں۔ صرف ں کی حرکت زندگی کا احساس باقی رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے گٹار بند کر دیا۔ اور پھر زندگی وشی سے' دبے پاؤں لوٹ آئے۔ گہری گہری سانسیں سنائی دینے لگیں اور سب سے پہلی آواز بانس نما اتی فنکار کی تھی۔ وہ میرے قریب آیا۔ جھکا——— اور اس نے اپنا گٹار میرے قدموں میں رکھ دیا۔!

"ہائے فنکار——— تو کہاں سے آیا ہے۔؟" ایک چہکتی روتی ہوئی آواز میں بولی۔ اور اچھل کر میری دن میں جھول گئی۔ اس نے جلدی جلدی میرے دو تین بوسے لے ڈالے کہ اسے خطرہ تھا کہ اسے اٹھا کر پھینک دیا جائے لڑکیوں نے اب بانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور میرے گرد جمع ہو گئی تھیں۔

"ہٹ جاؤ۔ اس کے قریب سے ہٹ جاؤ———" کیگارو کی آواز نے پھر ان کے حواس درست دیئے اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں۔ کیگارو نے عقیدت سے مجھے گود میں اٹھا لیا۔ "آسمان کا خواب ہے فنکار——— تو عظیم ہے۔ تیرے ہاتھوں میں نجات کا راستہ ہے۔" اس نے مجھے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور مجھے اپنی نجات قریب نظر آنے لگی۔ تب آئن بگ آگے بڑھ کر بولا "درحقیقت تیرا روح کی زندگی ہے فریڈرک——— مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیگارو ایک ایسا ہیرا ساتھ لایا ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس ہیرے کو خود سے جدا نہ ہونے دوں۔"

"ایک اور نغمہ فنکار——— ایک اور نغمہ———" بے خود لوگ دور دور سے درخواست کر رہے تھے۔ کیگارو نے فخر بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرایا اور آخر گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں——— ایک اور نغمہ——— میرے دوست ایک اور نغمہ——— جو روح کو نشے میں ڈبو دے۔ جو آسمان کی بلندیوں کو قریب لے آئے۔ تاکہ ہمیں اسے چھونے میں دشواری نہ ہو۔"

میں نے پھر گٹار سنبھال لیا۔ اس بار بھی میں نے ان لوگوں کی عقل سے بالاتر بات کی تھی۔ یہ ہیر تھی جو اس سے پہلے کبھی گٹار پر نہ بجائی گئی ہو گی' یہ میرے دیس کی کہانی تھی۔ اور ہیر بجاتے ہوئے میں خود بھی غم میں ڈوب گیا ایک بار پھر وطن کی سوندھی مٹی کی دلنواز خوشبو میرے نتھنوں کو چھونے لگی' مجھے ایسا لگا جیسے میری ماں میرے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی ہو مجھے ماں کے میلے آنچل کی مہک خوب یاد تھی' پگڈنڈیوں پر رنگین لاچے باندھے ہوئے کنواریاں رقص کر رہی تھیں۔ جہلم کی لہروں کی شرشر کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ متضاد کیفیتیں تھیں۔ دل میں بڑا درد تھا۔ جیسے کسی کا کچھ چھن جائے۔ آنکھیں دکھ کا بوجھ نہ سنبھال سکیں اور چھلک اٹھیں۔

اور جب مجھے چہرے کے بھیگ جانے کا احساس ہوا تو میں نے گھبرا کر گٹار بند کر دیا اور یہ حیرت خیز بات تھی کہ اس وقت چاروں طرف سکوت تھا۔ آوارہ گرد——— زندگی سے دور لوگ' زندگی کے قریب آ گئے تھے۔ وہ دور کی دنیا سے چند لمحات کے لئے رابطہ توڑ چکے تھے' قریب تھے' بالکل قریب' سہمے ہوئے تھے۔ وقت جاننے کی کوشش کر رہے تھے' لیکن صرف چند لمحات کیلئے۔ اس کے بعد وہ بے قابو ہو گئے۔ انہیں کیگارو کا خوف بھی نہیں رہا۔ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ ڈاڑھی والے بدبودار ہونٹوں نے میرے گالوں کے بوسے لئے۔ ہاتھوں کے بوسے لئے۔ نرم و نازک ہونٹوں نے میری آنکھوں کے بوسے لئے۔ ہاتھوں کے

بوسے لئے۔ جو وہاں تک پہنچ گیا۔ جسے جو کچھ مل گیا' اس نے حاصل کیا۔ کیگارو کی دہاڑیں بھی ا
روک سکیں۔ وہ میرے فن کی بھرپور داد دے رہے تھے۔!
بمشکل تمام کیگارو مجھے نکال کر لے گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ آئن بگ بھی اس کے ساتھ تھا۔
آئن بگ کے آفس میں لے آیا۔ آئن بگ نے بڑے احترام سے مجھے کرسی پیش کی تھی۔!
"بلاشک ——— تو گٹار بجانے میں یکتا ہے فریڈرک ——— تیرا ثانی نہ ہو گا۔" کیگارو
"شکریہ کیگارو۔!" آئن بگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا ——— ؟" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔
"گٹار کے ساتھ اپنی انگلیاں بھی مجھے دے دو۔ ورنہ پھر یہ میرے پاس کس کام کا ——— اگر ا
تاروں کو یہی نغمے نہ ملے تو اس کی شکل مکروہ ہو جائے گی۔"
"اوہ ——— !" میں ہنسنے لگا۔
"اسے میری عقیدت سمجھ کر قبول کرو فنکار۔" آئن بگ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے
دی۔ "اگر تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو' تو میں پوری زندگی تمہاری خدمت کروں گا۔!"
"ہوا کو قید کرنا چاہتے ہو آئن بگ ——— ہم تو جھونکے ہیں۔ کبھی کہیں۔ کبھی کہیں۔؟"
فلسفیانہ انداز میں کہا۔
"ٹھیک کہتے ہو فنکار ——— بہرحال تمہارا فن عظیم ہے۔"
"شکریہ ——— اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" "جاؤ ——— سارڈی کے ساتھ آرام کرو۔
وقوف طویل نیند سو رہی ہے۔ اور سونے والے کچھ نہیں پاتے' وہ ان نغموں سے محروم رہی۔"
سارڈی کا نام سن کر میرا دم نکل گیا تھا۔ لیکن بہرحال اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ میں ا
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا' دیوانی اسی طرح سو رہی تھی۔ ویسے کیگارو نے مجھے ا
ساتھ رہنے کی آزادی دے دی تھی۔ اور اب تو ماحول بھی میرے حق میں سازگار ہو گیا تھا۔
میں لیٹ گیا۔ درحقیقت شدید تھکن تھی اس لئے نیند جلد ہی آ گئی۔ نہ جانے کب تک سوتا
سارڈی نے ہی مجھے جگایا تھا۔ لیکن آنکھ کھلنے کے بعد جو پوزیشن میں نے دیکھی وہ سخت خوفناک تھی۔
میرے اوپر سوار تھی' اس نے دونوں ہاتھ میرے جسم کے دونوں طرف رکھے ہوئے تھے اور گھٹنوں
کھڑی تھی۔ گویا اگر وہ ہاتھوں اور پیروں کی طاقت چھوڑ دے اور میرے جسم پر آ جائے تو ———
کی کہانی اسی وقت ختم ہو جائے۔
"اٹھو گے نہیں ڈارلنگ ——— سورج چڑھ آیا ہے۔!" اس نے میرے منہ پر ہونٹ رگڑتے
کہا۔
"سورج چڑھ آیا ہے۔؟" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں اسے سورج سمجھنے کے لئے تیار
کیونکہ اس وقت تو وہ چڑھ آئی تھی۔
"ہاں' کب تک سوتے رہو گے۔؟"
"اوہ ——— ہاں ——— کیگارو کہاں۔!" میں نے اس کے نیچے سے' احتیاط سے کھسکتے
کہا۔

"مجھے کیا معلوم کہاں ہے۔ کہیں آنکھیں بند کئے۔ ٹانگیں پھیلائے پڑا ہو گا۔!" "مجھے اس سے ملنا
ہے۔!"
"ابھی نہیں ——— میں بھی چلوں گی۔!"
"ٹھیک ہے۔ چلو دونوں چلتے ہیں۔!" میں نے اس کے ہاتھ کے ستون کی رکاوٹ سے نکلنے کی کوشش
کرتے ہوئے گردن ہلائی۔ اور بالآخر میں سارڈی کے سائبان سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ارادے
اس وقت بھی خطرناک تھے۔ بہرحال وہ بھی سیدھی ہو گئی۔
"یہ گٹار کہاں سے آیا۔؟" اس نے پوچھا۔
"آئن بگ نے تحفہ دیا ہے۔"
"اوہ ——— بگ ——— عمدہ آدمی ہے۔ کیا تم گٹار بجانا جانتے ہو۔؟"
"ہاں ——— تھوڑا بہت۔!"
"کسی وقت سنوں گی۔ مجھے پسند ہے۔"
"بھوک لگ رہی ہے۔ آؤ ناشتہ تلاش کریں۔!" میں نے کہا۔
"اوہ ——— ڈارلنگ ——— تمہارے لئے ناشتہ میں تیار کرتی ہوں۔ ایک منٹ رک جاؤ۔" اس
نے کہا اور اپنے سامان کی طرف چل پڑی۔ پھر اس نے وہی تکی اور گولیاں نکالیں اور میرے فرشتے کوچ کر
گئے۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"سارڈی۔ سارڈی۔" میں نے اسے آواز دی۔
"کیا بات ہے ڈارلنگ۔؟"
"سنو ——— میں ابھی ناشتہ نہیں کروں گا' پہلے مجھے باتھ روم وغیرہ جانا ہے۔!" "اوہ ——— !" وہ
رک گئی۔" اوکے ڈارلنگ۔ جاؤ ——— ہو آؤ ——— میں تمہارے لئے تیار کرتی ہوں۔ میں تو آنکھ
کھلتے ہی دو گولیوں کا ناشتہ کر چکی ہوں۔!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتا
ہوا باہر نکل آیا۔!
ضروریات سے فرصت پا کر میں واپس آ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ آئن بگ کے کمرے کی طرف جاؤں'
کیگارو وہیں ہو گا' چنانچہ میں آئن بگ کی طرف چل پڑا۔ لیکن ابھی اس کے کمرے سے دور ہی تھا کہ
اچانک میں نے تین آدمیوں کو دیکھا۔ ان میں ایک دراز قامت سکھ تھا' جو عمدہ سوٹ اور نفیس پگڑی میں
تھا۔ اس کے پیچھے دو خطرناک شکل سکھ تھے۔!
میری چھٹی حس نے مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور میں ٹھٹک کر رک گیا۔ میں ایک ایسی جگہ
چھپ گیا جہاں سے وہ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ وہ آئن بگ کے آفس کے دروازے پر رکے تھے۔ میں نے چاروں
طرف دیکھا۔ اور پھر بجلی کی سی پھرتی سے آئن بگ کے دفتر کی عقبی سمت پہنچ گیا' جہاں ایک کھڑکی موجود
تھی۔ کھڑکی میں شیشے نہیں تھے۔ لیکن اس کے کواڑ کھلے ہوئے تھے جن سے میں دوسری طرف کی آوازیں
بخوبی سن سکتا تھا۔ میں نے ان آوازوں پر کان لگا دیئے آئن بگ کی حیرت بھری آواز ابھری تھی۔
"ارے ——— مسٹر ہربنس۔ آپ ——— زہے نصیب' آپ نے یہاں تک آنے کی زحمت کی۔
مجھے یاد کر لیا ہوتا۔"

"ہربنس ــــــ! تو میرے احساسات نے مجھے دھوکا نہیں دیا تھا۔؟" میں نے دل میں سوچا۔ "ہربنس ــــــ!" میرے ہونٹ ٹیڑھے ہو گئے۔

"میں خود دیکھنے چلا آیا آئن بگ۔ کہ تم ہمارے دوست رہے ہو یا نہیں۔" سردار کی آواز میں بڑی گونج تھی۔

"دوست نہیں جناب ــــــ غلام کہیں۔ آئن بگ نے خود کو ہمیشہ آپ کا غلام سمجھا ہے۔" "لیکن ہم نے تمہیں ہمیشہ دوستی دی ہے۔"

"میں اس عنایت کا معترف ہوں جناب۔"

"ہماری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی بگ۔؟"

"کبھی نہیں ــــــ یہ آپ ہی کی عنایت ہے کہ میں اپنا یہ چھوٹا سا اڈہ چلا رہا ہوں۔" "اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ عنایت برقرار رہے۔"

"میری بھی دلی خواہش ہے جناب۔" آئن بگ نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"ہم نے آج تک تمہیں دیا ہے بگ۔ تم سے کچھ مانگا نہیں۔"

"بگ آپ کے اشارے پر جان بھی دے سکتا ہے۔"

"کیا ہم آزمائیں۔؟" ہربنس نے پوچھا۔

"میری دلی خواہش ہے۔"

"تو پھر تمہاری یہ خواہش ابھی اور اسی وقت پوری ہو رہی ہے بگ۔ ہم یہاں تم سے کچھ مانگنے آئے ہیں۔"

"حکم دیں مسٹر ہربنس۔" بگ نے مستعدی سے کہا۔

"ہمیں یقین ہے کہ تم ہمارے دشمن سے ناواقف ہو۔ ورنہ تم اسے خود گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیتے۔!"

"آپ کا دشمن۔؟" آئن بگ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ جو تمہاری پناہ میں ہے۔"

"میری پناہ میں ــــــ؟ آپ کا دشمن۔؟ یقیناً میں اس سے ناواقف ہوں۔ ورنہ اسے گولی مار کر اس کی لاش آپ کے سامنے پیش کر دیتا۔"

"میں یقین کرتا ہوں۔" ہربنس نے کہا۔

"مجھے اس کے بارے میں بتائیے مسٹر ہربنس۔ باقی فرض میرا ہے۔"

"تمہارے ہاں اس کا نام فریڈرک ہے۔ لیکن اس کی اصلیت کیا ہے، تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ پاکستانی باشندہ ہے، پنجاب کے ایک خوبصورت علاقے کا خطرناک آدمی۔! جس کی حقیقت ابھی مشتبہ ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کا تعلق غلام پارٹی سے ہے اور یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ غلام پارٹی روز بروز پھیلتی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ اس کے بارے میں پریشانی سے سوچنے لگے ہیں۔ لیکن اس شخص سے میری سخت دشمنی ہے اور ایک خاص بات میں تمہیں اور بتاؤں۔ جس سے تم اس کی حیثیت سے صحیح طور پر واقف ہو سکو۔ ایران میں ٹھاکر گروہ کو اسی نے گرفتار کرایا ہے۔!"

"فریڈرک ــــــ" آئن بگ کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔

"میں نہیں کہہ سکتا بگ ــــــ کہ یہ یہاں کس ادارے سے آیا ہے بہرحال بے حد چالاک آدمی اور جو کچھ بھی کرنا ہو گا بڑی ہوشیاری سے کرنا ہو گا۔"

"لیکن مسٹر ہربنس ــــــ وہ تو بے حد نفیس آدمی ہے، وہ ــــــ وہ تو۔"

"ہر چالاک اور خطرناک آدمی اپنی شخصیت پر لبادے ڈال لیتا ہے، تم مجھے بتاؤ۔ کیا وہ انقرہ سے نہیں ؟"

"ہاں ــــــ یہ درست ہے۔"

"وہاں اس نے میرے کئی آدمیوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ایران اور ترکی کی سرحد پر اس نے اتنا بڑا ذخیرہ پکڑایا ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ خود بہت بڑا ذخیرہ لے کر انقرہ میں ہوا ہے، جس کو اس نے نہایت اطمینان سے ٹھکانے لگا دیا ہے۔!"

"یہ سب اسی شخص فریڈرک نے کیا ہے۔؟"

"ہاں۔ اسی شخص نے۔!" ہربنس اپنے لہجے پر زور دے کر بولا۔

"آپ کو یقین ہے۔؟" آئن بگ اب بھی شک و شبہے میں تھا۔

"تم جانتے ہو میں فضول وقت برباد نہیں کرتا۔ واہگورو کی قسم یہ وہی ہے۔" "آپ کو اس کے بارے م کیسے ہو۔؟"

"اس کے ایک خاص فن سے ــــــ ہم نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ بجانے کا ماہر ہے اور کل اس نے دو پاکستانی دھنیں بجائی تھیں۔ دونوں مقبول ترین دھنیں ہیں۔ میرا آدمی یہاں موجود تھا اسی نے مجھے اطلاع دی۔" مارے گئے بیٹا نواز۔ شیخی خوری لے ڈوبی۔ نہ گٹار ۔ نہ راز کھلتا۔ لیکن بہرحال ایک فائدہ ضرور ہوا تھا۔ ہربنس سامنے آگیا تھا۔ اور اب اس سے برلہ ت ٹکرانے کا موقع بھی مل سکتا تھا۔!

"پھر میرے لئے کیا حکم ہے مسٹر ہربنس؟"

"وہ اس وقت کہاں ہے؟؟"

"ایک کمرے میں سو رہا ہے۔"

"ابھی تمہارے پاس رہے گا۔؟"

"ہاں ــــــ دراصل وہ میرے ایک دوست کے ساتھ آیا ہے۔ کیگارو بھی اسے چاہتا ہے اور وہ ر خطرناک آدمی ہے۔"

"کیگارو کون ہے۔؟"

"ایک طاقتور فرانسیسی"۔

"اسے آمادہ کر لو ــــــ ہم اسے بڑی رقم دیں گے۔ صرف اسے گرفتار کر کے میرے پاس پہنچا دو۔! ے قتل کر دیتا۔ لیکن قتل کرنے سے قبل میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ وہ کے لئے کام کر رہا ہے، یا صرف اپنا کام کرتا ہے۔ یا کچھ اور چکر ہے۔"

"اگر کیگارو آمادہ ہو جائے تو پھر اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"اسے آمادہ کرنا تمہارا کام ہے۔ جو مانگے دے دینا۔ میرے حساب میں۔ لیکن بہرحال تمہیں ب
ہے۔"

"بہت بہتر جناب ——— گو وہ ایک عمدہ آدمی ہے۔ میں بھی اسے پسند کرنے لگا تھا۔ لیکن حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے جناب۔ میں کسی نہ کسی طرح اسے آپ تک پہنچا دوں گا"

"تھینک یو آئن بگ ——— میں تمہیں بہت سی آسانیاں فراہم کر دوں گا! اب میں چلتا ہوں"

اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک بار پھر میں نے ایک آڑ سے دیکھا۔ اور گردن ہلائی۔ ٹھیک ہے، ڈیر ہربنس، تمہیں اپنا مقابل نرم چارہ نہیں ملے گا! دانتوں پسینے گے۔!

ہربنس نکل گیا۔ اور اب مجھے کیگارو کی تلاش تھی۔ سارڈی کا خیال درست نکلا۔ کیگا درخت کے نیچے اوندھا پڑا تھا۔ لیکن میں اس کے قریب نہیں گیا۔ میری نگاہیں آئن بگ کو تلاش تھیں۔ اور دور سے آئن بگ مجھے نظر آ گیا۔ وہ بھی کیگارو کو تلاش کر رہا تھا۔ تب اس نے بھی ک کو دیکھ لیا۔ اور میں وہاں سے ہٹ گیا۔ میں ان دونوں کی گفتگو سننے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہتا بگ کیگارو کے نزدیک پہنچ کر اسے جگانے لگا! اور کیگارو اٹھ گیا۔ وہ دونوں گفتگو کر ر کیگارو نے گردن ہلائی اور پھر وہ بھی شاید رفع حاجت کے لئے چلا گیا!

مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں خوراک کی تلاش میں نکل گیا۔ جس کا آئن بگ کے معقول انتظام تھا۔ میرے مداح مجھے ملے، اور انہوں نے مجھے گھیر لیا۔ بہرحال دوسروں کی جیب سے چائے پی، بسکٹ وغیرہ کھائے اور پھر بمشکل ان سے پیچھا چھڑا کر دوبارہ آئن بگ کے دفتر کی طرف چل میں نے وہی عقبی سمت اختیار کی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا کیگارو بھی شاید ابھی ابھی ا ہوا تھا۔ اور وہ دونوں خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے۔ "سارڈی اور فریڈرک کے لئے بھی ناشتہ بگ۔" کیگارو نے کہا۔ "کیا وہ دونوں ابھی تک کمرے میں ہیں؟" آئن بگ نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ——— لیکن اندر ہی ہوں گے۔؟"

"ابھی ان دونوں کے لئے ناشتہ پہنچ جائے گا! لیکن مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے کیگا

"کیا بات ہے۔؟" کیگارو نے پوچھا۔

"تم نے مجھے ہمیشہ دوست پایا ہے کیگارو۔ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ اپنے ب تمہیں چند باتیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"تم بہت سنجیدہ ہو بگ ——— کیا بات ہے؟"

"استنبول میں منشیات کا شہنشاہ ایک غیر ملکی شخص ہے۔ کیا تمہیں اس کے بارے میں معلوم

"نہیں ——— !؟"

"اس کا نام ہربنس ہے۔ اعلیٰ پیمانے پر اس نے بہت سے ملکوں میں اڈے بنائے ہوئے ہیں کا سکہ چلتا ہے۔ اعلیٰ حکام سے اس کی خوب بنتی ہے۔ ممکن ہے اس میں سے کسی کو اس کی ا معلوم ہو بظاہر وہ ایک تاجر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ میرا یہ اڈہ بھی اس کا طفیلی ہے۔ یوں ایک برانچ ہے۔ سارا مال میں اسی سے لیتا ہوں۔"

"ہوں ——— تو پھر ——— ؟"

"اس نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے۔ جسے مجھے تمہاری مدد سے انجام دینا ہے۔"

"تو اس میں سنجیدگی کی کیا بات ہے۔؟ میں تیار ہوں۔"

"اس سے قبل میں تم سے کچھ اور معلومات حاصل کروں گا۔"

"ہاں، ہاں۔ کہو ——— !" کیگارو نے لاپرواہی سے کہا۔

"فریڈرک سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی؟"

"فریڈرک ——— کیا اس سے کوئی ——— میرا مطلب ہے۔؟" کیگارو چونک پڑا۔ "میرے سوال کا جواب دو کیگارو۔" آئن بگ نے کہا۔

"انقرہ میں ——— ٹرین میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اور سارڈی نے اس کی مدد کی۔ اچھا آدمی ثابت ہوا تو ہم نے دوست بنا لیا۔"

"بس ——— اتنی سی ملاقات ہے۔؟"

"ہاں ——— لیکن گریٹ آدمی ہے۔"

"کیا سارڈی اسے پسند کرتی ہے۔؟"

"مجھے نہیں معلوم ——— اور نہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات فریڈرک ہی کی ہے میرے دوست ——— اس کا نام فریڈرک نہیں ہے۔ وہ ایک ایشیائی ہے اور بے حد خطرناک۔!"

"اوہ ——— اگر ایسا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ایک خوبصورت فنکار ہے۔ اور فنکار خطرناک نہیں ہو سکتا۔!"

"ہربنس اس کا دشمن ہے۔ وہ ہر قیمت پر اسے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔"

"لیکن وہ ہمارا دوست ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں اور ہربنس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسے بکنے دو۔!"

"گویا تم میری مجبوریوں کا خیال نہیں کرو گے کیگارو۔" آئن بگ نے کہا۔ اور کیگارو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "تمہاری مجبوریاں۔؟"

"ہاں ——— میں ہربنس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اسے گرفتار کر کے اس کے پاس پہنچا دوں گا اور یہ وعدہ میں نے تمہارے بھروسے پر کیا ہے۔"

"تم وعدہ کر چکے ہو۔؟" "ہاں۔"

"لیکن کیوں۔؟" اس لئے کہ میں ہربنس کا محکوم ہوں۔ یہاں استنبول میں میں اس سے بگاڑ کر نہیں رہ سکتا۔!" آئن بگ نے کہا۔

"لیکن میں تو اس کا محکوم نہیں ہوں۔ میری موجودگی میں وہ فریڈرک کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔" کیگارو نے کہا۔

"تو کیا تم میری مدد نہیں کرو گے کیگارو۔" "ہرگز نہیں۔"

"میں تمہیں ایک معقول رقم پیش کر سکتا ہوں۔"

"تم جانتے ہو میں کنگال نہیں ہوں۔"
"لیکن میرے لئے یہ ضروری ہے کیگارو۔!" آئن بگ نے خشک لہجے میں کہا۔
"گویا ——— تم میری مرضی کے بغیر اسے ہربنس کے حوالے کرو گے۔؟"
"ہاں ——— مجبوریاں کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔؟"
"تم اسی قدر مجبور ہو۔؟" اچانک کیگارو کا لہجہ بدل گیا۔
"جس قدر تم سوچ سکتے ہو' اس سے کہیں زیادہ میرے دوست ——— میں تم سے مدد کی درخواست کرتا ہوں کیگارو۔ تم سے بگاڑ کر مجھے خوشی نہ ہو گی اس لئے میری درخواست ہے کہ تم میری مدد کرو۔!"
"ہوں ———!" کیگارو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "میں سارڈی سے مشورہ کروں گا! اگر اس نے اجازت دے دی تو ٹھیک ہے۔"
"یہ معاملہ بہت سنجیدہ ہے کیگارو ——— سارڈی بچی ہے۔ اسے ان معاملات میں نہ گھسیٹو۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ فریڈرک ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"
اور اس بچی پر مجھے ہنسی آگئی۔ کیگارو خاموش تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "اگر تمہارا اصرار ہے تو ٹھیک ہے بگ۔ ویسے عمدہ آدمی تھا۔ تم اس کے لئے ناشتہ بھجواؤ۔ کافی میں بیہوشی کی دوا ملی ہونی چاہئے۔ سارڈی بھی بیہوش ہو جائے گی تب ہم اسے اٹھا کر ہربنس کے حوالے کر دیں گے۔"
"یہ کام میں بخوبی کر لوں گا۔" بگ خوش ہو کر بولا۔
"ٹھیک ہے۔ لیکن ہربنس سے ایک معقول رقم حاصل کرنا تمہارا کام ہے۔"
"تم فکر مت کرو میرے دوست' مجھے خوشی ہے کہ تم مان گئے۔!" آئن بگ نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ کیگارو بھی اس کے جال میں آگیا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ میں خود بھی تو مفلوج نہیں ہوں۔ لیکن کرنا کیا چاہئے۔؟ کیا یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ اور پھر اپنے آدمیوں سے مدد لوں۔؟ یا پھر ———! اور فوری طور پر دماغ گھوم گیا۔ میں نے ایک نئے انداز میں سوچا۔ کیوں نہ گرفتار ہو کر ہربنس کے پاس پہنچ جاؤں؟ اور پھر وہاں ——— ہربنس سے نپٹ لوں۔ ظاہر ہے وہ تنہا نہ ہو گا۔ اور یہ کام سخت مشکل ہو گا۔ لیکن مشکلات کی پرواہ کون کرے زیادہ سے زیادہ موت آئے گی' جس کے آنے کا نہ مجھے غم تھا نہ خوشی۔ لیکن کم از کم ہربنس کو ہلاک کر دوں گا! یقیناً اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔
میں نے دل میں ٹھان لیا' اور پھر میں تیزی سے سارڈی کی طرف چل پڑا ننھی میرے لئے پریشان تھی۔ نہ جانے کیوں اس نے کمرے سے باہر نکلنا پسند نہیں کیا تھا۔ "اوہ' فریڈی ڈارلنگ ——— اتنی دیر لگا دی۔ کہاں چلے گئے تھے۔؟"
"پیٹ میں زیادہ ہی گڑبڑ ہو گئی تھی ڈیر ——— مگر تم باہر کیوں نہیں آئیں؟"
"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" "تم نے کچھ کھایا۔؟"
"ابھی نہیں ——— بس دو گولیاں اور پی لی ہیں۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا اور میں نے دل میں اسے ایک موٹی سی گالی دی۔ اس سے قبل کہ ہمارے درمیان اور کوئی گفتگو ہو' کہ دروازے پر کیگارو کی دہاڑ سنائی دی۔
"ہے ——— فریڈرک۔ ہے سارڈی ——— کیا میں اندر آسکتا ہوں۔" اور اجازت طلب کرنے

کے ساتھ ہی وہ اندر گھس آیا۔ "سوری فرینڈز۔ میں ذرا مصروف تھا۔ اور ابھی تم سے کوئی گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ مجھے ایک ضروری بات جتانی ہے۔!"
میں چونک پڑا۔ کیا کیگارو ڈبل رول ادا کر رہا ہے۔ "کیگارو نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا اور پھر میری طرف مڑ کر بولا۔ "سنو فریڈرک اور سنو سارڈی! ابھی آئن بگ شاید تمہارے لئے ناشتہ لائے۔ باقی چیزیں کھا لینا' لیکن کافی مت پینا کیونکہ اس میں بیہوشی کی دوا شامل ہے۔ آئن بگ ہربنس کی وجہ سے تمہارا دشمن ہو گیا ہے فریڈرک۔ اگر سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو' مجھ سے کوئی سوال مت کرنا' اور ——— سارڈی تم بھی۔ ابھی وقت ہے نہیں۔ میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔ ہاں تم کافی چالاکی سے پھینک دینا اور پھر تم دونوں بیہوش ہونے کی اداکاری کرنا۔! یہاں آئن بگ کے کافی آدمی موجود ہیں اس لئے ہمیں دقت ہو گی۔ جب وہ تمہیں لے کر ہربنس کے پاس چلیں گے تو میں بھی ساتھ رہوں گا اور پھر ہم دونوں مل کر ان سے نپٹ لیں گے۔ اوکے فریڈرک۔؟" میں سن ہو کر رہ گیا تھا۔ گویا کیگارو درحقیقت ایک مخلص آدمی ہے اور بھیجہ بھی رکھتا ہے۔!
"کیا تم زیادہ نشے میں ہو کیگارو۔ کیا کہہ رہے ہو۔؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔" سارڈی نے کہا۔
"فریڈرک خطرے میں ہے سارڈی۔ اور اگر تم حالات جاننے کے چکر میں رہیں تو اسے نقصان پہنچ جائے گا! بعد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا' اب خاموش رہو۔!" سارڈی نے منہ کھولا۔ اور پھر خاموش ہو گئی۔ لیکن میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے جھانک کر دروازے کے باہر دیکھا۔ دور دور تک کوئی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دروازے کے پاس ہی کھڑے ہو کر کہا۔ "شکریہ کیگارو! میں تمہارے خلوص اور دوستی کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ سنو میرے دوست ———! میں نے تمہاری اور بگ کی گفتگو سن لی ہے۔ میں بھی تفصیل تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لو' کہ ہربنس سے میری واقعی چل رہی ہے' لیکن لکھ لو کہ وہ گدھا بھی میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ اگر تم بگ کی باتوں میں آجاتے کیگارو تو میں دوسرا بندوبست کرتا۔ لیکن اب اگر تم میرے دوست ہو تو میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔!"
"اوہ ——— ڈارلنگ ——— کیسی مدد ——— تم مجھے بتاؤ ——— میں تمہارے لئے پوری دنیا سے ٹکرا جاؤں گی۔!" سارڈی نے کہا۔
"سارڈی کافی پینے کی اداکاری میں کروں گا! تم سرے سے اسے پینا ہی نہیں۔ پھر میں بیہوش ہو جاؤں گا اور تم دونوں بگ کے ساتھیوں میں شامل ہو کر میرے ساتھ چلنا۔ لیکن میں تمہارے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا کیگارو۔" کیگارو تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"کیسی تبدیلی۔؟"
"تمہاری دوستی' تمہاری محبت کا شکریہ کیگارو۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرا ساتھ دو۔ لیکن اگر تم میرا ساتھ ہی دینا چاہتے ہو تو تمہیں ایک کام کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔
"ارے تم بتاؤ میری جان ——— ہم زندگی بھر تمہارا ساتھ دیں گے اور یہ کیگارو ——— یہ میرا بھائی ہے۔ اس کی مجال ہے کہ میری مرضی کے خلاف کام کرے۔" سارڈی چار گولیوں میں چل رہی تھی اور خالی پیٹ تھی۔

"ہاں ہاں ——— تم کام بتاؤ۔ ہم تمہیں ساتھ لے کر استنبول میں داخل ہوئے تھے' ساتھ لے کر یہاں سے نکلیں گے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کیگارو۔ بہر حال میں چاہتا ہوں کہ آئن بگ کے آدمی مجھے ہربنس کے پاس لے جائیں اور میرا ہربنس سے سامنا ہو جائے۔ سنو ——— میں پورے چار گھنٹے تک بیہوش رہنے کی اداکاری کروں گا' اس کے بعد پندرہ بیس منٹ تک ہربنس سے گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد تم اندر داخل ہو جانا ہم اس کے ساتھیوں سے جنگ کریں گے اور وہاں سے نکل آئیں گے۔"

"اور اگر اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو۔؟"

"دیکھ لیں گے۔ بہر حال میرا یہی پروگرام ہے۔"

"اے کیگارو ——— بزدل چوہے۔ آخر تیری قوتیں سو گئیں نا۔ تو آدمیوں کی تعداد سے ڈر رہا ہے۔؟" سارڈی بڑبڑائی۔

"یہ بات نہیں ہے سارڈی۔ میں چاہتا ہوں ہمارا دوست ہر حالت میں محفوظ رہے۔"

"وہ محفوظ رہے گا ——— ہم وہی کریں گے جو وہ کہہ رہا ہے۔" سارڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں تیار ہوں۔" کیگارو نے کہا۔ اور میں نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں باہر چلتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ میری موجودگی میں بگ یہاں نہ آئے' تاکہ اسے کوئی شبہ نہ ہو سکے۔"

"جاؤ ——— لیکن کچھ کھا کر اوندھے مت ہو جانا' جو سارا پروگرام چوپٹ ہو جائے۔" سارڈی نے کہا اور کیگارو گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد سارڈی نے میری طرف دیکھا اور بڑے محبوبانہ انداز میں بولی۔ "تم فکر مت کرو ڈارلنگ' وہی ہو گا جو تم چاہو گے۔ بس ہمارا ساتھ مت چھوڑنا۔ میں اب تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف جھپٹی اور خود مجھے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگی' لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا تھا' اس وقت ان لوگوں سے کام لینا تھا۔ اس لئے انہیں ہر حالت میں برداشت کرنا ضروری تھا۔

سارڈی خونخوار شیرنی کی طرح مجھے بھنبھوڑتی رہی۔ اور جس وقت آئن بگ ایک ملازم کے ساتھ اندر داخل ہوا' اس وقت بھی سارڈی نے مجھے مرغا بنایا ہوا تھا اور میری بری حالت تھی جسے آئن بگ نے بھی دیکھا۔ لیکن بگ کو دیکھ کر سارڈی نے مجھے معاف کر دیا۔

"سوری دوستو ——— مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ کیگارو کہاں ہے؟"

"تم ہی اسے تلاش کرو بگ ——— دیکھو زندہ ہے یا مر گیا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں اسے تلاش کر لوں گا! تم لوگ ناشتہ کر لو۔" بگ نے کہا اور ملازم نے ناشتے کی ٹرے اسٹول پر رکھ دی۔

"ٹھیک ہے' کر لیں گے۔ تم اسے تلاش کرو اور اسے اپنے ساتھ ہی کھلا پلا دینا۔ ہمیں فرصت نہیں ہے۔"

"ہاں ——— میں خود تمہاری مصروفیات میں مداخلت نہیں کروں گا!" بگ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ملازم کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔ سارڈی نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور میری طرف دیکھ

لی۔

"یہ تو اور عمدہ بات ہوئی سارڈی۔ ہمیں کوئی رسک بھی نہیں لینا پڑا۔" میں نے مسرت سے کہا اور ہم ناشتے پر ٹوٹ پڑے۔ عمدہ ناشتہ تھا۔ لیکن افسوس کافی خراب کر دی گئی تھی اس لئے ہم اس عمدہ ناشتے کے ساتھ کافی نہ پی سکے۔ تاہم سارڈی نے باقاعدہ ایک پیالی میں کافی بنائی اور پھر اسے اطمینان سے ضائع کر دیا اور اب میری اداکاری کی باری تھی۔ چند منٹ ہم گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد سارڈی نے پوچھا۔

"کیا تم تیار ہو ڈارلنگ۔؟"

"ہاں سارڈی۔ میں بالکل تیار ہوں۔"

"یہ قصہ آج ہی ختم ہو جائے گا نا؟" سارڈی نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"یقیناً ——— بشرطیکہ تم لوگوں نے میری بھرپور مدد کی۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے۔؟"

"بس ——— دن تو گزر جائے گا' میں چاہتی ہوں ہماری محبت کی کوئی رات ضائع نہ ہو۔ تم نہیں جانتے ڈارلنگ! میں کتنی شدت سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔" "اوہ ——— ہاں ڈیر میں جانتا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کیا تمہیں میری محبت پر یقین ہے ڈارلنگ ———" وہ فوراً جذبات میں آجاتی تھی اور اس کے خوفناک جذبات سے میری روح فنا ہونے لگتی تھی۔

"اب بالکل یقین ہے۔ میں اس کا ثبوت پیش کر دوں گا۔" میں نے اس کے درخت کی شاخوں جیسے پھیلتے بازوؤں کی زد سے بچنے کے لئے اچھل کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ایک بوسہ ——— فقط ایک بوسہ۔" اس نے مجبور عاشق کے سے انداز میں کہا۔ "ہمیں ——— اب اپنا کام شروع کر دینا چاہئے سارڈی۔ آئن بگ اپنی کارروائی کا انجام دیکھنے کے لئے آتا ہی ہو گا۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ لیکن کمرہ زیادہ عریض نہ تھا۔ دیوار پشت پر آگئی تھی اس لئے سارڈی نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر مجھے بھینچ دیا' اور بڑے ظالمانہ انداز میں میرے ہونٹ بھنبھوڑ ڈالے۔ عجیب محبوبہ ملی تھی۔ اگر چند روز اس کے ساتھ رہ گیا' تو زندگی بھر کے لئے عورت کے نام سے وحشت زدہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد ان مخلص لوگوں سے جان بچائی جائے۔ بہر حال میری دعائیں کام آگئیں۔ وہ مجھ سے جدا ہو گئی۔ اور میں نے سکون کی سانس لی۔

"او کے سارڈی ——— اب کام شروع کر دیں؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ———" اس نے پژمردہ لہجے میں کہا اور پھر مجھے اٹھا کر ناشتے کی میز پر لے آئی۔ "میں کیگارو کو تلاش کرنے جاتی ہوں' اسے اطلاع دوں گی کہ تم اچانک بیہوش ہو گئے ہو۔!"

"ٹھیک ہے ——— اسی انداز سے یہ بات بگ کے کانوں میں پہنچنی چاہئے۔" اور پھر میں بیہوش ہو کر ایک طرف جھک گیا اور سارڈی مجھے گھورتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ سارڈی نے باہر کیا ڈرامہ کیا' لیکن چند منٹ ہی کے بعد آئن بگ اور کیگارو آندھی طوفان کی طرح کمرے میں گھس آئے تھے۔ سارڈی بھی ان کے پیچھے تھی۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"دیکھو تو کیگی ——— اسے کیا ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد مجھ سے باتیں کر رہا تھا' اچانک لڑھک گیا۔"

آئن بگ مجھے ٹٹولنے لگا! اور پھر اس نے کافی کی پیالیاں دیکھیں! "کیا اس کپ میں تم نے کافی پی
بی۔؟" بالآخر اس نے پوچھا۔

"کافی ———— نہیں۔ مجھے کافی پسند نہیں۔ میں کافی نہیں پیتی ———— البتہ اس نے پی تھی۔!"

"اوہ ————!" آئن بگ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور کیگارو بول اٹھا۔

"ہمیں سارڈی کو حالات سے باخبر رکھنا چاہئے بگ۔ بہرحال وہ میری بہن ہے اور مجھے اس کے
اعتماد ہے۔" بگ نے اسے چونک کر دیکھا۔ لیکن کیگارو اس کی طرف دیکھے بغیر سارڈی سے
دراصل فریڈرک کو جان بوجھ کر بے ہوش کیا گیا ہے سارڈی۔؟"

"اوہ ———— کیوں کیگی۔؟"

"وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔ ہمارے دشمنوں سے تعلق رکھتا ہے' اور اس کے دشمنوں کو
ضرورت ہے۔ ہم اسے ان کے حوالے کریں گے' اور اس کے عوض ہمیں ایک معقول رقم ملے گی۔"

"ونڈر فل ————!" سارڈی نے حیرت کا اظہار کیا۔ "رقم کتنی ہو گی؟"

"جتنی تمہیں ضرورت ہو بے بی ———— تم فکر مت کرو۔" بگ جلدی سے بول پڑا۔ سار
اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اس سے اسے بڑا اطمینان نصیب ہوا تھا۔

"تب ٹھیک ہے۔ مجھے رقم کی ضرورت ہے۔ اگر میں اسے قتل کر دوں تو کیا مجھے اور زیادہ رقم م
گی۔!"

"اوہ ———— نہیں بے بی ———— ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔ یہ کام تو اس کے دشمن ک
گے۔ تمہاری ضرورت بہرحال پوری ہو جائے گی۔" آئن بگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ———— تب ٹھیک ہے۔" سارڈی نے اطمینان سے کہا۔ پھر بولی۔ "اب ہم اس کا کیا
گے۔؟"

"اسے اس کے دشمنوں کے پاس پہنچانا ہے۔"

"اوکے ————!" سارڈی نے کہا اور جھک کر مجھے بازوؤں میں اٹھا لیا۔

"اوہ ———— تم رہنے دو بے بی ———— یہ کام ہم کریں گے۔" بگ نے کہا اور پھر ہنستے
کیگارو سے بولا۔ "تمہاری بہن تم سے زیادہ مستعد ہے۔" کیگارو بھی ہنسنے لگا تھا۔

بہرحال مجھے ہربنس تک پہنچانے کے لئے معقول بندوبست کیا گیا اور پھر ایک بند گاڑی مجھے لے
پڑی۔ طویل عرصے تک مصنوعی طور پر بیہوش پڑے رہنا خاصا مشکل کام تھا۔ لیکن میں تو اب مشکل
عادی تھا اور خود پر جبر کرنا خوب جانتا تھا۔ اس لئے میں نے کامیاب اداکاری کی۔ راستے میں کیگارو
سادگی سے آئن بگ سے گفتگو کرتا جا رہا تھا۔

"ہمیں اسے کہاں پہنچانا ہے۔؟"

"رمپو ———— ہل اسٹیشن رمپو ———— بنگلہ نمبر سات ———— وہی ہربنس کی قیامگاہ ہے۔ م
کا بہت بڑا اسٹور۔ وہاں سے پورے ترکی کو مال سپلائی ہوتا ہے۔"

"ہوں ————!" کیگارو نے سنجیدگی سے کہا اور میں نے دل ہی دل میں کیگارو کا ش
شکریہ ادا کیا جس نے میرے لئے بہت بڑی آسانی فراہم کر دی تھی۔ بہرحال ویگن دوڑتی رہی۔ ب

با ایک گھنٹے کا سفر ہو گا۔ بڑے صبر سے کام لینا پڑا تھا۔ پھر ویگن مکان کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی
پھر وہ رک گئی۔ دروازہ کھلا اور بگ نیچے اتر گیا!

"مسٹر ہربنس ———— موجود ہیں۔؟"

"نہیں مسٹر بگ ———— وہ کسی کام سے گئے ہوئے ہیں۔"

"شکار آگیا ہے۔!"

"ہاں ———— ہمیں اس کے بارے میں ہدایت ملی ہے۔ لیکن تم نے بہت پھرتی سے کام کر لیا
———— چلو اسے اندر پہنچا دیں۔ مگر تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

"میرے مددگار۔"

"یقیناً قابل اعتماد لوگ ہوں گے۔"

"یہ کام تمہارے سوچنے کا نہیں ہے۔" بگ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور سوال کرنے والا خاموش ہو
یا۔ پھر شاید کوئی اسٹریچر لایا گیا تھا ———— مجھے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ اور پھر اندر لے جایا گیا۔ سارڈی اور
ے وغیرہ کے بارے میں اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ لوگ مجھے لئے ہوئے اندر آگئے تھے۔ اور پھر
ٹریچر سے مجھے بستر پر منتقل کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ میرے نزدیک موجود تھے اور اس وقت سب سے عمدہ
اکاری کی ضرورت تھی۔ اگر مصنوعی بیہوشی کا راز کھل جاتا تو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ کیونکہ بہت
ی نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ تو بالکل غیر ملکی معلوم ہوتا ہے۔؟" کسی نے اردو میں کہا۔

"میک اپ بھی ہو سکتا ہے۔"

"گویا یہی نہیں ہے۔؟"

"ہاں ———— ڈاڑھی مصنوعی بھی ہو سکتی ہے۔"

"دیکھو ————" کسی نے کہا اور پھر بڑے اطمینان سے میرے چہرے سے ڈاڑھی اور مصنوعی بالوں
وگ اتار دی گئی۔ سب کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکل گئی تھیں۔

"اوہ ———— کافی ہینڈسم ہے۔"

"صورت سے کس قدر شریف نظر آتا ہے۔"

"یقین نہیں آتا کہ اس شخص نے ٹھاکر کو گرفتار کرا دیا۔ ٹھاکر میں بس اتنی ہی جان تھی ایسے لونڈوں
ے مار کھا جاتا۔!"

"یہ بات نہیں ———— خیال ہے کہ اس کی پشت پر غلام سیٹھ کا گروہ ہے۔"

"مگر اس نے تو آبکاری سے مدد لی تھی۔"

"چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔" میرے بارے میں تبصرے ہوتے رہے اور میں دل ہی دل میں
کراتا رہا۔ ویسے میری تلاشی لے کر اسلحے وغیرہ کے بارے میں اطمینان کر لیا گیا تھا' لیکن میں نے ایسی کوئی
نہیں رکھی تھی' جس سے ان لوگوں کو کوئی شبہ ہوتا۔ کافی دیر تک وہ میرے نزدیک جمع رہے' پھر دروازہ
لا اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔

"نرمل ———— تم اس کی دیکھ بھال کرو۔ ہوش میں آجائے تو اطلاع دینا۔ ہیل تم اس کے ہاتھ پاؤں

باندھ دو۔!"

چمڑے کے تسموں سے میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کس دیئے گئے' اور اس کے بعد سب باہ
گئے۔ لیکن پھر بھی کمرے میں کوئی موجود تھا۔ وہ جسے میری نگرانی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ نریما۔۔
کسی لڑکی کا نام بھی ہو سکتا ہے۔! لیکن آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک م
رہا۔ نگرانی کرنے والا بھی شاید افیونی تھا۔ ایسا دم سادھ کر بیٹھا تھا کہ بس۔ ہلنے جلنے تک کی آواز نہیں
تھی' اور جب یہ سکوت ناقابل برداشت ہو گیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے آنکھوں میں باریک سی جھری پ
میری نگرانی کرنے والا میرے بالکل قریب تھا۔ شاید بستر کے نزدیک کرسی ڈال لی گئی تھی لیکن اس بار با
جھری سے صرف اس کا ہیولہ ہی نظر آ سکتا تھا۔ میں اس کا چہرہ وغیرہ دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے
ہمت کی۔!

اور اب میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا دبلے پتلے جسم کی چیچک رو اور بدشکل لڑکی تھی' لباس بھی بد
کا استعمال کیا گیا تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور غم آلود تھیں۔ وہ میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر اسے
آنکھیں کھلنے کا احساس ہو گیا۔ اور وہ مضطربانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ میری مسہری پر ر
میرے طرف جھک آئی۔

"کیا۔۔۔۔ کیا تم ہوش میں ہو۔۔؟" اس نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔ یہ سرگوشی کیا معنی رکھ
میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ لڑکی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ "سنو۔۔۔۔ کیا تم ہوش میں
میں اپنے ذہن میں فیصلے کر رہا تھا۔ بہرحال اس وقت اس کمرے میں اور کوئی موجود نہیں تھا اگر اس
جال ڈالا جائے تو ممکن ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔!
میرے سینے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔!

"تم۔۔۔۔ تم کون ہو۔۔۔۔ میں کہاں ہوں۔۔؟" میں نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔ تم۔۔۔۔ نہیں جانتے۔۔۔۔ تمہارے دوستوں نے
کیا ہے۔ تم زبردست خطرے میں گھرے ہوئے ہو۔" لڑکی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"یہ کونسی جگہ ہے۔ تم کون ہو۔۔؟"

"میں کوئی نہیں ہوں۔ یہ رمپو ہے۔ ہل اسٹیشن رمپو۔۔۔۔ بنگلہ نمبر سات۔" لڑکی نے جوا

"اگر میں خطرے میں ہوں تو تم مجھے اس سے آگاہ کیوں کر رہی ہو۔۔؟"

"میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ سنو۔ اگر میں تمہارے ہاتھ پاؤں آزاد کر دوں تو کیا تم خاموشی
سے نکل جاؤ گے۔۔؟"

"اور تم۔۔۔۔؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں۔۔۔۔ میں کچھ نہیں۔۔۔۔ بس میں۔ میں۔۔۔۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔؟" میں لڑکی کی نفسیات سے کسی حد تک آگاہ ہوتا جا رہا تھا۔

"نریما۔۔۔۔!" اس نے تذبذب سے جواب دیا۔

"تمہاری اس ہمدردی کا شکریہ۔۔۔۔ لیکن میں اپنی زندگی کے لئے تمہاری زندگی خطر
ڈال سکتا۔"

"مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چاہے جس وقت ختم ہو جائے۔ اگر میری وجہ سے تمہاری
زندگی بچ جائے تو اس سے بڑی خوشی مجھے کبھی نہیں مل سکتی۔ زندگی میں ایک بار خوش ہونے کا موقع ملا
ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

کوئی درد بھری کہانی۔ دکھ بھری زندگی۔۔۔۔ اس دنیا میں اس کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ لیکن میرے
لئے کام ہونے والا تھا۔ ایسی شکل میں اس لڑکی کو کیوں الجھایا جائے۔ بیکار ہے۔ ہاں اگر اس سے کچھ اور مفید
معلومات حاصل ہو سکیں تو وہ اہمیت رکھتی تھیں۔ "شاید تم بہت دکھی ہو نریما۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔ مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ کوئی خوشی بھی نہیں ہے۔ میں زندگی کے اس ناکارہ بوجھ کو
گھسیٹ رہی ہوں۔ ابھی تک موقع ہی نہیں مل سکا کہ خود کو کسی کے لئے قربان کر دوں۔ تم اگر پسند کرو
تو۔۔۔۔"

"میرے ہاتھ پاؤں کھول دو نریما۔ لیکن تسمے اس انداز میں پڑے رہنے دو کہ انہیں اندازہ نہ ہو سکے۔"

"ہاں۔۔۔۔ جیسا تم کہو۔ اس نے کہا اور پھر اس نے وہی کیا جو میں نے کہا تھا۔! ایک بات آپ نے
بھی محسوس کی ہو گی۔ مجھے زندگی کے ہزار ہا دکھ ملے۔ بڑی بڑی پریشانیوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن عورت کا میری
زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ عورت کی وجہ سے میں نے بے پناہ کامیابیاں حاصل کیں۔ تھوڑے ہی عرصے
میں بے شمار عورتیں مجھ سے ٹکرائیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ مجھے دھوکہ دینے کے باوجود میرے لئے
نقصان دہ نہ ثابت ہو سکیں۔ ممکن ہے اس بات کو مبالغہ سمجھا جائے۔ لیکن اپنی اس کہانی کو میں فخر کے
جذبات کے ساتھ نہیں بیان کر رہا۔ بلکہ جب اپنی سوانح حیات لکھنے کے بارے میں سوچا۔ تو سب سے پہلے یہ
فیصلہ کیا کہ خود پر کوئی ملمع نہ رہنے دوں گا۔ اور پوری ایمانداری کے ساتھ وہ واقعات بیان کروں گا جو میرے
اوپر بیتے ہیں۔ ایک انسان جسے معاشرے نے باعزت زندگی بخش دی ہے۔ خود کو رسوا کرنا پسند نہیں کرتا۔
لیکن اس گھناؤنی زندگی کے ایک ایک پہلو کو بے نقاب کر کے جو سکون مجھے ملا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ یوں
لگتا ہے جیسے میں نے اپنے دل سے ساری غلاظت نکال پھینکی ہو۔ میں نے اپنے اندر چھپی ہوئی گندگی کے
سارے ڈھیر کو نکال کر آپ کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اور کوئی ایسا کانٹا نہیں رہنے دیا جو میرے ضمیر کو داغدار
رکھے۔!

"میں تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا نریما۔ سوائے اس کے کہ اگر زندگی باقی بچ گئی تو تمہیں
اپنی محسنہ کی حیثیت سے یاد رکھوں گا۔" اور میرے الفاظ سے نریما کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک اداس
سی شمع جل اٹھی۔ اس کا کانپتا ہوا سیاہ ہاتھ میری طرف بڑھا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا۔۔۔۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کیا یاد رکھے جانے کے قابل ہوں۔؟"

"محسنوں کو بھولنے والے ناسپاس ہوتے ہیں۔ میں اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ تم مجھے مل
گئیں۔ دشمنوں کے درمیان ایک دوست کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ شاید تمہیں نہ ہو سکے۔" میں
نے اس کے ہاتھ کو گرفت میں لے لیا۔ اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس کی آنکھوں سے نہ جانے کیا
جھانک رہا تھا۔! اور میں اس کی کیفیات کو کھلی کتاب کی مانند پڑھ رہا تھا۔ بدصورت لڑکی تھی۔ کسی کی توجہ کا
مرکز نہ رہی ہو گی۔ لیکن جوانی کی طلب اس میں بھی ہو گی اور ٹھکرائی جانے والی جوانی یاس کا شکار نہ ہو تو کیا
کرے۔ رہا میرا سوال تو میں تو ایک کاروباری عاشق تھا۔ محبت کے بہت سے ناٹک رچا چکا تھا۔ جب سارڈی

جیسی دیوانی جارحانہ انداز میں مجھ سے اظہار عشق کر سکتی ہے تو اس سیاہ رو حسینہ کے دل میں کچھ کنول کھ دیئے جاتے تو کیا حرج تھا۔

"کاش ------ میں تمہاری زندگی بچا سکوں۔؟" اس نے کہا۔

"اگر میں نہ بھی بچ سکا نریما۔ تب بھی تمہارا احسان اپنی جگہ ہے' جسے میں مرنے کے بعد بھی فراموش نہ کر سکوں گا!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر کھینچ لیا۔ اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثا نمودار ہو گئے۔ میں نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما' اپنے چہرے کے مقابل کیا اور پھر اپ ہونٹوں پر جھکا لیا۔ جب میں نے اس کے جوان ہونٹوں کا بوسہ لیا تو وہ اور حیرت میں مبتلا ہو گئی۔ میں اسے سینے سے بھینچ لیا تھا!

"تمہیں میرے بارے میں کیا معلوم ہے نریما۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہربنس نے انہیں تمہارے بارے میں اطلاع دی تھی۔ کہا تھا بگ تمہیں لے آئے گا۔ تمہارا نام نو ہے نا۔؟"

"ہاں ------ !کیا ہربنس موجود نہیں ہے۔؟"

"آتا ہو گا۔ اس نے ہدایت کر دی تھی کہ بگ جب بھی تمہیں لے کر آئے اسے اطلاع دے دی جائے۔"

"فون پر ------ ؟"

"ہاں ------ !"

"ہربنس یہاں نہیں رہتا۔؟"

"نہیں ------ !"

"کیا تم مجھے بتا سکو گی نریما' وہ کہاں رہتا ہے۔؟"

"عام حالات میں اس کی رہائش گاہ تقسیم چوک پر ایک کوٹھی میں ہے لیکن اس کے دوسرے بہت سے ٹھکانے ہیں۔"

"مجھے ان ٹھکانوں کے پتے بتاؤ گی نریما ------ ؟" میں نے لجاجت سے کہا اور اس کی آنکھوں کو چوم لیا۔ وہ بدستور میرے سینے پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے پوری زندگی میں پہلی بار کسی کی اپنائیت' کسی کا پیار ملا ہو۔ اور اس پیار پر وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔ ایک ساعت خاموش رہی اور پھر اس نے کئی جگہوں کے نام اور پتے بتائے۔ ان میں دو نائٹ کلب' تین ہوٹل شامل تھے۔ میں نے حتیٰ الامکان ان پتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اور پھر میں اس سے اظہار محبت کرتا رہا۔ جو ایک حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔! ہربنس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد چند آدمی کمرے میں آئے۔ نریما قدموں کی چاپ سنتے ہی کرسی پر جا بیٹھی تھی۔! میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"کیا حال ہے نریما۔ اسے ہوش آیا۔؟"

"ابھی نہیں۔"

"اچھا ہے جتنی دیر بے ہوش رہے۔ مسٹر ہربنس ایک ضروری کام میں الجھ گئے ہیں۔ ذرا دیر سے آئیں گے۔ تاہم انہوں نے ہدایت کر دی ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے۔"

"تم لوگ بے فکر رہو۔ جب اسے ہوش آئے گا تو میں تمہیں اطلاع دے دوں گی۔" نریما نے کہا اور وہ گردن ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے۔ میں دل ہی دل میں وقت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ سارڈی اور کیگارو کو میں نے چار گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ اگر اس دوران ہربنس نہ آیا تو۔؟ یہ سوال خاصا پریشان کن تھا۔ نریما پھر میرے پاس آ گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"یہاں کتنے آدمی ہوں گے نریما۔؟"

"اس وقت آٹھ ------ شام کو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں ایسے ہی فرار کرا سکتی ہوں۔ تم اٹھ کیوں نہیں جاتے۔؟"

"میں نہتا ہوں نریما۔"

"میں تمہیں پستول فراہم کر سکتی ہوں۔!" نریما نے جواب دیا اور پھر تیزی سے اٹھ گئی۔ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ غیر متوقع طور پر مجھے بہت اچھا مددگار مل گیا تھا۔ اور میں اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ اپنی زندگی کے لئے میں کوئی روگ نہیں پال سکتا تھا۔ لیکن کسی کی ہمدردی کا جواب دینا تو ضروری ہے۔"

نریما واپس آ گئی۔ اس نے ایک بھرا ہوا پستول میرے حوالے کر دیا۔ "میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔؟"

"نہیں نواز ------ میں یہ سب کچھ اپنے لئے کر رہی ہوں۔ پوری زندگی مجھے کوئی اچھا کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ البتہ دل میں خواہش ضرور تھی۔"

"میں تمہارے لئے کیا کروں نریما ------ مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"کیا تمہارے دل میں میرے لئے یہ سوال ابھرا ہے۔؟"

"ہاں ------ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو سنو ------ تمہارے ذہن میں پیدا ہونے والی ہمدردی میرے لئے سب کچھ ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی اور شے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔!" اس نے جواب دیا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا! یہ لڑکی تو در حقیقت بے حد الجھی ہوئی تھی۔ ابھی میں اس کے بارے میں زیادہ سوچ بھی نہ سکا تھا کہ ------ اچانک باہر ہنگامہ ہو گیا۔

اوہ ------ اوہ ------ کیگارو نے جلد بازی سے کام لیا۔ وہ صبر نہ کر سکا۔ کیگارو کی دہاڑ صاف سنائی دی تھی' اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کی آوازیں شامل تھیں۔ میں پھرتی سے اٹھ گیا۔ نریما بھی دروازہ کھول کر باہر دوڑ گئی تھی۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ تب میں نے باہر کا منظر دیکھا۔ کیگارو اور سارڈی چار آدمیوں سے الجھے ہوئے تھے۔ سارڈی نے دو آدمیوں کی گردنیں بغل میں دبائی ہوئی تھیں اور انہیں چکر دے رہی تھی۔ دوسری طرف کیگارو نے اپنے شکاروں کو فٹ بال بنا رکھا تھا۔ وہ بھی کافی طاقتور اور تن و توش کے مالک تھے لیکن مقابلے پر بڑے بے ڈھب لوگ تھے۔

پھر باقی لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہ جنگ بے مقصد تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آفاقی جوڑا کہاں سے گھس آیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ پوری قوت سے جنگ کر رہے تھے۔ نئے آنے والوں

کے ہاتھوں میں اسٹکیں تھیں جو وہ کیگارو اور سارڈی پر برسا رہے تھے۔ اور کیگارو کے ہاتھ اس
کی وجہ سے سست ہونے لگے تھے۔

پھر ایک خطرناک مرحلہ آگیا۔ ان میں سے ایک کو عقل آگئی اور وہ پستول لے آیا۔ "خبردار۔۔۔
الگ ہٹ جاؤ' ورنہ گولی مار دوں گا۔" اس نے دہاڑ کر کہا۔ اور کیگارو رک گیا۔ یوں بھی وہ اسٹکوں سے
کافی زخمی ہو گیا تھا۔ لیکن سارڈی شیرنی تھی۔ اس نے غراتے ہوئے پستول والے پر حملہ کر دیا۔
لیکن۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے پستول سے فائر ہوا اور گولی نے سارڈی کی پیشانی میں سوراخ کر دیا۔ یہ صورت
حال غیر متوقع تھی۔ کیگارو نے سارڈی کو گرتے دیکھا تو اسے بھی جوش آگیا۔ اور جوش سے مرز
نقصان ہوتا ہے۔ دو گولیاں اس کے سینے میں گھس گئیں۔ لیکن اس نے پستول والے کو پکڑ لیا تھا اور پھر اس
نے اسے زمین سے بلند کر کے نیچے دے مارا۔ دوسرے لوگوں نے پھر کیگارو پر اسٹکیں برسانا شروع کر دی
تھیں۔ صورت حال بگڑ چکی تھی' اب اپنے دوستوں کی مدد کرنا بھی میرے بس سے باہر ہو گیا تھا' چنانچہ میں
نے عقل سے کام لیتے ہوئے فرار ہونے کا پروگرام بنا لیا' اور دوسرے لمحے میں بھاگ نکلا۔۔۔۔۔ وہ لوگ
زخمی کیگارو سے بھی اسی قدر خوفزدہ تھے کہ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آسانی سے باہر
نکل گیا۔ دل کے ایک گوشے میں احساس تھا کہ دونوں سادہ لوح میری وجہ سے مارے گئے۔ لیکن حالات ایسے
تھے کہ میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ عمارت کے پورٹیکو میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کی
طرف بڑھ گیا۔ اور پھر کار اسٹارٹ کر کے باہر لانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔

میں پوری رفتار سے چل پڑا۔ سڑک کا کوئی تعین نہیں تھا۔ بس چل رہا تھا اور میری نگاہیں کسی پبلک
کال بوتھ کو تلاش کر رہی تھیں۔ اور میری ضرورت پوری ہو گئی۔ عمارت سے تقریباً چار میل نکلنے کے بعد
ایک سڑک کے کنارے کال بوتھ نظر آگیا۔ میں نے اس کے قریب کار روک دی اور بوتھ میں داخل ہو گیا۔
میری نگاہیں نزدیکی پولیس اسٹیشن کے نمبر تلاش کر رہی تھیں جو ہر علاقے کے کال بوتھ میں پرنٹ ہوتے
ہیں۔ ضروری نمبروں میں مجھے پولیس اسٹیشن کے نمبر مل گئے اور دوسرے لمحے میں نے جیب سے رومال نکال
کر ریسیور پکڑا اور ناخون سے نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ میری انگلیوں کے نشانات نہ مل سکیں۔

"ہیلو۔" چند ساعت کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"پولیس اسٹیشن۔؟" میں نے لہجہ بگاڑ کر انگریزی میں کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ فرمائیے۔"

"نوٹ کریں۔۔۔۔۔ رمپوہل اسٹیشن۔ بنگلہ نمبر سات۔ یہ منشیات کی تجارت کا بہت بڑا اڈا ہے۔
یہاں رہنے والے آپس میں جھگڑ پڑے ہیں۔ آزادانہ گولیاں چلی ہیں اور کئی قتل ہو گئے ہیں۔ اگر آپ جلدی
کریں' تو بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔ آپ کون ہیں۔ براہ کرم ہمارا انتظار کریں۔" دوسری
طرف سے درخواست کی گئی۔ لیکن میں نے فون بند کر دیا۔ باہر نکلا رومال سے بوتھ ہینڈل صاف کیا اور پھر
کار میں آبیٹھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پولیس اسٹیشن کس طرف ہے۔ اور پولیس کون سے راستے سے آئے
گی۔ بہرحال مجھے یہاں سے بھی دور نکل جانا چاہئے تھا۔ چنانچہ میں نے کار کی رفتار پھر بڑھا دی۔ سڑک کے
کنارے کئی قسم کے کارخانے تھے۔ ان کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے پولیس کار کے سائرن سنائی دیے

...ر میں نے رفتار پر کنٹرول کر لیا۔ دو پولیس کاریں میرے سامنے سے ہی گزری تھیں۔ میں نے چہرہ اس
...ح آڑ میں کر لیا کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے۔

جو کچھ ہوا غیر متوقع ہی تھا۔ سارڈی شاید صحیح وقت کا اندازہ نہیں کر سکی تھی۔ ہربنس پھر بچ گیا تھا۔
...لن بچ کر جائے گا کہاں۔ میں اس کے سارے اڈوں کے نام پتوں سے واقف ہو گیا تھا۔ کافی لمبے سفر کے بعد
...ں ایک بارونق جگہ پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے کار ایک فٹ پاتھ کے کنارے چھوڑ دی۔ لیکن کار کے ہینڈل'
...لیئر اور اسٹیئرنگ سے میں ہاتھوں کے نشانات مٹانا نہیں بھولا تھا۔ میں نے ہربنس پر ایک اور کاری ضرب
...ائی تھی' لیکن ابھی میرا دل نہیں بھرا تھا۔ میں فوری اقدام کرنے کا قائل تھا۔ چنانچہ اس بار میں ایک اور
...لک کال بوتھ میں داخل ہوا۔ اب مجھے کسی قدر اطمینان تھا۔ اس لئے میں نے سکون سے کال بوتھ کے
...رر ضروری نمبروں کا چارٹ دیکھا اس بار میں نے اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ کا فون کیا تھا۔ جو فوراً ہی ریسیو کر
...لیا گیا۔ پولیس کا عملہ کافی مستعد معلوم ہوتا تھا!

"ہیلو۔۔۔۔۔ اسپیشل پولیس ڈیپارٹمنٹ؟"

"فرمائیے جناب۔؟"

"...ل اسٹیشن رمپو پولیس اسٹیشن کو میں نے ابھی کچھ مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ کیا آپ بھی کچھ
...صوصی معلومات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں؟

"کس قسم کی معلومات ہیں جناب۔۔۔۔۔؟ اگر وہ قانون کے مفاد میں ہیں تو ہم خیر مقدم کریں گے۔"

"میں منشیات کے ایک گروہ کے جال کو توڑنا چاہتا ہوں۔ اس کا سربراہ ایک غیر ملکی شخص ہربنس ہے جو
...یک تاجر کی حیثیت سے یہاں مقیم ہے۔ اس کی رہائش گاہ تقسیم چوک کی ایک کوٹھی میں ہے آپ اسے
...ہاں تلاش کر سکتے ہیں اور اگر آپ میری بتائی ہوئی جگہوں پر چھاپے ماریں تو آپ کو بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

"اگر آپ قانون کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو پھر خوفزدہ کیوں ہیں۔ پولیس آفس میں تشریف لے آئیے۔"

"براہ کرم ان جگہوں کے پتے نوٹ کریں۔ اس سلسلے میں' میں بعد میں گفتگو کروں گا۔!"

"جی۔۔۔۔۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے وہ تمام پتے دوہرا دیئے جن کے بارے میں نریما
...نے بتایا تھا۔ دوسری طرف سے شکریہ ادا کیا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے آپ نے اپنے ذرائع سے اس بوتھ کا پتہ چلانے کی کوشش کی ہو گی جہاں سے میں بول
...رہا ہوں۔ لیکن بد قسمتی سے میں آپ سے نہ مل سکوں گا یوں سمجھ لیں میں بھی اسی گروہ کا ایک ٹوٹا ہوا شخص
...ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بچانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔!" میں نے فون بند کر دیا اور
...حسب معمول احتیاطی تدابیر کر کے وہاں سے چل پڑا۔! اب میں کسی حد تک مطمئن تھا۔ اس وقت میں اصلی
...ل میں تھا۔ لیکن مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ کوئی سامان پاس نہ تھا' یہاں تک کہ پاسپورٹ وغیرہ بھی
...یں تھا۔ جیب میں چند سکوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس لئے ذرا غور و خوض سے کام لینا تھا۔ اس وقت
...تنبول میں مجھے کسی اڈے کی تلاش تھی۔ میرے پاس پتے موجود تھے۔ چنانچہ' تھوڑی دور چلنے کے بعد میں
...نے ایک ٹیکسی روکی اور اس سے پار جلوۂ استقلال چلنے کے لئے کہا۔ اور ٹیکسی چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد
...ں ایک خوبصورت شاہراہ پر پہنچ گیا۔!

یہ استنبول کی مصروف ترین شاہراہ ہے۔ یورپ کا حسن بکھرا پڑا تھا' ہزاروں ملکی اور غیر ملکی نظر آ رہے

تھے۔ عمدہ سجی ہوئی دوکانیں' سینما۔ ریستوران اسٹورز وغیرہ ——— مجھے گولڈن اسٹورز کی تلاش تم
کا سنہرا نیون سائن دور سے ہی نظر آگیا۔ جیب سے ساری ریزگاری جمع کی اور ڈرائیور کے ہاتھ پر رو
اس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" ڈرائیور نے گردن جھٹکی اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ جب وہ نگاہوں سے او جھل
میں نے دور دور تک نگاہ دوڑائی' سب اپنی اپنی دھن میں مست تھے۔ کسی کی توجہ میری طرف نہیں
اردگرد سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے گولڈن اسٹورز کا رخ کیا۔ سونے کے زیورات کا شاندار اس
بے شمار ملازم کام کر رہے تھے۔ اعلیٰ درجے کی خواتین خرید و فروخت میں مصروف تھیں۔ اس عم
میں میرے داخلے کو حیرت سے دیکھا گیا۔ اور پھر ایک ملازم میرے قریب پہنچ گیا۔

"فرمائیے جناب۔؟"

"اوہ ——— معاف کیجئے۔ مجھے ایک قیمتی ہیرا فروخت کرنا ہے۔ کیا میں یوسف کمالی سے ملاق
سکتا ہوں۔؟"

"ہیرا آپ کے پاس موجود ہے۔؟"

"ہاں ———!"

"آپ اس کے مالک ہونے کے کاغذات رکھتے ہیں؟"

"یقیناً ———!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کا نام ——— کیا آپ کے پاس کارڈ موجود ہے؟"

"نہیں ——— بس آپ میرا نام نواز اصغر بتا دیں۔ انقرہ سے آیا ہوں۔"

"براہ کرم انتظار فرمائیے۔!" ملازم نے کہا اور ایک خوبصورت کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ جس پ
کے ایئر ٹائٹ دروازے لگے ہوئے تھے' وہ کیبن میں داخل ہو گیا۔ اور میں کیبن کے قریب پہنچ ا
کرنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اچانک دروازہ کھلا اور ملازم کے آگے ایک وجیہہ شخص نظر آیا' ہ
نہایت نفیس اور بے داغ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کی نگاہ میرے اوپر پڑی'
میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"مسٹر نواز اصغر ———" اس نے جھک کر پوچھا۔

"خادم ہی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ ہوں۔ ملازم بے گناہ ہے۔" اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور بے تکلفی سے
پکڑ کر کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں اس کی چالاکی پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ ہاتھ پکڑنے
اس نے میری کلائی دیکھنا چاہی تھی۔ لیکن گروہ کے نشان پر ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں
کی شکل دیکھی۔

"میرا خیال ہے میں صحیح جگہ آیا ہوں۔؟"

"شاید ———!" اس نے زیر لب کہا اور اپنی کلائی میرے سامنے کر دی۔ میں نے اس کی کلا
کا نشان دیکھ لیا تھا۔

"شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی کلائی پر سے بھی ٹیپ چھڑا لیا۔

"اوہ ——— اب مجھے بھی آپ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔" اس نے بھی کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— میں نے آپ کی بے چینی محسوس کر لی تھی۔ اس وقت جب آپ نے دوستانہ انداز میں
بڑی کلائی پکڑی تھی اور آپ نے اس پر نشان نہیں پایا تھا۔"

یوسف کمالی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "ہاں میں نے خود کو ہی چالاک سمجھا تھا۔ حالانکہ سلیمان بے
نے مجھے آپ کے بارے میں پوری رپورٹ دے دی تھی۔"

"خوب آدمی ہے سلیمان بے۔"

"آپ نے کہاں قیام کیا مسٹر نواز اصغر۔ ہم تو آپ کو اسٹیشن پر بھی نہیں تلاش کر سکے تھے۔"

"لمبی کہانی ہے۔ تفصیل سے سناؤں گا۔ فی الحال مجھے کرنسی اور سامان کی ضرورت ہے۔"

"براہ کرم فہرست بتا دیں۔" اس نے مستعدی سے کہا اور کاغذ پنسل سنبھال لی۔ میں نے بے تکلفی سے
سے اپنی ضرورت کا سامان نوٹ کرایا۔ اس نے پوری تفصیل' میرے لباس کا ناپ وغیرہ نوٹ کر کے گھنٹی
بجائی اور فہرست ایک ملازم کے حوالے کر دی۔ "آپ کے لئے کیا منگواؤں۔؟"

"کافی ——— اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔"

اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی اور نئے آنے والے ملازم کو ہدایات دے دیں۔ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اور
پھر ہم اس وقت تک خاموش رہے جب تک ملازم کافی وغیرہ نہ لے آیا۔ میں نے ڈرائی فروٹس میں سے کچھ
یا اور یوسف کمالی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں استنبول میں آپ کے قیام کے بارے میں میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔" اس نے کہا۔

"دراصل ——— کچھ کام میں اپنے لئے خود تلاش کر لیتا ہوں۔ آپ کو ان کی مختصر تفصیل بتاؤں گا۔
پہلے یہ بتائیں کہ مقامی طور پر آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔"

"مقامی طور پر تو ہم کچھ نہیں کر پا رہے۔ سخت مقابلہ ہے۔ ہم وہ آسانیاں فراہم نہیں کر سکے ہیں جو
ہربنس کو حاصل ہیں۔"

"ہربنس کے علاوہ اور کوئی حریف۔؟"

"نہیں ——— باقی لوگ تو چھوٹے چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں۔ ان سے بھی معقول آمدنی ہو
سکتی ہے۔ لیکن وہ سب ہربنس سے مال لیتے ہیں۔ چنانچہ پورے ترکی میں ہم ہربنس سے دبے ہوئے ہیں۔
مجبوراً غلام سیٹھ نے مقامی سیل تقریباً بند کر دی ہے۔ بس چند اڈے ہیں جو ہمارا مال لیتے ہیں۔"

"ہوں ———!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بہرحال میں آپ کو ان دنوں کی تفصیل تو ابھی
نہیں بتاؤں گا' ہاں ——— ایک خوشخبری ضرور سناؤں گا۔"

"اوہ ——— کیا؟ براہ کرم جلدی سنا دیں۔ بہت عرصے سے کوئی خوشخبری نہیں سنی ہے۔"

"میں نے ہربنس کو تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

"ارے ———!" یوسف کمالی نے حیرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ پھر تشویشناک انداز میں
بولا۔ "لیکن مسٹر نواز اصغر ——— کام بہت مشکل ہے۔ وہ یہاں بہت مضبوط ہے۔"

"میں مضبوط لوگوں سے ہی ٹکرانے کا عادی ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ہم آپ کی کامیابی کے منتظر رہیں گے۔ لیکن کیا اس سلسلے میں غلام سیٹھ سے گفتگو ہوئی ہے۔؟ میرا

مطلب ہے کہ کیا انہوں نے اجازت دے دی ہے۔؟"

"ایک طرح سے یہ ذاتی معاملہ سمجھ لو۔ اور میں ذاتی معاملات میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہ سمجھتا۔"

میرے الفاظ پر کمالی کچھ دیر تک سوچتا رہا اور کافی کے گھونٹ پیتا رہا۔ پھر بولا۔ "بہرحال' ہر بنس سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو ذاتی طور پر میں بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ کامیابی' یا ناکامی کی صورت میں آپ تمام ذمہ داری قبول کریں گے۔ میرے پاس بہترین لڑکے موجود ہیں جو مقامی غنڈے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کمالی ——— کل صبح کے اخبارات پڑھنے کے بعد ہی اس بارے میں فیصلہ کریں۔"

"کل صبح کے اخبارات!؟"

"ہاں ——— فی الحال اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاسکوں گا۔"

"بہت سخت ہیں آپ ——— اب تو خواب آور گولیاں لے کر ہی سونا پڑے گا۔ ورنہ صبح ہونا مشکل ہو جائے گی۔" یوسف کمالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور پھر بولا "میں کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری رہنمائی کریں گے؟"

"ہلٹن ہوٹل ——— عمدہ ہوٹلوں میں سے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا ٹیلیفون نمبر دے دیں۔ وہاں سے فون کروں گا۔"

"ہاں ——— ہاں ——— یقیناً۔" یوسف کمالی نے کہا اور اپنا کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ لیکن میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ میں نے کئی بار اس کا فون نمبر دوہرایا اسے ذہن نشین کرنے کے بعد واپس کر دیا۔ یوسف کمالی کے چہرے پر تحسین کے آثار ابھر آئے تھے۔

"درحقیقت آپ بے حد محتاط انسان ہیں مسٹر نواز۔ آپ کے بارے میں جو کچھ سنا ہے غلط نہیں۔"

"میں جن حالات سے گزر رہا ہوں مسٹر کمالی۔ ان کے تحت آپ لوگوں کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا ورنہ آپ بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہمیں خدمت کا موقع نہیں دے رہے۔"

"میں نے عرض کیا نا۔ ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ اگر ضرورت ہوتی تو میں آپ کو ضرور تکلیف دیتا۔"

کافی دیر تک یوسف کمالی سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میرا مطلوبہ سامان آگیا۔ میں نے سامان سے سلیپنگ سوٹ نکالا۔ شیونگ بکس لے کر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا اور پھر گرم پانی کے غسل نے صرف یہ کہ تھکن نچوڑ دی بلکہ طویل دنوں کا بوجھ بھی ذہن سے اتار دیا اور میں نے خود کو غیر معمولی طور پر چاق و چوبند محسوس کیا۔ پھر نئے سوٹ نے میری شخصیت بدل دی اور بلاشبہ میں نے خود کو بے حد اسمارٹ محسوس کیا۔

"اس نئے حلئے میں یوسف کمالی کے سامنے گیا تو اس کی آنکھوں میں بھی تحسین کے آثار ابھر آئے۔

"اچھا مسٹر کمالی' اجازت دیں۔" میں نے کرنسی نوٹ جیبوں میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ مسٹر نواز ——— ویسے میں شدت سے آپ کا منتظر رہوں گا۔ استنبول بے حد حسین جگہ ہے اور یہاں آپ جیسے خوبرو انسانوں کے چاہنے والوں کی تعداد بھی بہت ہے۔"

"یقیناً ——— اگر میں اپنے اس ذاتی مشن میں کامیاب رہا تو آپ کے ساتھ کچھ عمدہ وقت گزرے گا" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔ بازار اسی طرح پر رونق تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اسے ہلٹن ہوٹل چلنے کے لئے کہا۔ ہلٹن ہوٹل کا نام ہی مسافر کے معزز ہونے کا ضامن تھا۔ ڈرائیور نے مودبانہ انداز میں ٹیکسی آگے بڑھادی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل ہلٹن کے وسیع و عریض پارکنگ لان میں اتر رہا تھا۔ دراز قامت اور سرخ و سفید اسٹیوارڈز نے مجھے ریسیور کیا۔ اور میرا فینسی سوٹ کیس اٹھالیا۔ بل ادا کر کے ان کے ساتھ اندر آیا۔ اور پانچویں منزل پر ایک خوبصورت کمرے کا حقدار بن گیا!

یہ رات پھر تنہا تھی۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا' اس کے بعد تنہائی اور سکون کی نیند ضروری تھی۔ بستر میں لیٹے لیٹے' بہت کچھ سوچتا رہا۔ بھرا ہوا پستول سرہانے رکھ لیا تھا۔ ان دنوں زیادہ ہی خطرہ تھا۔ بہرحال نیند کی دیوی نامہرباں نہ تھی۔ رات سکون کی آغوش میں گزری۔ ماحول بدل جانے سے طبیعت پر خوشگوار اثر پڑا تھا۔ شیو کیا' غسل کیا اور عمدہ لباس پہن کر بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی۔!

بیرا آیا تو اس کے ہاتھوں میں اخبارات کا ڈھیر تھا۔ شاید اخبارات مسافروں کو فراہم کئے جاتے تھے۔ بیرے کو ناشتے کا آرڈر دے کر میں اخبارات پر ٹوٹ پڑا۔ اور پہلے ہی اخبار کی سرخی دیکھ کر روح جھوم اٹھی۔ سرخی تھی۔

"ایک غیر ملکی تاجر کی پر اسرار سرگرمیاں کھل گئیں۔ تاجر منشیات کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔" میں نے جلدی جلدی پوری خبر پڑھنا شروع کی۔

"گزرا ہوا دن پولیس اور اسپیشل پولیس کے علاوہ آبکاری والوں کا بھی مصروف ترین دن رہا۔ انہوں نے استنبول میں منشیات کے اڈوں پر چھاپے مارے اور کروڑوں روپے کی ناجائز منشایت قبضے میں کرلیں۔ یہ کاروبار ایک غیر ملکی شخص کی زیر سرپرستی چل رہا تھا' جس کا نام پولیس نے صیغہ راز میں رکھا ہے۔ یہ تاجر بڑے حلقوں میں کافی نیک نام سمجھا جاتا تھا اور اس کے اوپر بڑا اعتماد کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کی قلعی اس وقت کھلی جب ہل اسٹیشن رمپو کے پولیس اسٹیشن کو کسی نامعلوم شخص نے فون کر کے بتایا کہ بنگلہ نمبر سات منشیات کا ایک بہت بڑا اڈہ ہے۔ اسمگلروں اور منشیات فروشوں میں چل گئی ہے اور اس وقت اس بنگلے میں کئی لاشیں موجود ہیں۔ پولیس نے نامعلوم مخبر سے مزید مدد چاہی' لیکن اس نے فون بند کر دیا۔ بہرحال پولیس نے فوری طور پر عمارت پر ریڈ کیا' اور مخبر کی اطلاعات درست ثابت ہوئیں۔ بنگلے میں چھ لاشیں دریافت ہوئیں' جن میں کوئی مقامی نہیں تھا۔ پولیس نے لاشوں کو قبضے میں کرنے کے بعد عمارت کی تلاشی لی۔ تو عمارت کے تہہ خانوں سے اسے منشیات کے عظیم الشان ذخیرے دستیاب ہوئے' جن سے اس غیر ملکی تاجر کی شخصیت پر روشنی پڑی۔ نامعلوم مخبر نے ایک اور کارنامہ انجام دیا' اس نے اسپیشل پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کر کے منشیات کے اڈوں کی فہرست بتائی اور کہا اگر فوری طور پر چھاپے مارے جائیں تو بہت کچھ مل سکتا ہے اور اس کی یہ اطلاع بھی درست ثابت ہوئی۔ اس نے کہا کہ وہ اس گروہ سے برگشتہ کوئی شخص ہے۔ اس کے بتائے ہوئے اڈوں سے نہایت قیمتی منشیات دریافت ہوئی ہیں۔ درجنوں افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لیکن

اس گروہ کا سرغنہ غیر ملکی تاجر ہنوز مفرور ہے۔ پولیس نے ناکہ بندی کر دی ہے تاکہ وہ استنبول سے سکے۔ امید ہے کہ اسے جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔"

پوری خبر پڑھنے کے بعد میرا دل چاہا کہ میں خوشی سے رقص کرنے لگوں۔ لیکن بیرا ناشتہ لے بیرے کو بھاری ٹپ دے کر میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور پھر ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ ناشتے سے فارغ ہو بعد میں نے فون پر یوسف کمالی کے نمبر ڈائل کئے۔!

"ہیلو ـــــــ یوسف کمالی۔!"

"خادم ـــــــ!" میں نے کہا۔

"اوہ ـــــــ لوہ ـــــــ میں ایک گھنٹے سے فون کے پاس بیٹھا آپ کے فون کا انتظار کر رہا کرم جلدی بتایئے۔ جلدی بتایئے کیا یہ سب کچھ۔؟"

"آپ کے خادم کی کاوش ہے مسٹر کمالی۔"

"اور آپ اسے ذاتی کام کہہ رہے تھے۔؟"

"ہاں مسٹر کمالی۔ اس کی ہدایت نہیں ملی تھی۔ بس ذاتی طور پر اس نے میری توہین کی تھی۔ مجھ سمجھ کر میرے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کمال ہے ـــــــ کیا اس کارنامے کا کوئی جواب ہے۔؟"

"میں ابھی کوئی داد وصول نہیں کروں گا مسٹر کمالی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ ابھی آزاد ہے۔"

"اوہ ـــــــ تو کیا....؟"

"ہاں ـــــــ اس کے بعد میں آپ سے ملاقات کر کے درخواست کروں گا کہ مجھے استنبو رنگینیوں سے روشناس کرائیں۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی کمالی کو اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ "ہیلو۔!" میں نے ہی اسے کیا۔

"بہرحال میں آپ کیلئے نیک تمناؤں کے اظہار کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔" کمالی نے ایک سانس لے کر کہا۔

"اوکے ـــــــ ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا!" میں نے فون بند کر دیا۔ میں نے اسے اپنے کمرے وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ فون بند کرنے کے بعد نے صوفے پر پاؤں پھیلا دیئے، میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ استنبول کی ہربنس کو تلاش کر رہی ہے، اس لئے وہ کسی ایسی جگہ تو روپوش نہ ہوا ہو گا کہ مجھ جیسے اجنبی کے تلاش سے مل جائے۔ بہرحال، اگر پولیس اسے تلاش کر کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے، تب بات ہے، میرا انتقام تو پورا ہو جاتا ہے تاہم میں اپنے طور پر اسے تلاش ضرور کروں گا۔ اس کے زندگی کی بازی لگانی پڑے گی۔ وہ اس طرح کہ میں عام پبلک مقامات، منشیات کے اڈوں پر گھوموں ـــــــ ظاہر ہے ہربنس بھی تو انتقام کی آگ میں جل رہا ہو گا۔ وہ مجھے دیکھ کر قابو میں

گی اور پھر دونوں میں سے جو بھی کامیاب ہو جائے!

فیصلہ کر کے میں مطمئن ہو گیا۔ پھر میں نے بیرے کو بلایا۔ بھاری ٹپ سے بیرا ضرورت سے زیادہ مستعد ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے استنبول کے نقشے کی خواہش ظاہر کی اور اس نے پندرہ منٹ میں نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ ایک گھنٹے تک میں نقشے کو غور سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اسے تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ پستول چیک کیا اور اسے بھی لباس میں چھپا لیا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔!

مینار عیسٰی کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے ٹیکسی روکی۔ جس نے مجھے آیا صوفیہ پہنچا دیا۔ آیا صوفیہ کی قدیم دیوار کے سائے میں چلتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا اور ہپڈ روم پہنچ گیا۔ رومی کھیلوں کا وسیع میدان نگاہوں کے سامنے تھا۔ تاریخ نگاہوں میں گھوم گئی۔ آیا صوفیہ کی عمارت کے اس طرف سلطان احمد مسجد نظر آرہی تھی اور بیچ کے میدان میں پرانے قسطنطنیہ کی یادگاریں آج بھی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ ۳۳۴ میں بازنطائن رومیوں نے فتح کیا تھا اور اس کا نام رومی شہنشاہ کانسطنطائن کے نام پر قسطنطنیہ رکھ دیا گیا۔ اور پھر یہاں رومی تہذیب پھیلتی چلی گئی۔ کانسطائن نے یہاں نیا روم تعمیر کیا وسیع میدان کے دونوں طرف بلند و بالا مجسمے تعمیر کئے گئے۔ یہاں پر پیرس کی ہیلن تھی۔ ایک طرف ابو الہول کے آٹھ مجسمے کھڑے تھے۔ دوسری طرف مادہ بھیڑیا کا مجسمہ موجود تھا۔

آیا صوفیہ کی عمارت اندر سے دیکھی، اور پھر وہاں سے نکل آیا۔ اس وقت مقصد یہ نہیں تھا کہ استنبول کی سیر کی جائے۔ ابھی تو ایک اہم فریضہ باقی تھا جس سے نپٹنا بے حد ضروری تھا۔ استنبول کی تاریخ معلوم کرنے کے لئے تو کافی فرصت مل سکتی تھی۔ بشرطیکہ زندگی ساتھ دے سکے۔!

پورا دن آوارہ گردی میں گزرا، کہاں کہاں نہ گیا۔ دوسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔ تیسرے دن کسی حد تک بیزاری کا احساس ہوا۔ وجہ شاید یہی تھی کہ بڑے خشک دن گزر رہے تھے اور کام کی دھن میں باقی چیزوں کی طرف سے دھیان چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ قدم قدم پر استنبول کی رنگینیاں آواز دے رہی تھیں۔ لیکن میں نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لی تھیں، کسی حد تک تو خود پر کنٹرول رہا، اخبار روزانہ پڑھ رہا تھا غیر ملکی تاجر کی تلاش میں چھاپے پر چھاپے پڑ رہے تھے، لیکن ابھی تک وہ ہاتھ نہیں لگا تھا۔ پولیس نے پورے یقین سے کہا تھا کہ اسے استنبول سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا ہے۔

تیسرے دن یونہی آیا صوفیہ کی طرف جا نکلا۔ آج میرا رخ مینار سوزیدہ کی طرف ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ یہاں ایک ٹکٹ گھر بھی تھا۔ میں نے دو لیرے کا ایک ٹکٹ خریدا۔ اور جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ دروازے کے ساتھ ہی لکڑی کی سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ یہ کانسطنطائن کے آبی محل کا راستہ تھا۔ نیم تاریکی میں ماحول بڑا پر اسرار تھا۔ میں نیچے اترتا رہا، اور تھوڑی دیر کے بعد میں کانسطنطائن کے آبی محل کے سامنے کھڑا تھا۔ تین سو چھتیس مرمریں یونانی ستون جو کمر کمر تک گہرے پانی میں کھڑے تھے۔ محل کی چھت سے پانی کی بوندیں رس رہی تھیں۔ سیڑھیوں کے قریب چند ستونوں پر روشنی کے بلب روشن تھے۔ روشنی کی لہروں پر پانی میں کودتی مچھلیاں نظر آرہی تھیں اس کے قریب ہی وہ آبی جزیرہ تھا جسے میں جیمز بانڈ کی فلم "فرام رشیا ودلو" میں دیکھ چکا تھا۔ اس ماحول نے ذہن میں عجیب سے خیالات بیدار کر دیئے۔

لیکن پھر میرے عقب سے ایک آواز ابھری اور اچانک ذہن کے تار جھنجھنا گئے۔ "آؤ ـــــــ واپس

چلیں۔!" اور یہ آواز میری سماعت کیلئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن میں اعصاب پر قابو رکھتا تھا۔ میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا واپس چلنے کا مطلب تھا کہ باہر ــــــ اور میں نے ان لوگوں کو گزر جانے دیا۔ جو واپس جا رہے تھے۔!

جب وہ واپس جانے لگے تو میں نے انہیں دیکھا۔ ایک طویل القامت مرد تھا۔ اور دوسری کوئی عورت ــــــ یا لڑکی ــــــ دبلی پتی سی۔! میں ان دونوں کے عقب میں چل دیا۔ اور پھر جب وہ جھونپڑی سے باہر نکل گئے تو میں بھی نکل کر روشنی میں آگیا۔ آنکھوں میں چکا چوند تھی' لیکن ان لوگوں کو تلاش کرنا ضروری تھا۔

اور میں نے اس جوڑے کو تلاش کر لیا۔ لیکن وہ آواز ــــــ وہ آواز' میں نے غور سے مرد کو دیکھا طویل القامت اور خوبرو انسان تھا۔ شاید مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا۔ لیکن لڑکی پر نگاہ پڑتے ہی ایک بار پھر دل دھک سے ہو گیا۔ یہ ــــــ سو فیصدی نریما تھی۔!

ہاں نریما ــــــ لیکن وہ طویل القامت ــــــ اور پھر میں نے اسے نریما سے جدا ہوتے دیکھا۔ ایک سبز رنگ کی پیکارڈ کھڑی تھی۔ طویل القامت پیکارڈ میں جا بیٹھا اور پیکارڈ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے نریما کی طرف دیکھا۔ نریما کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔

"نریما ــــــ!" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔ اور وہ اچھل پڑی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔!

"تم ــــــ تم ــــــ!" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"وہ چلا گیا نریما ــــــ" میں نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"مگر ــــــ مگر تم خطرے میں ہو۔!" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہمیشہ سے ہوں۔ لیکن تمہیں کسی کا انتظار ہے؟"

"ہاں ــــــ!"

"کس کا ــــــ؟"

اس نے ایک بار پھر سہمی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اور بولی "سنو ــــــ مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دے دو۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ایک خطرناک آدمی مجھ سے ملنے آئے گا۔ میں اس سے گفتگو کرنے کے بعد فارغ ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈارلنگ ــــــ تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" میں نے کہا اور جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں نریما سے زیادہ دور نہیں گیا تھا ــــــ اچانک مجھے کامیابی قریب محسوس ہونے لگی تھی۔ نریما کی موجودگی کا مطلب تھا کہ ہربنس بھی کہیں قریب ہی موجود ہے۔ تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے۔ نریما بے چینی سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو ــــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے' جیسے وہ نہیں آئے گا۔"

"ہوں۔ گویا فری ہو۔؟"

"ہاں ــــــ لیکن یہاں سے چلو۔ کسی مناسب جگہ چلتے ہیں۔" نریما نے کہا اور میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ نریما کا ہاتھ برف کی طرح سرد تھا۔ اس کا بدن بھی ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"نریما ــــــ! تمہارے ساتھ وہ دراز قامت کون تھا۔؟"

"وہ ــــــ وہ ــــــ" نریما نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا تھا۔ ٹیکسی ہمارے نزدیک آکر رک گئی۔ "وہ ــــــ وہ ہربنس تھا۔" نریما نے ایک دم کہا۔ اور ایک بار پھر میرے ذہن کے تار ہل گئے۔!

☆ ☆ ☆

"ہربنس" میرے منہ سے سرسراہٹ نکلی۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے نریما کو دیکھا' نریما کا چہرہ اب سپاٹ ہو گیا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے نریما کی طرف دیکھا۔ "کہاں۔؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"جہاں دل چاہے چلو۔ میں کافی دیر کے لئے فری ہوں۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

ہوٹل ہلٹن۔" میں نے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے رفتار تیز کر دی۔ راستے میں گفتگو کرنا احتیاط کے خلاف تھا۔ چنانچہ ہم نے اس وقت تک کی خاموشی اختیار کی جب تک ٹیکسی ہلٹن کے پارکنگ لان میں نہ داخل ہو گئی میں نے بل ادا کیا اور پھر نریما کے ساتھ نہایت سکون سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ گو میرے اندر اضطراب کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن میں نے اب شدید سے شدید حالات میں بھی پُر سکون رہنا سیکھ لیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ نریما نے کمرے کی سجاوٹ یا دوسری چیزوں پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ بس خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ "کیا پیو گی نریما۔؟"

"کافی۔؟" اس نے پھنسی آواز میں کہا۔ اور میں نے ٹیلی فون اٹھا کر روم سروس کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

"کیا بات ہے نریما۔ بہت نروس ہو۔؟"

"نروس۔؟ شاید ــــــ ممکن ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔؟"

"حالات کا اندازہ تم خود نہیں لگا سکتے نواز۔؟"

"تمہیں وہاں کس سے ملنا تھا۔؟"

"بہمن سے۔ مقامی یہودی ہے۔ بظاہر مچھلیوں کی تجارت کرتا ہے۔ لیکن بھاری رقومات لے کر ضرورت مندوں کو اسمگل بھی کر دیتا ہے۔"

"اوہ۔ تو ہربنس یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے۔؟" میں نے بات سمجھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے یہاں اس کی پوزیشن بہت خراب ہو گئی ہے۔"

"لیکن اس کا چہرہ۔؟"

"اس نے داڑھی مونچھیں صاف کرا دی ہیں' کیس ترشوا دیئے ہیں۔ تم نے دیکھا' تم خود اسے نہیں پہچان سکے۔ آج بھی وہ سڑکوں پر تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے۔"

"میری تلاش میں؟"

"ہاں۔ یہاں سے جانے سے قبل وہ تمہیں ہلاک کر دینا چاہتا ہے۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ مسکرائے کیوں۔"

"کیونکہ میں نے بھی کچھ ایسا ہی پروگرام بنا رکھا ہے۔!" میں بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور نریما صوفے کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں پھر جب بیرے نے دروازے پر دستک دی تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ بیرا کافی لے آیا تھا۔ میں نے خود نریما کے لئے کافی بنائی۔ ایک کپ اپنے اور دوسرا اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے جلدی سے گرم گرم کافی کی پیالی منہ سے لگائی اور کئی گھونٹ بھر لئے' جبکہ کافی خوب گرم تھی لیکن اس کے چہرے سے کسی قسم کی تکلیف کے آثار نہیں ابھرے تھے' بلکہ وہ اسی طرح پر اضطراب نظر آ رہی تھی' عجیب پراسرار لڑکی تھی۔ وہ خاموشی سے کافی پیتی رہی۔

"نریما۔؟" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

"ہوں۔!" وہ چونک پڑی۔

"میں تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اپنی کیفیت درست کرنے کی کوشش کرو تو میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔!"

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میرے چند سوالوں کے جواب دو گی نریما۔؟"

"ہاں ضرور۔" اس نے پوری توجہ سے کہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کے اندر کوئی نئی قوت ابھر آئی ہو۔ اب وہ کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔

"اس وقت تم اس عمارت سے کیسے نکلیں' جب وہاں ہنگامہ ہوا تھا اور پولیس نے ریڈ کیا تھا۔؟"

"ہربنس نکال کر لایا تھا' وہ ہنگامے کے بعد وہاں پہنچا تھا۔ لیکن اسے وہاں سے کچھ نکالنے کا موقع نہیں مل سکا تھا کیونکہ پولیس پہنچ گئی تھی۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر چور دروازے سے نکل بھاگا تھا۔ پہلے وہ اپنے دوسرے ٹھکانے پر پہنچا' لیکن پھر وہاں سے بھی چل دیا۔ یہاں اس کی کئی خفیہ رہائش گاہیں بھی موجود ہیں لیکن اب وہ ان میں سے کسی کی طرف سے مطمئن نہیں رہا ہے۔ اس لئے اس نے ایک جگہ بنائی ہے۔!"

"کہاں۔؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"شہزادوں کے آخری جزیرے میں۔"

"اوہ۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ گی نریما۔؟"

"بتا دوں گی۔ ایسی جلدی کیا ہے۔" اس نے کافی کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ نریما کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "ہربنس نے مجھ سے اس پورے ہنگامے کی تفصیل معلوم کی اور میں نے اسے خوب بے وقوف بنایا۔ وہ آج بھی مجھے اپنا ہمدرد اور وفادار سمجھتا ہے۔ لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"میری تلاش۔! کیوں نریما؟"

"تاکہ تمہیں آخری کامیابی سے ہمکنار کرا دوں۔ ہربنس کے تابوت میں آخری کیل گاڑ دوں۔"

"اوہ۔ کیا تمہیں ہربنس سے نفرت ہے۔؟"

"ہاں۔ بے پناہ۔ اس کی وجہ نہیں بتاؤں گی۔ درخواست کروں گی کہ اس کے بارے میں مت پوچھنا۔"

"ہوں۔ ہربنس نے مجھے تلاش کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟؟"

"کچھ نہیں۔ اس کی ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں ہے۔ اس کا سب کچھ برباد ہو چکا ہے۔ یہاں اس کا سب سے بڑا اسٹیشن تھا۔ وہ یہاں سے ہی جیت رہا تھا۔ دوسری جگہوں پر اس کی پوزیشن کمزور ہے۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے۔ وہ اب تک یہاں سے نکل گیا ہوتا' لیکن اسی لئے رکا ہوا ہے' کہ تم اسے مل جاؤ۔!"

"خوب۔ کیا تم مجھے اب بھی نہیں بتاؤ گی نریما' کہ وہ شہزادوں کے جزیرے میں کس جگہ مقیم ہے۔؟"

"متولی کے چھوٹے سے مکان میں۔ جزیرے کے آخری سرے پر ہے لیکن وہ وہاں رات کو بارہ بجے کے بعد ہی پہنچتا ہے۔؟"

"کیا متولی اس کا آدمی ہے۔؟"

"نہیں۔ ہربنس نے اسے بہت بڑی رقم دی ہے۔ اس نے متولی سے جھوٹ بولا ہے' وہ سیدھا سادا آدمی ہے۔"

"شکریہ نریما۔ بس ایک بات اور۔"

"پوچھو نواز۔ جو دل چاہے پوچھو۔"

"وہ کہاں جانا چاہتا ہے۔؟"

"وینس۔ وہاں سے پیرس جانے کے انتظامات کرے گا!"

"بہمن سے اس کی بات چیت ہوئی تھی۔؟"

"ہاں۔ فون پر ------ بہمن نے کہا تھا کہ ممکن ہے وہ اس وقت وہاں پہنچے' ہم اس کی تلاش میں آئے تھے' لیکن ہربنس کو کچھ اور بھی کام تھے۔ اس نے مجھے اختیار دیا تھا کہ میں بہمن سے بات کر لوں۔ وہ کچھ بھی مانگے تیار ہو جاؤں۔ لیکن اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر بہمن پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں اس کا انتظار نہ کروں۔"

"اوہ۔ اس کے بعد تمہیں کہاں جانا تھا۔؟"

"کہہ چکی ہوں۔ رات کے بارہ بجے تک فری ہوں۔ بارہ بجے سے پہلے شہزادوں کے جزیرے پہنچ جانا ہے۔"

"ممکن ہے ہربنس خود ہی بہمن سے مل لے۔"

"ہاں۔ ممکن ہے"

"گویا وقت ضائع کرنا فضول ہے۔!"

"لیکن تم کیا کرو گے؟؟"

"وہی۔ جو ہربنس کرنا چاہتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا' اور نریما نے آنکھیں بند کر لیں۔ "کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے نریما۔؟" میں نے پوچھا

"نہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنی حفاظت کا بھی مناسب انتظام کرلینا۔"

"ہربنس کا تمہارے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"وہ مجھے بھی وینس لے جانا چاہتا ہے۔"

"اگر ہربنس مارا جائے۔ تو تمہارا کیا پروگرام ہوگا نریما۔؟"

"کچھ نہیں۔ ہاں ایک فرض پورا ہوجائے گا۔ اس کے بعد زندگی نے جو بھی راستہ دکھایا' میں اسے خوشی سے قبول کرلوں گی۔"

"فرض۔" میں آہستہ سے بڑبڑایا۔ بہرحال اس سے کچھ پوچھنا فضول تھا اور میں خود بھی ایسی کہانیوں سے بچنا چاہتا تھا' جو مجھے الجھادیں۔ یہ لڑکی میری مدد کررہی تھی۔ میں اس کی مدد کرنے کو تیار تھا۔ اپنی عنایت کا جو بھی صلہ وصول کرنا چاہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں اور میں اسے کچھ نہیں دے سکتا تھا۔!

دفعتاً" نریما نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولی "نواز؟؟"

"ہوں۔!" میں نے توجہ سے کہا۔

"میں۔ میں بہت بدصورت ہوں نا۔؟" نریما نے پوچھا۔ اور میں چونک پڑا۔

"شکل و صورت پر اعتراض' ہمارا حق نہیں ہوتا نریما۔ اس میں انسان کا تو قصور نہیں ہے۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"انسان کا کوئی قصور نہیں ہے نا۔؟"

"قطعی نہیں۔"

"پھر مجھے کیوں ٹھکرایا جاتا ہے نواز۔ لوگ میری طرف دیکھ کر ایسی شکل کیوں بنالیتے ہیں' جیسے ان سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟" وہ جذباتی انداز میں بولی۔

"ہاں۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے نریما۔"

"نواز۔ اس دن تم نے مجھ سے پیار کیا تھا۔" وہ بے باکی سے بولی۔

"ہاں۔!"

"نواز۔ میں کوئی باکردار لڑکی نہیں ہوں۔ میں اسمگلروں کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔ میں نے بہت سے برے کام کئے ہیں۔ لیکن میری بدصورتی مجھے کوئی مقام نہیں دے سکی۔ یقین کرو نواز۔ اگر لوگ میری طرف توجہ دیتے اور میرے دل سے یہ خیال نکال دیتے کہ میں ایک ناکارہ شہ ہوں تو میں جو کام کررہی ہوتی' اس میں بھی یکتا ہوتی۔ میرے کام کو سراہا گیا' میری شخصیت کو نظرانداز کردیا گیا۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ میں عورت بھی ہوں۔ دل نے چاہا کہ عورت کی طلب کسی بھی انداز میں پوری کروں۔ لیکن میں خود یہ حرارت پیدا نہ کرسکی۔ اور ہمیشہ ہارتی رہی۔ اس ہار نے میرے اندر جھنجھلاہٹ پیدا کردی۔ مجھے اپنے کردار کے برے ہونے کا احساس ہونے لگا' اور پھر۔ میں پوری دنیا سے بیزار ہوگئی۔ ذہن میں مختلف خیالات آتے ہیں' کبھی دل چاہتا ہے کہ سڑک پر کھڑے ہوکر قتل عام شروع کردوں۔ ہر خوبصورت مرد کو گولی ماردوں۔ کبھی دل چاہتا ہے لوگوں کو بلیک میل کروں۔ میں ایک تھکی ہوئی عورت ہوں نواز۔ میں پیاسی ہوں۔!"

اور میں نے گہری نگاہوں سے نریما کو دیکھا۔ مظلوم لڑکی۔ لیکن میں اس کے لئے کیا کرسکتا تھا۔!

"نواز۔" وہ پھر بولی۔ اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا' "ہربنس کی قید میں' جب میں نے

تمہاری مدد کرنے کے بارے میں سوچا تھا' تو میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایک نیکی کرلوں۔ ممکن ہے دل کو سکون مل جائے۔ میں ہربنس اور اس کے ساتھیوں سے بیزار تھی۔ میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن نواز۔ اس کے بعد تم نے میری سوچ کے دھارے بدل دیئے۔ تم نے مجھے بالکل اسی انداز میں پیار کیا' جیسے تم نے مجھے پسند کرلیا ہو۔ نواز۔ زندگی میں پہلی بار میں نے ایک مرد کی گرمجوشی کی لذت دیکھی' اور وہ لذت' مجھے اس وقت بھی یاد ہے۔ میں ایک لٹی ہوئی لڑکی ہوں۔ زندگی میں' میں نے خوشیاں بہت کم دیکھی ہیں۔ نواز۔ میں کنواری ہوں۔ بالکل کنواری۔ کیا۔ کیا۔ تم مجھے چند لمحات کے لئے اپنا سکتے ہو۔ میری اپنی حیثیت تو آج تک کچھ نہیں رہی ہے نواز۔ میں نے اپنی ذات سے تو کچھ نہیں پایا ہے۔ لیکن آج میرے پاس ایک کارڈ ہے۔ ایک سنہری کارڈ۔ میں اگر اس کی قیمت وصول کرلوں تو تم برا تو نہیں مانو گے۔؟"

میں حیرت سے نریما کو دیکھ رہا تھا۔ اور بلاشبہ اس لڑکی پر بالاخر مجھے ترس آگیا تھا۔ "کیا چاہتی ہو۔ کیا چاہتی ہو نریما۔؟" میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"میں کنواری ہوں نواز۔ میں پیاسی ہوں۔" اس نے نڈھال لہجے میں کہا میں نے اس کے دونوں شانے پکڑے اور اسے کھڑا کردیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ سانس تیز تھی' اور چہرہ جذبات سے تمتما رہا تھا۔

"اگر تم یہ سمجھتی ہو نریما۔ کہ میں تم سے کوئی سودا کررہا ہوں۔ تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ تم اتنی بری نہیں ہو جتنا خود کو نہ جانے کیوں سمجھنے لگی ہو۔ میں تم سے اس محبت کی کوئی قیمت وصول نہیں کروں گا۔" میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگالیا' پھر میں نے اس کی ٹھوڑی اٹھائی۔ اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔!

نریما بے خود ہوگئی تھی۔ اس نے دونوں بانہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے اندر جذباتی ہیجان پیدا ہوگیا تھا۔ میں نے اسے گود میں اٹھایا۔ اور مسہری پر لٹادیا۔ پھر میں نے دروازہ بند کردیا۔ نریما کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف ابھر آیا تھا۔ وہ کنواری جو تھی۔ کسی مرد نے اس کے کنوارے بدن کو قبول نہیں کیا تھا۔ میں اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔

جس وقت میں لباس پہن کر مسہری کے برابر والی کرسی پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا' اس وقت بھی وہ جوانی کے پہلے خواب میں کھوئی ہوئی تھی' اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ ایک انوکھا سکون' ایک انوکھی طمانیت اس کے چہرے پر رقصاں تھی۔ جیسے اس نے زندگی کی منزل پالی ہو' جیسے اس نے زندگی کا سفر طے کرلیا ہو۔ اور اب اس کے بعد کوئی اور سفر نہ ہو۔ اس کے بعد اسے کسی اور منزل کی خواہش ہی نہ ہو۔!

یکے بعد دیگرے تین سگریٹیں پھونکنے کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ "نریما۔؟" اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وفور مسرت سے چمکتی ہوئی آنکھیں۔ چند ساعت وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اسے اپنی برہنگی کا احساس ہوا۔ اس نے جلدی سے ایک چادر کھینچ کر اپنے جسم پر برابر کرلی۔ اور پھر وہ شرمائے ہوئے انداز میں مسکرانے لگی۔

"باتھ روم۔" میں نے کمرے سے ملحقہ باتھ روم کی طرف اشارہ کیا اور اس نے شرما کر چادر چہرے پر ڈھک لی۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی تھی۔! نہ جانے مجھے کیا شرارت سوجھی۔ میں خاموشی سے اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اسے اچانک مسہری سے اٹھالیا۔ بہت ہلکی پھلکی تھی۔!

اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے تھوڑی سی جدوجہد بھی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن

میرے قوی ہیکل بازوؤں سے نہ نکل سکی اور میں اسے لے کر باتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر اسے ٹب میں لٹا کر اس کے جسم سے چادر کھینچ دی۔!

"نواز۔؟" اس نے ایک ادا سے پکارا۔

"آرام سے لیٹی رہو۔ میں سب کچھ کر دوں گا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس نے اپنے نسوانی حصوں کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔!

چہرہ کیسا بھی ہو۔ لیکن جسمانی طور پر بہرحال وہ عورت تھی' اور دوسری عورتوں سے مختلف نہیں تھی بلکہ اس میں انفرادیت تھی۔ وہ یہ کہ اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ ایک بار پھر میرے جذبات بھڑک اٹھے اور میں نے اسے ٹب سے نکال لیا۔ "بس نواز۔ اب نہیں۔" وہ مجھے روکنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ اور بالآخر خاموش ہو گئی۔ غسل خانے کے فرش پر ایکبار پھر زندگی کا سب سے لذت آگیں کھیل شروع ہو گیا اور چند لمحات کے بعد وہ اس کھیل میں میری برابر کی شریک بن گئی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد ہم آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے فروٹس اور کافی رکھی ہوئی تھی' جس کی ضرورت ہم شدت سے محسوس کر رہے تھے۔! اس بار نریما نے اپنے ہاتھ سے کافی بنائی۔ اس کے چہرے کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ بدرونقی اور مایوسی کی نقاب نہ جانے کہاں سرک گئی تھی' اور اب وہ کسی قدر دلکش نظر آنے لگی تھی۔!

ایک سرخ رنگ کے سیب کو وہ دانتوں سے کاٹتے ہوئے بولی "اب مجھے اجازت دو نواز۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"پھر کب ملو گی؟"

"رات کو۔ بارہ بجے۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"پل غلطہ سے جزیروں کے لئے اسٹیمر رات کو دس بجے تک مل جاتے ہیں آخری اسٹیمر دس ساڑھے دس بجے تک روانہ ہوتا ہے۔ ویسے لوگ راتوں کو زیادہ تر اپنے اسٹیمر استعمال کرتے ہیں۔ آخری جزیرہ کافی آباد ہے۔ وہاں دوکانیں بھی ہیں سواری بھی مل جاتی ہے۔ کسی ایک آدمی کا وہاں کے ماحول میں ضم ہو جانا ناممکن نہیں ہے۔ بارہ بجے تک کا وقت وہاں کے کسی قہوہ خانے میں گزار سکتے ہو۔ اس کے بعد جزیرے کے بائیں سمت اس سفید عمارت کی طرف چل پڑنا' جو عام آبادی سے ہٹ کر ہے۔ عموماً" لوگ اس طرف پکنک منانے جاتے ہیں۔ اگر کسی سے متولی کا مکان پوچھ لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اکثر لوگ ضرورتاً" ادھر جاتے ہیں۔"

"اوہ۔!"

"ٹھیک بارہ بجے۔ میں انتظار کروں گی۔ دیر نہ ہو۔!"

"نریما۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری زندگی۔ جو خوشی تم نے مجھے دی ہے' اس کی تو کوئی قیمت نہیں ہے۔" اس نے دوسرے ہاتھ سے میرا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور میں نے اسے کھینچ کر ایکبار پھر آغوش میں لے لیا۔

"بس۔ بس میرے محبوب۔ بس' مجھے اتنا کچھ مل گیا ہے جو میری بساط سے باہر ہے۔"

"کل کا دن۔ ہماری زندگی میں ایک آزاد دن ہو گا۔ پھر میں تمہارے ساتھ پورے استنبول کی سیر کروں گا نریما۔" میں نے کہا اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا۔

"خدا حافظ۔" اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ اور باہر نکل گئی۔ میں تھکی تھکی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہرنس کا ٹھکانہ مل گیا تھا۔ ممکن ہے میں آج ہی کامیاب ہو جاؤں؟ اور پھر اس کے بعد۔ اس کے بعد وہی روز مرہ کی زندگی۔ بہرحال میری زندگی پر جمود نہیں تھا۔ نت نئے ہنگامے سر اٹھاتے رہتے تھے۔ آج یہاں' کل وہاں۔ یہی روانی مجھے زندہ رکھے ہوئے تھی۔ ورنہ میری زندگی میں تو جانے کتنے روگ تھے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں۔ کیا کبھی میرا ضمیر نہیں پھڑپھڑاتا تھا۔ میں نے ضمیر کی آواز بند کر دی تھی' اس کی زبان گھٹ گئی تھی۔ لیکن اکثر تنہائیوں میں وہ میری درندگی پر احتجاج کرتا تھا۔ کیا یہ لڑکیاں میری ہمدردی کی مستحق نہیں ہیں؟ کیا انسانیت سے میرا کوئی ناطہ نہیں رہا ہے؟۔ میں ان لڑکیوں کو اپنے اچھے برے مقاصد کے لئے استعمال تو کر سکتا ہوں۔ ان کی جذباتی سادگی سے فائدہ اٹھا کر ان سے کام تو لے سکتا ہوں۔ لیکن ان میں سے کسی مظلوم کو اپنا نہیں سکتا۔ کیوں؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔؟ لیکن اس کا فیصلہ بھی آپ کر سکتے ہیں۔ زمانے نے مجھے انسان کہاں رہنے دیا تھا۔ میری جو پوزیشن ہے۔ وہ خود میری اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ میری لاش تو آج بھی کراچی کی نیٹی جیٹی میں موجود ہے۔ جہلم کا اصغر نواز تو بے گور و کفن سمندر پر تیر رہا ہے۔ وہاں سے تو ایک اسمگلر' ایک شاطر دریافت کیا گیا تھا' جسے لا کر اس دنیا میں چھوڑ دیا گیا ہے' جو انسانیت سے دور ہے۔ اور یہ شاطر ——— جب نواز کی بے گور و کفن لاش دیکھتا ہے تو اس کے سینے میں دکھن ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اس مردہ نواز میں زندگی پھونکنا اس کے بس سے باہر ہے۔

نریما۔ اس لڑکی کا کیا کرنا ہے۔ یہ تو ان تمام لڑکیوں سے زیادہ مظلوم ہے جو اب تک مجھے مل چکی ہیں۔ یہ تو اپنی کہانی بھی نہیں سنا سکی' اس کا ماضی' اس کی دکھ بھری داستان تو آج تک میری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ بہرحال۔ حالات نے جو کچھ سمجھایا کروں گا۔ وہ تو خوبصورت بھی نہیں ہے۔ خوبصورت لڑکیوں کو زندگی گرمانے میں بہرحال زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ نریما کے پاس تو یہ ہتھیار بھی نہیں ہے۔ اور نریما کے خیال سے پیچھا چھڑانے کے لئے ضروری تھا کہ میں تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ یوں بھی تھک گیا تھا' اور پھر رات کو کام بھی کرنا تھا۔ نیند کی دیوی مہربان تھی۔!

آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا' اس لئے بالکل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔ بتی جلائی۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ بال سنوارے' لباس پہنا اور خود کو چاق و چوبند کرنے کی کوشش کرنے لگا!

پھر کمرے سے نکل آیا۔ ہوٹل کا ڈائننگ ہال آباد ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ویٹر نے پروگرام کارڈ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے کافی اور کچھ ہلکی پھلکی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ عمدہ پروگرام تھے۔ لیکن مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرا تو اپنا پروگرام تھا۔ کافی وغیرہ آ گئی۔ ویٹر نے پروگرام کارڈ ہٹا لیا تھا۔ میں پائیاں کھلتے ہوئے کافی پیتا رہا۔ اچٹتی نگاہوں سے میں ہال کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ بہت سے چہرے نظر آئے' مختلف لوگ۔ مختلف کیفیات' چند لڑکیاں مسکرائیں' لیکن میں انہیں جوابی مسکراہٹ نہ دے سکا۔ اس کی گنجائش ہی کہاں تھی' نو بجے ہلٹن سے نکل آیا۔ ٹیکسی کی اور پل غلطہ کی طرف چل پڑا۔

باسفورس کے ساحل پر وہی گہما گہمی تھی' لوگوں کو وقت کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اسٹیمر کے بھونپو۔ پل سے گزرنے والی گاڑیوں کا شور۔ میں بھی ایک اسٹیمر میں داخل ہو گیا۔ اسٹیمر میں درجے تھے۔ میں نے سب سے اچھے درجے کی ایک سیٹ کو پسند کیا اور بیٹھ گیا۔ خوش لباس لوگ رات میں بھی تفریح کرنے جاتے تھے۔ اس وقت بھی لڑکے لڑکیوں کا ایک گروہ میرے ساتھ تھا۔ لڑکیاں پتلونیں پہنے ہوئے بال بکھرائے' جوانی کی تمام ضرورتوں سے لیس۔ اور ان کے ساتھی لڑکے' ان کی اداؤں سے محظوظ۔ خوش و خرم۔ ظاہر ہے یہ کسی نیک کام میں شریک ہونے نہیں جا رہے تھے۔ دنیا جاتی ہے۔!

لیکن میں ان سے لاتعلق رہا۔ میں نے ان میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میری نگاہیں زیادہ تر باہر رہیں' جہاں باسفورس کی لہریں گنگنا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک جزیرہ آیا۔ اسٹیمر ساحل سے لگ گیا۔ کچھ لوگ اتر گئے۔ اور۔ اسٹیمر پھر آگے بڑھ گیا۔ تاریکی میں روشنیاں گھلی ملی بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں' اگر ہر بنس کے ہاتھوں بچ گیا۔ سکون کی سانس لینے کا موقع ملا۔ تو ان جزیروں کو دن میں دیکھوں گا۔ اسٹیمر کا سفر جاری رہا۔ اور پھر وہ شہزادوں کے آخری جزیرے سے جا لگا۔ بلاشبہ یہ جزیرہ دوسرے جزیروں سے بڑا اور گھنا آباد تھا۔ نہ جانے یہ شہزادوں کے جزیرے کیوں کہلاتے تھے۔

ساحل پر اتر کر دوسرے مسافروں کے ساتھ چلتا ہوا میں بھی ڈھلوان سڑک پر آ گیا۔ سڑکوں کے کنارے اوپن ایر ریستوران کھلے ہوئے تھے' خوب روشنیاں ہو رہی تھیں۔ ان کے سامنے سفید ڈنر سوٹوں میں ملبوس بیرے' ہاتھ میں مینو کارڈ لئے منتظر تھے۔ بہت سے لوگ ان ریستورانوں میں داخل ہو گئے۔

ڈھلوانوں سے اتر کر میں چوک میں پہنچ گیا' جہاں چند بگھیاں اب بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ ابھی دس بجنے میں چند منٹ باقی تھے' لیکن بارہ بجے سے پہلے میں ایکبار متولی کی عمارت تلاش کر لینا چاہتا تھا۔ اور اس کے لئے بگھی والے سے زیادہ موزوں شخص کون ہو سکتا تھا۔! چنانچہ میں ایک بگھی والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مستوری سے نیچے اتر آیا تھا۔

میں نے چار لیرے اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا۔ "متولی کی رہائش گاہ پر۔"

"زیادہ دور نہیں ہے۔ کہو تو پہنچا دوں۔"

"پہنچا دو۔" میں نے اس کی بگھی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور کوچوان نے بگھی آگے بڑھا دی۔ پختہ سڑک پر گھوڑے کے سموں کی تال گونجنے لگی۔ بگھی صاف ستھری اور خوب سجی ہوئی تھی۔ چاروں طرف جھالریں لٹکی ہوئی تھیں اور گھوڑے کے گلے کی گھنٹیاں اس کے قدموں کی تال سے ہم آہنگ تھیں۔ لیکن سفر طویل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سڑک کے کنارے بگھی روک لی'

"وہ ڈھلان میں متولی کا مکان موجود ہے۔ بگھی وہاں نہ جا سکے گی ورنہ میں ضرور پہنچا دیتا۔"

"ٹھیک ہے دوست۔ کیوں نہ کسی عمدہ سے ریستوران میں چلیں۔"

"ضرور جناب۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ سیدھے سادے کوچوان نے اس بات پر غور کہاں کیا ہو گا کہ ابھی تو میں متولی کی رہائش گاہ پوچھ رہا تھا اور ابھی ریستوران کی بات کر رہا ہوں۔

روشنیوں کا سفر طے ہونے لگا' کوچوان کی سمجھ میں جو اچھا ریستوران آیا اسی کے سامنے اس نے مجھے اتار دیا۔ اس سے عمدہ ساحلی ریستوران تھے' لیکن میں نے یہاں رکنا مناسب سمجھا۔ ساحلی ریستوران میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا میں نے بگھی والے کو پانچ لیرا اور دیئے اور وہ خوش ہو کر بار بار سلام کرنے لگا۔

میں ریستوران میں داخل ہو گیا۔ یہ جگہ بھی اوپن ایر تھی' لیکن یہاں کیبن بنے ہوئے تھے جن پر چھتیں بھی موجود تھیں اور دروازوں کے پردے بھی۔ میں نے کیبن میں بیٹھنا ہی پسند کیا۔ باہر بے شمار جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لوگ عورت کے بغیر بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ میں نے ایک خالی کیبن کا پردہ سرکایا' اور اندر داخل ہو گیا۔ ایک کرسی پر گر کر میں نے تھکے تھکے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن بیرے کی آمد نے مجھے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا اس نے دو کارڈ میرے سامنے رکھ دیئے۔ ایک پر شرابوں کی اقسام اور ان کی قیمت لکھی ہوئی تھی۔ دوسرا کھانے کا مینو تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا' پھر ایک ہلکی شراب کا آرڈر دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کھانے کے لئے بھی کچھ چیزیں نوٹ کرا دی تھیں۔ بیرا باہر نکل گیا اور میں نے کرسی سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔ پردہ سرکنے اور کسی کے داخل ہونے کا مجھے احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اچانک میرے کانوں میں ایک مترنم آواز ابھری۔ "ہیلو۔" اور میں چونک پڑا۔!

میں نے آنکھیں کھولیں۔ منی اسکرٹ پہنے سڈول بدن اور دراز قامت کی سنہرے بالوں والی حسینہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت دیں گے۔؟" اس نے شائستگی سے پوچھا۔

"ضرور۔ تشریف رکھئے۔"

وہ بیٹھ گئی۔ "آپ تنہا ہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔!"

"اور آپ کو ساتھی کی ضرورت ہے۔ میرا نام فارعہ ہے۔ سمندر کے کنارے میرا ہٹ موجود ہے جہاں سے سمندر کا بہترین نظارہ ہوتا ہے۔ میرے ہاں ہر سہولت موجود ہے۔ آپ کو بالکل گھر کا سا سکون ملے گا۔" اس نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا! وہ بھی میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ لڑکی خوبصورت اور پرکشش تھی لیکن اس کا اس انداز میں نزول میرے ذہن میں شبہ پیدا کر رہا تھا۔!

اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا۔ وہ جلدی سے کہنے لگی۔ "کیا آپ یہاں اجنبی ہیں۔؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"اس ہوٹل کا پتہ آپ کو کس سے معلوم ہوا۔؟"

"کسی سے بھی نہیں۔ بس گھومتا ہوا ادھر آ نکلا۔!"

"اوہ۔" اس نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "تو کیا اس کیبن میں بھی آپ یونہی آ بیٹھے ہیں۔؟"

"یقیناً" "کیوں۔؟"

"سوری مسٹر۔ آئی ایم ویری سوری۔ لیکن میرا قصور بھی نہیں ہے' یہاں آنے..... والے عموماً" کھلی جگہ پسند کرتے ہیں۔ کیبن میں وہی لوگ آتے ہیں' جو تنہا ہوں اور جنہیں شب بسری کے لئے کسی ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیرے نے بتایا تھا کہ آپ تنہا ہیں اور کیبن میں ہیں۔ میرا فرض تھا کہ آپ سے معلوم کر لوں سوری مسٹر۔" وہ کرسی کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔

"اوہو۔ تو میں نے آپ سے معذرت تو نہیں کی ہے۔ آپ تشریف رکھئے۔" میں نے کہا۔ وہ میری طرف دیکھتی رہی۔ اور پھر بیٹھ گئی۔

"اگر آپ تنہائی ہی چاہتے ہیں تو تکلف نہ کریں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔"
"شکریہ۔" اس نے اپنا خوبصورت پرس میز پر رکھ دیا۔
"کیا پئیں گی آپ۔؟" میں نے پوچھا۔
"آپ جو پلانا پسند کریں۔ ویسے مجھے احساس ہے کہ میں زبردستی کی مہمان ہوں۔!"
"آپ بلاوجہ اداس ہو گئیں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ یہاں آپ جیسی خاتون سے ملاقات ہو سکتی ہے تو میں سیدھا یہاں آتا۔"
"اوہ۔ شکریہ۔ شکریہ۔" وہ پھر خوش ہو گئی۔ بیرا میرا طلب کردہ سامان لے آیا تھا۔ میں نے فارعہ کے لئے بھی آرڈر دیا۔ اور بیرا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم شراب کی چسکیاں لے رہے تھے۔
"سیاح ہو۔؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔!"
"کہاں سے آئے ہو۔؟"
"پاکستان سے۔!" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے چہرے پر گرمجوشی کے تاثرات پھیل گئے۔
"اوہ۔ پاکستانی ہو۔ پاکستان' جیالوں کا دیس' جو اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کے ارادے خاک میں ملا دیتا ہے اور انہیں خاک و خون کا غسل دے کر ان کی سرحدوں میں دھکیل دیتا ہے۔ جاپان کے ایک انسان نے جسم سے بم باندھ کر امریکن جہاز تباہ کیا تھا اور وہ تاریخ میں زندہ ہو گیا۔" لیکن پاکستان کا ہر جیالا سینے پر بم باندھ کر دشمن کے ایک ٹینک کو تباہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے' کیسے لوگ ہو تم۔ کہاں سے یہ جگر لائے ہو۔؟"
مادر وطن کے بیٹوں کی یہ تعریف سن کر سینہ فخر سے پھول گیا۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ لیکن پھر اپنے کردار کی پستی کا خیال آیا۔ اور دل کٹ کر رہ گیا' کس منہ سے خود کو پاکستانی کہا ہے۔ کیا وطن کی پیشانی کے داغ بھی خود کو وطن سے منسلک کر سکتے ہیں۔؟ ذہنی کیفیت بدل گئی۔ طبیعت پر اداسی مسلط ہونے لگی۔ بمشکل خود کو سنبھالا۔ بہت اہم کام کرنا تھا۔ اگر کوئی خاص جذبہ طاری ہو گیا تو کام میں مشکلات بھی پیش آ سکتی ہیں؟
فارعہ محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وجہ محبت کے میں قابل نہ تھا۔ اس لئے میں اس سے فخر نہ محسوس کر سکا۔ اور شراب کا سہارا لیتا رہا۔ وہ مختلف باتیں کرتی رہی اور میں خود کو دوسرے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا رہا۔
"ان جزیروں کو شہزادوں کا جزیرہ کیوں کہا جاتا ہے؟" میں نے فارعہ سے سوال کیا۔
"کسی زمانے میں جب ترک شہزادے محل سرا کی کسی سازش میں ملوث پائے جاتے' یا کسی وجہ سے سلطان کے زیر عتاب آجاتے تو انہیں ان جزیروں میں نظربند کر دیا جاتا تھا۔ اسی نسبت سے انہیں "شہزادوں کے جزیرے" کہا جاتا ہے۔ ویسے اب یہ خالص تفریح گاہیں بنکر رہ گئے ہیں۔ استنبول کی سخت گرمی اور حبس سے گھبرائے ہوئے لوگ ادھر کا رخ کرتے ہیں اور جزیروں پر زندگی رواں دواں ہوتی ہے۔"
"خوب۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ فارعہ نے کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی دیکھی۔ اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔"
"اوہ۔!" میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے بیرے کو بلانے کے لئے بیل کا بٹن دبا دیا۔ بیرہ آیا۔ اور میں طلب کر کے ادا کر دیا۔ فارعہ میرے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی۔ "ایک بات پوچھوں فارعہ۔؟"
"ضرور ڈیر۔!"
"تمہارے ہٹ میں ایک رات قیام کا کیا معاوضہ ہوتا ہے؟"
میرے اس سوال پر وہ اداس ہو گئی۔ "باذوق۔ اور سلیقے کے لوگوں سے ہم معاوضہ طے نہیں کرتے۔ لا انسان بھی ٹکرا جاتے ہیں' بہرحال چونکہ یہ پیشہ ہے' اس لئے ان سے بات کر لینا پڑتی ہے۔ اگر کوئی کا انسان ہم سے ہماری قیمت پوچھے تو ہم یہ ذمہ داری اسی کے سر ڈال دیتے ہیں وہ ہماری جو قیمت اسے قبول کر لیتے ہیں۔"
"میں اس سوال پر شرمندہ ہوں فارعہ۔ دراصل اس کی کچھ اور وجہ تھی۔" میں نے کہا۔
"کیا؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔
"آج کی رات میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔"
"اوہ..."
"مجھے کوئی ضروری کام ہیں۔ ہاں۔ لیکن یہ رات بہرحال میری ہے۔ تم نے میرے ساتھ جو وقت گزارا اس نے مجھے بے حد ذہنی سکون بخشا ہے اور..... اس سکون کے لئے میں کچھ نذرانہ دینا چاہتا ہوں۔" نے کچھ نوٹ نکالے' اور فارعہ کے ہاتھ سے پرس چھین لیا۔
"مجھے ذلیل نہ کرو دوست۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"میں تم سے پھر ملاقات کروں گا فارعہ۔" میں نے جواب دیا۔
"کب۔؟"
"بہت جلد۔ اپنے کام سے فراغت پانے کے بعد۔"
"کل۔؟"
"یہ نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے چند روز گزر جائیں۔ ویسے تمہارے ہٹ کا کیا پتہ ہے۔؟"
"تیج پر اٹھائیس ہٹ ہیں۔ آخری ہٹ میرا ہے۔ اور اس کا نمبر اٹھائیس ہے۔"
"میں آؤں گا فارعہ۔ میں ضرور آؤں گا۔ جس وقت بھی میرے ذہن نے تمہاری طلب محسوس کی۔ انشاء۔" میں نے کہا۔ بارہ بجنے میں اب تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا۔ اور میں یہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔
"خدا حافظ۔" اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔ اور مڑ کر ایک طرف چل دی۔ میں نے فوراً ذہن اس رف سے ہٹا دیا۔ اب میں صرف اپنے کام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
تفریح پسندوں کا جزیرہ تھا۔ لوگ راتوں کو بھی مصروف رہتے تھے' اس لئے ایک آسانی تھی۔ وہ یہ کہ ی بہ آسانی مل جاتی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک بگھی روکی' اور اس میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس جگہ کے ہ کا پتہ بتا دیا' جہاں متولی کی عمارت تھی اور بگھی نے پندرہ بیس منٹ میں مجھے وہاں پہنچا دیا۔ جس وقت حولی کی عمارت کے نزدیک پہنچا' ٹھیک بارہ بج رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میرا دل دھڑکا۔ میں ایک اک کام کرنے جا رہا تھا۔ وہ کام جو میں نے اب تک نہیں کیا تھا۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کوئی

بیرونی روشنی نہیں تھی۔ تو میں اس جگہ سے واقف نہیں تھا' لیکن بہرحال ان جگہوں کے بارے میں
لگا سکتا تھا۔ جہاں سے چوروں کی طرح اندر داخل ہوا جاسکے۔ چہار دیواری پھلانگنے میں مجھے کوئی
نہ آئی اور میں عمارت کے عقبی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے عقبی دروازے کے ہینڈل
دروازہ بند نہیں تھا۔!

شاید نریما نے میرے لئے آسانیاں فراہم کردی تھیں' عمارت کے بارے میں' میں نے انداز
اس میں چار پانچ سے زیادہ کمرے نہیں ہوسکتے۔ ان میں سے دو کمروں میں نائٹ بلب روشن تھے
متولی کی خواب گاہ ہوگا اور دوسرا ہربنس اور نریما کا۔! میں نے کی ہول سے اندر جھانکا۔ بیڈ پر ایک
تھا۔ اس نے ایک ریشمی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ اس کی پشت نظر آرہی تھی۔ گنجے سر سے میں
لگایا کہ وہ متولی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے دروازے کو باہر سے
لیکن میں نے احتیاط نظر انداز نہیں کی تھی۔ دروازے کے ہینڈل کو رومال سے پکڑ کر میں نے کہ
انگلیوں کے نشانات نہ رہ جائیں۔!

ادھر سے فارغ ہو کر میں دوسری خواب گاہ پر پہنچا اور یہاں بھی میں نے اسی انداز سے اندر
بستر تھے' جن میں ایک پر نریما سو رہی تھی' اور دوسرے پر یقیناً" ہربنس تھا۔ نریما کی بھی پشت
تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہربنس البتہ منہ ڈھکے سو رہا تھا۔ چھت میں ایک خوبصورت
ہوا تھا۔ لیکن نائٹ بلب ایک لیمپ شیڈ میں جل رہا تھا۔ میں نے دروازے پر زور آزمائی کی اور
گیا۔

کھلا ہوا ہے۔ میرے ذہن نے آواز لگائی۔ نریما نے حتی المقدور میرے لئے آسانیاں فر
تھیں۔ میں نے دھڑکتے دل سے دروازے کو دھکا دیا۔ اور دروازہ کھل گیا۔ تب میں نے لمبا کلہ
نکال لیا۔ اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر ہربنس کے پلنگ کی طرف بڑھا۔ اور پھر میں نے پلنگ میں ایک
ٹھوکر ماری۔!

میرے دانت بھینچے ہوئے تھے اور غیض و غضب سے میری آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔
گہری نیند کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ میری ٹھوکر اسے نہ جگا سکی۔ دوسرے لمحے میں نے اس پر
گھسیٹ دی۔ لیکن چادر کھینچتے ہی میرے منہ سے آواز نکل گئی۔ مسہری خالی تھی۔ گدے اور تک
انداز میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا تھا کہ سوتا ہوا انسان معلوم ہو۔ اور اس بات کا مطلب تھا کہ ہربنس
سے لاعلم نہیں ہے۔ ایک لمحے میں مجھے خطرے کا احساس ہوا اور دوسرے لمحے خطرہ سامنے آگیا
اچانک فانوس روشن ہوگیا تھا۔ اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ میں سانپ کی
دروازے پر ہربنس کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا پستول چمک رہا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تھا۔ "تمہارا
ہربنس تم جیسے چوہوں کے فریب میں آجائے گا۔" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔ اس کی
سانپ کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی' ذہن کو سلا دینے والی۔! دشمن سامنے تھا
میں تھا۔ میری پوزیشن خراب تھی' لیکن صرف چند لمحے تردد رہا۔ اور اچانک میرے اندر کا جذ
آیا۔ میں اس سکھڑے سے کیا مرعوب ہوسکتا تھا۔ مجھے کونسا زندگی سے پیار تھا۔!

"چوہا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے چوہا کہہ رہے ہو ہربنس' تم۔ کیا اس چوہے نے
مارے سارے جال نہیں کتر ڈالے۔؟"

"ہاں۔ کتر ڈالے ہیں۔ لیکن چوہوں کا انجام بھی تمہیں معلوم ہوگا؟"

"بشرطیکہ تم مجھے چوہا ثابت کردو۔" میں نے نریما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ ان
الات میں بھی سو رہی ہے۔ کیا نریما نے غداری کی تھی۔؟ کیا اس نے میری آمد کے بارے میں ہربنس کو بتا
تھا۔ لیکن یہ دو رخی کیوں۔؟ ہربنس شاید میری ذہنی کیفیت کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے ہونٹوں پر زہریلی
مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس لڑکی۔ کو دیکھ رہے ہو' جس نے زندگی بھر میرا نمک کھایا ہے۔ یہ تمہاری کیا مدد کر سکتی ہے؟" اور
اچانک میرے ذہن میں ایک کیل سی چبھ گئی۔! نریما کو کیا ہوا۔؟ ہربنس شاید خیالات پڑھنے کا ماہر معلوم ہوتا
چنانچہ فوراً" بولا۔

"تمہارے خیال میں اس کی غداری کی کیا سزا ہوسکتی ہے۔؟"

"تو۔ تو کیا تم اسے سزا دے چکے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں آج کے کام کل پر اٹھا رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا ہوا اسے۔؟" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر نریما کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں۔ میرے دوسرے مہرے پٹ گئے تھے۔ میں نے اسے بھی راستے سے ہٹا دیا۔ یہ میری
ضرورت نہیں تھی۔"

"اوہ۔" میں نریما کی طرف لپکا۔ میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔ نریما کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے
گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔ ان آنکھوں میں بڑی بے بسی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ نریما غدار نہیں
تھی۔ اس نے کھلے دل سے میری مدد کی تھی۔ لیکن چالاک ہربنس اس کے فریب میں نہ آسکا۔!

میں نریما کو چھوڑ کر سیدھا ہوگیا۔ ہربنس پوری طرح ہوشیار تھا۔ پستول کا رخ بدستور میری طرف
تھا۔ "تم نے اسے کیوں قتل کردیا۔؟"

"تم جانتے ہو۔ اس نے میرے خلاف سازش کی تھی۔ کانسطنطائن کے آبی محل سے نکل کر میں تو
گیا تھا۔ یہ وہاں رہی۔ اس کے بعد اس کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ لیکن یہ کئی گھنٹے تک غائب رہی اور پھر
جب واپس آئی تو اس کے چہرے پر ایک انوکھی خوشی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مسرت تھی جو اس سے
پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مجھے شبہ ہونا لازمی تھا۔ اور پھر میرے دوست' نواز۔ میں نے اس کی
زبان کھلوالی۔ میں نے اس سے معلوم کرلیا کہ یہ تم سے مل چکی ہے۔ اور پھر اندازے قائم کرنا میرے لیے
مشکل نہیں تھے۔ یہ تو ہوئے تمہارے سوالوں کے جواب۔ اب تم میرے چند سوالات کے جواب دو۔!"
اس نے میری طرف دیکھا۔!

نریما مر چکی تھی۔ میری ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ خون کھول رہا تھا۔ موت کی مجھے پرواہ نہیں
تھی۔ لیکن یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ میرا دشمن زندگی کی سانس لیتا رہے اور اپنی کامیابی پر بغلیں بجائے' چنانچہ
میں ہربنس کو گفتگو میں الجھا کر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کا خواہش مند تھا۔ لیکن مقابلہ خطرناک دشمن سے تھا
آنکھوں سے دل کا حال جان لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے چہرے پر کسی قدر سراسیمگی پیدا کرلی' جیسے میں

بدحواس ہوگیا ہوں۔

"کیا تم غلام سیٹھ کے لئے کام کر رہے ہو۔؟" ہربنس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے انکار مناسب نہ سمجھا۔

"کیا غلام سیٹھ کی ہدایت تھی کہ یہاں کی پولیس کو میرے پیچھے لگا دو؟"

"نہیں۔!" میں نے سکون سے کہا۔ لیکن اس دوران میں ایک پچویشن متعین کر چکا تھا۔ اس کے
کوئی ترکیب نہیں تھی۔ حالانکہ میں چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر نہیں تھا۔ لیکن دشمن کو قابو میں کر
لئے میں اس وقت کوئی کوشش نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اطمینان سے چاقو اس انداز
پکڑ لیا کہ اسے آسانی سے پھینک سکوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے چہرے کی سراسیمگی برقرار رہنے دی

"ٹھاکر کو بھی تم نے ہی گرفتار کرایا تھا۔؟"

"ہاں۔!"

"مقامی طور پر تمہارا ایکشن کون کنٹرول کر رہا ہے۔؟"

"اس کا نام یوسف کمالی ہے۔"

"یوسف کمالی۔؟"

"ہاں۔ گولڈن اسٹورز کا مالک۔!" میں نے بتایا۔

"گولڈن اسٹورز۔" ہربنس نے پرخیال انداز میں تھوڑی کھجائی، اور میرے لئے یہ بہترین مو
ہربنس کی توجہ تھوڑی سی ہٹی تھی اور دوسرے لمحے چاقو پستول کی گولی کی طرح میرے ہاتھ سے نکل
اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، ہربنس کو فوراً ہی حماقت کا احساس ہوگیا تھا، چنانچہ ٹریگ
کے ساتھ پستول سے گولی نکلی اور دیوار کا پلاستر ادھیڑ گئی۔ ہاں اگر میں اپنی جگہ نہ چھوڑ دیتا تو وہ میرے
ہوتی۔ لیکن ہربنس نے میرے چاقو کی طرف توجہ نہیں دی تھی، اس لئے نقصان اٹھا گیا۔ چاقو بغیر کسی نشا
کے پھینکا گیا تھا اس لئے وہ ہربنس کی ران کے جوڑ میں پیوست ہوگیا۔!

بڑی خطرناک جگہ تھی۔ ہربنس نے گرتے گرتے دوسرا فائر کر دیا، گولی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی
گئی، لیکن اب میں دشمن کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ہربنس نے
کی طرح پلٹنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کوشش میں ران میں گھسے ہوئے چاقو کا دستہ زمین سے رگڑ
ہربنس وہ پوزیشن نہیں لے سکا جو لینا چاہتا تھا۔ اس کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ اور دوسرے
میں اس پر چھا چکا تھا۔ میں نے اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ لیا اور دو دفعہ اسے زمین پر مارنے سے دو
چلیں۔ لیکن اس کے ساتھ پستول ہربنس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

گو وہ سخت زخمی تھا، لیکن خوفناک جدوجہد کر رہا تھا۔ اس نے ران میں گھسے ہوئے چاقو کو نکا
کوشش کی۔ لیکن میں اس کے دونوں ہاتھ روکے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ہربنس کو چت کر
پھر میں نے چاقو کے دستے پر گھٹنا رکھ کر اسے پوری قوت سے دبا دیا۔ ہربنس کے حلق سے دہاڑ نکلی تھی
پھر وہ مسلسل چیخنے لگا، اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے تھے۔ اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر میں نے چاقو
سے پکڑا اور پوری قوت سے کھینچ کر اسے دوبارہ ہربنس کے دل کے مقام پر پیوست کر دیا۔ ہربنس
سے چیخ رہا تھا۔ اور اب اسکی جدوجہد بالکل ختم ہو چکی تھی۔ میں نے چاقو کھینچ کر اس کے لباس سے

دوسری طرف متولی جاگ گیا تھا اور اب بڑی شد و مد سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔!

کیا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ تیز روشنی میں، میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا۔ کوٹ پر خون کے دھبے پڑ گئے تھے۔
پتلون وغیرہ محفوظ تھی اور بہرحال یہ غنیمت تھا، میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ بظاہر میرا کوئی
نشان نہیں تھا۔ چنانچہ میں حسب معمول احتیاط سے دروازہ کھول کر نکل گیا۔ باہر نکل کر میں نے پوری قوت
سے ڈھلائی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ رات چونکہ کافی جا چکی تھی، اس لئے دور دور تک انسان کا پتہ نہیں
تھا۔

جب میں متولی کے مکان سے کافی دور نکل آیا۔ تو میں نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ میرے
دل میں مسرت کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن کسی گوشے میں ٹیس بھی تھی۔ اس گوشے میں مظلوم نریما
تھی، جس نے بہرحال اپنی خوشی پوری کر لی تھی۔ وہ یہی تو چاہتی تھی نا۔ کہ کوئی نیک کام کر کے کسی کی مدد
کر کے زندگی کا اختتام کرے۔!

متضاد کیفیتوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ گو میں نے ایک ایسے جرائم پیشہ شخص کو قتل کیا تھا
جس کی پولیس کو بھی تلاش تھی۔ لیکن بہرحال قتل، قتل ہوتا ہے مجھے خطرہ تھا کہ میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔
گرفتاری سے بچنے کے لئے مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا۔ میرا کوٹ بھی خون آلود تھا۔ اس خون آلود کوٹ
سے چھٹکارہ ضروری تھا۔ اگر جزیرے سے نکل جانے کی کوئی صورت ہوتی تو کیا ہی اچھا تھا۔ لیکن اس وقت
ساحل کی طرف جانا خطرناک تھا۔ لوگ با آسانی میرے اوپر شبہ کر سکتے تھے۔

تب اچانک میرے ذہن میں ایک نام ابھرا۔ فارعہ۔ کیا میں یہ رات فارعہ کے ہاں گزار سکتا ہوں۔ اس
وقت، اس پورے جزیرے پر وہی میری شناسا تھی اور رات بھر کے لئے مجھے اس کے پاس پناہ مل سکتی تھی۔
حالانکہ وہ خود بھی میرے اوپر شبہ کر سکتی تھی۔ لیکن بہرحال میں اسے سنبھال لوں گا۔

لیکن مسئلہ کوٹ کا تھا۔ اس کا کیا کروں۔؟ میں سوچتا رہا۔ اور پھر ایک احمقانہ کوشش کرنے کے لئے چل
پڑا۔ میں نے سمندر تک کا فاصلہ پیدل ہی طے کیا اور اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں ہٹ بکھرے ہوئے تھے۔
سمندر کے کنارے پہنچ کر میں نے کوٹ سے تمام چیزیں نکالیں اور پھر تاریکی میں ہی کوٹ پر سے خون کے
دھبے دھونے لگا۔ دھوبی کا کام بھی میں نے خوب ہی کیا۔ نہیں کہہ سکتا تھا، کہ خون کے دھبے پوری طرح
دھلے یا نہیں۔ لیکن میں نے بھرپور کوشش کی تھی۔ اور پھر کسی حد تک مطمئن ہو کر میں نے کوٹ پہنا،
اپنی چیزیں کوٹ میں رکھیں۔ چاقو جیب سے نکال کر دور سمندر میں اچھال دیا۔ اور پھر سمندر میں کئی قدم
آگے بڑھ گیا۔ میرے سارے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ کپڑوں میں رکھے نوٹ وغیرہ بھی بھیگ گئے تھے۔ تب
میں سمندر سے نکل آیا تھا۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہٹوں کے درمیان چل پڑا۔ آخری ہٹ تک
پہنچنے کے لئے تقریباً" ایک میل کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ہٹ نمبر اٹھائیس کے پاس پہنچ کر میں رک گیا۔!

ہٹ تاریک تھا۔ یقیناً" فارعہ سو چکی ہوگی۔ شاید تھا۔ گھڑی میں سوا دو بج رہے تھے۔ بہرحال میں نے
لرزتا ہوا ہاتھ بڑھایا اور کال بیل بٹن پر انگلی رکھ دی اندر گھنٹی بجنے کی مسلسل آواز گونجنے لگی۔ میں نے بٹن
سے انگلی نہیں ہٹائی تھی اور بالآخر ہٹ کے مکیں کی نیند ٹوٹ گئی۔ روشنی ہوگئی، اور پھر کسی کے قدموں کی
چاپ سنائی دی۔

"کون ہے۔؟" اندر سے آواز آئی اور میں نے ایک پرسکون سانس لی۔ فارعہ ہی کی آواز تھی، جسے میں

صاف پہچان لیا!

"دروازہ کھولو فارعہ۔" میں نے کسی قدر نڈھال آواز میں کہا۔ فارعہ نے بھی شاید میری آواز پہچا
اس نے حیرت زدہ انداز میں دروازہ کھول دیا مجھے اس کے سامنے زبردست اداکاری کرنا تھی۔

"تم۔؟" فارعہ کی حیرت زدہ آواز ابھری اور پھر اس نے آگے بڑھ کر جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
اندر آؤ۔ ارے تمہارا لباس بھیگ رہا ہے۔"

"ہاں فارعہ۔" میں نے ایک طویل سانس چھوڑی۔ اور اندر داخل ہو گیا۔ "مجھے معاف کرنا فارعہ
نے تمہیں اتنی رات گئے پریشان کیا۔ کیا تم تنہا ہو۔؟"

"ہاں۔ یہ رات تمہاری تھی۔ تم نے اسے قبول نہیں کیا۔ لیکن میں ایک دیانت دار دوکاندار
میں نے یہ رات کسی اور کو نہیں دی۔" فارعہ نے جواب دیا۔

"میں خود کو دھوکہ دینے میں ناکام رہا فارعہ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں خود فریبی میں مبتلا
سکتا۔ میں ناکام ہو چکا ہوں۔" میں نے نڈھال آواز میں کہا۔ اور فارعہ نے میرا وزن زیادہ سے زیادہ اپ
لے لیا۔ وہ مجھے سہارا دیئے ہوئے اندر لے گئی۔ چھوٹا سا خوبصورت ہٹ تھا۔ کمرے کا قالین میر
ہوئے جوتوں سے خراب ہو رہا تھا' لیکن فارعہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ اس نے میرے شانو
ڈال کر مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا پھر اس نے میرے کوٹ کے بٹن کھولے اور اسے اتار کر سٹینڈ پر لٹکا
کے بعد وہ میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے جوتوں کے بند کھولنے لگی۔

"فارعہ۔!" میں نے پاؤں سکوڑ کر ہلکا سا احتجاج کیا۔

"اوں ہوں۔" اس نے محبت سے میرے پاؤں پھر آگے کیئے۔ جوتوں کے بند کھول کر اس نے
پھر موزے اتارے۔ اور انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ "قمیص بھی اتار دو' اور پتلون بھی۔ میں تمہیں
ہوں۔" اس نے کہا۔ اور پھر ایک الماری سے سفید رنگ کی ریشمی چادر نکال لائی۔ پہلے اس نے میر
کے بٹن کھولے اور پھر قمیص اتار کر چادر میرے شانوں پر ڈال دی۔ میں نے چادر سنبھال کر پتلون
اور وہ تمام کپڑے لے کر باہر چلی گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ دل ہی دل میں اپنی اداکاری
تھا۔ میں اسے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ خاصی دیر میں آئی۔ اور جب آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی' جس میں عمدہ قسم کی
اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک گلاس میں زیادہ اور دوسرے میں کم شراب انڈیلی اور
نزدیک آئی اور پھر اس نے زیادہ شراب والا گلاس میری طرف بڑھا دیا۔

"لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔"

"ہاں فارعہ۔ میں خود کو بھول جانا چاہتا ہوں۔" میں نے دکھی آواز میں کہا۔ اتنی دیر میں' میں
سوچ چکا تھا۔ میں نے گلاس خالی کر دیا اور اس نے ناپ کر پھر تھوڑی سی شراب میرے گلاس م
دی۔

"آہستہ آہستہ پیو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ ر
پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "دلوں کا غبار نکال دینے سے غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ میں تمہاری کوئی نہی
تمہارے لئے اجنبی ہوں' لیکن' تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ تمہاری کسی کمزوری سے کبھی فائدہ ا

نہیں کروں گی۔ مجھے دل کا حال سنا دو۔ مجھے دل کا راز بتا دو۔"

"تم بے حد مہربان ہو فارعہ۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ مجھے اور شراب دو۔" اور اس نے ناپ کر
تھوڑی سی شراب میرے گلاس میں انڈیل دی میں نے اس میں سے ایک ہلکی سی چسکی لی۔ اور پھر ہونٹ
چباتے ہوئے بولا۔ "ایک عام سی کہانی ہے فارعہ۔ تم پر کوئی تاثر نہیں چھوڑے گی۔ وطن والوں کے ہاتھوں
گیا ہوں۔ لوگوں نے میرے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ گھر میں میرے لئے کوئی گنجائش
تھی۔ بہن بھائی سب مجھے بری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے بھی منہ موڑ لیا' جس کی
نگاہوں میں زندگی برقرار رکھے ہوئے تھی۔ وہ بھی دوسروں کے ساتھ مل کر بید رد بن گئی اور جب زندہ
کا کوئی سہارا نہ رہا۔ تو زندگی سے منہ موڑنے کا فیصلہ کیا۔ بزدلی نے باز رکھا تو وطن چھوڑ دیا۔ سکون کی
میں بھٹک رہا ہوں۔ لیکن' سمندر کی آغوش بھی مجھے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔"

"اوہ۔" فارعہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت کچھ سوچتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ "
تو تم نے سمندر میں گھس کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔؟"

"اپنا مذاق اڑا رہا تھا۔ اور کچھ نہیں۔"

"اگر تم اتنے دکھی تھے۔ تو تمہیں میری دعوت قبول کر لینا چاہئے تھی۔" فارعہ نے کہا۔

"کیا کرنا چاہئے۔ اس کا صحیح فیصلہ میں آج تک نہیں کر سکا ہوں فارعہ۔ مجھے اور شراب دو۔"

"اب نہیں میری زندگی۔ اب نہیں۔ زیادہ ہو جائے گی۔!" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ خود اس
نے ابھی تک صرف ایک پیگ لیا تھا اور پھر اس نے بہ آہستگی گلاس میرے ہاتھ سے لے کر رکھ دیا۔ "میں
قیمت تو نہیں کر سکتی میری روح۔ لیکن غموں کو بھول جانا اچھا ہوتا ہے۔ کوشش کرو کہ انہیں اپنے
ذہن سے نوچ پھینکو جو تمہاری زندگی کے درپے ہیں۔ تم انہیں کیوں یاد کرتے ہو جو تمہاری پرواہ نہیں
کرتے۔ آؤ۔ میری آغوش تمہارے لئے کھلی ہے۔ دیکھو میں تمہاری ہوں۔" اس نے مجھے سینے سے بھینچ
لیا۔ اس کے جوان جسم کی خوشبو میرے ذہن کے سرور کو دوبالا کرنے لگی۔ اس کا حسین انداز درحقیقت مجھے
کش رہا تھا۔

"فارعہ۔!" میں نے اس کے لباس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اس نے لباس اتارنے میں میری بھرپور مدد
پھر وہ بھی میری چادر میں آگھسی۔ لیکن چادر ہمارے جسموں کو ڈھانپنے میں ناکام تھی۔ ہم دونوں ایک
میں نہیں سما سکتے تھے' چنانچہ اس نے روشنی گل کر کے تاریکی کی چادر اوڑھ لی۔ چھوٹی چادر اتار پھینکی
اس کی انتہائی کوشش تھی کہ مجھے زیادہ سے زیادہ سکون دے اور میں کسی ننھے منے بچے کی طرح اس
پر ...ئل کر رہا تھا۔!

یہ رات بھی میرے تجربات میں ایک اضافہ تھی۔ میں نے عورت کا ایک اور روپ دیکھا تھا۔ بلاشبہ
قابل ... نہیں ہے۔ اس سے لطف اندوز ہونے کے نئے نئے انداز ہیں۔ اس کے پاس صرف جذباتی
... ہے۔ اگر یہ مائل ہو تو ذہن کو بھی وہ سکون بخشتی ہے جو کسی قیمت پر نہیں مل سکتا۔ فارعہ ایک
... لیکن کون جانے وہ کون تھی' کون جانے اس کے درد مند دل میں کون کون سے طوفان چھپے
ایک لمحے کے لئے ضمیر جاگا۔ اس محبت بھری لڑکی کو فریب دینے پر ملامت کی۔ لیکن میں اپنے
... خوب واقف تھا۔ یہ مجھے ہمیشہ غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ میں اس سے

ہوشیار رہتا تھا۔ اسکی جو طلب ہوتی' میں اس کے خلاف کرتا اور میں جانتا تھا کہ اسی میں زندگی ہے اس دشمن کو معلوم تھا کہ اس کے قتل میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ اسے قتل کرنے کی کوشش تو دنیا پھر جب یہ دنیا سے نہیں نپٹ سکتا تو مجھے کیوں پریشان کرتا ہے۔؟

چنانچہ فارعہ کے سوال پر بھی میں نے اسے ایک زوردار پٹخنی دی۔ احمق کہیں کا۔ ہمیشہ الٹے دیتا ہے۔ ہربنس ایک مجرم سہی' پولیس کو اس کی تلاش ہے۔ لیکن کسی بھی ملک کا قانون' کسی عا ہاتھوں' کسی بھی مجرم کو سزا دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میری حیثیت ایک قاتل کی ہے میرے بارے میں معلوم ہو جائے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ پولیس کو اطلاع دے۔ اگر پہلو تہی کرے۔ تو پھر وہ بھی مجرم کی ساتھی۔! یہ راز راز ہی رہنا چاہئے۔ میں نے سختی سے ضمیر کی اور فارعہ کی طرف دیکھا' جس کا خوبصورت بدن تاریکی میں روشنی کر رہا تھا۔ اس کے نقوش پکار زندگی کا اعلان کر رہے تھے۔ ایک بار پھر جذبات میں ڈوب کر میں نے اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ اس وقت بھی میری ساتھی تھی اور اس نے اس وقت تک گرمجوشی سے منہ نہ موڑا۔ جب تک نیند سو نہ گیا۔ خوب گہری نیند تھی...؟

دن چڑھے آنکھ کھلی۔ ایک لمحے کے لئے تو ماحول کا کوئی احساس نہ رہا۔ لیکن دوسرے لمحے یاد آ گئی۔ فارعہ یاد آ گئی۔ اس کا بیڈ روم تھا۔ وہ موجود نہیں تھی۔ میں جلدی سے اٹھا اور چادر جسم گئی۔ دوسرے لمحے میں نے چادر سنبھال لی۔ اور دروازے تک آیا۔!

کچن سے گوشت بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سکون کی سانس لی۔ وہ پولیس کو میرے اطلاع دینے نہیں' ناشتہ تیار کرنے گئی تھی نہ جانے صبح کس وقت وہ میرے نزدیک سے اٹھ کر گھریلوپن ہے اس لڑکی میں۔ اگر باقاعدہ زندگی رکھتی تو اپنے شوہر کے لئے نعمت ہوتی۔

میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن غسل کرتے ہوئے مجھے لباس کا خیال آیا۔ میں نے لبا نہیں تھا۔ بہرحال یہاں میرے اور فارعہ کے علاوہ کون ہے۔؟ میں نے غسل کیا۔ اور پھر چادر لپ آیا۔ لیکن کمرے میں فارعہ موجود تھی۔ اور اس کے ہاتھوں میں میرا پریس کیا ہوا سوٹ تھا۔

"ارے۔" میں چونک پڑا۔ میرا کوٹ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ رات کی تاریکی میں' اور ہما سے میں نے خون کے دھبے دھوئے تھے۔ نہ جانے وہ پوری طرح صاف بھی ہوئے ہوں گے یا نہ کارد عمل میں نے فارعہ کے چہرے پر دیکھا!

لیکن اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ سب ٹھیک ہے تکلیف کیوں کی فارعہ۔؟" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

یہ میں جانتی ہوں۔ "تمہیں نہیں بتاؤں گی۔" آؤ ناشتہ تیار ہے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ اور ہم ہٹ کے دوسرے کمرے میں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا ہوا تھا پہلے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میرے بیٹھ جانے کے بعد خود دوسری کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی خاموشی سے ناشتہ شروع کر دیا۔ فارعہ بالکل خاموش تھی البتہ وہ خاص خاص ڈشیں میری طرف تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے فارعہ۔؟" میں نے پوچھا۔

"میری خواہش ہے تم چند روز میرے ساتھ قیام کرو۔ میں تمہاری زندگی بھر کی ساتھی تو نہیں بن سکتی' چند روز کی ساتھی سہی۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہارے ذہن سے اداسی کی تہیں کھرچ دوں۔ تمہیں دنیا کی اصل شکل دکھا دوں تاکہ تم حالات سے متاثر نہ ہوا کرو۔ یہ دنیا صرف اپنے لئے جیتی ہے۔ اسے دوسروں کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ تم بھی اپنے لئے جیو۔ دوسروں کے لئے جان کھونے سے کیا حاصل۔!"

"تم ٹھیک کہتی ہو فارعہ۔ بس کبھی کبھی درد شدید ہو جاتا ہے۔ ٹیسیں تیز ہو جاتی ہیں تو عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہوں۔ ورنہ اس دنیا سے خوب واقف ہوں۔"

"ماضی کا ہر نقش ذہن سے مٹا دو۔ بھول جاؤ کہ کچھ لوگ تمہاری زندگی سے منسلک تھے۔ اس کے بعد کوئی غم نہیں رہے گا!"

"میں کوشش کروں گا فارعہ۔ لیکن اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

فارعہ میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔ "اگر تم خود کو بہتر محسوس کرتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ میری اور تمہاری منزل الگ الگ ہے۔ میں تمہارے قدموں سے قدم نہیں ملا سکتی۔ خدا حافظ۔!"

"ناراض ہو گئیں فارعہ۔؟"

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں نے صرف ایک حقیقت کہی ہے۔"

"خدا حافظ فارعہ۔؟" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ میری جیب میں بہت سے نوٹ موجود تھے۔ اور ان میں وہ نوٹ بھی شامل تھے جو کل ہوٹل میں' میں نے فارعہ کو دیئے تھے۔

"یہ کیا فارعہ۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بس کچھ نہیں۔ میں نے تمہیں گاہک نہیں' دوست سمجھا ہے۔"

"شکریہ فارعہ۔ میں تمہیں بحیثیت دوست ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" میں نے کہا اور فارعہ نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے جیب سے سارے نوٹ نکالے اور اس کے پیروں کے نزدیک رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک دوست کی گزارش ہے۔"

"یہ کیا۔؟" فارعہ چونک پڑی۔

"میں نے تمہاری دوستی قبول کر لی فارعہ۔ تم ایک دوست کا تحفہ نہ ٹھکراؤ۔" میں نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"سنو۔ سنو تو۔ سنو تو۔" فارعہ کی آواز لڑکھڑائی ہوئی تھی' لیکن میں تیزی سے باہر نکل آیا۔ دولت اس کی ضرورت تھی۔ میرا کیا تھا' جتنی چاہتا حاصل کر لیتا۔ یہ تھوڑی سی رقم اس کے کسی کام آ جائے گی۔ اس کی چند ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ میرے پاس اسٹیمر کا اور پھر ٹیکسی کا کرایہ موجود تھا۔ فی الحال مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ چنانچہ میں پیدل ساحل کی طرف چل پڑا۔ لیکن تھوڑی ہی دور چل کر مجھے ٹھٹکنا پڑا۔ پولیس کے سپاہی چپے چپے پر موجود تھے۔ وہ لوگوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ اکثر کبھی سیاحوں کو' کبھی دوسرے مشتبہ لوگوں کو روک کر وہ ان سے سوالات بھی کر لیتے تھے اور میں اسکی وجہ بخوبی جانتا تھا۔! ہربنس کے قتل کا راز کھل گیا تھا یقیناً" متولی نے اس دوہرے قتل کی اطلاع اسی وقت پولیس کو دے دی

ہوگی' جب وہ کسی نہ کسی طرح دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوا ہوگا۔

لیکن ظاہر ہے پولیس قاتل کا تعین نہیں کر سکی ہوگی۔ جزیرہ تو سیاحوں کی جنت ہے' کسی ایک بارے میں وثوق سے کیا کہا جاسکتا ہے۔ شکر ہے میرے لباس کی حالت مشکوک نہیں تھی' اور اس سلسلہ میں فارعہ کا شکر گزار تھا۔ میرا خیال ہے' میری خاندانی شرافت کے کچھ نقوش آج تک میرے چہرے پر ہیں۔ ایک نگاہ میں کوئی میری صورت سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ میں کبھی ایک خطرناک جرائم پیشہ بن چکا ہوں۔ یہ باپ دادا کی نیکیاں تھیں جو چہرے سے چپکی رہ گئی تھیں' ورنہ میں خود کو ان نقوش کا اہل نہ سمجھتا۔

بہرحال۔ پولیس کے سپاہیوں نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ پولیس اس جگہ بھی موجود تھی۔ لوگ اسٹیمر پر سوار ہو رہے تھے۔ میں نے بھی اسٹیمر میں قدم رکھ دیا۔ اور شکر ہے اس اسٹیمر میں اترنے والا میں آخری آدمی تھا۔ جگہ پر ہو چکی تھی' چنانچہ اسٹیمر نے بھونپو بجایا اور پھر ساحل چھوڑ دیا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے سکون کی سانس لی تھی۔ شہزادوں کے جزیرے سے نکلنے کے بعد اب خطرہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ اسٹیمر فاصلے طے کرتا رہا۔ اور پھر ساحل پر پہنچ گیا۔ میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اور اب میرے دل میں سرور کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔ میں نے اپنا کام پورا کر دیا تھا۔ ہربنس میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ ہاں اس کامیابی میں' میں بھدے نقوش والی زریما کو نہ بھول سکوں گا۔ جس نے اپنی زندگی دے کر مجھے کامیابی سے روشناس کرایا تھا۔ اس کے لئے میرا دل کڑھتا تھا۔! میری نیند تو پوری ہو چکی تھی۔ کوئی کسل بھی نہیں تھی۔ چنانچہ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر آئندہ کے پروگرام بنانے لگا۔ مغرور ہربنس نے مجھے چیونٹی سمجھا تھا۔ لیکن میں اس کے لئے پہاڑ ثابت ہوا تھا۔! بظاہر اب میرے لئے استنبول میں کوئی کام نہیں تھا۔ یہاں بہت سے حادثات رونما ہوئے تھے۔ کیگارو اور سارڈی بہرحال میرے ہمدرد' میرے دوست تھے' ان کی موت' زریما کی موت اور پھر ہربنس کی موت اس لحاظ سے استنبول خاصی خطرناک جگہ ثابت ہوئی تھی۔!

لیکن غلام سیٹھ کو یقیناً" میری کوشش پسند آئے گی جو کچھ بھی ہو رہا تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا بہرحال یہ سب کچھ غلام سیٹھ کے لئے بہت سود مند تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب خود کو یوسف کمالی کے حوالے کردوں۔ میرا ذاتی کام اب کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ میں نے بیرے کو بلا کر صبح کے اخبارات طلب کئے۔!

لیکن نیوز سروس اتنی کوئیک نہیں تھی کہ ہربنس کی موت کی خبر صبح کے اخبارات میں چھپ جاتی۔ اخبارات میں ایسی کوئی خبر نہیں ملی۔! تب میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ سامان وغیرہ میں نے رہنے دیا تھا۔ یوں بھی ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ گولڈن اسٹورز کھل چکا ہوگا۔!

ہوٹل سے باہر آکر میں نے ٹیکسی لی اور گولڈن اسٹورز کی طرف چل پڑا تھوڑی دیر کے بعد میں گولڈن اسٹورز میں داخل ہو رہا تھا۔ یوسف کمالی کی کار باہر ہی کھڑی ہوئی تھی۔ چپراسی چونکہ پہلے بھی ایکبار مجھے دیکھ چکا تھا' اس لئے اس نے جلدی سے میرے لئے دروازہ کھولدیا۔

اندر یوسف کمالی کچھ کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ سنکر اس نے گردن اٹھائی اور مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر زبردست گرمجوشی کے آثار پھیل گئے تھے۔ اور وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف لپکا۔! "ذاتی طور پر میں آپ کا بہت بڑا مداح ہوں مسٹر نواز۔ اس لئے

مصافحہ نہیں معانقہ کروں گا۔" اس نے کہا اور مجھے کھینچ کر سینے سے لگالیا۔ "میں نے بمشکل تمام خود کو روکا ہے۔ ورنہ درجنوں بار خواہش ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں۔ آیئے تشریف رکھیئے۔ آیئے۔" اس نے خود ہی میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔

"کیا پسند کریں گے آپ۔؟"

"جو پلادیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں آپ کو اناناس کی چائے پلواتا ہوں۔" یوسف کمالی نے کہا اور گھنٹی بجا کر اردلی کو بلایا۔ پھر اسے ہدایات دے کر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"خدا کی پناہ آپ نے جس انداز میں ہربنس کو تباہ کیا ہے' میں مقامی باشندہ ہونے کے باوجود' اور اس کے باوجود کہ یہاں میرے ساتھ کچھ خطرناک لوگ بھی موجود ہیں۔ آج تک یہ جرات نہیں کر سکا تھا۔"

"مجھے تو کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ نہ تو مجھے۔ اور نہ ہی ہربنس کو آپ کے بارے میں اندازہ تھا۔ غلط اندازے کی بنیاد پر وہ پھنس گیا۔ طاقت کا صحیح اندازہ لگانا ضروری ہے۔ لیکن ایک بات میرے ذہن میں الجھ رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"وہ یہی جوڑا کون تھا۔ بڑے طویل القامت اور تندرست تھے۔ میں نے ان کی لاشوں کی تصویریں دیکھی ہیں۔؟"

"کیگارو اور سارڈی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہی نام تھے ان کے۔ لیکن۔"

"وہ میرے مددگار تھے۔ بے چارے میری وجہ سے مارے گئے۔ اصل میں میرے اپنے ذرائع تو ہیں نہیں۔ یونہی کچھ لوگ پھنس جاتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کی موت کا رنج ہوا ہے۔"

"غلام سیٹھ کو اطلاع دے دی گئی ہے۔"

"کوئی جواب ملا۔؟"

"ابھی تک نہیں۔ میں بھی انتظار میں ہوں۔ لیکن ہربنس سے آپ کا کہاں ٹکراؤ ہوا تھا؟"

"انقرہ میں۔"

"کیا اس نے براہ راست آپ سے بات کی تھی۔؟"

"نہیں۔ لیکن اس کے آدمیوں نے مجھے اسی طرح تلاش کیا تھا' جیسے میں حقیر چوہا ہوں اور آسانی سے مار لیا جاؤں گا۔ سلیمان بے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہربنس مقامی طور پر بہت طاقتور ہے۔ حکام اس کے قبضے میں ہیں۔ اس لئے وہ میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے بات میری ذات پر آگئی تھی اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ہربنس کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا! اور کسی دوسرے کو تکلیف نہ دوں گا۔"

"ونڈر فل۔ بہرحال ہربنس اس سے زیادہ کیا ہلاک ہوگا۔ یہاں اس ملک کی بڑی ساکھ تھی۔ وہ ختم ہوگئی۔ اس کا پورا کاروبار تباہ ہو گیا۔ اور اب وہ چوہوں کی طرح بلوں میں گھستا پھر رہا ہے۔ ایک آدمی کی اس سے بڑی موت کیا ہو سکتی ہے۔ آج نہ سہی کل اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔ ٹکاسی کے راستے تو بند کردیئے

گئے ہیں۔ نہ بھی گرفتار ہو تو اس سے بڑے دکھ کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اب اس کی کوئی حیثیت نہ رہی۔"

"یہ بات نہیں ہے یوسف کمالی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا ہربنس نے میری اپنی حیثیت کو چیلنج کیا تھا۔ اس نے ایک بڑے اسمگلر کی حیثیت سے سوچا۔ اس نے تصور کہ وہ یہاں ایک مضبوط حیثیت رکھتا ہے اور میں اس کے سامنے گردن تک نہیں اٹھا سکتا۔ تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ دنیا اب ہربنس کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اسے ہر قیمت پر مرنا چاہئے۔ اس کے کاروبار تباہی تو ایک معمولی جھٹکا تھی۔ وہ وہیں پھنس گیا تھا۔ لیکن بہرحال وہاں سے کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ میں اسے زیادہ دنوں تک نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ پولیس کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ لیکن میری نگاہوں سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟" یوسف کمالی نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے یوسف کمالی۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"بھئی کام ختم کا مطلب ہے کہ ہربنس کا پتہ صاف۔ میں نے اسے تلاش کر کے قتل کر دیا۔" میں نے کہا اور یوسف کمالی اچھل پڑا۔

"کب۔؟ کہاں۔؟ کس طرح۔؟" اس نے بیک وقت تین سوال کئے۔

"کل رات۔ شہزادوں کے آخری جزیرے میں۔ متولی کے مکان پر۔" میں نے جواب دیا۔

"خ خ خ۔ خدا کی پناہ۔"

"اس نے اپنی قومی حیثیت ختم کرادی تھی یوسف کمالی۔"

"یعنی۔؟"

"داڑھی مونچھیں۔ اور سر کے بال۔ اس کی شکل بالکل بدل گئی ہے، ممکن ہے پولیس اس کی شناخت نہ کر سکی ہو۔ میرا خیال ہے ہمیں پولیس کی مدد کرنا چاہیے۔!"

یوسف کمالی آنکھیں اور منہ پھاڑے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور گردن جھٹکنے لگا۔ اس اثناء میں اردلی انناس کی چائے لے آیا۔ خاص انداز کی چائے تھی، جو مخصوص طریقے سے بنائی گئی تھی۔ مجھے بہت پسند آئی، اور میں کئی پیالیاں پی گیا۔ یوسف کمالی پر اب بھی سکتہ طاری تھا۔ وہ چائے پی رہا تھا لیکن بالکل خاموش تھا۔!

"تم کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے یوسف کمالی۔؟"

"آپ کے اس زبردست کارنامے کے بارے میں سوچ رہا ہوں مسٹر نواز۔ لگتا ہے آپ غلام بیٹوں کی حیثیت بدل دیں گے۔ آپ نے اس کے راستے کے دو زبردست کانٹے جڑ سے اکھاڑ پھینکے ہیں۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب یوسف کمالی ہی بولا۔ "میرا خیال ہے اب آپ کا ہلٹن میں قیام کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے، کیا آپ میری میزبانی قبول کریں گے۔"

"ہاں۔ اب میزبانی قبول نہ کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یوسف کمالی نے انٹر کام آن کر دیا۔

"احمد۔!" اس نے اپنے مینیجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہلٹن ہوٹل۔ روم نمبر۔ روم نمبر۔؟"

نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"بائیس!" میں نے جواب دیا۔

"روم نمبر بائیس سے مسٹر نواز کا سامان نکلوالو۔ ہوٹل کا بل ادا کر دو۔ اور گولڈ پیلس کے فلیٹ میں ان کی رہائش کا انتظام کر دو۔!"

"اوکے سر۔!" دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور پھر اس نے انٹر کام کو آف کر کے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھالیا۔ اور کہیں اور کے نمبر ڈائل کرنے لگا! دوسری طرف سے فون ریسیو ہونے کے بعد اس نے کہا۔

"سمورا۔؟"

"بول رہی ہوں جناب۔"

"گولڈ پیلس کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔ مسٹر نواز اصغر کا نام سنا ہے؟"

"جی ہاں۔!"

"وہ تمہارے مہمان ہیں۔"

"اوہ۔ ونڈر فل۔ میری خوش قسمتی ہے۔ جناب۔" نسوانی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"ایسے نہیں۔ بات جب ہے کہ مہمان تمہارے ساتھ خوش بھی رہیں۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی جناب۔"

"اوکے۔" یوسف کمالی نے کہا، اور پھر اس نے تیسرا فون ہوٹل ہلٹن کو کیا تھا۔ جس میں اس کے مینیجر کو میرا سامان حوالے کرنے کے لئے کہا گیا تھا اس دوران میں خاموشی سے سگریٹ پھونکتا رہا تھا۔ یوسف کمالی نے ریسیور رکھ دیا۔ اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"استنبول کے شب و روز سمورا کے ساتھ اور خوشگوار ہو جائیں گے مسٹر نواز۔ تھوڑی دیر انتظار کر لیں، اس کے بعد فلیٹ چلیں گے جہاں آپ کا سامان پہنچ چکا ہو گا۔ تب آپ لباس وغیرہ تبدیل کر لیں۔ لنچ سمورا کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں لیں گے۔ اس کے بعد آپ سمورا کے حوالے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ میں ہربنس کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین تھا، لیکن یوسف کمالی سے زیادہ بے چینی کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم فلیٹ کی طرف چل پڑے۔ کمالی اپنی چھوٹی سی خوبصورت کار خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ گولڈ پیلس سنہرے رنگ کی ایک حسین عمارت کا نام تھا۔ بلاشبہ نام سے موزوں عمارت تھی۔ کشادہ فلیٹ تھے۔ فلیٹ نمبر بارہ یوسف کمالی کا تھا۔ اس کا دروازہ آٹومیٹک تھا۔ کمالی نے دروازے کی پلیٹ ہٹا کر دیکھا۔ کوئی اندر آچکا تھا۔ یہ بھی خوبصورت سسٹم تھا۔ مجھے بہت پسند آیا۔ پھر اس نے بٹن دبایا، اور دروازہ کھل گیا۔ اگر کوئی اندر نہ موجود ہوتا تو پھر یہ دروازہ نہیں کھل سکتا تھا، دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی اندر موجود شخص کو آنے والے کی خبر ہو جاتی تھی۔

شانوں سے ٹخنوں تک کے ایک خوبصورت ڈھیلے ڈھالے لباس میں ایک ترکی شہزادی نظر آئی، جو پر وقار انداز میں چلتی ہوئی ہماری طرف آرہی تھی، اس کے ہونٹوں پر ایک پر مسرت مسکراہٹ تھی۔ ہمارے قریب پہنچ کر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی۔

"مسٹر نواز اصغر۔" یوسف کمالی نے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر لڑکی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "خانم سمورا۔!"

"میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی اور سمورا کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔" "بڑی عظیم شخصیت سے متعارف ہو رہی ہوں۔ گمان بھی نہیں تھا کہ کبھی یہ مرتبہ بھی ملے گا۔" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

"محبت ہے آپ کی۔ کہ آپ نے اتنی اہمیت دے دی ہے' ورنہ۔" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

"یہ بات نہیں ہے مسٹر نواز۔ در حقیقت آپ کی کہانیاں کچھ اس انداز سے کانوں میں پہنچی ہیں۔ کہ آپ ایک آفاقی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ ہر مقامی کارکن ایکبار آپ کو دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ مجھے معاف کریں' میں نے آپ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ آپ کے اندر تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ بالکل ہم جیسے ہیں۔" یوسف کمالی نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن چند ہی روز میں آپ نے جو گل کھلائے' ان سے اندازہ ہوا کہ آپ ہم جیسے نہیں ہیں۔" میں ہنسنے لگا۔ تب یوسف کمالی سمورا کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"کیا تم اندازہ لگا سکتی ہو سمورا۔ کہ مسٹر نواز نے استنبول میں کیا طوفان برپا کیا ہے۔"

"جاننے کی خواہشمند ہوں۔" سمورا بولی۔

"اخبارات میں اس پراسرار مخبر کے بارے میں تمہیں معلوم ہے۔ جس نے ہربنس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"ہاں۔ یہ مسٹر نواز کا زبردست کارنامہ ہے۔"

"اب۔ ہربنس کی گردن بھی توڑ دی گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" سمورا چونک کر بولی۔

"مطلب کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔ آؤ۔ اب لنچ کی تیاری کرو۔ ہم پیرولے میں لنچ کریں گے۔"

"مسٹر نواز کو اس فلیٹ سے تو روشناس کرا دوں۔ انہیں ان کی خواب گاہ تو دکھا دوں۔" سمورا بولی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے مس سمورا۔ بس ایک مسہری اور بستر درکار ہو گا۔ ہم تو فقیر منش ہیں' جہاں جگہ مل رہی پڑ رہے۔" میں نے کہا۔

"تب پھر آیئے۔ لباس وغیرہ تو تبدیل کر لیں۔"

"سامان آگیا ہے۔؟" یوسف کمالی نے پوچھا۔

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"آیئے۔" میں نے کہا اور سمورا میرے ساتھ چل پڑی۔ اس کی چال بہت دلکش تھی۔ سلک کے خوبصورت لبادے میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔

"آپ بے حد پرکشش ہیں مسٹر نواز۔ بہت کم لوگوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ دلکش بھی ہوں اور باکمال بھی۔"

"شکریہ سمورا۔ آپ ترکی کی باشندہ ہیں؟"

"یہیں۔ اسی استنبول میں پیدا ہوئی ہوں۔"

"خوب۔ آپ کا حسین پیکر سلطانوں کا عہد یاد دلاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی ترکی شہزادی ماضی کی چادر اتار کر حال میں داخل ہو گئی ہو۔"

"شکریہ۔ آپ بدلے جلد چکا دینے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔"

"حقیقت چھپانے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گفتگو کرتے ہوئے ہم ایک خوبصورت بیڈ روم میں داخل ہو گئے۔ ضرورت کی تمام چیزوں سے آراستہ تھا۔ ایک طرف باتھ روم منسلک تھا۔ ایک الماری میں میرا سامان بھی موجود تھا۔ سمورا نے لباس وغیرہ سلیقے سے ہینگروں میں لٹکا دیئے تھے۔ اس نے خود ہی میرے لیے لباس منتخب کیا اور اسے میرے حوالے کرتے ہوئے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ میں مسکراتا ہوا باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جہاں شیونگ کا سامان بھی موجود تھا۔ اور پھر جب لباس تبدیل کر کے میں باہر نکلا تو سمورا کو اسی کمرے میں پایا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

"ارے' آپ ابھی تک یہاں ہیں۔ میں سمجھا آپ کمالی کے پاس ہوں گی۔"

"میزبان میں آپ کی ہوں' کمالی کی نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دیا۔ ہم دونوں نکل کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے جہاں کمالی ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر اس نے رسالہ رکھ دیا اور پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا آپ حضرات تیار ہیں۔؟"

"بالکل مسٹر کمالی۔"

"تب پھر آیئے۔" وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ اور ہم فلیٹ سے اتر آئے۔ کمالی نے حسب معمول ڈرائیونگ سنبھال لی۔ میں اور سمورا عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ ایک بک اسٹال پر کار روک کر کمالی نے شام کے اخبارات خریدے اور انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر وہ تیز قدموں سے کار کی طرف بڑھا۔

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔" اس نے کسی قدر کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے کئی اخبار خریدے تھے۔ جو اس نے ہم دونوں کو بھی تقسیم کئے خود بھی ایک اخبار دیکھنے لگا۔!

شام کے تقریباً تمام اخبارات میں ہربنس کی موت کی خبر چھپی تھی اس کی دونوں تصاویر بھی تھیں۔ ایک لاش کی۔ اور دوسری پہلے کی جس میں وہ ڈاڑھی مونچھوں کے ساتھ تھا۔ گویا پولیس نے ہربنس کو باآسانی پہچان لیا۔

اخبارات نے بڑی سنسنی خیز سرخیاں جمائی تھیں۔ میں اخبار کی خبر پڑھنے لگا۔! "پراسرار مخبر نے بالآخر' ہربنس کو قتل کر دیا۔"

اسٹاف رپورٹر۔ شہزادوں کے آخری جزیرے پر بدنام زمانہ اسمگلر ہربنس کو قتل کر دیا گیا۔! ہربنس طویل عرصے سے ایک تاجر کی حیثیت سے حکام کی نگاہوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ اس کا اصل کاروبار منشیات کی سمگلنگ تھا۔ اس نے استنبول اور دوسرے شہروں میں منشیات کے اڈے کھول رکھے تھے اور اعلیٰ پیمانے پر لوگوں کو منشیات کا عادی بنانے میں مصروف تھا۔ لیکن بالآخر اس کے گروہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ہل اسٹیشن رمپو کے ایک بنگلے میں ان میں آپس میں جنگ ہوئی' جس کے نتیجے میں کئی اسمگلر مارے گئے' پولیس کو اطلاع دینے والے نے فون پر بتایا تھا کہ وہ ہربنس کے گروہ سے کٹا ہوا ایک شخص ہے۔ مخبر کی اطلاع پر تمام اڈوں پر چھاپے مارے گئے اور زبردست کامیابی... حاصل ہوئی۔ لیکن ہربنس نکل گیا تھا۔ پولیس نے چاروں طرف

ناکہ بندی کر دی تھی۔ لیکن ہربنس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اس نے اپنے چہرے کے بال تراش کر صورت لی تھی۔ شہزادوں کے آخری جزیرے کے متولی نے بتایا کہ ہربنس ایک سیاح کی حیثیت سے ایک لڑکی ساتھ ان کے پاس پہنچا' اور ان کے یہاں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ متولی نے اسے اپنے ہاں جگہ دے دی انہیں اس جوڑے پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن گزشتہ رات تقریباً" ایک بجے اچانک متولی کی آنکھ کھل انہوں نے چیخ و پکار کی آوازیں سنیں' لیکن جب انہوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو ناکام رہے۔ کسی دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ پھر وہ عقبی روشندان کے ذریعے بمشکل باہر نکلے۔ انہوں نے ہربنس کے کمرے میں دیکھا تو وہاں اس کی لاش موجود تھی۔ ہربنس کو چاقو سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اسی کمرے میں ایک دوسری لاش موجود تھی جو ہربنس کی ساتھی لڑکی نریما کی لاش ہے۔ لیکن نریما کی گردن پر ہربنس کی انگلیوں نشانات پائے گئے ہیں جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہربنس نے خود گردن دبا کر نریما کو ہلاک کیا تھا۔ چاقو مخبر کے بارے میں پولیس کا خیال ہے کہ وہ کوئی انتہائی ہوشیار شخص ہے۔ اس نے پہلے بھی اپنی آواز انگلیوں کے نشانات نہیں چھوڑے تھے' اور اس بار بھی اس کے بارے میں کوئی نشان نہیں مل سکا۔ پولیس کو مخبر کی تلاش ہے' کیونکہ اس نے ہربنس کی گرفتاری' زندہ یا مردہ کے لئے انعام مقرر کرنے کا کیا ہے۔!"

میں نے پوری خبر پڑھ کر ایک گہری سانس لی۔ گویا تمام کام بخیر و خوبی ہو گیا۔ پولیس کو یہ اندازہ لگا میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ہربنس کی لاش ہے۔!

"پولیس نے بھی تمہاری مدح سرائی کی ہے نواز۔" یوسف کمالی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ اپنا انعام وصول کرنے نہیں جائیں گے مسٹر نواز۔؟" سمورا مسکراتے ہوئے بولی۔ اور اچانک چونک کر کہنے لگی۔ "کار تو آگے بڑھایئے کمالی صاحب آپ تو خوشی میں کھانا بھول گئے۔"

"ایں۔ ہاں۔ در حقیقت میں خوشی میں کھانا بھول گیا ہوں۔" یوسف کمالی نے مسکراتے ہوئے دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایک عمدہ سے ریستوران کے سامنے ہم کار سے اترے اور ریستوران میں داخل ہو گئے ویٹر کے آرڈر لے جانے تک ہم نے خاموشی اختیار رکھی۔ پھر لمبے چوڑے آرڈر کے ہو جانے کے بعد ہم نے کھانا شروع کر دیا۔!

"اس لنچ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔" کھانے کے دوران یوسف کمالی نے کہا۔

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس میں آپ کی کامیابی کی خوشی بھی شامل ہو گئی ہے۔"

"اوہ۔" میں مسکرانے لگا۔

"اور کھانے کے بعد میں جلدی سے اجازت طلب کروں گا۔ کیونکہ میری ذمہ داریاں کچھ بڑھ ہیں۔"

"یعنی۔؟"

"یعنی فوری طور پر یہ خبر باہر بھیجنی ہے۔ ہم غلام سیٹھ کو اس خوش خبری سے جلدی سے باخبر کریں گے۔ یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔ کھانے کے بعد کافی پیتے ہوئے یوسف کمالی نے بل ادا کر دیا اور بالآخر اٹھتے ہوئے بولا۔ "سمورا۔ بہت خطرناک آدمی کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں

لی کوتاہی نہ ہونے پائے۔"

"آپ بے فکر رہیں مسٹر کمالی۔ میں خطرناک لوگوں کو سنبھالنا خوب جانتی ہوں۔"

"اور ہاں۔ یہ چابی رکھو۔ کار تمہارے استعمال میں رہے گی۔"

"او کے۔ تھینکیو۔" سمورا نے کہا۔ اور پھر یوسف کمالی خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ میں اور سمورا کراتے ہوئے کافی پینے لگے۔!

"معلوم کر سکتا ہوں مس سمورا۔ کہ آپ آج تک کتنے خطرناک آدمیوں کو سنبھال چکی ہیں۔"

"آپ کی زبان میں خطرناک کسے کہتے ہیں۔؟"

"جو خطرناک ہو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ وہ خطرناک ہو۔ اور آپ جیسے لوگوں کو میں دھن کا پکا سمجھتی ہوں۔ لفظ خطرناک مری حیثیت رکھتا ہے اور دھن کا پکا ہونا تو کوئی خطرناک بات نہیں ہے۔"

سمورا بڑی چالاکی سے میرا جواب گول کر گئی۔ اپنی دانست میں اس نے سوچا ہو گا کہ اس نے تیر مار لیا ہے۔ لیکن میری نگاہ میں ایسی لڑکیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں انہیں پھونکوں میں اڑا سکتا تھا۔ بے چاری سمورا کی کیا حیثیت تھی۔ تاہم میں خاموش ہو گیا۔ اور پھر ہم نے کافی ختم کر لی۔

"کیا آپ تھکن محسوس کر رہے ہیں مسٹر نواز۔؟"

"کیسی تھکن؟"

"ذہنی تھکن۔ ظاہر ہے ہربنس کے سلسلے میں آپ نے سخت محنت کی ہے۔"

"اوہ۔ نہیں کوئی خاص محنت نہیں کی مس سمورا۔ نہ ہی میں کوئی خاص تھکن محسوس کر رہا ہوں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو کوئی پروگرام بنائیں۔"

"ضرور۔!"

"اچھا' استنبول میں آپ نے کیا کیا دیکھا۔؟"

"باقاعدگی سے تو کچھ نہیں دیکھا۔"

"وقت زیادہ نہیں ہے۔ میں آج آپ کو ٹرکس آکیالوجیکل میوزیم دکھانے لے چلوں گی۔ پھر رات کو "ازن" چلیں گے۔"

"سوازن کیا ہے۔؟"

"وہیں چل کر معلوم ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ کر سمورا نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ سمورا کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی شاید وہ میری معیت سے بہت خوش تھی۔

محل سرا کی فصیل کے اندر ہم نے ٹرکش آکیالوجیکل میوزیم دیکھا اس عمارت میں یونانی عہدہ کے نوادرات رکھے گئے ہیں۔ سکندر اعظم کا خالی تابوت اور اپالو کے اندر کے ستون آج تک یہاں موجود ہیں۔ قدیم نوادرات سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن سمورا نے کچھ اس طرح ان کی تاریخ بتائی کہ میں ان میں دلچسپی لینے لگا۔

"تم تو یہاں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ کیا استنبول کے عام افراد کو یہاں کی چیزوں کے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہے۔؟" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"اپنے وطن اور اس کی خصوصیات سے واقف ہونا تو سعادت ہے' غلام سیٹھ کی ملازمت میں آنے سے قبل میں گائڈ کے فرائض انجام دیتی تھی۔ غیر ملکی سیاحوں کو استنبول کے بارے میں بتاتے ہوئے مجھے خوشی بھی ہوتی تھی' اور وہی میرا روزگار بھی تھا۔"

"اوہ۔ پھر تم اس گروہ میں کیسے داخل ہوئیں۔؟"

"لمبی کہانی ہے۔ یوں سمجھ لو۔ مجھے گروہ کے ایک نوجوان سے محبت ہو گئی۔ وہی مجھے یوسف کمالی کے پاس لے گیا اور یوسف کمالی نے مجھے میری صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے رکھ لیا۔!"

"خوب۔ اور وہ نوجوان کہاں گیا۔؟"

"ایک مرتبہ پولیس نے مال پکڑ لیا تھا۔ اس نے مقابلہ کیا اور اسے گولی مار دی گئی۔!" سمورا کی آواز میں ہلکی سی تھرتھراہٹ آئی۔ لیکن وہ ایکدم سنبھل گئی۔ "اور یہ بہت پرانی بات ہے۔"

میں خاموش رہا۔ ہر سینے پر ایک زخم موجود ہے۔ کون ہے' جس کی زندگی صرف مسکراہٹ ہے۔ چہروں پر دوڑتے ہوئے خون سے دھوکہ تو ہر آنکھ کھا سکتی ہے۔ دلوں تک نگاہ پہنچنا بہت مشکل ہے اور دلوں تک نگاہ پہنچانا بھی مشکل کام ہے۔ گہرائیوں میں جھانکنا بیسود ہوتا ہے۔ اس سے کیا حاصل۔!

میوزیم سے نکلے تو وقت باقی تھا۔ "کیوں نہ لگے ہاتھوں لیونڈر کا مینار دیکھ لیا جائے۔" سمورا نے تجویز پیش کی۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ ایکبار پھر ہم پل غلطہ کی بڑائی طے کر رہے تھے۔ پل کے نیچے پانی پر تیرتے ہوئے پلیٹ فارم پر ہم اس اسٹیمر کا انتظار کرنے لگے جو ہمیں باسفورس لے جا سکتا تھا۔ مختلف اسٹال سجے ہوئے تھے۔ جن پر رسالے مٹھائیاں' کباب۔ اور بحیرۂ روم کی خاص مچھلی "سوڈوفش" بک رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر پلیٹ فارم سے آلگا۔ ملاحوں نے تختہ لگا دیا۔ اور ہم تختے سے گزر کر اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ دوسرے مسافر بھی ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر نے بھونپو بجایا اور باسفورس میں تیرنے لگا! اردگرد بے حد چہل پہل تھی۔ متعدد اسٹیمر یورپ اور ایشیا کے پھیرے لگا رہے تھے۔ مچھیروں کی کشتیاں ڈول رہی تھیں اور پھر ہم اس چھوٹی سی خشک چٹان پر پہنچ گئے جس پر لیونڈر کا مینار کھڑا تھا۔

سمندر کے درمیان یہ مینار عجیب معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سمورا سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا۔ "شہنشاہ کانسطنطائن اپنی خوبصورت بیٹی کو بے پناہ چاہتا تھا' لیکن پادریوں نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہوگی' تب شہنشاہ نے اسے محفوظ رکھنے کے لئے یہ مینار بنایا اور شہزادی کو اس میں منتقل کر دیا۔ شہزادی کی پوری دیکھ بھال ہو رہی تھی' لیکن ایک دن اس نے ایک تیرتی ہوئی کشتی سے انگوروں کی ایک ٹوکری خرید لی اور کالے انگوروں کے اندر چھپے ہوئے کالے ناگ نے اسے ڈس لیا۔" سمورا نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور میں دلچسپی سے مینار کی بلندی دیکھنے لگا۔!

☆ ☆ ☆

فلارنس نائیٹ اینگل ہسپتال اور پرانا محلسرا دیکھنے کے بعد سیرو تفریح سے دل بھر گیا۔ اور میں نے سمورا سے واپسی کی فرمائش کی۔

"ضرور۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "استنبول عظیم پس منظر..... رکھتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس پس منظر سے واقفیت حاصل ہو۔ یہاں سینکڑوں قدیم کہانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ انسان کا بہترین مشغلہ ہے کہ ان کہانیوں میں گم ہو جائے۔ عجیب ذہنی سرور حاصل ہوتا ہے۔" سمورا نے کہا۔

"ہاں' تاریخ دلکشی رکھتی ہے مس سمورا۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جنہیں فرصت نصیب ہو۔ موجودہ وقت تو نئی کہانیوں میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ کہانیاں ہمیں خود میں گم کئے ہوئے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں——— آپ کے عملی انسان ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے مسٹر نواز۔" سمورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں——— اور میرا عمل۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کے بارے میں' میں ہی بخوبی جانتا ہوں مس سمورا۔ آیئے واپس چلیں۔"

"آیئے۔" سمورا نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا' اور میں اس کے نرم و نازک لمس' اس کے جسم سے لپٹی ہوئی لطیف خوشبو سے لطف اندوز ہوتا ہوا واپس چل پڑا۔ اسٹیمر کے چھوٹے سے سفر سے فارغ ہو کر ہم اپنی کار تک واپس آ گئے۔ اور کار ہمیں گولڈن پیلس لے چلی۔ سیر کے دوران اتنا کھا پی چکے تھے کہ مزید ضرورت نہ رہی تھی۔ سمورا کے استفسار پر میں نے اسے کھانے سے منع کر دیا۔

رات ہو چکی تھی۔ سمورا نے فروٹ باسکٹ لاکر میرے سامنے رکھ دی اور پھر میرے سامنے ایک صوفے پر دراز ہو گئی۔ میں نے ایک سیب چھیلتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ وہ بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ میں مسکرایا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس مسکراہٹ میں ایک سوال تھا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں مس سمورا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تب تعرض کیسا؟"

"کچھ ایسے سوال ہوتے ہیں جن سے ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔"

"کاروباری فرائض سے قطع نظر۔ کیا میں آپ کے لیے کوئی اہمیت رکھتا ہوں؟"

"ہاں۔ آپ انوکھے کردار کے مالک ہیں۔ آپ میں ایک انفرادیت محسوس ہوتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"بے تکلفی۔ اور صاف گوئی کے لیے معذرت خواہ ہوں' جس لائن میں کام کر رہی ہوں' اس میں نیکی پاکبازی کا اگر کوئی تصور ہے بھی' تو صرف دل کی گہرائیوں میں رہ سکتا ہے——— اگر وہ تصور کبھی اجاگر ہو جائے تو لمحاتی پریشانی دے جاتا ہے' اور پھر اسے تھپک تھپک کر سلا دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی میں سارے مسئلے الجھ جاتے ہیں اور ان کا کوئی دوسرا حل نہیں ہوتا۔ یہاں بھی میرا واسطہ گروہ کے بہت سے

لوگوں سے پڑتا ہے۔ اس فلیٹ میں، میں نے کچھ دوسرے لوگوں کی میزبانی بھی کی ہے۔ لیکن ہماری
لوگ، عموماً اختصار پسند ہوتے ہیں۔ اگر الفاظ کے غلاف استعمال نہ کئے جائیں تو یوں سمجھیں کہ
فطرت میں وحشت ہوتی ہے فنون لطیفہ یا تکلفات کی تہذیب سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔
راست اپنی ہر ضرورت کا اظہار کر دیتے ہیں ان کے علم میں یہ بات آجائے کہ ایک عورت ان کی
سے دور نہیں ہے۔ تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اظہار طلب کر دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ممکن ہے آپ
ہو کہ میں آپ کے لیے قابل حصول ہوں، لیکن سیر کے دوران آپ صرف ایک دوست رہے۔
آپ کے کسی انداز میں وحشت نہیں پائی۔ یہ چیز آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔"

"شکریہ مس سمورا ——" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہرحال کوئی انسان ضرور تو
نہیں ہوتا۔ لیکن بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں دوسرے کی رغبت شامل ہو تبھی ٹھیک رہتا
ورنہ......"

اور سمورا مسکرانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی ابھر آئی تھی۔ چند منٹ وہ گردن جھکائے
رہی۔ پھر بولی۔ "پیتے ہیں مسٹر نواز؟"

"ہاں۔ پیتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تب میں انتظام کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ گئی۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ
نہایت موزوں و متناسب جسم کی مالک تھی میں لباس کے اندر پوشیدہ رعنائیوں کا تصور کرنے لگا اور
گئی۔ نہ جانے میری زندگی میں اس کا کیا نمبر تھا اور نمبر یاد رکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میری زندگی
اپنی کب ہے۔ اور اب تو یہ سب سوچنا فضول ہے، حماقت ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا یہ ناکارہ ڈھیر نہ
کیوں وجود میں آیا ہے۔ حالات کے سہارے اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں جسمانی ضرورتیں
اس میں تحریک پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اور پھر یہ ایک دن —— خاموشی سے —— خاموشی اپنا لیتا
بیکار —— بکواس —— زندگی کوئی چیز نہیں ہے۔ سانسوں کا کوئی وجود نہیں ہے، پودے ہیں
اگ آتے ہیں —— فنا ہو جاتے ہیں۔

میں نے آنکھیں بند کرلیں —— کیا میں ان فضول خیالات کو ذہن سے نکالنے میں کامیاب
ہوں؟ ہونا چاہیے۔ یہ ضروری ہے۔ نہ جانے سمورا کہاں گئی۔ یہ خیالات مجھے پریشان کر دیں گے
تنہائی سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میں تنہا نہیں رہنا چاہتا۔ میں گھبرا کر اٹھ گیا۔
اور پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ مجھے سمورا کی تلاش تھی۔ میں خوفزدہ کر دینے والے خیالات
چھڑانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے تیزی سے کمروں میں جھانکا۔ اور۔ ایک کمرے میں سمورا نظر آگئی
نیا لباس تبدیل کرنے کے لیے۔ پرانا لباس اتار دیا تھا۔ وہ سائفن سے اپنے جسم پر سینٹ کی پھوار
تھی۔ اس نے سنہرے بال کھول دیئے تھے اور یہ بال اس کی سرخ و سفید پشت کے خم کو چھپانے
کوشش کر رہے تھے۔ اس کے ابھرے ہوئے کولہوں کا درمیانی خم بے حد حسین اور کشش انگیز تھا
کسا ہوا جسم سامنے سے آئینے میں نظر آرہا تھا۔

میں اندر داخل ہو گیا —— اور وہ اچھل پڑی —— دوسرے لمحے وہ جلدی سے کمرے
اس نے امداد طلب نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹے سے تولیے کے علاوہ

نظر نہیں آیا۔ اس نے جلدی سے تولیہ اپنے زیریں جسم پر ڈھانپ لیا۔ ایک ہاتھ سے تولیہ سنبھال کر اس نے
دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔

"سوری سمورا —— میں —— میں دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں ہوں۔ تمہارا خیال
درست نہ تھا —— تم فریب میں مبتلا تھیں۔ سب یکساں ہوتے ہیں، لوگوں نے خود بخود اپنی قسمیں مقرر
کرلی ہیں، حالانکہ سب کی قسم ایک ہی ہوتی ہے۔ میں تنہائی برداشت نہیں کرسکتا سمورا۔ مجھے تنہائی سے
خوف معلوم ہونے لگا تو —— میں تمہیں تلاش کرتا ہوا یہاں نکل آیا۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں
کہا۔ اور سمورا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"بس میں آنے ہی والی تھی مسٹر نواز۔ تشریف رکھئے —— میں لباس پہن لوں۔"

"لباس مت پہنو سمورا۔ پلیز۔ لباس مت پہنو۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔ اور تھکے تھکے سے انداز
میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سمورا مجھے دیکھتی رہی۔ پھر وہ تولیہ سے جسم کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے
ہوئے ایک طرف بڑھی، اور اس نے تیز روشنی آف کر دی۔ اندھیرا چھا گیا، لیکن تاریکی میں بھی سمورا کے
جسم کی چمک برقرار تھی۔ تب اس نے انتہائی گہرا نیلا بلب روشن کر دیا۔ کمرے میں گہری نیلی تاریکی پھیل گئی،
ہاں اسے مکمل روشنی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ آنکھوں کو بے حد بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ تب اس نے
تولیہ جسم سے علیحدہ کر دیا۔ اس نے میری خواہش کا احترام کیا تھا۔

میں صوفے سے ٹک گیا۔ سمورا ایک الماری کی طرف بڑھی اور اسے کھول لیا۔ اس کی پشت میری
سمت تھی۔ سنہرے بال نیلاہٹ قبول کر چکے تھے۔ چمکدار جوان جسم پر نیلاہٹیں لوٹ رہی تھیں۔ اس رومان
انگیز منظر نے میرے ذہن کو بڑا سکون بخشا۔ سمورا نے شراب کی بوتلوں سے ایک ٹرالی سجائی۔ گلاس اور
سائفن رکھے، اور پھر ٹرالی ڈھکیلتی ہوئی میری طرف بڑھی۔ تھوڑی سی جھکی، ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے وہ
میرے نزدیک آگئی۔ میں پسندیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بھی ایک نازک سی
مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے کاروباری، یا پھر حقیقی۔

دراصل بات تو یہ ہے کہ اب مجھے یہ سب کچھ جاننے کی حاجت بھی نہیں تھی۔ میرے اردگرد
مصنوعیت کے اتنے بھنور تھے کہ اب ان سے نکلنا اجنبی معلوم ہوتا تھا۔

سمورا نے گلاس پر کئے۔ اس وقت سچ مچ مدہوش ہونے کو دل چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے پانی بھی نہ
ملانے دیا۔ اور گلاس خالی کر دیا۔ سمورا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دوسری بار گلاس بھرا
اور میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن سمورا نے اسے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ "ڈارلنگ۔" اس نے ناز سے
کہا۔

"کیوں سمورا؟ پینے دو۔" اس نے کہا۔

"نہیں ڈارلنگ۔ ایسے نہیں۔ پانی ملاؤ۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

"مجھے گم ہونے دو سمورا۔ زخموں میں ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔" میں نے نڈھال انداز میں کہا۔

"زخم کہاں نہیں ہوتے ڈارلنگ۔ انہیں نظرانداز کر دو۔" اس نے میرے گلاس میں پانی ملاتے ہوئے
کہا اور پھر گلاس میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ٹھیک کہا ہے تم نے سمورا۔ زخم کہاں نہیں ہوتے۔ اور۔ انہیں نظرانداز کر دینا ہی بہتر ہے۔ کیا تم

بھی زخمی ہو سمورا؟"

"زخم کہاں نہیں ہوتے نواز۔"

"کیا تم مجھے اپنے زخموں کی کہانی سناؤ گی؟"

"کچھ سنا چکی ہوں۔ کچھ باقی ہے۔ جانے دو' کہانیوں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے دیکھو ------ کیا میں تم
شگفتہ نہیں نظر آتی۔ زخموں پر اتنی تہیں جما دو کہ مندمل معلوم ہوں۔ یہی بہتر ہے۔ مسکراتے رہو۔!"

"میرے نزدیک آجاؤ سمورا۔ ہم اپنا درد ایک دوسرے میں گم کر دیں آؤ سمورا۔ اور نزدیک آجاؤ
اور وہ میرے اور نزدیک آگئی! جام ٹکراتے رہے۔ دل ٹکراتے رہے' اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنا اپنا
بھول گئے۔

وجہ کچھ بھی ہو۔ دوسری صبح طبیعت پر بڑی شگفتگی تھی۔ سمورا میرے بستر پر موجود نہیں تھی۔
میرے جاگنے کے چند ہی لمحات کے بعد اس نے دروازے سے اندر جھانکا۔

"جاگ گئے حضور۔" وہ اندر آتے ہوئے بولی۔ بڑی نکھری نکھری تھی۔ سنہرے بال سینے پر پڑے
خوبصورت فراک میں ملبوس تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"باتھ روم۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم ایسی صاف ستھری۔ ایسی نکھری نکھری لگ رہی ہو۔ کہ چاہنے کے باوجود۔ اپنے بازوؤں میں نہ
لے سکتا' مبادا میلی نہ ہو جاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ کر رہے ہو۔" اس نے دونوں بازو پھیلائے اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی اس سپردگی
اپنائیت نے بے خودی طاری کر دی اور میں نے اسے کس لیا۔

"باتھ روم۔" اس نے سر میں آواز لگائی۔ آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی۔

"بہتر ہے۔" میں نے سعادت مندی سے کہا' اور پھر باتھ روم میں چلا گیا ------ میرا لباس تیار تھا
شیونگ کا سامان موجود تھا۔ شیو کیا' غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا' اور باہر نکل آیا۔ وہ ایک رسالے کی ورق
گردانی کر رہی تھی "ارے۔ تم یہاں موجود ہو؟"

"ناشتہ تیار ہے ------ آیئے۔" اس نے دروازے کی طرف رخ کر کے جھکتے ہوئے کہا اور
مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرے کمرے میں ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ موجود تھا۔ اس نے میرے
کرسی کھینچی اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"یہ سب تم نے تیار کیا ہے؟" میں نے بھری ہوئی میز دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ------ اگر فرصت ملتی ہے تو عمدہ عمدہ چیزیں پکانا میرا محبوب مشغلہ ہے۔" اس نے مسکرا
ہوئے کہا اور پھر کسی قدر آزردہ لہجے میں بولی "اسی سے گھریلو زندگی کا کسی قدر لطف مل جاتا ہے۔"

"خوب ------ پاکستانی کھانے پکانا جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے شرمندگی سے گردن ہلائی۔

"میں پکانا سکھا سکتا ہوں۔" نہ جانے میں نے کس موڈ میں کہا۔ لیکن وہ خوش ہو گئی۔

"سچ۔ میں تمہاری بہت احسان مند ہوں گی۔"

"تب ------ آج کا دن کچن میں گزاریں گے۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں خوشی خوشی ناشتہ کر

لگے
"کیا تمہیں کھانے پکانے آتے ہیں؟" اس نے ناشتے کے دوران پوچھا۔

"نہیں۔"

"پھر؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"پھر بھی میں پکالوں گا۔ میں تمہیں اپنے دیس کا ایک کلاسیکی کھانا پکا کر کھلاؤں گا۔ لیکن ہمیں اس کے
لیے بازار سے سامان خریدنا پڑے گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ہم بازار چلیں گے۔ کیا کیا خریدنا پڑے گا؟"

"بس۔ بازار چل کر بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ ناشتے کے بعد ہم بازار جانے کی تیاری کرنے لگے'
اور پھر چل پڑے۔ سب سے پہلے میں سبزی مارکیٹ گیا۔ مارکیٹ میں سرسوں کا ساگ تلاش کرنے میں بہت
دقت ہوئی ------ صرف ایک جگہ دستیاب ہو سکا۔ یہاں بھی نہ جانے کس مقصد کے تحت مل گیا تھا۔
ساگ خریدنے کے بعد کچھ دوسری چیزیں خریدیں اور پھر میں نے سمورا کو مکئی کے آٹے کے بارے میں
سمجھایا۔

"میرا خیال ہے وہ کسی بیکری سے مل جائے گا! بیکری والے کارن کیک بناتے ہیں۔" سمورا نے
کہا ------ اور ہم مکئی کے آٹے کی تلاش میں چل پڑے۔ کیا نعمت ہوتی ہے گھریلو قسم کی زندگی۔ اس کا
اندازہ وہی لگا سکتے ہیں' جن سے میری طرح گھر چھن گیا ہو۔ وہ طویل عرصے تک دربدر رہے ہوں ------
مکئی کا آٹا اور دوسرے لوازمات لے کر ہم فلیٹ واپس آگئے اور پھر کچن میں آکر میں سمورا کے ساتھ مل کر
پکانے لگا! اس دوران میری الجھنیں منوں مٹی کے نیچے دفن ہو گئی تھیں ------ ایک عجیب سی سرمستی'
انوکھی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ دل بہت سی آرزوئیں کر رہا تھا۔ انوکھے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔

سرسوں کا ساگ' پنجاب دیس کے سیدھے سادے لوگوں کی مانند سیدھی سادی ترکاری' جسے پکانے میں
کوئی جتن نہیں کرنے پڑتے۔ میں نے بڑے اہتمام سے ساگ پکایا۔ پھر عجیب ڈیزائن کی روٹیاں پکائی گئیں۔
دوپہر کا کھانا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد سمورا نے کچھ خصوصی ترکی ڈشز تیار کیں اور ہم لوگ لنچ کے وقت
تک کچن میں مصروف رہے۔

"بس۔ اب تم چلو ڈیئر۔ میں کھانا لگانے کا انتظام کرتی ہوں۔" سمورا نے کہا۔ اس وقت دوسرے
کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ------ کس کا فون ہے؟" سمورا نے کہا' اور میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔ فون کا
ریسیور اٹھا کر اس نے "ہیلو" کہا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "بالکل ٹھیک ہیں مسٹر
کمال۔" "جی ہاں۔ جی ہاں نہ صرف گھر پر ہیں بلکہ ایک ضروری کام کرتے رہے ہیں۔ جی ------ جی ہاں آج
انہوں نے ایک کلاسیکی پاکستانی ڈش تیار کی ہے ------ ہم دونوں صبح سے کچن میں مصروف تھے۔ ضرور۔
ضرور۔ میری اور نواز صاحب کی طرف سے آپ کی دعوت۔ مگر جلدی آیئے۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔
شکریہ۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "مسٹر کمال تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"میں نے انہیں دعوت دے دی ہے۔"

"بہت اچھا کیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر کمالی کا انتظار کرنے لگے۔ یوسف کمالی نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس نے گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"آپ کے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سمورا فرض میزبانی کامیابی سے ادا کر رہی ہے۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جی نہیں مسٹر کمالی۔ بلکہ الٹی بات ہے۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ آج نواز صاحب نے کھانا پکایا ہے۔"

"ارے ہاں ——— یہ بھی لطیفہ ہے۔ نواز صاحب کی شخصیت کا ایک نیا پہلو ——— بظاہر صورت سے تو یہ خطرناک کبھی نہیں معلوم ہوئے میں خود حیران تھا کہ اس خوبصورت نوجوان کے اندر کیسی شخصیت پوشیدہ ہے۔ عام حالات میں وہ صرف ایک نئی نسل کا نوجوان معلوم ہوتا ہے، لیکن دراصل ٹھاکر جیسے خرانٹ اور ہربنس جیسے خونخوار آدمی کو ٹھکانے لگانے والا۔ سمجھ میں نہیں آتا کونسی بات تسلیم کرلوں۔"

"یہ آپ پر منحصر ہے۔ بہرحال میں کھانا نکال رہی ہوں۔" سمورا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔ ضرور۔" یوسف کمالی نے کہا، اور سمورا باہر نکل گئی ——— یوسف کمالی مسکرانے لگا لیکن وہ زیادہ بے تکلف نہ ہوسکا، اور اسی اثناء میں سمورا نے دروازے سے جھانکا۔

"تشریف لائیے۔ کھانا تیار ہے۔" اور ہم لوگ اٹھ گئے۔ یوسف کمالی اور سمورا نے سرسوں کا ساگ اور مکئی کی روٹی چکھی اور پھر میری طرف دیکھنے لگے۔

"بلاشبہ۔ انتہائی لذیذ۔ بڑا انوکھا پن ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"یہ میرے دیس کے غریب دیہاتیوں کی خوراک ہے۔ جہلم کے کنارے پر آباد گھرانوں میں یہ خوراک کھائی جاتی ہے۔ میں بھی اسی علاقے کا ایک غریب دیہاتی کسان ہوں۔" میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ سرسوں کے کھیتوں سے ٹکرا کر آتی ہوئی ہوا اپنے دامن میں سرسوں کی خوشبو سمیٹے میرے پاس پہنچ گئی اور میری آنکھیں نیم وا ہوگئیں۔ ایک بار پھر دریائے جہلم میرے ذہن میں شور مچانے لگا۔

"پنجاب کے جیالے یہ غذا کھاتے ہیں۔ تب تو اس غذا میں بڑی خوبی ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"کیا؟" سمورا نے پوچھا۔

"اوہ۔ سمورا۔ کیا اہل پنجاب کسی تعارف کے محتاج ہیں؟ کیا پاکستانی افواج میں ان کا کردار بھلایا جا سکتا ہے؟ دنیا بھول جائے لیکن اس دشمن کے دل سے پوچھو جس کا کبھی ان جیالوں سے سامنا ہوگیا ہو۔ یہ پنجاب کے شیر دشمنوں کے جس ریوڑ پر ٹوٹتے ہیں۔ وہ بھیڑوں کا ریوڑ بن کر رہ جاتا ہے۔ میں نے ان کی بہت سی داستانیں سنی ہیں۔"

وہ دونوں پنجاب کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ میرے دیس، میرے وطن کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وطن مجھے شاکی نگاہوں سے دیکھ رہا ہو۔ مجھ سے پوچھ رہا ہو کہ اس سرزمین کا احترام غیروں کے دل میں ہے، اس کا ایک سپوت اپنے گھناؤنے کردار کے ساتھ اس کا استعمال کر رہا ہے۔ کیا وطن کی آبرو ایسے ہی لٹائی جاتی ہے؟

تب میں اپنی زمین سے شکایت بھی نہ کرسکا۔ میں اس سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ میں نے خود سے یہ زندگی نہیں اپنائی ہے۔ ماں تیرے بیٹوں نے میرے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کیا ہے ——— میں بے گناہ ہوں ماں ——— میں بے گناہ ہوں ——— یوسف کمالی اور سمورا گفتگو کرتے رہے اور میرے نتھنوں میں جہلم کے کنارے کی سوندھی مٹی کی خوشبو بسی رہی۔ میں نے ان کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔

پھر ہم کھانے سے فارغ ہوگئے۔ یوسف کمالی اور سمورا ابھی تک مکئی کی روٹی اور سرسوں کے ساگ کی تعریف کر رہے تھے۔ کافی وغیرہ پینے کے بعد یوسف کمالی چلا گیا۔ سمورا میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ "کیا پروگرام ہے نواز؟"

"کچھ نہیں سمورا ——— میں تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔" میں نے مضمحل انداز میں کہا۔

"اوہ ——— ضرور ——— آرام سے نیند پوری کرلو۔ شام کو سیر کو چلیں گے۔" اور میں بیڈ روم میں آگیا۔ درحقیقت میں سونا چاہتا تھا سمورا نے چاروں طرف کے دروازے اور کھڑکیاں بند کردیں، اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نیم تاریک ماحول میں نیند آہی گئی۔

شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے جب آنکھ کھلی۔ چھ بجے تک بستر پر انگڑائیاں لیتا رہا۔ پھر اٹھ کر غسل کیا اور لباس وغیرہ تبدیل کرکے سمورا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

سمورا حسب معمول نکھری ہوئی تھی۔ بڑی شگفتہ شکل لڑکی تھی، جسے دیکھ کر ذہن کو تازگی کا احساس ہوتا تھا۔ چائے تیار تھی ——— خشک میووں کے ساتھ چائے پی۔ تب سمورا نے آج کا پروگرام بتایا۔

"اب چونکہ سیر و تفریح کا وقت نہیں ہے۔ اس لیے بازاروں میں گھوم کر شام گزاریں گے اور پھر ——— صوفا چلیں گے۔"

"یہ صوفا کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کا سب سے عمدہ نائٹ کلب۔"

"خوب؟"

میں نے اس کے پروگرام کو منظور کرلیا۔ شام استنبول کی گلیوں، سڑکوں اور بازاروں میں گزاری اور پھر رات کا کھانا کھا کر صوفا پہنچ گئے۔ بلاشبہ اس کا شمار دنیا کے بہترین نائٹ کلبوں میں سے ہے۔ لیکن پروگرام ——— ان کے بارے میں کچھ کہنا فضول ہے۔ وہی جنس کی نمائش۔ تھکے ہوئے ذہنوں کو اور تھکانے کا منصوبہ۔ نت نئے انداز نت نئے زاویے۔

کبھی پروگرام سے دلچسپی محسوس ہوئی اور کبھی بیزاری لیکن سمورا کی معیشت غنیمت تھی۔ ایک بجے واپس آئے، شراب کا دور چلا اور پھر سمورا کا۔

الغرض تین روز اسی طرح گزارے۔ سمورا مجھ سے ذرا بھی نہیں اکتائی تھی۔ بلکہ ہر شب اس کی پسند اس کی بے چینی نئے انداز لئے ہوتی اور یہ نیا پن مجھے بھی لبھاتا۔ لیکن اس کے باوجود میں نئے جہانوں کے لیے پر تول رہا تھا۔ اگر یہیں رہنے کا ارادہ ہوتا تو اسی انداز میں سوچتا۔ لیکن جانتا تھا کہ چند روز کا مہمان ہوں۔

چوتھے دن یہ مشکل خود بخود حل ہوگئی۔ شام کے چار بجے تھے، یوسف کمالی ظالم آسمان بن کر آیا۔ اور اس نے بے رحمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج شام کے کیا پروگرام ہیں سمورا؟"

"آج ہم فلم دیکھیں گے۔" سمورا نے پہلے سے بنائے ہوئے پروگرام کا اظہار کیا۔
"مجھے افسوس ہے میں آپ کے پروگرام میں رخنہ اندازی کرنے آیا ہوں۔"
"کیا مطلب مسٹر کمالی؟" سمورا چونک کر بولی۔
"آج کی شام مسٹر نواز ہمارے ساتھ گزاریں گے۔"
"اوہ۔" سمورا نے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں تھوڑے سے اضمحلال کا عنصر تھا۔
"کیا آپ اس رخنہ اندازی کو قبول کریں گے مسٹر نواز؟"
"کیوں نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ جس انداز میں بھی مخاطب کرو۔ مجھے اپنی حیثیت
احساس ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔
"ہاں شام کی چائے میں آپ کے ہاں ہی پیوں گا مس سمورا۔"
"ضرور۔" سمورا نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا اور یوں شام کو ساڑھے پانچ بجے تک ہم سمو
کے ساتھ رہے۔ چائے پی اور پھر کمالی نے اجازت مانگی۔ چلتے وقت اس نے سمورا سے کہا۔
"آپ لوگ آخری ملاقات کرلیں۔ ممکن ہے مسٹر نواز کسی ضروری مسئلے میں الجھ جائیں اور اس
بعد۔"
"سمورا کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اور اس نے دوسری طرف
کرلیا۔" ٹھیک ہے مسٹر کمالی۔" اس نے کہا۔ اور میں یوسف کمالی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میں نے ایک
بھی نہیں کہا تھا۔ یہ تو راہ کے لوگ تھے۔ لمحاتی شناسا' اور لمحے گزر جاتے ہیں۔ باہر آکر ہم گاڑی میں بیٹھے
چل پڑے۔ راستے میں بھی میں نے یوسف کمالی سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ خود کمالی بھی میری ذہنی کیفیت
سمجھ گیا تھا چنانچہ وہ بھی خاموش رہا اور ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ یوسف کمالی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے
کمالی مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔
"ہمیں ایک فون کا انتظار کرنا پڑے گا۔" اس نے کہا۔ "اس وقت تک آپ آرام کریں۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور دراز ہو گیا۔ میں نے ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ پُرخیال ذہن الجھانے والا
ہوگا۔ کیا فائدہ کسی بات کے بارے میں سوچنے سے۔ ویسے ٹھیک ہے۔ میں خود بھی اب یہاں سے جانا چاہ
ہوں۔ یوسف کمالی نے لانگ ریکارڈ لگا دیا۔ اور نامور موسیقاروں کی ہلکی دھنیں کمرے میں گونجنے لگیں۔
رات ہوگئی ——— یوسف کمالی مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ پھر میں بیزار ہو کر اٹھنے
والا تھا کہ وہ آ گیا۔
"سوری مسٹر نواز۔ خلاف توقع دیر ہوگئی۔ آیئے۔"
اور میں اس سے کوئی سوال کئے بغیر اٹھ گیا۔ یوسف کمالی ایک بار پھر مجھے کار میں بٹھا کر لے چلا۔ وہ
پُراسرار طور پر خاموش تھا اور میں بھی حسب معمول اس بار بھی راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی
خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ اس سفر کا اختتام بھی ایک خوبصورت کوٹھی پر ہوا تھا۔
لیکن کوٹھی کے صدر گیٹ پر غلام سیٹھ کو چند لوگوں کے ساتھ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ غلام سیٹھ
گرمجوشی کے ساتھ میری طرف بڑھا۔ میں نے اسے سلام کرکے اس سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی تو اس
گردن ہلا دی۔ اور آگے بڑھ کر مجھ سے معانقہ کیا۔

"کیسے ہو نواز؟" اس نے بڑے خلوص سے پوچھا۔
"آپ کی نوازشیں ہیں غلام سیٹھ۔"
"مجھے فخر کرنے دو نواز کہ میں نے ایک قیمتی ہیرے کی صحیح پہچان کی' اگر غلطی سے میں اس ہیرے کی
قیمت نہ پہچان پاتا تو مجھے کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑتا۔"
"سب آپ کی عنایت ہے غلام سیٹھ..... ورنہ میں کس قابل ہوں۔"
"یہ بات اب بشکل انکسار بھی ناقابل قبول ہے۔ ان لوگوں سے ملو۔" غلام سیٹھ نے یہاں موجود لوگوں
سے میرا تعارف کرایا۔ سب کے سب اس کے ساتھی اور پارٹنر تھے۔
"واقعی مسٹر نواز۔ گروہ میں آپ کی شمولیت نے پورے گروہ میں نئی روح پھونک دی۔ سب لوگ
آپ کے بارے میں عجیب عجیب گفتگو کرتے ہیں۔ سب آپ کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔" ان میں سے
ایک نے کہا۔
"شکریہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں نے کوئی خاص کارنامہ انجام دیا ہے۔"
"ہم آپ کو سمجھائیں گے۔" غلام سیٹھ ہنستے ہوئے بولا۔ اور ہم سب ایک خوبصورت کمرے میں
آبیٹھے! صوفوں پر بیٹھنے کے بعد غلام سیٹھ نے کہا ——— "شاہرہ حشیش۔ پر چند مضبوط افراد کی گرفت
ہے۔ ہم اس میں سے آٹھویں نویں نمبر پر آتے تھے۔ یوں سمجھو کہ ہمارے گروہ کی کسی کی نگاہ میں کوئی
حیثیت نہیں تھی۔ یہ کاروبار سوفیصدی مضبوط لوگوں کے لیے ہے۔ یہاں ضروری نہیں ہے کہ کسی کی مالی
حالت بہت مضبوط ہو۔ بات صرف اعلیٰ کارکردگی بہتر پلاننگ کی ہے۔ یوں تو ان تمام گروہوں میں' آپس میں
ایک معاہدہ ہے لیکن کامیاب اور چالاک وہی ہے جو ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ لیکن معمولی
پیمانے پر نہیں۔ داؤ مارے تو ایسا مارے کہ حریف چاروں شانے چت گرے اور کسی بھی حریف کو گرانے
والے کی حیثیت دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں کافی بڑھ جاتی ہے۔
تو بات صرف حریف کو گرانے کی تھی۔ ٹھاکر کا نمبر ہم سے آگے ہی تھا لیکن تمہاری وجہ سے ٹھاکر کا
گروہ ہی ختم ہوگیا۔ جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں۔ ان کی معلومات محدود نہیں ہیں۔ بہت سے گروہوں
سے مبارکباد کے پیغامات وصول ہوئے لیکن ہربنس کا معاملہ تو ابھی تک لوگوں کے لیے معمہ بنا ہوا ہے۔
جانتے ہو انٹرنیشنل گروپ میں ہربنس کا نمبر کون سا تھا؟ تیسرا۔ بہت مضبوط گروہ تھا نواز۔ بے حد چالاک اور
خطرناک تھا یہ شخص۔ آج بھی لوگ تحقیقات کرتے پھر رہے ہیں کہ کیا بات اس کی موت کا سبب بنی جو
فلائنگ ٹائیگر کہلاتا تھا۔
چنانچہ نواز ——— بہت سے گروہوں نے ہم میں ضم ہونے کی پیشکش کی ہے۔ اور بین الاقوامی
مارکیٹ میں اچانک ہماری ساکھ بے حد بڑھ گئی ہے اور میں پوری دیانت داری اور فراخ دلی سے اس کا
کریڈٹ تمہیں ہی دیتا ہوں۔"
"اگر یہ بات ہے تو مجھے گروہ کی کامیابی پر مسرت ہے غلام سیٹھ۔" میں نے کہا۔
"نواز ——— میری ایک عادت ہے خود بھی چھوٹے پیمانے پر کام کرکے یہاں تک پہنچا ہوں۔ ایک
بات پر یقین رکھتا ہوں کام کے آدمی کو اس کی بھرپور حیثیت دو۔ میں جانتا ہوں دولت کی تمہاری نگاہ میں کوئی
حیثیت نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بڑھاپے میں' بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر کام آنے والی چیز ہے۔ لیکن میں

تمہیں نہیں بتاؤں گا کہ تمہاری اجرت میں کیا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہاں تمہاری حیثیت میں تھوڑی سی تبدیلی کردی گئی ہے؟"

"شکر گزار ہوں غلام سیٹھ۔" میں نے کہا۔

"پہلے تم صرف چیکر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ پھر تمہیں سپلائر کا عہدہ دیا گیا۔ لیکن ہمیں تمہاری سخت ضرورت ہے۔ ہم اب تمہارے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتے۔ چنانچہ پورے وثوق کے ساتھ دو عہدے بیک وقت تمہیں دیئے گئے ہیں؟"

"مجھے میرے فرائض سمجھا دیئے جائیں۔" میں نے کہا۔

"اب تم بین الاقوامی طور پر پورے گروہ کے لیے بالاتر ہو گے تمہارے مشوروں سے ہر جگہ سے سپلائی کے پروگرام بنائے جائیں گے۔ کیوں کہ ایران سے آتے ہوئے تم نے بے پناہ صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ اس پروگرام کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پورے گروہ کے کسی بھی اسٹیشن پر تم مداخلت کر کے گروہ کے مفادات چیک کرسکتے ہو۔ یہ دونوں عہدے تمہاری صلاحیتوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے تمہیں دیئے گئے ہیں۔ اس طرح تم میرے نائب کی حیثیت اختیار کر گئے ہو۔ مارکیٹ میں میرے صرف تین نائب تھے' اب چوتھے تم ہو۔ اور۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں اس عہدے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" غلام سیٹھ نے پہلے سے منگوائے ہوئے ہاروں میں سے ایک ہار میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی میری گردن میں ہار ڈالے۔ اور مجھے مبارکبادیں دیں۔ میں نے باری باری سب کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرے دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔

یہ مبارکباد ــــــ یہ پھول میرے گلے میں ڈالے جا رہے تھے۔ مجھے عہدہ ملا تھا ــــــ بچپن میں ایک تقریب ہوئی تھی۔ لوگوں نے میرے گلے میں ہار ڈالے تھے تب کسی نے میرے باپ سے کہا تھا" تمہارا بیٹا بہت ہوشیار ہے اصغر علی۔ ایک دن یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔ زندگی رہی تو اس وقت اس کے ساتھ تمہارے گلے میں بھی ہار ڈالیں گے۔ تم ایک بہت بڑے افسر کے باپ ہو گے نا۔"

ہاں۔ میں افسر بن گیا تھا۔ میری حیثیت بین الاقوامی تھی۔ لیکن۔ اگر میرا باپ زندہ ہوتا۔ تو کیا وہ میرے اس عہدے پر شرم سے گردن نہ جھکا لیتا؟ کیا بستی والے اسے مبارکباد دینے آتے؟

میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں بے گناہ ہوں بابا۔ میں بے گناہ ہوں تجھے معلوم ہے تیرا نواز۔ اس وقت تک دنیا سے لڑتا رہا جب تک زندہ تھا۔ مرنے کے بعد تو آدمی بے بس ہوتا ہے۔ بالکل بے بس۔ میرے دل سے آواز آئی۔

"تو مسٹر نواز ــــــ میرا خیال ہے اب آپ کو استنبول سے نکل جانا چاہیے یہاں ایک ضروری کام آپ کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔" غلام سیٹھ کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ میں حقیقت کی دنیا میں آ گیا۔ خوابوں کی باتوں میں کیا رکھا ہے؟

"مجھے کہاں جانا ہو گا۔ مسٹر غلام سیٹھ؟" میں نے پوچھا۔

"وینس۔ تمہاری دوسری منزل اطالیہ ہے۔ یوگوسلاویہ میں ہمارا کاروبار نہیں ہے۔ اسے کراس کرنا ہے ویسے اطالیہ والے براہ راست ترکی سے جانے والوں کی زیادہ نگرانی کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں تمہارے

ذہن میں کوئی پروگرام آئے تو دوسری بات ہے۔ ورنہ یوگوسلاویہ کراس کرسکتے ہو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی مشورہ نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ تم خود سوچو گے اور احکامات دو گے۔"

"کچھ لے جانا؟"

"ہاں ــــــ وینس کے سب سے بڑے آرڈر کی تعمیل کرنی ہے۔ مال افغانستان سے ترکی پہنچ چکا ہے۔ یہاں سے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"کیا چیز ہے؟"

"ہیروئن پاؤڈر۔ جس انداز میں چاہو گے پیک کر دیا جائے گا۔"

"وزن؟"

"بیس پونڈ ــــــ صرف بیس پونڈ۔"

"بہتر ہے غلام سیٹھ ــــــ وقت کی پابندی؟"

"قطعی نہیں۔ ہاں یہ تم جانتے ہو کہ مال جس قدر جلد سپلائی ہو جائے۔ غلام سیٹھ نے جواب دیا۔

"بہتر ہے۔ میں ایک ہفتے کی مہلت چاہتا ہوں۔"

"ایک ہفتہ نہیں یہ کم وقت ہے۔ تم دو ہفتے تک لے سکتے ہو۔ کام مضبوطی سے ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک سے دو ہفتے تک میں مال لے کر وینس پہنچ جاؤں گا۔

"مکمل تفصیلات مہیا کرنے میں یوسف کمالی تمہارے معاون ہوں گے۔ جس انداز میں چاہو سفر کرو۔ بلکہ اگر چاہو تو۔ یوسف کمالی کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ضروری کارروائیوں کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

"کام کی نوعیت چونکہ مجھے معلوم نہیں تھی۔ مسٹر نواز۔ اس لیے میں نے سمورا کے سامنے غیر ذمہ داری کی گفتگو کی تھی۔ جس کے لیے معذرت خواہ ہوں اگر آپ سمورا کے ساتھ رہنا پسند کریں۔ تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جیسا حکم دیں انتظام کر لیا جائے۔" واپسی پر یوسف کمالی نے کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے سمورا کے ساتھ ہی رہنے دو۔ عمدہ لڑکی ہے۔"

"بہت بہتر ــــــ" یوسف کمالی مجھے لے کر واپس سمورا کے پاس آ گیا۔ اس نے معذرت کر لی تھی۔ میں فلیٹ پر پہنچ گیا اور میں نے بیل بجائی۔

فلیٹ میں سمورا کے علاوہ کوئی اور تھا ہی نہیں جو دروازہ کھولتا دروازہ سمورا نے ہی کھولا تھا۔ لیکن اس کی شکل دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ بکھرے بال' رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں۔ آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئیں۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکل گیا۔ سمورا راستے سے ہٹ گئی۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور سسک سسک کر رونے لگی۔

"کیا ہم انسان نہیں ہیں نواز۔ بتاؤ کیا میں انسان نہیں ہوں' بتاؤ۔ کیا میں عورت نہیں ہوں؟ بولو ــــــ جواب دو۔"

"یقیناً سمورا ــــــ یقیناً۔" میں نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمارے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیوں کیا جاتا ہے۔ ہمارے دل کو درد سے اس قدر نا آشنا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ کس اطمینان سے کہہ دیا گیا کہ ممکن ہے یہ آخری ملاقات ہو۔ آخر کیوں؟ اس قدر بے دردی کیوں؟"

"لیکن سمورا۔ ایک نہ ایک دن تو ہمیں جدا ہونا ہے۔"

"ہاں ——— لیکن اس کے بعد کی کیفیت ہمارے بس میں تو نہیں ہے۔ آخر ہمارا بھی دل ہے اور دل کم بخت کسی سے مانوس ہو ہی جاتا ہے۔" سمورا نے جذباتی انداز میں کہا اور میں پریشان ہونے لگا۔ میں اسے اندر لے آیا اور پھر میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وقت ان باتوں کو قبول نہیں کرتا سمورا وقت تو پانے اور بھول جانے کا نام ہے۔ یوں ہر ایک کے لیے روگ لگاتے رہیں تو زندگی کتنی کٹھن ہو جائے۔"

"اتنے دنوں کی رفاقت رونے کا حق بھی نہیں دیتی نواز؟" اس نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"آنسو انسان کی شکست ہوتے ہیں۔ شکست کا تصور ہی ذہن سے نکال دو۔ رونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اعضاء کی تحریک کو ہم نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ خود کو ان سے الگ سمجھو کسی شے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب فضول باتیں ہیں۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ تم کچھ نہیں ہو۔ ہم سب ہیولے ہیں۔ صرف ہیولے۔ نظری دھوکہ ہیں ہم لوگ اور کچھ نہیں۔"

سمورا تعجب سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔ کئی منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔ پھر اس کے چہرے میں کچھ تبدیلیاں آئیں۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ کی روشنی پھوٹی۔ اور پھر وہ بدلے ہوئے انداز میں بولی۔

"کیا تم ابھی کچھ روز اور قیام کرو گے نواز؟"

"ہاں۔ شاید مجھے کچھ اور وقت یہاں گزارنا پڑ جائے۔ لیکن سوری سمورا اب میں تمہارے ساتھ قیام نہیں کروں گا؟"

"کیوں؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"کچھ اور رفاقت' جذبات میں کچھ اور گہرائی پیدا کرے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے سینے میں کچھ اور زخم آئیں۔ ہاں اگر تم ہر قسم کے جذباتی تصور کو شراب میں حل کر کے معدے میں اتار لینے کی قائل ہوتیں تو میری بہترین ساتھی ہوتیں۔"

وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک آئی۔ "مجھے صرف اپنی شخصیت سے روشناس کرا دو نواز۔ تم اندر سے کیا ہو۔ یہ بتا دو۔ اس کے بعد ہر فیصلے کا حق تمہیں ہو گا۔ میں تمہیں کسی ارادے سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

"اندر سے۔ میں بھی وہی کمزور انسان ہوں سمورا۔ خون اور گوشت کے لوتھڑے مجھے بھی پریشان کرسکتے ہیں۔ میں بھی جذباتی انداز میں سوچ سکتا ہوں میں بھی رو سکتا ہوں سمورا لیکن۔ آنسو میری موت ہوں گے۔ اگر میری آنکھوں سے پانی کے حقیر قطرے۔ بہہ گئے تو پھر خود کشی کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو گا۔ میں نے آنکھوں سے ایک سمجھوتہ کیا ہے۔ میں نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ دنیا کی کسی بات پر نہ روئیں گی۔ میں نے دل کی طرف سے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ کسی ایسے تاثر کو قبول نہیں کرے گا جو آنکھوں کو آنسو بخشے۔ میں نے ان دونوں کے ساتھ جارحیت کی ہے اور اس کے جواب میں ان سے ایک وعدہ کیا ہے اگر میں

کبھی بے اختیار ہو گیا۔ تو ——— پھر اس کے بعد وہ بے قصور ہوں گے' قصور وار میں ہوں گا۔ صرف خود میں۔ اور میں اس قصور کی سزا موت تجویز کروں گا صرف موت۔"

سمورا پھر متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ کر رہ گئی۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "خدایا۔ کوئی بھی انسان مطمئن نہیں ہے۔ تو نے اس کمزور اور بے بس مخلوق پر دکھوں کے اتنے بوجھ کیوں لاد دیئے ہیں؟" پھر اس نے ایک دم چونک کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جب تک یہاں ہو نواز۔ میرے ساتھ رہو۔ میں تمہارے کسی کام میں مزاحمت نہیں کروں گی۔ اور میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گی جو...... جو تمہیں گراں گزرے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"شکریہ سمورا۔" میں نے جذبات کو روکتے ہوئے کہا۔ "میرے لیے چائے بناؤ میں ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"آؤ بیٹھو ——— میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا۔ اور میں خود کو فریب دے کر' سمورا کو فریب دے کر مطمئن ہو گیا۔ میں نے ماحول سے سمجھوتہ کر لیا۔

لیکن اب آرام کے دن نہیں تھے۔ میری ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔ مجھے کام کرنا تھا۔ اہم کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک سگریٹ سلگائی اور اس کے کش لیتے ہوئے اپنے پروگرام پر غور کرنے لگا۔ بیس پاؤنڈ ہیروئن لے جانی تھی اس کے لیے مناسب ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟ سمورا جس وقت چائے لائی اس وقت اس بارے میں میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ ویسے شاید اسے ابھی میری پوزیشن کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔

بہر حال مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں اسے بتاؤں۔ میں تو صرف مناسب انداز میں کام کرنے کا خواہش مند تھا۔ اس رات بھی سمورا حسب معمول میری آغوش میں تھی۔ وہ تھک کر سو گئی۔ لیکن میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میرا ذہن گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ کوئی ایسا ہی پروگرام ہونا چاہیے جو انوکھا ہو۔ اور کامیاب ترین ہو۔

اس وقت خیالات آسمان سے نہیں اتر رہے تھے۔ مجھے دو ہفتے کا وقت ملا ہے۔ کسی لگے بندھے اصول کی بجائے' مجھے اپنے طور پر مال لے جانا تھا اور میں جانتا تھا کہ میری عزت اور حیثیت اسی وقت تک ہے جب تک میں مناسب طور پر کام کرتا رہوں۔ ورنہ ان لوگوں کے پاس میرے لیے کچھ نہ ہو گا۔

رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں سوچتا رہا۔ اور پھر سو گیا۔ دوسری صبح طبیعت پر بھاری پن تھا۔ میری سیماب صفت طبیعت اس وقت سکون سے کہاں بیٹھ سکتی تھی۔ جب تک میں اپنے کام کا مناسب تعین نہ کر لوں اس کے لیے مجھے تنہائی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سمورا سے کہا۔

"آج میں تمہارے ساتھ کوئی پروگرام نہیں بنا سکوں گا سمورا۔"

"اوہ ——— کیا حرج ہے۔ کہیں جانا ہے؟"

"ہاں۔"

"بہتر ہے۔ لنچ ساتھ کرو گے؟"

"مشکل ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار نہیں کروں گی؟" اس نے جواب دیا اور کار کی چابی میری طرف اچھال دی۔
میں کار لے کر چل پڑا۔ کوئی نظریہ ذہن میں نہیں تھا۔ کافی دیر تک سڑکوں پر پھرتا رہا۔ پھر یوسف کمالی کے
پاس چل پڑا۔ یوسف کمالی نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔

"غلام سیٹھ واپس چلا گیا؟"

"آج صبح چار بجے۔" کمالی نے جواب دیا۔

"مجھے یہاں سے اٹلی تک کے نقشے درکار ہیں۔"

"میں ابھی فراہم کردوں گا؟" یوسف کمالی نے کہا اور کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجادی۔ تھوڑی دیر
کے بعد نقشے میرے پاس پہنچ گئے۔ یوسف کمالی کی منگوائی ہوئی اناس کی چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ
کے ساتھ ساتھ میں ان نقشوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ لیکن ایمانداری کی بات ہے کہ میں نے ان سے کوئی
نہیں مارا تھا۔

لنچ بھی یوسف کے ساتھ کیا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔ ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ کسی پرسکون
گوشے کی تلاش تھی۔ چنانچہ آوارہ گردی کرتا رہا اور اچانک فارعہ کا خیال ذہن میں آگیا ------ بے اختیار
طبیعت اس سے ملاقات کو چاہنے لگی۔ چنانچہ میں نے کار کا رخ پل غلطہ کی سمت کرلیا۔

باقی معاملات سے اب میں خود ہی واقف ہو گیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر مجھے پرنس آئی لینڈ
کی طرف لے چلا۔ سورج پوری تابانی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور باسفورس کی لہروں میں نگاہوں کو خیرہ
دینے والی چمک تھی۔ میں خالی خالی نگاہوں سے لہروں کو دیکھتا رہا۔ جزیرے آتے رہے۔ لوگ اترتے رہے
مسافر بدلتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری جزیرہ آگیا۔ جہاں مجھے اترنا تھا۔ اور میں..... تھکے تھکے انداز میں
گیا۔

ساحلی ہوٹل عموماً ویران پڑے ہوئے تھے۔ گو انہوں نے کینوس کے سائبان بنائے ہوئے تھے۔ ان
میں سے کسی کسی سائبان کے نیچے سیاح بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی ہپی بھی نظر آئے لیکن میں فارعہ سے ملاقات
کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک گھوڑا گاڑی والے سے سودا طے کیا اور فارعہ کے ہٹ کی طرف چل پڑا۔

فارعہ کے پاس سکون ہے۔ عمدہ لڑکی ہے۔ اگر مجھے چند روز اس کے پاس رہنا پڑے تو کیا حرج ہے؟ میں
نے سوچا۔ آخری ہٹ جس کا نمبر اٹھائیس تھا۔ کے پاس میں گاڑی سے اتر گیا۔ گھوڑا گاڑی والا واپس چلا
تھا۔ لیکن ہٹ میں تالا دیکھ کر میری روح فنا ہو گئی۔

اف ------ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ فارعہ غیر حاضر بھی ہو سکتی ہے ------ اب کیا کیا جائے
گھوڑا گاڑی دور جا چکی تھی۔ ایک ہی طریقہ تھا کسی ------ ناجائز طریقے سے فارعہ کے ہٹ میں داخل
کر اس کا انتظار کیا جائے۔ ظاہر ہے واپس آنے کے بعد فارعہ کو تو کوئی اعتراض ہو نہیں سکتا۔

اس خیال کے تحت ہٹ کا ایک چکر لگایا۔ ذہن کے کسی گوشے میں ایک عقبی کھڑکی موجود تھی۔ جو
گئی۔ اس کا ایک شیشہ توڑ کر اندر ہاتھ ڈالا اور چٹخنی کھول لی۔ پھر اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی
اور دوسرے لمحے میں آرام دہ اور پرسکون ہٹ میں تھا۔

فارعہ کا انتظار کرنا تھا۔ خواہ کتنا بھی وقت کیوں نہ صرف ہو جائے۔ چنانچہ اطمینان سے جوتے اتار
قمیض اتاری اور بستر پر لیٹ گیا۔ ہٹ کے اندر نیم تاریک ماحول تھا۔ تھکا ہوا ذہن جلد ہی غنودہ ہو گیا

آئی۔ خوب زندگی تھی۔ بن بلائے مہمان۔ غیر قانونی طور پر آئے تھے۔ اور آرام سے سو رہے تھے'
بند آنکھ کھلی تو دیوار گیر کلاک چھ کا گھنٹہ بجا رہا تھا۔ پہلا خیال یہی ذہن میں آیا کہ فارعہ ابھی تک نہیں
آئی ہوتی تو کم از کم کمرے کا دروازہ ہی کھلا ہوتا۔ ایک گہری سانس لی اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔
آئی۔ ٹھنڈے پانی سے غسل نے طبیعت کو فرحت بخشی۔ بال وغیرہ خشک کر کے کنگھا کیا اور پھر لباس پہن کر کمرے
سے نکل آیا۔ اب فارعہ کا اسی جگہ انتظار کرتے رہنا فضول تھا۔ بہرحال واپسی اسی کھڑکی سے ہوئی۔ میں نے
چٹخنی بھی بند کردی تھی اور پھر میں وہاں سے چل پڑا۔ خوشگوار موسم تھا۔ سورج چھپ گیا تھا۔ اس کی آخری
روشنی پر بادلوں کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت پیدل چلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن کسی
سمت کا تعین نہیں کیا تھا۔ بس چل پڑا۔ رخ ساحل کی طرف ہی تھا اور پھر ساحل کے ساتھ ساتھ
ریستورانوں کے قریب پہنچ گیا۔ میری نگاہیں فارعہ کو تلاش کر رہی تھیں۔

چند ایک لڑکیاں مجھے دیکھ کر مسکرائیں۔ وہ بھی فارعہ کی مانند کاروباری تھیں' لیکن اس وقت کسی کی
طرف متوجہ ہونے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کی مسکراہٹ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شام تیزی
سے جھک رہی تھی' میں ایک ریستوران میں پہنچ گیا۔ اور وہاں چائے پی پھر کافی دیر تک اداس بیٹھا رہا۔ ممکن
ہے فارعہ جزیرے پر موجود ہی نہ ہو۔

رات گئے اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ مون اینڈ ریستوران میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نوعمر سی لڑکی میری
طرف بڑھی۔ اور اجازت لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ بلاشبہ نوعمر تھی۔ لیکن چہرے کے نقوش خاصے
شکاری ہو چکے تھے۔

"آپ تنہا ہیں جناب؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ پھر تو میں آپ کی تنہائی میں مخل ہونے کی معافی چاہتی ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ سیاح
ہیں۔ ممکن ہے آپ کو تنہائی دور کرنے کے طریقے نہ آتے ہوں ------ سوری۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"بیٹھو۔ اگر میرے ساتھ کچھ کھا پی لو تو کیا حرج ہے۔"

"اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو؟"

"ناگوار نہیں ہو گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بیرے کو بلا کر اس کی پسند کی چیزوں کا آرڈر دے
دیا۔ دراصل میں یہاں فارعہ کی تلاش میں آیا تھا۔" میں نے یونہی کہہ دیا۔

"ہٹ نمبر اٹھائیس؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں۔ تم اسے جانتی ہو؟"

"میری دوست ہے۔ لیکن وہ تو یہاں نہیں ہے۔ تین دن سے گئی ہوئی ہے۔"

"اوہ۔ کب تک آئے گی؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اگر فارعہ موجود نہیں ہے تو میں تو ہوں ------ میں بتا چکی ہوں وہ میری دوست ہے۔ بلا تکلف اور
بلا معاوضہ۔ جو خدمت ہو مجھے بتائیے۔" لڑکی کے لہجے میں صداقت اور خلوص موجود تھا۔

"نہیں شریف لڑکی۔ تمہارا شکریہ۔ فارعہ میری دوست ہے اور بس۔ میں کسی خاص کام سے تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔"

"اس کے لیے کوئی پیغام؟"

"چاہو تو کہہ دینا تمہارا ایک رات کا دوست پھر سے تمہارے پاس آیا تھا۔"

"عجیب پیغام ہے؟" وہ ہنس پڑی۔

"کیوں؟"

"اس کے ایک رات کے دوست تو بہت سے ہوں گے۔ وہ الجھ جائے گی۔"

"میرا نام بتا دینا۔"

"وہ بھی مجھے نہیں معلوم۔"

"نواز۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم ایرانی ہو؟"

"بس۔ نواز ہوں۔ اب مجھے اجازت دو۔" میں بل کی رقم پلیٹ میں رکھ کر اٹھ گیا۔ وہ حیران رہ گئی۔ ابھی میں ریستوران کے دروازے تک فاصلہ ہی طے کر پایا تھا کہ بگڑی نسل کے ایک آوارہ جو ابھی ابھی تام چینی کا ایک پیالہ لئے ہوئے اندر آیا تھا۔ میری قمیض کی آستین پکڑ لی۔

"مجھے معاف کرنا میرے دوست۔ ایک انسان کی حیثیت سے کچھ مدد چاہتا ہوں۔ ایک لی کے لیے جو دم توڑ رہا ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ مجھے اس کی بدتمیزی پر غصہ آگیا۔ خونخوار انداز میں اس کی شکل اور پھر اس کا میلا ہاتھ دیکھا۔ جس نے میری آستین پر دھبہ لگا دیا میری نگاہ پھر اس کے چہرے کی طرف اٹھ گئی۔ اس چہرے پر میں کوئی خاص بات چھوڑ آیا تھا اور اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی وہ ہرگز نشے میں نہیں تھا۔ بلکہ ایک عجیب اس پر طاری تھی۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اس پیالے میں گرم گرم سوپ دلا دو۔ اس پر زبردست نمونیے کا حملہ ہوا ہے۔ ممکن ہے وہ بچ نہ سکے۔" اس نے انتہائی عاجزی سے کہا اور میں اس کے ساتھ کاؤنٹر کی طرف چل دیا۔ اسے سوپ دلایا۔ کھانے پینے کی کچھ دوسری چیزیں بھی دلائیں اور پھر اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"میں بے حد شکر گزار ہوں۔"

"میں تمہاری کچھ اور بھی مدد کر سکتا ہوں۔ نمونیہ کس کو ہوا ہے؟"

"ڈرینی کو۔" اس نے جلدی جلدی چلتے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی قدم اٹھا رہا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟"

"ریت کے ٹیلے کی اس جانب۔" ہپی نے جواب دیا۔

"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"میرے ساتھ چلتے رہو؟" اس نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس بڑھنے لگا' جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ٹیلے کے عقب

میلے کچیلے کپڑوں میں ایک جسم موجود تھا۔ جسم کے نشیب و فراز دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ عورت

ہپی اس کے قریب پہنچ گیا' اس نے بڑے پیار سے اس کا سر زانو پر رکھ لیا اور سوپ کا پیالہ نزدیک کر لیا۔ پھر اس نے لڑکی کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن اچانک۔ اسے کچھ احساس ہوا اور اس نے غور سے لڑکی کو دیکھا۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اس کی حرکات دیکھنے لگا۔

"ڈرینی ——— ڈرینی ——— ڈرینی ———!" اس بار اس کی آواز چیخ بن گئی۔ اور پھر اس نے کی کے مردہ جسم کو سینے سے بھینچ لیا۔ وہ اس کے منہ سے منہ رگڑتے ہوئے رو رہا تھا۔ آہ ——— ڈرینی ——— وطن واپس نہیں چلو گی ڈرینی' کیا ہمارا فیصلہ غلط تھا ——— بولو ——— کیا ہم نے غلط فیصلہ کیا تھا ڈرینی ——— بتاؤ۔ سارے پروگرام ادھورے چھوڑ دیئے تم نے ——— آہ ڈرینی ——— ڈرینی ——— میں تنہا کہاں جاؤں گا۔" وہ اسے بھینچ بھینچ کر روتا رہا۔

میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "مجھے افسوس ہے دوست۔" میں نے دردانہ لہجے میں کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے دردناک لہجے میں کہا۔

"شاید ہمارا فیصلہ ہی غلط تھا۔ شاید ترلوکا کے اصولوں سے بغاوت ہمیں راس نہ آئی۔"

"کیا تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟ لیکن ٹھہرو۔ اس مٹی کو اب خود سے جدا کر دو۔ یہ تمہارے ی سوال کا جواب نہ دے سکے گی۔"

وہ روتا رہا۔ میں نے لڑکی کا بے جان جسم زمین پر رکھ دیا۔ خاصے دلکش نقوش تھے۔ عمر بھی بیس بائیس سے زیادہ نہ ہوگی۔

"میرا نام گیزہاور ہے۔ انگلینڈ کا رہنے والا ہوں۔ وہ۔ میری محبوبہ ہے۔ ہم دونوں تہذیب سے اکتا کر ہپیوں میں شامل ہو گئے تھے اور پھر دنیا گردی کو نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارا گھرانہ بہت باعزت ہے۔ لیکن ہم نے اس کی عزت لٹا دی۔ ہم کھٹمنڈو تک گئے۔ دوسری بہت سی جگہوں کی سیر کی۔ لیکن اچانک ڈرینی کو اپنے والدین یاد آنے لگے' وہ پریشان اور بے چین رہنے لگی۔ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا چہ میں نے اس سے اس کے دل کا حال معلوم کیا۔ اور اس نے کہا کہ وہ اپنوں میں جانا چاہتی ہے۔ پہلے نے اسے سمجھایا کہ اب ہمیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ لیکن وہ بضد رہی۔ ہمارے پاس سفر خرچ نہ تھا۔ منگوانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اور چل پڑے۔ لیکن ——— یہاں آکر ڈرینی نے سفر ملتوی کر دیا۔ نے دوسرا سفر اختیار کر لیا۔ آہ۔ اس نے دوسرا سفر اختیار کر لیا۔" وہ بلک بلک کر رونے لگا۔

مجھے اس سے ہمدردی تھی' لیکن اچانک ہی میرے ذہن میں شیطان بھی جاگا تھا۔ اور یہ شیطان اس میرے اوپر مسلط ہوا۔ کہ میں اسے ذہن سے نہ جھٹک سکا۔ میرے اندر کا ہمدرد انسان سو گیا۔ اور اب ایک ہوس پرست شیطان تھا۔ صرف اپنے مفادات کا حامی۔ چنانچہ میں نے اسے بھرپور تسلیاں دیں اور کی دیر تک سنبھل گیا۔

"ڈرینی اپنوں میں جانا چاہتی تھی ہاور؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں دوست۔ اس کی دلی خواہش تھی۔"

"تو کیا اب تم اس کی خواہش پوری نہیں کرو گے؟"

اس نے نگاہیں اٹھا کر عجیب انداز سے میری شکل دیکھی' اور پھر نہ سمجھنے والے انداز میں بولا۔
نہیں سمجھا دوست؟"

"تمہیں اس کی آخری خواہش ضرور پوری کرنی چاہیے دوست۔" میں نے کہا۔

"لیکن کس طرح؟"

"اسے اس کے وطن میں دفن کرو۔"

"آہ ــــ کاش ــــ کاش میں ایسا کر سکتا۔ کاش میں ایسا کر سکتا' لیکن تم جانتے ہو۔ اس کے لیے دوا کا انتظام بھی نہیں کر سکا۔ میں اس کے لیے خوراک کا انتظام بھی نہیں کر سکا۔ اس کی لاش کس طرح سے لے جا سکتا ہوں؟ میں کتنا بے بس ہوں ــــ میں کیسا بدبخت ہوں۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں دوست۔"

"تم؟ کیوں ــــ کس لیے؟ آخر کس لیے ــــ دنیا میں کون کس کے لیے کیا کرتا ہے
کرتا ہے؟"

"میں تمہاری کہانی سے متاثر ہوا ہوں ــــ اگر اس کی آخری خواہش پوری کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔ وہ میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کراہ روتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ تم ہمدرد ہو۔ تمہاری ایک ہی بات سے تمہاری شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن میں تمہیں اس ہمدردی کے جواب میں کیا دے سکوں گا۔ میں تو تمہارے اس احسان کا کوئی جواب دے سکوں گا میرے دوست۔"

"میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا اور ــــ میں تمہاری مدد کروں گا یہاں میرے اختیارات وسیع نہیں ہیں۔ ہاں اگر کوشش کر کے تم اسے وینس تک لے چلو تو پھر میں وہاں سے تمہارے لیے کا انتظام کر دوں گا۔ رہا یہاں سے وینس تک کا معاملہ ــــ تو میرا خیال ہے وینس تک کا سفر ہم کر سکتے ہیں۔"

"اگر تم میرے اوپر اس قدر احسان کرنے پر آمادہ ہو تو میں منع نہیں کروں گا لیکن لاش لے جا لیے ہمیں حکومت سے اجازت لینا ہوگی۔ ممکن ہے وہ لوگ پوسٹ مارٹم بھی کرنا چاہیں۔"

"میں تمہاری ہر قسم کی مالی امداد کرنے پر تیار ہوں۔ باقی بھاگ دوڑ تم خود کرو گے۔"

"میں سب کچھ کر لوں گا۔ اس کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے میں سب کچھ کروں گا۔"

"تب پھر رات ہمیں یہیں گزارنی ہوگی۔ صبح کو ہم واپس چلیں گے۔" میں نے کہا اور اس نے دی۔ ساری رات میں نے اس کے ساتھ ہی گزاری۔ وہ ایک پل نہیں سویا تھا۔ کبھی رونے لگتا خاندانی حالات بتانے لگتا' کبھی ڈریٹی کے بارے میں باتیں کرنے لگتا۔ صبح سب سے پہلا کام میں ایک پورا اسٹیمر بک کرایا اور ہم لاش لے کر چل پڑے۔ میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ہاور کے حوالے وہ لاش لے کر ہسپتال چلا گیا۔ میں نے اسے فلیٹ کا فون نمبر دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی پیغام ہو تو کر دے۔ اور اب میرے کام میں تیزی آ گئی تھی۔ لیکن میں پہلے فلیٹ پر گیا ــــ سمورا میری منتظر تھی۔ وہ میرے لیے پریشان بھی تھی۔

پر زیادہ توجہ نہیں دی اسے ہاور کے بارے میں بتایا اور کہا کہ اس کا کوئی پیغام ہو تو مجھے یوسف کمالی کے ہاں پہنچا جائے ــــ اور پھر میں لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں گولڈن اسٹور میں تھا۔ یوسف کمالی نے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"یہاں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"مال کہاں ہے؟"

"گھر پر موجود ہے۔"

"تو یوسف کمالی۔ فوراً اٹھو ــــ اور ایسے پلاسٹک کے تھیلوں کا انتظام کرلو' جو کافی مضبوط ہوں۔ اور انہیں بالکل بند کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ ہمیں کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو سرجری کا ماہر ہو۔ یوں سمجھ لو کہ ہیروئن کے تھیلوں کو انسانی جسم سے منسلک کرنا ہوگا۔ میرا مطلب ہے انسانی جسم کے اندر۔"

"کک۔ کیا مطلب؟" یوسف کمالی حیرت سے بولا۔

"بھئی ــــ مطلب کے چکر میں وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں کام تم کتنی دیر میں کرلو گے؟" میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔

"لو ــــ میرا خیال ہے آدھے گھنٹے کی مہلت دے دی جائے۔ میں تمام انتظامات کر لیتا ہوں۔"

"میرے لیے کچھ کھانے کا بندوبست کر کے چلے جاؤ ــــ اس وقت تک میں یہیں رہوں گا۔" میں نے کہا اور کمالی گردن ہلا کر اٹھ گیا۔ پھر میں کافی وغیرہ سے شغل کرتا رہا۔ اور کمالی اپنے کام میں مصروف رہا۔ وقت کا پابند تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد اس نے مجھے فون پر انتظامات ہونے کی اطلاع دی۔

"وہ شخص کہاں ہے؟"

"گھر پر موجود ہے۔"

"پیکنگ کی کیا پوزیشن ہے؟"

"اپنی نگرانی میں کرا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ــــ انتظار کرنا پڑے گا۔ ہاں ایک کام اور کرا دو' یا پھر ابھی رک جاؤ۔ مجھے اورینٹ ایکسپریس سے وینس کے دو ٹکٹوں کی ضرورت ہوگی۔ ایک مردہ جسم لے جانا ہے۔ دونوں ٹکٹ علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں۔"

"کس کے لیے؟" کمالی نے پوچھا۔

"اگر ایمرجنسی ضرورت پڑے تو کام ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ــــ میرے تعلقات ہیں۔"

"تب ٹھیک ہے ــــ ابھی رک جاؤ۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں سمورا کے کا انتظار کرتا رہا۔ اور جب کافی وقت گزر گیا تو پھر میں نے خود اسے فون کیا۔

"جی سرفراز ــــ ابھی تک کوئی پیغام نہیں ملا۔" سمورا نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا کر فون بند کر دیا۔ کافی دیر تک میں گولڈن اسٹور میں رہا۔ ایک بار پھر سمورا کو ہدایات دے کر کمالی کے مکان پر گیا۔ کمالی نے تمام کام ہوشیاری سے کیا تھا۔ پیکنگ نہایت نفیس تھی۔ اس آدمی سے بھی ملاقات ہوئی جو

سرجری کے لیے لایا گیا تھا ——— لیکن کملی شدید حیران نظر آرہا تھا۔ "یہ سب کیا ہے مسٹر نواز۔
آپ کیا کرنے جارہے ہیں۔"

"جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے صرف اسے بہتر طور پر انجام دینے کا خواہش مند ہوں" اور کچھ نہیں
میں نے جواب دیا۔ کملی سمجھ گیا کہ ابھی میں اسے کچھ نہیں بتانا چاہتا۔

"بہرحال۔ رات کو آٹھ بجے مجھے سمورا کے فلیٹ پر ہلور کا فون ملا۔ فون میں نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"ہلور بول رہا ہے۔"

"اوہ ——— میں تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا میرے دوست۔ کیا رہا؟"

"قسمت ساتھ دے رہی ہے۔ مرنے کے بعد ڈرینی کی آرزو پوری ہو رہی ہے میرے دوست۔
میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ ——— تمہارا نام بھی نہیں پوچھ سکا۔"

"نام کوئی اہمیت نہیں رکھتا ——— لیکن تم مجھے شارنی کہہ سکتے ہو۔"

"شکریہ مسٹر شارنی۔ ہسپتال میں مجھے بڑی سہولت مل گئی مسٹر ہام میرے وطن کے باشندے ہیں
اتفاق سے وہ میرے خاندان سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں ہسپتال میں وہ سرجن ہیں۔ انہوں نے بھی
بڑی محنت کی ہے۔ پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے۔ لاش کو مصالحہ لگا دیا گیا ہے تاکہ وہ خراب نہ ہو سکے۔
کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے کچھ لوگوں کے لیے سفارشی خط بھی دیئے ہیں' جن کی وجہ سے لاش لے
میں آسانی ہو گئی ہے۔"

"خوب۔ تم نے ان سے کچھ اور مدد بھی طلب کی ہے؟"

"یہی کافی تھا میرے دوست۔ کس کس کا زیر بار ہوؤں۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا لاش تمہارے حوالے کر دی گئی ہے؟"

"ہاں ——— انہوں نے اجازت دے دی ہے اور اس کے بعد میں نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظام کر کے تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ——— بے فکر رہو ——— تم
انتظامات کر لیے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" ہلور کی نڈھال آواز سنائی دی۔ اور میں نے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ پھر
یوسف کملی کے نمبر ڈائل کیے۔ وہ فون پر ہی موجود تھا۔

"ایمبولینس مل سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وین سے کام چل جائے گا مسٹر نواز۔ اسٹریچر کا بندوبست بھی کر لوں گا۔"

"یقیناً ——— میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ———" میں نے کہا اور پھر میں سمورا کی
لے کر چل پڑا۔ کار یوسف کملی کے مکان پر چھوڑی اور ہم دونوں ایک چھوٹی سی خوبصورت وین میں
چل پڑے۔ راستے میں' میں نے یوسف کملی کو اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے مسٹر شارنی کے نام
کرو گے یوسف کملی۔"

"بہتر۔" اس نے مختصراً کہا اور پھر ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ ہلور پریشان حال ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر
کئی قدم میری طرف بڑھ آیا۔ اس کے چہرے سے بے پناہ تھکن کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہیلو ہلور ——— یہ میرے دوست ہیں' ہماری مدد کریں گے۔" میں نے کملی کی طرف اشارہ کیا اور
نے گردن ہلا دی۔ بہرحال ضروری کارروائی کے بعد ہم لاش لے کر چل پڑے۔ ہلور نے میری دی ہوئی
رقم میں سے ایک تابوت کا بندوبست کر لیا تھا۔ اس کے پاس ہسپتال اور مقامی حکام کے سرٹیفکیٹ موجود
——— جنہیں میں نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ یوں ہم یوسف کملی کے مکان میں پہنچ گئے۔

"کل ہم اورینٹ ایکسپریس سے وینس روانہ ہو جائیں گے مسٹر ہلور۔ اس کے بعد تم انگلینڈ فلائی
کر جانا۔ وہاں میرے بہترین دوست موجود ہیں۔ میں تمام بندوبست کر دوں گا۔"

تابوت ایک جگہ رکھوا دیا گیا۔ اور میں اور کملی ہلور کو لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یوسف کملی نے
کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ میں نے کافی کوشش کر کے ہلور کو کھانے پر مجبور کیا۔ بے چارہ نہ جانے کب کا
بھوکا تھا۔ کھانے بیٹھا تو سب کچھ بھول گیا ——— اور پھر کھانے کے بعد ——— میں نے دوسرا پروگرام
شروع کر دیا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت میں نے چرس بھرے سگریٹ نکالے اور ان میں سے
ایک سلگاتے ہوئے بولا۔

"تم تو ان سے شغل کرتے رہو گے ہلور۔"

ہلور چرس کی بو سے ہی بے چین ہو گیا تھا۔ "آہ ——— میں نے پورے چار روز سے یہ استعمال نہیں
کیا۔ میں نیم مردہ ہوں ——— براہ کرم مجھے دو۔" اور میں نے کئی سگریٹ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"تمہارے لیے دوسری چیزوں کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تب میرے اوپر ایک احسان اور کر دو دوست۔ پیتھڈین کا انجکشن مل سکے تو ———" اس نے
ت سے کہا۔

"کیا تم انتظام کر سکتے ہو؟" میں نے یوسف کملی سے پوچھا۔

"ابھی ———" یوسف کملی نے جواب دیا ——— ہلور نے پیتھڈین کے دو انجکشن لیے ———
میں بھی اس کے ساتھ اس وقت تک چرس نوشی کرتا رہا' جب تک وہ اوندھا نہ ہو گیا ——— اس کے
بے ہوش ہونے کے بعد میں نے نشہ روکنے والی گولی منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اور کملی کے پاس پہنچ گیا۔

"کام شروع کر دو کملی۔ میرا خیال ہے اب تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے؟"

"ہاں ———" کملی نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا ——— وہ میرا پروگرام سمجھ گیا تھا ——— اس میں
سمجھنے والی کیا بات رہ گئی تھی ——— لیکن وہ اس کامیاب ترین پروگرام پر انگشت بدنداں تھا۔ تابوت
والے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "صرف ایک بات میرے ذہن میں
کھٹک رہی ہے مسٹر نواز۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا اسے آپ نے قتل کیا ہے؟"

"ہلوری کو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"نہیں میرے دوست ——— میں ابھی اس قدر درندہ نہیں ہوا ہوں۔ یوں سمجھو یہ اتفاقیہ طو
میرے ہاتھ لگے ہیں ——— انسانی زندگی کے عوض میں یہ کام کرنے کو تیار ہوں ——— وہ بھی ایک
گناہ انسان ——— یہ خیال ذہن سے نکال دو ——— وہ قدرتی طور پر موت کا شکار ہوئی ہے۔"

"اوہ ———" یوسف کمالی نے ایک گہری سانس لی۔ "ظاہر ہے یہ بات پہلے سے آپ کے ذہن
نہیں ہوگی؟"

"ہاں پہلے نہیں تھی۔" میں نے مختصراً کہا۔ میں اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بہرحال، اس کے بعد ایک ناگوار کام انجام دیا جانے لگا! یوسف کمالی اتنے مضبوط اعصاب کا مالک نہ
کہ ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہوتا۔ لیکن دوسرا آدمی جسے یہ کام انجام دینا تھا، اپنے کام کا ماہر تھا
نے ڈریبی کے بہت سے اندرونی اعضاء نکال لیے اور پھر ان کی جگہ مضبوط نائیلون کی تھیلیاں ٹانک دی
اور اس کے بعد پوری مہارت سے ٹانکے لگادیئے گئے آدھے گھنٹے میں اس کام سے فراغت ہوگئی تھی۔

اور لاش دوبارہ تابوت میں رکھ دی گئی۔ ہم اپنے کام سے فارغ ہوگئے تھے۔ اب دوسرے دن روا
بندوبست کرنا تھا۔ ہلور کو بہت دن کے بعد چرس ملی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے نشے کے دو انجکشن
تھے۔ اس لیے دوسرے دن گیارہ بجے تک وہ سوتا رہا۔ میں اور یوسف کمالی البتہ اپنے اپنے کاموں
مشغول ہوگئے تھے۔ ہلور کے کاغذات بھی یوسف نے درست کرائے۔ ان میں اس کا پاسپورٹ بھی تھا اور
لاش کی بکنگ بھی کرادی گئی۔ تمام کام نہایت احتیاط سے کئے گئے تھے۔

شام کو سات بجے ہم اسٹیشن پہنچ گئے۔ لیکن یہاں احتیاط سے کام کیا گیا تھا۔ ہلور کو مزید کرنسی دے
گئی تھی تاکہ اسے دقت نہ ہو۔ ٹرین میں سوار ہوتے وقت اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"کیا آپ میرے ساتھ وینس نہیں چلیں گے۔ مسٹر شارانی۔"

"تم بے فکر رہو میرے دوست۔ اصل میں مجھے بلغاریہ میں تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اس لیے یہاں
بلغاریہ تک میں ہوائی سفر کروں گا۔ اس کے بعد بلغاریہ میں تم سے آملوں گا۔ یوں بھی تمہارے پاس
موجود ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

ہلور جز بز ہو کر رہ گیا تھا، لیکن ٹرین کی وسل نے اسے سوچنے کی مہلت نہ دی، اور اس نے ایک لم
سانس لی۔

"اچھا کمالی ——— میرے دوست۔ میں وینس پہنچ کر تمہیں اطلاع دوں گا۔"

"خدا حافظ مسٹر نواز ——— آپ بہت سی عجیب یادیں چھوڑے جارہے ہیں۔" کمالی نے گر
سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے زندگی میں کبھی دوبارہ ملاقات ہو؟"

"خدا کرے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"ہاں۔ اس لڑکی کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ اور اس سے کہہ دینا کہ مجھے افسوس ہے کہ م
وقت اس سے ملاقات نہ کرسکا، اور یہ بہتر ہی ہے۔" میں نے اپنے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہوئے
ہلور کے کمپارٹمنٹ سے دور تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اورینٹ ایکسپریس خاموشی سے رینگنے لگی، اسٹیشن سے نکلتے ہی

روشنیاں اور باسفورس کا سمندر نظروں کے سامنے آگئے۔ گاڑی رفتار پکڑتی جارہی تھی اور پھر شہر کی آخری
روشنی بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ترک کسٹم افسر آیا اور پاسپورٹ پر مہر لگا کر چلا گیا۔
میں نے اپنے سفری بستر کو کھولا اور نرم پروں کی رضائی میں گھس گیا۔ خیالات کے ہجوم نے یلغار کردی تھی۔
انہیں پرے دھکیلنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ ہاں ان کے دھارے موڑ سکتا تھا۔ چنانچہ پوری توجہ دور
بیٹھے ہلور کی طرف منتقل ہوگئی۔ وہ انسان بننے جارہا تھا۔ دوبارہ جدوجہد اور عمل کی دنیا میں واپس آنے کے
بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن اس کی محبوبہ مرگئی۔ اب ——— اب وہ کیا کرے گا؟

لیکن یہ اس کی بات تھی۔ پہلے یہ بات مجھے سوچنی تھی۔ اب میں کیا کروں گا" میرے پاس وینس کا پتہ
موجود تھا۔ میں براہ راست وہاں جاسکتا تھا۔ لیکن کیا یہ مناسب ہوگا۔ میرا خیال ہے اس مفلوک الحال ہپی پر
کوئی توجہ نہیں دے گا اور اگر بات بگڑ گئی تو؟ دیکھا جائے گا۔ بننا اور بگڑنا تو بزنس ہے۔

بس سوچنے کا وقت ختم۔ اب سونا چاہیے۔ اور نہ جانے کیوں نیند میرے تابع ہوگئی ——— میں نے
اسے طلب کیا اور وہ آگئی۔ دوسری صبح آنکھ کھلی تو گاڑی کا تمام عملہ راتوں رات ترک سے بلغارین میں بدل
چکا تھا۔ باہر کا موسم ابر آلود تھا۔ سرسبز کھیتوں اور باغوں کی ہریالی تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی خوشگوار
کیفیت تھی۔ میں پرشوق نگاہوں سے باہر کے مناظر دیکھتا رہا۔ اس سے کہیں زیادہ خوشنما مناظر میں اپنے وطن
میں چھوڑ آیا تھا۔ میرے وطن کی زمین اس سے زیادہ سبز تھی۔

سب کچھ بدل چکا تھا۔ لیکن وطن کی یادوں کے دریچے ——— تیز جھکڑوں سے کھل جاتے تھے اور پھر
انہیں بند کرنے میں کافی تکلیف ہوتی تھی۔ بلغاریہ کا دارالخلافہ صوفیہ آیا ——— یہاں گاڑی کو ایک گھنٹے
رکنا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہادر کی خبر لے لوں۔ لیکن اس انداز میں کہ اسے اندازہ نہ ہوسکے۔

انتہائی احتیاط سے اس طرف چل پڑا، جہاں وہ موجود تھا۔ وہ نظر بھی آگیا ——— لیکن گردن جھکائے
اونگھ رہا تھا۔ اسے کھانے پینے کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ مجھے اس پر بہت ترس آیا۔ بے چارہ نادانستگی میں
میرے کافی کام آیا ہے۔ اگر مکمل طور پر کامیابی ہوئی تو اس سے جو وعدہ کیا ہے، ضرور پورا کروں گا اور اگر
ناکام رہا اور وہ پھنس گیا، تب بھی اسے تنہا نہ چھوڑوں گا، جو کرسکتا ہوں، کروں گا۔ میں نے دل میں فیصلہ کرلیا
تھا۔ میں واپس پلٹ پڑا۔ اسٹیشن پر لڑکیاں چائے بیچ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ کچھ دوسرے لوازمات بھی
تھے۔ بہرحال پیٹ بھرنا تھا۔ جو ملا، خریدا، کھایا اور پھر چائے پی کر واپس اپنی نشست پر آگیا۔ سفر پھر شروع
ہوگیا اور سہ پہر کو تین بجے کے قریب یوگوسلاویہ کے سرحدی قصبے دمتری گراڈ پر ٹرین رک گئی۔ یہاں
پاسپورٹ وغیرہ چیک کئے گئے اور جانے کی اجازت مل گئی۔ رات کے نو بجے یوگوسلاویہ کا دارالخلافہ "
بلغراد" آیا۔ ٹرین نیلے ڈینیوب سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ اور اورینٹ ایکسپریس کی دوسری شب شروع
ہوگئی۔ دوسری صبح ٹرین 'سپرانا" کے راستے اطالیہ میں داخل ہوگئی۔ "گداپ سینا کے اسٹیشن پر ایکبار جنرل
چیکنگ ہوئی۔ یہی کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس پر کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ ترنیست سے یوگوسلاوی عملہ
بدل گیا تھا اور اب پستہ قد اطالوی عملہ گاڑی پر قابض تھا۔ یہاں تک کہ ٹرین وی تیرنا پہنچ گئی۔ میں نے وینس
کا نقشہ نکالا۔ سب سے پہلے مجھے سیاحوں کے کیمپ جانا تھا۔ لیکن اس صورت میں کہ ہلور کی نگرانی بھی جاری
رہتی۔ اس کے علاوہ سیاحوں کے کیمپ سے مجھے مدد بھی ملنے والی تھی، جس کے بارے میں یقیناً اطلاع پہنچ
چکی ہوگی۔

اسٹیشن کی عمارت سے نکلا ——— تو زمین کی بجائے پانی کی لمبی سڑک نظر آئی، جہاں ا
گنڈولے چل رہے تھے۔ چند اطالوی ہلور کے ساتھ تابوت اٹھائے باہر آگئے۔ ایک اطالوی اسٹیشن ا
جانے کس طرح غمزدہ ہلور پر مہربان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں تابوت ایک اسٹیمر میں اتروایا۔ ا
دوسرے لوگ بھی سوار ہو رہے تھے۔ میں نے ہمت کر کے اسی اسٹیمر کا ایک ٹکٹ خرید لیا۔ ہلور کے
خود اسٹیشن آفیسر نے لے کر دیئے تھے۔ تابوت کا اچھا خاصا ٹکٹ دینا پڑا تھا اسے۔ بہرحال مجھے معلوم
ہلور کے پاس بہت کچھ موجود ہے۔

البتہ میری خواہش تھی کہ ہلور ابھی مجھے نہ دیکھے۔ میں لیڈو کیمپ میں ہی اس سے ملاقات کرنا چاہتا
تاکہ اسے بھی شبہ نہ ہو۔ چنانچہ لمبے اسٹیمر میں، میں اس سے کافی دور ——— اور گردن موڑ کر بیٹھا
وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔

ہم اسٹیمر میں سفر کرنے لگے۔ عرشے پر بہت سے سیاح قرب و جوار کے مناظر کی تصویریں
تھے۔ اور ہلور خاموش بیٹھا تھا۔

نیلے سمندر کے کنارے، درختوں کے جھنڈ میں سیاحوں کی جنت لیڈو کیمپ بستی اور
جگہ ———! بہت سے سیاح یہاں اترنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ اترنے کے بعد
انداز سے واپس ہلور کے سامنے آیا جیسے میرا یہیں قیام ہو۔

"اوہ۔ ڈیر ہلور ——— تم پہنچ گئے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ ا
حیران نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

"آؤ ——— ہمیں یہیں اترنا ہے۔" میں نے کہا اور وہ گھبرائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "فکر
کی ضرورت نہیں۔" میں نے اسے تسلی دی۔ اور پھر اسٹیمر کے عملے کی مدد سے تابوت اتروالیا۔ چند
حاصل کئے اور تابوت اٹھا کر لے چلا۔ ہلور میرے ساتھ تھا۔

ان کیمپوں کے بارے میں مجھے بھی کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن یوسف کمالی نے ان کی تھوڑی
تفصیلات بتادی تھیں۔ یورپ میں ہوٹلوں کے ہوشربا کرائے سیاحوں کے لیے سوہان روح بن جاتے
اس مصیبت کا واحد حل کیمپنگ ہے۔ یورپ کے کونے کونے میں ہزاروں کیمپنگ سائٹس
ہوئی ہیں۔ مشہور شہروں اور پر فضا مقامات پر ان کی بہتات ہے ——— عموماً یہاں ہر چیز دستیاب ہوتی
صاف ستھرے غسل خانے، روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی دوکانیں۔ کرائے پر دستیاب ہونے والے
کے بڑے بڑے اسٹور، ریستوران وغیرہ ——— کسی بھی مناسب جگہ اپنا ایک چھوٹا سا گھر ایستادہ کر
اور مزے سے وقت گزاریئے۔

"آپ یہاں کب پہنچے مسٹر شارٹی؟" ہلور نے پوچھا۔

"اس جگہ ابھی آیا ہوں۔ اوریئنٹ ایکسپریس کے آنے کا وقت معلوم کرنے کے بعد۔"

"اوہ ——— آپ بے حد مہربان انسان ہیں۔ پورے راستے میں اسی ذہنی خلجان میں مبتلا رہا

وہیں جا کر کیا کروں گا، میری تو سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو چکی ہیں۔"

"ان حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے مسٹر ہلور ——— لیکن آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی الجھنوں کا بوجھ میں
نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ میری بھی سٹی
گم تھی۔ میں چاروں طرف چور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟
ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

اب اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ پاسپورٹ جمع کرا کر ایک خیمہ حاصل کروں اور اس کے
بعد انتظامات کروں۔ لیکن غلام سیٹھ کے آرگنائزیشن میں ایک خوبی تھی، جس کا میں آج بھی اعتراف کرتا
ہوں، وہ یہ کہ اس کے نمائندے جہاں بھی تھے، نہایت چاق و چوبند اور اسمارٹ تھے، ان سے کوئی چوک نہیں
ہوتی تھی۔

تابوت اور ہلور کے ساتھ کیمپ کی طرف چلتے ہوئے دیر نہ گزری تھی ——— کہ درمیانے قد کی ایک
خوبصورت لڑکی جس کے بالائی لب پر خاصے بال تھے لیکن رنگ چاندی کی طرح چمکدار تھا۔ مسکراتی ہوئی
میری طرف بڑھی۔

"ہیلو۔" وہ بڑی بے تکلفی سے بولی۔ جیسے میری پرانی شناسا ہو۔ میں ٹھٹھک گیا۔ "میں آپ کو کتنی دیر
سے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ اس طرح سامنے
کر دیا جیسے ہاتھ ملانا چاہتی ہو اور میں نے اپنی کلائی اس کے سامنے کر دی۔

"لی زینا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سامنے پیلے رنگ کی وین کھڑی ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں قلیوں کو لے کر پیلے
رنگ کی وین کی طرف بڑھ گیا۔

"مطلع صاف ہے؟" میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے نزدیک بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ تابوت وین کے عقبی
حصے میں رکھوا دیا گیا تھا، اور ہلور بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں۔ حیرت انگیز طور پر۔!" اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وین اسٹارٹ کر کے
آگے بڑھادی۔ "اتنی آسانی سے آج تک کام نہیں ہوا۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس محکمے سے متعلق لوگ سو رہے
ہیں۔" میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ "تم تنہا آئی تھی؟"

"نہیں ——— کیمپ میں ہمارے ڈیڑھ درجن افراد موجود تھے۔ کوئی خطرہ یا گڑبڑ ہوتی تو وہ سنبھال
لیتے۔"

"گڈ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"کیا یہ بھی گروہ کا آدمی ہے؟" اس نے ہلور کے بارے میں پوچھا۔

"نہیں۔ قطعی غیر متعلق۔"

"اوہ۔ پھر اس کی کیا حیثیت ہے۔"

"ابھی تفصیل سے گریز کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی وین کشادہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ دونوں
طرف بلند قامت درختوں کی قطاریں تھیں اور ان سے پرے خوبصورت باغات اور حسین

عمارتیں ----- وین برق رفتاری سے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پلازاڈیل سینما کے سامنے سے گزرے ----- اس جگہ ہر سال وینس کا مشہور فلمی میلہ ہوتا تھا۔ یہاں دنیا کے مشہور عالم قمار خانے ہیں' جہاں سختی سے صرف ادھر کا مال ادھر کے اصول پر عمل ہوتا ہے۔ اعلیٰ پیمانے کے جوئے ہوتے ہیں اور سیاح یہاں سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے ----- لیڈو سے گزر کر ہم سانتا ماریا پر آ گئے۔ فیشن ایبل ہوٹلوں کا یہ علاقہ بے حد حسین ہے۔

یہاں تک کہ وین سانتاماریا کے ایک گھاٹ پر پہنچ کر رک گئی۔ فوراً ہی چار آدمی نہ جانے کس طرف سے نکل کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ لیزینا نے مقامی زبان میں انہیں ہدایات دیں اور وہ وین کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑے احترام سے تابوت اتارا۔ اور تابوت کے ساتھ ہلور بھی نیچے اتر آیا۔

تب ہم ایک "موٹو سکافو" میں پہنچ گئے۔ جو آبی سڑک پر ہچکولے کھا رہا تھا۔ تابوت بھی موٹر بوٹ میں رکھ دیا گیا تھا۔ موٹر بوٹ میں ان چاروں آدمیوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ اس پر پرائیویٹ کی تختی لگی ہوئی تھی۔ لیزینا میرے اور ہلور کے ساتھ موٹو اسکافو میں سوار ہو گئی اور موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں خاموشی سے وینس کے مناظر میں کھویا ہوا تھا۔ موٹر بوٹ سان مارکو چوک کی طرف جا رہی تھی۔ کرائے کی موٹو اسکافو تیزی سے سامان اور انسانوں کو لے کر سفر کر رہی تھیں۔ ان کے درمیان سست رفتار گنڈولے بھی آجاتے تھے اور ان سے پرے وینس کا آبی شہر نظر آ رہا تھا۔ صدیوں پہلے وینتی قبیلے کے لوگ وحشی حملہ آوروں سے بچنے کے لیے پہاڑوں اور میدانوں کو چھوڑ کر چند ویران ساحلی جزیروں پر آباد ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ ان جفاکشوں نے ایک عظیم شہر تشکیل دے لیا' جو اطالیہ کی طاقتور ترین ریاست بن گیا۔ مشرق کو جانے والی تمام آبی شاہراؤں پر اہل وینس کا قبضہ تھا۔ وہ اعلیٰ پیمانے پر تجارت اور لوٹ مار کرتے تھے اور اس دولت سے عظیم وینس وجود میں آیا تھا۔

سان مارکو چوک کے گھنٹہ گھر کے سامنے والے گھاٹ پر ہماری موٹر بوٹ رک گئی۔ تمام انتظامات اس قدر چوکس تھے کہ طبیعت خوش ہو گئی تھی۔ یہاں بھی دو آدمی ایک سبز رنگ کی لمبی وین لیے ہمارے منتظر تھے۔ سب نے مل کر تابوت وین میں رکھا ----- اور ایک بار پھر ہم چل پڑے۔ اور ہلور کی حیرت قدرتی تھی۔

اب وہ اتنا بڑا گدھا بھی نہیں تھا کہ ان شاندار انتظامات کو حیرت کی نگاہ سے نہ دیکھتا۔ لیکن ان کے بارے میں اس نے کیا سوچا' یہ تو وہی جانے یا خدا جانے ----- ممکن ہے اس نے یہی سوچا ہو کہ اس کا دوست شارتی وینس کی کوئی باا ثر شخصیت ہے ----- اس بار کا سفر طویل نہیں تھا۔ ڈوجے محل کے عقب کی ایک حسین عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وین رک گئی۔ یہاں دو خوش لباس انسانوں نے ہمارا خیر مقدم کیا۔

"لارانوسے ----- اور کے باسفو۔" دونوں نے اپنا تعارف کرایا۔

"میرے دوست ہلور۔" میں نے صرف ہلور کا تعارف کرایا اور انہیں آنکھ ماردی۔

"اوہ ----- بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر ہلور۔ اور آپ کے ساتھ پیش آنے والے حادثے پر افسوس۔" لارانوسے نے کہا اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ان لوگوں کو پوری طرح باخبر کر دیا گیا ہے۔

"آپ میرے ساتھ آئیے مسٹر ہلور۔" لیزینا نے کہا اور بے تکلفی سے ہلور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہلور نے بے

بسی سے میری طرف دیکھا اور پھر لیزینا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ہمیں آپ کے بارے میں استنبول سے مکمل اطلاع مل چکی تھی' مسٹر نواز ----- آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟؟"

"نہیں ----- اس کے برعکس آپ لوگوں کے بہترین تعاون' اور مستعدی سے بہت خوش اور حیران ہوں۔"

"اگر آپ یہ الفاظ ہمیں لکھ کر دے دیں گے تو ہماری حیثیت بڑھ جائے گی۔" یقیناً لکھ دوں گا۔ میرا خیال ہے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مال نکال لیا جائے۔ تاکہ ہم اس شخص کو روانہ کر سکیں۔ یوں بھی لاش کے خراب ہونے کا احتمال ہے۔"

"تمام انتظام مکمل ہے۔ کے باسفو نے کہا۔ اور پھر اس کے اشارے پر ملازم تابوت اٹھا کر اندر لے چلے۔ انہوں نے اسے ایک اندرونی کمرے میں پہنچا دیا۔ جہاں باقاعدہ آپریشن ٹیبل اور آپریشن کرنے کے آلات موجود تھے۔ لاش کو آپریشن ٹیبل پر ڈال کر ایک بار پھر اس کے ٹانکے کھولے گئے اور ہیروئن کی تھیلیاں نکال لی گئیں۔ اس کے بعد بڑی احتیاط سے اس میں ٹانکے لگائے گئے۔ خاصا مشکل کام تھا۔ کیونکہ لاش بگڑ چکی تھی۔ بہرحال اسے دوبارہ تابوت میں بند کر دیا گیا۔

اور میں نے سکون کی سانس لی۔ میں اپنی اس کوشش میں بھی کامیاب ہو چکا تھا۔ اور اب میں فوری طور پر ہلور کو لندن روانہ کر دینا چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہلور کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ کیا ہوا۔ ہاں طیارے پر سوار ہوتے ہوئے اس آنکھیں نم تھیں۔ "میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ انسانوں کی یہ قسم ابھی باقی ہے۔ جو بغیر کسی لالچ کے کسی کے یوں کام آجاتی ہے۔" اس نے ناک میں گھس جانے والے آنسوؤں کو شوں شوں کر کے اوپر سونتے ہوئے کہا۔

"انسانوں کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے میرے دوست! اس لئے جو کچھ سمجھ لو' اسی پر اکتفا کرو۔ زیادہ جاننے کی کوشش کرو گے تو بہت سے بھرم ٹوٹ جائیں گے۔" میں نے اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ میں نے ایئرپورٹ کے گیٹ کی طرف مڑتے ہوئے اسے بھلا دیا وہ صرف میری ایک ضرورت تھی۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کسے یاد رہتی ہے میں ایئرپورٹ سے باہر نکل آیا!

سبز رنگ کی وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر لیزینا میرا انتظار کر رہی تھی صرف لیزینا میرے ساتھ آئی تھی' باقی لوگوں کی بھیڑ کو میں نے ساتھ لینا مناسب نہیں سمجھا تھا! غلام سیٹھ کے نئے احکام کے تحت میری ذمہ داریاں کچھ اور بڑھ گئی تھیں۔ حالانکہ۔ یہ بڑھی ہوئی ذمہ داریاں مجھے پسند نہیں تھیں۔ میرا عہدہ بڑھ رہا تھا۔ میرا درجہ بڑھ رہا تھا۔ سوئزر لینڈ کے بینکوں میں میرا سرمایہ بڑھ رہا تھا۔ لیکن مجھے ان سب کا کیا کرنا تھا۔ میرے لیے تو میری تنہا زندگی تھی جب تک تھی۔ تھی۔ جب نہ ہوتی تو کوئی گلہ بھی نہ ہوتا۔ کیا ضرورت تھی اس بوجھ سے چپٹے رہنے کی۔ اگر غلام سیٹھ زیادہ سے زیادہ وزن لاد دے۔ تو مشکلات میں اضافے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاہم۔ ٹھیک تھا۔ جو کچھ بھی تھا ٹھیک تھا۔ لیزینا نے جلدی سے اپنے نزدیک کا دروازہ کھول دیا اور میں تھکا تھکا سا اندر بیٹھ گیا۔ اس نے وین اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔!

"کیا حکم ہے جناب۔؟" اس نے پوچھا۔

"گھر واپس چلو لیزینا۔ میں کچھ دیر آرام کروں گا۔!" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔ میں بھی آپ کو تھکا تھکا محسوس کر رہی ہوں۔" لیزینا نے کہا۔ اور سبزوین کی رفتار تیز کر ی۔ پھر راستے بھر وہ خاموش رہی اور میں اونگھتا رہا۔ ذہن منتشر تھا۔ فیصلہ کیا کہ واپس جاکر شراب کے چند پیگ لوں گا اور پھر سونے کی کوشش کروں گا' اپنے آپ کو۔ حالات کو' ماحول کو بھلانے کے لئے' شراب کا قتی سہارا اہمیت رکھتا ہے۔ ہاں۔ بشرطیکہ ہوش میں آنے کے بعد حافظہ بھی متاثر ہو۔ اور وہ کچھ یاد نہ آئے سے بھلانے کے لئے یہ موہوم سہارا لیا جاتا ہے۔!

لیزینا نے کئی بار کچھ بولنے کے لئے لب کھولے۔ لیکن پھر خاموش رہی۔ شاید میری خاموشی کی وجہ سے ے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑی تھی اور میں بہرطور خاموش رہنا چاہتا تھا۔ اس وقت لیزینا کے جسم سے اٹھنے الی بھینی بھینی خوشبو نے بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ کوئی چیز نہیں بھا رہی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ وین مکان میں اخل ہو گئی۔ اور میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا لیزینا بھی دوسری طرف سے اتر گئی تھی۔ لان پر مالی کام کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں تھا۔ شاید لارانو سے اور کے باسفو بھی موجود نہیں تھے۔ "لیزینا۔" میں نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔

"سر۔" وہ مستعدی سے بولی۔ "مجھے شراب چاہیے۔!"

"ابھی پیش کرتی ہوں۔!" اس نے اسی انداز سے کہا۔ پھر میں تو اپنے جانے پہچانے راستے سے اپنی واب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ اور لیزینا دوسری سمت! اپنے کمرے میں آکر بستر پر جانے کی بجائے ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اور اس کے گہرے گہرے کش لے کر سوچنے لگا۔ آخر یں اداس کیوں ہوں۔ یہ بد بخت اداسی بار بار کیوں ابھر آتی ہے۔ بے شمار انسان دنیا میں بستے ہیں۔ انہوں نے خود کو اپنے حال میں مگن کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وقت' ماحول ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ ہ خا کہیں اور سے چلتا ہے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے' اسی سے خوش کیوں نہ رہا جائے۔ اور نہ خوش رہتے ہیں۔ مجھے بھی سب کچھ میسر ہے۔ پھر میں خوش کیوں نہیں ہوں۔ یہ بے نام اداسی میرے اوپر کیوں سلط ہے۔

میں بلا وجہ خود کو تباہ کر رہا ہوں۔ آزاد ہوں۔ جو دل چاہے کروں۔ جس طرح چاہوں رہوں۔ مجھے وش رہنا چاہیے۔! کیا ہوا۔ ہلور کی محبوبہ مر گئی۔ اس نے میری ضرورت پوری کر دی۔ میں نے اس کی ضرورت پوری کر دی ایک ہی بات ہے۔ پھر یہ اداسی کیوں۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا۔! چاندی جیسے رنگ۔ اور بھورے بالوں والی یہ لڑکی خاصی حسین ہے' کیا یہ۔ کیا یہ میری ساتھی بن سکتی ہے۔ سی قسم کی ساتھی۔ جس طرح دوسری لڑکیاں۔؟ میرا خیال ہے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن۔ کیا اس وقت یسے ساتھی کی ضرورت ہے؟

"نہیں سو جانا بہتر ہے۔ ہاں۔ سو جانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے سونے کے بعد موڈ ٹھیک ہو جائے۔ اور میں نے لیزینا کے تصور کو بیدردی سے ٹھکرا دیا۔ اور اسی وقت دروازہ کھول کر لیزینا اندر داخل ہو گئی۔! شیشے کی وبصورت ٹرالی پر شراب کے جار رکھے ہوئے تھے۔ آئس پاٹ اور سائفن بھی تھا۔ لیزینا نے اس دوران باس بھی تبدیل کیا تھا۔ اس کے بھورے بال جو پہلے ایک ربن سے بندھے ہوئے تھے' اب کھل کر منتشر

ہو گئے۔ ڈھیلے ڈھالے لباس کا گریبان کافی چوڑا تھا' جس سے اس کا سینہ کافی حد تک عیاں ہو گیا تھا۔ شرٹ کے نیچے کوئی دوسرا لباس بھی نہیں تھا۔ اور پھر کسی حد تک نیچی ٹرالی کے ہینڈل کو پکڑ کر دھکیلنے کے لئے وہ ک گئی تھی جس کی وجہ سے چوڑا گریبان اور چوڑا ہو گیا تھا۔ گویا' دوران خون تیز کرنے کے لئے شراب بھی تھی۔ اور شباب بھی۔

لیکن۔ اس دیوانی کو کیا معلوم۔ کہ میں ایک سیراب انسان تھا۔ میرے اردگرد حسن کا سمندر موجزن رہا تھا اور میں ہر کس و ناکس سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا! شراب کی ٹرالی میرے قریب لا کر وہ سیدھی ہو گئی۔! اس نے میری آنکھوں میں داد حسن تلاش کی اور پھر اس کے چہرے پر ناکامی کی شکنیں نمودار ہو گئیں۔ اس کی مسکراہٹ میں پھیکا پن آگیا۔ کیونکہ میری سپاٹ نگاہوں میں کچھ نہیں تھا۔

"شراب دو لیزینا۔!" میں نے کہا۔

"جی۔ جی۔" وہ جلدی سے بولی اور پھر اس نے جار سے شراب نکالی اور اس میں برف ڈالنے لگی۔

"نہیں۔!" میں نے اسے روک دیا۔

"کیوں۔؟"

"اس کی گرمی برقرار رہنے دو۔ برف اس کے حسن کو فنا کر دیتی ہے۔"

"پانی۔؟" اس نے سائفن اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بس۔ گلاس اٹھا دو لیزینا۔" میں نے کہا اور اس نے گلاس اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے شراب چند گھونٹوں میں حلق میں انڈیل لی اور پھر کسی پیاسے کے سے انداز میں گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ لیزینا نے دوبارہ گلاس بھر دیا اور میں نے پہلے کے سے انداز میں اسے خالی کر دیا۔!

"یہ۔ یہ بہت تیز ہے جناب۔" لیزینا نے دبی زبان سے کہا۔

"میرے اندر کچھ نہیں ہے لیزینا۔ بس راکھ ہی راکھ بھری ہوئی ہے' اس کی تیزی کس چیز کو نقصان پہنچائے گی۔؟" میں نے کہا۔ اور لیزینا کے چہرے پر عجیب سے آثار ابھر آئے۔ یہ ہمدردی کے آثار تھے۔ عورت دنیا کے کسی خطے کی ہو' فطری طور پر کیسی ہی ہو۔ اس کے اندر ہمدردی اور ممتا کے جراثیم ضرور ہوتے ہیں۔

"ایک گلاس اور دے دو لیزینا۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا اور اس نے تیسرا گلاس پر کر دیا۔ میں نے وہ گلاس بھی اسی انداز میں ختم کر دیا اور اور پھر میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شکریہ لیزینا۔!" میں کرسی سے اٹھا اور مسہری پر جا بیٹھا اور پھر میں نے جھک کر جوتے اتارے۔ لیزینا عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کیا آپ لباس تبدیل نہیں کریں گے جناب؟"

"لباس۔ رہنے دو۔ کیا بگڑتا ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیزینا اسی انداز سے کھڑی رہی۔ میں اس کے چہرے پر کانپتے جذبات دیکھ سکتا تھا' لیکن میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں' پپوٹوں میں لیزینا کا تاریک حلیہ ابھر رہا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ صرف سکون کی۔!

اور سکون کی دیوی۔ مجھ پر مہربان ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم لیزینا کمرے سے کب گئی۔ بس میں سو گیا۔ اور پھر جب جاگا تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ گھڑی دیکھی۔ ساڑھے پانچ بج رہے تھے گویا دوپہر کا کھانا گول ہو گیا تھا ویسے دماغ پر سکون تھا اور طبیعت ہلکی ہلکی محسوس ہو رہی تھی۔

یہی میں چاہتا تھا۔ باتھ روم کمرے سے اٹیچ ہی تھا۔ خوب غسل کیا اور پھر ایک عمدہ سوٹ پہ
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک اجنبی سی شکل نظر آئی۔ تیس
سال کی ایک خوبصورت عورت تھی۔ جدید تراش کا لباس پہنے ہوئے' جدید ترین میک اپ کئے ہو
بہت اسمارٹ نظر آرہی تھی۔

وہ شاید میرے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس کی نگاہ بھی میرے اوپر پڑی' اور وہ ٹھ
گئی۔ اس نے غور سے مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں سے سیٹی کی آواز نکلی۔

"مسٹر نواز۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اور کوئی جواب دیئے بغیر اسے دیکھتا رہا۔ وہ میرے ق
آگئی۔ "ہینڈسم۔" اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے کہا۔ اور پھر چونک کر بولی۔ "کیا اپنا تعا
نہیں کراؤ گے ڈیئر۔؟" میں نے محسوس کیا۔ وہ میرے اوپر چھا جانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ وا
متاثر کرنا چاہتی تھی۔

"لیزینا کہاں ہے۔؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"اپنے کمرے میں ہوگی۔ میں بھی اسی طرف جا رہی ہوں۔ آؤ۔!" اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"تم کون ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"سی کاریفا۔" اس نے کہا۔

"اس عمارت میں پہلی بار دیکھی گئی ہو۔" میں آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اور وہ رک گئی۔ پھر اس
اپنی کلائی میرے سامنے کر دی۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ اس کی کلائی پر انچارج کا نشان بنا ہوا تھا
وینس میں وہ کاروبار کی انچارج تھی۔ "ہوں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"آپ مسٹر نواز ہی ہیں نا۔؟" اس بار اس کا لہجہ سنبھلا ہوا تھا۔

"ظاہر ہے۔ آپ کو اس بارے میں آج اطلاع ملی ہے۔؟"

"اوہ۔ شاید لیزینا نے بتایا نہیں۔ میں پیرس گئی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے قبل آئی ہوں۔"

"ہاں۔ بتایا تھا۔"

"یہاں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔؟"

"نہیں۔ تمہارا اسٹاف بہت چاق و چوبند ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ شکریہ۔" وہ پھر اصل رنگ میں آگئی۔ اسی وقت لارانو سے سامنے نظر آگیا۔ ہمیں
دیکھ کر وہ جلدی سے ہمارے پاس دوڑا۔!

"آپ آگئیں چیف۔؟" اس نے نیاز مندی سے کہا۔

"لیزینا کہاں ہے۔؟"

"لان پر کرسیاں لگوا رہی ہے۔ چائے کا وقت ہو چکا ہے۔ میں مسٹر نواز کو دیکھنے آیا تھا۔!"

"آیئے مسٹر نواز۔ لان پر چلیں۔ میں نے بڑے خوشنما پھول لگوائے ہیں عقبی لان پر۔!" سی کاریفا نے
کہا۔ اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"مجھے آپ کی شاندار شخصیت کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن میں تو آپ کو ادھیڑ عمر کا کوئی خ
سا آدمی سمجھتی تھی۔" ریفا نے لان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے۔!" میں نے اس کے اعتدال پر آنے کے بعد اس کی توہین مناسب نہیں
سمجھی۔

"ہاں۔ آپ کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" ریفا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ ہم لان پر پہنچ گئے۔ در حقیقت
خوبصورت لان تھا۔ شام جھک آئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکے لان پر لگے ہوئے حسین
پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو منتشر کر رہے تھے۔ رنگ برنگی نازک نازک سی کرسیاں بڑی نفاست سے لگائی گئی
تھیں اور لیزینا شام کا خوشرنگ لباس پہنے چائے کا انتظام کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ دو ملازم بھی تھے۔!

سی کاریفا کو دیکھ کر لیزینا ایکدم سیدھی ہو گئی' اور پھر آگے بڑھ کر بولی۔ "ہیلو۔ مادام سیکا۔!"

"ہیلو۔!" سی کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔ اس نے آواز میں رعب پیدا کر لیا تھا۔ "کیا پوزیشن ہے لی
زینا۔؟"

"سب ٹھیک مادام۔" لیزینا نے ہمارے لئے کرسیاں کھینچتے ہوئے کہا۔

"اسٹیشن رپورٹ۔؟"

"او کے۔!"

"ہوں۔ آرام کرو۔!" سی کاریفا نے کہا۔ اور لیزینا سارے کام چھوڑ کر جھکی اور عمارت کی طرف چل
پڑی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ سی کاریفا کا ٹائپ میری سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لیکن سخت
گیر عورت تھی۔

"تشریف رکھیئے مسٹر نواز۔!" وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"شکریہ۔" میں کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر دوسرے ملازموں نے ہمارے سامنے چائے سرو کرنا شروع کر
دی۔ چائے کے ساتھ بہت سے لوازمات تھے' لیکن یہ سب لیزینا کی کاوش تھی۔ یہ عورت تو درمیان میں
آٹپکی تھی' اور اب جبکہ مجھے لیزینا کی پوزیشن کچھ ہلکی نظر آئی تھی' مجھے اس لڑکی سے تھوڑی سی ہمدردی
محسوس ہو رہی تھی۔

چائے کے دوران ریفا نے کہا۔ "چونکہ میں ان دنوں باہر تھی اس لئے مجھے آپ کے بارے میں مکمل
معلومات نہ مل سکیں۔ تاہم آپ کی شخصیت سے متعلق کچھ باتیں خصوصی طور پر مجھے بتائی گئی ہیں۔ گو آپ
میری توقع کے برعکس ہیں۔ لیکن اس سے آپ کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔" سی کاریفا مسکرائی۔ لیکن
اس بار بھی میں نے اس کی مسکراہٹ کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"آپ کا آخری جملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔؟" میں نے ایک کاجو منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں آپ انٹرنیشنل آرگنائزر ہیں۔ کسی جگہ کے کچھ مسائل ہوں تو آپ کے ذریعہ انہیں
حل کیا جا سکتا ہے۔!" سی کاریفا اس بار بالکل نہیں مسکرائی تھی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کی
شخصیت' اس کی کشش کو نظرانداز کر کے اسے ایک عام عورت کی حیثیت سے ٹریٹ کر رہا ہوں۔

"کیا آپ کسی مسئلے سے دو چار ہیں۔؟"

"ہاں۔!" اس نے چائے بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتائیں۔ ممکن ہے میں مدد کر سکوں۔"

"سپلائی کے چند چھوٹے چھوٹے اڈے ہمارے کام میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔ لیکن اول تو ان کے

پاس اسٹینڈرڈ کا مال نہیں ہوتا۔ دوسرے ان کا کاروبار بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے ان سے ہمارے کاروبار
کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن ہوٹل "سوبیتا" بہت بڑے پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ سب سے خاص بات یہ ہے
اس کے پاس جدید ترین مال ملتا ہے۔ ہر چیز اس کے پاس موجود ہے۔ پتہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ کسی گروہ
کے تحت کام نہیں کرتا' بلکہ مال حاصل کرنے کے اس کے اپنے ذرائع ہیں۔ اور میرے خیال میں وہ ذرائع
دور دراز سے آنے والے ہیپی ہیں' جو مال لاتے ہیں اور سوبیتا ان سے مال خرید لیتا ہے۔ ان کے کچھ باقاعدہ
ایجنٹ بھی ہیں جو غیر ممالک سے مال منگواتے ہیں۔ بہرحال مقامی سپلائی میں سوبیتا ہمارے لئے الجھن کا باعث
بنا ہوا ہے اور ہماری سیل کافی ٹوٹ گئی ہے۔"

"ہوں۔!" میں نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر خاموشی سے چائے کے گھونٹ لینے لگا۔
سوبیتا کے سربراہان کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"صحیح طور سے نہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک جاپانی کی ملکیت ہے جو عموماً ملک سے باہر رہتا
ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کسی مقامی آدمی کا ہی ہے' جو خود کو ظاہر نہیں کرتا۔ ٹھیک بات نہیں معلوم
ہو سکی۔"

"ٹھیک ہے خاتون ریفا۔ میں دیکھوں گا کہ اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ۔" ریفا نے کہا۔ اور پھر ہم لوگوں نے چائے ختم کر لی۔

"رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے مسٹر نواز۔" ریفا نے کہا۔

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا۔؟"

"رات کو میرے غریب خانے پر۔"

"اوہ۔ تو آپ کا قیام یہاں نہیں ہے۔؟"

"نہیں یہ صرف گیسٹ ہاؤس ہے۔"

"خوب۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے خاتون ریفا۔ میں حاضر ہو جاؤں گا!"

"شکریہ۔" سی کا ریفا نے ایک ادا سے کہا۔ اس کے بعد ہم دوسری گفتگو کرتے رہے۔ اور پھر سی کا
نے مجھ سے اجازت مانگی۔ "مجھے اب اجازت دیں مسٹر نواز۔ میں آپ کی ضیافت کا انتظام کروں گی۔"

"بہت بہتر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ چلی گئی۔ میں اس کے ساتھ عمارت کی طرف نہیں
آیا تھا' بلکہ لان پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس دوران میں اس عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ظاہر ہے
یہاں صاحب اقتدار تھی۔ ویسے گروہ کی انچارج کوئی عورت بھی ہوگی۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ لیکن
غلام سیٹھ نے کیا کیا کھڑاک پھیلا رکھے ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی معلومات نہیں تھی۔ ابھی تو نہ جانے
کیسے کیسے حیرت انگیز واقعات سے دوچار ہونا پڑے۔

پھر مجھے لیزینا یاد آئی اور میں عمارت کی طرف چل پڑا۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے میں نے ایک
ملازم کو روکا اور وہ ادب سے میرے نزدیک آگیا۔

"مس لیزینا کو میرے روم میں بھیج دو۔!" میں نے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ سر۔ مادام سی کا' مس لیزینا کو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔!" ملازم نے بتایا۔ اور میں چونک پڑا۔
اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے میں اس عورت کے بارے میں سوچا۔ عورت عجیب حیثیات کی مالک ہے

نہ جانے کونسی بات سے سی کا نے محسوس کر لیا کہ میں لیزینا کی طرف متوجہ ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ اس
تک ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اس وقت لیزینا کو نظرانداز کر دیا تھا جب وہ شراب لے کر
میرے پاس آئی تھی۔ ورنہ سی کا ریفا کی کوششیں بیکار ہوتیں۔ تاہم اس نے یہ حرکت کی تھی۔
اور اس حرکت کا ذہنی انتقام لینے کا میں نے فیصلہ کر لیا۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ اور پھر باقی وقت میں
اپنے کمرے میں گزارا۔

تقریباً ساڑھے آٹھ بجے۔ ایک دبلی پتلی سی سانولی لڑکی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بڑے
سے مجھے سلام کیا۔ وہ کسی حد تک بدشکل بھی تھی اور چہرہ نروس ٹائپ معلوم ہوتی تھی۔

"نہیں۔ میں آپ کو لینے آئی ہوں جناب۔!" اس نے کہا۔

"لے چلو۔!" میں نے دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"جی۔؟" اس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے ہنسی۔ لیکن پھر
سنجیدہ ہو گئی۔ سنجیدہ ہونے کے بعد اس نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر گردن گھمائی۔ اور پھر خشک
ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"مادام ریفا نے آپ کو..... آپ کو بلایا ہے۔"

"اوہ۔!" مجھے اس کے اوپر رحم آگیا۔ چنانچہ میں اٹھ گیا۔ "مجھے تیار ہونے کی مہلت مل جائے گی۔؟" میں
پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ اوپ۔" وہ بے ساختہ کہہ کر جلدی سے خاموش ہو گئی۔

"تب آپ یہاں تشریف رکھیئے۔ میں ابھی حاضر ہوا۔" میں نے کہا اور پھر اس کے دونوں شانوں کو پکڑ
کے اپنی کرسی پر لا بٹھایا۔

لباس تبدیل کرتے ہوئے مجھے ایک شرارت سوجھی' اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ریفا
انتقام لینے کا ایک ذریعہ ہاتھ آگیا تھا' اور وہ ذریعہ تھی یہ بدشکل لڑکی۔!

ویری گڈ۔ میں نے دل ہی دل میں اس دلچسپ پروگرام سے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں لباس
تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

"چلیں ڈارلنگ۔؟" میں نے اپنے پروگرام کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی کرسی پر اسی انداز سے
بیٹھی ہوئی تھی جیسے میں بٹھا کر گیا تھا۔

میری آواز سن کر وہ اس طرح اچھلی جیسے اسپرنگ نے اچھال دیا ہو۔ "چلیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اسی انداز میں' میں باہر نکل
آیا۔ لڑکی کے حواس خراب تھے' وہ اس انداز میں میرے ساتھ چل رہی تھی جیسے گھسٹ رہی ہو۔ ملازموں
نے ہمیں دیکھا تھا۔ بہرحال میں باہر نکل آیا۔ وہاں ایک خوبصورت ڈیزائن کی عمدہ سی کار کھڑی تھی۔
میں نے لڑکی کا بازو چھوڑ دیا۔ اور اس نے جلدی سے کار کا عقبی دروازہ کھول دیا۔

"تم ڈرائیو کرو گی۔؟" میں نے پوچھا۔

"نن۔ نہیں۔ جی ہاں۔ جی ہاں۔" وہ زور زور سے گردن ہلانے لگی اور میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے نزدیک کا
دروازہ کھول لیا۔ لڑکی منہ پھاڑے پچھلے دروازے کے قریب کھڑی رہی۔

"ڈارلنگ۔" میں نے محبت بھرے لہجے میں اسے آواز دی۔ اور اس کے منہ سے ایک ہ
نکل گئی۔ بدحواسی میں اس نے دروازہ کافی زور دار آواز کے ساتھ بند کیا تھا۔ اور جب اس کا ا
اس نے دروازہ دوبارہ کھولا۔ اور اس بار نہایت آہستگی سے بند کر کے مطمئن ہو گئی۔ اس کے ہ
ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر باہر نکل آئی۔!

"تمہارا نام نہیں معلوم ہو سکا ڈیئر۔؟" میں نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"سویٹا۔!" لڑکی کے منہ سے نکلا۔

"سوئٹ۔! بہت سویٹ نام ہے۔" میں نے اس کی ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور کار کی رفتار
دار جھٹکے سے تیز ہو گئی۔ وہ ہونق ہو گئی تھی' مذاق ہی مذاق میں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ میں نے
کی ران سے ہاتھ ہٹا لیا۔ پھر راستے بھر میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

وینس کی حسین سڑکوں سے گزر کر ہم ایک خوبصورت علاقے میں داخل ہو گئے' اور پھر کار ایک
عمارت کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔!

لان بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ برآمدے میں رنگین اور تیز روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں اور برآمدے کی
کے پاس ہی سی کا نظر آ رہی تھی۔

بلاشبہ اس کے اس وقت کے میک اپ نے اس کی عمر کے بارہ سال گھٹا دیئے تھے۔ اس نے
ایک جاپانی اسٹائل کا گون پہنا ہوا تھا' جس پر چاندی کے تاروں سے کام ہوا تھا۔ ایک سائڈ کمر کے
نیچے تک کھلا ہوا تھا' اور کسی بھی ہلکی سی جنبش سے کمر سے ٹخنوں تک کا سفید حصہ عریاں ہو جاتا تھا
اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس لباس کے نیچے اور کچھ نہیں پہنا ہوا ہے۔!

بظاہر اس وقت سی کا بہت دلکش لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ وقتی طور
چھوڑ دوں۔ لیکن پھر غصہ آ گیا۔ آخر اس عورت نے اجارہ دار بننے کی کوشش کیوں کی ہے۔ کیا
دلکش عورتیں روئے زمین پر موجود نہیں ہیں۔ آخر اس نے مجھے اپنی ملکیت کیوں سمجھا۔؟

"کم آن ڈارلنگ۔" میں نے سویٹا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور سویٹا گرتے گرتے بچی۔
سامنے وہ کچھ اور ہونق ہو گئی تھی۔ اور ہم سی کا کے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو۔ سی کاریفا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو نواز۔" وہ ایک دلکش مسکراہٹ سے بولی۔ میں نے اس پر طائرانہ نگاہ بھی نہیں ڈالی تو
کے برعکس میں سویٹا کو کھینچتا ہوا بولا۔

"تمہاری سویٹا بہت گریٹ ہے ریفا۔ بہت دلچسپ' بہت سویٹ۔!" اور سی کا کا منہ بھی حیرت
گیا۔ اس نے غور سے میری شکل دیکھی' جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو کہ یا میں پاگل ہو
مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن وہ احمق میرے چہرے سے کیا اندازہ لگا سکتی تھی۔

"ہاں۔ یہ بہت نیک ہے۔!" اس نے مختصراً کہا اور پھر سنبھل کر بولی۔ "آیئے مسٹر نواز۔
دیکھو۔!"

"یس۔ یس مادام۔" سویٹا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نو سویٹا ڈارلنگ۔ تم ہمارے ساتھ رہو۔"

"سوری مسٹر نواز۔ مم۔ میں۔" سویٹا لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ اور ایک دم دوڑتی چلی گئی۔
نے ایک گہری سانس لی۔ اور پھر سی کا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بہت دلچسپ ہیں آپ مسٹر نواز۔ بے چاری لڑکی غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔" سی کا نے ایک زبردستی کا
ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ غلط فہمی کیوں۔؟" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"وہ سوچ رہی ہو گی کہ آپ اس سے سچ مچ متاثر ہوئے ہیں۔"

"میں اس سے سچ مچ متاثر ہوا ہوں۔"

"تب مجھے حیرت ہے۔ کیونکہ وہ پوری زندگی کی کوشش میں کسی سڑے سے سڑے لڑکے کو بھی متاثر
نہیں کر سکی ہو گی۔"

"یہی اس کی خوبی ہے سی کا۔ وہ اوریجنل ہے۔" میں نے کہا اور سی کا خاموش ہو گئی۔ ہم ایک حسین
ہال روم میں آ گئے۔ ایک میز پر انواع و اقسام کی شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ ڈرائنگ روم کی
ہر شے سی کا کی عیاش فطرت کی نمائندگی کر رہی تھی۔ ہیجان خیز برہنہ پینٹنگز اور ایسے ہی اسٹیچو۔!

"تشریف رکھیئے۔" اس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا' اور پھر خود بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ
گئی۔ بیٹھتے ہوئے اس نے اس انداز سے اپنی ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی کہ پوری ٹانگ برہنہ ہو گئی۔ سفیدی
مائل جسم بہت سڈول تھا۔ لیکن میں اسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ میں نے ایک نگاہ بھی اس پر نہ
ڈالی۔ سی کا اب بھی اپنی کوششوں میں مصروف تھی۔

"تو مادام سی کاریفا۔ مجموعی حیثیت سے آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟"

"انتہائی نفیس۔ ہمارا مقابلہ ہربنس اور ٹھاکر سے چل رہا تھا اور یہ دونوں ہی آپ کی کوششوں سے ختم
ہو گئے۔ پچھلے دنوں سے تو کھپت میں طوفان آ گیا ہے۔ میں مال پورا بھی نہیں کر پا رہی۔ تاہم غلام سیٹھ نے
بندوبست کیا ہے اور مال کی آمد مناسب انداز میں بڑھی ہے۔ میرا خیال ہے اگر اسی انداز میں سپلائی
جاری رہی تو میں بہت جلد مارکیٹ میک اپ کر لوں گی۔"

"مال لانے میں کوئی دقت تو نہیں ہوتی۔؟"

"وینس میرا ہے۔ یہاں کے حکام سی کا کی مٹھی میں ہیں۔ دقت کیا ہو گی۔" اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ وہ آپ سے فوراً" متاثر ہو جاتے ہوں گے۔؟"

"عاشق ہیں سب میرے۔ ایک اشارے پر سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

"خوب۔! تو آپ انہیں خوب کنٹرول کرتی ہیں۔"

"غلام سیٹھ میری حیثیت جانتا ہے۔ اس نے مجھے دو پرسینٹ کمیشن زیادہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"تب تو آپ بہت جلد سرمایہ دار بن جائیں گی۔؟"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ نخوت سے بولی۔ اور پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "کیا پینا پسند کریں
مسٹر نواز۔؟"

"کلف۔! اگر کھانے میں دیر ہو تو۔"

"لوہ۔ کل بوائے۔ ایک عمدہ کاک ٹیل بناتی ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ایک ادا سے اٹھ

گئی۔ میں خاموش رہا تھا۔ اس نے ایک جگ میں شرابیں مکس کرنا شروع کر دیں۔ اس کے ہاتھ
سے چل رہے تھے اور میں تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

نہ جانے کیوں مجھے اس حسین عورت سے چڑ ہو گئی تھی۔ ویسے یہ میرے اندر ایک نئی بات تھی۔ اور کسی حد تک مسرور کن بھی تھی۔ میری طبیعت میں جوانی سی آ گئی تھی۔ کاک ٹیل کا جگ میرے نزدیک آ گئی۔ جگ سینٹر ٹیبل پر رکھ کر وہ دوبارہ گئی اور پھر گلاس لے آئی۔!

تب اس نے دو گلاسوں میں شراب انڈیلی اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ پھر اس نے میرے چہرے کو دیکھا اور مسکرا دی۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا۔

"چکھ کر دیکھو مسٹر نواز۔ یہ میری اپنی ایجاد ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ کافی کا مطلب بخوبی سمجھتی ہیں مادام سی کا۔؟"

"ہیں۔؟" وہ میرے لہجے پر چونک پڑی۔

"ہاں۔ میں نے کافی کی فرمائش کی تھی۔"

"اوہ۔ لل۔ لیکن۔ لیکن۔"

"اگر نہ فراہم ہو سکتی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ شراب نہیں پیتے مسٹر نواز۔؟" اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پیتا ہوں۔ لیکن اپنے اصول کے مطابق۔ اس وقت نہیں پیوں گا۔"

"سوری۔ میں آپ کے لئے کافی منگواتی ہوں۔" سی کا نے کہا اور پھر سینٹر ٹیبل آگے کو
گئی۔ اس کے چہرے پر شکست خوردگی کی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔ پھر جب وہ واپس آئی تب
موڈ خوشگوار نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے زیادہ گفتگو بھی نہیں کی۔ البتہ کافی آئی تو مجھے اپنے ہاتھ
بنا کر دی، کبھی کبھی کوئی رسمی گفتگو ہو جاتی۔ میں کافی کے سپ لیتا رہا۔ خود اس نے بھی شراب
اور روٹھی روٹھی سی لگ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے سوبیتا کا پتہ نہیں بتایا مادام سی کاریفا۔؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا آپ اس
کام شروع کریں گے۔؟"

"اگر آپ چاہیں۔؟" میں نے کہا۔

"گروہ کا مفاد اسی میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس کے خلاف کچھ کر سکوں۔ لیکن ایک بات میرے
کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کیا۔؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"آپ کے اتنے مراسم ہیں۔ تو آپ نے اس سلسلے میں کوشش کیوں نہیں کی۔؟"

"ٹھیک سوال ہے۔ اگر امکانی بات ہوتی، تو میں ضرور کوشش کرتی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں وینس کی باشندہ ہوں۔ کچھ لوگ میرے کاروبار کے بارے میں بھی تھوڑا جانتے ہیں
کے خلاف صف آرا ہوں گی تو وہ بھی میرے خلاف کچھ کریں گے۔ اور بہرحال حکام بالا میرے

ہیں۔"

"اوہ۔!"

"ہاں اگر کوئی اجنبی ان کے پیچھے پڑ جائے۔ تو ہمارا ایک دوسرے پر اعتماد باقی رہے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ اور ایسی شکل میں تو مجھے آپ سے دور رہنا چاہیے۔"

"ہاں۔ اگر آپ ان کے خلاف کام شروع کرنا چاہتے ہیں تو۔!"

"یقیناً۔ یہی میرا کام ہے۔ میں اسے دیکھوں گا۔!"

"ضروری بندوبست کر دیا جائے گا۔ آپ ہم سے جو مدد چاہیں گے ہم حاضر ہیں۔!"

"شکریہ مادام سی کا۔!" میں نے کہا۔ اس نے صاف ستھری گفتگو کی تھی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں تھی۔ جو شروع سے اب تک رہی تھی۔

کھانے کا وقت آ گیا۔ اور ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ یہاں سی کا نے اپنا موڈ بحال کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے خصوصی ڈشز پیش کیں۔ اور کھانے کے لئے اصرار کرتی رہی۔ کھانے سے فارغ ہو کر کافی کا ایک اور دور چلا۔ اور پھر سی کا گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا خیال ہے مسٹر نواز۔ کسی نائٹ کلب چلیں۔؟"

"مناسب نہیں رہے گا، مادام سی کا۔!"

"کیوں۔؟"

"میرا آپ کے ساتھ دیکھا جانا ہمارے کام میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ درست ہے۔ تب پھر۔ میرے یہاں پروجیکٹر ہے، میں نے ایک چھوٹا سا سینما ہال بنا رکھا ہے۔ کیوں نہ فلم دیکھی جائے۔؟"

"کیوں نہ آپ مجھے اجازت دیں۔؟" میں نے کہا۔

"تو کیا۔ تو کیا۔ ایک رات بھی یہاں نہ رکیں گے۔؟" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے بیدردی سے کہا۔ اور سی کا اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی آگ روشن ہو گئی تھی۔!

"جیسی آپ کی مرضی۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"تو اجازت۔" میں کھڑا ہو گیا۔ اور وہ بھی خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ "میں سوبیتا کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں آپ کو چھوڑ دوں گی۔" سی کاریفا نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ آپ کہاں تکلیف کریں گی۔ براہ کرم اسے بلا دیں۔"

"مسٹر نواز۔ وہ ایک نیک اور شریف لڑکی ہے۔" اس بار سی کاریفا نے سخت لہجے میں کہا۔

"گروہ کی ملازم ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا آپ ذاتی طور پر بھی اسے کچھ تنخواہ دیتی ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"تب براہ کرم اسے آواز دیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" میں نے حد درجہ خشک
میں کہا۔ وہ خونخوار نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔ پھر جھٹکے دار آواز میں بولی۔

"بہت بہتر۔" اور پھر وہ پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ مجھے ایک عجیب سی ذہنی آسودگی مل رہی تھی
حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ گروہ کی ایک اہم رکن ہے' اور اس سے بیر مول لینا مناسب نہیں ہے۔ لیکن
نہ جانے کیوں یہ موڈ بن گیا تھا!

سوبٹا میرے پاس آگئی تھی۔ وہ حسب عادت بوکھلائی ہوئی تھی۔ میں متوقع تھا کہ اس کے عقب
سی کا بھی ہوگی۔ لیکن وہ موجود نہیں تھی۔

"مم۔ مادام۔ ریفا نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں۔"

"تو چلو نا ڈارلنگ۔ مادام ریفا کہاں ہیں؟"

"اپنے بیڈ روم میں۔"

"ہوں۔ آؤ۔ شاید وہ ہمیں رخصت کرنے نہ آئیں۔" میں نے کہا۔ اور سوبٹا میرے ساتھ چل پڑی
باہر نکل کر ہم کار میں آبیٹھے۔ سوبٹا نے حسب معمول اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور میں اس کے برابر بیٹھا
تھا۔ کا اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے پشت سے سر ٹکا دیا تھا۔

سوبٹا بھی خاموشی سے اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ پھر میں نے اسی طرح آنکھیں بند کئے
اسے پکارا۔ "ہنی۔؟" اور کار کو ایک جھٹکا لگا۔ سوبٹا نے بریک دبا دیئے اور کار سائیڈ پر روک لی۔

"کیا ہوا۔؟" میں چونک پڑا۔

"آپ۔ آپ نے روکنے کے لئے کہا سر۔؟" سوبٹا بولی۔

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "جی نہیں۔ چلئے۔"

"یس۔ یس سر۔ یس سر۔!" سوبٹا نے گاڑی فرسٹ گیئر میں آگے بڑھائی اور پھر اس کی رفتار تیز
رہی۔ اس کے بعد میں نے راستے میں اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر سوبٹا جلدی سے
اور اس نے ڈرائیوروں کے سے انداز میں دروازہ کھول دیا اور میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

"سوبٹا۔ تم بہت سوئیٹ ہو۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"یس۔ یس سر۔" اس نے کہا۔

"آؤ۔!" میں اسے آگے لے جاتے ہوئے بولا۔ اور وہ میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تب میں اسے
ہوئے اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ سوبٹا کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے اس کی روح قبض ہونے والی ہو
"بیٹھو سوبٹا۔" میں نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر کہا۔ اور وہ بیٹھ گئی۔ جوں ہی میں دوسری طرف
مڑا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"مم۔ میں۔ جانا چاہتی ہوں جناب۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔؟" میں پلٹ پڑا۔

"میں جانا چاہتی ہوں۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ مادام سی کا نے تم سے کیا کہا تھا۔؟"

"انہوں نے کہا تھا۔ آپ۔ آپ مجھے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر۔؟"

"مگر میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"بیٹھو سوبٹا۔!" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ میں نے خاموشی سے
دوسرا لباس نکالا اور باتھ روم میں جا کر تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کر کے آیا تو سوبٹا اسی طرح بیٹھی تھی۔
اس عجیب سی لڑکی پر مجھے ترس آنے لگا اور میں اس کے برابر آکر بیٹھ گیا۔

"کیا تم۔ یہ رات میرے ساتھ گزارنا پسند کرو گی؟"

"نہیں۔ نہیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ اور پھر اس کی سسکیاں جاری ہو گئیں۔ میں
بوکھلا گیا تھا۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے سوبٹا۔ میں تمہیں مجبور تو نہیں کروں گا۔"

"میں۔ میں جانا چاہتی ہوں جناب۔ بس میں جانا چاہتی ہوں۔"

"چلی جانا۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ لیکن رونا بند کر دو۔" میں نے کہا اور اس کی سسکیاں رک
گئیں۔

"میں۔ بہت بدنصیب ہوں۔" اس نے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔؟"

"کیونکہ۔ کیونکہ میں بہت بدصورت ہوں۔ لوگ میرا مذاق اڑا سکتے ہیں' مجھ سے محبت نہیں کر سکتے۔
میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"تمہارا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے سوبٹا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔"

"لیکن میں نے تمہیں پسند کیا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ انسان ہوں جانور نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے سوبٹا۔ جو تمہاری مرضی۔ لیکن اب تم کہاں جاؤ گی۔" بالآخر میں بور ہو گیا۔ اب اس لڑکی
کے نخرے اٹھانے تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔

"واپس۔ مادام کے پاس۔" اس نے کہا۔

"بکو مت۔ تم جانتی ہو میں کون ہوں۔ تم اس رات وہاں واپس نہیں جا سکتیں۔ یہ میرا حکم ہے۔ جاؤ۔
یہیں کسی کمرے میں پڑ رہو۔ سی کا ریفا مجھ سے بڑی حیثیت نہیں رکھتی۔"

اور وہ سہم کر میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "یس۔ سر۔ یس سر۔!"
میں دوسری طرف مڑ گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا وہ اٹھی نہیں تھی۔

میں نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا۔ اور ایک ملازم اندر آگیا۔ "شراب لاؤ۔!" میں نے کہا۔ اور پھر میں
سوبٹا کی طرف مڑا۔ "تم نے سنا نہیں۔" وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔

"جاؤ۔ کسی کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا۔' اور وہ جلدی سے دروازے
کی طرف دوڑ گئی۔ پھر اسی پھرتی سے دروازے سے نکل گئی۔ میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ بھر گئی تھی۔ احمق
کرمی۔ زندگی بھر روتی رہے گی۔ زندگی بھر۔! اونہہ۔ جہنم میں جائے۔ میں اسے دل موہ لینے کے فن کیوں

بتاؤں۔؟"

ملازم شراب لے آیا۔ اور میں نے اسے واپس جانے کے لئے کہا۔ اس کے جانے کے بعد میں
دروازہ بند کیا' اور پھر شراب پر ٹوٹ پڑا۔ خوب پی۔ یہاں تک کہ جام اٹھانے کی سکت نہ رہی تو تھک
فرش پر لیٹ کر سو گیا۔ دوسری صبح سورج کی کرنوں نے ہی گدگدایا تھا۔!

منہ کا مزہ خراب ہو رہا تھا۔ فرش پر بے آرام سوتا رہا تھا اس لئے کسل تھی جو نہانے سے دور ہوئی
تب میں نے بدصورت لڑکی کے بارے میں سوچا۔

اچھا ہوا نواز۔ تم اپنی ضد۔ اپنی ہوس میں اس کی زندگی تباہ کر دیتے وہ زندگی آشنا ہو جاتی اور کوئی اسے
منہ نہ لگاتا تو اس کے دل کی آگ کس قدر بھڑک اٹھتی۔ اور پھر یہ آگ اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے
جاتی۔ ممکن ہے اسے خودکشی ہی کرنی پڑ جاتی۔ تمہیں کیا مل جاتا۔ اچھا ہے وہ پیاسی رہے۔ اس کی تشنگی
عادت بن جائے۔ اور وہ اسی عادت کے سہارے زندگی بسر کرے۔

پوری طرح تیار ہو کر میں باہر نکل آیا۔!

باہر کی فضا حسب معمول تھی۔ ایک ملازم کو اشارے سے قریب بلا کر میں نے سوبٹا کے بارے میں
پوچھا۔

"کچن میں ہے جناب۔"

"کچن کس طرف ہے؟"

"اس طرف۔!" ملازم نے اشارے سے کہا اور میں کچن کی طرف چل پڑا۔ میں نے سوبٹا کو دیکھا
ملازموں کے ساتھ مل کر ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

"سوبٹا۔!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ اچھل پڑی۔

"اوہ۔ مم۔ مسٹر۔ مسٹر نواز۔ ناشتہ تیار ہے۔"

"آؤ۔!" میں نے کہا۔ اور وہ اٹکے اٹکے قدموں سے کچن سے باہر نکل آئی۔ "ناشتے کے کمرے میں
بیٹھیں گے۔ تم ملازموں سے کہدو کہ ناشتہ تیار ہو جائے تو لے آئیں۔"

"یس سر۔؟" اس نے کہا اور ملازموں کو ہدایات دینے لگی۔ تب میں نے دوستانہ انداز میں اس کا ہاتھ
پکڑا اور ناشتے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر ڈائننگ ٹیبل پر میں نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اس کی
گردن جھکی ہوئی تھی۔!

"تمہارے چہرے پر شب بیداری کے آثار ہیں سوبٹا۔ کیا رات کو سو نہیں سکی تھیں۔؟" میں نے
پوچھا۔

"جی ہاں۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ جی نہیں۔ میں سو گئی تھی۔!؟"

"اچھا کیا تھا۔!" میں نے بیزاری سے کہا۔ اور اس کے بعد میں اس وقت تک خاموش رہا جب تک
ناشتہ نہ آگیا۔ ناشتے کے دوران پھر میری زبان خاموش نہ رہ سکی۔

"کیا تم سی کا کے ساتھ ہی رہتی ہو؟" اور سوبٹا کے ہاتھ سے چمچہ چھوٹ گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں
سے میری طرف دیکھا اور پھر اسی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔؟"

"لیزینا کہاں رہتی ہے۔؟"

"اسی عمارت میں۔ جہاں آپ موجود ہیں۔"

"اس وقت کہاں ہے۔؟"

"جی۔ وہ کل مادام اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ اب مادام کی کوٹھی پر ہے۔"

"ناشتے کے بعد تم چلی جاؤ۔ لیزینا کو بھیج دینا۔"

"یس سر۔!" اس نے مخصوص انداز میں کہا۔ درحقیقت بے حد بور لڑکی تھی۔ اس سے سر مارنے سے
کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے اس کے بعد اس سے بات نہیں کی۔ اور ناشتے کے بعد اسے جلدی سے دفعان
کر دیا۔! فی الحال کچھ گھنٹے آرام ہی کرنا چاہتا تھا۔ غلام سیٹھ نے جو ذمہ داریاں سپرد کر دی تھیں۔ وہ در
حقیقت تکلیف دہ تھیں۔ میں تو ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے ہی درست تھا۔ بس پیٹ بھر روٹی مل جائے
اور پہننے کو کپڑے مل جائیں۔ اور پھر ان کی بھی کیا ضرورت تھی' جو مل جائے وہ ٹھیک ہے۔ بلاوجہ عہدے
بڑھا کر مصیبتیں بھی بڑھائی جا رہی ہیں۔

تقریباً" ایک گھنٹے تک میں قنوطیوں کے سے انداز میں صوفے میں ٹھنسا رہا۔ پھر سامنے رکھے فون کی
گھنٹی بج اٹھی۔ لیکن میں نے فون نہیں اٹھایا۔ دوسرے کسی کمرے میں فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔

پھر ایک ملازم میرے پاس آیا۔ "سر۔ مادام سی کا گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"فون پر۔!" اس نے کہا اور جلدی سے فون میرے نزدیک اٹھا لایا۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔!"

"ہیلو مسٹر نواز۔؟" سی کا کی آواز سنائی دی۔

"بول رہا ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"کہیے رات کیسے گزری۔؟" اس نے پوچھا۔

"بہت عمدہ۔!"

"سوبٹا پسند آئی۔؟"

"بے حد۔" میں نے چہکنے کی کوشش کی۔

"شکریہ۔ میں تو ڈر رہی تھی کہ کہیں وہ اپنی حماقتوں سے آپ کو بور نہ کر دے۔" سی کا ریفا کے لہجے
میں ہلکا سا طنز تھا۔

"لیزینا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کے حکم کے مطابق ارسال کر دی گئی ہے۔" ریفا نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

"شکریہ۔"

"ویسے آج کا کیا پروگرام ہے۔؟"

"ابھی تک کچھ نہیں۔ آرام کروں گا۔"

"دوپہر کو لنچ ساتھ کریں۔"

"سوری۔ ممکن ہے آوارہ گردی کرنے نکل جاؤں۔"

"کیا لیزینا ساتھ ہوگی۔؟"

"یقیناً" وہ عمدہ لڑکی ہے۔"

"یقیناً"۔ یقیناً"۔" سی کا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جھنجلا گئی ہے۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بس اس عورت سے دل لگی میں مزہ آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد لیزینا پہنچ گئی۔ خوبصورت لڑکی خوبصورت لباس میں اور خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہوگئی اور میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"ہیلو۔ لی۔"

"یس مسٹر نواز۔؟"

"کیسی ہو۔؟"

"ٹھیک ہوں جناب۔" وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"کل اچانک چلی گئی تھیں؟"

"آپ جانتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"بیٹھو۔ لیزینا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ جاننا چاہتا ہوں۔"

"کچھ کہنے کی جرات کروں جناب۔ آپ برا تو نہیں مانیں گے۔؟" اس نے میرے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"پہلے میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"کیوں۔؟"

"مادام سی کاریفا۔ لاکھوں دلوں پر راج کرتی ہیں۔ بلاشک وہ بے حد خوبصورت ہیں۔ وینس کے حکام ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ لیکن۔ اس سے قبل میں نے مادام سی کا کو کسی کے لئے اس قدر بے چین نہیں دیکھا۔"

"اس میں میرے کچھ بتانے کی کیا گنجائش ہے۔"

"آپ نے مادام کا غرور توڑ دیا ہے۔" لیزینا نے کہا۔

"میں وینس کا کوئی اعلیٰ عہدیدار نہیں ہوں۔ لیکن اب تم گول مول گفتگو مت کرو۔ مجھے بتاؤ۔ مادام کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"یہ بتایئے۔ آپ سونیا کو کیوں لائے تھے؟"

"تم جو چلی گئی تھیں۔"

"لیکن مادام تو آپ کو روک رہی تھیں۔!" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

"مجھے وہ عورت بالکل پسند نہیں ہے۔"

"اور آپ نے سونیا کو ان پر ترجیح دی؟"

"میری مرضی۔!" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"مادام رات بھر نہیں سو سکی ہیں۔"

"بے خوابی کی مریض ہوگی، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن وہ تمہیں کیوں لے گئی تھی؟"

"میں اپنی حیثیت سے زیادہ بے تکلف ہونے کے لئے معافی کی خواستگار ہوں جناب۔ آپ در حقیقت بے حد عجیب انسان ہیں، آپ لوگوں کو پاگل بنانے کی قوت رکھتے ہیں۔"

"وہ کیسے۔؟"

"میں نے آپ کے قریب آنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ لاپرواہی سے شراب پی کر سو گئے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں نے اپنی حیثیت سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی اور میں سنبھل گئی۔ لیکن مادام سیکا کو یہ احساس ہوا کہ آپ میری طرف متوجہ ہیں۔ وہ اپنے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلنے دیتیں انہوں نے مجھے یہاں سے بھگا دیا۔ اور پھر خود ہی مجھے ساتھ بھی لے گئیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔

"انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔ آپ نے مجھ سے کیا گفتگو کی تھی کیا آپ نے میرے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔؟ وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر رات کو جب آپ سونیا کو ساتھ لے گئے تو وہ حیرت سے پاگل ہوگئی تھیں۔ آدھی رات تک مجھے اپنے پاس بٹھا کر آپ کے بارے میں گفتگو کرتی رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں، یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ لاپرواہ۔ لاابالی۔ نہ جانے مجھ سے نفرت کیوں کرنے لگا ہے۔ اور کہہ رہی تھیں مسٹر نواز کہ آپ بے حد پرکشش انسان ہیں۔ لیکن سونیا کو لے جا کر آپ نے ان کی بے عزتی کی ہے۔"

"یقیناً"۔ اس کا یہ خیال درست ہے۔ ہاں، یہ بتاؤ کہ تمہارے طلب کرنے پر اس نے کیا کہا۔؟"

"بس۔ تلملا کر رہ گئی تھیں۔ اور مجھے وارننگ دی تھی کہ اپنی حدود کراس کرنے کی کوشش نہ کروں ورنہ نقصان میں رہوں گی۔!"

"دیوانی کہیں کی۔!"

"کیا آپ مجھے بتائیں گے مسٹر نواز کہ آپ نے انہیں نظر انداز کیوں کیا ہے؟"

"بڑا معصوم سوال ہے مس لیزینا۔! اور اسی معصومیت کی وجہ سے اس کا جواب بھی ضرور دوں گا۔ جب وہ پہلی بار میرے سامنے آئی تو اس نے اس انداز سے مجھے ٹریٹ کیا جیسے وہ اپنی توجہ مجھے دے کر میری عزت افزائی کر رہی ہو۔ لیکن اسے میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی تھی دوسری بار اس نے تمہیں ساتھ لے جا کر مجھے غصہ دلایا تھا۔ اور بہرحال میری نگاہوں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ میری ماتحت ہے" میں نے کہا اور لیزینا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

"مادام سی کا در حقیقت غلط فہمیوں کا شکار ہیں، ہر شخص تو ان کا دیوانہ نہیں ہو سکتا۔"

"خیر چھوڑو اس کا تذکرہ۔ تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

"جی۔؟" لیزینا حیرت زدہ رہ گئی۔ اور پھر اس نے گردن جھکالی۔ "میں آپ کے احکامات کی پابند ہوں۔"

"اور سی کا کی وارننگ۔؟"

"میں اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ کیوں کہ وہ گروہ کے مفاد کی کوئی بات نہیں ہے۔ خود میری بھی اپنی کوئی شخصیت ہے۔"

"تب ہم سیر کرنے چلیں گے۔ تم مجھے وینس دکھاؤ"

"میں حاضر ہوں۔" اس نے کہا۔

"سارے پروگرام تم ہی ترتیب دو گی۔" میں نے لیزینا سے کہا' اور اس نے گردن ہلا دی۔ تب ہم باہر نکل آئے۔ سان مارکو چوک کے گرد برآمدوں میں بنے ہوئے کئی قہوہ خانے آباد تھے۔ آرکسٹرا مدھر سروں میں اطالوی راگ الاپ رہے تھے۔ لیکن اس وقت زیادہ رونق نہیں تھی کیونکہ دن کا وقت تھا۔

"یہاں کی شامیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں" لیزینا نے بتایا۔

"یقیناً" ہوتی ہوں گی۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چوک میں بے شمار کبوتر بیٹھے ہوئے تھے اور بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ کلیسا کی سیڑھیوں سے گزرتے ہوئے ہم چوک کے دالان سے نکل کر مرسریا اسٹریٹ آئے اور پھر وہاں سے گرانڈ کنال کی طرف چل پڑے۔ سامنے ہی پل ریالٹو تھا۔ پل کے پہلو میں نہر کے کنارے کنارے قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے جہاں لوگ نظر آ رہے تھے۔ ہم وہاں سے بھی گزر گئے۔

لیزینا درحقیقت ایک عمدہ ساتھی تھی۔ چالاک اور پھرتیلی لڑکی۔ شام تک کی سیر کا اس نے نہایت دلچسپ پروگرام بنایا تھا۔ وینس کا خوبصورت شہر۔ اور پھر اس کی معیت میں' ایک لمحے کے لئے بور نہ ہوا۔ ہم نے لنچ بھی ایک غیر معروف سی جگہ کیا۔ جہاں ہماری فرمائش پر موسیقی بھی ہوتی رہی۔ پھر رات کا پروگرام میں نے پیش کیا۔

"ہم مانٹی کارلو کے کسی قمار خانے میں جوا کھیلیں گے۔"

"اوہ۔ ضرور مسٹر نواز۔ لیکن ان کی روایت اچھی نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟"

"اکثر سیاح یہاں لٹ جاتے ہیں۔"

"پھر بھی۔ ویسے جو آپ پسند کریں۔"

"تم نے وینس دکھایا ہے' پھر اس دلچسپ تفریح سے کیوں محروم رکھ رہی ہو؟"

"نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم ضرور چلیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رات کو ہم "پی کاف" میں داخل ہو گئے۔

پی کاف کا ماحول بے حد حسین تھا۔ مختلف گیم چل رہے تھے پہلے ہم نے میزوں کے چکر لگائے اور لوگوں کو کھیلتے دیکھتے رہے یوں تو مختلف گیم تھے لیکن میری توجہ تاش کے کھیل پر تھی۔ کیونکہ مجھے اس کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ ویسے جس انداز میں یہاں کھیل ہو رہا تھا وہ چکر دلانے والا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ کہاں سے آئے تھے۔ لاکھوں روپے کے "تھیپے" چل رہے تھے اور لوگ یوں بازیاں لگا رہے تھے جیسے

دولت یہاں سے بے حقیقت نئے ہو۔ میں نے جیب سے بہت سی کرنسی نکال کر لیزینا کو دی اور اس نے ان کے تھیپے خرید لئے۔ ہمارے لباس تھیپوں سے بھر گئے تھے۔ تب ایک "بوکی" ہماری طرف بڑھا۔

"کونسا گیم پسند کریں گے سینور۔ سینوریتا۔؟" اس نے ہم دونوں سے پوچھا۔

"بازوکل" میں نے جواب دیا۔

"آیئے!" اس نے بگڑی ہوئی انگریزی میں کہا۔ اور ایک میز کی طرف ہمیں لے چلا جہاں صرف تین آدمی بیٹھے تھے لیزینا نے میرا بازو پکڑ لیا اور ایک قدم ٹھٹھک کر میرے کان میں بولی۔

"ہوشیار مسٹر نواز۔ یہ تینوں قمار خانے کے آدمی ہیں۔"

"آؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز پر جا بیٹھا تینوں شکل و صورت سے مہذب معلوم ہوتے تھے ان کے سامنے ٹھپیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور وہ کھیلنے میں منہمک تھے۔

بازی ختم ہوئی اور ان میں سے ایک نے درمیان کے سارے تھیپے سمیٹ لئے۔

تب بوکی نے ان سے ہمارا تعارف کرایا اور انہوں نے خوشدلی سے مجھے اور لیزینا کو خوش آمدید کہا۔

تاش کی پرانی گڈی ڈسٹ بن میں ڈال دی گئی اور میں نے اور لیزینا نے اپنے سامنے ٹھپیوں کا ڈھیر لگا لیا کارڈ تقسیم ہو گئے اور بازوکا شروع ہو گیا۔ ویسے میں نے کارڈ بانٹنے والے کی انگلیوں کو دیکھا تھا' بلاشبہ وہ کام کرنے والی ماہر تھیں۔ میں نے کچھ مخصوص کارڈ لیزینا کی طرف جاتے دیکھے اور دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

جو کام وہ کر رہے تھے' وہ ہمارے ہاں کے معمولی شعبدہ باز کر سکتے تھے۔ شارپنگ تو کہیں آگے کی چیز تھی۔ مجھے حیرت بھی ہوئی۔ ایسے ہی معمولی کاموں پر یہ قمار خانے بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں۔

بہرحال کھیل شروع ہوا اور وہی ہوا جس کی امید تھی۔ لیزینا حیرت انگیز طور پر جیتی تھی۔ اور اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ان تینوں کے ساتھ میں نے بھی لیزینا کو مبارکباد دی تھی۔ اور لیزینا کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ آئے اور اس نے نہایت سادگی سے پتے تقسیم کر دیئے۔

اس بار ان میں سے ایک جیت گیا تھا۔ اور یہی کام دکھانے کا موقع تھا۔ میں نے چہرے سے کوئی تاثر نہیں دیا۔ ہاں سرسری نگاہوں سے اس کے کام کا جائزہ لیتا رہا۔ اس بار بھی کارڈ لیزینا کے حوالے کئے گئے تھے لوگ نفسیات داں تھے۔ جانتے تھے کہ اگر لیزینا کو جما لیا تو اونچا کام بن سکتا ہے۔ ویسے ہمارے سامنے موجود تھیپوں کی تعداد ان کے لئے تسلی بخش تھی۔

لیکن اب وہ اتنے بے وقوف بھی نہ تھے کہ کوئی لمبی رقم لیزینا کے حوالے کر دیتے۔ لیزینا پھر جیتی۔ اور اس کے بعد متواتر تین بازیاں ان میں سے ایک ایک نے لیں۔ اب میں ان کے کھیل سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا۔ مجھے اعتماد ہو گیا کہ ایک بار تاش میرے ہاتھ میں آجائے' میں ان سے اونچا کام دکھا سکتا ہوں۔

"ایک منٹ سینور۔" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا اور میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔ "لوگ چار گھنٹے کا تعین کر کے بیٹھتے تھے۔ ڈھائی گھنٹے ہمارے کھیل کو گذر چکا ہے آپ کوئی اور ٹائم فکس کرنا چاہتے ہیں۔؟"

"ہم تو صرف تفریحاً کھیل رہے ہیں۔ یہ تھیپے جیت لو۔ ہم اٹھ جائیں گے۔ ویسے ڈیڑھ گھنٹہ کافی ہے اس کے بعد ہم بھی اٹھ جائیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ دس بجے ہم کھیل ختم کر دیں گے۔" دوسرے نے کہا۔

"اوکے۔" ہم سب متفق ہوگئے اور اس بار بڑے جاندار کارڈ تقسیم ہوئے۔ اس بازی میں لیزینا نے جتنی رقم جیتی تھی سب کی سب ہار گئی بلکہ اس کے پاس سے بھی کچھ چلا گیا تھا۔ اور اس کا چہرہ اتر گیا۔ میں نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ مجھ سے سبق نہیں لے رہی تھی۔ میں نے تو ابھی تک کئی بازیاں ہاری تھیں۔

اور بالاخران کی شامت آگئی۔ اس بار انہیں میرا احساس بھی ہوگیا تھا۔ چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میری طرف گر رہے ہیں۔ اور میں سنبھل گیا۔ میں نے اناڑی پن سے کھیلنا شروع کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ڈاؤن ہوگئے۔ اور میں زیادہ رقم نہ جیت سکا۔ لیکن وہ مسرور تھے کہ ان کا مقابل کوئی ذہین آدمی نہیں ہے۔

اور پھر میں نے دیسی ترکا لگایا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں نے میرے ہاتھوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اور پوری طرح مطمئن ہیں۔ لیکن اس بار ان کے لئے معقول سیف کا انتظام تھا۔

کھیل شروع ہوا اور دیسی داؤ نے انہیں چکرا دیا۔ سب کے پاس عمدہ کارڈ تھے کوئی بھی کارڈ پھینکنے کو تیار نہ تھا اور ایک دوسرے پر دانت پیس رہا تھا۔ چنانچہ بازی بڑھتی گئی۔ اور یہ سب سے بڑی بازی تھی۔ لوگوں کے حلق خشک ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ لیزینا بھی کارڈ پھینکنے کو تیار نہ تھی۔

بمشکل تمام ان میں سے ایک نے کارڈ پھینکنے کی ہمت کی پھر لیزینا نے اور اس کے بعد ان میں سے ایک اور ڈاؤن ہوگیا۔ لیکن ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے اور پھر کارڈ شو ہوگئے۔

لیزینا کے منہ سے مسرت کی چیخ نکل گئی تھی۔ اتنے ٹھیپے میرے پاس آگئے تھے کہ اب ڈیڑھ گھنٹے تک مسلسل ہارنے کے باوجود کوئی خاص دقت نہ پیش آتی۔

وہ چاروں بھی سخت پریشان تھے اور اس بار انہوں نے میرے ہاتھوں پر سخت نگاہ رکھی۔ لیکن استاد زندہ باد۔ "ڈکٹ ٹریپ" میں نے کام دکھا دیا۔ یہ خالص دیسی کام تھا۔ ولایت کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں مار کھا گئے۔ اس بار بھی صورت حال پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ لیکن ان کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ باقاعدہ جواب دہی کرنی پڑتی ہوگی۔ ظاہر ہے قمار خانے کی رقم سے کھیلتے ہوں گے ممکن ہے باقاعدہ کیش دینا پڑتا ہو۔

چنانچہ دوسری بازی بھی کافی جاندار رہی۔ میں بس آخری داؤ مارنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس بار میں نے لیزینا کو دیدیئے اور خود آرام سے بیٹھ گیا۔

تیسری مشکوک بازی بھی لیزینا نے جیتی۔ تو وہ بری طرح گھبرا گئے۔ "سوری سینٹورا۔ ہمارا خیال ہے شارپنگ ہو رہی ہے۔" ان میں سے ایک کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا بکواس ہے۔" میں غرایا۔

"ہم نہیں کھیل سکتے۔"

"تو بھاگ جاؤ۔" میں نے اس انداز سے کوٹ کے کالر کے نزدیک ہاتھ رکھ لیا جیسے پستول نکالنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن شاید یہ سب کچھ یہاں نہیں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی سے منتشر ہوگئے۔ دوسرے لوگوں کو اس صورت حال کا علم بھی نہیں ہوسکا تھا۔ لیزینا کی آنکھیں جوش مسرت سے چمک رہی تھیں۔

ان تین بازیوں میں ہم نے تقریباً اڑسٹھ ہزار روپے جیت لئے تھے اور یہ خاصی رقم تھی۔ نوٹ سمیٹ کر ہم نے جیبوں میں ٹھونسے اور پھر خود بھی کرسیاں سرکا کر کھڑے ہوگئے۔ ہال میں اسی زور...

...جو ہو رہا تھا میں نے سرگوشی کے انداز میں لیزینا سے پوچھا۔

"کیا ایسے حالات میں یہاں گولیاں بھی چلانا پڑ جاتی ہیں؟"

"نہیں۔ آج تک ایسا کوئی واقعہ سننے میں تو نہیں آیا۔ میرا خیال ہے خود قمار خانے والوں کو تو اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی۔ رہ گئے سیاح تو وہ بے چارے ہارنے کے بعد خود کو بے یار و مددگار سمجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔"

ہم یہ گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اچانک ایک میز پر کچھ ہنگامہ ابھرا۔ اور ہم ٹھٹھک گئے۔ "...جبڑے توڑ دوں گا" ایک خونخوار آواز سنائی دی۔ اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ کیونکہ یہ جملہ اردو میں کہا گیا تھا۔ لہجہ اپنے علاقہ کا تھا۔

پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ قدم اس طرف نہ بڑھتے۔ تیزی سے اس میز کے نزدیک پہنچ گیا۔ لمبی لمبی نوکیلی مونچھوں والا گبرو جوان ایک لمبے بالوں والے مقامی آدمی کی کلائی پکڑے ہوئے تھا۔ اور میز پر ٹھیپے بکھرے ہوئے تھے۔ لمبے والوں والا بھی تن و توش کا آدمی تھا۔ لیکن کس کی مجال تھی کہ پنجاب کے جیالے سے کلائی چھڑا لے۔ ہاں قمار خانے کے لفنگے اس طرف چل پڑے تھے۔

"کی گل اے منڈیا؟" میں نے ٹھیٹ پنجابی میں کہا۔

"دیکھو یارو۔ اے استاداں نال وی "کیٹی" کھیڈیا اے۔" بیساختہ جواب ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لمبے بالوں والے کی کلائی چھوٹ گئی تھی۔ اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ اس دیار غیر میں۔ یہ اپنی زبان کہاں سے آ گئی۔ ٹھیپے ویپے سب بھول گیا۔ اس کی مضطرب نگاہیں مجھے تلاش کر رہی تھیں۔

"کیا بات ہے؟" قمار خانے کے بدمعاش میز کے گرد پہنچ گئے۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ بھاگ جاؤ۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور اس نے میری آواز پہچان لی۔ دوسرے لمحے وہ کرسی سے اٹھ کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"اوئے۔ توں پنجابی وچ گل کیتی؟" اس نے حیرت و خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

"آہو یار۔ چھڈ اے نوں۔ ساڈے نال آ۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"اوئے جاؤ۔ معاف کر دیا۔ ساڈا یار مل گیا۔ ورنہ ایک ایک کو ویکھ لیتا۔" اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بے خوف لہجے میں کہا۔ اور میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ لیزینا ہمارے پیچھے چل رہی تھی۔

"پنجاب کے رہنے والے ہو دوست۔؟" میں نے پوچھا۔

"آہو یار۔ پر تسی تے انگریز لگدے او۔؟" اس نے کہا۔

"میں بھی اسی سرزمین کا باشندہ ہوں" میں نے ایک سرد سانس لے کر کہا۔

"تو گلے لگ جاؤ نا۔" اس نے رک کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور اس ماحول کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب گرمجوشی سے دیا تھا۔ ہاں ہال کے بہت سے لوگ ہماری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

"آؤ یہاں سے چلیں۔ کہیں اور بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"چلو جی چلو۔" اس نے خوشی سے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور میں نے سارے ٹھیپے لیزینا کے حوالے کر دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کار میں بیٹھ رہے تھے۔

"ساڈے ہوٹل چلو جی۔ اسی گلیشیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اتھے گل بات ہوگی!"

"چلو۔" میں نے کہا۔ اس وقت ایک اپنے کے مل جانے سے جو خوشی ہوئی تھی وہ بیان سے باہر
اور پہلی بار میں نے ایک نئے انداز سے سوچا تھا۔ وطن سے دور ہونے کے باوجود۔ وطن سے شکایت
کے باوجود' وطن سے رشتے نہیں ٹوٹے ہیں۔ آج بھی اس مٹی کا خون رگوں میں گردش کر رہا ہے
پانچ دریا بہتے ہیں۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ لیزینا نے سنبھال لی تھی اور ہم دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔
دوست۔ کیا نام ہے تمہارا۔۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"سردار علی۔" اس نے جواب دیا۔

"یہاں کب سے ہو سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"اس جگہ وینس میں تو صرف دو ہفتے ہوئے ہیں۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"بس جی آوارہ گردی۔ اپنا کوئی کام نہیں ہے ویسے الیکٹرک انجینئرنگ کا کام سیکھا ہے۔ یہ ا
کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ تھوڑا بہت کام کر لیا اور آگے بڑھ گئے۔"

"خوب زندگی ہے۔ پنجاب کب چھوڑا۔؟"

"آتے جاتے رہتے ہیں جی۔ اب تو تین مہینے ہو گئے ہیں۔"

"پنجاب کے کس علاقے کے رہنے والے ہو؟"

"او جی لوہاری گیٹ۔ آگے کہنا بیکار ہے۔ انٹرنیشنل جگہ ہے" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی
نگاہوں میں گھوم گیا۔ اور ذہن بہتا ہوا آگے بڑھنے لگا! اور پھر جہلم کا لمبا پل آنکھوں میں رچ گیا۔ او
ایک سرد آہ نکل گئی۔

"تسی بھی تو اپنے بارے میں بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"میں جہلم کا رہنے والا ہوں۔"

"او جیو۔ تمہارے لمبے تڑنگے قد سے پتہ چلتا ہے۔ خاص جہلم کے؟" اس نے خوش ہو
پوچھا۔

"ہاں۔ سرائے عالمگیر کا سمجھ لو۔"

"طبیعت خوش ہو گئی یار۔ ادھر ہی رہتے ہو۔؟"

"ہاں۔!" میں نے کچھ مصلحتیں بھی اپنائیں۔

"شادی کر لی ہے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"مزے کرو یار۔ ذرا بھابی کو بتانا اگلے چوراہے سے موڑ لے"

"ہمیں گلیشیر چلنا ہے لیزینا۔" میں نے کہا اور لیزینا نے گردن ہلا دی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کر
تھی۔ ظاہر ہے ہماری گفتگو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہوگی۔

گلیشیر ایک درمیانے قسم کا ہوٹل تھا۔ سردار کا کمرہ بھی معمولی تھا۔ لیکن اس کا خلوص بہت تھا

بھی ہمارے مل جانے سے بہت خوش تھا۔ جو کچھ اس سے بن پڑا اس نے ہماری خاطر مدارات کی اور کافی
دیر تک اس کے پاس بیٹھنے کے بعد ہم نے اجازت طلب کی۔

"دل تو نہیں بھرا یار۔ مگر۔ خیر۔" اس نے کہا۔

"کل تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

"کیوں نئیں جی۔ بھابی کے ہاتھ کا کھانا تو ضرور کھائیں گے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"بس تو کل میں تمہیں لینے آجاؤں گا۔"

"کس وقت یار۔؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"شام کو سات بجے۔"

"ارے۔ پورا دن انتظار کرنے پڑے گا۔ مگر خیر۔ ٹھیک ہے میں تیار ملوں گا" سردار نے کہا۔ اور پھر وہ
ہمیں نیچے تک چھوڑنے آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔

"آپ کا کوئی پرانا دوست تھا مسٹر نواز۔؟" راستے میں لیزینا نے پوچھا۔

"ہاں۔ دوست ہی سمجھ لو۔ وہ میرا ہموطن تھا۔"

"آپ لوگ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"کیا تمہیں اپنے ہموطنوں سے پیار نہیں ہے لیزینا؟"

"ہے۔" اس نے مختصراً کہا۔

"اس کے بدن سے میرے وطن کی خوشبو آتی ہے۔ تمہیں کیا معلوم لیزینا۔ میرا دیس کیا ہے۔"

"دیکھا نہیں۔ مگر اندازہ لگا سکتی ہوں۔ در حقیقت بہت پیارا ہوگا۔ بالکل آپ کی طرح۔" لیزینا نے
کہا۔

"اوہ۔ شکریہ لیزینا۔ میرے بجائے میرے دیس کی تعریف کرو' میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"آپ کو دیکھ کر ہی تو آپ کے دیس کے بارے میں جانا ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں لیزینا۔ نہیں۔ میرے دل پر سخت چوٹ لگی ہے۔ مجھے دیکھ کر میرے دیس کا اندازہ مت لگاؤ۔
میں تو اپنے وطن کی پیشانی کا داغ ہوں۔ نہیں لیزینا نہیں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ اور وہ یک دم خاموش
ہو گئی۔ پھر گھر تک خاموش رہی۔ کوٹھی کا ماحول پر سکون تھا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔

کھانا وغیرہ ہم کھا چکے تھے۔ میں نے اپنی خواب گاہ میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ
وہ ہاتھوں پر شراب کی ٹرے اٹھائے اندر آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔

"آج اس کی ضرورت نہیں ہے لیزینا۔"

"آپ تھکے ہوئے ہیں مسٹر نواز۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"آپ الجھے ہوئے ہیں مسٹر نواز۔" اس نے اسی انداز میں کہا۔

"شاید۔! شاید تمہارا خیال درست ہو۔"

"تو شراب لیں۔"

"میں شراب کا عادی نہیں ہوں لیزینا۔"

"میں نے محسوس کیا تھا۔ لیکن۔ آپ اس قدر الجھے ہوئے کیوں ہیں مسٹر نواز؟۔ آپ اس قدر
کیوں ہیں؟" وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ شراب کی ٹرے اس نے میز پر رکھ دی تھی۔

"یہاں نہ بیٹھو لیزیتا۔" میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور وہ میرے روبرو ہو گئی۔

"میں آپ کو چاہنے لگی ہوں مسٹر نواز۔ میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں مسٹر نواز۔" اس نے
گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اس کے بعد میں خود کو کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ وینس کی پہلی لڑکی۔ مجھے
دعوت دے رہی تھی۔ اور پھر لیزیتا تو میرے پروگرام میں شامل تھی۔

"تم بہت پیاری ہو لیزیتا۔ تم بہت پیاری ہو۔" میں نے اسے لپٹا لیا۔ اور لیزیتا شرمسار ہو گئی۔
احساس نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر متاثر ہے۔ اس نے خود کو میرے سپرد کر دیا۔ وہ میری چاہت
توجہ حاصل کرنا چاہتی تھی اور وینس کی لیزیتا مجھے بہت پسند آئی۔

گو وہ بھی عورت تھی۔ لیکن دیس دیس کی عورت کچھ خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ میں اس کی
کا پہلا مرد نہیں تھا۔ اس نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن اس نے یہ اعتراف بھی کیا کہ میں اس کی زندگی
پسندیدہ مرد ہوں۔

جذبات کی دنیا سے نکل کر ہم پر سکون ہو گئے۔ وہ میرے بازو پر سر رکھے لیٹی تھی۔ میں نے مگر
ہوئے اس سے کہا۔ "لیزیتا۔ اگر سی کا کو معلوم ہو جائے؟"

"کینہ پرور عورت ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا۔ لیکن وہ مجھے کوئی بڑی سزا نہیں دے سکتی۔"

"تم اس سے کہہ سکتی ہو کہ یہ میری خواہش تھی۔"

"ہاں۔ وہ تمہارے سامنے بے بس ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت ہے۔؟" اس نے پیار بھری نگاہوں
مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"اوہ۔ نواز۔ تمہیں دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ دوں اور۔ اور۔ بس تمہارے ساتھ
زندگی بھر کے لئے۔"

"یہ تمہارے لئے فائدہ مند نہیں ہو گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ اور پھر بعض اوقات دل کی باتیں عقل سے
ہیں۔"

"یقیناً"۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"کل سویٹا تمہارے ساتھ تھی؟" اچانک اس نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ وہ احمق لڑکی!"

"کیا۔ نواز۔؟ کیا۔؟"

"نہیں لیزیتا۔ وہ اس قدر احمق تھی کہ میں اس سے بور ہو گیا"

"لیکن تم اسے سی کا کی مرضی کے خلاف لائے تھے۔"

"ہاں۔ صرف اسے ذلیل کرنے کے لئے"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن نواز۔ مجھے اس لڑکی سے بہت ہمدردی ہے۔ وہ شاید زندگی بھر کسی

طرف ملتفت نہ کر سکے۔"

"کیوں؟"

"تم جانتے ہو۔ وہ شدت سے احساس کمتری کا شکار ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ پوری زندگی میں کوئی
مرد اسے پسند کر سکتا ہے۔ اور پھر کوئی خوبصورت مرد۔ اس کا خیال ہے کہ کوئی بھی مرد اس سے اظہار عشق
کر کے صرف اس کا مذاق اڑائے گا۔ کون اسے اپنی خلوت میں پسند کرے گا۔"

"اوہ۔ لیکن لیزیتا۔ اگر کوئی مرد اسے ایک رات دیدے۔ تو پھر شاید زندگی اس کے لئے اور کٹھن
ہو جائے۔"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے نواز۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اگر اسے احساس ہو جائے۔ کہ وہ بھی چاہی جا سکتی ہے وہ بھی پسند کی جا سکتی ہے تو اس میں تبدیلیاں
آجائیں گی۔ یقیناً" نواز اس کے دل سے احساس کمتری دور ہو جائے گا۔ اور پھر ممکن ہے اس کی زندگی کی ڈگر
بدل جائے۔"

میں لیزیتا کی بات پر غور کرنے لگا۔ در حقیقت ایک پہلو یہ بھی تھا۔ کیا حرج تھا۔ دوسری رات سویٹا کے
ساتھ سہی۔! کیا تم اس کی سفارش کر رہی ہو لیزیتا؟"

"ہاں۔ یونہی سمجھ لو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"میں جانتی ہوں۔ کینہ پرور سی کاریفا مجھے کسی نہ کسی طور پر تمہارے پاس آنے سے روک دے گی۔
آج کی رات بھی وہ انگاروں کے بستر پر گزار رہی ہو گی۔ اس قسم کی عورت ہے وہ۔ لیکن کل اسے ایک اور
ل ملنی چاہئے۔"

"خوب۔ تو یوں کہو کہ سویٹا کی سفارش میں تمہارا مفاد بھی ہے۔"

"میں اس مغرور عورت کو پسند نہیں کرتی نواز۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے غرور کو پاش پاش کر دوں گا لیکن۔ لیزیتا۔ تم اگر پسند کرو۔ تو کل رات کی
ت بھی آج ہی وصول کر لو۔" میں نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"نواز۔!" وہ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ سے لپٹ گئی اور میں اسے دوسری رات کی ادائیگی
نے لگا۔

دوسرے دن صبح کے دس بجے سی کاریفا کا فون ملا۔ جس کی اطلاع ایک ملازم نے مجھے دی۔ لیزیتا نہ
نے کہاں تھی۔ میں ابھی جاگا تھا۔

"لیزیتا کہاں ہے؟" میں نے ملازم سے پوچھا۔

"کچن میں جناب۔"

"اسے میرے پاس بھیج دو۔"

"مادام سے کیا کہوں؟" ملازم نے پوچھا۔

"ان سے کہدو۔ تھوڑی دیر کے بعد فون کریں۔ میں ابھی جاگا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم گردن جھکا

کر چلا گیا۔ مجھ پر کسل طاری تھی۔ لیزینا بیڈ ٹی لیے ہوئے میرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس کا چہرہ
کی طرح شگفتہ تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرا پڑی۔

"ہیلو نواز۔؟" اس نے دلکش آواز میں کہا۔

"ہیلو۔ میں بیڈ ٹی نہیں لوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"ہم پنجابی لوگ منہ دھوئے بغیر کچھ نہیں کھاتے پیتے۔"

"تو پھر باتھ روم ہو آؤ۔"

"ہاں۔ جاتا ہوں۔ ابھی سی کا کا فون آیا تھا۔"

"ارے۔ کب؟"

"چند منٹ قبل۔"

"کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"میں نے رسیو نہیں کیا۔ ملازم نے بتایا تو نہیں میں نے کہہ دیا کہ تھوڑی دیر کے بعد فون کرے
ابھی جاگا ہوں۔"

"اوہ۔" لیزینا نے تشویشناک انداز میں کہا۔ پھر بولی۔ "آپ باتھ روم ہو آئیں مسٹر نواز۔ میں ذرا
کو فون کر لوں۔"

"کیوں؟"

"پلیز نواز۔ یہ ضروری ہے۔"

"میرے سامنے کرو۔" میں نے کہا اور وہ ہنس دی۔ میں نے سلیپنگ گون بدن پر ڈالا اور اس
ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ لیزینا نے فون پر سی کا کے نمبر ڈائل کئے۔ ویسے اس کے چہرے پر کچھ
پن آ گیا تھا۔ جو غالباً خوف کی وجہ سے تھا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے شاید سی کا کی آواز ہی سنائی دی تھی۔

"میں لیزینا ہوں مادام۔" لیزینا نے کہا۔ میں نے ریسیور سے کان لگا لیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے سخت آواز سنائی دی۔

"آپ؟ آپ نے چند ساعت قبل فون کیا تھا؟"

"تم کہاں تھیں؟"

"کچن میں تھی مادام۔ ملازم بدبخت نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"نواز کہاں ہے۔؟"

"ب۔ باتھ روم میں ہیں مادام۔" لیزینا نے سہمے ہوئے لہجے میں جھوٹ بولا۔

"ہوں۔ کیا تم زندگی بھر اس کے ساتھ رہو گی؟"

"مم۔ میں نہیں سمجھی مادام۔"

"واپس آنے کا پروگرام نہیں ہے؟"

"آپ حکم دیں تو حاضر ہو جاؤں مادام۔؟" لیزینا نے کہا۔

"دل بھر گیا ہو تو آ جاؤ۔ ویسے رات کیسی گزری۔؟" سی کا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ج۔ جی۔" لیزینا ہکلا کر رہ گئی۔

"کیا رات کو تم اس کی خواب گاہ میں رہی ہو؟"

"ج۔ جی مادام۔" لیزینا نے کہا۔

"اس کے بستر میں۔؟"

"جی۔!" لیزینا کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔

"خوب۔ کسی کی اجازت سے؟"

"یہ۔ یہ مسٹر نواز کا حکم تھا مادام۔"

"اور تمہاری خواہش۔ خیر یہ تمہارا ذاتی فعل ہے۔ مسٹر نواز سے کہدو مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کیا
وں نے ناشتہ کر لیا؟"

"ابھی نہیں مادام۔"

"تو کیا پوری رات جاگتے رہے ہو تم لوگ؟" سی کا نے کہا اور لیزینا اس بات کا جواب نہیں دے
"بہرحال میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" سی کا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ لیزینا نے ایک گہری سانس
کر ریسیور رکھ دیا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"خوفزدہ ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے گردن ہلائی۔ لیکن کہہ چکی ہوں کہ اس رات کی ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔" وہ
ایک مسکراہٹ سے بولی۔

"لیکن وہ اسے تمہارا ذاتی مسئلہ قرار دے چکی ہے۔"

"ہاں اس کی نفرت کا شکار ہونے سے کون مجھے روک سکے گا!"

"کیا میں مقامی انچارج تبدیل کرنے کی سفارش کروں؟"

"نہیں مسٹر نواز۔ اتنے سخت قدم کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر وہ بہت اہم ہے کیونکہ اعلیٰ حکام کو اپنی
مٹھی میں لئے ہوئے ہے۔"

"تمہاری مرضی"

"آپ فکر نہ کریں۔ وہ مجھے قتل تو نہ کر دے گی۔ آیئے ناشتہ کر لیں۔"

"تم جاؤ۔ میں ناشتہ کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ محسوس تو نہیں کریں گے مسٹر نواز؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے میں اسے بہت اذیت دوں گا اس بات کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ تم جاؤ۔ میں
کرنے کے بعد ہی اس سے گفتگو کروں گا۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا۔ پھر اس نے مجھ سے لپٹ کر ایک طویل بوسہ لیا۔ اور باہر نکل گئی۔ میں ایک
سانس لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔
...تنہائی کیا گیا اور اس کے بعد میں سگریٹ پیتے ہوئے آئندہ پروگرام بنانے لگا۔ وینس میں آتے ہی
...کا چکر شروع ہو گیا تھا' اور ابھی تک وہی چل رہا تھا۔ حالانکہ سی کا ریفا نے سوبیتا کے اڈے کے بارے

میں بتلایا تھا۔ میرے فرائض میں تھا کہ میں اس کے لئے کام کروں اور میں نے پروگرام بھی بنایا تھا
کا کی وجہ سے کچھ ایسی فضا قائم ہوگئی تھی کہ ابھی تک کام نہیں شروع ہوسکا تھا۔

بہرحال کام بھی شروع ہوجائے گا۔ ابھی ایسی کیا جلدی ہے۔ بہت سے معاملات میں تو میں خود
تھا مجھے اب اس بات کی کیا پرواہ ہوسکتی تھی۔ پھر میں نے سردار کے بارے سوچا۔ اپنے دیس کے
سے بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس کی دعوت کی تھی اس کا انتظام بھی یہیں کر
گا! لیکن سی کا۔؟ سب سے پہلا مرحلہ سی کا ہی کا ہے۔ اور میں اسے ہر قیمت پر انجام دینا چاہتا تھا۔
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اور اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے اٹھکر ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو!" میں نے بڑے مط
میں کہا۔

"مسٹر نواز۔؟" دوسری طرف سے سی کا کی آواز سنائی دی۔

"یس مادام سی کا۔؟"

"کیسے ہیں آپ؟"

"بہت خوش۔ بہت مطمئن۔"

"مجھے مسرت ہے کہ وینس میں آپ خوش ہیں۔"

"آپ کی عنایت ہے مادام سی کا۔"

"کیا میں آپ کو لینے آجاؤں؟"

"آجایئے۔"

"میں پہنچ رہی ہوں۔"

"اوکے!" میں نے کہا اور ریسیور رکھدیا۔ جس وقت تک سیکا پہنچی میں سوچتا رہا کہ اس
رکھوں اور میں نے اس کے لئے تعین کرلیا۔

سی کا حسب معمول ایک خوش رنگ لباس میں آئی تھی۔ نئی امیدیں چہرے پر سجائے ہو
رنجشیں بھلا کر۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔

"میں آپ میں نمایاں تبدیلیاں محسوس کررہی ہوں مسٹر نواز؟"

"آپ کا احساس ہے ورنہ میں تو یکساں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آج کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟" اس نے نہ جانے کس امید سے پوچھا۔

"آپ سے سوبیتا کے بارے میں مکمل معلومات درکار ہیں۔" میں نے کہا اور سی کا کے چہرے
تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد مکمل پروگرام بنائیں گے۔" میں نے جملہ پورا کردیا۔ چند ساعت
نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ غالباً سوچ رہی ہوگی کہ آخر میں خود کو کیا سمجھتا ہوں یا اسے عورت
کیوں تیار نہیں ہوں۔

بہرحال اس نے پھر سنبھالا لیا اور بولی۔ "ابھی آپ کو وینس آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے
روز آرام کریں، اس کے بعد کام شروع کردیں۔"

"آپ نے یہاں آتے ہی اتنا عمدہ ریسپشن دیا ہے مادام سی کا کہ ساری تھکن اتر گئی ہے

"آپ مجھے شرمندہ کررہے ہیں مسٹر نواز۔ ابھی میرے ساتھ تو آپ نے کچھ وقت نہیں گزارا۔" اس

"یہ مکان بھی آپ ہی کا ہے۔ اور یہاں کے لوگ بے حد مہمان نواز ہیں۔"

"بہرحال آج آپ میرے ساتھ دن گزاریں گے۔"

"شام کو میں نے اپنے ایک دوست کو دعوت دی ہے ساڑھے سات بجے اسے یہاں لانا ہے اس سے
قبل جو آپ حکم دیں میں حاضر ہوں۔"

"آیئے وینس دیکھیں۔"

"کل تقریباً تمام جگہوں پر مس لیزینا کے ساتھ گھوم چکا ہوں۔"

"لیزینا پسند آئی۔؟" اس نے براہ راست سوال کردیا۔

"بے حد دلکش عورت ہے۔" میں نے جھوم کر کہا۔ اور یہ ایک اور تازیانہ تھا جسکی چوٹ سی کا کے
چہرے پر نظر آئی۔ لیکن برداشت کے علاوہ اور کیا کرسکتی تھی۔ بہرحال اس وار کو بھلانے میں بھی اسے کئی
منٹ لگے۔ اور پھر مسکرانے لگی۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے مسٹر نواز۔ کرنسی وغیرہ موجود ہے۔"

"ہاں، کل مونٹی کارلو کے ایک قمار خانے سے کافی رقم مل گئی تھی۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میرے ملک کی کرنسی میں تقریباً ستر ہزار روپے"

"آپ جیت کر لائے؟" اس نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"لیزینا بھی ساتھ تھی۔"

"ناقابل یقین بات ہے۔"

"تصدیق کرلیں۔"

"نہیں نہیں۔ لیکن یہ ان قمار خانوں کے اصول کے خلاف ہے۔"

"میں نے وہاں اپنا اصول چلایا تھا۔"

"یقیناً سخت حیرت انگیز بات ہے، بہرحال میری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔"

"یہ مبارکباد آپ لیزینا کو دیں۔"

"کیوں۔؟" وہ پھر تعجب سے بولی۔

"جیتی ہوئی رقم میرے لئے غیر دلچسپ ہے وہ اسی کی ہوگی۔"

"اوہ۔ مسٹر نواز۔ براہ کرم ایسا نہ کریں۔ یہ بات گروہ کے مفاد کے خلاف ہوگی۔"

"کیوں۔؟"

"ممکن ہے اتنی رقم کی مالک بننے کے بعد وہ گروہ کے لئے اتنی سرگرم نہ رہے جتنی رہتی ہے۔"

"یہ بات اسے میں سمجھادوں گا۔"

"آپ کی مرضی۔ بہرحال ایک رات کی قیمت اسے بہت زیادہ ملی ہے۔ اب تو آپ کے ساتھ دوسری
لڑکی گزارنے کی خواہشمند ہوگی۔" اس نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

"میرا دوست جب یہاں آئے تو اس کی موجودگی ضروری ہے اس کے بعد آپ اسے لے جائیں۔ ہاں ایک فرمائش ضرور کرونگا۔"

"وہ کیا؟"

"آج رات سونیٹا کو بھیج دیں۔"

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز آپ کیا ہیں۔؟" وہ گردن جھٹکتے ہوئے بولی۔

"انسان ہوں مادام سی کا! آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دنیا کے سب سے انوکھے انسان۔"

"یہ صرف آپ کا خیال ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"آئیے۔ اٹھئے تو۔ گھر میں کب تک بیٹھے رہیں گے۔" اس نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تیار ہو کر چل پڑے لیزینا کے ساتھ وینس دیکھ چکا تھا۔ آج بھی انہیں تمام چیزیں دیکھا ایک بات خاص طور سے محسوس کی۔ کل لیزینا ساتھ تھی لیکن اتنی نگاہیں کل ہم دونوں پر نہیں تھیں، جتنی آج۔ درحقیقت سی کا ریفا۔ دوشیزگی کی حدود سے نکلنے کے باوجود کافی دلکش تھی اس میں اپیل تھی جسے نظرانداز کرنا مشکل کام تھا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا مادام ریفا۔"

"کونسی بات کا۔؟" اس نے پیشانی پر آنے والے بال ایک مخصوص ادا سے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"کیا آج رات سونیٹا۔؟"

"ضرور مسٹر نواز۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار کیسے کر سکتی ہوں۔؟"

"شکریہ۔"

"آپ کے دوست کے لئے بھی انتظام کرنا ہوگا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ مجھ سے اس قدر بے تکلف نہیں ہے۔"

"مقامی ہے؟"

"نہیں۔ میرے وطن کا ساتھی۔ میرے لئے اجنبی ہے لیکن پردیس میں ہم وطن اجنبی نہیں ہوتا۔"

"درست خیال ہے آپ کا۔ ویسے اگر آپ ہمیں بھی دعوت دے دیں تو ہم بھی آجائیں۔ آپ کے دوست سے ملاقات کرلیں گے۔"

"آپ تو میزبان ہوں گی مادام ریفا۔"

"گویا اجازت ہے۔" اس نے کہا۔

"یقیناً۔" میں نے کہا اور نہ جانے کیوں وہ خاموش ہوگئی۔ بہرحال شام چھ بجے تک اس کی نشست رہی۔ اس دوران اس نے ٹیلی فون کرکے شام کی دعوت کے انتظامات کی ہدایت کردی تھی۔ جب میں واپس اس کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو سب ملازم مستعد تھے لیزینا اور سونیٹا بھی وہاں تھیں اور بڑی تندہی سے دعوت کے انتظامات میں مصروف تھیں۔ وینس کی تمام اعلیٰ ڈشیں تیار تھیں۔

میں ان انتظامات کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"میں نے ایک آدمی کی دعوت کی ہے مادام سی کا۔"

"آپ کے دوست کی دعوت آپ کے شایان شان ہونی چاہیے مسٹر نواز۔" سی کا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہرحال آپ نے زبردست اہتمام کر ڈالا۔" میں اور سی کا ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔ "ساڑھے سات بجے میں اسے لینے جاؤں گا مادام سی کا۔"

"ضرور۔ اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

"سوری مادام۔ دراصل اس نے لیزینا کو میری بیوی سمجھا تھا میں نے بھی تردید نہیں کی۔ چنانچہ لیزینا کو اس کے سامنے یہی کردار ادا کرنا ہے میں اسے ساتھ لے جاؤں گا۔"

کتنے نشتر تھے جو میں اس کے دل میں چبھوتا تھا۔ ہر زخم کاری ہوتا تھا اور سی کا تڑپ کر رہ جاتی تھی۔ بہرحال وہ بے بسی سے گردن ہلا کر رہ گئی۔ "آپ لیزینا کو حکم دیں کہ وہ دوسرے کام چھوڑ کر تیاری کرلے۔"

"بہتر۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنے ترکش کا ایک بھی تیر باقی نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے پندار کو اور کیا ٹھیس پہنچاتا۔ لیزینا جب میرے ساتھ چلی تو سخت حیران تھی۔! آپ۔ آپ دنیا کے سب سے انوکھے انسان ہیں مسٹر نواز' وہ کرتے ہیں جو ممکن نہیں ہوتا۔" اس نے عمارت سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کیوں۔؟" ایسی کونسی بات ہوئی۔"

"باتیں تو بہت سی ہو چکی ہیں لیکن اس وقت مادام سی کا نے میرے لباس کا انتخاب کیا تھا۔ انہوں نے میرا میک اپ بھی درست کیا تھا۔ اور اس وقت ان کا انداز بھی بہت نرم تھا۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن سی کا ریفا کے اس اقدام کے بارے میں میں نے بھی سوچا تھا۔ کیا اس نے کوئی دوسری اسکیم بنائی ہے؟

☆ ☆ ☆

گلیشیر کے سامنے لزینا نے کار روک دی' اور پھر ہم دروازہ لاک کر کے نیچے اتر آئے۔ منچلا سردارے شلوار اور قمیض میں ملبوس ہمارا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی خوشی سے کھل اٹھا!

"آجا یارا۔ مینوں یقین سی کہ تسی ٹھیک وقت تے آؤ گے۔"

"سچ سردارے؟" میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ایہدے وچ جھوٹ دی کی گل اے۔ پنجاب دے پت اک دوجے نوں دھوکا نئیں دے سکدے!"

"چل سردارے" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ سردارے کی باتیں میرا دل دکھا رہی تھیں۔ وہ نہ جانے میرے بارے میں کیا کیا سوچ رہا تھا۔ حالانکہ جو کچھ میں تھا' اسے نگاہ میں رکھ کر اپنے وطن کا نام لیتے ہوئے بھی ہونٹ کانپ جاتے تھے۔ سردارے کو لے کر ہم نیچے اتر آئے۔ اور پھر میں نے سردارے کے لئے کار کا دروازہ کھول دیا۔ سردارے اندر بیٹھ گیا۔ اور جب میں اس کے برابر بیٹھنے لگا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھابی دے نال بیٹھو۔ ناراض ہو جائے گی۔" میں بھی ہنسنے لگا لزینا نے کار آگے بڑھا دی تھی۔

"سناؤ یار۔ کاروبار کیسا چل رہا ہے۔ کیا کرتے ہو؟" سردارے نے پوچھا۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے۔ زیادہ تر ملک سے باہر رہنا پڑتا ہے۔"

"پاکستان سے کب آئے تھے؟"

"عرصہ ہوا۔"

"واپس نہیں گئے؟"

"نہیں!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اپنے وطن کی کیا بات ہے یار۔ ان جگمگاتی ہوئی بستیوں میں سب کچھ ہے۔ اپنے وطن کی سی سادگی' اپنے دیس کا سا حسن نہیں ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لزینا کے کان ہماری گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے' لیکن ظاہر ہے اس کی سمجھ میں کیا آ رہا ہو گا۔ میں سردارے کو لے کر اس خوبصورت عمارت میں آ گیا' جو میری قیام گاہ تھی۔ سیکا ایک اعلیٰ لباس میں ہمارے استقبال کے لیے موجود تھی' سردارے کار سے اتر آیا اور سیکا مسکراتی ہوئی آگے بڑھی!

"اے تہاڈی بیوی دی اماں اے؟" سردارے نے پوچھا۔ اور میں ہنس پڑا۔ اگر سیکا پنجابی سے واقف ہوتی تو اس وقت نہ جانے اس کا کیا حال ہوتا!

"نہیں سردارے۔ یہ میری دوست ہیں۔"

"بلے بلے بڑی زوردار دوست ہے۔"

"آؤ ــــــــ میں تمہارا تعارف کراؤں۔" میں نے سردارے سے کہا اور سیکا کے نزدیک پہنچ گیا۔ "سینورا سیکا۔ یہ میرا دوست سردار علی ہے۔ اور سردار علی یہ میری دوست سیکا!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!" سردارے نے صاف انگریزی میں کہا۔ اور مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ سردارے پڑھا لکھا آدمی ہے۔ سیکا نے بھی اسے خوش آمدید کہا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ "مسٹر نواز ــــــــ آپ کے وطن کی خوبی ہے آپ کے یہاں کے لوگ بڑے ترو تازہ ہوتے ہیں۔ زندگی سے بھرپور۔ آپ کے دوست سے مل واقعی خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ مادام سیکا ــــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر سردار ــــــــ" سیکا نے کہا اور سردار علی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لزینا مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ لیکن پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ اسے خطرہ تھا کہ سیکا دیکھ نہ لے۔ سردارے کی خاطرمدارت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ وہ بہت متاثر ہوا تھا۔ سیکا اس کے سامنے بچھی جا رہی تھی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس نے اس دوران لزینا کا بھی خاص خیال رکھا تھا۔ ایک بار بھی اس پر حکم چلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گویا وہ سردارے کے سامنے میری بیوی کی حیثیت سے اس کا احترام کر رہی تھی۔ اور پھر سردارے نے اجازت مانگی اور رخصت ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "تیرا شکریہ نواز ــــــــ اللہ تجھے بہت دے۔ یار میری اتنی حیثیت نہیں ہے کہ تیری دعوت کر سکوں ــــــــ مگر' اگر تو کل میرے نال چائے پی لے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"تیری بہت بڑی حیثیت ہے سردارے۔ کل میں اور میری بیوی تیرے ہاں چائے پر آئیں گے۔ اس کے علاوہ بھی مجھے تجھ سے بات کرنی ہے۔ کل دن میں ہوٹل پر ملے گا؟"

"دن میں مشکل ہے۔ شام ہی کو ملوں گا۔"

"میں پانچ بجے پہنچ جاؤں گا۔"

"انتظار کروں گا۔" سردارے نے کہا اور پھر وہ مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ سیکا اور لزینا پیچھے کھڑی تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ "شکریہ کی کیا بات ہے مسٹر نواز ــــــــ آپ کا مہمان ہمارے لیے بڑی حیثیت رکھتا ہے۔" سیکا نے کہا اور پھر وہ لزینا کی جانب دیکھ کر بولی۔

"جاؤ لزینا ــــــــ آج مسٹر نواز کو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"یس مادام ــــــــ!" لزینا نے ادب سے کہا اور پھر وہ چلی گئی۔ سیکا میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی۔ "بڑا خوش مزاج نوجوان تھا۔" سیکا نے کہا۔

"ہاں ــــــــ پنجاب کے جیالوں کے چہرے ہمیشہ مسکراتے رہتے ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر نواز؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھے سوبیتا کے بارے میں تفصیل بتائیں مادام۔" میں نے وہی ایک رٹ لگائی۔

"اتنی کیا جلدی ہے نواز؟" سیکا نے سلگتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں جلد از جلد کام ختم کر لینا چاہتا ہوں سی کاریفا۔ کام ختم کر لینے کے بعد اگر وقت مل سکا تو پھر کچھ روز آپ کے ساتھ وینس میں گزاروں گا!"

"میں آپ کو کام سے تو نہیں روک رہی۔" سیکا بولی۔

"میں نے تو نہیں کہا ہے۔"

"مسٹر نواز ــــــــ" سیکا اب بھی جذباتی کیفیت میں مبتلا تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے گولی سے اڑا دے۔ وہ اپنے آپ کو نرم بھی رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اندر سے کھول رہی تھی۔ "جی مادام سیکا۔"

"آپ ــــــــ آپ ــــــــ مجھ سے ناراض ہیں؟"

"نہیں مادام سیکا۔ یہ اندازہ آپ نے کس طرح لگایا؟"

"آپ مجھ سے اجتناب برت رہے ہیں۔" بالآخر وہ کہہ بیٹھی۔ لیکن میں نے اس کے اس اظہار کا بھی نوٹس نہیں لیا ــــــــ اور حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"آپ کا وہم ہے مادام ــــــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے ــــــــ لیکن نہ جانے سوبیتا کے بارے میں بتاتے ہوئے آپ کیوں جھجک رہی ہیں۔" آخر میں' میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ اور سیکا ریفا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ نہ جانے کس طرح اس نے خود پر قابو پایا تھا۔ ویسے یقینی بات تھی کہ اسے میرے رویے کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اور اس نے اپنے آپ میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر کے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یہاں آج بھی وہی کیفیت رہی تھی۔ چنانچہ آج شاید وہ پورے طور سے بدل گئی ہو۔ لیکن کیا کہہ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر پیچ و تاب کھاتی رہی۔ پھر آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتی رہی' اور بالآخر کامیاب ہو گئی' تب اس نے آنکھیں کھولیں اور سپاٹ نگاہوں سے میری جانب دیکھتی رہی۔ "سوبیتا سان مشل کے قبرستان کے نزدیک ہے۔ ایک الگ تھلگ مقام ہے۔ کیمپوں میں ٹھہرنے والے آوارہ گرد بالآخر ادھر کا ہی رخ کرتے ہیں۔ کیمپوں میں سوبیتا کے ایجنٹ گھومتے رہتے ہیں۔ جو انہیں وہاں کا پتہ بڑے دلکش انداز میں بتاتے ہیں۔ ہپیوں کے قیام کے لیے بھی سوبیتا میں معقول بندوبست ہے۔"

"سان مشل ــــــــ" میں نے دہرایا۔

"ہاں ــــــــ"

"ٹھیک ہے مادام سیکا ــــــــ آپ کو کچھ تکلیف دوں گا۔"

"فرمائیے۔"

"مجھے میک اپ کے سامان کی ضرورت پڑے گی۔"

"فہرست بنا دیں۔"

"آپ یاد کر لیں ـــــــ اور اگر لکھنا چاہیں تو لکھ لیں۔" میں نے کہا اور اسے چند چیزیں گنا دیں۔ "کب تک ان کی ضرورت پڑے گی؟"

"کل اول وقت میں۔"

"بہتر ـــــــ گیارہ بجے تک؟"

"ہاں' ٹھیک ہے۔"

"میں پہنچا دوں گی۔ مجھے اجازت ـــــــ؟"

"بہت بہت شکریہ ـــــــ" میں نے رسمی انداز میں کہا۔ اور وہ دانت پیستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "وہ ـــــــ مادام سیکا!" میں نے اسے ٹوکا اور وہ رک گئی اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ "سوبیتا ـــــــ!" میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہنچ جائے گی ـــــــ!" سیکا نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور مڑ گئی۔ دروازہ خاصی زور دار آواز میں بند ہوا تھا۔ اور میرا دل چاہا کہ ایک بلند آہنگ قہقہہ لگاؤں۔ بوڑھی بے وقوف۔ میں نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہا ـــــــ اور پھر آرام سے صوفے پر دراز ہو گیا۔ کافی دیر تک اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ سردارے کا خیال آیا۔ پھر سوبیتا کی طرف ذہن مڑ گیا۔ اور میں سنجیدگی سے اس کے بارے میں پروگرام بنانے لگا۔ سوبیتا میں کام کا آغاز کس طرح کیا جائے؟ میرے ذہن میں ایک چھوٹی سی سکیم تھی۔ میرے خیال میں مناسب بھی تھی۔ زیادہ گہرائی میں جانا حماقت تھی' میں سادگی سے کام کرنے کا عادی تھا اور یہی انداز زیادہ فائدے مند ہوتا ہے' جو لوگ زیادہ گہرائیوں میں جاتے ہیں ان کے لیے اتنی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے لیڈو کیمپ سے اپنے کام کا آغاز کرنے کے بارے میں سوچا تھا۔ خیالات میں ڈوبے ڈوبے نہ جانے کتنی دیر گزر گئی۔ مجھے وقت کا احساس بھی نہیں ہوا۔ پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ کسی نے اندا جھانکا ـــــــ اور جلدی سے سر باہر کر لیا۔

"کون ہے ـــــــ؟" میں نے آواز دی۔

"مم ـــــــ مسٹر نواز ـــــــ" باہر سے ایک لرزتی آواز سنائی دی۔

"اوہ ـــــــ آپ ہیں ـــــــ تشریف لائیے ـــــــ تشریف لائیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سوبیتا اندر آ گئی۔ خلاف توقع اس نے ایک عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بال بھی خوبصورتی سے بندھے ہوئے تھے۔ ہونٹوں پر مناسب رنگ کی لپ سٹک بھی نظر آ رہی تھی۔ میں نے حیرت سے دیدے نچائے۔ یہ کیا انقلاب تھا۔ لیکن اس کے ہونق پن کو کون دور کر سکتا تھا۔ "آؤ سوبیتا!"

"یس ـــــــ یس سر!" وہ جلدی سے اندر آ گئی۔

"بیٹھ جاؤ ـــــــ!" میں نے کہا اور وہ دھم سے بیٹھ گئی۔ پھر زور سے بیٹھنے کا احساس ہوا اور اس نے تھوک نگلتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"کہاں سے آ رہی ہو ڈارلنگ!" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"مم ـــــــ مم ـــــــ مادام ـــــــ سیکا کی کوٹھی سے۔"

"انہوں نے بھیجا ہے؟"

"یس سر ـــــــ!"

"خوب ـــــــ کیا کہا تھا؟"

"کچھ نہیں! مم ـــــــ میرا مطلب ہے۔ کہا تھا مسٹر نواز طلب کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ـــــــ؟"

"اور کچھ ـــــــ؟"

"بس ـــــــ اور کچھ نہیں۔"

"پھر ـــــــ یہ میک اپ ـــــــ یہ لپ سٹک ـــــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تو ـــــــ یہ تو ـــــــ" اس نے دونوں ہاتھوں سے ہونٹ چھپا لیے۔ اور اسی طرح بولی۔ "یہ تو میڈم لتریتا نے کیا ہے۔"

"اوہ ـــــــ لتریتا بھی وہاں تھی ـــــــ؟"

"جی ہاں ـــــــ جب میں مادام کے کمرے سے نکلی تو لتریتا نے مجھے بلا لیا۔" "پھر" میں نے اس لڑکی کی سادگی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر انہوں نے ہی یہ سب کچھ کیا۔"

"خوب ـــــــ کیوں؟"

"انہوں نے کہا کہ میں اتنی بری نہیں ہوں جتنا خود کو سمجھتی ہوں۔ اگر میں میک اپ کروں تو دلکش لگوں گی اور انہوں نے کہا کہ میں مسٹر نواز۔ میں ـــــــ" اچانک وہ شرما گئی۔ "ہاں ہاں ـــــــ اور کیا کہا انہوں نے؟"

"میں نہیں بتا سکتی جناب۔"

"ادھر آؤ سوبیتا۔" میں نے کہا۔

"جی ـــــــ"

"میرے پاس آؤ۔"

"یس سر ـــــــ یس سر ـــــــ" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اور پھر میرے نزدیک آ گئی ـــــــ! میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گود میں بٹھا لیا۔ اور سوبیتا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اس نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ "تم مجھ سے خوفزدہ ہو سوبیتا؟" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور اس نے احمقانہ انداز میں نفی میں گردن ہلا دی۔ "پھر اتنی پریشان کیوں ہو؟" اور اس نے پھر اسی انداز میں گردن ہلا دی۔ میرے ہاتھوں نے کچھ اور گردش کی۔ اور سوبیتا کے چہرے سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ آج میں اس سے بور نہیں ہوا تھا۔ "لتریتا کا خیال درست ہے۔ تم اتنی بری نہیں ہو جتنا خود کو سمجھتی ہو۔" اور میرے ان الفاظ پر سوبیتا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرائی۔ جسے میں نے بخوبی محسوس کر لیا۔ "ہاں سوبیتا۔ یہ حقیقت ہے کہ تم اتنی بری نہیں ہو۔" میں نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز ـــــــ" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہ جانے تمہیں یہ احساس کیوں ہو گیا ہے؟"

"آپ ـــــــ آپ ـــــــ!" اس نے کہا۔

"ہاں ـــــــ کہو ـــــــ" میں نے اس کی ہمت بندھائی۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی تب میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے نزدیک کیا اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔ میں نے سوبیتا کا جسم

ٹھنڈا ہوتا محسوس کیا۔ اور میں نے اپنے ہونٹوں کی گرفت سخت کر دی۔ سوبٹا کے بدن کا سارا بوجھ میرے
آگیا۔ اس نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ ایک طویل بوسے کے بعد میں نے اسے خود سے جدا کیا
نہ جانے یہ فریب نظر تھا یا حقیقت۔ سوبٹا کے چہرے پر ایک عجیب سی دلکشی پیدا ہو گئی تھی
سوبٹا ——— !" میں نے اسے آواز دی۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ "آؤ ——— بیڈ روم میں چلیں۔" میں
اسے اٹھاتے ہوئے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ وہ نڈھال ہو رہی تھی۔ نہ جانے اس کے اپنے کیا جذبات تھے
تجربہ کہتا تھا کہ وفور جذبات سے سرشار ہے۔ اس کے لیے یہ سب کچھ اجنبی ہے۔ بالآخر وہ نوجوان تھی
لیکن اس کی جوانی آج تک قابل اعتنا نہیں سمجھی گئی تھی۔ مایوسیوں نے اسے آخری سٹیج پر پہنچا دیا تھا
اب اس نے دل کی باتوں میں آنا چھوڑ دیا تھا! لیکن اچانک ——— میں نے اسے مایوسیوں کے بھنور
نکال لیا تھا۔ اور یہ اس کے لیے کیسی اجنبی بات تھی۔ میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے خواب گاہ میں
گیا۔ سوبٹا کے چہرے کی عجیب حالت تھی۔ کبھی اس کی آنکھوں میں شدید حیرت اُمڈ آتی، کبھی سرور مستی
خوشی کا عالم نظر آتا اور کبھی وہ خوفزدہ ہو جاتی۔ شاید سوچتی ہو گی کہ میں اسے بیوقوف بنا رہا ہوں! بہرحال
نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور خود اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھیں
جھکا لیں۔ "کیا سوچ رہی ہو سوبٹا۔" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں جناب ——— !" اس نے کسی قدر صاف آواز میں کہا۔

"تم خود کو اس قدر چھپانا کیوں چاہتی ہو سوبٹا۔"

اور ——— پہلی بار اس نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی "بدنما
جس قدر چھپتی رہے بہتر ہے جناب۔ اس کے ظاہر ہونے سے صرف کراہیت ہوتی ہے۔ مجھے اپنی شکل
صورت کا احساس ہے۔ نہ جانے آپ کیا چاہتے ہیں ——— ؟ کیوں چاہتے ہیں۔ نہ جانے آپ کس قسم
انسان ہیں؟"

"بدصورتی کا معیار خود تمہارا قائم کیا ہوا ہے سوبٹا ——— یا دوسروں کا ——— ؟" میں نے پوچھا۔

"میں حقیقتوں سے فرار کی قائل نہیں ہوں جناب۔ ابتدا لوگوں کی نگاہوں کے آئینوں سے ہوئی تھی
میں نے ان کی آنکھوں میں اپنی تصویر دیکھی تھی پھر خود میری آنکھوں نے یہ حقیقت تسلیم کر لی۔"

"اس کی کچھ وجوہات ہیں سوبٹا۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے ——— ؟" آج سوبٹا مختلف نظر آ رہی تھی۔ وہ اتنی نروس نہ
تھی، جتنی پہلے روز! "ہاں ضرور ——— " میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم نے چند لوگوں کی نگاہوں
اپنی حقیقت چن لی۔ ممکن ہے کہ وہ سطحی نگاہ رکھتے ہوں۔ انسان کو متاثر کرنے کے لیے صرف ظاہری
کافی نہیں ہوتا۔ مقابل کی اپنی شخصیت ہوتی ہے، اس کے لیے اپنی شخصیت کو نمایاں کرنا ضروری ہے۔
پھر چہرے کی بات بھی آتی ہے۔ کسی نے تمہارے بارے میں غلط خیالات کا اظہار کیا ہے۔ تمہارے
چہرے کی اپنی دلکشی ہے۔ دیکھنے والی آنکھ اسے تلاش نہ کر سکے، وہ دوسری بات ہے۔" "مسٹر
نواز ——— !" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے زندگی کی ساری آسائشیں مہیا ہیں۔ میں نے اپنی شخصیت کو، اپنی آرزوؤں کو ایک دائرے
سمیٹ لیا ہے۔ آپ نے وہ دائرہ توڑ دیا ہے مسٹر نواز ——— بتائیے میں کیا کروں ——— آپ تو

مہمان ہیں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد میں کیا کروں گی ——— ؟ بتائیے اس کے بعد میں کیا کروں

"صاحب نگاہ کی تلاش ——— پورے بھروسے، پورے عزم کے ساتھ۔ آنکھوں والوں کی کمی نہیں

"کیا سچ مچ ——— ؟ کیا ——— سچ مچ ——— ؟" اس کے چہرے پر خوشی اُمڈ آئی۔ "یقیناً ———
مجھے زندگی کا سکون مہیا ہوتا تو میں ساری زندگی تمہارے لیے وقف کر دیتا۔"

"مسٹر نواز ——— " سوبٹا اچانک اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے اوپر آ پڑی، نہ جانے کب سے رکے
ضبط کے سوتے پھوٹ پڑے۔ نہ جانے کب کی کچلی ہوئی امنگیں پھٹ پڑیں۔ وہ مجسم طوفان بن گئی
ایک سیلاب، بلا خیز کی مانند میرے اوپر چھا گئی ——— اور سیلاب کے سامنے بند باندھنا کس قدر مشکل
ہے ——— میرے چھکے چھوٹ گئے ——— اور میں نے سوچا عورت کے بارے میں کوئی اندازہ لگا کر
اس کا یقین کر لینا، دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے، دبلی پتلی مدقوق سی، نیم دیوانی سی نظر آنے والی یہ لڑکی اس
قدر طاقتور ہو گی، میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بہرحال سوبٹا نے اپنے دل کی ساری حسرتیں نکالیں۔
اس تصور کے ساتھ کہ ممکن ہے اس کی زندگی کا پہلا مرد ——— آخری ثابت ہو ——— ممکن ہے
اس کے بعد ایسا کوئی سرپھرا نہ ملے جو سیکا ریفا جیسی حسین و جمیل عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ
ہو ——— چنانچہ اس رات کو زندگی کی آخری رات سمجھ لیا جائے اور اس کے بعد ایسی حسین رات کا تصور
نہ کیا جائے۔"

دوسری صبح جب میری آنکھ کھلی تو سوبٹا اسی انداز سے میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ بے سدھ، بے
خبر ——— وہ جانتی تھی کہ اس کے بعد نہ ایسی رات ہو گی، نہ ایسی صبح! میں نے اسے سونے دیا اور خود باتھ
روم میں چلا گیا۔ لیکن جب میں باتھ روم سے نکلا تو سوبٹا غائب تھی۔ جاگنے کے بعد اسے احساس ہوا ہو گا اور
وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور پھر ملازم کو بلانے کے لیے بیل بجا دی۔ "سوبٹا
کہاں ہے؟" "کچن میں ہیں جناب۔"

"ہوں ——— اخبارات بھیج دو ——— !" میں نے ملازم سے کہا اور وہ باہر نکل گیا ——— تھوڑی
دیر کے بعد میں ایک صوفے میں دراز اخبارات دیکھ رہا تھا ——— کافی دیر گزر گئی۔ پھر سوبٹا آ گئی۔ اس نے
عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بال بھی ایک خاص انداز سے باندھے گئے تھے۔ اور میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ
گیا۔ صرف ایک رات ——— صرف ایک رات کسی عورت کی زندگی میں اتنی تبدیلیاں لا سکتی
ہے ——— ؟ سوبٹا درحقیقت دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے میں ایک انوکھا بانکپن آ گیا
تھا ——— اس کی آنکھوں میں گزری رات کا خمار منجمد ہو گیا تھا ——— اور میں نے سوچا ——— سوبٹا
اب کبھی محروم نہ رہے گی۔ جس قدر تھی "ناشتہ کر لیں مسٹر نواز ——— !" اس نے شرمگیں آواز میں کہا۔
"آؤ ڈارلنگ ——— !" میں مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے
اپنے نزدیک کیا اور اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ سوبٹا نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈال کر
بوسے کو طویل اور پرجوش بنا دیا تھا۔ اس کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میں اسے لیے ہوئے ناشتے کے
کمرے میں آ گیا۔ ملازم ناشتہ لگا رہے تھے۔ میں نے سوبٹا سے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ "اوہ ——— مسٹر
نواز ——— یہ درست نہ ہو گا۔ آپ ناشتہ کریں۔ میں کر لوں گی۔" "کم آن سوبٹا ——— اس وقت تم

میرے ساتھ ہو ـــــ جو میں کہوں، کرتی جاؤ۔" "میں نے بھی زندگی صرف انہیں لمحات میں گزار
لی ہے مسٹر نواز' اس کے بعد میں خود کو مردہ سمجھ لوں گی۔ میں سوچ لوں گی کہ زندگی صرف اتنی ہی تھی
ہے۔" وہ کرسی پر بیٹھ گئی ـــــ! اور میں نے ناشتہ شروع کر دیا۔ "میں تمہاری سوچ کے خلاف ہوں
تھوڑی سی کوشش سے زندگی کے راستے منتخب کر سکتی ہو۔"
"مسٹر نواز ـــــ مسٹر نواز ـــــ شاید میں ایسا کر سکتی ـــــ لیکن ـــــ لیکن ـــــ"
"ہاں ـــــ ہاں کہو ـــــ خاموش کیوں ہو گئیں ـــــ؟"
"یہ جھینگے ـــــ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔" اس نے ابلے ہوئے جھینگوں کی پلیٹ
سامنے کر دی۔ میں نے خاموشی سے جھینگے لے لیے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی
ہے۔ لیکن پلیٹ میں جھینگے لینے کے بعد میں نے کہا "میں تمہارے جملے پورے ہونے کا منتظر ہوں۔"
"کچھ نہیں ـــــ کچھ نہیں مسٹر نواز ـــــ!" اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور میں
روک لیا۔ "میرا خیال ہے۔ گفتگو کا یہ انداز ـــــ خلاف تہذیب ہے۔"
"مسٹر نواز ـــــ میں ـــــ میں مادام سیکا سے خوفزدہ ہوں۔"
"میں جانتا ہوں ـــــ!" میں نے کہا۔
"میں بے وقوف نہیں ہوں مسٹر نواز ـــــ میں جانتی ہوں' مادام سیکا آپ کو پسند کرتی ہیں
حیرت بھی ہے۔ وہ بہت خوبصورت ہیں۔ وہ بہت دلکش ہیں۔ نہ جانے کیوں آپ نے انہیں نظر
ہے۔ مادام سیکا بے حد غصہ ور ہیں۔ لرینا آپ کے ساتھ رہی تھی' اس کی زندگی تباہ ہو چکی
اور ـــــ اور ـــــ میں بھی مادام کے عتاب کا شکار ہوئے بغیر نہ رہوں گی۔ مادام نہ جانے
ساتھ کیا سلوک کریں۔"
"تم چالاکی سے اس عورت سے محفوظ رہ سکتی ہو۔" میں نے کہا' لیکن ابھی سونیا کوئی جواب نہ
پائی تھی کہ اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور سیکا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ "ہیلو ـــــ
نواز ـــــ!" اس نے کہا۔ اور پھر سونیا کو دیکھ کر اس نے ہونٹ سکوڑے۔ اس کے منہ سے
آواز نکلی تھی۔ "خوب۔ خوب واقعی آپ جادوگر ہیں مسٹر نواز ـــــ!"
"کیا آپ ناشتہ کر چکی ہیں مادام سیکا ـــــ؟"
"اگر آپ دعوت دیں ـــــ تو دس بار کرنے کو تیار ہوں۔"
"تو آیئے۔"
"شکریہ۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ سونیا جلدی سے کھڑی ہو گئی تھی۔ "اوہ ـــــ
سونیا ـــــ بیٹھو ـــــ آج میں تمہیں ایک نئے انداز سے دیکھ رہی ہوں ـــــ بیٹھو ہم
مجھے یقین کر لینے دو۔ کیا تم وہی سونیا ہو ـــــ تمہاری تو شخصیت ہی بدل گئی۔" لیکن سونیا
تھی ـــــ وہ بے حد نروس ہو گئی تھی۔
"کہیئے مسٹر نواز ـــــ کیسے حال چال ہیں؟"
"ٹھیک ـــــ!" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔
"میرا خیال ہے میں ناوقت آ گئی!" اس نے کہا۔
"شاید ـــــ!" میں نے جواب دیا۔ اور سیکا کا رنگ فق ہو گیا۔ سونیا کے سامنے ایک

تھی۔ "اوہ ـــــ تب تو مجھے نہیں رکنا چاہیے۔" وہ اچانک کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ "ویری
…" وہ دروازے کی طرف مڑتی ہوئی بولی لیکن میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔
… سیکا نے کئی بار متوقع انداز میں مجھے دیکھا تھا ـــــ! اٹھ گئی تھی اس لیے باہر نکلنا ہی پڑا۔ سونیا پتھر
… کی مانند ساکت کھڑی تھی۔ سیکا دروازے میں رکی۔ "ناشتے کے بعد دوسرے کمرے میں مجھ سے
… کر لینا سونیا ـــــ!" اس نے کہا اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔
"آؤ سونیا ـــــ ناشتہ کریں۔" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "اس عورت سے میں نے گیارہ
… کے لیے کہا تھا۔ لیکن شاید یہ آج کل دن رات جاگتی رہتی ہے۔" "پلیز ـــــ پلیز مسٹر نواز ـــــ
اجازت دیں!" سونیا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جاؤ ـــــ!" میں نے خشک لہجے میں بولا۔ اور وہ بادل
… باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے ناشتہ کرتا رہا۔ میں اس عورت سیکا کو اچھی طرح زچ کر دینا چاہتا تھا۔
… کے غرور کو پاش پاش کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن کافی پیتے ہوئے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ بہرحال وہ
… عورت ہے۔ ٹھیک ہے مقامی انچارج ہے۔ چالاک ہے اس کے باوجود عورت ہے۔ اور عورت خواہ
… ہی چالاک کیسی ہی ذمہ دار' کیوں نہ ہو۔ جب عورت ہوتی ہے تو صرف عورت بن کر سوچتی ہے۔
… وہ مجھ سے انتقام لینے پر نہ تل جائے۔ اور انتقام لینے کا بہترین ذریعہ اس وقت یہ ہے کہ ـــــ وہ
… کے منتظموں کو میرے بارے میں بتادے۔ ان سے کہہ دے کہ پولیس کا ایک مخبر ان کی تلاش میں

ممکن ہے وہ ایسا نہ کرے۔ اس کے باوجود مجھے محتاط رہنا ضروری ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ جو کچھ کرنا
ہوں۔ اس پر ظاہر نہ کروں اور اپنے طور پر ہی کروں۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ سیکا کو اپنے پروگراموں
آگاہ نہیں کروں گا۔ خوب اچھی طرح ناشتہ کرنے کے بعد میں ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ اور پھر میں
… وں کی تلاش میں چل پڑا۔ ملازم سے پتہ چلا کہ ایک کمرے میں سیکا موجود ہے۔ میں اس کی طرف چل
اور پھر میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ سیکا تنہا تھی اور ایک صوفے میں دراز آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔
دروازے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اور پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "آیئے مسٹر
…" اس نے کہا "سونیا کہاں گئی؟"
"اب بھی اس کی ضرورت تھی؟"
"نہیں۔ ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔ کیا آپ نے اسے واپس بھیج دیا؟"
"ہاں ـــــ لیکن اگر آپ حکم دیں گے تو رات کو وہ آ جائے گی۔"
"شکریہ۔ میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔"
"اوہ ـــــ!" سیکا معنی خیز انداز میں خاموش ہو گئی۔ بہرحال اس نے مجھ سے اس جملے کی وضاحت
طلب کی تھی۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر اس نے کہا "میرے لیے اب کیا حکم ہے مسٹر نواز ـــــ؟"
"مجھے کرنسی کی ضرورت ہے۔"
…
"تھوڑی سی کرنسی اور بس!" سیکا نے جلدی سے پرس کھولا اور اس نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر
… سامنے ڈال دیں۔ "کافی ہے۔" میں نے گڈیاں جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "شاپنگ کرنے آپ
… ساتھ چلیں گے؟"

"مناسب نہ ہو گا۔"

"آپ نے فوری طور پر پروگرام بدلا ہے؟"

"ہاں ———!"

"کوئی خاص وجہ ———؟"

"بعض مصلحتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بہتر سمجھتے ہوں گے۔" سیکا نے جواب دیا۔ اور میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے
اوکے مادام سیکا ——— میں چلتا ہوں۔ اپنے دوسرے پروگرام سے آپ کو فون پر آگاہ کروں گا
اچانک واپس پلٹ پڑا۔ اور سیکا کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے
کھولے لیکن نہ کہہ سکی۔ اور میں باہر نکل آیا۔ پھر میں نے کسی جگہ رکنے کی کوشش نہیں کی
عمارت کے گیٹ سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دور پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی روک کر
بیٹھ گیا۔ کرنسی میر... پاس ...جود تھی۔ نشہ دور کرنے والی گولیوں کی شیشی بھی تھی۔ باقی چیزیں بازار
سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ڈرائیور کو ایک بازار کا پتہ بتا دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں بازار میں
وینس کے آبی راستے سامنے موجود تھے۔ تھوڑی سی کوشش کرنے سے دوکانیں معلوم ہو سکتی تھیں
میں نے ایک گنڈولے میں بیٹھ کر ڈاج پیلس کا رخ کیا۔ پانی کی سطح پر سکون تھی ——— اس کی وجہ
کمی ہو سکتی تھی۔ گنڈولا پانی پر رواں دواں رہا ——— اور پھر میں ڈوج پیلس میں اتر گیا۔ یہاں کے
حد پر رونق اور جدید ترین دکانوں سے آراستہ تھے۔ میں ان دوکانوں میں جھانکنے لگا' پورے بازار کا
خاصا بڑا بازار تھا۔ میری ضرورت کی چند دوکانیں بھی نظر آئیں اور میں ان کا انتخاب کرنے لگا۔

پھر میں ایک بڑے سٹور میں داخل ہو گیا۔ سٹور میں میری ضروریات کی تمام چیزیں ہی مل گئیں
خوبصورت سیلز گرل نے میری پسند کے سامان کو پیک کرتے ہوئے دلکش لہجے میں کہا۔ "کیا آپ
میں کام کرتے ہیں سینور ———؟"

"نہیں سویٹی ——— دراصل میں ایک فیشن شو میں حصہ لوں گا۔" میں نے جواب دیا
مسکرانے لگی ——— میں باہر نکل آیا۔ اور اب مجھے کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔ سانتوریا' درمیانہ
ہوٹل تھا ——— مجھے ایک کمرہ حاصل کرنے میں دقت نہ ہوئی ——— کمرے کا کرایہ پیشگی وصول
جاتا تھا۔ اس لیے ہوٹل والوں کو مسافروں کی طرف سے زیادہ تشویش نہیں رہتی تھی۔ اپنے کمرے
میں نے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ اب اس کام میں میں بھی خاصا ماہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں
چہرے پر بہترین میک اپ کیا۔ ناک سرخ کرنے اور آنکھوں کے نیچے سیاہ دائرے بنانے کا لوشن
کے میں نے آئینے میں آخری جائزہ لیا اور خود کو ہر طرح مکمل پایا۔ اب میرے لمبے لمبے بال' سنہری
داڑھی اور سنہری مونچھیں تھیں۔ آوارہ گردوں کے ہر روپ سے میں واقف ہو گیا تھا۔ چنانچہ
دھارنے میں مجھے کوئی دقت نہ پیش آئی۔

ہوٹل والوں کو اس بات پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا کہ ایک دن کے لیے کمرہ حاصل کرنے والے
شخص کے کمرے سے ایک ہپی برآمد ہو! اس نے کمرے کی چابی دروازے میں لٹکائی اور باہر نکل گیا
ایک دن کا کرایہ ان کی جیب میں تھا۔ سامان کی دوسری کھیپ مجھے اب خریدنی تھی۔ اور اس کے
دوکانیں تاک چکا تھا۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ اور پھر سامان حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک فولڈ کیا ہوا چھوٹا سا خیمہ ——— ایک چمڑے کا بڑا تھیلا' جس میں بہت کچھ الم غلم بھرا ہوا تھا' موجود
سب کچھ میں نے کمر سے باندھ لیا۔ جوتوں کی گرد بلا قیمت مل سکتی تھی۔ چنانچہ جوتے بھی گرد آلود ہو
کوئی بھی چکنی شے جوتوں میں مل کر مٹی میں پاؤں لتھیڑ لو' جوتے صدیوں پرانے معلوم ہوں گے' اس
میں آنے کے بعد میں لیڈو کیمپ چل پڑا! دیکھی ہوئی جگہ تھی' اس لیے وہاں پہنچ گیا۔ آوارہ
...ار حلیے ...وں کا ایک شہر آباد تھا۔ ان کی اپنی بیزار بیزار سی' خاموش خاموش سی دنیا تھی۔ جہاں دن میں زندگی اداس
رہتی ہے۔ لیکن رات کو وہ سب زندہ ہو جاتے ہیں۔ رات کے راہی! اور رات کے شہزادوں کے اس
میں' میں نے بھی ایک جگہ منتخب کر لی۔ اور اپنا خیمہ ایستادہ کرنے لگا۔ میرے قرب وجوار میں بے شمار
بکھرے پڑے تھے۔ آوارہ گرد ادھر ادھر اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ چرس اور افیون کے دھوئیں کی ناگوار بو
بھی ہوا میں شامل ہو کر میری طرف بھی آجاتی تھی۔ خیمہ ایستادہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا اور
گرد کے ماحول کو دیکھنے لگا۔

سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے۔ کہیں کہیں ان سیاحوں کی ٹولیاں بھی نظر آجاتیں' جو دنیا گردی کو
تھے۔ لیکن ہوٹلوں کی مہنگائیوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے انہوں نے بھی کیمپوں میں قیام کیا تھا۔ میں نے
کے دروازے کو ڈوری سے باندھا ——— اور کیمپ میں آوارہ گردی کرنے نکل کھڑا ہوا۔ بھوک
...ہونے لگی تھی۔ چنانچہ بازار کی طرف رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس حصے میں پہنچ گیا جہاں کھانے
کی چیزیں فروخت ہو رہی تھیں۔ قیمہ اور سوئیاں ——— مینڈک کی تلی ہوئی ٹانگیں' آبی سانپ کے
...لے میں لپٹے ہوئے قتلے' بہت سی چیزیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ لیکن چاول کے سوپ اور بھنی ہوئی
میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ نہ جانے کیوں پر تکلف کھانوں کے بعد یہ غذا مجھے بہت مزیدار محسوس
...پیٹ کا دوزخ بھرنے کے بعد میں بازار کی دوسری رونقیں دیکھنے لگا' اور پھر ایک جگہ ایک اداس
...ے کو دیکھ کر رک گیا ——— دبلی پتلی فاقوں کی ماری ہوئی لڑکی' جس کا پیٹ پھولا ہوا تھا' اور اس کے
...ب کھڑا ہوا نوجوان' جس کے گلے میں ایک خوبصورت گٹار لٹکا ہوا تھا' دونوں ایک جگہ کھڑے ہر آنے
والے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی سانحہ ——— کوئی حادثہ ———! میں نے
...ل سوچا ——— پہلے سوچا' آگے نکل جاؤں ——— دونوں میرے لیے بے کار ہیں ——— لڑکی کا
"بھرا" ہوا ہے' اور لڑکا ——— وہ اس کے لیے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکا ہو گا کہ اسے گٹار
...اور اس کا "پیٹ بھر دے" لیکن طبیعت نہ مانی۔ اور میں ان دونوں کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے اپنی طرف
دیکھ کر دونوں کے چہروں پر امید کی چمک پیدا ہو گئی۔ "آیئے جناب ——— دیکھئے بالکل نیا گٹار ہے۔
کوڑیوں کے مول ——— کوئی خرابی نہیں ہے اس میں ——— بجا کر دیکھ لیں۔" اس نے جلدی
...بولا

"کیا تم یہ گٹار فروخت کر رہے ہو؟"

"جی ہاں ———!" اس نے اداس لہجے میں کہا۔ "کیوں ———؟"

"ضرورت ——— ضرورت سب کچھ فروخت کرا دیتی ہے۔ پہلے میں اپنے نغمے فروخت کرتا تھا۔
...میرے نغموں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ لوگ سنتے ہیں محظوظ ہوتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔
... ریکا بھی اپنے جسم کی کوئی قیمت وصول نہیں کر سکتی۔ کوئی مردود اس کے پیٹ میں اپنی
...ہے ——— جب تک اس سے نجات نہ مل جائے' بے ریکا ایک بے کار شے ہے۔ چنانچہ

اب اس گٹار کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔"

میری کنپٹیوں میں دھمک ہونے لگی' سر چکرانے لگا' دل چاہا میں اس مردود سے گٹار چھین کر ماروں اور اس وقت تک اس کا سر کچلتا رہوں جب تک اس کا بھیجہ نہ بہہ نکلے۔ الو کے پٹھے' جب نہیں ہے تو زندہ کیوں ہے۔ لیکن مجھے یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ ریکا کے پیٹ میں کی نشانی پر مجھے تردد کیوں ہو—— ہاں گٹار کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر میں مکمل نہ چنانچہ میں نے گٹار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کے تار چھیڑے اور نغمے رو پڑے۔ سسکیاں تیز ہو گئیں۔ تب میں نے جیب سے نوٹ نکالے۔ چند نوٹ کھینچے۔ میں نے دیکھا ریکا اچک اچک کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی—— اور پھر میں نے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے—— چہروں پر رونق آ گئی تھی۔ "شکریہ سینور—— بہت بہت شکریہ——!" مرد نے کہا۔ اور ریکا کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑ گیا۔ اس طرف جہاں کھانے پینے کی چیزوں کا بازار تھا——! میں گٹار تھامے انہیں دیکھتا رہا۔ بس دیکھ رہا تھا۔ ذہن خالی تھا' سوچنا بے کار تھا۔ ذہن کو تھکانے فائدہ——؟ حماقت صرف حماقت! میں نے گٹار کے تاروں کو چھیڑا اور پھر اسے گلے میں ڈال کر کی طرف بڑھ گیا۔ خیمے میں پہنچ کر میں نے گٹار ایک طرف رکھ دیا اور پھر سوچنے لگا کہ اب کیا کر کوئی بات فوری طور پر سمجھ میں نہیں آئی تو لیٹ گیا—— برابر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں لوگ میرے خیمے کے باہر موجود تھے۔ بڑی ہنگامی' بڑی انوکھی زندگی تھی میری بھی——!

وقت گزرتا رہا—— پھر شام ہو گئی—— جب خیمے میں اندھیرا ہو گیا تو میں باہر نکل آ لیڈو کیمپ جوان ہو گیا تھا—— ہپیوں اور آوارہ گردوں کے علاوہ شہر سے تفریح کی غرض والوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ہپی لڑکیاں لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھیں۔ ایک لڑکی چند اوباش لو درمیان نظر آئی۔ معصوم سی شکل تھی اور ان لوگوں میں خود کو اجنبی محسوس کر رہی تھی۔

اور مجھے ریکا کے ساتھی کے الفاظ یاد آ گئے۔ "کوئی مردود—— اس کے پیٹ میں چھوڑ گیا ہے۔" اور—— اب—— ان اوباش شکل لوگوں میں سے کوئی مردود—— شکل لڑکی کے پیٹ میں اپنی نشانی چھوڑ دے—— اور پھر اس کا ساتھی بھی کوئی شے لیے ہو کھڑا ہو گا۔ لڑکی کے تر و تازہ سرخ رخسار پیلے پڑ جائیں گے۔ اونہہ—— جہنم میں جائیں۔ بھٹکی ہوئی نسل کا یہی حشر ہونا چاہیے' کیوں انہوں نے آدمیت کو اتنا ارزاں کر دیا ہے۔ کیوں انسانیت کو اس قدر مسخ کر دیا ہے۔ میں نے ان کی طرف سے نگاہیں ہٹا لیں۔ میرے خیمے کے خیمے آباد ہو گئے تھے۔ ایک خیمہ بالکل میرے خیمے سے ملا کر نصب کیا گیا تھا۔ میں پھر کیمپ کے کھڑا ہوا۔ میں اپنے مطلب کی جگہیں تلاش کر رہا تھا۔ کیمپ کافی بڑا تھا۔ لوگ تفریحات تھے—— آوارہ گردوں کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ ایک دور افتادہ حصے میں خیموں کا ایک دائرہ میں وہاں خاص طور سے رکا۔ خیموں کے درمیان آوارہ گرد پڑے ہوئے تھے۔ کوئی اپنے پھٹے سی رہا تھا—— کوئی کچھ کر رہا تھا۔

میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں کام بن سکتا ہے۔ یقیناً یہاں خاص محفل جمتی ہو گی۔ رات جائے تو کیا حرج ہے—— اور میں نے فیصلہ کر لیا—— پھر میں یہاں سے آگے بڑھ گھومتے گھومتے رات ہو گئی۔ پہلے پیٹ پوجا—— پھر اور کچھ—— میں نے سوچا اور

طرف چل پڑا۔ بہت سی ورائٹی تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے سردار کے بارے میں سوچا۔ بے چارے نے انتظار کیا ہو گا۔ ممکن ہے میرے نہ پہنچنے پر اس عمارت سے بھی رابطہ قائم کیا ہو جہاں اس نے دعوت کھائی تھی۔ لیکن وہاں سے بھی کیا جواب ملا ہو گا؟ کھانے کے بعد میں اپنے خیمے کی طرف گیا۔ میرے نزدیکی خیمے کے سامنے دو نوجوان کھڑے تھے۔ انہوں نے سرسری نگاہ سے میری طرف دیکھا اور پھر آپس میں گفتگو کرنے لگے—— میں نے خیمے سے گٹار نکالا اور پھر اسی دائرے کی طرف چل پڑا۔ دائرے کے درمیانی میدان میں اب کافی آبادی ہو گئی تھی۔ کسی نے مجھے اندر آنے سے نہیں روکا۔ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک کونے میں بیٹھ گیا—— نشے کی کوئی چیز میرے پاس موجود نہ تھی۔ دوسرے لوگ دھڑلے سے کوئی نہ کوئی نشہ کر رہے تھے۔ کسی کے پاس لمبے لمبے پائپ تھے۔ جن میں افیون کی گولیاں چل رہی تھیں' کہیں چرس اور کہیں گانجا—— جانا' پہچانا ماحول' جانی پہچانی خوشبوئیں——! میں نے ایک گہری سانس لی۔ محفل ابھی رنگ پر نہیں آئی تھی۔ نشے ابھی گہرے نہیں ہوئے تھے۔ ابھی بد مستی کا دور نہیں شروع ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے ریکا کو دیکھا۔ وہ گردن اٹھائے ہوئے اندر آ رہی تھی۔ اس کی بے چین نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ اور پھر اس کی نگاہ میرے اوپر بھی پڑی۔ شاید اس نے گٹار پہچان لیا تھا۔ وہ ٹھٹھکی۔ اور پھر اس کے قدم میری طرف اٹھنے لگے!

وہ میرے پاس پہنچ گئی—— مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ "بیٹھ جاؤں——؟" اس نے کہا۔ "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پھر—— پھر غائب ہو گیا کمینہ کہیں کا۔ جب اس کے پاس ایک ایک پائی ختم ہو جائے گی تو—— تو پھر میرے پاس آ جائے گا۔ روئے گا' مجھے اپنی محبت کا یقین دلائے گا اور پھر اس کی باتوں میں آ جاؤں گی۔ میں پھر اسے معاف کر دوں گی۔ بڑا کمینہ ہے اسے باتیں کرنے کا فن آتا ہے۔"

"کون ہے وہ تمہارا؟"

"شوہر—— میرا شوہر ہے وہ——!" اس نے آنکھیں بند کر کے بتایا۔

"تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں——؟"

"کسے اپناؤں—— کون اپنا بن سکتا ہے۔ اس سے کوئی رشتہ تو ہے۔" اس نے درد سے کہا۔ اور میرے ذہن میں پھر ہلچل ہونے لگی۔ میں نے قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر میں گرجا "یہاں کیوں آئی ہو؟"

"اس کی تلاش میں—— صرف اس کی تلاش میں—— یقین کرو—— تم سے کچھ نہیں مانگوں گی—— کچھ بھی نہیں مانگوں گی۔ اس نے دوپہر کو کھانا کھلا دیا تھا کیونکہ خود بھی سخت بھوکا تھا۔ تمہارے پاس نہ آتی—— یہ گٹار دیکھ کر آئی ہوں۔ مجھے اس گٹار سے بہت محبت ہے۔ اسے سن کر ہی تو میں نے دنیا چھوڑ دی تھی۔ مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک وقت کھا لیتی ہوں تو کئی کئی دن آسانی سے گزار لیتی ہوں—— اگر—— اگر تمہارا دل چاہے گا—— اور تم دوسروں کے لیے گٹار بجاؤ گے تو میں بھی سن لوں گی۔" "اسے کہاں کہاں تلاش کیا——؟"

"سارے کیمپ میں—— لیکن میں جانتی ہوں' وہ یہاں نہ ہو گا۔"

"پھر کہاں ہو گا؟"

"سوبیتا میں—— جن کے پاس اتنی رقم ہوتی ہے—— وہ یہاں نہیں ہوتے—— سوبیتا میں

ہوتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"میں یہاں اجنبی ہوں ——— سوبیتا کے بارے میں نہیں جانتا۔" میں نے کسی قدر نرمی سے کہا
"اوہ ——— میں نے یہ بات سوچی تھی۔ اس وقت جب تم نے گٹار کی رقم ادا کرنے کے لیے
سے نوٹ نکالے تھے۔ اتنے نوٹوں کے ساتھ تو تمہیں سوبیتا میں ہونا چاہیے تھا۔"

"تم اسے تلاش کرنے سوبیتا میں کیوں نہیں گئیں ———؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ خاموش ہو
کئی منٹ کچھ سوچتی رہی۔ پھر آگے کھسک کر میری ران پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "سنو ——— میں
قابل نہیں ہوں۔ میری حالت ٹھیک نہیں ہے' لیکن میں ——— میں رات بھر تمہیں خوش کرتی رہو
گی ——— مجھے دوسرے طریقے بھی آتے ہیں۔ اس کے عوض تم مجھے صرف سوبیتا تک کا کرایہ دے
بہت تھوڑے پیسے لگتے ہیں۔ وہ وہاں ضرور مل جائے گا۔ دیکھو تو سہی' اس حالت میں بھی اس نے میرا
نہیں کیا۔ میں بھوکی کیسے رہوں گی۔ مجھ سے بھوکا نہیں رہا جائے گا۔ ایسی حالت میں انسان بھوکا رہ بھی
سکتا۔"

میرے حلق میں ایک گولا سا آپھنسا۔ مجھے اپنا سارا وجود پگھلتا ہوا محسوس ہوا۔ سرائے عالمگیر کے
کی سوندھی سوندھی خوشبو پھر سے میری ناک میں آبسی۔ شاید 'شاید زمانے کی سختیوں نے میری فطرت
غلاف چڑھایا تھا۔ وہ ہوا کے تیز جھونکے سے پلٹ گیا تھا اور نواز اصغر نے انگڑائی لی تھی۔ میرا دل چاہا
پھوٹ پھوٹ کر رو پڑوں۔ لیکن صرف یہ ایک جھونکا تھا۔ اڑنے والا غلاف پھر اپنی جگہ پر آگیا میں نے
پر نگاہ ڈالی۔ میں نے لڑکی کو دیکھا۔ لڑکی قابل رحم ہے۔ لیکن آخر کیوں؟ میں اس کی مدد ضرور کروں گا
یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آیا وہ مدد کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ میں نے اسے صاف نگاہوں
دیکھا۔

"تم بھوکی ہو؟"
"نہیں ——— دوپہر کو ہی کھانا کھایا تھا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔
"شام کو بھی کھایا جاتا ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں ——— شاید ——— لیکن دو تین وقت کے فاقے کی عادی ہو گئی ہوں۔ اس لیے محسوس
ہوتا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟"
"جارج ———! جارج فولیو۔"
"تم نے اس سے کہاں شادی کی تھی؟"
"سینٹ مارکوب کے گرجا گھر میں!" "کیوں کی تھی؟"
"وہ گٹار بہت اچھا بجاتا ہے۔ اور میں گٹار کی دیوانی ہوں۔ میں نے اسے چاہا۔ اسے پسند کیا۔ اور
خوشامد کی کہ وہ مجھے اپنا لے' تب اس نے مجھ سے شادی کرلی۔ میرا پورا گھرانہ اس شادی کے خلاف تھا
میں بالغ تھی اور مجھے کوئی نہ روک سکا۔ میں نے اس سے شادی کرلی۔ لیکن میرے گھرانے نے
نہیں کیا۔ وہ اس سے نفرت کرتے تھے۔ تب میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ وہ جنت ارضی جانے کا پروگرام
تھا۔ وہ لاابالی شخص تھا۔ ترلوکا کی تعلیمات سے آراستہ ——— اس نے مجھے بھی اپنے رنگ میں
مجھے نشہ آور ادویات استعمال کراتا رہا اور میں ان کی عادی ہو گئی۔ وہ بے حد ذلیل ہے۔ بڑا ہی کمینہ

گٹار بجاتا ہے تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ پھر وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ میرے پاس رقم کافی
ہم نے طویل سفر کیا ——— اور وہ اس رقم سے شاہ خرچی کرتا رہا ——— رقم کھٹمنڈو پہنچنے
سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔ ہمارے پاس رقم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ تب اس نے گٹار بجا بجا کر
بھیک مانگنا شروع کر دی۔ کبھی بھیک مل جاتی کبھی نہ ملتی۔ ہاں ایک شام ایک شخص نے اسے پیشکش کی کہ اگر
وہ مجھے ایک رات کے لیے اس کے حوالے کر دے تو وہ اسے اچھی خاصی رقم پیش کر سکتا ہے۔
جارج نے مجھ سے بات کی۔ لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی' تب اس نے مجھے ترلوکا کی تعلیمات
سمجھائیں۔ اس نے بتایا کہ انسان گوشت پوست کا ایک ڈھیر ہے۔ اس کی اپنی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنے
ہاتھوں سے محنت مزدوری کرتا ہے۔ آخر ہاتھ اس کے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر جسم کے دوسرے حصوں
سے بھی آسودگی حاصل کرلی جائے تو کون سی بری بات ہے۔ میں بتا چکی ہوں ——— وہ باتیں بہت جاندار
کرتا ہے۔ تب میں اس شخص کے ساتھ چلی گئی۔ اس نے مجھے بہت سے نوٹ دیے اور میں نے سب کے
سب جارج کو دے دیے ——— وہ بہت خوش تھا۔ اس نے مجھے گٹار پر کئی نغمے سنائے ——— مجھے پیار
کیا اور کہنے لگا اب ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ ہم نے بھوک سے نجات کا راستہ تلاش کرلیا ہے۔
اس نے ایک ہی دن میں ساری رقم اڑا دی ——— کئی انجکشن لیے' خوب افیون پی۔ مجھے بھی پلائی۔ چنانچہ
دوسری رات ہم پھر قلاش تھے۔ بھوکے تھے' اس نے کہا فکر کی کیا بات ہے میرے ذریعے رقم حاصل کی جا
سکتی ہے۔ پھر وہ نہ جانے کہاں سے کالے رنگ کا ایک آدمی پکڑ لایا۔ اس شخص نے مجھے بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔
اور کھانے کے پیسے اور نشہ آور چیزوں کے پیسے وہ ہمیں دے گیا۔ اور پھر ہم اچھی زندگی گزارنے لگے۔ ہم
نے کچھ عرصہ جنت ارضی میں گزارے اور پھر واپس چل پڑے۔ راستے میں ہر شہر میں' میں اس کے لیے رقم
کے حصول کا ذریعہ بنی رہی ——— اور پھر نہ جانے کب' نہ جانے کس طرح میرا پیٹ پھول گیا۔ اس نے
بتایا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں ——— اور ——— اور ——— میں خوشی سے دیوانی ہو گئی ——— بچے
مجھے بہت پسند ہیں۔ تم نے چھوٹے چھوٹے' ننھے ننھے بچے دیکھے ہیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔
"ہاں ———!" میں نے تھوک نگلتے ہوئے گردن ہلا دی۔ "کیسے پیارے ہوتے ہیں وہ ———
کتنے اچھے لگتے ہیں ———؟" اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ "ہاں ———" میں نے اس کا
دل نہ توڑا۔

"لیکن جارج کو بچے پسند نہیں ہیں۔ اس نے بڑی پریشانی کے لہجے میں کہا تھا کہ یہ اچھی بات نہیں
ہے۔ ہم اس بچے کو کہاں سنبھالتے پھریں گے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں حمل ضائع کرا دوں۔ لیکن زندگی
میں پہلی بار۔ میں نے اس کی بات سختی سے نہیں مانی ——— میں نے کہہ دیا ایسا کبھی نہیں ہو گا ——— وہ
مجھے سمجھاتا رہا ——— میری خوشامد کرتا رہا' لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ تب وہ خاموش ہو
گیا ——— اور میرا پیٹ بڑھتا رہا ——— لیکن لوگ مجھ سے کترانے لگے اب وہ مجھے پسند نہیں کرتے
تھے۔ جارج نے ایک بار پھر ——— میری خاطر بھیک مانگنا شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ ہمارے پرانے دن پھر
لوٹ آئے۔ ہمیں کئی کئی دن کے فاقے کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اب میں کمزور ہو گئی ہوں۔ کھانا نہیں ملتا تو
آنکھوں کی بینائی چلی جاتی ہے۔ میری ٹانگوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ تب بے چارہ جارج میرا ہاتھ پکڑ
لیتا ہے۔ کیسی عجیب لگتی ہوں گی میں۔" وہ ہنس پڑی۔ "خاموش ہو جاؤ۔" میں غرایا "خاموش ہو جاؤ۔"
"ارے ——— کیا تمہیں غصہ آگیا ———؟" وہ چونک کر بولی۔

"جارج تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے؟"

"اکثر بھاگ جاتا ہے۔ یہ کون سی نئی بات ہے۔ اسے پیسے مل جاتے ہیں تو——— تو وہ اسی طرح آ جاتا ہے۔"

"وہ تمہارے بچے سے ناخوش ہے۔"

"ہاں——— یہ بری بات ہے۔"

"اگر تمہارا بچہ پیدا ہو گیا——— تو——— تو وہ اس کی گردن دبا دے گا۔"

"ایں———!" وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اور پھر اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ "کیا——— لگیں———؟"

"یہ——— یہ تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا———" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "کیا یہ ناممکن ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی——— لیکن——— لیکن کیا وہ ایسا کر سکے گا۔ کیا وہ——— کیا وہ اتنا سنگدل ہو سکتا ہے بچے تو بڑے خوبصورت ہوتے ہیں——— بڑے پیارے ہوتے ہیں——— وہ——— کیا وہ———؟"

"یہ تم بہتر جانتی ہو لڑکی۔"

"لیکن اب میں کیا کروں———؟ میں اب کر بھی کیا سکتی ہوں———؟" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھ لیے جیسے اس نے اپنے بچے کو جارج کے خونی ہاتھ سے بچانے کی کوشش کی ہو۔

"اگر تم اپنے بچے کی زندگی چاہتی ہو تو جارج کو چھوڑ دو۔ ہمیشہ کے لیے۔" "لیکن——— لیکن کہاں جاؤں———؟" اس نے تشویش سے کہا۔

"کہاں کی رہنے والی ہو———؟"

"انگلینڈ کی۔ سالبرو۔ کوٹھی نمبر ایک سو آٹھ۔" اس نے بتایا۔

"اگر تم وہاں چلی جاؤ——— تو تمہارے گھر والے تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے———"

میں ان سے کہہ دوں گی کہ میں نے جارج کو چھوڑ دیا ہے۔"

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟"

"میرے پاس——— ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہوں۔"

"کیا تم اپنے گھر جانا چاہتی ہو———؟"

"ہاں——— لیکن———؟"

"میں تمہیں وہاں تک جانے کا کرایہ دے سکتا ہوں۔ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"تم——— تم——— لیکن———" وہ مایوسی سے بولی۔ "میری حالت بہت خراب ہے۔ تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی——— سنو——— اپنا کان قریب لاؤ۔" وہ میرے کان کے قریب کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں——— خود——— لوگوں نے مجھے سکھائے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ میں تمہیں خوش کر دوں گی۔"

میں نے اسے جلتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ اس معصوم لڑکی نے دل کے انتہائی سردوں کو چھو لیا تھا——— انسان انسان ہے فرشتہ نہیں ہے اس کی غلطیاں اس کے ساتھ، لیکن بہر طور وہ ہمدردی

"نشہ کرتی ہو———؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں——— جارج کے ساتھ عادی ہو گئی ہوں——— لیکن جب بھوک لگتی ہے تو دل نہیں چاہتا۔"

"جانتی ہو تمہارے بچے پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟"

"بہت دن سے نہیں کیا۔ مجھے یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔"

"اپنے بچے کے لیے یہ عادت ترک کر سکتی ہو؟"

"کر چکی ہوں۔ کبھی کبھی جارج پیچھے پڑ جاتا تھا تو———!"

"ربکا——— میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں تمہیں انگلینڈ بھجوانے کے لیے تیار ہوں۔" اور اس نے گردن جھکا لی۔ شاید اس کے پاس میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے مناسب الفاظ نہیں تھے۔ "آج کی رات تمہیں یہیں گزارنی پڑے گی۔ کل میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گا۔" اور اس نے ممنونیت سے گردن ہلا دی۔ لیکن وہ بار بار میرا چہرہ دیکھنے لگتی، جیسے سوچ رہی ہو کہ شاید میں نشے میں ہوں۔ اور جب ہوش میں آؤں گا تو دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی نشے کے عالم میں کہی ہوئی باتیں یاد نہیں رہیں گی۔ لیکن بہرحال وہ تن بہ تقدیر تھی——— کر بھی کیا سکتی تھی۔

"تم یہاں بیٹھو——— میں ابھی آتا ہوں———!" میں نے گٹار اتار کر اس کی گود میں رکھ دیا۔ پھر میں نے ایک طویل اور تیز سفر کیا۔ میں اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لایا۔ راستے میں میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ سیکاریفا اس کے لیے آسانی سے بندوبست کر دے گی۔ اسے کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔ اچھا ہے بدنصیب لڑکی کی زندگی سنبھل جائے گی——— ہاں اگر انگلینڈ پہنچنے کے بعد بھی اس کے گھر والے اسے پناہ نہ دیں گے——— تو پھر اس کی بدنصیبی——— ایسی صورت میں، اس کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا! تھوڑی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ وہ ایک خیمے کے نزدیک تنہا بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے جیسے میرے واپس پہنچ جانے سے اس کو حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی ہو۔

"یہ——— یہ کیا ہے؟" اس نے میرے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بنڈل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کھانا ہے تمہارے لیے۔"

"اوہ——— اوہ——— میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں ڈارلنگ میں تمہاری احسان مند ہوں۔" اس نے بنڈل جھپٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کھانے پر ٹوٹ پڑی۔ "تم بھی کھاؤ۔" اس نے کافی دیر تک کھاتے رہنے کے بعد چونک کر پوچھا۔ "نہیں میں کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر وہ خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ بنڈل کا پورا کھانا چٹ کرنے کے بعد اس نے پانی پیا۔ اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی——— اس کی آنکھوں سے احسان مندی کے آثار جھلک رہے تھے۔

"میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں ڈارلنگ——— تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کسلمندی سے کہا۔ "گٹار سنو گی———؟"

"کیا———" وہ اچھل پڑی۔ "سناؤ۔ سناؤ۔" اس نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا اور میں نے گٹار سنبھال لیا——— محفل رنگ پر آ رہی تھی۔ اب بدمست قہقہے گونجنے لگے تھے۔ گٹار کی آواز نے ایک دم ماحول پر سکوت طاری کر دیا۔ قہقہے رک گئے، گردنیں گھوم گئیں، نشہ موسیقی کے رسیا گردنیں گھما گھما کر

دیکھنے لگے۔ میں تار درست کرتا رہا---- اور پھر تاروں کی آواز ایک نغمے میں ڈھل گئی۔ سر ردسے نہ جانے کیوں میری انگلیوں نے یہ درد بھرا نغمہ شروع کر دیا تھا---- اس میں میرے ارادے کو نہیں تھا۔ بہی ساکت تھے۔ اس نغمے نے انہیں غم کی دھند میں لپیٹ دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں بے تھی---- اور ریکا منہ کھولے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے ساری جان چہرے کھنچ آئی ہو۔ بہت سے آوارہ گرد میرے نزدیک جمع ہو گئے۔ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نغمہ عروج پر پہنچا---- تار سسکتے رہے---- اور پھر کر ٹوٹتے ہوئے انسان کی طرح کراہنے لگے---- اور آخر---- خاموش ہو گئے---- لیکن ماحول سحر نہ ٹوٹا۔ وہ سب اداس کھڑے تھے۔

پھر زندگی لوٹ آئی۔ میرے نزدیک کھڑے لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجائیں---- دور بڑے ہوئے لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور بہت سے بہی بدمست آوازوں میں مجھے داد دینے لگے۔ تب ایک دراز قد لڑکی میری طرف لپکی---- اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر میرے گال چوم لیے---- "ہائے میری جان---- تمہارا دل کیوں رو رہا ہے----؟ تم اتنے اداس کیوں ہو----؟"

"میں جانتا ہوں---- سب کچھ جانتا ہوں۔" ایک نوجوان آگے بڑھا۔ "مجھے بتاؤ---- مجھے دو---- میں اس کے سارے دکھ اپنے سینے میں جذب کر لوں گی---- میں اسے مسکراہٹیں دوں گی---- "لڑکی بے چینی سے بولی "اس کے پاس کچھ نہیں ہے---- اس کی روح پیاسی ہے۔"

"ہمیں اس کی پیاس بجھا دینی چاہئے---- آؤ---- اس کی مدد کریں۔" اور فراخ دل لوگ چرس' افیون' کوکین' ہیروئن جو کچھ ان کے پاس تھا لے کر میری طرف دوڑے---- خود لڑکی نے ایک سگریٹ اپنے لباس سے نکالا---- اسے سلگایا---- اور میرے ہونٹوں سے لگا دیا---- ناچار مجھے سگریٹ کے کش لینے پڑے۔ موقع نہیں ملا تھا کہ گولی منہ میں ڈال لوں لیکن اس کے بغیر چرس پینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چالاکی سے ایک گولی نکال کر زبان کے نیچے رکھ لی۔ چند ساعت قبل میں یہاں تنہا تھا---- لیکن اب میرے درجنوں شناسا موجود تھے۔ میرے بے شمار ہمدرد تھے۔ میں نے کسی کے ہاتھ سے چند کش لیے---- کسی کی سگریٹ میں دم لگایا---- دراز قد کی لڑکی میری اجارہ دار بنی ہوئی تھی---- اس نے دونوں ہاتھوں سے دوسرے لوگوں کو روکا ہوا تھا---- وہ جسے چاہتی میرے قریب آنے دیتی---- اور جسے چاہتی مجھ سے دور رکھتی---- ایک عجیب طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا تھا۔

کسی طرف سے ایک روتی ہوئی آواز ابھری---- "ایک اور نغمہ فنکار---- ایک اور نغمہ---- روح کی پیاس ابھی نہیں بجھی۔ تڑپا دے گٹار کے تاروں سے---- ہائے----!"

ہائے---- ہائے---- ہائے----" چاروں طرف سے ہائے ہائے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ "ہمیں طرب کے گیت سنا فنکار---- آنسو تو زندگی بھر کے لیے ہیں---- ہم ابتدا سے رو رہے ہیں---- ہم پیدا ہونے کے وقت سے آج تک رو رہے ہیں۔ ہماری روح دکھوں کی دلدل میں ڈوب چکی ہے۔ ہمیں زندگی سے دور لے چل۔ گٹار کے تار وقت کے قیدی نہیں ہیں۔ تیری انگلیاں آزاد ہیں---- ہمیں طرب بخش دے---- ہم رقص کرنا چاہتے ہیں---- ہم آنسوؤں کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں۔ آنسو جو زندگی کا جزو بن چکے ہیں---- ہمیں طرب کے نغمے دے دے فنکار---- آہ---- ہمیں طرب بخش دے۔"

"خاموش رہو---- فنکار کا ذہن کسی کا تابع نہیں ہوتا---- اسے صرف وہ کرنے دو جو وہ چاہتا ہے---- خاموش رہو---- انتظار کرو۔" دراز قد لڑکی کی آواز ساری آوازوں پر بھاری تھی۔ اور پھر اس نے پیار بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "سنا دے ایک نغمہ فنکار۔" اور میں نے گٹار سنبھال لیا! میں نے لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا۔ نشے سے سرخ آنکھیں---- لیکن دلکشی لیے ہوئے۔ سڈول جسم---- لمبا قد' لمبے بال---- اور میرے ہونٹوں پر پسندیدگی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری انگلیوں نے تار چھیڑے' اور ماحول ہنس پڑا۔ میں نے ایک اطالوی نغمہ چھیڑ دیا---- مسرت میں ڈوبا ہوا نغمہ---- یہ ایک مقبول ترین نغمہ تھا۔ اور پھر کون تھا جو زمین پر ہو۔ فضا میں ہو ہو کار گونج اٹھی۔ بہی مست ہو گئے تھے۔ سوائے ریکا کے اور کوئی نہیں بیٹھا تھا۔ صرف ریکا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھی مجھے عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ نغمہ بہت طویل تھا۔ ناچنے والے گر گر پڑے' لیکن گرنے والے پھر اٹھتے اور بے ڈھنگے قدموں سے ناچنے لگتے۔ یہ نغمے کی توہین تھی کہ ان کے قدم ان کے ساتھ نہ دیتے' جب میں نے دیکھا کہ رقص کرنے والے نڈھال ہو رہے ہیں---- تو آہستہ آہستہ میں نے نغمہ ختم کر دیا۔ اور تالیاں گونج اٹھیں---- دراز قد کی لڑکی اچھل کر مجھ پر آ لدی۔ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں میری کمر کے گرد لپیٹ لیں اور ہاتھ گردن میں ڈال دیے' اور پھر وہ بے تحاشا میرے ہونٹ' پیشانی اور آنکھیں چومنے لگی۔

"آہ---- فنکار---- میری زندگی---- میری جان---- تو کہاں سے آیا ہے۔ کیا تو آسمان سے اترا ہے----" وہ مجھے چومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ بمشکل تمام میں نے اس سے نجات حاصل کی۔

"ایک اور نغمہ فنکار---- ایک اور نغمہ----" نشے میں دھت آواز گونجی---- "نہیں بس---- یہ انسان ہے تھک گیا ہو گا۔" لڑکی غرائی۔

"ہائے میں مر جاؤں گا۔" اسی آواز نے کہا۔ "مر جاؤ----" لڑکی غرائی---- اور پھر میری کمر میں ہاتھ ڈال کر بولی "تم میرے خیمے میں چلو میری جان---- ان دیوانوں کی باتوں پر غور نہ کرو۔"

"یہیں بیٹھو---- میں آزاد فضاؤں کا پرندہ ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں چشمہ حیات پر لے چلوں گی---- آؤ---- ضد نہ کرو---- یہ لوگ تمہیں سکون نہیں لینے دیں گے۔ میرے اندر سکون کے خزانے دفن ہیں---- آؤ---- میں ان خزانوں کے منہ کھول دوں گی۔"

"یہیں بیٹھو---- میرے پاس---- میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"کون ہے---- کہاں ہے---- اسے بھی لے چلو---- میں بہت فراخدل ہوں۔" لڑکی جھوم کر بولی۔ "یہ---- وہ یہ ہے۔" میں نے ریکا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور لڑکی نے چونک کر ریکا کو دیکھا۔ "یہ---- یہ تمہاری کون ہے---- کیا تمہاری محبوبہ---- کیا تمہاری بیوی----؟"

"ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے---- یہ صرف میری ساتھی ہے۔"

"صرف ساتھی---- اوہ----" اس نے ریکا کو غور سے دیکھ کر گردن ہلائی۔ "خوب ساتھ نبھایا ہے اس نے---- لیکن یہ مریض ہے فنکار---- تم نے اس کے مرض کا علاج کیوں نہیں کرا دیا---- اب تو یہ لاعلاج ہو چکی ہے---- کیا اس کے بعد بھی یہ تمہاری ساتھی رہے گی----؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا——— اور لڑکی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس نے جیب سے سگریٹ پیکٹ نکال لیا تھا——— پھر اس نے ایک سگریٹ مجھے دیا۔ دوسرا خود سلگایا اور تیسرا ریکا کی طرف بڑھایا۔

"نہیں——— نہیں——— میں نہیں پیوں گی——— میں نہیں پیوں گی۔"

"کیوں———؟" لڑکی حیرت سے بولی۔ "میں نہیں پیوں گی——— میرا بچہ——— میرا بچہ———!"

"اوہ——— بہت پیار ہے اپنے بچے سے——— لیکن اس سے کیا ہوتا ہے پیو——— وہ بھی عادی ہو جائے گا۔"

"میں نہیں پیوں گی———" ریکا نے گردن ہلا دی۔ "اسے مجبور نہ کرو——— مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم۔"

"یاکی——— کون نہیں جانتا مجھے!" لڑکی نے ایک گہرا کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"فنکار کہتی ہو——— فنکار کہتی رہو——— میں خود کو اپنے گٹار سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے کہا اور لڑکی ہنسنے لگی——— پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور انگلیاں چوم لیں۔ "فنکار عظیم ہوتا ہے۔ نہ جانے اس کی انگلیوں پر یہ سحر کون پھونک دیتا ہے۔ اجازت دو تو میں تمہاری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاؤں۔ تمہیں تو اعتراض نہیں ہے لڑکی۔" یاکی نے ریکا کی طرف دیکھا اور ریکا نے باول نخواستہ گردن ہلا دی۔ یاکی میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اور سگریٹ کے کش لیتی رہی۔ میرے جذبات ابھر رہے تھے لیکن میں خود کو سنبھال رہا تھا——— یہ رات انسانیت کی رات ہے۔ اس رات جذبات کو فرض پر حاوی نہیں ہونا چاہیے۔ ریکا مظلوم ہے۔ اس کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد ہی کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ یاکی میری گود میں سر رکھے مچلتی رہی۔ اس نے میرے جذبات برانگیختہ کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن میں برف کی مانند سرد تھا۔

تب وہ میری گود میں سر رکھے رکھے سو گئی۔ ریکا جاگ رہی تھی۔ اس کی دھندلائی ہوئی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اور پھر میں نے یاکی کا سر اپنے زانو سے ہٹا کر زمین پر رکھ دیا' اور ریکا کی طرف کھسک گیا۔ "سو جاؤ ریکا——— آؤ——— میری گود میں سر رکھ کر سو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں——— میں اس قابل نہیں ہوں فنکار——— تمہارا فن کنوارا ہے اور میں آلودہ۔ لیکن میری روح کو ایک گہرا سکون ملا ہے۔ جب تم نے جارج کا گٹار خرید لیا تو میرے دل میں ایک زخم نمودار ہو گیا تھا۔ میں نے دکھے دل سے سوچا تھا کہ جارج کا فن اس سے چھن گیا۔ جارج کی ساری دلکشی ختم ہو گئی۔ میں نے اس گٹار کی بدقسمتی پر بھی غور کیا تھا——— لیکن تمہارے فن کو دیکھ کر اندازہ ہوا——— کہ گٹار کو اس کی صحیح جگہ مل گئی ہے۔ آہ———! انگلیوں کا یہ جادو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا فنکار——— کاش میں زندہ ہوتی——— کاش میں تمہیں تمہارے فن کا خراج پیش کر سکتی۔" ریکا جذباتی انداز میں بولی۔

"کیا تم میرے لیے مخلص ہو ریکا۔"

"ہاں فنکار——— جارج میری نظروں سے گر چکا ہے۔"

"تم مجھے کچھ دینا چاہتی ہو؟"

"ہاں———؟"

"سنو ریکا——— اپنے وطن واپس جاؤ——— تم نے جو زندگی اپنائی ہے اسے ترک کر دو——— خواہ کتنی ہی مشکلات پیش آئیں۔ ثابت قدم رہو۔ اگر تمہارے لوگ تمہیں پسند نہ کریں تو ان سے الگ رہ کر نئی زندگی کی ابتدا کرو۔ تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی بہتر نگہداشت کرو' خواہ اس کے لیے تمہیں تنہا رہ کر محنت مزدوری کرنا پڑے۔"

ریکا مجھے دیکھتی رہی——— پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اگر میں اپنے وطن پہنچنے میں کامیاب ہو گئی——— تو وعدہ کرتی ہوں کہ——— وہی کروں گی جو تم نے کہا ہے۔"

"شکریہ ریکا———" میں نے کہا اور ریکا میرے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ دو دو لڑکیاں نہیں——— لیکن آج میرے ذہن کو نہ جانے کیوں زنگ لگ گیا تھا۔ میرے خیالات صاف ستھرے اور پاکیزہ رہے تھے۔ دوسری صبح میں نے ریکا کو جگایا——— اور پھر اسے ساتھ لے کر خاموشی سے خیموں کے دائرے سے نکل آیا——— پہلے ریکا کا بندوبست کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی اور کچھ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسے ساتھ لے کر ریلیڈو کیمپ سے نکل آیا۔ پھر ہم نے گنڈولے کا سفر کیا——— اور ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ جہاں ٹیلیفون دستیاب ہو سکتا تھا۔ یہاں سے میں نے سیکا ریفا کے فون نمبر ڈائل کیے۔ اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے کافی دیر کے بعد فون ریسیو کیا گیا۔ بولنے والی سیکا ہی تھی اور اس کے انداز سے ناگواری کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن میری آواز سن کر وہ چونک پڑی۔ "اوہ——— مسٹر نواز——— کہاں سے بول رہے ہیں———؟"

"سان مارکو چوک کے نزدیک ہوں۔"

"خیریت——— رات کہاں گزاری———؟"

"مصروفیت میں——— ایک ضروری کام ہے۔"

"فرمائیے———"

"نوعیت بالکل ذاتی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ٹھیک ہے——— ورنہ میں اپنے طور پر کوشش کروں———؟"

"آپ کا کوئی ذاتی کام کر کے مجھے دلی مسرت ہو گی مسٹر نواز۔"

"تب پھر پیشگی شکریہ——— آپ کسی شخص کو یہاں بھیج دیں۔ چوک کے نزدیک ایک ہپی جوڑا موجود ہے۔ لڑکی آپ کے پاس پہنچ جائے گی' اس کے پاس پاسپورٹ موجود ہے۔ اسے انگلینڈ بھجوانے کا مناسب بندوبست کر دیں——— بس یہ کام ہے۔"

"کوئی حیثیت نہیں رکھتا———! لڑکی آج ہی روانہ کر دی جائے گی۔"

"شکریہ! بس یہی کام ہے مادام سیکا۔"

"آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔ لیکن آپ؟"

"میں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب کامیابی کے بعد ہی آپ سے ملاقات کروں گا۔"

"دیکھیے——— مسٹر نواز——— اگر آپ ہمیں حالات سے باخبر رکھیں تو بہتر ہے——— تاکہ ہم آپ کی مدد کر سکیں۔ درپردہ ہی سہی——— اگر حالات کسی طور بگڑ جائیں تو آپ تنہا تو نہ رہیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ مادام سیکا ——— لیکن اگر ضرورت پڑی تو آپ کے علاوہ اور کسے تکلیف دوں گا۔" میں نے کہا۔

"میں لیزینا کو بھیج رہی ہوں ———" سیکا نے کہا ——— اور میں نے ایک بار پھر شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا ——— پھر میں نے ریکا سے کہا۔

"ابھی ایک لڑکی آئے گی۔ وہ تمہیں ساتھ لے جائے گی اور پھر وہ تمہاری روانگی کا بندوبست کرے گی ——— تمہیں پورے آرام کے ساتھ لندن پہنچا دیا جائے گا۔"

"میں تمہارے لیے زندگی کی آخری سانس تک دعا کروں گی فنکار۔ میں، تمہیں کچھ نہیں دے سکی لیکن میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔" اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا ——— اور میں نے اس کا شانہ تھپتھپا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دور سے لیزینا کی کار نظر آئی ——— چوک کے نزدیک وہ رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "جاؤ اس کار کی طرف بڑھ جاؤ ——— تم اسے مسٹر نواز کا حوالہ دے سکتی ہو ———"

"مسٹر ——— نواز ——— ؟ کیا یہ تمہارا نام ہے؟"

"جاؤ ریکا ——— ان چکروں میں مت پڑو۔"

"اچھا میرے محسن ——— میرے ساتھی ——— میرے عظیم فنکار ———" ریکا نے میرے ہاتھ پکڑے، چومے اور پھر کار کی طرف بڑھ گئی۔ میں واپس پلٹ پڑا۔ ریکا کار میں بیٹھ گئی اور لیزینا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی، تب میں واپس چل پڑا ——— اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمے میں تھا۔ واپسی میں، میں نے ناشتہ کی کچھ چیزیں لے لی تھیں۔ جنہیں میں اپنے خیمے میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنا گٹار لیا اور باہر نکل آیا ——— آج میں ہر قیمت پر اپنے کام کی ابتدا کرنا چاہتا تھا ——— چنانچہ میں نے اسی دائرے کا رخ کیا جہاں پچھلی رات گزاری تھی۔ حسب معمول یہاں الو بول رہے تھے۔ زیادہ تر لوگ خیموں میں گھسے ہوئے تھے، یا پھر ——— آوارہ گردی کرنے نکل گئے تھے۔ یاکی کا خیمہ مجھے معلوم نہ تھا ——— لیکن میرے پرستار مجھے بھولے نہیں تھے۔ ایک دبلے پتلے مدقوق سے ہپی نے مجھے دیکھ کر دانت نکال دیے۔

"ہیلو ———!" وہ میرے قریب آ گیا۔

"ہیلو ———" میں نے بیزاری سے کہا۔

"سگریٹ ———!" اس نے چرس بھرے ہوئے سگریٹ سے میری تواضع کرنا چاہی۔ "نہیں شکریہ ——— کیا تم یاکی کو جانتے ہو؟"

"ہاں ———!"

"اوہ ——— اس کا خیمہ کون سا ہے ———؟"

"میرے ساتھ آؤ ———" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تب اس نے ایک خیمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ اس کا خیمہ ہے۔"

"شکریہ ———" میں نے کہا اور پھر خیمے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے یاکی کو آواز دینے کی بجائے گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیریں، اور یاکی دیوانہ وار باہر نکل آئی ——— اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، اور وہ سخت پریشان معلوم ہوتی تھی ——— اس نے مجھے دیکھا اور پاگلوں کی طرح میری طرف لپکی۔

"تم ——— تم آ گئے فنکار ——— کہاں چلے گئے تھے ——— کیوں چلے گئے تھے ——— میں نے تمہاری تلاش میں کیمپ کا کونہ کونہ چھان مارا ——— ایک ایک سے تمہارے بارے میں پوچھا اور جب تم نہ ملے تو میں نے سوچا کہ تم فنکار ہو۔ نہ جانے کون سی دنیا سے تمہارا تعلق تھا ——— شاید تم آسمان سے اترے تھے اور آسمان پر واپس چلے گئے۔"

"میں پستیوں کی خاک ہوں یاکی ——— آسمانوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے ———"

"نہیں ——— فنکار کا فن اسے آسمان کی انتہا تک بلند کر دیتا ہے۔ آؤ ——— میرے ساتھ آؤ فنکار ——— تمہاری جگہ تو دلوں میں ہے۔ آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے خیمے میں لے گئی۔ چھوٹے سے خیمے میں اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"بتاؤ ——— میں تمہاری کیا خدمت کروں ———؟"

"میں یہاں سے جا رہا ہوں یاکی ———!" میں نے ابتدا کی۔

"کہاں ——— ؟ کیوں ———؟"

"یہ جگہ مجھے پسند نہیں ہے یاکی ——— نہ جانے کیوں ——— میں کہیں اور جانا چاہتا ہوں ——— کیا یہاں انجکشن ملتے ہیں؟"

"اوہ ——— عام طور سے نہیں ——— کبھی کبھی کچھ لوگ نظر آ جاتے ہیں جن کے پاس انجکشن ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کافی قیمت وصول کرتے ہیں ——— اور یہاں کیمپ میں ان خیموں میں قیام کرنے والے اتنی قیمت نہیں دے سکتے، چنانچہ صبر کرتے ہیں۔"

"وہ کہاں ملتے ہیں یاکی ——— انہیں تلاش کرو ———"

"کیا تمہارے پاس رقم ہے فنکار ———؟" یاکی نے اداسی سے پوچھا۔

"ہاں ——— میرے پاس کافی کرنسی موجود ہے۔"

"سچ ——— وہ مسرور ہو گئی۔" مجھے افسوس ہے فنکار ——— میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں ——— ورنہ تمہاری ضرورت پوری کر کے مجھے خوشی ہوتی ——— لیکن اگر تمہارے پاس کرنسی موجود ہے تو ہم آج ہی سوبیتا چلیں گے ہائے اس جگہ کا تصور ہی کیسا دلکش ہے ——— میں نے اسے ایک بار دیکھا ہے لیکن دوبارہ دیکھنے کی حسرت باقی ہے۔"

"سوبیتا کیا ہے؟"

"تم اس کے بارے میں نہیں جانتے ———؟" یاکی نے حیرت سے کہا۔

"نہیں ———"

"تب تو ——— تب تو تمہیں کچھ نہیں معلوم ——— کچھ نہیں دیکھا تم نے، ہم آج ہی سوبیتا چلیں گے ——— وہاں سب کچھ موجود ہے فنکار ——— اور وہاں تمہارے فن کے قدر دانوں کی تعداد یہاں سے زیادہ ہو گی۔"

"چلو یاکی ——— ہمیں وہاں ضرور چلنا چاہیے ——— میں یہاں سے سخت بے زار ہوں۔"

"تب مجھے اجازت دو ——— میں وہاں کے لیے کارڈ حاصل کر لوں بغیر کارڈ وہاں جانے والے سوبیتا کی دلچسپیوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

"لو ——— کارڈ کہاں سے ملے گا؟"

"یہاں لیڈو کیمپ میں ——— سوبیتا کے ایجنٹ موجود ہیں ——— وہ کارڈ ایشو کرتے ہیں
خاص خاص لوگوں کو جن سے وہ مطمئن ہوتے ہیں' مجھے یہاں سب جانتے ہیں ——— مجھے دقت نہ
گی۔"

"تو کیا عام لوگ وہاں نہیں جاتے ———؟"

"جاتے ہیں ——— لیکن انہیں وہاں وہی کچھ ملتا ہے جو عام ہے۔ وہ وہاں کی خاص جگہوں پر
سکتے ——— ہاں کارڈ ہو تو پھر سوبیتا میں اور مقام ہوتا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم موجود ہے کہ میں
حاصل کرلوں۔ لیکن وہاں کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میرے پاس کاغذ کے حقیر ٹکڑوں کی کافی تعداد موجود ہے یاکی' تم اس کی فکر مت کرو۔" میں
پرواہی سے کہا۔ "تب تم یہاں آرام کرو ——— میں ابھی آتی ہوں ———" یاکی نے پیار بھرے
میں کہا۔ اور پھر وہ خیمے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہرا سانس لیا ——— اور خیمے
ایک حصے میں ڈیرہ ڈال دیا ——— سوبیتا تک پہنچنے کے لیے بہتر انتظام ہو گیا تھا ——— ذرا دیکھا تو جا
اس سوبیتا کو

یاکی تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد آئی ——— اس نے سبز رنگ کا ایک خوبصورت کارڈ میرے سا
ڈال دیا۔ اور مسکراتے ہوئے بولی "یہ کارڈ یہاں ایشو ہوتے ہیں۔ ان میں تین رنگ کے کارڈ ہوتے ہیں
سبز' سرخ اور پیلے۔ کارڈ حاصل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ان کے کارڈ کے رنگ کے کیا معنی ہیں
سرخ کارڈ جن کے پاس ہوتے ہیں ان کے بارے میں ہدایت ہوتی ہے کہ انہیں مخصوص جگہوں کے علا
کہیں نہ جانے دیا جائے۔ پیلے کارڈ والے ناپسندیدہ شخصیت ہوتے ہیں۔ گویا کسی مجبوری کے تحت انہ
کارڈ ایشو کر دیا جاتا ہے ——— اور ہدایت ہوتی ہے کہ ان کی سخت نگرانی کی جائے لیکن سبز کارڈ وال
درست سمجھے جاتے ہیں ——— اور ان کے لیے سوبیتا ان کا گھر ہوتا ہے۔" "خوب ———" میں
مسکراتے ہوئے کہا۔ "دراصل سوبیتا کو جنت ارضی کے نمونے کے طور پر بنایا گیا ہے۔ یہ جگہ شاید تر لوک
کسی بڑے معتقد کی ہے۔ گو میں نے وہاں سب کچھ نہیں دیکھا لیکن دیکھنے کی حسرت ہے۔"

"تم نے میرا اشتیاق بے حد بڑھا دیا ہے یاکی۔ آؤ چلیں۔"

"میں تیاریاں کرلوں ڈارلنگ۔" یاکی نے کہا اور پھر وہ خیمے کا سامان سمیٹنے لگی۔ پھر اس نے خی
دروازہ مضبوطی سے سی دیا اور میرے ساتھ نکل آئی۔ حسب معمول ہم گنڈولے میں بیٹھ کر چل پڑ
گنڈولا چل پڑا ——— گرینڈ کینال سے نکل کر وہ ایک ذیلی نہر میں داخل ہو گیا ——— اور پھر
سے نکل کر برناورڈ محل کے بائیں سمت نکل آیا۔ "پورے وینس میں ایک سو پندرہ جزیرے ہیں
ایک سو ساٹھ نہریں اور چار سو محرابی پل آپس میں ملاتے ہیں۔ ہماری منزل آٹھواں جزیرہ ہے۔" یاکی
بتایا۔ "تمہیں وینس کے بارے میں کافی معلومات ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چھ ماہ سے
ہوں۔"

"خوب ———!" میں نے گردن ہلائی۔ آبی سفر جاری رہا ——— اور یاکی مجھ سے گفتگو
رہی ——— وہ ایک تعلیمیافتہ لڑکی تھی' پورے طور سے ہپی ازم میں رچی ہوئی' دنیا اس کی نگاہوں
بے حقیقت تھی۔ اس کے خیالات وہی تھے جو اس کی نسل کے عام لوگوں کے ——— اس کا کہنا
زندگی ایک خوبصورت پھول ہے۔ اسے سونگھو ——— کیونکہ جلد یا بدیر اس کی خوشبو سوکھ جا

اس سے سمجھوتہ کرو ——— اس کے بارے میں غلط توقعات مت قائم کرو۔ جب اس کا اختتام
ہو تو تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے ——— اپنی شخصیت سے تہذیب کا بوجھ اتارو ——— وہ
بن جاؤ جو ہو' جھوٹے اقدار کے رنگ خوشنما لیکن کڑوے ہوتے ہیں۔ ان رنگوں کو نہ اپناؤ۔ میں نے اس کے
کسی خیال کی تردید نہیں کی بہرطور مجھے اس سے تعاون کرنا تھا۔ اور پھر طویل سفر ختم ہو گیا ——— اس
طویل سفر کے لیے خاصی رقم خرچ کرنا پڑی تھی ——— لیکن میرے پاس ابھی بہت کچھ تھا ——— ختم
ہونے پر اور حاصل کیا جاسکتا تھا ——— اس لیے مجھے کیا پرواہ ہوتی۔"

ہم آٹھویں جزیرے پر اتر گئے ——— یہاں عام آبادی نہیں تھی۔ کچھ سرکاری دفاتر تھے جو نہ جانے
کون سے محکمے سے متعلق تھے۔ جزیرے کی آب و ہوا بھی زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ سوبیتا کے لیے ایک پکی
سڑک موجود تھی جس پر پیدل ہی چلنا پڑتا تھا ——— یہاں کوئی سواری موجود نہیں تھی۔ چنانچہ ہم چل
پڑے جس جگہ ہم تھے یہ ڈھلان میں تھی۔ خاصی چڑھائی چڑھنا پڑی اور پھر جب ہم اوپر پہنچے تو سوبیتا کی
خوبصورت عمارت دور سے نظر آنے لگی۔ کافی وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھی یہ عمارت ——— دور سے
ہی شاندار نظر آتی تھی ——— بہرحال ہم وہاں پہنچ گئے۔ عمارت کے گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ گیٹ
سے داخلے کے تین راستے تھے۔ تینوں کے درمیان دیواریں کھنچی ہوئی تھیں۔ بہرحال ہمارا رخ درمیانی
راستے کی طرف تھا۔ اس سے گزر کر ہم بغیر چھت کے ایک ہال میں پہنچ گئے۔ ہال آوارہ گردوں سے بھرا پڑا
تھا۔ لوگ دیواروں سے ٹیک لگائے' درمیان میں اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ کسی کو کسی کی پروا
نہیں تھی ——— ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ یہ عام جگہ ہے۔ یہاں کا کوئی کرایہ نہیں ہوتا۔
بس آؤ' ہر قسم کی منشیات حاصل کرو۔ جب تک چاہو پڑے رہو۔ جب چاہو واپس چلے جاؤ۔

"خوب ———!" میں نے گردن ہلائی اور یاکی واپس نکل آئی راستے میں اس نے مجھ سے پوچھا۔ "
تمہارے پاس کرنسی کافی ہے نا ———؟"

"ہاں ——— تم بے فکر رہو ———"

"تب آؤ ———" وہ گیٹ تک آئی اور ہم ایک اور راستے پر چل پڑے ——— اس راستے کا اختتام
ایک نیم تاریک کمرے میں ہوا جس میں ایک عمدہ قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس پر ایک
خوبصورت جاپانی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ ہمارے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور پھر نرم
مسکراہٹ سے بولی "کیا آپ کے پاس کارڈ ہے سینورتا ———؟"

"ہاں ———!"

"پلیز ———" اس نے کہا اور یاکی نے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا ——— "اوہ ———
ویری سوری ——— ویل کم سینور ——— ویل کم سینورتیا۔ کیا حکم ہے؟"

"ہمیں کمرہ چاہئے۔"

"ایک منٹ ———!" اس نے کہا اور ایک رجسٹر نکال لیا۔ پھر اس نے رجسٹر میں تلاش کر کے ایک
نمبر منتخب کیا۔ اور بولی "روم نمبر ففٹی ایٹ۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ اس نے ہمارا کارڈ اپنے پاس رکھ لیا اور ہمیں دو سرخ رنگ کے
خوبصورت بیج دے دیئے۔ پھر اس نے ایک طرف لگا ہوا بٹن دبایا اور ایک دروازے سے ایک اور جاپانی لڑکی
باہر نکل آئی۔ وہ اپنے قومی لباس میں تھی۔ وہ ہمارے سامنے جھکی اور پھر سیدھی ہو کر مسکرانے لگی۔

"روم نمبر ففٹی ایٹ ———!" کاؤنٹر والی لڑکی نے کہا اور اس نے پھر گردن جھکادی۔ جاپانی لڑکی نے رقم بتائی اور میں نے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کی ادائیگی کر دی۔ لڑکی نے شکریہ ادا کیا اور پھر ہم لڑکی کے ساتھ اسی دروازے کی طرف چل پڑے جدھر سے لڑکی آئی تھی ——— دروازے کے جانب کمروں کے دروازوں کی قطار تھی۔ شفاف گیلری میں قالین بچھا ہوا تھا۔ اپنے گندے جوتوں سے قالین کو روندتے ہوئے ہم راہداری کے بائیں سمت مڑ گئے۔ دائیں سمت کھلی جگہ تھی۔ شاید کسی طرف جانے کے لیے۔! اور پھر روم نمبر اٹھاون کے سامنے پہنچ کر ہم رک گئے۔ لڑکی نے کمرہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔ خاصا وسیع کمرہ تھا۔ ایر کنڈیشنڈ تھا اور ضرورت کی تمام چیزوں سے آراستہ۔ "کسی چیز کی ضرورت ———؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔"

"آپ کی خادمہ آپ کی منتظر رہے گی۔ یہ سفید بٹن دبا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" یاکی نے کہا۔ لڑکی جھکی اور باہر نکل گئی۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر یاکی کی طرف دیکھا اور یاکی مسکرانے لگی۔ "کیسی جگہ ہے؟" اس نے پوچھا۔ "بہت عمدہ۔"

"یہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔"

"ضرور دیکھوں گا۔"

"تمہیں انجکشن کی ضرورت ہے؟"

"ہاں ———!"

"کیا میں ملازمہ کو آواز دوں۔"

"ابھی نہیں ——— ابھی یہاں کے حالات دیکھوں گا۔ انجکشن ہم لوگ رات کو لیں گے۔"

"اوہ ——— میں بھی ———؟" یاکی خوش ہو کر بولی۔

"یقیناً ——— تم مجھ سے الگ کہاں ہو ———؟"

"اوہ ——— ڈارلنگ ——— تم ہر طرح ایک عمدہ آدمی ہو۔" اس نے رومانی انداز میں کہا۔ میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا اور اس کا طویل بوسہ لیا۔ "آؤ ——— باہر کی سیر کریں۔" یاکی نے کہا۔

"چلو ———!" میں نے جواب دیا۔ اور ہم اپنے کمرے کو تالا لگا کر باہر نکل آئے۔ یاکی بھی اس سے واقف نہیں تھی۔ اس نے صرف یہاں کے بارے میں سن لیا تھا۔ ہم راہداری کے دوسرے حصے میں پہنچ گئے۔ اس طرف ایک بڑا ہال تھا۔ ہال میں چاروں طرف سٹور تھا۔ جس پر کئی لڑکیاں اور نوجوان موجود تھے۔ اس سٹور میں ہر قسم کے سگریٹ ——— سویٹس ——— دوائیں ——— ملبوسات ضرورت کی دوسری چیزیں موجود تھیں۔ یاکی نے میری جیب میں خاصی رقم دیکھی تھی۔ چنانچہ وہ ملبوسات کے حصے کی طرف چل پڑی اور پھر اس نے ایک خوبصورت گون، سر میں باندھنے کے لیے رنگین ایک پٹی پسند کی۔ اور میں نے اسکی قیمت ادا کر دی۔ میں نے بھی اعلیٰ قسم کے سگریٹ خریدے اور ہم بڑھ گئے۔ یاکی بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ وہ بار بار محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔ ہم ریستوران میں پہنچ گئے۔ ایر کنڈیشنڈ ریستوران میں چند ہی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں بار بھی تھی۔ میز پر بیٹھ کر میں نے ایک ہلکی شراب اور بھنے ہوئے تیتر طلب کیے۔ جو فوراً فراہم کر دیے گئے۔ یاکی

لے لے کر کھا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے عرصے سے اس نے کوئی ڈھنگ کی چیز نہ کھائی ہو۔ گویا یہ جگہ بے حد مہنگی تھی لیکن اس کے باوجود میرے پاس اتنی کرنسی موجود تھی کہ میں یہاں ایک ہفتہ گزار سکتا تھا اور پھر کرنسی کی مجھے پرواہ بھی کیا تھی۔ کھانے کے بعد ہم نے بل ادا کیا اور وہاں سے نکل آئے۔ اس کے بعد ہم دوسرے حصوں میں گھومتے رہے۔ سرخ بیج ہمارے سینوں پر آویزاں تھے۔ اگر نہ ہوتے تو بعض حصے ہمارے لیے الاؤ نہ ہوتے۔ وہاں لوگ موجود تھے۔ البتہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہاں قابل اعتراض بات کیا ہے۔ بہرحال خوب آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔ "تقریباً" آدھا سوبیتا دیکھ لیا ہے ہم نے۔" یاکی نے کہا۔

عمدہ جگہ ہے لیکن یہاں قابل اعتراض بات کیا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا؟" میں نے کہا۔ "رات کے پروگرام ———! جو عام آدمیوں کے لیے نہیں ہوتے۔"

"اوہ ———!" میں نے گردن ہلائی۔ اور پھر رات کا انتظار کرنے لگا۔ یاکی نے چرس کے دو سگریٹ بھرے ایک میرے حوالے کر دیا اور دوسرا خود سلگانے لگی۔ میں نے بھی اپنا سگریٹ سلگا لیا تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے چرس پیتے رہے۔ یاکی بار بار میری طرف دیکھنے لگتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے پہل کی منتظر ہے۔ لیکن اس وقت میرے ذہن پر خیالات کی یلغار تھی۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ سگریٹ ختم ہو گئی۔ اور یاکی اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔ لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔ اور جب وہ سو گئی تو میں نے اسے غور سے دیکھا۔ جسمانی طور پر خاصی تھی۔ دراز قد، صحت مند جسم البتہ اس کا چہرہ خوبصورت ہونے کے باوجود زیادہ دلکش نہیں تھا۔ اس پر اس کے خیالات کا عکس موجود تھا۔

زیادہ وقت برباد کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں یہاں کے رات کے پروگرام دیکھنے کے بعد کام کا آغاز کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ خیالات میں ڈوبا ہوا میں بھی سو گیا۔ اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب پوری طرح رات ہو چکی تھی۔ یاکی بھی اسی وقت جاگی تھی۔ "فنکار ———!" اس نے مجھے آواز دی۔ "ہوں"

"جاگ گئے؟"

"ہاں"

"آخر تمہارا کوئی نام بھی تو ہو گا؟" یاکی نے کہا۔

"ہاں"

"تو مجھے بتا دو نا! یہ اجنبیت اچھی نہیں لگتی۔"

"پیٹر ——— مائیک پیٹر"

"اوہ ——— بڑا خوبصورت نام ہے۔ تمہارے فن کی طرح۔ مجھے ایسے نام بہت پسند ہیں۔"

"شکریہ یاکی۔" میں اٹھ گیا۔ کمرے کا باتھ روم بھی اٹیچ تھا۔ میں باتھ روم میں جا کر خوب نہا لیا۔ بال اور داڑھی بچا رکھی تھی۔ کیونکہ میک اپ خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ پھر میں نہا کر باہر نکل آیا۔

"تم بھی نہا لو یاکی!"

"تم کہتے ہو تو نہا لیتی ہوں۔ ورنہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اصل غسل تو روح کا ہوتا ہے۔ روح پاک ہو تو جسم کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"جسم کی بھی کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں یاکی۔"

"فانی جسم کی ضرورتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔"

"پھر تم کھانا کیوں کھاتی ہو؟ نشہ کیوں کرتی ہو؟"

"اس ناکارہ ڈھیر کو باقی رکھنے کے لیے۔"

"اگر ہم اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس کی ضرورتیں بھی پوری کرنی ہوں گی!"

"ٹھیک ہے میں نہالیتی ہوں۔" یاکی نے کہا اور کپڑے اتارنے لگی۔ میں اس کی حرکت پر بوکھلا
لیکن یاکی میری طرف سے بے نیاز تھی۔ اس نے پورے جسم کا لباس اتار دیا۔ سفید بدن۔ جس پر کہیں کہیں
میل کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ سڈول ——— اور نسوانیت کی تمام دلکشی لیے ہوئے۔ میرے بدن پر
چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ یاکی نہ جانے درحقیقت لاپرواہ تھی یا مجھے آزمارہی تھی۔ وہ اطمینان سے باتھ روم کی
طرف بڑھ گئی۔ کپڑے وہ باہر ہی پھینک گئی تھی اور اندر سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد
کے گنگنانے کی آواز ——— یاکی کی آواز اچھی تھی۔ وہ ایک فلمی نغمہ گنگنارہی تھی۔ کافی دیر تک وہ
رہی۔ اور میں ایک کرسی میں دراز سوچتا رہا پھر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ میں ایک بار پھر بوکھلا
تھا۔ نہانے سے اس کا بدن موم کی طرف صاف شفاف ہو گیا تھا۔ پانی کے قطرات اس کے لمبے سڈول بدن
پھسل رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے سامنے آگئی۔

"پیٹر!" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہوں"

"پلیز ——— مجھے ایک سگریٹ دو۔" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ دیوانی لڑکی مجھ پر چھانے کی کوشش
کرنے لگی تھی۔ بہرحال میں اتنا کچا بھی نہیں تھا۔ اس کے حسین بدن سے متاثر ضرور ہوا تھا لیکن اس قدر
بھی نہیں کہ بدحواس ہو جاتا۔ میں نے خاموشی سے ایک سگریٹ نکال کر اس کی طرف بڑھادی۔

اس نے مست انداز میں سگریٹ سلگائی اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گئی۔ چند ساعت میں میں نے
اندازہ لگا لیا کہ وہ اپنے جسم سے مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن ابھی نہیں۔ میں اس کی
خواہشات پوری کروں گا لیکن ابھی نہیں۔ ویسے وہ اعتدال سے کام لے رہی تھی۔ اور مجھے یہ بات پسند
تھی۔ اس نے ضرورت سے زیادہ کوئی بات نہیں کی تھی۔

"رات ہو چکی ہے یاکی۔ کیا باہر نہیں چلوگی؟"

"ہاں۔ ضرور چلیں گے ڈارلنگ میرے سگریٹ بھی ختم ہو چکے ہیں۔ تم نے انجکشن کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں میں بھی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔" یاکی نے اپنا گون پہنا۔ سر کی پٹی باندھی اور خاصی عریاں نظر
آنے لگی۔ میں نے بھی گٹار گلے میں لٹکا لیا تھا۔ ہم نے پہلی بار ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا
فوراً ہی ایک لڑکی اندر آگئی۔ لیکن یہ مقامی ہی تھی۔

"سینورا۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"ہم سوبیتا کے لیے اجنبی ہیں۔ کیا ہمیں یہاں کے پروگرام نہیں بتاؤ گی؟"

"ضرور سینوریتا۔ کیا آپ مجھے گائیڈ کی حیثیت سے قبول کریں گی؟"

"ہاں ——— کیا حرج ہے؟"

"تب آئیے ——— آپ لوگ اپنی ضروریات مجھے بتادیجیے۔"

"ہمیں انجکشن لینا ہے۔"

"آئیے ———!" لڑکی نے کہا۔ اور ہم اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ چھوٹے سے قد کی یہ لڑکی

بری نہیں تھی۔ اس کی کمر بہت پتلی تھی اور کولہے چوڑے۔ جن کی ہلنت بہت دلکش تھی۔
ملازمہ اچھی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ اور ہم لڑکی کے ساتھ چلتے رہے۔ وہ ہمیں لیے ہوئے ایک
چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئی۔ جہاں بہت سے لوگ انجکشن لے رہے تھے۔ مجھے یہ بات ناگوار لگی۔ لیکن
بہرحال نشہ نہ ہونے دینے والی گولی میں نے منہ میں رکھی اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ جہاں انجکشن کی اقسام کی
تفصیل موجود تھی۔ یاکی نے اپنے لیے انجکشن پسند کیے۔ میں نے بھی ہلکی قسم کے دو انجکشن منتخب کر لیے
تھے۔ اور پھر ان کی قیمت فوری طور پر ادا کر دی گئی۔ انجکشن لینے کے بعد ہم باہر نکل پڑے۔

"کیا آپ کورس اٹینڈ کریں گے؟" ملازمہ نے پوچھا۔

"یہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نرلوکا کی تعلیمات پر مبنی کورس ——— سوبیتا کے خصوصی پروگرام کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور ملازمہ ہمارے ساتھ چل پڑی۔ اس بار ہمیں ایک طویل سفر کرنا پڑا تھا۔ پھر
ہم ایک ونڈو پر پہنچے اور یہاں سے ہمیں تین ٹکٹ خریدنا پڑے جو کافی قیمتی تھے۔ اس کے بعد ہم ایک کمرے
میں داخل ہو گئے جہاں کچھ نہ تھا۔ چاروں طرف کی دیواریں سپاٹ تھیں۔ میں نے اور یاکی نے ایک
دوسرے کی طرف دیکھا۔ لیکن ملازمہ ایک دیوار کے قریب کھڑی ہو گئی۔ چند ساعت کے بعد دیوار میں ایک
سرسراہٹ سی ہوئی اور پھر دیوار کا ایک سپاٹ حصہ کسی دروازے کی طرح کھل گیا۔ اس میں ایک شخص
موجود تھا۔ ملازمہ نے تینوں ٹکٹ اسے دیے۔ اور اس نے ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ عجیب و غریب لفٹ
تھی۔ جو دس بارہ گز سے زیادہ نیچے نہ گئی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ اور اس بار ہم ایک بڑے ہال میں تھے جسے
کلوک روم بھی کہا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف خانے بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں بے شمار لباس ٹنگے ہوئے
تھے۔

"براہ کرم لباس اتار دیں۔" ملازمہ نے کہا۔

"کیا مطلب ———؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"ہم لباس پہن کر اندر نہیں جا سکتے۔ یہاں کا قانون ہے۔"

"اوہ ———" میں نے ہونٹ سکوڑے۔ یاکی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر اس کے
ہاتھ اپنے لباس کی طرف بڑھ گئے۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا ڈارلنگ۔" اس نے گنگناتے ہوئے کہا۔ مجھے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔ لیکن
ہماری گائیڈ نے خود بھی اطمینان سے اپنا لباس اتار دیا۔ اب اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔
بلاشبہ جسمانی طور پر حسین لڑکی تھی۔ تب مجبوراً مجھے بھی وہی کرنا پڑا۔ جو انہوں نے کیا تھا۔
لیکن اس بے باکی سے لباس اتارنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ مجھے پسینہ آگیا۔ لیکن دونوں لڑکیاں کسی قسم کی
گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہی تھیں۔ میں ان کے درمیان تھا۔ ایک دروازے پر ایک برہنہ شخص ملا اس
نے سیاہ رنگ کے تین نقاب ہماری طرف بڑھا دیے۔ جن سے آدھے سے زیادہ چہرہ ڈھک گیا۔ کسی قسم کی
کوئی گھٹن نہیں تھی۔ اور پھر ہم آخری دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول نیم تاریک تھا۔
کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور بے شمار لوگ ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن سب کے سب لباسوں سے
بے نیاز تھے۔ عورتوں اور مردوں کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ ہم بھی کرسیوں کی ایک قطار کی طرف بڑھ
گئے۔ سامنے ہی ایک چوڑا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ ملازمہ اور

یاکی میرے دونوں طرف بیٹھ گئی تھیں۔ سٹیج پر ایک بڑی سی گھڑی لگی ہوئی تھی۔ جس کی سوئیاں چمک رہی تھیں۔ پروگرام ٹھیک دس بجے شروع ہو گا۔ ملازمہ نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ اور میں نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہال میں منشیات کے دھوئیں چکرا رہے تھے لیکن پورے ہال کی دیواروں میں گندی ہوا باہر پھینکنے والے پنکھے لگے ہوئے تھے۔ اس لیے ماحول بالکل معتدل تھا۔ ملازمہ آہستہ سے میری طرف جھکی۔ "اگر آپ پسند کریں جناب تو میرے جسم سے احتراز نہ کریں۔ جب تک آپ یہاں مقیم ہیں میں آپ کی ملکیت ہوں——!" اس نے بے تکلفی سے میری ران پر ہاتھ رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆

لڑکی مجھے پسند تھی' اور پھر یہ عجیب و غریب ماحول' لباس سے بے نیاز' بھدے' خوبصورت' سڈول جسم میرے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ خود میں کبھی اتنے لوگوں کے سامنے عریاں نہیں ہوا تھا۔ لا... میں خود سے' اپنی ذات سے بیگانہ تھا' لیکن ذہن کے انتہائی گوشوں میں ابھی ایک جھجک باقی تھی اور یہ جھجک مجھے اس ماحول میں ضم نہ ہونے دے رہی تھی۔

حالانکہ دوسرے لوگ پرسکون تھے۔ انہیں اپنے بے تکے جسموں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ سوکھے موٹے' گندے بدن عریاں تھے چونکہ پروگرام شروع نہیں ہوا تھا' اس لئے لوگ آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔ انہوں نے چہرہ چھپا کر گویا بلی کے خوف سے نجات حاصل کر لی تھی۔ بڑی بڑی حسین لڑکیاں اپنے حسن سے بے نیاز میرے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ عورت—— لباس—— پردہ پوشی—— عورت کے تصور سے کیسی کیسی داستانیں وابستہ ہیں۔ لیلیٰ مجنوں' ہیر رانجھا' شیریں فرہاد' سسی پنوں' سوہنی مہینوال کہاں کے لوگ تھے۔ یہ ایک دوسرے سے اس قدر متاثر کیوں تھے۔ اگر وہ اس ماحول میں ہوتے' تو کیا عشق و عاشقی کی ان داستانوں کا کوئی وجود ہوتا۔؟ یہاں تو عورت بے حد حقیر ہے۔ اس نے اپنی لطافتوں کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور ہر عیاں چیز دلکشی کھو بیٹھتی ہے۔ چنانچہ میری نگاہ میں بھی ان حسین اجسام کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ ایک حسین لڑکی' جس کی عمر سترہ سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ ہاتھ میں ٹرے تھامے ہمارے قریب آکر جھکی۔ اس کی نسوانیت میں کوئی تھلتھلاہٹ نہیں تھی۔ پتھر کی طرح ٹھوس بدن۔!

میں نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"کچھ پیش کروں——؟" اس نے خوبصورت آواز میں پوچھا۔

"یاکی——!" میں نے یاکی کو آواز دی۔

"جینڈول——" یاکی نے آرڈر دیا۔

"تمہارے لئے——؟" میں نے ملازمہ سے پوچھا۔ وہ بھی بہرحال اس وقت میری ساتھی تھی۔

"شکریہ—— اگر کوئی ہلکی شراب—— اس سے زیادہ کچھ نہ پی سکوں گی۔" میں نے دونوں کے آرڈر دے دیا۔ ملازمہ للچائی ہوئی نگاہوں سے میرے بدن کو دیکھ رہی تھی۔ اس سے نگاہیں ملیں تو مسکرائی—— اور پھر میرے کان کے قریب منہ کر کے بولی۔

"مسٹر پیٹر——!"

"ہوں۔"

تمہارا بدن بے حد خوبصورت ہے—— انتہائی سڈول اور ترو تازہ۔"

شکریہ——!" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ جواب دیا۔

تمہارے سفید اور چوڑے سینے پر—— یہ سیاہ بال بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔" اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر تھماتے ہوئے کہا۔ "کیا میں تمہارے سینے کا بوسہ لے لوں۔؟" اس نے سوال کیا۔ ... نے گھبرائے ہوئے انداز میں اسے' پھر یاکی کو' اور پھر قرب و جوار میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔ یاکی غور سے ... جوڑے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لڑکی نوجوان کی آغوش میں سر رکھے لیٹی تھی اور نوجوان ایک لمبے ... کو ہونٹوں میں دبائے' جینڈول کے کش لے رہا تھا۔ لیکن باقی لوگ اپنی دھن میں مگن تھے' ملازمہ نے ... میرے جواب کا انتظار کیا۔ پھر مسکرائی۔ میری طرف جھکی اور اس نے میرے سینے پر ہونٹ رکھ ... ایک پھریری سی میرے بدن میں دوڑ گئی۔ ملازمہ نے میرے سینے کے کئی بوسے لئے اور پھر ہونٹ ... سینے سے رگڑنے لگی۔ اس کے انداز میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور پھر اس نے نڈھال سے انداز میں ... میری آغوش میں رکھ دیا۔ میری جان نکل رہی تھی۔ ملازمہ کی پوزیشن بدلنے سے یاکی نے گردن گھمائی ... ملازمہ کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ یہ بات پسند نہ کرے' لیکن اس کی پیشانی پر ... شکن نمودار نہ ہوئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے شفاف سینے پر رکھ دیا اور میں گہری گہری سانسیں لینے ...

سوجا کی حقیقت کھل رہی تھی۔ توبہ ہے سوجیا—— ظاہر ہے یہ سب کچھ جائز طور سے تو نہیں ہو ... لیکن اتنے اعلیٰ پیمانے پر کاروبار کرنے والے معمولی لوگ تو نہ ہوں گے۔ ان کی پشت نہ جانے کتنی ... یہ لوگ جو یہاں نقاب لگائے ہوئے موجود تھے۔ نہ جانے ان میں وینس کے کتنے معززین ہوں۔ ... کے حکام مکمل طور سے اس کاروبار سے ناواقف تو نہ ہوں گے۔!

گویا سوجیا کی بنیادیں اکھاڑنے میں سخت محنت سے کام کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا۔ لیکن اس وقت یہ ... کچھ میں ملازمہ—— اور یاکی کی حرکتوں سے ذہن ہٹانے کی خاطر سوچ رہا تھا۔ پورا ماحول ہی بھیانک ... اور ملازمہ—— لیکن—— اچانک اسٹیج پر ایک تیز گھنٹہ بجا۔ اور ہال کی بھنبھناہٹ معدوم ہو ... لوگ خاموش ہو گئے' سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ملازمہ نے بھی میری آغوش سے چہرہ ہٹا لیا۔ اس کا تنفس تیز ... رہا تھا۔ ویٹرس ہماری طلب کردہ اشیاء لے آئی۔ یاکی لمبے پائپ میں جینڈول بھرنے لگی۔ ملازمہ نے ہلکی ... رب کے دو جام تیار کئے اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پورا جام حلق میں انڈیل لیا—— حلق میں ... لئے پڑے ہوئے تھے۔ جسمانی حالت عجیب تھی۔! اسٹیج پر گھنٹے کی موسیقی گونجتی رہی۔ پھر کسی کونے سے ... قوس کی صدا ابھری' اور کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ گھنٹے اور ناقوس کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اور ... ہال پر ایک عجیب سی دہشت آمیز کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ تب پورے ہال میں تاریکی پھیل گئی۔ گہری ... اور سخت تاریکی۔ لیکن اسٹیج پر روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سبز' اودی' اور نیلی روشنی——! یوں تاریک ... ماحول منور ہونے لگا۔ سامنے لگی ہوئی گھڑی دس بجا رہی تھی۔ اسٹیج پوری طرح روشنی میں نہا گیا۔ تب ... ناقوس اور گھنٹے کی آواز رک گئی۔ لیکن فضا میں اس کا ارتعاش اب تک گونج رہا تھا۔ اور پھر اسٹیج کے ایک ... پردے پر تحریک ہوئی۔ بکھرے ہوئے بالوں اور لمبی ڈاڑھی والا ایک کریہہ صورت بوڑھا آہستہ آہستہ اسٹیج پر نمودار ہوا۔ وہ بہت لاغر تھا۔ لیکن اس کے بدن پر لباسوں کا ڈھیر تھا۔ لوہے کے ٹکڑے' زنجیریں' چھوٹے بڑے پتھر۔ اس کے پورے بدن پر بندھے ہوئے تھے' جن کی وجہ سے اسے چلنے میں بھی دقت ہو رہی

تھی۔ اور پھر وہ اسٹیج کے عین درمیان آکر کھڑا ہو گیا!

"اے جاندارو ——— کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو۔؟" اس نے پوچھا۔ اسٹیج پر شاید مائیک پوشیدہ تھا۔ کیونکہ بوڑھے کی آواز کافی صاف اور بلند تھی۔ "ہاں ——— ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں۔!" نہ جانے کہاں سے جواب ملا۔

"تم کون ہو۔؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"انسان۔!" جواب ملا۔ "غلط ——— آہ ——— غلط ——— بالکل غلط ——— تم انسان نہیں ہو۔" بوڑھے نے بمشکل ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کے چہرے سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے گردن گھمائی اور اس کی گردن میں بندھی زنجیر کھنک اٹھی۔ "میں کون ہوں ——— تو میں کون ہوں؟"

"تم بھی انسان ہو۔"

"شاید ——— شاید تم ہی ٹھیک کہہ رہے ہو۔ شاید ——— لیکن میں اتنا لاغر کیوں ہوں؟ میں اتنا کمزور کیوں ہوں؟ میں اتنا بزدل کیوں ہوں؟ میرے شانوں پر کتنا بوجھ ہے۔ میرے پیروں میں کیسی وزنی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میرے ہاتھوں میں زنجیریں ہیں۔ کیوں ——— ؟ تو کیوں ——— ؟ اگر میں انسان ہوں' تو میرے اوپر اتنے بوجھ کیوں لاد دیئے گئے ہیں ——— ؟ آخر کیوں ——— ؟" بوڑھے کی اداکاری بہت عمدہ تھی۔ "پھلتی پھولتی انسانیت کے بے شمار دشمن ہیں۔ کچھ قوی۔ کچھ کمزور' پتھر کے دور میں رہنے والے کس قدر مطمئن' مسرور تھے' انہیں مکانوں کی پروا نہیں تھی۔ انہیں لباس و خوراک کی فکر نہیں تھی' جدوجہد کرتے تھے' کھاتے تھے اور آرام سے سو جاتے تھے۔ پھر انسان نے خود کو تہذیب کے دور میں داخل کیا تہذیب ——— انسانیت کی دشمن نمبر ایک ——— انسان نے خود اپنے اوپر پابندیاں لگائیں۔ کیسی انوکھی مخلوق ہے یہ ——— اسے فطرت کی آزادی پسند نہیں آئی اس نے خود اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال لیں۔ یہ خود اپنی ذلت میں محبوس ہو گیا۔ تہذیب نے اسے خوف دیا۔ وہ اپنے سائے سے بھی خوفزدہ رہنے لگا! آہ ——— انسان نے تہذیب کے عفریت کو خود پر حاوی کر لیا۔ اس نے اپنی فطرت مسخ کر لی' اور اس کے اوپر بوجھ بڑتے رہے۔ تہذیب نے انسان کو کیسی کیسی شکلیں دی ہیں۔ اولاد آدم اس خوفناک مرض میں کس طرح گرفتار ہوئی ہے۔ دیکھو اس بھوت نے انسان سے اس کی عقل چھین لی ہے۔ یہ کتنا سنگدل ہو گیا ہے۔ یہ جنگیں کرتا ہے۔ زمین کے لئے ——— بچی دولت کے لئے جو اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ بے معنی چیزوں کے لئے اپنی نسل کو فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اس نے گروہ بنائے ہیں۔ سرحدیں متعین کر دی ہیں۔ کیا انسان کی کوئی سرحد ہے۔؟"

بوڑھے نے رک کر چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر مایوسی سے گردن جھکائی۔

"آہ ——— یہ جاندار ——— کس طرح سسک رہے ہیں۔ ان کے لئے کیا کریں۔ بتاؤ ——— انہیں کیسے اس سنہری دور میں لے جائیں۔ میرے بھائیو! میرے بچو! ہم لاغر ہیں۔ ہم کمزور ہیں۔ ہم محدود ہیں۔ تہذیب کا عفریت طاقتور ہے۔ اس کی لاکھوں زبانیں ہیں۔ اس کے کروڑوں دانت ہیں۔ اس کے اربوں ہاتھ ہیں۔ یہ ہاتھ ہر ایک گردن تک پہنچ گئے ہیں۔ انسان تہذیب کے شکنجے میں جکڑ گیا ہے۔ پھڑ پھڑا رہا ہے۔ ہم کیا کریں۔ بتاؤ ——— ہم اس خوبصورت مخلوق کے لئے کیا کریں۔؟"

بوڑھے نے رونے کی اداکاری کی ——— اور پھر میوزک کے ایک جھماکے کے ساتھ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں' اس کے چہرے پر وحشت نظر آ رہی تھی۔ تب اس نے کرخت آواز میں

کہا "تم نے کیا کہا تھا ــــــ میں کون ہوں۔؟"
"انسان ــــــ" وہی آواز ابھری۔ "تو دیکھو ــــــ میرے کمزور بازوؤں میں کتنی طاقت آگئی ہے۔ یہ خود اعتمادی ہے۔ یہ بیزاری ہے۔ یہ انتقام ہے۔ میں ان تین ہتھیاروں سے مسلح ہو کر تہذیب کے مقابلے پر آگیا ہوں۔! رشتوں کا بوجھ۔!" بوڑھے نے ایک زنجیر اتار کر نیچے پھینک دی۔ "معاشرے کا خوف ــــــ!" اس نے دوسری زنجیر اتار کر نیچے پھینک دی۔ "فکر روزگار ــــــ" اس نے بیڑیاں بھی اتار پھینکیں۔ "میری ماں نے مجھے جنا ہے۔ کیونکہ وہ مجھے جن سکتی تھی۔ لیکن وہ عورت ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک لڑکی بھی برآمد ہوئی۔ لوگ اسے بہن کہتے ہیں۔ لیکن وہ عورت ہے۔ وہ میری ضرورت ہے۔ اس کے بطن میں تحریک ہوئی۔ اور اس نے ایک اور لڑکی تخلیق دی۔ وہ بھی عورت ہے۔ دوستو ــــــ کیا وہ عورت نہیں ہے۔؟"
"وہ عورت ہے ــــــ صرف عورت ہے۔"
"تہذیب کے منہ پر سیاہی پھیر دو۔ وہ ہماری دشمن اول ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ یہی ہمارا ملک ہے۔ دیکھو ــــــ میں کتنا ہلکا ہو گیا ہوں دیکھو میں کتنا مسرور ہوں۔ میرے بدن پر کوئی نہیں ہے۔ میری روح سبک ہے۔ آہ ــــــ لیکن میں تمہارے لئے غمزدہ ہوں۔ میرے ہم آواز ہو جاؤ۔ میری پیروی کرو ــــــ! لگے دم۔ مٹے غم۔ ہری کرشنا۔ ہری رام۔ ہری کرشنا۔ ہری رام ــــــ!" بوڑھا پیچھے ہٹتا گیا اور پھر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن میرے ضمیر میں ایک بے چینی سی ابھر آئی تھی۔ ایک عجیب سی بے کلی' جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس بوڑھے سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ مجھے اس کی بکواس سے شدید اختلاف تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس سے گفتگو کروں۔ میں اس سے کچھ کہوں۔ میں ثابت کروں کہ اس نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ افیون یا کسی اور نشے کی پنک میں کہا ہے' اس کی گفتگو حقیقت سے بہت دور ہے۔ اس نے صرف بکواس کی ہے۔ لیکن موقع نہیں تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ یہ خواہش دبا دی۔ اسٹیج پر اب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ روشنیاں بھی مدھم پڑ گئی تھیں۔ "ترلوکا ــــــ!" ہال کے کونے سے ایک بدمست آواز ابھری۔ اور پھر بہت سی آوازوں کے ساتھ ہی اسٹیج پر روشنی ہو گئی۔ اور پھر ایک برہنہ شخص اسٹیج پر آیا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ "مسٹر ویلز نیو ــــــ اور مس پوشی! ــــــ حال ہی میں اپنے ملک سے یہاں آئے ہیں۔ جنت ارضی جانے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ لیکن یہ دونوں ترلوکا کی تعلیمات سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے دل کی گہرائی سے ان تعلیمات کو قبول کر لیا ہے۔ تہذیب کے دشمن۔ آپ کے سامنے فرسودہ روایات کو قتل کریں گے۔ خواتین و حضرات' ویلز نیو ــــــ پوشی۔!" اور اس کے ساتھ ہی سیاہ لباس میں ملبوس ایک حسین لڑکی ــــــ اور ایک نوجوان اسٹیج پر آ گئے۔!"
دونوں کے خدوخال یکساں تھے۔ وہ صحیح معنوں میں بہن بھائی معلوم ہوتے تھے۔ پہلے دھیمے میوزک پر انہوں نے رقص کیا۔ پاکیزگی کا رقص۔ لڑکی اپنے بھائی سے شرما رہی تھی۔ لیکن پھر وہ رقص کرتے کرتے ہم آغوش ہو گئے۔ نوجوان نے لڑکی کے ہونٹوں کا بوسہ لیا اور لڑکی کسی قدر بے چین ہو گئی اور پھر اس کے بعد نوجوان کے ہاتھ لڑکی کے بدن پر پھسلنے لگے۔ اگر یہ اداکاری تھی تو اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ لڑکی خوفزدہ تھی۔ گھبرائی ہوئی تھی۔ شرما رہی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی نوجوان کی طرف رجوع ہو گئی۔ اور شیطانیت کی ساری منازل طے کرتے گئے۔ تیز روشنیوں نے انہیں حلقے میں لیا ہوا تھا۔ شیطان کی نسل

کے احکامات کی پابندی کر رہی تھی بڑا ہیجان خیز منظر تھا۔ پاکی اور ملازمہ کسمسا رہی تھی۔ وہ اپنے بدن کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں تھیں۔ لیکن ــــــ میرا دل سینے میں پھڑپھڑا رہا تھا۔ مجھے جسم ہورہی تھی۔ اور یہ گھبراہٹ اس قدر بڑھی کہ میں پریشان ہو گیا۔ میں نے سوچا کچھ اور وقت وحشت ہورہی ہے نے یہاں گزار لیا۔ تو میرا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔ دل الٹ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ ابھی شاید میں پستی کی اس انتہا کو نہیں پہنچا تھا۔ جہاں ضمیر کی جگہ صرف ایک سیاہ داغ رہ جاتا ہے۔ ابھی شاید دل کے مقام پر کچھ سرخ خون جمع تھا ــــــ! "پاکی ــــــ!" میں نے گھٹی ہوئی آواز میں اسے آواز دی۔

"ڈارلنگ ــــــ!" پاکی بہکے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں جانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ ــــــ" پاکی مسکرائی۔ "بے شک میری جان ــــــ یہ مناظر بے حد ہیجان خیز ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر اور رکو ــــــ ابھی بہت سے آئٹیم باقی ہوں گے کیوں ــــــ تم بتاؤ۔" اس نے ملازمہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

"سینورا ــــــ یہ تو ابتدا ہے۔ سارے خصوصی پروگرام باقی ہیں۔ ویسے سینور اگر ضرورت محسوس کر رہے ہوں تو ــــــ ہال کے ملحق کمرے موجود ہیں۔ ضرورت مند وہاں جاتے ہیں اور پھر واپس اپنی سیٹوں پر آجاتے ہیں۔" ملازمہ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ غلط سوچ رہی تھی۔ میں "ضرورت مند" نہیں تھا۔ میرے دل کی کیفیت تو کچھ اور ہی تھی۔ "خصوصی پروگرام کیا ہیں ــــــ؟" پاکی نے ملازمہ سے پوچھا۔

"اوہ ــــــ سینورا ــــــ یوں تو بہت سے جوڑے آئیں گے۔ اور پروگرام پیش کریں گے۔ لیکن آخری دو آئٹم بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ آج کے پروگرام میں لڑکی کی عمر صرف تیرہ سال ہے اور مرد ساٹھ سال کا ہے اور دوسری جانب پینتالیس سالہ عورت اور صرف بارہ سالہ لڑکا ــــــ! یہ دونوں ماں بیٹے ہیں۔"

"وینڈر فل ــــــ وینڈر فل ــــــ" پاکی نے حیرت زدہ انداز میں کہا ــــــ لیکن میں وحشت سے اٹھ گیا۔ "میں چلتا ہوں پاکی ــــــ میں جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور دونوں کے جواب کا انتظار کئے بغیر میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں لڑکیاں پہلے تو شاید حیران رہ گئی تھیں۔ پھر دونوں اٹھ کر میری طرف لپکیں۔ میں اس کمرے میں آگیا' جہاں لباس رکھے ہوئے تھے۔ "پیٹر ــــــ پیٹر ــــــ کیا بات ہے۔ بتاؤ تو سہی۔" پاکی حیرت سے بولی۔

"تم چاہو تو پروگرام دیکھو پاکی ــــــ میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ــــــ کیا بات ہے ڈارلنگ ــــــ شاید تم برداشت نہیں کر پائے۔"

"نہیں پاکی ــــــ میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کو سکون دوں گی سینورا ــــــ" ملازمہ نے کہا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔" میں نے ملازمہ سے کہا۔

"میں آخری آئٹم ضرور دیکھوں گی ڈارلنگ ــــــ تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے تو تم واپس آجانا۔" پاکی نے کہا۔ ملازمہ بھی اپنا لباس پہن رہی تھی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف

واپس آگیا۔ دل میں ایک دھواں سا تھا' ایک عجیب سی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ سانس بند ہوا جا رہا تھا۔ ملازمہ میرے ساتھ تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ وہ کمبخت شاید یہی سمجھ رہی تھی کہ میں جذبات سے پاگل ہو گیا ہوں۔ اور ——— اب ——— میں اسے طلب کروں گا' لیکن میری کیفیت کچھ اور تھی۔ میرے دل سے ایک آواز ابھر رہی تھی۔ "میرے معبود ——— میرے معبود ——— میں کن پستیوں میں آپڑا ہوں۔ آہ ——— یہ پستیاں میرا مقدر کیوں بنادی گئی ہیں۔ کیا میں بھی اس غلیظ معاشرے کا ایک فرد نہیں بن گیا ہوں۔ کیا میں بھی ان میں شامل نہیں ہو گیا ہوں۔ کیوں ——— ؟ آخر کیوں ——— ؟ میرا دل تو اس غلاظت کو قبول نہیں کر رہا ہے۔"

لیکن ——— میرے دماغ میں سناٹا تھا۔ دلاسے کی کوئی آواز میرے ذہن میں نہیں ابھری ———

آہ ——— شاید میں بھی گناہ کی ان منازل تک آپہنچا ہوں۔ جہاں دلاسے کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔

پھر ——— کیا کروں میں ——— جسم کی اس قید سے کیسے نکل بھاگوں۔ اپنی روح کو کیسے آزاد کروں۔ کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

"سنو ———!" میں نے ملازمہ کا شانہ دبوچتے ہوئے کہا۔

"سینورا ———!" ملازمہ حیرت سے بولی۔ "شراب لاؤ۔ شراب ——— انتہائی تیز ——— میں اپنے وجود کو غلاظت میں دفن کر دینا چاہتا ہوں۔ لاؤ ——— جلدی کرو ——— جاؤ ———" میں نے اسے دھکا دیا اور اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ملازمہ گرتے گرتے بچی ——— اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا تھا۔ یہاں تو وہ لوگ آتے تھے جو ان مناظر سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے تھے۔ خود بھی ان میں ڈوب جاتے تھے اور پھر وہ جنسی بھیڑیئے بن جاتے اور ان کے شکار دل کھول کر انہیں لوٹتے۔ ملازمہ سوچ رہی ہو گی۔ اس نئے جانور پر نہ جانے کونسا جنون سوار ہوا ہے۔ وہ شراب لے آئی۔ اور میں نے گلاس پر گلاس چڑھانے شروع کر دیئے۔ "سینورا ———" وہ مجھے روکتے ہوئے بولی۔ "گیٹ آؤٹ ——— جاؤ ——— باہر نکل جاؤ۔" میں گرجا ——— میرا دل رو رہا تھا۔

"سینورا ——— میں ——— میں آپ کو ———!"

"چلی جاؤ۔ خدا کے لئے یہاں سے چلی جاؤ۔ چلی جاؤ۔" میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا اور وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میرا ٹائپ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میرے گوہر شراب کے گلاس میں غرق ہو رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں بدنصیبوں کی انتہا پر ہوں' جہاں پاکیزگی کا کوئی نشان نہیں ہے۔ محبتوں کے دروازے میرے لئے بند ہو چکے ہیں۔ نیکی کی کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آسکتی۔ مجھے سکون کے لئے صرف شراب کا سہارا ہے۔ آہ ——— شراب ——— غلاظتوں سے اکتائے ہوئے دل کے لئے غلاظت ہی مرہم ہے۔ یہ انتہا ہے۔ بوتلیں خالی ہو گئیں۔ اور میں نہ جانے کہاں گر پڑا۔ میرا وجود مدہوشی سے ہم آغوش ہو کر خود کو فنا کر بیٹھا۔ نہ جانے کب جاگا تھا۔! طبیعت بھاری تھی۔ ذہن پر ابھی تک بوجھ تھا۔ نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ یاکی میرے پیروں کے نزدیک پڑی تھی۔ برہنہ ——— اس کا لباس بہت دور پڑا تھا۔ غالباً واپسی پر اس نے مجھے جگانے کی انتھک کوشش کی ہو گی۔ لیکن میں تو موت سے ہم آغوش تھا۔ تھک ہار کر سو گئی ہو گی۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس برہنہ عورت سے نفرت ہو رہی تھی۔ اس کے جسم کی دلکشی ذرا بھی متاثر نہیں کر رہی تھی۔ تھکن ——— جو دل کی تھی۔ کیا کروں۔؟ کیا کرنا چاہیئے۔؟

باکی بستر کی چادر ڈالی ——— اور ملازمہ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی آنے والی اجنبی تھی۔ یا تو ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ یا پھر اس ملازمہ نے ایک پاگل سے دور رہنا پسند کیا تھا! آنے والی دبلی پتلی سی نوجوان لڑکی تھی۔ چہرے پر کسی قدر سنجیدگی تھی۔ بالائی لب پر روئیں تھا اور ہونٹ قدرتی طور پر بہت سرخ تھے۔ اس نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کی۔ "سینورا۔"

"تم کون ہو ———؟"

"آپ کی خادمہ ———!"

"وہ کہاں چلی گئی ———؟"

"ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اگر آپ کو پسند ہے تو خصوصی طور پر بلوائی جاسکتی ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اب میں سوچ رہا تھا کہ میں نے ملازمہ کو کیوں بلوایا ہے۔ اس سے کچھ کہنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے وقت پوچھا۔

"ساڑھے بارہ بجے ہیں جناب۔!"

"اوہ ———" میں چونک پڑا اور پھر میں نے بستر چھوڑ دیا۔ "سنو۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔" میں باتھ روم جا رہا ہوں۔ تم ——— مگر ٹھہرو ——— ناشتے کا وقت تو نکل گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کے لئے لنچ کا بندوبست کر دو۔"

"بہت بہتر جناب ———" لڑکی نے گردن ہلائی اور باہر نکل گئی۔ میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ پانی کے شاور کھول کر میں ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ چاروں طرف شاور لگے ہوئے تھے اور ان سے پانی کی باریک پھواریں نکل کر بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیتی تھیں۔ ٹھنڈے پانی سے کچھ ایسا سکون ملا کر دل چاہا شام تک یہیں بیٹھا رہوں۔ ویسے اب کسی بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ سوچ صرف زخم لگاتی ہے۔ اور میں ان زخموں کی تکلیف برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا! پاکی ——— غسل کرتے ہوئے میں نے سوچا ——— خوبصورت عورت ہے۔ نہ جانے اس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔ اور ——— پھر وہ گداز ملازمہ ———! اوہ ———! ملازمہ کے تصور کے ساتھ ہی میری آنکھوں کے سامنے اسٹیج کے مناظر گھوم گئے۔ آوارہ گردوں کے خلاف میرے ذہن میں ایک نئی نفرت نے جنم لیا۔ یہ ناکارہ لوگ ——— الٹے سیدھے تصورات میں لپٹے ہوئے۔ گندے کیڑوں کی مانند۔ رینگتے ہوئے۔ انسانیت کو خاک و گور کرنے میں کوشاں۔ لیکن ——— ان کی کیا حیثیت ہے۔ ہر عہد میں ان کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ کبھی کسی شکل میں، کبھی کسی شکل میں ——— لیکن اہل دل ان کے دھوکے میں نہیں آتے۔ انسانیت قائم ہے۔ اور قائم رہے گی۔ قدرت کے بنائے ہوئے قانون کمزور نہیں ہوتے۔ قوم لوط ڈوبتی رہتی ہے۔ میں نے دل سے ان کے بارے نفرت کی تھی۔

باقی کام میرا نہ تھا۔ میں تو خود بھٹکا ہوا انسان تھا! باتھ روم کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ پاکی اندر آگئی۔

"پیٹر ———!" اس نے پیار بھرے لہجے میں پکارا۔

"ہوں ———" مجھے ایک لمحے کے لئے جھجک محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے بدن سے چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ پھر میں اس سے بے نیاز ہو گیا۔

"کب تک نہاتے رہو گے۔؟"

"بڑا سکون مل رہا ہے یاکی ——— !" میں نے کہا۔

"اچھا ——— " وہ مسکرائی۔ پھر اس نے بھی چادر اتار پھینکی۔ "میں بھی آجاؤں"۔

"آجاؤ ——— !" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور وہ بھی' پھواروں کے درمیان میرے قریب آگئی۔ اس کا بدن بھی پانی کی دھاروں میں لپٹ گیا۔ !" وہ مسکرا رہی تھی۔

"پیٹر ——— !" اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہوں ——— !"

"تم کیسے انسان ہو۔؟"

"کیوں ——— ؟"

"رات کو تم وہاں سے کیوں اٹھ آئے تھے۔ تمہاری کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔"

"ہوں ——— !" میں بے معنی سے انداز میں مسکرا دیا۔ اس احمق لڑکی کو میں کیا جواب دیتا۔ "پروگرام کس وقت ختم ہوا تھا۔؟" میں نے اس کے سوال کو ٹالتے ہوئے کہا "سوا پانچ بجے ——— ہائے پیٹر ——— نہ جانے تم کیوں چلے آئے تھے۔ ایسے عجیب و غریب مناظر میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔" یاکی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سسکی سی لی۔ "میں دیکھنا بھی نہیں چاہتا یاکی ——— !" میں نے نفرت سے کہا۔

"کیوں ——— کیا تمہیں ترلوکا کی تعلیمات سے اتفاق نہیں ہے۔؟" یاکی نے حیرت سے پوچھا۔ "زلوکا ——— !" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں سنبھل گیا۔ جذباتی ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس احمق لڑکی کے سامنے خود کو کھولنے سے کیا فائدہ۔؟ چنانچہ اس موضوع کو ٹالنے کے لئے میں نے اسے آغوش میں لے لیا۔ یاکی کی خود بھی یہی خواہش تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے بھینچ لیا۔ اور پھر کسمساتے ہوئے بولی۔

"واپسی پر میں نے تمہیں جگانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن تمہاری نیند بیہوشی سے مشابہہ تھی۔ بمشکل مجھے نیند آئی تھی۔"

"کیوں ——— ؟"

"نہ جانے تم کیسے انسان ہو۔ ایسے ہیجان خیز مناظر کو دیکھنے کے بعد بھی۔" اس نے باتھ روم کے چکنے فرش پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے مجھے خود پر گھسیٹ لیا۔ رات کو میں جذباتی ہو گیا تھا۔ اس وقت میرے اوپر کوئی اور کیفیت نہیں طاری ہوئی۔ لیکن اس وقت میں نارمل تھا۔ اور نارمل حالت میں' میں یاکی کے نرم و گداز اور حسین جسم کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ پانی کی پھواریں ہمارے بدن لدگدا رہی تھیں۔ یاکی بے حد مسرور تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اور میرے دل میں شعلے لپک رہے تھے!

پھر شعلے سرد ہو گئے۔ یاکی نے دونوں بازوؤں میں منہ چھپایا پانی کی پھواروں کے نیچے سے اس کا دل بھی اٹھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن میں نے غسل کیا' اور باہر نکل آیا۔! میرے بدن پر صرف تولیہ تھا! باہر قدم رکھتے ہی میں چونک پڑا۔ نئی ملازمہ کھانے کی ٹرالی کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ دلکش انداز میں مسکرائی۔! اور میں نے تولیہ برابر کر لیا!

"کیا میں آپ کا لباس دوں جناب۔؟" اس نے بے جھجک پوچھا یہ سب کچھ ان کے لئے اجنبی نہیں

تھا وہ اس کی عادی تھیں۔ میں نے بھی لاپروائی سے کام لیا۔ "ہاں ------ شکریہ ------" میں نے الماری کی طرف اشارہ کیا۔ لباس کے معاملے میں ملازمہ نے اپنی پسند سے کام لیا تھا' چنانچہ میں نے اس کا منتخب کردہ لباس پہن لیا۔ پھر پاکی بھی باہر نکل آئی۔ اس کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ملازمہ کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکی' لیکن پھر لاپرواہ ہو گئی۔ اس نے اپنا لباس اٹھا کر پہن لیا۔ اور پھر ہم کھانے پر بیٹھ گئے کھانے کے دوران میں سوچ رہا تھا اب کچھ کام ہونا چاہئے۔ سوجتا میں' میں عیاشی کرنے نہیں آیا تھا' یہاں کام کرنا تھا۔ اور اس کے لئے پاکی کی معیت ------!

لیکن فی الحال کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ بلکہ پاکی کو ایک اور طرف بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اور ------ یہ نئی بات میرے ذہن میں ابھی ابھی آئی تھی۔ وینڈر فل ------! میں نے خوشی سے سوچا۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ پاکی بآسانی دوسروں کو متاثر کر سکتی تھی۔ میں دل ہی دل میں اپنی اس تجویز پر خوش ہونے لگا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسی پر عمل کروں گا۔ پاکی بھی اس دوران خاموش رہی تھی۔ کھانے کے بعد ملازمہ نے برتن اٹھائے اور میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔ "میرے لائق اور کوئی خدمت جناب ------؟"

"نہیں شکریہ۔ تمہاری ڈیوٹی کس وقت تک ہے؟"

"رات کو آٹھ بجے تک ------ لیکن آپ حکم دیں گے تو رات کو بھی رہ سکتی ہوں۔"

"رہ جانا ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت بہتر ------" ملازمہ نے عجیب سی نگاہوں سے پاکی کی طرف دیکھا۔ لیکن پاکی جس نسل سے تعلق رکھتی تھی وہاں ایسی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ملازمہ واپس چلی گئی۔ پاکی اب ایک آرام کرسی پر دراز تھی۔

"تو رات کا پروگرام تمہیں بہت پسند آیا۔؟"

"ہاں ------ لیکن اگر تم ساتھ ہوتے' تو اور لطف آتا۔!"

"پھر بھی سہی ------!" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"پیٹر ------؟" پاکی نے کہا۔ "ہم کتنے عرصے تک یہاں رہ سکتے ہیں؟"

"کیوں ------؟"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ یہ جگہ بہت مہنگی ہے۔ کیا تم زیادہ عرصے تک اسے برداشت کر سکو گے؟"

"تم بے فکر رہو ڈارلنگ ------!" میں نے جواب دیا۔

"مجھے سوجتا بے حد پسند ہے۔"

"مجھے بھی ------!"

"ابھی تو ہم نے اسے پورے طور سے دیکھا بھی نہیں ہے۔ یہاں نہ جانے کیا کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"فطرت کی آسودگی کے لئے سوجتا والوں نے جدید ترین انتظامات کئے ہیں۔"

"اوہ ------ تمہیں کیسے معلوم۔؟"

"جب تم چلے آئے تھے تو ایک اور سوکھا سڑا نوجوان میرے پاس آبیٹھا' گدھا کہیں کا! مجھ سے عشق جتانے لگا۔ اسی نے مجھے یہاں کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔"

"خوب ------!"

"اور پھر——— بیٹھے ہی بیٹھے سسکیاں بھرنے لگا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔"

"ہاں——— "میں ہنس پڑا۔ "کیا تعلیمات کے یہ کورس روزانہ ہوتے ہیں؟"

"یہ نہیں معلوم———" یاکی نے کہا۔ اور میں نے ایک اور بات سوچی ٹھیک ہے۔ میں یاکی کے ساتھ یہاں آگیا ہوں۔ یاکی میرا ایک سہارا بنی ہے۔ لیکن یہاں کے بارے میں تفصیلی معلومات ملازماؤں سے ...سکتی تھی۔ پچھلی رات کی ملازمہ خاصی دلکش تھی۔ چھوٹے سے قد کی وہ عورت مجھے پسند آئی تھی۔ ان ...ؤں میں خاص بات یہ تھی کہ وہ بھرپور تعاون کرتی ہیں۔ اس لئے یاکی کو جس استعمال کے لئے میں نے ...ب کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ درست سہی۔ ملازمہ کو بھی شیشے میں اتارنا چاہئے۔ بہت ہی عمدہ——— میں نے ...سور انداز میں سوچا۔ میرا ذہن آج خوب چل رہا تھا———! گھڑی نے دو بجائے۔ اور میں نے ایک طویل ...ڑائی لیکر یاکی کی طرف دیکھا۔

"خاموش ہو یاکی———؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ پیٹر——— میرا خیال ہے ملازمہ کو بلا کر کچھ منگاؤ۔"

"نشے کی طلب ہو رہی ہے؟"

"ہاں———"

"ضرور منگالو——— لیکن میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"کیا———؟"

"ہم سوبیتا میں ہیں——— تم میری ساتھی ہو۔ لیکن تمہارے پاس لباس نہیں ہیں۔؟"

"ہاں———!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں نہیں ہیں۔ میں تمہیں ایک اسٹینڈرڈ کی عورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"بس نہیں ہیں پیٹر———" اس نے بیچارگی سے کہا۔

"ہم دوست ہیں یاکی، اور تم ایک اچھی ساتھی ہو۔ آؤ——— اس وقت نشہ نہیں کریں گے۔ بازار ...ا کر نئے لباس خریدیں گے۔ سوبیتا مجھے بہت پسند ہے۔ ہم یہاں طویل عرصے قیام کریں گے۔"

"سچ پیٹر———؟" وہ خوشی سے کھل اٹھی۔

"یقیناً——— اٹھو۔!" میں کھڑا ہو گیا۔ یاکی بھی میرے ساتھ اٹھ گئی۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل ...ئے ابھی میرے پاس خاصی کرنسی موجود تھی۔ چنانچہ زبردست خریداری کی گئی۔ یاکی کو چکر آ رہے تھے۔ ...ی سے اس کی زبان گنگ تھی۔ میں نے اس کے لئے بے حد حسین کپڑے اور ہلکے زیورات خریدے ...۔ بہر حال اب کرنسی کی ضرورت تھی۔! چنانچہ ہم ایک ریستوران میں آبیٹھے۔ کیبن میں بیٹھ کر میں نے ...ور کو مشروبات کا آرڈر دیا۔ اور یاکی سے باتھ روم کے لئے کہہ کر اٹھ گیا۔ ایک فون بوتھ سے میں نے سی ...لیزنا کو فون کیا۔

فون لیزینا نے ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو لیزینا———!" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"ہلو——— مسٹر نواز———"

"کیسی ہو———؟"

"ٹھیک ہوں مسٹر نواز——— لیکن آپ کہاں چلے گئے———؟"

"مصروف ہوں لیزینا ——"
"کیا اب یہاں نہیں آئیں گے مسٹر نواز۔"
"فرصت ملنے پر ضرور آؤں گا۔"
"اچھا —— "لیزینا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔
"مادام ریتا کہاں ہیں؟"
"موجود نہیں ہیں۔ کہیں گئی ہوئی ہیں۔" لیزینا نے جواب دیا۔
"اوہ لیزینا —— مجھے کرنسی کی فوری ضرورت ہے۔؟"
"ہاں —— ہاں —— جہاں حکم دیں پہنچا دوں۔ مادام سی کا کی تجوری کی چابی میرے پاس موجود ہے۔"
"گڈ —— تو پھر کرنسی لے کر نعودیل ریستوران پہنچ جاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"
"بہت بہتر —— کتنی رقم درکار ہے۔؟" اس نے پوچھا اور میں نے اسے بھاری رقم بتادی۔ "میں حاضر ہو رہی ہوں۔"
"اوکے —— آجاؤ —— اور سنو —— میں تمہیں پام کی ٹریک کے پاس ملوں گا۔"
"بہت بہتر —— !" لیزینا نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں واپس کیبن میں پہنچ گیا۔ یاکی اطمینان سے مشروب پی رہی تھی۔ اس کے چہرے سے بے پناہ خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اپنا گلاس اٹھالیا۔ یاکی مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔
"تم بے شمار خوبیوں کے مالک ہو پیٹر ——" اس نے کہا۔ "مثلاً —— ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا فن —— میرا خیال ہے گٹار بجانے میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ تمہارے نغمے روح میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ بحیثیت مرد تم عورت کی اولین پسند ہو۔ بلا مبالغہ ایک حسین اور بھرپور مرد —— فراخ دل ہو۔ اور عورت کا دل رکھنا جانتے ہو۔ اور پھر —— اس کے علاوہ دولت مند ہو۔ کیا تمہارے والد کوئی بڑے بزنس مین ہیں۔؟"
میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا! والد تو نہیں —— میں خود ہی بڑا بزنس مین ہوں۔ بہرحال میں نے یاکی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور صرف اتنا کہا کہ میں کوئی بھی ہوں۔ وہ مجھے پسند کرتی ہے یہ میری خوش قسمتی ہے۔
یاکی میرے لئے کافی اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ میں اسے اپنے خاص مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر اس سے معذرت کی اور باہر نکل گیا۔
پام ٹریک کے پاس لیزینا ایک سیاہ ہینڈ بیگ لئے ہوئے کھڑی تھی۔ میں آہستہ قدموں سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ لیزینا نے اچٹتی سی نگاہ میرے اوپر ڈالی اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ظاہر ہے وہ مجھے کیسے پہچان سکتی تھی۔ لیکن میں مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔
"لیزینا —— !" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "میں نواز ہوں لیزینا۔" میں نے پھر کہا۔
"اوہ —— میرے خدا —— یہ تم ہو نواز —— لیکن۔"
"لیکن سے آگے ابھی کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"میرے خدا ــــــ میرے خدا ــــــ" لیزینا شدید حیرت زدہ تھی۔
"لے آئیں ــــــ؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں ــــــ!" وہ سنبھل کر بولی۔
"لاؤ ــــــ!" میں نے کہا۔ اور لیزینا نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اس نے ہینڈ بیگ میری طرف بڑھا
"لو ــــــ یہ میں نہ رکھ سکوں گی اسے تم واپس ہی لے جاؤ۔"
تب لیزینا نے کرنسی نوٹوں کی موٹی موٹی کئی گڈیاں نکال کر میرے حوالے کر دیں' اور پھر لرزتی ہوئی
آواز میں بولی۔ "مجھے آپ کو دیکھ کر شدید حیرت ہوئی ہے مسٹر نواز۔"
"کیوں ــــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"آپ ــــــ آپ اس حلیئے میں کیسے عجیب لگتے ہیں۔ آپ ــــــ آپ کی شخصیت کہاں اور یہ
یہ کہاں۔؟"
"میرا کام تمہارے علم میں ہے لیزینا۔"
"ہاں ــــــ!" لیزینا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔
"چھوڑو ان باتوں کو ــــــ سناؤ۔ سیکا کے کیا حال ہیں۔؟"
"سیکا ــــــ!" لیزینا نے پھر ایک گہری سانس لی۔ "مغرور عورت زندگی میں پہلی بار بے چین ہوئی
ہے۔ اس سے قبل وہ ایسی بے بسی کا شکار کبھی نہیں ہوئی ہوگی مسٹر نواز ــــــ آپ غور کریں۔ وینس میں
صاحب اقتدار ہے' اس کے تعلقات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ ــــــ کسی بھی بڑی حیثیت کے شخص کو
انگلیوں پر نچا سکتی ہے۔ لیکن آپ نے قدم قدم پر اسے ذلیل کیا ہے اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس
سے زیادہ بے بسی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ خود غور کریں۔"
"ہوں ــــــ!" میں نے لیزینا کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
"ایک بات بتائیں مسٹر نواز۔"
"ہوں ــــــ؟"
"آپ نے اسے اس طرح نظر انداز کیوں کیا۔؟"
"لیزینا ــــــ! ٹھیک ہے۔ وہ صاحب حیثیت ہے۔ لیکن ــــــ ان باتوں کو جانے دو ــــــ کہ
میرے خلاف کیا کر سکتی ہے۔ اگر وہ ایک عام عورت کی حیثیت سے مجھ سے پیش آئی ہوتی۔ تو ممکن ہے
میں اسے برداشت کر لیتا۔ لیکن اس نے پہلی ہی ملاقات میں' مجھے متاثر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور میں
نے اسی وقت اسے سبق دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
"خوب ــــــ!" لیزینا مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "غریب سونیا بھی بگڑ گئی۔"
"کیا مطلب ــــــ؟"
"اب وہ روزانہ میک اپ کرتی ہے اور یقین کریں مسٹر نواز اچھی لگتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کسی دن
وہ بھی کوئی گل کھلا کر اسے گولی نہ مار دیں۔" لیزینا نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔
پھر تھوڑی دیر تک میں لیزینا سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر میں نے اس سے اجازت چاہی۔
"مسٹر نواز ــــــ" لیزینا آہستہ سے بولی۔
"کہاں ــــــ"

"کیا آپ —— کیا آپ پھر نہیں آئیں گے۔ کیا آپ۔؟"

"عزمت کی بات ہے لیزینا —— کسی فریب کو ذہن میں جگہ مت دو۔ ہم سب فریب کی دنیا کے باسی ہیں۔ قدم قدم پر غیر متوقع حالات پیش آتے ہیں۔ دیکھو —— بھول جاؤ —— اوکے ——!"

میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ اور واپس مڑ گیا۔ نوٹوں کی گڈیاں میں نے اپنے لباس میں چھپالی تھیں۔ پھر بھی ان کی تعداد اتنی تھی کہ وہ ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے پلٹ کر لیزینا کی طرف نہیں دیکھا اور اندر واپس آگیا۔ یاکی کو اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ میں کہاں گیا ہوں۔ کیوں گیا ہوں۔ اور کتنی دیر میں واپس آؤں گا۔ وہ تو اپنے خریدے ہوئے سامان کو چھو چھو کر دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اتنا سامان —— اتنے قیمتی ملبوسات کیا مجھ سا احمق دوسرا بھی مل سکے گا ——! شاید وہ یہی سوچ رہی ہو گی۔

"چلیں یاکی ——؟" میں نے اسے پوچھا۔

"چلو ڈارلنگ ——!" وہ مستعدی سے بولی۔ اور میں نے ویٹر سے بل طلب کر لیا۔!

اس کے بعد رات تک ہم اپنے کمرے میں آرام کرتے رہے۔ یاکی بہت خوش تھی۔ اس دوران اس نے چرس کے دو سگریٹ پئے تھے۔ پھر وہ کہنے لگی۔ "رات کو انجکشن لیں گے پیٹر ——"

"ضرور ڈارلنگ ——" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بلکہ تم اگر چاہو تو آج بھی کورس اٹینڈ کرو۔"

"اور تم ——؟"

"نہ جانے کیوں۔ مجھے اس جگہ سے خوف آتا ہے۔"

"او —— تم پورا پروگرام دیکھ لیتے تو —— تو روزانہ رات کو وہاں پائے جاتے۔"

"میری طرف سے بھی تم ہی پروگرام دیکھ لینا۔"

"تھینک یو —— تب میں انجکشن بھی وہیں لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔ "یاکی —— اگر کوئی تم سے میرے بارے میں پوچھے کہ میں تمہارا کون ہوں' تو تم کیا کہو گی۔؟"

"میرا ساتھی —— میرا محبوب ——" یاکی محبت سے بولی۔

"اور میرا شوہر۔"

"او —— لو —— کیا مجھے یہ حق پہنچتا ہے۔؟" یاکی نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یقیناً ——" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے لپک کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میرے کئی بوسے لینے کے بعد وہ مجھ سے علیحدہ ہو گئی اور مجھ سے رقم لے کر آوارہ گردی کرنے نکل گئی۔ یاکی کے سلسلے میں میری تیاریاں مکمل تھیں۔ میں اس لڑکی سے کام لینا چاہتا تھا۔ رات کے ساڑھے دس بجے تھے کہ ملازمہ میرے کمرے میں آگئی۔ میں اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ دبلی پتلی لڑکی خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ "ہیلو ——" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں حسب وعدہ حاضر ہو گئی جناب۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ —— آؤ —— کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"روفیلشا۔"

"کیا۔ فیلشا۔" میں نے پوچھا۔

..........“ وہ شرماتے ہوئے بولی۔

جی ہاں ....

کیا تمہاری ڈیوٹی کے اوقات ختم ہو گئے۔؟“

لیکن آپ نے کہہ دیا تھا اس لئے یہ اوقات بڑھائے گئے۔“

جی ہاں ....

کیا مطلب ....؟“

موچیا کے مہمانوں کے ہر حکم کی پابندی کی جاتی ہے۔ یہاں کا پورا عملہ مہمانوں سے تعاون کرتا ہے۔
نے ڈیوٹی انچارج کو بتا دیا کہ آپ نے رات کو بھی مجھے طلب کیا ہے۔ اس لئے اس نے میری ڈیوٹی کے
بڑھا دیئے۔“

ہوں ....“ میں نے گردن ہلائی۔ ”آؤ .... بیٹھو۔ اس وقت میرے خیال میں تم ہوٹل کی
نہیں بلکہ میری دوست .... میری مہمان ہو۔“ میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آگئی۔ میں نے
بازو پکڑ کر اسے اپنے نزدیک بٹھا لیا تھا۔! ”کیا پینا پسند کرو گی روفیشا۔؟“

جو آپ پینا پسند کریں جناب۔!“

موچیا میں رہ کر تم بھی منشیات کی عادی ہو گئی ہو گی۔؟“

نہیں جناب .... اس قسم کے نشے مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ میری طبیعت بگڑ جاتی ہے۔“

ہوں .... پھر .... شراب۔؟“

جی ہاں .... پی لیتی ہوں۔“

تب اپنی پسند کی شراب لے آؤ روفیلشا .... اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔“

آپ کے لئے ....؟“ اس نے پوچھا۔ ”آج ہم بھی تمہاری پسند میں شریک ہو جائیں گے۔“
نے جواب دیا۔ اور وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہلکی شراب کی دو بوتلیں، اور
فروٹس کی ایک پلیٹ لئے اندر آگئی۔ اس نے بڑے اہتمام سے گلاس بنائے اور میرے نزدیک
بیٹھا

پچھلی رات .... میں نے کورس اٹینڈ کیا تھا۔“ میں نے سلسلہ گفتگو چھیڑا۔ ”جی ....“ وہ
تے بولی۔

تم نے دیکھا ہے۔؟“

جی ہاں .... کبھی کبھی کوئی معزز مہمان لے جاتا ہے۔“

کیا خیال ہے تمہارا اس پروگرام کے بارے میں ....؟“ میں نے کہا اور میرے اس سوال پر وہ
لیے اس نے پریشان سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ڈھیلے ڈھالے انداز میں بولی۔

دلچسپ ہوتا ہے۔“

کیا دل سے تم بھی ترلوکا کی تعلیمات کی قائل ہو۔“

اس سوال نے اسے پھر کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ لیکن پھر اس کے ضمیر کی آواز کاروباری مصلحتوں پر
آگئی۔ اور اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ ”جی نہیں ....“

پھر پروگرام تمہیں دلچسپ کیوں لگا۔؟“

میں نے صرف آپ کی خوشی کی خاطر کہہ دیا تھا جناب .... مجھے معاف کیجئے۔ میں اسی معاشرے
کی فرد ہوں۔ جو انسانیت پسند ہے۔ مجھے معاشرے کے اصولوں سے نفرت نہیں ہے۔ گو میں ایک ایسے

ادارے میں کام کرتی ہوں' جہاں شرافت سے میرا کوئی تعلق نہیں سمجھا جاسکتا۔ نہ سہی ——— لیکن میں انسانی اقدار کی قائل ہوں۔ کیا ہوا اگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوں تو ———"

رونیشا کی آواز میں خوف' سچے جذبات' افسوس سبھی شامل تھا۔ وہ ڈر رہی تھی کہ اس کا مہمان اس سے ناراض ہو جائے گا! اور ممکن ہے سوجیتا کے اصولوں کے خلاف کام کرنے پر اسے ملازمت سے بھی جواب مل جائے۔ لیکن حقیقی عورت بول رہی تھی۔ یہ آواز براہ راست دل کی گہرائیوں سے آرہی تھی۔

"کیا سوجیتا کے منتظم ہیپی ازم کے قائل ہیں۔"

"منتظم ———!" رونیشا نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ان کا تعلق جینیان سے ہے جناب ——— سوجیتا کا مالک لوئی کو ہے اور لوئی کو بدمست ہے۔ وہ ——— وہ ترلوکا کی تعلیمات کو صرف جنسی کھیل سمجھتا ہے۔ اور لوگوں کو لوٹ لیتا ہے۔"

"خوب ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "رونیشا ——— میں بھی ترلوکا سے نفرت کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں' وہ جو کوئی بھی ہے ایک بھٹکا ہوا دیوانہ ہے۔ جو انسانیت کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ میں آوارہ گرد ضرور ہوں۔ لیکن میری حیثیت صرف ایک سیاح کی ہے۔ میں بھی ترلوکا کے نظریات سے نفرت کرتا ہوں۔ اس لئے تم تردد نہ کرو۔ میں تمہارا ہم آواز ہوں۔ میں ان بے وقوفوں سے واقف ہونا چاہتا ہوں جو ترلوکا کی تعلیمات کے سہارے یہاں احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں۔"

"آپ ——— آپ درست کہہ رہے ہیں جناب ———؟" وہ خوش ہو کر بولی اسے خوف سے نجات مل گئی تھی۔ "بالکل رونیشا ———!"

"مجھے بھی آپ دوسروں جیسے نہیں معلوم ہوتے ———" اس نے میرے سینے سے لگتے ہوئے کہا۔ "سوجیتا تو اس قسم کی حرکتوں کا گڑھ معلوم ہوتا ہے۔"

"لوئی کو ——— بھٹکی ہوئی نسل کے لوگوں کی نفسیات سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے یہاں ایسے ایسے انتظامات کئے ہیں کہ سوجیتا کے اندر داخل ہونے کے بعد وہاں سے جانے کو دل نہ چاہے۔"

"لو ——— مجھے ابھی یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ میں نے ابھی صرف کورس ہال دیکھا ہے۔ تم مجھے یہاں کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"انسانی ذہن کو الجھانے کے جس قدر سائنٹیفک طریقے ہو سکتے تھے' سب یہاں جمع کر لئے گئے ہیں۔ یہاں ایسے ریکارڈ روم ہیں۔ جہاں عورتیں' اپنی زندگی کے شرمناک واقعات ریکارڈ کراتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ کس طرح جذبات سے مجبور ہو کر انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو' نوجوان لڑکوں کو برے راستے پر لگایا۔ اور ان سے حظ حاصل کیا۔ یہاں جنسی تعلقات کی آوازیں بھی ریکارڈ کرائی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ ریکارڈ سننے والوں کے جذبات ابھارنے کے کام آتے ہیں۔ یہاں ایسے ماہر فن ہیں جو پوشیدہ مناظر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی ایجاد کردہ' حرکتیں دکھاتے ہیں۔ یہاں ایسی مشینیں ہیں' جو عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا بدل پیش کرتی ہیں۔ اور یہ بدل' حقیقت سے زیادہ لذت انگیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد ——— سوجیتا کی اپنی لیبارٹری ہے جہاں نشہ آور اشیاء کو اور زیادہ موثر ——— اور کشش انگیز بنایا جاتا ہے۔ اسی لئے سوجیتا دور دور تک مشہور ہے۔"

"خوب ——— کمال ہے۔ لیکن کیا مقامی حکام سوجیتا کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔؟"

اعلیٰ ترین حکام یہاں آتے ہیں۔ اور لوئی کو ان کے اعزاز میں، خصوصی پروگرام ترتیب دیتا ہے۔"
"ہوں ــــــ" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تو یہ سوچتا تو درحقیقت حیرت ناک جگہ ہے۔ کیا
اعلیٰ حکام سے تمہاری ملاقات بھی ہوئی ہے روفیشا۔؟"
"بہت سے لوگوں سے ــــــ وینس کی ایک اعلیٰ ترین شخصیت مجھ سے عشق کرتی ہے۔ مسٹر جیرا
جب بھی یہاں آتے ہیں۔ مجھے طلب کرتے ہیں۔"
"جیرا کو ــــــ؟" میں نے دوہرایا۔ "ان کی کیا پوزیشن ہے۔؟" اور جب روفیشا نے جیرا کو کی
سرکاری حیثیت بتائی تو میں دنگ رہ گیا۔ اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔
"کیا مسٹر جیرا کو روزانہ آتے ہیں۔؟"
"نہیں ــــــ ہفتے میں صرف ایک بار ــــــ"
"خوب ــــــ! بہرحال، انوکھی جگہ ہے یہ ــــــ مسٹر جیرا کو کا قیام کہاں ہوتا ہے۔؟"
"روم نمبر ایک سو گیارہ ان کے لئے مخصوص ہے۔"
"کونسے دن آتے ہیں۔؟"
"ہفتے کی رات کو ــــــ اتوار یہاں گزارتے ہیں اور اتوار کی شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔"
"شراب اور روفیلشا ــــــ! درحقیقت تم بے حد حسین ہو۔ اگر مسٹر جیرا کو تمہارے دیوانے ہیں
تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ تم مجھے بھی بے حد پسند آگئی ہو۔"
اور پھر آہستہ آہستہ روفیشا کھلتی گئی۔ اس نے کہا۔ "شینی آپ سے بے حد متاثر ہے جناب!"
"شینی کون۔؟"
"وہی ــــــ جو کل آپ کے ساتھ کورس میں شامل تھی۔"
"اوہ ــــــ وہ جس کی جگہ تم ڈیوٹی انجام دے رہی ہو۔؟"
"جی ہاں۔"
"وہ مجھ سے کیوں متاثر ہے۔ کیا کہا تھا اس نے تم سے۔؟"
"ہم پیشہ ور ضرور ہیں جناب ــــــ لیکن ہماری اپنی بھی پسند ہوتی ہے۔ شینی کو آپ کا جسم بے
حد پسند آیا تھا۔ وہ اس کے حصول کی خواہش مند تھی۔ لیکن شاید محروم رہی۔ اس نے آپ کے تروتازہ بدن
کی تعریف کی تھی۔"
میں مسکرانے لگا! پاگل لڑکی ــــــ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ میں نیا نیا جوان نہیں ہوا ہوں اور نہ
تمہاری زندگی کی پہلی دوسری لڑکی ہو۔ ان کاروباری خوشامدوں کی کیا ضرورت ہے۔ تجھے اچھی خاصی رقم مل
جائے گی۔ "لیکن تم محروم نہ رہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ ــــــ تھینکیو ــــــ
جناب ــــــ" اس نے کہا اور درحقیقت میں نے اسے محروم نہ رکھا۔ دبلی پتلی اس حسینہ نے میری رات
رنگین کر دی اور صبح کو جب وہ رخصت ہونے لگی تو میں نے بغیر گنے ہوئے کچھ نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیئے وہ
شکر گزار ہو گئی تھی۔ درحقیقت اس کے بعد کی اتنی قیمت نہیں تھی۔ بلکہ اس رقم میں اس کی فراہم کردہ بیش
قیمت معلومات کا معاوضہ بھی شامل تھا! جب وہ چلی گئی تب میں نے یاکی کے بارے میں سوچا۔ اور چونکہ
وہ نکل گئی۔ معاً میری نگاہ سامان کی تلاش میں دوڑی۔ لیکن یاکی کو میں نے جو سامان دلایا تھا، وہ جوں
کا توں موجود تھا۔ یہ کوئی بری بات نہیں تھی جو میں نے سوچی تھی۔ میرا واسطہ ایسی لڑکیوں سے پڑتا رہتا تھا

پاکی بھی انہیں میں سے ایک تھی۔ لیکن وہ کہاں رہ گئی۔؟ میں نے جلدی جلدی غسل کیا اور ابھی باتھ روم سے باہر بھی نہیں نکلا تھا کہ دروازے سے کوئی داخل ہوا۔ اور پھر اُ کی آواز سنائی دی۔

"ڈارلنگ ــــــ ڈارلنگ ــــــ تم کہاں ہو۔؟"

"باتھ روم میں ــــــ!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پاکی ــــ باتھ روم میں ہی آگئی۔ لیکن میں لباس پہن چکا تھا۔ پاکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میری رات کی غیر حاضری کا برا تو نہیں منایا ڈارلنگ ــــ؟"

الو کی پٹھی ــــــ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ مجھے کیا پڑی ہے۔ "نہیں پاکی ــــــ لیکن پوری رات کہاں گزاری۔؟"

"پانچ بجے کورس ختم ہوا۔ ایک احمق میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ وہ لستا ڈھیٹ تھا کہ میں کیا بتاؤں۔ مجبوراً بقیہ رات اس کے ساتھ گزارنا پڑا۔ پاگل کتا ــــــ" وہ ہنس پڑی۔ میں نے اس سے کچھ نہ کہا اور پھر وہ باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ پھر ہم دونوں نے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد پاکی نے لباس تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے سخت نیند آرہی ہے ڈارلنگ ــــــ کیا میں تھوڑی دیر تک سو لوں۔؟"

"ضرور ــــــ آرام کرو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ــــــ تم بھی سو جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں پاکی ــــــ میں پوری رات آرام کی نیند سویا ہوں۔ تم آرام کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر وہ سو گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا آج میں سوچیتا کے دوسرے حصوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا!

چنانچہ میں آوارہ گردی کرنے لگا! بہت بڑا علاقہ تھا۔ جدید ترین طرز تعمیر سے آراستہ ــــــ میں نے اس صاف ستھرے ماحول کو پسندیدگی سے دیکھا۔ لیکن پھر مجھے اس کے گھناؤنے پروگرام یاد آئے' اور میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ ہاں ــــــ میں بہت برا انسان تھا لیکن اس کے باوجود میں ان رشتوں کا احترام کرتا تھا۔ ان اصولوں سے محبت کرتا تھا جو انسانیت کے ستون ہیں۔ اور لوئی کو ــــــ وہ شخص ــــــ جس نے دولت کے حصول کے لئے ــــــ انسانیت کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔! میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میرے پاس خصوصی کارڈ موجود تھا۔ اس لئے مجھے کسی بھی حصے میں جانے کی روک ٹوک نہیں تھی۔ میں اس حصے میں جا نکلا' جہاں سوچیتا کے دفاتر تھے۔ یہ دفاتر ایک قطار سے بنے ہوئے تھے۔ سب کے سب ایئرکنڈیشنڈ تھے۔ میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوا ان کے عقب میں آگیا۔ ابھی میں زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ کہ اچانک ایک دفتر کا عقبی دروازہ کھلا۔ اور دو آدمی کسی کو بازوؤں سے پکڑے باہر نکلے۔ انہوں نے اس شخص کو زور سے دھکا دیا' اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔! دھکا دینے والے دونوں جاپانی نوجوان تھے۔ ان کے پیچھے ایک تیسرا شخص بھی برآمد ہوا۔ لیکن گرنے والا جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اور پھر پنجابی زبان کی گالیاں سن کر میں چونک پڑا۔ آواز بھی میں نے پہچان لی۔ وہ سردار ے تھا۔ جس نے پہلے تو انگریزی میں جتنی گالیاں یاد تھیں دے ڈالیں۔ کمی محسوس ہوئی تو پنجابی زبان کی دلچسپ گالیوں پر اتر آیا۔ "کان کھول کر سن لو۔ لوئی ــــــ ہم سے بگاڑ کر اچھا نہ کرو گے۔؟" سردار ے گھونسہ ہلاتے ہوئے بولا۔ اور بعد میں برآمد ہونے والا جاپانی ہنس پڑا۔

"میں کسی کو قتل نہیں کرتا سردار علی ــــــ لیکن میرے ماتحت ــــــ ان کے لئے یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوتے۔!"

"تو تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو؟" سردارے دہاڑا۔
"ہاں ——— لیکن اب سے چند منٹ کے بعد یہ دھمکی حقیقت بن جائے گی۔" اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ خاموشی سے چلے جاؤ۔" جاپانی نے پرسکون لہجے میں کہا۔
"اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گا۔" سردارے نے کہا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔ میں نے جلدی سے دوسری سمت اختیار کی۔ اور پھر سردارے کی پشت پر پہنچ گیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔! سردارے چونک پڑا۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں جھلاہٹ نظر آئی۔
"کی اے اوئے۔" اس نے کہا۔
"کوئی گل نئیں ——— ساڈے نال آ ———!" میں نے کہا۔ اور سردارے اچھل پڑا۔ مجھے پہچاننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ میری شکل بدلی ہوئی تھی۔ لیکن میری پنجابی نے اسے متاثر کیا۔
"گل دسوجی ——— تسی ہو کون۔؟" وہ اکھڑے ہوئے انداز میں بولا۔
"میرے ساتھ آؤ سردارے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"کمال ہے ——— چلو ———" سردارے نے شانے اچکا دیئے اور پھر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لئے ہوئے اپنے کمرے میں آگیا۔ اس نے حیرت سے سوتی ہوئی یاکی کو دیکھا ——— پھر مجھے ———!

"بیٹھ جاؤ ———"
"پر تسی ہو کون۔؟"
"آواز بھی نہیں پہچانتے سردارے ———" میں نے کہا۔
"ارے نواز ——— مگر ———" اس نے پاگلوں کے سے انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"تمہارا خیال ٹھیک ہے سردارے ——— میں نواز ہی ہوں۔"
"مگر ——— تم یہاں ——— تمہاری تو شکل ہی بدلی ہوئی ہے۔؟ یہ سب کیا ہے نواز۔؟"
"تیری شادی نہیں ہوئی سردار ——— ورنہ بیوی سے اکتا کر کچھ دن کہیں اور گزارنے کے لئے تو بھی ایسے ہی بھیس بدلتا ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہوں ———!" سردارے گردن ہلانے لگا۔ اس نے ایک بار پھر سوئی ہوئی یاکی کو دیکھا۔ اور گردن ہلاتے ہوئے آنکھ دبائی ——— میں نے بھی جواب میں اسے آنکھ ماردی۔!
"عیش کرو پیارے ——— مگر بھابی بھی خوبصورت ہے۔" اس نے کہا۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے سردارے ——— کیا پیو گے۔؟"
"یار ——— کچھ کھانے کو بھی منگا لے ——— بھوکا ہوں۔" سردارے نے بے تکلفی سے کہا۔ اور میں نے گھنٹی بجا دی۔ پچھلے دن والی ملازمہ اندر آئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ میں نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا تھا۔ "میرے دوست کیلئے کچھ کھانے کو لاؤ۔ میں بھی فریش لائم لوں گا۔"

"بہت بہتر ———" ملازمہ نے کہا اور باہر نکل گئی۔
"ہوں ——— تو یہ عیش ہو رہے ہیں۔ ٹھیک ہے پیارے ——— عیش کرو۔" سردارے کی آواز

میں ایک لو‌اسی سی گھل گئی۔ پھر وہ چونک کر بولا۔ "لیکن تم نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"یہ ادھر لے آئی۔" میں نے پاکی کی طرف اشارہ کیا۔

"بھابی سے کہہ دوں تو ------؟" اس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر تم یہاں کیسے سردارے۔؟"

"کیوں ------ اپنا دل نہیں ہے کیا ------" وہ بے ڈھنگے انداز میں ہنسا۔

"ضرور ہے ------ لیکن بد قسمتی سے میں تمہیں لوئی کو کے ساتھ دیکھ چکا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ ------" وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔ کئی منٹ تک گہری سنجیدگی سے میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "تیرا تعلق مقامی پولیس سے تو نہیں ہے نواز؟"

"ہو بھی تو اپنے یار کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یار مجھے بھروسہ ہے۔"

"ویسے میرا تعلق کسی سے بھی نہیں ہے سردارے۔"

"دراصل ------ یہ لوئی کو بہت حرامی ہے۔ سالا ایک نمبر کا خود غرض ------ اب تجھ سے کیا چھپاؤں نواز ------ اپنا دھندا اچھا نہیں ہے۔"

"منشیات سپلائی کرتے ہو۔؟"

"ہاں ------ سالے کو بیس سیر چرس دی تھی۔ جب بھی آتا ہوں اس کے لئے مال لاتا ہوں۔ پیسے دینے میں کھرا آدمی ہے۔ مگر طوطا چشم ہے۔"

"کیا مطلب ------؟"

"اس بار بھی اس نے فوری ادائیگی کر دی تھی۔ مگر غلطی ہو گئی۔ اس روز قمار خانے چلا گیا تھا۔ سالوں نے پائی پائی نکلوالی۔ اس دن سے سخت کڑکی چل رہی ہے۔ سالا یہاں وینس میں پیسے کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہوٹل والے الگ جان کو آئے ہوئے ہیں۔ سالوں نے سامان بھی قبضے میں لے لیا ہے' اس حرامی لوئی کو کے پاس آیا تھا کہ کچھ ایڈوانس دے دے' لیکن بڑا ہی ماں کا خصم ہے۔ صاف منع کر دیا۔ اور نوبت تلخ کلامی تک پہنچ گئی۔ اس کی ایسی تیسی' اب سالے کے دشمنوں کو مال دیا کروں گا۔"

"اوہ ------!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ تو یہ سردارے بھی اپنی ہی لائن کا آدمی ہے۔ میں نے سوچا ------ میں کونسا نیک آدمی تھا' جو سردارے کو کسی نیکی کی تلقین کرتا۔ ویسے مجھے خطرہ تھا کہ سردارے اگر اکھڑپن میں لوئی کو سے بھڑ گیا تو نقصان اٹھائے گا!

"تو نے مجھ سے کیوں نہیں کہا تھا سردارے ------ میں یہاں موجود ہوں پھر تو نے تکلیف کیوں اٹھائی۔؟"

"لے ------ پردیس میں بھی اپنے یار سے قرض مانگتا پھرتا۔ ہاں ------ بس ایک افسوس ضرور تھا۔ تیری اور بھابی کی دعوت نہیں کر سکا۔ کیا تو سمجھتا ہے میں تجھے دعوت دیئے بغیر چلا آتا ------ غلطی ہو گئی۔ پہلی بار یہاں کھیلا تھا۔ سالے کھلی کھلی بے ایمانی کرتے ہیں۔"

"ہوں ------" میں نے گردن ہلائی۔ "کسی گروہ کے لئے کام کرتا ہے سردارے۔؟"

"او نہیں یار ------ میں سستا مال خرید لیتا ہوں۔ اسے بناتا ہوں' اور پھر ان سالوں کے سر منڈھ جاتا ہوں۔ اس بار بھی ڈیڑھ لاکھ کا مال تھا۔"

"تو تجھے نقصان ہو گیا اس بار۔"

"اوئے ------ اس کی پروا کب کی ہے۔ نفع نقصان تو چلتا ہی رہتا ہے۔ بس مال نہیں تھا جیب میں ------ مگر یہ سالا لوئی کو ------ بہت حرامی ہے۔" اتنی دیر میں ملازمہ ہماری طلب کردہ چیزیں لے آئی۔ اور سردارے بے تکلفی سے ان پر پل پڑا۔ میں کچھ سوچ رہا تھا کہ لوئی کو کتنا مطمئن ہے۔ اس نے اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی کہ سردارے اس کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ سوبیتا سے باہر نکل گیا یا نہیں۔

بہرحال لوئی کو' کو تباہ کرنے میں خاصی محنت کرنی پڑے گی۔ لیکن سردارے ------ کیوں نہ اسے اپنے ساتھ شریک کر لیا جائے۔ وقت کی بات تو نہیں ہے۔ اپنی ہی لائن کا آدمی ہے۔ جب سردارے خوب کھا چکا تو اس نے ایک لمبی ڈکار لی۔

"تیری دوسری دعوت کا بھی شکریہ نواز ------ پر یار معاف کرنا۔ تیرا یار غریب ہے۔"

"میرے ہوتے ہوئے میرا یار غریب کیسے رہ سکتا ہے سردارے' لے یہ رکھ لے ------ جتنی ضرورت ہو لیتے رہنا!" میں نے ایک گڈی نکال کر سردارے کو دے دی۔ "ذلیل کر رہا ہے یار ------ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"سردارے ------ آگے بات مت کرنا! کاغذ کے یہ ٹکڑے تیری دوستی سے زیادہ تو نہیں ہیں۔ تیرے بدن میں پنجاب کی خوشبو بسی ہوئی ہے میرے دوست ------ کیا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

"مگر نواز ------!"

"رکھ لے یار ------ کوئی دوسری بات کر ------ اب تیرا کیا پروگرام ہو گا۔؟ گھر واپس جائے گا؟"

"اپنا کوئی گھر نہیں ہے نواز ------"

"کیا مطلب ------؟"

"ماں باپ بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ بھائی بھابی تھے۔ پر انہوں نے اپنا بوجھ نہیں اٹھایا۔ اور یتیم خانے میں پھنکوا دیا۔ پر اپن کو وہاں کا ماحول پسند نہیں آیا۔ سب کچھ چھوڑ دیا۔ سڑکوں پر جوان ہوئے' اور پھر یہ دھندہ شروع کر دیا۔!"

"ہم سب کی ایک ہی کہانی ہے سردارے۔ مگر یار ------ اس دنیا سے شکوہ کون کرے۔ کیا تو وطن واپس جائے گا۔؟"

"ہاں یار ------ دھندہ تو کرنا ہی ہے۔"

"کہیں اور کیوں نہیں جاتا۔"

"کہاں جاؤں ------ بس یہیں تک پہنچ ہے۔"

"بڑی جگہیں بھی ہیں۔ اگر تو کہے تو میں تیرے لئے کام مہیا کر دوں؟"

"کیسا کام——— کسی کی غلامی اپن سے نہیں ہوگی۔ اور پھر نوکری میں ملے گا کیا۔؟ اپن عیش کے عادی ہو گئے ہیں۔"

"عیش ہی کی نوکری مل جائے تو———"

"عیش کا کام صرف اسمگلنگ ہے۔ اپن وہی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے سردارے———تو یہ سمجھ تجھے کام مل گیا۔ تیری پسند کا کام۔ اس رقم کو ایڈوانس سمجھ کر رکھ لے۔"

"اوئے——— مگر کام کیا ہے۔؟"

"بتادوں گا یار———فی الحال تو عیش کر———"

"اک گل مینوں دس دے———سچ سچ——— کیا تو بھی———؟"

"سب ایسے ہی چلتا ہے سردارے——— بس اس سے زیادہ بات مت کر——— جا ہوٹل جاکر عیش کر——— اسے خرچ کردے' اور لے لینا۔"

"اوئے جیو میرے یار——— دل خوش ہو گیا۔" سردارے نے اٹھ کر مجھے سینے سے لگا لیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ مجھ سے رخصت ہو گیا۔ سردارے کے بارے میں مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ میری حیثیت بھی معمولی تو نہیں تھی۔ غلام سیٹھ کے بغیر بھی میں اسے ملازم رکھ سکتا تھا۔ بہر حال اب مجھے لوئی کوکی فکر تھی———! اور اس کے لئے مجھے ابھی بہت سے کام کرنے تھے۔! چنانچہ اس رات کو——— میں نے یاکی کو کہیں نہیں جانے دیا۔ دن بھر سونے کے بعد وہ تازہ دم ہو گئی تھی۔ اور پھر اس کی پسند کے انجکشن لگوانے کے بعد میں نے اسے بستر پر گھسیٹ لیا۔!" اور بستر پر میں نے اس سے اظہار مدعا کیا——— "میں کل ذرا کام سے جاؤں گا یاکی——— تم آرام سے یہاں رہو———!"

"کتنی دیر کے لئے جاؤ گے پیٹر———"

"ممکن ہے دو تین روز لگ جائیں۔ ممکن ہے جلد آجاؤں۔ لیکن تم فکر مت کرو۔ عیش کی زندگی بسر کرو۔ اخراجات کی پرواہ نہیں ہے۔" اور یاکی کو اخراجات کے علاوہ اور کس بات کی پرواہ ہو سکتی تھی۔ نوٹوں کی دو گڈیاں دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ پھر دوسرے دن میں نے سوبیتا چھوڑ دیا۔ سوبیتا سے نکل کر میں نے اپنا حلیہ درست کیا۔ اور سنجیدگی کے جامے میں آگیا۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی تھی' چنانچہ پہلے مرحلے پر میں نے وینس کے ایک اخباری رپورٹر کو پھانسا۔ یہ وینس کے ایک بڑے اخبار کا رپورٹر تھا۔ میں نے اس پر بے تحاشا خرچ کیا۔ اور دس گھنٹے کی شدید محنت کے بعد میں نے اسے اپنا جگری دوست بنا لیا۔ یوں بھی جیگروس ایک نڈر انسان تھا———! وہ بڑے کام کا آدمی نکلا۔ اسی کے ذریعے میری رسائی پولیس کے چند افسران تک ہوئی——— پورے چار دن کے اندر میں نے پہلا مرحلہ مکمل کر لیا! ان چار دنوں میں' میں نے سوبیتا کا رخ نہیں کیا تھا۔ البتہ میں نے یاکی سے ٹیلیفون پر رابطہ رکھا تھا۔ یاکی نے رسمی طور پر اپنی بے قراری کا اظہار کیا تھا میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں بہت جلد آؤں گا۔ بہر حال میں اپنا کام کر رہا تھا۔ تب ایک شام——— وینس کے ایک خوبصورت مقام پر میں نے جیگروس کو شراب پلائی اور جب وہ پوری طرح موڈ میں آگیا تو میں نے اس سے کہا۔

"کیا تمہارا اخبار بھی بڑے آدمیوں کے ہاتھوں بکا ہوا ہے جیگروس؟"

"کیا مطلب———؟" جیگروس غرایا۔ "ہم فقیر منش لوگوں کی توہین نہ کرو دوست۔"

"اگر تم بکے ہوئے نہیں ہو جیگروس——— تو معاشرے کی ان برائیوں کی طرف سے تم نے کیوں آنکھیں بند کر رکھی ہیں جو تمہاری پیشانی کا داغ بن گئی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا——— تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟" جیگروس نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہارے شہر میں' دین و مذہب کی' معاشرے کے تقدس کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ انسانیت سے نفرت کی مہم چلائی جاتی ہے ماں اور اس کے کمسن بیٹے کو محو اختلاط دکھلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انسان آزاد ہے۔ اس پر سے پابندیاں ہٹ جانی چاہئیں۔ بوڑھے باپ کو اپنی کمسن بیٹی کی عصمت لوٹتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے۔ بھائی اور بہن کے تقدس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہ سب اسٹیج پر پیش کیا جاتا ہے اور تمہارے لوگ خوش ہو کر انسانیت کی کراہیں سنتے ہیں۔" "کیا تم نشے کے عادی ہو میرے دوست———!" جیگروس ایک خوفناک غراہٹ سے بولا۔ "اگر ایسی بات ہے تو جاؤ——— سو جاؤ——— اور جب ہوش آئے تو میرے پاس معذرت کرنے آجانا۔ گو یہ قابل معافی بات نہیں ہے۔"

"جیگروس——— اگر میں یہ سب کچھ تمہارے سامنے پیش کر دوں تو۔؟"

"تو———تو——— لیکن یہ کیا بکواس ہے۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔"

"تم مجھے مدہوش قرار دے کر اپنی گردن بچانا چاہتے ہو جیگروس———! شاید تمہیں معلوم ہے کہ اس جگہ کی——— ان لوگوں کی پشت پناہی تمہارے ہاں کے برسر اقتدار لوگ کرتے ہیں۔" میں نے طنز کے تیر برساتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پیٹر——— مسٹر پیٹر——— اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اس سے زیادہ——— سنو——— اگر تم یہ سب کچھ ثابت کر دو گے۔ تو——— تو صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ——— کہ اس برائی کو سامنے لانے کے لئے اپنی زندگی پیش کر دوں گا اپنی جان دے دوں گا۔ اگر مجرم صاحب اقتدار ہوئے تو انہیں بے نقاب کر کے پھانسی پر چڑھ جاؤں گا۔ لیکن اگر یہ الزام غلط ہے مسٹر پیٹر——— تو——— تو———!"

"یہی سزا میں اپنے لئے تجویز کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے——— مجھے بتاؤ——— یہ سب کہاں ہوتا ہے۔"

"اس جگہ کا نام ہے سوبیتا———!"

"اوہ——— میں نے اس بدنام جگہ کے بارے میں سنا ہے۔ لیکن——— لیکن ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔؟"

"میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"ہوں———" جیگروس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "پیٹر——— کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ اس جگہ کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔؟"

"جدید قسم کا ہپی بن کر——— دولت کا سہارا لے کر———!"

"تم میرے لئے انتظامات کر سکتے ہو۔؟"

"یقیناً ــــــــ!"

"تو کر دو میرے دوست ــــــــ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا!" جیگروس نے کہا۔ چنانچہ جیگروس کا میک اپ میں نے کیا۔ اور وہ ہپی نظر آنے لگا! تب میں اسے لے کر لیڈو کیمپ پہنچ گیا۔ میرے پاس اٹکو کا کارڈ تھا۔ چنانچہ اس کی ضمانت پر جیگروس کے لئے کارڈ ایشو کر دیا گیا۔ جیگروس نے مائیکرو کیمرہ ساتھ لے لیا تھا وہ پوری طرح تیار تھا۔! چنانچہ اسے سوبیتا میں کمرہ مل گیا۔ یہ کمرہ میرے کمرے کے برابر تھا ــــــــ! رات کو میں نے کورس کے ٹکٹ خرید لئے۔ یاکی بھی ہمارے ساتھ تھی میں نے جیگروس کا تعارف اپنے نئے دوست کی حیثیت سے کرایا تھا۔ اور پھر کپڑے اتارتے ہوئے جیگروس کی حالت قابل دید تھی۔ لیکن اس نے ننھا کیمرہ اپنی بغل میں چھپا لیا تھا۔ اندر کے ماحول کو دیکھ کر اس کے بدن میں تھرتھراہٹ ہونے لگی تھی۔ ہم اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جیگروس بالکل خاموش تھا۔ "ان سیاہ نقابوں کے پیچھے تمہارے وطن کے رہنما چہرے ہیں۔" میں نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ لیکن جیگروس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آج میری کیفیت مختلف تھی۔ میں اس قدر جذباتی موڈ میں نہیں تھا۔ اور سچ جانئے ــــــــ شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں۔ میں نے سوبیتا کو تباہ کرنے کے لئے ہی چال چلی تھی۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں ایک ثواب کا تصور بھی تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان پاگل بدکاروں کو مصیبت میں پھنسانے سے ایک نیک کام وجود میں آئے گا۔ شو شروع ہو گیا۔ بوڑھے نے انسان کی مظلومیت کی داستان دوہرائی۔ انداز بدلا ہوا تھا۔ اور پھر انسانیت کے دشمن 'نیک لوگ' انسانیت سے جنگ کرنے لگے۔ تہذیب کو شکست دینے لگے۔ آج میں نے نوجوان ماں اور کمسن بیٹے کو دیکھا۔ بوڑھے باپ اور نوجوان بیٹی کو دیکھا۔ یہ سب رضاکار تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیگروس کو دیکھا۔ جس کا کیمرہ چل رہا تھا۔ ننھا طاقتور لینز کا کیمرہ ــــــــ ان تمام مناظر کی تصاویر لے رہا تھا۔ یوں ہم نے پوری رات گزار دی۔

واپسی پر جیگروس بے حد تھکا ہوا تھا۔ یاکی بدمست ہو رہی تھی اس نے میرے ساتھ جیگروس پر بھی حملے کئے۔ لیکن میں نے اسے بمشکل تمام سلا دیا۔ اور پھر میں جیگروس کے کمرے میں آ گیا۔ جیگروس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔! "کیا خیال ہے میرے دوست ــــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"تم ــــــــ تم جانتے ہو پیٹر ــــــــ سوبیتا کا مالک ہمارے ملک سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"ہاں ــــــــ میں جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے وطن کے لوگ اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔"

"یہ ان کا انفرادی فعل ہے۔"

"یقیناً ــــــــ! لیکن کیا انہیں عوام کی نگاہ میں لانا مناسب نہیں ہے۔؟"

"ہے ــــــــ یقیناً ــــــــ لیکن کاش میں ان میں سے کسی ایک کا چہرہ دیکھ سکتا۔"

"میں یہ بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کس طرح ــــــــ؟ کس طرح میرے دوست۔؟" جیگروس بولا۔

"سنو جیگروس ــــــــ تمہیں ہفتے کی رات کا انتظار کرنا ہو گا۔ یہ جو کچھ تمہارے کیمرے میں محفوظ ہے' اسے ابھی خود تک محدود رکھو۔ اور ہفتے کی رات کا انتظار کرو۔"

"سنو پیٹر ــــــــ اگر تم پسند کرو۔ تو میں اپنے دوست' ایس پی سوئز کو بھی ساتھ لے لوں۔ وہ پرجوش انسان ہے۔ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرے گا۔"

"مناسب خیال ہے۔ میں اس کا کارڈ بھی نکلوا دوں گا! لیکن بات اگر قبل از وقت کھل گئی۔ تو ہم کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ اور دوسرے دن جیگروس رخصت ہو گیا۔ میں نے کامیابی کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ ہفتے میں دو دن باقی تھے۔ میرا خیال تھا اتوار کی رات' سوبیتا کی آخری رات ہو گی۔ یہ کام انجام دے کر میں یاکی کے پاس آ گیا۔ اب یاکی سے مجھے اہم کام لینا تھا یاکی بدستور مدہوش تھی۔ اس دن دو بجے وہ ہوش میں آئی اور میں نے اس سے بے پناہ الفت کا اظہار کیا۔ یاکی میرے اس انداز سے دیوانی ہو گئی تھی۔ "پیٹر ڈارلنگ ــــــــ تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔! میں تو اب تم سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم بے حد حسین ہو یاکی ــــــــ تمہیں اپنے حسن کا احساس نہیں ہے۔"

"پہلے نہیں تھا ــــــــ اب ہونے لگا ہے۔"

"وہ کس طرح ــــــــ؟"

"لوگ مجھے نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔ شاید کوئی شہزادی۔ بہت سے نوجوان میرے قرب کے طلب گار رہنے لگے ہیں۔"

"خوب ــــــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمہارے حسن کی طاقت دیکھنا چاہتا ہوں یاکی۔"

"میں نہیں سمجھی ڈارلنگ۔"

"تمہیں ایک آدمی کو متاثر کرنا ہے۔ اتنا متاثر کہ وہ تمہارے ہاتھوں الو بن جائے۔"

"لو ــــــــ" یاکی ہنس پڑی۔ "تمہارا کوئی دوست ہے۔؟"

"یونہی سمجھ لو ــــــــ ایک مغرور انسان ہے۔ میں چاہتا ہوں' وہ عورت کی توہین کرنا چھوڑ دے۔"

"مجھے اس سے ملا دو۔ میں دیکھوں گی وہ کتنا مغرور ہے۔"

"میں تمہیں دور سے اسے دکھا دوں گا۔ باقی کام تمہارا ہو گا۔"

"او کے ڈارلنگ ــــــــ تم ایسا ہی کرنا ــــــــ!" یاکی بہت خوش نظر آ رہی تھی اور میں بھی خوش تھا۔ باقی دو دن میں نے سکون سے گزارے۔ ہفتے کے دن میں پھر یاکی سے اجازت لے کر نکل گیا۔ میں سب سے پہلے جیگروس سے ملا۔ جیگروس بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔! "میں نے یہ وقت کانٹوں پر گزارا ہے۔ سوئز مجھ سے زیادہ بے چین ہے۔ وہ خود سوبیتا کی تاک میں تھا۔ ہر تین چار گھنٹے کے بعد فون پر مجھ سے اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگتا ہے۔ آج بھی صبح سے تین بار فون کر چکا ہے۔"

"کیا تم نے سوبیتا کے کورس ہال کی فلم اسے دکھا دی ہے؟"

"ہاں ــــــــ اور وہ انگشت بدنداں رہ گیا ہے۔"

"خوب ــــــــ پھر اس نے کیا پروگرام بتایا ہے۔؟"

"آج میں اسے بھی کورس ہال لے جاؤں گا اور وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اس کے بعد ہم خاموشی سے چلے آئیں گے۔ میرا خیال ہے کل اتوار کا پروگرام بھی عمدہ ہے۔ کل ہم خاموشی سے سوبیتا پر چھاپہ ماریں گے اور وہاں موجود ایک ایک شخص کو گرفتار کرلیں گے۔"

"لیکن کیا ایس پی اپنی ذمہ داری اور اختیارات سے یہ کام کرسکتا ہے؟"

"وہ بھی میری طرح جذباتی انسان ہے پیٹر ——— اس نے فیصلہ کیا ہے کہ پولیس فورس کو خفیہ طور پر تیار کرلے گا۔ اور سوبیتا کے گرد پھیلا دے گا اور پھر زبردست پیمانے پر چھاپہ مارا جائے گا۔ کوئی بھی مزاحمت کچل دی جائے گی۔ وہاں موجود تمام چہروں کو بے نقاب کردیا جائے گا اور ان کی تصویریں لے لی جائیں گی۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہوگا۔ پیر کا پورا اخبار ان تصویروں اور خبروں سے بھرا ہوا ہوگا۔ ہم ایک ایک شخص کا کچا چٹھا کھول دیں گے اور اس کے بعد اپنی قسمت پر شاکر ہو جائیں گے۔ بعد میں جو کچھ بھی ہو سوبیتا تو برباد ہو جائے گا۔"

"میں تمہارے اس جذبے کو سلام کرتا ہوں جیکروس ———" میں نے متاثر انداز میں کہا اور پھر میں نے اسے اپنے کام کے بارے میں بتایا۔ میں نے کہا کہ میری ساتھی لڑکی ایک بڑے آدمی کو بے نقاب کرے گی اور جب میں نے اسے اس بڑے آدمی کے بارے میں بتایا تو جیکروس دنگ رہ گیا۔ "یہ بہت عمدہ بات ہے۔ میں اس کی تصویر لینے کے لئے تیار رہوں گا! آؤ ——— اب ہم سوئٹزر کے لئے کارڈ کا بندوبست کرلیں۔" اور ہم چل پڑے۔ !لیڈو کیمپ سے کارڈ حاصل کرنے کے طریقے اب مجھے آگئے تھے۔ اس لئے ایک اور کارڈ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس کام کو کرنے کے بعد بھی کافی دیر تک میں جیکروس کے ساتھ رہا۔ پھر جیکروس مجھ سے اجازت لے کر چل دیا۔ اور میں کافی دیر ریستوران میں بیٹھ کر اپنے پروگرام پر غور کرتا رہا۔ میرے سوچنے کا انداز اب خطرناک ہو گیا تھا۔ ابتدا میں جو جھجھک تھی۔ اب اس کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ایک خطرناک پروگرام بنایا اور اس پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو گیا۔ کافی دیر تک میں ریستوران میں بیٹھا رہا۔ پھر واپس سوبیتا چل پڑا۔ سوبیتا میں داخل ہوتے ہی پہلے روز والی ملازمہ سے ٹکراؤ ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ "آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں مسٹر پیٹر ———!" اس نے شکایتی انداز میں پوچھا!

"اوہ ——— نہیں تو ——— کیوں۔؟ تمہیں یہ احساس کیوں ہوا۔؟"

"روفیشا نے آپ کے قرب کی داستان بڑے فخریہ انداز میں سنائی تھی۔ اسے معلوم ہے کہ آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔" اس نے کسی قدر اداسی سے کہا۔

"اوہ ——— نہیں ڈارلنگ ——— تمہارا خیال غلط ہے۔ میں نے تمہیں ٹھکرایا تو نہیں تھا۔ اس روز میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ کیا آج بھی تمہاری ڈیوٹی میرے کمرے پر ہے۔؟"

"نہیں ——— میں ستر سالہ مسٹر ویگز کے کمرے پر تعینات ہوں۔ مسٹر ویگز کی عمر تو ستر سال ہے لیکن لڑکیوں کی زبانی وہ خود کو چوبیس سال کا سننا پسند کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا عملی ثبوت دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

"اوہ ——— کیا ان کے ثبوت مستند ہوتے ہیں۔؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "لڑکیاں ان

[...]زی وقت سمجھ کر ان کی آخری خواہش پوری کردیتی ہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔ اور میں بھی ہنس پڑا۔

"[...]س کا مطلب ہے آج آپ نے ان کا چیلنج قبول کرلیا ہوگا۔"

"[...]گر آپ حکم دیں مسٹر پیٹر ——— تو میں ان سے معذرت کرلوں۔"

"[...]کیا وہ معذرت قبول کرلیں گے۔؟"

"ہم لوگوں کے پاس ایک عمدہ بہانہ ہوا کرتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اور میں وہ بہانہ سمجھ گیا۔ [...]نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"تب پھر ——— کورس ہال میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اپنا ٹکٹ خود بنوا لینا ———!" میں نے کچھ [...]اسے تھماتے ہوئے کہا۔ اس نے شکریہ کے ساتھ نوٹ قبول کرلیے۔ اور میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ [...]ایک آرام کرسی پر دراز تھی ———!" میں نے اسے آواز دی۔ تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔! "سو رہی [...]یا کی ———؟"

"نہیں سوچ رہی تھی۔"

"کیا ———؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی پیٹر ———"

"کیا سوچ رہی تھیں۔؟"

"یہی کہ تم کتنے دنوں کے ساتھی ہو۔؟"

"کیا مطلب ———؟"

"ایک نہ ایک دن تمہارا دل مجھ سے ضرور بھر جائے گا۔ اور پھر تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے۔ دل کیوں بھر [...]لے ہیں پیٹر ——— انسان کے اندر بھول جانے کی صفت کیوں ہے۔؟ سارے جذبات ——— سارے [...]تمام انداز اجنبی کیسے ہو جاتے ہیں۔ پیٹر ——— میں نے تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی [...]اگر میں آئندہ بھی تمہارے کسی اقدام کے بارے میں کوئی سوال نہ کروں۔ تو کیا تم مجھے اپنے ساتھ [...]نے کی اجازت دے دو گے۔؟"

"اس بارے میں گفتگو کرلیں گے۔"

"سوچنا پیٹر ——— اس موضوع پر ہمدردی سے سوچنا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"[...]اور سوچوں گا میری جان ——— لیکن تم اپنا پروگرام بھول گئیں شاید۔"

"کونسا پروگرام ———؟"

"مسٹر جیرا کو ———"

"نہیں ——— مجھے یاد ہے۔" یاکی نے کہا۔

"تب پھر تیار ہو جاؤ میری جان ——— وہ آچکا ہوگا۔ میں خود تمہیں تیار کروں گا! اور میرے اس [...]لہ بھرے انداز سے یاکی کی اداسی ڈھل گئی۔ میں اسے لیکر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے میرے [...]لئے غسل کرکے بال خشک کئے۔ میں نے اس کے لئے ایک انتہائی ہیجان خیز لباس منتخب کیا۔ اور لباس [...]پہننے کے بعد اس کے چہرے پر میک اپ کیا۔ یہ میک اپ عام نہیں تھا۔ اس کے ہونٹوں یا گالوں پر غازہ یا

لپ اسٹک نہیں لگائی گئی تھی بلکہ کچھ خصوصی شیڈ دیئے گئے تھے' جو اس کے چہرے سے ہم آہنگ تھے
خوبصورت لباس جو یاکی کے جسم کی بھرپور نمائش کر رہا تھا۔! بلاشبہ یاکی کو دیکھ کر دل دہل جاتا تھا۔ وہ کمرے
گئی۔ تو میں نے اس کے ہونٹوں کو ایک بوسہ دیا۔ "پورا پروگرام یاد ہے یاکی ------؟"

"یاد ہے ڈارلنگ ------" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج تمہارے لئے ہنگامہ ہو جائے گا۔" میں نے کہا ------ اور پھر یاکی باہر نکل گئی۔ میں بھی اس
کمرے سے نکل آیا۔ میں یاکی سے دور نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بے شمار لوگ میں نے یاکی کی طرف متوجہ ہوتے
دیکھے۔ ہر آنکھ میں اس کے لئے پسندیدگی اور تحسین کے جذبات تھے۔ جلد ہی یاکی روم نمبر ایک سو گیارہ کے
قریب پہنچ گئی۔ کمرے کے سامنے گیلری تھی۔ اور گیلری کے دوسری جانب سوئمنگ پول تھا۔ جس کے
کنارے روشنیاں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ شوقین اس وقت بھی پانی میں تھے۔ یاکی گیلری میں کھڑی ہو کر
سوئمنگ پول میں غسل کرتے لوگوں کو دیکھنے لگی۔!

خود میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مسٹر جیراکو' کو یاکی کی طرف کیسے متوجہ کیا جائے۔ بہرحال کافی دیر گزر
گئی ------ ویسے روم نمبر ایک سو گیارہ آباد تھا۔ اور ملازمہ نے بتایا تھا کہ یہ کمرہ جیراکو کے لئے مخصوص
ہے۔ کافی دیر کے بعد مسٹر جیراکو باہر نکلے۔ گوریلے ٹائپ کا ایک بدشکل آدمی تھا۔ عمدہ سوٹ میں
ملبوس ------ اس نے کمرے کے دروازے کے نزدیک کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ یاکی نے
اسے باہر نکلتے محسوس کر لیا تھا۔! چنانچہ وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر پلٹی اور جیراکو سے اس کا سامنا ہو گیا۔ میں
نے جیراکو کو ٹھٹھکتے دیکھا تھا۔ وہ یاکی کو گھور رہا تھا۔ تیر سو فیصد نشانے پر بیٹھا تھا۔ جیراکو یاکی کی طرف بڑھا

"اے مس ------ مس ------!" اس نے یاکی کو مخاطب کیا۔ اور یاکی نے عمدہ اداکاری
کی ------ جیراکو اس کے قریب پہنچ گیا۔ "حیرت انگیز ------ حیرت انگیز" جیراکو تعریفی انداز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھی جناب ------!"

"اوہ ------ سوری مس ------ میں آپ کے حسن کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے
یہاں نئی آئی ہیں ------؟"

"ہاں ------ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔" یاکی نے جواب دیا۔

"تنہا ہیں خاتون ------؟" جیراکو نے شوق سے پوچھا۔

یاکی کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "ہاں۔ تنہا ہوں۔ اگر کسی پتھر کے بت کو
ساتھی کہا جا سکتا ہے تو میرا ساتھی موجود ہے۔"

"اوہ ------ اوہ ------ کون ہے وہ بدنصیب ------ جو آپ جیسی حسین خاتون کی دل آزاری کا
باعث بنا ہے۔" جیراکو نے یاکی سے اور قریب ہوتے ہوئے کہا۔ پھر وہ یاکی کے خوبصورت ہاتھ کو تھامتے
ہوئے بولا۔ "آپ اگر پسند کریں تو کچھ لمحات مجھے دے دیں۔ میری دلی آرزو ہے۔"

"میں بھی تنہائی سے اکتا گئی ہوں۔" یاکی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ "تو آیئے ------ کہیں
بیٹھیں ------ گفتگو کریں گے۔"

"چلئے ------" یاکی نے کہا اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ میں نے طمانیت کی ایک گہری سانس

لی۔ یاکی اپنا کردار بخوبی انجام دے رہی تھی۔ جیراکو چکر میں آگیا ہے۔ چنانچہ میں نے یاکی کو ایک غیر محسوس اشارہ
کیا اور یاکی نے اس کا جواب بھی دے دیا۔ مقصد یہی تھا کہ اب کورس ہال میں ملاقات ہو گی۔ میں اطمینان
سے آگے بڑھ گیا۔ یاکی کی طرف سے اب میں بے فکر تھا۔!

ٹھیک ساڑھے نو بجے ایس پی سوئز اور جیکوس میرے پاس پہنچ گئے میں انہیں لئے ہوئے سوچتا کے
مختلف حصوں میں گھومتا رہا اور انہیں وہاں کے بارے میں بتاتا رہا۔ کورس ہال کے ٹکٹ میں نے خرید لئے
اور مقررہ وقت پر میں ہال میں پہنچ گیا۔ پرانی ملازمہ ------ میری منتظر تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے میرے
پاس پہنچ گئی۔! "ہیلو ڈارلنگ ------ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"ہیلو ------!" ملازمہ نے مسکراتے ہوئے ان دونوں سے ہاتھ ملایا۔ ایس پی سوئز اس ماحول سے
ناواقف تھا ویسے بھی وہ شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال ہم بیٹھ گئے۔ اور پھر وہ مصلح آدمیت اسٹیج پر
آگئے۔ جو بتاتے تھے کہ انسان کس قدر پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ سوئز کا چہرہ غصے سے انگارہ ہو
رہا تھا۔ بمشکل تمام وہ برداشت کئے ہوئے تھا۔ دوسری طرف ملازمہ "مجھ" میں مصروف تھی۔ لیکن میں
اور ہی الجھا ہوا تھا۔ اس لئے پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکا تھا۔! پھر میں نے یاکی اور مسٹر
جیراکو کو تلاش کر لیا۔ زیادہ دور نہ تھا۔ اس وقت جیکوس نے جھک کر مجھ سے سرگوشی کی۔ "تم نے جس
لڑکی کے بارے میں بتایا تھا۔؟"

"ہاں ------ وہ موجود ہے۔"

"کہاں ------؟"

"بائیں سمت دیکھو ------ وہ خوبصورت لڑکی' جس کے بالوں میں نیلی پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

"اوہ ------ ہاں ------ وہ جسامت میں جیراکو معلوم ہوتا ہے۔" جیکوس نے اپنا کیمرہ نکال لیا۔

"کیا تم اس کی تصویر لینے کو تیار ہو۔؟"

"ہاں ------"

"تو میں لڑکی کو اشارہ کرتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" جیکوس نے اپنا ننھا سا کیمرہ سنبھال لیا۔ اور میں یاکی کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنے
والے منہ سے ایک بدمست آواز نکالی اور ملازمہ کا بوسہ لینے لگا۔! اور اسی وقت یاکی نے جیراکو کے
چہرے سے نقاب کھینچ دی۔ وہ جیراکو کی آغوش میں لیٹ گئی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بدمست ہو گئی ہو۔ جیرا
کو جھینپے جھینپے انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر چہرے پر نقاب برابر کرنے لگا۔! لیکن اس
وقت جیکوس اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔! کافی دیر گزر گئی۔ مناظر شرمناک ہوتے جا رہے تھے۔ اور پھر وہ
غلاظت بن گئے تو ایس پی سوئز نے کہا۔ "بس کافی ہے۔ اب چلا جائے۔"

"ہاں ------ چلو ------!" میں نے کہا ------ اور پھر میں نے ملازمہ سے کہا۔ "تم میرے کمرے
میں آؤ ڈارلنگ ------ میں آتا ہوں۔"

"اچھا ڈارلنگ ------" پہلے ملازمہ چلی گئی۔ پھر ہم تینوں بھی ایک ایک کر کے ہال سے نکل آئے۔
جیراکو نے نقاب اتارا' لباس پہنا اور پھر خاموشی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کی نگاہیں شرم سے جھکی ہوئی

تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر سوئز ——" میں نے پوچھا۔

"حسب معمول —— جو پہلے طے کر لیا گیا ہے۔ میں انسانیت کے ان قاتلوں کو نیست و نابود کر دوں گا۔ یہ میرا ایمان ہے۔" ایس پی نے شدید غصے سے کہا۔ "ہم تمہارے ساتھ ہیں ——" اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ اور میں مسرور انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ یاکی کی واپسی تو ممکن نہیں تھی۔ آج اس گوریلے سے نپٹے گی۔ بہرحال ملازمہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ وہ لڑکی —— جو مجھے پسند کرتی تھی۔ چھوٹے سے قد کی یہ لڑکی بھی خوب تھی۔ اس نے اپنی پسندیدگی کا بھرپور ثبوت دیا۔ میں بھی چونکہ ذہنی طور پر مسرور تھا۔ اس لئے میں نے اس کی خوب پذیرائی کی اور ملازمہ نہال ہو گئی۔

"میرا اندازہ غلط نہ تھا۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

"کیسا اندازہ بنی —— ؟"

"تم دنیا کے بہترین مردوں میں سے ہو۔ میں اپنے اوپر غلاف چڑھا کر بات نہیں کروں گی۔ مجھے مردوں کا خوب تجربہ ہے۔"

"شکریہ ڈارلنگ۔" میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا اور پھر کئی بار ہم دونوں نے ایک دوسرے کی پسندیدگی کا ثبوت دیا۔ صبح کو میں نے اسے کافی رقم بھی دی تھی اور ملازمہ خوش خوش واپس چلی گئی۔ یاکی دن چڑھے تک واپس نہیں آئی تھی۔ شاید جیراکو نے اس کے کس بل نکال دیئے تھے۔ بہرحال میری محبت اسے مہنگی پڑی تھی۔ میں نے اس کا انتظار نہ کیا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ اگر میری اسکیم فیصد کامیاب رہتی ہے تو —— آج کم از کم سوبیتا کا آخری دن ہے۔ اور آج کا دن یہاں آنے والوں کو بہت مہنگا پڑے گا! میں نے جس ہوٹل میں کمرہ لیا تھا، وہاں پہنچ کر اپنا میک اپ اتارا اور پھر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی لی اور اسے اس علاقے کا پتہ بتا دیا جو سیکا ریفا کے مکان کو جاتا تھا! تھوڑی دیر کے بعد میں سی کا کے مکان پر پہنچ گیا۔ جس وقت میری ٹیکسی اس کے مکان کے سامنے رکی۔ وہ اپنی کار میں باہر نکل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے کار روک لی۔ اور آج سیکا کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ "ہیلو۔" اس نے کہا۔ "ہیلو سیکا"۔

"آیئے —— !" وہ کار واپس موڑتی ہوئی بولی اور میں گردن جھٹک کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر بے حد سنجیدگی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ بہرحال وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ میں نے صوفے پر بیٹھ کر گہری سانسیں لیں، اور پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "کیسی ہیں ملادام ریفا"

"شکریہ —— ٹھیک ہوں۔" وہ رکھائی سے بولی۔

"سست نظر آ رہی ہو —— ؟"

"بس موسمی اثر ہے۔"

"کسی ضروری کام سے جا رہی تھیں —— ؟"

"نہیں —— کوئی خاص کام نہیں ہے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ کچھ پئیں گے ——؟"

"منگوا دیں ——" میں نے بے تکلفی سے کہا اور سیکا نے گھنٹی بجا کر ایک ملازمہ کو بلایا۔ اور اسے کافی لانے کا

کہا۔ "میرے لئے کوئی پیغام تو نہیں ہے ——؟" "غلام سیٹھ نے کسی سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی۔ آپ کی خواہشات کے بارے میں پوچھا تھا۔ ویسے غلام سیٹھ آپ پر بہت اعتماد کرتا ہے۔"

"کیسے اندازہ ہوا —— ؟"

"میں نے اسے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ہم لوگوں سے لاتعلق رہ کر تنہا کام کر رہے ہیں۔ تب غلام سیٹھ نے کہا کہ آپ کی طرف سے فکر نہ کی جائے۔ آپ ایک پورے گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"اور —— آپ کا کیا خیال ہے میڈم ریفا ——؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔ "غلام سیٹھ کو سوبیتا کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ اسے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ وہ لوئی کو کی شخصیت سے پوری طور پر واقف نہیں ہے۔ اور میرا خیال ہے آپ نے بھی اس خطرناک آدمی کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔"

"آپ اس کی بہت مداح ہیں ملادام سیکا۔"

"آپ مداح کہہ لیں۔ یا جو سخت الفاظ آپ کو ملیں ادا کر لیں۔ بہرحال آپ مجھ سے بڑھ حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن میں آپ کی دشمن نہیں ہوں۔ میں آپ کو لوئی کو سے روشناس کرا دینا چاہتی ہوں۔"

"اس کی تکلیف نہ کریں ملادام سیکا —— کل کے اخبارات میں آپ اس کی موت کی خبر پڑھ لیں گی۔ میرا خیال ہے سوبیتا کی زندگی چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں ہو گی۔" "کیا مطلب —— ؟" وہ چونک پڑی۔

"میں نے سوبیتا کے لئے گہری قبر تیار کر لی —— ہے۔ آج رات اسے قبر میں اتارا جائے گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور سی کا ریفا اچھل پڑی۔

"آج رات ——" اس نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں —— آج رات ملادام ریفا ——"

"مسٹر نواز —— مسٹر نواز —— !" اس کی شخصیت سے لبادہ اتر گیا۔ "مسٹر نواز —— آخر آپ مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کرتے۔ آخر آپ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" اس نے میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ مغرور عورت کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔

اسی وقت لیزینا کافی کی ٹرالی لئے اندر آ گئی۔ اندر کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی تھی۔ "آ جاؤ لیزینا —— میری حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ آ جاؤ —— اب مجھے عزت کی ضرورت نہیں رہی ہے۔" سیکا ریفا نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا اور لیزینا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی اندر آ گئی۔ "شکریہ لیزینا —— ہم پرائیویٹ گفتگو کر رہے ہیں۔" میں نے لیزنا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور لیزینا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ وہ جلدی سے دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ "یہ کیسا کھیل ہے نواز —— محبت چاہتی ہوں تو نفرت کا اظہار کرتے ہو۔ جھک گئی ہوں تو عزت کا احساس دلا رہے ہو۔ بس کرو نواز —— اس سے زیادہ میری برداشت سے باہر ہے۔ میں اب برداشت نہ کر سکوں گی نواز۔" وہ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر سسک پڑی اور میں

اس روتی ہوئی عورت پر مجھے رحم آ گیا تھا!

☆ ☆ ☆

اٹھو مادام ریفا۔ تم نواز اصغر کی شخصیت سے واقف نہیں ہو۔ اٹھ جاؤ۔ میں تمہاری تذلیل نہیں
چاہتا۔" میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے اٹھا دیا۔ اس کے گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں بن گئی تھیں
اس کی آنکھیں بڑی روانی سے بہہ رہی تھیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو خشک کئے۔ "ہاں
تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے تمہیں عام نوجوانوں کی طرح ٹریٹ کرنا چاہا تھا۔ لیکن تم نے میری غلطی کی
بہت بڑی سزا دی ہے مجھے نواز۔ میری شخصیت کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ میری خودی موت کی نیند سو گئی
ہے۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے قتل کر دو۔!"

وہ حد سے زیادہ جذباتی ہو رہی تھی!

"تمہارے اندر جو برائی ہے وہ قتل ہو گئی مادام سیکا۔ اب تم ایک نارمل عورت ہو۔"

"کیا اب میں تمہارے قابل ہوں۔؟"

"میری بات اور ہے سی کا۔ لیکن نئی عورت اب کسی کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہو گی۔"

مجھے اپنا لو نواز۔ مجھے نہ ٹھکراؤ۔" وہ گڑگڑائی۔

"میں تم سے اس موضوع پر پھر بات کروں گا۔"

"مجھے تمہاری اپنائیت درکار ہے۔ مجھ سے اجنبیت چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ۔ تم مجھ سے نفرت کیوں کرتے
تھے؟"

"میری زندگی ایک بھنور ہے سی کا ریفا۔ اس میں ایسے نشیب و فراز چھپے ہوئے ہیں جن میں جھانکنا
ناممکن ہے۔ میں خود بھی اس بھنور پر نگاہ دوڑاتا ہوں' تو مجھے چکر آ جاتے ہیں۔ میرے پاس ایک طویل تجربہ
ہے۔ اپنی عمر سے پچاس گنا زیادہ۔ میں نے تمہیں دیکھا' پسند کیا۔ لیکن تمہاری خودی مجھے پسند نہ آئی
واقعات نے مجھے ایسی چٹان بنا دیا ہے جس کے رخنے سے کوئی کونپل نہیں پھوٹتی۔ تمہیں دیکھ کر اس چٹان
میں اور سختی آ گئی ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔"

سی کا ریفا ناک سے سڑپ سڑپ کرتی رہی۔ اور پھر وہ اچانک ایک جھرجھری لے کر سنبھل گئی۔
نے حیرت سے اردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ میری شکل دیکھی' اپنے بھیگے ہوئے رخسار دیکھے۔ اور پھر اس
چہرے پر خجالت نظر آئی۔ "اب کیا رکھا ہے۔ آہ۔ اب کیا رکھا ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ میں اس
ذہنی کیفیت بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اس دوران میں نے اسے سنبھلنے کا پورا پورا موقع دیا۔ اور وہ سنبھل گئی!
اس کے انداز میں بے قراری سی آ گئی۔

"آپ نے کیا کہا ہے مسٹر نواز۔ آج رات آپ سوبیتا؟"

"ہاں۔ سی کا۔ سوبیتا ہمارے کام میں رکاوٹ ہے۔ میں نے اسے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے"

"لیکن نواز۔ کیا سوبیتا اتنا ہی کمزور ہے۔؟"

"تم کیا سمجھتی ہو؟"

"لوئی کو بے حد چالاک آدمی ہے۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھوں میں پڑ بھی گیا تب بھی اس کا کچھ

بگڑے گا۔"

"میں دیکھو گا سی کا ریفا کہ میں اس کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔"

"غلام سیٹھ تمہاری طرف سے بہت مطمئن ہے۔ لیکن وہ۔ لوئی کو سے واقف نہیں ہے۔"

"کوئی اور بات کرو ریفا۔ میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آیا۔" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ "اوہ۔ میرا
مقصد نہیں تھا۔ خیر' تم پسند نہیں کرتے تو۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری کیا خدمت کروں؟"

"مجھے عمدہ قسم کے پستول اور کارتوس کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی مہیا کر دوں گی۔ لیکن میرے نواز۔ اپنی حفاظت کرنا۔ کاش تم مجھے اس کا موقع دیتے۔"

"اگر ضرورت ہوتی' تو تمہارے علاوہ اور کسے تکلیف دیتا۔ مادام ریفا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے نواز۔ اب تم بھی اپنے لہجے میں سے نفرت کا عنصر نکال دو۔"

"اگر اب بھی تمہیں ایسی کوئی بات محسوس ہوئی تو میں معذرت خواہ ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں
کہا۔ "تھینک یو نواز۔ کاش میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکتی۔ کاش میں تمہیں بتا سکتی کہ اب' میرے اندر
زخم ہی زخم ہیں۔ میں جل کر سیاہ ہو چکی ہوں۔ اب تو دھواں بھی نہیں نکلتا۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"تم اتنی بری عورت نہیں ہو ریفا۔ میرا خیال ہے ان لوگوں نے تمہارے ذہن کو بھٹکا دیا ہے جو دن
رات تمہاری خوشامد کرتے رہتے ہوں گے۔"

"شاید۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔" وہ زخمی آواز میں بولی۔ "اچھا۔ اب مجھے اجازت دو۔"

"پستول؟"

"کیا ابھی مل سکتا ہے؟"

"ہاں' ہاں۔ اسی وقت۔ میں ابھی لائی۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ مغرور عورت کا غرور پاش
پاش ہو گیا تھا۔ نہ بھی ہوتا تو مجھے اس کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن پھر اس کا دل توڑنے کا گناہ کیوں مول لیا
جائے۔ دیکھا جائے گا مادام ریفا۔ ممکن ہے میرے سینے میں کچھ سوراخ بن جائیں اور تم کف افسوس ملتی رہ
جاؤ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ۔ کہ سوبیتا کی جڑیں اکھڑ جائیں اور میں زندہ رہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں
مایوس نہیں کروں گا مادام ریفا! تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ ایک خوبصورت کیس میں ایک فرنچ
پستول رکھا ہوا تھا۔ انتہائی نفیس۔ آٹھ فائروں والا۔ میں نے اس کے چیمبر اور نال وغیرہ چیک کئے اور میری
آنکھوں میں پسندیدگی کے اثرات ابھر آئے۔

"فرنچ سفارت خانے کے ایک افسر نے یہ ریوالور تحفہ دیا تھا۔ نایاب چیز ہے۔"

"ہاں۔ بہت عمدہ ہے۔"

"یہ اس کے میگزین۔ پورا پیکٹ رکھ لو۔"

"شکریہ۔ تو اجازت مادام ریفا۔"

"نواز۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"ہوں۔" میں نے رک کر اسے دیکھا۔

مجھے صرف سی کا کہا کرو۔ تمہارے منہ سے پسند ہے۔

"او کے سی کا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ وہ دوڑتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ "نواز۔" اس نے عجیب سے بوجھل لہجے میں پکارا اور پھر میں پلٹا۔ اسی وقت اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اس کے پیاسے ہونٹ میرے ہونٹوں سے جڑ گئے۔

کیا یاد کرے گی۔ میں نے دل میں سوچا اور ——— اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے بھینچ لیا۔ بڑا طویل بوسہ تھا۔ طویل عرصے کی محرومیوں کا حاصل۔ بس اس سے زیادہ اس وقت ممکن نہیں تھا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ میرا رخ اپنے ہوٹل کی طرف تھا۔

○ ○ ○

وقت مقررہ پر میں سوبیتا پہنچ گیا۔ سوبیتا کی رونق شباب پر تھی۔ میں بدستور اپنے میک اپ میں تھا۔ اس وقت میں نے یاکی سے بھی کترانا مناسب سمجھا۔ میں پورے کلب کی آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر مجھے رونیشا مل گئی اور میں نے اسے ساتھ لے لیا۔ رونیشا کے ساتھ کلب کے اس حصے کی طرف چل دیا جہاں لوئی کو کا آفس تھا۔ آفس کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اپنے قدموں میں لغزش بھی پیدا کر لی تھی تاکہ کوئی شبہ نہ کر سکے اور نشے میں ڈوبا ہوا ہپی سمجھ کر توجہ نہ دے۔ "کیا لوئی کو اپنے آفس میں موجود ہے؟" میں نے یونہی رواروی میں رونیشا سے پوچھا۔

"ہاں۔ عموماً شام کو وہ موجود ہوتا ہے۔ خاص طور سے ہفتے کی رات کو۔"

"اوہ۔!" میں آگے بڑھ گیا۔ اس کے علاوہ میں نے رونیشا سے اس بارے میں اور کوئی گفتگو نہیں کی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے رونیشا کو چھوڑ دیا۔ اور خود داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وقت نزدیک آتا رہا تھا۔

ٹھیک دس بجے میں نے جیگروس اور اس کے ساتھ پولیس آفیسر کو دیکھا۔ وہ اسی مخصوص حلیے میں تھا۔ میں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس سلسلے میں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم تینوں ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ "کیا پوزیشن ہے دوست؟" پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔ بہترین موقع ہے۔ آپ لوگوں نے کیا انتظامات کئے؟"

"پولیس کی بہت بڑی تعداد سادہ لباس میں ایک ایک منٹ کے وقفے سے ایک ایک گز آگے بڑھ رہی ہے۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ ریڈ کریں گے' کیا خیال ہے؟ مناسب وقت ہے؟"

"انتہائی مناسب۔"

"چاروں طرف سے ریڈ ہو گا' ایک بھی آدمی نکل کر نہ جا سکے گا' کیا یہ لوگ مقابلہ کریں گے؟" جیگروس نے پوچھا۔

"امکان نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "کیوں؟"

"لوئی کو مطمئن ہو گا کہ اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔"

"اس کی ایسی کی تیسی۔ کل میرا پورا اخبار ان خبروں سے بھرا پڑا ہو گا۔ اگر حکام نے کوئی توجہ نہ دی تو

میں ایسا زہر اگلوں گا کہ وینس کے عوام کے دماغ درست کر دیں گے۔"

"بہت بڑا رسک ہے مسٹر جیگروس۔" میں نے کہا۔

"یار۔ اخبار بند ہو جائے گا۔ ملازمت چلی جائے گی۔ کچھ اور کر لیں گے۔ ایک ثواب کا کام تو کر لیں۔"

"میں بھی انھیں معاملات کے لئے تیار ہوں۔" پولیس آفیسر نے کہا اور ہم آوارہ گردی کرتے رہے۔ پھر پولیس آفیسر نے کہا۔ "اچھا یارو! میں سگنل دینے جا رہا ہوں۔ ممکن ہے کافی دیر تک ملاقات نہ ہو سکے۔" اور پولیس آفیسر چلا گیا!

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر جیگروس؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس کے ساتھ میری ٹیم بھی ہے۔ میں کورس ہال کی تصاویر بناؤں گا۔ تم چاہو تو تماشا دیکھو۔"

"ضرور تم جاؤ۔ میں تم سے آ ملوں گا۔" میں نے کہا۔ اور اس طرح میں نے جیگروس سے بھی نجات حاصل کر لی اور پھر میں اپنے مشن پر چل پڑا۔ میں نے ایک باتھ روم میں جا کر جیب سے پستول نکالا اور میگزین کا پیکٹ کھول کر چیمبر بھر لیا۔ اس کے بعد باتھ روم سے نکلا۔ اور کسی بہت زیادہ نشے میں ڈوبے ہوئے شخص کے انداز میں لوئی کو کے دفتر کی طرف چل پڑا! بدمست انسان کو کون روکتا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی' کسی کو میرے خطرناک ارادے کا علم نہیں تھا۔ میں لوئی کو کے دفتر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ باہر ایک شخص موجود تھا۔!

"مسٹر لوئی کو ہیں؟" میں نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔ کیا کام ہے؟"

"میں انہیں کچھ اطلاعات دینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نشے میں ہو۔"

"اس کے باوجود۔" میں نے کہا اور اس نے شانے ہلا دیئے۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک خوبصورت ریوالونگ چیئر پر پستہ قد لوئی کو بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔ اس کے نزدیک ایک اور جاپانی موجود تھا۔ دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"مسٹر لوئی کو۔" میں نے دونوں کو سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"کیا بات ہے مسٹر؟" لوئی کو نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک مستقبل شناس ہوں۔ آسمان سے براہ راست ضروری اطلاعات میرے ذہن میں اترتی ہیں۔ اگر میں تمہیں یہ اطلاع دوں۔ کہ صرف چند لمحات' صرف چند ساعت۔ اور اس کے بعد سوبیتا پر تباہی نازل ہو جائے گی سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔ اور تم دونوں مارے جاؤ گے' تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے؟"

"ضرور کر لیں گے مسٹر۔" لوئی کو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ اکثر مستقبل شناس یہاں گھس آئے ہیں' اور بڑی بڑی دل ہلا دینے والی اطلاعات دیتے ہیں۔ ان کی اطلاعات نوٹ کرنا ہمارا فرض ہے۔ آپ

کی اطلاع بھی نوٹ کرلی گئی ہے۔"

"تمہارا خیال ہے میں نشے میں بکواس کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں مسٹر لوئی کو۔ میں تو وقت کا تعین بھی کر سکتا ہوں۔ دیکھو۔ دیوار گیر گھڑی کی سوئیاں کونسے ہندسے پر ہیں۔ آہ۔ صرف پچاس سیکنڈ' اگر میری پیشگوئی پچاس سیکنڈ میں پوری ہو جائے تو تم مجھے کیا دو گے؟"

"ایک پونڈ چرس۔" لوئی کو نے اس انداز میں کہا۔ جیسے ایک پونڈ کا نام سن کر میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔" میں نے دیوار گیر گھڑی پر نظریں گاڑ دیں۔ لوئی کو گردن جھٹک کر پھر فائل پر جھک گیا۔ اور پچاسواں سیکنڈ پورا ہوا تو درحقیقت سوبیتا میں طوفان آ گیا۔ پولیس چاروں طرف سے فائرنگ کرتی ہوئی اندر گھس آئی تھی۔ لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ہوائی فائر ہی کئے جا رہے تھے۔

"ارے۔" لوئی کو اچھل پڑا۔ اس کا ساتھی بھی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا تھا! "یہ کیا ہوا چیف؟"

"پتہ نہیں۔" لوئی نے تعجب سے کہا اور پھر دونوں ہی چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔ لیکن میرے ہاتھ میں سی کاریفا کا تحفہ موجود تھا جس پر میں نے پہلے ہی سائیلنسر چڑھا لیا تھا۔

اور وہ دونوں ٹھٹھک گئے!

"ایک پونڈ چرس مسٹر لوئی کو۔ تم ہار گئے ہو۔"

"اوہ۔ چرس ہاں۔ مگر۔ یہ سب کیا ہے۔؟" لوئی کو نے ایک طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ "تباہی' موت۔ اس طرح۔" میں نے اطمینان سے فائر کر دیا۔ لوئی کو کا منہ کھلا۔ دونوں ہاتھ اٹھے۔ اور دوسری گولی اس کی پیشانی پر پڑی۔ اس کے ساتھی نے چھلانگ لگا کر مجھ پر آنے کی کوشش کی لیکن میں نے تیسرا فائر اس پر کر دیا۔ اور وہ الٹی قلابازی کھا گیا۔ اور پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ لوئی کو دو تین بار ہاتھ پاؤں پٹخنے کے بعد سرد ہو گیا تھا۔ اب میری یہاں ضرورت نہیں تھی۔ دوسرے لمحے میں لوئی کو کے کمرے سے نکل آیا۔ اور اب مجھے دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر باہر نکلنا تھا۔ اگر میک اپ اتار دیتا تو دوسرے لوگوں کے ساتھ پکڑا جاتا اس لئے فی الحال بیگروس وغیرہ کا سہارا ضروری تھا۔ کافی دور آنے کے بعد میں نے پستول سے انگلیوں کے نشانات صاف کرنے کے بعد اسے پھینک دیا۔ کارتوسوں کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ان چیزوں سے فراغت پا کر میں سوبیتا کے ایک حصے میں کھڑا ہو گیا۔ بڑا دلچسپ ہیں ہو رہا تھا۔ ایک آدھ جگہ بڑے دلچسپ واقعات بھی پیش آئے۔ ایک واقعہ خود اس جگہ پیش آیا جہاں میں موجود تھا۔ ایک برہنہ شخص' جس کے چہرے پر نقاب لگی ہوئی تھی' دوڑ رہا تھا اور اس کے پیچھے پولیس کے دو جوان تھے!

بالآخر جوانوں نے اسے پکڑ لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" پکڑے جانے والا غرایا۔ اور پولیس والے ہنس پڑے۔

"سنو بھئی۔ یہ بدتمیزی ہے۔" ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"تم نہیں جانتے۔ میں کون ہوں۔" وہ آدمی ہکلایا۔

[illegible] کے چہرے سے نقاب کھینچ لی۔

"پہچانتے ہو مجھے" وہ ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"ہاں جی پہچانتے ہیں۔"

"جانتے ہو میں تمہارا کیا حشر کروں گا؟"

پولیس والے بھی مسخرے تھے۔ انہوں نے پیچھے ہٹ کر اسے سلوٹ کیا۔

"بھاگ جاؤ۔" وہ ایک طرف مڑا اور پولیس والوں نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔ "حشر تو خراب ہونا ہی ہے جی۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟" اور ـــــ پولیس والے اسے گھسیٹتے ہوئے ایک طرف لے گئے۔

مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ دو تین پولیس والوں نے مجھے بھی پکڑ لیا تھا لیکن میرے پاس پولیس کا نشان موجود تھا بالآخر میں پولیس کے نشان کے سہارے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتا رہا۔ اس نشان نے بڑی مدد کی اور پولیس ہی کی ایک گاڑی نے خصوصی طور پر مجھے ایک علاقے میں اتار دیا۔ یہاں سب سے پہلے میں نے میک اپ صاف کیا تھا۔ اور پھر سی کاریفا کے مکان کی طرف چل پڑا۔ کافی رات گزر گئی تھی۔ میرا حلیہ بھی عجب سا ہو رہا تھا۔ بہرحال میں ریفا کے مکان پر پہنچ گیا۔ سی کاریفا یقیناً اپنے قدیم بیڈ روم میں ہو گی اس وقت لوگوں کو جگانا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ نہ جانے ذہن میں کیا آئی تھی۔ میں عقبی چہار دیواری پھلانگ کر اندر داخل ہو گیا۔

عمارت سنسان تھی۔ ملازم بھی سونے چلے گئے ہوں گے۔ میں اطمینان سے عمارت میں داخل ہو گیا۔ اور پھر سی کاریفا کے بیڈ روم میں داخل ہونے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کیونکہ اس کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا سی کا ایک مسہری پر بے سدھ پڑی تھی۔ اس کے جسم پر باریک سا سلیپنگ سوٹ تھا۔ گہرے فالسئی سلیپنگ سوٹ سے اس کا گلابی بدن نمایاں تھا۔ گلابی رنگ کی ہلکی روشنی نے اس کے چہرے کو بھی گلاب بنا دیا تھا۔ میں نے بغور اسکا جائزہ لیا۔ پکی عمر کی یہ عورت خاصی دلکش تھی۔ جس وقت وہ غرور میں ڈوبی ہوئی تھی' میں نے اس کے جسمانی حسن پر کوئی توجہ نہیں دی تھی' لیکن فرصت کے ان لحات میں دیکھا تو خاص دلکش نظر آئی!

کئی منٹ تک میں حسن خوابیدہ کو گھورتا رہا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر اس وقت کی چچوئیشن پر غور کرنے لگا۔ لونہہ۔ خیالات میں الجھنے سے کیا فائدہ! میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ لباس فی الحال یہی استعمال کرنا تھا۔ اس کا کوئی اور انتظام ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے صرف نچلے لباس پر اکتفا کی۔

اور اس کے بعد میں اطمینان سے سی کاریفا کے بستر میں گھس گیا۔ عمر کے ساتھ سی کاریفا کی نیند بھی زیادہ گہری نہیں تھی۔ وہ جاگ گئی۔ نیند میں تھی اس لئے اچھل پڑی۔ شاید میرا چہرہ اسے صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے سینے پر کھینچ لیا۔

غالباً دن چڑھ چکا تھا جب آنکھ کھلی۔ سی کاریفا ابھی تک مجھ سے لپٹی ہوئی گہری نیند سو رہی تھی۔ میری نظر بیڈ روم کے دروازے پر پڑی۔ دروازہ بدستور کھلا ہوا تھا۔ اوہ۔ ملازم آئے ہوں گے۔ سی کاریفا کے دیر معلوم کرنے اور پھر۔ اندر کا منظر دیکھ کر واپس چلے گئے ہوں گے۔ ممکن [illegible]

کے عادی ہوں، ممکن ہے انہیں اس پر کوئی حیرت نہ ہوتی ہو۔ بہرحال سب لوگوں کو میری حیثیت معلوم ہو گئی۔ اونہہ! اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

میں نے آہستہ سے سی کاریفا کے ہاتھ اپنے بدن سے جدا کئے اور اس نے کروٹ بدل لی۔ میں مسہری سے اتر آیا۔ اور میں نے ایک چادر اس کے گلابی بدن پر ڈال دی۔ جس کی اس وقت کوئی قیمت نہ رہ گئی تھی۔

پھر جب میں باتھ روم سے نکلا، تو ریفا چادر بدن سے لپیٹے، پاؤں لٹکائے بیٹھی باتھ روم کی طرف گھور رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کے تاثرات میں تبدیلی ہوئی اور پھر وہ ایک دم اٹھ کر میری طرف لپکی۔ "تو یہ۔ تو یہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ آہ ——— یہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔"

"کیا تم اسے خواب سمجھ رہی تھیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جاگنے کے بعد، جب تمہیں نہ پایا ——— تو ——— تو دل کی حالت کیا ہوئی۔ میں الفاظ میں نہ کہہ سکوں گی۔ میں نے خود کو تسلی دی۔ خواب ایسے تو نہیں ہوتے۔ بدن میں ٹوٹتی انگڑائیاں۔ ایک ایک انگ سے پھوٹتی ہوئی مست کن کیفیت، مجھے بھروسہ دلا رہی تھی۔ لیکن آنکھوں کے سامنے تم نہیں تھے۔ کیسی امید و بیم کی کیفیت تھی نواز۔ کیا بتاؤں۔ پھر حواس جاگے۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ اور میں نے سوچا میرے باتھ روم میں کون ہو سکتا ہے تمہارے سوا۔ اگر تم باہر نہ آتے نواز۔ تو۔ میں اندر آ جاتی۔"

"چلو۔ بھوک لگ رہی ہے۔ غسل کر لو۔ میرا خیال ہے ملازم ہمیں دیکھ چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہاں میری حکومت ہے کس کی پرواہ!" سی کاریفا نے میرا رخسار چومتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کے کمرے میں تھے۔ اور اب سی کاریفا کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ ایک ایک چیز سے میری مدارت کر رہی تھی، لیکن اعتدال سے! اور پھر اس نے چونک کر کہا۔

"لیکن ——— تم رات کو کس وقت آئے تھے نواز ———؟"

"شکر ہے۔ تمہیں ہوش تو آیا؟"

"تم نے حواس قائم ہی کہاں رہنے دیئے۔ ایسے اچانک آئے۔ ایسے انوکھے انداز میں، ایسے دلکش انداز میں، میری تمنا میری جھولی میں ڈال دی کہ میں دنیا ہی کو بھول گئی۔ کیا یاد رہتا۔ لیکن تم کس وقت آئے؟"

"آدھی رات گئے۔"

"میں کیسے یاد آ گئی؟"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک۔ کیا مطلب؟" اس کا ہاتھ رک گیا۔

"ناشتہ کرتی رہو۔ تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ سوبیتا کی بنیادیں اکھڑ گئی ہیں۔"

"نواز ———" وہ مسرت سے چیخ پڑی۔ "کیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"لیکن۔ کب؟ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟" وہ ناشتہ بھول گئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا۔ نہ جانے کیوں تم یقین نہیں کر رہی تھیں، حالانکہ یقین نہ کرنے کی کوئی بات نہیں تھی۔"

"لیکن نواز۔ پلیز۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ کیا ہوا؟"

"اخبارات منگواتی ہو؟"

"ہاں۔ سب آتے ہیں۔"

"تو پھر ملازم کو بلا کر اخبارات منگواؤ۔" اور سی کا نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے ناشتے کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اور پھر اسے واپس آنے میں کافی دیر لگی۔ اس کے ہاتھ میں جیگروس کے اخبار کے علاوہ دوسرے اخبارات بھی تھے اور اس کا چہرہ مسرت سے انگارہ ہو رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی مجھے کرسی سے کھینچ لیا۔ اور ڈرائنگ روم کے فرش پر رقص کرنے لگی۔

"اوہو۔ رکو۔ رکو تو سہی۔"

"ہرگز نہیں۔ دل چاہ رہا ہے، وینس کی سڑکوں پر تمہارے ساتھ ناچتی پھروں۔" غلام سیٹھ نے کیا غلط کہا تھا۔ مگر نواز۔ میری جان یہ سب کیسے ہوا؟ افوہ۔ تم نے تو وینس کو ہلا کر رکھ دیا۔ میں بے وقوف ہوں۔ گدھی ہوں نواز۔ میں نے تمہیں صرف منشیات کا ایک معمولی اسمگلر سمجھا تھا۔ تم اندر سے کیا ہو۔ میری آنکھیں نہیں پہچان سکی تھیں۔"

وہ مجھے گھسیٹ کر رقص کرنے لگی۔

"بس بھئی۔ اخبارات تو دیکھنے دو۔" میں نے اس کے ہاتھ سے اخبار گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "چائے بناؤ میرے لئے!" اور وہ چائے بنانے لگی۔ چائے پیتے ہوئے ہم اخبارات پر جھک گئے۔

تمام اخبارات نے سوبیتا کے بارے میں خبریں اور تصویریں لگائی تھیں۔ لیکن جیگروس نے تو ہلچل مچا دی تھی۔ اس کے اخبار نے خصوصی صفحات شائع کئے تھے۔ پورا اخبار تصاویر سے بھرا پڑا تھا۔ ان میں ملک کے بڑے بڑے لوگوں کی تصویریں تھیں۔ سوبیتا کے کورس ہال کی عریاں تصویریں تھیں۔ درحقیقت جیگروس بے حد پرجوش انسان تھا۔ اس نے انسانیت کی اس تذلیل کے خلاف اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ ظاہر ہے ان تصاویر اور اس تفصیل کے بعد اس نے اپنے اتنے دشمن پیدا کر لئے تھے کہ ملازمت تو دور کی چیز ہے، خود اس کی زندگی شدید خطرے سے دوچار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے لوئی کو اور اس کے ایک ساتھی کی موت کے بارے میں پڑھا۔ پولیس اس سلسلے میں کافی پریشان تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ پولیس کی چلائی ہوئی گولیوں سے سوبیتا کا کوئی شخص زخمی بھی نہیں ہوا تھا۔ پولیس نے ہوائی فائر کئے تھے۔ میرے تذکرے کو محفوظ رکھا گیا تھا۔ بہرحال مجھے اس کی پرواہ بھی کیا ہو سکتی تھی۔ "نواز۔ ڈیئر۔ مجھے بتاؤ۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ میرے خدا۔ تم نے کس اعتماد سے کہا تھا کہ یہ سوبیتا کی آخری رات ہے۔ میں

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنے بڑے آرگنائزیشن کو تم اس طرح ملیامیٹ کردو گے؟"

"میں نے اس کے لئے پروگرام بنایا تھا سی کا۔ اور میں اس میں کامیاب رہا۔ تمہارا خیال تھا کہ لوئی کو پولیس کے ہاتھوں کے بعد صاف بچ جائے گی۔ اس لئے تمہارے دیئے ہوئے پستول سے میں نے اسے ہمیشہ کے لئے چھٹی دے دی۔

"اوہ۔ اوہ۔" سی کا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"کیوں۔ خوفزدہ ہو گئیں؟"

"نہیں۔"

"سوچ رہی ہو گی کہ پولیس کو بہرحال میری تلاش ہو گی۔ اور ممکن ہے وہ کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

"نہیں نواز۔ پولیس۔ تمہاری سی کا بھی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ پولیس تمہارا بال بیکا بھی نہیں کر سکے گی۔"

"پھر؟"

میں سوچ رہی تھی کہ تم یہ بھی کر سکتے ہو۔ تم کس قدر نڈر ہو۔ کس قدر دلیر ہو۔ کس قدر ذہین ہو۔"

"اب کیا پروگرام ہے نواز؟"

"بس یہاں سے چھٹی۔ ہاں آرگنائزیشن کے لئے اور کوئی پرابلم ہو تو بتاؤ۔"

ابھی تو اس کے نتائج دیکھنا ہیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہوا ہے نواز۔ خود ہمیں بھی چند روز احتیاط کرنا پڑے گی۔ حکومت ہل گئی ہو گی۔ چند روز کافی سختی رہے گی۔ اس کے بعد پھر کاروبار جم جائے گا۔ ہاں میں تمہیں ایک بات کا یقین دلاتی ہوں کہ وینس میں اب ہمارے علاوہ کسی کا کاروبار نہیں جم سکے گا۔ سوبیتا سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اب تو اپنا وعدہ پورا کرو گے نواز؟"

"کونسا وعدہ ہنی؟"

"کچھ وقت وینس میں میرے ساتھ گزارو گے۔"

"ہاں ـــــ!" میں نے گردن ہلا دی۔ چند منٹ کے بعد لیزینا نے باہر سے آنے کی اجازت مانگی۔

"آجاؤ۔" سی کا کے لہجے میں بڑی نرمی تھی۔

"مسٹر گریفتھ نے فون کیا ہے مادام۔ کیا آپ نے سوبیتا کی کہانی"

"ہاں۔ میں نے اخبارات میں پڑھ لی ہے۔ کیا گریفتھ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ ہولڈ کئے ہوئے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سے بات کر لوں۔" سی کا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیزینا نے بھی اس کے ساتھ جانے کی کوشش کی لیکن سی کا نے اسے روک دیا۔ تم رکو لیزینا۔ مسٹر نواز تنہا رہ جائیں گے۔"

"یس مادام۔ لیزنا نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ سی کا باہر نکل گئی تو اس نے دبے قدموں دروازے تک جا کر باہر جھانکا اور پھر میرے پاس آئی۔

"کیا آپ سورج مغرب سے نکال سکتے ہیں مسٹر نواز؟"

"کیوں؟"

"میرا خیال ہے آپ نے یہ کام کر دکھایا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"کل شام کیا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ اس نے اپنا قول توڑ دیا۔ میں نے اس سے دشمنی چھوڑ دی۔"

"میرا خیال ہے آپ کا یہ کارنامہ بھی فال آف سوبیتا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

"فال آف سوبیتا کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نواز۔ میں بھی آرگنائزیشن میں ایک حیثیت رکھتی ہوں۔" لیزینا نے کہا۔ "تمہاری مصروفیات میرے علم میں تھیں۔ ــــــ سی کا نے ممکن ہے تمہیں نہ سمجھا ہو، لیکن جو شخص سی کا کو جھکا سکتا ہے، وہ سوبیتا کے پرخچے اڑانے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"پھر سی کا آ گئی۔ اس نے جھٹکے سے بال ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔ "گریفتھ بے چین تھا کہ غلام سیٹھ کو تمہارے کارنامے کی اطلاع دے دی جائے۔"

"اوہ۔ پھر تم نے کیا کہا اسے؟"

"منع کر دیا۔ ابھی اس قسم کے کسی کام کی ضرورت نہیں ہے نواز۔ کیا خیال ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ مناسب تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ تم نے اچھا کیا۔"

اس کے بعد میں نے سی کا کے مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ درحقیقت بڑی لے دے ہوئی تھی۔ حکومت کی مشینری ہل گئی تھی۔ بہت سے لوگوں کو منہ چھپا کر روپوش ہو جانا پڑا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اپنی ملازمت سے استعفے دے دیئے تھے۔ اخبارات میں آج کل سوبیتا کی خبروں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ لیکن حکومت نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا تھا۔ جیگروس کا اخبار بدستور چل رہا تھا۔ حکومت نے اس کے لئے اسپیشل گرانٹ دی تھی۔ پولیس آفیسر کا عہدہ بڑھا دیا گیا تھا۔ بہرحال مجھے اس سے کیا سروکار۔ سیکا تھی اور وینس کے خوبصورت مقامات۔ رات کی تنہائیاں 'گرم بستر' سیکا کی حسین آغوش 'اور کیا چاہئے تھا۔ سردارے سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ اخبارات میں کسی پراسرار اجنبی کے تذکرے پر سردارے نے میری طرف شک آلود نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"یار یہ پولیس کہتے توں ایں تے او اجنبی نئیں ایں؟"

"او نئیں یار ساڈا اودے نال کی واسطہ۔"

لیکن ایک دن بھرم کھل گیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ سردارے کو بھی اپنے ساتھ ہی شامل کر لوں' اچھا آدمی تھا' میرا ہم وطن تھا۔ وطن سے کتنا ہی دور تھا' کتنا ہی اجنبی تھا' لیکن دریائے جہلم کی سوندھی سوندھی مٹی کی خوشبو آج بھی مجھے اتنا ہی متاثر کرتی تھی۔ سردارے کے بدن میں میرے وطن کی خوشبو تھی۔ مجھے اپنا وطن مقدس عزیز تھا۔ لیکن میرا دل ناپاک تھا جس میں اس کی محبت پوشیدہ تھی' میری زبان گندی تھی جس سے میں اپنے آپ کو اپنے وطن سے منسلک نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہاں میرا پاک وطن' اور کہاں میرا ناپاک وجود۔۔۔۔۔!

سردارے میرے پاس آیا تھا۔ اور میرے سامنے خاموش بیٹھا تھا۔ "کیا سوچ رہے ہو سردارے؟" میں نے پیار سے اس سے پوچھا۔

"یار۔ نواز۔ تو مینوں پاگل سمجھنا ایں؟"

"کیوں؟ نہیں تو۔"

"تو پھر خود ہی سوچ یار کہ میں تیرے بارے میں کیا سوچوں؟"

"بات کیا ہوئی سردارے؟"

"یار۔ تو مجھے قمار خانے میں ملا۔ پھر تو نے میری دعوت کی اور بھائی وکھائی۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ مگر پھر تو سوبیتا میں ملا' اور تیری شکل بدلی ہوئی تھی۔ اپنے وطن کا ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تو یہاں کی پولیس کا آدمی ہے۔ مجھے بتا سکتا ہے کہ تو سوبیتا میں کیا کر رہا تھا۔ یہ یاد رکھنا کہ پولیس آج بھی اس اجنبی کی تلاش میں ہے جس نے اس کی مدد کی تھی۔"

"آگے بول سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اب آگے کیا بولوں یار۔ اب تیرے ساتھ دوسری بھابی ہے۔ دوسری کوٹھی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟"

"تیرا کیا خیال ہے سردارے؟"

"ناراض تو نہیں ہو جائے گا نواز؟" سردارے نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"او نئیں یار۔ تو تو میری جان ہے۔"

"تیری محبت ہے نواز مگر یار سردارے کو معاف کر دینا۔ مجھے شبہ ہے کہ تیرا کاروبار بھی گڑبڑ ہے۔"

"اگر ہو سردارے تو؟" میں نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تو پھر کیا ہے۔ اپنے سردارے کو تو بتا دے۔"

"ٹھیک ہے سردارے؟ تیرا خیال درست ہے۔" میں نے تسلیم کر لیا۔

"او جیو۔ او جیو یار۔ مگر تو مجھ سے بہت اونچا ہے۔ میں تو تیرے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہوں۔"

"اب بول سردارے۔"

"کیا بولوں؟"

"میرے ساتھ کام کرے گا؟"

"تیرا نوکر ہوں یار۔ بس ایک بات سن لے۔ تیرے پسینے پر اپنا خون گراؤں گا' پنجاب کی قسم'

ایک وفادار دوست ثابت ہو گا۔"

بس سردارے بس۔ میرا دل بھر آیا' میں آنکھوں میں آجانے والے آنسوؤں کو نہ روک سکا۔ "اس سے آگے کچھ نہ کہنا سردارے۔ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ کیسی قسم کھالی تو نے سردارے۔" میرے دل بھر آیا۔

اس کے بعد کئی منٹ تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے گلا صاف کر کے کہا۔ "ان میں کوئی تیری نہیں ہے سردارے۔ سب سالی چلتی پھرتی ہیں۔ کاروباری شریک سمجھ لے۔"

"جیو راجہ اندر۔ عیش کرو پیارے۔" سردار بھونڈے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔ "میں کوئی اچھا انسان نہیں ہوں سردارے۔ میں اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تو اپنے ہوٹل میں رہ۔ عیش کر۔ رقم برداشت کر۔ اسکے بعد کوئی پروگرام بنائیں گے۔"

"میں قدم قدم پر تیرے ساتھ ہوں۔ میری نوکری پکی؟"

"بالکل!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف اچھال دی' جسے اس نے دونوں ہاتھوں میں لپک لیا۔ اور پھر اطمینان سے جیب میں رکھ لیا۔

"کام کب سے شروع ہو گا؟"

"کوئی کام نہیں ہے۔ بس تنخواہ لیے جا۔ ہاں تیرے پاس ۔۔۔۔۔۔ انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ موجود ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ وہ مجھے پہنچا دینا۔ عمدہ قسم کے دو چار لباس سلوا لینا۔ نہ جانے کس وقت ضرورت پڑ جائے۔"

"جیسا کہہ رہے ہو کروں گا نواز۔ اجازت؟"

"ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سردارے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ وہ تنہا ہے۔ میں بھی تنہا تھا۔ مل جل کر گزارہ کر لیں گے۔ زندہ دل انسان ہے۔ غلام سیٹھ سے ملاقات ہو گئی تو اس سے اجازت بھی لے لی جائے گی' ورنہ میری بھی حیثیت اس قدر تھی کہ میں اپنی مرضی سے کسی کو ساتھ رکھ سکتا تھا۔

بہرحال۔ یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟

ابھی کچھ سوچ نہیں پایا تھا کہ سی کا آ گئی۔ "ہیلو نواز؟" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "ہیلو سی کا۔"

"سوری ڈارلنگ۔ مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ مسٹر سردار علی چلے گئے؟"

"ہاں"

"کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

"کوئی خاص بات نہیں سیکا۔ بس یہی کہ وینس میں قیام طویل ہو گیا ہے۔"

"اکتا گئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں"

"مجھ سے؟"

"اوہ۔ نہیں سی کل۔ نئی عورت بننے کے بعد تم بے حد پرکشش ہو گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں نواز۔ تم نے میری زندگی' بلکہ میرے ذہن میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ سوچتی ہوں تمہارے چلے جانے کے بعد اس بدلی ہوئی شخصیت سے تعاون کر سکوں گی یا نہیں"

"اگر اپنی شخصیت کو اپنے لئے منفعت بخش پاؤ تو اسے برقرار رکھنا۔ ورنہ چند روزہ طلسم توڑنے پر وقت نہ ہو گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور سی کا نے گردن جھکا لی۔ چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر سی کا بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "غلام سیٹھ کا پیغام ملا ہے؟"

"اوہ۔ کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"سوبیتا کی تفصیلات اسے معلومات ہو چکی ہیں۔"

"خوب۔ کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

"پوری دنیا کے اخبارات میں تفصیلات چھپی ہیں اور پھر ظاہر ہے غلام سیٹھ اس قسم کے معاملات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا ہے کہ یقیناً وہ اجنبی تم ہی ہو گے۔ بہرحال غلام سیٹھ نے تم سے تمہارا پروگرام پوچھا ہے اور لکھا ہے کہ اگر تمہارا کوئی پروگرام نہ ہو تو پھر اس کے کہنے پر عمل کرو۔"

"اوہ۔ کیا ہدایت ہے غلام سیٹھ ہے؟"

"سوئٹزر لینڈ۔ تمہاری دوسری منزل سوئٹزر لینڈ ہو گی۔"

"اوہ۔ کب روانہ ہونے کے لئے کہا ہے؟"

"یہ کچھ نہیں کہا۔ اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔"

"ہوں۔"

"ہاں۔ بس ایک بات کہی ہے۔"

"کیا؟" میں نے توجہ سے پوچھا۔

"غلام سیٹھ نے کہا ہے کہ سوئٹزر لینڈ کے راستے کو پوری توجہ سے طے کیا جائے۔ درمیان کی معلومات درکار ہیں۔

"ہوں!" میں نے گردن ہلا دی۔ "کوئی مال نہیں لے جانا؟"

"نہیں اس بارے میں ہدایت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اور کچھ؟"

"نہیں۔ بس۔"

"تو مجھے روانگی کی تیاریاں کرنی ہیں مادام سیکا۔"

"ہاں۔ میرے لائق جو خدمت ہو بتا دو۔ سیکا نے اداسی سے کہا۔

"شکریہ مس سی کل۔ ویسے درحقیقت آپ کے ساتھ بہت عمدہ وقت گزرا۔ میرا خیال ہے عرصے تک تمہیں نہ بھول سکوں گا۔"

"اور میں شاید کبھی نہیں۔ اتنا تو سمجھتے ہو گے نواز۔"

"بھول جانا ہی زندگی ہے سی کل۔"

"عام باتیں بھولی جا سکتی ہیں۔ عام لوگوں کو بھولا جا سکتا ہے۔ لیکن بعض لوگ زندگی میں ایسا رنگ رچاتے ہیں کہ ان کا بھولنا ناممکن ہوتا ہے۔" سی کا نے اداسی سے کہا۔ میں اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔ یہ باتیں تو سینکڑوں مرتبہ میرے سامنے دہرائی جا چکی تھیں۔ بہرحال ایسی ہی کچھ فضول باتوں کے بعد سی کا خاموش ہو گئی۔ میں نے اس سے اجازت طلب کی اور باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن پر سفر سوار تھا۔ باقی باتوں کے بارے میں' میں کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ واقعات تو زندگی سے منسلک ہوتے ہیں۔ سب کچھ بھول جانے کے لئے ہے۔ سب کچھ!

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
ایم اے راحت
3

میں نے تیاریاں شروع کر دی۔ کوئی خاص کام تو تھا نہیں جس کے لئے زبردست تیاریاں ہوتیں۔ صرف آوارہ گردی کرنی تھی۔ سوئٹزر لینڈ۔ ایک حسین خواب۔ حسینوں کا ملک۔ واقعات کا وطن۔ دیکھیں اس راستے میں کون کون سے ہنگامے تحریر ہیں۔

ایک ہفتے کے اندر اندر میں نے تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس دوران لیزینا' سی کا وغیرہ میری خلوتوں کی ساتھی رہیں۔ سی کا اب مکمل طور پر تعاون کرتی تھی۔ جس رات میں نے لیزینا کو طلب کیا' اس رات سی کا نے کوئی مخالفت نہیں کی۔

بالاخر میں نے روانگی کے لئے دوسرا دن منتخب کیا۔ اس دوران میں اپنے سفر کے لئے ساری تفصیلات مہیا کر چکا تھا۔ سی کا نے میرا پروگرام معلوم کیا' لیکن میں نے اسے ٹال دیا۔

"ہماری آخری ملاقات اسی مکان میں ختم ہو جائے گی سی کا۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"اتنی بے رحمی۔" سیکا امڈتے ہوئے آنسوؤں کو روک کر بولی۔

"اس میں بے رحمی کی کیا بات ہے سی کا۔ بہرحال ہم ایک ایسی آرگنائزیشن سے متعلق ہیں جس میں ہمیں اپنے سخت فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"واپس نہیں آؤ گے نواز۔"

"یہ سب حماقت کی باتیں ہیں۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔ اچھا اب اجازت دو۔" میں نے اپنا بیگ اٹھایا اور سی کا سسکتی رہ گئی۔ میرے دل میں ان سسکیوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

میں سیدھا سردارے کے ہوٹل پہنچ گیا۔ سردارے سے بھی میں نے کہہ دیا تھا کہ ہمیں سفر کرنا ہے۔ کہاں جانا ہے اور کب جانا ہے' اس بارے میں' میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ سردارے مجھے دیکھ کر ہمیشہ خوش ہو جاتا تھا۔ "آؤ یار۔ اس بیگ میں کیا ہے؟"

"میرا سامان۔"

"اوہ۔ تو کب چلنا ہے۔"

"کل۔"

"او جیو۔ کہاں چلنا ہے؟"

"سوئٹزر لینڈ۔"

"کہاں؟" سردارے اچھل پڑا۔

"سوئٹزر لینڈ۔"

"کمال ہے۔ کیسے چلیں گے؟"

"بائی ٹرین۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر میں؟" سردارے سخت حیران تھا۔

"تمہارے کاغذات میں نے مکمل کرا لئے ہیں۔"

"یار۔ تو اپنی سمجھ نہیں آیا۔ ویسے بڑا گہرا آدمی ہے۔ مال لے جانا ہے؟"

"نہیں سردارے۔ میں تو اونچے پیمانے پر کام کرتا ہوں۔ اس انداز میں نہیں۔"

"ہاں۔ میں اپنے یار کے بارے میں جانتا ہوں۔" سردارے فخر سے سینہ پھلا کر بولا۔

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"کوئی حکم نہیں۔ ہمیں اپنے چہروں میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"یہ میرا کام ہے۔ یہ پاسپورٹ دیکھو۔ کیا تم اس چہرے کو برداشت کر سکو گے؟" میں نے سردارے کا پاسپورٹ وغیرہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں' میں نے سردارے کے چہرے سے ملتے جلتے ایک ہپی نوجوان کی تصویر لگائی تھی۔

"اوہ۔ کیا میری شکل ایسی ہو جائے گی؟"

"بالکل۔ ہم ہپیوں کے انداز میں سفر کریں گے۔"

"ہوٹل کب چھوڑنا ہے؟"

"بس آج ہی۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر ہم تو کل چل رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ہوٹل آج ہی چھوڑ دو۔ فون پر ایک اور کمرہ بک کرا لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے مسٹر پیٹرسن کے نام سے اسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا۔ یہاں ہمیں ایک رات قیام کرنا تھا۔

اس کے بعد میں نے سردارے کے چہرے کی مرمت شروع کر دی' میرے بیگ میں سامان موجود تھا۔ وگ' بال اور دوسری ایسی ہی چیزیں۔ میک اپ میں اب مجھے خاصی مہارت

حاصل ہو گئی تھی۔ تقریباً" ایک گھنٹے کی محنت کے بعد سردار کی شکل میری مرضی کے مطابق ہو گئی تھی۔ میں نے آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔

"اوہ خدا دی قسم۔" سردارے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"انگلش کتنی جانتے ہو سردارے؟"

"بس کام چلانے کے لائق۔"

"دوسری کوئی زبان۔"

"بالکل نہیں۔"

"ہوں۔ اگر میں تمہیں گونگا کر دوں تو کیسا رہے؟"

"کیا مطلب؟"

"تم گونگے ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ اگر یہ مناسب ہے تو یہی سہی۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اب تم جاؤ۔ روم نمبر تھرٹی ایٹ۔ تم لکھ کر یہ نمبر بتا سکتے ہو" میں نے کہا۔

"پرواہ مت کرو نواز۔" تمہارا غلام بے وقوف نہیں ہے۔ میں گونگا بن کر بھی اپنا کام اس طرح چلاؤں گا کہ تمہیں کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"بس تو دفعان ہو جاؤ میری جان۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردار اپنا مختصر سا سامان لے کر باہر نکل گیا۔ اور اب میری باری تھی۔ میں نے اپنے چہرے کی مرمت کی اور پھر جب اپنی بگڑی ہوئی شکل سے مطمئن ہو گیا تو سامان سمیٹ لیا۔ پھر بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔

بیرے نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ شاید وہ سردارے کو تلاش کر رہا تھا۔

"بیرا۔ اس کمرے کا بل لے آؤ۔ میرا دوست جا چکا ہے۔ ہری اپ۔" میں نے بگڑی ہوئی انگریزی میں کہا اور بیرے نے گردن ہلا دی۔ بل ادا کر کے میں سامان سمیت باہر نکل گیا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد میں سردارے کے پاس تھا۔ سردار نے مجھے دیکھ کر آنکھ دبائی۔ "خدا قسم یار۔ کوئی پہچان لے تو اس کی ایسی تیسی جادوگر ہو۔ واقعی تمہارا کام اونچا ہے۔ ہم لوگ تو اس لائن کے لچے لفنگے ہیں۔"

"اچھا۔ اب فضول باتیں مت کرو۔ آؤ باہر چلیں۔"

"اوکے باس" سردارے نے کہا اور اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ہونق آوارہ گردوں کی طرح مانند سڑک پر مارے مارے پھر رہے تھے۔

"یار۔ اپنی ان سرکاری بھابیوں کا کیا بنا؟" راستے میں سردارے نے پوچھا۔

"سرکاری تھیں۔ بچی سرکار واپس کر دی گئیں۔"

"خوب تھیں یار۔" سردارے ہونٹ چاٹتا ہوا بولا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ "اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ تم وہی شخص ہو' جس نے لوئی کو قتل کیا ہے تو کیا ہو؟"

"کچھ نہ ہو۔ میں نے غلط کام نہیں کیا۔ حکومت وینس کو میرا شکر گزار ہونا چاہئے۔"

"ہاں۔ پوری دنیا میں اس کے نام کا ڈنکا بج گیا۔"

رات گئے تک ہم خشک اور آبی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ وینس کی آخری رات تھی' پھر واپس ہوٹل آ گئے۔ دوسرے دن گیارہ بجے ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا اور اسٹیشن چل پڑے۔ ٹھیک سوا بارہ بجے برقی ٹرین نے وینس چھوڑ دیا۔ ہماری جیب میں بون کے ٹکٹ موجود تھے۔ یہ ٹکٹ تین ماہ تک کار آمد ہوتے تھے' جب چاہو جہاں چاہو اتر پڑو۔ سیر و سیاحت کرو اور پھر چل پڑو۔ یہی ٹکٹ کار آمد تھے۔ مجھے تو یوں بھی یہاں کے پورے اسٹیشن دیکھنے تھے۔ رات کو ٹرین میں سونے کے بجائے ہم گذاب اتر پڑے۔ ایک چھوٹا سا پہاڑی قصبہ تھا۔ سادہ لوگوں کی بستی۔ لیکن اس بستی میں حسین مناظر کے علاوہ کوئی خوبی نظر نہ آئی' قیام کی سہولت بھی نہیں تھی۔

رات بڑی بے آرامی سے گزاری۔ ہمیں یہاں بھی ہپیوں کی تلاش تھی لیکن نہ جانے کیوں یہاں ان کا کال تھا۔ ایک بھی نظر نہ آیا۔ تب شکر قندی اور آلوؤں کے ایک کھیت کے کنارے قیام کی ٹھہری اور ہم بوریا بستر ڈال کر لیٹ گئے۔

آسمان پر چاند جگمگا رہا تھا۔ موسم بہت حسین تھا۔ ہمارے ذہن نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے نے مجھے آواز دی۔ "نواز۔"

"ہوں؟"

"سو گئے؟"

"نہیں"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں یار۔"

"وطن یاد آ رہا ہے؟"

"نہیں۔"

"بھابی۔ میرا مطلب ہے بھابیاں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او نہیں یار۔ ان کو کیا یاد کرنا۔" میں نے پھیکی سی ہنسی سے کہا۔

"پھر کیا سوچ رہے ہو نواز؟"

"کوئی خاص بات نہیں سردارے۔ ہمیں کل کا دن یہاں گزارنا ہو گا۔ ظاہر ہے ٹرین رات کو ملے گی۔"

"ایک اور ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا؟"

"پیدل چلیں گے۔ کسی سے لفٹ مانگیں گے۔ بہت سے آوارہ گرد اس طرح سفر کرتے ہیں۔"

"اور اگر لفٹ نہ ملی تو؟"

"چلتے رہیں گے۔ کھانے پینے کا سامان قصبے سے لے لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اپنے ذہن میں نقشہ ترتیب دینے لگا اندازے سے ویرونا قریب تھا۔ شاید چالیس بیالیس میل دور۔ ویرونا۔ شیکسپیئر کی جولیٹ کا شہر' رومیو جولیٹ کی داستان میری نگاہوں کے سامنے گھوم گئی۔ پوہ۔ احمقوں کی جنت میں رہنے والے!

"نواز۔" سردارے نے پھر ٹوک دیا۔ اور میں چونک پڑا۔ "لگائی ہے یار؟"

"نہیں نواز۔ میں بلا ضرورت نہیں پیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت کے تحت تو پی لیتے ہو میری جان۔" سردارے بے تکلفی سے ہنستے ہوئے بولا۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ لیکن سردارے ایک دم سنجیدہ ہو کر میری شکل دیکھنے لگا۔ اور اس کی اچانک سنجیدگی پر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یار۔ مم۔ معاف کر دینا نواز۔ اب تو میں تمہاری ملازمت میں آ گیا ہوں۔ مم۔ میری بے تکلفی-----" اور میں نے کھینچ کر سردارے کو گلے سے لگا لیا۔

"آئندہ ایسی بات مت کرنا سردارے۔" تیری بے تکلفی ہی تو تیری خوبی ہے سردارے۔ تیری بے تکلفی ہی تو دل پر مرہم رکھتی ہے میرے دوست' آئندہ اس انداز سے مت سوچنا۔"

"تھینکیو نواز۔ تو نے مجھے شیر کر دیا ہے۔ میں تیرا غلام ہوں میری جان۔ کھال اتروا دے سردارے کی۔ جوتا بنا لے!" سردارے جذباتی ہو گیا اور ہم ایک دوسرے سے لپٹ رہے۔

"چلو۔ اب چلنا ہے تو چلتے ہیں۔"

"لطف آئے گا نواز۔" سردارے نے کہا اور ہم چل پڑے۔ ہم نے تیزی سے پیدل سفر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جس وقت سورج آسمان کی انتہائی بلندیوں پر چمک رہا تھا تو ہم وینس کے آخری کنارے کو الوداع کہہ رہے تھے۔ سامنے پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جن کے درمیان ایک خوبصورت اور انتہائی ہموار چوڑی سڑک میلان کی جانب عازم تھی۔

سڑک کے کنارے کنارے ہم چل پڑے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید کچھ دوسرے لوگ بھی ہماری طرح سفر کر رہے ہوں۔ لیکن شام کو چار بجے تک ایسا کوئی مسافر نہ ملا۔ ہاں گاڑیاں بے شمار گزری تھیں۔ لمبی لمبی خوبصورت گاڑیاں' بھدے ٹرک' حسین جوڑے' جو ایک

دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے۔ کسی بھی حادثے کے لئے تیار۔ ایک دوسرے پر جان دینے کے لئے تلے ہوئے۔

"سردارے۔" میں نے ایک بوس و کنار میں مبتلا جوڑے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"کبھی عورت ملی؟"

"کئی دفعہ یار۔"

"پیاسا تو نہیں ہے؟"

"پیاسا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"عورتوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں آتا یار۔ بھاگ جاتی ہیں' یا پھر اس قابل نہیں سمجھتیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔

"تیری شاگردی کرنا چاہتا ہوں نواز۔"

"فکر مت کر بچہ۔ رام بھلی کرے گا۔"

"آمین۔ آمین۔" سردارے نے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ دور سے ایک لمبی امپالا آتی نظر آ رہی تھی۔ سردارے جلدی سے کھڑا ہو گیا اور اسے اشارہ کرنے لگا۔ کار کی رفتار سست ہونے لگی تھی۔

"وہ مارا!" سردارے خوش ہو کر بولا۔ کار میں صرف دو سر نظر آ رہے تھے اور کار کافی بڑی تھی۔ چند منٹ کے بعد کار ہمارے قریب آ گئی۔ "ویرونا" سردارے میری ہدایت بھول گیا۔ میں نے اسے گونگا رہنے کی تلقین کی تھی۔

مرد خاصا طویل القامت تھا' اس کا چہرہ خطرناک' بال کندھوں سے نیچے تک لٹکے ہوئے تھے۔ لڑکی بھی اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک تھی۔ دونوں کے چہرے پر بے حد سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتے رہے۔ "بیٹھ جائیں؟" سردارے نے انگریزی میں پوچھا۔

اور جواب میں مرد دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ ہم دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ مرد کا نچلا لباس غائب تھا۔ وہ ایک اونچی قمیص پہنے ہوئے تھا اور اس کے نیچے انڈر ویئر بھی نہیں تھا۔

"ارے" سردارے کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

"لوشا" مرد نے گرجدار آواز میں کہا۔

"یس ڈارلنگ۔" لڑکی کی نغمہ بار آواز ابھری۔

"نیچے آؤ۔" مرد اسی انداز میں بولا۔ اور لڑکی بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

"اوہ خاناں خراباں۔" سردارے جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ لڑکی کے بھی نچلے جسم پر لباس نہیں تھا۔

"سمجھے؟" مرد نے سردار کو مخاطب کر کے کہا اور دوبارہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ لڑکی نے گردن جھکائی اور مسکراتی ہوئی اس کے برابر بیٹھ گئی۔ اور دوسرے لمحے مرد نے کار ایک زبردست جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔ سردارے اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ورنہ شاید کار کی لپیٹ میں آ جاتا۔ اب وہ پاگلوں کی طرح میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"سمجھے؟" میں نے ہنسی روکتے ہوئے کہا اور جواب میں سردارے نے چیخ چیخ کر انگلش کی تمام گالیاں دے ڈالیں' اس سے بھی دل سیر نہ ہوا تو وہ پنجابی میں شروع ہو گیا۔

"چچ چچ۔ انرجی ضائع نہ کرو۔ آؤ۔!"

"نہیں جاؤں گا۔ پہلے اس کا مطلب سمجھا دو۔" سردارے مجھے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"مطلب میری سمجھ میں آتا تو تمہیں ضرور سمجھا دیتا پیارے۔ آؤ' یہ یورپ ہے۔" میں نے اسے آگے کھینچتے ہوئے کہا۔

"بے شرم' بے غیرت' اتنی عمدہ گاڑی لئے پھر رہے ہیں' اور سالوں کے پاس پورے کپڑے بھی نہیں تھے۔ لاحول ولا قوۃ۔" سردارے نے منہ بگاڑ کر کہا۔ اور اب میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی۔

"نئیں نئیں یار۔ مجھے ان کا مطلب سمجھا دے۔" سردارے غصے میں بھی تھا اور پریشان بھی۔

"آ جا سردارے۔ ضد نہ کر۔ آگے کہیں مل گئے تو ان سے مطلب پوچھ لیں گے۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور بمشکل سردارے آگے بڑھا۔ لیکن وہ ہر دس پندرہ قدم کے فاصلے پر لاحول پڑھ لیتا تھا۔ اور مجھے اس کی حالت پر ہنسی آ رہی تھی۔

"سالوں نے کپڑوں کی وجہ سے نہیں بٹھایا' تو ہم سے مانگ لیتے۔" وہ بولا۔ اور میں نے قہقہہ لگایا۔ بمشکل تمام ایک میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ شام ہو گئی۔

"اب قیام کا بندوبست کرو۔" سردارے نے چاروں طرف ویران پہاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔

"بندوبست کیا کرنا ہے میری جان۔ کہیں بھی پڑ رہیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"یار نواز' یہاں درندے نہ ہوں۔"

"ہو بھی سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اب میں اتنا بھی بزدل نہیں ہوں۔ آؤ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے یہ تجویز

میں نے ہی-----" سردارے نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ پیچھے سے روشنی نظر آ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے؟ ٹرائی کرو گے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ اور سردارے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"اس میں بھی ننگے نکلے تو؟"

"پورا یورپ ننگا ہے۔ کہاں کہاں آنکھیں بند کرو گے۔؟"

"قریب آ رہی ہے یار۔ اوہ۔ مائیکرو ہے شاید۔ آؤ آخری کوشش کر لیں۔" ہم دونوں سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ مکمل اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہیڈ لائٹس ہمارے اوپر پڑیں۔ اور مائیکرو ہمارے قریب سے گزری۔ ہمارے ہاتھ بے اختیار اٹھے۔ اور مائیکرو تھوڑی دور جا کر رک گئی۔

"ننگے ہی ہیں سالے۔" سردارے بولا۔

"ہے۔ کم آن' کم آن۔" مائیکرو سے آواز آئی۔ اور سردارے بے اختیار اس کی طرف دوڑا۔

"سردارے" میں نے عقب میں اسے پکڑ لیا۔

"روک لی ہے یار۔ جلدی کر۔ آواز دے رہے ہیں۔"

"تو گونگا ہے سردارے۔" میں نے سرزنش والے انداز میں کہا۔

"اوہ۔ سوری۔" سردارے ٹھٹھک گیا۔ بہرحال میں مائیکرو کے پاس پہنچ گیا۔ مائیکرو کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

"ویرونا؟" پوچھا گیا۔ لہجہ فرنچ تھا۔

"ہاں۔ ہاں جناب۔" میں نے زور زور سے گردن ہلائی۔

"کم ان۔ کم ان۔" کہا گیا۔ اور ہم خوشی سے اچھل پڑے۔ مائیکرو میں پہلے ہی جگہ نہیں تھی۔ ضرورت سے زیادہ لوگ تھے اور ایک دوسرے پر ٹھنسے ہوئے تھے۔ کسی نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر خود پر کھینچ لیا۔ اور میں بے ساختہ بیٹھ گیا۔ یہی سلوک شاید سردارے کے ساتھ ہوا تھا۔ مائیکرو ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی سردارے کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

میں نے چونک کر صورتحال معلوم کرنے کی کوشش کی۔ تب میں نے دیکھا۔ سردارے ایک تندرست و توانا عورت کی گود میں بیٹھا تھا۔ خود میں کسی مرد کی آغوش میں تھا۔ یہ سب ہپی تھے اور بڑے مست نظر آ رہے تھے۔ چھوٹی سی مائیکرو کو انہوں نے زرب بنا رکھا تھا۔ اس میں بے حساب سامان ٹھنسا ہوا تھا۔ اور وہ لوگ بھی بے حساب تھے۔ پتہ نہیں چلتا تھا کتنے مرد تھے اور کتنی عورتیں۔

"خودکشی کرنے نکلے تھے؟" میرے مشفق نے پوچھا۔

"پرانی بات ہے۔ لیکن موت نے تعاون نہیں کیا۔"

"آج رات ضرور تعاون کرتی۔ وہ دیکھو بائیں سمت! لیکن شیشے بند ہیں۔" اس نے آخری سوال کسی اور سے کیا تھا۔

"ہاں!" جواب ملا۔ لیکن میں بائیں طرف دیکھنے لگا تھا۔ دو چمکدار آنکھیں نظر آئیں۔ اور پھر غائب ہو گئیں۔ ہیڈ لائیٹس کی زد میں ایک دھاری دار بدن آگیا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"چیتا۔" میرے مشفق نے سکون سے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لئے سن ہو گیا۔ نہ جانے سردارے کی کیا حالت تھی' میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ "تم لوگ غالباً" وینس سے آ رہے ہو؟"

"ہاں!"

"راستے کے بار۔ ، میں تم نے معلومات نہیں حاصل کی ہوں گی ورنہ لوگ تمہیں اس علاقے کے بارے میں ضرور بتاتے۔ یہاں کے چیتے بے حد خونخوار ہوتے ہیں۔ نہ ہی تم نے اس سڑک پر ابتداء میں لگا ہوا بورڈ پڑھا ہو گا' جس پر لکھا ہے کہ کاروں کے شیشے بند رکھئے۔"

"بس بس مسٹر۔ میرے ساتھی کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ اور گاڑی میں ایک زبردست قہقہہ گونج اٹھا۔ سردارے بھی جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا۔

"اب تم دونوں اپنا تعارف کرا دو۔ ویرونا پہنچ کر ہم سب بھی اپنا تعارف کرا دیں گے۔"

"میرا نام سیرو ہے اور میرا ساتھی جوزف پننو ہے۔ ہمارا تعلق برطانیہ کے ایک دیہی علاقے سے ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ صورت سے ہی برطانوی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن تمہارا ساتھی؟"

"وہ بولنے سے محروم ہے۔"

"اوہ۔" اس عورت نے گہری سانس لے کر کہا' جس نے اپنی گود میں سردارے کو بٹھایا ہوا تھا۔ سردارے کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ عورت اس کی کمر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں' لیکن دوران سفر پتہ چل گیا کہ سب کے سب زندہ دل ہیں۔ ان پر عام ہپیوں کی طرح جمود طاری نہیں ہے۔ بلکہ وہ قہقہے لگانا جانتے ہے۔ خوب لطیفے ہوتے رہے۔ مائیکرو کے اندر ہی اس ٹھنسے ہوئے ماحول میں چرس کے دم لگائے گئے اور مائیکرو میں چرس کی سڑاند پھیل گئی۔ خاص طور سے اس کے شیشے بند تھے۔

ہمارے دم گھٹنے لگا' لیکن وہ مست تھے۔ ہمیں بھی سگریٹ پیش کی گئی۔ دو ایک گھونٹ

نہ لینا آداب کے خلاف تھا۔ اس لئے میں نے اور سردارے نے بھی دو تین کش لئے۔ لا
ہم خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ سفر جلدی سے ختم ہو جائے۔ تب کسی شریف انسان کو احسا
ہو ہی گیا۔

"چھوٹے شیشے کھول دو۔ ہوا بند ہو گئی ہے۔" اور چھوٹے شیشے کھول دیئے گئے' تو
کسی قدر جان میں جان آئی۔ بہرحال رات خاصی ہو گئی تھی' جب ویرونا کی روشنیاں ٹمٹماتی نظ
آئیں۔ بڑی خوشی ہوئی تھی ان ٹمٹماتے چراغوں کو دیکھ کر!

جیولیٹ کی جنت نزدیک آ گئی۔ اور آبادی سے دور۔ ایک عمدہ سرسبز مقام پر مائکر
روک دی گئی۔ اور پھر مائیکرو کے سارے دروازوں نے انسان اگل دیئے۔ سب باہر نکل
آئے۔ بلاشبہ کوزے میں دریا بند تھا۔ اٹھارہ انیس کے قریب ان کی تعداد تھی' دو ہم تھے او
پھر سامان' جن میں خیمے وغیرہ شامل تھے۔

"ہم ویرانوں کے باسی' شہر کی گہما گہمی سے ہمارا کیا تعلق۔ یہ ویرانے ہمارے لئے
مناسب ہیں۔ جہاں تہذیب کے پجاری نہیں ہوتے' کیا خیال ہے نئے دوستو' کیا تم اسی وقت شہر
جانا پسند کرو گے؟"

"اگر تمہارے نزدیک ایک رات کی جگہ نکل آئے تو۔" میں نے کہا۔

"زمین آزاد ہے۔ دیوانے اس پر حقوق جتاتے ہیں۔ اس کی حیثیت کون بدل سکا
ہے۔ وہ اس کے لئے خون بہاتے ہیں مارتے ہیں' مرجاتے ہیں۔ اس کو اپنے زیر نگیں سمجھ
ہیں۔ لیکن زمین آزاد ہے۔ وہ ان پر ہنستی ہے' آتے ہیں' چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ قائم
ہے۔ زمین کے جس قدر ٹکڑے پر تم سما سکتے ہو' آج کی رات وہ تمہارا ہے۔ کل بھی چاہو تو
تمہارا رہے گا۔ اس کا کام ہی بوجھ سنبھالنا ہے۔ سو سنبھالے گا۔" ایک فلاسفر نے کہا۔

"شکریہ دوستو۔" میں نے کہا۔ باقی لوگ خیمے کھڑے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہم
دونوں نے ایک صاف سی جگہ تلاش کر لی۔ ان سے الگ آ کر سردارے نے ایک گہری سانس
لی۔

"مر گئے یار۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"بچ گئے ہو میری جان۔ ورنہ چیتوں سے جنگ کرنے کا تجربہ نہ تمہیں ہے اور نہ
مجھے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم سے واقعی غلطی ہوئی تھی' ہمیں سوچنا چاہئے تھا کہ آخر ہمارے علاوہ سڑک
اور کوئی پیدل کیوں نہیں چل رہا۔" سردارے نے کہا۔

"بہرحال۔ بچ گئے۔ بڑی بات ہے۔ اور پھر تم نے تو سفر کے مزے لوٹے ہیں۔"

"خاک مزے لوٹے ہیں۔ دم گھٹ گیا۔"

"لیکن اس نے بڑی محبت سے تمہیں آغوش میں بٹھایا ہوا تھا۔"

"یقین کرو نواز۔ میں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔" سردارے نے جھینپے
ہوئے انداز میں کہا۔ اور پھر بات ٹالنے کے لئے بولا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔ کھانے کا سامان
نکالوں؟"

"نکال لو۔ نکال لو۔" میں نے اس کی حالت بھانپ لی تھی اور پھر ہم کھانے میں
مشغول ہو گئے۔ دوسرے لوگ اتنے تھے کہ ان سے کھانے کے بارے میں نہیں پوچھا جا سکتا
تھا۔ چنانچہ ہم نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ دوسری طرف وہ لوگ خیمے گاڑ چکے تھے۔ اور اب
دوسرے کاموں میں مشغول تھے۔ ہم اسی جگہ بیٹھے رہے۔ تب سردارے کچھ سوچتے ہوئے
بولا۔

"تم نے مجھے گونگا کیوں بنا دیا نواز۔"

"اس لئے کہ تمہارے اوپر کسی کو شبہ نہ ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ انگریزی تمہاری
زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"بڑی مشکل ہو جائے گی۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"یار۔ اگر کوئی پھنس گئی تو؟"

"اوہ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "فکر نہ کرو۔ آنکھوں کی زبان پوری دنیا میں رائج
ہے۔ تمہیں دقت نہ ہو گی۔"

"اور رات میں کیا ہو گا؟" سردارے نے اس بے ساختہ انداز میں کہا کہ میری ہنسی
نہ رک سکی۔ سردارے نے گردن ٹیڑھی کر لی تھی۔

"رات میں اشاروں کی زبان چلتی ہے۔"

"چھڈ یار۔ میں پنجابی تے اردو دے علاوہ ہور کوئی زبان نہیں جاندا۔" سردارے برا
سا منہ بنا کر بولا۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہائے۔ سیمرو۔ پنٹو۔ ادھر آ جاؤ۔ ادھر اکیلے کیا کر رہے ہو؟"

"آؤ۔" میں نے کہا اور میں اور سردارے اٹھ کر ان کی طرف چل پڑے۔ وہ لوگ
بھی شاید ضروریات سے فارغ ہو گئے تھے۔ خاص قسم کی مشعلیں روشن کر لی گئی تھیں جو ہوا
سے نہیں بجھتی تھیں۔ خیمے ایک دائرے کی شکل میں لگائے گئے تھے۔ بہت نیچے خیمے تھے۔ بس
اس انداز کے کہ آدمی سو سکے۔ اس سے ان کا نہ ہونا بہتر تھا!

"اب تعارف ہو جائے۔ کیا تم رات کو سونے کے عادی ہو؟"

"نہیں۔ راتیں سونے کے لئے نہیں ہوتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہرے شنکر۔ ہرے رام۔" ایک نے نعرہ لگایا۔ اور چاروں طرف سے یہی آوازیں
آنے لگیں۔ پھر وہ سب ایک لائن سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔

لوکس اس گروپ کے سربراہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اچھا خوبصورت اور اسمارٹ نوجوا
تھا' لیکن اس نے اپنی شخصیت گرد آلود کر لی تھی۔ بہرحال یہ عام آوارہ گردوں کی طر
کنگلے نہیں تھے' ان کے پاس خاصا سامان تھا اور سب کے سب خوشحال تھے۔

پھر وہ سب ہم سے گفتگو کرنے لگے۔ وہ ہمارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ اور م
نے ان سے جو گفتگو کی' اس سے سردارے کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں نے اسے گونگا بننے ک
ہدایت کیوں کی تھی۔ وہ لوگ ہماری طرف سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اور پھر' ان کا خا
شغل شروع ہو گیا۔ اور چرس اور دوسری منشیات تبرک کی طرح ایک دوسرے کو تقسیم ک
گئیں۔ ہمارے حصے میں بھی کچھ آیا تھا۔ ہمارے پاس یہ چیزیں نہیں تھیں' لیکن نشہ دور کرنے
والی گولیاں میں جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ تمام لوگ تھکے ہوئے مسافروں کی طرح مختلف
کونوں میں بیٹھ گئے۔ اور اس کے بعد دم لگنے لگے' غم مٹنے لگے۔ ہم بھی ایک کونے میں بیٹھ
گئے تھے۔

"کیا خیال ہے سردارے؟ پیو گے۔"

"تھوڑی بہت۔ ان کا ساتھ تو دینا پڑے گا۔" سردارے نے کہا۔

"برداشت کر لو گے؟"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔" سردارے نے سینہ پھلا کر اور کہا اور میں نے گردن ہلا
دی۔ چنانچہ ہم دونوں بھی ان کا ساتھ دینے لگے۔ رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی۔ اور پھر لوکس
کھڑا ہو گیا۔

"زندگی۔" اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا اور دور کہیں میڈولین کے تار چھڑ گئے۔"
کسی تاریک رات کی مانند اداس اور خاموش زندگی! کیوں؟ سانسوں کے بوجھ تلے سسکتے ہوئے
اجسام۔ یہ سانسیں ہم نے ان پنجروں میں مسلط نہیں کی ہیں۔ ہمارا وجود ہمارا تابع نہیں ہے
ہم تو دنیا میں آتے ہوئے روئے تھے۔ ہمیں یہ دنیا قبول نہیں تھی۔ پھر کیوں ہمیں اس جنم میں
دھکیل دیا گیا؟

جنم کے باسیو۔ زندگی کا سوگ مناؤ۔ زندگی کے عفریت پر ہنسو۔ قہقہے لگاؤ۔ بھلا دو اپنا
وجود۔ آزاد کر دو روحوں کو۔ چیخو۔ شور مچاؤ تاکہ زندگی خوفزدہ ہو کر دور بھاگ جائے۔ ہمیں
زندگی قبول نہیں۔ ہمیں زندگی سے نفرت ہے۔ اٹھو زندگی کے خلاف جہاد کرو۔ ہم۔ زندگی
کے دشمن اول ہیں۔ آؤ۔ زندگی کو بھول جائیں۔ نغمہ سرائی کرو۔ شور مچاؤ۔"

"ای۔ یا۔ آ آ۔ ہو ہو۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں۔ نشے میں ڈوبے ہوئے
مست ہو گئے تھے۔ رقص شیطان جاری ہو گیا۔ زندگی کا مذاق اڑانے والے تہذیب و انسانی
کے بوجھ سے آزاد ہو گئے۔ لباس اتار دیئے گئے۔ آدمیت کے ہر تصور کو ذہن سے جھٹک دیا
گیا۔ میں اور سردارے ایک کونے میں سمٹے ہوئے تھے۔ میرے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں

تھی' لیکن سردارے کے لئے یہ ماحول شاید اجنبی تھا۔ وہ منہ پھاڑے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

"چڑھ گئی شاید۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"پہلی بار یہ ماحول دیکھ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یار۔ عجیب مخلوق ہے۔" سردارے نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ اسی وقت کسی کی
نگاہ ہم پر پڑ گئی۔

"ارے۔ تم وہیں بیٹھے ہو۔ کیوں' زندگی کے خلاف صف آرا نہ ہو گے؟ آؤ۔ ہم
میں شامل ہو جاؤ۔ ہم زندگی سے جنگ کر رہے ہیں۔ آؤ" بہت سے لوگ ہماری طرف لپکے۔

"مم۔ میں کپڑے نہیں اتاروں گا!" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔
پھاڑ دیں گے یہ لوگ؟"

"ارے۔ تت تت تو۔ کچھ کرو۔ بب' بچاؤ۔" سردارے نے کہا لیکن غول بیابانی
ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ ایک نوجوان نے سردارے کا' دوسرے نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"آؤ نا میری جان۔ کیا سوچ رہے ہو۔ آؤ۔" کسی لڑکی کی آواز ابھری اور سردارے
بوکھلاہٹ میں بے تکے انداز میں اچھلنے لگا۔ لوکس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال دیئے تھے اور
اچھل رہا تھا۔

"گٹار نہیں ہے تمہارے پاس لوکس؟" میں نے پوچھا۔

"ہے۔ کیا تم بجاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں نغمے سناؤں گا۔"

"ہے۔ مچستے۔ گٹار لاؤ۔" لوکس نے چیخ کر کہا۔ اور چند لمحات میں ایک عمدہ گٹار
میرے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ ان بے ہنگ وحشیوں سے بچنے کی یہی ترکیب میرے ذہن میں آئی
تھی۔ میں نے ان کے اس وقت کے موڈ کو مدنگاہ رکھتے ہوئے ایک سوئس نغمہ چھیڑ دیا۔ جو
زندگی سے بھرپور تھا۔ ایک لمحے کے لئے سب رک گئے۔ سب نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر
رقص جنوں شروع ہو گیا۔

میں بچ گیا تھا۔ لیکن سردارے کی بری حالت تھی۔ اس وقت ایک لڑکی اسے دبوچے
ہوئے بیٹھی زبردستی چرس پلا رہی تھی' سردارے بحالت مجبوری چرس کے دم لگا رہا تھا۔ ویسے
اس کے چہرے کی بوکھلاہٹ عیاں تھی۔ ناچنے والے بے خود ہو کر گرتے رہے' گر کر اٹھتے
رہے۔ ایک نغمے کے بعد میں نے دوسرا نغمہ چھیڑ دیا۔ اور رات گزرتی رہی۔ ویرانے چیخ رہے
تھے۔ چاند فاصلے طے کر رہا تھا۔

اور بے سدھ ہونے والے بے سدھ ہو رہے تھے۔ اب بہت کم لوگ رہ گئے تھے جو
ہوش میں تھے۔ تب میں نے گٹار رکھ دیا۔ اور الٹے سیدھے پڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔
سردارے خدا جانے کہاں تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور عجیب حال میں دیکھا۔ وہ

ایک لڑکی کے سینے پر سر رکھے پڑا تھا۔ "سردارے" میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"ڈولی چڑھ دیاں ماریاں ہیر چیکاں۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی۔

"دھت تیرے کی۔" میں نے جھک کر اسے اٹھایا۔ اور پھر گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے گیا۔ ایک الگ تھلگ جگہ سردارے کو لٹا کر میں نے ماحول پر ایک نگاہ ڈالی۔ بہت سے حسین برہنہ جسم میری نگاہوں کے سامنے پڑے تھے۔ میں اس قلمرو کا شہنشاہ تھا۔ یہ سب میرے رحم و کرم پر تھے۔ اس وقت جسے چاہتا اٹھا لاتا۔ لیکن میں مردہ خور نہیں تھا۔ میں زندہ جانوروں کے شکار کا عادی تھا۔

چنانچہ میں بھی سردارے کے ساتھ لیٹ گیا۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ رات کو جشن منانے والے اپنا سب کچھ کھو چکے تھے۔ اور انہیں اپنے لٹنے کا احساس تھا' سردارے اب تک گھٹنوں میں سر دیئے سو رہا تھا۔ بہت سے لوگ جاگ گئے تھے۔ انہوں نے لباس پہن لئے تھے۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو جھنجھوڑا۔

"کون ہے۔ سونے دو۔" سردارے کروٹ بدل کر بولا۔

"اٹھ جا یار۔ یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔"

"ایں۔" سردارے چونک پڑا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور پھر مایوسی کی ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کیوں؟"

"سر چکرا رہا ہے۔"

"رات کی حرکتیں یاد ہیں۔"

"بکواس نہ کر۔" سردارے خالص پنجابی انداز میں بولا۔

"کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"خود بچ گیا اور مجھے پھنسا دیا۔" اس سالی نے نہ جانے کیا پلا دیا تھا۔ حلق تک کڑوا ہو رہا ہے۔"

"اور جناب اس سالی کے سینے پر سر رکھے سکون سے سو رہے تھے۔"

"ابے نئیں۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو اٹھا کر لایا تھا۔"

"معافی چاہتا ہوں یار۔ واقعی بہت برا ہوا' خود میں کس حال میں تھا؟"

"ٹھیک ہی تھے۔"

"نواز۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ رات کو یہ بہت خوش و خرم تھے؟"

"آہستہ آہستہ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔" میں نے کہا' اور سردارے خاموش ہو گیا۔ رات کے خمار سے ٹوٹے ہوئے لوگوں میں آہستہ آہستہ زندگی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ لوکس ضروریات سے فارغ ہو کر میرے پاس آ گیا۔

"سیسرو!" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "تم ایک باکمال انسان ہو۔ کہاں تک ہمارا ساتھ دے سکو گے؟"

"تمہارا کیا پروگرام ہے لوکس؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آوارہ گردوں کے بھی کوئی پروگرام ہوتے ہیں' جہاں تک جا سکے جدھر منہ اٹھ گیا۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا میں تمہارے لئے ایک بوجھ نہیں بن جاؤں گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دوست۔ انسان' انسان پر کبھی بوجھ نہیں بنتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم گٹار بہت اچھا بجاتے ہو۔ میرے سارے ساتھی تمہیں پسند کرنے لگے ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاں تک بھی ساتھ دے سکا۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ بات طے رہی۔"

"ہاں۔ لیکن ایک شرط ہے۔"

"کیا؟"

"تمہارے ساتھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں گا' لیکن اس کی قیمت ادا کر کے۔"

"کیا تمہارے پاس کرنسی ہے؟"

"ہاں۔"

"اگر ہے تو دے دینا۔ نہ ہو تو ہمارے اوپر بوجھ نہ بننا۔" لوکس نے کہا۔ اور میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ لوکس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر گڈی جیب میں رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔

میں نے بھی سوچا تھا کہ ان لوگوں کا ساتھ جہاں تک رہے ٹھیک ہے۔ اور پھر میری لائن کے لوگ ہیں۔ میرے کام میں بھی معاون ہوں گے۔ لوکس نے فوری طور پر میرے لئے ایک خیمہ مہیا کر دیا۔

"کیا خیال ہے نواز۔ ان لوگوں سے کیا کام بن سکتا ہے۔"

"بس دیکھتے رہو میری جان۔ بالکل آزاد رہو۔ اس زندگی سے لطف اٹھاؤ۔ کھل کھیلو ان لوگوں سے۔" میں نے کہا۔

"او کے چیف۔ اور وہ۔ میں میں-----" سردارے نے جھینپے ہوئے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکیاں؟"

"ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"ان میں میری کوئی رشتے دار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"او جیو میرے لعل۔" سردارے نے مجھے لپٹا لیا۔

"ابے گونگے۔ تو خیال نہیں رکھے گا۔" میں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

"او۔ اوپ۔ آئندہ' بس آئندہ۔" سردارے نے جلدی سے منہ بند کر لیا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

دوپہر کے بعد لوکس نے اپنے آدمیوں کو خیمہ اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اور تیزی سے کام ہونے لگا۔

"چیف۔ مجھے پھر کسی کی گود میں سفر کرنا پڑے گا؟"

"ظاہر ہے۔ یہ سفر تو اسی طرح رہے گا۔"

"مگر۔ میرا خیال ہے میلان پہنچ کر ہم ٹرین سے سفر کریں گے۔ آخر ٹکٹ خریدے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور ایک بار پھر ہمیں اسی مائیکرو میں ٹھنسنا پڑا۔ لیکن سردارے کی قسمت کے ساتھ اس بار میری قسمت بھی چمک اٹھی تھی۔

اس سے قبل' کسی لڑکی نے خاص طور سے مجھے لفٹ نہیں دی تھی اور یہ پہلا گروہ تھا' جس کی لڑکیوں نے میرا گٹار سننے کے باوجود' میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ نہ جانے کیوں؟ ویسے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھا۔

ہم مرد تھے۔ قوی ہیکل۔ اور بہرحال ان میں شامل ہو چکے تھے' اس لئے لڑکیوں نے کم جگہ اس طرح پوری کی تھی کہ وہ کسی نہ کسی کی آغوش میں بیٹھ گئی تھیں۔ سردارے اور میں قریب قریب بیٹھے تھے اور ہماری گود میں جو لڑکیاں بیٹھی تھیں' وہ خاصی تھیں۔

"سوری ڈیئر۔ لیکن مجبوری!" سردارے کی ساتھی لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سردارے بے بسی سے منہ کھول کر رہ گیا۔ اس نے غصیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

"اوہ۔ مجھے معلوم ہے۔ اس ٹریجڈی کے بارے میں مجھے معلوم ہے۔" لڑکی ہمدردی سے بولی۔ اور سردارے دانت پیسنے لگا! مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میری گود میں بیٹھی ہوئی لڑکی اس آرام سے دراز تھی جیسی کسی آرام دہ کرسی پر بیٹھی ہو۔ اسے ابھی تک میرا احساس نہیں ہوا تھا۔ لیکن آخر کہاں تک خاموش رہتی۔ ایک بار اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

"ہیلو۔!" اس نے کہا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام یاد ہے۔"

"لوسیلا۔"

"تھینک یو۔ ویسے گٹار بجانے میں تم اپنی مثال نہیں رکھتے۔"

"اب میری طرف سے شکریہ۔"

"اوہ۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر جھک کر میرے کان میں بولی۔ "تمہارا جسم بہت خوبصورت ہے۔"

"اس کا بھی شکریہ۔"

"دلچسپ بھی ہو؟" اس نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ساتھی کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گیرون۔ کیوں؟"

"شوہر ہے تمہارا؟"

"او نہیں۔ صرف ساتھی ہے۔"

"کافی طاقتور ہے۔ میری طرف توجہ دی تو مجھے قتل کر دے گا۔"

"ارے نہیں۔ وہ اتنا سنگدل نہیں ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر میری گردن میں ہاتھ ڈال کر بولی۔ آج رات میں تمہارے ساتھ گزاروں گی۔"

"ضرور۔ بشرطیکہ تمہیں اس پر بھروسہ ہو۔"

"وہ صرف دن کا ساتھی ہے۔ رات کو وہ پتیھڈین کے دو انجکشن لے کر سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہے۔"

"اوہ تب ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔

"تم انگریز لوگ بہت بزدل ہوتے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہم انگریز لوگ واقعی بزدل ہوتے ہیں۔" میں ایک طویل سانس لے کر بولا۔

سردارے اب بھی غصیلے انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ ہماری گفتگو سن رہا تھا۔ اور خود اسے خاموش رہنا پڑ رہا تھا۔ جبکہ اس کی ساتھی اس سے باتیں کرنے کی خواہشمند تھی۔

سفر چونکہ دوپہر کے بعد شروع کیا گیا تھا۔ اس لئے رات ہونے تک ہم میلان نہ پہنچ سکے۔ اور راستے ہی میں رات ہو گئی۔ علاقہ یہ بھی خوبصورت تھا' ایک مناسب جگہ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ شام ہی سے بادل گھر آئے تھے' لوکس نے بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میلان کی سرحد شروع ہو گئی ہے۔ اور میلان بارشوں کا شہر کہلاتا ہے۔ ممکن ہے بارش شروع ہو جائے اس لئے خیمے نشیب میں نہ لگائے جائیں۔" اور اس بار خیمے دور دور صرف اونچی جگہوں پر لگائے گئے تھے۔ بادلوں نے ماحول کو نم کر دیا تھا۔

چنانچہ موسم کے پیش نگاہ آج کی تفریحات جلدی شروع ہو گئیں۔ لوکس نے بڑے پیار سے گٹار میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور میں نے موسم کے لحاظ سے ایک خوبصورت نغمہ چھیڑ

دیا۔ لوسیلا میرے قریب کھڑی تھی۔ سردارے بھی ناخوش نہیں تھا' کیونکہ اس کے پاس بھی ایک لڑکی موجود تھی۔ یہ وہ تو نہ تھی جو دن میں اس کے ساتھ تھی۔ نہ جانے کس طرح سردارے کا اس دوسری لڑکی سے تعارف ہوا تھا۔

بہرحال نغمہ جاری تھا۔ ابھی جنون پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہپی نوجوان بڑی دلچسپی سے گٹار سن رہے تھے۔ اچانک لوکس نے ہاتھ اٹھایا۔ "رک جاؤ۔ رک جاؤ۔" وہ عجیب سے انداز میں چیخا۔

اور میں رک گیا۔ ماحول جاگ پڑا۔ اور جب ماحول جاگ پڑا تو ہم نے موٹر سائیکلوں کی آوازیں صاف سنیں۔ بہت سی موٹر سائیکلوں کی آوازیں تھیں۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھامپسن" لوکس نے بھاری آواز میں کہا۔

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"اوہ۔ احمق۔ وہ تھامپسن ہے۔ ہم سخت خطرے میں ہیں۔" لوکس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ زور سے چیخا۔ "تم سن رہے ہو؟ وہ تھامپسن ہے۔"

"تھامپس!" ہپیوں کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ سب کے سب پریشان سے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں اور سردارے حیران' ان کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

"اب کیا ہو گا؟ اس نے ہمیں یقیناً دیکھ لیا ہو گا۔"

"لوکس!" بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "آخر یہ تھامپسن کیا بلا ہے؟"

"ویرونا کے خونخوار چیتوں سے زیادہ خونخوار ہے۔ ایک آوارہ گرد لٹیرا۔ مجھے افسوس ہے دوست' اگر تم اسے نہیں جانتے۔ وہ۔ وہ ایک خونی جلاد ہے۔ مگر باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے تمہیں اس وقت اپنی حفاظت خود کرنا ہے۔ پھر وہ دوڑتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا اور اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا خیال ہے دوستو۔ چھپنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ جنگ کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ اس کا سامنا کرو گے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ ہم اس کا سامنا نہیں کریں گے۔ وہ دیوانہ ہے۔ جلاد ہے۔" ہپی نوجوانوں نے بزدلی کا اعتراف کر لیا۔

"تو پھر بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو۔ سب کچھ یونہی چھوڑ دو۔" لوکس نے کہا۔ اور بھگدڑ مچ گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف میں اور سردارے کھڑے تھے۔ موٹر سائیکلوں کی روشنیاں اب خیموں پر پڑ رہی تھیں۔

"آؤ سردارے۔" میں نے کہا۔ اور ایک خیمے کی آڑ میں ہو گیا۔ سردارے نے

میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔

موٹر سائیکلوں نے ایک دائرے کی شکل میں ہمیں گھیر لیا۔ اور پھر ان پر آنے والوں نے روشنیاں جلتی رہنے دیں۔ اور موٹر سائیکلوں سے نیچے اتر آئے۔ روشنی میں میں نے طویل بالوں والے دراز قد ہپیوں کو دیکھا۔ سب کے سب شکلوں سے وحشی لگ رہے تھے۔ چست کپڑوں سے ابھرے ہوئے سینوں کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ان میں دراز قد عورتیں بھی شامل ہیں۔

"یہ آخر ہیں کیا بلا؟" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"لٹیرے۔ ان کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ" پھر ہم ان سے چھپے ہوئے کیوں ہیں؟" سردارے اکڑ کر بولا۔

"کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

ارے ان کی ایسی کی تیسی۔" سردارے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ لیکن میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"انتظار کرو سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور وہ میری شکل دیکھ کر رک گیا۔

آنے والے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک خوفناک حد تک گونجدار آواز والے شخص نے منہ کے سامنے ہاتھ رکھ کر امریکن لہجے میں کہا۔

"ہے۔ جہاں بھی ہو باہر نکل آؤ۔ ورنہ چٹانوں میں چاروں طرف گولیاں برسیں گی اور تم سب جہاں ہو وہیں ڈھیر ہو جاؤ گے۔" میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔"

ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ اس نے گنتی شروع کی اور پھر اس کے مسلح ساتھی پوزیشن بدلنے لگے۔ دو آدمی ہماری طرف بھی آ رہے تھے۔ میں نے سردار کا شانہ دبایا۔

"سردارے!"

"گرانڈ چیف۔" سردارے بے خوفی سے بولا۔

"آواز نکل گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔"

"پنجاب کی قسم۔ آواز نکل گئی تو سردارے گردن کاٹ لے گا اپنی' اپنے ہاتھوں سے۔" سردارے کی سرگوشی سنائی دی۔ اور مجھے یہ آواز بڑی عجیب سی لگی۔ کیسی زبردست خوداعتمادی تھی ان الفاظ میں۔

آنے والے ہمارے نزدیک آ گئے۔ خوفناک شخص کی گنتی سات تک پہنچ گئی تھی۔ اور مجھ سے قبل سردارے کسی عقاب کی طرح جھپٹا۔ جو کچھ اس نے کہا تھا وہی کر دکھایا۔ بلاشبہ میرے کانوں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ خود میرا شکار بھی میرے بازوؤں میں تھا۔ ایسا شاندار داؤ مارا تھا میں نے کہ اس کی جسامت رکھی رہ گئی۔ بطخ کی طرح ایک آواز اس کے حلق سے نکلی۔ البتہ اس کے ہاتھ پاؤں پٹخنے کی آواز اس سناٹے میں ضرور سن لی جاتی اگر اس وقت

لوکس کی آواز کی طرف وہ لوگ متوجہ نہ ہو جاتے۔

لوکس باہر نکل آیا تھا!

"تھامپسن۔ ہم نے سب کچھ تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی چیز نکل آئے تو گولی مار دینا۔" لوکس لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

تھامپسن نے گنتی روک دی۔ اور پھر اس نے شاید ٹارچ سے لوکس پر روشنی ڈالی تھی۔

"مارے جاؤ گے پیارے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس نے شیطان کی سی آواز میں کہا۔

"میں تیار ہوں لوکس۔ میں اپنے سارے ساتھیوں کو آواز دیتا ہوں۔ تم ان کی تلاشی لے لو۔"

"بلاؤ!" تھامپسن نے کہا۔

"سب باہر نکل آؤ۔ اپنے ہاتھ بلند رکھو۔" لوکس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ اور امن پسند باہر نکل آئے۔ ان میں سے ایک بھی نشے میں نہیں تھا۔ سب کے چہروں پر نحوست برس رہی تھی۔

سب ایک جگہ آ کر جمع ہونے لگے۔ تھامپسن کے چہرے پر ایک کریہہ مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔ اس نے خونخوار آواز میں کہا۔ "جھوٹ بول رہے تھے نا۔"

"تت۔ تم تلاشی لے لو۔" لوکس نے کہا۔

"لڑکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا یہ ضرورت کی چیز نہیں ہوتیں؟" تھامپسن غرایا۔ اور لڑکیوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔

"تھامپسن۔ تھامپسن" لوکس رو دینے والی آواز میں بولا۔ اور میں نے اس کے ڈیل ڈول پر لعنت بھیجی۔ ہمارے دونوں شکار ساکت ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے شکار کی گردن کی ہڈی توڑ دی تھی اور سردارے نے اپنے مضبوط بازوؤں کی قوت سے اپنے شکار کی گردن دبا دی تھی۔ ہم نے نہایت پھرتی سے ان کا اسلحہ قابو میں کر لیا تھا۔

"پستول کے استعمال سے واقف ہو۔"

"توپ بھی چلا سکتا ہوں۔ میری جان۔" سردارے چہکا۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا میری جان۔ اور اب تمہاری تجویز کردہ سزا موت ہے۔ تیار۔" تھامپسن نے پستول نکال لیا۔

"ذرا شان سے۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور پنجاب کے جیالوں کی بھڑک ان امریکیوں نے کہاں سے سنی ہو گی۔ دل دہل گئے ہوں گے سالوں کے، سردارے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔ میں نے بھی کچھ کامیاب نشانے اگائے۔ اور تھامپسن نے الٹی

چھلانگ لگا دی۔ ایسا اچانک طوفان تھا کہ ان کے قدم نہ رک سکے۔

جو لوگ پیچھے تھے انہوں نے فوراً موٹر سائیکلیں سنبھالیں۔ اور یہ انہوں نے احسان ہی کیا تھا۔ یہاں صرف دو پستول باز تھے، اگر وہ پوزیشن لے کر مقابلہ کی ٹھان لیتے تو بات ہی بگڑ جاتی۔ لیکن موٹر سائیکل پر بھاگنے والوں نے دوسروں کو بھی یہی راستہ دکھا دیا۔ یہاں تک کہ تھامپسن بھی نہ رک سکا۔ ہاں کچھ موٹر سائیکلیں ضرور کھڑی رہ گئی تھیں۔ شاید ان لوگوں کی تھیں جو اب کبھی نہیں اٹھ سکتے تھے۔

ہم کام کچا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، چنانچہ ہم بھی ان موٹر سائیکلوں کی طرف لپکے۔ اور سردارے۔ وہ تو میرا ذہن اڑائے دے رہا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل نے کئی فٹ اونچی چھلانگ لگائی تھی اور پھر نیچے آتے ہی اس نے دو فائر جھونک مارے۔ ایک موٹر سائیکل ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئی اور پھر نیچے آ کر چکنا چور ہو گئی۔ نہ جانے اس کے سوار کا کیا حال ہوا، باقی موٹر سائیکلیں جس شان سے آئی تھیں اس سے کہیں زیادہ سراسیمگی سے واپسی کا سفر کر رہی تھی۔ اوپر سے ہم دونوں کی بھڑک۔ اور اس کے ساتھ گولیاں۔

تھامپسن کو زندگی میں پہلی بار لطف آیا ہو گا، سڑک پر پہنچتے ہی وہ جتنی قوت سے دوڑ سکتے تھے دوڑے۔ دو سوار ایک دوسرے سے ٹکرا کر بری طرح گرے تھے۔ لیکن اس وقت کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی۔ اور ہم انہیں کافی دور تک دوڑا کر پلٹے۔

لوکس اور اس کے ساتھی اسی انداز میں کھڑے تھے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ہماری شکل دیکھی اور دیکھتے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ ہاں اس خاموشی میں تھامپسن کے کچھ مرتے ہوئے ساتھیوں کی آواز ضرور رخنہ انداز ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ آوازیں بھی معدوم ہو گئیں۔

"لوسیلا؟" میں نے آواز دی اور لوسیلا آگے بڑھ گئی۔ "میرا گٹار کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور لوسیلا پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگی۔ "میرا گٹار لاؤ۔" میں نے اسے حکم دیا اور وہ اضطراری طور پر خیمے کی طرف مڑ گئی۔ سردارے ہاتھ ------ میں پستول لئے مسکرا رہا تھا۔ میں نے اپنا پستول زمین پر ڈال دیا۔ لوسیلا گٹار لے آئی۔ نہ جانے کیسا موڈ ہو رہا تھا۔

سنسنی خیز ماحول میں گٹار پر ایک نغمہ ابھرا۔ لیکن یہ نغمہ بھی انتہائی ------ خوفناک تھا۔ ایسا لگ رہا تھا، جیسے بہت سی بدروحیں مل کر چیخ رہی ہوں، تب لوکس نے گھبرا کر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"بند کرو۔ بند کرو۔ آہ، گٹار بند کر دو۔" اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا اور میں نے گٹار بند کر دیا۔ لوکس چند قدم پیچھے ہٹ کر میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "جانتے ہو تم نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو لوکس؟"

"وہ تھامپسن تھا۔"

"پھر؟" میں نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"وہ ان علاقوں کا زلزلہ ہے۔ اور۔ اور وہ زندہ بچ گیا ہے۔ اور۔ تم نے اس کے بہت سے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"او۔ تم اس کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہو لوکس۔ صرف لوگوں کو اس سے خوفزدہ کرنے کا کام کرتے ہو۔"

"نہیں میرے دوست۔ نہیں۔ تم نے جس دلیری سے ہماری زندگی بچائی ہے اس کے لئے شکریہ کے الفاظ بے سود ہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے لوکس۔ تھامپسن آئندہ میرے سامنے آیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور پھر گٹار سنبھال لیا۔

"سنو۔ رات کی پرواہ مت کرو۔" ابھی یہاں سے چل پڑو۔ وہ ضرور واپس آئے گا۔" لوکس نے پھر میرے گٹار پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تو لوکس۔ تم بھی سن لو۔ کم از کم آج کی رات میں اس کا انتظار ضرور کروں گا۔ اور اگر وہ واپس پلٹا۔ تو یہ بھی سنو' کہ صبح کو اس کی لاش تمہیں پیش کر دی جائے گی۔"

"ہرا!" اچانک بہت سے لوگوں نے نعرہ لگایا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ناچنے لگے۔ کئی لڑکیاں میرے اور سردارے کے اوپر آ پڑیں۔ انہوں نے ہمارے بوسے لے ڈالے تھے۔ لیکن لوکس پریشان سا ایک طرف کھڑا تھا۔

"ساتھیو۔ عیش کرو۔ دم لگاؤ۔ تھامپسن میں واپس لوٹنے کی سکت نہیں رہی ہے۔ ابھی تو وہ اپنے لوگوں کا سوگ منائے گا' عیش کرو۔" میں نے گٹار چھیڑ دیا اور رقص تیز ہو گیا۔ سب خوشی کا رقص کر رہے تھے۔ اور لوکس احمقانہ انداز میں ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔

میری پیش گوئی درست ہی تھی۔ تھامپسن کی کیا مجال تھی جو رات کی تاریکی میں اس طرف کا رخ کرتا۔ ہاں دن کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بہرحال صبح کی روشنی میں تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کا پتہ چل سکا۔

دو آدمی وہ تھے جنہیں ہم نے گردن دبا کر مارا تھا۔ اس کے علاوہ پانچ آدمی اس جگہ ڈھیر ہوئے تھے جہاں تھامپسن لوکس کو ختم کرنے جا رہا تھا۔ تین آدمی موٹر سائیکلوں کے حادثے کا شکار ہوئے تھے' اس طرح تھامپسن کو دس آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ ان میں تین عورتیں تھیں' سات مرد۔

رات کو خوشی کا رقص کرنے والے ان لاشوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتے تھے۔ لوکس نے صبح ہوتے ہی خیمے باندھ لینے کا حکم دے دیا تھا۔ بہرحال اس بار ہمیں مائیکرو میں عمدہ جگہ ملی۔ باقی لوگوں نے ہماری وجہ سے تکلیف اٹھائی

کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لوکس ہمارے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اب اسے کسی قدر سکون نصیب ہوا تھا۔ اس لئے راستے میں اس نے ہم سے رات کے کارنامے کے بارے میں پوچھا۔ تمام لوگ دلچسپی سے ہماری کارروائی سن رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد لوکس نے کہا۔

"سیرو۔ تم بے شک بہادر انسان ہو۔ لیکن اسے غور سے سن لو۔ تھامپسن اس وقت تک تمہارا پیچھا کرے گا' جب تک تم سے انتقام نہ لے لے۔" اور میرے بجائے سردارے ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی تضحیک آمیز تھی۔! میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆ ☆ ☆

لوکس نے تشویش ناک نگاہوں سے سردارے کی طرف دیکھا۔ چند ساعت سوچتا رہا۔ پھر بولا "بے شک پنٹو تم بے پناہ بہادر ہو۔ تم نے تھامپسن کو وہ زک دی ہے جو اس سے قبل کسی نے اسے نہ دی ہوگی۔ تم نے اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ تھامپسن ان علاقوں میں بہت بدنام ہے۔ آوارہ گردوں کا یہ گروہ ترلوکا کی تعلیمات سے متاثر نہیں ہے۔ وہ تشدد پر یقین رکھتا ہے۔ تھامپسن نے قصبوں میں قتل عام کیا ہے' لوٹ مار کی ہے۔ وہ بے حد خونخوار ہے۔"

"ہاں----- لیکن کسی پاگل گیدڑ کی طرح۔ جو دیوانگی میں خونخوار ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ لیکن عام طور سے بھاگ جانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔" سردار بول پڑا۔

جوش میں اس کی زبان کھل گئی تھی۔ میں نے گھور کر اسے دیکھا اور سردارے کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

"یہ----- یہ بول سکتا ہے؟" لوکس نے حیرت سے کہا۔

"اس کا مرض بھی عجیب ہے۔ عام طور سے گونگوں کی طرح خاموش رہتا ہے۔ کتنی ہی کوشش کرو' کسی سے بات ہی نہیں کرتا۔ لیکن بعض اوقات خودبخود بولنے لگتا ہے۔ بس خاموش ہو گا تو مہینوں خاموش رہے گا' بولے گا تو ہفتوں بولتا رہے گا! اس لیے میں عام طور سے اس کا تعارف گونگے ہی کی حیثیت سے کراتا ہوں" میں نے کہا۔---- بہرحال بات بنانی تھی۔ لوکس کافی دیر تک حیرت زدہ نگاہوں سے سردارے کو دیکھتا رہا---- پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"بہرحال عجیب مرض ہے۔ لیکن آدمی جیالا ہے۔"

"اس کی بات جانے دو لوکس۔ تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سوچا تھا واپسی کا سفر آرام سے کریں گے۔ لیکن تھامپسن سے دشمنی مول لے کر جس نے آرام کیا۔ اس نے اپنی موت نزدیک سے نزدیک تر کر لی۔" لوکس متاثر لہجے میں بولا۔

"تم تھامپسن سے بے حد خوفزدہ ہو۔ اور میرے دوست کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ براہ کرم اب تھامپسن کے گن مت گاؤ۔ اپنا پروگرام بتاؤ۔" میں نے بھی کسی قدر ناگوار

انداز میں کہا۔

"تم کتنا ہی برا مانو سیسرو۔ بہرحال اب میں تم سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا' لیکن یقین کرو' صرف اس واقعہ کی وجہ سے میں نے پروگرام بدلا ہے۔"

"یعنی۔"

"پہلے ہمارا خیال تھا کہ یہاں سے میلان چلیں گے' میلان میں قیام کریں گے۔ پھر الپس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے جھیل گموری کے کنارے پی گوڈے میں رکیں گے۔ پی گوڈے' ایک حسین وادی' ایک خوبصورت جگہ ہے لیکن تھامپسن ہمارا تعاقب کرکے اس وادی کو بھی خون سے رنگ دے گا۔"

"پھر تھامپسن؟" میں جھلا گیا۔

"معاف کرنا دوست۔ لیکن میں اس بھوت کو ذہن سے فراموش نہیں کرسکتا۔"

"یقین کرو۔ اگر یہ ناسپاسی نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے۔ حرام کی موت سے پناہ ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ پھر کہاں مرو گے جاکر؟" سردارے نے پوچھا۔ "اب تو یوں ہی بمشکل پناہ مل سکے گی۔ وہ بھی اس مشکل میں کہ ہم منتشر ہو جائیں۔"

"کیا خیال ہے سردار؟" میں نے اردو میں پوچھا۔

"بیٹھے رہو استاد---- بہادری دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے منہ بنا کر جواب دیا۔ اور میں خاموش ہوگیا۔ لوکس نے خلاء میں نگاہیں جما دی تھیں۔ سب ہی بدحواس تھے۔ ڈرائیور عمدہ رفتار سے وین بھگا رہا تھا۔ وہ تو سڑک عمدہ تھی ورنہ اگر ذرا بھی خراب سڑک ہوتی تو لطف آجاتا' جس طرح ہم اس وین میں بھرے ہوئے تھے۔ اس وقت کسی پر رومان سوار نہیں تھا۔ سب کے سب بور شکل بنائے بیٹھے تھے۔

"استاد۔" سردار نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔"

"ان لوگوں کی شکلیں دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ بزدل' خوفزدہ ہیں۔"

"میں بور ہو رہا ہوں۔"

"چلو سفر ہی تو کرنا ہے---- برداشت کرو۔"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھر رہا ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہ ان سے جان چھڑالی جائے؟"

"کمال کے آدمی ہو۔ یا تو مجھے بیٹھے رہنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ اب خود فضول

باتیں سوچنے لگے۔"

"بات کچھ اور ہے استاد۔"

"وہ بھی بک دو۔"

"ان سے گاڑی چھیننا مشکل نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"دکھاؤں کمال---- پستول موجود ہے۔ سب سالوں کو اتار دوں۔ اور گاڑی لے کر نکل چلو۔"

"بکواس مت کر یار---- اگر سچ مچ تھامپسن نے پیچھا کیا تو سالے مفت میں مارے جائیں گے۔ انہیں چلنے دو۔ جو جگہ پسند آئی۔ وہاں اتر جائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے استاد---- مگر ایک بات یاد رکھنا۔ میری فطرت بچھو کی سی ہے۔ ڈنگ ضرور مارتا ہوں۔ ٹھیک ہے یہ ہم سے تعاون ضرور کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مجھے کچھ ہوگیا تو معاف کر دینا استاد۔"

"نہیں سردار---- یہ لوگ اتنے برے نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔

"یہ تم کون سی زبان میں بات کرنے لگتے ہو؟" لوکس نے پوچھا۔

"خود ہمیں بھی معلوم نہیں ہے۔ بہرحال میرا ساتھی اس بات پر بہت ناراض ہے کہ تم اس کے سامنے تھامپسن کو اہمیت دے رہے ہو۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر اسے معلوم ہوتا کہ تم تھامپسن سے اس قدر خوفزدہ ہو۔ تو وہ تھامپسن کو زندہ واپس نہ جانے دیتا۔"

"درحقیقت وہ شیر ہے۔ اس سے کہو وہ ناراض نہ ہو۔ ہم امن پسند اس سے خوفزدہ ہیں۔ بلاشبہ وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔" لوکس نے کہا اور ہم خاموش ہوگئے۔

میلان آیا۔ بلند و بالا جدید عمارتوں کا شہر۔ آج میلان کی ابتدا سے قبل ہی موسلادھار بارش شروع ہوگئی تھی۔ سڑکیں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ موسم بے حد خراب تھا۔ گو ڈرائیور نے گاڑی شہر سے باہر ہی رکھی لیکن ٹریفک تھا کہ الامان الحفیظ۔ بمشکل تمام وین میلان سے نکل سکی اور کھلی سڑک ملتے ہی ڈرائیور نے پھر رفتار بڑھا دی۔

اب بلند و بالا پہاڑیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ دھند کا ایک سیلاب چوٹیوں سے اتر کر نچلی وادیوں تک پھیلا ہوا تھا' سڑک بے حد خوبصورت' لیکن بے پناہ خوفناک تھی' ایک سمت پہاڑی سلسلہ' دوسری طرف گہری کھائیاں' جن کو دیکھنے سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ اور پھر دھند میں ڈوبی ہوئی سڑکیں---- اگر ڈرائیور ذرا بھی اناڑی ہو---- تو---- ساری کہانیاں ختم۔

یہ پہاڑی سلسلہ کوہ الپس تھا۔ طویل پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے گزرتے شام

جھک آئی۔ یا پھر۔۔۔۔ پہاڑوں کے گہرنے سورج کو نگل لیا تھا۔ بہرحال جھیل مگوری کا کنارہ آگیا۔

اور بے شک یہ حسین جگہ تھی۔

تب میں نے لوکس کو مخاطب کیا۔ "تم نے کونسی جگہ کا نام لیا تھا لوکس؟"

"کہاں؟" لوکس نے خالی الذہنی کے انداز میں کہا۔

"ابھی راستے میں جھیل مگوری کے کنارے کی خوبصورت جگہ کونسی ہے؟"

"اوہ۔۔۔۔ ابھی پی گوڈے آئے گا! موٹیلز کا شہر۔ یہاں بھی آوارہ گردوں کے لیے ایک خوبصورت جگہ بنائی گئی ہے۔ گو بہت مہنگی ہے، لیکن اپنا ثانی نہیں رکھتی۔"

"ہمیں یہیں اتار دینا لوکس۔" میں نے کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ سارے چہرے ہماری طرف گھوم گئے۔

"کیوں؟" لوکس نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہم اس جگہ سے لطف اندوز ہوں گے۔"

"میری بات مان لو میرے دوست۔۔۔۔۔ یہ جگہ تھامپسن کی رینج سے باہر نہیں ہے۔ یہاں کے لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔"

"ہم نے سب کی پریشانی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"ضد نہ کرو سیسرو۔" سوسیلا نے ایک ادا سے کہا۔

"ارے خاموش رہ سسری۔ شکل دیکھی ہے آئینے میں۔" میرے بجائے سردارے جھلائے ہوئے انداز میں بول پڑا۔ اور جھلاہٹ میں اس نے یہ الفاظ اردو میں ادا کئے تھے۔ اس لیے لوسیلا نہ سمجھ سکی! مجھے ہنسی آگئی تھی۔

"ہمیں پی گوڈے اتار دینا لوکس۔" میں نے اس بار سخت لہجے میں کہا اور لوکس ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

رات کی روشنیاں جل اٹھی تھیں، جب ہم پی گوڈے پہنچے۔ گو رات تھی۔ لیکن جنگلی پھولوں کی مہک، ہوا کی حسین نمی اور روشنیوں کی جنت کے حسن کا احساس دلا رہی تھی۔

ہم سے جدا ہونے کے لیے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ سب نے ہی ہماری خوشامد کی تھی لیکن ہماری محبت میں وہ لوگ اپنی زندگی بھی خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھے۔

"بون میں ملاقات ہوگی سیسرو؟" لوسیلا نے پوچھا۔

"ضرور۔ بشرطیکہ تھامپسن کے خوف سے تم لوگ زندہ رہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہمیں معاف کر دینا دوست۔ ہم امن پسند ہیں۔ لڑائی بھڑائی سے خوف کھاتے ہیں۔ تشدد کا جواب تشدد سے دینے پر یقین نہیں رکھتے ہمیں معاف کر دینا۔" لوکس نے پرجوش انداز

میں ہم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں نیچے اتر گئے۔

وین ست رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔ اور جب اس کی سرخ روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں تو سردارے نے کھنکھار کر ایک پٹاخہ زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "بزدل سسرے۔"

"آو۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہم روشنیوں کی طرف بڑھ گئے۔

پی گوڈے دراصل ایک کیمپ تھا۔ لیکن خاص قسم کا کیمپ۔ یعنی اس کا تعلق اس کیمپنگ اسکیم سے نہیں تھا، جو سیاحوں کے لیے سستا قیام فراہم کرتے ہیں، بلکہ اس خوبصورت جگہ کو مہنگی عیاشی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ لکڑی کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے مکانات، ہر مکان سے جنریٹر کی آواز ابھر رہی تھی۔ ظاہر ہے یہاں دوسرے ذرائع سے تو بجلی پہنچ نہیں سکتی تھی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مکانات کسی کی رہائش گاہ نہیں ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے ہیں۔ گویا نام کے قہوہ خانے، جہاں عمدہ قہوے کے علاوہ سب کچھ دستیاب ہے۔ اعلیٰ قسم کی قیمتی منشیات، رہا قیام کا مسئلہ تو اس کے لیے کھلا آسمان ہی بہتر ہوتا ہے، زیادہ عیاشی ذہن پر سوار ہو تو خیمہ لگا لو۔

کہیں کہیں خیمے بھی لگے ہوئے تھے۔ ورنہ زیادہ تر لوگ جہاں دو گز زمین ملی وہیں ڈیرہ ڈال دیا، کے مصداق کھلے آسمان کے نیچے عیش کر رہے تھے۔ گو رات کا وقت تھا، لیکن دور دور جھلکتی ہوئی روشنیوں کے سائے ہمارے راستے میں آجاتے تھے۔ اور اسی راستے میں، کہیں کہیں چرس، افیون، بھنگ راکٹ، ہیروئن یا کسی اور نشے سے سرشار جوڑے، انسانیت کو بھول کر حیوانیت کو اپناتے ہوئے نظر آجاتے۔ حیوان، جن کے نزدیک اقدار کی تخصیص تخصیص نہیں ہوتی۔ جنہیں نگاہوں کا احساس نہیں ہوتا، انسان بذات خود بھی، حیوانیت کی طرف راغب ہے۔ وہ وہیں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے جہاں سے چلا تھا۔ گویا تہذیب کا زوال شروع ہو گیا ہے اور۔۔۔۔ اور خطرہ ہے کہ۔۔۔۔ پہاڑ۔۔۔۔ درخت، جنگل ایک بار پھر آباد ہو جائیں گے۔ مکانات، عالی شان عمارتیں، منہدم ہو جائیں گی۔ کاروبار، کارخانے قصہ پارینہ بن جائیں گے۔ دیوانگی کے متوالے پھر دیوانگی اپنالیں گے۔ اور یہ دیوانگی کا دور اس دور سے کہیں زیادہ خوفناک ہوگا، جو پتھر کا دور کہلاتا ہے۔

اس دور کا انسان معصوم تھا۔ تہذیب ناآشنا تھا۔ اس کی سوچ محدود تھی۔ وہ تہذیب و ترقی کی طرف مائل تھا۔ وہ اپنی منزل پانا چاہتا تھا اور اس کا انسان، مکار ہے۔ وہ تہذیب آشنا ہے لیکن تہذیب سے نفرت کرکے پھر پتیوں کا خواہش مند ہے۔ اس کی سوچ لامحدود ہے۔ وہ تمام منزلوں کے نشان مٹا دینا چاہتا ہے۔ صرف ایک ہپی ازم کی بات کیوں کی جائے، چرس، افیون، راکٹ اور ہیروئن کے نشے کی بات کیوں کی جائے ہر انسان نشے میں ڈوبا ہوا ہے۔

دولت کے نشے میں' اقتدار کے نشے میں' دولت مند غریبوں کی ہڈیوں کو پیس کر' گوشت و خون کے ملغوبے سے اپنی تجوریوں کو زیادہ سے زیادہ بھرنے کا خواہش مند ہے۔ اقتدار کا متوالا' ہر جائز و ناجائز ذرائع سے کام لے کر اپنی حیثیت برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔ ہتھیاروں کا سرور ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ دنیا کو مٹانے کے لیے بھرپور جدوجہد ہو رہی ہے۔ کیونکہ' انسان تہذیب کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا ہے' یہ تہذیب کے دشمنوں کا دور ہے---- ہر چہرے پر ایک ہی لیبل نظر آتا ہے انسان کو ختم کردو۔ انسانیت کو فنا کردو---- چلو---- پہاڑوں میں چلو۔ پھر درختوں کی زندگی اپناؤ۔ بات کسی ایک ازم کی نہیں ہے۔ بات اس دور کی سوچ کی ہے۔

"بڑے بے غیرت لوگ ہیں یار۔" سردار نے ایک جوڑے کی طرف سے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔ تم اپنے وطن میں نہیں ہو۔" نہ جانے کیوں میرے ذہن میں جھلاہٹ ابھر آئی تھی۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے یار---- اپنا وطن اپنا ہی ہے۔" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اب قیام کے لیے کوئی عمدہ جگہ تلاش کرو۔"

"چلو---- جہاں بھی جگہ مل جائے۔" اور ہمیں ایک جگہ مل ہی گئی۔ پام کے درختوں کا ایک خوبصورت جھنڈ۔ جس کی ایک سمت خالی تھی نہ جانے کیوں۔ بہرحال ہم نے اس جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔

"کیا خیال ہے سیر کرو گے؟"

"اس وقت نہیں سردارے۔ میرا موڈ بہت خراب ہے۔ تم چاہو تو گھوم آؤ۔"

"اجازت؟" سردارے نے دلچسپی سے کہا۔

"ہاں---- جاؤ----" میں نے سردارے سے کہا۔ "لیکن خیال رکھنا نئی جگہ ہے۔"

"بے فکر رہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں سامان' مختصر سامان سرہانے رکھ کر لیٹ گیا۔ ذہن پر نہ جانے کیوں اخلاقیات کا بھوت سوار ہو گیا تھا ہر انسان دوسرے کے بارے میں سوچتا ہے۔ ساری اخلاقیات' سارے الزامات وہ دوسروں کی گردن پر رکھنے کا خواہش مند ہی ہوتا ہے۔ خود اپنی حیثیت' اپنے کردار پر کون نگاہ کرتا ہے۔ پہلے خود کو دیکھو۔ پھر دوسروں پر تنقید کرو۔

میں بذات خود کیا تھا۔ معلم انسانیت' مبلغ آدمیت اور میرا کردار؟ منشیات کا اسمگلر' قاتل' زناکار' بے حیثیت' دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا۔ مجھے انسانیت کی نوحہ خوانی کا کوئی حق

نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہیے۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

نیند ہی ان الجھنوں سے نجات کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔ نیند کی روٹھی ہوئی محبوبہ کو منانے کی بہت سخت کوشش کی' تب کہیں جاکر آنکھوں میں غنودگی پیدا ہوئی۔ لیکن برا ہو اس کمبخت کا۔ نہ جانے کہاں سے آمری تھی۔ کانوں نے شاید اس کے قدموں کی آہٹ سنی ہو۔ لیکن ذہن نہ جاگا۔ ہاں جب اس کا بوجھ بدن پر آپڑا تو بھاگنا لازمی تھا۔

نہ جانے کیوں ذہن کو خطرے کا احساس ہوا۔ ذہن ہی نے لائحہ عمل مرتب کیا۔ یقین کریں اس پھرتی میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہی سمجھا تھا' کہ تھامپسن گروہ کے کسی فرد نے پہچان کر چھاپ لیا ہے۔ اس پھرتی سے اپنے اوپر پڑے ہوئے بدن کو نیچے گرا کر اس پر سوار ہوا تھا کہ خود بھی حیران رہ گیا۔

لیکن---- دوسرا لمحہ بوکھلا دینے والا تھا۔ میرا وجود' کسی نرم و گداز وجود پر چھایا ہوا تھا۔ اور دشمن نے اپنی مدافعت کرنے کے بجائے اپنی بانہیں میری گردن میں ڈال دی تھیں۔

"مائیکل---- مائیکل ڈیئر۔ مجھے سمیٹ لو۔ میرا جسم پارہ پارہ کردو۔" سسکتی ہوئی آواز ابھری۔

"جی؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"میں تڑپ رہی ہوں مائیکل۔ میں اب برداشت نہیں کرسکتی۔ پلیز۔ پلیز مائیکل۔ اب۔ اب غصہ تھوک دو۔"

"آپ بھی غلط فہمی تھوک دیں محترمہ میرا نام مائیکل نہیں سیسرو ہے۔" میں اس کے بدن سے اتر آیا۔

"سیسرو۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ نہ دیکھ سکی تو پہلے میرے چہرے' پھر بدن کو ٹٹولا۔

"کوئی بھی ہو۔ جوان ہو۔ مضبوط ہو۔ پلیز۔ پلیز۔" وہ بولی۔

تو پھر آپ کو اداکاری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف بات کہتیں۔"

"اداکاری۔ میں نے فلمی دنیا کبھی کی چھوڑ دی ہے۔ ڈارلنگ۔ تمہارے کہنے سے صرف۔ تمہارے کہنے سے۔ مگر کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔ دیکھو میرا وجود سلگ رہا ہے۔ دیکھو۔" اس نے اپنا بدن میرے سامنے عریاں کردیا تھا۔

لیکن اس کی بدقسمتی۔ یا شاید میری بدقسمتی۔ اس وقت بوریت کا بھوت سوار تھا۔ میں حالات کو' ماحول کو بھول کر سوجانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا۔

"مائیکل---- پلیز مائیکل۔" وہ سسکتی رہی۔

"بہتر ہے۔ تم جاکر مائیکل کو تلاش کرو۔"

"کہاں تلاش کروں ------ وہ کھو گیا ہے۔ وہ گم ہو گیا ہے۔ وہ ناراض ہو گیا ہے۔ نہیں۔ وہ موجود ہے ------ تم مائیکل ہو ------ مجھے دھوکہ نہ دو۔ مجھے نہ ٹھکراؤ۔ تم مائیکل ہو -----" اس نے میرے شانے پر سر رکھ دیا۔

اور اسی وقت سردارے آگیا۔ "ارے استاد۔ کیا میں واپس جاؤں؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔ اور مجھے شرارت سوجھی۔ میں نے سردارے کو کوئی جواب نہیں دیا اور لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اے۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"اپی۔ اپی۔ تم مجھے بھول کیوں گئے مائیکل؟"

"میں مائیکل نہیں ہوں اپی۔ دیکھو تمہارا مائیکل آگیا ہے۔"

"مائیکل۔" میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے نہ جانے میری بات کو کیا سمجھا تھا۔ وہ سعادت مندی سے میرے قریب آگیا۔

"تم اپی کو پہچانتے ہو نا؟"

"ہاں ----- یہ اپی ہے۔" سردارے کچھ نہ سمجھ کر بولا۔

"مائیکل سے ملو' اپی۔"

اور لڑکی نے نشے سے بوجھل پلکیں اٹھائیں اور پھر وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر سردارے پر جھپٹی۔ "اوہ ----- مائیکل میری روح' میری زندگی۔ اوہ۔ مائیکل' معاف کردو۔ مجھے معاف کردو میری جان۔"

اس نے دونوں ہاتھ سردارے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور سردارے کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ میں خاموشی سے اٹھا اور ایک طرف کھسک گیا۔

گو رات کا وقت تھا۔ لیکن یہی وقت آوارہ گردوں کے لیے دن کی روشنی کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ میں روشنیوں کی طرف چل پڑا۔ سردارے سے مذاق نے دل میں گدگدی پیدا کردی تھی۔ لڑکی سخت نشے میں تھی۔ سردارے کی اچھی خاصی درگت بن جائے گی۔

روشنی کا پہلا جمگھٹ نظر آیا۔ تو میں وہاں پہنچ گیا۔ آوارہ گردوں کی محفل جمی ہوئی تھی۔ لیکن پی گوڈے کے آوارہ گرد اچھی خاصی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے لباس بھی زیادہ خراب نہ تھے۔ گوہ وہ چرس پی رہے تھے' لیکن ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے وہ کسی کی تعزیت کرنے جمع ہوئے ہوں۔ بہت سے چہرے بہت سلیقے کے تھے۔

گویا یہ ان کی ایک عمدہ قسم ہے ----- میں نے بھی ایک جگہ سنبھال لی ------ اور ایک اٹینڈنٹ میرے پاس پہنچ گیا۔

"یس پلیز؟" اس نے کہا۔

"کیا کیا ہے؟"

"سب کچھ۔"

"افیون لے آؤ۔"

"پائپ بھی؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اٹینڈنٹ واپس چلا گیا۔ پھر لکڑی کی ایک منقش پلیٹ میں افیون کی چھ گولیاں اور پائپ اور دیا سلائی میرے سامنے پیش کردی گئی۔ پلیٹ میں بل بھی رکھا ہوا تھا جسے میں نے فوراً ادا کردیا ----- لیکن چھ گولیوں کی قیمت ہی بہت کافی تھی۔ میں نے نشہ نہ ہونے والی گولی زبان کے نیچے دبائی۔ اور افیون کی گولی پائپ میں رکھ کر دم لگایا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرا ذہن کچھ اور سوچنے لگا تھا ---- مادام سیکا نے پی گوڈے کا ذکر نہیں کیا تھا ---- حالانکہ آوارہ گردوں کے اس مجمع کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہاں عمدہ مال کی اچھی کھپت ہوگی۔ نہ جانے یہاں کہاں سے مال آتا ہوگا۔ کیوں نہ اس منڈی کو بھی سنبھالا جائے ----- بہرحال سیکا کو لکھوں گا۔

افیون کی تیسری گولی پائپ میں رکھ کر میں نے دم کھینچا تو بڑے جھاڑ جھنکاڑ بالوں والا ایک ادھیڑ عمر آدمی میرے پاس آگیا۔ وہ مسکرایا اور میرے نزدیک بیٹھ گیا۔

"ہیلو۔" میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"ہیلو۔" اس نے بھی میری مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔

"کیسے مزاج ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"برٹش ہو؟" اس نے براہ راست سوال کیا۔

"ہاں۔ کیسے اندازہ لگایا؟"

"چہرے کی بناوٹ اور تہذیب سے۔ برطانوی تہذیب منفرد رنگ رکھتی ہے؟"

"شکریہ۔ تم کون ہو؟"

"فرنچ۔"

"کیا نام ہے؟"

"میونگ نائیڈو۔"

"اوہ ----- یہ نام۔ یہ نام تو کان آشنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے کچھ کتابیں لکھی ہیں۔"

"ارے مسٹر میونگ نائیڈو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ مجھے یاد آگیا تھا درحقیقت وہ تو ایک عمدہ فرانسیسی ادیب تھا۔ لیکن ان آوارہ گردوں میں۔

"پہچانتے ہو مجھے؟"

"ہاں تمہاری تحریروں سے۔"

"اوہ-----" وہ ہنس پڑا۔ "نکلا تھا دنیا کی سیاحی اور آوارہ گردوں کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے۔ لیکن۔ خود بھی ان میں سے ایک ہو کر رہ گیا۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے ان کے اصول پسند ہیں۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہارے لیے کیا منگواؤں؟"

"میں نے ابھی انجکشن لیے ہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی سوائے ایک ایسے فرد کے جو باسلیقہ ہو۔ مہذب ہو۔ اور تم برٹین لوگ' تمہاری معیت میں سکون ملتا ہے۔ باتیں کرو گے؟"

"یقیناً----- تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ۔ نام کیا ہے؟"

"سیسل سیرو-----" میں نے جواب دیا۔

"بہت عمدہ مسٹر سیرو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم جیسے نفیس آدمی سے ملاقات ہو گئی۔ کہاں کا قصد رکھتے ہو؟"

"طویل سفر کا پروگرام ہے۔"

"ترلوکا کی زیارت کرنے جا رہے ہو؟" اس کے انداز میں ایک عجیب سا طنز تھا۔ میں نے کئی منٹ تک کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیوں؟" یہ کشمکش کیوں؟"

"دراصل مسٹر میونگ----- میں نے ترلوکا کی تعلیمات کا بھرپور مطالعہ نہیں کیا۔"

"اوہ----- خوب۔ خوب۔ متاثر ہو اس سے؟"

"معاف کرنا دوست۔ جس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتا' اس سے متاثر کس طرح ہو سکتا ہوں؟"

"کیا میں تم سے بغلگیر ہو جاؤں میرے دوست۔ پہلے آدمی ملے ہو جو میرے معیار پر پورے اترتے ہو۔ مجھ سے گفتگو کرو۔ میں تمہیں ترلوکا کا کچا چٹھا سنا سکتا ہوں۔"

"بڑی خوشی ہو گی مجھے۔"

"تو سنو۔ ہندو دھرم کا یوگی۔ جس نے تھوڑے سے شعبدے سیکھ لیے ہیں۔ جو جنسی کجروی کا شکار ہے۔ یا یوں سمجھو' جو جنسی جنون کی ان انتہائی حدود تک پہنچ گیا ہے جہاں کا تصور آدمیت نہیں کر سکتی۔ اس کا نام ترلوکا ہے۔ نوجوان ذہنوں کو جنس کی پیاس میں مبتلا کر کے ان کے جذبات کو مطیع کر لیتا ہے اور پھر اپنے شعبدوں سے انہیں متاثر کر کے ان کے ذہنوں میں گندگی ٹھونس دیتا ہے۔ اس کے خیالات بہت گندے ہیں۔ ایسے خیالات' جن کا تصور تک روح کو لرزا دیتا ہے۔ اس دشمن آدمیت پر کوئی قانون لاگو نہیں ہے۔ اور وہ اس دنیا کو زیادہ

سے زیادہ غلیظ کر رہا ہے اور بس۔ یہ ہے ترلوکا۔" اس نے نفرت سے کہا۔

"خوب----- تو تم اس سے نفرت کرتے ہو؟"

"نفرت۔" وہ زور دے کر بولا۔ "نفرت ایک مہذب لفظ ہے' کاش کوئی ایسا لفظ ایجاد ہوا ہوتا جو میرے ذہن کی ترجمانی کر سکتا۔"

"اگر زندگی رہی تو میں اس سے ضرور ملوں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں میرے بچے----- ایسا نہ کرنا بھٹک جاؤ گے۔"

"میں نہیں بھٹکوں گا مسٹر میونگ۔" میں نے جواب دیا۔

"آسمانی باپ----- تمہیں اس سے محفوظ رکھے۔ تم اس سے کب ملاقات کرو گے؟"

"بہت جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ایک منٹ رک جاؤ۔" وہ بولا----- اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھ سے کچھ کہے بغیر وہ ایک طرف چلا گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا۔ جسے اس نے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے پتلون کے سامنے کے بٹن کھول دیئے تھے۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

کمبخت پیالے میں پیشاب کر رہا تھا۔ میں اچھل کر دور ہٹ گیا۔ جب وہ فارغ ہو گیا تو پیالہ دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر مجھے پیش کرتے ہوئے بولا۔

"اس سے ملو۔ تو میری طرف سے یہ تحفہ اس کی خدمت میں پیش کر دینا۔"

میں کچھ اور دور ہٹ گیا تھا۔

"کیا تم میرا یہ کام کر دو گے؟" وہ لجاجت سے بولا۔ میری سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اس احمق انسان کو کیا جواب دوں۔ کیا وہ پاگل ہے۔ یا نشے میں بہک رہا ہے۔ لیکن دونوں علامات اس کے چہرے پر نہ تھیں۔

"تم بھی میرا یہ کام نہ کرو گے میرے بچے۔" وہ روہانسی آواز میں بولا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ہائے کوئی بھی میری آرزو نہیں پوری کرتا۔ ہائے۔ ہائے۔" وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور میں نے وہاں سے کھسک جانا ہی مناسب سمجھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ میں وہاں سے خاصی دور نکل آیا۔ اور پھر ایک کونے میں کھڑے ہو کر میں نے گہری گہری سانسیں لیں لیکن یہاں بھی مفر نہیں تھا۔ ایک مجہول سے بوڑھے نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کس پاگل کے چکر میں پڑ گئے تھے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پاگل؟"

"ہاں----- اس نے اپنا نام میونگ نائیڈو بتایا ہوگا؟"

"ہاں----" میں نے تعجب سے کہا۔

"سب کو یہی بتاتا ہے جبکہ اس کا اصل نام فونگ سارتر ہے۔ فرانس میں جوتے بنانے کے ایک کارخانے میں کام کرتا تھا۔ ظرف سے آگے بڑھ کر نشہ کرنے سے اس کی دماغی کیفیت متاثر ہوگئی اور اب وہ خود کو میونگ نائیڈو کہتا ہے اور عجیب عجیب سی باتیں کرتا ہے۔"

"ارے۔" میں نے سچ مچ حیرت سے کہا----- اس کا مطلب ہے کہ میں نہایت اطمینان سے احمق بن گیا تھا۔ میں ہنسنے لگا اور بوڑھے نے بھی میرے ساتھ ہی قہقہہ لگایا۔ پھر وہ بولا۔

"کیمپ میں اجنبی ہو؟"

"ہاں۔ نیا ہوں اور پہلی بار آیا ہوں۔"

"تب تم ژولی ژاں سے نہیں ملے ہوگے؟"

"ژولی ژاں کون؟"

"اوہ----- آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ ژوالی ژاں پی گوڈے کی روح ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ بوڑھے نے کہا اور بڑے اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر ایک طویل سانس لے کر بوڑھے کے ساتھ چل پڑا۔ دل ہی دل میں اس ماڈرن دلال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کتنے خوبصورت انداز میں اس نے مجھے پھانسا تھا۔

مجھے ہنسی آنے لگی۔ نہ جانے اس نے بوڑھے میونگ نائیڈو کے بارے میں بھی سچ کہا تھا یا جھوٹ۔ ممکن ہے اس نے مجھ سے تعارف حاصل کرنے کے لیے ہی یہ بکواس کی ہو؟

بہرحال اس ژولی ژاں کو بھی دیکھ لیا جائے۔ بوڑھا لکڑی سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت کے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے دروازے پر دستک دی ایک نوجوان عورت نے دروازہ کھول دیا۔

"اوہ مسٹر سوئنتے۔ آیئے۔ آپ کے ساتھ کون ہیں؟"

"عظمت کا شہر۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"آہ آپ کی شاعری۔ آہ آپ کا انداز' مسٹر سوئنتے۔ آیئے۔ تشریف لے آیئے۔" عورت دروازے سے ہٹ گئی۔

"آؤ مہمان۔" بوڑھے نے کہا اور میں اندر داخل ہوگیا۔ باہر سے چھوٹے چھوٹے نظر آنے والے یہ مکان اندر سے بے حد خوبصورت تھے۔ ایک اعلیٰ پیمانے پر ڈیکوریٹڈ کمرے میں مجھے ایک صوفے پر بٹھا کر بوڑھا خاموشی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اور پھر مجھے صرف چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔ عنابی رنگ کے ٹخنوں تک کے لباس میں

ملبوس' سنہرے اور پیچ و خم کھائے بالوں والی' ایک دراز قد لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ دودھ کی طرح سفید رنگ' سیاہ آنکھیں' چہرہ متانت کا آئینہ۔ مسکرائی تو چراغاں ہوگیا۔ اور بے اختیار بوڑھے کے لیے دل سے دعا نکل گئی۔

"ژولی ژاں۔" اس نے ترنم سے کہا۔

"سیسرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے اپنا نازک ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن اظہار محبت کے لیے بھی ہاتھ چومنا مجھے گوارہ نہ ہوا۔ اور میں نے گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"برٹش ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ژولی ژاں کے مکان پر خوش آمدید۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ اور ژولی ژاں نے تالی بجائی۔ بڑی پرسحر عورت تھی۔ بڑے شاہانہ انداز تھے۔ کچھ دیر قبل جو کچھ سوچ رہا تھا۔ ذہن کو جن خیالات نے پراگندہ کردیا تھا۔ سب نکل گئے۔ اب میں صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تالی کے جواب میں دو خوبصورت لڑکیاں اندر آگئیں اور ژولی ژاں نے پوچھا۔

"کیا پسند کروگے؟"

"میں نہیں سمجھا خاتون۔" میں نے کہا۔

"ہر چیز دستیاب ہے۔"

"تب جو آپ پلا دیں گی۔"

"میں شراب کے علاوہ کچھ نہیں پیتی۔"

"شراب ہی سہی۔"

"نہیں مہمانوں کے لیے سب کچھ موجود ہے۔" وہ مسکرائی۔

"شراب۔ صرف شراب۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔

"یہاں میرے علاوہ دوسری بھی موجود ہیں۔ اگر میں ناپسند ہوں تو۔"

"میری بینائی ابھی درست ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے سامنے کس کا چراغ روشن ہوسکتا ہے۔"

"شکریہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور میں نے اُس کی پذیرائی کی۔ پھر شراب آگئی۔ کئی قسم کی شراب تھی۔ اور ہم دونوں پینے لگے۔

مجھے صرف ایک بات پر حیرت تھی' اگر وہ کاروباری عورت تھی تو اس نے ابھی تک

کوئی کاروباری بات نہیں کی تھی۔۔۔۔ اس قدر اطمینان کی یہی وجہ ہو سکتی تھی کہ
کنگال لوگ نہیں آتے ہوں گے۔۔۔۔ بہرحال میرے پاس کرنسی کی کیا کمی تھی۔

ژولی ژاں کے ساتھ ایک حسین رات گزارنے کے بعد جب دوسری صبح میں
سے رخصت ہوا تو میں نے کرنسی کی ایک گڈی نکال کر اس کے حوالے کر دی۔

"شکریہ۔۔۔۔" اس نے گڈی لاپرواہی سے ایک طرف ڈال دی۔ اور پھر
ایک طویل بوسہ دیتے ہوئے بولی۔ "کب تک یہاں ہو؟"

"آوارہ گردوں کا کیا ٹھکانہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے۔۔۔۔ کچھ وقت اور نہ دو گے؟"

"رک جاؤں گا؟" میں نے کہا۔

"پی گوڈے کا پہلا چراغ روشن ہوگا تو میں تمہارا انتظار کروں گی۔" اس نے بڑ
شاعرانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہارے مکان کے باہر کھڑا ہو کر روشنی کا انتظار کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ کیسے حاضر جواب ہو تم۔ اپنے حلیئے سے الگ انسان۔" اس نے کہا اور میں ا
سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ سردارے کی خبر لینی تھی۔ سردارے کا خیال آتے ہی مجھے ہ
آگئی! لیکن پھر میں سنجیدہ ہوگیا۔ وہ میرے لیے پریشان ہوگا۔ بہرحال میں نے اسی سمت کا رخ
جہاں رات کو اسے چھوڑا تھا۔

سردارے نظر آگیا۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے نواز؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"پی گوڈے کی رنگینیوں میں گم ہوگیا تھا۔"

"میں صبح سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔"

"سوری۔ تمہیں تکلیف ہوئی۔"

"مگر رات کہاں گزاری؟"

"ایک خوبصورت اور حسین ماحول میں۔ تم سناؤ۔ اپنی کہاں چلی گئی؟"

گالیاں دیتی ہوئی چلی گئی۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔

"ارے۔ کب؟ کیوں؟"

"ابھی صبح کو۔"

"اور رات کو؟"

"جانے دے استاد۔ پھنسا کر چلے گئے۔ خوب بے وقوف بنا میں بھی۔" سردار
جھیپنے ہوئے انداز میں بولا۔

"بے وقوف بنے۔ ہوا کیا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہوتا کیا۔؟ رات بھر وہ مجھے مائیکل سمجھتی رہی۔ اس سے ملتے وقت میری سمجھ میں
تمہارا مذاق نہیں آیا تھا۔ لیکن تمہارے جاتے ہی وہ میرے اوپر حملہ آور ہوگئی۔ تب مجھے پتہ
چلا کہ مائیکل کون تھا۔"

سردارے نے اس انداز سے کہا کہ بے اختیار میرا قہقہہ نکل گیا۔

"عجیب عورت تھی یار۔ میں اس کی غلط فہمی سے خوفزدہ تھا۔ لیکن۔ ساری رات وہ
مجھے مائیکل سمجھتی رہی۔ حالانکہ آدھی رات کے بعد ہی میں نے قسمیں کھانا شروع کر دی تھیں
کہ میں مائیکل نہیں ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔" میں نے قہقہہ لگایا۔

"کمبخت کو دن کی روشنی میں یقین آسکا۔"

"خوب عیش کئے سردارے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نکل چلو یار یہاں سے۔۔۔۔ اگر آج کی رات کسی نے ڈونلنگر سمجھ لیا تو کل اللہ کو
پیارے ہو جائیں گے۔"

"بس۔۔۔۔ گھبرا گئے؟" میں نے کہا۔

"ایسی عورتوں سے میری روح فنا ہوتی ہے جو مرد بننے کی کوشش کریں۔" سردارے
نے کہا اور میں ہنستا رہا۔

"ناشتہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت بھی نہیں ہے۔
کرا سکتے ہو تو ناشتہ یہیں کرادو۔" سردارے نے کہا اور میں نے اس کی پیٹھ پر دھول جمادی۔

"ابے اٹھ۔ ایکٹنگ مت کر۔" میں اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا اور سردارے کراہ کر اٹھ
گیا۔ ایک خوبصورت سے قہوہ خانے میں جاکر ہم نے لذیذ ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران
سردارے نے مجھ سے پوچھا۔

"تم پی گوڈے کی کون سی رنگینیوں میں رہے؟"

"ژولی ژاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا؟"

"پی گوڈے کی سب سے حسین عورت۔"

"اوہ۔۔۔۔ واقعی۔۔۔۔ کہاں ہے؟ کیسے ملی؟"

"تم اس سے ملنا پسند کرو گے؟"

"نہیں بھائی۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔۔۔۔ اگر اس نے بھی مجھے مائیکل سمجھ
لیا تو کیا ہوگا۔" سردارے نے مسخرے انداز میں کہا اور میں پھر ہنس پڑا۔

"تو پھر آج دن میں ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"کیا پروگرام ہے اب؟"

"ڈومسٹروار چلیں گے۔ اور پھر سوئزر لینڈ میں داخل ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے یہ عمدہ جگہ ہے۔"

"ہاں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ سوئزر لینڈ جاکر میں پی گوڈے کے بارے بات چیت بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک عمدہ جگہ تھی اور مال کی کھپت یہاں بہت عمدہ پیا ہو سکتی تھی۔ کاروباری نقطہ نگاہ سے بھی سوچنا تھا۔ پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سردارے خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچنے لگے نواز؟"

"سردارے۔ یہاں مال کہاں سے آتا ہے؟"

"اوہ۔ معلوم نہیں۔"

"منڈی اچھی ہے۔"

"مگر مال کہاں سے لاؤ گے؟"

"مال مل جائے گا یار۔ مگر پہلے یہ تو پتہ چلے کہ یہاں کس کی اجارہ داری ہے۔"

"کسی سے پوچھ لیں گے۔"

"کس سے؟"

"جو مال فروخت کرتے ہیں۔"

"ہوں۔ تب پھر آؤ۔"

"کیا مطلب۔ کہاں؟"

"ابھی معلومات حاصل کریں گے۔"

"تو اس کے لیے یہ جگہ ہی کیا بری ہے؟"

"ایں ----- ہاں۔ یہاں بھی تو سپلائی ہوتی ہوگی؟"

"یقیناً۔ یہاں کونسی جگہ ہے جہاں سپلائی نہیں ہوتی۔" سردارے نے جواب دیا۔

پھر ایک بیرے کو اشارہ کیا۔ بیرہ قریب آگیا۔

"سنو۔ چرس بھی مل جائے گی؟"

"ضرور جناب۔ جتنی درکار ہو۔"

"اس قہوہ خانے کا مالک کون ہے؟"

"روفیساں۔"

"کہاں ہے؟"

"اندر موجود ہے۔"

"اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ معاملے کی بات کرنی ہے۔"

"اچھا۔" بیرے نے گردن ہلادی۔ اور پھر ادھیڑ عمر کا ایک لالچی سا آدمی ہمارے پاس آگیا۔

"تم نے بلایا تھا؟"

"ہاں۔ تم ہی روفیساں ہو؟"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا ہے تمہارے پاس؟"

"سب کچھ؟"

"تو لے آؤ۔ یہاں مجھ سے اچھی قیمت کوئی نہیں دے گا۔"

"تمہیں کیا چاہیے روفیساں ----- اپنی پسند کی چیز بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ جو کچھ ہو' لاؤ۔"

"اس سے قبل کس سے مال خریدتے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"مال تو تھامپسن ہی سپلائی کرتا ہے۔ لیکن ہم ان لوگوں سے بھی خرید لیتے ہیں جو چوری چھپے کچھ بچا لاتے ہیں۔ تمہارے پاس جتنا مال ہے مجھے دے دو ورنہ تھامپسن کے کسی آدمی نے رہنمائی کر دی تو سارا مال ضبط ہو جائے گا۔"

"تھامپسن۔" میں آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ وہ ان علاقوں کا بادشاہ ہے۔"

"لیکن وہ یہاں کہاں؟" میں نے کہا۔

"اس کا پورا سیکشن یہاں موجود ہے۔ تمہیں نہیں معلوم۔ کیمپ میں اس کے بے شمار ساتھی موجود ہوں گے۔"

"تب تو بات بے حد خطرناک ہے۔"

"تم صرف خطرناک کہہ رہے ہو۔ یہاں موجود لوگوں سے پوچھو۔ ان کے پاس کیا کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن تھامپسن کے ہاتھوں کسی کے پاس کچھ بچتا ہی مشکل ہے۔ آج وہ اپنی لائی ہوئی چیزیں خود خرید کر استعمال کرتے ہیں۔"

"اوہ -----" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ "تم نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ لیکن میرے دوست۔ میرے پاس کسی قسم کی منشیات کے علاوہ اور سب کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" روفیساں چونک پڑا۔

"بالکل ٹھیک کہا میں نے۔ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں جو مجھے تھامپسن سے خطرہ ہو۔"

"پھر تم نے مجھے جھک مارنے کے لیے بلایا تھا؟"

”یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں کنگال ہو گیا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

تو میں کیا کروں؟“

”تمہاری مدد درکار ہے۔“

”میں تمہارا باپ ہوں؟“ روفیساں چیخ کر بولا ”بلاوجہ میرا وقت برباد کیا۔“ مجھے غصہ آیا۔ دل چاہا کہ اس کے دانت باہر نکال دوں۔ لیکن صبر کیا۔ اب حالات سے تعاون سیکھ گیا تھا لیکن دل میں سوچ رہا تھا کہ بیٹا روفیساں۔ اس جملے کا حساب ضرور چکاؤں گا۔ اس سے جو معلومات فراہم ہوئی تھیں وہ بے حد قیمتی تھیں۔ اور پھر ابھی لڑائی جھگڑا کرنا مناسب بھی نہیں تھا۔

میں نے مسکین سی شکل بنالی۔ ”میں نے سوچا تھا کہ تم سے مدد طلب کروں گا لیکن تم تو الٹے ناراض ہو رہے ہو۔“

”فضول۔ بکواس۔ گدھے کہیں کے۔ نکل جاؤ۔ گیٹ آؤٹ۔“ روفیساں اٹھ کر بولا۔ میں نے سردارے کے چہرے پر خون دیکھا تھا۔ لیکن میرے ہاتھ کی گرفت نے اسے ٹھنڈا ہی رکھا۔

بہرحال ہم دونوں اٹھ کر باہر نکل آئے۔

”کیوں ---- استاد ---- کیوں؟“ سردارے غرایا۔

”دھیرج رکھو میری جان۔ دھیرج رکھو۔“

”استاد ---- میں تیرا ساتھ چھوڑ دوں گا۔“

”دھیرج رکھو میری جان۔“

”آخر کیوں؟“

”روفیساں کو مارنا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔“

”تو پھر تھامپسن کو کون مارے گا؟“

”کیا مطلب؟“ سردارے چونک پڑا۔

”آؤ ---- کہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔“ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور بیٹھنے کی جگہوں کی یہاں کمی نہیں تھی۔

”جلدی کہو استاد ---- میرا خون ٹھنڈا ہو رہا ہے۔“

”ہمارا شکار تھامپسن ہے سردارے۔“

”لیکن اس نے جو بدتمیزی کی ہے؟“

”گھٹیا آدمی ہے۔ جب چاہیں گے، مارلیں گے۔“ میں نے کہا۔

”مگر تھامپسن؟“

”یہاں اس کی اجارہ داری ہے سردارے۔“

”ہاں پھر؟“

”ہماری ہونی چاہیے۔“ میں کھل گیا۔

”شک ---- کیا مطلب استاد ---- کیا مطلب؟“ سردارے شدید حیرت سے بولا۔

”تو نے میرے بارے میں کبھی سوچنے کی کوشش کیوں نہیں کی سردارے۔“ میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”کیا استاد؟“ سردارے سرسراتے لہجے میں بولا۔

”یہی کہ آخر میں کرتا کیا ہوں؟“

”اس لیے استاد ---- کہ تم نواز ہو۔ اس لیے کہ تو میرا یار ہے۔ محسن ہے وہ دوسری بات ہے۔ لیکن احسان کرنے سے پہلے تو نے یاری کی تھی۔“ سردارے جذباتی لہجے میں بولا۔ ”اور یاروں کے بارے میں سوچنا گناہ ہے۔ وہ صرف یار ہوتے ہیں۔“

”تو بہت اعلیٰ انسان ہے سردارے۔ بے شک تو ایک بہترین دوست ہے۔ بہرحال کوئی بات نہیں۔ میں اب تجھے بتائے دیتا ہوں ---- سو بیتا کیوں تباہ ہوا؟“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”صرف اس لیے کہ وہ ہمارا حریف تھا۔“

”مگر ---- مگر اسے تو صرف تو نے تباہ کیا تھا استاد۔“

”ہاں ---- یہ کام میرے سپرد ہی ہے۔“

”اوہ ----“ سردارے نے گردن ہلائی۔

”اور اب ---- پی گوڈے مجھے پسند آگیا ہے۔“

”یعنی ---- یعنی استاد۔“

”پی گوڈے میں مال کی اچھی کھپت ہے۔ ہمیں یہاں کافی وقت گزارنا پڑے گا۔ تھامپسن کی کہانی ختم کرنا ہوگی۔“

”اوہ ---- تو یہاں سے چلنے کا ارادہ ملتوی استاد۔“

”تیرا کیا خیال ہے؟“

”بالکل ---- بالکل ---- وہ سالی ایسی عمدہ عورت ہے۔ ممکن ہے کسی رات وہ پھر مجھے مائیکل سمجھ لے۔“

”بہت سی ایسی مل جائیں گی۔ تو پھر یہ بات طے؟“

”بالکل استاد ---- اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟“

”لیکن میری جان ---- تجھے کچھ کام کرنا ہے۔“

"ارے تو حکم کر-----" سردارے خوشی سے بولا۔

"واپس وینس جانا ہوگا۔"

"جاؤں گا۔"

"میرا ایک پیغام سی کاریفا تک لے جانا ہے۔"

"بالکل حاضر۔" سردارے نے کہا۔

"لیکن کس طرح جاؤ گے سردارے؟"

"یہ میرے اوپر چھوڑ دے۔"

"سخت مشکلات پیش آئیں گی۔"

"اس کے باوجود میں پہنچ جاؤں گا۔ اس کی تم فکر مت کرو۔"

"بس تو آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ سردارے۔ میں تمہاری واپسی کا بے چینی سے انتظ
کروں گا۔"

"ابھی میری جان۔ ابھی۔" سردارے نے کہا اور اس کی عزت میری نگاہوں میں
چند ہوگئی۔ ہم لوگ واپس آگئے۔ اور پھر میں نے کاغذ وغیرہ مہیا کر کے سیکا کے نام ایک
لکھا۔

خط میں' میں نے اسے یہی لکھا تھا کہ پی گوڈے کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے' جبکہ
ایک عمدہ جگہ ہے۔ اس کے بعد میں نے تھامپسن کے بارے میں تفصیل لکھی تھی اور
کاریفا کو لکھ دیا تھا کہ میں تھامپسن سے پورے طور سے نمٹنا چاہتا ہوں' اس کے لیے مجھے
آدمی اور اسلحہ درکار ہے۔ سردار علی کو بھیج رہا ہوں۔ فوری طور پر انتظامات کے ساتھ اسے
واپس کردو۔ کرنسی کی بھی ضرورت ہے۔

خط لکھ کر میں نے سردارے کے حوالے کردیا اور کہا۔ "ممکن ہے سردارے راستے
میں تیری مڈبھیڑ تھامپسن سے ہو جائے۔ ایسی صورت میں خط بچانے کی پوری پوری کوشش
کرنا۔ اور ہاں واپسی میں بھی اگر تھامپسن سے سامنا ہو جائے تو کوشش کرنا کہ اسے نظر انداز
کر جاؤ۔"

"بے فکر رہو استاد----- سردارے کو اس کا من پسند کام مل گیا ہے' اب اس کے
جوہر دیکھو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے کچھ نوٹ دیئے اور پھر
سردارے کو رخصت کرنے دور تک آیا۔

سردارے چلا گیا----- اور میں واپس کیمپ میں آگیا۔ میرا ذہن مخصوص لائنوں پر
سوچ رہا تھا۔ فضول غور و خوض سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ کام کی باتیں سوچنا چاہئیں۔ سیکارا
یقیناً معقول انتظام کردے گی اور اس کے بعد ایک اور عمدہ منڈی مل جائے گی۔ لیکن یہ سب
کچھ تھامپسن سے نمٹنے کے بعد ہی کیا جاسکے گا۔

اور اس وقت----- اس وقت تک کیوں نہ ژولی ژاں۔

اور حسین عورت میری نگاہوں میں گھوم گئی۔ کیسی اعلیٰ شخصیت کی مالک ہے۔ اور
میں دوسری دلکش رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک اور قہوہ خانے
کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن قہوہ خانے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ بوڑھے میونگ پر پڑی۔ اس نے بھی
مجھے دیکھ لیا تھا۔

"آہ----- میری جان سیسرو----- تم----- آؤ----- آؤ-----
میرے ساتھ عمدہ کافی پیو۔"

میں مجبوراً اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اس نے ویٹر کو
بلا کر کافی کے لیے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیسی گزر رہی ہے دوست؟"

"عمدہ----- مگر مجھے حیرت ہے کہ تم یہاں۔ پی گوڈے کیمپ میں کافی پی رہے
ہو؟"

"راز کی بات ہے۔ بلند آواز سے نہیں کہہ سکتا۔ میں یہاں بھی ترلوکا کا مذاق اڑاتا
ہوں۔"

"کافی پی کر؟"

"ہاں۔ اور یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"لیکن تم نشہ تو کرتے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن بہت کم۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے کافی
میرے سامنے رکھ دی۔ میں گرم کافی کے تلخ گھونٹ لینے لگا بوڑھا کسی سوچ میں گم ہوگیا تھا۔ پھر
وہ گردن اٹھا کر بولا۔

"تم نے میری نئی تصنیف کے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ تم خود بتاؤ گے۔"

"میں----- ہاں۔ کیا حرج ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میری لکھنے کی صلاحیتیں گم ہو
رہی ہیں۔ منشیات کا استعمال آدمی کی صلاحیتیں ختم کر دیتا ہے۔ میں کوشش کے باوجود کچھ نہیں
لکھ پارہا۔"

"تم کیا لکھنا چاہتے ہو؟"

"آہ----- میں حقیقت لکھنا چاہتا ہوں۔ صرف حقیقت اگر یہ دنیا سچ برداشت
کرنے کو تیار ہو۔" بوڑھے نے کرب سے کہا اور اپنی پیالی کا آخری گھونٹ بھی معدے میں
الٹ لیا۔

"میونگ نائیڈو کی تصنیفات کو دنیا نے سراہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ وہ حقیقت سے دور نہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"تمہاری نگاہ میں حقیقت کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آہ ----- حقیقت ----- حقیقت یہ ہے میرے بچے کہ ----- کہ میری جیب میں اس کافی کا بل ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے ----- سوچو ----- غور کرو۔ کیا یہ حقیقت تلخ نہیں ہے؟" بوڑھا دردناک انداز میں بولا۔

"بل میں ادا کردوں گا۔" میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واقعی۔" بوڑھے نے مسرت سے کہا۔

"ہاں ----- کیا حرج ہے۔"

"تو پھر خدا حافظ۔" وہ جلدی سے اٹھا اور قہوہ خانے سے نکل گیا۔ میں اس کی پھرتی پر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اور پھر بے اختیار میرے سینے میں ایک قہقہہ مچل کر رہ گیا۔ کیا میں اس بوڑھے کو پاگل سمجھوں۔ نہیں۔ وہ حقیقت پسند ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ اور خود بخود ہنستا اور کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ بوڑھے کے نکل جانے کے بعد ویٹر میری نگرانی کر رہا تھا۔

بہت دیر تک میں قہوہ خانے میں بیٹھا رہا اور پھر بل طلب کیا جو ویٹر نے فوراً میرے سامنے رکھ دیا۔ بل ادا کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔ آوارہ گردوں کی ٹولیاں مختلف مشاغل میں مصروف تھیں۔ میں ان کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اور جب رات ہوگئی۔ تو ----- میں ژولی ژاں کی طرف چل پڑا۔

ژولی ژاں کے مکان پر دستک دی تو ایک حسین لڑکی نے باہر جھانکا "کل کے مہمان۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں ----- ژالی ژاں موجود ہیں؟"

"اندر آجاؤ۔" اس نے کہا۔ اور میں اطمینان سے اندر پہنچ گیا۔ حسین لڑکی نے مجھے ژولی ژاں کے کمرے میں پہنچا دیا۔ دلکش عورت اپنے مخصوص انداز میں بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی۔ دھوئیں کے خوشبودار مرغولے فضا میں چکرا رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سیسرو۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"تمہاری کشش مجھے کھینچ لائی۔"

"تم خود بھی دلکش انسان ہو۔ عام لوگوں سے الگ۔ یہ کاروباری الفاظ نہیں ہیں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔"

"آؤ بیٹھو۔" وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کرسی تک لے گئی۔ اور میں بیٹھ گیا۔

"سگریٹ۔" اس نے خوبصورت کیس اٹھا کر میرے سامنے کھول دیا۔

"اس قدر نفیس ہے کہ میں انکار نہیں کرسکتا۔" میں نے ایک سگریٹ نکال لیا اور ژولی ژاں اسے ایک خوبصورت لائٹر سے سلگانے لگی۔ میں اس کے جھکے ہوئے سر پر جھومتے ہوئے حسین بالوں کو دیکھنے لگا۔ سگریٹ سلگا کر اس نے بالوں کو ایک جھٹکا دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں اس کی روشن آنکھوں میں ڈوب گیا۔ بڑی پرکشش آنکھیں تھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو ڈیئر؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔"

"بتا سکو گے۔ کیا؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن شاید تم پسند نہ کرو گی۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"اتنی سی بات سے؟"

"ہاں۔"

"اچھا بتاؤ۔"

"اگر سچ بتادوں تو تسلیم کرلو گے؟"

"وعدہ ----- پورے خلوص سے -----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔ میرا چہرہ مہرہ۔ میری چال ڈھال۔ تمہارے ذہن میں خیال آیا ہوگا کہ میں اس پروفیشن میں کیسے آگئی۔ میں کون ہوں۔ میں نے یہ انداز کس طرح اپنائے ہیں؟"

اور میری آنکھوں میں تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیوں؟" اس نے ایک ادا سے گردن ٹیڑھی کرکے پوچھا۔

"میں تمہاری قیافہ شناسی کا معترف ہوں۔ لیکن کیا میرے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب بھی مل سکے گا؟"

"کیا حرج ہے۔ اب تو میں عریاں ہوں۔ سنو ----- میں ایک ڈیوک کی لڑکی ہوں۔ میرا باپ ایک نیک نام انسان ہے۔ لیکن میرے اور اس کے خیالات میں تضاد تھا۔ میں اس سے اختلاف رکھتی تھی اور جب ایک محفل میں' میں نے اپنے محبوب کا بوسہ لے لیا۔ تو وہ میرا دشمن ہوگیا۔ اس نے میرے محبوب کے دونوں ہونٹ کٹوا دیئے اور پھر اسے گولی مار دی۔ مجھے بھی وہ کوئی بڑی سزا دینا چاہتا تھا' لیکن نہ دے سکا۔ اور مجھے فرانس چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ تب میں نے بھی اس سے انتقام لینے کا فیصلہ کرلیا۔ کاش میں فرانس کے کسی بدنام ترین بازار حسن میں رہ کر اپنے باپ کے نام کے ساتھ جسم کا کاروبار کرسکتی۔ کاش۔ کبھی میرا باپ بھی میری عصمت کا گاہک بن کر آتا۔ کاش کبھی میرا کوئی بھائی میرے جسم کا خریدار بنتا۔ کاش۔"

اس کی آنکھوں میں خوفناک چمک ابھر آئی۔ اور میرا جسم لرز گیا۔

عورت دنیا کی سب سے حسین۔ لیکن سب سے خوفناک شئے۔ سب سے خوفناک۔

"سمجھے۔ میں ایک ڈیوک کی بیٹی ہوں۔ میں نے شہزادیوں کی مانند زندگی بسر کی ہے ا
میں اپنی ماں کی شکل و صورت پر گئی ہوں۔ میری بہنوں کی شکلیں بھی مجھ سے ملتی جلتی ہیں،
کاش ہم سب کسی ایسی محفل میں یکجا ہوسکیں' جہاں میرے جسم کے بے شمار خریدار بھی موجو
ہوں۔ وہ میرا موازنہ اس ڈیوک کی بیٹیوں سے کریں ----- اور ----- اور -----"

وہ شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔ اور پھر وہ خاموش ہوگئی۔ اس نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی۔ آنکھیں بند کرلیں۔ میں اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

دمت تیرے کی۔ یہاں بھی ایک کہانی۔ ایک المیہ موجود ہے۔

چند منٹ کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تالی بجائی۔ فوراً دونوں خادمائیں اندر آگئیں۔

"لاؤ۔" ژولی ژاں نے عجیب انداز میں کہا۔ اور وہ دونوں جھپاک سے باہر نکل گئیں۔ اور پھر بہت جلد واپس آگئیں۔ ان کے ہاتھوں میں شراب کی ٹرے تھی۔ "بناؤ۔" ژولی ژاں نے پھر کہا۔ اور لڑکیاں گلاس بنانے لگیں۔ پھر انہوں نے ایک گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔ دوسرا ژولی نے خود سنبھال لیا۔

"جاؤ۔ تم جاؤ۔" وہ پھر بے صبرے انداز میں بولی۔ اور دونوں لڑکیاں گردن جھکائے باہر نکل گئیں۔ ژولی شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑی تھی۔ اس بھیانک انداز میں پی رہی تھی کہ بڑے بڑے پیکڑوں کو مات کر رہی تھی۔

مجبوراً مجھے اس کے ہاتھ سے بوتل لینی پڑی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں مسکرادی۔

"میں اب ٹھیک ہوں ڈارلنگ۔" اس نے کہا۔ اور پھر میں پلٹ رہا تھا کہ اس نے پیچھے سے مجھے پکڑ لیا۔ "آؤ بیڈ روم میں چلیں۔ میں۔ میں خود کو بھول جانا چاہتی ہوں۔ آؤ۔"

اور میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھالیا۔ اس نے اپنی سفید بانہیں میری گردن میں حمائل کردیں اور گردن اس طرح لٹکالی جیسے بے ہوش ہوگئی ہو' بے سدھ لڑکی کو میں نے اس کے بستر پر ڈال دیا اور وہ ساکت و جامد پڑی رہی۔ نہ جانے اس کے چہرے پر کیسے تاثرات تھے۔ میں انہیں مناسب الفاظ نہ دے سکا تھا۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ مکان کے بیرونی دروازے پر جیسے ہتھوڑوں کی ضربیں پڑ رہی تھیں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ ژولی بھی جاگ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لیمپ روشن کرلیا۔ اور عجیب سی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ضربیں بدستور پڑ رہی تھیں۔ اور پھر ایک وحشیانہ آواز سنائی دی۔

"ہے ----- ژولی ----- ژاں -----"

اور ژولی ژاں کے بدن کو جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ "ارے ----- ارے ----- اوہ -----"

"کیا ہوا ژولی؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ اس طرح چونک پڑی جیسے میری موجودگی ہی بھول گئی ہو۔

"تت ----- تم ----- تم ----- اوہ ----- پلیز ----- ہری اپ ----- آؤ ----- جلدی۔ اوہ۔ جوتے پہنو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔

"مگر ہوا کیا؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ارے ----- جلدی کرو -----" وہ مجھے دھکا دیتے ہوئے بولی۔ میں نے ناچار تیاری کرلی۔ وہ میرا بازو پکڑ کر مجھے دھکیلتی ہوئی لائی۔ اور مکان کے عقبی حصے میں لے گئی۔

"پلیز ----- پلیز ----- میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے معاف کردینا۔ دو تین روز کے بعد پھر آنا۔ مجھے معاف کردینا۔" اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن۔"

"پلیز ----- پلیز -----" وہ گڑگڑائی۔ "اس راستے سے نکل جاؤ۔"

"ژولی۔"

"ارے۔ جلدی کرو۔ اسے غصہ آگیا تو ----- تو ----- آہ جلدی کرو۔"

"وہ کون ہے آخر؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"تھامپسن ہے۔ جلدی کرو۔"

"اوہ -----" میرے لہجے میں سینکڑوں غراہٹیں تھیں۔ "تھامپسن۔" دل نے بہت سی خواہشات ظاہر کیں۔ لیکن مصلحت مانع ہوئی اور میں نہایت خاموشی سے باہر نکل آیا۔

یہ بات آج تک دل میں کسکتی ہے کہ اس وقت ژولی ژاں نے مجھے بزدل سمجھا ہوگا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ تھامپسن کا نام سنتے ہی میں کان دبا کر بھاگ گیا۔

بہرحال میں وہاں سے چلا آیا۔ دوسرا دن میں نے لوگوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے گزارا۔ تھامپسن پی گوڈے کا بے تاج شہنشاہ تھا۔ دن میں عجیب عجیب مناظر دیکھنے میں آئے۔ تھامپسن اور اس کے ساتھی پورے کیمپ میں دندناتے پھر رہے تھے۔ جہاں سے پایا لوٹا ----- جہاں کوئی لڑکی پسند آئی' اسے برہنہ کردیا۔ فحش مذاق' قہقہے' چیخیں' توڑ پھوڑ۔ ہر شخص سہما ہوا تھا۔ ہر شخص دبکا ہوا تھا میں ساری صورت حال دیکھ رہا تھا اور میرا ذہن بہت سے فیصلے کر رہا تھا۔

ظاہر ہے یہاں کے لوگ اس سے خوش نہ ہوں گے۔ اور یہ عمدہ بات ہے میرے کام کی۔

دوپہر کے بعد ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک میدان میں بہت سے لوگ جمع ہو رہے

تھے۔ اسی میدان میں دس بارہ سہمی ہوئی لڑکیاں لائی گئیں۔ یہ سب کیمپ میں کام کرنے وا
بہی لڑکیاں تھیں۔ میرے خیال میں کیمپ کی خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ میں بھ
لوگوں کے ہجوم میں ذرا پیچھے کھڑا ہوگیا۔ تھامپسن سب سے آگے کھڑا ہوا تھا۔ پھر چار پانچ
آدمی چمڑے کے کوڑے لیے ہوئے میدان میں نکل آئے۔ انہوں نے کوڑے لہرا کر لڑکیوں
سے لباس اتارنے کے لیے کہا۔

خوفزدہ لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ تب وہ لوگ انہیں کچھ سمجھانے لگے۔ دو چار
لڑکیوں نے فوراً لباس اتار دیئے۔ جس نے حیل حجت کی' اس کے بدن پر سرخ دھاری پڑ گئی۔
یہاں تک کہ لڑکیاں لباس سے عاری ہوگئیں۔ سب کی سب سفید نسل کی تھیں۔ ممکن ہے یہ
ان کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہو۔ ہاں وہ خوفزدہ ضرور تھیں۔

تب وہ ایک لائن میں کھڑی ہوگئیں' اور تھامپسن نے پستول نکال لیا۔ کیا کر رہا ہے
یہ بے غیرت انسان۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے جو اسے گولی مار دے۔ میں نے دل میں سوچا۔
لیکن مجھے تو سبھی خوش نظر آرہے تھے سبھی کے ہونٹوں پر رال بہہ رہی تھی' سب ہی مسکرا
رہے تھے۔

اور پھر تھامپسن نے پستول کی نال اوپر کرکے فائر کردیا اور لڑکیاں دوڑ پڑیں۔ یہ
برہنہ ریس تھی۔ لڑکیاں ایک طویل دائرے میں بھاگ رہی تھیں اور چاروں طرف سے
سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔ یہ ریس اس وقت تک جاری رہی۔ جب تک آخری لڑکی بھی گر
نہ گئی۔ پورے میدان میں برہنہ لڑکیاں پڑی تھیں۔

تب وحشی آگے بڑھے اور انہیں بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئے۔ تھامپسن
انعام کے طور پر انہیں چرس اور دوسری نشہ آور اشیا دے رہا تھا۔ دوسرا پروگرام کشتی کا تھا۔
لڑکیوں کی کشتی۔ اس کے لیے لڑکیوں کے جوڑوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ چنانچہ فن کشتی سے
ناواقف لڑکیاں' لباس اتار اتار کر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوگئیں۔ بال کھینچے گئے۔ چہرے
نوچے گئے۔ بہت سی لڑکیاں زخمی ہوگئیں۔ جیتنے والیوں کو چرس اور افیون اور دوسری نشہ آور
اشیاء انعام میں دی گئیں۔

یہ وحشیانہ کھیل شام تک جاری رہا۔

اور پھر تھامپسن کا دل اس سے اکتا گیا۔ مجمع منتشر ہوگیا۔ اور تھامپسن بھی شاید
ژولی ژاں کے یہاں آرام کرنے چلا گیا۔

دوسری صبح جب میں سو کر اٹھا تو----- تھامپسن اور اس کے ساتھی واپس جاچکے
تھے۔ کیمپ پر اداسی تھی۔ سب کے چہرے ستے ہوئے اور لٹکے ہوئے تھے کوئی زور سے بول بھی
نہیں رہا تھا۔

ہاں۔ کہیں سے رونے کی آواز ابھرتی اور پھر معدوم ہو جاتی میں نے پورے کیمپ کا

گشت کیا۔ اور پھر میرا رخ ژولی ژاں کی طرف گیا۔ دستک دینے پر ملازماؤں نے دروازہ کھولا۔
ان کے چہرے بھی اترے ہوئے تھے۔

"پلیز۔ مادام ژولی ژاں سو رہی ہیں۔ رات کو آنا۔"

"میں کہہ دوں گی----- لیکن آج مادام تمہیں وقت نہ دے سکیں گی۔" ملازمہ
نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"تھامپسن آیا تھا نا؟"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر میں وہاں سے چلا آیا۔

"تھامپسن۔ تھامپسن۔ تھامپسن۔ چاروں طرف ایک ہی نام تھا۔ میرے ہاتھوں
میں کھجلی ہو رہی تھی۔ تھامپسن کو تو میں ژولی ژاں کے ہاں ہی ختم کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے
بعد کے حالات خطرناک ہو جاتے۔ کچے کام کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ مجھے سردارے کی واپسی
کا انتظار تھا۔

رات کو کشمکش میں مبتلا ہوگیا۔ ژولی ژاں کے ہاں جاؤں یا نہ جاؤں' لیکن کروں بھی
کیا؟ چلا جائے۔ یہ وقت تو گزارنا ہی ہے۔ اور میں ژولی کے مکان پر پہنچ گیا۔ ملازماؤں نے
حیرت انگیز طور پر میرا استقبال کیا تھا۔

"معاف کر دیجیے۔ جناب۔ مادام ژولی ژاں نے جب سنا کہ آپ آئے تھے اور ہم
نے آپ کو واپس کر دیا ہے تو سخت ناراض ہوئیں۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم مادام سے ہماری معذرت کے بارے میں بتا دیں۔"

"میں بتا دوں گا۔" میں نے کہا اور ژولی ژاں کے کمرے کی طرف چل دیا۔

ژولی ژاں ایک آرام کرسی میں دراز کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے
میری طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ----- سیسرو۔ آؤ ڈیر----- میں تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔"

"شکریہ ژولی۔"

"مجھے تم سے کئی معذرت کرنی ہیں سیسرو۔ دن میں بھی تم آئے تھے۔"

"بس یونہی چلا آیا تھا۔"

"نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"اور----- کل رات کو بھی۔ لیکن تھامپسن کے بارے میں تم بھی جان گئے
ہوگے۔"

اچھی طرح ژولی ژاں ---- میں اسے تمہارے مکان پر ہی قتل کر دیتا۔ لیکن اس طرح کچھ مشکلات تمہارے لیے بھی پیدا ہو جاتیں۔"

"میں تھامپسن کی بات کر رہی ہوں۔" ژولی میرے الفاظ پر حیران ہو کر بولی۔

"میں بھی اسی کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں ڈیر۔ جذباتی مت بنو---- ایسی کوئی بات کسی دوسرے کے سامنے منہ سے مت نکالنا۔ پلیز۔ اس درندہ صفت کے کان بہت بڑے ہیں۔" ژولی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"وہ میرے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ چکا ہے۔ میں نے اس کے پانچ ساتھیوں کو موت کی نیند سلایا ہے اور---- اس وقت مجھے اس کی خصوصیات معلوم نہ تھیں۔"

"تم نے---- تم نے----" ژولی ششدر رہ گئی۔ "میرے خدا۔ وہ تم تھے۔"

"کیوں؟ تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اوہ۔ سیسرو۔ تھامپسن زخمی چیتے کی طرح تلملا رہا ہے۔ وہ ان لوگوں کی تلاش میں ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ تو دوسرے لوگ بھی تھے؟"

"کیا اس نے پورا واقعہ تمہیں سنایا تھا؟"

"ہاں---- اس نے بتایا تھا کہ وہ ہپیوں کے ایک گروہ کو لوٹ رہا تھا۔ وہ عام آوارہ گردوں کی مانند بزدل تھے۔ لیکن دو آدمیوں نے کام خراب کردیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ لیکن تھامپسن نے اپنی کلائی پر سرخ کراس بنالیا ہے۔ اس کی قسم ہے کہ وہ اس پورے گروہ کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کردے گا۔"

تھامپسن کو میں اپنے ہاتھوں سے، تمہارے سامنے قتل کروں گا ژولی ژاں۔ یہ میری قسم ہے۔" میں نے کہا اور ژولی پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور سپاٹ لہجے میں بولی۔

"سیسرو---- پلیز---- کسی اور کے سامنے اس قسم کی گفتگو مت کرنا۔ یہ میری درخواست ہے۔ اگر تم ان لوگوں میں شامل تھے تب بھی براہ کرم کسی سے اس کا اظہار نہ کرنا۔ تم نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے۔"

"خیر چھوڑو اس گفتگو کو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ چھوڑو اس گفتگو۔" ژولی ژاں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

دوسرے دن بھی میں شدت سے سردارے کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ دس بارہ آوارہ گردوں کا ایک نیا گروہ آیا تھا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اتنے بڑے کیمپ میں درجنوں افراد آتے رہتے تھے۔ یہ گروہ میری نگاہ میں آگیا تھا۔ نہ جانے کتنے آئے ہوں گے اور

کتنے چلے گئے ہوں گے۔ شام کے چار بجے تھے جب سردارے نظر آیا۔ وہ ایک جیپ میں تھا اور اس کے ساتھ چار آوارہ گرد اور تھے۔

میں نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔ صرف چار آدمی؟ جیپ ایک ٹیلے کی آڑ میں رک گئی۔ اور میں ٹہلنے کے انداز میں اس طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سردارے کے پاس پہنچ گیا۔

"کام کر آیا ہوں استاد۔ ان سے ملو۔ یہ کیگرو ہیں۔ مادام سیکا کے حکم کے مطابق آپ کے ماتحت، اور باقی لوگوں کے انچارج۔"

"مگر کتنے لوگ ہیں سردارے؟"

"تقریباً چالیس لڑاکے استاد---- مادام کے کہنے کے مطابق بہترین لڑاکے ہیں۔"

"اوہ---- باقی کہاں ہیں؟"

"سب تھوڑے تھوڑے کرکے پہنچ گئے ہیں۔ مادام نے آپ کے لیے ایک تحفہ بھی دیا ہے۔"

"کیسا تحفہ؟"

"یہ استاد۔" سردارے نے اپنے لباس سے ایک چوکور بکس نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ میں نے بکس لے کر دیکھا۔ ساخت کے اعتبار سے ٹرانسمیٹر معلوم ہوتا تھا۔

"ٹرانسمیٹر ہے؟"

"ہاں استاد---- اس سے مادام سے بہ آسانی گفتگو ہوسکتی ہے۔ آج نو بجے وہ آپ کو کال کریں گی۔"

"یہ بہت عمدہ ہوا سردارے---- ونڈر فل---- بہت عمدہ کام ہوا ہے۔ اسلحے کی کیا پوزیشن ہے؟"

"بیس اسٹین گنیں ہیں۔ دستی بموں کی ایک پیٹی ہے۔ پستولیں سب کے پاس ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"خوب۔" میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "بس تو سردارے ان لوگوں سے کہو کہ فی الحال آرام کریں۔ بہت جلد انہیں تکلیف دی جائے گی۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی جناب۔" کیگرو نے کہا۔ اور سردارے میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اسی رات نو بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ سردارے میرے پاس ہی موجود تھا۔ سیکا ریفا نے اسے ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے کا طریقہ بتا دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

"ہیلو---- نواز۔"

"نواز۔ سپیکنگ۔ اور۔"

"سیکا۔ کیسے ہو نواز؟"

"بالکل ٹھیک۔ تمہارا شکریہ سیکا۔"

"اس میں شکریے کی کیا بات ہے نواز۔ بلاشبہ تم نے گروہ کے لیے ایک عمدہ کا
ہے۔"

"پی گوڈے تمہاری نگاہوں سے کیسے بچا رہا سیکا؟"

"دراصل میں نے ابھی تک وینس کے قرب و جوار نہیں دیکھے۔ اور پھر حالا
تمہارے علم میں ہیں۔ سوبیتا کے ختم ہونے سے سپلائی اتنی عمدہ ہوگئی ہے کہ تمہیں کیا بتاؤں۔"

"مبارک ہو سیکا۔ لیکن میرا خیال ہے اگر پی گوڈے ہمارے ہاتھ آجائے تو سپلائی
گناہ بڑھ جائے۔"

"کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا ہے نواز؟"

"بالکل۔"

"آپریشن کب شروع کرو گے؟"

"کل سے۔"

"مجھ سے روزانہ نو بجے رابطہ قائم کرنا۔"

"ممکن ہے نہ کرسکوں۔ لیکن بہرحال موقع ملتے ہی ضرور کال کروں گا۔"

"میں ہر رات نو بجے انتظار کیا کروں گی۔"

"ہاں۔ تمہیں تکلیف ہوگی۔"

"نہیں۔ تمہاری آواز ہی کافی ہے۔"

"شرمندہ کر رہی ہو سیکا۔"

"نہیں نواز----- تم نے مجھے جو سبق دیا ہے اسے زندگی کے کسی دور میں فرا
نہ کروں گی۔

"اوکے نواز----- میں تمہاری کامیابی کی منتظر ہوں۔" اور پھر میں نے ٹرانسیٹر
کردیا۔ سردارے خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور سردارے نے ا
گہری سانس لی۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"

"کچھ نہیں استاد۔"

"پھر بھی؟"

"میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا استاد۔ کہ تمہارا گروہ وہ اتنا بڑا ہوگا' م
خوش قسمت ہوں۔ کیا تم اس گروہ کے سرغنہ ہو استاد؟"

"نہیں سردارے۔ میں بھی اس کا ایک رکن ہوں۔"

"لیکن تمہاری بات بہت بڑی ہے استاد۔"

"ہاں سردارے۔ میں نے اس کے لیے بہت کام کیا ہے۔" میں نے تھکے تھکے انداز
میں کہا۔

سردارے میری شکل دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔
پھر وہ میرا بازو پکڑ کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلو استاد۔ کہہ چکا ہوں
کہ وفادار رہوں گا۔"

"اب اس میں شک کی کیا گنجائش ہے سردارے۔ تو میری زندگی کے ساتھ ہے۔"
میں نے اس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا اور سردارے میرے سینے سے لپٹ گیا۔
درحقیقت اس کے اس طرح لپٹنے سے آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ لیکن میں نے یہ آنسو ظاہر
نہ ہونے دیئے۔ کئی منٹ تک ہم دونوں جذباتی رہے۔ پھر سنبھل گئے۔

"اب پروگرام کیا ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"دراصل۔ سردارے۔ تھامپسن کو میں تیرے ساتھ مل کر قتل کرسکتا تھا لیکن یہاں
اپنے مال کی کھپت کے لیے منڈی بھی بنانی ہے۔ اس لیے میں نے اتنا اہتمام کیا۔ ورنہ میں اکیلا
کام کرنے کا عادی ہوں۔ آج تک میں نے اپنے گروہ کی مدد نہیں لی۔ سوبیتا کے معاملے میں بھی
میں نے دوسرے ذرائع اختیار کیے تھے۔

"ٹھیک ہے استاد۔ اب کیا حکم ہے؟"

"کل سے کام شروع کردیں گے۔ تھامپسن ابھی یہاں سے گیا ہے ممکن ہے کہیں لمبا
نکل گیا ہو۔ لیکن اس کا گروہ موجود ہے۔ چھوٹے موٹے معاملات میں وہ بھی مداخلت کرلیتا
ہوگا۔ پہلے ان لوگوں کو درست کریں گے۔ اس کے بعد یقیناً تھامپسن تک بھی اطلاع پہنچ
جائے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ ابتداء کہاں سے ہوگی؟"

"رات کو کیگرو کے ساتھ میٹنگ رہے گی' اسے ہدایت دے دیں گے۔"

"اوکے چیف۔" سردارے اٹھتے ہوئے بولا۔

"کہاں چلے؟"

"اجازت ہو استاد۔ تو اپنی کو تلاش کرلوں۔" سردارے نے شرمائے ہوئے انداز میں
کہا۔

"اوہ۔ ضرور۔ لیکن ممکن ہے اسے مائیکل مل گیا ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر----- کسی ایسی کو تلاش کروں گا استاد۔ جس کا مائیکل اسے نہ ملا ہو۔"
سردارے نے کہا۔

"تھوڑی سی چرس۔ دو چار انجکشن وغیرہ جیب میں ڈال لینا۔ بہت سی ایسی مل جائیں گی جن کا مائیکل ہمیشہ کے لیے جاچکا ہو۔"

"اوکے چیف۔ ہدایات یاد رکھوں گا۔" سردارے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اور سنو۔"

"یس چیف؟"

"اس سے پروگرام بارہ کے بعد کا رکھنا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہم کیگرو کے ساتھ ہوں گے۔"

"رائٹ چیف۔" سردار نے جواب دیا۔ اور پھر چلا گیا۔ میں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور دوسرے دن کے لیے پروگرام بنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے ایک لائحہ عمل سوچ لیا تھا۔

اور پھر وہاں سے اٹھنے ہی والا تھا کہ میونگ نائیڈو نظر آگیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ نیک آدمی' میں تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا۔"

"مسٹر میونگ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایں۔ اوہ۔ شاید تم مجھے بھول گئے۔" بوڑھے نے مایوسی سے کہا۔

"ارے نہیں-----کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میرا نام آرتھر ریگساں ہے۔"

"خوب-----" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں تم اس وقت ہوش میں ہو۔ یا اس وقت ہوش میں تھے جب تم نے اپنا نام میونگ نائیڈو بتایا تھا۔"

"اوہ-----میں اس وقت ہوش میں ہوں۔ یقین کرو' میں اس وقت ہوش میں ہوں۔" وہ میرے نزدیک زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا۔ پھر بے حس و حرکت ہوگیا۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکلا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ یقیناً وہ بہت زیادہ نشے میں تھا۔

میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

رات کو نو بجے کے قریب سردارے میرے پاس پہنچ گیا۔ کیگرو اس کے ساتھ تھا۔ لحیم شحیم آدمی آوارہ گرد کے روپ میں بہت خوفناک لگ رہا تھا۔ لیکن تعاون کرنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اپنا پروگرام ان دونوں کو سمجھا دیا تھا۔ اس پر بحث کی تھی۔ وہ مجھ سے مکمل طور پر متفق تھے پھر کیگرو نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔

میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ "کیسا پروگرام ہے سردارے؟"

"بالکل فٹ ہے استاد-----بہت ڈرامائی۔ مزہ آجائے گا۔"

"اب کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں استاد۔"

"اپنی کو مائیکل مل گیا؟"

"اوہ-----مجھے اپنی ہی نہیں ملی استاد۔"

"اور کوئی بھی نہیں۔"

"اپنے اندر صلاحیت نہیں ہے استاد۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈولی ڈاس کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ حالانکہ اتنی رات گزر گئی تھی لیکن ڈولی جاگ رہی تھی۔ ملازمہ نے اس کے جاگنے کے بارے میں اطلاع دی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا!؟" میں نے ملازمہ سے پوچھا۔

"وتیلا۔"

"یہ میرا دوست ہے۔ تمہارا مہمان۔"

"خوش آمدید۔" ملازمہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا معاملہ ہے استاد۔" سردارے گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"لے جاؤ اسے۔" میں نے سردارے کو جواب دیئے بغیر ملازمہ سے کہا۔ اور ملازمہ نے سردارے کا بازو پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے گھسیٹتی ہوئی لے گئی تھی۔ میں مسکراتا ہوا ڈولی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیرو۔" ڈولی دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"بہت دیر تک جاگ رہی ہو ڈولی۔"

"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"ارے۔ مگر تمہیں یقین کس طرح تھا کہ میں آؤں گا۔"

"دل کہہ رہا تھا۔"

"دل کی باتوں پر یقین مت کیا کرو ڈولی۔ بعض اوقات یہ بڑا دھوکہ دیتا ہے۔"

"لیکن اس وقت؟"

"اتفاق ہے۔"

"میرا بھروسہ دیکھو۔ میں نے ایک بوڑھے شرابی کو دھکے دے کر نکلوا دیا۔"

"کیوں؟"

"وہ یہاں رکنے پر اصرار کر رہا تھا۔"

"اوہ۔" میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈولی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔

مجھے الجھن ہونے لگی۔ ژولی اپنے پہلے روپ میں ہی ٹھیک تھی یہ تاثرات میرے لیے اجنبی
نہیں تھے۔ ان تاثرات کی تو ایک لمبی کہانی تھی اس کہانی کے بے شمار کردار تھے۔ ہر کردار ایک
ہی جیسی اداکاری کرتا تھا۔ اس وقت ژولی ڈاں مجھے پسند نہ آئی۔

"شراب منگواؤ ژولی۔" میں نے کہا۔

"ابھی۔" ژولی محبت بھرے انداز میں بولی۔ اور پھر اس نے ملازمہ کو بلا کر ہدایت
دی۔ اس وقت میں نے نشہ دور کرنے والی گولی منہ میں نہیں رکھی تھی۔ میں نشے میں ڈوب
جانا چاہتا تھا۔ اور میرے ذہن میں سرور طاری ہوگیا۔ عالم سرور میں نہ جانے کیا کیفیت رہی۔
نہ جانے کون کون سے مراحل سے گزرا۔ نہ جانے ژولی نے کیا کیا کہا۔ البتہ صبح کو جب ژولی
نے مجھے جگایا تو طبیعت بھاری ضرور تھی، لیکن ایک عجیب سی شگفتگی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے
مسکرا کر ژولی کو دیکھا۔

وہ شاید باتھ روم سے آئی تھی۔ اس کے حسین بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے
تھے۔ اور اس عالم میں وہ بے حد حسین نظر آرہی تھی۔

"اٹھو ڈارلنگ۔ غسل کرلو۔ ناشتہ تیار ہے۔"

اور میں اٹھ گیا۔ ناشتے کے کمرے میں سردارے بھی موجود تھا۔ ژولی کو دیکھ کر اس کا
منہ حیرت سے کھل گیا۔ اور پھر وہ بھونڈے انداز میں مسکرانے لگا۔

"نئی بھابی ہے استاد؟" اس نے اردو میں کہا۔

"یہی سمجھ لے سردارے۔ لیکن بھابی بڑا محترم لفظ ہے۔ ان لوگوں کے لیے تو یہ لفظ
مت استعمال کیا کر سردارے۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔"

"سوری استاد---- آئندہ نہیں کہوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"شکریہ سردارے۔ تم بتاؤ کیسی رات گزری۔"

"شرم آتی ہے استاد۔" سردارے نے بھونڈے انداز میں کہا۔ اور مجھے ہنسی آگئی۔

"یہ کونسی زبان ہے سیمرو۔ بڑی عجیب۔ بڑی اجنبی۔" ژولی نے میرے لیے کرسی
کھینچتے ہوئے کہا اور میرے بیٹھنے کے بعد خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"یہ بڑی پیاری زبان ہے ژولی۔ کبھی تفصیل سے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔" میں
نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا اور ژولی نے پھر اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ واپسی
میں، میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ملازمہ کو دینا چاہی۔

"نہیں سیمرو۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں ژولی؟" میں نے حیرت سے کہا اور جواب میں ژولی نے عجیب سی نگاہوں سے
مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر تم بہت ضروری سمجھتے ہو۔ تو ٹھیک ہے۔" سردارے نے گڈی ملازمہ کو دے

دی۔ ہم دروازے کی طرف بڑھے تو ژولی نے کہا۔ "آج رات کو آؤ گے سیمرو؟"

"ہاں، ہاں۔ ضرور آئیں گے۔ میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے۔" میرے بجائے
سردارے بول پڑا۔ اس نے ایک ملازمہ کی طرف اشارہ کیا تھا اور ژولی کے ہونٹوں پر بے
اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں انتظار کروں گی۔" وہ بولی۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"جیتے رہو استاد۔ جو کام بھی کرتے ہو اونچا کرتے ہو۔ کیا عورت تھی۔ سچی بات تو یہ
ہے کہ اس کے سامنے میری نگاہ بھی نہیں اٹھ سکتی، یہ تمہارا ہی جگر ہے۔ اور استاد۔ یقین کرو
وہ تمہارے اوپر جان دیتی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"ان باتوں کو اہمیت نہیں دینی چاہیے سردارے۔ زندگی کے سفر میں کسی سے اتنا پیار
مت کرو کہ کوئی دل کی کسک بن کر رہ جائے۔ آنے والوں کا استقبال کرو، اور جب جائیں تو ان
کے چہرے بھی بھول جاؤ۔ ایک ایک نقش ذہن سے مٹا دو۔"

سردارے حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو استاد۔ عورت کے معاملے میں میرا تجربہ کچھ نہیں ہے۔ کام
شروع کیا جائے استاد۔ نو بج چکے ہیں۔"

"ہاں---- آؤ----" میں نے اندرونی لباس میں پستول چیک کرتے ہوئے
کہا۔ سردارے نے بھی اپنا پستول سنبھال لیا تھا۔ اور پھر ہم نے روفیساں کے قہوہ خانے کا ہی
رخ کیا۔ سردارے نے دور سے کیگرو کو اشارہ کردیا تھا۔ ہم دونوں روفیساں کے قہوہ
خانے میں داخل ہوگئے۔ تب میں نے ایک بیرے کو روک لیا۔

"روفیساں کہاں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اندر۔"

"اسے باہر بھیج دو۔ مجھے اس سے کام ہے۔"

"میں کہے دیتا ہوں۔" بیرے نے کہا اور اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد روفیساں
باہر نکل آیا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدک گیا۔

"پھر آگئے تم؟ تم نے ہی مجھے بلایا تھا؟"

"ہاں روفیساں۔"

"اب کیا چاہتے ہو؟"

"تھامپسن سے حاصل کیا ہوا پورا اسٹاک میرے سامنے ظاہر کردو۔ ورنہ تمہارے
قہوہ خانے کو آگ لگا دوں گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ میں۔ میں تمہیں دھکے دے کر یہاں سے۔" لیکن روفیساں کا
جملہ پورا ہونے سے قبل ہی میرا ہاتھ اس کے گال پر پڑا۔ چٹاخ کی آواز کافی زوردار تھی۔

رو فیساں ہکا بکا رہ گیا۔

دوسرے لوگ چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے تھے۔ اور پھر رو فیساں کو بھی
آگیا۔ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح میری طرف لپکا۔ اور میں نے بھی کسی بل فائٹر کی مانند
اس کا وار خالی دے کر ایک لات اس کی کمر پر جڑ دی۔ رو فیساں اوندھے منہ جا پڑا
چاروں طرف سے بیرے دوڑ پڑے۔

لیکن اسی وقت سردارے نے پستول نکال لیا۔ خبردار۔ کسی نے آگے بڑھنے کی کو
کی تو میرا نام پنتو ہے۔"

بیرے رک گئے۔ قہوہ خانے میں بیٹھے لوگ کھسکنے لگے تھے۔

میں نے اوندھے پڑے ہوئے رو فیساں کو اٹھایا۔ اور دوسرا تھپڑ اس کے گال
جڑتے ہوئے کہا۔" اسٹاک ظاہر کرو گے یا نہیں؟"

"میں۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ میں۔ میں۔" رو فیساں نے پھر پاگلوں کے سے ا
میں مجھے گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ اور اس بار میں نے اس کی خاصی مرمت کردی۔
نے اس کی ناک پر گھونسہ جڑ دیا۔ اور جب وہ زمین پر گر پڑا تو میں نے اسے ٹھوکروں پر
لیا۔ رو فیساں کے منہ ناک اور جسم کے دوسرے حصوں سے خون بہنے لگا تھا۔

قہوہ خانہ خالی ہوگیا۔ پھر ایک بیرے نے جوش وفاداری سے مغلوب ہو کر سردار
کے پستول کو نظرانداز کرکے اس پر ٹوٹ پڑنے کی کوشش کی۔ لیکن سردارے نے اس کی ٹا
میں گولی مار دی تھی اور اس کے بعد اس بیرے کی ٹانگ کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ہمت
ٹوٹ گئی۔ بیرے بری طرح سے نکل بھاگے تھے۔

"ہاں۔ اب بولو۔ کیا خیال ہے؟" میں نے رو فیساں کے سر پر پہنچ کر کہا۔

"اسٹاک۔ اسٹاک اندر تہہ خانے میں ہے۔"

"اٹھو۔" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھایا۔ فرش کے نیچے ایک چوڑے تہہ خا
میں منشیات کے انبار لگے ہوئے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے باہر
گیا۔ سردارے سچ مچ اپنے کام میں ماہر تھا۔ آوارہ گردوں کا ایک گروہ اندر آگیا۔ اور اس
خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے سارا اسٹاک لوٹ لیا۔

مفت کا مال ملے تو کسے انکار ہو۔

لیکن باہر کے حالات ہماری توقع کے مطابق سنگین ہوگئے تھے۔ وہ چھ آدمی تھے۔
لمبی ڈاڑھیاں طویل القامت۔ اور ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ سب کے سب ایک لائن
کھڑے تھے۔ اور کافی خطرناک نظر آرہے تھے۔

رو فیساں کے ہوٹل کا ایک بیرہ ان کے ساتھ تھا۔

"یہی ہیں۔ یہی ہیں۔" بیرے نے چلا کر کہا۔ وہ سب خونی نگاہوں سے ہمیں گھور

گئے! ہم دونوں بھی اُن کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ لیکن کیگرو ان کے عقب میں موجود تھا۔
اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"پستول پھینک دو۔" ان میں سے ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ اور ہم دونوں نے
پستول اطمینان سے ہولسٹروں میں رکھ لئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سیمرو۔" میں نے جواب دیا۔

"تھامپسن کو جانتے ہو؟" اس نے کہا۔

"تھامپسن سے پوچھو۔ سیمرو کو جانتا ہے۔ اسے صرف اس ٹیلے کا حوالہ دینا جہاں وہ
اپنے پانچ ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہوا تھا۔" میں نے کہا اور وہ سب کے سب اچھل
پڑے۔ ان کے انداز میں نمایاں تبدیلی نظر آئی تھی۔

"ت ۔۔۔۔۔ تو تم ۔۔۔۔۔ دونوں وہی ہو؟"

"ہاں۔ سیمرو تمہیں حکم دیتا ہے ۔۔۔۔۔ کہ ۔۔۔۔۔ اپنے پستول پھینک دو۔
تھامپسن کو سیمرو کا پیغام دو کہ آئندہ وہ ادھر کا رخ نہ کرے۔ اگر اس نے آئندہ ادھر کا رخ
کیا۔ تو اس کی لاش کسی گڑھے میں پڑی سڑ رہی ہوگی۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تھامپسن کی توہین کرنے والے زندہ نہیں رہتے۔ سمجھے۔ تھامپسن کے کانوں
تک یہ پیغام پہنچا تو وہ تمہاری لاشیں دیکھنے کے لیے بے چین ہو جائے گا اور ہم سے سوال کرے
گا کہ ہم نے ان الفاظ کی ادائیگی کیوں پوری ہونے دی۔ اس لیے تم ۔۔۔۔۔ فوراً مرجاؤ۔"
اس نے کریہہ انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے پستول سیدھے ہی کئے تھے
کہ.....!

☆ ☆ ☆

کیگرو اور اس کے ساتھی آگے بڑھ آئے۔ انہوں نے پستول ان لوگوں کی کمر سے
لگا دیے تھے۔ "پستول پھینک دو ماسٹر۔ ورنہ کر کے سوراخ تمہیں پلٹ کر ہماری شکلیں بھی
نہیں دیکھنے دیں گے۔" اس کی سرد آواز ابھری اور ڈاڑھی والے چونک پڑے۔ ان کے بدن تن
گئے تھے اور پھر ان کے پستول والے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

تب کیگرو کا ایک ساتھی آگے بڑھا اور اس نے بڑے احترام سے پستول ان لوگوں کے
ہاتھوں سے لے لیے ۔۔۔۔۔!

"بس اب گھوم جاؤ میرے پیارو ۔۔۔۔۔!" گرانڈیل کیگرو نے مسخرے انداز میں
کہا۔ لمبی ڈاڑھیوں والے گھومے اور پھر طاقتور گھونسوں نے ان کا استقبال کیا۔ ان میں کیگرو کا
گھونسہ بھی شامل تھا۔ اور وہ بڑا ہی بدقسمت تھا جو کیگرو کے ہاتھ کی زد میں آیا تھا۔ یقیناً اس
کے جبڑے اپنی جگہ سے کھسک گئے ہوں گے۔ وہ اچھل کر کئی فٹ دور جا گرا تھا۔

ہوٹل کے اس بیرے نے بدلتی ہوئی صورت حال کو دیکھ کر کھسک جانے کی کو
کی' جو ان لوگوں کو لے کر آیا تھا لیکن وہ بھی کیگرو کی زد سے دور نہیں تھا۔ کیگرو نے ا
چوڑے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔

"تم کہاں جا رہے ہو ماسٹر۔ ان لوگوں کا حشر تو دیکھتے جاؤ' جنہیں ساتھ لائے تھے"
اور بیرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"مارو-----!" کیگرو خونخوار لہجے میں اپنے ساتھیوں سے بولا----- اور ا
کے ساتھیوں نے ڈاڑھی والوں پر یلغار کر دی۔ ان کے کپڑے پھاڑ دیے گئے' ڈاڑھیاں
بال اکھیڑ دیے گئے اور انہیں مار مار کر لہولہان کر دیا۔ کیگرو اس دوران بیرے کی گردن پکڑ
کھڑا رہا اور بیرہ اس طرح اس کی گرفت میں ساکت رہا جیسے جان نکل چکی ہو!

بہت سے لوگ خوفزدہ نگاہوں سے پٹنے والوں اور مارنے والوں کو دیکھ رہے تھ
میری طرف اٹھنے والی ہر نگاہ خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تہہ خانے سے منشیات لوٹنے وا
کبھی کے فرار ہو چکے تھے۔

بہرحال جب تھامپسن کے کسی ساتھی میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تو میں
ہاتھ اٹھا دیا۔ "بس کافی ہے----- انہیں اس قابل چھوڑ دو کہ یہ اپنے دوسرے ساتھیوں
مدد کے لیے لا سکیں"۔

اور کیگرو کے ساتھی رک گئے!

تب وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے نعرہ لگایا "سیمرو زندہ رہے" اور لطف کی بات
تھی کہ نعرہ لگانے والوں میں خود رونیساں بھی شامل تھا۔ اسے زندگی کی ضرورت تھی-----
اور زندگی کی تقسیم----- طاقتور ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے----- میں نے اپنے ساتھیوں
اشارہ کیا----- اور وہ واپس پلٹ پڑے۔

"اس کا کیا کروں باس---؟" کیگرو نے اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے بیرے کے ل
پوچھا۔ اور میں اس کے قریب پہنچ گیا-----!

"کیوں----- تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے---؟" میں نے اس کی تا
آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ لیکن ان آنکھوں میں خوف کے سوا کچھ نہ تھا۔

"چھوڑ دو اسے-----!" میں نے کہا----- اور کیگرو نے اس کی گر
چھوڑ دی۔ "چلو----- بھاگ جاؤ-----" میں نے بیرے سے کہا۔ لیکن وہ بھاگنے
کوشش کے باوجود نہ بھاگ سکا! اور وہیں زمین پر اکڑوں بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ ہم سب ہنستے ہو
باہر نکل آئے تھے۔

باہر دور دور تک مجمع لگا ہوا تھا جو اندر کے حالات جاننے کے لیے بے چین تھا
کیگرو اور اس کے ساتھیوں نے پستول نکال لیے اور پھر وہ پستولوں کی نالیں آسمان کی طر

کر کے فائرنگ کرنے لگے۔ ساتھ ہی وہ سیمرو کے نام کے نعرے بھی لگاتے جا رہے تھے اور مجمع
میں بھگدڑ مچ گئی----- لوگ بلاوجہ خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے----- لیکن میں کیگرو
کے کام کی داد دے رہا تھا----- بلاشبہ اس نے ذرا سی دیر میں سیمرو کی خوف پلبٹی کر دی
تھی!

ہمارا غول جدھر سے گزرا' لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگتے رہے----- ہم نے ایک
دوسرے قہوہ خانے یا۔ بالالفاظ دیگر منشیات کے اڈے کا رخ کیا تھا----- لیکن سیمرو کا نام
وہاں بھی پہنچ چکا تھا اور قہوہ خانے کا مالک ہاتھ جوڑے دروازے پر کھڑا تھا!

"ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے جناب" اس نے لجاجت آمیز انداز میں کہا۔

"کتنا اسٹاک ہے---؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"فہرست بنا کر آپ کو پیش کر دی جائے گی"۔

"ٹھیک ہے----- اس کے بعد تم سیمرو سے مال خریدو گے' سمجھے----- اور
سنو----- ایک گروہ بنا کر سارے اڈوں تک یہ اطلاع پہنچا دو----- کہ اسٹاک کی فہرست
سیمرو کو پیش کریں-----"

میں یہ خدمت بخوبی انجام دوں گا!" مالک نے کہا۔

"خوب----- کیا نام ہے تمہارا؟"

"پاسکل جناب!"

"تو پاسکل جناب----- تم یہ کام کرو----- اور کیا کر سکتے ہو؟"

"جو حکم کریں جناب-----"

"ہمارے لیے خیمے کا بندوبست کرو-----"

"اوہ----- خیمہ کیوں جناب----- میں مکان پیش کر سکتا ہوں۔ میرے پاس
مکان فالتو ہے-----!"

"تو پھر پیش کرو نا یار----- ہاں' کوئی مکاری نہ ہو-----" میں نے آنکھ دبا کر
کہا اور پستول کی نال اس کی گردن پر رکھ دی۔

"مکاری نہیں ہو گی ماسٹر----- تم دیکھ چکے ہو گے' تھامپسن کا رویہ کس قدر غیر
انسانی ہے----- ہم میں سے کون ہے' جو اس سے دل سے نفرت نہیں کرتا----- لیکن
طاقتور کی لاٹھی سے سب ڈرتے ہیں۔ تم دیکھ لینا ماسٹر' اگر لوگوں کو یقین ہو جائے کہ تم
تھامپسن سے ٹکرا لے جاؤ گے تو سب تمہارے ساتھی ہوں گے-----!"

"کیا نام بتایا تھا تم نے---؟"

"پاسکل ماسٹر-----!"

"ٹھیک ہے پاسکل----- تم لکھ لو----- تھامپسن کا مقبرہ بہت جلد تمہیں

گوری کے پانی میں نظر آئے گا"۔

"سیسرو زندہ باد-----" پاسکل نے نعرہ لگایا اور کیگرو اور اس کے ساتھی پھر شور مچانے اور گولیاں چلانے لگے----- بلاشبہ کیگرو دہشت گردی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

پاسکل نے ہمیں رہائش کے لیے مکان فراہم کر کے گویا اپنی دوستی پکی کر لی تھی لیکن اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ بلاشبہ اس نے ایک بہت بڑا رسک لیا تھا۔ اگر تھامپسن ہمارے اوپر بھاری پڑ جاتا تو اس کی لاش کتے گھسیٹ رہے ہوتے لیکن وہ شاید عمدہ گیم کھیلنے کا عادی تھا اس لیے دیکھ دیکھ کر کارڈ پھینک رہا تھا اور اب حالات کا منتظر تھا۔

جو مکان پاسکل نے ہمیں پیش کیا تھا' وہ کافی کشادہ اور بہت خوبصورت تھا----- یقیناً" وہ بھاری کرائے پر اٹھا ہوا ہوگا۔ اور اسے پاسکل نے ہمارے نام پر خالی کرایا ہوگا!

بہرحال کیگرو اور اس کے ساتھی مکان سے کچھ دور تعینات ہوگئے۔ کیگرو نے اپنے طور پر کچھ انتظامات کیے تھے۔ اسی شام تقریباً" چھ بجے قہوہ خانوں----- یا منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد ہماری خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس اسٹاک کی فہرستیں تھیں جو انہوں نے میرے سامنے رکھ دیں۔ ان میں پاسکل بھی شامل تھا۔ میں نے اس کے چہرے کا رنگ اڑا دیکھا لیکن دوسروں کے اور خود میرے سامنے وہ خود کو نڈر ظاہر کر رہا تھا-----!

"کیا یہ فہرستیں درست ہیں---؟" میں نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"حرف بحرف جناب---؟"

"سنو----- میرا نام سیسرو ہے۔ اگر ان کے علاوہ ایک تولہ چرس بھی تقسیم ہوئی تو چرس کے ڈھیر میں رکھ کر آگ لگوا دوں گا! سمجھے----- ورنہ کل کا دن اور دیا جاتا ہے----- پورا اسٹاک ظاہر کرو-----"

"فہرستیں بالکل ٹھیک ہیں جناب----- آپ تسلی کر سکتے ہیں-----"۔

"تم ان کی قیمت ادا کر چکے ہوگے---؟"

"میں بھی ادھار نہیں کروں گا----- ان فہرستوں کے مطابق پانچ فیصد کمیشن مجھے دیا جائے----- اور آئندہ یہاں صرف سیسرو سپلائی کرے گا' تم لوگ اپنے آرڈر بک کرا دینا----- ایک ہفتے کے اندر سپلائی ہو جائے گی"۔

"ایسا ہی ہوگا جناب----- لیکن-----؟"

"لیکن کیا-----؟" میں نے اس شخص کو گھورتے ہوئے کہا جس نے یہ بات کہی تھی۔ "چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"کیا-----؟" میں غرایا۔

"کیا اب----- اب یہاں تھامپسن' یا اس کے گروہ کے افراد باقی رہیں گے؟"

"تم میں سے جو ان کے کسی آدمی کی نشاندہی کرے گا اسے دس پونڈ چرس انعام ملے گی" میں نے کہا۔

"اوہ----- اوہ----- ہمیں اس کی ضرورت نہیں----- ہم سب اس سے نجات چاہتے ہیں-----"

"بہت جلد اس کا نام گوری میں روپوش ہو جائے گا!"

"ہم احکامات کی تعمیل کریں گے"۔

"اور کچھ-----؟"

"ایک ضروری درخواست-----؟ اس شخص نے لجاجت سے کہا۔

"وہ بھی کہو-----؟"

"کیا کیمپ میں قیام کرنے والے سیاحوں کی زندگیاں' دولت اور----- ان کی عورتیں محفوظ ہوں گی-----؟" تھامپسن کے رویے سے پرانے سیاح بددل ہوگئے ہیں اور اب ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ ہماری ساکھ ختم ہو رہی ہے"۔

"یہاں قیام کرنے والے سیسرو کے مہمان ہوں گے۔ ان کی ہر تکلیف کا ازالہ کیا جائے گا-----"

"یہ بہت عمدہ بات ہوگی اور اس سے ہمارے کاروبار کو ترقی ملے گی----- ہم نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں-----" اور منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد رخصت ہوگیا۔

سردارے اس دوران میرے ساتھ تھا----- اور سحر زدہ سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا!

"کیوں سردارے-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں نواز-----" سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اپنی یاد آ رہی ہے-----؟" میں نے پوچھا

"او نئیں یار----- تیرے بارے میں سوچ رہا ہوں-----؟" سردار نے کہا۔

"میرے بارے میں مت سوچا کر سردارے-----" میں نے کہا۔

"کیوں-----؟" کیوں نہ سوچا کروں----- تو کتنا حیرت انگیز انسان نکلا نواز۔ میں نے تو اس دنیا میں کچھ بھی نہیں کیا----- لیکن تیری بڑی حیثیت ہے-----"

"بڑی حیثیت-----" میں نے تلخ انداز میں کہا----- "ہاں سردارے----- میری بہت بڑی حیثیت ہے----- میرا باپ میری اس حیثیت کو دیکھتا تو نہ جانے اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو----- سخت ہوشیاری کی ضرورت ہے----- پورے ماحول پر نگاہ رکھنا----- اور ہاں تھامپسن کے ان لڑاکوں کے بارے میں کیا رپورٹ

ہے؟"

"معلوم نہیں ہو سکا-----"

"معلوم کرو----- میرے خیال میں وہ جا چکے ہوں گے-----"

"ابھی معلوم کرتا ہوں-----!" سردار نے کہا اور باہر نکل گیا----- تب میں نے سوچنے کے انداز کو بدلنے کی کوشش کی----- اتنا طویل عرصہ گزر چکا تھا----- اخلاق و اقدار سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا----- حرام کی کمائی خون کے ذرے ذرے میں شامل ہو چکی تھی- لیکن پھر بھی نہ جانے دل کے کون سے کونے میں سرخی رہ گئی تھی جو پریشان کرنے لگتی تھی-

میں اس سرخی کو بھی سیاہی میں بدل دینا چاہتا تھا- لیکن یہ شاید میرے بس کی بات نہیں تھی- بہرحال اس وقت میں نے بمشکل تمام مایوس کن اور پریشان کرنے والے خیالات سے خود کو روکا اور آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا! سب سے پہلے تو تھامپسن کا مسئلہ تھا----- دیکھنا یہ ہے کہ اس کے پاس کتنی قوت ہے----- اور وہ کیا کرے گا!

ویسے اس کے لیے انتظامات ضروری تھے----- ذرہ سی لاپرواہی ہمیں نقصان پہنچا سکتی تھی- اس کے بعد دوسرے انتظامات کیے جائیں گے- چنانچہ میں سردارے کا انتظار کرنے لگا!

اور تقریباً" بیس منٹ کے بعد سردارے واپس آ گیا----- اس کے چہرے پر دلچسپی کے آثار تھے-

"خیریت-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا-

"بڑے دلچسپ حالات ہیں نواز-----" سردارے نے بھی مسکراتے ہوئے کہا-

"مثلاً"-----؟"

"پورے کیمپ میں سیمرو کا نام گونج رہا ہے----- میرا خیال ہے ایک ایک آدمی اس وقت تمہارے بارے میں جاننے کا شوقین ہے----- ہپیوں کی ٹولیاں تمہارے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں- لوگ انوکھی انوکھی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں' کچھ لوگ تمہیں برٹش زلزلے کے نام سے منسوب کر رہے ہیں----- اور دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ ایک زمانے میں تم نے لندن میں تباہی مچا رکھی تھی"-

"اوہ-----" میں ہنس پڑا- "وہ زمانہ تو مجھے بھی یاد نہیں ہے سردارے"

"انہیں یاد ہے-----!" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا-

"خیر----- جس کام کے لیے گئے تھے' اس کے بارے میں بتاؤ"-

"بات ان چھ تک محدود نہیں تھی"-

"کیا مطلب-----؟"

"وہ بے چارے اپنے قدموں سے نہیں جا سکے- ہاں تقریباً" پندرہ آدمی انہیں تین جیپوں میں ڈال کر لے گئے ہیں----- چھ موٹر سائیکلیں بھی گئی ہیں!" سردارے نے بتایا-

"گڈ----- ویری گڈ----- کیا وہ اپنے کیمپ اکھاڑ کر لے گئے-----؟"

"اوہ----- یہ نہیں معلوم کیا استاد-----!" سردارے نے کہا-

"آؤ سردارے----- کام پورا ہی ہونا چاہیے- ابھی بہت سے کام کرنے ہیں----- ہم کسی دھوکے میں مار کھانے کے لیے تیار نہیں ہیں-----" میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا-

اور پھر ہم باہر نکل گئے----- کیگرو اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا- بلاشبہ' دیو قامت شخص کی شکل دیکھنے سے ہی رعب پڑتا تھا- اور سردارے بول اٹھا "یہ کیگرو واقعی کام کا آدمی ہے"-

"ہاں----- اسے دیکھ کر مجھے ایک اور دوست یاد آ جاتا ہے" میں نے کہا-

"کون-----؟"

"کیسگارڈ" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا- "کیگرو جسامت میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے- وہ بہن بھائی تھے----- دونوں نے میرے لیے جان دے دی تھی"-

"اوہ----- تمہارے ساتھ تو نہ جانے کتنی کہانیاں وابستہ ہوں گی استاد"-

"ہاں----- بے شمار کہانیاں-----" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا- یہ جملہ دل میں چبھ جاتا تھا----- کیگرو سے کچھ لوگوں کو لے کر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے اور پھر میں نے پاسکل کو اس کے اڈے سے اٹھایا----- پاسکل دوڑا دوڑا آیا تھا-

"تم لوگوں نے تھامپسن کے آدمیوں کی نشاندہی نہیں کی" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا-

"میرے آدمی ابھی ابھی ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے میرے پاس پہنچے ہیں"-

"کیا معلومات حاصل ہوئیں-----؟"

"ایک ایک آدمی نکل گیا----- یقیناً" وہ تھامپسن کے پاس دوڑے گئے ہوں گے"-

"ان کے خیمے کہاں ہیں؟"

"میرے ساتھ آئیے مسٹر سیمرو-----!" پاسکل نے کہا اور پھر پاسکل ہمیں ان شاندار خیموں کے پاس لے گیا' جو ضروریات زندگی سے پوری طرح آراستہ تھے-

میں نے خیموں میں جا کر ان میں رکھا ہوا سامان دیکھا اور پھر پاسکل کی طرف-----

"کیا تم مال غنیمت میں یہ سامان پسند کرو گے-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے

پوچھا۔

"اوہ جناب---- اگر آپ حکم دیں گے تو---- تعمیل کروں گا----
ورنہ---- ورنہ مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے" پاسکل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اگر ضرورت نہیں ہے---- تو پھر یہ میرے ساتھیوں کے کام آئے گا" میں نے
کہا اور پھر میں کیگرو کے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا "یہ خیمے تمہارے ہیں---- ان میں
رکھا ہوا سامان تمہارا ہے---- لوٹ لو---- خیمے اکھاڑ لو---- اور کیگرو کے
ساتھی شور مچاتے ہوئے خیموں پر ٹوٹ پڑے، اور چند ہی ساعت کے بعد وہاں خیموں کے گڑھوں
کے علاوہ اور کچھ نہ رہ گیا تھا۔

اس کام سے فراغت کے بعد ہم پھر واپس لوٹ آئے۔ واپسی میں میں نے کیگرو کو بھی
ساتھ لے لیا تھا---- بڑا سعادت مند اور تعاون کرنے والا خوش مزاج انسان تھا!

"کیسے جا رہے ہو کیگرو----؟"

"تم دیکھ رہے ہو ماسٹر---- مجھے میری خامیوں سے آگاہ کرو" کیگرو نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں---- تم عمدہ آدمی ہو---- میں تمہارے کام سے بہت مطمئن ہوں
ویسے تھامپسن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سامنا ہونے پر ہی عرض کر سکوں گا" کیگرو نے جواب دیا۔

"اور اس سے قبل تو تمہاری اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"نہیں---- اور اس بات کا افسوس ہے"۔

"بہرحال کیگرو---- وہ ایک مکار شخص ہے---- اگر ہم اس کی مکاری
سے مار کھا گئے تو بہت افسوسناک بات ہوگی----"

"کیگرو بڑے دعوے نہیں کرے گا جناب---- لیکن مادام سیکاریفا نے آپ
کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ میں بہرحال آپ کے احکامات کا پابند رہوں گا"۔

"شکریہ کیگرو---- میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ آدمی کیمپ آنے والے
راستے پر نگاہ رکھیں---- میری خواہش ہے کہ اسے کیمپ سے دور ہی جا لیا جائے تاکہ
کیمپ برباد نہ ہو"۔

"بہت عمدہ خیال ہے----"

"ویسے میں تمہارے بہتر مشورے کو سراہوں گا"۔

"تب سارے انتظامات میرے اوپر چھوڑ دیں جناب----" کیگرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے---- مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے---- ویسے میں کیمپ میں ہی
رہوں گا"

"چند عمدہ لڑاکے آپ کے پاس چھوڑے دے رہا ہوں---- مجھے میرا کام کرنے
کی اجازت دیں"۔

"اجازت ہے----" میں نے کہا اور کیگرو خوش ہوگیا۔

"ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنے میں مزہ بھی آتا ہے جناب---- آپ دیکھیں
گے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا"۔

"مجھے یقین ہے----" میں نے کہا اور کیگرو چلا گیا---- سردارے اس
دوران خاموش بیٹھا رہا تھا---- کیگرو کے جانے کے بعد سردارے نے کہا:

"میرا خیال ہے استاد---- اب ہم اس وقت تک کے لیے فارغ ہوگئے جب تک
تھامپسن سامنے نہیں آتا"۔

"ہاں کسی حد تک---- لیکن ایک کام اور کرو سردارے"۔

"کیا استاد----!"

"نئے آنے والوں پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"میں نہیں سمجھا استاد----!"

"دو تین آدمیوں کی پرواہ نہیں ہے---- لیکن اگر بیسیوں کا پورا گروہ آئے تو
اسے مکمل طور پر چیک کرنا ہوگا----"

"اوہ---- میں سمجھ رہا ہوں استاد!"

"کیا سمجھ رہے ہو----؟"

"خاص طور سے تندرست و توانا بیبی----" سردارے مسکرایا۔

"ہاں---- تمہارا خیال درست ہے---- گو تھامپسن سے ایسی کسی چالاکی کی
امید نہیں ہے---- وہ تو بس غضبناک ہو کر دوڑ پڑے گا اور نقصان اٹھائے لیکن ہمیں ہر
پہلو پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"تو میں نگاہ رکھوں استاد----" سردارے نے پوچھا۔

"اپنی کو تلاش کرو گے؟" میں مسکرایا۔

"کوئی بھی اپنی مل جائے استاد---- جس کا مائیکل گم ہوگیا ہو"۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے---- لیکن تم محتاط رہو گے---- ممکن ہے ابھی
تھامپسن کے کچھ وفادار یہاں پوشیدہ ہوں"۔

"میں پوری طرح محتاط رہوں گا استاد----" سردارے نے کہا اور باہر نکل گیا۔

اس کے بعد میں عمارت میں ہی آرام کرنے لگا۔ تھامپسن سے مقابلہ ضرور ہونا تھا۔ یہ بھی
ممکن تھا کہ تھامپسن بہت بڑی جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوتا---- ایسی شکل میں مجھے ان
ہی لوگوں سے کام لینا تھا---- لیکن ایسے خوبصورت اور جامع پروگرام کے ساتھ کہ

تھامپسن کے چھکے چھوٹ جائیں----- اور تنہائی میں' میں کوئی ایسا منصوبہ سوچنا چاہتا تھا۔
وقت گزرتا رہا----- اور پھر رات ہو گئی----- اس وقت اندازے سے رات
کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ عمارت کے ملازمین نے چاروں طرف روشنیاں کر دی
تھیں----- میں ایک آرام دہ کمرے کی مسہری پر لیٹا ہوا تھا کہ ایک ملازم نے کمرے کے
دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے----- آجاؤ-----" میں نے کہا----- اور ملازم اندر آگیا۔

"خاتون ژولی ژاں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں"۔

"اوہ-----" میں چونک پڑا" کہاں ہیں وہ-----؟"

"باہر موجود ہیں-----"

"بلا لاؤ-----!" میں نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ چند ساعت کے بعد ژولی ژاں
دروازے پر نظر آئی۔ نیلے رنگ کے ٹخنوں تک کے لباس میں ملبوس' جس میں اس کا دودھیا
رنگ کھلا پڑ رہا تھا۔

وہ دروازے میں ہی ٹھٹھک گئی-----!

"ہیلو----- ژولی-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو یہ تم ہی ہو سیسرو-----!" ژولی آہستہ سے بولی۔

"آؤ ژولی----- رک کیوں گئیں-----" میں نے اپنائیت سے کہا----- اور
ژولی آہستہ آہستہ اندر آگئی----- "بیٹھو-----" میں نے اسے بیٹھنے کے لیے کرسی پیش
کی۔

"شکریہ-----" وہ آہستہ سے بولی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم نے تکلیف کیوں کی----- میں آرہا تھا"۔

"سچ-----" وہ کسی قدر مسرت بھرے انداز میں بولی۔

"اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟"

"میرا آنا ضروری تھا" ژولی نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں-----؟"

"پہلی بار----- زندگی میں پہلی بار----- مجھے ایک باکردار انسان ملا ہے' کیا میں
اس کی عزت نہ کروں۔ کیا میں اس سے محبت نہ کروں-----؟"

"میرے اوپر طنز کر رہی ہو ژولی؟"

"کیوں----- تم نے یہ کیسے محسوس کیا"

"لفظ باکردار-----"

"غلط ہے-----؟" ژولی نے سوال کیا۔

"ہاں-----" میں نے آہستہ سے کہا۔

"آخر کیوں----- ثابت کرو-----" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"منشیات کا اسمگلر----- اور باکردار-----" میں نے نفرت سے کہا۔

"یہ الفاظ تمہارے ایک اور رخ کو پیش کرتے ہیں----- میں ان الفاظ کا پس منظر
نہیں پوچھوں گی----- منشیات کے اسمگلر کو قابل نفرت سمجھنے والی ہستی اندر سے نہ جانے کیا
ہے-----؟ لیکن وہ جو کچھ ہوگی----- وہ اس کا گہرا راز ہے----- اور میں جانتی ہوں
کہ رازوں کو کریدنے سے زخم ابھر آتے ہیں۔ میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی-----"

"ایسی باتیں مت کرو ژولی-----" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔

"میں اس باکردار انسان کی بات کر رہی ہوں جس نے کہا تھا کہ وہ تھامپسن کو فنا کر
دے گا۔ میں نے اس بات کو ایک معصومانہ بات سمجھا تھا----- لیکن کچھ وقت بھی تو نہیں
گزرا"۔

"اوہ-----" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"میری دعائیں----- میرا تعاون تمہارے ساتھ ہے سیسرو-----"

"شکریہ----- ژولی-----"

"اس کے علاوہ بھی میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں"۔

"ضرور-----!"

"تھامپسن کے مقامی لوگوں کے بارے میں' اور تمہاری کارکردگی کے بارے میں'
میں سب کچھ سن چکی ہوں----- لیکن اس کے بعد تھامپسن کے بارے میں بتانا چاہتی
ہوں"۔

"وہ شیر کی طرح نڈر ہی نہیں----- لومڑی کی طرح چالاک بھی ہے-----
ضرورت پیش آنے پر وہ ایک مکار' لیکن خونخوار لومڑی بھی بن جاتا ہے اس لیے....."۔

"میں محتاط رہوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کا جملہ پورا کر دیا!

"ہاں----- اور یہ میں نے غلط نہیں کہا"۔

"مشورے کا شکریہ ژولی----- ظاہر ہے' میں ہوشیار رہوں گا۔ ہاں ایک بات
ضرور بتاؤ!

"پوچھو-----!"

"یہاں اس کا کوئی اپنا قہوہ خانہ بھی ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں-----"

"حالانکہ ہونا چاہیے تھا----- ویسے تمہیں یقین ہے-----؟"

"قہوہ خانوں کے مالکوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں----- وہ سب دل میں

تھامپسن سے نفرت کرتے ہیں"۔

"خوب ----- یہ عمدہ بات ہے ----- ہاں تم کیا پیو گی -----؟"

"پیاس لگ رہی ہے ----- کچھ منگواؤ -----"

"ضرور -----" میں نے کہا اور ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ ملازم
میں نے اسے عمدہ آرڈر دیئے ----- اور تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت برتنوں میں شر
اور اس کے ساتھ کے لوازمات آ گئے ----- ڈولی خود ہی اٹھ کر شراب بنانے
تھی ----- اس نے کئی جام پئے ----- وہ آج خوش نظر آ رہی تھی' اس لیے اور ح
لگ رہی تھی!

میں پینے کے معاملے میں محتاط رہا ----- کافی دیر تک ڈولی بیٹھی رہی۔ پھر اس
اجازت طلب کی۔

"آج ----- آؤ گے سیسرو -----؟"

"میرا خیال ہے اس وقت تک نہیں ڈولی۔ جب تک تھامپسن سے آخری جنگ
کر لوں -----"

"خود میرا بھی یہی مشورہ ہے ----- پوری طرح چاق و چوبند رہو۔ خدا حافظ"۔

وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک میں اس کے بارے میں
رہا۔ پھر میں اپنے پروگرام کے مطابق تیار ہو کر نکلا ----- میں مقامی لوگوں پر اچھا اثر چھ
چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے سب سے پہلے کیگرو کے آدمیوں کی پوزیشن دیکھی۔

سب کے سب مستعد تھے۔ پھر میں آوارہ گردوں کے ایک گروہ کی طرف چل پڑا۔
شان ہو گئی تھی۔ جدھر سے گزرتا لوگ اشارے کرنے لگتے۔ میرے لیے جگہ چھوڑ دیتے۔
خانوں کے سامنے سے گزرتا تو ان کے مالک باہر نکل آتے۔ مبادا مجھے کسی چیز کی ضرورت
نہیں ہے۔ گویا یہاں کا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

اس وقت مجھے کسی ایسے گروہ کی تلاش تھی جو اس خوف سے بے نیاز ہو' اور
لاپرواہ انسانوں میں ایسے لوگوں کا مل جانا کار دارد نہیں تھا۔ ایک جگہ ہپیوں کا ا
تھا ----- ساز بج رہا تھا ----- اور کوئی بے سرا گا رہا تھا ----- زندگی کا گیت -----
گیت پر تالیوں کی تال تھی۔ میں اس محفل بیابانی کے پاس پہنچ گیا' کوئی میری طرف متو
ہوا ----- دم لگ رہے تھے ----- دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے ----- میں
چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا ----- ایک ادھیڑ عمر کا جوڑا رقص کر رہا تھا ----- اور بد
لوگوں کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بعض اوقات ----- ان لوگوں پر پیار
لگتا ہے۔ بعض اوقات یہ زندگی درحقیقت حسین لگنے لگتی ہے۔ ایک معصوم بچے کی طرح

دنیا کا کوئی غم نہ ہو ----- سب ہی بچپن کے دور کو سب سے حسین دور سمجھتے ہیں -----
وہ بھی تو غموں سے' فکروں سے آزاد زندگی ہوتی ہے ----- تو ----- کیا یہ سب ننھے ننھے
بچے نہیں ہیں -----؟

میں کچھ اور آگے بڑھا ----- اور پھر میں نے اس شخص سے گٹار لے لیا جو اس کی
توہین کر رہا تھا ----- گٹار چھین لیا گیا تھا ----- اس کی آواز چند لمحات کے لیے غائب ہو گئی
تھی۔

تب آوارہ گردوں نے میری طرف دیکھا ----- مجھے پہچان لیا گیا ----- اور ان
کی روح قبض ہو گئی ----- سب خاموش ہو گئے ----- سب ہراساں ہو گئے -----
نگاہوں میں خوف ابھر آیا -----

لیکن ----- میں انہیں خاموش نہیں کرنا چاہتا تھا ----- میں ان کا سرور چھیننا
نہیں چاہتا تھا ----- میں نے گٹار کے تار چھیڑے' دیر نہ کی ----- اور ایک ایسا نغمہ
شروع کر دیا ----- کہ خوف دلوں سے خود بخود زائل ہو گیا۔ سکڑے ہوئے چہروں پر پہلے
حیرت ----- اور پھر مسرت نظر آئی۔

"محبت کے متوالو -----" میں نے فرانسیسی زبان میں ایک نغمہ...... شروع کیا۔

"ناچو ----- گاؤ ----- مست ہو جاؤ۔

زندگی کے پیاسو ----- اس چھوٹے سے جام میں کائنات سمیٹ لو۔

ناچو ----- ناچو -----!"

"ری ----- آ آ آ ----- ہو ہو" چاروں طرف سے بھی آوازیں ابھریں اور
ماحول ہنس پڑا ----- نہ جانے کہاں سے نئی جوان لڑکیاں کود آئیں اور انہوں نے رقص
شروع کر دیا ----- اور گٹار کی دھن تیز ہو گئی۔ لوگ دور دور سے دوڑے آ رہے
تھے ----- پہلے یہ صرف ایک گروہ تھا ----- اور اب تاحد نگاہ آوارہ گردوں کے گروہ
نظر آ رہے تھے ----- وہ گردنیں اونچی کر کر کے اس فنکار کو دیکھ رہے تھے' جس نے رات
کے اندھیرے میں سورج طلوع کر دیا تھا ----- میں بھی مست ہو گیا تھا ----- مست کن
فن خود میری رگوں میں مستی انڈیل رہا تھا۔ تب دس بارہ لڑکیاں آگے بڑھیں اور انہوں نے
مجھے زبردستی کندھوں پر اٹھا لیا!

اچھا خاصا اسٹیج بن گیا تھا ----- میرے بوجھ کو انہوں نے بخوشی سنبھال لیا
تھا ----- اور میں نے سنبھل کر پھر گٹار شروع کر دیا ----- درحقیقت تھوڑی دیر کے لیے
الجھنوں سے نجات مل گئی تھی ----- میں پھر دنیا سے بے خبر ہو گیا تھا اور بڑی دیر کے بعد یہ
رقص ختم ہوا -----!

"ہائے سیسرو ----- ہائے میری جان ----- تو تو ہماری طرح دل جلا

ہے-----" کسی طرف سے آواز ابھری۔

"ہم تیرے عاشق ہیں میری جان-----"

"ایک اور نغمہ میری زندگی-----!"

زنانہ' مردانہ سبھی آوازیں شامل تھیں----- میں نے ان لوگوں کو مایوس نہ
کیا----- اور گٹار پر پھر ایک نغمہ شروع کر دیا----- رات کے دو بجے تک
گردوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا----- شاید سارے کیمپ کے لوگ سمٹ کر آگئے
کیونکہ دو بجے جب میں نے ان سے معذرت چاہی اور وہاں سے باہر نکلا تو دور دور تک
نہیں ملا تھا----- راستے میں بے شمار لڑکیوں نے میرے بوسے لیے اور مجھے اپنا میک
سنبھالنا مشکل ہوگیا----- بہرحال بمشکل تمام لوگوں کے ہجوم سے چھٹکارا ملا-----!

لیکن کچھ لوگ اب بھی میرے ساتھ چل رہے تھے----- کچھ فاصلے پر گیگرو
آدمی بھی موجود تھے----- لیکن میں نے ایک ایسی ہستی کو بھی دیکھا' جسے دیکھ کر میں چ
پڑا۔

وہ ژولی ژاں تھی-----!

"ارے----- ژولی-----" میں چیخا۔

"تمہارے قریب آ جاؤں سیسرو-----" ژولی نے پوچھا----- اس کی
ملازمائیں بھی اس کے ساتھ تھیں----- اور میں خود ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "تم
وقت کہاں ژولی-----؟"

"تم نے کیمپ کو دیوانہ بنا دیا ہے----- میں خود بھی تمہارے دیوانوں میں
ہوں-----"

"اوہ-----! بس دل چاہا-----!"

"تم----- تم دنیا کے سب سے حیرت انگیز انسان ہو سیسرو-----!"

"نہیں ژولی----- نہیں-----!"

"میری ملازماؤں نے خبر دی تھی کہ ایک آسمانی فنکار نغمہ سرائی کر رہا ہے۔ رات
خاموشی میں تمہارے گٹار کی آواز دور دور تک پھیل رہی تھی۔ میں بھی کھنچی
آئی-----!"

"میں تمہیں----- کسی وقت ایک نغمہ سناؤں گا-----!"

"کس وقت-----؟"

"جب دل چاہا-----"

"میں انتظار کروں گی"۔

"اب جاؤ-----" میں نے کہا۔

"دل نہیں چاہتا----- تم بھی میرے ساتھ چلو-----!" ژولی ژاں نے مست
نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ژولی----- اس وقت کھلی فضا ہی میرے لیے سازگار ہے-----"

"کچھ مصروفیت ہے-----؟"

"نہیں"۔

"تو آؤ----- ہم کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے----- کسی ایسی جگہ جہاں سے تم
ماحول پر بھی نگاہ رکھ سکو-----" ژولی نے پیشکش کی----- میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ
سوچا۔ آنکھوں میں نیند نہیں تھی----- چنانچہ میں نے اس کی پیشکش قبول کر لی-----!
اور پھر ہم کیمپ سے کچھ فاصلے پر چاندنی رات میں ابھرے ہوئے ایک ٹیلے پر پہنچ گئے-----
دور سے گوری نظر آ رہی تھی جس میں چاندنی رقص کر رہی تھی۔

سونے کی جھیل کی دلکشی----- ژولی ژاں کا سحر طراز حسن' وہ خود بھی چاند کی کوئی
پراسرار مخلوق معلوم ہو رہی تھی جو زمین پر اتر آئی تھی----- اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی
طلسمی مسکراہٹ----- بڑی دلکش لگ رہی تھی----- میں اس حسین ماحول میں کھو کر رہ
گیا----- ژولی ژاں بھی خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی!

اور نہ جانے کتنا وقت اسی خاموشی سے گزر گیا----- تب ژولی نے ہی سکوت توڑا

"سیسرو-----"

"ہاں ژولی-----" میں نے تھکی تھکی سانس لے کر کہا۔

"کچھ باتیں کرو----- سنو----- تھک گئے ہو تو آؤ----- میری آغوش میں
لیٹ جاؤ----- میں تمہارے بالوں میں انگلیاں گھما کر تمہیں سکون کی دنیا میں لے جاؤں
گی-----"

نہ جانے کیوں ژولی ژاں کی بات مان لینے کو دل چاہا اور میں اس کی نرم اور
تندرست ران پر سر رکھ کر لیٹ گیا----- ژولی کا گرم لمس بے حد دلکش تھا' اس کی مخروطی
انگلیاں میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگیں۔

"تم وہ نہیں معلوم ہوتے سیسرو----- جو ہو-----!" ژولی آہستہ سے بولی۔

"ہر آدمی وہ نہیں معلوم ہوتا ژولی----- جو ہوتا ہے" میں نے کہا۔

"ہاں----- لیکن کچھ دوست قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ ژولی نے کہا۔

"دوست----- یہ کیا ہوتا ہے ژولی-----؟"

"کیا مطلب-----؟"

"وقت----- سب سے بڑا دوست ہے----- جو چاہو مانگ لو----- جو چاہو
کر لو۔ اس کے بعد----- شاید کوئی دوست نہیں ہوتا----- کوئی بھی نہیں-----"

"میں بھی نہیں-----؟" ژولی نے پوچھا۔

"تم-----سکون ہو-----وقت نہیں-----دوست نہیں"۔

"شاید-----!" وہ آہستہ سے بولی اور خاموش ہو گئی۔

"برا مان گئیں-----؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا-----اس کی انگ
بدستور میرے بالوں میں چلتی رہی تھیں۔

"نہیں-----تمہاری شخصیت پر غور کر رہی تھی-----میں نے تم سے وعد
تھا کہ زخموں کے ڈھیر نہ کریدوں گی-----بس یونہی منہ سے یہ باتیں نکل گئی تھیں
شرمندہ ہوں-----زخم جب ابھرتے ہیں تو زبان تلخ ہو ہی جاتی ہے۔ غلطی میری ہے"۔

"اوہ-----ژولی-----شاید میں نے تمہاری دل آزاری کی ہے" میں نے
کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

"نہیں سیسرو-----ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دل بہت مضبوط ہے"

"آؤ-----" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹیلے کی کھردری زمی
اپنے نزدیک لٹا لیا اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا-----اور ساری رات ہم نے چاندنی
سائے تلے گزار دی-----بلاشبہ ژولی ژاں ایک دلکش اور مہربان عورت تھی۔

دوسری صبح بھی پرسکون تھی۔ میں اپنے مکان میں واپس آ گیا اور ژولی ژاں مجھ
فرصت کی ملاقات کا وعدہ لے کر چلی گئی-----سردارے گھر پر موجود تھا اور بہت خوش
آ رہا تھا!

"کیا حال ہے سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تسی سناؤ بادشاؤ-----اسی تے چنگے بھلے آں-----" سردار نے کہا۔

"ایڈی ملی-----؟"

"نہیں جی-----پر وہ فرنائیڈیس-----اس کا کوئی مائیکل نہیں ہے-----
لیکن ہے خوب"

"خوب-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں رہے استاد-----؟"

"بس تھامپسن کا منتظر رہا"۔

"اتنی جلدی تو اس کا آنا مشکل ہی تھا استاد-----"

"آج کا دن زیادہ اہم ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا اور کیگرو کا بھی یہی خیال ہے لیکن استاد-----کیا وہ چور دن کی رو
میں آنے کی جرات کرے گا-----؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے سردارے-----بہرحال وہ جب تک نہ آئے، دن رات ا

انتظار کرنا ہوگا"۔

"کیگرو بہت حوصلہ مند انسان ہے-----وہ پوری طرح چاق و چوبند ہے"

"ہاں-----سیکا نے عمدہ آدمی روانہ کیا ہے-----ویسے باہر کی کیا پوزیشن
ہے؟"

"لوگ پرسکون ہیں استاد-----" سردارے نے جواب دیا۔ "روزمرہ کے کاموں
میں مشغول ہیں" سردارے نے جواب دیا-----میں سمجھ گیا کہ سردارے کو میری رات کی
تفریحات کا علم نہیں ہے۔ بہرحال اس بارے میں بتانا خاص ضروری بھی نہیں تھا۔

یہ دن بھی گزر گیا-----لیکن سورج نے ابھی منہ نہیں چھپایا تھا کہ ہماری رگوں
میں زندگی دوڑ گئی-----بہت دور سے موٹر سائیکلوں کے ایک غول کو دیکھا گیا تھا۔ کیگرو
کے آدمیوں نے فوری طور پر اطلاع دی اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

"ہوں-----تو تھامپسن مردوں کی طرح آیا ہے-----" میں نے کہا۔

"ہاں-----یہ بھی اس کی شامت ہے"۔

"تو پھر میرا خیال ہے اسے کیمپ سے دور ہی روکا جائے-----تاکہ کیمپ میں
موجود بے گناہ انسانوں کو نقصان نہ پہنچے" میں نے کہا۔

"میں نے چار پوائنٹ ترتیب دیے ہیں چیف-----پوائنٹ نمبر ایک پر میرے آدمی
تعینات ہیں-----نمبر دو پر کمک موجود ہے-----تین اور چار خالی ہیں لیکن وہاں تک
نوبت ہی نہ آنے دی جائے گی-----" کیگرو نے ان پوائنٹس کی تفصیل بتائی۔

"ویری گڈ-----گویا انہیں پوائنٹ نمبر ایک پر ہی روکا جا سکتا ہے؟"

"یقیناً!"

"تب چلو-----!" میں نے کہا-----اور ہم کیمپ کے لوگوں کو بتائے بغیر پوری
طرح مسلح ہو کر چل پڑے-----پوائنٹ نمبر ایک سڑک کے کنارے کی وہ پہاڑیاں تھیں جن
کے گرد گھومنے کے بعد پی گوڈے کی طرف مڑا جاتا تھا-----پوائنٹ نمبر دو اس کے پیچھے تھا
اور تین چار کیمپ کے قریب تھا-----چنانچہ ہم پوائنٹ نمبر ایک پر پہنچ گئے! بڑی عمدہ
پوزیشن تھی-----یہاں سے وہ سڑک کاٹی جا سکتی تھی جو پی گوڈے آتی تھی-----! موٹر
سائیکلوں کی خوفناک آوازیں اب کیمپ تک پہنچنے لگی ہوں گی-----ان کی تعداد کسی طرح
پچاس پچپن سے کم نہیں تھی اور وہ خاصی تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھیں-----کیگرو
مستعد تھا!

"پہلا پروگرام کیگرو-----؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی سامنے آ جائے گا چیف-----" کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا-----
اور میں خاموش ہو گیا-----اور بلاشبہ کیگرو کا پہلا پروگرام بہت عمدہ تھا-----جونہی موٹر

سائیکلیں پوائنٹ نمبر ایک تک پہنچیں! اچانک کیگرو کے آدمیوں نے کوئی چیز سڑک کی
اچھالی اور ---- دستی بموں کے خوفناک دھماکوں سے پہاڑیاں لرز اٹھیں۔

سڑک پر ایک لائن سے دستی بم پھینکے گئے تھے ----!

موٹر سائیکل والوں نے پورے بریک لگائے اور بری طرح ایک دوسرے
گئے ---- انہیں اس شاندار استقبال کی توقع نہیں تھی ---- الجھنے والے زخمی بھی
تھے اور کیگرو کے آدمیوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا ---- اس بار دستی
کے جمگھٹ پر پھینکے گئے تھے ---- اور کیگرو کی ترکیب کارگر ہوئی!

وہ بدحواس ہوگئے ---- پھر بہت سوں نے' جدھر منہ اٹھا' موٹر سائیکلیں
دیں ---- بلاشبہ وہ بہترین سوار تھے ---- اور اگر وہ بہترین موٹر سائیکل سوار نہ ہو
موٹر سائیکلوں کے بے شمار حادثے ہوتے ---- لیکن وہ موٹر سائیکلوں پر صرف اتنی دور
جہاں وہ پوزیشن لے لیں ---- وہ بھی اچھی طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔

دستی بموں کے جواب میں انہوں نے بھی دور پھینکے جانے والے دستی بموں سے
کیا تھا لیکن ان کے ساتھ دقت یہ تھی کہ وہ صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں
ٹیکریوں کے پیچھے بم پھینکے تھے ---- جو ناکارہ ہی رہے ---- البتہ اب کیگرو نے ا
گن سنبھال لی تھی ---- بموں کے حملے میں تین چار آدمی ڈھیر ہوگئے تھے ---- جن
لاشیں وہیں پڑی رہ گئی تھیں ---- بہرحال ٹیکریاں ان کی بھی معاون ہوئیں' اور انہوں
بھی بالآخر اپنی پوزیشن مستحکم کرلی۔

دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں ---- کیمپ والوں کا کیا عالم تھا' اس وقت
وہی جانتے تھے ---- لیکن یہاں بہت عمدہ مقابلہ ہو رہا تھا ---- بالکل ایسا ہی لگ رہا
جیسے دو دشمن فوجیں آمنے سامنے آگئی ہوں ---- اور خوفناک جنگ جاری رہی ---
تھامپسن کافی ایمونیشن لے کر آیا تھا ---- لیکن جوش میں وہ بہت بے جگری سے گو
چلا رہا تھا ---- جبکہ کیگرو طویل جسامت ہونے کے ساتھ ذہین بھی تھا۔ وہ صرف
طرف حملہ کرتا جہاں اسے کام بن جانے کا یقین ہوتا۔

اس طرح تھامپسن کے آدمیوں کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا ---- ہمارے بھی
آدمی زخمی ہوئے ---- لیکن مرا ایک بھی نہیں تھا ---- کافی دیر گزر چکی تھی ---
تھامپسن کے آدمی جمے ہوئے تھے۔ تب کیگرو رینگتا ہوا میری طرف آیا۔

"اب ہمیں متحرک ہونا چاہیے" اس نے کہا۔

"کیا مطلب ----؟"

"مقابلہ توقع سے زیادہ طویل ہوگیا ہے اور ایمونیشن بہرحال محدود ہے"۔

"متحرک سے کیا مراد ہے ----؟"

"جگہیں بدل بدل کر صرف کارآمد حملے ہونے چاہئیں"

"لیکن اس طرح ہمارے آدمی بھی نقصان اٹھائیں گے ----"

"یہ خطرہ مول لینا پڑے گا چیف ---- پرواہ مت کرو ----" کیگرو نے کہا۔

اور پھر اس نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ دوسری طرف سے اس سیٹی کا
جواب بھی ملا ----!

اور پھر میں نے بڑی دلچسپ اور عجیب و غریب جنگ دیکھی۔ کیگرو کے ساتھی تیزی
سے جگہیں بدل رہے تھے اور چونکہ وہ سمتوں کا صحیح اندازہ رکھتے رہے۔ اس لیے بڑے
کارآمد نشانے لگا لیتے تھے۔ ہاں ---- اسی طرح چار آدمی گولیوں کی زد میں آگئے ----
اور ہلاک ہوگئے ---- لیکن چار آدمیوں کے زیاں نے کیگرو کے بدن میں چنگاریاں بھر
دیں۔

اور اس کے بعد تو اس نے ایسے خوفناک حملے کیے کہ بس لطف ہی آگیا۔ تھامپسن
کے آدمی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے ---- اور کیگرو کی دہاڑ گونجی ----!

"او کانے ---- او چور ---- بھاگ کیوں رہا ہے۔ مردوں کی طرح مقابلہ
کر ---- آجا ---- او کانے چور ---- میں دیکھوں تو کتنا بہادر ہے ----!" لیکن
کانا چور بہادر ہی نہیں چالاک بھی تھا ---- وہ جوش میں نہیں آیا ---- اور گولیاں چلاتا
رہا۔ چیخیں ابھرتی رہیں ---- لیکن کیگرو کا یہ طریقہ کار بہت شاندار رہا تھا۔ تھامپسن
کے آدمی جان چھوڑ گئے ---- اور پھر ہم نے موٹر سائیکلیں اسٹارٹ ہونے کی آوازیں
سنیں۔

کیگرو نے ایک خوفناک دھاڑ کے ساتھ نعرہ لگایا ---- اور بھاگنے والوں پر
فائرنگ کرنے لگا! تب ہم نے اچانک تھامپسن کو دیکھا ---- اس کی آنکھ کا سیاہ ٹیپ اس کی
نشاندہی کر دیتا تھا ----!

وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ سفید پتلون اور براؤن جیکٹ میں ملبوس تھا لیکن سفید
پتلون کا ایک پائنچہ خون میں لت پت نظر آ رہا تھا۔

شاید وہ زخمی ہوگیا تھا۔ کیگرو نے اس پر نشانہ لگایا لیکن تھامپسن پھرتی سے زمین پر
گر پڑا تھا ---- اس نے سانپ کی طرح پلٹ کر کئی فائر جھونک دیے اور ہمیں بھی اپنی
حفاظت کرنی پڑی! لیکن اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر تھامپسن موٹر سائیکل تک پہنچ گیا
تھا ---- اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی کہ ہم دنگ رہ گئے۔

کیگرو نے پھر گولیاں چلائیں تھیں لیکن تھامپسن موٹر سائیکل کی سواری کا ماہر
تھا ---- اس نے موٹر سائیکل کو اس طرح لہرایا کہ ایک بھی گولی اس کے نہ لگ سکی اور وہ
صاف نکل گیا۔

"کھیل ختم-----!" کیگرو نے کہا۔

اور بلاشبہ کھیل ختم ہوگیا تھا۔ اب تھامپسن کی طرف سے گولیاں نہیں چل رہی تھیں----- جن کے ہاتھ موٹر سائیکلیں لگیں وہ انہیں لے کر نکل بھاگے' جو موٹر سائیکلوں تک پہنچنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے' وہ پیدل ہی رفوچکر ہوگئے! ہمارے پانچ آدمی زخمی ہوئے تھے----- چار ہلاک' جبکہ تھامپسن کے سترہ آدمی ہلاک ہوئے' بائیس زخمی----- اور زخموں سے چور انسانوں کو میں نے بھاگ جانے کا موقع دیا۔ بلاوجہ اتنے لوگوں کو ہلاک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

کیگرو کے آدمی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ سچ مچ وہ وحشی تھے۔ کیونکہ بعض زخمی' جن کے جسم کے مختلف حصوں میں ابھی تک گولیاں موجود تھیں' بھی اسی رقص میں شریک ہوگئے تھے۔

اور پھر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے----- لیکن کیمپ میں داخل ہو کر ہمیں سخت ہنسی آئی----- دنیا سے بیزار آوارہ گرد' زندگی سے لاپرواہ لوگ' اس وقت خوفزدہ ہو کر نہ جانے کہاں جا چھپے تھے----- پورا کیمپ سنسان پڑا تھا----- ایسا لگتا تھا جیسے یہاں انسانوں کی آبادی ہی نہ ہو!

"زندہ باد چیف----- یہ سارے جیالے کہاں مر گئے-----؟" کیگرو نے بھونڈے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"کیمپ چھوڑ کر بھاگ گئے شاید----- سردارے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہے----- بہادرو----- کہاں چھپ گئے----- باہر نکل آؤ----- فاتح واپس آگئے ہیں" کیگرو نے چیخ کر کہا اور میری نگاہ یونہی بائیں سمت اٹھ گئی۔ تب میں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔

یقیناً" وہ ژولی ژاں ہی تھی----- اس کے ہاتھ میں رائفل تھی----- اور کندھے پر کارتوسوں کی پیٹی پڑی ہوئی تھی----- پیٹی میں اب دو چار کارتوس ہی رہ گئے تھے۔

"ارے----- یہ کہاں سے آ رہی ہے-----؟" سردارے نے بھی اسے دیکھ لیا۔

"ژولی-----!" میں نے اسے آواز دی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ ژولی مجھے دیکھ کر مسکرائی۔

"فتح مبارک سیسرو-----!"

"شکریہ ژولی----- لیکن تم کہاں سے آ رہی ہو-----؟"

"میں بھی اپنا فرض انجام دینے گئی تھی-----"

"یعنی-----؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جانے دو سیسرو----- اتفاق ہے کہ تم نے مجھے دیکھ لیا----- اس سوال کی ضرورت نہیں ہے"۔

"اوہ-----!" میں نے آہستہ سے کہا----- میں صورت حال سمجھ گیا۔ تب میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا "اس تعاون' اس محبت کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا ژولی۔"

"مجھے افسوس ہے سیسرو----- میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکی"۔

"ژولی----- تمہاری محبت ہی کافی ہے-----"

"تمہیں میری محبت کا اعتراف ہے سیسرو-----؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں-----"

"بس----- مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے-----" وہ میری بات کا انتظار کیے بغیر چل پڑی----- پھر رک کر میری طرف دیکھا اور میں دوبارہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"آج رات----- میرا انتظار کرنا-----"

"دل و جان کے ساتھ-----" ژولی کی آواز میں خوشی چھپی ہوئی تھی۔ پھر وہ چلی گئی اور سردارے میرے پاس آگیا۔

"میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی استاد-----!" سردارے نے کہا۔

"کہاں-----؟"

"پہاڑوں میں-----"

"ہوں----- وہ ہماری طرف سے لڑنے گئی تھی"۔

"میرے استاد کی یہی شان ہے۔ بھلا ایسی ایسی حسین عورتیں ہمارے لیے لڑیں اور کوئی ہمیں شکست دے جائے۔ مگر کیمپ والے بہت بزدل ہیں۔ سالے کہاں بھاگ گئے؟"

لیکن سردارے کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک شور اٹھا۔ اور بے شمار لوگ دیواروں کی آڑ سے نکل کر ہماری طرف لپکے-----

"بچو استاد-----!" سردارے نے کہا----- لیکن ہم نہ بچ سکے۔ آنے والوں نے ہم میں سے ایک ایک کو کندھے پر اٹھا لیا----- وہ خوشی سے دیوانہ وار ناچ رہے تھے!

یہاں تک کہ کیگرو جیسے ڈیل ڈول والے آدمی کو دس بارہ لڑکیوں نے کندھوں پر اٹھایا تھا اور کیگرو خوشی سے چیخ رہا تھا----- پھر اس نے پستول کا رخ آسمان کی طرف کر کے فائر بھی شروع کر دیے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے دوسرے ساتھی بھی فائر کرنے لگے۔

میں نے بھی ان لوگوں کو نہیں روکا---- اور لوگ ہمیں اچھالتے رہے---- وہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور ہماری شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے---- کچھ ہپیوں نے گٹار بجا بجا کر نغمے الاپنا شروع کر دیے تھے۔

اور تو اور حضرت میونگ نائیڈو بھی ٹھمک ٹھمک کر رقص کر رہے تھے۔ غرض' خدا خدا کر کے یہ طوفان بدتمیزی رکا---- اکثر لوگ اپنے نچانے والوں کے تھک جانے سے خود ہی گر پڑے تھے---- بہرحال تھامپسن کو عبرتناک شکست ہوئی تھی---- اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا!

روفیساں اور پاسکل کی سرکردگی میں منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد اسی شام پھر مجھ سے ملا---- اور انہوں نے پرخلوص پیشکش کی کہ وہ مجھ سے مال کے حصول کا معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں اور جو سیکیورٹی میں طلب کروں گا' ادا کر دی جائے گی----!

"ٹھیک ہے---- تم لوگ مال کی فہرست بنا کر دو---- سیکیورٹی کے بارے میں' میں بتا دوں گا"۔ میں نے کہا---- ابھی مجھے کئی کام کرنے تھے---- چنانچہ رات کو نو بجے کھانے پر میں نے کیگرو اور کچھ دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔

"ساتھیو---- کیا خیال ہے----؟ تھامپسن کا کھیل ختم ہو گیا؟"

"سو فیصد چیف---- میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا---- اس کی طاقت ختم ہو گئی----"

"وہ زخمی بھی ہو گیا ہے چیف----" کیگرو نے کہا۔

"بہرحال---- اسے جانے دو---- اب سپلائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کل ہی بیکا سے بات کی جائے گی۔ آج تو وقت گزر گیا----"

"ٹھیک ہے استاد----"

"اپنے آدمیوں کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے----؟"

"بہت عمدہ موت مرے----!" کیگرو بولا۔

"انہیں دفن کر دیا----؟"

"نہایت احترام کے ساتھ----!" کیگرو نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ اس کی آواز میں غم کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کیگرو---- تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا----"

"حکم کرو چیف----"۔

"کیا پی گوڈے ونیس کے تحت نہیں ہے----؟"

"سو فیصد چیف----"

"تو حکومت ونیس نے یہاں پولیس رکھنا مناسب نہیں سمجھی----؟"

"پی گوڈے والوں کی درخواست پر---- کیا سمجھتے ہیں آپ چیف۔ یہ لوگ آوارہ گردوں اور سیاحوں کی کھال اتارتے ہیں اور حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرے ہیں---- انہوں نے خود ہی حکومت سے درخواست کی تھی کہ یہاں کے معاملات میں پولیس دخل اندازی نہ کرے---- اس طرح وہ اپنے معاملات خود ہی نپٹا لیتے ہیں----"

"اوہ----" میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ بہرحال چند منٹ کے بعد میں نے کہا "تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کے بارے میں کیا رائے ہے----؟"

"انہیں کسی گڑھے میں پھنکوا دیا جائے گا چیف---- میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں بھی ایک جگہ جمع کر دیں----!" کیگرو نے لاپرواہی سے کہا---- اور اس بے فکرے انسان کے لہجے پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"میرا خیال ہے انہیں بھی دفن کر دو کیگرو---- بہرحال وہ مر چکے ہیں"۔

"تمہارا خیال ہے تو ٹھیک ہے چیف---- ایسا ہی کر دیا جائے گا"

"شکریہ کیگرو----!" میں نے کہا---- اور پھر تھوڑی دیر تک ہم مزید اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر سردارے نے کہا:

"اب کیا حکم ہے استاد!"

"بس ٹھیک ہے---- کیگرو چند لوگوں کو ابھی کچھ دور تک کسی مناسب جگہ تعینات رکھے گا---- گو اس کی خاص ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی----!"

"اگر تم نہ کہتے چیف---- تب بھی میں ایسا کرتا---- دراصل میں شیر سے خوفزدہ نہیں ہوتا---- لیکن لومڑی پھر لومڑی ہے---- خواہ زخمی ہی کیوں نہ ہو----"

"اور تم اب لومڑیوں سے بھی مقابلہ کرنے لگے ہو----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کرنا ہی پڑتا ہے چیف---- اس لیے کہ لومڑی بھی ناخن والی ہے----" کیگرو نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا---- اور پھر بولا "مجھے اجازت چیف----؟"

"اوکے کیگرو----" اور کیگرو چلا گیا۔

"آج کی رات استاد----" سردارے نے ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یادگار----" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"استاد زندہ باد---- تو جاؤں----؟"

"کہاں جاؤ گے----؟"

"کیا بات کرتے ہو استاد---- آج تو درجنوں لڑکیوں نے تمہارے سردارے کے

بوسے لیے ہیں------ ہر ایک کی آنکھ میں دعوت تھی۔ مگر نہ جانے ان ڈاڑھی والے
کو بوسے لینے کی کیا ضرورت پڑتی ہے۔ محبت اور پیار کا اظہار دوسرے طریقوں سے بھی
سکتے ہیں------ سارے گال چھیل کر رکھ دیے------"

"تب ٹھیک ہے------ لیکن کہیں مار کھائی------ تو میری استادی کام نہیں
گی"۔

"فکر نہ کرو استاد------ لڑکیوں کے معاملے میں مار کھانا------ میں دنیا کی
سے گھٹیا مار تصور کرتا ہوں------ ایسی لڑکی جس کی وجہ سے مار کھانی پڑے، مجھے بالکل
نہیں"۔

"بس بس------ دفع ہو جاؤ------"

"ایک بار پھر استاد زندہ باد------" سردارے نے کہا------ اور پھر وہ بھی
نکل گیا------ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا------ اور میرے ذہن میں ژولی ژاں
آئی------!

پروقار------ حسین عورت------ میرے اوپر مٹنے والی------ لیکن------
دیوانی عورت بے حد جذباتی ہے------ کہیں دوسری جذباتی عورتوں کی مانند درد سر بننے
کوشش نہ کرے------!

ویسے ژولی کے بارے میں، میں نے ایک دوسرے انداز سے سوچنے کی کوشش بھی
تھی------ لیکن اس سے کسی سنجیدہ گفتگو کے بعد ہی فیصلہ کر سکتا تھا------! بہرحال
نے ژولی سے آنے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ تیار ہو کر اس کے مکان کی طرف چل پڑا------
راستے میں آوارہ گرد جشن منا رہے تھے۔ چاروں طرف رونق تھی------!

مجھے اب یہاں کون نہ جانتا------ اور پھر ایک گٹار نواز کی حیثیت سے وہ ذاتی
پر مجھ سے دلچسپی رکھتے تھے------ بہت سوں سے بچا------ لیکن آوارہ گردوں کے
گروہ نے گھیر ہی لیا------

"ہے سیسرو------ ہے جیالے------ کیا آج اپنی فتح کا گیت نہیں سنائے گا تو
بھی ہے اور بہادر بھی اور سمجھ لے کہ یہ صفت ایک آدمی میں یکجا نہیں ہوتی"۔

"سیسرو------ ایک بار پھر تڑپا دے------ اتنا تڑپا کہ نیند آ جائے، موت
جائے------!" ایک خوبصورت سی لڑکی نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے
کہا------ اس کے منہ سے چرس کے بھبکے اڑ رہے تھے۔

"آج کی رات تمہاری ہے------ میرے لیے فتح کے گیت تم گاؤ دوستو۔
اجازت دو" میں نے کہا اور بمشکل تمام میں نے ان سے پیچھا چھڑایا اور ژولی کے مکان
پہنچا!

آج ژولی کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ دروازہ کھلا ہوا
تھا۔ قدم اندر رکھا تھا کہ ژولی نظر آئی۔ سفید سلک کے لبادے میں لپٹی ہوئی، حسین زیورات
سے آراستہ------ بلاشبہ عجیب و غریب حسن کی مالک تھی وہ------!

"میرے محبوب------" ژولی آج بہت ہی خوش معلوم ہوتی تھی۔ اس نے دونوں
ہاتھ انتہائی حد تک کشادہ کر دیے------ اور نشے میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے
لگی------!

تب میں نے اسے آغوش میں لے لیا------ اور اس نے ایک طویل پرجوش بوسے
سے میری پذیرائی کی------ اندر کا ماحول بھی بدلا ہوا تھا------ قدم قدم چراغاں تھا
گویا------ ژولی کی ساتھی لڑکیاں بھی خوب سجی بنی ہوئی تھیں------ میں کمرے میں
داخل ہو گیا------ ژولی نے بیٹھنے کے لیے خاص انتظام کیا تھا------!

ہمارے بیٹھنے کے بعد ہلکے سروں میں ساز بجنے لگے! ژولی کی دو ساتھی لڑکیاں ساز بجانا
جانتی تھیں اور خوب بجا رہی تھیں۔ تب ژولی نے میرے لیے جام بھرا اور بڑی ادا سے مجھے
پیش کیا۔

"شکریہ ژولی------ تم نے تو آج سماں ہی بدل دیا ہے------"

"آج بھی نہ بدلتی سیسرو------" ژولی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"آج کیا خاص بات ہے------؟"

"کیا میری یہ مسرت کاروباری ہے سیسرو------؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہارے آج تک کے رویے میں کبھی کاروبار نہیں محسوس کیا------"
میں نے کہا۔

"یہ انداز سب کے لیے نہیں ہو سکتا سیسرو------" ژولی نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی یہ جانتا ہوں ژولی------ لیکن آج تم نے میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول
لیا ہے------ ہمیں تمہارے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا------ ورنہ ہم تمہاری حفاظت
کا بندوبست کرتے"۔

"میں تمہاری حفاظت کرنے گئی تھی سیسرو------" ژولی نے پیار بھری نگاہوں سے
مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ژولی------ درحقیقت تمہارا شکریہ------"

"نہیں سیسرو------ تمہیں شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ تو میں
نے اپنے لیے کیا تھا"۔

"اپنے لیے------؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں------ صرف اپنے لیے------" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں خاموش

ہو گیا---- ژولی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی' پھر بولی "لیکن افسوس وہ نہ ہو سکا جو میں چاہتی تھی"۔

"کیا----؟" میں چونک کر بولا---- اور ژولی مسکرانے لگی۔

"تھامپسن زخمی ہو گیا ہے سیسرو----"

"ہاں---- ویسے وہ بے حد پھرتیلا ہے---- ہم نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کرنے کی کوشش کی تھی---- لیکن پھر بھی وہ نکل گیا"۔

"لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ زندگی بھر کے لیے لنگڑا ہو گیا---- میں نے اس کے دل کے مقام پر گولی مارنے کی کوشش کی تھی---- لیکن میں اچھی نشانہ باز نہیں ہوں"۔

"اوہ---- تو---- تو تھامپسن کو تم نے زخمی کیا ہے ژولی----" میں اچھل پڑا۔

"تمہارے اوپر احسان لادنے کے لیے نہیں کہہ رہی---- میں خود بھی اس سے نفرت کرتی ہوں---- میری دلی خواہش تھی کہ وہ میرے ہی ہاتھوں مارا جائے" ژولی نے کہا۔

"حیرت انگیز---- لیکن ژولی---- تم اس سے اس قدر نفرت کیوں کرتی تھیں----؟"

"اپنا ماضی' اپنے حالات تمہیں بتا چکی ہوں سیسرو---- میں نے کسی اور سے انتقام کے لیے پیشہ اختیار کیا تھا---- لیکن اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا تھا۔ تھامپسن جابر تھا۔ اس نے میری شخصیت ختم کر دی تھی---- اور میں کسی جابر کے سامنے بے بس تو ہو سکتی ہوں---- اپنی خودی کو قتل نہیں کر سکتی---- اگر تھامپسن تمہارے ہاتھوں زک نہ اٹھاتا---- تو کسی بھی رات---- جب وہ میری آغوش میں مدہوش ہوتا' میں اسے قتل کر دیتی"۔

"اوہ----" میں نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پراسرار عورت۔ درحقیقت انوکھی ہے۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم نے پی گوڈے کو تھامپسن سے نجات دلا دی ہے---- یہ لوگ تمہارے شکر گزار ہیں---- آؤ---- آرام کریں----" اس نے ایک حسین انگڑائی لی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ میری آغوش میں تھی اور اپنے حسین جسم کی ساری رعنائیوں سے مجھے خراج تحسین ادا کر رہی تھی۔ تب میں نے اس سے اپنے ذہن کی بات چھیڑ دی----!

"میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا تھا ژولی----"

"کہو ڈارلنگ----" ژولی نے مخمور لہجے میں کہا۔

"میں ایک آوارہ گرد ہوں ژولی---- تمہارے علم میں ہے----" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"اس کے ساتھ ہی منشیات کے اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے منسلک بھی ہوں" میں نے چند ساعت کی خاموشی کے بعد کہا۔

"میں اندازہ لگا چکی ہوں"۔

"تھامپسن کمینہ انسان تھا---- وہ منشیات بھی فروخت کرتا تھا اور انسانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کرتا تھا---- بہرحال میں یہ نہیں کہوں گا کہ اسے ہزیمت دینے میں کوئی انسانی جذبہ ہمدردی زیادہ حاوی تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اسے زک پہنچانے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے میں یہ جذبہ بھی کار فرما تھا----"

"بھی سے تمہاری کیا مراد ہے سیسرو----؟"

"دوسرے خیال کے بارے میں تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا"۔

"میں نہیں سمجھی سیسرو----" ژولی نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"پی گوڈے منشیات کی کھپت کے لیے عمدہ جگہ ہے----"

"اوہ---- ہاں میں سمجھ گئی----"

"اور تم نے سن بھی لیا ہو گا---- آئندہ سب اڈے سیسرو کا مال استعمال کریں گے"

"ہاں---- میں سن چکی ہوں"۔

"تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ہے ژولی----"

"مجھے---- اعتراض----؟" اس نے عجیب سے انداز میں دیکھا۔

"ہاں----!"

"میں سمجھی نہیں سیسرو----"

"دراصل ژولی---- میں طویل عرصے تک یہاں نہ ٹھہر سکوں گا۔ میری دوسری منزل سوئزر لینڈ ہے---- پھر جرمنی---- ڈنمارک اور سویڈن وغیرہ اور پھر نہ جانے کہاں کہاں---- میں چاہتا ہوں پی گوڈے میں سیسرو کے کاروبار کی نگرانی تم کرو----!"

"میں----؟" وہ اچھل پڑی۔

"ہاں---- ژولی---- تم یہاں کی انچارج بن جاؤ----"

اور ژولی حیران نگاہوں سے میری شکل تکتی رہی---- پھر اس کے چہرے پر

اداسیاں امنڈ آئیں---- اس کی آنکھیں جھک گئیں---- نہ جانے کیوں وہ بے حد
اداس ہو گئی تھی۔

"بوجھ----" اس نے کہا۔ "انسان بڑی کمزور شئے ہے سیرو۔ وہ خود اپنا بوجھ
نہیں اٹھا سکتا---- دوسروں کی وہ کیا مدد کر سکتا ہے---- میری زندگی' میرے حالات
تمہارے علم میں ہیں سیرو---- کیا تم مجھے اس بوجھ کے قابل سمجھتے ہو۔ میں تو خود ایک
ناکارہ ہستی ہوں---- اپنا بوجھ تمہارے کاندھوں پر ڈالنے کے بارے میں سوچ رہی
تھی---- لیکن احمق ہوں---- انسان تو بڑی کمزور مخلوق ہے۔ تم یا اور کوئی کسی کا بوجھ
کیسے برداشت کر سکتے ہو---- تم آزاد فضاؤں میں سانس لینے والے پرندے ہو----
حماقت میری ہی ہے۔ میں نے نئے خواب تم سے منسلک کر لیے تھے---- ہاں
سیرو---- زندگی گزارنے کی ایک آرزو کبھی کبھی کسی ننھی سی کرن کی مانند میرے ذہن
میں بھی جگمگاتی ہے اور میں خواب دیکھنے لگتی ہوں' لیکن خوابوں کی تعبیر تو الٹی ہوتی ہے۔
حماقت میری ہی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے مشن کو پس پشت ڈال کر تمہارا خواب دیکھ
تھا---- دراصل اس آرزو' اس خواب کی شبیہ تم سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ میں بھٹک
رہی تھی---- لیکن بھٹکنا اچھی بات تو نہیں ہوتی---- بھٹکنے والے کو ٹھوکروں کے علاوہ
اور کیا ملتا ہے سیرو----! میں غلط تو نہیں کہہ رہی---- بھٹکنے والے ہمیشہ ٹھوکریں
کھاتے ہیں نا؟" اس نے سوال کیا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرے سینے کا باغی نواز سر اٹھا رہا تھا۔ وہ نواز جو
اپنے غم کو دنیا کا سب سے قوی غم سمجھتا تھا---- جسے جنازوں سے نفرت تھی' جسے دنیا سے
نفرت کرنے والے' جسے خود سے باغی لوگ پسند تھے---- وہ جو اپنے وجود کو مسلط کرنے
لگیں---- وہ جو اپنے غم میں دوسروں کو شریک کرنے کی کوشش کریں' اسے ذرا بھی پسند
نہیں تھے۔

اور ڈولی بھی اس وقت ان درجنوں لڑکیوں میں سے ایک بن رہی تھی' جو اس کی
زندگی میں دھواں لے کر داخل ہونے کی کوشش کر چکی تھیں اور اسے اس دھوئیں سے گھٹن
ہوتی تھی---- وہ اس دھوئیں سے نفرت کرتا تھا اور ایسی لڑکیوں کو اس کی نفرت کے سوا
اور کچھ نہیں ملا تھا----!

ڈولی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"بولو سیرو---- کیا ایسے لوگ ٹھوکر نہیں کھاتے----؟" اس نے پھر سوال
کیا۔

"کیا وہ ٹھوکریں کھانے کے قابل نہیں ہوتے----؟" میری آواز ہی بدل گئی
تھی۔

ڈولی چونک پڑی---- اس نے میرے بدلے ہوئے چہرے کو دیکھا---- اور
حیران رہ گئی۔

"سیرو----"

"ہاں---- ٹھیک کہہ رہا ہوں ڈولی---- تم نے خوبصورت تصویریں دیکھی
ہیں۔ بڑے بڑے بدشکل مصور ان حسین تخلیقات کو جنم دیتے ہیں---- لیکن تصویریں بے
جان ہوتی ہیں---- وہ انہیں زندگی نہیں دے سکتے----!"

"میں نہیں سمجھی سیرو"

"میں بھی ایک بدشکل مصور ہوں---- حسین تصویریں تخلیق کر سکتا
ہوں---- خود میرا حسن مفقود ہے---- میں خود کو کسی حسین تصویر میں نہیں ڈھال
سکتا۔ میں ایک سایہ ہوں ڈولی' ایک بے جان کردار ہوں---- ایک بغیر پتوں کا درخت
ہوں' میرے سینے میں مت جھانکو---- سوکھی ہوئی لکڑیاں صرف جلتی ہیں---- پھول
نہیں اگلتیں"۔

"سیرو---- یہ---- تم---- تم بول رہے ہو----؟" وہ حیرت سے
بولی۔

"ہاں---- یہ میری آواز ہے ڈولی---- میں صرف ایک بدشکل مصور ہوں'
جو حسین تصویریں تخلیق کرتا ہے---- لیکن اپنی بدنمائی دور نہیں کر سکتا----!"

"یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے سیرو---- یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟"

"اس کھوکھلی آواز کو محسوس کرو---- بغیر پتوں کے درخت کا خول بجنے کی آواز
ہے۔ پاگل پن کو ذہن سے نکال دو۔ فریب اپناؤ۔ دنیا فریب پسند ہے---- اسے حقیقت دو
گی تو یہ تم سے نفرت کرے گی----"

"سیرو----!" ڈولی سچ مچ اپنا غم بھول گئی گئی" سیرو تمہیں کیا غم
ہے----؟"

"مجھے کوئی غم نہیں ہے ڈولی---- یا یوں سمجھو---- مجھے یہ غم ہے----
کہ مجھے کوئی غم کیوں نہیں ہے----"

"میں نے غور نہیں کیا تھا سیرو---- میں نے غور نہیں کیا تھا۔ تمہاری شخصیت
ل مجھے ہمیشہ کچھ عجیب باتیں نظر آئی تھیں۔ نہ جانے کیوں---- میں نے ان کے بارے
ل اس انداز سے کیوں نہیں سوچا---- ہاں---- شاید میں نے ہی حماقت کی
ل----! لیکن سیرو---- میری روح---- اگر میرے الفاظ سے تمہیں گھٹن ہوئی
ہو تو میں معذرت خواہ ہوں"۔

"تب میری بات کا کیا جواب ہاں ہے----؟"

"کیا تم اپنے فیصلوں پر ہاں سننے کے عادی ہو-----؟" ژولی نے سوال کیا۔

"نہیں----- دوسروں کی شخصیت تسلیم کرتا ہوں-----"

"تب سنو سیسرو----- میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے۔ میں نے کچھ لوگوں
انتقام کی ٹھانی ہے----- اور جب----- گندے سڑے ہوئے غلیظ اجسام میرے جس
پامال کرتے ہیں----- میرے بدن کو روندتے ہیں تو میں اس سرخ خون میں ایک انقلاب
ہوں----- جسے اپنی سرخی پر ناز ہے----- میں اس خاندان کی چیخیں، کراہیں سنتی
جو بے حد باعزت ہے----- اور یہ میرا دلچسپ مشغلہ ہے----- میں اسے ترک نہیں
سکتی----- اگر میں نے تمہاری پیشکش قبول کرلی، تو لوگ مجھے ناقابل حصول سمجھنے
گے----- میرے ذرائع آمدنی بدل جائیں گے----- چنانچہ میں تمہارے پیش کیے ہو
اس عہدے کو قبول نہیں کرسکتی"۔

"تمہیں اختیار ہے" میں نے فراخدلی سے کہا۔

"اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں سیسرو-----"

"ضرور-----" میں نے خلوص سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم سے محبت کرتی ہوں"۔

"مجھے اعتراف ہے----- مجھے فخر ہے" میں نے جواب دیا۔

"چنانچہ مجھے اجازت دو----- جس طرح شرابی شراب کی طلب میں، بے خا
رخ کرتا ہے، اسی طرح میری طلب اگر کبھی مجھے تم تک لے آئے تو ناراض نہ ہوگے؟"

بڑا حسرت بھرا، بڑا دردناک سوال تھا لیکن دل کی گہرائیوں کو چھونے والے
سے تھے۔ پھران کے ساتھ ناانصافی کیوں ہوئی-----؟ چنانچہ میں نے دل کی دھڑکنوں
کہانی تراشنے سے روک دیا۔

"ایک دوست کی حیثیت سے کچھ مشورے دے سکتا ہوں----- ژولی؟"

"ضرور دو-----"

"میری پیشکش خلوص پر مبنی ہے----- میں تمہاری شخصیت پر یہ داغ نہیں
سکتا----- انتقام کے دوسرے طریقے بھی ہوسکتے ہیں----- تم جسم فروشی کی بجائے
اختیار کرلو-----"

"جواب دینے کی اجازت ہے-----؟" ژولی نے کسی قدر تیکھے انداز میں پو

"ہاں----- ہاں----- کیوں نہیں-----"

"کسی فرم میں ملازمت کرکے پیٹ بھرنے کی ہمت رکھتی ہوں----- دولت
ہوس نہیں ہے----- یہ پیشہ تو دل کی پیاس بجھاتا ہے----- اسے کیسے چھو
ہوں----- اسمگلر کی حیثیت سے دولت مند تو ہوسکتی ہوں----- لیکن زندگی گزار

لیے کون سا خیال لاؤں گی"۔

"بڑی بھیانک باتیں تھیں----- ذہن جھنجھنا کر رہ جاتا تھا----- ژولی کا درد مجھے
اپنے درد سے زیادہ محسوس ہونے لگا تھا----- لیکن اس کے باوجود ایک ٹوٹی ہوئی زندگی
اسے کیا سہارا دے سکتی تھی----- میں کسی طور خود کو اس قابل نہیں پاتا تھا"۔

"میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟"

"بڑا عجیب سوال ہے ژولی----- تم مجھے کہاں تلاش کروگی-----؟"

"اسے میری طلب کی صداقت پر چھوڑ دو-----"

"میں تمہارا استقبال کروں گا-----" میں نے جواب دیا----- اور ژولی کا چہرہ
کھل اٹھا۔

"بس مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے میرے محبوب-----" وہ محبت سے مجھ
سے لپٹ گئی----- اور میں نے بھی نہ جانے کس جذبے کے تحت اسے سینے سے لگا لیا!

دوسرا دن بھی پرسکون تھا----- کوئی خاص بات نہ ہوئی----- اس رات نو بجے
میں نے ٹرانسیٹر پر سیکاریفا سے رابطہ قائم کیا----- دوسری طرف سے سیکا کی آواز فوراً
سنائی دی تھی۔

"ہیلو----- نواز-----!"

"ہاں----- نواز ہی بول رہا ہے"۔

"بڑے بے وفا ہو نواز----- بڑے کنجوس ہو----- آواز سنانے میں بھی بخل
سے کام لیتے ہو-----" سیکا نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اوہ----- نہیں سیکا----- میری مصروفیات-----"

"چند لمحات بھی اسے نہیں مل سکتے، جس کی زندگی کا رخ ہی تم نے بدل دیا ہے"۔

"بدلی ہوئی زندگی کیسی ہے سیکا-----؟"

"تمہاری منتخب کردہ ہے----- اس لیے دل و جان سے عزیز----- باعث سکون
روح-----!" سیکا رومانی لہجے میں بولی۔

"شکر ہے مجھے مایوسی نہیں ہوئی-----"

"کبھی نہیں ہوگی نواز-----"

"اور کیسی گزر رہی ہے سیکا-----؟"

"تمہارے بغیر پھیکی----- تم کیا کررہے ہو-----؟"

"تھوڑی بہت اطلاع تو تمہیں ملی تھی-----"

"ہاں----- تم نے خوب جگہ تلاش کی----- پی گوڈے کے بارے میں مختصر
معلومات تو حاصل ہوئی تھیں----- لیکن پورے طور پر نہیں----- بہرحال تم نے ایک

شاندار کارنامہ انجام دیا ہے----- ہاں کیگرو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نہایت کام کا آدمی ہے-----"

"خطرناک ترین ہے----- لیکن کسی کتے کی طرح وفادار----- تم اس پر بھروسہ کرسکتے ہو-----!"

"کرلیا ہے-----!"

"تھامپسن کی کیا پوزیشن ہے-----؟"

"اسی میں مصروف تھا-----"

"مڈبھیڑ تو نہیں ہوئی-----؟"

"ہوگئی-----!"

"ارے----- کب----- مجھے اطلاع بھی نہیں دی----- کیا ہوا جلد بتاؤ-----" سیکا کی آواز میں بے چینی تھی۔

"تمہارے خیال میں کیا ہو سکتا تھا-----؟"

"نواز----- پلیز-----"

"نہیں----- تمہارا کیا خیال ہے-----؟"

"سوبیتا کو تباہ کرنے والا دماغ----- تھامپسن کے معاملے میں ناکام نہیں ہو سکتا"۔

"تمہارا اعتماد بحال ہے"۔

"یعنی-----!" سیکا کا سانس پھول گیا تھا۔

"تھامپسن بے شمار لاشیں چھوڑ گیا----- وہ خود بھی سخت زخمی ہوگیا ہے لیکن نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا"۔

"اوہ----- اوہ----- تو----- تو تم تھامپسن کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے؟" سیکا مسرت سے بولی۔

"ہاں----- میرا دعویٰ ہے کہ اب تھامپسن ادھر کا رخ نہیں کرے گا-----" میں نے کہا۔

"تمہارے سامنے کون ٹک سکتا ہے نواز-----" سیکا کے لہجے میں فخر تھا۔

"سوبیتا کے ختم ہونے سے پہلے سپلائی پر کوئی اثر پڑا سیکا-----"

"ارے نواز----- ہم ہی ہم ہیں----- یقین کرو سپلائی تین گنا بڑھ گئی ہے"

"مال کی کیا پوزیشن ہے-----؟"

"میں نے چاروں طرف آرڈر دیے تھے۔ کافی مال آ چکا ہے"۔

"ورائٹی میں-----؟"

"بے شمار-----!"

"تب سیکا----- پی گوڈے کے لیے ضرورت ہے----- اعلیٰ قسم کا مال لے کر یہاں پہنچ جاؤ"۔

"اوہ----- کتنی مقدار میں-----؟"

"زیادہ سے زیادہ----- لیکن ہوشیاری سے"۔

"تم فکر مت کرو ڈارلنگ----- یہ میرا کام ہے" سیکا نے کہا۔

"کب تک پہنچ رہی ہو-----؟"

"کل شام تک-----"

"اوکے----- اور کچھ-----؟"

"نہیں----- بس-----"۔

"غلام سیٹھ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ہے-----؟"

"دورے پر ہے"۔

"اوکے سیکا----- کل انتظار کروں گا-----" میں نے کہا۔

"اوکے-----" سیکا نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور آنکھیں بند کر کے سوئزر لینڈ کے بارے میں سوچنے لگا----- حسین ملک----- نہ جانے کون کون سے ہنگامے وہاں میرا انتظار کر رہے ہیں----- اگر درمیان میں جھیل گوری نہ روک لیتی تو میں اب تک سوئزر لینڈ میں ہوتا۔

پی گوڈے میں، میں ژولی ژاں تک محدود ہوگیا تھا۔ حالانکہ میری سینکڑوں پرستار یہاں موجود تھیں لیکن دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ ژولی ژاں کو بھی کوفت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا----- سیکا سے گفتگو کرنے کے بعد اب مجھے کوئی کام نہیں تھا----- نہ جانے کیوں دل ژولی ژاں کے پاس جانے کو نہیں چاہ رہا تھا!"۔

ابھی بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ سردارے آ گیا----- اس وقت سردارے کی آمد سے ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔ "آؤ سردارے----- کہاں سے آ رہے ہو-----؟"

"آوارہ گردی کر کے----- اور کہاں سے" سردارے نے جواب دیا۔

"تم نے ابھی کسی محبوبہ سے نہیں ملایا-----" میں نے کہا۔

"آؤ----- ابھی چلو-----" سردار نے کہا اور نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں اٹھ گیا----- ہم دونوں باہر نکل آئے۔ پی گوڈے جگمگا رہا تھا۔ یہاں کی رونق کچھ اور بڑھ گئی تھی----- آوارہ گردوں کے غول کے غول گانے بجانے میں مصروف تھے۔ قہوہ خانوں کے پروگرام الگ تھے۔ غرض ہر جگہ رونق تھی----- آوارہ گردوں کے خیمے بھی زیادہ تھے-----!

میں سردارے کے ساتھ آگے بڑھتا رہا------ اور ہم کافی دور نکل آئے۔

"چل کہاں رہے ہو------؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"روپیسا کے پاس" سردارے نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے------؟"

"محبوبہ------!"

"مگر کتنی دور ہے------؟"

"بس وہ سامنے والے خیمے میں------" سردارے نے جواب دیا۔ اور بالآخر اس خیمے کے سامنے پہنچ گئے۔ "ہے روپیسا" سردارے نے آواز دی۔

"اوہ پنتو ڈارلنگ------ کم آن------ کم آن------!" اندر سے اک خوبصورت آواز سنائی دی۔ اور سردارے مجھے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ میں نے بھی گردن دبا لی تھی۔ تب ہم دونوں خیمے میں داخل ہوگئے------ میں نے روپیسا کو دیکھا۔ اور پھر چ سے سردارے کی طرف------ روپیسا معمولی شکل و صورت کی لڑکی تھی۔ ایک کرسی پر بیٹھی اور بائیں سمت ایک بیساکھی رکھی ہوئی تھی------ روپیسا کی ایک ٹانگ غائب تھی۔

"اوہ------ اوہ------ میرے خدا------ مسٹر سیسرو آئے ہیں------ میں------ میں------ اس نے بیساکھی سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"بیٹھی رہو------ بیٹھی رہو------ اور مسٹر سیسرو یہ روپیسا ہے۔ بہت پیاری بہت ہی عظیم عورت------!" سردارے نے کہا اور روپیسا جھینپتے ہوئے انداز میں ہنسنے لگی۔ پھر چونک کر بولی:

"میں آپ لوگوں کی کیا خاطر کروں------؟"

"کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ بس تم سے ملنے چلے آئے تھے" میں نے کہا۔ "تم بے حد شکر گزار ہوں------ مسٹر پنتو بہت اچھے آدمی ہیں"۔

"اور روپیسا------ یہ لڑکی ایسی خوبصورت باتیں کرتی ہے مسٹر سیسرو کہ بس بیٹھے رہو------ اس کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہے"۔

"خوب------!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن مس روپیسا مجھے کیسے جانتی ہیں؟"

"آپ کے جشن فتح میں میں بھی شریک تھی مسٹر سیسرو" روپیسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ------ اچھا------" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ لیکن اندر سردارے کے بچے پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔ خواہ مخواہ یہاں لا کر پھنسا دیا۔

"یہ حسکارڈ کہاں گیا روپی------؟" سردارے نے پوچھا۔

"بس کہیں بیٹھا چرس پی رہا ہوگا"۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے------؟"

"نہیں مسٹر پنتو------ بہت بہت شکریہ"۔

"تو ہمیں اجازت------؟"

"افسوس------ آپ کی خاطر مدارت بھی نہ کر سکی"۔

"بس بس------ زیادہ تکلف سے کام نہ لیا کرو------ اچھا------ آرام کرو------" اور ہم وہاں سے اٹھ گئے------ پھر خاموشی سے خیمے سے کافی دور نکل آئے۔

"یہ کیا مذاق تھا------؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"کون سا استاد!"

"یہ تمہاری محبوبہ ہے------؟"

"ہاں------ اس کے علاوہ بھی بہت سی ہیں------؟"

"سب ایسی ہی لنگڑی لولی ہیں------؟"

"نہیں استاد------ لنگڑی صرف یہ ایک ہی ہے"۔

"تجربات کر رہے ہو------؟"

"یونہی سمجھ لیں------ دراصل ہمارے جشن فتح میں خود بھی اتنی خوش تھی کہ بے ساختہ ناچنے لگی اور اس زور سے گری کہ بے ہوش ہوگئی------ ہوش میں آئی تو مایوسیوں کی قبر نظر آ رہی تھی------ اندر سے کریدا تو قبر ہی نکلی------ دائمی لنگڑی نہیں ہے------ ایک حادثے میں ٹانگ کٹ گئی------"

"اوہ------!" میں نے کسی قدر خجالت سے کہا۔

"میں اسے زندگی کا سبق دے رہا ہوں استاد------ میرے اس کے درمیان پاکیزگی کا معاہدہ ہے"

"اچھی بات ہے سردارے"۔

"اب چاہو تو میں تمہیں کینا سے بھی ملا دوں------؟"

"یہ کیا شئے ہے------؟"

"زندگی سے بھرپور------ ایک آوارہ گرد لڑکی------"۔

"چھوڑ یار------ بس اب میں چلتا ہوں------"

"اس آسمانی حور کے پاس------؟"

"ہاں------" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا انتخاب تمہارا ہی ہے استاد------! بہرحال فرق تو ہونا ہی چاہیے"

سردارے نے کہا اور میں ہنستا ہوا ڈولی کی طرف چل پڑا۔

دوسرے دن شام کو تقریباً چار بجے سیکا آ گئی۔ لطف کی بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ لیزینا اور سوئنا بھی تھیں ---- میں اس وقت اپنے مکان ہی میں تھا کہ کیگرو کی آواز سنائی دی۔

"چیف ---- چیف ---- دروازہ کھولو ---- مادام آ گئیں" اور میں نے دروازہ کھول دیا ---- سیکا مسکراتی ہوئی اندر گھس آئی تھی۔ درحقیقت سیکا کے چہرے پر ہی تبدیلی ہو گئی تھی ---- وہ پہلے کی نسبت بجھی بجھی نظر آتی تھی ---- اندر آتے ہی وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی ----!

"میں نے بھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

"اوہ نواز ---- چند روز ہوئے ہیں ---- صرف چند روز ---- لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے برسوں گزر گئے ہوں ---- طویل عرصے کے بعد تم سے ملاقات ہوئی ہو ----" سیکا نے میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اندر بھی کچھ تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں سیکا ----" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے دوبارہ ملنے کی امید نہیں تھی نواز ----" سیکا نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "یہ میرے دل کی آواز ہی تھی جو مجھے ایک بار پھر تمہارے پاس لے آئی"۔

"آؤ ----" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"لیزینا اور سوئنا بھی ساتھ ہیں" سیکا نے کہا۔

"ارے ----" میں تعجب سے اچھل پڑا ---- "تم تو واقعی بالکل تبدیل ہو گئیں ---- سیکا ---- بلاؤ انہیں ---- کہاں ہیں وہ ----!"

"باہر موجود ہیں ----" سیکا نے جواب دیا ---- اور میں سیکا کو بٹھا کر باہر نکل آیا۔ لیزینا اور سوئنا کے ساتھ چند اور بھی لوگ تھے ---- لیزینا دوڑ کر میرے پاس آ گئی ---- سوئنا نے بھی دو قدم بڑھائے اور پھر رک گئی ---- ویسے اس کا حلیہ بھی بدل گیا تھا ---- اس نے نہایت مناسب لباس پہنا ہوا تھا جو اس کے دبلے پتلے جسم کو خوبصورت بنا کر پیش کر رہا تھا ---- بال بھی سیٹ کرائے گئے تھے اور چہرے پر عمدہ قسم کا میک اپ تھا۔

میں نے لیزینا کے رخسار پر بوسہ دیا اور پھر سوئنا کی طرف دیکھ کر بولا "اوہ ---- سوئنا ----! سوئٹ ڈیر ----!" میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔

اور سوئنا جھجکتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ میں نے اسے بازوؤں میں لے کر اس کے ہونٹوں پر ایک پرجوش بوسہ دیا ---- اور سوئنا جھینپی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر

دیکھنے لگی! پھر لیزینا پر نگاہ پڑتے ہی شرما گئی۔

"کیسی لگ رہی ہے سوئنا مسٹر نواز ----؟" لیزینا نے کہا۔

"ارے تم لوگوں نے تو اسے بہت ہی سوئٹ کر دیا ----"

"ہم نے نہیں نواز ---- تم نے ----"

"آؤ ---- آؤ ---- تم لوگ اندر آؤ ---- اور سنو سردارے ----" میں نے دور سے نظر آنے والے سردارے کو آواز دی۔

"یس باس ----!" سردارے مسخرے انداز میں دوڑا آیا۔

"تم ان لوگوں کو آرام سے ٹھہراؤ ---- انہیں تکلیف نہ ہونے پائے"۔

"یس باس ----!" سردارے نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور پھر میری طرف جھک کر کہا "اب تو تمہاری تین تین بیویاں آ گئیں باس ---- اب کیا کرو گے؟"

"کیوں ----؟" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"جبکہ چوتھی بھی موجود ہے"۔

"شرع میں چار ہیں ---- میں شرع سے باہر نہیں ہوا ہوں ----" میں نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے لیکن یہ شرع سے ناواقف ہیں ---- اگر تمہارے حصے بخرے شروع کر دیے تو بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے"۔

"فکر مت کر سردارے ---- نپٹ لوں گا ----" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلاتا ہوا چلا گیا ---- تب میں اندر واپس آ گیا۔ سیکا، لیزینا اور سوئنا بیٹھی ہوئی تھیں۔

تینوں مجھے دیکھ کر مسکرانے لگیں ---- لیکن سوئنا نے لیزینا اور سیکا کی شکل دیکھی اور ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"ہاں تو خواتین ---- آپ لوگ ٹھیک ہیں ----؟"

"بالکل نواز ---- اب تم یہاں کے حالات سناؤ ----"

"بس کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے ---- پی گوڈے مجھے بڑی عمدہ جگہ نظر آئی۔ چنانچہ میں نے یہاں قبضہ جمانا ضروری خیال کیا ---- اب یہاں میرا تسلط ہے ----!"

"بہت خوب ---- اور پھر جہاں تم ہو نواز ---- وہاں تمہارے علاوہ اور کس کا تسلط ہو سکتا ہے" سیکا ریفا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مال لائی ہو سیکا ----"

"بھرپور ----"

"کوئی دقت تو نہیں ہوئی ----؟"

"وینس میرا ہے" سیکا نے فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے کہا------ اور مضحکہ خیز انداز میں گردن جھکاتے ہوئے بولی "نہیں نہیں------ تمہارا بھی ہے" اور ہم سب ہنس پڑے!

"سپلائی آج ہی کر دی جائے گی۔ میں سب لوگوں سے تمہارا تعارف کرا دوں گا------ مقامی طور پر کسی کو انچارج بھی بتانا پڑے گا۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے------؟"

"میرا خیال ہے لیزینا کو یہاں چھوڑ دیا جائے"۔

"اوہ------ ٹھیک ہے------ لیکن لیزینا تنہا پی گوڈے سنبھال سکے گی)"

"کیگرو اس کا معاون ہوگا"۔

"کیگرو بہرحال ایک عمدہ انسان ہے۔ لیکن کیا اس سلسلے میں اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ بہت عمدہ آدمی ہے۔ خاص طور سے اس شکل میں------ وہ احکامات سے انحراف نہیں کرتا"۔

"ٹھیک ہے سیکا------ تھامپسن بچ ضرور گیا ہے------ لیکن کیگرو اس کا خطرناک مقابل ہوگا------ اور میرے خیال سے اب وہ اس قابل بھی نہیں ہو سکتا کہ کیگرو کے مقابل آئے"

"اوہ------ یہاں قدم جمانے کے بعد تھامپسن کے لیے بہت سے انتظامات کیے جا سکتے ہیں"۔

"تو پھر یوں سمجھو کہ یہاں کا چارج تمہارے حوالے------"

"کیا مطلب------؟"

"بس میں جلد از جلد یہاں سے آگے بڑھ جاؤں گا"۔

"ہوں------!" سیکا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "کچھ روز تو رکو گے؟"

"ہاں------ ابھی تو ہوں------"

"یہ بتاؤ کہ تمہیں پی گوڈے کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں------ یا اتفاقاً ہی ادھر آ نکلے تھے------؟"

"اتفاق ہی سمجھو سیکا!" میں نے کہا اور پھر اسے تھامپسن سے پہلی ملاقات کی کہانی سنائی۔

"بہرحال------ حالات بھی تمہاری مدد کرتے ہیں" سیکا نے کہا۔

"یقیناً"------!" میں نے اعتراف کیا------ اور پھر میں ان لوگوں کی خاطر مدارات کے انتظامات کرنے لگا------! اس کے بعد سیکا مجھے مال دکھانے لے گئی۔ بہترین مال لائی تھی وہ------!

میں نے سردارے کے ذریعے قہوہ خانوں اور منشیات کے اڈوں پر اطلاع بھجوا دی اور پھر پاسکل کے مکان سے ہی مال کی تقسیم ہوئی۔ میں نے اڈوں کے مالکان سے نئی سپلائی کی ادائیگی نہیں طلب کی تھی------ لیکن ان لوگوں نے مال کی نقد ادائیگی کی------ جو کروڑوں پونڈ تھی------ بلاشبہ غلام سیٹھ نے کسی ایک جگہ اتنی بڑی سپلائی نہیں کی تھی۔

سیکا ششدر رہ گئی تھی------!

تب میں نے سیکا، لیزینا اور کیگرو کا تعارف کرایا------ اور ان لوگوں سے کہا کہ آئندہ انہیں ان دونوں کے ذریعہ سپلائی ہوگی------ وہ ان سے تعاون کریں۔

سب نے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا تھا۔

رات کو ہم واپس آ گئے------ میرے ذہن میں ژولی ژاں کا خیال آیا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے بارے میں نہیں سوچا جا سکتا تھا۔ سیکا موجود تھی اور اگر سیکا ژولی ژاں کی دشمن ہو جاتی تو بے چاری ژولی کو کافی پریشانی اٹھانی پڑتی۔

رات کے کھانے کے بعد سیکا، لیزینا------ اور سوئٹا میرے پاس آ بیٹھیں۔

"اس سوئٹا کو تو تم نے بالکل ہی بدل دیا سیکا------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے نواز------ تم نے اس لڑکی کے خیالات یکسر بدل دیے"۔

"لیکن تعاون تمہارا بھی ہے"۔

"میرے بھی خیالات تو تم نے ہی بدلے ہیں۔ پوچھ لو ان دونوں سے، میں نے اس کے بعد ان سے کبھی سختی نہیں برتی------ میں انہیں اپنا دوست سمجھتی ہوں"۔

"اس کا مطلب تھا کہ تمہاری فطرت میں کوئی خرابی نہیں تھی------ غلط ماحول نے تمہارے اوپر خول چڑھا دیا تھا"۔

"جو کچھ بھی سمجھو------" سیکا نے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اور پھر------ رات کو ان لوگوں کا آپس ہی میں کوئی معاہدہ ہو گیا۔ کیونکہ لیزینا اور سوئٹا سیر کرنے چل پڑی تھیں------ صرف سیکا میرے پاس رہی، گویا یہ رات سیکا کی تھی------ سیکا کی آنکھوں سے طلب جھانک رہی تھی لیکن میرے ذہن میں ایک خوبصورت الجھن تھی------ اور وہ ژولی ژاں تھی۔

میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا------ لیکن اس رات میں نے کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا------ دوسرے دن بھی ژولی نے مجھ سے ملاقات نہیں کی------ سیکا کا ابھی یہاں رہنے کا پروگرام تھا------ ویسے بھی میں چاہتا تھا کہ اب یہاں سے روانہ ہو

جاؤں' اور سیکا کی موجودگی میں ہی-----!
اور یہ رات لیزینا کی تھی----- اس وقت سیکا اور سونٹا میرے پاس موجود
تھیں----- "خوب----- گویا تم لوگوں میں معاہدہ ہوگیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے
لیزینا سے کہا۔
"ہاں نواز-----" لیزینا نے میری آغوش میں مچلتے ہوئے کہا۔
"تو کل کی رات سونٹا کی ہوگی-----؟"
"یقیناً"
"گویا سیکا میں حیرت انگیز تبدیلی ہوئی ہے"۔
"اس کی شخصیت تو ایسی بدلی ہے نواز----- کہ حیرت ہوتی ہے" لیزینا نے کہا۔
"تم نے بھی مجھے یاد کیا لیزینا-----؟" میں نے پوچھا اور لیزینا ایک دم سنجیدہ
ہوگئی' اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں----- اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے میرے
سینے میں منہ چھپالیا۔
"نہیں نواز----- نہیں-----!" وہ سسکی سی لیتے ہوئے بولی۔
"یہ اچھی بات ہے لیزینا----- مجھے پسند ہے" میں نے اس کی ٹھوڑی اٹھاتے
ہوئے کہا----- اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
"ہم غلام ہیں نواز----- ہمارے جذبات بھی دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتے
ہیں----- ہم تو اپنی مرضی سے جی بھی نہیں سکتے----- ہم ہر حال میں خوش رہنے کے
لیے پیدا ہوئے ہیں"
"ایسی باتیں مت سوچا کرو لیزینا-----"
"ہماری سوچ ہماری اپنی نہیں ہے نواز-----"
"تم جذباتی ہو رہی ہو-----"
"نہیں-----" اس نے ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگی----- بھیگی
آنکھوں کی یہ مسکراہٹ جھوٹی تھی----- کیسی بے بسی کی تھی یہ مسکراہٹ-----!
دل کے کسی حصے میں گڑبڑ ہونے لگی----- لیکن میں نے فوراً خود کو سخت کرلیا
اور اسے پیار کرنے لگا۔ لیزینا بھی جذبات میں گم ہو کر اپنی محرومیاں بھول گئی----- لیکن
ایک اور تھا----- جو محروم تھا----- ایک اور تھا جو بے چین تھا----- اونہہ-----
کتنے تھے----- کیا تھے----- کسی کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ بکواس' ہاں-----
دوسرے دن میں نے ژولی کے مکان پر اس سے ملاقات کی-----!
اور اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔
ژولی ژاں اجڑ گئی تھی----- اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ شادابی سے

محروم تھا----- لیکن مجھے دیکھ کر خلوص سے مسکرائی تھی "ہیلو نواز" اس نے بھرپور آواز
میں کہا۔
"ژولی-----؟"
"کہاں غائب ہوگئی روز سے-----؟"
"بس----- کچھ مصروف تھی نواز-----" باظرف عورت نے مجھے شرمندہ نہ
ہونے دیا----- لیکن اس کے ان الفاظ سے مجھے شرم محسوس ہوئی تھی-----!
"دراصل ژولی----- وہ کچھ لوگ-----!"
"مجھے علم ہے نواز----- کب تک قیام ہے ان کا-----؟"
"تین چار دن رہیں گے-----"
"ایک دن میری طرف سے بھی انہیں مدعو کر دو" اجازت دو تو میں خود آ
جاؤں-----؟"
"ضرور ژولی----- میں تمہیں ان سے ملاؤں گا-----" میں نے شرمندہ سے
انداز میں کہا----- اور ژولی تشکرانہ انداز میں مسکرانے لگی-----
تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہ کر میں واپس آگیا----- اور----- یہ رات
سونٹا کی تھی-----!

☆ ☆ ☆

سونٹا بدلی ہوئی لڑکی۔ اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اب وہ احساس کمتری کا
شکار نہیں تھی۔ میری خلوت میں وہ بڑے ناز سے آئی' اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے
بھی اس کی پذیرائی ایسے ہی انداز میں کی کہ اسے کسی کمتری کا احساس نہ ہونے دیا۔ اس وقت
کی سونٹا اور اس وقت کی سونٹا میں بہت فرق تھا۔
"ہیلو سوئٹی۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو" وہ شرمائے ہوئے انداز میں بولی۔
"تمہاری بدلی ہوئی شخصیت کس قدر حسین ہے سونٹا۔!" میں نے اس کے بالوں کو
چھیڑتے ہوئے کہا۔
"تمہیں پسند آئی مسٹر نواز۔؟" اس نے پوچھا۔
"میں تو حیران رہ گیا ہوں۔"
"غلط۔!"
"کیوں۔؟"
"مصور اپنی بنائی ہوئی تصویر کو دیکھ کر حیران نہیں ہوتا۔ وہ تو اسے بڑے اعتماد سے
تخلیق کرتا ہے۔ سنگتراش اپنے تراشے ہوئے مجسمے پر حیرت نہیں کرتا۔ اس کے سارے نقوش

تو پہلے سے اس کے ذہن کے پردے پر منجمد ہوتے ہیں۔ اس وقت جب مجسمہ پتھر کا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ وہ اس کے اندر اپنا سمویا ہوا حسن دیکھ لیتا ہے۔"

"سوئنتا۔!" میں اس گفتگو پر حیران رہ گیا۔ اس احمق لڑکی کی کوئی بات عقل کی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب۔ اب تو یہ فلسفہ بھی بگھارنے لگی تھی۔

"میں تمہارا تراشا ہوا بت ہی تو ہوں نواز۔ میری شخصیت کے سارے رنگ تمہارے برش کے رہین منت ہیں۔ میں نے یہ رنگ ماند نہیں پڑنے دیئے۔ میں اپنے خالق۔ اپنے فنکار سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ میں ان رنگوں کو زیادہ سے زیادہ چمکاتی رہی۔ تاکہ میرے فنکار کا نام مدھم نہ پڑنے پائے۔ بس میری یہی کاوش ہے۔"

"سوئنتا۔ تم نے تو مجھے حیران کر دیا۔ تمہاری گفتگو بیحد دلکش ہے سوئنتا۔"

"سب تیرا احسان ہے نواز۔ سب تیری بخشش ہے۔ تو نے میری سوئی ہوئی زندگی کو جھنجھوڑ کر جگا دیا ہے۔!" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"اب تو تمہارے بہت سے دوست ہوں گے سوئنتا۔ لڑکے اب تو تمہیں دیکھ کر مضحکہ خیز انداز میں نہیں مسکراتے۔"

"ان کی پرواہ مجھے اس وقت بھی نہیں تھی۔ میں تو صرف خود سے ڈرتی تھی۔ میں تو صرف خود سے خوفزدہ تھی۔ میں سوچتی تھی اتنی طویل زندگی بے اعتنائی کا شکار رہ کر کیسے کاٹوں گی۔"

"اب کیا کیفیت ہے۔؟"

"احساس محرومی مٹ گیا ہے۔ لیکن فنکار کی پجارن ہوں۔ اس کے علاوہ کسی کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ وہ اس کی بنائی ہوئی تصویر کو چھوئے۔!"

"اوہ۔ تت۔ تو کیا۔؟"

"ہاں میرے محبوب۔ مٹی مٹی سی اس تصویر کے رنگ تو نے نکھارے ہیں' لوگ اسے دیکھ کر حسرت تو کر سکتے ہیں' پسند تو کر سکتے ہیں۔ لیکن میں ان رنگوں کی رہن ہوں۔ میں ان تک کسی کے میلے ہاتھ نہیں پہنچنے دوں گی۔ میری زندگی کی صرف ایک حسرت ہے۔ مجھے دیکھ کر نفرت سے آنکھیں نہ پھیر لی جائیں۔ مجھے بھی دیکھا جائے۔ مجھے بھی چاہا جائے اور یہ حسرت میری شخصیت کی قاتل بن گئی تھی۔ تم نے میری شخصیت کو زندگی دے دی نواز۔ اس کے بعد مجھے اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی۔"

"خوب۔ مجھے دلی مسرت ہوئی سوئنتا۔ تم میرے لیے بھی مجبور نہیں ہو سوئنتا۔ اگر پسند نہ کرو۔ تم ہم یہ رات دوستوں کی مانند بھی گزار سکتے ہیں۔" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ اور سوئنتا میری طرف دیکھنے لگی۔ درحقیقت اس معصومانہ انداز میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔!

"مرنے کے بعد اسے دوسرا جنم دیا گیا۔ اس نے آنکھ کھولی تو وہ پہلے جنم کی ساری کہانیاں بھول چکی تھی۔ دنیا کا نیا رنگ بہت خوبصورت تھا۔ لیکن اس نے اسے پہلا ہی رنگ گردانا۔ اس نے یہ رنگ اپنا لیا۔ یہ رنگ پسند کر لیا۔ اس کے بعد کوئی دوسرا رنگ اس کی آنکھوں کو نہ بھایا۔ یہ پہلا رنگ ہی اس کا اپنا رنگ ہے۔ یہی رنگ اسے پسند ہے' وہ اسی میں خوش رہتی ہے۔ وہ اسی میں رنگے رہنا چاہتی ہے۔ زندگی میں ایک بار۔ یا جتنی بار۔!" سوئنتا نے بڑے خوبصورت انداز میں کہا۔ اور میں نے اسے بھینچ لیا۔

"واہ ری فلسفی لڑکی۔" میں نے اسے چومتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ جیسے میرے بدن کا ایک جزو بن جانا چاہتی ہو۔ جیسے میری روح میں سما جانا چاہتی ہو۔!

اور دوسری صبح حسب معمول خوشگوار تھی۔ سوئنتا مجھ سے پہلے جاگ چکی تھی۔ وہ غسل وغیرہ کر کے تیار ہو گئی تھی۔ بہرحال یہ اس کی فرض شناسی تھی' اس نے میری پسند سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ یقیناً پرستش کی قائل تھی۔ ناز دکھانا نہیں جانتی تھی۔

"سوئی۔" میں نے ایک انگڑائی لی۔

"اٹھیے مسٹر نواز۔ غسل کر لیں۔"

"آؤ۔!" میں نے دونوں بازو پھیلا دیئے' اور وہ میرے بازوؤں میں سما گئی۔ اسے چومتا رہا۔ اور وہ میرے سینے پر سر رکھے لیٹی رہی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جیسے وہ ان لمحات کو بینائی بنا لینا چاہتی ہو۔ آنکھ کھلے تو ان کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آئے۔ وہ ساری زندگی ان لمحات سے لطف اندوز ہوتی رہے۔

لیکن میرے سوچنے کا یہ انداز درست نہیں ہے۔ مجھے اس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچنا چاہیے۔ زیادہ سوچنے سے میری وحشت ابھر آتی تھی۔ اور پھر میں خود ویران ہو جاتا تھا۔! چنانچہ میں نے بہ آہستگی اسے اٹھایا۔ اور پھر خود باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کے کمرے میں تھے۔ کیسی دلچسپ بات تھی۔ میری وجہ سے دو عورتیں درست ہوئی تھیں۔ سیکاریفا۔ جو انسانوں کو انسان سمجھنے کی عادی نہیں تھی۔ جو سب کو خود سے کمتر سمجھتی تھی۔ جس کے سائے پر سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن آج ایک ہی میز پر اس کی دو ادنی خادمائیں اس کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھیں۔!

دوسری سوئنتا تھی۔ رہی لیزینا۔ تو بلاشبہ مجھے یہ لڑکی ان دونوں سے زیادہ پسند تھی۔ جب سیکاریفا اسے منہ نہیں لگاتی تھی تب بھی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی اور آج بھی اس کے انداز سے فخر نہیں جھلکتا تھا۔ بہرحال یہ انداز بہت خوبصورت تھا۔ اس دنیا میں اسی طرح گزارا ممکن تھا۔!

ناشتے کے دوران ہی میں نے سیکا سے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے سیکا۔؟"

"جو آپ پسند کریں مسٹر نواز۔ سیکا نے جواب دیا۔

"بھئی۔ میں نے تو وینس چھوڑ ہی دیا تھا۔ لیکن دینس کی۔۔۔ سرزمین مجھے چھوڑنے کو تیار نہ ہوئی۔ لیکن بہرحال اس میں فائدہ ہی رہا۔ میرا خیال ہے غلام سیٹھ کو اتنی بڑی پہلی طویل عرصے سے نہ ملی ہو گی؟"

"اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے مسٹر نواز۔ سیکا جلدی سے بولی۔

"بہرحال۔ یہ کسی پر کوئی احسان نہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کا بھرپور معاوضہ لیتے ہیں۔ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ میرا خیال ہے اب میں وینس سے نکل جاؤں۔"

"ہوں۔!" سیکا نے آہستہ سے کہا۔

"کیگرو کے کام پر آپ نگاہ رکھیں مادام سیکا۔ میرا خیال ہے وہ آسانی سے یہاں کا نظام سنبھال لے گا' یہاں کے لوگ اس سے بہت متاثر ہیں۔"

"وہ نڈر اور دلیر ہونے کے علاوہ ذہین آدمی ہے مسٹر نواز"

"مجھے علم ہے۔ بہرحال اور کوئی بات۔؟"

"نہیں۔ لیکن آپ کب روانہ ہوں گے۔؟"

"دو تین دن کے اندر اندر۔"

"ہم آپ کو یہاں سے رخصت کر کے جائیں گے"

"وینس میں سب ٹھیک ہے۔؟"

"بالکل۔ میں اس کی ذمہ دار ہوں۔"

"تب کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں سیکا۔ میں تمہیں ایک اور شخصیت سے ملانا چاہتا ہوں۔"

"کون ہے؟"

"ژولی ژاں۔ ایک اعلیٰ شخصیت۔ جو اس پورے ہنگامے میں ہماری مددگار بھی رہی ہے۔ میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔"

"جو آپ پسند کریں۔" سیکا نے جواب دیا۔

"تو میں اسے اطلاع دے دوں گا مادام۔ کہ ہم دوپہر کا کھانا اسی کے ساتھ کھا رہے ہیں۔"

"میں نے عرض کیا' جیسا آپ پسند کریں۔ مسٹر سردار علی نہیں نظر آ رہے۔؟"

"آوارہ گرد ہے۔ کہیں گھوم رہا ہو گا۔"

"کیگرو اسکا بہت مداح ہے۔ کہہ رہا تھا ایسا بے جگر انسان پہلے اس کی نگاہ سے نہیں گزرا۔"

"میرے وطن کے سارے لوگ بے جگر ہوتے ہیں مادام سیکا لیکن میں ان میں خود کو

شامل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کے سینے ایمان سے پر ہوتے ہیں۔ ان کی بے جگری وطن کے دشمنوں کے دل دہلاتی ہے اور میں' میں۔۔۔" میری آواز میں لڑکھڑاہٹ آ گئی۔ سیکا خاموش رہی۔

گیارہ بجے کے قریب سردار آ گیا اور میں نے اسے ژولی ژاں کو اطلاع دینے کے لیے بھیج دیا۔ تقریباً" پون گھنٹے کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے بتایا کہ ژولی ژاں ہمارے استقبال کے لیے تیار ہے۔

چنانچہ ایک بجے ہم اس کے ہاں پہنچ گئے۔ سردار بھی ساتھ تھا۔ ژولی ژاں نے اسی آفاقی مسکراہٹ سے ہم سب کا استقبال کیا تھا۔ جو اسے دنیا کے عام انسانوں سے ممتاز کرتی تھی۔ اس فرشتوں جیسی مسکراہٹ والی عورت کے بارے میں یہ سوچتے ہوئے بھی دکھ ہوتا تھا کہ وہ جسم فروش ہے۔ اسے نہ جاننے والے سخت حیران ہوتے ہوں گے' لیکن میں اس غم کے پہاڑ سے واقف تھا اور بلاشبہ وہ میری زندگی کی عجیب ترین عورت تھی' جس کے بارے میں' میں نے سب سے زیادہ غور کیا۔ سب سے زیادہ سوچا۔ اور جس کے لیے طویل عرصے تک افسردہ رہا۔ جس نے میرے ذہن پر گہرے نقوش چھوڑے۔

سفید لبادے میں وہ آسمان سے اتری ہوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ سیکا نے اسے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اور یہ بہرحال اس کا حق تھا کیونکہ سب کچھ ہونے کے باوجود عورت تھی' لیکن اس کی بہ نسبت ژولی ژاں زیادہ پروقار' زیادہ باظرف تھی۔ اس نے جس اخلاق سے سیکا سے گفتگو کی وہ قابل ستائش تھا۔ سیکا اور دونوں لڑکیاں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔ میں نے ژولی ژاں کو بھی اپنی روانگی کے بارے میں بتایا۔ اور میں نے اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی محسوس کی۔ لیکن ایسے تاثرات سے اب میں زیادہ اثر نہیں لیا کرتا تھا۔

ژولی ژاں نے سب کو شام تک روکے رکھا۔ شام کی چائے اور پھر رات کے کھانے کے بعد اس نے ہمیں واپسی کی اجازت دی۔ سیکا وغیرہ جب وہاں سے واپس ہوئیں تو ژولی ژاں کے اعلیٰ اخلاق' اس کی پرسحر شخصیت کے گن گا رہی تھیں۔

دوسرا دن بھی پرسکون تھا۔ اس رات سیکا میرے ساتھ رہی تھی۔ لیکن تیسرے دن میں نے روانگی کی ٹھان لی۔ حالانکہ سیکا وغیرہ کو امید تھی کہ میں چند روز اور رکوں گا۔ اس نے اصرار بھی کیا۔

"لیکن۔ اچانک کیوں نواز؟؟"

"میں وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ سیکا۔ یوں بھی غلام سیٹھ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ ممکن ہے سوئٹزرلینڈ میں وہ مجھ سے ملنے کی کوشش کرے۔"

"تو تم۔ آج ہی روانہ ہو جاؤ گے؟؟"

"ہاں۔"

"لیکن تیاریاں بھی تو کرنی ہیں۔"

"کیسی تیاریاں؟"

"روانگی کے لیے کچھ انتظامات نہیں کرو گے۔؟"

"ہاں۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔ ضروریات زندگی کا معمولی سا سامان۔ اس کے علاوہ اور کس شے کی ضرورت ہو گی۔"

"سفر کیسے کرو گے۔"

"پیدل۔"

"بلاوجہ کیوں تکلیف اٹھاتے ہو گاڑی لے جاؤ۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تم اپنی لینڈ روور میرے ہاتھ فروخت کر دو۔"

"فروخت۔؟"

"ہاں بھئی۔ بہرحال اس کے کاغذات میرے لیے ضروری ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار کرا دوں گی۔" سیکا نے میرے پکے ارادے سے مایوس ہو کر کہا۔ لیکن اب میرے سر پر روانگی کا بھوت سوار ہو گیا تھا' چنانچہ سیکا سے ضروری تیاریوں کا کہہ کر میں باہر نکل آیا۔ سردارے کو ابھی تک روانگی کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور وہ مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

"دسو جی' کی گل اے نواز جی۔" اس نے بڑے موڈ میں پوچھا۔

"تمہاری محبوباؤں کی تعداد کتنی ہے۔؟" میں نے پوچھا اور سردارے انگلیوں پر حساب لگانے لگا۔ پھر اس نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔ "پوری چھ جی۔"

"اگر دس دس منٹ سب سے ملاقات میں لگے تب بھی پورا ایک گھنٹہ ہوا۔ لیکن خیر۔ جلدی سے سب سے مل لو۔ اور پھر میرے پاس پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب یار۔؟" سردارے نے بدحواس ہو کر پوچھا۔

"چل رہے ہیں یہاں سے۔"

"ارے کب۔؟"

"آج شام تک۔"

"نہیں۔؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"بالکل۔"

"لل۔ لیکن اچانک۔"

"کیوں؟ تمہیں اعتراض ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"او کوئی نہیں یار۔ مگر مجھے دو دن پہلے تو وارننگ دیدی ہوتی" سردار نے افسوس

بھرے انداز میں کہا۔

"کیوں۔؟"

"او یار۔ کئی لڑکیاں رہ گئیں۔ لسٹ پر رکھی ہوئی تھیں۔ ابھی انہیں اسی لیے لفٹ نہیں دی تھی کہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اگر اتنی جلدی جانے کا خیال ہوتا تو ایک ایک دن میں دو دو عشق کرتا۔"

"چلو انہیں معاف کر دو۔ اللہ انہیں کوئی اور عاشق دے گا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ اور سردارے مصنوعی آنسو خشک کرنے لگا۔ میں نے اسے دھکا دے دیا تھا۔

شام کو چار بجے ساری تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ سیکا بہت اداس تھی۔ میرے ذہن میں پھر وہی بیزاری ابھر آئی تھی۔ دل میں ایک بار خیال آیا کہ ژولی ژاں سے ملتا چلوں۔ لیکن پھر وہی ماحول سے رسموں سے بغاوت ذہن میں ابھر آئی۔ کیا ضرورت ہے فضول سی رسموں کی مجھے اس سے کیا لینا ہے۔ میں اسے کیا دوں گا جو رسم نبھانے جاؤں' کچھ احمقانہ باتیں ہوں گی اور بس۔ چنانچہ یہ خیال ترک دیا۔

لیزیتا کے چہرے پر بھی افسردگی تھی۔ سوئنا کا چہرہ سپاٹ تھا! لینڈ روور اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلایا اور کیگرو میرے پاس آ گیا۔!

"ماسٹر۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم نے بہت سے کام کئے ہیں۔ بڑے بڑے جیالوں کے ساتھ رہا ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ کام کرنے میں جو مزہ آیا۔ اس کو میں ہمیشہ یاد کروں گا۔ ہم سے کوئی بھول ہوئی ہو ماسٹر تو معاف کر دینا۔"

"ارے کیگرو۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ سردارے مغموم بیٹھا تھا۔ میرے دانت بھینچے ہوئے تھے۔ لینڈ روور کی رفتار کافی تیز تھی۔ کئی منٹ کے بعد سردار چونکا اور میری شکل دیکھنے لگا۔

"استاد۔" اسنے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں آہستہ سے بولا۔

"کس سوچ میں ہو۔؟"

"کچھ بھی نہیں سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"بڑے اچھے دن گزارے یہاں استاد۔!"

"ہوں۔"

"تمہاری۔ وہ۔ رخصت کرنے نہیں آئی استاد۔؟ سردارے کہا۔

"ژولی ژاں۔؟"

"ہاں۔!"

"اسے مجھ سے کیا لینا تھا سردارے۔ میرا اس کا کیا رشتہ تھا۔"

"کیا تم نے اس سے ملاقات کی تھی استاد۔؟"

"نہیں۔"

"ایک بات پوچھوں دوست۔ برا تو نہ مانو گے۔؟" سردارے نے عجیب بدلے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

"کیا سردارے؟" میں نے بھی ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے اور اس کی باتوں میں دلچسپی لینے لگا۔ جہلم گوری ہمارے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ دھند سے ڈھکی ننھی منی بستیاں نظر آتیں اور پیچھے رہ جاتیں۔ کسی جگہ دھند صاف ہوتی تو گوری کا سفید اور سرسبز جزیرے نظروں کے سامنے آ جاتے۔!

"تمہارے بہت سے روپ سامنے آئے نواز۔ کبھی تم ایک کھلنڈرے شخص کے روپ میں دیکھے گئے۔ کبھی میں نے تمہیں سوچتا تباہ کرتے دیکھا۔ تھامپسن سے مقابلے میں ایک خونخوار چیتے کی طرح ہوشیار اور چوکنے نظر آئے میری تمہاری اتنے دن کی دوستی ہے۔ ہمارے درمیان مذہب کا رشتہ بھی ہے استاد۔ اور وطن کا رشتہ بھی۔ لیکن تمہارا سردارے آج تک تمہاری پراسرار شخصیت سے ناواقف ہے۔"

"میں تیرے سامنے جو کچھ ہوں' وہ کافی نہیں ہے سردارے۔؟"

میں نے سامنے نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اس طرح سردارے کو اپنی حیثیت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ سردارے تمہارا غلام ہے استاد۔ غلام رہے گا۔ لیکن تم نے اسے اتنی جرات دے دی ہے کہ وہ تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش کرے۔ تمہارا دوست کبھی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ثابت ہو گا استاد۔ جب دوست بتایا تو اپنے سینے کو رازوں کا مقبرہ کیوں بنا رکھا ہے۔؟"

سردارے کے لہجے میں ایسا خلوص۔ ایسی محبت تھی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک دوست کی بیگانگی کی شکایت تھی۔ یہ ایسا خلوص بھرا احتجاج تھا جسے میں مسترد نہ کر سکا۔ یہاں میں اپنی شخصیت کے خول میں نہ رہ سکا۔

"کیوں مجھے زخمی کرنے پر تلا ہوا سردارے۔؟" میں نے کہا۔

"سردارے کے زخم کا تمہیں کوئی احساس نہیں ہے استاد۔ پوری دنیا میں میرا بھی کوئی نہیں ہے نواز۔ ہاں کسی کو اپنانے کی خواہش ضرور ہے۔ وہ تم ہی ہو۔ اپنے زخم مجھے دکھا دو استاد۔ میں کم عقل ضرور ہوں۔ لیکن کہہ دینے سے کسک کم ہو جاتی ہے"

"ارے۔ میرے دل میں کوئی زخم نہیں ہے سردارے میری جان۔"

"جھوٹ نہ بولو استاد۔ کبھی کبھی تمہارے کسی زخم کا منہ کھلتا ہے تو وہ مسکراہٹ بن کر

تمہارے ہونٹوں پر ابھر آتا ہے۔ اور اس وقت میں سوچتا ہوں کہ سردارے نواز کے لیے اجنبی ہے۔ وہ نواز کے زخموں پر مرہم رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔"

"تو جذباتی ہے سردارے۔"

"آج جرات کر ڈالی ہے استاد۔ آج انتہا کر دوں گا۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤں گا۔" سردار کی آواز میں ہلکی سی بھراہٹ تھی۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ سردارے بھی خاموش ہو گیا۔

"کوئی نیا پن نہیں ہے میری کہانی میں سردارے۔ سرائے عالمگیر کے ایک چھوٹے سے مکان میں پیدا ہوا تھا۔ دریائے جہلم کی لہریں گن گن کر جوان ہوا۔ دریا کے کنارے سرسبز کھیتوں کے حسین مناظر آنکھوں میں بسائے زندگی کے راستوں پر چلنے کی کوشش کی' تو پتہ چلا کہ بچپن کیا ہوتا ہے میری جوانی میرے وطن کو پسند نہ آئی۔ میرے ہموطنوں نے اسے روندنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ میں نے نیکی اور شرافت کی زندگی کے لیے ایک ایک گلی میں بھیک مانگی۔ لیکن ہر دروازہ بند ہو گیا۔ لوگوں نے میری آواز سننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کان بند کر لیے۔ تب میں نے اپنی دنیا سے مایوس ہو کر آسمان کی دنیا اپنانے کا فیصلہ کیا۔ اور آسمان سے ایک نئی زندگی میرے لیے پھینک دی گئی۔ کاتب تقدیر نے کہا کہ میں نے زندگی گزارنے کے لیے وہ راستے نہیں تلاش کیے جو میرے لیے لکھے گئے تھے۔ تب میرے قدم ان راستوں پر اٹھا دیئے گئے۔ اور آج میں یہاں ہوں۔' میں نے کہا۔ سردار بڑے غور سے میری کہانی سن رہا تھا۔

"بس اتنی سی ہے میری کہانی سردارے۔"

"تو پھر اس پر غمزدہ کیوں ہے میرے یار۔ جو زندگی تیرے لیے منتخب کی گئی' تو اس پر چل رہا ہے۔" سردار نے کہا۔

"کبھی کبھی اندر چبھن ہوتی ہے سردارے۔" میں نے کرب سے کہا۔

"ہم سب وقت کے غلام ہیں نواز۔ وقت ہمارا غلام نہیں ہے' ہم کٹھ پتلیاں ہیں اور۔۔۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے"

"ہاں۔ خود کو مطمئن کرنے کے لیے میں بھی خوبصورت الفاظ کا سہارا لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس بھی اور کچھ نہیں ہے۔"

"نکال دے یار ذہن سے ان خیالات کو۔ ہم برے آدمی ضرور ہیں۔ لیکن یار جب موقع ملتا ہے تو اچھے کام بھی کر لیتے ہیں۔ ہمارا پیشہ بدل گیا ہے ذات تو نہیں بدلی۔ ایمان تو نہیں بدلا۔"

"نکال دیا ہے سردارے۔ جس حد تک نکال سکتا تھا نکال دیا ہے بس کبھی کبھی جب مشرق کی طرف سے ہوائیں چلتی ہیں تو زخموں میں ٹیسیں اٹھنے لگتی ہیں۔"

"سچ کہتے ہو استاد۔" سردارے نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

لینڈ روور ہموار سڑک پر خاصی رفتار سے جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سورج سے ہو رہی ہو۔ کافی طویل راستہ طے کر کے بالآخر ہم ڈسڈولا پہنچ گئے۔ ابھی خاصا وقت باقی تھا۔ قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش کی ضرورت نہیں تھی۔ درویش منش تھے' جہاں رات ہو جاتی قیام کر لیتے۔"

ڈسڈولا اطالیہ کا آخری سرا ہے۔ کسٹم آفیسر نے پاسپورٹ وغیرہ چیک کیے۔ منشیات کے بارے میں خاص طور سے پوچھا۔ کوئی دلچسپ آدمی تھا۔ "کچھ بھی نہیں ہے؟" اس نے اطالوی زبان میں پوچھا۔

"ہاں۔ کچھ بھی نہیں ہے دوست۔"

"حالانکہ رات ہونے والی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"ایک اداس رات۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسے گزرے گی۔"

"آہیں بھرتے ہوئے۔؟ میں نے جواب دیا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"یہ ناممکن ہے۔"

"یقیناً۔ لیکن جو کچھ تھا اسے راستے میں ہی ختم کر کے پیچھے جھاڑ لیے معلوم تھا کہ سرحد پر چیکنگ ہو گی۔؟"

"اور اگر کچھ برآمد کر لوں تو۔؟"

"آدھا تمہارا۔" میں نے جواب دیا اور وہ پھر ہنس پڑا۔

"پیش کروں کچھ؟" اس نے پوچھا۔

"صرف اتنا مل جائے کہ اگلی چوکی پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔ تو کیا حرج ہے۔"

اور اس نے ہنستے ہوئے ایک آدمی کو بلایا۔ اس نے تھوڑی سی چرس ہمارے حوالے کر دی تھی۔ جسے ہم نے انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ اور پھر ہم سوئٹزر لینڈ میں داخل ہو گئے۔ بس اس کی قومیت بدل گئی۔ اب وہ اطالوی سے سوئس ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ سرنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سرنگوں کا سفر بے حد دلچسپ تھا۔ تاریکیاں پھیلتی جا رہی تھیں' اور جب گاڑی کسی سرنگ میں داخل ہوتی تو ظلمات کا لطف آ جاتا تھا۔ لینڈ روور کی نئی بیٹری سے چلنے والی روشنیاں صرف تھوڑے سے حصے کو منور کر لیتیں اور آگے معلوم ہوتا جیسے تاریکی کی کوئی ٹھوس چٹان کھڑی ہے۔ گاڑی کی رفتار کم کرنا پڑتی۔!

اور پھر آسمان بھی تاریک ہو چکا تھا جب ہم برگ پہنچے۔

سوئزر لینڈ کا پہلا قصبہ۔!

"کیا خیال ہے سرادرے۔؟" میں نے کہا۔

"بس کافی ہے استاد۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

پھر ہم نے گاڑی قصبے کی طرف موڑ دی۔ خوبصورت اور بلند و بالا پہاڑیوں میں گھرا ہوا برگ۔ جس کا صحیح حسن تو ہم دن کی روشنی میں ہی دیکھ سکتے تھے۔ لیکن رات کی تاریکی میں بھی یہ چھوٹا سا قصبہ بے حد حسین نظر آ رہا تھا۔ ہم برگ میں داخل ہو گئے۔ سرد ہوا کے تھپیڑوں نے ہمارا استقبال کیا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ جگہ جگہ پانی سے بھرے ہوئے گڑھے نظر آ رہے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ کچھ دیر قبل بارش ہو چکی ہے۔

کہیں تنگ' کہیں کشادہ سڑکوں سے گزر کر ہم ایک بازار میں پہنچ گئے جو بارش میں بھیگا کھڑا تھا۔ اکا دکا دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہاں سے آگے سوئس طرز کے پرانے مکان جو لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ لمبے لمبے چوغے کی طرز کے کوٹ پہنے ہوئے لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔!

میں نے گاڑی ایک ایسی جگہ روکی جہاں دو آدمی کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔ تب میں نے گردن نکال کر ان کی گفتگو میں دخل دیا۔

"معاف کیجئے گا۔ کیا آپ مجھے کیمپنگ کا پتہ بتا سکتے ہیں" میں نے ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی میں پوچھا۔ جواب دینے والا کافی خوش اخلاق تھا۔ سمجھ گیا سیاح ہیں۔ چنانچہ اپنی گفتگو چھوڑ کر وہ لینڈ روور کے نزدیک آ گیا۔ اور پھر اس نے میری ٹوٹی پھوٹی زبان کو مدنگاہ رکھتے ہوئے دیسی ہی زبان میں پتہ سمجھایا۔ جو میری سمجھ میں آ گیا۔ اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔!

برگ' کوہ پیمائی کی پہلی منزل۔ یہ سیاحوں کی پسندیدہ جگہ ہے۔ اس کے بارے میں' میں نے یہی سنا تھا۔ بہرحال سرد ہوا رگوں میں گھستی معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے اس کے حسن پر شاعری کا موڈ نہ بن سکا۔ ایک ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے ہم کیمپنگ تک پہنچ گئے۔

ایک چھوٹی سی عمارت کے علاوہ وہاں اکا دکا خیمے بھی نظر آ رہے تھے۔ ظاہر ہے اس موسم میں سیاح ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ ہماری طرح چند سرپھروں نے ہی خیمے لگائے ہوئے تھے اور بس۔! پوری عمارت نیم تاریک تھی۔ اندرونی حصوں میں کچھ روشنیاں تھیں ورنہ اندھیرا پڑا تھا۔!

"کیا خیال ہے سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"جلدی کرو استاد۔ سردی تو جیسے ہمارے لیے امپورٹ کی گئی ہے۔" سردار نے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا اور میں لینڈ روور سے نیچے اتر گیا۔ لیکن دوسرے لمحے میں جلدی سے دروازہ کھول کر پھر اندر گھس آیا۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"مر گئے سردارے۔" میں کراہا۔

"ابھی نہیں استاد۔ ویسے صبح تک ضرور مرجائیں گے"

«غلطی ہو گئی یار۔ ہمیں گرم کپڑے زیادہ لینے چاہئیں تھے۔ اب کیا کریں۔؟»

«کچھ کرو۔ یہاں تو قلفی جمی جا رہی ہے۔»

«نیچے اتر کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برف کے سمندر میں چھلانگ لگا دی ہو۔»

«پھر اب کیا ہو۔؟» سردارے تشویش سے بولا۔

«ٹھہرو۔ کوشش کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔» میں نے کہا اور جو کچھ تھوڑے بہت موٹے کپڑے تھے سب اپنے بدن سے لپیٹ لیے۔ نیچے اترا۔ اور جمے جمے قدم اٹھاتا عمارت کے دروازے پر پہنچ گیا۔!

کافی دیر تک دروازہ پیٹنا پڑا تھا۔ یا تو میرے ہاتھ کی ضرب ہی کمزور تھی۔ یا پھر اندر والے گہری نیند سو رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد اندر کوئی جاگا۔ روشنی ہوئی اور پھر کسی نے دروازے کے قریب آ کر فرنچ میں پوچھا۔

«کون ہے۔؟»

«سیاح۔!» میں نے کانپتی آواز میں جواب دیا۔ دروازہ کھولنے والے کے چہرے پر حیرت صاف پڑھی جا سکتی تھی' توانا جسم کی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی جو گرم کمبل اپنے بدن سے لپیٹے ہوئے تھی۔

«سیاح۔؟» اس نے حیرت سے کہا۔

«ہاں مادام!»

«کافو کا۔ کافو کا۔!» عورت نے اندر منہ کر کے کہا۔

«کیا بات ہے۔؟» ایک گڑگڑاتی آواز سنائی دی۔

«یہاں آؤ۔ ایک حیرت انگیز انسان آیا ہے۔»

«ایک نہیں۔ دو ہیں مادام۔! اس بری حالت کے باوجود میری رگ ظرافت پھڑک اٹھی۔ اور میری زبان خاموش نہ رہ سکی۔

«دو ہیں۔» عورت اندر منہ کر کے بولی۔

«جتنے بھی ہوں۔ اندر بلا لو۔ میں باہر نہیں آ سکتا۔» اندر سے جواب ملا۔ اور ادھیڑ عورت نے میری طرف دیکھا۔

«دوسرا کہاں ہے؟» اس نے پوچھا۔

«گاڑی میں ہے۔»

«زندہ ہے۔؟»

«جس وقت میں آیا تھا اس وقت تک تو زندہ تھا۔ اب کے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔»

«اسے آواز دو۔ زندہ ہے تو آ جائے گا۔ ورنہ اسے صبر کر کے تم ہی اندر آ جاؤ۔

میں زیادہ دیر تک یہاں نہیں کھڑی رہ سکتی۔» عورت نے کہا۔ اور میں نے بدن کی کپکپی سے نازک آواز میں سردارے کو پکارا۔

«کیا ہے استاد۔؟» اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔

«آ جاؤ۔»

«کک۔ کیسے آؤں۔؟» سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

«جیسے بھی بن پڑے آ جاؤ۔ جلدی کرو۔!» میں نے جواب دیا۔ سردارے نے نہ جانے کس طرح گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا دروازے تک آ گیا۔ پھر اگر عورت ایک دم دروازے کے پاس سے نہ ہٹ گئی ہوتی تو سردارے اس سے ٹکرا جاتا۔ سردارے نے دروازے پر رکنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ نہ ہی اس نے لینڈ روور کا دروازہ بند کیا تھا۔

«ارے۔ ارے۔ سردارے۔ سردارے۔» میں نے اسے آواز دی۔

«ہو۔ ہو۔ ہو ہو ہو۔» سردارے کے منہ سے آواز نکلی

«آ جاؤ۔ آ جاؤ۔ تم زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہ کرو۔» بوڑھی عورت نے کہا۔ اور پھر میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ بوڑھی نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔!

سردی کی شدت کسی قدر کم ہو گئی۔ مکان کو اندر سے گرم کیا گیا تھا۔ تب بوڑھی عورت ہماری طرف مڑی۔ اور پھر گردن جھٹک کر بولی۔ «آوارہ گرد۔؟»

«ہاں۔!» ہم دونوں نے گردن ہلائی۔

«مگر تمہارے پاس گاڑی ہے۔»

«ہاں۔!» ہم نے پھر پہلے کے سے انداز میں کہا۔

«اور گرم لباس نہیں ہیں؟»

«ہم پہلی بار ادھر آئے ہیں محترم خاتون۔»

«اوہ۔ خیر۔ خیر۔ لیکن اس موسم میں سیاح کم آتے ہیں۔ خیر اندر آ جاؤ۔ میں آنے والوں کے معاملے میں محتاط ہوں۔ یہ مکان کسی کی قیام گاہ نہیں بنتا۔ لیکن مجبوری ہے۔ انسانی ہمدردی کے تحت میں اس رات تمہیں پناہ دے سکتی ہوں۔ کل صبح تم انتظامات کر لو گے اور خیمے میں رہو گے۔»

«یقیناً مادام۔ بہت بہت شکریہ۔» میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

«آ جاؤ۔ اور اندر آ جاؤ۔ یہ مکان اندر سے گرم ہے۔ کچھ احمق اب بھی خیموں میں گزار رہے ہیں۔ میں ہر صبح ان کی اکڑی ہوئی لاشوں کی منتظر رہتی ہوں۔ لیکن نہ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں وہ لوگ۔»

ادھیڑ عمر عورت ہمیں اندر لے گئی۔ درحقیقت اس شدید سردی کا احساس نہیں تھا'

ورنہ انتظامات کے بغیر اس طرف قدم نہ رکھتے نہ جانے کیوں ریفا وغیرہ کو بھی اس کا خیال نہ آیا۔!

چوبی عمارت میں کئی کمرے تھے' جن میں کچھ خالی بھی تھے۔ ان کمروں کو خوب گرم کیا گیا تھا۔ پورا مکان ہی اندر سے گرم تھا۔ بڑی فرحت محسوس ہوئی اندر آ کر۔!! ادھیڑ عورت ہمیں ایک کمرے میں چھوڑ گئی۔ باقاعدہ بیڈ روم تھا۔ ایک بستر بھی تھا' کمبل بھی۔ سردارے نے گہری سانس لی تھی۔

ہم نے جوتے اتارے' اور بستر میں گھس گئے۔ دونوں نے کمبل لپیٹ لیا تھا۔ کپڑے اتارنے کی سکت کس میں تھی۔

"قسمت اچھی ہے استاد۔ اگر یہ بوڑھی مہربان نہ ہوتی تو"

"ہمارے جسموں پر برف جم جاتی۔ اور برف میں جمے ہوئے ہم بہت خوبصورت معلوم ہوتے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہوتا۔ مگر استاد۔" سردارے کسی قدر تشویش سے بولا۔

"کیوں۔؟"

"کار کی چابی کہاں ہے؟"

"اگنیشن میں۔"

"بہت خوب۔ اور میں دروازہ بھی کھلا چھوڑ آیا ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔؟"

"کیوں۔؟"

"کس کی شامت آئی جو اس سخت سردی میں چوری کے لیے نکلے گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ خدا اس بوڑھی کو سلامت رکھے۔ میری تو اس تصور سے روح فنا ہو رہی ہے۔"

"برگ کے بازار سے موسم کے لحاظ سے خریداری کریں گے۔"

"ارے اس چھوٹے سے قصبے میں کیا ملے گا۔؟"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے؟"

"کیوں۔؟"

"کوہ پیمائی کے لیے آنے والے سیاحوں کی یہ پہلی منزل ہے۔ میرے خیال میں یہ ہماری توقع سے زیادہ جدید نکلے گا۔"

"خدا کرے۔ ورنہ پھر یہاں سے فوراً بھاگنا پڑے گا۔"

"بہت دن کام میں گزارے ہیں سردارے۔ اگر برگ پسند آیا تو کچھ دن یہاں آزادی سے قیام کریں گے' اور صرف سیر کریں گے۔"

"آوارہ گردوں کے کیمپ نظر نہیں آئے یہاں۔"

"ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ ویسے اگر ہوں گے بھی تو کہیں دبکے پڑے ہوں گے۔"

"میں ان خیموں میں رہنے والوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"بوڑھی کا خیال درست ہے۔ نہ جانے کیوں وہ اب تک نہیں مرے۔!؟"

"ہاں۔ قاعدے سے انہیں مر جانا چاہیے تھا۔" سردارے نے کہا اور کمبل میں منہ چھپا لیا۔ اس کی گرم گرم سانسیں میری گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ دفعتاً" اس نے کمبل سے منہ نکال لیا۔

"استاد۔؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے اسے دیکھا۔

"کیا تمہاری ناک کام نہیں کر رہی۔؟"

"کیا مطلب؟" میں اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"خدا کی قسم۔ کافی۔ کافی کی مہک آ رہی ہے۔"

"دماغ کی خرابی ہے۔ میں بڑبڑایا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"سو گئے بچو۔؟"

"نہیں مہربان۔ فرمایئے" میں نے شائستگی سے کہا۔ اور بوڑھی عورت دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس میں تین کپ رکھے ہوئے تھے۔ پیالوں سے کافی کی بھاپ اٹھ رہی تھی۔

سردارے جلدی سے کمبل پھینک کر بیٹھ گیا۔

"افسوس' برانڈی نہیں ہے میرے پاس۔ ورنہ تمہیں ایک ایک پیگ دیتی۔ لو کافی پی لو۔"

"آپ نے اتنی رات گئے تکلیف کی ہے۔"

"میرے ہاں درجنوں گاہک آتے ہیں۔ خیمے لیتے ہیں۔ قیام کرتے ہیں۔ مہمان کوئی نہیں آتا۔ آج رات تم میرے مہمان ہو۔"

"آپ بے حد مہربان ہیں۔" ہم نے کافی کی پیالیاں لیتے ہوئے کہا۔

"ایک درخواست کروں گی۔" بوڑھی نے ہمارے سامنے ایک چمڑا چڑھے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"حکم دیں ماں۔"

"براہ کرم۔ اس عمارت میں چرس یا افیون مت پینا۔ مجھے سخت گھن آتی ہے۔"

"ہمارا وعدہ ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔" عورت خود بھی کافی پینے لگی۔

"کیا ہم آپ سے تعارف حاصل کر سکتے ہیں ممی۔؟"

"میرا نام دلیوارا ہے۔ میرے شوہر مسٹر فورک اندر موجود ہیں اس کے علاوہ دو لڑکیاں جولیسا اور لیزا اس عمارت میں رہتی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیزا انتہائی سنجیدہ۔ اور جولیسا اتنی ہی شوخ"

"بیٹا کوئی نہیں ہے آپ کا؟"

"نہیں۔" بوڑھی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

اور ہم خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ بڑی لذیز کافی تھی اور اس وقت اس نے جو لطف دیا تھا اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی ختم ہو گئی۔ او رہم نے کپ رکھ دیئے۔

"اب آرام کرو۔" بوڑھی پیالے اٹھاتے ہوئے بولی۔ اور باہر نکل گئی۔!

"خدا اس بوڑھی عورت کو ایک ہزار سال کی عمر عطا کرے۔" سردارے پھر کمبل میں گھستے ہوئے بولا۔ پھر اس نے کمبل کے اندر سے پوچھا۔ "استاد' سوئس کرنسی موجود ہے؟"

"ہاں۔ کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے کتنی تعداد میں۔؟"

"ضرورت ہے سردارے۔؟"

"ہاں"

"کتنی؟"

"میں ایک ہزار کمبل خریدنا چاہتا ہوں۔ اس سے کم کے بغیر یہاں گزارا مشکل ہے۔" سردارے نے کہا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہم دونوں الٹی سیدھی باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔

صبح دیر تک سوتے رہے۔ پھر سردارے کی آواز پر ہی میری آنکھ کھلی تھی۔

"اٹھو گے نہیں نواز۔؟"

"کیوں نہیں اٹھیں گے۔ اٹھنا ہی پڑے گا بھائی۔ میں نے کہا اور کمبل سے منہ نکال لیا۔ کمرہ بند تھا اس لیے باہر کا موسم پتہ نہیں چل رہا تھا ویسے اب کمرے میں بھی سردی گھس آئی تھی۔

پھر کسی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ او رہمیں جاگتا دیکھ کر اندر آ گئی۔ وہی بوڑھی عورت تھی۔

"صبح بخیر بچو۔!" اس نے مادرانہ محبت سے کہا۔

"صبح بخیر مسز فورک۔" ہم دونوں نے جواب دیا۔

"غسل کرو گے؟" مسز فورک نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے نے چیخ کر کمبل

میں منہ چھپا لیا۔

"ہم سے ناراض ہیں مسز فورک۔؟" میں نے کہا اور مسز فورک ہنس پڑی۔ اس عمر میں اس کی ہنسی بہت دلکش تھی۔ سفید گالوں میں ننھے ننھے گڑھے بے حد پیارے لگتے تھے۔

"منہ ہاتھ تو دھو ہی لو۔ پانی گرم ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا اور پھر سردارے کے ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "اٹھ بھئی۔ منہ ہاتھ دھولے تاکہ ناشتہ مل جائے۔"

"ناشتہ بغیر منہ دھوئے بھی کیا جا سکتا ہے استاد۔ کیا وقت ہو گی۔" سردار نے کہا۔

"اٹھ جا۔ اب اداکاری مت کر۔" میں نے کہا' اور خود بستر سے نکل آیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" مسز فورک نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ برآمدے میں ایک خوبصورت لڑکی اونی اسکرٹ پہنے کمر سے ایپرن باندھے لمبے ہتھے والے برش سے فرش صاف کر رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے کہا۔

"گٹن مارگن ہرن۔"

"گڈ مارننگ مس۔!" میں نے باہر کے موسم سے ٹھٹھرتے ہوئے کہا۔ سرد ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں۔ لڑکی کافی دلکش تھی۔ لیکن اس وقت اسے دیکھنے کی فرصت کسے تھی۔

"میری لڑکی لیزارا۔" عورت نے کہا۔ اور میں نے بادل نخواستہ گردن خم کر دی۔ لڑکی خاموشی سے پھر فرش صاف کرنے میں مشغول ہو گئی۔

بوڑھی مجھے ایک باتھ روم میں لائی' بلکہ زبردستی لائی' جہاں ایک برتن میں گرم پانی موجود تھا۔ ناچار میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ گرم پانی چہرے اور ہاتھوں پر بھلا معلوم ہوا۔ لیکن پھر ٹھنڈے پڑتے ہی ہوا لگی اور چہرہ سن ہونے لگا۔ میں جلدی سے باتھ روم سے نکل آیا تھا۔ اس کے بعد سردارے کی شامت آئی۔ اور وہ منہ سے پھوپھو کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ تب مسز فورک ہم دونوں کو لے کر ایک اور کمرے میں پہنچ گئی۔ یہاں ہماری ملاقات سرخ ناک' سفید چہرے اور چھوٹے قد والے مسٹر فورک سے ہوئی جس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند تھیں اور ناک کے نیچے ہٹلر کٹ مونچھیں تھیں۔ اس نے فرانسیسی ملاحوں والی گرم ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور ٹخنوں تک کے کوٹ میں لپٹا ہوا تھا۔!

"تم ہی ہو رات کے مہمان۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں موسیو فورک۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے معاف کرنا۔" رات کو میں تمہیں خوش آمدید نہ کہہ سکا۔ بیٹھو بیٹھو۔" اسنے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا نام سیسرو ہے۔ اور یہ پینٹو ہے۔" میں نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن میں تم سے مصافحہ نہیں کروں گا۔ تم باتھ روم سے آ رہے

ہو۔ یقیناً تمہارے ہاتھ ٹھنڈے ہوں گے۔ میں نے بڑی مشکل سے ہاتھ گرم کیے ہیں۔"
"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
"جولیسا۔؟" مسز فورک نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی بیٹی کو آواز دی۔
"یس ممی۔!" جواب ملا۔ بڑی دلکش آواز تھی۔
"لے آؤ!"
"یس ممی۔ اور پھر چند منٹ کے بعد میزبانوں کی دوسری لڑکی اندر آ گئی۔ سرخ
سفید، گول مول، چہرے سے شرارت ٹپکتی تھی۔ نیلی آنکھوں سے ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی۔
اس کے ہاتھوں میں ایک بڑی ٹرے تھی۔ جس میں ایک بہت بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا
اس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ٹرے میں گول چمچے اور کئی پیالے رکھے ہوئے تھے۔ اور پیالے
میں براؤن رنگ کی کوئی چیز تھی۔!
مسز فورک نے اٹھ کر پیالے سب کے سامنے سرو کر دیئے اور پھر آواز دی۔
لیزارا۔ آ جاؤ۔!"
"آئی ممی۔!" دوسری آواز سنائی دی۔ اور سردارے نے عجیب سی نگاہوں سے میری
طرف دیکھا۔ اور پھر لیزا بھی ہاتھ صاف کرتی ہوئی آ گئی۔
جولیسا پہلے ہی ایک کرسی پر براجمان ہو گئی تھی۔ تب بوڑھی عورت نے پیالے سے
براؤن سیال سب کے پیالوں میں ڈالنا شروع کر دیا۔! سردارے کچھ بے چین ہو رہا تھا۔
میں نے اس کی بے چینی بھانپ کر بوڑھی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے ممی۔؟"
"خرگوش کا شوربہ۔ پیو۔ یہ تمہاری سردی دور کر دے گا۔ ایک خاص انداز سے بنایا
جاتا ہے۔"
"حلال ہے۔" سردارے نے آہستہ سے اردو میں کہا اور پھر چمچے سے شوربہ پینے لگا۔
گرمی دور کرنے کی بات الگ تھی۔ شوربہ بے حد لذیذ تھا۔ آداب کے خلاف تھا ورنہ میں اور
طلب کرتا۔
ہم خاموشی سے شوربہ پیتے رہے۔ جولیسا کئی بار ہم دونوں کو دیکھ چکی تھی۔ پھر اس
سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑی۔ "آپ لوگ روسی ہیں۔؟"
"نہیں بے بی۔" میں نے جواب دیا۔
"مسٹر۔ میری عمر پورے سترہ سال ہے۔ براہ کرم آئندہ مجھے بے بی نہ کہیں۔"
"سوری بے بی۔" میں نے کہا۔
"پھر بے بی۔"
"اوہ۔ آئی ایم ساری مس۔ مس جولیسا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"شکریہ۔ لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"نہیں۔ ہم روسی نہیں ہیں۔"
"مجھے روسیوں کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ ہر آنے والے سے پوچھتی ہوں وہ روسی تو
نہیں ہے۔ سب منع کر دیتے ہیں۔"
"اوہ۔ بہت افسوس ہوا۔"
"فضول لڑکی ہے جی۔" بوڑھے فورک نے کہا۔
"بالکل غلط۔ پاپا اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے واقف نہیں ہیں۔ اگر آپ ثابت
کر دیں کہ میں فضول لڑکی ہوں۔ تو میں۔ تو میں آپ کو کسٹرڈ جمیری کھلاؤں گی۔" جولیسا
نے کہا۔
"نہیں مس جولیسا۔ آپ بالکل فضول نہیں ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں نے کتنی بار منع کیا ہے جولیسا۔ اجنبیوں سے اس طرح بے تکلف مت ہوا کرو۔
لیکن تم میری بات ایک کان سے سنتی ہو دوسرے سے اڑا دیتی ہو۔" سنجیدہ خاتون۔ یعنی مس
لیزا نے کہا۔
"تو میں کیا کروں۔ میرے دو کان جو ہیں۔" جولیسا نے کہا اور پھر زبان دانتوں میں دبا
کر شرارت سے ہنس پڑی۔
"اچھا اچھا۔ اٹھو تم دونوں۔ ناشتہ لے آؤ۔"
"آج ناشتے میں کیا کیا ہے ممی۔" جولیسا نے پوچھا۔
"کیوں۔؟" مسز فورک نے اسے گھورا۔
"مطلب یہ کہ ہم دونوں کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ لیزارا خود لے آئے گی۔"
"بکومت۔ تم بھی جاؤ۔" مسز فورک نے سخت لہجے میں کہا۔
"اچھا۔ خیر۔" اس نے شانے ہلائے اور پھر دونوں لڑکیاں اٹھ گئیں۔
"دیکھا تم نے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔" مسز فورک ان کے جانے کے بعد
مسکراتی ہوئی بولی۔ اور ہم دونوں بھی اخلاقاً مسکرانے لگے۔
"ویسے یہ عجیب بات ہے بچو۔ تمہارے پاس گرم لباس نہیں ہے۔"
"میں نے مادام کو بتایا تھا۔ ہمیں اس قدر سردی کی امید نہیں تھی۔ ویسے کیا برگ کے
بازاروں میں ضرورت کی ساری چیزیں مل سکتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"کیا نہیں ملتا یہاں۔ سوئٹزر لینڈ کے سب سے بڑے شہر سے عمدہ سامان یہاں کے
بازار میں موجود ہے۔ لیکن ذرا مہنگا ہے۔ کیا تمہارے پاس ضرورت کے مطابق کرنسی موجود
ہے۔؟" فورک نے پوچھا۔
"ہاں۔ ہم آج خریداری کر لیں گے۔"
"تب ٹھیک ہے۔ یہاں قیام کرو گے۔؟"

"یقیناً۔"

"کتنے روز۔؟"

"یہ برگ کی خوبصورتی پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ برگ بے حد حسین ہے۔ تم خوش ہو جاؤ گے۔ موسم کی خرابی کی وجہ
معذور ہوں۔ ورنہ تمہارے گائڈ کی حیثیت سے کام کرتا۔ یوں بھی موسم سرما ہم لوگوں
لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔"

"کیوں۔؟" میں نے پوچھا۔

"بھئی ظاہر ہے۔ کون آتا ہے اس موسم میں۔ گرمیوں کے موسم میں تو سیاحوں
ریل پیل ہوتی ہے۔ ایک بھی خیمہ خالی نہیں ملتا پورا کیمپ خیموں سے بھر جاتا ہے۔ یوں سمجھ
ہم موسم گرما میں کماتے ہیں اور موسم سرما میں خرچ کرتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں
آمدنی کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔"

"یقیناً۔ پھر بھی آپ برگ کے بازار تک ہماری رہنمائی ضرور کریں گے۔" میں
کہا۔

"ہاں۔ دھوپ نکل آئے گی تو ضرور چلوں گا۔" بوڑھے نے جواب دیا اور مسز فور
اسے گھورنے لگی۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ بوڑھے نے دھوپ کی شرط کیوں لگا دی۔ مم
ہے خریداری کے دوران کچھ رقم بن جائے۔ ان لوگوں کے حالات زیادہ بہتر نہیں معلوم ہو
تھے۔ بہرحال ہم کسی کو تکلیف بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔

"خیمے کی ضرورت تو تمہیں یقیناً ہوگی۔؟" بوڑھی نے کہا۔

"یقیناً ممی۔!"

"ہوں۔ اگر ہوٹل بازی پسند نہ ہو۔ تو لڑکیاں تم دونوں کا کھانا بھی تیار کر دیں گی۔"

"اور کیا حرج ہے اولیوارا۔ اگر یہ دونوں شریف بچے ہمارے ہی مکان کے ایک
کمرے میں رہیں۔ تم ان سے مناسب کرایہ وصول کر سکتی ہو۔" بوڑھے فورک نے ایک
اور آگے بڑھایا۔

اور عورت سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسنے گردن ہلاتے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہ
ہے۔ اگر بچے پسند کریں۔"

"اگر ایسا ہو جائے ممی۔ تو پھر ہم برگ میں چند روز ضرور قیام کر لیں گے۔ باہر
سردی میں تو نہیں کہا جا سکتا کہ برگ میں قیام بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے میرے بچو۔ لیکن وہی بات میرے لیے باعث تشویش ہے۔"

"کیا ممی۔؟"

"اس چھت کے نیچے میں منشیات کی بو نہیں برداشت کر سکتی"

"اگر یہاں کبھی آپ کو بدبو مل جائے تو میرے دوست کو بغیر لباس کے باہر نکال دیں۔
میرے خیال میں برگ میں اس سے بڑی سزا کوئی نہ ہوگی۔ گولی مار دینے کی بہ نسبت یہاں یہ
کام زیادہ اذیت ناک ہوگا۔" میں نے کہا۔

"لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔" مسز فورک نے کہا۔ "صرف دوست کو کیوں۔؟"

"اوہ۔ ممی۔ پنٹو میرا بڑا پیارا دوست ہے۔ اگر آپ ہم دونوں کو سزا دینا چاہتی ہیں
تو پنٹو کو باہر سردی میں نکال دیں۔ یہ ٹھٹھر کر مرجائے گا۔ اور پھر اس کے غم میں رو رو کر میں
جان دیدوں گا" میں نے کہا اور مسٹر اور مسز فورک ہنس پڑے۔ دیر تک ہنستے رہے اور اسی
وقت جولیسا اور لیزارا آگئیں۔ انہوں نے ناشتے کی ٹرالی۔ سنبھالی ہوئی تھی۔

ابلے ہوئے مٹر، تلے ہوئے آلو، مکھن، گھر میں بنائی ہوئی ڈبل روٹی۔ پنیر کے
ٹکڑے۔ یہ تھا ناشتہ۔ بہرحال بہت خوب تھا دونوں لڑکیاں اس انداز میں پلیٹیں سجانے لگیں، جیسے
ساری دنیا کی نعمتیں اکٹھی ہو گئی ہوں۔ پھر وہ اپنی پلیٹیں لیکر بیٹھ گئیں۔ ہم لوگ صبح کو ڈٹ
کر ناشتہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ یہ ساری چیزیں تو سردار ہی اڑا جاتا۔ لیکن ہم نے تکلف
سے کام لیا اور نزاکت سے ان میں سے کچھ چیزیں کھائیں پھر چائے پی اور ناشتہ ختم ہو گیا۔

"تم نے اس درمیان کوئی فیصلہ کر لیا ہوگا دوستو۔" مسٹر فورک بدستور کاروباری
گفتگو میں مصروف تھے۔

"کس سلسلے میں فادر۔؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ وہی تجاویز۔ جو ہم لوگوں نے پیش کی تھیں۔"

"فیصلہ تو آپ کر چکے تھے فادر۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس چھت کے نیچے چرس نوشی
نہیں ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا معاملات طے؟"

"یقیناً۔!"

"لیکن کچھ باتیں تشنہ رہ گئیں۔" مسٹر فورک بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔
سوچ رہے تھے کہ کوئی بات مسز فورک کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو رہی ہے؟"
لیکن مسز فورک پر سکون تھیں۔

"وہ کیا محترم۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ کیا تمہارا کھانا بھی یہیں تیار ہوگا؟"

"سب کچھ یہیں ہوگا مسٹر فورک۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر لباس میں ہاتھ ڈال
کر میں نے سوئس کرنسی کی ایک بڑی گڈی نکال لی۔ جولیسا کے ہاتھ سے چمچہ گر پڑا۔ مسٹر
فورک نے چائے کی پیالی جلدی سے نیچے رکھ دی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے گڈی کو دیکھنے لگے۔
مادام اور الیورا نے اس طرح آنکھیں کر لیں جیسے خود کو لاپرواہ ظاہر کرنا چاہتی

ہوں۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی ماحول پر۔ تب میں نے مسز فورک کی طرف رخ کر کے کہا۔ "یہ رکھ لیں ممی۔ ہمارے آرام کے لیے تمام بندوبست کر دیں۔ جو کچھ کم پڑ جائے پھر پیش کر دوں گا۔"

"ادھر۔ ادھر۔ عنایت فرما دیں۔ ادھر۔" مسٹر فورک بھرائی ہوئی آواز میں بولے اور مسز فورک ایک دم سنبھل گئیں۔ انہوں نے مسٹر فورک کا بڑھا ہوا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور گڈی خود لے لی۔

"یہ تو بہت بڑی رقم ہے بیٹے۔ کیا تم طویل عرصے تک برگ میں قیام کرو گے۔؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا ممی۔ اگر برگ پسند آ گیا تو جب تک دل چاہا نہ پسند آیا۔ تو ممکن ہے کل ہی واپس چلے جائیں۔

"نہ پسند آنے کی کیا بات ہے۔ یہ میری بستی ہے۔ جولیسا نے کہا۔

"جولیسا۔ معزز لوگوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سیکھو۔" مسٹر فورک نے فوراً اپنی بیٹی کو ڈانٹا۔

"میں برگ کی وکالت کر رہی ہوں پاپا۔"

"ٹھیک ہے لیکن۔"

"اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے مسٹر فورک۔ بے بی ٹھیک کہتی ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور جولیسا پھر مجھے گھورنے لگی۔ وہ دانت پیس رہی تھی۔ پھر اس نے مخصوص انداز میں کہا۔

"میری عمر پورے سترہ سال ہے مسٹر۔ میں پہلے بھی بتا چکی ہوں براہ کرم مجھے بار بار بے بی نہ کہیں۔"

"اچھا برتن سمیٹو تم لوگ۔" "مسز فورک نے کہا۔ اور لیزارا جلدی سے اٹھ گئی۔ جولیسا بھی دانت پیستی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر وہ دونوں خالی برتن ٹرالی پر رکھنے لگیں اور پھر ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"چائے اور بنواؤں بیٹے۔ ہاں ایک بار اپنے نام اور دہرا دو۔"

"میں سیمرو ہوں۔ اور یہ پنتو۔!" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہاں تو چائے۔؟"

"میرا خیال ہے اب ضرورت نہیں ہے ممی۔ ہمیں اپنے کمرے میں جانے کی اجازت دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ آؤ۔" مسز فورک نے کہا اور ہم دونوں بھی اٹھ گئے مسز فورک ہمارے ساتھ ہمارے کمرے تک آئیں۔ پھر انہوں نے بڑے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"دراصل ہمارے حالات زیادہ بہتر نہیں ہیں بیٹے۔ آج کل یہاں زبردست مقا

دوسری بہت سی پارٹیاں بھی سیزن بزنس کرنے لگی ہیں۔ اس لیے سیزن میں اتنا نہیں ملتا ہے۔ کہ پورا سال آسانی سے گزر جائے۔ ورنہ ہم بھی مہمان نوازی جانتے ہیں۔" بوڑھی کی آواز میں بھی سی لرزش تھی۔

"ارے نہیں ممی۔ سب ٹھیک ہے۔!" میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ میرے بچے۔ لیکن تم یہاں کوئی تکلیف مت اٹھانا۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ بے تکلف ہو کر کہہ دینا۔"

"یقیناً!" میں نے کہا۔ اور بوڑھی مڑ کر واپس چلی گئی۔ سردارے پھر بستر میں جا گھسا تھا اور میں دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ جہاں بوڑھی کے لباس کی سرسراہٹ ابھی تک پھیلی ہوئی تھی۔

یہ ماحول۔ یہ گھریلو انداز۔ یہ ممتا بھری آواز۔ کیسا اجنبی تھا جیسے ہم اس دنیا کے باسی ہی نہ ہوں۔ جیسے ہم کسی سیارے کی مخلوق ہوں کیسا نیا پن تھا اس ماحول میں۔ نہ جانے کہاں زندگی گزر رہی تھی۔ نہ جانے یہ سب کچھ کیوں چھن گیا تھا۔! میرے دل میں خیالات آ رہے تھے۔

"نواز جی۔! سردار کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر پڑا۔ "اور اب کیا سوچ رہے ہو۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔"

"تو آ جا کمبل میں۔" سردارے بولا۔ اور میں بھی بستر پر آ گیا۔ "یہاں تو ایسا لگ رہا ہے بھائی جیسے پورا سیزن اسی بستر میں گھسے گھسے گزارنا پڑے گا۔"

"تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر بازار چلیں گے۔"

"او نوازے۔ کیوں سردارے کی جان کا دشمن ہوا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"بھائی میرے لیے جو کچھ خریدنا ہے تم خود خرید لینا۔ میں اس بستر سے اتر کر کہیں گم جاؤں گا۔"

"اور وہ ایک ہزار کمبل کون خریدے گا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اس وقت کی بات ہے جب خیمے میں رہنے کی سوچ رہے تھے۔ اب تو یہ کمرہ ہے۔ مسز فورک سے کہیں گے کہ رات کو اسے اور گرم کر دے۔" میں سردار کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ نہ جانے ہم کتنی دیر تک خاموش رہے۔ سردارے سونے لگا تھا۔ پھر دروازہ کھلا اور لیزارا اندر داخل ہو گئی۔ اس نے تعجب سے ہم دونوں کو

"ہیلو لیزارا۔" میں نے اسے پکارا اور سردارے نے جلدی سے کمبل سے ...
لیا۔

"باہر دھوپ نکل آئی ہے۔ جناب۔ اگر آپ پسند کریں تو پاپا نے کہلوا دیا ہے۔"

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔" لیزارا واپس مڑ گئی اور سردارے نے میری طرف رخ کر ...
دبائی۔

"چڑی اور دو دو استاد۔" وہ بولا۔

"سردارے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"استاد۔!" سردارے میرے لہجے کی سردی سے چونک کر بولا

"ہم ان لڑکیوں سے فلرٹ نہیں کریں گے۔ تم نے بوڑھی عورت کی آنکھ... پیار کے وہ موتی نہیں دیکھے' جو صرف ماں کی آنکھ میں چمکتے ہیں کائنات کی کوئی شے ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اور ہم ان موتیوں کی آب نہیں چھینیں گے۔ ہم ان لڑکی... فلرٹ نہیں کریں گے۔ سردارے ہم انہیں کسی غلط فہمی میں بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"میرے حکم کی بات نہیں سردارے۔ کیا ضمیران سیدھے سادھے لوگوں ... دینا پسند کرے گا۔؟"

"ہرگز نہیں استاد۔ شرمندہ ہوں۔" سردارے نے کہا۔

"تو بھی دل کا امیر ہے سردارے۔ اور دل کے امیر اوناسس' فورڈ' دادا ... آدم جی سے بہتر ہوتے ہیں۔ آ اٹھ باہر چلیں۔"

"بدن کا امیر نہیں ہوں استاد۔ مجھے یہیں رہنے دو۔"

"ارے دھوپ نکل آئی ہے باہر۔"

"مذاق کرنے آئی ہو گی۔ بھلا وہ اس برف کی زمین کا کیا۔۔۔ بگاڑ لے گی۔"

"اٹھ جا یار۔ کیا لڑکیوں کی طرح نخرے کر رہا ہے۔" میں نے کمبل اس پر ... دیا۔ اور سردارے نے بستر سے چھلانگ لگا دی۔ جوتے پہن کر ہم باہر نکلے۔ کمرے ... قدم رکھا تھا کہ جولیسا نظر آ گئی وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر اور زور ... پھر پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگی۔

"ارے کیا ہوا جولیسا۔؟"

"باہر چل کر دیکھ لیں' دل خوش ہو جائے گا مسٹر سیسرو۔"

"پھر بھی ہوا کیا۔؟"

"آپ کی گاڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ پھر۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ سردارے بھی اسے گھورنے لگا۔

"ایک خاتون معہ اپنے چار عدد بچوں کے آپ کی گاڑی میں موجود ہیں۔ ڈیڈی۔ ممی اور لیزارا تینوں بڑی دیر سے ان سے درخواست کر رہے ہیں کہ اب دھوپ نکل آئی ہے۔ وہ باہر تشریف لے آئیں۔ لیکن وہ کسی قیمت پر باہر آنے کو تیار نہیں ہیں۔"

"اوہ۔ بیچاری۔ نہ جانے کون ہو گی۔ بچے بھی ہیں اس کے ساتھ۔؟" سردارے نے ہمدردی سے کہا۔

"ایک دو نہیں۔ پورے چار عدد جناب۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ انہیں آرام کرنے دو۔" سردارے بولا۔

"آؤ۔ دیکھیں۔" میں نے کہا۔ جولیسا برابر ہنس رہی تھی۔ ماں کی طرح اس کے گالوں میں بھی حسین گڑھے پڑ جاتے تھے۔ وہ ہمارے آگے آگے پھدکتی ہوئی باہر نکل گئی۔

باہر قدم رکھا۔ سرسبز گھاس کے ڈھلے ڈھلے میدان' تاحد نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ سامنے دریا تھا۔ جس سے تھوڑے فاصلے پر چند خیمے لگے ہوئے تھے۔ سردارے نے انہیں دیکھ کر جھرجھری لی۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ طویل خودکشی کرنے آئے ہیں۔ پتہ نہیں میرا جملہ درست ہے یا نہیں۔" وہ آہستہ سے بولا۔

جولیسا گاڑی کے پاس پہنچ گئی۔! لیکن وہاں کی صورت حال سنگین تھی۔ لیزارا فرش صاف کرنے والے برش کے ڈنڈے سے اندر موجود ہستی کو ٹھیل رہی تھی۔

"ارے۔ ارے لیزارا۔ رہنے دو۔ رہنے دو۔ کون خاتون ہیں۔ کیا بات ہے۔؟" میں جلدی سے بولا۔ "اگر کسی نے اپنے بچوں کے ساتھ میری گاڑی میں پناہ لے لی ہے تو گاڑی کا کیا بگڑے گا۔"

لیکن جولیسا کی بے تحاشا ہنسی کا مقصد قریب پہنچ کر سمجھ میں آیا۔ سفید رنگ کی بڑے بالوں اور چھوٹے قد کی ایک کتیا تھی جس کے ساتھ اس کے چار اسی جیسے بچے بھی تھے۔ سب اسے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن وہ کسی قیمت پر باہر آنے کو تیار نہیں تھی۔

"اوہ۔ تو یہ خاتون ہیں مس جولیسا۔؟"

"جی ہاں۔ آپ سے پرانی شناسائی تو نہیں ہے؟" جولیسا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"پھر بے وقوفی کی بات۔" مسز فورک نے اسے ڈانٹا اور جولیسا نے شانے اچکا کر زبان دانتوں میں دبالی۔ پھر ہنس پڑی۔

"اب کیا کریں مسٹر سیسرو۔ آپ شاید دروازہ کھلا چھوڑ گئے تھے؟"

"آرام کرنے دیں اسے۔ نکل جائے گی خودبخود۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ لیکن یہ آپ کا سامان خراب کرے گی۔"

"سامان ہم اٹھائے لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر سردارے کو اشارے سے کہا۔

سردارے گاڑی کے پچھلے حصے سے سامان اٹھا کر اندر لے جانے لگا۔ اور ہمارا سامان دیکھ کر مسز فورک کی آنکھیں گول ہو گئیں۔ ہماری پوزیشن کا اندازہ پہلے تو انہیں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر ہو گیا تھا۔ پھر قیمتی لینڈروور دیکھ کر ہوا گا اور اب سامان دیکھ کر جو خاصا قیمتی تھا۔!
سربند خوراک اور دوسری چیزیں۔ ایسا سامان گاڑی میں چھوڑ دیا گیا تھا جس کی فوری ضرورت نہیں تھی۔ مسٹر فورک اور ان کی دونوں لڑکیوں نے بھی ہماری مدد کی۔ اور سامان اندر پہنچ گیا۔

دفعتاً" سردارے نے جھک کر جولیسا کے کان میں کچھ کہا اور جولیسا اسے دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ان دونوں نے کیا بات کی تھی۔ لیکن پھر جولیسا بول پڑی۔ "اور اگر تم نہ کر سکے۔؟"

"تو میں تمہیں بڑے بالوں والی کھال کا ایک کوٹ خرید کر دوں گا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ شرط ہے۔ اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب تو خدایا۔ تم کسی طرح نہ جیت سکو۔!" جولیسا نے بڑے خشوع و خضوع سے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی بتا دوں گا استاد۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ خطرہ مول لے کر گاڑی میں چڑھ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ بیٹری مر تھی اس لیے بے شمار سیلف مارنے پڑے تب کہیں جا کر گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی غالباً کتیا کو اتارنے کی شرط ہوئی تھی۔

"سردارے۔" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"بس ابھی لو استاد۔ ایسے جھٹکے دوں گا اس کتیا کی بچی کو کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔" سردارے نے اردو میں کہا۔

"کیا تم اس لڑکی کی آنکھوں کے چراغ بجھا دو گے سردارے' جس کی آنکھوں میں بڑے بالوں والا کوٹ لہرا رہا ہے۔ کیا یہ شرط جیت کر تم بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔؟" میں نے اردو میں ہی کہا۔

اور سردارے نے جلدی سے سوئچ آف کر دیا۔ انجن بند ہو گیا۔ پھر سردارے بند انجن کو ہی سیلف مارتا رہا' اور پھر منہ لٹکائے نیچے اتر آیا۔ کتیا اب بھی اندر تھی۔!

"کیا ہوا پنٹو۔؟" جولیسا کا چہرہ خوشی سے چقندر ہو رہا تھا۔

"نہیں اترتی کمبخت۔ اور یہ انجن اسٹارٹ نہیں ہو رہا۔ ورنہ جھٹکے دے دیکر میں

اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔"

"لیکن تم شرط تو ہار گئے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔"

"ہاں۔!" سردارے نے جواب دیا۔

"تو پھر لاؤ کوٹ۔"

"ارے تو کیا میری جیب میں رکھا ہے۔ بازار کھلے تو خرید لاتا۔"

"بائی گوڈ۔ تم سنجیدہ ہو۔؟" جولیسا حیرت سے بولی۔

"مجبوری ہے۔ شرط ہار گیا ہوں۔"

"جولیسا۔ کیا بدتمیزی ہے۔ تم مستقل ان شریف لوگوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔" مسز فورک نے اسے ڈانٹا۔

"ممی۔ میں نے شرط جیتی ہے۔ اب یہ مجھے بڑے بالوں کی کھال کا کوٹ دلائیں گے۔ پلیز ممی۔"

"شٹ اپ۔!" مسز فورک نے اسے ڈانٹا۔

"نہیں مانوں گی۔ بائی گاڈ۔ نہیں مانوں گی۔ اس کے بعد آپ کہیں گی تو میں ان کا احترام کروں گی۔ لیکن میں شرط جیت گئی ہوں۔"

"ہاں مسز فورک۔ آپ اس سلسلے میں مداخلت نہ کریں۔ اس نے شرط لگائی کیوں تھی۔" میں نے جولیسا کی حمایت کی۔

"ارے تم لوگ اس کی باتوں میں مت آنا بیٹے۔ پوری شیطان ہے۔ ہر گھنٹے کے بعد ایک شرط لگائے گی۔" مسز فورک نے کہا اور پھر لیزارا سے بولی۔ "لیزارا۔ کرسیاں دھوپ میں لے آؤ۔ اور ہاں بچو۔ دوپہر کے کھانے میں کیا پسند کرو گے۔؟"

"آپ کی پسند سے ممی۔ ہم تو یہاں اجنبی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

دھوپ پورے میدان پر پھیل گئی تھی۔ لیکن ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور دھوپ کی ایک نہ چل رہی تھی۔ سردار کے بدن پر اب بھی کپکپی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو گیا۔

جب ہم کافی دھوپ کھا چکے تو میں نے بوڑھے فورک سے کہا "آپ کے خیال میں آج کا موسم کیسا ہے۔؟"

"دھوپ ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔" فورک نے جواب دیا۔

"تو پھر شاپنگ کی کیا رہی۔؟"

"ہاں۔ ہاں میں تیار ہوں۔ تھوڑی دیر اور رک جاؤ۔ اس کے بعد بازار چلیں گے۔ یہاں بازار ذرا دیر سے کھلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

اور پھر دن کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے، جب ہم شاپنگ کے لیے جانے کو تیار ہو گئے۔ میرے اصرار پر لیزارا اور جولیسا بھی تیار ہو گئیں حالانکہ مسز فورک انہیں منع ہی کر رہی تھیں۔

مسٹر فورک کی سرکردگی میں ہم بازار چل پڑے۔ بات پیدل چلنے کی ہی ہوئی تھی یوں بھی برگ کا بازار زیادہ دور نہیں تھا۔ قصبے کی اکلوتی سڑک پر آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ الپس کے دیہاتی کسان چھکڑوں پر دودھ کے کنستر اور سبزیوں کی ٹوکریاں لادے قصبے کی آ رہے تھے چھکڑوں کو پستہ قد گھوڑے کھینچ رہے تھے۔

بازار کی دوکانیں اور قہوہ خانے کھل چکے تھے۔ ایک طرف ٹورسٹ آفس کا بورڈ آویزاں تھا۔ بازار چھوٹا تھا، لیکن اس کی دوکانیں خوب بڑی، خوبصورت اور ساز و سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ ان دوکانوں میں کوہ پیمائی کے جدید ترین سامان اور برف پر پھسلنے کے سامان کی دوکانیں نمایاں تھیں۔!

ہم بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے گئے۔ اور دوسرے سرے پر پہنچ کر مسٹر فورک نے کہا۔ "بس۔ یہاں پر برگ کا بازار ختم ہو جاتا ہے۔"

"خوب۔ ہم نے سوچا پہلے بازار دیکھ لیں اس کے بعد خریداری کریں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ کس چیز کی حاجت ہے؟"

"بس سردی سے بچنے کے لیے ضروری سامان۔ باقی تو تم دیکھ چکے ہو۔ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔"

"تب آؤ۔ میں تمہیں "ایڈس دی کیوے" لے چلوں۔ بازار کی سب سے خوبصورت دوکان ہے۔ اور اس کے ہاں ضرورت کی ساری چیزیں موجود ہیں۔" فورک نے کہا۔

"چلو۔" میں نے جواب دیا۔ فورک ہمیں جس دوکان میں لایا وہ بلاشبہ اچھا خاصا ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا۔ کئی سیلز مین اور سیلز گرل تھیں۔ خوبصورت مجسموں سے آراستہ تھی جو لباس وغیرہ کی نمائش کرتے تھے۔ بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ دونوں لڑکیاں دوکان میں داخل ہوتے ہوئے جھجکی تھیں لیکن بالآخر داخل ہو گئیں۔

سیلز مین ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔!

"بڑے بالوں والے پوستین۔ اندر باہر سے خوب گرم۔" فورک نے سیلز مین کو بتایا۔

"براہ کرم اس طرف تشریف لے آئیں۔" سیلز مین نے خوش اخلاقی سے کہا اور ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ تب اس نے نفیس اقسام کے مختلف پوستین نکال کر ہمارے سامنے ڈھیر کرنا شروع کر دیئے۔ اس سے قبل اس نے میرا اور سردار کا ناپ لے لیا تھا۔ میں نے ایک انتہائی خوبصورت چیتے کی کھال کی پوستین پسند کی جو اندر سے خوب گرم تھی۔ اس کے ساتھ

کانوں کو ڈھک لینے والی ٹوپی بھی تھی، دستانے بھی تھے۔ بڑی نفیس اور قیمتی چیز تھی۔ اور سردارے نے بالکل اسی تراش کی، لیکن بڑے بالوں والے ریچھ کی کھال کی پوستین پسند کی تھی اور سیاہ سویڈش پوستین میں، ٹوپی پہن لینے کے بعد وہ دور سے کوئی ریچھ ہی معلوم ہو رہا تھا۔

دونوں لڑکیاں اسے دیکھ کر ہنس پڑیں۔ اور سردارے منہ سے ریچھ کی سی آوازیں نکالنے لگا۔

"مسخرہ پن مت کرو۔ سب تمہیں دیکھ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہی تو خوبی ہے اس پوستین کی۔ خرید لوں۔؟"

"ضرور خریدو۔ میدانی ریچھ معلوم ہو رہے ہو۔"

"ریچھ اور چیتے یکجا ہیں۔ ویسے خوب گرم ہے۔ سردی بھاگ گئی۔ اور ہاں، یار وہ شرط۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ ہارے ہو تو پوری کرو۔"

"تھینک یو باس۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ جولیسا کو لیکر لیڈیز کاؤنٹر پر چلا گیا۔ ہم لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ "لیڈیز فرکوٹ" اس نے کہا اور سیلز گرل نے گردن جھکا دی۔ اور پھر اس نے انتہائی۔۔۔ خوبصورت کوٹ دکھائے۔ جولیسا کا چہرہ خشک ہو رہا تھا۔

"پسند کریں میڈم۔" سردارے نے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ اوہ مسٹر پنٹو۔ تھینکیو تھینکیو۔ بس کافی ہے۔" آخر میں وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"ارے میں احسان نہیں رکھتا کسی کا۔ وہ کتیا کی بچی اب بھی نہ بھاگی ہو گی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"بھاگ جائے گی۔ بھاگ جائے گی، بس ٹھیک ہے۔" جولیسا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ اور کاؤنٹر سے پیچھے ہٹ گئی۔

"مس جولیسا۔ براہ کرم جلدی کریں۔ میں شرط پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ۔ یہ بہت قیمتی ہوں گے مسٹر پنٹو۔"

"میں فقیر نہیں ہوں۔ سمجھیں۔"

"کوئی معمولی سا کوٹ دکھا دیں مس۔" جولیسا نے ایک حسین کوٹ پر غیر اختیاری انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ سیلز گرل اب دوسرے کوٹ نکال رہی تھی۔ بڑے میاں لاتعلق کھڑے تھے۔

تب میں نے لیزارا کی طرف دیکھا۔ خاموش لڑکی کاؤنٹر سے کافی پیچھے کھڑی تھی۔!

"مس لیزارا۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جناب۔" وہ چونک پڑی۔

"برن میں۔ میری ایک عزیزہ رہتی ہے۔ آپ کا سا قدو قامت ہے اس کے علاوہ ان کی ممی بھی ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان دونوں کے لیے کوئی عمدہ سا کوٹ خریدوں، لیکن عورتوں کی پسند مجھے نہیں معلوم۔ کیا۔ آپ میری مدد کریں گی۔"

"ضرور مسٹر سیسرو۔! کیا آپ ان کے لیے قیمتی کوٹ خریدنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ جو سب سے عمدہ ہوں۔"

"اگر آپ میری پسند پر اعتماد کریں تو میں حاضر ہوں۔"

"مکمل اعتماد۔ لیکن سب سے عمدہ ہونا چاہیے۔" اور لیزارا آگے بڑھ آئی۔ بلاشبہ اس کی پسند بے حد پیاری تھی۔ اس نے کریم کلر پر ہلکی براؤن دھاریوں والے کوٹ پسند کیے اور پھر میری عزیزہ کی ممی کا سائز پوچھنے لگی۔

"بالکل آپ کی ممی کی طرح۔!"

"کمال ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے دو کوٹ منتخب کر لیے۔

"ان کے ساتھ دستانے اور انہی کی کھال کے جوتے بھی ہوتے ہیں۔" لیزارا بولی۔

"ہاں۔ وہ تو بہت ضروری ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن جوتوں کا سائز؟" لیزارا بولی۔

"یقیناً۔ ان کے پاؤں آپ کے اور ممی جیسے ہوں گے۔ اسی سائز کے نکلوا لیں۔"

لیزارا نے جب جوتے پہنے تو اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سی چمک لہرائی تھی۔ بہرحال میں نے بھاری رقم ادا کر کے یہ چیزیں خرید لیں۔

سارے سیلز مین اور سیلز گرل ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے، صبح ہی صبح ایسی بھاری خریداری کی انہیں امید نہیں تھی۔ دوسری طرف جولیسا کی بری حالت تھی۔ اس نے ایک معمولی سا کوٹ پسند کیا تھا۔ سردارے نے اس کی پسند کا کوٹ اسے خرید دیا۔ اس کے بعد اس نے ایسا ہی ایک کوٹ خریدا جیسا میں نے لیا تھا۔ دستانے اور جوتے بھی خریدے اور اپنی بغل میں دبا لئے۔ تب ہم بڑے میاں کی طرف مخاطب ہوئے۔

"مسٹر فورک۔ براہ کرم آپ میرے دادا کے لیے ایک عمدہ سا سردی کا لباس منتخب کر دیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ان کی عمر کیا ہے مسٹر سیسرو۔"

بس۔ بالکل آپ کی مانند۔"

"تب ان کے لیے وہ بھاری چغہ خرید لو۔ اس سے عمدہ چیز کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ پائپ پیتے ہوں تو چمڑے کا یہ پائپ ان کے لیے سب سے عمدہ تحفہ ہو گا۔"

چنانچہ وہ دونوں عمدہ تحفے بھی خرید لئے گئے اور خاصی رقم ادا کر کے لدے پھندے باہر نکل آئے۔ لیکن مسٹر فورک کاؤنٹر مینجر کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے بے تکلفی سے کہا۔

"میرا کمیشن۔"

"حاضر ہے۔ مسٹر فورک۔!" مینجر پہلے ہی بل بنا چکا تھا۔ اور چونکہ بھاری خریداری ہوئی تھی اس لیے کمیشن بھی بھاری ہی تھا۔ ظاہر ہے مسٹر فورک سیاحوں کو خریداری کراتے ہوں گے اور ان کا باقاعدہ معاملہ طے ہو گا۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ سامان کا ڈھیر اٹھائے ہوئے ہم واپس کیمپنگ پہنچ گئے۔

مسز فورک نے باہر ہی ہمارا استقبال کیا تھا۔ "ارے۔ فضول خرچ بچو۔ کیا کیا خرید ڈالا تم نے۔"

"ممی۔ یہ میرا کوٹ۔" جولیسا نے اپنا معمولی سا کوٹ ممی کے سامنے کر دیا۔

"مہمانوں کے ساتھ تمہاری یہ بدتمیزی کچھ اچھی نہیں ہے جولیسا" مسز فورک سنجیدگی سے بولیں۔

"مم۔ میں نے تو منع کیا تھا ممی۔ بعد میں۔ میں نے منع کیا تھا لیکن۔"

"ایک بدتمیزی میں نے بھی کی ہے ممی۔ لیکن اس کے بارے میں آپ کو تنہائی میں بتاؤں گا۔"

"کیا بات ہے بیٹے۔؟"

"کیا آپ تنہائی میں چلیں گی۔؟"

"آؤ۔ اندر آؤ۔" انہوں نے کہا اور میں نے بنڈل اٹھا لئے سب لوگوں کو چھوڑ کر ہم اندر پہنچ گئے! اور پھر ایک کمرے میں داخل ہو کر مسز فورک نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا۔

"ممی۔ آپ کی نگاہوں میں ہماری کیا حیثیت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھی بیٹے۔؟"

"کیا سارے سیاحوں سے آپ اسی اپنائیت سے پیش آتی ہیں۔"

میں نے سوال کیا اور بوڑھی عورت کے چہرے پر عجیب سی کشمکش پھیل گئی۔ وہ کئی سیکنڈ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اس سوال کا جواب میرے لیے مشکل ہے میرے بچے۔ مگر بات کیا ہے؟"

"لیکن مجھے جواب کی ضرورت ہے ممی۔"

"میرے خیال میں اس کا جواب خود تم نے دے دیا ہے۔ یہاں آنے والے عموماً مجھے مسز فورک، میڈم یا پرانی عورت کہتے ہیں۔ لیکن تم جب سے آئے ہو مجھے ممی کہہ رہے ہو۔ اور۔ میرے بچے۔ یہ لفظ ایسا ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت سے کہہ دیا جائے تو اس کے دل میں ممتا پیدا ہو جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں دوسروں سے مختلف ہوں؟"

"ہاں۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ "اگر تم مجھے دوسروں سے جدا نہ معلوم ہوتے تو' لاکھ سردیاں سہی۔ میں تمہیں اپنے مکان میں نہیں ٹھہراتی۔"

"تھینک یو ممی۔ آپ نے میری بڑی مشکل حل کر دی۔"

"کیا مشکل پیش آ گئی تھی؟" مسز فورک نے پیار سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دراصل اپنے لیے پوستین خریدتے ہوئے آپ کے لیے بھی کچھ خرید لیا۔ میں نے سوچا آپ ناراض نہ ہوں۔ لیکن اپنے بیٹے سے ممی کیوں ناراض ہوں گی۔ ممی پلیز۔ آپ یہ مجھے پہن کر دکھا دیں۔" میں نے بوڑھی عورت کے لیے خریدا ہوا قیمتی کوٹ زبردستی اس کے شانوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھی ہکا بکا رہ گئی۔!

میں اسے کوٹ پہنانے لگا۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اور جب میں نے اسے دستانے پہنانے کے بعد ٹوپی پہنائی۔ پھر نیچے بیٹھ کر جوتا پہنانے لگا تو ممی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جھکی اور اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"سیسرو۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ممی۔" میں نے اس کے جوتے کا بند باندھتے ہوئے کہا اور پھر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"ہم نے ایسا کوٹ کبھی نہیں پہنا بیٹے۔ ہم اس کے لائق نہیں ہیں۔!"

اور نہ جانے کیوں بوڑھی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرے دل کے کچھ سوراخ بھی کھل گئے۔ ایک گولہ سا حلق میں آ پھنسا۔ یہ نئی کیفیت تھی جو بہت دن کے بعد پیدا ہوئی تھی۔

"میں بہت چھوٹا سا تھا ممی۔ جب میری ماں مر گئی تھی۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں دیکھی۔ لیکن وہ ماں کا مذاق تھی۔ صرف مظالم کرنے والی۔ دوسری ماں۔ ماں کی طلب میرے دل سے مٹ گئی۔ لیکن ماں جیسی دوسری محبت بھی مجھے کبھی نہ مل سکی۔ پھر جب میں نے ہوش سنبھالا تو کئی بار ماں کے بارے میں سوچا۔ لیکن اس کا حصول میرے لیے ناممکن تھا۔ مجھے کبھی ماں نہیں ملی۔ ہاں ماں کی شکل کی کوئی بھی چیز میرے دل میں وہ طلب جگا دیتی ہے اور پھر میرا دل چاہتا ہے کہ میرے لیے بھی کسی کی آنکھوں میں مامتا ہو۔ کوئی پیار سے میری پیشانی چوم لے۔ اسی جذبے کے تحت میں نے آپ کے لیے یہ خرید لیا تھا۔ اگر آپ قبول نہ کریں گی تو۔۔۔۔ تو میں اسے واپس کر دوں گا۔"

نہ جانے کیوں میں اس قدر جذباتی ہو گیا تھا۔ پھر مجھ سے وہاں نہ رکا گیا اور میں باہر نکل آیا۔ بوڑھی کھڑی رہ گئی تھی۔!

باہر سردارے اور جولیسا پھر کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ اور مسٹر فورک دونوں کے درمیان مصالحت کرا رہے تھے۔ لیزارا ایک طرف کھڑی ہنس رہی تھی۔!

"دیکھو' پھر ہار جاؤ گے۔ میں کہتی ہوں پھر ہار جاؤ گے۔" جولیسا آنکھیں نکال کر کہہ رہی تھی۔

"ہار گیا تو یہ دوسرا کوٹ بھی تمہیں دے دوں گا۔" سردارے بولا۔ "لیکن اگر تم ہار گئیں تو۔؟"

"جو تم کہو گے۔ میں۔ میں تمہارا پہلا کوٹ بھی واپس کر دوں گی۔"

"منظور۔!" سردارے نے کہا۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور جولیسا اور سردارے کی الجھن میں الجھ کر وہ کیفیت بھولنے کی کوشش کرنے لگا جو میرے اوپر طاری ہو گئی تھی۔

"اوہو۔ سیسرو۔ سیسرو۔ دیکھو یہ لوگ پھر نئی شرط لگا بیٹھے۔" بوڑھے فورک نے مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا شرط ہے مسٹر فورک۔؟" میں نے پژمردگی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ لیکن اس وقت مسز فورک باہر نکل آئیں۔ وہ اسی کوٹ اور ٹوپی میں تھیں جو میں نے انہیں پہنائی تھی۔ دونوں لڑکیوں اور مسٹر فورک نے انہیں دیکھا اور اچھل پڑے۔ "اوہ۔ ممی۔ اوہ۔ ممی۔" جولیسا شرط بھول کر مسز فورک کی طرف لپکی اور اس کے شانے پکڑ کر چیخنے لگی۔

"اوہ۔ کتنی سوئٹ لگ رہی ہیں آپ۔ ہائے' کتنا خوبصورت کوٹ ہے۔ آہ۔ یہ دستانے۔ کیسے پیارے ہیں؟ ممی' ممی۔ حیرت انگیز' خدا کی قسم بہت عمدہ۔"

اور مسز فورک مسکرا رہی تھیں۔ ایک پراطمینان مسکراہٹ۔ پھر اس نے مجھے آواز دی۔ "سیسرو۔ سیسرو۔"

"ممی۔!" میں نے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ دوسرے کوٹ کس کے ہیں؟" مسز فورک نے ٹھوس آواز میں پوچھا تھا۔

"ممی۔ یہ لیزارا کا۔ یہ فادر فورک کا اور یہ جولیسا کا۔!"

"بڑے فضول خرچ ہو تم۔ چلو لڑکیو۔ اپنے اپنے کوٹ سنبھالو۔" مسز فورک نے کہا۔ لیزارا کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ وہ جھجکی۔ لیکن جولیسا نے اس خوبصورت کوٹ پر جھپٹا مارا اور اسے لیکر بھاگ گئی۔! لیزارا سحر زدہ سی بوڑھی عورت کے پاس پہنچی تھی۔ سب سے دلچسپ حالت مسٹر فورک کی تھی۔ وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں گے کہ آج کا دن بڑا منافع بخش ہے۔ خاصا کمیشن بھی بن گیا اور مال اپنے کا اپنا۔!

دوپہر کے کھانے پر بہت سی چیزیں تھیں۔ بی لیزارا کتنی ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں' ان کے چہرے کی مسرت بھی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ میں اور سردارے بڑی فراخدلی سے ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ تب میں نے جولیسا سے پوچھا۔

"جولیسا۔ برگ کے تفریحی مقامات کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"بہت سے عمدہ مناظر بکھرے پڑے ہیں مسٹر سیسرو۔ برگ کا قلعہ' جو پندرھویں صدی میں تعمیر ہوا اور قدیم ٹاؤن ہال' اس کے علاوہ کیمپنگ کے ساتھ والی سڑک' ایلپس میں گھرے ہوئے کہسار اور برف کے وسیع تودوں تک جاتی ہے۔"

"تو پھر آج ہم قلعہ دیکھیں گے' ٹاؤن ہال دیکھیں گے اور پھر کل ذرا جلدی
الپس کے دیہات دیکھیں گے۔"

"میں اپنا کوٹ پہن کر جاؤں گی ممی۔" جولیسا خوش ہو کر بولی۔

"اور میں اپنا چغہ۔ بہت دن سے میرے دل میں اس کی آرزو تھی لیکن کبھی
کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔" بوڑھے فورک نے بھی جولیسا کے سے انداز میں کہا۔

لیکن ان دونوں کی بات پر مسز فورک نے منہ نہیں بنایا تھا۔ بلکہ مسکراتی رہی
موسم میں تیزی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اس لیے کہیں جانے آنے میں کوئی دقت
تھی۔ میں نے اور سردارے نے عمدہ سوٹ پہنے اور پوستین کندھوں پر ڈال لیں۔

پھر جب ہم باہر نکلے تو لڑکیاں' مسز فورک اور مسٹر فورک تیار تھے۔ انہوں نے
دیکھا۔ اور دیکھتے رہ گئے۔! پھر انہوں نے آہستہ سے ایک دوسرے سے کچھ کہا بھی تھا۔
کے قریب پہنچ گئے۔ بوڑھی عورت مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ ہم سب
میں آ بیٹھے۔ سردارے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور مسٹر فورک اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں
عورتوں کے ساتھ لینڈروور کے پچھلے حصے میں آ بیٹھا تھا' لینڈروور اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔
فورک سردارے کو راستہ بتاتے جا رہے تھے۔!

ہم چار گنبدوں والے قلعے میں پہنچ گئے۔ پس چہار دیواری تھی اور کوئی خاص بات
تھی اس میں۔ لیکن فورک اور ان کے خاندان کا دل رکھنے کے لیے ہم نے اس پر کوئی
کیا۔ پھر ٹاؤن ہال دیکھا اس کے بعد ایک قہوہ خانے میں بیٹھ کر قہوہ پیا اور رات ہوگئی۔
بہت خوش تھیں۔ خوبصورت کوٹ پہنے وہ بے حد اترا رہی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی
بڑی دولت مل گئی ہو۔ یا خواب دیکھ رہی ہوں۔

اور پھر ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔!

اس بار ایک مختصر راستہ اختیار کیا گیا۔ اور کیمپنگ تک پہنچنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی
کچھ اور سر پھرے یہاں موجود تھے۔ دو نوجوان جوڑے جو آوارہ گرد تھے اور مکان کی
کے قریب بیٹھے چرس کے دم لگا کر خود کو گرم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مفلوک الحال
تھے۔ بدن سے گودڑے لپیٹے ہوئے تھے۔

ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کیا بات ہے؟" مسز فورک نے گاڑی سے اترتے ہوئے
پوچھا۔

"ہمیں خیمہ درکار ہے۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"پیسے ہیں جیب میں۔؟"

"غلطی سے کٹ گیا ہے۔"

"کتنے۔؟" نوجوان نے پوچھا۔

"کتنے ہیں نکالو۔" مسز فورک نے کہا اور نوجوان نے جیبوں کی تلاشی لی۔ دوسرے
دُں بھی جیبیں ٹٹولنے لگے تھے۔ بمشکل تمام چند سکے ان کے پاس نکل سکے۔ اور انہوں نے وہ
سامنے کر دیئے۔!

"لعنت ہے تم پر۔ یہ خیمے کا کرایہ ہے۔؟"

"اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہمارے پاس۔"

"کب تک قیام کرو گے؟"

"کل صبح چلے جائیں گے۔" ایک نوجوان نے کہا۔

"مرو۔ لیزارا۔ انہیں خیمہ دے دو۔" مسز فورک نے سکے ایک نوجوان کی جیب میں
ٹھونستے ہوئے کہا اور لیزارا نے گردن ہلا دی "سردیاں نہ ہوتیں۔ تو میں انہیں دھکے مار مار کر
نکال دیتی۔ ایک آنکھ نہیں بھاتے مجھے یہ نکمے۔ پھوٹی کوڑی جیب میں نہیں اور سیر کو نکل کھڑے
ہوئے۔"

ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ اور پھر لباس تبدیل کرنے چلے گئے۔ "استاد۔!"
سردارے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا بات ہے۔؟"

"کچھ دیکھا۔؟"

"کیا۔؟"

"ارے نئی آنے والی قیامتوں کو۔ ہائے ہائے۔ رس گلے تھے رس گلے۔! سردارے
نے چٹخارہ بھرتے ہوئے بولا۔

"واقعی! میں نے غور نہیں کیا۔"

"میں تو مستقل غور کر رہا تھا استاد۔"

"مگر یار ہم تو یہاں قیام پذیر ہیں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا

"یہ تو خیر ٹھیک ہی ہے' ان خیموں میں رات نہیں گزاری جا سکتی' لیکن استاد اور بھی
تو طریقے ہو سکتے ہیں۔"

"کیا۔؟"

"رات کو خاموشی سے چلیں گے۔ اگر پتہ چل گیا تو کہدیں گے کہ نشہ آور اشیاء کی
تلاش میں گئے تھے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سردارے کی بات سے میں نے اتفاق کر
لیا تھا۔ ویسے جو ماحول مجھے اب ملا تھا۔ وہ واقعی میرے لیے بہت پرکشش تھا۔ ایک عجیب سی
کیفیت روح میں رچ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ذرائع سے تھوڑی سی تفریح
بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ یوں بھی یہ برفانی راتیں بہت سے تقاضے کرتی تھیں۔

تینوں ماں بیٹیاں بہت خوش تھیں۔ مکان کے باورچی خانے سے بہت سی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ شاید بہت عمدہ کھانا تیار ہو رہا تھا۔ تب مسٹر فورک میرے پاس آ گئے۔!

"کھانے میں تو دیر لگے گی بچو۔ لیکن اگر کافی پی لی جائے تو کیا حرج ہے۔؟"

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر فورک۔!" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"لیکن اس سلسلے میں تھوڑی سی مدد تمہیں بھی کرنا پڑے گی۔!"

"فرمائیے۔" سردارے نے کہا۔

"ذرا اولیورا سے کافی کے لیے کہدو۔" مسٹر فورک نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ لیکن مسٹر فورک کی لاج رہ گئی۔ لیزارا دروازے میں نظر آئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی۔

"ممی نے کہا ہے کھانے میں دیر ہے۔ جب تک آپ لوگ کافی پئیں۔" اس نے کہا۔

"تمہاری ممی بڑی زیرک ہیں۔ ہمیشہ مناسب بات سوچتی ہیں۔ یہ بچے کافی کی شدید ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ لاؤ رکھ دو۔ اور ہاں اگر بنا بھی دو تو کیا حرج ہے۔" اور لیزارا مسکراتی ہوئی کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے سب کو کافی سرو کر دی۔

رات کے کھانے پر بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ان میں سے کچھ جولیسا نے تیار کی تھیں اور بڑھ چڑھ کر ان کی تعریفیں کر رہی تھی۔ سب مسکرا رہے تھے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن اچانک مسز فورک کھاتے کھاتے رک گئیں۔ ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیوں۔ کھاؤ۔ رک کیوں گئیں۔؟" مسٹر فورک سالم مچھلی اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولے۔

"فورک۔ تم نے ان ولدالحراموں کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

"کون سے والد الحرام؟" مسٹر فورک نے مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہی۔ جن کی جیب میں سب کچھ ملا کر بھی اتنے پیسے نہیں تھے کہ ایک ہی آدمی کی خوراک حاصل کر سکتے ہیں۔"

"جہنم میں جائیں۔ کیوں مارے مارے پھرتے ہیں۔" مسٹر فورک ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"نہیں فورک۔ ایک تو سردی میں مریں گے۔ پھر بھوکے بھی ہوں گے۔" مسز فورک نے درد سے کہا۔ اور میری نگاہیں اس عظیم عورت کے چہرے کے تقدس کا جائزہ لینے لگیں۔

"ارے تو پھر کیا کیا جائے۔؟" مسٹر فورک باقی مچھلی اپنے بھاڑ جیسے منہ میں ٹھونستے ہوئے بولے۔

"کھانا بہت ہے۔ خراب کرنے سے کیا فائدہ۔ انہیں پہنچا دیا جائے۔" مسز فورک نے کہا۔

"ٹھیک ہے ممی۔ میں انہیں دے آؤں گی۔" جولیسا نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ آپ کو تکلیف کرنا پڑے گی مسٹر فورک۔"

"ارے۔ ارے۔ رات میں۔ اس وقت۔ میرا مطلب ہے سردی۔ مگر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں اپنا کوٹ پہن جاؤں گا۔؟" مسٹر فورک بولے۔

"آپ فکر نہ کریں ممی۔ میں اور پینٹو چلے جائیں گے۔ وہ آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ ممکن ہے ان کے پاس ہمارے مطلب کی کچھ چیزیں موجود ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ یہ گندی عادت چھوڑ دو بچو۔ بہت بری عادت ہے۔ تباہ کر دیتی ہے انسان کو۔" بوڑھی نے کہا۔ بہرحال مطلب پورا ہو گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بوڑھی مسز فورک نے کھانا تیار کر دیا۔ میں اور سردارے اسے لیکر چل پڑے۔!

☆ ☆ ☆

باہر کہر گر رہی تھی۔ سردی تھی کہ ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی۔ حالانکہ ہم نے انتہائی گرم لباس پہنے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود دانت بھینچے ہوئے تھے۔ بس یوں لگتا تھا کہ دانت کھلے اور سرد ہوائیں حلق کے راستے پورے بدن میں داخل ہوئیں۔ جبڑے بری طرح بھینچے ہوئے تھے۔ اتنی زور سے کہ ہڈیاں دکھنے لگی تھیں۔ مسز فورک کے مکان سے ندی کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ندی دنیا کے آخری سرے پر واقع ہو۔

آسمان پر چاند موجود تھا۔ لیکن ٹھنڈی چاندنی کہر کی دبیز چادر سے گزر کر زمین تک پہنچ رہی تھی۔ اس لئے کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔

"استاد۔" نہ جانے کس طرح سردارے کے منہ سے آواز نکل پڑی۔ لیکن میری جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ میں نے گردن گھما کر سردارے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے پر اکتفا کی تھی۔

"یہ ندی کچھ دور کھسک گئی ہے کیا؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے خود اپنی آواز کی انوکھی کیفیت محسوس کی تھی۔ کپکپاتی ہوئی اور کئی حصوں میں بٹی ہوئی آواز۔

"اب کسی چیز سے پرہیز کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے استاد۔"

"کیوں؟" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا۔

"کیا اب زندگی کی کوئی امید ہے؟"

"دیکھو خیمے سامنے ہی نظر آ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اب ان کا فاصلہ زیادہ نہیں رہ گیا ہے۔۔۔۔ وہاں خوبصورت لڑکیاں تمہارے انتظار میں بیٹھی ہوں گی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہائے----- یہ مطلب بری بلا ہے۔" سردارے کراہا۔ اور اس کی باتوں پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ بہرحال خدا خدا کرکے ہم خیموں کے قریب پہنچ گئے۔

دریا کے کنارے۔ خاموش اور اداس کھڑے ہوئے خیمے جن کے نیچے موجود انسان نہ جانے زندہ بھی تھے' یا مرچکے تھے۔ اس شدید سردی میں' اس بے سروسامانی کے عالم میں ان کی زندگی حیرت انگیز ہی ہوگی۔ کھانے کے برتن ہمارے ہاتھوں میں جیسے جم گئے تھے۔

بہرحال ہم ایک خیمے کے نزدیک پہنچ گئے۔ خیموں میں روشنی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہاں چاند کی روشنی ان کی سفیدی اجاگر کر رہی تھی----- ہم نے آواز دینے کے بجائے ایک خیمے کا پردہ ٹٹولا۔ کھلا ہوا تھا۔ اندر بالکل خاموشی تھی۔ چاروں طرف ہی خاموشی تھی۔

تب میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ اور سردارے نے پردہ ہٹایا' ہم اندر داخل ہوگئے۔ لیکن ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا تھا کہ خیمہ خالی ہے۔

"ارے۔" سردارے کے منہ سے نکلا۔ "یہ کہاں گئے؟"

"شاید دریا میں غسل کرنے گئے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے کے ہاتھ سے کھانے کے برتن گرتے گرتے بچے۔

"ایسا خوفناک مذاق مت کرو استاد۔" وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیوں؟ اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟"

"ارے ایسی بھیانک بات کہی ہے تم نے کہ تصور ہی سے دل کی حرکت بند ہونے لگی ہے۔"

"پھر کہاں مرگئے سب کے سب؟" میں نے کہا۔

"دوسرا خیمہ بھی تو ہے استاد۔"

"آؤ۔ وہ بھی دیکھ لیں۔" میں نے کسی خیال کے تحت کہا اور ہم دوسرے خیمے کی طرف بڑھ گئے۔ میرا خیال درست ہی تھا۔ وہ سب اسی چھوٹے سے خیمے میں ٹھنسے ہوئے تھے۔ شاید اسی طرح وہ سردی دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ کلبلانے لگے۔ اور پھر ان میں سے کسی کی منمناتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"زندہ ہیں استاد۔" سردارے اردو میں بولا۔

"کون ہو بھائی؟" وہی آواز پھر ابھری۔

"سوگئے تم لوگ؟" میں نے انگلش میں پوچھا۔

"نہیں۔" جواب ملا۔

"بھوکے ہو؟" میں نے پھر پوچھا۔ اور کوئی جواب نہ ملا----- "اگر بھوکے ہو تو اٹھو۔ کچھ کھالو۔ ہم تمہارے لیے کھانا لائے ہیں۔"

"ایڈی----- ایڈی----- جلدی کرو----- میرے اوپر سے اٹھو----- بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"خیمے کا دروازہ کس دو بھائی۔ ہمارے بدن پر لباس نہیں ہیں' ہوا براہ راست بدن کو لگتی ہے۔" ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"سردارے خیمہ بند کردو۔" اور سردارے نے ایسا ہی کیا۔ تب وہ اٹھ بیٹھے۔ خیمے میں زیادہ روشنی تو نہیں تھی۔ لیکن ان کے سفید برہنہ بدن تقریباً نظر آرہے تھے۔ ان کے برہنہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ لباس اتنے مختصر تھے کہ فرداً فرداً ایک لباس اس کے بدن کو گرم کرنے کے لیے ناکافی تھا۔ اس لیے انہوں نے سارے کپڑے اتار لیے تھے اور ایک دوسرے کے بدن سے چمٹ کر مشترکہ طور پر انہیں اوڑھ لیا تھا۔ اس طرح یہ کام بن گیا ہوگا۔

سردارے اور میں نے کھانا ان کے ہاتھوں میں تھما دیا اور وہ مربھکوں کی مانند اس پر ٹوٹ پڑے۔ عجیب جانوروں کے انداز میں کھا رہے تھے۔ نہ جانے کب سے بھوکے تھے کمبخت۔

ہم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے----- انہوں نے کھانا فوری طور پر چٹ کر ڈالا تھا۔ اور پھر وہ ہمارا شکریہ ادا کرنے لگے۔ ان میں سے کسی نوجوان نے کہا۔

"شکریہ پر ہی گزارہ کرو دوست----- پیسے تو ہمارے پاس ہیں نہیں۔"

"مگر تم کون ہو۔ اور اس سخت سردی میں تم نے ہمارے اوپر یہ احسان کیوں کیا ہے۔"

"مصیبت سے بچنے کے لیے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کیسی مصیبت؟"

"اگر تم صبح کو مردہ پائے جاتے تو تمہاری لاشیں ہمیں ہی ٹھکانے لگانی پڑتیں۔"

"صورت حال تو کچھ ایسی ہی تھی دوست۔ بدن سرد تھے۔ اور پیٹ میں بھی سردی ہی سردی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں معدے میں چکرا رہی تھیں ممکن تھا کوئی مر ہی جاتا۔" نوجوان نے مسکرائے بغیر کہا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ضرورت----- انسان کی ساری ضرورتیں کبھی پوری ہوئی ہیں؟" نوجوان نے کہا۔

"ارے تم اس سردی میں بھی فلسفہ بگھار سکتے ہو؟" سردارے نے دانت پیس کر کہا۔

"فلسفہ سردی میں ہی بگھارا جاتا ہے دوست۔ جو گرم ہوتے ہیں' فلسفی نہیں ہوتے۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"چرس پیو گے؟"

"ہائے۔ اس رات کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ مل سکے گی؟"

"ہاں۔ مل سکے گی۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں چونک کر سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر مجھے یاد آگیا کہ ہمیں سرحد کے خوش اخلاق افسر نے تھوڑی سی چرس تھی۔

سردارے نے تھوڑی سی چرس اور سگریٹوں کا پیکٹ نکالا۔ اور وہ سب ہمارے اس طرح آبیٹھے جیسے ہم فرشتے ہوں اور آسمان سے اترے ہوں! ان کی برہنگی بہرحال ہر انداز تھی۔ خاص طور سے لڑکیاں جو دونوں کی دونوں ہمارے بالکل نزدیک بیٹھی ہوئی اچھے بدن کی مالک تھیں۔ لیکن اس وقت اپنی برہنگی سے بالکل لاپرواہ معلوم ہوتی تھیں۔

مردوں نے چرس بھری اور پھر اجازت طلب نگاہوں سے ہماری طرف دیکھے۔ تب سردارے نے ماچس جلا کر ان کی سگریٹیں سلگا دیں۔ دیا سلائی کی ننھی سی روشنی میں نے ان کے چہرے دیکھے۔ اس غیر متوقع امداد سے ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ پھر چرس کے دم ------ انہوں نے بڑے شوق سے لگائے۔

"تم بھی لو۔" ایک لڑکی مجھ سے بولی۔

"ہم پی چکے ہیں ------ یہ تمہارا حصہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ شکریہ۔ شکریہ۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہیں آسمان سے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔" لڑکی میرے شانے سے سر ٹکاتے ہوئے بولی۔

"دو چار کش اور لگا لو۔ اس کے بعد تمہیں ہمارے بدن پر' لمبے لمبے پر بھی نظر لگیں گے۔" سردارے نے کہا۔

"ہائے ------ تمہارا کوٹ کتنا گرم ہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تم سے جاؤں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"اوہ۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔" لڑکی بولی۔ اور پھر وہ تقریباً میری گود میں آبیٹھی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے' میں تمہاری شان میں ایک نظم پڑھوں۔" نوجوان چرس کا کش لگا کر بولا۔

"وہ بھی پڑھ لو۔" سردارے بولا۔

"لیکن اس سے پہلے ہمارا تعارف تو ہو جائے ایلس۔" دوسرے نوجوان نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ غیر متوقع خوشی مل جانے سے انسان کس قدر بدحواس ہو جاتا ہے۔ اخلاقیات بھی بھول جاتا ہے۔ میرا نام ایلس ہے دوست! یہ میرا دوست مائیکل ہے۔ یہ مائیکل کی بیوی ایڈی ہے۔ اور یہ میری بیوی لوسیا ہے۔" ایلس نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کرکے کہا

گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"خوب۔ میں پنٹو ہوں۔ اور یہ میرے دوست سیمرو۔" سردارے پھر بول پڑا۔

"بڑی مسرت ہوئی۔ بڑی خوشی ہوئی۔" چاروں بیک وقت بولے۔

"ہاں تو وہ میری نظم۔" ایلس نے کہا۔

"ہو جائے۔ ہو جائے۔" سردارے جھوم کر بولا اور پھر ایڈی کی طرف جھک کر بولا۔

"تمہیں گرم کوٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے خاتون ایڈی۔"

"اوہ۔ کیوں نہیں۔ مگر تمہاری اجازت سے۔" دوسری لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ انسانی ہمدردی کی بات ہے۔ اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے جلدی سے کہا اور ایڈی بھی لوسیا کی مانند سردارے کی گود میں جا بیٹھی۔ میں سردارے کی باتوں سے کافی محظوظ ہو رہا تھا۔ سردارے نے جلدی سے چرس کی ایک اور گولی مائیکل کو دے دی تھی اور مائیکل نے شکریہ کے ساتھ اسے قبول کرلیا۔

ویسے دوسرے آوارہ گردوں کی طرح انہیں بھی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان کی بیویاں کہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مجھے تو ان کا بخوبی تجربہ تھا۔ لیکن سردارے نے ناتجربے کاری میں ایک گولی ضائع کی تھی۔

تب ایلس نے اپنی نظم شروع کردی۔

"سردیوں کی ٹھٹھرتی رات میں۔"

جب تارے کہر سے ماند پڑ جاتے ہیں۔

آسمان کے نقرئی دروازے سے' دو فرشتے جھانکے۔

دیکھا انہوں نے زمین کی جانب۔

زمین ---

جو محرومیوں کا ڈھیر ہے۔

زمین۔

بے بسی کا گہوارہ۔ نہ دیکھا گیا ان سے۔ آئے۔ اور اپنے پر پھیلا دیئے۔

اے کمزورو۔ آؤ۔ ان پروں کی چھاؤں میں زندگی پالو۔

صبح ہو جائے گی۔

سورج نکل آئے گا۔

شاید تمہاری بے بسی کے خاتمے کے لیے۔

اے فرشتو۔ تمہارا آسمان کیسا ہے؟

کیا وہاں کی فضا بھی اسی قدر سرد ہے؟

نہیں ------ تو تمہارے دل میں انسان کا درد کیوں جاگا؟"

"بتاؤ اے استاد۔" سردارے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ اور میں مگر
نہ رہ سکا۔

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔" میں نے کہا۔ ایلس چرس کے دم لگا رہا
ہو رہا تھا اور نظم الاپ رہا تھا۔ مائیکل اس کی نظم پر تال دے رہا تھا۔ تب لوسیا نے میر
میں سرگوشی کی۔

"تمہارا کوٹ کافی ڈھیلا ہے۔"

"ہو۔ شاید۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"ناگوار نہ ہو تو میں اس کے بٹن کھول لوں------ اس طرح میرے بدن
اور کھلے ہوئے حصے گرمی پا سکیں گے۔" اس نے کہا اور میرے بدن میں چیونٹیاں رینگنے
لوسیا کے نرم بدن کا لمس، سردی کے احساس کو فنا کر رہا تھا------ میں نے خشک ہو
زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اور لوسیا ذرا سی کھسکی اور اس نے میرے کوٹ کے
کھول دیئے۔ ڈھیلی ڈھالی پوستین درحقیقت اتنی بڑی تھی کہ اس کے بدن کو چھپالے۔ ا
پوستین اتارنا پڑی تھیں اور لوسیا کے بدن کی ٹھنڈک، میرے گرم سینے میں جذب ہونے
خود لوسیا چرس کے دم لگا رہی تھی۔ اس کی پوری توجہ چرس کے سگریٹ پر ہی تھی۔
بہرحال عجیب سی پوزیشن ہوگئی تھی۔ لڑکیوں کے سگریٹ ختم ہوگئے ہم نے انہیں دوبارہ
اور سگریٹ فراہم کیے۔ اور وہ ہمارے گن گاتی رہیں۔ سردارے نے بھی میرے والی حرکت
عمل کیا تھا اور ایڈی اس کی پوستین میں غروب ہوگئی تھی۔ مائیکل اور ایلس اب ماحول کا
چکے تھے۔ ایلس کی طویل نظم نہ جانے کب تک جاری رہتی تھی۔ تب لوسیا کی آخری سگر
بھی ختم ہوگئی۔

اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ لیکن بظاہر وہ نشے میں نہیں تھیں۔ البتہ ا
اسے میرے بدن اور پوستین کی اہمیت کا احساس ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ کسمانے
میرے بدن کی پیمائش کرنے لگے۔

"کیا تم واپس جاؤ گے سیسرو؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس سخت سردی میں کیسے ممکن ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن افسوس------ ہم تمہارے لیے معقول بستر کا بندوبست نہیں کر سکیں گے۔"

"معقول گرمی کا بندوبست تو ہوسکے گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لوسیا کا
بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگی اور پھر سمجھ کر مسکرا دی۔

"کیوں نہیں ڈارلنگ۔" اس نے اپنے خوبصورت لیکن چرس آلود ہونٹ میرے
ہونٹوں میں پیوست کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کا بوسہ کافی طویل اور پرجوش تھا۔
مائیکل اور ایلس اب سردی کھائے ہوئے بلّی کے بچوں کی مانند گھٹنوں میں

گٹھڑے اونگھ رہے تھے۔ لاکھ نشے میں تھے لیکن اس سردی میں نیند آنے کا سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا تھا۔

"سنو۔ کیا تم لوگ باہر جانے کی ہمت رکھتے ہو؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"کیوں مسٹر؟ ویسے اندر اور باہر میں بہت معمولی سا فرق ہے۔"

"دوسرا خیمہ تمہارے لیے بیکار ہے۔ اسے اکھاڑ لاؤ۔ اور اس کو تہہ کرکے اوڑھنے
کے کام میں لاؤ۔"

"ایں؟" دونوں اچھل پڑے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"کیسی آسان بات تھی۔"

"اور کتنی عمدہ۔"

"لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ارے تو اب اٹھو۔ رات کافی طویل ہے۔ پیٹ بھی بھر گیا ہے۔ نشہ بھی پورا ہوگیا
اور اب شاید بدن بھی کسی حد تک گرم ہو جائیں۔ چلو ایلس تھوڑی سی سردی برداشت کرنا
پڑے گی۔ آہ۔ مگر۔ یہ چیتھڑے تو بدن سے لپیٹ لو۔ ورنہ۔" اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔

ان لوگوں کی حالت واقعی قابل رحم تھی۔ سرد ملک کے باشندے تھے اس لیے اس حد
تک سردی برداشت کر گئے تھے۔ ورنہ اگر ہمارے ملک کے ہوتے تو کبھی کے اکڑ کر مرچکے
ہوتے------! بہرحال لوسیا کو ان حالات کی زیادہ پرواہ نہیں تھی۔ پوستین کی گرمی، اور
میرے بدن کی گرمی سے اس کا جسم بھی گرم ہوگیا تھا۔ اور پھر دو جسموں کے ملاپ سے جو گرمی
پیدا ہوتی ہے۔ سردارے بھی قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن بہرحال سردی کی وجہ سے کھل
کھیلنے میں وقت ہو رہی تھی تاہم یار لوگ اپنی سی کوشش میں مصروف تھے۔ پھر جب ایلس اور
مائیکل خیمہ اکھاڑ لائے! تو پھر کام ہی بن گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے لباس بدن کے نیچے بچھائے۔
جو کچھ چیتھڑے گوڈے تھے۔ وہ سب گدے کے کام آئے اور خیمے کو بدن پر اوڑھ لیا گیا۔

چھوٹے سے خیمے میں ہم سب سمائے ہوئے تھے۔ اس سے انوکھی سچویشن کبھی زندگی
میں نہیں آئی تھی۔ لیکن فراخ دل نوجوانوں نے غور بھی نہیں کیا تھا کہ ان کی بیویاں کہاں
ہیں۔ یا پھر غور کیا بھی ہوگا تو ان کے نزدیک یہ سب کچھ معیوب نہیں تھا۔ ظاہر ہے انہیں
آسائشیں مہیا کرنے والے فرشتے تو نہیں تھے۔

دوسری صبح ہم دونوں تو جلدی سے جاگ گئے۔ ہماری بغلوں میں سوئی ہوئی لڑکیاں
بے خبر سو رہی تھیں۔ انہیں اٹھائے بغیر پوستین نہیں نکالی جاسکتی تھیں۔ اس لیے انہیں جگانا
پڑا۔

لوسیا نے آنکھیں کھولیں اور میری شکل دیکھنے لگی۔ شاید وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر
رہی تھی۔ اور پھر مجھے پہچان کر وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"اوہ۔ اوہ۔ ڈارلنگ۔ سیسرو۔ تم۔ تم کتنے شاندار ہو۔ تم۔"
"اٹھو لوسیا۔ صبح ہو گئی۔" میں نے کہا۔
"ہونے دو میری جان۔ ہمیں کون سا کسی کی ملازمت پر جانا ہے۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر مجھے خود پر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ سردارے کھانسنے لگا تھا۔ تب لوسیا نے اس کی جانب دیکھا اور مسکرا دی۔
"تمہارا ساتھی؟" اس نے کہا۔
"ہاں۔"
"تم لوگ اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔"
"ہمیں جانا ہے۔"
"کہاں ڈیئر؟"
"ظاہر ہے پوری زندگی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔"
"کیا حرج ہے۔" لوسیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لڑکی واقعی خوبصورت تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ غربت۔ اور آوارہ گردی نے اس کی شکل بگاڑ دی تھی۔
"سوری لوسیا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔"
"پھر بھی کچھ دیر اور سہی۔"
"اب نہیں----- کیا تم لوگ آج رکو گے؟"
"دراصل----- ہمارے پاس کچھ نہیں ہے----- مجبوری کی حالت میں قیام کیا تھا۔ برگ میں کچھ مل بھی نہیں سکتا۔ اس لیے جلد از جلد برن پہنچ جانا چاہتے ہیں تاکہ فاقوں سے نجات مل سکے۔"
"دل چاہے تو آج اور رکو----- ہم بھی برن جائیں گے۔ ممکن ہے کل ہی۔ ممکن ہے ایک آدھ دن کے بعد۔"
"اوہ----- ٹھیک ہے----- ساتھ رہے گا----- ویسے تم لوگ مالی طور پر مضبوط معلوم ہوتے ہو۔"
"بس ٹھیک ہے----- اچھا تو اب ہم چلتے ہیں----- اور ہاں سنو----- یہ کچھ کرنسی رکھ لو----- تھوڑی دیر کے بعد مسز فورک کے پاس آجانا۔ کرنسی دینا اور ناشتہ طلب کر لینا۔ لیکن خبردار----- یہ نہ بتانا کہ تمہیں ہم نے کچھ دیا ہے۔"
"اوہ----- اوہ----- مہربان انسان۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔" لوسیا نے تشکرانہ انداز میں کہا۔ سردارے نے بھی ایڈی کو کچھ دیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اپنی اپنی پوستینیں پہنیں اور پھر لڑکیوں کے الوداعی بوسے لے کر چل پڑے۔
باہر سردی کا وہی عالم تھا۔ سردارے حسب معمول کانپنے لگا! پھر راستے میں اس نے

مجھے مخاطب کیا۔ "استاد؟"
"ہوں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔
"گناہ کی ابتداء بھی اذیت ناک ہوتی ہے۔ اور انتہا بھی۔"
"عمدہ بات ہے سردارے۔"
"مسٹر فورک کا مکان کتنی دور سرک گیا ہے۔"
"ہاں۔ وہ نیکیوں کا گھر ہے۔ گناہ سے دور۔"
"لیکن استاد۔ گناہ کی لذت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔"
"نہ ہو۔ تو انسان اس کی جانب راغب کیوں ہو؟"
"کیسی انوکھی بات ہے استاد۔"
"کیا؟"
"ہم احساس گناہ کے شکار ہیں۔ لیکن کیا اس سے توبہ کر لیں گے؟"
"انسان کی فطرت یہی ہے سردارے۔"
"ہاں۔ شاید۔" سردارے نے کہا اور خاموش ہو گیا----- کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سردارے نے کہا۔ "مگر یہ مرد کیسے ہوتے ہیں استاد۔"
"یہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"
"بعض اوقات بڑے عجیب عجیب خیالات آتے ہیں۔"
"مثلاً-----"
"جیسے یہ لڑکیاں۔"
"کیا خاص بات تھی ان میں۔"
"کوئی خاص بات نہیں تھی----- میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ اپنے جسموں سے اتنا کما سکتی ہیں ان کے پیٹ آسانی سے بھر جائیں۔ اس کے برعکس ان کے مرد نکمے ہوتے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی ذات سے کسی کو دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ ایمانداری سے کہو استاد۔ مسز فورک کی دوسری بات ہے۔ اس کے جذبہ انسانی نے جوش مارا تو اس نے ان کے کھانے کے بارے میں سوچا۔ لیکن اگر صرف مرد ہوتے تو کیا ہم ان کے لیے کھانا لے کر آتے؟"
"ہرگز نہیں۔"
"گویا ہمارے جذبات لڑکیوں کے لیے تھے۔"
"یقیناً۔"
"پھر یہ بات لڑکیاں کیوں نہیں سوچتیں۔ وہ ان نکموں کا بوجھ اٹھائے اٹھائے کیوں پھر رہی ہیں۔ جبکہ وہ ان کے کسی کام نہیں آسکتے۔"
"مقصد کیا ہے۔ کیا لڑکیوں کو مستقلاً ہتھیانا چاہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

"ارے نہیں----- توبہ کرو استاد۔ میں تو ان پر مستقلاً تھوکنا بھی نہیں چاہتا۔"

"پھر؟"

"بس میں سوچ رہا تھا۔"

"معمولی سی بات ہے سردارے----- عورت کسی بھی ملک کی ہو۔ کسی بھی نیچر کی ہو----- عورت ہوتی ہے----- خود کو کمزور سمجھنے کی عادی----- سہاروں کی متلاشی، اور مستقل سہارے بہرحال بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مرد ان کے سہارے اور ان کے لیے ضروری ہیں۔"

"کیا مرد کو کسی مستقل سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی استاد؟"

"شاید----- ہوتی ہو۔ شاید نہ ہوتی ہو۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"مزے کی بات ہے استاد----- ہم خود اپنا تجزیہ نہیں کرسکتے----- ویسے یہاں کب تک قیام کا ارادہ ہے؟"

"کل نکل چلیں گے----- زیادہ دیر رکنے سے کیا فائدہ۔"

"ٹھیک ہے----- اور یہ لوگ ہمارے ساتھ ہوں گے؟"

"کیا حرج ہے۔"

"حرج نہیں----- بہت اچھی بات ہے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ایڈی کیسی تھی؟"

"بہت پرجوش----- پورا پورا تعاون کرنے والی۔"

"گڈ-----!"

"اور تمہارے والی استاد؟" سردارے دانت نکال کر بولا۔

"عورتیں سب یکساں ہوتی ہیں----- لیکن ایک مخصوص وقت میں۔"

"اچھا ہوا تم نے تصیح کردی۔" سردارے ہنس کر بولا اور پھر جلدی سے کہنے لگا۔ "مگر استاد----- مادام الیورا سے کیا کہو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"رات کی کہانی۔"

"ان سے تو کہہ دیا تھا۔"

"پوری رات کی بات تو نہیں ہوئی تھی۔"

"اونہہ----- چھوڑو----- بوڑھی عورت بہت نیک ہے۔ بے حد مہربان ہے۔

ہم ان کے کون ہوتے ہیں۔ کل آگے بڑھ جائیں گے اور اس کے بعد کچھ یاد نہ رہے

"ہاں----- یہ بھی ٹھیک ہے----- کسی سے محبت کرنے سے کیا فائدہ۔"

"سنو سردارے----- ان لوگوں کو بازار لے جاکر کچھ خریداری کرا دینا۔ کمبل تمہارے پاس موجود ہیں۔ تم ان کا بندوبست بھی کردینا۔"

"بہت مال خرچ کررہے ہو استاد۔"

"مال کی کمی نہیں ہے سردارے----- اور پھر میرا کون بیٹھا ہے جس کے لیے جمع ں گا۔ کاغذ کے یہ ردی ٹکڑے جو انسان کی سانسوں پر مسلط ہوگئے ہیں----- اگر کسی ام آجائیں تو کیا حرج ہے؟"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ اور پھر چونک کر "ارے----- یہ نیک خاتون کیا کررہی ہیں؟" میں نے بھی نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا۔

لیزارا حسب معمول لمبا برش لیے فرش صاف کررہی تھی۔ اس نے بھی ہمیں دور تے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لیکن گردن جھکائے اپنے کام میں مشغول رہی تھی۔ تھوڑی دیر ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"ہے----- لیزارا؟" سردارے نے اسے پکارا۔

"ہیلو مسٹر پینتو-----"

"صبح بخیر-----" سردارے نے کہا اور لیزارا نے گردن ہلا دی' اس کے چہرے اف پتہ چلا رہا تھا کہ وہ کبیدہ خاطر ہے۔ نہ جانے کیوں؟ سردارے نے میری شکل

"مسٹر فورک کہاں ہیں مس لیزارا۔" میں نے پوچھا۔

"اندر ہیں۔"

"کیا بات ہے----- تم اداس ہو؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے جناب۔" لیزارا نے جواب دیا۔ اور فرش صاف کرتی ---- میں نے شانے ہلائے اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ مسٹر فورک حسب ئے تھے اور اپنا پائپ دانتوں میں دبائے' بڑے فخر سے اکڑے بیٹھے تھے۔ مسز فورک پُرخلوص مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا۔ جولیسا البتہ موجود نہیں تھی۔

"بڑے عجیب بچے ہو تم----- رات اس سخت سردی میں گزار دی۔"

"اوہ----- ممی----- ویری سوری' بس-----"

"میں رات کو جاگ جاگ کر تمہاری دستک کا انتظار کرتی رہی۔"

"ارے ممی----- پھر تو بہت ہی شرمندگی ہے۔ لیکن وہ لوگ ہمارے شناسا نکلے۔

بڑا اصرار کیا انہوں نے رکنے پر ----- مجبوراً رکنا پڑا۔" میں نے معذرت کرتے ہوئے
شناسا تھے تو یہاں کیوں نہ بلا لائے۔"

"اوہ ----- آپ کو کہاں پریشان کرتے ممی۔"

"تمہارے شناساؤں سے ہم پریشان نہ ہوتے سیسرو۔ خیر۔ تم لوگ ٹھیک تو ہو…
پانی گرم ہے' غسل کرلو اور پھر ناشتے کی ----- تیاریاں کرو۔"

"اوکے ممی۔! میں نے کہا۔

"تت۔ تو کیا سچ مچ غسل کرو گے؟" سردارے ہکلا کر بولا۔

"کیوں ----- تم نہیں کرو گے؟" میں نے بھی اردو میں پوچھا۔

"مرجائیں گے یار۔" سردارے کھکھیایا۔

"بکواس مت کرو۔ غسل کرنا ضروری ہے۔ اور پھر پانی بھی گرم ہے۔"

"گناہ کے بعد کی زندگی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔" سردارے کراہتا ہوا…
بہرحال یکے بعد دیگرے ہم دونوں نے غسل کیا اور پھر ناشتے کے لیے آبیٹھے۔ ناشتے پر…
اور لیزارا بھی موجود تھیں۔ لیکن دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے۔

"ارے۔ ان دونوں کو کیا ہوگیا ہے ممی؟" میں نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں بولیں گے۔ ہم دونوں طے کرچکے ہیں کہ آپ سے نہیں بولیں گے
سیسرو۔" جولیسا نے کہا۔

"ارے۔ مگر کیوں؟"

"آپ نے رات ان خیموں میں کیوں گزاری؟" کیوں لیزارا؟"

"فضول باتیں مت کیا کرو جولیسا۔" لیزارا خشک لہجے میں بولی۔

"ارے واہ۔ کیسی چالاک ہو تم۔ خود ہی تو مجھ سے کہا تھا کہ ان دونوں سے
نہیں کریں گے۔ اور اب میری باتیں فضول ہوگئیں۔" جولیسا آنکھیں نکال کر بولی۔

"کیا بکواس ہے جولیسا۔" لیزارا غصے سے کھڑی ہوگئی۔

"ارے ارے کیوں لڑنے لگیں تم لوگ۔ لیزارا بیٹھ جاؤ۔" جولیسا تم خاموش…
جاؤ۔"

"اوکے ممی۔ لیکن۔"

"بس میں کہتی ہوں خاموش ہو جاؤ۔" مادام اولیورا سخت لہجے میں بولیں۔ اور…
خاموش ہوگئی۔ میں نے بھی اس کے بعد اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

پھر ہم ناشتے سے فارغ ہوگئے۔

تب مسز فورک نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیزارا۔ جلدی سے کچھ اور ناشتہ تیار کر…
آوارہ گرد ان لوگوں کے شناسا نکل آئے۔ جاؤ۔ ہری اپ۔"

"نہیں ممی۔ آپ ہماری وجہ سے ان کے اصول نہ توڑیں۔"

"بیکار باتیں نہ کرو بچو۔ بچوں کے دوستوں کا خیال کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"لیکن ممی۔"

"پلیز سیسرو۔ خاموش ہو جاؤ۔ جاؤ جولیسا' تم لیزارا کی مدد کرو۔"

"یس ممی۔" دونوں لڑکیاں کمرے سے نکل گئیں۔ مسٹر فورک جلدی جلدی پائپ میں
تمباکو بھر رہے تھے۔ پھر وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بولے۔

"شاید آج دھوپ نہ نکلے۔"

"ہاں۔ بادل ہیں۔"

"دھوپ میں بیٹھ کر تمباکو نوشی کا جو لطف آتا ہے۔ وہ بادلوں میں نہیں۔ آج باہر نہ
بیٹھ سکیں گے۔" مسٹر فورک بولے۔

"پھر بھی باہر کا موسم زیادہ سرد نہیں ہے۔" اولیورا نے کہا۔

"آؤ بھئی دیکھیں۔"

"سردارے۔ تم ذرا انجن گرم کرلو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلا کر آگے
بڑھ گیا۔ میں بھی مسٹر فورک اور مسز فورک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تب ہم نے دور سے اپنے
شناساؤں کو آتے دیکھا۔ میلے کچیلے لباس میں ملبوس۔ وہ سردی سے کانپتے چلے آرہے تھے۔

"چلو اچھا ہوا ----- یہ لوگ ادھر ہی آرہے ہیں۔" مدام فورک نے کہا اور
تھوڑی دیر کے بعد مائیکل اور ایلس وغیرہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔

"آہ۔ خوش نصیبو۔ صبح کا سلام قبول کرو۔" ایلس نے دور سے ہی آواز لگائی۔ اور
پھر جلدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"اوہ مادام ----- اس وقت ہمارے پاس پیسے موجود ہیں۔ رات کے خیموں کے بل
کی ادائیگی بھی ہوسکے گی۔ اور اس وقت کے ناشتے کی بھی۔ ناشتہ ضروری ہے۔ تاہم اگر آپ
پسند نہ کریں گی تو ہم دوپہر کے کھانا کا بندوبست شہر سے کرلیں گے۔"

"ہوں ----- کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟" مسز فورک نے پوچھا۔

"جو آپ طلب کریں۔" ایلس نے جواب دیا۔

"تم سیسرو کے دوست ہو؟"

"سیسرو عظیم انسان ہے۔ بے حد عظیم۔ آسمان کی مانند۔"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ اس نے تمہیں کرنسی دی ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم ناشتہ کرو۔
کھانا کھاؤ۔ لیکن آج ادھر سے چلے جاؤ۔" جہاندیدہ عورت شاید صورت حال سمجھ گئی تھی۔

"ہم کل مسٹر سیسرو کے ساتھ جائیں گے مادام۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"کس کے ساتھ؟" مسز فورک چیخی۔

"مسٹر سیسرو کے ساتھ مادام۔" ایلس نے جواب دیا۔

"غلط۔ بکواس۔ سیسرو نہ تو کل جائے گا' نہ تمہارے ساتھ جائے گا۔" مادام الیورا نے کہا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولیں "کیوں سیسرو۔ میں نے غلط کہا؟" ۔

"نہیں ممی۔ بھلا آپ غلط کہہ سکتی ہیں۔"

"شکریہ میرے بیٹے-----" بوڑھی عورت کے چہرے پر انبساط پھیل گیا۔ اور میرے ذہن میں پھر بھنور اٹھنے لگے۔ نہیں نہیں۔ مجھے کسی کی محبت درکار نہیں ہے۔ یہ محبت اب مل رہی ہے جب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا کرسکوں گا میں اس بوڑھی عورت کے لیے۔ کیا دے سکوں گا اسے۔ اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھ سے انسانیت کے سارے زیور چھین لیے گئے ہیں۔ اب میں کسی کے قابل نہیں ہوں۔ میں کسی سے فریب نہیں کرسکتا۔

"جاؤ۔ جاؤ۔ ناشتہ کرو۔ لیزارا' ان کے لیے ناشتہ لے آؤ۔" مادام الیورا نے اندر منہ کرکے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے لیے ناشتہ آگیا۔ سب کے سب ناشتے میں مصروف ہوگئے تھے۔ پھر انہیں پیٹ بھر کر کافی دی گئی آوارہ گرد اس طرح ناشتہ کر رہے تھے جیسے اپنی سسرال میں آئے ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے سے فارغ ہوگئے۔ تب ان میں سے ایک نے رات کی بچائی ہوئی چرس کی گولی نکالی اور اس کے ساتھ ہی مسز فورک چیخ پڑی۔

"اے۔ اے۔ تم یہاں چرس نہیں پیو گے۔"

"اوہ۔ اچھا مادام۔ لیکن۔ آج رات ہم یہاں گزار سکتے ہیں؟"

"تمہارے پاس کرنسی موجود ہے۔"

"اس وقت کچھ پیش کیا جائے مادام؟" مائیکل نے پوچھا۔

"نہیں۔ بھاگ جاؤ۔" مادام اولیورا نے کہا۔ لڑکیاں میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے انہیں بھی اشارہ کردیا۔ اور وہ سب واپس چل پڑے۔

"گندے' کمینے کہیں کے۔" مسز فورک بولی۔

"ممی وہ-----" میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

"تم چپ رہو سیسرو----- اگر تم صرف چرس پینے ان کے پاس گئے۔ تھے تو وہ میں تمہیں یہاں مہیا کردوں گی۔ وہ تمہارے قابل نہیں ہیں بیٹے۔ تم میں اور ان میں فرق ہے۔"

"نہیں ممی۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"بس کوئی بات نہیں ہے----- کیا تم سچ مچ ان کے ساتھ جاؤ گے؟"

"نہیں ممی۔ جیسا آپ کہیں گی۔"

"تھینک یو میرے بیٹے----- میں تمہاری شکرگزار ہوں۔" جولیسا اور لیزارا

بگڑی تھیں۔ پھر لیزارا مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

"کیا آج سیر کرنے نہیں چلیں گے مسٹر سیسرو۔"

"آج نہیں بے بی۔ پھر سہی۔" میں نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ رات بھر ان لوگوں کے ساتھ جاگتے رہے ہو۔ اب آرام کرو۔" مسز نے کہا۔ اور ہم دونوں کان دبائے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔

گرم بستر میں لیٹنے کے بعد سردارے بولا۔ "استاد۔"

"بول بھائی۔"

"یہ مادام لیزارا کیوں بگڑی ہوئی تھیں؟"

"لڑکیاں جہاں بھی ہوتی ہیں----- پاگل ہوتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ پاگل پن خطرناک نہ ہو جائے استاد۔"

"اس سے قبل نکل چلیں گے یہاں سے۔"

"استاد بڑا عمدہ چانس نکل رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"لڑکیاں ایک آدھ ہفتے تو چل سکتی ہیں۔ اور پھر ان کے ساتھی نہایت سعادت مند

"مطلب کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے وہ بڑی بی گڑبڑ کر رہی ہیں نا؟"

"میں نے ایک پروگرام بنایا ہے سردارے۔"

"کیا استاد؟"

"رات کو ہم برگ چھوڑ دیں گے۔"

"رات کو۔" سردارے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ مسز فورک کو ہماری روانگی کے بارے میں پتہ نہیں چلنا چاہیے۔"

"اوہ۔ سمجھ گیا استاد۔ انہیں بھی لے چلو گے نا؟" سردارے خوش ہو کر بستر پر بیٹھ

"ہاں۔"

"زندہ باد۔ بڑی بی خواہ مخواہ گڑبڑ کر رہی ہیں۔"

"بہت پیاری عورت ہے۔ ہمارے جانے کا اسے بہت دکھ ہوگا۔ لیکن اس کے بغیر یا ہے۔ ہم کسی کی محبت کو فروغ دینے کے قابل نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ بوڑھی عورت بہت مہربان ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"بہرحال آج رات کو روانگی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اوکے باس۔" سردارے مستعدی سے بولا۔ اور میں خاموش ہوگیا۔ کافی وقت گزر گیا۔ پھر دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا۔ اور جولیسا ہمیں بلانے آگئی۔

"ارے واہ۔ یہ اچھی بات ہے۔ راتوں کو جاگتے ہو اور دن کو سوتے ہو، اٹھو، سب تمہاری وجہ سے بھوکے بیٹھے ہیں۔"

"ارے۔ واقعی یہ تو بڑی بات ہے۔ تم جیسی پیٹو لڑکی بھوکی ہے۔ چلو جلدی چلو۔" میں نے کہا اور جولیسا بچوں کی مانند ہنس پڑی۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔

"مسٹر سیسرو۔" اچانک اس نے کہا۔

"ہوں۔ کیا بات ہے جولیسا؟"

"مسٹر سیسرو۔ مجھے معاف کردیں۔ مجھے آپ کی ذاتیات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن میرا ایک مشورہ ہے۔"

"ارے ارے کیا مشورہ ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ لوگ آج رات بھی رکیں گے۔"

"کون؟"

"ارے وہی آوارہ گرو۔ جنہوں نے خیمے لئے ہیں۔"

"ارے۔ ہاں۔ پھر؟"

"آپ ان لوگوں میں کیسے گزار لیتے ہیں؟"

"کیوں؟"

"وہ تو بڑے بے حس ہوتے ہیں۔ بڑے گندے سے۔ ان کے ساتھ وقت گزارنا بہت مشکل کام ہے اور پھر وہ نشہ باز ہوتے ہیں۔ مسٹر سیسرو نشہ اچھی چیز تو نہیں ہوتا۔"

"آگے بولیے بڑی بی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یہی کہہ رہی تھی۔ وہ آپ کے قابل نہیں ہیں۔ آپ ان میں نہ جائیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ایک بات بتائیں مس جولیسا؟"

"پلیز۔ سیریس نہ ہوں------ یہ صرف ایک مشورہ ہے۔"

"مشورہ سر آنکھوں پر۔ لیکن ہم آپ کے یہاں کتنے دن کے مہمان ہیں۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے اس کے بعد نہ جانے ہمارا واسطہ آپ جیسے لوگوں سے پڑے یا نہ پڑے------ ممکن ہے ہمیں ان سے بھی زیادہ خراب لوگ ملیں۔"

"اوہ------ مسٹر سیسرو۔ آپ شادی شدہ ہیں؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"مسٹر پینتو کی شادی ہو چکی ہے۔"

"ان کے خاندان میں کسی کی نہیں ہوئی۔ لیکن اچانک تمہیں ہماری شادی کا

...ہوں آگیا؟"

"پھر بتاؤں گی۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کے والدین آپ کا انتظار کر رہے ہوں ...؟"

"نہیں جولیسا۔"

"بہن بھائی۔"

"وہ بھی نہیں۔"

"پھر آپ بلاوجہ مارے مارے کیوں پھر رہے ہیں۔ کیا فائدہ اس آوارہ گردی سے۔ ...یہاں برگ میں رہیں۔ کوئی کاروبار کریں۔ آپ سسٹر لیزارا سے شادی کرلیں۔ میں مسٹر ...سے شادی کرلوں گی۔ ہم یہاں اپنے چھوٹے چھوٹے مکان بنائیں گے۔ ہمارے چھوٹے ...ے خوبصورت بچے ہوں گے۔ پھر ہم سب آپ کی گاڑی میں اپنے اپنے کوٹ پہن کر سیر کو ...یا کریں گے۔ ہم اپنے بچوں کے لیے بھی عمدہ اون کے لباس تیار کریں گے تاکہ انہیں سردی ...لگے۔ آپ بتائیے مسٹر پینتو۔ کیا وہ زندگی خوبصورت نہیں ہوگی؟"

"نخ۔ خدانخواستہ مادام۔" سردارے نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں بھی یہی کہہ رہی تھی۔ خدانخواستہ وہ زندگی خراب تو نہیں ہوگی۔"

"نہیں جولیسا------ نہیں------ تم تو ہماری بہن ہو------ کہیں بہنیں ...یوں سے شادی کرتی ہیں؟"

"اوہ------ آپ ہمیں بہن سمجھتے ہیں؟" جولیسا نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً۔"

"تب چلئے۔ ہم شادی نہیں کریں گے۔ یہاں برگ میں دوسری بہت سی لڑکیاں ہوں ...ان سے ہم آپ کی شادی کرادیں گے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ سوچیں گے۔" میں نے کہا، اور پھر ہم دونوں نے تیزی سے ...آگے بڑھا دیئے۔ تاکہ اس معصوم لڑکی کی باتوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

کھانے کے کمرے میں سب ہمارے منتظر تھے۔ کھانا خاموشی سے شروع ہوا اور خاموشی ...ہی ختم ہوگیا۔ لیزارا بھی کھانے میں شریک تھی۔ کھانے کے بعد ہم تھوڑی دیر تک آوارہ ...گردی کرتے رہے۔ پھر میرے اشارے پر سردارے نے گاڑی ٹھیک ٹھاک کی۔ پیٹرول کی ٹنکی ...اور خالی ڈبے دور پھینک دیئے بظاہر روانگی کی تیاریاں نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن ...ہمارا ارادہ چوروں کی طرح فرار ہونے کا تھا۔

میں نے البتہ مسٹر فورک کی رائٹنگ ٹیبل سے ایک کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لیا تھا۔ ...اس کے بعد میں نے سردارے کو ایلس کی طرف بھیج دیا۔ میں نے اسے کرنسی دی تھی۔ لیزارا ...اور دوسرے لوگ کوئی اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔ سردارے کو میں نے ضروری ہدایات دے

دی تھیں۔

سردارے کافی دیر میں واپس آیا۔ اس نے آکر مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور جولیسا نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔

"کیا خیال ہے سیسرو۔ کھانا لگوایا جائے؟"

"ضرور ممی۔" میں نے محبت سے کہا۔

اور پھر ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ نہایت لذیذ کھانا تھا۔ ہر چیز موجود تھی۔ کھانے کے دوران مسٹر فورک نے پوچھا۔

"تم نے ان لوگوں کو کتنی رقم دی تھی سیسرو؟"

"کسے ممی؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"ارے انہی آوارہ گردوں کو؟"

"اوہ ----- ممی ----- کچھ زیادہ نہیں۔"

"فضول خرچی مت کیا کرو بیٹے ----- بری چیز ہے ----- کبھی بھی نقصان دے سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ممی ----- آئندہ خیال رکھوں گا۔"

"بہت ہی پیارے انسان ہو۔ کاش تم ہمیشہ ہمارے پاس رہ سکتے۔"

"ہاں ممی ----- کاش میں ہمیشہ آپ کے پاس رہ سکتا۔"

"برگ بری جگہ نہیں ہے بیٹے۔"

"ہاں ممی ----- اس اچھی جگہ پر میرے جیسے برے لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔"

"بیکار بات ----- تم برے نہیں ہو سکتے۔"

"شکلوں سے دھوکہ کھانا چھوڑ دیں ممی۔"

"میری بینائی ایسی کمزور بھی نہیں ہے میرے بچے۔ اور نہ تم میرے تجربے کو غلط کر سکتے ہو۔" مسز فورک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاش ممی ----- آپ میرے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو ----- بس یہ خیال دل کو اداس کر دیتا ہے کہ بالآخر ----- ایک نہ ایک دن تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔"

"یہ گزر گاہ ہے ممی ----- ہر ایک سے محبت نہ کیا کریں۔"

"ہر ایک سے محبت نہیں ہوتی بیٹے۔" مسز فورک نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

تھوڑی دیر کے لیے ماحول سوگوار ہو گیا تھا۔ میرے ذہن میں بھی اداسیاں رینگ آئی تھیں۔ اور پھر ذہن کے آخری گوشے سے وہی نفرت ابھری۔ جو میرے دل میں بغاوت کیا کرتی تھی۔ وہی تنفر آمیز حرارت جو میرے پورے بدن کو سلگا دیتی تھی -----

خونخوار نگاہوں سے بوڑھی عورت کو دیکھا۔ تو وہی ہے، عورت ----- جس نے میری زندگی اجیرن کر دی تھی۔ جس نے سوتیلی ماں کی شکل میں، مجھے موت کے عمیق گڑھوں میں دھکیل دیا تھا ----- اور آج۔ میری بدلی ہوئی شکل دیکھ کر تو مجھ سے الفت کا اظہار کر رہی ہے۔

کاش ----- تو راجہ نواز اصغر کو اس وقت سہارا دیتی، جب وہ ----- سرزمین پنجاب کا ایک بھولا بھالا نوجوان تھا۔ جب اس کا قوی ہیکل بدن زمین کا سینہ چیر کر لہلہاتی فصلیں اگا سکتا تھا۔ جب وہ فوج میں شامل ہو کر وطن کی سرحدوں کی حفاظت کر سکتا تھا۔ اپنے ملک و قوم کی بہبود کے لیے کوئی بھی کام کر سکتا تھا ----- لیکن ----- اس وقت تیری بے اعتنائی، تیری دشمنی نے راجہ نواز اصغر کی زندگی کو جہنم کی بھٹی بنا دیا تھا۔ اور جب اس کا پورا بدن جل کر چٹخنے لگا۔ جب نواز اصغر نے اپنی گردن اپنے ہاتھوں گھونٹ کر ایک نئی شکل میں جنم لیا تو تو اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔

تیری آنکھوں میں مکاری ہے بوڑھی عورت ----- میں اب کسی آنکھ سے متاثر نہیں ہو سکتا۔

کھانا ختم ہو گیا تھا ----- میں خاموشی سے اٹھ گیا۔ سردارے بھی میری خاموشی کو محسوس کر کے کچھ متاثر سا تھا۔ سب لوگ خاموش ہو گئے تھے۔

"کافی کہاں پیو گے بیٹے؟" مسز فورک نے پوچھا۔

"باہر دے دیں ممی۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔

"ارے اس وقت باہر کیا کرو گے ----- سخت کہر پڑ رہی ہے۔ شاید رات کو بارش ہو جائے۔" مسٹر فورک بولے۔

"میں کافی باہر ہی پیوں گا ممی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور شاید اس سرد لہجے کو سب نے ہی محسوس کیا تھا۔ میں خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔

سردارے میرے موڈ کی وجہ سے تذبذب میں پڑ گیا تھا ----- اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ جائے یا رک جائے۔ اور جب اس نے میری طرف سے کوئی توجہ نہیں پائی تو وہ خود ہی رک گیا۔

میں باہر نکل آیا ----- اور پھر مکان کے بیرونی حصے میں پتھروں کے فرش پر ایک ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا ----- دماغی کیفیت کچھ درست نہیں تھی۔ میں نے بیزاری سے سوچا۔ آخر یہ تاثرات کب تک میرے ضمیر کو کچوکے دیتے رہیں گے۔ ان سے نجات ضروری ہے۔ میں کب تک اپنی ذات کا مضحکہ اڑاتا رہوں گا۔ مجھے یہ زندگی دل سے قبول کر لینی چاہیے۔ ہاں، سارے خیالات نکال پھینکنے چاہئیں۔ سب فضول ہے۔ سب بکواس ہے۔

بیکار باتیں ----- زندگی جس طور سے گزر رہی ہے۔ اسی طور گزرنی چاہیے۔ محبت اور حماقت ایک مفہوم کے دو الفاظ ہیں ----- بیکار۔ بالکل بیکار۔

"مسٹر سیسرو۔" پشت سے لیزارا کی آواز سنائی دی اور کافی کی سوندھی خوشبو ناک میں گھسنے لگی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیزارا ہاتھوں پر کافی کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔

میں نے اس سے کچھ نہ کہا----- خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

لیزارا چند قدم آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ اس کی سفید آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے بھی اس کے بعد منہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔

موٹے، معمولی----- لیکن گرم کپڑے کے اسکرٹ میں ملبوس۔ سر پر سردی سے بچاؤ کے لیے باریک کپڑے کا مخصوص انداز کا سکارف باندھے، وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

میں نے ایک نگاہ اس کے پورے بدن پر ڈالی۔ اونی کپڑے کے نیچے چھپے ہوئے بدن کو تصور کی نگاہوں سے دیکھا۔ دودھ کی طرح سفید۔ نرم۔ اور گداز بدن۔ گرم گرم۔ جس پر سے نگاہیں پھسل جائیں، تب مجھے احساس ہوا کہ لیزارا تو ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اس کے حسین جسم کی لطافتیں ٹھکرانا کفران نعمت ہے۔

اور میرے قدم بے اختیار اس کی طرف بڑھ گئے۔

تب احساس ہوا جیسے عقب سے گردن میں کوئی موٹی زنجیر آ پھنسی۔ ہو۔ گردن پیچھے کی جانب کھنچنے لگی تکلیف ہونے لگی اور میرے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔

لیزارا نے منہ سے کچھ کہے بغیر کافی کی ٹرے آگے بڑھا دی۔ لیکن میرے ہاتھ نہ اٹھے۔ میری گردن بدستور کھنچ رہی تھی۔ کچھ نادیدہ ہاتھوں نے مجھے روک لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان ہاتھوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ "غیر مرئی ہاتھ صرف میرا احساس ہیں۔

اور پھر میرے کانوں میں سرگوشیاں گونجیں۔

نواز----- راجہ نواز اصغر----- میں زندہ ہوں----- ابھی میں زندہ ہوں اور تو خود کو بھول گیا ہے۔ میں تجھے نہیں بھولا ہوں----- میں تجھے نہیں بھولوں گا۔ تو نے خلوص دل سے اسے بہن کہا ہے----- کیا یہی شان ہے مردوں کی----- کیا صرف اتنی وسعت ہے تیری شخصیت میں؟

اور میرے بدن میں سردی دوڑ گئی۔ میرا پورا وجود کانپ اٹھا۔ اوہ۔ میں کیا سوچ رہا تھا۔ کیا ہو گیا تھا مجھے----- مامتا بھری آنکھوں میں بے بسی تھی۔ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں لٹی ہوئی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔

"غلطی میری ہے لیزارا۔ بھول مجھ سے ہوئی ہے۔ تو بے قصور ہے----- تو نے----- میں نے اسے اچھا انسان سمجھا تھا۔ لیکن وہ----- وہ-----"

"مسٹر سیسرو۔" لیزارا کی لرزتی آواز ابھری۔

"ہاں۔" میں چونک پڑا۔

"کیا سوچ رہے ہیں مسٹر سیسرو؟"

"کچھ نہیں----- کچھ نہیں لیزارا؟"

"کافی لیجئے۔"

"اوہ ہاں-----" میں نے کافی کی پیالی اٹھائی۔

"دیکھ لیجئے----- ٹھنڈی تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں-----" میں نے جلدی جلدی کافی کے کچھ گھونٹ بھر لیے۔

لیزارا خاموش کھڑی رہی----- پھر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیری----- اور پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مسٹر سیسرو۔"

"کیا بات ہے لیزارا؟"

"آپ----- آج رات بھی وہاں جائیں گے؟"

"کہاں؟"

"خیموں میں----- آوارہ گردوں کے پاس؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"بس لیزارا----- تم----- تم سمجھنے کی کوشش کرو----- ہم----- اتنی جلدی اپنی عادتیں تو ترک نہیں کر سکتے۔" میں نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ میری جذباتی کیفیت ختم ہوتی جا رہی تھی۔

"سنئے مسٹر سیسرو۔"

"ہوں۔"

"آپ وہاں نہ جائیں۔"

"آخر کیوں؟"

"میں آپ کے لیے چرس یہاں بھی لا دوں گی----- تھوڑی دیر کے بعد ممی----- اور پاپا سو جائیں گے، تب میں چپکے سے----- بالکل چپکے سے کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے گا۔"

"تم مجھے چرس دے سکتی ہو لیزارا؟" میں نے پوچھا۔

"جتنی تمہیں ضرورت ہو۔" لیزارا بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولی۔

"تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"ممی سے چھپا کر رکھی ہے۔"

"آئی کہاں سے؟"

"نشے میں ڈوبے ہوئے ایک آوارہ گرد کے پاس سے گر گئی تھی۔ میں نے کی کچھ
نہیں۔"

"اوہ ـــــ تو لاؤ ـــــ"

"ابھی لائی ـــــ" لیزارا اندر کی طرف دوڑ گئی ـــــ اور پھر اس نے واپس
آنے میں بھی دیر نہیں لگائی۔ اس کے ہاتھوں میں چرس کا ایک بہت بڑا ڈھیر تھا۔ کم از کم ڈیڑھ
پاؤ ـــــ

"اوہ ـــــ بہت خوب۔ سب لے لوں؟"

"لے لو ـــــ" اس نے خوشی سے کہا اور میں نے چرس لے کر لباس میں چھپا
پھر میں آہستہ سے بولا۔

"لیزارا۔"

"یس مسٹر سیسرو۔"

"سنو ـــــ میں اس چھت کے نیچے چرس نہیں پیوں گا۔"

"ایں؟" لیزارا چونک پڑی۔

"ہاں ـــــ میں نے ممی سے وعدہ کیا تھا۔"

"لیکن ـــــ لیکن ممی تو اب سو جائیں گی۔"

"ہاں ـــــ لیکن ان کا اعتماد جاگتا رہے گا۔"

"پھر مسٹر سیسرو؟"

"مجھے ان کے پاس جانے دو لیزارا۔"

"نہیں ـــــ ہرگز نہیں ـــــ آپ سمجھتے نہیں ـــــ میں کل پوری رات
سو نہیں سکی۔"

"آخر کیوں؟"

"ارے ان کے ساتھ عورتیں بھی ہیں۔"

"تو پھر؟"

"وہ ـــــ وہ اچھی عورتیں نہیں ہوتیں مسٹر سیسرو۔" لیزارا نے کہا۔

"لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا ـــــ میں ـــــ میں ـــــ"

"تم وہاں نہیں جاسکتے ـــــ سمجھے ـــــ تم وہاں نہیں جاسکتے۔" لیزارا کا لہجہ
جانے کیا ہو گیا۔ لیکن میں اس کے جذبات سے مشتعل ہو گیا۔

"بکو مت ـــــ لو ـــــ لے جاؤ اپنی سوغات ـــــ لو ـــــ" میں نے
چرس نکال کر پھینک دی۔ "لے جاؤ اسے ـــــ گیٹ آؤٹ۔" اور لیزارا ساکت رہ گئی
میری آواز کافی تیز تھی۔ تب میں نے دیکھا۔ لیزارا کی آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے تھے

امنڈے ہی آ رہے تھے۔ وہ چند ساعت کانپتی رہی۔ پھر اس نے چرس کا ڈھیلا اٹھایا ـــــ
اسے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر آگے بڑھی۔ اور دونوں ہاتھ میرے سامنے کر دیئے۔

"آئی ایم سوری مسٹر سیسرو ـــــ آئی ایم سوری ـــــ آئی ایم ویری
سوری۔" اس نے ڈھیلا میری جیب میں ڈال دیا اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گئی ـــــ اور
چند ساعت کے بعد میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ مجھے اس کی اس کیفیت سے کوئی دلچسپی
نہیں تھی۔ کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ یہ لوگ ایسے انسانوں پر اپنا حق کیوں سمجھنے لگتے ہیں جو ان
کے کوئی نہیں ہوتے' جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ـــــ خود ان کی اپنی حماقت
ہے ـــــ کسی کا کیا قصور؟

اونہہ ـــــ جگہ جگہ فضول لوگوں سے ٹکراؤ ہوتا ہی رہتا ہے ـــــ کس کس کو
سہارا دیا جائے۔ کس کس کو ذہن میں جگہ دی جائے۔ سب کی اپنی کہانیاں ہوتی
ہیں ـــــ سب کے اپنے افسانے ہوتے ہیں ـــــ نکل چلنا چاہیے۔ یہاں سے فوراً نکل
چلنا چاہیے۔ یہ سردارے کہاں رہ گیا؟

میرا دل چاہا کہ زور سے آواز دے کر سردارے کو بلالیا جائے۔ لیکن یہ بدتمیزی
تھی ـــــ میں واپس اندر کی طرف مڑ گیا ـــــ لیکن دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی
ٹھٹک گیا۔

لیزارا مسز فورک کے شانے سے لپٹی ہوئی سسک رہی تھی اور مسز فورک اس کے سر
پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اس کے گال بھی آنسوؤں سے تر تھے ـــــ مجھے دیکھ کر وہ چونک
پڑی ـــــ اور پھر بھاری آواز میں بولی۔

"آؤ ـــــ آؤ میرے بچے ـــــ آؤ سیسرو۔"

"پنٹو کہاں ہے ممی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"وہ ـــــ وہ مسٹر فورک سے باتیں کر رہا ہے ـــــ وہ ـــــ" لیکن میں
نے بوڑھی کی پوری بات نہیں سنی' اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ذہن میں سخت جھنجلاہٹ
تھی۔ اسی انداز میں مسٹر فورک کے کمرے میں پہنچا' جہاں مسٹر فورک اور سردارے کے علاوہ
جولیسا بھی موجود تھی ـــــ تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے ـــــ میں نے دانت پیستے
ہوئے سردارے سے کہا۔ "کیا تم یہیں قیام کرو گے؟" "اوہ ـــــ نہیں استاد ـــــ
کیوں خیریت؟" سردارے بولا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔ فوراً چلو۔"

"اوہ ـــــ سوری استاد ـــــ سوری مسٹر فورک ـــــ اب اجازت
دیں۔"

"ارے کہاں چل پڑے؟" مسٹر فورک اچھل پڑے۔

"دریا کے کنارے----- میرے دوست کا نشہ اکھڑ رہا ہے۔ شاید۔" پنٹو نے جواب دیا۔

"ہوں----- تو آج پھر چرس پی جائے گی۔" جولیسا لڑاکا عورتوں کے انداز میں بولی۔

"سردارے۔" میں غرایا----- اور سردارے حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ مسٹر فورک اور جولیسا کو آنکھ مار کر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

"چلیں استاد؟" اس نے پوچھا۔ لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں نے لینڈ روور سنبھالی اور اسے اسٹارٹ کر دیا۔ سردارے پھرتی سے لینڈ روور پر لٹک گیا تھا۔ ورنہ وہ یہیں رہ جاتا۔ بہرحال وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر آبیٹھا تھا۔

اور میں تیزی سے خیموں کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا جہاں اولیورا۔ جولیسا اور مسٹر فورک حیران کھڑے' دور ہوتی ہوئی لینڈ روور کی عقبی روشنیوں کو دیکھ رہے تھے۔

چند ساعت کے بعد ہم خیموں کے نزدیک پہنچ گئے' لوسیا' ایلس' مائیکل اور ایڈی لینڈ روور کی آواز سن کر ہی باہر نکل آئے تھے' ان کے حلیے بدلے ہوئے تھے۔ سب کے جسموں پر لباس تھے۔ گرم کپڑے تھے۔ ایڈی اور لوسیا کافی خوبصورت نظر آرہی تھیں۔ جونہی ہم گاڑی سے اترے وہ ہماری جانب لپکیں۔ اور پھر انہوں نے پچھلی رات کی ترتیب سے ہماری گردنوں میں بانہیں ڈال کر ہمارے کئی طویل بوسے لیے۔ مائیکل اور ایلس بھی ہمارے قریب پہنچ گئے تھے۔

"اوہ۔ مسٹر سیسرو۔ آپ نے ہمارے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ اب شکریے کے الفاظ ناکافی ہیں۔" ایلس نے کہا۔

"ناکافی ہیں تو آپ ادا کیوں کرتے ہیں۔" میں نے موڈ بدلنے کی کوشش کی۔

"ہاں----- یہ بھی ٹھیک ہے۔" مائیکل ہنس پڑا۔

"آیئے----- آیئے مسٹر سیسرو۔" لوسیا نے میرا بازو پکڑ کر خیمے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"آپ کی گاڑی بہت شاندار ہے۔" ایڈی بولی۔

"خود مسٹر سیسرو کم شاندار ہیں؟"

"لیکن آپ نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" وہ بکواس کرتے رہے اور میں مسکراتا رہا۔ بہرحال ہم خیمے میں پہنچ گئے تھے۔

"ایک مشکل پیش آگئی ہے مسٹر سیسرو۔" مائیکل بولا۔

"کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پورے برگ کے بازار چھان مارے۔ بیشتر لوگوں سے پوچھا۔ لیکن چرس کہیں دستیاب نہیں ہوئی۔"

"اوہ-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا----- ان لوگوں میں آکر میرا موڈ بحال ہو رہا تھا۔ ذہن سے اداسی کی کیفیت دھلتی جا رہی تھی۔

"اور برگ کی کہر آلود رات میں----- چرس کے بغیر زندگی کتنی دشوار ہوگی۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں؟"

"یقیناً۔"

"پھر اس مشکل کا کوئی حل ہے آپ کے پاس؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب-----" ایلس اور دوسرے لوگ چونک کر بولے۔ اور میں نے لیزارا کا تحفہ نکال کر ایلس کی طرف اچھال دیا۔

ایلس نے چرس کی گیند لپک لی تھی اور پھر اس کا وزن دیکھ کر ایلس کا ہارٹ فیل ہوتے ہوتے بچا۔ "میرے----- میرے خدا۔ میرے خدا۔"

"کیا ہے ایلس؟" مائیکل نے پوچھا۔

"دیکھو----- دیکھو----- یہ دیکھو-----" ایلس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں عورتیں ایلس کے گرد جمع ہو گئیں۔ وہ سب اس طرح چرس کے ڈھیلے کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی بڑا عجوبہ ہو۔ پھر ایلس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اعتراف کیا۔

"بلاشبہ مسٹر سیسرو----- ہم نے اپنی پوری زندگی میں چرس کا اتنا بڑا ذخیرہ کبھی نہیں حاصل کیا۔"

"عیش کرو۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا اور ان سب نے میرے نام کے نعرے لگائے۔ سگریٹوں کے پیکٹ اور پائپ بھی خرید لیے گئے تھے۔ چنانچہ سب مست ہو گئے۔

میں نے سردارے کو ہدایت کی۔ "رات کے آخری پہر چلنا ہے' یہ لوگ اتنے مست نہ ہو جائیں کہ انہیں چھوڑ کر چلنا پڑے۔"

"اوہ استاد----- میں انہیں ہدایت کر دوں؟"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"ہے----- ایڈی----- لوسیا مائیکل ادھر آؤ۔ بات سنو؟" اور سب کے سب کتوں کی طرح دم ہلاتے ہوئے ہمارے سامنے پہنچ گئے۔ "تمہیں معلوم ہے آج رات ہم برگ چھوڑ دیں گے؟"

"آج رات؟" لوسیا حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"لیکن رات کو کیوں مسٹر پنٹو؟" ایڈی نے سوال کیا۔

"مسٹر سیسرو کی یہی ہدایت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم سب تیار ہیں۔" مائیکل بولا۔

"چنانچہ تم چرس اتنی استعمال کرو گے کہ ہوش میں رہو۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر پنٹو۔" ایلس نے کہا۔

"کھانا کھالیا تم لوگوں نے؟"

"ہاں۔"

"بس ٹھیک ہے عیش کرو۔" میں نے کہا اور وہ سب گردن ہلانے لگے۔۔۔۔۔ پچھلی رات گرایا جانے والا خیمہ بھی آراستہ کرلیا گیا تھا۔ چرس کی اتنی زیادہ مقدار تھی کہ ان لوگوں کو سردی کا احساس باقی نہ رہا۔ سردار۔ بھی ان کے ساتھ شریک ہوگیا تھا' اور وہ خیمے کے عقب میں کھلی جگہ پر پہنچ گئے۔

مجھے البتہ کچھ اور کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں لینڈرووَر میں جابیٹھا۔ اندر کی بتی جلائی اور پھر وہ کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لیا' جو میں نے مسٹر فورک کی ٹیبل سے نکالا تھا۔

اور پھر میں نے مسز فورک کے نام خط لکھا۔

"ممی۔"

خاموشی سے جارہے ہیں۔ آپ جانتی ہیں ہم چور نہیں ہیں۔ محبت بڑی قیمتی چیز ہے ممی اور وہ بھی ماں کی محبت!

ہم آوارہ گرد۔۔۔۔۔ اس محبت کے اہل نہیں ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے پاس اس پیار کی قیمت نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہم اس پیار کے تقدس کا احترام کرنے کے قابل نہیں ہوتے ممی۔۔۔۔۔ یہ ہماری پہنچ سے بالاتر ہے۔۔۔۔۔ آپ نے غلط لوگوں کو یہ قیمتی دولت دے ڈالی۔ ممی ہم تو معاشرے کے ناسور ہوتے ہیں۔ ہمارے لیے تو وہی نگاہیں مناسب ہیں جو کیمپوں میں قیام کرنے والے دوسرے آوارہ گردوں کے لیے مخصوص ہیں۔ آپ نے ہمیں دوسرا مقام دے دیا تھا۔ وہ مناسب نہیں تھا ممی۔۔۔۔۔ آپ' مسٹر فورک۔ جولیسا اور لیزارا۔۔۔۔۔ آپ بہت نیک لوگ ہیں۔ خدا آپ کو غموں سے آشنا نہ کرے۔

خاموشی سے اس لیے جارہے ہیں ممی۔۔۔۔۔ کہ آپ کی محبت ہمیں بھی خود غرض نہ بنادے۔۔۔۔۔ ہم کہیں سچ مچ خود کو اس محبت کا حقدار نہ سمجھ بیٹھیں۔

ہمیں معاف کردیں۔۔۔۔۔ ہم آپ کے پیار کی شدت کے قابل نہ تھے۔

آپ کا۔۔۔۔۔ سیسرو۔"

"خط لکھنے کے بعد میرے دل میں کوئی غم نہ تھا۔ کوئی جذباتی احساس نہ تھا۔ یہ خط

لکھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بوڑھی عورت کی تسلی کے لیے یہ فضول باتیں لکھ دی تھیں اور بس۔

گاڑی سے اتر کر' خط کو خیمے میں' ایک نمایاں جگہ رکھ کر۔ میں نے جیبوں سے کرنسی کی دو بڑی گڈیاں نکالیں اور خط کے ساتھ رکھ دیں۔۔۔۔۔ ابھی کافی رقم موجود تھی۔۔۔۔۔ ضرورت بھی ہو جاتی تو برن سے لی جاسکتی تھی۔

پھر اس خیمے کا دروازہ بند کرکے میں باہر نکل آیا۔ خیمے کے عقب میں دم لگ رہے تھے۔ غم مٹ رہے تھے' سردارے کی دلچسپ باتیں جاری تھیں۔ میں اس طرف نہ گیا۔ کئی منٹ تک ایک جگہ کھڑا رہا پھر نہ جانے ذہن میں کیا سمائی۔ میں نے گاڑی کے عقب سے گٹار نکال لیا۔ اور پھر گاڑی کی پشت سے ٹک کر میں نے گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔

لیکن۔۔۔۔۔ میں نے سر اونچے نہ ہونے دیئے۔۔۔۔۔ اگر مسٹر فورک کے مکان تک آواز پہنچ گئی تو۔۔۔۔۔ ممکن ہے۔۔۔۔۔! گٹار سے ایک نغمہ پھوٹا اور یہ میرے دل کی آواز تھی۔

وہ آواز۔۔۔۔۔ جسے میں کانوں تک نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ وہ الفاظ جنہیں میں ذہن میں جگہ نہیں دیتا تھا۔ نہ جانے گٹار کے تاروں میں یہ آواز کیوں سما گئی تھی۔ میری انگلیاں میرے خلاف سازش کر رہی تھیں۔ ہاں۔ وہ میرے خلاف سازش کر رہی تھیں۔

اور میں ماحول سے بے خبر تھا۔۔۔۔۔ بالکل بے خبر۔

نغمہ جاری رہا۔ کہر ساکت ہوگئی۔ ہوائیں رک گئیں۔ ماحول خاموش خاموش سا ہوگیا۔ شاید یہ نغمے کا اثر تھا۔ میرے دل کا غبار دھلتا رہا۔ ایک سکون کا سا احساس ہوا' وہ جلن ختم ہوگئی' جو کئی گھنٹے سے سینے میں ہو رہی تھی۔ شاید دل کی بھڑاس نکل گئی تھی۔ شاید سکون کو زبان مل گئی تھی۔

"اور پھر۔۔۔۔۔ آہستہ آہستہ ذہن جاگ اٹھا۔۔۔۔۔ آنکھیں کھل گئیں اور میں نے چونک کر ماحول کو دیکھا۔۔۔۔۔ تب پانچ سائے نظر آئے جو میرے گرد ساکت کھڑے تھے۔

یہ سردارے، اور دوسرے لوگ تھے۔۔۔۔۔ جو نہ جانے کب میرے پاس آکھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چرس بھرے سگریٹ نہ تھے۔ انہیں سردی کا احساس بھی نہ تھا۔ وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ پتھر کے بے جان مجسموں کی طرح۔

تب سحر ٹوٹا۔ اور لوسیا میرے قریب آگئی۔

"سیسرو۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "کیا سچ مچ یہ تم ہی ہو سیسرو۔۔۔۔۔ کیا یہ تم ہی ہو سیسرو۔" اور میں مسکرانے لگا۔ میرا دل مسکرانے کو چاہ رہا تھا۔ اب میں اداس نہ تھا۔

"کیوں؟" تمہیں یقین نہیں آرہا؟" میں نے پوچھا۔

"سیسرو ---- یہ واقعی تم ہو؟"

"اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو۔ کوئی اور تو نہیں ہے؟"

"یہ نغمہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ----؟ بتاؤ کہاں سے لائے یہ نغمہ ----؟" لوسیا بولی۔

"چوری نہیں کیا ہے ----؟"

نغمے چرائے نہیں جاتے۔ سیسرو۔ یہ تو ٹوٹے دلوں کی پکار ہوتے ہیں ---- محبت کے ماروں کی کہانیاں سناتے ہیں۔ تمہیں کیا غم ہے سیسرو ----۔ تمہیں کیا غم ہے؟"

"صرف ایک غم۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا غم ہے سیسرو ---- مجھے بتاؤ۔"

"یہ کہ تم مجھے سیسرو سمجھنے پر تیار نہیں ہو۔"

"آہ ---- تم کونسی دنیا سے آئے ہو سیسرو ---- یقین کرو۔ تمہاری انگلی میں ساری دنیا کا سحر ہے۔ تم دنیا کے سب سے بڑے جادوگر ہو۔ جب تمہاری انگلیاں گٹار کے تاروں پر چل رہی تھیں تو لگ رہا تھا کہ ستاروں کے غول سے کوئی ستارہ ٹوٹ کر زمین پر آ گرا ہے۔ تڑپ رہا ہے۔ اپنوں کے لیے۔ پھر اپنی دنیا میں واپس جانے کے لیے ---- آہ ---- وہ بے بس ہے۔ وہ رو رہا ہے۔"

"آؤ لوسیا ---- سب بیکار باتیں ہیں۔"

"ایک نغمہ اور نہیں سناؤ گے سیسرو۔" ایڈی نے کہا۔

"اب نہیں ایڈی۔"

"پلیز سیسرو ---- پلیز۔" سب بیک وقت بولے اور میں ہنس پڑا۔

"لیکن دھیمی آواز میں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں نہیں چاہتا کہ گٹار کی آواز مسٹر فورک کے مکان تک پہنچے۔"

"اوہ ---- وہ کنجوس بوڑھا ---- کیا وہ؟"

"نہیں ---- میں ان کی وجہ سے نہیں چاہتا۔"

"آخر کیوں؟"

"یہ فضول سوال ہے ---- جس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے ---- پھر سناؤ۔" ایڈی بولی۔ اور میں گٹار کے تار چھیڑنے لگا۔ لیکن نغمہ پہلے نغمے سے بالکل مختلف تھا۔ اس میں آنسو تھے' جو دلوں کا درد دھوتے تھے اور نغمہ ---- یہ خوشی کی کہانی تھی جس پر روتے ہوئے ہنس پڑتے تھے۔ اور ---- اور

ترا اٹھا ---- دلوں میں خوشیاں مچلنے لگیں۔

وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ تحسین آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر یہ ختم ہو گیا۔ تب سب کے سب آگے بڑھے اور مجھ سے لپٹ گئے۔

"آہ۔ تم گٹار کے جادوگر ہو ---- تم ماحول پر قادر ہو۔ کتنے بڑے فنکار ہو تم۔" ... نے مجھے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم دلوں سے کس طرح کھیلتے ہو۔" لوسیا اور ایڈی نے میرے کئی بوسے لے ڈالے تھے۔

"تمہارے ساتھ گزرنے والی زندگی کس قدر خوشگوار ہے سیسرو۔"

"بس اب تھوڑی دیر آرام کرلو۔ اس کے بعد روانگی۔" میں نے گٹار گاڑی میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک دور اور چلے گا دوستو۔" ایلس بولی۔

"کیا حرج ہے۔ تم نہیں پیو گے سیسرو؟"

"نہیں دوستو۔ میرا موڈ نہیں۔"

"تھوڑا سا سیسرو ---- تھوڑا سا ----" ایڈی نے کہا۔

"سوری ایڈی۔"

"اسے مجبور مت کرو ایڈی ---- وہ فنکار ہے۔ فنکار کو اس کی مرضی پر چلنے دو۔"

انجل نے کہا اور ایڈی خاموش ہو گئی۔ بہرحال وہ سب خیمے میں گھس گئے۔ میں گاڑی میں بیٹھا اور پھر گاڑی کی پشت سے ٹیک لگا کر میں غنودہ ہو گیا۔

"رات کے کسی حصے میں سردارے نے ہی جگایا تھا۔

"اوہ سردارے۔ کیا وقت ہو گیا؟"

"واہ استاد۔ خود ہی سو گئے۔"

"ہاں یار ---- سوری ---- کیا وقت ہوا ہے؟"

"ساڑھے تین بجے ہیں استاد۔"

"دوسرے لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

"سو رہے ہیں سب۔"

"زیادہ تو نہیں چڑھا گئے؟"

"میں نے نگرانی رکھی تھی۔"

"رات کیسی گزری؟"

"ٹھیک نہیں استاد ---- زیادہ تر تمہاری باتیں ہوتی رہیں۔"

"تم فضول آدمی ہو۔ جاؤ انہیں جگادو۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے کہا اور چلا گیا---- میں نے اپنے ذہن کو نیز
بوجھ سے آزاد کیا---- اور تیاریاں کرنے لگا۔ سردارے کو واپسی میں خاصی دیر
تھی---- بہرحال وہ آیا تو اس کے ساتھ سب موجود تھے۔

"ہیلو سیسرو----" ایلس اور مائیکل نے کہا۔

"ہیلو----۔"

"چلیں؟"

"ہاں مائیکل۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ خاموشی سے ہی نکل چلنا ہے۔"

"ہم تیار ہیں سیسرو۔"

"تم میں سے کسی کو ڈرائیورنگ آتی ہے؟"

"میں اور مائیکل دونوں فرسٹ کلاس ڈرائیور ہیں۔" ایلس نے جواب دیا۔

"ویری گڈ---- لیکن تم اس پوزیشن میں ہو ایلس؟"

"اوہ مسٹر سیسرو۔ رات کو تو صرف خون گرم کیا تھا۔ پی کہاں تھی؟"

"تب ٹھیک ہے۔ میں عقبی سیٹ پر سوؤں گا۔"

"اوکے چیف---- میں تمہارے لیے بستر لگادوں۔" سردارے نے پوچھا۔

"نہیں---- بس کمبل کافی ہے۔"

"میں ٹھیک کئے دیتی ہوں----" ایڈی جلدی سے بولی۔ اور پھر پچھلی
درست کرنے کے بہانے وہ خود بھی پچھلی سیٹ پر ہی رہ گئی۔ سردارے نے مسکرا کر مجھے
مار دی تھی۔ بہرحال سفر کرنے کا یہ انداز برا نہیں تھا۔ سردارے نے بھی بندوبست کرا
دونوں آوارہ گرد یا تو احمق تھے۔ یا پھر چالاک۔ دونوں ڈرائیورنگ سیٹ پر تھے۔ ان کے
کی سیٹ پر سردارے اور لوسیا۔ اور عقبی سیٹ پر میں دراز تھا۔ میرے برابر ایڈی میرے
کمبل میں بیٹھی تھی۔

ایلس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اور پھر بولا۔ "چلیں مسٹر سیسرو؟"

"چلو----" میں نے بھاری آواز میں کہا اور ایلس نے گاڑی آگے بڑھادی۔
نے تھوڑی سی گردن اچکا کر مسز فورک کے مکان کی روشنی دیکھی اور ایک ٹھنڈی سانس
کر پھر لیٹ گیا۔

ہماری جیپ بڑی سڑک پر پہنچ گئی۔ ایلس اور مائیکل کسی موضوع پر گفتگو کر ر
تھے۔ سردارے کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس کے نزدیک موجود لوسیا نہ جانے کس پوزیشن
تھی---- میں بھی آنکھیں بند کئے ہوئے تھا۔ اور ایڈی نے پاؤں سامنے نکا کر گردن
کی پشت سے لگا دی تھی۔ جیپ کے سارے شیشے بند تھے۔ اس لیے اندر خوب گرمی ہو گئی

ردی کا زیادہ احساس نہ تھا۔

رات کی وجہ سے ایلس نے رفتار زیادہ تیز نہیں کی تھی اور نہایت آرام دہ سفر ہو رہا
یرا ذہن نیند سے بھاری تھا۔ لیکن پھر بھی بہت سے خیالات آرہے تھے۔ اور
وہ شاید میری طرف سے کسی تحریک کی منتظر تھی۔ لیکن جب اس نے مجھے بالکل
یا تو اپنے جاگنے کا احساس دلانے کے لیے بولی۔

"اس سرد ماحول میں---- گاڑی کے اندر کی گرمی کس قدر خوشگوار ہے۔"

"ہونی ہی چاہیے۔" اگلی سیٹ سے سردارے اردو میں بولا۔

"کیا کہا مسٹر پنٹو۔" لوسیا بولی۔

"اونہہ۔ تم سے کچھ نہیں کہا---- تم اپنے کام میں مصروف رہو۔" سردارے
جواب دیا۔ اور میں ہنسی نہ روک سکا۔

"تم بہت سور ہو سردارے۔"

"سوری باس۔"

"کیا گفتگو کرنے لگے تم سیسرو؟" ایڈی نے اپنی بات کا جواب نہ پاکر کہا۔

"اوہ---- کچھ نہیں---- میرا ساتھی پوچھ رہا تھا کہ کیا میں سو گیا۔"

"نیند آرہی ہے سیسرو؟"

"نہیں۔"

"تم کتنے عظیم انسان ہو سیسرو۔ کیسے انوکھے۔ تم رحم دل ہو۔ دولت مند ہو۔ تم نے
رے اوپر بے تحاشا رقم خرچ کی ہے۔ درحقیقت ہم سب اپنے حالات سے سخت پریشان تھے۔
یں کتنا بڑا سہارا دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے ایڈی۔"

"اس کے علاوہ تم کتنے بڑے فنکار ہو---- دل چاہتا ہے تمہاری انگلیاں آنکھوں
لگا لوں۔"

"شکریہ ایڈی----" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا---- اور ایڈی
اسی کا انتظار تھا۔ اس کے حجاب کے بند ٹوٹ گئے۔ اور وہ میری طرف کھسک آئی۔ شاید
پہلا لمس چاہ رہی تھی۔ سیٹ بہت زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ لیکن بہرحال کتنی ہی تنگ جگہ
ایک مرد کے پاس عورت کے لیے گنجائش نکل ہی آتی ہے۔

ایڈی مجھ سے بھڑ گئی۔

"تمہارا وطن کہاں ہے سیسرو؟"

"آسمان پر۔"

"کیا مطلب؟" اس نے اس انداز میں اپنا ہاتھ سرکایا جیسے صرف اتفاق ہو۔
میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگیں۔ میں نے اس کے بعد کوئی جواب نہیں دیا۔
ایڈی نے بھی مزید کچھ نہ کہا۔ ہاں وہ اپنا وہ ہاتھ شاید بھول ہی گئی تھی جو میرے بدن پر لہریں دوڑا رہا تھا۔ ایڈی خاموش تھی۔ وہ میری طرف سے کچھ منتظر تھی۔

لیکن لینڈروور میں------ صبح ہونے سے کچھ قبل' میری کوئی حرکت بیکار تھی۔ ایڈی کی حرکت نے مجھے کچھ اور گزرے ہوئے انسان یاد دلا دیئے تھے۔

یہ یادیں۔ یہ حماقتیں------ کاش کوئی میرا برین واش کر دے' کاش مجھے اپنا یاد نہ رہے------ کاش مجھے بھول جانے کی کوئی قوت حاصل ہو جائے---
کاش------ کاش------

اور پھر ایڈی کے ہاتھ نے کچھ اور جنبش کی۔ اس کی انگلیاں سکڑنے لگیں---
اور اب میں بھی برداشت نہ کر سکا! میں نے ایڈی کو خود پر کھینچ لیا اور ایڈی نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں سے چپکا دیئے۔

ایلس ڈرائیونگ کرتا رہا۔ پھر جب وہ تھک گیا تو اس نے گاڑی روکی۔ اور اب اس کی جگہ مائیکل نے سنبھال لی۔ دونوں فراخ دل نوجوانوں نے ایک بار بھی اپنی بیویوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

تب صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور اس کے ساتھ قصبہ گرافن کے آثار۔

سردارے شاید گہری نیند سو گیا تھا۔ لوسیا کی بھی کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ ہاں میں اور ایڈی سنبھل گئے تھے۔ میں کمبل لپیٹ کر اٹھ بیٹھا تھا اور بیٹھنے سے مجھے سیٹ کی دوسری جانب لوسیا اور سردارے نظر آنے لگے تھے' جو ایک دوسرے میں گتھے پڑے تھے۔ لوسیا نے ہاتھ لٹکا کر سردارے کے شانے میں چٹکی لی۔ اور سردارے اچھل پڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی------" اس نے شاید لوسیا سے کہا۔ لیکن لوسیا سو رہی تھی۔ اس نے گردن اٹھائی۔ اور مجھے دیکھ کر سنبھل گیا۔

"معاف کرنا استاد۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا------ اور اٹھنے سے لوسیا کے بدن کا کمبل کھل گیا۔ اس کے لباس کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

سردارے نے خوفزدہ انداز میں جلدی سے کمبل اس پر ڈال دیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"صبح ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"یس۔ یس چیف۔"

"ہم لوگ گرافن پہنچ گئے ہیں مسٹر سیسرو۔" اگلی سیٹ سے مائیکل کی آواز سنائی دی۔

"ہاں------ قصبے میں رک کر ناشتہ کریں گے۔۔ یہاں دھند بہت ہے۔"

"یہ دھند تو بہت دور تک گئی ہے مسٹر سیسرو۔"

"ڈرائیونگ مشکل تو نہیں ہوگی؟"

"کوئی خاص نہیں------ ویسے یہ راستہ زیادہ اچھا نہیں ہے۔"

"خیر دیکھا جائے گا------ چلتے رہو------" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد رافن میں داخل ہو گئے------ قصبے کے وسیع پتھریلے چوک کے کنارے مائیکل نے روک لی۔ چھوٹی چھوٹی دوکانیں بند تھیں۔ ہاں قہوہ خانے کھل گئے تھے اور وہاں نظر آ رہا تھا۔ مائیکل نیچے اتر گیا۔ اور پھر ہم سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔

ائیکل قہوہ خانے میں جا کر کافی کا آرڈر دے آیا۔ اس معمولی سے قہوہ خانے کی کافی ارے میں' میں نے سوچا تھا کہ بس' کافی ہی ہوگی۔ لیکن کافی پی تو طبیعت خوش ہو گئی۔ لذیذ تھی۔ میں نے تین کپ پیئے' سردارے نے چار۔ باقی لوگوں نے دو۔ دو------ ن رول ہم نے کھائے جو بہت عمدہ تھے۔ بلاشبہ ہلکا پھلکا------ لیکن بہت عمدہ ناشتہ ائی نے جسموں میں روح پھونک دی تھی۔

تب اسٹیئرنگ سردارے نے سنبھال لیا------ اور ہم گرافن سے نکل آئے۔ قصبے دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف تھی۔ پگھلی ہوئی برف کا پانی سڑک پر بہہ رہا تھا۔ ل طرف گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ بہرحال ڈرائیونگ خطرناک تھی' میں سردارے کے ی آ بیٹھا۔

"عمدہ جگہ ہے استاد------ ارے یہ کیا------" اچانک سردارے چونک پڑا۔

"کیا ہے؟"

"وہ سرخ نشان۔"

اور میں نے بھی سرخ نشان دیکھا۔ جو سڑک کے بیچوں بیچ تھا۔

"خطرے کا نشان ہے۔" سردارے بولا۔

"چلو------ دیکھیں تو سہی۔" میں نے کہا اور ہم کچھ اور آگے بڑھ کر نشان کے پہنچ گئے۔ تب کسی طرف سے ایک آدمی نکل کر ہماری گاڑی کے قریب آ گیا۔

مائیکل اور دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو گئے------ آنے والا سپاہی کی وردی میں

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آگے سڑک خطرناک ہے جناب۔" سپاہی نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"رات کو برف کا ایک بہت بڑا تودہ پھسل کر سڑک پر آگرا ہے۔ سڑک بند ہے۔"

"اوہ---- کوئی اور راستہ ہے آگے جانے کا؟"

"آپ قصبے سے باہر نکل جائیں---- ایک ذیلی سڑک بائیں جانب ملے گی جو آگے جاکر اس سڑک سے مل جاتی ہے۔ فاصلہ کچھ طویل ضرور ہوگا۔ لیکن وہ راستہ صاف ہے۔"

"چلو---- واپس موڑو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور سردارے نے ریورس کی۔ پھر اسے ایک مناسب جگہ سے موڑ لیا۔

"بڑی خطرناک جگہ ہے مسٹر سیسرو---- اس سے قبل بھی ہم ایک بار یہاں گزر چکے ہیں---- ہماری نگاہوں کے سامنے ایک خوفناک حادثہ ہوا تھا۔ ایلس تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں---- دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار لوگ لقمہ اجل بن گئے تھے۔"

"کہرام مچ گیا تھا۔" لوسیا بولی۔

"کیا حادثہ ہوا تھا؟" سردارے نے پوچھا۔

"بہت سے مزدور سڑک تعمیر کر رہے تھے کہ برف کا ایک عظیم تودہ ان پر آگرا اور وہ سب برف میں دفن ہوگئے۔ کئی دنوں میں ان کی لاشیں نکالی جاسکی تھیں۔"

"ارے باپ رے۔" سردارے اردو میں بولا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوفزدہ ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کسی حد تک استاد---- ایسی ان دیکھی موت سے میں بہت ڈرتا ہوں۔ موت ہے استاد۔ مرنے کے بعد بھی سردی سے کانپتے رہو۔" سردارے مسخرے انداز میں ...

ایک بار پھر ہم گرافن سے گزرے اور واپس اس سڑک پر پہنچ گئے۔ جس ... آئے تھے۔ ذیلی سڑک کافی آگے جاکر ملی تھی۔ لیکن اس کے کنارے پر بھی برف ... ہوئے پہاڑ کھڑے تھے۔ ڈرائیونگ بے حد خطرناک تھی، لیکن گرافن میں قیام حماقت ... چنانچہ ہم چلتے رہے۔ ہاں ویسے سب ہی مستعد ہوگئے تھے۔ اس وقت کسی کے ذہن میں ... یا کوئی لطیف بات نہیں تھی۔ سب کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ اور ہم ہر ... گرنے والے تودے کے منتظر تھے۔

سردارے انتہائی ہوشیاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ گو کہر کی وجہ سے بہت ... کی سڑک نہیں نظر آ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی سردارے نے رفتار کافی تیز کر رکھی تھی۔

دور کہیں دھماکہ سنائی دیا اور سردارے نے بریک لگا دیئے۔

"کیا ہوا؟" ایڈی چونک کر بولی۔

"ضرور کہیں کوئی تودہ گرا ہے۔"

"لیکن آواز عقب سے آئی ہے۔" لوسیا بولی۔

"چلتے رہو پنٹو---- جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور سردارے نے پھر لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ یوں ہم نے کافی وقت میں یہ---- سڑک طے کی اور پھر چوڑی صاف سڑک پر آگئے---- اس کے آگے کا موسم زیادہ کہر آلود نہ تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد یہ پہاڑیاں بھی برف سے صاف نظر آنے لگیں۔

کہیں کہیں کروکی، سالویا اور اینی مون کے پھلوں کے قطعے نظر آجاتے تھے۔ ماحول ... خوف کی کیفیت ختم ہوگئی تھی۔ دور۔ بہت دور---- سوئزر لینڈ کے سب سے اونچے ... کی چوٹی، میٹیارن نظر آ رہی تھی، سیاہ اور دھند میں ڈھکی ہوئی۔ سردارے نے لینڈ روور کی رفتار کافی تیز کر دی۔

اور اب ہم برن کے قریب ہوتے جا رہے تھے---- جہاں نہ جانے کون کون سے ... ہمارے منتظر تھے۔

لینڈ روور کا سفر اب باقاعدگی سے جاری تھا۔ یوں بھی برگ سے برن کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ ... گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ راستہ نہایت سرسبز و شاداب---- موسم اگر ٹھیک ہو تو سفر ... آجائے۔ میں نے سوچا۔ اور یہ سوچ نہ جانے کہاں جاکر ٹکرائی۔ جوں جوں ہم برگ سے دور ہوتے گئے موسم صاف اور چمکدار ہوتا گیا۔ پتلی سڑک بل کھاتی ہوئی ایک خوبصورت وادی سے گزر رہی تھی وادی کے آخری سروں پر تاحد نگاہ برف پوش پہاڑوں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں، خوابوں کی دنیا، سوئزر لینڈ شروع ہو چکا تھا۔ نیلی پرسکون جھیلیں، سرسبز میدان، ... مناظر کی بہتات تھی۔ سوئزر لینڈ کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا تھا۔ لیکن اسے ... قریب سے دیکھوں گا، تصور بھی نہیں تھا---- بہرحال قدرتی مناظر کی سرزمین میرے ... سامنے تھی اور میں اس کے حسن میں کھویا ہوا تھا۔ صرف میں ہی نہیں۔ حسین وادیوں کی ... آنکھوں نے سب کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ سب ہی خاموش تھے۔ ماحول نے ان کی زبانوں پر تالے لگا دیئے تھے۔

وقت کافی تیزی سے گزرا۔ خود ڈرائیونگ کرنے والے کو بھی رفتار کا احساس نہیں ہوا۔ اور پھر برن کی خوبصورت عمارتیں نظر آنے لگیں۔ تب ہم سب چونکے۔

"ارے---- برن آگیا----" یہ ایڈی کی آواز تھی۔ اور اس انکشاف پر ہم چونک پڑے۔

"اوہ---- برن آگیا؟" سردارے حیرت سے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"فاصلے کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔"

"سوئزرلینڈ کے مضافات ایسے ہی حسین ہیں۔" لوسیا نے کہا۔

"برن میں کہاں قیام کریں گے موسیو؟" الیس نے پوچھا اور میں اس کی شکل دیکھنے
لگا! یہ لوگ مستقل ہمارے ساتھ رہنے کا پروگرام بنا رہے تھے شاید۔ بہرحال ابھی تو ...
ہے ----- خود سمجھ جائیں گے ----- اس کے علاوہ سردارے سے مشورہ کرنا بھی ضرور
ہے۔ ممکن ہے وہ ابھی ان لوگوں کو چھوڑنا پسند نہ کرے۔

"ہم لوگ مشورہ کریں گے۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ لیکن ان ...
دل انسانوں نے اس لہجے کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ الیس پرخیال انداز میں گردن ہلانے ...
دوسرے لوگ خاموش ہی تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری گاڑی برن میں داخل ہوگئی۔ ...
کے راستے پر خوش آمدید کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ سفید رنگ کی حسین عمارتوں کی قطار دور تک ...
گئی تھی ----- ان کے بارے میں سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیسی عمارتیں ہیں۔ انہیں رہائشی
مکانات بھی نہیں کہا جا سکتا تھا' کیونکہ ان کی طرز تعمیر ایسی نہیں تھی۔ نہ ہی کسی قسم کے بورڈ
وغیرہ لگے ہوئے تھے جن سے پتہ چلتا کہ کیسی عمارتیں ہیں ----- بہرحال زیادہ تجسس ...
سود تھا۔

"کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے رفتار سست کرتے کرتے ہوئے پوچھا۔

"ان لوگوں کے سلسلے میں کیا رائے ہے سردارے؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"دل بھر آیا ----- ابھی انہیں مسلط رکھو گے؟"

"نئی جگہ ہے استاد ----- نہ جانے برن کی لڑکیوں نے ہماری طرف توجہ دی بھی
نہیں ----- کیوں نہ ایک آدھ رات۔" سردارے گردن کھجاتے ہوئے مسکرایا۔

"ہوں ----- پھر اس کے لیے کیمپنگ ہی مناسب رہے گا۔ ان لوگوں کو لے
کسی عمدہ ہوٹل میں جائیں گے تو تماشا بن جائیں گے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"جو استاد کی رائے۔"

"چلو ----- کسی سے کیمپنگ کا راستہ دریافت کرو۔" میں نے کہا او
سردارے نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ گاڑی بدستور سست رفتاری سے آگے بڑھ
رہی تھی اور میں سوئزرلینڈ کے اس حسین شہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ تب ہم ایک پیٹرول پمپ
پہنچ گئے! سردارے نیچے اتر گیا تھا اور پھر وہ پیٹرول پمپ کے ملازم سے گفتگو کرنے لگا۔

"کیا گفتگو کر رہے تھے تم لوگ؟" لوسیا نے پوچھا۔

"اوہ ----- میں اپنے ساتھی سے مشورہ کر رہا تھا کہ کہاں قیام کیا جائے؟"

میں نے جواب دیا۔

"کیا کہا اس نے؟"

"بس وہ کیمپنگ کا پتہ معلوم کرنے گیا ہے۔"

"تم لوگ کونسی زبان میں گفتگو کرنے لگتے ہو موسیو۔ ہم نے بہت کوشش کی' لیکن ہم
تمہاری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکے۔" مائیکل نے بہت دیر کے بعد لب کشائی کی۔

"ہم دنیا کی بہت سی زبانوں سے واقف ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ ان احمقوں
سے زیادہ منہ لگانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں یہاں آنے کے بعد ان سے طبیعت
بیزار سی ہوگئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے آگیا۔

"کیا رہا؟"

"پتہ معلوم ہوگیا ہے ----- لیکن بڑی مشکل سے۔"

"کیوں؟"

"وہ شریف آدمی انگریزی ٹھیک سے نہیں بول سکتا۔ چنانچہ پہلے تو ہم دونوں اپنی اپنی
زبان میں گفتگو کرتے رہے جو دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے بعد پھر
انٹرنیشنل لینگویج استعمال کی تب کہیں پتہ چل سکا۔"

"انٹرنیشنل لینگویج؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں نواز صاحب ----- وہ زبان جو زمانہ آدم سے آج تک بولی جا رہی ہے۔ یعنی
اشاروں کی زبان -----" سردارے نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور
ہنس پڑا۔ "جب ہم دونوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو میں نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ پھر
حقہ پینے کے انداز میں دم لگایا۔ پھر خیمہ بنا کر دکھایا اور آخر میں' میں اسے دس کا پہاڑہ
سنانے لگا۔ تب کہیں جا کر بات اس کی سمجھ میں آسکی۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں ----- تم ان معاملات میں ماہر ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اس کی زبان کیسے سمجھی؟"

"جس طرح خود اسے سمجھائی ہوگی؟"

"کیا یہ مشکل کام نہیں ہے؟"

"تمہارے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور
سردارے نے فخر سے سینہ پھلا لیا۔ وہ سینہ پھلائے پھلائے ڈرائیونگ کرتا رہا۔

"ہوشیاری سے۔ یہ لاہور کا مال روڈ نہیں ہے' میں نے کہا۔

"نام نہ لو استاد لاہور کا۔" سردارے تڑپ کر بولا۔

"کیوں؟"

"بس لاہور' لاہور ہے۔ اس مصنوعی حسن کا وہاں کے قدرتی حسن سے
مقابلہ ------ یا پھر اپنا حسن نگاہ کہیں ------ سچ استاد وہاں کے گلی کوچے یاد آتے ہیں تو
ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے۔ دیکھیں خدا پھر وہاں لے جاتا ہے یا نہیں۔" سردارے کی آواز م
عجیب سی حسرت تھی۔ مجھے افسوس ہونے لگا۔ میں نے کیوں یہ ذکر چھیڑ دیا ------ بہر حال ا
کے بعد سردارے دائیں بائیں مڑتا رہا ------ اور ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

ایک چھوٹے سے پتلے دریا کے کنارے ٹورسٹ کیمپنگ تھا۔ لیکن اس دیکھ
کیمپنگ کو دیکھ کر ہماری آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ اتنے بڑے علاقے میں ہم نے کوئی کیم
ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ چاروں طرف خیموں کے شہر آباد تھے۔ خوبصورت ہوٹل اور قہ
خانے بکھرے ہوئے تھے' موسیقی کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں ------ ہم لوگ دلچسپی سے
سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے ایلس وغیرہ سے کہا۔ "تم لوگ خیموں کا انتظام کرو۔ ہ
ذرا کیمپنگ کا ایک چکر لگالیں۔"

"بہت بہتر مسٹر سیسرو۔" مائیکل اور ایلس جلدی سے بولے میں نے تھوڑے سے
سوئس نوٹ اس کے حوالے کر دیئے جنہیں اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔

"ہم آپ کے ساتھ چلیں مسٹر سیسرو؟" ایڈی نے پوچھا۔

"میرے خیال میں اس وقت تم اپنے ساتھیوں کی مدد کرو۔ ہم مل کر یہاں پر سیر کریں
گے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ سردارے منہ کھول کر رہ گیا تھا۔ شاید وہ انہیں لے
جانے کے لیے تیار تھا۔ لیکن میری بات سن کر خاموش ہو گیا تھا۔ لڑکیاں بھی خجل ہو گئی تھیں۔
انہوں نے سوچا ہوگا' کہ یہاں بھی عیش کریں گی اور معزز بیگمات کی طرح خرید و فروخت کریں
گی۔

بہرصورت وہ بھی گاڑی سے اتر گئیں۔ اور سردارے نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ "تم
انہیں ساتھ لے جانے کے حق میں تھے؟" تھوڑی دور نکل کر میں نے کہا۔

"ہاں ------ میں نے سوچا کیا حرج ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"نہیں یار ------ کسی کو ضرورت سے زیادہ سر پر چڑھانے سے نقصان کے علاوہ
کچھ نہیں ہوتا ------ آج رات کے بعد انہیں چھوڑ دیں گے۔ یہی اصول مناسب ہے۔
دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے پیارے ------ اس نسخے کو گرہ میں باندھ لو۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد ------ لیکن کمبخت دل بڑی عجیب شے ہے فیصلے کرتا ہے
اور پھر خود ہی بھول جاتا ہے۔"

"چھوڑو۔ ادھر دیکھو۔ دیکھو یہاں جمگھٹ میں۔" میں نے کہا اور سردارے
ہپیوں کے غول دیکھنے لگا۔ مرد نما عورتیں' عورت نما مرد' بڑی مشکل سے تخصیص ہوتی تھی۔

ی عمدہ شکلیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں کچھ زیادہ ہی آبادی تھی۔

"واہ استاد ------ یہاں تو ------"

"اور تم جانتے ہو یہ دسترس سے باہر نہیں ہوتیں۔"

"تو پھر رہے گی۔"

"ہاں ------ لیکن ابھی نہیں ------ کچھ وقت باہر گزاریں گے۔ اور پھر سوئزر
ز اور اس کے نواح نہیں دیکھو گے؟"

"ضرور دیکھیں گے استاد ------ تمہارے ساتھ رہ کر تو زندگی ہی بدل گئی ہے۔"
ردارے مسرت سے بولا۔ ہم کیمپنگ میں دور تک چلے گئے۔ گاڑی پاس تھی اس لیے کوئی
ت نہ ہوئی۔ درحقیقت ہپیوں کا بہت بڑا اجتماع تھا یہاں ------ میرے خیال میں اتنی
داد گوری کے کنارے بھی نہیں تھی۔ نہ ہی ایسی سہولتیں وہاں مہیا تھیں۔ ایک اور خاص
ت یہ تھی کہ یہاں قلاش اور بھکاری ٹائپ کے لوگ کم نظر آ رہے تھے' یا تو یہاں آکر ان کی
ی حالت سدھر جاتی تھی یا پھر اس ٹائپ کے لوگ یہاں رکتے ہی نہیں تھے۔ بڑی بڑی حسین
کلیں نظر آئیں اور سردارے انہیں دیکھ دیکھ کر چٹخارے بھرتا رہا۔ پھر ہم واپس چل پڑے۔
ردارے سست رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"آپ نے کچھ وقت باہر گزارنے کے لیے کہا تھا استاد؟"

"ہاں۔"

"باہر سے کیا مراد تھی؟"

"کیمپ سے باہر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ضروری ہے استاد؟"

"ہاں۔ دو وجوہات کی بنا پر۔"

"وہ کیا؟"

"بس کچھ کام کرنے ہیں۔ میرا مطلب ہے اپنے کام کے سلسلے میں اور پھر ان لوگوں
ے چھٹکارہ بھی ضروری ہے۔"

"ان سے کہہ کر چلو گے استاد؟"

"کیا ضروری ہے۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ اور سردارے گردن ہلاتا ہوا خاموش
ہو گیا۔" میں کہہ چکا ہوں سردارے ان کی دنیا الگ ہوتی ہے' انہیں جتنا سر چڑھاؤ گے چڑھ
جائیں گے۔ مجھے ان کا تجربہ ہے۔"

"سوری استاد ------ آئندہ خیال رکھوں گا۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"میں جانتا ہوں سردارے ------ ہم خود کو کتنا ہی بہلانے کی کوشش کریں۔ لیکن

ہم اپنے ضمیر سے محبت کا وہ عنصر نہیں نکال سکتے' جو ہماری خاصیت ہے۔ لیکن نکالنا پڑے گا میرے دوست۔ یہ دنیا کھلونوں کی دنیا ہے----- انسانوں سے کھیلنا شروع کردو' ورنہ دوسرے تم سے کھیلیں گے اور چور چور کردیں گے۔ خود کو کھلاڑی بناؤ ورنہ کھلونا بن جاؤ گے۔"

سردارے گردن ہلاتا رہا----- ہماری نگاہیں مائیکل وغیرہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ کیمپ کا چکر لگانے میں میں کافی دیر ہوگئی تھی۔ یقیناً وہ خیمہ حاصل کرکے لگا چکے ہوں گے۔ اور پھر سردارے کو ایلس نظر آگیا۔

ایلس نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ وہ گاڑی کی طرف دوڑا۔ اور ہمارے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ گاڑی پر چڑھ آیا۔ "کافی----- کافی دیر سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔

"کام ہوگیا؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل۔" ایلس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ ہمیں خیمے کی طرف گائڈ کرنے لگا۔ تین خوبصورت ٹراپن تھے۔ ظاہر ہے کافی رقم میں ملے ہوں گے ان میں کینوس کے پلنگ اور اسٹول بھی موجود تھے۔ یہاں بس سہولتیں تقسیم تھیں' جتنی قیمت ادا کرو۔ اتنا آرام حاصل کرلو۔"

"مسٹر سیسرو----- یہاں تو بڑے آرام سے ملتی ہے۔" ایلس نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"ہر چیز----- مارفین----- پیتھڈین----- چرس----- ہیروئن' افیون ہر چیز مسٹر سیسرو----- ہمیں باقاعدہ فہرست دی گئی ہے۔ جس میں قیمتیں بھی درج ہیں۔ خاصا سائنٹفک انتظام ہے۔"

"ہوں-----" میں نے گردن ہلائی----- ایڈی' لوسیا اور مائیکل بھی خیموں سے نکل کر ہمارے پاس پہنچ گئے تھے۔ پھر مائیکل نے گاڑی اسٹارٹ کرکے خیموں کے عقب میں کھڑی کردی۔

ہم اندر آکر ایک خیمے میں بیٹھ گئے----- میں ان تین خیموں پر غور کر رہا تھا۔

"فہرست کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور ایڈی نے ایک خوبصورت کارڈ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں کارڈ لے کر غور سے دیکھنے لگا۔ اچھا انداز تھا۔ ان لوگوں کے لیے کافی دلکش تھا جن کی جیب میں کافی رقم ہو۔ لیکن جگہ جگہ کی بات تھی۔ ہر جگہ یہ سسٹم کام نہیں کرسکتا تھا۔ اس سے گرفت ہوتی تھی۔ میں نے کارڈ واپس کردیا۔

دفعتاً" ایڈی بول پڑی۔ "مسٹر سیسرو۔ کیا آپ کوئی مشہور انسان ہیں؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ویسے ہی پوچھ رہی ہوں----- کیا آپ پی گوڈے کیمپ میں بھی رہے ہیں؟" ایڈی کے دوسرے سوال پر میں چونک پڑا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ یہ سوال انوکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ایڈی" میں نے ایڈی کو گھورتے ہوئے کہا۔ براہ کرم اس سوال کا مقصد بتاؤ۔"

"ارے مسٹر سیسرو۔ اس میں سنجیدگی کی کیا بات ہے۔ میں نے خیمے حاصل کرنے کے لئے آپ کا نام لکھوایا تو بکنگ کرنے والے کے نزدیک کھڑے ہوئے دو افراد چونک پڑے۔ خیموں کی بکنگ کے بعد جب میں وہاں سے ہٹی تو دونوں میرے قریب آگئے اور انہوں نے بڑے پر اخلاق اور مہذب انداز میں مجھ سے پوچھا۔ خاتون۔ کیا آپ مسز سیسرو ہیں؟' نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے مسٹر سیسرو کونسے ہیں؟' اس نے ایلس اور مائیکل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کوئی نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ تب انہوں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر وہ آپ کے بارے میں بہت سے سوالات کرتے رہے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا آپ پی گوڈے والے سیسرو ہیں۔ اب مجھے اس بارے میں معلوم تھا۔ میرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آپ تو بڑے مشہور انسان ہیں۔"

ایڈی نے معصومیت سے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ لیکن میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ وہ بھی خاموش تھا!۔

"لیکن مسٹر سیسرو۔ اس میں سنجیدہ ہونے کی کیا بات ہے؟" ایڈی نے پھر پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ایڈی۔ بس میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون لوگ ہوسکتے ہیں۔ دراصل میرے کچھ دوست بچھڑ گئے ہیں۔ شاید وہی مجھے تلاش کر رہے ہوں۔"

"اوہ۔" ایڈی نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ تب میں نے ایلس سے پوچھا۔

"ایلس۔ تمہارے پاس کرنسی کی کیا رپورٹ ہے؟"

"تقریباً" ختم۔!" ایلس نے جواب دیا۔

"لو یہ رکھ لو۔ اور عیش کرو۔!" میں نے پھر کچھ نوٹ اسکی جانب بڑھا دیئے اور ایلس نے جلدی سے انہیں لپک لیا۔

"درحقیقت۔ اس کیمپنگ کا جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہاں اگر مناسب پیسے نہیں ہیں تو زندگی بھی نہیں ہے۔" مائیکل نے ہنستے ہوئے کہا۔

کاغذ کے پرزوں نے ان کی آنکھوں میں پھر زندگی دوڑا دی تھی۔ کتنا گہرا تعلق ہے ان کاغذ کے پرزوں سے انسانی زندگی کا۔ کیسے انوکھے مسیحا ہیں۔ آنکھوں کی چمک' ہونٹوں کی

مسکراہٹ' چہرے کی سرخی۔ ان کے لمس سے کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں۔!

بہرحال میں اور سردارے ایک خیمے میں چلے گئے۔ باقی جوڑے الگ الگ خیموں میں۔!

اپنے خیمے میں پہنچتے ہی سردارے پھوٹ پڑا۔ "کیا خیال ہے استاد۔؟"

"کس بارے میں۔؟"

"ارے تم نے ایڈی کی بات پر غور نہیں کیا۔؟"

"کیا ہے سردارے۔؟"

"کیا ہمارا پہچان لیا جانا مناسب ہے۔؟"

"پہچان لینے والے کون ہو سکتے ہیں سردارے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تھامپسن کے ساتھی بھی۔"

"اگر وہ تھے۔ تو میرے خیال میں کیمپنگ چھوڑ کر چلے گئے ہوں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا ہمیں اسی طرح مطمئن رہنا چاہیے استاد۔؟" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"ہوشیار رہیں گے۔ لیکن خوف کی حد تک بھی نہیں۔"

"خوف کی بات نہیں ہے استاد۔ میرے خیال میں ایک بات تمہارے ذہن سے نکل رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"تھامپسن زندہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ارے تو ہو۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ایکبار پھر سہی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور سردارے مسکرانے لگا۔

"ہاں۔ یہ بات ٹھیک ہے استاد۔ بس میرا یہ خیال تھا کہ ہوشیار رہا جائے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان بلاؤں کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"آخری رات۔!" سردارے نے کہا۔

"سردارے۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"استاد۔"

"یہ رات ان کے لئے مناسب نہ ہوگی۔"

"کیا مطلب استاد۔؟"

"تم ہوشیار رہنے کی بات کر رہے ہو۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ رات بھی گزارنے کے خواہشمند ہو۔"

"اوہ تو استاد۔"

"ہاں۔ کم از کم یہ رات نہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ مگر آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔"

"دیکھا جائے گا!" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ اور بات درست ہی تھی۔ ایڈی' لوسیا' ایلس اور مائیکل قلاش تھے۔ ان کے پاس ایک رات کے کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے۔ لیکن اب ہماری بدولت وہ عیش کر رہے تھے۔ اس عیش کو وہ آسانی سے کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ رات تک وہ کچھ بھی آوارہ گردی کرتے رہے ہوں۔ رات کو وہ واپس آ گئے۔ ایڈی میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ شاید انہوں نے انجکشن وغیرہ لئے ہوں لیکن وہ ہوش میں ہی تھی۔

"ڈارلنگ۔!" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تم دنیا کے خوبصورت ترین مرد ہو۔!" وہ پر ہوس نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

لیکن بد بخت تھی۔ ان الفاظ کا جو رد عمل ہونا چاہیے تھا وہ میرے چہرے پر نہ مل سکا۔ میں اس بکواس سے متاثر ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔ میں سپاٹ نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

"میں۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہارا قرب چاہتی ہوں سیسرو۔ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ گزار دینا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور مجھے ہنسی آنے لگی' تاہم میں نے سنجیدہ رہ کر پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہی ہو ڈارلنگ۔!"

"ہاں۔ سچ۔ اس سیاہ رات کی مانند۔!" وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔

"لیکن مجھے وہ سچ پسند ہے جو سورج کے اجالے کی طرح ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔" ایڈی نے کہا۔

"مائیکل کا کیا ہوگا۔؟"

"جہنم میں جائے کمینہ۔ ناکارہ کہیں کا۔ اسے تو بھیک مانگنا بھی نہیں آتا۔" ایڈی نفرت سے بولی۔

"گویا تم اسے چھوڑ دو گی۔"

"بالکل۔ ہمیشہ کے لئے۔" ایڈی بڑے پر اعتماد انداز میں بولی۔ اور میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ "ہم لوگ خاموشی سے یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ کون ہمیں تلاش کرے گا۔ اور پھر یہ

مائیکل۔ یہ تو سدا کا ناکارہ اور بزدل انسان ہے' یہ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔"

"تمہیں یقین ہے ایڈی۔؟"

"ہاں۔ سو فیصدی۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"کیا میں اپنے ساتھی کو بھی چھوڑ دوں؟"

"میری خاطر سب کو چھوڑ دو سیمرو ڈیئر۔ میں تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"لیکن میرا ساتھی بھی مجھے بہت چاہتا ہے۔"

"تو۔ اسے بھی لے چلو۔!" ایڈی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اسمیں بھی ایک مشکل ہے ایڈی۔"

"وہ کیا۔؟"

"میرا ساتھی۔ میرا ساتھی تو تمہارے اوپر جان دیتا ہے۔ وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔"

"اوہ۔ گولی مارو اس کی پسند کو۔ میں تو تمہیں پسند کرتی ہوں۔" ایڈی نے گردن جھٹک کر کہا۔

"بڑی مشکلات پیش آئیں گی ایڈی۔!" میں نے فکرمندی سے کہا۔

"کیا۔؟"

"ہمیں سب کچھ چھوڑنا پڑے گا! یہ سارے تعیشات' میرے ساتھی کی وجہ سے ہیں۔ وہ میرے وطن کا بے حد مالدار آدمی ہے۔ اسی کی وجہ سے میں عیش کر رہا ہوں۔ یہ لینڈ روور اور یہ سارا سامان' سب اسی کا ہے۔ ہمیں یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔"

اور ایڈی پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری شکل دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اسے اس بات پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔! کئی منٹ تک وہ حیرت کے عالم میں کھڑی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن سیمرو۔ آج تک تو ہم نے یہی محسوس کیا ہے کہ جیسے تم خود اس کی کفالت کرتے ہو۔ ساری کرنسی وغیرہ تمہارے پاس ہی رہتی ہے؟"

"میں نے بتایا نا۔ کہ وہ مجھے بے حد چاہتا ہے۔ وہ مجھے احساس نہیں ہونے دینا چاہتا کہ میں قلاش ہوں۔ سارے کام میرے ہی ہاتھوں کراتا ہے۔ بس یہ اس کی محبت ہے۔"

"اوہ۔" ایڈی آہستہ سے بولی۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بیچاری سخت کشمکش میں گرفتار تھی۔ اس وقت تو پھنس جانے والی بات تھی' بہرحال میں نے خود ہی اس کی مشکل حل کر دی!

"تاہم ایڈی۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔ میں ایک آدھ دن میں فیصلہ کر لوں گا۔"

"اوکے سیمرو۔" ایڈی نے مردہ سی آواز میں کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔ اس کے ہر جاتے ہی میں ہنس پڑا۔

سردارے کہیں آوارہ گردی کر رہا تھا۔ میں خیمے میں کینوس کے پلنگ پر لیٹ کر غور رنے لگا۔! وہ لوگ کون تھے۔؟ بات صرف پی گوڈے تک ہی محدود تھی۔ اس لئے یہ سوچا جا تھا۔ یا تو وہ عام سیاح ہوں گے۔ جنہوں نے پی گوڈے میں قیام کیا ہو گا۔ یا پھر' تھامپسن ی آدمی۔! اور ممکن ہے سردارے کا یہ خیال درست ہی ہو کہ تھامپسن زندہ ہو اور یہاں ں۔ ایسی صورت میں۔؟ ایسی صورت میں ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ تھامپسن اپنی ساری ت میرے اوپر صرف کر دے گا۔ ظاہر ہے اسے میرے ہاتھوں جو نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کی لافی تو کسی طور ممکن ہی نہیں ہے۔

کافی دیر تک میں خیمے میں لیٹا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ یہاں پڑے ہنے سے کیا فائدہ۔؟ باہر کے حالات دیکھے جائیں۔ کیمپنگ کا ماحول بہت خوبصورت تھا۔ س خوبصورت ماحول میں' خیمے کے اندر رہنا تو بڑی حماقت تھی۔ میں نے جوتے پہنے اور ابھی ہر ہی ہوا تھا کہ خیمے کا پردہ سرکا کر سردارے اندر داخل ہو گیا۔

"کیا ہو رہا ہے چیف۔؟" اس نے دلچسپ انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔؟" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تب پھر باہر آؤ۔ یہ جگہ تو پی گوڈے سے بھی زیادہ حسین ہے۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور مجھے سردارے پر پیار آ گیا۔ بڑا نفیس انسان تھا۔ اس کی یہ ادا مجھے ت پسند تھی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے تھامپسن کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اب اسے اس کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔ یہ بات اس کی بے جگری کا ثبوت تھی۔ وہ کسی ات کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا تھا۔!

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔!

بلاشبہ کیمپنگ میں اتنا خوبصورت ماحول اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سب نے اپنی اپنی دنیا الگ الگ بنا رکھی تھی۔ موسیقی' رقص' گیت۔ ہر شخص آزاد تھا۔ کسی پر کوئی بندی نہیں تھی۔ دولت ہو۔ ہر شے دستیاب۔!

"میں ایک پرابلم میں پھنس گیا ہوں استاد۔" سردارے نے چلتے چلتے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایڈی ہے نا۔"

"ہاں۔!"

"بمشکل تمام اس سے جان چھڑائی ہے۔"

"کب۔؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل۔ میرے ساتھ تھی۔"

"اوہ۔ ویری گڈ۔" میں نے بے پناہ دلچسپی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"اسے اچانک مجھ سے شدید عشق ہو گیا ہے۔"

"خوب۔ اچانک کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے پہلے وہ صرف مجھ سے متاثر تھی۔"

"اور اب؟"

"اور اب اس کا خیال ہے کہ وہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔"

"تشویش کی بات ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بڑی سنجیدہ تھی استاد۔ رو بھی رہی تھی کمبخت۔ اب تم بتاؤ میں اسے گلے سے کیسے باندھ سکتا ہوں۔"

"کیا حرج ہے سردارے۔ لیکن کہہ کیا رہی تھی۔ کیا چاہتی ہے؟"

"اس کا خیال ہے کہ ہم شفق کے اس پار چل پڑیں۔ سب کچھ چھوڑ دیں۔ بس پیار کی راہیں اپنالیں۔ وہ میرے لئے مائیکل وغیرہ کو چھوڑنے پر تیار ہے۔"

"ہا۔ واقعی بڑی نیک اور محبت کرنے والی بچی ہے سردارے۔ تم تو خوش نصیب ہو ورنہ آج کل ایسی عورت کہاں ملتی ہے جو محبت کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ مگر میں تو اسے سر سے نہیں باندھ سکتا استاد۔ میں بھلا اسے کہاں لے جا سکتا ہوں۔ اور پھر مجھے اس سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے" سردارے نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے اسے کیا جواب دیا سردارے۔؟"

"بس جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا کہ سوچ کر جواب دوں گا۔ جس پر اس نے مجھے بہت سی دھمکیاں دی ہیں کہ وہ چرس پینے کا پائپ چبا کر خود کشی کرلے گی وغیرہ وغیرہ۔"

"سردارے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ اور سردارے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔ "میرا خیال ہے اب وہ لوگ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ہم مزید ایک دن بھی ان کے ساتھ گزار سکیں۔"

"بالکل استاد۔ لیکن۔"

"اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات اور سنو۔! تمہارے پاس جانے سے قبل وہ میرے پاس آئی تھی۔ اس نے مجھے بھی یہی پیشکش کی تھی۔"

"یعنی۔ یعنی۔؟" سردارے چلتے چلتے رک گیا۔

"چلتے رہو۔ چلتے رہو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"استاد۔ استاد۔!" سردارے شدید حیرت سے بولا۔

"تم جانتے سردارے۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ لیکن مجھے تفصیل تو بتاؤ۔"

"وہ میرے پاس خیمے میں آئی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے بے پناہ چاہتی ہے۔ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میرے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی خواہشمند ہے۔ تب میں نے اس سے کہا کہ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن میرے ساتھی کا کیا ہوگا جو مجھے بے پناہ چاہتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال میں نے اس سے نیم رضامندی کا اظہار کر دیا' لیکن اس کے ساتھ ایک الجھن بھی پیش کر دی۔ میں نے اسے بتایا کہ اپنے ساتھی کو چھوڑنے کے بعد میں قلاش ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میری کفالت وہ کرتا ہے۔ اس پر اسے حیرت ہوئی' اس نے کہا کہ بظاہر تو میں سب کچھ کرتا معلوم ہوتا ہوں۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ یہ میرے ساتھی کی محبت ہے۔ ورنہ سب کچھ اس کا ہے۔"

"بس کرو استاد۔ اس سے آگے کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ الو کی پٹھی کہیں کی۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ارے میں اسے پکڑ کر اتنے جوتے لگاؤں گا کہ اس کا دماغ درست ہو جائے گا!" سردارے غصیلے انداز میں بولا۔

"میں اس کی اجازت نہیں دوں گا سردارے۔"

"تو پھر۔؟"

"گھاس ہی مت ڈالو۔ بلکہ میں بتاؤں۔ اس سے کہو کہ تم اس کے مقابلے میں اپنے استاد سے۔ یعنی مجھ سے مشورہ ضرور کرو گے! بس پھر کام بن جائے گا۔"

"خوب گھسوں گا الو کی پٹھی کو۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ ہونہہ۔ دو کوڑی کی عورت۔" سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ ..... قریب سے گزرنی ئی دو لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔ جو نشے میں جھومتی ہوئی جا رہی تھیں۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"استاد۔"

"ہوں۔!"

"بری نہیں ہیں۔؟"

"ہاں۔!" میں نے مختصراً" کہا۔
"نشے میں بھی ہیں۔" سردارے چند منٹ پہلے کی گفتگو جیسے بالکل ہی بھول گیا۔
"تو پھر۔؟" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں پوچھا۔
"چلیں۔؟"
"چلتے رہو۔ لیکن میری طرف سے ایک اطلاع وصول کرو۔" میں نے کہا۔
"اطلاع۔؟"
"ہاں۔ دو شریف آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"
"ہا۔" سردارے کے منہ سے ہلکی سی غراہٹ نکل گئی۔ لیکن اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
"کس طرف ہیں استاد؟" وہ آہستہ سے بولا۔
"عقب میں ہی ہیں۔ میں نے کافی دیر کے بعد اندازہ لگایا ہے شروع سے ہمارے ساتھ چل رہے ہیں۔"
"اس کا مطلب ہے گڑبڑ ضرور ہے۔"
"ممکن ہے۔"
"پھر استاد۔ لے چلیں اندھیرے میں۔" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔
"کیا خیال ہے۔ خود شروع کر دیں۔؟"
"اوئے تے ایہدے وچ سوچن والی کی گل اے۔" سردارے نے کہا۔
"آؤ پھر۔ لیکن دقت یہ ہے کہ سنسان جگہ کہاں تلاش کی جائے۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"بس استاد۔ آگے سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ جہاں کیمپ کا اختتام ہو" سردارے نے جواب دیا۔ وہ بہت زیادہ مستعد نظر آنے لگا تھا۔ ویسے میں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھا تھا' اور مجھے یقین تھا کہ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ وہ لوگ یقیناً" ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ لمبے قد۔ اور لمبے سنہرے بالوں والے۔ چست پتلونوں اور جیکٹوں میں ملبوس۔
ویسے ان کی تعداد دو ہی تھی۔ اور ہم ان سے بخوبی نپٹ سکتے تھے۔ ہم نے اسی رخ کیا جہاں سے ہم تاریکی میں پہنچ سکتے تھے۔ ہاں اس کے لئے راستہ طویل طے کرنا پڑا۔ بلا مبالغہ تقریباً" ایک میل کا سفر طے کرنا پڑا تھا تب جا کر کیمپنگ کا آخری مکان بھی نگاہوں سے معدوم ہو سکا۔ ہمارا تعاقب کرنے والے شاید پریشان ہو گئے تھے۔ ویسے انہوں نے کیمپ کے نشان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ کیمپ سے کچھ فاصلے پر' جس جگہ ہم تھے ایک چھوٹی جھیل تھی۔ جس کو درختوں نے گھیرا ہوا تھا۔

ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے۔!
"رک گئے ہیں استاد۔؟" سردارے نے کہا۔
"ہاں۔ شاید ادھر آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے۔"
"پھر اب۔؟"
"انتظار کر لو تھوڑا سا۔"
"واپس نہ پلٹ جائیں۔" سردارے نے تشویش کا اظہار کیا۔
"واپس پلٹے تو پھر ہم ان کے پیچھے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔
ہم جس جگہ تھے وہاں سے ان لوگوں کو نظر نہیں آ سکتے تھے' لیکن ہم انہیں بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ اور پھر ہم نے دیکھا' وہ ہماری طرف آ رہے تھے۔ "سردارے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"شکار آ رہا ہے استاد۔" سردارے کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔ میں خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ دونوں پریشان نظر آ رہے تھے۔ وہ حیران تھے کہ ہم کہاں گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں اور سردار تیار تھے۔ اور پھر ہم دونوں نے بیک وقت انہیں چھاپا تھا۔
وہ بری طرح اچھل پڑے۔ دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئی تھیں۔
"ادھر رخ مت کرو۔ ورنہ لاشیں ٹھکانے لگانے میں بھی دقت نہیں ہو گی۔" میں نے غرا کر کہا۔ انہوں نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔!
میں نے اور سردارے نے سب سے پہلے ان کی جیبوں کی تلاشی لی۔ دونوں کی بغلوں میں پستول موجود تھے۔ ہم نے ان کے پستول نکال کر قابو میں کر لئے۔ اور پھر...... انہیں آزاد کر دیا۔
"ہیلو۔!" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ۔ یہ۔ کک۔ کیا ہے۔ کیا چاہتے ہو تم۔؟" ان میں سے ایک نے کہا۔
"ہوں۔" میں غرایا۔ "یہ تم بتاؤ گے۔"
"ہم۔ ہم تو سیر کرتے ہوئے ادھر نکل آئے تھے۔" اسی شخص نے کہا۔ اور میں نے گھوم کر جوتے کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ اس کی دلخراش چیخ سے ماحول گونج اٹھا تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی' لیکن سردارے نے اس کے بال پکڑ لئے تھے اور پھر وہ اسے جھکاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لمبے بالوں والا زمین پر گر گیا۔!

"کیا میں اسے قتل کر دوں ماسٹر۔؟" سردارے نے انگلش میں پوچھا۔

"ابھی نہیں۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ سردار نے گرے ہوئے آدی کے سینے پر جوتا رکھ دیا تھا۔

"کیوں تعاقب کر رہے تھے۔؟" میں نے اپنے شکار سے پوچھا۔ جواب بھی ائر پکڑے کراہ رہا تھا۔

"ہڈی۔ ہڈی ٹوٹ گئی ہے میری۔" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کے ر ایک زور دار ٹھوکر رسید کر دی۔ مقصد اسے بے ہوش کرنا تھا اور اس میں مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کی کراہیں بند ہو گئی تھیں۔

"مم۔ مم مار ڈالا۔" سردارے کے پاؤں کے نیچے دبے ہوئے آدی نے ہذیانی انداز میں کہا اور اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن سردارے نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر رسید کر دی تھی۔

"ہوشیاری سے سردارے۔ بے ہوش نہ ہونے پائے۔" میں نے جلدی سے اردو میں کہا، اور پھر میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور پھر اس کا کوٹ پشت پر کھسکا کر اسے پریس کر دیا۔!

"کیا میں تمہیں بھی تمہارے ساتھی کے پاس پہنچا دوں۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ تم۔ تم درندے ہو۔" وہ چیخا۔

"جن لوگوں نے تمہیں میرے تعاقب میں بھیجا تھا انہوں نے یہ بات تمہیں نہیں بتائی تھی۔؟" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

"تعاقب۔!" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"کس نے بھیجا ہے تمہیں۔؟" میں نے کہا۔

"یقین کرو۔ ہم تمہارے تعاقب میں نہیں آ رہے تھے۔"

"اٹھاؤ اسے۔" میں نے سردارے سے کہا، اور سردارے نے حیرت انگیز طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کندھے پر اٹھا لیا۔ "جھیل میں ڈال دو۔" میں نے دوسرا حکم دیا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ اور بری طرح مچلنے لگا۔ سردارے نے اسے زمین پر ڈال دیا تھا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ اور وہ دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"بتاؤ۔ کیوں تعاقب کر رہے تھے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ جیکسن نے ہمیں تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم تمہاری حرکات و سکنات پر نگاہ رکھیں۔"

"جیکسن کون ہے؟"

"ڈریم بار کا مالک۔"

"ڈریم بار۔ یہ کہاں ہے؟"

"اس طرف۔ وہ جس کے حروف چمک رہے ہیں۔"

"سچ بول رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ بالکل سچ۔ یقین کرو بالکل سچ۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔؟"

"تنخواہ دیتا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"زورچ۔ پاسکل زورچ۔"

"جیکسن کو ہم سے کیا دلچسپی ہے۔؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرا ساتھی بھی نہیں جانتا تھا۔"

"ہوں۔" میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے جھک کر اس کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر ہاتھ پاؤں مارے اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ سردارے ہاتھ جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"جیکسن۔!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ کیا شے ہے باس۔؟"

"دیکھنے سے ہی معلوم ہو گا۔"

"چلیں۔؟"

"میرا خیال ہے ابھی نہیں۔ ابھی تو یہاں کئی روز تک قیام کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوکے چیف۔ جو حکم۔!" سردارے نے اٹینشن ہو کر کہا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

"ویسے لطف آ رہا ہے چیف۔" سردارے بھی ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ معلوم ہوتا ہے کہ برن میں بھی خاصی دلچسپیاں ہماری منتظر ہیں۔ بہرحال دیکھیں گے یہاں کیا کیفیت رہتی ہے۔ آؤ واپس چلیں۔" اور ہم جھیل سے واپس چل پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس روشنیوں میں آ گئے تھے۔ ہمارا رخ اپنے خیموں کی طرف تھا۔ چاروں طرف سے شور و غل کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ رات پوری طرح جاگ رہی تھی۔ لیکن ہم رات کی کہانی میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے خیموں کی طرف بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے قریب پہنچ گئے خیموں کے باہر ہی لوسیا مل گئی۔ وہ جھومتی ہوئی ہماری طرف آئی تھی۔

"اوہ سیسرو ڈارلنگ۔ کہاں چلے گئے تھے۔؟"

"خیریت۔؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔ آؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ نشے میں دھت تھی۔ نہ جانے اس نے کونسا نشہ کیا تھا۔

"نیند آ رہی ہے تو اپنے خیمے میں جا کر سو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"اکیلی۔؟ تنہا۔؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کی۔ لیکن نشے سے جھکی ہوئی آنکھیں پوری طرح کھل بھی نہیں رہی تھیں۔!

"کیوں۔ ایلس کہاں ہے۔؟"

"نہ جانے کہاں ہے۔ میں نہیں جانتی۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اور جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے تم میرے پاس ہو۔ میں تمہیں جانتی ہوں۔ کیا تمہارا جان لینا کافی نہیں ہے۔" وہ شرابیوں کے سے انداز میں ہنسی اور پھر سردارے کی طرف رخ کر کے بولی۔ "کیوں پنٹو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔؟"

"ارے۔ تم تو مجھے بھی جانتی ہو۔؟" سردارے نے حیرت زدہ ہونے کی اداکاری کی۔

"تم بھی خوب ہو پنٹو۔ آؤ۔ تم ہی آ جاؤ۔" وہ سردارے کی طرف بڑھی۔

"توبہ توبہ۔" سردارے جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چیف۔ سنبھالو اس مصیبت کو۔!"

"تم ہی سنبھالو سردارے۔ ویسے بھی وہ دوسری مصیبت کہاں ہے۔؟" میں نے کہا۔

"اوہ۔ سمجھا۔ تم آج اسے سنبھالو گے۔ یہ بات ہے تو ٹھیک ہے چیف۔ آیئے کر مصیبت۔ سردارے نے لوسیا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ لوسیا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔!"

تب میں دوسرے خیمے میں داخل ہو گیا۔ لباس تبدیل کر کے میں کینوس کے بستر پر لیٹ گیا۔ نہ جانے ایڈی، مائیکل اور ایلس کہاں چلے گئے تھے۔؟ میں نے سوچا۔ لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن نے خود ہی میرے اس سوال کا جواب دے دیا۔ یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے کہ وہ کہاں گئے۔ ظاہر ہے برن کے اس عظیم الشان کیمپنگ میں کسی کے بارے میں یہ حماقت ہے کہ وہ کہاں گیا۔؟ لیکن یہ ڈریم بار کا مالک جیکسن۔! کون ہے آخر۔؟

اور پورے غور و خوض کے بعد ایک ہی بات ذہن میں آتی تھی تھامپسن۔ ظاہر ہے اس کا گروہ کافی بڑا تھا۔ ممکن ہے جیکسن اس کے خاص آدمیوں میں سے ہو اور یہاں بار کا مالک ہو۔ ایسی شکل میں اسے میرے بارے میں معلوم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ممکن ہے گوڈے کے کچھ آوارہ گرد ادھر آئے ہوں اور انہوں نے مجھے پہچان لیا ہو۔!

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس جیکسن کے لئے کرنا کیا چاہیئے۔؟ بہتر ... اس سے۔؟ یا...... اور پھر مجھے مقامی..... ایجنٹوں کا خیال آیا۔ کیوں نہ پہلے ان سے بات کر لی جائے۔ یہاں کے بارے میں ان سے مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی، اس کے بعد جیکسن کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔

میں نے کروٹ بدل لی۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔! سردارے نے موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ ان معاملات میں وہ بہت تیز تھا۔ لیکن وہ کمبخت ایڈی کہاں مرگئی۔؟ ... جاتی تو......

میں سوچتا رہا۔ نہ جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔ باہر کے ہنگاموں میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ کیوں نہ ایڈی کو تلاش کیا جائے۔؟ ایڈی نہ سہی، کوئی اور سہی۔ اور۔ نہ جانے کیوں۔ شاید میری چھٹی حس نے میرے ذہن کو چونکا دیا۔ میں نے ان دونوں کو کیوں نظرانداز کر دیا جو مرے نہیں تھے اور جنہیں ہم جھیل کے کنارے چھوڑ آئے تھے۔!

اوہ۔ وہ ہوش میں آ گئے ہوں گے۔ اور جیکسن کو ان کی ناکامی کی اطلاع ضرور مل گئی ہوگی۔!

تو پھر۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جیکسن کوئی دوسرا فوری اقدام کرے۔! نہ جانے کیوں یہ خیال میرے ذہن پر اس قدر مسلط ہوا کہ میں بجلی کی سی سرعت سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے میں خیمے کے دروازے پر آیا۔ بڑے محتاط انداز میں باہر جھانکا۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔!

اب سردارے کا مسئلہ تھا۔ اسے کس طرح ہوشیار کیا جاتا۔ ظاہر ہے اس وقت اس کے خیمے میں گھسنا ایک ناشائستہ حرکت تھی، لیکن اس خطرے کے پیش نظر سب کچھ جائز تھا، چنانچہ میں تیزی سے اس کے خیمے کے دروازے پر پہنچ گیا۔!

"سردارے۔!" میں نے زور سے آواز دی۔ لیکن جواب نہ ملا۔ "سردارے۔" اس بار میں نے اور زور سے آواز دی۔

"استاد۔!" اندر سے سردارے کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"باہر آؤ۔" میں نے کہا۔

"ابھی آیا استاد۔!" سردارے کا جواب سنائی دیا۔ اور پھر چند ہی ساعت کے بعد وہ خیمے کے دروازے پر تھا۔

"خیریت استاد۔؟" اس نے گریبان کے بٹن بند کرتے ہوئے پوچھا اس کے ہاتھ میں پتلون بھی دبا ہوا تھا۔

"ہاں خیریت ہے۔ بس میں نے سوچا تمہاری خیریت معلوم کر لوں۔" میں نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔" سردارے بھی مسکرایا۔ اس بیچارے نے اس وقت کی مداخلت کا بھی برا نہیں منایا تھا۔

"کیا سمجھ گئے۔؟" میں نے اسے گھورا۔

"ایڈی نہیں آئی نا۔؟"

"ہاں۔!" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "ایڈی نہیں آئی۔ لوسیا کیا کر رہی ہے۔؟"

"انا غفیل ہے استاد۔ جگانے کی کوشش کروں۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"نہیں' ایسے ہی اٹھالاؤ۔! کندھے پر ڈال کر۔"

"کیا مطلب۔؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"وقت نہ ضائع کرو۔!" میں نے اندر گھستے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ استاد۔" سردارے شرمائے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیوں۔؟"

"میں۔ میں ابھی لاتا ہوں اسے۔ وہ۔ دراصل' وہ....."

"چلو ٹھیک ہے۔ جلدی کرو۔!" میں نے سردارے کی ہچکچاہٹ کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا اور سردارے جلدی سے اندر چلا گیا۔ پھر دو تین منٹ کے بعد وہ مدہوش لوسیا کو کندھے پر ڈالے باہر نکل آیا۔! لیکن اس کے چہرے پر حیرت منجمد تھی۔

"کہاں لے چلوں استاد۔؟" اس نے پوچھا۔

"آجاؤ۔" میں نے خیموں کے بائیں سمت بڑھتے ہوئے کہا۔ اور سردارے میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا۔ خیموں کی ایک دیوار کے عقب میں رک کر میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے نے لوسیا کو زمین پر ڈال دیا۔! اور پھر وہ میری شکل دیکھنے لگا۔ شاید وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہ دورے کی کونسی قسم ہے۔؟

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوچ نہیں۔ سمجھ رہا ہوں استاد۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا سمجھے۔؟"

"سچی بات ہے۔ عقل ساتھ نہیں دے رہی۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"عقل کی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں نے سوچا خیموں میں رات گزارنے سے کیا فائدہ۔ کیوں نہ کھلے آسمان کے نیچے جائے پناہ بنائی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب استاد۔ اچھا ہی ہوا۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ویسے تم بھی سوچ چکے تھے۔؟"

"کسی حد تک استاد۔ مگر یہ ایڈی کہاں مرگئی۔ کیا اس نے ہم دونوں کا پروگرام کینسل کر دیا ہے۔" سردارے نے کہا لیکن اس سے قبل کہ میں اسے کوئی جواب دیتا۔ فضاء اسٹین گن کی آواز سے گونج اٹھی۔ میں اور سردارے اچھل پڑے۔!

قرب و جوار میں پھیلی ہوئی روشنیوں کے سائے میں ہم نے چند افراد کو دیکھا' جو ہمارے خیموں کے گرد تھے۔ خیموں پر باہر سے ہی گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اسٹین گن کے علاوہ پستول بھی استعمال ہو رہے تھے شاید باہر والے کوئی رسک لئے بغیر اندر موجود لوگوں کو چھلنی کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے تینوں خیموں میں جالیاں بنا دیں۔ اور پھر شاید دستی بم بھی استعمال کئے گئے۔!

چاروں طرف ہاہاکار مچ گئی تھی۔ خیموں میں آگ لگ گئی تھی اور پھر حملہ آور فرار ہوگئے۔

سردارے پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ویسے اس وقت کی کیفیت کچھ قدرتی ہی تھی۔ اچانک ہی میرے ذہن میں خیال آیا تھا۔ اور فوراً ہی میں نے اس پر عمل کر ڈالا تھا۔

خیمے دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ اور قرب و جوار کے لوگ آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے تھے۔ لیکن ہم اطمینان سے' جلتے ہوئے خیموں کو دیکھ رہے تھے۔!

"استاد۔" بالآخر سردارے نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"اگر ہم ان خیموں میں ہوتے تو کیا ہوتا۔؟"

"روسٹ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"پتہ کیسے چلا استاد۔؟"

"کس بات کا۔؟"

"اسی کا۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔"

"کچھ پراسرار قوتیں میرے قبضے میں ہیں۔ انہوں نے اطلاع دے دی تھی۔"

"نہیں' سنجیدگی سے استاد۔ میں واقعی حیران ہوں۔"

"تمہارے خیال میں کیا ذریعہ ہو سکتا ہے سردارے۔؟"

"میری عقل کام نہیں کر رہی استاد۔"

"عورت کا قرب عقل چھین لیتا ہے۔ اگر تمہاری طرح میری آغوش میں بھی عورت

ہوتی تو شاید میں اس معاملے پر غور بھی نہ کرتا۔ تنہائی تھی' نیند نہیں آ رہی تھی چنانچہ عقل نے کام شروع کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا جنہیں ہم جھیل پر چھوڑ آئے تھے اور پھر یہ خطرہ ذہن میں آگیا۔ لیکن اگر دیر ہو جاتی تو مارے جاتے۔"

"سچ ہے استاد۔ عورت عقل و دانش چھین لیتی ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی۔

"سوچنے کی بات اب دوسری ہے سردارے۔"

"کیا استاد۔؟"

"جیکسن۔! ہمارا اتنا بڑا دشمن ہے۔ دن کی روشنی میں کیا کیا جائے۔؟"

"کیوں نہ ہم بھی رات ہی میں کام شروع کر دیں استاد۔"

"جلد بازی مناسب نہیں ہوگی۔ ہم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پہلے پوزیشن معلوم کی جائے اس کے بعد کام شروع کیا جائے۔ جیکسن خاصی جاندار شے معلوم ہوتا ہے۔ کام کرنے کا یہ انداز معمولی نہیں ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے استاد۔ مگر....."

"ہاں۔ مگر کیا۔؟"

"کچھ نہیں۔ میں پوچھ رہا ہوں' پروگرام کیا ہے اب۔؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "دن کی روشنی میں وہ ہمیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں یہاں جیکسن کی حیثیت کیا ہے۔ اور کتنے آدمی اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ میں تم سے متفق ہوں۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔"

"کیا۔؟"

"کیوں نہ ہم کیمپنگ سے نکل چلیں۔ شہر میں قیام کریں اور پھر تیاریاں کرکے ان سے نپٹیں۔؟"

"یہی مناسب ہے سردارے۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے' بلاوجہ تیس مارخانی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔!

"تب پھر سوچنا کیا استاد۔! چلو۔" سردارے نے کہا۔

"اس کا کیا کرو گے۔؟" میں نے لوسیا کی طرف اشارہ کیا۔

"پڑا رہنے دو۔ صبح کو خود ہوش میں آجائے گی۔" سردارے نے لاپرواہی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"ہوں' ہوں۔ کہاں شہزادے۔ کہاں۔؟" میں نے اسے شانے سے پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟"

"کہاں جا رہے ہو۔؟"

"گاڑی لے آؤں۔" سردارے بولا۔

"رہنے دو۔ رہنے دو۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ذہن پر ابھی تک عورت کا خمار موجود ہے۔"

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ لینڈ روور بھی ان کی نگاہ میں ہوگی۔ اور وہ بھی ہمارے فرار کے امکان سے غافل نہ ہوں گے۔" میں نے سردارے کی پشت سہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔" سردارے کی آنکھوں میں خجالت کے آثار نظر آئے۔ "عورت کی بات نہیں ہے استاد۔ معاملہ ذہانت کا ہے۔ سردارے جیسے لوگ سوچتا تباہ نہیں کرتے۔ سردارے جیسے لوگ حالات پر حکمرانی نہیں کرتے۔" اس نے کہا۔ "اس کے لئے تمہارے جیسے دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اب چلیں گے کیسے۔؟"

"پیدل۔"

"ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں۔"

"روشنیاں رہنمائی کریں گی۔ آؤ۔؟" میں نے کہا اور سردارے گردن جھٹکنے لگا۔ وہ گہری سوچ کا عادی تھا اور شاید اتنی قیمتی گاڑی اور سامان چھوڑنے پر اسے دکھ ہو رہا تھا۔

لیکن مجھے ان معمولی معمولی چیزوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی' میں لاپرواہی سے چل پڑا۔ سردارے بھی میرے پیچھے آ رہا تھا۔ ہم دونوں نے کیمپنگ کے بائیں کنارے کا رخ کیا اور نشے میں ڈوبے ہوئے آوارہ گردوں کی مانند لڑکھڑاتے ہوئے چلنے لگے۔ گو ہم لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن اسکے باوجود ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ اور اس طرح ہم کیمپنگ سے باہر نکل آئے۔ شہر کی روشنیاں معاون تھیں۔ شہر کی طرف رخ کرکے ہم چل پڑے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ پیدل چلنا کب تک مقدر تھا۔!

سردارے بھی میرے ساتھ گھسٹ رہا تھا۔ ہم تکان سے بے نیاز چل رہے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں کی یہ طویل خاموشی اکتاہٹ پیدا کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔ "سردارے۔؟"

"استاد۔" سردارے مستعدی سے بولا۔

"کس سوچ میں ڈوبا ہوا ہے یار۔؟"

"کچھ نہیں استاد۔ رب دی سوں۔ کوئی گل نئیں اے۔" سردارے خوش دلی سے

"بور مت ہونا یار۔ اپنا کام بھی ایسا ہے۔ عیش و آرام بھی ہے اور صحرانوردی بھی۔"

"یہی تو زندگی ہے استاد۔ تمہارے کام کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس میں فطرت پر جمود نہیں ہے۔ ایسی رواں دواں زندگی بہت کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے۔"

"بہت آگے بڑھ گیا سردارے۔"

"کیوں استاد۔؟"

"ہماری زندگی رواں دواں ضرور ہے۔ لیکن اتنی خوبصورت نہیں جتنی کھیت میں ہل چلانے والوں کی ہوتی ہے۔"

"مجھے تمہاری اس بات سے اختلاف ہے استاد۔!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم نے کھیت میں ہل چلانے کی کوشش نہیں کی۔ اور ان راستوں پر نکل آئے۔ جو کام ہم نے نہیں کیا اس کے بارے میں کیوں سوچیں۔ قسمت نے جب ہمارے لئے ایک راستے کا انتخاب کر دیا ہے تو ہم بار بار دوسرے راستوں کا ذکر کیوں کریں۔ جو کچھ ہم نہیں کر سکے اسے بھول جانا چاہئے استاد۔ اور جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مخلص رہنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہی کہہ رہے ہو سردارے۔ گندی نالی کے کیڑے بہرحال نالی ہی کے ایک سوراخ میں گھس جاتے ہیں اور اسے گوشہ عافیت سمجھتے ہیں۔"

سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں سوچنے لگا کہ اس قسم کی گفتگو طبیعت میں مزید اضمحلال پیدا کرے گی۔ بلاوجہ بیچارے سردارے کو بھی بور کرنے سے کیا فائدہ۔! چنانچہ میں نے فوراً موضوع بدل دیا۔

"میرا خیال ہے شہر زیادہ دور نہیں ہے سردارے۔؟"

"ہاں استاد۔ لیکن ہوٹل' کیمپنگ کے فوراً بعد ہی نہ ہوگا۔" سردارے نے کہا۔

"کیا وقت ہوگیا۔؟"

"ساڑھے چار بجے ہیں۔"

"کیا ٹیکسیاں نہیں چل رہی ہوں گی۔؟"

"میرے خیال میں چل رہی ہوں گی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب آؤ۔ ہم کسی مناسب جگہ رک کر ٹیکسی تلاش کریں۔"

"وہ شاید پٹرول پمپ ہے استاد۔" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا۔ یہاں ایک خوبصورت نیون سائن میں ایک تیل کمپنی کا نام جگمگا رہا تھا۔ "شاید۔ آؤ۔ اسی طرف چلیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں نے رفتار تیز کر دی۔ دور سے ہی پتہ چل گیا کہ وہ پٹرول پمپ ہے' اور ہماری رفتار تیز ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پٹرول پمپ پر پہنچ گئے۔ پٹرول پمپ کے

ے اٹینڈنٹ نے کہا۔

"آپ کی گاڑی خراب ہوگئی ہے شاید۔؟"

"نہیں۔ وہ۔!"

"اوہ۔ پٹرول ختم ہوگیا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس پلاسٹک پیکنگ موجود ۔ آپ پٹرول لے جاسکتے ہیں لیکن صرف ایک گیلن۔ آپ اسے استعمال کرکے گاڑی یہاں ئیں اس کے بعد جتنا پٹرول ضرورت ہو لے لیں۔"

"پوری بات تو سن لو بھائی۔" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"یس۔ یس سر۔"

"ہماری گاڑی ایک گہرے کھڈ میں گر کر بالکل تباہ ہوگئی ہے' اور اب ہمیں شہر پہنچنے لئے کسی ٹیکسی کی ضرورت ہے۔"

"اوہ۔ کیسے ہیں آپ لوگ۔ اول تو اتنی رات میں ڈرائیونگ کرنے کی ضرورت ہی ے۔ اور پھر ڈرائیونگ کرنی ہی تھی تو اس قدر پینے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے ان لوگوں خت چڑ ہے جو بہت زیادہ پی کر ڈرائیونگ کرتے ہیں۔"

"میرے بھائی۔ میرے بھائی۔ ہم دونوں میں سے کسی نے نہیں پی رکھی۔ منہ سونگھ لو رتم لے لو۔ لیکن ٹیکسی۔!"

"ٹیکسی ابھی مل جائے گی۔ کوئی نہ کوئی آتی ہوگی۔ لیکن پھر تم یہ بتاؤ کہ آخر کسیلنٹ...."

"استاد۔" اچانک سردارے نے میرا شانہ دبوچ لیا۔

"کیا ہوا۔؟" اس کے اس انداز سے میں چونک پڑا۔

"وہ دیکھو۔" سردارے بولا اور میں اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ کافی کی ٹی لگی ہوئی تھی اور یقیناً سردارے اسی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"وہ کافی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں۔؟" اٹینڈنٹ نے تعجب سے پوچھا۔

"غالباً پی جاتی ہے۔؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ارے۔ تم نے کافی نہیں پی کبھی۔؟" اٹینڈنٹ حیرت سے بولا۔

"ہرگز نہیں۔ مگر آج پینا چاہتے ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"انتہائی حیرت ہے۔ ٹھہرو۔ میں لاتا ہوں۔" اس نے کہا' اور مشین کی طرف بڑھ تب سردارے نے گہری سانس لی۔

"یہ آدمی ہے یا بولنے کی مشین۔ اتنی دیر میں کتنے سارے الزامات لگا ڈالے اس نے

ہمارے اوپر۔"

"یہاں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی سردارے۔ اس قسم کے کیس ان
چارے کے پاس آتے رہتے ہوں گے۔ بہرحال، شکر کرو کہ ہمیں یہاں ٹیکسی مل جائے گی۔
دن آرام کرتے ہوئے گزاریں گے۔"

"خدا کرے۔!" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

پیٹرول پمپ کا ملازم کافی کے تین مگ لئے آ رہا تھا۔ اس نے دو مگ ہمارے سامنے
دیئے اور ایک خود تھام لیا۔ اور پھر وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے بولا۔

"بہرحال مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ حادثہ پیش آیا۔ ارے ہاں۔ تم لوگوں
کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔؟"

"نہیں ہم ٹھیک ہیں۔"

"اور گاڑی تباہ ہو گئی۔؟"

"ہاں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔؟"

"اوہ۔ بھئی اس کے بریک فیل ہو گئے تھے اور وہ ڈھلان پر تھی۔ ہم نے اس کی
امکانی حد تک ست کر کے اس سے چھلانگیں لگا دیں۔"

"اوہ۔ اوہو۔ تو میرے سارے اندازے غلط تھے۔ بہرحال مجھے افسوس ہے۔"

"دقت کی بات یہ ہے کہ ہم برن میں اجنبی ہیں۔"

"کہاں سے آ رہے ہو۔؟"

"وینس سے۔"

"آہا۔ پانیوں کے شہر سے۔ بڑی خوبصورت جگہ ہے مگر تمہارے ساتھ پیش آ
حادثہ۔ میں ایک بار پھر اظہار افسوس کرتا ہوں۔"

"ہم ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ برن میں ہم کہاں
کریں۔؟" میں نے پوچھا۔

"رقم ہے جیب میں؟"

"ہاں۔ قلاش نہیں ہیں۔"

"معاف کرنا۔ دراصل تمہارا لباس آوارہ گردوں کا سا ہے۔ اس لئے پوچھ ر
ہاں اگر رقم ہے تو میرا خیال ہے 'راک گیلے' میں قیام کرو۔ خوابوں کی جنت کی طرح
ہے۔"

"راک گیلے۔؟"

"ہاں۔ مارک گالے پر ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور تمہیں پہنچا دے گا۔"

"مگر ٹیکسی۔؟" میں نے کہا۔

"تم کافی پیو۔ میں ٹیلیفون کر کے بلوا دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنا مگ لئے ہوئے
اندر چلا گیا۔

"ونڈرفل۔ کام کا آدمی ثابت ہوا۔" سردارے نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"کافی بھی عمدہ ہے۔" میں نے مگ کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور پھر مگ ایک
طرف رکھ دیا۔

اٹینڈنٹ فون کر کے واپس آ گیا۔ اور اس نے ہمیں خوشخبری سنائی "ٹیکسی ابھی پانچ
منٹ میں پہنچ رہی ہے۔ چل پڑی ہوگی۔"

"بہت بہت شکریہ تمہارا دوست۔! اور ہاں یہ رکھ لو۔" میں نے ایک نوٹ اس کی
طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سنو مسٹر۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس پر مجھے انعام ملے۔ ٹپ میں ضرور
لیتا ہوں لیکن اس کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔!" اس نے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ رکھ لو دوست۔" میں نے کہا۔

"رہی کافی کی بات۔ تو میں نے خود تمہارے ساتھ پی ہے اور میزبان بنکر پی ہے۔ کیا
تم ایک غریب آدمی کے مہمان بننا پسند نہیں کرتے۔؟"

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے دوست۔ کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"ڈیکوب۔ یاد رکھو گے۔؟"

"یقیناً"۔ بے حد بااخلاق انسان ہو۔" میں نے کہا اور اس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر ہمیں
دور سے ٹیکسی آتی نظر آئی اور چند لمحات کے بعد وہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"اچھا دوست' اجازت۔؟"

"خوش قسمتی کی دعا کے ساتھ۔!" ڈیکوب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم ٹیکسی میں
بیٹھ گئے۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

"مارک گالے۔" میں نے ڈیکوب کی بتائی ہوئی جگہ کا نام بتا دیا۔

"کسی ہوٹل میں جناب۔؟" ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

"ہاں۔ گیلے۔"

"یس سر!" اس نے گردن ہلا دی اور ٹیکسی برق رفتاری سے چلتی رہی۔ اعلیٰ درجے
کی کار تھی۔ جو شفاف سڑکوں پر پھسل رہی تھی۔ ہم دونوں خاموشی سے سڑک کے دونوں سمت
پھیلتی ہوئی روشنی کو دیکھ رہے تھے۔ صبح تیزی سے نمودار ہو رہی تھی۔

راک گیلے بلا شبہ ایک خوبصورت ہوٹل تھا۔ لمبی لیکن کم اونچی سیڑھیوں پر کھڑے دربان نے جلدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا اور ہم نیچے اتر گئے دربان کو شاید ہمارے سامان کی تلاش تھی۔!

چند منٹ کے بعد ضروری کارروائیوں سے گزر کر ہم کمرے میں پہنچ گئے بے حد خوبصورت کمرہ تھا۔ ٹیلیویژن۔ ٹیلیفون اور دوسری ضروریات اور تعیشات کی چیزوں سے آراستہ۔!

نرم بستر دیکھ کر سردارے مچل گیا۔!

"اب تو جوتے اتارنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا استاد۔" سردارے نے کہا۔

"اتار دے بھائی۔ ویسے ہی ہم ننگوں کی طرح ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں۔ یہاں کے لوگ اعتماد کرنے کے عادی ہیں۔ اپنا وطن ہوتا تو پہلے جیبوں کی تلاشی لی جاتی۔ اس کے بعد شجرۂ نسب پوچھا جاتا۔ اور مال پہلے رکھوالیا جاتا۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اپنے زیادہ احترام کرتے ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ قصور ان کا بھی نہیں۔ کیا تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے۔؟"

"اس وقت کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں ہے استاد۔ سوائے سونے کے۔ مجھے معاف کرنا۔" سردارے نے انتہائی بے تکے انداز میں جوتے اتارے اور بستر میں گھس کر خوبصورت اور نرم کمبل میں منہ چھپالیا۔!

مجھے اس کی جلد بازی پر ہنسی آگئی۔ بہرحال نیند سے میرا بھی برا حال تھا۔ چنانچہ میں نے صرف اتنا کیا کہ جوتے وغیرہ اطمینان سے اتارے اور پھر کوٹ اتار کر بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں تھیں کہ ایک دوسرے سے چپکی جارہی تھیں بہرحال سونے میں ذرا سی دیر بھی تو نہیں لگی تھی۔

اس کے بعد کوئی ہوش نہیں رہا۔! کمرے کا دروازہ تک بند نہیں کیا تھا۔! اور شاید یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ ورنہ خواہ مخواہ ہماری نیند خراب ہوتی جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ ہوٹل والے ہماری زندگی کے بارے میں ہی تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔!

پہلے میری ہی آنکھ کھلی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو کچھ یاد ہی نہیں آیا کہ کہاں ہوں۔؟ کمرے کا اجنبی ماحول۔ بدلی بدلی فضاء۔ ذہن پر خوب زور دیا۔ یہاں تک کہ سر دکھنے لگا! تب یاد آیا۔ تب یاد آیا۔ کہ برن کے راک گیلے میں ہوں۔! دوسرے بستر پر سردارے کو دیکھا۔ اوندھا سو رہا تھا اور ابھی تک بے خبر تھا۔ تب گھڑی دیکھی۔

سات بج رہے تھے۔

کیا مطلب۔ کیا گھڑی بند ہوگئی۔؟ میں نے گھڑی کو کان سے لگایا۔ بھلا آٹو میٹک گھڑی ہو سکتی تھی۔ لیکن ابھی سات ہی بجے ہیں' ہم سوئے کس وقت تھے؟ کوئی اندازہ نہیں زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ یا چھ بجے ہوں گے۔ اور میں بستر سے اتر آیا۔ بائیں سمت کھڑکی تھی جس پر ایک انتہائی نفیس پلاسٹک کرٹین پڑا ہوا تھا۔

میں نے کرٹین بٹن دبایا۔ اور کھڑکی کھل گئی۔ تب باہر کے منظر نے اور حیران کر دیا۔ ہو رہی تھی' چاروں طرف جگمگاہٹ تھی۔ افوہ۔ کہیں رات کے سات تو نہیں بجے۔؟ ہم دونوں پورا دن سوتے رہے ہیں۔؟

عجیب پراسرار سی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل چاہ رہا تھا پھر لیٹوں اور سو جاؤں۔! ایک ادا مسلط ہوگئی تھی۔ یقیناً" پوری رات کی کسر ہم نے پورے دن سو کر پوری کی ہے۔ ہوں گے ہوٹل والے بھی۔

بہرحال اب لیٹنا بے مقصد تھا۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ دیوار پر باتھ روم لکھا ہوا تھا۔ لیکن باتھ روم کا دروازہ کہاں ہے۔؟ میں نے سوچا۔ نگاہ اس چوڑے سیاہ بٹن پر پڑی جو دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اس بٹن پر بھی باتھ روم لکھا

ویری گڈ۔! میں نے دل میں سوچا اور اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔!

بٹن دباتے ہی دیوار میں ایک سفید سل اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اور خلاء نمودار ہوگیا۔ پر ایک باریک گرل آگئی اور رنگین شیشہ چڑھ گیا جس سے اندر سے باہر تو دیکھا جاسکتا باہر سے اندر نہیں۔

خوبصورت۔! میں نے دل میں سوچا۔ اور اندر داخل ہوگیا۔ ایک بار پھر بٹن دبانا پڑا باتھ روم تھا۔ سارے کا سارا سفید۔ درجنوں قسم کے صابن۔ تولیوں کے بنڈل۔ وغیرہ موجود تھیں' چاروں طرف بٹن لگے ہوئے تھے۔ جن کے نیچے پانی کی گرمی کے تفصیل تھی۔ بہرحال گرم پانی کی پھواروں نے رگ رگ سے تھکن اور اداسی شروع کر دی۔ دل چاہ رہا تھا بیٹھا ہی رہوں۔ صابن بھی استعمال کیا اور بدن مہک اٹھا۔!

یہ حقیقت ہے کہ ذہن کی کثافت دور کرنے میں اس غسل نے پوری پوری مدد کی لیکن بدقسمتی سے عمدہ کپڑے موجود نہ تھے۔ بس وہی پہننے پڑے جو بدن پر تھے۔ بہرحال کر میں باہر نکل آیا۔!

باہر ایک دلچسپ منظر میرا منتظر تھا۔! یہ سردارے تھا جو اپنے بستر پر سجدے کی سی میں پڑا تھا۔ اور عجیب نظر آرہا تھا۔!

"سردارے۔!" میں نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا اور وہ اچھل پڑا۔؟" اس انداز کو

ہی شاید خواب خرگوش کہا جاتا ہے۔ مگر نہ تمہاری دم نظر آ رہی ہے نہ کان۔"

"ہاں۔ مگر اوندھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں غور کر رہا تھا یار۔"

"کس بات پر۔"

"یہی کہ کس عالم میں ہوں۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ کیا
سکتے ہو۔؟"

"ایں۔ ارے۔ ارے باپ رے۔ بھوک۔ بھوک۔" سردارے اچھل کر پلنگ
نیچے آ رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا تھا۔ "یہی۔ یہی سوچ رہا تھا کہ پیٹ
شدید تکلیف کیسی ہے مگر ہوا کیا ہے پیارے بھائی۔ عجیب سحر کی سی کیفیت طاری ہے۔"

"ہوا یہ ہے کہ اس وقت صرف سات بجے ہیں۔" میں نے جوابدیا۔

"لعنت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نیند پوری نہیں ہوئی۔ میں یہی سوچ رہا ہوں
کیوں چکرا رہا ہے۔" سردارے نے دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے کہا۔ اور میں نے
بڑھ کر سردارے کا بازو پکڑ لیا۔

"کیا ہے۔؟" اس نے آنکھیں بند کئے کئے پوچھا۔

"آؤ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے کئے میرے ساتھ چل
پھر جب میں غسل خانے کے دروازے کے پاس رکا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"جاؤ۔" میں نے کہا۔

"کک کہاں۔ دیوار میں گھس جاؤں۔؟"

"نہیں۔ یہ باتھ روم ہے۔"

"تمہاری بھی بری حالت معلوم ہوتی ہے پیارے بھائی۔ چلو سو جائیں۔" سر
واپس لوٹتے ہوئے بولا۔ اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔ "کیوں' ہنس کیوں رہے"
سردارے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"تمہیں بھوک کیوں لگ رہی ہے سردارے۔؟"

"بھوک۔؟" سردارے پھر اچھل پڑا۔ "ارے ہاں بھوک۔" اس نے پھر آ
پھاڑ دیں۔

"بس اب حواس درست کر لو۔ بہت ہو گئی۔ شام کے سات بجے ہیں۔ اور ہم
دن سوتے رہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا اور سردارے پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو
منہ پھاڑے میری شکل دیکھتا رہا پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔

"بیڑہ غرق۔"

"؟۔۔۔"

"پورا دن سوتے رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"گویا یہ آنکھیں نیند سے نہیں۔ بھوک سے بند ہوئی جا رہی ہیں؟"

"اور اگر تم یہیں کھڑے کھڑے بکواس کرتے رہے تو بھوک سے ہارٹ فیل بھی ہو سکتا

"ارے تو پھر بتاؤ نا۔ کیا کروں۔؟" سردارے روہانسی آواز میں بولا۔

"پہلے غسل۔" میں نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بھوک نے تمہاری بینائی بھی متاثر کی ہے۔ محترم راجہ نواز اصغر
ب۔ یہ باتھ روم کا دروازہ نہیں دیوار ہے دیوار۔" سردارے نے کسی قدر جھلائے ہوئے
از میں کہا۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ بڑے بڑے رشی منی بھوکے رہ کر کشف حاصل کرتے
۔ میں بھی بھوکا ہوں اس لئے دیوار سے غسل خانہ برآمد کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور
روم کا بٹن دبا دیا۔! تب سردارے حیرت سے غسل خانہ برآمد ہونے کا عمل دیکھنے لگا! اور
اس نے ایک گہری سانس لی۔ اور مسخرے انداز میں بولا۔

"تمہیں دو تین دن تک بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ تم تو آسمان پر پرواز کر جاؤ
۔" اور پھر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ میں واپس آ گیا تھا۔ اور پھر میں نے ویٹر کو بلانے کے
بٹن دبایا۔ اس بٹن پر ویٹر لکھا ہوا تھا۔!

دروازہ کھلا۔ اور رنگین خوبصورت ڈیزائن کا لباس پہنے ایک مقامی لڑکی اندر داخل
ئی۔ اس کی ناک سرخ تھی اور آنکھوں سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

"تم۔ تم ویٹر ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی جناب۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ ہم ایک مشکل میں پھنس گئے ہیں ڈیئر۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خیریت جناب۔؟" لڑکی نے جلدی سے سردارے کے بستر کی جانب دیکھا۔ اور پھر
ورروم کی طرف۔

"پریشانی یہ ہے کہ ہم نے صبح کا ناشتہ کیا ہے نہ دوپہر کا کھانا کھایا ہے' نہ شام کی چائے
۔ اور بھوک سے قریب المرگ ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ پہلے صبح کا ناشتہ منگوایا جائے یا
پہر کا کھانا۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں بیک وقت منگوا لی جائیں۔ تب شام کی چائے اور رات
کے کھانے کا کیا ہو گا۔؟"

"اوہ۔" ویٹرس ہنس پڑی۔ "اس کی آسان سی ترکیب یہی ہے جناب، کہ آپ
چاروں چیزیں بیک وقت منگوالیں۔"

"لیکن اس طرح پیٹ پھٹ جانے کا خطرہ ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ پیٹ کی ذمہ داری آپ میرے اوپر چھوڑ دیں۔"

"وعدہ۔!" ویٹرس نے بھی شرارت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تب پھر جلدی جاؤ پلیز۔!" میں نے کہا۔ اور وہ تیزی سے واپس مڑ گئی۔ ویٹرس
گفتگو کرنے میں اور لطف آیا تھا۔ بڑی دلچسپ اور شریر سی لڑکی تھی۔!

پھر سردارے اور لڑکی ایک ساتھ ہی دو سمتوں سے داخل ہوئے تھے۔ لڑکی ا
خوبصورت ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لائی تھی۔ سردارے ٹھٹھک گیا اور پھر اس نے میری جا
دیکھا۔

"استاد۔ ہم نے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔؟"

"یہ ہوٹل کی طرف سے صبح کا ناشتہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ خوب ہے استاد۔ رات کے کھانے پر بھی ملے گی۔" سردارے نے لڑکی
گھورتے ہوئے کہا۔

"پہلے ناشتہ تو کرو۔ رات کی بات رات کو۔"

"تم کیا کرو گے استاد۔!" سردارے بدستور لڑکی کو گھور رہا تھا۔

"تم اس لڑکی کو نگل جاؤ۔ جو کچھ یہ لائی ہے میں اس پر گزارہ کر لوں گا۔" میں
ٹرے اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں استاد۔! سوری۔" سردارے اچھل پڑا۔ اور پھر وہ بھی لپک کر میر
پاس ہی آبیٹھا۔ "آپ بھی آجائیے مس۔!" اس نے لڑکی کو بھی دعوت دے ڈالی۔

"شکریہ۔ آپ لوگ صبح سے بھوکے ہیں اس لئے میرا درمیان میں آنا ٹھیک نہ
ہے۔ زندگی کی حفاظت کرنا بھی تو ضروری ہوتا ہے۔" ویٹرس حاضر جواب بھی تھی۔!

"ویری گڈ استاد۔ بولتی بھی ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ میں ویٹرس کی ا
پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"ویسے ہم لوگوں کو آپ کے جاگ جانے پر سخت حیرت ہے۔" ویٹرس بولی۔!

"کیا مطلب۔؟" میں نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کی شخصیتیں صبح سے بڑی سسپنس فل جا رہی تھیں۔ دس بجے تک
آپ کے سونے پر کسی کو تشویش نہیں ہوئی۔ لیکن کوئی کتنی ہی دیر سے سوئے، صبح کا نا
کرنے کے لئے ضرور جاگتا ہے۔ ویٹرس آپ کا انتظار بارہ بجے تک کرتی رہی کیونکہ اس

کے اوقات شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد ویٹرس نے آپ کے بارے میں مینیجر
اطلاع دی۔ پہلے مینیجر نے سپروائزر کے ساتھ آکر آپ کو دیکھا۔ سانسوں کی آمد
درست تھی۔ رنگ بھی ٹھیک تھا یعنی اس پر نیلاہٹ موجود نہیں تھی۔ سپروائزر تو گھبرا گیا
اس نے تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر کو بلوا لیا جائے۔ لیکن مینیجر کا خیال تھا کہ کوئی سیریس کیس
ہے۔ اس لئے اس نے روک دیا۔ بہرحال آپ کے جاگ جانے پر بہت سوں نے سکون کا
لیا ہے۔"

ہم دونوں ہنسی نہ روک سکے تھے۔!

"تو تمہارا خیال تھا کہ ہم جاں بحق ہوگئے۔؟"

"میرا نہیں جناب۔ دوسروں کا میں نے تو چار بجے ڈیوٹی سنبھالی ہے۔ لیکن مجھے ہدایت
گئی تھی کہ جونہی آپ کے کمرے سے طلبی ہو۔ فوراً" مینیجر کو اطلاع دی جائے"

"خوب۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر۔ تم نے مینیجر کو اطلاع دے دی۔؟"

"جی ہاں۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ لوگ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ نارمل ہیں اور کھانا
لب کر رہے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ بہت سنجیدہ قسم کی مسخری لڑکی تھی۔ بے تکلف اور
ضر جواب۔!

ہم دونوں دیر تک ہنستے رہے اور وہ خاموش رہی۔ پھر جب ہم خاموش ہوگئے تو اس
کہا۔ "حقیقت کیا تھی۔ مجھے معلوم ہو سکے گی جناب؟"

"کیوں۔ کیا مینیجر کو اطلاع دینی ہے۔؟"

"جی نہیں۔ مینیجر کا کام ختم ہوگیا۔"

"تم ذاتی طور پر جاننا چاہتی ہو۔؟"

"جی۔! اگر آپ پسند کریں تو۔؟"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"کی شا۔ یشا پر کنزا۔" اس نے جواب دیا۔

"تو بات کچھ نہیں تھی مادام کیشا۔ سوائے اس کہ ہم پوری رات سو نہیں سکے تھے۔
ری گاڑی حادثے کا شکار ہوگئی تھی اور ہمارا سارا سامان اس میں رہ گیا تھا۔ چنانچہ پوری
ت کی نیند پورے دن میں پوری کی اور بس۔!"

"اوہ۔ مجھے اس حادثے پر افسوس ہے۔ یہی شکر ہے کہ آپ زخمی ہونے سے بچ
۔" ویٹرس نے کہا۔

"لیکن ایک مشکل بھی پیش آگئی ہے مادام۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا۔ فرمائیے۔" ویٹرس نے کہا۔

"ہمارے پاس کرنسی بھی نہیں رہی۔ ہوٹل کا بل ادا کرنے میں دشواریاں بھی پڑ آئیں گی۔"

"اوہ۔ یوں بھی آپ سوئس نہیں معلوم ہوتے۔ گویا سیاح ہیں؟" ویٹرس کی آواز م ہمدردی نمایاں تھی۔

"ہاں۔ پورے سوئٹزرلینڈ میں ہمارا کوئی واقف کار نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ کا پہلا تعارف مجھ سے ہوا ہے۔ میں جو ہوں۔ بر کرم آپ میرے مشورہ پر عمل کریں۔"

"وہ کیا مہربان خاتون۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ آج رات یہیں قیام کریں۔ میں ایک بجے ڈیوٹی سے فارغ ہو کر چلی جاؤ گی۔ اس وقت واپسی ممکن نہیں ہے البتہ صبح کو میں آؤں گی اور آپ کو کچھ رقم دوں گ آپ بل ادا کر دیں اور میرے ساتھ چلیں۔ گو میرا مکان وسیع نہیں ہے اور آپ کو وہاں یہ کا سا آرام نہیں مل سکے گا' تاہم جب تک آپ اپنے لئے بہتر حالات مہیا نہ کر لیں۔ وہ آرام سے رہ سکتے ہیں۔"

اور ہم دونوں چونک پڑے۔!

خلوص۔ انسانیت۔ پیار' کسی ایک خطے میں محدود نہیں ہیں۔ انسانیت قوموں میراث نہیں ہے۔ وہ تو نفس سے منسلک ہے۔ محبت جگہ جگہ بکھری ہوئی ہے۔ یہ اجنبی لڑ شبہ ہر لالچ سے مبرا ہے۔ اس کی پیشکش' صرف انسانیت پر مبنی ہے۔! ہم دونوں بے حد ہوئے تھے۔

"آپ نے ہمارا تعارف نہیں حاصل کیا خاتون کیشا۔؟"

"میں یونہی ذرا بے تکلف سی طبیعت کی مالک ہوں جناب۔ بعض لوگ میری بے تکلفی پسند نہیں کرتے۔ کئی بار مینیجر سے ڈانٹ کھا چکی ہوں۔ چنانچہ جس حد تک میں نے کہ کی ہے وہی کافی تھی۔"

"اوہ۔ لیکن آپ جس قدر مہربان اور ہمدرد ہیں۔ آپ جس قدر...... خوش اور پر اخلاق ہیں۔ اس کو دیکھ کر تو کوئی بد ذوق جانور ہی آپ کو نظرانداز کر سکتا ہے۔"

"آپ کا شکریہ۔ سب آپ کی طرح انسانیت پسند نہیں ہوتے۔"

"میرا نام۔ سیسرو ہے اور یہ پینٹو ہے۔ ہم وینس سے آئے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ پانیوں کے اس حسین شہر کے بارے میں' میں نے بہت س ہے۔" لڑکی بولی۔ اور ہم نے کھانا ختم کر لیا۔! لڑکی ہمارے نزدیک آکر برتن سمیٹنے لگی تھی۔

"کافی پیش کروں۔؟" اس نے پوچھا۔

"مہربانی ہوگی۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ ہوٹل ہے اور آپ لوگ معزز گاہک۔ آپ ہوٹل کا پورا پورا بل ادا کر دیں گے۔ پھر اس انکساری کی کیا ضرورت ہے۔ آپ بلا جھجک آرڈر دیں۔" کیشا نے کہا۔

"خاتون کیشا۔!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اس نے کوئی تعرض نہیں کیا "آپ نے جس اپنائیت کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ ہمیں سوئٹزرلینڈ۔ دیل برن کی عزت ہمارے دل میں بے پناہ بڑھ گئی ہے کہ یہاں آپ جیسی مہربان خاتون موجود ہیں۔ ہم آپ کی دوستی کے خواہشمند ہیں۔ رہی کرنسی اور بل کی بات۔ تو یہاں سمجھ لیں کہ ہم نے آپ سے حاصل کر لیا۔ دراصل کرنسی ہماری جیبوں میں تھی' اس لئے ہو گئی۔ یہ دیکھئے۔ اس میں تکلف کی بات نہیں ہے۔"

میں نے نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر اس کے سامنے کر دیں! اور وہ خلوص سے مسکرا دی۔!

"بہرحال۔ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میرے دوست الجھن میں نہیں پھنسے۔ میں اس بات پر آزردہ کیوں ہوں کہ میری پیشکش قبول نہیں کی گئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مادام کیشا۔ ویسے ایک تکلیف آپ کو ضرور دیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں' ہاں۔ کہیں۔"

"کل دن میں آپ آ جائیں اور ہمیں برن کے بازاروں سے کچھ شاپنگ کرا دیں۔"

"ہاں------ ہاں------ جس وقت آپ حکم دیں۔"

"ہم دوست ہیں کیشا------ اس لیے اب حکم وغیرہ نہیں------ دوستی کی بات چلے گی۔ تمہیں کس وقت فرصت ہوگی؟"

"گیارہ بجے------"

"بس ٹھیک ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک پہنچ سکو گی؟"

"آسانی سے------"

"ہم انتظار کریں گے۔"

"اوکے------ جاؤں------؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا------ اور پھر اٹھلاتی ڈھلکیلتی ہوئی باہر نکل گئی------ اس کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی------ اور سردارے کی طرف دیکھنے لگا! جو سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"کی ہویا سردارے-----؟" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کچھ آس بندھی تھی استاد----- مگر وہ تو اتنی شریف نکلی کہ بس-----"

"اب یہ سوئٹزرلینڈ ہے اور نیچے ڈائننگ ہال ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن ہمارے لباس ڈائننگ ہال کے قابل نہیں ہیں استاد۔"

"ایں ہاں----- تب پھر شہر میں آوارہ گردی کریں گے۔ اس وقت جو ہماری اوقات ہے اس کے مطابق بھی کوئی نہ کوئی جگہ مل ہی جائے گی!" میں نے جواب دیا۔ تھکن اتر چکی تھی----- پیٹ بھی بھر گیا تھا۔ اس لیے طبیعت میں بڑی شگفتگی آگئی تھی۔

"مگر استاد----- میں اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" "کسی کے بارے میں زیادہ سوچنا مناسب نہیں ہوتا سردارے۔ بس جو سامنے ہو اس کے بارے میں سوچو----- اور جب نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو اسے بھول جاؤ۔"

"مگر وہ بڑے اعلیٰ کردار کی مالک ہے استاد----- ہوٹل کا بل بھی معمولی نہیں ہو گا۔ اور وہ بے چاری صرف ایک ویٹرس ہے۔ ضرورتمند نہ ہوتی تو ملازمت کیوں کرتی۔"

"ہاں----- وہ خلوص رکھتی ہے۔" میں نے کہا۔

"پتہ نہیں شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ-----"

"اس گفتگو کے بعد اس سے یہ بات پوچھنے کی ہمت کون رکھتا ہے تم پوچھ سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں استاد-----" سردارے نے جواب دیا اور پھر کافی دیر تک ہم اس ویٹرس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ہوٹل سے نیچے اتر کر ہم نے ڈائننگ ہال کا رخ نہیں کیا تھا۔ لباس اتنے خراب بھی نہیں تھے لیکن بس دل نہیں چاہ رہا تھا کہ ان لباسوں میں ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لیں-----!

باہر نکلے اور ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گئے جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھا----- ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم چل پڑے----- سڑکوں کے نیون سائن پڑھتے ہوئے خوبصورت علاقوں کی رونق دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے----- ریچھ برن کا امتیازی نشان ہے----- جس طرف نگاہ اٹھاؤ ریچھ ہی ریچھ نظر آئیں گے۔ ہوٹلوں' دکانوں عام تفریح گاہوں میں جہاں دیکھو' ریچھ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے' مجسموں' تصویروں اور کہیں کہیں حقیقی شکل میں----- اب اس حساب سے برن کو ریچھوں کا شہر کہا جا سکتا ہے۔ دریا کے کنارے کھلے کے فوارے کے گرد ریچھوں کے مجسمے اور پھر ٹائیڈک پل کے پاس ایک گڑھے میں بیچ بیچ کے جیتے جاگتے درجنوں ریچھ جو اہل شہر کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ اور وہی ان کی خوراک کا بندوبست کرتے ہیں!

برن گو جدید شہر ہے لیکن اس کی زیادہ تر عمارتیں پرانی ہیں۔ یا پرانے طرز پر تعمیر کی

گئی ہیں----- ہر چوک میں پرانے طرز کے فوارے اور نل موجود ہیں' پرانے بازاروں میں سڑک سے اونچی دوکانیں اور ان کے ساتھ لمبے برآمدے جہاں ایک زمانے میں صرف شاہی خاندان کے افراد کو چلنے کی اجازت دی تھی۔ عوام کے لیے نشیبی سڑک تھی۔ پورے سوئٹزرلینڈ میں اور خاص طور سے برن میں یہ رواج ہے کہ ہر مکان یا فلیٹ کی کھڑکی میں لکڑی کے سفید مستطیل چوکھٹوں میں مٹی اور کھاد ڈال کر سرخ پھول اگائے جاتے ہیں۔ شہر کے ہر گھر کی کھڑکی سرخ پھولوں سے مالا مال ہوتی ہے۔

میں اور سردارے دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہے تھے۔ ہم بھول گئے تھے کہ ہم کس مقصد کے لیے باہر نکلے ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور بھی سمجھ گیا تھا کہ ہم سیاح ہیں اور تفریحاً نکلے ہیں----- اس لیے وہ برن کی خاص خاص جگہوں----- کے چکر لگا رہا تھا-----! پھر میں ہی چونکا اور میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے-----!" اور سردارے چونک پڑا۔

"اوہ----- استاد-----!"

"کہاں کھو گئے-----؟"

"بڑا خوبصورت شہر ہے استاد-----"

"ہاں----- اس میں کیا شک ہے----- لیکن اب اس شہر کی خوبصورتی کو کب تک کھاؤ گے-----؟"

"پھر کیا کریں استاد-----؟" سردارے نے ایک جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"واپس چلیں-----؟"

"ہاں----- واپس ہی چلو----- کل دن کی روشنی میں اسے دیکھیں گے اور اس کے بعد کچھ سوچیں گے----- کیونکہ اس سے قبل بہت سے کام بھی کرنے ہیں۔" سردارے نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ پھر ڈرائیور کو واپس چلنے کی ہدایت کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ اپنے کمرے میں تھے----- سردارے تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیوں-----؟ تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ایڈی یاد آ رہی ہے استاد----- بے چاری بیک وقت دونوں کے چکر میں تھی----- آہ کیسی مایوسی ہوئی ہو گی اسے-----" سردارے نے ایک مصنوعی آہ بھر کر کہا۔

"ٹھیک ہے----- تم ایڈی کو یاد کرو میں لوسیا کو یاد کرتا ہوں۔ دونوں کا کام بن

جائے گا۔"

"کیا فائدہ استاد ---- کیوں نہ ہم اپنی محسنہ سے اپنی ضروریات کا اظہار کر دیں۔" سردارے نے کہا۔

"کیشا سے ----؟"

"ہاں ---- ممکن ہے وہ بندوبست کر دے۔ بہر حال یہ ہوٹل ہے خود دوسرے لوگ بھی اس سے فرمائش کر دیتے ہوں گے۔"

"نہیں سردارے ---- ٹھیک نہیں رہے گا ---- آج رات اسی طرح گزار لو ---- کل خود شکار کریں گے، خود کھائیں گے ---- وہ جتنی مخلص ہے اس کے بعد اس سے اس قسم کی باتیں کرنے کو دل نہیں چاہتا ----" میں نے کہا۔

"ارے نہیں استاد ---- میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا ---- ٹھیک ہے آج رات یوں ہی گزاریں گے ---- ویسے اب تم نے کیا پروگرام بنایا ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟"

"جیکسن کی گوشمالی نہیں کرو گے استاد ----؟"

"ضرور کریں گے سردارے ---- اسے چھوڑنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ---- آج کا دن سونے میں گزر گیا ---- کل اس سلسلے میں مصروف دن ہو گا۔ کل انتظامات کریں گے اور ممکن ہے کل کی رات کیمپنگ میں گزاری جائے۔"

"گڈ ---- یہ ہوئی نا بات ----" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

"کیوں؟"

"کیمپنگ کی راتیں بری نہیں ہوتیں استاد ----" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔

"اوہ ---- لیکن یہ بھی ممکن ہے سردارے کہ ہماری رات زیادہ اچھی نہ گزرے۔ ممکن ہے ----"

"دیکھا جائے گا استاد ---- ویسے بارہ بج رہے ہیں۔ کیا خیال ہے، کل تازہ دم ہونے کے لیے آج ابھی سے آرام کیا جائے؟"

"اوکے ----!" میں نے کہا اور ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ ویسے نیند دیر سے ہی آئی تھی۔ لیکن دوسری صبح خوشگوار تھی۔ غسل کرنے میں لطف ہی آ جاتا تھا ---- میرے خیال میں پورے ہوٹل میں سب سے زیادہ توجہ غسل خانوں پر دی گئی تھی ---- آدمی ایک بار اندر چلا جائے تو واپس آنے کو دل ہی نہیں چاہے ---- لیکن وہی لباس بار بار پہننے میں کچھ مزہ نہیں آ رہا تھا۔ تاہم مجبوری تھی!

"بہر حال ناشتے کے لیے بیل بجائی تو ایک خاتون تشریف لے آئیں، درمیانے قد کی

قبول صورت ---- خوش اخلاق ----!"

"یس پلیز ----" انہوں نے شیریں آواز میں کہا۔

"اوہ ---- ناشتہ درکار ہے ----!" میں نے کہا۔

"براہ کرم آرڈر نوٹ کرا دیں۔" ویٹرس نے کاپی پنسل نکالتے ہوئے کہا۔

"جو دل چاہے لے آؤ ---- خود کو میزبان تصور کرو۔" میں نے کہا۔

"پھر بھی آپ کی پسند جناب؟" ویٹرس مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا ساتھی ناشتے میں تلی ہوئی لڑکیاں کھاتا ہے۔"

"اوہ ---- سوری۔ ہمارے ہاں گرل روسٹ کا پلانٹ نہیں ہے۔ ہاں کچی اکثر مل جاتی ہیں۔ لیکن رات کے کھانے پر۔ ناشتے پر ہم لوگ بد پرہیزی نہیں کراتے۔"

"گڈ ---- تو پھر آج رات کے کھانے پر آپ کا انتظار کریں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"کھانے کے بعد ----!" ویٹرس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وعدہ ----؟" سردارے بولا۔

"یقیناً" ----!"

"بس تو فی الحال اپنی پسند کا ناشتہ کرا دیں۔" میں نے کہا اور ویٹرس باہر نکل گئی۔

"بن گیا کام استاد ----!" سردارے خوش ہوتا ہوا بولا۔

"ہاں ---- لیکن تم رات کا پروگرام بھول گئے ----؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب ----؟"

"یہ رات تو ہمیں کیمپنگ میں گزارنی ہے۔"

"اوئے ----" سردارے نے دونوں آنکھیں بھینچ لیں۔ "یہ عورت بڑی خطرناک شے ہے استاد ---- ذہن ہی خالی کر دیتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ ---- ان خاتون سے پروگرام میں تبدیلی کے لیے کہہ دیں گے۔"

"ہاں ---- لیکن ایڈوانس کے ساتھ ---- ورنہ اتنی جلدی پروگرام بدلنا اسے بد دل کر دے گا۔"

"ٹھیک ہے استاد ----" سردارے نے کہا۔ اور ہم ناشتے کا انتظار کرنے لگے ---- تھوڑی دیر کے بعد ویٹرس ناشتہ لے کر آ گئی ---- عمدہ ناشتہ تھا۔ اس نے ڈائننگ ٹیبل پر لگا دیا ---- اور سردارے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا مس ----؟"

"پوڈیسنا----" لڑکی نے جواب دیا۔
"مس پوڈیسنا---- تمہاری ڈیوٹی یہاں کس وقت تک ہے؟"
"تین بجے تک----!"
"پھر ملاقات کی کیا رہے گی؟"
"میں نو بجے آ جاؤں گی---- اس کے بعد آپ میرے مہمان ہوں گے۔"
"میرے خیال میں آج کے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی جائے۔ میرے ایک مقامی دوست نے آج میری دعوت کی ہے!" میں نے مداخلت کی۔ اور سردارے میری طرف دیکھنے لگا۔
"ہاں---- ہاں ضرور----"
"ہم کل کا پروگرام رکھیں گے مس پوڈیسنا کے ساتھ---- کیا خیال ہے مس؟"
"بالکل ٹھیک---- اس طرح اور آسانی ہو جائے گی۔ میں آپ کے شایان شان انتظام کر لوں گی----" مس پوڈیسنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"گڈ---- یہ ٹھیک ہے---- مس پوڈیسنا ---- یہ آپ کا انعام----!" سردارے نے چار بڑے نوٹ نکال کر پوڈیسنا کی طرف بڑھا دیے---- اور پوڈیسنا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔
"شکریہ جناب----" اس نے نوٹ لے کر احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیے---- اور پھر وہ واپس چلی گئی----!"
"تم نے فطرتوں کا فرق محسوس کیا سردارے؟" میں نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں یار----" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔
"دونوں کا پیشہ ایک ہے۔"
"ہاں---- لیکن ایک بات کی وضاحت چاہتا ہوں نواز----!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیا----!"
"ہم نے خود ہی اس کی شخصیت کا تعین کر لیا ہے۔ صرف اس کی پر خلوص پیشکش سے متاثر ہو کر۔ اس کی پیشکش انسانی ہمدردی کے تحت تھی لیکن ممکن ہے اس سے ہٹ کر وہ ایک عام سی لڑکی ہو۔"
"کیا کہنا چاہتے ہو سردارے---؟" نہ جانے کیوں مجھے سردارے کی بات پر غصہ آ گیا تھا۔

"بخدا کچھ نہیں استاد---- بس سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ بھی---- اگر ہماری ل نہ دیکھتی تو ہمارے لیے قابل حصول ہوتی۔"
"یار سردارے---- میں جانتا ہوں---- میں اس دنیا سے اچھی طرح واقف ---- اگر وہ ہے بھی تو ہمیں اس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے---- ہو ---- ہم اگر ایک حیثیت قائم کر چکے ہیں تو اسے قائم رہنے دینے میں کیا حرج ہے۔"
"سوری نواز---- ویسے یقین کرو میرے ذہن میں اس کی طرف سے کوئی برا نہیں تھا۔ یہ گفتگو تو بس ضمنی حیثیت رکھتی تھی۔"
"چلو چھوڑو----!" میں نے گردن ہلا دی اور پھر ہم اپنی دوست کا انتظار کرنے ----! ٹھیک گیارہ بجے ویٹرس آ گئی۔ اس کے بدن پر ایک سادہ لباس تھا اور چہرے پر ادگی تھی۔
"ہیلو----!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ لوگوں کو انتظار تو نہیں کرنا پڑا----؟"
"نہیں مس----" میں نے کہنا چاہا اور اس نے ایک دم ہاتھ بلند کر دیا۔
"مجھے معاف کریں۔ آپ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہوں میں شادی شدہ اور میرے دو بچے ہیں۔ میرے شوہر کا نام زیلے ایون ہے اور میں پیار سے اسے ایون ہوں۔"
"اوہ---- کوئی بات نہیں ہے مسز ایون---- ویسے ہم آپ کو آپ کے نام ار سکتے ہیں؟"
"کیوں نہیں---- آپ میرے دوست جو ہیں؟"
"شکریہ کیشا---- لیکن مسٹر زیلے کیا کرتے ہیں؟"
"پہلے ایک بینک میں ملازمت کرتے تھے۔ لیکن کار کے ایک حادثے میں ان کے ہاتھ کٹ گئے---- اس لیے اب صرف گھر پر رہتے ہیں۔"
"اوہ---- اور آپ کے بچے؟"
"دونوں پڑھتے ہیں!" کیشا کی آنکھوں میں ممتا کا نور جگمگانے لگا تھا۔
"آپ کی شخصیت سے بہت دلچسپی ہو گئی ہے مس---- اوہ معاف کریں مسز ---- اس لیے اگر ہم کچھ ذاتی سوالات کر لیں تو آپ برا تو نہیں مانیں گی؟" میں نے

"آپ لوگ اچھے دوست ہیں---- اس لیے بالکل نہیں۔"
"آپ کے شوہر کو آپ کی ملازمت پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"اعتراض نہیں ----- دکھ ہے۔" کیشا کے چہرے پر ہلکی سی اداسی امنڈ آئی
"کیوں -----؟"
"ایون کا خیال ہے کہ میری اس ملازمت سے اس کی مردانگی پر ضرب پڑتی
بہرحال میں دوسری ملازمت تلاش کر رہی ہوں۔ جب بھی مل گئی تو اسے چھوڑ دوں گی۔
میں زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوں۔"
"مسٹر ایون کو اس ملازمت پر کیا اعتراض ہے؟" میں نے پوچھا۔
"میرے اس سوال پر کیشا کی گردن جھک گئی۔ اس کے خوبصورت بال اس کی
پر لہرانے لگے تھے۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "گیلے کی لڑکیاں بڑی شہرت ر
ہیں۔ لوگ ان لڑکیوں کی وجہ سے ہی یہاں قیام بھی کرتے ہیں۔"
"اوہ ----- تب تو آپ کو سخت مشکلات پیش آتی ہوں گی مسز ایون؟"
"ہاں ----- نشے میں ڈوبے ہوئے لوگ اس بات پر یقین نہیں کرتے کہ میں
فروشی نہیں کرتی ----- اور ہوٹل کے منیجر کو بھی میری یہ بات پسند نہیں ہے۔ کہ میں
کے گاہکوں کو خوش نہیں رکھ سکتی۔ وہ کئی بار مجھے ملازمت سے نکالنے کا نوٹس دے چکا ہے۔
سردارے کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا ----- اور نہ جانے کیوں میری آنکھیں جگمگا
تھیں۔ میں نے فخریہ انداز میں سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے کی گردن جھک گئی!
"کئی منٹ تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ہم سب ہی چونک پڑے۔ کیشا کا موڈ بھی
گیا ---- اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ "اٹھو بھئی اب بازار کھل گئے
گے ---- کیوں کیشا ----؟"
"یقیناً" ----- بہت دیر کے۔"
"تب چلو ----- ہمیں تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔" ساڑھے تین بجے تک
تمہارے ساتھ رہ سکوں گی ----- اس کے بعد ہوٹل واپس آ جانا ہو گا۔ گو میری ڈ
تمہارے کمرے پر ہی ہے لیکن حاضری ضروری ہے۔"
"ٹھیک ہے ----- ہمیں اتنا وقت نہیں لگے گا۔" میں نے کہا اور ہم تینوں باہ
آئے ----- ہوٹل سے باہر آ کر ٹیکسی پکڑ لی اور چل پڑے۔ کیشا اطمینان سے ہم دونوں
درمیان بیٹھی تھی۔ لیکن اس کے بدن کے اس سے ذہن پر کوئی بار نہیں تھا۔
"یہاں استعمال کے لیے کار نہیں مل سکتی کیشا؟"
"کیوں نہیں"
"کہاں سے ملتی ہے؟"
"ہوٹل کے منیجر سے بات کریں۔ مہیا کر دے گا۔ میں واپس چل کر یہ کام کرا

"اوہ گڈ ----- یہ بہت اچھا ہو گا ----- برن میں کافی عرصہ گزارنے کا پروگرام

"بہت عمدہ بات ہے۔" کیشا نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک جگہ رکنے کی ہدایت کی اور ہم
اتر آئے۔ "یہ برن کا سب سے خوبصورت بازار ہے۔ یہاں کے ایک ہی سٹور میں تمہیں
ت کی ہر چیز مل جائے گی۔"
"تب پھر آؤ -----!" میں نے کہا اور ٹیکسی کا بل ادا کر کے نیچے اتر آئے۔ اور پھر
آف ورائٹی" میں داخل ہو کر ہم نے دیکھا۔ درحقیقت چیزوں کا شہر تھا ----- ہمیں
ات درکار تھے۔ چنانچہ ہم گارمنٹس سیکشن کی طرف چل پڑے ----- بڑا خوبصورت نظام
ہر سائز کے لباس موجود تھے۔ ہر تراش اور ہر طرز کے!
چھ سوٹ میں نے اور چھ سردارے نے خریدے ----- اس کے علاوہ سلیپنگ
بنیان موزے' جوتے اور دوسری چیزیں ----- پھر سوٹ کیس' اور سارا سامان پیک
ا گیا۔ تب میں نے زنانہ سیکشن کا رخ کیا۔
"نہیں سیرو ----- یہ میرے لیے قابل قبول نہ ہو گا۔" کیشا نے سنجیدگی سے کہا۔
"تم نے شاید یونہی ہمیں دوست کہہ دیا ہے -----"
"نہیں ----- دل سے کہا ہے۔ آزما لو -----"
"تب پھر یہ سخت لہجہ -----" میں نے کہا۔
"دوست ہو نا -----؟" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں ----- یقیناً" ----- لیکن!" "تعلیم یافتہ بھی ہو گے۔ کیا ایک
انسان کی نفسیات کا تجزیہ کر سکتے ہو۔ جو خود اپنی بیوی کے لیے دنیا کی ہر شے مہیا کر دینا چاہتا
جسے شدید دکھ ہے کہ وہ اپنی بیوی پر بوجھ ہے۔ اگر وہ مجھے تحائف سے لدا ہوا دیکھے گا
--- کتنا خوش ہو گا ----- اور -----"
اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کتنی بڑی بات کہی تھی کیشا نے۔ اس کے
کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ہم نے مزید کچھ سامان خریدا اور پھر واپسی کی تیاریاں کرنے
-----!
کیشا اب بہت خوش تھی۔ حالانکہ اس کے الفاظ نے ہمیں سنجیدہ کر دیا تھا۔ ہم واپس
آ گئے۔ ہوٹل کے سامنے کیشا نے واپسی کی اجازت مانگی تھی۔
"اوکے کیشا ----- خدا حافظ۔"
"ہاں ----- صرف ایک گھنٹے کے لیے۔ اس کے بعد تو میں آ رہی ہوں۔" کیشا

نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلی گئی میں اور سردارے اندر آ گئے۔ ہم دونوں خاموش
جانے کیوں ذہن پر ایک بوجھ سا آ پڑا تھا۔ خاموشی سے کمرے میں واپس آ گئے۔ سردارے
تھکے تھکے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بات ہے سردارے---- خاموش کیوں ہو؟"

"بس استاد۔ لڑکی نے ذہن پر عجیب تاثر چھوڑا ہے۔"

"بات صرف یہ ہے سردارے---- کسی شکل کو دیکھ کر لمحات میں فیصلہ
ہے۔ نکالو اب ذہن سے کیشا کو---- چلو منیجر سے بات کر لیں۔"

"ایک بات بتاؤ استاد----" سردارے نے کہا۔

"پوچھو----"

"آخر تمہارے پاس کرنسی کی تعداد کتنی ہے۔ ختم ہونے کو ہی نہیں آتی ہے۔"

"بس سردارے---- ختم ہونے ہی والی ہے۔"

"اس کے بعد----؟"

"تو فکر کیوں کرتا ہے یار---- اگر کہے تو آج ہی رات کو اسے اس سے دگنا
جائے----؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری اور تیری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"مونٹی کارلو کے قمار خانے میں۔"

"کس طرح ہوئی تھی؟"

"اوہ---- ہاں استاد---- تم نے وہاں کے پیشہ ورانہ شاطروں کو شکست
تھی۔"

"یہاں بھی جوئے خانے ہیں۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد---- واقعی تمہارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے
سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور بھی بہت سے راستے ہیں---- آؤ----" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ منیجر کے کمرے میں پہنچ کر ہم نے اپنا تعارف کرایا اور پھ
نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"جی ہاں جناب---- خود ہوٹل کی اپنی کاریں ہیں۔ کیا آپ کے پاس ڈرائیو
لائسنس موجود ہے؟"

"ہاں موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ٹرانسپورٹ انچارج کو ٹیلی فون کیے دیتا ہوں۔ آپ کار پسند کر
منیجر نے کہا اور ہم نے اس شکریہ ادا کیا---- ایک اعلیٰ درجے کی کار ہماری تحویل
آ گئی۔

تب ہم واپس اپنے کمرے میں آ گئے۔ میں نے سردارے کے چہرے کو غور سے دیکھا
پھر کہا "سردارے۔ تمہارے چہرے پر یہ مونچھیں کچھ جچ نہیں رہیں۔"

"کیا مطلب استاد----؟"

"صاف کر دو انہیں۔"

"ارے---- مگر کیوں استاد----؟"

"یار کمال ہے۔ میرے کہنے سے تم مونچھیں بھی صاف نہیں کر سکتے؟"

"دل نہیں چاہتا استاد---- پنجاب کی ایک ہی تو نشانی ہے۔" سردارے نے آہستہ
کہا۔ "خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔"

"اوہ نہیں---- ہم کوئی دوسرا بندوبست کر لیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں میک اپ کا سامان تو مل جائے گا۔ اچھا تم لباس تبدیل کر لو---- ایک بار
بازار چلیں گے۔ تھوڑی سی خریداری اور کرنی ہے۔"

"اوہ---- میں سمجھ گیا۔ کیمپنگ کے لیے تیاریاں ہیں۔"

"ہاں----!"

"ٹھیک ہے استاد----" ہم نے لباس تبدیل کیے اور پھر کمرے سے نکل آئے۔
کے نزدیک کیشا مل گئی تھی۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔

"کہاں جناب----؟" اس نے ادب سے پوچھا۔

"یہ جناب کیا ہوتا ہے؟"

"یہاں میں آپ کی ملازمہ ہوں۔"

"فکر نہ کرو---- اس کا بندوبست بھی کر لیا جائے گا۔ فی الحال ہم ذرا سیر و تفریح کو
ہے ہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے۔" ہم نے بیک وقت کہا۔ اور باہر نکل آئے۔ کار سردارے ڈرائیو کر رہا
نے بازار جا کر میک اپ کا سامان خریدا اور پھر میں نے سردار سے کہا۔

"کیا خیال ہے سردارے---- اب مزید انتظار کیوں کیا جائے؟"

"بالکل استاد----"

"آؤ---- رنگ دیکھیں گے۔"

"اور میک اپ----؟"

"کونسی بڑی بات ہے یار---- کسی سنسان جگہ رک کر کر لیں گے۔" میں اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم کیمپنگ کی طرف چل پڑے۔ میک اپ تھا ہی نہیں۔ لمبے بالوں کی وگ' اور اسی رنگ کی داڑھی نے کایا ہی پلٹ دی۔ اور ہم قسم کے شوقین مزاج ہپی نظر آنے لگے۔ اور پھر ہماری کار برق رفتاری سے کیمپ طرف دوڑنے لگی۔

فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا---- ہم کیمپنگ پہنچ گئے---- وہاں کی حسب معمول تھی۔ عمدہ بات یہ تھی کہ شہر سے بہت سے لوگ ہپی لڑکیوں اور نشہ آو کی تلاش میں وہاں آتے رہتے تھے۔ اس لیے ہمیں کوئی دقت نہ ہوئی---- اور پارک کرنے کے بعد پورے کیمپنگ میں گھومتے پھرے۔ سردارے ایڈی اور لوسیا تلاش کر رہا تھا۔ ہمارے جلے ہوئے خیمے صاف کر دیے گئے تھے اور اب ان کی جگہ کچ تھا۔ میری نگاہیں لینڈرروور کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن گاڑی بھی کہیں نظر نہ آئی!

اچانک سردارے نے میرا شانہ دبوچ لیا---- اور میں چونک پڑا۔ "سردارے؟"

"ایڈی----!" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے بھی ا دیکھ لیا۔ وہ خاموش اداس سی ایک جگہ کھڑی تھی۔

"تم رکو سردارے---- میں اس سے بات کروں گا۔" میں نے کہا۔

"خود کو اس پر ظاہر کر دو گے استاد----؟"

"نہیں---- مگر تم میرے پاس نہ آنا۔"

"ٹھیک ہے----" سردارے نے کہا اور میں ایڈی پہنچ گیا۔

"ہیلو----" میں نے آواز بدل کر کہا اور ایڈی نے اداس نگاہیں میری اٹھائیں۔ پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ "کیا آپ تنہا ہیں مس؟"

"ہاں----" اس نے جواب دیا۔

"آپ کا کوئی ساتھی نہیں ہے؟"

"ہیں----" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اوہ---- سوری---- میرا خیال تھا ہم دونوں کچھ دیر---- یا ا ساتھ رہیں---- میں آپ کی مدد کروں---- اور آپ میری۔" میں نے معنی

نے کہا۔

"سوری---- میرے پاس کرنسی موجود ہے۔" ایڈی کسی قدر خشک لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے---- لیکن پھر آپ اداس کیوں ہیں؟ انسان کے پاس کرنسی ہو---- اسے اداس تو نہیں ہونا چاہیے----!"

"احمقانہ خیال ہے---- براہ کرم مجھے تنہا چھوڑ دو----" ایڈی بے زاری ے دوسری طرف مڑ گئی۔

"آپ کی مرضی---- دراصل میں یہاں اپنے کچھ دوستوں کی تلاش میں آیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ پنٹو اور سیسرو یہاں مقیم ہیں۔ پورا کیمپ ڈھونڈ----"

لیکن ایڈی نے میری بات پوری نہ ہونے دی۔ "سیسرو---- پنٹو---- ہاں سے آئے تھے----؟" وہ پرجوش انداز میں بولی۔

"ارے---- ہاں---- آپ انہیں جانتی ہیں----؟

"ہمارے ساتھی تھے---- یہاں ان کے کچھ دشمنوں نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ نکل گئے۔ نہ جانے کہاں گئے۔ ایک گروہ انہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے---- ان کی گاڑی بھی ان لوگوں نے قبضے میں کر لی ہے۔"

"کمال ہے---- ہمارے ہوتے ہوئے ہمارے دوستوں کی یہ درگت؟ ان کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چل سکا----؟"

"شاید ابھی تک نہیں----؟"

"آپ لوگوں کو تو پریشان نہیں کیا گیا؟"

"نہیں---- شاید انہیں ہمارے بارے میں علم نہیں ہے۔ سنو میں تمہاری خواہش پوری کر سکتی ہوں---- لیکن ایک شرط پر---- اگر وہ تمہیں مل جائیں تو مجھے ان کے بارے میں ضرور بتا دینا۔"

"کیا وہ آپ کے بہت گہرے دوست تھے----؟"

"نہیں---- لیکن انوکھے لوگ تھے---- بہت ہی اچھے۔" تب میں نے ایڈی سے وعدہ کیا اور واپس سردارے کے پاس پہنچ گیا۔ سردارے بہت بے چین تھا۔ میں نے اپنی اور ایڈی کی گفتگو اسے سنائی اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"کیوں---- کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں---- اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے مضمحل سے انداز میں کہا۔

"ڈریم بار----" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا

دی۔ "پستول موجود ہے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ فکر نہ کرو استاد۔۔۔۔۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور ہم ڈر
کی طرف چل پڑے۔۔۔۔۔!

☆ ☆ ☆

ڈریم بار کے سامنے رک کر ہم نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور میرے ہو
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سردارے بھی مسکرا دیا تھا۔ "تیار ہو۔۔۔۔۔؟ میں نے سردار
پوچھا۔

"بڑک لگاؤ استاد؟" سردارے نے موڈ میں کہا۔

"ہاں' ہاں۔ ابھی نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم ڈریم بار میں داخ
گئے۔ بار لفنگوں سے بھرا ہوا تھا۔ منشیات کے دھوئیں پورے ماحول کو لپیٹے ہوئے تھے' ہلک
موسیقی بکھری ہوئی تھی۔ نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدمست آوازیں' بدمست
چاروں طرف ایک شور بدتمیزی برپا تھا۔

ہم دونوں پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں بے شمار آوارہ گرد موجود تھے۔ ہ
چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں' کوئی میز خالی نہیں تھی۔ بہت سے لوگ دیواروں سے
ہوئے نشہ آور چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور پھر
ایک دیوار سے جا لگے۔

اور ایک اٹینڈنٹ ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں لارڈ؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے جیب سے
نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "بولو تو سہی جان۔۔۔۔۔!" اٹینڈنٹ کافی بدتمیز تھا

"تمہارا انعام ہے۔" میں نے کہا۔

"ایں۔۔۔۔۔ مذاق تو نہیں کر رہے۔۔۔۔۔؟" اٹینڈنٹ حیرت سے نوٹ کو گ
بولا۔ لیکن اتنی دیر میں' میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔

میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"چپکاش۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔

"دو۔۔۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور اٹینڈنٹ سر ہلا کر چلا گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد وہ پیتل کی خوبصورت
ننھی پیالیوں میں سبز سیال لے آیا۔ اس نے ایک ایک پیالی ہم دونوں کے ہاتھ میں تھما
گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔

سردارے نے میرے طرف دیکھا اور پھر پیالی ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔

"ارے۔۔۔۔۔ گدھے!" میں نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔ اور سردارے کا ہاتھ
رک گیا۔

"کیا ہے استاد؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"چکھ کر دیکھوں استاد۔۔۔۔۔ میرے لئے نئی چیز ہے۔"

"سونگھنا بھی نہیں۔۔۔۔۔ ورنہ مرغی کی طرح کٹکٹاتے پھرو گے اور انڈے دینے کے
لئے بے چین نظر آؤ گے۔"

"ایسی خوفناک شے ہے۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"اس سے بھی زیادہ خوفناک۔"

"کیسے بنتی ہے استاد؟"

"بھنگ کے نوخیز پودوں سے۔ معجون فلک سیر سمجھ لو' دماغ آسمان سے نیچے نہیں
اترے گا۔"

"تمہاری معلومات حیرت انگیز ہیں استاد۔۔۔۔۔ مگر پھر یہ طلب کیوں کی ہے؟"

"معیار بڑھانے کے لئے۔ اب وہ ہمیں بڑا آدمی' سمجھے گا۔"

"اوہ' استاد کی باتیں استاد ہی جانے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔ "مگر اب اس
کا کروں کیا استاد؟"

"تھوڑی تھوڑی چھلکاتے رہو' اندازہ نہ ہونے پائے۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ اور پھر ہم چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے
رہے۔ سردارے اور میں پیالی بار بار ہونٹوں تک لے جاتے تھے اور سیال آہستہ آہستہ نیچے
گرا رہے تھے۔ سردارے بیچ بیچ اسے منہ کے قریب لے جاتے ہوئے سانس روک لیتا تھا۔ اور
تھوڑی دیر کے بعد پیالیاں خالی ہو گئیں۔

ایک آوارہ گرد نے میز پر کھڑے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی' تو دو آدمی آگے
بڑھے۔ دونوں صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے وہ رقص کرنے
والے کے نزدیک پہنچ گئے۔

اور پھر ان میں سے ایک نے اسے روکا۔ "بس بس' تمہارا کوٹہ پورا ہو گیا ہے میری
جان۔۔۔۔۔!" اس نے زور سے کہا۔

"نائیں۔۔۔۔۔ نائیں۔۔۔۔۔ میں ابھی جینا چاہتا ہوں۔"

"واقعی۔۔۔۔۔؟" اسے پکڑنے والے نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ بالکل۔۔۔۔۔ بالکل۔"

"تب اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"ہرگز نہیں ----- ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل نہیں ہوئی۔ میں نہیں
گا۔"

"اے -----!" اس شخص نے اٹینڈنٹ کو آواز دی۔ اور اٹینڈنٹ جلدی
کے قریب پہنچ گیا۔ "بل مل گیا؟" اس نے پوچھا۔

"لیس سر!"

"کم آن جم -----!" اس نے دوسرے کو آواز دی۔ اور پھر دونوں نے مل
شخص کو میز سے اتار لیا۔ پھر اسے لٹکائے ہوئے باہر لے جانے لگے۔ دروازے کے قریب
کر انہوں نے دروازہ کھولا اور اسے باہر اچھال دیا۔ پھر وہ اطمینان سے ہاتھ جھاڑتے
اندر آگئے۔ باہر گرنے والے کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"آوٹ ہونے سے پہلے باہر نکل جاؤ' ورنہ برا سلوک کیا جائے گا۔" ان میں
نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ لوگ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئے اور پھر باتوں
اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

"خوب۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اور اس قسم کے لوگ جگہ جگہ موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ' میں نے غور نہیں کیا تھا۔"

"دیکھ لو۔"

"میرا خیال ہے وہ دو -----؟"

"یقیناً ----- اور بائیں سمت بھی۔"

"ہاں۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ممکن ہے ان سے بھڑنا پڑ جائے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے' استاد!" سردارے نے لاپرواہی سے کہا۔ اور میں نے
نگاہوں سے سردارے کو دیکھا۔ بڑا بے جگر آدمی تھا۔ درحقیقت کبھی کبھی اس پر پیار
آنے لگتا تھا۔

"ہاں ----- کوئی فرق نہیں پڑتا ----- اے!" میں نے اسی اٹینڈنٹ کو
اور وہ جلدی سے ہمارے قریب آگیا۔

"لیس چیف!" اس نے آنکھیں مچمچاتے ہوئے کہا۔

"ختم ہو گئی۔" میں نے خالی پیالی اس کے سامنے کر دی۔

"بڑی بات ہے۔ بہت سے ختم کرنے سے پہلے لڑھک جاتے ہیں۔"

"مزہ نہیں آیا۔"

"کیا مطلب -----؟" اٹینڈنٹ ----- حیرت سے بولا۔

"اور چاہئے۔"

"بہک گئے تو باہر پھینک دیا جائے گا۔" اٹینڈنٹ نے ہمدردی سے کہا۔

"مذاق نہیں ہے۔ لارڈ جیکسن اپنایا رہے۔"

"مگر میں نے تو پہلی بار تمہیں دیکھا ہے۔"

"آج ہی آئے ہیں۔"

"کمال ہے' تمہارے انداز سے تو ذرا بھی نشے کا اظہار نہیں ہو رہا۔"

"لو ----- اور لے آؤ۔" میں نے پھر ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ شانے
اچکا کر آگے بڑھ گیا۔ ویسے اس نے کئی بار پلٹ پلٹ کر دیکھا تھا۔ پھر وہ پیالیاں دوبارہ لبریز
کر کے لے آیا۔ اور اس نے دونوں پیالیاں ہم دونوں کے ہاتھ میں تھما دیں۔

"سنو -----!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"لیس لارڈ۔"

"جیکسن کہاں ہے؟"

"اپنے روم میں ہے ----- پی رہا ہو گا۔"

"مل سکتا ہے؟"

"ناممکن ----- اس وقت کسی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اوہ ----- خیر ----- کل سہی۔" میں نے کہا۔ اور وہ آگے بڑھ گیا۔ ہم لوگ
پیالیاں ہاتھوں میں لئے کھڑے رہے۔ پھر میں نے سردارے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے استاد؟"

"اس طرف سے تو داخلہ مشکل ہے۔"

"ہاں' تقریباً۔"

"کیا اوپر جانے کے لئے عقبی زینہ نہیں ہو گا؟"

"ہونا تو چاہئے۔"

"اندازہ کر کے آؤ۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی پھر وہ پیالی لے کر
جھومتا ہوا آگے بڑھا اور بڑی ہوشیاری سے دروازے سے نکل گیا۔ میں نے ماحول پر پورے
طور سے نگاہ رکھی تھی۔ کوئی بھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا۔ تقریباً پانچ منٹ
کے بعد سردارے واپس آگیا۔

"عجیب عمارت ہے استاد!"

"کیوں -----؟ کیا رپورٹ ہے؟"

"عقب میں کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"اوہ' اچھی طرح جائزہ لے لیا؟"

"ہاں استاد۔"

"یہ تو گڑبڑ ہو گئی----- اب کیا کیا جائے۔"

"سردارے سے پوچھو-----!" سردارے نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوپر جانے کا یہ ایک ہی زینہ ہے جس پر قالین بچھا ہوا ہے۔"

"ہاں----- اور کوئی نظر نہیں آتا۔"

"روشنی میں اس پر چڑھنا مشکل ہے' دوسرے روکیں گے۔"

"یقیناً۔"

"اور مین سوئچ دروازے کے پاس ہے۔"

"ایں-----" میں اچھل پڑا۔ سردارے نے عمدہ تجویز سوچی تھی۔ خطرناک ضر
تھی' لیکن اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ میں نے چند ساعت سوچنے کے بعد مسکراتے ہوئے گر
ہلائی۔ "سمجھ گیا سردارے! لیکن ہوشیاری کا کام ہے۔"

"بالکل استاد! زینے کا اندازہ کر لو----- اندھیرا ہوتے ہی ہم بھی دوسروں کی ط
اندھے ہو جائیں گے اور پھر اندھیرے میں ہی پھرتی سے سیڑھیاں چڑھنا ہوں گی۔ چوک گئے
مصیبت آجائے گی۔"

"ہاں----- یہ تو ہے۔"

"میرا خیال ہے مشکل کام نہیں ہے استاد تھوڑی سی پھرتی کی ضرورت ہے۔"

"ہاں' ٹھیک ہے۔ یہی کیا جائے گا۔ لیکن پہلے ہمیں انتظار کرنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"فوراً جیکسن کے پاس نہیں جا گھسیں گے۔ بلکہ جب روشنی واپس آجائے گی
اسے دیکھیں گے۔ تم سمجھ رہے ہو؟ ممکن ہے کچھ لوگ اوپر جاکر صورت حال معلوم کری
ظاہر ہے یہ اندازہ تو ہو جائے گا کسی نے مین سوئچ آف کیا ہے۔ تب وہ اس کا مقصد بھی جا
کی کوشش کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک استاد!"

"سوئچ تم آف کرو گے؟"

"ہاں استاد۔"

"تب پھر آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کر دو' کسی کو اندازہ نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے چیف!" سردارے نے کہا۔ اور ایک بار پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ میں
سیڑھیوں کی طرف کھسکنا شروع کر دیا تھا۔ سردارے کا کام مشکل تھا۔ اسے سوئچ آف کر
سیڑھیوں تک آنا تھا بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ میں نے راستے کا پوری طرح اندازہ کر

سردارے کا ہاتھ کافی صاف تھا۔

اچانک ہال میں تاریکی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی شور بھی میں نے سیڑھیوں کی طرف چھلانگ لگائی اور برق رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا چند لمحات میں' میں اوپر تھا اور پھر سردارے دی گریٹ بھی میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"آؤ-----!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں ایک چوڑے ستون کی آڑ میں ہو گئے۔

"دروازے-----!" نیچے سے آواز آئی۔

"سوئچ-----!" دوسری آواز سنائی دی۔ اور بمشکل تمام تیس سیکنڈ روشنی غائب رہی۔ مین سوئچ آن کر دیا گیا۔ ہال کے تین دروازے تھے اور تینوں دروازوں پر دو دو آدمی تعینات ہو گئے تھے جن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"کون تھا؟" ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن کون جواب دیتا۔

"کوئی نکلا تو نہیں؟" دوسرے نے پوچھا۔

"نہیں-----!" دوسروں نے جواب دیا۔

"بولو کون تھا؟" ان میں سے ایک پھر دہاڑا۔ اور پھر اس نے ہال میں سروس کرنے والوں سے کہا۔ "کس کس نے بل ادا نہیں کیا۔ کون بھاگنے کی فکر میں تھا؟"

اور میں نے طویل سانس لیکر سردارے کی طرف دیکھا۔ "بات بن گئی سردارے! یہاں اس قسم کی حرکتیں ہوتی رہتی ہوں گی۔ بل بڑھ جانے کے بعد لوگ بتی بجھا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہوں گے۔"

"سمجھ دار لوگ ہیں چیف!" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔ ہم دونوں سرگوشیوں میں بات کر رہے تھے۔ اور پھر ہم کافی دیر تک کھڑے ہال کا جائزہ لیتے رہے۔ ہال میں کافی گڑبڑ رہی تھی' پھر حالات پر سکون ہو گئے۔ ہم نے اتنی صفائی سے کام کیا تھا کہ لوگ غور بھی نہ کر سکے کہ کیا ہو گیا----- اوپر آنے کی کسی نے زحمت نہیں کی تھی۔

جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ سب ٹھیک ٹھاک ہے تو ہم آگے بڑھے۔ اور پھر سیدھے اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ بڑا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔

"ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" سردارے نے سرگوشی کی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے میں جھانکا اور پھر جلدی سے گردن پیچھے ہٹالی۔

"کیا ہوا استاد؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"دیکھ لو-----!" میں نے گہری سانس لی اور سردارے نے جلدی سے اندر جھانکا۔ اور پھر وہ دیر تک دیکھتا رہا۔ "اب بس بھی کرو گدھے!" میں نے اسے کھینچ لیا۔

"عمدہ منظر ہے استاد!"
"کیا خیال ہے چلیں؟"
"جلدی چلو استاد!" سردارے بے چینی سے بولا۔
"کوئی بدتمیزی نہ ہو۔" میں نے کہا۔
میں نے سردارے کو سمجھا دیا تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی طرف سے خطرہ تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے صوفے پر بیٹھی برہنہ لڑکی چونک کر سیدھی ہو گئی۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابل تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
4

لیکن اس نے بدن چرانے یا جسم چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کہ گوریلا نما آدمی پلٹا ——— وہ خود لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں گلاس دبا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے۔

"آ گئے سور کے بچے ———!" وہ غرایا۔ "مرو کیا بات ہے بل کی رقم نہیں ہے کیا؟"

"بھول آئے ہیں مسٹر جیکسن! پائی پائی ادا کر دیں گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ادا نہیں کرو گے تو کھال نہیں کھنچوا دوں گا۔ نکل سکو گے کیمپ سے؟ ڈارلنگ! ذرا کاغذ اٹھا دو۔" اس نے لڑکی سے کہا اور لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کا لباس نہ جانے کہاں تھا۔ لیکن اس نے تو لباس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ اطمینان سے اس نے ایک میز سے کاغذ اور پنسل اٹھائی اور پھر اسی اطمینان سے اسے گوریلے کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

"ڈارلنگ! تمہاری یہ رحم دلی تمہارا کاروبار توڑ دے گی۔ ان سے پوچھو، جب رقم نہیں تھی تو آئے کیوں تھے؟" لڑکی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کتنی رقم ہے؟" اس نے مڑ کر پوچھا۔ لیکن پھر اس کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ سردارے نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ "کیا مطلب؟" وہ دہاڑا۔

اور پھر اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہی تھا کہ میں نے پستول نکال لیا۔ اور پھر میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی، جھکا اور اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ دوسری طرف سردارے نے پستول نکال کر لڑکی پر طرف تان لیا۔ "آواز نکلی تو گولی سیدھی حلق میں داخل ہو جائے گی۔" وہ لڑکی سے بولا۔ لڑکی منہ کھول کر رہ گئی تھی۔

"بہت خوب!" جیکسن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "چلو ہٹاؤ ——— تمیز سے بیٹھو، میں سمجھ گیا۔" اس نے پستول پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ "ہاتھ سامنے رکھو میری جان، ورنہ......" میرے لہجے میں غراہٹ تھی۔ نہ جانے کیوں جیکسن کے ہاتھ جلدی سے ہٹ گئے تھے۔ "کیا سمجھ گئے تھے تم ———؟"

"تم ——— تم ملازمت حاصل کرنا چاہتے ہو؟" جیکسن نے کہا۔

"خوب! کیا یہاں ملازمتیں پستول کے ذریعے ملتی ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "لوگوں کو علم ہے جیکسن جیالوں کا قدردان ہے اس لئے اکثر لوگ مختلف انداز میں بہادری کے مظاہرے کرتے ہیں۔ اگر جیکسن پر ہی حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر حقیقت بتا کر ملازمت مانگتے ہیں۔ ورنہ کس کی ہمت جو جیکسن کے سامنے آنے کی کوشش کرے۔ پورے سوئزرلینڈ میں اسے پناہ نہ ملے گی۔"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن مجھے ملازمت کی ضرورت نہیں ہے' پیارے جیکسن!"

"پھر کیا چاہتے ہو ——؟ پستول ہٹالو ورنہ مجھے غصہ بھی آسکتا ہے۔ میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔"

"اوہ' سوری ڈیئر جیکسن!" میں نے اس کی دوسری جیبیں ٹٹولیں اور پھر اپنا پستول جیب میں رکھ لیا۔ اب بتاؤ —— کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ معلومات درکار ہیں جیکسن!"

"کس قسم کی معلومات؟"

"سیسرو کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور سردارے نے چونک کر دیکھا۔ خود جیکسن بھی بری طرح اچھل پڑا۔ وہ مجھے گھورنے لگا۔ "کون سیسرو؟" اس نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

"بی گوڈے کا مسخرا —— تم سے زیادہ مجھے اس کی ضرورت ہے؟" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں —— تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ جیکسن نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔ "میں اسے بھونے بغیر کھانا چاہتا ہوں۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"کیوں —— کیوں؟" جیکسن کے لہجے کی دلچسپی چھپی نہ رہ سکی۔

"پوری دنیا میں —— اس کا مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہ ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ "اوہ' تم سے اس کی کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

"لیکن تمہیں یہ کس نے بتایا کہ وہ میرے پاس ملے گا؟"

"مجھے علم ہے جیکسن! وہ اسی طرف آیا ہے اور تمہارے آدمیوں نے اس پر حملہ کر کے اسے اغوا کر لیا ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"بعض اوقات دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے کچھ اور دشمن بنانے پڑتے ہیں۔ سیسرو میرا شکار ہے' روئے زمین پر اس کا مجھ سے بڑا دشمن اور کوئی نہ ہوگا۔"

"غلط ——!" جیکسن ہنس پڑا۔ "تمہارا یہ خیال غلط ہے۔"

اور اسی وقت میری نگاہ لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سردارے کو کچھ اشارے کر رہی تھی۔ اور سردارے بھی مسکرا رہا تھا۔ منظر بھی بھیانک تھا۔ لڑکی جوان تھی' حسین تھی' جس بیباکی سے وہ کھڑی تھی وہ بھی ذہن میں سنسنی پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔ سردارے اگر بہک گیا تھا تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔

میں جیکسن پر سے نگاہیں نہیں ہٹا سکتا تھا اور سردارے میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"کیوں غلط کیوں ہے جیکسن!" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا مجھے سردارے پر غصہ آرہا تھا۔ لڑکی اب

کی طرف کھسک رہی تھی۔

"سیسرو کا تم سے بڑا دشمن ایک اور ہے۔" جیکسن نے کہا۔

"کون ہے وہ؟"

"وہ جس کا نام سن کر تمہیں بخار آجائے گا۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ' بکواس مت کرو۔ میرا نام سن کر بہت سوں کو بخار آجاتا ہے۔" میں نے کہا۔ اور میں کسی فوری واقعے کے لئے تیار ہو گیا۔ نکہ لڑکی ادائیں دکھاتی ہوئی سردارے کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جیکسن اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ پھر نے سردارے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور لپک کر اس کے ہونٹوں کو چومنے کی کوشش کرنے لگی۔ دارے نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے اور پھر اس کا پستول والا ہاتھ لڑکی کی گدی پر لڑکی کی بیساختہ چیخ اس نے اپنے ہونٹوں میں جذب کر لی تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خواہ مخواہ سردارے کی طرف سے غلط فہمی ہو گئی تھی۔ وہ اتنا غیر دار نہیں تھا۔ اور پھر اس حالت میں' کسی مست شباب کے کے ساتھ —— جس کی ساری رعنائیاں وں کے سامنے ہوں۔ یہ سلوک آسان کام نہیں تھا۔

سردارے نے اسے احتیاط سے زمین پر ڈال دیا۔ اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ "کیا نام ہے تمہارا؟" جیکسن پوچھا۔

"اسے بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا —— اور سمجھے' تم فضول باتوں میں وقت مت ضائع کرو۔ بتاؤ سیسرو کہاں ہے؟"

"وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگا دوست! اور میرا ایک مشورہ مانو۔ اگر وہ تمہارے ہاتھ لگ بھی جائے —— تو اسے میرے حوالے کر دینا —— ورنہ —— تھامپسن ناراض ہوگا۔"

"کون ——؟" میں اچانک پیچھے ہٹ گیا۔

"تھامپسن۔" جیکسن نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا —— مسٹر تھامپسن یہاں کہاں؟" میں نے ایسا اظہار کیا جیسے میں تھامپسن سے زیادہ مرعوب ہوں۔ اور جیکسن ہنس پڑا۔ "دیکھا —— اب کیا خیال ہے؟"

"م —— م —— مگر مسٹر تھامپسن یہاں؟" میں نے بدستور حیرت کا اظہار کیا۔ سردارے آنکھوں سے محبت پھوٹ رہی تھی۔ وہ تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر تھامپسن کو سیسرو اور اس کے ساتھ ینتو کی ضرورت ہے' سمجھے ——؟"

"اوہ' اگر یہ بات ہے تو —— تو —— لیکن مسٹر تھامپسن کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"یہ مسٹر تھامپسن ہی جانتے ہیں۔"

"براہ کرم مجھے مسٹر تھامپسن سے ملا دو۔ تم نہیں جانتے وہ میرے کتنے گہرے دوست' کتنے بڑے کرم ہیں۔"

"ایک سو اٹھائیس بگرل ونگ۔" جیکسن نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر جیکسن۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"اور تم اب بھی پستول میرے اوپر تانے ہوئے ہو؟"

"اوہ' سوری —— سوری مسٹر جیکسن!" میں نے پستول جیب میں ڈال لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"سیسرو ۔۔۔۔۔۔!" میں نے فوراً کہا۔

"کیا ۔۔۔۔۔۔؟" جیکسن دہاڑتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

"ہاں میری جان! وہ پینتو ہے ۔۔۔۔۔۔ دراصل ہمیں تھامپسن کی تلاش تھی۔ اور پھر تم پر حساب باقی تھا۔ اب کتنی آسانی سے تم نے تھامپسن کا پتہ بتادیا۔ کیا اس سے اچھی اور کوئی ترکیب تھی۔"

"مار ڈالوں گا ۔۔۔۔۔۔ مار ڈالوں گا۔" جیکسن آپے سے باہر ہوگیا۔ اس نے خاصا قوی الجثہ ہو باوجود میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں نے آسانی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور وہ اوندھا زمین پر دوسرے لمحے میں نے پستول نکال لیا۔ لیکن جیکسن نے دوسری چھلانگ ایک دیوار کی طرف لگا میرے پستول سے فائر ہوا ۔۔۔۔۔۔ گولی جیکسن کی گردن میں لگی تھی۔ وہ اچھلا لیکن اس کا ہاتھ دیوار سیاہ بٹن پر جا پڑا۔ اور الارم کی تیز آواز یہاں تک سنائی دی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے دا کئے ۔۔۔۔۔۔ اور جیکسن کا بدن دو مرتبہ اچھلا۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم دوڑتے ہو۔ سے نکل آئے۔

سیڑھیوں پر قدموں کی دوڑتی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ہم اسی آڑ میں ہوگئے ج تھے۔ اور ہم نے ان آٹھ دس آدمیوں کو دیکھا جو پستولیں ہاتھوں میں لئے دوڑتے ہوئے اوپر آرہے وہ تیزی سے جیکسن کے کمرے کی طرف دوڑ گئے۔ تب ہم سیڑھیوں کی طرف دوڑے۔ میں سردارے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی اور ایک دروازے پر کھڑے ہوئے جیکسن کے دو آد گئے۔ بار میں بھگدڑ مچ گئی' لوگ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ اور ہم بھی اس افراتفری سے فائدہ اٹھ بھاگے۔ کافی دور رک کر ہم نے سانس لی اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔

"میک اپ اتار دو سردارے!" اور خود میں نے بھی اپنا میک اپ اتار دیا تھا۔ اور اس کے اطمینان سے ایک سمت چل پڑے۔

"کیسی رہی سردارے؟" کافی دور نکل کر میں نے پوچھا۔

"بس جذبات کو نہ بھڑکاؤ استاد! دل چاہ رہا تھا تمہارے سارے وجود کو بوسے دوں۔" سردار مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم نے کس چالاکی سے اس خطرناک آدمی کو چت کیا۔"

"ایک سو اٹھائیس۔ گرل ونگ۔" میں نے زیر لب دہرایا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا۔ "دلیا داد تو تم بھی ہو سردارے۔"

"میں ۔۔۔۔۔۔؟ میں کیوں استاد؟"

"لڑکی کے معاملے میں' میں نے سوچا کہ تم پھسل گئے۔"

"اوہ' نہیں استاد! ویسے تھی زوردار۔"

"پرواہ مت کرو' تمہیں ایک لڑکی انعام ملے گی۔"

"اوہ' تھینک یو ۔۔۔۔۔۔ تھینک یو چیف! مگر کب؟"

"کل رات۔"

"اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"یہاں سے نکل چلیں۔ ورنہ جیکسن کے کتے اب چاروں طرف پھیل جائیں گے اور نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

"تب آؤ استاد ۔۔۔۔۔۔ چلیں۔" سردارے آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اور میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ سردارے بڑے اطمینان سے ایک اسکوٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اسکوٹر لاک تھا لیکن سردارے نے ایک مخصوص انداز کے جھٹکے سے اس کا لاک توڑ دیا۔ میں دلچسپی اور خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔

"اسٹارٹ کیسے کروگے؟"

"اوہ' یہ بھی کوئی کام ہے استاد ۔۔۔۔۔۔ طویل عرصے تک میں یہی کام کرتا رہا ہوں۔" سردارے نے جیب سے ایک تار نکالا اور اسے کی ہول میں ڈال کر گھمانے لگا۔ تب اسکوٹر کا ڈائیل روشن ہوگیا۔

"بس ذرا سا دھکا لگا دو استاد!" سردارے نے اسکوٹر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اسکوٹر کو دھکا لگایا۔ دوسرے لمحے اسکوٹر اسٹارٹ ہوگیا۔ اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سردارے نے اطمینان سے اسکوٹر آگے بڑھالیا تھا۔

خاصی رات گئے ہم ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ ڈائننگ ہال بری طرح گرم تھا۔ موسیقی کی تیز لہریں نشر ہو رہی تھیں' قہقہے ابل رہے تھے۔ لیکن ہم اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ بہرحال تھک گئے تھے۔ اسکوٹر بھی کافی دور پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا اور اس پر سے نشانات وغیرہ مٹا دیئے گئے تھے۔

ہم نے لباس تبدیل کئے اور اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ "ایسی تیسی سالے کی' بڑا چالانک بنتا تھا۔" سردارے بستر میں لیٹے لیٹے بڑبڑایا۔

"کون؟" میں نے پوچھا۔

"وہی' جیکسن۔ مر گیا تھا نا استاد!"

"زندہ بچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ویسے استاد! واقعی کمال کر دیا۔ میری سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔"

"کون سی بات؟"

"وہی جب تم نے سیسرو کی تلاش کے لئے کہا تھا۔"

"اوہ۔"

"لیکن خدا کی قسم ۔۔۔۔۔۔ کمال کیا تھا استاد۔" سردارے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سالے کی کھوپڑی ہی لٹ ہوگئی۔ اس کا باپ بھی حقیقت نہیں سمجھ سکتا تھا۔"

"ویسے میں نے ایک بات محسوس کی ہے سردارے۔"

"کیا استاد؟"

"تھامپسن کی یہاں کافی چلتی ہے۔"

"چلتی رہے استاد۔"

"ہمارے آدمی بھی موجود ہیں یہاں۔ لیکن اس معاملات میں ابھی ان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بالکل۔"

"ویسے اب پروگرام کیا ہے؟"

"نپٹ لیتے ہیں اس کانٹے سے بھی۔"

"ہاں، لیکن اطمینان سے۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے ------ دو چار دن آرام کریں گے۔ ویسے بھی تفریح نہیں ہوئی ہے استاد!"

"وہ بھی ہو جائے گی۔ اب سونے کی کوشش کرو، ورنہ صبح کو طبیعت بوجھل رہے گی۔" میں نے کہا۔ سردارے نے کروٹ بدل لی۔ میں بھی واقعات پر غور کرتا رہا اور پھر چپکے سے سو گیا۔

دوسری صبح ہم نے ناشتہ کیا، اخبار دیکھا۔ کوئی خاص خبر نہیں تھی۔ کیمپنگ کے ہنگامے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں لیکن میں نے دوسرے انداز سے سوچا۔ میرے خیال میں یہ تھامپسن کے اثر کی بات تھی اور اس دوران میں نے ایک فیصلہ کیا۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"استاد!" سردارے نے مستعدی سے آواز دی۔

"ہمیں ایک کام اور کرنا ہے۔"

"کیا استاد؟"

"دو تین عمدہ سے ہوٹلوں کا انتخاب کرو اور ان میں کمرے بک کرا لو ------ دو آدمیوں کے نام۔ کمرے ہوں۔ تھوڑا تھوڑا سامان بھی پہنچا دو۔"

"اوہ، کیوں استاد؟"

"میں بتا چکا ہوں ابھی اپنے آدمیوں کو اس ہنگامے میں شریک نہیں کروں گا اور خود ان ہنگاموں سے نپٹنے کے لئے پوری ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

"جو استاد کا حکم ------ لیکن کیا آپ کے خیال میں تھامپسن کی پہنچ مقامی حکام تک ہو گی۔"

"ہو بھی سکتی ہے سردارے! آثار کچھ ایسے ہی نظر آ رہے ہیں۔" اور پھر یہ کوئی مشکل بات بھی نہیں ہے۔ تھامپسن جیسے لوگ ایسے تعلقات بھی ضروری سمجھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ میری ایک اور تجویز بھی ہے۔"

"ہاں، ہاں کہو؟"

"ہم تین چار قسم کے پلاسٹک میک اپ بھی خریدیں گے۔ میرا مطلب فیس ماسک سے ہے۔ ایک آ فیس ماسک ہماری جیب میں بھی ہونا چاہئے۔"

"خرید لیں گے فیس ماسک بھی۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔

"تب میں چلوں؟"

"ہاں ------ تم جاؤ، میں خود بھی تھوڑی دیر کے بعد چل دوں گا۔ دوپہر کو ہم گرے فاکس میں ملیں گے، میں نے ایک سڑک پر اس کا بورڈ دیکھا ہے۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر لباس وغیرہ درست کرنے کے بعد وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ اخبارات میں جیکسن کے قتل کی کوئی خبر نہیں چھپی تھامپسن زندہ ہے اور یہاں موجود ہے۔ یقیناً اسے میرے یہاں آنے کی خبر ہو چکی ہو گی۔ اب کیا چاہئے۔؟ تھامپسن کو قتل کر دینا بہت ضروری ہے۔ نہ جانے کہاں اور کس وقت درد سر بن جائے۔ دو بات میرے ذہن میں یہ آئی کہ غلام سیٹھ سے کافی عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی، نہ ہی میں مقامی لوگوں ملا۔ ممکن ہے ان کے پاس میرے لئے غلام سیٹھ کی کوئی ہدایت ہو۔ کوئی ایسی فوری ہدایت جس پر

عمل کرنا ضروری ہو۔ لیکن تھامپسن ------! پہلے تھامپسن کی خبر لینا ضروری ہے۔

میری اس سے دشمنی چل رہی ہے۔ اور جب غلط راستے اختیار کر لئے ہیں تو پھر دشمن کو چھوڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ٹھیک ہے غلام سیٹھ میرا باس ہے، لیکن میرا اپنا بھی وجود ہے۔ میری اپنی بھی شخصیت ہے۔ وہ شخصیت، جو میں بنانا چاہتا تھا لیکن بن نہیں سکی۔ اور اب جو کچھ بن گیا ہے وہ تو بھرپور ہونا چاہئے۔

چنانچہ پہلے تھامپسن ------ بعد میں اور کچھ ------ اور میں نے فیصلہ کر لیا۔ بہرحال آج میں تھامپسن کی رہائش گاہ کا جائزہ بھی لے لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد دو تین دن کی خاموشی مناسب رہے گی اور اس کے بعد ------ میں نے لباس تبدیل کیا۔ کوئی ضروری سامان ہوٹل میں چھوڑنا میں ہمیشہ سے حماقت سمجھتا تھا چنانچہ ہمارے کاغذات اور کرنسی ہمیشہ ہمارے پاس رہتی تھی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ کمرہ لاک کر کے میں لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ لفٹ نیچے گئی ہوئی تھی۔

پھر جب وہ اوپر آئی تو اس میں سے پانچ آدمی باہر نکلے۔ چار آدمی سوٹ پہنے ہوئے تھے اور چہروں سے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ پانچواں ہوٹل کا مینجر تھا۔ ان لوگوں نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ اور میں لفٹ میں داخل ہو گیا۔ لیکن نہ جانے میری چھٹی حس نے کیا کیا کہ میں دوسری منزل پر اتر گیا اور لفٹ نیچے چلی گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے سیڑھیوں پر دوڑتے قدموں کی آوازیں سنیں اور میں جلدی سے آڑ میں ہو گیا۔ وہی تھے، ہاتھوں میں پستول لئے نیچے بھاگ رہے تھے۔ ان کے پیچھے ہوٹل کا مینجر بھی تھا۔

"کیا معاملہ ہے؟" میں نے سوچا ------ اور پھر میں واپس سیڑھیوں سے اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ کوئی گڑبڑ ضرور ہوئی ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ لیکن پتہ کیسے چلے کہ کیا ہوا ------؟ پتہ چلنا ضروری ہے۔ میں گیلری میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ سامنے سے کیشا آتی نظر آئی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ کیشا رک گئی تھی۔ "تمہاری ڈیوٹی ہے کیشا ------؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں جناب! خیریت؟"

"کیشا! ذاتی طور پر تمہاری مدد درکار ہے۔"

"ہاں ہاں۔ فرمائیے؟"

"کیشا! کوئی ایسی جگہ بتاؤ۔ جہاں پوشیدہ ہوا جا سکے۔ مجھے اپنے کچھ دشمنوں سے خطرہ ہے۔"

"اوہ ------ آئیے! ویٹرس روم میں آ جائیے۔ اس وقت میرے علاوہ وہاں کسی اور کی ڈیوٹی نہیں ہے۔" کیشا نے فوراً کہا۔ اس ہمدرد لڑکی سے میں پہلے ہی واقف تھا۔ میں اس کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ویٹرس روم گیلری کے آخری سرے پر تھا۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"خیریت جناب!"

"ابھی چار آدمی اندر آئے تھے۔ مینجر بھی ان کے ساتھ تھا۔ مجھے یقین ہے انہیں میری ہی تلاش تھی۔"

"لیکن کیوں؟"

"تھامپسن کا نام سنا ہے کبھی؟"

"اوہ ------ کیوں نہیں ------ وہ غنڈہ۔"

"خوب کیا وہ بہت مشہور ہے۔"

"برن میں کون اسے نہیں جانتا۔"

"میری اس سے چل گئی ہے۔ میں نے پی گوڈے میں اسے برباد کر دیا تھا۔ یہاں میں ابھی کمزور ہوں۔ اس کے ساتھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بہت برا ہوا جناب! بہت ہی برا ہوا۔" کیشا ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"

"آپ اس وحشی سے واقف نہیں ہیں۔"

"اچھی طرح واقف ہوں۔ کیا تم مجھے پناہ دینے سے معذور ہو؟" میں نے پوچھا۔ "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایسی بھی کیا ـــــ میں حاضر ہوں' اگر دقت محسوس کرو تو میرا گھر حاضر ہے۔"

"اوہ' شکریہ عظیم لڑکی۔"

"میں صرف اس لئے کہہ رہی تھی کہ...... کہ......"

"سنو ـــــ تم ایسا کرو کیشا! پہلے معلوم کرو' ان کی کیا پوزیشن ہے۔ ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ جاؤ صورت حال معلوم کرو' میں یہاں موجود ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی واپس آتی ہوں۔ تم یہاں آرام سے رہو میں باہر سے لاک کئے جاتی ہوں۔"

"او کے ـــــ!" میں نے کہا۔ اور کیشا باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ مصلحت کے تحت خاموش تھا۔ ورنہ سرعام ان چاروں کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ لیکن کوئی ہنگامہ کرنے سے قبل فوری پناہ گاہ بھی ضروری تھی اور ابھی اس کا بندوبست نہیں تھا۔ چنانچہ پہلے انتظامات ہو جائیں اس کے بعد ـــــ"

بہرحال اس وقت تو میں کیشا کے رحم و کرم پر تھا۔ اگر وہ چاہتی تو مجھے گرفتار کرا سکتی تھی۔ لیکن مجھے بھروسہ تھا کہ وہ ایسا نہ کرے گی۔ آخر تھوڑا سا انسان شناس بھی تھا۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد کیشا واپس آئی۔ اس نے دروازے میں چابی گھمائی تو میں نے پھرتی سے پستول نکال لیا اور دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔ کیشا اندر آ گئی تھی۔

"چلے گئے۔" اس نے گہری سانس لی۔

"تفصیل معلوم ہو سکی؟"

"ہاں' سیسرو وہ پنٹو کی تلاش میں تھے۔ ہوٹل کے رجسٹر میں تمہارا نام مل گیا ہے۔ اسی سے انہوں نے کمرہ نمبر پتہ چلایا۔"

"اوہ ـــــ لیکن کیا یہاں غنڈوں کو اتنی آزادی ہے' مینیجر بھی ان کے ساتھ تھا۔"

"غنڈے ـــــ؟ وہ انتظامیہ کے آدمی تھے۔"

"اوہ" میں نے حیرت سے کہا۔

"بہت سے لوگ اس کے حاشیہ بردار ہیں۔ انہیں تھامپسن سے بڑی بڑی رقمیں ملتی ہیں۔"

"یقیناً یہی بات ہو گی۔"

"مقامی حکام میں سے بھی کئی کو اس نے گانٹھ رکھا ہے۔ وہ اس کی مکمل پشت پناہی کرتے ہیں' اس کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ بعض اوقات اس کی کھلم کھلا مدد کرتے ہیں۔"

"تو ان لوگوں نے میرے بارے میں مینیجر سے کیا کہا؟"

"یہ کہ انتظامیہ کو سیسرو کی تلاش ہے۔ ظاہر ہے مینیجر ان کی مدد کرنے پر مجبور رہے۔"

"ٹھیک ہے کیشا ـــــ لیکن وہ واپس کیوں چلے گئے؟"

"ان کا خیال ہے کہ تم نکل گئے۔ تم نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ ویسے جب تم لفٹ میں داخل ہو رہے تھے تو نے خیال نہ کیا تھا۔ لیکن اسے فوراً ہی تمہاری شکل یاد آئی اور اس نے ان لوگوں کو بتا دیا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تو کیشا ڈارلنگ! اب گیلے چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"کہاں جاؤ گے سیسرو!"

"اس کی فکر نہیں ہے۔ کوئی بندوبست کر لوں گا۔"

"میرا گھر چھوٹا ہے' لیکن ـــــ؟"

"تمہارے لئے شکریہ کے الفاظ تمہاری توہین ہیں اس لئے شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ لیکن بہرحال تم نیک نفس خاتون ہو کہ میں تمہیں بھول نہیں سکوں گا۔ رہ گئی تمہارے گھر کی بات! تو میں تمہاری مدد ر قبول کرتا لیکن فی الحال اس کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ میرے ساتھی نے انتظام کر لیا ہو گا تاہم مجھے پتہ بتا دو۔"

اور کیشا نے اپنا پتہ بتا دیا۔

"ویری گڈ کیشا! اب مجھے اجازت دو۔"

"عقبی راستے سے نکل جاؤ۔ آؤ میں پہنچا دوں۔"

"صرف بتا دو کیشا۔ میں نہیں چاہتا کوئی تمہیں میرے ساتھ دیکھے۔" میں نے کہا اور کیشا خشک ٹوں پر زبان پھیر کر مجھے راستہ سمجھانے لگی۔ پھر اس نے دروازے سے باہر جھانکا اور بولی۔ "ٹھیک ہے۔ ری صاف ہے۔" اور عقبی راستے سے باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سڑک پر تھا۔ اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور چل پڑا۔ ٹیکسی ایک پارک کے سامنے رکوا کر میں نے ادا کیا اور پھر پارک میں داخل ہو گیا۔ شکل تبدیل کرنا میرے لئے یوں مشکل نہیں تھا کہ میک اپ میں چنانچہ میں نے میک اپ اتار دیا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔ اب میں نے ایک پبلک کال بوتھ کا کیا۔ میں نے اپنے مقامی ساتھیوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔ پبلک کال بوتھ سے نمبر ل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نک اسٹیورٹ!" میں نے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"نواز اصغر!" میں نے جواب دیا۔

"جی ـــــ؟" دوسری طرف سے کسی قدر حیرانی سے پوچھا گیا۔

"نک اسٹیورٹ سے کہو' نواز اصغریات کرنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر!" جواب ملا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک بھاری آواز آئی۔

"اسٹیورٹ ـــــ!"

"نواز!"

"میں نہیں پہچانا۔" اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی۔

"بلند و بالا پہاڑوں سے برف پگھل رہی ہے اور تم مجھے نہیں پہچان رہے' حیرت ہے۔"

"اوہ' میرا خیال ہے میں پہچان گیا۔ آپ کے سامنے آؤں تو سیاہ گلاب کا گلدستہ پیش کروں۔
اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر اس نے کہا "ایک سیکنڈ ہولڈ کریں۔"

پھر دوسری طرف سے عجیب سی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور پھر نک کی آواز سنائی دی۔ "ہز صاحب!"

"بول رہا ہوں۔"

"معاف کیجئے۔ اب ہم اطمینان سے بات کر سکتے ہیں۔"

"اوہ کیوں۔"

"میں نے ایک آلے کی مدد سے اپنے فون کا سلسلہ ایکسچینج سے منقطع کر لیا ہے۔ اب ہماری گفتگو نہیں سنی جا سکتی۔"

"ویری گڈ ------!"

"آپ کب تشریف لائے جناب!"

"کئی دن ہو گئے۔"

"اوہ کہاں قیام کیا ہے؟"

"مادام ریفا نے اطلاع دی تھی کہ آپ چل پڑے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا اس نے تھامپسن کے بارے میں اطلاع دی تھی؟"

"جی ہاں۔ پی گوڈے کی مختصر کہانی سنائی تھی۔"

"بہرحال تھامپسن زندہ ہے اور یہاں میری اس سے چل رہی ہے۔ اسے ٹھکانے لگانے کے تم لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ میں نے کہا۔

"اوہ' جناب ------ یہاں ------ تھامپسن یہاں بہت خطرناک ہے۔ اس کے زبردست تو ہیں۔ آپ کو محتاط رہنا ہو گا۔" نک نے تشویش سے کہا۔

"میں اسے اس کے تعلقات سمیت دفن کر دوں گا' فکر مت کرو۔ بہرحال ابھی تم سے نہیں مل ہاں' کچھ کرنسی کی ضرورت ہے۔"

"حکم جناب! جہاں فرمائیں پیش کروں۔" نک اسٹیورٹ نے کہا۔

"میں تمہیں شام چار بجے فون کروں گا۔ اس وقت تک کرنسی تیار رکھنا۔ میں بتا دوں گا تمہیں پہنچنا ہے۔"

"میں آپ کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوں جناب! آپ کے کارنامے سن سن کر آپ کی ایک تصویر بنالی ہے۔" نک اسٹیورٹ نے کہا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہاری خیالی تصویر سے مختلف نکلوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"ممکن ہے' میں خود کو آزماؤں گا۔" نک ہنس کر بولا۔

"ویسے کرنسی لینے میرا آدمی آئے گا۔"

"اوہ' بہتر ہے۔ گویا انتظار کرنا پڑے گا۔" نک نے کہا۔

""کس سلسلے میں؟"

"آپ کو دیکھنے کے لئے۔"

"میں بتا چکا ہوں۔ اس کام سے نپٹنے کے بعد ہی تم سے ملاقات کروں گا۔"

"بہت بہتر ------ ویسے آپ کے آدمی کو کس طرح پہچانوں گا؟"

"تمہارے کوٹ میں سیاہ گلاب مل سکتے ہیں؟"

"جی ------؟"

"ہاں' اس کے کالر میں بھی مصنوعی گلاب ہو گا۔"

"بہت بہتر!" نک اسٹیورٹ نے کہا۔ اور پھر ضروری گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر قبل جو سنسنی خیز لمحات پیدا ہو گئے تھے ان کا اثر میرے اوپر ذرہ برابر نہیں تھا۔ میں پارک سے نکل آیا اور پھر ایک اور ٹیکسی پکڑ کر چل پڑا۔ ٹیکسی پر میں یوں ہی وقت گزار رہا تھا۔ اور پھر دوپہر کو ڈیڑھ بجے کے قریب اس ہوٹل کی طرف چل پڑا جس کے بارے میں' میں نے سردارے کو ہدایت دی تھی۔ گرینے فاکس ایک خوبصورت ہوٹل تھا۔ گو میں بدلی ہوئی شکل میں تھا لیکن سردارے نے مجھے فوراً پہچان لیا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"خیریت استاد؟" وہ تشویش زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ' شکر ہے۔ میں ڈیزائن بدل جانے پر غور کر رہا تھا۔"

"ہوں' ویٹر کو بلاؤ سخت بھوک لگی ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور سردارے نے چٹکی بجا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر ادب سے قریب پہنچ گیا۔

"مینو ------!" سردارے نے کہا اور ویٹر نے مینو سامنے کر دیا۔ ہم لوگوں نے پنسل سے نشانات لگائے اور ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا۔ میں ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بتایا نہیں استاد!" سردارے میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا سردارے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میک اپ اتارنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

"تھامپسن کے ساتھیوں نے گیلے پر ریڈ کیا تھا۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اوہ!" سردارے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "پھر کیا ہوا استاد؟" اس نے پوچھا۔ "تمہارے سامنے ہوں۔"

"ٹھائیں ٹھوئیں ہوئی تھی کیا؟"

"نہیں' اس کی نوبت نہیں آئی۔ ویسے وہ مقامی انتظامیہ کے لوگ تھے۔"

"اور تھامپسن کے ساتھی تھے؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ معاملات کافی دلچسپ ہیں۔" سردارے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر ویٹر آگیا اور اس نے ہمارے سامنے کھانے پینے کی چیزیں سرو کرنا شروع کر دیں۔ میں خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ سردارے بھی کھا رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر گہرے غور و خوص کے آثار تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں استاد' کوئی خاص بات نہیں۔ مگر اب پروگرام کیا رہے گا؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"ہے استاد۔"

"کیا؟"

"بس اس کے گھر میں گھس جائیں۔ پہلے اسے قتل کر دیں' اس کے بعد سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔" سردارے نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ درحقیقت سردارے اسی قسم کا آدمی تھا۔ پہلے کرو' پھر سوچو۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے استاد؟"

"سردارے جو لوگ ہماری تلاش میں آئے تھے وہ تھامپسن کے آدمی تھے۔ یہ بات تو طے ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد!"

"انہیں کیلے تک پہنچنے کے لئے کیا کچھ نہ کرنا پڑا ہوگا۔ کیا وہ یونہی ناک کی سیدھ میں چلے آئے ہوں گے۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے انتہائی جانفشانی سے ہمارے بارے میں تحقیقات کی' تب کہیں جاکر وہ کیلے پہنچے ہوں گے۔ تو اس دوران کیا تھامپسن کو یہ بھی نہیں معلوم ہوا ہوگا کہ جیکسن کو قتل کرنے والے بھی ہم ہی ہوں گے۔"

"یقیناً ——— اس نے معلوم کر لیا ہوگا۔"

"تو اب کیا وہ اتنا بے وقوف ہے کہ یہ معمولی سا اندازہ بھی نہ لگا سکا ہوگا کہ ممکن ہے ہم نے جیکسن سے اس کے بارے میں معلوم کر لیا ہو۔"

"اوہ تمہارے خیال میں ——— تمہارے خیال میں استاد! اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہوگی۔" سردارے نے کہا۔

"ممکن ہے سردارے!"

"صرف ممکن تو ہے استاد! مگر کیا اس خیال کے تحت اسے تلاش بھی نہ کیا جائے؟"

"ضرور کریں گے سردارے! مگر ایک وقفے کے بعد۔ میرے خیال میں ہمیں اس دوران صرف تفریح کرنی چاہئے۔ تھامپسن کو محنت کرنے دو۔"

"اوہ جیو استاد! جب تفریح ہوگی تو شاندار ہی ہوگی۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوئٹزر' بہترین جگہ ہے۔ میں نے وہاں سوٹ بک کر لیا ہے۔ ایک ڈبل روم میں نے "تری کرش" میں بھی لے لیا ہے۔ یہ درمیانے درجے کا ہوٹل ہے۔"

"بہت عمدہ ——— ویسے اب ہم کیلے سے سامان نہ اٹھا سکیں گے۔"

"اوہ' پھر کیا کریں گے استاد؟"

"بازار موجود ہیں۔ مختصر سامان خرید لیں گے۔"

"بڑے اخراجات ہوتے ہیں استاد!" سردارے نے کہا۔

"اوہ ——— اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا تفریحی الاؤنس اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا میں خرچ کرتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور سردارے ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

ہم لوگ خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر کافی پینے کے بعد سردارے نے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر مجھے سگریٹ آفر کی۔ اور ہم تمباکو نوشی کرنے لگے۔

"چنانچہ ہمیں ان تفریحی دنوں کا پروگرام طے کر لینا چاہئے۔" میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"استاد' استاد ہے۔" سردارے نے مسکہ مارا۔

"تم نے "سوئٹزر' کی بات کی تھی؟"

"ہاں استاد!"

"وہیں چلو۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے ویٹر کو بل کے لئے اشارہ کیا۔ بل ادا کر کے ہم باہر نکل آئے اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔ "ایک گڑبڑ ہو گئی سردارے!"

"کیا استاد؟"

"تمہیں بھی اپنا میک اپ تبدیل کرنا ہے۔"

"اس ——— ہاں ان حالات میں تو ———"

"ٹھیک ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ تم میک اپ بدل لو۔ کس نام سے روم بک کرائے ہیں؟"

"ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک۔"

"ویری گڈ ——— ہم ان سے کہیں گے کہ ہمارے دوست نے ہمارے لئے کمرہ بک کرایا ہے۔"

"آسان سی بات ہے۔" سردارے نے کہا اور پھر پلاسٹک کا ایک پیکٹ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پلاسٹک فیس ——— انہیں لگا کر ہم گلفام بن جائیں گے۔ میں نے ان کے استعمال کا پورا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ نہایت آسان' مضبوط اور کار آمد بالکل شکل بدل جاتی ہے۔"

"اوہ ——— تو پھر پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی۔"

"کیا استاد؟"

"تم کسی سنسان جگہ یہ میک اپ اتار دو۔ اصلی شکل میں ہم تری کرش چلیں گے۔ وہاں سے چہرے تبدیل کر کے سوئیٹر میں داخل ہوں گے۔"

"ویری گڈ۔" سردارے نے ایک ٹیکسی روکتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ٹیکسی میں تری کرش چل پڑے۔ راستے میں سردارے نے خاموشی سے میک اپ اتار دیا۔ ڈرائیور نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اور جب ہم نے تری کرش کے سامنے اتر کر بل ادا کیا تب بھی اس نے حیرت ظاہر نہ کی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نے ہمارے چہروں کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ تری کرش معمولی درجے کا ہوٹل تھا۔ لیکن نہایت نفیس اور کشادہ کمرے تھے۔ صاف ستھرے' ضروریات زندگی سے آراستہ مجھے تو کافی پسند آئے تھے۔ بہرحال یہاں ہم نے پلاسٹک کے خدوخال چہروں پر چپکائے۔ نہایت نفیس چیز تھی' چہرے پر کوئی بار بھی نہ ہوا اور ہماری شکلیں مقامی لوگوں کی طرح ہو گئیں۔ پلاسٹک اتنا ہلکا تھا کہ مسامات بھی نہیں چھپے تھے' صرف خدوخال بدل گئے تھے اور رنگ میں ہلکی سی تبدیلی ہو گئی تھی۔ خدوخال واقعی بہت حسین تھے اور ان سے سردارے کی ذہانت بھی جھلک رہی تھی۔ اس نے دونوں ماسک کسی قدر یکساں خرید لئے تھے یوں ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک والی بات بھی نبھ گئی تھی۔ بہرحال اس تبدیلی سے میں بہت مطمئن تھا۔ تب ہم نے چہرے بدلنے کے بعد کافی طلب کی اور ویٹر پہلی بار ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے لئے بہرحال ہمارے چہرے اجنبی تھے۔ کافی کا آرڈر لے کر وہ چلا گیا۔

"ساڑھے تین بجنے والے ہیں سردارے! کافی پینے کے بعد تم کسی ایسی جگہ جاؤ گے جو تمہارے لئے جانی پہچانی ہو۔ کسی ایسی جگہ کا نام بتاؤ جو تم نے دیکھی ہو۔"

"بہت سی جگہیں ہیں لیکن کام کیا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ان تفریحات کے لئے ہمیں مقامی کرنسی کی ضرورت تو ہوگی۔"

"یقیناً۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"کرنسی ہمیں چار بجے مل جائے گی۔"

"اوہ۔"

"اور تم اسے وصول کرنے جاؤ گے۔"

"بہت خوب۔"

"کونسی جگہ مناسب رہے گی۔"

"بڑا گھنٹہ گھر۔"

"ٹھیک ہے، میں فون کئے دیتا ہوں۔ تمہارے کوٹ میں کالا گلاب ہوگا۔ اور تم کسی ایسے آدمی کو طلب کرو گے جس کے کوٹ میں کالا گلاب ہوگا۔"

"اگر کسی دوسرے کے کوٹ میں بھی ہوا تب ــــــ؟ سردارے نے پوچھا۔

"تم اس سے پوچھو گے کہ کیا مسٹر نواز آپ کے دوست ہیں۔"

"اوہ، بہتر ــــــ بس میں کرلوں گا۔"

"واپس یہیں آؤ گے، اس کے بعد ہم تھوڑی سی خریداری کریں گے۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔ کافی آگئی اور ویٹر کے جانے کے بعد میں ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا جو کمرے میں موجود تھا۔ فون پر میں نے نک اسٹیورٹ کے نمبر ڈائیل کئے اور تھوڑی دیر میں اس سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"ہیلو۔"

"نک اسٹیورٹ بول رہا ہے۔"

"نواز ــــــ!" میں نے کہا۔

"جناب حکم کریں۔" نک نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"بڑا گھنٹہ گھر۔" میں نے کہا۔

"مناسب جگہ ہے۔ شام چار بجے وہاں زیادہ رش بھی نہیں ہوتا۔"

"اوکے۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ سردارے کافی پیتے ہوئے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے نگاہیں پھیرلیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سوچ رہے تھے سردارے؟"

"کچھ نہیں باس!"

"آخر کچھ تو ــــــ؟" میں نے اصرار کیا۔

"بعض اوقات تمہاری شخصیت بہت پر اسرار ہو جاتی ہے۔ استاد! یقین کرو میں تمہارے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔"

"کیا سوچتے ہو؟"

"یہی کہ نہ جانے تم کیا ہو۔ نہ جانے تم دنیا میں کون سا مشن پورا کر رہے ہو۔ تمہاری پہنچ کہاں تک ہے؟"

"اوہ۔" میں ہنسنے لگا۔ میں نے سردارے کو اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کافی پینے کے بعد سردارے نے آخری بار ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں شکل دیکھی اور پھر مجھ سے اجازت لیکر چلا گیا۔

"میں نے بقیہ وقت کمرے میں ہی گزارا تھا۔ ایک آرام کرسی پر میں نے دراز ہو کر آنکھیں بند کرلیں اور ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ ہر وقت کچھ سوچتے رہنے سے ذہن بھی تھک جاتا ہے اور قوت کارکردگی ختم ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی پرسکون بھی رہنا چاہئے۔ آنکھیں بند کئے کئے مجھے نیند آگئی اور پھر اسی وقت آنکھ کھلی جب سردارے اندر داخل ہوا۔

"ارے ــــــ آپ یہیں بیٹھے ہیں استاد! اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ پھر میں نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم واپس آگئے؟"

"ہاں۔" سردارے نے سیاہ رنگ کا ایک بیگ میری طرف بڑھا دیا۔

"ٹھیک ہے رکھ دو۔ کوئی دقت تو نہیں پیش آئی؟"

"نہیں ــــــ لیکن نک اسٹیورٹ بہت عمدہ آدمی ہے اور تمہارا بے حد مداح ہے۔"

"ہوں۔"

"اس نے مجھے چائے کی پیشکش کی اور میری کافی معذرت کے باوجود اصرار کرکے، مجھے چائے پلائی۔ اس دوران وہ تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرتا رہا۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ کیا میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ میری کیا حیثیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟" میں نے اپنا لباس درست کرتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری باتیں بتادیں۔"

"مثلاً؟"

"تمہاری عمر کے بارے میں سن کر وہ حیران رہ گیا۔ کافی دیر تک تو اس نے یقین ہی نہیں کیا کہ تم کوئی جوان آدمی ہوگے۔ وہ تمہیں درمیانی عمر کا کوئی خرانٹ سمجھتا تھا۔"

"اور تم نے مجھے ہیرو بنا دیا؟"

"تم نہ جانے کتنے لوگوں کے ہیرو ہو استاد! میں کیا بتاتا۔" سردارے نے محبت سے کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر ہم نے لباس وغیرہ درست کئے، کرنسی نکال کر جیبوں میں ٹھونسی، بچ گئی تو بیگ ساتھ لے لیا اور پھر وہاں سے نکل آئے۔ ٹیکسی ہمیں لے کر بازار چل پڑی اور پھر ہم بازار میں اتر گئے۔ خریداری مختصر کی تھی۔ چند اعلیٰ درجے کے سلے سلائے سوٹ اور دوسری کچھ ضرورتوں کا سامان ــــــ اور پھر اس سامان کے ساتھ ہم سوئیٹر پہنچ گئے۔

سوئیٹر کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی۔ گیلے کے ماحول میں سنجیدگی تھی۔ سوئیٹر شوخ رنگوں سے بسا ہوا زندگی سے بھرپور ہوٹل تھا۔ قدم قدم پر جدت کی گئی تھی۔ گویا سوئیٹر نوجوانوں کا ہوٹل تھا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہم نے مسٹر ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک کا نام بتایا اور بغیر کسی چھان بین کے ہمیں چابی مل گئی۔ کمرہ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ دیواروں پر افریقہ کے قبائلی دیوتاؤں کے مجسمے، مرآلو کا بنا ہوا قیمتی فرنیچر، سرخ ایرانی

قالین، ہاتھی دانت کی منقش میز اور ایسی ہی نادر چیزوں سے آراستہ ـــــ

"بہت خوب۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"واقعی بہت عمدہ ہے۔" سردارے نے تعریف کی۔

"اور اب ـــــ ذہن سے دوسرے سارے خیالات نکال دو۔" چند روز ـــــ صرف تفریحی ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"استاد زندہ باد۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔

"شام جھک آئی تھی۔ موسم خوشگوار رہا تھا اس لئے ہوٹل کے باہر کی سڑکیں رنگین ہو گئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے سارے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے ہوں۔

"ویٹرس کا کیا انتظام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھا نہیں استاد! ویسے استاد ـــــ وہ ـــــ"

"پوٹیسنا ـــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ـــــ آج کا طے تھا اس سے۔"

"لیکن اب تو ہماری شکلیں بھی بدل گئی ہیں۔"

"ہاں۔"

"اس سے کیا غرض ـــــ یہاں بہت سی مل جائیں گی۔ ویٹر کو بلاؤ۔" اور سردارے نے گھنٹی بجائی ـــــ لیکن ایک خوش سلیقہ نوجوان کے داخلے پر ہم مایوس ہو گئے۔

"کافی۔" میں نے کہا اور وہ ادب سے سر جھکا کر چلا گیا۔

"الو کے پٹھے ہیں۔ سارا حسن خاک میں ملا دیا۔" سردارے نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور میں ہنس ا۔

"کیوں نہ کافی ہی پی جائے استاد؟" سردارے نے تجویز پیش کی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"پھر بلاؤں ـــــ؟" اور میں نے گردن ہلا دی۔ سردارے نے دوبارہ گھنٹی بجا کر ویٹر کو طلب کیا اور انی کا آرڈر کینسل کر دیا ـــــ اس کے بعد ہم تیاریاں کر کے نیچے اتر آئے اور ہوٹل کے ریفریشمنٹ ں میں داخل ہو گئے۔ شیشے کی طرح چمکتا ہوا ہال، رنگین دیواریں اور حسین چہرے۔

ہال میں کافی لوگ موجود تھے۔ ایک ویٹر نے ایک میز کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ہم بیٹھ گئے۔

"استاد!" سردارے نے بیٹھتے ہی آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔" میں نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"بائیں سمت! سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیا ہے؟"

"قیامت!" سردارے نے جواب دیا۔

"دیکھتا ہوں ابھی۔" میں نے کہا۔ اور پھر چند لمحات کے بعد میں نے اس طرف نگاہ ڈالی اور دیکھتا رہ گیا۔ نائی خوش لباس عورت تھی ـــ بے پناہ خوبصورت نہیں تھی لیکن بے پناہ پرکشش ضرور تھی۔ وہ مقامی ں تھی، خدوخال بتاتے تھے.. میری نگاہ اس سے ملی اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسی ہے استاد؟"

"عمدہ۔" میں نے جواب دیا۔

"مسکرا بھی رہی ہے۔" سردارے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ البتہ دوسری بار جب میں نے اسے دیکھا تو وہ پھر مسکرا دی۔ اور جواب میں، میں نے اسے خفیف سا اشارہ کیا۔ اس نے اس اشارے کا جواب دیا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ہمارے پاس پہنچ گئی۔

"بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے فرنچ میں کہا۔

"شوق سے۔" میں نے کہا۔

"معاف کیجئے گا ہم نے تعارف حاصل کرنے میں تکلفات سے کام لیا ہے۔ بعض اوقات یہ اندازہ خود کو بیٹھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ویسے آپ مقامی باشندے ہیں؟"

"نہیں۔"

"اوہ مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی، اس لئے میں نے پوچھا۔ آپ نے فرنچ ٹھیک نہیں بولی تھی۔ میرا مطلب ہے لہجے کا فرق تھا۔ جرمن بولتے ہیں آپ؟"

"انگلش زبان آسان ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خدا! آپ برٹش ہیں۔ آپ کے خدوخال سے تو اندازہ ہی نہیں ہوتا۔" وہ متحیرانہ انداز میں بولی اور میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔

"برطانوی لوگوں کی تہذیب کی داستانوں سے میں بیحد متاثر ہوں، کیا آپ لوگ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

"میں ایڈورڈ فورک ہوں، یہ میرے چھوٹے بھائی گراہم فورک۔"

"اوہ، ہاں ـــــ آپ کی شکلوں میں مشابہت ہے۔" "مجھے فرخندہ کہتے ہیں، مصر سے تعلق رکھتی ہوں لیکن اب تقریباً چھ سال سے برن میں مقیم ہوں۔ یہیں کی نیشنلٹی ہے میرے پاس۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔"

"شکریہ ـــــ آپ بہت خاموش طبع معلوم ہوتے ہیں مسٹر گراہم؟" اس نے سردارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"حیران ہوں کہ آپ دوسری زبانیں کس آسانی سے بول لیتی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔ "اوہ، میں نے بہت سی زبانیں سیکھی ہیں، یہ میری ہابی ہے۔ ویسے میں نے آپ کے وطن میں تعلیم حاصل کی ہے۔ لیکن بہت مختصر عرصہ وہاں رہی۔" اس نے مسکراتے ہوئے شستہ انگریزی میں کہا۔

"آپ سے مل کر واقعی دلی مسرت ہوئی فرخندہ خاتون۔" سردارے بولا۔ میں گہری نگاہ سے ان فرخندہ صاحبہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ہیں کیا چیز؟ بظاہر تو بڑی پروقار اور سلیقے کی نظر آتی ہیں۔ لیکن ......

"آپ لوگ برن میں کب آئے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔"

"کوئی کاروباری غرض تھی؟"

"نہیں، سیاحت۔"

"خوب! خوشحال ہیں..... سیاح دو ہی قسم کے ہوتے ہیں، یا تو پھٹے ہوئے لباس والے بے حال لوگ، جو

زندگی کو بے مقصد سمجھ کر ادھر ادھر ضائع کرتے ہیں۔ یا پھر ایسے خوش حال لوگ، جو زندگی کے حسن کو دیکھ
کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔"

"ہاں ——— زندگی کا حسن مختلف شکلوں میں سامنے آتا ہے جیسے!" میں نے ایک قدم آگے
بڑھایا۔ "خوبصورت چہرے، خوبصورت باتیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کہاں قیام ہے آپ کا؟"

"یہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی خاتون نہیں ہیں آپ کے ساتھ؟"

"نہیں۔"

"میرے خیال میں، اچھے دوست یا ساتھی کے بغیر سیاحت کا مطلب تشنہ ہوتا ہے۔"

"ہاں، بارہا محسوس کیا۔" میں نے جواب دیا۔

"برن میں، میں آپ کو خوش آمدید کہہ سکتی ہوں بشرطیکہ آپ پسند کریں۔"

"خوش نصیبی ہے ہماری۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"الجھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں سوسائٹی گرل ہوں۔ یہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ لیکن سلیقے سے کا
کرتی ہوں۔ آپ سے معاوضہ لوں گی اور آپ کے لئے برن میں ہر تفریح فراہم کروں گی۔ معاوضے کے
بارے میں کوئی سودا کاری نہیں ہوگی۔ اس کی عادی نہیں ہوں۔ اس کا تعین آپ خود کریں گے۔ باقی اگر
ضرورت سمجھیں تو اچھی دوست بھی ثابت ہوں گی۔"

"آپ کی صاف گوئی آپ کی فطرت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"تو قبول کریں گے آپ مجھے؟"

"سر آنکھوں پر۔"

"شکریہ!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا پئیں گی آپ؟" میں نے پوچھا۔

"میزبان ہیں، جو پسند کریں۔"

"مہمان کی پسند مقدم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"تب اورنج جوس کے ساتھ شیری۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اپنے اور سردارے کے
لئے ایک مشروب کے ساتھ اس کیلئے اورنج جوس اور شیری کا آرڈر دے کر میں نے ایک گہری سانس لی۔
آپ نے برن دیکھا؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہمیں یہاں آئے ہوئے۔"

"اوہ، میں نے اپنے بارے میں بتانے کے ساتھ دوستی کی پیشکش بھی کی تھی، چنانچہ آپ نے اسے قبول
کرلیا۔ اپنے کاروبار کے بعد دوستی کے فرائض بھی شروع ہوتے ہیں۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چنانچہ برن آپ میرے ساتھ دیکھیں گے۔"

"ضرور!" میں نے جواب دیا اور پھر سردارے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سردارے کے چہرے
اکتاہٹ تھی اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ یہ تو استاد نے مار لی اب میں کیا کروں۔"
ویٹر نے آرڈر سرو کردیئے اور ہم مشروبات کے سپ لینے لگے۔ فرخندہ درحقیقت پرکشش عورت

ہوئی۔ وہ پیشہ ور تھی لیکن نہایت اسٹینڈرڈ کی۔ عمدہ گفتگو کرنے والی، بذلہ سنج بھی تھی اور پر مذاق
سردارے نے اب صبر کیا تھا اور ہماری گفتگو میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ہمیں وہاں بیٹھے کافی دیر گزر گئی۔
ہو گئی تھی اور ہال کی میزیں بھی پر ہو گئی تھیں۔ ہوٹل کی اپنی تفریحات شروع ہو چکی تھیں اور لوگ
دلچسپی لے رہے تھے۔ فرخندہ نے گھڑی دیکھی اور پھر میری طرف۔ "کیوں ——— جلدی ہے؟"

"نہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو اٹھیں۔"

"کیا پروگرام رہے گا؟"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" وہ مسکرائی۔

"میرا ساتھی تنہائی محسوس کر رہا ہے۔"

"اب ان کی میزبان میں ہوں۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے کا چہرہ کھل
——— فرخندہ کی بات صاف تھی۔

"تب پھر اٹھیں۔" میں نے کہا اور سردارے نے ویٹر سے بل لانے کے لئے کہا۔ بل پر دستخط کرنے
بعد ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ پارکنگ لان میں فرخندہ ایک خوبصورت سی کھلی چھت کی گاڑی کی
بڑھ گئی۔ دروازہ کھول کر اس نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تب فرخندہ نے کار
ارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ "کمال ہے استاد!" سردارے اردو میں بڑبڑایا۔

"کوئی کمال نہیں ہے۔" میں غرایا۔ "نہ سہی ——— بہرحال مجھے حیرت ہے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ——— فرخندہ کے بارے میں ہمارا خیال غلط نہیں نکلا۔
حقیقت وہ اعلیٰ پائے کی تھی۔ اس کی حسین کوٹھی نہایت اعلیٰ معیار پیش کرتی تھی۔

پورٹیکو میں کار رکی اور آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ نہایت حسین انداز میں کوٹھی سجائی گئی تھی۔ ایک حسین
نوخیز لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا ——— اور ہم نیچے اتر آئے۔

"آیئے ———!" فرخندہ بولی ——— اور ہم اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ دوسری ملازمہ نے
دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔

"آپ لوگ تشریف رکھئے، میں ابھی آتی ہوں۔" فرخندہ نے کہا اور پھر ہماری اجازت سے باہر نکل
گئی۔ سردارے ڈرائنگ روم دیکھ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کیا تھا اچھی خاصی نوادرات کی دکان معلوم ہو رہا تھا۔
آدم مجسمے، مصری فراعنہ کی شبیہیں، چمڑے کا فرنیچر، موٹا قالین، ڈائیزڈن کے چینی ظروف، ڈماسک میز
ش، آئل فائٹنگ کی بے شمار تصویریں، چھت میں چیکو سلواکیہ کا بلوریں فانوس۔

"واقعی باذوق ہے۔" میں نے داد دی۔

"میں تو بے حد متاثر ہوا ہوں استاد! ژولی ژاں کا مکان بھی دیکھا تھا میرا خیال تھا وہ سب سے
زیادہ......"

"ژولی ژاں کا نام نہ لو سردارے!" میں تڑپ گیا اور سردارے چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "اوہ،
معاف کرنا استاد! کیا......"

"اس کا اور فرخندہ کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ فرخندہ بہرحال ایک ماڈرن طوائف ہے اور ژولی
ژاں...... وہ سینکڑوں شریف زادیوں سے زیادہ شریف اور نیک عورت تھی۔"

"تم اس سے بہت متاثر ہوا استاد؟"

"ہاں ـــــــ اس قدر ـــــــ کہ اگر میری زندگی میں، کبھی زندگی کے ساتھی کا تصور ہوتا تو
کا انتخاب کرتا۔"

"خدا کی پناہ! میں نے اسے اس قدر گہری نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا۔"

"تم نہیں جانتے سردارے! وہ کیا تھی؟"

اور سردارے خاموش ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی اندر آئی۔ "مادام فرخ
کو اندر بلاتی ہیں۔ یہ مقامی لڑکی تھی، حسین خدوخال۔ انداز میں شرمائیت تھی جو اس کے چہرے پر
رہی تھی۔

"چلو ـــــــ!" میں نے کہا ـــــــ اور سردارے نے میری طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا۔
گردن ہلا دی۔

"کہاں ہیں مادام؟"

"اندر ـــــــ آپ کی منتظر ہیں۔" لڑکی بولی۔

"آپ کا کیا نام ہے مس ـــــــ؟ سردارے نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ اور وہ مسکرا دی۔

"ژلازا ـــــــ!" اس نے جواب دیا۔

"خاصا مشکل نام ہے۔" سردارے بولا۔

"آپ مجھے ژیلی کہہ سکتے ہیں۔"

"خصوصی اجازت ہے۔" سردارے بولا۔

"ہاں۔" وہ ہنس پڑی۔ اور ہم دونوں اس کے ساتھ کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف چل پ
صرف ڈرائنگ روم ہی حسین نہیں تھا، کوٹھی کے دوسرے حصے بھی اسی معیار پر سجائے گئے تھے۔

"یہ خصوصی اجازت صرف نام کے سلسلے میں ہے؟" سردارے نے آہستہ سے پوچھا۔ "نہیں
سلسلے میں۔" لڑکی مسکرائی۔

"شکریہ۔" سردارے مسرت سے کھل اٹھا تھا۔ لڑکی ہمیں ایک دروازے تک لے آئی اور پھر
کھول کر منتظر انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا
وہ باہر ہی رہ گئی تھی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک حسین حال تھا جہاں زمین سے موسیقی ابھر رہی تھی۔ ہال کی
میں نہایت اعلیٰ سامان استعمال کیا گیا تھا۔

ہم دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ سردارے نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"قسمت کھل گئی استاد!" اس نے کہا۔

"کیوں۔"

"تم تصور بھی کر سکتے تھے کہ برابر کی میز پر بیٹھی ہوئی اتنے اعلیٰ پائے کی ہے۔"

"ہاں ـــــــ میں تصور کر سکتا تھا۔"

"مجھے بتاؤ کیسے؟ آخر کیسے؟" سردارے بچوں کی طرح بولا۔

"بھئی اتنے عمدہ ہوٹلوں میں گھٹیا قسم کی عورتیں نہیں جاتیں۔"

"یہی کیفیت مردوں کی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن استاد! انہیں دھوکا بھی تو ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی قلاش ٹکرا جائے۔ رقم وغیرہ کے بارے میں
نے کوئی بات بھی نہیں کی ہے۔"

"میرا خیال ہے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے، ایک نہ سہی۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے بولا۔ "
ی کیسی تھی استاد؟"

"اچھی تھی۔"

"میرے لئے پسند ہے؟" سردارے نے مسخرے انداز میں پوچھا۔ لیکن اسی وقت ایک اندرونی
زے سے فرخندہ نکل آئی۔ اس کے بدن پر سفید سلک کا لبادہ تھا، سیاہ لمبے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا
یک اپ سے بے نیاز تھا۔ لیکن میک اپ کے بغیر بھی وہ بہت حسین نظر آ رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو!" میں نے جواب دیا۔

"اطمینان سے بیٹھو ڈیئر! کیا تم یہاں کچھ تکلیف محسوس کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کچھ پیو گے؟"

"پلا دو ـــــــ!" میں نے کہا۔ اور فرخندہ ایک مخصوص کرسی پر جا بیٹھی۔

"کیا پسند کرو گے ڈارلنگ!"

"پسند تمہاری ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ "ارے ہاں، مسٹر گراہم! تمہاری تنہائی برقرار ہے لیکن فکر
کرو۔ ابھی تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کرسی کے
میں کوئی چیز دبائی اور ایک ہلکی سی کلک کی آواز پیدا ہوئی۔ پھر اس نے کوئی اور بٹن دبایا اور سامنے کی
میں ایک چوکور خانہ کھل گیا۔ خانہ گھومنے لگا اور پھر سرسراہٹ کے ساتھ پورا پلٹ گیا۔ اس میں اعلیٰ
ے کی شرابوں کی بوتلیں جگمگا رہی تھیں۔

خانہ رک گیا تو فرخندہ نے دوسرا بٹن دبایا۔ خانے کا نچلا حصہ مڑا اور چند بوتلوں کے ساتھ آگے بڑھنے
وہ ٹھیک فرخندہ کی کرسی کے پاس آ کر رک گیا۔ خود کار ٹرالی تھی جس پر جگ، سائفن اور خوبصورت
ں گلاس رکھے ہوئے تھے۔ فرخندہ نے بوتلیں اٹھا کر جگ میں کاک ٹیل بنائی اور پھر اسے گلاسوں میں
دیا اور گلاس ہم دونوں کو پیش کر دیے۔

"سردارے نے میری طرف دیکھا۔ "کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اجازت دی۔ "اوہ، یہ عمدہ بات
۔" فرخندہ بولی۔ "تم دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہو۔"

"بھائی جو ٹھہرے۔" میں نے کہا۔

فرخندہ پھر کرسی بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک اور بٹن دبایا اور ہال میں ایک اور دیوار شق ہو گئی۔ ایک سفید
ہٹ گیا تھا۔ اور پھر حسین لباس میں ملبوس ایک لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ وہ مسکراتی ہوئی آہستہ خرامی
چلتی ہوئی ہمارے سامنے سے گزر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ پھر دوسری لڑکی آئی۔ پہلی سے بھی زیادہ
تھی۔ اسی طرح آٹھ لڑکیاں لائن سے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور فرخندہ نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف
"تم دونوں ان میں سے کسی کو بھی پسند کر سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ تم شاید میزبانی سے تھک گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"میں تمہارے اوپر مسلط نہیں ہونا چاہتی۔ ہاں اگر تم پسند کرو۔"
"تم سے پہلے ان لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔"
"یہ تو ٹھیک ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"پھر تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"
"اوہ' کوئی خاص بات نہیں میری جان! یہ بھی آداب میزبانی میں سے تھا۔" اس نے کھل کر ہنستے ہوئے
کہا۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ بہرحال تم گراہم کو تو اجازت دو گے؟"
"ہاں ضرور۔"
"سوری مس فرخندہ! میں بھی انتخاب کر چکا ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔ "ایں۔" فرخندہ
پڑی۔ "کیا بات ہے مسٹر گراہم! اگر آپ کو ان میں سے کوئی پسند نہیں آئی ہے تو اوروں کو بلایا جا سکتا
اس نے کہا۔
"آپ ان سب کو روانہ کر دیں۔"
"اوکے' جاؤ۔۔۔۔۔ تم لوگ جاؤ۔" فرخندہ نے لڑکیوں سے کہا اور وہ جس دروازے سے آئی
اسی سے واپس چلی گئیں۔ فرخندہ تعجب سے سردارے کو دیکھ رہی تھی۔ "یس مسٹر گراہم؟" اس۔
وہ لڑکی' جو ہمیں بلا کر لائی تھی۔"
"اوہ۔۔۔۔۔ کون۔۔۔۔۔ ژلازا؟" فرخندہ نے پوچھا۔
"ہاں!"
"اوہ' ڈیئر۔۔۔۔۔ وہ تیار نہ ہو گی۔ اگر تم اسے تیار کر سکو تو مجھے کیا اعتراض ہے۔"
"کیوں۔۔۔۔۔ وہ تیار کیوں نہ ہو گی؟"
"وہ صرف ملازمہ ہے' اور میں کسی لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتی۔ جو اپنی خو
آئے ٹھیک ہے۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔"
"اگر میں اسے تیار کر لوں؟"
"تو مجھے خوشی ہو گی۔"
"اوکے مادام!" سردارے نے کہا۔ فرخندہ مسکرانے لگی۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے
عجیب ہو۔ کیا میں ژلازا کو آواز دوں؟"
"کیا کہیں گی اس سے؟"
"تمہاری خواب گاہ الگ ہے' وہ تمہیں خوابگاہ تک پہنچا دے گی۔ اور سنو۔۔۔۔۔! اگر وہ تیار
اس سے کہہ کر کسی اور کو بلا سکتے ہو۔"
"اوکے مادام!" سردارے خوشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے ابھی سے کہاں بھاگ چلے' کھانا نہیں کھاؤ گے کیا؟"
"اوہ' فرخندہ۔۔۔۔۔! اس کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے دخل دیا۔

"کیوں؟ کیا تم لوگ رات کا کھانا نہیں کھاتے؟ یہاں سے تو اب صبح کو ہی واپس جا سکو گے۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔
اور پھر ہم نے فرخندہ کے ساتھ پر تکلف ڈنر لیا۔ بالکل گھریلو ماحول تھا۔ اچھے اچھے اندازہ نہیں لگا سکتے
کہ ہم وہاں کوئی معزز مہمان نہیں ہیں۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو رہی اور پھر ہم اس کمرے سے
آئے۔ تھوڑی دیر تک فرخندہ کی کوٹھی کے لان میں چہل قدمی کی۔۔۔۔۔ پھر فرخندہ نے ژیلی کو آواز
دی وہ بھی اسے ژیلی کہتی تھی۔ "ژیلی! انہیں ان کی خواب گاہ دکھا دو۔ جس حد تک ہو سکے ان کے ساتھ
ن کرنا۔"
"یس مادام!" ژولازا نے کہا۔ اور پھر وہ سنجیدہ سی شکل بنائے سردارے کے ساتھ چل دی۔ تب فرخندہ
مسکراتے ہوئے میری شکل دیکھی۔
"دوسری لڑکیاں مجھ سے زیادہ حسین تھیں مسٹر ایڈورڈ! نجانے آپ نے مجھے کیوں یہ عزت بخشی
؟"
"اب میں تمہارے حسن کے بارے میں شاعری کروں۔" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے
"مت سوچو ڈیئر!" میں نے اسے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ایک حسین ترین خواب گاہ میں داخل ہو
پوری کوٹھی کی جان یہ خوابگاہ تھی' اور ہونی بھی چاہئے تھی۔ خوابگاہ کا رومانی ماحول' فرخندہ کا حسین
میں نے اس کے ساتھ ایک حسین رات گزاری۔ گو وہ عام راتوں سے جدا رات نہ تھی تاہم فرخندہ کی
گفتگو نے اسے کافی دلکش بنا دیا تھا۔
اور دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی' سورج آسمان میں چھپ گیا تھا' کہر کی دبیز چادر نے ماحول کو ڈھک دیا
فرخندہ میری آغوش میں انگڑائیاں توڑ رہی تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا۔
"ایڈورڈ!" وہ مخمور لہجے میں بولی۔
"ہوں۔"
"کچھ کہوں۔۔۔۔۔ یقین کر لو گے؟"
"ہاں!" میں نے اسے خود سے چمٹاتے ہوئے کہا۔
"اس زندگی میں آئے طویل عرصہ گزر گیا' بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن تمہارے اندر ایک
اپنا پن ہے۔ تم۔۔۔۔۔ تم نہ بھولنے والی شخصیت ہو۔"
"اوہ۔" میں نے اسے اور بھینچ لیا۔
"میں تمہیں عرصے تک یاد رکھوں گی۔"
"اور میں بھی ڈارلنگ!" میں نے کہا۔
"یہاں کتنا عرصہ قیام کرو گے ایڈورڈ؟"
"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لندن سے آنے والے ایک دوست کا انتظار ہے۔ اس کے آنے پر یہاں سے چلا
جاؤں گا۔"
"میں تم سے کوئی ایسا وعدہ نہیں لینا چاہتی ایڈورڈ! جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہو۔ لیکن۔۔۔۔۔ یہاں
آؤ تو مجھ سے ملاقات ضرور کرتے رہنا۔"
"ضرور۔"

"شکریہ۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔ "آج موسم ٹھیک ہے۔ باہر کہر ہے' تم صبح خیزی کے عادی تو نہیں ہو۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"بستر سے نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا۔" وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔

"بیڈٹی کس وقت لیتی ہو؟"

"ساڑھے آٹھ بجے۔"

"اور اس وقت پونے آٹھ بجے ہیں۔"

"واقعی؟"

"سامنے دیکھ لو۔" میں نے وال کلاک کی طرف اشارہ کیا اور وہ گھڑی دیکھنے لگی۔ "اوہ——— اٹھنا پڑے گا۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بستر سے باہر نکل گئی۔ اطمینان۔ لباس اٹھایا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ میں بستر میں گھسا انگڑائیاں لیتا رہا۔ دل تو میرا بھی اٹھنے کو نہیں چا لیکن بہرحال اٹھنا تو تھا ہی——— نہ جانے سردارے کے ساتھ کیا بیتی۔ میں اس کا حال معلوم کر۔ لئے بھی بے چین تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرخندہ واپس آ گئی۔ وہ کچھ اور نکھر گئی تھی۔

"باتھ روم جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں۔" میں بھی اٹھ گیا لیکن میں نے بستر کی چا کے گرد لپیٹ لی تھی اور پھر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس کہریلے موسم میں گرم بھاپ کے غ بڑی فرحت بخشی۔ اور میں دیر تک غسل کرتا اور تھکن نچوڑتا رہا۔ پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل فرخندہ گون میں ملبوس ایک آرام کرسی میں دراز تھی مجھے دیکھ کر وہ پیار سے مسکرائی اور پھر اس نے کے لئے گھنٹی بجا دی۔

"حالانکہ اب ہم لوگ ناشتہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ میں بھی بیٹ ملازمہ چائے کی ٹرالی لے کر ہی آئی تھی۔ وہ بلانے کا مقصد سمجھ گئی تھی۔ عمدہ چائے پینے کے بعد ہم با آئے۔ گو ٹہلنے کا موسم نہیں تھا لیکن اور کیا بھی کیا جاتا۔ فرخندہ کی کوٹھی کے خوبصورت لان پر لگے حسین پھول کہر میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ موسم کافی حسین ہو رہا تھا۔ ہم لوگ اس سرد میں خاموش چہل قدمی کرتے رہے اور پھر دور سے سردارے آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایک دوسری تھی۔ میں نے اور فرخندہ نے اسے ساتھ ہی دیکھا تھا۔ اور ہم دونوں ہی مسکرا دیئے۔

"ہیلو مسٹر گراہم! صبح بخیر۔" مجھ سے پہلے فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "صبح بخیر!" سردار۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ میں نے اس کے چہرے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ خوش ہے۔ "رات کیسی گزری

"خوشگوار۔" سردارے نے کہا۔

"کیا تمہاری پارٹنر ژلازا ہی تھی؟"

"ہاں———!" سردارے نے شانے اچکا کر کہا۔

"گڈ لارڈ! یہ تمہاری کوالٹی ہے' ورنہ ژیلی نے آج تک یہاں پر کسی کے ساتھ رات نہیں گزا فرخندہ نے گہری سانس لیکر کہا۔ اور پھر سردارے بھی ہمارے ساتھ سیر میں شامل ہو گیا۔ پھر ہم اس تک سیر کرتے رہے جب تک ملازمہ نے ناشتے کی اطلاع نہ دی۔ اور پھر خوبصورت ڈائننگ ہال م

ے کا ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد شہر گردی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ہم نے خود کو فرخندہ کے رحم و کرم پر دیا تھا۔ دن کے گیارہ بجے بھی صبح چھ بجے کا منظر تھا۔ لیکن فرخندہ ایک خوبصورت لباس پہن کر سیر کے یار ہو گئی تھی۔ ہم لوگوں کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ہم باہر نکل آئے اور پھر فرخندہ نے اسٹیئرنگ سنبھال اسی وقت ژلازا بھی سرخ اونی لباس میں باہر آ گئی۔ شاید فرخندہ نے اسے ہدایت کر دی تھی۔ "
——بہت خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔"

"یہ تو ضروری تھا' ورنہ مسٹر گراہم تنہا بور ہوتے۔"

"شکریہ میڈم فرخندہ۔" سردارے ژلازا کو اپنے قریب جگہ دے کر بولا۔

"اور ہم بھی———!" فرخندہ آہستہ سے بولی اور اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ وہ ایک ہاتھ سے رنگ تھامے ہوئے تھی' دوسرا ہاتھ اس نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا رکھا تھا۔

اور پھر پرانے برن کے گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے وہ بولی۔ "تم نے دیکھا ایڈورڈ———! برن ں کا شہر ہے۔"

"ہاں——— میں نے غور کیا ہے۔"

"ریچھ یہاں کا امتیازی نشان ہے۔"

"خوب!"

"یہ شہر ۱۸۴۸ء میں ملک کا صدر مقام قرار پایا تھا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے' اس کی ہیئت میں کوئی ا نہیں ہوئی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے عام شہروں کی بہ نسبت اس شہر کی کیفیت کسی پرسکون قصبے کی سی اب بھی ہر چوک میں پرانی وضع کے خوبصورت فوارے اور نل موجود ہیں' جہاں کسی وقت میں شہر کی لیاں نہانے دھونے کے علاوہ گھریلو استعمال کے لئے پانی لینے آیا کرتی تھیں۔"

"خوب!" میں نے فرخندہ کی باتوں میں کافی دلچسپی لی۔ "گو تم مقامی باشندہ نہیں ہو فرخندہ! لیکن یہاں رے میں تمہیں کافی معلومات ہیں۔"

"اب تو یہی میرا وطن ہے مسٹر ایڈورڈ! اور اپنے وطن کے بارے میں اتنی معلومات تو ہونی ہی ہے۔" فرخندہ نے جواب دیا۔

"مصر تم نے کن حالات میں چھوڑا؟"

"ناخوشگوار کہانی ہے' جانے دو۔"

"لو' ٹھیک ہے۔ میں تمہارے خوبصورت چہرے پر کوئی شکن دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔" میں نے اسے کہا۔ اور حقیقت ہے' مجھے اس کا ماضی کریدنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور پھر ماضی میں کیا رکھا ہے۔ صرف راکھ کے ڈھیر اور دم توڑتی ہوئی چنگاریاں———!"

پونے بارہ بجے فرخندہ نے کار بڑے گھڑیال کے سامنے روک دی۔ میں نے دیکھا' گھڑیاں کے پاس بہت ریاں رکی ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے بے چینی سے گھڑی کی سوئیوں کی طرف دیکھ تھے۔

"کیا چکر ہے؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بارہ بجے یہاں تماشا ہوتا ہے۔" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"چند منٹ باقی ہیں' پتہ چل جائے گا۔"
"اچھا------!" میں طویل سانس لے کر بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔ لوگ جمع ہی ہوتے
تھے۔ پھر جب گھڑی کی سوئیاں بارہ پر پہنچیں تو گھڑیال کے پہلو میں ایک کھڑکی کھلی۔ لکڑی کے
چھوٹے چھوٹے ریچھ باہر نکلے اور ٹن ٹن کی آواز پر سرہلاتے پورا چکر کاٹ کر کھڑکی میں غائب ہو
گئے بعد مرغے مرغیاں اور پھر مضحکہ خیز شکلوں والے پادری آئے اور تماشہ دکھا کر واپس گھڑیال
گئے۔ "سچ مچ بچوں کے لئے عمدہ تماشہ تھا۔"
"اور یہاں جمع ہونے والے بچے ہی تھے۔" فرخندہ نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر
بڑھ گئے۔ وہاں سے ہم فیڈرل پیلس کے چوک پر آگئے۔ پھر وہاں سے سوئٹزر لینڈ کے اکلوتے :
ولیم ٹیل" کا مجسمہ دیکھ کر چل پڑے۔ برن کے دور دور تک کے علاقے کی سیر کرتے ہوئے کافی
تھی۔ فرخندہ نے کار کا رخ برن سے باہر جانے والی سڑک کی طرف کر دیا۔
کہر کی چھاؤں میں سفر کرتے ہوئے ہم برن سے چند میل دور ایک ریستوران میں پہنچ گئے
کنارے تھا۔ دریا کے کنارے لگی ہوئی بے شمار میزوں پر لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ لنچ کا وقت
اندر بھی کوئی انتظام ہوگا لیکن کہر کی وجہ سے لوگوں نے باہر بیٹھنا ہی پسند کیا تھا۔
"یہ برن کا سب سے مہنگا اور سب سے بہترین ریستوران ہے۔" فرخندہ نے بتایا۔ "یہ۔
سردارے حیرت سے بولا۔
"ہاں۔"
"لیکن سوئیٹر اس سے کہیں عمدہ ہے۔"
"بڑے لوگ جہاں جائیں' عمدہ وہی جگہ ہوتی ہے۔ یہاں صرف کروڑپتی لوگ آتے ہیں۔ د
ماحول پر کیسی نحوست سوار ہے۔ برن کی سب سے مہنگی جگہ ہے۔" فرخندہ نے کار سے اترتے ہو۔
میرے خیال میں تو لوگ اسے قبرستان سمجھ کر آتے ہوں گے۔" سردارے نے منہ ٹیڑھا کر۔
فرخندہ ہنسنے لگی۔
"ہم لوگ دو الگ الگ میزوں پر بیٹھیں گے۔" فرخندہ نے کہا۔ اور ہم نے اس کی بات
دراصل ہم نے خود کو ذہنی طور پر بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت صرف فرخندہ کے اشاروں پ
لطف آرہا تھا۔ ہم اپنی ساری ذہنی قوت جمع رکھنا چاہئے تھے اور خود کو تھامپسن کے مقابلے کے۔
رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

شام تک آوارہ گردی ہوتی رہی۔ پھر گھر واپسی کا پروگرام بنایا گیا۔ "اب ہمیں اجازت دو گی"
میں نے پوچھا۔ "ہرگز نہیں۔ ابھی تو ہمارا تعارف مکمل ہوا ہے۔ کل چلے جانا" میں تمہیں نہ
فرخندہ نے کہا۔ اور میں نے سردارے کی شکل دیکھی۔ سردارے کی نگاہیں بھی بھیک مانگ رہی
ہنسی آگئی۔ شاید اس نے ژلازا سے کچھ "خاص" پروگرام بنائے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے شا
آمادگی کا اظہار کر دیا اور سب کے چہرے کھل اٹھے۔ اس رات فرخندہ نے کچھ خصوصی پروگرام

بی منتظم قسم کی عورت تھی۔ اس کی خوش ذوقی کی داد نہ دینا کم ظرفی ہے۔ میں نے اتنی نفاست پسند اور ایسی
وش ذوق عورت اور کوئی نہیں دیکھی۔ بہرحال فرخندہ کی "لڑکیوں" نے رقص کے کئی کورس ترتیب دیے
تھے۔ اعلیٰ درجے کی موسیقی کا بندوبست تھا۔ لطف اس وقت آیا جب خود فرخندہ نے مخصوص مصری موسیقی
مصری رقص کیا۔ سیماب تھی------ حالانکہ پچھلی رات اس کے جسم کی لطافتوں سے روشناس ہو چکا تھا
لیکن اس وقت اس کا لچکتا ہوا بدن بالکل اجنبی اور بے حد دلکش معلوم ہو رہا تھا یا پھر ممکن ہے اعلیٰ قسم کی
شراب نے آنکھوں کے زاویے بدل دیے ہوں۔ اس وقت میں بھی آزاد ہو کر پی رہا تھا اور ایسے معاملات
یں سردارے تو ہمیشہ ہی مجھ سے دو جوتے آگے ہوتا تھا۔
ہم لوگ ترنگ میں آتے گئے------ اور پھر فرخندہ تھک کر چور ہوئی اور میری آغوش میں آگری۔
یں نے اس سیمابی بدن کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اس رات کی کہانی مجھے بالکل یاد نہیں------ یہی
کیفیت سردارے کی بھی تھی۔ ہاں دوسرے دن' دن چڑھے بستروں پر آنکھ کھلی تھی۔ دنیا کی لگائی ہوئی
ساری پابندیوں سے بے نیاز' میں ایک نرم بستر میں سو رہا تھا۔ دیوار گیر کلاک نے گیارہ ضربیں لگائیں اور میں
بوجھل ذہن لیے اٹھ گیا۔ بڑی دیر سویا تھا' طبیعت بھاری ہو رہی تھی۔ رات کے واقعات یاد کرنے کی
کوشش کی اور پھر ذہن کو ہلکے سے پچھتاوے کا احساس ہوا۔ غلط کیا تھا------ اتنی مدہوشی نقصان دہ بھی ہو
سکتی تھی۔ بہرحال آئندہ احتیاط رکھنے کا عہد کیا اور پھر لباس لے کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔
نہانے سے طبیعت ہلکی ہوئی۔ باتھ روم سے باہر نکلا تو فرخندہ ایک آرام کرسی میں جھولتی نظر آئی۔ اس
نے بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔
"ہیلو------!" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔
"کیا بات ہے ڈارلنگ! لہجے سے پژمردگی کا احساس ہو رہا ہے"
"دیر تک سونے کا عادی نہیں ہوں"
"اوہ------ یہ بات ہے" فرخندہ مسکرائی۔
"رات کی کہانی بالکل یاد نہیں"
"ناقابل فراموش ہے------" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور پھر اس نے میری گردن میں باہیں ڈال کر
میرے ہونٹ چوم لیے۔
"اس گدھے کا کیا حال ہے؟"
"بمشکل تمام ژلازا نے اسے جگایا ہے"
"جاگ گیا؟"
"ہاں"
"تب براہ کرم ناشتے کا بندوبست کرو۔ بھوک کے مارے....."
"تیار ہے میری جان------ آؤ------!" فرخندہ کرسی سے اٹھ گئی اور میں اس کے ساتھ کمرے
سے باہر نکل آیا۔ ایک ملازمہ کو دیکھ کر فرخندہ نے کہا۔ "ژلازا اور اس کے ساتھی کو فوراً" ناشتے کے کمرے
میں بھیج دو اور ناشتہ لگوا دو------ فوراً"------ دیر نہ کی جائے"
"یس میڈم" ملازمہ نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ بے شک ناشتہ آنے میں دیر نہ ہوئی۔ بلکہ ناشتہ
اور سردارے ساتھ ہی ساتھ آئے تھے۔ سردارے کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ وہ ژلازا کا سہارا لیے

ہوئے تھا۔ "کیا حال ہے استاد؟" اس نے ایک کرسی پر گرتے ہوئے کہا۔

"میں تو ٹھیک ہوں' اپنی سناؤ؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"رات بھر سیارہ گردی کرتا رہا۔ کبھی مریخ پر تو کبھی چاند پر ——— نہ جانے کون کون سے سیاروں کی سیر کی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل میرا راکٹ زمین پر اترا تھا' گرتے گرتے بچا" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"بہرحال اچھا نہیں ہوا۔"

"راکٹ سے اترنے کے بعد میں نے بھی یہی سوچا تھا استاد۔"

"اوہ ——— ڈارلنگ ناشتہ شروع کرو۔ اور تم یہ کون سی زبان بول رہے ہو؟" فرخندہ نے مداخلت کی۔ "فادری زبان میڈم" سردارے نے کہا۔

"اوہ ——— فادری ——— تمہارے فادر کہاں کے تھے؟" فرخندہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایشیا کے ایک ملک کے۔ ماں برٹش تھی۔"

"میرے خدا ——— خود میرا بھی یہی خیال تھا۔ تمہارے خدوخال میں کچھ کچھ آثار ملتے ہیں" فرخندہ نے متحیرانہ انداز میں کہا ——— اور ہم خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے۔ پھر ناشتے سے فارغ ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئے۔ سردارے اب بھی جماہیاں لے رہا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے فرخندہ؟"

"جو تمہاری مرضی ڈارلنگ ——— میں تو چاہتی ہوں تم زندگی بھر یہاں سے نہ جاؤ"

"جانا تو ہوگا میری جان"

"تب پھر لنچ کے بعد"۔

"نہیں ——— اب لنچ کی گنجائش کہاں ——— ہاں اگر اجازت دو' تو یہیں سو جائیں۔ طبیعت بوجھل ہے۔ لیکن ایک شرط پر ———"

"سر آنکھوں پر ——— سر آنکھوں پر" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب تک خود نہ جاگیں ——— جگایا نہ جائے"۔

"ایسا ہی ہوگا ——— آؤ ———"

سونا ضروری ہو گیا تھا۔ اعضاء کسی قابل نہ تھے۔ ممکن ہے نیند پوری ہونے کے بعد طبیعت کسی قدر سنبھل جائے۔ سردارے کی بھی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ ہم دونوں سونے چل پڑے اور پھر خوب سوئے جاگے تو پانچ بج رہے تھے۔ بہرحال نیند پوری ہو گئی۔ طبیعت کے ہلکے پن سے اندازہ ہو رہا تھا۔ شام کی چائے لگ گئی۔ فرخندہ نے پھر اسی خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

کھانے پینے کی بہت سی چیزیں تھیں لیکن ہم نے صرف چائے پی اور پھر میں نے فرخندہ سے اجازت چاہی۔

"ہائے ڈارلنگ ——— اب شام ہو گئی ہے' ایک رات اور سہی"۔

"نہیں فرخندہ ——— اب جانے دو ——— پھر سہی"۔

"وعدہ ———؟"

"ہاں ——— تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ"۔

"تم جیسے مہمان بھی تو ہوں ———" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے نوٹوں کی ایک پوری ڈی فرخندہ کے حوالے کر دی۔

"میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ"۔

"اوہ ——— یہ ——— یہ نہیں ڈارلنگ! میں بے ایمان کاروباری نہیں ہوں۔ یہ تو میری ایک ماہ کی ئی ہے۔ اتنے نہیں لوں گی' ورنہ تم مجھے اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرو گے"۔

"تمہاری محبت کے سامنے یہ کاغذ کے حقیر ٹکڑے ہیں۔ رکھ لو فرخندہ! مجھے شرمندہ نہ کرو"۔

"شرمندہ تو میں انہیں لے کر ہو رہی ہوں۔ کاش انسان ان کا اس قدر محتاج نہ ہوتا"۔

"کوئی بات نہیں ڈارلنگ ——— دنیا کا کارخانہ یونہی چلتا ہے۔ اچھا ——— خدا حافظ"۔

"آہ ——— یہ شام کیسی اداس ہو گئی"۔

"ہم پھر کوئی شام ساتھ رکھیں گے"۔

"خدا حافظ" فرخندہ ہمیں باہر تک چھوڑنے آئی اور پھر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سوئیٹر کی طرف چل ےے۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ شام واقعی اداس لگ رہی تھی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ وہ کھڑکی سے منہ نکالے اداس نگاہوں سے سڑکوں پر دیکھ رہا تھا۔

"سردارے!" میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ اس نے میری طرف دیکھا "کی گل اے اوئے ———؟"

"کوئی گل نئیں بادشاؤ" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں استاد ——— ہماری زندگی کیا ہے؟"

"کھانا کھانے کے بعد اسے ہضم کرنا بھی ضروری ہوتا ہے" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد!"

"ہم کھانا کھا کر سو گئے تھے نا' اس لیے ہضم نہیں ہوا ——— اور بدہضمی ایسے ہی خیالات کو جنم دیتی ہے"۔

اوہ ——— شاید یہی بات ہو استاد ——— واقعی بڑی اداس شام ہے۔ ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے ہیں۔ یہ عورتیں۔ ہر ایک بھرپور محبت لے کر ہمارے سامنے آتی ہے' ہم اسے قبول کرتے ہیں اور پھر چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ زندگی کو کہیں قرار کی ضرورت نہیں پیش آتی استاد ——— تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فلسفیانہ انداز میں بتاؤں؟" میں نے کہا۔

"جیسے دل چاہے بتاؤ استاد"۔

"تب پھر یوں سمجھو ——— کہ ہم دنیا کی سب سے حقیر' سب سے بے بس چیز ہیں۔ زمین پر پڑے ہوئے مٹی کے ذرات سوچتے ہیں؟ ان میں سوچنے کی حس ہی نہیں۔ ہماری حیثیت ان سے مختلف نہیں ہے۔ ہوا ان ذرات کو منتشر کرتی رہتی ہے' ان کی جگہیں بدلتی رہتی ہے۔ وہی ہوا حوادث کی شکل میں ہمیں بھی ذرات کی مانند پھینٹ کر رکھ دیتی ہے۔ ذرات سوچتے نہیں' ہم سوچتے ہیں اور یہ سوچ ہماری سزا ہے۔ یہ سوچ ہماری اذیت کو بڑھا دیتی ہے۔ ہم اپنے اس بے حقیقت وجود کو اپنا کہتے ہیں' یہ ہمارا نہیں ہے۔ ہم ہوا

کے قیدی ہیں میرے دوست ——— حالات کی ہوا ——— واقعات کی ہوا ——— ہمارے لیے جو راستہ متعین کر دیتی ہے' وہی ہمارا راستہ ہوتا ہے۔ ہوا کی سازش کو بے اثر بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ سوچنا چھوڑ دو ——— ان ذرات کی مانند بے جان ہو جاؤ۔ اسی طرح سانسوں کی قید میں بسر کر سکتے ہو۔ سوچتے رہے تو اذیتیں بڑھتی جائیں گی"۔

سردارے بغور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ٹھیک کہتے ہو استاد!"

"نہیں سردارے ——— دل کی گہرائیوں سے سنو ——— ہمارے پاس جو کچھ ہے' اسے خرچ کرنے سے کیوں احتراز کریں۔ ہوا ہمیں اذیتیں دے' لیکن ہمارے وجود سے نکلے ہوئے قہقہے ہمارے ہیں ——— مسکراتے رہو۔ اسی طرح ہم ہوا سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں"

"استاد زندہ باد" سردارے نے زوردار نعرہ لگایا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیے۔

"یس ——— یس سر" اس نے سہمے ہوئے انداز میں پیچھے دیکھا۔

"اوہ ——— چلتے رہو میری جان! میرا ساتھی کریک ہے" میں نے ڈرائیور کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ خطرے کی بات تو نہیں ہے" ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی تھی۔

"نہیں۔ اس حد تک نہیں ہے" میں نے مسکرا کر سردارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سردارے بدستور مسکرا رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم سوئیٹ پہنچ گئے۔

اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد ہم دونوں آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ "ایک بات کا قائل ضرور ہوں استاد!" سردارے نے کہا۔ "انسان کے اعصاب حیرت انگیز ہیں۔ ہمارے پورے بدن کا نظام اس طرح ایک دوسرے سے منسلک ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اب تھوڑی دیر قبل کی اور اب کی کیفیت کو لے لو"۔

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "الفاظ ——— ہمارے کانوں کے ذریعے ذہن تک پہنچتے ہیں۔ بظاہر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جسمانی نظام پر اثر انداز ہونے میں وہ کیسی قدرت رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر قبل ذہن پر اداسی تھی' پورا جسم مضمحل ہو رہا تھا۔ تھکن تھکن سی سوار تھی۔ لیکن تمہاری تھیوری دل کو لگی۔ سوچا اور اداسی ڈھل گئی۔ اب طبیعت بڑی ہشاش بشاش ہے"۔

"یہ عجیب بات نہیں ہے سردارے ——— دراصل سارا جسمانی نظام بڑی پیچیدگی سے ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ غم کی کوئی خبر بعض اوقات ایک شدید بیماری بن جاتی ہے اور خوشی کی کوئی خبر ہماری بیماریوں کو دور کر دیتی ہے"۔

"یقیناً" سردارے نے اعتراف کیا پھر بولا "خیر چھوڑو ان باتوں کو ——— اب بتاؤ پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام ———؟"

"ہاں ——— اس کانے کے بارے میں"

"واقعی ———؟"

"سچ کہہ رہا ہوں استاد ——— جب زندگی اتنی بے حقیقت چیز ہے تو پھر ایسی احتیاط بیکار ہے جو کرنا ہے کر ڈالو' باقی زندگی پر چھوڑ دو۔ ہم تو ہواؤں کے غلام ہیں۔ ہوگا وہی جو وہ چاہیں گی"۔

"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا موڈ ٹھیک ہے تو پھر آج تھامپسن کو چیک کیا جائے"۔

"ویسے ایک بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی استاد"

"کیا؟"

"جیکسن کو قتل کرنے کے بعد یہ چند دنوں کا وقفہ تم نے کیوں رکھا ہے؟ کیا تھامپسن اس دوران وہیں رہا ہوگا جہاں کا پتہ ہم نے جیکسن سے معلوم کیا تھا؟"

"سردارے! جیکسن سے ہمیں صرف یہی معلوم کرنا تھا کہ یہاں ہمارا دشمن تھامپسن ہی ہے یا کوئی اور ——— بہرحال اس کا پتہ چل گیا۔ اس کے بعد فوراً" تھامپسن تک دوڑے جانا عقل مندی کی بات نہیں تھی۔ اس دوران میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ تھامپسن کی یہاں کیا حیثیت ہے اور بہرصورت یہ تو پتہ چل گیا کہ وہ یہاں زیادہ طاقتور ہے۔ رہی پتے کی بات ——— تو اول تو اس نے اپنی جگہ نہ چھوڑی ہوگی ——— چھوڑ بھی دی ہوگی تو وہ یہاں منہ چھپا کر نہ رہے گا بلکہ طاقت کے زعم میں ہمیں تلاش کرے گا۔ اس لیے اس تک پہنچنا مشکل کام نہیں ہے"۔

"اوہ ———" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہی بات ہے"

"کیا؟"

"اکثر میں نے اپنا اور تمہارا موازنہ کیا ہے استاد ——— میں نے غور کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں تم سے کون کون سے معاملات میں کمزور ہوں۔ محسوس نہ کرنا استاد ——— میں نے تم سے متاثر ہو کر یہ سوچا تھا۔ بہرحال پتہ چلا کہ تمہارا دماغ ایک گہری جھیل کی مانند ہے جس میں نہ جانے کیا کیا ہے اور میرا دماغ ایسے کٹورے کی مانند جس کے نیچے کچھ نہیں ہے"۔

"اچھا اب فضول باتوں کی بجائے تیاریاں کرو" میں نے کہا اور سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے سلیوٹ مارا ——— اور تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ گرل ونگ کے علاقے میں ہم نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر کر بل ادا کرنے کے بعد آوارہ گردوں کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ ابھی تک سڑکوں پر رونق تھی۔ گو کہر کی وجہ سے ماحول دھندلایا ہوا تھا۔ گرل ونگ میں ایک سو اٹھائیس نمبر کی کوٹھی میں نے پہلے ہی دیکھ لی تھی۔ اس لیے کہر کے باوجود وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

ہم دونوں اس وقت سیسرو اور ینٹو کے میک اپ میں ہی تھے۔ کوٹھی سے کچھ فاصلے پر رک کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا "استاد! سردارے جلدی سے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"عقبی سمت سے" میں نے کہا۔ "او کے چیف ——— یہی کوٹھی ہے نا؟"

"ہاں"

"تب پھر آؤ ——— دیر کس بات کی" سردار مجھ سے زیادہ بے چین نظر آ رہا تھا اور ہم دونوں عقبی سمت چل پڑے۔ چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی۔ دوسرے لمحے ہم اندر تھے۔ کہر میں ڈوبی ہوئی عمارت کی کچھ کھڑکیوں کے شیشوں سے دھندلی روشنی کے عکس جھانک رہے تھے۔ ہماری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اس لیے زیادہ دقت نہیں ہو رہی تھی۔ ہم عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ عقبی دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ ہم اندر پہنچ گئے۔ اور پھر ایک کاریڈور سے گزرتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچ گئے۔ ہال میں روشنی تھی۔ اس ہال میں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں تھیں۔ چوڑی اور صاف ستھری سیڑھیوں پر بے آواز چلتے ہوئے ہم اوپر پہنچ گئے۔ اوپر کئی کمروں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ ہم رک گئے۔

"کچھ اندازہ ہے استاد ——— یہاں کتنے آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے؟"

"اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے سردارے"

"ویسے ہی پوچھ لیا تھا' استاد۔۔۔۔۔۔ یہ مت سمجھنا کہ میں زیادہ آدمیوں سے خوفزدہ ہوں"۔

"میں جانتا ہوں یار۔۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا اور پھر اچانک ہمیں چھپنے کی جگہ تلاش کرنی پڑی۔ ایک دروازہ کھل گیا تھا۔۔۔۔۔۔ ہم دوڑ کر ایک ستون کی آڑ میں ہوگئے۔ کمرے سے ایک قوی ہیکل شخص باہر نکلا۔ وہ پولیس کی وردی میں تھا اور کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔

"خدا حافظ تھامپسن! تم بے فکر رہو"۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔" دوسری آواز تھامپسن ہی کی تھی "میں بے فکر نہیں رہ سکتا؟"

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"

"پریشان۔۔۔۔۔۔ میں کسی بات سے پریشان نہیں ہوں لیکن تم ان کے بارے میں اس طرح گفتگو کر رہے ہو جیسے عام مجرموں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ بس اس لیے مطمئن نہیں ہوں"۔

پولیس افسر دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تھامپسن بھی نکلا۔ لیکن اسے دیکھ کر میں نے اور سردارے نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ تھامپسن بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ گویا اس کی ایک آنکھ کے علاوہ ایک ٹانگ بھی برباد ہو گئی تھی۔

"تم مجھے ان کی اہمیت کا احساس دلا کر کس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہو؟"

"صرف اس بات پر کہ۔۔۔۔۔۔ تم ان کے لیے اونچی سطح پر سوچو"۔

میرا نام گروڈر ہے اور مجرموں کی دنیا میں مجھے کالا شیطان کہا جاتا ہے" پولیس افسر نے کہا۔ "اوہ۔۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے میری جان! لیکن افسوس' وہ تمہیں اس نام سے نہیں جانتے" تھامپسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔ وہ لوگ کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ تھامپسن بڑی دقت سے چل رہا تھا۔

"نہیں جانتے۔۔۔۔۔۔ تو جان جائیں گے" پولیس افسر غرایا۔

"تم بے فکر رہو" پولیس افسر نے کہا۔ اور پھر وہ تھامپسن سے دوبارہ ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔ میں اور سردار خاموش کھڑے تھے۔ تھامپسن چند منٹ کچھ سوچتا رہا پھر وہ بیساکھیوں ہی کے سہارے ایک طرف بڑھ گیا۔ راستے میں ایک جگہ رک کر اس نے بیل بجائی تھی۔

"چلیں استاد؟" سردارے نے سرگوشی کی۔

"ابھی رک جاؤ۔ دیوار میں لگا ہوا بٹن کسی گھنٹی کا بھی ہو سکتا ہے"۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا اور ہم خاموشی سے انتظار کرنے لگے۔ تھامپسن ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ ہمارا خیال درست تھا۔ ایک دبلا پتلا آدمی اسی دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ باہر نکل آیا اور پھر پہلے والے کمرے سے وہ شراب کی ایک ٹرالی دھکیل کر اس کمرے میں لے گیا۔ اس کے بعد وہ باہر نکل آیا۔

ہم خاموشی سے کھڑے تھے۔ اور پھر جب چاروں طرف خاموشی چھا گئی تو ہم آگے بڑھے۔۔۔۔۔۔ لیکن دروازے پر پہنچ کر ٹھٹھک گئے۔ اندر ایک سے زیادہ آدمی تھے۔ تھامپسن کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ آواز بند دروازے سے صاف نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر سردارے کو اشارہ کیا۔

اور اچانک ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ بڑا خوبصورت کمرہ تھا۔ ایک انتہائی عالیشان کرسی پر تھامپسن بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔ بیساکھیاں اس کے قریب تھیں۔۔۔۔۔۔ اور وہ شراب کے جگ سے شراب انڈیل رہا تھا۔ دروازے پر آہٹ سن کر اس نے ہماری طرف دیکھا۔ لیکن ہمیں حیرت تھی کہ کمرے میں کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں تھا۔ البتہ اس کے نزدیک ہی ایک خوبصورت انٹرکام بکس موجود تھا۔ شاید وہ اسی پر بات کر رہا تھا۔ تھامپسن زہریلی نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔ پھر اس نے شراب کا جگ میز پر رکھ دیا اور بڑے اطمینان سے گلاس اٹھا لیا۔ اس نے گلاس سے دو گھونٹ لیے اور پھر ہونٹ خشک کرتے ہوئے بولا:

"آؤ۔۔۔۔۔۔ بہت انتظار کرایا تم دونوں نے"

"کیسے ہو تھامپسن ڈیئر۔۔۔۔۔۔!" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میرے ذہن میں کسی تردد کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہوں۔ لیکن تم درمیان میں کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"درمیان سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"تو کیا تم مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو؟" وہ مسکرایا۔

"نہیں۔ تھوڑا بہت"۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم یہاں آ گئے ہو۔۔۔۔۔۔ جیکسن میرا آدمی تھا۔ لیکن اس کی کارکردگی تسلی بخش نہیں تھی۔ وہ اس انداز میں کام نہ کر سکا جس میں اسے کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔ اسی لیے مارا گیا۔۔۔۔۔۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم نے اس سے میرا پتہ ضرور معلوم کر لیا ہوگا"۔

"اس کے باوجود تم یہاں نظر آ رہے ہو تھامپسن؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ اتفاقات نے تمہارے حوصلے بڑھا دیے ہیں ہیرو! ورنہ تھامپسن اتنا نرم چارہ نہیں ہے جتنا تم نے سمجھا تھا" اس نے رک کر شراب کا ایک گھونٹ لیا۔

"میرا خیال اس سے مختلف ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یعنی۔۔۔۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے اتفاق سے ہی تمہیں دو بار میرے ہاتھوں سے نکلنے کا موقع مل گیا ہے ورنہ میں دشمنوں کی زندگی کا قائل نہیں ہوں"۔

"تیسری بار کے بارے میں کیا خیال ہے؟" تھامپسن نے بڑے سکون سے کہا۔

"اگر کوئی اتفاق نہ پیش آ گیا۔۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور تھامپسن نے ایک قہقہہ لگایا۔ "آدمی دلچسپ ہو۔۔۔۔۔۔ چلو تھوڑی دیر تک ہم دوستوں کے انداز میں گفتگو کریں۔ تمہارے پاس بھی وقت ہے اور میں تو اس وقت بالکل فارغ ہوں۔۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔۔ شراب پسند کرو گے؟"

"دشمنوں سے دوستی نہیں کی جاتی تھامپسن! شکریہ"۔

"اوہ بھئی۔۔۔۔۔۔ وقت کا تعین کر لیتے ہیں۔ صرف پندرہ منٹ تک ہم دوست رہیں گے اس کے بعد پھر دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میری طرف سے اجازت ہے جو دل چاہے کرنا"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"بیٹھو گے نہیں؟"

"نہیں"۔
"چلو ٹھیک ہے۔ تمہارے لیے شراب بناؤں؟"
"نہیں شکریہ"۔
"تمہاری مرضی' ویسے میری جان سیسرو! ہو جیالے۔ بھئ پی گوڈے تمہارے ہاتھ میں چلا گیا۔ میر
اسے چھوڑ دیا۔ چلو یوں سمجھو تو مجھے وہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر میرے پیچھے یہاں تک
کی کیا ضرورت تھی؟"
"میں دشمن کو زندہ دیکھنے کا قائل نہیں ہوں"۔
"تب میری جان! تمہیں کم از کم یہ تو معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ میری یہاں کیا پوزیشن ہے۔ سوئ
لینڈ میرا گھر ہے۔ میں یہاں کسی بھی سڑک پر لے جا کر تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔ تمہیں قتل کر کے تمہا
لاشیں کوٹھی کے سامنے پھینک سکتا ہوں۔ پولیس تمہاری لاشوں کو دیکھے گی' آگے بڑھ جائے گی۔ می
اجازت کے بغیر کوئی ان لاشوں کو اٹھا بھی نہیں سکتا"۔
"ان باتوں کی میں نے کبھی پرواہ نہیں کی"۔
"دلیری اچھی چیز ہے لیکن عقل ساتھ رہے تو بہتر ہے"۔
"مشورے کا شکریہ تھامپسن! میرا خیال ہے' تم شراب کا یہ گلاس جلد ختم کر لو"
"کیوں؟"
"ظاہر ہے' یہ تمہارا آخری وقت ہے اور شاید آخری گلاس بھی"۔
"اوہ۔ نہیں' میری جان ابھی نہیں۔ مجھے کچھ اور باتیں کر لینے دو"۔
"شاید تم اپنے آدمیوں کا انتظار کر رہے ہو؟"
"نہیں میری جان —— میرے بلائے بغیر یہاں کوئی نہیں آئے گا' بے فکر رہو"۔
"اور کیا بات ہے؟"
"میں بہرحال تمہاری دلیری کا قائل ہوں۔ اس لیے تم دونوں کو ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں"۔
"کرو"۔
"تم جس کے لیے بھی کام کر رہے ہو' میں اس کے بارے میں تم سے کبھی نہیں پوچھوں گا۔ تمہیں ج
کچھ مل رہا ہے' میری طرف سے ففٹی پرسنٹ اس میں اضافہ کر لو۔ رئیسوں کی طرح زندگی گزارو او
میرے لیے کام کرو"
"بس؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"ہاں۔ اگر پیشکش کم ہے تو اس میں اپنی طرف سے جو چاہو اضافہ کر لو —— تھامپسن شہنشاہ
ہے۔ تم نے ایسے لوگ بھی نہ دیکھے ہوں گے جو اپنے دشمنوں سے اس قدر محبت کرتے ہوں"۔
"مجھے بھی تم سے بہت محبت ہے کانے شہنشاہ! بلکہ اب لنگڑے بھی —— لیکن اس وقت تم کیا کہو
گے جب میں تمہیں بتاؤں کہ میں خود اپنے لیے کام کر رہا ہوں"۔
"میں نے اب بھی تمہاری بات کا برا نہیں مانا ہے کیونکہ بہرحال ابھی بزنس کی گفتگو جاری ہے ——
تو یوں کرو کہ تم اپنا بزنس میرے بزنس میں ضم کر دو۔ تمہیں جتنی بھی آمدنی ہوتی ہے' اسے بلا رسک مجھ
سے لے لو"۔

"اب صرف ایک پیشکش اور کر دو تھامپسن' تاکہ بات ختم ہو جائے"۔
"ہاں —— ہاں کہو"
"تم اجازت دو کہ ہم جلد از جلد تمہیں گولی مار کر سارے جھگڑوں سے آزاد کر دیں۔ ہمیں یہاں آئے
ئے کافی دیر گزر چکی ہے" میں نے کہا۔
"گویا تمہیں میری کوئی پیشکش قبول نہیں ہے؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔
"تب —— پھر —— تب پھر —— میرا قرض تمہارے اوپر باقی ہے۔ میں تمہیں قتل نہیں
روں گا۔ کیونکہ اس میں کیا مزہ آئے گا۔ تم مر جاؤ گے اور میں کچھ عرصے کے بعد تمہیں بھول جاؤں
—— میں تم دونوں کو یہاں سے کچھ دور لے جاؤں گا' جزیرہ گیسپن ایک خوبصورت جگہ ہے'
ہیں پسند آئے گی۔ وہاں ایک مخصوص ذریعے سے تمہاری ٹانگیں خشک کرا دوں گا۔ تم اپنی مضبوط ٹانگوں کو
یکھ رہے ہو —— ان پر سے گوشت اتر جائے گا اور خشک نلیاں رہ جائیں گی۔ تم ہمیشہ کے لیے اپاہج ہو
ؤ گے اور پھر بھیک مانگنے کے علاوہ تم اور کیا کرو گے۔ ہاں ایک خاص بات اور' میں تمہیں یہاں سے نکلنے
ی نہ دوں گا۔ اپاہجوں کے مرکز میں تمہیں داخل کرانا میرا کام ہے"۔
"خوب۔ مائی ڈیئر تھامپسن تم شاید خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو؟"
"نہیں۔ حقیقت' میری جان —— ایک مکمل حقیقت۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔ یہ بہت بری
ات ہے کہ تم ماحول پر نگاہ نہیں رکھتے" تھامپسن نے کہا اور ہم دونوں چونک پڑے۔
اور پھر میں نے گہری سانس لی۔ نہ جانے کیوں مجھے پہلے بھی احساس ہو رہا تھا کہ تھامپسن کا سکون غیر
فطری ہے۔ بہرحال اب اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ گول ہال کی دیواروں میں کئی آدھے آدھے دروازے
کھل گئے تھے اور ہر دروازے میں ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ سارے پستول
ہماری طرف ہی اٹھے ہوئے تھے۔
"کیا خیال ہے؟ تھامپسن نے قہقہہ لگایا۔
"ٹھیک ہی ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔ درحقیقت میں نے اس وقت اپنے آپ کو احمق محسوس کیا
تھا۔ زیادہ خود اعتمادی بھی حماقت ہوتی ہے۔
سردارے بھی خاموش کھڑا تھا۔ ایسی حالت میں کوئی بہادری دکھانا نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا۔ ہم بے
دست و پا ہو کر رہ گئے تھے۔
"آ جاؤ ——" تھامپسن نے کہا اور دروازوں میں کھڑے ہوئے آدمی آگے بڑھ آئے۔ ویسے
بہت عمدہ ترکیب تھی۔ بظاہر دیواروں میں دروازوں کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ "تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری
آمد سے لاعلم ہوں"
"اس وقت تو لاعلم ہی تھے تھامپسن ڈیئر —— جب تم اس پولیس افسر سے اپنی بے چینی کا اظہار
کر رہے تھے" میں نے جواب دیا۔
"ہاں۔ یہ حقیقت ہے لیکن میرے ساتھیوں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ جونہی میں اندر داخل ہوا' انہوں
نے انٹرکام پر اطلاع دی۔ اور اس کے بعد مورچے پر پہنچ گئے"۔
"ٹھیک ہے تھامپسن —— اب کیا چاہتے ہو؟"

"جو چاہتا ہوں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میری پہلے والی پیشکش ختم ہو گئی ہے۔ ہاں اب تمہیں بچا
سے کوئی نہ روک سکے گا۔ چلو! انہیں نہتا کر دو" تھامپسن نے کہا۔

"ہاتھ اٹھاؤ" تھامپسن کا ایک آدمی غرایا۔ اور ہم نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ہماری جیبوں میں جو
نکال لیا گیا اور پھر ہم سنبھل بھی نہ سکے۔ اچانک تھامپسن کے دو آدمیوں نے گردن کی مخصوص
پستول کے دستے مارے تھے۔

"گڈ——— نائٹ——— استا......" سردارے کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے
بھی کوئی احساس نہ رہا۔ پہلی مرتبہ ہم شکار ہو گئے تھے۔ نہ جانے ہماری بے ہوشی کس قدر طویل
بہرحال آنکھ کھلی تو چڑیوں کی چہچہاہٹ کانوں میں گونج رہی تھی۔ ایک بڑی کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس
سویرا جھانک رہا تھا۔ آسمان پر کوئی چمک نہیں تھی بلکہ ایک انوکھی سی کجلاہٹ تھی جو ذہن کو تازہ
تھی۔ میں بستر پر پڑا اس انوکھی صبح کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور گردن پر ایک
اٹھی۔ اور یہ ٹیس یادداشت یا حواس واپس لے آئی۔ پہلے تو اس بستر ہی کا احساس ہوا۔ نرم فوم کا بستر
میں نے کمرے کو دیکھا۔ انتہائی اعلیٰ پیمانے پر آراستہ کمرہ تھا۔ کمرے کو ہی دیکھتے ہوئے سردارے
پڑی۔ جو میرے برابر ہی ایک دوسری مسہری پر لمبی تانے سو رہا تھا۔ اس نے نرم تکیہ گھٹنوں میں دبایا
کمرے میں ایک دروازہ تھا جو یقیناً باہر سے بند ہو گا۔

سارے واقعات یاد آئے اور میں نے بوکھلا کر اپنی ٹانگوں کو دیکھا——— لیکن کوئی خاص بات
تھی۔ ٹانگیں بدستور کام کر رہی تھیں۔ اتنی جلدی تو کچھ ہونا بھی مشکل تھا۔ بہرحال اس بار بے چینی
میں بستر سے نیچے اتر آیا۔ اس کھلی ہوئی کھڑکی کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اسے کھلا کیوں چھوڑ دیا
میں کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ مکان کی دوسری منزل تھی۔ لیکن کھڑکی اتنی اونچی نہیں تھی کہ اس سے
کی کوئی ترکیب ہی نہ کی جا سکے۔ خاصا طویل و عریض مکان تھا۔ نیچے صحن تھا اور پھر ایک چھوٹا سا خوبصورت
لان لیکن کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ کئی منٹ میں کھڑکی کے قریب کھڑا رہا پھر سردارے کے قریب پہنچ

"سردارے!" میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"اوں——— ہوں، سونے دو یار" سردارے بڑبڑایا اور اس نے کروٹ بدل لی۔

"اٹھ جائیے جہاں پناہ! دشمن نے حملہ کر دیا ہے" میں نے کہا۔

"سونے بھی دے"۔

"آپ کو خدا کا واسطہ" میں گڑگڑایا۔

"ایں———؟" سردار کو کچھ کچھ ہوش آنے لگا۔

"اٹھ جائیے سرکار"

"اچھا" اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھتا رہا——— سوچتا رہا۔ اور پھر ارے باپ رے کہہ کر
پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے مسہری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اور پھر احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے

"حواس درست کرو سردارے!" میں نے سرزنش کی۔

"مگر——— مگر استاد———"

"تھامپسن——— ماشاء اللہ——— مگر استاد——— ہم تو اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہیں"۔

"ہاں، ابھی تک تو"۔

"ویسے برے پھنسے استاد!"

"ہوں۔ وہ کھڑکی دیکھ رہے ہو"

"ہاں——— کیوں؟"

"ہم بہ آسانی اس سے نیچے اتر سکتے ہیں"۔

"ارے تو پھر آؤ———" سردارے کھڑکی کی طرف لپکا۔ لیکن میں نے عقب سے اسے پکڑ لیا۔

"ابھی تک حواس درست نہیں ہوئے۔ دروازہ تو دیکھو——— کھلا ہے یا بند؟"

"تم نے نہیں دیکھا؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ اور سردارے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ہینڈل گھمایا اور
دروازہ کھل گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر ہم دونوں دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ باقاعدہ مکان
تھا ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ کچن میں پہنچے تو کھانے پینے کی ساری چیزیں موجود تھیں۔ الیکٹرک کے
چولہے پر ایک سفید کاغذ رکھا تھا۔

میں لپک کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ کاغذ پر درج تھا "ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ پکاؤ کھاؤ عیش
کرو"۔

"سردارے" میں نے سردارے کو آواز دی۔ اور سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "پکاؤ کھاؤ عیش
کرو"۔

"گولی مارو کھانے پکانے کو استاد——— نکل چلو یہاں سے"

"تب——— پہلے تم——— غسل کر لو——— جاؤ———" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد؟"

"غسل کر آؤ——— سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا——— جاؤ" میں نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا اور
سردارے باہر نکل گیا۔ میں نے کچن سنبھال لیا تھا۔ فرج میں انڈے اور دوسری ساری چیزیں موجود تھیں۔
میں نے انڈے توڑے اور ناشتہ تیار کرنے لگا۔ کیتلی میں کافی کے لیے پانی چڑھا دیا تھا۔ اور پھر سردارے کے
آنے تک میں نے عمدہ قسم کا ناشتہ تیار کر لیا۔

"استاد!" سردارے آتے ہی بولا۔

"ہوں"

"اس طرح کھلا چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ ان لوگوں کو اپنے انتظامات پر
ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے"۔

"نہانے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میری بات درست ہے نا؟"

"ناشتہ لگا لو برخوردار——— باقی جوابات میں بھی غسل کے بعد ہی دے سکوں گا" میں نے
کہا——— اور سردارے میری شکل دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے گردن ہلا دی۔

باتھ روم بھی اعلیٰ پائے کا تھا۔ گرم پانی سے بہترین غسل کیا اور بدن کی ساری تھکن نکل گئی۔ پھر لباس
پہن کر باہر آ گیا۔ سردارے ناشتے پر منتظر تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔

"استاد! نکلنے کے امکانات کا جائزہ بھی نہیں لو گے؟"

"تو پھر ناشتے کے بعد سونے کا ارادہ ہے کیا؟"

"لیکن ان کا اعتماد ـــــــ!"

"بلاوجہ نہ ہوگا" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے ہم یہاں سے نکل سکیں گے؟"

"خوفزدہ ہو سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوف کی ایسی تیسی استاد۔ تم سوچ سکتے ہو" سردارے بگڑ گیا۔

"بس تو فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا!" میں نے کافی پیتے ہوئے ک
سردارے بھی خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ یوں ہم اطمینان سے ناشتے سے فارغ ہوگئے اور پھر میں نے ک
ہوتے ہوئے کہا "ایک کام مکمل ہوگیا' اب دوسرے کام کی ابتداء کی جائے" سردارے بھی کھڑا ہوگ
دونوں باہر نکل آئے۔ مکان کے چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں۔ ان کے اوپری حصوں میں لو
پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ صرف ایک پھاٹک تھا جو چمکدار اسٹیل کا بنا ہوا تھا۔ پھاٹک میں باہر تالا لگا ہوا تھا
ان دیواروں اور پھاٹک کو دیکھتا رہا۔ "یہ پھاٹک اور دیواریں ناقابل عبور تو نہیں ہیں" میں نے انہیں
ہوئے آہستہ سے کہا۔

"اوپر سے کودنے میں بیس سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگیں گے استاد" سردارے نے سینہ پھلاتے ہو
اور پھر پھاٹک کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو سردارے" میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔

"کیوں استاد! کوئی اور ترکیب ذہن میں آئی ہے؟"

"نہیں۔ لیکن جلد بازی مت کرو۔ ان کے اعتماد پر بھی تو غور کرلو"

"ارے تھامپسن خود تو کانا ہے' اب لنگڑا بھی ہوگیا ہے' وہ خود یہ کام نہیں کرسکتا ـــــــ دو
سے بھی ـــــــ" اور سردارے کی زبان رک گئی۔ اچانک ایک سنسنی خیز واقعہ پیش آگیا۔

ایک آبی پرندہ عقب سے آیا تھا۔ شاید مکان کی کسی دیوار پر آبیٹھا تھا اور وہاں سے اترا تھا۔ ا
اڑان اتنی نیچی تھی کہ وہ پھاٹک سے ٹکرا گیا۔ روشنی کا تیز جھماکا ہوا اور پھر یہ روشنی دیوار کی بلندی
ہوئی اسٹیل کی پٹیوں سے گزر کر مکان کے چاروں طرف گھوم گئی۔

ہم دونوں ساکت رہ گئے۔ پرندے کی لاش ایک سیاہ کوئلے کی شکل میں پھاٹک سے چپکی رہ گئی
میں نے آنکھیں بند کرکے ایک گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے کہا "کسی بھی سلسلے میں جلد بازی
مت لو سردارے۔ ہم تھامپسن کو بغلیں بجانے کا موقع نہیں دینا چاہتے"۔

"بہت ہی بداخلاق انسان ہے چیف" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"کم بخت کو ایک بورڈ ہی لگا دینا چاہیے تھا کہ اس راستے سے نکلنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہاں ر
کرنے کا معقول انتظام ہے" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"ہمیں خود سوچ لینا چاہیے تھا۔ تھامپسن نے اسے بھرے پرے مکان میں یونہی ہمیں آزاد نہ
دیا ہوگا"۔

"پھر اب استاد؟"

"آؤ واپس چلیں۔ ہمارا کیا ہے' آرام کریں گے۔ دیکھیں تھامپسن کب تک ہماری مہمان داری کرتا
" اور ہم واپس مکان میں آگئے۔ آمنے سامنے دو آرام کرسیوں پر بیٹھ کر ہم سوچ میں ڈوب گئے۔
کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا "بہت لمبی سوچ ہوگئی استاد!"

"کوئی خاص بات نہیں"

"کیا فیصلہ کیا پھر؟"

"انتظار ہی کرنا پڑے گا سردارے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"حالات کا؟"

"نہیں' تھامپسن کا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے' کیا ہم سے غلطی ہوئی ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ اس تھامپسن کی تو ایسی تیسی' ہم اس کی خدمت کریں گے۔ بس
موقعے کی بات ہے۔ ویسے استاد' اس بار اگر وہ سامنے آئے تو تم میرے اوپر کوئی پابندی مت لگانا"

"کیا مطلب؟"

"کانے راجہ کو تو روانہ کر ہی دوں گا' اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا"

"نہیں سردارے۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا"۔

"کیوں استاد؟"

"دیکھو سردارے' ہماری اس سے کوئی ایسی دشمنی تو ہے نہیں جس سے کوئی جذباتی معاملہ وابستہ ہو'
لہ غور کرو ہم نے ہی اسے بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ کانا تھا' لنگڑا بھی کردیا اور پھر پی گوڈے میں اس کا
اربار بھی تباہ کردیا۔ ایسی شکل میں وہ جو کچھ بھی نہ کرے' کم ہے۔ رہا ہمارا معاملہ' تو ہمیں بس چالاکی سے
ام لے کر پہلے اپنی جان بچانے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی اگر کام بن جانے کا چانس مل
جائے تو یوں سمجھو وہ منافع والی بات ہے۔ ایسا کوئی رسک لینا تو بیکاری ہے"۔

"بات تو ٹھیک ہے استاد"۔

"چنانچہ ایک بات کہتا ہوں کہ جلد بازی سے کوئی کام نہیں کرنا"۔

"جو استاد کی رائے"۔

اور میں خاموش ہوگیا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں پھر خاموش بیٹھے رہے' پھر اچانک میں چونک پڑا اور میں
نے سردارے کو مخاطب کیا۔ سردارے میری طرف متوجہ ہوگیا۔ "کیا اس مکان کی چھت نہیں ہوگی
سردارے؟"

اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ سوال ہی ایسا تھا۔

"کیوں نہیں ہوگی استاد"۔

"ارے تو پھر اس تک پہنچنے کا راستہ بھی ہوگا!"

"یقیناً"!

"تو کیا وہاں سے قرب وجوار کے مناظر نظر آتے ہوں گے؟"

"وہ بھی نظر آتے ہوں گے"۔

"تو پھر ہم یہاں جھک کیوں مار رہے ہیں' چھت پر چل کر کیوں نہیں دیکھتے" میں کھڑا ہوگیا اور
سردارے بھی میرے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ ہم دونوں چھت تک جانے کا زینہ تلاش کرنے لگے۔ نہ جانے

کیوں کوئی باقاعدہ زینہ نہیں رکھا گیا تھا۔ ہاں ایک سوراخ ضرور تھا جس کے قریب لوہے کی سیڑھی رکھی تھی۔

دوسرے لمحے ہم چھت پر تھے اور ہمارا انداز درست تھا۔ چھت سے دور دور تک کے مناظر نظر آتے تھے۔ یہ جزیرہ تھا۔ شاید تھامپسن نے اس کا نام گیسپن لیا تھا۔ بہت چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ کسی بھی کام لیے بے کار۔ شاید اسی وجہ سے اسے حکومت نے اپنی تحویل میں نہیں لیا تھا۔ ممکن ہے کسی کی ذاتی ملکیت ہو۔ شاید تھامپسن کی!

لیکن تھامپسن اتنی اونچی چیز نظر نہیں آتا تھا۔ جزیرے میں چار پانچ عمارتیں تھیں۔ ویسے وہاں خوب عمدہ لگایا گیا تھا۔ پھلوں کے درخت اور پھولوں کے تختے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ا جگہ گھاس کا ایک میدان بھی بنایا گیا تھا' جو یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کہیں کہیں اکا دکا افراد نظر آر تھے۔ باقی پورے جزیرے پر ایک بھی اسٹیمر یا کشتی موجود نہیں تھی۔ سمندر دور تک سنسان تھا۔ "از جزیرہ ہے۔ آخر یہاں ہو تا کیا ہے؟" سردارے نے کہا۔

"خدا معلوم" میں نے بیزاری سے کہا۔ نہ جانے کیوں اب مجھے کسی قدر کوفت ہونے لگی تھی۔ اگر چھ دن تک یہاں رہنا پڑ گیا تو زندگی عذاب بن جائے گی اور اگر تھامپسن واقعی ذہین آدمی ہے تو ہم بدلہ لینے کے لیے اسے یہ قدم ضرور اٹھانا چاہیے لیکن اس کے بعد کیا ہو گا' کیا اس آرام دہ مکان میں قید ر ہم پاگل نہ ہو جائیں گے۔

"استاد!" اچانک سردارے نے میرا شانہ دبایا۔

"ہوں" میں نے گردن گھمائی۔

"ہیلی کاپٹر" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں چونک پڑا۔ میں نے بھی اس کے اشارے سمت دیکھا۔ یقیناً" ہیلی کاپٹر تھا۔ ابھی بہت دور تھا اور چھوٹا نظر آ رہا تھا لیکن اس کا رخ ادھر ہی تھا۔

"ادھر ہی آ گیا ہے استاد!"

"ہاں" میں نے مختصراً" کہا۔

"کیا خیال ہے' کیا اس میں تھامپسن ہو گا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے"

"آ تو جائے استاد وہ چور کی اولاد' نپٹ لوں گا اس سے"۔

"سردارے نے سینہ پھلاتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' خاموشی سے ہیلی کاپٹر طرف دیکھتا رہا جو اب نمایاں ہو گیا تھا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت ہیلی کاپٹر گھاس کے میدان کے اوپر پہنچ گیا۔ پھر وہ نیچے اترنے لگا ہم لوگ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ بالآخر ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا اور پھر اس کی مشین بند ہو گئی۔ جزیرے نظر آنے والے اکا دکا افراد میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ ہم خاموشی سے ہیلی کاپٹر طرف دیکھتے رہے۔ پائلٹ کے علاوہ چار افراد نظر آ رہے تھے۔ سب سے پہلے دو آدمی نیچے اترے۔ میں خاص نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ اعلیٰ درجے کے سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ لیکن جسامت میں دیو نظر آ تھے۔ بالکل سڈول بدن تھے لیکن سینے اور کلائیوں پر گوشت کے تودے جمے ہوئے تھے۔ بے حد طاقتور آتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے سہارا دے کر تھامپسن کو نیچے اتارا۔ دوسرے نے اس کی بیساکھیا

لی تھیں۔ سہارا دینے والے نے تھامپسن کا سارا بوجھ خود سنبھال لیا تھا۔ پھر جب بیساکھیاں اس کی میں پہنچ گئیں تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

لیکن جب چوتھی ہستی نیچے اتری تو میری اور سردارے کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ میرا دل زور دھڑک اٹھا اور سردارے نے منہ پھاڑ کر میری طرف دیکھا۔

"استاد!" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ لیکن حقیقت ہے کہ میں شدید حیرت کی وجہ سے اسے کوئی ب نہیں دے سکا تھا۔ وہ ڑولی ژاں تھی۔

حسین ڑولی ژاں' جو انتہائی حسین لباس میں اتنی ہی پروقار نظر آ رہی تھی۔ "استاد!" سردارے نے پھر آواز دی۔

"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ــــــ یہ تو وہی ہے ــــــ تمہاری والی!"

"ہاں!"

"مسکرا بھی رہی ہے"۔

"آؤ' نیچے چلیں۔ وہ یقیناً" ادھر ہی آئیں گے"

"مگر استاد! یہ عورت ــــــ یہ عورت ــــــ!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا سردارے۔ براہ کرم خاموش رہو"

میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ ذہنی حالت میری بھی ٹھیک نہیں تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ڑولی ژاں کہاں سے آ گئی۔ اس عورت کو غلط سمجھنا میرے بس کی بات نہیں تھی لیکن پھر ــــــ حالانکہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے تھامپسن کو زخمی کیا تھا' بلکہ گولی تو قتل کرنے کے لیے ہی چلائی گئی تھی۔ تھامپسن خوش نصیب تھا کہ بچ گیا تھا۔ ورنہ ــــــ اوہ' تب پھر ڑولی ژاں مجبوراً" ہی اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

لیکن وہ تو پی گوڈے میں تھی' یہاں کہاں سے آ گئی۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے لیکن اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا۔

ہم نیچے پہنچ گئے اور آرام سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چند منٹ کے بعد اچانک سردارے نے کہا "استاد! ایک غلطی ہو گئی"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمیں چھت پر رک کر یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ وہ لوگ اندر داخل ہونے کے لیے دروازے کا کرنٹ کس طرح ختم کرتے ہیں"۔

"اوہ! دیر میں سوچا سردار۔ خیر پھر سہی" میں نے سردارے کی بات کو سراہتے ہوئے کہا۔ ہمیں قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ جس میں بیساکھیوں کی کھٹ کھٹ نمایاں تھی۔ تب ہم نے بیٹھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور خود دروازے پر آ گئے۔ ہم نے خود ہی دروازہ کھول دیا تھا۔

سب سے آگے تھامپسن اور ڑولی ژاں تھے لیکن ہمارے سامنے آتے ہی دونوں پہلوان ٹائپ کے آدمی سامنے آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے اور وہ تضحیک آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

"ہیلو! کیا حال ہے بہادرو؟" تھامپسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہیں مسٹر تھامپسن" میں نے فوراً جواب دیا۔
"کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی یہاں؟"
"نہیں اس معاملے میں آپ بے حد شریف انسان ہیں"۔
"بہت سے معاملات میں' میں بے حد شریف انسان ہوں لیکن بدبخت لوگ میری شرافت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نہ جانے کیوں وہ مجھے شریف سمجھنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اور وقت گزر جاتا ہے۔ میں ہمیشہ تو شرافت کا مظاہرہ کرنے سے رہا۔ کیوں ژولی! تمہارا کیا خیال ہے؟"
"میں کیا کہہ سکتی ہوں" ژولی ژاں نے خشک سے لہجے میں کہا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی نہیں پیدا ہوا تھا۔
"ژولی ڈارلنگ! میرا خیال ہے ان لوگوں کا کیس میں تمہارے حوالے کر دوں۔ تم ان کے بارے مناسب فیصلہ دو گی اور میں تمہارے فیصلے کا خیر مقدم کروں گا"۔
"تھامپسن! تم جانتے ہو میں الجھنوں میں پھنسنے کی قائل نہیں ہوں' نہ ہی مجھے ان معاملات کا تجربہ ہے"۔
"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے لیکن پی گوڈے کے شہنشاہ کو تو تم جانتی ہی ہو گی؟"
"تھامپسن کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے" ژولی مسکرا کر پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہو بولی۔
"ارے نہیں ——— ارے نہیں۔ مسٹر سیسرو برا مان جائیں گے۔ تم انہیں پی گوڈے کا شہنشاہ کہ آج کل وہاں ان کا سکہ چلتا ہے" تھامپسن ژولی ژاں کی بات پر خوش ہوتے ہوئے فخریہ انداز میں بولا۔
"وقتی طور پر چور ڈاکو' شب خون مارتے ہی رہتے ہیں لیکن کیا وہ شہنشاہ کہلانے لگتے ہیں؟"
"بہت خوب ——— اور آپ مادام ———" سردارے سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑا لیکن دوسر لمحے میں نے غراتے ہوئے کہا:
"تم فضول باتوں سے پرہیز کرو گے پنٹو' صرف ان لوگوں کو بولنے دو۔ ہمیں بولنے والوں کی بر تسلیم کرنا پڑے گی" اور ژولی ژاں کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں سکو نظر آنے لگا تھا۔
"تو پھر ژولی' تم پی گوڈے پر میری حکومت تسلیم کرتی ہو؟"
"پورا پی گوڈے تسلیم کرتا ہے میں ہی کیا۔ سب کا خیال ہے کہ سیسرو کا تسلط وقتی ہے۔ کوئی ہے تھامپسن کے مقابلے پر ٹک سکے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ تھامپسن بہت جلد واپس آئے گا اور سیسرو کو سے اکھاڑ پھینکے گا۔ یہی وجہ ہے تھامپسن کہ پی گوڈے کے لوگ سیسرو کے متعین کیے ہوئے آدمیوں سے تعاون نہیں کرتے۔ وہ تھامپسن کی دشمنی کسی طور نہیں چاہتے"۔
"سن رہے ہو سیسرو اس کے باوجود تم خود کو کچھ سمجھنے لگے تھے"۔
"کام کی بات کرو تھامپسن ان باتوں میں کیا رکھا ہے"۔
"اب کام کی بات کون سی ہو سکتی ہے میری جان۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم دنیا کے اتنے انوکھے انسا ہو کہ میں پھر تمہیں کوئی پیشکش کروں گا۔ وہ تمہارے لیے پہلا اور آخری چانس تھا۔ اب تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے جو میں تمہیں بتا چکا ہوں"۔

"تو پھر اب ان فضول باتوں سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"ابھی تو میں چند روز اپنے طور پر تفریح کروں گا' اس کے بعد ڈاکٹر فلیک آئے گا اور پھر ——— چند ہی روز کے بعد تم سوئٹزر لینڈ کی سڑکوں پر ہو گے۔ برن کے گلی کوچے تمہاری آوازوں سے گونجیں گے' یہاں تک کہ اپاہج خانے کے منتظم تمہیں گاڑی میں بٹھا کر لے جائیں گے۔ ژولی ڈارلنگ! آؤ' تمہیں ایک عمدہ کھیل دکھاؤں"۔
"تھامپسن واپس مڑ گیا اور پھر اس نے دوسری طرف رخ کیے کیے کہا "پوٹو! ان لوگوں کو ڈانسنگ ہال میں لے آؤ"۔
"یس چیف" دونوں پہلوانوں میں سے ایک نے کہا اور وہ دونوں ہماری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔
تھامپسن ژولی ژاں کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ تب ان دونوں نے پستول سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:
"آؤ دوستو!" اور ہم خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑے۔ جس ہال میں ہمیں لے جایا گیا' ہم اسے پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ خاصی بڑی جگہ تھی۔ پورا ہال خالی تھا۔ ایک طرف چبوترہ سا تھا جس پر صرف دو کرسیاں پڑی تھیں' ایک چھوٹی میز رکھی ہوئی تھی جس پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ شاید ژولی ژاں نے یہ شراب یہاں لا کر رکھی تھی۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو تھامپسن نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا اور پھر بوتل کا کاک کھول کر اس نے دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور اپنا گلاس اٹھا لیا۔ "اوکے پوٹو۔ کھیل شروع کرو" اور دونوں پہلوانوں نے گردن جھکائی اور پھر سیدھے ہو گئے۔ "پستول مجھے دے دو۔ خیال رہے کہ تمہارا شکار مفلوج نہیں ہے۔ یہ پستول نکال بھی سکتے ہیں"۔
"یس چیف!" دونوں آگے بڑھے اور پھر انہوں نے اپنے پستول تھامپسن کے سامنے رکھ دیے۔ تھامپسن نے ایک پستول اپنی طرف سرکا لیا اور دوسرا ژولی کی طرف۔ "میں دشمن کو کمزور سمجھنے کا عادی نہیں ہوں ژولی۔ ضرورت محسوس ہو تو تم اسے استعمال کر سکتی ہو" تھامپسن نے کہا اور ژولی نے مسکراتے ہوئے پستول تھام لیا۔ پھر اس نے شراب کا گلاس اٹھایا اور اس کا ایک چھوٹا سا سپ لیا۔
"اسٹارٹ!" تھامپسن بولا اور دونوں پہلوانوں نے کوٹ اتار دیے۔ ٹائیاں کھول دیں اور ان دونوں چیزوں کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ وہ پیروں میں فٹ بال کھیلنے والے شوز پہنے ہوئے تھے۔ جن کی ٹو آگے سے سخت اور اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ تب وہ دونوں ہمارے سامنے آ گئے۔ "ہوشیار سردارے۔ یہ دونوں جو جستجو ایکسپرٹ معلوم ہوتے ہیں۔
"ہاہا ———" سردارے نے ایک خوفناک بڑک لگائی اور پھر اس نے جو جستجو ہی کا ایک داؤ مار دیا۔ سامنے والے کو اس کا اندازہ بھی نہ تھا کہ مقابل پہلے ہی حملہ آور ہو جائے گا۔ سردارے کی لات اس کے منہ پر پڑی اور اس کے سامنے کے دانت ہل گئے۔ اس کی ٹھوڑی پر خون کی لکیریں رینگ آئی تھیں۔
اور میرا دل چاہا کہ میں سردارے زندہ باد کا زوردار نعرہ لگاؤں لیکن اس کا موقع نہیں تھا کیونکہ میری ذرا سی غفلت مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ میرے مقابل نے بھی انتظار نہ کیا۔ وہ ہوا میں اچھلا اور اس نے ایک زوردار ٹھوکر میری ران میں ماری۔ لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ مزہ آ گیا تھا لیکن میں نے برداشت کیا اور جونہی وہ دوبارہ اچھلا' میں زمین پر لوٹ لگا کر اس کی ٹانگوں میں گھس گیا۔ اس کی ٹانگوں میں قینچی پھنسا کر میں نے زور سے بل دیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔
مجھے اعتراف ہے کہ سردارے اس وقت قیامت ڈھا رہا تھا۔ بلاشبہ اس کا مقابل میرے مقابل سے کم

طاقتور نہیں تھا۔ لیکن سردارے نے ابھی تک اس کا ایک بھی ہاتھ نہیں کھایا تھا۔ وہ پھرتی سے اس کے وار خالی دے رہا تھا اور خود ایک آدھ وار کرتا جاتا تھا۔ ہاں ایک بات کا خیال ہم دونوں نے رکھا تھا۔ وہ یہ کہ ان سے قریب نہ ہونے پائیں۔ اگر ہم ان سے گتھ گئے تو پھر جان بچانا مشکل تھا۔ کیونکہ بہرحال وہ جسامت میں ہم سے کہیں زیادہ تھے۔

تھامپسن شراب پینا بھول گیا تھا۔ وہ بڑی دلچسپی سے ہم دونوں کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کے منہ سے آواز بھی نکل جاتی تھی۔

اور پھر اچانک ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ نہ صرف میرا مقابل' بلکہ میں بھی رک گیا۔ سردارے کے مقابل کی چیخ ایسی ہی دہشت ناک تھی اور ہم نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ وحشی سردارے نے اپنے مقابل کی ایک آنکھ پھوڑ دی تھی اور اس کی آنکھ کے غار سے خون ابل رہا تھا۔

صرف ایک لمحہ ------ دوسرے لمحے میں نے اپنے مقابل کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کی اور وہ اچھل کر اپنے ساتھی پر جا گرا۔ اسی لمحے سردارے نے اچھل کر ایک لات اپنے مقابل کی پیشانی پر رسید کر دی۔ "او------ کتے------ کتے!" تھامپسن کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے سامنے رکھے ہوئے پستول پر ہاتھ مارا لیکن ژولی ژاں نے پھرتی سے تھامپسن کا پستول اٹھا لیا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے پستول کا رخ تھامپسن کی طرف کر دیا اور بولی: "نہیں مسٹر تھامپسن۔ یہ اصول کے خلاف ہے"۔

"کیا؟" تھامپسن دہاڑا لیکن ژولی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"انہوں نے تمہارے لڑاکوں کو شکست دی ہے" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"لیکن تو تو میرے اوپر پستول تانے ہوئے ہے" تھامپسن غرایا۔

"ہاں۔ بے اصول مجھے پسند نہیں"۔

"پستول پھینک دے ژولی' ورنہ میں تمہیں غداروں میں شمار کروں گا"۔

"تم گدھے ہو تھامپسن۔ میں تمہارے وفاداروں میں کب تھی؟" ژولی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اوہ! کتیا------ کتیا" تھامپسن نے اپنی بیساکھی اٹھانے کی کوشش کی لیکن ژولی کا نشانہ غضب کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر ہوا اور گولی نے تھامپسن کی کلائی توڑ دی۔

اب چیخنے والوں میں تھامپسن بھی شامل ہو گیا۔ سردارے حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا تھا اور میری آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔

ہمارے مقابل اب اس قابل ہی نہ تھے کہ کھڑے ہو سکتے۔ وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں پڑے تھے۔ تھامپسن بے بسی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ بیساکھی کے بغیر وہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور اب ایک ہاتھ بھی بے کار ہو گیا تھا۔

پھر اچانک ایسا لگا جیسے تھامپسن اپنی ساری تکلیف بھول گیا ہو۔ اس نے اکلوتی آنکھ سے ژولی ژاں کو گھورا' اس آنکھ سے چنگاریاں سی پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"تو مجھ سے غدار کب سے ہو گئی ژولی؟" اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"احمق تھامپسن! تو نے مجھے اپنا وفادار کب محسوس کیا؟"

"تیری خلوتوں میں۔ تو نے مجھ سے پیار کی بہت سی باتیں کی ہیں"۔

"تو جانتا ہے میں کاروباری عورت ہوں"

"اوہ! تو کیا میں نے تجھے تیری پسند کا معاوضہ نہیں دیا؟"

"لیکن میں نے تجھ سے ہمیشہ نفرت کی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تو وحشی ہے' دیوانہ ہے"۔

"لیکن یہ میرا اور تیرا آپس کا معاملہ ہے"

"نہیں۔ میرا معاملہ سیسرو سے ہے"۔

"کیا مطلب------ کیا مطلب؟" تھامپسن سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔

"میں سیسرو سے پیار کرتی ہوں اور تھامپسن! میں اسی کے تعاقب میں پی گوڈے سے یہاں تک آئی تھی اور اسی کی زندگی کی حفاظت کے لیے میں تجھ سے ملی تھی' ورنہ میں تیری شکل پر تھوکتی بھی نہیں"۔

"ذلیل کتیا!" تھامپسن بے بسی سے بولا۔

"اور سیسرو کے نام پر------ سیسرو کے نام پر میں تجھے جہنم کے سفر پر روانہ کرتی ہوں" ژولی ژاں نے کہا اور دوسرے ہی لمحے اس نے تھامپسن کی پیشانی پر فائر کر دیا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی فائر اس نے اس کے پورے بدن پر کیے اور تھامپسن کا جسم کرسی سے نیچے گر پڑا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اور ژولی نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہم دونوں خاموش کھڑے تھے۔ میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ میرے دل میں ژولی کی عظمت اور بڑھ گئی تھی۔ تب پھر میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ "ژولی!" میں نے اسے آواز دی۔

"نہیں سیسرو! تم میرا شکریہ ادا نہیں کرو گے"۔

"ہاں۔ میں تمہارا شکریہ نہیں ادا کروں گا ژولی" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے تو خوشی سے جان دی جا سکتی ہے سیسرو؟"

"ژولی! میں تمہارے اس احسان کا کوئی بدلہ نہ دے سکوں گا"

"ایسی باتیں مت کرو سیسرو! بھروسہ کرو میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتی۔ میری کوشش کا صلہ یہی ہے کہ تم زندہ رہو۔ بخیریت رہو۔ یقین کرو' یہ کام کر کے میں خود کو تم پر مسلط نہیں کروں گی۔ تمہیں یہاں سے برن لے جاؤں گی اور اس کے بعد خاموشی سے واپس پی گوڈے چلی جاؤں گی۔ ہاں' اگر دے سکتے ہو تو مجھے اپنی دعائیں دے دو"۔

"دعائیں؟" میں نے کہا۔ "ہاں۔ میرے لیے دعا کرو سیسرو کہ میں زندگی میں ایک بار' صرف ایک بار------ اپنا مشن ضرور پورا کر لوں------ میرے دل کی آگ سرد ہو جائے"۔

میں نے گردن جھکا لی۔ سردارے بھی بے حد متاثر نظر آ رہا تھا۔ پھر میں نے ژولی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "اب کیا پروگرام ہے ژولی؟"

"آؤ چلیں۔ باہر ہیلی کاپٹر موجود ہے' میں اس کے پائلٹ سے بات کروں گی"۔

"کیا کہو گی؟"

"یہی کہ مسٹر تھامپسن نے کہا ہے کہ تم دونوں کو ان کی کوٹھی میں واپس لے جاؤں۔ راستے میں ہم پستول کے ذریعے اسے اپنی مطلوبہ جگہ پر اتار لیں گے"۔

"لو کے۔ کہاں اتارو گی؟"

"ارے برن میں میرے بہت سے ٹھکانے ہیں" ژولی ژاں نے کہا۔

"ویری گڈ ـــــــ چلو" میں نے کہا اور ژولی ژاں نے دوسرا پستول میرے حوالے کر دیا۔ پ تینوں دروازے کی طرف چل پڑے۔ اب پھاٹک میں کرنٹ نہیں تھا اس لیے باہر نکلنے میں کوئی دقت ہوئی اور ہم ہیلی کاپٹر کی طرف چل پڑے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہیلی کاپٹر سے کچھ دور گھاس پر بیٹھا سگریٹ تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

لیکن ژولی ژاں بڑے سکون سے آگے بڑھتی رہی اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گئی۔

"چلو ــــــ بیٹھو!" ژولی نے ہم دونوں کو اشارہ کیا اور ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔

"یس مادام؟" پائلٹ نے پوچھا۔

"مسٹر تھامپسن نے کہا ہے ان لوگوں کو ان کی کوٹھی پر پہنچا دیا جائے"۔

"اوہ۔ بہتر ــــــ لیکن یہ تو ــــــ"

"ہاں۔ بات ہو چکی ہے۔ یہ مسٹر تھامپسن کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں۔ اب یہ دوست ہیں"۔

"بہتر" پائلٹ ہیلی کاپٹر کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ژولی ژاں نے مسکرا کر ہماری ط دیکھا اور پھر وہ پائلٹ کے برابر کا دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن اسی وقت پوٹو کی دہاڑ سنائی دی "رک جاؤ ــــ رک جاؤ" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ تین گولیاں ژولی کے کے مختلف حصوں میں پیوست ہو گئی تھیں۔

سورت حال اچانک بگڑ گئی تھی۔ ژولی نے ہیلی کاپٹر کا سہارا لیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نیچے کود گیا۔ نے پوٹو کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ پہاڑ جیسے بدن والا پوٹو اچھلا اور اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ میں نے دو او اس پر جھونک دیے اور سردارے' واقعی بعض معاملات میں بے حد کام کا آدمی تھا۔

اس نے عقب سے پائلٹ کی گردن پکڑی اور اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ "خبردار جنبش گردن میں سوراخ کر دوں گا!"

میں پستول رکھ کر ژولی ژاں کی طرف جھپٹا تھا۔ ژولی کے بدن سے خون کی پھواریں نکل رہی تھ ژولی۔ ژولی!" میں نے اسے سنبھال لیا۔

"گڑبڑ ہو گئی سیسرو۔ واقعی یہ سب کچھ عجیب تھا لیکن بھروسہ کرو میری جان' مجھے اس پر افسوس ہے۔ میں ــــــ کاش' کاش میں ــــــ میں فرانس کے اس معزز گھرانے ــــــ کاش ــــــ بار ــــــ ان ضدی ــــــ ضدی لوگوں سے انتقام لے سکتی ــــــ جانے دو سیسرو ــــــ ضروری ــــــ نہیں ہے کہ ہماری ساری خواہشات پوری ہو جائیں۔ سنو ــــــ جھکو ــــــ جھکو ــــــ اپنے ہونٹ' میرے ہونٹوں پر رکھ دو۔ جھکو ــــــ سیسرو"۔

اور میں نے ژولی کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر دیے۔ تب ژولی کا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔ د جان ہو گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر اس کے بدن کو آہستہ سے زمین پر ڈال دیا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھا۔ "چلو" میں نے پائلٹ سے کہا۔ میری آواز میں غراہٹ تھی۔ دو طرف سردارے پائلٹ پر پستول تانے ہوئے تھا۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر دیا اور چند منٹ کے ہیلی کاپٹر نے زمین چھوڑ دی۔ میرے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ ژولی ژاں کی موت کا مجھے اس قدر رنج بیان سے باہر تھا۔ بالآخر اس نے میرے لیے جان دے دی تھی۔ اس کا مشن بھی ادھورا رہ گیا تھا۔ ممکن

ں کا مشن کبھی پورا نہ ہوتا لیکن بہرحال اعلیٰ معیار کی عورت تھی۔

میں اپنی کسی ذہنی جھنجلاہٹ کے طور پر بھی اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر سیدھے راستے پر فر کر رہا تھا۔ سردارے پائلٹ کی حرکات و سکنات پر پوری طرح نظر رکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ نیچے ی نگاہ رکھ رہا تھا اور پھر ہم شہر پر پہنچ گئے۔ "نیچے اتارو۔ کسی ایسی سنسان جگہ' جہاں کوئی اندازہ نہ ہو سکے ور خیال رہے' اگر تم نے کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے!" سردارے نے ہا پائلٹ نے گردن ہلا دی۔

بہرحال اسے شاید احساس ہو گیا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے' پورا کر دکھایا جائے گا۔ یا پھر وہ ڈرپوک آدمی تھا۔ ہیلی کاپٹر ایک ایسی سڑک پر اتار آگیا' جو بالکل سنسان تھی۔ پائلٹ نے مشین بند کر دی تھی۔

"چلو' نیچے اترو!" سردارے نے پائلٹ کو حکم دیا اور پائلٹ نیچے اتر آیا۔ میں بھی دوسری طرف سے اتر گیا۔ سردارے نے پائلٹ کی ٹائی کھولی اور اس کے ہاتھ پشت پر کس دیے۔ "اس کی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گا"۔

"ہاتھ باندھنے سے تمہاری موت نہیں واقع ہو جائے گی۔ یہ صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ تم ہمارے آگے بڑھتے ہی ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر کے ہمارے سروں پر نہ چل پڑو۔ ہم تمہارے پاؤں نہیں باندھیں گے تاکہ ہمارے چلے جانے کے بعد تم کسی مناسب جگہ پہنچ جاؤ"۔

"اوہ! اس کی ضرورت بھی نہیں تھی"۔

"یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟"

"آئل ریفائنری کی طرف۔ وہاں سے تمہیں کنوینس بہ آسانی مل جائے گی۔ ٹیکسی اسٹینڈ ہے"۔ پائلٹ نے بتایا۔

"ریفائنری یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"وہ سامنے ٹینک نظر آ رہے ہیں"۔

"ٹھیک ہے شکریہ۔ اب تم ہیلی کاپٹر سے ایک فرلانگ دور چلے جاؤ۔ چلو ہری اپ" سردارے بولا اور پائلٹ نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ تب ہم دونوں ریفائنری کی طرف چل پڑے۔ پائلٹ شاید اپنی زندگی کی پوری پوری سلامتی چاہتا تھا۔ اس نے کوئی حرکت نہیں کی اور ہم ریفائنری پہنچ گئے۔ یہاں بھی پائلٹ کی بات ٹھیک نکلی۔ کئی ٹیکسیاں اسٹینڈ پر کھڑی تھیں۔ ہم نے ان میں سے ایک ٹیکسی کو انگیج کیا اور چل پڑے۔

پورے راستے سردارے نے کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی خاموش تھا۔ درحقیقت میرا بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ٹیکسی ہم نے ایک پارک کے سامنے رکوالی اور بل ادا کر کے پارک میں داخل ہو گئے۔ یہاں ہم نے میک اپ اتارے اور پھر ایک دوسری ٹیکسی روک کر سوئیٹر چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل میں' اپنے کمرے میں تھے۔ میں تھکے تھکے سے انداز میں آرام کرسی میں پڑ گیا۔ سردارے موقع شناس تھا' اس نے ویٹر کو بلایا اور وہسکی کا آرڈر دے دیا۔ پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور افسوس ناک لہجے میں بولا: "وہ اسی قابل تھی استاد کہ اس کا باقاعدہ روگ لگایا جائے"۔

"ہاں' واقعی بے مثال عورت تھی سردارے۔ بلاوجہ اس نے ہمارے لیے جان دے دی۔ کسی نہ کسی طرح تھامپسن سے نپٹ ہی لیا جاتا' حالانکہ ہمارا قدم غلط ہو گیا تھا۔ اس کی مدد بروقت تھی لیکن پھر بھی کسی

کے ذاتی معاملے میں ایسی زبردست مداخلت!" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ ہمارے ہی لیے گوڈے سے یہاں تک آئی تھی" سردارے بولا۔

"ہاں۔ بہرحال اب وہ مرچکی ہے۔ اس کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ ہم اسے زندگی واپس نہیں دے سکتے۔ اس کی قربانی اپنی جگہ ایک حیثیت رکھتی ہے لیکن ــــــ ہم نے اس سے فرمائش نہیں کی تھی"۔

سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہسکی آگئی تھی۔ میں نے چوتھائی بوتل گلاس میں انڈیلی۔ "ارے نہیں استاد" سردارے نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔

"اوہ' نہیں سردارے' سب ٹھیک ہے' چلنے دو" میں نے جواب دیا اور سردارے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ بہرحال میں پیتا رہا۔ ژولی ژاں کا غم بوتل میں غرق ہونے لگا اور پھر مجھے کچھ سدھ ہی نہ رہی۔ سردارے نے البتہ ایک قطرہ بھی نہیں چکھا تھا۔ اور دوسرے دن صبح بھی میں نے اپنے دوست کو اپنے قریب ہی دیکھا۔ اس کی شکل بگڑی ہوئی تھی۔

"اوہ! سردارے کیا بج گیا؟"

"دس بجے ہیں استاد"

"مگر یہ روشنی ــــــ یہ ــــــ یہ تو ــــــ"

"دن کے دس بجے ہیں استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"ارے!" میں چونک پڑا۔ پھر میں نے اردگرد کا ماحول دیکھا اور پھر میری نگاہیں سردارے کی طرف اٹھ گئیں۔ "تم نے یہ کیا شکل بنا رکھی ہے سردارے؟"

"کچھ نہیں۔ ٹھیک ہوں استاد" سردارے نے جماہی لے کر کہا۔

"سوئے نہیں کیا؟"

"تمہاری حالت ٹھیک نہیں تھی استاد۔ شراب نے تمہارے اوپر زیادہ اچھا اثر نہیں کیا تھا"۔

"کیا مطلب؟"

"رات بھر تمہاری عجیب کیفیت رہی۔ کئی دفعہ تم نے کمرے سے نکلنے کی کوشش کی تھی"۔

"اوہ! تو تم جاگتے رہے"۔

"ضروری تھا استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"شرمندہ ہوں میری جان۔ چلو ناشتہ منگاؤ۔ پھر ناشتہ کر کے سو جاؤ' یا پہلے غسل کر کے لباس بدل لو"۔

"تم غسل کرلو استاد"

"میں بھی کرلوں گا! جاؤ" میں نے کہا اور سردارے باتھ روم میں چلا گیا۔ پھر وہ شیو کر کے اور غسل کر کے کافی حد تک سنبھل گیا۔ اس کے بعد میں بھی غسل کرنے چلا گیا۔ غسل کرتے ہوئے میں نے ژولی ژاں کے بارے میں سوچا اور میرے دل میں دکھن ہونے لگی۔ کہانی ہی ایسی تھی۔ ایسی ایثار پسند عورت ملنا مشکل تھی۔ بہرحال میں اس کے لیے مر نہیں سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یادیں تو زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں اس کی یاد اور سہی۔ مجھے اسے ذہن سے جھٹکنا ہوگا۔ ٹھیک ہے ژولی ژاں نے ایثار کیا' احسان کیا لیکن اس کی طرف سے بعد میں ایسے کیا کیا جا سکتا تھا۔ پھر بھول جانا ہی ٹھیک ہے۔ مجھے اپنی ساری قوتیں استعمال کرنا ہوں گی اور میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر جب میں غسل خانے سے نکلا تو سردارے ناشتہ منگا چکا تھا تب ہم دونوں ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ سردارے کی محبت پر بہرحال مجھے اعتماد تھا لیکن پچھلی رات اس نے واقعی

دوستی نبھائی تھی۔ اس وقت بھی وہ خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا۔

"سردارے" میں نے اسے آواز دی۔

"استاد!"

"چپ کیوں ہے یار؟"

"استاد! سردارے ان لوگوں میں سے ہے جو بڑے سے بڑے غم بھلا دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ شریف عورت واقعی نیک فطرت تھی۔ اس کی موت کا رنج ہے مگر استاد' تمہیں جتنا اس کے بارے میں سنجیدہ دیکھا' اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں صرف تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اتنا حساس نہیں ہونا چاہیے تھا"۔

"مجھے اعتراف ہے سردارے' لیکن بس جتنا ہوگیا' اتنا کافی تھا۔ میرا خیال ہے اب میں ٹھیک ہوں۔ وہ کردار ایسا تھا جس نے مجھے اس قدر متاثر کیا' ورنہ میں بھی اتنا کچا نہیں ہوں"۔

"ٹھیک ہے استاد۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے" سردارے نے کہا۔ ہم لوگ ناشتہ کرتے رہے اور پھر فارغ ہوگئے۔ "تو اجازت ہے باس' تھوڑی دیر سو لو؟"

"آرام سے سوؤ۔ میں ٹھیک ہوں" میں نے کہا اور سردارے بستر پر چلا گیا۔ میں ایک آرام کرسی پر دراز ہوگیا اور قریب رکھے ہوئے اخبارات اٹھائے۔ پتہ نہیں سردارے نے یہ اخبار دیکھے تھے یا نہیں۔ جوں کے توں رکھے ہوئے تھے۔ بہرحال میں نے ایک اخبار کھول لیا اور اسے پڑھنے لگا۔

لیکن ایک بڑی سرخی دیکھ کر میں چونک پڑا۔ ہمارے ہی بارے میں تھی۔ یہ خبر تھامپسن کے قتل کی تھی۔ مسٹر تھامپسن کو ایک سیاسی گروہ کی پناہ بھی حاصل تھی۔ اسے ملک کا ایک معزز شخص گردانا گیا تھا اور پورے ملک کی پولیس اس کے قاتلوں کی تلاش کے لیے گردش میں آگئی تھی۔

شبہ دو غیر ملکیوں پر تھا جن کا نام سیسرو اور پینٹو تھا۔ پولیس خصوصی طور پر انہیں تلاش کر رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال خبر زوردار تھی۔ میں نے دوسرے اخبار اٹھائے اور ان میں بھی وہ خبر تلاش کرنے لگا۔ تھامپسن کی موت کی خبر تقریباً سارے اخبارات میں تھی ــــــ بڑی اہمیت تھی اس شخص کی یہاں۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال معاملات دلچسپ دور میں داخل ہوگئے تھے۔ میں تو اپنا کام کر ہی چکا تھا۔ اب یہاں کے بارے میں سوچنا تھا۔ ویسے پولیس کی کارروائیوں کو بھی نگاہ میں رکھنا تھا۔ پولیس کس انداز میں کام کرے گی' گو ہم سیسرو وغیرہ کا میک اپ اتار چکے تھے' لیکن بہرحال احتیاط ضروری تھی۔ میں نے اخبارات رکھ کر آنکھیں بند کرلیں اور سوچ میں ڈوب گیا۔

سردارے اب گہری نیند سو چکا تھا۔ میں نے غور کیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی بات ذہن میں نہ آسکی اور وقت گزرتا رہا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ہمارے کاغذات ضائع ہوچکے تھے۔ بہرحال یہ معاملہ تو نک اسٹیورٹ سے مل کر طے کیا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی ــــــ

اس وقت دوپہر کا ایک بجا ہوگا۔ جب ہمارے کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا:

"آجاؤ" اور دروازہ کھول کر چند آدمی اندر آگئے۔ ان میں دو پولیس آفیسروں کو دیکھ کر میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہوگیا۔ تاہم میں نے فوراً خود پر قابو پالیا اور خشک سے انداز میں بولا:

"کیا بات ہے؟"

"کیا آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے جناب؟"

"کیوں؟" میں نے بھنوئیں چڑھا کر کہا۔

"پولیس کو ضرورت پیش آگئی ہے۔ براہ کرم قانون کی مدد کریں" ایک پولیس افسر نے کہا۔

"آپ لوگ منیجر کے آفس میں تشریف رکھیں۔ میں اپنے کمرے پر آپ کے اس حملے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا"۔

"اوہ! لیکن جناب' یہ ضروری ہے۔ ہم آپ کے کمرے کی تلاشی بھی لے سکتے ہیں"۔

"تب لے لیں" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"آپ کے کاغذات؟" پولیس افسر نے کہا۔

"میں نہیں دینا چاہتا" میں نے جواب دیا۔

"تب ——— ہم آپ کو اس کے لیے مجبور کریں گے"۔

"ضرور کریں۔ بلکہ مجھے اور میرے ساتھی کو گرفتار بھی کر لیں" میں نے جواب دیا۔ "براہ کرم ایک منٹ خاموش رہو" پولیس افسر کے دوسرے ساتھی نے پہلے کو روکتے ہوئے کہا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا "پولیس سے تعاون تو ہر شریف انسان کا فرض ہے جناب"

"ٹھیک ہے لیکن میں چور اچکا' یا اسمگلر نہیں ہوں' جو میرے کمرے میں اس طرح آئے ہو۔ آپ میرے سفارت خانے سے رجوع کریں" میں نے کہا۔

"کون سے ملک سے آپ کا تعلق ہے؟"

"برطانیہ!" میں نے جواب دیا۔

دونوں پولیس افسروں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی تھی۔ پھر دوسرا افسر بولا:

"آپ کا نام؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں دیکھ لیں"

"آپ ہمارے اس طرح آنے سے بہت ناراض ہوگئے ہیں۔ بہرحال ہم اس کی معذرت چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ براہ کرم ہم سے تعاون کریں"۔

"کیا تعاون چاہتے ہیں آپ؟"

"آپ کے کاغذات!"

"میرا ساتھی سو رہا ہے' آپ کو اس کے جاگنے کا انتظار کرنا ہوگا"۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں تو انہیں جگا دیں۔ ہم لوگ منیجر کے آفس میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں" پولیس افسر نے کہا اور میں خاموش رہا۔

"بہرحال اگر آپ کو ہمارا اس طرح آنا ناگوار گزرا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں" پولیس افسر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔ میں اسی طرح آرام کرسی پر دراز تھا۔ پھر جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے پر آگیا۔ ایک دم دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔

گیلری میں کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ واقعی چلے گئے تھے۔ تب میں جلدی سے سردارے کے پاس پہنچا اور اسے جھنجلا ڈالا۔ "سردارے' سردارے! جلدی اٹھو۔ اٹھو سردارے"۔

اور سردارے جاگ گیا۔ وہ حیران نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"اٹھ جاؤ سردارے! خطرہ پیدا ہوگیا ہے"۔

"اوہ!" سردارے جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کیا بات ہے؟"

"پولیس آئی ہے"۔

"کہاں ہے؟"

"منیجر کے آفس میں وہ ہمارے منتظر ہیں۔ وقت کم ہے پھرتی کرو"

"کیا کرنا ہے استاد؟"

"ماسک نکالو۔ چہرے بدل کر نکل چلیں گے۔ لباس بھی بدل لو"۔

"اوہ۔ گڈ آئیڈیا" سردارے نے کہا اور پھر انتہائی پھرتی سے ہم نے لباس بدلے۔ میک اپ ماسک اس بڑے کام آئے تھے۔ ہم نے دوسرے ماسک جیبوں میں ٹھونسے' کرسی رکھی اور تیار ہوگئے۔ کئی نے ہمارے چہرے بدل دیے تھے۔ پھر میں نے دروازے سے جھانکا' ابھی تک کوئی نہیں تھا۔

"ایک ایک کر کے نکلیں گے' کہیں دور چل کر مل جائیں گے" میں نے سردارے کو ہدایت کی۔ "لیس" سردارے پھر موڈ میں آگیا تھا۔ میں تیزی سے باہر نکل گیا اور پھر سردارے بھی۔ وہ لفٹ سے نیچے ں سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ہوٹل کے پارکنگ پر پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی تھیں اور بہت سے ں کے جوان موجود تھے۔ ہم نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔ کافی دور ں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی میرے قریب گئی۔

میں دروازہ کھول کر بیٹھ گیا اور سردارے بھی میرے قریب پہنچ گیا۔

میں نے اسے دوسرے ہوٹل کا پتہ بتا دیا۔ یہاں ہم نے کمرہ لے رکھا تھا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ ے ہوٹل کے معمولی کمرے میں پہنچ کر ہم نے سکون کی سانس لی۔ سردارے نے ویٹر کو دیکھ کر چائے کرلی تھی۔

"خوب بچے استاد ——— بھرپور معاملہ کیا تھا؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اسے تفصیل بتا دی۔ "ہوں۔ ظاہر ہے پائلٹ نے ہماری نشاندہی کی ہوگی"۔

"کیا کہا جا سکتا ہے"

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے کہا اور پھر خاموش ہوگیا' کیونکہ ویٹر چائے لے آیا تھا۔ ویٹر کے جانے کے بعد سردارے نے چائے بنا کر میرے سامنے رکھی اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے اب نک اسٹیورٹ سے رابطہ قائم کیا جائے"۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا استاد! تھامپسن مر چکا ہے' اب کوئی خاص کام نہیں رہ گیا ہے"۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔

"ٹھیک ہے چائے پینے کی بعد میں نک اسٹیورٹ سے رابطہ قائم کروں گا"۔

"فون پر استاد؟"

"ہاں کیا حرج ہے؟"

"لیکن یہاں فون تو نہیں ہے"۔

"نیچے تو ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چائے پینے کے بعد ہم ہوٹل کے

کمرے سے نکل آئے اور پھر میں کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ فون طلب کر کے میں نے نک اسٹیورٹ کے
کیے اور چند ساعت کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے نک کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ـــــ نک بول رہا ہے"

"نواز ـــــ" میں نے کہا۔

"اوہ، مسٹر نواز! مجھے شدت سے آپ کی تلاش ہے"۔

"خیریت؟"

"آپ خیریت بتایئے"۔

"ٹھیک ہوں میں تو"۔

"تو کیا مادام سیکا کا خیال غلط تھا؟"

"کون سا خیال؟"

"تھامپسن!"

"اوہ نہیں۔ ان کا خیال ٹھیک ہے۔ کیا انہوں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"شدت سے آپ کی تلاش میں تھیں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل وینس واپس آ گئی ہیں اور مجھے
گئی ہیں کہ جونہی آپ سے رابطہ قائم ہوا، انہیں اطلاع دی جائے"۔

"اوہ!"

"گرانڈ چیف آپ کی تلاش میں ہے"۔

"کہاں ہے؟"

"شاید وینس میں!"

"اب مجھے تمہاری ضرورت ہے نک"

"حکم دیں مسٹر نواز"

"پتہ نوٹ کرو" میں نے موجودہ پتہ اسے بتایا۔ "ہم یہاں ہیں۔ کوئی گاڑی بھیج دو، کیونکہ معا
نہیں ہے"۔

"اوہ! ابھی ـــــ میں خود آ رہا ہوں"۔

"او کے!" میں نے فون بند کر دیا اور پھر میں ٹیلیفون واپس کاؤنٹر کلرک کی طرف سرکا کر سر
طرف بڑھا لیکن سردارے کسی خیال کے تحت اچھل پڑا تھا۔ "استاد" اس نے سرسراتی آواز میں کہا

"کیوں خیریت؟"

"خیریت نہیں ہے استاد" اس نے اسی انداز میں کہا اور میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟"

"ہم ہوٹل کی ریزرویشن سلپ اپنے سامان میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ کیا تمہارے خیال میں
اب تک نہیں کھلا ہو گا؟"

"اس ہوٹل کی سلپ؟"

"ہاں استاد!"

"ارے تو بھاگو یہاں سے" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔

کمرے میں واپس جانے کے بجائے سیدھے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی لیکن
سردارے کسی قدر شرمندہ تھا۔

"کیوں؟ تمہیں کیا ہوا؟"

"غلطی ہو گئی نا استاد"

"اونہہ۔ وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی" میں نے کہا اور سردارے کے چہرے پر کسی قدر بشاشت آ گئی۔ "
ہمیں کسی ایسی جگہ رہنا چاہیے جہاں سے ہم نک اسٹیورٹ پر نگاہ رکھ سکیں"۔

"ٹھیک ہے استاد"۔

"تم اسے پہچان تو سکو گے؟"

"کیوں نہیں، دیکھ چکا ہوں اسے"۔

"وہ نک اسٹیورٹ ہی تھا؟"

"ہاں۔ اس نے یہی کہہ کر تعارف کرایا تھا"۔

"تب ٹھیک....." میں نے کہنا چاہا لیکن پھر ایک دم میری زبان بند ہو گئی۔ بہت سی پولیس کاروں کے
سائرن سنائی دیے تھے اور پھر وہ کاریں ہوٹل کے چاروں طرف آ کر رک گئیں۔ خفیہ پولیس کے جوان
انتہائی تیزی سے اترے اور انہوں نے مورچے سنبھال لیے۔ پیچھے باوردی پولیس بھی تھی اور پھر آٹھ دس
آفیسروں کا ایک گروہ ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہم خاموش کھڑے تھے۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی رک گئے تھے اور پولیس کی کارروائی دیکھنے
کھڑے ہو گئے تھے۔ "بال بال بچ گئے سردار" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ سردارے کے منہ سے
کوئی بات نہیں نکل سکی تھی۔ پولیس اندر نہ جانے کیا کارروائی کرتی رہی۔ پھر اچانک سردارے کی سرگوشی
ابھری:

"استاد!"

"ہوں" میں نے اسے دیکھا۔

"نک اسٹیورٹ" اس نے پیلے رنگ کی ایک لمبی سیڈان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یقین ہے"

"بالکل استاد!"

"آؤ" میں نے کہا اور ہم عقب سے سیڈان کی طرف چل پڑے۔ بتیس اور پینتیس کی عمر کے درمیان
کا ایک خوش رو شخص تشویش زدہ نگاہوں سے ہوٹل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے
نقوش تھے۔ میں نے عقبی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھول کر ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔

"کیا مطلب؟" نک نے مجھے گھورا اور پھر پلٹ کر سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔

"نواز!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ارے!" اس نے کہا اور سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

"نکل چلو" میں نے کہا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ویسے وہ عقب نما آئینے میں بار
بار میری شکل دیکھ رہا تھا۔ میں نے سیٹ سے ٹک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ہماری اور آپ کی ملاقات تو ہو چکی ہے جناب" چند منٹ کے بعد اس نے سردارے سے کہا۔ "ہاں۔

میں نے آپ سے کرنسی لی تھی"۔
"آپ ہی تھے نا؟"
"جی!"
"حالانکہ آپ کی شکل بدلی ہوئی تھی لیکن میں نے آپ کی آواز پہچان لی"۔
"خوب!" سردارے نے کہا۔
"میں آپ کا بہت مداح ہوں مسٹر نواز"۔
"شکریہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔
"غالباً" یہ آپ کی اصلی شکل نہیں ہے"۔
"جی نہیں"۔
"پولیس یہاں......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"ہم ہی سے ملاقات کرنے آئی تھی" میں نے جواب دیا۔
"اوہ! ہاں ----- تھامپسن کا یہاں زبردست اثر تھا۔ ویسے مادام کا خیال غلط تو نہیں تھا؟"
"نہیں"۔
"آپ نے پی گوڈے میں اسے زبردست شکست دی تھی۔ وہاں بھی تو وہ زخمی ہوا تھا"۔
"ہاں' ایک ٹانگ ٹوٹی تھی صرف"۔
"ویسے بھی مسٹر نواز! آپ کے کارنامے تو انوکھے ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ ٹاپ کے لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے۔ ہربنس کی حیثیت معمولی نہیں تھی۔ اور پھر سوبیستا کی پوزیشن بھی زبردست تھی"۔
میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔
"بہرحال آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے" نک اسٹیورٹ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت بنگلے میں داخل ہو گیا۔
"یہ تمہارا مکان ہے؟"
"ہاں!"
"فیملی کے ساتھ رہتے ہو؟"
"آپ ارشیا سے مل کر بہت خوش ہوں گے"۔
"وہ کون ہے؟"
"میری بیوی"
"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔ نک اسٹیورٹ نے پورٹیکو میں گاڑی روک دی اور پھر اس نے جلدی سے اتر کر پچھلا دروازہ کھولا۔ ہم دونوں بھی نیچے اتر آئے۔
"آپ یقین کریں' مجھے آپ کے ساتھ چلتے ہوئے بڑا فخر محسوس ہو رہا ہے"۔
"اپنی بیوی سے کیا کہہ کر ہمارا تعارف کراؤ گے؟"
"ارشیا آپ سے بخوبی واقف ہے اور مجھ سے زیادہ آپ کے کارناموں کی مداح ہے"۔
"اوہو! تو کیا اسے ہمارے کاروبار کے بارے میں معلوم ہے؟"
"گروہ ہی کی ایک لڑکی ہے جناب۔ ہم دونوں میں محبت ہو گئی اور ہم نے شادی کر لی۔ اب بھی وہ گروہ

کی ایک سرگرم رکن ہے" نک اسٹیورٹ نے جواب دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ ہمیں لے کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ نہایت نفاست سے آراستہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تب نک اسٹیورٹ نے ایک ملازم کو بلایا "ارشیا کہاں ہے؟"
"مادام کچن میں ہیں جناب"۔
"بھیج دو" نک نے کہا اور ملازم گردن ہلا کر چلا گیا۔ اسٹیورٹ ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔ "اسے آنے دیں' ہم اس کی ذہانت کا امتحان لیں گے۔ آپ تھکن تو نہیں محسوس کر رہے؟"
"نہیں!" میں نے جواب دیا۔
"ویسے میں جلد از جلد آپ کی اصلی شکل دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ میرا خیال ہے آپ کی زیادہ عمر بھی نہیں ہے"۔
"کیوں؟ یہ خیال کیوں ہوا؟" میں نے پوچھا۔
"میک اپ چہرے بدل سکتا ہے' انداز نہیں بدل سکتا۔ آپ کے ہر انداز سے جوانی جھلکتی ہے"۔
"میں نے خود کو سنبھال کر رکھا ہے۔ میری عمر اس وقت ستر سال ہے" میں نے جواب دیا اور اسٹیورٹ نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "تب واقعی کمال ہے۔ میں نے ستر سالہ لوگوں کو اتنا پھرتیلا اور چاق و چوبند نہیں دیکھا" اس نے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند منٹ بعد ایک انتہائی پرکشش عورت اندر آ گئی۔ اس کے بال بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ میک اپ سے بے نیاز تھا۔ لیکن اس انداز نے اس کا حسن اور بڑھا دیا تھا۔
ہم دونوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا "ہیلو!"
"ہیلو مسز اسٹیورٹ!" میں نے گرم جوشی سے کہا اور پھر ہم دونوں نے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اسٹیورٹ مسکرا رہا تھا۔ "نک! ان کا تعارف؟" اس نے کہا۔
"اوہ! کیا تم انہیں نہیں پہچانتیں ارشیا؟" اسٹیورٹ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "افسوس۔ میری یادداشت زیادہ اچھی نہیں ہے' یا پھر میں نے واقعی انہیں پہلی بار دیکھا ہے" ارشیا نے باری باری ہم دونوں کی شکلیں دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا خیال ہے جناب؟ کیا ارشیا ٹھیک کہہ رہی ہے؟"
"بھئی میں مسز اسٹیورٹ سے مذاق کی جرات نہیں کر سکتا"۔ میں نے کہا۔
"اچھا کچھ اشارے دے دیں" اسٹیورٹ خوش مزاج انسان تھا۔
"آپ کی مرضی"۔
"چہروں سے یہ کہاں کے باشندے معلوم ہوتے ہیں ارشیا؟"
"اوہ تو کیا یہ مقامی نہیں ہیں؟"
"نہیں"۔
"سوری' میں نہیں بتا سکتی"۔
"اچھا یوں سمجھو گروہ کے آدمی ہیں"
"اوہ!" ارشیا آہستہ سے بولی۔
"اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں"۔

"پلیز نک!" ارشیا نے لجاجت سے کہا

"ایشیائی ہیں" نک اسٹیورٹ پھر بولا اور ارشیا اچھل پڑی۔

"میرے خدا۔۔۔۔۔۔ مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔" وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں گھورنے لگی اور اسٹیورٹ۔
قہقہہ لگایا۔

"مادام ذہین ہیں" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو۔۔۔۔۔۔ میرا اندازہ درست ہے" ارشیا ہانپتے ہوئے بولی۔

"بالکل!"

"آپ میں سے کون نواز ہیں؟" وہ باری باری ہم دونوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔ "دونوں مل کر نواز
ب۔ نواز ایک بٹا دو اور ایک بٹا دو" میں نے کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔

"تب آپ ہی مسٹر نواز ہیں۔ خدا کی پناہ آپ تو میرے ہیرو ہیں جناب۔ یقین کریں آپ سے مل کر
سرت ہوئی ہے" ارشیا نے دوبارہ ہم سے ہاتھ ملایا تھا۔ "بہت بہت شکریہ مسز اسٹیورٹ!"

"آپ کے یہاں آنے کی خبر سن کر میں تو بے چین ہو گئی تھی۔ میں نے کتنی ہی بار نکی سے کہا کہ
آپ سے ملائے"۔

"میں خود آج ملا ہوں ارشیا۔۔۔۔۔۔ اور سنو۔۔۔۔۔۔ میں نے تم سے اظہار کیا تھا نا؟"

"کس بارے میں؟"

"تھامپسن کے بارے میں!"

"یہی تو پوچھنے والی تھی۔ تو کیا۔۔۔۔۔۔"

"اور کون کر سکتا ہے ارشیا۔ یہ مسٹر نواز ہی ہیں جو چن چن کر اعلیٰ پائے کے لوگوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں
خدا کی پناہ۔ بھلا کس کی مجال تھی جو برن میں تھامپسن کا بال بھی بیکا کر سکتا"۔

"کوئی سوچ بھی نہیں سکتا!"

"میں آپ کو بتا نہیں سکتی مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ کہ آپ سے مل کر کتنی مسرت ہوئی ہے۔ اب میں
دنوں تک آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ یہاں سے جا نہیں سکتے!"

"واقعی، میں یہاں سے نہیں جا سکتا مادام ارشیا"۔

"پولیس ان کی تلاش میں ہے۔ انہوں نے پولیس کو ڈاج دیا ہے"۔

"اوہ! ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا ہے" ارشیا نے کہا۔

"آپ اس معصوم شکل لڑکی کو دیکھ رہے ہیں مسٹر نواز۔ اس نے چھ خون کیے ہیں" نک اسٹیورٹ
فخریہ انداز میں اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اللہ اکبر!" سردارے نے کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہو
کہا۔

"غلط بیانی نہ کرو نک۔ صرف پانچ"

"میں آپ لوگوں کو زندہ نظر آتا ہوں۔ ان کا چھٹا مقتول میں ہوں" نک اسٹیورٹ نے فریادی لہجے
کہا۔ "لیکن یہ مجھے مقتول ماننے پر تیار نہیں ہے، اب میں اسے کیسے سمجھاؤں!"

"شرارت نہیں ڈارلنگ!" ارشیا نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو۔ باقی پھر۔ مسٹر نواز کی رہائش کا بندوبست کرو۔ کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

میرا خیال ہے اچھی چیز ہوتی ہے۔ کیوں سردارے؟"
ہاں، ہم نے پچھلے سال کھایا تھا شاید؟" سردارے نے کہا۔
ارے جلدی کرو۔ ہری اپ" نک اسٹیورٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔
بس ابھی۔ چند منٹ میں" ارشیا جلدی سے اٹھی اور باہر کی طرف لپک گئی۔ نک ہنسنے لگا تھا۔ "سچ
سٹر نواز، آپ سے مل کر مسرت اور بڑھ گئی ہے۔ عموماً ایسے لوگ خطرناک چہرے والے اور خشک
والے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ دونوں بے حد دلچسپ ہیں۔
ہم نے کوئی جواب نہیں دیا۔
"ایک بڑی دقت ہے نک" تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔
کیا مسٹر نواز؟"
"یہ ہوٹل والے بل کے عوض ہمارا سامان رکھ لیتے ہیں۔ یہیں برن میں دو بار خریداری کی ہے لیکن
ے وغیرہ پھر چھوڑنے پڑ گئے"۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر نواز۔ تیسری بار خریداری پھر ہو جائے گی"۔
"لیکن پولیس جس انداز میں ہماری تلاش میں ہے۔۔۔۔۔۔"
"اوہ۔ آپ فکر نہ کریں۔ آج ہی شام کو میں اور ارشیا جا کر آپ کے لیے خریداری کر لیں گے"۔
"بہت بہت شکریہ!" میں نے کہا اور نک اٹھتے ہوئے بولا۔
"چند منٹ کی اجازت مسٹر نواز۔ ارشیا کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ میں اس کے گھریلو مسائل پر توجہ
رہتا۔ اب میں دیکھوں کہ کھانے کے کیا کیا انتظامات ہیں"۔
"اس وقت کسی خاص تکلف کی ضرورت نہیں ہے مسٹر اسٹیورٹ۔ بس جو آسانی سے تیار ہو سکے"
نے کہا۔
"اوکے باس" اسٹیورٹ نے کہا اور پھر وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ سردارے نے منہ سے عجیب
آواز نکالی اور پاؤں پھیلا دیے۔ میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "برا وقت ہے استاد" سردارے نے
ے کہا۔
"کیوں؟"
"اب ہمیں بیویوں کے ساتھ رہنا پڑے گا!"
"کیا مطلب؟"
"ارے وہ رومانی جوڑا ہمارے سینوں پر مونگ دلے گا۔ وہ پیار کریں گے اور ہم منہ دیکھیں گے"۔
"فی الحال انہیں دیکھ کر ہی گزارا کرو سردارے۔ باہر کے حالات واقعی بہت خراب ہیں"۔
"تمہاری تو وہ بے حد مداح ہے استاد۔ تم تو اس کے ہیرو ہو" سردارے ایک آنکھ دبا کر بولا۔
"پانچ قتل کر چکی ہے سردارے اور میں کسی عورت کے ہاتھوں مرنا پسند نہیں کروں گا"۔
"ارے ایسی بھی کیا"
"فضول باتیں مت کرو سردارے۔ اسٹیورٹ کتنا عمدہ انسان ہے۔ اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے
تمہیں کس ارنج نہ ہوگا" میں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "ہوگا۔ یقیناً ہوگا لیکن مجبوری بھی کوئی چیز

ہوتی ہے"۔

"گھٹیا باتیں مت کرو۔ اب ہم ایسے گرے ہوئے بھی نہیں ہیں"۔

"خدا کی قسم استاد۔ امتحان لے رہا تھا تمہارا۔ تمہارا یار بھی ایسی گندی فطرت کا مالک نہیں"
سردارے نے کہا اور میں شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"نک اسٹیورٹ تقریباً" پندرہ منٹ کے بعد واپس آیا۔ "دو اطلاعات، حاضر ہیں حضرات' نمبر ا
تیار ہے۔ نمبر دو' میں نے آپ کی رہائش کے لیے ایک کمرہ درست کرا دیا ہے۔ اب صرف ایک با
کرنی ہے۔ آپ دونوں کے بستر ایک کمرے میں لگائے جائیں یا الگ الگ۔ دو کمروں میں انتظاما
مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ......"

"نہیں اسٹیورٹ۔ مجھے ان کے بغیر نیند نہیں آتی۔ ایک کمرے ہی میں ٹھیک ہے" میں ا
بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ تو آپ اپنے کمرے میں چلیں اسے دیکھ لیں۔ منہ ہاتھ دھو لیں' اس کے بعد آپ کو
روم میں لے چلوں گا!" اور ہم اٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں تھے۔ ارشیا نے اتنی دیر میں ہی کافی انتظامات کر لیے
کھانے پر بیٹھ گئے۔ دونوں میاں بیوی ہمارے ساتھ تھے۔

"اس مکان میں تم دونوں رہتے ہو صرف؟"

"ہاں۔ ہمارے علاوہ ملازم ہیں"۔

"خوب۔ یہ اچھی بات ہے"۔

"میرے خیال میں آپ کو کھانے میں تکلیف ہو رہی ہے" اسٹیورٹ بولا۔

"کیوں؟"

"میک اپ ماسک کی وجہ سے"۔

"میک اپ!" ارشیا چونک پڑی۔

"ہاں۔ یہ میک اپ میں ہیں"

"ارے۔ میں تو ان کی شکلیں اصلی سمجھی تھی!"

"ہماری اصلی شکلیں تو بہت بھیانک ہیں مادام ارشیا۔ اچھا ہے آپ نے ایک معیار قائم کر ل
رہنے دیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم نے بھی ان کی اصلی شکلیں نہیں دیکھیں نک؟" ارشیا نے کہا۔ "نہیں۔ میں
بد نصیبوں میں سے ہوں" نک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"میں کہہ چکا ہوں مادام۔ کیا کریں گی آپ ہماری اصلی شکلیں دیکھ کر؟"

"اگر آپ پسند نہیں کریں گے تو میں اصرار نہیں کر سکتی' لیکن مجھے تو آپ کے کارناموں نے
اندر سے آپ کیسے بھی ہوں' میرے لیے بہرحال قابل احترام ہیں"۔

"آپ ہمیں اصلی شکل ضرور دکھائیں گے نواز صاحب!" نک نے کہا۔

"اور ابھی کھانے کے بعد" ارشیا نے ٹکڑا لگایا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ سردارے بھی ہنسنے لگا تھا۔

"ویسے مجھے اس بات پر یقین نہیں آ رہا ہے" نک نے کہا۔

"کون سی بات پر ڈارلنگ؟"

"نواز صاحب کی عمر ستر سال ہے" نک نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور ارشیا کے ہاتھ سے فورک گرتے
تے بچا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں نہیں ناممکن۔ چہرے پر میک اپ ہے' ٹھیک ہے لیکن ہاتھ پاؤں ------ اور ------
ناممکن ہے۔ میں نہیں مان سکتی! بہرحال مسٹر نواز ------ آپ ہمیں اصلی چہرے ضرور
ائیں گے"۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن ساری ذمہ داری آپ لوگوں پر ہوگی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا
ہم سب کھانا کھاتے رہے' پھر کھانا ختم ہو گیا اور ارشیا نے چائے کی پیشکش کی۔

"تو پھر آپ کی رونمائی کا کون سا وقت ٹھہرا؟" نک اسٹیورٹ نے کہا۔ "کوئی مناسب وقت مقرر کر لو"

"شام کی چائے پر سہی" نک نے کہا۔

"مگر میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھ سکوں گی" ارشیا کہنے لگی۔

"تب پھر تم ذاتی طور پر درخواست کر لو" نک نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر نواز ------ اور
سٹر سردارے! کیا آپ میری درخواست قبول کریں گے۔ یقین کریں میں اس وقت تک خلجان میں رہوں
گی' جب تک آپ کی اصل شکلیں نہ دیکھ لوں اور مجھے امید ہے کہ یہ بات آپ پسند نہ کریں گے"۔

"چلو بھئی سردارے' یہی سہی' خوار ہونا ہی لکھا ہے"

"مرمٹے گی استاد" سردارے اردو میں بولا ------ اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ تب ارشیا خود ہی
آگے بڑھ آئی۔

"اگر گستاخی کی اجازت ہو تو ------" اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈالتے ہوئے کہا۔
سردارے بوکھلا گیا تھا لیکن میں نے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس کا سامنے والا بدن میرے سینے سے آ لگا تھا۔ بہرحال
اس نے میری گردن میں ٹٹول کر ماسک کے پن تلاش کیے اور پھر میرے چہرے کا خول اتار لیا۔ نک آنکھیں
پھاڑے بڑے تجسس سے دیکھ رہا تھا۔

ارشیا پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں تحسین و پسندیدگی کے آثار تھے۔ نک کے ہونٹوں پر بھی
مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"ایشیا کے ستر سال بھی خوب ہوتے ہیں"۔

"میں نے ایشیا کے پرکشش چہروں کے بارے میں صرف سنا ہی تھا لیکن آپ اس کی بہترین نمائندگی
کرتے ہیں مسٹر نواز۔ واقعی بڑی پرکشش شخصیت ہے آپ کی۔ کیا آپ اپنے چہرے کا نقاب نہیں ہٹائیں
گے مسٹر سردارے؟"

"ارے اب چراغوں میں روشنی کہاں ہے" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے بھی اپنے
چہرے کا خول اتار دیا۔

"واقعی بڑی پیاری شخصیتیں ہیں آپ کی!" ارشیا نے کہا۔

"ذرا مسٹر نواز کے نام پر بھی غور کریں محترمہ"

"شدید حیرت ہوتی ہے تھامپسن کو انہوں نے ہی قتل کیا ہے" ارشیا نے کہا۔ "چلو چھوڑو ان باتوں
کو ------ ویسے مسٹر نواز! سیسرو کا میک اپ کیسا تھا؟ سنا ہے آپ اس میں بہت خوفناک نظر آتے تھے"۔

"وہ ضائع ہوچکا ہے"۔

"میک اپ بہت عمدہ کرتے ہیں آپ۔ بہرحال میرے خیال میں اب آپ ان چہروں میں رہیں، آپ کو کوئی نہ پہچان سکے گا"۔

"ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارے ہاں کی پولیس بہت ذہین ہے"۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔

"چنانچہ ہم فی الحال میک اپ میں رہیں گے"۔

"جیسا آپ پسند کریں" اور پھر دونوں میاں بیوی ہمیں آرام کرنے کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔ جوتے وغیرہ اتارے اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ سردارے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "کیا سوجھی؟" میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں استاد۔ میں سوچ رہا ہوں اگر وہ لڑکی شادی شدہ نہ ہوتی تو تمہارے پوبارہ ہوتے"۔

"بہرحال وہ شادی شدہ ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ تمہاری نظریں شریفانہ نہیں تھیں"۔

"نہیں استاد! اب اپنے سردارے کو اتنا برا بھی نہ سمجھو جس کی تم عزت کرو' سردارے اسے ا اور بہن سمجھنے کے لیے تیار ہے"

"او جیو یار۔ مجھے تجھ سے یہی امید ہے"۔

"مگر اب پروگرام کیا ہے استاد؟"

"سوئٹزر لینڈ کا موسم زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے' استاد لیکن ہمارے پاس تو کاغذات بھی نہیں ہیں"۔

"اس کا انتظام نک کو کرنا پڑے گا"۔

"اگر اس کے تعلقات نہ ہوئے تو؟"

"تب غلام سیٹھ ذمہ دار ہے" میں نے کہا اور سردارے خاموشی سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اسے سیٹھ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ اور میں نے بھی غیر اختیاری طور پر یہ نام لے دیا تھا۔ تب میں سردارے کے چہرے کا تجسس پڑھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "غلام سیٹھ بھی پورے گ سرغنہ ہے۔ میں اس کا ملازم ہوں۔ تمہیں بتا چکا ہوں' سرائے عالمگیر کا رہنے والا ہوں۔ کسان کی اولاد' نے پوری زندگی محنت مشقت کی۔ مجھے تعلیم دلوائی لیکن اس کے خواب پورے نہ ہوئے۔ میری حیثیت تسلیم نہیں کی گئی۔ اپنوں اور بیگانوں' سب نے ٹھکرا دیا۔ تب کراچی چلا گیا۔ خود کشی کا فیصلہ کر لیا تھا کہ دلچسپ غلط فہمی مجھے پشاور لے گئی۔ اس غلط فہمی نے مجھے غلام سیٹھ تک پہنچا دیا اور اب میں اس کے کے لیے کام کرتا ہوں۔ اس نے مجھے بے پناہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ شاید اپنے بعد سب سے زیادہ۔ جنرل فیلڈ پر کام کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں اب تمہارے ذہن میں کوئی بات نہیں رہ گئی ہوگی؟"

"ہاں استاد! اب کوئی بات نہیں رہ گئی" سردارے نے ٹھنڈی سانس لی "اور اس کے بعد استاد' تمہ عزت میری نگاہوں میں اور بڑھ گئی ہے۔ ایک بات پر یقین کر لو استاد' سردارے ہمیشہ تمہارے پسینے پر گرائے گا"۔

"یقین ہے سردارے۔ تیرے آنے سے میری تنہائی دور ہوگئی ہے"۔

"سردارے کا ہر سانس تمہارے لیے ہے" سردارے نے بڑے خلوص سے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔

شام کی چائے ہمیں ملازموں نے پلائی۔ ارشیا اور نک کہیں چلے گئے تھے۔ تقریباً سات بجے وہ واپس آئے۔ ان کے پیچھے ملازم کئی بنڈل اٹھائے ہوئے تھے۔ "ارے کیا خرید لائے تم لوگ؟" میں نے حیرانی سے کہا اور ارشیا میرے سامنے بنڈل کھول کھول کر رکھنے لگی۔ نہایت اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے۔ سلیپنگ سوٹ' بنیائن' اور ٹائیاں وغیرہ۔ غرض ہر چیز مہیا کر دی تھی ان دونوں نے!

"اوہ! اتنے سارے لیکن کیا یہ ہمارے ناپ کے ہیں؟"

"ارشیا نے ٹیلرنگ میں ڈپلومہ لیا ہے' اسے اپنی آنکھوں کی پیمائش پر بہت ناز ہے" نک مسکراتے ہوئے بولا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ سردارے عجیب بھونڈے انداز میں اپنا بدن چرا رہا تھا۔ "ہائے اللہ! یہ تو آنکھوں ہی آنکھوں میں ناپ لیتی ہیں" اس نے شرمائی ہوئی آواز میں کہا۔ جملہ اردو میں تھا۔ اس لیے نک اور ارشیا تو نہ سمجھ سکے لیکن اس کی بات سن کر میرے قہقہے نہ رک سکے تھے۔ تب ہی باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی اور ہم سب چونک پڑے "یہ کون ہو سکتا ہے؟" نک تشویشناک آواز میں بولا۔

☆ ☆ ☆

ارشیا چونک کر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس نے نک کی آنکھوں میں دیکھا اور نک نے اسے اشارہ کر دیا۔ ارشیا انتہائی پھرتی سے باہر نکل گئی تھی۔ نک کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا۔ "کسی طور ممکن تو نہیں ہے لیکن ممکن ہے پولیس نے ضرورت سے زیادہ مستعدی دکھا ڈالی ہو۔" نک نے آہستہ سے کہا۔ "ایسی صورت میں تم اپنی حفاظت کا بندوبست کر لینا نک ہماری پرواہ مت کرنا۔ ہم لوگ خود نمٹ لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ہم دونوں بھی کھڑے ہوگئے۔ نک بھی عجیب سے انداز میں کھڑا ہوگیا تھا۔

"عجیب بات کہی ہے آپ نے مسٹر نواز! اب نک اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہے کہ اپنے مہمانوں کی حفاظت بھی نہ کر سکے۔"

"اوہ' جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرے دوست! تمہاری موجودہ حیثیت گروہ کے لیے بہت قیمتی ہے۔ ہمارا کیا ہے ہم تو کہیں بھی چلے جائیں گے۔ لیکن تمہاری حیثیت قائم رہنا گروہ کے مفاد میں ہے۔"

"میری حیثیت قائم رہے گی مسٹر نواز! میں بھی برن کے گھسیاروں میں نہیں ہوں۔ براہ کرم آپ آرام سے تشریف رکھیں اور پھر اس وقت تو آپ اصلی شکل میں بھی نہیں ہیں ــــــ یہ ارشیا اب تک کیوں نہیں آئی؟" اس نے تشویش سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر چند ساعت انتظار کرنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی حاضر ہوا ــــــ ذرا دیکھوں تو ــــــ" پھر وہ دروازے کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ ارشیا دروازے کے اندر داخل ہوگئی۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار تھے۔

"پولیس ــــــ؟" نک نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ارے نہیں نک ــــــ بگ باس" ارشیا نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بتایا۔ "بگ باس ــــــ!" نک بھی چونک پڑا۔

"ہاں۔"

"کہاں ہے؟" نک نے پریشانی سے پوچھا۔

"خود آیا ہے۔ میرے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

"اوہ ---- تنہا ہے؟"

"نہیں ایک ایشیائی شخص اور ساتھ ہے۔"

اور ایشیائی کے لفظ پر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اب تک میں نہیں سمجھا تھا کہ بگ باس کسے کہا جا رہا ہے۔ لیکن پھر میں نے چونک کر پوچھا "مسٹر نک! کیا ------؟"

"ہاں' غلام سیٹھ آیا ہے۔" نک نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے ---- تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی آمد میرے لیے قطعی غیر متوقع ہے۔ کہیں سے بھی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"کیا آپ نے اسے میرے بارے میں بتا دیا ہے میڈم ارشیا؟" میں نے ارشیا سے پوچھا۔

"ہاں ---- کیا یہ مناسب نہ تھا؟" ارشیا نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آیئے! اب ہم ساتھ ہی اس سے ملیں گے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سردارے عجیب سے انداز میں پہلو بدل کر رہ گیا۔

"ارے آؤ ---- تم کیوں رک گئے؟" میں نے اسے ٹھٹکتے دیکھ کر کہا۔

"اوہ آؤں؟" سردارے نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"آؤ ----" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور سردارے بھی جھجکتا ہوا میرے قریب آ گیا ---- پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔ "یار ---- نواز ---- تم پہلے اس سے میرے بارے میں بات تو کر لو۔ پھر ---- ممکن ہے وہ اس طرح مجھ سے ملنا پسند نہ کرے۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو ---- آؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ اتنی دیر میں ہم ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر پہلے ارشیا' پھر نک' اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

غلام سیٹھ کو میں نے کافی عرصے کے بعد دیکھا تھا۔ لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی' بالکل ویسا ہی تھا۔ آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی۔ اور وہ اتنا ہی پراسرار نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہلو ---- نواز ---- ہلو۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے گرم جوشی سے مجھ سے معانقہ کیا۔ اور میری کمر تھپتھپانے لگا۔ میں نے بھی اس کی گرم جوشی سے متاثر ہو کر اسی گرم جوشی سے جواب دیا تھا۔ غلام سیٹھ مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا۔ "بہت خوب' بہت خوب نواز ---- تمہیں دیکھ کر سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔"

"شکریہ غلام سیٹھ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوئے خلیل ---- مل یار اس سے۔ یہ ہے اپنا نواز۔" غلام سیٹھ نے اپنے ساتھی سے کہا۔ یہ بھی ایک ادھیڑ عمر کا وجیہہ شخص تھا۔ خوش لباس تھا اور چہرے سے زیرک نظر آتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے بھی بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔

"آپ کا تصور کچھ اور تھا میرے ذہن میں نواز صاحب! میرا اپنا تجربہ ہے کہ جو لوگ چہروں سے معصوم نظر آئیں اور' پرکشش بھی ہوں' وہ اگر خطرناک ہوتے ہیں تو پھر اتنے کہ ان کا ثانی مشکل ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے آپ کی شخصیت میرے تجربے کی تصدیق کرتی ہے۔" خلیل نے کہا۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔

غلام سیٹھ نک سے مل رہا تھا۔ اور پھر وہ سردارے کی طرف مڑا۔ سردارے کسی حد تک نروس نظر

آنے لگا تھا۔ "یہ غالباً" سردار علی ہیں۔" غلام سیٹھ نے کہا اور پھر خود آگے بڑھ کر سردارے سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس التفات پر سردارے بھی کھل اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے غلام سیٹھ سے ہاتھ ملایا۔

"نواز کے ساتھی ہو ---- معمولی نہ ہو گے۔" غلام سیٹھ پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کو سردارے کا نام کیسے معلوم ہوا غلام سیٹھ؟" میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے نواز ---- کیا میں اتنا ہی لاعلم انسان ہوں۔"

"اوہ ہاں' میں یہ بھول گیا۔"

"مجھے معلوم ہے سوبیسنا میں کام کرنے والا ایک نہیں تھا بلکہ دو تھے۔"

"اوہ' یقیناً" میں نے ہنستے ہوئے کہا "آپ کو میرے اس اقدام پر اعتراض تو نہیں ہے غلام سیٹھ؟"

"اعتراض ---- میں نے تمہارے معاملے میں اعتراض کا حق اپنے پاس نہیں رکھا۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ' آپ کی مہربانی ہے غلام سیٹھ ---- ورنہ میں ----"

"کس قابل ہوں۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے جملہ پورا کر دیا۔ یار اگر تم کسی قابل ہوتے تو نہ جانے کیا کرتے۔ بہرحال ---- تم سے ملاقات کیے بہت دن گزر چکے تھے۔ اور اب تمہارے نئے ہنگامے کی اطلاع ملی تو میں نے سوچا کہ تم سے فوراً ملاقات کی جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نک بے حد متاثر تھا اور ابھی تک کھڑا ہوا تھا۔ "سر! آپ کا سامان گاڑی میں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ارے بھئی' ہم بے سروسامان لوگوں کے پاس سامان کہاں! ویسے اپنی میڈم سے کہو کافی پلوا دیں۔ ایئر پورٹ سے سیدھے چلے آ رہے ہیں۔" اس نے کہا اور ارشیا جلدی سے باہر نکل گئی۔ "ہاں نک! تم سناؤ کیا حال ہے؟" غلام سیٹھ نے کہا۔

"ٹھیک جناب ---- آج کل تو مسٹر نواز نے ہنگامہ کیا ہوا ہے۔" نک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نواز ----" غلام سیٹھ نے ٹھنڈی سانس لی۔ "نواز کی وجہ سے تو میرا طوطی بولنے لگا ہے۔ بلاشبہ اس شخص نے پورے گروہ کو بین الاقوامی حیثیت دلائی ہے۔ آج ساری دنیا میں جہاں جہاں منشیات کی مانگ ہے' غلام سیٹھ کے گروہ کی ساکھ ہے۔ شاہراہ حشیش پر اس گروہ کے سامنے کوئی نہیں ہے۔ اور جو ہیں وہ اب مجھ سے تعاون کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے جناب!" نک نے کہا۔ میں خاموش تھا۔ غلام سیٹھ کی تعریف سے میرے ذہن میں کوئی خوشی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ کاش میں اپنے وطن کے لیے کوئی اچھا کام کر کے اتنا مشہور ہوا ہوتا تو واقعی فخر سے سربلند کر سکتا تھا۔ منشیات کے ایک سمگلر کی حیثیت سے اگر مجھے شہرت ملی تھی تو یہ بھی کوئی شہرت تھی۔ البتہ سردارے بچوں کی طرح سوچتا تھا۔ اس کے چہرے کی سرخی نمایاں تھی اور اس کی آنکھوں سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"خیر ---- اب کیا پروگرام ہے نواز؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں ہے۔"

"بھئی آج رات مجھے فرصت ہے۔ اس بار میں نے ایسا ہی پروگرام طے کیا تھا کہ کم از کم ایک رات تو تمہارے ساتھ گزرے' چنانچہ آج ہم بہت سی باتیں کریں گے۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نک؟"

"اس خوش نصیبی کو اعتراض کہا جائے گا غلام سیٹھ ــــــ"

"بہرحال بھئی! تمہارا شکریہ ــــــ ویسے برن میں تمہاری کارکردگی سے مطمئن ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے نواز ــــــ اس پوری پٹی پر، جس پر تم نے اب تک سفر کیا ہے، میرے کسی بھی کارکن کو کمزور پایا؟"

"نہیں غلام سیٹھ ــــــ اور بہرحال میں نے دل ہی دل میں آپ کی اس کوشش کی داد دی ہے۔ آپ نے جگہ کی مناسبت سے ایسے مکمل لوگوں کا انتخاب کیا ہے کہ بس ــــــ کوئی جواب نہیں ان کا، ہر شخص اپنی جگہ پر ایک مخصوص حیثیت رکھتا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے نواز ــــــ میں نے ابتدا سے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ میرے کارکن ذہنی طور پر بلند ہوں۔ تم یقین کرو، میں اپنی آمدنی کا تین چوتھائی حصہ اپنے باصلاحیت کارکنوں پر خرچ کرتا ہوں۔ صرف اس تصور کے ساتھ عمدہ لوگ عمدگی سے کام کریں گے۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اس کے باوجود ــــــ تمہیں میری طرف سے مکمل اختیار ہے اگر کہیں کوئی جھول محسوس کرو تو میری رائے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ تو میرا فرض ہے جناب۔"

"یقیناً"۔ ویسے مجھے تمہارے اوپر واقعی حیرت ہے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر شاندار نکلو گے تم نے چن چن کر ایسے شکار کیے جن کے بارے میں، میں بھی صرف سوچ کر رہ جاتا تھا، ہربنس کوئی معمولی شے نہیں تھی، اور پھر سوبیستا اور یہ تھامپسن ــــــ جانتے ہو تھامپسن کون تھا؟"

"کیوں ــــــ اس کی کوئی مخصوص حیثیت بھی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اوہو ــــــ اس کا مطلب ہے کہ تم نے ایک نڈر شیر کی طرح اسے چیرپھاڑ کر برابر کر دیا۔ اس کی قوت کے بارے میں تم نے اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی۔"

"اس کی قوت تو سامنے تھی ــــــ اور کیا اندازہ لگاتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں میری جان ــــــ نہیں۔ تمہاری کامیابی کا ایک راز اور بھی ہے۔ تم دشمن کو صرف دشمن سمجھ کر وار کر دیتے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس قدر خونخوار ہے۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی جناب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ بھی سوچا کہ آخر یہاں کی پولیس اس کے لیے اس قدر بھاگ دوڑ کیوں کر رہی ہے؟"

"ہاں اس کے کافی رسوخ ہیں۔"

"اس کی وجہ معلوم ہے؟"

"نہیں۔"

"دراصل اس کی موت سے ایک بہت طاقتور پارٹی کا زبردست نقصان ہوا ہے۔ یہ پارٹی آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور تھامپسن اس کا ایک سرگرم کارکن بھی تھا۔ پارٹی کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ موجودہ حکومت سے کافی زیادہ طاقتور ہے اور یقین ہے کہ آئندہ انتخابات میں اس کا مقابل کوئی نہیں ہو گا۔"

"خوب" میں نے تعجب سے کہا۔ "پارٹی کے بیشتر افراد موجودہ حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں انتظامیہ کے شعبے بھی شامل ہیں۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ پولیس تمہارے لیے اس قدر تگ و دو کیوں کر رہی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"بہرحال تمہارے بارے میں، میں ساری خبریں رکھتا ہوں، چنانچہ یہاں کی صورت حال دیکھ کر ہی میں نے فوری طور پر یہاں آنا ضروری سمجھا۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا پروگرام تھا؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"میں بس برن چھوڑنے پر غور کر رہا تھا۔"

"کہاں جاتے؟"

"بلیک فارسٹ۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک ــــــ تمہاری اگلی منزل وہی ہے۔ لیکن اب ان حالات میں، برن کے سارے راستوں پر تمہاری چیکنگ ہو رہی ہے۔ حکومت نے تمہاری شناخت کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کی ہیں۔ کیا تم آسانی سے یہاں سے نکل سکو گے؟"

"کوشش کروں گا جناب۔"

"میرا خیال ہے، خاصی مشکل بات ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"لیکن میں بہرحال نکل جاؤں گا۔" میں نے پورے بھروسے سے کہا۔

"بھئی میں تمہیں چیلنج نہیں کرتا ــــــ بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن اگر تم چاہو تو ہم تھوڑی سی تفریح کر سکتے ہیں۔"

"جی ــــــ فرمائیے۔"

"میرا خیال ہے حکومت، برن نے تمہارے لیے کافی تیاریاں کی ہیں۔"

"یقیناً" جو حالات آپ نے بتائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"تو وہ آسانی سے تمہیں نہیں نکلنے دے گی۔"

"میرا خیال ہے، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا تم پندرہ دن کے اندر اندر مجھے فرینکفرٹ کے "لین گیز" میں رپورٹ دے سکتے ہو؟"

"پیش کر دوں گا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"تب پھر میں آج سے ٹھیک پندرھویں دن لین گیز میں تمہارا انتظار کروں گا۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بصورت دیگر اگر تم سوئس پولیس کے ہاتھ لگ جاؤ تو کسی قسم کی فکر مت کرنا۔ گروہ کے سارے راز راز رہنے چاہئیں۔ بیس روز انتظار کے بعد تمہیں پولیس کے قبضے سے نکالنے کی جدوجہد کی جائے گی اور بہرحال یہ کام ناممکن نہیں ہو گا۔" غلام سیٹھ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اوکے چیف!"

"خوب۔ یہ شرط تو بہت دلچسپ رہی۔" تنک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نواز کی صلاحیتوں پر مجھے بے حد اعتماد ہے مسٹر تنک!" غلام سیٹھ نے کہا اور تنک گردن ہلانے لگا۔

وہ رات غلام سیٹھ کے ساتھ گزری۔ آدھی رات تک گفتگو ہوتی رہی۔ بڑی دلچسپ گفتگو تھ
میں نک کی بیوی ارشیا بھی شریک رہی۔ غلام سیٹھ اس سے قبل اتنے کھلنڈرے موڈ میں کم ہی نظر آ
خاصے لطیفے رہے۔ دوسرے دن صبح کے ناشتے کے بعد اس نے واپسی کا اعلان کر دیا۔ "ٹھیک
نواز ـــــ او کے نک! اب مجھے اجازت دو۔"

"اوہ' جناب کہاں تشریف لے جائیں گے؟" نک نے پوچھا۔

"بس یہ باہر جانے کے بعد سوچیں گے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"میں گاڑی نکالوں؟" نک نے پوچھا۔

"کیا وہ فضا میں پرواز کر سکتی ہے؟" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ـــــ؟"

"ہاں بھئی' مجھے ہوائی جہاز کی ضرورت ہے' کار کی نہیں۔"

"آپ فرمائیں' جہاں کے لیے حکم دیں' سیٹ بک کرا دوں؟"

"بس نک اجازت دو ـــــ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کہاں کہاں جانا ہے۔ رات بہت ا
رہی۔" غلام سیٹھ نے کہا پھر اس نے ہم سے سے مصافحہ کیا اور پھر خلیل کے ساتھ باہر نکل گیا۔ اس۔
کی پیشکش بھی قبول نہیں کی تھی۔ جو کار اسے لے کر آئی تھی وہ بھی واپس جا چکی تھی۔ نک نے ایک
سانس لی اور پھر میری اور سردارے کی کلائیاں پکڑتے ہوئے بولا۔

"آؤ دوستو ـــــ غلام سیٹھ بے حد پراسرار ہے۔ چنانچہ ہم لوگ ایک ایک کافی اور پئیں۔" ا
کے دوران نک نے تشویش ناک لہجے میں کہا "جو کچھ غلام سیٹھ نے بتایا ہے۔ یقین کرو' مقامی باشندہ
کے باوجود مجھے اتنی تفصیل معلوم نہیں تھی۔"

"ہوں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟"

"ابھی تک تو کچھ نہیں۔"

"آپ نے غلام سیٹھ کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔"

"یقیناً ـــــ!" میں نے جواب دیا۔ اور نک کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے پرخیال اندا
گردن ہلائی۔ "پال ڈریکر ـــــ" وہ آہستہ سے بولا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "میرا خیال۔
یقیناً" ہمارے کام آئے گا۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ میں نے اب بھی اس سے کچھ نہیں کہا۔
میں خاموش نگاہوں سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے مسٹر نواز ـــــ ہم آج ہی کسی طر
سے مل لیں۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کس سے؟" میں نے سرد مہری سے پوچھا۔

"پال ڈریکر سے ـــــ وہ یقیناً" ہمارے کام آ سکے گا اور پھر ـــــ"

لیکن میں نے سرد لہجے میں درمیان میں اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں مسٹر نک! آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں۔"

"آپ سنیں تو سہی' دراصل پال ڈریکر مخالف پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ا
خطرناک ـــــ"

"مسٹر نک پلیز ـــــ میرے خیال میں آپ یہ موضوع ختم کر دیں۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے
کہا اور نک چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ـــــ میں سمجھا نہیں مسٹر نواز؟"

"مسٹر نک! غلام سیٹھ بھی میری مدد کر سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اپنی صلاحیتوں پر شرط بدی ہے۔"

"اوہ' تو آپ ـــــ" نک نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ میں صرف خود پر بھروسہ کروں گا۔ کیوں سردارے؟"

"بالکل ٹھیک چیف! شرط میں بھی ایمانداری ضروری ہے۔ اگر ہم دوسروں کی مدد لے کر یہاں سے نکلے
پھر اس میں خوبی کیا رہی؟" سردارے نے جواب دیا۔ اور نک تحسین آمیز نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے
لگا۔

"واقعی ـــــ انوکھے ہیں آپ لوگ۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ غور کرو نک ـــــ کہ اس خطرناک پیشے میں ہونے کے باوجود مسٹر نواز اصول پسند ہیں۔"

"یقیناً" یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ویسے ارشیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے چہرہ شناسی کے سلسلے میں کافی
وقت ضائع کیا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"مسٹر نواز کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ برے پیشے میں ہونے کے باوجود برے انسان نہیں
ہیں۔"

"یہ تو میں بھی بتا سکتی تھی۔" ارشیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میں بھی مسکرانے لگا۔ بہرحال پھر ہم آرام
کرنے آ گئے۔ اور اپنے کمرے کی ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔
سردارے خود میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملتے ہی مسکرا دیا۔ "کیا خیال ہے سردارے؟"

"استاد زندہ باد" سردارے نے مست انداز میں کہا۔

"مردہ باد بھی ہو سکتے ہیں۔ اب کوئی ترکیب سوچو۔"

"آپ کے ذہن میں کیا ہے استاد؟" سردارے نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"بھروسہ کرو گے؟"

"کیوں نہیں"

"تو یقین کر لو ابھی تک میں نے کچھ بھی نہیں سوچا اور یہ بھی یقین کر لو کہ بہرحال ہم یہاں سے نکل
جائیں گے۔"

"دونوں باتوں پر یقین کر لیا استاد! کیونکہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔" سردارے نے عقیدت
بھرے لہجے میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن بات یونہی ختم نہیں ہو جاتی سردارے۔"

"سوچو استاد ـــــ یوں سمجھ لو' تم دماغ ہو ـــــ میں عمل ہوں۔ جو کہو گے کروں گا۔"

"کام کوئی ایسا ہونا چاہئے سردارے کہ بس ـــــ دوسرے دیکھتے رہ جائیں۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال ہے استاد۔"

"کیا ـــــ؟"

"ہم نے تھامپسن کو قتل کیا ہے۔ وہ لوگ ہمارے بارے میں بہت آگے کی باتیں سوچ رہے گے۔ ہمیں کسی ایسے انداز میں یہاں سے نکلنا چاہئے کہ وہ سوچ بھی نہ سکیں۔"

"مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے سردارے! بہرحال غلام سیٹھ نے ہمیں پندرہ دن دیئے میرے خیال میں یہ کافی وقت ہے۔ ہم اس دوران کچھ نہ کچھ ضرور کرلیں گے۔" میں نے پرخیال اندا کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

غلام سیٹھ کی شرط بہت دلچسپ تھی۔ میں اندازہ لگا چکا تھا کہ مقامی پولیس کتنی سختی سے میری تلا رہی ہے۔ بہرحال میں نے غلام سیٹھ سے وعدہ کرلیا تھا لیکن ابھی تک کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں تھی۔ غلام سیٹھ کو گئے ہوئے دوسرا دن تھا اور ابھی تک میں اپنی روانگی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں تھا۔ بہرحال پھر میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہاں تو کچھ نہیں ہوسکے گا جب تک باہر نکل کر ہاتھ پاؤ ہلائے جائیں اور پھر باہر نکلنے کے لیے ایک لائحہ عمل طے کرکے ہم باہر نکل آئے۔ ہمارے چہروں پر م سا میک اپ تھا۔ ویسے ہم ایک دوسرے سے بالکل الگ تھے اور بڑے لاابالی انداز میں چل رہے تھے۔

کئی گھنٹے آوارہ گردی کی۔ بہرحال یہ اندازہ تو نہیں ہوسکا کہ پولیس کس انداز میں ہمیں تلاش کر ہے۔ بہرحال اندازے ضرور قائم کرتے رہے۔ ایئرپورٹ' بندرگاہ وغیرہ کا رخ کیا۔ باہر جانے کے لیے ذ کا جائزہ لیا۔ تقریباً" ساری چیزیں مخدوش تھیں۔ تب ہم ریلوے سٹیشن پہنچ گئے۔ اور پھر میرے ذہن ایک خیال آ گیا۔ اور میں اس پر غور کرنے لگا۔

بات کچھ دل کو جچ رہی تھی۔ تب میں نے سردارے کو ساتھ لیا اور پھر ایک فینسی ڈریس سٹور پر گئے۔ یہاں ہم نے ریلوے ملازمین کی وردی خریدی۔ یہ وردی ریلوے کے سفری مستریوں کی سی تھی مستری ٹرین کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ میں نے ان مستریوں کا جائزہ لیا تھا۔ بہرحال رسک تو ضرور تھا لیکن ترکیب میرے ذہن میں آئی تھی اور بلاشبہ کامیاب ہو جاتی تو عمدہ ترکیب تھی۔ چھوٹے اوزاروں کا ایک بیگ خریدنے کے بعد ہم واپس آ گئے۔ اپنے اس سامان وغیرہ کے بارے میں ہم نے نک وغیرہ کو کچھ بتایا۔ جس وقت ہم گھر واپس پہنچے نک اور ارشیا موجود نہیں تھے۔

کافی دیر کے بعد وہ واپس آئے تو ہمیں دیکھ کر اچھل پڑے۔

"میرے خدا ——— میں نے شاید سارے برن میں آپ کو تلاش کیا ہے مسٹر نواز!"

"اوہو ——— کیوں؟"

"بس ——— نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ آپ کسی الجھن میں نہ پھنس گئے ہوں۔"

"ہوں ——— اس قدر فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے نک۔"

"پھر بھی دراصل ———"

"نہیں نک ——— ایک بات سمجھ لو۔ ہم دونوں کسی بھی وقت خاموشی سے غائب ہو سکتے ہیں۔ ا صورت میں تمہارا سڑکوں پر پریشان پھرتے رہنا کچھ مناسب نہ ہوگا۔"

"اوہ تو آپ مجھے بتائے بغیر ہی برن چھوڑ دیں گے؟"

"ممکن ہے۔"

"میرا خیال ہے مجھے خاصی الجھن رہے گی۔"

"کسی دن بارہ گھنٹے واپس نہ آئے تو سمجھ لینا کہ برن سے نکل گئے۔"

"بہرحال خود میری دلی خواہش ہے کہ آپ کامیاب ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور پھر ہم دوسری باتیں کرنے لگے۔ ہم نے نک کو اپنے پروگرام کی ہوا بھی لگنے دی تھی۔ بات کچھ بھی نہیں تھی۔ بس ہم اپنے بارے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔ اس رات رے کافی دیر تک جاگتا رہا۔ مجھے بھی نیند نہیں آئی تھی۔ "جاگ رہے ہو استاد؟" سردارے نے کروٹ ل کر کہا۔

"ہاں"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کل کا پروگرام سردارے ——— میرا خیال ہے ہمیں صبح ہونے سے قبل یہاں سے نکل جانا ہے۔"

"اوہ' جیسا مناسب سمجھو استاد۔"

"یہی بہتر رہے گا۔ دن کی روشنی بہت سے جھگڑے پیدا کرسکتی ہے لیکن صبح کا وقت ———"

"پھر بہت صبح ہی چلنا پڑے گا استاد ——— سٹیشن تک کا سفر پیدل ہی کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"تب پھر الگ الگ چلیں گے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"وردی پہن کر چلو گے؟"

"ہاں' بہت سے لوگ اس وقت ڈیوٹی پر جاتے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو یا۔ بہرحال وہ میرے ہر فعل سے اتفاق کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات ہم یونہی سے سوئے۔ صبح کے اجالے کا ں وقت دور دور تک پتہ نہ تھا جب ہم نے بستر چھوڑ دیے۔ وردیاں پہنیں' دوسری ضروری چیزیں سنبھالیں ور مکان کے عقبی حصے سے باہر نکل آئے۔ سڑکوں پر روشنیاں اور ٹیکسیاں دونوں موجود تھیں۔ ہم ایک یکسی میں ریلوے سٹیشن چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سٹیشن کی عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بڑا سکون ہوا کہ ہمارے جیسے دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے اور بے روک ٹوک پھر رہے تھے۔ چنانچہ ہم کسی حد تک پرسکون ہو گئے۔ اب صرف ٹرین کا انتظار تھا اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ٹرین کب آئے اور ہمیں کتنا انتظار کرنا پڑے

اور پھر پورے تین گھنٹے انتظار کرنا پڑا تھا۔

خوبصورت ٹرین جرمن سرحد کی طرف جا رہی تھی۔ ہم لوگ آنکھیں بند کرکے اس میں سوار ہو گئے۔ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ویسے سٹیشن پر بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہماری تلاش کس طرح کی جا رہی ہے۔ بے شمار مشتبہ افراد نظر آئے تھے جن کے پاس ٹارچ نما آلات تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان آلات سے میک اپ کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور آلات ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں۔ گویا اگر اس وقت ہم میک اپ میں ہوتے تو ہماری پول کھل جاتی۔

ٹرین کا سفر شروع ہو گیا۔ بہرحال اطمینان تو اب بھی نہیں تھا اور اس وقت تک نہیں ہوا جب تک ٹرین سوئٹزرلینڈ کی سرحد عبور نہ کر گئی۔ اب وہ جرمنی اور فرانس کی سرحد پر جا رہی تھی۔ جب ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہو گیا تو ہم نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔

"استاد ۔۔۔۔۔!" سردارے آہستہ سے بولا۔
"ہوں"
"میرے خیال میں اب یہ لباس بدل لینا چاہئے۔ کیونکہ ریلوے کا عملہ ہماری طرف
ہے۔"
"مناسب خیال ہے جاؤ ۔۔۔۔۔ پہلے تم لباس بدل آؤ۔" میں نے کہا اور سردارے باہر
داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں نے لباس بدل لیے تھے۔ اور پھر ہم اطمینان سے
ہمارے ساتھ کے مسافر زیادہ تر جرمن تھے۔ خوش اخلاق اور کھلنڈرے۔
بہرحال فرائی برگ پہنچ گئے اور فرائی برگ سٹیشن پر اترنے کے بعد ہم نے مسکراتے
دوسرے کی شکل دیکھی۔
"استاد!" سردارے خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔
"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"گویا ہم کامیاب ہو گئے۔"
"ہوں۔"
"یقین نہیں آتا چیف ۔۔۔۔۔ اتنی معمولی سی کوشش سے اتنی آسانی سے یہ سب کچھ ہو گیا"
"تجویز تمہاری ہی تھی سردارے ۔۔۔۔۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم شایان شان طریقے سے
نکلنے کی کوشش کرتے تو دھر لیے جاتے۔ انہوں نے اس بارے میں نہیں سوچا۔"
"بہرحال استاد! میں بے حد خوش ہوں۔ یوں سمجھو قدرت اور قسمت بھی ہمارا ساتھ دیتی ہے"
"یقیناً۔" میں نے دل سے کہا "ہمارے اپنے اعمال کچھ بھی ہوں، خدا کی رحمت بے پایاں
انسان کے لیے ہے۔" سردارے نے عجیب نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔ بہرحال ہم نے چار
دیکھا اور پھر سردارے بولا۔
"ویسے اب کیا پروگرام ہے استاد؟"
"بارہ دن اور بارہ راتیں باقی ہیں ۔۔۔۔۔ عیش کرو۔" میں نے جواب دیا۔ "استاد!" سردا
عجیب سے انداز میں کہا "کیا تمہیں عورت کی شکل یاد ہے؟"
"بھول گیا یار" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"درحقیقت استاد ۔۔۔۔۔ پچھلے کچھ دن اس معاملے میں تو بہت ہی خشک گزرے۔ بہرحال
یہاں قسمت میں کیا لکھا ہے۔ ویسے مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا کہ ہم سوئٹزرلینڈ کی پولیس کو د
کر اتنی آسانی سے نکل آئے۔"
"ہاں۔ کام نہایت خوبصورتی سے ہو گیا۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور ہم سٹیشن سے
آئے۔ فرائی برگ جرمنی کے سب سے خوبصورت علاقے بلیک فارسٹ کا سب سے بڑا شہر ہے۔
باہر آتے ہی ہمیں ٹرام مل گئی جو طویل سفر کرتی تھی۔ چونکہ سیر کی ٹھہری تھی اس لیے ہم دونوں
سوار ہو گئے اور پھر فرائی برگ کے ایک خوبصورت قصبے میں اتر گئے۔
بلیک فارسٹ کا حسن چاروں طرف بکھرا پڑا تھا۔ کسی مناسب جگہ بھی ٹھہر سکتے تھے لیکن مقصد
اس لیے قصبے کی کیمپنگ تلاش کی۔ کیمپنگ جنگل کے دامن میں واقع تھی۔ اور توقع ۔

ی کئی سیاح موجود تھے۔ جن میں لڑکیاں اور مرد دونوں شامل تھے۔ ہم نے مفصل معلومات حاصل
خیمے وغیرہ کرایہ پر بھی مل جاتے تھے اور خریدے بھی جا سکتے تھے۔
ہر حال کرائے پر خیمہ حاصل کر لیا گیا۔ خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب
انتخاب کیا تھا، جگہ ہمیں بھی پسند آئی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان سے اتفاق کیا اور ہم خیمے میں فروکش ہو

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد سردارے نے گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "جگہ تو عمدہ
ہے!"
"ہاں" میں نے جواب دیا۔
"خاصے عمدہ چہرے نظر آئے ہیں۔"
"ہوں ۔۔۔۔۔ میں نے دیکھے ہیں ہمارے پڑوس کے خیمے بھی برے نہیں ہیں۔"
"اوہو ۔۔۔۔۔ واقعی ۔۔۔۔۔ میں نے غور نہیں کیا۔"
"اب کر لینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر تک ہم خیمے میں
اور پھر اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شور کی آوازیں سنائی دیں۔ عجیب سا شور تھا ہم باہر نکل
۔ آوازیں پڑوس کے خیمے سے ہی آ رہی تھیں۔ ہمارے علاوہ اور کوئی اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ ہم
ان آوازوں کو غور سے سنا۔ "اوہ" پپا۔ پپا" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
"بڑھو ۔۔۔۔۔ آگے بڑھو ۔۔۔۔۔ اتحادی فوجوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دو۔ بڑھو دلیرو ۔۔۔۔۔ آگے
" ایک بھاری آواز نے کہا۔ اور پھر کوئی خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکل آیا۔
"پپا ۔۔۔۔۔ پلیز پپا۔" دونوں لڑکیاں طویل القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر روکنے کی
ش کر رہی تھیں۔
"نہیں رک سکتا۔ جرمن سیلاب اب روکے نہیں رک سکتا۔ مشرق وسطیٰ میں جو کام میرے سپرد کیا گیا
اسے کون روک سکے گا۔ یہ ریگستان میرے ہیں۔ یہ مجھ سے تعاون کریں گے۔" طویل القامت بوڑھے
خونخوار لہجے میں کہا۔
"بہت خوب۔" سردارے آہستہ سے بولا۔
"بوڑھا نشے میں ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں۔ اور یہ خاصی خطرناک بات ہے۔ بے چاری لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا
ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"
"ہاں، انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے آپے
باہر ہو گیا۔ وہ فوجی انداز میں مارچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور بوڑھے کے سامنے جا کر اس نے ایک زوردار
سٹ مارا۔
"ہیل ۔۔۔۔۔ ہٹلر!" بوڑھے نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔
"ہیل ہٹلر ۔۔۔۔۔!" سردارے نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔
"کیا خبر لائے ہو کرنل ۔۔۔۔۔ جنرل منٹگمری اب کون سی چال چل رہا ہے؟"
"دشمن کی چال چل رہا ہے جناب ۔۔۔۔۔ اپنی بھول گیا ہے۔" سردارے نے جلدی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ وہ کوئی چال ہے' اطمینان رکھو' رومیل کو شکست دینا آسان کام نہیں ہے۔" بوڑھے نے سینہ تانتے ہوئے کہا۔

دونوں لڑکیاں ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ وہ سردارے کو گھور رہی تھیں۔ ایک نے میری طرف دیکھا تھا۔

"یقیناً" یہاں منٹگمری کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

"ارے وہ حیثیت ہی کیا رکھتا ہے ------ میرے سامنے ------ کل کا لڑکا۔" بوڑھے نے ہاں پرسوں تک نیکر پہنے پھرتا تھا۔" سردارے بولا۔

"کیا پہنے پھرتا تھا۔" بوڑھا چونک کر بولا۔

"میرا مطلب ہے ہاف پینٹ ------ ہاف پینٹ" سردارے بولا۔

"مگر میں نے اسے کبھی ہاف پینٹ پہنے نہیں دیکھا۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" سردارے نے کہا۔

"اچھا ------" اچانک بوڑھے نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پھر سردارے کی طرف جھک کر "کیسا لگتا تھا؟"

"بالکل بے کار ------ فضول ------ ہونہہ۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" بوڑھا اچانک بگڑ گیا۔

"پپا ------ پپا پلیز ------ اندر چلیے۔" لڑکیاں پھر آگے بڑھیں۔

"اوہ نہیں بے بی ------ رومیل کے قدم ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں۔ تم ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتیں۔"

"آگے بڑھیں جنرل ------ اتحادی فوجیں ہتھیار ڈال رہی ہیں۔" سردارے بولا۔

"کہاں ڈال رہی ہیں' جہاں بھی ڈالیں فوراً اٹھا لو۔" بوڑھا جلدی سے بولا۔

"مسٹر ------ کیا آپ بھی غلط پی گئے ہیں؟" ان میں سے ایک لڑکی تنک کر بولی۔

اب میں آگے بڑھا اور ان سب کے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کے ساتھی بھی شاید ملاوٹ کی شراب پی گئے ہیں۔" وہی لڑکی مجھ سے بولی۔ "کیا مطلب؟"

"اوہ ------ آپ پپا کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ دراصل اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو یہی حال ہو جاتا ہے۔ کہیں سے غلط مل گئی۔" لڑکی پریشانی سے بولی۔

"اور اگر خالص پیتے ہیں تب؟" میں نے پوچھا۔

"کبھی نشہ نہیں ہوتا۔"

"کمال ہے۔" میں نے شانے اچکائے۔

"آپ کے ساتھی بھی بہک رہے ہیں۔ دونوں مل کر ہنگامہ نہ شروع کر دیں۔ براہ کرم پپا کو پکڑ میں پہنچانے میں ہماری مدد کریں۔"

"مگر یہ ان پر رومیل کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے؟"

"اوہ۔ انہیں تاریخی کتابوں سے بہت دلچسپی ہے۔ پینے کے دوران الامین کی تفصیل پڑھ رہے تھے"

"بہت خوب۔ لیکن کیا انہیں پکڑنا آسان ہو گا؟ خاصے قوی ہیکل ہیں۔"

"عام طور سے ہاتھا پائی نہیں کرتے' آپ کوشش تو کریں۔" لڑکی نے کہا اور میں نے سردارے کو آواز دی۔ تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔

"اتحادی جاسوس ------ کرنل اسے پکڑو۔ یہ اتحادی جاسوس ہے۔" اس نے سردارے سے کہا۔ پھر اپنی کمر ٹٹول کر بولا۔ "ارے میری سٹین گن کہاں گئی؟ ارے ارے ------"

"وہ کھڑی ہے۔" سردارے نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکیوں نے بھی اس کا جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی رد عمل نہیں ہوا۔

"ارے۔ اسے پکڑو' یہ ہماری فوجوں کے راز لے جائے گا۔" بوڑھا روہانسی آواز میں بولا۔ "میں اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی میں لیے چلتا ہوں جنرل! آپ بے فکر رہیں۔"

"ہاں شاباش۔ ہوشیاری سے' حملہ نہ کر دے۔ شاباش۔" خود بوڑھا پینترے بدلنے لگا اور سردارے میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ استاد ------ گرفتار ہو جاؤ۔ عمدہ موقع ہے۔" اس نے کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔

"برادر ------ چلو خیمے میں چلو۔" اس نے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ لیکن ان میں سے ایک کی شکل سے بے زاری ٹپک رہی تھی۔ یوں ہم ان کے خیمے میں داخل ہو گئے۔

خیمہ خاصا کشادہ تھا اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"کرنل ------!"

"یس جنرل ------!" سردارے نے سیلوٹ مارا۔

"ہم اس سے اتحادی فوجوں کے راز معلوم کریں گے۔"

"ضرور کریں گے جنرل۔ کیا میں اس سے سوالات کروں۔"

"ہاں۔" جنرل نے حکم دیا۔

"اے نوجوان ------ تم جانتے ہو کہ تم کس کی قید میں ہو؟"

"نہیں ------" میں ہنس پڑا۔

"تو خوفزدہ ہو جاؤ تم جنرل رومیل کے قیدی ہو۔"

"اوہ۔" میں نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ بے زار لڑکی بدستور خشک سی شکل بنائے بیٹھی تھی۔ دوسری لڑکی ہنس رہی تھی۔

"چنانچہ اب تمہیں اتحادی فوجوں کے راز اگلنے ہوں گے۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے بھی دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"کیا میں اس سے سوالات کروں جنرل؟" سردارے نے پوچھا۔

"اجازت ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو اے اتحادی جاسوس ------ ہمیں بتاؤ کہ اتحادی فوجیں صبح کو ناشتے میں کیا کھاتی ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"بھوسی ٹکڑے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پیتی ہیں؟"

"ٹھنڈا پانی۔"

"پوائنٹ نوٹ کیا جائے جنرل!" سردارے نے سر جھکا کر کہا۔

"نوٹ کیا۔" بوڑھے نے متجسس انداز میں کہا۔

"پپا۔۔۔۔!" دوسری لڑکی چیخ پڑی۔ "ہوش میں آئیں۔ آپ نے کیا تماشہ بنوا رکھا ہے۔"

"خاموش، خاموش۔ مفید معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔" بوڑھے نے کہا اور پھر سردارے کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ "سوال کرو کرنل! سوال کرو۔"

"پلیز۔۔۔۔ آپ لوگ۔۔۔۔ آپ لوگ پپا کا مذاق نہ اڑائیں۔" لڑکی براہ راست ہم سے بولی اور پھر وہ دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی "جینی۔۔۔۔ تم پپا کو پلاؤ۔۔۔۔ ان کا سو جانا ہے۔"

"اور نہ سوئے تو پھر وہ باقاعدہ جنگ شروع کر دیں گے۔" دوسری لڑکی ہنس پڑی۔

"تم ہنس رہی ہو؟" پہلی نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہنسوں۔۔۔۔ پپا خود اپنے مرض میں گرفتار ہیں۔" دوسری لڑکی نے کہا۔

"اونہہ۔۔۔۔ تب سب جہنم میں جاؤ۔" پہلی لڑکی نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی خیمے سے باہر نکل گئی۔ سردارے نے آنکھ سے اشارہ کیا تھا۔ میں چند ساعت رکا اور پھر میں بھی باہر نکل آیا۔

اپنے عقب میں میں نے بوڑھے کی بھرائی ہوئی آواز سنی تھی۔۔۔۔ "ارے۔۔۔۔ ارے نکل گیا۔۔۔۔ نکل گیا۔"

بہر حال میں وہاں رکا نہیں۔ بہت بڑی کامیابی ہوئی تھی۔ غلام سیٹھ کا خیال تھا کہ میرا سوئٹزر لینڈ سے نکلنا ناممکن ہے۔ لیکن میں جس سکون سے نکل آیا تھا، مجھے اس پر حیرت تھی۔ اور اب۔۔۔۔ بہت دن سے کوئی تفریح نہیں کی تھی اس لیے ذہن پوری طرح تفریح کی طرف راغب تھا۔ اور لڑکیاں بری نہیں تھیں بشرطیکہ کام بن جائے۔ باہر نکل کر میں نے اسے تلاش کیا خیمے سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی۔۔۔۔ فرمائیے۔"

"غالباً" آپ ناراض ہو گئیں۔"

"آپ کو۔۔۔۔ آپ لوگوں کو میرے جذبات کا احساس ہی نہیں ہوا۔"

"اوہ، سوری۔۔۔۔ آپ کو تکلیف پہنچی۔۔۔۔ لیکن کس بات سے؟"

"وہ میرے پپا ہیں۔" لڑکی نے کہا۔

"یقیناً" ہیں۔"

"اب یہ ان کی کمزوری ہے کہ بعض اوقات بہک جاتے ہیں لیکن کسی بہکے ہوئے آدمی کو تفریح کا ذریعہ بنانا کہاں کی شرافت ہے؟" لڑکی نے کہا۔

"واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو گی۔ لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں ان لوگوں کے سا

شریک نہیں تھا۔ انہوں نے تو خود ہی مجھے گھسیٹ لیا تھا۔"

"ہاں جینی بہت بدتمیز ہے۔"

"اور میرا ساتھی بھی بڑا احمق ہے۔ میں اسے ڈانٹوں گا۔"

"ارے نہیں۔ اب ڈانٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پپا خود بھی تو تماشہ بن جاتے ہیں۔" اس نے نرم لہجہ میں کہا اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا خیمہ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ آپ کے بالکل برابر۔"

"اوہ، تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔"

"اور کون کون ہے آپ کے خیمے میں؟"

"بس ہم دونوں ہی ہیں۔"

"وہ آپ کا دوست ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا نام ہے آپ کا؟" لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک بے تکلف ہو رہی تھی۔

"ایڈورڈ۔" میں نے فوراً" جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی کا؟"

"وہ مائیکل ہے۔ ویسے اپنے نام الٹے سیدھے بتاتا رہتا ہے۔ اسے جنون ہے۔"

"دلچسپ ہے، مگر مجھے پپا کا مذاق اڑانے والے بالکل پسند نہیں آتے۔ ارے ہاں، میرا نام جولیا ہے اور میری بہن کا نام جینی ہے۔ پپا جانوروں کے مشہور ڈاکٹر ہیں۔ مسٹر جیوٹ۔ شاید آپ نے ان کا نام سنا ہو۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

"شکریہ۔"

"آپ لوگ۔۔۔۔ میرا مطلب ہے آپ صرف تین ہیں؟"

"زیادہ تھے۔ گریج کو وینس میں کچھ کام یاد آ گئے تھے۔ وہ وہاں رک گیا۔"

"گریج کون ہے؟"

"میرا بھائی۔۔۔۔ بس ہم چاروں سیاحت کے لیے نکلے تھے۔ اب فرانس واپس جا رہے ہیں۔"

"اوہ، آپ فرنچ ہیں؟"

"نہیں۔۔۔۔ برٹش۔۔۔۔ مگر فرانس میں رہتے ہیں۔"

"خوب۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی مس جولیا۔"

"آپ تو ہمارے پڑوسی ہیں، ملتے رہیں۔"

"یقیناً" اگر آپ پسند کریں۔"

"نہیں۔۔۔۔ میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں۔ نرم مزاج اور نرم گفتار لوگ مجھے بہت پسند ہیں۔ جارج بھی ٹھنڈی اور نرم طبیعت کا انسان تھا۔ بس صرف اسی لیے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ورنہ اس

کی صورت کنگاروسے ملتی جلتی تھی۔"

"جارج کون تھا؟"

"میرا دوست۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ مگر لوگوں کا خیال غلط تھا جارج نے اپنی محبوبہ سے شادی کرلی اور مجھے کوئی اعتراض نہ ہوا۔" لڑکی نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"آپ شادی شدہ ہیں مسٹر ایڈورڈ؟"

"نہیں۔"

"اور آپ کا ساتھی؟"

"وہ بھی ازلی کنوارہ ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ بھی سیاح ہیں؟"

"ہاں۔"

"کہاں کہاں کی سیر کی آپ نے؟" اس نے پوچھا اور میں اسے اپنی تفریحات کے بارے میں بتانے لگا۔ پھر میں نے اسے اپنے خیمے میں چلنے کی پیش کش کی اور وہ بے تکلفی سے میرے خیمے میں آگئی۔ "بیٹھیے" میں نے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد دنیا جہان کے قصے ہوئے۔ ایشیا کی باتیں، وینس کی آبی سڑکوں کا ذکر، پیرس کے گنڈولے اور نہ جانے کہاں کہاں کے ذکر۔ وہ بے حد باتونی تھی۔ اسے بیٹھے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے۔ اس نے اپنے بارے میں بھی تفصیل بتائی۔ مسٹر جیوٹ سیاحت پسند تھے۔ لیکن فارغ البال نہیں تھے اس لیے جب بھی کچھ رقم جمع ہو جاتی، اپنے بال بچوں کے ساتھ کوئی تفریحی پروگرام بنا لیتے اور جب مال ختم ہونے لگا تو خیر سے گھر لوٹ جاتے تھے دونوں لڑکیاں اور لڑکا بھی اسی کی طرح تفریح پسند تھے۔

"مسٹر گریج وینس میں کیوں رک گئے؟"

"اس نے کہا تھا کہ اسے کام ہے۔ مگر میں اس کا کام خوب جانتی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا مطلب؟"

"بس ایک لڑکی تھی۔ اس کا دل اس سے نہیں بھرا۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "آپ کا کوئی بوائے فرینڈ یہاں نہیں ہے مس جولیا؟"

"کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ میری معیت قبول کریں تو ۔۔۔۔۔"

"ہاں آپ اچھے انسان ہیں۔ مجھے نرم گفتار لوگ بہت پسند آتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "بہت بہت شکریہ۔"

"آپ نے یہاں کی سیر کی مسٹر ایڈورڈ؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی نہیں ۔۔۔۔۔ ہم آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ چھوٹا سا قصبہ بہت خوبصورت ہے۔ ہم دونوں یہاں کی سیر کریں گے۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

"تو پھر ہماری دوستی طے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل طے ۔۔۔۔۔" میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے پہلے قدم کے طور پر اس کا ہاتھ چوم لیا اور وہ مسکرا کر رہ گئی۔

پھر میں اس کے ساتھ خیمے سے نکل آیا۔ باہر قدم رکھا ہی تھا کہ سردارے جین کے ساتھ نظر آیا۔ دونوں بے تکلفی سے ہنستے ہوئے آرہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر رک گئے۔ سردارے نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری تھی۔ میں بھی مسکرا دیا۔

"اوہ جین ۔۔۔۔۔ یہاں آؤ۔" جولیا نے اسے آواز دی۔

"اوہ، ڈیئر جولیا ۔۔۔۔۔ یہ مسٹر جون تو بڑے ہی دلچسپ آدمی ہیں۔" جین ہنستی ہوئی ہمارے قریب آگئی۔

"مسٹر جون!" جولیا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں مائیکل جون۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ" جولیا نے گردن ہلا دی۔ "ہاں جین ۔۔۔۔۔ یہ لوگ بہت عمدہ ہیں۔ مگر پپا ۔۔۔۔۔؟"

"سو گئے بہت دیر ہوئی سو گئے۔" جین نے جواب دیا۔

"یہ بہت اچھا ہوا۔ یوں بھی پپا کو پینے کے بعد سو جانا چاہیے۔ اب ان سے زیادہ وہسکی برداشت نہیں ہوتی اور جب وہ پینے بیٹھتے ہیں تو انہیں جوانی یاد آجاتی ہے۔" جولیا نے کہا۔

اور پھر اس نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا "اچھا اب اجازت، شام کو ملاقات ہوگی۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور جولیا جین کے ساتھ خیمے میں چلی گئی۔ سردارے نے میری طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔

"کیوں؟"

"میرا نام مائیکل بتایا تھا استاد؟"

"ہاں"

"چلو کوئی بات نہیں ہے۔ یہی اچھا ہے کہ اس نے مجھ سے تمہارا نام نہیں پوچھا۔"

"جین نے؟"

"ہاں"

"میرا نام ایڈورڈ ہے۔"

"خوب ہے۔ اور جین بھی خوب ہے۔ بڑی بے تکلف لڑکی ہے استاد۔ مگر بری نہیں ہے۔"

"کچھ بات بنی؟"

"کچھ کیا حیثیت رکھتا ہے، بہت کچھ کہو استاد۔ اس نے کھل کر اپنی پسند کا اظہار کر دیا۔ ویسے بھی یہ مغربی لڑکیاں بڑی بے تکلف ہوتی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی۔

"تمہاری پوزیشن بھی خراب نہیں ہوگی استاد۔ ایمانداری سے بتا دو۔"

"بس ایک حد تک ٹھیک ہے۔ دراصل یہ لوگ ان آوارہ گردوں میں سے نہیں ہیں جو دنیا بھول جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ تو درست ہے۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر بولا "ایک بات بتاؤں استاد ۔۔۔۔۔؟"

"بڑے میاں کے لیے شراب خریدنا ہو گی۔ عجیب و غریب شے ہیں۔ پیتے ہیں تو نشہ ہو جاتا ہے سونے کے بعد جاگتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے برسوں سے نہیں پی ہو۔ اگر شام تک جاگ گئے تو پھر اس وقت تک نہیں سوئیں گے جب تک دوبارہ خوب نشہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ میرا خیال ہے ان کے لیے شراب کا بندوبست کر لیا جائے۔"

"کیا حرج ہے۔ یہ باتیں تمہیں جین نے بتائی ہیں؟"

"ہاں"

"ویسے کس ٹائپ کی ہے؟"

"ٹھیک ہی ہے استاد ——— اب ہم یہ سوچیں کہ انہیں بہکانے والے پہلے مرد ہم ہی ہوں گے تو میرے خیال میں یہ حماقت کی بات ہے۔"

"ہاں۔ ان کا کلچر ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔ وجہ یہ بھی ہے۔"

شام ہو گئی۔ ہم لوگوں نے کئی پروگرام بنائے۔ پھر کیمپنگ بازار کی سیر کو نکل گئے۔ حالانکہ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ لیکن کیمپنگ کا بازار ضروریات کی ساری چیزوں سے آراستہ تھا اور یہ چیزیں انتہائی معیاری تھیں۔ ہم نے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ اعلیٰ قسم کی شراب خریدی اور واپس آ گئے۔ اور پھر شام ہو گئی جین اور جولیا نظر نہیں آئی تھیں۔ لیکن سورج ڈوبا ہی تھا کہ ہم نے مسٹر جیوٹ کو خیمے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ نارمل تھا۔ ہمیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"ہیلو ———!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ——— مسٹر جیوٹ!"

"اوہ' تو میرا خیال درست ہے ہم لوگ شناسا ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا آپ ہمیں بھول گئے' مسٹر جیوٹ؟" میں نے کہا۔

"یادداشت کی کمزوری کا مریض ہوں۔ محسوس مت کرنا۔ ذہن کے پردے پر تمہاری تصویر موجود ہے لیکن یاد نہیں آ رہا ہے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔" جیوٹ نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اوہ' مسٹر جیوٹ ——— میرا خیال ہے یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ بس آج صبح اس وقت ہماری ملاقات ہوئی تھی' جب آپ جنرل رومیل تھے اور منٹگمری کے خلاف محاذ آرائی کر رہے تھے۔"

"اوہو۔" جیوٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تب تو میں قصوروار نہیں ہوں۔ ایسی حالت میں تمہاری شکل تو میرے ذہن میں محفوظ رہ سکتی ہے' تفصیلی تعارف کہاں؟ ایک جنرل کے کندھوں پر تو بہت بار ہوتا ہے۔"

"یقیناً" یقیناً" ہم نے ہنستے ہوئے کہا۔ جیوٹ بھی ہماری ہنسی میں شریک ہو گیا تھا۔

"میری لڑکیوں نے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔ دراصل شراب میں اگر ملاوٹ ہو تو ——— مجھے نشہ ہو جاتا ہے۔ میں خالص پینے کا عادی ہوں۔"

"اور یہاں میرے خیال میں باقاعدہ ملاوٹ ہوتی ہے۔"

"یقیناً" یقیناً"

"آج شام اگر پسند کریں مسٹر جیوٹ تو ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔"

"ارے اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔" مسٹر جیوٹ نے تکلف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"تکلیف تو بالکل نہیں ہو گی۔ کھانے پینے کی چیزیں بازار کی ہوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ———"

"اگر آپ انکار کریں گے تو ہمیں دکھ ہو گا۔ یوں بھی ہم آپ کے پڑوسی ہیں۔"

"نہیں بھئی نہیں۔ ایک بار انکار تو میں نے تکلف میں کیا ہے ورنہ دل سے میں پہلے ہی تمہاری دعوت قبول کر چکا ہوں۔" جیوٹ نے ہنستے ہوئے کہا اور ہم بھی ہنسنے لگے۔

بہرحال سرشام ہی جیوٹ ہمارے پاس پہنچ گیا ——— دونوں لڑکیاں عمدہ لباسوں میں اس کے ساتھ تھیں۔

"آپ نے دعوت دینے میں بہت جلدی کر دی مسٹر ایڈورڈ۔"

"میں ہر کام میں جلدی کا عادی ہوں۔ مسٹر جیوٹ۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "خیر بری بات نہیں ہے۔" جولیا ہنستے ہوئے بولی۔

"اور آپ مسٹر جون ———؟" جین نے پوچھا۔

"ہماری دوستی یکساں فطرت کا نتیجہ ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"یقیناً" بہترین دوست وہی ہوتے ہیں جو یکساں طبیعت رکھتے ہوں۔" جیوٹ نے کہا ——— اور پھر رسمی گفتگو ہونے لگی۔ نہ جانے کہاں کہاں کی۔ سب دلچسپی لے رہے تھے۔ دفعتاً" جیوٹ چونک کر بولا۔

"اوہ بے بی! کیا تم لوگ آج میوزک ہوم نہیں جاؤ گی؟"

"کیوں نہیں پپا ——— آج تو وہاں ڈریکر کا پروگرام ہے۔" جولیا چونک کر بولی۔

"میوزک ہوم؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں کیمپنگ میں ہی ہے۔ بڑے عمدہ پروگرام ہوتے ہیں۔ ڈریکر ایک عمدہ میوزیشن ہے۔ اس کی انگلیوں میں جادو ہے۔"

"کیا بجاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گٹار ——— مگر اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کیا تمہیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ کھانے کے بعد ہم میوزک ہوم چلیں گے۔"

"ہاں' آپ ہماری طرف سے روح کی غذا کی دعوت قبول کریں۔" جین نے کہا۔ "ٹھیک ہے ضرور ——— میرا خیال ہے اب ہم معدے کی غذا کا بندوبست کریں۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ مسٹر جون! میں آپ کی مدد کروں؟" جین بولی۔

"میں شکرگزار ہوں گا۔" سردارے نے کہا پھر جین اور سردارے نے ڈبوں کی خوراک کو صحیح شکل دی۔ ہم نے زبردست خریداری کی تھی۔ وہ لوگ مرعوب نظر آنے لگے۔ اور پھر شراب کی بوتلیں دیکھ کر تو مسٹر جیوٹ کی باچھیں کھل گئیں۔ ہم نے بوتلیں ان کے سامنے سجا دیں۔ اور بلاشبہ جیوٹ بے پناہ پینے والوں میں تھا۔ ہلکی شراب کے چند پیگ لڑکیوں نے بھی لیے لیکن جیوٹ تو طرح طرح سے پی رہا تھا۔

"پپا ——— بس کریں پپا۔" لڑکیاں بولیں۔

"نشہ ہو جائے تو گولی مار دینا۔ میرے خیال میں خالص ہے۔ دیکھو مزہ ہی بدلا ہوا ہے۔" جیوٹ نے کہا

اور ہم چونک پڑے۔ سردارے نے میری شکل دیکھی تھی اور بات کچھ ٹھیک ہی نظر آ رہی تھی۔ جیوٹ کے کسی انداز سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ اتنی شراب پی چکا ہے۔ پھر کھانے کا دور شروع ہوا اور جیوٹ نے کلا خوش خوراکی کا مظاہرہ کیا۔

"ہم بظاہر خوش تھے۔ لیکن دل ہی دل میں اس اصلی شراب کو کوس رہے تھے۔ جس نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ کھانے کے بعد بھی مسٹر جیوٹ خوش و خرم تھے۔"

"بھئی اس عمدہ دعوت کا شکریہ۔ میرے خیال میں اب میوزک ہوم کا رخ کیا جائے۔"

"جو آپ پسند کریں۔" سردارے نے کہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم میوزک ہوم چل پڑے۔ کیمپنگ کے دوسرے سرے پر ایک خوبصورت عمارت تھی۔ انتہائی جدید طرز سے بنائی گئی تھی۔ اندر سے موسیقی کی مدھر آوازیں آ رہی تھیں۔ جین نے ٹکٹ لیے خاصے مہنگے ٹکٹ تھے۔ اور ہم اندر پہنچ گئے۔ اندر کا ماحول دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ چرس اور دوسری منشیات کی بو موجود تھی۔ متمول قسم کے آوارہ گرد یہاں موجود تھے۔ ظاہر ہے یہ انہی لوگوں کی جگہ تھی۔ لیکن بہرحال یہاں کا معیار بلند تھا اور ایک انداز میں یہ جگہ سو بیستا کی طرح تھی۔ ہمیں ہماری سیٹوں پر پہنچا دیا گیا۔

اور ہم بیٹھ گئے۔ سردارے میرے ساتھ تھا۔

"استاد!" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہوں" میں آہستہ سے بولا۔

"لعنت ہے اس خالص شراب پر۔"

"بدقسمتی پیارے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خیر کل سہی۔ نہ اس سالے کو خالص سپرٹ پلائی ——— تو سردارے نام نہیں۔"

"ہاں غلطی ہو گئی سردارے۔"

"اب یہاں بور ہوں گے۔"

"اور برداشت کرو آج رات ——— کل انہیں لے کر سیر کرنے چلیں گے۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لڑکیاں اور بوڑھا بھی ہمارے ساتھ سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ہال میں منشیات کی بو چکرا رہی تھی۔ دفعتاً سردارے نے جھک کر جیوٹ سے پوچھا۔

"آپ ان چیزوں میں سے کسی چیز سے شغل نہیں کرتے مسٹر جیوٹ!"

"یعنی؟" جیوٹ نے تشریح چاہی۔

"میرا مطلب چرس وغیرہ سے ہے۔"

"اوہ نہیں، ساری زندگی میں نے شراب کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں لی۔ کیوں ——— اگر تم لوگ شوق رکھتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیوں لڑکیو ———؟" اس نے دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں، ہاں کیا حرج ہے؟" لڑکیوں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم بھی شوق نہیں رکھتے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر شراب سہی۔" سردارے پھر بول اٹھا۔ "آہ۔ اب نہیں۔ اگر خالص نہ پیتا تو ٹھیک تھا پھر کچھ بھی مل جاتا۔ لیکن اب اس کا لطف بھی جاتا رہے گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس جگہ آج تک کسی نے خالص نہ پی ہو گی۔" مسٹر جیوٹ نے جواب دیا۔ سردارے ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے آخری کوشش اور کی تھی اور بالآخر اس میں بھی ناکام ہو گیا تھا۔ چنانچہ اب وہ تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گیا۔

بوڑھا جیوٹ دنیا جہان کی باتیں کر رہا تھا۔ اور ہماری نگاہیں ہال میں بھٹک رہی تھیں۔ تفریح کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ لڑکیاں ساتھ نہ ہوتیں تو باآسانی دوسری لڑکیاں مل سکتی تھیں۔ جرمن لڑکیاں یوں بھی خاصی زندہ دل ہوتی ہیں۔ بہرحال اب تو یہ لوگ ساتھ تھے۔ یہ رات تو یونہی گزارنی تھی۔ پھر پروگرام شروع ہو گئے ان میں چھوٹے چھوٹے رقص کے پروگرام بھی تھے۔

اور پھر کمر تک لمبے بالوں والا بانس نما ڈریکر سامنے آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں گٹار تھا۔ سیاہ رنگ کا غلاف اس نے بدن پر چڑھا رکھا تھا۔ گلے میں موٹے موٹے موتیوں کے ڈھیر لٹکے ہوئے تھے۔ لمبی سیاہ داڑھی اور لمبے لمبے بالوں نے اسے عجیب بنا دیا تھا۔ چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ کوئی بہت بڑا روحانی پیشوا ہو اور دنیا کو سکون و اطمینان بخشنے آیا ہو۔

ہال میں تالیاں گونج اٹھیں اور ڈریکر نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ پھر وہ پینترہ بدل کر پیچھے ہٹ گیا اور پھر گٹار کے تاروں پر تیزی سے اس کی انگلیاں چلیں۔ ایک گت ابھری اور خاموش ہو گئی تالیاں پھر گونج اٹھی تھیں۔

"یہ کیا کر رہا ہے؟" میں نے جھک کر جولیا سے پوچھا۔

"اوہ ——— اوہ عظیم ہے ڈریکر۔ وہ گٹار کا بادشاہ ہے۔ تم ابھی دیکھنا کیا ہو گا۔ ہال میں لوگ مست ہو جائیں گے۔" جولیا جذباتی انداز میں بولی۔

"تمہیں بہت پسند ہے گٹار؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر وہ ڈریکر کے ہاتھ میں ہو تو نہ جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔ میں خاموش ہو گیا۔ تالیوں کا طوفان ختم ہوا تو ڈریکر پھر آگے بڑھا اور اس نے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر مخنی آواز میں بولا۔

"سکون تلاش کرنے والو ——— میں تمہارے لیے آسمان سے اترا ہوں۔ جب بے چینیاں چاروں طرف سے تمہیں گھیرے میں لے لیں۔ جب تمہارے دل ڈوبتے ابھرتے بے منزل بھٹک رہے ہوں۔ جب تنہائیاں دور نہ ہوں تو میرے پاس آ جایا کرو۔ آسمانوں سے میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔ ہاں دیکھو۔ سکون کا یہ تحفہ صرف تمہارے لیے لایا ہوں۔ تم ان بے حقیقت تاروں کو دیکھو گے ——— سوچو گے کہ ان میں کیا ہے۔ یہ سکون کا خزینہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تم انہیں نہ پہچان سکو گے۔ آؤ ——— میں تمہیں ان سے روشناس کراؤں آؤ میرے ساتھ۔ میرے پیچھے پیچھے سکون کی وادیوں کی طرف ——— آؤ پیچھے پیچھے میرے پیچھے پیچھے۔" اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ گٹار پر رقص کرنے لگے۔ دھیمی دھیمی آوازیں۔ لوگوں کے پاؤں تال دینے لگے۔ میں اس کی فنی مہارت پر غور کر رہا تھا۔

اچھا بجا لیتا تھا لیکن مجھ سے اچھا نہیں۔ میں اس سے کہیں اچھا بجا لیتا تھا۔ اور سردارے میری طرف جھکا۔ "استاد!"

"ہوں۔"

"کیا خیال ہے۔ کیا اس کا چیلنج قبول نہیں کرو گے؟" اس نے اردو میں کہا۔ "کیا کریں گے

سردارے؟"

"ان لڑکیوں پر رعب پڑے گا۔ خاصی متاثر معلوم ہوتی ہیں اس لال بیگ سے۔ کمبخت کاکروچ معلو
ہوتا ہے۔" اور میں ہنسنے لگا۔ سردارے خواہ مخواہ اس پر تاؤ کھا رہا تھا۔ رہی لڑکیوں پر رعب ڈالنے کی بات
رعب تو پہلے ان پر پڑ چکا تھا۔ بہرحال سردارے کی یہ خواہش بھی فطری تھی۔ اور پھر چونکہ آج کل تفریح
رہی تھی اس لیے کیا حرج تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر جون؟" جولیا نے پوچھا۔

"پسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ بے شک ڈریکر ایک عظیم آرٹسٹ ہے۔"

"اُفوہ ــــــ گٹار اس کے ہاتھوں نہ جانے کیا بن جاتا ہے۔ دیکھو ــــــ سنو ــــــ آہ سنو۔
جولیا سر پٹختے ہوئے بولی۔ وہ بری طرح مست ہو رہی تھی یہی کیفیت جین کی بھی تھی۔ بوڑھا البتہ ساکر
تھا۔

دفعتاً" سردارے کی نگاہ اپنے بائیں جانب اٹھ گئی۔ بائیں سمت کی کرسیوں پر دو جوڑے بیٹھے ہو
تھے۔ عمدہ لباسوں میں تھے لیکن بال اور داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی پوری طرح ڈریکر میں متو
تھے۔ لیکن سردارے نے شاید ان کے نزدیک رکھے ہوئے گٹار کو دیکھ لیا تھا۔ ایک عمدہ اور قیمتی گٹار ان
پاس رکھا ہوا تھا۔ "استاد!" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"اٹھا لاؤں؟"

"رک جا یار ــــــ!"

"ہو گی ضرور استاد۔"

"ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"زندہ باد ــــــ" سردارے خوش ہو کر بولا۔ دوسری طرف سارنگی نما ڈریکر جھوم جھوم کر گٹار
رہا تھا۔ بے شک ماہر تھا اور خوب بجا رہا تھا۔ لیکن یکساں انداز تھا۔ کوئی ندرت نہیں تھی۔ لوگ اسی پر
دھن رہے تھے۔ اور پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ تالیوں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ لڑکیاں اور نوجوان حلق پھاڑ پھاڑ کر ا
داد دے رہے تھے۔

"کیا خیال ہے ایڈورڈ؟" جولیا نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

"بے حد خوبصورت ــــــ" میں نے کہا۔

"جادو ہے اس کی انگلیوں میں ــــــ جادو ــــــ"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"ڈریکر کی۔"

"اوہ میں تمہارے بارے میں کہہ رہا تھا۔"

"میرے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"بہت خوبصورت ہو۔" میں نے فوراً" جواب دیا۔

"اور شرارت ہو رہی ہے۔ میں ڈریکر کے نغمے کے بارے میں کہہ رہی تھی۔"

"بے شک وہ اچھا آرٹسٹ ہے لیکن میری نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تم اگر کہو تو

لیے ایسے ویسے ہزاروں نغمے لے آؤں۔"

"اوہ ایڈورڈ۔ پلیز شرارت نہیں۔ میں اس کے لیے بہت جذباتی ہوں۔" جولیا بولی۔ "ڈریکر کے
"

"ہاں۔ وہ سچ مچ فرشتہ ہے۔ ایسے نغمے ذہن سے تو نہیں ابھرتے؟"

"پھر کہاں سے آتے ہیں؟"

"آسمان سے۔ نیلے بادلوں کی بے پناہ وسعتوں سے۔ افسوس لگتا ہے جیسے تمہیں موسیقی سے کوئی لگاؤ
ہے۔"

"ہاں میرے خیال میں وہ کوئی آفاقی فنکار نہیں ہے۔"

"تو یوں کہو' وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔" جولیا نے کہا۔

"بس ایک میوزیشن ہے' اس کے علاوہ اور کیا ہے؟" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "براہ کرم مجھے غصہ
دلاؤ۔ تمہیں میرے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔" جولیا ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

"میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رک سکوں گا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ سچ مچ کوئی آرٹسٹ ہے۔ ایسے
بیقار تو ہمارے یہاں سڑکوں پر گٹار بجا بجا کر بھیک مانگتے ہیں۔"

"اوہ یو ــــــ" جولیا غرائی' مجھے گھورتی رہی اور پھر اٹھ گئی۔ دوسرے لوگ چونک پڑے تھے۔"
ں بے بی؟" بوڑھے نے چونک کر پوچھا۔

"پپا ــــــ میں یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔" اس نے کہا۔

"ارے کیوں' کیوں؟" بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

"مسٹر ایڈورڈ مسلسل اس کی توہین کیے جا رہے ہیں۔"

"کس کی؟" بوڑھے نے حیرت سے پوچھا۔ سردارے اور جین بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔"
یکر کی۔ پپا! کیا وہ آسمان سے نہیں اترا؟ کیا وہ فرشتہ نہیں ہے؟"

"توبہ کریں مس جولیا! کیا فرشتے ایسی منحوس شکل کے ہوتے ہیں؟ کیا وہ اس کی طرح یرقان کے مریض
تے ہیں؟ آپ بھی بندوق کو فرشتہ کہہ رہی ہیں!" سردارے بول اٹھا۔ "میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ
بے ذوق لوگوں سے میں کوئی راہ و رسم نہیں رکھنا چاہتی۔" جولیا نے کہا۔ "اوہو ــــــ تو پھر آپ کہاں
رہی ہیں ــــــ میں ہی اٹھ جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں بھی کرسی سے اٹھ گیا۔

"ارے' ارے تم دونوں تو سنجیدہ ہو گئے۔"

"اسے جانے دو پپا! جو لوگ طبیعت سے میل نہیں کھاتے' ان سے راہ و رسم رکھنے سے فائدہ؟" جولیا
رسی پر بیٹھ گئی۔

"اچھا خدا حافظ!" میں نے کہا اور سردارے بھی اٹھ گیا۔

"گڈ بائی مس جین!"

"ارے تم تو بیٹھو ــــــ میں نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا ہے۔" جین جلدی سے بولی۔ "میرا ساتھی
میرے بدن کا آدھا حصہ ہے۔" سردارے نے کہا۔

"نہیں نہیں ــــــ تم بیٹھو مائیکل جون۔" میں نے سردارے کو آنکھ مار دی۔ "میں ابھی یہاں سے
نکما جا رہا' برابر کی کسی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔" سردارے نے میری شکل دیکھی اور پھر بیٹھ گیا۔ جولیا نفرت

آمیز انداز میں مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس بوڑھے کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ جسے میں نے اوپر دیکھا تھا اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر میں نے ان کے قریب کی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ "میں چاہتا ہوں!" میں نے کہا۔

"بیٹھو ——— کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک مرد نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"اس فنکار کے بارے میں میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔"

ڈریکر کے بارے میں؟" مرد نے پوچھا۔

"ہاں!"

عمدہ فنکار ہے لیکن کوئی آفاقی حیثیت نہیں رکھتا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گرم جوشی سے ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا تمہارا ہاتھ چوم لوں؟"

"کیوں؟" مرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اپنے ساتھیوں کو میرا بھی یہی جواب تھا لیکن انہوں نے مجھ سے اس قدر اختلاف کیا کہ بالآخر مجھے یہاں سے اٹھنا پڑا۔"

"نہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس جیسے دوسرے فنکار ہی نہ ہوں۔" مرد نے جواب دیا۔

"آپ کی رائے اس لیے مستند ہے کہ آپ کے پاس گٹار موجود ہے۔" میں نے کہا۔ "ہاں یہ ساتھی کا گٹار ہے۔ میرا ساتھ دنیا کے کئی ملکوں میں اپنے فن کی داد وصول کر چکا ہے۔"

"اوہ پھر وہ ڈریکر کا بھرم کیوں نہیں توڑ دیتا؟"

"نہیں میرے دوست۔ ڈریکر بلاشبہ اپنے فن کا بادشاہ ہے۔ ایک فنکار کی حیثیت سے میں اعتراف کرتا ہوں۔" دوسرے نوجوان نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ ڈریکر کا نغمہ بھی خاموش ہو گیا تھا لوگوں کی تالیاں گونج اٹھیں۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ تب ڈریکر نے دونوں ہاتھ اٹھا لوگ خاموش ہو گئے۔ "اداس دلوں کیلئے میرے پاس کیا کیا ہے ——— بولو ——— کیسے کیا ہے ——— آؤ ——— دوا لے لو ——— کہ میرے پاس اس گٹار کے سوا کچھ نہیں ہے ——— گٹار زندہ ہے۔ اس کے تاروں میں زندگی دوڑ رہی ہے۔ دیکھو ننھی کرنیں کتنی قوت رکھتی ہیں۔ ہر جنبش سے زندگی پھوٹتی ہے۔ آؤ اور تاریکیاں منور کر لو۔ آؤ محبت کرنے والو۔ میں تمہیں پیار کی دعا دیتا ہوں۔ اپنی روحوں کو میرے نغمے سے ہم آہنگ کر دو۔" اس نے تار چھیڑے اور ایک طربیہ نغمہ شروع کر دیا۔ لوگ جھومنے لگے تھے۔ خود اس کی میز کی دونوں لڑکیاں بھی چہروں سے تال دے رہی تھیں۔ لوگوں سے تعارف نہیں حاصل کر سکا تھا۔" میں زبردستی ان بے چاروں کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ "اوہ! ہم میں گم تھے۔ سوری ——— میرا نام جیک وش ہے۔ میرا ساتھی الفریڈ گو ہے اور یہ ہم دونوں کی آریا ——— اور سوکنی ہیں ———"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"ہمیں بھی۔"

"ڈارلنگ پلیز۔ سننے دو۔ ہائے کیسا سرور ہے اس نغمے میں۔" ایک لڑکی بولی۔ "میرا خیال ہے

نغمے کو درمیان سے کاٹا جا سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"کیا مطلب؟" جیک وش نے پوچھا۔ ویسے وہ لوگ میری اس زبردستی کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ طربیہ نغمہ ہے۔ اس کے سروں میں کچھ سر شامل کر کے اسے المیہ بنایا جا سکتا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" الفریڈ نے کہا۔

"میرے خیال میں مشکل نہیں ہے۔ مسٹر الفریڈ۔ آپ تو خود گٹار بجاتے ہیں۔!"

"قطعی ناممکن ہے۔ کون ایسا کر سکتا ہے؟" الفریڈ نے کہا۔ "یہ فنی طور پر ممکن ہی نہیں ہے۔ تم گٹار کی آواز ان سروں سے کیسے ہم آہنگ کرو گے؟"

"آپ مجھے حکم دیں۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا میں آپ کا گٹار اٹھا لوں۔"

"اوہ نہ جانے تم کون ہو؟ اور کیوں ہنگامہ کرانا چاہتے ہو؟" عورتوں میں سے ایک نے کہا مگر میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور الفریڈ سے پوچھا۔

"کیا آپ یہ دلچسپ تماشہ دیکھنا پسند کریں گے مسٹر الفریڈ؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ شروع ہو جاؤ لیکن ہم میں سے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا!"

"منظور ———" میں نے گٹار اٹھا لیا۔ سردارے دلچسپ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے ڈریکر کے نغمے کو چیک کیا اور پھر آہستہ سے غیر محسوس طور سے میرے گٹار کے تاروں سے دھیمی دھیمی آوازیں نکلیں۔ لوگوں کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ آوازیں اس چابکدستی سے ڈریکر کے گٹار کی آواز میں شامل ہوئیں کہ خود ڈریکر کو بھی پتہ نہ چل سکا۔

طربیہ نغمے میں ایک اداسی پیدا ہو گئی تھی۔ قہقہے اب بھی سنائی دے رہے تھے لیکن سسکتے ہوئے سے، کوئی اندر ہی اندر ہنس رہا ہو۔ اور بہت جلد اس تبدیلی کو محسوس کر لیا گیا۔ میرے گٹار کی آواز اب بلند ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن مسحور لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوا کہ اس وقت ہال میں ایک نہیں، دو گٹار بج رہے ہیں۔

——— ڈریکر کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کئی بار بے چینی سے گٹار کو دیکھا اور اس کی آواز کو اونچا کرنے کی کوشش کی لیکن میرے گٹار کی آواز میں کوئی ردوبدل نہیں ہوئی۔ وہ تو ہر حال میں ڈریکر کے گٹار سے ہم آہنگ تھا۔ اور میرے نزدیک بیٹھے ہوئے الفریڈ اور اس کے تینوں ساتھیوں نے یہ تبدیلی اچھی طرح محسوس کر لی تھی۔ وہ تعجب سے منہ پھاڑے بیٹھے تھے۔ تب ڈریکر نے اس سحر سے پریشان ہو کر اچانک گٹار بند کر دیا اور ساری گردنیں میری طرف گھوم گئیں۔ اداس نغمہ فضا میں گہرے رنگ کی طرح پھیل گیا اور میں نے لوگوں کی اس توجہ سے پورا فائدہ اٹھایا۔ میرا نغمہ اونچا ہو گیا۔ زخم سسک رہے تھے۔ ماحول پر برف سی پڑ رہی تھی۔ لگتا تھا جیسے کوئی دکھوں کا مارا ہچکیاں لے رہا ہو اور پھر میں نے نہایت چابکدستی سے اس نغمے کو ہنسی میں بدل دیا۔ یوں لگا جیسے مصیبتوں کے مارے کو قرار آ گیا ہو اور اب وہ آہستہ آہستہ سکون کی منزلیں چھو رہا ہو۔ پھر وہ ہنسنے لگا اور ماحول میں پھول ہی پھول کھل گئے۔

لوگ ایک ایک کر کے مجھے دیکھ رہے تھے اور ڈریکر احمقوں کی طرح کھڑا تھا۔ کسی نے میرے کام میں مداخلت نہیں کی اور میں نے اپنی ساری مہارت صرف کر دی۔ ایسا حسین گٹار

بجایا میں نے اس رات کہ مجھے خود اپنی انگلیوں پر پیار آنے لگا۔ میرے نغموں کی دھنیں بدلتی رہیں
اب بھی پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا۔

پورے ڈیڑھ گھنٹے میری انگلیاں گٹار پر رقص کرتی رہیں۔ اس وقت ماحول کا بادشاہ تھا۔ جتنے لو
موجود تھے' ان کے ذہن میرے قبضے میں تھے۔ میں انہیں رلا رہا تھا' ہنسا رہا تھا۔ جس طرح چاہ رہا تھ
کھیل رہا تھا اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں نے یہ کھیل بند کیا۔ لوگوں پر سکتہ طاری تھا۔

تب میں خاموشی سے اٹھا۔ میں نے گٹار الفریڈ کے سامنے رکھا اور پھر خاموشی سے ہال کے درو
طرف بڑھ گیا۔ سحرزدہ لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ ہاں جونہی
دروازے سے باہر قدم رکھا' اندر زندگی بیدار ہو گئی اور پھر طرح طرح کی بہت سی آوازیں میرے کا
گونج اٹھیں۔ لوگ شاید دروازے کی طرف لپکے بھی لیکن اب میں کسی کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا ا
تفریح ہی تھی۔ چنانچہ تاریکی سے میں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور وہاں سے بہت دور نکل آیا۔ ر
وہیں رہ گیا تھا۔ بہرحال مجھے امید تھی کہ اب بہت جلد وہ لوگ واپس آجائیں گے۔ چنانچہ میں نے ا
کا رخ کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ خیمے میں داخل ہو کر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ بچکانہ سی حرکت تھ
کبھی کبھی اس طرح کی تبدیلیاں بھی خوشگوار ہوتی ہیں۔

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ خیمے کے پاس مسٹر جیوٹ کی آواز سنائی دی۔ "اندر دیکھو۔ ممکن
یہاں آگیا ہو۔"

کسی نے خیمے کا پردہ کھولا ــــــ اور جین کی آواز سنائی دی۔ "اوہ! مسٹر ایڈورڈ موجود ہیں۔"

"مسٹر ایڈورڈ!" جیوٹ نے مجھے پکارا اور میں اٹھ گیا پھر باہر نکل آیا۔

"جی! فرمایئے۔"

"آپ یہاں آگئے۔ وہاں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں وہ کون تھ
سے آیا تھا۔ کہاں گیا وغیرہ وغیرہ۔ وہ تو شکر ہے کہ کسی نے آپ کو ہمارے ساتھ نہیں دیکھا تھا ورنہ ؟
جاتے۔"

"لوگ میری جسارت سے ناراض ہوں گے!" میں نے جولیا کی طرف دیکھا۔ جو شرمندگی سے
جھکائے کھڑی تھی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ خود ڈریکر ششدر رہ گیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ مجھ سے
ہے۔ اسے بھی تمہاری تلاش ہے۔" جیوٹ نے بتایا۔

"بہرحال بہت بہت شکریہ مسٹر جیوٹ! اچھا وقت گزرا؟"

"اوہ۔ کچھ دیر اور نشست نہیں رہے گی؟"

"نہیں! میں آرام کروں گا۔"

"اچھا۔ پھر کل ملاقات ہو گی۔ آؤ لڑکیو۔" جیوٹ نے کہا اور دونوں لڑکیاں خاموشی سے جیو
ساتھ چل پڑیں۔ جولیا نے کئی بار میری طرف دیکھا لیکن میں نے اس سے نظریں چار نہیں کی تھیں۔

"ان لوگوں کے جانے کے بعد سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا "سچ بات یہ ہے استاد! کہ تمہ
پاس لڑکیوں کو چت کرنے کے بہت سے گر ہیں۔ میرے خیال میں اگر تم ہال میں رک جاتے تو سو
لڑکیاں تم پر ٹوٹ پڑتیں۔ بڑے پاگلوں کے سے انداز میں تمہاری تلاش ہو رہی تھی۔"

"تب تو اچھا ہوا بچ گیا۔ ان خاتون کی کیا حالت تھی؟"

"جولیا کی؟"

"ہاں!"

"احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھی تھی۔ صرف اتنا کہا کہ افسوس' میں نے مسٹر ایڈورڈ کی توہین کر دی
"

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔

"بری طرح پھنس گئی استاد ــــــ مگر آج بڑی غلطی ہو گئی۔" سردارے بولا۔ "کیا؟"

"ارے وہی۔ اس کم بخت کو خالص پلا دی۔ اس کی موجودگی کھل جاتی ہے۔" سردارے نے کہا اور
ہنسنے لگا۔ "یقین کرو استاد اگر وہ سارا الٹا کھیل ہو جاتا تو اپنی والی تو بالکل تیار ہے۔"

"ہوں!"

"سچ کہہ رہا ہوں استاد! وہ ذرا تنک چڑھی ہے۔"

"اب ٹھیک ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ہو جائے گی نہیں ہو گئی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ٹھنڈا کر کے کھانا اچھا ہوتا ہے۔"

"اور یہاں جو بھوک کے مارے برا حال ہے استاد!"

"کبھی کبھی فاقے بھی کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی اور پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں بھی سونے کی
شش کر رہا تھا اور پھر نہ جانے کب نیند آگئی اور نہ جانے کتنی دیر سویا تھا کہ کسی کے جھنجھوڑنے سے آنکھ
ں گئی۔ چونک کر دیکھا' تاریکی میں کچھ نظر نہیں آیا۔ اٹھا ہی تھا کہ ایک نرم و نازک ہاتھ میرے ہونٹوں پر
بلہ شاید بولنے سے منع کیا جا رہا تھا۔

میں نے وہ ہاتھ پکڑ لیا' تب دوسرے ہاتھ سے میرا بازو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ ذہن زیادہ
یار نہیں ہوا تھا' میں نے سر جھٹکا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ خیمے کا پردہ ہٹا ہوا تھا اور کہیں سے تھوڑی سی روشنی
ں تک پہنچ رہی تھی۔ جب آنکھیں صاف ہو گئیں تو میں نے جولیا کو پہچان لیا۔

"پلیز!" اس نے سرگوشی کی اور مجھے باہر کی طرف گھسیٹا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور باہر نکل آیا۔
یرے شانے سے چمٹی ہوئی چل رہی تھی۔ پھر وہ مجھے خیمے سے تھوڑی دور ایک سنسان سی جگہ پر ایک
نت کے نیچے لے گئی۔ وہ خاموش تھی۔

"مس جولیا کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر ایڈورڈ! میں ــــــ میں بے حد شرمسار ہوں۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ! کیوں مس جولیا؟"

"دیکھئے' فراخدلی سے کام لیجئے۔ میں ایک پل کے لیے نہیں سو سکی۔ میں جس قدر شرمندہ ہوں' میرے
لیے یہی سزا کافی ہے۔" اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"چلئے ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟"

"جائیے کردیا۔"
"بے شک آپ فنکار ہیں۔ فنکار کا دل اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ کاش میں آپ کو پہلے ہی پہچان لیتی۔"
"اب سہی مس جولیا۔"
"میری سمجھ میں نہیں آرہا آپ کو عقیدت کے طور پر کیا پیش کروں؟"
"آپ کا یہ التفات کافی ہے مس جولیا۔" میں نے کہا اور جولیا نے آگے بڑھ کر میری گردن میں ڈال دیں۔ اب مجھے کیا پڑی تھی کہ میں اجتناب کرتا۔ میں نے اس کے بوسے کو بھرپور بنا دیا۔ "میں نہیں سکتی تھی۔ درحقیقت ڈریکر آپ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس نے خود اعتراف کیا لوگ تو سخت حیران ہیں جن کا گٹار آپ نے استعمال کیا تھا۔"
"چلئے اب جانے دیجئے اس ذکر کو۔" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرا
"استاد!" پیچھے سے سردارے کی آواز آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔
"لعنت ہے۔ یہ کم بخت اس وقت کہاں سے آمرا!" میں نے دل ہی دل میں کہا اور پھر میں ایک سانس لے کر اس کی طرف بڑھا۔
"جی فرمائیے!"
"معاف کرنا استاد! میں بس یونہی——" سردارے ہم دونوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔
"اب آجاؤ' آہی مرے ہو تو!"
"وہ—— وہ—— بس استاد! میری آنکھ کھل گئی تھی۔ کہیں نہ دیکھا تو تلاش کرتے نکلا۔"
"مجھے اجازت دو ڈارلنگ!" جولیا نے دوسری طرف مڑتے ہوئے کہا۔
"OK—— اوکے۔" میں مجبوراً پلٹ پڑا۔ جولیا دور چلی گئی تو میں نے خونخوار نگاہ سردارے کو گھورا۔
"تیرا قتل واجب ہے سردارے!" میں نے دانت پیس کر بولا۔
"پھنس گئی استاد!"
"بکومت!"
"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا—— کہ سالی اتنی جلدی دوڑی چلی آئے گی۔ کیا کہہ استاد؟"
"چھوڑ و یار سارا موڈ چوپٹ کردیا۔"
"بس اب معاف کردو یار۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔"
"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔
"مگر بات کہاں تک پہنچی؟"
"تین بوسے لیے—— سینے سے لگایا اور تو آن مرا۔"
"یعنی نازک پوزیشن تھی استاد!"
"بس اب فضول باتوں سے پرہیز کرو اور سو جاؤ۔"
"ہائے' اب نیند کہاں آئے گی۔ میری والی کا کیا ہوا؟"

م بہتر جانتے ہو۔ باقی باتیں صبح کو ہوں گی۔"
بار پھر ہم اپنے خیمے میں واپس آگئے اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔ روشنی پھوٹ آئی پلکیں جڑ گئیں اور پھر بوڑھے جیوٹ نے ہی جگایا۔ دن چڑھ چکا تھا۔
ب تک سوتے رہو گے دوستو۔ چلو ناشتہ تیار ہے۔"
لوہو' آپ نے کیوں تکلیف کی مسٹر جیوٹ!" میں نے ازراہ انکساری کہا۔ "میں نے تکلیف نہیں یاں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہیں۔ صبح سے تمہارے بارے کان کھا رہی تھیں۔ آج تو شاید تم لوگوں دگرام بھی ہے!"
ں' مس جولیا نے کہا تھا کہ وہ ہمیں قصبہ کے مضافات کی سیر کرائیں گی۔"
ضرور بھئی ضرور۔ بس آجاؤ۔" ہم لوگ جیوٹ کے ساتھ اس کے خیمے کی طرف چل پڑے۔ لڑکیوں نے کا عمدہ بندوبست کیا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتہ کیا گیا اور پھر ہم سیر کے لیے تیار ہو گئے۔ جولیا کا چہرہ روشن تھا۔ اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا۔ جین بھی عمدہ لباس میں تھی۔ جیوٹ نے ہمارے پروگرام میں کوئی مداخلت نہیں کی اور ہم قصبے کی سیر کو چل پڑے۔
ں چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکان تھے جو زیادہ تر پنشن یافتہ فوجی افسروں یا راہوں کے تھے۔ پرسکون زندگی کے خواہشمند لوگ یہاں آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے زندگی کے مشغلے کے طور پر ان مکانوں کو خوبصورت ترین بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہر مکان کا طرز رتھا۔ مکانوں سے ملحق باغیچے حسن تناسب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آبادی کے بیچوں بیچ ایک یا پرسکون ندی بہہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کے نمونے کے پل بنے ہوئے تھے۔ پلوں کے نی کی سطح کے قریب پرانی پن چکیاں رواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوئی تھی وہاں سے جو نت شروع ہو جاتے تھے اور کھیتوں سے پرے بلیک فارسٹ تھا۔
کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی پگڈنڈی سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جین اور جولیا ں نظر آرہی تھیں۔ اس وقت سارے تکلفات بالائے طاق رکھ دیئے گئے تھے—— جین ے کے بازو میں بازو ڈالے آگے بڑھ رہی تھی اور جولیا میرے ساتھ تھی۔ کافی دیر سے ہم لوگ تھے۔ قصبے کے قدرتی اور غیر قدرتی مناظر نے ہمیں مسحور کر لیا تھا۔
یہ خاموشی ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی تو جولیا نے سلسلہ خاموشی توڑا۔ "مسٹر ایڈورڈ!" اس نے زدی۔
ہوں!" میں بھی خاموشی کے سحر سے نکل آیا۔
س سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں؟"
چ نہیں' خوبصورت مناظر نے زبان بند کر دی ہے!"
کافی حسین علاقہ ہے۔"
پہلے یہاں نہیں آئیں؟"
قصبے میں؟"
ں۔ میرا مطلب ہے کالے جنگل میں؟"
پہلے اس طرف نہیں آئی۔" جولیا نے جواب دیا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کس

کے ساتھ آتی۔ پپا اب زیادہ پیدل نہیں چل سکتے لہٰذا ہمت نہیں کر سکتے۔"

"اوہ اچھا!" میں نے گردن ہلائی۔

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی مسٹر ایڈورڈ!" -

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ اتنے عمدہ گٹار نواز ہیں تو پھر آپ کے پاس گٹار کیوں نہیں ہے؟"

"مظاہروں کا عادی نہیں ہوں۔ میں یونہی کبھی کبھی شوق پورا کر لیتا ہوں۔"

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے اگر تم اس پروفیشن کو اپنا لو تو شہرت کی انتہائی بلندیوں پر
گے۔"

"میں اتنی بلندیوں پر نہیں جانا چاہتا کہ نیچے دیکھنے سے خوف آنے لگے۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"بات صرف یہ ہے کہ مجھے سادہ زندگی پسند ہے۔"

"ویسے ----- تم عجیب ہو ایڈورڈ! جوں جوں میں تمہارے بارے میں غور کرتی ہوں، مجھے
ذات پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ لیکن مجھے تمہاری اس توہین کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"اوہ! مگر اب تم اسے کیوں یاد کرتی ہو۔ میں وہ ذہن سے نکال چکا ہوں۔"

"یہ تمہاری عظمت کی دلیل ہے۔" جولیا نے پرعقیدت لہجے میں کہا۔ اور پھر چونک کر
آسمان پر بادلوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی تھی۔ اور تب اندازہ ہوا کہ موسم اس قدر حسین کیوں ہو گیا
ابھی تک ہم نے آسمان کی طرف توجہ نہیں دی تھی جہاں بادلوں کی فوجیں سیاہ وردیوں میں چھاپہ مار
لیے انتہائی خاموشی سے یکجا ہو رہی تھیں۔

"ارے! بارش کا خطرہ ہے۔" جولیا بولی۔

"ہاں!" میں نے مختصراً کہا۔

"لیکن یہاں تو کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھر میں نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا
ہو بارش سے؟"

"نہیں تو۔" وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"تب پھر چلتی رہو۔" جملے پورے ہی ہوئے تھے کہ موٹی موٹی بوندیں پھسل پڑیں۔ ہم نے آ
طرف دیکھا۔ بادلوں کا مذاق آنکھوں میں آگھسا۔ سردارے اور جین نے چھلانگ لگائی اور ہم سے آ
گئے۔ وہ بلیک فارسٹ کے درختوں کی پناہ میں جا رہے تھے۔ ہم دونوں ہنس پڑے اور پھر ہم بھی درخ
نیچے پہنچ گئے۔ درخت کے نیچے ہم پانی سے بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔

"واہ۔ یہ تو واقعی عمدہ جگہ ہے۔" میں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ درخت کافی اونچے تھے اور ا
تھے کہ سورج کی روشنی ان کی شاخوں سے نیچے نہیں آ سکتی تھی۔ غالباً اسی مناسبت سے اسے کالا
جاتا تھا۔

کھلی ہوئی جگہ زیادہ دور نہیں تھی اور وہاں گرنے والی بارش سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بارش خاصی
رہی ہے۔ سردارے اور جین خاموش تھے۔

تب سردارے نے کہا "کیوں نہ ان درختوں کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر آگے تک سیر کی جائے!"

"ضرور کرو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں سردارے کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ ہم لوگوں سے دور
رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً جین کا ہاتھ پکڑا۔ "آؤ جین!" اور پھر وہ جین کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ہم بھی چلیں؟" میں نے جولیا سے پوچھا۔

"چلو۔" جولیا نے آہستہ سے جواب دیا۔ تب میں بھی وہاں سے آگے بڑھ گیا ----- لیکن میں نے
اس طرف کا رخ نہیں کیا تھا جدھر سردارے گیا تھا۔ ہم دونوں اس جگہ سے دور پہنچ گئے۔ کہیں کہیں
گھنے درختوں سے بارش کی کچھ بوندیں ہم تک پہنچتیں تو بے حد بھلی لگتیں۔ درختوں کے نیچے گھاس کا
قالین بچھا ہوا تھا۔

کافی دور چل کر جولیا ایک جگہ گھاس پر گر پڑی۔ "بس ایڈورڈ! یہیں بیٹھیں گے۔"

"اوکے ڈارلنگ!" میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ جولیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جذبات
کا سیلاب اس کے چہرے پر نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاش!" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا ہوا؟" میں نے کہا۔

"کاش اس وقت تمہارے پاس گٹار ہوتا۔" اس نے کہا۔

"تمہیں گٹار بہت پسند ہے؟"

"بے حد۔ دیوانی ہوں اس کی۔"

"سیکھا کیوں نہیں؟"

"موقع ہی نہیں مل سکا۔ پپا ساری زندگی خود بھی آوارہ گردی کرتے رہے اور ہمیں بھی ساتھ لگائے
رکھا۔"

"تمہیں یہ زندگی پسند نہیں ہے؟"

"اب تو پسند ہے۔"

"پہلے پسند نہیں تھی؟"

"یہ بات نہیں۔ جب سوچتی ہوں تو عجیب لگتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری حیثیت ان لوگوں
سے مختلف ہے جو اپنے مکانات میں رہتے ہیں۔ زندگی کی دلچسپیوں میں، زندگی کے مسائل میں الجھے رہتے
ہیں۔"

"اس بار تم وطن جاؤ تو پپا کے ساتھ آنے سے انکار کر دینا۔"

"بس سوچتے ہیں۔ پپا کی غیر موجودگی میں کیا کریں گے خیر چھوڑو ان باتوں کو، تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یہاں کب تک قیام کرو گے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"بس جب یہاں سے طبیعت اکتا گئی، چل پڑیں گے۔"

"اور اگر طبیعت نہ اکتائے؟"

"تو نہیں جائیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ کئی منٹ تک خاموش رہی، پھر بو
"مجھے گٹار سکھا دو گے؟"
"کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیکن وہی بات، ہمارا تمہارا ساتھ کب تک رہے گا؟"
"اگر میں تمہیں یہاں سے نہ اکتانے دوں تو؟"
"تو میں تمہیں گٹار سکھا دوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی کسی قدر شرمائے ہوئے ا
میں مسکرا دی۔
"میں ایک گٹار خریدوں گی۔"
"وہ میں تمہیں "تحفتہ" پیش کر دوں گا۔" میں نے کہا۔
"شکریہ!" اس نے کہا اور پھر اس نے گھاس پر کروٹ بدلی اور درختوں سے کبھی کبھی چھن آنے
بوندوں سے لطف اندوز ہونے لگی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ ماحول اسے پوری طرح متاثر کر چکا
تب میں اس کے نزدیک پہنچ کر اس پر جھک گیا اور اس نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"ایڈورڈ!" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں۔" میں نے اپنا چہرہ اس کے قریب کر لیا۔ وہ پیاسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔
"تم بہت گریٹ ہو۔"
"کیوں؟"
"تمہاری انگلیوں میں اتنا جادو ہے کہ ہر دل تمہاری طرف کھنچ کر رہ جائے۔ میں ——— میں تم
بے پناہ محبت کرنے لگی ہوں ایڈورڈ۔" اس نے بانہیں اٹھائیں اور میری گردن میں ڈال دیں۔ اور
ہمارے جذبات کے دھارے راستے تلاش کرنے لگے۔ آڑی ترچھی پگڈنڈیاں اور پھر سکون کے راس
سکون کے حسین راستے اور ہم ان راستوں پر دوڑنے لگے۔ منزل سامنے نظر آ رہی تھی اور طویل مسا
کے بعد ہم منزل تک پہنچ گئے۔
جولیا کے چہرے پر انبساط نظر آ رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ بادلوں کی وجہ سے تاریکی اور گہری ہو
تھی۔ جولیا نے میرے شانے پر ٹھوڑی رکھ دی اور پھر آہستہ سے بولی۔
"ایڈورڈ!"
"ڈارلنگ!" میں نے اس کی پلکوں کو بوسہ دیا۔
"واپس نہیں چلو گے۔ بارش رک گئی ہے۔"
"ایں۔ ہاں۔ چلو نکل چلیں۔" میں نے کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔
"وہ لوگ کہاں گئے؟" جولیا نے کہا۔
"کسی درخت کے نیچے ہوں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے وہ دونوں بھی ——— ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں؟"
"یقیناً!" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن جولیا کے چہرے پر کوئی خاص تاثرات نہ
تھے۔ ظاہر ہے وہ خود اس منزل میں داخل ہو گئی تھی۔ اپنی بہن کے لیے وہ کیا متردد ہوتی۔
"اب انہیں کہاں تلاش کریں؟"
"کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے منہ آگے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بناتے ہوئے زور سے آ

لگائی۔ "مائیکل، جون مائیکل!"
"ہاں، ہاں کیوں چیخ رہے ہو استاد! ہم یہاں موجود ہیں۔" عقب سے سردارے کی آواز سنائی دی اور ہم
دونوں اچھل پڑے۔ سردارے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک درخت کے عقب سے نکل آیا۔
"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
"خدا کی قسم استاد! آنکھیں پھوٹ جائیں جو ایک بار بھی تمہاری طرف دیکھا ہو۔" سردارے جلدی
سے بولا۔
"میں کہتا ہوں تم اس طرف آئے کیوں؟"
"میں نہیں آیا تھا استاد۔"
"وہ لائی تھی؟"
"نہیں!"
"پھر؟"
"تم خود یہاں آ گئے تھے استاد۔ ہم تو پہلے سے یہاں موجود تھے۔"
"لعنت ہے۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔
"یہ کون سی زبان بولنے لگے تم لوگ؟" جولیا الجھے ہوئے انداز میں بولی۔
"یہ غصے کی زبان ہے۔ جین کہاں گئی مائیکل؟"
"جین ——— وہ جین۔" سردارے نے کسی قدر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا "نہ جانے کہاں گئی۔
ابھی تو یہیں تھی۔ کافی دیر سے تتلیاں پکڑ رہی تھی۔"
"تتلیاں؟" جولیا حیرت سے بولی۔
"ہاں۔ مینڈک اور تتلیاں بڑی دیر سے انہی کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔"
"اوہ! بلاؤ اسے بلاؤ اور اسے بتا دو کہ یہاں ایک بھی مینڈک اور تتلی نہیں ملے گی۔" جولیا نے
مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے ایک طرف دوڑ گیا۔ جین کے چہرے پر بھی خجالت تھی لیکن جولیا بھی اس
سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ اس طرح ہم واپس کیمپنگ کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد
ہم کیمپنگ پہنچ گئے۔ میرے ذہن میں بوڑھے جیوٹ کا خیال تھا لیکن لڑکیاں پرسکون تھیں۔ ان میں سے
کسی نے کسی الجھن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کیمپنگ پہنچ کر اپنے خیمے کی طرف مڑتے ہوئے جولیا نے آہستہ
سے مجھ سے کہا۔
"کب ملو گے ایڈورڈ؟"
"ہمارا فاصلہ ہی کتنا ہے ڈارلنگ، جب چاہو آواز دے لو۔"
"ہاں، ہمارے فاصلے اچانک مختصر ہو گئے ہیں۔" وہ مسکرانے لگی اور پھر خیمے کا پردہ ہٹاتی ہوئی بولی۔ "
رات کو آواز دوں گی۔"
"بے دھڑک آ جانا۔" میں نے کہا اور جولیا نے گردن ہلا دی۔ دونوں لڑکیاں اپنے خیمے میں چلی گئیں
اور ہم طویل سانس لے کر رکے۔ تب اچانک پیچھے سے بوڑھے جیوٹ کی آواز سنائی دی۔
"رک جاؤ نوجوانو! میں تم سے مخاطب ہوں۔" اور ہم دونوں ٹھٹھک گئے۔ مسٹر جیوٹ کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اور

گال تمتما رہے تھے اور اس وقت ان کے ہونٹوں پر بڑی پر وقار مسکراہٹ تھی۔

"مجھے پہچانتے ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر جیوٹ! خیریت؟" میں نے کہا۔

"مس ـــــ ٹر ـــــ جیوٹ۔" اس نے ایک ایک لفظ کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تم آزاد ہو۔ جس نام سے چاہو' مجھے پکارو' میں شخصی آزادی کا سب سے بڑا حامی ہوں۔ یقین نہیں آتا تو میری تحریریں دیکھ لو۔ میں نے ہر جگہ شخصی آزادی کے لیے آواز بلند کی ہے۔ مجھے آزادی سے محبت ہے' مجھے انسانیت سے پیار ہے۔ میں انسان سے عشق کرتا ہوں۔ سطح آب پر ابھرنے والے حباب' زندگی کے اعتقاد سے بے بہرہ۔ نہ جانے کون کون سی آرزوئیں امیدیں لیے اس جہان میں آتے ہیں لیکن سانسوں کے تار ان کے بس میں نہیں ہیں اور وہ آرزوؤں کا ایک جہاں سمیٹے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ اس مختصر انسان سے' اس کی مختصر زندگی میں خوشی کے چند لمحات بھی چھین لوں۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے۔ چنانچہ مجھے جیوٹ سمجھو یا ڈیوس آف باتھ روم' میں تم سے احتجاج نہیں کروں گا۔ شیکسپئر' شیکسپئر رہے گا۔"

"اوہ!" میں نے طویل سانس لی۔ "براہ کرم اپنا تعارف کرا دیں۔"

"شیکسپئر کو کون نہیں جانتا میرے بچو!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سردارے آگے بڑھ کر بولا۔

"آہ! یہ میری زندگی کا ماحصل ہے۔ کسی بھی طور کسی کو کچھ خوشیاں دے دو۔ زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور تم نے خوشی کا اظہار کیا ہے مجھ سے مل کر۔ میں کتنا خوش ہوں۔" بوڑھے نے انبساط سے کہا۔

اسی وقت دونوں لڑکیاں باہر نکل آئیں۔ بوڑھے کو ہم سے مغز ماری کرتے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔

"پپا پلیز! اندر چلئے۔" جین بولی۔

"کہاں؟ اس گھونسلے میں۔ نہیں نہیں۔ خدارا مجھے اس قید خانے میں نہ لے جاؤ۔ میرا دم گھٹتا ہے۔"

"پپا ـــــ"

"ضد نہ کرو لڑکی۔ میری زندگی سے تمہیں کیا تکلیف ہے۔ میں گھونسلوں کا عادی نہیں ہوں۔ نہ جانے انسانیت ان گھونسلوں کی طرف کیوں راغب ہو رہی ہے۔ قبل از تاریخ کا انسان' فضولیات سے دور تھا اور اس وقت وہ حقیقی معنوں میں ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا جوں جوں آدمیت پر تہذیب کے خول پڑتے گئے' وہ کمزور پڑتی گئی۔ اور آج کا ہر انسان گھونسلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ جاؤ بھائی! تم بھی اپنے گھونسلے میں جاؤ۔ خدا انسانیت کی حفاظت کرے!" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور لڑکیوں کے ساتھ خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ "پھر غلط پی گیا کم بخت۔" سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اسے دعائیں دو' جس نے اسے غلط پلا دی۔"

"اوہ! کیوں استاد؟" سردارے نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

"جین نے کوئی وعدہ نہیں کیا؟"

"کیا تو ہے استاد! لیکن میں ڈر رہا تھا۔"

"کس بات سے؟"

"یہی کہ ـــــ ممکن ہے تم پسند نہ کرو۔"

"کیا پسند نہ کروں؟"

"بس استاد! ایسے ہی فضول باتیں سوچ رہا تھا۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں ہنستے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"رات بھیگی بھی نہیں تھی کہ دونوں لڑکیاں ہمارے خیمے میں آ گئیں۔ دونوں خوبصورت لباسوں میں ملبوس تھیں اور دونوں ہی کے چہروں سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

"ہیلو۔" جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو جین!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا اور پھر جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" جولیا بولی۔

"انتظار!"

"کس کا؟"

"تم دونوں کے علاوہ اور کس کا ہو سکتا ہے؟"

"اوہ!" جولیا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"تمہارے پپا کی کیفیت کیا ہے؟"

"شیکسپئر گہری نیند سو گیا ہے۔" جین ہنستے ہوئے بولی۔

"ویسے تمہارے پپا کا سٹینڈرڈ بہت اونچا ہے۔ اعلیٰ لوگوں کی شخصیت اپناتے ہیں۔ کبھی کسی معمولی آدمی کو انہوں نے گھاس نہیں ڈالی۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"ارے بیٹھو۔ تم لوگ کھڑی کیوں ہو!" میں نے کہا اور وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ "کیا پروگرام ہے آج کا؟" میں نے پوچھا اور وہ کسی قدر بوکھلا گئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور جھینپ گئیں۔ میں نے اپنے سوال کی نزاکت پر غور کیا اور خود مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

"میرا مطلب ہے آج میوزک ہوم تو نہیں چلیں گے؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔" جولیا نے جلدی سے جواب دیا۔

"چلو چلتے ہیں۔ ابھی تو بہت رات باقی ہے۔" اور وہ دونوں تیار ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم میوزک ہوم میں داخل ہو گئے۔ پچھلی رات کے سارے لوگ موجود تھے' مجھے دیکھتے ہی بہت سی آوازوں نے میرا استقبال کیا۔ چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔

"اوہو! یہاں تو خاصی گڑبڑ ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

بے شمار لوگ ہمارے پاس آ گئے تھے۔ طرح طرح کی فرمائشیں ہونے لگیں۔ میوزک ہوم کے منتظمین نے بمشکل تمام لوگوں سے درخواستیں کیں اور انہیں ہمارے اردگرد سے ہٹا کر ہمارے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔

پھر بھی چند لوگ ہمارا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ وہ میرا شجرہ نسب جاننا چاہتے تھے اور فرمائش کر تھے کہ آج بھی میں گٹار پر کچھ سناؤں۔ عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔ بہر حال بادل نخواستہ مجھے فرمائشیں پوری کرنا پڑیں۔ خود ڈریکر بھی میرے فن کو سراہ رہا تھا۔ جولیا اور جین بے حد خوش نظر آ رہی تھیں واپسی پر انہوں نے مجھے بے حد مبارک باد دی اور راستے بھر میرے فن پر تبصرہ کرتی رہیں۔ پھر جولیا نے پ

بھرے انداز میں کہا "ایڈورڈ! اگر بچ آ جائے تو تم بھی ہمارے ساتھ ہی چلو۔ فرانس کے کلب تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ وہ تمہارے فن کا ہر معاوضہ پیش کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔"

"اچھا!" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں ایڈورڈ! فرانس کے خوش ذوق لوگ فنکاروں کی قدر کرتے ہیں۔"

"تم بھی ان میں شامل ہو؟" میں نے جھک کر جولیا کے کان میں پوچھا۔

"کیوں نہیں؟"

"تب ثبوت دو۔"

"کیسے دوں؟" اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"میں بتادوں گا' ذرا اپنے ساتھی سے بات کرلوں۔" میں نے کہا اور سردارے کو آواز دی۔

"استاد!" سردارے مستعدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو استاد کا!" سردارے نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے' خیمہ ایک ہے۔"

"دوسرا بھی ہے استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کون سا؟"

"بھائی پھر غلط پی گئے ہیں۔ میرا خیال ہے انہیں خیمے کی پشت پر آرام کرنے چھوڑ دیا جائے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"جو دل چاہے کرو اور ہمیں یہیں سے خدا حافظ کہہ دو۔ خواہ مخواہ الجھن ہو رہی ہے۔" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے واپس لوٹ گیا۔ پھر اس نے نہ جانے جین سے کیا کہا بہرحال جین اور وہ دوسری طرف چلے گئے۔ جولیا نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ ہم دونوں خیمے میں واپس آ گئے۔ تب میں نے جولیا کو اپنے نزدیک بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا جین کو ہمارے تعلقات کے بارے میں علم ہے؟"

"بچی تو نہیں ہے۔"

"شاید وہ میرے ساتھی کو پسند کرتی ہے؟"

"ہم دونوں۔" جولیا نے کہا "ہم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں۔" جولیا نے شرماتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تب ٹھیک ہے۔" میں نے اسے خود سے قریب کھینچ لیا اور جولیا پیار سے میرے سینے میں منہ رگڑنے لگی۔

قصبے کی ساری خوبصورتی ہم نے سمیٹ لی تھی۔ اب اس میں ہمارے لیے کوئی دلکشی نہیں رہ گئی تھی۔ یوں بھی ان لوگوں کے ساتھ چھ دن گزر چکے تھے اور اب وہ اپنی کشش کھو چکی تھیں۔ چنانچہ ہم یہاں سے آگے بڑھنے کے پروگرام پر غور کرنے لگے۔ اور ایک دن میں اور سردارے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"یہاں سے چلا جائے۔ یوں بھی کم دن رہ گئے ہیں۔ پتہ نہیں غلام سیٹھ فرینکفرٹ پہنچا یا نہیں!"

"ٹھیک ہے استاد! جو استاد کی مرضی۔"

"ان لوگوں کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی سے چل دیں گے۔" میں نے کہا اور سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

سردارے بہرحال میری طرح نہیں تھا۔ یا پھر اس کی سوچ میری مانند نہیں تھی۔ اس کے انداز سے ہر ہو رہا تھا کہ وہ ابھی جین کو چھوڑنے پر دل سے آمادہ نہیں ہے۔ میں نے اس کی بددلی صاف محسوس کی ی۔ لیکن بہرحال وہ ابھی اس معاملے میں کچا تھا۔ میں نہیں------ اور میں اسے کچا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ نچہ میں نے کوئی رعایت نہیں برتی۔ میں نے اس کی اداسی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کئی منٹ تک ردارے اسی طرح خاموش رہا تب میں نے ہی خاموشی توڑی۔

"البتہ یہاں سے چلنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔"

"کیوں استاد؟" سردارے نے رواداری میں پوچھا۔

"کس طرح چلو گے؟"

"ٹرین سروس ہے۔"

"میرا خیال ہے ہچ بائیکنگ ٹرائی کی جائے۔"

"ایں ہاں استاد------ یہ جرمن اس معاملے میں بڑے فراخ دل ہوتے ہیں۔ لیکن تمہیں میری ایک ت ماننی پڑے گی۔" اچانک سردارے اس گفتگو میں دلچسپی لینے لگا۔ مجھے اس تبدیلی پر حیرت ہوئی تھی۔

"کیسی بات؟"

"ہم پابندیوں کے بغیر سفر کریں گے۔"

"پابندیاں کیسی سردارے------؟"

"میرا مطلب ہے تفریح کرتے ہوئے چلیں گے۔ تم ایک عمدہ سا گٹار خرید لو۔ ہم آوارہ گردوں کی رح چلیں گے۔"

"میں تمہاری حرکت سمجھ رہا ہوں۔"

"تمہاری طرح مضبوط انسان نہیں ہوں استاد------ جین نے بڑے خلوص سے مجھ سے اظہار الفت یا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کی زندگی میں' میں پہلا مرد ہوں جس نے اسے متاثر کیا ہے۔"

"مضبوط بننا پڑتا ہے سردارے------ بلکہ خود کو کسی ایسی لڑکی کے سامنے ہی نہ لاؤ جس کی زندگی میں م پہلے مرد ہو۔ ہم بھی انسان ہیں لیکن ذرا مختلف قسم کے------ تو پھر آج ہی سفر شروع کر دیا جائے؟"

"جیسی استاد کی مرضی------ ویسے کیا ان سے ملنا بھی مناسب نہ ہو گا؟"

"اس سے فائدہ بھی کیا۔" اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ دن کے پونے بارہ بجے تھے جب ہم فرائی برگ سے فرینکفرٹ جانے والی شاہراہ------ کے کنارے کنارے چل پڑے۔ ہمارا حلیہ آوارہ گردوں کا سا تھا۔ لیکن ہمارے جسموں پر عمدہ لباس تھے۔ اور ہمارے تھیلوں میں بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ خاص چیز میرا خوبصورت گٹار تھا۔ کئی کاریں اور ٹرک ہمارے سامنے سے گزرے لیکن کسی نے ہمیں لفٹ نہیں دی۔ "میرا خیال ہے استاد------ رفتار تیز کرو۔ ممکن ہے ہمیں لفٹ نہ ملے۔"

"سست رفتاری سے کیا فائدہ؟"

"شہر سے قریب تو رہیں گے۔"

"چلتے رہو یار------ جوگیوں کو جنگل یا شہر سے کیا واسطہ"۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ موسم خوشگوار تھا اس لئے پیدل سفر برا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ کافی دیر تک چلتے رہے۔ پھر

سیاہ رنگ کی ایک قیمتی گاڑی ہمارے قریب سے گزری۔ سردارے نے حسب معمول انگوٹھے سے اشا
لیکن کار آگے نکل گئی۔ "دہت تیرے کی۔ سب سالے بد اخلاق ہو گئے ہیں۔" سردارے نے گردن
لیکن تقریباً دو سو گز جاکر کار کے بریک چرچرائے اور کار رک گئی۔

سردارے جو اس گاڑی کی طرف سے بھی مایوس ہو کر رخ بدل چکا تھا' بریکوں کی چرچراہٹ
اچھل پڑا۔ اور پھر اس نے عجیب بد حواسی سے دوڑ لگائی اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں وہیں کھڑا رہا
سردارے نے زور زور سے میری طرف ہاتھ ہلایا۔ شاید کام بن گیا تھا۔ لمبی سیڈان کی اگلی نشست
درمیانی عمر کا جرمن اور اس سے عمر میں کافی چھوٹی شاید اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا پیٹ
حد تک پھولا ہوا تھا۔ اور اس بے تکے پن نے اس کے اچھے خاصے نقش و نگار پر بھی اثر ڈالا تھا۔ ویسے
آنکھیں بڑی خوبصورت اور جاندار تھیں۔ "ہیلو ——— فرینکفرٹ؟" جرمن نے مسکراتے ہوئے
پوچھا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ "بیٹھو ——— تم موسیقار ہو؟" جرمن اسی انداز میں بولا۔ اور
پہلے گٹار اندر ٹھونسا' پھر خود اندر گھسا اور سب سے بعد میں سردارے ——— جرمن نے کار گیئر
کر آگے بڑھا دی۔

اس کی بیوی نے کھڑکی سے پشت لگا کر رخ بدل لیا۔ وہ ہم میں دلچسپی لے رہی تھی۔ جرمن کی
ونڈ شیلڈ سے دوسری طرف تھیں۔ لیکن ذہنی طور پر وہ ہماری طرف ہی متوجہ تھا۔
عورت ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔ اور پھر اس کی مترنم آواز ابھری۔ "تم نے جواب نہ
مسٹر ———!"

"کس بارے میں مادام؟" میں نے ادب سے پوچھا۔
"تم موسیقار ہو؟"
"پروفیشنل نہیں۔"
"اوہ ——— اچھا۔ تمہارا کیا خیال ہے فن کاروبار بن کر بے جان ہو جاتا ہے؟"
"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"
"اچھا ——— کیوں؟"
"بے جان چیزیں فروخت نہیں ہوتیں۔ ہاں ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ کاروبار بنا کر انہیں
شکلوں میں ڈھال دیا جاتا ہے جو گاہک کی پسند ہوں۔ بس فنکار کی اپنی پسند مر جاتی ہے۔"
"اچھی بات کہی تم نے ——— لیکن تم تو دوکاندار نہیں ہو۔" اس بار مرد نے کہا۔ "ہاں۔ ہم
نہیں ہیں۔"
"پھر کون ہو ——— اپنا تعارف نہ کراؤ گے؟" مرد ہی بولا۔
"آوارہ گرد ہیں۔" میں نے جواب دیا۔
"نروان کی تلاش میں بھٹکنے والے۔" مرد ہنس کر بولا۔
"شاید۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیوں صحرا گرد کرتے ہو۔ نروان تو تمہاری ذات میں پوشیدہ ہے۔ کیسے انسان ہو' جس چیز کو
شہروں' جنگلوں اور پہاڑوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہو اسے اپنے وجود میں چھپائے پھرتے ہو۔
کے اندر بھی جھانک لو ——— سب کچھ مل جائے گا۔" عورت نے کہا۔ اور میں تڑپ اٹھا۔ کیسے

بات کہی تھی' کیسے عجیب الفاظ تھے۔ میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا۔
"کیا خیال ہے تمہارا ——— کیا یوریشا غلط کہتی ہے؟" مرد نے پوچھا۔ لیکن میں اس بات کا کوئی جواب
نہیں دے سکا۔ تب مرد نے عورت کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "اوہ ——— ڈیر یوریشا! شاید تمہاری
بات ہمارے دوستوں کو پسند نہیں آئی۔"
"میرے الفاظ اپنی جگہ درست ہیں۔ تاہم میں ان سے معافی مانگ لوں گی۔" عورت نے کہا۔
"نہیں خاتون! شاید آپ نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔
"چھوڑو ——— میرا خیال ہے ہم غلط موضوع کی طرف بھٹک گئے ہیں۔ ابھی تک ہم ایک دوسرے
سے ناواقف ہیں۔" مرد نے کہا۔
"میرا نام ایڈورڈ ہے' یہ مائیکل ——— باقی ہم بتا ہی چکے ہیں۔" میں نے کہا۔ "ہاں ——— ہاں'
ٹھیک ہے۔ میں گریس ناک ہوں اور یہ میری بیوی یوریشا۔ ہم نے محبت کی شادی کی ہے اس بات کو ذہن
میں رکھنا۔"
"اللہ اکبر ———" سردارے نے گہری سانس لیکر آہستہ سے کہا۔
"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" میں نے کہا۔
"خاک ———" سردارے پھر آہستہ سے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یوریشا
حاملہ ہے۔ اس کے والدین ہسپانیہ میں رہتے ہیں۔ ہم نے اس بار ایک ماہ کی چھٹیاں ہسپانیہ میں گزاری ہیں
اور اب واپس ہنوور جا رہے ہیں۔" گریس نے بتایا۔
"خوب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"حاملہ ہونے میں کوئی خوبی ہے؟" سردارے نے پھر آہستہ سے کہا۔
"سردارے ——— بری بات ہے۔" میں نے اسے سرزنش کی۔
"کوئی بری بات نہیں ہے۔ کسی حاملہ عورت کے ساتھ بیٹھ کر مجھے بھی اپنے پیٹ میں گڑبڑ محسوس
ہونے لگتی ہے۔" سردارے بولا۔
"تم اتر بھی سکتے ہو۔" میں نے کہا۔
"اب کیا فائدہ۔ ہمیں کار میں بیٹھنے سے قبل دیکھ لینا چاہئے تھا۔" سردارے ناک چڑھا کر بولا۔
"کیا بکواس ہے یار ——— وہ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔"
"کوئی حاملہ عورت میرے بارے میں کچھ بھی سوچے' مجھے پرواہ نہیں ہے۔" سردارے نے جواب
دیا۔
"تمہارا دماغ خراب ہے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"حاملہ عورتوں کو دیکھ کر دماغ کو خراب ہی ہو جانا چاہئے۔" سردارے شاید مجھے چڑانے پر تل گیا تھا۔
"بیٹے ——— صحیح معنوں میں یہ عورت کا سب سے مقدس روپ ہے۔"
"سبحان اللہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔
"میں تمہارے پیٹ سے ایک دس سیر وزنی تھیلا باندھ دیتا ہوں۔ دو مہینے دن رات اس تھیلے کے ساتھ
گزارو۔ جو مانگو گے دوں گا۔ یہ ماں کی ہی مقدس ہستی ہے جو پورے نو ماہ اس انداز میں گزار دیتی ہے۔ اور
اس کے بعد زندگی کی بازی لگا کر بچے کو جنم دیتی ہے۔ جنم دینے کے بعد اس کے فرائض ختم نہیں ہو جاتے۔

اس کے بعد وہ اسے اپنے خون کے قطرے چٹا کر پروان چڑھاتی ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا پہاڑ بن کر بھول جاتا ہے۔ اور ------ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ بڑی مقدس ہستی ہے یہ سردارے ------ مقدس جذبہ ہوتا ہے اس کا۔"

"خدا کی پناہ ------" سردارے نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

ہم دونوں کو کسی دوسری زبان میں گفتگو کرتے دیکھ کر وہ ہم سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ عورت رخ بدل لیا تھا۔

"یہ ہمیں بد اخلاق سمجھ رہے ہوں گے۔ تم نے فضول بکواس شروع کر دی تھی۔"

"تم نے وعظ سنا کر اس کی سزا بھی تو دے لی استاد!" سردارے نے جواب دیا۔ "اچھا۔ اب براہ چونچ بالکل بند کر لو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

"آپ لوگ شاید کسی بات پر متفق نہیں ہیں۔" جب ہمیں کئی منٹ خاموشی سے گزر گئے تو گر متوجہ کیا۔

"اوہ۔ میرا ساتھی کریک ہے۔ اکثر فضول اور بے موقع گفتگو شروع کر دیتا ہے۔"

"لیکن تمہاری زبان ہمارے لئے اجنبی تھی۔"

"اسی زبان پر بحث ہو رہی تھی' ایک ایشیائی زبان ہے۔"

"تم ایشیائی زبان جانتے ہو؟"

"کھٹمنڈو میں سیکھی تھی۔ ہرے کرشنا ہرے راما' تحریک کا پیرو ہے۔"

"ہاں' میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ اور تم ------؟"

"بالکل نہیں۔"

"خیر ------ یہ تمہارا آپس کا معاملہ ہے' ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیوں یوریشا؟"

"ہاں ڈارلنگ۔ لیکن تم نے شاید آسمان کی طرف نگاہ نہیں دوڑائی؟" یوریشا نے ایک گہری سا کر کہا۔

"اوہ' کیوں؟" گریس نے چونک کر کہا اور پھر وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔ "غالباً تم بارش کی متوجہ کر رہی ہو؟"

"ہاں۔" یوریشا نے جواب دیا۔ "تو ہونے دو ------ سفر میں بارش معمولی سی حد تک تک ضرور ہوتی ہے۔ لیکن موسم کی جو کیفیت ہو جاتی ہے اس کی رومانویت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" گریس ہماری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہاں۔ یہ موسم رومانی ہوتا ہے۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ ------ کسی حد تک عجیب ضرور رہے گا۔ لیکن کیا میں آپ سے فرمائش ہوں۔" اس نے گٹار کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ' یہاں جگہ مختصر ہے۔"

"میری فرمائش کا تاثر اگر کشادہ ہو تو ------" یوریشا مسکراتے ہوئے بولی۔

"بجاؤ ------ بجاؤ۔ ایک مقدس ہستی کہہ رہی ہے۔ تمہیں اس کے تقدس کو مدنظر رکھتے ہو کی فرمائش پوری کر دینی چاہئے۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

ب کی کیا رائے ہے مسٹر گریس؟" میں نے سردارے کی بکواس کو نظرانداز کر کے پوچھا۔

ریشا نے ایک ایسی فرمائش کی ہے جسے میں اپنی کوششوں سے پوری نہیں کر سکتا۔ ویسے میں نے ی خواہشات کا احترام کیا ہے۔ تاہم آپ اسے میری بھی درخواست سمجھیں مسٹر ایڈورڈ!"

ب کو ڈرائیونگ میں تو دقت تو نہیں ہو گی؟"

ہرگز نہیں۔" گریس نے جواب دیا۔

سٹر ایڈورڈ ------ گریس تین سال کار ریس چیمپین رہ چکا ہے۔ میں نے اس سے شادی ے بعد اسے کسی ریس میں حصہ نہیں لینے دیا ہے۔ کیونکہ اب اس کی زندگی پر میرا بھی حق ہے۔"

ارے اوپر ساری دنیا کا حق ہے۔" سردارے اپنی بکواس سے باز نہ آیا۔ بہرحال میں نے گٹار درست واقعی تنگ تھی۔ حالانکہ کار لمبی اور اندر سے خوب کشادہ تھی۔ پھر بھی گٹار کے لئے بہرحال زیادہ یں تھی۔ سردارے نے کھڑکی سے دوسری طرف منہ نکال لیا۔ اس کی شرارتوں پر میرے ہونٹوں پر ی آئی تھی۔ بہرحال میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور پھر گٹار کے تاروں پر موسم کے لحاظ نغمہ چھیڑ دیا۔ اور بڑی دلچسپ بات ہوئی۔ جوں ہی گٹار کی آواز ابھری' بارش پھسل پڑی۔ گویا بادل تاروں پر رکے ہوئے تھے۔ اس بات کو سب نے ہی محسوس کیا۔ گریس نے وائپر کھول دیئے اور تار کسی حد تک سست کر دی۔ یوریشا تاروں میں محو ہو گئی اور آہستہ آہستہ میں بھی نغمے میں کھو گیا۔ ہوں میں پنجاب ابھر آیا۔ لہلہاتا پنجاب' جہلم کے کنارے پھیلے ہوئے کھیتوں میں جگہ جگہ بندھے ان' جن میں بارش سے بچاؤ کے لئے ایک کمزور سی پٹائی نما چھت' چھت سے رستی ہوئی ننھی ننھی ۔ دور پیپل کے درخت میں پڑے ہوئے جھولے' ان پر پینگیں لیتی ہوئی کنواریاں' اور ان کے ے پھوٹتے ساون کے گیت' ان کے مست کر دینے والے قہقہے' معصوم معصوم سے ------ سب ے ذہن میں ابھر آیا۔ اور میری انگلیاں تاروں میں کھو گئیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہا کہ میں کیا بجا رہا ں بے خودی میں میرا ہاتھ تاروں پر دوڑ رہا تھا۔

ر بارش ہو رہی تھی' وائپر چل رہے تھے' کار کی انجن کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ تب اچانک نے کار سڑک سے اتار کر روک دی اور ہم سب چونک پڑے۔ نغمہ رک گیا۔ اور گریس نے ایک انس لی۔ "مجھے یہ خطرہ بھی تھا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

یا ہوا گریس ------ خیریت؟" یوریشا نے چونک کر پوچھا۔

چھ نہیں ہوا یوریشا ------ یوں سمجھو میں نے ایک حادثے کو روکنے کے لئے ایک حسین نغمہ قتل "گریس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

یں نہیں سمجھی ------" یوریشا نے کہا۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جہلم کی حسین وادی سے یا واپس آ جانا مجھے بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

نغمہ ایسا دلفریب تھا یوریشا کہ میں خود پر قابو نہیں پا رہا تھا' میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ئیونگ نہیں کر سکوں گا اس لئے......"

لا ------" یوریشا نے گردن ہلائی۔ اور پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ "ایڈورڈ ڈیر ------ تم نل ہو۔ تم عظیم فنکار ہو۔ اگر گریس میری زندگی میں نہ داخل ہو گیا ہوتا تو میں تمہارے لئے جان کی دیتی۔"

"شکر ہے کچھ دیر ہو گئی۔" گریس نے پر مزاح انداز میں کہا۔ "لیکن یوریشا ڈارلنگ
لڑکی ہوتا تو میری تمہاری سخت رقابت چلتی اور ممکن ہے تم میری زندگی میں ایڈورڈ کو حاصل کر
رہتیں۔"

"ناممکن۔" یوریشا نے کہا۔ "ممکن ہے۔" گریس نے بھی لڑنے والے انداز میں کہا۔

"قطعی ناممکن ــــ میں کہتی ہوں......"

"ارے ارے' آپ لوگ لڑیں نہیں۔" میں نے مداخلت کی اور دونوں ہنس پڑے۔

"بہرحال ایک خوبصورت نغمہ قتل ہو گیا جس کا بڑا دکھ ہے۔" یوریشا نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم کہیں رک کر موسم اور نغموں کا لطف اٹھائیں۔" گریس بولا۔

"اوہ' لیکن گریس ــــ کیوں نہ ہم انہیں نیوور لے جا کر اپنا مہمان رکھیں۔"

"اگر یہ تیار ہو جائیں۔" گریس نے شانے ہلائے۔

"معذرت چاہوں گا دوستو ــــ دراصل فرینکفرٹ میں چند دوست منتظر ہوں گے۔
بعد پہنچنے والے تھے وہ لوگ' لیکن ہم دونوں نے زیادہ وقت برن میں گزار دیا۔"

"اوہ۔" یوریشا نے گہری سانس لی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "مجھے تمہارا فن اچھا
ایڈورڈ ــــ کہ اگر میں ٹھیک حالت میں ہوتی تو تمہارے ساتھ چند روز فرینکفرٹ ہی میں
تمہارے فن سے لطف اندوز ہوتی۔"

میں نے چور نگاہوں سے گریس کی شکل دیکھی۔ لیکن وہ اپنی بیوی کی باتوں پر خوش دل
ہوئے آرام سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ شام جھک رہی تھی جب ہائیڈل برگ پہنچے۔ دریا
خوبصورت پل سے گزرتے ہوئے ذہن میں عجیب عجیب احساسات جاگے۔ دریا کے کنارے
چہل قدمی میں مصروف تھے۔ یوریشا غالباً تھکن محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کار کی نشست
آنکھیں بند کر لیں۔ سردارے شروع ہی سے کچھ بیزار نظر آ رہا تھا اس لئے وہ خاموش ہی تھا
کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے سرگوشی کی۔

"تمہیں بھی نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں ــــ اس دن پر غور کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"سفر کسی دوسرے ذریعہ سے بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"ہوا کیا میری جان؟"

"یہ سفر ہو رہا ہے' لگ رہا ہے ملک الموت ٹانگ گھسیٹ رہا ہے۔ لفٹ بھی ملی تو کیسی گا
اس لمبے سفر کے کچھ حسین ساتھی ہوتے۔"

"وہ حسین تو ہے۔"

"جی ہاں ــــ اور مقدس بھی۔" سردارے نے کہا۔

"کیا خیال ہے نشست بدلو گے؟" میں نے شرارتاً پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پیچھے آ جائے۔ میں اگلی سیٹ پر چلا جاتا ہوں۔"

نہیں شکریہ ــــ وہ معہ اپنے تقدس کے آئے گی۔ ایک سیٹ پر وہ بیٹھے گی دوسری پر اس کا
خواہ جگہ تنگ ہو جائے گی۔" سردارے نے عجیب سے انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

مسلسل میری بات کا مذاق اڑا رہے ہو۔" میں نے کہا۔

تم ہی بتاؤ استاد ــــ کیا اڑاؤں۔ یہ موسم ــــ یہ بارش ــــ اور ــــ برابر کی
ــــ اور اگلی سیٹ پر ایک تقدس مآب۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ بارش کچھ اور تیز ہو گئی اور وائپر بڑی تیزی سے ونڈ اسکرین
نے لگے۔ رفتار زیادہ تیز نہیں رکھی جا سکتی تھی پھر بھی گریس کار کافی تیز رفتار سے دوڑا رہا تھا۔ اس
رات ہو گئی تھی جب کار مائن ہام میں داخل ہوئی۔

!" سردارے جلدی سے بولا۔

خیریت؟"

کون سا شہر ہے؟"

نائم ــــ کیوں؟"

کی رائے ہے ادھر ہی اتر پڑو۔ رات یہاں گزاریں گے' اس کے بعد باقی سفر کل کر لیں گے۔"

کل انجان جگہ ہے سردارے ــــ اس کے بارے میں کوئی تفصیل بھی نہیں معلوم۔ اور پھر
رات مصیبت بن جائے گی۔ ویسے اگر تمہاری یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

جانے کتنا سفر باقی ہے؟"

ڑی رکواؤں؟"

میں' اب جانے دو۔" سردارے نے گردن کھجاتے ہوئے کہا۔

فرینکفرٹ اب کتنی دور رہ گیا مسٹر گریس؟" میں نے گریس کو مخاطب کیا۔

ن آدھے گھنٹے کا سفر باقی ہے۔" گریس نے جواب دیا۔

ہہ۔" سردارے نے ہونٹ سکوڑ کر ایک گہری سانس لی۔

کسی ہوٹل میں قیام کریں گے مسٹر ایڈورڈ؟"

ں۔"

لیکن میرے خیال میں اس وقت فرینکفرٹ میں ہوٹل تلاش کر لینا ناممکن ہے۔ بارش نے پورے شہر
نا کر دیا ہو گا۔"

ب آپ ہمیں شہر سے باہر ہی اتار دیں مسٹر گریس! ہوٹل نہ سہی' کوئی ویرانہ سہی۔ ہمارے لئے
س یکساں ہیں۔"

لیکن بارش بہت تیز ہے۔"

کہیں بھی جگہ پناہ لے لیں گے۔"

آپ کی مرضی۔" گریس نے گردن ہلائی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم کار سے اتر گئے۔ گریس اور
نے ہمیں الوداع کہا۔ اور کار آگے بڑھ گئی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ہمارے کار سے اترتے ہی
ر ہو گئی۔ سردارے نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف ــــ!

بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا ـــــــ؟" میں نے پوچھا۔
"مائن ہام کی رات تو ہمارے لئے مصیبت بن جاتی۔ اور یہ ویرانہ ـــــــ؟"
"یہاں تم سکون سے سو جاؤ گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ویری گڈ ـــــــ اچھا فلسفہ ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا ـــــــ"
"اس وقت پیدل شہر تک جانے کی ہمت ہے؟"
"توبہ کریں۔"
"مائن ہام میں یہ بات نہیں تھی۔"
"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"افوہ' بارش کی رات ـــــــ تنہا' سنسان' ویران تو نہیں رہ سکتی۔ تم مائن ہام کی گلیوں میں تلاش میں نکل پڑتے۔ تمہیں جین یاد آتی' اور نہ جانے کیا کیا یاد آتا ـــــــ!"
"اوہ' اور اسی لئے آپ شہر سے باہر اتر گئے ہیں؟"
"جی ہاں۔"
"تم منع کر دیتے استاد ـــــــ میں تمہارے حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کر" سردارے آہستہ سے بولا۔
"سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ـــــــ اگر اسی وقت شہر چلنا چاہو تو لفٹ مل سکتی ہے۔"
"ارے نہیں ـــــــ جس میں اپنا استاد خوش' ہم بھی اسی میں خوش۔" سردارے نے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ "مگر استاد ـــــــ زمین بھیگ رہی ہے' آسمان تو حیرت انگیز طور پر گیا ہے۔ لیکن گیلی زمین پر جائے پناہ کہاں ملے گی۔"
"آؤ یار ـــــــ تلاش کر لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور تاریکی میں سڑک کنارے سے ہم کھیتوں میں اتر گئے۔ سردارے بار بار لڑکھڑا رہا تھا۔ میں نے اسے ہاتھ کا سہارا کے نیچے کی زمین گیلی تھی۔ کہیں کہیں ہمارا پاؤں چھپاک سے پانی میں جا پڑتا۔ نہ جانے کیوں مجھے آ رہا تھا۔ بہرحال خدا خدا کر کے ہم کھیتوں سے نکل کر ایک مسطح میدان میں آ گئے۔ یہاں پانی بھی زمین بھی ہموار تھی۔
سردارے!" میں نے بڑے پیار سے سردارے کو پکارا۔
"استاد!" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔
"کیسی جگہ ہے؟"
"واہ' واہ۔" سردارے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"کھلے آسمان کے نیچے۔ ابھی چند منٹ کے بعد تارے نکل آئیں گے۔ بھیگی بھیگی فضائیں' سیاہ رات' ہماری نگاہیں آسمان پر ہوں گی اور ستارے......"
"ہماری کھوپڑی میں اتر آئیں گے۔" سردارے بولا۔
"ارے نہیں۔ اس حسین موسم کی توہین نہ کرو۔
"سو جانے دو استاد ـــــــ بس سو جانے دو۔" سردارے اچانک زمین پر لیٹ گیا۔ اور زوردار قہقہہ لگایا۔

"شاباش۔ یہی اسپرٹ ہونی چاہئے۔"
"سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے کھردری زمین پر کروٹ بدل لی تھی۔
"ناراض ہو میری جان!" میں نے بڑے پیار سے اس کے برابر لیٹتے ہوئے کہا۔ اور سردارے ہنس پڑا۔
"بہت اچھا موڈ ہے استاد ـــــــ!" اس نے کہا۔
"ہاں' نہ جانے کیوں۔"
"تو سنو ـــــــ میں بھی خوش ہوں۔"
"اوہو ـــــــ اچانک۔"
"ہاں ـــــــ تمہارا اچھا موڈ میرے لئے قیمتی ہے۔ ایسی تیسی جین کی ـــــــ" سردارے نے کہا۔
"جین کہاں سے آ ٹپکی۔؟" میں نے پوچھا۔
"یاد آ رہی تھی سالی۔"
"ہاں ہاں ـــــــ سالی تو جولیا تھی۔ میں نے کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔
"بہت ہی اچھا موڈ ہے استاد۔ بہرحال میں بارہا اعتراف کر چکا ہوں۔ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تمہاری بت میرے اندر ابھی کافی کچاپن ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں ابھی تک حالات کی بھٹی میں اس قدر ں تپا ہوں کہ کندن بن جاؤں۔"
میں خاموش ہو گیا۔ سردارے کی سنجیدگی نے مجھے بھی سنجیدہ کر دیا تھا اور اب سو جانا ہی بہتر تھا۔ میں ' اپنا گٹار سرہانے رکھا۔ تھیلا سردارے نے اپنے سرہانے رکھ لیا تھا اور ہم دونوں ہی سونے کی کوشش نے لگے۔ اور دونوں ہی سو گئے۔ عجیب زندگی تھی۔ بلاشبہ دنیا اب ہماری نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں تی تھی۔ عیش و طرب کی زندگی' بڑی دلکشی رکھتی ہے اپنے اندر۔ لوگ اس زندگی کو آرزو بنا لیتے ہیں۔ رت بن جاتی ہے ان کی۔ لیکن ہم سے پوچھے کوئی۔ ہم نے زندگی کے سارے رخ دیکھے ہیں۔ کبھی نرم و م بستر' اعلیٰ کھانے اور زندگی کے سارے قیمتی لوازمات ـــــــ اور کبھی کھردرا فرش' دوستو ـــــــ رگی گزر ہی جاتی ہے۔ جو کچھ مل سکا ہے اس کو غنیمت سمجھو ـــــــ جس کی طلب ہے اسے حاصل نے کے لئے کوشش ضرور کرو۔ لیکن ضرورت کو حسرت نہ بناؤ۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کوئی بقت نہیں رکھتی۔ ہاں کوئی حقیقت نہیں رکھتی ضرورت۔
کھردری زمین ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکی اور ساری رات ہم آرام سے سوتے رہے۔ لیکن اس رات کی صبح ت ہولناک تھی۔ ابھی روشنی پھوٹی ہی تھی کہ خوفناک فائرنگ ہونے لگی۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا یا تھا۔ بے شمار گولیاں ہمارے اردگرد' دور نزدیک زمین کے پرخچے اڑا رہی تھیں۔ ایک ذرا سی جنبش موت جنبش تھی۔ آنکھ کھلنے پر پہلے تو احساس نہیں ہو سکا' لیکن دوسرے لمحے موقع کی نزاکت میری سمجھ میں گئی اور میں نے صرف ایک جرات کی' کھسک کر سردارے کے نزدیک پہنچ گیا۔ زندگی کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ دشمنوں کی تعداد بے پناہ تھی ایسا لگتا تھا جیسے پوری فوج حملہ آور ہو گئی ہو۔ لیکن ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ کون لوگ ہو سکتے ہیں یہ۔؟
گولیاں تھیں کہ قیامت ـــــــ بارش کی طرح محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے صرف زندگی کا کرشمہ ہی کہا جا سکتا تھا کہ بے شمار گولیوں نے ہمارے لباس چھوئے اور جسم چھوڑ دیئے۔
اپنی ساری کوششیں کرنے کے بعد دشمن اس کا نتیجہ دیکھنے کے لئے رکا۔ اور خاموشی چھا گئی۔ فضا میں

چاروں طرف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ سردارے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے آسمان کی طرف تک رہا تھا۔ اس ر اعصاب جواب دے گئے تھے۔ وقفہ خاصا طویل رہا۔ اور میں نے پوری کوشش کرکے حواس کسی حد تک سنبھالے۔

"سردارے ——— !" میں نے سردارے کو آوز دی۔

"اس ——— اس ——— تاو ———" سردارے بڑی زور سے اچھلا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ بڑ خطرناک بدحواسی تھی۔ میں سانپ کی طرح پلٹا اور میں نے سردارے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ سردارے ر طرح گرا تھا اور گرنے کے بعد شاید اس کے حواس بحال ہو گئے تھے۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے م طرف دیکھا۔

میں نے اسے بری طرح دبوچ رکھا تھا!

"مجھے چھوڑ دو استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"پہلے اپنے حواس درست کرو۔" میں غرایا۔

"میں ٹھیک ہوں استاد ——— اب بالکل ٹھیک ہوں۔ واقعی بدحواسی میں بڑی حماقت ہو گئی تھی" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہلنے جلنے کی کوشش مت کرو۔"

"مگر استاد ———"

"شاید وہ نتائج دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کون ہو سکتے ہیں استاد۔؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"سوئس پولیس۔؟"

"اس کا یہاں کیا عمل دخل؟"

"تو پھر ——— تھامپسن کے گروہ کے......"

"میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا سردارے، سوائے اس کے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

"خدا کی پناہ استاد......" سردارے کی آواز ایک دم رک گئی۔ فائرنگ کا شور پھر سنائی دیا اور گولیاں سے زیادہ شدت سے برسنے لگیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اف ——— ایسے خوفناک لمحات تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی قوت ہی ہمیں بچا رہی تھی، ورنہ اس بھیانک فائرنگ جانے پر خود بھی یقین نہیں کر سکتا۔

سردارے کی اب پہلے جیسی حالت نہیں تھی لیکن ہم دونوں بڑی بے بسی سے پلکیں جھپکا رہے گولیاں ہمارے سروں سے گزر رہی تھیں۔ آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ رخ بدل رہی تھیں، چنگاریاں رہی تھیں۔ موت کا ایسا قرب کسی نے کاہے کو دیکھا ہو گا جو ہم دیکھ رہے تھے اور ایسی بے بسی شاید نے محسوس کی ہو۔! اس مرتبہ فائرنگ مسلسل پندرہ منٹ تک ہوتی رہی اور ان پندرہ منٹوں میں دماغ ماؤف ہو گئے۔ ہماری سوچنے سمجھنے کی قوت سلب ہونے لگی اور ہمیں آنکھیں بند کرکے حواس پڑے۔

اور فائرنگ رکی تو محسوس ہوا جیسے قیامت ٹل گئی ہو۔ طوفان تھم گیا ہو۔ ایسا سکوت طاری ہوا

سنسنا اٹھا۔! بمشکل تمام سردارے کی آواز میری کانوں میں گونجی۔

"استاد ———" اس نے لرزتی آواز میں مجھے پکارا تھا۔

"ہاں سردارے ——— !"

"شاید ——— وہ ——— وہ پاگل ہیں استاد۔"

"شاید ———"

"اتنا ایمونیشن کیوں ضائع کر رہے ہیں ہم پر ——— قریب آ جائیں تو صرف دو گولیاں ہی کافی ہوں گی۔"

"پتہ نہیں ———"

"میری ایک تجویز ہے استاد ———" سردارے کہا۔

"کیا ——— ؟" میں نے نڈھال انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ خود کو ان کے حوالے کر دیں۔ میرا خیال ہے اب ہر بار اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اگر انہوں نے تیسری بار کوشش کی تو ضرور مارے جائیں گے۔"

"مگر ———" میں ہچکچایا۔

"یہی درست ہے استاد ——— میں پہل کرتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور اس سے قبل کہ میں اسے روکوں سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بلند تھے۔! "ہے ———" اس نے گلا پھاڑ کر کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو ——— ہم خود کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں۔" اور پھر وہ کئی بار اتنی ہی زور سے چیخا کہ آواز پھٹ گئی اور اسے کھانسی آ گئی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اچانک سائرن کی تیز آوازیں گونج اٹھیں۔ ان آوازوں میں انسانی شور بھی شامل تھا اور پھر دور بہت سی گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں۔ میں جو سردارے کی بھیانک موت کا منتظر تھا۔ میں جو چشم تصور سے سردارے کے بدن میں بے شمار خون اگلتے سوراخ دیکھ رہا تھا ان آوازوں پر چونک پڑا۔!

اور پھر میں بھی سردارے کے برابر جا کھڑا ہوا۔

فوجی جیپیں تھیں اور ان پر امریکن فلیگ لہرا رہے تھے۔ میں حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔ امریکی فوجیوں کو ہم سے کیا دشمنی ہو گی۔؟ اور پھر جیپیں برق رفتاری سے ہمارے قریب آ رکیں۔ فوجی ان سے کود کر ہماری طرف دوڑے۔ ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اور پھر ان کا گروہ آکر ہمارے بدن ٹٹولنے لگا۔! عجیب انداز تھا۔ وہ ہمیں چاروں طرف سے دیکھ رہا تھا اور ان کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی جو شاید ان کا افسر تھا آگے بڑھا اور فوجیوں کو پیچھے ہٹا کر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تم ٹھیک ہو۔؟" اس نے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ——— ٹھیک ہیں۔"

"شکر ہے۔ لیکن حیرت انگیز لوگو تم یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"سو رہے تھے۔"

"بہت خوب ——— خود کشی کرنے کا ارادہ تھا۔؟"

"کیوں ——— ؟" میں نے سادگی سے پوچھا۔

"سیاح ہو۔؟"

"ہاں ——— !"

"پہلی بار یہاں آئے ہو۔؟"

"ہاں ——— !"

"اوہ ——— تب تمہاری بھی کوئی غلطی نہیں ہے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے یہ امریکی شوٹنگ گراؤنڈ ہے۔ امریکن فوجیں یہاں روزانہ مشق کرتی ہیں۔"

بلامبالغہ ہمارے سر چکرا گئے تھے۔! "نہ جانے تم کس طرح بچ گئے۔ بہرحال زندگی بچ جانے کی خوشی میں ہماری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ اور آؤ صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ کرو۔" افسر نے میرے اور سردارے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہمیں لئے ہوئے جیپ میں آیا۔ ہمیں بڑی محبت سے بٹھایا اور جیپیں واپس چل پڑیں۔ کافی دور فوجی کیمپ تھا۔ امریکن فوجی ہمیں وہاں لے گئے۔ عقب میں ہم نے پھر شوٹنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ ابھی تک ہمارے اعصاب کشیدہ تھے اور ہم خاموش تھے۔ امریکن افسر نے پہلے ہمیں برانڈی پیش کی، جسے ہم نے اپنے حلیے کے پیش نظر قبول کر کے حلق سے اتار لیا۔ اور پھر اعلیٰ ناشتہ ملا۔ امریکن فوجی افسر بے حد خوش اخلاق تھا اور اسے ہمارا بڑا احساس تھا۔ "زندگی بچ گئی ہے دوستو ——— چنانچہ موت کا خوف ذہن سے نکال دو۔ شاید تم موسیقار ہو۔؟" افسر نے کہا۔

"ہاں ——— !" میں نے طویل سانس لیکر گردن ہلا دی۔

"تب ——— ہماری خوشی کے لئے کوئی خوشی کا نغمہ سنا دو۔"

"کیا یہ عجیب نہ ہو گا۔؟" میں نے کہا۔

"کیا تمہارا بچ جانا ایک عجوبہ نہیں ہے۔؟"

"ہے۔"

"تب پھر کوئی بات عجیب نہیں ہوتی۔ ہماری فرمائش پوری کر دو، ہم تمہیں بہادروں میں یاد کرتے رہیں گے۔" افسر نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

گو واقعہ بے حد خوفناک تھا لیکن بہرحال میں نے ان لوگوں کی خواہش پوری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر میں نے گٹار پر ایک طربیہ دھن چھیڑ دی۔ کئی فوجی رقص کرنے لگے! خوب رقص و سرود جما۔ فوجی رقص کرتے رہے۔ میں بھی موڈ میں آگیا تھا۔ تقریباً دو بجے ان لوگوں کا دل بھرا۔ دوپہر کا کھانا بھی انہی کے ساتھ کھایا۔ پھر فوجی افسر نے ہمیں فرینکفرٹ میں چھوڑنے کی پیشکش کی اور بالآخر ایک فوجی جیپ ہی ہمیں لیکر وہاں سے چل پڑی۔ سردارے بھی اب پرسکون ہو گیا تھا۔ دریائے مائن کے گدلے پانی میں سامان بردار کشتیاں اور اسٹیمر چل رہے تھے۔ سامنے ہی دنیا کا بہترین یوتھ ہوسٹل نظر آ رہا تھا۔ فوجی جیپ ہمیں لئے ہوئے ایک شاندار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو گئی۔

میں نے گہری سانس لیکر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ دو فوجی نیچے اترے اور ہمیں ساتھ لیکر اندر داخل ہو گئے۔ پھر انہوں نے ہوٹل میں ہمارے لئے ایک کمرہ بک کیا اور ہمارے منع کرتے رہنے کے باوجود ایک ماہ کا کرایہ اور کھانے پینے اور سیر و تفریح کا بل پیشگی ادا کر دیا جو خاصی بڑی رقم تھی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے مسٹر۔" میں نے امریکن سپاہی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے مسٹر ——— ہمارے آفیسر کا یہی حکم ہے۔"

"یار ——— " سردارے نے ہوٹل کے خوبصورت کمرے کی ایک آرام کرسی میں دراز ہوتے ہوئے کہا "یہ لوگ انسانوں کی قدر کرتے ہیں۔"

"ہاں ——— " میں نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ شاور کی گرم پھواروں کے نیچے بیٹھا ہوا میں سوچ رہا تھا۔ یہ لوگ انسانوں کی قدر کرتے ہیں اور میرے وطن والے۔ میرے وطن والوں نے ناقدری کا شکار بنا کر میری شکل مسخ کر دی اور جب بگڑی ہوئی شخصیت لیکر یہاں آیا تو دیار غیر کے لوگ مجھے انسانوں کا درجہ دے رہے ہیں۔ میرے دیس مجھے تجھ سے شکایت ہے۔ تیری مٹی سے جنم لینے والوں کے دلوں میں پیار کی خوشبو کیوں نہیں ہوتی۔ یہ کیوں اپنوں سے نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ کیوں اپنوں کو قبر کی گہرائیوں میں اتارنے کے لئے فکرمند رہتے ہیں۔ میرے دیس ——— میرے دیس ——— میرے جذبات پھر ابھرنے لگے۔ وطن کا پیار دل سے کیسے نکال سکتا تھا۔ میں تو روٹھا ہوا بیٹھا تھا جو دوسروں کے برے رویئے پر ماں کو چھوڑ آیا تھا۔ ماں کی یاد تو ہمیشہ میرے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔! "استاد ——— " سردارے نے دروازہ تھپتھپایا اور میں چونک پڑا۔

"کیا ہے سردارے؟"

"میں سمجھا کوئی گڑبڑ ہو گئی استاد معاف کرنا۔" سردارے نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ مجھے بھی احساس ہوا کہ شاید مجھے بہت دیر ہو گئی ہے چنانچہ میں لباس بدل کر نکل آیا۔

"کیا بات تھی سردارے۔؟"

"کچھ نہیں استاد ——— دیر بہت ہو گئی تھی۔ کوئی بات نہیں ہے سوری۔" سردارے نے کہا اور پھر خود بھی باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لئے کہہ دیا تھا۔

امریکی فوجی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ہوٹل والوں کو اتنی رقم دے گئے تھے کہ وہ ہماری زبردست عزت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ غلام سیٹھ کے دیئے ہوئے وقت میں اب صرف دو روز رہ گئے تھے۔ بہرحال ہم وقت پر ہی اس سے ملنا چاہتے تھے۔ اس لئے ابھی دو دن فرینکفرٹ میں آرام سے گزارنے تھے۔ کافی پیتے ہوئے ہم پروگرام بنانے لگے۔!

"کیا خیال ہے استاد ——— غلام سیٹھ سے کب ملاقات کرو گے؟"

"ابھی دو دن باقی ہیں!"

"وہ تو ہیں۔ لیکن میرا مطلب ہے۔ کہ پہلے تو نہیں۔؟"

"پہلے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔؟"

"تب ٹھیک ہے استاد ——— " سردارے ہاتھ ملنے لگا۔

"کیوں ——— تم کیوں خوش ہو رہے ہو۔؟"

"یہ جرمن لڑکیاں استاد ——— بڑی فراخ دل ہوتی ہیں۔" سردارے بے ڈھنگے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"لو ——— "

"اجازت مل جائے گی چیف ——— "

"مرضی ہے۔" میں نے کہا۔

"لو جیو استاد۔" سردارے خوشی سے اچھل پڑا۔

"پروگرام کیا ہے۔؟"

"ابھی کچھ نہیں۔۔۔۔۔ باہر نکل کر دیکھوں گا۔ استاد اگر ہم اپنا حلیہ بدل لیں تو کیسا رہے گا۔؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ جاسوس سمجھے جائیں گے اور گرفتار کرلئے جائیں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے اچھل پڑا۔

"ارے ہاں۔۔۔۔۔ میں بھول گیا تھا کہ امریکن ملٹری والے ہمیں یہاں چھوڑ گئے ہیں۔" وہ جلدی سے بولا اور پھر کافی کے آخری لگاتار گھونٹ لے کر پیالی خالی کرنے کے بعد بولا۔ "خیر۔۔۔۔۔ ایسے بھی کوئی حرج نہیں ہے' کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔"

"یقیناً۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نہیں چلو گے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"آج تم چلے جاؤ۔ میں کل جاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی مسکرانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ "کرنسی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کافی ہے استاد۔۔۔۔۔"

"او کے۔۔۔۔۔" سردارے کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر جب تنہائی سے اکتا گیا تو باہر نکل آیا۔ کرتا بھی کیا۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آیا۔ کوئی خاص رونق نہیں تھی' بس چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بھی اچھا چہرہ نہیں تھا جو ذوق نگاہ ہی پورا ہوتا۔ طبیعت پر بڑی اداسی طاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈائننگ ہال سے بھی اٹھ آیا۔ اس سے تو سردارے کے ساتھ ہی نکل جاتا۔ آوارہ گردی ہی ہوتی۔ اب اکیلے گھومنے سے کیا فائدہ۔ لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ پیدل چلتا رہا۔ پھرے یو ہوسٹل کے سامنے سے گزرا۔ دریائے مائن کی چہل پہل اب بھی برقرار تھی۔ دوسرے کنارے پر سیاہ زدہ کلیسا کھڑا تھا جو اس شہر کا علامتی نشان ہے۔ عمارتیں خاصی جدید تھیں۔ سڑکوں پر خاصا رش تھا۔ میں مقصد آوارہ گردی کرتا رہا۔ بازار' دوکانیں دیکھیں۔ فٹ پاتھوں پر چلتے چلتے رات ہو گئی اور پھر جب تھک گیا تو فٹ پاتھ کے ساتھ ہی ایک اوپن ایر میں بیٹھ گیا۔ خوبصورت کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ویٹر کو سیب کی شراب اور آنتوں میں مصالحے دار قیمہ بھرے ہوئے "سلاد" کا آرڈر دے دیا۔ دوسرے لوگ بھی وہی چیزیں استعمال کر رہے تھے!

شراب واقعی عمدہ تھی۔ گو میں نے محدود مقدار میں پی لیکن اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ سلاد بھی شاندار تھی۔ میں مزے سے کھاتا رہا۔ اکثر لڑکیاں نظر آئیں جو شکل ہی سے شکاری معلوم ہو رہی تھیں۔ بہت سی میری طرف گھورتی ہوئی میرے قریب سے نکلیں لیکن نہ جانے کیسا موڈ تھا۔ میں نے کسی کو لفٹ نہیں دی۔

پھر ایک جرات مند میرے سامنے ہی پہنچ گئی۔ "اکیلے ہو۔۔۔۔۔؟" اس نے جھک کر میز پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ اسکرٹ کا گلا کافی کھلا ہوا تھا جھکنے سے اور ڈھیلا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ کھلے ہوئے گریبان میں جھانک لیا۔ زیادہ عمر نہ تھی۔ یا زیادہ عمر بھی تھی تو محتاط تھی۔

"ہاں۔۔۔۔۔!" میں نے گہری سانس لیکر اس کی شکل دیکھی۔ بری نہیں تھی۔ "مجھے اکیلے لوگوں سے بیحد ہمدردی ہے۔" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"شکریہ۔۔۔۔۔!" میں نے جواب دیا اور ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا۔۔۔۔۔ ویٹر قریب آگیا۔

"کیا پیو گی؟" میں نے پوچھا۔

"یہی۔۔۔۔۔ جو تمہارے سامنے ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں نے ویٹر کو آرڈر دے دیا۔

"مقامی ہو۔۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اور تم۔۔۔۔۔؟" وہ مسکرائی۔ مسکرانے سے اس کے سفید گالوں میں گڑھے پڑ جاتے تھے جو اس کی درمیانہ درجے کی شکل کو کسی قدر دلکش بنا رہے تھے۔

"پردیسی ہوں۔"

"برٹش۔۔۔۔۔؟"

"تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔"

"تمہارا لہجہ بتا رہا ہے۔" وہ مسکرا دی۔ سیب کی شراب آگئی۔ اور اس نے پینا شروع کر دی۔ خاصی پینے والوں میں تھی۔ کئی پیگ چڑھانے کے بعد اس نے ہونٹ چوسے اور میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

"فرینکفرٹ کیسا لگا؟"

"ابھی تک' خشک۔۔۔۔۔ بے رنگ۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"تنہا تھے نا۔" اس نے کہا۔

"شاید۔۔۔۔۔"

"میرا چھوٹا سا کاٹج دریائے مائن کے کنارے ہے۔"

"خوب۔۔۔۔۔"

"چلو گے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ۔۔۔۔۔" اس نے گردن خم کر دی اور پھر وہ مجھ سے دوسری باتیں کرنے لگی۔ اس نے اپنے لندن کے سفر کے واقعات سنائے۔ انگریزوں کی تہذیب اور اخلاق سے وہ بے حد متاثر تھی اور ان کی بڑی تعریفیں کر رہی تھی۔ اپنے گھریلو واقعات سنائے۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' لیکن اس کے باتیں کرنے کا انداز خوب تھا اس لئے میں نے اسے بولنے کو منع نہیں کیا' اور کافی وقت گزر گیا۔ "اب چلیں۔۔۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"چلو۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا اور ویٹر کو بل لانے کا اشارہ کیا۔ اس نے جلدی سے اپنا پرس کھولا اور کچھ رقم نکال لی۔

"کیوں۔؟" میں نے اسے دیکھا۔

"پلیز۔۔۔۔۔ تم مہمان ہو۔" وہ بولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ میں پہلے سے یہاں موجود تھا۔"

"اور میں تم سے پہلے فرینکفرٹ میں موجود تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"میری خواہش ہے۔" اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا اور میں گہری سانس لیکر خاموش ہو گیا۔ تجربے کار دکاندار تھی۔ خشک سودے نہیں کرتی تھی بلکہ گاہک کی زبان بند کر کے اسے لوٹنے کی قائل تھی۔ بہرحال

کیا فرق پڑتا ہے۔ کچھ زیادہ وصول کرے گی۔ میرے پاس کونسی کمی ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور بل ا[illegible]
کرکے وہ اٹھ گئی۔!

ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی کار کا دروازہ کھول کر اس نے مجھ سے بیٹھنے کیلئے کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میرے بیٹھ جانے کے بعد کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے سنہرے بال اڑ رہے تھے اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دریائے مائن کے ایک کنارے پر بنے ہوئے مکانات کے قریب پہنچ گئے۔

سارے مکانات مختلف رنگوں میں تھے اور بے ترتیب انداز میں بنے ہوئے تھے۔ اس بے ترتیبی میں بڑا حسن پیدا ہو گیا تھا۔ ایک خوبصورت کاٹج کے چھوٹے سے پارکنگ میں اس نے گاڑی پارک کر دی اور نیچے اتر گئی۔

"بڑا خوبصورت مکان ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"پسند آیا؟"

"ہاں۔؟"

"شکریہ——— آؤ———" اور میں اس کے ساتھ مکان کے اندرونی دروازے پر پہنچ گیا۔ رہن سہن اچھا خاصا تھا۔ خاصے اخراجات ہوں گے۔ میں نے اندازہ لگایا۔ اندر کے سازو سامان میں بھی نفاست تھی۔

"اچھا مکان——— مکیں کے ذوق کا احساس دلاتا ہے۔"

"تمہارا بہت شکریہ۔" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ مجھے وہاں بٹھا کر اندر گئی اور چند منٹ کے بعد دو اور خوبصورت لڑکیاں اندر آگئیں۔

"ہیلو———" ان دونوں نے بیک وقت کہا۔

"ہیلو———" میں نے بھی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ دونوں لڑکیوں میں الیشا کی شباہت تھی۔ شاید یہ دونوں اس کی بہنیں تھیں۔

"میرا نام گریشی ہے اور یہ سوئینا———" ایک لڑکی نے تعارف کرایا۔ "ایڈورڈ———" میں نے تعارف کرایا۔

"ہاں آپ کا نام میری سسٹر بتا چکی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے ہم مسٹر ایڈورڈ سے گفتگو کریں اور انہیں بور نہ ہونے دیں۔ وہ ابھی آرہی ہیں۔"

"اوہ شکریہ——— کیا مشاغل ہیں آپ لوگوں کے۔"

"پڑھتے ہیں ابھی———" گریشی نے جواب دیا اور پھر دونوں لڑکیاں مجھ سے بے تکلف ہونے لگیں' میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ الیشا نے انہیں کیوں بھیجا ہے۔ کیا واقعی اس لئے کہ اس کی غیر حاضری سے میں بور نہ ہو سکوں یا پھر۔ یہ دونوں بھی لائن پر آچکی ہیں اور الیشا نے انہیں اس لئے بھیجا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو پسند کر لوں۔؟

لیکن اپنی گفتگو سے دونوں لڑکیاں بے حد معصوم لگ رہی تھیں گو ان کے بدن جوانی کی آمد کا اعلان کر چکے تھے' لیکن چہروں پر معصومیت تھی۔ بچوں کے سے انداز میں ہنسنا اور بچوں ہی کی سی گفتگو کرنے کی وجہ سے وہ مجھے عجیب لگیں۔ بہرحال میں نے چاہنے کے باوجود خود پر قابو رکھا اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو اخلاق

سے گری ہوتی۔ ہاں میں ان کی طرف سے کسی تحریک کا منتظر تھا۔! لیکن کوئی تحریک اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک الیشا واپس نہ آگئی۔!

"ہیلو ایڈورڈ——— معاف کرنا۔ کچھ دیر کے لئے حاضر نہ ہو سکی۔ گھر میں بڑا ہونا بھی عذاب ہے۔ سارے معاملات خود ہی دیکھنے پڑتے ہیں۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں ہے مس الیشا۔" میں نے جواب دیا۔

"ان دونوں سے ملے آپ۔؟ میں ان کا تذکرہ آپ سے کر چکی ہوں کیا تم لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔؟"

"کبھی کا سسٹر——— آپ پوچھ لیں مسٹر ایڈورڈ سے۔"

"ہاں ہاں——— ان دونوں نے آپ کی غیر حاضری محسوس نہیں ہونے دی۔"

"اوہ' شکریہ——— اب تم جا سکتی ہو۔ اور سنو۔ بیکن بھجوا دو۔"

"اوکے سسٹر———" لڑکیوں نے بیک وقت کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ "پیاری لڑکیاں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ بے حد محبت کرنے والی——— میں بھی انہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"بڑی معصوم گفتگو کرتی ہیں۔"

"ہاں۔ ابھی وہ زمانے کے سرد گرم سے ناواقف ہیں۔" الیشا نے جواب دیا اور پھر ایک ملازم ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا لے آیا۔ اس پر مختلف اقسام کی جرمن شراب سجی ہوئی تھی۔ الیشا نے ایک عمدہ کاک ٹیل بنائی اور پھر اس کا ایک جگ بھر کر میرے سامنے کر دیا۔

"خدا کی پناہ——— میں یہ تنہا پیوں گا۔" میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"ارے۔ زیادہ ہے کیا۔ میں نے سنا ہے کہ برٹش بلانوش ہوتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے لندن چھوڑے ہوئے بھی بارہ سال گزر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ بارہ سال کہاں گزارے۔؟"

"مختلف ممالک میں——— نہ جانے کہاں کہاں۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "سیاح ہو۔؟"

"بتا چکا ہوں۔"

"خوب زندگی ہوتی ہے تمہاری بھی۔" اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا اور اپنے جگ میں سے کئی گھونٹ چڑھا گئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر نشہ نہ ہونے والی گولی میری جیب میں نکل آئے تب میں تجھے بتاؤں۔ بہرحال تھوڑی سی پی۔ کاک ٹیل بہت عمدہ تھی۔ الیشا نے میرے سامنے کئی جگ چڑھائے اور پھر ہونٹ خشک کرکے مخصوص انداز میں مسکرائی——— میں بھی مسکرا دیا۔

"میرا خیال ہے تم نے کافی پی لی ہے۔"

"بے فکر رہو۔ نشہ نہیں ہوگا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں——— میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"سیاحت کا شوق تمہیں کب سے ہے ایڈورڈ؟"

"بس——— طویل عرصہ گزر گیا۔ یاد نہیں——— ابتداء کب کی تھی۔"

"شادی نہیں کی؟"

"نہیں ——"

"کیوں۔؟" اس نے نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس —— آوارہ کو کون پسند کرتا ہے۔"

"بے شمار لڑکیاں خود بھی دنیا گردی کی شوقین ہوتی ہیں۔"

"بس تو یوں سمجھ لیں۔ ایسی کوئی نہیں ملی۔"

"تلاش ہی نہیں کی ہوگی۔"

"ہاں —— تلاش بھی نہیں کی۔ میں نے لاپرواہی سے کہا اور الیشا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔ پھر اس کی بہنوں میں سے ایک لڑکی اندر آئی۔"

"کھانا تیار ہے۔" اس نے اطلاع دی۔ "کھانا کھا لیا جائے ایڈورڈ۔؟"

"جیسی مرضی —— ویسے میں نے تمہارے سامنے....."

"تکلف نہیں چلے گا۔ میں نے کھانا تیار کرایا ہے۔ آؤ —— جاؤ تم کھانا لگواؤ۔" اس نے اپنی بہن کو حکم دیا اور پھر مجھے ساتھ لے کر اٹھ گئی۔ قیمہ بھرے سالج کھانے کے بعد تو میرے پیٹ میں گنجائش نہیں رہی تھی لیکن الیشا نے خاصے اہتمام سے کام لیا تھا۔ بہرحال اس کے اصرار پر جس قدر کھایا جا سکا کھایا —— اور پھر ہم کھانے کی میز سے اٹھ گئے۔!

خاصی رات گزر چکی تھی۔ میں نے الیشا سے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔

"یقیناً —— آؤ۔" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے ساتھ لیکر ایک خوبصورت بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ بڑا سکون پرور ماحول تھا۔ "مجھے چند منٹ کی اجازت دو، رات کے آخری کاموں سے فارغ ہو کر آجاتی ہوں۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور پھر جوتے وغیرہ اتار کر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ مسہری کے عین سامنے ایک حسین تصویر لگی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان جوڑے کو بوس و کنار میں مصروف دکھایا گیا تھا، لیکن ان کے چہروں پر مچلتے ہوئے جذبات بے حد انوکھے تھے۔ میں تصویر میں محو تھا کہ الیشا آگئی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا۔!

اور —— اس لباس میں وہ خاصی حسین نظر آرہی تھی۔ میں نے بھرپور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور اس کے انداز میں ہلکی سی حیا نظر آئی۔ جرمن عورت کے چہرے پر یہ جذبات اجنبی سے لگے۔

وہ شرمائی ہوئی سی میرے قریب آکر بیٹھ گئی۔!

"آپ —— آپ کا لباس خراب ہو جائے گا مسٹر ایڈورڈ۔"

"ایں ہاں ——" میں نے کہا۔

"اتار دیں۔"

"تنہا ——؟" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم نے ریشمی چادر اوڑھ لی۔ اس کے چہرے پر جذبات لرز رہے تھے۔ اور پھر زبانیں بند ہو گئیں جذبات زبان بن گئے اور ان کا اظہار ذریعہ عمل۔

اور رات گزرتی رہی۔ نہ جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔ ہم دونوں جاگ رہے تھے۔

"الیشا ——" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں ——!"

"ند نہیں آرہی۔؟"

"نہیں ——" اس نے محبوبیت سے جواب دیا۔

"الیشا —— میں تمہاری زندگی میں، کس نمبر پر ہوں۔"

"کیوں —— کیوں پوچھ رہے ہو۔؟"

"بتانا پسند کرو گی؟"

"مجبور کرو گے تو —— نہ کرو تو شکر گزار ہوں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ نہ بتاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ ——" اس نے ممنونیت سے کہا او کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ "کیا سوچنے ے؟"

"کچھ نہیں —— ماضی میں لوٹ گئی تھی۔"

"اوہ ——!"

"ہم برے لوگ نہیں تھے۔ ایک دور میں عزت کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن دوسری جنگ عظیم نے شفیق باپ ہم سے چھین لیا اور اس کے بعد حالات کی چکی میں ایسے پسے کہ زندگی گزارنے کی کوئی ت نہیں رہی۔ میری چھوٹی بہنیں اور ماں بھوکی مرنے لگیں۔ تب میں نے اپنے بدن سے ان کی رت پوری کی۔ خاصی دولت کمائی اور اس کے بعد اس سے ایک کاروبار شروع کر دیا۔ اب شہر میں میرا پورٹ کا چھوٹا سا کاروبار ہے۔"

"اوہ —— مجھے بہت افسوس ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی بہنوں کی کفالت بخوبی کر رہی ہوں۔"

"یقیناً!"

"تمہارے چہرے پر تھکن ہے۔ اب سو جاؤ۔"

"سو جاؤں ——؟" میں نے اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔" وہ مسکرا دی —— اور میں سو گیا۔ دوسری صبح خاصے دن چڑھے جاگا۔ الیشا کمرے میں د نہیں تھی۔ میں باتھ روم میں چلا گیا اور لباس وغیرہ پہن کر باہر آیا تو الیشا میری منتظر تھی۔

"ناشتہ تیار ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہم ناشتے کے کمرے میں آگئے۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اس سے اجازت مانگی۔

"ابھی فرینکفرٹ میں ہو۔؟"

"ہاں ——!"

"کب تک رہو گے؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"پھر کسی دن آؤ۔!"

"ضرور آؤں گا۔" میں نے کہا اور وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئی۔ تب میں نے نوٹوں کی ایک گڈی پیش کی اور الیشا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"یہ —— یہ کیا ہے۔"

"حقیر سانذرانہ ——"

"کیوں ایڈورڈ —— ؟" اس نے دکھ سے کہا۔

"الیشا —— میرا مطلب ہے۔ یہ —— رکھ لو الیشا۔" میں نے کسی حد تک بوکھلا
انداز میں کہا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں ایڈورڈ —— اب میرا ٹرانسپورٹ کا چھوٹا سا کاروبار چل رہا
کاروبار سے ہم اتنا حاصل کرلیتے ہیں کہ آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی ضرورت
انہیں دکھا کر میرے جذبات مجروح نہ کرو ایڈورڈ۔"

"ارے —— ارے الیشا —— میرا مطلب ہے۔"

"اب میں یہ کاروبار نہیں کرتی ایڈورڈ —— یقین کرو۔ میں اب یہ کاروبار نہیں کرتی۔
آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

"میری خوشی کے لئے رکھ لو الیشا —— پلیز ——!" میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔
جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ گویا جسے میں کاروباری عورت سمجھ رہا تھا وہ کاروباری نہیں تھی۔

"ایڈورڈ ——" اس نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"الیشا —— میں۔!"

"براہ کرم چلے جاؤ۔ براہ کرم چلے جاؤ۔" اس نے کسی قدر برہمی سے کہا اور مڑ کر مکان میں
گئی۔ میں نوٹوں کی گڈی ہاتھ میں لئے کھڑا اسے حیران نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری
لی۔ یہ دنیا عجوبوں سے بھری پڑی ہے۔ اور پھر میں واپس چل پڑا۔

دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے' جب میں ہوٹل میں داخل ہوا۔ لفٹ سے اترا ہی تھا کہ سا
لفٹ سے سردارے باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اس کی نگاہ میرے اوپر پڑی اور وہ ٹھٹھک گیا۔

میں مسکرا دیا۔ اور جواب میں سردارے بھی مسکرا دیا۔ وہ میرے قریب چلا آیا۔ "معافی چا
استاد —— معافی چاہتا ہوں۔ براہ کرم۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ "کس بات کی معافی مانگ
ہو۔؟"

"دراصل رات کو رکنے کا پروگرام نہیں تھا۔ اس کمبخت نے پلا دی' اور ساتھ آنے پر بھی آما
ہوئی۔ میری حالت غیر ہو گئی تھی میں نے سوچا استاد سے معذرت کرلوں گا!" سردارے نے ندام
کہا۔

"اوہ ——" میں نے گہری سانس لی۔ صورتحال کسی حد تک میری سمجھ میں آرہی تھی۔
بھی شاید کل سے گیا ہوا ابھی آیا تھا۔! بہرحال مجھے ہنسی آگئی تھی۔ لیکن میں سنجیدہ ہو گیا۔

"تشریف لائیے۔" میں نے کہا اور وہ کان دبا کر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لے کر کمر
آ گیا۔ "تشریف رکھئے۔" اور سردارے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"ناشتہ کرلیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"کرلیا استاد۔"

"تو دم کیوں نکل رہا ہے۔" میں نے لہجہ بدل کر کہا اور سردارے چونک پڑا۔

"استاد زندہ باد —— تم ناراض تو نہیں ہو۔؟"

"جی نہیں —— ویسے کون تھی؟"

"فیریسا —— میں نے آج بھی وعدہ کرلیا ہے۔ تمہارا بھی تعارف کرادیا ہے۔ وہاں کئی ہیں استاد۔"

"ہوں ——" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"سونا چاہتا ہوں سرکار اگر اجازت مل جائے۔" سردارے خوب مکھن لگا رہا تھا۔ چلیں گے۔" میں نے
اور سردارے خوشی سے ناچنے لگا۔

"ساری تھکن' ساری کوفت دور ہو گئی استاد —— سچ تمہارے ڈر کی وجہ سے مزہ کرکرا ہو گیا تھا۔
صبح لطف آئے گا۔ کافی منگوالوں استاد"۔

"تمہارے ساتھ ساتھ —— میں دوسری لفٹ سے اترا تھا جب تم نظر آئے۔"

"بہت چالاک ہو استاد —— زبردستی اتنی ساری معافیاں منگوالیں' ارے میں کیسا کیسا ڈر رہا تھا۔
کر استاد —— میرا خیال تھا تم سخت ناراض ہو جاؤ گے۔ لیکن —— اچھا استاد —— چلو ٹھیک
کوئی بات نہیں ہے۔" سردارے مسکرانے لگا۔

"فیریسا کہاں ملی۔؟"

"سخت تلاش کے بعد ملی استاد —— ایک ایک سے پوچھا کہ کوئی پردیسیوں کا سواگت کرنے والا بھی
شہر میں موجود ہے۔ بمشکل تمام فیریسا سے ملاقات ہو سکی۔"

"ہوں —— اور آج پھر جانے کا پروگرام ہے؟"

"اگر استاد پسند کریں تو ——"

"تمہارے اندر ایک خرابی ہے سردارے۔"

"کیا استاد۔؟"

"کسی ایک کے پیچھے پڑ جاتے ہو تو ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو۔ کیا ضروری ہے کہ آج بھی تم وہیں جاؤ۔"

"پھر —— کیا آپ کا کوئی اور پروگرام ہے استاد۔؟"

"نہیں —— یونہی کہہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے آج رات آرام کریں گے تاکہ کل صبح پروگرام کے
غلام سیٹھ سے ملاقات کر سکیں۔"

اور سردارے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سنجیدگی سے میری بات پر غور کرنے لگا۔ پھر اس نے گردن
ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد —— مجھے تمہاری بات سے اختلاف کب ہے۔" چنانچہ آج کے باقی پروگرام
ہو گئے۔ کافی پینے کے بعد ہم بستروں میں گھس گئے اور چونکہ رات کی نیند دونوں کی پوری نہیں ہوئی
ل لئے سو گئے۔

دوپہر کا کھانا بھی گول کر دیا۔ شام کی چائے البتہ پی اور پھر باقی وقت بھی ہوٹل کی تفریحات میں گزارا۔
ے باہر جانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ نہ ہی سردارے نے اس کی خواہش ظاہر کی۔ اور پھر رات
پس آ گئے۔ دن میں خوب سوئے تھے اس لئے ابھی نیند تو نہیں آرہی تھی' تاہم ہم سونے کے لئے
لیٹے۔! اور پھر دوسرے دن جلدی جلدی تیاریوں کے بعد ہوٹل سے نکل آئے۔ ٹیکسی کی اور ڈرائیور کو
بز چلنے کے لئے کہا۔ سردارے خاموش تھا۔ میں بھی کسی سوچ میں گم تھا۔ دیکھئے اس کے بعد کیا
آ رہتا ہے۔ غلام سیٹھ باخبر انسان ہے۔ ممکن ہے اسے ہمارے یہاں تک پہنچ جانے کی خبر مل چکی ہو

اور ممکن ہے وہ ہمارا منتظر ہو۔ بہرحال ہم لین گیز پہنچ گئے۔ شاید یہاں کا سب سے خوبصورت اور سے شاندار ہوٹل تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر ہم نے بل ادا کیا اور پھر اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل کاؤنٹر پر تھے۔ درمیانی عمر کی ایک بھاری بھرکم عورت کاؤنٹر کے پیچھے موجود تھی۔ اس نے آنکھوں سیاہ شیشوں کی عینک لگائی ہوئی تھی۔ اس نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا لیں ـــــ" وہ گردن خم کر کے بولی۔

"مسٹر غلام احمد ـــــ براہ کرم ان کا کمرہ نمبر بتا دیں۔"

بوڑھی عورت نے گو چشمہ لگائے ہوئے تھی، لیکن میں نے اس کے چہرے کے عضلات میں تناؤ دیکھا یقیناً وہ چونکی تھی۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ کر میری طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہم اس کے دوست ہیں۔"

"آپ لوگ مقامی تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"جی نہیں۔"

"کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ؟"

"کیا یہ تمام باتیں پوچھنا ضروری ہیں خاتون۔؟" میں نے نرمی سے کہا۔

"ہاں ـــــ" عورت نے جواب دیا۔

"کیوں ـــــ؟"

"اس لئے کہ غلام سیٹھ یہاں خطرے میں ہے۔"

"اوہ ـــــ کیوں ـــــ؟"

"انٹرپول اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔" بوڑھی نے رازدارانہ انداز میں بتایا، اور میں نے سردار طرف دیکھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کیا آپ غلام سیٹھ کو ہمارا پیغام پہنچا سکتی ہیں۔؟"

"ہاں۔ بشرطیکہ تم مجھے مطمئن کر دو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"غلام سیٹھ خود آپ کو مطمئن کر دے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں۔ نواز اور سردارے آئے ہیں"

"نواز۔ سردارے۔" عورت نے پنسل سے ہمارے نام لکھ لئے اور پھر اس نے معذرت آمیز میں کہا۔ "مجھے معاف کریں۔ میں آپ کے سامنے اسے کوئی پیغام نہیں دے سکتی۔ آئیے میں آپ کو گاہ میں پہنچا دوں۔" چھوٹے سے قد کی عورت کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی اور پھر وہ ہمیں لئے ہو منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے کمرے کا تالا کھولا اور ہمیں اندر چلنے کے لئے کہا۔

"آپ لوگ یہاں اطمینان سے تشریف رکھئے۔ میں کافی بھجواتی ہوں۔"

"شکریہ ـــــ" میں نے کہا اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ عورت باہر نکل گئی تھی۔ وہ دروازہ کھلا تھی۔ "دروازہ بند کر دو سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا

"انٹرپول۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہاں ـــــ ہو سکتا ہے۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔" میں نے کسی حد تک لاپرواہی

لیکن استاد ـــــ غلام سیٹھ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"یقیناً ـــــ"

"اب اسی عورت کی بات لے لو۔ یہ جرمنی کے ایک ہوٹل کی ملازمہ ہے۔ اس کا غلام سیٹھ سے کیا تعلق۔؟"

"سردارے ـــــ" میں عجیب انداز میں بولا۔ "میرے ذہن میں کوئی چیز کھٹک رہی ہے۔"

"کیا مطلب چیف۔؟"

"یہ عورت ـــــ یہ عورت ـــــ اوہ ـــــ سردارے اٹھو۔" میں اچانک کھڑا ہو گیا۔ سردارے بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہوں ـــــ ہوا کیا باس ـــ؟" اس نے پوچھا۔

"اس نے کیسے یقین کر لیا کہ ہم غلام سیٹھ کے آدمی ہیں۔ وہ ہمیں انٹرپول کا بھی سمجھ سکتی تھی۔"

"اس ـــــ میں نہیں سمجھا۔"

"فرض کرو ہم انٹرپول کے نمائندے ہوتے۔ ایسی شکل میں یہ عورت پھنس سکتی ہے۔"

"ممکن ہے استاد ـــــ اتنی ذہین نہ ہو۔"

"پھر ـــــ انتظار کیا جائے۔؟" میں نے سردارے کو دیکھا۔

"کیا حرج ہے۔ ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔" سردارے نے کہا اور اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور ہم دونوں اچھل پڑے۔

"کون ہے آجاؤ۔" میں نے کہا۔ دروازہ کھلا اور ویٹر کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔ اس نے کافی بنا کر ہمارے سامنے سرو کی اور ایک سلپ میری طرف بڑھا دی۔ "میڈم شین نے دی ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ ـــــ" میں نے جواب دیا اور ویٹر واپس چلا گیا۔ میں نے سلپ کھولی۔ "آپ لوگوں کو صرف دس منٹ انتظار کرنا ہو گا۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر سلپ سردارے کی طرف بڑھا دی۔ سردارے نے بھی گردن ہلا کر سلپ میری جیب میں ڈال دی۔ "انتظار ہی کر لو استاد ـــــ ممکن ہے ٹھیک ہی ہو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ میں اندرونی طور پر محسوس کر رہا تھا کہ گڑبڑ ضرور ہے۔ بس ایک اندرونی آواز تھی، جس کا کوئی ٹھوس جواز نہیں تھا۔!" کافی بناؤں۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"بناؤ ـــــ" میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور سردارے کافی بنانے لگا۔ پھر اس نے کافی کی پیالی مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "خاصے الجھ گئے ہو نواز ـــــ؟"

"ہاں سردارے ـــــ میرا ذہن اس ماحول کو قبول نہیں کر رہا۔ تاہم اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں کسی طور خود کو کسی گروہ سے منسلک نہیں ظاہر کرنا ہے۔ خواہ کھال اتر جائے۔ البتہ اس حد تک ٹھیک ہے کہ ہم کچھ منشیات خریدنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔ "اگر ذہن میں ایسی بات ہے استاد تو چلو نکل چلیں۔"

"نہیں ـــــ اب انتظار ہی کر لو۔" میں نے کہا اور کافی پینے لگا اس کے بعد خاموشی رہی۔ پھر دروازہ کھلا اور بوڑھی عورت اندر آ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا اور پیچھے رخ کر کے بولی۔ "آئیے ـــــ" اور چار پانچ دراز قامت لوگ اندر گھس آئے۔ سب کے ہاتھوں میں پستول تھے اور بالآخر

میرا اندازہ درست ہی نکلا۔ وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو کنٹرول میں رکھا۔ کافی کی
میں نے بدحواسی کے عالم میں رکھ دی۔ "کک یہ کیا مطلب۔؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
پانچوں مسکرا رہے تھے۔ چہروں سے کافی تیز معلوم ہوتے تھے۔ "معاف کیجئے گا مسٹر نواز۔ غلام نہ مل سکا
میں ان لوگوں کو لے آئی ہوں۔"

"لل ——— لیکن یہ۔ یہ پ ——— پستول۔؟" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"ہم انہیں ابھی جیب میں رکھ لیں گے مسٹر نواز' بشرطیکہ آپ یقین دلا دیں کہ آپ لوگوں کے پاس
ہتھیار نہیں ہیں۔" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ ——— نہیں ——— ہم ایسے جرائم
پیشہ نہیں ہیں کہ ایسی خطرناک چیز بھی ساتھ رکھیں۔" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"یقین کیسے آئے۔؟" دوسرے نے کہا۔

"تلاشی لے لو۔" میں نے فوراً کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ دیکھو تم لوگ؟" اس شخص نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور دونوں ہمارے قریب
پہنچ گئے۔ ہم نے کھڑے ہو کر انہیں تلاشی دی۔ درحقیقت پستول وغیرہ کچھ ہمارے پاس نہیں تھا۔
اور جوں ہی ہماری تلاشی لینے والے پیچھے ہٹے' باقی لوگوں نے پستول جیب میں ڈال لیے۔ "شکریہ مسٹر
نواز ——— آپ کے دوسرے ساتھی کا نام ——— کیا ہے میڈم؟" اس نے بعد میں عورت کی طرف رخ
کر کے کہا۔

"سردارے۔" عورت نے بتایا۔

"ہاں مسٹر سردارے ——— کیا خیال ہے ہم لوگ باقی گفتگو یہاں سے چلنے کے بعد کریں۔"

"مگر میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

"اوہو ——— معاف کیجئے۔ ہمارا کارڈ۔" ان میں سے ایک نے جیب سے ایک خوبصورت کارڈ نکال
کر میرے سامنے کر دیا۔ میں نے کارڈ دیکھا۔ اس پر انٹرپول کا نشان نمایاں تھا۔ "انٹرپول ———" میں نے
سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔ اور وہ پانچوں مسخرے پن سے جھک کر سیدھے ہو گئے۔ "لیکن آپ لوگوں کو
ہم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟" میں نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ ——— ایسا بھی کیا ——— آپ دونوں واقعی دلچسپ ہیں" ان میں سے ایک نے مضحکہ اڑاتے
ہوئے کہا اور سردارے نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ویسے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب بقیہ گفتگو کہیں
اور چل کر ہو۔"

"تم ہمیں ساتھ لے چلنا چاہتے ہو۔؟"

"خیال تو یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو ——— ممکن ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہی ہو بہرحال اسے دور کر لینے میں کوئی حرج
نہیں ہے۔"

"شکریہ ——— آؤ ———" وہ ہمیں دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ اور
اطمینان سے آگے بڑھ گئے۔ حالات نے ایک رخ بدلا تھا۔ بہرحال ان حالات سے نپٹنا تھا۔ صرف سردارے
کی طرف سے تھوڑی سی تشویش تھی۔

ہوٹل کے عقبی راستے سے ہمیں باہر لایا گیا۔ خوبصورت لمبی پولیس کاریں اسی طرف کھڑی ہوئی تھیں

انتظار منتظر تھے۔ ہمیں بیٹھنے کے لئے جگہ دی گئی اور پھر کاریں ہمیں لیکر چل پڑیں۔!
لوگوں کا سلوک غیر مہذب نہیں تھا۔ سرخ رنگ کی ایک منحوس شکل عمارت میں ہمیں گاڑیوں
سے اتارا گیا۔ خاصی پرانی لیکن بیحد مضبوط عمارت تھی۔ اس کے ایک بڑے ہال میں پہنچ کر سب رک
گئے۔ سامنے ایک نیم دائرے کی شکل کی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے بالکل سامنے ایک لمبی میز اور ایک
کرسی۔ ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور ہم بیٹھ گئے۔!

"دوستو ——— بات کچھ خاص نہیں ہے۔ ہمیں ایک شخص غلام احمد کی تلاش ہے جس کے بارے
میں ہمارے پاس رپورٹ ہے کہ منشیات کا....... بین الاقوامی اسمگلر ہے۔ ہم اس کے بارے میں مزید
معلومات تم دونوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"——— ———" میرے منہ سے سرسراتی آواز نکلی۔

"کیا تم اس سے اجنبیت کا اظہار کرو گے؟"

"نہیں ———" میں نے آہستہ سے کہا۔ "ویری گڈ ——— ہمیں تعاون کرنے والے پسند ہیں اور
ویسے بھی ہے۔ منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں کبھی سزائے موت نہیں ہوتی۔ پھر رسک کیوں لیا جائے۔
——— تم اس کے ہم وطن ہو۔؟"

"ہم وطن ———" میں نے آہستہ سے ہی کہا۔

"——— غالباً تمہارے چہروں پر میک اپ ہے؟"

"——— اس نے کہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"——— ———"

"——— کیا ہم تمہارے چہرے صاف کر دیں۔"

"اس میک اپ سے فائدہ بھی کیا۔ بہرحال ہم پکڑے گئے میں نے خود اپنے چہرے سے میک اپ
صاف کیا۔ "تم بھی اپنا چہرہ صاف کر دو سردارے۔" اور سردارے نے بھی خاموشی سے یہی عمل کیا۔

"——— ہاں دوستو۔ اب تفصیل تم خود ہی بتا دو۔" انہوں نے ہمارے چہرے غور سے دیکھتے
ہوئے کہا۔

"پوچھو ——— کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" اچانک میرے لہجے میں خشکی آ گئی۔ جسے ان لوگوں نے بخوبی
محسوس کیا۔

"——— تمہارا رویہ اچانک کیوں بدل گیا۔؟"

"تمہارے پوچھنے کی بات نہیں ہے۔"

"ضروری ہے۔ براہ کرم ہر سوال کا جواب دو۔"

"اس کا تعلق تم سے نہیں ہے۔"

"تعلق پیدا کر لیں گے۔"

"سوال کرو۔ فضول باتوں میں الجھنے سے کیا فائدہ۔ کیا تم میری تقدیر بدل سکتے ہو۔؟"

"مطلب؟"

"سارا زندگی ٹھوکریں کھاتے گزری۔ کبھی کسی غلط کام کی طرف مائل نہ ہوئے اور زندگی میں پہلی بار
اس کے لئے خود کو تیار کیا تو دھر لئے گئے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خوب ـــــــ غلام سیٹھ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"حماقت کا رشتہ۔" میں نے جوب دیا۔

"وضاحت کرو۔" سوال کرنے والے کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"پورا ایک سال گزر گیا ہے ملازمت کی تلاش میں ـــــــ نہ جانے کن کن مصیبتوں ہوئے ہم یہاں پہنچے تھے۔ کہیں ملازمت نہیں مل سکی ہر کوشش ناکام رہی' فاقے کئے۔ بھیک کوشش کی۔ گانا بجانا سیکھا مگر تمہارے وطن کے لوگ بھی ہمارے ہم وطنوں سے کم نہیں۔ جائے کہ ان کے سامنے کچھ بھوکے موجود ہیں۔ جب تک ان کا آخری سانس نہ نکل جائے' تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ تمہارے وطن میں بھی طویل عرصہ سے ہمارا تماشا دیکھا جا رہا ہے۔ لیکن کسی نے نہیں بھرا۔ تب ـــــــ ہمیں غلام سیٹھ ملا۔ خود ہمارا ہم وطن ـــــــ ہم نے اس ایک وقت کی روٹی کا سوال کیا تھا' اس نے ہمیں اتنی رقم دی کہ ہم ایک ہفتہ گزار سکتے تھے اور کے بعد وہ دوبارہ ملا۔ اور اس نے پیشکش کی کہ وہ ہمیں عمدہ ملازمت دے سکتا ہے۔ لیکن را ہے۔ اور ہم تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس نے ہمیں بتایا کہ ہمیں منشیات کی اسمگلنگ کرنا ہو گی۔ ہوا آئے ہوئے تھے۔ تیار ہو گئے۔ اس نے آج ہمیں لین گیز میں بلایا تھا۔ اب پتا نہیں حقیقت میں نے کہا۔ سردارے کا چہرہ سپاٹ تھا لیکن اس کی آنکھوں میں تحسین کی جھلک موجود تھی۔

اور میرے چہرے پر اس وقت نہ جانے کیسے تاثرات تھے۔ وہ سب بھی خاموش تھے۔ خاموش رہے۔ میری کہانی یقیناً موثر تھی اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بہرحال کافی دیر کے سے ایک نے کہا۔ "بہت خوب عمدہ کہانی ہے۔ ذہانت سے بھرپور ـــــــ تمہاری ذہانت کی ظرفی ہے۔ لیکن دوست ـــــــ اب حقیقت بتا دو۔"

"جہنم میں جاؤ تم ـــــــ اور جہنم میں جائے حقیقت ـــــــ جو تمہارا دل چاہے کرو جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہارے اوپر تشدد بھی کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

"قتل بھی کر سکتے ہو۔ ہمارا سفارت خانہ ہمارے معاملے میں کچھ نہیں بولے گا' کیونکہ بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تمہیں علم نہیں ہے کہ غلام سیٹھ کہاں گیا؟"

"اگر علم ہوتا تو ہم اسے پوچھنے لین گیز میں آتے۔؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ہوں ـــــــ" وہ خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ان میں سے ایک اور چار مسلح آدمی اندر آ گئے۔

"انہیں بند کر دو۔"

"یس سر ـــــــ" انہوں نے جواب دیا۔ چاروں مقامی تھے۔ انہوں نے ہمارے بازو اور ہم آگے بڑھ گئے۔ اس ہال سے نکال کر ہمیں باہر لایا گیا۔ اور میں نے سرگوشی کے انداز میں آواز دی۔

"سر ـــــــ وارے ـــــــ" میں نے اس طرح کہا جیسے سانس چھوڑ رہا ہوں۔!" ہو سردارے نے بھی میری طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔

"جس جگہ ـــــــ ہمیں بند کیا جائے۔ وہاں تم ـــــــ کسی بھی زبان میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کرو گے' جس سے ہماری ذات پر کوئی روشنی پڑ سکے۔ ہاں ایسی گفتگو کریں گے جیسے یہاں پھنس جانے پر پریشان ہوں۔

"پنجابی میں بھی نہیں استاد ـــــــ؟"

"نہیں سردارے ـــــــ ان لوگوں کو بہرحال ہماری قومیت کا احساس ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔

ہمیں لے جانے والے ہمارے منہ سے نکلنے والی بڑبڑاہٹ شاید سن رہے تھے۔ لیکن نہ تو الفاظ ان کے پلے پڑ سکتے تھے نہ ہمارا انداز ایسا تھا۔ جیسے ایک دوسرے سے گفتگو بھی نہ کر رہے ہوں۔

بالاخر وہ ہمیں ایک عمدہ کمرے میں لے گئے اور وہاں بند کر دیا۔ باہر سے دروازہ لاک کر دیا گیا تھا۔ ورے کمرے میں فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ البتہ کمرہ ایر کنڈیشنڈ تھا۔ وہاں عمدہ بیڈ لگے ہوئے تھے۔ عام ضروریات کی چیزیں موجود تھیں۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سردارے بولا۔ "استاد۔"

"ہوں ـــــــ" میں نے پرخیال انداز میں جواب دیا۔

"یہ قید خانہ ہے۔؟"

"اور کیا تمہاری سسرال ہے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم جھلائے ہوئے کیوں ہو۔؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے کہا۔

"لیکن غور تو کرو استاد ـــــــ کیسی عمدہ قید ہے۔ اگر یہ قید خانہ ہے تو ہم سے بڑا احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہیں ہو گا۔" سردارے نے کہا۔

"کیوں۔؟" میں نے متعجب انداز میں پوچھا۔

"ہم نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بھوکے مرے کوئی چھوٹا موٹا جرم کرکے یہیں آ جاتے۔ بری جگہ ہے۔؟"

"جگہ تو بری نہیں ہے سردارے ـــــــ لیکن یہاں آنا کوئی اچھی بات بھی نہیں ہے۔"

"اور منشیات کی اسمگلنگ اچھی بات ہے؟"

"بحالت مجبوری کیا کرتے۔ بہرحال اچھا ہی ہوا شروع کر دیتے تو ممکن ہے کوئی بڑی بات ہی ہو جاتی۔"

"وہ شخص بہت چالاک نکلا۔ خود فرار ہو گیا اور ہمیں مصیبت میں پھنسا گیا۔"

"بہرحال۔ ٹھیک ہے۔ دیکھو قسمت اب کیا گل کھلاتی ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

وقت گزرتا رہا۔ ہم بستروں پر لیٹ گئے تھے۔!

شام کی چائے کے ساتھ خاصے لوازمات تھے۔ ڈٹ کر کھایا پیا۔ پرواہ تو تھی نہیں۔ ویسے میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ غلام سیٹھ ان حالات سے بے خبر تو نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت وہ خود الجھن میں ہے۔ ممکن ہے ملک چھوڑ بھی چکا ہو۔! بہرحال مجھے اپنی پرواہ بھی نہیں تھی' تھوڑے دن یوں بھی سہی۔

رات ہو گئی۔ رات کے کھانے پر بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ہم نے کھانے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔ سردارے تو کھانے کی تعریفیں بھی کر رہا تھا۔ اور بار بار کہہ رہا تھا کہ اس سے قبل یہ بات ذہن میں کیوں

نہیں آئی۔!

رات کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے، جب ہمیں بلایا گیا۔ دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔
چلو۔۔۔۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”کہاں۔۔۔۔؟“ میں نے پوچھا۔

”تمہیں طلب کیا گیا ہے۔“

”یہ طلب کرنے کا وقت ہے۔ ہم سونے جا رہے ہیں۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔“ سردارے نے کہا۔“
کرم۔۔۔۔ ہمیں سختی پر مجبور مت کرو۔“

”ارے بھائی تم خود سوچو.....“

”چلو سردارے۔ بہرحال ہم قیدی ہیں۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے استاد۔۔۔۔ مگر انسان بھی تو ہیں۔ ذرا انسانیت نہیں ہے ان لوگوں میں۔“

”چلو۔۔۔۔“ میں نے کہا اور سردارے برے برے منہ بناتا ہوا میرے ساتھ چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ اس وقت یہاں کافی آدمی موجود تھے۔ سب
طرف متوجہ تھے۔ ایک طویل القامت آدمی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے پاس آیا۔

”زندگی گزارنے کے بے شمار راستے ہیں۔ بری زندگی ہی کیوں اپنائی جائے۔“ اس نے ک
جی۔۔۔۔؟“ میں تعجب سے بولا۔

”کیا تم غیر قانونی طریقے سے یہاں آئے؟“

”یہی سمجھ لیں۔“

”اگر حکومت کو پتہ چل جائے تو وہ تمہیں واپس بھیج دے گی۔“

”حالات کے سامنے کس کی چلتی ہے۔“ میں نے شانے ہلائے۔

”تاہم۔۔۔۔ میں نے تمہارے ساتھ رعایت کی سفارش کی ہے۔“ اس نے نرم لہجے میں کہا۔
نہیں سمجھا۔“

”دراصل۔۔۔۔ تمہاری گفتگو سن لی گئی ہے۔“

”کونسی گفتگو۔؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”سناؤں“ اس نے ہاتھ اٹھایا۔ اور پورے ہال میں خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد میری اور سردا
گفتگو ہال میں گونجنے لگی، جو ہم نے قید کے کمرے میں کی تھی۔ اور پھر اس کے بعد کسی اور کی آواز
کا ترجمہ بھی سنایا گیا۔

”اوہ۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ تو۔۔۔۔“ میں نے کسی قدر بوکھلانے کی اداکاری کی۔

”ہاں۔۔۔۔ اس کمرے میں ڈکٹوفون تھے۔ بہرحال۔۔۔۔ تمہاری بیگناہی ثابت ہو گئی
نے تمہاری رہائی کی سفارش کی ہے اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ تمہیں یہاں
جائے۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ میں تمہارے لئے ملازمت کی کوشش بھی کروں گا۔ دو تین دن میں کہیں
نمبر پر رنگ کر لینا۔“

”اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ لیکن جناب۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔ ہم یہاں سے جانا نہیں چاہتے۔

”نہیں دوستو۔۔۔۔ یہاں کسی غیر ضروری شخص کو نہیں رکھا جاتا۔ تم فکر مت کرو۔ لو

کچھ رقم رکھو۔ کام چلاؤ۔ اگر تمہاری ملازمت کا بندوبست نہ ہو سکا تو تمہیں اور رقم مل جائے گی۔“

میں نے گہری سانس لی۔۔۔۔ اور پھر ممنون انداز میں اس شخص کا شکریہ ادا کیا۔ ”لیکن ایک
ذرخواست ہے۔ آئندہ اگر اس شخص سے ملاقات ہو، یا تم کسی طور اس کی نشاندہی کر سکو، تو ہم تمہارے شکر
گزار ہوں گے۔ اس کے علاوہ تمہیں قیمتی انعامات دیئے جائیں گے۔“

”بہتر ہے۔“ میں نے کہا۔ ”اب تم جہاں کہو، تمہیں پہنچا دیا جائے۔“

”بس اس عمارت سے باہر نکال دیا جائے۔ اس کے بعد ہم خود کہیں دفعان ہو جائیں گے۔“ سردارے
نے طنزیہ انداز میں کہا اور تمام لوگ ہنسنے لگے۔

”ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ جاؤ انہیں باہر پہنچا دو۔“

سڑک پر آکر میں نے گہری سانس لی۔ سردارے خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔! ”ٹیکسی پکڑو
استاد۔ بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔“ کافی دور پیدل چلنے کے بعد سردارے نے کہا۔

”چلتے رہو سردارے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ۔ خیریت۔۔۔۔؟“ سردارے میرے لہجے پر چونک پڑا۔

”کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں؟“

”کس بارے میں؟“

”ان لوگوں نے ہمیں اتنی آسانی سے آزاد کر دیا۔“

”اب تو استاد کو داد دینا بھی ہلکا لگتا ہے۔“ سردارے اعتراف کرنے والے انداز میں بولا۔

”نہیں سردارے غلط فہمی کے شکار ہو۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”کیا مطلب استاد۔“ سردارے سرسراتی آواز میں بولا۔

”تمہارا کیا خیال ہے؟“

”یہی کہ وہ ہماری گفتگو سے احمق بن گئے۔“

”انٹرپول کے نمائندے تھے اتنے احمق نہیں ہو سکتے۔“

”پھر۔۔۔۔؟“

”ابھی تک تو اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ہمارا تعاقب ضرور کیا جائے گا۔“

”اوہ۔۔۔۔ تمہارا مطلب ہے کہ وہ ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہوئے۔؟“

”نہیں سردارے۔“

”لیکن کیوں استاد۔۔۔۔ ہم نے جس زبان میں گفتگو کی تھی۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ
بات کافی تھی اور انہوں نے وہی گفتگو سنا کر ہماری طرف سے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔“

یہیں پر انہوں نے حماقت کی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ سردارے چونک پڑا۔

”سردارے۔۔۔۔ اگر وہ ہماری باتوں سے مطمئن ہو گئے تھے تو اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی؟“

”اوہ۔۔۔۔!“

”وہ ہمیں ہماری گفتگو سنا کر یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ ہمیں باور
کرانا چاہتے تھے کہ اب ہم ان کیلئے قطعی غیر اہم ہیں۔“

"استاد—— میں تمہاری ذہانت کو نہیں پہنچ سکتا۔" سردارے نے اعتراف کیا۔ "لیکن اس کا مقصد——؟"

"شاید ہمارے ذریعے وہ غلام سیٹھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ——! ظاہر ہے انہیں تمہاری حیثیت کا احساس نہیں ہے۔"

"ہاں—— یہ بات میں مان سکتا ہوں۔"

"لیکن استاد—— انہوں نے تو ہم سے خود کہا ہے کہ غلام سیٹھ اگر نظر آجائے تو ان سے تعاون کیا جائے۔"

"اپنی نیک نیتی کے اظہار کے لئے—— ظاہر ہے ہم ان کے کہنے پر عمل تو نہیں کریں گے۔"

"خدا کی قسم استاد—— مجھے تمہارے دماغ پر حیرت ہوتی ہے" سردارے نے کہا۔ "غلام سیٹھ نے تمہارا انتخاب بلاوجہ ہی نہیں کیا ہو گا۔ لیکن بہرحال یہ بات اس کے خیال میں بھی نہیں ہو گی کہ تم انٹرپول والوں سے بھی اس طرح ٹکرا سکتے ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ٹیکسی روک لوں استاد——" سردارے نے پھر پوچھا۔ اس کی نگاہیں سامنے سے گزرنے والی ٹیکسی پر لگی ہوئی تھیں اور اچانک میری آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کونسا مسئلہ——؟"

"میں کہہ رہا تھا نا کہ ہمارا تعاقب بھی کیا جائے گا۔"

"ہاں—— کوئی ہے کیا——؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں—— مگر ناکام ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے ٹیکسی روکنے کیلئے کتنی بار کہا ہے۔"

"یاد نہیں۔"

"مجھے یاد ہے۔ تین بار—— اور تینوں بار یہ بات تم نے خالی ٹیکسی کو گزرتے دیکھ کر کہی ہے۔ کیوں۔؟"

"ہاں۔"

"کیا تم نے ان ٹیکسیوں پر غور کیا ہے جو ہمارے سامنے سے گزری ہیں؟"

"نن—— نہیں——"

"ایک ہی ٹیکسی ہے سردارے—— جو بار بار ہمارے سامنے سے گزر رہی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اس میں بیٹھ جائیں۔"

"اوہ—— اوہ—— تو—— تو——" سردارے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چلو اس بار وہ گزرے تو اسے روک لینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن استاد—— اوہ—— تو تمہارے خیال میں وہ......"

"ہاں۔ میرے خیال میں وہ انہی کا آدمی ہے۔"

"حد ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔

"بہت بڑی بات نہیں ہے سردارے۔ انہوں نے ہماری اداکاری پر یقین نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہمیں چارہ بنایا ہے۔ چوٹ صرف اتنی سی کھائی ہے انہوں نے کہ ہماری حیثیت کا تعین نہیں کر سکے۔"

"ٹھیک خیال ہے استاد—— مگر یہ تم ہی ہو جو تہہ تک پہنچ گئے۔ مگر اب پروگرام کیا ہے۔"

"بس اس بار ٹیکسی آئے تو روک لینا۔ کسی بھی ہوٹل میں چلیں گے۔"

"کسی میں بھی کیوں؟"

"احمق انسان—— ہمارے پاس تو کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے' اتنے عمدہ ہوٹل میں......"

"اوہ—— ہاں—— میرا دماغ ماؤف ہے استاد—— یہ سب کچھ میری لائن کی باتیں نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹیکسی آ رہی ہے استاد۔"

"روکو——" میں نے کہا اور سردارے نے ہاتھ اٹھا دیا۔ ٹیکسی تھوڑی دور جاکر رک گئی۔ ڈرائیور نے جلدی سے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔ "یس پلیز——" ڈرائیور نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"کسی بھی سستے سے ہوٹل میں لے چلو میرے بھائی۔" میں نے کہا۔

"یس سر——" ڈرائیور نے جواب دیا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اور پھر ایک معمولی سے ہوٹل کے سامنے اس نے ٹیکسی روک دی۔ میں نے بل ادا کیا اور ہم نیچے اتر کر اندر داخل ہو گئے۔ کمرہ حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ کمرے میں پہنچ کر سردارے نے گہری سانس لی تھی اور پھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور ایک کرسی میں گر گیا۔

میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر سردارے نے ہی خاموشی توڑی۔ "اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کوئی خاص نہیں سردارے۔"

"سیٹھ کو کہاں تلاش کرو گے۔؟"

"اسے تلاش کرنے کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے۔ وہ یقیناً نکل جائے گا' اس کے بعد کسی مناسب موقع پر اس سے ملاقات کر لیں گے۔ ویسے ایک بات اور بھی ہے۔"

"وہ کیا——؟"

"ہمیں اس بات پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہئے کہ مقامی حکومت ہمیں داغ کئے ہوئے بیلوں کی طرح چھوڑ دے گی۔ ہمیں صرف اس وقت تک کی آزادی ہے' جب تک انٹرپول والے ہم میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ انٹرپول والوں نے جس دن ہمیں چھوڑا۔ مقامی حکومت ہمیں رکھ لے گی۔"

"اوہ—— اس کا مطلب ہے کہ یہاں بھی سوئٹزرلینڈ والے حالات پیدا ہو گئے استاد۔؟"

"ہاں۔ تقریباً۔"

"بہرحال گھبرانا کس بات کا—— ہمیں ایک لائحہ عمل بنا لینا چاہئے۔"

"یقیناً!" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر میں نے خاموش ہو کر کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ کافی دیر تک ہم اسی انداز میں بیٹھے رہے۔ پھر میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بہرحال آرام کرو سردارے۔ صبح کو سکون سے سوچیں گے۔"

"اوکے استاد۔"

"لڑکیاں تو یاد نہیں آرہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں استاد۔۔۔۔۔ ذہن کے کسی گوشے میں کوئی لڑکی نہیں ہے' حیرت انگیز بات ہے۔ ہے نا۔۔۔۔۔؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دوسرے روز صبح حسب معمول جاگے۔ منہ ہاتھ دھویا اور پھر ناشتہ منگالیا۔ خاموشی سے ناشتہ کیا اور پھر ناشتے سے بھی فارغ ہوگئے۔

"تیاریاں کرو سردارے۔"

"کیسی تیاریاں استاد۔؟"

"بس آج پورا دن آوارہ گردی کریں گے۔ اندازہ لگانا ہمارا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں۔؟"

"اوکے چیف۔۔۔۔۔ لڑکیوں سے دوستی کی کوشش بھی کریں گے۔"

"جو دل چاہے کرنا۔ ہمیں ہر وہ حرکت کرنی چاہیے جو کوئی ایسا آدمی کر سکتا ہے۔ جسے کافی دن تک قلاش رہنے کے بعد ایک مناسب رقم مل جائے۔"

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ تو پھر اٹھو نا۔" سردارے نے کہا اور ہم اٹھ کر باہر نکل آئے۔! اور پھر اس کے بعد حقیقی معنوں میں آوارہ گردی شروع ہو گئی۔ کوئی مقصد نہیں تھا اس لئے کوئی ترتیب بھی نہیں تھی۔ لیکن میری نگاہیں اپنا متعاقب تلاش کر رہی تھیں۔ متعاقب کا اندازہ ہو گیا۔ لیکن اگر اتنی گہری نگاہ سے میں اس کا جائزہ نہ لے رہا ہوتا تو اندازہ لگانا تقریباً ناممکن تھا۔ کیونکہ تعاقب نہایت ہوشیاری سے کیا جا رہا تھا۔ کئی گاڑیاں تھیں۔ کبھی کوئی آگے آجاتی' کبھی کوئی۔ لیکن چونکہ ہم لوگ ابھی پیدل چل رہے تھے اس لئے ان لوگوں کو بڑی دقت ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے کئی دلچسپ مناظر دیکھے گاڑیوں والے پیدل بھی چلنے لگتے تھے اور جب انہیں محسوس ہوتا کہ ہم ٹیکسی روکنے والے ہیں تو وہ گاڑی میں جا بیٹھتے۔

بہرحال یہ صرف میرا احساس تھا۔ ممکن ہے غلط ہو۔ لیکن میں نے اس کے بارے میں سردارے کو کچھ نہیں بتایا۔ ورنہ ممکن ہے وہ اپنے کچے پن سے احساس دلا دیتا کہ ہم اس تعاقب سے واقف ہو چکے ہیں اور اچانک ہی میرے ذہن میں تفریح کا پروگرام بن گیا۔ لیکن میں نے اس پروگرام میں سردارے کو بھی شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا: "سردارے۔۔۔۔۔" میں نے اسے آواز دی۔

"چیف۔۔۔۔۔"

"مڑ کر قطعی نہیں دیکھنا۔ ہمارا تعاقب باقاعدگی سے ہو رہا ہے اور اب ہم اپنا تعاقب کرنے والوں سے لطف لیں گے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ ہوٹل ہی سے تعاقب ہو رہا ہے استاد۔"

"یقیناً۔۔۔۔۔"

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ تو اب کیا پروگرام ہے۔"

"کوئی ٹیکسی روکو۔"

"اوکے۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک ایسی ٹیکسی روکی جو اسی وقت خالی ہوئی

تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کو داد دی تھی۔ ہم اس ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ تب تعاقب کرنے والوں کو سکون ہوا۔ اب نیلے رنگ اور سفید رنگ کی دو گاڑیاں ہمارے پیچھے تھیں۔

میں خاموش تھا۔ سردارے بھی محتاط انداز میں ان گاڑیوں کو دیکھ لیتا تھا۔ پھر ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم نے ٹیکسی رکوالی۔ "تم یہیں بیٹھو سردارے۔ میں ابھی آیا۔"

"کوئی کام ہے چیف۔۔۔۔۔؟"

"واپس آکر بتاؤں گا۔" اور میں عمارت میں داخل ہو گیا۔ بلاوجہ عمارت کے ہال اور بہت سے کمروں میں چکراتا رہا اور پھر نکل آیا۔ ٹیکسی میں بیٹھا اور ٹیکسی چل پڑی۔ "کیا پوزیشن ہے۔؟" میں نے آہستہ سے اردو میں پوچھا۔

"دو آدمی اندر گئے ہیں۔ اور ابھی اندر ہی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا اور میں نے قہقہہ لگایا۔ "مقصد کیا تھا استاد؟"

"تفریح۔۔۔۔۔ صرف تفریح۔۔۔۔۔ ان لوگوں کو اتنا پریشان کریں گے کہ ہوش ٹھکانے آجائیں۔ اور سنو۔۔۔۔۔ ان کا شبہ برقرار رکھنا ہے۔ اسی میں ہماری بچت ہے ورنہ پکڑے جائیں گے۔" میں نے کہا اور سردارے گہری سانس لیکر گردن جھٹکنے لگا!

☆ ☆ ☆

"چلو" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ بہرحال ہم سیر کرتے رہے ور ہمارے باڈی گارڈز ہمارے پیچھے لگے رہے۔ دن بھر آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ ں نے ان لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے اب تو وہ پیچھے لگ ہی گئے تھے۔ ہم لوگ خطرے میں تھے۔ اور تو کوئی بات نہیں تھی' بس اس چیز کا خدشہ تھا کہ کچھ بھی ثابت نہ ہو سکا' تب بھی مقامی پولیس ہمیں یں چھوڑے گی' کیونکہ ہمارے پاس کاغذات وغیرہ نہیں رہے تھے۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد ہم سہریوں پر لیٹ گئے۔ سردارے بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی انہی خیالات میں گم تھا اور پھر چانک اچھل پڑا۔ یہی شکر تھا کہ سردارے نے ابھی تک کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔ ورنہ گڑبڑ ہو جاتی۔ س انداز میں' میں مسہری سے اچھل کر نیچے اترا تھا' اس پر سردارے چونک پڑا۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے چھلانگ لگا کر اس کا منہ دبوچ لیا' اور سردارے ذزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' تب میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ جب اس نے میرا مقصد سمجھ لیا تو میں نے اس کا منہ کھول دیا۔ اور پھر دبے دموں چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔

سردارے کے انداز میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بھی سنبھل کر مسہری سے نیچے اتر آیا۔ میں نے چانک۔۔۔۔۔ پوری قوت سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ لیکن راہداری سنسان پڑی تھی۔ تب ایک ویل سانس لے کر میں نے دروازہ بند کر لیا۔ سردارے اب بھی خاموشی سے میری حرکات دیکھ رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں پلٹا۔ اور پھر میں نے سردارے سے اٹھنے کے لیے کہا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر سنگھ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ "سردارے۔ کمرے میں ڈکٹوفون تلاش کرو۔" میں نے ایک کاغذ پر لکھا اور سردارے نے گردن ہلا دی اور پھر اس کمرے کا ایک ایک کونا چھاننے لگے۔ زیادہ کاوش نہ کرنا پڑی۔ قالین کے نیچے دو باریک تار نظر آئے۔ جو باتھ روم کی چوکھٹ تک گئے تھے۔ اور باتھ روم کی چوکھٹ کے ایک

خانے میں ایک مائیک صاف نظر آ گیا۔ سردارے نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے مائیکروفون خانے سے نکال لیا۔ اس کے پیچھے کافی تار موجود تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ ڈکٹوفون کو بیکار کرنے کا ایک عمدہ طریقہ مجھے معلوم تھا' میں نے جیب سے رومال نکالا۔ کچھ ردی کاغذ لیے اور باتھ روم کے ٹب کے پانی میں نکاس کا سوراخ بند کر دیا اور پھر نل کھول دیا۔ ٹب میں پانی بھرنے لگا۔ پانی میں ڈال دیا اور مائیک نیچے بیٹھ گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے طویل سانس لی تھی۔

"ان کی ایسی تیسی۔" میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"عمدہ ترکیب تھی استاد۔ اب انہیں سنائی نہ دے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ چکر ہی میں رہیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ اندازہ ہی نہیں کر پائیں گے کہ کیا ہو گیا۔ اگر ہم تار کاٹ دیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ اب ایسی کوئی بات نہ ہو گی۔"

"اور آواز بھی نہیں سنائی دے گی؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"غلط آدمی سے ٹکرا گئے ہیں بیچارے۔" سردارے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "خیر میں اس قدر خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں۔

"ارے میں تو ہوں اپنے استاد کی طرف سے۔"

"بہرحال سخت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے سردارے۔ درحقیقت ہم غلط لوگوں سے ٹکرا گئے ہیں۔"

"دیکھا استاد۔ کیا یہ لوگ ——"

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ دراصل قانون شکنی کوئی اچھا فعل تو نہیں ہے۔ قانون کسی بھی ملک کا ہو۔ سب کے لیے قابل احترام ہوتا ہے۔ میں اپنے جیسے لوگوں سے تو نمٹ سکتا ہوں۔ لیکن قانون کے محافظوں سے ——"

"ہاں استاد۔ یہ بات تو ہے۔" سردارے نے تشویش سے کہا۔

"میں تو غلام سیٹھ کی طرف سے فکر مند ہوں۔"

"میں اس شخص کو زیادہ نہیں جانتا استاد۔"

"کسے 'غلام سیٹھ کو؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔ سردارے۔ وہ شخص معمولی تو نہیں ہو سکتا۔ جس نے ساری دنیا میں اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے کون سا ملک ہے جہاں اس کے نمائندے موجود نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے؟"

"اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے سردارے کہ غلام سیٹھ کبھی کا یہاں سے نکل گیا ہو۔"

"اوہ ——" سردارے نے ہونٹ سکوڑے۔

"ویسے میں اس پر ریجھ گیا ہوں۔"

"کیوں استاد؟"

"یہاں سے نکلوں یا نہ نکلوں؟"

"جب تمہارا خیال ہے کہ باس یہاں سے نکل گیا ہو گا تو پھر یہاں رکنے سے فائدہ؟"

"ہوں۔" میں پر خیال انداز میں بولا۔ "ان لوگوں کو اپنے پیچھے لے چلو؟"

"یہ تو مناسب نہ ہو گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ کسی طرح ان کے ذہنوں سے ہماری طرف سے شبہ نکل جائے۔ دراصل دو
ِ الجھن پڑ گئی ہے۔"

"دو طرفہ سے کیا مراد ہے استاد؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اگر ان لوگوں کا شبہ ہماری طرف سے ختم ہو جائے' تو بھی بہرحال ہم مقامی
ں کے مجرم ہوں گے' میرا تو خیال ہے کہ مقامی پولیس بھی ہم میں دلچسپی لے رہی ہو گی۔ لیکن انٹرپول
ں نے ہمیں چارے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ان سے ادھار مانگ لیا ہو گا اور اگر ہم مقامی پولیس
تھ لگ گئے اور اس نے تحقیقات کی تو یقینی بات یہ کہ ساری کیفیت انہیں معلوم ہو جائے گی اور پھر
ہے وہ ہمیں سوئٹزرلینڈ پولیس کے حوالے کر دیں۔"

"اوہ۔" سردارے کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "یہ صورت حال تو واقعی خوفناک ہے استاد۔"

"تو تم میری تشویش کو اب تک مذاق سمجھ رہے تھے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ اس
ں بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر کافی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ اس کے بعد میں نے ہی

"بہرحال سردارے میں نے آخری فیصلہ یہی کیا ہے کہ انٹرپول والوں کو جب تک رکھ سکتے ہو شبہے
کو۔ اور اس دوران یہاں اس انداز میں گزارو جیسے ہم فاقہ مست ہیں۔ اس کے بعد یہاں سے نکل
ی کوشش کریں۔"

"او کے چیف۔ سردارے تیار ہے۔ لیکن بس ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔

"استاد کی پیشانی کی شکنیں سردارے نہیں دیکھ سکا۔"

"کیا مراد ہے؟"

"میں تمہیں سپرمین سمجھتا ہوں۔ حالات تو الٹے سیدھے آتے ہی رہتے ہیں۔ ان سے متاثر ہوئے تو
شا ہوا بت ٹوٹ جائے گا۔"

"تمہاری ذات میں ایک چھوٹا سا بچہ پوشیدہ ہے سردارے۔ میں روایتی ہیرو نہیں ہوں۔ اور بہرحال
ہے کا خواہش مند بھی ہوں۔ ہمیں بہرحال احتیاط مد نظر رکھنا ہو گی۔"

"اس سے کس کافر کو انکار ہے استاد۔"

"اچھا بس۔ اب آئندہ پروگرام سنو۔"

"ارشاد۔ ارشاد۔" سردارے ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"ہم بھی ابتدا کر رہے ہیں۔ اور یہ ابتدا یوں ہو گی جب ہم یہاں سے نکلیں گے تو ڈکٹوفون اسی طرح
چھوڑ دیں گے۔"

"سردارے کی کھوپڑی سرد ہے استاد۔"

"برف جھاڑ لو۔ ورنہ نقصان اٹھاجاؤ گے۔"

"پوری پوری کوشش کروں گا استاد۔"

"تو پھر سیدھی سی بات ہے۔ ہم ڈکٹوفون نکال کر اس جگہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ ایسی شکل میں وہ اس خرابی ہی تلاش کرتے رہ جائیں گے۔ لیکن اگر وہ اسے پانی میں پڑا دیکھیں گے تو سوچیں گے کہ بہرحال ہم کی حرکتوں سے ہوشیار ہیں' چنانچہ وہ اور محتاط ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ "یہ ٹھیک ہے۔ گویا اس طرح ان کا شبہ ہمارے اوپر برقرار رہے گا۔"

"ہاں۔ یہی مقصد ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔" سردارے نے گردن ہلادی۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"تم بتاؤ۔"

"جب تفریح ہی کرنی ہے تو کھل کر کی جائے۔ فی الحال وہ ہمارے محافظ ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"مطلب بتاؤ۔"

"ہائے استاد۔ تم نے چسکہ لگادیا ہے۔" سردارے نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میری ہم کرنسی سے ٹوٹ رہے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے دیا تھا وہ ختم ہو رہا ہے۔"

"اوہ۔ اور یہاں اپنا کھاتہ بھی نہیں ہے۔"

"اگر ہو بھی تو ادھر کا رخ کرنا' ان بے چاروں کی موت بلانا ہے۔"

"یقیناً استاد۔"

"ہے کوئی ترکیب تمہارے ذہن میں؟"

"سردارے معذور ہے استاد۔"

"صرف کھوپڑی سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ذہن میں کچھ ہے استاد؟"

"بہت کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"آؤ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔ "کتنی رقم ہے تمہارے پاس" اور سردارے نے اپنی جیب سے کرنسی نکال کر میرے سامنے ڈال دی۔ میرے پاس بھی نوٹ تھے۔

"گڈ۔ کافی ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں باہر نکل آئے ہوٹل سے نکل کر میں نے ٹیکسی روکی ہم اس میں بیٹھ گئے۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

"کہاں چلوں صاحب؟"

"کسی بھی کلب میں جہاں جوا ہوتا ہو۔ اور عام لوگوں کے داخلے پر کوئی پابندی نہ ہو۔"

"بہتر۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔ سردارے چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے بہت احمق ہے چیف۔"

"کیوں۔ کیوں سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بار بار بھول جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم کہیں بے بس نہیں ہو استاد۔ بے بسی دوسروں کے مقدر میں ہی لکھی ہے۔ وہ اور ہی ہوتے ہیں جو محسوس کرتے ہیں۔ لیکن استاد میں نے ایک بات دیکھی ہے۔"

"کیا؟"

"تم جیسے لوگ' دولت جن کی راہ تکتی رہتی ہے' دولت کے بھوکے نہیں ہوتے۔ تم اگر چاہو تو مختلف ذریعے سے کتنی دولت حاصل کر سکتے ہو۔ سچ اس دولت کی انتہا نہ ہو۔"

"جانے دے سردارے ان باتوں کو۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں استاد۔ سنجیدہ کیوں ہو گئے؟"

"دولت کی ضرورت بھی کیا ہے سردارے؟"

"میرا کون بیٹھا ہے سردارے۔ بس اتنا کافی ہے کہ عیش سے گذر جائے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ شاید اسے یہ موضوع چھیڑ کر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

میں نے بھی ذہن پر بار رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ چند منٹ کے بعد میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے۔"

"جی چیف۔"

"ڈزیکفرٹ والوں نے ہمیں بہت بڑی حیثیت دی ہے۔ ہمارے ساتھ ہر وقت باڈی گارڈز رہنے لگے ہیں۔"

"اوہ۔ واقعی استاد؟"

"ہاں۔"

"موجود ہیں؟"

"یقیناً۔ اور یہ اچھی بات ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ بھی اندازہ تو لگالیں کہ ہمارے ذرائع آمدنی کیا ہیں۔"

"خوب اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"ویری گڈ۔ ویسے قسم لے لو استاد۔ اس زندگی میں بڑا لطف آ رہا ہے۔"

"اچھا؟"

"ہاں۔ سیدھی سادی زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ہوتی۔" "اب کم از کم کچھ لوگوں سے تسلسل تو ہے اور وہ بھی خاصے خطرناک۔"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے ٹیکسی "البانو" کے سامنے روک دی۔ "یہاں جائیں گے صاحب؟"

"ہمارے مطلب کی جگہ ہے؟"
"سوفیصدی۔"
"بس تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اتر کر بل ادا کرنے لگا۔
"سر اگر آپ جیت کر واپس آئے تو خادم کو یاد رکھیں گے؟"
"اوہو۔ تم کب تک رکو گے۔ ہم واپسی کا کوئی تعین نہیں کر سکتے۔"
"رات کے کسی بھی حصے میں۔" ڈرائیور بولا۔
"اور اگر ہار گئے تب؟"
"میری تقدیر بھی اپنے کھیل میں شامل کر لیں۔ اگر ساتھ نہ دیا تو واپسی کا کوئی کرایہ نہیں لوں گا۔"
"منظور۔ دس فیصد تمہارا۔"
"اوکے باس۔ میرا نام بشکن ہے۔"
"اوکے بشکن۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ کلب میں دا
ٹکٹ خریدا اور اندر پہنچ گئے۔ جدید ترین ملک کا جدید ترین کلب تھا۔ ہم نے چند منٹ ایک جگہ رک
اپنے باڈی گارڈز کا انتظار کیا۔ اور اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا تو ہمارے بعد آنے والے دونوں آد
ہمارے تعاقب میں تھے۔ دونوں عمدہ قسم کے لباسوں میں ملبوس تھے۔ نوجوان تھے۔ اور کافی اسمارٹ
آرہے تھے۔ انہوں نے ہماری طرف نگاہ بھی نہیں اٹھائی۔ اور یونہی سرسری سی نگاہ پورے ہال پر ڈ
ہوئے' بار کاؤنٹر کی طرف چلے گئے۔ یہاں انہوں نے کچھ مشروب لیے اور کاؤنٹر پر کہنیاں ٹکا کر مشروب
چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگے۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ یہ انٹرپول کے روایتی جاسوس ہیں۔ آؤ۔ ا
کریں' ہمیں اس سے کیا۔" میں نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔
جوئے کے جدید ترین انتظامات تھے۔ ہر قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ جن پر اعلیٰ پیمانے پر جوا
تھا۔ لیکن میرے پاس محدود رقم تھی' اس لیے میں صرف کام کی بات کر سکتا تھا۔ سردارے نے کرنسی د
کوپن لیے اور ہم کوپن جیبوں میں بھر کر آگے بڑھ گئے۔ اب ہم اس حصے میں تھے جہاں تاش ہو رہے
دو تین میزوں پر ہم نے کھیل دیکھا۔ اور پھر ایک میز پر رک گئے۔ یہاں عمدہ گنجائش تھی۔ دو د
عمر کے مرد تین نوجوان اور ایک بوڑھی عورت کھیل رہے تھے۔ خاصی رقمیں تھیں ان لوگوں کے
شاید ابھی کھیل شروع ہوا تھا۔ بوڑھی عورت زیادہ ہنسنے والی تھی اور بات بات پر ہنس رہی تھی لیکن کو
اس کے سامنے ہی زیادہ تھے اور کافی مالیت کے تھے جس سے اس کی حیثیت کا اندازہ ہوتا تھا۔
"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں مادام۔" میں نے اجازت طلب کی اور وہ چونک کر ہمیں دیکھنے لگے۔ ا
انہوں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "تشریف رکھیے۔"
اور میں بیٹھ گیا۔ میں نے کوپن جیبوں سے نکال کر میز پر لگائے۔ بہرحال ان کی تعداد اس قدر نا
بھی نہیں تھی کہ سامنے والوں کو کوفت ہوتی۔ سردارے دیکھنے والوں میں شامل ہو گیا۔
کارڈ لیے اور کھیل شروع ہو گیا۔ یہ ہاتھ میں نے نہایت اناڑی پن سے کھیلا۔ اور خاصی رقم نکل
پھر دوسرے ہاتھ میں بھی میں نے کوپنوں کا ایک ڈھیر گنوا دیا۔ لیکن اب ان میں اضافے کی ضرورت
چنانچہ میں تیسرے ہاتھ کا انتظار کرنے لگا' اور اس ہاتھ میں' میں نے گڈی پر ہاتھ پھیر دیا۔
کسی کو احساس بھی نہیں ہوا' لیکن میرے پاس' میری مرضی کے مطابق کارڈ سیٹ ہو رہے تھے

ں چاہتا تو اس بار سامنے والوں کو اچھی خاصی چوٹ دے سکتا تھا' لیکن ابھی نئی جگہ تھی' حالات سمجھتا
ہستہ آہستہ کام کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے نہایت احمقانہ انداز میں ایک بڑی رقم جیتی۔
لیکن ہارنے والوں کو قطعی افسوس نہیں ہوا تھا۔ بلکہ انہوں نے مسکراتی نظروں سے میری طرف دیکھا
ہایت آسان بات تھی کہ میں انہیں زبردست نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے نہایت اناڑی پن کا
دیا تھا۔ بہرحال میں نے کچھ نہ کہا' اور چوتھا ہاتھ شروع ہو گیا۔
اس بار میں نے آدھی رقم ہار دی۔ اور کھیلنے والوں کے دلوں میں قہقہے مچلنے لگے۔ ان کی دانست میں پچ
احمق پھنسا تھا لیکن یہ دوسرا ہاتھ بھی مجھے جیتنا تھا۔ کیونکہ اب میں آہستہ آہستہ بڑے کھیل کی طرف
ا۔ چنانچہ میز پر صرف چند کوپن رہ گئے اور میں ایسے ڈھیلے انداز میں کھیلنے لگا' جیسے میری حالت خراب
راسی خراب حالت میں میں نے شو مانگ لیا۔
یکن میرے کارڈ دیکھ کر دل اچھل کر حلق میں آگئے تھے میں جیت گیا تھا اور اب میرے سامنے کوپنوں
یر تھا کہ میں اٹھ بھی سکتا تھا۔ لیکن کلب کے قانون کے مطابق پندرہ ہاتھ لازمی ہوتے ہیں۔ خاص
ے جیتنے والوں کے لیے' ہارنے والا جب دل چاہے اٹھ سکتا ہے۔
ہرحال۔ اب یہ پندرہ ہاتھ ان لوگوں کے لیے مصیبت بننے والے تھے۔ میں نے بہرحال اپنی پوزیشن
ضبوط کر لی تھی۔ چنانچہ تین ہاتھ میں نے معمولی کھیلے۔ چوتھے ہاتھ میں جم گیا۔ اور اس بار دونوں
انے جان کی بازی لگا دی۔ انہوں نے ساری رقم داؤ پر لگا دی۔ مقابلے پر میں ہی تھا۔
ور پھر رقم میری کیوں نہ ہوتی۔ ان کے چہرے تاریک ہو گئے اور پھر انہوں نے کھڑے ہو کر جیبیں
یں۔ اس کے بعد دوسرے تھے۔ ہنسنے والی بڑی بی کا چہرہ ستا گیا تھا۔ اب وہ بالکل نہیں ہنس رہی
دونوں ضعیف العمر اشخاص بے حد محتاط کھیل رہے تھے۔ بہرحال میرے پاس رقم کافی ہو گئی تھی۔
ں نے انہیں آخری عمر میں زیادہ صدمہ دینا پسند نہ کیا۔ اور پندرہ ہاتھ پورے کر کے اٹھ گیا۔ اب
ر سردارے کی جیبیں کوپنوں سے بھری ہوئی تھیں۔
تے ہوئے مجھے اپنے باڈی گارڈز یاد آئے۔ اور میں نے انہیں تلاش کیا۔ دور کیوں ہوتے' وہ ہماری
میز پر اس طرح کھڑے تھے کہ ہمیں دیکھتے بھی رہیں۔
سردارے۔" میں نے سردارے کو پکارا۔
ں باس۔"
مارے دوست کہاں ہیں؟"
موجود ہیں باس۔"
کھیل کے دوران تم نے ان پر نگاہ رکھی تھی؟"
ہاں نہیں باس۔"
ہوں نے ہمیں جیتتے ہوئے دیکھا؟"
چھی طرح۔"
ری گڈ۔ آؤ۔ کوپن بدل لیں۔ میں نے کہا اور ہم کوپن کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ کاؤنٹر کلرک نے
ے ہمارے کوپن دیکھے تھے۔ پھر اس نے ٹیکس وغیرہ کاٹ کر نوٹوں کی گڈیاں ہمارے حوالے کر دیں
کھیل میں اتنی رقم کسی نے نہیں جیتی تھی شاید۔ اس نے ہمیں مبارکباد دی اور ہم نے اسے بھاری

بخشش۔

پھر ہم باہر چل پڑے۔ اور اپنے عقب میں ہم نے ان دونوں کو محسوس کیا۔ "سردارے۔" میں نے سردارے کو پکارا۔

"بشکن کو تلاش کرو۔" لیکن تیز نگاہ والے بشکن نے ہمیں خود ہی دیکھ لیا۔ اس نے اسٹارٹ کی اور ہمارے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

"ہیلو بشکن۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"ہیلو فرینڈ۔ بیٹھو۔" بشکن نے زندہ لہجے میں کہا۔

"بات بنی نہیں بشکن۔" میں نے اسی لہجے میں کہا۔ اور تھکے تھکے سے انداز میں گاڑی میں

"اوہ۔ ڈیر۔ یہ تو نوٹوں کا کھیل ہے۔ آدمی زندگی کے کھیل میں بھی ہار جاتا ہے۔ یہ کونسی بات ہے۔"

"لیکن بشکن۔"

"فکر نہیں کرنا چاہیے ماسٹر۔ تم شاید میرے بل کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ اس کے با ہماری بات پہلے ہی ہو چکی تھی میں تمہیں کسی بار سے ایک ایک پیگ بھی پلا سکتا ہوں۔ اس حیثیت بشکن کی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ بشکن۔ تم بے شک عمدہ دوست ہو۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھتے؛ سردارے نے بھی تعریفی انداز میں گردن ہلا دی۔

"یہ تو قسمت کے کھیل ہیں ماسٹر۔ داؤ تم نے ہی نہیں، میں نے بھی لگایا تھا۔" بشکن نے ک

"کیا مطلب؟"

"میں نے تمہارا انتظار کیا ماسٹر۔ اور میں چاہتا تو کچھ رقم اور کما لیتا۔ مگر میں نے سوچا، تمہار ساتھ اپنا لک شامل کروں۔ شاید کام بن جائے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا بشکن۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے ماسٹر۔ بس ہمیں کچھ رقم کی ضرورت تھی۔"

"تو تم نے میری بات سے کیا اندازہ لگایا بشکن؟" میں نے کہا۔

"اب میں نہیں سمجھا جناب؟"

"رقم تو میں نے جیتی ہے۔"

"جیتی ہے؟" بشکن حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ چلو۔ تم ہمیں سے شراب پلاؤ گے، وہیں بیٹھ کر حساب کر لیں گے۔"

"اوہ۔" بشکن آہستہ سے بولا۔ "لیکن پھر کونسی بات نہیں بنی؟"

"بس زیادہ مزہ نہیں آیا۔"

بشکن خاموش ہو گیا۔ اب وہ شاید اس رقم میں کھو گیا تھا جو ہم نے جیتی تھی۔ اور اس کے سامنے ٹیکسی روک دی۔ اور ہم تینوں بار میں داخل ہو گئے۔ ہم نے ایک کیبن پسند کیا میں نے اپنے محافظوں کی طرف بھی توجہ نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے وہ ساتھ ہوں گے انہیں تلا ضرورت تھی۔

بشکن نے آرڈر دے دیا۔ اور میں نے پردہ کھینچ کر گڈیاں نکال لیں۔ ایمان داری سے ساری گڈیاں میز پر ڈھیر کر دی گئیں۔ اور بشکن کا شاید دماغ چکرا گیا۔ وہ منہ پھاڑ کر گڈیاں دیکھنے لگا۔

"یہ ہماری اصل رقم تھی بشکن۔" میں نے ایک گڈی نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ونڈر فل۔ ونڈر فل۔"

"اس میں سے دس فیصد تمہاری۔" میں نے دوسری گڈیوں کی طرف اشارہ کیا۔ "اوہ۔ مگر۔ یہ تو بہت رقم ہے ماسٹر۔"

"جتنی بھی ہے۔"

"تب آپ مجھے پانچ فیصد دے دیں۔"

"ہم بے ایمان نہیں ہیں۔" میں نے بڑے نوٹوں کی کئی گڈیاں الگ کرتے ہوئے کہا۔

"م۔ ماسٹر۔ ماسٹر۔ یہ میری ضرورت۔ میری توقع سے کہیں زیادہ ہیں۔" بشکن کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔

"قسمت کی بات ہے بشکن۔ انہیں جیب میں رکھ لو۔ تم نے اپنی قسمت ہماری قسمت کے ساتھ شامل کر دی تھی۔ ممکن ہے ہم بھی تمہاری قسمت سے ہی جیتے ہوں۔"

بشکن اب بھی ہچکچا رہا تھا۔ لیکن سردارے نے میرے اشارے پر گڈیاں اس کی جیب میں ٹھونس دیں۔

"بہت بہت شکریہ ماسٹر۔" بشکن نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو بشکن کو ان کی سخت ضرورت تھی۔"

"دوست کی حیثیت سے بشکن۔ ان میں سے اور جتنی چاہو لے لو۔"

"بائی گاڈ ماسٹر۔ یہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے اپنے سامنے کی شراب حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔ "ہاں سردارے اب کیا پروگرام ہے؟"

"جیسی مرضی۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"رات تنہا گزارنے کا ارادہ ہے ماسٹر؟"

"دل تو بہت چاہتا ہے بشکن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر اٹھو۔" بشکن نے کہا اور سردارے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ پھر ہم اٹھ گئے۔ بشکن نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ اس بار اس نے ایک لمبا سفر کیا اور پھر وہ ایک خوبصورت عمارت پر رکا اور اتر کر دروازہ کھول دیا۔ عظیم الشان عمارت میں رہائشی فلیٹ تھے۔ کئی منزلہ عمارت تھی۔ لیکن بشکن تیسری منزل پر اتر گیا۔ ہم بدستور اس کے ساتھ تھے۔ تب بشکن نے ایک دروازے پر لگی بیل بجائی۔ دروازہ کھولنے والی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی۔

"میڈم ہیریسا کے مہمان۔ کہہ دینا بشکن لایا تھا۔"

"آیئے جناب۔" عورت نے کہا۔

"او کے ماسٹر۔ آپ یہاں خوش رہیں گے۔ بشکن صبح دس بجے باہر مل جائے گا۔"

"شکریہ بشکن۔" میں نے کہا اور ہم بوڑھی کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ انتہائی خوبصورت فلیٹ

تھا۔ ہمیں اس کے ڈرائنگ روم میں پہنچادیا گیا۔ میں نے سردارے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم صوفوں پر گئے۔

"میں ابھی آئی جناب۔" بوڑھی نے کہا۔

"ارے تم کیا کرو گی بڑی بی۔ کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ بوڑھی باہر نکل تھی۔ میں نے صوفہ سے پشت لگالی۔

"استاد۔" سردارے نے آواز دی۔

"ہوں۔" میں نے اسی انداز میں آنکھیں بند کیئے کیئے کہا۔

"شرم آرہی ہے استاد۔" سردارے نخرے انداز میں بولا۔

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"بھاگ چلیں استاد۔"

"اچھا بکواس مت کرو۔"

"اوہو۔ اوہو۔ بس میں آپ کا موڈ معلوم کرنا چاہتا تھا استاد۔ اگر آپ کی خواہش ہے تو بہ مجال——" سردارے شرارت سے باز نہ آیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بہرحال میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھو دیر کے بعد بوڑھی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ چار لڑکیاں تھیں۔ چاروں جرمن تھیں اور اچھی خا شکل وصورت کی مالک تھیں۔

"ہیلو۔" انہوں نے باری باری اپنا تعارف کرایا۔ ہم دونوں غور سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ بہرحال باقاعدہ پروگرام سے تو آیا—— نہیں تھا' مقصد صرف وقت گذاری تھا چنانچہ میں نے کیٹی کو اشارہ اور وہ میرے پاس آبیٹھی۔

"میرے بارے میں کیا حکم ہے استاد؟" سردارے نے اردو میں پوچھا۔

"بکواس سے باز نہیں آؤ گے؟"

"استاد۔ استاد تم ہی فیصلہ کردو۔ زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آر سردارے نے کہا اور مجھے بھی شرارت سوجھ گئی۔

"میرا فیصلہ مان لو گے؟"

"بسروچشم۔ بسروچشم۔" سردارے نے بڑے خلوص سے کہا۔ اور میں بوڑھی کی طرف مخاطب ہوگ

"میڈم۔ آپ کا کیا نام ہے؟"

"میرا؟" بوڑھی نے کہا۔

"ہاں۔"

"زولیٹا زون پام۔" بوڑھی نے جواب دیا۔

"میرا ساتھی عجیب فطرت کا مالک ہے۔" میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ادھ سردارے کا چہرہ تاریک ہوگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کی شامت آگئی۔

"کیا بات ہے جناب؟" بوڑھی نے کہا۔

"اسے عمر رسیدہ عورتیں پسند ہیں۔ جانتی ہیں وہ اپنی زبان میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"کیا کہہ رہا تھا؟" بوڑھی کو بھی کچھ شک ہوگیا۔

"اس کی خواہش ہے کہ وہ آپ کے ساتھ رات گذارے۔"

"مم۔ میں۔ میرے ساتھ۔" بوڑھی بدحواس ہوگئی۔ "مذاق کر رہے ہیں مسٹر۔ مم میں۔" بوڑھی پریشان ہوگئی۔

"کیا حرج ہے۔ وہ کہتا ہے یہ لڑکیاں آپ کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"نہیں مسٹر۔ بائی گاڈ نہیں۔ ہمارا عمر ختم ہوگیا۔ اور۔ اور پھر۔ میں۔ اسے۔ میں شریف عورت ہوں۔ تم ہی سنبھالو اسے۔" بوڑھی جلدی سے ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ لڑکیوں کے ...نھوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

"استاد۔" سردارے نے حلق سے گہری سانس خارج کی۔

"دیکھا کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بڑا خطرناک مذاق کرتے ہو بعض وقت۔ اگر وہ تیار ہو جاتی تو۔ تو میرا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ دل بڑا کمزور ...یا ہے استاد۔" سردارے نے کہا۔

"بھئی مجھے تو وہی پسند آئی تھی تمہارے لیے۔"

"میری ایک رائے ہے استاد۔"

"وہ بھی بکو۔"

"کیوں نہ ان بے چاروں کو بھی اوپر بلالیں۔ نہ جانے کب سے ہمارے پیچھے پیچھے دم ہلاتے پھر رہے ہیں۔ لڑکیاں بھی تین ہیں وہ بھی کیا یاد کریں گے۔"

"ٹھیک ہے تم بلالاؤ انہیں۔"

"میں؟ یہ کام مشکل ہے۔"

"تب پھر انہیں چوکیداری کرنے دو رات بھر۔ اور اب تم جلدی کرو۔ لڑکیاں پریشان ہو رہی ہیں۔" ...میں نے کہا۔

"مس اودبلاؤ۔" سردارے نے ایک لڑکی کو مخاطب کیا۔ اور لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔

"لیڈ۔ بی لاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے نام کی تصحیح کی۔

"ٹھیک ہی ہے۔ ان دونوں سے کہہ دو واپس جائیں۔" سردارے بولا۔ اور لڑکی نے جرمن زبان میں اپنی ساتھیوں کو شاید واپسی کے لیے کہا۔ دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی واپس چلی گئیں تھیں۔

"مس اودبلاؤ۔" سردارے نے اپنی ساتھی لڑکی کو بڑے پیار سے پکارا۔

"لیڈ۔ بی۔ لاؤ۔" اس نے پھر تصحیح کی۔

"ہرگز نہیں۔ اودبلاؤ۔" سردارے نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"کیا ہم اسی ڈرائنگ روم میں انڈے دیں گے؟"

"اوہ۔ نہیں ڈیئر۔ آؤ آرام کریں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے سردارے کو آنکھ مار ...سردارے شرمانے کی بھونڈی اداکاری کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ "جی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" میں ...اپنی ساتھی سے پوچھا۔

"حکم دیں جناب۔"
"نام نہیں بتایا آپ نے؟"
"بتا چکی ہیں' آپ بھول گئے۔"
"اوہ۔ کیٹی۔ ہاں۔ تو ڈیر کیٹی اب میں بھی آرام کروں گا۔"
"آیئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔
رات قابل ذکر نہ رہی۔ دونوں جرمن لڑکیاں ٹھیک ہی تھیں۔ سردارے نے بھی کوئی خاص بات نہ بتائی۔ ہم نے انہیں اچھی خاصی رقم دی اور پھران سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے نیچے اتر آئے۔
اور خوب تھا اپنی بات کا پکا بشکن بھی۔ نہ جانے کب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ البتہ ہمیں اپنے دوست کہیں نظر نہ آئے۔ شاید ہماری مصروفیات پر لاحول پڑھ کر چلے گئے تھے۔
بشکن ہمیں دیکھتے ہی ہماری طرف لپکا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔" اس نے گرمجوشی سے کہا۔
"ہیلو بشکن۔ ٹھیک۔ ہم اس کی ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے بولے۔"
"رات کیسی رہی؟" بشکن نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔
"عمدہ۔" میں نے مختصر جواب دیا۔
"آپ کہیں باہر سے آئے ہوئے ہیں جناب؟"
"ہاں۔ کیوں؟"
"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟" اور میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام بتایا۔
جب تک یہاں موجود ہیں صاحب' میری خدمات ہی حاصل کریں۔"
"ٹھیک ہے۔"
"اب کہاں چلوں؟"
"بس ہمارے ہوٹل پہنچا دو۔"
"وہ ہوٹل تو ایسا ہی ہے صاحب۔ آپ کسی اچھے سے ہوٹل میں کیوں نہیں ٹھہرتے؟"
"بس وہی ٹھیک ہے بشکن ہم اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔
"اوہ۔ مگر میرا خیال ہے۔"
"اس رقم کا کیا ٹھکانہ۔ ممکن ہے آج رات تک خرچ کر دیں۔"
"اوہ۔ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" بشکن بلاوجہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے ہمیں ہوٹل چھوڑ دیا۔ سردار نے اسے ایک نوٹ دیا۔
"ارے نہیں جناب۔ آپ نے مجھے بہت دے دیا ہے۔ اب جب تک آپ یہاں رہیں گے' میں آ سے کچھ نہیں لوں گا۔"
"لے لو بشکن۔ ابھی لے لو۔ ممکن ہے بہت جلد ایسا وقت آجائے کہ ہم تم سے کھانا بھی طل کریں۔"
بشکن حاضر ہے صاحب۔ بس اب میں کچھ نہیں لوں گا' اور اب میں کس وقت آجاؤں؟"
"شام کو چھ بجے۔"
"اس وقت تک ہوٹل ہی میں رہیں گے؟"

"ہاں۔"
"اوکے۔ میں شام کو پہنچ جاؤں گا۔" بشکن نے کہا اور ٹیکسی اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ ہم دونوں کمرے کی طرف چل پڑے۔ اور پھر کمرے میں پہنچ گئے۔ سردارے نے دروازہ بند کیا۔ میں چاروں ں دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں جلدی سے باتھ روم کی طرف گیا۔ ٹب ہ توپائی تھا نہ ڈکٹوفون۔
میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا' جو میری پشت پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اشارہ سے یا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن سردارے بھی محتاط تھا' اس کے بعد ہم نے نہایت احتیاط سے حسب ل ایک ایک انچ جگہ کا جائزہ لیا۔ میزیں اور بستر بھی اوپر نیچے سے دیکھے۔ لیکن اس بار سب ٹھیک تھا۔ لوگوں کو احساس ہو گیا تھا کہ ہم کچے لوگ نہیں ہیں۔"
"میرا خیال ہے سب ٹھیک ہے سردارے۔"
"ہاں استاد بظاہر تو۔"
"نہیں۔ اب وہ اس قسم کی حماقت نہیں کریں گے۔"
"ہوں۔" سردارے نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ لیکن استاد۔ بہرحال وہ ہماری طرف سے زیادہ ا ہو گئے ہوں گے۔ اور اب وہ اور گہری چالیں چلیں گے۔"
"خوفزدہ ہو سردارے؟"
"ذلیل مت کرو استاد۔ تم نے سردارے کو کبھی خوفزدہ دیکھا ہے؟"
"پھر کیا بات ہے؟"
"کچھ بھی نہیں استاد۔ بس میں سوچ رہا تھا کہ مقابلے کا یہ انداز کس قدر دلچسپ ہے۔ لیکن اب ہمیں لا سخت مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ ایک طرح سے یہ ان کے لیے چیلنج ہے۔"
"بالکل ٹھیک۔"
"ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔"
"بے حد ضروری ہے۔"
"تب استاد' ایک بات کہوں۔"
"کہہ دو۔"
"مسٹر بشکن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"لوہ۔ میں پر خیال انداز میں سردارے کی شکل دیکھنے لگا۔
"کیا یہ ان کا آلہ کار نہیں ہو سکتا؟"
"غور کر رہا ہوں سردارے۔ لیکن ہم نے ایک ایسی ٹیکسی روکی تھی۔ جو اسی وقت خالی ہوئی تھی۔"
"میں تسلیم کرتا ہوں استاد۔ لیکن بعد میں؟ ظاہر ہے وہ لوگ ہمارے پیچھے تھے۔ وہ صاحب اقتدار ہیں' کن ہے انہوں نے بشکن سے بعد میں رابطہ قائم کیا ہو۔ وہ اسے مجبور بھی کر سکتے ہیں۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بہرحال سردارے' وہ اتنا عمدہ آدمی ہے' اس لیے ہم اس کے لاف تو کچھ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ اس سے محتاط رہیں۔"
"ٹھیک ہے استاد۔"

"لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہاں پڑے پڑے کیا کریں؟"
"کیا مطلب؟"
"غلام سیٹھ اس بار لمبے ہی چکر میں پڑ گیا ہے۔ اگر اسے یہاں کوئی آسانی ہوتی تو وہ کسی نہ کسی طر
سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش ضرور کرتا چنانچہ اب غلام سیٹھ سے ملاقات کی توقع فضول ہی ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔
"چنانچہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"
"اوہ۔" سردارے نے ہونٹ سکوڑ لیے۔
"کیوں۔ تمہارے ذہن میں کچھ اور ہے؟"
"ہرگز نہیں استاد۔ بس ایک خیال ہے۔"
"کیا؟"
"یہاں کے حالات سوئٹزر لینڈ سے مختلف ہیں۔ یہاں ہم ان لوگوں کی نگاہ میں ہیں۔"
"مجھے احساس ہے سردارے۔ بہرحال ابھی تو کوئی پروگرام بھی ہمارے ذہن میں نہیں ہے۔ لی
پروگرام بھی بنائیں گے' اسی طرح بنائیں گے کہ ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔"
"ٹھیک ہے استاد۔ سردارے کے سپرد اس کی ڈیوٹی کرو۔"
"فی الحال صرف آرام۔" میں نے کہا۔ اور خود بھی مسہری پر لیٹ گیا۔ اور درحقیقت ہم دن بھ
کرتے رہے۔ شام کو تقریباً سات بجے جاگے تھے۔ طبیعت بوجھل تھی' غسل کیا اور پھر حسب معمول
کی۔ ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی' ورنہ مصیبت میں پھنس جاتے۔
لیکن اب ان لوگوں نے چھوٹے کام چھوڑ دیئے تھے۔ یقیناً وہ کسی بڑی تاک میں ہوں گے ا
بہرحال اُن کے ہر داؤ سے بچنا چاہتا تھا' نہانے کے بعد طبیعت کافی بشاش ہو گئی تھی۔ ہم نے چائے منگ
چائے کے دوران میں نے سردارے سے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے سردارے؟"
"جو استاد کا؟"
"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔"
"اگر کوئی اور کام نہ ہو تو پھر ایک ہی ضروری کام رہ جاتا ہے۔ اور پھر رات کی بات۔"
"ہوں۔" میں مسکرا دیا۔ اور سردارے مسخرے پن سے میرے پاس آ بیٹھا اور میرے پاؤں دبا
"ارے۔ ارے۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔"
"استاد کی خدمت کر رہا ہوں۔ فیض ہی ملے گا۔"
"اچھا اٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ لباس وغیرہ ہم تبدیل کر ہی چکے تھے۔ کرنس
میں ٹھونسی' اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن دروازے پر میں ٹھٹھک گیا۔
"کیوں استاد؟"
"ہمیں عقبی دروازے سے نکلنا چاہیے۔"
"اوہ۔ کیوں؟"
"افوہ۔ تمہیں بشکن یاد نہیں رہ گیا۔"
"سوری استاد۔ ہاں ٹھیک ہے۔" سردارے نے دانتوں میں زبان دبا کر کہا۔ اور پھر ہم ہوٹل

وازے سے باہر نکل آئے۔
"شکن دھوکا کھا جائے۔ ٹھیک ہے لیکن مجھے یقین تھا کہ میرے نگراں اس رخ سے غافل نہیں ہوں
یں میں نے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی' لیکن اس وقت ناکام رہا۔ بہرحال ہم لمبا فاصلہ طے کرکے
ک پر نکل آئے اور سڑک پر آنے کے بعد بھی کافی دور تک پیدل چلتے رہے۔ "ہاں۔ اب بتاؤ سردارے
یا پروگرام ہے۔"
"کہہ چکا ہوں۔ استاد کے سامنے بولنے کی جرات نہیں کر سکتا۔" سردارے نے کہا۔ "کل والی جگہ تو
نا حماقت ہے۔"
"اوہ۔ پھر استاد؟"
"تم وہیں جانے کے خواہشمند ہو؟"
"ابھی تو وہاں بہت سے اچھے چہرے ہیں استاد۔"
"لیکن سردارے۔ نہ جانے کیوں ان لوگوں سے کراہیت ہوتی ہے۔ نہ جانے کیوں ان کے ساتھ وقت
ذارتے ہوئے ایک کمینے پن کا سا احساس ہوتا ہے یقین کرو ہم خود کو برص کا مریض سمجھنے لگے ہیں۔ ایک
یا مجبور انسان جو شدید بھوک میں مبتلا ہو کر غلاظت کے ڈھیر میں خوراک تلاش کرنے لگتا ہے۔"
"اوہ۔ تو پھر لعنت بھیجو استاد۔"
"نہیں۔ اگر تم میری وجہ سے ——"
"ارے نہیں استاد۔ اس سے پہلے کبھی غور نہیں کیا۔ لیکن ٹھیک ہی کہہ رہے ہو استاد۔ واقعی۔
اقعی۔ استاد اب تو سردارے تمہارے ہی ذہن سے سوچنے لگا ہے۔"
"تو پھر طے ہوئی یہ بات؟"
"ہاں' اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟"
"پھر کہاں چلیں؟"
"یہ بھی استاد کی مرضی پر منحصر ہے۔"
"تب پھر آؤ۔ انہی لوگوں کو تلاش کریں' جن کے ساتھ زندگی ہوتی ہے۔ لیکن انہیں تلاش کرنا پڑے
گا۔"
"اوہو۔ کالی دیوی کے پجاریوں کو؟"
"ہاں۔"
"ویری گڈ استاد۔ درحقیقت ان لوگوں میں ہیرے ملتے ہیں۔ اور ہیرے بہرحال شیشے کے ان چمکدار
نگینوں سے کہیں عمدہ ہوتے ہیں۔" سردارے نے آمادگی کا اظہار کیا اور ہم کالے سونے کے تاجروں کی
تلاش میں چل پڑے۔ جگہ جگہ پھرتے رہے' سڑکوں پر آوارہ گرد نظر آئے۔ اور بہرحال ان سے بلیک پول کا
پتہ معلوم ہو گیا۔
بلیک پول کا علاقہ فرینکفرٹ کے مشرقی حصے میں شہر سے تقریباً تیس میل دور واقع تھا۔ سنسان سڑک کا
ایک حصہ عبور کرکے تاڑ کے درختوں کے طویل سلسلے کے بعد یہ علاقہ تھا۔ بلیک پول ایک جھیل کا نام تھا جس
کے گرد خیموں کی آبادی تھی۔ بہرحال رات کے وقت ٹیکسی والے یہاں آتے ہوئے الجھتے تھے لیکن ہم نے
ایک ٹیکسی ڈرائیور کو تیار کر لیا اور اس نے ہمیں اس حصے میں پہنچا دیا۔ راستے میں ہم نے بہت سی کاریں

آتے جاتے دیکھی تھیں۔ جس کا مطلب تھا کہ وہاں آمدورفت رہتی ہے۔ یوں ہم خیموں کے شہر پہنچ

"استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔"

"یہ تو دوسرا پی گوڈے ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"کمال ہے۔ ہم اس علاقے سے دور رہے۔ اور دیکھو استاد غول کے غول موجود ہیں۔" سردار ہپی لڑکیوں کے ایک غول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور ہم اور سردارے خیموں کے اس شہر کی آوارہ گردی کر یہاں بجلی موجود تھی' لیکن اس کا استعمال محدود تھا۔

خیموں کے درمیان اندھیرا تھا' یا پھر مشعلیں روشن کی گئی تھیں آوارہ گردوں کے گروہ مجمع لگا تھے۔ ہوا چل رہی تھی۔

سردارے ان ساری چیزوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا خیموں کے درمیان بازار بھی تھے' جہاں کھا پینے کی چیزیں اور دوسری ضروریات موجود تھیں۔

پورے علاقے کا سرسری جائزہ لینے کے بعد میں نے گردن ہلائی اور سردارے کو پکارا۔ "گر باس۔" سردارے حسب معمول سرگوشی کے عالم میں بولا۔

"میرا خیال ہے یہاں رہائش کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے استاد۔"

"پھر شہر کے ہنگاموں سے دور چند روز کے لیے یہ جگہ کیوں نہ آباد کی جائے۔"

"نہایت فہیمانہ خیال ہے۔"

"ہمارے دوستوں کو بھی پریشان نہ ہونا پڑے گا۔"

"ہاں۔ بے چارے یہاں چرس پئیں گے اور ہماری نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہاں شہر میں بلاوجہ پریشا ہوتے پھرتے تھے۔" سردارے نے ہمدردی سے کہا۔

"میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اب کیا بیچوں؟" اپنے عقب میں ہمیں بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ اور چونک پڑے۔ پلٹ کر دیکھا۔ تو ہڈیوں کا ایک ڈھیر نظر آیا' جسے انسان کہا جا سکتا تھا۔ بے حد دبلا پتلا۔ چار طرف ہڈیاں ابھری ہوئیں۔ وہ ہم سے مخاطب نہیں تھا' کچھ مجنونانہ سا انداز تھا۔

"اب تک کیا بیچتے رہے ہو بھائی؟" سردارے نے اس سے پوچھا۔

"ایں؟" اس نے ہمیں دیکھا۔ "اب تک کیا بیچا ہے؟" سردارے نے اپنا سوال دوہرایا۔

"سب کچھ بیچ چکا ہوں۔ پہلے والدین کی' خاندان کی عزت بیچی۔ پھر شرافت' اپنی خودی' اپنی آن پھر جو سامان ساتھ تھا' وہ بیچا۔ اور پھر آہ۔ ضرورت کے گہرے سوراخ کبھی نہیں بھرتے اس کے بعد۔ اس بعد خون بیچا۔ سارا خون بیچ دیا۔ اب ان ہڈیوں سے خون بھی نہیں نکلتا۔"

اس نے انگلی سے سینے کی ہڈیاں بجائیں۔

نہ جانے کیوں خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ عجیب سوز تھا اس شخص کی آواز میں کا نہ جانے کون سا حصہ متاثر ہو گیا تھا "مگر۔ اب۔ اب کیا بیچوں۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کاش ہڈیوں

ن بھرا ہوا ہوتا۔ کاش۔ کاش۔" وہ آہستہ آہستہ کراہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

سردارے کی زبان بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے جانے والے کو دیکھ رہا تھا۔ "اسے روکو ے۔" میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

اور سردارے کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف دوڑا۔ "سنو۔ سنو۔" اس نے مدقوق کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اوہ۔" وہ رک گیا اور چندھیائی ہوئی نگاہوں سے سردارے کو دیکھنے لگا۔

"میں اس قابل نہیں ہوں۔ دوست۔ پہلی بات یہ کہ میں نشے میں نہیں ہوں' دوسری بات یہ کہ قلاش کیا ان دونوں خوبیوں کے بعد بھی تم میری کمپنی پسند کرو گے؟"

"ہاں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"شاید تم بھی ہوش میں ہو۔ ہوشمند لوگ ایسی ہی احمقانہ باتیں کرتے ہیں۔" اس نے ہنسنے کی کوشش ند نقیہہ آوازیں اس کے منہ سے نکلیں اور وہ ہل کر رہ گیا۔ "آؤ۔" سردارے نے اس کا بازو پکڑتے کہا۔ اور وہ اسے لے کر میرے پاس آ گیا۔ "کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے۔ دوست؟" میں نے نرمی ا۔

"دیکھو۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ تم سے بہت سی باتیں کروں۔ بڑی ادبی گفتگو کر سکتا ہوں میں' بہت سی ں سنا سکتا ہوں' لیکن اس وقت مجھے بولنے میں بھی قباحت ہو رہی ہے۔ میں تمہارا بہترین دوست بن گا۔ لیکن میری دوستی کی قیمت اس وقت چند سکے ہیں۔ صرف اتنے کہ ان سے کھانے پینے کی کوئی چیز ی جا سکے۔ کیا تمہاری جیب میں یہ سکے ہیں۔ اگر ہیں تو جلدی سے مجھے دو۔ اور میری دوستی خرید لو۔ اور ہمارے پاس بھی کچھ نہیں ہے تو جاؤ۔ میرا اور اپنا وقت برباد مت کرو۔ میں بھلا اس وقت دوستی کے ہوں؟"

"تم یہاں بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانے کو کچھ منگواتا ہوں۔"

"اوہ۔ واقعی؟ کیا تم درست کہہ رہے ہو؟" وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا۔

"سردارے جو کچھ بھی ملے جلدی لے آؤ۔"

"اوکے۔" سردارے نے کہا۔

"کچھ لینے جا رہے ہو دوست؟" وہ بے صبری سے بولا۔

"ہاں۔ کیوں؟" سردارے ٹھٹھک کر بولا۔

"جو بھی لاؤ جلدی۔ پلیز ذرا جلدی۔ ایسا نہ ہو کہ واپس آؤ۔ تو میں اس جہان میں ہی نہ ہوں۔ کچھ ایسی یت ہو رہی ہے میری جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"بس ابھی آیا۔" سردارے نے کہا۔ ہمدرد انسان دوڑتا ہوا گیا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔

"بس۔ اب انتظار شروع ہو گیا ہے۔ امید بندھ گئی ہے۔ یہ لمحات زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ مجھے خاموش کی اجازت دو گے۔" اس نے ہونٹوں کے کھنچاؤ کے درمیان کہا۔ شاید مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم اس ٹیلے سے ٹیک لگاؤ۔ خاموش رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اس نے مٹی کے اس ڈھیر سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں' جس کے نزدیک ہم کھڑے ہوئے تھے۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ چند ساعت وہ آنکھیں بند کیے اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور پھر اسی طرح بولا۔

"بڑے ہمدرد انسان ہو۔ اس دنیا میں کیسے جی رہے ہو؟"

"کیوں؟ مشکل ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ناممکن۔ مشکل بہت معمولی لفظ ہے۔"

"تمہارے تجربے تلخ ہیں؟"

"میری بات مت کرو۔ میں تو انسانوں کی صف سے ہی نکل گیا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر آ
کھول کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہیں اس راستے کی طرف اٹھ گئیں جدھر سردارے گیا تھا۔

"بس آتا ہی ہوگا۔" میں نے اسے تسلی دی۔

"سنو۔ تم مجھے بیکر کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

"گڈ۔ میرا نام ایڈورڈ ہے۔ اور میرا ساتھی پنٹو۔"

اس نے سر ہلانے کی کوشش کی اور پھر دونوں ہاتھوں سے پیشانی تھام لی۔ شاید سر ہلانے سے
تھا۔ چند منٹ اور گذر گئے پھر دور سے سردارے دوڑتا ہوا نظر آیا۔ اور میں نے اس کے آنے کی خو
سنائی۔

سردارے نے خوراک کے پیکٹ اس کے سامنے کھول دیئے۔ اور بیکر نے کانپتے ہاتھوں
شروع کر دیا۔ اس وقت وہ واقعی حواس کھو بیٹھا تھا اور دنیا و مافیہا کو بھول کر کھا رہا تھا۔

"بہت بھوکا ہے سردارے۔" میں نے اردو میں کہا۔

"ہاں۔" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور پھر بولا۔ "نہ جانے کب سے بھوکا ہے اسے
خوراک نقصان نہ دے جائے۔"

"کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔ کھانے دو۔"

ہم دونوں خاموش رہے۔ اور پھر خوب شکم سیر ہو کر اس نے پانی مانگا۔ سردارے نے پانی کی بو
اسے پانی دیا۔ پانی پیتے ہی وہ نیم مردہ سا ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔

"اب اس سے کوئی بات چیت مشکل ہے۔ ہمیں دوسرے انتظامات کرنا چاہئیں۔"

"اگر یہ ہوش میں ہوتا تو ہم اس سے یہاں کے بارے میں معلوم کرتے۔ بہرحال تم جا کر پتہ
یہاں خیمے وغیرہ مل جاتے ہیں۔"

"او کے باس۔" سردارے مستعدی سے بولا۔ اور پھر وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے
سردارے اس معاملے میں لاکھ روپے کا آدمی تھا۔ جب کام کرنے پر آتا تو اس کی کارکردگی انتہائی
ہوتی تھی۔

میں تشویش ناک نگاہوں سے بیکر کو دیکھنے لگا۔ پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ گفتگو سے ہی ا
تھا۔ صورت شکل بھی اس زمانے میں اچھی ہوگی جب چہرے پر گوشت ہوگا۔ اب تو کچھ نہیں
بہرحال انسانیت کی اس بے قدری پر میں لرز کر رہ گیا تھا۔ یوں تو قدم قدم پر زندہ مردے نظر آتے
بعض اوقات ایسی شکلیں بھی نظر آجاتی ہیں جنہیں ذہن نظر انداز نہیں کر سکتا یہی کیفیت اس
تھی ورنہ میں اب متاثر ہونے والوں میں سے نکل گیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد سردارے واپس آتا نظر آیا۔ اس کے پاس کینوس کا اسٹریچر بھی تھا
قریب آ کر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا رہا؟" میں نے پوچھا۔

"خیمے حاصل کرنا تو بہت آسان کام ہے استاد۔ بڑی آسانی سے مل گیا۔" اس نے جتایا۔

"یہ اسٹریچر؟"

"ادھار مل گیا ہے۔ البتہ ان کے پاس کوئی آدمی نہیں تھا۔ مگر کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم دونوں اسے لے
چلیں گے۔" سردارے نے اسٹریچر زمین پر رکھتے ہوئے کہا۔ "وری گڈ۔ یہ تم نے عمدہ کام کیا ہے
سردارے۔" میں نے سردارے کی مدد سے بیکر کو اسٹریچر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ بیکر اب بالکل بے ہوش ہو گیا

"ویسے وقت ہوتی۔"

"ہاں۔ مگر تم بور تو ہوئے ہو گے سردارے؟"

"کیوں استاد؟"

"تفریح کرنے آئے تھے۔ اور یہ مصیبت گلے پڑ گئی۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ اس
کی خاموشی کچھ عجیب تھی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "کیا خیال ہے۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔"

"کیا کہوں استاد۔ بس یوں سمجھ لو کبھی کبھی خود کو انسان سمجھنے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن پھر جب اپنی ذات
کی گہرائیوں میں جھانکتا ہوں تو شرم آجاتی ہے اور میں خود کو یقین دلانے لگتا ہوں کہ انسانیت سے میرا کیا
واسطہ۔ لیکن۔"

"ارے۔ تم سنجیدہ ہو گئے سردارے۔"

"نہیں باس۔ غلط تو نہیں کہہ رہا۔" سردارے نے افسردگی سے کہا اور میں بھی خاموش ہو گیا۔ خود
میری کیفیت بھی تو سردارے سے مختلف نہیں تھی۔ سردارے تو پھر بھی کسی حد تک ٹھیک تھا۔ لیکن میں۔

ہمارا خیمہ زیادہ دور نہیں تھا۔ یہاں چھوٹے بڑے ہر قسم کے خیمے تھے۔ سردارے نے تین آدمیوں کی
گنجائش کا خیمہ لیا تھا۔ اندر کینوس کے تین فولڈنگ بیڈ تھے۔ ایک ٹیبل اور چند کرسیاں۔ ویسے تینوں بستر
بچھانے کے بعد خیمے میں گنجائش نہیں رہتی تھی' بس اسی وقت تینوں بستر بچھائے جاتے تھے' جب سونا ہی ہو۔
بہرحال عمدہ جگہ تھی۔ پینے کے پانی کا کولر بھی رکھا ہوا تھا ہم نے بیکر کو ایک بستر پر ڈال دیا۔ اور پھر اسے
چادر بھی اوڑھا دی۔ تب سردارے نے میری طرف دیکھا۔

"آؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں استاد؟"

"کیوں؟ کیا پروگرام ہے۔ کیا اب خیمے میں ہی رہو گے؟"

"ممکن ہے اسے ہوش آجائے۔"

"ٹھیک ہے اس کا' ہم کیا کریں۔"

"استاد۔"

"اوہ۔ یہ مر نہیں گیا۔ کھا پی کر بے ہوش ہو گیا ہے۔ اب اتنی آدمیت بھی خود پر اچانک لادی نہیں
جا سکتی کہ گردن ٹوٹ جائے آؤ۔ وہ آرام سے ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور ہم دونوں خیمے سے باہر نکل
آئے۔

سردارے خاموش تھا۔ ہم دونوں خیموں کے درمیان چلتے رہے۔ تب میں نے اس خاموشی سے اکتا کر

سردارے کو جھنجھوڑا۔ "یہ تم نے خود پر سوگ کیوں طاری کرلیا ہے۔"

"اوہ۔ سوگ نہیں استاد۔ سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔ وہ اب ٹھیک ہے۔ ہوش آنے پر کل اس سے گفتگو کریں گے۔"

"اس وقت اس کے بارے میں نہیں' تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں استاد۔"

"کوئی فضول ہی بات ہوگی۔ اسے ذہن سے نکال دو۔ کسی سے رابطہ قائم کرو۔ اب تفر
چاہیے۔" میں نے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

پھر ہم دونوں لوگوں کے اجتماع میں گھسنے لگے کئی گروہ دیکھنے کے بعد ایک جگہ کھڑے ہوگئے۔ یہا
اچھی شکلیں نظر آئی تھیں حسب معمول منشیات کا استعمال ہو رہا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں نشے میں م
رہے تھے۔ ایک دراز قد ہپی کے گلے میں ایک پرانا سا گٹار دیکھ کر میں نے ایک ترکیب سوچی۔

ان لوگوں کی ہمدردیاں اور دلچسپی حاصل کرنے کے لیے گٹار بہترین سہارا ہے۔ لیکن ابھی میں
رہا تھا کہ وہی ہپی میدان میں آگیا اور اس نے گٹار بجانا شروع کردیا۔ ایک دوسرا بے سرا ایک اسے
گیت گانے لگا۔ اور دیوانے اسی پر مست ہوگئے۔ رات کافی گذر گئی۔ ہوش و حواس رخصت ہوچکے
اس لیے کافی رات گئے تک ہمیں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا' جسے جلیس بنایا جاسکتا۔ سردارے بھی اب
تک بور ہونے لگا تھا۔

"استاد۔" اس نے مجھے پکارا۔

"ہاں۔"

"کیوں رات کالی کررہے ہو۔ میرا خیال ہے چل کر آرام کریں۔"

"ہم بوڑھے ہوگئے ہیں سردارے۔" میں نے کہا۔

"کیوں استاد؟"

"شکار کرنے میں سست ہوگئے ہیں اور ناکام رہنے لگے ہیں۔"

"شکار کو اب بھی دبوچا جاسکتا ہے استاد۔ لیکن ان کے قرب سے کیا فائدہ جو صبح صورت بھی نہ
سکیں۔" سردارے نے کہا۔

"گویا جنگل میں رات ہوگئی ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہی بات ہے۔"

"تو آؤ' واپس چلیں۔"

"چلو استاد۔" سردارے خود بھی تھکا تھکا نظر آرہا تھا۔ ہم دونوں واپس اپنے خیمے کی طرف چل پڑ
اور تھوڑی دیر کے بعد خیمے پر پہنچ گئے۔

بیکر آرام سے سو رہا تھا۔ اس کی سانسیں معتدل تھیں۔ سردارے نے جھک کر اسے دیکھا۔ ا
سیدھے ہو کر ایک گہری سانس لی۔

"اب یہ نارمل ہے استاد۔" اس نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور ہم دونوں اپنے بستر
سونے کے لیے لیٹ گئے۔

عجیب سی رات تھی۔ حالانکہ موسم خوشگوار تھا۔ نہ سردی تھی نہ گرمی' لیکن رات کچھ خوش
تھی۔ یا پھر ہماری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔ میں کافی دیر تک جاگتا رہا۔ پھر نہ جانے کب آنکھ لگی

جب تک جاگا تھا' محسوس کیا تھا کہ سردارے بھی جاگ رہا ہے۔ لیکن نہ ہی اس نے مجھے مخاطب کیا اور
یں نے اسے۔

رات کی کسر دن میں پوری ہوگئی۔ جب تک دل چاہا سوتے رہے خوب وقت گذر گیا تھا' تب آنکھ
لی۔ سردارے بھی کروٹیں بدل رہا تھا۔ میں آنکھیں کھول کر خیمے کی چھت کو تکتا رہا۔ ذہن پوری طرح
کے اثر سے آزاد ہوا تو بیکر یاد آیا۔ میں نے چونک کر اس کے بستر کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے اٹھ کر
گیا۔ بیکر اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔

"مجھے ڈھونڈ رہے ہو دوست۔" بائیں سمت سے آواز آئی۔ اور میں نے چونک کر دیکھا۔ بیکر کینوس
اسٹول پر بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔

ہڈیوں کے اس ڈھانچے کی مسکراہٹ بہت دلکش تھی۔ پیشانی چوڑی تھی۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں میں
ت تھی۔ اور چہرے پر کسی حد تک شرافت بھی۔ وہ اٹھ کر میرے قریب آگیا۔ اور پھر میرے پیروں کے
ں بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو بیکر؟"

"ٹھیک ہوں دوست۔"

"رات تو تمہاری حالت کافی بگڑ گئی تھی۔"

"ہاں۔" اس نے مختصراً کہا۔

"اب تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"نہیں میرے محسن۔ اب ٹھیک ہوں۔ اور کئی دن تک ٹھیک' رہ سکتا ہوں۔" اس نے مسکراتے
دئے کہا۔

"بہرحال مجھے خوشی ہے۔"

"اس دور کے بدلے ہوئے لوگ ہو۔ عام لوگوں سے مختلف۔ مجھے خیمے میں لانے میں تمہیں کافی دقت
وئی ہوگی۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"میں نے وہ اسٹریچر دیکھا ہے۔"

"اوہ۔ بہرحال تمہارے لیے وہ ضروری تھا۔"

"ایک بات کہوں۔ فریب تو نہ سمجھوگے؟"

"نہیں۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گذارنا چاہتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ تمہارے اوپر بوجھ نہ بنوں۔
لیکن——"

"تم ہمارے اوپر بوجھ نہیں ہو بیکر۔"

"شکریہ میرے دوست۔" میں تمہارے خادموں کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہیں مجھ
ے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ جو کام کراؤ گے کروں گا۔"

"بچوں کی طرح باتیں مت کرو بیکر۔ ہم نے تمہیں دوستوں میں جگہ دی ہے۔ خادموں میں نہیں۔ اور
دتی ان ساری باتوں سے مبرا ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکالی۔ اسی وقت سردارے جاگ

اٹھا۔ جاگتے ہی اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تھی اور وہ بکر کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر خوش ہو گیا۔
"ہے۔ بکر۔" اس نے امریکنوں کے سے انداز میں ہانک لگائی۔
"ہیلو مسٹر ہنتو۔" بکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سردارے نے بستر سے چھلانگ لگا دی۔
"تم ٹھیک ہو بکر؟"
"ہاں۔ آپ لوگوں کی مہربانی سے۔"
"ویری گڈ۔ ساری تھکن دور ہو گئی تمہیں ٹھیک دیکھ کر۔"
"آپ دونوں بڑے مہربان ہیں جناب۔" بکر نے احسان مندی کے جذبات سے کہا۔ "ضروریات ز
سے فارغ ہو لیا جائے۔ پھر باتیں کریں گے سردارے۔ اس کے بعد تمہیں ناشتے کا بندوبست بھی کرنا ہے
"او کے باس۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر ہم تینوں اپنے اپنے مشاغل سے فارغ ہو گئے۔ سردا
ناشتے کا بندوست کرنے چلا گیا تھا۔
"آپ دونوں میں کیا رشتہ ہے جناب؟"
"بس دوستی کا رشتہ۔ اور یہ رشتہ بہت سے رشتوں سے مضبوط ہوتا ہے۔"
"ہاں۔ شاید۔"
"شاید کیوں۔ تم اس بات سے متفق نہیں ہو؟"
"اس کی وجہ ہے۔"
"کیا؟"
"مجھے کوئی دوست نہیں مل سکا۔"
"اوہ۔ یہ دکھ کی بات ہے۔"
"ہاں۔ آپ دونوں کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے۔"
"پوری زندگی میں دل کی گہرائیوں سے چاہنے والا ایک دوست بھی مل جائے بکر۔ تو سمجھ لو
بیکار نہیں۔ دوست ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے۔"
"ہاں۔ میں اس بات کا وزن محسوس کر سکتا ہوں۔ ویسے آپ دونوں؟"
"ہم وطن۔ اور ہم مذہب بھی ہیں۔"
"خوب۔ سفر کا مقصد؟"
"آوارہ گردی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"لیکن آپ روایتی آوارہ گرد نہیں معلوم ہوتے۔"
"روایتی؟"
"ہاں۔ کیا آپ ترلوکا کے پیرو ہیں؟"
"نہیں۔ اور تم؟"
"پہلے متاثر ہوا تھا۔ اب نہیں ہوں۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ "تم سے تمہار
سنیں۔ ہنتو واپس آ جائے۔ وہ بھی اتنی ہی دلچسپی رکھتا ہے۔"
بکر خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں اداسیاں لہرا رہی تھیں۔ بہرحال میں ابھی تک اس۔
نہیں ہوا تھا۔ نہ جانے یہ تبدیلی میرے اندر کیوں آ گئی تھی۔ حالانکہ مجھے المیوں سے نفرت تھی۔ میرا

ایک المیہ تھی۔ اور جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ میرے المیے کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے' تو پھر مجھے ساری
ے نفرت ہو جاتی تھی۔
نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بکر کب اس نفرت کا شکار ہو جائے لیکن اور بات بھی ہے۔ آج تک مجھے ایسی
ں ٹکراتی رہی تھیں جو میرے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش مند ہوتی تھیں۔ مردوں میں ایک بھی ایسا
لا تھا۔ اور اگر ملا تھا تو سردارے اور سردارے کی مثال سامنے تھی۔ میں آج تک اس سے بیزار نہیں ہوا
بلکہ اب میں اس کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی خیال بھی نہیں رکھتا تھا۔ یہ خود سردارے کی اپنی خوبی
میری نہیں۔ ممکن ہے بکر بھی میرے لیے ایسا ہی ثابت ہو۔ بہرحال ابھی تو میں اس سے ہمدردی رکھتا

تھوڑی دیر کے بعد سردارے ناشتے کا سامان لے کر آ گیا۔ اور ہم تینوں ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ بکر کی
ھوں میں احسان مندی کے آثار تھے۔
پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ بکر خاموش تھا۔
"کیا خیال ہے بکر؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
"جو حکم ماسٹر۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
"میرا مطلب ہے کسی اور شے کی ضرورت؟"
"اوہ۔ کسی اور شے سے کیا مراد ہے ماسٹر؟"
"میرا مطلب ہے چرس وغیرہ۔"
"ناپائیدار چیز ہے مسٹر ایڈورڈ۔"
"کیا مطلب؟"
"پہلے خود میں بھی یہی سوچتا تھا' دوسروں کی مانند کہ چرس دنیا کی سب سے اہم و سب سے ضروری شے
ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے مزہ' بے مصرف ہے۔ اور یہ کہ۔ انسان کے لیے روٹی کیا اہمیت رکھتی ہے۔
ں زندگی ہے۔ لیکن۔ یہ اس وقت کی بات ہوتی ہے' ماسٹر جب روٹی موجود ہوتی ہے اور اس کی کمی نہیں
تی۔ میں نے پچھلے پانچ دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔"
"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔
"ہاں۔ غذا کا ایک دانہ بھی نہیں۔" بکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور ماسٹر یہ کیفیت نئی نہیں ہے۔
پچھلے کئی ماہ سے یہی حالت ہے۔ دراصل مجھے بھیک مانگنا نہیں آتا۔"
"درست ہے۔"
"اس کے بعد میں نے خون بیچنا شروع کر دیا اور کام چلنے لگا۔ لیکن ان دنوں مجھے شدت سے احساس ہو
تا کہ روٹی بہرحال ایک اہم ضرورت ہے۔ جب پیٹ میں روٹی نہ ہو تو چرس بھی بے مزہ ہوتی ہے۔ عجیب
ب تجربات سے گزرتا رہا ہوں ماسٹر۔ میں نے خون بیچا۔ چرس خریدی چرس بدمزہ لگی تو روٹی خریدی۔ اور
حل میں روٹی کی حیثیت کا قائل ہوتا گیا۔ لیکن کمبخت خون ہی ختم ہو گیا۔ اب چرس ایک ایسی حیثیت
گئی ہے کہ روٹی سے پیٹ بھرا ہوا تو ------ ٹھیک ہے۔"
"خوب۔ ضرورت نہیں محسوس ہوتی؟"
"ہوتی ہے مسٹر ایڈورڈ۔ لیکن۔"

"ولیکن کیا؟"

"سچا انسان وہی ہے جسے شکست کا احساس ہو جائے تو پھر وہ شکست مان لے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک عرصے سے کشمکش چل رہی تھی۔ نشہ آور ادویات اور روٹی میں۔ آخر شکست ہو گئی۔" "کیسے؟" روٹی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔"

"خوب۔"

"اور اس کا احساس ان پانچ دنوں میں ہوا۔ جب ہر اعضائے تن نے صرف روٹی طلب کی۔ جسم کا کوئی عضو تو ایسا نہیں تھا جس نے چرس مانگی ہو۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اب روٹی مل جانے کے بعد؟

"اس کی خواہش سر ابھار رہی ہے لیکن میں شکست تسلیم کر چکا ہوں۔ ویسے میں تمہیں نہ روکوں گا اگر تم اگر چاہو تو استعمال کر سکتے ہو۔ میں اپنا ضبط آزماؤں گا۔"

"ویری گڈ۔" "ہم بھی عادی نہیں ہیں بیکر۔"

"اپنی کہانی سناؤں ماسٹر؟"

"ہاں۔ ضرور۔ ہمیں بے حد دلچسپی ہے۔"

"بات یہ ہے ماسٹر۔ کہ یہ پانچ دن میرے لیے بہت سے فیصلوں کے دن تھے۔ اور بالآخر فیصلے کر لیے گئے۔

"کیسے فیصلے؟"

"میرے ڈیڈی بھی ٹھیک کہتے تھے۔"

"اوہ۔ کیا کہتے تھے وہ؟"

"بات یوں سمجھ نہیں آئے گی' تفصیل سنو' میں ڈنمارک کا باشندہ ہوں۔ آج سے دس سال پہلے گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا' اس وقت میرے بے شمار دوست تھے۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے سرو۔۔۔۔ انہوں نے کچھ اصول تراشے تھے۔ مجھے بھی وہ اصول دلکش محسوس ہوئے اور میں نے انہیں اپنا لیا۔ میرے ڈیڈی ڈنمارک کے ایک بہت بڑے تاجر ہیں۔ پرانے خیالات کے انسان' نئی قدروں کے مخالف۔ لیکن اندازہ ہوا کہ وہی ٹھیک کہتے تھے۔ وہی درست ہیں۔"

"کیا کہتے ہیں وہ؟"

"میرے دو بھائی بھی ہیں اور ایک بہن۔ سب کے سب ٹھیک ٹھاک۔ لیکن ان لوگوں کے چکر میں پڑ کر میں بھٹک گیا۔ میں نے اپنے ڈیڈی سے ان اصولوں پر گفتگو کی' جو میرے دوستوں کے تراشے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کو ابتدا سے جو بنیادی راستے ترقی کی طرف لائے ہیں' وہی ٹھیک ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ترقی بہر حال انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اور انسان نے اس کے بارے میں جو سوچا وہی بہتر تھا۔ اور اسی سے انسانیت کو فروغ ملا ہے۔ اگر انسان ان ہنگاموں سے دور رہ کر صحیح زندگی گزارتا تو وہ ترقی کے راستے نہ اپناتا۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "ذرا وضاحت سے بات کرو۔ بیکر تمہاری گفتگو بہت دلچسپ ہے۔"

"یوں سمجھو میرے دوست۔ میں ایک سرمایہ دار کا تیسرا بیٹا ہوں۔ عیش و عشرت کی زندگی کا انسان

میسر تھا۔ ذہن بھٹک گیا۔ کچھ ایسے دوستوں میں شامل ہو گیا جو راہ سے بھٹکے ہوئے تھے۔ ان کا نظریہ کچھ اور تھا۔ ان کا خیال تھا کہ انسان نے تہذیب کے غلاف میں چھپ کر اپنی شخصیت مسخ کر لی ہے۔ شکل بدل گئی ہے۔ وہ' وہ نہیں رہا جو تھا' چنانچہ اسے اسی طرف لوٹنا چاہیے۔ ان لوگوں کے اصول مجھے ئے اور میں ان میں شامل ہو گیا۔ وہ دنیا کے غم بھلانے کے لیے نشے میں غرق رہتے تھے اور میں ان کے تھا۔ لیکن پھر میرے ڈیڈی سے میری بات ہوئی۔ وہ مجھے ناکارہ سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے دلائل دیئے انسان جس راستے پر جا رہا ہے' وہی درست ہے۔ اور ہمارے درمیان سخت گفتگو ہوئی' انہوں نے کہا کہ ازل سے روٹی کی تلاش میں ہے۔ یہ اس کا سب سے اہم مسئلہ ہے لیکن میں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ پھر میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ میرے ڈیڈی نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ شکل میں ان کے پاس میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہاں اگر میں اپنے خیالات کو باطل سمجھ لوں اور سے شکست کھا جاؤں تو وہ مجھے پھر سے گلے لگا لیں گے۔ سو تم دیکھو میرے دوست۔ میں کہاں پہنچ گیا

"ویری گڈ۔ تم ڈنمارک کے باشندے ہو۔"

"ہاں۔"

"تمہیں اپنے ڈیڈی کے بارے میں معلوم ہے؟"

"کیا؟"

"وہ اب بھی وہیں ہیں؟"

"آبائی وطن ہے۔ وہاں سے کہاں گئے ہوں گے۔"

"تمہیں ان کی کوئی خبر نہیں ملی؟"

"کبھی معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا گھر سے نکلے ہوئے؟"

"تقریباً دس سال۔"

"اس دوران نہ تمہیں اپنے ڈیڈی کی خبر ملی اور نہ تم نے انہیں اپنے بارے میں کچھ بتایا؟"

"بالکل نہیں۔"

"تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے بیکر؟

"کچھ نہیں میرے دوست۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم اپنے نظریات کی شکست تسلیم کر چکے ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اپنے ارادے میں مضبوط ہوتے ہو؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"لیکن تم نے تسلیم کر لیا ہے کہ روٹی چرس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔"

"ہاں۔ میں نے تسلیم کر لیا ہے۔"

"تو اپنے باپ کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔"

"یہ شکست اسی خیال کی حامل ہے۔"

"تب ٹھیک ہے گھر واپس پہنچ جاؤ۔"

"نہیں میرے دوست۔ میں شکست خوردہ شکل لے کر کسی کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ اور پھر حالت دیکھ رہے ہو۔ کاش میں تمہیں اپنی اصل تصویر دکھا سکتا۔ میں ایک سلیقے کا خوش پوش انسان تھا۔ اگر میں اپنے باپ کے سامنے گیا۔ تو اپنے بھائیوں اور دوسروں کی نگاہوں کی تاب نہ لاسکوں گا۔ جو میرے لیے مضحکہ ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ یہی میرا مسلک تھا اور اتنی ہی ہمت تھی میرے اندر۔"

"پھر کیا ارادے ہیں؟"

"زندگی کا رخ ایک بار پھر بدلا ہے۔ خیالات نے پھر ایک راستہ اختیار کیا ہے۔ تم اس راہ کے پہلے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں زیادہ پریشان نہیں کروں گا۔"

"ہوں۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "بیکر۔"

"جی۔" بیکر کی آواز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔

"کیا تم دل سے ہمیں دوست کہہ سکتے ہو؟"

"دوست۔ نہیں دل سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں اپنی دوستی کا کوئی حق ادا نہیں کرسکتا۔ ہاں میں سے تمہیں محسن کہہ سکتا ہوں۔"

"چلو محسن ہی سہی۔ کیا ہمارا احسان ادا کرنے کی ہمت رکھتے ہو؟"

"مجھے دیکھ رہے ہو۔ میں کیا کرسکتا ہوں، خود دیکھ لو۔"

"ایک کام ضرور کرسکتے ہو بیکر۔"

"مجھے بتاؤ؟"

"ایک وعدہ بولو۔ کیا تم ہم سے کوئی وعدہ بھی نہیں کرسکتے؟"

"کیسا وعدہ؟"

"سنو۔ میری خواہش ہے کہ جب تک میں تم سے نہ اکتا جاؤں تم میرے پاس سے جانے کی کوشش نہیں کروگے۔"

"اوہ۔ عجیب وعدہ ہے۔"

"کرسکتے ہو؟"

"میں۔ میں تمہارے اوپر بوجھ نہیں بننا چاہتا۔"

"میں جب تمہیں بوجھ محسوس کروں گا تم سے معذرت کرلوں گا۔"

"تم کیوں ایسا چاہتے ہو؟"

"سچ بتادوں؟"

"ہاں۔" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو سنو بیکر۔ میں بھی بدی کے راستے کا مسافر ہوں لیکن نیکی کے خوبصورت راستوں پر لگے ہوئے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آج بھی میری طلب ہے۔ ان راستوں سے نہیں گذر سکتا، میرے حالات مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے لیکن میں ان راستوں جانے والے کی شناخت ضرور کرسکتا ہوں۔ میں اس خوش نصیب کے راستے کے پتھر ضرور ہٹا سکتا ہوں راستوں کا راہی ہے۔ اور میری حیثیت صرف اتنی ہی ہے۔ تم بدی کی راہ سے اکتا کر صحیح راستے کی طرف جارہے ہو۔ تمہارے راستے میں بیشمار نوکدار پتھر ہیں۔ کہیں یہ پتھر تمہاری راہ پھر نہ بدل دیں اس لیے تمہارا نیکی کے راستوں کا محافظ بننا چاہتا ہوں۔"

میرے لہجے میں نہ جانے کیا بات پیدا ہوگئی تھی۔ بیکر اور سردارے مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ "ہیں وعدہ کرتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں میرے دوست۔ بیکر اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہم دونوں ساکت تھے۔ ہم نے اسے رونے سے نہ روکا۔ نہ جانے اس کے ذہن کی کونسی گرہ متاثر ہوگئی تھی۔ رونے سے اس کے دل کا غبار ہلکا ہوگیا۔ اور پھر وہ تازہ ہوگیا۔

"آؤ یار۔ باہر چلیں۔ عجیب سوگواری طاری ہوگئی ہے۔" میں نے تجویز پیش کی اور ہم تیار ہوگئے۔ بیکر بھی ہمارے ساتھ تھا۔

خیموں کی زندگی جاگ اٹھی تھی۔ بازار بارونق ہوگئے تھے۔ رات کا سمیٹا ہوا سامان پھر دوکانوں پر سج گیا تھا۔ ہر چیز دستیاب تھی۔ آوارہ گردوں کے گروہ خرید و فروخت کررہے تھے۔ ان میں متمول بھی تھے اور تباہ حال بھی بہت سے بھیک مانگتے ہوئے دیکھے گئے۔

ہم ان سب کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، اور پھر اچانک کچھ شور سا ہوا۔ اس شور میں کسی کار کے ہارن کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ میوزیکل ہارن تھا۔ جس سے کئی طرح کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ کار کے انجن کی آواز بھی زوردار تھی۔ اور انسانوں کے اس ہجوم میں بھی اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ ڈرائیونگ کرنے والا یا تو دیوانہ تھا یا پھر کوئی بڑا خودسر یا پھر اسے اپنی ڈرائیونگ پر زبردست اعتماد تھا۔ دیکھتے ہی ایک عجیب و غریب کار ہمارے سامنے سے گذری۔ اور تھوڑی دور جاکر اس میں بریک لگ گئے۔ بریکوں کی چرچراہٹ بھی کافی زوردار تھی۔

"استاد۔ ذرا میری آنکھوں میں دیکھنا۔" سردارے اچانک میری طرف رخ کرکے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولا اور میں چونک پڑا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟"

"ان میں شاید کوئی عورت پڑگئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ایمان سے استاد ذرا دیکھنا تو۔"

"سردارے۔" میں نے اسے ڈانٹا۔

"تو تم ہی بتادو کیا اس انوکھی گاڑی میں کوئی لڑکی نہیں تھی؟"

"اوہ۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں میں تنکے کے بجائے عورت پڑگئی ہے، کی اصطلاح مجھے بہت پسند آئی تھی۔

"آؤ دیکھیں تو سہی ان تیس مار خانوں کو۔ بڑے کروفر میں ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں آگے بڑھ گئے، بہت سا مجمع اس کار کے گرد جمع ہوگیا تھا۔

اب ذرا کار غور سے دیکھی۔ عمدہ قسم کی گاڑی تھی۔ لیکن اس کا حلیہ عجیب بنالیا گیا تھا۔ تقریباً دس رنگوں میں رنگی ہوئی تھی۔ بے شمار جملے لکھے ہوئے تھے اور مختلف زبانوں میں تھے۔ سردارے ان جملوں کو پڑھنے لگا۔

"پیار کرو۔ صرف مجھ سے نہیں، سب سے۔"

"جنگ سے نفرت کرو۔ جنگ تپے ہوئے ناکارہ ذہنوں کی جھنجھلاہٹ ہے۔ جنت تمہاری مٹھی میں ہے۔۔۔ زبان کا مصرف پیار ہے۔"

ایسے ہی بے شمار جملے۔ اور اندر جو خاتون تھیں' وہ خود بھی نکنی کلر تھی۔ تقریباً پونے چھ فٹ قد' نہا سڈول اور گداز بدن۔ چست پتلون جس کے پائنچے ڈھیلے تھے۔ ایک طرف سے سرخ' دوسری طرف سیاہ' چست قمیض جس کا گریبان انتہائی حد تک کھلا ہوا تھا۔ سفید سینے پر چمکدار حروف میں "سینی ٹورا" ہوا تھا۔ قمیض تقریباً چھ رنگوں کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی تھی جس میں جگہ جگہ دل اٹکے ہوئے تھے۔ پیشا سیاہ رنگ کی چوڑی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ بائیں گال پر بھی سرخ رنگ کا دل پینٹ کیا ——— ہوا تھا۔ کا کھلی چھت کی تھی اس لیے اس کے عقبی حصے میں رکھا سامان بھی نظر آرہا تھا۔ یہ سامان پلاسٹک کے خیمے' دو سوٹ کیس اور ایک انتہائی نفیس گٹار پر مشتمل تھا۔

"استاد زندہ باد۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔ "کیا بکواس ہے؟"

"زوردار چیز ہے استاد۔"

"ہاں ہے تو۔"

"ارے اس مجمع میں ہمارے علاوہ اور کوئی اس قابل ہے کہ اس سے دوستی کر سکے؟" سردارے سینہ پھلا کر کہا۔

"ہاں۔ واقعی تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک کیا مطلب؟"

"ٹرائی کرو۔" میں نے سردارے کو آنکھ ماری۔

"اوہ۔ نہیں۔ استاد کے ہوتے ہوئے۔"

"نہیں۔ میں تمہارے حق میں دستبردار۔"

"ارے نہیں۔ میں تو اسے "استانی" سمجھتا ہوں۔" سردارے نے اس قدر مضحکہ خیز لہجے میں کہ میرے قہقہے نہ رکے۔ "چنانچہ استاد کی استانی کا میں صرف احترام کر سکتا ہوں۔"

"اچھا فضول باتوں سے احتراز کرو۔" میں نے کہا۔

بیکر بھی چوندھیائی آنکھوں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس نے ایک خوبصورت سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالی اور اسے ایک پیک میں پھنسا کر پیک ہونٹوں میں دبالی۔ پھر اس نے ایک خوبصورت لائٹر سگریٹ سلگایا' اور چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی۔ تب وہ اچھل کر کار سے نیچے اتر آئی۔

اور اس کے اچھلتے ہی بہت سے لوگ اچھل پڑے۔

"ہے۔ بس جاؤ۔ اپنا اپنا کام کرو۔ میں یہاں سرکس دکھانے نہیں آئی۔" لڑکی کی آواز ابھری۔ سرکس نہیں۔ تمہیں دیکھ رہے ہیں زندگی۔" ایک دراز قد اور شیطانی چہرے والے آوارہ گرد نے کہا۔

"اوہ۔ واقعی؟" لڑکی مسکرائی۔

"ہاں۔ کہاں سے آئی ہے تو۔ کیا چرس کے کھیت میں اگی تھی؟"

"سونگھ کر دیکھ لو۔" لڑکی نے لگاوٹ سے کہا۔

"دیکھ لو ———" آوارہ گرد خوش ہو گیا۔

"یہاں آؤ۔ لڑکی نے ہاتھ پھیلا دیئے اور آوارہ گرد منہ سے خوشی کی آواز نکال کر اس کی طرف اور پھر بجلی سی کوند گئی۔ لڑکی نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گھما دیا۔ اور آوارہ گرد ایک قلابازی کھا کر بری زمین پر آرہا وہ چاروں شانے چت تھا۔

چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔

"اٹھو۔ کیسے مرد ہو۔" لڑکی نے جھک کر اسے اٹھایا۔ کھڑا کیا۔ پھر اس نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر ذرا اچھال دیا۔

"اناللہ۔" سردارے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں مسکرا دیا۔

"آؤ استاد چلیں۔" سردارے بولا۔

"کیوں۔ کیوں۔" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"استانی کچھ زیادہ جچی نہیں۔"

"آخر کیوں؟" میں نے قہقہہ لگایا۔

"بس ذرا غلط قسم کے شوق رکھتی ہیں۔ آؤ چلیں۔"

"ابے رک تو سہی۔ اچھی لڑکی ہے۔"

"قطعی نہیں۔ قطعی نہیں استاد۔" سردارے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دیکھیں تو سہی سردارے۔ آخر کیا چیز ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ لڑکی واقعی مجھے پسند آگئی تھی۔ اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لڑکی نے ایک جگہ سے سامان خریدا اور پھر کار میں آبیٹھی۔ پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ چاروں طرف سے لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کار کچھ زیادہ دور نہیں گئی۔ اس نے ایک خالی جگہ میں کار روک دی۔ اور پھر اس نے کار سے پلاسٹک کا خیمہ نکالا۔ اور اسے زمین پر اچھال دیا۔ انتہائی پھرتیلی لڑکی تھی۔ اس نے میخیں گاڑیں اور پھر خیمہ نصب کر دیا۔ بڑا شاندار خیمہ تھا۔ ہلکا لیکن کافی کشادہ یہاں تک کہ اس میں کار گیراج بھی موجود تھا۔ ہم لوگ بھی ٹہلتے ہوئے دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گئے۔ جو اس عمدہ خیمے کو دیکھ رہے تھے۔

"خوب لڑکی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ کسی اچھے گھرانے کی بگڑی ہوئی۔ لیکن اسے لکھ لو ماسٹر' کسی دن اس کے جسم پر بھی صرف کھال منڈھی ہو گی اور اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گا۔" بیکر نے کہا۔

"ممکن ہے۔" سردارے ہونٹ ٹیڑھے کر کے بولا۔

لڑکی خیمے میں چلی گئی تھی۔ اور اس نے خیمے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

"آؤ سردارے۔ چلیں۔" میں نے کہا۔

"دل لوٹ لیا ہے استاد' استانی نے ———" سردارے مسخرے انداز میں بولا۔

"آؤ۔ بکواس مت کرو۔" میں نے سردارے کو دھکا دیا اور سردارے چل پڑا۔

"مسٹر ننو بہت دلچسپ انسان ہیں۔" بیکر ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ بس یونہی ہے۔"

جس جگہ ہمارا خیمہ تھا۔ وہاں سے لڑکی کے خیمے کا فاصلہ کافی تھا۔ لیکن اس کا خیمہ یہاں سے نظر آتا تھا۔ دن میں کئی بار میں نے اس خیمے کی طرف دیکھا' وہاں مجمع ہی لگا پایا۔ شام کی چائے کے بعد سردارے نے باہر نکلنے کا مطالبہ کر دیا۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ بیکر البتہ کسل مند تھا۔ "کیوں بیکر۔ تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"مجھے آرام کرنے دو ایڈورڈ۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں خیمے سے نکل آئے۔

"کیا فیصلہ کیا اُستاد؟" سردارے نے راستے میں پوچھا۔

"کس بارے میں؟"

"استانی کے بارے میں۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"کیوں؟"

"دیکھے نہیں تھے اس کے ہاتھ۔"

"اوہ۔ تو تم خوفزدہ ہو استاد؟"

"ہو سکتا ہوں۔" میں نے سردارے کو گھورا۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن پھر کیا بات ہے؟"

"بہت سے لوگ اس کے گرد چکرانے لگے ہوں گے۔ ایک کا حشر تم نے دیکھ لیا۔ یوں بھی کار سے اور اس کے رکھ رکھاؤ سے تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ معمولی لڑکی نہیں ہے۔"

"اس کی جسارت سے بھی استاد۔"

"ہاں۔ جسارت کو بھی ذہن میں رکھو۔"

"ایسی شکل میں 'اپنی کیا دال گلے گی۔"

"ارے نہیں استاد۔ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"نہ مانو۔ تمہارے نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن دل ہی دل میں' میں بھی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا' درحقیقت زبردست لڑکی ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ آہی جائے۔"

ہم اس کے خیمے کے سامنے سے گزرے تھے۔ اور پھر ہم دور تک چلے گئے۔

"بند ہو گئی ہے خیمے میں۔" سردارے نے تبصرہ کیا۔

"اسے تمہارے آنے کا علم نہیں ہوگا۔"

سردارے نے میرے اس طنز پر توجہ نہیں دی تھی۔ بہرحال ہم لوگ تنہا نہیں تھے۔ نہ جانے کتنے اس شعلہ جوالا کے چکر میں سرگرداں تھے۔ تھی بھی خوب۔ ایک تو شخصیت' پھر انداز' کون متوجہ نہ ہوتا۔ لیکن رات کو کچھ عجیب رنگ جما۔ ہم لوگ بھی اس وقت موجود تھے' جب وہ خیمے سے برآمد ہوئی۔ اور پھر اس کی تیز آواز دور تک گونج اٹھی۔

"اے سرپھرو۔" اے نروان کے متوالو۔ آؤ۔ پلاسٹک کے اس خیمے کے گرد جمع ہو جاؤ۔ میں اپسرا ہوں' آسمان سے اتری ہوں۔ میں تمہیں آسمان کے گیت سناؤں گی۔ وہ گیت جو چڑیاں گاتی ہیں اور جن سے محبت کے نغمے پھوٹتے ہیں۔ ترلوکا کے پیروؤں میں تمہیں اس عظیم مدبر کی تعلیمات سکھاؤں گی۔ آؤ میرے پروں کے سائے میں وقت کی کڑی دھوپ سے پناہ لو۔ دیکھو میں دیوی آئیسیس ہوں' دیکھ لو میں شکلاوا ہوں۔ میرے پہلو میں سکون ہے۔ اور سکون کی یہ رات تم میری معیت میں گزارو۔"

اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ انتہائی حسین لباس پہنے ہوئے تھی وہ اس وقت' عجیب ساخت کا لباس

جب اس کے بازو پھیلے تو بے شمار نرم نرم پر لہلہانے لگے' پلاسٹک کے خیمے کے سامنے تیز روشنی تھی اور کے چہرے پر بہت سے چمکدار رنگ لہرا رہے تھے۔

عجیب سا سحر طاری کر دیا تھا اس کی آواز نے۔ سرپھرے جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ اور پھر تل دھرنے کو جگہ نہ رہی چاروں طرف سے لوگ جمع ہونے لگے۔ طرح طرح کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

تب اس کے ہاتھ میں گٹار نظر آیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور چیز بھی۔ یہ چرس کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس نے چند لوگوں کے حوالے کر دیا اور وہ تبرک کی طرح چرس دوسروں میں تقسیم کرنے لگے۔ پھر لوگ کے عقیدت مند کیوں نہ ہو جاتے۔ ہر زبان اس کی مدح سرائی کرنے لگی۔ چرس کی گولیاں ہم تک بھی پہنچیں اور ہم نے انہیں قبول کر لیا۔ اور پھر چاند نکل آیا۔ چاند کی جوان روشنی میں عجیب سحر انگیز تماشہ شروع ہو گیا۔ دھوئیں کے کثیف بادل فضا میں منڈلانے لگے۔ آوارہ گردوں کی خوش فعلیاں بڑھ گئیں۔ اور اس نے گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیریں۔ اور لوگ مست ہو گئے اور پھر گٹار سے ایک نغمہ بلند ہونے لگا لیکن اس میں اس کی آواز بھی شامل تھی۔ خاصی عمدہ آواز تھی۔

چاندنی کے بیٹو۔ ہوا کے بگولو۔

دیکھو۔ میں آسمان سے اتری ہوں۔

ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے رتھ پر۔

لائی ہوں میں تمہارے لیے پیغام۔ آسمان کا۔

جیو۔ اور جینے دو۔

یہی ہے زندگی۔ یہی ہے زندگی۔

زندگی۔ ایک خوشبو۔

زمین کی چادر پر بکھری ہوئی۔

خوشبو قید نہیں ہوتی۔ تم زندہ ہو۔ آزادی کے گیت گاؤ۔ ناچو۔ مست ہو جاؤ۔ ناچو۔ ناچو۔ اس نے زوردار آواز لگائی۔ اور پھر اس طوفان کو کون روکتا۔ نشے میں ڈوبے ہوئے' تھرکنے والے جوش میں آگئے۔ اور ایک رقص بے ہنگم شروع ہو گیا۔ اب وہ صرف گٹار بجا رہی تھی۔

"سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"چلیں استاد۔" سردارے نے عجیب سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں؟"

"مار لیا میدان اس کمبخت نے۔ اب کون اس کے خلاف ہوگا۔"

"عورت واقعی زوردار ہے سردارے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"اور تمہیں اب بھی جوش نہیں آرہا استاد۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" سردارے نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جوش آگیا ہے سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"آگیا ہے۔" سردارے اتنی زور سے چیخا کہ اس کی آواز پھٹ گئی اور وہ کھانسنے لگا۔

"حماقت کی باتیں مت کرو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گٹار کہاں سے ملے؟"

"گٹار۔" سردارے نے میری شکل دیکھی۔

"ہاں۔"

"انتظار کرو استاد۔ میں ابھی آیا۔" سردارے نے کہا اور اس سے قبل کہ میں اس سے کچھ پوچھوں وہ دوڑ گیا۔

کہاں سے لائے گا سردارے گٹار۔ میں سوچنے لگا۔ لیکن سردارے کا بھی جواب نہیں تھا۔ پندرہ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ میں نے ایک اور طوفان دیکھا۔ سردارے کے ہاتھ میں ایک خوبصورت گٹار تھا اور وہ بری طرح دوڑ رہا تھا۔ اور چند ہپی اس کے پیچھے اسے گالیاں دیتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

سردارے میرے قریب پہنچ گیا۔ یہاں خاموشی تو تھی نہیں کہ اس ہنگامے سے کوئی رخنہ پڑتا۔ کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "سنبھالو استاد!" اس نے گٹار میرے ہاتھوں میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ اور خود دونوں ہاتھ اٹھا کر ان ہپیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا جواب نزدیک آ گئے تھے۔ میں نے سردارے کی یہ عجیب و غریب حرکت دیکھی اور میرے دل میں بیساختہ قہقہہ مچل گیا۔ گٹار حاصل کرنے کا کیسا عمدہ طریقہ سوچا اس گدھے نے۔ ویسے اس کے تعاقب میں دوڑنے والے ہپی صورتوں سے خطرناک نہیں معلوم ہوتے تھے' اس لیے مجھے تشویش نہیں ہوئی۔ سردارے ہاتھ اٹھائے ان سے کہہ رہا تھا۔

"اس سے قبل کہ ہمارے درمیان جھگڑا شروع ہو' میری بات سن لو۔ اے آشتی کے علمبردارو۔ میری بات سن لو۔ میں چور نہیں ہوں' یہ گٹار میرے پاس قرض ہے۔ ابھی تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔"

"تم گدھے ہو۔" ایک چست اور گداز پتلون آگے بڑھ آئی۔ اور سردارے نے چونک کر اس کی سریلی آواز سنی۔ "تصدیق سے قبل کوئی بات نہیں کہنی چاہیے حسین خاتون! مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے لیکن کیا آپ لوگ میری بات نہیں سنیں گے؟"

"کیا بات ہے؟" ایک سوکھا سا نوجوان آگے بڑھ آیا۔

"ہمیں یہ گٹار صرف تھوڑی دیر کے لیے درکار ہے۔" سردارے نے نرمی سے کہا۔ "لیکن کیا قرض مانگنے کا یہ طریقہ درست ہے۔؟" نوجوان نے پوچھا۔

"اونہہ۔ کیا تم ترلوکا کے معتقد ہو؟" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔ "ہاں ہاں۔ کیوں؟"

"کیا اس نے فرسودہ رسومات سے بغاوت کا سبق نہیں دیا؟"

"ٹھیک ہے۔" نوجوان کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔

"تو کیا میں موجودہ نسل کے مہذب بھیڑیوں کی مانند تم سے گٹار کے لیے درخواست کرتا؟" سردارے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا میں ان طریقوں کو استعمال کرتا جن سے ہمیں نفرت ہے۔ چہرے پر یاس کے لبادے ڈال کر اور دل میں تمہیں لوٹ لینے کی آرزو رکھ کر تم سے گٹار مانگتا۔ کیا میں ترلوکا کی تعلیمات سے بغاوت کرتا؟"

نوجوان کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سارے دوڑنے والے جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں تھی رک گئے۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ گٹار کے تاروں میں پیار کے نغمے قید ہیں۔ یہ نغمے

لڑی چاہتے ہیں۔ لیکن تم اس عورت کو دیکھو جو ایک خوبصورت گٹار کا مذاق اڑا رہی ہے۔"

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔" نوجوان شرمندہ نظر آنے لگا۔

سردارے کی بدمعاشی پر میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا' لیکن میں ضبط کئے ہوئے تھا۔ میں آگے بڑھ ان سب کے قریب پہنچ گیا۔ اگر تم لوگ چاہو تو گٹار ابھی واپس لے لو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ ہم شرمندہ ہیں۔" سب نے کہا جن میں لڑکی بھی شامل تھی۔

"شکریہ۔ میں تھوڑی دیر میں یہ آپ کو واپس کر دوں گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ سب مشینی انداز میں بولے۔ اب وہ خوبصورت لڑکی کے نغمے کی طرف متوجہ اور قدم قدم مجمع کی طرف کھسک رہے تھے۔ میں نے گٹار کا جائزہ لیا اور پھر سردارے سے اردو میں

"یہ کیا بدمعاشی ہے سرادرے؟"

"ضرورت بدمعاشی کی ماں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کیا یہ لوگ گٹار بجا رہے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اور نہایت بے سرا بجا رہے تھے۔ سر میں بجا رہے ہوتے تو تو شاید میں جسارت نہ کر سکتا۔ میں ان کے مجمع میں داخل ہوا اور گٹار لے بھاگا۔ سب آ جاتے تو کافی گڑبڑ ہو جاتی۔ شکر ہے باقی لوگ زیادہ برق رفتار نہ تھے۔ یہی لوگ یہاں تک پہنچ سکے۔"

"عجیب آدمی ہو۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔

"تو پھر میں کہاں گٹار مانگتا پھرتا استاد!"

آوارہ گردوں کی بدمستیاں جاری تھیں۔ پراسرار لڑکی نے خوب سحر پھیلایا تھا۔ ویسے وہ گٹار بھی اچھا خاصا بجا رہی تھی میں نے تار درست کئے اور پھر ایک اسپینش نغمہ گٹار کے تاروں سے پھوٹ نکلا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ آوارہ گردوں کا پسندیدہ ترین نغمہ ہے۔ انتہائی تیز اور دوران خون پر ٹھوکریں مارنے والا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ پہلے قریبی اور پھر دور دور کے آوارہ گرد متوجہ ہونے لگے اور اس کے بعد تو سارا ہی مجمع ٹوٹ گیا۔ سب میرے گرد جمع ہو گئے تھے اور لڑکی اکیلی رہ گئی تھی۔ ویسے وہ خاصے مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ اس نے اپنا گٹار رکھ دیا اور گردن اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔

آوارہ گرد تھرکنے لگے تھے چرس کا نشہ اور گہرا ہو گیا تھا۔ کچھ لوگ بھدی آواز میں یہ نغمہ گانے بھی لگے تھے۔ میرے ہاتھ گٹار پر رقص کر رہے تھے اور نگاہیں اس پونے چھ فٹ پر منڈلا رہی تھیں۔

لڑکی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ ویسے اس نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نغمہ جاری رہا اور وہ ہاتھ باندھے کھڑی رہی۔ پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ اور بدمست آوارہ گرد ڈھیلے ڈھیلے ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگے۔ وہ مجھ سے دوسرے نغمہ کی فرمائش کر رہے تھے۔

"ہے۔ مس۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر لڑکی کو اشارہ کیا۔ "تمہارا گٹار کہاں گیا؟" میری آواز اس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اور پھر اس نے اپنا گٹار اٹھایا اور میری طرف چل پڑی۔ مجمع میں اس نے کافی چرس تقسیم کی تھی اس لیے آوارہ گردوں کے دلوں میں اس کا احترام تھا۔ مجھ تک پہنچنے کے لیے اسے کھلی جگہ دے دی گئی۔ اور وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ "مجھ سے کچھ کہا تھا؟"

"ہاں"

"پھر سے کہو' میں سن نہیں سکی۔"
"تمہارا نغمہ کہاں کھو گیا؟"
"بتادوں؟" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔
"گٹار سنبھالو۔ تمہارے مداح منتظر ہیں"
"کیا تم مقابلہ کرو گے؟" لڑکی اسی نرم لہجے میں بولی۔
"کیا حرج ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے جملے پورے ہی ہوئے تھے کہ لڑکی نے پوری قوت سے اپنا گٹار گھما دیا۔ خاصا وزنی تھا۔ گو میں کسی ایسی بات کے لیے تیار نہیں تھا' لیکن بعض اوقات لاشعور بھی کمال کر جاتا ہے۔ میں گٹار کی ضرب سے بچ گیا۔ لیکن نشے میں ڈوبا ہوا ایک آوارہ گرد دلدوز آواز میں چیخ کر اوندھے منہ جا گرا تھا۔
لڑکی نے پھر گٹار تولا اور دانت بھینچ کر غراتی ہوئی میری طرف لپکی۔ آوارہ گردوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس نے پھر حملہ کیا' لیکن اب تو میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ میں اس کے حملے بہ آسانی خالی جانے دیتا رہا۔ وہ پاگل ہو گئی تھی۔ بڑی وحشیانہ فطرت کی مالک تھی۔ کئی بار کوشش کرنے کے بعد وہ رک گئی۔
"جاؤ۔ چلے جاؤ۔ ورنہ۔ ورنہ میں پورا پستول تم پر خالی کر دوں گی۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔
"اوہو' پستول بھی رکھتی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"موسیو۔ موسیو۔ ہمارا گٹار۔ کہیں اس پر ضرب نہ لگ جائے۔" گٹار والا نوجوان ڈرتے ڈرتے میرے قریب پہنچ گیا۔ اس بے چارے کو اپنے گٹار کی خیریت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ "اوہ' ہاں۔" میں نے گٹار اس کے حوالے کر دیا۔
"گویا یہ گٹار بھی تمہارا اپنا نہیں تھا۔" لڑکی حقارت سے بولی۔
"ہاں میڈم۔ ہم غریب لوگ ہیں۔ آپ گٹار بجا رہی تھیں۔ ہم نے سوچا' آپ قدر داں ہوں گی۔ اگر ہمارے نغمے پسند آئے تو ہمیں نوازیں گی۔ اس لیے ہم نے یہ کوشش کی تھی۔ آپ ناراض ہو گئیں سوری' آؤ پنٹو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور ہم دونوں گردن جھکائے وہاں سے پلٹ پڑے۔
"کیا گڑبڑ ہے استاد!" سردارے نے دانت پیس کر بولا۔
"بکواس مت کرو۔ خاموشی سے چلے آؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"تم ڈر گئے۔ تم ڈر گئے استانی سے۔" سردارے نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ "ابے تیری استانی کی ایسی تیسی۔ چلتا رہ۔"
"آخر بات کیا ہے استاد۔ بتا تو دو۔"
"پھر فضول بکواس۔ کیا بتاؤں؟"
"تم نے اس کے سامنے مظلوم بننے کی کوشش کی ہے۔"
"اس کی فطرت کی وجہ سے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیا مطلب؟"
"سمجھا کر یار۔ یہ عورت کی فطرت ہوتی ہے۔ وہ مرعوب ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔ تھوڑی سی وحشیانہ فطرت کی مالک ہے۔ لیکن یہ انداز اسے پگھلا دے گا۔"
"اوہ گویا داؤ چل کر آئے ہو۔"

شش تو کی ہے۔"
یکھیں استاد! تم اس میدان کے کتنے بڑے کھلاڑی ہو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
نے برا سا منہ بنا لیا۔ سردارے فضول بکواس کر رہا تھا۔ ضروری تو نہیں تھا کہ میری یہ کوشش سولہ
ہوتی۔ ہم اپنے خیمے میں واپس آ گئے۔ بیکر گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے کرنسی دے دی گئی تھی اس لیے
غیرہ کا بندوبست اس نے کر لیا تھا۔ خود کھا لیا تھا اور ہمارے لیے کھانا احتیاط سے ایسی جگہ رکھ کر سو گیا
ہیں کھانا تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا۔ اور پھر آرام کرنے لیٹ گئے۔
میرے نزدیک ہی لیٹ گیا تھا۔
کچھ ہوا استاد۔ اپنی سمجھ میں نہ آیا۔" اسنے آہستہ سے کہا۔
نہیں آ رہی؟" میں نے پوچھا۔ "آئے گی بھی نہیں۔"
ں؟"
خود سمجھ لو استاد۔ آخر اسے ہو کیا گیا تھا؟"
ناپسند معلوم ہوتی ہے بس' اور کچھ نہیں ہمیں اس کے حلئے سے ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا۔"
مطلب؟"
ی کے رنگ' اس کے لباس کے رنگ' پلاسٹک کا خیمہ' بگڑی ہوئی رئیس زادی ہے اور اپنی
داشت نہیں کر سکتی۔ شاید اس کے گھر والے بھی اسے نہ روک سکے ہوں گے۔"
۔" سردارے نے گہری سانس لی۔
پھر اوپر سے اس کا قد و قامت اور حسن"
استاد۔ لاجواب ہے۔"
میں اسے مخاطب نہ کرتا تو شاید وہ خاموش ہی رہتی۔"
از بھی بڑا خطرناک تھا استاد! دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتی تھی۔ مار بھی کھا سکتے تھے۔"
میں کیا شک ہے۔" میں نے اعتراف کیا اور سردارے بیساختہ ہنس پڑا۔ "کیوں؟" میں نے

ی عجیب بات ہوئی استاد۔ اگر اس کا گٹار تمہارے سر پر پڑ جاتا۔"
ں اوقات عجیب باتیں بھی ہوتی ہیں۔"
لب کیا خیال ہے استاد؟"
بارے میں؟"
نے اس پر کوئی اثر چھوڑا؟"
نہیں۔ اگر دو چار نغمے اور ہو جاتے تو۔ مگر مشکل تھا۔"
مطلب؟"
قسم کی لڑکیاں بہت کم متاثر ہوتی ہیں۔"
نہ۔ نہ ہو' جہنم میں جائے۔" سردارے نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر سردارے کئی منٹ تک
نے بھی کروٹ بدل لی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لڑکی واقعی عجیب تھی اور کافی دلکش تھی۔
بھی معاملے میں اب شدت پسندی تو نہیں رہی تھی۔ نہ ہی کوئی ایسی بات تھی کہ لڑکی میری

نیندوں میں مداخلت کرتی۔ سو گیا۔ اور پھر خاصے دن چڑھے آنکھ کھلی۔ بیکر واقعی بڑا مخلص اور ؛ ثابت ہو رہا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے لیے پانی اور ناشتہ سب تیار تھا۔ ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لو سی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھنے لگا۔ "کیا بات ہے بیکر؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ہے ماسٹر! بس تمہارے ساتھ رہتے ہوئے میں عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا

"کیوں؟"

"یہ دنیا میرے لیے الجھ گئی ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"یہاں کے لوگ کس قدر متضاد ہیں کچھ وہ' جو نفرت' درندگی اور کمینگی کی انتہا کو پہنچ گئے ہ وہ بھی ہیں جو احسان بھی کرتے ہیں اور شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔"

"صرف تمہارے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔ بیکر۔ دراصل تم نے جس دنیا کو اپنانے کی تھی' وہ انسانیت کا مذاق اڑانے والی دنیا ہے۔ اس دنیا کے لوگوں نے جو اصول اپنائے ہیں ان کے سوچتے ہیں کہ وہی اصول درست ہیں حالانکہ ہر ذی روح ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ ہم ر دوسرے پر احسان کرنا چاہیے۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ تنہا اور الگ زندگی' زندگی' دنیا کو' انسانیت کو خاتمے کی طرف تو لے جا سکتی ہے' اسے کچھ دے نہیں سکتی۔"

اور بیکر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔ اس کی یہ ک سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔

"ارے۔ کیا ہو گیا بیکر؟" میں چونک پڑا۔

"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں ایڈورڈ!" اس نے کہا اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ "بیکر۔ بیکر مجھے بتاؤ تو سہی کیا ہو گیا؟"

"اس کا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے زندگی کے بہترین سال ضائع کر د۔ مطلب ہے کہ میں نے بلاوجہ ہی لوگوں کو دکھ دیا۔ اس کا مطلب ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے

"بیکر۔ سنبھالو خود کو۔ بتاؤ تو سہی' ہم پریشان ہیں۔"

"سوری ایڈورڈ۔ سوری' آئی ایم ویری سوری۔ لیکن مسٹر ایڈورڈ۔ پھر میں نے ان لوگوں۔ کیوں کیا۔ میں نے۔ میں نے اپنی دنیا کیوں چھوڑ دی؟"

"اوہ۔" بات میری سمجھ میں آنے لگی۔

"پاپا بھی تو یہی کہتے تھے۔ ان کے بھی تو یہی خیالات تھے۔"

"ٹھیک تھے بیکر۔ بالکل ٹھیک تھے۔"

"لیکن اگر دنیا کا رنگ صحیح ہے تو پھر انسان بھٹکا ہوا کیوں ہے؟ اس کا جواب دو۔" بیکر نے؛ انداز میں کہا۔

"ہم ان اقدار کے سہارے آسان زندگی بسر کر سکتے ہیں بیکر! جنہیں انسانیت کی اقدار کہا جا بد قسمتی سے ہماری سوچ انفرادی ہے۔ ہمارے درمیان اختلاف ہے۔ وہ جو بنے ہوئے ہیں۔ خو سب سے بڑا مدبر کہتے ہیں۔ اور وہ جو بگڑے ہوئے ہیں' ان کے مخالف ہیں۔ دونوں اپنی جگ بنیادی سوچ کھو بیٹھنے کے نتیجے میں یہ دنیا الجھ گئی ہے اور ان دونوں کے اختلاف نے بھیانک شکل

ے بتاؤ نرلوکا کی تعلیمات انسانیت کو کیا سبق دے رہی ہیں سوائے اس کے کہ انسان کو انسانیت سے لے جاؤ کہ وہ خود کو انسان سمجھنا۔ انسان کہنا چھوڑ دے۔ اور پھر وہ دوبارہ وحشی جانوروں کے سے زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔ یہ انسانیت کے دشمن انسان کو پھر سے جنگلوں میں دھکیل دینا چاہتے

لیکن خود۔ خود دوسرے انسان کیا چاہتے ہیں۔ کیا وہ انسان کے وجود کے درپے نہیں ہیں۔ کیا وہ انسان ں کر دینا چاہتے؟"

لوگ بہت کچھ چاہتے ہیں۔" لیکن انسانیت ہمیشہ زندہ رہے گی۔ ایک نہ ایک دن انسان صحیح راستے پر آ جائے گا۔ پھر ہم بھٹکانے والوں کے مددگار کیوں نہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو خاموش تماشائی رہ کر نظار کیوں نہ کریں اور۔ ہمارا دل جس راستے کو بہتر تصور کرتا ہے' اس پر رینگنے کی کوشش کیوں نہ

"

ہاں۔ یہ بہتر ہے۔" بیکر نے کہا۔

بس اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے کہا اور پھر پیار سے بیکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی ے ہوئے ہمارے سامنے ایسے دوراہے آ جاتے ہیں بیکر۔ جن میں ایک پر خوشنما پھول کھلے ہوتے ہیں پر خطر کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔ اگر خوشنما پھولوں کے راستے کا اختتام کسی تاریک گڑھے پر ہو تو وہاں ایسی ہی بہتر ہوتی ہے۔"

"نہیں ایڈورڈ۔ نہیں۔ میں واپسی کی ہمت نہیں پاتا۔" بیکر نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"ہمت پیدا کی جاتی ہے بیکر۔ بہرحال جلد بازی نہیں۔ سوچو' آؤ۔ باہر کی سیر کریں۔ چلو اٹھو۔" اور ہم ساتھ باہر نکل آئے۔

بلک پول میں خاصا رش تھا حالانکہ ایسے علاقوں کے دن بے رونق ہوتے ہیں لیکن یہاں خاصی رونق رہی تھیں۔ پلاسٹک کا خیمہ اب بھی مرکز نگاہ تھا۔

ہم نے بھی ایک نگاہ اس پر ڈالی لیکن اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ میں لڑکی پر رات کے واقعے کا ردعمل چاہتا تھا بشرطیکہ اس سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ خود اس کی طرف جانا ذرا عجیب لگتا تھا لیکن سردارے سے یہ نت نہ ہو سکی۔ "استاد!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

دل۔"

متانی کی طرف نہیں چلو گے؟"

وں ہڈیاں کھجا رہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

خدا کی قسم! استاد۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تم اس سے ڈر گئے ہو گے۔ ایسی خونخوار بھی ہے۔"

چھوڑ سردارے! کام کی باتیں کرو۔ صورت حال خاصی الجھ گئی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

کیا مطلب استاد۔"

غلام سیٹھ کو میری الجھن پتہ چل گئی ہو گی"

تو' پھر؟"

وہ ایسی ہی مشکل میں گرفتار ہے کہ میری طرف توجہ نہیں دے سکا۔"

"ہاں استاد۔ یہی اندازہ ہوتا ہے۔"
"میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ اس کے لیے کیا کروں؟"
"ہوں۔" سردارے بھی سنجیدہ ہو گیا۔
"معاملہ انٹرپول کا ہے۔ اس ادارے کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن بہرحال
ہوں کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوئی ہے۔ اس ادارے کی جڑیں محدود نہیں ہوتیں۔"
"ممکن ہے غلام سیٹھ واپس چلا گیا ہو استاد!" سردارے نے کہا۔
"ہاں، ممکن ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔
"ہمارے باڈی گارڈز بھی نظر نہیں آ رہے۔" سردارے نے دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے
"یہاں ان کی تلاش مشکل ہے۔ افراد بدل گئے ہوں گے اور ظاہر ہے ہم انہیں شکلوں سے
پہچان سکتے۔"

"بہرحال پرواہ کرنے کی کیا ضرورت ہے استاد! ہم اپنے اوپر فکریں کیوں لادیں، ہم اس کے محافظ
ہیں۔ اس کے ہاتھ ہم سے لمبے ہیں۔ ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اپنی حفاظت کر لیں
استاد۔ تم اس کے بارے میں اس انداز سے کیوں سوچتے ہو؟ غلام سیٹھ تمہارا دوست اس لیے ہے کہ
کے لیے کارآمد ہو۔ اگر تم اس کے لیے کارآمد نہ ہوتے تو میرا خیال ہے، وہ تم سے بات کرنا بھی
کرتا۔" نہ جانے سردارے نے کس موڈ میں یہ بات کہی لیکن میں اس کے الفاظ سے سوچ میں ضرور
گیا تھا۔ بہرحال اپنے ہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا ہم سیر کرتے جھیل کے کنارے آ پہنچے تھے۔ یہاں کافی رش
بے شمار لوگ جھیل میں نہا رہے تھے۔ آوارہ گردوں کی بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ ہم بھی ایک
رک گئے۔

"طبیعت مچل رہی ہے استاد!" سردارے نے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"نہالوں؟"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے بے خیالی میں کہا اور پھر چونک کر سردارے کو گھورنے لگا۔ جھیل
کافی لڑکیاں موجود تھیں۔ چکنے اور سڈول بدن والی۔ اور سردارے کی طبیعت اسی لیے مچل گئی تھی۔
سردارے تیزی سے جھیل کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ لباس اتار کر جھیل میں اتر گیا۔ عمدہ پیراک
ترو تازہ بدن کا مالک، میں نے بے شمار نگاہیں اس پر دیکھی تھیں۔ نہ جانے کیوں میرے ہونٹوں پر آ
مسکراہٹ پھیل گئی۔ سردارے کے بدن پر پڑنے والی تعریفی نگاہیں میرے وطن کی تعریف میں
پنجاب کے بانکے تو پیدا ہی دل موہ لینے کے لیے ہوتے ہیں۔ میرے وطن کی مٹی ایسی ہی جاندار ہوتی ہے
خیالات میں ڈوبا۔ سوکھے سڑے جسموں کو دیکھنے لگا۔ ہر قسم کے لوگ تھے، تندرست و توانا قوی
دبلے مریل، لیکن جو تندرست تھے ان کے جسموں میں بھی وہ کشش، وہ ملاحت نہیں تھی، جو سردارے
بدن میں تھی۔ نہ جانے کیوں کافی دیر تک سردارے کے بارے میں سوچتا رہا۔ گو وہ اب میری نگاہوں
اوجھل ہو گیا تھا لیکن بس ذہن اسی میں الجھا ہوا تھا۔ "ہیلو...!" ایک آواز کان کے قریب سنائی دی اور
ہاتھ شانے پر آ ٹکا۔ چونک کر گردن اٹھائی۔ گول چہرہ، آنکھوں پر چوکور عینک، نچلا ہونٹ موٹا اور بید
اور آواز میں ایک دلکش کھنک۔ باقی سب کچھ بھی ٹھیک تھا۔ تخسل کے لباس میں بدن کی پیمائش میں

نہیں ہوئی۔
مکمل طور پر جائزہ لے کر میں مسکرا دیا۔
"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مس۔؟" میں نے گردن جھکائی۔
"جنٹ شیرمین۔"
"ایڈورڈ۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔
"کیسے ہو؟" وہ بے تکلفی سے بولی۔
"ہاں۔"
"میں کیسی لگتی ہوں؟" اس نے دوسرا بیباک سوال کیا۔
"اچھی ہو۔" میں نے جواب دیا۔
"تم چاہو تو تمہاری ساتھی بن سکتی ہوں۔" "لیکن پلیز۔ ایک بات سن لو۔"
"ہوں۔" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"کال گرل نہیں ہوں۔ دل میں ایسا خیال مت لانا۔ نہ میرے پاس کرنسی ختم ہوئی ہے۔ اپنا بوجھ خود
تی ہوں۔ اس لیے کسی معاملے میں میری ہتک کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اب بتاؤ۔ کیا کسی ساتھی
رت محسوس کر رہے ہو؟"
"ضرورت پیدا ہو گئی ہے، ورنہ اس سے قبل نہیں سوچا تھا۔"
"یعنی؟"
"کہہ چکا ہوں، اچھی ہو۔ دل کو لگتی ہو۔" میں نے بھی بے تکلفی سے کہا۔
"جب تک ساتھ رہوں گی بری نہ ثابت ہوں گی۔ ملاؤ ہاتھ" اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ ساری ہی
لڑکیاں میرے ہی مقدر میں لکھی گئی تھیں۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اور وہ میرا ہاتھ دبا کر مسکرا
کی ہتھیلیاں جل رہی تھیں، آنکھوں میں بھی سرخ ڈورے کھنچے ہوئے تھے۔ اس سے اس کی
کی حد تک اندازہ ہوتا تھا۔ "سوئمنگ نہیں کرو گے؟"
"م کرنا چاہتی ہو؟"
"ہاں۔"
"تب چلو۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور اس نے مسکرا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم دونوں جھیل کے
طرف بڑھ گئے۔
"ارادہ نہیں تھا؟" راستے میں اس نے پوچھا۔
"نہ"
"؟"
"تم نہیں تھیں۔"
"تلاش بھی نہیں کیا۔؟" وہ مسکرائی اور اس کے گالوں میں گڑھے پڑ گئے۔ "نہیں۔"
"ب تو میں نے ٹھیک کیا۔"
"اس نے پوچھا۔"

"خود تمہیں تلاش کرلیا۔ میرا شکریہ نہ ادا کروگے؟" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا رکھا ہے اس فضول لفظ میں۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔

"خوب۔" وہ کنارے پر پہنچ گئے۔ "چلو لباس اتارو۔ انڈویئر ہے؟"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے لباس اتار دیا۔ اور بیں کٹ پر رکھوا
دوسرے بے شمار لباس بڑی ترتیبی سے رکھے ہوئے تھے۔ جینٹ میرے بدن کو تعریفی نگاہوں
رہی تھی۔

"بڑا خوبصورت جسم ہے۔" اس نے میرے سینے کے بالوں میں انگلی لگاتے ہوئے کہا
انگریزوں کے بدن ایسے جاندار نہیں ہوتے۔"

"آؤ۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں نے جھیل میں چھلانگ لگادی اور ساتھ ساتھ تیر
جینٹ خاصی اچھی تیراک تھی۔ وہ میرے ساتھ ساتھ مچھلی کی طرح الٹی سیدھی تیر رہی تھی۔
جھیل کے دوسرے حصے میں نکل گیا تھا شاید مجھے ایکبار بھی نظر نہیں آیا۔ بہرحال کافی دیر تک ہم تیر
پھر جینٹ نے کنارے کا رخ کیا۔ "کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"بس آؤ۔ اب جھیل سے نکلیں۔"

"تھک گئیں؟"

"ہاں۔" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ اور میں بھی کنارے پر نکل آیا۔ جینٹ نے ایک
تعریفی نگاہوں سے میرے بدن کو دیکھا اور مسکرا کر گردن جھٹکنے لگی۔

"کیا بات ہے جینٹ؟"

"میں ان نگاہوں کی حقیقت کا اندازہ لگا رہی تھی جو تم پر پڑ رہی ہیں۔"

"اوہ پھر کیا خیال ہے؟"

"ان کا قصور نہیں ہے۔"

"لباس پہن لوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز۔ ہرگز نہیں۔"

"مجھے فخر کرنے دو کہ میں نے تمہیں دوست بنانے میں پہل کی۔" جینٹ نے مسکراتے ہ
میں بھی مسکراہٹ نہیں روک سکا تھا۔ لڑکیاں عموماً احمق ہوتی ہیں، خواہ کتنی ہی اسمارٹ بنے
کریں۔

"آؤ ڈارلنگ۔ کچھ کھائیں گے۔" جینٹ نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا جھیل سے کچ
پول اوپن ایئر ریسٹورنٹ تھا۔ میں نے پہلے بھی یہ ریستوران دیکھا تھا، لیکن اس طرف نہیں آیا تھ
ہم ریستوران پہنچ گئے اور کھلی فضا میں بڑی میزوں کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

جینٹ نے مجھ سے پوچھے بغیر آرڈر دے دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے سبزیا
سوپ، ابلا ہوا گوشت اور تلے ہوئے آلو آگئے۔ اس کے ساتھ سیب کی شراب بھی تھی۔ جینٹ
کھانے کی درخواست کی اور میں بھی بے تکلفی سے مصروف ہوگیا۔ تیرنے سے خاصی ورزش ہو
مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔

جینٹ نے کچھ کھانے کے بعد شراب کا ایک گھونٹ لیا اور بلوریں جگ رکھ دیا۔ پھر ہونٹ

ل۔ "اپنے بارے میں کچھ اور بتاؤ ایڈورڈ!"
ں مختصر ہوں، کوئی پھیلاؤ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
یں۔ اب اتنے مختصر بھی نہیں ہیں آپ۔" جینٹ کے گالوں کے گڑھے پھر ابھر آئے۔ "شاید
ور پر نہ ہوں۔"
ناہیں بالکل؟"
یں "ایک ساتھی اور ہے۔"
رڈ؟"
ں۔"
ال گیا؟"
ھیل میں اترا تھا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔" میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔
ں کہاں ہو آئے؟"
ی تعین نہیں۔"
انا نہیں چاہتے؟"
ھپانا بھی نہیں چاہتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹکتے ہوئے کہا۔
ر۔؟"
چھ ہو تو بتاؤں۔"
ر انسان کی زندگی میں ایک کہانی ضرور ہوتی ہے۔"
بے شک۔ کچھ دلچسپ، کچھ غیر دلچسپ۔"
ں کا تعین تو سننے والے کرتے ہیں۔" جینٹ نے چپس منہ میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر
یوں۔ تم کھا نہیں رہے پیچھے کیوں ہو گئے؟"
ھا رہا ہوں۔" میں نے ابلے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا اور پھر سیب کی شراب کا ایک
حلق سے اتار لیا۔
م بھی سوچ رہے ہوگے کیسی احمق لڑکی ہے۔" وہ چند منٹ کے بعد بولی۔ "کیوں؟"
خواہ مخواہ تمہارے ذاتی معاملات کرید رہی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے اس جملے
پہلی بار کھٹک گیا۔ یہ احمق لڑکی احمق بنانے تو نہیں آئی۔ کیا مجھ سے مل بیٹھنا کوئی خاص درجہ رکھتا
ر پھر یہ جس انداز سے مجھے کرید رہی ہے۔ گویا اسے خود بھی احساس ہے۔ اور یہ احساس قابل ذکر
، اگر دل میں کوئی بات نہیں تھی۔ اوہ۔ ممکن ہے۔ ممکن ہے، یہ۔ یہ کوئی نیا حربہ ہو ہمارے
"

یا پوری طرح سنبھل گیا۔ میرا ذہن جاگ اٹھا اور آنکھوں کی زندگی لوٹ آئی۔ اب میں گہرائیوں میں
سکتا تھا۔ گدلے پانی کی تہہ میں حقیقتیں تلاش کر سکتا تھا۔
یا نے شراب کے کئی گھونٹ لیے اور پھر جینٹ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔
م نے جواب نہیں دیا؟"
یا جواب دوں؟"

"کیا میرے یہ سوالات احمقانہ نہیں ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے، جب ہم بے غرض کسی سے ملتے ہیں ہمارے درمیان صرف خلوص اور دوستی ہو
ہم اپنے دوست کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کے خواہش مند ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے لیکن لوگ پھر بھی اپنے بارے میں نہیں بتاتے۔"

"کیا بتاؤں جینٹ۔ میری زندگی قابل ذکر نہیں ہے بس غلط راستوں کے راہی ہیں۔ ان راستہ
بارے میں جانتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں اپنائے رکھنے پر مجبور ہیں۔"

"اوہ، بڑی معنی خیز گفتگو ہے۔" جینٹ نے کہا۔

"عام سی بات ہے۔"

"لیکن میں نہیں سمجھی؟"

"کوئی اور موضوع نہیں سوچ سکتیں؟" میں نے اداسی سے کہا۔

"اوہو، تم اداس ہو گئے ایڈورڈ۔"

"ہاں جینٹ! میری زندگی بہت انوکھی ہے۔ یوں سمجھ لو، بچپن سے صحیح راستے نہیں ملے۔ مجھے
تھا کہ زندگی گزارنے کے یہ ڈھنگ اچھے نہیں، لیکن انجانی قوتیں مجھے ان راستوں پر دھکیلتی رہیں۔
میری کوئی منزل نہیں ہے، بھٹکتا پھرتا ہوں۔ شاید منزل مل جائے۔ سانسوں کو قائم رکھنا بھی ضروری۔"

"اوہ، ڈارلنگ۔ تم اداس ہو۔ سوری۔ میں یہ نہیں چاہتی تھی۔"

"راکھ کے ڈھیر میں سیاہ کوئلے ہی مل سکتے ہیں جینٹ۔ چمکدار ہیرے نہیں۔" میں نے ہونٹ
کہا۔

"اوہ ڈیئر۔ جانے دو۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں جینٹ! ٹھیک ہے سب ٹھیک ہے۔" پھر جینٹ نے اس بارے میں کوئی سوال
کیا اور ہم دونوں خاموشی سے "کھاتے پیتے" رہے۔ پھر عقب سے سردارے کی آواز سن کر میں چونک

"مس جینٹ! یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہیلو استاد! یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تمہارا کام بھی بن گیا۔"
اس نے اردو میں ادا کیے تھے۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سردارے کے ساتھ ایک دبلی پتلی دراز قامت لڑکی تھی جس کے
بال بے حد خوبصورت تھے۔

"ہیلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہمارے نزدیک آ گئے۔

"مسٹر ایڈورڈ اور مادام۔ مادام۔"

"جینٹ۔" میں نے جینٹ کا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سردارے نے جینٹ سے کہا۔ "یہ میری دوست ٹیٹ برا
اور میں پنٹو ہوں مس جینٹ!"

"ایڈورڈ کے دوست؟" جینٹ نے پوچھا۔

"ہاں دوست اور ساتھی۔" سردارے بولا۔

سردارے اور اس کی دوست بھی ہمارے نزدیک بیٹھ گئے اور جینٹ نے ان دونوں کے لیے ان کی پسند
آرڈر دے دیا۔

"استاد۔ وہ قیامت بھی اس وقت جھیل پر نازل ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ "کون؟"

"ارے وہی رنگین جادوگرنی۔ شاید سینی ٹورا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہو، ابھی پہنچی ہے کیا؟"

"ہاں۔"

"تھوڑی دیر قبل ہم بھی جھیل میں تھے۔"

"یہ مچھلی جھیل میں سے ہی پکڑی ہے نا۔؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ کنارے سے۔" میں نے جواب دیا۔

"عمدہ ہے استاد۔ مزے آ گئے۔" سردارے خوشی سے بولا۔

"یہ غلط ہے بھئی۔ تم نے ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"
ٹ نے مداخلت کی۔

"سوری جینٹ۔" میں نے معذرت کر لی۔

"آپ بلیک پول میں ہی مقیم ہیں مس جینٹ؟" سردارے نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ویسے میں رہتی فرینکفرٹ میں ہی ہوں۔"

"اوہ، آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہوں گے؟"

"نہ یہاں۔ نہ وہاں۔ بالکل تنہا ہوں۔ ایک فرم میں ملازمت کرتی ہوں۔ ایک ماہ کی چھٹی ملی ہے آرام
نے کے لیے کہیں اور جانے کی بجائے بلیک پول کے پر فضا موسم میں وقت گزارنا مناسب سمجھا۔ سستا
پیاری۔"

"ہاں، عمدہ جگہ ہے۔ آپ کب سے یہاں ہیں؟"

"چھ سات دن ہو گئے۔"

"کس طرف ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"ڈاسن گرے کے نزدیک، میرا خیمہ ہے۔" جینٹ نے جواب دیا۔

"آپ بہت خاموش ہیں مس ٹیٹ" سردارے کو جینٹ سے مصروف دیکھ کر میں ٹیٹ کی طرف
ہ ہو گیا اور ٹیٹ آہستہ سے مسکرا دی۔ کسی قدر سنجیدہ سی لڑکی تھی۔ "آپ لوگوں کی گفتگو سن رہی

"میرا دوست کیسا لگا آپ کو؟" میں نے پوچھا۔

"دلچسپ اور باتونی۔" ٹیٹ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں وہ زندگی سے بھرپور ہے۔"

"مجھے مردے پسند نہیں۔"

"لیکن آپ مسکرانے میں احتیاط برتتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایسی بات نہیں
ایڈورڈ۔ آپ مجھ میں بھی زندگی کی کمی نہیں پائیں گے۔" ٹیٹ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے

"یہ عمدہ بات ہے۔ سانس لے رہی ہو۔ تو زندگی کی باتیں کرو۔ سانسیں بند ہو جائیں گی تو ساری کہانیا
خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ ہم ان کہانیوں کو وقت سے پہلے ختم کرنے میں پہل کیوں کریں۔"

"بڑی خوبصورت بات کہی آپ نے۔" ٹیٹ نے کہا اور پھر کافی دیر تک ہم ریستوران میں بیٹ
رہے۔ پھر اٹھنے کی طے ہوئی اور جینٹ نے بل طلب کر لیا۔ بل ادا کرنے کے سلسلے میں کافی ردو قدح ہو
لیکن جینٹ سنجیدہ ہو گئی۔

"اگر آپ نے مجھے بل ادا نہ کرنے دیا تو میں آپ سے پھر کبھی نہیں ملوں گی۔" اس نے کہا۔

"اوہ مس جینٹ! اگر آپ اتنی سنجیدہ ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ اور جینٹ نے بل
کر دیا۔ ہم پھر جھیل کی طرف چل پڑے کیونکہ ہمارے کپڑے وہیں تھے۔

جھیل پر سچ مچ سارا ہجوم ایک جگہ جمع ہو گیا تھا۔ وہ سب سینٹی ٹورا کو دیکھ رہے تھے' جو ان کی نگاہ
سے بے نیاز کسی مچھلی کی مانند جھیل میں تیر رہی تھی۔ درحقیقت اسے دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔
حسین' ایسا سڈول جسم شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ بلاشبہ لاکھوں میں ایک تھی اور آنکھیں بس ا
چپک کر رہ جاتی تھیں۔

"کیا ان لوگوں نے اس سے قبل کسی عورت کو تیرتے نہیں دیکھا؟" جینٹ برا سا منہ بنا کر بولی
شاید۔"

"آؤ چلیں ڈارلنگ! تم اپنا لباس پہن لو۔ میرا لباس ذرا دور ہے۔"

"اوکے۔ اوکے۔" میں نے کہا اور جینٹ چلی گئی۔ میں نے اور سردارے نے بھی لباس پہنا
دوسری طرف ٹیٹ بھی لباس پہن آئی تھی۔

"کیا پروگرام ہے سردارے؟"

"استاد۔ یہ عورت تو قیامت ہے۔" سردارے سسکاری بھرتے ہوئے بولا۔

"سینٹی ٹورا۔؟"

"ہاں۔"

"خطرناک بھی ہے' اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔"

"اوہ' نہیں استاد۔ میں ایسے الٹے سیدھے خیالات کو ذہن میں جگہ نہیں دیتا۔"

"اچھی بات ہے۔"

"تم پروگرام کی بات کر رہے تھے استاد؟"

"ہاں۔"

"تمہیں بھی مل گئی ہے' مجھے اجازت۔"

"کہاں رہو گے؟"

"ٹیٹ کے خیمے میں۔ وہ بھی تنہا ہے۔"

"سنو۔ میں نے سردارے سے سرگوشی کی اور وہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "ممکن ہے۔ وہ
کریدنے کی کوشش کرے۔ تم جانتے ہو' ایسی شکل میں تمہیں کس قدر محتاط رہنا ہے۔"

"کیا؟" سردارے کا منہ شدت حیرت سے کھل گیا۔

"ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے سردارے!؟"

ئی شبہ ہوا ہے استاد؟"

روقت چوکنا رہنا بہتر ہوتا ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب دشمن زیادہ دور نہ ہوں۔"

ں خیال رکھوں گا۔" سردارے نے کہا۔ میں نے دیکھا اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی ہے۔
تک افسوس بھی ہوا کہ سردارے کا موڈ چوپٹ ہو گیا۔ لیکن بہرحال اسے ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا
ت کے سامنے اکثر لوگ باآسانی احمق بن جاتے ہیں۔

ٹ لباس پہن کر آ گئی۔ اور میں نے سردارے کو الوداع کہا۔ سردارے ٹیٹ کے ساتھ آگے بڑھ
ٹ دلکش انداز میں مسکرا رہی تھی۔ میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ "تمہارا ساتھی دلچسپ آدمی

ں۔" "بے حد دلچسپ۔"

یادہ تمہارے ساتھ نہیں رہتا؟"

اتھ ہی رہتا ہے۔"

ک ہی خیمے میں؟"

ں۔ کیوں؟"

یسے ہی وہ اس انداز میں تمہیں الوداع کہہ کر گیا ہے' جیسے اب تم سے نہیں ملے گا۔"

رات۔ وہ اپنی محبوبہ کے خیمے میں گزارے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہو۔ اس کی محبوبہ کا خیمہ الگ ہے؟"

من لڑکی سے آج ہی اس کی ملاقات ہوئی ہے۔"

' میں سمجھی وہ اس کی ساتھی ہے۔"

ہیں۔"

ے خیمے میں تم دونوں ہی رہتے ہو؟"

ہیں۔ ایک اور بھی ہے۔"

ن؟"

ر۔" میں نے جواب دیا۔

بھی برٹش ہے؟"

ہیں۔ ڈنمارک کا باشندہ۔ اس سے بھی ہماری یہیں ملاقات ہوئی ہے۔"

مارے ساتھ ہی رہتا ہے؟"

ہاں۔" میں نے اس بکواس کرنے والی لڑکی کے سوال کے جواب میں ایک طویل سانس لے کر کہا۔
' تب تو۔ تب تو ہم تنہا نہ رہ سکیں گے۔" جینٹ نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "ہاں۔ یہ تمہارا خیمہ بھی

ہامیں کہنے والی تھی۔" جینٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ری کیا بات ہے۔" میں نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔ پھر رات گئے تک ہم بلیک پول میں آوارہ
تے رہے۔ ہلکا کھانا کھایا۔ سینٹی ٹورا کی طرف گئے۔ سینٹی ٹورا نے حسب معمول مجمع لگا رکھا تھا۔ اور
نے جاری تھے۔ چند منٹ رک کر ہم نے وہاں کا تماشا دیکھا اور پھر جینٹ نے جماہی لے کر کہا۔

"اب چلیں ڈارلنگ۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور جینٹ مجھے لے کر اپنے خیمے کی طرف چل پڑی۔

"پیتے ہو؟" راستے میں جینٹ نے مجھ سے پوچھا۔

"چرس؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں شراب چرس تو کنگال لوگوں کا نشہ ہے۔"

"ہاں' پی لیتا ہوں۔"

"میں تمہیں دنیا کی بہترین شراب پلاؤں گی۔" جینٹ نے کہا۔

"اوہ' تم نے میری آتش شوق بھڑکا دی ہے۔" میں نے جیب میں نشہ اتارنے والی گولی کو ٹٹولتے کہا۔ میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ اور ہر پہلو سے بچے رہنا چاہتا تھا۔ جینٹ مسکرا دی۔ اور پھر ہم خیمے گئے۔

جینٹ کا خیمہ بھی کافی کشادہ تھا' جس سے اس کی بہتر مالی حالت کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ سازو سامان بھی قیمتی تھا۔ کسی فرم میں ملازم لڑکی کو بہرحال اتنی بڑی تنخواہ نہیں ملتی ہوگی کہ وہ اس طرح سے گزارے۔ میں نے پورے خیمے کا جائزہ لیا۔ جینٹ نے قیمتی شمعدان روشن کر دیا تھا اور پھر اس کا پردہ باندھ دیا۔ "بلیک پول کیسا علاقہ ہے ڈارلنگ؟" اس نے ایک بکس سے اپنا شب خوابی کا لباس ہوئے کہا۔

"بہت عمدہ۔"

"تم تو سیاح ہو' بہت سی جگہیں دیکھی ہوں گی۔"

"ہاں' بہت سی۔" میں نے مختصراً کہا۔

"میں بہت بد قسمت ہوں۔" جینٹ نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"اوہو۔ کیوں؟"

"مجھے سیاحت کا بے حد شوق ہے۔ لیکن میرے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ کیا تم ملک کی باتیں سناؤ گے؟"

"کچھ نہیں رکھا جینٹ۔ بس قدم قدم پر دل ٹوٹتا ہے۔ ہم اپنی مختصر دنیا میں جس قدر آسودہ سے باہر نکل کر نہیں۔ تجربات تلخیوں کے سوا کچھ نہیں دیتے۔"

"ممکن ہے۔" جینٹ آہستہ سے بولی اور پھر مسکرانے لگی۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے' میں نے تمہیں اداس کر دیا۔ چھوڑو ان باتوں کو ارے ہاں۔ تمہارا لباس؟"

"کیا ہوا میرے لباس کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہوا کچھ نہیں۔ کیا تم اسی لباس میں رات گزار لو گے؟" جینٹ نے پوچھا۔

"کیا حرج ہے" میں نے کہا اور جینٹ ہنس پڑی۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہاں واقعی۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے اجازت ہے؟"

"لباس بدلنے کی؟"

"ہاں۔"

"بڑی خوشی سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جینٹ ہنس پڑی۔ پھر اس نے نہایت بے تکلفی لباس اتارا اور شب خوابی کا لباس پہن لیا۔ اس نے میری آنکھوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی اور بہرحال جرمن لڑکی کے لیے یہ کوئی اہم بات بھی نہیں تھی۔ اور پھر اس نے ایک چھوٹے سے آئس بکس سے کی تین بوتلیں' سنہرے رنگ کا ایک خوبصورت بگ پیک اور دو گلاس نکالے۔ ایک چھوٹا سا بلوریں بھی تھا۔ اور یہ ساری چیزیں ایک ٹرے میں سجا کر میرے پاس پہنچ گئی۔ ٹرے اس نے کینوس اسٹول پر دی اور تنے ہوئے کینوس بیڈ پر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ "اوہ' جوتے تو اتار لو ڈارلنگ!" اس نے کہا اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔

"ارے۔ ارے۔ میں اتار لوں گا۔"

"پلیز۔ اس نے التجا کی اور عجیب التجا تھی یہ۔ پھر اس نے بڑے پیار سے میرے جوتے اتارے اور پھر طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"تم نے مجھے شرمندہ کیا ہے جینٹ۔" میں نے کہا۔

"اتنا سا کام کر کے؟"

"ہاں۔"

"یقین نہ کرو گے ایڈورڈ۔ مجھے دلی مسرت ہوئی ہے"

"اوہ۔"

"بتا چکی ہوں' تنہا ہوں۔ کوئی بھی نہیں ہے۔ یوں سمجھو' کوئی ایسا دوست بھی نہیں جسے میں بلیک پول ساتھ لے آتی۔"

"مجھے حیرت ہے۔"

"کیوں؟"

"تم اتنی پیاری ہو کہ تمہارے بہت سے دوست ہونے چاہئیں تھے۔"

"ملتے ہیں۔ لیکن اپنے رنگ میں مست۔ کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔"

"اوہ۔ لیکن میری کیا حیثیت ہے؟" میں نے پوچھا اور جینٹ سنجیدہ ہو گئی۔ چند ساعت میری طرف تکتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"برا تو نہیں مان جاؤ گے ایڈورڈ؟"

"وعدہ۔ نہیں مانوں گا۔"

"حالات نے مجھے اس قدر بددل کر دیا ہے کہ اب میں مستقل دوست بنانے کی عادت ترک کر چکی ہوں۔ اب تو میں دوستوں کی خواہش بھی نہیں کرتی۔ بس وقتی طور پر۔ مجھے معاف کر دینا ایڈورڈ۔ زمانے نے مجھے یہی سکھایا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے سنجیدگی سے گردن ہلائی۔ "اچھی عادت ہے جینٹ۔ اس طرح توقع نہیں ٹوٹتی۔" جینٹ چند لمحات خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ "ہم نے کیا فضول باتیں چھیڑ دیں ایڈورڈ۔ آؤ اچھی باتیں کریں۔ ٹھہرو۔ میں کاک ٹیل بنا لوں۔ یہ امریکن بلیو ڈاگ ہے۔" اس نے ایک بوتل سے خاصی مقدار میں شراب بگ پیک میں الٹ دی۔ پھر دوسری سربند بوتل کھولتی ہوئی بولی۔ "اور یہ رشین ووڈکا ہے اور یہ فرنچ بلیک کیٹ۔" تینوں بوتلوں سے شراب انڈیل کر جینٹ نے مگ اٹھایا اور انہیں

مکس کرنے لگی۔ پھر اس نے مگ سے گلاسوں میں شراب انڈیلی اور ایک گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔ ننھی سی گولی میری انگلیوں میں دبی ہوئی تھی۔ چنانچہ شراب کے پہلے سپ کے ساتھ گولی میر
میں چلی گئی۔ بلاشبہ بے نظیر کاک ٹیل تھی لیکن اس کی تیاری میں جس قدر لاگت آئی تھی، کسی عام آ
ایک ماہ کی تنخواہ کے برابر تھی۔ جینٹ نے اپنا گلاس خالی کر کے دوبارہ بھر لیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"میں زیادہ نہ پی سکوں گی۔ تمہاری پینے کی مقدار کیا ہے؟"

"جس قدر تم پلا دو۔"

"ہاں۔ ہوش میں رہنا بیکار ہے عقل و ہوش دکھوں کے سوا کیا دیتے ہیں۔" جینٹ نے کہا اور
گلاس خالی کر گئی۔ اس کی تیز رفتاری پر پہلے تو مجھے حیرت ہوئی لیکن پھر میں نے اس کی چالاکی کا اندازہ
اس انداز میں پی کر وہ مجھے جوش دلا رہی تھی بہرحال میں مرد تھا۔

اور میں اس کی مرضی کے مطابق مرد بن گیا۔ میرا کیا بگڑتا تھا۔ میں نے سوچا جلد از جلد جینٹ کا کا
جائے تو بہتر ہے۔ اسے انتظار نہ کرنا پڑے۔ سو میں گلاس پر گلاس چڑھاتا رہا۔ جینٹ نے بس تیسرے
پر ہی توبہ کر لی تھی' اب وہ صرف مجھے پلا رہی تھی اور خود ایک آدھ ہی سپ لے لیتی تھی۔

وہ میری شکل دیکھ رہی تھی' نشے کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہاں' شراب چہرے پر خون کھینچ لائی
چنانچہ اب نشے کی اداکاری کی ضرورت تھی۔

"اور دوں ڈارلنگ؟" جینٹ نے پوچھا۔ "دے دو۔ آہ' شراب کس قدر سکون بخشتی ہے۔ ا
شراب کیوں کہتے ہیں' اسے تو سکون کی دیوی کہنا چاہیے۔"

"ہاں' یہ جلتے ہوئے ذہنوں کو سکون بخشتی ہے۔ تم بھی مجھے دکھی معلوم ہوتے ہو۔ آؤ میری جان!
تمہارے ذہن کو سکون دوں' میں بھی شراب ہوں' میں بھی سکون کی دیوی ہوں۔" جینٹ نے میرے ق
کھسک کر' میرے سر کو آغوش میں لے لیا۔ اس کے گرم بدن کی حرارت مجھے پگھلانے لگی اور میرے
اس کی کمر میں حمائل ہو گئے۔

"تمہیں کیا دکھ ہے ایڈورڈ؟" جینٹ نے ہمدردی سے پوچھا۔

"دکھ۔ دکھوں کی کوئی قسم نہیں ہوتی جینٹ۔ انسان شاید دنیا میں دکھ اٹھانے کے لیے ہی پھینکا
ہے۔ نہ جانے لفظ سکھ کیوں ایجاد کیا گیا ہے۔"

"ہاں' نہ جانے کیوں؟" جینٹ نے دلسوزی سے کہا۔

"تم کون ہو جینٹ؟"

"بس تمہاری طرح دکھی۔ انسانوں کا شکار۔ سانسوں کو برقرار رکھنے کے لیے محنت مزدوری کرتی ہوا
اور تنہائیوں میں اپنی تقدیر پر غور کرتی ہوں۔"

"تقدیر پر غور نہ کیا کرو جینٹ۔ تقدیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔" میں نے نشہ آلود آواز میں کہا۔

"شاید۔" جینٹ آہستہ سے بولی پھر کہنے لگی۔ "تم کیا کرتے ہو ایڈورڈ۔ نہ جانے کیوں مجھے لگتا۔
جیسے تمہارا نام ایڈورڈ نہ ہو۔ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے ایڈورڈ؟"

"اس لیے کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔"

"اوہ' پھر تمہارا نام کیا ہے؟" جینٹ نے پیار بھرے انداز سے پوچھا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے خود اپنا نام یاد نہیں۔ جس کا جو دل چاہے کہہ لے کیا فرق پڑتا ہے"

نے لاپرواہی سے کہا۔
"ٹھیک ہے۔" جینٹ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم کرتے کیا ہو ایڈورڈ۔ تمہارے مالی وسائل کیا
؟"

"یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو جینٹ!" میں نے پوچھا۔

"میں تمہاری دوست ہوں۔ تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں جینٹ۔ میرے پاس ابھی کرنسی موجود ہے۔ ختم ہو جائے تو پھر کسی بڑے جوئے خانے میں چلا
ؤں گا۔"

"اوہ' کیا تمہیں کارڈ لگانا آتے ہیں؟"

"نہیں' جوئے میں میری قسمت تیز ہے' آج تک نہیں ہارا۔"

"تو تمہارا ذریعہ معاش یہی ہے؟"

"نہیں ڈارلنگ۔ پوری زندگی کوشش کرتا رہا کہ اچھا انسان بنوں۔ نہ بن سکا' برا بھی نہیں بن سکا۔
ب تو میرے نزدیک انسانیت کی ساری قدریں بیکار ہیں۔"

"اوہ' تمہیں کافی پریشانی اٹھانا پڑتی ہے۔"

"میں عادی ہوں۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں ڈارلنگ۔"

"کس طرح؟"

"میرے کچھ دوست ہیں' اسمگلنگ کرتے ہیں۔ عیش کرتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ــــــ"

"اس کے لیے بھی کوشش کی تھی۔ ایک اسمگلر نے مجھے بلایا تھا۔ لیکن خود غائب ہو گیا۔" میں نے
جواب دیا۔ ویسے دل ہی دل میں' میں مسکرا رہا تھا۔ اچھا انداز تھا مس جینٹ۔ لیکن تمہاری بدقسمتی۔ بڑی
غلط گولی ایجاد کی ہے غلام سیٹھ نے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"اوہو' کون تھا وہ؟" جینٹ نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ اس کے کسی ایجنٹ نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"پھر وہ ملا کیوں نہیں؟"

"پولیس کے خوف سے بھاگ گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔"

"کوئی کچا ہی آدمی ہو گا۔ بڑے اسمگلر پولیس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس نے دوبارہ تم سے رابطہ قائم
کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"وہ خود ہی مشکل میں ہو گا اور پھر میں اس کے لیے کوئی خاص آدمی تو نہیں تھا۔"

"تب تمہیں اس کے ایجنٹ سے ملنا چاہیے۔ ظاہر ہے' تمہارا فیصلہ تو ہو۔"

"اوہ' نہیں ڈارلنگ۔ میں اسے بھی تو نہیں جانتا۔ بس یوں ہی سر راہ مل گیا تھا۔" میں نے اسے آغوش
میں کھینچتے ہوئے کہا اور پھر میں نے جینٹ کو مزید نہ بولنے دیا۔ وہ کافی دیر تک جدوجہد کرتی رہی لیکن پھر
میری فنکارانہ دست درازیوں نے اس کا مشن اس کے ذہن سے فراموش کر دیا۔

اور رات کے نہ جانے کون سے پہر ہم سو گئے۔ میں نے پوری گولی تحلیل کر لی تھی تاکہ شراب کی اتنی
مقدار مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ صبح ہونے میں دیر تھی جب میری آنکھ کھلی جینٹ کے لیے شراب کی وہ

مقدار ہی کافی ثابت ہوئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں پوری طرح جاگ گیا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات گڈمڈ ہو گئے تھے۔ اور میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اس پر غور کرنے لگا۔ بات معقول تھی اور میرے حق میں بھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے میں اٹھ گیا۔ جینٹ کے سلسلہ میں کاغذ قلم تلاش کیا۔ اور پھر میں نے لکھا۔

ڈیر جینٹ! یا تمہارا کچھ بھی نام ہو۔

تمہارا شکریہ ہے۔ تم نے اپنا فرض انجام دے لیا۔

میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میری درخواست ہے' انہیں بھی تم یہی باور کرا دو۔ وہ میرے لیے اجنبی تھا میں تو خود ایک غمزدہ اور پریشان حال انسان ہوں۔ تم سب کے رحم و کرم پر ہی ہوں۔ ہو سکے تو یہ احسان کر دو ۔۔۔ ایڈورڈ

پرچہ تہہ کر کے میں نے میز پر رکھ دیا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ بہرحال صبح ہونے کا انتظار ضروری تھا کیونکہ ابھی سردارے کی واپسی کا بھی انتظار کرنا تھا۔ اگر سردارے قریب ہوتا تو میں اسے ضرور بلا لیتا کیونکہ اب یہاں سے بھی اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ پھر میری نگاہوں میں سینٹی ٹورا ابھر آئی۔ دلکش عورت۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہو جائے۔ وہ بیحد مغرور معلوم ہوتی تھی۔

اس کے بعد مجھے نیند نہیں آئی۔ طبیعت میں ایک عجیب سی الجھن تھی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میں اٹھ گیا۔ جینٹ ابھی تک گہری نیند سو رہی تھی۔ میں لباس وغیرہ پہن کر باہر نکل آیا اور اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ بیکر نے خیمے کا دروازہ بند نہیں کیا تھا اور گہری نیند سو رہا تھا۔

میں بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ یہاں مجھے نیند آ گئی اور پھر سردارے نے ہی مجھے جگایا۔ "استاد۔ اٹھو گے نہیں۔ اب تو پیٹ میں دوڑنے والے چوہے بھی نڈھال ہو گئے ہیں۔"

میں جاگ گیا۔ اور پھر میں نے سردارے سے وقت پوچھا۔

"ساڑھے دس بج رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تمہیں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی؟"

"آٹھ بجے آ گیا تھا استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"بیکر کہاں ہے؟"

"باہر بیٹھا خلاؤں میں گھور رہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ اب خود سے اٹھ بھی نہیں سکتا۔"

"ارے' کیوں؟"

"کمزور آدمی ہے بیچارہ' بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اوہ' فضول آدمی! تم لوگوں نے ناشتہ کیوں نہیں کر لیا۔" میں نے کہا۔ اور میں نے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور ہم تینوں ناشتہ کرنے لگے۔ سردارے نے کئی بار میری شکل دیکھی تھی لیکن کچھ بولا نہیں پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے اور پھر میں سردارے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ بیکر حسب معمول خیمے میں ہی رہا۔ اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا بات ہے استاد" سردارے نے بے چینی سے پوچھا

"کیوں خیریت؟"

"ارے میں تو بے چین تھا۔ کس وقت واپس آ گئے تھے؟"

"صبح کو۔"

"اوہ' اتنی جلدی کیوں؟"

"بس۔ ایسے ہی۔"

"رات کیسی گزری؟"

"عمدہ۔ تم سناؤ۔"

"بری نہیں رہی استاد۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"تمہارے الفاظ کانوں میں گونجتے رہے۔"

"غلط نکلا میرا خیال؟"

"اوہ۔" میں سنبھل گیا اور سوالیہ نگاہوں سے سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔ "اس نے مجھے شراب کی پیش کش کی اور اس کے پاس عمدہ اور قیمتی شراب تھی لیکن میں نے مقدار کے اندر پی جبکہ وہ مجھے زیادہ پر مصر رہی اور اس کے بعد اس نے ایسے سوالات کیے استاد۔ کہ مجھے تمہارا ہی خیال ٹھیک معلوم ہوا۔"

"ہوں' تم نے جواب کیسے دیے؟"

"اب سردارے اتنا احمق بھی نہیں ہے استاد!" سردارے نے مسکراتا ہوا بولا۔

"پھر بھی' مجھے بتاؤ سردارے۔ اس نے کیا سوال کیا؟"

"سب سے پہلے اس نے پوچھا' تمہارا ساتھی کون ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"خوب' تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا وہ فرشتہ ہے اور زمین اور آسمان کے درمیان پیغام رسانی کرتا ہے۔" سردارے نے جواب میں ہنس پڑا۔ "پھر اس نے کہا کہ اسے شبہ ہے کہ میرا ساتھی اسمگلر ہے۔ اس کا جواب میں نے دیا کہ آسمان سے روشنی لاتا ہے اور زمین سے تاریکیاں لے جاتا ہے بس سارے سوال و جواب ایسے ہی ہوئے۔"

"وہ جھنجلائی نہیں؟"

"غلطی اس کی ہی تھی' اس نے مجھے پلا جو دی تھی اور نشے میں آدمی کے ذہن پر جو کچھ بھی سوار ہو جائے۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں دل کھول کر ہنسا۔ سردارے کی ترکیب مجھے پسند آئی تھی۔

"تمہاری کیا پوزیشن رہی استاد؟" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"دونوں لڑکیاں پولیس کی تھیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اللہ اس پولیس کا بھلا کرے۔ بڑے مہمان نواز لوگ ہیں۔"

سردارے نے کہا اور مجھے پھر ہنسی آ گئی۔ "پھر اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کس سلسلے میں؟"

"پولیس نے ہمارے لیے جو بندوبست کیا ہے' اسے ہم شکریہ کے ساتھ قبول کرتے رہیں؟"

"شاید۔ یہ ممکن نہ ہو سردارے!"

"کیوں؟"

"میں نے ایک بار پھر انہیں ڈاج دیا ہے۔"
"کیا مطلب؟" سردارے تعجب سے بولا۔
"میں نے ان پر ظاہر کر دیا ہے کہ میں ان کی حیثیت سے واقف ہو گیا ہوں اور وہ میرے اوپر ٹر
دیں۔"
"اوہ' اس میں کوئی مصلحت ہو گی استاد!"
"تم خود بھی غور کر سکتے ہو۔ میں تو ابتداء سے اسی پالیسی پر عمل پیرا ہوں کہ وہ لوگ میری نگرانی
رہیں اور میری کوششوں کے باوجود مشتبہ رہیں۔"
"عجیب کھیل ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔
"تم سوچتے ہو گے سردارے کہ میں ہر جگہ لائن کاٹ دیتا ہوں۔ ظاہر ہے ابھی تمہارا اس لڑکی
چھوڑنے کا پروگرام نہیں تھا۔"
"نہیں استاد۔ اب میں اسی میں خوش رہتا ہوں جو تم کرتے ہو۔"
"اس بار کھیل لمبا ہو گیا ہے سردارے۔ میرا خیال ہے اس چوہے بلی کے کھیل سے کوئی فائدہ
اب کچھ کرنا ہی چاہیے۔"
"اوہ' کیا پروگرام ہے استاد؟"
"باہر کا جائزہ لو۔ کیا پوزیشن ہے؟" میں نے کہا اور سردارے ایک دم خاموش ہو گیا۔ پھر وہ برق ر
سے باہر نکل گیا۔ اور پھر چند لمحات کے بعد واپس آ گیا۔ "سب ٹھیک ہے۔"
"بہر حال ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ یہ بات طے ہو گئی ہے کہ غلام سیٹھ اس بار لمبے چکر میں پھ
ہے۔ اور پھر یہ انٹرپول بڑی خوفناک چیز ہے۔ پیچھے لگ گئی ہے تو کوئی فیصلہ کئے بغیر نہ چھوڑے گی۔ اس
پاؤں کہیں بھی محدود نہیں ہیں میرا خیال ہے' غلام سیٹھ یہاں سے نکل گیا۔ ممکن ہے وہ واپس پشاور
ہو یا کسی اور ملک۔ گویا ہمیں اب اس سے ملاقات کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ یا پھر یہ بھی ممکن۔
غلام سیٹھ ہماری پوزیشن سے آگاہ ہو۔ اور اس نے ساری بات میرے اوپر چھوڑ دی ہو اور اپنے
دوسرے آدمی کو نگاہ میں نہ لانا چاہتا ہو۔ دونوں ہی صورتوں میں ہمیں اپنا بچاؤ خود کرنا ہے چنانچہ اب اس
مچولی سے کوئی فائدہ نہیں۔"
سردارے خاموشی اور توجہ سے میری بات سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بولا۔ "
ٹھیک ہے استاد۔ لیکن اب ہمارا کیا پروگرام ہے؟"
"میرا خیال ہے' فرینکفرٹ چھوڑ دیا جائے۔"
"کہاں چلیں گے استاد!"
"ڈنمارک۔" میں نے جواب دیا اور سردارے پھر خاموشی میں ڈوب گیا۔ میں بھی کسی خیال میں
رہا۔ پھر میں نے سردارے کو خاموش دیکھ کر کہا۔
"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"
"اوہ' کچھ نہیں استاد!"
"پھر بھی؟"
"بس۔ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ سفر آسان ہو گا؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔
"اوہ' پھر۔ کوئی ترکیب ہے ذہن میں؟"
"ذہن ناکارہ تو نہیں ہو گیا؟"
"کیا مطلب؟"
"ہے نہیں تو سوچ لیں گے۔"
"مجھے یقین ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میں کسی سے بھی نہیں ڈرتا لیکن اس بار ذرا زیادہ ذہانت دکھانی
ے گی۔"
"یقیناً۔"
"ہمارے پاس پاسپورٹ بھی نہیں ہیں اور پھر انٹرپول بھی ہمارے پیچھے ہے۔"
"مجھے احساس ہے سردارے۔"
"خدا کی قسم استاد۔ خیال نہ کرنا۔ سردارے تمہارے ایک اشارے پر گردن کٹوانے کو تیار ہے۔ تم
نتے ہو گے۔ میں ایسے ہی بطور مشورہ یہ گفتگو کر رہا ہوں۔"
"مجھے یقین ہے میری جان!" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ بور ہونے لگا ہوں۔" سردارے نے کہا اور
نے گردن ہلائی۔ دوسرے لمحے سردارے چونک پڑا۔
"کیوں خیریت؟" میں نے پوچھا۔
"یہ بیکر بھی تو ڈنمارک کا باشندہ ہے استاد!"
"ہاں۔"
"اوہ' تو تم نے وہاں جانے کا فیصلہ کسی خاص پروگرام کے تحت کیا ہے؟"
"پروگرام سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"میرا مطلب ہے کہ ڈنمارک آپ بیکر کی وجہ سے تو نہیں جا رہے۔؟"
"یوں بھی ہماری دوسری منزل ڈنمارک ہوتی سردارے! لیکن اب تو صورت حال ہی بدلی ہوئی ہے۔
لمہ انٹرپول کا ہے' سارے ممالک مخدوش ہو گئے۔ یہ غلام سیٹھ ـــــ"
"ہاں۔ کیا استاد؟"
"کچھ زیادہ ہی چوہا بن گیا ہے۔ مجھے کوئی پیغام تو ملنا چاہیے تھا ممکن ہے انٹرپول کی وجہ سے اس نے پورا
بار سمیٹ لیا ہو۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔
"استاد!" سردارے ہچکچاتے ہوئے انداز میں بولا۔
"ہوں۔"
"ایک بات پوچھوں؟"
"پوچھو یار۔"
"برا تو نہیں مانو گے؟"
"فضول بکواس نہیں' فوراً پوچھو۔" میں نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔
"غلام سیٹھ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"
"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے معاف کرنا استاد! تم اس سے عقیدت رکھتے ہو کیا؟ کیا تمہارا اس سے کوئی روحانی رشتہ ہے؟"

"روحانی رشتہ!" میں ہنس پڑا۔ "مجھے بتاؤ استاد؟" سردارے نے کہا۔ "میرا اس سے خالص جسمانی رشتہ ہے سردارے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے غلط فہمی میں لایا گیا تھا پھر اس نے مجھے کام کا آدمی پایا اور یہ حیثیت دے دی۔ مجھے اس سے کوئی عقیدت نہیں ہے۔ ہاں، برے لوگوں میں وہ ایک اچھا انسان ہے اور وہ بھی شاید اس لیے کہ میں اس کے معیار پر پورا اترا ہوں۔ دوسری صورت میں، میں نہیں جانتا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔"

"گویا معاملہ صرف کاروباری ہے؟"

"ہاں ہاں، کاروباری، مطلب بتاؤ؟" میں غرایا۔

"مطلب صرف اتنا ہے استاد۔ کہ اگر بات صرف کاروباری ہے، تو تم اس سے کوئی بڑی توقع مت رکھو۔ تم یہ مت سوچو کہ وہ تمہاری حفاظت کے لیے بے چین ہوگا۔ اس وقت وہ صرف اپنے لیے سوچ رہا ہوگا استاد۔ اگر اس کی جان پر بن گئی ہے تو وہ سارے مہرے پٹوا دے گا۔ اور تم اس کے مہرے ہی تو ہو۔"

نہ جانے کیوں سردارے کی بات میرے دل میں اتر گئی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس پر غور کرنے لگا۔ سردارے ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں نے غلام سیٹھ کے کئی مخالفوں کو ختم کر کے اس کے کاروبار کو وسعت دی۔ اسے کروڑوں کا منافع دیا۔ اس کے عوض اس نے مجھ سے اچھا سلوک کیا۔ جس کا مجھے اعتراف تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ غلام سیٹھ میرا گہرا دوست تھا۔ اگر وہ خود پھنس گیا ہے تو اب میری مدد کرنے کے لیے بے چین تو نہ ہوگا، بلکہ خود اپنی جان بچانے کی فکر میں ہوگا۔"

چنانچہ۔ اس وقت تک، جب تک وہ حالات سے نکل کر مجھ سے رابطہ قائم نہ کرے، مجھے اپنے طور پر اپنی حفاظت کرنی چاہیے اور پوری طرح اس پر توجہ دینی چاہیے۔ رہ گئی وہ دولت۔ جو میرے نام سے سوئٹزر لینڈ میں جمع تھی، تو اس پر لعنت، جان بچ گئی تو دیکھا جائے گا، ورنہ جہنم میں جائے۔"

سردارے بڑے غور سے میری خاموشی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی شکل دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں۔" یہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

"استاد۔ خدا کی قسم ناراض ہو گئے ہو تو جوتے مار لو۔ مگر میری اس بات کو برے انداز میں مت لو۔"

"نہیں سردارے میری جان! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا سوچنے لگے تھے؟"

"یہی کہ شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک کہتا ہوں۔ تیری قسم نواز۔ پوری زندگی صرف جھک ہی نہیں مارتا رہا ہوں۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ ارے بڑی مطلبی ہے یہ دنیا۔ صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے۔"

"ہاں، صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے۔"

"مجھے تجھ سے عقیدت ہے استاد۔ سچ کہتا ہوں، اچھا آدمی نہ میں ہوں نہ تو۔ لیکن برے لوگوں میں ہم اچھے دوست ہیں۔ سردارے ترے لیے جان دے سکتا ہے تیری ہمت ہے تو آزما لے۔"

"تیرے سہارے۔ جینے میں لطف آنے لگا ہے سردارے!" میں نے کہا۔

"اور میں بھی تیرے بغیر زندہ نہیں رہوں گا نواز!" سردارے جذبات میں ڈوبے لہجے میں بولا۔ "اوکے

سردارے! بس اب یہاں سے نکل چلنا ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ سوچو، سردارے سے مشورہ کرو۔ اور چل دو۔" سردارے نے مدبرانہ انداز میں کہا اور اس کے اس انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔

اسی وقت بیکر اندر داخل ہوا۔ وہی ستا ہوا چہرہ، وہی بے رونق آنکھیں، ہر قسم کے تاثرات سے عاری ہمیں دیکھ کر اس کے ہونٹ کھنچ گئے اور آنکھوں میں معمولی سی چمک پیدا ہو گئی۔

"کہاں گئے تھے بیکر؟"

"کہیں نہیں ماسٹر۔ بس یونہی۔ میں نے کچھ ذمہ داریاں اپنے سر رکھ لی ہیں۔" بیکر مسکرایا۔

"کیسی ذمہ داریاں؟"

"بس کھانے پینے کی۔" بیکر ہنس پڑا۔

"ہاں یار۔ تم نے ہمیں اس فکر سے بے نیاز کر دیا ہے لیکن کیا خیال ہے، بلیک پول سے دل نہیں بھرا؟"

"بھر گیا ہے ماسٹر۔"

"پھر کہیں چلیں؟"

"جہاں دل چاہے چلو۔" بیکر نے کہا۔

"ٹھیک ہے، جلدی ہی تیاریاں کریں گے" میں نے کہا اور بیکر گردن ہلانے لگا۔ دوپہر کا کھانا ہم نے خیمے میں ہی کھایا بیکر نے عمدہ کھانا تیار کیا تھا پھر تین بجے تک آرام کیا بیکر سو گیا تھا لیکن ہم دونوں کو دن میں نیند نہیں آتی تھی۔

"استاد!" سردارے نے آواز دی۔

"ہوں۔"

"کیا خیمے میں ہی پڑے رہو گے؟"

"نہیں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"تب پھر اٹھو۔"

"کہاں چلو گے؟"

"باہر نکلنے میں خطرہ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب پھر ان لڑکیوں کے خیمے کا چکر بھی لگایا جائے اور پھر جھیل پر چلیں گے۔ ممکن ہے ہمارے دوستوں نے کوئی دوسرا بندوبست کیا ہو۔"

"منہ دھو رکھو۔ وہ تو دانت پیس رہے ہوں گے۔ ویسے ردعمل ضرور دیکھیں گے۔"

"تب اٹھو۔" سردارے بولا۔ اور پھر تیار ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ باہر کی رونقیں یونہی بکھری ہوئی تھیں۔ لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ ہم ٹہلتے ہوئے پہلے جینٹ کے خیمے کی طرف گئے۔ اور یہ دیکھ کر میں نے گہری سانس لی کہ جینٹ کا خیمہ ہی اپنی جگہ سے غائب تھا سردارے بھی گردن ہلا رہا تھا۔ "تمہارا خیال آج تک غلط نہیں نکلا استاد۔ مگر کیا ٹیٹ بھی غائب ہو گئی ہو گی؟"

"اس میں سوچنے کی کیا گنجائش ہے؟"

"دیکھیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"آؤ۔ آؤ۔ اب ان کے یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔" اور درحقیقت ٹیٹ کا خیمہ بھی غائب تھا۔

سردارے ہنس پڑا۔ "گدھے کے سر سے سینگ بھی اسی طرح غائب ہوئے ہوں گے استاد۔ میرا مطلب ہے وہ محاورے والے سینگ۔"

"شاید۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو استاد۔ یہ دونوں تو گئیں۔ اب اپنا بھی یہاں رکنا بے سود ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے بلیک پول تو چھوڑ ہی دیا جائے۔"

"ابھی چلیں؟"

"نہیں' ایسی جلدی بھی نہیں۔ دراصل فرینکفرٹ کے بازار زیادہ پسند نہیں آئے۔ تم نے دیکھا؟ کسی لڑکی نے لفٹ ہی نہیں دی۔"

"نہیں میری جان۔ یہ جرمنی ہے۔ ایسی بات تو نہیں' یوں کہو کہ ہم ہی الجھے رہے۔"

"ارے استاد! اس قتالہ عالم کو تو اک نگاہ اور دیکھ لیں۔"

"سینٹی ٹورا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے ہائے جو کچھ بھی ہے' خوب ہے۔ تم نے اسے جھیل میں تیرتے ہوئے دیکھا تھا؟ بام مچھلی کی طرح تھی استاد۔ بام مچھلی کی طرح۔ ایسے سڈول بدن کبھی کبھی ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر ایک بات ہے استاد۔ بلکہ افسوس ہے کہ وہ استانی نہ بن سکی۔"

"بہت ہی مغرور معلوم ہوتی ہے کمبخت۔ مگر سردارے! سچی بات یہ ہے کہ میری الجھن مجھے پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ ورنہ اس کی تو ایسی تیسی۔"

"ایک بار پھر ٹرائی کرو استاد!"

"مار کھا گئے تو؟"

"برا نہ ہو گا۔ تجربات میں اضافہ ہی سہی۔ دیکھیں گے کسی لونڈیا کے ہاتھوں پٹنے سے کیا محسوس ہوتا ہے۔"

"تب پھر سردارے۔ ایسا کرو کہ تم اس سے مخاطب ہونا۔ پٹنے کی نوبت آئی تو دو چار ہاتھ کھا کر تو تمہارا تجربہ بڑھ جائے گا۔ باقی پھر میں سنبھال لوں گا۔"

"ارے نہیں استاد!" سردارے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "جب ایک بار استانی کہہ دیا تو ہمیشہ دل سے استانی سمجھوں گا استاد کے ہوتے ہوئے شاگرد کی مجال کہ کوئی ایسی ویسی بات سوچ سکے۔"

"مگر میں تمہارے حق میں دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔"

"نہیں استاد۔ نہیں۔ میں یہ ظلم کرنے پر تیار نہیں ہوں' وہ تمہاری ہے۔ تمہاری رہے گی۔" سردارے نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ لیکن میں اس ایثار کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ سردارے اس شخص سے عبرت پکڑ چکا تھا جسے سینی ٹورا نے اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔ مجھے بڑے زور کی ہنسی آ گئی۔ "آؤ استاد! ذرا چلیں تو سہی۔ دیکھیں کیا کر رہی ہے؟"

ابھی ہم نے پلاسٹک کے خیمہ کی طرف رخ بھی نہیں کیا تھا کہ سینی ٹورا کی کار کے مخصوص ہارن کی آواز سنائی دی۔ کچھ بھگدڑ سی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اور پھر سردارے نے میرا بازو پکڑ کر زور سے کھینچ لیا۔

ہ مچ میں اس منحوس عورت کی کار کی لپیٹ میں آ ہی گیا تھا۔ لمبی رنگین کار دھول اڑاتی ہوئی زائیں ل گئی۔ "سردارے!" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"الو کی پٹھی۔" سردارے غرایا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے استاد۔!"

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا سردارے!"

"ایسی تیسی اس استانی کی۔"

"گئی کس طرف ہے یہ؟"

"جھیل کی طرف۔"

"آؤ' پھر اس کا دماغ درست کریں۔" میں نے کہا اور سردارے نے زوردار بڑک لگائی۔ دونوں مٹھیاں ر سینہ پھلا لیا۔ اور خالص پنجابی اسٹائل میں گردن اکڑائے بڑھ گیا۔

"ابے اوئے مرغے۔ یہ پنجاب نہیں ہے' ٹھیک سے چل۔ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ت نہیں ہے۔"

"اوہ۔" سردارے نے سانس چھوڑ دی۔ "تمہاری مرضی استاد۔ ورنہ مجھے تو سچ مچ جوش آ گیا تھا۔"

ے سردارے کو ٹھوکا دیا اور ہم دونوں جھیل کی طرف چل پڑے۔ سردارے کا اندازہ درست ہی تھا۔ ن کار جھیل کے کنارے کھڑی تھی اور لوگ آہستہ آہستہ اس کے گرد جمع ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن ہم ی بے باک لڑکی بھی نہ دیکھی تھی۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے بے نیاز اپنے عجیب و غریب لباس کے بند رہی تھی۔ اور پھر اس نے لباس اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر اچھال دیا۔ لباس کے نیچے سوئمنگ کاسٹیوم سفید سڈول چکنے بدن پر۔ نیلے رنگ کا لباس بڑا کھل رہا تھا۔ سر پر سوئمنگ کیپ پہن کر اس نے گردن ۔ اور کھلی چھت کی کار کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن اب میں اس الجھنے کا فیصلہ ہی کر چکا تھا۔ ساری دور اندیشیوں اور مصلحتوں کی ایسی تیسی۔ دوسری بار اس نے خود ہی تھا۔ چنانچہ جب وہ چھلانگ لگا کر زمین پر پہنچی تو میں اس کے بالکل سامنے تھا۔ اور ظاہر ہے میرے چہرے ے تاثرات نہیں تھے۔

نے میرے کھڑے ہونے کے انداز پر مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر دلآویز انداز میں مسکرائی۔ "ہیلو!" اس واز بھی خوبصورت تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔ اور اس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر دیا۔ "کون سے جنگل آئی ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"تمہارا دوں ڈارلنگ؟" اس نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"ابھی میں تمہاری کار کی لپیٹ میں آتے آتے بچا۔"

"کیوں بچ گئے میری جان۔ مرجاتے تو زمین کی بہت سی ذمہ داریاں ہلکی ہو جاتیں۔" اس نے مضحکہ خیز میں کہا۔ "اگر تم لڑکی نہ ہوتیں تو میں تمہاری طراری درست کر دیتا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"میں لڑکی نہیں ہوں' میری طراری درست کر دو۔" لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے ہمدردوں کو سنبھالنا۔"

"کر دو مرمت سسری کی۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے ار نگاہوں سے سینی ٹورا کو دیکھا۔

"سنو لڑکی! اگر تم معافی مانگ لو تو میں تمہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری صورت میں ٹکر
مار مار کر تمہارے گال سرخ کر دوں گا۔"

"ہائے ہائے تمہارے حسین ہاتھوں کا لمس میں اپنے رخساروں پر محسوس کرنے کے لیے بے چین
میری جان!" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے گال بڑھاتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ کوئی اور ہوتا تو اس کی باتوں میں
جاتا۔ لیکن میں اس کی مکار فطرت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ آنکھیں بند کیے وہ میری طرف جھکی
دوسرے لمحے اس کی مضبوط ٹانگ بڑی پھرتی سے گھومی۔ میں پھرتی سے اچھلا اور اس کی لات میرے
کے نیچے سے نکل گئی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اگر پنڈلیوں کے جوڑ پر لات پڑ جاتی تو میں زمین پر گر
لیکن میں نے زمین پر دوبارہ قدم رکھتے ہی' انتہائی برق رفتاری سے ہاتھ گھمایا اور سینی ٹورا کے بائیں گال
ایک پٹاخہ چھوٹا۔ ایسا مزے دار تھپڑ تھا کہ وہ گرتے گرتے بچی۔ اب وہ کمر پر ہاتھ رکھے مجھے گھور رہی تھی
اس نے حلق سے وحشیانہ آوازیں نکالیں اور میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے کراٹے کے کئی ہاتھ مار
لیکن میں نے اسے طرح دی۔ پھر اس نے انتہائی اونچا اچھل کر میرے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی
میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ وہ زمین پر آئی تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور اس بار میں نے اس
دائیں گال کو نشانہ بنایا۔ چٹاخ کی یہ آواز بھی بڑی زوردار تھی۔ سینی ٹورا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"بس۔ آج کے لیے یہی کافی ہے۔" میں نے کہا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ لیکن وہ مر
تماشبین تھے۔ کسی نے سینی ٹورا کی حمایت کرنے کی کوشش نہ کی۔ سینی ٹورا نے مجھے روکنے یا کوئی
حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے ہمیں دیکھتی رہی۔ اور ہم مجمع کے درمیان سے نکل
آئے۔ ہم نے جھیل کا رخ کیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے کنارے تھے۔

"کوئی جواب نہیں استاد تمہارا۔" سردارے نے تعریفی انداز میں کہا۔ "حسین عورتوں کے نازک
گالوں پر ایسے زوردار تھپڑ مارنا دل ہی کا کام ہے۔"

"مذاق اڑا رہا ہے یار۔" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہرگز نہیں استاد۔ قسم لے لو۔ اس میں مذاق اڑانے کی کیا بات ہے۔ سچ بتاؤ' وہ نرم ریشمی
رخسار کیا تھپڑ لگانے کے لیے تھے۔ ان کی تمازت نظر انداز کر کے ان کے ساتھ بے رحمی آسان بات نہ
ہے۔"

"آنسو نکل آئے تھے اس کی آنکھوں میں۔"

"اچھا ہے' یاد رکھے گی۔ ویسے اس نے کون سی کسر چھوڑی تھی۔ دعائیں مانگتا رہا تھا۔ اگر ایک بار
اس کے داؤ میں آ کر گر پڑتے استاد۔ تو بڑی بکی ہو جاتی۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہرحال سبق مل گیا سسری کو۔ چھوڑو۔ ایسی مردمار عورتوں سے عشق بھی جائز نہیں ہے۔ سچ
استاد۔ میں شاید اس سے نہ نمٹ سکتا۔ اور کیسی اچھی بات ہے کہ میں نے ابتداء سے ہی اسے استانی کی
سے دیکھا اور اس کا احترام کیا۔"

"ابے تیری استانی کی ایسی تیسی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم جھیل میں نہانے کے لیے لبا
اتارنے لگے۔ لباس جمع کرانے کے بعد ہم دونوں جھیل میں اترے۔ جھیل پر حسب معمول رونق تھی
شمار لوگ نہا رہے تھے۔ میں اور سردارے بھی تیرتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔

"آج رات تو ہم یہاں رہیں گے استاد!" سردارے نے پانی سے گردن نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں؟"

"کوئی مل جائے تو؟"

"اب وہ ان میں سے نہیں ہو گی۔"

"ہو بھی تو کیا استاد۔ پچھلی رات والیوں نے ہی ہمارا کیا بگاڑ لیا۔ اوکے۔ تو بس مرد میداں کو اجازت۔"
ردارے نے کہا اور جھیل میں غوطہ لگا دیا۔ یقیناً اب وہ لڑکیوں کی تلاش میں چل پڑا تھا۔ میں بھی پانی سے
لیلا رہا۔ اس وقت میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے یہاں سے نکل جانے کے لیے میں ترکیب سوچ
ہا تھا۔ صحیح معنوں میں اس وقت بے یار و مددگار تھا۔ کرنسی حاصل کی جا سکتی تھی۔ مجھے تاش کے کھیل پر اعتماد
لہ لیکن پاسپورٹ۔ اس وقت تو پاسپورٹ سب سے بڑا مسئلہ تھے۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ انٹرپول
برے پیچھے تھی۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ میں غلام سیٹھ کا آدمی ہوں' اور اس کے بارے میں ضرور کچھ
انتا ہوں۔ اور اسی لیے وہ میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ لیکن ان سے پیچھا کیسے چھڑایا جائے۔ فی الحال کوئی
کیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ پانی کے کھیل سے دل اکتا گیا۔ اور میں باہر نکل آیا۔ سردارے تو اب بے
تھ کا بیل تھا' نہ جانے کہاں نکل گیا ہو گا۔ اس لیے اسے تلاش کرنا فضول تھا۔ میں نے کپڑے پہن لیے اور
یستوران کا رخ کیا۔

ریستوران میں داخل ہوتے ہی سینی ٹورا پر نظر پڑی۔ ایک میز پر خاموش بیٹھی تھی۔ انگلیوں میں
گریٹ دبی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ بے شمار لوگوں نے اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کی ہو گی لیکن
سان بات نہیں تھی۔ اسی وقت سینی ٹورا نے گردن اٹھائی اور اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔

تب اس نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے ہاتھ اٹھایا۔ مجھے قریب بلانے کا اشارہ تھا لیکن میں ایسا گیا گزرا بھی
یں تھا کہ اس کے اشارے پر دوڑا چلا جاتا۔ میں نے حقارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے اس سے
وڑے فاصلے پر ایک سیٹ سنبھال لی اور سینی ٹورا نے جھینپے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ بہت سے
ل اب بھی اس کی طرف متوجہ تھے اور یقیناً انہوں نے پوری سچویشن دیکھی ہو گی۔

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید جھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ کئی منٹ تک وہ بیٹھی
خوار نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی اس دوران ویٹر میرے
لے سیب کی شراب اور "سالج" لے آیا تھا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تشریف رکھیے۔" میں نے جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سمجھے؟"

"یہاں بیٹھنے کی اجازت دے کر۔؟" میں نے شراب کا جگ اٹھا کر ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اسے
لو۔ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے۔ سینی ٹورا کی دشمنی بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلا چکی
ہے۔"

"میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں تمہاری یہ آرزو ضرور پوری کر دوں گی۔" وہ پھنکاری۔

"شکریہ۔ کیا پیو گی؟"

"کیا تم نے اسی طرح اپنی میز پر میری پذیرائی کی ہے، جیسے مہمانوں کی، کی جاتی ہے۔" وہ غصیلے انداز میں بولی۔ "کیا تم مہمان کی حیثیت سے میرے پاس آئی ہو؟"

"پھر؟"

"معاف کرنا، تمہارے انداز سے تو پتہ چلتا تھا، جیسے تم مجھے صرف موت کی دھمکی دینے آئی ہو۔ بہرحال اگر مہمان ہو تو۔۔۔ آپ کیا پسند کریں گی مس سینی ٹورا؟"

"شکریہ۔ کچھ نہیں۔"

"اوہ۔ یہ ممکن نہیں ہے براہ کرم۔۔۔۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ یقین کریں، ایک مہمان کی حیثیت سے آپ میرے لیے باعزت ہیں۔"

"میرے لیے۔ "رون برگ" منگوالو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے چٹکی سے بیرے کو اشارہ کر دیا اور قریب آنے پر آرڈر سرو کر دیا۔ بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔

وہ اب بھی مجھے گھور رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "جرمن ہو۔؟"

"نہیں۔"

"کہیں اور سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے؟"

"بس سیاح ہو۔ دیس دیس کی خاک چھان رہا ہوں۔"

"رہنے والے کہاں کے ہو؟"

"برٹش ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، لیکن انگریزوں کی سی روایات تو نہیں رکھتے۔"

"یعنی مجھے خاموشی سے تم سے مار کھا لینی چاہیے تھی؟" میں نے قیمہ بھری آنت کا ایک ٹکڑا چباتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں۔ لیکن تمہارے اندر انگریزوں کی سی شائستگی نہیں پائی جاتی۔" میں نے اس کی بات سن کر منہ ٹیڑھا کر لیا۔ جواب دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ وہ میری شکل دیکھتی رہی۔ اور پھر اس کا آرڈر سرو ہو گیا۔ رون برگ کھاتے ہوئے اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "بہرصورت تمہارے اندر ایک خوبی ہے۔"

"بہت سی خوبیاں ہیں۔ تم مجھے نہیں جانتیں۔" میں نے سیب کی شراب کا جگ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے ابھی ایک ہی محسوس کی ہے۔"

"میرے ساتھ کچھ وقت گزارو۔ میری خوبیوں سے آشنا ہو جاؤ گی۔"

"دعوت دے رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"ہوں۔" لڑکی چند منٹ خاموش رہی پھر بولی۔ "تم نے اس خوبی کے بارے میں نہیں پوچھا جس کا ذکر کیا ہے؟"

"بتادو۔"

"تم مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے۔ جبکہ وہ جو مجھے جانتے ہیں، مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے ہکلاتے ہیں۔ رجو مجھے نہیں جانتے، وہ پہلی ملاقات کے بعد مجھے سمجھ جاتے ہیں۔"

"مس سینی ٹورا۔ میرے خیال میں آپ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں۔"

"اپنی حد تک بات کرو۔ تم بڑے کمینے انسان ہو۔ تم نے میرے گالوں پر اتنے زوردار تھپڑ لگائے ہیں ابھی تک دکھ رہے ہیں۔" نہ جانے کیوں اس کی شکایت میں بڑی محبوبیت تھی، مجھے پسند آئی۔ اور رے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم نے بھی کون سی کسر چھوڑی تھی۔ پچھلی رات تم نے میرا سر ڑنے کی کوشش کی۔ اور اس وقت بھی اگر میں نہ بچ سکتا، تو تم میرے ساتھ بہت برا سلوک کرتیں۔"

"پچھلی رات کب؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میرا مطلب اس رات سے ہے، جس کی شام تم آئی تھیں۔"

"تو کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جی ہاں۔"

"مگر کب۔؟ کس وقت؟"

"جب آپ اپنی رعایا میں چرس تقسیم کرنے کے بعد انہیں اپنے گٹار کے نغموں سے نواز رہی تھیں۔ راس ناچیز نے اپنا فن پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ ونڈر فل۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ چونک کر بولی۔ "سچ مچ تم وہی ہو؟"

"سر بچ گیا تھا۔ ورنہ پھٹے ہوئے سر سے گواہی دلوا دیتا۔"

"آئی ایم سوری۔ مجھ سے واقعی حماقت ہوئی تھی۔ میں تمہارا چہرہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن ں کے بعد میں تمہیں تلاش کرتی رہی۔ اور تم مل جاتے تو میں تم سے معافی ضرور مانگتی۔ لیکن اس کے بعد بھی تمہارا گٹار نہیں سنا؟"

"ارے قلاش ہوں۔ اپنے پاس گٹار نہیں رکھتا۔ اس وقت بھی بس تمہیں الٹا سیدھا گٹار بجاتے دیکھ کر ش آگیا تھا۔ اور میرا ساتھی اپنے مخصوص انداز میں کچھ لوگوں کا گٹار چھین لایا تھا جو بعد میں انہیں واپس کر ا گیا۔"

"میں الٹا سیدھا گٹار بجاتی ہوں؟" وہ غصے سے آنکھیں نکال کر بولی۔

"ہاں کوئی خاص بات نہیں ہے، تمہارے اندر۔"

"مقابلہ کرو گے مجھ سے؟"

"یقین کر لو۔ ہار جاؤ گی۔"

"اتنا بھروسہ ہے خود پر؟"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔"

"چلو ٹھیک ہے، دیکھ لوں گی۔ دوست بنو گے میرے؟" وہ مسکرائی۔

"خلوص دل سے بنو گی؟ میرا مطلب ہے، میرے تھپڑ بھول کر۔؟"

"ہاں! میں اسی ٹائپ کی عورت ہوں۔ تم نے میری اداؤں سے بچ کر میرے گالوں پر کامیابی سے تھپڑ ئے۔ بہرحال یہاں تمہاری فوقیت ظاہر ہو گئی۔ کیا تم جو جٹسو ایکسپرٹ ہو؟"

"ارے میں نہ جانے کون کون سی چیزوں کا ماہر ہوں' تم کیا جانو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
"پھر قلاش کیوں ہو؟"
"بس اس بارے میں نہ پوچھو۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔
"کام کرنا پسند نہیں کرتے ہوگے؟"
"ہاں۔ میں کسی دکاں پر سیلز مین تو ہرگز نہیں بن سکتا۔ نہ کسی فرم کا ایڈمنسٹریٹر۔ میں تو چلتی پھرتی زندگی کا قائل ہوں۔ لیکن قسمت ساتھ نہیں دیتی۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔
"میرا نام تقدیر ہے۔" لڑکی مسکرائی۔
"کیا مطلب؟"
"میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"
"گویا میرے اوپر احسان کرو گی؟"
"دوست بننے کا وعدہ کیا ہے نا۔"
"یار میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مار کھانے سے پہلے تم میری دشمن تھیں' اور مار کھانے کے بعد میری دوست بن گئیں۔ یہ کیا سیاست ہے؟"
"بار بار مجھے اپنی بدتمیزی یاد مت دلاؤ۔ اس کے بعد تم اس واقعے کا ذکر نہیں کرو گے۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔
"اوہو۔ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے' آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ مگر تم میرے لیے کیا کرو گی؟"
"بس بس' فضول باتیں مت کرو۔" وہ بگڑتے ہوئے انداز میں بولی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب شے کو دیکھ رہا تھا۔ انوکھی لڑکی تھی۔ ویسے مجھے اندازہ تھا کہ وہ فریب سے کام لیتی ہے' کہیں دھوکے سے کوئی وار نہ کرے۔ لیکن بہرحال وہ اس قدر دلکش تھی کہ اسے ہر صورت میں برداشت کیا جا سکتا تھا۔
"سینی ٹورا!" میں نے اسے پیار سے پکارا۔
"ہوش میں رہو۔" وہ غرائی۔ "تم مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"
"اوہو' تو کیا مجھے تمہاری ملازمت کرنی پڑے گی؟" میں نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔
"میں تم جیسے بدتمیزوں کو ملازم رکھنا بھی پسند نہیں کروں گی۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔
"کیا میں یہ سنی ہوئی پلیٹ تمہارے منہ پر دے ماروں؟" میں نے بھی غصیلے انداز میں کہا۔
"کیا۔ کیا۔ تمہاری موت ہی آ گئی ہے کیا؟" وہ کرسی پیچھے کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اطمینان سے ویٹر کو اشارہ کیا اور اس کے قریب آنے پر کچھ نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے۔
"باقی رکھ لینا۔" میں نے کہا اور پھر سینی ٹورا کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر تم اس ہوٹل میں پٹنا نہ چاہو' تو باہر چلو۔ میں چاہتا ہوں' تمہارا دماغ ہمیشہ کے لیے درست کر دوں۔"
سینی ٹورا' جو مجھے تیکھی نگاہوں سے گھور رہی تھی اور جس کے چہرے پر خونخوار تاثرات پھیلے ہوئے تھے اچانک نرم پڑ گئی۔ اس کے خدوخال کا تیکھا پن کسی حد تک کم ہو گیا تھا اور پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔
"ذلیل ترین انسان ہو۔ میرا سارا گھمنڈ ختم کیئے دے رہے ہو۔ لیکن اس بات کو نوٹ کر لینا کہ میرے

ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"
"ڈیر سینی ٹورا۔ میری صرف ایک خواہش ہے۔ ذہن سے یہ خیال نکال دو کہ ہر انسان تمہارا مطیع ہو سکتا ہے۔"
"اٹھ گئے ہو تو آؤ باہر چلیں۔" اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔ اور میں نے اس کے ساتھ قدم گے بڑھا دیئے۔ ہم ریستوران سے باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا میں نے پہلی ر غور کیا تھا۔ بہرحال وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی اپنی کار تک آئی۔
"کہاں؟" میں نے پوچھا۔
"کسی سنسان علاقے میں' جہاں میں تمہیں قتل کر سکوں" وہ بولی۔
"فرینکفرٹ میرے لیے اجنبی جگہ ہے۔"
"میں لے چلوں گی۔"
"تب ٹھہرو۔ میں لباس بدل لوں۔"
"جاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے جا کر لباس تبدیل کر لیا۔ پھر میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا۔ اور نی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اور پھر وہ بلیک پول کے علاقے سے ہی نکل آئی۔
لیکن اب میں اپنے اس اقدام پر غور کر رہا تھا۔ حماقت تو نہیں ہو گئی۔ نہ جانے کہاں لے جا رہی ہے۔ ں کینہ پرور لڑکی سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی' چالاک اور کسی قدر کریک تھی۔ بہرحال اب تو آ ہی گیا ا۔ سردارے کو بھی نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا ہے۔
فرینکفرٹ کے نواحی علاقوں سے واقف نہیں تھا۔ نہ جانے یہ سڑک کہاں جاتی تھی لیکن سینی ٹورا جس راز میں ڈرائیونگ کر رہی تھی' اسے دیکھ کر چکر آ رہے تھے۔ سڑک پر چھوٹے چھوٹے موڑ تھے لیکن لبتہ سوئی نوے اور سو کے ہندسے سے نیچے نہیں گرنے دے رہی تھی۔ بہرحال اب میں اس حد تک دل بھی نہیں تھا کہ اس ڈرائیونگ سے خوفزدہ ہو جاتا۔
میرے اندازے کے مطابق سینی ٹورا نے تقریباً" پچاس میل کا سفر کیا اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار ا۔ سرسبز علاقہ تھا' اکا دکا' عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کار روک کر وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ش بورڈ کے نزدیک کا ایک بٹن دبایا اور ایک دراز باہر آ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے دراز میں ہاتھ ل کر باہر نکال لیا۔
اب اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا اور اس کی نالی میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اور پھر س کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب بولو۔"
"کیا بولوں جان من!" میں نے دلنشیں انداز میں کہا۔
"تم نے میری توہین کیوں کی تھی؟"
"تم نے نہیں کی تھی؟"
"اور اگر میں تمہیں یہیں گولی مار دوں تو؟"
"مشکل ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ سینی ٹورا کی توجہ ایک لمحے کے ہٹی تھی۔ دوسرے لمحے میرا کھڑا ہاتھ اس کے ہاتھ پر پڑا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ س کے منہ سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے لمبے خوبصورت بال پکڑ لئے اور

نہیں تھا۔ آٹھ لڑکیاں اور میرا نمبر آٹھواں تھا۔ میرے باپ نے بیٹے کی حسرت اس طرح پوری کی کہ مجھے لڑکا بنا دیا۔ سترہ سال کی عمر تک لڑکوں کی مانند زندگی بسر کی اور اتنی عادی ہو گئی کہ خود کو لڑکی سمجھنا ہی چھوڑ دیا اور پھر میرے اندر اور بھی بہت سی برائیاں پیدا ہو گئیں۔ میں نے نہ جانے کیا کیا ہنگامے کیے' باپ کی اس خواہش نے مجھے انوکھے روپ دے دیئے یہاں تک کہ میں گھر والوں کے کام کی نہ رہی۔ میرا باپ بھی میری عادتیں برداشت نہیں کر سکا' جس نے خود مجھے یہ روپ دیا تھا۔ سو میں نے گھر چھوڑ دیا۔ جو کچھ کیا کامیاب رہی۔ بڑے بڑے جیالے میرے ہاتھوں اپنا غرور کھو بیٹھے۔ میں تمہیں بتاؤں۔ میں نے اپنی زندگی میں سولہ قتل کیے ہیں' خود اپنے ہاتھوں سے لیکن اس وقت جھیل پر ـــــــ اور ـــــــ اس وقت' تم نے میرا غرور توڑ دیا ہے۔ ہاں میں عورت بن گئی ہوں اور ٹوٹے ہوئے غرور مشکل سے گردن اٹھاتے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اور میں اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ حالات نے مجھے بے اعتباری سکھا دی تھی' چنانچہ میں نے اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا۔

"بہرحال' مادام سینی ٹورا! میں آپ سے ہوشیار رہوں گا!"

"اعتبار نہیں کرو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"میں شکست خوردہ ہوں لیکن مضبوط زبان رکھتی ہوں۔ تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گی!"

"اعتبار بھی کر لوں گا لیکن کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے پژمردہ سی آواز میں کہا اور ایک بار پھر ہم کیمپ پہنچ گئے۔ "مجھے اپنا خیمہ دکھا دو!" وہ بولی۔

"ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دوسری شکل میں بھی تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہیں ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور اس کی کار اپنے خیمے کی طرف لے گیا۔ اتفاق سے اس وقت سردارے اور بیکر دونوں موجود تھے۔ سردارے خیمے کے برابر ہی کھڑا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ "واہ! استاد! آخر لے ہی آئے استانی کو۔ خدا کی قسم' اگر میں افریقی ہوتا تو اس وقت تمہارے گرد اچھل اچھل کر رمبا سمبا ناچتا۔ ہائے استانی! پھنس گئیں استاد کے جال میں آخر۔ ساری اکڑ رکھی رہ گئی نا۔" سردارے اردو میں بولا۔

"استاد! ساری زندگی کے لیے ہی تمہیں استاد بنا لیا ہے' چنانچہ کوئی ایسی بات کرنا فضول ہے۔ براہ کرم بتا دو اس جنگلی سانڈ کو کس طرح قابو میں کیا؟"

"یہ استادی کے گر ہیں سردارے! فکر مت کرو بتا دیں گے کسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے خدا کی قسم استاد! فنکار ہو۔ کم از کم اس عورت کو قبضے میں کر کے تم نے خود کو مکمل ثابت کر دیا ہے۔"

"اچھا فضول بکواس مت کرو۔ کافی ہو گئی۔"

"استاد! ایک بات اور بتا دو۔" سردارے گھگھیایا۔

"بکو؟"

"باقی معاملات کیا رہے؟ رکو گے یہاں؟"

"عجیب احمق انسان ہے۔" مجھے سردارے کی بات پر ہنسی آ گئی۔

"احمق نہیں استاد۔ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہوں۔" سردارے منہ پھلا کر بولا۔ "کم بخت ٹیٹ بھی

ئی۔ اب تم ہی بتاؤ' میں کیا کروں؟"

"بات بہت معمولی ہے' کوئی خاص نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ابھی چند روز انتظار کریں گے۔ بہرحال ے نکلنا بھی کار دارد ہے۔ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ تو میں بھی یہاں رکنے کے انتظامات کر لوں۔" سردارے نے کہا اور میں نے گردن بیکر خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ ہماری گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لاپروا سا انسان تھا۔ سردارے باہر نکل گیا اور میں نے بیکر کو آواز دی۔

"ماسٹر!" بیکر نے چونک کر جواب دیا۔

"کیا سوچتے رہتے ہو بیکر ہر وقت؟"

"کچھ نہیں ماسٹر! کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"یقین کرو ماسٹر۔ بس فضول باتیں۔"

"میری رائے ہے بیکر۔ اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو۔"

"تبدیلی؟"

"ہاں۔ تمہارے پاس اب کپڑے بھی ہیں لیکن تم لباس نہیں بدلتے۔ باہر بھی نہیں جاتے۔"

"جاتا ہوں ماسٹر۔" بیکر نے گردن جھکا کر کہا۔

"کب جاتے ہو؟"

"کھانے پینے کی چیزیں لینے جاتا ہوں۔"

"اوہ! میری خواہش ہے تم سیر و تفریح کی غرض سے بھی جایا کرو۔ ویسے تمہارے چہرے پر خاصی رونق میں چاہتا ہوں بیکر' کہ جب تم اپنے وطن میں داخل ہو تو تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نظر نہ ے۔"

اور بیکر پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔

سردارے مستقبل غائب ہو گیا۔ میں اس دوران خیمے میں ہی رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ رات کیسے ری جائے۔ کیوں نہ سینی ٹورا کی طرف چلا جائے۔ خطرہ تو قدم قدم پر ہے۔ ممکن ہے وہ مکار عورت بھی بچھا رہی ہو۔ بہرحال ایک طرف انٹرپول کا جال ہے اگر اس میں اور اضافہ ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے اور رے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کسی طور سینی ٹورا بھی تو انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ میں سوچتا رہا' ر غور کرتا رہا۔ بظاہر تو ایسے نشانات نہیں ملتے تھے لیکن اگر ہے بھی تو کیا فرق پڑتا ہے اور پھر میرے ذہن غلام سیٹھ بھی آیا۔ آخر اسے کیا ہوا؟ کیا انٹرپول کے خوف سے اس نے میدان ہی چھوڑ دیا ورنہ وہ ے لیے ضرور بے چین ہوتا۔ اگر اس نے اس لائن سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ٹھیک ہے۔ میرے کیا اثر پڑتا ہے۔ بہرحال اب تو مجھے بھی زندگی گزارنا آ گئی ہے۔ میں اپنے طور پر بھی زندگی گزار سکتا ہ میں ابھی تک اپنا رخ اس لیے نہیں بدل سکتا تھا کہ کہیں غلام سیٹھ مجھے بزدل نہ سمجھے' یہ نہ سوچے کہ نے حالات سے' خطرے سے گھبرا کر خود کو روپوش کر لیا۔

پھر میں باہر نکلنے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ کار کے انجن کی آواز سنائی دی۔ کار ہمارے خیمے کے سامنے ہی رکی تھی۔ میں نے پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔ سینی ٹورا کار سے اتر رہی تھی۔

"مسٹر!" اس نے مجھے پکارا اور میں خود بھی اس کی طرف بڑھ گیا۔ سینی ٹورا کے وہی طور تھے لیکن
نگاہ سے دیکھنے سے اس کے اندر معمولی سی تبدیلی کا احساس ہو جاتا تھا۔ "ہیلو ــــــ ٹورا!" میں نے
دلی سے کہا۔

"مصروف ہو؟"

"نہیں!"

"تو آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ ہی کھائیں گے۔" اس نے پیشکش کی۔

"اوہ!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اس نے نگاہ چرالی۔ "ٹھیک ہے۔ میں اپنے سا
کہہ دوں۔" اور اس نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے خیمے میں واپس جاکر بیکر کو ہدایت دی کہ وہ ہار
کے بغیر کھانا کھالے۔ سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا اور میں بہرحال کھانا سینی ٹورا کے
کھاؤں گا!

پھر میں اس کے پاس کار میں آبیٹھا اور اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ "تمہارا نام کیا
اس نے پوچھا۔

"ایڈورڈ!" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ! آپ میری طرف سے کتنے ہی مشکوک رہیں، بہرحال میں آپ کو دوست بنانے کا
چکی ہوں اور ضدی تو میں ہوں۔ بس ایک گذارش ہے، وہ یہ کہ خود مجھے چاہے جتنا ذلیل کرلیں، آپ
ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہیں۔"

"مس سینی ٹورا! آپ کچھ بھی ہوں۔ آپ کے ذہن میں کچھ بھی ہو۔ آپ کسی کی بھی نمائند
میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ اپنے حالات کا شکار بھی ہوں۔ ملک
گھوم کر شوق سیاحت پورا کرنے کا خواہش مند تھا، نکل پڑا اور خود کو ان تمام حالات، خطرات، حادثا
لیے تیار کرلیا جو اس آوارہ گردی میں پیش آسکتے تھے۔ کسی حد تک اپنے دفاع کے لیے بھی تیاریاں
میں نے آپ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی میرے لیے اتنا کچھ کیا، میں ٹالتا ر
آپ نے مجبور کردیا۔ بہرحال آپ کی شکست کا اعلان کرکے میں لوگوں کی نگاہوں میں ممتاز نہیں ہو
رہی آپ کو ذلیل کرنے کی بات، تو آپ یقین کریں، میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی خیال
ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈورڈ!" سینی ٹورا نے ممنونیت سے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے خوبصورت خیمے کے نزدیک پہنچ گئی اور پھر مجھے اندر لے گئی۔ در
اس کا خیمہ جدید ترین تھا۔ سفر کی ہلکی پھلکی لیکن چھوٹی سے چھوٹی ضروریات سے آراستہ۔ میں
پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سینی ٹورا بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"پسند آیا؟"

"ہاں! باہر سے بھی خوبصورت تھا، اندر سے اور خوبصورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے مسٹر ایڈورڈ!" وہ بولی۔

"اوہ! بہرحال اب ہم دوست ہیں۔"

"خود میری فطرت میں ہی کچھ خرابی ہے۔" اس نے فکر مندی سے کہا، پھر چونک کر بولی۔ "

پ کے ہم وطن ہیں؟ وہ آپ کے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟"

"ینتو میرا واحد دوست ہے، بھائی دوست ہے، یا زندگی بھر کا ساتھی بیکر ایک مظلوم آوارہ گرد ہے۔
ں کا باشندہ ہے۔ یہیں کیمپ میں مل گیا تھا۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی، پھر چونک کر اٹھ گئی۔ "کیا پئیں گے آپ؟"

"شراب رات کو بارہ بجے کے بعد پیتا ہوں۔"

"ارے۔ کیوں؟"

"بس اصول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب کافی کا پانی رکھ دوں؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"تب چند منٹ کی اجازت دیں۔" وہ خیمے کے کچن کی طرف بڑھ گئی اور میں اس کے بارے میں سوچنے
ی قسم کا خوف وغیرہ تو دور دور تک میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ ہاں سینی ٹورا کی پراسرار
ر کشش شخصیت کے بارے میں سوچ ضرور رہا تھا۔ انوکھی عورت ہے اور بے حد دلکش ہے۔ بہرحال
ی انوکھی عورتوں سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا اور بحیثیت عورت، میں نے انہیں صرف عورت پایا تھا۔
ی دیر کے بعد سینی ٹورا کافی لے آئی۔ اس نے کافی کے برتن کسی گھریلو عورت ہی کے انداز میں میرے
ے رکھے اور پھر کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے کھسکا دی اس کے ساتھ ہی خشک میوے بھی

کافی پیتے ہوئے وہ خاموشی سے کچھ سوچتی رہی، پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ "ابھی آپ نے
جملہ کہا تھا مسٹر ایڈورڈ!"

"کونسا؟" میں نے لذیذ کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ میرے ذہن میں کچھ بھی ہو، میں کسی کی بھی نمائندہ ہوں۔"

"شاید!" میں نے لاپرواہی سے گردن ہلائی۔

"نمائندہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"کوئی خاص مراد نہیں تھی۔ میرا مقصد آپ کی ذات سے تھا یعنی آپ کسی بھی انداز میں سوچیں۔ یوں
ں میں نے اس وقت الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا تھا۔ مگر آپ کیوں چونکیں؟"

"نہیں۔ وہ جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔"

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"آپ کے ذرائع آمدنی کیا ہیں مسٹر ایڈورڈ؟"

"کیا یہ نجی سوال نہیں ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہے، لیکن میں اس میں دخل انداز ہونا چاہتی ہوں۔" اس نے کسی قدر ناز بھرے انداز میں کہا اور
کے اندر سے عورت جھانکنے لگی۔ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی تھی۔

"ضروری ہے؟"

"ہاں!"

"تو پھر سن ہی لیجیے مس سینی ٹورا! میرے ذرائع آمدنی کچھ نہیں ہیں۔ ہاں گزارہ کرلیتا ہوں کسی نہ کسی

طرح۔ آج کل جو کام چل رہا ہے' وہ ایک جوئے خانے کی رقم سے چل رہا ہے۔ باون پتے میرے غلام ہیں۔"

"اوہ۔ شارپنگ؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں!"

"کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے؟"

"مثلاً کسی دفتر میں کلرکی یا کسی الیکٹریکل کمپنی میں انجینیری؟"

"نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔ "یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"اسمگلنگ! منشیات کی اسمگلنگ!" اس نے جواب دیا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

سینی ٹورا مسکرا رہی تھی۔ چند ساعت ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"ہو جائے گا!" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"کس طرح؟"

"میں تمہاری مدد کروں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"تم؟"

"ہاں!" سینی ٹورا نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے ان ذرائع کے بارے میں بتاؤ گی؟"

"نہیں!"

"اوہ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں اگر تم تیار ہو گئے تو بندوبست کر دوں گی۔ لیکن تمہیں پورے اعتماد کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔"

"سینی ٹورا!" میں نے گہری چال چلتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نے ایسی بات کی ہے تو پھر میں تم سے کچھ باتیں صاف صاف کھل کر کہہ دوں اور میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن تم سے درخواست ہے کہ انہیں محسوس نہیں کرو گی۔ رہی میری بات تو بہرحال میں اس آنکھ مچولی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میرے حالات زیادہ دلخوش کن نہیں ہیں۔"

"سینی ٹورا سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"سینی ٹورا! ممکن ہے تم دل سے میری دوست نہیں بنی ہو۔ تمہارا ابھی وہی مقصد ہو جو جینٹ شیرڈ اور ٹیٹ کا تھا لیکن بہرحال انسان' انسانوں پر اعتماد نہ کرے تو کیا درختوں پر کرے؟ سنو سینی ٹورا! اگر تمہارا تعلق انٹرپول سے ہے تو براہ کرم اپنے باسز سے صرف اتنا کہہ دو کہ میرا جرم صرف اتنا سا ہے کہ میں دنیا سے گہری دلچسپی نہ رکھنے والا ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی کا خواہش مند بھی ہوں اور نگر نگر گھوم کر نئی کائنات دیکھنے کا طلب گار۔ زندہ رہنے کے لیے جائز ذرائع نہیں رکھتا' اسی لیے ایک اسمگلر کی دعوت قبول کرلی تھی۔ وہ نہیں مل سکا اور یہ اچھا ہی ہے کہ وہ نہیں ملا۔ اگر میں اس کے لیے کام شروع کر چکا ہوتا تو میرا جرم مسلم تھا۔ بہرحال' ابھی تک میں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا۔ انٹرپول کے ہاتھ لامحدود ہوتے ہیں' مجھے ایک بار پھر گرفتار کر لیا جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک میری پوری ہسٹری معلو

ئے اور اس کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دیا جائے' بلکہ اگر میری خدمات حاصل کی جائیں تو میں ان کے لیے رنے پر بھی تیار ہوں۔ میرے اوپر کڑی نگرانی رکھی جائے' مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ احمق نہیں ہوں اور اپنا کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں' یا پھر مجھے گولی مار دی جائے اور اس تصور ی چھٹکارا حاصل کرایا جائے کہ میں کسی بڑے اسمگلر کا ساتھی ہوں۔ میری اس گفتگو سے تمہارے لیے دوہرے نتائج اخذ ہوتے ہیں سینی ٹورا!" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ سینی ٹورا کے چہرے پر عجیب سے ت تھے۔

یں خاموش ہو گیا' تب بھی وہ میری شکل دیکھتی رہی اور کئی منٹ تک بے خیالی کے انداز میں مجھے تی رہی۔

"میں تمہاری ایک بھی بات نہیں سمجھ سکی ایڈورڈ!"

"وہی باتیں ہیں مس سینی ٹورا۔ یا تو آپ سب کچھ سمجھ گئی ہیں یا پھر واقعی کچھ نہیں سمجھیں۔ اگر نہیں ہیں تو سنئے۔ ممکن ہے آپ خلوص دل سے میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ آپ کے خلوص کے ب میں مخلصانہ عرض ہے کہ آپ میری ذات سے نقصان بھی اٹھا سکتی ہیں' زبردست نقصان!"

"وہ کس طرح؟"

"آپ کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اس نے بیساختہ جواب دیا۔

"تب آپ کا تعلق کسی اسمگلر سے ہے؟"

"فرض کرو!"

"تب پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں مس سینی ٹورا' کیونکہ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔"

"اوہ!" اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ وہ پراسرار انداز میں میری شکل دیکھتی رہی' پھر نے بولی۔ "لیکن کیوں؟"

"بات یہ تھی مس سینی ٹورا کہ ہم آوارہ گردوں کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ ہمارے پاس اتنی دولت مشکل ہوتی ہے کہ ہم آرام سے اپنے مقاصد پورے کر سکیں۔ اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے' شاید آپ علم میں ہو۔ ہم میں سے بعض ہر وہ کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر انسان نہ کر سکے۔ اس میں بھیک مانگنا شامل ہے۔ میں اور میرا ساتھی اس کے قائل نہیں تھے۔ میں شارپنگ بھی کر لیتا ہوں لیکن بہرحال وہ ز نہیں ہے جو ہر جگہ کام آ سکے۔ تب ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کسی بڑے اسمگلر کا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارے لیے ایسا بندوبست کر دے گا کہ ہم شوق آوارگی بھی پورا کر لیں اور عیش ریں۔ بس ہمیں منشیات ساتھ لے جانی ہوں گی۔ اس نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا' لیکن جب ہم اس ل پہنچے تو وہاں انٹرپول موجود تھی۔ ہمیں اس کے ساتھی کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا اور وہ ہم سے کرتے رہے لیکن اصلیت جو کچھ بھی تھی وہ انہیں بتا دی گئی۔ شاید وہ ہمیں نہ چھوڑتے لیکن انہوں نے چارہ بنا کر چھوڑ دیا تاکہ اس اسمگلر پر ہاتھ ڈال سکیں اور آج تک انٹرپول ہمارے پیچھے ہے۔"

"اوہ!" سینی ٹورا نے گہری سانس لی' پھر مسکرا کر بولی۔ "تو تمہارا خیال تھا کہ میں بھی انٹرپول سے تعلق رکھتی ہوں؟"

"ہاں!"

"اور باقاعدہ پروگرام کے تحت تمہارے پیچھے لگی ہوں؟"

"بیشک۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اب بھی یہی خیال برقرار ہے؟" وہ میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اس بارے میں کیا کہوں؟"

"تب تو ممکن ہے یہ کہانی بھی تم نے صرف خود کو محفوظ رکھنے کے لیے سنائی ہو۔ تم میرے ذریعے انہیں باور کرانا چاہتے ہو کہ تمہارا اس اسمگلر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کے یہ الفاظ' یا تو بہت گہرے تھے یا پھر حقیقت۔ بہرحال میں نے اس چالاک دنیا پر اعتبار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا' خواہ کوئی کچھ بھی بن کر میرے سامنے آئے۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری دلیل وزنی ہے۔ میں لاجواب ہو گیا ہوں۔" میں نے اعتراف کیا۔

"کیا؟"

"تم میرے اوپر اعتبار کرو اور میں تمہارے اوپر۔ تم بہادر ہو' چالاک ہو اور ——— اور پرکشش بھی۔ میں' یقین مانو تمہاری عزت کرنے لگی ہوں۔ اگر میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچے تو تم چالاکی سے میرے شکنجے سے نکل جانا۔ مجھے قتل بھی کر سکتے ہو' مجھے اعتراض نہ ہو گا اور اگر میں ٹھیک ثابت ہوں تو میرے ساتھ کام کرتے رہنا۔"

"یہ الفاظ تو خاصی ٹھوس حیثیت رکھتے ہیں۔ بہرحال میں تیار ہوں۔"

"دل سے؟"

"ہاں! دل سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب آؤ' ہم دوستی کا ایک عہد کریں گے۔" وہ اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی اور اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ "جب تک تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہ پہنچے' تم نہ میرے اوپر شک کرو گے اور نہ ہی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے۔ بولو۔ اس بات میں کوئی کھوٹ نہیں ہے؟"

"نہیں!" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر ہماری یہ نئی دوستی پکی؟

"ایک سوال اور ہے؟"

"ہاں' ہاں کہو!"

"میری حیثیت ایک ڈائنامائٹ کی سی ہے' جس کے فیتے خراب ہو چکے ہیں اور وہ ہر اس جگہ پھٹ سکتا ہے جہاں موجود ہو۔ ظاہر ہے وہ قرب و جوار میں بھی تباہی پھیلا سکتا ہے۔ تم سمجھ رہی ہو نا۔ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔ وہ تمہاری طرف بھی متوجہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح میری ذات سے تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"تب تم مجھے ڈائنامائٹ فیکٹری سمجھو' جہاں وہ تیار ہوتے ہیں۔ وہ عمارت ہر خطرہ قبول کر لیتی ہے؟" سینی ٹورا نے میری بات کا انتہائی خوبصورت جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں الجھن نہ بن جاؤں تمہارے لیے؟"

سوچنا اب میرا کام ہے۔" وہ بولی۔

تمہاری یہ دوسری شکل میرے لیے حیرت انگیز ہے سینی ٹورا اور بہرحال' میں دل سے اس کی قدر کرتا
میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

میں خطرات پسند ہوں ایڈورڈ! اور ضدی بھی ہوں۔ تم بھروسہ کرو نہ کرو' یہ تمہاری مرضی ہے لیکن
زندگی میں شاید ہی کسی سے مرعوب ہوئی ہوں۔ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتی اور نہ ہی ——— نہ
——— اف ——— میرے تصور سے باہر کی بات ہے۔ ایڈورڈ! شاید میرے والدین بھی مجھے انگلی
ی جرات نہیں کر سکے تھے۔ ایڈورڈ' پوری زندگی لوگ صرف میرے ہاتھوں سے پٹتے رہے ہیں لیکن
جس بے دردی سے میرے گالوں پر تھپڑ لگائے ہیں' میں انہیں فراموش نہیں کر سکتی اور
———" وہ اپنی پنڈلی کی چوٹ کو مسلتی ہوئی بولی۔ "صرف دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں' یا تو میں ہر قیمت پر
قتل کر دیتی۔ ہر قیمت پر اور میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن تم حاوی
جب میں نے خود کو تمہارے سامنے بے بس محسوس کیا تو پھر تم سے ہار مان لی اور ہار ماننے کے بعد مجھے
یب سی لذت کا احساس ہوا۔ میں نے سوچا' ایڈورڈ' مجھے معاف کرنا' میں نے سوچا تم وہ ہو' جو مجھ پر
ہو اور حاوی ہونے والا ——— وہ ——— وہ۔"

سینی ٹورا خاموش ہو گئی۔

میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سینی ٹورا کچھ بھی ہو' کتنی ہی خطرناک ہو' کتنی ہی گہری ہو' اس وقت
رہی تھی اور یہ سچائی عورت تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ عورت کی آواز تھی' جو
لیے اجنبی نہیں تھی۔ "کہتی رہو سینی ٹورا' خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"نہیں ایڈورڈ! بس' میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتی۔" اس نے گردن جھکائے جھکائے کہا اور اس حسین
ن کی یہ ادا مجھے بہت بھائی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ سینی ٹورا خاموشی سے بیٹھی فرش
رہی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات کچھ چاہتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے انداز سے احساس ہو رہا تھا کہ
سوچ رہی ہے' کیا کہنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں اٹھا' میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے اٹھایا' ٹھوڑی کے نیچے
رکھ کر چہرہ اونچا کیا اور اس کے ہونٹ چوم لیے۔ سینی ٹورا نے میرے بوسے کی پذیرائی کی تھی اور پھر
طویل بوسہ اس کی طلب تھی۔

پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھے اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے چہرے کا تغیر نمایاں تھا۔ بلاشبہ یہ وحشی
کچھ بھی ہو لیکن اس وقت صرف عورت ہے اور شاید یہ حقیقت ہو کہ اس کی وحشت نے کسی مرد کو
کے قریب نہ آنے دیا ہو۔ مجھے جھیل میں اس کا نہانا یاد آیا۔ اس لباس کے نیچے قیامت کا بدن چھپا ہوا
اور شاید اب' اس کا حصول میرے لیے مشکل نہ ہو اور اگر بات کچھ غلط بھی ہے تب بھی' میرا انجام
لیے غیر متوقع نہیں تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے ایڈورڈ؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں۔"

اس نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور بولی۔ "میں نہیں سمجھی؟"

"جس طرح تم چاہتی ہو۔"

"یعنی؟" وہ بولی جیسے میری زبان سے کچھ سننے کی خواہش مند ہو۔
"تم نے میرے لیے کیا سوچا ہے؟"
"جو کچھ میں نے کہا تھا؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ!" سینی ٹورا نے گہری سانس لی' پھر بولی۔ "یہاں اس کیمپ میں بھی میرے بہت سے آدمی
ہوئے ہیں۔ اب میں تمہیں کچھ آگے کی باتیں بتانے میں بھی عار نہیں سمجھتی ایڈورڈ میں خود اپنے
سے گروہ کی سربراہ ہوں۔ یہ گروہ میرے ساتھ ہی چلتا ہے' یعنی جہاں میں جاتی ہوں' یہ مختلف شکلوں
میرے ساتھ رہتا ہے۔ میں اس سے کام لیتی ہوں اور یہ میرے مفادات کی نگرانی کرتا ہے لیکن میرے
کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں ان کی سربراہ ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ میں باس کی اسسٹینٹ ہوں اور
کی مرضی پر کام کرتی ہوں۔ تم یہاں تیسرے نمبر پر کہلاؤ گے حالانکہ تم دوسرے نمبر پر ہو گے۔"
"اوہ! اور میرا ساتھی؟"
"تمہارے تو دو ساتھی ہیں!"
"نہیں۔ تم صرف ایک کی بات کرو' دوسرا شاید ہمارے ساتھ نہ رہ سکے ممکن ہے ہم اسے ڈنمارک
چھوڑ دیں۔"
"اوہ! تو تمہارا ڈنمارک جانے کا ارادہ ہے؟" وہ بیساختہ بولی اور مجھے احساس ہوا کہ میں جلد بازی
ایک غلطی کر بیٹھا ہوں۔ گویا میں نے ظاہر کر دیا تھا کہ میرے ذہن میں بہرحال کوئی پروگرام ہے اور اب
بات کو کسی شک کا موقع دیئے بغیر فوری طور پر نبھانا تھا' چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "ہاں۔
یہاں ان الجھنوں میں نہ پھنستا تو شاید اس وقت ڈنمارک میں ہوتا۔"
"چند روز اور سہی ڈیر! اس کے بعد ہم ڈنمارک ہی چلیں گے۔"
"بیکرو وہیں کا باشندہ ہے۔"
"ہاں تم نے بتایا تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے' جتنا وقت یہاں گزارو آرام سے گزارو' کسی طور فکر مند ہو
کی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھی تمہاری نگرانی کریں گے۔ میں انہیں خصوصی ہدایات جاری کر دوں گی۔"
"اوکے سینی ٹورا! میرا خیال ہے اب اس موضوع کو ختم کیا جائے۔ کیا تم مجھے گٹار سناؤ گی؟"
"ارے ہاں۔" وہ مسکرائی۔ "یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تم میں بے پناہ صلاحیت
ہیں۔ تم انسان کو مطیع کرنے کے بے شمار گر جانتے ہو۔ اس وقت چونکہ میری توہین ہوئی تھی' میں برداشت
نہیں کر سکی تھی لیکن بہرحال تمہاری انگلیاں گٹار پر بھی خوب چلتی ہیں!"
"شکریہ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تب پھر آج تم ہی گٹار سناؤ گے۔"
"اور تم بھی۔"
"تب کیوں نہ ہم ایک عمدہ پروگرام ترتیب دیں؟"
"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔
"ایک گٹار تمہارے ہاتھ میں ہو' دوسرا میرا ہاتھ میں۔ ہم آوارہ گردوں کو جمع کر لیں اور ان کا تما
دیکھیں۔"

"لیکن میرے پاس گٹار نہیں ہے۔"
"میں مہیا کر دوں گی۔" سینی ٹورا نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا خوش ہو گئی۔ وہ خیمے سے باہر نکل
اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔
"گٹار ابھی پہنچ جائے گا۔" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ سینی ٹورا ابھی پر خیال انداز
میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ابھی
غلطی کی تھی۔"
"کیسی غلطی؟"
"تنہا زندگی میں اتنا لطف نہیں ہے' جتنا کسی ساتھی کی معیت میں۔ اب تک میں نے کسی ساتھی کی
ورت ہی نہیں محسوس کی تھی لیکن اب جوں جوں میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں' میری مسرتوں
اضافہ ہوتا ہے۔ یا پھر یوں سمجھ لو کہ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو جس نے میری انا توڑ دی ہے اور
ارے سوا میری نگاہ میں کچھ نہیں ہے۔"
باہر سے کسی نے آواز دی اور سینی ٹورا باہر نکل گئی۔ پھر وہ ایک خوبصورت گٹار لیے اندر آ گئی اور اس
نے گٹار میری خدمت میں پیش کر دیا۔ نارمل ہونے کے بعد یہ لڑکی بے حد حسین نظر آنے لگی تھی۔
ہت تو غیر معمولی تھی ہی چہرے کے خدوخال بھی نرم ہونے کے بعد بہت دلکش ہو گئے۔
تب اس نے اشارہ کیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے اور پھر خیمے کے سامنے' کار کی چھت پر کھڑے ہو کر
نی ٹورا نے مخصوص انداز میں ہانک لگائی اور گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔
اور ننگے بھوکے آوارہ گرد چیلوں کی طرح لپکے انہوں نے دیکھا تھا کہ جب گٹار بجا تھا تو چرس بھی تقسیم
ئی تھی اور آج کا دن بھی خالی نہیں تھا۔ کئی آدمیوں نے سینی ٹورا کے نام پر چرس تقسیم کی اور دھوئیں کے
ل بلند ہونے لگے۔ تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور گٹار پر ایک دھن چھیڑ دی۔
میں بھی گٹار کا کمال دکھانے کے لیے بے چین تھا۔ میں نے سینی ٹورا کے گٹار کی دھن پکڑی اور اسے
ایت خوبصورت انداز میں بجانے لگا۔ سینی ٹورا رکی' پھر اس نے دھن تبدیل کر دی اور میرے تاروں سے
ی وہی آواز نکلنے لگی اور سینی ٹورا مسکراتے ہوئے جھومنے لگی۔ "ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل!" اس نے
کراتے ہوئے داد دی اور پھر گٹار کے نغمے بدمستوں کی خرمستیاں بڑھاتے رہے۔
"استاد زندہ باد! استانی زندہ باد۔" کہیں سے سردارے کی آواز ابھری اور میں نے مسکراتے ہوئے
اہیں دوڑائیں لیکن سردارے نظر نہ آسکا۔ آوارہ گردوں نے اب رقص شروع کر دیا تھا۔ نشے میں ڈوبے
وئے بدمست لوگ چیخ رہے تھے' تھرک رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں' مرد بھی تھے۔ سب دیوانے
و گئے تھے اور یہ کھیل میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں انسان کو اس عجیب حالت میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔
ھر سینی ٹورا ہی تھک گئی اور اس نے اپنا گٹار کار کی چھت پر ڈال دیا۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے میری شکل
یکھ رہی تھی اور آخر میں نے بھی گٹار بند کر دیا۔ سینی ٹورا نے تالیاں بجائی تھیں۔
"ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل! تم واقعی کمال کے انسان ہو۔ میں نے اتنی خوبیاں کسی انسان میں یکجا
نہیں دیکھی ہیں۔ واقعی تم کمال کے انسان ہو۔"
"شکریہ ٹورا!" میں کار کی چھت سے نیچے اتر آیا اور ہم دونوں اندر خیمے میں پہنچ گئے۔ رات خاصی ہو

گئی تھی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لیکر بولا۔ "اب اجازت دو سینی ٹورا!"

"ایں؟" وہ چونک پڑی۔ چند ساعت میری طرف دیکھتی رہی' پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا تمہارے ساتھی تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے؟"

"ساتھی؟" میں نے گہری سانس لی۔ "کون کسی کا انتظار کرتا ہے سینی ٹورا؟"

"تب پھر جانا ضروری ہے؟ تم سے باتیں کرتے دل نہیں بھرتا۔ نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں!"

"جب کوئی بات نہیں ہے تو پھر اجازت کیوں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم بھی تو اکتا سکتی ہو سینی ٹورا۔ مہمان آتے ہیں تو جانا بھی ضروری ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔ "کیوں؟ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟"

"ہاں۔ ممکن ہے دستور دنیا یہی ہو لیکن میں مختلف فطرت کی مالک ہوں۔"

"یعنی؟"

"میں بتا چکی ہوں۔ میری پوری زندگی عجیب رہی ہے۔ سنو ایڈورڈ! کوئی مرد' میری زندگی میں' میرے مرد کی حیثیت سے نہیں آیا۔ سنا تم نے۔ میں آج تک ان چھوئی ہوں۔ میرا دل خالی تھا۔ بالکل خالی۔ اپنے علاوہ کسی کو نہیں چاہا۔ کسی سے پیار نہیں کیا۔ اپنی فطرت کا بارہا تجزیہ کیا۔ میرے سینے میں بھی جذبات ابھرے' بعض مردوں کے بارے میں سوچا' جذبات نے بارہا سر ابھارا۔ میں نے انہیں پرکھا لیکن مردوں کی جو قسم میں چاہتی تھی' وہ ان میں نہ پا سکی۔ سو میں نے انہیں دور جھٹک دیا۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید میری پسند کا مرد ہی روئے زمین پر نہیں ہے۔ یا پھر میری سوچ نارمل نہیں ہے۔ میں اس دنیا کے انسانوں کی طرح نہیں سوچتی لیکن اس کے بعد بھی۔ اس خیال کے بعد بھی میں خود کو' اپنے خیالات کو تبدیل کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ تب میں نے مردوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا اور کوشش کرنے لگی کہ میرا عورت پن نہ ابھرے۔ یوں میں کسی حد تک مرد بن گئی۔" سینی ٹورا خاموش ہوئی' پھر ہنس پڑی۔ "کیا میں عجیب نہیں ہوں۔ عورت ہوں لیکن خود کو مرد سمجھتی ہوں۔ مرد سمجھ کر مرد کے بارے میں نہیں سوچ سکتی اور نہ عورت کے بارے میں۔ کیسی دلچسپ بات ہے۔ پھر میں کسی کے بارے میں سوچوں۔ صرف اپنے بارے میں نا۔ کیوں ایڈورڈ۔ اس کے علاوہ میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ رہ گیا تھا؟"

میں غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ سینی ٹورا کی ذہنی کیفیات کا کسی حد تک احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت کوئی بڑی اداکارہ نہیں ہے تو پھر بری عورت نہیں ہو سکتی' لیکن آخری فیصلہ میں اب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس دنیا کی اتنی شکلیں ہیں اور ایسی ایسی عجیب ہیں کہ کسی شکل کو صحیح سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں خود اپنی نگاہوں میں احمق بننا نہیں چاہتا تھا۔

"تم خاموش ہو ایڈورڈ!" اس نے مجھے چند منٹ کے بعد ٹوکا۔

"ایک بات بتاؤ۔" سینی ٹورا کا لہجہ اچانک بدل گیا۔

"ہوں۔"

"کسی سے عشق تو نہیں کرتے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "عورت ——— آئی ہے تمہاری زندگی میں ——— میرا مطلب

ہے' تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ یعنی تم نے کسی عورت کے بدن کی پیمائش کی ہے؟"

"بارہا۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں اس سے کیوں چھپاتا اور یہ بھی کوئی چھپانے کی بات تھی۔

"اوہ ——— ڈیر ——— ونڈرفل! لیکن بھروسہ کرو' میں آج تک مرد کے لمس سے ناواقف ہوں۔ تمہیں بتا ہی چکی ہوں۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ مطلب پر آتی جا رہی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ پکا پھل میری آغوش میں آ گرے گا اور اس حسین عورت کے تصور سے میرے بدن میں سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ بلاشبہ ہر لحاظ سے حسین ترین عورت تھی اور اگر سچ بھی بول رہی ہے تو کیا کہنے!

"میں کہہ چکا ہوں تم عجیب ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا؟"

"کونسی بات؟"

"ظاہر ہے عورت کے معاملے میں ——— میں بھی ایک عام مرد ہوں۔"

"ہرگز نہیں ——— اگر تم عام مرد ہوتے تو اس بات کو چھپانے کی کوشش کرتے' خود کو فرشتہ ظاہر کرتے اور یقیناً میں تمہاری زندگی کی پہلی عورت نہ ہوتی۔ تم مرد ہو۔ قطعی نارمل ——— یوں سمجھو' اس امتحان بھی تم پورے اترے ہو۔ تم صرف حقیقت کہتے ہو' کیونکہ تم مرد ہو اور مرد عورت سے خوف نہیں کھاتے' خود کو پارسا ظاہر کر کے اس کا دل جیتنے کی کوشش نہیں کرتے' بلکہ اپنی مردانگی پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

"بس کرو بھئی۔ تم نے تو میری اتنی خوبیاں گنا دیں کہ اب میں خود کو سپرمین سمجھنے لگا ہوں۔"

"تم واقعی سپرمین ہو۔" وہ پیار بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی اور میں گردن ہلانے لگا۔ وہ مجھے آمادہ کر رہی تھی۔ بلاشبہ وہ چالاک عورت ہے' میں نے سوچا اور اُسے باتیں بنانے کا گر آتا ہے لیکن کیا درحقیقت وہ مرد نا آشنا ہے؟ ممکن نہیں ہے۔ بہرحال۔

"کیا تم تھکن محسوس کر رہے ہو ایڈورڈ؟ اگر یہ بات ہے تو آرام کرو۔ جب تمہارے خیمے میں کوئی تمہارا منتظر نہیں ہو گا تو پھر تم آرام کیوں نہیں کرتے!"

"اوہ ——— شکریہ سینی ٹورا!" میں نے گہری سانس لیکر جوتے اتار دیئے اور پھر کینوس کے خوبصورت پلنگ پر دراز ہو گیا' جو شاید سینی ٹورا کا تھا۔ سینی ٹورا مسکرا دی تھی۔

"یہاں' اس ٹینٹ میں' کسی کو بے تکلفی سے بیٹھنے کی جرات بھی نہیں ہوتی۔ تم کس آرام سے لیٹے ہو۔ بہرحال ان باتوں کو چھوڑو۔ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کس بارے میں سینی ٹورا؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ساتھ کام کرو گے؟"

"کیا حرج ہے لیکن تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ تم الجھن میں پڑ جاؤ گی۔"

"اپنی الجھنوں سے میں خود نمٹ لوں گی۔ تم جواب دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"ونڈرفل!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے اس جواب سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے۔

باقی معاملات کی تم فکر مت کرو۔ میرے ہاتھ لامحدود ہیں۔"
"تمہیں میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے پاسپورٹ بنوانے پڑیں گے!"
"کل فوٹوگرافر سے کہہ دوں گی تمہارے تصویریں اتار لے۔ پاسپورٹ بن جائیں گے۔"
"اور انٹرپول؟" میں نے کہا۔
"اس کے بارے میں بھی سوچیں گے ڈیر۔" اس نے گہری سانس لیکر کہا۔
"تب آؤ۔ آرام کریں۔ سوچنے کا کام کل پر۔" میں نے اسے بستر پر دعوت دی اور وہ مسکرا پڑی۔
"سوری ڈارلنگ! میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ آج تک میں مرد کے لمس سے دور رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت نہیں ہوں۔ ممکن ہے تمہارا قرب میرے جذبات بھڑکا دے اور یقیناً ایسا ہو گا لیکن ابھی مناسب نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک دوسرے کو پرکھیں گے۔ ویری سوری۔۔۔۔۔ آں۔۔۔۔۔" اس نے گردن ٹیڑھی کر کے مسکراتے ہوئے کہا اور میری کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔
یہ کیا بکواس کر رہی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہاں اس خیمے میں جھک مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اسے گھورنے لگا۔
"اوکے ڈیر! اجازت؟" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ کسی خیال نے مجھے اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ باہر نکل گئی اور میں گہری گہری سانسیں لیکر خود کو سرد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے سوچا۔ وہ کوئی بھی ہے۔ اگر اس کا تعلق انٹرپول سے بھی ہے اور وہ کوئی گہری چال لیکر میرے ساتھ شریک ہوئی ہے' تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم پاسپورٹ تو بن جائیں گے اور پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ فی الحال اس کا سہارا مناسب ہے۔ اسمگلر بھی ہے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم انٹرپول کے چنگل سے تو نجات مل جائے گی اور وہ سوچیں گے کہ بہر حال ہم عام لوگ ہیں جو کوئی بھی جرم کر سکتے ہیں۔ پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ ہمیں کسی مقامی پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں جاگتا رہا۔ میرے کانوں نے' میری آنکھوں نے سینی ٹورا کا انتظار کیا تھا۔ ممکن ہے وہ انوکھی ہے اور انوکھی عورت آجائے۔ ممکن ہے اس کے جذبات اسے نہ سونے دیں لیکن در حقیقت وہ انوکھی تھی۔ نہ آئی۔۔۔۔۔ میں سو گیا اور صبح ہو گئی۔ میں بہت دیر تک کینوس کے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ پھر اس نے کمرے میں جھانکا اور مجھے جاگتا پا کر اندر آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ تھی۔
"اور تم سکون کی نیند سو گئے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں کسی قدر جھنجھلاہٹ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ "لیکن میں جاگتی رہی۔"
"کیوں؟" میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔
"بس۔۔۔۔۔ بدن میں انوکھی سرسراہٹیں جاگتی رہیں۔ یہ تصور ہی بڑا کشش انگیز تھا کہ مجھ سے کچھ دور ایک ایسا نوجوان موجود ہے جسے میں پسند کرتی ہوں اور ہمارے درمیان دوسرا کوئی موجود نہیں ہے۔"
"ہاں!"
"میرے پاس کیوں نہیں آگئیں؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"یہ مناسب نہیں تھا۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"کیوں؟"
"میں اپنے برسوں کے زہد کو اس طرح' اتنی جلدی نہیں توڑ سکتی۔ پہلے میرے اعتماد کو قائم ہو جانے

دو۔ میں خود تمہاری آغوش میں چلی آؤں گی۔ ایک دیوانی چاہنے والی کی مانند!"
"ہوں۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور دل میں سوچا۔ احمق لڑکی۔ تو خود کو عجوبہ بنا کر پیش کرنا چاہتی ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے تجھ سے کام لینا ہے ورنہ تیری ساری طراری دھری رہ جاتی۔
"اٹھو۔۔۔۔۔ ناشتے کی تیاری کریں۔ اس کے بعد میں تمہارے کام سے چلی جاؤں گی اور میں خاموش سے اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ ناشتے کے دوران بھی وہ میرے لیے پسندیدگی اور اپنی چاہت کے جذبات کا اظہار کرتی رہی۔ میں خاموش ہی رہا تھا۔ اس کے بعد وہ لباس پہننے چلی گئی اور میں جوتے وغیرہ پہننے لگا۔
پھر ہم دونوں ساتھ ہی خیمے سے باہر نکلے تھے۔ باہر اس کی کار کھڑی تھی۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کا رخ میرے خیمے کی طرف تھا اور پھر اس نے مجھے خیمے کے پاس اتار دیا۔ "میں شام تک تمہارے پاس پہنچوں گی۔" اس نے کہا۔
"ٹھیک ہے سینی ٹورا!"
"اوکے۔" اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور میں اسے دور تک جاتے دیکھتا رہا۔ پھر واپس مڑا تو سردارے سامنے ہی کھڑا تھا اور مجھے دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔
"سودا سلف لینے گئی ہیں استانی شاید۔" اس نے مسخرے پن سے کہا۔
"جی ہاں۔ اعتراض ہے آپ کو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اعتراض ہو گا بھی تو کیا۔۔۔۔۔ اور پھر استانی کے بارے میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ باقی استاد۔ دیکھو یہ گر بتادو۔ ورنہ قسم سے اچھا نہ ہوگا۔"
"اوہ! معلوم ہوتا ہے تم رنڈوے ہی پھرتے رہے ہو۔"
"خیر اب ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہے تمہارا غلام' لیکن محبوبہ ایسی بدبو دار تھی کہ دن کی روشنی میں اسے برداشت نہیں کر سکا اور خاموشی سے کھسک آیا۔" سردارے نے جواب دیا۔
"ہوں!" میں نے گردن ہلائی۔
"ویسے استاد۔ تمہاری سی قسمت کہاں سے لاسکتے ہیں۔ ہائے رات کو استانی بھی قیامت لگ رہی تھی اور تمہارا تو جواب ہی نہیں تھا۔"
"اور تمہاری حماقت کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"ضروری نہیں ہے کہ اس پورے کیمپ میں اردو داں صرف ہم ہی ہوں۔"
"اوہ۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ اعتراف۔۔۔۔۔ اعتراف استاد۔ بات ٹھیک ہے۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔" سردارے نے فوراً کہا اور میں اس کے ساتھ اندر آگیا۔ بیکر نے حسب معمول منحنی سی مسکراہٹ سے ہم دونوں کا استقبال کیا۔
"ناشتہ لگاؤں ماسٹر؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں بیکر۔۔۔۔۔ میں ناشتہ کر چکا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور بیکر نے گردن ہلا دی۔
"اس کی کہانیاں نہیں سناؤ گے استاد۔ ویسے تمہیں معلوم ہے کہ میں عورتوں کی کہانیوں سے اشتیاق نہیں رکھتا لیکن سینی ٹورا جیسی عورت کی کہانی خاصی دلچسپ ہوگی۔"

"اسمگلر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ونڈر فل!" سردارے نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"یہاں اس کے بہت سے آدمی موجود ہیں۔"

"یقیناً ہوں گے۔" ورنہ بہرحال عورت ہے۔ ایک دو نہیں' دس بارہ آدمی مل کر تو اسے زیر کر سکتے ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"اور اہم بات یہ ہے کہ ہم اس کے گروہ میں شامل ہو گئے ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے چونک پڑا۔ کئی منٹ تک میری شکل دیکھتا رہا' پھر بولا۔

"البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اب ہم اس کے لیے کام کریں گے۔"

"سنجیدگی سے استاد؟"

"ہاں!"

"میرا ذہن نہیں قبول کرتا۔ یہ ——— یہ کیسے ممکن ہے؟"

"تمہیں ہر حال میں زبان پر قابو رکھنا ہے سردارے!"

"اوہ! تو کیا وہ مشکوک ہے استاد؟"

"تیرے علاوہ میں دنیا بھر میں کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا سردارے!"

"سردارے استاد کا سایہ ہے مگر کوئی خاص بات؟"

"بالکل نہیں۔ بس میں کوئی کمزور پہلو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ کوئی بھی ہے' مضبوط ہے اور ہمیں اس وقت کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے؟"

"ہرگز نہیں!"

"میں نے اس کی ملازمت قبول کر لی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ——— اور اس نے۔؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ "اس نے میری دوستی قبول کی ہے۔ صرف دوستی ———!"

"صرف دوستی۔؟"

"ہاں ——— صرف دوستی۔!"

"گویا اس نے دوستی میں سب کچھ قربان کر دیا ہے۔؟"

"نہیں ——— وہ قربانی کی قائل نہیں ہے۔"

"تو پھر استاد رات بھر اس کے خیمے میں کیا کرتے رہے۔؟" سردارے بدستور مسخرے پن سے بولا۔ اسے شاید میری بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"چین کی بنسی بجاتے رہے۔"

"یہ بات استاد کی شان کے خلاف ہے۔"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اور اب تم فضول بکواس کر کے میرے کان نہ کھاؤ۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

"عجیب استانی۔ اور استاد کی جھلاہٹ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی وہ رات بھر چین کی بنسی بجاتے رہے

ٹھیک ہے استاد ——— بنسی بجاتے بجاتے آدمی تھک جاتا ہے۔ اس لئے تم آرام سے سو جاؤ۔ آؤ یار ——— استاد کو سونے دو' ہم آوارہ گردی کرنے چلتے ہیں۔ ابے آؤ ———!" سردارے نے بیکر کا پکڑا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔ مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ بہت ہی بدمعاش ہو گیا تھا یہ سردارے' میں بستر پر کر سو گیا اور نہ جانے کیوں اتنی گہری اور طویل نیند آئی۔ جس وقت میں جاگا شام کے چار بجے تھے' اور کا کھانا گول ہو جانے کی وجہ سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

بیکر مجھے دوپہر کے کھانے کے لئے ضرور جگاتا۔ لیکن سردارے نے منع کر دیا ہو گا! اس وقت بھی وہ ں موجود نہیں تھے۔ البتہ کھانا نہایت احتیاط سے ڈھکا ہوا تیار رکھا تھا۔! یہ بیکر درحقیقت ایک سگھڑ بیوی سی حیثیت رکھتا تھا۔ پوری زندگی اس نے یہ کام نہ کئے ہوں گے' لیکن میں اس کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ وہ ے تعاون سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اندرونی طور پر اس کے اندر ہماری خدمت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور جیسے فضول لوگوں کی خدمت اس کے علاوہ اور کیا کی جا سکتی کہ ہمارے ناندانوں کا خیال رکھا جائے۔ ال وہ عمدہ انسان تھا۔!

پانی سے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا ——— کھانے کی پلیٹیں دیکھیں' کھانا عمدہ تھا۔ لیکن ٹھنڈا ہو کر بیکار ہو چکا ۔ میں نے فیصلہ کیا کہ کسی ریستوران میں چل کر کچھ کھایا پیا جائے۔ اگر اس وقت کھانا کھا لیا تو طبیعت ل ہو جائے گی۔ اس ——— خیال سے میں خیمے سے نکل آیا۔ اور ایک ریستوران کی طرف چل پڑا۔ لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ سینی ٹورا کی کار کے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اور میں رک گیا۔ وہ وحشیانہ انداز میں کار دوڑاتی آ رہی تھی' اور لوگ دوڑ دوڑ کر جان بچا رہے تھے۔ اور پھر کار میرے نزدیک رک گئی۔

"ہیلو ———" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں پکارا۔

"ہیلو ٹورا ———" میں نے جواب دیا۔

"آؤ ———" وہ دوسری طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ اور میں اس کے برابر جا بیٹھا ——— "ل جا رہے تھے۔؟"

"ریستوران ——— دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے۔"

"اوہ ———" اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کھانا کیوں نہیں کھایا۔؟"

"سو گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جاگ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی میں نے کھانا نہیں کھایا۔"

"اوہ ——— کیوں ———؟"

"بس مصروف رہی۔ میں اسی ٹائپ کی انسان ہوں' کسی کام کے پیچھے پڑ جاتی ہوں' تو اسے کر کے ڑتی ہوں۔"

"خوب ——— کوئی کارنامہ انجام دے دیا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کارنامہ نہ ——— کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بس یوں سمجھو جس کام کے لئے نکلی تھی' وہ کر ڈالا ———"

"یعنی پاسپورٹ ———؟"

"ہاں ———"

"ویری گڈ ——— لیکن تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا ہے مس سینی ٹورا؟"

"کونسی بات۔؟"

"ہماری شکلیں ——— ان کا کیا ہو گا۔ اور ہاں تمہیں تصویریں کہاں سے مل گئیں؟"

"بس اس بارے میں پوری گفتگو کھانے کے بعد ہو گی۔ میں بھی سخت بھوکی ہوں۔ کام سے فار ہوتے ہی سیدھی تمہارے پاس آئی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ریستوران میں داخل ہو کر سینی ٹورا نے کھانے کا ایک عمدہ آرڈر دیا۔ اور پھر ایک طویل سانس لیکر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔

پھر اس وقت تک اس نے آنکھیں بند رکھیں' جب تک کھانا نہ آگیا اور کھانا آتے ہی وہ وحشیوں کی طرف ٹوٹ پڑی۔ میں اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔ اور اس کی یہ وحشت دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ پلیٹیں صاف کرتی رہی اور آرڈر دیتی رہی۔ میں نے اسے تعجب سے کھاتے دیکھا تھا۔! کافی دیر کے بعد وہ فارغ ہوئی جبکہ میں اس سے کافی پہلے فارغ ہو چکا تھا۔! اور پھر اس نے پانی کے دو گلاس پینے کے بعد گہری سانس لی۔ "بہت خوب ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں ———؟" اس نے پوچھا۔

"اس وقت تم پتھر کے دور میں چلی گئی تھیں۔"

"بھوکی ہوتی ہوں تو اسی طرح کھاتی ہوں۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر وقت پر کھانے کو نہ ملے۔؟"

"تو سامنے والے کو کھا جاتی ہوں۔" وہ ایک دم ہنس پڑی۔

"اوہ ——— تب تو ہر وقت تمہارے لئے کھانے کا بندوبست رکھنا ہو گا۔ نہ جانے کس وقت بھوک لگ جائے۔ اور تمہارے سامنے میں ہوں۔" میں نے کہا۔

"تمہیں نہیں کھاؤں گی۔" وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "خواہ کتنی ہی بھوک ہو۔؟"

"ہاں ———!" اس نے ایک ادائے محبوبانہ سے گردن ہلائی۔

"تب ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ کیا پروگرام ہے۔؟"

"ہمیں برلن چلنا ہے۔" اس نے پرس میں کوئی چیز تلاش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— کب ———؟"

"بس ——— کل ———" اس نے اطمینان سے کہا۔

"کیا کام ہے۔؟"

"مال پہنچانا ہے۔ بہت دن گزر چکے ہیں' کل کام کر ہی لیا جائے۔"

"کون کون چلے گا۔؟"

"صرف تم ——— کیونکہ ہمیں واپس یہیں آنا ہے۔ یہاں سے ان دونوں کو ساتھ لے لیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی ———" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"نہیں ——— تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔ "کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ابھی اپنے ساتھیوں کو کچھ نہ بتایا جائے۔"

"ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف اتنا بتا دو کہ کہیں جا رہے ہو۔ کام خاموشی سے ہی ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ بہر حال صورتحال ایسی ہی تھی' جن حالات میں پھنس گیا

کے تحت کوئی بھی سہارا خاصی حیثیت رکھتا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی ——— اور پھر تھوڑی
ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہے۔ پھر سینی ٹورا نے ویٹر سے بل لانے کا اشارہ کیا اور اپنا پرس کھول کر
کر دی۔ "سینی ٹورا ———" میں نے سنجیدگی سے اسے پکارا۔
ہوں۔" وہ پرس سنبھال کر اٹھتے ہوئے بولی۔
"تمہارے ساتھ رہنے اور کام کرنے پر مجھے کیا معاوضہ ملے گا؟"
"ارے ——— کیوں؟ کیوں میری جان ——— یہ سوال کیوں کیا۔؟"
"سنو ——— میرے پاس کرنسی موجود ہے۔ چنانچہ میری درخواست ہے کہ کبھی ریستوران میں
ساتھ جاؤ تو بل مجھے ادا کرنے دیا کرو۔ ملازم سمجھتی ہو تو مجھے کچھ معاوضہ پیشگی ادا کر دو اور اگر میں بل
کی کوشش کروں تو اس میں رخنہ اندازی نہ کرو۔" میں نے یہ الفاظ بڑی سنجیدگی سے ادا کئے۔ اور وہ
رک گئی۔ پھر بڑے نشیلے انداز میں مسکرائی۔ "مرد کی انا زخمی ہوتی ہے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے

"ہاں ———" میں نے غراتے ہوئے کہا۔
"ہائے ———" وہ سسکاری بھرتی ہوئی بولی۔ "خدا کی قسم مکمل انسان ہو ——— آئندہ یہ جرات
کروں گی میری جان ——— رہی معاوضے کی بات ——— تو آئندہ اس طرح مت کہنا۔ میں التجا کرتی
میں تمہیں کیا دے سکوں گی۔ آؤ ———" اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے
انبساط کی لہریں پھیل رہی تھیں۔ "حالانکہ فی زمانہ ——— تو نوجوان لڑکے شادیوں کے لئے اشتہارات
یوں دیتے ہیں۔ ہے کوئی خدا کا بندہ جو اللہ کے نام پر نوکری کا بندوبست کر دے' تعلیم پوری کرا دے
دیدے۔ کاروبار کرا دے۔ اور پھر عورت کے ذریعہ دولت مند بن کر وہ خوب اکڑتے پھرتے ہیں۔ کیا
میں مردانگی ہوتی ہے ایڈورڈ ——— پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ اور میں ہنستا ہوا
در بیٹھ گیا۔
"مجھے کیا معلوم۔"
"میرا بس چلے تو ایسے سارے نوجوانوں کو فرانس پہنچا دوں۔"
"کیوں ———؟ فرانس ہی کیوں۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"اوہ ——— وہاں کے طوائف خانے جدید ہیں۔" سینی ٹورا نے کہا اور جب اس نے مجھے اس جدت
کے بارے میں بتایا تو میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔ سینی ٹورا بھی میرے ساتھ شریک
تھی۔ اس طرح میں اپنے خیمے تک پہنچ گیا' اور سینی ٹورا نے کار روک دی۔
"رات کا کیا پروگرام ہے۔؟" اس نے پوچھا۔
"کوئی نہیں۔"
"میرا مطلب ہے رات میرے ساتھ ہی گزارو گے۔؟" اس نے بے ساختہ کہا اور میں نے گہری
نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ نہ جانے کیوں دوسری طرف دیکھنے لگی۔ "میرے خیمے میں کہو۔" میں نے کہا۔
"نہیں ———!" وہ پھر ادا سے بولی۔ حالانکہ اس سے قبل وہ عجیب خونخوار شکل میں ہمارے سامنے
آئی تھی اور اس کے تصور کے ساتھ نسوانی اداؤں کو وابستہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا' لیکن اس وقت ایسی الڑ
ایسی دلکش لگ رہی تھی کہ آدمی فراموش ہی نہ کر سکے۔ میں اس سے کافی متاثر ہوا تھا۔

"پھر ——— ؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ساتھ۔" اس نے منہ پھیر کر کہا اور پھر دوسری طرف رخ کر کے بولی "تم اپنے ساتھیوں سے کہہ کر آجانا۔ ہم کل کسی بھی وقت برلن چلیں گے۔ میرا ——— مطلب ہے تم اپنے ساتھیوں سے رخصت ہو آنا۔ کہہ دینا واپسی پر ہی ملاقات ہو گی۔ "ٹھیک ہے ———" میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ اور کار سے نیچے اتر کر خیمے کی طرف چل پڑا۔ سینی ٹورا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی استاد۔" سردارے نے پوری بات سننے کے بعد ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"کیوں ——— کونسی بات الجھن کی ہے۔؟"

"تمہیں برلن لے جا کر کیا کرے گی آخر۔؟"

"اب میں اس کا معاون ہوں۔"

"تب ہم بھی تو تمہارے ساتھی ہیں۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلے۔ سردارے نے کہا۔

"تمہارے ذہن میں جو بات ہے کھل کر کہو سردارے۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"سوچ لو استاد ——— میرے خیال میں ہم دونوں کا جدا ہونا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ ان کی چال ہو۔ تمہیں کہیں اور لے جا کر پھنسا دیں اور یہاں مجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیں۔"

"ہوں ———" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "سردارے ——— میرے خیال میں یہ بات نہیں ہے۔ وہ یہ سب کچھ یہاں بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے ہم دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دینا مشکل نہیں ہے۔ خود غور کر لو۔ بالفرض اگر ایسا ہو بھی جائے تو بہر حال ہم ان کے شکنجے میں تو ہر وقت ہیں۔ تم جانتے ہو تمہیر کیا کہنا ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ——— واپسی کا پروگرام معلوم ہے۔؟"

"نہیں ——— لیکن تم یہیں انتظار کرو گے۔"

"ٹھیک ہے استاد اگر تم مطمئن ہو، بس ٹھیک ہے۔ لیکن سردارے اس وقت تک پریشان رہے گا، جب تک تم واپس نہیں آجاؤ گے۔"

"میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر بیکر کو ہدایات دے کر وہاں سے چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں پلاسٹک کے خیمے پر پہنچ گیا۔ سینی ٹورا میری منتظر تھی۔ اس وقت اس نے بالکل نئی طرز کا حسین لباس پہنا ہوا تھا اور حسب معمول خوبصورت نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے مستی بھرنے انداز میں دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اور میں آہستہ قدموں سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور وزنی محبوبہ کو آغوش میں لے لیا۔ لیکن سینی ٹورا نے اپنی ٹھوڑی میرے کندھے پر رکھ دی۔ وہ اپنے ہونٹوں کو میرے مقابل نہیں لانا چاہتی تھی۔

اور یہ عجیب انداز تھا۔ اتنی خود سپردگی اور یہ انداز ——— اس کے بدن پر میری گرفت ست پڑ گئی۔ اور میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ سینی ٹورا کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ کپکپا رہے تھے۔ عجیب سی کیفیت تھی اس کی ——— اور پھر وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"بیٹھو ایڈورڈ ———"

"اوہ ——— ہاں ———" میں پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔

"اپنے ساتھیوں سے مل لیے۔؟" وہ آواز پر جیسے قابو پا رہی تھی۔

———" میں نے آہستہ لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ غور سے میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سانس لی، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم سنجیدہ کیوں ہو گئے ایڈورڈ ———؟"

کچھ نہیں ———" میں نے بھی تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں ہے سینی

———"

وہ میرے لہجے پر غور کرنے لگی۔ لیکن اسی دوران میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے ایک طرف رکھا یا اور پھر دوسری طرف کھڑے ہو کر، میں نے گٹار کے تاروں کو چھیڑا۔ کوئی نغمہ نہیں تھا۔ کوئی دھن بس مشغلہ تھا۔ لیکن سینی ٹورا کی نگاہیں میرا تعاقب کر رہی تھیں۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی، اور قریب پہنچ گئی۔ اس نے عقب سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ گٹار کی دھن بند ہو گئی۔"

———" میں پلٹا ——— "کیا پروگرام ہے۔؟"

کچھ نہیں ———!" وہ بھاری آواز میں بولی۔

آرام ———؟" میں نے نارمل آواز میں پوچھا۔

جو تم پسند کرو۔" اس نے جواب دیا۔

ہوں ——— ٹھیک ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔

ابھی سے ———؟" وہ آہستہ سے بولی۔

پھر جو تم پسند کرو۔"

ناراض ہو گئے ایڈورڈ۔؟"

نہیں مس سینی ٹورا ——— ہرگز نہیں ——— ایسی بھی کیا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس نے گردن جھکا لی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ پھر اس نے اٹھائی اور میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے بولی۔

آؤ ———" اور پھر وہ ایک طرف مڑ گئی۔ پھر اس نے اپنے سامان سے ایک خوبصورت سفید شیشے کا لیمپ نکالا اور بٹن دبا کر اسے روشن کر دیا اس کے بعد اس نے کچھ کاغذات نکالے اور میرے سامنے دیئے۔ یہ تین پاسپورٹ تھے، لیکن ان پر جو تصویریں لگی ہوئی تھیں، وہ ہماری نہیں تھیں۔

یہ تمہارے پاسپورٹ ہیں۔"

ہمارے ———؟" میں نے اسے دیکھا۔

ہاں ——— تمہارے چہرے ان تینوں کے مطابق بنا دیئے جائیں گے۔"

میک اپ؟"

ہاں ———!" اس نے جواب دیا۔

تم جانو ———" میں گہری سانس لیکر بولا۔

ہاں ——— تم اس بارے میں کچھ نہ سوچو۔!"

اوکے باس ———" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور وہ پھر عجیب سی نگاہوں سے میری طرف لگی۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بے وقوف عوت خود کو میری نگاہوں میں عجوبہ بنانا چاہتی ہے۔ ت میں میرے جذبات بھڑکا کر مجھے کچل رہی ہے۔ لیکن مس سینی ٹورا ——— پاسپورٹ میرے

ہاتھ آنے دیں اور یہاں سے نکل چلیں۔ اس کے بعد آپ کو دیکھ لوں گا کہ آپ کیا شئے ہیں۔ بہرحال
عورت کے معاملے میں میری حالت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے گڑگڑانے لگوں۔
اس کی بھی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ جس کے لئے اس نے شراب کا سہارا لیا۔ میں نے بھی دو چار
لئے اور پھر ہم پچھلی شب کی مانند سونے کے لئے لیٹ گئے۔ بستر پر لیٹ کر میں نے ایک بار پھر برلن
پروگرام پر غور کیا۔ سینی ٹورا بہرحال احمق نہیں تھی۔ اگر وہ اسمگلر تھی تو اس نے ضرور پکا کام کیا ہو گا اور
انٹرپول سے اس کا تعلق ہے اور یہ سب فراڈ ہے' تب بھی مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میں تو اپنی بات پر
ہوا تھا۔

دوسری صبح ہم دونوں نارمل تھے۔ سینی ٹورا کے انداز میں وہی پھرتی اور چستی تھی۔ میں بھی چاق و چ
تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے سینی ٹورا سے کہا۔ "کب تک چلنے کا پروگرام ہے؟"

"بس تھوڑی دیر کے بعد۔"

"میک اپ کون کرے گا۔؟"

"میں ـــــــ" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــــ" میں نے گردن ہلا دی' اور پھر درحقیقت سینی ٹورا کے اس کمال کا قائل ہو گیا۔ اس
پاسپورٹ کی تصویروں کے مطابق وگ حاصل کرلی تھیں' لیکن انہیں چہرے پر فٹ کرنے اور سنوارنے
اس نے کمال کر دیا۔ میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پاس ـــــــ؟" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ـــــــ اور اب مجھے تمہارے چہرے پر بھی شبہ ہونے لگا ہے۔"

"کیوں ـــــــ؟" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کہیں تم نوے سال کی کوئی بوڑھی عورت تو نہیں ہو۔ میک اپ کرنے میں تمہیں کمال حا
ہے۔"

"اوہ ـــــــ بڑے چالاک ہو۔ میرے اوپر طنز کر رہے ہو۔" سینی ٹورا نے پھیکے انداز میں مسکر
ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ پھر سینی ٹورا سنبھل گئی۔ "ہمیں زیادہ سامان تو لے جانا نہیں ہے۔
نکل چلیں۔ تاکہ واپسی بھی جلد سے جلد ہو۔"

"جو حکم باس ـــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چند معمولی سی چیزیں جن میں کھانے پینے کی چیزوں کے ڈبے' کافی کا تھرماس تھوڑے سے خشک
تولیہ' ساتھ لے لی گئیں اور سینی ٹورا میرے ساتھ خیمے سے نکل آئی۔!

"خیمہ بند کرنے کی ضرورت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"کس کی مجال ہے جو اس کے احاطے میں قدم رکھے۔ اگر کسی نے ایسی کوشش کی تو کسی نامعلوم
سے ایک گولی آئے گی اور اس کی ٹانگ ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جائے گی اور وہ زندگی بھر نہیں جان سکے گا
کوئی بھی نہیں جان سکے گا کہ گولی آئی کہاں سے تھی۔"

شیخی خور عورت کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ کار میں آ
سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اور میں خاموشی سے کار سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔!

"پہلے تو کبھی برلن نہیں گئے۔؟" خاموشی سے اکتا کر سینی ٹورا نے پوچھا۔

نہیں ـــــــ!" میں نے مختصراً کہا۔ اور پھر بولا "لیکن ویزا کا کیا ہو گا۔؟"

مشکل نہیں ہے۔ سرحد پر لگوا لیں گے۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

کوئی دقت نہیں ہو گی۔؟"

قطعی نہیں۔"

اور وہ مال کہاں سے ملے گا۔ جس کے بارے میں تم نے کہا تھا۔"

برلن پہنچانے کے لئے۔؟"

ہاں ـــــــ"

اس کے لئے بھی میں نے آسانیاں فراہم کرلی۔ ہیں دیکھتے جاؤ۔" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور
اموش ہو گیا۔ میں اب اس وقت تک کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا' جب تک سینی ٹورا خود ہی کچھ نہ
کرے۔ بہرحال مجھے اس سے کام لینا تھا اس لئے فی الحال اس کا خوش رہنا ہی ضروری تھا۔ اور پھر کافی
خاموشی طاری رہی۔ چوڑی سڑک آئی جو سنسان پڑی تھی اور رفتار بتانے والی سوئی نوے اور سو کے
ان لرز رہی تھی اور سڑک اور کار اتنی شاندار تھیں کہ کوئی احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ سینی ٹورا ابھی حیرت
طور پر خاموش تھی۔ نہ جانے وہ کس سوچ میں ڈوب گئی تھی۔
خاصا طویل سفر تھا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ تب پھر سینی ٹورا نے کار کی رفتار سست کردی اور پھر اس نے ایک
اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔

"خیریت ـــــــ؟" میں نے کہا۔

"بڑے بے درد ہو۔" اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"ارے کیوں ـــــــ کیا بات ہو گئی۔؟"

"یہ بھی نہیں سوچا ـــــــ میں تھک گئی ہوں گی۔"

"اوہ ـــــــ ہٹ جاؤ ـــــــ میں کار چلاؤں۔؟"

"اب میرے کہنے سے کہہ رہے ہو۔" وہ بدستور منہ بسورتے ہوئے بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"دراصل ـــــــ مجھے احساس رہتا ہے مس سینی ٹورا ـــــــ کہ کونسی بات تمہاری مرضی کے
مطابق ہو' کونسی اس کے خلاف ہو' اس لئے میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا۔"

"میں جانتی ہوں تم ناراض ہو ـــــــ" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"نہیں ـــــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اسٹیئرنگ سے ہٹ گئی۔ میں
کھسک کر اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا اور سینی ٹورا نے میری جگہ سنبھال لی۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی
اور وہ پیچھے رکھے ہوئے سامان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر وہ سیٹ پھلانگ کر پیچھے چلی گئی۔

عقب نما آئینے میں' میں نے اسے خوراک کے ڈبے کھولتے ہوئے دیکھا تھا۔ وقت بھی ہو گیا تھا'
بھوک لگ رہی تھی' چند منٹ کے بعد اس نے اپنا کام ختم کرلیا۔ اور پھر وہ اگلی سیٹ پر آ گئی۔ اس نے دو عمدہ
ہمبرگر بنائے تھے' ان کے ساتھ کافی کے جگ بھی تھے۔ پھر اس نے ایک ہمبرگر میرے منہ کے نزدیک کر دیا"
لو ـــــــ!"

"اوہ ـــــــ شکریہ۔" میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرے سے ہمبرگر پکڑنا چاہا۔
لیکن اس نے ہاتھ جلدی سے پیچھے ہٹا لیا۔

"نہیں ------ میرے ہاتھ سے۔" وہ بولی۔ اور میں نے گہری سانس لیکر منہ کھول دیا۔ ہمبرگر کا ک
دانتوں سے کاٹنے کے بعد میں اسے چبانے لگا اور اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہمبرگر کھانا شروع کر دیا۔!
عجیب بچکانہ انداز تھا۔ وہ خود بھی کھا رہی تھی۔ مجھے بھی کھلا رہی تھی۔ ساتھ ہی اپنی کافی بھی پی رہی تھ
اور مجھے بھی پلا رہی تھی' اور اس وقت اس کے انداز میں خالص بچکانہ پن تھا ------! لیکن میں نے جذبا
کے دروازے بند کر لیے تھے۔ میں نے اس کی ان اداؤں پر بھی غور نہیں کیا۔ پھر کھانا ختم ہو گیا۔ "کافی ا
دوں ------؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ------ مگ کافی بڑے تھے۔"

"ہاں ------ تم تھکن تو نہیں محسوس کر رہے۔؟"

"کیوں ------؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں۔" اس نے دونوں مگ پیچھے ڈالتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہ
دیا۔ تو وہ پھر بولی۔ "ویسے تمہاری ڈرائیونگ بہت شاندار ہے۔ بین الاقوامی معیار پر بالکل فٹ۔"

"ہوں ------" میں مختصراً بولا۔

"میں لیٹ جاؤں۔؟"

"ضرور ------" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جائے گی۔
لیکن سینی ٹورا نے کار کا دروازہ لاک کیا۔ اس کی طرف کھسکی' ٹانگیں سکوڑیں اور اطمینان سے میری گود میں
سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کا پورا چہرہ میری آغوش میں تھا اور خوبصورت بال دوسری طرف لٹک گئے تھے۔ اور
پھر اس نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ صورتحال میرے لئے زیادہ اچھی نہیں تھی۔ تاہم ڈرائیونگ
میں کوئی دقت نہیں تھی۔ میری "دقت" سینی ٹورا بخوبی محسوس کر رہی تھی' لیکن لاپرواہ بنی ہوئی تھی۔ وہ
خاموشی سے لیٹی رہی اور میں نے کار کی رفتار بڑھا دی اب سپیڈو میٹر کی سوئی ایک سو دس اور بیس کے
درمیان تھی۔ میں ذہن پر قابو رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور سینی ٹورا کے کان سرخ ہوتے جا رہے تھے اس
کے چہرے پر تمتماہٹ تھی اور سانس بے حد گرم تھے۔ پھر اس کا ایک ہاتھ آگے بڑھا اور میری کمر سے آلپٹا۔
اس نے ہاتھ کی گرفت کافی تنگ کر لی تھی' اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں۔ چنانچہ میں کار کی
رفتار بڑھائے جا رہا تھا۔ سفر جاری تھا۔ اور میری اور سینی ٹورا کی مشکل یوں آسان ہوئی کہ ہم مشرقی جرمنی کی
سرحد پر پہنچ گئے۔ سرحدی محافظ نے ہمارے پاسپورٹ چیک کئے۔ "آپ کسٹم ہاؤس جا کر ویزا لگوالیں۔"
اس نے کہا اور سینی ٹورا نے گردن ہلا دی' کار ایک سائڈ پر کھڑی کر کے ہم دونوں کسٹم ہاؤس چل پڑے۔!
اور پھر ویزا افسر نے ہمارے پاسپورٹ اور تصویر چیک کی' اور پھر ہمارے چہرے دیکھتے ہوئے چند فارم
ہمارے سامنے کر دیئے۔ جنہیں پر کرنے کے بعد ویزا کی مہر لگا دی گئی۔ اور ہم کار کی طرف واپس چل پڑے۔
سینی ٹورا جیسے گہری نیند لے چکی تھی' اب اس کی آنکھوں میں خمار نہیں تھا۔ اور وہ چاق و چوبند نظر
آ رہی تھی۔ "اب میں ڈرائیونگ کروں گی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کے برابر آ بیٹھا۔ سینی ٹورا
نے کار آگے بڑھا دی۔ مغربی اور مشرقی جرمنی کے درمیان اس قلعہ نما سرحد کی عمارتیں بے حد ہیبت ناک
تھیں۔ ہر سو گز کے فاصلے پر حفاظتی مینار تھے جن پر مشین گنوں سے مسلح محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ ان
میناروں کے نیچے سڑک پر آہنی پھاٹک تھے۔ جہاں کاغذات دوبارہ اور سہ بارہ چیک کئے جاتے تھے۔ کئی
جگہوں پر سڑک کے کنارے سیمنٹ اور لوہے کے ستون اس انداز سے ڈھلوان سطح پر رکھے تھے کہ اگر کوئی

ہاؤس اور آہنی پھاٹکوں پر رکے بغیر غیر قانونی طور پر سرحد عبور کرنا چاہے تو ایک بٹن دباتے ہی ستون
سے پھسل کر سڑک پر آگریں اور اس طرح فرار کا راستہ مسدود ہو جائے۔ "تم نے سرخوں کی یہ
دیکھی۔؟" سینی ٹورا نے کہا۔

ہاں ------!" میں نے گہری سانس لی۔

س سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو ایڈورڈ ------؟"

وہ ------ کوئی خاص بات نہیں ------ اس وقت میں برلن کی تاریخ میں کھویا ہوا ہوں۔"

تمہیں تاریخ سے دلچسپی ہے۔" سینی ٹورا نے کہا۔

کیوں نہیں ------ اور پھر برلن کی تاریخ تو ابھی نو زائیدہ ہے۔ اس کے بارے میں کسے معلوم نہیں
"

ہوں ------ میں تمہیں برلن کی سیر کراؤں گی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ کار شہر برلن میں داخل ہو گئی۔

یہ ٹیئر گارڈن ہے ------" سینی ٹورا نے ایک خوبصورت پارک کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔
تھ کے دوسری جانب بڑی بڑی دوکانیں تھیں۔ سینی ٹورا نے بار بار ایک اسٹور کی طرف دیکھا تھا۔
پر بڑے نیون سائن میں ہیم اسٹورز کا بورڈ لگا ہوا تھا۔!

میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے چار آدمیوں کو اس اسٹور سے باہر آتے دیکھا۔ وہ چاروں
طرف ہی بڑھ رہے تھے۔ چاروں عمدہ لباس میں تھے' ایک آگے چل رہا تھا اور باقی تین اس کے
------ چند ساعت کے بعد وہ ہمارے نزدیک آ گئے۔ سینی ٹورا لاپرواہی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"مادام ٹورا ------" آگے والے نے گردن خم کر کے کہا۔

"کیسے ہو ہاک ------؟" سینی ٹورا کا لہجہ حد درجہ خشک تھا۔

"مادام کی مہربانی ------ ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

"میں لیٹ تو نہیں ہوئی؟"

"ہرگز نہیں ------ اور ہمیں اس کا یقین تھا۔" ہاک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر میری
متوجہ ہو کر بولا۔ "ہیلو ------! مسٹر ------"

"گریگ ------" سینی ٹورا نے جلدی سے کہا۔ پاسپورٹ پر بھی میرا یہی نام تحریر تھا "میرے دوست
ملو ------" اس نے پھر کہا اور ہاک نے مجھ سے پر خلوص مصافحہ کیا۔ "میں پارک میں جا رہی
پندرہ منٹ بیٹھوں گی۔ اپنے قیام کی اطلاع تمہیں فون پر دے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے مادام ------" ہاک نے گردن خم کرتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا نے مجھے اشارہ کیا۔ ہم
ٹیئر گارڈن کے ایک خوبصورت کیفے میں جا بیٹھے' شام جھک آئی تھی۔ سینی ٹورا نے یہاں بھی خاصا پر
ناشتہ طلب کیا اور خوب کھایا۔ یقیناً وہ بے حد خوش خوراک تھی اور اس معاملے میں' میں اس کا ہم پلہ
تھا۔

ناشتہ کرتے ہوئے وہ بار بار میری شکل دیکھ رہی تھی۔ آخر ایک بار اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔
میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے ایڈورڈ ------؟" وہ بولی۔

"ارے ------ کیا ہوا۔؟"

"نہیں ——— تم مسلسل خاموش ہو۔ میں جانتی ہوں تم ناراض ہو۔ لیکن ایڈورڈ، میری جان، تو میرا بھی نہیں ہے۔ میری فطرت جس طرح تشکیل ہوئی ہے اس کے تحت میں ——— میں......"

"اوہ، سینی ٹورا ——— یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دو۔ تم بالکل ٹھیک ہو۔ اور یقین کرو۔ میں بھی ٹھیک ہوں، نہ جانے یہ احساس کیوں بار بار تمہارے ذہن میں ابھر رہا ہے۔" میں نے بڑے خلوص سے اور میں نے صاف محسوس کیا کہ سینی ٹورا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اسے اس بات کی خوشی نہیں ہوئی تھی کہ میں کی وجہ سے سنجیدہ نہیں ہوں۔ کئی منٹ وہ خاموش رہی۔ پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ میں دل ہی دل مسکرا اٹھا تھا۔

"چلیں ———؟" اس نے پوچھا۔ "تمہارے دیئے ہوئے پندرہ منٹ پورے ہونے والے ہیں۔" میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"بل ادا کر دو۔" اور میں نے بل ادا کر دیا۔ اور پھر ہم پارک سے باہر آ گئے۔ جس جگہ سینی ٹورا کی کھڑی ہوئی تھی، وہاں اب ایک گہرے نیلے رنگ کی مرسیڈیز کھڑی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لئے ہونٹ سکوڑے۔ لیکن سینی ٹورا اطمینان سے مرسیڈیز کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ خود اس کی کار کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ "تمہیں حیرت نہیں ہوئی ———؟" وہ بال جھٹکتے ہوئے بولی۔

"ہوئی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میری کار وہ لے گئے۔ اور اب سے تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کی اوورہالنگ شروع کریں گے۔"

"اوہ ———!"

"ہاں ——— اس کے بے شمار پرزے بدل دیئے جائیں گے۔ بمپر اور دوسری ساری چیزیں تبدیل کر دی جائیں گی اور نکالی ہوئی چیزوں کے خول سے چرس، افیون اور انجکشن نکال لئے جائیں گے، جنہیں بڑی احتیاط سے پیک کیا گیا ہے۔ تم پوچھ رہے تھے نا، مال کہاں سے لایا جائے گا۔"

"ویری گڈ ———" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ "بہت عمدہ ترکیب ہے۔" اس نے میری شکل دیکھی اور مسکرانے لگی، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کار ملٹن ہوٹل کے وسیع پارک میں داخل ہو گئی۔ اور ہم ملٹن کے کمرہ نمبر دو سو آٹھ میں مقیم ہو گئے تھے۔ خوبصورت ہوٹل تھا، سینی ٹورا نے اسے پسند کیا تھا۔

"کیا خیال ہے۔ تھکن دور کرنے کے لئے غسل سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"ہاں ——— جاؤ۔ پہلے تم چلی جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ تب میں نے سوچا۔ اس لڑکی کی حرکتیں غصہ دلاتی ہیں۔ یہ خود کو عجیب عجیب تر بنا کر پیش کر رہی ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ اس سے غصے کا اظہار کیا جائے۔ اگر وہ اداکاری کر رہی ہے، تو زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس کی اداکاری کو قبول کر لیا جائے۔ اور وہی کیا جائے جو وہ چاہتی ہے۔ صرف اس وقت تک کی تو بات ہے جب تک ڈنمارک نہ پہنچ لیا جائے۔ خواہ مخواہ ذہن جلانے سے کیا فائدہ۔ اور میں اپنے اس خیال سے متفق ہو گیا۔

چنانچہ جب سینی ٹورا باتھ روم سے برآمد ہوئی، تو میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ "ویری گڈ سینی ——— تم تو اس طرح نکھر آئی ہو جیسے موسلا دھار بارش کے بعد شفاف آسمان۔"

"اوہ ——— شکریہ ایڈی ———" اس نے مزید بے تکلفی سے میرا نام بگاڑ دیا۔ "جاؤ تم بھی غسل کر لو ——— لیکن اپنے میک اپ کا خیال رکھنا۔"

"اوکے ——— اوکے۔" میں نے کہا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ اور پھر غسل کے دوران میں نے سینی ٹورا سے آئندہ رویے کے بارے میں مکمل پروگرام بنا لیا۔ اور پھر باتھ روم سے نکل کر میں اس کے سامنے آ بیٹھا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ سینی ٹورا خاموش تھی۔ میں بھی اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے ڈارلنگ ———؟" اس نے پوچھا۔

"نیچے چلیں گے۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے۔؟"

"ہرگز نہیں ——— جو تمہاری رائے ———" پھر تیاریاں کر کے ہم نیچے ڈائننگ ہال میں چلے آئے۔ میز پر بیٹھ کر ایک مشروب طلب کر لیا۔ اور اس کی چسکیاں لیتے ہوئے ہال کا جائزہ لینے لگے۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ سینی ٹورا نے کئی بار میری شکل دیکھی تھی۔ لیکن اب میرے چہرے پر کبیدگی کے آثار نہیں تھے۔ جسے اس نے محسوس کر لیا۔

رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ بے شمار نگاہیں سینی ٹورا کی طرف اُٹھی تھیں لیکن سینی ٹورا نے کسی طرف نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولی۔ "میں تم سے رقص کی درخواست کر سکتی ہوں۔"

"ضرور ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں بھی رقص کرنے والوں میں پہنچ گئے۔ پھر ہم کئی راؤنڈ ناچے۔ سینی ٹورا نے بار بار میرے رقص کی تعریف کی تھی۔ پھر ہم نے کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد ملٹن کے پارک میں نکل آئے جہاں دوسرے جوڑے بھی مصروف گلگشت تھے۔ اور پھر خاصی رات گئے کمرے میں واپس آئے۔ سینی ٹورا نے ویٹر سے شراب طلب کر لی تھی۔ "سوتے ہوئے میں چند پیگ ضرور لیتی ہوں۔" اس نے شب خوابی کا لباس پہنتے ہوئے کہا۔ اس کا سوٹ کیس اس کی کار سے اس نئی کار میں منتقل کر دیا گیا تھا جس میں میرے بھی چند جوڑے تھے، اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں بھی لباس تبدیل کرنے لگا۔

"تم بھی لو ڈارلنگ ———" اس نے میرے لئے پیگ بناتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے مناسب نہیں ہو گا سینی ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ———؟"

"شراب کا سرور ——— ہلٹن کا خوبصورت کمرہ ——— اور پھر دنیا کا منتخب حسن ——— تینوں چیزیں یکجا ہوں، تو خطرناک حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مجھے معاف رکھو۔"

"اب تو میں شرمندہ ہونے لگی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ ——— نہیں سینی ——— تم اس انداز میں کیوں سوچتی ہو۔ یقین کرو۔ یہ صرف تمہارا احساس ہے ورنہ میں تمہارے اس رویے پر معترض نہیں ہوں۔ انسان کی اپنی سوچ ہے اور اسے بہرحال کسی کے لئے اپنے اصول ترک نہیں کرنے چاہئیں، اگر اصول بھی توڑ دیئے جائیں تو پھر کیا رہ جاتا ہے اپنے پاس۔"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی، اور پھر ایک گہری سانس لیکر بولی۔ "پتہ نہیں ——— تم مجھ پر طنز کر رہے ہو یا یہ بات پورے خلوص سے کہہ رہے ہو۔"

"یقین کرو سینی ——— میں طنز کا عادی نہیں ہوں۔"

"تب تو ——— تب تو شکریہ ———" اس کے لہجے میں پھر ہلکی سی اداسی جھلکنے لگی اور اس کے اس

انداز پر دل چاہتا تھا کہ پتھر سے اس کا سر کچل دوں۔ میں بستر میں لیٹ گیا۔ اور سینی دور بیٹھی مجھے گھورتی رہی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پھر مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے اس میں بھی تکلف نہیں کیا اور اطمینان سے سو گیا۔! پھر——— نہ جانے کتنی رات گزری تھی۔ نہ جانے کیا بجا تھا۔ کسی وزن سے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں رات کا بلب جل رہا تھا۔ اور اس کی نیلی روشنی خاصی تیز تھی۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سینی ٹورا اپنے بستر کی بجائے میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ شب خوابی کا لباس بے ترتیب تھا اور اس کے بدن کے بہت سے حصے کھل گئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

آخر عورت جاگ اٹھی تھی۔ اور——— بہرحال اب میں اتنا زبردست انسان بھی نہیں تھا کہ اس کے قرب سے اجتناب کرتا۔ اور اسے نظرانداز کر دیتا۔ وہ بڑی بے ساختگی سے مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس کی طرف کروٹ بدل لی۔ اور پھر میں نے چہرہ آگے کرکے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ لیکن سینی ٹورا کے ہونٹ سرد تھے۔ اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ایک طویل بوسے نے بھی اس کے جذبات نہ جگائے' تب——— میں نے اس کا چہرہ سامنے کیا۔ اور غور سے دیکھا۔ اور پھر میرے پورے بدن میں غصے کی چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ عورت جاگ نہیں اٹھی۔ بلکہ' سو رہی تھی———!

☆ ☆ ☆

کمبخت عورت۔ یہیں آکر مرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنا بستر خالی پڑا تھا' آ گھسی۔ میرے پاس۔ دل چاہا لات مار کر نیچے پھینک دوں۔ نہ جانے کیوں مجھے زچ کر رہی تھی۔ واقعی بہت ہی کمینی تھی۔ اس کی حرکتیں سمجھ میں نہ آنے والی تھیں۔ آخر چاہتی کیا ہے۔ نیند سے جاگا تھا اس لیے ذہن قابو میں نہیں تھا۔ پھر سوچا سونے دوں اسے اور اس کے سارے اصول توڑ دوں۔ جاگتی ہے تو جاگ جائے اور واقعی یہ خیال ذہن میں سرایت کر گیا۔ میرے ہاتھ وحشیانہ انداز میں اس کی طرف بڑھے لیکن پھر میں رک گیا۔ حواس جاگے اور میں نے سوچا یہ مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے خود اس کے ذہن میں بھی یہی پچویشن ہو' لیکن آخر کیوں؟ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟ اور میرے خیال میں اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہونی چاہیے۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ میں نے ایک بار پھر اس کی شکل دیکھی۔ اوکے مادام سینی ٹورا۔ میں کمزور نہیں ثابت ہوں گا۔ دیکھوں گا تم کتنی پراسرار ہو۔ تکلیف تو واقعی ہوئی۔ میں اگر چاہتا تو دوسرے بستر پر بھی لیٹ سکتا تھا لیکن میں وہیں لیٹا رہا۔ دو تین گھنٹے تک تو نیند ہی نہیں آئی تھی۔ نہ جانے کس طرح سویا اور پھر صبح ہی آنکھ کھلی۔

لیکن آنکھ کھلی تب بھی سینی ٹورا میرے بستر پر ہی تھی اور وہ جاگ اٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر لگی ہوئی تھیں اور میں جاگا تو وہ مسکرا اٹھی۔ "صبح بخیر!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے دیوار پر لگی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھا۔ پونے نو بج رہے تھے۔ پھر میں نے انگڑائی لی اور مسکرانے لگا۔

"صبح بخیر ڈارلنگ!" میرا ہاتھ بھی اس کی گردن میں پہنچ گیا اور اس نے میرا رخسار چوم لیا۔ "میں ساری رات تمہارے ہی بستر میں سوئی۔ بڑی گہری نیند سوئے تھے" اس نے کہا۔ "رات کو ایک بار بھی آنکھ نہیں کھلی؟"

"کھلی تھی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! واقعی؟"

"ہاں——— اور دوبارہ نیند لانے کے لیے نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑے"۔

"کیوں؟" اس نے کھوئے سے انداز میں کہا۔

"یہ سوال مناسب نہیں" میں نے اس کے بدن کو قریب گھسیٹتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ چند ... میرے سینے میں چہرہ چھپائے رہی۔ پھر اسی انداز میں بولی: "پہلے میں اپنے بستر پر ہی لیٹی تمہیں دیکھتی ... تم بے خبر سوتے ہوئے اتنے پیارے لگے کہ میں تمہارے پاس آکر لیٹ گئی اور پھر تمہیں دیکھتے دیکھتے ... سو گئی لیکن"

"لیکن کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم درحقیقت بے حد قابل اعتماد انسان ہو"۔

"ہاں سینی۔ میں تمہارا اعتماد کبھی نہیں توڑوں گا" میں نے جواب دیا اور اس نے چہرہ اٹھا کر میرے کئی ... لے ڈالے' پھر ایک دم بستر سے اٹھ گئی۔ "میں باتھ روم سے ہو آؤں۔ آج تمہیں پورے برلن کی ... کراؤں گی" اس نے کہا اور میری بات کا جواب دیے بغیر باتھ روم میں داخل ہو گئی۔

میری آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔ سینی ٹورا کی اس حرکت نے مجھے پریشان تو کر دیا تھا۔ اب میں ... رت کے معاملے میں اتنا سرد بھی نہیں تھا لیکن مجھے اس پر غصہ بھی آ رہا تھا۔ آخر یہ کیا کھیل' کھیل رہی ... اگر پارسا ہے تو جہنم میں جائے۔ میں کون سا اس کی پارسائی توڑنا چاہتا ہوں اور اگر کھلنا چاہتی ہے تو پھر ... نخرے کیوں کر رہی ہے۔ ہوں۔ پوری زندگی مرد کے لمس سے دور رہی ہے لیکن جسمانی نشیب و فراز کا ... تو بخوبی جانتی ہے۔

غسل خانے سے پانی گرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ یہ پانی سینی ٹورا کے چکنے بدن سے پھسل کر گر رہا ... میرے ذہن نے سوچا لیکن پھر میں نے گردن جھٹک دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ کلی کی ... شبنم سے دھل گئی تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی لیکن اس کا حسن میری آنکھوں میں خار بن کر ... نے لگا اور میں خاموشی سے باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے باتھ روم ہی میں گھنٹی کی آواز سنی اور پھر دروازہ ... نے کی۔ سینی ٹورا شاید بیرے کو ناشتے کی ہدایت کر رہی تھی۔ میں نے ٹھنڈے پانی سے گرم ذہن کو پرسکون ... نے کی کوشش شروع کر دی اور بلاشبہ اس وقت کے غسل نے جلتے ہوئے ذہن کو بہت سکون بخشا تھا۔ ... نے سوچا کہ واقعی میں ہلکے پن کا ثبوت دے رہا ہوں۔ وہ عورت ہے' میں مرد۔ ایک دوسرے کے لیے ... م و ملزوم۔ پھر میں اضطراب اور وہ اجتناب کیوں کرے۔ مجھے جتنی اس کی ضرورت ہے' اتنی ہی اسے ... لیکن وہ اپنے آپ کو انوکھے کردار میں پیش کرکے مجھے چیلنج کر رہی ہے۔ میں اس کا چیلنج کیوں نہ قبول ... دوں۔

ٹھیک ہے مس سینی ٹورا۔ تم میرے ذہن میں آگ بھڑکانا چاہتی ہو۔ میں تمہارا داؤ تمہی پر الٹ دوں ... تم بھی کیا یاد کرو گی۔

غسل خانے سے باہر نکلا تو میرے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور میں قطعی پرسکون تھا۔ سینی ٹورا نے بھی ... راتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"میں نے ناشتے کی ہدایت کر دی ہے"۔

"شکریہ!" میں نے ایک طرف رکھے اخبار اٹھاتے ہوئے کہا اور ان کی سرخیاں پڑھنے لگا۔ سینی ٹورا

میری شکل دیکھ رہی تھی۔ میں اس وقت تک اخبار میں کھویا رہا جب تک اٹنڈنٹ ناشتہ نہ لے آیا۔ سینی ٹورا بھی خاموش رہی تھی اور پھر ہم نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔

"اس قدر خاموش کیوں ہو؟" وہ ناز سے بولی۔

"اوہ! تمہارا احساس ہے' ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آخر ناراضگی کی کوئی بات تو ہو؟"

"طنز کر رہے ہو؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"سینی۔ سینی ڈارلنگ! تمہیں کیا ہو گیا۔ آخر اس انداز میں کیوں سوچ رہی ہو؟ تمہارے ذہن میں کیا ہے' صاف صاف کہو"۔

"تمہارے ذہن میں کچھ نہیں؟"

"ہرگز نہیں" میں نے فوراً جواب دیا اور سینی ٹورا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا تھا۔ خدایا! کیسی لڑکی ہے۔ کیا چاہتی ہے یہ؟ لیکن میں نے اس پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کیا اور مسکراتا رہا۔ میں اس جنگ میں کسی طور شکست نہیں قبول کر سکتا تھا۔

"چلوگے نہیں ڈیر؟" اس نے اچانک کہا۔

"کہاں؟"

"میں تمہیں برلن کی سیر کراؤں گی۔ ممکن ہے ہمیں آج ہی واپسی کا پروگرام بنانا پڑ جائے"۔

"ضرور!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر تیار ہو جاؤ۔ میں بھی لباس تبدیل کر لوں" سینی ٹورا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر ہم دونوں لباس تبدیل کرنے اور اپنے اپنے چہرے درست کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا نے مرسڈیز کا لاک کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ میں حسب معمول اس کے برابر بیٹھ گیا اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ "پہلے میں تمہیں پرانے برلن کی سیر کراؤں گی۔ برلن کے چہرے سے ابھی جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے داغ مٹ نہیں سکے گو انہیں مٹانے کی کوششیں شب و روز جاری ہیں"۔

اور میرا ذہن جنگ عظیم کی طرف چلا گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دیوار برلن کے نزدیک پہنچ گئے۔ "یہ دیوار برلن ہے۔ امریکی صدر کینیڈی نے اسی دیوار کے سائے میں کھڑے ہو کر کہا تھا "میں بھی برلن کا شہری ہوں' امریکی اسے جیل کی دیوار کہتے ہیں اور مشرقی جرمنی والے اسے حفاظتی دیوار قرار دیتے ہیں۔ جو ان کے ملک کو امریکی لٹیروں سے بچائے ہوئے ہے" سینی ٹورا نے کہا۔ دیوار برلن دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھ گئے۔ برلن کے کوچہ و بازار کھنڈرات بنے ہوئے تھے' جہاں چھوٹے بچے کھیل رہے تھے' یا پھر آوارہ گرد قیمتی اشیاء کی تلاش میں راکھ کرید رہے تھے۔ شہر پر گرائے ہوئے وزنی بم بعض جگہوں پر ابھی تک ملبے میں دبے ہوئے تھے اور بعض اوقات اچانک پھٹ کر خاصی تباہی پھیلا دیتے تھے۔ اتحادیوں کی خوفناک بمباری نے خوبصورت برلن کی شکل ہی مسخ کر دی تھی۔ رہی سہی کسر روسیوں نے پوری کر دی۔ مارشل زوخوف نے برلن پر بیس ہزار توپوں سے حملہ کیا تھا۔ جن کی ایک ہی باڑھ سے بے شمار دیہات اور شہر ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ "یہ کرفرسٹن ڈام ہے اور اس کے سرے پر قیصر ولیم میموریل چرچ کا جلا ہوا ڈھانچہ۔ دیکھو کلیسا کے گھڑیال کی سوئیاں ساڑھے سات کے ہندسوں پر ٹھہری ہوئی ہیں۔ نومبر

۱۹۴۱ء کی ایک شام برلن پر سینکڑوں من آگ برسی' ایک بم کلیسا کے گھڑیال پر بھی گرا اور وقت کی رفتار تھم ی۔ اس جلے ہوئے ڈھانچے کو یادگار کے طور پر یونہی چھوڑ دیا گیا ہے"۔

سینی ٹورا کسی اچھے گائڈ کی طرح مجھے برلن کی تباہی کی تفصیل بتا رہی تھی' اس کے نشانات دکھا رہی تھی ور میں اس کی باتوں کو سنتے ہوئے اپنے داہنے ہاتھ کی لکیریں دیکھ رہا تھا۔ بچپن میں سنتے تھے کہ ان لکیروں میں بر و سیاحت کی لکیر بھی ہوتی ہے۔ سرائے عالمگیر کے رہنے والے ایک معمولی کسان نے کبھی سوچا بھی نہیں وگا کہ اس کا بیٹا اتنے طویل سفر کرے گا لیکن یہ لکیریں مجھے کون کون سے مقامات پر لے آئیں۔ کیا کیا دیکھنے و ملا ہے۔ میں سوچتا رہا۔ سینی ٹورا کے کچھ الفاظ تو میں خیالات کے ادھیڑ بن میں سن ہی نہیں سکا تھا۔

"ڈارلنگ!" سینی ٹورا نے جب براہ راست مجھے مخاطب کیا تو میں چونک پڑا۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کس سوچ میں کھوئے ہوئے ہو آخر؟"

"اوہ' سینی! کیا برلن کے یہ کھنڈرات' اس کے خوبصورت چہرے کی یہ بدنمائی' سوچ کے گہرے سمندر یں نہیں دھکیل دیتی؟" میں نے کہا۔

"یقیناً" جنگ سے قبل برلن بے حد خوبصورت تھا۔ جدید کلیسا کے مقابلے میں اس جلے ہوئے ڈھانچے کو دیکھو۔ جو اب بھی سیمنٹ اور شیشے کے اس ڈھیر سے کہیں زیادہ وجیہہ اور پرشکوہ ہے۔ آؤ اب میں تمہیں راہلم میوزیم دکھاؤں" سینی نے کہا اور کار پھر سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ بوراپیٹ اسٹریٹ سے گزر کر ہم داہلم کی طرف چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ عجائب گھر تک ایک خوبصورت سڑک تعمیر کی گئی تھی۔ میوزیم کے قریب پارکنگ کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ سینی ٹورا نے کار پارک کی اور انجن لاک کر کے ہم نیچے اتر آئے۔ میوزیم دیکھنے میں چھوٹا تھا۔ لیکن یہاں ایم برانت' روبن اور وان ڈائک جیسے مصوروں کے شاہکار موجود ہیں' جو پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ میں کافی دیر تک ایم برانت کی تصویر کے سامنے کھڑا رہا۔ سنہری خود پہننے والا' رنگوں کا ایسا حسین امتزاج شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ خود کے سنہری رنگ سے واقعی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں اس تصویر کو دیکھ کر واقعی بے حد متاثر ہوا۔ سینی ٹورا بھی تصاویر میں بے حد دلچسپی لے رہی تھی۔ بہرحال' پھر ہم وہاں سے بھی واپس چل پڑے۔ سینی ٹورا نے کار میں بیٹھ کر ایک گہری سانس لی۔

"اب کیا پروگرام ہے ڈارلنگ۔ کسی ریستوران میں چلیں لیکن ابھی لنچ کا وقت نہیں ہوا؟"

"ہاں ابھی نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمہیں برلن کا چڑیا گھر دکھاؤں۔ تمہیں شاید علم ہو کہ برلن کا چڑیا گھر پوری دنیا میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا چڑیا گھر شاید ہی کسی ملک میں ہو!"

"ہاں۔ میں نے سنا ہے"۔

"بس' تو آؤ چلیں" سینی ٹورا نے کہا اور کار پھر دوڑنے لگی۔ سینی ٹورا اس وقت چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔ جیسے اپنے سارے کھلونے دکھانے کا شوق ہو اور ہر کھلونے کو پیش کر کے وہ مقابل کے چہرے کا اندازہ کرنے کی کوشش کرے کہ اس کے خوبصورت کھلونے نے دیکھنے والے کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔ نہ جانے کیا شے تھی یہ لڑکی! چڑیا گھر کا پھاٹک' اسٹیشن کے عین سامنے تھا۔ ہم نے ٹکٹ خریدا اور پھاٹک سے

اندر داخل ہو گئے۔ "اتحادیوں نے اس چڑیا گھر کے ہزاروں جانور مار ڈالے" سینی ٹورا اندر قدم رکھتے ہوئے درد بھرے انداز میں بولی۔

"اوہ! گویا انہیں ان جانوروں سے بھی اختلاف تھا؟"

"نہیں" سینی ٹورا آہستہ سے مسکرائی۔ "اتحادی بمباری اس "جی ٹاور" کو نشانہ بناتے تھے جو چڑیا گھر کے پہلو میں واقع تھا۔ یہ عمارت اتنی بڑی تھی کہ ہوائی حملے کے وقت اس کے وسیع تہہ خانے میں پندرہ ہزار سے زائد شہری پناہ لے سکتے تھے۔ حفاظتی مینار ایک سو بتیس فٹ بلند تھا۔ اور اس کی دیواریں آٹھ فٹ سے زیادہ موٹی تھیں۔ چھت پر بے شمار اینٹی ایر کرافٹ گنیں اور مشین گنیں نصب تھیں۔ چھت سے نچلی منزلوں پر جرمن فوجی دستے متعین تھے، جن کے لیے ایک ہسپتال اور گولہ بارود کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔ مینار کے مضبوط ترین کمروں میں برلن کے عجائب گھروں کے گراں بہا نوادرات اور تصاویر موجود تھیں۔ ان میں سونے چاندی اور ہیروں سے بنے ہوئے ظروف کا مجموعہ "پرائم کا خزانہ" بھی تھا جو مشہور ماہر آثار قدیمہ ہنری سلیمان نے قدیم شہر ٹرائے کی کھدائی کے دوران دریافت کیا تھا۔ مینار میں اسلحہ و بارود اور خوراک پانی کا اتنا ذخیرہ موجود تھا کہ محصورین ایک سال تک بیرونی مدد کے بغیر دشمن سے لڑ سکتے تھے۔ ظاہر ہے زمینی فوجوں کے داخلے سے قبل اتحادی پائلٹ جرمنی کے دارالسلطنت کے عین درمیان واقع اس خطرناک عمارت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ خواہ اس کوشش میں جانوروں کی شامت ہی کیوں نہ آ جائے۔ لیکن مسلسل بمباری کے باوجود یہ مینار مکمل طور پر تباہ نہ کیا جا سکا اور روسی فوجوں کو یہاں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جی ٹاور برلن کی آخری عمارت تھی جس نے روسیوں کے آگے ہتھیار ڈالے"۔

سینی ٹورا تفصیل بتاتی رہی اور میرا ذہن بھٹکتا رہا۔ پھر ہم آگے بڑھ آئے اور چڑیا گھر کے مختلف حصے دیکھتے رہے۔

چڑیا گھر کا سب سے خوبصورت حصہ وہ ہال ہے جس میں استوائی جانور رکھے گئے ہیں۔ ہال کے اندر داخل ہوتے ہی سیل اور گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ یہاں ہر جانور کو قدرتی ماحول میسر ہے۔ درجہ حرارت اور نمی کو برازیل کے استوائی جنگلوں کی سطح پر رکھا گیا ہے۔ کیلے کے درختوں اور گھنی جھاڑیوں کے اندر بیٹھے ہوئے لمبی دموں والے رنگ برنگے پرندے ہال میں گھومتے لوگوں کو دیکھ کر بڑے مزے سے سیٹی بجا رہے تھے۔ میں پوری دلچسپی سے چڑیا گھر کے مختلف حصوں کو دیکھتا رہا اور پھر ہم تھک گئے۔

"کیا خیال ہے ڈارلنگ۔ واپس چلیں؟" سینی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ "ارے۔ ہاں۔ دو بج چکے۔ لنچ کا وقت بھی نکل گیا"۔

"ہاں!"

"چلو" میں نے کہا اور ہم چڑیا گھر سے نکل آئے، پھر ایک ریستوران میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور اس کے بعد ہم واپس ہوٹل چل پڑے۔

ہوٹل میں اپنے کمرے میں واپس پہنچ کر سینی ٹورا نے لباس بھی نہیں اتارا اور بستر پر دراز ہو گئی۔ میں خاموشی سے لباس تبدیل کرتا رہا تھا۔ پھر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سینی ٹورا اپنے بستر پر پڑی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے بھی اس کی طرف دیکھا اور کئی سیکنڈ دیکھتا رہا۔ میرے اس طرح دیکھنے سے شاید سینی ٹورا کی روح کو نئی تازگی مل گئی اور وہ مسکرا پڑی۔ "برلن پسند آیا ــــــ؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد اور اس کے بارے میں تمہاری معلومات نے دلچسپی اور بڑھا دی۔ تم نے جس تفصیل سے برلن کی ایک ایک چیز کی نشاندہی کی، وہ قابل ستائش ہے"۔

"مجھے برلن سے بڑی محبت ہے۔ میں نے اس کے ایک ایک کھنڈر کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں" سینی ٹورا نے بتایا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سینی ٹورا نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر تک اسی طرح خاموش لیٹی رہی۔ پھر کروٹ بدلی اور میری طرف دیکھنے لگی۔

میں اس وقت اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"تم بھی آرام کر لو ڈیر۔ تھک نہیں گئے؟"

"اوہ، کوئی خاص نہیں"۔

"عجیب سا نہیں لگ رہا ہے؟" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"ہم دونوں نے کس اپنائیت کے ساتھ یہ لمحات گزارے ہیں۔ اگر کوئی ہمارے اور تمہارے درمیان رشتے کے بارے میں سوچے تو کیا فیصلہ کرے گا؟"

"ہاں۔ غلط فہمی کا شکار ہو جائے گا" میں نے جواب دیا۔

"اب شام تک کا کیا پروگرام ہے؟"

"جو تمہارے ذہن میں ہو"۔

"میرا خیال ہے شام ہم ہوٹل میں ہی گزاریں!"

"مناسب خیال ہے" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا "کیوں نہ ایک ایک چائے اور پی لی جائے۔ یہ کسل دور ہو جائے گا"۔

"ٹھیک"

"ایڈورڈ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" سینی ٹورا منمناتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟" میں مسکرا دیا۔

"کسی بات سے اختلاف ہی نہیں کرتے۔ کہاں تمہاری یہ فطرت تھی کہ بس ـــــــ یاد کرتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں"

"اوہ، سینی ڈیر۔ اس وقت ہمارے درمیان دوستی اور اپنائیت کہاں تھی۔ اب ہم دوست ہیں اور دوستوں میں اختلاف نہیں ہونے چاہئیں"۔

"لیکن اتنی تبدیلی؟"

"تم کوئی ایسی بات بھی تو نہیں کرتیں جو مجھے ناگوار گزرے"۔

"ہائے۔ بڑے ہی چالاک ہو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔

پھر چائے آئی تو بڑی نفاست سے ایک پیالی میرے لیے بنائی اور دوسری اپنے لیے۔ چائے کی سپ لیتے ہوئے وہ خود بخود بولی "آج کی رات یہاں اور گزارنی ہوگی"۔

"میں تو اب تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ جتنا وقت چاہو جہاں گزارو" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا بڑے دل آویز انداز میں مسکرانے لگی۔

"ایک بات کہوں ڈارلنگ؟" اس نے شرارت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ضرور کہو!"
"برا تو نہیں مانو گے؟"
"نہیں!"
"وعدہ کرتے ہو؟"
"ہاں' ہاں۔ کہو تو سہی کیا بات ہے"۔
"اس زندگی میں آنے کے بعد میں نے بڑے بڑے بھیڑیے دیکھے ہیں۔ میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ یوں سمجھو' مجھے ہر قسم کے لوگوں کا تجربہ ہے" سینی ٹورا نے کہا۔ "یقیناً" ہو گا"۔
"بھیڑیوں کو پہچاننے کی صلاحیت بھی ہے میرے اندر!"
"اب میں خاموش رہوں گا" میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔
"بتاؤ گے نہیں!" وہ شرارت سے بولی۔
"کیا؟"
"یہ بھیڑیے کا لبادہ کیوں اوڑھ لیا ہے؟"
"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔
"اگر تم سچ مچ بھیڑیے ہوتے تو میں تم سے نفرت کرتی لیکن مجھے وہ ایڈورڈ یاد ہے جس نے بے رحمی سے میری پنڈلی توڑ دی تھی۔ میں اس کھال کے اندر بھی جھانک رہی ہوں"۔
"گویا میں خود کو بھیڑیا بنا کر پیش کر رہا ہوں؟"
"ہاں ڈیر ـــــ تمہاری آنکھوں میں اب بھی بھیڑیا جھانک رہا ہے۔ تمہارا چہرہ تو میک اپ میں چھپ ہوا ہے۔ لیکن تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر تھوڑی سی تسکین ہو جاتی ہے"۔
"کیا کہنا چاہتی ہو؟"
"یہی کہ' اگر اب بھی کوئی ایسی صورت آجائے تو تم مجھے پھاڑ کھاؤ گے؟"
"یقینی امر ہے" میں نے جواب دیا۔
"پھر یہ بے بسی کا اظہار کیوں؟"
"گویا تم نے میری دوستی' میرے خلوص پر اعتماد نہیں کیا ہے!"
"دوستی۔ خلوص؟"
"بے معنی باتیں ہیں' کیوں؟"
"نہیں معنی تو رکھتی ہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"پھر کیا بات ہے؟"
"چلو جانے دو اس موضوع کو" اس نے کہا۔
"نہیں' پہلے اس پر بات ہو جائے تاکہ مجھے پھر شرمندہ نہ ہونا پڑے"۔
"ارے نہیں میری جان۔ مذاق کر رہی تھی۔ میں بس یہ کہنا چاہتی کہ خود کو اس حد تک بے بس مت ظاہر کرو کہ مجھے شبہ ہونے لگے۔ تم جیسے لوگ بے بس نہیں ہوتے"۔

...دستی کے ہاتھوں ہوتے ہیں" میں نے غرا کر کہا۔
...ہاں۔ یہ مان سکتی ہوں۔ بشرطیکہ تم ان الفاظ میں مخلص ہو"۔
...میں اب اپنے خلوص کا اظہار نہیں کروں گا" میں نے اسی انداز میں کہا۔
...ارے نہیں میری جان۔ چلو غصہ تھوک دو۔ دراصل میں اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ تم اب بھی وہی ہو ...بدل گئے ہو"
...صرف تمہارے لیے بدلا ہوں"۔
...نہیں جانتی ہوں۔ یقین کرو' تمہارا حسن ہی یہی ہے" سینی ٹورا نے اوباش انداز میں مسکراتے ہوئے ...
...س سے قبل کہ میں کوئی اور جواب دیتا' اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔
...ٹیلی فون!" سینی ٹورا اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ پھر وہ اٹھی اور ٹیلی فون کے قریب پہنچ گئی۔ "ہیلو" اس نے ...پیں میں کہا "ہاں۔ بول رہی ہوں۔ لیکن تمہیں یہاں کے بارے میں کس طرح معلوم ہوا؟" ٹھیک ـــــ ہاں۔ وہیں پہنچ رہی ہوں۔ ارے" اس نے فون بند کر دیا۔ "احمق کہیں کے!" وہ واپس پلٹی۔
...میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"میرے ساتھی تھے" اس نے کہا۔
"اوہ!"
"کم بختوں نے موڈ خراب کر دیا"۔
"خیریت؟"
"بس سوچا تھا' آج کی حسین رات اور تمہارے ساتھ اس تنہائی میں گزرے گی۔ بہت سی باتیں کریں ...ور ـــــ اور ـــــ" اس نے نشیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "پھر کیا ہوا؟" میں نے اس کی ...ی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
"کام ہو گیا ہے۔ مال بھر چکا ہے"
"اوہ! یہاں سے بھی مال لے جا رہی ہو؟"
"ہاں۔ نہایت قیمتی سامان!"
"خوب! لیکن تم تو سربراہ ہو۔ اگر نہ جانا چاہو تو کوئی مجبور کرے گا؟"
"ڈسپلن کی پابندی کرانے کے لیے خود بھی ڈسپلن کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے" اس نے خشک انداز میں ...

اچانک اس کا موڈ بدل گیا تھا اور وہ کسی قدر فکر مند نظر آ رہی تھی۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ سینی ...ی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ٹھیک ہے ڈارلنگ' پھر ...

"یقیناً"!" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی جیسے پہلا جملہ بے خیالی میں کہہ گئی ...ر وہ کافی دیر تک میری شکل دیکھتی رہی۔ میں نے بھی اس پر سے نگاہیں نہیں ہٹائی تھیں۔
"بظاہر حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ تمہارے خیال میں کوئی ہماری طرف سے مشکوک ہو سکتا ..." اس نے پوچھا۔

"میں نے کسی کی توجہ اپنی طرف نہیں پائی"

"سرحد پر بھی حالات نارمل تھے"۔

"یقیناً" کوئی خاص بات محسوس نہیں کی گئی"۔

"پھر بھی' احتیاط بے حد ضروری ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی مشورہ' کوئی ترکیب آیا کرے تو اس میں جھجکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں مشورے کی اہمیت کو سمجھتی ہوں"۔

"بے شک' میں تکلف نہیں کروں گا لیکن اس سلسلے میں تو ابھی تمہاری شاگردی کی ضرورت ہے۔ تھوڑے دنوں میں ماہر ہو جاؤں گا"۔

"مجھے تو تم ایسے بھی کافی ماہر لگتے ہو" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر گھڑی میں وقت دیکھتی ہوئی بولی "میرا خیال ہے ہمیں ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے"۔

"مناسب" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا مستعدی سے اٹھی اور سامان سمیٹنے لگی۔ میں نے بھی ہاتھ بٹایا۔ پھر اس نے بیل بجا کر ویٹر کو بلایا اور بل لانے کے لیے کہا۔ بل کی ادائیگی کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ دو آدمی ہمارا مختلف سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ "سامان مرسڈیز میں لاد دیا گیا اور پورٹرز کو ٹپ دیئے۔ سینی ٹورا اسٹیئرنگ پر آ بیٹھی اور کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ سینی ٹورا ذہنی طور پر کچھ الجھی ہوئی تھی۔ اس لیے خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ میں نے بھی اسے مخاطب کرنا مناسب نہ سمجھا اور خاموش اس کے قریب بیٹھا رہا۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
5

تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی پارک کے سامنے پہنچ گئے جہاں سے کاریں بدلی تھیں۔ طریقہ کار عمدہ تھا۔ سینی ٹورا نے کار پارک کے سامنے چھوڑدی۔ چابی اگنیشن میں لگی رہنے دی اور اتر کر میرے ساتھ پارک میں داخل ہوگئی۔ تقریباً" ایک گھنٹے تک ہم پارک کے مختلف حصوں میں چہل قدمی کرتے رہے۔ اس کے بعد سینی ٹورا پارک سے باہر نکل آئی اور اب باہر مرسڈیز کی جگہ سینی ٹورا کی کار موجود تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ بہرحال عمدہ طریقہ تھا۔ سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کی اور برلن سے واپسی کا سفر شروع ہوگیا۔ جس میں سینی ٹورا کے خیال کے مطابق کوئی دقت نہ ہوئی اور دوسری صبح ہم واپس فرینکفرٹ پہنچ گئے۔

کیمپ پہنچ کر سینی ٹورا نے میری طرف دیکھا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی "کیا پروگرام ہے ڈارلنگ؟"

"تم بار بار یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"میرے اب سارے پروگرام تمہارے ذمے ہیں"۔

"سارے؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔ یقیناً"!"

"تب تو مجھے بہت وقت ہوگی" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے ان معنی خیز جملوں میں اس کی وہی فطری کمینگی جھلک رہی تھی۔

"ہاں مس سینی ٹورا۔ مجھ سے کسی ایک بات کی توقع نہ رکھیں، جس کی ہدایت آپ نے نہ کی ہو" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس نے گردن ہلا دی، پھر بولی۔

"تم اپنے دوستوں کے ساتھ دن گزار سکتے ہو ڈیر ——— لیکن شام میری ہوگی"۔

"اوکے!" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا نے مجھے میرے خیمے کے قریب اتار دیا اور پھر اس کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں نے گردن ہلائی اور چند قدم چل کر خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوگیا۔

"اندر ایک تماشا ہو رہا تھا۔ بیکر ایک کونے میں سمٹا بیٹھا تھا۔ دوسرے کونے میں سردارے پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا اور اس کے بالکل نزدیک سیاہ بالوں گورے رنگ اور چپٹی ناک کی ایک گدازبدن لڑکی بیٹھی چرس بھرے سگریٹ کے آخری کش لے رہی تھی۔

"ہے ----- استاد ----- زندہ باد!" سردارے نے مجھے دیکھتے ہی نعرہ لگایا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکی بھی اسی طرح کھڑی ہو گئی جیسے اس سے منسلک ہو۔

"ہیلو ----- !ہیلو بیکر!" میں نے دونوں کو مخاطب کیا۔

"ہیلو ماسٹر! آپ واپس آ گئے!" بیکر بولا۔

"ڈارلنگ ----- یہ کون ہے؟" لڑکی آواز بنا کر بولی۔ اس کے انداز میں گھٹیا پن تھا۔ ویسے وہ نشے میں تھی۔

"میرا استاد ----- میرا باپ!" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہ! ڈیڈی ڈارلنگ!" لڑکی دونوں ہاتھ پھیلا کر جھپٹی اور میری گردن سے چپک کر میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔

"ارے۔ ارے" میں نے بوکھلا کر اسے پیچھے ہٹایا لیکن وہ پھر دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور اسی طرح میرے ہونٹوں کی طرف لپکنے لگی جیسے بلی گوشت پر جھپٹتی ہے۔

"سردارے۔ سردارے ----- اسے روکو" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں استاد۔ نہ پنجے مارتی ہے' نہ کاٹتی ہے۔ اس خادم کی دریافت ہے" سردارے نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ یہ جملے اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔ اور میں نے پہلی بار بیکر کو قہقہہ مار کر ہنستے دیکھا تھا۔

"ابے تیری دریافت کی ایسی تیسی" میں نے لڑکی کے حملوں کو روکتے ہوئے کہا۔

"بڑی مخلص ہے استاد! اس وقت تک باز نہیں آئے گی جب تک۔ اپنے خلوص کا پورا پورا اظہار نہ کر لے گی۔ اس لیے جان چھڑانی ہے تو چلنے دو۔ ورنہ تماشا جاری رہے گا"۔

"اور میں سردارے کو گھورتے ہوئے رک گیا۔ کمبخت نے اچھی طرح میرے ہونٹ بھنبھوڑے اور پھر مسکراتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

"کب واپس آئے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"بکو مت" میں نے اپنے ہونٹ رگڑتے ہوئے کہا اور بیکر پھر ہنس پڑا۔ لڑکی مسکرا مسکرا کر ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"داد نہ دو گے استاد۔ ورائٹی تلاش کرنے میں تمہارے سردارے کا کوئی جواب نہیں ہے" سردارے شدید موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

"اور مسٹر پنٹو کی اس ورائٹی نے میرا کیریئر بھی تباہ کر دیا ہے جناب۔ میرے کمزور بازو نہ تو اسے روک سکتے ہیں' نہ میں کسی نوجوان اور کسی حد تک طاقتور لڑکی کے بوسوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں"۔

"کیا یہ انگلش نہیں جانتی؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"برٹش ہے" سردارے نے جواب دیا۔

"مگر کیسی بے تعلق کھڑی ہے"

"یہی اس کی خوبی ہے" سردارے نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ صورت شکل کی بری تھی لیکن عجیب تھی' جیسے بہری ہو۔ میں ایک گہری سانس لے کر کینوس بیڈ پر جا بیٹھا۔

"استانی کہاں گئیں استاد؟"

"جہنم میں" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوؤ گے؟" سردارے میری شکل دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں!"

"چلو ٹھیک ہے۔ آؤ منی' بار چلیں۔ بیکر تم چاہو تو ہمارے ساتھی بن سکتے ہو!"۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو" بیکر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا اور سردارے نے شانے اچکائے۔ پھر لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا:

"آؤ منی چلیں۔ باپ سوئے گا"

"اوہ! ضرور۔ ضرور۔ گڈ لک ڈیڈی" وہ پھر میری طرف لپکی لیکن سردارے نے اس کی کمر پکڑ لی اور پھر وہ اسے کمر سے پکڑے پکڑے ہی خیمے سے باہر لے گیا۔

"تھینکس گاڈ!" بیکر خیمے کی چھت کی طرف دیکھ کر بولا اور میں ہنس پڑا۔

"تمہیں بھی اس نے پریشان کیا ہو گا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں ماسٹر۔ بس میرے ہونٹ اور شانے دکھ رہے ہیں۔ کم بخت بوسہ لیتے ہوئے بھینچتی بھی بہت زور سے ہے" بیکر نے کہا اور مجھے پھر ہنسی آ گئی۔

"انوکھی مخلوق ہے" میں نے گردن ہلائی۔

"ناشتہ تیار کروں ماسٹر۔ رات بھر کے جاگے ہوئے معلوم ہوتے ہو؟"

"بیکر کے لہجے میں پیار جھلک رہا تھا۔ میں نے اس کی شکل دیکھی اور دل میں ایک عجیب سا تاثر پیدا ہو گیا۔

"نہیں بیکر ڈیر۔ رات کا جاگا ہوا ہوں' سوؤں گا"۔

"بہتر" بیکر نے گردان ختم کر دی اور میں نے کروٹ بدل لی۔ رات بھر کے سفر سے تھکن ہو گئی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ ڈرائیونگ بھی کبھی سینی ٹورانے کی تھی' کبھی میں نے۔ بہرحال اس تھکن کے باوجود فوراً نیند نہیں آئی۔ ذہن میں خیالات کی مکھیاں بھنبھنانے لگی تھیں۔

اور خیالات کا محور سینی ٹورا ہی تھی۔

بہرحال طے شدہ بات تھی کہ پراسرار عورت تھی اور کافی خطرناک بھی۔ ابھی تک میں اس کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ کیا ہے۔ رات کی تنہائیوں میں وہ عجیب و غریب کردار پلے کرتی تھی۔ اضطراب بھی' اجتناب بھی۔ قربت بھی اور احتیاط بھی۔ پھر جب بے اعتنائی پاتی تو مرجھا جاتی۔ کہیں محرومی کا احساس کرتی تو خوش ہو جاتی۔ ممکن ہے ان تاثرات کا اظہار اداکاری ہو' صرف اداکاری۔ لیکن باقی معاملات ----- کام پراسرار انداز میں ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی پوری شخصیت کا تجزیہ

کیا۔ اس کی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو ذہن میں دوہرا کر کوئی اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی اور اس تجزیہ
کو یوں ترتیب دیا:

نمبر ایک۔ وہ اس انداز میں سامنے آئی کہ توجہ خود بخود اس کی طرف مبذول ہو جائے۔ لیکن خو
اس نے قریب آنے کی کوشش نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ میں اسے
گھاس نہ ڈالتا تو؟ لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ اپنی طرف سے بھی کوشش کر سکتی تھی۔ گویا وہ اس کا دوسرا قد
ہوتا!

ٹھیک۔ اس بات پر ذہن جم گیا۔ نمبر دو! اس نے خود کو ایک اسمگلر کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کی
عجیب و غریب گاڑی کے بارے میں' میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس میں منشیات تھیں بھی یا نہیں۔ میں نے
کچھ نہیں دیکھا۔ گویا' گاڑیاں بدلنا' برلن کا قیام' یہ سب کچھ فراڈ بھی ہو سکتا ہے۔ بالکل ٹھیک' ذہن اس بار
پر جم رہا تھا۔

اور پھر ——— اس کی پہنچ ——— پاسپورٹوں کی تیاری' آسان کام نہیں ہے۔ وہ میک اپ کا
ماہر بھی ہے۔

اور پھر میرے ذہن میں ایک اور سوال کھٹکا۔ اس سوال کی کھٹک کافی تھی۔ اس نے واپسی میں مجھ
سے مشورہ کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے علاوہ اس نے مجھے چالاک بھی گردانا تھا۔ کیا یہ ایک اشارہ
نہیں تھا۔ کوئی لمبا پروگرام! میں نے کروٹ بدلی اور نیم غنودہ ذہن سے طے کر لیا کہ بہرحال سینی ٹورا قابل
اعتماد نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جائے اس پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

اور یہ آخری خیال تھا! اس کے بعد میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو ساڑھے تین بج رہے تھے۔ بیکر بدستور
خیمے میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ نہ جانے یہ شخص باہر کی دنیا سے اس قدر بیزار کیوں ہو گیا تھا۔ بہرحال پیارا انسان
تھا۔ مجھے اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھا تو وہ چونک پڑا اور پھر جیسے خیالات کی دنیا سے واپس آ گیا "ہیلو ماسٹر! نیند پوری
ہو گئی؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بیکر" میں نے جواب دیا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ دن کی نیند بہرحال رات کی نیند کی کسر پوری
نہیں کرتی۔ میں نے ہاتھ وغیرہ دھوئے' آنکھیں صاف کیں' میک اپ رات کو واپس آتے ہوئے اتار دیا تھا
اس لیے اب کوئی دقت نہیں تھی۔ بیکر کو اس وقت ضرورت کا پورا احساس تھا۔

چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد کافی کی بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور پھر عمدہ سینڈوچز اور کافی بیکر
نے میرے سامنے لا کر رکھ دی۔

"اوہ! بیکر زندہ باد! یار تم نے ہمارے عیش کرا دیے ہیں آ جاؤ" میں نے کہا اور بیکر اپنی کافی لے
میرے پاس آ بیٹھا" سردارے جب سے گیا ہے' واپس نہیں آیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر۔ ویسے شکر کریں ابھی دیر تک واپس نہ آئے" بیکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ واپس آئیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو گی"۔

"اوہ!" میں ہنس پڑا۔

"عجیب لڑکی ہے ماسٹر۔ ہر وقت نشے میں رہتی ہے۔ سارا دن چرس پیتی رہتی ہے۔ نہ جانے ابھی
تک اس کے بدن میں خون کس طرح باقی ہے اور پھر بے تکلف اتنی کہ ——— کہ کچھ بھی نہیں دیکھتی"
بیکر نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں کافی وغیرہ سے فارغ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ہم بہت جلد یہاں سے نکل چلیں گے بیکر"

"اوہ! کہاں ماسٹر؟"

"ڈنمارک!" میں نے جواب دیا اور بیکر کے چہرے پر کسی قدر سنجیدگی پھیل گئی۔ "تم تو ہمارے
ساتھ ہی ہو گے بیکر؟" میں نے دوبارہ کہا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ پوری زندگی آپ کے ساتھ ہی گزاروں ماسٹر!"

"پھر ——— قباحت کیا ہے؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں ماسٹر۔ آپ لوگ' درحقیقت زمین کے فرشتے ہیں۔ فرشتے نہیں تو انسان تو ضرور
ہیں اور انسان آج کل کہاں ہوتے ہیں۔ لیکن میں تمہارے اوپر کب تک بوجھ بنا رہوں گا ماسٹر۔ میں کب
تک تمہارے اوپر مسلط رہوں گا!" وہ بھاری آواز میں بولا۔

"تم اتنے پیارے' اتنے مخلص انسان ہو بیکر' کہ کسی کے لیے بھی بوجھ نہیں بن سکتے۔ میری دلی
خواہش ہے کہ تم مایوسی کے بھنور سے نکل کر پھر سے عمل کی زندگی میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے پاس وسائل
ہیں۔ تمہارے پاس سہارے ہیں اور سہارے ٹھکرانے نہیں چاہئیں۔ ہاں سہارے ٹھکرانے نہیں چاہئیں۔
اگر خودکشی کرنے کا ارادہ نہ ہو تو۔ سمجھے۔ اس دنیا میں نہ جانے کتنے انسان ہوں گے جو سہاروں کی تلاش میں
آنکھیں پھاڑ رہے ہوں گے لیکن ان کی ہر نگاہ خلا سے گزر رہی ہو گی۔ ہر آس تاریکیوں میں ڈوب رہی ہو گی
اور جب یہ تاریکیاں ان کی روح کو ڈھک لیں گی تو پھر وہ سمندر تلاش کریں گے اور اگر لہروں کی آغوش میں
پناہ نہ لے سکے تو پھر زمین کے بدن کا کوڑھ بن جائیں گے ——— انسانیت کو پامال کریں گے' جرائم کریں
گے اور ان کے ذہنوں میں ہمدردی کا کوئی تصور نہیں ہو گا!"

نہ جانے میری کیا کیفیت ہو گئی تھی۔ نہ جانے میں کہاں سے بول رہا تھا اور جب میں خاموش ہوا تو
بیکر تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"ماسٹر!" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"ہاں بیکر! میں نے جو کچھ کہا ہے' سچ کہا ہے"۔

"چوٹ کھائی ہے ماسٹر؟"

"ہاں بیکر۔ ایسا زخم ہے' جو بھر بھی چکا ہے مگر کبھی کبھی رسنے لگتا ہے"۔

"ہر جسم داغدار ہے' ہر روح داغدار ہے ماسٹر۔ آخر کیوں؟"

"شاید یہ داغ ہی زندگی کی کہانی کی تحریر ہوتے ہیں۔ ان داغوں کے نقش ہی تفسیر حیات ہوتے
ہیں" میں نے کہا اور بیکر گردن ہلانے لگا۔ ماحول ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا اور اس وقت سردارے اور اس کی
چھپکلی کی آمد کافی حد تک خوشگوار ثابت ہوئی۔

"ہالو ڈیڈ ——— تم جاگ رہے ہو" خیمے کے پردے سے آواز سنائی دی اور بیکر اچھل پڑا۔

"آ گئی" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ تب پہلے لڑکی اور پھر سردارے اندر داخل ہو گیا۔

"الو کی پٹھی کو پورے راستے سمجھاتا لایا ہوں کہ ماسٹر سو رہے ہوں گے لیکن نہ جانے کیا سوار ہوئی کہنے لگی کہ ماسٹر کو قریب سے دیکھوں گی ——" سردارے معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"لیکن یہ بکواس کیا کر رہی ہے؟"

"کیا باس؟"

"یہ مجھے ڈیڈی کیوں کہہ رہی ہے؟"

"موڈی ہے باس۔ کئی بار مجھے گرانڈ فادر کہہ چکی ہے"۔

"تم ہو بھی اسی قابل" میں نے کہا۔

"اب تمہاری سی تقدیر کہاں سے لاؤں باس" سردارے کراہ کر بولا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"استانی' برلن اور تنہائی۔ ہائے! گزری ہوئی دو راتوں کی داستان نہ جانے کیا ہوگی!" سردارے نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"کہاں سے پکڑا تھا اسے؟"

"اسی کیمپ سے۔ ویسے بڑی خوبیوں کی مالک ہے باس۔ اگر نشے میں نہ ہو تو اچھی خاصی باتیں کر لیتی ہے"۔

"ایسا بھی کبھی ہوتا ہے کہ وہ نشے میں نہ ہو؟"

"کبھی کبھی۔ میں نے اس کا اکھڑا ہوا نشہ دیکھنے کے لیے اس کی سگریٹوں کا پیکٹ ہی پار کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ بڑے بڑے نیک انسانوں کی رحمدلی کے واقعات سنا سنا کر مجھ سے چرس کے لیے پیسے مانگ رہی"

"احمق آدمی' تو اسے باہر نہیں چھوڑ کر آسکتا"۔

"یتیم کا سہارا ہے باس۔ ایسا حکم نہ دو" سردارے گڑگڑاتے ہوئے بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"شکریہ باس" سردارے نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈ کیا کہتا ہے پنٹو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کہتا ہے تم بالکل خاموش رہو" سردارے نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اوہ —— ڈیڈ —— ڈارلنگ! تم ایسا کیوں کہتے ہو" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پیار کرنے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے تھے۔

"روک —— اسے روک سردارے! ورنہ —— ورنہ اچھا نہ ہوگا" میں نے کہا۔

"میں نہیں روک سکتا باس جو ہوتا ہے ہونے دو —— کہاں کہاں روکوں سسری کو —— جگہ ذلیل کرایا ہے" سردارے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لڑکی میرے بالکل قریب پہنچ گئی —— تب میں نے اسے جھکائی دی اور کمر پر اٹھا کر نیچے دے پٹخا لیکن اس انداز میں کہ اسے چوٹ نہ لگے۔

"ونڈر فل —— اے جوان آدمی! حیرت انگیز —— خدا کی قسم! میں نے کسی مرد کو اتنی دردی سے عورت کو اٹھا کر پھینکتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ تیرا ہی کارنامہ ہے —— اب بولو؟" بیکر نے آخری جملے لڑکی کو مخاطب کر کے کہے —— لیکن لڑکی چت پڑی پلکیں جھپکا رہی تھی۔

شاید اس کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہوگیا —— اس کا زاویہ کیسے بدل گیا۔ سردارے اب بھی اطمینان سے کھڑا تھا۔

"کیا آپ دوبارہ کوشش فرمائیں گی محترمہ!" سردارے نے جھک کر پوچھا۔

"پنٹو ڈالنگ!" لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"لیس ڈارلنگ!" سردارے نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میری جیب کہاں گئی —— اس میں سگریٹ تھے"۔

"ہاتھ ادھر لاؤ سویٹی" سردارے نے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر لڑکی کا ہاتھ اس کی جیب میں ڈال دیا اور لڑکی نے جیب سے سگریٹ اور ماچس نکال لی اور پھر خیمے میں چرس کی بو پھیل گئی۔

"میں جا رہا ہوں سردارے" میں نے کہا۔

"اوہ کہاں —— ؟ استانی کے پاس —— باس!" سردارے دانت نکال کر بولا۔ لیکن میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا —— اور خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکل آیا۔ سردارے میرے پیچھے ہی لپکا تھا —— اور پھر وہ بھی باہر نکل آیا۔

"باس —— باس —— سنو تو ——"

"اوہو پنٹو —— مسٹر پنٹو! ایک منٹ پلیز" بیکر بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں باہر نکل آیا۔

"ارے ارے' اسے کیا ہوا؟" سردارے نے حیرت سے بیکر کو دیکھا۔ میں بھی بیکر کو دیکھ رہا تھا۔

"میں —— میں آپ کا غلام ہوں مسٹر پنٹو! جو حکم دیں سر آنکھوں پر۔ لیکن خدا کے لیے —— خدا کے لیے مجھے اس خوفناک لڑکی کے ساتھ تنہا نہ چھوڑیں"

"اوہ" سردارے نے گہری سانس لی۔

"لے جا بھائی —— اسے لے جا —— نہ جانے کتنوں کی زندگی عذاب کی ہوگی اس نے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ملاقات کب ہوگی باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"کل —— لیکن اس وقت یہ بلا تمہارے ساتھ نہیں ہونی چاہیے"۔

"بہتر ہے باس۔ اس سے تھوڑی دیر کے لیے چھٹکارا پانے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے باس —— کم از کم چار انجکشن لگوا دوں اور جھیل کے کنارے چھوڑ آؤں"۔

"جیسا پسند کرو" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بیکر احمقوں کے سے انداز میں ایک طرف کھڑا تھا۔ میں نے گردن ہلائی۔ خوب تھی سردارے کی محبوبہ بھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں سینی ٹورا کے پلاسٹک کے خیمے کے پاس پہنچ گیا۔ سینی ٹورا کی کار پلاسٹک گیراج میں کھڑی تھی۔ میں اندر داخل ہوگیا اور یہ صرف میری جرات تھی۔ دوسرے شاید ایسی حرکت کرنے کی جرات نہیں کرسکتے تھے۔ سینی ٹورا ایک فولڈنگ کرسی میں دراز ایک رسالہ پڑھ رہی تھی۔ نزدیک ہی بیئر کا جگ آدھا خالی رکھا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"میں تم سے ناراض ہوں" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ ہاں—— شاید میں جلدی آگیا—— سوری" میں واپسی کے لیے مڑتے ہوئے بولا۔
"ادھر دیکھو——!" سینی ٹورا نے کہا اور میں پلٹ پڑا۔ سینی ٹورا کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ "اگر تم نے باہر قدم نکالا تو تمہاری کمر چھلنی کر دوں گی"
"واقعی——؟" میں مسکرا دیا۔
"ادھر آؤ" اس نے کہا۔ اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ "اور قریب آؤ" وہ بولی۔ اور میں کر... کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ "اتنی دیر سے کہاں تھے؟"
"خیمے میں"
"کیوں؟"
"تم نے اجازت دی تھی"
"میں یاد نہیں آئی؟"
"صبر کر لیا"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ شام کو تمہارے پاس آنا ہی تھا" میں مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیوں پریشان کرتے ہوئے مجھے؟" اس نے دونوں ہاتھ میری کمر میں ڈال دیے اور اپنا چہرہ میرے بدن سے رگڑنے لگی۔ میں بالکل سرد ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے اس انداز کی کوئی پذیرائی نہیں کی۔ اس چہرہ سرخ ہو گیا تھا' آنکھوں سے خمار ٹپک رہا تھا۔ عجیب کمینی عورت تھی لیکن یہ بات تو میں پہلے بھی کئی با سوچ چکا تھا۔
"بیٹھ جاؤ نا" اس نے کہا۔
"شکریہ" میں نے کہا اور اس سے الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور رسالہ بند کر کے میز پر رکھ دیا۔ پستول اس کے اوپر رکھ دیا—— پھر ک منٹ تک وہ کھوئے کھوئے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ اور آہستہ آہستہ اس کا چہرہ اعتدال پر آگیا۔ او خدوخال خشک ہوتے گئے۔
"تم نے اپنے ساتھیوں سے بات کی؟"
"ہاں"
"تیار ہیں وہ لوگ؟"
"یقیناً"
"پھر کیا پروگرام ہے؟"
"جو پروگرام باس کا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں صرف تمہیں ساتھ لیے لیے نہیں پھرنا چاہتی' کچھ کام کرو"۔
"باس ہدایت دے' میں اس پر عمل کروں گا" میں نے اس کے انداز کا برا مانے بغیر جواب دیا۔ او وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر بولی۔
"کچھ مال ڈنمارک لے جانا ہے۔ کار کا مسئلہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے بارے میں کچھ اور بھی

وچو"۔
"میں اس سلسلے میں ناتجربہ کار ہوں باس—— تھوڑی سی تربیت مل جائے تو بخوبی کام کر سکوں ا"۔
"میں نے اسکول تو نہیں کھول رکھا—— تمہیں ضرورت ہے تو خود سوچو' ورنہ دفعان ہو او"۔
"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔ "میرا خیال ہے جس سلسلے میں' میں ناتجربے کار ہوں' اس کے رے میں کچھ بتانا میرے بس سے باہر ہے اور مجھے وہ کام بھی نہیں کرنا چاہیے"۔
"تب تم جہنم میں جاؤ"
"تھینک یو مس سینی ٹورا——!" میں نے خیمے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"آئندہ ادھر تمہاری شکل نہ دیکھوں" وہ غصے سے کانپتے ہوئے بولی۔
"اطمینان رکھیں" میں نے کہا اور اس کے خیمے سے نکل آیا۔ باہر آ کر میں سر کھجانے لگا۔ بہرحال سان ہی تھا۔ کھوپڑی گھوم گئی تھی۔ درحقیقت دماغ نچا کر رکھ دیا تھا اس کمبخت عورت نے۔ نہ جانے کون ی—— نہ جانے کیا چاہتی تھی۔ ہاں اگر میں اسے انٹرپول کا نمائندہ بھی تصور کرتا تو اس وقت کے ویے کا یہی فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ برلن کے سفر سے بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا اور وہ مایوس ہو گئے۔
بہرحال اگر یہ بات ہے تب بھی کچھ برا نہیں ہے' میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔
لیکن اس وقت—— اس وقت ہوئی خاصی بے عزتی ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ کیا اس س بے عزتی کا انتقام لوں یا الو کی پٹھی سمجھ کر معاف کر دوں۔ میں چلتا رہا اور میں نے طے کیا کہ کام تو بگڑ ہی لیا کیوں نہ اسے بھی پریشان کروں۔ اور پریشان کرنے کے لیے میں کوئی عمدہ سی ترکیب سوچنے لگا۔ بہرحال یہ کام اتنا مشکل نہیں تھا۔ بالآخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ ہی گئی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
"تب میں سردارے کی تلاش میں نکل پڑا۔ سردارے کے بغیر اس تفریح میں صحیح لطف نہیں آ سکتا تھا۔ اور پھر سردارے کی خبطی ساتھی بھی اس وقت میرے کام کی تھی۔ میں نے ایک چکر اپنے خیمے کا لگایا۔ بیکر موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ سردارے اس وقت سے اس طرف نہیں آیا۔
بہرحال میں اسے ممکنہ جگہوں پر تلاش کرتا رہا لیکن وہ نہیں مل سکا۔ نہ جانے کمبخت کہاں جا گھسا تھا۔ بہرحال نہ سہی سردارے' میں خود بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر میں اپنے مطلب کے لوگوں کی تلاش میں نکل پڑا—— ہپیوں کی یہاں کیا کمی تھی اور ان میں زیادہ تر سر پھرے تھے۔ ایک موسیقار مجھے مل ہی گیا۔ اس کے پاس گٹار بھی عمدہ تھا۔ میں اس کے سامنے رک گیا۔ درمیانی عمر کا خاموش سا بوڑھا مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نرمی سے مجھے پکارا:
"ہیلو—— ادھر آؤ——" اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ "بھوکے ہو؟" اس نے اس انداز سے پوچھا جیسے اسے میرے اوپر رحم آگیا ہو اور وہ مجھے کچھ کھلانا چاہتا ہوں۔
"ہاں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"بہت بھوکے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں، بہت"

"کوئی بات نہیں صبر کرو----- میں بھی بھوکا ہوں، بہت بھوکا ہوں لیکن صبر کر رہا ہوں اور ا
پھل کا انتظار کر رہا ہوں جو میٹھا ہوتا ہے" اس نے بڑے سکون سے جواب دیا اور میں نے ایک قہقہہ ضبط کر

"تم نے بھی کچھ نہیں کھایا؟"

"آج تیسرا روز ہے۔ اب تو لوگ موسیقار کو بھیک بھی نہیں دیتے لیکن مجھے فکر نہیں ہے۔ میں
ایک ایک ہفتہ گزارا کر لیتا ہوں اور پھل کہیں نہ کہیں سے مل ہی جاتا ہے"۔

"آج بھی مل جائے گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، جلد بازی اچھی نہیں ہوتی، ابھی انتظار کرو"۔

"نہیں میرے دوست! تم بھی بھوکے ہو، میں بھی بھوکا ہوں----- لیکن ہم دونوں کی بھوک
فرق ہے"۔

"اوہ، بھوک میں فرق نہیں ہوتا، بھوک یکساں ہوتی ہے"۔

"لیکن میری اور تمہاری بھوک میں فرق ہے۔ تمہیں جسم کی غذا نہیں ملی اور مجھے ر
کی----- تو یوں کریں، تم میرے لیے روح کی غذا مہیا کرو اور میں تمہارے لیے جسم کی"۔

"فلسفہ مجھے بھی پسند ہے لیکن خالی پیٹ کا فلسفہ سارے فلسفوں پر غالب ہے، تم جو کچھ کہنا چا
ہو، صاف صاف کہو" اس نے نقیہہ آواز میں کہا۔

تب میں نے جیب سے ایک کرنسی نوٹ نکالا اور اسے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "ا
تھامو----- دیکھو، یہ تمہاری بھوک ختم کر سکتا ہے یا نہیں" اور اس نے نوٹ میرے ہاتھ سے اچک
اسے آنکھوں کے قریب لے جا کر غور سے دیکھنے لگا۔

"اصلی ہے؟" اس نے رازداری سے پوچھا۔

"ہاں----- کیوں؟ نقلی لگ رہا ہے کیا؟"

"تمہارے پاس کہاں سے آیا؟" وہ ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سچ سچ بتادو----- میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے نہیں کہوں گا" اس نے مجھے بھروسہ دلا
ہوئے کہا۔

"پہلے تم اپنا پیٹ بھر لو----- اس کے بعد بتاؤں گا"۔

"اور تم؟"

"میں کہہ تو چکا ہوں کہ میرا پیٹ نہیں----- روح بھوکی ہے"۔

"روح؟" اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہاں----- اور روح کی غذا موسیقی ہے"۔

"اوہ" اس نے ایک گہری سانس لی "تو تم موسیقی کے بھوکے ہو"

"ہاں"

"شاعر معلوم ہوتے ہو؟"

"کیوں؟"

"صرف یہی صنف حقیقت سے دور ہے، روح کی باتیں اسی کے پاس ہیں ورنہ میرے
ت----- روٹی، زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ تم موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہو۔ بے شک
بھرا ہوا ہو تو موسیقی کانوں میں رس گھولتی ہے لیکن خالی پیٹ، روح بھی موسیقی کی پروا کیے بغیر عالم بالا
طرف پر تولے رہتی ہے۔ بولو----- کیا میں غلط کہہ رہا ہوں----- جواب دو"۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو میری جان----- لیکن میرا پیٹ بھرا ہوا ہے اس لیے اب میری روح
کی ہے۔ تمہارا پیٹ یہ نوٹ بھر دے گا۔ تم اس کے عوض میری روح کو سیراب کر دو"۔

"منظور" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"تب پھر آؤ" میں نے کہا اور موسیقار میرے ساتھ چل پڑا۔ "کیا نام ہے تمہارا-----؟" میں
نے راستے میں اس سے پوچھا۔

"نوٹ میرے ہاتھ میں ہے بلکہ میرے قبضے میں ہے۔ اور تم ایک بھوکے آدمی سے زیادہ طاقتور
ہیں ہو گے۔ تم اس سے زندگی چھین سکتے ہو----- روٹی نہیں۔ اس لیے ابھی مجھے تم سے تعارف میں
کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پہلے کھا لوں، اس کے بعد باتیں ہوں گی"۔

"میں اسے ایک ریستوران میں لے گیا اور خود ہی اس کے لیے کھانے کا آرڈر دے دیا۔ وہ بری
طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ مجھے بھی نہیں پوچھا تھا۔ بہرحال میں نے اپنے لیے کافی منگوالی تھی۔ اور اس کے
سپ لیتے ہوئے دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا۔

خوب کھانے کے بعد اس نے کئی ڈکاریں لیں اور بچے ہوئے کھانے کو ندیدے انداز میں دیکھنے لگا۔
کاش! میں اسے بھی کھا سکتا" وہ آہستہ سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹھیک ہی کہہ رہا
تھا۔ وہ در حقیقت، حقیقت پسند تھا۔

پھر میں نے اس کے لیے بھی کافی منگوائی اور کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے عجیب سی نگاہوں
سے میری طرف دیکھا اور اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو----- پھر اس نے متحیرانہ لہجے میں
کہا "تم آخر ہو کیا بلا؟"

"اوہو، خیریت؟ یہ اچانک-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھوک نے میرے حواس گم کر دیے تھے۔ میرا خیال ہے اب میں ہوش میں آچکا ہوں۔ چنانچہ
اب تمہارے بارے میں جاننے کی خواہش قدرتی ہے"۔

"میں ایک عام انسان ہوں اور تم نے میرے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے"

"کیسا سمجھوتہ؟"

"یہی کہ جب تمہارا پیٹ بھر جائے گا تو تم میرا پیٹ بھرو گے"

"اوہ، ہاں مجھے یاد ہے" اس نے کسی قدر نڈھال سی آواز میں کہا اور کافی کا آخری گھونٹ بھی
معدے میں اتار لیا۔ پھر وہ گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر بولا "موسیقی سے بہت لگاؤ ہے شاید؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ ویٹر نے ہمارے سامنے سے کافی کے برتن بھی ہٹا دیے تھے۔ میں نے
اسے بل لانے کا اشارہ کیا۔ اور ویٹر بل لے آیا۔ تب میں نے بل اپنی جیب سے ادا کر دیا----- اور وہ کسی

قدر جز بز ہو گیا۔ ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے اس نے نوٹ میرے حوالے کرنا چاہا۔

"اب تو ـــــــ بل تم نے ہی دے دیا"۔

"کوئی بات نہیں ہے یہ تم ہی رکھو" میں نے کہا۔

"اوہ شکریہ ـــــــ شکریہ!" اس نے نوٹ جیب میں رکھ لیا اور میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے ا
وہ اپنا گٹار سنبھالے میرے ساتھ خاموشی سے چل رہا تھا۔

"تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا"

"کوئی خوبی نہیں ہے اس نام میں ـــــــ تم مجھے واکر کہہ کر پکار سکتے ہو"۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے"۔

"ہو سکتا ہے" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پلاسٹک کے خیمے کے سا
پہنچ گئے۔ میں نے سینی ٹورا کے خیمے کی جانب نگاہ دوڑائی ـــــــ اندر روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے واکر
رکنے کے لیے کہا ـــــــ اور پھر میں نے اس سے گٹار بجانے کا مطالبہ کیا۔

"یہاں ـــــــ اس جگہ ـــــــ ضروری ہے؟"

"ہاں یہیں بجاؤ" میں نے کہا اور واکر گردن ہلانے لگا۔

"سنو دوست ـــــــ تین دن کے بھوکے شخص نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے۔ اس وقت ا
ایک عضو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ آرام کرو لیکن میں تمہارا مقروض ہوں ـــــــ بہرحال سناؤں گا"

"اوہ' یہ بات ہے واکر ـــــــ تب پھر گٹار مجھے دے دو اور تم آرام سے اس خیمے کے سا
پڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ"۔

"تم کیا کرو گے؟" واکر نے تعجب سے پوچھا۔

"مجبوری ہے' تم تو بھینس بن گئے اب میں خود ہی اپنی روح کا پیٹ بھرنے کی کوشش کروں گا"
نے گٹار اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ" واکر ہنسنے لگا۔ "کچھ بھی ہو' آدی دلچسپ ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ میری ہدا
کے مطابق مجھ سے کچھ دور ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے گٹار کے تار درست کیے' چند ساعت ا
میں کھویا رہا اور پھر تار سر دینے لگے۔ تھوڑی دیر' بے ترتیب رہے اور اس کے بعد ان میں ترتیب آنے
اور میں نے ایک دلکش نغمہ چھیڑ دیا اور پورے اعتماد کے ساتھ گٹار بجانے لگا۔

پرانی روایتیں تازہ ہونے لگیں۔ تان سین جب تان لگاتا تھا تو جنگلی جانور کھنچ آتے تھے لیکن د
بدل گیا تھا۔ میں نے تان لگائی تو ہپی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جوق در جوق آ آ کر میرے گرد جمع ہو
لگے۔ سب سے پہلے واکر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحات پتھر کے نزدیک کھڑا مجھے گھورتا رہا تھا اور
آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا تھا اور اب وہ میرے سامنے بالکل خاموش کھڑا تھا۔

چند ہی منٹ کے بعد میرے گرد کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ موسیقی کے رسیا' نظر نہ آنے والے سر
تاروں میں بندھے چلے آ رہے تھے اور میرے سامنے کھڑے جھوم رہے تھے۔

لیکن میری نگاہیں سینی ٹورا کے خیمے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میں اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھ
میرا نغمہ تیز سے تیز تر ہونے لگا اور ہپیوں کے منہ سے سسکاریاں نکلنے لگیں۔ وہ سب بے خود ہوتے

ہے تھے اور پھر میں نے سینی ٹورا کے خیمے کا پردہ ہٹتے دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ظاہر ہے اس ہجوم میں' میں نظر نہیں آ رہا ہوں گا۔ وہ قریب ضرور آئے گی اور یہی ہوا ـــــــ
سینی ٹورا آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی۔ اور پھر وہ بھی عام لوگوں کے ہجوم میں کھڑی ہو گئی ـــــــ وہ مجھے گھور
رہی تھی لیکن میں نے ایک بار بھی اس کی شکل نہیں دیکھی۔

نغمہ ختم ہو گیا ـــــــ تالیاں گونجنے لگیں۔ بدمست آوازیں ابھریں اور جو ہونا چاہیے
تھا ـــــــ وہ ہوا۔ بہت سے ہپیوں نے مجھے گھیر لیا ـــــــ دو تین بوسے بھی برداشت کرنے پڑے' جن
میں چرس کی بو شامل تھی ـــــــ تب ایک دراز قامت لڑکی' جو جسمانی خوبیوں کا شاہکار تھی' میرے نزدیک
آئی۔ اس کے لمبے بال سامنے پڑے ہوئے تھے ـــــــ اور اس نے نہایت بے تکلفی سے میری گردن میں
ہاتھ ڈال کر ایک طویل بوسہ لیا۔

عام حالات ہوتے تو میں شاید اسے دھکیل دیتا۔ لیکن سینی ٹورا سارے مناظر دیکھ رہی تھی' اس لیے
میں نے لڑکی کے بوسے کو اور طویل اور پر جوش بنا دیا۔

"موسیقار ـــــــ ایک نغمہ ـــــــ میرے لیے" لڑکی بدمست انداز میں بولی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"جولی کیشا ـــــــ" اس نے جواب دیا اور میں نے گٹار کے تاروں سے اس کا نام لیا۔ اور لڑکی
جھوم اٹھی۔ اس کے چہرے پر فخر کے آثار نمودار ہو گئے۔

"میں تمہیں ایک سنہری رات دوں گی" اس نے سب کے سامنے اعلان کیا اور آوارہ گرد خوش ہو
کر تالیاں بجانے لگے۔

"معاوضہ معقول ہے موسیقار" برابر سے کسی کی آواز ابھری۔

"قبول؟" لڑکی بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس وقت میں خالص تفریح کے موڈ میں تھا۔ چنانچہ
میں نے تار پھر چھیڑ دیے۔ اور اس بار پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت نغمہ تاروں نے اگل دیا۔ ہپی دیوانے
ہو رہے تھے اور اب وہ اجتماعی طور پر رقص کرنے لگے تھے۔

کئی بار میں نے سینی ٹورا کو دیکھا۔ وہ ایک طرف خاموش کھڑی تھی۔ فاصلہ اتنا تھا کہ اس کے چہرے
کے تاثرات نوٹ نہیں کر سکا ـــــــ بہرحال اندازہ تھا کہ خوشگوار نہ ہوں گے۔

کچھ بھی ہو ـــــــ عورت واقعی انوکھی تھی ـــــــ اور جو کچھ بھی تھی' دلکشی سے بھرپور تھی۔
جولی کیشا بھی رقص کر رہی تھی۔ اس عورت کا قدر دراز تھا' رنگ بہت خوبصورت تھا' کمر بے حد پتلی تھی
لیکن کمر کی نسبت سینے کی چوڑائی زیادہ تھی اور بالائی جسم واقعی خوبصورت ترین تھا۔

پھر میں نے سینی ٹورا کو واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے قدم تھکے تھکے تھے۔ نہ جانے کیوں
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے نغمہ ختم کر دیا۔

"موسیقار ـــــــ رات کا آخری تحفہ ـــــــ ایک اور نغمے کی بھیک" نشے میں ڈوبے ہوؤں
کی آوازیں ابھریں لیکن میری دلچسپی اب ختم ہو گئی تھی۔

"آخری تحفہ اب میرے بھائی سے وصول کرو" میں نے کہا اور واکر کو آواز دی۔ واکر جلدی سے
میرے قریب پہنچ گیا۔ میں نے گٹار اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اب یہ میرے ہاتھ میں اچھا نہیں لگتا" واکر نے آہستہ سے کہا۔
"کیوں؟"
"تم ــــــ اس کے حقدار ہو؟"
"اور یہ میرے حقدار ہیں" میں نے آوارہ گردوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"ہر فنکار پر اس کے پرستاروں کا حق ہوتا ہے۔ تمہارا فن تمہاری شخصیت ہے۔ میں نے یہ گ
تمہیں دیا۔ کیونکہ یہ تمہارے پاس خوش ہے"۔
"پکڑ بھائی ــــــ ہر بات میں فلسفہ نہ بگھارا کر ــــــ" میں نے گٹار اس کے ہاتھوں مِ
ٹھونستے ہوئے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔
"سنو تو ــــــ سنو تو میرے دوست ــــــ سنو تو انوکھے آدمی"
"بکو مت" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔
"ڈارلنگ ــــــ ڈارلنگ ــــــ مجھے کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو" پیچھے سے جولی کیشا کی آوا
سنائی دی اور وہ لمبی لمبی قلانچیں بھرتی میرے پاس پہنچ گئی۔
"اب آپ بور کریں گی"۔
"میں تمہارا انعام ہوں" اس نے جھومتے ہوئے کہا۔
"میرے پاس انعام رکھنے کی جگہ نہیں ہے"۔
"اوہ' میرا خیمہ موجود ہے ــــــ آؤ ــــــ آؤ بھی" اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اچانک مِ
پروگرام بدل گیا ــــــ میں سینی ٹورا کا عاشق تو نہیں ہوں' خود کو اس کے لیے وقف تو نہیں کر چ
ہوں ــــــ اور اب تو ایک طرح سے رابطہ بھی ٹوٹ گیا ہے۔ پھر کئی راتوں کی تنہائی کیوں نہ دور کی
جائے۔ بہرحال لڑکی ہے' جوان ہے اور خود سپردگی پر آمادہ ہے۔ پھر میں زاہد کیوں بن جاؤں۔ چنانچہ میر
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور ــــــ میں نے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کر
لیا۔
"تمہیں جولی کہہ کر پکاروں یا کیشا کہہ کر ــــــ؟"
"جو دل چاہے' لیکن مجھے کیشا زیادہ پسند ہے"
"کیشا ڈارلنگ!" میں نے اسے خود سے چپکاتے ہوئے کہا اور اس نے دونوں ہونٹوں کی چونچ بنا
دی۔ پھر میرے کندھے پکڑ کر میرے بوسے لینے لگی۔
"خاتون زیادہ ہی بے تکلف ہیں' اس لیے ذرا احتیاط رکھی جائے تو مناسب ہے۔ میں نے گہری
سانس لے کر سوچا اور بمشکل تمام اسے آگے بڑھنے پر آمادہ کر سکا۔
جولی کیشا آگے بڑھنے لگی اور ہم لوگ خاصی دور نکل آئے۔ "آپ کا خیمہ اس طرف تو نہیں
ہے"۔
"سبحان اللہ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"کیا؟"
"عرض کر رہا ہوں ــــــ پھر اس طرف کہاں تشریف لے جا رہی ہیں؟"

"میں ــــــ میں نہیں جانتی"
"واللہ! آپ تو کچھ نہیں جانتیں۔ کیوں نہ میں آپ کو یہاں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں"۔
"اوہ' نہیں ڈالنگ ــــــ آؤ ــــــ یہیں بیٹھیں ــــــ تنہائی ہے' چاند ہے اور تم
ــــــ موسیقار ــــــ آؤ بیٹھو" اس نے کہا اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔
کیمپنگ کی بائیں سمت تھی' یہاں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ خیمے کافی دور رہ گئے
تھے۔ بہرحال جگہ ٹھنڈی اور خوشگوار تھی' اس لیے میں نے اعتراض نہیں کیا۔ پھر ایک مسطح پتھر پر ہم دونوں
بیٹھ گئے۔
"تم ــــــ تم کہاں سے آئے ہو ــــــ اوہ' تمہارے نغمے روح میں اتر جاتے ہیں ــــــ
موسیقار! تمہارا نام کیا ہے؟"
"ابوالہول" میں نے جواب دیا۔
"آبو ــــــ ل ــــــ ہال" اس نے کہا۔
"جی" میں نے دانت نکال دیے۔
"اوہ' سوئٹ آبول ــــــ ہال ــــــ ایک نغمہ اور میری جان! میرے لیے صرف ایک نغمہ"۔
"واللہ! بد قسمتی سے طلبہ نواز نہیں ہوں ورنہ آپ کا سر بجا کر آپ کی فرمائش ضرور پوری کرتا"
میں نے جواب دیا۔
"کیا کہہ رہے ہو ــــــ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"۔
"میرا خیال ہے اب آپ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہیں اور اپنا خیمہ بھی بھول گئی ہیں۔
چنانچہ کیوں نہ میں آپ کی گردن دبا کر آپ کی لاش کسی پتھر کے پیچھے ڈال دوں" نہ جانے کیوں مجھے اس نشے
میں ڈوبی ہوئی لڑکی سے الجھن ہونے لگی ــــــ اب اس کے اندر وہ دلکشی نہیں رہی تھی جو میں نے
تھوڑی دیر قبل محسوس کی تھی۔
"ارے نائیں ــــــ نائیں' ایسا مت کرنا۔ میں تو تم سے پیار کرتی ہوں ــــــ
ڈارلنگ ــــــ میں نے تو ــــــ" اس نے پھر میری طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن ایک طرح سے وہ
بے جان ہو رہی تھی ــــــ اور اس بے جان لڑکی سے کوئی لطف نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے
اسے روک دیا۔
"کیشا ــــــ کیا تم اپنے خیمے کی نشاندہی کر سکتی ہو؟"
"ایں ــــــ کیشا نے سمجھنے کی کوشش کی اور پھر الوؤں کی طرح آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا
"خیمہ ــــــ ہاں' تھا تو سہی' لیکن ــــــ لیکن نہ جانے کہاں تھا"
"تب پھر میری جان! یہیں آرام کرو۔ میں تمہیں اٹھا کر وہاں نہیں لے جا سکتا" میں نے کہا اور
اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی ہمارے آس پاس موجود ہو۔ میں نے پلٹنے کی کوشش کی'
لیکن ــــــ دیر ہو چکی تھی۔ میرے سر کی پشت پر ضرب پڑی اور میں خلا میں ہاتھ پاؤں مار کر رہ گیا۔
حواس جواب دے گئے تھے۔
پھر نہ جانے کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سامنے ہی روشنی نظر آ رہی

تھی۔ لیکن ابھی صاف نہیں ہوئی تھی اور آنکھوں میں چبھ رہی تھی ——— میں نے آنکھیں بند کر اور حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ذہن دکھ رہا تھا لیکن بہرحال میں اپنے ذہن پر قابو پانے کامیاب ہوگیا۔

کیا قصہ ہے ——— میں نے سوچا اور اپنی اس حالت کا پس منظر ذہن میں دہرانے لگا۔ وقتہ ہوئی۔ سینی ٹورا یاد آئی ——— پھر کیشا ——— اور پھر دوسرے حالات اور ——— میں نے آنکھیر کیے کیے وچا ——— تو وہ لڑکی ——— وہ لڑکی بھی گڑبڑ تھی۔

گویا سینی ٹورا کا فائل بھی بند کر دیا گیا اور اسے ناکام لوگوں میں شامل کر لیا گیا لیکن وہ ا لڑکی ——— کیا صرف اغوا کرنا ہی مقصود تھا۔ جگہ کون سی ہے؟ میں نے پھر آنکھیں کھولیں ——— ذہن کسی حد تک صاف ہو گیا تھا۔ اس عمارت کے بارے میں جاننے کی کوشش کرنے لگا' جہاں تھا ——— اور چونک پڑا کیونکہ اس جگہ کو تو خوب پہچان سکتا تھا۔

یہ تو ——— سینی ٹورا کا خیمہ ہی تھا۔ دوسرے لمحے میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ تب میری نگاہ سینی ٹو پڑی' جو اپنے مخصوص' پرغرور انداز میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نگاہیں مجھ پر ہی مرکوز تھیں ان میں اچھے تاثرات نہ تھے۔

"ہوش میں آگئے؟" وہ کرخت آواز میں بولی۔

"خوب' تو یہ تم تھیں؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اور تمہارے خیال میں کون ہو سکتا تھا؟"

"میرے خیال میں ———؟" میں مسکرا دیا۔

"ہاں"

"میں سمجھا تمہارے ڈیپارٹمنٹ نے یہ کارروائی کی ہے"

"تمہارا خیال درست ہے"۔

"ویری گڈ ——— اب گویا تم کھل کر سامنے آگئیں؟"

"ظاہر ہے ——— یہ ضروری تھا" سینی ٹورا نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیوں جان جاناں!" میں نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"اس لیے کہ تم میرے راز سے واقف تھے۔ تمہیں آزادی نہیں دی جا سکتی؟"

"آپ کا راز؟"

"ہاں ——— گو میں اتنی کمزور نہیں ہوں۔ تم نے دیکھ لیا ہے' میرے آدمی کس طرح تمہیں ا لائے' لیکن بہرحال' تمہیں کار کا راز معلوم ہے اور میرا آئندہ پروگرام بھی"۔

"میں کچھ نہیں سمجھا جان من" میں نے کہا اور وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

"میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گی" سینی ٹورا نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر وہ ایک کو۔ میں گئی اور وہاں سے کوئی چیز اٹھائی۔ جب وہ واپس پلٹی تو میں نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک کوڑا دیکھا۔

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔

"مجھے اپنی اس حرکت کا مقصد بتاؤ؟" سینی ٹورا آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی غرائی۔

"کون سی حرکت میری زندگی؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے یہاں مجمع کیوں کیا تھا؟"

"تمہیں انٹرٹین کر رہا تھا" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا کا ہاتھ گھوم گیا لیکن میں نے پھرتی سے اس کا وار خالی دیا تھا۔

"تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے تھے" وہ بولی۔

"تمہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ——— تم کہنا چاہتے تھے کہ تم یہاں بہت کچھ کر سکتے ہو ——— لوگوں کو میرے بارے میں بتا سکتے ہو"

"لیکن کیا؟"

"یہی کہ میں اسمگلر ہوں"

"مگر ——— تم تو اسمگلر نہیں ہو"

"بکومت' زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو" اس نے پھر کوڑا گھمایا۔

"سینی ٹورا ——— جو کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو" اس بار میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اس لڑکی کے ساتھ کیوں گئے تھے؟"

"اب تم مجھ سے ایسے سوالات نہیں کر سکتیں؟"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے میری ملازمت ختم کر دی ہے"۔

"اوہ' تو تمہارا خیال ہے کہ میں تمہیں اپنا راز دار بنا کر آزاد چھوڑ دوں گی" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"میں تمہارا راز کیا ہے؟"

"ایڈورڈ ——— ہوش میں آجاؤ ——— اگر میں تمہیں قتل بھی کر دوں گی تو مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا"۔

"ظاہر ہے ——— لیکن مس سینی ٹورا ——— میں آپ کو نہیں سمجھ سکا"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا انٹرپول میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی؟"

"انٹرپول" وہ آہستہ سے بولی۔

"جی"

"تو تم مجھے انٹرپول کی رکن سمجھ رہے ہو؟"

"خوب ——— تو گویا اور قلابازی کھائیں گی آپ"

"نہیں ———" وہ مسکرائی "لیکن تمہاری چالاکی کی ضرور قائل ہو گئی۔ اب تم اس طرح اپنی جان بچانا چاہتے ہو لیکن میں تمہیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتی"۔

"میں تو ایک بے وقوف انسان ہوں مس سینی ٹورا" ——— جس طرح آپ کہیں گی مان جاؤں گا"۔

"تب پھر بتاؤ ـــــــ مجمع لگانے سے تمہارا کیا مقصد تھا؟"
"تفریح" میں نے جواب دیا۔
"اوہ' میں تمہارے بدن کی کھال ادھیڑ دوں گی" سینی ٹورا دانت پیس کر بولی اور پھر اس نے لگاتا
چابک گھمانا شروع کر دیا۔ جگہ زیادہ وسیع نہیں تھی۔ میں اچھل اچھل کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔ لیکن
بہرحال مار کھا سکتا تھا۔

"سنو ـــــــ" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ میرا خیال ہے یہ مذاق ختم کر دو۔ اگر چابک کا سرا میرے
بدن سے چھو بھی گیا تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہو گا"۔
"میں تمہارے پورے بدن کی کھال اتار لوں گی' سمجھے" وہ دیوانوں کے سے انداز میں بولی۔ اور
اس بار مجھے پوری سنجیدگی سے تیار ہونا پڑا۔ میں نے چابک پر نگاہ رکھی تھی اور جونہی وہ میری طرف لپکا میں
نے نہ صرف وار خالی دیا بلکہ اسے مٹھی میں دبوچ بھی لیا ـــــــ پھر میں نے ایک زبردست جھٹکا
دیا ـــــــ اور چونکہ سینی ٹورا اس کے لیے تیار نہیں تھی اس لیے چابک اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔
میرے ہونٹ نفرت سے سکڑے ہوئے تھے۔
"اوہ' کمینے ـــــــ میں ـــــــ میں تجھے مار ڈالوں گی" وہ غرا کر میرے اوپر جھپٹی لیکن شاید زندگی
میں پہلی بار اس کے گال پر اتنا زوردار تھپڑ پڑا ہو گا۔ پٹاخے کی سی آواز ابھری تھی۔ اور اس کی گردن گھوم
گئی۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے زوردار جھٹکا دیا اور وہ نیچے آ گری۔
تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک آسودہ سی مسکراہٹ۔ وہ اطمینان سے زمین پر
پڑی رہی۔ میں اسے گھور رہا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے کا سکون اور مسکراہٹ میرے حواس خراب کر
رہی تھی۔
"چلو غصہ تھوک دو" وہ خمار بھری آواز میں بولی۔
"ویری گڈ ـــــــ پھر قلابازی کھاؤ گی" میں نے سفاکی سے کہا۔
"مجھے اٹھاؤ" اس نے بڑی اپنائیت سے ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔
"تم خود بھی اٹھ سکتی ہو" میں پیچھے ہٹ گیا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی خفگی
نہیں تھی۔
"دیکھو اس کی نہیں ہو رہی۔ تم کھو گئے تھے میں نے تمہیں تلاش کر لیا"۔
"کیا بکواس ہے" میں غرایا۔
"ہاں ڈارلنگ! اس انداز میں تم مرد لگتے ہو۔ پچھلے گھنٹوں میں تو تم مسخرے بن گئے تھے اور مجھے
مسخرے پسند نہیں۔ مرد میں مردانگی نہ ہو تو اس کے مرد ہونے سے کیا فائدہ"۔
"خوب' تم مجھے مرد بنا رہی تھیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"نہیں ـــــــ تمہاری سو جانے والی فطرت کو جگا رہی تھی۔ یقین کرو' میں نے تمہیں واپس
لانے کے لیے یہ سب کیا تھا۔ میری بات پر یقین کر لو ڈارلنگ"۔
"اور یہ ہنٹر بازی؟"
"کیا تم اس سے چڑ کر مقابلے پر آمادہ نہیں ہوئے"۔

"اب میں یہ اعتراف کر لوں گا کہ تم میرے دماغ کی چولیں ہلا رہی ہو" میں نے کوڑا ایک طرف
[…]ٹتے ہوئے کہا۔
"اوہ' نہیں ڈارلنگ ـــــــ میں تو کھلی کتاب ہوں' بس مجھے پڑھنے کا انداز جان لو" اس نے
[…]راتے ہوئے کہا اور میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔
"میرے سر پر ضرب کس نے لگائی تھی؟"
"بتا چکی ہوں' میرے ڈیپارٹمنٹ نے۔ یہاں میرے کافی آدمی ہیں اگر میں چاہوں تو میری ایک
[…]ز پر تمہارے بدن میں درجنوں سوراخ ہو جائیں"
"بہرحال اب میری کیا پوزیشن ہے؟"
"وہی' جو تھی"۔
"یعنی میں تمہارا ملازم ہوں"
"ملازم تو نہیں ـــــــ" وہ مسکرائی
"پھر ـــــــ؟"
"دوست کہو"
"اچھی دوستی ہے" میں نے شانے ہلائے۔
"بس میں جو چاہتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں ـــــــ تمہارے اسی انداز نے مجھے متاثر کیا تھا' ورنہ
[…]ف کرنا اور کیا خوبی ہے تمہارے اندر۔ میں وہی انداز واپس لانا چاہتی تھی"۔
اور میں گردن ہلانے لگا۔
"ویسے گٹار خوب بجاتے ہو' خدا کی قسم! لیکن اس کمینی کو منہ کیوں لگایا تم نے؟"
"کون؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔
"وہی' جو تمہاری حقدار بن بیٹھی تھی"
"اوہ' جولی کیشا؟"
"پہلے سے جانتے تھے اسے؟"
"ہرگز نہیں" میں نے جواب دیا۔
"اگر وہ ـــــــ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی تو میں اسے قتل کر دیتی"
"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی مس سینی ٹورا ـــــــ آخر کیوں؟"
"اس لیے کہ میں تمہیں چاہتی ہوں" اس نے سکون سے کہا۔
"لیکن آپ کی یہ چاہت میرا کیا حشر کرے گی"
"بس جس طرح میں چاہوں' چاہنے دو ـــــــ تم دخل مت دو۔ اور اب چھوڑو ان سوال د
[…]ب کو ـــــــ رات خاصی گزر چکی ہے۔ اب آرام کریں گے۔ وہ اٹھ گئی۔ گویا ڈرامہ ختم ہو گیا تھا۔
اور پھر رات کو وہ نہایت سکون سے سوئی۔ گہری نیند۔ لیکن میری کھوپڑی الٹتی رہی تھی۔
[…]ایا ـــــــ یہ کیا چاہتی ہے اور کیا درحقیقت اس کا تعلق انڑپول سے نہیں ہے؟ صرف اسمگلر ہے
ـــــــ ویسے اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں حماقت کرتا رہا ہوں' اسے کسی بھی طرح بہلا کر کم از کم

یہاں سے نکل چلا جائے۔ اس کے بعد سب کچھ دیکھ لیا جائے گا۔

دوسری صبح کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سینی ٹورا نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد بولی "تم اپنے دونوں ساتھیوں کو یہیں بلا لاؤ۔ ان کے پاسپورٹ بھی تیار ہیں، میں ان کے چہروں پر میک اپ کر دوں گی ہم آج ہی یہاں سے نکل چلیں گے"۔

"واقعی؟" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں، سچ"

"ٹھیک ہے، مجھے اجازت دو"

"اوکے" اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آیا۔۔۔۔ میری تو دلی خواہش تھی جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ بس یہاں سے نکل چلا جائے۔ یہ میری اولین خواہش تھی۔

اتفاق سے سردارے بھی موجود تھا اور اس وقت اس کے ساتھ اس کی محبوبہ نہیں تھی۔ رہی بیکر کی بات، تو وہ جاتا ہی کہاں تھا، موجود نہ ہوتا۔

"کہاں گئی؟" میں نے خیمے کے کونے کھدروں میں جھانکتے ہوئے کہا اور بیکر اور سردارے بھی میرے ساتھ ہی ادھر ادھر دیکھنے لگے "کہاں گئی سردارے؟"

"کون باس۔۔۔۔ کیا چیز؟"

"تمہاری محبوبہ"

"لاحول ولا قوۃ" سردارے جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیوں؟"

"میں سمجھا نہ جانے کیا تلاش کر رہے ہو استاد۔۔۔۔ بہرحال میں اسے ناشتے کے بعد دو انجکشن لگوا کر سلا آیا ہوں۔ میرا خیال ہے دوپہر تک نہیں جاگے گی"۔

"چلو ٹھیک ہے، ورنہ وہ تمہارے صدمے سے خودکشی کر لیتی"۔

"کیا مطلب؟"

"تیار ہو جاؤ" میں نے کہا اور سردارے نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یعنی کام بن گیا؟" سردارے مردہ سی آواز میں بولا۔

"اندازہ تو یہی ہے"۔

"استانی ساتھ جائیں گی؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"ارے، اچھا" سردارے نے تعجب سے کہا۔ "میرا خیال تو تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی جائیں گی"۔

"نہیں۔۔۔۔ ہم ان کے ساتھ جائیں گے۔ بس تم سامان سمیٹ لو۔۔۔۔ واپسی میں ہماری شکلیں نہیں پہچانی جا سکیں گی" میں نے کہا اور سردارے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"تو یہ بات ہے۔۔۔۔ بہرحال استاد! خوش قسمت ہو۔۔۔۔ کاش استانی کی کوئی چھوٹی بہن ہوتی تو بڑی لاڈلی ہوتی یعنی ہر جگہ ساتھ لگی پھرتی" سردارے نے کہا اور پھر بیکر کے ساتھ مل کر مختصر سامان باندھنے لگا۔ اس کے بعد ہم نے خیمے کا بل وغیرہ ادا کیا اور پھر میں ان دونوں کو ساتھ لے کر سینی ٹورا

خیمے کی طرف چل پڑا۔۔۔۔ راستے میں، میں نے سردارے کو مخاطب کیا "اس عورت کی فطرت سے تم واقف ہو چکے ہو سردارے!"

"کس کی استاد؟" سردارے چونک پڑا۔

"سینی ٹورا کی بات کر رہا ہوں"۔

"میں سمجھ نہیں سکا استاد؟"

"سمجھ لو سردارے! بہت ضروری ہے۔ وہ جس قسم کی عورت ہے اس کی ہلکی سی جھلک تو تم دیکھ ہی چکے ہو"۔

"ہاں۔ لیکن اپنے استاد کا 'کارنامہ' بھی دیکھ چکا ہوں"۔

"استاد نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا، کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرنا اور اس کی طرف سے ہوشیار بھی رہنا"

"انوکھی ہدایات ہیں استاد"

"دل چاہے تو ان پر عمل کر لینا' فائدے میں رہو گے، ورنہ تمہاری مرضی"۔

"ارے توبہ استاد! جو کہو گے اس پر عمل کروں گا" سردارے نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سینی ٹورا کے خیمے میں داخل ہوئے، سینی ٹورا ہماری منتظر تھی اور خلاف توقع بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"اتنی دیر لگا دی ڈارلنگ! میں سوچ رہی تھی نہ جانے کیا ہوا؟"

"میں مکمل تیاریوں کے ساتھ آیا ہوں"۔

"اوہ، یہ اچھا کیا۔۔۔۔ اب خیمے جانے کی ضرورت تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں"۔

"گڈ۔۔۔۔ یہ تمہارے ساتھی ہیں؟"

"ہیلو۔۔۔۔ تمہارے نام؟" اس نے بڑے اخلاق سے کہا۔

"پنٹو!" سردارے بولا۔

"بیکر، مادام!" بیکر نے بھی سر جھکا کر کہا۔

"خوشی ہوئی تم سے مل کر، میرے ساتھ خوش رہو گے"۔

"یقیناً مادام!" سردارے نے بھی سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اوکے ڈیئر۔۔۔۔ اب میں ان کا میک اپ کر دوں، تم تو خود ہی اپنی وگ لگا سکتے ہو"۔

"یقیناً" مجھے کوئی دقت نہ ہوگی" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا، سردارے کا میک اپ کرنے لگی۔ میں بھی اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا تھا۔ اس کام میں تقریباً" ایک گھنٹہ صرف ہو گیا اور ایک گھنٹے کے بعد ہم دونوں کی شکلیں بدل گئی تھیں۔ سینی ٹورا نے ان کا جائزہ لیا اور گردن ہلا دی۔ بیکر کے پاس چونکہ اس کا پاسپورٹ موجود تھا، اس لیے اسے ضرورت نہیں پیش آئی۔

"ٹھیک ہے ڈارلنگ!" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے بالکل ٹھیک"۔

"تو پھر تیاریاں مکمل؟"
"اس کا اندازہ تو آپ خود لگائیں مس سینی ٹورا"
"میرا خیال ہے خیمہ اٹھالیں"۔
"اوکے" اور اس بار خیمہ اکھاڑنے میں صرف چند منٹ لگے۔ ہم تینوں نے مل کر چند منٹ میں کام کرلیا تھا۔ خیمہ تہہ کر کے گاڑی میں رکھ دیا گیا اور پھر سینی ٹورا کے اشارے پر سردارے اور بیکر پیچھے بیٹھ گئے اور میں اس کے ساتھ ------ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
"استاد!" سردارے نے منمنانے کے انداز میں کہا۔ اور میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ "زبان میں کھجلی ہو رہی ہے؟"
"سر میں تو نہیں ہو رہی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا کروں استاد ------ پیٹ پھول رہا ہے"۔
"کیا ہوا ہے؟"
"چند سوال ------!" سردارے بولا۔
"پھوٹو ------!"
"استانی کا رویہ تو برا نہیں ہے"۔
"چاہتے ہو تو برا ہو جائے؟"
"نہیں۔ نہیں" میرا مطلب ہے' وہ تم سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہے اور پھر یہ ڈیئر ڈارلنگ ------ سردارے سے چھپانے کی کون سی ضرورت پیش آگئی استاد!"
"بکواس بند کر دے سردار۔ ورنہ......"
"اعتراف کرلو استاد!"
"واقعی؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
"ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے' سردارے تو خوش ہونے والوں میں سے ہے"۔
"ارے یہ کیا بکواس شروع کر دی تم دونوں نے۔ کون سی زبان میں گفتگو کر رہے ہو؟" سینی نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔
"ایک ایشیائی زبان ہے"
"تم کیسے جانتے ہو؟"
"بہت سی زبانیں جانتے ہیں ہم لوگ"۔
"مگر اس زبان میں گفتگو مت کرو جو میری سمجھ میں نہ آتی ہو ------ کیا کہہ رہا ہے ساتھی؟"
"چھوڑو ------ وہ تو فضول آدمی ہے"۔
"پھر بھی ------ بتاؤ تو سہی"۔
"تمہارے حسن کی تعریف کر رہا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ اگر تم سے اظہار عشق کرے تو برا تو مانو گی"

"ارے باپ رے' استاد ------ استاد!" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔
"اوہ" سینی ٹورا نے کہا۔ اور عقب نما آئینے میں سردارے کو گھورا۔ سردارے کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ "صورت تو بری نہیں ہے' صحت بھی اچھی خاصی ہے" اس نے کہا۔
"ارے نہیں استانی جی! خدا کی قسم ------ میں ------" سردارے بوکھلاہٹ میں سینی ٹورا سے بھی اردو بولنے لگا۔
"اس سے کہو ایڈورڈ! کہ اس وقت میں ڈرائیونگ کر رہی ہوں' کسی مناسب جگہ مجھ سے اظہار عشق کرے" سینی ٹورا نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کی بات سردارے نے بھی سنی تھی لیکن اسے میری جھنجلاہٹ کا بھی احساس ہو گیا تھا اور سینی ٹورا کی سنجیدگی کا بھی۔ اس لیے اس نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔
سینی ٹورا نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔ اس کی مضبوط جہازی کار بے حد شاندار تھی' اس کی برق رفتاری قابل دید تھی۔ سردارے کی تو روح ہی فنا ہو گئی تھی اس لیے اس نے کار کی تیز رفتاری پر توجہ نہیں دی' البتہ بیکر اس برق رفتاری سے متاثر نظر آ رہا تھا۔
اس کے بعد کا سفر انتہائی خاموشی سے طے ہوا' صرف کار کے انجن کی آواز سنائی دے رہی تھی اور اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے خاموش رہنا ضروری ہو۔ کسی نے اس خاموشی کو توڑنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔ اور سفر جاری رہا۔ کئی گھنٹے کی مسافت کے بعد سینی ٹورا نے کار کی رفتار سست کی اور پھر اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔ تب ہم لوگوں میں جیسے زندگی بیدار ہو گئی۔
میں نے سوالیہ انداز میں سینی ٹورا کی طرف دیکھا۔
"کیا میں ڈرائیونگ کرنے کی مشین ہوں؟" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔
"تھک گئیں؟"
"ہاں"
"عورت ہو نا" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں" وہ بھی آہستہ سے بولی۔ میرے اس جملے سے ناراض ہونے کی بجائے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ سردارے سے مخاطب ہو کر بولی "مسٹر پنٹو! پیچھے کھانے پینے کا سامان پڑا ہے' کیا خیال ہے ہم تھوڑی دیر یہاں آرام بھی کرلیں"۔
اور سردارے نے اس غیر متوقع عنایت پر انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور گاڑی سے سامان نکال کر ایک سایہ دار جگہ میں بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ بیکر اس کا مددگار تھا۔ ہم نے نہایت خاموشی سے کھانا کھایا ------ کار کا انجن بھی کھول دیا گیا تھا۔
کھانے سے فارغ ہو کر سینی ٹورا بے تکلفی سے ہمارے درمیان جگہ بنا کر لیٹ گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ "عورت ہوں نا ------؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دیا ------ تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔ "کیا خیال ہے؟"
"ک ------ کس سلسلہ میں مادام؟" سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"تم مجھ سے اظہار عشق کرنے والے تھے" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"اوہ، نہیں مادام------ مسٹر ایڈورڈ کو میرے الفاظ سے غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں تو صرف یہ رہا تھا کہ عام عورتوں کا آپ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ آپ جیسی پروقار خاتون نگاہوں سے کم ہی گزر ہیں۔ اس میں اظہار عشق کی کون سی بات تھی" بدمعاش سردارے نے چالاکی سے بات بنادی۔

"اوہ، ہاں۔ اس میں تو کوئی بات نہیں تھی، کیوں ایڈورڈ------ تمہارا ساتھی تو بے حد شا آدمی ہے" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تقریباً" ایک گھنٹے تک ہم وہاں آرام کرتے رہے۔ پھر دوبارہ سفر شروع ہوگیا۔ اس بار ڈرائیو میں کر رہا تھا اور سینی ٹورا میرے ساتھ بیٹھی تھی۔ میں نے بھی ڈرائیونگ کا وہی معیار پیش کیا جو سینی ٹورا نے برقرار رکھا تھا اور شام سے قبل ہم جرمنی کے سب سے بڑے شہر ہمبرگ پہنچ گئے۔

"رات ہمیں یہیں گزارنی ہوگی، مجھے یہاں کچھ ضروری کام ہیں" سینی ٹورا نے کہا۔

"جو حکم مادام------؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے ایک ہوٹل انتخاب کرلیا اور اس میں دو کمرے حاصل کر لیے گئے۔

"مجھے اجازت دو۔ ڈنر پر میرا انتظار مت کرنا۔ تم چاہو تو رات ہمبرگ کے کسی بھی مقام پر گزار ہو" سینی ٹورا نے کہا اور پھر وہ گاڑی لے کر چلی گئی۔

لیکن اس کے جاتے ہی میرے ذہن میں ایک خیال سے سنسنی دوڑ گئی۔ پہلے میں اپنے طور پر بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے سرارے سے مشورہ کرلینا مناسب خیال کیا۔ اور اس وقت جب بیکر باتھ میں تھا، میں نے سرگوشی میں سردارے سے کہا "سردارے! کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم راتوں رات یہاں نکل چلیں"۔

"ایں" سردارے چونک پڑا۔

"احمق آدمی! تم سینی ٹورا کو کیا سمجھتے ہو؟"

"استانی" سردارے نے جواب دیا۔

"گدھے ہو پورے"

"کیا مطلب استاد!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے اب بھی یہ خیال ترک نہیں کیا ہے کہ سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول سے ہے"۔

"اوہ" سردارے کے چہرے پر بھی سنسنی پھیل گئی "لیکن استاد------ پھر یہ چکر۔ آخر اس وہ کیا چاہتی ہے۔ بظاہر تو اس ساری بھاگ دوڑ سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا"۔

"صرف ایک نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

"کیا استاد؟"

"ابھی تک ان لوگوں کو غلام سیٹھ کا پتہ نہیں چل سکا اور یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ گئی۔ میرا تعلق کسی نہ کسی طور اس سے ضرور ہے۔ اس طرح وہ آخری قدم بھی اٹھالینا چاہتے ہیں"۔

"ممکن ہے استاد------ لیکن پھر کیا پروگرام ہے؟"

"آؤ------ اٹھیں۔ میرا خیال ہے اس سے غلطی ہوگئی، اس نے ہمارے پاسپورٹ ہ

الے نہیں کیئے، لیکن وہ اس کے سامان میں ضرور ہوں گے۔ اگر ہمیں پاسپورٹ مل جائیں تو اسی وقت ہمبرگ چھوڑ دیں گے" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں سینی ٹورا کے کمرے کی رف چل پڑے۔

☆ ☆ ☆

کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ یہ بات ہمارے علم میں تھی کہ سینی ٹورا کہیں گئی ہوئی ہے۔ میں مرے کے دروازے پر رک گیا اور پھر میں نے چاروں طرف دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ قرب و ار میں کوئی نہیں تھا۔

"تالا کھولنا ہے سردارے۔" میں نے کہا۔

"تو پیچھے ہٹو نا استاد۔" سردارے آگے بڑھ آیا۔ اس نے جیب سے ایک کیل نکالی اور تالے کے وراخ میں ڈال دی، پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا اور سردارے نے دروازے پر انگلی رکھ کر دبائی۔ کواڑ کھل گئے تھے۔ "رے۔" میں نے درحقیقت تعجب سے کہا۔ بہرحال سردارے کی تعریف کرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں اندر اخل ہوگیا۔ سردارے کو میں نے باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

سینٹی ٹورا کا سامان موجود تھا۔ اس کے سوٹ کیس کا لاک کھولنے میں مجھے وقت نہ ہوئی۔ صرف یہی یک سوٹ کیس اس نے گاڑی سے نکالا تھا۔ باقی سامان گاڑی میں ہی تھا------ لیکن ہماری خوش بختی، ایدقسمت ساتھ دے رہی تھی۔ پاسپورٹ سوٹ کیس میں مل گئے۔ اس وقت میں نے یہی سوچا تھا۔ کرنسی ھی تھی، میں نے کئی گڈیاں قبضے میں کیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ میں تیزی سے باہر نکل آیا۔

"تالا بند بھی ہو سکتا ہے سردارے؟"

"کیوں نہیں استاد۔" سردارے نے کہا اور پھر اس نے تالا اسی طرح بند کردیا۔

"اب کمرے میں چلنا مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ! کام بن گیا؟"

"حیرت انگیز طور پر۔" میں نے جواب دیا۔

"یعنی؟" سردارے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ہم نے کمرے سے بیکر کو بھی آواز دے ا تھی۔ وہ بے چارہ سیدھا نکلا چلا آیا۔ مختصر سامان ہمارے ساتھ تھا لیکن اس وقت سامان کی فکر کون کرتا۔ ہم ینوں دوسروں کی نگاہوں سے بچتے بچاتے ہوٹل سے باہر نکل آئے۔

اور پھر تھوڑی دور چل کر ہم نے ایک ٹیکسی لے لی۔ ڈرائیور نے منزل کے بارے میں پوچھا لیکن یرے بولنے سے قبل سردارے بول پڑا۔ "ہم سیاح ہیں۔ کسی خوبصورت علاقے میں لے چلو۔" اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا کر ٹیکسی آگے بڑھادی۔

"استاد۔" سردارے آہستہ سے اردو میں بولا۔

"ہوں۔"

"ہم نے ایک بہت بڑی بات نہیں سوچی۔"

"کیا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

“اگر استانی کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جن کے بارے میں ہم سوچ رہے ہیں تو پھر یہ اعتماد کیا رکھتا ہے؟”

“اوہ۔” میں آہستہ سے بولا۔ درحقیقت اس وقت سردارے نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبو تھا اور پھر یہ جملے ہی میرے ذہن سے نکل گئے تھے۔ ویسے یہ تو ظاہر ہے کہ میں کسی طور سینی ٹورا کی سے مطمئن نہیں تھا' حالانکہ اس نے مجھے اطمینان دلانے کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن اگر وہ اسمگلر بھی تھی تو ہوشیار رہنے میں کیا حرج ہے لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی سردارے کے توجہ دلانے پر میں نے اس پر غور کیا۔

“کیا سوچ میں ڈوب گئے استاد؟” سردارے آہستہ سے بولا۔

“بات ٹھیک ہی سردارے۔ میں تیرے خیال کو سمجھ رہا ہوں اور یہ ممکن ہے' ہیمبرگ میر انہوں نے گویا ہمیں موقع دیا ہے کہ کسی سے ملاقات کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔”

“بالکل ٹھیک استاد۔ دوسرے معنوں میں سمجھ لو' وہ ہمیں ہیمبرگ میں آزمانا چاہتے ہیں۔”

“اس طرح تو پھر ہمارا تعاقب ہو رہا ہوگا؟” میں نے آہستہ سے کہا۔

“اگر نہیں ہو رہا ہوگا تو حیرت کی بات ہے۔”

“بہرحال ہمیں یہاں سے نکل چلنا ہے سردارے' خواہ کچھ بھی ہو' خواہ کوئی بھی طریقہ اخ جائے۔” میں نے جواب دیا اور سردارے سرہلانے لگا۔ سینٹ پالی کے قریب ہم نے ٹیکسی کو رکنے کا اور پھر بل ادا کر کے تینوں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ کے سامنے تھی۔ تجارتی' فوجی' مسافر بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں ایک سرے سے دوسرے سر پھیلی ہوئی تھیں۔ بندرگاہ کے ساتھ چوڑے فٹ پاتھ پر گودی میں کھڑے جہازوں کے ملاح بے مقص رہے تھے۔ ان کی نگاہیں شکار کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔

سینٹ پالی سے آگے بڑھ کر ہم ریپا بہان پہنچ گئے۔ ریپا بہان' جن کا نام سن کر ہی رال ٹ ہے۔ شبینہ کلبوں' ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک جنگل' جہاں کسی کو نیند نہیں آتی اور جہا رات کروڑپتی بھکاری بن جاتے ہیں۔ یہاں پر کاروں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ سڑک ف کی حیثیت سے استعمال ہو رہی تھی۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر اندر ہونے والے رنگین تما تصویریں چسپاں تھیں۔ کئی جگہ ٹکٹ بیچنے والے چیخ چیخ کر گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے مارک میں بیس لڑکیوں کا رقص' بیئر کا گلاس مفت ------ ہندوستانی جوگی اور پچاس جنگلی لڑکیاں وسطی کی شرمیلی خواتین” سردارے یہ سب کچھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا۔

پھر ہم ایک ملحقہ گلی میں داخل ہوئے تو دنگ رہ گئے۔ دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ شوکیس رنگ روشنیوں سے منور تھے لیکن ان کے شیشے ندارد تھے اور ان میں کپڑوں' یا اشیاء کی بجائے عورتیں تھیں' غازے اور لپ اسٹک کی موٹی تہوں میں ملفوف۔

“استاد۔” سردارے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

“ہوں۔” میں چونک پڑا۔

“ہائے۔ جانے کی ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ ارے وہ ہمارا کیا بگاڑ لیتی۔ ظاہر ہے ہمارا تو کوئی

بھی نہیں تھا۔” سردارے بین کرنے لگا۔

“ہائے استاد! دیکھو تو سہی' یہ بحری ملاح کیا عیش کر رہے ہیں اور پھر ایسی جگہ ------ ہم نے بڑا غلط فیصلہ کیا استاد۔ کاش ہیمبرگ کو ایک نگاہ جانچ کر یہاں سے آگے جانے کا پروگرام بناتے۔” سردارے بدستور بین کرنے والے انداز میں بولا اور مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آ گئی۔

“بہرحال اب پروگرام بنا چکے ہیں سردارے' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔”

“ارے تو ابھی ہمارے مسئلے کا علم کسے ہوا ہوگا' استانی نے تو پوری رات کی چھٹی دے دی تھی۔”

“پلیز سردارے۔ بور مت کرو۔ کیا فائدہ۔ یہ قبالہ کہاں نہیں ہیں؟” میں نے کہا اور سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر ہم قدرے شریفانہ علاقے میں نکل آئے۔ یہاں صرف شراب خانے تھے۔

میں ایک شراب خانے کے دروازے پر رکا اور بیکر اور سردارے حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگے۔

“آؤ۔” میں اندر داخل ہو گیا۔ سردارے وغیرہ نے میرا ساتھ دیا تھا۔

ایک میز پر میں نے تقریباً آدھا گھنٹہ گزارا بیکر نے شراب کے دو پیگ چکھے۔ میرے اور سردارے کے سامنے بھی شراب آئی تھی۔ ہم نے چند گھونٹ لیے اور بقیہ شراب چالاکی سے ضائع کر دی۔ یہ مدہوشی کی رات نہیں تھی بلکہ ہزار آنکھوں سے جاگنا تھا اور جاگتی آنکھوں سے میں نے دو افراد کو دیکھا جو ہمارے بعد شراب خانے میں داخل ہوئے تھے۔ یقیناً یہ ہمارا تعاقب کرنے والے تھے۔ میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا' پھر میں نے ذہن میں کچھ فیصلے کر لیے۔ اب میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

“سردارے۔” میں نے آہستہ سے سردارے کو آواز دی۔

“یس چیف۔”

“بل ادا کرو۔”

“اوکے۔” سردارے نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ کرنسی اس کے حوالے کر دی اور پھر ہم تینوں اٹھ گئے۔ “بات سمجھ میں نہیں آئی استاد۔” سردارے بولا۔

“کیوں؟” میں نے گلی میں پیدل چلتے ہوئے کہا۔

“شراب خانے میں کیوں آئے تھے؟”

“تعاقب کرنے والوں کا اندازہ لگانے۔”

“اوہ! پھر؟” سردارے چونک کر بولا۔

“اندازہ ہو گیا۔” میں نے جواب دیا۔

“اب کیا پوزیشن ہے؟”

“فی الحال دو تھے۔ میرے خیال میں اب وہ بھی ہمارے پیچھے نکل آئے ہوں گے۔ میں نے جواب دیا۔ سردارے نے فوراً پلٹ کر نہیں دیکھا تھا لیکن چند منٹ کے بعد اس نے گردن گھمائی۔

“اندازہ درست ہے چیف۔”

“آ رہے ہیں؟”

“ہاں اور ان کے عقب میں ایک کار بھی ہے۔”

"گڈ! ضرورت کے لیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا پروگرام ہے استاد؟"
"بڑی سڑک پر نکل کر ٹیکسی تلاش کرو۔" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلادی'
کے بعد وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتا رہا۔ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا' خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ ا
فیصلہ کرلیا ہے تو کام ہونا ہی چاہیے اور پھر ہم نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آکر ر
گئی۔ سردارے کو میں نے ڈرائیور کے پاس بٹھایا اور خود بیکر کے ساتھ پیچھے بیٹھ گیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ
تھی۔
"چلتے رہو' ہم راستہ بتادیں گے۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھاد
متعاقب کار کی روشنیاں تلاش کرنا مشکل نہ تھا۔ ہرچند وہ ہوشیاری سے کام لے رہے تھے لیکن بہرحال
کے بارے میں اندازہ لگالیا گیا تھا اور ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ کافی دور چل کر ڈرائیور نے پوچھا۔
"جناب! کیا آپ سرحد کی طرف جانا چاہتے ہیں؟"
"نہیں ڈرائیور' چلتے رہو۔ ہم ابھی واپس آجائیں گے۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے شانے ہلاد
اور پھر ہم سنسان سڑک پر آگئے۔ اب متعاقب کار کو بڑی دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ وہ فاصلہ کر
روشنیاں جلاتے اور پھر بجھادیتے۔ کافی دور نکل کر میں نے ڈرائیور سے کہا۔
"بس ڈرائیور' یہاں سے واپس چلو۔"
"اوہ! یس سر۔" ڈرائیور نے کار کو بریک لگائے۔ سڑک اتنی زیادہ کشادہ نہیں تھی کہ رفتار
کرکے یوٹرن لیا جاسکتا! اس کے لیے گاڑی کو بالکل روکنا ضروری تھا اور میں اسی بات کا انتظار کر رہا تھا۔ ج
ڈرائیور نے بریک لگاکر گیئر نیوٹرل کیا' میں نے ڈرائیور پر حملہ کردیا۔
بیکر اور سردارے چونک پڑے تھے لیکن میں نے ڈرائیور کو اس کی سیٹ پر سے کھینچ لیا تھا۔
متحیرانہ انداز میں منہ پھاڑے میری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے سردارے دروازہ کھول کر
اتر آیا۔
"میری مدد کی ضرورت ہے استاد؟"
"اسے نیچے اتارو سردارے۔" میں نے کہا اور ہم نے ڈرائیور کو ٹیکسی سے نیچے کھینچ لیا۔ "
والی کار کو روکنے کی کوشش کرو' ان سے نمٹنا ہے۔"
"اوہ! مم۔ مگر۔"
"ہوشیاری شرط ہے۔ فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے بولا۔ "بیکر! جو ہو رہا
اسے صرف دیکھتے رہو۔ زبان کا استعمال مناسب نہ ہوگا۔"
بے چارے بیکر نے صرف گردن ہلادی تھی' زبان تو اس کی خود بخود بند ہوگئی تھی۔ ہم نے ڈرا
کو زمین پر ڈالا اور خود اس کے نزدیک آکھڑے ہوئے اور پھر عقب میں آنے والی کار ہمارے قریب آگئ
کی روشنیاں ایک دم جل اٹھی تھیں اور پھر اس کے بریک کافی زور سے چرچرائے کار ہمارے قریب رکی۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں پوچھا۔
"اوہ۔ جناب۔ ہمارے ڈرائیور پر شاید دل کا دورہ پڑا ہے۔ اچھا خاصا چلتے چلتے یہ ایک دم بے

ہوگیا۔ کار بمشکل رکی ہے ورنہ خوفناک حادثہ ہو جاتا۔" میں نے کہا۔
"اوہ۔" جواب ملا اور چند ساعت خاموشی چھائی رہی' پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "مگر تم کہاں جارہے تھے؟"
"ڈنمارک! اس نے ہمیں سرحد تک چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا۔"
اندر پھر خاموشی چھاگئی۔ اس دوران میں ان لوگوں کی تعداد دیکھ چکا تھا۔ صرف تین افراد تھے' جن میں ایک ڈرائیونگ کر رہا تھا' وہ وہی تھے جنہیں میں نے شراب خانے میں دیکھا تھا۔
"پھر اب تم کیا کروگے؟"
"ہم میں سے کوئی ڈرائیونگ نہیں جانتا۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔" میں نے کہا۔
"لیکن اب تو اسے شہر ہی واپس لے جانا پڑے گا۔"
"ہاں۔ ایک انسان کی جان بچانا ضروری ہے۔"
"گرنچو! تم ٹیکسی سنبھال لو۔ ان شریف لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔ ڈرائیور کی جان بچانا بھی ضروری ہے۔"
کسی نے کسی سے کہا اور وہ تینوں ہی دروازہ کھول کر نیچے اترے لیکن اس سے زیادہ چانس دینا حماقت تھی۔
ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ظاہر ہے وہ لوگ مسلح ہوں گے۔
سردارے پر مجھے اعتماد تھا۔ وہ فوری فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ بس ہمیں' انہیں پستول کے استعمال سے روکنا تھا اور یوں بھی دو اور تین کا حساب تھا۔ بیکر تو ہمارے ساتھ ایک فالتو چیز کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے کار سے پہلے اترنے والے کی گردن پر ایک زوردار گھونسہ جڑ دیا اور دوسرے کو نیچے کھینچ لیا۔ دوسری طرف سردارے نے ڈرائیور کو سنبھال لیا۔ بہرحال مجھے پھرتی سے کام کرنا پڑا تھا۔ جوتے کی مضبوط ٹھوکر نے گھونسہ کھانے والے کو درست کردیا' البتہ دوسرا آدمی پستول نکال لینے میں کامیاب ہوچکا تھا لیکن اس کا ہاتھ میرے قابو میں تھا اور پھر میرے سر کی ٹکر نے اس کی نکسیر پھوڑ دی۔ یہی ترکیب کارگر رہی ورنہ معاملہ خاصا مشکل ہونے لگا تھا۔ دو تین ٹکروں نے اس کے حواس درست کردیئے۔
"یوں ہم نے ان پر قابو پالیا۔ سردارے اپنے شکار سے نمٹنے کے بعد میری طرف دوڑا تھا لیکن بہرحال میں اپنے شکاروں سے نمٹ چکا تھا۔
"استاد! استاد ہے۔" سردارے بولا۔ اس کی آنکھوں میں چیتے کی سی چمک تھی اور وہ پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔
"اب جلدی کرو۔"
"حکم کرو میرے آقا!" سردارے نے سینہ پھلا کر کہا۔
"ارے چراغ کے جن! انہیں ٹیکسی میں ٹھونس دے' معہ ڈرائیور کے اور پھر ٹیکسی سڑک سے اتار کر کھڑی کردے۔ ایسی جگہ جہاں دیر تک اس پر نگاہ نہ پڑسکے۔"
"ان کی جیبوں کی تلاشی کی تو ضرورت نہیں ہے آقا؟"
"ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
"پستول وغیرہ؟"
"ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"آجا میرے اسسٹنٹ۔ میری مدد کر۔" سردارے نے بیکر کو اشارہ کر کے کہا لیکن بیکر شدید حیر
شکار تھا۔ اس کے اعصاب قابو میں نہیں تھے۔

"بیکر پلیز۔ سردارے کی مدد کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموشی سے سردارے کے احکامات کی ت
کرنے لگا لیکن وہ کافی پریشان اور کسی حد تک سہما ہوا تھا۔ بمشکل تمام ان دونوں نے ڈرائیور سمیت چار
بے ہوش آدمیوں کو ٹیکسی میں ٹھونسا اور پھر سردارے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ اس نے کافی دور
جا کر ٹیکسی سڑک کے ڈھلان میں اتار دی اور پھر اس کا انجن بند کر کے اوپر آ گیا۔

"میں نے دروازے کھول دیئے ہیں استاد' تاکہ ان بے چاروں کو تازہ ہوا ملتی رہے۔" اس نے
آ کر بتایا۔

"گڈ! اچھا کیا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ شاندار اور ک
گاڑی تھی۔ فیول پمپ بتاتا تھا کہ پٹرول کافی ہے۔ بیکر بھی میرے پاس بیٹھ گیا اور سردارے اس کے برابر
حصہ خالی رہا تھا اور پھر میں نے کار آگے بڑھا دی۔ سردارے اور بیکر خاموش تھے۔

لیکن تھوڑی دور چل کر سردارے نے مجھے مخاطب کیا۔ "استاد۔"

"شکر ہے۔ تم بولے تو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں کچھ سوچ رہا تھا استاد! فی الحال ایک خیال ذہن میں آیا ہے۔"

"کیا؟"

"تم نے گاڑی کو چیک بھی کیا استاد۔ اس پر پولیس وغیرہ کا نشان تو نہیں؟"

"ویری گڈ! عمدہ سوچنے لگے ہو۔ میں نے چیک کر لیا۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ سردا
واقعی ذہین اور بے حد اسمارٹ آدمی تھا۔ بعض اوقات مجھے اس کی اپنے ساتھ موجودگی سے بہت خوشی
تھی۔

"مگر ہر معاملے میں تم مجھ سے پہلے سوچتے ہو استاد۔ میرے ذہن میں یہ خیال دیر سے آیا۔"

"آخر استادی شاگردی بھی تو ہے۔"

"یہ حقیقت ہے استاد' میں نے جو کچھ سیکھا ہے تم سے سیکھا ہے۔" سردارے نے جواب دیا او
ہم دونوں ہی بیکر کی طرف متوجہ ہو گئے جو بالکل خاموش تھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا بیکر؟" میں نے پوچھا اور بیکر چونک پڑا اس نے ہماری طرف دیکھا اور پھر
ہوئے انداز میں بولا۔

"دراصل میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا باس!" بیکر نے کہا۔

"یہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ بیکر۔"

"اوہ! پھر؟"

"سرحد پر گڑبڑ ہو جاتی۔ بس تم اس سے زیادہ کچھ جاننے کی کوشش مت کرو میری جان۔"

"ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے باس۔ بس یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔" بیکر نے جواب د

"کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے راستہ ہم سب کے لیے نامعلوم ہے۔ کیا تم کچھ نشاندہی کر سک
بیکر؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ یہ میرے وطن کا راستہ ہے' اس کے بارے میں نہ جانوں گا۔"

"اوہ۔ ویری گڈ! تمہارے خیال میں سرحد کتنی دور ہو گی؟" میں نے پوچھا اور بیکر تاریکی میں
آنکھیں پھاڑنے لگا اور پھر اس نے کافی دیر تک غور و خوض کے بعد کہا۔

"زیادہ دور نہیں باس۔"

فلینز برگ' جرمنی کا آخری شہر اور اس کے بعد ڈنمارک کا کروزا۔ سرحد عبور کرنے میں کوئی
دشواری نہیں ہوئی۔ مجھے احساس تھا کہ میں نے اس وقت سے لے کر اب تک' جب میں غلام سیٹھ کی
تلاش میں ہوٹل میں داخل ہوا تھا' پہلی بار انٹرپول والوں کو ڈاج دے دیا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس آسانی
سے جرمنی کی سرحد عبور نہ کی جا سکتی۔ بہرحال اس وقت میں اپنے ساتھیوں سمیت آزاد تھا اور کافی دنوں کے
بعد یہ احساس ہوا تھا۔ موسم بے حد خوبصورت تھا۔ سرحد عبور کرنے کے بعد میں نے ڈرائیونگ سردارے
کے حوالے کر دی۔ بیکر غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے تھے۔ میں نے
دو ایک بار اس کی شکل دیکھی اور پھر میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ
کیا سوچ رہا ہے۔ وطن کی یادیں' وطن کی خوشبو کے ساتھ ابھر رہی تھیں۔ میرا بھی ایک وطن تھا۔ میرے
دل سے ہوک نکل گئی اور اگر کبھی میری تقدیر بھی مجھے وطن کی طرف لے گئی تو۔۔۔۔۔ تو نہ جانے میرے
ذہن کی کیا کیفیت ہو۔ میں خاموشی سے بیکر کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔

فیول پمپ پٹرول کی کمی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ بہرحال ابھی تشویش ناک بات نہیں تھی اس لیے
ہم اطمینان سے کسی پٹرول اسٹیشن کا انتظار کرنے لگے۔ کولڈنگ شہر سے کچھ پہلے ہمیں ایک پٹرول اسٹیشن
نظر آیا اور ہم نے وہاں سے ٹنکی بھروالی۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ مڑ کر ایک لمبا پل طے کیا جو ڈنمارک کے حصے
جٹ لینڈ کو فیونن کے جزیرے سے ملاتا ہے۔ فیونن اور دوسرے جزیرے زی لینڈ کے درمیان چونکہ سمندی
فاصلہ زیادہ ہے اس لیے وہاں دوسری طرف جانے کے لیے سٹیمر استعمال ہوتے ہیں۔ ملک کا صدر مقام کوپن
ہیگن' زی لینڈ کے جزیرے پر واقع ہے۔

"علاقہ یہ بھی خوبصورت ہے باس۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کچھ سوچ رہے ہو باس؟" سردارے نے غور سے میری شکل دیکھی۔

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔" سردارے بولا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"استانی یاد آ رہی ہیں۔"

"گدھے ہو۔" میں نے منہ بنا کر کہا اور سردارے پیار بھری نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"تمہاری اس خوبی کا ثانی مشکل ہے باس۔ میرا دعویٰ ہے کہ عام آدمی اپنے اندر یہ صفت نہیں پیدا
کر سکتا۔ کوئی بھی ہو' کیسی بھی ہو' تم اسے باآسانی بھول جاتے ہو۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور
سردارے بھی چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں نے بیکر کی شکل دیکھی اور اسے حسب معمول سوچ میں
ڈوبے پایا۔ ویسے بیکر کی یہ خوبی تھی۔ اس نے آج تک ہمیں کوئی دوسری زبان بولنے پر نہیں ٹوکا تھا' نہ ہی

کبھی ہماری گفتگو میں اس وقت تک دخل دیا' جب تک ہم نے نہ چاہا۔

"گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں ہو باس؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن کوئی تک کی بات ہو۔ عورت کے معاملے میں اس وقت گفتگو نہیں کروں گا۔"

"کسی اور ضمن میں عورت کا تذکرہ ہو سکتا ہے؟" سردارے نے معصومیت سے پوچھا اور م ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑا ہی سور ہے یہ۔

"کس کی بات کرنا چاہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"استانی کی۔" سردارے پھٹ سے بولا۔

"وہ تمہارے ذہن پر اس قدر سوار کیوں ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باس۔ بس میں اس کے بارے میں دوسرے انداز سے سوچ رہا تھا۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا استانی تم سے محبت نہیں کرتی تھی؟"

"محبت صرف تم کرتے ہو۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اب محبت' اتنی بری چیز بھی نہیں استاد کہ تم اس کا نام اس نفرت سے لو۔"

"سردارے! میں کہہ چکا ہوں کہ عشق و محبت کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"بات عشق و محبت کی نہیں تھی استاد۔ میں کچھ دوسری معلومات چاہتا ہوں۔" سردارے نے

"کیوں مجھے زچ کر رہا ہے سردارے۔"

"قسم سے استاد! میں تو اس کی اپنی کیفیات کے بارے میں بات کر رہا تھا۔"

"مثلاً۔؟"

"یہ بات پایہ تکمیل تک تو نہیں پہنچ سکی کہ درحقیقت اس کا تعلق انٹرپول سے ہے؟"

"ہاں۔ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ــــــــ"

"میں یہی پوچھنا چاہتا تھا باس کہ اگر اس کا تعلق انٹرپول سے نہ ہو اتب؟"

"تب کیا؟"

"تمہارے اس طرح چلے آنے سے اسے تکلیف تو نہ ہو گی؟"

"ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے بے رحمی سے کہا۔

"یہ میری پہلی بات کا ثبوت ہے۔" سردارے نے کہا۔

"سردارے! میں تم سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ میرے ذہن میں منزل کا کوئی تصور نہیں ہے۔ متحرک رہنا چاہتا ہوں۔ چلتے رہنا چاہتا ہوں۔ کوئی چھوٹی سی رکاوٹ میرے لیے چند مشکلات تو پیدا کر سک لیکن میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ میں ہر نشان منزل کو سراب سمجھنے کا عادی ہو چکا ہوں اس لیے م بارے میں یہ سوال مت کیا کرو۔"

سردارے خاموشی سے میری گفتگو سن رہا تھا اور پھر میرے خاموش ہونے پر اس نے گہری لی۔ "یہ ٹھیک ہے استاد لیکن میں ــــــ"

"اس کے علاوہ' اگر وہ انٹرپول سے تعلق نہیں بھی رکھتی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ہمیں تلاش ضرور کرے گی۔ اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گی اور سردارے' درحقیقت اگر اس کا تعلق انٹرپول سے ہے تو یوں سمجھو' غلام سیٹھ سے ملاقات کے لیے جانے سے لے کر اب تک' پہلی بار ہم انٹرپول کو جل دے سکے ہیں۔"

"ہاں۔ باس۔ ورنہ ہمارے محافظ ہمارے پیچھے تھے۔"

"میری خواہش ہے کہ اب ہم ان کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہیں۔"

"تب پھر ایک ہی کام ہو سکتا ہے باس۔" سردارے سنجیدگی سے بولا۔

"کیا؟"

"ہم ڈنمارک بھی فوری طور پر چھوڑ دیں۔"

"یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"پھر؟"

"یہاں ڈنمارک میں مجھے ایک اور ضروری کام کرنا ہے۔"

"اوہو ــــــ کیا باس؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"بیکر۔" میں نے کہا اور بیکر چونک پڑا' حالانکہ میں نے آہستہ سے اس کا نام لیا تھا لیکن بیکر نے سن لیا تھا۔ باقی گفتگو اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

"یس ــــــ یس چیف۔" اس نے سنبھل کر کہا۔

"اوہ۔ نہیں بیکر! میں نے یونہی تذکرۃً تمہارا نام لیا تھا' تمہیں آواز نہیں دی تھی۔ ویسے تم بہت گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔" میں نے کہا۔

"سوچ ہی تو زندگی کا سرمایہ رہ گئی ہے باس! ویسے ایک درخواست ہے۔"

"کیا بیکر؟"

"ڈنمارک جلد از جلد چھوڑ دو۔ میں یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزار سکوں گا اور اگر زیادہ وقت لگ گیا تو پھر شاید میں زندہ بھی نہ رہ سکوں۔"

"کچھ وقت تو گزارو گے بیکر!"

"بحالت مجبوری۔" بیکر نے جواب دیا۔

"تمہارا گھر کہاں تھا؟"

"کوپن ہیگن میں۔" بیکر نے جواب دیا۔

"ابھی تو ہم وہاں سے بہت دور ہیں۔"

"ہاں لیکن وطن کی محبت میرے رگ و پے میں جاگ رہی ہے۔"

"وطن عظیم ہوتا ہے بیکر!" میں نے جواب دیا اور بیکر خاموش ہو گیا۔ اب ہم اوڈنزے کے قریب پہنچ رہے تھے۔ بیکر نے محبت بھری نگاہوں سے اس شہر کو دیکھا۔

"میرا ملک بڑا ننھا منا سا ہے اور اوڈنزے۔ کیا تم نے پریوں کے اس شہر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟"

"مثلاً؟"

"ہانز کرسچن اینڈرسن کا اوڈنزے۔ اوڈن کا مسکن جو قبل مسیح ان خطوں میں دیوتا مانا جاتا تھا۔ ج
مکانات کا یہ شہر گوناگوں خوبصورت کہانیوں کی کتاب ہے پھٹے ہوئے لباس میں ملبوس' سر میں رنگ بر
پھول سجائے اینڈرسن اوڈنزے کی جگہوں میں گھومتا رہتا۔ قصبے کے بچوں کا جم غفیر اس کے ساتھ ہوتا اور
وہ ان معصوم بچوں کے ساتھ قصبے کی ایک ندی کے کنارے جا بیٹھتا اور انہیں جل پریوں' شہزادیوں
بلبلوں کی کہانیاں' سناتا' پھر کہانی کے خاتمے پر بچے تالیاں پیٹتے اور اس سے ایک نئی کہانی کی فرمائش کرو
وہ اسی وقت اپنے ذہن پر زور دے کر ایک خوبصورت کہانی تخلیق کرتا اور معصوم چہرے دمک اٹھتے۔
میں ان معصوم محبتوں کو سجائے وہ کہانیاں سناتا رہتا اور رات ہو جاتی۔ اسے ان کھلتے چہروں سے بے پناہ
تھا اور وہ فخر سے سربلند کر لیتا تھا لیکن ایک موچی کے بیٹے اور گھریلو خادمہ کے تحت جگہ کو کوئی حیثیت
دی جا سکتی تھی۔ بھلا خیراتی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے والا بھی کوئی ادیب ہو سکتا ہے ---- اینڈ
بڑوں میں ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ جدھر جاتا اس پر لعن طعن کی جاتی۔ اس کا دل بجھ گیا۔
نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا اور قصبے کے معصوم بچوں کے دمکتے چہرے بجھ گئے۔ وہ سب اداس ہو گئے۔ وہ
اس کے گھر کے سامنے جمع ہو جاتے اور ان کی آوازیں ابھرتیں۔

"ہمیں ننھی جل پری چاہیے۔ ہمیں بدصورت بطخیے کی کہانی سناؤ۔" لیکن وہ چپ چاپ ا
کمرے میں منہ لپیٹے پڑا رہتا۔ اسی دوران اسے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی۔ لڑکی کو جب اینڈرسن کے جذ
کا علم ہوا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اس جیسے بدصورت انسان سے محبت نہیں کر سکتی اور یہ آخری ض
تھی جو اس کے دل پر لگی۔ تب اس نے ملک چھوڑ دیا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں اس کی کہانیاں
ہو چکی تھیں اور وہاں اس کا خاصا شہرہ تھا۔ وہ پرشیا گیا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے اعزاز میں ایک پر تک
دعوت کا اہتمام کیا۔ ہالینڈ' انگلینڈ اور اطالیہ میں اس کا بے مثال استقبال کیا گیا اور بے شمار ادبی انعامات
نوازا گیا۔ اینڈرسن نے اپنی بدصورتی اور لوگوں کی نفرت کو معصوم اور خوبصورت کہانیوں کا روپ دے د
جب وہ مرا تو اس کی محبوبہ کا وہ خط اس کے پاس سے برآمد ہوا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ اس
بدصورت انسان سے محبت نہیں کر سکتی۔ آج اس کی کہانیاں دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ پیا
پیارے معصوم بچے آج بھی اپنے خوابوں میں بدشکل بطخ' بلبل' نر کا درخت اور ننھی جل پری جیسی کہ
سجائے ہوئے ہیں۔ ہم اوڈنزے میں داخل ہو چکے ہیں' کیا تم اینڈرسن کا گھر نہیں دیکھو گے باس؟"

بیکر کی اس انوکھی داستان نے ذہن ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی
سردارے بھی گم صم ہو گیا تھا۔

اینڈرسن آج ڈنمارک سے بھی زیادہ مشہور ہے جس کے چھوٹے سے قصبے میں وہ بالوں میں
اور جانوروں کے سفید پر سجائے گھوما کرتا تھا۔"

"ضرور دیکھیں گے بیکر! کیا تم رہنمائی کرو گے؟"

"یقیناً چیف!" بیکر نے عقیدت سے کہا اور پھر تنگ و تاریک گلیوں سے گزر کر ہم اینڈرسن
مکان پر پہنچ گئے۔ جسے اب ایک عجائب گھر کی حیثیت دے دی گئی تھی۔
وہاں سوکھے پھولوں کا ایک گلدستہ رکھا ہے' جو کسی بچے نے اسے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ کا

یاں' وہ مخمل کی پوٹلی جس میں اس کی محبوبہ کا خط محفوظ ہے۔ ذاتی استعمال کی لاتعداد اشیاء اور اس کا بستر۔
ن کے پہلو میں پرانی وضع کا ایک ریستوراں ہے جو اس کی مشہور کہانی بدشکل بطخ سے موسوم ہے۔
توران کی تمام آرائش اور فرنیچر اینڈرسن کے دور کا ہے۔ دیواروں پر اس کی کہانیوں کے کرداروں کی
دم تصاویر اور اس کی کتابوں کے اولیں نسخے آویزاں ہیں۔ بڑا متاثر کن ماحول تھا۔ ہم کافی دیر وہاں رکے
پھر شام ہو گئی۔

"کیا رات اوڈنزے میں ہی گزارو گے باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔"

"پھر کیا پروگرام ہے؟"

"چلیں! ہاں کھانے پینے کی کچھ چیزوں کا انتظام یہاں سے کر لیا جائے۔" سردارے نے پرخیال انداز
گردن ہلا دی اور پھر اوڈنزے کے چھوٹے بازاروں سے خریداری کی گئی اور ہم اوڈنزے سے نکل آئے۔
دارے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اب کیا تکلیف لاحق ہے بھائی صاحب؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد اس سے پوچھا اور
دارے چونک پڑا۔

"ایک کام کی بات سوچ رہا ہوں استاد۔" سردارے نے کہا۔

"کمال ہے۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں' تم بھی سوچو۔ کیا یہ کار ہمارے لیے مصیبت نہیں بن سکتی۔ اگر اس کا تعلق صرف جرمنی
سے ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی' لیکن انٹرپول" کیا یہ کار ہماری نشاندہی نہیں کرے گی؟"

"یقیناً کرے گی لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ ہم کوپن ہیگن تک کا سفر کیسے کریں گے۔
بس سردارے! یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا۔ جہاں اتنے خطرات مول لیے ہیں وہاں یہ بھی سہی۔" میں نے
جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ بیکر پھر خوابوں میں ڈوب گیا تھا۔ رات کی تاریکی میں سفر جاری رہا اور
کوپن ہیگن تک تاریکی ہی رہی۔ فیونن جزیرے کے خاتمے پر ہم کار سمیت سٹیمر میں سوار ہو گئے۔ اور ایک
گھنٹے کی مسافت کے بعد دوسری طرف زی لینڈ میں پہنچ گئے۔ کوپن ہیگن پہنچے تو رات کا پچھلا پہر تھا لیکن
گلیاں روشن اور بازاروں میں رونق تھی۔

بیکر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ "اب سب سے پہلے اس کار سے چھٹکارا حاصل کر لینا
چاہیے۔" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے مخاطب ہوا۔ "بیکر! کیا تم اس بارے میں ہماری مدد کرو گے؟"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں چلتے رہو ہمیں تاسترپ تک پہنچ جانا چاہیے۔"

"تاسترپ؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"تقریباً دس میل دور ایک پہاڑی قصبہ ہے۔ وہاں کئی ویران جھیلیں ہیں' تم اگر چاہتے ہو کہ کسی کو
کار کا نشان بھی نہ ملے تو اس کے لیے تاسترپ سے عمدہ کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"بہت خوب! لیکن وہاں سے واپسی کس طرح ہو گی؟"

"مضافات کے لیے ٹرین سروس موجود ہے۔ ہم باآسانی واپس آسکیں گے۔" اور ہم کوپن ہیگن
کے بازاروں سے گزرتے ہوئے دوسرے سرے پر نکل آئے۔ اب ہمارا رخ تاسترپ کی طرف تھا۔ دس

میل کا سفر کسی سنسان سڑک پر زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ صبح کا اجالا والا تھا۔

جس جھیل کے کنارے ہم رکے وہ خاصی طویل و عریض تھی۔ یہاں ہم سب نیچے اتر آئے ا
کار سے سامان بھی اتار لیا گیا۔ کار اسٹارٹ کر کے اس کے ایکسیلیٹر پر پتھر رکھ دیا گیا اور دوسرے لمحے کا
زناٹے سے جھیل کی طرف دوڑی۔ چند ساعت نظر آتی رہی پھر غروب ہو گئی۔ سردارے نے خوشی
لگایا تھا۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور ہم واپس پلٹ پڑے۔

"تھکن ہو گئی ہو چیف تو یہاں آرام بھی کیا جا سکتا ہے۔" بیکر نے کہا۔

"کیا یہاں ہوٹل وغیرہ ہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہوٹل تو نہیں لیکن رہائش گاہ مل سکتی ہے۔"

"واپس ہی چلتے ہیں بیکر۔ جہاں اتنا طویل سفر کیا ہے تھوڑا سا اور سہی۔"

"او کے باس!" بیکر نے کہا اور ہم مضافاتی ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ بیکر نے اسٹیشن سے باہ
مشینوں میں سے ایک میں سکے ڈال کر تین ٹکٹ حاصل کیے اور ٹرین میں آبیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد
چل پڑی۔ ساری رات کی نیند، پھر ٹرین کی گنگناہٹ، پلکیں ایک دوسرے سے چپکی ہوئی تھیں۔ بمشکل
واپس کوپن ہیگن پہنچے اور پھر ٹیکسی ڈرائیور ہمیں جس ہوٹل میں لے گیا، اسی میں چلے گئے۔ نہ جانے
طرح کمرے لیے اور سیدھے بستروں میں جا گھسے۔ پھر دوسرے دن بھوک نے جگایا تو جاگے۔ ایک بجا تھا
پیٹ کی بری حالت تھی۔ بیکر اور سردارے بھی جاگ گئے۔ ناشتہ اور کھانا ایک ساتھ ہی منگوا لیا گیا۔ غسل
کھانے سے فارغ ہوئے تو ہوٹل کے بارے میں معلومات کی سوجھی۔ نام برسلز تھا اور کوپن ہیگن کے ا
ہوٹلوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ پچھلے گھنٹے جس طرح گزرے تھے، ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کچھ با
کام کی ہوئی تھیں اور کچھ کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ از سر نو بیٹھ کر سوچنا تھا کہ اب تک کیا کیا
اور آئندہ کیا کرنا ہے۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے میں حالات پر غور کرنے لگا۔

سردارے اور بیکر میری شکل دیکھ رہے تھے، پھر سردارے نے خاموشی کا طلسم توڑ دیا۔ "کیا
رہے ہیں استاد؟"

"آئندہ اقدام۔" میں نے کہا۔

"میرے ذہن میں بھی یہی بات تھی۔"

"پہلے قدم کے طور پر ہمیں ہوٹل بدلنا ہے۔ رات کی بات اور تھی لیکن اب ہمیں اس میک ا
سے فوری طور پر چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ بے حد ضروری بات تھی استاد۔ ابھی تک اس کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔"
سردارے اچھل کر بولا۔ "یہ میک اپ تو ہمارے لیے بہت خطرناک ہوگا۔"

"چنانچہ یوں کرتے ہیں۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں کسی ہوٹل کا نمبر دیکھ کر کمرہ بک کرا لیا جائے۔
ہم دونوں میک اپ اتار لیں۔ پہلے میں، پھر تم باہر نکل جائیں اور اس کے بعد بیکر بل ادا کر کے باہر آجا
یوں ہم دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو جائیں گے۔"

"ویری گڈ۔" سردارے نے تائید کی اور پھر خود اس نے ہی ایک ہوٹل منتخب کیا اور وہاں دو کمرے
بک کرائے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے پروگرام پر عمل کیا۔ میک اپ اتار کر اصلی شکلوں میں آگئے۔
پروگرام کے مطابق سردارے نے ایشیائیوں کے نام سے ہی کمرے بک کرائے تھے۔ یعنی ایک بیکر کے لیے
اور ایک اپنے لیے۔ نیچے آکر ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور بیکر کا انتظار کرنے لگے۔ بیکر مختصر سامان کے ساتھ
پہنچ گیا اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل چل پڑے۔

ہوٹل نیو کیسل بھی بہت خوبصورت تھا۔ جدید ترین ضروریات سے آراستہ۔ ہمیں بہت پسند آیا
اور اپنے کمروں میں منتقل ہو کر ہم نے سکون کی سانس لی۔ بیکر ایک کمرے میں تھا اور دوسرے کمرے میں ہم
دونوں۔

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"گفتگو کریں گے اس بارے میں۔"

"آپ نے کہا تھا ناکہ ڈنمارک میں رکنا ضروری ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا سلسلہ ہے؟"

"بیکر۔"

"اوہ! یعنی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے، بیکر کو لیے لیے ہم کہاں کہاں پھریں گے؟"

"ظاہر ہے۔ یہ ممکن نہیں۔"

"اس کے علاوہ اگر اسے اس کے خاندان سے ملا دیا جائے تو اس سے اچھی کیا بات ہوگی۔ کیا تم نے
محسوس نہیں کیا کہ وہ بھی اپنی زندگی سے خوش نہیں ہے۔"

"یقیناً! نشہ آور اشیاء کا استعمال وہ ترک کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر ایک عجیب سی کیفیت
طاری رہتی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تم نے کبھی اس کیفیت کا تجزیہ کیا؟"

"صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔"

"میرا خیال ہے اسے اپنی زندگی پر تاسف ہے۔ اسے اپنا گھر بار چھوڑنے کی غلطی کا احساس ہو گیا ہے لیکن وہ
ذہنی طور پر خود کو دوبارہ اس زندگی بلکہ اس خاندان میں شامل کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔"

"ممکن ہے استاد!" سردارے نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ممکن نہیں یقیناً، یہی بات ہے۔"

"تب پھر یقیناً ہوگی۔"

"ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"ضرور کریں گے استاد!" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے سردارے کہ اس سے اس کے والدین کا پتہ کس طرح حاصل کیا جائے؟"

"بتائے گا تو نہیں۔" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"ہاں۔ مشکل ہے۔"
"اس سے بات بھی نہیں کرو گے استاد؟"
"میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔"
"کیا؟"
"یہی کہ میں اس سے بات نہ کروں' بلکہ کوئی ایسی سچویشن پیدا کردی جائے کہ وہ جذباتی طور پر مت
ہو جائے' اس کے لیے اس کے والدین سے رابطہ قائم ہونا ضروری ہے۔"
"ہوں۔" سردارے نے گردن ہلائی اور پھر کافی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔
"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"
"بیکر ہی کے بارے میں سوچ رہا ہوں استاد' کونسی ترکیب کرنی چاہیے؟"
"دیکھو' ایک آدھ دن گزر جائے' سوچیں گے اس بارے میں۔"
"ایک بات بتائیں گے استاد؟"
"ہوں!"
"کیا ڈنمارک' میرا مطلب ہے کوپن ہیگن میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ نہیں ہیں؟"
"یقیناً ہیں۔"
"تمہیں ان کا پتہ معلوم ہے؟"
"نہیں۔ میں یہاں پہلی بار آیا ہوں لیکن اگر معلوم بھی ہوتا سردارے' تب بھی ہم اس طرف
رخ نہیں کرسکتے تھے۔ یہ تو کسی طور مناسب نہیں ہوتا۔"
"میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا استاد!" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہوگیا اور پھر شام کی چا
وقت ہوگیا۔ ویٹر نے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔
"آجاؤ۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ وہ شام کی چائے کے بارے میں پوچھنے آیا تھا۔ سردا
نے طے کیا کہ چائے نیچے ہال ہی میں پی جائے اور میں نے بھی انکار نہیں کیا۔ ظاہر ہے کسی کے خوف
چھپ بیٹھنا تو ہماری فطرت ہی نہیں تھی۔ ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے اور پھر ہم نے بیکر کے دروا
پر دستک دی۔
"کون ہے؟" اندر سے آواز آئی۔
"ایڈورڈ!"
"اوہ!" بیکر نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ وہ اسی حال میں ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھو
ایسا اظہار ہو رہا تھا جیسے روتا رہا ہو۔ ناک کی ہلکی سی سرخی بھی یہی بتاتی تھی۔
"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ نہیں باس۔ بس لیٹا ہوا تھا۔"
"شام کی چائے نہیں پیو گے؟"
"پیوں گا۔"
"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ذرا تمہارے وطن کی حسینوں کو بھی دیکھیں۔"

"اوہ' نیچے پئیں گے؟"
"ہاں۔ ہال میں چلتے ہیں۔"
"بہتر۔" بیکر نے کہا اور پھر اس نے معمولی طریقے سے بال سنوارے' لباس وغیرہ بدلنے کی اس نے
ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ پھر وہ ہم دونوں کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ ہال کی رونق بے مثال تھی۔
ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔ شام کے لباس میں ملبوس خوش ذوق لڑکیاں پورے ہال میں موجود تھیں۔
آنکھوں میں روشنی اتر آئی۔ سردارے نے حسب معمول شرارت شروع کردی تھی۔ ایک ویٹر نے ہماری
میز کی طرف رہنمائی کردی۔
"ونڈر فل باس۔ واقعی یہاں تو طویل عرصہ تک قیام کیا جاسکتا ہے۔"
"ہوں۔" میں نے مختصراً کہا۔
"تمہارا کیا خیال ہے باس۔ یہاں لڑکیوں کو دوست بنانے میں دقت ہوسکتی ہے؟"
"میرا خیال ہے نہیں۔"
"ویسے دو چار روز تو یہاں رہیں گے ہی؟"
"کان نہ کھا یار۔"
"میرا مطلب ہے باس۔ اجازت مل جائے گی؟"
"ابھی نہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ ٹھیک مجھے بھی-----" سردارے کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک متناسب قامت کا
نوجوان شخص عمدہ لباس میں ملبوس ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔
"معاف کیجئے گا حضرات' کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے جھک کر شائستہ لہجے میں کہا اور ہم
سب نے چونک کر اسے دیکھا۔
مجھے اس کا احساس ہوا اور میں نے جلدی سے اسے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔
"شکریہ۔" وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
"فرمایئے؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ معاً میرے ذہن میں خیال آیا تھا
کہ وہ انٹرپول کا آدمی نہ ہو لیکن وہ بیکر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔
"میرا نام کریگ ہے' ڈوئن کریگ۔" اس نے جواب دیا لیکن یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس نے بیکر
کی آنکھوں میں جھانکا۔ تب ہم دونوں کو احساس ہوا کہ وہ بیکر میں دلچسپی لے رہا ہے۔
"خوب! لیکن ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"یہ صاحب----- معاف کیجئے' کیا میں آپ سے تعارف حاصل کرسکتا ہوں؟" اس بار بھی اس
کا مخاطب بیکر ہی تھا۔
"م----- میں----- بارن ٹمپلر ہوں۔ ناروے کا باشندہ۔" بیکر جلدی سے بولا اور ہم بیکر
کی شکل دیکھنے لگے۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی' چہرہ سرخ تھا' سانس پھول رہا تھا۔
"تب۔ تب بیکر کہاں گیا؟" اس کا چہرہ بجھ گیا اور پھر وہ ہماری طرف دیکھ کر تھکی تھکی آواز میں بولا۔
"معاف کیجئے گا حضرات' میں نے آپ کو تکلیف دی۔" وہ اٹھنے لگا۔

"اوہ، تشریف رکھیے۔ مسٹر کریگ! کیا آپ کو کسی بیکر کی تلاش ہے؟" میں نے جلدی سے کہا۔
"ہاں۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔
"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔
"سوری مسٹر! آئی ایم ویری سوری۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا اور پھر وہاں سے اٹھ کر ا
طرف چلا گیا۔ ہم اسے جاتے دیکھتے رہے۔
"بیکر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔
"یس ــــ یس باس!" بیکر کی کانپتی آواز ابھری۔
"تمہاری طبیعت شاید ٹھیک نہیں ہے؟"
"ہاں باس۔ نہ جانے کیوں، اچانک بگڑ گئی ہے۔"
"اگر تم یہاں نہ بیٹھ سکو تو ہم واپس چلتے ہیں۔"
"نہیں باس! آپ کی اجازت ہو تو صرف میں ــــ آپ لوگ یہاں بیٹھیں۔ یونہی کچھ ہ
ہے، ٹھیک ہو جائے گا۔" بیکر نے کہا اور اٹھ گیا۔
"نہیں، ہم بھی چلتے ہیں۔ آؤ سردارے۔" بیکر کے ساتھ ہم بھی اٹھ گئے۔ بیکر کے قدم لڑ
رہے تھے۔ اوپر جاتے ہوئے ہمیں اسے سہارا دینا پڑا۔ اور پھر ہم اسے اس کے کمرے میں لے آئے۔
"کیا بات ہے بیکر ــــ تمہاری طبیعت اچانک کیوں بگڑ گئی؟"
"ماسٹر ــــ پلیز ــــ بس اس وقت ٹھیک نہیں ہوں۔ میں شرمندہ ہوں ماسٹر! مجھے تھو
دیر کے لیے تنہائی دے دیں۔" بیکر نے کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے تھے۔ میں نے اس
شکل دیکھی اور پھر سردارے کو اشارہ کیا۔ میں اور سردارے خاموشی سے باہر نکل آئے تھے۔
سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا خیال ہے استاد؟"
"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔
"بیکر کا کوئی شناسا۔" سردارے بولا۔
"صرف شناسا کہو گے؟" میں نے سردارے کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور ہم دونوں اپنے کمر
طرف بڑھ گئے۔
"میرا مطلب ہے کوئی قریبی شخص۔"
"بہت قریبی شخص۔ خود اس کی کیفیت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اس کے جملے یاد کرو، اس نے کر
سے کہا تھا ــــ پھر بیکر کہاں چلا گیا۔"
"ہاں، مجھے یاد ہے۔"
"اوہ سردارے! رکو ــــ آؤ۔" اچانک کسی خیال کے تحت میں نے سردارے کے شا
ہاتھ رکھ دیا اور سردارے رک گیا۔ پھر میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ لفٹ نے ہمیں نیچے پہنچا دیا اور میں
رفتاری سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا۔ سردارے میرے پیچھے تھا۔ ہال میں ہماری نگاہیں اس شخص
تلاش کر رہی تھیں اور یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ ایک راہداری سے نکلتا نظر آ گیا۔ "اسے پکڑو سردارے۔ شا
باہر جا رہا ہے۔"

"اوہ۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس نوجوان کی طرف لپکا۔ سردارے نے اسے نہ
ے کیا کہہ کر روکا اور اسی اثناء میں، میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے نوجوان کے اترے ہوئے
ے کو دیکھا یقیناً وہ غمزدہ تھا۔ اس نے ہم دونوں کو پہچان لیا تھا۔
"معاف کیجیے گا مسٹر کریگ! کیا آپ ہمیں کچھ وقت دیں گے؟"
"ضرور، آیئے میرے آفس میں آ جایئے۔" اس نے بھاری آواز میں کہا۔
"آفس؟"
"ہاں، تشریف لایئے۔" وہ اسی راہداری میں مڑ گیا، جس طرف سے آیا تھا۔ راہداری کے اختتام پر
خوبصورت دروازہ تھا جس پر "ڈوئن کریگر" لکھا ہوا تھا۔ ہم نے گہری سانسیں لیں اور اس کے ساتھ
ں میں داخل ہو گئے۔ بے حد خوبصورت کمرہ تھا، نفیس فرنیچر سے آراستہ۔ ایک لمبی میز کے پیچھے کرسی پر
ر اس نے ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
"فرمایئے۔" وہ آہستہ سے بولا۔
"اس ہوٹل سے آپ کا کیا تعلق ہے مسٹر کریگ؟" میں نے پوچھا۔
"میرا ہی ہوٹل ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"اوہ، بہت خوب۔ ویسے کیا آپ ہمیں پہچان گئے؟"
"ہاں، آپ کو ان صاحب کے ساتھ دیکھا تھا۔ میری مراد مسٹر بارن ٹمپلر سے ہے۔"
"جی ہاں ــــ کچھ عجیب سے واقعات تھے وہ۔ ویسے آپ کہیں جا رہے تھے؟"
"جی ــــ میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ میں گھر واپس جا رہا تھا۔"
"سوری مسٹر کریگ ــــ ویسے میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو مسٹر ٹمپلر پر کس کا شبہ ہوا
"

"وہ میرے بھائی کے ہمشکل ہیں۔"
"آپ کا سگا بھائی؟"
"جی ہاں، مجھ سے صرف دو سال بڑا۔ وہ جو مجھے بے حد چاہتا تھا۔"
"کیا نام تھا ان کا؟"
"وان بیکر۔"
"براہ کرم ــــ کیا آپ بتا سکیں گے، وہ کہاں چلے گئے تھے؟"
"آوارہ گردوں کی صحبت میں رہ کر ان کے خیالات بدل گئے تھے۔ گھر کے دوسرے لوگوں کو ان
اختلاف تھا۔ اور پھر وہ ہم سب کو بھول گئے اور نہ جانے کہاں چلے گئے۔"
"آپ کے والد زندہ ہیں؟"
"ہاں۔"
"اور والدہ بھی؟"
"جی ہاں۔" کریگ نے ان سوالات پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"لیکن کیا وہ وان بیکر سے ناراض نہیں ہیں؟ ظاہر ہے ان اختلافات کو وہ برداشت نہ کر سکے ہوں

گے؟"

"جی ہاں۔ لیکن یہ ناراضگی اتنی شدید نہیں تھی۔ ہمارا گھر آج تک غم کدہ بنا ہوا ہے۔ بیکر کی
کو آج بھی پھولوں سے سجایا جاتا ہے۔"

"اگر بیکر آپ کو مل جائے؟"

"کیا؟" وہ اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک دم جوش کے آثار پھیل گئے۔ دوسرے
مضطربانہ انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہمارے قریب آگیا۔ "مسٹر۔۔۔۔ مسٹر پلیز۔۔۔۔
کیا۔۔۔۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کیا؟"

"ہاں مسٹر کریگ۔۔۔۔ وہ وان بیکر ہے۔ اس کا نام بیکر ہی ہے۔ لیکن آپ اپنے اعصاب
پائیں۔ وہ آپ کا بھائی وان بیکر ہی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ اوہ۔" اس نے نہایت جذباتی انداز میں اپنے دونوں ہاتھ
رکھتے ہوئے کہا۔ "میری آنکھوں نے دھوکا کھایا تھا لیکن میرا دل بھی تو رو دیا تھا۔۔۔۔ میرا
تو۔۔۔۔ مسٹر۔۔۔۔ وہ کہاں گئے۔۔۔۔ پلیز، مجھے ان کے پاس لے چلیے۔ وہ خود کو مجھ سے
چھپانا چاہتے ہیں؟" کریگ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"مسٹر کریگ! میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کو سکون سے کام لینا ہوگا، معاملات بے
ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے جلد بازی کی تو آپ نقصان بھی اٹھا سکتے ہیں۔"

"اوہ، کیا بات ہے۔ آپ مجھے بتائیں تو سہی؟"

"مسٹر ننو! آپ بیکر کی نگرانی کریں، وہ احمق جذباتی نہ ہو جائے۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا تو
تلاش کرنا ناممکن ہو جائے گا۔" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر ایڈورڈ!" سردارے نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"مگر وہ ہیں کہاں؟" کریگ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اپنے کمرے میں۔"

"تت تو کیا۔۔۔۔ تو کیا آپ لوگ اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں؟"

"ہاں۔"

"میرے خدا۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔ مسٹر! براہ کرم آپ مجھے حالات
کریں۔۔۔۔ میں اپنے بھائی کو بے حد چاہتا ہوں۔ ہم نے اسے نہ جانے کہاں کہاں تلاش کیا۔
ایک جوان اور مضبوط آدمی ہوں لیکن اس وقت مجھے خود پر قابو نہیں رہا ہے۔ آہ۔۔۔۔ آپ د
مجھے میرے بھائی کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔۔۔۔ ٹھہریئے، آپ کیا پئیں گے؟"

"ہم تینوں شام کی چائے کے لیے اترے تھے۔"

"آپ نے چائے نہیں پی؟"

"تم نے بیکر کی کیفیت کا مطالعہ نہیں کیا۔۔۔۔ اس نے خود کو کنٹرول کرنے کی کافی کوشش
لیکن بے اختیار ہو گیا۔ ہم اسے اوپر کمرے میں لے گئے۔"

"اوہ، لیکن۔۔۔۔ لیکن وہ خود کو ہم سے چھپا کیوں رہے ہیں۔ اب اتنے دنوں کے!

آ گئے ہیں اپنے ہی وطن میں وہ اجنبی کیوں رہنا چاہتے ہیں، آخر کیوں؟"

"مسٹر کریگ! آپ کو ذرا صبر سے کام لینا پڑے گا۔ پوری ہمت سے بیکر کی کہانی سننا پڑے گی۔
ی اس سے ملاقات زیادہ پرانی نہیں ہے۔ تھوڑے عرصہ قبل کی بات ہے کہ وہ ہمیں نہایت خستہ حالت
ملا، کئی دن کا بھوکا تھا بہرحال ہم دوست بن گئے۔ وہ مجھ سے بہت متاثر تھا۔ اس لیے ہمارے ساتھ ہی
نے لگا۔ اور پھر اس نے اپنی کہانی سنائی جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ڈنمارک کا باشندہ ہے۔ اپنے نظریات
طرف سے اس کا ذہن خود ڈانواں ڈول ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے نظریات میں کافی تبدیلی پیدا کر لی، نشہ اور
ں کو ترک کر دیا۔ لیکن وہ اپنے وطن آنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔ ہم نے اس طرف راغب بھی
۔۔۔۔ لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اب ان لوگوں کے سامنے نہیں جائے گا جنہیں اس نے چھوڑ
تھا۔ وہ ان سے شرمندہ ہے۔ وہ کسی طور راضی نہ ہوا تو ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن ہمارے ذہن میں یہ
ل تھا کہ ایک نہ ایک دن ہم اسے اس کے گھر پہنچا دیں گے۔ ڈنمارک کا سفر اسی لیے کیا گیا۔ لیکن یہاں
ر ہم پریشان تھے کہ کس طرح بیکر کے عزیزوں سے رابطہ قائم کریں۔ بیکر تو یہاں تک آنے کے لیے بھی
رنہ تھا۔"

"اس دوران کریگ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے تھے۔ میں خاموش ہوا تو اسے بھی
نسوؤں کا احساس ہوا اور اس نے رومال سے آنسو خشک کر لیے۔

"میں آپ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں جناب! میرا بھائی۔۔۔۔ آپ نے میرے بھائی کی مدد
ں ہے۔ آپ نے ہم غمزدہ لوگوں کو نئی زندگی کی خوشی دی ہے۔ آہ، ہم تو بیکر کو ہر صورت میں قبول کرنے کو
ار تھے۔ اگر اس کے خیالات بدل چکے ہیں تب تو ہمارے نزدیک اس میں کوئی خرابی ہی نہیں ہے۔"

"لیکن وہ اس طرح تمہارے ساتھ جانے پر تیار نہیں ہوگا۔"

"ہاں، میں اس کی ضدی طبیعت سے واقف ہوں۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں آپ لوگوں کا مشورہ بھی چاہتا ہوں جناب۔۔۔۔ آپ جیسے ہمدرد انسان، آپ کو معلوم
ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ بیکر۔۔۔۔ جس کے اپنے حصے کی جائیداد کروڑوں کی
ہے، اس نے کس طرح خود کو تباہ کیا۔ لیکن میں کیا کروں؟ کس طرح وہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگا؟"

"بیکر جس وقت یہاں تھا، سب سے زیادہ کسے چاہتا تھا؟"

"ماما کی وہ بہت زیادہ عزت کرتا تھا اور شینی کو بے پناہ چاہتا تھا۔"

"شینی کون ہے؟"

"ہماری سب سے چھوٹی بہن۔"

"تب مسٹر کریگ! آپ کو یہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ پہلے اپنی ممی اور ڈیڈی کو لے آیئے، وہ نہایت
پیار کی باتیں کریں۔ اور پھر اگر وہ ناکام رہیں تو شینی کو بلالیں۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی جاتا ہوں۔ ممی اور ڈیڈی کو بلا لاتا ہوں۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی اور کریگ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ ایک دم چونک پڑا۔

"اوہ، معاف کیجئے گا جناب، انسان کتنا خود غرض ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے چائے کے لیے کہا تھا

لیکن اپنے مفاد کی باتوں میں الجھ کر------"

کوئی بات نہیں مسٹر کریگ------ آپ چائے ہمارے کمروں میں بھجوادیں‘ ہم آپ کی
سے پی لیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دل و جان سے------ دل و جان سے------ اور اس فراخدلی کے لیے انتہائی ممنون ہو
کریگ نے کہا۔ پھر وہ میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ میں اوپر کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر
سردارے کے پاس پہنچ گیا جو راہداری میں ٹہل رہا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"روم نمبر ۱۲۷------ بائیں سمت۔" سردارے نے سرگوشی کی۔

"اوہ‘ کیا مطلب؟" میں نے سنسنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ اسی میں ہے۔"

"ارے لیکن------" میں شدید حیرت سے بولا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ
کمرہ چھوڑ کر اس کمرے میں کیوں چلا گیا؟"

"تین بار جھانک چکی ہے۔ بڑی عجیب عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تھا استاد!
شاید اکیلی بھی ہے‘ اب کے جھانکے تو تم دیکھنا‘ کافی خوبصورت ہے اور نو عمر بھی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا اور سردارے چونک پڑا۔

"ارے------ اوہ------ استاد------ باس۔" وہ اٹینشن ہو گیا۔

"تو اب اس قدر مدہوش ہو گئے ہو؟" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہائے باس------ ہوش میں رہنے کہاں دیتے ہیں یہ لوگ۔" سردارے گہری سانس
بولا۔

"کون ہے کمرہ نمبر ۱۲۷ میں؟"

"لڑکی۔"

"تو تم اس لڑکی کی نگرانی کر رہے تھے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"نہیں------ وہ خود میری نگرانی کر رہی ہے۔ استاد------ کئی بار جھانک کر دیکھ چکی
آنکھوں میں دعوت ہے۔ گویا چاہتی ہے کہ میں آگے بڑھ کر اس سے بات کروں۔"

"احمق آدمی------ بیکر کس حال میں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہی ہے‘ جس حال میں بھی ہو۔"

"آؤ۔" میں نے بیکر کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ سردارے پر جھنجھلاہٹ بھی
ہنسی بھی آ رہی تھی۔ بھیجا تھا کس کام کو اور حضرت لڑکی تاڑ رہے تھے۔ میں نے بیکر کے دروازے پر
دی۔ اندر سے کوئی آواز نہ ابھری لیکن چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔

بیکر اب نسبتاً پرسکون نظر آ رہا تھا‘ ہمیں دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے

"تم اب ٹھیک ہو بیکر؟"

"ہاں باس------ آپ ناراض تو نہیں ہیں؟"

"کس بات پر؟"

"میں بے اختیار ہو گیا تھا۔ میں نے------ میں نے------" بیکر کی آواز رندھ گئی اور وہ جملہ
پورا نہیں کر سکا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"مجھے تمہارے جذبات کا پورا پورا احساس ہے بیکر------ لیکن تم نے اپنے راز کو اپنی ذات تک
محدود رکھا۔ نہ جانے کیوں‘ تم نے اس سلسلے میں بھروسہ نہیں کیا۔"

"یہ بات نہیں ہے ایڈورڈ------ یہ بات نہیں ہے میرے دوست۔" بیکر پھر رو پڑا۔

"پھر کیا بات ہے بیکر------ دل کا بوجھ ہلکا کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں------ میں اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہتا باس------ خدا کے لیے مجھے اپنے ساتھ
لے چلو------ خدا کے لیے ڈنمارک سے نکل چلو۔ وہ------ وہ ڈوئن کریگ تھا------ میرا
بھائی------ میرا چھوٹا بھائی------ میں اسے بہت چاہتا تھا۔ وہ۔ ایک دم بڑا ہو گیا ہے۔ آہ------
میری نگاہ اس پر نہ پڑ سکی‘ کتنا پیارا ہو گیا ہے وہ۔ میرا کلیجہ پھٹنے لگا‘ میرا دل چاہا‘ کہ میں اٹھ کر اسے گلے لگا
لوں------ لیکن کس منہ سے‘ اب میں اس باعزت خاندان کا فرد نہیں ہوں‘ اب میں اس کے لیے بدنامی
کا باعث ہوں۔" بیکر سسک سسک کر رونے لگا۔

"یہ صرف تمہارا احساس ہے بیکر------ تم نے جو کچھ کیا‘ وطن سے باہر رہ کر کیا۔ یہاں تم کوئی
ایسی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"میں خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اتنے برے انسان نہیں ہو بیکر------ برے تو وہ ہوتے ہیں جنہیں اپنی برائیوں
کا احساس نہیں ہوتا۔ تم تو عمدہ انسان ہو۔"

"نہیں باس نہیں۔"

"اس کے علاوہ‘ انسان بھٹک جاتا ہے۔ بعض اوقات راستے نگاہوں میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں‘ لیکن
اگر سیدھا راستہ مل جائے تو کیا انسان اسے اس لیے چھوڑ دے کہ وہ ٹیڑھے راستوں پر چلتا رہا ہے؟"

"مگر باس؟"

"ممکن ہے بیکر------ تمہارا یہ خیال غلط ہو کر تمہارے لوگ تم سے نفرت کرتے ہوں گے۔"

"میں خود شرمندہ ہوں باس۔"

"صحیح راستے پر آ رہے ہو بیکر------ تو آ جاؤ۔ ہمیں دیکھو------ ہم بھٹکے ہوئے ہیں‘ ہمارے
سامنے تو سیدھا راستہ بھی نہیں ہے تم خوش نصیب ہو۔ بیکر کہ تمہیں سیدھا راستہ مل رہا ہے۔ ہم تمہیں
مبارکباد دیتے ہیں۔" میں نے کہا اور بیکر اچانک خاموش ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"باس------" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں بیکر۔"

"کیا تم بھی خود کو بھٹکا ہوا محسوس کرتے ہو؟"

"محسوس کرنے کی بات نہیں ہے بیکر------ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن باس------ میں کیا کروں؟"

"خاموش رہ سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"مجھے دوست سمجھتے ہو؟"

"سب سے بڑا محسن۔" بیکر نے ممنونیت سے جواب دیا۔

"تب صرف خاموش رہو------ اختلاف نہ کرو۔ بس تمہارا یہی کام ہے۔" میں نے کہا اور بیکر نے گردن جھکالی۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اگر میری بات تسلیم کرتے ہو تو جواب دو بیکر؟"

"باس کو اختیار ہے۔" بیکر آہستہ سے بولا۔

"ویری گڈ------ اس اعتماد کے لیے شکریہ قبول کرو۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ ایک بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ اسی وقت چائے آگئی۔ گریگ نے بڑے لوازمات بھجوا دیئے تھے۔ بہرحال ہم چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ بیکر کھویا کھویا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"باس! میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ضرور میری جان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بہت خوش ہو باس؟"

"بے پناہ۔"

"آہ، تم کس قدر مخلص ہو۔ تم نے میرے لیے کیا نہیں کیا ہے باس------ مجھے بتاؤ کیا تمہارے لیے بھی کوئی سیدھا راستہ ہے؟ کیا تمہاری بھی کوئی منزل ہے؟"

"منزل------" میں نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے البتہ چونک کر میری شکل دیکھی تھی۔ لیکن میں اس سوال سے زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ "نہیں بیکر!" میں نے طویل سانس لی۔ "میں نے ایک منزل کا تعین کر لیا ہے لیکن وہ وقت آنے پر مجھے مل سکے گی۔"

"وہ منزل کون سی ہے باس؟" بیکر نے پوچھا۔

"موت۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سردارے کے چہرے پر غم کے تاثرات پھیل گئے۔ بیکر بھی آزردہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"دنیا کے کسی حصے میں تمہارے عزیز، تمہیں چاہنے والے موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں بیکر------ بہت سے لوگ اس بات میں مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں کہ ان کا کوئی نہ کوئی چاہنے والا موجود ہے، میرے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے۔"

"میں تم سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا باس------ فی الحال یہ بتاؤ کہ تم میرے لیے کیا کر رہے ہو؟"

"اعتماد کیا ہے تو خاموش رہو بیکر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یونہی پوچھ رہا تھا باس------ کیا میں تمہیں اپنے والدین کے بارے میں تفصیل بتاؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے بیکر۔"

"کیا مطلب؟"

"بس باقی کام تو میرا ہے۔" میں نے جواب دیا اور بیکر خاموش ہو گیا۔ چائے ختم ہو گئی------ اور پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ سردارے نے دروازہ کھول دیا جو ہم نے گفتگو کے دوران بند کر لیا تھا۔ باہر بہت سے لوگ تھے۔ ان میں بیکر کی ماں، باپ، بہن، بھائی اور نہ جانے کون کون تھا۔ اور پھر بڑے دردناک مناظر کمرے میں پھیل گئے۔ میں نے سردارے کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"سردارے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"استاد۔" سردارے نے بھی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرے خیال میں اب ہمارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ایں۔" سردارے چونک پڑا۔

"جلدی کرو سردارے! کہیں ان لوگوں کو ہمارا خیال نہ آجائے۔"

"اوہ------ جو حکم استاد------ لیکن------"

"میں نیچے چلتا ہوں۔ تم سامان لے کر نیچے آجاؤ------ جلدی۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اور میں نیچے کی طرف چل پڑا۔ درحقیقت اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ بیکر ذہنی طور پر تیار ہو چکا تھا۔ اس کے گھر کے لوگ بھی اس کے لیے تڑپ رہے تھے۔ اب ہمارا ان کے درمیان کیا کام رہ گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ اپنے احسانات کا صلہ وصول کرنے کے لیے رکے رہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی، نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد سردارے آگیا۔ "بل ادا کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں باس۔"

"ٹیکسی روکو۔" میں نے کہا۔ اور پھر ایک ٹیکسی روک کر ہم چل پڑے۔ ٹیکسی ہم نے ایک بھرے پرے بازار میں چھوڑی تھی اور پھر اعلیٰ درجے کی دکانوں سے ہم نے میک اپ کا سامان جدید طرز کے لباس وغیرہ خریدے اور کسی تاریک گوشے کی تلاش کرنے لگے۔ کوپن ہیگن سے کوئی واقفیت نہیں تھی لیکن درحقیقت بڑا خوبصورت شہر لگ رہا تھا۔ سردارے بول ہی پڑا۔

"یہاں رکنا مناسب نہیں ہے باس------ لیکن پھر بھی------ رکنا ہو گا۔"

"ہاں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"واقعی؟" سردارے خوش ہو گیا۔

"اس واقعی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کیا تمہیں بھی سرخ ناک والی لڑکیاں پسند آگئی ہیں؟"

"لڑکیاں لڑکیاں لڑکیاں------ تمہارے ذہن میں لڑکیوں کے علاوہ کچھ اور بھی رہتا ہے؟"

"پھر باس؟" سردارے نے مایوسی سے کہا۔

"کچھ اور بھی سوچو احمق انسان۔"

"مثلاً کیا باس؟" سردارے سنبھل کر بولا۔

"پاسپورٹ۔" میں نے کہا۔

''اوہ' کیا مطلب باس؟''

''وہی پاسپورٹ استعمال کرو گے کیا؟''

''اوہو ---- ہاں' یہ تو سوچنے کی بات ہے۔'' سردارے نے گردن ہلائی' پھر بولا۔ ''لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے؟''

''اور اگر مادام سینی ٹورا کا تعلق درحقیقت انٹرپول سے ہوا؟''

''اوہ' تمہارا خیال ہے اگر وہ میک اپ بدلنے کی وجہ سے وہ ہمیں ڈنمارک میں تلاش نہ کر سکی تو ڈنمارک سے نکلتے ہوئے ان پاسپورٹوں کی وجہ سے ضرور پکڑ لے گی۔''

''جی ہاں' میرا یہی خیال تھا۔'' میں نے طنزیہ کہا۔

''بات تو ٹھیک ہے باس ---- لیکن یہاں نئے پاسپورٹ کیسے حاصل کرو گے؟''

''سوچنا پڑے گا۔''

''یہ تو حقیقت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال یہاں رکنا تو ہے باس ---- پاسپورٹوں کی کوشش کی جاتی رہے اور اگر اس کے ساتھ تفریح بھی جاری رہے تو کیا حرج ہے۔ ویسے اگر برا نہ مانو تو ایک بات اور کہوں۔''

''کہہ ڈالو' ہو گی کوئی حماقت کی بات۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر ہم بیکر کے ذریعے پاسپورٹوں کی کوشش کرتے' اس کے والدین بہرحال یہاں کے مقتدر لوگوں میں سے ہیں۔''

''ٹھیک ہے سردارے ---- لیکن مجھے ایسی الجھنوں سے شدید کوفت ہوتی ہے۔ بیکر بے حد جذباتی ہے' اس کے والدین یقیناً ہمارے ممنون ہوں گے اور وہ روکنے کی کوشش بھی کرتے۔ تم خود سوچو' یہ کیسے ممکن ہے۔''

''ہاں ---- یہ تو ہے۔''

''بہرحال اتنا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے سردارے۔ اور پاسپورٹوں کا کوئی مناسب بندوبست نہیں ہو سکا تو پھر رسک لیں گے' انہی پاسپورٹوں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔''

''اوکے باس ---- ٹھیک ہے' فکر کی کیا بات ہے۔ اور پھر یہاں بہت سی سرخ ناک والیاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ باس ---- میں نے ڈنمارک کی بے شمار کہانیاں سنی ہیں۔'' سردارے نے مسخرے پن سے شرمانے کی کوشش کی اور میں نے اس کی پشت پر دھپ جما دی۔

میک اپ بدلنے کے بعد ہم ایک اور عمدہ سے ہوٹل میں منتقل ہو گئے۔ یہ نیو کیسل یا برسلز کی طرح شاندار تو نہیں تھا لیکن بہرحال عمدہ ہوٹل تھا۔ اس بار ہم نے نہایت اسمارٹ نوجوانوں کا میک اپ کیا تھا۔ خدوخال میں معمولی سی تیکھی تبدیلی' چہرے پر گورے رنگ کی ماسک' بال اس میک اپ پر بالکل سیٹ تھے۔ سردارے اس میک اپ سے بہت خوش تھا۔

''اب پروگرام کیا ہے باس؟''

''فی الحال کچھ نہیں ---- یہ رات سکون سے گزارو' کل دن میں تفریح کریں گے۔''

''اور آج کی رات؟'' سردارے نے مایوسی سے کہا۔

''کیا چاہتے ہو؟''

''اجازت۔'' سردارے لجاجت سے بولا۔

''ٹھیک ہے جاؤ ---- لیکن میں آرام کروں گا۔'' میں نے کہا اور سردارے خوشی کے نعرے
نے لگا۔ رات کے نہ جانے کون سے حصے تک میں جاگتا رہا۔ ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔
ورٹوں کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ بظاہر ان کے حصول کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں تھا لیکن ضروری
تھے۔ اور اسی غور و خوض کے دوران ایک خیال ذہن میں آیا۔ غلام سیٹھ کی پراسرار گمشدگی کے بعد میں
ں ڈل ہو گیا ہوں۔ کارکردگی کی ساری صلاحیت ہی ختم ہو گئی ہے یہ بات تو مناسب نہیں ہے۔ اس وقت
پول والوں سے جان چھوٹی ہوئی ہے۔ کیوں نہ مقامی اسٹیشن کا پتہ لگا کر ان لوگوں سے ملاقات کی جائے۔
ن اسٹیشن کا پتہ کس طرح چلایا جائے ---- اور اس کے لیے میں نے ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا
ا دیر تک اس فیصلے پر غور کرتا رہا اور مطمئن ہو گیا۔

سردارے واپس نہیں آیا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس نے کوئی کام بنا لیا ہے۔ ٹھیک ہے' زندہ انسان
ہے اور اس کی زندگی انہی تفریحات میں ہے۔ پھر میں کیوں دخل اندازی کروں۔ نہ جانے کب سو گیا۔
سری صبح جاگا تو سردارے گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا لیکن سردارے نے واپسی پر
سے بند کر دیا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا اور پھر سردارے کو جگا دیا۔

سردارے چند منٹ تک آنکھیں کھول کر مجھے دیکھتا رہا اور پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ میرے چہرے
ے تاثرات نوٹ کر رہا تھا مجھے پرسکون پا کر اس نے سکون کی سانس لی اور پھر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔
ھوڑی دیر کے بعد وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر تیار ہو گیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر ناشتے کا آرڈر نوٹ کرا دیا
ا۔

سردارے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''کیا پوزیشن رہی؟'' میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''کوپن ہیگن کی حسیناؤں نے مجھے مایوس نہیں کیا ---- ویسے استاد! عمدہ جگہ ہے' اگر تم بھی چلو
----''

''ابھی نہیں۔ میں تمہاری طرح فالتو آدمی نہیں ہوں۔''

''اوہ استاد! فالتو تو میں بھی نہیں ہوں' سچ کہہ رہا ہوں۔ کسی کام کے لیے حکم دو ---- اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دوں۔''

''جو ڈنمارک میں نہیں ہوتے۔''

''میں پہلے کنواں کھود لوں گا اور اس کے بعد چھلانگ لگا دوں گا۔'' سردارے نے کہا۔

''بہت وقت لگے گا۔'' میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''پھر کوئی اور کام بتاؤ استاد!''

''فی الحال کوئی کام نہیں ہے۔''

''تب پھر گریشی کے پاس جانے کی اجازت دے دو۔ اس نے مجھے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی ہے۔''

"کون ہے؟"

"ایک انتہائی فراخدل لڑکی ------ یقین کرو باس! اس نے ایک پیسہ قبول نہیں کیا کہنے لگ
ور نہیں ہوں، تم پسند آگئے تھے۔"

"گڑبڑ تو نہیں ہے؟"

"قطعی نہیں باس ------ میں نے کھنگال لیا ہے۔"

"تم جانو۔"

"تو اجازت ہے؟"

"ہاں، مجھے انکار نہیں ہے۔"

"ہرا ------" سردارے نے نعرہ لگایا اور اچھل کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اسی وقت ویٹر ٹرالی
اندر آگیا اور میں نے سردارے کو پرے دھکیل دیا۔ ویٹر حیرانی سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ا
ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگانا شروع کر دیا۔

تقریباً گیارہ بجے سردارے غیر معین وقت کے لیے چلا گیا۔ میں نے اسے اپنا پروگرام نہیں
پھر میں بھی ہوٹل سے نکل آیا اور پیدل چل پڑا۔ کافی دور تک میں پیدل چلتا رہا اور مجھے یقین ہو گیا
بالکل صاف ہے۔ تب میں ایک بڑے جنرل اسٹور کی طرف بڑھ گیا۔ اسٹور میں داخل ہو کر میں نے
مینجر سے کہا کہ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں بزنس مین ہوں اور اپنے ملا
بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں نے نمبر طلب کیا تھا۔ ٹیلی فون ایکسچینج سے کہا گیا کہ تقریباً بیس م
بعد نمبر مل سکے گا۔ اور یہ بیس منٹ میں نے خوش اخلاق کاؤنٹر مینجر سے گفتگو کرتے گزارے۔ اس
ڈکنز تھا۔ درمیانی عمر کا خوش گفتار شخص تھا۔ آنکھوں میں زندگی کی چمک تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ و
کاؤنٹر مینجر ہی نہیں، اس اسٹور کا مالک بھی ہے۔

ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ڈکنز نے ریسیور اٹھالیا۔ چند سیکنڈ وہ آ
گفتگو کرتا رہا اور پھر اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ لیکن اچانک وہ چونک پڑا۔ اس نے تعجب
طرف دیکھا۔ لیکن دوسری طرف سے ریفا کی آواز سنائی دی تھی۔

"سی کا ریفا۔"

"ایشیا کا حقیر غلام سلام کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کون ہے؟" ریفا کی آواز ابھری۔

"اس کا مخفف این ڈبلیو اے زیڈ ہے۔"

"این ڈبلیو اے زیڈ۔" سیکا ریفا نے حیرت زدہ انداز میں دہرایا اور پھر چونک کر بولی۔ "نواز؟"

"بالکل یہی ہے۔"

"ڈنمارک سے بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"کوئی غیر مناسب جگہ ہے؟"

"ہاں۔"

"پتہ چلا؟"

"ہاں۔"

"ہدایت ملی؟"

"نہیں۔"

"سب انڈر گراؤنڈ چلے گئے ------ ہدایت تھی۔"

"مجھ تک نہیں پہنچی۔"

"کس حال میں ہو؟"

"ٹھیک نہیں۔"

"تمہیں بھی پتہ نہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"سب بے خبر ہیں۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ گرانڈ مدر میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے، کہتی ہے شادی کرلو ------
بہرحال اب تک بچا ہوا ہوں۔"

"بڑی خطرناک صورت حال ہے۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"میرے لائق کوئی خدمت؟" سیکا ریفا نے پوچھا۔

"کوپن ہیگن میں ماموں جان کہاں رہتے ہیں؟ مجھے ان کا پتہ درکار ہے۔"

"اوہ، بہت خاص ضرورت؟"

"ہاں۔"

"دادی اماں نے تمہارے پیچھے آدمی تو نہیں لگا رکھے؟"

"اس وقت نہیں۔"

"یقین ہے؟"

"ہاں۔"

"ماموں جان کا پتہ تمہیں گلیمرش اسٹور سے ملے گا۔ وہاں مسٹر ڈکنز ہیں، وہی اس کے مالک
ہیں۔ ماموں جان ان کے دوست ہیں، اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن دادی اماں سے ہوشیار رہنا۔"

"کیا نام بتایا؟" میں چونک پڑا۔

"گلیمرش اسٹور ------ مسٹر ڈکنز۔" سیکا ریفا نے جواب دیا۔ اور اب میری حیرت کی باری
تھی۔ میں گلیمرش اسٹور کے اندر ہی تھا اور ڈکنز میرے سامنے تھا۔

"براہ کرم پورا پتہ دہراؤ۔"

"گلیمرش اسٹور ------ مسٹر ڈکنز ------ بی بائینڈ توالی پارک۔" ریفا نے دہرایا۔

"ایک سیکنڈ ڈیئر۔" میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور پھر ڈکنز سے پوچھا۔ "سوری مسٹر ڈکنز! یہ
گلیمرش اسٹور ہے؟"

"ہاں۔" ڈکنز' جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا بولا۔

"توالی پارک یہیں ہے؟"

"جی۔" ڈکنز نے جواب دیا۔ تب میں نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا دیا۔

"میڈم سیکا------ براہ کرم مسٹر ڈکنز سے بات کریں۔"

"کیا مطلب؟" سیکا کی آواز میں حیرت تھی۔

"یہ بالکل اتفاق ہے کہ میں نے یہاں سے فون کیا۔"

"کمال ہے' فون مسٹر ڈکنز کو دیں۔" سیکاریفا نے کہا اور میں نے ریسیور ڈکنز کو دے دیا۔ چند ڈکنز گفتگو کرتا رہا۔ اس کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ ا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔

"صورت حال کافی خراب ہے' وہ آپ کی مدد کرے گا۔"

"شکریہ------ خدا حافظ۔" میں نے کہا۔

"سنو تو سہی۔" سی کاریفا کی آواز بدلی ہوئی تھی۔

"جی------ فرمایئے۔"

"اب میں صرف اسی کاروباری لہجے کے قابل رہ گئی ہوں؟"

"اوہ' نہیں ڈیئر------ لیکن------"

"ایک پیشکش کرتی ہوں نواز------ برا تو نہیں مانو گے؟"

"نہیں۔"

"حالات اچانک بے حد خراب ہو گئے ہیں' اگر کسی قسم کی الجھن محسوس کرو' یا------ زندگ کوئی تبدیلی چاہو تو' میرے پاس آ جانا------ میں تمہیں اپنی زندگی کے مالک کی حیثیت سے خوش کہوں گی۔"

"میں یہ بات ذہن میں رکھوں گا سیکا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ الو کی پٹھی------ گئی ہے۔ میں نے سوچا اور پھر ڈکنز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ڈکنز اب بھی حیران تھا اور مجھے غور سے د تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "زندگی میں ایسے دلچسپ واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ڈکنز۔"

"اوہ مسٹر نواز------ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" ڈکنز گرم جوشی سے بولا۔

"ہاں۔ خود میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔"

"میں نے گروہ میں آپ کا نام ایک پراسرار انسان کی حیثیت سے بہت زیادہ سنا ہے۔ یقین آپ کو دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ میری بیوی بھی آپ سے بہت متاثر ہے۔"

"بدلے ہوئے حالات نے آپ کو بھی کافی الجھا دیا ہو گا مسٹر ڈکنز۔"

"بے حد جناب------ سارا ریکارڈ تباہ ہو گیا اور پورا ذخیرہ پھونک ڈالا۔ سارے لوگوں سے منقطع کر لیا صورت حال کسی طور قابو میں نہیں آ رہی۔"

"باس کا کوئی پتہ نہیں؟"

"نام و نشان نہیں ہے اور پورے گروہ کو اس کا نشان نہیں ملا۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔"

"آپ کے لیے کیا منگواؤں مسٹر نواز------ یقین کریں آپ سے ملاقات کر کے بے حد خوشی وئی ہے۔" ڈکنز نے پوچھا۔

"فی الحال کچھ نہیں مسٹر ڈکنز------ میری پوزیشن بھی زیادہ ٹھیک نہیں ہے' انٹرپول میرے پیچھے لگی رہی ہے' بمشکل میں نے اسے ڈاج دیا ہے۔"

"اوہ۔" ڈکنز نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"آپ میرے لیے ایک کام کر سکتے ہیں تو کر دیں۔"

"جی------ فرمایئے۔"

"وہ پاسپورٹ درکار ہوں گے جن کی مدد سے میں ڈنمارک عبور کر لوں۔"

"پاسپورٹ۔" ڈکنز نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ان حالات میں تو ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا گا۔ بہرحال میں کوشش کروں گا' آپ کا قیام کہاں ہے؟"

"ابھی تو یونہی آوارہ گردی کر رہا ہوں' آج یہاں کل وہاں۔ تمہارا فون نمبر لے لوں گا اور خود تم ے رابطہ کروں گا۔" نہ جانے کیوں' ڈکنز کی شخصیت مجھے ٹھوس نہ معلوم ہوئی۔ اس کی وجہ صاف تھی' ام سیٹھ لاپتہ تھا اور انٹرپول کا معاملہ تھا۔ معمولی بات نہیں تھی اور اچھے اچھوں کے حواس خراب تھے۔

"بہت بہتر۔" ڈکنز نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں وہاں زیادہ نہیں بیٹھا اور ڈکنز سے اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ واپسی میں ڈکنز نے مجھ سے دوبارہ ملاقات کے لیے بھی نہیں کہا تھا۔ بہرحال اسے قصور ٹھہرانا تو حماقت تھی۔ سب ہماری طرح سرپھرے تو نہیں تھے کہ خوفناک حالات میں بھی تفریح کرتے تے بہرحال مقامی سربراہ نے مجھے بہت مایوس کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ اب ذرا سا بھی خطرہ مول نہیں ے گا۔ لیکن اب کیا کرنا چاہیے------ خیالات میں الجھا ہوا میں واپس ہوٹل چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد نے ہوٹل پہنچ گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر میں متفکر سا کرسی پر بیٹھ گیا۔ کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی ا۔ کیا کروں؟ کیا کرنا چاہیے؟ اور ذہن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

تب میرے اندر کا سویا ہوا نواز جاگ اٹھا۔ اس نے حیرت سے کمرے کے ماحول کو دیکھا' میری ل پر غور کیا اور پھر ایک قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"کیوں فکرمند ہو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا اور اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ "ی جانے سے خوفزدہ ہو؟" "پتہ نہیں۔" میں نے کہا------ "مرنے سے ڈرتے ہو؟" اس نے ا------ "شاید نہیں۔" "پھر؟" اور میں نے خود سے پوچھا------ پھر؟ اور اچانک میں نے اپنے کے چھوٹے سے لوتھڑے کو پھیلتے محسوس کیا اور ذہن سے خوف اور پریشانی کا وجود مٹ گیا۔

"نواز------ آخر فکر کس بات کی ہے؟" زندگی تو کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور پھر تیری ل------ کیا کرے گا اسے سنبھال کر------ کس کے لیے رکھے گا؟"

"ہاں------ کسی کے لیے بھی تو نہیں۔"

"تب پھر------ نڈر ہو------ فکر کس بات کی ہے؟" اور میں خود بھی خود پر ہنس دیا------

واقعی کبھی کبھی تو سب کچھ ذہن سے نکل جاتا ہے------ سرائے عالمگیر کا نواز سو جاتا ہے گہری نیند۔
اور خود تجزیہ نہیں ہو پاتا کہ میں آخر کون ہوں' کیا ہوں' کیوں ہوں؟ نواز جب جاگتا ہے' تب ایک ای
ہوتا ہے جس کی نگاہ میں زندگی موت کی کوئی وقعت نہیں------ اور جب زندگی سے کوئی دلچسپی
خوف کیا معنی رکھتا ہے۔

میرا دل بے اختیار چاہا کہ سردارے پاس ہوتا------ افوہ' اب تک بلاوجہ زندگی کی دلچسپ
دور ہو' چھپا چھپا پھر رہا ہوں------ "تین------" میں نے خود کو نفرین کی اور پھر میں نے منہ ہا
کیا' لباس پہنا' بال درست کیئے اور لاپرواہی سے باہر نکل آیا۔ لفٹ سے باہر نکلا تو سردارے سامنے
تھا۔

"اوہ۔ ارے استاد------ کہاں؟"

"تم واپس آگئے؟"

"ہاں۔"

"اتنی جلدی؟"

"بس رات کا پروگرام بنالیا ہے۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

"خوب------ تو پھر آرام کرو------ ظاہر ہے رات کو مصروف رہو گے۔"

"مگر تم کہاں استاد؟"

"عیش کرنے۔"

"کیا مطلب؟"

"بس سیر کروں گا۔"

"ارے تو اکیلے جاؤ گے کیا؟"

"تم تو اپنے پروگرام الگ بناتے ہو۔"

"بحالت مجبوری استاد------ اگر تم ساتھ دو تو پھر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تیار ہو جاؤ------ چل رہے ہیں۔"

"ارے' بس تیار کیا ہونا ہے' چلو۔" سردارے نے کہا اور میں اسے ساتھ لے کر آ

کوپن ہیگن کے چوڑے فٹ پاتھ پر چہل قدمی کرتے ہوئے ہم شہر کے مرکز میں پہنچ گئے۔ راؤ
یعنی ٹاؤن ہال کی تانبے کی چھت کے نیچے پتھریلی سیڑھیوں پر لاتعداد ہپیوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا
آگے بڑھ کر ہم بشپ اسبالون کے مجسمے کے سامنے سے گزرے' جس نے ۱۱۶۷ء میں اس شہر
رکھا تھا۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا اور چھوٹی سی بندرگاہ ایک وسیع تجارتی مرکز بن گئی اور اسی نا
کوبن ہیون" یعنی تاجروں کی بندرگاہ کہلائی۔ صدیوں پرانا تفریحی پارک بھی قابل دید تھا۔ تقریباً
رقبے میں پھیلا ہوا' دلچسپی کے خزانے سمیٹے ہوئے' خوبصورت ریستوران' موسیقی کے ہال او
وجہ سے یہ ہمیشہ آباد رہتا تھا۔ رنگین پھولوں کے تختے' ننھی منی جھیلیں' ابلتے ہوئے فوار
روشنیاں' خوشیوں کا باورچی خانہ' جہاں عورتیں چینی کے برتن توڑ کر بہت خوش ہوتی ہیں
شراب خانے' بجلی کی کاریں' بھوتوں کی ریل------ غرض تفریح کے لیے بے شمار چیزیں

ہیں ڈالتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر ٹاؤن ہال کے پہلو سے گزر کر جانے والی سڑک "سٹروگیٹ" پر
لیے جو خرید و فروخت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ کافی وقت گزر چکا تھا۔ سڑکوں پر خوب رونق تھی' شبینہ
ب اور قحبہ خانے بھرے پڑے تھے۔ سینما ہاؤسوں کے سامنے ایسے ایسے شرمناک پوسٹر لگے ہوئے تھے کہ
ق کی زیادہ پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی نگاہیں جھک جاتی تھیں۔ یہاں نیلی فلموں پر کوئی پابندی نہیں تھی'
وں پر ایسا لٹریچر عام تھا جسے دیکھ کر انسانی آنکھ شرم سے جھک جائے۔

بالآخر ہم کیپ یارن پہنچ گئے۔ یہ ایک شبینہ کلب تھا۔ اسٹیج پر ایک طائفہ جاز پیش کر رہا تھا اور
ے رقص کر رہے تھے۔

"خوب ہے ڈنمارک۔" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

ایک ویٹر نے ہماری رہنمائی ایک میز کی طرف کردی اور ہم میز پر جا بیٹھے۔ ویٹر کے آنے پر ہم نے
طلب کرلی تھی اور خوبصورت بلورین جگ میں بیئر آگئی۔ اس کے ساتھ دو گلاس تھے۔ سردارے نے بیئر
سوں میں انڈیلی اور ہم نے گلاس اٹھا لیے۔

"انوکھی جگہ ہے استاد------ کیا خیال ہے؟"

"کیا انوکھا پن ہے یہاں------ کیا ایسے مناظر دوسری جگہوں پر نہیں ملے؟"

"سو بیتا بھی مجھے یاد ہے لیکن بس------ کچھ نیا پن محسوس ہو رہا ہے۔" سردارے نے کہا۔

ب موسیقی بجانے والے حبشی نے دھن بدلی۔ سکیسا فون بجانے والے نے سر ہنیوڑھا کر اپنے
پھڑوں کی ساری ہوا ساز میں بھردی۔ ہر سازندے نے اپنی پوری قوت اور مہارت کا مظاہرہ کیا اور
وں میں زندگی دوڑ گئی------ چوبی فرش پر دھما دھم ہونے لگی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہال کی چھت اڑ جائے

"واقعی خوب ہے ڈنمارک۔" میں نے سردارے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی سے تو انکار نہیں کرسکتے استاد۔"

"ہاں------ لیکن زندگی طوفان میل بھی نہیں ہوتی۔" میں نے جل کر کہا۔

"طوفان تو ہوتی ہے استاد۔"

"ہرگز نہیں------ ہاں' کبھی تیز ہوائیں ضرور چل پڑتی ہیں لیکن تناور اور مضبوط درخت
وشی سے جھومتے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی ان طوفانوں کا جزو نہیں بن جاتے۔"

"استاد------ اگر اجازت ہو تو------"

"اجازت ہے۔ اجازت ہے۔" میں نے فراخدلی سے کہا اور سردارے اٹھ گیا------ زندگی سے
ر شخص کی زندگی میں اس سے کیوں چھینوں------ یہی کیا کم ہے کہ وہ آنکھ کی شرم رکھتا ہے۔
سردارے بھی رقاصوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔ موسیقی کی بھیانک لہریں ہال میں گونج رہی تھیں۔
وقت ایک سنہرے بالوں والی نہایت حسین لڑکی میرے سامنے آگئی۔

"بائی می اے ڈرنک ہنی؟" اس نے گردن جھکا کر پوچھا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر لڑکی کو دیکھا اور پھر اس
معذرت کرلی۔ لڑکی مجھے پسند نہیں آئی تھی۔

"ڈانس ودمی؟" اس نے پھر کہا۔

"نہیں۔" اس بار میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس نے جل کر کچھ کہا جسے میں موسیقی کے شور کی وجہ سے نہیں سن سکا۔ بہرحال میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ لیکن شیشے کی گولیوں جیسی نیلی آنکھوں اس خوبصورت لڑکی کو میں نظرانداز نہیں کرسکا' جو سیاہ میکسی میں میرے سامنے آئی تھی۔

"میں آپ سے رقص کی درخواست کرسکتی ہوں جناب؟" اس نے کہا اور اس کی آواز پر ہی گردن اٹھا کر میں نے اسے دیکھا۔ پہلی ہی نگاہ میں وہ لڑکی مجھے بھا گئی۔ اگر یہاں ایسے مہذب انداز اور اتنے چہرے والی طوائفیں بھی ہوتی ہیں تو خوب------ میں نے دل میں سوچا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"اور اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ میرے ساتھ تھوڑی سی بیئر پئیں؟" میں نے

"تو میں انکار نہیں کروں گی۔"

"تو پھر تشریف رکھیے نا۔"

"شکریہ۔" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کے اطوار اہل ڈنمارک سے کسی قدر مختلف ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں مالمو کی رہنے والی ہوں۔"

"گویا میرا اندازہ درست تھا۔"

"یقیناً۔" وہ مسکرائی۔ میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے بیئر طلب کی اور ویٹر نے چند لمحات میں بیئر کے خوبصورت مگ ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ "آپ کو رقص پسند نہیں ہے شاید؟"

"پسند ہے' لیکن اتنا خوفناک رقص پسند نہیں۔"

"کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"برٹش ہوں۔"

"اوہ' تہذیب کے شیدائی------ لیکن کیا آپ لوگ خود کو دنیا کے پیچھے نہیں محسوس کرتے"

"ہم آہستہ خرامی کے قائل ہیں------ راستے بہرحال مختلف نہیں ہوتے لیکن سانس نہیں پھولتا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوبصورت۔" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی اور اس نے شراب کا مگ اٹھا لیا۔ میں نے گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ سر سے پاؤں تک عمدہ تھی۔ عام پیشہ ور لڑکیوں کی مانند اس کا چہرہ کرخت نہیں تھا۔ بہرحال مجھے وہ پسند آگئی تھی اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ رات سردارے میرے کمرے میں گزار سکے گا۔ یوں بھی میں مصلحتیں ترک کرچکا تھا اور اب کھلے دل سے تفریحات میں دلچسپی لینا شروع کرچکا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے اپنے مگ سے بیئر کے دو بڑے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیروشیا۔" اس نے جواب دیا۔

"بے حد حسین نام ہے------ تمہاری اپنی طرح۔"

"شکریہ------ اور آپ؟"

"میں ایڈورڈ ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے بڑی ادا سے اپنی گردن خم کی۔

گھونٹ لیتے ہوئے اس کے سراپا کا اور کبھی رقص کرنے والوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ لیکن موسیقی کا بے پناہ شور ہتھوڑوں کی طرح میرے ذہن پر برس رہا تھا۔

"مس کیروشیا! کیوں نہ ہم اس ہنگامے سے اٹھ چلیں۔ کسی پرسکون مقام پر چل کر باتیں کریں گے۔"

"بندرگاہ سے کچھ دور' نہایت پرفضا مقام پر میرا چھوٹا سا ہٹ موجود ہے اگر آپ پسند کریں۔"

"اوہ' اس وقت سمندر کے ساحل کا سکون' اور تمہارا قرب دنیا کی سب سے حسین شے ثابت ہوگا۔" میں نے کہا اور بیئر بھرا مگ معدے میں انڈیل لیا۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا مگ ختم کیا۔ اور میں نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کردیا۔ سردارے ہنگاموں میں گم تھا۔ مجھے نظر بھی نہیں آرہا تھا۔ بہرحال اب اپنے ہوٹل میں اپنے کمرے کی تو ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اسے کچھ بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا اور کیروشیا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر کی ہوا نے میرے قدم لڑکھڑا دیئے------ بیئر------ اور نشہ؟ میں نے تعجب سے سوچا۔ ذہن بھی ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے کیروشیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے اعتراض نہیں کیا تھا اور بدستور مسکراتی رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی قریب آکر رک گئی۔ کیروشیا نے دروازہ کھول کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور میں ٹیکسی کی پچھلی نشست پر ڈھیر ہوگیا۔ وہ میرے برابر بیٹھ گئی اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"کیا سوچے گی یہ لڑکی؟" میں نے سوچا۔ بیئر کے ایک مگ نے میری یہ حالت کردی------ لیکن------ کیوں------ آخر کیوں؟ میں نے ذہن پر زور ڈالا لیکن اندازہ ہوگیا کہ ذہن اس وقت کوئی بوجھ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے پھر سڑکوں کی روشنیاں مدھم ہونے لگیں اور اس کے بعد تاریکی چھا گئی------ گہری تاریکی اور مکمل خاموشی۔

"پھر نہ جانے کب یہ تاریکی چھٹی۔ میں نے محسوس کیا جیسے بالکل تازہ دم ہوں۔ ذہن و جسم بے حد ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ حواس واپس آنے میں بھی دیر نہیں لگی۔ پھر سارے احساسات جاگ اٹھے۔ یاد آیا کہ ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا اور اس کے بعد------ اور اس کے بعد کچھ یاد نہیں تھا۔

تب ذہن میں ایک تصور جاگا------ کوئی گڑبڑ ہوگئی------ ہاں' شاید گڑبڑ ہوگئی۔ اجنبی جگہ تھی اور باہر کی روشنی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ رات گزر چکی تھی۔

"تو------ تو تم ہوش میں آگئے؟" عقب سے ایک آواز ابھری۔ اور میں بری طرح چونک پڑا------ اس آواز کو میں بمشکل ہی بھول سکتا تھا------ سینی ٹورا کی آواز تھی------

☆ ☆

دل چاہا بڑے زور کا قہقہہ لگاؤں۔ اٹھ کر رقص کرنے لگوں دونوں گال پھلاؤں اور ان پر زور دار گھونسے رسید کروں خوب غل غپاڑہ مچاؤں اور ان لوگوں کو خوب پریشان کروں۔ بس کچھ ایسی ہی کیفیت ہو گئی تھی ذہن کی۔ گذرے ہوئے واقعات یاد کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ سیاہ میکسی میں لپٹی ہوئی حسین لڑکی نے بیئر کے مگ میں کارستانی کی تھی اور میں آوٹ آف کھوپڑی ہوگیا تھا۔ بہرحال کوئی افسوس نہیں تھا۔ میں حالات کے ہاتھوں اتنا الجھ گیا تھا کہ اب اتفاقات کے ہاتھوں اس کہانی کو آگے بڑھانا

چاہتا تھا۔ اور کہانی نے یہ موڑ لیا تھا تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

میں نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔

"تم جاگ گئے ہو۔ آنکھیں کھولو۔" اس بار سینی ٹورا میرے کانوں کے قریب غرائی۔

"کیا وقت ہوا ہے؟" میں نے لاپرواہی سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

"بس آخری وقت سمجھو۔" سینی ٹورا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تب آنکھیں کھولنے سے کیا فائدہ۔!" میں نے کہا اور ہاتھ...... آنکھوں پر رکھ لیا۔ سینی ٹو
جھلائے ہوئے انداز میں میرا بازو کھینچ لیا اور بہرحال یہ جھٹکا معمولی نہیں تھا۔ سینی ٹورا نے اس پر قوت
کی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے اسے گھورا۔

"اٹھ کر بیٹھو۔" سینی ٹورا کے چہرے پر سفاکی تھی۔

"داد چاہتی ہو؟" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"کس بات کی؟" وہ تلخ انداز میں مسکرائی۔

"تم نے مجھے دوبارہ پکڑوا لیا۔"

"تم خود تم خود چلے آئے تھے۔ واقعی۔ بڑے جیالے ہو۔" وہ بولی اور میں آنکھیں بند کر
لگا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ اور پھر کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ہلکے پھلکے فر
آراستہ ایک خوبصورت اور کشادہ کمرہ تھا۔ پورے کمرے میں نگاہیں گھمانے کے بعد میں نے سینی
چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔

"کوپن ہیگن میں ہی ہیں یا وہاں سے نکل آئے ہیں؟"

"کوپن ہیگن میں ہی ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دیواروں پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔
نہیں بتاؤ گی۔ دیوار پر گھڑی موجود نہیں ہے۔ اور میں اپنی کلائی پر بھی گھڑی محسوس نہیں کر رہا۔"

"نو بجے ہیں۔"

"دن ہے نا۔؟"

"ہاں صبح کے نو بجے ہیں۔"

"گویا ساری رات آرام کیا۔ مگر سنو، تم نے ابھی تھوڑی دیر قبل کہا تھا کہ میرا آخری وقت

"ٹھیک کہا تھا۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"تب آخری خواہش نہیں پوچھو گی؟"

"بتا دو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"ناشتہ۔ لذیذ ترین ناشتہ۔ عمدہ کافی۔ بس!"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو ایڈورڈ۔ یہ حقیقت ہے کہ تمہیں قتل کرنا
ہے۔"

"ناشتے سے پہلے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ایک لمحہ ضائع کئے بغیر۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"تب تمہیں بے ہوشی کے عالم میں ہی میری گردن پر چھری چلا دینی چاہیے تھی۔ ساری رات
ہوش میں آنے کا انتظار کیوں کیا۔؟"

"تم جانتے ہو سینی ٹورا بزدل نہیں ہے۔ اور تم جیسے بزدلوں کو سوتے میں قتل کرنے کی ضرورت
یا ہے۔" سینی ٹورا بدستور زہریلے انداز میں بولی اور میں نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔
را اس کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ اک طرف لڑھک گئی۔ منہ میں چوٹ لگ گئی تھی۔ خون کی ایک
ں کی ٹھوڑی پر رینگ آئی۔ اور وہ بپھرے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔"

"ہیگی۔" اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا اور ایک دیو قامت آدمی اندر گھس آیا۔ اس کا قد
لاً سات فٹ کے قریب ہوگا۔ بدن زیادہ چوڑا نہیں تھا لیکن پھرتیلا اور ورزشی تھا۔ بال لمبے لمبے اور
یں بے رونق تھیں۔ اس نے اندر آکر چھت کی طرف منہ کیا اور کھڑا ہو گیا۔

"لے چلو۔ اسے ریڈ ہال میں لے چلو۔" سینی ٹورا کی آواز میں جھلاہٹ تھی اور لمبے آدمی نے کوٹ
ب سے سیاہ رنگ کا پستول نکال لیا۔

"چلو۔" اس نے پستول کا رخ میری طرف کر کے سرد آواز میں کہا۔ ایسی سرد اور بے جان آواز میں
اس سے قبل نہیں سنی تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اگر میں نے رکنے کی
ش کی تو وہ بے دریغ فائر کر دے گا۔ سینی ٹورا اس وقت قطعی بدلے ہوئے موڈ میں تھی۔

ریڈ ہال در حقیقت ریڈ ہال تھا۔ وسیع و عریض اسے سرخ روشنی سے منور کیا گیا تھا۔ مدھم مدھم
ہوئی سرخ روشنی ہال کو بے حد پراسرار بنا رہی تھی۔

طویل القامت آدمی نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا، اس دوران میں نے یہ
دیکھا تھا کہ سینی ٹورا بھی میرے پیچھے آئی ہے یا نہیں۔ بہرحال طویل القامت میرے پیچھے ہی ہال میں
ہوا تھا۔ بلامبالغہ وہ خطرناک آدمی ہے۔ اور عین ممکن ہے میں چوٹ کھا جاؤں لیکن نہ جانے کیوں اس
چوٹ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے بے جگری سے جنگ کروں گا۔ لیکن
ٹورا۔

اور سینی ٹورا بھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ سرخ روشنی میں وہ بھی بے حد پراسرار معلوم
ہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ وہ اس وقت کسی رعایت کے موڈ میں نہیں نظر نہیں آ رہی
۔ اور پھر وہ ہال کے ایک کونے میں چلی گئی۔

"ہیگی۔" وہ غرائی۔

"مادام۔" طویل القامت کی سرد آواز ابھری۔

"اسے مارو۔ اس کی شکل بگاڑ دو۔ مر بھی جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ ہم خاموشی سے اس کی لاش
لانے لگا دیں گے۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"مجھے اس بات پر اعتراض ہے۔" میں نے چہکتے ہوئے کہا۔

"کس بات پر؟" سینی ٹورا غرائی۔

"میری لاش خاموشی سے ٹھکانے نہ لگائی جائے۔ اس کی تھوڑی سی تشہیر ضرور کی جائے۔ اور یہ
م تم لوگوں کے لئے مشکل بھی نہیں ہوگا۔"

"اس مسخرے پن کی بات کا مطلب بھی سمجھاؤ۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"تم مجھے قتل کیوں کرانا چاہتی ہو۔؟"

"اس لئے کہ تم غدار ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"ویسے سینی ٹورا تم انوکھی عورت ہو۔ اس وقت بھی اعتراف نہیں کرو گی۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"اب انٹرپول کیا چاہتی ہے۔؟"

"انٹرپول کا نام لے کر اب کونسی چال چلنا چاہتے ہو۔؟"

"بتا بھی دو ڈارلنگ۔ بس اب بتا بھی دو۔ کیا تم بھی انٹرپول کے دوسرے ممبروں کی مانند میر
اس اسمگلر کا پتہ معلوم کرنے کے لئے نہیں لگی ہو۔؟"

"یہ کہانی تم نے مجھے پہلے بھی سنائی تھی۔ لیکن میرے لئے اس میں کوئی دلکشی نہیں ہے۔
کے راز سے کسی حد تک واقف ہوگئے ہو۔ اس لئے تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کرنا ضرور
اس کے علاوہ تمہارے فرار سے تمہارے ارادوں کا بھی پتہ چل چکا ہے۔ تم مجھ سے بھی وفادار نہیں

"تو تمہارا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟"

"تمہاری تسلی کے لئے نہیں۔"

"تب تو گڑبڑ ہوگئی۔ بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو ایڈورڈ۔ کہ تمہاری ان باتوں سے متاثر ہو جاؤں گی، در حقیقت میں تم چالاک انسان ہو لیکن بہرحال تم نے میرا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہی بالاخر مجھے دشمن بنا لیا۔"

"اس لمبے کو کیوں بلایا ہے؟"

"وہ تمہیں تمہارے آخری سفر کی تیاریوں میں مدد دے گا۔" سینی ٹورا سفاکی سے مسکرائی۔

"بذریعہ پستول؟" میں نے پوچھا۔

"اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اس سے پستول لے لو۔ میں اسے اس کے آخری سفر کے لئے تیار کردوں گا۔" میں نے کہ

"اوہ۔" سینی ٹورا ہنس پڑی۔ "ہیگی کے بارے میں تم نے غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"اچھا۔؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

"وہ ڈی ہو اینڈ شی کو جو جستو آرگنائزیشن کا تربیت یافتہ ہے اس کے ہاتھ یا پاؤں کی ایک دیواریں ہلا دیتی ہے۔"

"میں ستون ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور میں نے سینی ٹورا کے چہرے پر ایک عجی
عمل دیکھا۔ میں اس کیفیت کو الفاظ نہیں دے سکتا۔ بس یوں سمجھ لیا جائے کہ اسے میری بے وقوفی
لیا تھا لیکن یہ کیفیت صرف ایک لمحے رہی۔ اور پھر وہ سنبھل گئی۔ اس نے طویل القامت کی طرف د

"ہیگی۔" وہ گونج دار آواز میں بولی۔

"مادام۔" ہیگی کی سرد آواز ابھری۔

"تم نے اس شخص کی باتیں سنیں؟"

"اس نے میرے مذہب کو گالی دی ہے مادام۔ جو جستو میرا مذہب ہے۔" ہیگی نے سرد لہجے میں کہا۔

"پستول پھینک دے ہیگی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور ہیگی نے خاموشی سے لباس سے پستول نکالا۔ اور پھر اس نے اس کا چیمبر کھولا۔ اور سارے کارتوس نکال کر ایک کونے میں اچھال دیئے۔ پھر پستول بھی اسی وقت پھینک دیا۔

"کیا تمہارے لباس میں دوسرا پستول نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" ہیگی نے جواب دیا۔ اس کی آواز واقعی حیرت انگیز تھی۔ ایک دفعہ بھی اس میں تلخی یا کسی اور قسم کے جذبات نہیں پائے گئے تھے۔

"اور تمہارے پاس؟" اس بار میں نے سینی ٹورا سے پوچھا۔

"کیا۔ مجھ سے کیا مطلب؟"

"ممکن ہے تم اس کی شکست برداشت نہ کر سکو۔"

"اوہ۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور پھر اس نے اپنا پستول بھی خالی کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ میں یہ بکواس کر رہا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آج مجھے اپنی زندگی کی سب سے خطرناک جنگ لڑنا پڑے گی۔ ایک بار بھی چوکا اور زندگی گئی۔ موت کی تو خیر مجھے پرواہ ہی نہیں تھی۔ لیکن جو کچھ کہا تھا اسکی لاج تو رکھنی ہی تھی۔

اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ میرا مذہب۔ میرا مذہب تو بہت ہی انوکھا ہے۔ بیشمار روحانی قوتیں مدد کرتی ہیں۔ اگر کوئی انسان سچے دل سے انہیں آواز دے۔ لیکن میں سچا انسان کہاں تھا۔ میں اس مقدس مذہب کا پیرو کہاں تھا۔ ان روحوں سے میں نے کیا تعلق رکھا تھا۔ بس ایک خیال تھا جو ذہن میں آیا اور گذر گیا۔ میں کسی سے مدد مانگنے کے قابل ہی کہاں تھا۔ ایک حسرت سی تھی، جو سینے میں سو گئی۔ طویل القامت کوٹ اتار رہا تھا۔ پھر اس نے قمیص بھی اتار دی اور اس کا بدن نظر آنے لگا۔ کمبخت تانبے کا انسان معلوم ہو رہا تھا۔ پھر اس نے جیب سے پیلے کی رنگ کی ایک چوڑی پٹی نکالی۔ دونوں ہاتھوں میں لے کر احترام سے اسے چوما اور پھر اسے ماتھے پر باندھ لیا۔ نہ جانے کیوں اس کا چہرہ اور خوفناک نظر آنے لگا۔ پھر اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارے۔ اور خود کو چاق و چوبند کرنے لگا۔

"ایڈورڈ۔" سینی ٹورا آہستہ سے بولی۔

"سینی۔!" میری آواز میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔

"کیا تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو۔؟"

"یہی سوال اس سے کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیوانے ہو۔ خدا کی قسم دیوانے ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور اس کی آواز لمبے وحشی کی خوفناک دہاڑ میں دب گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے کر کے مجھے چیلنج کیا۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ لیکن میرے انداز میں لاپرواہی تھی۔ لمبا آدمی میرے آگے بڑھنے کا منتظر تھا۔

تب میں نے بھی بڑک ماری۔ بظاہر یہ ایک مذاق تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا جیسے میرا لباس میرے بدن پر تنگ ہو گیا ہو۔ اندر سے پھریریاں سی اٹھنے لگیں۔ لمبے آدمی نے اچانک فضا میں اچھل

کر میری پیشانی پر پاؤں مارنے کی کوشش کی۔ میں اسکی رینج سے بچ گیا تھا' لیکن وہ کمبخت زمین پر آیا اور ربڑ کے گیند کی طرح دوبارہ اچھلا اور دوسری بار وہی کوشش کی۔ اس بار بھی میں بچ گیا۔ لیکن وہ کسی گیند ہی کی طرح زمین پر ٹپے کھا رہا تھا۔ اور اس کی ٹانگیں چل رہی تھیں۔ پے در پے حملوں سے بچنا خاصا مشکل کام تھا۔ میں خود کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ بہرحال تھوڑی بہت معلومات مجھے بھی تھیں۔ اگر میں نے فضا ہی میں اسکی دونوں ٹانگوں پر مضبوط گرفت نہ قائم کی تو دوسری ٹانگ نہ جانے بدن کے کونسے حصے میں گھس جاتی۔ ان پیروں کی انگلیاں تیز چھریوں سے کم نہیں تھیں۔ بہرحال اس وقت صرف اس کے حملوں سے بچنا مناسب تھا۔ میں اچھل اچھل کر اس کے حملے ناکام بناتا رہا۔ سینی ٹورا کا منہ دلچسپی سے کھلا ہوا تھا۔

دوسری طرف لمبا آدمی شاید ان حملوں کی ناکامی سے جھنجلا گیا تھا۔ چنانچہ اس بار وہ اچھلا تو اس نے پاؤں مارنے کی کوشش کرنے کی بجائے ہوا میں اڑ کر میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ اور میں اسی موقع کا منتظر تھا کہ وہ داؤ بدلے تو مجھے موقع ملے۔ میں نے انتہائی خوبصورتی سے اسے پینترا بدلنے کا دھوکا دیا۔ اور وہ دھوکا کھا گیا۔ وہ فضا ہی میں مڑ گیا تھا۔ لیکن میں نے جو پینترا بدلنے کی جھکائی دی تھی وہ نہیں بدلا۔ بلکہ دوسری طرف مڑ گیا۔ اور اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں پوری قوت سے ایک گھونسہ جڑ دیا۔

ہیگی بھد سے زمین پر گر پڑا۔ وار انتہائی کارگر رہا تھا۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے میرا ہاتھ کسی فولادی چادر پر پڑا ہو لیکن ہاتھ بھی فولادی تھا۔ ہیگی پیروں کے بل زمین پر نہیں آیا۔ بلکہ بے تکے انداز میں گرا۔ اور میں نے اچھل کر اس کے سر پر زوردار ٹھوکر ماری۔

لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی بنیاد ہل گئی تھی اور درحقیقت میں بھی اسے دوسرا اتنا بھرپور گھونسہ نہیں رسید کر سکتا تھا۔ اللہ نے لاج رکھ لی تھی۔ لمبا آدمی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن پھر اس نے دونوں ہاتھ اپنے گردے پر رکھ لئے اور منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔

سینی ٹورا اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیگی۔ ہیگی۔" اس نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اسے آواز دی۔!

"اوہ۔ اوہ مادام۔ میں لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" ہیگی کی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا تمہیں۔؟"

"مر رہا ہوں۔" ہیگی نے کہا۔ اور خون کی قے کر دی۔ سینی ٹورا اچھل کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ سینی ٹورا نے دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے بالوں کو زوردار جھٹکا دیا۔ اور وہ میرے بازوؤں میں آگری۔ میں نے اس کے بال مٹھی میں کے اور اس کا چہرہ اونچا کر دیا۔ اور پھر میں نے زبردستی اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے۔

سینی ٹورا نے چہرہ ادھر ادھر کرنے کی کوشش کی' لیکن بالوں کی تکلیف کی وجہ سے نہ بچ سکی۔ اور میں نے اس کے ہونٹوں کا طویل بوسہ لے کر اسے چھوڑ دیا۔

"کتے ہو۔ کتے ہو۔" وہ غرائی۔

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن جان من اب میرے بارے میں کیا ارادہ ہے؟"

"یہ عمارت اتنی کمزور نہیں ہے۔ نکلنے کی کوشش کرو گے تو پورا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ میں جھوٹ

نہیں بول رہی۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"کیا تم بھی میری مدد نہیں کرو گی؟"

"کیا چاہتے ہو؟" سینی ٹورا کے لہجے کا ڈھیلا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"نکل جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔

"یہاں تمہیں کیا موت آ رہی ہے۔ میں نے تمہیں کونسا نقصان پہنچایا تھا۔"

"اپنی شخصیت کھول دو۔ میں زندگی بھر تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔"

"آخر تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں جم گیا ہے کہ میرا تعلق انٹرپول سے ہے؟"

"اس لئے کہ وہ ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ سنو میرے ساتھ رہو۔ آنے والا وقت خود ثابت کر دے گا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔"

"اب بھی ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو۔؟"

"دل و جان سے۔" سینی ٹورا بدلی ہوئی آواز میں بولی۔

"ان حالات میں بھی اعتبار کرو گی؟"

"آنکھیں بند کر کے۔"

"کیوں؟"

"بس۔ تم سے نقصان بھی اٹھا جاؤں تو پرواہ نہیں۔ اب تو بالکل پرواہ نہیں۔"

"میری آزادی کی کیا پوزیشن ہو گی؟"

"مکمل طور پر آزاد ہو گے۔"

"چال تو نہیں چل رہیں۔ اس طرح انتقام تو نہیں لینا چاہتیں۔؟"

"نہیں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ کیوں نہ ان بدلے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یوں بھی یہاں سے نکلنے میں مشکلات تھیں۔ ایک بار پھر اس عورت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ جا اعتبار کر لیا۔" میں نے کہا۔ اور سینی ٹورا مجھے گھورنے لگی۔ پھر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ چند ساعت کے بعد چار پانچ آدمی اندر آئے اور بے ہوش ہیگی کو اٹھا کر لے گئے۔ سینی ٹورا شاید انہیں ہدایات دے آئی تھی۔

ان لوگوں کے نکل جانے کے بعد اس نے نرم آواز میں کہا۔ "آؤ۔" اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے وہ عورت نظر آئی جو مجھے ہوٹل سے بے وقوف بنا کر لائی تھی وہ درحقیقت بے حد پرکشش عورت تھی اس وقت بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔

"ہیلو۔!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ چونک پڑی۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سینی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف۔ "اب تو تعارف کرا دو۔!"

"شیلی۔ کافی بنوا کر لے آؤ۔" سینی ٹورا نے سرد لہجے میں کہا۔ اور وہ جلدی سے ایک طرف بڑھ

گئی۔

"بڑی ظالم ہو سینی۔" میں نے سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ سینی ٹورا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ایک اور کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

یہ بھی نشست کا آرام دہ کمرہ تھا۔ جدید ترین فرنیچر سے آراستہ۔ سینی ٹورا نے ایک خوبصور صوفے پر بیٹھتے ہوئے مجھے بھی اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر اس نے مجھ پر نگاہیں گاڑ دیں۔ عجیب کیفیت تھی ان آنکھوں میں۔ میں بھی خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

لیکن جب یہ احمقانہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے ایک گہری سانس لی۔ "جی حضور اب کیا ارا ہیں؟"

وہ خاموش رہی "تھوڑی دیر۔ دیکھنے دو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ۔ خوب۔ پہچاننے کی کوشش کر رہی ہیں۔؟"

"نہیں پہچان پائی۔" سینی ٹورا نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا۔؟"

"کچھ نہیں۔" وہ گہری سانس لے کر سیدھی ہو گئی۔ اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ نہ کیوں وہ کسی قدر مضمحل سی ہو گئی تھی۔ پھر وہی خوبصورت عورت کافی لے کر آ گئی۔ جس نے اپنا نام کیر بتایا تھا۔

"ہیلو۔ کیا آپ اس وقت میرے ساتھ کافی پینا پسند کریں گی۔" لیکن وہ ہم دونوں میں سے ک طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے جواب نہیں دیا مس کیروشیا۔ کیا آپ کا یہی نام ہے۔؟"

"سوری مسٹر۔ سوری۔" وہ واپسی کے لئے مڑی۔ لیکن سینی ٹورا کی سرد آواز ابھری۔

"کیری۔"

"یس مادام۔" کیروشیا جلدی سے بولی۔

"مسٹر ایڈورڈ کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ تم ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس ر

سینی ٹورا اچانک اٹھ گئی۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔

کیروشیا دروازے کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کافی بھی نہیں پی مادام نے۔؟" وہ آہستہ سے ب

"بیٹھو۔!" میں نے اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئی۔

"ان کا انداز عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی ہوں، بس کسی وقت ا کے تحت چلی گئی ہوں۔"

"تم ان میں کیوں الجھی ہوئی ہو۔" میں نے بور ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میرے الجھنے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن بس مادام کا انداز۔"

"تب پھر جاؤ۔ پہلے ان کے سارے انداز دیکھو۔ اس کے بعد میرے پاس آجانا۔ مجھے کیوں رہی ہو۔" میں نے بیزاری سے کہا اور کیروشیا چونک پڑی۔

"سوری۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کافی بناؤں؟"

"بناؤ۔" میں نے کہا اور وہ جھک کر کافی بنانے لگی۔ لڑکی واقعی حسین تھی۔ ایک ایک عضو اپنی جگہ ب، میں خاموشی سے اس کے تناسب کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر اس نے کافی بنا کر میرے سامنے رکھ دی۔

"اور خود اپنے لئے؟" میں نے پوچھا۔

"اس جرات کی اجازت ہے؟" وہ پھر مسکرائی۔ بڑی حسین مسکراہٹ تھی۔

"جرات اجازت سے نہیں کی جاتی اجازت لی جائے تو پھر جرات کیسی؟ ویسے آپ کا نام حقیقت وشیا ہی ہے؟" میں نے اپنی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی۔! یہی نام ہے۔"

"چلئے ایک تو سچ بولا تھا آپ نے۔"

"ہٹ۔۔۔ کے علاوہ کوئی بات جھوٹ نہیں تھی۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"بیئر میں کیا ملایا تھا؟"

"کیپسول فائیو۔ صرف گہرا نشہ طاری کرنے والا۔ اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔"

"سینی ٹورا سے کیا تعلق ہے؟"

"ہماری چیف ہے" کیروشیا نے جواب دیا۔ اور میں کافی کے گہرے گہرے گھونٹ لینے لگا۔ میں اس ن لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا کیا عہدہ ہے؟"

"بس عام لوگوں کی طرح ہوں۔ جیسے سب اس کے غلام ہیں، میں بھی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم سینی ٹورا کی ذاتی ملازم ہو؟"

"ذاتی سے کیا مراد ہے؟" کیری بولی۔

"میرا مطلب ہے تمہارا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟"

"انٹرپول۔" کیری ہنس پڑی۔

"اوہ کیا تمہیں یہ بات بھی معلوم نہیں۔"

"آپ دلچسپ انسان ہیں مسٹر ایڈورڈ۔ مجھے تھوڑا بہت آپ کے بارے میں علم ہے۔ میں یہ بھی ہوں کہ مادام آپ کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتی تھیں۔ آپ شریک ہوئے اور پھر اچانک آپ نے کو چھوڑ دیا۔ مادام آپ کی تلاش میں ہی یہاں آئی ہیں۔ لیکن یہ انٹرپول کا کیا چکر ہے؟"

"تو تم لوگوں کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تعلق تو ہے۔" کیری مسکرائی

"یعنی ہے۔"

"اگر انٹرپول کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے تو وہ ہم سے ملنے کے لئے بے چین ہو جائے۔" کیروشیا نے کہا اور زور سے ہنس پڑی۔

"ہاں۔ یہ درست ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ اور کافی کے آخری گھونٹ لے کر پیالی خالی کر دی۔

"اور بناؤں۔؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"نہیں کیری شکریہ۔" لیکن اب سینی ٹورا کی خبر بھی لینا چاہئے۔"

"اوہ۔ مادام۔ نہ جانے کہاں ہوں گی میں خوفزدہ بھی ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس ان کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ انہوں نے کافی منگوائی تھی۔ لیکن بغیر کافی پئے مجھے یہاں
چلی گئیں۔ ان کا انداز خوشگوار نہیں تھا۔" کیری نے بتایا۔

"فکر مت کرو جان من۔ جاؤ ذرا انہیں تلاش کر کے میرے پاس بھیج دو۔"

"اوہ۔ بہت بہتر۔" کیروشیا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے کے دروازے کی طرف چل پڑی
نگاہیں اس کے بدن کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہت خوب تھی چاروں طرف سے حسن کے ہتھیار
مسلح۔!

تقریباً دس منٹ بعد وہ واپس لوٹی اور کسی قدر ادب سے بولی۔ "مادام نے آپ کو طلب کیا

"خوب۔ چلو۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔

"کیا کیفیت ہے؟" میں نے راستے میں پوچھا۔

"نارمل ہیں۔"

"تم پر تو کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔؟"

"جی۔ جی نہیں۔" کیروشیا نے جواب دیا۔

"اسے ٹھیک کرنا میں خوب جانتا ہوں کیری۔ تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔ اور کیری
ہوئے انداز میں میری شکل دیکھ کر رہ گئی۔ میرے خیال میں سینی ٹورا کے بارے میں ایسے لہجے میں
الفاظ اس سے پہلے نہیں کہے گئے ہوں گے۔ پھر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئی۔

"اندر چلئے۔"

"تم بھی آؤ۔" میں نے کہا۔

"پلیز۔ اگر آپ میرے دشمن نہیں ہیں تو مجھ سے اس طرح لگاوٹ کا اظہار نہ کریں۔"

"اوہ۔ اچھا پھر بات ہوگی۔" میں نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ پوری عمارت
فرنیچر اور ضروریات زندگی کے دوسرے لوازمات سے آراستہ تھی۔ اس لئے ہر کمرے کا ذکر کیا کر
سینی ٹورا کمرے میں موجود تھی اور بڑے اطمینان سے بیٹھی انگوروں سے شغل کر رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے بڑے سکون سے کہا۔ اور میں بے تکلفی سے اس کے نزدیک جا کر ایک
بیٹھ گیا۔ "خیریت۔ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے"

"تم اچانک چلی آئی تھیں۔ سینی۔ جبکہ تم سے بہت سی باتیں کرنا تھیں۔"

"اوہ۔ میں احساس میزبانی کے تحت چلی آئی تھی۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔؟"

"میرا خیال تھا تم کیروشیا کے قرب کے لئے کچھ زیادہ ہی بے چین ہو۔"

"کیا تم نے مجھے اس انداز کا انسان پایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن کبھی کبھی۔" سینی ٹورا مسکراتی ہوئی بولی۔

"بہرحال انسان تو ہوں۔ تم اس پر اعتراض نہیں کر سکتیں۔"

"قطعی نہیں۔ میں تمہارے عام انسان ہونے پر بالکل یقین نہیں رکھتی۔ تم ایک عام انسانی طرح
ل نہیں ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"آخر کیوں۔؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل کی بات ہے کہ تم نے ایک دیو کو شکست دی ہے اور اس کے بعد بھی تم اس
ر پر سکون تھے کہ تم نے۔ تم نے میرے ہونٹوں کا بوسہ بھی لیا۔"

"اوہ..... وہ دوسری بات تھی سینی۔"

"کیوں۔ کیا بات تھی وہ؟"

"بس یوں سمجھو۔ انسان صدیوں سے یکساں چلا آرہا ہے۔ اپنی فتح پر اسے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔
ر وہ اس کا انعام بھی چاہتا ہے۔ اور وہ میرا انعام تھا جو میں نے حاصل کیا۔"

"واقعی صدیوں پرانے وحشی معلوم ہوتے ہو۔ یقیناً تمہارے بدن میں کوئی صدیوں پرانی روح
لول کر گئی ہے۔" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے مسکراتی ہوئی بولی۔

مجھے اس کا موڈ ایکدم بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ انوکھی عورت آج بھی اتنی ہی انوکھی تھی۔ "تم نے
یرے ساتھ کافی بھی نہیں پی۔"

"میں نے یہاں پی لی۔ ویسے ایک بات بتاؤ گے؟"

"ہاں۔"

"کیروشیا تمہیں پسند ہے؟"

"کس لحاظ سے.....؟"

"ایک عورت کی حیثیت سے۔"

"نہیں۔ ان جملوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر لو۔"

"یعنی؟"

"صرف بستر کے ساتھی کی حیثیت سے ہی دلکش ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی
نہیں ہے۔"

"اوہ۔ عورت کے معاملے میں اور تمہاری کیا خواہشات ہیں؟"

"سینی ٹورا تمہارے جیسی عورت ایک آئیڈیل ہوتی ہے۔ عورت کا صحیح مفہوم تم ہو۔"

"وہ کیسے؟" سینی ٹورا کا چہرہ کھل اٹھا۔

"عورت صرف بستر کی زینت نہیں ہونی چاہیے۔ وہ بذات خود ایک مضبوط حیثیت رکھتی ہو تو زیادہ
دلکش ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور سینی ٹورا خاموش ہوگئی لیکن اس کے چہرے سے انبساط ٹپک رہا تھا۔ میں
نے اسے الفاظ کے سرور میں ڈوبا رہنے دیا۔ اور کئی منٹ گزر گئے پھر سینی ٹورا چونک پڑی۔

"ارے ہاں۔ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"آئندہ پروگرام پوچھنے کے لئے۔"

"ایک بات بتاؤ۔"

"بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے چھوڑ کر کیوں چلے آئے تھے؟"
تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ تمہارا تعلق انٹرپول سے ہے۔ او
مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔"
"مثلاً کیا۔؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔
"اس اسمگلر کے بارے میں جس سے میں ملنے گیا تھا۔"
"فرض کرو یہ درست ہو۔ تو کیا تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"
"انٹرپول عرصے سے میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میں نے قدم قدم پر اس پر اظہار کیا ہے کہ
اس بات سے واقف نہیں ہوں۔ لیکن میں کیا کروں۔ کس طرح انہیں یقین آ سکتا ہے کہ میرا براہ را
اس اسمگلر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"
"ایڈورڈ۔ تم بہرحال پُراسرار ہو۔"
"کس لحاظ سے؟"
"تمہارا تعلق کونسے ملک سے ہے؟"
"کیا مطلب؟"
"تم یورپین تو نہیں ہو؟"
"یہ اندازہ تم نے کس طرح قائم کیا۔"
"اوہ۔ تمہارا اپنا میک اپ بھی اتر چکا ہے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ اب تمہارے چہرے پر
میک اپ نہیں ہے" سینی ٹورا نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ بلاشبہ ایک بہت بڑی بات کو
نے نظرانداز کر دیا تھا۔ میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ میرے نئے میک اپ میں مجھے کس طرح پہ
لیا گیا اور یہ کہ اس وقت بھی میرے چہرے پر میک اپ ہے یا نہیں۔
لیکن حالات کی سختیوں نے اعصاب کو بھی فولاد بنا دیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں خود پر قابو پا لیا
اور لاپرواہی سے مسکرانے لگا۔
"پھر تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"میرے خیال کو چھوڑو۔ مجھے بتاؤ۔ کیا تم خود کو یورپین نہیں ظاہر کرتے رہے"
"ہم جیسے لوگ اور کیا کریں؟"
"کیا مطلب۔؟"
"حقیقت بتا کر الجھنیں پالنے سے فائدہ۔ خود کو ماحول کے مطابق ڈھال لینا بہتر ہے"
"تمہارا تعلق ایشیا کے کسی ملک سے ہے۔"
"ہاں۔ یونہی سمجھ لو۔"
"کون سے ملک سے۔"
"نہیں بتاؤں گا۔"
"کوئی بات نہیں ہے۔ کیا وہ اسمگلر بھی تمہارا ہم وطن ہے؟"
"آ گئیں نا مطلب پر۔" میں مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"
"معلومات شروع کر دیں۔"
"حماقت کی بات مت کرو۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر انٹرپول کے اس قدر مضبوط
ہے کی بنیاد کیا ہے؟"
"اوہ۔" میں نے سینی ٹورا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نہیں تسلیم کرو گی یہ
ت۔؟"
"ہو سکے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔ اگر مجھ سے دور بھاگنے کی یہی
ہے تو مجھے بے حد دکھ ہو گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ انٹرپول سے تمہاری حفاظت، تمہارا بچاؤ کروں گی۔
ن مجھ سے مخلص رہنے کا وعدہ کرو۔!"
"اچھا۔ سینی ٹورا تم جو کچھ بھی ہو۔ چلو تمہیں قبول کر لیا۔"
"شکریہ۔ تم مایوس نہیں ہو گے۔"
"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"
تم میرے لئے دوست کا درجہ رکھتے ہو۔ میں تمہیں کوئی حکم نہیں دوں گی ہاں اپنی صلاحیتوں سے
روہ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرو یہ ہم سب کے لئے سود مند ہے۔ ویسے میرا خیال ہے انٹرپول تمہیں
لھو چکی ہے۔"
"شاید۔" میں نے کہا۔
"نکل جائے گا۔ ایک دن تمہارے دل سے یہ خیال ضرور نکل جائے گا اور میں اس وقت تک کچھ
ہیں کہوں گی۔ لیکن تمہاری صلاحیتوں اور تمہاری تجاویز کی منتظر ضرور رہوں گی۔"
"میرا دوست، میرا ساتھی۔" میں نے کہا۔
"اوہ۔ وہ کہاں ہے؟"
"وہ ایک ہوٹل میں مقیم ہے۔"
"اور بیکر۔؟"
"بیکر مقامی باشندہ تھا۔ ہم لوگوں سے بالکل الگ۔ اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ بہرحال میں نے اسے
اس کے خاندان میں پہنچا دیا۔ اور اب اس کے بارے میں کوئی گفتگو بھی نہیں کروں گا۔"
"چلو ٹھیک ہے۔ اپنے ساتھی کو یہاں لے آؤ۔"
"ٹھیک ہے۔ ابھی چلا جاؤں گا۔"
"کیروشیا تمہارے ساتھ چلی جائے گی۔"
"شکریہ۔"
"میں نے تمہاری اصلی شکل دیکھ لی ہے۔ اصلی نام بھی بتا دو۔" سینی ٹورا مسکراتے ہوئے بولی۔
"کیا فائدہ۔ تمہیں اجنبی محسوس ہو گا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔
"واقعی بہت چالاک ہو۔ میں نے طاقت، دلیری اور ذہانت، اس سے قبل یکجا نہیں دیکھی۔" وہ
بولی۔

"کیوں۔ اس میں چالاکی کی کیابات ہے؟"

"بھئی ظاہر ہے۔ اور میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔ تو تمہارا نام اور وطن معلوم کرکے میں
تمہارے بارے میں پتہ چلا سکتی ہوں کہ تم دراصل کون ہو اور کسی ایسے اسمگلر سے تمہارا تعلق ہو سکا
نہیں جس کی تلاش انٹرپول کو ہے۔"

"اوہ ہاں۔ اس طرف توجہ دلانے کا شکریہ۔ ویسے یہ خیال میرے ذہن میں نہیں تھا۔"

"خیر۔ خیر۔ میں اصرار نہیں کروں گی۔ خود ہی ایک دن بتا دو گے۔ اب تم کیروشیا کے سا
جاؤ۔ وہ تمہاری تحویل میں ہے اور تم اسے پسند بھی کرتے ہو میری طرف سے تحفہ سمجھو۔"

"شکریہ سینی! تم ایک اچھی دوست ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا اپنی جگہ
گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔ تب سینی ٹورا
گزرتے ہوئے ملازم کو اشارہ کیا اور ملازم قریب پہنچ گیا۔

"صاحب کو روم نمبر تین میں لے جاؤ۔ میں کیروشیا کو وہیں بھیج رہی ہو ایڈورڈ!"

"او کے۔" میں نے کہا اور ملازم کے ساتھ چل پڑا۔ روم نمبر تین ایک خوبصورت بیڈ ر
ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ ملازم مجھے وہاں چھوڑ گیا۔ باتھ روم میں جاکر میں نے چہرہ دیکھا۔ شیو
تھا اور شیو بنانے کا سامان بھی موجود تھا۔ میں نے اطمینان سے شیو بنایا' منہ دھویا' بال سنوارے اور ا
اپنی اصلی شکل میں تھا۔ پھر میں باتھ روم سے باہر نکلا تو کیروشیا کمرے میں موجود تھی۔ وہ ایک صوف
اخبار دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا۔

"ہیلو کیری!"

"ہیلو۔" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت تھی۔

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی چلئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کیروشیا نے بیحد خوبصورت لبا
ہوا تھا۔ اس لباس میں وہ اس قدر نکھری ہوئی لگ رہی تھی کہ نگاہ نہیں ہٹتی تھی۔ راستے میں کسی
مداخلت نہیں کی۔ خاصی خوبصورت اور وسیع عمارت تھی۔ پورٹیکو میں سیاہ رنگ کی ایک قیمتی کار کھڑ
تھی۔ کیروشیا نے جلدی سے عقبی دروازہ کھول دیا۔ اور میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈرائیور کہاں ہے؟"

"جی۔ میں ڈرائیو کروں گی۔" کیروشیا نے جلدی سے کہا۔

"تب میں تمہارے نزدیک بیٹھوں گا۔"

"جی ضرور۔ میں خود ہمت نہیں کر سکی تھی۔" کیروشیا نے پچھلا دروازہ بند کرکے ڈرائیونگ
کے نزدیک کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور کیروشیا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھ
کار اس خوشنما عمارت کے وسیع گیٹ سے باہر نکل آئی۔

سینی ٹورا میں بہرحال ایک خوبی تھی' جب اعتماد کرتی تھی تو کھلے دل سے کرتی تھی۔ اگر وہ
ڈرائیور کو بھی ساتھ بھیج سکتی تھی۔ کیروشیا جیسی لڑکی کو قابو میں کرنا میرے لئے کون سا مشکل تھا۔
کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اب میں کسی حد تک ڈھلمل ہونے لگا تھا۔ مجھے یقین ہو۔

سینی ٹورا در حقیقت انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ بھی اعلیٰ پیمانے کی اسمگلر ہی ہے لیکن۔ بس کچھ
ایسی تھیں جو مجھے شکوک میں مبتلا کرتی تھیں' مثلاً" اس کے اختیارات۔ تمام ملکوں میں وہ صاحب
تھی۔ لیکن غلام سیٹھ۔ وہ بھی اسمگلر تھا اور کون سا ملک تھا جہاں اس کے آدمی موجود نہیں تھے۔ وہ
جو چاہتا کرا لیتا تھا۔ ممکن ہے یہی کیفیت سینی ٹورا کی ہو۔

بہرحال۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب سینی ٹورا کے بارے میں زیادہ غور کرنے کی ضرورت
ہے' وہ جو کچھ بھی ہے ٹھیک ہے' اور میں اس قدر کیوں الجھوں' غلام سیٹھ لاپتہ ہے' نئی ہدایات اب
سے ملیں گی۔ اس لئے یہ وقت سینی ٹورا کے ساتھ ہی گزارا جائے۔ اگر کسی طور اس کا تعلق انٹرپول
سے بھی تو میرا کیا جاتا ہے' کون سی معلومات حاصل کرلے گی مجھ سے' بالآخر ایک دن خود اکتا جائے گی۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ کار کی رفتار بہت سست تھی۔ باہر کے مناظر سست رفتاری سے گزر
رہے تھے اور اچانک ہی مجھے اس کا احساس ہوا تھا۔ ارے لاحول ولا قوۃ۔ ناک میں مسلسل خوشبوؤں کی
لپٹیں ہو رہی تھیں اور میں نے اب تک ان پر توجہ نہیں دی تھی اور بغل میں مجسم بہار موجود تھی۔
میں نے اس کی طرف دیکھا اور اسی وقت اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی۔ میں مسکرا دیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز
میں سامنے دیکھنے لگی۔

"کیروشیا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور اس کے ہاتھ بہک گئے کار ذرا سی لہرائی اور اس نے جلدی
سے سنبھال لیا۔ میری مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے مس کیروشیا؟" میں نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"کک..... کچھ نہیں جناب۔ کچھ بھی نہیں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ارے آپ تو پریشان ہیں۔"

"جی۔ جی بالکل نہیں۔"

"خوفزدہ ہیں کسی سے؟"

"جی ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔ اور پھر دانتوں کے نیچے زبان دبا کر بولی۔ "جی نہیں' میں
نہیں۔" وہ خوفزدہ انداز میں ہنسنے لگی اور پھر جلدی سے سنجیدہ ہو گئی۔

"اوہ' مس کیروشیا۔ براہ کرم کسی عمدہ سے ریستوران پر گاڑی روکیں' میں آپ کے ساتھ ایک
کافی پیوں گا۔"

"بہت۔ بہت بہتر۔" کیروشیا جیسے خود بھی یہی چاہتی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ریستوران کا بورڈ
نظر آ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کار ریستوران کے فٹ پاتھ کے ساتھ روک دی۔ اور پھر گہری گہری
سانسیں لینے لگی۔

"آئیے۔" میں نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اور وہ بھی انجن لاک کرکے نیچے اتر
آئی۔ میں نے نہایت دوستانہ انداز میں اس کے بازو میں ہاتھ ڈالا اور ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ کیروشیا
اس دوستانہ انداز پر کسی حد تک مطمئن نظر آنے لگی۔

ریستوران میں داخل ہو کر ہم ایک میز کی طرف بڑھ گئے۔ "میں تو کافی پیوں گا' آپ کیا پسند کریں
گی کیروشیا۔ آپ مس ہیں نا؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"آپ کیا پئیں گی؟"
"میں بھی کافی پیوں گی۔" اس نے کہا اور پھر ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ ویٹر کے آنے پر اس نے کا
لئے کہا اور ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔
"آپ کچھ نروس سی ہی کیروشیا؟"
"جی ہاں' یہ حقیقت ہے۔" اس نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔
"کیوں؟" کیا سینی ٹورا نے ریزرو رہنے کی ہدایت کر دی تھی؟"
"یقین کریں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے تو ہدایت کی تھی کہ میں آپ کو مطمئن ر
دوست بنانے کی کوشش کروں۔" کیروشیا نے جواب دیا
"خوب۔ تو یہ اجنبیت کا سا اظہار مطمئن کرنے کے لئے کافی ہے۔ کل تو آپ بیحد اسمار
رہی تھیں۔"
"کل کی باتیں یاد نہ دلائیں تو احسان مند ہوں گی۔"
"وہ' وہ کیوں؟"
"اس وقت میں ڈیوٹی پر تھی۔"
"اور اس وقت؟"
"ڈیوٹی پر ہوں' لیکن ڈیوٹی ناخوشگوار نہیں ہے۔" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگ
"بہت خوب۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ "ویسے کل رات آپ کی حسین شخصیت ہی
کیروشیا' جس نے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں دی ورنہ آپ اتنی آسانی سے....."
"براہ کرم۔ براہ کرم....." اس نے لجاجت سے کہا۔
"اچھا چلئے' جانے دیجئے۔ اس وقت کیا بات تھی؟"
"کسی قدر احساس شرمندگی۔ اور پھر آپ کی بدلی ہوئی شخصیت اور..... اور"
"اور؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"مسٹر ایڈورڈ! اس عمارت میں جتنے لوگ موجود ہیں' وہ دل میں آپ کو قریب سے دیکھنے
رکھتے ہیں۔ سب کے ذہنوں میں آپ کے بارے میں عجیب سے تاثرات ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں
قوتوں کا مالک وہ شخص کون ہے' جس نے ہیگی جیسے عفریت کو ڈھیر کر دیا ہے۔" اس نے بتایا۔
"پراسرار قوتوں کا مالک؟" میں ہنس پڑا۔
"ہاں' کسی کو یقین نہیں آتا کہ ہیگی کی حالت کسی ایک انسان نے بنائی ہے۔"
"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"
"سچ پوچھیں تو میں بھی خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ میں سوچ رہی تھی کہ رات کو اگر میں ناکام
آپ کو حقیقت کا علم ہو جاتا تو میرے ساتھ کیا ہوتا۔"
"اوہ۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "بہرحال وہ نہ ہوتا جو ہیگی کے ساتھ ہوا ہے۔"
"پھر بھی۔ آپ۔ آپ....."

"خوبصورت عورتوں کو تو نقصان پہنچانا کفر ہے مس کیروشیا۔ اور آپ تو خوبصورت ترین ہیں۔"
"آپ مجھے سچ بتائیں گے' کیا آپ پراسرار قوتوں کے مالک نہیں ہیں؟"
"اوہ مس کیروشیا۔ میں بھی آپ کی طرح عام انسان ہوں اور ہیگی بھی تو انسان ہی ہے۔"
"اسے انسان کہنا خود کو بھی عجیب لگتا ہے' لیکن آپ نے....."
"کیا حالت ہے اس کی؟"
"ایکسرے ہوا ہے' گردہ پھٹ گیا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ فوری طور پر کسی گردے کا بندوبست کرنا
گا ورنہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ سنا ہے' آپ نے اس کے سارے وار بچائے اور پھر صرف ایک وار کیا
ہیگی جیسے دیو کو زندگی اور موت کے درمیان لٹکا دیا۔ خود میں نے مادام سینی ٹورا کو کسی کے بارے میں
طرح گفتگو کرتے نہیں سنا۔ وہ آپ سے بیحد متاثر ہیں۔"
"خود مادام سینی ٹورا بھی بے حد متاثر کن شخصیت رکھتی ہیں۔" میں کافی کے سپ لیتے ہوئے
ا۔ کیروشیا بھی کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہی تھی۔
"ویسے آپ کے کیا مشاغل ہیں مسٹر ایڈورڈ۔"
"بس کچھ نہیں۔ آوارہ گرد ہوں۔"
"مادام سے آپ کی کیا پرخاش تھی اور پھر سارے معاملات اتنی جلدی ہموار کیسے ہو گئے؟"
"بس' اس بارے میں تفصیل تو میں نہیں بتا سکتا۔ ہاں کیا آپ کا مستقل قیام کوپن ہیگن ہی میں
ہے؟"
"ہاں۔ میں یہیں رہتی ہوں۔"
"کیا کرتی ہیں۔؟"
"بس مادام کی ملازم ہوں۔ چھوٹے موٹے کام کرتی ہوں لیکن مقامی طور پر۔ میں یہاں سے باہر کبھی
ں گئی۔"
"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس کیروشیا! ممکن ہے یہاں چند روز قیام رہے۔ کیا اس دوران
پ کی قربت حاصل ہو سکے گی؟"
"آپ بیحد متاثر کن شخصیت کے مالک ہیں مسٹر ایڈورڈ! آپکی صحبت تو بڑی فرحت بخش ہے'
طیکہ اس کی اجازت بھی مل جائے۔"
"سارے کام اجازت سے تو نہیں ہوتے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔
"مادام بیحد سخت ہیں' وہ یہاں ہوں یا نہ ہوں' ان کے احکامات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔"
"اور اگر ان سے بچاؤ کا معقول انتظام ہو تو.....؟"
"کہہ چکی ہوں' آپ کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔"
"بہت شکریہ۔ کیا مادام نے ہمارے تعاقب کی ضرورت محسوس کی ہو گی؟" میں نے اچانک پوچھا۔
"کیوں؟" وہ چونک پڑی۔
"آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے رات کو مجھے اغوا کرایا تھا۔ اب اتنی جلدی تو کسی پر اعتبار نہیں
لیا جاتا۔ اس لئے ممکن ہے کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں ہوں۔"

"بھروسہ کریں، مجھے اس بات کا علم نہیں ہے، ویسے یہ عین ممکن ہے۔ براہ کرم جلدی کافی کرلیں، ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے۔"

"اوہ، تمہارے سپرد کوئی خاص کام ہے؟"

"جی نہیں، لیکن مادام ایک ایک لمحے کا حساب لیں گی۔"

"تو پھر تم حساب دے دینا" تردد کیا ہے۔ بہرحال تمہیں میرے ساتھ کیا گیا ہے، میں جو کچھ کرو وہ تمہاری ذمے داری تو نہیں ہوگی۔" میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گئی، پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔"

"بس تو پھر سب کچھ بھول جاؤ۔"

"لیکن میں ان لحات میں سے ایک ساعت بھی حذف نہیں کرسکوں گی۔"

"مت کرنا۔ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھے آپ اسی قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ تحسین آمیز انداز میں مجھے دیکھنے لگی میں نے اپنی کافی کے آخری گھونٹ بھی حلق میں انڈیل لئے۔

"اور بناؤں؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"بنادو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس نے میرے لئے کافی کا دوسرا پیالہ

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور پھر ہوٹل جاکر ہی دم لیا۔ میری توقع کے مطابق سردارے ہی میں موجود تھا۔ مجھے اس کے موجود ہونے کی توقع اس لئے تھی کہ میں ساری رات غائب رہا تھا اور میں بھی۔ میں جانتا تھا کہ سردارے تشویش میں مبتلا ہوگیا ہوگا اور میرے بارے میں اگر اسے تشویش کم از کم تفریح کے لئے نہیں نکل سکتا تھا۔

چنانچہ جونہی میں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی، اندر سے کودنے کی آواز سنائی سردارے نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی ہوگی کیونکہ دستک مخصوص انداز کی تھی۔ اور پھر دروازہ کھل گیا۔

"اوئے نوازے۔ کہاں چلا گیا تھا میرے یار۔" سردارے میرے سینے سے لپٹ گیا۔

"یار بدحواسی، کیا ہوگیا؟" میں نے ہنستے ہوئے اس کی پشت تھپکی۔

"گویا یہ پوچھنے کی بات ہے۔" سردارے نے شکایتی انداز میں کہا اور پھر اس کی نگاہ میں مے سے دوسری طرف پڑی اور وہ مجھ سے چمٹا چمٹا جیسے ساکت ہوگیا۔

بمشکل میں نے اسے پیچھے ہٹایا اور گھوم کر کیروشیا کی طرف دیکھا۔

"تو تم سمندر میں گر گئے تھے استاد!" سردارے نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ موتی سمندر کی تہہ سے ہی نکالا ہے نا؟"

"واہ سردارے! شاعر ہوگیا ہے تو تو۔ آؤ کیری! اندر آجاؤ۔"

"کیری۔" سردارے نے چٹخارہ بھرا۔ "کھٹی کھٹی۔"

"انگوروں کی مانند۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد کے انگور استاد کو مبارک۔ مگر استاد! صرف ایک بات بتادو۔"

"پوچھو۔"

"کس چیز سے لکھوا کر لائے ہو؟"

"کیا؟"

"تقدیر۔ ایک سے ایک حسین۔ ایک سے ایک نایاب۔"

"بس نیت صاف ہے، ہر ایک پر نہیں گر پڑتا۔" میں نے صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔ کیروشیا بھی راتی ہوئی ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں اپنی نیت کون سے صابن سے صاف کروں استاد! کم از کم اس صابن کا نام ہی بتادو، کچھ تو ے۔" سردارے دروازہ بند کرتے ہوئے بولا اور پھر وہ بھی ہمارے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ بہرحال اس نے بے ئے انداز میں کیروشیا کو نہیں گھورا تھا۔ زبانی طور پر وہ کتنا ہی بدتمیز تھا لیکن عام حالات میں وہ ایک باسلیقہ ان تھا۔

"ویسے سردارے۔ تم اس وقت واقعی بدحواس ہو۔"

"اعتراف کرتا ہوں باس۔ مگر اس میں میرا کیا قصور ہے، تم خود ہی بتادو۔ ویسے کوئی بہت بڑی حواسی ہوگئی ہے کیا؟"

"تم خود محسوس کرو۔"

"محسوس کرنے کے قابل ہوتا تو بدحواس ہی کیوں ہوتا۔" سردارے نے کراہ کر کہا۔

"تمہارے چہرے پر میک اپ ہے۔"

"ہاں۔ کیوں۔؟" سردارے نے اپنا چہرہ ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"اور میرے چہرے پر؟" میں نے مسکرا کر پوچھا اور سردارے اچھل پڑا۔

"ارے۔ اوہ۔ ہاں استاد۔ یہ۔ یہ۔ ہائے عورت۔ تیرا نام شہزوری ہے، میک اپ، کھال بھی اتروا تا ہے۔" سردارے مسخرے پن سے بولا۔

"بس بکواس کرنے کی مشین کا سوئچ آن ہوگیا۔" میں نے برا سامنہ بنایا۔

"رشک آتا ہے استاد۔ خدا کی قسم! رشک آتا ہے۔ ہمیں آج تک ایک بھی ایسی نہیں ملی۔ اپنی ریر میں تو ٹھیلے چلانا، بلکہ گھسیٹنا ہیں، خیر۔"

"اور کچھ سناؤ؟" میں نے کہا۔

"باقی سب خیریت ہے۔"

"خوب، تمہاری کیا پوزیشن ہے، بلکہ بقول تمہارے، تمہارے ٹھیلوں کی؟"

"کوپن ہیگن کی لڑکیاں بہرحال مہمان نواز تو ہیں۔ محترمہ مقامی ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال خوب ہیں، جیتی رہیں۔" سردارے اسی انداز میں بولا۔ اور میں نے کیروشیا کی طرف یکھا۔ کیروشیا مطمئن بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ ظاہر کررہی تھی کہ اس کے دل میں کوئی تردد یں ہے۔

"کیری۔ یہ میرا دوست' میرا ساتھی پنٹو ہے۔" میں نے تعارف کرایا۔
"بڑی خوشی ہوئی جناب۔" کیروشیا نے ہاتھ بڑھایا اور سردارے نے بڑے ادب سے ہاتھ
اس نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔
"اور مجھے بھی۔"
"آپ انہیں لینے آئے تھے مسٹر ایڈورڈ؟" کیروشیا نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"لینے آئے تھے؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔
"ہاں' چلو گے نہیں؟"
"کہاں؟"
"جہاں بھی ہم لے جائیں۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہ جانے کا کیا سوال ہے استاد۔ لیکن اتنا تو بتا دو چلیں گے کہاں؟"
"کیروشیا کے مکان پر۔"
"اوہ' مگر کیوں؟" سردارے تھوک نگلتے ہوئے بولا۔
"کیروشیا کا کہنا ہے جب تک کوپن ہیگن میں رہوں' اس سے دور نہ رہوں۔ وہ مجھے بہ
چاہنے لگی ہے۔" میں نے کہا۔
"خدا مبارک کرے استاد۔؟" لیکن کیا اس کی چھوٹی بہن بھی ہے؟"
"چھوٹی بہن ------ ہاں ہے' کیوں؟" میرے سینے میں ایک قہقہہ مچل اٹھا۔ سینی ٹورا
میرے ذہن میں آ گیا تھا۔
"اسی کی طرح خوبصورت ہے سردارے کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔
"اس سے کچھ زیادہ ہی۔"
"جوان ہے استاد؟"
"بھرپور۔" میں نے جواب دیا۔ اور سردارے نے کرسی سے چھلانگ لگا دی' اور پھر چاروا
دوڑنے لگا۔ وہ بھاگ بھاگ کر سارا سامان سمیٹ رہا تھا۔ کیروشیا ہنسنے لگی۔
"مسٹر پنٹو تو بہت زیادہ خوش مزاج معلوم ہوتے ہیں جناب!"
"ہاں' خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر ضرورت سے زیادہ خوش مزاج ہو جاتے ہیں۔" میں
کیروشیا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔
"لیکن آپ کی زبان میری سمجھ میں نہیں آئی۔"
"ہمارے علاقے کی زبان ہے۔"
"ایشیائی۔؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اب یہ بات کھل ہی گئی تھی کہ ہمارا تعلق ایشیا سے ہے تو پھر
چھپانے سے کیا فائدہ۔
"آپ کے ساتھی بھی میک اپ میں ہیں؟"

"ہاں۔"
"ان سے کہیں کہ میک اپ اتار دیں' میں ان کی اصلی شکل دیکھوں گی۔"
"ہوٹل کی ادائیگی وغیرہ بھی کرنی ہے' بعد میں اتار دے گا۔"
"اوہ' سوری۔" کیروشیا جلدی سے بولی۔ سردارے اس اثناء میں سامان وغیرہ ٹھونس چکا تھا' اور پھر
نے سوٹ کیس کمرے کے درمیان لاکر رکھے اور چونک کر بولا۔
"ارے۔ اوہ' بہت بہت افسوس ہے استاد۔ میں نے نئی استانی کو چائے وغیرہ کے لئے نہیں
چھا۔"
"ہم لوگ یہی گفتگو کر رہے تھے۔"
"اوہ' کیا؟" سردارے نے جلدی سے کہا۔
"یہی کہ یہ شخص کافی بد اخلاق معلوم ہوتا ہے۔ میں کیری کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ بد اخلاق نہیں' بد
اس ضرور ہے۔ بہرحال ہم نیچے چلتے ہیں' تم ہوٹل کی ادائیگی وغیرہ کر کے نیچے آؤ۔ سیاہ بنٹلے باہر کھڑی
ہے۔"
"بنٹلے؟" سردارے نے زیر لب دہرایا۔ اور ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ہم باہر نکل
ئے۔ سردارے اسٹیوارڈز کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا رہا تھا۔
"واقعی دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر پنٹو۔ گو میں آپ کی پوری گفتگو نہیں سمجھ سکی
لن حرکات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کافی زندہ دل ہیں۔"
"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔ نہ جانے کیوں اچانک میرے ذہن میں غلام سیٹھ کا خیال آ گیا تھا۔ کیا
ں شخص نے دنیا ہی چھوڑ دی۔ ممکن ہے پشاور ہی چلا گیا ہو۔ لیکن کہیں بھی چلا گیا ہو' مجھے تو اس طرح نظر
راز نہیں کر دینا چاہئے تھا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہئے تھا اسے۔ انٹرپول سے جتنا خطرہ اسے تھا اتنا ہی مجھے
ی۔ بلکہ مجھے تو کچھ زیادہ ہی آنکھ مچولی کھیلنا پڑ رہی تھی۔ بہرحال یہ زیادہ حیرتناک بات بھی نہیں تھی' ایسے
قت میں ہر انسان پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے' اور اس کے بعد اگر حالات اجازت دیں' تب دوسرے
ے بارے میں۔ غلام سیٹھ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ میری کوئی مدد کر سکے۔ بلکہ کم از کم ایک انداز میں تو
دوسروں سے اچھا تھا۔ میرے کمیشن کی رقم سوئٹزر لینڈ میں جمع ہو رہی تھی۔ اگر میں اس زندگی سے
ل جاؤں تو بہرحال وہ رقم اتنی تھی کہ میں بقیہ زندگی سکون اور اطمینان سے یورپ کے کسی شہر میں گزار سکتا
ما۔ اور اگر انٹرپول سے نجات مل جائے اور اندازہ ہو جائے کہ غلام سیٹھ نے یہ کاروبار چھوڑ دیا ہے تو پھر یہی
ناسب تھا۔
سردارے آ گیا اور اسٹیوارڈ نے سامان گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا۔ سردارے پچھلی سیٹ پر جا
یٹھا۔ اور کیروشیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ راستے میں خاموشی رہی تھی۔ پھر جب کار اس
وبصورت عمارت کے بڑے پھاٹک کے سامنے رکی تو سردارے نے زور سے ایک ڈکار لی۔
"خوبصورت بھی اور مالدار بھی۔ استاد! مجھے بھی یہ گر سکھا دو۔ خدا کی قسم! زندگی بھر دعائیں دوں
گا۔ جب ہاتھ مارتے ہو اعلیٰ پائے کا ہی مارتے ہو یعنی سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کیا عمدہ کوٹھی ہے اور اس کوٹھی
کی مکین تمہاری محبوبہ۔ سب تمہارے جیسی قسمت نہیں لاتے استاد۔"

"بس اب چونچ بند کرو چھوٹی بہن موجود ہے' تم خود بھی قسمت آزمائی کر سکتے ہو۔"

"ہائے چھوٹی بہن۔" سردارے کے منہ میں جیسے مٹھاس گھل گئی۔ چوکیدار نے پھاٹک کھو[illegible] تھا۔ کار پورٹیکو میں رک گئی اور کیروشیا نے جلدی سے اتر کر میری سمت کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے دروازہ بھی کھولا۔

"ارے' ارے۔ آپ۔ آپ کیوں تکلیف کر رہی ہیں۔" سردارے جلدی سے نیچے اتر آیا بھی نیچے آگیا تھا۔

"کیری!" میں نے کیروشیا کو آواز دی۔

"یس مسٹر ایڈورڈ۔"

"آپ انہیں لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چلیں' میں ابھی آتا ہوں۔"

"بہتر۔" کیروشیا نے کہا۔ اور سردارے نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا بہر حال کیری اسے ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئی اور میں نے ایک ملازم کو روک کر سینی ٹورا کے بارے میں پوچھا۔

"مادام سٹنگ روم میں ہیں جناب۔"

"تنہا ہیں؟"

"جی ہاں۔" ملازم نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے سٹنگ روم تک میری رہنمائی کی۔ میں دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور اندر سے اجازت مل گئی تب میں اندر داخل ہو گیا۔

"ارے' ایڈی۔ آؤ۔" سینی ٹورا بڑی اپنائیت سے بولی اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "بیٹھ آئے؟" اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے قریب بٹھالیا۔

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ احمق آگیا' جو مجھ سے عشق کرنا چاہتا تھا؟" سینی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اسے سردار حماقت اب تک یاد تھی۔ مجھے ہنسی آگئی۔

"آگیا ہے سینی! اور ایک بار پھر اسی موڈ میں آیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا بھی مسکرانے لگی۔

"میں نے اسے تمہارے دوبارہ مل جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ کیروشیا میرے ساتھ اس نے سمجھا کہ شاید وہ میری محبوبہ ہے۔ اسے دیکھ بہت خوش ہوا اور پوچھنے لگا کہ اسکی کوئی چھوٹی ہے۔"

"اوہ۔" سینی ہنس پڑی۔

"میں نے کہا' ہاں۔ اسکی چھوٹی بہن ہے' اور وہ چھوٹی بہن تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتی ہے"

"اوہ' کیا مطلب؟" سینی ٹورا پھر ہنس پڑی۔

"وہ تم سے کافی ڈرتا ہے۔ اس دن جب میں نے اس کے عشق کا بھانڈا پھوڑا تھا تو وہ کر حواس ہو گیا تھا۔ آج پھر اسکی وہی کیفیت ہونی چاہئے۔ میں اسے یہاں بلاؤں گا اور تم...... لطف لو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" سینی ٹورا بھی ہنس پڑی۔ اور ہم دونوں کافی دیر تک سردارے کے بارے میں کرتے رہے پھر میں نے سینی ٹورا سے اجازت مانگی۔

"میں چلوں' اسے دیکھوں۔ اور ہاں' یہاں ہماری رہائش کا بندوبست بھی ہے؟"

"سر آنکھوں پر" سینی ٹورا پیار سے بولی۔ لمحہ لمحہ بدلنے والی عورت اس وقت بڑے اچھے موڈ میں

"مگر میں تنہا نہیں ہوں' اور کسی دوسرے کو میں تمہاری سر آنکھوں کے قریب نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور سینی ٹورا عجیب سے انداز میں مجھے گھورنے لگی۔ "کیوں۔ کوئی گستاخی ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں" وہ کسی قدر مضمحل لہجے میں بولی۔

"ارے سینی ڈارلنگ۔ اچانک کیا ہوا؟" میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"سچ۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ اسی انداز میں بولی۔ اور میں نے دونوں ہاتھ اس صوفے کے ہتھے پر ٹکا دیئے' جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی' جھکا اور اس کے ہونٹ چوم لئے' سینی پتھر کے بت کی مانند بیٹھی رہی تھی۔ اس نے میری پذیرائی بھی نہیں کی تھی' نہ ہی روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی فطرت کو میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا چنانچہ میرے بوسے میں وحشت آگئی اور میں نے اس کے ہونٹ بھنبھوڑ ڈالے۔ تب وہ جاگ اٹھی اور اس نے انتہائی قوت سے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اب وہ بڑے پر جوش انداز میں میرے بوسے کا جواب دے رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد یہ وحشیانہ کھیل ختم ہوا۔

سینی ٹورا اب بھی نڈھال نظر آ رہی تھی۔ "ٹکر کے ملے ہو' خدا کی قسم!" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"زمانے بھر کے چالاک۔ مکار۔ بے رحم۔"

"ارے' ارے۔ اچانک کیا ہوا۔ یہ سارے عہدے مجھے کیسے مل گئے؟"

"مجھے اب بھی تمہارے اوپر یقین نہیں ہے۔"

"اوہ' کیوں؟"

"پھر کسی وقت ذہن میں کلبلاہٹ ہوئی تو بھاگ جاؤ گے۔"

"اوہ' نہیں میری جان۔ اب ایسا بھی کیا۔ اتنا بے مروت بھی نہیں ہوں۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ لیکن دل ہی دل میں' میں سوچ رہا تھا کہ الو کی پٹھی' زندگی گزارنے کے لئے تو ہی رہ گئی ہے۔

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں۔ لیکن ایک شرط ہو گی۔"

"کیا؟"

"اگر تمہارا تعلق انٹرپول سے ہو بھی' تو بہر حال تم میرے مفادات کی نگرانی کرو گی۔ اس صورت میں جب تمہیں علم ہو جائے کہ میرا تعلق اس اسمگلر سے نہیں ہے جس کے بارے میں تم شبہ کر رہی ہو۔ اور اگر جو کچھ تم نے کہا ہے' سچ ہے' یعنی تم اسمگلر ہی ہو' تو ہر حال میں مجھے اپنا ساتھی پاؤ گی۔"

"تو تمہیں اب بھی میری بات پر یقین نہیں آیا؟"

"سچ کا برا تو نہیں مانو گی؟"

”نہیں۔“
”تب تمہارا خیال درست ہے‘ میں ابھی تم پر بھروسہ نہیں کر سکا۔“
”کرلو گے۔ میں اتنی بری بھی نہیں ہوں۔“
”ہاں کر ضرور کرلوں گا۔ اور یہ احساس بھی ہے کہ تم اتنی بری نہیں ہو۔“ میں نے کہا۔
”اچھا بس‘ اب جاؤ۔ میں تمہارے ساتھی کا انتظار کروں گی۔“
”اوکے۔“ میں وہاں سے اٹھ آیا۔ سردارے اور کیروشیا ابھی تک ڈرائنگ روم میں تھے۔ ب
اندر داخل ہو گیا۔ وہ دونوں ہنس رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر کیروشیا بولی۔
”اوہ۔ مسٹر ایڈورڈ۔ مسٹر بنٹو تو بڑے ہی زندہ دل انسان ہیں‘ انہوں نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں
ڈال دیئے۔“
”خوب‘ تو اب آپ کے بل نکالنے کی کوشش کی جائے۔“ میں نے کہا۔
”کمال کے آدمی ہیں یہ۔“ کیری بولی۔
”اچھا کیری۔ تم اس باکمال شخص سے دوبارہ بھی ملاقات کر سکتی ہو‘ فی الحال ہمارے رہائشی کمرے
انتظام کرو۔“
”بہت بہتر۔“ کیروشیا جلدی سے اٹھ گئی اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ تب میں نے مصنو
غصے سے گھور کر سردارے کی طرف دیکھا۔
”ہوں۔ یہ کیا حرکت تھی؟“
”حرکت۔ ارے توبہ استاد۔ خدا کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں تھی۔“ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔
”پھر تم اس کی نگاہوں میں اتنے دلچسپ کیوں ہو گئے؟“
”قسم لے لو استاد۔ وہ خود ہی باتیں بناتی رہی۔ میری جرات ہو سکتی ہے استاد۔ کہ کسی استانی پر نگ
ڈالوں‘ دل چاہے جیسے قسم لے لو۔“
”تمہیں وہ پسند ہے سردارے؟“ میں نے پوچھا۔
”بیحد خوبصورت ہے استاد۔ لیکن اس کی چھوٹی بہن کیسی ہے؟ مجھے تو اس سے دلچسپی ہے۔‘
سردارے نے کہا۔
”اس سے بھی جلد ہی ملاقات ہو جائے گی۔“ میں نے جواب دیا۔ سردارے نے ایک گہری سانس
لی۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔
”ویسے تمہارا ابھی کوئی جواب نہیں ہے استاد! خدا کی قسم‘ بڑے انوکھے ہو‘ ایسے ایسے اونچے ہاتھ
مارتے ہو کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ کوئی معمولی گھرانا نہیں ہے۔“
”تو تم نے کیروشیا سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟“
”نہیں استاد۔ اب سردارے اتنا ذلیل بھی نہیں ہے۔ اگر اس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش
کرتا تو اس کا مطلب صاف تھا کہ استاد کو کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں‘ سردارے سے مرتے وقت بھی
اس کی امید مت رکھنا۔“
اور میں گردن ہلانے لگا۔ ”اپنے بارے میں نہیں سوچتے سردارے!“

”کیا استاد؟“
”خود کو دیکھ کر بھی میرے اسٹینڈرڈ کا اندازہ کرو۔ مجھے تو آج تک کوئی معمولی انسان نہیں ملا۔
سردارے سے میری دوستی بلاوجہ ہی تو نہیں ہے۔“
”ارے نہیں استاد۔ یقین کرو میں تو کھانے اڑانے والا ایک گھٹیا سا انسان تھا‘ تمہاری عادتیں دیکھ
دیکھ کر بہت کچھ سیکھا ہے۔“
”سردارے!“ میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ ”
تم میرے معیار کی توہین کر رہے ہو۔“ اور سردارے میری بات سمجھ کر ہنسنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد کیروشیا واپس آگئی۔ ”آیئے جناب!“ اور ہم اٹھ گئے۔ ہمارے رہائشی کمرے کا بھی
کوئی جواب نہیں تھا‘ انتہائی کشادہ انتہائی آرام دہ دو بستر لگے ہوئے تھے‘ نہایت قیمتی فرنیچر سے آراستہ تھا۔
”ہا۔“ سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ ”اس کا مطلب ہے کہ ڈنمارک میں طویل قیام رہے
گا۔“
”ممکن ہے۔“ میں نے مختصراً کہا۔
”ہرج بھی کیا ہے استاد۔ ہمیں کون سے مشن پر جانا ہے۔ لیکن وہ چھوٹی بہن۔ ذرا میں بھی اسے
دیکھ لوں استاد۔“
”اوہ‘ بڑے جلد باز ہو۔ ٹھہرو‘ میں انتظام کرتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ اور پھر میں سردارے کو وہیں
چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ سینی ٹورا ابھی تک اسی کمرے میں تھی‘ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور وہ مجھے
دیکھ کر استقبالیہ انداز میں مسکرائی۔
”آؤ۔ تم اپنے کمرے میں منتقل ہو گئے؟“
”ہاں۔“
”پسند آیا؟“
”بہت اچھا ہے۔“
”شکریہ‘ آرام کرو۔ اس کے بعد پروگرام بنائیں گے‘ ہاں‘ کوپن ہیگن کی سیر کی؟“
”تھوڑی بہت۔“
”چلیں گے کسی وقت۔ میں تمہیں یہاں کے کلب دکھاؤں گی۔“
”پیشگی شکریہ۔“
”تمہارے ساتھی کی کیا کیفیت ہے؟“
”کیروشیا کی چھوٹی بہن سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔“
”تو ملوا دو۔“ سینی ٹورا ہنس پڑی۔
”ملواؤ۔ کسی ایسے آدمی سے ملوانا جو پول نہ کھول دے۔“ میں نے کہا۔ اور سینی ٹورا نے صوفے
کے ہتھے میں لگے بٹن کو دبایا۔ ایک درمیانی عمر کی عورت اندر داخل ہو گئی۔
”سنو۔ مہمانوں کے کمرے میں جاؤ۔ وہاں مسٹر بنٹو موجود ہیں‘ انہیں بلا لاؤ۔ اور سنو۔ کیا کہو گی
ان سے؟“

"مادام سینی ٹورا نے طلب کیا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" سینی ٹورا بولی۔ "ان سے کہنا مادام کیروشیا آپ کو طلب کرتی ہیں۔ اگر تم سے پوچھا جائے تو جواب دینا کہ کیروشیا کی چھوٹی بہن پورشیا۔"

"جی۔" ملازمہ نے گردن ہلا دی۔

"جاؤ۔" سینی ٹورا بولی اور ملازمہ چلی گئی۔ کیا تم اس کے سامنے رہو گے؟"

"مناسب نہیں ہے۔"

"تب تم اس تاریک گوشے میں چلے جاؤ۔ میں کمرے میں اندھیرا کئے دیتی ہوں۔ یہ لائٹ مز اس صوفے کو فوکس کرے گی جس پر میں بیٹھی ہوں گی' باقی کمرہ تاریک رہے گا' تم پنٹو کی اور میری کیفیت بخوبی دیکھ سکو گے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر میں کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا اور سینی ٹورا نے سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ چند ساعت کے بعد دروازے پر آہٹ سنائی دی اور پھر ملازمہ کی آواز ابھری۔

"اندر چلے جایئے جناب! وہ اندر موجود ہیں۔" دروازہ کھلا اور سردارے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے قریب ایک روشنی جل رہی تھی جس سے سردارے صاف نظر آ رہا تھا۔ خود کار دروازہ بند ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب؟" سردارے کی متحیرانہ آواز ابھری۔ "یہ دن میں تاریکی کیوں؟

"چلے آیئے جناب۔" سینی ٹورا نے کامیابی سے آواز بدلی۔ اس کی آواز میں بڑا لوچ' بڑی دلکشی تھی۔

"آپ' آپ مس پورشیا؟" سردارے ہکلایا۔

"کیا آپ خوفزدہ ہیں؟" سینی ٹورا اسی آواز میں بولی۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟ یہاں تو بڑی تاریکی ہے۔ مسٹر ایڈورڈ کہاں ہیں اور....." ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ایک دائرہ روشن ہو گیا۔ صوفے پر سینی ٹورا نظر آ رہی تھی۔ سردارے نے اسے دیکھا اور اس کے منہ سے دبی دبی چیخ نکل گئی۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

سینی ٹورا مسکرا رہی تھی۔ "ہیلو۔" اس بار اس نے اصل آواز میں سردارے کو مخاطب کیا۔

"استاد۔ استاد۔ کہاں ہو؟ استانی....." سردارے چیخا۔ اور سینی ٹورا نے قہقہہ لگایا۔

"شاید تم ایڈورڈ کو آواز دے رہے ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"کہاں ہیں استاد؟"

"وہ بھی آ پھنسے ہیں۔"

"ہوں' تو دھوکا ہو گیا اور استاد نہایت آرام سے آ پھنسے۔" سردارے نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"تم مجھ سے ملنے آئے تھے۔"

"نہیں۔"

"کیوں۔ کیا میں اتنی بری ہوں؟" سینی ٹورا لگاوٹ سے بولی۔

"جی نہیں۔ بس استاد کی معشوقہ ہو' اس لئے میں تمہاری طرف بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔" سردارے کا لہجہ اب پر سکون تھا۔ اور میں اس لہجے کو سمجھتا تھا۔ سردارے اب خطرات سے بے نیاز ہو گیا تھا۔

"کس کی مجال ہے کہ میری طرف بری نگاہ سے دیکھ سکے۔" سینی ٹورا غرائی۔

"رہنے دو بس رہنے دو۔ خطرناک ہو گی اپنے لئے۔ استاد کی وجہ سے عزت کرتا تھا۔ اگر تم میرے استاد کی عزت نہیں کرو گی محترمہ۔ تو پھر....." سردارے نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مگر میں نے تمہیں دوستانہ ماحول میں بلایا ہے۔"

"ایڈورڈ کہاں ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"بہت خوب' اور تم نے مجھے دوستانہ ماحول میں بلایا ہے۔ بہرحال میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں ایڈورڈ کے بارے میں معلومات چاہتی ہوں۔"

"کیسی معلومات؟"

"وہ کون ہے؟ اور کیا اس کا تعلق کسی باقاعدہ گروہ سے ہے؟"

"ان معلومات کے لئے تم نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے؟" سردارے نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہیں اپنی نگاہ میں ایک اعلیٰ مقام دینا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ خود تمہارا مقام کیا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"تمہیں معلوم ہے۔"

"محترمہ۔ کھال میں رہو' میں زیادہ اچھا انسان نہیں ہوں۔ بیشک تم خصوصی صلاحیتوں کی مالک ہو۔ لیکن استاد کے نام پر تمہیں قتل کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں اور کامیابی کا یقین بھی رکھتا ہوں۔"

"میں تمہیں اتنی دولت دوں گی پنٹو۔ کہ ساری زندگی عیش کرو گے۔"

"او جانے دے مائی۔ سانوں دولت دا کی کرنا اے۔" سردارے بیساختگی میں پنجابی بول گیا۔

"کیا مطلب؟"

"مادام سینی ٹورا۔ تمہارا انتخاب غلط ہے' بہتر ہے۔ مجھے بھی ایڈورڈ کے ساتھ اسی کمرے میں بند کر دو۔ تم میری زبان کھلوانے کی ہر کوشش میں ناکام رہو گی۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔ ہاں' تمہاری تسلی کے لئے اتنا بتا دوں کہ ہم قلاش قسم کے آوارہ گرد ہیں' اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ چونکہ بے یار و مددگار گھوم رہے ہیں۔ جو کچھ مل جاتا ہے' جہاں سے مل جاتا ہے' حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا اور پھر اس نے کوئی دوسری روشنی کا بٹن دبایا پورے کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ سردارے نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر اچھل پڑا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"سب سے پہلے ایک بات بتا کر تمہارا اطمینان کر دوں پنٹو! سینی ٹورا نے جو سوالات کئے وہ پروگرام میں شامل نہیں تھے' اس لئے تم یہ نہیں سوچو گے کہ یہ تمہارا کوئی امتحان تھا۔"

"مگر یہ چکر کیا ہے استاد؟"
"کیروشیا کی بہن پورشیا۔" میں نے سینی ٹورا کی طرف اشارہ کیا۔
"تو یہ مذاق تھا۔" سردارے ہونٹ بھینچ کر بولا۔
"ہر طرح سے خوش نصیب ہو ایڈورڈ! یقین کرو' ایسا دوست زندگی میں کہاں ملتا ہے۔ میں پو
زندگی کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔
"پنٹو کی دوستی پر مجھے ناز ہے سینی ٹورا۔"
"مگر وہ پورشیا کہاں ہے استاد؟ میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ استانی کہاں سے مل گئیں۔ لیکن
پورشیا ضرور ملنی چاہئے۔" سردارے ہونٹ بھینچ کر بولا۔
"کیروشیا کے والدین زندہ ہیں ٹورا؟" میں نے پوچھا۔
"اوہ' نہیں۔ کیوں؟"
"تب تو بڑی دقت ہے' اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم ان سے درخواست کرتے کہ پنٹو کے لئے ا
پورشیا ضرور پیدا کر دیں۔ پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھاتے اور جوان ہوتے ہی پنٹو
حوالے کر دیتے۔"
"بس۔ اب میں خاموش رہوں گا۔" سردارے نے منہ پھلاتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ا
وقت ایک ملازمہ نے کمرے میں آنے کی اجازت طلب کی اور سینی ٹورا کی اجازت پر وہ اندر آگئی۔
"کیا بات ہے؟"
"کال آئی ہے مادام۔" ملازمہ نے جواب دیا۔
"اوہ۔ اچھا۔ اجازت دو گے ایڈورڈ۔ اب لنچ پر ملاقات ہو سکے گی۔"
"او کے۔" میں نے کہا۔ سینی ٹورا ملازمہ کے ساتھ چلی گئی اور میں سردارے کے ساتھ اپنے کمر
میں آگیا۔ سردارے کا منہ باقاعدہ پھولا ہوا تھا۔ ویسے سردارے کی جو گفتگو سینی ٹورا سے ہوئی تھی اس
مجھے بیحد متاثر کیا تھا۔ سردارے یوں بھی قابل اعتماد انسان تھا۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کا
مظاہرہ بھی میری آنکھوں کے سامنے ہوگیا۔
میں اپنے کمرے میں آگیا۔ "منہ کیوں پھولا ہوا ہے جان من؟" میں نے سردارے کے گال پر
بھرتے ہوئے کہا۔
"پورشیا چاہیے' پورشیا۔" سردارے نے کہا۔
"ابے تو فکر کیوں کرتا ہے' میں تیرے سامنے پورشیاؤں کے انبار لگا دوں گا۔ کیا سمجھتا ہے مجھے؟"
"بس بس رہنے دو استاد۔ تم نے مجھے بہت بے وقوف بنایا۔ اب تو میں یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ
استانی کہاں سے آگئیں۔" سردارے نے منہ پھلائے پھلائے کہا۔
"میں بھی تجھے نہیں بتاؤں گا کہ رات کو میرے اوپر کیا بیتی۔"
"میں پوچھوں گا ہی نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"
"اور جیسے میں تو تجھے بتانے کے لئے بے چین ہوں کہ اسی کیروشیا نے رات کو مجھے ہوٹل میں
پلا کر بے ہوش کیا اور پھر اغوا کر لیا۔"

"کچھ بھی ہو جائے استاد۔ میں ہرگز ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ وہ تمہیں بے ہوش کر کے اور اغوا
رکے کہاں لے گئی تھی۔"
یں بھی ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ ہوش میں آنے کے بعد آنکھ کھلی تو میں سینی ٹورا کے سامنے تھا اور وہ آگ
ی ہوئی تھی۔"
"ارے باپ رے۔ پھر کیا ہوا استاد؟" سردارے جلدی سے بولا اور ہم دونوں ہنس پڑے۔ تب
ں نے مختصراً ساری کہانی سنائی اور سردارے منہ پھاڑے سنتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔
ھر۔ اب استاد۔؟"
"اب کچھ نہیں سردارے۔ برا نہیں ہوا ہے۔ میرے ذہن میں ہلکا سا خیال یہ بھی ہے کہ ممکن ہے
ینی ٹورا ٹھیک ہی کہتی ہو اور اس کا انٹرپول سے کوئی تعلق نہ ہو۔"
"اوہ استاد۔ یہ ممکن بھی ہو سکتا ہے۔" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔
"اگر اس کے برعکس بھی ہوا سردارے' تب بھی بس ٹھیک ہی ہے۔ ہمیں یہاں پاسپورٹ حاصل
کرنے میں خاصی دشواریاں پیش آتیں اور ٹھیک ہے' سینی ٹورا جب تک چاہے ساتھ لگائے رکھے' نقصان
بھی کیا ہے۔"
"ہاں۔ ہم جیسے لاوارثوں کے لئے تو ایسے دم بڑے غنیمت ہوتے ہیں۔" سردارے بولا اور میں
خاموش ہوگیا۔ لیکن پھر چند منٹ کے بعد سردارے ہی بولا۔ "لیکن میں اس زیادتی کو بھولا تھوڑی ہوں
استاد۔"
"کون سی زیادتی۔؟"
"پورشیا والی۔ تم نے مجھے آس کیوں دلائی تھی۔"
"سردارے!" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔
"ہوں۔"
"یہ لڑکی کیری تجھ سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔"
"مجھ سے؟"
"ہاں' وہ تجھ سے بڑی دلچسپی سے باتیں کر رہی تھی۔"
"اس میں اس کا کیا قصور ہے استاد۔ میں ہی اس کی جان کھا رہا تھا۔ وہ بے چاری تو بس اخلاقاً میری
بکواس برداشت کر رہی تھی۔"
"اوں ہوں۔ تم اس کی صفائی پیش کرنے کی کوشش مت کرو۔ جاؤ کیروشیا تمہیں دی۔"
"کیا؟" سردارے اچھل پڑا۔
"بخش دی۔" میں نے فراخدلی سے کہا۔
"کیوں۔ کیوں استاد۔ یعنی تمہیں واللہ....... کیا کہہ رہے ہو؟" سردارے سچ مچ بدحواس ہوگیا
تھا۔
"تجھ سے زیادہ ہے کوئی چیز۔" میں نے سردارے کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اوئے۔" سردارے کو پھندا لگ گیا۔ اسے ابھی تک میری بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن میں

نے سنجیدگی سے یہ بات کہی تھی۔ کیروشیا سے عشق تو ہو نہیں گیا تھا اور پھر سینی ٹورا کی فطرت سے واقف تھا۔ پہلے بھی ایسے حالات سے دوچار ہو چکا تھا۔ بیچاری کیروشیا مفت میں ماری جائے گی۔ سردارے ہی کا ہو جائے۔ سینی ٹورا کو بھی اعتراض نہیں ہو گا۔ ظاہر ہے سینی ٹورا یہ بات پسند تو نہیں کرے گی کہ میں اس کی موجودگی میں کیروشیا کو پسند کروں' وہ اس بات سے اپنی توہین محسوس کرے گی۔

"تو استاد۔ پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"بس کھانا کھاؤ' عشق کرو اور عیش کرو۔"

"مگر وہ۔ تمہارا مذاق؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ لنچ کے بعد تم کیروشیا سے اپنا عشق اسٹارٹ کر سکتے ہو۔"

"تھینک یو ماسٹر' تھینک یو باس۔"

لنچ پر سینی ٹورا تنہا تھی۔ ظاہر ہے کیروشیا یہاں ایک ملازمہ کی حیثیت رکھتی تھی' اسے لنچ پر تو شریک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سردارے نے البتہ بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تھا۔ لنچ خاموشی سے ختم ہوا اور اس کے بعد سینی ٹورا نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"پنٹو ڈیر! تم آرام کرو اور مجھے مسٹر ایڈورڈ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"اوہ مس سینی ٹورا۔ یہ کیروشیا کہاں ہے؟"

"تم اس سے شام کو ملاقات کر سکتے ہو۔" سینی ٹورا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہو مس ٹورا۔ میں نہیں' میرا دوست اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا کے لہجے میں نمایاں تبدیلی تھی۔

"بشرطیکہ تمہیں اعتراض نہ ہو۔" میں مسکرایا اور سینی ٹورا بھی بے ساختہ مسکرا پڑی۔ اس نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور فوراً ہی ایک ملازمہ کمرے میں آگئی۔

"یس مادام!"

"کیروشیا کو بھیج دو۔"

"جی۔" ملازمہ سر جھکا کر چلی گئی اور چند ساعت کے بعد کیروشیا کمرے میں آگئی۔

"کیری۔ مسٹر پنٹو کو لے جاؤ۔ اور ہاں انہیں اداس نہ ہونے دینا میں مسٹر ایڈورڈ سے کچھ ضروری گفتگو کر رہی ہوں۔"

"اوکے۔ مادام۔" کیروشیا نے کہا اور سردارے منہ پھاڑے ہوئے اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ وہ بہت خوش ہو گیا تھا۔ سینی ٹورا نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"وہ ساری خوبیاں تمہارے اندر موجود ہیں جو ایک انسان کے انتہائی خطرناک ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"آؤ۔ یہاں سے اٹھیں' کمرے میں چلیں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور ہم ڈائننگ ہال سے نکل آئے۔ سینی ٹورا مجھے لئے ہوئے اپنے بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور مسہری پر جا گری۔ میں اس کے قریب ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں سینی۔ کون سی خوبیوں کی بات کر رہی تھیں؟"

"تم عورت پرست نہیں ہو۔"

"ہاں۔ عورت پسند ضرور ہوں' عورت پرست نہیں' مگر تم نے یہ بات کیوں کہی؟"

"صبح کیروشیا تمہیں پسند تھی۔" سینی ٹورا مسکرائی۔

"ایک عورت کی حیثیت سے؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے وہ عورت ہے۔"

"سچ پوچھو ٹورا۔ تو وہ تمہارے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ بحیثیت عورت تم نہایت بھرپور ہو' بس ذرا سی خامیوں کے ساتھ۔"

"اوہ۔ تم بے ایمان ہو' تم نے خود اظہار کیا تھا۔ کہ تم اسے پسند کرتے ہو۔"

"اچھی خاصی تھی۔ لیکن میں نے اسے بہت زیادہ اہمیت تو نہیں دی' ہاں' میرا ساتھی اس پر پھسل لیا ہے۔"

"بہرحال اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

"سینی ٹورا۔ باز نہیں آؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"مہمان بلا کر پوچھ رہی ہو کہ دوپہر کو پکنے کا کیا انتظام ہو۔ میری اپنی رائے کیا ہو سکتی ہے' ایک بار پھر تمہارے پاس آگیا ہوں' جو کچھ تم چاہو گی' وہی پروگرام بن جائے گا۔"

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا ایڈورڈ؟"

"کسی سلسلے میں کوئی بھی اعتراض نہیں۔"

"تب پھر میں انتظامات کر رہی ہوں' تم تھوڑا سا مال لے کر سوئیڈن چلے جاؤ۔ صرف سمندر پار کرنا ہے' چیکنگ اچھی خاصی ہوتی ہے لیکن ہمارے لئے کافی آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔"

"اور تم۔ تم یہیں رہو گی؟"

"تم سوئیڈن سے واپس آجانا' پھر دوسرا پروگرام بنائیں گے۔"

"تب مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو میں تیاریاں کر لوں؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"ہاں' جو تم کرنا چاہو' کر لو۔ بہرحال میں تمہارا ملازم ہوں۔"

"اچھے ملازم ہو۔ نہ تنخواہ لیتے ہو' نہ حکم مانتے ہو' مرضی کے مالک' موڈی' ہو نہہ۔" وہ محبوبانہ انداز میں بولی۔

"ہاں' موڈی' تنخواہ کی ضرورت ہو گی تو لے لیں گے۔" میں نے طویل انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ سینی ٹورا نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکالی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس انداز میں وہ بیحد حسین لگ رہی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ درحقیقت بحیثیت عورت وہ بے پناہ پرکشش تھی' لیکن صرف اس وقت جب اچھے موڈ میں ہو۔ خدوخال' جب نرم ہوتے تھے تو بہت معصوم ہو جاتی تھی۔ لیکن جو کچھ وہ تھی میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔

چند لمحات کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس کے چہرے میں نما تبدیلی پیدا ہوگئی۔

"مسٹر ایڈورڈ۔ میں جانتی ہوں آئندہ آپ پوری ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ اور اگر آپ خو میرے ساتھ تعاون پر آمادہ نہ پاسکیں تو مجھ سے تذکرہ کئے بغیر حرکت نہ کریں گے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کیا نے کسی ذہنی جذبے کے تحت دوبارہ آپ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ خیال ہے تو ا نکال دیں۔ بات صرف یہ تھی کہ آپ میرے مشاغل سے واقف ہوچکے ہیں۔"

پھر پٹری سے اتر گئی کمبخت۔ میں نے دل میں سوچا اور میں اس کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا سینی ٹورا ان عورتوں میں تھی جو مرد سے نرم رویے کی طالب نہیں ہوتیں' انہیں پتھروں کے دور کا مرد پ ہوتا ہے' وحشی' جس کا ہر فعل درندگی لئے ہوئے ہو۔ جو عورت پر اس انداز میں جھپٹے جیسے بھیڑیا بھوک شکار پر۔ جدید دور کے نرم و ملائم' لچکتے ہوئے مرد' جدید نسل ہی کی لڑکیوں کو پسند آسکتے ہیں' حالانکہ دو صنفیں ایک دوسرے کے برعکس ہونی چاہئیں۔ مرد' کرخت' خشک رو۔ عورت' نرم' ملائم' پھول کی مانن اور یہی عورت کی طلب ہوگی ہے۔

لیکن میں بھی سینی ٹورا کو اتنا ترسانا چاہتا تھا کہ وہ پاگل ہوجائے اور اس وقت بھی یہی عمل جاری تھا وہ مجھ سے اس پیار کی طالب تھی' جو پچھلی رات میں نے اسے دیا تھا۔ لیکن اس وقت میں اس موڈ میں نہ تھا۔ چنانچہ سینی ٹورا کی درشتگی حق بجانب تھی۔

"بہت بہتر۔ آپ کے احکامات کی تعمیل ہوگی۔" میں نے مودبانہ انداز میں کہا اور کھڑا ہوگیا سینی ٹورا نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ اپنے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچا تو سردارے کی آواز ابھری۔

"تم دنیا کی سب سے حسین عورت ہو' سب سے پرکشش۔ میں نے آدھی دنیا کی سیر کی ہے لیکن شبہ تمہارے جیسی پرکشش عورت روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔"

"آپ کا تعلق ایشیا سے ہے' آپ کے باس نے یہی بتایا ہے۔"

"تعلق دنیا کے کسی خطے سے ہو' ہر خطے کے مرد' مرد ہوتے ہیں اور عورت' عورت۔" سردارے نے خوبصورتی سے بات گول کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کے چہرے پر بھی میک اپ ہے نا؟"

"اوں۔ ہاں' میک اپ تو ہے۔" سردارے نے کہا۔

"پلیز آپ یہ میک اپ اتار دیں۔"

"اوہ' آخر کیوں؟"

"میں آپ کا اصلی چہرہ دیکھنے کی خواہشمند ہوں۔"

"چہروں سے کیا ہوتا ہے جان من۔ دل دیکھو' جس میں تمہاری صورت فریم ہوگئی ہے۔ ویسے میک اپ بھی اتار دوں گا لیکن بہرحال اس کے لئے باس کی اجازت ضروری ہوگی۔"

"اوہ مسٹر ایڈورڈ۔ واقعی انوکھے انسان ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"اگر تم بیگی کی شکل ہی دیکھ لیتے تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ یقین کرو' کوئی بھاری ن ہی اس کے پیٹ پر گر جاتی تو اس کا یہ حال کرسکتی تھی۔ مسٹر ایڈورڈ بڑے انوکھے انسان ہیں۔"

"باس بہت انوکھا ہے۔"

"مگر تم انہیں باس کیوں کہتے ہو۔ کیا تم ان کے ملازم ہو؟"

"غلام ہوں اس کا۔ لیکن اسے پیار سے باس کہتا ہوں۔"

"یہ تمہارے اچھے ہونے کی دلیل ہے' جو تم کسی کے پیچھے بھی اس سے اتنا پیار کرتے ہو۔"

"تم مجھ سے پیار کرکے دیکھو' ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔"

"بہت شریر......" اور کیروشیا کی آواز دب گئی۔ میں نے گہری سانس لی۔ اب کمرے میں بھی نہیں اخل ہوسکتا تھا۔ چنانچہ واپس چل پڑا۔ ایک بار پھر میں سینی ٹورا کے سامنے پہنچ گیا۔ اس پر وہی خشونت اری تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایک بات پوچھنے حاضر ہوا تھا مادام!" میں نے ادب سے کہا۔

"پوچھو۔" اس نے بھنویں اٹھا کر کہا۔

"میں باہر جاسکتا ہوں؟"

"کہاں جاؤ گے؟"

"یہ نہیں بتا سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا ساتھی بھی جائے گا؟" سینی ٹورا کسی قدر نرم لہجے میں بولی۔

"اس سوال کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میرا لہجہ خشک ہوگیا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے۔" سینی ٹورا پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"جاؤں؟"

"جاؤ۔ یہ گاڑی کی چابی موجود ہے۔" سینی ٹورا نے ایک چابی میری طرف بڑھا دی۔

"شکریہ۔" میں نے چابی تھام لی اور باہر نکل آیا۔ کوئی خاص پروگرام نہیں تھا' بس یونہی آوارہ گردی کرنے کا موڈ تھا۔ خوبصورت سیاہ رنگ کی کار لے کر میں باہر نکل آیا اور کوپن ہیگن کی رنگین سڑکوں پر چل پڑا۔

انسانی قدروں کا باغی کوپن ہیگن جنس زدہ نوجوانوں کے لئے جنت سے کم نہیں تھا۔ قدم قدم پر عریانی سے بھرپور مناظر بکھرے پڑے تھے۔ جدھر منہ اٹھا چلتا رہا۔ اور پھر ایک خوبصورت چوک کے کنارے کار روک کر کھڑا ہوگیا۔ چوک میں رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں' جوڑے مٹرگشت کر رہے تھے۔ پھر چوک پر سرخ رنگ کی ایک خوبصورت کار آکر رکی۔ اس سے سولہ سترہ سال کی ایک حسین لڑکی نیچے اتری۔ اس کے جسم پر سیاہ اسکرٹ تھا جس میں وہ بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔

لڑکی نشے میں چور تھی' اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس نے چوک کے درمیان کھڑے ہوکر ایک ہاتھ بلند کیا اور لڑکھڑاتی زبان میں کوئی تقریر کرنے لگی۔ کچھ راہ گیر رک کر اس کی تقریر سننے لگے۔ لڑکی آہستہ آہستہ پرجوش ہوتی جارہی تھی۔ اس کی آواز تو سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن حرکات صاف نظر آ

رہی تھیں۔ اور پھر اس نے جوش کے عالم میں اپنا بلاؤز پھاڑ دیا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔
مجمع بڑھ گیا تھا اس لئے اب وہ صاف نہیں نظر آ رہی تھی لیکن میں کار سے اتر کر اس کے جانے کی ہمت نہیں کر سکا اور پھر وہاں رکنے کو دل ہی نہ چاہا اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ نہ جا طبیعت پر ایک بوجھ سا ہو گیا تھا۔ بس بے مقصد سڑکوں پر گھومتا رہا۔ اور جب شام جھک گئی تو ایک ر میں آ بیٹھا۔

ابھی ایک میز پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک سیاہ بالوں والی لڑکی نزدیک پہنچ گئی۔ "بیٹھ سکتی ہوں؟" دلاویز انداز میں پوچھا۔ دل تو چاہا کہ دھتکار کر بھگا دوں لیکن کچھ نہ بول سکا۔ اور جب وہ بیٹھ گئی تو م سوچا چلو تھوڑی سی تنہائی دور ہو جائے گی۔ اور میں نے اس کے ساتھ شرافت کا برتاؤ کرنے کا فیصلہ کیا
"کیا پئیں گی؟"

"پیک جوس۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے ویٹر کو دو پیک جوس کا آرڈر دے دیا۔ تھو کے بعد دو سرخ گلاس ہمارے سامنے سرو ہو گئے۔ نہایت عمدہ سروس تھی۔
"میرا خیال تھا آپ شراب طلب کریں گی۔"
"کوئی بات نہیں، آپ غلط بھی سوچ سکتے ہیں۔"
"ہاں۔" میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا۔
"اور پھر اکیلے پینے میں لطف بھی نہیں آتا۔"
"میں نہیں سمجھا ———" میں نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔
"میں جانتی ہوں آپ اس وقت بہت پئیں گے۔"
"خوب۔ کیسے جانتی ہیں؟"
"مجھے پراسرار علوم سے بے حد دلچسپی ہے۔ میں انسان کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتی ہوں۔"
"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کیا نام ہے آپ کا۔" میں نے پوچھا۔
"ڈرینی ہاور۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"میرے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔"
"جو آپ پوچھنا چاہیں مسٹر نواز ———" لڑکی نے کہا۔ اور اچانک گلاس پر میری گرفت ہو گئی۔ نواز۔ نواز۔ نواز۔ ایک ہی لفظ میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ لیکن میں نے چہرے پر کوئی تغیر آنے دیا۔ میں خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا اور وہ مسکراتی رہی۔
"آپ خود ہی بتا دیں مس ڈرینی۔" چند منٹ کے بعد میں نے آہستہ سے کہا۔
"اوہ۔ کیا میں آپ کو اطلاع دوں مسٹر نواز کہ پرسوں رات، غلام سیٹھ گلیمرس اسٹور میں کا انتظار کرے گا!" ڈرینی نے کہا اور میرے پورے بدن میں گرم گرم چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ میں گ بھی نہ تھام سکا اور میں نے اسے آہستہ سے نیچے رکھ دیا۔ پھر میں نے سرسری نگاہوں سے چاروں ط دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولا۔
"کون غلام سیٹھ۔؟"
"کچی شراب میووں سے بھی بنائی جاتی ہے۔" اس نے ایک کوڈ دہرایا۔ اور اب شبہہ کا کوئی

ں تھا۔
"کیا وہ کوپن ہیگن میں موجود نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے پوچھا۔
"اس وقت نہیں۔!"
"یہاں کب پہنچ رہا ہے؟"
"کل شام۔ یا پرسوں صبح۔ بہرحال پرسوں رات ساڑھے گیارہ بجے۔"
"اس کی حفاظت کا معقول بندوبست ہے کہ نہیں۔" میں آہستہ سے غرایا۔
"بعض معاملات میں میرا علم بھی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ بہرحال جتنا علم تھا میں نے تمہیں بتا دیا۔ اب ں جوس پینے کے بعد یہاں سے اٹھوں گی کسی اور گاہک کو تلاش کروں گی یوں اظہار کرو۔ جیسے میرا تمہارا رابطے نہیں ہوا۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اسکی شکل دیکھتا رہا!
"اور ہاں۔ اگر کوئی میرے ساتھ بدتمیزی بھی کرے تو خیال نہ کرنا۔ یہ ضروری ہے۔ ویسے دل میں برے لئے برائی بھی مت رکھنا کیونکہ میں پیشہ ور نہیں ہوں۔" اس نے گلاس کا آخری گھونٹ لیا۔ پھر اس نے میرے گال کو بوسہ دیا اور ایک طرف بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

میرے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اطلاع اس قدر اچانک اور اتنے انوکھے انداز میں ملی تھی کہ میں دنگ رہ گیا۔ ویسے تو یہ حقیقت تھی کہ غلام سیٹھ کے تربیت یافتہ لوگ کسی سے کم نہیں تھے۔ انتہائی ہانت کے مالک۔ اب اس لڑکی کی مثال ہی لے لی جائے۔ اس سے عمدہ ترکیب کونسی ہو سکتی تھی کہ وہ کسی کال گرل کے انداز میں مجھ تک پہنچ سکے۔ اگر کوئی دیکھ بھی لے تو شبہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوپن ہیگن کے سارے ہوٹل ایسی لڑکیوں سے بھرے پڑے تھے۔ اور یہاں کوئی تنہا آدمی اگر ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا تو اسے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ اب وہ کسی دوسرے گاہک کو پھانسے گی۔
اور شاید شبہے کو بالکل ہی ختم کرنے کے لئے اس کے ساتھ رات بھی گذارے میں نے گہری نگاہوں سے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ لیکن کوئی بھی میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ سوائے ایسی چند لڑکیوں کے، جو چہرے ہی سے شکاری معلوم ہو رہی تھیں اور کسی گاہک کی تلاش میں تھیں۔ لیکن اس وقت تو ذہن ہی قابو میں نہیں تھا۔ خود کو پرسکون کرنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اعصابی تناؤ بے حد تھا۔ میں نے رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔
"وہسکی۔" میں نے کہا۔ اور وہ گردن جھٹک کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد اس نے وہسکی لا کر رکھ دی۔ شاید پوری زندگی میں پہلی بار میں نے وہسکی کی ضرورت محسوس کی تھی۔ کئی نیٹ پیگ پینے کے بعد کسی قدر سکون کا احساس ہوا۔ یہاں سے اٹھنے سے قبل میں خود کو نارمل کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ اور جب احساس ہوا کہ اعصابی تناؤ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ بس دل کے اندرونی گوشوں میں ایک سنسنی خیز کیفیت باقی ہے، تو میں نے ویٹر سے بل منگایا۔
ہوٹل سے باہر نکل کر کار میں بیٹھتے ہوئے۔ میں نے گلیمرس اسٹورز کے بارے میں سوچا۔ مقامی ایجنٹ ایک گھٹیا آدمی تھا۔ لیکن بہرحال اس وقت پوزیشن دوسری تھی۔ میں نے سوچا اسے ٹیلیفون کر لوں۔ گو یہ ایک خطرناک کام تھا۔ لیکن بہرحال تسلی کر لینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں کار میں بیٹھ ایک پبلک کال

بوتھ کی طرف چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ ایک فون سینی ٹورا کو بھی کروں گا۔ تاکہ اگر میری نگرانی پر
موجود ہے اور وہ سینی ٹورا کو اطلاع بھی دے تو وہ اندازہ لگالے کہ میں نے اسے فون کیا ہے۔
میں نے سکے ڈال کر گلیمرش اسٹورز رنگ کیا۔ اور دوسری طرف سے کسی لڑکی نے فون
کیا۔

"مسٹر ڈکنز سے گفتگو کرنی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہولڈ آن پلیز۔" لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"ڈکنز۔" چند ساعت کے بعد ڈکنز کی آواز سنائی دی۔

"کچی شراب میووں سے بھی بنائی جاتی ہے؟"

"ہاں۔ لیکن اس میں ترشی ہوتی ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔ جواب تسلی بخش تھا۔

"مسٹر ڈکنز۔!"

"کون ہو تم۔؟" دوسری طرف سے آواز غرائی ہوئی سی تھی۔ "کیا یہاں آکر نہیں مر سکتے تھے۔"

"سوری۔ بات ہی ایسی تھی۔"

"نمبر بتاؤ۔"

"افسوس ابھی تک کوئی نمبر نہیں مل سکا۔ ویسے آپ این ڈبلیو زیڈ سمجھ سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ شرمندہ ہوں جناب۔ میں سمجھا کوئی مقامی کارکن ہے۔" ڈکنز کی آواز میں بوکھلا
تھی۔

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"کیا اطلاع آپ تک پہنچ گئی۔؟" ڈکنز نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل۔ معاف کیجئے' کوئی اور طریقہ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ بیشمار کارکن آپ کی مختلف تص
لے کر پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"شبیر کہاں دہاڑ رہا ہے؟"

"اس بارے میں نہیں معلوم۔ بس پرسوں شو ہو رہا ہے۔"

"کس وقت؟"

"ٹھیک نو بجے۔!"

"اوکے۔" میں نے فوراً فون بند کر دیا اور دوبارہ سکے ڈال کر سینی ٹورا کے رہائش گاہ کے نمبر ڈا
کئے۔ اتفاق سے دوسری طرف سینی ٹورا ہی نے فون ریسیو کیا تھا۔ میں نے اس کی آواز پہچان لی۔

"خادم بول رہا ہے۔" میں نے چہکتی آواز میں کہا۔

"کہاں ہو ایڈورڈ۔؟"

"خوب۔ میری آواز پہچان گئیں۔؟"

"کیوں نہیں۔ مگر ہو کہاں۔؟"

"فی الحال تو ایک پبلک کال بوتھ میں ہوں۔"

"اوہ۔ فون کیوں کیا ہے۔؟"

"کوپن ہیگن کی حسین زندگی نے ذہنی کیفیت خراب کر دی ہے۔ رات کسی حسین جگہ گزارنا چاہتا
ہوں۔ میں نے خود کو کبھی ایک متقی انسان ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اور جب کوئی آواز نہیں آئی تو میں نے کہا۔ "ہیلو۔!"

"سن رہی ہوں۔"

"جواب چاہتا ہوں۔"

"کس حیثیت سے جواب دوں؟" سینی ٹورا کی آواز میں ہلکی سی خفگی تھی۔

"اس کا تعین خود کر لو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تو یوں سمجھو۔ تمہیں کسی بات سے نہیں روک سکتی۔ لیکن مناسب سمجھو تو ایک پیشکش کر سکتی
ہوں۔"

"ضرور۔!"

"واپس آجاؤ۔ ہر قسم کے انتظامات یہیں ہو جائیں گے۔!"

"اوہ۔ واقعی۔؟"

"وعدہ۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوکے۔" میں نے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔ پھر کسی قدر مطمئن ہو کر وہاں سے نکل آیا۔ اعضا کی
کھچاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ بہرحال غلام سیٹھ کے بارے میں سن کر خوشی ہوئی تھی۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا
کہ اس شخص سے کسی حد تک لگاؤ بھی ہے۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس لگاؤ کے بارے میں سوچا تو احساس
ہوا کہ یہ شخص غلط لائنوں پر کام کرتا ہے۔ لیکن بہرحال میری زندگی کو اس نے بہت بڑا سہارا دیا ہے اور ہمیشہ
مجھ سے مخلص رہا ہے۔ میں خود ہی بے نیاز انسان تھا لیکن اس نے کسی طرح میری حق تلفی نہیں کی اور
میرے مفادات کا خیال رکھا۔ بلا مبالغہ اس نے مجھے شہزادوں کی سی زندگی بسر کرائی تھی۔ ہر جگہ میرے ساتھ
پورا پورا تعاون کیا گیا تھا۔ اس نے مجھے حیثیت ہی وہ دی تھی کہ کہیں بھی چلا جاؤں دوسرے میرے احکامات
کی تعمیل کریں۔ بہرحال ذہنی طور پر بلکہ لاشعوری طور پر میں غلام سیٹھ کو پسند کرتا تھا۔ اس پر پہلے کبھی غور
نہیں کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں واپس سینی ٹورا کی خوبصورت رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ سینی ٹورا اپنے کمرے میں
میری منتظر تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔

"کیا ہو گیا نواز۔ کیوں پٹری سے اتر گئے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"فضول بکواس۔ سب کچھ بکواس۔" میں نے ایک صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ کس سے ناراض ہو گئے؟" سینی ٹورا خلاف معمول بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"ساری دنیا سے۔" میں نے برا سامنہ کہا۔

"چچ۔ چچ۔ کیا قصور ہو گیا دنیا بے چاری سے۔؟"

"بس خود میں اس طرح الجھا لیتی ہے کہ انسان گھن چکر بن کر رہ جاتا ہے۔ باہر حسن بکھرا ہوا ہے۔
قابل حصول۔ لیکن۔ ہم جیسے لوگوں کے لئے بے کار۔"

"کیوں۔ بے کار کیوں۔؟"

"بس دل نہ جلاؤ۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ دوسروں کے رحم و کرم پر۔ ایک طرف پولیس خواہ مخواہ پیچھے پڑ گئی ہے۔ دوسری طرف دوسری پابندیاں۔!"

"اوہ۔ تمہارے اوپر کوئی پابندی تو عائد نہیں کی گئی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ "تم نے کچھ وعدہ کیا تھا؟"

"ہاں اور پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا نے ایک بیل بجادی۔ ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہو گئی تھی۔

"کیا پوزیشن ہے۔؟"

"کام مکمل ہو گیا ہے، مادام۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ایڈورڈ کو نہایت احترام کے ساتھ لے جاؤ۔ ان کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور لڑکی میرے سامنے آکر جھک گئی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کی کیفیات میرے لئے کافی دلچسپ تھیں۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ذہنی کوفت ہو رہی ہے۔ میں لڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ میں نے اس کی چال میں کافی دل کشی پائی۔ بہرحال وہ مجھے ایک دروازے کے قریب لے گئی اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔

دوسری طرف کافی بڑا اور روشن ہال تھا۔ ہال میں چھ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک سے ایک خوبصورت۔ دلکش خدوخال۔ متناسب بدن۔ انہوں نے نیم عریاں لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ درمیان میں نہایت قیمتی صوفہ پڑا ہوا تھا۔ موٹا قالین بچھا ہوا تھا۔ بڑا ہی حسین منظر تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ سب کھڑی ہو گئیں۔ میرے ساتھ آنے والی لڑکی مجھے ان کے قریب لے گئی۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ڈوپلہ مورتن۔ سینی جرکن۔ سولن بیکر۔ سونیلا بشکن۔ اس نے تمام لڑکیوں کا تعارف کرایا اور لڑکیاں تکریم کے انداز میں جھکتی رہیں۔

"یہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گی۔"

"بہت خوب۔ اور تم۔؟"

"مم۔ میں۔ جو آپ حکم دیں۔" میرے ساتھ آنے والی لڑکی گھبرا گئی۔

"اوکے ڈارلنگ۔ تب تم میرے ساتھی کو یہاں بھیج دو۔" میں نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"جی ہاں۔ مس کیروشیا کے ساتھ ان کے کمرے میں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اس سے کہو تمہارا باس طلب کرتا ہے۔؟"

"بہت بہتر۔" لڑکی ہال سے نکل گئی۔ اور میں صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر میں نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ سب کی سب دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔

"موسیقی۔" میں نے کہا۔ اور ایک لڑکی ایک دیوار کی طرف بڑھ گئی اس نے ایک نظر نہ آنے والے سوئچ کو دبایا۔ اور دیوار سے موسیقی منتشر ہونے لگی۔ نہایت خوبصورتی سے دیواروں میں اسپیکر چھپائے گئے تھے۔ پھر ایک اور لڑکی نے ایک دوسری دیوار کا بٹن دبایا اور بٹن کے نیچے دیوار کا ایک حصہ

ڈھکن کی طرح کھل گیا۔ خلا میں دنیا کی اعلیٰ ترین شراب کی بوتلیں اوپر سے نیچے تک چنی نظر آرہی تھیں اور پھر وہ الماری اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ آئی۔ خود کار ٹرالی تھی جو پہیوں پر لڑھکتی اسی طرف آرہی تھی اور لڑکی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ٹرالی میرے بائیں سمت آکر رک گئی۔

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کونسی پیش کروں جناب۔" لڑکی نے ٹرالی کے ایک حصے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"شراب۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب پھر میں تمہیں ہی پیوں گا۔!" میں نے کہا۔

"حاضر ہوں۔" لڑکی نے سر جھکا دیا۔ بڑی دلکش ادا تھی۔ لیکن میرے ذہن میں تردد تھا۔ میں نے سینی ٹورا سے فرمائش تو کی تھی۔ لیکن وہ صرف فون کرنے کی بات تھی جو احتیاطاً کی گئی تھی۔ سینی ٹورا پوری سنجیدگی سے یہ سب کچھ کر دے گی اس بات کا مجھے خیال نہیں تھا۔ لیکن میں سینی ٹورا کی اس کیفیت سے بھی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جو اس کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال میں زیادہ نہیں سوچ سکا۔ سردارے۔ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اس وقت تمام لڑکیاں میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور شاید میں دروازے کی طرف سے نظر بھی نہیں آرہا تھا۔

سردارے کا چہرہ ہونق ہو گیا۔ وہ احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے ساتھ آنے والی لڑکی کی طرف دیکھا۔

"مسٹر ایڈورڈ۔" لڑکی نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور سردارے دوڑتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اوہ۔ باس۔ خدا کی پناہ۔ واقعی موجود ہو۔" اس نے مجھے دیکھ کر ٹھٹھکتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ یہ لڑکی تم سے مذاق کر سکتی تھی۔؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہا۔۔۔۔۔" سردارے ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "تم مجھے کبھی خوش نہ ہونے دو گے نوازے۔!"

"خیریت۔؟"

"کیروشیا کو تم نے جس فراخ دلی سے مجھے بخش دیا تھا' میں اس پر عش عش کر اٹھا تھا۔ لیکن میں نے سوچا تھا کہ شاید یہ ایثار صرف استانی کی وجہ سے ہے۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"بس یہی سوچ رہا ہوں ڈیئر سردارے۔ باس کے مقابلے میں تم اے گریڈ کے گدھے ہو۔" سردارے ایک ایک لڑکی کو گھورتے ہوئے بولا اور میں ہنس پڑا۔

"بیٹھو۔ اونٹ کی طرح منہ اٹھائے کیوں کھڑے ہو؟" میں نے کہا اور سردارے ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گیا۔

"روزانہ چھ کا کوٹہ بندھا ہے استاد؟" سردارے نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"چھ صبح چھ شام۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو۔ دوپہر کو کیا کرتے ہو۔؟"

"قیلولہ کرتا ہوں۔ اور تمہاری اس بکواس کرنے والی زبان کا ماتم کرتا ہوں۔" میں نے اس کی پہ دھول جماتے ہوئے کہا۔

"بہرحال استاد۔ خوب ہو۔ مگر اس وقت مجھے کیوں بلایا تھا۔؟"

"کیا کر رہے تھے؟"

"کیروشیا کے اشعار سن رہا تھا۔ ویسے بہت چالاک ہو استاد۔ تمہیں پتہ چل گیا ہو گا کہ وہ شعر ہے۔" سردارے برا منہ بنا کر بولا۔ اور میں ہنس پڑا۔

"تو وہ شاعر ہے؟"

"کمبخت کے ایک شعر کی داد دیدی تھی۔ اب اس وقت تک پیچھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتی تک اس کی دو چار نظمیں نہ سن لو۔ ارے' یہ شاعر تمام جگہوں کے یکساں ہوتے ہیں۔ کم از کم اس جدید کے لوگوں سے تو ایسی توقع نہیں تھی" سردارے نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ اور میں ہنس دیا۔

"اگر شاعر ہے تو اس کے احساسات بھی لطیف ہوں گے۔ اتنی خوبصورت لڑکی۔ اور پھر احساسات کی مالک ہے۔ تم تو بہت خوش نصیب ہو سردارے۔"

"استاد۔ خدا کے لئے اسے واپس لے لو۔ یا پھر اتنی مدد تو کر دو کہ اس کے اشعار تم سن لیا کرو اس کے بعد اسے میرے حوالے کر دیا کرو۔ بیشک حسین ہے۔ دلکش ہے لیکن شعر بھی تو سناتی ہے" سردارے کراہ کر بولا۔

"تم سے خوش ہے؟"

"کیوں خوش نہ ہو گی۔ مجھ جیسے مظلوم لوگ اسے کہاں سے ملیں گے۔" سردارے بے چارگی سے بولا۔

"تو تم سیر نہیں ہوتے؟"

"اس سے پہلے تھا۔ لیکن اب تمہارے عیش دیکھ کر پھر سے احساس کمتری کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر آج رات یہیں گذارو۔"

"اوہ' سچ استاد۔" سردارے خوش ہو گیا۔

"ہاں۔ اس سے کیا کہہ کر آئے ہو۔؟"

"میں نے تو کچھ کہا نہیں۔ بس تمہارا ابلاوا آ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں میرا انتظار کرے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تم نہیں جاؤ گے تو خود تھک ہار کر سو جائے گی۔"

"ہاں ہاں اور کیا۔ میں کیا اس کا شوہر ہوں جو جواب طلب کرے گی۔" سردارے نے کہا۔ "تھوڑا سا نقصان ہو گیا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی بلا لیتے استاد۔!"

"کیوں۔ نقصان کیوں ہو گیا؟"

"بس آخری نظم سنا رہی تھی جو بقول اس کے آج ہی ہوئی تھی۔ تین غزلوں کا نقصان ہو گیا۔ مطلب ہے کوٹے کی تین غزلیں سنا چکی تھی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کل کہہ دوں گا کہ صرف ایک سنائے۔ تین ادھار میں چکائے۔" اور میں پھر ہنس پڑا۔ کمبخت بڑا ہی مسخرہ تھا۔

"بڑے ابوالہوس انسان ہو۔ تمہارا کبھی دل ہی نہیں بھرتا۔"

"سچ استاد۔ نہ جانے لوگ ایک شادی کر کے زندگی کیسے گذار لیتے ہیں۔ اس ایک عورت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ گذارا کر سکتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔

"ٹھیک ہے سردارے۔ بس تم ان چھ کو لے کر چھ ماہ کے لئے کسی جزیرے پر چلے جاؤ۔"

"اوہ۔ ایک ایک کر کے دو استاد۔ ورنہ ایک ماہ بعد یہ سب واپس۔ مگر استاد مذاق اپنی جگہ' کیا یہ مادام سینی ٹورا واقعی ایسی ہی نیک دل خاتون ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے بہت کچھ کیا ہے' اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

"واقعی' واقعی۔ تو اس کی شان میں قصیدے لکھ دے۔"

"اوہ۔ شاعروں کی باتیں مت کرو استاد۔ طبیعت الٹنے لگتی ہے۔ سچ اس نے مرجانے کی حد تک بور کر دیا ہے۔"

"میں جاؤں سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"ایں۔ کہاں استاد۔"

"بس تو ان سب کو سنبھال۔"

"ارے نہیں استاد۔ اب ایسا بھی نہیں ایک آدھ تم بھی لے جاؤ۔" سردارے نے فراخ دلی سے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔ ان کا رقص دیکھیں گے۔ اور اس کے بعد انہیں رخصت کر دیں گے۔"

"ارے ارے۔ اس قدر دل بھر چکا ہے استاد۔ مگر تمہارا یار تو بھوکا ہے۔"

"تم بعد میں ان سب کو نگل جانا۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے لڑکیوں سے رقص کی فرمائش کر دی۔ میرے حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ اور لڑکیاں مشرقی رقص کرنے لگیں۔

کافی دیر تک وہاں رہا۔ پھر سردارے کو ان کے حوالے کر کے واپس آ گیا۔ اور اپنے کمرے میں دبک کر آرام سے سو گیا۔ دوسری صبح کسی کی انگلیوں کے لمس سے آنکھ کھلی۔ خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ آنکھیں کھولتے ہی سینی ٹورا کا چہرہ نظر آیا۔ دھلا دھلا' نکھرا نکھرا۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ مسکرا دی اور کمبخت کافی حسین نظر آئی۔

میں چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔ "کیا وقت ہو گیا سینی؟"

"پونے دس۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"ارے بہت دیر ہو گئی مجھے۔"

"تم کون سے کسی کے ملازم ہو۔ کونسا تمہیں نوکری پر جانا ہے۔ اٹھو باتھ روم جاؤ۔ پھر ناشتہ کریں گے۔"

"ناشتہ ابھی نہیں کیا گیا۔؟"

"نہیں ——— !"

"میری وجہ سے۔؟"

"ہاں۔ تمہاری وجہ سے۔"

"تب تو مجھے افسوس ہے۔ میں ابھی آیا۔" میں باتھ روم کی طرف دوڑ گیا۔ سینی ٹورا مسکراتی رہی

تھی۔ باتھ روم میں' میں نے زیادہ دیر نہیں لگائی۔ سینی ٹورا اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے انداز
انوکھی تبدیلی آئی تھی۔ بڑی نرم و ملائم نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پیار کی پرچھائیاں تھیں۔
میں اس کے ساتھ ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور سینی ٹورا میرے ساتھ بیٹھ گئی۔

"دوسرے لوگ۔ نپٹو وغیرہ۔" میں نے کہا۔

"وہ ناشتہ کر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ صرف تم۔ میرا مطلب ہے تم نے ناشتہ کیوں نہیں کیا۔؟"

"اب اتنی بری بھی نہیں ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے شکایت آمیز انداز میں بولی۔

"کیوں؟ اس میں برا ہونے کی کیا بات ہے۔؟"

"تمہارے بغیر ناشتہ کیسے کر لیتی۔"

"آج ضرورت سے زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کی وجہ ہے۔" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے ایک ادا سے بولی۔

"اوہ کیا؟"

"تم خود بھی تو پیارے انسان ہو۔!"

"اوہو ——— آج یہ احساس کیسے ہو گیا۔؟"

"تم نے دلایا ہے۔"

"بہت خوب۔ کس طرح۔؟"

"میں کیوں بتاؤں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ درحقیقت آج تو وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ میں
سے ناشتہ کرتے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔ خوبصورت تو وہ یقیناً تھی۔ بس اس کی جسامت اور خونخوا
اسے عام لڑکیوں سے مختلف کرتی تھی' ورنہ اسے ایک دلکش لڑکی کہا جا سکتا تھا۔ آج وہ بالکل ایک عا
لگ رہی تھی۔

"بتا بھی دو جانم۔"

"واقعی۔؟"

"ہاں۔"

"رات کو کیا ہوا تھا۔" سینی ٹورا نے کہا اور اچانک میرے ذہن میں سنسناہٹ ہونے لگی۔
نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا تھا۔

"کیا ہوا تھا۔" میں نے انڈا نگلتے ہوئے کہا۔

"تم نے ان لڑکیوں کو کیوں ٹھکرا دیا۔؟"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا انہوں نے شکایت کی تھی۔؟"

"ہاں۔ انہوں نے اپنی زبردست توہین محسوس کی تھی۔ تم انہیں نچاتے رہے۔ کسی کی د
راغب نہ ہوئے اور آخر میں اپنے ساتھی کے حوالے کر کے چلے آئے اور آرام سے سو گئے۔"

"تب تو تمہیں مجھ سے ناراض ہونا چاہئے تھا۔"

"اگر تم انہیں قبول کر لیتے تو ناراض ہو جاتی۔"

"ارے کیوں۔؟"

"میں خود جو تمہیں چاہتی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے بعد
خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔ سینی ٹورا بھی خاموش تھی۔ یہاں تک کہ ناشتہ ختم ہو گیا۔ تب وہ کافی کا گھونٹ
کر پیالی رکھتے ہوئے بولی۔ "کیوں' خاموش کیوں ہو گئے ایڈورڈ۔؟"

"بس تمہاری انوکھی فطرت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"انوکھے تو تم بھی ہو میری جان۔ ساری دنیا کے مردوں سے مختلف۔ دلیر اتنے کہ پہاڑوں سے ٹکرا
تے ہو۔ طاقت ور اتنے کہ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہو۔ اور پھر کسی چیز سے مرعوب نہیں ہوتے۔ سچ کہہ
ا ہوں ایڈورڈ میں' مرد نام کی کسی چیز سے کبھی مرعوب' نہیں ہوئی۔ لیکن میں تمہارے سامنے اپنے
بات میں ایک تبدیلی پاتی ہوں۔"

"کیا میں خوشی سے اپنی گردن کاٹ لوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم زندہ رہو گے۔ ہمیشہ ہمیشہ۔ میرے لئے۔" سینی ٹورا نے کہا۔ کافی دیر تک سینی ٹورا
رومانی موڈ طاری رہا۔ اور پھر وہ بولی۔ "آج کیا پروگرام ہے ایڈورڈ۔؟"

"کوئی خاص نہیں۔ تم بتاؤ۔"

"میں تمہیں جلد از جلد سویڈن روانہ کر دینا چاہتی ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے آج اس سلسلے میں مصروف رہنا ہو گا۔!"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی حسب معمول آوارہ گردی کروں گا۔" میں نے کہا۔ "اجازت ہے نا۔؟"

"مکمل ——— اب میں تمہاری طرف سے پوری طرح مطمئن ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور پھر ناشتے کے کمرے سے نکل آئے۔ سینی
را اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سردارے بے ایمان نہ جانے کہاں تھا۔ بہرحال
سے تلاش کرنا بیکار تھا اور مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں اس معاملے میں رازداری سے کام لینا
چاہتا تھا۔ اسے کچھ بتانا ٹھیک نہیں تھا۔ لیکن میرے خیال میں سینی ٹورا کے ساتھ میرا یہ آخری دن تھا۔ اور
ج کی رات آخری رات ہو گی۔

میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ لیکن آج کا دن اور محتاط گزارنا تھا۔ سارا دن فضول قسم کی آوارہ گردی
کرتا رہا۔ کوئی مقصد نہیں تھا۔ تعاقب کا خیال بھی رکھا تھا۔ لیکن شاید سینی ٹورا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ وہ میری
طرف سے مطمئن ہو گئی تھی۔ یا پھر میں ہی غلط تھا۔ ممکن ہے اس کا تعلق انٹرپول سے نہ ہو۔ بہرحال مجھے
لوکی اس کے ساتھ زندگی گزارنی تھی۔

شام کو میں واپس آ گیا۔ سینی ٹورا موجود تھی۔ لیکن اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ مجھے بھی اس نے
یکی سپاٹ نگاہوں سے دیکھا جیسے شناسائی نہ ہو۔ میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ کئی ملازموں کو اس نے میرے
سامنے ڈانٹا۔

"کیا بات ہے سینی ——— بہت تھکی تھکی ہو۔"

"ہاں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"بہت مصروفیت رہی؟"

"براہ کرم اس وقت آرام کرو۔ میں بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے نخو
اور میرا خون کھول کر رہ گیا۔ تیری تو ایسی تیسی میں نے دل میں سوچا۔ میں خود تجھے کب گھاس ڈا
میں خاموشی سے اس کے کمرے سے نکل آیا۔ لیکن مجھے اس پر سخت غصہ آرہا تھا۔ نہ جانے کیا س
خود کو الو کی پٹھی۔

رات کو کھانے کی میز پر بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سردارے موجود تھا اور حسب
خوش تھا۔ "استانی کہاں ہے استاد۔؟" اس نے پوچھا۔

"جہنم میں!" میں نے جواب دیا اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"اوہو۔ کسی خاص مشن پر گئی ہے استادیا۔۔۔۔۔" سردارے نے مسخرے پن سے پوچھا۔

"یار تم خاموش نہیں رہ سکتے۔"

"ہوا کیا ہے استاد۔" الجھے الجھے سے نظر آرہے ہو۔"

"سردارے۔۔۔۔۔" میں نے سرزنش کی۔ "میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔"

"رہو استاد۔ میں کب منع کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے اس کی وجہ معلوم ہو جاتی تو ٹھیک
سردارے نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا' تب وہ اسی طرح بولا۔ "اور نہیں بھی معلوم ہوئی تب
حرج نہیں ہے۔ ہاں فرق ہی کیا ہے۔۔۔۔۔" وہ پوری طرح کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور میں
ٹھیک کرتا رہا۔

لیکن سینی ٹورا پر آج جتنا غصہ آیا تھا اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا۔ پل پل میں بدل جانے
عورت کے ساتھ تو چند لمحات بھی نہیں گزارے جاسکتے تھے۔ بہرحال اب مجھے اس کے ساتھ زیا
گزارنا بھی نہیں تھا۔ لیکن۔ لیکن اس نے جس طرح توہین کی ہے۔ اس کا انتقام تو ضروری ہے۔ ا
نہیں چھوڑنا چاہئے۔ میں نے خود بھی اس کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ ورنہ۔۔۔۔۔

"استاد۔۔۔۔۔!" سردارے پھر بول پڑا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے د
ناراضگی کی وجہ تو بتادو استاد۔" سردارے گڑگڑایا۔

"ارے۔ میں ناراض نہیں ہوں سردارے۔"

"پھر خاموش کیوں ہو۔؟"

"یار کھاتے وقت بولنے میں کافی وقت ہوتی ہے۔ اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" میں۔
درست کرنے کی کوشش کی۔ اور سردارے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اس سے قبل تو ایسا نہیں ہوا استاد۔ خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہو گا۔ ہاں۔ آج رات کا کیا پروگر
باس۔"

"کیوں۔ تم اس کی غزل پوری نہیں سنو گے۔؟"

"ضرور سنوں گا۔ لیکن گذری ہوئی رات تو اندر سجا رہی۔"

"آج نہیں رہے گی۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر۔ ٹھیک ہے۔ دوسری صورت بھی بری نہیں سوائے دو چار غزلوں کے۔" سردارے۔

رگی سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ سردارے خوش ہو گیا تھا۔

سینی ٹورا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہاں ہے۔ میں بھی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اور
دارے غزل سنانے والی محبوبہ کے پاس۔ کمرے میں آکر میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور مسہری پر دراز ہو
لیکن نہ جانے کیوں ذہن کھول رہا تھا۔ سینی ٹورا کے رویئے پر شدید غصہ آگیا تھا۔ کیا سمجھتی ہے خود کو
کی پٹھی۔ تب میں نے سوچا۔ کیا ضروری ہے کہ میں کل بھی اس کے پاس رہوں۔ صبح ہی غائب ہو جاؤں تو
حرج ہے۔ آج کے بعد تو اس سے ملنا نہیں ہے پھر کیوں نہ آج۔ کیوں نہ آج۔

گھڑی نے بارہ بجائے۔ اور میں اٹھ گیا۔ میرے ذہن میں بڑے خطرناک ارادے جنم لے رہے
مسئلہ صرف سردارے کا تھا۔ وہ بے وقوف نہ پھنس جائے۔ بہرحال اس وقت کوئی چیز مانع نہیں تھی۔
اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اور سینی ٹورا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

اندر سے موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ گویا سینی ٹورا جاگ رہی تھی۔ میں نے کی ہول کے اندر
انکا۔ گہری نیلی روشنی میں سینی ٹورا ایک آرام کرسی میں دراز تھی۔ اس نے شب خوابی کا باریک لباس پہنا
ا تھا۔ جس میں اس کے بدن کے سارے خطوط نمایاں تھے۔ بے حد حسین لگ رہی تھی وہ۔۔۔۔۔ میں
ے دیکھتا رہا۔ اس کی انگلیوں میں لمبی سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ اور چہرے سے ہی وہ پریشان معلوم ہو رہی
ی۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ اور اس نے پہلو بدل لیا۔ اس وقت اسے کسی کے آنے کی امید
یں تھی۔ میں نے دوبارہ دستک دی اور وہ کھڑی ہو گئی۔

"کون ہے؟" اس کی آواز ابھری۔ لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اچانک وہ اٹھ گئی۔ میں
نے اسے ایک پستول اٹھاتے دیکھا۔ میں سنبھل گیا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ آئی۔ اور اطمینان سے
روازہ کھول دیا۔

"معذرت خواہ ہوں مادام ایک ضروری کام تھا۔" میں نے بھیڑ کی کھال اوڑھتے ہوئے کہا۔

"ایڈورڈ۔؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ہاں مس سینی ٹورا۔"

"کیا وقت ہوا ہے؟" اس کی آواز میں پھر خشکی آگئی۔

"مجھے اندازہ نہیں مادام۔ بس ایک ضروری۔۔۔۔۔"

"میں اس وقت کچھ سننا نہیں چاہتی۔" اس نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ۔ دراصل۔ میں۔" میں نے مسکین آواز میں کہا۔

"کہہ جو دیا۔ اس وقت کچھ نہیں سنوں گی۔" سینی ٹورا نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی مادام۔ لیکن کام ایسا ہی تھا۔" میں نے مایوسی سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔ پھر
ں کے اندر تھوڑی سی تبدیلی ہوئی اور وہ پلٹتے ہوئے بولی۔

"یہیں رکو۔ میں گاؤن پہن لوں۔"

"یس۔ یس مادام۔" میں نے کہا اور وہ پلٹ پڑی۔ پستول والا ہاتھ لٹک گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ
ہ کچھ نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے لمحے میں اس کے پیچھے اندر داخل ہوا اور اس کے پستول والے ہاتھ پر لات

رسید کر دی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ اور ظاہر ہے ہاتھ میں چوٹ بھی لگی تھی
وہ غرا کر پلٹی۔ میں حقارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا کمینگی ہے۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ میں اس کے نزدیک ہی تھا۔ دوسرے نے ہاتھ گھمایا اور میرا ہاتھ کافی زوردار آواز سے اس کے گال پر پڑا۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ لئے

"ابھی بتاؤں گا تجھے کتیا۔ کہ یہ کیا کمینگی ہے۔" میں نے اسے دروازے کی طرف گھسیٹتے ہو اور پھر دروازے کو دھکا دیا۔ خودکار دروازہ لاک ہو گیا تھا۔ اب کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اور پھر میں ا سے پکڑے پکڑے کمرے کے وسط میں لے آیا۔

"چھوڑو۔ میرے بال چھوڑو۔" اس نے دو تین زوردار جھٹکے دیئے۔ اور میں نے اس چھوڑ دیئے۔ اس کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔ "کیا چاہتے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ لیکن اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چند لمحے مجھے گھورتی رہی۔ پھر اچانک اس نے پستول کی طرف چھلا لیکن میں نے لپک کر اس کی کمر پکڑ لی اور اسے پوری قوت سے دھکا دیا۔ سینی ٹورا مسہری پر جا گری۔ نے پستول اٹھا لیا۔ پھر میں نے پستول کے چیمبر خالی کر دیئے اور اسے ایک طرف اچھال دیا۔ مسہری پر اسی طرح پڑی مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔؟" اس نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ایک بہت ہی ضروری کام ہے مادام۔" میں نے کہا۔ اور دوبارہ اس کے بال پکڑ لئے۔ اچانک پلٹ کر ایک ہاتھ میری کمر پر مارا۔ اور بال چھوٹ گئے۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر مسہری آ گئی تھی۔

"یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اطلاع کا شکریہ۔!" میں نے لاپرواہی سے کہا اور اس نے منہ سے دو تین آوازیں نکالیں پیر میرے پیٹ میں مارنے کی کوشش کی۔ لیکن یہاں جوڈو بھی چل رہی تھی اور اپنے استاد خدا بخش داؤ پیچ بھی۔ میں نے اس کی ٹانگ پکڑی اور اسے موڑ کر اسے اوندھا گرا دیا سینی ٹورا کا لبادہ اس کے پڑا تھا۔ اور نچلا بدن عریاں ہو گیا تھا۔ میں نے ایک زوردار تھپڑ اس کی کمر پر رسید کیا اور وہ چیخ کر ا اس نے اپنا لباس سنبھالنے کی کوشش شروع کر دی۔

"اٹھو۔" میں نے اس کے لبادے کے گریبان کو پکڑ لیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ا ہوئی۔ تب میں اسے اسی طرح پکڑے ہوئے مسہری تک لایا اور اچانک میں نے اس کے گریبان کو دار جھٹکا دیا۔ جھر ـــــــ کی آواز کے ساتھ باریک کپڑا پھٹ گیا اور میں نے وحشیانہ انداز میں بار اس کے بدن سے کھینچ کر دور پھینک دیا۔

سینی ٹورا اب سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ وہ مسہری پر اس طرح سمٹ گئی جیسے کوئی معصوم شکاری مرد کے چنگل میں پھنس گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ہراس نظر آ رہا تھا۔

لیکن میرے اوپر وحشت سوار تھی۔ میں نے اس کے اس انداز پر توجہ نہیں دی اور مس کے قریب بیٹھ گیا اور پھر میں نے اس کی گردن دبوچ لی اور اسے مسہری پر گرا دیا۔ سینی ٹورا کے حلق خوفزدہ آواز نکلی لیکن وہ آوازیں میں نے اپنے ہونٹوں میں دبا لیں اور گردن دبوچے دبوچے وحشیانہ

کا ایک اور بوسہ لیا۔ سینی ٹورا نے پھر میرے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بستر میں ا دیا۔

اور اس کے بعد اس کی مدافعت سست پڑ گئی۔ اور بلاشبہ' یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ میں اس اچھی عمر کی عورت کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ وہ واقعی انوکھی تھی۔ نہایت انوکھی۔ اس وقت مسہری پر پڑی ی چمکا رہی تھی۔ بالکل اس انداز میں جیسے اس کی بینائی جاتی رہی ہو۔ ذہن ماؤف ہو گیا ہو۔

میرا اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے حواس میں آنے سے قبل یہاں سے نکل جانا بہرحال رہو گا۔ میں نے سوچا۔ اور لباس وغیرہ درست کر کے میں خاموشی سے نکل آیا۔ سردارے کیروشیا کی وش میں ہو گا۔ بہرحال اس وقت وہ اپنی مدد آپ کرے گا۔ میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

اپنے کمرے میں آ کر میں نے لباس تبدیل کیا اور انتہائی خاموشی سے اپنے کمرے سے نکل آیا۔ ٹل کے عقبی حصے سے نکل کر میں برق رفتاری سے چل پڑا میں اس علاقے سے بہت دور نکل جانا چاہتا نہ جانے کتنی دیر تک میں پیدل چلتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب کے قریب پہنچ گیا۔

کوپن ہیگن کی راتیں سونی نہیں ہوتیں اور یہاں رات گزارنے کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ بھی نائٹ کلب میں داخل ہو گیا۔ اسٹیج پر ایک حسینہ لباس سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ اور اب سوچ رہی کہ ان بھوکے انسانوں کے سامنے اور کیا پیش کرے۔ کیا بدن سے کھال بھی اتار دے۔ لیکن کھال کے ے کا سرخ گوشت انہیں پسند بھی آئے گا یا نہیں۔! میں اس چمکدار بدن کو چمکتے دیکھتا رہا۔ پھر جسم بدلتے ے۔ میں نے بیئر طلب کر لی تھی۔ نگاہیں اسٹیج پر تھیں لیکن ذہن خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ سینی ٹورا کل ری قوت سے مجھے تلاش کرائے گی۔ وہ ایک خونخوار شیرنی بنی ہو گی۔

چنانچہ اس سے بچنا ضروری تھا۔ اور اس کے لئے۔ اچانک میرے ذہن کے کچھ حصے روشن ہو گئے۔ ر ایک ترکیب سمجھ میں آ گئی تھی۔ میں نے اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے چاروں طرف نگاہیں ڑائیں۔ بیشمار شکاری لڑکیاں ہال میں موجود تھیں۔ لیکن مجھے ان میں بھی انتخاب کرنا تھا۔ اگر کیروشیا جیسی ی لڑکی مل گئی تو پھر فائدہ ہی کیا۔

تب میری نگاہ ایک دراز قامت' ایک کسی حد تک بدشکل لڑکی پر پڑی۔ ایک کونے میں اداس بیٹھی ریٹ پی رہی تھی۔ اس کا چہرہ اچھا نہ تھا لیکن بدن برا نہیں تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہاں بیشمار یاں اب بھی ایسی موجود تھیں جن کے بدن بھی اچھے تھے اور چہرے بھی لیکن وہ ابھی تک شکار سے محروم ں۔ چنانچہ اس لڑکی کا چانس تو مشکل ہی تھا۔

لڑکی اداس نگاہوں سے اسٹیج پر تھرکتی رقاصہ کو دیکھ رہی تھی۔ میں اسے گھورتا رہا۔ لیکن کافی دیر ہو ئی اور وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ تب میں نے ایک گذرتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر میرے یب پہنچ گیا۔

"سنو۔ وہ جو بیٹھی ہوئی ہیں انہیں میرے پاس بھیج دو۔" ویٹر نے گردن جھکائی اور اس لڑکی کے یب پہنچ گیا۔ لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔ پھر وہ جلدی سے اٹھی اور میرے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو۔" اس نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں کہا۔ "مجھے ہی بلایا تھا آپ نے؟"

"ہاں۔ تشریف رکھئے۔" میں نے پر اخلاق انداز میں کہا۔

"شکریہ۔" وہ بیٹھ گئی۔ لیکن حیرانی اب بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔
"آپ پریشان کیوں ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"پریشان تو نہیں ہوں۔ ہاں تھوڑا سا تعجب ہے۔"
"کیوں؟"
"مجھے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن میں زیادہ خوبصورت نہیں ہوں اور تھوڑی سی پسند بھی ہوں۔ عموماً لوگ مجھ سے زیادہ خوش نہیں ہوتے۔" اس نے کہا۔
"حالانکہ یہ حقیقت پسندی تو سب سے بڑی دلکشی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"لوگ ہماری فطرت نہیں، صورت اور بدن کے شوقین ہوتے ہیں۔"
"کبھی کبھی غلط لوگوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔" میں نے کہا۔
"دور سے آپ نے میری فطرت کیسے جان لی۔" وہ تو میرا انٹرویو لینے پر تل گئی تھی۔
"فطرت نہیں دیکھی، اداسی دیکھی تھی۔"
"اوہ۔ شکریہ۔ بہرحال میں آپ کی شکر گزار ہوں۔"
"جبکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"
"آپ نے مجھ پر ترس کھایا۔ جبکہ آپ کو دوسری لڑکیاں بھی مل سکتی تھیں۔"
"نہیں۔ آپ ترس نہ کہیں۔ مجھے آپ کی سنجیدگی بہت پسند آئی تھی۔ آپ خاموش بیٹھی تھیں جبکہ دوسری لڑکیاں بڑے عامیانہ انداز میں لوگوں کو مخاطب کرتی پھر رہی ہیں۔"
"ہاں۔ یقین کریں۔ میں ایسا کبھی نہیں کرتی۔" اس نے گمبیر آواز میں کہا۔
"نام کیا ہے آپ کا؟"
"سوشا۔" اس نے جواب دیا۔
"آپ مجھے ایڈی کہہ سکتی ہیں۔"
"شکریہ۔"
"کیا پئیں گی آپ؟"
"آپ کی مہمان ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مسکراتی اچھی لگتی تھی۔
"جو پسند کریں۔"
"بیئر ہی پلا دیں۔"
"اسکاچ لیں۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ تکلف کر رہی ہے۔
"جیسی آپ کی مرضی۔" اس نے کہا اور میں نے اس کے لئے شیمپین منگوالی۔ شیمپین کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں بیئر کے گھونٹ لیتے اسے دیکھتا رہا۔
"کہاں رہتی ہیں آپ۔؟" میں نے پوچھا۔
"اینگلی میں، میرا چھوٹا سا فلیٹ ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"تنہا رہتی ہیں وہاں؟"
"ہاں۔ میں سوئیڈش ہوں۔ میری ماں اور چھوٹی بہن سوئیڈن میں ہیں۔"

"اوہ۔ آپ ان سے ملتی ہیں۔؟"
"جی ہاں۔ ہر ماہ پابندی سے چار دن ان کے ساتھ گزارتی ہوں۔ پہلی سے لے کر چار تاریخ تک۔ نچ تک واپس آجاتی ہوں۔ میری ماں اور چھوٹی بہن میری فرم کے اس مہربان منیجر سے بہت خوش ہیں ایک ساتھ چار چھٹیاں دے دیتا ہے۔ گو مجھے ان کے بدلے اتوار کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔" اس نے تے ہوئے کہا۔
الیہ۔ میرے ذہن نے سوچا۔ بلاوجہ کسی کے نجی حالات کریدنے لگتا ہوں۔ ایسی باتیں سننے کو ملتی افسردہ کر دیتی ہیں۔ لیکن بہرحال ابتدا کر چکا تھا۔ بات آگے بڑھانی تھی۔
"تو آپ نے ان سے کہا ہوا ہے کہ آپ ملازمت کرتی ہیں۔؟"
"ہاں۔" اس نے شیمپین کا ایک بڑا سا گھونٹ لے کر کہا۔
"آپ نے ملازمت کی کوشش کی۔؟"
"پھر۔؟"
"نقصان دہ کاروبار ہے۔ پیسے بھی کم ملتے ہیں۔ وہاں بھی تو یہی سب کچھ کرنا ہوتا ہے۔ نہ اپنی گذر ہے نہ ہی ماں اور بہن اچھی زندگی گذار سکتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بلاوجہ ذہن پر ا ہو گیا تھا۔ لیکن اب اتنے کمزور دل کا مالک بھی نہیں رہا تھا۔ یہاں تو قدم قدم پر ایسی ہی المناک سننے کو ملتی ہیں۔ ان کہانیوں سے فرار کہاں تک۔ ہنستے، مسکراتے چنچل چہروں کے پیچھے، جو زندگی اور ے بھرپور نظر آتے ہیں، نہ جانے کتنی المناک تحریریں چھپی ہوتی ہیں۔ کتاب کا ورق ہی کیوں کھولا ۔ ہم ان کہانیوں کو مٹا نہیں سکتے۔ میں نے بیرے کو بلا کر بیئر اور طلب کر لی۔ اور اس کے لئے پین منگوائی۔
"نہیں۔ میرے لئے بس۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
"اوہ۔ کیوں؟"
"اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔ ہاں کچھ کھاؤ گی؟"
"نہیں۔ میں تھوڑی دیر پہلے کھا چکی ہوں۔"
"یہاں سے اٹھیں۔؟" میں نے پوچھا۔
"جیسی آپ کی مرضی۔ لیکن آپ نے تو بیئر منگوائی ہے۔"
"ساتھ لے چلیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔"
"کیا تمہارا فلیٹ پناہ دے گا۔؟"
"کیوں نہیں۔"
"ویری گڈ۔ تب پھر بیرا آجائے۔ چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور اس نے گردن ہلا دی۔ بیرے کے ی میں نے بل طلب کیا اور پھر بل ادا کر کے ہم دونوں اٹھ گئے۔
"گاڑی ہے آپ کے پاس؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن باہر ٹیکسیاں موجود ہیں۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر
ایک ٹیکسی ہمیں لے کر چل پڑی۔ اینگلی چھوٹے فلیٹوں کا ایک معمولی سا علاقہ تھا۔ سوٹا
عمارت کے سامنے ٹیکسی رکوا دی۔ میں نے بل ادا کیا اور سوٹا اطمینان سے میرے ساتھ چل پڑی
کے دروازے پر ایک بلب روشن تھا۔ اس میں لفٹ وغیرہ نہیں تھی۔ لیکن ہمیں دوسری منزل تک
دوسری منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر سوٹا نے تالا کھولا اور پھر اندر داخل ہو کر بتی جلا دی۔
"آیئے۔" اس نے پر اخلاق انداز میں کہا اور میں فلیٹ میں داخل ہو گیا پورے فلیٹ
کمرے تھے جن میں سے ایک ڈرائنگ روم تھا۔ سوٹیا نے ڈرائنگ روم کھول دیا اور میں اندر داخل
غربت' لیکن صفائی پسندی کا مظہر تھی یہ کمرہ۔ سوٹا نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں
میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھی۔

"کیا خدمت کروں آپ کی؟" اس نے کہا۔

"بیئر پئیں گے۔" میں نے کہا اور وہ بیئر کی بوتل کھولنے لگی۔ پھر اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں
آؤں۔"

"نہیں۔ یہاں نہیں۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پھر۔۔۔۔۔؟" وہ مسکرائی۔

"بیڈ روم میں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے شرمائے ہوئے انداز میں گردن ہلا
شرماہٹ مصنوعی ہی سہی' لیکن اس وقت بہت دلکش محسوس ہوئی تھی۔ میں اٹھ گیا۔ اور وہ میرے
روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں ایک ڈبل بیڈ تھا اور دو تین کرسیاں۔ ایک رائٹنگ ٹیبل اور
کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور سوٹیا میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے میرے جوتوں کی طرف ہا
اور میں چونک پڑا۔

"ارے نہیں۔ میں اتارے لیتا ہوں۔" میں نے پاؤں کھینچتے ہوئے کہا۔

"پلیز اس نے عجیب انداز میں کہا اور میں نے پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ تب اس نے
میرے جوتے اتارے۔ انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ پھر میری قمیص کے بٹن کھولنے لگی۔ نہ جانے
کاموں میں کون سا جذبہ پنہاں تھا۔ بہرحال میں نے عجیب کیفیت محسوس کی اور پھر اس نے میرا ہاتھ
بستر پر بٹھا دیا۔ اور ایک ریشمی چادر میں چھپا دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بال کھول دیئے۔ سا
الماری کے قریب گئی اور اس میں سے سرخ رنگ کا ایک نائٹ گاؤن نکالا۔ اس کے بعد اس
میری طرف دیکھا اور اپنا لباس اتارنے لگی۔ پورا لباس اتارنے کے بعد اس نے گاؤن پہنا۔ اس
جسم کے بارے میں' میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا۔ بلاشبہ نہایت سڈول اور حسین بدن تھا۔

اس کے بعد وہ گلاس لے کر میرے پاس آ گئی۔ اور پھر اس نے گلاسوں میں بیئر انڈیلی
میرے پاس فرج نہیں ہے۔ نہ ہی برف پیش کر سکوں گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ اب تو بیئر کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔" میں نے مسکرا
اور وہ بھی آہستہ سے مسکرا دی۔ پھر اس نے بیئر کے دو گلاس بھرے اور ایک مجھے پیش کر دیا
کے گلاس کے ساتھ اسے بھی اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ اور وہ خاموشی سے میرے پہلو میں لیٹ

رات کا آخری پہر تھا۔ لیکن آخری پہر کی کہانی خوب رہی۔ سوٹا کافی دلکش لڑکی تھی اسے دل
کے ڈھنگ آتے تھے۔ پھر شاید صبح ہونے کو تھی جب آنکھ لگ گئی اور جب جاگا تو بارہ بج رہے تھے۔
ت ہوئی اور خوشی بھی کہ اب تک کافی وقت گویا آدھا دن سکون سے گذر گیا تھا۔ سوٹا شاید کچن میں

میں نے بدن پر چادر لپیٹی اور باہر نکل آیا۔ سوٹا کو شاید قدموں کی آہٹ مل گئی تھی۔ وہ کچن سے
اور مجھے دیکھ کر ہنس پڑی۔

"جاگ گئے آپ۔؟" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

"جی۔"

"تو پھر باتھ روم جایئے۔ باہر کیوں نکل آئے؟"

"تمہیں دیکھنے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہیں کمرے میں دیکھ لیں۔ میں ابھی آئی۔" اس نے کہا۔ اس کے چہرے سے مسرت ٹپک
ی۔ میں واپس آ گیا۔ ایک بار پھر دل کو دھچکا سا لگا تھا۔ بے چاری۔ نہ جانے کیا محسوس کر رہی ہے۔
ہے۔ ویسے اس کے انداز سے گھریلو پن ٹپک رہا تھا۔ کاش اسے کوئی مناسب گھریلو زندگی مل جائے۔
میں اس کے لئے کیا کر سکتا تھا۔

غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو اس نے رائٹنگ ٹیبل کو ڈائننگ ٹیبل بنا دیا تھا۔ کئی چیزیں بنا ڈالی
س نے سب کی سب لذیذ۔ یہ ناشتہ نہیں تھا بلکہ دوپہر کا کھانا ہی تھا۔ بھوک بھی خوب زور دار لگ
ی۔ ڈٹ کر کھایا اور پھر کافی پینے سے بدن کی ساری کسل دور ہو گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے سوٹا کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔ "ایک ایسا سوال کروں گا سوٹا
تمہیں ناگوار بھی گذرے۔" میں نے کہا۔

"کریں۔" اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات بھی گئے۔

"کیا اپنے سارے مہمانوں کے ساتھ تم اتنا ہی اچھا سلوک کرتی ہو۔؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟" اس نے کسی قدر افسردہ آواز میں پوچھا۔

"جواب نہ دو گی۔؟"

"مجھے بھی تو بتائیں آخر آپ کیوں کر پوچھ رہے ہیں۔؟"

"میں نے تمہارا آدھا دن ضائع کر دیا۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم ایسا نہ کہیں۔ ہم بھی تو انسان ہی ہیں' انسان کی محبت کے پیاسے۔ آپ کے اس اپنائیت
انداز سے عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی ہے اور پھر مہمان تو بڑی حیثیت رکھتے ہیں' اگر آپ
ری نقصان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو ہمارا کاروبار اسی وقت رات کو شروع ہوتا ہے۔" اس
بجے میں ہلکی سی تلخی آ گئی تھی۔

"سوری سوٹا' میں معذرت خواہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

مجھے واقعی افسوس ہوا تھا' بہرحال میں نے زیادہ توجہ نہیں دی اور آہستہ سے بولا۔ "میں شام تک

یہاں رہوں گا سوئیٹا، تم آج کا دن بھی میرے ہی ساتھ سمجھو۔"
"آپ جب تک دل چاہے یہاں رہیں اور ایسی کوئی بات نہ سوچیں۔" اس نے جواب
آٹھ بجے تک میں اس کے ساتھ رہا۔ اس لڑکی کے کسی انداز سے یہ بات نہیں ٹپکتی تھی کہ وہ کو
لڑکی ہے۔ ہر جنبش ہر انداز میں گھریلو پن تھا۔ شام تک اس کے ساتھ نہایت عمدہ وقت گذرا اور
اس سے اجازت چاہی۔

سوئیٹا نے عجیب سے انداز سے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔ "را
رکیں گے۔؟"

"مصروف ہوں سوئیٹا۔ ورنہ تمہارے پاس سے جانے کو دل نہیں چاہتا۔"

"پھر کبھی آئیں گے؟"

"وعدہ نہیں کرتا۔ اور سنو رات کے دھوکے میں نہ آیا کرو۔ اندھیرے میں آنے وا
نہیں ہوتے۔ دوبارہ ان کا انتظار کبھی نہ کرنا، بہتری اسی میں ہے۔"

سوئیٹا نے سر جھکا لیا، میں نے نوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور میز پر رکھ دی۔ "خدا
میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کے فلیٹ کی آخری سیڑھی پر قدم رکھنے کے بعد میں اسے بھ
سے زیادہ یاد رکھنا ممکن بھی نہ تھا اور اب میرے ذہن میں گلیمرش اسٹورز تھا۔ ساری نگاہ
وہاں پہنچ جانے کی خواہش تھی۔ چند ہی قدم چل کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی
آکر رک گئی۔ اندر بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور کو گلیمرش اسٹورز کے نزدیک ایک جگہ
ٹیکسی چل پڑی۔

گلیمرش اسٹورز سے تھوڑے فاصلے پر اتر کر میں نے بل دیا اور پھر سست قدموں
گیا۔ انداز چہل قدمی کا سا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گلیمرش اسٹورز کے سامنے تھا۔ تبھ
میرے نزدیک سے گذرا اس نے میرے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا۔

"براہ کرم عقبی راستہ استعمال کریں۔" وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور میں ٹھٹھک
سڑک کی طرف رخ کر لیا تھا اور اس انداز میں سڑک کی طرف دیکھنے لگا جیسے ٹیکسی کی تلاش
تیز نگاہیں قرب و جوار میں موجود لوگوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کسی کی توجہ نہ پا کر میں گلیمہ
کے عقبی حصہ کی طرف چل پڑا۔ ایک پتلی سی گلی میں اس عمارت کا عقبی دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا
میں بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ اسی وقت ایک آدمی میرے قریب پہنچا۔ "مسٹر نواز

"ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"براہ کرم تشریف لائیے۔" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ عمارت کی اوپری منزل
ہال تھا جس میں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈکنز بھی ان میں شامل تھا۔ ان سب نے اٹھ کر میرا
اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "مسٹر نواز اصغر۔!"

"اوہ۔" بہت سی آوازیں نکل گئیں۔ ان سب نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر نواز صاحب۔"

"بڑی کہانیاں سنی ہیں آپ کی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تشریف رکھئے نواز صاحب۔"

"شکریہ۔" میں بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے ڈکنز سے پوچھا۔ "غلام سیٹھ کس وقت آئے گا۔؟"

"ٹھیک گیارہ بجے۔" ڈکنز نے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر آپ لوگ بہت جلد جمع ہو گئے۔"

"دراصل سب سسپنس میں مبتلا تھے نواز صاحب۔ آپ بھی تو بہت جلد آ گئے۔" چند لوگ
سکرائے ہوئے بولے۔

"ہاں۔ لیکن آپ کے وطن میں میرے لئے بہت مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ مسٹر ڈکنز گروہ کے
بے محتاط انسان ہیں۔ موجودہ صورت حال میں انہوں نے میرے ساتھ تعاون مناسب نہیں سمجھا۔ اس
لئے میں کافی الجھنوں میں رہا۔"

"اوہ۔ مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔ براہ کرم ایسا کوئی خیال ذہن میں نہ لائیں۔ میں نے۔ میں نے
......"

"میں نے تو یونہی کہا ہے مسٹر ڈکنز۔ مطمئن رہیں غلام سیٹھ کے سامنے اس بات کا تذکرہ نہیں ہو
ا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مجھے سخت افسوس ہے۔ مجھ سے کچھ کوتاہیاں ہو گئیں۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔" ڈکنز بوکھلا گیا
ا۔ پھر اس نے لجاجت سے کہا۔ "میرا خیال ہے ڈنر کر لیا جائے۔"

"ابھی تو بہت وقت ہے مسٹر ڈکنز۔" ایک آدمی بولا۔

"جیسی آپ سب لوگوں کی رائے کیوں نواز صاحب۔؟"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈکنز۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ آہستہ
آہستہ سب لوگوں سے تعارف ہو گیا۔ اور ہم بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ پھر ہم کھانے کی میز پر پہنچ
گئے۔ میز پر میرے سامنے مسٹر ہاورڈ گومز بیٹھے ہوئے تھے۔ بھاری بدن کے معمر آدمی تھے۔ اسپیشل ڈیوٹی
کرتے تھے۔ اور اکثر دوسرے ملکوں میں رہا کرتے تھے۔ کھانا شروع ہو گیا تھا۔ اور یہ بالکل اتفاق تھا کہ میری
نگاہ مسٹر گومز کے اس ہاتھ پر جا پڑی جس سے وہ ایک ڈش سے اپنی پسند کی چیز نکال رہے تھے۔ میں نے دیکھا
ان کی انگلی کے پورے کی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں میرے
ذہن کو یہ بات کھٹک گئی۔ کیا مسٹر گومز دستانہ پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا۔ حالانکہ ایسا کوئی احساس نہیں
ہو رہا تھا۔ ان کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے۔ لیکن لٹکی ہوئی کھال جس کی طرف مسٹر گومز نے خود بھی توجہ
نہیں دی تھی۔ پھر سب لوگ کھاتے اور گفتگو کرتے رہے۔ لیکن میرا ذہن مسٹر گومز کی لٹکی ہوئی کھال میں
الجھا رہا۔ اور میرا ذہن تیزی سے فیصلے کرنے لگا۔ کھانے کے بعد ہم اس کمرے سے اٹھ گئے۔ دس بج چکے
تھے۔ ہم واپس اس ہال کی طرف چل پڑے جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ راستے میں میں نے اچانک ڈکنز سے

"مسٹر ڈکنز۔۔۔۔۔۔ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ ہاں فرمائیے۔"

"یہاں نہیں۔ کسی تنہائی کی جگہ میں۔ میرا خیال ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے۔"

"نہیں نواز صاحب۔ آپ کی پوزیشن بہرحال ہم سے سینئر ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ ذاتی سی بات چیت ہے۔"

"ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" سب نے کہا۔ اور ڈکنز نے بھی ان لوگوں سے ایکسکیوز کیا اور پھر میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔

"میرا خیال ہے یہ عمدہ جگہ ہے مسٹر نواز۔"

"اور آگے آجائیے۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔

"غالباً کوئی بہت اہم بات ہے مسٹر نواز۔"

"ایسی اہم بھی نہیں۔" میں نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے۔" مسٹر ڈکنز نے کہا۔

"مجھے پستول اور فالتو راؤنڈ چاہئیں۔ میرا خیال ہے تمہارے پاس پستول ضرور ہوگا۔"

"جی ہاں۔ آیئے۔" ڈکنز نے کہا۔ اور پھر کسی دوسرے سوال کے بغیر ایک کمرے میں پہنچ کر پستول نکالا اور میرے حوالے کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے کارتوسوں کے دو پیکٹ بھی مجھے دے دیئے۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر ڈکنز۔" میں نے پستول چیک کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مسٹر نواز۔ براہ کرم یہ تو بتادیں کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔؟"

"میں سوچ رہا ہوں غلام سیٹھ کے آنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔"

"جی ہاں۔ پھر۔؟"

"کیوں نہ ہم اس دوران کچھ کام کرلیں۔"

"ضرور۔ لیکن......" ڈکنز کا چہرہ سرخ ہوتا جارہا تھا۔

"یہاں اس عمارت میں آپ کے پاس کتنے ایسے آدمی ہیں جن پر آپ کو پورا بھروسہ ہو۔؟"

"دس بارہ افراد موجود ہیں۔" ڈکنز نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"کیا وہ سب مسلح ہیں۔؟"

"جی ہاں۔"

"اور آپ کو ان پر پورا بھروسہ ہے۔؟"

"وہ یہیں رہتے ہیں جناب۔"

"میں آپ سے کوئی درخواست کروں گا تو آپ مان لیں گے؟؟"

"دل و جان سے آپ حکم دیں۔"

"تب آپ انہیں طلب کرلیں۔" میں نے کہا۔ اور ڈکنز نڈھال ہو گیا اس نے ایک بٹن دبادیا اور ایک آدمی اندر آگیا۔

"جارج سے کہو اپنے آدمیوں کو لے کر یہاں آجائے۔"

"یس سر۔" اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گیا۔

"کیا آپ اب بھی نہیں بتائیں گے مسٹر نواز۔"

"کہہ چکا ہوں کہ کوئی خاص بات نہیں ہے ڈکنز۔ کیا تمہارے پاس ایمونیا کا سیال موجود۔

"ایمونیا۔" ڈکنز اچھل پڑا۔

"ہاں ڈکنز۔ تم پہلے میرا چہرہ دیکھو پھر میں تمہارا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے پر تو بھروسہ کرسکیں۔ ممکن ہے کوئی خاص بھیڑ بھی ہم میں شامل ہوگئی ہو ہم انٹرپول کی کوششوں کو تو فراموش نہیں کرسکتے۔"

"اوہ۔" ڈکنز سکتے میں آگیا۔ وہ منہ پھاڑے کھڑا رہا۔

"ایمونیا مل سکتی ہے۔؟"

"میں ابھی لاتا ہوں۔ اتفاق سے موجود ہے۔" اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ پھر وہ بارہ خطرناک آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا ایمونیا میرے چہرے پر استعمال کیا گیا۔ پھر میں نے ڈکنز کے چہرے کا بھی جائزہ لیا۔ ظاہر ہے دونوں ٹھیک تھے۔

"اب سنو ڈکنز۔ ہمیں ایک ڈرامہ کھیلنا ہے۔"

"جی ----- فرمایئے۔" ڈکنز نے کہا۔

"ان کا انچارج کون ہے۔؟" میں نے ڈکنز کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جارج ----- آگے آؤ۔" ڈکنز نے حکم دیا۔ اور ایک قوی ہیکل آدمی آگے آگیا۔ "یہ ان کا انچارج ہے۔"

"تم لوگ نقابوں میں چہرے چھپالو اور دس منٹ کے بعد ہال میں اچانک گھس آؤ۔ ہم سب کو پستول سے کور کرلو۔ اور پھر غلام سیٹھ کے نام پر ہم سب سے اسلحہ لے لو تم کہو گے تم اسپیشل برانچ کے آدمی ہو۔ اس کے بعد تم ایمونیا سے سب کے چہرے دھلواؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" جارج نے جواب دیا۔

آیئے مسٹر ڈکنز۔" میں نے کہا اور ڈکنز میرے ساتھ نکل آیا۔

"آپ کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے جناب بلاوجہ نہیں ہے۔ لیکن ذاتی طور پر آپ سے ایک سوال کرسکتا ہوں؟؟"

"ہوں ----- ؟ پوچھو۔"

"کیا آپ کو کسی خاص آدمی پر شبہ ہے؟؟"

"یوں سمجھ لو ----- ہاں"

"کون ----- پلیز -----" ڈکنز گھگھیا گیا۔

"خود کو کنٹرول کرسکو گے۔؟"

"ہاں۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"تب میں صرف ایک آدمی کی نشاندہی کرسکوں گا۔"

"کون ----- ؟" ڈکنز نے اشتیاق سے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ گومز۔" میں نے جواب دیا۔ اور ڈکنز چلتے چلتے رک گیا۔ پھر چل پڑا۔

"آپ نے یونہی کہہ دیا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"بس اب خود کو نارمل کرلو۔" میں نے کہا۔ اور ہم دوبارہ ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال میں لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے ہمیں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے خاموشی ہوئی اور لوگ پھر گفتگو میں

مصروف ہو گئے۔

"آئیے مسٹر ڈکنز ——— ابھی کافی وقت ہے۔ کافی کے ایک اور دور کی ضرورت ہے۔" ر
نے کہا۔

"ضرور ———" مسٹر ڈکنز نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ملازم کو بلا کر کافی کے ل
دیا۔ ملازم چلا گیا اور مسٹر تھامسن مجھ سے میرے کارناموں کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ خا
سے انہیں ہیبت ناک تباہی۔ کی داستان سے بہت دلچسپی تھی۔ میں نہایت دلجمعی سے باتیں کر رہا تھا
وقت بھی میری نگاہ میں تھا۔ اور پھر ڈرامہ شروع ہو گیا۔

دروازے پر آہٹ ہوئی اور سب یہی سمجھے کہ کافی آئی ہے۔ لیکن بارہ نقاب پوش اچانک اندر
آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"سب لوگ ہاتھ بلند کر دیں۔" جارج کی سفاک آواز سنائی دی اور سب ہکا بکا رہ گئے۔ جارج
اس کے ساتھی بہت پھرتیلے تھے۔ چار آدمی برق رفتاری سے آگے بڑھے اور انہوں نے جیبوں سے
بغلی ہولسٹروں سے سارے پستول نکال لئے۔ میرا اور ڈکنز کا پستول بھی قبضے میں کر لیا گیا تھا۔ انہوں
نہایت ہوشیاری سے تلاشی لی تھی۔

پھر وہ جمع شدہ اسلحہ لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ "غلام سیٹھ کے نام پر" جارج نے کہا۔ "ہمیں آپ
چیکنگ کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

"کیسی چیکنگ ———؟" ڈکنز نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ میں کوئی غلط انسان بھی آ سکتا ہے۔"

"تب۔ پھر ———؟"

"ہم آپ کے چہروں کا جائزہ لیں گے۔"

"کس طرح ———؟" ڈکنز نے پھر پوچھا۔

"آپ کے چہروں پر میک اپ تلاش کیا جائے گا۔" جارج نے جواب دیا۔

"کیا بکواس ہے۔ تم ہو کون۔" گومز بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسپیشل برانچ۔" جارج نے جواب دیا۔

"گویا غلام سیٹھ ہم پر بھروسہ نہیں کرتا۔ کیوں مسٹر ڈکنز کیا ضروری ہے کہ یہ لوگ ٹھیک کہہ ر
ہوں۔" گومز نے کہا۔

"لیکن مجھے کسی اسپیشل برانچ کی اطلاع نہیں ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تمہیں ساری اطلاعات دی جائیں۔"

"گویا عمارت اس قدر غیر محفوظ ہے۔ میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔" گومز نے کہا۔ اور جارج۔
پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ "کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو اسے گولی مار دی جائے!" اور گومز رک گیا۔

پھر کوئی کچھ نہ بول سکا۔ اور چہرے ایمونیا سے دھوئے جا۔ لگے۔ گومز سب سے زیادہ پریشان نظ
آ رہا تھا۔ لیکن ایک نہ چل سکی۔ اور پھر اس کی اصلی شکل سامنے آ گئی۔ وہ میک اپ میں تھا۔ سب دنگ
گئے اس کے علاوہ اور کوئی غلط آدمی نہ ثابت ہوا۔ ہم مطمئن ہو گئے۔

جارج نے گردن جھکائی۔ "ٹھیک ہے۔" سب نے کہا۔ اور میرے اشارے پر گومز کے ہاتھ پشت پر
باندھ دیئے گئے۔ سب لوگ حیران رہ گئے تھے۔ اور ڈکنز کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے
نقلی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ "ابھی تو غلام سیٹھ کے آنے میں دیر ہے ڈکنز تم مسٹر گومز سے نہ پوچھو گے
کون ہیں اور اصلی مسٹر گومز کا کیا ہوا ———؟"

"ہاں یہ ضروری ہے۔" ڈکنز نے نقلی گومز کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پھر یہیں کہیں نہ اسٹیج بنا لیا جائے۔ یہ ڈرامہ بھی اسی ہال میں مناسب رہے گا۔" میں نے کہا۔

"جو آپ کی رائے مسٹر نواز ———" ڈکنز نے کہا۔ جارج وغیرہ یہیں موجود تھے۔ انہیں دوسرے
ت دیئے گئے اور نقلی گومز کو ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔

تمام لوگوں کے چہروں پر وحشت پھیل ہوئی تھی۔

"تو پھر اسپیشل برانچ ایک ڈرامہ تھا مسٹر نواز۔" کسی نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر ڈکنز آپ سے درخواست کرتا تو شاید آپ کو ناگوار گزرتی۔" میں نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے۔ ویسے یہ کارنامہ بھی آپ کا ہے۔ مسٹر نواز۔"

"یقیناً یقیناً۔ دوسری جگہ لے جا کر نواز صاحب نے یہی بات کہی تھی اور خدا کی قسم انہوں نے مسٹر
ز کا نام بھی لے لیا تھا۔ باقی کسی کے بارے میں انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔"

"حیرت انگیز بات ہے مسٹر نواز ——— آخر آپ کو شبہ کیسے ہوا؟"

"میرے خیال میں ہم پہلے ان حضرات سے گفتگو کر لیں۔ اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے۔"
نے کہا اور دوسرے لوگ بھی میری بات سے متفق ہو گئے میں بندھے ہوئے شخص کے پاس پہنچ گیا۔

"تم کون ہو ———؟" میں نے پوچھا۔

"جو بھی ہوں۔ اتنا کچا تو نہیں ہوں کہ تمہیں بتا دوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشدد چاہتے ہو؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"پسند تو نہیں کرتا۔ لیکن۔ منع بھی نہیں کروں گا۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ ویسے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے سخت انسان ہو۔ کوئی
کارروائی ہی کرنا چاہئے۔ اسی وقت ہمارے ایک ساتھی نے سگریٹ سلگائی۔ اور لائٹر بجھایا تو میں نے اس
رف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے لائٹر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں اس شخص کے قریب پہنچ گیا۔

"اصلی مسٹر گومز کہاں ہے؟"

"آسمان کی سیر کر رہے ہیں!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مر گئے ———؟"

"ہاں' انہیں پکڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ زندہ ہاتھ نہ آئے تو گولی مار دی گئی۔" اس نے بڑے
ناے جواب دیا۔

"تم کون ہوں ———؟"

"میں۔" اس نے گہری سانس لی۔ "پیش گو ہوں' نجومی ہوں یا پھر یوں سمجھو برے وقت کا ہراول
ہ۔ اور اب برا وقت بھی جلد آنے والا ہے۔"

"خوب۔ وقت آتا ہے گزر جاتا ہے برا ہو یا اچھا۔ تم اس سے خوفزدہ مت کرو تمہارا تعلق
سے ہے......؟"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میں کیوں بتاؤں۔؟"

"بتا دو۔ میری جان۔" میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے خشک با
ہو گئے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

"نائیں۔ نائیں۔ ہم نہیں بتائیں گے۔" اس نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے لائٹر
دیا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے بالوں کو آگ دکھادی اور خشک بالوں نے آگ پکڑلی۔ دوسرے
بے اختیار چونک پڑے انہوں نے دانت بھینچ لئے۔ نقلی گومز بھی حیران رہ گیا تھا۔ بال دھڑا دھڑ
تھے اور وہ زور زور سے اچھل رہا تھا۔ گردن جھٹک رہا تھا۔ اس کے منہ سے کئی خوفزدہ آوازیں
نکلیں۔ آن کی آن میں بال جل کر راکھ ہو گئے اور پورے ہال میں بدبو پھیل گئی۔

"اب تو بتا دو ڈارلنگ۔ کون ہو؟" میں نے پوچھا۔ لیکن نقلی گومز مجھے گھورتا رہا۔ اس کی
ہو گئی تھی۔ میں پھر آگے بڑھا اور اس کی تنی بھنوؤں کو سیدھا کرنے لگا۔

"نہیں نہیں...... یہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"مجبوری ہے میری جان۔" میں نے لائٹر روشن کر دیا۔ اور اسے اس کی آنکھ کی طرف بڑ
گومز نے دانت بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن میرے دل میں نہ جانے کہاں سے اتنی درندگی آ
میں نے اس کی دونوں بھنویں جلادیں۔ اس کی بے اختیار چیخیں نکل گئی تھیں اور اس کی شکل اور
گئی۔ اب وہ بدحواس ہونے لگا تھا۔

ابھی تو تمہارے بدن پر بہت سی چیزیں باقی ہیں اور دوستو۔ غلام سیٹھ کا انتظار کرنے
بہترین مشغلہ ہے۔ آنکھیں بند مت کرو۔ اگر تم بیہوش ہو گئے تو تمہیں کبھی ہوش نہیں آنے
دو۔" میں نے نقلی گومز کو آنکھیں بند کرتے دیکھ کر کہا۔ لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ تب
لائٹر دوبارہ روشن کیا اور اس بار بھی اس کے داہنے کان کی لو سے لگا دیا۔ اس نے ایک دلخراش چیخ
آنکھیں کھول لیں اور گردن جھٹکنے لگا۔ لیکن میں نے توازن برقرار رکھا تھا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ لعنت ہے مجھ پر رک جاؤ۔ آہ رک جاؤ۔"

"اپنے ارادے کے بدل جانے کا اعلان کرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔" میں نے لائٹر بجھا دیا۔ وہ کرب زدہ انداز میں کراہ رہا تھا۔ چہرے پر شدید تکلیف
تھے اور دوسرے لوگ تھوک نگل رہے تھے۔

"یس ڈیر۔" میں نے کہا۔

"میرا نام فلچر ہے۔ گین فلچر۔ اور میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہال
تمام لوگوں کے رنگ بدل گئے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"تم غلام سیٹھ کی تلاش میں تھے۔؟"

"ہاں۔"

"یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"مجھے مسٹر ڈکنز کا دعوت نامہ ملا تھا۔ لیکن مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی تھی کہ غلام سیٹھ آرہا ہے۔"

"مطلب یہ کہ گومز کی حیثیت سے------؟"

"ہاں۔"

"کیوں ڈکنز------ کیا دوسرے لوگوں کو اس کی اطلاع نہیں تھی۔"

"کسی کو بھی نہیں مسٹر نواز' سوائے آپ کے احتیاطاً" میں نے ہر ایک سے صرف ذاتی ملاقات کی
بات کی تھی۔ جب یہ سب یہاں آئے تو میں نے انہیں یہ اطلاع دی۔" ڈکنز نے تصدیق کی۔

"یہاں قرب و جوار میں آپ کے کتنے آدمی ہیں مسٹر فلیچر------؟" میں نے پوچھا۔

"بھروسہ کرو۔ ایک بھی نہیں۔ ورنہ...... اور یہی ایک بڑی غلطی ہوئی ہے مجھ سے۔" اس نے
کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اپنے لوگوں کو اطلاع تو دی ہو گی؟"

"نہیں۔ کچھ کر دکھانے کے خیال نے مجھے اس سے باز رکھا۔"

"مسٹر گومز آپ کے ہاتھ کیسے لگ گئے؟"

"اتفاقیہ۔ جہاز کے ایک سفر میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان کے پاس کچھ سامان تھا۔ غالباً افیون کے
نمونے۔ جسے ایرپورٹ سے نکال لانے میں انہوں نے میری مدد چاہی اور میں نے ان کی بھرپور مدد کی۔ یوں
ہم دوست بن گئے اور پھر ان کا راز مجھے معلوم ہو گیا۔ میں نے اپنے سیکشن کو اطلاع دی۔ لیکن ہم انہیں زندہ
نہ گرفتار کر سکے۔"

اس دلچسپ ڈرامے میں سب اس طرح منہمک ہو گئے کہ وقت کا احساس ہی نہیں رہا۔ یہاں تک
کہ دروازہ کھلا اور غلام سیٹھ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہال میں آگیا۔ تب ہم سب چونکے تھے۔ اور پھر ہم
سب مودب ہو گئے۔

میں نے طویل عرصے کے بعد اسے دیکھا تھا۔ غلام سیٹھ اسی طرح تھا سوائے اس کے کہ اس کے
چہرے میں کچھ شکنوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ "ہیلو۔ کیا کھیل ہو رہا ہے بھئی۔؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور آگے بڑھ کر ایک ایک سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کھینچ کر گلے سے
لگا لیا۔

"نواز یار------ تو بہت یاد آیا۔ کیسا ہے میری جان۔؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ کون ہے۔؟"

"انٹرپول کا فلیچر۔"

"اوہ------ یہ حضرت یہاں بھی پہنچ گئے۔ اور کیا یہ کسی بھٹی میں گھس گئے تھے۔ اور یہ بال جلنے
کی بو کیسے پھیل گئی۔" غلام سیٹھ نے پوچھا۔ "ڈکنز نے غلام سیٹھ کو پوری تفصیل بتائی۔ اور غلام سیٹھ
گردن ہلانے لگا۔

"بہرحال نقصان دہ پودوں کا صاف کر دینا ہی ضروری ہوتا ہے ایسی آنکھ مچولی بہت ہو چکی ہے۔

ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا اور اطمینان سے اپنی جیب سے پستول نکال لیا۔ سائلنسر لگے پستول سے دو فائر ہوئے اور دونوں گولیاں کاری تھیں۔ دوسرے لوگ ساکت رہ گئے تھے۔

"ہمیں اس امکان کو بھی مدنظر رکھنا ہے کہ ممکن ہے اس کے ساتھیوں کو بھی اطلاع مل چکی ہو، اس لئے ہمیں اپنا کام جلد ختم کر لینا ہوگا۔ آؤ۔" وہ کرسیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

اور ہم سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"دوستو ـــــــ میں چاہتا تو تمہیں بھی اطلاع بھجوا سکتا تھا۔ لیکن بہرحال تم جانتے ہو کہ میں دوستوں کے نفع نقصان میں ہمیشہ کا شریک ہوں اور خود کو ان سے الگ کبھی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ جب آپ خطرے میں پڑ سکتے ہیں تو پھر میں خود کو خطرات سے کیوں دور رکھنے کی کوشش کرتا۔"

غلام سیٹھ نے رک کر سب کی شکلیں دیکھیں پھر بولا۔ "میں حالات سے خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اپنے ساتھیوں پر مجھے ناز ہے آپ نواز کی مثال لے لیں۔ گروہ کا قابل فخر ساتھی ان دنوں جن حالات سے دوچار رہا ہے۔ اس کی تھوڑی بہت تفصیل مجھے بھی معلوم ہے۔ ہم لوگ ڈریں گے نہیں لیکن حالات ناسازگار ہو جائیں تو کچھ دنوں کی خاموشی مصلحت ہے۔ اور مصلحت سے کام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم کچھ دنوں کے لئے انڈر گراؤنڈ چلے جائیں ہے۔ چنانچہ زندگی کے راستے بالکل بدل دیں۔ آپ لوگ وہ کام کریں جو آپ اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے اس تجویز سے کسی کو اختلاف ہو تو بتائیں۔"

"نہیں غلام سیٹھ ـــــــ آپ نے ٹھیک ہی سوچا ہوگا۔"

"معاملہ کسی ایک ملک کی پولیس کا نہیں انٹرپول کا ہے۔ اور انٹرپول کو ہدایت مل چکی ہے۔ کہ اس وقت تک کام جاری رکھے جب تک میدان صاف نہ ہو جائے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملک منشیات کی روک تھام کے لئے کثیر سرمایہ صرف کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ خاص طور سے امریکہ برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا اور ایسے ہی دوسرے بہت سے ممالک انہوں نے ایک بڑا فنڈ مقرر کیا ہے۔ اور جدید ترین طریقوں سے کام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے فنی تعاون بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ ان حالات میں خطرات مول لینے سے کیا فائدہ ہمیں خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہئے۔

"درست خیال ہے۔"

"لیکن میرے ساتھی جانتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ ان کے مفادات کا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں ہمارے کارکن موجود ہیں انہیں وہیں ایک مخصوص رقم ہر ماہ ملتی رہے گی تاکہ وہ مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں کام ہو رہا ہے اور ایسے انتظامات کئے جا رہے ہیں کہ انہیں ان کے ملک میں رقم ملتی رہے۔"

"اس طرح گروہ کبھی نہیں ٹوٹے گا سر!" ایک شخص نے کہا۔

"میں بھی اپنے ساتھیوں سے علیحدگی نہیں چاہتا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"چنانچہ میں آپ لوگوں سے رخصتی چاہتا ہوں۔ نواز تم میرے ساتھ پشاور چلو گے۔ تمہیں بھی وطن سے نکلے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ اور میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔

وطن ـــــــ میرا وطن ـــــــ میرا وطن۔ نہ جانے دل کی حالت کیسی ہو گئی لیکن۔ اچانک ہم سب چونک پڑے۔ باہر اچانک گولیوں کا طوفان آ گیا تھا۔ زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔

"اوہ۔ گڑبڑ ہو گئی۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ اور ہم سب نے پستول سنبھال لئے۔ "اگر انٹرپول نے چھاپا مارا ہے تو حالات کافی سنگین ہو سکتے ہیں۔ آؤ دیکھیں۔" غلام سیٹھ خود بھی پستول لے کر نکل آیا۔ اس کے باڈی گارڈز اس کے ساتھ تھے۔ کمبخت فلیچر نے مرتے مرتے بھی دھوکا دیا تھا۔

باہر فائرنگ بڑھتی جا رہی تھی۔ عمارت کے چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ غلام سیٹھ نے باہر آ کر حالات کا جائزہ لیا۔ سب بدحواس ہو چکے تھے۔

"عمارت سے باہر نکلنا مشکل ہے نواز۔ ڈکنز معلوم کرو۔ وہ عمارت میں داخل تو نہیں ہو سکے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"یس سر۔" ڈکنز دوڑ گیا۔

"ہر شخص اپنی زندگی بچا کر نکل جانے کی کوشش کرے۔ اس وقت کسی کو کسی کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔" سیٹھ غلام نے کہا۔ اور تمام لوگ مکھیوں کی طرح منتشر ہو گئے۔

"کیا سوچ رہے ہو نواز۔" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں سر۔"

"بھئی بہت دلیر انسان ہو۔ میں تم سے بیحد محبت کرتا ہوں۔ سنو۔ حالات اگر زیادہ خراب ہو گئے اور ہم تم ساتھ نہ نکل سکے تو اکیس ایونیو پہنچ جانا۔ یہاں تیاریاں مکمل ہیں ہم نکل چلیں گے۔"

"بہت بہتر ـــــــ!"

"بس تم بھی اپنے طور پر بھاگنے کی کوشش کرو۔"

"آپ میرے بارے میں نہ سوچیں۔ مجھے آپ کی زندگی عزیز ہے۔"

"قابل فخر دوست ہو۔ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" غلام سیٹھ نے کہا۔ اتنی دیر میں ڈکنز واپس آ گیا۔

"ابھی وہ عمارت میں داخل نہیں ہوئے۔ لیکن پوری عمارت محاصرے میں ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے بتایا۔

"تمہارے آدمی کتنے ہیں اس وقت عمارت میں۔"

"کل بیس آدمی ہیں۔"

"کافی ہیں۔ انہیں پوری عمارت میں محفوظ جگہوں پر پھیلا دو۔ ایمونیشن تو ہے نا ـــــــ؟"

"اوکے ـــــــ جاؤ ـــــــ" غلام سیٹھ نے کہا اور ڈکنز پھر دوڑ گیا۔ باہر کی آوازیں تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اسٹین گنوں سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔

"انٹرپول کے علاوہ اور کسی کا کارنامہ نہیں ہے۔" غلام سیٹھ بڑبڑایا آؤ۔ اور پھر ہم بھی عمارت کے اوپری حصے میں پہنچ گئے۔ غلام سیٹھ کے باڈی گارڈز کے پاس بھی اسٹین گنیں موجود تھیں۔ انہوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ اور یہاں سے فائرنگ کافی کامیاب رہی۔ باہر سے بہت سی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔ لیکن اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور شیشوں کے ٹوٹنے کی جھنک دیر تک گونجتی رہی۔

دستی بم۔۔۔۔۔ غلام سیٹھ آہستہ سے بولا۔ لیکن اس کے بعد مسلسل دھماکے ہونے لگے۔
سفید دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے۔ اور ایک تیز بو ہمارے نتھنوں سے ٹکرائی۔
"اوہ۔۔۔۔۔ خواب آور گیس ہے۔ نواز حالات خراب معلوم ہوتے ہیں۔" غلام سیٹھ نے
اور ہم چوڑی چھت پر دور تک دوڑ گئے لیکن چاروں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں۔ کوئی جگہ
نہیں تھی۔

دھوئیں کے بم کسی خاص گن سے چھوڑے جا رہے تھے کیونکہ وہ چھت تک پہنچ رہے تھے۔
تیز ہوا کے جھونکے ہمارے معاون تھے اس لئے ابھی تک خواب آور دھواں ہم پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا
اور پھر اچانک۔۔۔۔۔ ایک دستی بم ہمارے قریب گر کر پھٹا اور غلام سیٹھ کے منہ سے آواز
گئی۔ "اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ نواز۔۔۔۔۔ نو۔۔۔۔۔ از۔۔۔۔۔ وہ زمین پر گر پڑا۔

میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ اتفاق ہی تھا کہ میں بچ گیا تھا۔ ورنہ دونوں باڈی گارڈز بھی سخت زخمی
تھے۔ اور غلام سیٹھ، میں نے دیکھا، اس کا ایک حصہ موجود ہی نہ تھا، ایک ہاتھ، ایک پاؤں اس طرح گو
کے لوتھڑے میں بدل گیا تھا جیسے کسی بھاری مشین میں دبا کر پچکا دیا گیا ہو۔

بے ہوش کر دینے والے دھوئیں کا ایک اور گولہ قریب آکر پھٹا کانچ کے ٹکڑے میرے
لگے۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی اور غلام سیٹھ کے نزدیک بیٹھ گیا۔

نواز۔۔۔۔۔ آہ۔۔۔۔۔ نواز۔۔۔۔۔ کھیل ختم ہو گیا میرے دوست، میری آرزو ہے کہ
بچا کر نکل جاؤ۔ جا۔۔۔۔۔ آ۔۔۔۔۔ ؤ۔۔۔۔۔" اس نے دانت بھینچ لئے اور پھر اس کے منہ سے
خرخراہٹ بلند ہوئی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ غلام سیٹھ مر چکا تھا۔ میں دانت بھینچ کر کھڑا ہو گیا
یہاں رکنا بے کار تھا۔ باقی لوگوں کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی مجھے نہ تھی۔ چھت پر گولیاں ز
کر کے ادھر سے ادھر گزر رہی تھیں۔ ایک اور دستی بم قریب آکر پھٹا اور میں نے چھلانگ لگا دی
احساس نہیں تھا۔ بس یہی سوچ رہا تھا کہ کسی طرح سے یہاں سے نکل جاؤں۔ جب ہم نے چھت کا
تھا تو میں نے عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک درخت دیکھا تھا اور سوچا تھا کہ اگر چھت سے اس در
چھلانگ لگائی جائے اور وہ بھرپور چھلانگ ہو تو بچنے کی راہ نکل سکتی ہے۔ میں تو یہ دیوانگی کر سکتا
دوسروں کے لئے ممکن نہ تھی۔ اس لئے میں نے تذکرہ ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن اس وقت میں تنہا تھا
چوپاؤں کی طرح چلتا ہوا منڈیر تک پہنچ گیا۔۔۔۔۔ تقریباً دس گیارہ فٹ چھت کی بلندی سے کافی
تناور درخت موجود تھا۔ چھلانگ اگر کامیاب بھی ہو۔ تو بھی ہاتھ پاؤں کی ضمانت نہ تھی۔

"اونہہ۔۔۔۔۔ اس کی پرواہ کون کرے میں اچھل کر منڈیر پر چڑھا اور پھر میں نے سوچے
نیچے چھلانگ لگا دی۔ رات کی تاریکی میں چھلانگ قابل بھروسہ نہ تھی۔ میں درخت کی ایک پھیلی
تک پہنچا اور اگر ہاتھ پھیلا کر شاخ نہ پکڑ لیتا تو سیدھا نیچے جاتا۔ میں نے ہاتھوں کے بل پر وزن
کوشش کی لیکن شاخ میرا وزن نہ سہار سکی اور ایک زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی۔ میں نیچے گرا
میرے اوپر۔

اسٹین گن سے چلائی ہوئی گولیاں ایک قطار سے شاخ کو چھید گئیں۔ معجزہ ہی تھا۔ شاخ
جانب میرا چوڑا چکلا بدن تھا۔ صرف ڈیڑھ انچ نیچے یا ڈیڑھ انچ اوپر، اگر گولیوں کی بوچھاڑ پڑتی تو

ہوتی اور میں اپنے بدن کے سوراخ گن بھی نہ پاتا۔

میں نے شاخ ایک طرف اچھال دی اور تنے کی آڑ لے لی۔ پستول میرے پاس موجود تھا۔ لیکن
ابھی اس کا سہارا ناپائیدار بھی تھا اور بیکار بھی۔۔۔۔۔ کسی کو میرے نیچے گرنے کا احساس ہو چکا تھا۔ کیونکہ
گولیاں برابر درخت کے تنے کو چاٹ رہی تھیں۔ اور پھر ایک تیز آواز لہرائی۔

"جیکسن، ایمونیشن ضائع مت کرو، دیکھو کون تھا، یقیناً مر چکا ہو گا۔! اور یہ آواز میری سماعت پر
ایک آہنی ضرب لگا گئی۔ میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ یہ سینی ٹورا کی آواز تھی۔

گویا میرا اندازہ درست تھا۔ سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول ہی سے تھا میرے حلق سے غراہٹیں نکل
گئیں۔ دو سائے اس تنے کی طرف آ رہے تھے اسٹین گنیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن ان کے ہاتھ جس
پوزیشن میں اٹھے ہوئے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ میں نے پستول نکال
لیا اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔

موت کے متلاشی جونہی نزدیک آئے پستول کی دو گولیوں نے ان کی پیشانی میں سوراخ کر دیا اور ان
کے حلق سے ہلکی ہلکی آوازیں نکل گئیں۔ میں زمین پر جھکا جھکا ان کی طرف بڑھا اور میں نے ایک اسٹین گن
اپنے قبضے میں کر لی۔

"جیکسن!" سینی ٹورا نے پھر پکارا۔ "کیا پوزیشن ہے؟" اور میں نے دانت بھینچ کر اسٹین گن کا فائر
کھول دیا۔ دوسری طرف سے بھی گولیاں چلنے لگیں، ویسے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی، جس کا مطلب تھا
سینی ٹورا کو گولی نہیں لگی۔ بہرحال زیادہ رکنا حماقت تھی۔ میں تنے کی آڑ۔۔۔۔۔ میں پیچھے ہٹتا رہا اور گولیاں
بھی برساتا رہا۔ یوں میں عمارت کی چہار دیواری تک پہنچ گیا۔ پھر اچھل کر دیوار پر چڑھا اور اپنی دانست میں
دوسری طرف چھلانگ لگا دی لیکن یہ چھلانگ بڑی مضحکہ خیز تھی۔ میں صرف ایک فٹ نیچے گرا تھا اور نیچے
سے کچھ عجیب آوازیں ابھری تھیں۔ پتہ چلا کہ یہ کسی جیپ کی چھت ہے۔ یقینی طور پر محاصرہ کرنے والوں کی
جیپ تھی۔ دو آدمی تیزی سے جیپ سے اترے اور میری اسٹین گن نے انہیں چاٹ لیا۔ اس سے بہتر موقع
نہیں مل سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں نیچے کود آیا اور اب جیپ کا اسٹیئرنگ میرے قبضے میں تھا۔

اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ میں نے سیلف دبایا اور گاڑی اچھل پڑی۔ دوسرے لمحے میں
نے اسے گیئر سے نکالا اور فرسٹ گیئر میں ڈال کر اتنی زور سے اٹھایا کہ طاقتور جیپ نے ایک لمبی چھلانگ لگا
دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا، جیپ سیاہ رنگ کی ایک کار سے ٹکرائی تھی۔ شیشہ ٹوٹنے اور اس کے
بعد گولیاں چلنے کی آوازیں، لیکن میرا ذہن اب ہر خوف اور ہر خطرے سے بے نیاز تھا۔

میں نے کلچ دبایا اور اسٹین گن سے زبردست فائرنگ شروع کر دی اور شاید یہ میرے حق میں اچھا
ہی ہوا تھا ورنہ سامنے سے آنے والی گولیاں جیپ کا شیشہ توڑ کر با آسانی مجھ تک پہنچ سکتی تھیں۔

دوسری طرف امن ہو گیا تو میں نے جیپ ریورس کی اور سوچے سمجھے بغیر ذرا سا کاٹ کر آگے دوڑا
دی۔

"لینا۔" میرے پیچھے سے سینی ٹورا کی آواز ابھری تھی لیکن اب کون سنتا اور کون لیتا۔ جیپ بندوق
سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھی۔ راستہ بھی سیدھا تھا۔ میں نے جلدی جلدی گیئر بدل کر اسے پوری

رفتار سے چھوڑ دیا۔ سڑک کشادہ اور سنسان تھی۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا' کئی کاریں بہت تیز
سے مڑی تھیں۔ ان کی روشنیوں کی لکیریں جس تیزی سے مڑی تھیں' اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ
زبردست تعاقب کریں گے۔ جیپ بے حد طاقتور تھی۔ اس کی رفتار بہت شاندار تھی لیکن اس جدید
میں پولیس کے پاس بہت کچھ تھا۔ یوں تو کئی روشنیاں میرے تعاقب میں لپکی تھیں لیکن دو بہت
روشنیاں اس طرح آگے بڑھ رہی تھیں جیسے ہوا میں اڑ رہی ہوں۔ ان کی رفتار حیرت انگیز تھی اور فا
جس تیزی سے کم ہو رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ صورتحال مناسب نہیں ہے۔

فوری طور پر کچھ کرنا ہو گا۔ میں نے سوچا اور میرا ذہن تیزی سے فیصلے کرنے لگا۔ رفتار اتنی تیز
کہ سڑک کے اطراف میں دیکھ بھی نہیں سکتا تھا لیکن میں رفتار ست بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ایک سائیڈ اسٹریٹ دور سے ہی نظر آگئی اور میں نے ایک خطرناک قدم اٹھانے کا فیصلہ کر
مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ گلی کتنی پتلی ہے لیکن بڑی روشنیوں کے تصور کے ساتھ یہ خیال آیا تھا کہ ممکن
عقبی گاڑی بھی بڑی ہو اور اس گلی سے نہ گذر سکے۔ میں نے جیپ سڑک کے دائیں کنارے کر لی گلی با
سمت تھی اور پھر میں نے دور سے ہی ٹرن لیا اور گلی میں گھس گیا لیکن بس تارے ہی نظر آگئے۔ دو
طرف سیڑھیاں تھیں جو گہرائی میں اترتی چلی گئی تھیں۔

جیپ کی رفتار انتہائی حد تک کنٹرول کی اور جیپ اچھلتی ہوئی نیچے جانے لگی۔ فی الحال جیپ
سنبھالنے کو مسئلہ تھا' دوسری طرف کا خیال میں نے چھوڑ دیا اور بالآخر وہاں بھی تقدیر نے ساتھ دیا۔
خیریت سے نیچے پہنچ گئی لیکن روشنیاں بھی گلی پر پہنچ گئی تھیں۔

اور میرا تعاقب کرنے والے بھی دیوانگی میں مجھ سے کم نہیں تھے انہوں نے بھی سیڑھیوں پر گا
ڈال دی اور تیز روشنیاں اچھلنے لگیں لیکن میں اس صورت حال سے باخبر ہو چکا تھا کہ سیڑھیاں اترتے
ڈرائیور کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ یقیناً گاڑی میں بیٹھے دوسرے لوگوں کے حواس بھی درست نہ ہوں گے
اس صورت حال سے فائدہ نہ اٹھانا سب سے بڑی حماقت ہو گی۔

چنانچہ میں نے جیپ روک دی اور انتہائی مناسب موقعے پر اسٹین گن کا بقیہ میگزین خالی کر
روشنیاں بجھ گئیں اور پھر خوفناک دھماکہ ہوا اور کار الٹ گئی۔ اب وہ لڑھکنیاں کھاتی نیچے آ رہی تھی۔

میرے حلق سے وحشیانہ قہقہہ ابل پڑا۔ میں دوبارہ جیپ میں بیٹھا تھا اور پھر جیپ آگے بڑھ
تھی۔ "تمہاری ایسی تیسی۔" میں نے دل میں سوچا۔

لیکن اب ایک اور خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ نہ جانے یہ گلی کہاں ختم ہوتی ہے۔ ممکن ہے میرا تعا
کرنے والے دوسرے لوگ گلی کے دوسرے سرے پر میرا استقبال کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے
بھی فوری فیصلہ ضروری تھا۔ مجھے لکڑی کا ایک پھاٹک نظر آیا اور میں نے جیپ اس کی طرف موڑ دی۔

ایک خوفناک ٹکر سے لکڑی کا پھاٹک درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اس کے دوسری طرف وسیع لان
جیپ لان میں گھس گئی اور میں نے اسے روک لیا۔ پھر برق رفتاری سے میں نیچے کودا اور اس احاطے کی
کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے میں دیوار کود گیا اور سامنے کی سمت بھاگ پڑا۔ پیچ در پیچ راستوں سے
ہوا میں ایک سڑک پر آ نکلا۔ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا کہ میں کون سے علاقے میں ہوں لیکن تھوڑی د
لگے نیون سائنوں نے مجھے اس علاقے کے بارے میں بتا دیا۔

نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا اور دور سے گلیلوں کے حروف چمک رہے تھے۔ میں نے فاصلے کا اندازہ
کیا اور پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت مجھے اپنے اعصاب کی پوری قوت یکجا کرنا تھی۔ ایک جگہ رک کر
میں نے روشنی میں اپنے لباس کو دیکھا۔ لباس منتشر تھا۔ بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن شکر ہے میں زخمی
نہیں ہوا تھا اور لباس پر ایسے نشانات نہیں تھے جن سے کسی کو شبہ ہو سکتا۔ میں نے لباس کسی حد تک
درست کیا' انگلیوں سے بال سنوارے اور اس کے بعد میں کسی شرابی کے سے انداز میں کلب میں داخل ہو
گیا۔ اندر سے سازوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

میری رہنمائی ایک میز کی طرف کر دی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ میرے حواس درست نہیں تھے لیکن
میں نے خود کو بہت زیادہ نشے میں ہونے والے شخص میں بدل لیا اور اپنی یہ کیفیت نبھا گیا۔ بیرے کے آنے پر
میں نے اسکاچ طلب کی اور بیرا گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

اسٹیج پر رقص جاری تھا لیکن میں بس ادھر نگاہیں جمائے ہی بیٹھا تھا' دیکھ کچھ نہیں رہا تھا۔ اسکاچ
آئی اور میں نے کافی شراب گلاس میں انڈیل لی۔ شراب نے درحقیقت اعصاب کو یکجا کرنے میں مدد دی
تھی۔ میں نے کھانے کے لیے بھی کچھ چیزیں طلب کر لیں اور تقریباً دو ڈھائی گھنٹے وہاں گذارے۔ اسٹین گن
میں نے پھینک دی تھی لیکن ایک پستول میرے پاس موجود تھا جو لوڈ تھا۔ اسے استعمال کرنے کی نوبت نہیں
آئی تھی۔ چنانچہ میں کسی حد تک بے فکر تھا۔

اس دوران میں فیصلے کرتا رہا تھا۔ احمق سردارے ابھی وہیں موجود تھا۔ گویا دشمنوں کے غول میں تھا
اور اب وہ اسے معاف نہیں کر سکتے تھے۔ سردارے! میرے ذہن میں آگ لگ گئی۔ ہرگز نہیں۔ سردارے
کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ ابھی وہ محفوظ ہو گا۔ اسے بچانا ضروری ہے۔ میں نے
بیرے کو اشارہ کر کے بل منگایا اور بل ادا کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر آیا اور ٹیکسی
اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا' جہاں بے شمار ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ نائٹ کلبوں سے نکلے نشے میں چور شرابی
گھروں کو واپس جانے والے بل کے ساتھ اچھی خاصی ٹپ دے دیا کرتے تھے اس لیے ٹیکسی ڈرائیور نائٹ
کلبوں کے سامنے اپنی رات کالی کرنے میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ میں نے ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ
گیا۔ مستعد ڈرائیور جلدی سے سیدھا ہو گیا تھا۔ نشے میں ڈوبی آواز میں' میں نے اسے اس علاقے کا پتہ بتایا'
جہاں سینی ٹورا کی کوٹھی تھی اور ٹیکسی چل پڑی۔

عمارت سے کافی دور میں نے ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کی امیدوں کو پورا کر دیا۔ اس نے خوش ہو کر
شکریہ ادا کیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

اس وقت عمارت کے سامنے والے حصے سے اندر داخل ہونا حماقت تھی۔ میں نے عقبی حصے کا
انتخاب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اندر تھا۔ عمارت سنسان پڑی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ سینی ٹورا اس مہم
سے فارغ ہو کر ابھی یہاں نہ پہنچی ہو گی اور یقیناً انٹرپول برانچ آفس میں ہو گی۔ یوں بھی رات کا آخری پہر
تھا۔

لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ اس کمرے تک پہنچنے کے لیے' جس میں سردارے' کیروشیا کے ساتھ مل
سکتا تھا' سینی ٹورا کے کمرے کے سامنے سے گذرنا پڑتا تھا۔ سینی ٹورا کے کمرے میں' میں روشنی دیکھ کر چونک
پڑا۔ اس کا مطلب ہے وہ واپس آ چکی ہے اور میرے دانت بھنچ گئے۔ مجھے غلام سیٹھ کی موت یاد آ گئی۔ ممکن

ہے اس میں سینی ٹورا کا ہاتھ بھی ہو اور میری آنکھیں خون برسانے لگیں۔

چند منٹ کے لئے میں سردارے کو بھول گیا۔ جیب سے پستول نکالا اور سینی ٹورا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کو ہلکا سا دھکیل کر دیکھا' اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے حواس مجتمع کیے اور اندر داخل ہو گیا۔ سینی ٹورا بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہی باریک لبادہ اس کے بدن پر تھا۔ پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ بائیں شانے پر بھی زخم تھا لیکن وہ جاگ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں پرسکون کیفیت تھی۔

دروازے پر آہٹ سے وہ چونک پڑی۔ میری طرف گردن گھمائی اور پھر جیسے اسے کرنٹ سا لگا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گئی' حالانکہ اس کے بدن پر جتنے زخم نظر آرہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے اس کا آرام سے اٹھ جانا ذرا حیرتناک بات تھی لیکن سینی ٹورا سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ وہ جس قسم کی عورت تھی اس کا اندازہ میں بارہا کر چکا تھا۔

"اوہ نواز میری جان! خدا کا شکر ہے تم ٹھیک ہو۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے عجیب انداز میں کہا اور پستول جیب میں رکھ لیا۔

"میں تمہارے لیے بے حد پریشان تھی۔" سینی ٹورا طویل سانس لے کر بولی۔

"واقعی؟"

"ہاں نواز!" اس نے گردن جھکا لی۔ "دراصل تم ——"

"ہاں۔ اب صرف میں ہی تمہارے لیے خطرہ ہو سکتا تھا۔"

"خطرہ؟"

"ظاہر ہے تم نے اپنی مہم کا سب سے بڑا مقصد حاصل کر لیا ہے۔"

"اچھا اب ایسی باتیں مت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے بہت سی باتیں کروں گی۔"

"ضرور' مس سینی ٹورا!"

میں آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہارے بدن پر کوئی چوٹ تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔"

"مقابلے کے وقت تم کہاں تھے؟"

"چھت پر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ سینی ٹورا مسرور انداز میں بولی۔ "تم وہاں سے درخت پر کودے اور اس کے بعد تم ہی جیپ لے کر فرار ہوئے تھے؟"

"جی ہاں!" میں نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

"خدا کی قسم نواز! تم دنیا کے سب سے دلیر انسان ہو جانتے ہو تمہارا تعاقب کس نے کیا تھا؟"

"میں نے شکل نہیں دیکھی۔"

"وہ میں تھی۔ اس پورے حملے کو میں نے کمانڈ کیا تھا۔"

"تمہیں غلام سیٹھ کے بارے میں کیسے پتہ چلا؟"

"یہ بات تمہیں تمہارا ساتھی بتائے گا۔ کیا تم اس سے ملے؟"

"ابھی نہیں۔"

"اوہ! اسی لیے تمہارے انداز میں تبدیلی ہے۔ بہرحال چھوڑو۔ دیکھو میں تمہارے ہاتھوں کتنی دکھی ہوں۔ گلی کی سیڑھیوں سے نیچے اترتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم ایسی حرکت کرو گے۔ یقین کرو میں نے دل ہی دل میں بے حد داد دی تھی۔"

"تم مجھے پہچان نہیں پائی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن سوچ ضرور رہی تھی۔ سچ جانو میں تمہیں غلام سمجھی تھی اور میں نے دل میں سوچا تھا کہ وطن کے سارے لوگ ہی بے جگر ہوتے ہیں لیکن جب بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ غلام سیٹھ چھت پر پڑی ہوئی ہے تب نہ جانے میرے دل نے کیوں کہا کہ یہ تم ہی ہو۔"

"تمہارے درمیان اب کیا رشتہ ہے سینی ٹورا؟"

"آؤ۔ بس آجاؤ۔ رشتوں کے بارے میں پھر سوچیں گے۔"

"اس وقت تک نہیں جب تک تم بتا نہ دو کہ تمہیں غلام سیٹھ کے بارے میں معلومات کہاں سے ہوئیں؟" میں نے مکاری سے کہا۔

"اوہ! ضدی انسان۔ اب ہم کھل کر سامنے آگئے ہیں' اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو نا' تم نے بھی اعتراف نہ کیا کہ تم اسی گروہ سے ہو۔"

"اور تم نے؟"

"ہاں ہم دونوں برابر ہیں۔"

"میرا سوال تشنہ ہے۔" میں نے کہا اور سینی ٹورا اٹھ گئی۔ اس نے ایک طرف رکھا ٹیپ ریکارڈر دیا اور چند ساعت کے بعد اس لڑکی کی آواز ابھری جس نے مجھے غلام سیٹھ کے بارے میں اطلاع دی پھر میری آواز۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

سینی ٹورا نے ٹیپ بند کر دیا۔ "بس اب تو سمجھ گئے؟"

"ہاں۔ کچھ سوال اور تشنہ ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ بھی پوچھو مگر جلدی۔ میرے زخموں میں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں تمہیں شدت سے یاد کر رہی تھی۔" سینی ٹورا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہ آواز تم نے کہاں سے ٹیپ کی؟"

"تمہاری قمیض کے کالر میں ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈ پن ہوتا تھا۔"

"اوہ! تو تم نے اسی رات ——؟"

"ہاں!"

"گویا غلام سیٹھ کی موت کا سبب میں ہی بنا ہوں؟"

"یونہی سمجھ لو۔"

"اور تمہارے خیال میں' میں تمہیں معاف کر دوں گا؟"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا چونک پڑی۔

"میں اپنے چیف کا وفادار ہوں سینی! جس طرح تم نے انٹرپول کے لیے اپنا فرض پورا کیا میرے اوپر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔"

"لیکن ایڈورڈ! غلام سیٹھ کا بچنا تو بہت مشکل تھا۔"

"لیکن اس کی موت کا ذریعہ میں بنا ہوں۔" میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔

"ایڈورڈ!" سینی ٹورا متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گئی اور میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ کر دیا۔ گولی نے سینی ٹورا کی پیشانی کے پرخچے اڑا دیئے۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے' کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے اور پھر اوندھے منہ زمین پر آ رہی۔ میں نے پورا پستول اس کے بدن پر خالی کر دیا اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

میرے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ مجھے اس کے انجام کا ذرا بھی افسوس نہیں تھا۔ ہاں غلام موت کا رنج اور بڑھ گیا تھا۔ بالآخر میں دھوکا کھا ہی گیا۔ کم بخت سینی ٹورا نے مجھے ہی اس گروہ کے ذریعہ بنایا۔ بہرحال سینی ٹورا کافی دیر تک تڑپتی رہی اور پھر سرد ہو گئی۔

تب میں کمرے سے نکل آیا اور اب میرا رخ سردارے کے کمرے کی طرف تھا۔ سردار کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے آہستہ سے دستک دی۔ بہرحال سینی ٹورا کی کوٹھی میں لوگ بھی یقینی طور پر موجود ہوں گے۔ پستول میں اگر سائلنسر نہ لگا ہوتا تو یہاں ایک لمحہ ٹھہرنا تھا لیکن بہرحال ــــــ

میں نے دوبارہ دستک دی اور اندر سے کروشیا کی آواز ابھری۔

"کون؟"

"دروازہ کھولو۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

کیروشیا نائٹ گاؤن پہنے ہوئے تھی اور اس کے عقب میں مسہری پر سردارے سویا ہوا تھا۔

"اسے جگاؤ!" میں نے پستول کیروشیا کے سینے پر رکھ دیا اور وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"مم ــــــ مسٹر ایڈورڈ!"

"چلو۔" میں نے اسے پستول کی نال سے پیچھے دھکیل دیا۔ ہم دونوں کی آواز سن کر ہی سردا آنکھ کھل گئی تھی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔

وہ سلیپنگ سوٹ میں تھا۔ "کپڑے پہنو سردارے!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور سرد جانے کیوں سہم گیا' اس نے جلدی سے میرے سامنے ہی لباس تبدیل کر لیا۔

"آؤ!" میں نے کہا۔ کیروشیا اب بھی اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ اسے گمان بھی نہ تھا کہ لمحے کیا ہونے والا ہے۔ پستول کے دستے کی ضرب نے کیروشیا کی کھوپڑی تڑخا دی۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ لہرا کر زمین پر آ گری۔

"استاد!" سردارے کی سرسراتی آواز ابھری۔

"آؤ!" میں اسے ساتھ لیے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔

"کک ــــــ کیا ہو گیا استاد؟"

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں سردارے کو لیے ہوئے سینی ٹورا کے کمرے کے سا

زل "اندر جھانکو۔" میں نے کہا اور سردارے نے بے ساختہ سینی ٹورا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر نکا اور پھر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

"اوہ استاد! گڑبڑ ہو گئی۔ خدا کی قسم برا ہو گیا۔"

"چلو ــــــ چلو ــــــ یہاں سے نکل چلو ورنہ اور برا ہو جائے گا۔"

"اور پھر میں سردارے کو لیے ہوئے کوٹھی سے باہر نکل آیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے چل ے۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں تھا کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں گے۔ صبح کا اجالا پھوٹنے لا تھا۔ ہم چلتے رہے اور پھر ایک شبینہ ریسٹورنٹ میں آ گئے۔ اکا دکا گاہک موجود تھے۔ ہم نے کرسیوں پر بیٹھ کر کافی طلب کی۔ سردارے کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"اسے تم نے ہی قتل کیا ہے استاد؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"برا ظلم ہو گیا استاد' لیکن قصور میرا بھی تو نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کل سے تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی' تم کہاں غائب رہے؟"

"بات کیا ہے سردارے' کیوں سسپنس پیدا کر رہے ہو؟"

"سینی ٹورا خود بھی مصروف رہی تھی چیف۔ اس نے مجھے تمہارے لیے پیغام دیا تھا۔"

"کیا پیغام تھا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ جلدی میں تھی اور بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں تلاش کر کے اس کا پیغام تمہیں دے دوں۔"

"سردارے احمق' پیغام کیا تھا؟"

"اس نے اعتراف کیا استاد کہ اس کا تعلق انٹرپول سے ہے۔ تمہارے ہی ذریعے اسے معلوم ہوا کہ غلام سیٹھ گلیمرش اسٹورز میں آئے گا۔ چنانچہ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں تلاش کر کے یہ پیغام دے دوں کہ تم گلیمرش اسٹورز نہ جانا وہاں انٹرپول ریڈ کرے گی۔ سینی ٹورا نے یہ بھی کہا استاد کہ اس نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کو ہمارے لیے کلیرنس رپورٹ دے دی ہے اور کہا ہے کہ مکمل تحقیقات سے پتہ چل گیا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اس گروہ سے نہیں ہے۔ گویا اس نے ہماری پوزیشن صاف کر دی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ غلام سیٹھ کے گرد کو توڑ دے لیکن وہ تمہیں چاہتی تھی اور اس نے تمہاری پوزیشن بالکل صاف کر دی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ تم کو اپنے ساتھ ہی رکھے گی لیکن استاد' کیا اس نے تمہیں یہ تفصیل نہیں بتائی؟"

سردارے کی بات سن کر میرا دماغ چکرا گیا۔ درحقیقت سینی ٹورا نے پوچھا تھا کہ کیا میں سردارے سے نہیں ملا۔ افسوس جلدی بازی ہو گئی۔

میں نے اپنے دل کو ٹٹولا اور مجھے سینی ٹورا کے لیے تھوڑی سی ہمدردی کا احساس ہوا لیکن پھر غلام سیٹھ کی موت نگاہوں میں گھوم گئی اور میں نے دانت کچکچا کر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ بہرحال سینی ٹورا غلام سیٹھ کی قاتل تھی۔

کافی آ گئی اور ہم اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے۔ صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی ا
کافی کا آخری گھونٹ ختم ہوا تو رات بھی ختم ہو چکی تھی۔

ہم وہاں سے اٹھ آئے لیکن اب ذہن میں کوئی پروگرام نہیں تھا۔ سردارے بھی عجیب س
میں خاموش ہو گیا تھا۔ ہم دونوں بے مقصد پیدل چلتے رہے۔ دونوں ہی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ک
نکل آئے تو سردارے نے پوچھا۔

”مگر استاد' میں ابھی تک حالات سے لاعلم ہوں۔ آخر کیوں؟“

”پہلے یہ سوچو سردارے کہ فی الحال ہم ٹھکانہ کہاں بنائیں؟“

”خطرہ اب بھی موجود ہو گا استاد؟“

”ممکن ہے کچھ اور بڑھ جائے۔“

”کیوں؟“

”سینی ٹورا نے کچھ کیا ہے اب اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔“

”کیوں؟“

”احمق آدمی۔ کیروشیا ہوش میں ضرور آئے گی۔ اس کے آدمی بھی ہمارے بارے میں جا
اور انٹرپول بہر حال ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔“

”ہاں۔ یہ تو ہے استاد!“

”اس لیے خطرہ اور بڑھ گیا ہے۔“

”ٹھیک کہا استاد۔ پھر پہلے فوری طور پر کچھ بندوبست کرنا ہو گا۔ ارے ہاں استاد' ان حالات م
ہم بیکر سے رابطہ قائم کریں؟“ سردارے نے کہا۔

”اوہ' نہیں سردارے۔ ہماری پوزیشن اس وقت بارود کی سی ہے۔ جہاں ہوں گے ذرا سی
سے بربادی پھیلا دیں گے۔ بیکر خواہ مخواہ کسی مصیبت میں بھی پھنس سکتا ہے۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ سردارے نے کہا۔ ہم دونوں پیدل چلتے رہے اور نہ جانے کہاں س
نکل آئے۔ پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”غلام سیٹھ مارا جا چکا ہے۔“

”کیا؟“ سردارے اچھل پڑا۔

”ہاں۔ رات کو انٹرپول سے سخت معرکہ ہوا تھا۔“

”اور ——— اور غلام سیٹھ مارا گیا؟“

”ہاں!“

”اور تم یہ خبر اتنی دیر کے بعد مجھے اب سنا رہے ہو؟“

”ہاں!“

”کیوں استاد؟“

”فضول بات ہے۔ اگر یہ اطلاع تمہیں پہلے دے دی جاتی تو تم کیا کر لیتے؟“

”پھر بھی یہ اطلاع بے حد اہم اور افسوس ناک تو ہے استاد۔“

”ہاں' اور سینی ٹورا کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔“ سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”کہنے کا مقصد یہ ہے سردارے کہ اب ہم لاوارث ہیں۔ اب ہمارا کوئی گروہ نہیں ہے۔ گروہ تو خود
سیٹھ نے توڑ دیا تھا مگر باقی کام اچانک ہوا۔ غلام سیٹھ مجھے واپس پشاور لے جانا چاہتا تھا۔“

”ہا۔“ سردارے نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ ”واقعی استاد۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک سنگین
ہو چکا ہے۔“

”سردارے! اخبار خریدو۔ تفصیلات تو دیکھیں ویسے سڑکوں پر ہمارا اس طرح گھومنا ٹھیک بھی نہیں
“

”اوہ۔ ابھی لو استاد۔“ سردارے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔ قرب و جوار میں کوئی
نظر نہیں آیا۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک بک اسٹال نظر آ گیا جہاں سے ہم نے ایک انگریزی
خریدا اور پھر سردارے نے اخبار دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ پہلے ہی صفحے پر بڑی بڑی سرخیاں نظر
یں۔

”زبردست معرکے کے بعد اسمگلروں کے بین الاقوامی گروہ کو توڑ دیا گیا۔ گروہ کا سرغنہ غلام سیٹھ
گیا۔ بائیس اسمگلر انٹرپول اور مقامی پولیس کے ہاتھوں ہلاک۔ خوفناک مقابلے کے بعد پولیس کو اسمگلروں
صرف لاشیں مل سکیں۔ ایک اسمگلر فرار۔ اور اس کے بعد پوری خبر تھی۔ خبروں میں فرار ہو جانے والے
گلر کو سرغنہ کا داہنا بازو بتایا گیا تھا اور عوام سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اسمگلر کی تلاش میں پولیس کی مدد
یں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ بہت جلد مفرور اسمگلر کی تصویریں شائع کی جائیں گی۔ میں نے بھی خبریں پڑھیں۔
دارے کے چہرے پر سنسنی کے آثار تھے۔

”یہ حالات تو اچھے نہیں ہیں استاد۔ ہمیں فوری طور پر میک اپ کا بندوبست کرنا چاہئے۔“

”بالکل ٹھیک کہا سردارے۔“

”کسی ہوٹل میں قیام بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔“

”ہاں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں چونک پڑا۔ ”سردارے!“ میں نے
برائی آواز میں کہا۔

”ہوں!“

”میرا خیال ہے ایک ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔“

”کہاں استاد؟“

”ٹیکسی روکو۔“ میں نے کہا اور سردارے ٹیکسی کے لیے نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر ایک ٹیکسی مل گئی
ہم اس میں بیٹھ گئے۔ ”اینگلی!“ میں نے ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اینگلی
تھوڑے فاصلے پر ہی میں نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر کر بل ادا کیا۔ پھر ہم ایک مخالف سمت مڑ گئے اور
ٹیکسی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو واپس پلٹ پڑے۔

”کیا مطلب؟“ سردارے نے کہا۔

”چلتے رہو۔“ میں آہستہ سے بولا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اینگلی میں داخل ہو کر میں

اس بلڈنگ میں داخل ہو گیا' جہاں سوئیٹا کا فلیٹ تھا۔ فلیٹ لاک نہیں تھا۔ یوں بھی اتنی صبح اس
چلے جانا ممکن نہیں تھا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ دو تین بار دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اندر سے قد
چاپ سنائی دی اور پھر سوئیٹا نے دروازہ کھول دیا۔ وہ سرخ رنگ کا گاؤن پہنے ہوئے تھی اور اجڑ
نظر آ رہی تھی۔

ہمیں دیکھ کر خوش ہو گئی۔ "اوہ۔ ایڈی ڈیر!" اس نے بے اختیار ہاتھ پھیلا دیئے اور دوڑ کر
لپٹ گئی۔ میں نے کھنکار کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"آؤ۔ اندر آؤ۔ آپ بھی مسٹر!" اس نے کہا۔

"ہنٹو!" میں نے کہا۔

"آیئے۔ باہر کیوں کھڑے ہیں؟"

"معاف کرنا سوئیٹا! یہ تکلیف دینے کا وقت نہیں تھا لیکن۔"

"جب کچھ سوچ کر آئے ہو تو آزماؤ تو سہی۔ ویسے کیوں ذلیل کر رہے ہو۔" سوئیٹا
انداز میں کہا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"ہم نے تمہارے کسی مہمان کو تو ڈسٹرب نہیں کیا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم اتنی رقم دے گئے تھے کہ میں پورا ایک ہفتہ آرام کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔" اس
انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! یہ تو اچھی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم سوئیٹا کے ڈرائنگ
داخل ہو گئے۔ "آرام سے بیٹھو نپٹو۔ اپنا ہی گھر ہے۔"

"خوب ہے استاد!" سردارے نے گردن دونوں طرف جھٹکتے ہوئے کہا اور میں مسکرا دیا
سردارے اس گھر کو دیکھ کر حیران ہو گا۔

"تمہارے لیے غسل کا بندوبست کروں ڈارلنگ۔ چہرے سے تھکن کا اظہار ہو رہا
سوئیٹا نے کہا۔

"شکریہ!" میں نے کہا اور سوئیٹا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ میں نے سردارے ک
دیکھا۔ سردارے الوؤں کی طرح آنکھیں نچا رہا تھا۔

"اب تو یہ پوچھنے کی گنجائش بھی نہیں رہی ہے استاد کہ یہ خاتون کون ہیں۔" اس نے گہرا
لے کر کہا۔

"ہاں سردارے! ایسی باتیں مت پوچھا کرو۔"

"بالکل نہیں پوچھوں گا استاد۔ بس ایک بات بتا دو۔"

"کیا؟"

"کس چیز سے لکھا کر لائے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں فضول باتوں سے گریز کرو۔" میں نے کہا۔

"ہائے۔ صرف یہی ایک چیز فضول نہیں ہے۔ اور ------ باقی کچھ نہیں ہے استاد۔ تم
مرضی۔" سردارے خاموش ہو گیا۔

"فوری طور پر یہ محفوظ جگہ ہے لیکن زیادہ دیر تک نہیں۔"

"زیادہ دیر تک کیوں نہیں؟"

"انہوں نے ہماری تصویریں چھاپنے کا دعویٰ کیا ہے۔"

"لیکن اب تو سڑکوں پر نکلنا بھی خطرناک ہو گا استاد؟"

"ہوں۔ ایک دفعہ تو جانا ہی پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"میک اپ کا سامان خریدنا ہو گا!"

"اب تو بتا ہی دو استاد ------ یہ لڑکی کون ہے؟" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"سوئیٹا!"

"ہاں!"

"سوئیٹا ایک پیشہ ور لڑکی ہے لیکن اچھے اخلاق کی مالک سویڈش ہے۔ یہاں ملازمت کرنے آئی
ہے اس کے گھر والے سویڈن میں ہیں۔ حالات یہاں تک لے آئے۔"

"گویا خون خراب نہیں ہے۔"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تب پھر یہ رقم کے زور پر کسی حد تک تو ہمارے کام آ سکتی ہے؟"

"مثلاً؟"

"میک اپ کا سامان اس سے منگوایا جا سکتا ہے۔" سردارے نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی
جواب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سوئیٹا واپس آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر کے بال سنوار لیے
تھے۔

"آیئے۔" اس نے کہا۔

"ایک ایک؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!" وہ مسکرا دی۔

"جاؤ استاد۔ تم زیادہ تھکے ہوئے ہو۔" سردارے نے کہا اور میں باتھ روم میں چلا گیا۔ میرے بعد
سردارے نے غسل کیا اور پھر جب ہم دونوں غسل سے فارغ ہو گئے تو سوئیٹا نے ناشتے کی اطلاع دی۔

"بہت بہت شکریہ سوئیٹا! اور درحقیقت تم اتنی پرخلوص اور مہمان نواز ہو کہ دل چاہتا ہے
تمہارے ساتھ کئی دن تک قیام کیا جائے۔" میں نے ناشتے کے دوران کہا۔

اور سوئیٹا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایسی باتیں کہہ کر دل کیوں دکھاتے ہیں مسٹر ایڈی!"

"کیا مطلب؟"

"ہم بھی کبھی اس قابل تھے کہ لوگ ہمارے مہمان بنیں۔ اب تو اس جگہ مہمان کا لفظ' مہمانوں
کے لیے ایک گالی ہے۔ ہم تو کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے۔" سوئیٹا کی آواز میں سسکیاں تھیں۔

"اوہ۔ نہیں سوئیٹا۔ ہم تمہارے مہمان ہیں‘ اگر تم پسند کرو۔"
"دلی مسرت کے ساتھ۔" سوئیٹا نے جواب دیا۔
"بس تو ہم نے یہاں دھرنا دے دیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اب میں آپ کو اپنی مرضی سے جانے دوں گی۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور سوئیٹا کے چہرے سے دلی مسرت ٹپکنے لگی۔ ناشتے کے ڈرائنگ روم میں آبیٹھے اور سوئیٹا دلچسپ گفتگو کرتی رہی۔ گیارہ بجے کے قریب اس نے ہم سے چاہی۔

"تو مہمانان گرامی! خادمہ کو تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔ یہ بدنصیب فلیٹ پہلی بار خو سے دوچار ہوا ہے۔ مہمانوں کا عادی نہ ہونے کی وجہ سے یہ مہمانوں کی مدارات کا متحمل نہیں اسے اس قابل بنا دوں۔"
"ضرور!" میں نے کہا اور سوئیٹا چلی گئی۔
"لطف کی بات یہ ہے استاد‘ کہ لڑکیاں کیسی بھی ہوں‘ زندگی بھر پیشہ ور رہی ہوں مگر تم سامنے موم ہو جاتی ہیں۔ آپ ------" سردارے نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے منہ بند کر لیا۔
"کیوں‘ کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"احمق سمجھ کر معاف کر دیا کرو استاد!"
"کیا مطلب؟"
"میں نے پھر اس لڑکی کو موضوع بنا لیا۔" سردارے نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔
"ویسے سردارے‘ بڑے کام آئی ہے یہ لڑکی اس وقت تو ہم واقعی بڑی خراب پوزیشن میں فوری طور پر کوئی ٹھکانہ ضروری تھا اور میرے خیال میں ہوٹل وغیرہ ہمارے لیے جیل خانے سے تھے۔"

"یقیناً!" سردارے نے گردن ہلائی۔
"بہر حال دو چار دن اس کے ساتھ گزاریں گے‘ اس کے بعد یہاں سے نکلنے کی سوچیں گے۔"
"ٹھیک ہے استاد‘ لیکن ------"
"لیکن کیا؟" میں نے اسے کڑی نگاہوں سے گھورا۔
"کچھ بھی نہیں باس۔ کچھ نہیں چیف۔" سردارے نے مسخرے پن سے دانت نکال دیئے۔
"تم تو رات بھر سوئے ہو۔ میں بھی تھوڑی دیر سو جاؤں۔"
"ضرور چیف ضرور۔" سردارے نے جواب دیا۔
"جب تک سوئیٹا واپس نہ آجائے تم جاگتے ہی رہو گے اس کے بعد چاہو تو سو سکتے ہو۔"
"اوکے چیف!" سردارے نے اٹینشن ہو کر کہا اور میں بیڈ روم میں آگیا۔ سوئیٹا بے چار خالی اور کھلا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ یہ اس کے اچھا انسان ہونے کی دلیل تھی۔
نیند بھی خوب آئی۔ بس بستر پر لیٹا اور سو گیا۔ نہ جانے کیوں یہاں بڑا اطمینان تھا۔ یوں لگتا یہ جگہ ساری آفتوں سے محفوظ ہے‘ پھر دوپہر کے کھانے پر سردارے نے مجھے جگایا اور میں اٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کوئی بات نہیں استاد‘ بس ذرا کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔"
"اوہ‘ کیا بج گیا؟"
"ڈیڑھ!"
"سوئیٹا واپس آگئی؟"
"کبھی کی اور کچن سے اٹھنے والی خوشبوؤں نے برا حال کر رکھا ہے۔" میں اٹھ گیا‘ منہ ہاتھ وغیرہ یا اور پھر سوئیٹا نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی۔ وہ اس وقت خالص گھریلو عورت نظر آ رہی تھی جسے انوں کی تواضع کا پورا پورا احساس تھا۔ کھانے کی میز پر بھی بہت سی ڈشیں موجود تھیں۔ بڑا ہی عمدہ کھانا ہم نے دل کھول کر کھایا اور دل کھول کر ہی تعریف کی اس کے بعد چائے وغیرہ کا دور چلا اور پھر ہم لوگ دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔
"شام کا کیا پروگرام رہے گا جناب؟"
"بس یہ حسین شام تمہارے ساتھ‘ تمہارے فلیٹ پر ہی گزرے گی۔"
"اوہو‘ باہر نہیں چلیں گے؟"
"کیا کریں گے سوئیٹا‘ پورا کوپن ہیگن دیکھ لیا ہے‘ اب دیکھنے کے لیے کون سی جگہ باقی رہ گئی ۔"

"سوئیٹا نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ "گویا آپ حال ہی میں یہاں آئے ہیں؟" اس نے ا اور مجھے احساس ہو گیا کہ پھر منہ سے ایک غلط بات نکل گئی ہے۔
"ہاں۔ شاید اس دن یہ بات نہیں ہوئی تھی۔ ہم سیاح ہیں‘ بہت سے ممالک گھومتے ہوئے یہاں ہیں۔"

"ویری گڈ! تو کوپن ہیگن دیکھا؟"
"اچھی طرح!"
"پسند آیا؟"
"ہاں! کیوں نہیں‘ یہاں تم بھی تو ہو۔"
"میرے ساتھ بھی ایک شام آوارہ گردی میں گزارو!"
"ضرور‘ لیکن آج نہیں اور پھر ابھی ہم آسانی سے تھوڑی جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔
"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ میری تو خواہش ہے کہ آپ لوگ کبھی نہ جائیں۔" سوئیٹا حسرت ے انداز میں بولی۔
"وہ تو ٹھیک ہے میڈم‘ لیکن براہ کرم آپ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہ کہیں۔" ارے درمیان میں بول پڑا۔
"کیوں؟" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بات ذرا غیر مناسب ہے لیکن میری زندگی سے اس کا گہرا تعلق ہے۔"
"تب آپ کہہ دیں۔"

"دراصل مجھے اپنے کمرے میں تنہا سوتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا ہے۔ بس عجیب عجیب سے خوا
نظر آتے ہیں اور میں دوسروں کی نیندیں بھی حرام کر دیتا ہوں۔"

"اوہ!" مگر آپ تنہا تو نہیں سوئیں گے۔" سوئیٹا بدمعاش سردارے کی بات نہیں سمجھ سکی۔

"پھر میرے پاس کون ہوگا؟"

"لیڈی آپ کے پاس سوئیں گے۔"

"ارے نہیں نہیں' ایسا آج تک نہیں ہوا۔ یہ تو رات کو بہت زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔ ز
میں ایک بار ہی سویا تھا' بس قسمت ہی تھی جو بچ گیا۔"

"کیا مطلب؟" سوئیٹا ہنستی ہوئی بولی۔

"گہری نیند تھی' اچانک محسوس ہوا جیسے موت کا فرشتہ روح متعین کر رہا ہو۔ آنکھ کھلی تو
حضرت میرے سینے پر سواری فرما رہے ہیں۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ خواب میں گھوڑا دیکھا تھا۔" سردارے
کہا اور سوئیٹا ہنس پڑی۔

"پھر تو بڑی مشکل پیش آئے گ' ی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ارے تم اس کی بکواس پر غور مت کرو سوئیٹا! یہ تو پاگل ہے۔" میں نے مداخلت کی۔

"نہیں۔ مسٹر پنٹو دلچسپ انسان ہیں۔"

"ایک آدھ دن اس بے اعتنائی میں گذر گیا تو پھر دیکھنا' میری ساری دلچسپیاں قبر میں جا سوئیں گ
سردارے نے مسمسی شکل بنا کر کہا۔

ایسی ہی فضول باتوں میں وقت گذرتا رہا' شام ہو گئی اور پھر رات۔ رات کو میں نے سوئیٹا
کہا۔ "پنٹو کی تنہائی کے بارے میں تم نے کیا سوچا؟"

"اوہ تو کیا ـــــــ؟"

"اس بدمعاش کا مقصد اور کیا تھا!"

"یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔" سوئیٹا نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ!" میں نے جواب دیا اور سوئیٹا تیار ہو کر چلی گئی۔

سردارے کو میں نے ابھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر جب سوئیٹا ایک خوبصورت سی لڑکی کے
واپس آئی تو سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔

"یہ جینی ہے ـــــــ اور جینی' مسٹر پنٹو تنہائیوں سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں' تم انہیں
رہنے دوگی۔"

"کبھی نہیں۔" جینی دلکش انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ وہ کاروباری طور پر سوئیٹا سے ز
تھی۔ چنانچہ وہ رات حسب معمول کافی خوبصورت رہی۔ جینی تو دوسری صبح رخصت ہو گئی' حالا
وقت میں نے سوئیٹا سے کہا تھا' پنٹو آج رات بھی تنہا نہ سو سکے گا۔

"رات بہت دور ہے مسٹر لیڈی!" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہرحال سوئیٹا کے ساتھ بہت اچھا وقت گذر رہا تھا۔ دوپہر کو وہ حسب معمول اجازت
خرید و فروخت کرنے کے لیے چلی گئی۔ سردارے بے حد خوش تھا۔ سوئیٹا لنچ کے وقت سے ذرا

ی آئی۔ اس نے آتے ہی ہم دونوں سے دیر ہو جانے کی معذرت کی اور پھر کچن میں چلی گئی۔ میں نے
ئیٹا کے چہرے پر کچھ سنجیدگی سی محسوس کی تھی لیکن اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ کھانے کی میز پر
اس کی یہی کیفیت تھی۔ اس وقت میں خاموش نہ رہ سکا۔

"کیا بات ہے سوئیٹا' کچھ خاموش خاموش سی ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر لیڈی! کھانے کے بعد گفتگو کریں گے۔" سوئیٹا نے کہا۔

"گویا بات ہے ضرور؟"

"معمولی سی۔" سوئیٹا مسکرائی۔

"تب تو پھر مجھے معاف کرنا' میں تیز رفتاری سے کھاؤں گا کیونکہ سسپنس مجھ سے برداشت نہ ہو
ے گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہو' دراصل میں نے بازار میں کچھ اخبارات دیکھے' پہلے صفحے پر آپ دونوں کی تصاویر تھیں۔"
ئیٹا نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ سردارے کا ہاتھ بھی رک گیا تھا۔ میں گہری نگاہوں
سے سوئیٹا کو دیکھنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔

"تم نے وہ اخبار خریدے نہیں سوئیٹا؟"

"لے آئی ہوں! لیکن پلیز اس موضوع کو کھانے کے بعد چھیڑیں گے۔ میں اسی لیے کچھ کہنا نہیں
تی تھی۔" میں نے کچھ نہ کہا اور ہم خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں
یٹھے۔ سوئیٹا نے چند اخبارات میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں اور سردارے اخبارات پر ٹوٹ پڑے۔

انٹرپول کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر "سینی ٹورا" کی موت کی خبر بھی شائع ہوئی تھی' جسے ایک ایشیائی اسمگلر
ہلاک کر دیا تھا۔ ایشیائی اسمگلر' مشہور اسمگلر "غلام سیٹھ" کا دست راست بتایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ
یمرش اسٹورز کے ریڈ میں صرف وہی شخص ایسا تھا جو فرار ہونے میں کامیاب ہو سکا تھا اور پھر پولیس
جپ لے کر وہ جس انداز میں بھاگا اور اس نے سینی ٹورا کو زخمی کیا اس کے پیش نظر اس شخص کو بے حد
ناک بتایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ انٹرپول اور مقامی پولیس اسے پوری شدت سے تلاش کر رہی ہے۔ اسی
ئی شخص کا ایک اور ساتھی بھی ہے' جس کی لاش بھی گلیمرش اسٹورز میں نہیں مل سکی۔

ہم نے پوری خبریں پڑھ لیں اور پھر سوئیٹا کی طرف دیکھا۔ "تم نے یہ اخبار پڑھ لیا سوئیٹا؟"

"ہاں!" سوئیٹا نے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

☆ ☆ ☆

خطرناک لمحات آہستہ آہستہ گزر رہے تھے۔ سوئیٹا کے ٹھنڈے لہجے سے ہم کوئی اندازہ
لگا سکے تھے۔ حالانکہ یہ لڑکی ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس فلیٹ میں وہ تنہا تھی۔
غلط راستوں پر سوچتی تو گردن دبانے میں کوئی خاص محنت بھی نہیں کرنی پڑتی اور پھر ایک کمرے میں اس
لاش پڑی سڑتی رہتی۔ یا تو لاش کا تعفن لوگوں کو اس فلیٹ کی طرف متوجہ کرتا' یا پھر اس کا کوئی پرانا شناسا
ی نشاندہی کر سکتا تھا۔ رہی میری بات! تو شاید سوئیٹا کو قتل کرتے ہوئے مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا۔
اندرونی کیفیات کو میں ایسا ہی پا رہا تھا۔ غلام سیٹھ کی موت کے بعد ایک احساس جاگا تھا اور وہ احساس کچھ
ب سا تھا۔ ظاہر ہے' مجھے اس شخص سے عشق نہیں تھا لیکن میرے اور اس کے درمیان کچھ ایسے تعلقات
ھے جنہیں میں دوسرے لوگوں سے مختلف سمجھنے پر مجبور تھا۔ اس نے نہ صرف مجھے سہارا دیا تھا' بلکہ

م پر مجھے اس طرح سراہا تھا کہ میری ہمت زیادہ سے زیادہ بڑھتی گئی۔ اس نے مجھے اپنے گروہ کے سارے لوگوں پر فوقیت دی تھی' ہر جگہ میری عزت کرائی تھی۔ بس اس کی موت کے بعد ایک نفرت سی دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ معمولی سا اختلاف کرنے والے کو قتل کر دوں۔ بڑے وحشیانہ خیالات ذہن میں جنم لینے لگے تھے اور انہیں انجام دینے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوتی تھی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ چوکنا اور میرے اشارے کا منتظر..... سوئیٹا خاموشی سے ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو سوئیٹا؟"

"تمہارے خیال میں کیا سوچ سکتی ہوں؟" سوئیٹا نے الٹا سوال کر دیا۔

"ہمارے بارے میں؟"

"ظاہر ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا فیصلہ کیا؟"

"ایڈی! کیسی باتیں کر رہے ہو۔" سوئیٹا نے شکایتی انداز میں کہا۔

"خوب۔ ویسے تمہیں مایوسی تو نہیں ہوئی؟"

"کچھ نہیں ہوا ایڈی! لیکن کیا اخبار کی خبر درست ہے؟"

"ہاں۔ ہماری تصویریں موجود ہیں۔"

"ہوں۔" سوئیٹا نے گردن ہلائی۔ "تو تم ایشیائی ہو؟"

"ہاں۔"

"میں تمہارے لئے میک اپ کا سامان لیتی آئی ہوں۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔ "اور میں اس فن سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتی ہوں۔"

"اوہ سوئیٹا! واقعی؟" میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"ہاں ایڈی! تمہارا کیا خیال تھا' کیا میں تمہیں گرفتار کرا دیتی؟"

"تمہارا احسان ہے سوئیٹا۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"ایسے نہ کہو ایڈی! میں جانتی ہوں گھر سے' بہنوں سے' بھائیوں سے' ماں سے کہہ کر نکلے ہو گے تمہارے لئے اچھے اچھے کپڑے لاؤں گا' ماں کے علاج کے لئے دولت کمانے نکلے ہو گے۔ عزت سے نہ کما سکے ہو گے۔ دنیا نے ساتھ نہ دیا ہو گا۔ گھر سے نکلے ہو گے تو فرشتوں کی طرح معصوم ہو گے۔ گرم غلیظ ہواؤں نے راستوں کا تعین کیا ہو گا ہمارے راستے الگ نہیں ہیں ایڈورڈ! ہم سب ایک ہی کے راہی ہیں' صرف اقسام بدلی ہوئی ہیں۔ مجھ سے بڑا ہمدرد کون ہو سکتا ہے تمہارا؟ بتاؤ؟ ہم اپنے بارے غلط کیسے سوچ سکتے ہیں؟" سوئیٹا جذباتی ہو گئی۔ میں متعجب نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سردارے اس سے متاثر تھا۔

"میں تمہارے اس تعاون کو ہمیشہ یاد رکھوں گا سوئیٹا!"

"خدا کی قسم! اسے دوستی سمجھنا' احسان نہ سمجھنا۔" سوئیٹا نے کہا۔

"اس دوستی کی قدر دل میں ہے۔" میں نے کہا۔

"اب آؤ۔ میں تمہارے چہروں پر میک اپ کر دوں۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ سوئیٹا کی محبت' اس کی صاف دلی نے دل پر بہت اثر کیا تھا۔ اس نے اخبار پڑھتے ہی میک اپ کا سامان خرید لیا تھا اس سے بہتر صاف دلی کا مظاہرہ ممکن نہیں تھا۔

دوسرے کمرے میں آ کر ہم نے میک اپ کا سامان دیکھا۔ اور سردارے نے گہری سانس لی۔ سیاہ رنگ کی ماسک تھیں اور گھنے گھنگھریالے بالوں کی وگ۔ پہلے میں نے میک اپ کیا اور وگ لگانے کے بعد افریقی بن گیا۔ سردارے میری شکل دیکھ کر ہنس پڑا۔

"کیوں۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے مس سوئیٹا' ہمارے میک اپ کرنے کے بعد ہمیں فوراً گھر سے نکال دیں گی۔ ہماری شکلیں اس قابل کہاں رہیں گی کہ کوئی ہمیں اپنے گھر میں رکھ سکے۔"

"لیکن میرے خیال میں اس وقت اس سے عمدہ میک اپ ناممکن تھا۔"

"دوسری بات بھی غلط ہے۔" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے پوچھا۔

"گریمو چلے جاؤ۔ درمیانی عمر کی اور جوان لیکن شوقین لڑکیاں تمہارے زندگی بھر کے اخراجات اٹھانے کو تیار ہو جائیں گی۔"

"گریمو کیا ہے؟"

"کوپن ہیگن کی مالدار عورتوں کا کلب۔ ان میں زیادہ تر کروڑ پتی بیوائیں اور کروڑ پتی باپوں کی شوقین بیٹیاں ہوں گی اور کالوں پر وہ جان دیتی ہیں' ان کے لئے دیوانی ہو جاتی ہیں۔ یا پھر سڑکوں پر نکل جاؤ۔ میں سیدھی سادی معصوم لڑکیوں اور عورتوں کی بات تو نہیں کرتی لیکن بے شمار کاریں تمہارے ارد گرد چکرائیں گی۔"

"اوہو۔ یہ حیثیت ہے یہاں کالوں کی۔"

"میں نے صرف اوباش عورتوں کی بات کی ہے۔" سوئیٹا نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے استاد۔ ان موٹے موٹے ہونٹوں میں بھی تم مجھے گلفام لگنے لگے ہو۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور سوئیٹا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ڈارلنگ! اب ہمیں اجازت دو' اور سنو۔ کوپن ہیگن میں رہے تو تم سے ضرور ملیں گے۔"

"کیا مطلب؟" سوئیٹا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے' تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ سکتی ہے۔"

"ایڈی!" سوئیٹا نے عجیب سے انداز میں کہا۔ "ایک بات بتاؤ گے؟" میں سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "تم جس وقت یہاں آئے تھے کیا سوچ کر آئے تھے؟"

"میں سمجھا نہیں سوئیٹ؟" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اسے پناہ گاہ نہیں سمجھا تھا' کیا فوری طور پر تمہارے دل میں یہی جگہ نہیں آئی تھی؟"

"ہاں سوئیٹا۔ یہی بات ہے۔"

"تو پھر۔ اب تمہارا اعتماد کیوں اٹھ گیا؟"
"یہ بات نہیں ہے سوئیٹا۔"
"بیٹھ جاؤ ایڈی! کیا تمہارا خیال ہے میری ذات سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے؟"
"ہرگز نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔
"تمہارے پاس فی الحال دوسری جگہ بھی نہیں ہے' اس لئے اس وقت اس سے بہتر جگہ کوئی ا
نہیں ہو سکتی۔ تم کوئی اچھی جگہ منتخب کر لو' تو یہاں سے چلے جانا۔"
"بیٹھو سردارے۔ سوئیٹی غلط انداز میں سوچ رہی ہے۔"
"نہیں استاد۔ اسکا خیال ٹھیک ہی ہے میرا مطلب ہے' ہمیں فی الحال اس سے بہتر پناہ گاہ نہیں ا
سکتی۔ اس وقت تک جب تک کوئی عمدہ ترکیب ذہن میں نہ آجائے۔"
"کیا تم کوپن ہیگن چھوڑنا چاہتے ہو؟" سوئیٹا نے ہمارے بیٹھنے کے بعد پوچھا۔
"ہاں' ہمارا یہی ارادہ ہے۔"
"لیکن تمہارے پاسپورٹ۔ وہ تمہارے لئے بیکار بلکہ خطرناک ہوں گے۔"
"یقیناً" میں نے کہا۔
"ایسی صورت میں تمہیں میکلینو کا سہارا لینا چاہئے۔"
"میکلینو؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"ہاں۔ میکلینو۔ نیوہیون کا بادشاہ۔"
"یہ کون ہے؟"
"ہر درد کی دوا۔ بشرطیکہ اس کو منہ مانگی رقم ادا کر دی جائے۔"
"اوہ' کیا وہ باہر جانے میں ہماری مدد کر سکتا ہے؟"
"یوں کہو' اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔" سوئیٹا نے کہا اور پھر بولی۔ "دو منٹ ا
کرو' میں میک اپ کا سامان ضائع کر دوں۔"
"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور سوئیٹا اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے گہری
لے کر کرسی پر پاؤں پھیلا دیئے تھے۔
"نفیس عورت ہے چیف! ہمدرد اور مہربان' ایثار کرنے والی اور عمدہ سوچنے والی۔ میرا خیال
اس کے تعاون سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔" سردارے نے کہا۔ میں نے اس کی بات پر توجہ
تھی۔ میرا ذہن کسی اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "کیا سوچنے لگے باس؟" سردارے مجھے خاموش دیکھ کر
"کوئی خاص بات نہیں ہے سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"میں سوئیٹا کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ ہر طرح سے مفید ہے' میرا کام بھی بن جائے
کس بات کی ہے۔" سردارے نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ میرے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی تھی
اس حرکت سے سردارے بھی بوکھلا گیا اور ایکدم کھڑا ہو کر بولا۔ "کیا ہوا استاد؟"
"آؤ۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور باہر نکل کر سوئیٹا کو آوازیں دیں۔ سوئ
طرح ایک کمرے سے نکلی۔ وہ بھی اس طرح آوازیں دینے سے پریشان ہو گئی تھی۔

"کیا ہو گیا ایڈی؟" اس نے بدحواسی سے پوچھا۔
"سوئیٹا۔ جینی کس ٹائپ کی لڑکی ہے؟" میں نے تڑ سے سوال کیا۔
"جینی۔" سوئیٹا کی سرسراتی آواز ابھری۔ سردارے بھی میرے اس سوال سے چونک پڑا تھا۔
ب اسے میرے اچھل پڑنے کی وجہ معلوم ہو گئی۔ سوئیٹا بھی میرے سوال کا مقصد سمجھ گئی تھی۔
"وہ۔ وہ ٹھیک نہیں ہے ایڈی! لالچی اور سازشی قسم کی لڑکی' خواہ مخواہ شہرت حاصل کرنے اور اپنی
ت کا اظہار کرنے کی شوقین۔"
"تب؟" میں نے سوئیٹا کو دیکھا۔
"ٹھہرو۔ میں اسے ٹیلی فون کرتی ہوں۔" سوئیٹا نے کہا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر آہٹ
ئی اور پھر زوردار دستک ہوئی۔ اور ہم سب اچھل پڑے۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر
نے آہستہ سے کہا۔
"گھبرانا نہیں سوئیٹا۔ ہمارے تمہارے نئے گاہک ہیں' جو آئے تھے وہ چلے گئے۔"
"ٹھیک ہے۔" سوئیٹا نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"میک اپ کا سامان ضائع کر دیا؟"
"ہاں" سوئیٹا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ دستک کافی زور سے ہو رہی تھی۔ "کون
۔ کون بدتمیز ہے۔ ٹھہرو' ٹھہر جاؤ۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم نے گہری سانس لی۔ سوئیٹا نے خود پر
قابو پالیا تھا۔ پھر شاید اس نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن آنے والوں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔
تے ہوئے قدم جیسے پورے فلیٹ میں پھیل گئے۔ ان کے درمیان ہی سوئیٹا کی آواز سنائی دے رہی

"ارے ارے' کون ہو تم لوگ۔ کیا تم سب دیوانے ہو گئے ہو۔ سنو کیا تم سب پاگل ہو۔ میں
اری رپورٹ کروں گی۔ میں۔ میں....." اور وہ ہمارے کمرے تک آ گئے۔ ہم اس پوزیشن میں تھے جیسے
اچانک ہنگامے کی وجہ معلوم کرنے نکل رہے ہوں۔ آنے والے چار آدمی تھے۔
وہ سادہ لباس میں تھے لیکن ان کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ان کا تعلق انٹرپول سے ہے۔
ب کے سب تنومند اور تیز آنکھوں والے۔ انہوں نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ اور ہم احمقانہ انداز
ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔
"کون ہو تم؟" انگلش میں سوال کیا گیا۔
"ڈکٹر۔ البرٹ۔" میں نے جلدی سے تعارف کرایا۔ سوئیٹا بھی یہیں آ گئی تھی۔
"میں کہتی ہوں یہ کیا جہالت ہے۔ تم کس کی اجازت سے اندر آئے ہو؟"
"سوری۔ میڈم۔ پولیس۔" ان میں سے ایک نے اپنا کارڈ نکال کر سوئیٹا کے سامنے کر دیا۔
"میرے پاس لائسنس موجود ہے' کوئی بھی ہو۔ اس طرح....." سوئیٹا نے بپھرتے ہوئے کہا۔
بہت عمدہ اداکاری کر رہی تھی۔
"ویری سوری۔ یہ آپ کی بات نہیں ہے میڈم۔ یہ دونوں کون ہیں؟"
"میرے مہمان۔ کیوں؟"

"ہمیں بھی دو آدمیوں کی تلاش تھی۔"

"ان کی؟" سوئیٹا نے پوچھا۔

"ان کی۔ تو۔ نہیں....." ان میں سے ایک نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ دونوں تمہارے پاس آئے تھے؟"

"ہاں۔ میں نے اخبار میں ان کی تصویر دیکھ لی تھی۔" سوئیٹا نے کہا۔

"آئے تھے یہ دونوں؟"

"ہاں۔"

"کب گئے؟"

"صبح کو چلے گئے۔"

"تم نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟" اس نے کڑی نگاہوں سے سوئیٹا کو دیکھتے ہو۔

"کیوں۔ پولیس مجھے تنخواہ دیتی ہے کیا؟" سوئیٹا نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"پھر بھی۔ یہ تمہارا فرض تھا۔"

"مجھے عزت کی زندگی دینا بھی تمہارا فرض تھا۔ تم نے دی؟" سوئیٹا نے تلخ لہجے میں کہا

شخص نے اپنے ساتھی کی شکل دیکھی۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے دوستو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"ٹانگانیکا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے پاسپورٹ ضرور ہوں گے؟"

"یہاں آنے کے لئے پاسپورٹ لانا ضروری ہوتا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔ اور میں نے جلدی سے ایک ہوٹل کا نام لے دیا۔

"تب یقیناً" تمہارے پاسپورٹ تمہارے سامان میں ہوں گے؟"

"ظاہر ہے.....!" سردارے تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"تب ہم تمہیں وہاں تک تکلیف دیں گے۔"

"بہت خوب۔ لیکن آفیسر! تمہارے ملک میں سیاحوں کے ساتھ یہی سب کچھ ہوتا ہے؟"

کہا۔

"سوری' ویسے ہمارا تعلق انٹرپول سے ہے۔" اس نے کہا۔

"اور انٹرپول کو دو افریقیوں کی تلاش ہے؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہم تمہارے سفارت خانے کو جواب دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ چلو....." میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سوئیٹا بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے پر ہوائیاں تھیں۔

"تھینک یو میڈم۔ آپ کے پاس ہم پھر آئیں گے۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

سے آدمی موجود تھے اور شاید پورے فلیٹ کی تلاشی لے چکے تھے۔

ایک تو ہمارے چہرے بدلے ہوئے تھے' دوسرے ہم جس شرافت سے ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے تھے' اس پر وہ ہماری طرف سے کسی قدر مطمئن ہوگئے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ہماری تلاشی لینے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اور یہ ان کی مہلک غلطی تھی کیوں کہ ہمارے پاس بھرے ہوئے پستول موجود تھے۔

"سردارے!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"استاد!" سردارے بھی اردو میں بولا۔

"ہوشیار۔"

"چوکس ہوں استاد۔!" سردارے نے جواب دیا۔ اور ہم نیچے پہنچ گئے۔ نیچے چار پولیس کاریں کھڑی تھیں۔ ہمیں ایک کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ وہ شخص جو ان میں ممتاز تھا اسی کار میں ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا۔ ایک جوان ہمارے برابر آ بیٹھا تھا۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کردی۔ اور باقی کاریں بھی اسٹارٹ ہوگئیں۔ ہم پرسکون بیٹھے تھے۔

کاریں بھری پری سڑکوں سے گزر رہی تھیں۔ پھر ایک مناسب جگہ میں نے سردارے کو ٹھوکا دیا۔ اور پھر ہم نے جس پھرتی سے پستول نکالے' وہ قابل دید تھی۔ سردارے نے پھرتی سے اپنے برابر والے کے سر کو نشانہ بنایا اور اس کی کھوپڑی تڑخ گئی۔ میں نے آگے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ قریب سے چلی ہوئی گولی اس کے حلق سے پار نکل کر ونڈ اسکرین کے شیشے کو توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ڈرائیور بد حواس ہوگیا اور کار زور سے لہرائی۔ اس دوران سردارے برابر کا دروازہ کھول چکا تھا۔ اس نے بدن کے زور سے خون میں ڈوبے ہوئے آدمی کو باہر دھکا دے دیا۔ میں سیٹ پر اٹھ گیا تھا۔ اور پھر میں نے ڈرائیور کے سر پر پستول کا دستہ مارا۔ اور اسٹیئرنگ بالکل ہی بے قابو ہوگیا۔ سڑک کافی چوڑی تھی اس لئے میں نے جلدی سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ لیکن ڈرائیور کے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھ گیا تھا اور کار کی رفتار کافی تیز ہوگئی۔ ایسی صورت میں اس طرح اسٹیئرنگ سنبھالنا سخت مشکل ہو رہا تھا۔

میں نے دوسرے ہاتھ سے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور تیز ہوا کے جھکڑ اندر گھس آئے۔ پھر میں نے ڈرائیور کو اسٹیئرنگ سیٹ سے ہٹانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ سردارے بھی اپنا کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنی طرف کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور پھر اس نے دوسرا دروازہ کھول کر آگے والے آدمی کو بھی کسی طرح نیچے دھکیل دیا۔ میں اس وقت اپنی پوری مہارت سے اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے ڈرائیونگ سیٹ میں پھنسے ہوئے آدمی کو نکالنا آسان کام نہیں تھا۔ دوسری طرف ہوا کان پھاڑے دے رہی تھی۔ لیکن سردارے اس وقت مجھ سے زیادہ باعمل ثابت ہوا۔ وہ پیچھے سے آگے آگیا۔ اسی وقت بے ہوش آدمی کا پاؤں کسی طرح بریک پر جا پڑا۔ اور کار کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ لیکن خوش بختی تھی کہ جھٹکے سے ہی اس کا پاؤں بھی ہٹ گیا۔

"اسٹیئرنگ سنبھالے رکھو استاد!" سردارے چیخا۔ اس نے دوسرے دروازے سے کمر لگائی اور پھر دونوں پاؤں جوڑ کر ڈرائیور کے کندھے پر زور لگایا۔ سردارے کو پوری کامیابی ہوئی تھی۔ ڈرائیور کے پاؤں ایکسیلیٹر اور بریک سے ہٹ گئے تھے۔ لیکن کار کی رفتار ایکدم سست ہوگئی اور پچھلی کاریں قریب آنے لگیں۔ اسی وقت ڈرائیور بھی باہر جا پڑا اور میں بندر کی سی پھرتی سے آگے آگیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے

اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کار اب جھٹکے لے رہی تھی۔ لیکن ایکسیلیٹر پر پاؤں پڑ جانے سے اس کی رفتار پھر بحال ہونے لگی اور چند ساعت کے بعد اس نے پھر پوری اسپیڈ پکڑ لی۔ اب کار میں صرف ہم دونوں تھے۔ میں نے عقب نما آئینے کو درست کیا اور پیچھے کا منظر دیکھا۔ صرف ایک کار ہمارے پیچھے تھی۔ ہم نے لوگوں کو بھٹکانے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا' وہ اس وقت کارگر تھا۔ غالباً" دو کاریں ان لوگوں کی زندگی کی جدوجہد میں مصروف ہو گئی ہوں اور اس بار ڈرائیور غریب کی طرف توجہ نہ دی گئی ہو۔

"استاد!" سردارے نے کہا۔

"ہوں۔"

"وہ دور دیکھو۔ اس طرف۔ میرا خیال ہے پٹرول کاروں کو اطلاع دے دی گئی ہے۔" سردارے نے اشارہ کیا اور میں نے اس کے اشارے کی سمت نگاہ ڈالی۔ دو کاریں تیزی سے سائرن بجاتی آ رہی تھیں اور اب صرف تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے چورستے سے بائیں سمت مڑا جا سکتا تھا بشرطیکہ وہ سمت پولیس کاروں سے خالی ہو۔ میں نے ایکسیلیٹر باڈی سے چپکا دیا۔ انجن نے پہلے کڑکڑ کی تھوڑی سی آواز پیدا کی اور کار نے پوری رفتار پکڑ لی۔ اور پٹرول کاروں کے قریب پہنچنے سے کافی پہلے چوراہے پر پہنچ کر میں نے کار بائیں سمت ڈال دی۔ اور یہ بڑا کامیاب قدم تھا۔ میں پولیس کاروں کو اتنا پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ اب وہ نظر نہیں آ رہی تھیں۔

میں نے رفتار سست نہیں کی اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔ یہ سڑک کافی آگے جا کر گھومتی تھی اور پھر نہر کے قریب سے گزرتی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور پھر سردارے کو آواز دی۔

"یس چیف!" سردارے پوری طرح مستعد تھا۔

"میں کار روک رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں ہمارا یہ ٹھکانا بھی معلوم ہو جائے گا۔ اس کار یہاں چھوڑ کر ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہئے۔"

"بالکل ٹھیک ہے استاد!" سردارے نے کہا۔

"تم ٹیکسی تلاش کرو۔" میں نے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ اور پھر کار رک گئی۔ سردارے جلدی دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ دوسری طرف سے میں بھی اتر آیا تھا۔ سردارے آگے بڑھنے لگا تو میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔ سردارے چونک پڑا تھا۔

"آؤ۔" میں نے اس سے کہا اور علاقے کے بیچوں بیچ بہنے والی نہر کے کنارے بنے ہوئے مکانوں کی آڑ لیتا آگے بڑھنے لگا۔ سردارے کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ بہرحال وہ خاموشی سے میرے ساتھ دوڑ رہا تھا اور پھر ہم ایک خوبصورت مکان کے سامنے رک گئے۔

"کوئی بھی مناسب جگہ مل جائے تو ہم اس میک اپ سے نجات حاصل کر لیں۔"

"کاش! میک اپ کا سامان ہوتا۔" سردارے بولا۔ "اور استاد! ہاتھوں کی سیاہی چھڑانا بھی ہو گی جنہیں چہرے سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔"

"اوہ' سب کچھ ہو جائے گا سردارے! فکر مند کیوں ہو؟"

"ہرگز نہیں' ہرگز نہیں استاد۔ بلکہ اس میں فکر مند ہونے کی کیا بات ہے۔" سردارے نے

"بعض اوقات معمولی سی لغزش سے بڑا نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے۔ جیسے جینی۔ جس کے بارے میں ہم نے بڑی تاخیر سے سوچا اور بعض اوقات ذرا سا سوچ لینے سے بڑے خطرات ٹل جاتے ہیں جیسے اس وقت میں نے کار کے ایک خود کار ڈکٹو پر غور کر لیا تھا۔ تم یہ کیوں بھول گئے کہ وہ جدید قسم کی پولیس کار تھی۔"

"اوہ' تو تم نے انہیں ڈاج دیا تھا؟" سردارے نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اگر انہیں اس گفتگو پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے تو وہ اس علاقے میں رک کر ہمیں تلاش نہیں کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

سردارے خاموش ہو گیا۔ میں قرب و جوار میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ پھر میری نگاہ عقب میں اٹھ گئی۔ جس مکان کے سامنے ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اس کی ایک بڑی کھڑکی کھلی تھی اور اس میں سلاخیں بھی نہیں تھیں۔ ایک لمحے میں' میں نے فیصلہ کر لیا' اور پھر سردارے کی کلائی دبا کر میں اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ کھڑکی سڑک سے زیادہ اونچی نہیں تھی' اندر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بڑا سا کمرہ تھا' شاید کسی کی رہائش گاہ۔ باتھ روم بھی نظر آ رہا تھا۔ ہم نے اس کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف دیکھا۔ شاید باہر سے بند تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے لمبی راہداری تھی جس کے دونوں طرف دروازے بنے ہوئے تھے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اور پھر میں اور سردارے تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

وگ اتار کر' ہم نے جلدی جلدی ہاتھ اور گردن دھوئی اور پھر تولیہ سے خشک کر کے کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔ اب ہم اپنی اصلی شکلوں میں تھے اور یہی تصاویر اخبارات میں چھپی تھیں۔ سیاہ ماسک ہم نے جیبوں میں ٹھونس لئے تھے۔ پھر میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور کھڑکی کے راستے باہر کود گئے۔ لیکن صورت حال جس قدر خوفناک تھی' اس کا اندازہ بخوبی تھا۔

"ایک کام کرو سردارے!"

"جی استاد!"

"اپنے اور میرے درمیان معقول فاصلہ رکھو۔ جب تک میک اپ کا سامان نہ مل جائے ہمیں یکجا نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم دونوں کو ہی تلاش کیا جائے گا' الگ الگ' لوگوں کو دقت ہو گی۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ لیکن فاصلہ صرف اتنا ہونا چاہئے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی خبر رہے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ اس سے زیادہ مناسب نہ ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے علیحدگی اختیار کر لی۔ میں تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ہماری پوزیشن اس وقت بے حد مخدوش تھی۔ جو کچھ کر چکے تھے اس کے تحت دیکھتے ہی گولی بھی ماری جا سکتی تھی۔ فوری طور پر شکلیں بدلنی چاہئیں تھیں۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ ہم چلتے رہے' بازار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیپ یارن کے عقب میں پہنچ گئے۔ میں یہاں فیشن اسٹورز دیکھ چکا تھا اور اس وقت ان دکانوں کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا' اسے غیر محسوس اشارہ کیا اور خود ایک اسٹور میں داخل ہو گیا۔ فیشن اسٹورز درحقیقت جدید ترین چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ میک اپ کا بہترین سامان موجود تھا۔ باریک نائیلون کی ناکیں' بھاری پپوٹے' ہونٹ' تھوڑی' گالوں

میں نے ایک خوبصورت سیلز گرل سے رابطہ قائم کیا اور خود کو انڈونیشیا کا باشندہ ظاہر کرتے ہو[ئے] ان چیزوں سے بیحد دلچسپی ظاہر کی۔ سیلز گرل نے مجھے اور بھی اعلیٰ چیزیں دکھائیں اور ان کے استعمال کا طر[یقہ] بتایا۔ میں نے ان میں سے بے شمار چیزیں خرید ڈالیں اور ان کی قیمت ادا کر دی۔ اور پھر میں جیبیں بھر[ے] ہوئے باہر نکل آیا۔ ایک عمدہ کام ہو گیا تھا۔ دور سے میں نے سردارے کو دیکھا۔ وہ ایک تصویر کی طرف [منہ] کئے کھڑا تھا' جو کسی نائٹ کلب کا اشتہار تھی۔ میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ پھر میں نے ایک ایسی نا[ک] اپنے چہرے پر چسپاں کر لی جس کے نیچے باریک مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر جھلی لگا کر اس کے پپوٹوں کو بھا[ری] بنا لیا۔ اور یہ کام چلتے چلتے ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں سردارے کے عقب میں پہنچ گیا اور کسی قدر آواز ب[دل] کر بولا۔

"کیا آپ کو یہ تصویر بہت پسند ہے جناب؟" سردارے میری آواز سن کر پلٹا۔ اور پھر اس کا ہا[تھ] جیب کی طرف رینگ گیا۔

"ہاں۔!" اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے سفاکی برسنے لگی تھی۔

"تب آیئے۔ میں آپ کو اس لڑکی سے ملا دوں۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔

سردارے نے سرسری نگاہ چاروں طرف ڈالی اور دوسرے لمحے اس کا پستول باہر نکل آیا۔

"بس بس۔ زیادہ پھرتی نہ دکھانا۔ تھوڑی سی حماقت ضرور کرتے ہو۔" اس بار میں نے ارد[و میں] کہا۔ اور سردارے کے دانت بھنچ گئے۔ "تم نے میرے لباس پر غور ہی نہیں کیا۔"

"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیسا؟" میں نے پوچھا۔

"بیحد شاندار۔ لیکن کیا دکان میں میک اپ بھی کیا جاتا ہے؟"

"کیسا ہے؟"

"میرا خیال ہے بے نظیر۔ اتنا مکمل میک اپ میں نے نہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھیں بھی بدل [گئی] ہیں۔"

"گویا اطمینان بخش۔"

"انتہائی حد تک۔"

"بس ٹھیک ہے سردارے! آؤ اب میں تمہاری شکل بھی بدل دوں۔" میں نے جیب [سے] سردارے کے لئے منتخب کیا ہوا سامان نکال لیا۔ اور صرف چند لمحات۔ اب سردارے کوئی پرتگیزی معلوم ہو رہا تھا۔ بائیں گال پر سیاہ مسہ اور ایک زخم کا نشان' جو پلاسٹک کی ایک لائن چپکانے سے بن گ[یا] پھولی ہوئی سرخ ناک جو ہونٹوں تک آئی تھی اور ہونٹ بھی بدل گئے تھے۔ میں نے اپنے کام سے فارغ [ہو کر] گہری سانس لی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ایسی تعجب خیز کہ تم خود بھی اپنی شکل نہیں پہچان سکتے۔"

"تمہاری شکل دیکھ کر ہی مجھے یقین ہو گیا ہے استاد!" سردارے بولا۔

"بہرحال تھوڑا سا سکون تو ہوا۔ اب کوئی رہائش گاہ تلاش کرو۔ میرا خیال ہے ہم آسانی سے نہیں نکل سکیں گے۔"

"ہوٹل تو ٹھیک نہیں رہیں گے استاد!"

"ایں۔ ہاں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ اور پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اس پر غور کرنے لگا۔ بہرحال ہمت کرنا ہی تھی۔ میں نے سردارے کے شانے پر ٹھوکا دیا اور ہم چل پڑے۔ چند قدم چل کر ہی سردارے چونک پڑا۔

"ارے تمہاری ٹانگ میں کیا ہوا استاد؟"

"کیوں؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"لنگڑا رہے ہو۔"

"چال کچھ بدل گئی ہے؟"

"بہت زیادہ۔" سردارے نے کہا اور پھر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔ "خدا کی قسم استاد! اس کھوپڑی میں نہ جانے کیا کیا ہے۔" اس نے میرے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیوں؟"

"اتنی تیزی سے اور اتنا عمدہ سوچتے ہو کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور بدستور لنگڑاتا ہوا چلتا رہا۔ میری چال پر ذرا بھی بناوٹ کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور پھر ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم رک گئے۔ یہاں "تارستان" لکھا ہوا تھا۔ دروازے پر موسیقاروں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں رات کو رونق ہوتی تھی اور دن ویران ہوتے تھے۔ اس وقت بھی ہال میں اکادکا افراد نظر آ رہے تھے' جو مختلف کاموں میں مشغول تھے۔

"ہے آ......!" میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔ اور سب گردنیں اٹھا کر ہمیں دیکھنے لگے۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اور وہ میرے قریب آ گیا۔

"مانیجر۔ مانیجر۔" میں نے کہا "پے روگرام مانیجر۔" اور وہ میری بات سمجھ گیا۔ اس نے ایک کیبن کی طرف اشارہ کیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ہم دونوں مینجر کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ چھوٹے سے قد کا ایک مضحکہ خیز شکل کا آدمی ایک چوڑی میز کے سامنے بیٹھا ہنس رہا تھا' اچھل رہا تھا۔ ہمارے دروازہ کھولنے پر اچھل پڑا۔ اس کے ہنسنے اور اچھلنے کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال ہمیں دیکھ کر اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ہالو۔ ہالو۔!" ہم نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

"ہیلو۔" وہ سرد آواز میں بولا۔

"ہمیں آپ سے ملنا تھا۔" میں نے کہا۔

"ملو۔" وہ بیزاری سے بولا۔ اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ طویل و عریض میز کے سامنے سے کورڈ تھی۔ اس کے سامنے چار کرسیاں پڑی تھیں۔ ہم آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کہو۔" اس نے اسی بیزاری کے انداز میں کہا۔

"تم پروگرام مینجر ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پورے کلب کا مینجر ہوں۔ کہو۔"
"میرا نام ریتو ہے اور یہ میرا ساتھی جیم۔" میں نے تعارف کرایا۔
"آگے کہو۔" مینجر نے مخصوص انداز میں کہا۔
"ہم تمہارے کلب میں ایک خوبصورت پروگرام پیش کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا اور مینجر
چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بچکانہ قسم کی شوخ سی چمک نظر آئی۔
"آرٹسٹ ہو؟"
"ہاں۔"
"مقامی نہیں ہو؟"
"نہیں۔"
"میں خود بھی آرٹسٹ ہوں اور آرٹسٹوں کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ کون سے ملک سے ت
رکھتے ہو؟"
"پرتگال سے۔"
"کیا بجاتے ہو؟" مینجر بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا پہلے اس کے سرد رویے سے مجھے مایوسی
تھی لیکن اب کام بنتا نظر آ رہا تھا۔
"گٹار۔"
"اوہ۔ اوہ۔" وہ انگلی مروڑ کر سسکاری لیتے ہوئے بولا۔ "میرا پسندیدہ ساز۔ اور تمہارا ساتھی؟"
"میں ایک نئے قسم کا ساز بجاتا ہوں' جو عام نہیں ہے اور بہت مختصر ہوتا ہے۔" سردارے جلد
سے بولا۔
"خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ کیا تم آج رات سے ہی اپنا پروگرام شروع کر سکتے ہو؟"
"یقیناً"
"نمونہ پیش کروگے؟"
"یقیناً"
"اوہ۔ اوہ۔" اس نے انگلیاں مروڑ کر پھر سسکاری لی اور ایکدم اچھل پڑا۔ اور پھر ہنسنے لگا۔ پھر ا
نے میز پر لگی ہوئی بیل بجادی۔ اور ایک آدمی اندر داخل ہوگیا۔
"ایمی کو بھیج دو۔ اس سے کہو گٹار ساتھ لے آئے۔ اور تمہارے لئے ڈیر۔؟" اس نے سردار
سے پوچھا۔
"لوہے کے دو پتلے تار اور ربر کا ایک ٹکڑا۔" سردارے نے بتایا۔
"کیا مطلب؟"
"میں اپنا ساز ابھی تیار کرلوں گا۔" اور میں سمجھ گیا کہ سردارے کون سا ساز تیار کرے گا۔
حقیقت یہ ہمارے وطن کا ایک خوبصورت ساز تھا' مختصر لیکن حسین آواز والا۔ اکثر دیہاتی بجاتے تھے۔
"تم لوہے کے ٹکڑوں کی تصویر بنا دو' مہیا کر دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ ساز میری سمجھ میں نہ
آیا؟" مینجر نے کہا۔
"آپ یہ چیزیں منگوا دیں' سمجھ میں آجائے گا۔" سردارے نے کہا۔ اور پنسل سے کاغذ پر تار کے
ٹکڑوں اور ربر کا سائز بنا دیا۔
"اور سنو۔" مینجر نے کہا۔
"جناب عالی۔"
"چار کپ۔ کافی عمدہ قسم کی۔"
"بہت بہتر۔" ملازم نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ہم ان چار کپ پر غور کرنے لگے۔ لیکن مینجر یونہی کچھ
نکی معلوم ہوتا تھا اس لئے خاموش ہوگئے۔
تھوڑی دیر کے بعد ایک دراز قد لڑکی اندر داخل ہوئی۔ بھرے بھرے بدن کی مالک خوبصورت لڑکی
تھی۔ لیکن لڑکی کہنا شاید درست نہیں تھا۔ قریب سے دیکھنے پر اس کی عمر تیس کے قریب محسوس ہوتی تھی۔
بہرحال جسمانی موزونیت کی وجہ سے اسے خوبصورت کہا جاسکتا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شخص گٹار اٹھائے
ہوئے تھا۔ اندر آکر اس نے مسکرا کر سلام کیا۔
"دونوں آرٹسٹ ایمی! دونوں آرٹسٹ۔ پرتگال سے تعلق رکھتے ہیں۔"
"ہیلو۔" ایمی نے خوش اخلاقی سے کہا۔
"میرا نام ایمی ہے۔"
"میں ریتو اور یہ مسٹر جیم۔" میں نے بھی تعارف کرایا۔
"آپ نے یہ لوہے کے ٹکڑے اور ربر طلب کی تھی۔" ایمی نے سردارے کی مطلوبہ اشیاء میز پر
رکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔" سردارے نے کہا۔ اس کی طلب کی ہوئی اشیاء درست تھیں۔ ویسے اب چار کپ کافی
سمجھ میں آگئی تھی۔ کیونکہ مینجر کے اشارے پر ایمی بھی ایک کرسی پر اشارہ کیا۔
"ضرور۔" میں نے فنکارانہ انداز میں گٹار اٹھالیا۔
"ایمی موسیقی کی ماہر ہے۔ دنیا کے بہت سے ملکوں کی موسیقی سے واقف ہے۔" مینجر نے کہا اور
میں نے گردن جھکادی۔ پھر میں نے گٹار کے تار درست کئے۔
"میں آپ کو تھوڑے تھوڑے سے نمونے پیش کروں گا میڈم ایمی۔"
"ہاں' یقیناً۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گٹار چھیڑ دیا۔ نہایت نفیس گٹار تھا۔ میں نے سب سے
پہلے اپنے وطن کا نغمہ پیش کیا اور بہت دنوں کے بعد طبیعت پر سرور طاری ہوا۔ لعل میری پت رکھیو بھلا' کا
جادو جگانے لگا۔ میں نے اسے تھوڑا سا نمونہ سنانے کو کہا تھا لیکن میں اس وقت تک نہ رک سکا جب تک
نغمہ ختم نہ ہوگیا۔ نہ صرف میری بلکہ سب کی یہی حالت تھی۔ کافی آگئی تھی اور ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ لیکن
کسی نے اسکی طرف توجہ نہیں دی تھی۔
جب گٹار خاموش ہوا تو سب چونک پڑے۔ سب جیسے خواب کی دنیا سے باہر نکل آئے تھے۔ مینجر
نے تالیاں بجاتے ہوئے پر جوش انداز میں کہا۔
"بہت بہت شکریہ مس ایمی۔" میں نے کہا۔
"میں بھی آرٹسٹ ہوں' اور ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے تمہیں اتنا عمدہ آرٹسٹ ہونے پر مبارکباد

پیش کرتا ہوں۔" مینجر نے کہا۔

"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے' کافی پئیں۔" مینجر نے کہا۔ سردارے نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ مینجر کے چہرے پر کبھی کبھی عجیب سے تاثرات ابھر آتے تھے۔

میں بھی کافی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مینجر نے چار کپ کافی کے لئے کہا تھا لیکن ملازم تین کپ لایا تھا۔ میں نے دیکھا مینجر نے ایک پیالی اپنی طرف سرکالی۔ ایمی کو کافی نہیں پیش کی گئی تھی۔

"آپ مس ایمی!" میں نے اپنی پیالی اس کی طرف سرکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ' نہیں شکریہ۔ مسٹر کین جانتے ہیں' میں کافی نہیں پیتی۔" اسی وقت مسٹر کین پھر اچھل پڑا اور کافی چھلک گئی۔

"سوری' سوری۔" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔ ہم پھر حیران ہو گئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کیا بول سکتے تھے۔ "ہاں' تو مسٹر ریتو۔ آپ یہاں کتنے دن قیام کریں گے؟"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں' تھوڑی سی کاروبار کی بات ہو جائے۔"

"ہم سیاح ہیں' سر چھپانے کی جگہ اور خوراک کے علاوہ تھوڑا سا خرچ مل جائے۔ کافی ہے۔"

"یہ میری ذمے داری۔" مینجر کین جلدی سے بولا۔ ایمی کے چہرے پر البتہ کسی قدر تاسف کے آثار نظر آنے لگے تھے' نہ جانے کیوں؟ اس دوران سردارے اپنا ساز تیار کر چکا تھا۔ پھر اس نے اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر منہ میں دبا لیا۔ اور اس کے بعد آوازیں نکلنے لگیں۔ مینجر اور ایمی چونک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

اور میں نے بھی پہلی بار سردارے کا یہ کمال دیکھا۔ وہ اس ساز کو بخوبی بجا سکتا تھا۔ مینجر تھوڑا آگے جھک آیا۔ وہ دلچسپی سے اچک اچک کر سردارے کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر۔ اچانک ہی میز کی ٹاپ کے نیچے سے ایک ہاتھ نکلا۔ اور کافی کا خالی کپ اوپر آ گیا۔ اب چار پیالیاں ہو گئی تھیں۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ کو واپس جاتے دیکھا۔ یقیناً" نسوانی ہاتھ تھا۔ بس اچانک ہی صورت حال میری سمجھ میں آ گئی۔ لمبی چوڑی میز کے نیچے کوئی لڑکی موجود تھی۔ سردارے نے اپنا ساز بند کر دیا تھا۔

"واقعی آپ لوگ باکمال ہیں۔" ایمی نے تعریفی انداز میں کہا۔

"بس ایمی۔ انہیں لے جاؤ۔ بات طے ہو گئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اگر ان کے قیام کی مدت معلوم ہو جائے تو ان کی پبلسٹی کی جائے لیکن خیر' یہ سب کچھ بعد میں دیکھا جائے گا۔ آج رات کو یہ پروگرام پیش کریں گے۔ اور ہاں' ان کے آرام کے لئے ہدایت کر دینا۔"

"اوکے سر۔" ایمی اٹھ گئی۔ ہم لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ اور پھر ہم ایمی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ایمی کی چال بھی بیحد دلکش تھی۔ وہ ہمیں لئے ہوئے عمارت کے ایک حصے میں آئی اور پھر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کمرہ آپ کے لئے موزوں رہے گا' یہاں دو بستر موجود ہیں۔ اور ہاں کسی شے کی ضرورت ہو تو گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کر لیجئے۔"

"شکریہ مس ایمی!"

"ویسے تم دونوں بہت اچھے فنکار ہو۔ لیکن میرا خیال ہے ذرا سی غلطی کر بیٹھے ہو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا غلطی مس ایمی؟"

"تم چاہتے تو عمدہ معاوضہ طلب کر سکتے تھے۔ کین اتنا شریف انسان نہیں ہے کہ فنکار کو اس کا معاوضہ دے دے' جب تک اس سے طلب نہ کیا جائے۔"

"اوہ' مس ایمی! آپ کا شکریہ۔ بس ہم بھی صرف کام چلانا چاہتے ہیں' زیادہ کی ہوس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اجازت؟" ایمی نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور ایمی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد سردارے نے سانس لی۔

"خوب سوجھی استاد! تمہارے کون کون سے کمال کی داد دوں۔"

"آج تو تم نے بھی کمال دکھا دیا۔" میں مسکرا کر بولا۔

"ارے وہ۔ بڑی یادیں وابستہ ہیں اس ساز سے۔ بچپن میں بھینسوں کو جوہڑ پر پانی پلانے اور نہلانے جاتے تھے۔ بھینسیں اپنا کام کرتی تھیں اور ہم یہ ساز بجاتے تھے۔ بلکہ میں نے تو بھینسوں کو اس ساز پر عادی کر لیا تھا۔ آج پھر دل چاہ گیا۔"

"ہوں' بہرحال یہ جگہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مینجر نے پبلسٹی کی بات کی تو میں پریشان ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ کسی طور مناسب نہیں ہو گی۔"

"ہاں یقیناً"۔ ویسے بھی ظاہر ہے ہم یہاں عمر گزارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔ اور یوں بھی اس احمق کے سامنے زبان بند رکھنا بہت مشکل ہے۔ تم نے ایک بات نوٹ نہیں کی استاد!"

"کیا؟"

"اس الو کے پٹھے کی پتلون اس کی پشت کے صوفے پر پڑی تھی۔ میرے خیال میں وہ کسی مرض میں مبتلا تھا' بار بار اچک رہا تھا لیکن اٹھ نہیں سکتا تھا۔"

"لو' میں نے نوٹ نہیں کیا سردارے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور شکر ہے' یہ بات تم نے نوٹ نہیں کی۔"

"دوسری بات کیا استاد؟"

"جانے دے یار۔"

"بتاؤ تو سہی استاد۔ کیا تھی دوسری بات؟"

"میز کے نیچے لڑکی تھی اور کافی کی چوتھی پیالی اسی کے لئے تھی۔" میں نے بتایا اور سردارے کی سمجھ میں چند منٹ کچھ نہیں آیا۔ پھر جب سمجھ میں آیا تو وہ چونک پڑا۔

"لاحول۔ اماں سچ استاد؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"جانے دے اس موضوع کو۔ گدھا معلوم ہوتا تھا۔" میں نے کہا۔ لیکن سردارے دیر تک وہ

سچویشن یاد کر کے ہنستا رہا تھا۔

پھر رات کو ہم نے تارستان میں پروگرام پیش کیا۔ ایمی پروگرام آرگنائزر تھی۔ اس نے خوبصورت انداز میں پرتگیزی فنکاروں کا نام اناؤنس کیا تھا۔ لوگوں نے بھی اس پروگرام کو بے حد پسند کیا۔ ایک کے بجائے کئی نغمے مجھے سنانے پڑے۔ سردارے کے نظر نہ آنے والے ساز نے بھی دھوم مچا دی۔ بیشتر لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ آوازیں صرف اس کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ اور قریب آ آ کر دیکھا۔

موٹا مینجر بھی موجود تھا اور رنگ جمنے سے بہت خوش تھا۔ ہمارے پروگرام کے اختتام پر اس نے اسٹیج پر آ کر اعلان کیا کہ یہ دونوں آرٹسٹ ابھی کافی دن تک تارستان میں پروگرام پیش کریں گے۔

پھر دوسرے پروگرام شروع ہو گئے اور ہم تھوڑی دیر تک انہیں دیکھتے رہے۔ پھر وہاں سے آئے۔ مینجر ہمارے پیچھے پیچھے آیا تھا اور پھر اس نے اچھی خاصی رقم ہم دونوں کو دی۔

"اب کیا پروگرام ہے ماسٹر۔!" اس نے پوچھا۔

"آرام کریں گے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، ضرور۔ ویسے اس پروگرام کے بعد آپ کی چھٹی ہوتی ہے، جہاں چاہے جائیں، جب چاہے واپس آئیں۔ یوں بھی رات سونے کے لئے نہیں ہوتی۔ خود تارستان میں تمہاری ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ ہماری ملازم لڑکیاں تم سے صرف پچیس فیصد لیں گی۔ یہ آرٹسٹوں کے لئے خاص طور سے غیر ملکی آرٹسٹوں کے لئے ہم نے خاص رعایت رکھی ہے۔"

"شکریہ مینجر! آج تو آرام ہی کریں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" مینجر نے کہا اور چلا گیا۔ ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔ سردارے نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ اور پھر ہم اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ سردارے غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ دیر گزر گئی تو میں نے اسے آواز دی۔

"سردارے!"

"ہوں۔" وہ چونک پڑا۔

"ارے، سو گئے تھے کیا؟"

"نہیں استاد!"

"کچھ سوچ رہے تھے؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"ویسے آج تم حیرت انگیز نظر آ رہے ہو۔"

"کیوں استاد؟"

"مینجر کی پیشکش پر بھی تم خاموش رہے۔ میرا خیال تھا تم پچیس فیصد لڑکیوں کو دے کر باقی فیصد مینجر کے حوالے کر دو گے اس اطلاع پر۔"

"اوہ۔" سردارے ہنسنے لگا۔

"ان حالات کی وجہ سے الجھے ہوئے ہو؟" میں نے کہا۔

"گالی مت دو استاد۔ دیکھو گالی مت دو۔" سردارے بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تمہارا استاد حالات سے گھبرا سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ پھر کیا سوچ رہے تھے؟"

"زندگی پر غور کر رہا تھا استاد۔ وہ لوگ بھی ہوتے ہیں، جو ایک چھوٹے سے دیہات میں، چند لوگوں کے ساتھ پوری زندگی گزار دیتے ہیں اور خوش رہتے ہیں، نہ جانے کیسے استاد۔ زندگی تو رواں دواں رہنے کے لئے ہی تو ہوتی ہے۔"

"ہاں سردارے! یہ تو درست ہے۔"

"گروہ ٹوٹ گیا استاد۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"انٹرپول سے آنکھ مچولی کریں گے، یہ بھی دلچسپ کھیل ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سردارے بھی مسکرا پڑا۔ "کیا خیال ہے؟"

"جو خیال استاد کا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رواں دواں زندگی کسی خوبصورت مقام کے کسی خوبصورت بنگلے میں نہیں مل سکتی۔ اس کے لئے حالات کا خوف بیحد ضروری ہے۔ خطرات میں گھری ہوئی زندگی کے ہر لمحے سے الفت ہوتی ہے۔ زندگی کو گرداب سے نکال لے جانے کی چاہت ہوتی ہے۔ اور میرا خیال ہے، یہ زندگی کا حسین ترین روپ ہے۔"

"سو فیصدی استاد۔ سردارے کو اپنی دم سمجھو۔ تمہارے ساتھ جہنم کے دہانے پر چھلانگ لگانے کو تیار ہوں، پیچھے رہ جاؤں تو پنجاب کا بیٹا مت کہنا۔"

"مجھے تیرے اوپر پورا بھروسہ ہے سردارے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو گئے اور پھر نہ جانے کب سو گئے۔ سکون کی نیند، جیسے دنیا کا کوئی غم ہمارے نزدیک سے بھی نہ گزرا ہو۔

دوسری صبح پر سکون تھی۔ صبح ہی صبح ایمی کی شکل نظر آئی۔ خاص طور سے ہمارے پاس ہی آئی تھی۔ "میں نے ملازموں سے پوچھا تھا آپ نے تو کوئی چیز طلب ہی نہیں کی۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"ضرورت ہی نہیں تھی مس ایمی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رات کو بھی آپ پروگرام کر کے سیدھے اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔"

"ہاں، پھر کیا کرتے؟"

"انوکھے انسان ہیں مسٹر ریتو۔"

"ممکن ہے ناواقف ہوں۔"

"میرے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟" اچانک ایمی نے پوچھا۔

"گفتگو سے آپ بیحد خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں۔" میں بولا۔

"دل کی بھی اچھی ہوں، ہمدرد ہوں اور سنو! شریف انسانوں کی قدر کرتی ہوں۔"

"بہت خوب۔"

"کیبن نے تمہیں کیا دیا؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں مس ایمی، یہ موجود ہے۔" میں نے اپنی اور سردارے کی رقم نکال کر اس کے سامنے ڈال دی۔

ایمی نے نوٹ دیکھے اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ کچھ زیادہ ہی چڑھا گیا ہو گا کمبخت
ورنہ وہ اور یہ سب کچھ دے دے۔

"بہت کنجوس ہے کیا؟"

"ارے نہ پوچھو اس کی' نفرت ہے مجھے اس سے۔"

"ایک بات بتاؤ گی ایمی؟" اچانک میں نے سوال کیا۔

"ہاں' ہاں پوچھو' مجھے دوست سمجھو' جب تک یہاں ہو' میں تمہاری بہترین دوست ثابت ہو
گی۔ یقین کرو میں سب کو اس طرح منہ نہیں لگاتی۔ بس تم لوگ اچھے انسان ہو۔"

"شکریہ ایمی! اس وقت جب کین نے تمہیں بلایا تھا' کین کے پاس کوئی اور بھی موجود تھا؟"

"تم نے نہیں دیکھا تھا؟" ایمی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن میں نے میز کے نیچے سے ایک ہاتھ نکلتے دیکھا تھا۔"

"پلیز۔ کوئی اور گفتگو کرو۔ وہ بیحد نفرت انگیز انسان ہے۔" ایمی نے ناک سکوڑ کر کہا۔ اور پھر
"ارے ہاں' ناشتے کی تیاری تو کرلو۔ باتھ روم بھی نہیں گئے ابھی شاید؟"

"ہاں' ابھی نہیں گئے۔"

"کتنی دیر میں تیار ہو جاؤ گے۔ میں ناشتے کی تیاری کروں؟"

"بس آدھا گھنٹہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ باہر نکل گئی۔ کین کی بات پر وہ کچھ جھینپ گئی ت
سردارے بھی مسکرا رہا تھا اور پھر وہ باتھ روم جاتے ہوئے بولا۔

"یہ کین واقعی گندہ انسان ہے۔"

"ناشتے کی میز پر ہمارے ساتھ ایمی تھی اور سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔" مجھے بھی نہیں بتاؤ گے' تم
کتنے دن کا پروگرام ہے؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا ایمی۔ مست لوگ ہیں۔ جس دن یہاں سے دل بھر گیا' چل دیں گے۔"

"کچھ طے نہیں کیا؟"

"زندگی بغیر فیصلوں کے ہی ٹھیک لگتی ہے۔ کیا وقت اور حالات ہمارے فیصلوں کی پابندی کر
ہیں؟"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" ایمی نے گردن ہلائی' پھر بولی۔ "آج تمہارے پروگرام کا کون سا وقت تر
دیا جائے؟"

"کیا پہلے سے طے کر لیا جاتا ہے؟"

"ہاں' میرے پاس آرٹسٹوں کے پروگراموں کی تفصیل ہوتی ہے۔"

"تعین تم خود کرلو۔"

"میری مانو۔ تو زندگی کو اس طرح مقید مت کرو۔ باہر کی دنیا کافی خوبصورت ہے۔ کمانے اور گنوا
میں ہی لطف ہے۔" وہ بولی۔

"ہمیں کمانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب اور جتنا دل چاہے کما سکتے ہیں۔"

"اوہو۔ اس قدر اعتماد ہے۔" وہ مسکرائی۔

"جتنا کہا ہے اس سے کہیں زیادہ۔ سنو! کیا تمہیں پورے پروگرام کے دوران یہیں رہنا پڑتا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"یعنی پروگرام آرگنائزر کی حیثیت سے تمہیں سارے پروگرام اٹینڈ کرنا ہوتے ہیں؟"

"ضروری نہیں ہے۔ آرٹسٹوں کو خود ان کا وقت معلوم ہوتا ہے اور پھر میری دو نائب بھی کام
تی ہیں۔"

"تب۔ آج پروگرام کے بعد تم ہمیں ان علاقوں کی سیر کراؤ گی۔"

"میں....؟" وہ جھجک کر بولی۔

"اگر ناپسند نہ کرو۔ ظاہر ہے تم سے درخواست ہی کی جا سکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں چلوں گی۔ لیکن اگر تمہارے ساتھ کوئی ہو گا' میرا مطلب ہے
ئی عورت' تو شاید دوسری لڑکیاں تمہاری طرف توجہ نہ دیں۔"

"اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں چلوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے رات کو اول وقت میں
را پروگرام رکھ دیا۔ اور ہم مطمئن ہو گئے۔ رات کی زبردست تیاریاں کی تھیں میں نے۔ اور درحقیقت
رات کا پروگرام سن کر لوگ جھوم اٹھے' مست ہو گئے۔ کئی جوڑوں نے میرے گرد رقص کیا۔ بہت سی
ائشیں بھی پوری کرنی پڑیں۔ میرے اور سردارے کے پروگرام کو بہت سراہا گیا تھا۔ بمشکل تمام ہمیں
وں سے چھٹکارا ملا اور ہم اندر آ گئے۔

کین نے ہماری پیٹھ ٹھونکی تھی۔ اس نے ہم سے طویل معاہدہ کرنے کی پیشکش کر دی۔ اور اس
ی پوری ادائیگی کر دی۔ خاصی رقم ہو گئی تھی۔ ایمی تیار ہو کر آ گئی۔ اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا
اور اس کا متناسب جسم اور قیامت نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ ڈھلواں چھتوں کی عمارتوں کے نیچے بہت کچھ ہو
تھا۔ ہم نگاہیں دوڑاتے آگے بڑھتے گئے اور پھر "پکو" کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ بہت بڑا
ار خانہ تھا۔

"کافی پئیں گے یہاں' بہت سے ملکوں کی کافی ملتی ہے۔"

"اوہ' قمار خانہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں' شاید اس علاقے کا سب سے بڑا۔" ایمی نے جواب دیا۔

"تم نے کمائی کے بارے میں کہا تھا ایمی!"

"کیسی کمائی؟"

"تم نے کہا تھا نا کہ زیادہ سے زیادہ کماؤ۔"

"ہاں۔ پھر۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"اور میں نے کہا تھا کہ کمانے کی کیا ہے' جب چاہیں کما سکتے ہیں۔"

"کہا تھا۔"

"ثابت کروں؟" میں نے پوچھا۔
"کھیلو گے؟" ایمی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں' کافی رقم ہے۔" میں نے جیب تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے دس پندرہ منٹ میں گنوا بیٹھو گے۔" ایمی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہاں بڑ
استاد ہوتے ہیں۔"
"کیا حرج ہے' کل پھر مل جائیں گے۔" میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہاری مرضی۔ کیا حرج ہے۔" ایمی نے کہا۔
"تب آؤ۔ پہلے کافی پی لیں۔ ممکن ہے بعد میں اس کے لئے پیسے نہ رہیں۔" میں نے کہا
ہنس پڑی۔
"ایسی بات نہیں ہے۔ رقم ایڈوانس بھی مل سکتی ہے ایسے کسی مسئلے پر۔" ایمی نے کہ
ایک میز پر آبیٹھے۔ ایمی نے کافی کا آرڈر دے دیا۔ درحقیقت عمدہ کافی تھی۔ سردارے البتہ کچھ بو
تھا۔
"ایمی۔!" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا۔
"ہوں۔"
"میرا ساتھی رات کو تنہا سونے کا عادی نہیں ہے۔ کل کی رات تو اس نے بس صبر کر لیا تھا
"اوہ' اس تکلف کی کیا ضرورت تھی' کسی سے کہتے' آجاتی۔ کلب میں ہی درجنوں لڑکی
ہیں۔"
"آج؟"
"ہاں' جتنی کہو۔" ایمی نے جواب دیا۔ اور ہم کافی پیتے رہے۔ پھر ایمی نے ویٹر کو بلا کر بل
اور ہم اٹھ کر اس طرف چل پڑے جہاں جوا ہو رہا تھا۔ بہت سی مشینیں تھیں' تاش بھی چل ر
اچانک ایمی رک گئی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی تھی۔
"کیوں۔ کیا ہوا ایمی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"میرا خیال ہے یہاں مت کھیلو۔" ایمی نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیوں؟"
"میں تمہیں گرنٹین لے چلتی ہوں' وہاں بڑا صاف ستھرا کھیل ہوتا ہے۔"
"کیا بات ہے ایمی۔ تم اچانک سنجیدہ ہو گئی ہو؟"
"اوہ' تم نہیں سمجھتے۔ میکلینو یہاں موجود ہے۔"
"میکلینو!" اچانک میرا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ سوئیٹا یاد آگئی تھی۔ اس نے بھی نو
یہی نام بتایا تھا۔
"کہاں ہے؟"
"وہ اس میز پر۔ براہ کرم اشارہ مت کرنا۔"
"کون ہے یہ؟"

"نیو ہیون کا بادشاہ۔ سب اسے ٹیکس ادا کرتے ہیں' بیحد خطرناک انسان ہے۔ نہ جانے کیا کیا کرتا
ایمی نے کہا۔ میں نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا۔ چوڑے شانوں اور بڑے گلمچھوں والا
خطرناک صورت آدمی تھا۔ چوڑے سینے کا گریبان کھلا ہوا تھا اور اس کے لمبے لمبے سیاہ بال صاف نظر آ
تھے۔ کلائیاں بھی خوب چوڑی تھیں اور بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ لمبے لمبے بال تھے' بہرحال
شخصیت تھی۔
"تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"مناسب نہیں ہے ریتو۔ آؤ چلیں۔" ایمی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
"نہیں ایمی۔ یہیں کھیلیں گے۔" میں نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ اور پھر میں نے سردارے سے
"سردارے! تم ایمی کے ساتھ رہو۔ میں تنہا کھیلوں گا۔ اور اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو تم مجھ سے شناسائی کا
نہیں کرو گے۔ خیال رکھنا' ہدایت پر عمل ہو۔"
"عجیب ضدی انسان ہو۔ اچھا یہاں سے دور کسی میز پر بیٹھو۔"
"میرا اب تم سے کوئی واسطہ نہیں رہا ہے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ مکلینو کی
طرف تھا۔ سردارے کی اور میری رقم میرے ہی پاس تھی۔ اس میز کے پاس تماش بین بھی نہیں تھے۔
چار آدمی کھیل رہے تھے' دو کرسیاں خالی تھیں۔ کھیلنے والے چار آدمیوں نے اپنی گردنیں اٹھا کر مجھے
ان میں مکلینو بھی تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بیحد خطرناک تھیں خون سا ٹپکتا محسوس ہو رہا تھا۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔
"بیٹھ سکتا ہوں آفیسر!" میں نے خوشامدی انسانوں کی طرح پوچھا۔
"بھاگ جاؤ۔" وہ شخص ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"اوں ہونہہ۔ مال کتنا ہے؟" مکلینو کی آواز ابھری۔
"کافی ہے لارڈ!" میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر رکھ دیں۔
"بیٹھ جاؤ۔" مکلینو کی بھاری آواز پھر ابھری۔ اور میں خوشی خوشی بیٹھ گیا۔ ان میں ایک آدمی
کی حالت تھی۔ اس کے سامنے نوٹوں کی تھوڑی سی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔
"مجھے اجازت دو گے مکلینو؟" اس نے رونی آواز میں کہا۔
"کیوں بکواس کر رہے ہو؟" تمہارے مقرر کئے ہوئے وقت میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔ یہ ساری
رقم میرے حوالے کر دو اور چلے جاؤ۔" مکلینو غرایا۔
"لو' اچھا اچھا۔ کھیلو' کھیلو؟" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔
"ایک گھنٹہ' پورا ایک گھنٹہ۔"
"ٹھیک ہے' یا پھر جب بھی یہ رقم ہار جاؤ۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔
"ہاں' سب تمہارا ہے آفیسر۔"
"بانٹو۔" مکلینو نے اپنے ساتھی سے کہا۔ اور وہ کارڈ تقسیم کرنے لگا۔ میری نگاہ اس کے
تھی۔ میں نے صاف دیکھا کہ اس نے مجھے پتے نکال کر دیئے ہیں۔ زیادہ صفائی نہیں تھی۔ غالباً
لئے یہ ہاتھ دیا جا رہا تھا۔ لیکن میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ بیٹا نچا دوں گا۔

اور پھر میں نے کھیلنا شروع کر دیا۔ ہر ہاتھ پر میں ڈبل کر رہا تھا۔ میرے کھیلنے کے
چکرائے۔ ایک ایک کرکے سب نے پتے پھینک دیئے' صرف مکلینو ڈٹا رہا۔ اور پھر بالاخر
رقم دے کر اس نے شو لیا اور ہار گیا۔ گڈی میرے ہاتھ میں آگئی۔ میں نے بظاہر اناڑی پن سے
تھا۔ سب کی نگاہیں میرے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ کھیل شروع ہوگیا۔ میں نے ان لوگوں کے
اندازہ لگالیا تھا کہ انہیں میرے کارڈ بانٹنے پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے۔ کھیل شروع ہوگیا۔ میرے
کے علاوہ ان کی عنایت کی ہوئی رقم بھی موجود تھی جو کافی تھی۔ چنانچہ میں آنکھیں بند کرکے
کارڈ دیکھے گئے اور کھیل میں جوش پیدا ہوگیا۔ سب عمدہ کھیل رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص
جو پہلے ہی رو رہا تھا۔

"اب میں کیا کروں؟" اس نے کہا۔

"گھر جاؤ۔ بس۔ جاؤ۔ جاؤ۔" آخر میں مکلینو نے دہاڑ کر کہا۔ اور بہت سی نگاہیں اس
گئیں۔ کھیلنے والا جلدی سے کھڑا ہوگیا تھا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

"شو لے لو جوان۔" مکلینو مجھ سے بولا۔ اب میں اور وہ رہ گئے تھے۔

"اچھا۔" میں نے سعادتمندی سے کہا اور شو کی رقم ڈال دی۔ میکلینو نے اپنے کارڈ
دیئے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کے کارڈ دیکھ کر میرے چہرے پر مایوسی پھیل گئی اور پھر میں نے بے
کارڈ بھی الٹ دیئے۔ میکلینو اور اس کے ساتھی منہ پھاڑ کر رہ گئے۔ میرے کارڈ بڑے تھے۔

میکلینو کے ساتھی پہلو بدلنے لگے۔ لیکن میکلینو کے چہرے پر کوئی خاص تاثر
البتہ اس نے تاش اس بار خود شفل کئے تھے۔ میری نگاہیں کارڈ چیک کر رہی تھیں۔ اس سلسلے میں
کھیل کی بات تو نہیں تھی' مجھے سینکڑوں گر آتے تھے۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اگر کارڈ
پہلی بار بانٹے جائیں تب بھی کام دکھایا جاسکتا تھا۔ میکلینو نے گڈی میرے ہاتھ میں دے دی
جھپکتے کارڈ اپنی جگہ سیٹ ہوگئے۔ اس بار بھی میکلینو کو زبردست چوٹ ہوئی تھی اور میرے
نوٹوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ تیسری بار۔ میکلینو کے ساتھی نہیں برداشت کرسکے۔ یوں
ہاتھوں میں ان کا بیڑہ غرق ہوگیا تھا اور اب بہت تھوڑی رقم رہ گئی تھی۔

چوتھا ہاتھ بٹا۔ اور میرے سامنے نوٹوں میں اور اضافہ ہوگیا۔ اب میکلینو کے ساتھیوں کے
چہرے سرخ ہوگئے تھے۔

"شارپنگ ہو رہی ہے باس۔" میں نے معصومیت سے پوچھا اور میکلینو کے
مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بتاؤ بھئی۔" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"کھڑے ہوجاؤ۔" وہ کرسی سرکا کر اٹھتے ہوئے غرایا۔

"جین!" میکلینو غرایا۔ اور اس کا ساتھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "بیٹھ جاؤ"
انداز میں بولا اور اس کے ساتھی کی جیسے ہوا نکل گئی۔

اس دوران کارڈ میرے ہاتھ میں گردش کرتے رہے تھے اور میں ان کے ہاتھوں سے کارڈ
تیار ہوگیا تھا۔

"کیا تم الو کے پٹھے ہو؟" میکلینو نے کہا۔

"باس۔ یقین کرو۔" ساتھی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ثابت کرو' شارپنگ ہو رہی ہے۔ کیا تم اندھے بنے بیٹھے ہو۔" میکلینو بولا۔

"بانٹو۔" اس کے ساتھی نے کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے آپ ہی بانٹ دیں جناب۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "شاید آپ
ہوگئے ہیں۔" اور اس نے جلدی سے گڈی اٹھالی۔ کارڈ ہلکے سے شفل کئے اور میں نے انہیں کاٹنے
ہاتھ بڑھادیا۔ یہ نہ ہوتا تو کام تھوڑا سا مشکل ہوجاتا۔ لیکن میں نے کاٹنے میں بانٹنے کی کمی پوری کرلی
اس بار میکلینو کے دونوں ساتھی پھنسنے والے تھے۔ یعنی ایک وہ جس نے کارڈ بانٹے تھے اور
ی۔

کھیل شروع ہوا۔ تھوڑی دیر تک بلائینڈ کھیل ہوتا رہا۔ پھر مکلینو نے کارڈ اٹھائے' تین
ن چلیں۔ میں نے اپنے کارڈ اسی طرح پڑے رہنے دیئے تھے۔ پھر مکلینو نے کارڈ پھینک دیئے
دونوں جمے رہے۔ نوٹ ان کے سامنے سے غائب ہوتے جارہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک قلاش

"تمہاری اجازت ہو تو میں اسے کچھ دے دوں۔" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں۔ کیا حرج ہے جناب؟" میں نے کہا۔ اور مکلینو نے بہت سی گڈیاں اس کی
سرکا دیں۔ پھر ان دونوں نے آپس میں معاہدہ کیا اور ان میں سے ایک نے کارڈ پھینک دیئے۔
ے نے اپنے سامنے کی آخری پونجی میرے سامنے رکھ کر شو مانگا۔ اور میں نے کارڈ الٹ دیئے۔ وہ ہار گیا
اس کا چہرہ سفید ہوگیا تھا۔

"ناممکن۔" وہ دانت بھینچ کر غرایا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ
ں۔ "میں۔ میں اسے قتل کردوں گا۔"

"سپرو!" مکلینو سرد لہجے میں بولا۔

"یہ۔ زبردست شارپر ہے باس!" سپرو نے احتجاج کیا۔

"کارڈ تم نے بانٹے تھے۔"

"اس نے کاٹے تھے۔"

"اب کے کاٹ بھی تم ہی لینا۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نے اسے اٹھنے کے لئے کہا تھا۔"

"نن۔ نہیں باس۔ لیکن۔"

"اتنی سی رقم کے لئے تم میرے سامنے' میری اجازت کے بغیر کھڑے ہوسکتے ہو۔" مکلینو اسی
میں بولا۔

"سس۔ سوری باس!" وہ پھر بیٹھنے لگا۔

"کھڑے ہوجاؤ کتے۔" مکلینو پھر غرایا اور وہ جلدی سے کھڑا ہوگیا۔ مکلینو اب میرا جائزہ
رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خاموش بھیڑیئے! تو اتنا بزدل کیوں ہے؟"

"مم۔ میں بزدل تو نہیں ہوں جناب!"
"یہ تجھے قتل کر دینا چاہتا ہے۔"
"نن۔ نہیں۔ نہیں۔" میں کرسی سے کھڑا ہو گیا۔
"اور میری آنکھیں بدن ٹٹول لیتی ہیں۔ تو کمزور بھی نہیں ہے۔" مکلینو بدستور مسکرا رہا تھا۔
"ب..... بالکل نہیں۔" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔ سردارے اگر اس وقت میرے پاس ہوتا تو میری اس اداکاری کی بھرپور داد دیتا۔ لیکن وہ لوگ دور سے مجھے تاڑ رہے تھے۔ ایمی تو میرے سامنے نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر ہی چکرا گئی تھی۔
"تو پھر قتل ہو جا۔" وہ ہنس پڑا۔
"تم حکم دیتے ہو تو ٹھیک ہے۔" میں نے سعادتمندی سے کہا۔
"سپرو!" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔
"ب۔ باس۔"
"چل اسے قتل کر دے۔ لیکن کوئی ہتھیار استعمال نہیں ہوگا۔"
"مم۔ معافی چاہتا ہوں باس!" سپرو نے کہا۔
"کیا نام ہے تیرا؟" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔
"رتو۔!" میں نے جواب دیا۔
"اس نے تجھے قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اسے مار۔" مکلینو بولا۔ "لیکن ہتھیار نہ مت استعمال کرنا۔"
"میرے پاس صرف پستول ہے' یہ تم رکھ لو باس!" میں نے بھی اسے باس کہہ کر مخاطب کیا اور پستول نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔
"جین! تم سپرو کی تلاشی لو۔" مکلینو نے کہا۔ اب دوسرے سارے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ کھیل بند ہو گیا۔ لوگ سمجھ گئے تھے کچھ ہونے والا ہے اس لئے چوکنے بھی ہو گئے۔ سپرو کے لباس سے ایک پستول اور ایک لمبا چاقو برآمد ہوا جسے جین نے نکال کر مکلینو کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ اور میں نے سپرو کو گریبان سے پکڑ کر کھینچ لیا۔
سپرو بیک وقت خوف اور جھلاہٹ کا شکار تھا۔ میرے اس طرح کھینچنے سے وہ آگ بگولا ہو گیا اور دیوانوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے تابڑتوڑ میرے اوپر گھونسے برسانے شروع کر دیئے۔ لیکن اس کے مکے صرف ہوا میں لہرا رہے تھے۔ میں نے ابھی تک اس پر ایک بھی وار نہیں کیا تھا۔ پھر میں پوزیشن تبدیل کر کے مکلینو کے قریب آ گیا جو اطمینان سے میز پر بیٹھا تھا۔
"تو اسے مارتا کیوں نہیں؟" مکلینو نے کہا۔
"تمہاری اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا باس!" میں نے کہا۔
"اوہ' مار۔ اسے مار۔" مکلینو نے میز پر ہاتھ مارا۔ اور دوسرے لمحے میں نے ہاتھ گھما دیا جو اس کے شانے پر ضرب پڑی تھی۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کھڑے کر لئے اور کراٹے کی پوزیشن میں آ گیا۔ پھر اس نے منہ سے دہاڑیں نکال کر میرے اوپر حملہ کیا۔ لیکن میں نے اس کے

کلائیوں پر روکے اور پھر ایک بھرپور ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا۔ سپرو اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔
لیکن اسکے بعد اس کی خیر کہاں تھی۔ جونہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی میری لات اس کی کمر پر پڑی۔ اور اس کے بعد میں نے صرف پیروں کا استعمال کیا۔ میں اس کے ہاتھ زمین سے ٹکنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ ویسے سپرو پاگل ہو گیا تھا۔ اگر اسے کھڑے ہونے کا موقع مل جاتا تو شاید وہ اس وقت مکلینو کی موجودگی بھول جاتا اور جو چیز ہاتھ لگتی' استعمال کرتا۔ لیکن میں نے اسے کوئی موقعہ ہی نہیں دیا تھا۔
مکلینو کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میری نوٹوں کی گڈیاں اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے مکلینو ان کا محافظ ہو۔ پھر میں نے سپرو کے آخری ضرب لگائی اور وہ چت ہو گیا۔ شاید بے ہوش ہو چکا تھا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونج اٹھی تھیں۔ میں نے سرسری نگاہ سردارے کی طرف ڈالی اور سر سے اشارہ کیا۔ سردارے اس دوران سکون سے کھڑا رہا تھا۔ گویا اسے یقین تھا کہ اس سپرو کی ایسی تیسی' ہاں اگر دوسرے ہوتے' تو پھر۔ سردارے کے پاس بھی پستول تھا۔ البتہ ایمی کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔
میں نے مکلینو کے سامنے جا کر سر جھکا دیا۔ مکلینو کھڑا ہو گیا۔ "میں نے غلط تو نہیں کہا تھا' تیرے اندر چھپے ہوئے فنکار کو میں نے دیکھ لیا تھا۔"
"میں نے دولت کے لئے اس سے جنگ نہیں کی باس۔" میں نے کہا۔
"تو مجھے باس کیوں کہتا ہے؟" مکلینو بولا۔
"بس دل چاہتا ہے۔"
"میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ یہ میری طرف سے انعام لے۔" مکلینو نے اپنے سامنے کی گڈیاں بھی میری گڈیوں میں شامل کر دیں۔ تب میں نے نوٹوں کے ڈھیر جمع کئے اور انہیں مکلینو کے پیروں میں ڈال دیا۔
"یہ کیا؟"
"میں جیتنے کے لئے نہیں کھیلا تھا باس! یہ تیرے جوتوں کی نذر۔!"
"اوہ' اٹھالے۔ اٹھالے۔ سب تیرے ہیں' یوں سمجھ میں نے قبول کر لئے۔ اٹھالے میری جان! تو نے میرا دل جیت لیا ہے۔ میرا حکم ہے' اٹھالے۔" مکلینو نے محبت سے کہا۔ اور اس کے ساتھی جین نے سارے نوٹ اکٹھے کر کے میری طرف بڑھا دیئے۔ "بیٹھ جا' بیٹھ جا۔ میرے ساتھ کھانا کھا۔ جین' کھانا منگواؤ۔" مکلینو نے کہا۔
"باس۔ میرے دو ساتھی بھی ہیں۔" میں نے کہا۔
"کہاں ہیں؟"
"وہ لڑکی اور اس کے ساتھ۔" میں نے اشارہ کیا اور مکلینو ادھر دیکھنے لگا۔
"اوہ' وہ تو تاستارن کی ایمی ہے۔"
"ہاں باس! ہم لوگوں کا قیام وہیں ہے۔"
"ہے۔ ایمی! ادھر آجا۔" مکلینو نے ہاتھ اٹھا کر وہیں سے نعرہ لگایا۔ سپرو اسی طرح زمین پڑا تھا اور اس کی طرف اب کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔

ایمی سردارے کا ہاتھ پکڑے ہمارے قریب پہنچ گئی۔
"بیٹھ جا۔ کیسی ہے؟"
"ٹھیک ہوں بادشاہ!" ایمی نے آواز صاف کرتے ہوئے کہا۔
"تیرا ساتھی لاجواب ہے۔ بیٹھ جا۔ تو بھی بیٹھ جا دوست! تیرا کیا نام ہے؟" مکلینو نے سردارے سے پوچھا۔
"جیم۔" سردارے نے جواب دیا۔
"تو بھی اس کی طرح لاجواب اور باکمال ہوگا۔" مکلینو ہنستے ہوئے بولا۔ اور سردارے کے ہونٹ بھی کھنچ گئے۔ "انہیں اٹھالے، تیرے ساتھی نے تیرے لئے کمائے ہیں۔" مکلینو نے نوٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور سردارے نوٹ جیبوں میں ٹھونسنے لگا۔ بہت سے نوٹ ایمی نے اپنے پرس میں بھرے تھے۔ باقی بچے تو میری جیبوں میں ٹھونس دیئے گئے۔ جین اب ہمارے ساتھ نہیں کھڑا تھا، بلکہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔
"ان کا تعارف کرا ایمی۔" مکلینو نے ایمی سے کہا۔
"اوہ۔ بادشاہ۔ یہ مسٹر ریتو ہیں۔ گٹار کے شہنشاہ اور یہ ان کے ساتھی جیم ہیں۔ ایک پراسرار ساز بجانے کے ماہر۔ دونوں پرتگالی ہیں۔ آج کل ہمارے کلب میں پروگرام پیش کر رہے ہیں۔"
"واقعی!" مکلینو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔
"ہاں بادشاہ!" ایمی نے جواب دیا۔
"تب میں نے ایسا آدمی زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ ٹھنڈے مزاج کا مالک اور ہر فن میں ماہر ریتو میں تجھ سے بڑی محبت کرنے لگا ہوں۔"
"شکریہ باس!" میں نے ادب سے کہا۔
تھوڑی دیر میں کھانا آگیا اور ہمارے سامنے سرو ہوگیا۔ "کھاؤ..... بے تکلف ہو کر کھاؤ۔" مکلینو نے کہا۔ جین صرف سروس کر رہا تھا۔ مکلینو نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ بہت خوش تھا کافی دیر تک وہ ہم سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اچھا میری جان، اب میں چلوں گا۔ کل صبح دس گیارہ بجے تک تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے پاس آجانا۔ ایمی تو اسے ہنیگسن کا راستہ بتائے گی۔"
"ٹھیک ہے بادشاہ۔" ایمی جلدی سے بولی اور مکلینو کھڑا ہوگیا۔ اسے شاید بل دینے کی نہ عادت تھی نہ ضرورت اور اس دوران اس نے ایک بار بھی سیرو کی طرف توجہ نہیں دی تھی، وہ اسی طرح ہوا تھا۔ پھر وہ جین کے ساتھ چلا گیا اور اس کے باہر قدم رکھتے ہی ہوٹل کا سپروائزر چند بیروں کے ساتھ آگیا۔ اس نے بیروں کی مدد سے سیرو کو اٹھایا اور نہ جانے کہاں لے گیا۔
"اب چلو۔" ایمی نے کہا۔
"کیوں؟ یہاں خاصی رونق ہے۔" میں نے کہا۔
"تم بھی بس پاگل ہی معلوم ہوتے ہو۔ ان واقعات کا تمہارے اوپر بھی کوئی اثر نہیں ہے۔"
"کون سے واقعات ایمی؟"
"پلیز۔ چلو۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"چلو۔" میں نے شانے ہلا دیے اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ یوں بھی رات خاصی گزر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تارستان پہنچ گئے۔
"اب کیا پروگرام ہے؟" ایمی نے پوچھا۔
"میرے ساتھی کے لیے تم نے ایک وعدہ کیا تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ میں۔ مگر۔ کمرہ دوسرا لے لو۔"
"جیسا تم مناسب سمجھو۔" میں نے کہا۔
"میں ابھی واپس آتی ہوں۔" ایمی نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹی، لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔ اس نے اپنا پرس وہیں رکھ دیا تھا۔
"کیوں؟" میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں۔ بس، اس میں تمہاری رقم ہے۔" ایمی نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"ایمی!" میں نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔ "کیا تم صرف کاروباری لڑکی ہو؟"
"کیوں؟"
"ہم تو تمہیں دوست کی حیثیت دے چکے ہیں۔"
"میری خوش بختی ہے۔"
"چنانچہ یہ پرس اٹھالو۔ ہم اپنے طور پر جیتی ہوئی رقم کے حصے کر چکے ہیں۔ جو کچھ تمہارے پرس میں ہے، تمہارا ہے۔ جو جیم نے میری جیبوں میں ٹھونس دیا ہے، وہ میرا ہے اور جو جیم کی جیبوں میں ہے، وہ اس کا۔"
"اوہ۔ نہیں ریتو۔ یہ بہت زیادہ ہے۔" ایمی نے پریشانی سے کہا۔
"یہاں کم زیادہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ پلیز۔ اپنا پرس اٹھالو۔" بمشکل تمام ایمی اس کے لئے تیار ہوئی اور پھر وہ باہر نکل گئی۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ "کیا ہوگیا، دھورام! بارہ کیوں بج رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"بارہ نہیں، پونے دو بج رہے ہیں استاد۔" سردارے نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔ نیند آرہی ہے کیا؟"
"ظاہر ہے استاد!"
"ٹھہر جاؤ۔ ایمی تمہاری نیند بھگانے کا انتظام ہی کر رہی ہے۔"
"کیا مطلب؟" سردارے اچھل پڑا۔
"اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔" میں نے کہا اور سردارے گہری نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں ایمی واپس آگئی۔ اس کے ساتھ چھوٹے سے قد کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ کسی طرف سے وہ کوئی غلط لڑکی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بلاشبہ پسند کرنے کے قابل تھی۔
"یہ ریتا ہے اور مس ریتا، یہ مسٹر جیم ہیں۔ چنانچہ اب یہ تمہارے سپرد۔" ایمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریتا بھی مسکرادی۔
"آیئے مسٹر جیم۔ میں آپ کو کلب کی دوسری تفریحات دکھاؤں۔" ریتا نے بے تکلفی سے

سردارے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جاؤں؟" سردارے نے شرارت آمیز انداز میں منہ کھول کر مجھ سے پوچھا۔

"دفعان ہو جاؤ۔" میں نے اس پر گھونسہ تانا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ رینا بھی اس کے پیچھے ہی لپکی تھی۔ امی ہنسنے لگی۔

"ایک بات پوچھنا بھول گئی تھی مسٹر ریتو۔" ان دونوں کے جانے کے بعد امی نے پوچھا۔

"کیا؟"

"آپ نے صرف مسٹر جیم کے لیے کہا تھا نا؟ میرا مطلب ہے صرف؟"

"ہاں!"

"اوہ۔ بس میں الجھی رہی تھی۔ تو مجھے اجازت آپ آرام کریں۔" وہ آہستہ سے پیچھے ہٹی لیکن اس نے عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"امی! دوستانہ انداز میں ایک بات پوچھوں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ضرور!"

"اگر میں تمہیں جانے سے منع کروں تو۔ برا نہ مان جاؤ گی؟" میں نے کہا اور امی خاموش ہو گئی۔ کئی منٹ تک خاموش رہی، پھر بولی۔

"نہیں!"

"شکریہ امی! میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔"

"بعد میں تمہیں خسارے کا احساس نہ ہو۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔

"کیوں؟"

"یہاں بہت سی خوبصورت لڑکیاں موجود ہیں۔"

"امی! ایسی باتیں مت کرو۔ اول تو تم خود بھی بے حد حسین ہو۔ دوسری بات یہ کہ بعض اوقات حسن کا معیار بدل جاتا ہے۔ ممکن ہے ان لڑکیوں میں میرے لئے تم سے زیادہ حسین لڑکی کوئی نہ ہو۔"

"اوہ!" امی خاموش ہو گئی۔ چند ساعت مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر واپس مڑ گئی۔ اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ پھر وہ واپس مڑی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے جذبات رقصاں تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "ایک بات پر یقین کرو گے ریتو؟"

"ضرور امی!" میں نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا۔

"میں عام طور پر لوگوں کو اٹینڈ نہیں کرتی۔ آٹھ سال پہلے میری شادی ہوئی تھی۔ میرے شوہر ایک حادثے کا شکار ہو گئے، شادی کے صرف دو ماہ بعد۔ اس کے بعد سے اب تک۔ اس کے بعد سے اب تک تم میری زندگی میں دوسرے مرد ہو۔ یقین کرو۔ یقین کرو۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں نے یقین کر لیا امی!"

"میں پیشہ ور نہیں بن سکی۔"

"تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے۔" میں نے اسے بھینچتے ہوئے کہا اور اس بیوہ کے ساتھ یہ رات بھی خوب گذری۔ بڑی دلکش تھی۔ ترسی ہوئی بے چاری۔ دوسری صبح وہ خاموشی سے چلی گئی۔ میں اس کی

کو سمجھ چکا تھا اس لئے اس وقت اسے کچھ پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔

ناشتے پر وہ اسی طرح خوش و خرم تھی۔ سردارے ضرورت سے زیادہ ہی خوش تھا۔ باچھیں کھل پڑ تھیں گدھے کی۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر ریتو؟"

"کوئی خاص نہیں!"

"مکلینو کے پاس نہیں جائیں گے؟" امی نے پوچھا۔

"کیا بہت ضروری ہے امی؟"

"ہاں۔ ضروری ہے اور اچھا بھی ہے۔ وہ تم پر مہربان بھی ہے، ورنہ کسی اور کو وہ اس طرح طلب کر اس کی تو روح فنا ہو جاتی۔ میرا مطلب ہے جس پر وہ مہربان نہ ہو۔"

"ہے کیا چیز یہ مکلینو؟"

"اس علاقے کا بے تاج شہنشاہ ہے۔ تم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے جس کلب میں تم نے چوٹ دی، اس کا مالک مکلینو ہی ہو۔ بے اندازہ دولت مند انسان ہے۔ پولیس نے بھی نہ جانے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ اس کے معاملے میں کم ہی مداخلت کی جاتی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"بڑا انوکھا انسان ہے۔ پل پل میں بدلنے والا۔ بہرحال میرا مشورہ ہے تم اس سے ضرور مل لو۔ اس راضگی اچھی نہیں ہوتی۔ رات کو تم اسے جس انداز سے ہینڈل کر رہے تھے، وہ بہت اچھا تھا۔ بس اسی اس سے گفتگو کر لینا۔ میرا خیال ہے، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چلیں گے جیم؟"

"ضرور مسٹر ریتو!" سردارے نے گردن ہلا دی۔

"بس کسی معاملے میں اس کی مخالفت مت کرنا۔" امی نے کہا اور میں اس کی شکل دیکھ کر مسکرانے

"کیوں۔ اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟"

"تم اس سے بہت خوفزدہ ہو؟"

"صرف میں نہیں ہوں۔ کین کو بتا دو کہ تم اس کے دوست ہو۔"

"اوہ! واقعی؟"

"ہاں۔ پانی کے دس بارہ گلاس چڑھا جائے گا۔" امی اچانک ہنس پڑی۔ "نہ جانے مکلینو کا نام اس کی پیاس اس قدر کیوں بڑھ جاتی ہے کہ پانی کے گلاس پر گلاس چڑھا جاتا ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد ئے فارغ ہو گئے۔ امی چلی گئی تھی۔ ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔

"کیا حال ہیں سردارے؟"

"اپنا استاد زندہ باد۔ سردارے کو کیا فکر ہو سکتی ہے۔" سردارے موڈ میں بولا۔

"رات عمدہ گذری؟"

"جیسے ساڈا استاد۔ ویسے مجھے بھی معلوم ہے۔" سردارے نے آنکھ دبائی۔

"بکواس بند۔ مکلینو کے پاس چلیں گے۔"

"یہ وہی مکلینو ہے استاد' جس کے بارے میں سوئیٹ سوئیٹا نے کہا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "نہ جانے وہ بے چاری خود کس حال میں ہے۔"

"پھنس گئی ہوگی استاد لیکن ہم اس کے لیے کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ معاملہ ہمارے بس سے باہر ہے۔"

"ویسے اب تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"نیو ہیون میں آنے کے بعد خود میرا پروگرام یہی تھا کہ مکلینو سے ملوں لیکن فوری طور پر
نے مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ سوئیٹا نے دولت کی بات بھی کی تھی۔ اس کے مزاج کے بارے میں
نہیں معلوم تھا۔ لیکن میرا خیال ہے اس طرح اس سے ملاقات ہو جانا بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔"

"ہاں استاد۔ اس ریچھ کو شیشے میں اتارنا بھی' تمہارا ہی کام تھا۔"

"لیکن اب صرف ایک الجھن ہے سردارے!"

"کیا استاد؟"

"اپنے بارے میں اس سے کیا کہا جائے۔ حقیقت بتا دی جائے۔ ایسی شکل میں ہم اس سے کام
لے سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں۔ اگر ہم نے اسے بے وقوف بنانے کی کوشش
تو گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اسے اصلیت معلوم ہو گئی تو پھر دو خطرناک دشمنوں کے درمیان گھر جائیں گے۔"

"ہوں۔" سردارے ٹھوڑی کھجانے لگا۔ پھر بولا۔ "دوسری صورت بھی خطرناک ہو سکتی
چیف۔"

"کیا؟" میں نے پر خیال انداز میں پوچھا۔

"ممکن ہے وہ انٹرپول سے ٹکر لینا پسند نہ کرے' بلکہ ہمیں ان کے حوالے کر کے ان کی خوشنودی
حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"ہو بھی سکتا ہے لیکن خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا سردارے! اگر ایسی بات ہوئی تو اس کے
دیکھیں گے۔ فی الحال اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ پرواہ کس بات کی ہے۔" سردارے نے بے جگری سے کہا اور ہم
میکلینو کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگے۔ ایمی کو ہمارے ساتھ جانا تھا۔ وہ بھی وقت پر تیار
آ گئی۔

"تیار ہیں آپ لوگ؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور ہم باہر نکل آئے۔ دن کے بے رونق مکانات کے ساتھ ساتھ
آگے بڑھ گئے اور راستے میں ایمی نے کہا۔

"ابھی میں نے کین کو اس بارے میں بتایا تھا۔"

"اوہ! پھر؟"

"دراصل میں نے خود نہیں بتایا تھا۔ تمہارا پروگرام بہت پسند کیا جا رہا ہے۔ اس کا بخوبی اندازہ
ہے کین کو۔ اس نے مجھے اپنے کیبن میں طلب کیا تھا اور کہہ رہا تھا کسی طرح تمہیں ایک لمبے معاہدے
لیے تیار کروں تاکہ وہ پبلسٹی وغیرہ کرے۔ پچھلے دو دنوں کی آمدنی کافی بڑھ گئی ہے۔"

"خوب! پھر؟"

"میں نے اسے بتایا کہ کس طرح رات کو وہ مکلینو کے دوست بن گئے اور کین کی پیاس جاگ

"پھر؟" میں ہنس پڑا۔ "کیا کیا اس نے؟"

"بس پانچواں گلاس میرے سامنے پیا تھا۔ پھر میں اٹھ کر چلی آئی۔" ایمی نے کہا اور ہم دونوں ہنس
ہم بدستور آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر ایک دبلا پتلا دراز قد آدمی ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"مادام ایمی؟" اس نے ایمی کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے؟"

"آپ شہنشاہ کی تلاش میں جا رہی ہیں نا؟" لمبے آدمی نے کہا۔

"ہاں!" ایمی نے جواب دیا۔

"وہ سنتھارو میں موجود ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور ایمی نے گردن ہلا دی۔ ہم نے
اسا رخ بدل لیا۔ سنتھارو بھی ایک نائٹ کلب کی عمارت تھی۔ خاصی کشادہ۔ بڑی خوبصورت۔ سرخ
ں سے گزرتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچ گئے۔ لمبے آدمی نے ہمیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود ایک
زے سے اندر داخل ہو گیا۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عمارت خود اسی کی ہو۔" ایمی آہستہ سے بولی۔

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔

"میں نے بتایا نا کہ وہ بادشاہ ہے۔ اس کے پاؤں کتنے پھیلے ہوئے ہیں' کسی کو نہیں معلوم۔"

"دیکھ لیں گے۔" میں نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔

"ایک بات بتاؤ رتو۔" ایمی نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں!"

"اگر اس نے تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہا؟"

"تو پھر؟"

"میرا مطلب ہے تم رہ جاؤ گے؟"

"تم مشورہ دو ایمی!" میں نے کہا۔

"اگر وہ چاہے' تب تو یہ کرنا ہی پڑے گا۔" ایمی نے افسردگی سے کہا۔

"تم منع کرو تو میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گا۔"

"کیا کرو گے؟"

"منع کر دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں رتو! میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس علاقے میں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی بات ماننے سے انکار کرو گے تو وہ تمہارا
نالاں جائے گا اور اس کے بعد تم اس جگہ نہیں رہ سکو گے۔"

"اوہ! پھر کیا کروں؟ بتاؤ۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"کچھ نہیں۔ اس کی ہر بات مان لینا لیکن تاستارن کو بھول نہ جانا۔" امی نے آنسو بھری آواز میں کہا۔

"اوہ، نہیں امی۔ تم بھولنے کی چیز نہیں ہو۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اسی وقت آدمی اندر سے نکلا۔

"مادام امی! تم واپس جا سکتی ہو اور تم دونوں کو بادشاہ طلب کرتا ہے۔" میں نے امی کو بازوؤں سے پکڑا اور پھر اس کا بوسہ لے کر اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ خود میں سردارے کے ساتھ اس طرف چل پڑا تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف بھی ایک ہال نما کمرہ تھا۔ انتہائی خوبصورتی سے آراستہ۔ مکلینو ایک شاندار کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک انتہائی خوبصورت نوعمر لڑکی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں لمبے بالوں والی ایک خوبصورت بلی تھی جس پر وہ آہستہ آہستہ ہاتھ پھیر رہی تھی۔ لڑکی کے جسم پر سفید پتلون اور نیلی دھاریوں والی جیکٹ تھی، جس سے اس کی نوعمری کے باوجود بھرپور جوانی کا گداز جھانک رہا تھا۔ اس کے بال بھی بے حد خوبصورت تھے۔ گھنگھریالے اور الگ الگ بکھرے سے۔ بالوں کے اس اسٹائل کی وجہ سے وہ بڑی آرٹسٹک لگ رہی تھی۔ میں نے ایک نظر میں اس کا جائزہ لیا اور مکلینو کی طرف متوجہ ہو گیا جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہے۔ ریتو!" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ادھر آجا۔ آجا میری جان۔ میں تیرا انتظار کر رہا تھا۔" اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں اس کے سامنے جھکا تھا اور پھر سیدھا ہو گیا۔ "تو بھی آجا جیم۔ ساتھی تو بہت شاندار ہے۔ تو نہ جانے کس قسم کا آدمی ہے۔"

"وفادار اور چوکس۔" میں نے کہا۔

"ہوں؟" مکلینو سوالیہ انداز میں بولا۔

"جھوٹ نہیں بولوں گا باس۔" میں نے کہا اور مکلینو زور زور سے ہنسنے لگا۔

"بولنا بھی مت میری جان۔ تم مکلینو کے سامنے ہو، جس کے سامنے سارے جھوٹ ہار جاتے ہیں اور پھر دوستوں سے جھوٹ نہیں بولتے۔ میں تو تمہارا دوست ہوں۔ کیا پیو گے؟"

"جو باس پسند کرے۔" میں نے کہا۔

"ہے جیم۔ تو بھی بول تارہ۔" مکلینو سردارے سے بولا اور سردارے چونک پڑا۔ وہ چور نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا، جو ان ساری باتوں سے بے تعلق بیٹھی خالی خالی انداز میں بلی کے بدن پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"میں باس کے سامنے کیا بول سکتا ہوں۔" سردارے نے دانت نکال دیے۔

"اسکاچ منگواؤں؟"

"معذرت باس۔ شراب ہم صرف ان حالات میں پیتے ہیں جب اس کی ضرورت ہو۔ عام حالات میں شراب ہمارے اعضا مضمحل کر دیتی ہے۔"

"ساری عادتیں خطرناک ہیں۔؟" مکلینو ہنستے ہوئے بولا۔ پھر اس نے کرسی کے ہتھے پر لگا بٹن آن کر کے کہا۔ "کیری سوپ لے آؤ مہمانوں کے لیے۔"

"نہیں باس۔" جواب ملا اور مکلینو نے سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔ "کین ... رہا ہے؟"

"ہم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا باس۔" میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کیونکہ تم فنکار ہو۔ لیکن تم نے یہ پروگرام پیش کرنا کیوں پسند کیا؟"

"بس کچھ مجبوریاں تھیں باس۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔ کیا وہ مجبوریاں میرے سامنے بیان نہیں کر سکتے؟"

"باس نہ پوچھیں تو ہم احسان مند ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"ہوں!" مکلینو نے پرخیال انداز میں کہا۔ اس کے چہرے کے نقوش بگڑے نہیں تھے، بلکہ وہ ایک منٹ تک وہ خاموش رہا، پھر کہنے لگا۔ "تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا میری آنکھیں کمزور ہیں۔ کیا میں شناخت نہیں کر سکتا اور سنو، میں عام انسانوں کو گھاس نہیں ڈالتا۔"

"باس کی مہربانی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تاش میں تم اتفاقیہ جیت رہے تھے؟" مکلینو نے سوال کیا۔

"نہیں باس۔ ہاتھوں کا کمال تھا۔" میں نے فوراً کہا۔

"ہاں۔" مکلینو پھر مسکرا پڑا۔ "اور خوبی یہ تھی کہ تمہارے چہرے کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس صورت والا یہ شخص اتنا عمدہ شاطر ہو سکتا ہے اور پھر دلیر بھی ہو۔ مکلینو کے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کے تصور سے ہی لوگوں کو بخار آجاتا ہے لیکن اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تم مکلینو سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔"

"صرف یہی وجہ تھی باس۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کمال بھی خوب تھا۔ میں نے اتنا عمدہ کام نہیں دیکھا۔"

"شکریہ باس!"

"مشکل تو یہ ہے کہ تمہارے اصل فن کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔"

"میں نہیں سمجھا بادشاہ۔"

"اس کے بعد تم نے سپرو کو مارا۔"

"وہ۔ باس کی اجازت سے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن سپرو ایک عمدہ لڑاکا ہے۔ بہت اچھا لڑاکا ہے لیکن تم نے صرف اس ... کیا اور جب تم نے اس پر وار کیا تو وہ چوہا بن گیا۔"

"باس کا شکریہ۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔

"نوری کہتی ہے کہ اس نے خود تارستان میں تمہارا پروگرام دیکھا ہے۔"

"نوری؟ کون؟" میں نے چونک کر کہا۔

"نوری میری بیٹی۔ اسے موسیقی سے بہت دلچسپی ہے۔" مکلینو نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ لڑکی اسی طرح ٹس سے مس بیٹھی رہی تھی اس نے ہماری طرف رخ بھی نہیں کیا۔

اور سردارے کے چہرے پر قبض کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔ وہ اب تک بلی کو تاڑتا رہا تھا لیکن

یہ معلوم کرکے وہ کہ مکلینو کی لڑکی ہے' اس کے حواس درست ہوگئے تھے۔
"تو میں الجھن میں ہوں کہ تمہارا اصل فن کیا ہے۔ ایک انسان میں' میں نے اتنی خوبیاں کم
دیکھیں۔" مکلینو نے کہا۔ میں نے انکساری سے گردن جھکالی تھی۔
ملازم مطلوبہ سوپ لے آیا تھا' جو ہمارے سامنے سرو کردیا گیا۔ مکلینو کے سامنے ہ
خوبصورت پیالہ رکھ دیا گیا تھا۔ بنی سے ملازم نے پوچھا تو اس نے منع کردیا۔ مکلینو کے اشار
نے پیالے اٹھائے۔ بہت عمدہ سوپ تھا۔ ہمیں پسند آیا اور ہم اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے ل
"تو رتیو' تم لوگ مجھے اتنے پسند آگئے ہو کہ میں نے تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کرلیا
مکلینو نے کہا۔
"ہماری خوش بختی ہے باس۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔
"اعتراض کی جرات کیسے ہوسکتی ہے باس' لیکن اس سے پہلے میں آپ سے کچھ باتیں ضر
گا۔" میں کسی قدر سپاٹ لہجے میں کہا۔
"اوہ۔ اوہ۔ کوئی ایسی ویسی بات کہہ کر میرے خیالات خراب مت کرنا۔ مکلینو
رئیسوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں اور اس کے دوست شہزادوں کی سی زندگی کے مالک ہوتے ہیں
"دولت کے ڈھیر ہم خود تیرے قدموں میں ڈال سکتے ہیں مکلینو۔" میں نے کہا۔ "
اس کے علاوہ سب کچھ کہو۔"
"اس کے لیے تنہائی ضروری ہے۔" میں نے کہا۔
"تنہائی۔ اوہ۔ بنی کی موجودگی میں تم خود کو تنہا ہی سمجھو۔"
"میری درخواست ہے مکلینو' اسے باہر بھیج دیا جائے۔" میں نے کہا۔
"میری بات مان لو۔ اس کی موجودگی......" مکلینو نے کہنا چاہا۔ لیکن بنی خود تنگ
تھی اور پھر وہ پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ مکلینو ہنسنے لگا تھا۔ "بہت تیز مزاج ہے۔"
ہم دونوں بھی ہنسنے لگے تھے۔ پھر مکلینو سنجیدہ ہوگیا۔ "ہاں۔ تم کچھ شرائط پیش کر
تھے۔"
"شرائط ہرگز نہیں باس۔ تیری شخصیت دیکھ کر دل نہیں چاہتا کہ ذہن میں کوئی بات
نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرے سامنے اپنی اصلی شکل پیش کردی جائے۔"
"اصل شکل؟ کیا مطلب؟" مکلینو چونک کر بولا۔
"ہاں۔ اصلی شکل۔" میں نے کہا اور پھر میں نے مصنوعی ناک اتار دی۔ اور آنکھوں
جھلی بھی کھینچ دی۔ مکلینو حیرت سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ا
میک اپ اتار دیا۔ مکلینو کی پیشانی پر لکیریں پڑگئی تھیں اور پھر اچانک وہ بوکھلائے ہوئے
کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت نظر آرہی تھی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا' پھر پیچھے ہٹ گ
"ارے۔ ارے تم دونوں۔ تم دونوں۔ اوہ۔ تم دونوں۔"
"باس ہمارے بارے میں ضرور جانتا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"افوہ۔ اوہ۔ یہ تو۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہوا۔" وہ پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر
کئی منٹ تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ سے گردن اٹھائی لیکن اب اس کا چہرہ اعتدال پر آگیا
تو۔ یہ بتاؤ' تم نے خود کو مجھ پر ظاہر کیوں کردیا؟"
"اس کی بھی وجہ تھی باس۔" میں نے کہا۔
"کیا وجہ تھی؟"
"یہ حقیقت ہے کہ ہم خود کو چھپا کر تجھ سے اپنا کام نکال سکتے تھے' لیکن تجھ جیسے انسان کو دھوکہ
نہیں چاہا تھا۔ بس دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئے۔ میں نے تجھ سے اپنی مجبوری کا ذکر کیا تھا۔"
"اوہ۔ یہ مجبوری تھی؟"
"ہاں۔ صرف یہ مجبوری تھی۔" میں نے جواب دیا۔
"لیکن۔" مکلینو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہاں تو میں بھی مجبور ہوں میرے
نہیں مکلینو کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کرلینا ضروری تھا۔"
"کیسی معلومات باس؟" میں نے سکون سے پوچھا۔
"پولیس اپنے بہت سے معاملات لے کر مکلینو کے پاس آتی ہے۔ اس کے عوض وہ
کے مفادات کی نگرانی بھی کرتی ہے اور اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے باس؟"
"اوہ۔ احمق ہو۔ تمہاری تصویریں بھی میرے پاس آچکی ہیں۔ اس سلسلے میں پولیس افسر اعلیٰ کا
خط بھی آیا ہے۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" مکلینو اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے ایک دیوار
تجوری کھولی اور اس میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ پھر وہ مطلوبہ کاغذات لے کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔
دریں تھیں اور ایک پولیس لیٹر بھی۔ مکلینو نے غلط نہیں کہا تھا۔ خط میں اس سے ہمارے
تفصیلات بتا کر ہماری گرفتاری میں مدد دینے کی درخواست کی گئی تھی۔ میں نے خط پڑھنے کے بعد
دریں مکلینو کے حوالے کردیں۔
مکلینو ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ چند ساعت کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔ "اب بتاؤ' میں کیا

"ہم نے خود کو تم پر اس لیے ظاہر کیا ہے مکلینو کہ تم جیسے انسان سے ہم کوئی فریب نہیں کرنا چ
۔ باقی معاملات ہمارے ہیں۔"
"کیا مطلب؟" مکلینو نے کہا۔
"تم اگر چاہو تو ٹھیک ہے۔ ہمیں پولیس کے حوالے کردو۔ تمہارا فرض پورا ہوجائے گا۔ ہم ان کے
نکلنے کی کوشش کریں گے۔"
"نکل سکو گے؟"
"پہلے کی رپورٹیں بھی تمہارے پاس ہوں گی۔"
"ہاں۔ میں تمہارے کارنامے سن چکا ہوں۔ لیکن معاملہ انٹرپول کا ہے۔ مقامی پولیس کی بات ہوتی
کسی بھی پولیس افسر کو بلا کر تمہیں اس کے حوالے کردیتا اور پیچھے سے اپنے آدمی روانہ کردیتا وہ

تمہیں آسانی سے چھڑالاتے لیکن انٹرپول۔ تم سے اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد ممکن ہے تمہیں گولی ماردی جائے۔ اس لیے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے مکلینو۔ اب جو کچھ ہے تمہارے سپرد ہے۔"

"بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے تم نے میرے اوپر۔"

"بادشاہوں کے کندھوں پر ہمیشہ بڑی ذمے داریاں آتی ہیں۔ چھوٹے موٹے کاموں کے لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے اسے پالش کرتے ہوئے کہا۔

"بہرحال میں تمہاری دلیری کی داد دیتا ہوں۔"

"شکریہ باس!"

"پھر باس۔ احمق لوگو۔ میں تمہارے لیے کچھ کروں گا۔ کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا بادشاہ فراخدلی سے کام لے کر ہمیں اپنا فیصلہ بتادے گا؟"

"فی الحال صرف اتنا کہ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تمہاری ذمہ داری اب مکلینو پر ہے اور ہاں سنو' میک اپ کا سامان منگوا دیا جائے گا اپنا میک اپ بدل دو اور ساتھ ساتھ مت رہو۔"

"جو حکم چیف!" میں نے کہا اور مکلینو مسکرانے لگا۔

میک اپ کا سامان تو خود ہمارے پاس ہی تھا۔ ہم نے چہرے بدل لیے۔ مکلینو نے ایک عمارت میں ہمارے رہنے کا بندوبست کر دیا۔ سردارے کو اس نے ڈرائیور بنالیا تھا اور میں اس عمارت کا سپروائزر۔ ہماری شکلیں مقامی لوگوں کی سی ہو گئی تھیں۔

سردارے اور میں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ مکلینو ہمارے بارے میں سنجیدہ ہے۔ درحقیقت ہمیں اس کی ذات سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو دور سے دیکھ کر ایک دوسرے کی خبر گیری رکھتے تھے لیکن ملاقات کے موقعے شاذونادر ہی ملتے تھے۔

ویسے یہاں ساری رنگینیاں موجود تھیں۔ سردارے کو بھی کوئی غم نہیں تھا۔ مکلینو کا ساتھ تھا۔ جس جگہ جو چاہتا' کر سکتا تھا۔ ہر چیز مہیا ہو گئی تھی۔ ایمی ہمارے سامنے ہی مکلینو کے پاس آئی۔ اس نے ہمارے بارے میں پوچھا تو مکلینو نے حیرت کا اظہار کیا اور پھر کہا کہ وہ شاید اس سے ڈر کر بھاگ گئے۔ ایمی کی اداسی اس کے چہرے سے پڑھی جاسکتی تھی۔ بہرحال ان خطرناک حالات میں اس کی پرواہ کرنا حماقت تھی۔

مکلینو کے ساتھ ہمیں پانچواں دن تھا۔ یہ پانچوں دن بڑے سکون اور آرام سے گزرے۔ سارے عیش ہمارے لیے مہیا کر دیے گئے تھے۔ چھٹی رات کی بات ہے' مکلینو نے مجھے ساتھ لیا اور چل پڑا۔ سردارے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ مکلینو اسے گائڈ کرتا رہا اور ہم کافی دور نکل آئے۔ یہ جگہ شہر کے باہر تھی۔ ایک عمارت کے سامنے مکلینو نے گاڑی رکوادی اور دو آدمی اس کے قریب آگئے۔ انہوں نے ادب سے مکلینو کو سلام کیا تھا۔

"شنگ آگیا؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اس کا پیغام آیا ہے باس!" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا پیغام ہے؟"

"لے کر آرہا ہے لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے تھوڑی دیر سے پہنچے گا۔"

"اوہ۔ گدھو۔ تم نے پہلے اطلاع کیوں نہیں دی؟" مکلینو دہاڑا۔

"اس کا پیغام ابھی ملا تھا جناب۔ فوراً" آپ سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن جواب ملا کہ آپ چل پڑے ہیں۔"

"ہوں۔" مکلینو پر خیال انداز میں بولا۔ "سارے پروگرام خراب ہو گئے۔" پھر وہ کئی منٹ تک سوچتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اوکے۔ ریتو! سنو۔ تم واپس جاؤ۔ مجھے یہاں رکنا پڑے گا۔ پروگرام وہ نہیں رہا' جو تھا۔ جیم! کیا تم اسی راستے سے واپس جاسکتے ہو؟"

"ضرور باس!"

"تب پھر جاؤ۔ میں صبح کو تم سے ملاقات کروں گا۔"

"اوکے باس۔" میں نے کہا اور ہم واپس چل پڑے۔ عمارت سے تھوڑی دور نکل آنے کے بعد سردارے نے ایک طویل سانس لی۔ سردارے شاید میرے بولنے کا انتظار ہی کر رہا تھا' وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "میں پوری طرح اندازہ کر چکا ہوں استاد کہ اس گاڑی میں کوئی ٹرانسمیٹر وغیرہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"خوب!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا باس۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے سردارے۔ اگر ہوتی تو میں خود بھی کوشش کرتا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ یہاں کی زندگی بہت عمدہ ہے لیکن ظاہر ہے ہم زیادہ عرصہ تو یہاں نہیں رہ سکتے۔"

"میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ ویسے مکلینو پوری طرح قبضے میں ہے وہ ہمارے خلاف نہیں جائے گا۔"

"ہاں۔ مجھے بھی یقین ہے۔ اگر کوئی گڑبڑ ہونا ہوتی تو ہو چکی ہوتی۔"

"بہرحال سردارے' جیسے حالات پیدا ہو گئے ہیں' ان کے تحت ہمیں صبر سے کام لینا پڑے گا۔ یہی کیا کم ہے لاکہ خراب حالات کے تحت زندگی نہیں گزارنی پڑ رہی۔"

"ہاں۔ یہی غنیمت ہے۔ ویسے تمہارے ذہن میں ابھی کوئی پروگرام نہیں ہے باس۔"

"سچی بات ہے' ابھی تک نہیں۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ پھر وہ ایک دم اچھل پڑا۔

"ارے' کچھ محسوس کر رہے ہو استاد؟"

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"یہ روشنیاں زاویہ بدلے بغیر ہمارے پیچھے آ رہی ہیں اور میرا خیال ہے ان کے پیچھے بھی کوئی ہے۔"

"میں نے غور نہیں کیا تھا۔ کتنی دیر سے محسوس کر رہے ہو۔؟"

"تھوڑی دیر پہلے سے۔"

"رفتار سست کردو۔" میں نے کہا اور سردارے نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دونوں گاڑیاں بدستور

چلتی رہیں اور ہمارے قریب پہنچنے لگیں۔ "پستول ہے سردارے؟"
"نہیں استاد۔" سردارے نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔
"افسوس کی بات نہیں ہے۔ یہ حماقت مجھ سے بھی ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اب کیا کریں استاد؟"
"روک دو۔ کار روک دو اور نیچے اتر کر بونٹ دیکھو۔"
"اوکے۔" سردارے نے کہا اور گاڑی کو جھٹکے دینے لگا۔ پھر اس نے انجن بند کر دیا اور دروا
کر نیچے اتر گیا۔ پھر اس نے بونٹ اٹھالیا۔ دونوں گاڑیاں ہمارے قریب آکر رک گئیں اور ان سے
نیچے اتر آئے۔ لمبے لمبے قد والے جسیم آدمی تھے۔ ہم دونوں سیدھے ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔
"کیا بات ہے' دوستو' ہم مدد کر سکتے ہیں؟" ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔
"انجن اچانک جھٹکے لے کر بند ہو گیا ہے۔"
"اوہ! ٹائیڈ! ذرا دیکھو تو' انجن کو کیا ہو گیا ہے؟"
"رات میں ممکن نہیں ہے جناب۔ کیوں نہ ان شریف لوگوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر ان کی
چھوڑ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا جس سے انجن دیکھنے کی فرمائش کی گئی تھی۔
"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" پہلے آدمی نے کہا اور پھر ہم سے بولا۔ "چلو دوستو۔ دن کی رو
واپس آکر تم اپنی گاڑی لے جا سکتے ہو۔"
"نہیں شکریہ۔ ہم گاڑی ٹھیک کر لیں گے۔"
"ارے کہاں رات میں تکلیف کرو گے میری جان۔ چلو جلدی کرو۔"
"کیا بکواس ہے؟" میں غرایا۔
"یوں بھی ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔ میں مقامی انٹرپول برانچ کا سربراہ گریڈر ہوں۔"
"تو پھر۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ ہمارے بارے میں کسی شبہے میں مبتلا ہو؟" میں نے کہا
"کچھ ایسی ہی بات ہے میری جان۔ آجاؤ۔ شاباش۔" وہ بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہا
"یہ بات ہے تو چلو۔" میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر آمادگی کا اظہار کیا اور وہ کسی قدر مطمئن
لیکن دوسرے لمحے میرے اٹھے ہاتھ اس کے شانوں پر پڑے اور وہ چیخ پڑا۔ سردارے نے بھی اپ
کے آدمی کو دبوچ لیا تھا۔ میری گرفت میں دبا ہوا آدمی چیخا اور پھر مچھلی کی طرح پھسل گیا۔ لیکن وہ
سے نہ بچ سکا تھا۔ اسی وقت دو آدمی میری طرف لپکے اور میں نے ان کے سر آپس میں لڑا دیے۔
"خبردار! اگر تم نے حرکت کی تو میں تمہارے اس آدمی کو گولی مار دوں گا۔" سردارے غرایا
"پکڑ لو۔ سب مل کر پکڑ لو۔" وہ شخص غرایا جو میری لات سے نیچے گر پڑا تھا اور اب صور
تھی کہ آٹھوں ہم پر پل پڑے تھے۔ سب کے سب لڑائی کے ماہر تھے اور جچے تلے انداز میں حم
تھے۔ لیکن اس وقت زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ ان پر ہر ضرب کاری پڑے تاکہ لڑنے
تعداد کم سے کم ہو جائے اور خود کو کسی ایک جگہ نہ ٹکایا جائے۔ یہ بات میں نے اردو میں سردار
کہہ دی۔
اور پھر ہمارے بدن میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ زندگی بچانے کی جدوجہد تھی۔ اس د

نی ہتھوڑے بن گئے تھے۔ ان میں سے چار لمبے ہو گئے اور باقی چار گھبرانے لگے۔ اب وہ بچ بچ کر لڑ
تھے۔ ایک پھر میرے ہاتھ لگ گیا اور میرے ایک ہاتھ نے اسے زمین چٹا دی۔
تینوں اب ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ لڑنے کے قابل نہ ہوں۔ تبھی
ں سے تیز روشنیاں ہمارے اوپر پڑیں اور پھر مکلینو کی آواز سنائی دی۔
"حیرت انگیز جیالو۔ حیرت انگیز۔ بنی! کیا تم اب بھی بخل سے کام لوگی۔ انہیں داد نہ دو گی۔" اور ہم
نارہ گئے لیکن معاملہ سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور میری حیرت بھی رفع ہو گئی۔ اس جنگ کے
ان میں نے کئی بار سوچا تھا کہ ان لوگوں نے پستول کیوں نہیں نکالے۔ ظاہر ہے دنیا کے اگر ان کا تعلق
ں اور انٹرپول سے تھا تو ان کے پاس پستول نہ ہونا ناممکن تھا اور ان کے پستول نہ استعمال کرنے پر مجھے
بڑ حیرت تھی۔
مکلینو اور اس کی بیٹی ایک کار سے باہر آگئے۔ روشنیاں اب بھی قرب و جوار کے علاقے کو منور
ہی تھیں۔
"بنی کے شیر دلو۔ کیا حال ہے؟" مکلینو نے دور کھڑے تینوں آدمیوں سے کہا۔
"ہم نے شکست مان لی ہے باس۔" وہ تینوں بیک وقت بولے۔
"اور آپ نے مس بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"میں شرمندہ نہیں ہوں پپا! بہر حال اب یہ لوگ بھی تو ہمارے ہی ہیں۔" بنی نے مسکراتے
ے کہا اور ہم نے اسے پہلی بار مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔
"لیکن تم نے مجھے ان کے سامنے شرمندہ کر دیا۔" مکلینو بولا۔
"ہم ان سے معذرت کیے لیتے ہیں پپا۔ مسٹر ریتو! اس ڈرامے کے لیے سوری۔ میں تمہاری
ں اور پھرتی کا اعتراف کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔
"ان کو دیکھیے محترمہ' ایک آدھ مر بھی گیا ہو گا۔" میں نے فخریہ انداز میں کہا۔
"وہ ہماری ذمہ داری ہے' آپ کی نہیں۔" بنی بولی۔
"ٹھیک ہے مسٹر مکلینو' اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ نہیں میری جان۔ آؤ۔ پہلے تو تمہیں مناؤں گا' اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے اور سنو تم
انہیں گاڑی میں بھر کر لاؤ۔ آؤ ریتو! کم آن۔"
اور ہم اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیونگ بنی کر رہی تھی۔ ہم تینوں پچھلی سیٹ پر تھے۔ "
ل میں بنی کو مطمئن کرنا چاہتا تھا اور بس۔ میری درخواست ہے اب تم اس واقعے کو بھول جاؤ۔"
"بھول گئے جناب۔"
"تمہاری حیثیت اب میری نگاہوں میں بہت بڑی ہے۔ بنی تم سے واقف ہو چکی ہے لیکن اسے تم
ے کم نہ سمجھو۔ گروہ میں وہ دوسرے نمبر پر ہے۔"
"گروہ؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"کیا کام ہوتا ہے جناب؟"
"بہت کچھ' جس کا تم نے تصور نہیں کیا ہو گا۔"

"اوہ۔ پھر بھی۔ کچھ تو بتائیے؟"

"میرا گروہ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل ہے' جو دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم ا
اسمگلنگ کرتے ہیں۔ ہر چیز کی۔ افریقہ کے بہت سے جزیرے صرف ہمارے بل پر چلتے ہیں۔ حکومتو
لیے سازش کرتے ہیں اور اس کا معقول معاوضہ ملتا ہے۔ تمہارے سربراہ کا کیا نام تھا؟"

"غلام سیٹھ!"

"مر گیا بے چارہ۔ مجھے ضرور جانتا ہوگا۔ بہرحال تمہیں خوشی ہونی چاہیے ریتو کہ تم اب پہلے
زیادہ بڑے گروہ کے روح رواں ہو۔"

میں خاموش ہو گیا۔ ذہن پر ایک بار پھر جھنجلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہو
اس وقت کی بات دوسری تھی جب میں غلام سیٹھ کے گروہ میں شامل ہوا تھا اور وہ بات پیدا بھی ہو سکتی
اس وقت میں خام لوہا تھا اور اب فولاد بن چکا تھا۔

لیکن مصلحت۔ مصلحت بھی طاقت برقرار رکھنے میں معاون ہوتی ہے۔

"کیا تم اب بھی اس ڈرامے سے ناراض ہو؟"

"نہیں باس۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بات ختم ہو گئی۔ شاید تم نے دیکھا ہو۔ ہم نے مرز
ہے' پٹے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں اور مارا بھی ایسے لوگوں کو جن کے بارے میں بینی کا خیال تھا کہ ایک ایک دس دس پر ا
ہے۔ بہرحال اب اس موضوع کو ختم کرو اور ذہن سے ہر خیال نکال دو۔"

"نکال دیا باس۔ یقین کرو اب ذہن میں کوئی احساس نہیں ہے۔"

"فی الحال تمہیں بینی کی تحویل میں دیا جاتا ہے۔ تم اس کے محافظ رہو گے۔ بینی جلد ہی مل
یہاں سے نکلے گی' تم اس کا ساتھ دو گے۔ میں طویل عرصے کے بعد کسی پر اس قدر اعتماد کر رہا ہوں۔
تمہاری شخصیت کا اعتراف ہے۔"

میں نے ذہن میں سنسنی محسوس کی تھی۔ وہ کام خود بخود ہو رہا تھا جس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے
ہم واپس پہنچ گئے اور پھر بقیہ رات آرام کیا۔ خصوصی طور سے اس بارے میں کوئی بات
تھی۔ سردارے نے کچھ بولنے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے اسے منع کر دیا۔ ممکن ہے ہماری گفتگو
کوشش کی جائے۔ بہرحال ان کے ذہن میں تجسس ضرور تھا۔

دوسرے دن کے معمولات میں صرف اس قدر تبدیلی ہوئی کہ بینی ناشتے پر ہمارے ساتھ مو
اور اس کے خوبصورت چہرے پر جو غرور کی لکیریں ہوتی تھیں' وہ اس وقت نظر نہیں آ رہی تھیں
پورے ناشتے کے دوران اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ہاں ناشتے کے بعد وہ بولی۔

"مسٹر ریتو! براہ کرم تھوڑی دیر کے بعد آپ میرے کمرے میں آ جائیں۔"

"بہتر ہے۔" میں نے ادب سے جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے میں جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ سردارے موجود
کام بنتا نظر آ رہا ہے۔ باس۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہاں!"

"لڑکی کافی خوبصورت ہے۔ تمہاری قسمت بھی خوب ہے باس۔ یوں لگتا ہے جیسے سارے نگینے
ری قسمت میں جڑنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔"

"فضول آدمی!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم اس کام کی بات کر رہے تھے؟"

"تو اور کیا۔ تم کیا سوچ رہے تھے؟"

"میرا خیال تھا کہ تم یہاں سے نکل جانے کی سبیل پر خوش ہو۔"

"یہ بھی ہے باس مگر اب تو ہم۔"

"غلامانہ سوچ ذہن سے نکال دو سردارے۔ اب میں خود ایک گروہ ہوں۔ نہ غلام سیٹھ جیسا انسان
ار دل سکتا ہے نہ میں کسی کا محکوم ہو سکتا ہوں۔"

"اوئے جیو توازے! اسی کسی دے نوکر بن وی نئیں سکدے۔" سردارے سینہ تان کر بولا۔

"بس بس۔ زیادہ نہ اکڑو' ٹوٹ جاؤ گے۔" میں نے اس کے گال پر پیار سے چپت لگاتے ہوئے کہا
رپھر میں اپنی زبردستی کی باس کے پاس چل دیا۔

بینی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں سفید بلی اونگھ رہی تھی اور اس کے انداز میں
عونت تھی۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مجھے ایسی لڑکیوں یا عورتوں سے سخت چڑ ہوتی
۔ مقصد یہ نہیں کہ سب مجھے دیکھ کر متاثر ہو جائیں لیکن اس بات کا اظہار کیا ضروری ہے کہ ہم تمہیں
ھ نہیں سمجھتے۔

میں نے خود کو فوراً سنبھال لیا لیکن دل ہی دل میں کہا' مس بینی! ابھی آپ کو دنیا میں آئے چند روز
ہوئے ہیں اور بلاشبہ سینی ٹورا آپ سے کہیں آگے کی چیز تھی لیکن......

"بیٹھو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"شکریہ مس بینی!"

"یہ تمہارے لیے اعزاز ہے ورنہ مکلینو کے علاوہ کسی اور کو میرے برابر بیٹھنے کی جرات نہیں
ئی۔"

"شکریہ مس بینی!" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"میں باس کہلوانا پسند کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"رائٹ باس!" میں نے جواب دیا۔

"چند ضروری باتوں کی وضاحت کرنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔ میں کام میں بے تکلفی
پسند نہیں کرتی۔ اگر تم ذہین ہو تب بھی میں اپنے احکامات کی تعمیل ہی چاہتی ہوں۔ میرا مطلب ہے کوئی کام
ہاری مرضی سے کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"یس باس!"

"معاوضے وغیرہ کے بارے میں کبھی مت سوچنا۔ جتنی رقم کی ضرورت ہو خرچ کر سکتے ہو۔ تمہیں
معقول کمیشن بھی ملے گا۔"

"لیس باس!" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی لیکن میرا چہرہ سپاٹ ذ
اس لیے اندازہ نہ کر سکی کہ میرا موڈ کیا ہے۔

"ہمارا پہلا ٹور سویڈن کا ہے۔ ہم وہاں آرڈر سپلائی کریں گے۔ تم سفر کی تیاریاں کر لو۔"

"مجھے کیا تیاریاں کرنا ہیں مادام؟"

"بس ضروری اور ہاں' میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے خاموشی سے پلاسٹک
ناک چہرے سے اتار دی۔ اس نے نہایت اچٹتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "ٹھیک ہے شکریہ!"

"اجازت باس؟"

"ہاں۔ اپنے ساتھی کو بھی میرے بارے میں سمجھا دینا۔ جس میک اپ میں چاہو تصویر اترو ا
پاسپورٹ وغیرہ تیار ہو جائیں گے۔"

"او کے باس!" میں نے جواب دیا اور پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ دل ہی دل میں' میں نے بنیا
مکلینو کی بد بختی پر مہر لگا دی تھی۔

☆ ☆ ☆

ساری تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ ہماری احمق باس ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کی شکار تھ
اس نے اپنی نگرانی میں تمام تیاریاں کی تھیں' یہاں تک کہ ہمارے میک اپ کے سلسلے میں بھی اس
ہدایات دی تھیں۔ بہرحال ہم نے اس کی ساری ہدایات قبول کی تھیں۔ میں نے سردارے پر اپنی نیت و
کر دی تھی۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں اب کسی گروہ کا آلہ کار بننے کے لیے تو تیار نہیں ہوں
اپنے طور پر زندہ رہیں گے۔ غلام سیٹھ کی اور بات تھی۔ اس نے زندگی کے ایسے موڑ پر میرا ہاتھ تھا
جب میں خود کو مردہ تصور کر چکا تھا۔ یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہیں ہو گا کہ اس نے میرے مردہ جسم م
روح پھونکی تھی۔ یہ نئی زندگی جیسی بھی تھی بہرحال غلام سیٹھ کا اس پر پورا پورا حق تھا۔ اب اس کی م
کے بعد ایک آوارہ روح باقی رہ گئی تھی جو کسی دوسرے کے تابع نہیں ہو سکتی تھی۔ میری فطرت غلامانہ
تھی اس لیے اب مکلینو جیسے لوگ بھی مجھے غلام نہیں بنا سکتے تھے۔ میں نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کر
تھے اور انہی پر عمل کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ ویسے ہم یہاں عیش کر رہے تھے۔ مکلینو ہ
اوپر بے حد مہربان تھا اس لیے اس نے اپنے لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ ہماری طلب کردہ ہر چیز مہیا ک
جائے خواہ وہ خوبصورت عورتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نے بھی کوئی تکلف نہیں کیا تھا' چنانچہ سردا
یہاں بھی پھسل گیا تھا اور ایک صبح ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس مکلینو کے پاس اینڈور کام
ہوں گے استاد!"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے باس یہاں ہمیں کسی قسم کی تکلیف تو ہے نہیں۔ کیوں نہ ہم ا
درخواست کریں کہ ہمیں اپنے قدموں میں پڑا رہنے دے۔ سچی بات ہے استاد بڑی خوبصورت لڑکیاں
جسے دیکھو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ایک سے ایک حسین' ایک سے ایک——" سردارے ایک دم
پڑا۔ میں نے سامنے رکھا پانی کا جگ اس کے سر پر الٹ دیا تھا۔ خاصی خنکی تھی۔ سردارے بری طرح ب
تھا۔ اس کی آنکھیں اور منہ کھلا رہ گیا تھا۔ پھر وہ منہ سے پھو پھو کرنے لگا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ

کیا ہے۔ میں اسے بدستور گھور رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب تم اپنے الفاظ پر غور کرو۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کر رہا ہوں۔ کر رہا ہوں چیف۔ واقعی کچھ غلط بول گیا۔" سردارے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے
بولا' پھر التجا آمیز لہجے میں کہنے لگا۔ "درحقیقت غلطی ہو گئی باس' رات اس کم بخت نے پلا دی تھی۔ میرا
خیال ہے ابھی تک کچھ جھونک میں ہوں۔"

"ٹھنڈا پانی اور منگواؤں؟" میں نے پوچھا اور سردارے کے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔ اس نے جلدی
سے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور بولا۔ "ارے اس کی کیا ضرورت ہے باس۔ میرا خیال ہے اب میں بالکل
ٹھیک ہوں۔ تم کوئی سوال کر کے دیکھو۔" آخر میں اس نے دانت نکال دیئے اور مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر میں نے
سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں نے اکثر محسوس کیا ہے کہ عورتوں کی معیت میں تم کچھ گھامڑ ہو جاتے ہو۔ یہ
بات کسی وقت نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے پینے کے سلسلے میں احتیاط رکھا کرو۔"

"آیندہ پوری پوری احتیاط کروں گا چیف بالکل اطمینان رکھو ویسے کوئی ایسی ویسی بات تو شاید مرتے
وقت بھی میرے منہ سے نہیں نکلے گی۔ بہرحال آیندہ احتیاط رکھوں گا۔ لباس تبدیل کرنے کی اجازت
ہے؟"

"ناشتہ تو کر لو۔ اب ایسی سردی بھی نہیں ہے کہ تم اتنا سا پانی بھی برداشت نہ کر سکو۔" میں نے کہا
اور سردارے سعادت مندی سے ناشتہ کرنے لگا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک ملازم
دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مس بینی نے کہا ہے جناب' ناشتے کے بعد آپ ان کے کمرے میں پہنچ
جائیں۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ ملازم باہر چلا گیا۔ تب سردارے نے میری طرف دیکھا۔ "ایک بات
پوچھنے کی اجازت ہے باس؟" اور میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم اس لڑکی کے ساتھ
بڑی نرمی برت رہے ہو۔"

"تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"چھوٹا منہ بڑی بات ہو گی استاد۔" سردارے نے کہا۔ "میرا خیال ہے لڑکی زیادہ ہی پسند آ گئی ہے
ورنہ بینی ٹورا جیسی خطرناک عورتوں کو تم نے چٹکیوں میں اڑایا ہے۔ یہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔"

"وہ بھی بڑی حیثیت رکھتی ہے سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اس وقت یہاں
سے نکلنا ہمارے لیے سب سے بڑا کام ہے اور وہ اس سلسلے میں ہماری معاون ہو گی۔"

"بس اتنی ہی بات ہے استاد؟" سردارے نے شرارت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بقول تمہارے وہ خوبصورت بھی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی مسکرا

تو کچھ کام بن رہا ہے استاد؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا اور میں نے برا سا منہ بنایا۔

"اتر آئے اسکول کے لڑکوں کی سی باتوں پر۔"

"اوہ' ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے استاد۔ بہرحال مجھے معاف کرنا ہے کافی خوبصورت' اگر تمہارا خیال نہ
ہوتا——" سردارے نے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کرسی پیچھے کھسکا لی تھی۔ میں اسے گھورنے لگا۔

"اگر وہ مکلینو کی لڑکی نہ ہوتی تو تمہیں ضرور اجازت دے دیتا لیکن ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو کام بگڑ

جائے گا اس لیے فی الحال تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں یہاں سے نکلنے کے بعد تمہیں اجازت ہوگی۔"

"ارے توبہ توبہ استاد۔ تم تو مذاق کی باتوں کو بھی سچ سمجھنے لگتے ہو' مجھے ہری مرچیں کھانے کا شوق نہیں ہے۔" سردارے کانوں کو ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا اور میں بھی ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"بہرحال سردارے' لڑکی کی فطرت کو تم بخوبی سمجھ گئے ہو گے۔ مکلینو اتنے بڑے گروہ کا سربراہ ہے اور وہ اس کی اکلوتی بیٹی۔ اس کا دماغ جس قدر خراب نہ ہو کم ہے۔ ہمیں بہرحال یہاں تو اس کا خیال رکھنا ہی ہو گا۔ وہ خوشامد پسند ہے۔ ہاں مکلینوں سے اس بارے میں تھوڑی بہت گفتگو کروں گا لیکن لڑکی کے سامنے تم خود بھی محتاط رہنا۔"

"سمجھ گیا ہوں باس' تم بے فکر رہو۔" سردارے نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ "کیوں؟" سردارے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "کچھ غلطی ہو گئی مجھ سے؟" اس نے پوچھا۔

"تم تو یہیں بہکنے لگے۔" میں نے جواب دیا۔ "ارے بھائی' باس تو وہ ہے۔ تم اس کے سامنے باس نہیں کہو گے۔"

"بہت سخت امتحان ہے۔" سردارے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "کسی خوبصورت لڑکی کو باس کہنا کتنا مشکل کام ہے۔ ارے یہ نرم و نازک تتلیاں تو بس بستر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ ہونہہ باس۔" سردارے منہ ٹیڑھا کر کے بولا اور میں نے اسے دھکا دیا اور خود بھی دروازے سے باہر نکل آیا۔ "لباس تبدیل کر لینے دیں باس۔ مم۔ میرا مطلب ہے استاد۔" سردارے نے کہا لیکن میں نے اس کی اجازت نہ دی۔

"اتنے زیادہ خراب بھی نہیں ہوئے کہ تم انہیں بدلتے پھرو۔" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بینی کے کمرے کے دروازے پر تھے۔ اندر داخل ہونے کے لیے ہم نے اجازت طلب کی تھی۔ "آجاؤ۔" بینی کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں بڑی شائستگی سے اندر داخل ہو گئے۔ بینی اس نخوت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ بلی بدستور اس کی گود میں اونگھ رہی تھی اور اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ اس پر رینگ رہا تھا۔ خلاف توقع اس کے چہرے پر اس وقت وہ فرعونیت نہیں تھی' جو عموماً رہتی تھی۔ اس نے نرم نگاہوں سے ہمیں اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "تم لوگ عمدہ موسیقار ہو۔ میں چاہتی ہوں تمہارے ساز بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں باس!" میں نے ادب سے جواب دیا۔

"بس تو آج تیاریاں مکمل کر لو۔ ہم آج رات روانہ ہو رہے ہیں۔ ساری تیاریاں مکمل ہیں۔" اس نے اطلاع دی اور ہم دونوں نے گردن ہلا دی۔

"ہم تیار ہیں باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ! میں صرف ان لوگوں کے لیے سخت ہوں جو خود کو کچھ سمجھنے کے عادی ہوں۔ میرا خیال ہے تمہیں بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں نے تمہیں عمدہ انسان پایا ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"الو کی پٹھی!" سردارے آہستہ سے اردو میں بولا لیکن بینی نے اس کی آواز سن لی اور بھنویں سکیڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے کسی نامانوس زبان میں کچھ کہا ہے جیم؟"

"یس باس! وہ آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ کسی ایسی زبان میں بات کی جائے جو میری سمجھ میں نہ آسکے۔" اس نے تیوریاں چڑھا کر کہا۔

"میرے ہاتھ ایک ہفتے کے لیے بھی لگ جائے تو تجھے ایسا ٹھیک کر دوں کہ زندگی بھر یاد رکھے۔ چکی نہ پسوا دی تو سردارے نام نہیں۔" سردارے نے پھر کہا اور میں نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر بینی کی طرف اور پھر میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اس پر توجہ نہ دیں باس۔ اس کی یہ عادت ترک نہیں ہو سکتی۔ غیر اختیاری طور پر یہ اپنی زبان بول جاتا ہے۔ یہ خود بھی اس کے لیے معذرت کر رہا ہے۔"

"میری موجودگی میں ذہن پر پورا اختیار رکھا جائے۔ بس میں نے یہی اطلاع دینے کے لیے تمہیں بلایا تھا' جا سکتے ہو اور ہاں دن میں سونا چاہو تو سو سکتے ہو' رات کو جاگنا ہو گا۔ رات کے کسی بھی حصے میں روانگی ہو سکتی ہے' تمہیں مستعد رہنا ہو گا۔"

"اوکے باس۔" میں نے جواب دیا اور پھر گھور کر سردارے کی طرف دیکھا' جس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا لیکن اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی میں اسے باہر نکال لایا اور پھر میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیوں کام بگاڑنے پر تل گیا ہے سردارے' کیا تھوڑا سا صبر نہیں کر سکتا؟"

"اب سالی کو اردو میں بھی گالیاں نہیں دی جا سکتیں۔ بڑی مشکل ہے استاد۔ خیر خود پر قابو پانے کی کوشش کروں گا لیکن ایک وعدہ کرنا ہو گا' وہ یہ کہ یہاں سے نکلنے کے بعد تم مجھے اس سے انتقام لینے کی اجازت دے دو گے۔"

"وہ دے چکا ہوں لیکن یہاں خود پر قابو رکھو۔" اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے سردارے کو تو زبردستی سلا دیا۔ ظاہر ہے رات کو جاگنا ضروری تھا اور سردارے کو اگر نیند نے ستایا تو وہ سب کچھ بھول سکتا تھا اور بہرحال یہ اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔ سردارے سو گیا تو میں باہر نکل آیا اور میں نے مکلینو کو تلاش کیا۔ ایک ملازم سے مکلینو کے بارے میں معلوم کیا اور اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مکلینو نے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"ہیلو ریتو! کیسے ہو۔ یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں بگ باس۔ ہم یہاں شہزادوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور مکلینو بھی مسکرانے لگا۔

"مکلینو کی آنکھوں کے تارے شہزادوں سے زیادہ با اختیار ہوتے ہیں۔ تم دیکھو گے ریتو کہ کسی بھی ملک میں تم بے اختیار نہ ہو گے۔" اس نے کہا اور میں نے بڑے زور شور سے گردن ہلا دی۔

"مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہے باس۔ مس بینی نے ابھی تھوڑی دیر قبل ہم دونوں کو بلایا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں شاید اس کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ یہی اطلاع دینے کے لیے اس نے تمہیں طلب کیا ہو گا کب روانہ ہو رہے ہو؟" مکلینو نے پوچھا۔

"ان کے حکم کے مطابق شاید آج رات۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک۔ غالباً پہلی لانچ سویڈن جا رہی ہے؟"

"ہاں باس! مس بنی کا یہی کہنا ہے۔"

"او کے رینو۔ تم دیکھو گے، میرے ساتھ شامل ہو کر تمہیں کتنا فائدہ ہے۔ میرے گروہ میں تم بے حد خوش رہو گے۔"

"مجھے یقین ہے باس! لیکن اس کے ساتھ کچھ سوالات پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ پوچھو۔"

"مس بنی ابھی بہت چھوٹی عمر کی مالک ہیں۔ میں تو اس گروہ میں نیا شامل ہوا ہوں اور چونکہ گروہ سے مخلص اور اس کا وفادار ہوں اس لیے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیا مس بنی کی ہدایات آ ہوتی ہیں؟"

"ہوں!" مکلینو نے اس سوال پر کافی سنجیدگی سے غور کیا۔ وہ دیر تک ٹھوڑی کھجاتا رہا بولا۔ "دراصل بنی بے حد ذہین لڑکی ہے۔ میں نے اپنے گروہ میں مختلف شعبے بنا رکھے ہیں۔ ہر شعبے انچارج الگ الگ ہیں۔ اسمگلنگ کے نزدیک اور دور کے شعبوں کے دو انچارج ہیں۔ ایک بنی ہوریشو۔ ہوریشو ایک افریقی ہے اور نیروبی میں ہی رہتا ہے لیکن بے شمار ممالک میں اس کے اختیارات قرب و جوار کے علاقے بنی کے سپرد ہیں لیکن در پردہ ہوریشو اور اس کے لوگ ہمارے مفادات کی کرتے ہیں۔ ہاں انہیں ہدایات ہیں کہ بنی کے معاملات میں آڑے نہ آئیں اور اس پر ظاہر نہ ہونے وہ بنی کے لیے کسی اور کی ہدایات کے تحت کام کر رہے ہیں لیکن بگڑے ہوئے معاملات پر ہوریشو رہتی ہے۔ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟"

"ابھی نہیں سمجھا باس۔" میں نے عاجزی سے کہا۔

"اوہ۔ یوں سمجھو کہ بنی پر میں بھی یہ بات نہیں ظاہر کرنا چاہتا کہ وہ اپنے معاملات میں نہیں ہے لیکن اس کے بگاڑے ہوئے کام ہوریشو سنبھالتا ہے اور اس پر یہی ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ اس کی ذہانت سے ہوا ہے۔"

"اب سمجھ گیا باس!"

"شادی کی ہے کبھی؟" مکلینو نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"کبھی نہیں کی باس!" میں نے بے چارگی سے کہا لیکن مکلینو نے اس بات پر توجہ تھی۔ وہ گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تب نہیں سمجھو گے کہ دنیا کا سخت سے سخت انسان بھی اولاد کے معاملے میں گدھا ہوتا کی ماں بھی مر چکی ہے اور وہ بے حد حساس لڑکی ہے۔ میں کسی معاملے میں اسے رنجیدہ نہیں دیکھ"

"اب تو بالکل سمجھ گیا باس!" میں نے زور شور سے گردن ہلائی۔

"لیکن کیوں۔ یہ سوالات تم نے کیوں کیے تھے؟" اچانک مکلینو کو خیال آیا۔

"مس بنی نے مجھے بلایا تھا۔ انہوں نے ہمیں کچھ ہدایات دیں اور یہ بھی کہا کہ وہ ہر حال احکامات کی پابندی چاہتی ہیں۔ ان معاملات کا تھوڑا بہت تجربہ مجھے بھی ہے۔ میں صرف باس سے کرنا چاہتا تھا کہ کیا مس بنی کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جاسکتا ہے یا کسی مخصوص ضرو

در پر بھی کچھ کیا جاسکتا ہے؟" میں نے کہا اور مکلینو گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"مجھے تمہارے سوال کی اہمیت کا احساس ہے اور میں اس بارے میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" نو نے کہا اور پھر اس نے دیوار میں لگا ایک بٹن دبا دیا۔ چند ساعت کے بعد درمیانی عمر کی ایک رت عورت اندر آگئی۔ "مس ہارپن! اگرین اسٹورز سے ایک لانگ تھری منگوا دو۔ تین منٹ کے اندر ر یہاں پہنچ جانا چاہیے۔"

"یس کنگ!" عورت نے ادب سے گردن جھکائی اور الٹے قدموں واپس چلی گئی۔

"ہارپن تمہیں اس کے استعمال کا طریقہ سمجھا دے گی۔ لانگ تھری کا ٹرانسمیٹر لامحدود رینج رکھتا چھوٹا سا لیکن انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر ہے۔ اس پر تم ہوریشو سے رابطہ قائم کرسکتے ہو۔ ان حالات میں وس کرو کہ بنی نے کوئی غلط قدم اٹھایا ہے اور اس کے اقدام سے کوئی خطرناک صورت حال پیش ہے لیکن بنی کو اس بات کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اس ٹرانسمیٹر کے بارے میں کوئی پتہ نہ چل اس ٹرانسمیٹر کو رکھنے کے بعد تم بلیک اسٹارز میں شمار ہو جاؤ گے۔ ٹرانسمیٹر پر کوڈ بلیک اسٹار دو گے۔ ہاں گروہ میں افراد کے رینک ہیں۔ بلیک اسٹار اسے ملتا ہے جو پورے تین سال تک بغیر کسی غلطی کے انجام دیتا ہے۔ اگر اس پورے عرصے میں کبھی اس سے کوئی ایسی غلط ہوئی ہو جس کی وجہ سے کوئی ہو یا کوئی خطرہ پیش آجائے تو پھر اسے بلیک اسٹار نہیں ملتا اور مزید تین سال اس کی تربیت کی جاتی تم گروہ کے پہلے خوش نصیب ہو جس نے کسی کام کی ابتدا سے پہلے یہ اعزاز حاصل کرلیا ہے۔"

"میں شکر گزار ہوں باس!"

"لیکن میں نے بھی خود کو مطمئن کرلیا ہے اور جس وقت تمہارا فائل بنے گا تو اس میں تمہارے میں تفصیلات ہوں گی کہ تم طویل عرصے تک ایک بڑے گروہ سے منسلک رہے ہو اس لیے تمہارا تجربہ ہے۔ اس کے علاوہ تم انٹرپول کو چکر دے چکے ہو۔ تمہاری یہ کوالیفیکیشن تمہیں بلیک اسٹار کا ٹھہرائے گی اور سنو، تین سال گزارنے کے بعد ممکن ہے تم گرین اسٹار کے مالک بن جاؤ۔"

"گرین اسٹار؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بلیک اسٹار دیتے وقت ہارپن تمہیں ان عہدوں کے بارے میں تفصیلات بتا دے گی۔" مکلینو اور میں کھڑا ہو گیا۔

"او کے باس! مجھے اجازت!" میں نے کہا اور مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم گرین اسٹار بھی کسی خصوصی واقعے کی وجہ سے بہت جلد حاصل کرلو گے۔ تم یک لمحے میں اندازہ لگا لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ دراصل مجھے کچھ کاروباری گفتگو کرنی ہے۔"

"شکریہ باس!" میں نے کہا اور مکلینو کے کمرے سے نکل آیا۔ میرے ذہن میں بہت سے تھے۔ میں انہی خیالات میں الجھا اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ سردارے گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا۔ یک آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور پھر ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ مکلینو بظاہر برا انسان تھا۔ میرے ساتھ اس نے اچھا سلوک کیا تھا اور اس کے گروہ کا پھیلاؤ بھی کافی تھا۔ اس نے جو کچھ بتایا درست تھا تو ایک لحاظ سے اسے غلام سیٹھ کے گروہ سے بھی بڑا گروہ سمجھا جاسکتا تھا لیکن میں اپنے اس گروہ میں شامل ہونے کو مناسب نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں خود کو تیار ہی نہیں پا رہا تھا۔ ساری زندگی

اس انداز میں گذارنے کی کیا ضرورت تھی۔ غلام سیٹھ کے گروہ کی دوسری بات تھی' بلکہ غلام
دوسری بات تھی۔ اس نے تو مجھے تشکیل کیا تھا۔ اس نے تو میری زندگی بچا کر مجھے یہ نیا روپ دیا تھا اور
روپ اس قدر مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے کسی نئے رنگ کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنے آپ میں ایک
انسان تھا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے مجھے مکلینو کا سہارا لینا پڑا تھا لیکن دوسرے حالات میں
دوسرے حالات میں مجھے اب سہاروں کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر سکون چاہتا' ٹھہراؤ چاہتا تو سوئٹزر
میں میرے نام ایک بڑی دولت جمع تھی۔ یہ غلام سیٹھ کی ذہانت تھی کہ اس نے اس کام میں کوتاہی نہ
تھی۔ میں دولت نکالتا اور ایک نئے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکتا تھا۔ ساری زندگی عیش و
سے گذر سکتی تھی لیکن اگر اس دولت کا سہارا نہ بھی لوں اور متحرک زندگی گذارنا چاہوں تو وہ بھی اب
لیے مشکل نہیں تھا۔ غلام سیٹھ نے مجھے مطلق العنان قرار دیا تھا۔ خود اس کے احکامات بھی میرے
ہوتے تھے جنہیں دوستانہ رنگ دیا جا سکتا تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری ہمت افزائی کی تھی' اس کے
مکلینوں کے گروہ میں' میں ابھی بلیک اسٹار ہی تھا اور مجھے بہت سے لوگوں کی اطاعت کرنی تھی
بات میری فطرت سے میل کھا سکے گی؟ میں نے خود سے سوال کیا اور اندر سے نہایت سختی سے نفی میں
ابھرا۔ تب میں نے خود کو مطمئن پایا۔ میں زندگی پر جمود نہیں چاہتا۔ رواں دواں زندگی ہی زندگی کا
ولاتی ہے۔ یہی زندگی جاری رہے گی لیکن دوسرے انداز میں' اس پر اب کسی کا تسلط ناقابل قبول ہو
دولت کی ہوس نہیں ہے' دولت کی ضرورت ہو تو بہت کچھ ہے۔ مجھے تحفظ بھی نہیں چاہیے میں خو
تسخیر ہوں۔ اگر مکلینو بھی دشمن بن جاتا ہے تو کیا فرق پڑے گا۔ دشمنوں کی تعداد کون سی کم ہے
پر کوئی بوجھ ناقابل برداشت ہے۔ قطعی نہیں۔ میں نے فیصلہ کر لیا اور نہ جانے کیوں ساری دنیا پر غ
لگا۔ سب کچھ فضول ہے۔ کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ سب کچھ وقت پر قبول کرو اور اس
ساتھ کہ اگر تم انہیں دھوکا نہیں دو گے تو وہ تمہیں ضرور دھوکا دیں گے۔ دھوکا' فریب بے حد ضرور
ساری دنیا کو دھوکا دو' وہ تمہاری عزت کرے گی۔ ذہن پر بھی عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔
کتنی دیر گذری۔ تب دروازے پر دستک ہوئی۔ اور پھر آواز آئی۔ "مسٹر ریتو!" اور میں نے یہ آ
لی۔ مس ہارپن تھی۔

"آجاؤ۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ اندر آگئی۔ پھر سردارے کو دیکھ کر چونک
پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"آپ کے ساتھی سو رہے ہیں شاید' لیکن پھر بھی' اگر آپ پسند کریں مسٹر ریتو تو میرے ک
چلیں۔"

"کیوں؟" میں نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔ دراصل یہاں پر گفتگو کرنا قطعی غیر مناسب ہو گا۔ اس سلسلے میں سختی سے ہدایات ہیں

"لیکن وہ سو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے باوجود ——— میری درخواست ہے مسٹر ریتو' براہ کرم۔" اس نے التجا آمیز
اور میں اپنے گرم ذہن پر قابو پانے لگا۔ پھر میں خاموشی سے اٹھا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ذ
زیادہ اچھی نہیں تھی۔ میں نے اسے اعتدال پر لانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں سوچنا شروع کر دی

نگاہ ہارپن پر آ ٹکی۔ وہ میرے ساتھ چل رہی تھی ——— مس ہارپن۔ میں نے سوچا۔ اس عورت کی
سال سے کم نہ ہو گی۔ پھر یہ مس کیوں ہے۔ اوہ۔ اگر یہ مس نہ ہوتی تو اس کی چال میں یہ دلکشی نہ
ارے ہاں۔ اس کی چال تو خوب ہے۔ واقعی بہت عمدہ لگ رہی تھی۔ اس کی پتلی کمر اور چوڑے
کولہوں کے ابھار اور ران کی بلنت۔ ذہن بدلنے میں کافی معاون ثابت ہوئی اور جب میں اس کے
اس کے کمرے میں داخل ہوا تو میری ذہنی کیفیت کافی اعتدال پر آ گئی تھی۔

"سوری مسٹر ریتو! شاید آپ کو یہاں آنا پسند نہیں تھا۔" اس نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے
میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر اس کی خوبصورت خواب گاہ کا جائزہ لیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں مس ہارپن۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ کی خواب گاہ اس قدر حسین ہو
گی۔"

"اوہ۔ شکریہ! تشریف رکھیے۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے اشارہ کیا اور میں ایک آرام کرسی
دھنس گیا۔ "دراصل ہمیں سختی سے ہدایات ہیں کہ کسی اہم معاملے کو دوسروں کے سامنے نہ لائیں۔
جانتی ہوں مسٹر جیم آپ کے دوست' آپ کے ہم وطن ہیں لیکن ہمیں سختی سے ہدایات کی پابندی کرنے
ہدایت ہے اور میں آپ سے بھی درخواست کروں گی کہ اہم معاملات کو خود تک ہی رہنے دیں۔ مسٹر
مکلینو ان معاملات میں بے حد سخت ہیں۔ اگر انہیں احساس ہو جائے کہ کسی نے ان کی بات کو اہمیت
دی ہے تو پھر وہ اسے قابل معافی نہیں سمجھتے' خواہ وہ ان کے کتنا ہی قریب ہو۔ آپ میرا مطلب سمجھ
رہے ہوں گے؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس مسکراہٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ میں مکلینو
کو کس قدر اہم سمجھتا ہوں۔ ہارپن نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر غیر اختیاری طور پر کمرے میں
چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"میں آپ سے ایک سوال کروں مس ہارپن؟" میں نے کہا۔

"ضرور ——— ضرور ———" وہ جلدی سے بولی۔

"آپ ابھی تک مس کیوں ہیں؟ آپ نے شادی کیوں نہیں کی ———؟" ہارپن کے لیے یہ
قطعی غیر متوقع تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں بلیک اسٹار کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں گا۔
سوالات کروں گا' اسی کے سلسلے میں کروں گا لیکن اسے مایوسی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ جلدی سے بولی۔

"میرا خیال ہے مسٹر مکلینو نے آپ کو بلیک اسٹار کی اہمیت نہیں بتائی۔ لانگ تھری جس کے
ہوتا ہے' وہ گروہ میں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے اور گروہ کے افراد ایسے کارنامے انجام دینے کے لیے
کوشاں رہتے ہیں جو انہیں بلیک اسٹار رینک کا حقدار بنا دیں۔"

"میرے خیال میں آپ کی عمر تیس سال سے کم ہو گی؟" میں نے کہا۔

"جی ہاں۔ لگ بھگ اتنی ہی ہے۔ دراصل ان عہدوں کے تین اسٹیج ہوتے ہیں۔ بلیک اسٹار کی
بھی بہت بڑی ہے لیکن یہ صرف گروہ سے کسی معاملے میں سفارش کر سکتا ہے' خود اسے اختیارات
ہوتے۔ اس کے بعد گرین اسٹار ہوتا ہے۔ گرین اسٹار رکھنے والے دنیا کے کسی بھی ملک میں' جہاں
کے نمائندے موجود ہیں ان پر احکامات چلا سکتے ہیں اور گروہ ان سے تعاون کرتا ہے۔ اس کے بعد ریڈ

اسٹار کا نمبر آتا ہے۔ ریڈ اسٹار کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک طرح سے باس کے نائب کی حیثیت ہوتی
ابھی تک گروہ میں صرف چھ ریڈ اسٹار ہیں۔ یعنی بعض اوقات کسی علاقے کا سربراہ بھی بلیک اسٹار ہو
ہے۔ گویا بلیک اسٹار کے سپرد علاقے بھی کیے جاسکتے ہیں اور گرین اسٹار اس پر بھی احکامات صادر کر
ہے۔"

"اسکاچ ہوگی مس ہارپن؟" میں نے پوچھا۔

"ج۔ جی ہاں۔" وہ پھر مجھے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"براہ کرم مجھے دیں۔"

"اوہ۔ ضرور۔ ابھی پیش کرتی ہوں۔" وہ جلدی سے اٹھ گئی اور پھر وہ ایک خوبصورت جا
اسکاچ لے آئی۔ اس نے گلاس بنا کر مجھے پیش کیا اور پھر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"مس ہارپن! آپ کو شراب کے آداب بھی نہیں معلوم۔ آپ اس کی توہین کر رہی ہیں۔"

"جی۔ میں نہیں سمجھی؟"

"کیا آپ شراب نہیں پیتیں؟"

"اوہ۔ جی ہاں۔ پیتی ہوں لیکن ـــــــ میرا مطلب ہے آپ کا احترام ضروری ہے۔"
ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"آپ شاید بہت عجلت میں ہیں یا پھر میری یہاں موجودگی آپ کو پسند نہیں ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے مسٹر ریتو ـــــــ آخر آپ کس قسم کے انسان ہیں؟
ہو کر بولی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اپنے عہدے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے۔"

"اسے بھی اہمیت دوں گا۔ جلدی کیا ہے۔ براہ کرم اپنے لیے بھی گلاس لے لیں۔"

"بہتر ہے۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی میرے سامنے آبیٹھی۔ اس
لیے بھی گلاس بنا لیا تھا اور پھر ہم خاموشی سے شراب کے گھونٹ لینے لگے۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"شادی۔" اس نے اپنے ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔ "شادی کرنے کے لیے وہ حالات در
ہیں جو عام طور سے گھریلو عورتوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو
سے بہت دور چلے جاتے ہیں' جیسے میں۔ بارہ سال سے میں ان کاموں میں مصروف ہوں۔ اگر آ
لیں تو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حالات نے میرے لیے یہی راستہ پسند کیا تھا۔ میں اس راستے کو بدل
تو اسے اپنا لیا اور اس کے بعد شادی اور گھریلو ماحول کا تصور ہی ذہن سے دور چلا گیا۔ اب میں مطمئن
خود کو دوسرے لوگوں سے مختلف اور بہتر سمجھتی ہوں۔"

"مکلینو کے گروہ میں کب سے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً ابتدا سے پہلے بالواسطہ' پھر بلاواسطہ۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــــ وہ کیسے؟" میں نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"معذرت خواہ ہوں۔ تفصیلات میں نہیں جاسکوں گی۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلائی' پھر

"میرے نزدیک تو آسکیں گی یا اس کی اجازت بھی نہیں ہے؟"

"جی؟" شراب کا گلاس کے ہاتھ میں لرز گیا۔

"میں آپ کے ہونٹ چومنا چاہتا ہو ـــــــ" میں نے گلاس میز پر رکھ دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں
مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کی آنکھوں میں بھی مسکراہٹ ناچنے لگی۔ اس نے بند دروازے کی طرف
پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ پھر گلاس رکھ دیا اور میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھک گئی۔

"آپ بے حد عجیب انسان ہیں' بہت ہی بیباک۔" اس نے اپنے ہونٹ میری طرف بڑھا دیئے
ب جب اسے میری بیباکی کا احساس ہو ہی گیا تھا تو پھر میں خود پر قابو کیوں رکھتا۔ میں نے اس کے دونوں
پکڑ کر اسے کھڑا کر لیا۔ پھر میں نے اپنی بیباکی کا پورا پورا ثبوت مہیا کر دیا۔ اس نے اس پر بھی اعتراض
کیا۔ ظاہر ہے وہ عام یا گھریلو عورت تو تھی نہیں۔ زندگی کی ساری ضروریات سے واقف تھی۔ کبھی
لیے بھی دوسرے کے لیے ضرورت بہرحال ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے بخوبی ایک دوسرے کی
ریات پوری کر دیں اور مطمئن ہو گئے۔ پھر اسکاچ کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کہا۔

"واقعی یہ بلیک اسٹار بھی خوب ہے۔"

"آپ بے حد شریر ہیں مسٹر ریتو۔ آپ فنکار بھی تو ہیں۔ سنا ہے آپ گٹار خوب بجاتے ہیں۔"

"آپ کو گٹار سے دلچسپی ہے؟"

"بے حد ـــــــ فنکار تو سب کا محبوب ہوتا ہے۔ خاص طور سے ان کا جو فن سے دلچسپی رکھتے
اور آپ تو بہت سے فنون کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ میں عرصے تک آپ کو نہ بھول سکوں گی۔" اس
نشلی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاید! آپ مجھے بلیک اسٹار کے بارے میں بتا رہی تھیں۔"

"اوہ ـــــــ اب تو میں بہت دیر تک کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ آپ کب تک یہاں رہیں گے مسٹر
"

"آج رات روانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ وہی فطرت اس وقت بھی کام کر
تھی۔ ہارپن نے مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت میں نے اس کی کوئی بات نہیں سنی تھی اور
ـــــ اب بھی میں اس کی کوئی بات نہیں سن رہا تھا۔ یقیناً دل ہی دل میں اس نے مجھے بے حد گالیاں
دی ہوں گی اور اس وقت میں ان نہ سنی جانے والی گالیوں سے بڑی طمانیت محسوس کر رہا تھا۔ ہارپن مجھے
آ رہی اور میرے بے تاثر چہرے سے وہ بھی جھنجھلا گئی۔ تب اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر وہ ایک
ورت گھڑی لے آئی جس کی چین بھی بے حد حسین تھی اور پھر میری کلائی سے میری گھڑی کھولتے
ہ بولی۔

"اب آپ یہ گھڑی استعمال کریں گے مسٹر ریتو!"

"اوہ ـــــــ یہ لانگ تھری ہے؟"

"جی ہاں۔ اس کی چابی کھینچیں یہ ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس کے ڈائل پر سوراخ میں'

اندر مائیک چھپے ہوئے ہیں اور بس۔ طریقہ استعمال نہایت آسان ہے۔"
"بہت خوب! لیکن یہ مخصوص گھڑی دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آئے گی' میرا مطلب ہے کہ
کے افراد' جو اسے پہچانتے ہوں گے؟"
"جی نہیں۔ لانگ تھری کا ٹرانسمیٹر مختلف شکلوں میں ہے۔ ہر شکل کا صرف ایک پیس ہے
دوسروں کے پاس وہ دوسری شکل میں ہو گا اس لیے کوئی اسے نہیں پہچان سکتا۔" اس نے جواب دیا۔
"بالکل ٹھیک مس ہارپن! میرا خیال ہے میں اس کے بارے میں بخوبی سمجھ گیا ہوں' اب مجھے اجازت
دیں۔" میں نے کہا اور پھر کمرے سے نکل آیا۔ ہارپن خاموشی سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی لیکن بہرحال لانگ
تھری مل چکا تھا' اب اس کے کمرے میں ٹھہرنے کی کیا تک تھی۔ واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ سردار
ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں خود بھی بستر پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے
مجھے نیند آگئی اور پھر رات کو ہی آنکھ کھلی تھی۔ سردارے خوب سو کر جاگ چکا تھا اور نہا دھو کر چاق و چوبند
گیا تھا۔ میرے بدن پر عجیب سی تھکن طاری تھی' غالباً بے وقت سونے کی وجہ سے سردارے نے مسکرا
ہوئے مجھے دیکھا اور میں باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ نہانے سے طبیعت کی کسل کافی حد تک دور ہو گئی۔
نے لباس پہن لیا اور پھر باہر نکل آیا۔
"سردارے! کافی منگواؤ۔" میں نے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر پاؤں پھیلا دیئے اور سردارے
دیوار میں لگا بٹن دبا دیا۔ ملازم کے آنے پر اس نے کافی کے لیے کہا اور پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔
"کیا ٹھاٹھ ہیں استاد۔ طویل نیند سوئے۔" اس نے کہا۔
"ہاں!" میں نے مختصر کہا اور پھر پوچھا۔ "اس دوران کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"
"ہو ہی نہیں سکتی تھی استاد۔ مجھے جاگے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔" سردارے نے جواب
میں نے گردن ہلا دی۔ پھر کافی آئی اور اسٹرانگ کافی کی کئی پیالیوں نے خاصا سرور بخشا اور اس
مکلینو کی طرف سے بلاوا آگیا۔ دونوں کو بلایا تھا۔ ہم دونوں مکلینو کے پاس پہنچ گئے۔ بنی بھی
کے پاس موجود تھی۔ تب مکلینو نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا۔
"ہیلو ——— ریتو۔ جیم! اب سے تھوڑی دیر کے بعد تم روانہ ہو رہے ہو۔"
"باس نے ہمیں یہی بتایا تھا۔" میں نے بنی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"ہاں۔ بنی! یہ دونوں کام کے آدمی ہیں۔ تم خود دیکھ چکی ہو۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک ہونا
یہ تمہارے بہت کام آئیں گے۔ میں نے تمہیں اسی لیے تکلیف دی ہے دوستو کہ تم سے ملاقات
بنی کے ساتھ کامیاب ٹور کرو۔ میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔"
"یس بگ باس!" میں نے مستعدی سے کہا۔
"کتنی دیر میں روانہ ہو گی بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"بس' میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہیے۔" بنی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر
"ٹھیک ہے۔ ساحل کس وقت چھوڑو گی؟"
"ایک گھنٹے کے بعد۔ مناسب وقت ہے۔" بنی نے کہا اور پھر اس نے مکلینو کو بوسہ
ہماری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "آؤ!" لہجے میں تحکم تھا۔ سردارے دانت پیس کر رہ گیا لیکن ہم

رنے کی ہدایت کی گئی تھی اس لیے اس نے اپنے تاثرات کا اظہار نہ ہونے دیا اور ہم دونوں بنی
باہر نکل آئے۔ باہر ایک خوبصورت کار کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے بنی کے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا
ت سے بیٹھ گئی تو ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا۔ "تم دونوں آگے آجاؤ۔" ڈرائیور بولا اور ہم دونوں
کے ساتھ جا بیٹھے۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پھر بنی
ے مخاطب کیا۔ "ریتو!"
"یس مادام۔ سس۔ سوری۔ باس!"
"تم نے اپنا گٹار لے لیا؟"
"گٹار میرے پاس نہیں ہے باس!" میں نے عاجزی سے کہا۔
"حالانکہ ہم نے ہدایت کی تھی۔"
"ہاں باس۔ آپ نے اس کی ہدایت بھی کی تھی۔ ہم نے ایک ہدایت پر عمل کیا اور دوسری کا وقت
"میں نے جواب دیا اور پلٹ کر بنی کی شکل دیکھی۔ بنی کا چہرہ بگڑ گیا۔
"کیا تم مذاق کی جرات بھی کر سکتے ہو؟"
"نہیں باس۔ ویری سوری۔ اب تو غلطی ہو ہی گئی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ جرات تو
بار سکتا ہوں پتہ چل جائے گا مس بنی ——— تھوڑا سا وقت گذر جانے دو۔ میں نے دل ہی دل
بنی خاموش ہو گئی۔ پھر اس کے بعد وہ اس وقت تک خاموش رہی' جب تک ہم اپنی منزل تک نہ
۔ سمندر کا ایک سنسان علاقہ تھا۔ رات کی تاریکی میں لہروں کے سفید جھاگ سر پٹخ رہے تھے۔ بنی
ئن تھی۔ کار سمندر کے کنارے پر پہنچ گئی اور کئی سائے ہماری طرف دوڑے۔ یہ تندرست و توانا
۔ انہوں نے ادب سے کار کا دروازہ کھولا اور بنی نیچے اتر آئی۔ ہم دونوں بھی کار سے نیچے اتر آئے
اور ہم بنی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔
"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا اور میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ "میں بالکل
ل لیکن کیا ہم اس کے بارے میں گفتگو بھی نہیں کر سکتے؟"
"کر سکتے ہیں۔" میں نے بھی آہستہ سے جواب دیا۔
"تب پھر میری ایک گذارش ہے۔"
"ہوں!"
"اس الو کی پٹھی کو لہسن کی چٹنی اور بیسن کی روٹی کھلانا چاہتا ہوں۔ اتنی مرچیں ہوں گی اس چٹنی
اس کی ساری زندگی برباد ہو جائے گی۔" سردارے کلکلا کر بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔ بہرحال میں نے اس
کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ تھوڑی ہی دور پر ایک بڑا اسٹیمر نظر آ رہا تھا۔ اس پر
روشنی نہیں تھی۔ صرف اندھیرے میں اس کا سایہ سطح سمندر پر ڈول رہا تھا۔ ربڑ کی چھوٹی چھوٹی
ہمیں اسٹیمر پر لے گئیں اور ایک سیڑھی سے بنی اور پھر ہم اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ پھر دوسرے لوگ بھی
گئے اور سیڑھی اٹھا لی گئی۔
"ہیرو!" بنی نے ایک طویل القامت آدمی کو آواز دی۔ یہ اس اسٹیمر کا کپتان تھا۔ طویل القامت
اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔ "بارہ بجنے کو ہیں۔ اگر تم سارے انتظامات کے بارے میں مکمل اعتماد

سے کہہ دو تو میں فوراً روانگی کا حکم دے دوں۔ باقی چیکنگ ہم سمندر میں کرلیں گے۔"

"میرا خیال ہے باس آپ مطمئن رہیں۔" ایرو نے جواب دیا۔

"تمہاری ذمہ داری پر؟"

"ہاں!"

"بس تو ٹھیک ہے۔ بادبان کھول دو۔ ہم نے پوائنٹ پر کیا وقت دیا ہے؟"

"ٹھیک ایک بجے ہمیں پوائنٹ سے گذرنا ہے۔"

"اور ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"ہاں باس!"

"اوکے۔ چل دو۔" بنی نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا دونوں خاموشی سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں کی کارروائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس لیے یہ جدید ترین لانچ تھی اور کافی بڑی تھی۔ اس میں طاقتور انجن لگے ہوئے تھے لیکن ہم نے طریقہ دیکھا۔ ایک مشینی نظام کے تحت کچھ بادبان کھل رہے تھے۔ ان کے رنگ سیاہ تھے۔ شاید ان کے لیے ان کا رنگ سیاہ رکھا گیا تھا اور بادبانوں کے استعمال کی وجہ بھی یہی سمجھ میں آتی تھی کہ مخصوص علاقے سے خاموشی سے نکال لی جائے۔ جدید ترین بادبانی نظام تھا۔ بہرحال بہت جلدی بھر گئی اور لانچ رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے رفتار پکڑلی۔ میں اور سردارے تک اپنی جگہ کھڑے رہے اور پھر ہم لانچ کے مختلف حصے دیکھنے لگے۔ ہمارے اندازے کے مطابق تقریباً سارے لوگ ہی مسلح تھے۔ اس کے علاوہ اس پر اسلحہ بھی خاصی مقدار میں موجود تھا۔ تقریباً لوگ ہی مسلح تھے۔ ہوائیں لانچ کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہی تھیں اور ہم اس پر آوارہ پھر اچانک ایک شخص ہمارے قریب پہنچ گیا۔ "مسٹر ریتو؟" اس نے تھوڑا سا جھک کر پوچھا۔

"ہوں!" میں بھاری آواز میں بولا۔

"باس طلب کرتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں کوئی جواب دیئے بغیر اس کے پیچھے چل پڑا بھی میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں کیپٹن کے کیبن کے اوپر بنے ایک خوبصورت کیبن کے دروازے اور اس شخص نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے بے تکلفی سے دروازہ کھولا اور ہم دونوں گئے۔ اندر جاکر آنکھیں کھل گئیں۔ بنی کے کیبن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تین طرف خوبصورت ہوئی دیواریں تھیں۔ سامنے کی سمت ٹرانسپرنٹ دیوار تھی جس سے سمندر نظر آتا تھا۔ بلندی کی وجہ سے سمندر دور دور تک دیکھا جاسکتا تھا۔ دیوار میں ایک جدید ساخت کی دوربین بھی نصب طرف سرخ رنگ کی لمبی چوڑی مسہری پڑی ہوئی تھی۔ دوسری طرف ایک صوفہ سیٹ اور کر ایک رائٹینگ سے اسٹ ٹیبل بھی تھی جس کے ساتھ ایک خوبصورت کیبنٹ رکھا ہوا تھا۔ سے ایک نفیس کیبن تھا۔ بنی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیکی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہاں سے وہ بھی کر رہی تھی جو اس وقت تاریک تھا۔

"آؤ ریتو۔ بیٹھو۔ تم بھی جیم۔ کیا پیو گے؟" خلاف معمول بنی نے بڑی نرم آواز میں

"جو باس پسند کریں۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے کبھی میری

بنی نے شاید بٹن دبا کر کسی کو بلایا تھا۔ پھر ایک آدمی کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور مودبانہ انداز میں جھک گیا۔

"کافی لاؤ۔" بنی بولی اور وہ ادب سے جھک کر واپس چلا گیا۔ "اس وقت اسکاچ مناسب نہیں تھی، ہمیں پوری طرح چاق وچوبند رہنا چاہئے۔ کیا تمہیں اس بات سے اتفاق ہے؟"

"مکمل طور پر باس!"

"کیا تمہیں اس جدید لانچ پر بادبان دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی؟"

"میرا خیال ہے کسی خاص مقام تک آپ انجنوں کے شور سے بچنا چاہتی ہیں۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ بہرحال ہمیں پولیس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ خاص طور سے منشیات کے سلسلے میں، کیونکہ بین الاقوامی پولیس کی لانچیں بھی گردش کرتی رہتی ہیں۔ منشیات کی اسمگلنگ پر آج کل خاصی ہی توجہ دی جارہی ہے۔"

"یقیناً باس!" میں نے زور سے گردن ہلائی۔

"بالٹک عبور کرکے ہمیں بالمو پہنچنا ہے۔ بالمو سے اسٹاک ہوم تک کا سفر زیادہ خطرناک نہیں ہوگا۔ وہاں ہمارے آدمی ضروری انتظامات کے ساتھ موجود ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے ہمیں بحیرہ بالٹک عبور کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوگی۔" میں نے کہا۔

"ریتو!" بنی نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اس کے تیکھے نقوش ماند پڑ گئے تھے۔ اس وقت چہرے پر عجیب سی نرمی تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا۔ "دیکھو میری کنپٹی کی رگ پھڑک رہی ہے۔ محسوس ہو رہی ہے۔ قریب آکر دیکھو۔" وہ اسی انداز میں بولی اور میں اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔ میں نے دیکھا در حقیقت اس کی سفید کنپٹی پر ابھری ہوئی رگ پھڑک رہی تھی۔ "تم نے دیکھا؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں باس! نظر آرہی ہے۔"

"جب لانچ کنارے سے آگے بڑھی تھی تو ایسا نہیں تھا۔ بس اچانک ہی۔"

"لیکن اس سے کیا ہوتا ہے باس؟"

"مصیبت آتی ہے۔ ضروری مصیبت آتی ہے۔ میرا تجربہ ہے۔ میرا یقین ہے۔" اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

"مجھے تعجب ہے۔ آپ اس قدر روشن خیال ہو کر ایسی باتوں پر یقین رکھتی ہیں باس۔"

"تم نہیں رکھتے؟" اس نے چونک کر پوچھا اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ وہ بے خیالی کے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لیکر بولی۔ "لیکن مجھے بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ خیر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بات بالمو تک کی ہے، جو زیادہ دور نہیں ہے لیکن بس راستہ ان دنوں خراب ہو چکا ہے۔" اسی دوران کافی آگئی اور وہ کافی کے سپ لینے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہماری موجودگی سے وہ غافل ہو گئی ہو۔

"اداکاری کر رہی ہے باس۔" سردارے سرگوشی کے انداز میں بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میرا خیال تھا بنی حسب عادت سردارے کی سرگوشی پر بازپرس کرے گی لیکن اس وقت اس کی سماعت بھی متاثر تھی۔ چنانچہ اس نے ہماری طرف توجہ نہیں دی اور میں نے ایک طویل سانس لی۔

"کیا خیال ہے استاد؟"

"یار سردارے، بس تھوڑی دیر اور چونچ بند رکھ لو۔" میں نے جواب دیا۔

"صرف ایک بات اور استاد' کیا تم نے اس کے انداز میں نرمی نہیں محسوس کی؟"

"ہم اس سے تعاون کریں تو ممکن ہے' وہ بالکل ہی...... جس ٹائپ کی لڑکی ہے تم کسی حد تک اندازہ لگا ہی چکے ہوگے۔"

"ہاں اور دل ہی دل میں پیش گوئی بھی کر چکا ہوں کہ یہی مکلینو کی موت کا سبب بنے گی۔"

"کس لحاظ سے؟"

"اپنی نا تجربہ کاری سے۔ وہ سو فیصد بس لڑکی ہے۔" سردارے نے کہا اور اسی وقت ایک ہلکی ر آواز کمرے میں ابھریں۔ بنی چونک پڑی۔ اس نے کافی کا کپ رکھ دیا اور اٹھ کر ایک طرف پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک انٹرکام کا سوئچ آن کر دیا۔

"یس!" وہ کرخت لہجے میں بولی۔

"ہم پوائنٹ پر پہنچ رہے ہیں باس!"

"رابطہ قائم کیا؟"

"کر رہے ہیں۔" جواب ملا۔

"ڈائریکٹ کر دو۔ میں بھی سننا چاہتی ہوں۔"

"او کے باس!" دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر چند لمحات کو خاموشی چھا گئی۔ پھر سائیں سائیں کی آوازیں ابھریں اور پھر ایک آواز سنائی دی۔ "ٹن --- ٹن --- ٹن --- بی ٹن --- نیکل --- اوف --- ٹن ٹن --- اوور۔"

"بی ٹن --- آن لائن --- اوور۔" جوب ملا۔

"ہم قریب ہیں --- کلیئر؟ اوور۔"

"گرین --- ہر چیز ٹھیک ہے۔"

"باہر کی کیا پوزیشن ہے؟"

"سمندر صاف اور چمکدار ہے۔ کوئی سفید و سیاہ دھبہ دور دور تک نہیں ہے۔"

"ان کی رپورٹ؟"

"کلیئر --- اوور۔"

"تھینک یو --- اوور اینڈ آل۔" ایک ہلکی سی آواز ابھری اور پھر صاف آواز ابھری۔ "آ نے سنا باس؟"

"ہاں۔ بادبان اتار لو۔ انجن چلا دو۔ او کے۔" بنی نے جواب دیا۔ اچانک اس کے چہرے پر رو آ گئی تھی۔ آنکھوں میں بھی مسکراہٹ کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طر دیکھا اور بولی۔ "مسٹر رتو! یوں لگتا ہے جیسے آج سے میں بھی ان تو اہم پر یقین کرنا چھوڑ دوں گی اور سچی با تو یہ ہے کہ تمہاری بات نے پہلے ہی میرے اس وہم میں ایک نشان ڈال دیا تھا۔"

"یس باس!" میں نے مختصراً کہا۔

"کھلے سمندر میں نکل آنے کے بعد بھی ہمیں خود کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہیے۔ تاہم ایک قدم اگر ہو تو میرا تجربہ ہے سارے معاملات ہی ٹھیک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بالمو کا سفر زیادہ طویل نہیں ہے لیکن ے کٹھن مسئلہ یہی ہے۔ اس کے بعد تو آسانیاں ہیں۔" وہ بولتی رہی اور ہم گردن ہلاتے رہے۔ پھر ے شیشے کے دوسری طرف کچھ روشنیاں نظر آئیں۔ شاید ڈنمارک کا آخری بیڑہ تھا جو سمندر کی حفاظت کر تھا۔ لانچ سے روشنی کے سگنل دیئے گئے اور دوسری طرف سے بھی سبز روشنیوں کا اشارہ مل گیا۔

"ویری گڈ ---- آل کلیر۔" بنی نے کہا اور پھر بولی۔ "خطرہ رہتا ہے نا۔ دراصل سرحدی محافظ لتے رہتے ہیں۔ صرف چند لوگ ہیں جو ہمارے رازدار ہیں۔ ہم انہیں اچھا معاوضہ ادا کرتے ہیں اور جب ن کی ڈیوٹی ہوتی ہے تبھی مال نکالا جاتا ہے خواہ اس کے لیے کتنا ہی انتظار کرنا پڑے کیونکہ سارے آدمی تو ے تعاون نہیں کر سکتے۔"

"ہاں باس! کسی بھی ملک میں' سارے آدمی ہی کام کے نہیں ہوتے۔" میں نے محتاط الفاظ میں کہا۔

ہ خاموش ہو گئی۔ لانچ اب روشنیوں کے درمیان سے دور نکل آئی تھی اور اب دور دور تک ٹھاٹھیں مارتا ہ سمندر تھا۔ بنی دوربین سے سیاہ سمندر کا جائزہ لیتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلائی۔

"کافی ختم کر لی تم نے؟"

"یس باس!"

"تب آؤ۔ لانچ کا ایک چکر لگائیں۔ ایرو اس لانچ کا کیپٹن ہے۔ بڑا ہی غصے والا آدمی ہے لیکن نتظامی امور میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ لانچ کا جائزہ لے لیا جائے۔ آؤ۔" وہ اپنے بن سے باہر نکل آئی۔ ہم دونوں اس کے ساتھ تھے اور سردارے مسکرا رہا تھا۔ بنی تھوڑی سی آگے نکل ئی تو میں نے اس سے پوچھا۔

"کیوں دانت نکل رہے ہیں؟"

"چمچہ گیری میں بھی بعض اوقات مزا آتا ہے باس۔ اب دیکھو نا اس وقت ہم کتنے خوبصورت چمچے ظر آ رہے ہیں اور پھر وہ بھی ایک خوبصورت لڑکی کے۔"

"تم میری غیرت جگانا چاہتے ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اوہ۔ نہیں استاد۔ اس میں غیرت کی بات نہیں ہے۔ یوں بھی خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ ابتدا ں چمچہ گیری کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس کے بعد ساری کسر پوری ہو جاتی ہے۔ کیا خیال ہے۔ ویسے لڑکی حلوہ ہے' میرا مطلب ہے تمہارے لیے۔"

"ہاں۔ بس تو بکواس بند کر دے اور خاموشی سے تماشا دیکھ۔"

"پتہ نہیں لانچ پر کوئی اور لڑکی بھی ہے یا نہیں!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کا سفر ہی کتنا ہے' ڈیڑھ یا دو گھنٹے کا۔"

"اوہ' ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔ ہم بنی کے ساتھ پوری لانچ پر چکراتے پھر رہے تھے۔ بنی کا موڈ بہت اچھا تھا۔ کبھی کبھی وہ ہمیں لانچ کے بارے میں بتانے بھی لگتی۔ پھر ایک جگہ رک کر اس نے کہا۔

"تمہیں نیند تو نہیں آ رہی رتو؟"

"نہیں باس آپ کی ہدایت کے مطابق ہم دن میں سو لیتے تھے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے ایک ملاح کو آواز دی "ہے گینو! تمہارے اوپر سوگ کیوں طاری ہے۔ موت کیوں آ رہی ہے تمہیں؟" دوسرے لمحے ملاح دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا حکم ہے مادام؟"

"لانچ ٹھیک جا رہی ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"بالکل باس!"

"تب اپنا گٹار نکال۔ آج میں تجھے گٹار سناؤں گی۔" بنی بولی اور گینو چھلانگیں مارتا ہوا ایک طرف بھاگ گیا اور بنی، مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ "سناؤ گے نارتو؟"

"میں کیسے انکار کر سکتا ہوں باس۔" میں نے عاجزی سے کہا اور بنی آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگی۔

"گینو گٹار کا بادشاہ ہے لیکن شاید صرف ان لوگوں میں۔ اریو بھی اس کے گن گاتا ہے۔ میں ابھی تک تمہارا یہ فن نہیں دیکھا رتو۔ ویسے سنا ہے نارستان میں تم نے خاصی دھوم مچا رکھی تھی۔"

"بس مادام۔ وہاں کے لوگوں نے میرے فن کو پسند کیا تھا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ویسے فطرتاً تم فنکار نہیں ہو۔"

"جی؟" میں اس کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔

"میں نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے کہ فنکار عموماً نرم دل اور بے ضرر ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی لیکن تمہارے ہاتھ تو ایسی بے دردی سے چلتے ہیں کہ بس۔ جانتے ہو اس رات کیا ہو گیا تھا؟"

"کس رات مادام؟" میں نے پوچھا، حالانکہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس رات کی بات کر رہی ہے۔

"اسی رات جب ہم نے تمہارا امتحان لیا تھا۔ تین بہترین لڑاکے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ خود پپا کو ان کی موت کا افسوس تھا اور انہوں نے اس واقعے کو میری حماقت قرار دیا تھا۔"

"اوہ ۔۔۔۔ اوہ ۔۔۔۔" میں بے ڈھنگے انداز میں ہنسنے لگا۔ "ہاں باس۔ آدمی کو ہر وقت، ہر کام کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"یہ بات تمہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے تم گروہ میں یقیناً کوئی خاص حیثیت حاصل کر لو گے۔"

"باس کی نوازش ہے۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ اسی وقت گینو گٹار لے آیا۔ دوسرے لوگ گٹار دیکھ کر اس کے پیچھے چلے آئے تھے۔ غالباً گینو کا گٹار سب کی پسند تھا لیکن بنی کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

"چلے آؤ۔ چلے آؤ۔ سمندر پر سکون ہے اور میں انسان کو انسان سمجھنے کی عادی ہوں، آ جاؤ۔" اور سب دانت نکال کر دوڑ پڑے۔ گینو نے ایک مستول سے ٹیک لگائی اور گٹار کے تار درست کرنے لگا۔ بنی مسکراتی ہوئی ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ ہم دونوں اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

"مسکراتی ہے تو بہت اچھی لگتی ہے ماسٹر۔ دیکھو ۔۔۔۔ ذرا دیکھو۔" سردارے بے ساختہ بول پڑا۔

"ہاں۔ ویسے بھی خاصی ہے، بس نک چڑھی ہے اس لیے زیادہ نہیں جچتی۔"

"ہاتھ مارے بغیر نہیں چھوڑنا استاد۔" سردارے دانت پر دانت جما کر بولا۔

"اس پر تو تمہاری نگاہ ہے۔" میں نے کہا۔

"توبہ کر چکا ہوں پھر بھی۔" سردارے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

"کیوں، توبہ کیوں کر چکے ہو؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"سالن میں بھی تیز مرچیں کھانے کا عادی نہیں ہوں استاد۔ سیدھی سادی لڑکیاں پسند کرتا ہوں۔ ارے بستر کے نازک پھول آسانی سے حاصل ہو جائیں تو پھر کانٹوں میں ہاتھ ڈالنے سے فائدہ؟" سردارے کی آواز گٹار کی آواز میں دب گئی۔ گینو نے پوری "قوت" سے ایک نغمہ شروع کر دیا تھا۔ قوت سے ہی کہنا ٹھیک ہے کیونکہ بڑا پرشور نغمہ تھا۔ ملاح اس پر مست ہو رہے تھے۔ بنی بھی مسکرا رہی تھی۔ ہم لوگ بھی خاموش ہو کر اس نغمے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بنی خود بھی جھوم رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی اور اس وقت وہ ہمیشہ سے مختلف نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور ہاتھ سے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا خیال ہے رتو، کیا گینو لاجواب فنکار نہیں ہے؟"

"باس کہہ رہی ہیں تو یقیناً ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ خود تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال۔" میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ صرف گٹار بجا لیتا ہے، فن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اور۔ تم فنکار ہو اس لیے میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گی، لیکن اس کے نغمے کے بعد تم سناؤ گے۔"

"باس کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ آپ اس نغمے کو ذہن میں رکھیں، اس کے بعد میرا نغمہ سنیں اور پھر ان دونوں کا فرق محسوس کریں۔"

"یقیناً ۔۔۔۔ میں خود بھی گٹار سے دلچسپی رکھتی ہوں۔" بنی نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ گینو جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا اور پھر اس نے نغمہ ختم کر دیا اور چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔ بنی نے بھی تالیاں بجائی تھیں۔ پھر اس نے زور سے کہا۔ "ہے گینو! اس وقت لانچ پر تو اکیلا فنکار نہیں ہے، ایک اور بھی ہے۔ لا گٹار ادھر دے۔ ایک نغمہ رتو کا ہو گا۔ اس کے بعد پھر تیرا۔"

"خوشی کی بات ہے باس۔ گٹار پیش ہے۔" گینو نے خوش دلی سے کہا اور گٹار بنی کے پیروں کے نزدیک رکھ دیا۔ بنی نے گٹار اٹھا کر مجھے دے دیا۔ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے گٹار اٹھا لیا۔ عمدہ گٹار تھا۔ میں نے چند لمحات اس کے تار ٹیسٹ کیے اور پھر آہستہ آہستہ ایک نغمے کی دھن ترتیب پانے لگی۔ یہ میرا پسندیدہ نغمہ تھا جس کی مجھے کافی مہارت تھی۔ ایک اطالوی موسیقار کی ایجاد ۔۔۔۔ اور میں نے اسے کچھ نئے رنگ دے دیئے تھے۔

چند ہی لمحات میں ان لوگوں کے رد عمل کا اندازہ ہو گیا۔ خود بنی مستعجبانہ انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھے بھی لطف آنے لگا۔ لوگوں کو متحیر کر دینے کی ایک خواہش جو عموماً تمام ذہنوں میں ہوتی ہے،

میرے دل میں بھی ابھر آئی اور میں نے اس نغمے کو کئی خوبصورت رنگ دیئے جس سے وہ اور حسین ہو گیا
عالم یہ تھا کہ چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سمندر کی لہریں بھی شور مچانے کی عادت
ترک کر کے چند لمحات کے لیے رک گئی ہوں اور حیرت سے منہ اٹھائے لانچ میں جھانک رہی ہوں۔ خود
میرے اوپر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ بس ایک مستی سی سارے بدن میں بھرتی جا رہی تھی اور نغمہ
گٹار کے تاروں سے بہہ رہا تھا۔ جب تک اسے جاری رکھ سکا جاری رکھا۔ رنگ پر رنگ بدل رہے تھے اور
پھر آہستہ آہستہ نغمہ دم توڑنے لگا۔ پھر گٹار خاموش ہو گیا لیکن سب لوگ ابھی تک خاموش تھے۔

میں نے رک کر ایک ایک کی شکل دیکھی اور پھر گٹار بنی کے قدموں میں رکھ دیا اور بنی چونک
پڑی۔

"اوہ ـــــ اوہ ـــــ" اس نے کراہتے ہوئے گردن جھٹکی۔ وہ کسی حد تک مضمحل ہو گئی
تھی۔ پھر اس نے دوبارہ گردن جھٹکی اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"تم ـــــ تم واقعی انوکھے ہو ریتو۔ مان گئی۔"

"شکریہ باس!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"گینو! کیا کہتا ہے ریتو کے فن کے بارے میں؟"

"بس اتنا باس کہ گٹار شاید ریتو کے لیے ہی ایجاد ہوا ہے' یا پھر اس کا روحانی رشتہ صرف گٹار سے
ہے۔ وہ جب اسے ہنساتا ہے تو گٹار ہنسنے لگتا ہے اور دلوں میں مستی بھر جاتی ہے اور جب وہ اسے آنسو دیتا ہے
تو کائنات کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔" گینو نے فراخ دلی سے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

"میں نے بھی کئی بار محسوس کیا تھا' ریتو کے نغمے نے مختلف شکلیں اختیار کی تھیں۔" بنی نے کہا
اور پھر ـــــ اچانک سب چونک پڑے۔ روشنی کی ایک سیدھی لکیر لانچ پر پڑی تھی۔

ہماری نگاہیں بے اختیار روشنی کی سمت اٹھ گئیں۔ "یہ کیا ہے؟" بنی آہستہ سے بولی اور اسی لمحے
لانچ کا کیپٹن ایرو دوڑتا ہوا بنی کے قریب پہنچ گیا۔

"باس!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کیا ہے ایرو؟"

"شاید سمندروں میں گشت کرنے والی بین الاقوامی پولیس کی لانچ۔"

"اوہ ـــــ تو اب ـــــ اب کیا کیا جائے؟" بنی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"نہ جانے ـــــ نہ جانے ان کی تعداد کتنی ہے۔ اگر ایک لانچ ہے' تب تو باس نمٹا جا سکتا
ہے۔"

بنی روشنی کی سمت نگاہیں دوڑانے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تیاریاں کرو۔ ممکن ہے
مقابلے کی ضرورت پیش آ جائے۔"

"او کے باس!" ایرو نے آہستہ سے کہا اور تیز تیز قدموں سے ایک طرف چلا گیا۔

"ریتو!" بنی نے میری طرف دیکھا۔

"یس باس!"

"آؤ۔ دیکھیں۔" اور وہ کنٹرول روم کی طرف چل پڑی۔ میں اور سردارے بھی اس کے پیچھے چل

دیئے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر بنی نے شیشے کی دیوار کے دوسری جانب پولیس لانچ کی طرف دیکھا اور پھر اس
کے منہ سے ایک آواز نکل گئی۔ اچانک ہی ہماری لانچ کی دوسری سمت سے روشنی کی ویسی ہی لکیر نمودار ہوئی
تھی اور اب ہماری لانچ پوری طرح روشنی کی زد میں تھی۔

"اوہ!" بنی نے آہستہ سے کہا۔ "بات کچھ زیادہ ہی بگڑ گئی ہے ریتو۔ شاید لانچوں کی تعداد کافی
ہے۔"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہر صورت' ہم مقابلہ کریں گے۔" بنی نے کہا اور پھر وہ پوری طرح مصروف ہو گئی۔ یہ کیبن ہی
شاید کنٹرول روم بھی تھا' جہاں سے وہ پوری لانچ کو ہدایات دے سکتی تھی۔ ایک چوکور سیاہ بکس کے قریب
پہنچ کر اس نے ایک سوئچ آن کیا اور پھر اس کی آواز ابھری۔

"ایرو!"

"یس باس!"

"تم اندازہ کر چکے ہو گے' لانچ گھیرے میں لی جا چکی ہے۔ اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دو۔
مقابلے کی تیاریوں میں زیادہ وقت نہیں لگنا چاہئے۔"

"یس باس!" ایرو کی آواز ابھری۔ شاید اس کے پاس بھی ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ بنی پریشان نظر آنے
لگی تھی۔ اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ زیادہ تجربہ کار نہیں ہے۔ اس نے سوئچ آف کر دیا اور پھر وہ ہماری
طرف مڑی۔

"اوہ' تم لوگ بھی نیچے جاؤ' اپنے طور پر حالات کو سنبھالو۔"

"باس!" میں آہستہ سے بولا۔

"ہوں!"

"آپ نے گٹار پر میرا نغمہ سنا؟"

"اس وقت نغمے کے بارے میں گفتگو کرنے کی کیا تک ہے؟" وہ کسی قدر جھنجلائے ہوئے انداز
میں بولی۔

"ہے باس!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں گٹار کے نغمے کی طرح رائفل کا نغمہ بھی بجا سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی ریتو۔" بنی نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے باس' ہمارے آدمیوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور ہم ابھی تک لانچوں کے بارے
میں بھی اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔"

"ہوں۔ پھر؟" بنی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"میرا مطلب ہے باس' ہم اتنے لوگوں کے ساتھ پولیس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"اوہ ریتو! کیا کہنا چاہتے ہو؟" بنی جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"باس ـــــ چالاکی سے کام لینا ہو گا۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہے؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا؟"
"لانچ پر روشنی کردی جائے اور چند آدمی بالکل سامنے لے آئے جائیں۔"
"تو پھر؟ اس سے کیا ہوگا؟"
"میرا خیال ہے باس' اس وقت آپ میرے کہنے پر عمل کریں۔"
"بکو مت!" بنی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں میں کسی کا مش
قبول نہیں کرتی۔"
"مشورہ نہیں' التجا ہے باس۔" میں نے کھسیائے ہوئے انداز میں کہا۔
"لیکن اس سے فائدہ کیا ہوگا؟" بنی نے کہا۔
"ہم صرف چند لوگ سامنے لائیں گے جو لانچوں سے ملنے والے احکامات پر عمل کریں گے اور
ہم لانچ والوں کو رینج پر لے آئیں گے اور ہمارے پوشیدہ آدمی ان پر حملہ کردیں گے۔"
"اوہ۔ تمہارا خیال ہے کہ ـــــ" بنی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری آنکھوں میں د
لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے' میں ہدایات جاری کرتی ہوں۔"
"بہت بہت شکریہ باس!" میں نے بدستور خوشامدانہ انداز میں کہا اور بنی ہدایات جاری کرنے ل
میں اسے ڈوب جانے دیتا۔ ظاہر ہے انٹرپول کی کوششیں تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کا صفایا کردیتیں
بہرحال ہم دونوں بھی تو ان میں شامل تھے اور بنی جہنم میں جائے' اپنی جان بچانا تو بہرحال ضروری تھا۔
بنی نے ہدایات جاری کردیں اور ایرو نے بھی اس تجویز کو بے حد پسند کیا۔ اس نے فوری طو
اس پروگرام پر عمل شروع کردیا تھا۔ پھر میں نے بنی سے پوچھا۔ "لانچ پر اسلحہ تو کافی ہے مادام؟"
"ہاں۔ اسلحے کی کمی نہیں ہے۔" بنی نے جواب دیا۔
"دستی بم وغیرہ بھی ہوں گے؟"
"موجود ہیں۔" بنی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"تب باس' کیوں نہ لانچوں پر دستی بموں کی بارش کردی جائے۔ صرف چند لوگ وہ ہوں جو گو
چلائیں۔ باقی لانچوں کو تباہ کریں۔"
"کیا تم لانچ پر تسلط چاہتے ہو ریتو۔ کیا تم دوسروں کو یہ بتانا چاہتے ہو کہ تم بہت بڑے لڑاکے
تمہاری تجاویز بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔" بنی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"یہ گفتگو میں تنہا آپ سے کررہا ہوں باس' کوئی اور موجود نہیں ہے اس لیے دوسروں کی ن
میں ممتاز ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ویسے آپ کی مرضی ہے' جو آپ پسند کریں۔"
"ریتو! میں خصوصی طور پر تمہاری بات مان رہی ہوں لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ م
کے مشورے قبول نہیں کرتی۔ یہ میری عادت نہیں ہے۔"
"مادام کی مرضی' لیکن یہ تو لانچ کو بچانے کے لیے ایک قدم تھا۔"
"کیا میں ذہنی طور پر ناکارہ ہوں؟" بنی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

ب میں شرمندہ ہوں باس۔" میں نے کہا اور سردارے کو اشارہ کر کے بنی کے کیبن سے نکل
زار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی تھی۔ پھر اس نے پاؤں پٹختے ہوئے دوبارہ انٹرکام کا سوئچ آن کر
آواز ابھری۔
ریو ـــــ ایرو! تمام آدمیوں کو مقابلے کے لیے تیار کرو۔ پہلے لانچوں کی روشنیوں کو نشانہ بناؤ
لانچوں پر گولیاں برسانا شروع کردو۔"
ل۔ لیکن باس ـــــ"
و کچھ کہا جارہا ہے' کرو۔" بنی گرجی۔
یس باس!" ایرو نے جواب دیا۔ ہم دونوں نیچے پہنچ گئے تھے لیکن میں نے خاموش رہنا مناسب
میں سیدھا ایرو کے پاس پہنچا۔
ہلو ایرو!"
یس مسٹر ریتو!"
کیا پہلی ترکیب عمدہ نہیں تھی؟"
یقیناً۔ نہ جانے کیوں باس نے پروگرام بدل دیا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اس طرح کام بن جائے گا
کے اس دوسرے حکم سے میں خوش نہیں ہوں۔"
بات اس وقت حکم کی نہیں ہے' لانچ بچا کر لے جانی ہے' اپنے آدمیوں کی زندگی بچانی ہے اور بنی
ان عمر کی ایک لڑکی ہے۔ ناسمجھ اور احمق اس لیے اس وقت اس کے رتبے پر غور مت کرو۔"
اور ایرو سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
لیکن ـــــ اس کے بعد بہت برا ہوگا مسٹر ریتو!"
اوہ۔ اس وقت اس کی پرواہ مت کرو۔ میں نے یہ بات اس کے باپ سے بھی کی تھی اور اس کے
اس نے مجھے لانگ تھری دیا اور بلیک اسٹار کا عہدہ بھی' تاکہ ضرورت پڑنے پر میں اپنا حق استعمال کر

"آپ بلیک اسٹار ہیں جناب؟"
"ہاں۔ یہ نشان دیکھو۔" میں نے بلیک اسٹار کا نشان اسے دکھایا۔
"بس اب کوئی فکر نہیں ہے۔ تو وہ پہلی تجویز آپ کی تھی؟"
"ہاں اور اب ایک اور تجویز ہے!"
"وہ کیا جناب؟"
"لانچیں بہرحال ابھی اتنے فاصلے پر ہیں کہ ہمیں تھوڑی مہلت اور مل سکتی ہے اس لیے اسلحہ
دستی بموں کا ذخیرہ نکال لو اور اپنے آدمیوں کو ایسی جگہ چھپا دو جہاں سے وہ دونوں لانچوں کو دستی
نشانہ بنا سکیں' باقی چند گولیاں برسانے پر رہیں۔ صرف ان لوگوں کو دھوکے میں رکھنا ہے ورنہ وہ
"
"بالکل ٹھیک جناب۔ میں ابھی سارے انتظامات کرلیتا ہوں۔" "بنی کو فی الحال اس کی
کے مطابق جوابات دیئے جائیں تاکہ وہ مطمئن رہے۔"

"اوکے سر!" ایرو نے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ گیا۔

لانچیں نزدیک سے نزدیک تر آتی جارہی تھیں۔ پھر ان پر سے میگافون کے ذریعے کہا گیا۔ ایک ایک حرکت نگاہ میں ہے۔ ہلنے کی کوشش مت کرنا' کوئی حرکت نہ ہونے پائے ورنہ لانچ ایک... تباہ کردی جائے گی۔"

"ایرو!" میں نے ایرو کو آواز دی۔

"یس ــــ یس مسٹر ریتو!"

"میگافون ہے؟"

"یس سر!"

"مجھے دو۔" میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد ایرو نے دو ہلکی تامی گنیں اور ایک میگا... مہیا کردیا۔ تامی گنیں ہم نے روشنی کی زد سے بچتے ہوئے اپنے لباسوں میں چھپالی تھیں اور پھر میں... فون پر کہا۔

"کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ براہ کرم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"پولیس ــــ انٹرنیشنل پولیس۔" جواب ملا۔

"تب ٹھیک ہے۔ کیا چاہتے ہو؟"

"جتنے افراد لانچ پر موجود ہیں' سامنے آجائیں۔"

"صرف ایک منٹ انتظار کرو۔" میں نے کہا اور پھر کل چھ آدمیوں کو میں نے اس طرح... جیسے بہت سے لوگ کھڑے ہوں۔ تبھی بینی کی آواز ابھری۔

"ایرو! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں کہتی ہوں یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ غرائی۔

"جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے ایرو۔ میں ساری ذمہ داری قبول کروں گا' تمہارے... نہیں آئے گی۔" میں نے میگافون منہ کے پاس سے ہٹا کر کہا۔

"کیا لانچ پر کل یہی آدمی ہیں؟" پولیس لانچ سے پوچھا گیا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"کون ہو؟ اور کہاں جارہے ہو؟"

"ڈنمارک سے نکلے ہیں اور سویڈن جارہے ہیں۔ لانچ افریقہ کے ایک جزیرے کی... کے لیے سامان لے جارہے ہیں۔"

"کیا تمہارے پاس کلیرنس سرٹیفکیٹ موجود ہے؟"

"مکمل کاغذات موجود ہیں۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"لانچ کی تلاشی لی جائے گی۔"

"ہمیں اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ! ہم لانچیں برابر لارہے ہیں۔ تعاون کرو۔" پولیس لانچ سے کہا گیا اور میں نے... کردی۔ لانچیں نزدیک آنے لگیں۔ ایرو تعریفی انداز سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک... اور پھر دونوں لانچیں کافی قریب آگئیں۔ ان پر موجود آدمی مسلح کھڑے تھے لیکن اس سے زیادہ...

...ٹھیک نہیں تھا اس لیے میں نے ایرو کو اشارہ کیا۔

"یس سر!" ایرو سرگوشی میں بولا۔

"تیار ہو؟" میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"بالکل!" ایرو نے جواب دیا۔

"تب ــــ" میں رکا اور پھر میں نے دونوں ہاتھ اوپر کرکے نیچے گرا دیئے اور اچانک لانچ سے ...برسنے لگیں اور پھر دستی بموں کی بارش ہوگئی۔ پولیس لانچوں نے زبردست دھوکا کھایا تھا۔ گولیاں ...ے آدمیوں کو چاٹ گئیں اور دستی بموں نے لانچوں پر تباہی مچادی۔ ایسا اچانک اور ایسا بھرپور حملہ تھا ...ں لانچوں سے ایک بھی گولی نہیں چلی اور پھر دوسرے حکم کے تحت لانچ پیچھے ہٹالی گئی۔ دستی بم ...رس رہے تھے اور پولیس لانچوں پر افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

"کافی ہے ایرو۔ لانچ بچا کر نکال لے چلو۔" میں نے کہا۔ ایرو اب میرے ساتھ مکمل تعاون کر رہا ...نے میری اس ہدایت پر بھی عمل کیا اور ہم نے لانچ کافی پیچھے ہٹالی۔ دونوں پولیس لانچوں پر آگ لگی ...ی۔ پیچھے ہٹ کر ہم نے ایک سمت پکڑی اور چل پڑے۔ ملاح خوشیاں منا رہے تھے اور ایرو میرا ...ن گیا تھا۔

"تم تو واقعی حیرت انگیز انسان ہو ریتو!" اس نے کہا۔

"کیوں ایرو؟"

"کینو تمہارے فن کے گن گا رہا ہے حالانکہ وہ اپنے فنکار ہونے پر بڑا مغرور تھا اور اب میں ...ذات کے گن گا رہا ہوں۔" ایرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھنا یہ ہے کہ بینی کون سے سروں میں گا رہی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایرو نے ...نکھیں بند کرلیں۔

"اس کے گیت بڑے ہی خوفناک ہوں گے مسٹر ریتو!"

"ویسے اپنے اس انداز میں وہ باعث نقصان بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"مکلینو اس کی خوشی کے لیے بڑے سے بڑا نقصان اٹھانے کو تیار ہے۔" ایرو نے آہستہ سے ...۔

"صرف مالی۔ انسانی زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت تو اس نے نہ دی ہوگی؟"

"اوہ' نہیں میرے دوست! مکلینو کے ساتھیوں کی زندگی بھی مکلینو کی امانت ہوتی ہے اور ...کی کوئی چیز اس کی بیٹی کے استعمال میں آسکتی ہے۔"

"بہت خوب! گویا تم لوگوں کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے؟"

"ضمانت۔ شاید نہیں۔" ایرو آہستہ سے ہنسا پھر خاموش ہوگیا۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اسی ...سامنے سے آتی نظر آئی اور ایرو چونک پڑا۔ "مسٹر ریتو!" اس نے آہستہ سے کہا اور میں بھی بینی کی ...یکھنے لگا۔ بینی کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں چمک رہی تھیں۔ اس نے ایرو کی ...طب ہوکر سرد لہجے میں بولی۔

"یہ سب کیا ہوا تھا؟"

"سب ٹھیک ہو گیا باس! آپ نے دیکھا ہم نے انہیں کیسی شکست دی۔" اریو نے جواب دیا۔

"تم نے؟" بنی نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں باس! رات کا وقت تھا اور صورت حال بہت ہی خراب تھی کیا آپ ہماری اس کوشش سے خوش نہیں ہوئیں؟"

"بہت خوش ہوئی ہوں اور تمہیں انعام دینا چاہتی ہوں۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ باس۔ مقصد تو...... مقصد تو......" اریو نے کہا لیکن بنی نے ہاتھ سیدھا کیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا۔

"میں کہتی ہوں میری ہدایت پر عمل کیوں نہیں کیا گیا؟"

"تب۔ باس——" اریو ہکلا کر رہ گیا۔

"تمہارا انعام——" بنی نے فائر کیا اور گولی اریو کے دل کے مقام پر پیوست ہو گئی۔ اریو کا منہ کھلا، اس نے میری طرف دیکھا اور اسی وقت بنی نے دوسرا فائر کیا اور اس بار گولی نے اریو کی پیشانی توڑ دی تھی۔

میری رگوں میں خون کی جگہ گرم لاوا تیرنے لگا اور اچانک میں غرا کر جھپٹا اور بنی کے پستول والے ہاتھ پر لات ماری۔ پستول کافی اونچا اچھل گیا تھا جسے سردارے نے لپک لیا۔ بنی خونخوار انداز میں میری طرف جھپٹی۔

"اوہ۔ اوہ کتے۔ ریتو کتے۔ تیری یہ مجال۔" اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میرے زوردار تھپڑ نے اس کے حواس درست کر دیئے۔ وہ چکرا کر نیچے گر پڑی تھی۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ چاروں طرف سے آدمی دوڑ پڑے تھے اور سردارے نے انہیں کور کر لیا۔

"خبردار——کوئی اس معاملہ میں نہ بولے۔" سردارے نے غرا کر کہا۔

"اریو——کیپٹن اریو!" بہت سی آوازیں نکلیں۔

"اسے بنی نے قتل کر دیا ہے۔ اس نے کیپٹن اریو کو اس بات کی سزا دی ہے کہ اس نے لانچیں کیوں تباہ کر دیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"لیکن——وہ ہمیں تباہ کر دیتے۔" بہت سے لوگ بولے۔

"بنی اسی میں خوش تھی۔" سردارے نے جواب دیا اور لوگ حیرت سے مجھے اور بنی کو دیکھتے رہے۔ بنی پاگل ہو گئی تھی۔ وہ اچھل اچھل کر حملے کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی شکل بگاڑ دی۔ میرے زوردار تھپڑوں نے اس کا منہ سرخ کر دیا تھا اور اس کے بہت سے بال اکھڑ کر میری مٹھی میں آ گئے تھے۔

"میں تجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا کتیا——ورنہ ہوش میں آجا۔" میں نے اسے ایک زوردار دھکا دے دیا۔ بنی گر پڑی اور پھر شاید وہ بے ہوش ہی ہو گئی۔ اتنی حیرت انگیز بات وہ برداشت نہیں کر سکی تھی۔ دوسرے لوگ عجیب گومگو کی کیفیت میں تھے۔ بنی کی یہ درگت ان کے لیے حیرت انگیز تھی۔ ذاتی طور پر شاید انہیں بنی سے محبت نہیں تھی، لیکن مکلینو کے خوف نے انہیں خوفزدہ کر رکھا تھا اور وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کیا کریں۔ اریو کی موت بھی ان کے لیے تکلیف

"اسے اٹھا کر کیبن میں لیجاؤ سردارے اور سنبھالے رکھنا۔ میں ان لوگوں کو ہینڈل کرتا ہوں۔ وہ کام پہلے ہو گیا جو ہمارے پروگرام میں شامل تھا۔"

"او کے استاد!" سردارے نے مستعدی سے کہا۔ ان لوگوں کی خاموشی نے ہماری ہمت کافی بڑھا دی سردارے نے جھک کر بنی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر وہ اسے لے کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اریو مر چکا ہے۔ اس کی لاش کا کیا کیا جائے گا؟"

"بات کیا ہوئی مسٹر ریتو۔ مس بنی نے ہی اریو کو قتل کیا ہے نا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں۔ صرف اس بات پر کہ اس نے بنی کی مرضی کے خلاف جنگ کیوں لڑی بنی چاہتی تھی کہ آر جنگ کی جائے خواہ اس میں ہمارے سارے لوگ مارے جائیں۔"

"وہ بہت ضدی ہے۔ ہمیں معلوم ہے اور مکلینو کی نگاہ میں ہماری زندگی کی کوئی حیثیت نہیں" دوسرے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن اب کیا ہو گا مسٹر ریتو؟"

"تم لوگ بتاؤ، تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم سب کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے مسٹر ریتو۔ بنی، مکلینو سے کہے گی اور وہ ہمیں زندہ چھوڑے گا۔"

"اوہ۔ تمہیں اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔"

"مگر کس طرح؟"

"یہ لانچ اب ہماری ہے۔ اس پر جو کچھ ہے ہمارا ہے۔ بس اسے حاصل کر کے آپس میں تقسیم کر لو جس کا منہ جدھر اٹھے نکل جاؤ اور پھر بقیہ زندگی دوسرے انداز میں گذارو۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا اور ان لوگوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر ریتو؟"

"اس کے علاوہ اور کوئی بات ممکن ہی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بنی کا کیا کیا جائے گا؟" کسی نے پوچھا۔

"اسے فوراً قتل کر کے سمندر میں ڈال دیا جائے۔" دوسرے نے مشورہ دیا۔

"میرا ایک اور خیال ہے دوستو۔" گینو نے دخل دیا اور دوسرے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ "تم لوگ دیکھ چکے ہو، ریتو ہمارے لیے بہتر سوچتا ہے۔ وہ ذہین بھی ہے کیوں نہ ہم سارے معاملات اس پر چھوڑ دیں اور اس وقت تک اس کے کہنے پر عمل کریں جب تک اپنا کام نہیں کر لیتے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔" سب نے جواب دیا۔

"تب سب سے پہلے اریو کی لاش کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا اور سب میرے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ وقت زیادہ نہیں تھا اس لیے بہت جلد اریو کی لاش کو کپڑوں میں لپیٹ کر سمندر برد کر دیا گیا۔ میں نے ملاحوں کو جمع کیا اور پوچھا۔ "بالمو کا سفر کتنا ہے؟"

"کدھر سے راستے سے ڈیڑھ گھنٹے میں بالٹک عبور کیا جا سکتا ہے لیکن ہم لمبا چکر لگا کر آئے ہیں تاکہ

لانچ کا راستہ نہ چیک کیا جا سکے۔ اس طرح تقریباً سات گھنٹے کا سفر بن جاتا ہے۔"

"گویا ہم دن میں بالمو پہنچیں گے؟"

"ہاں مسٹر ریتو!"

"پھر اس کے بعد' بالمو میں کیا ہو گا؟"

"بالمو میں گروہ کے لوگ مل جائیں گے' وہ ہمیں قصبہ لنڈ تک لے جائیں گے۔ وہاں سے لا
گروپ لاگن تک اور لاگن سے تیسرا گروپ ہمیں اسٹاک ہوم لے پہنچے گا۔"

"خوب!" میں نے گردن ہلائی۔ "مال کا کیا ہو گا؟"

"بس ان لوگوں کی تحویل میں پہنچ جائے گا۔ وہاں وہی لوگ مال تقسیم کریں گے۔ یعنی اس کے
ہمیں کوئی سروکار نہیں ہو گا۔"

"لیکن اب صورت حال دوسری ہے دوستو۔ ان معلومات کے تحت میں نے اپنا فیصلہ بدل
ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا مسٹر ریتو؟" گینو نے پوچھا۔

"ہم کل کا دن سمندر میں گذاریں گے۔ یعنی وقت پر وہاں نہیں پہنچیں گے جہاں ہمیں پہنچنا
بلکہ ایک دن سمندر میں گذار کر رات کو بالمو کے اس ساحل سے لگیں گے جہاں ہمیں پہنچنا تھا اور پھر
لانچ خالی کر لیجائے گی اور اگر کچھ لوگ اس وقت بھی مل گئے تو پھر ان سے نمٹ لیا جائے گا۔"

"اوہ' لیکن مسٹر ریتو' سمندر بھی ہمارے لیے خطرناک ہے۔ انٹرپول کی صرف دو لانچیں گشت
نہیں ہوں گی' دوسری لانچیں دوسرے علاقوں میں ہوں گی اور ممکن ہے انہیں اپنی ان دو لانچوں کی گم
کی اطلاع مل جائے۔ ایسی صورت میں ہم سمندر میں زیادہ نقصان اٹھا جائیں گے۔" گینو نے کہا۔

"ہوں۔" میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ بات کسی حد تک ٹھیک ہی تھی لیکن ابھی ذہن
طور سے کام بھی نہیں کر رہا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا' غیر متوقع طور پر ہی ہوا تھا اور کوئی بات ذہن میں فٹ نہ
رہی تھی۔ میں نے چند ساعت سوچا اور پھر کہا۔ "ٹھیک ہے گینو۔ ابھی لانچ کو اپنے راستے پر چلنے دو
رات سونے کی رات تو نہیں ہے۔ ہم کوئی فیصلہ کر لیں گے۔"

"او کے مسٹر ریتو! لیکن ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گا۔" گینو نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر اس پروگرام پر عمل کرنا ہے جس کے بارے میں آپ نے کہا ہے تو اس کے لیے ضرور
کہ آپ بنی کو ختم کر دیں۔"

"اوہ' نہیں گینو۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے لیکن پوری نگرانی میں۔ اس
کہ وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تم اسے میرے اوپر چھوڑ دو۔"

او کے!" گینو نے کہا اور پھر ان لوگوں سے رخصت ہو کر میں اس طرف چل پڑا' جہاں سر
بنی کو لے گیا تھا۔ خود میرا ذہن چکرایا ہوا تھا۔ کوئی فیصلہ ہی نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ سب کچھ قطعی غیر
لیکن اب تو اندھے فیصلے ہی کرنے تھے۔ وقت بہت کم تھا اور کام بہت۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس
میں پہنچ گیا جو بنی کا تھا۔ سردارے اسے یہیں لایا تھا لیکن صورت حال بڑی دلچسپ تھی۔ بنی کے دونوں

ے ہوئے تھے۔ پاؤں بھی بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر بیٹھی سردارے کو گھور رہی تھی۔ خود
ایک کرسی پر اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا لیکن اس طرح کہ کرسی کی پشت بنی کے سامنے تھی اور
کا چہرہ بھی۔ سردارے نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
مس بنی ہوش میں آ گئیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

ضرورت سے زیادہ ہی ہوش میں آ گئی ہے استاد۔ ارے خدا کی قسم' اس نے میرے ہونٹوں پر وہ
بوسہ دیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ یہ تو ماہر بوسیات معلوم ہوتی ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔

کیا مطلب؟"

آنکھوں میں بھی بڑا نشہ ہے کم بخت کی۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں نے پوری زندگی میں آج سے
کیا خود پر' اور معاملہ بھی دوسرا تھا' میں اب اتنا احمق بھی نہیں ہوں استاد۔ وہ مجھے بے وقوف
ہوئی تھی۔"

مگر یہ ہوش میں بہت جلد آ گئی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ کہہ رہی تھی بس چکر آ گیا تھا۔" سردارے نے جواب دیا۔

تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا۔

بس میں نے یہاں لا کر بستر پر لٹایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت مجھے گھورتی رہی اور
طور پر ٹھنڈے لہجے میں بولی کہ یہ کیا ہوا۔ میں نے اسے تفصیل بتائی تو سوچ میں ڈوب گئی اور پھر
ہوئے انداز میں بولی کہ واقعی اس سے غلطی ہوئی ہے۔ اس نے بلاوجہ ایرو کو قتل کر دیا۔ اس نے
سے معافی مانگنا چاہتی ہے۔ ریتو عظیم ہے۔ بہت سے رنگ بدلے ہیں اتنی سی دیر میں اس نے
ب میں بحث بنا رہا اور اسے احساس ہو گیا تو اس نے مجھ سے لگاؤ کا اظہار کیا اور میرا بوسہ لے کر
کیا پوزیشن ہے۔ جب اس نے میرا بوسہ لیا باس تو میں نے محسوس کیا کہ اب میری کھوپڑی لائن
ئی ہے۔ چنانچہ حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے اسے باندھ دیا اور پھر اسے بوسے لینے کی کھلی
دی۔ یقین کرو باس' میں نے اسے باندھنے کے بعد اس کا ایک بھی بوسہ نہیں لیا۔"

الوک۔" بنی غرائی۔ تم لوگ میری زبان میں گفتگو نہیں کر سکتے؟"

سکتے ہیں مس بنی! فرمائیے؟" میں نے کہا۔

سوچا ہے تم نے' اب کیا کرنا چاہتے ہو؟"

ہمارے ساتھی تمہارے خلاف ہو گئے ہیں مس بنی! انہیں ایرو کی موت کا رنج ہے۔"

چاہتے ہیں وہ؟"

غالب وہ مکلینو کے تسلط سے آزادی اور تمہاری موت چاہتے ہیں۔"

مکلینو انہیں زمین کی تہہ میں بھی نہیں چھوڑے گا' وہ بخوبی جانتے ہیں اور تم بھی سن لو'
اگر کوئی زیادتی ہوئی تو۔ تم مکلینو سے واقف نہیں ہو۔ وہ تمہاری نسل تباہ کر دے گا اور
سکون سے نہیں بیٹھے گا جب تک تمہارے خاندان کا ایک ایک فرد فنا نہ ہو جائے۔"

اس کا مطلب ہے کہ میرا ساتھی تمہارے بارے میں جھوٹ بول رہا تھا۔" میں نے متحیران
خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ "میرا ساتھی کہہ رہا تھا کہ تمہیں اچانک اپنی غلطی کا احساس

ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے پرزور فرمائش کر رہا تھا کہ تمہیں معاف کر دیا جائے تم اتنی بری نہیں ہو۔ بس ہا
میں حماقت کر بیٹھی ہو۔"

"اوہ کتے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے' تم مجھے معاف کرو گے۔ تم ——— تھو۔" اس نے
تھوک دیا۔

"ارے۔ ارے مس بنی! کیا کرتی ہیں۔ سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔" سردارے چیخا

"لکھ لو۔ تم اس بات کو لکھ لو۔ تمہیں ایسی عبرتناک موت دی جائے گی کہ تم۔ مرنے کے
اسے نہیں بھول سکو گے۔"

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔ مجھے اس پر بے پناہ غصہ آ گیا تھا۔ بس
روشنیاں سی کوندنے لگی تھیں۔ طبیعت نہ جانے کیسی ہو گئی تھی۔ عجیب سی شیطانت ابھر رہی تھ
خود پہلی بار خود میں یہ کیفیت محسوس ہوئی تھی۔

"ماسٹر!" سردارے نے اداکاری کی۔

"باہر جاؤ!" میں نے کہا اور سردارے نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن چند ساعت کے لیے
تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور سردارے ایک دم سنبھل گیا۔

"او کے استاد۔ او کے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"سنو۔" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔ "جب تک میں دروازہ نہ کھولوں کوا
آئے۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلاتا باہر نکل گیا۔ نہ جانے میری صورت اس وقت کیا
تھی۔ بہرحال زندگی میں ایک نئی کیفیت سے آشنا ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سینے میں دل ہی نہ
ایک ٹکڑا رکھا ہو۔ سردارے باہر نکل گیا تو میں نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر میں آ
اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور اس کا چہرہ اوپر اٹھا لیا۔

"مکلینو! میں اسے خارش زدہ کتے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ سمجھی کتیا۔ میں مر
سے نکلنے کے لیے اسے احمق بنا رہا تھا۔ میں نے خود اس تک رسائی حاصل کی تھی اور میں اپنی
کامیاب رہا۔ میں ساری دنیا میں سب سے زیادہ مغرور انسان ہوں۔ میں اپنے سامنے کسی کی کو
نہیں سمجھتا' مکلینو کیا بیچتا ہے لیکن تیرے خیال میں' وہ بے حد خطرناک ہے تو سن۔ میں
بدترین سلوک کروں گا اور پھر تجھے چھوڑ دوں گا۔ تو مکلینو کو میرے بارے میں سب کچھ بتا
کے بعد میں اس کے انتقام کا انتظار کروں گا۔"

میری آواز میں نہ جانے کیا تھا' بنی کے چہرے پر کسی قدر بدحواسی نظر آئی۔ میں نے ا
اسے کھڑا کر لیا پھر گھما کر اس کا رخ دوسری طرف کر لیا اور اس کے ہاتھ کھول دیے' اس کے
اور پھر اسے بازوؤں میں بھر کر میں نے اسے مسہری پر اچھال دیا۔ بنی کے حلق سے ایک چیخ نکل
اس وقت میں درندہ بنا ہوا تھا۔ کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آ رہی تھی۔ میں مسہری پر پہنچ
نیچے چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بازوؤں میں سنبھال کر پھر مسہری پر پٹخ دیا
کے واقعات کی تفصیل میرے ضمیر پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہی ہے۔ میں اپنی زندگی
بدترین دور تصور کرتا ہوں' جب انسانیت کا کوئی احساس میرے اندر باقی نہیں رہ گیا تھا۔ ہا

ا بدترین عرصہ تھا۔ میں خود کو شدید مجرم محسوس کرتا ہوں حالانکہ میری ذہنی تربیت حالات نے کی
مکن ہے آپ میرے اس دور کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ میں چاہوں تو اسے چھپا بھی سکتا ہوں لیکن
ن ایک اعتراف ہے۔ میں نے اس میں ہر سیاہ سفید سب کم و کاست پیش کیا ہے اس لیے میں اپنی اس
مخلص ہوں۔ میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار اس درندگی کے دور میں قدم رکھا۔ بنی لڑکی تھی۔ وہ غرا رہی تھی' نوچ
کر رہی تھی لیکن میں نفرت سے اسے پامال کر رہا تھا۔ میں اس کے غرور کی ایک ایک شکن مٹا دینا
میں اسے بے بسی کی انتہا تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ ہر وہ بہیمانہ سلوک کیا جس کی
انسانیت نہیں دیتی اور پورے ایک گھنٹے تک وحشت و بربریت کے مناظر سامنے آتے رہے اور پھر
لت خوردہ لڑکی میرے سامنے پڑی تھی۔ میں نے نفرت سے اسے مسہری سے دھکیل دیا۔ نیچے
نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

تب میں نے خود کو درست کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ سردارے باہر موجود تھا۔ میں نے اس کی طرف
سردارے کے چہرے پر عجیب سی کیفیت تھی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خاموشی ہے استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اندر جاؤ۔ اسے نگاہ میں رکھو' کوئی حرکت نہ کرنے پائے۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن
پھر وہ اندر داخل ہو گیا اور میں حالات کا جائزہ لینے آگے بڑھ گیا لیکن اسی وقت گینو آتا نظر آیا اور
کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ گینو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ غالباً وہ دوڑتا آیا تھا۔

"گڑبڑ ہو رہی ہے مسٹر ریتو!" اس نے کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"ٹرائن' مکلینو کا منہ چڑھا ہے۔ برا آدمی نہیں ہے۔ اری سے وہ بھی انسیت رکھتا ہے لیکن میرا
خیال ہے وہ مکلینو سے خوفزدہ ہے۔"

"پھر؟"

"اس نے چند لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بہرصورت بنی کے احکامات کی
تعمیل کرنی چاہیے کیونکہ بالمو پہنچ کر بہرحال مکلینو کے آدمیوں سے واسطہ پڑے گا اور اگر بنی کے
ساتھ برا سلوک ہو گیا تو پھر کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔ اس نے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے۔
ممکن ہے اب وہ آپ کے خلاف گڑبڑ کریں گے۔"

"ان کی تعداد کتنی ہو گی گینو؟"

"تقریباً بارہ آدمی ہیں۔"

"ہوں۔ کیا دوسرے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے؟"

"ممکن ہے وہ بھی خوفزدہ ہو کر ٹرائن کی باتوں میں آ جائیں۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں ان سے مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں۔"

"یعنی؟"

"میرا دعویٰ ہے کہ اس کے باوجود وہ موت کا شکار ہو جائیں گے۔ بنی بے حد حد کینہ پرور ہے۔ لوگ اس وقت یکجا ہی تھے جب آپ نے بنی کو مارا تھا اور مکلینو اس بات پر انہیں کبھی معاف نہ کرے گا۔ اب بنی سے ہمدردی کرنے کے باوجود وہ نہ بچ سکیں گے۔"

"تم میرا ساتھ دو گے؟"

"ہاں!" گینو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو پھر جاؤ۔ اپنے چند آدمیوں کو علیحدہ کر کے مسلح کر دو۔ انہیں بھی سمجھا دو کہ ٹرائن کا ساتھ دینے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ بہتر ہے کہ سویڈن پہنچ کر وہ دنیا کے مختلف حصوں میں نکل جائیں اور مکلینو سے نجات حاصل کر لیں۔"

"آپ کو بھی اسلحے کی ضرورت ہو گی مسٹر ریتو؟"

"اوہ۔ ہمارے پاس اسٹین گنیں موجود ہیں۔ اگر وہ گڑبڑ کریں تو۔ تم جانتے ہو گینو۔"

"اوکے مسٹر ریتو! ویسے حالات بری طرح بگڑے ہیں لیکن خیر۔ ہم کون سے اچھے لوگ ہیں۔ جاتا ہوں آپ ہوشیار رہیں۔" گینو نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ گینو واپس چلا گیا اور میں بھی وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ پھر میں نے سردارے کو آواز دی اور سردارے باہر نکل آیا۔

"کیا کر رہی ہے؟"

"اسی پوزیشن میں خاموش پڑی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔ میری طرف بھی نہیں، بس زمین پر پڑی چھت کی طرف تک رہی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"آؤ۔" میں نے سردارے سے کہا اور کیبن میں آ کر میں نے بنی کو زمین سے اٹھایا۔ پھر اسے دوبارہ اس کے ہاتھ پاؤں میں ڈال کر اسے مسہری پر لٹا دیا اور بدن پر چادر ڈال دی۔ پھر میں نے سردارے کو اسٹین گن سنبھالنے کے لیے کہا اور ہم دونوں خاموشی سے باہر نکل آئے۔ میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک جگہ منتخب کی۔ یہ بلندی پر تھی۔ میں سردارے کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا۔

"ہم یہیں سورج نکلنے کا انتظار کریں گے۔"

"ٹھیک ہے باس!" سردارے مستعدی سے بولا۔

"نیند تو نہیں آ رہی؟"

"بالکل نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"صورت حال بگڑی ہوئی ہے۔"

"یعنی؟"

"ٹرائن نے ملاحوں کی بڑی تعداد اپنے حق میں کر لی ہے۔ وہ لوگ بنی کے حق میں کام کرنا چاہتے اور ظاہر ہے ہمارے خلاف ہیں۔"

"ارے۔ یہ ٹرائن کون ہے؟" سردارے نے تعجب سے پوچھا۔

"انہی میں کوئی ہو گا۔"

"تو وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"ظاہر ہے بنی کو خوش کرنے کے لیے ہماری موت۔"

"ہمارے ساتھ بھی کچھ لوگ ہیں؟"

"گینو۔ اب وہ کتنے لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتا ہے، یہ تو معلوم ہونے میں دیر لگے گی۔"

"اوہ۔ پھر فکر کس بات کی ہے استاد۔" سردارے نے چہک کر کہا اور اسٹین گن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"فکر کسی بات کی نہیں ہے، بس اطلاع دی ہے۔"

"اوکے چیف۔ سب ٹھیک ہے۔ بات اس الو کی پٹھی نے ہی خراب کی ہے۔ ویسے میرا خیال ہے نے اس کا دماغ درست کر دیا ہے۔" سردارے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور شی سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔

عجیب خوفناک رات تھی۔ اپنی سیاہی میں بے شمار واقعات سمیٹے ہوئے۔ اس پوری رات کی کہانی نوں کی کہانی معلوم ہوتی تھی۔ بہت کچھ ہوا تھا اس رات میں، بہرحال، اس کی سیاہ چادر سمٹنے لگی اور اجالا وٹ نکلا۔ پھر روشنی ہو گئی۔ اور روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ہم نے بہت سے ملاحوں کو دیکھا اور جو لحہ لیے ہوئے بنی کے کیبن کی طرف آ رہے تھے۔

"ہوشیار سردارے! یہ بہت اچھی بات ہے کہ انہوں نے کھیل شروع کرنے کے لیے روشنی کا ظار کیا۔" میں نے کہا۔

"گینو کہاں ہے استاد؟"

"وہ ان میں نہیں ہے۔"

"بہت سے لوگ نظر نہیں آ رہے۔"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی اور اسی وقت ایک ملاح چیخ کر بولا۔

"ریتو! باہر آؤ۔ مادام بنی کو باہر لاؤ۔ ہم مکلینو کے وفادار ہیں۔ اگر تم نے بنی کے ساتھ کوئی برا لوک کیا ہے تو ہم تمہیں اس کی سزا دیں گے۔"

"اگر تم خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو گے تو ہم تمہیں زندہ رہنے دیں گے۔ تمہارا فیصلہ کلینو ہی کرے گا۔ ہماری زندگی میں تم بنی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ دوسری صورت میں ہم تمہیں قتل دیں گے۔ باہر آؤ۔ باہر آؤ۔" وہ سب مل کر شور مچانے لگے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ میں نے ن کے عقب میں گینو کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن گینو اور دوسرے لوگ نظر نہیں آئے۔ ممکن ہے ی کا فیصلہ بدل گیا ہو اور اس نے ان لوگوں کے معاملے میں دخل نہ دینے کا فیصلہ ہی کر لیا ہو۔ میں نے ا۔ بہرحال مجھے کسی کی مدد کا نہ انتظار تھا اور نہ ضرورت۔

"سردارے!" میں آہستہ سے غرایا۔

"تیار ہوں باس!" سردارے نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہم دونوں اسٹین گنیں سیدھی کر کے ندھے لیٹ گئے۔ وہ سب ہماری رینج پر تھے۔

"باہر آؤ کتے۔ تم نے مادام بنی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اس کی تمہیں سزا ملے گی۔ باہر آؤ۔ م بنی کو باہر لاؤ۔" وہ پھر چیخے اور اب انتظار کی نہ تو تاب تھی اور نہ ضرورت۔ ہم نے ان کا نشانہ ر اسٹین گنوں کے دہانے کھول دیے اور گولیاں برسنے لگیں۔ وہ تھے ہی کتنے، دوسرے نشانے پر تھے،

تیسرے اس بات کے لیے تیار بھی نہ تھے چنانچہ مرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکے کہ گولیاں چل کدھر سے رہی ہیں۔ چاروں طرف خون اچھلنے لگا۔ دہشت اور اذیت میں ڈوبی دردناک چیخوں اور کراہوں کا شور برپا تھا' مرنے والے آخری چیخیں مار رہے تھے اور سرد ہوتے جا رہے تھے۔ میں اور سردارے خاموش نگاہوں سے ان کا جائزہ لیتے رہے اور پھر آخری آدمی کے سرد ہو جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور سردارے کی طرف دیکھا۔

"کیا تم ان کی موت سے آزردہ ہو سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد۔ اب اس کی گنجائش کہاں ہے۔ میرے خیال میں' اس دور میں' اگر کسی کو مارنے کی ہمت نہ کی جاسکے تو پھر خود مرنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ بس حالات یوں چل رہے ہیں کہ جو پہلے مار دے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر ہم دونوں کیبن کی چھت سے نیچے کود آئے۔

"ادھر بھی کچھ گڑبڑ ضرور ہے سردارے۔" میں نے لانچ کے دوسرے حصے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے چونک کر بولا۔

"گینو——یا دوسرے لوگوں میں سے کوئی نظر نہیں آرہا۔"

"ہاں!"

"کیا اس ہنگامے کے بعد بھی ان لوگوں کو اس قدر خاموش رہنا چاہئے تھا؟"

"ہاں۔ کچھ غیر فطری سی بات ہے۔" سردارے نے کہا۔

"بہرحال چوکنا رہنا۔" میں نے اسے ہدایت کی اور ہم لانچ کے دوسرے حصے میں پہنچ گئے لیکن یہاں کا منظر بھی کم خوفناک نہیں تھا۔ کئی لاشیں پڑی تھیں' الٹی سیدھی' بے ترتیب۔ ان میں گینو کی لاش بھی تھی۔ اس کی گردن آدھی سے زیادہ کاٹ دی گئی تھی۔ دوسرے لوگوں کے جسموں پر بھی چاقوؤں کے زخم تھے۔ رازداری کی وجہ سے گولیاں نہیں چلائی گئی تھیں بلکہ دھوکے سے ان سب کو ذبح کر دیا گیا تھا اور یہ یقیناً مجھ سے وفاداری کا شاخسانہ تھا۔

"بے چارہ گینو۔ میری وجہ سے مارا گیا۔" میں نے تاسف سے کہا۔

"اوہ' اور یہ اس کے ساتھی ہیں' وہ جو ہمارے حق میں تھے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ان لاشوں کو دیکھتے رہے۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"تیرہ آدمی وہاں مارے گئے استاد' باقی یہ موجود ہیں۔ گویا اب اس لانچ پر صرف تین افراد زندہ ہیں۔"

"ہاں——اور لانچ منشیات سے بھری ہوئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس کا کیا کرنا ہے استاد؟" سردارے بولا۔

"کیوں؟ کیا ہمیں دولت کی ضرورت نہیں ہے؟"

"اوہ۔ تو——تو استاد۔"

"سب کچھ ذہن سے نکال دو۔ لانچ کنٹرول کرو۔ چلتے رہو۔ ہم مالمو پر ہی اتریں گے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک کر بولا۔

"راجہ نواز اضطراب دوسروں کی انگلیوں کا محتاج نہیں ہے۔ جاؤ۔ لانچ کنٹرول کرو۔ ہمیں نہایت ہوشیاری سے پوری لانچ سنبھالنا ہے۔ تمہیں دقت تو نہیں ہو گی؟"

"استاد! میں اس بارے میں تجربہ نہیں رکھتا۔"

"تجربہ تو میں بھی نہیں رکھتا لیکن مشکل کام تو نہیں ہے۔ اچھا تم جاؤ۔ بینی کو انجن روم میں لے آؤ۔ میں لانچ کنٹرول کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ میں لانچ کے کنٹرول کیبن میں پہنچ گیا۔ انجن اسٹارٹ تھا۔ ایندھن پورا موجود تھا' بس اسے چلانے کی ضرورت تھی۔ ہاں اگر کسی وجہ سے وہ بند ہو جاتی تو شاید ہم اسے نہ سنبھال پاتے' لیکن خوش بختی تھی کہ لانچ پورے آرڈر میں تھی۔ چنانچہ میں نے اسے بہ آسانی کنٹرول کر لیا۔

"تقریباً پندرہ منٹ کے بعد سردارے' بینی کے ساتھ آگیا۔ بینی کے چہرے پر وحشت تھی۔ سردارے نے بتایا کہ لاشوں کو دیکھ کر وہ بری طرح سہم گئی تھی اور اب اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ دہشت زدہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بینی!" میں نے اسے نرم لہجے میں پکارا اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس پر چیخوں کا دورہ پڑ گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی اور پھر وہ چیختے چیختے بے ہوش ہو گئی۔ سردارے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "یہ گئی کام سے۔" میں نے کہا۔

"اب اس کا کیا کرو گے استاد؟"

"مکلینو کی بیٹی ہے' اسے واپس ملنی چاہئے۔"

"اوہ——مگر کس طرح؟"

"سوچیں گے سردارے۔ میرا خیال ہے اب ایک عادت ترک کر دو۔"

"کون سی چیف؟"

"کسی مسئلے پر فکر مند ہونے کی حالات جب ہماری پرواہ نہیں کرتے تو ہم حالات کی پرواہ کیوں کریں۔ جو کچھ ہونے لگے' شروع ہو جائے' تب اس کے بارے میں سوچو پہلے سے سوچنا حماقت ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد——سوری۔" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں منصوبے بن رہے تھے۔ فکر و تردد کا شائبہ بھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ بس یہ سوچ رہا تھا کہ اگلا قدم کیا ہو۔ ممکن ہے ہم مالمو کے قریب ہوں۔ ظاہر ہے لانچ کا رخ اسی طرف تھا۔ ایسی صورت میں مکلینو کے آدمیوں سے مڈبھیڑ بھی ہو گی اور ان کی ضرورت بھی تھی۔ ظاہر ہے مالمو میرے لیے اجنبی تھا اور مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ہمیں کون سے ساحل پر جانا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے غور و خوص کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔

"سردارے!" میں نے خاموشی سے سامنے دیکھتے سردارے کو آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "دو کام کرو سردارے!"

"جی استاد؟"

"سب سے پہلے تو اسٹین گنیں پوری طرح لوڈ کرلو اور دو دو پستول لے کر لباس میں چھپا لو۔ اس کے علاوہ تم اپنے بدن پر خون کے دھبے جگہ جگہ لگالو اور تھوڑا سا خون میرے لیے بھی لے آؤ۔"

"خون؟" سردارے ہچکچایا۔

"ہاں۔ کیا تمہیں کسی مردہ انسان کے نزدیک سے اس کا ضائع شدہ خون چراتے ہوئے خوف محسوس ہو گا؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اوہ' نہیں استاد۔ ایسی کیا بات ہے۔"

"تو جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے کیبن سے باہر نکل گیا۔ بینی بدستور بے ہوش پڑی تھی۔ ویسے اب مجھے اس لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اپنے بال اور لباس بے ترتیب کر لیا اور سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ سردارے تقریباً پندرہ منٹ میں واپس آیا تھا۔ بہرحال وہ بھی میرا مقصد بخوبی سمجھ گیا تھا اس لیے اس کا لباس بھی بے ترتیب تھا اور حلیے سے وہ کوئی زخمی انسان نظر آ رہا تھا۔

"ونڈر فل!" میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"جس کے خون سے میں نے یہ ڈرامہ کیا ہے استاد' اس سے پوری طرح معذرت کر لی ہے۔" سردارے نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری شرافت کی دلیل ہے۔" میں نے بھی مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"شکریہ استاد! یہ تمہارے لیے حاضر ہے۔" اس نے ایک پلاسٹک کا پیکٹ میری طرف بڑھا دیا جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ میں نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے کر خون کے دھبے اپنے بدن پر ہر جگہ لگائے۔ پیشانی اور بدن کے دوسرے کھلے ہوئے حصوں پر بھی خون لگایا اور اس کام سے فارغ ہو گیا۔

"ہائے استاد۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ زخمی ہو گئے لیکن اب ان خاتون کا کیا ہو گا؟"

"اسے یونہی رہنے دیا جائے گا۔"

"پروگرام کیا ہے استاد؟"

"ابھی تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔" میں نے کہا اور سردارے آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگا۔

"ارے نہ بھی سمجھ میں آئے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ استاد کا کام ہے' کچا نہ ہو گا۔ مجھے پورا اطمینان ہے۔" سردارے نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔ پھر اس نے دونوں اسٹین گنیں اور بھری ہوئی دو پستولیں میرے سامنے رکھ دیں۔

"تمہاری پستولیں کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا اور سردارے نے اپنے لباس میں چھپی ہوئی پستولیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر سامنے نگاہیں جما دیں۔ روشنی اب پوری طرح پھیل گئی تھی اور پھر کافی دور۔ نگاہوں کی آخری رینج پر۔۔۔۔۔۔ ایک سیاہ لکیر نظر آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔ دونوں ہی غور سے اسے دیکھنے لگے اور پھر سردارے نے میری طرف دیکھا۔

"بالمو!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"یقیناً!" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے کلائی کی گھڑی کو سامنے کر لیا اور اسے مکلینو کی

ئے طریقے پر آن کیا اور پھر میں اس پر کسی کو کال کرنے لگا۔ "ہیلو۔۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔۔ ہوریشو۔۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔۔ ہیلو۔" دوسری طرف سے جواب ملنے میں بھی دیر نہیں ہوئی

"ہیلو۔۔۔۔۔۔ کون ہے؟"

"بلیک اسٹار!"

"اوہ۔ نمبر؟"

"اٹھارہ!" میں نے جواب دیا۔

"اٹھارہ۔" دوسری طرف سے پرخیال انداز میں کہا گیا۔ "اوہ۔ شاید یہ نیا نمبر ہے؟"

"تمہیں میری گفتگو سے زیادہ نمبر سے دلچسپی ہے؟" میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری مسٹر۔ فرمایئے؟"

"میں اس لانچ سے بول رہا ہوں جو بالمو کی طرف آ رہی ہے۔"

"ارے۔ اوہ۔ سوری۔ معاف کیجئے گا۔ میں شرمندہ ہوں۔ آپ کتنی دور ہیں؟"

"میرا خیال ہے بالمو سے زیادہ دور نہیں ہوں۔"

"مادام بینی اسے کنٹرول کر رہی ہیں؟"

"ہاں' لیکن۔۔۔۔۔۔"

"معاف کیجئے گا مسٹر۔ کیا لانچ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟"

"کیوں؟ تمہیں کیسے اطلاع ملی؟"

"اسٹاک ہوم سے خصوصی اطلاع ملی ہے۔ وہاں انٹرپول ہیڈ آفس میں ہمارا آدمی موجود ہے۔ ات تو معلوم نہیں ہو سکیں لیکن خیال تھا کہ یہ مادام بینی کی لانچ ہی نہ ہو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور لینو کی اس شاندار کارکردگی سے میں بہرحال متاثر ہوا۔ کتنی پھرتی سے کام ہوا تھا لیکن اس کا مطلب سمندر بھی بے حد خطرناک ہے۔ ممکن ہے انٹرپول کی لانچیں ہماری تلاش میں چل پڑی ہوں۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے پکارا گیا۔

"ہوں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم ایک بدترین حادثے کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس وقت لانچ کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ میں جو لانچ چلانے سے بھی واقف نہیں ہوں' اس کے علاوہ میں سخت زخمی ہوں۔ وری طور پر مدد نہ ملی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے کیا ہو گا۔"

"اوہ!" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "آپ بالمو سے کتنی دور ہیں؟"

"ہمیں سمندر میں بالمو کی سیاہ لکیر نظر آ رہی ہے۔" میں نے اکھڑی ہوئی آواز میں کہا۔

"سیدھے چلتے رہیں۔ رفتار بڑھا دیں۔ ہم سمندر میں آپ کو پک کر لیں گے۔ حواس قائم رکھنے کی ش کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور لانگ تھری بند کر دیا۔ سردارے حیرت سے اس گھڑی کو دیکھ ہا تھا "کیا سمجھے؟"

"سمجھ رہا ہوں استاد۔۔۔۔۔۔ مگر یہ ٹرانسمیٹر؟"

"یہ مکلینو کے گروہ میں ایک مخصوص عہدے دار کو ملتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہو[ئے]
جواب دیا۔

"تب پھر ـــــ تمہارے پاس کہاں سے آگیا؟"

"مکلینو نے مجھے گروہ میں فوری طور پر ایک عہدہ دے دیا تھا۔"

"وہ کب چیف؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"اس وقت، جب تم سو رہے تھے اور بنی ہمیں تیاری کی ہدایت دے چکی تھی۔"

"نہ جانے کیا کیا کرتے رہتے ہو استاد۔" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"بہرحال آئندہ کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے ہو یا بتانا پڑے گا؟"

"ارے اب اتنے بڑے استاد کا شاگرد ایسا گدھا بھی نہیں ہو سکتا۔ بالکل ٹھیک ہے استاد۔ تم مت کرو۔" سردارے نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لانچ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے دوسرا کام کیا۔ بنی بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اس کی گردن کی پشت [پر] ایک اور ضرب لگا دی اور بنی کے ہاتھ پھیل گئے۔ اس کی بے ہوشی اور گہری ہو گئی تھی۔ سردارے [illegible] سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"بہت سے معاملات میں، میں تمہارا عشر عشیر بھی نہیں ہوں استاد۔"

"مثلاً؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"یوں تو ساری باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں جن میں میرا اور تمہارا فرق نمایاں ہوتا ہے لیکن عورتوں کے معاملے میں ـــــ خدا کی قسم اتنی خوبصورت لڑکی اگر میری گردن بھی دبا دیتی تو میں اسے اس بے[illegible] سے نہیں مار سکتا۔"

"اوہ ـــــ وہ دیکھو سردارے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا اور سردارے میرے اشار[ے کی] سمت دیکھنے لگا۔ ایک بڑا ہوور کرافٹ پانی پر اچھلتا ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس کی رفتار طوفانی تھی۔ اس[illegible] رنگ تھے اور تین چار آدمی نظر آ رہے تھے جو عریاں بدن تھے۔ لگتا تھا جیسے کچھ سرپھرے پکنک پر نکلے ہو[ں]

"اسی طرف آ رہے ہیں استاد۔"

"ہاں۔ ذہین لوگ ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جس انداز سے آ رہے ہیں اس پر کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔"

"چلو تیار ہو جاؤ۔ حتی الامکان ان لوگوں کو احمق بنانا ہے۔ ہم سخت زخمی ہونے کی اداکاری [کریں] گے لیکن بہرحال ہوش و حواس میں رہیں گے۔"

"ایکشن ہوگا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں، یقیناً! لیکن اس وقت، جب لانچ ان لوڈ ہو چکے گی۔"

"ویری گڈ!" سردارے نے چٹکی بجائی اور پھر ہم نے دوسرا کام یہ کیا کہ بنی کو آرام سے لٹا دیا[illegible] پر گہری بے ہوشی طاری تھی۔ ہوور کرافٹ برق رفتاری سے قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا۔ [illegible]

[illegible]ے کو اشارہ کیا اور سردارے اٹھ گیا۔ اسٹین گنیں ہم نے لباس میں پوشیدہ کر لی تھیں۔ سردارے باہر [illegible] اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہوور کرافٹ لانچ کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر سے رسہ اچھالا گیا اور سردارے [نے] لڑکھڑاتے ہوئے رسہ پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے نڈھال انداز میں کھینچنے لگا۔ اس کی اداکاری لاجواب تھی۔ [illegible] سردارے بھی کوئی عام آدمی نہیں تھا، اس کا اندازہ مجھے بارہا ہو چکا تھا اس نے بمشکل تمام رسہ کھینچ [کر] ہوور کرافٹ کو لانچ سے لگایا اور پھر ہوور کرافٹ کے سوار لانچ پر کود آئے۔ ان کی تعداد پانچ تھی۔ ان میں سے ایک نے سردارے کو سہارا دیا۔ دوسرے لانچ کے دوسرے حصے کی طرف بھاگے اور [لان]چ کے مناظر دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ پھر دو آدمی پائلٹ کیبن میں پہنچ گئے جہاں میں وہیل پر جھکا ہوا [تھا۔] ان دونوں نے مجھے سہارا دیا اور پھر ایک نے وہیل سنبھال لیا۔

"آپ بہت زخمی ہیں جناب؟"

"ہاں۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔

"فکر نہ کریں، ہم بہت جلد کنارے پر پہنچ جائیں گے۔"

"تم میری فکر چھوڑو، مادام بنی کو سنبھالو۔ وہ ـــــ وہ خوف سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں۔" [میں] نے کراہتے ہوئے کہا۔

"اوہ!" دوسرا آدمی جلدی سے بنی کے قریب پہنچ گیا لیکن کر کیا سکتا تھا، سوائے ناپنے کے ـــــ پھر دوسرے لوگ بھی پائلٹ کیبن میں پہنچ گئے۔ سردارے کو بھی سہارا دے کر وہیں لے آیا گیا تھا اور پھر بنی کے برابر لٹا دیا گیا۔ میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"چلو لانچ کنارے پر لے چلو۔ حالات ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ خوفناک ہو چکے ہیں۔" کسی نے کہا اور لانچ کی رفتار بڑھا دی گئی۔ ہوور کرافٹ کو یا تو سمندر میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا یا پھر ممکن ہے اسے لانچ سے باندھ لیا گیا ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن پوری طرح مستعد تھا۔

"چیک!" کسی نے کسی کو آواز دی۔

"ہوں۔" جواب ملا۔

"کسی کیبن میں برانڈی ہو گی، تلاش کر کے لاؤ۔"

"او کے۔" جواب ملا اور ان میں سے ایک باہر نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد مجھے اور سردارے کو برانڈی پیش کی گئی جسے ہم نے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور پھر کسی حد تک بحال ہونے کی اداکاری کی۔

"مس بنی کو بھی زخم آئے ہیں؟" میرے قریب بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم نے ان کی حفاظت اپنی زندگی سے زیادہ سمجھ کر کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مکلینو تمہاری اس کاوش کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ کیا تم مزید گفتگو کرنے کے قابل ہو؟"

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"میرا نام کریگ ہے۔ میں نے ہی تمہارا پیغام وصول کیا تھا۔"

"اوہ کیا تم ـــــ؟"

"ہاں، تمہارا خیال ٹھیک ہے۔"

"میں رستو ہوں۔"

"خوب! بہادر ہو ریتو۔ کیا مال محفوظ ہے؟"
"ہاں۔ میں نے اس پر آنچ نہیں آنے دی۔"
"تم باکمال ہو۔ پولیس سے پیچھا کیسے چھوٹا؟"
"دو لانچیں تھیں۔ میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں دستی بموں سے تباہ کر دیا۔"
"حیرت انگیز' اور ان کے لوگ؟"
"سب ہلاک ہو گئے۔"
"اوہ! لیکن ہمارے ساتھی؟"
"وہ لوگ لانچ پر چڑھ آئے تھے۔ دو بدو جنگ ہوئی۔ اگر میں ان کی لانچیں تباہ نہ کرتا تو سب کچھ ختم ہو جاتا۔"
"بات ہماری توقع سے کہیں زیادہ نکلی لیکن لانچ پر ان کی ایک لاش بھی موجود نہیں۔"
"ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ خدشہ تھا کہ دوسری لانچیں موجود نہ ہوں۔"
"تم نے کمال کیا ہے ریتو' لیکن مادام بینی؟"
"وہ دہشت سے حواس کھو بیٹھی ہیں اپنے آدمیوں کی موت ان سے برداشت نہیں ہو سکی۔" م
نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئے۔ پھر ساحل تک خاموشی چھائی رہی۔ وہ لوگ ہماری دلجوئی کرتے رہے
ہمارے کارنامے سے وہ بے حد متاثر تھے۔ پھر لانچ ایک سنسان ساحل سے جا لگی' جہاں چھ آدمی اور موجو
تھے۔ گویا ان کی تعداد کل گیارہ تھی۔ لانچ کو آخری حد تک لیجایا گیا اور ساحل پر کھڑے لوگ بھی لانچ کی
طرف دوڑ پڑے۔
"پھر ہم تینوں کو بڑے اہتمام سے اتارا گیا۔ دو آدمی ہم دونوں کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ چا
آدمیوں نے ایک اسٹریچر سا بنا کر بینی کو اس پر لٹا لیا اور اسے ساحل تک لائے۔
"مسٹر کریگ!" میں نے ساحل پر پہنچ کر کریگ کو مخاطب کیا۔
"لیس مسٹر ریتو!"
"ٹرانسپورٹ کا کیا انتظام ہے؟"
"مال کے لیے ایک بند ٹرک موجود ہے۔ ایک جیپ ہے۔"
"بالمو میں ہمارے لیے کوئی جگہ ہے؟"
"ہاں۔ موجود ہے۔"
"تب براہ کرم' سب سے پہلے مس بینی کو جیپ میں ڈال کر فوراً بھجوا دیں۔ انہیں فوری طبی امداد
ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔
"بالکل درست۔ میری رائے ہے آپ تینوں چلے جائیں' آرام کریں۔ ہم تمام کام خوش اسلو
سے کر کے پہنچتے ہیں۔" کریگ نے کہا۔
"اوہ۔ نہیں مسٹر کریگ! یہ بات نہ میں پسند کروں گا اور نہ میرا ساتھی۔ اب ہم لوگ اتنے کمزو
بھی نہیں ہیں کہ تھوڑی دیر اور خود پر کنٹرول نہ رکھ سکیں۔ میں اپنے سامنے مال ان لوڈ کراؤں گا تا
مکلینو کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" میں نے جواب دیا اور کریگ گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک ہے جناب' جو آپ کی مرضی۔"
اور میری مرضی سے ایک عمدہ کام ہو گیا۔ یعنی دو آدمی بینی کو جیپ میں ڈال کر لے گئے۔ باقی بچے
ے لیے بیٹھنے کی جگہ بنا دی گئی اور پھر ٹرک سمندر کے قریب لے آیا گیا۔ بند ٹرک تھا جس کا پچھلا
ں دیا گیا۔ اس پر ایک کمپنی کا ٹریڈ مارک بنا ہوا تھا اور یقیناً یہ کمپنی سویڈن میں نیک نام ہو گی اور اس
ا پر توجہ نہیں دی جاتی ہو گی۔
لانچ سے مال اتارا جانے لگا۔ لکڑی کی پیٹیاں' کارٹن' چھوٹے بڑے بے شمار پیکٹ تھے' جن میں نہ
لیا بھرا ہوا تھا۔ میں اور سردارے بغور ان ساری چیزوں کا جائزہ لے رہے تھے۔
"کروڑوں روپے کا مال ہو گا استاد۔" سردارے بولا۔
"یقیناً!"
"لیکن اب کیا پروگرام ہے استاد؟"
"بس یہ ہمارا ہے۔"
"واقعی؟" سردارے حیرت سے بولا۔
"شک ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔
"نہیں استاد!" تمہاری استادی کا قائل ہوں۔ ان گدھوں کا کیا کرو گے؟"
"دو گدھے تو کم ہو گئے۔ بہرحال ان کی چھٹی کرنا پڑے گی۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا اور
، میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چہرہ دوسری طرف کر لیا۔
"سردارے!" میں نے چند منٹ کے بعد اسے مخاطب کیا۔
"جی استاد!"
"ہمارا سامان بھی آنا چاہئے!"
"آئے گا استاد' یقیناً آئے گا۔"
"میرا خیال میں کریگ کو ہدایت کر دوں۔"
"ابھی تو ضرورت بھی نہیں ہے استاد۔ میرا خیال ہے ابھی سامان اتارنے میں کافی دیر لگے گی۔"
ے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ہم پوری توجہ سے انہیں مال اتارتے دیکھتے رہے۔ وہ پورے
ے کام کر رہے تھے۔ مال ٹرک پر لوڈ ہو رہا تھا۔ پھر کریگ میرے پاس پہنچ گیا۔
"مسٹر ریتو!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔
"ہاں مسٹر کریگ!"
"لانچ خالی ہو چکی ہے۔"
"گڈ۔ ہمارے سوٹ کیس لانچ پر موجود ہیں' براہ کرم——" میں نے کہا۔
"اوہ۔ بہتر۔ میں ہدایت کیے دیتا ہوں۔" کریگ نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس کے آنے پر میں
، سوٹ کیسوں کے بارے میں بتا دیا۔ "ایک سلسلے میں' میں الجھا ہوا ہوں۔" کریگ نے کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"ان لاشوں کا کیا کیا جائے؟"

"اوہ کیا چاہتے ہو؟ ویسے لانچ کہاں جائے گی؟"

"لانچ کو ایک بندر گاہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا جائے گا لیکن اس سے قبل اس کی صفائی ضروری ہے"

"لاشوں کو یہیں ریت میں دفن کر دو اور لانچ کو دھلوا دو۔"

"یہ مناسب نہیں رہے گا مسٹر ریتو۔"

"کیوں؟"

"لاشوں کا راز ضرور کھل جائے گا اور اس کے بعد یہ جگہ مشکوک ہو جائے گی' ہم ایک عمدہ پوا
سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اس کے علاوہ لانچ کی صفائی میں کافی وقت صرف ہو جائے گا اور مال کے ساتھ یہاں رکنا مناسب
ہو گا۔ پھر آپ لوگ بھی زخمی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کریگ' لاشوں کو لانچ میں کسی مناسب جگہ چھپا دو' خون کے دھبوں کو ایک
سے صاف کرا دوں جہاں سے انہیں آسانی سے دیکھا جا سکے اور پھر اسے چند لوگوں کے ساتھ روانہ کر
واپس پہنچ کر تم کچھ اور لوگوں کو بھیج دینا جو ان کی مدد کریں گے۔ وہیں تم لاشوں کے بارے میں بھی فیصلہ
لینا۔"

"گڈ! یہ عمدہ آئیڈیا ہے۔" کریگ نے کہا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ وہی کیا
میں نے کہا تھا اور اس کام میں آدھا گھنٹہ صرف ہو گیا۔ مزید چار آدمی لانچ کے ساتھ چلے گئے اور اب
پانچ باقی رہ گئے جن میں کریگ بھی شامل تھا۔ لانچ کافی دور نکل گئی تو کریگ میری طرف مڑا۔

"چلیں مسٹر ریتو؟"

"ہاں۔ ویسے ہمیں کہاں جانا ہے؟"

"پروگرام تو یہ تھا کہ یہاں سے لنڈ جاتے اور وہاں قیام کرتے لیکن یہاں بالمو میں بھی ہمار
جگہ موجود ہے' آج یہاں قیام کریں گے اور جس وقت آپ کی حالت بہتر ہوئی ہم یہاں سے چل
گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ میرے ذہن میں وہی سفاک سناٹے ابھر آئے جو ہر
کو مٹا دیتے تھے۔ یہ سب میرے ساتھ ہمدردی کا سلوک کر رہے تھے لیکن اس کی وجہ مکلینو تھا
بیٹی کے ہوش میں آجانے کے بعد حقیقت کھل جائے گی اور حقیقت کھل جانے کے بعد ان میں ہر
بدترین دشمن ہو گا' تو کیوں نہ انہیں...... میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے خود بھی
طرف دیکھ رہا تھا۔ کریگ اور اس کے چاروں ساتھی یکجا ہو گئے تھے اور اب وہ کچھ گفتگو کر رہے تھے

"سردارے!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یس باس!"

"بس' اس سے زیادہ وقت نہیں برباد کیا جا سکتا۔"

"اوکے باس!" سردارے نے کہا اور ہم دونوں نے بیک وقت اسٹین گنیں نکالی لیں۔ پھر کر
اس کے ساتھیوں کو یہ اندازہ لگانے کی مہلت ہی نہیں مل سکی کہ گولیاں کہاں سے چلیں اور کیوں

جسم چھلنی ہو گئے تھے اور وہ ساحل کی ریت پر تڑپ رہے تھے۔ کافی گولیاں برسانے کے بعد ہم رک
اب ان میں سے کسی کے بدن میں جنبش کرنے کی قوت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے سردارے کو
کیا اور پھر ہم دونوں اپنے سامان کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اپنے لباس تبدیل کیے اور خون آلود لباس
روہیں ریت میں دفن کر دیئے۔ ہمارے سامان میں میک اپ کا وہ سامان بھی موجود تھا جو میں نے کوپن
میں خریدا تھا۔ اس وقت یہ بڑے کام کی چیز تھی اور ہمیں اس وقت اس کی سخت ضرورت تھی۔ بہرحال
نے اپنا سامان بھی ٹرک میں رکھا اور پھر میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ ہمیں سڑک
لاش تھی لیکن یہ باقاعدہ ساحل تو تھا نہیں کہ یہاں تک سڑک ہوتی۔ ایک طویل راستہ کچا طے کرنا پڑا
ں میں لطف آ گیا تھا۔ ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا اور سردارے اداکاری کر رہا تھا۔ جو کچھ ہم کر چکے
اس کے بعد موڈ ٹھیک نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی خاص بات نہ ہوئی ہو۔ دونوں
نے طور پر مطمئن تھے۔ ٹرک چونکہ کافی زور زور سے اچھل رہا تھا اس لیے کوئی گفتگو نہیں ہو پا رہی
پھر سردارے سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ بول ہی پڑا۔

"اس طرف تو سڑک کے آثار ہی نہیں ہیں استاد! اور اگر ہم نے اسی طرح چند گھنٹے تک سفر کر لیا تو
آنتیں حلق سے باہر نکل آئیں گی۔"

"سڑک کے آثار تو ہیں سردارے۔ یوں کہو تمہاری آنکھیں صحیح طور سے کام نہیں کر رہیں۔"
نے جواب دیا۔

"آثار ہیں؟" سردارے نے چونک کر دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔

"ہاں!"

"اس تجربے سے بھی محروم ہوں استاد۔ براہ کرم اس کے بارے میں بھی بتا دیں۔"

"آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی بجائے زمین پر دیکھ کر چلنا کہیں بہتر ہوتا ہے سردارے۔ تم
خلاؤں میں تلاش کر رہے ہو۔ زمین پر بھی تو نگاہ ڈالو۔" میں نے کہا اور سردارے چونک کر نیچے
راستہ بعض جگہوں پر پتھریلا تھا اور بعض جگہیں کچی تھیں۔ کچی جگہوں پر ٹرک کے ٹائروں کے
نشانات نظر آ رہے تھے۔

سردارے نے گہری سانس لی اور بولا۔ "ہاں۔ زمین پر نگاہ ڈال کر چلنا بہتر ہوتا ہے لیکن استاد' اب
چرخہ چل ہی گیا ہے تو کیوں نہ گفتگو جاری رکھی جائے؟"

"ہاں' ہاں۔ تمہاری زبان میں کھجلی ہو رہی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"ہاں استاد۔ یہی سمجھو۔"

"بکو۔۔۔۔۔ کیا بکنا چاہتے ہو؟"

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کام۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کام کچھ ایسے اصول کے تحت ہو رہا ہے سردارے
کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا مشکل لگ رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا آئندہ پروگرام کیا ہے۔"

"سڑک پر پہنچنے کے بعد ہم آبادی میں پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"

"کیا اس طرح ہم ان سے قریب نہ جائیں گے اور یہ ٹرک ہزاروں میں پہچانا جا سکتا ہے۔"

"ہوں۔ درست ہے۔"

"تب پھر؟" سردارے نے کہا اور میں سوچنے لگا۔ واقعی ٹرک بارود کا ڈھیر تھا۔ کسی بھی وقت سکتا تھا۔ بہت جلد ان لوگوں کو سارے حالات معلوم ہو جائیں گے اور اس کے بعد ـــــ بات مک تک ضرور پہنچے گی اور مکلینو ـــــ بہرحال سڑک تو آجائے۔ کم بخت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔

"سڑک۔" سردارے چیخ پڑا اور اب سڑک مجھے بھی نظر آ گئی۔ میں نے گہری سانس لی اور دیر کے بعد سڑک پر آ گیا۔ لمبی سڑک دونوں سمت پھیلی ہوئی تھی۔

میں نے ٹرک سڑک پر روک دیا تھا۔

"اب کہو سردارے؟" میں نے کہا۔

"ٹاس کر لوں استاد؟" سردارے بچوں کی طرح بولا۔

"چلو کرو۔" میں بھی موڈ میں تھا اور سردارے نے جیب میں تلاش کر کے ایک سکہ نکالا اور پر بنے ہوئے نقوش کے بارے میں طے کیا کہ کون سی سمت پر کس رخ کو چلیں گے۔ بہرحال ٹاس ہا کو ہوا اور ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے۔ اب بات صرف سڑک پر تھی۔ کہ وہ کہاں لے جائے۔ رفتار تیز رکھی تھی اور شفاف سڑک پر ٹرک برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔

سفر تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر ہماری نگاہ بھورے رنگ کی ایک پرانی وین پر پڑی بونٹ کھلا ہوا تھا اور ڈرائیور انجن پر جھکا ہوا تھا۔

"میری وین میں بہت بڑی خرابی ہو گئی ہے۔ کیا تم میری مدد کرو گے؟"

"ضرور کریں گے بڑے میاں، لیکن کرنا کیا ہے؟"

"مجھے یقین ہے وہ آسانی سے ٹھیک نہیں ہو گی۔ کبھی نہیں ہو گی۔ اس لیے اسے رسی سے میرے فارم تک پہنچا دو۔ میں تمہارا شکر گذار ہوں گا۔"

"تمہارا فارم کتنی دور ہے؟"

"یہاں سے تقریباً بیس میل دور ہو گا۔"

"رسی ہے تمہاری وین میں؟"

"یقیناً۔ میں عموماً رکھتا ہوں۔ اکثر وین کو کھینچنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔" بوڑھے گوئی سے کہا اور پھر اس نے وین سے رسی نکال لی۔ ہم نے بھی نیچے اتر کر اس کی مدد کی تھی اور ٹرک کے پیچھے باندھ دیا گیا۔ میں نے سردارے کو ٹرک چلانے کا اشارہ کیا اور خود بوڑھے کے سا وین میں آ بیٹھا۔

"کیوں نہ تم سے کچھ باتیں کی جائیں بڑے میاں؟"

"ضرور۔ میرا نام میستاں ہے اور تمہارا کیا نام ہے؟"

"ٹائیڈو!" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب! کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ڈنمارک کا!"

"اوہ ـــــ اوہ ـــــ اچھا اچھا۔ ڈنمارک سے آئے ہو۔" بوڑھے نے کہا اور ہنس پڑا۔ خواہ اہ بے مقصد سی ہنسی۔

"ہاں! اور دقت یہ ہے کہ پہلی بار آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ پہلی بار آئے ہو۔" بوڑھا پھر ہنس پڑا۔

"ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"اسٹاک ہوم!" میں نے جواب دیا۔

"راستہ ٹھیک ہی ہے۔ اگر تم مالمو سے ہی سیدھے چلے جاتے تب بھی اسٹاک ہوم جانے والی شاہراہ پہنچ جاتے۔ لاگن سے جاؤ گے تب بھی تمہیں وہی سڑک مل جائے گی۔"

"اوہ۔ لاگن کتنی دور ہے؟"

"میرے فارم سے صرف چند میل دور۔ میں تمہیں راستہ بتا دوں گا۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں بوڑھے سے دوسری باتیں کرتا رہا۔ میں نے ے معلوم کر لیا کہ اس کا فارم کتنا وسیع ہے۔ کون کون وہاں رہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پتہ چلا بوڑھا لاولد ہے۔ دوسرے رشتے دار لاگن میں رہتے ہیں اور وہ صرف اپنی بیوی کے ساتھ فارم پر رہتا ہے۔ یہاں تک میں نے بوڑھے پر اتنا اثر ڈالا کہ وہ رات مجھے اپنے فارم پر ٹھہرنے کے لیے مجبور کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے مسٹر میستاں! میں آپ کی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے کسی خیال کے تحت لہ بالآخر ہم بوڑھے کے فارم تک پہنچ گئے اور بوڑھے نے وہاں اپنی مسز سے تعارف کرایا۔

"ٹھیک ہے مسٹر میستاں! میں آپ کی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے کسی خیال کے تحت لہ بالآخر ہم بوڑھے کے فارم تک پہنچ گئے اور بوڑھے نے وہاں اپنی مسز سے تعارف کرایا۔

عمدہ جگہ تھی لیکن بہرحال ٹرک کے ساتھ یہاں رکنا خطرناک بھی تھا۔ میں بوڑھے اور اس کی بیوی ے گفتگو کرتا رہا۔ انہوں نے ہماری خوب خاطر مدارت کی اور ہمیں رات کو ٹھہرنے کے لیے ایک جگہ بھی بتا لی۔ اس کے بعد میں نے بوڑھے سے اس کا فارم اور اس کے قریب و جوار کے علاقے کو دیکھنے کی فرمائش لی۔ بوڑھا خوشی خوشی اس کے لیے تیار ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے لباس تبدیل کرنے کی فرمائش کی ر ہمیں ہنسی روکنا مشکل ہو گیا۔ مسز میستان نے ایک لمبا اسکرٹ اور سر پر ٹوپا پہنا تھا جیسے عموماً شیر خوار بچوں کے لیے ہمارے ہاں تیار کیے جاتے ہیں۔ اس اہتمام کے ساتھ وہ اپنا فارم دکھانے نکلیں اور پھر میستاں یں گائے اور بھینسوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے لگا۔

میں بظاہر اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن میری آنکھیں اور ذہن قرب و جوار کا جائزہ لے رہے تھے۔ ارم کے دوسری سمت پہاڑی دیواریں تھیں جن میں سوراخ نظر آ رہے تھے۔

"یہ غار ہیں؟" بالآخر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"ایں ہاں! اگر تم کل اور رک جاؤ تو میں تمہیں یہ قدرتی غار دکھاؤں۔ وسیع و عریض کشادہ غار۔"

"اوہ۔ ہمیں غاروں سے دلچسپی نہیں ہے میستاں! اور پھر ہم کل رک بھی نہیں سکتے۔ آؤ واپس چلیں، واقعی تمہارا فارم تو دنیا کے لاجواب فارموں میں سے ہے۔ مجھے حیرت ہے تم نے تنہا اتنا خوبصورت

فارم بنایا ہے۔ میرے ان لفاظ نے بڑے میاں اور بڑی بی کو جوان مرغی اور مرغے کی طرح پھلا دیا۔ ان
محبت بے حد بڑھ گئی۔ بہرحال کئی گھنٹے کے بعد انہوں نے ہمیں آرام کرنے کا وقت دیا۔

سردارے اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ تنہائی میں پہنچ کر وہ کھلا۔ ”یہ کس چکر میں پھنس گئے استاد! میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا۔

”بھلا یہاں ان بور لوگوں میں رکنے سے فائدہ؟“

”اوہ۔ آرام کے لیے تھوڑا سا وقت مل گیا سردارے۔“

”یہ کوئی آرام کرنے کی جگہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ!“ سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

”کیوں‘ کیا تکلیف ہے یہاں؟“

”ہمیں ان بڑے میاں اور بڑی بی پر غصہ آ رہا ہے۔ ساری زندگی جھک مارتے رہے ہیں۔ دو ایک لڑکیاں ہی پیدا کر لیتے تو کیا بگڑ جاتا۔“ سردارے نے بدستور جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”ہوں۔ تو یہ بات ہے۔“ مجھے ہنسی آ گئی۔

”تم خود سوچو‘ آخر کیا کرتے رہے وہ زندگی بھر؟

”بڑی بی سے معلومات کرو سردارے۔ ممکن ہے وہ تم سے مدد طلب کریں۔“

”بس رہنے دو استاد۔“ سردارے جھینپ گیا اور میں ہنستا رہا۔ پھر اتنا بڑا ذخیرہ ہم اسی ٹرک پر لادے لادے پھریں گے۔ ٹرک بھی خطرناک ہے اور اس میں جو کچھ ہے‘ وہ بھی۔“

”یہ تو ہے استاد۔ پھر؟“

”بوڑھے کے ساتھ یہاں تک آنے پر آمادگی کی وجہ یہ بھی تھی۔“

”یعنی؟“

”اور اتفاق سے کام بن بھی گیا۔“

”خدا کے واسطے سمجھا دو استاد۔ اپنی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔“ سردارے نے الجھے ہوئے انداز کہا۔

”رات کو کام کریں گے سردارے۔ رات کو بہت سے کام کرنے ہیں۔“

”کیا استاد؟“ سردارے نے زچ ہو کر پوچھا۔

”تم نے ان غاروں کے بارے میں میستان کے الفاظ سنے تھے؟“

”غار؟“

”ابے ہاں۔ فارم کے پیچھے کی پہاڑی دیوار میں۔“

”اوہ‘ ہاں۔“ سردارے اچھل پڑا۔

”رات کو ذخیرہ ان میں سے کسی غار میں منتقل کرنے کے بعد ہم رات ہی کو چل پڑیں گے۔ میں ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میرا خیال ہے ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔ اب بات صرف اتنی ہے کہ وہ کتنی ذہانت سے کام لے سکتے ہیں۔“

”اوہ!“ سردارے بے حد پرجوش نظر آنے لگا۔ بہرحال اس نے میری بات سے پورا اتفاق کیا۔

پھر رات کو ہم نے کارروائی شروع کر دی۔ بڑے میاں نے شراب کا ایک بڑا مرتبان مہمانوں کے لیے ین سے کھود کر نکالا اور ہم پینے لگے۔ میں نے ایسی باتیں شروع کر دیں کہ بڑے میاں چڑ گئے۔ میں نے ردارے سے کہا کہ پرانے وقت کے لوگ آج کے نوجوانوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں مثلاً شراب کے لے میں اور اس کے لیے میں نے بڑے میاں کی مثال دی۔ بس پھر کیا تھا۔ جناب میستاں پانی ملانا بھی ل گئی۔ خود بھی پی اور بیگم کو بھی خوب پلائی اور پھر گلاس سمیت اوندھے ہو گئے۔ ہم نے واجبی سی پی ۔ بہرحال وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھ کر ہم اٹھ گئے‘ روشنی کا بندوبست کیا اور فارم کے عقب کی ف نکل گئے۔ دو گھنٹے میں ہم نے بہت سے غار دیکھے۔ رات کے وقت یہ غار بے حد خوفناک لگ رہے ے۔ سردارے اور میں دونوں متاثر تھے لیکن بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ بالآخر دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد ہم نے ایک عمدہ غار تلاش کر ہی لیا اور میں نے اور سردارے نے اسے ہر لحاظ سے فٹ قرار دیا۔

”ٹرک یہاں تک لانے میں دقت تو نہیں ہوگی سردارے؟“

”دقت کیا ہوگی استاد!“

”ٹھیک ہے۔ تب جاؤ۔ تم ٹرک لے آؤ۔“ میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی اسے ٹرک اں لانے کے لیے ایک لمبا چکر لگانا پڑا تھا لیکن بہرحال وہ عمدہ ڈرائیور تھا‘ کسی نہ کسی طرح اسے لے ہی آیا ر پھر ہم نے اسے غار کے دہانے سے لگا دیا۔ اس کے بعد ہم نے مزدوروں کی طرح پیکٹ ڈھونے شروع کر یے۔ بڑا مشکل کام تھا لیکن لطف آ رہا تھا۔ نیا پن تو تھا۔ دونوں ہی تھک کر چور ہو گئے لیکن ٹرک خالی کر لیا یا تھا۔

اور اس وقت صبح کے چار بجے تھے۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اچھل پڑا۔

”کیا ہوا استاد؟“ سردارے نے میری طرف دیکھا لیکن میں گہری سوچ میں تھا۔ پھر میں نے گردن ئی۔ ”نقصان اگر پہنچ سکتا ہے سردارے تو ابھی تک نہیں پہنچا ہوگا۔“

”کیا مطلب؟“ سردارے نے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کلائی کی گھڑی اتار دی ر پھر اسے ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا۔ گھڑی ناکارہ ہو گئی تھی اور پھر میں نے اسے مٹھی میں لے کر دور اچھال دیا۔ سردارے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”کیا خیال ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں نے تو اب تمہاری حرکتوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے استاد۔ تمہارے خیال میں وہ رک اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہمارے بارے میں اندازہ لگا سکتے تھے۔“

”ہاں! اور ابھی تک نہ لگا سکے ہوں گے کیونکہ یہ بات کریگ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھی اور ریگ مارا جا چکا ہے۔ ہاں جب مکلینو سے رابطہ قائم کیا جائے گا تو وہ اس طرف اشارہ ضرور کرے گا۔“

”خدا کی قسم استاد۔ ذہن رکھتے ہو۔ زندہ اور جاندار۔“ سردارے نے تعریفی لہجے میں کہا۔

”بس اب چل دو۔ زیادہ رکنا خطرناک ہوگا۔“ میں نے کہا اور ہم وہاں سے چل پڑے۔ حتی الامکان مارے نشانات مٹا دیئے گئے تھے۔ ٹرک کو ہم دوبارہ سڑک پر لے آئے اور پھر لاگن کی طرف سفر شروع کر یا۔ ”میک اپ کا سامان نکال لو۔“ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"میک اپ بدلو گے نا استاد؟"

"ہاں۔ بس تھوڑی دور چل کر ٹرک بھی چھوڑ دینا ہے۔ اس سے جتنا فائدہ حاصل کیا جا سکتا تھا کر لیا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ وہ سوٹ کیسوں سے میک اپ کا سامان نکال رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

چہرے بدل لئے گئے۔ ہم نے میک اپ کا جو سامان خریدا تھا بڑا کام آیا تھا۔ اس وقت ہماری آنکھیں ہلکی نیلی اور ناکیں سرخ تھیں۔ لباس وہی رہنے دیئے گئے تھے۔ انہیں تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سویڈن کو جنگلوں اور جھیلوں کا ملک کہا جا سکتا ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق ملک کے کل رقبے کا پچپن فیصد حصہ جنگلوں اور تیرہ فیصد دریاؤں اور جھیلوں پر مشتمل ہے۔ صرف نو فیصد رقبے پر کاشت ہوتی ہے۔ دریاؤں کا رخ قدرتی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت ہے۔ اس لیے درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کی صورت میں دریا برد کر دیا جاتا ہے اور یہ لکڑی بہتی ہوئی بحیرۂ بالٹک پہنچ جاتی ہے' جہاں اس صفت سے وابستہ فیکٹریاں قائم ہیں۔ صنوبر' شمشاد اور برچ کے ہزاروں درخت چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ دنیا کی کل پیداوار کا دس فیصد کاغذ سویڈن میں بنایا جاتا ہے۔ لکڑی کی صنعت میں فرنیچر اور ہارڈ بورڈ بھی شامل ہے۔

اسٹاک ہوم جانے والی سڑک پر ہمارا ٹرک آگے بڑھتا رہا لیکن ہر صورت ہم بہت جلد اس سے پیچھا چھڑا لینا چاہتے تھے۔ ٹرک کا سفر ہمارے لیے بے حد خطرناک تھا۔ ظاہر ہے مکلینو کے آدمی اس ٹرک کو بخوبی پہچان سکتے تھے اور میرا خیال تھا کہ اب تک ٹرک کی تلاش شروع ہو چکی ہو گی۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے۔ غروب آفتاب سے قبل ہم ایک ایسی جھیل کے کنارے پہنچ گئے جو رقبے میں اتنی وسیع تھی کہ سمندر کا گماں ہوتا تھا۔ اس کے بعد میلوں تک کھیت لہلہا رہے تھے۔

میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور سردارے ٹرک کی رفتار کم کئے بغیر میری جانب دیکھنے لگا۔

"استاد۔!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے سردارے' ہمارے اس وقت کے قیام کے لیے یہ مناسب جگہ ہے۔"

"شام بھی ہو چکی ہے استاد۔" سردارے نے کہا

"ہاں مناسب جگہ ہے ٹرک کے لیے بھی۔"

"ٹرک کے لیے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"ٹرک سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس سے عمدہ طریقہ اور کوئی نہیں ہے کیا اس کو جھیل میں غرق کر دیا جائے۔"

"اوہ۔ مناسب خیال ہے استاد۔ سردارے نے جواب دیا۔

"نہ جانے جھیل کتنی گہری ہے لیکن بہرحال کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے

"بہتر ہے استاد تو پھر اس پر سے ضروری سامان اتار لوں؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد ٹرک کو ڈبونے کے سلسلے میں جو کارروائی ہوئی وہ یوں تھی کہ سڑک سے ٹرک کا رخ طرف کیا۔ ایک وزنی پتھر ایکسلریٹر پر رکھا اور ٹرک کو گیئر میں ڈال کر پھرتی سے چھلانگ لگا دی رفتاری سے جھیل کی طرف لپکا۔ فرسٹ گیئر میں تھا اس لیے پوری قوت سے آگے بڑھتا چلا گیا آن میں اتنی گہرائی میں پہنچ گیا کہ اس کی ساری تشویش دور ہو گئی۔ اس کی چھت تک پانی میں تھی۔

ٹرک سے نجات پا کر ہم نے گہری سانسیں لیں اور پھر وہاں سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے۔ پہنچ کر رات نے آلیا اور پھر سڑک سے اتر کر ہم صنوبر کے درختوں کے ایک جھنڈ میں پناہ گزین

"ہا۔۔۔!" سردارے نے منہ پھاڑ کر ایک طویل جماہی لی۔

"نیند آ رہی ہے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"نہیں استاد بس کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ہاں تھک گئے ہو گے۔ پچھلی رات بھی ہم لوگ سو نہیں سکے۔"

"فی الحال تو کوئی خاص کام نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آج رات مکمل آرام کیا جائے۔" سردارے

"ہاں یقیناً کوئی کام نہیں ہے۔"

"لیکن استاد کھانے کا کیا ہو گا؟"

"کھانا۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"ہاں استاد۔ بس یہی ایک غلطی ہو گئی۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ میرا خیال ہے ہم لوگوں کی زندگی عام زندگی کی کوئی قدر شامل نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے ہم ان عام لوگوں سے خاصے مختلف ہیں جو سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ صبح کو ناشتہ کر کے بیوی کے ہونٹوں کو چوم کر' بال بچوں کے سر پر پیار پھیر کر دفتروں کو چلے جانے والے اور دن بھر فائلوں میں سر کھپانے والے لوگوں سے مختلف۔ شاید ان کے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ ہماری زندگی پر ہمارا حق بہت کم ہے۔ ہم وقت پر کھا نہیں سکتے' سو نہیں سکتے جس وقت تک چاہیں جی نہیں سکتے۔ بڑی عجیب زندگی ہے ہماری۔"

سردارے حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیسی باتیں کر رہے ہو استاد؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں حالات سے مایوس ہو گیا ہوں؟ کیا میں اپنی زندگی سے اکتا گیا ہوں؟"

"نہیں۔ لیکن میرا مطلب ہے تمہاری باتوں سے کچھ مایوسی کی بو آ رہی ہے۔"

"گدھے ہو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا استاد۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہوں۔ تو پھر رات کے کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کھانا۔ ارے ہاں کھانا زندگی میں کیا حقیقت رکھتا ہے استاد۔ میں نے تو بس یونہی تفریحاً چھوڑیں کھانے پینے کی باتیں مجھے نیند آ رہی ہے۔" سردارے بے تکے انداز میں بولا۔ میرے مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال عمدہ انسان تھا۔ اچھا ساتھی تھا میں دل سے اس کی عزت کرتا تھا کھانے پینے کے بارے میں میں نے بھی کچھ نہیں سوچا تھا۔ ہم لوگ بس یونہی چل پڑے تھے۔ بڑی کامیابی حاصل ہو گئی تھی جس پر ہم خوش تھے۔

کھردری زمین' ویران جنگل' تھوڑے فاصلے پر وسیع تر جھیل جس میں غوطے لگاتے ہوئے ہلکی ہلکی آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ جھینگروں کی آوازیں فضا میں رات کا گیت گھولے ہوئے تھیں سنسان ماحول میں ہم دونوں خاموش لیٹے ہوئے تھے۔ بلاشبہ ہم ان عام لوگوں سے مختلف تھے جو تھکن کے بعد بچوں کی معصوم آوازوں میں اور بیوی کی نرم گود میں سو جاتے ہیں۔

"استاد!" کافی دیر کے بعد سردارے کی آواز ابھری۔

"اوہو۔ تم ابھی سوئے نہیں؟"

"ہاں استاد۔ حالانکہ اس وقت دل چاہ رہا تھا کہ لیٹتے ہی گہری نیند سو جاؤں۔ لیکن اب تو نیند نہیں آ رہی ہے۔"

"بھوک لگ رہی ہو گی۔" میں نے کہا

"نہیں استاد یقین کرو بھوک کا خیال بھی ذہن میں نہیں ہے"

"تو پھر؟"

"بس ایسے ہی کچھ خیالات پریشان کر رہے ہیں"

"پریشان؟"

"اوہو۔ ہاں۔ میرا خیال ہے میں نے لفظ پریشان غلط استعمال کیا تھا۔ بس نیند نہیں آ رہی"

"سو جاؤ سردارے۔ اور سونے سے پہلے ایک زور دار قہقہہ لگاؤ۔ اس بات پر کہ ہم تمہارا کیا خیال ہے سردارے؟ کیا اس وقت ہمارے پاس کروڑوں کی دولت نہیں ہے لیکن ہم روٹی حاصل نہیں کر سکتے۔ دولت کاغذ اور دھات کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں۔ سردارے! انسان حصول کے لیے کچھ قربان نہیں کر دیتا' عزت' غیرت' ضمیر' میں نہیں سمجھ پاتا کہ کیوں۔ آہنی پوشیدہ کاغذ کے ڈھیر' سنہری دھات جو آنکھوں کو خوبصورت ضرور لگتی ہے لیکن کس قدر بے ہے یہ۔ تم اسے معدے میں نہیں اتار سکتے۔ اس سے بہتر تو لوہا ہے جس کے تم ہتھیار بنا سکتے ہو' مشینیں جو تمہاری معیشت کے لیے بے حد ضروری ہوتی ہیں۔ ان مشینوں سے تم زمین سے اناج نکال سکتے ہو۔ کپاس کے پھولوں سے روئی حاصل کر کے اس کا لباس بن سکتے ہو لیکن میرے سونے کا ہل نہیں بنا سکتے۔ سونے کے ہتھیار بھی نہیں بنا سکتے۔ ہم سونا کھا بھی نہیں سکتے۔ پھر؟

کرتے ہیں؟ اس کے سامنے جیتے جاگتے انسانوں کو نظرانداز کیوں کر دیتے ہیں۔ مجھے بتاؤ سردارے سونا بیش قیمتی کیوں ہے؟"

"بتا دوں استاد" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں مجھے بتاؤ۔"

"دراصل سونا عورت کی پسند ہے اور عورت سب کی پسند ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے میں اسے گھورنے لگا۔

"سنجیدہ باتوں کو بھی مذاق میں اڑا دیتے ہو فضول آدمی؟"

"اب سو جاؤ استاد۔" سردارے نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں اور میں نے بھی اسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

دوسری صبح ہم دونوں یک ساتھ جاگے۔ سردارے نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بڑا خوبصورت خواب دیکھ رہا تھا استاد۔" وہ پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"ہو گی کوئی کالی پیلی سی لڑکی۔ لڑکیوں کے علاوہ تمہیں اور کس کے خواب نظر آئیں گے؟"

"ہائے استاد۔ کیا حسن تھا۔ دودھ کی طرح سفید رنگ' سینہ تانے ہوئے بڑے ناز بھرے انداز میں چلی آ رہی تھی میں نے اسے دیکھا۔ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ اور پھر نہایت پھرتی سے اسے پکڑ لیا اور پھر اس کی صراحی دار گردن پر بڑے پیارے چھری پھیر دی۔"

"کیا بکواس ہے چھری کیوں پھیر دی؟"

"بھوک جو لگ رہی تھی استاد۔"

"تو کیا تم اس لڑکی کو ہی کھا گئے؟"

"لڑکی کی بات کون احمق کر رہا ہے۔ وہ تو مرغی تھی۔" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"اٹھ جاؤ۔ اٹھ جاؤ۔ چلتے ہیں یہاں سے آگے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل ہی جائے گا۔" میں نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا اور سردارے نے شانے ہلا دیے ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ہمارا رخ ورنامور کی طرف تھا۔ پورا دن سفر کیا بدقسمتی تھی کہ لاگن سے ورنامور تک کوئی گاڑی نہیں مل سکی۔ اور جب ہم وہاں پہنچ گئے تھے تو پیچھے سے کھڑپڑ کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک کھٹارا سی کار جس میں غالباً ہارن کے علاوہ سب کچھ بولتی تھی اور جس پر بورڈ لگا ہوا ہونا چاہیے تھا اڑتے ہوئے نٹ بولٹ سے ہوشیار چلی آ رہی تھی۔

"سردارے!" میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کو آواز دی۔

"جی استاد!"

"لفٹ مل جائے شاید۔ کار آ رہی ہے"

"یہ کار ہے استاد؟ خدا کے لیے لفٹ مت مانگنا۔ تھوڑی دور تک تو ہمیں لے جائے گی اور اس کے بعد دھکا دینا پڑے گا اور تم اخلاقاً انکار بھی نہ کر سکو گے"

لیکن ہمیں لفٹ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی' کار خود ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ اس میں چار افراد سوار تھے اور یہ سب کے سب ہپی تھے اور پھر ان چاروں کو دیکھ کر سردارے کی باچھیں کھل

گئیں۔

"استاد لڑکیاں۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"ارے وہ ہمیں لفٹ دینا چاہتی ہیں۔"

"لیکن ابھی تو تم اس کار میں بیٹھنے سے انکار کر رہے تھے۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ اس میں لڑکیاں ہیں اور وہ بھی چار چار۔"

"دیکھو وہ اشارہ کر رہی ہیں۔" میں نے سردارے کو اس طرف متوجہ کیا۔

"تو پھر چلو نا استاد۔" سردارے جلدی سے کار کی طرف لپکا۔

"کیا آپ لن پانگ جارہے ہیں؟" ایک خاتون نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" سردارے نے دانت نکال دیئے۔

"تو پھر آیئے نا!" انہوں نے اپنی چھوٹی سی کار میں ہمارے لیے بھی جگہ بنا دی۔ اگلی پر خاتون ڈرائیونگ کر رہی تھیں۔ دوسری خاتون ان کے نزدیک بیٹھی تھی۔ ہمارے لیے جگہ کرتے خاتون اور آگے چلی گئیں ہمارے نزدیک صرف ایک لڑکی رہ گئی تھی۔ ہم نے لفٹ دینے کا شکریہ ا

"کوئی بات نہیں جناب۔ ویسے آپ کو کہاں جانا ہے؟" خاتون نے پوچھا۔

"اسٹاک ہوم۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ لیپ لینڈ تک ہم آپ کے ساتھ چل سکیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بائی دی وے کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ کار ہم سب کو با آسانی لیپ لینڈ چلے گی؟"

"اوہ۔ لڑکی ہنس پڑی۔" اس کی ہیئت پر نہ جایئے میکی شاندار میکینک ہے اور اس گاڑیوں کے پرزے جوڑ کر یہ گاڑی تیار کی ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ میکی کون صاحبہ ہیں؟"

"اوہ صاحبہ نہیں صاحب یہ جو ڈرائیونگ کر رہا ہے یہ میکی ہے۔"

"کک۔ کر رہا ہے؟" میں نے بوکھلائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"ہاں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرلیں۔ میرا نام شینی ہے اور جو بیٹھی ہے گریشی ہے۔ ڈرائیونگ کرنے والا میکی ہے اور اس کے نزدیک جو بیٹھا ہے اس ہے۔"

"بیڑا غرق استاد۔ لعنت ہے ان کم بختوں پر دھوکہ دے کر گاڑی میں بٹھالیا۔ اب کیا کریں"

"صبر کرو بھائی مجبوری ہے۔"

"میرا تو دل چاہ رہا ہے استاد کہ کار سے چھلانگ لگا دوں۔"

"یہ جو دو کم بخت آگے بیٹھے ہیں صورتوں سے بھی تو مرد نظر نہیں آتے۔"

"اب تو چوٹ ہو ہی گئی استاد۔ چلتے رہو اللہ مالک ہے۔"

"آپ نے تعارف نہیں کرایا مسٹر۔" شینی نے ہماری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے چرس زدہ پیلے پیلے دانت نمایاں ہو گئے منہ سے بدبو کا ایک بھبکا اڑا اور ہم دونوں نے رخ بدل لئے۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے اور یہ پنٹو شاپن ہے۔"

آگے بیٹھے ہوئے لوگوں نے مڑ کر ہم سے مصافحہ کیا تھا اور پھر وہ لوگ ہم سے ہمارا حسب و نسب پوچھنے لگے۔ کہاں سے آرہے ہو' کہاں جارہے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے ان فضول باتوں کے جواب میں فضول باتیں ہی کرنا پڑیں اور ہم انہیں الٹے سیدھے جواب دیتے رہے۔ ان بدبودار لڑکیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کار کی زبردست گڑگڑاہٹ الگ دماغ خراب کر رہی تھی ورنہ موسے لن پاسنگ پہنچنا آسان بات نہیں تھی اور وہ بھی اس ستم رسیدہ کار کے ذریعے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں تھی چنانچہ راستے ہی میں رات ہو گئی اور پھر ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے کار روک دی گئی۔

"میرا خیال ہے رات بسر کرنے کے لیے اس سے خوبصورت جگہ کوئی نہیں ملے گی۔" اس نے کہا۔

"رات بھی بسر کرو گے؟" سردارے غراتے ہوئے بولا۔

"تو پھر؟ کیا آپ لوگ رات کو جاگنے کے عادی ہیں؟" میکی نے پوچھا۔

"ہاں! الو کی نسل سے ہیں ہم لوگ۔"

"ہم نہیں ہیں۔" میکی دانت نکال کر بولا اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سردارے میری طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ بھوک نے بری حالت کر دی تھی۔ اس لیے ٹھنڈا رہنا ہی ضروری تھا۔ یقیناً ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی بندوبست ضرور ہو گا۔ چنانچہ سردارے بھی خاموش ہو گیا۔

اس کھٹارے میں بہت کچھ تھا۔ انہوں نے خیمے ٹائپ کی ایک چیز نکالی اور اسے نصب کرنے لگے۔ صرف چھت تھی جسے لوہے کے فولڈنگ ستونوں پر کھڑا کر دیا گیا۔ ربڑ کے گدے اور تکیے بھی تھے۔

"تم لوگ۔ کیا تم لوگ بھی اس خیمے میں رات بسر کرنا چاہتے ہو؟" ہارڈ نے پوچھا۔

"اوہ ضروری نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں تکلیف ہو۔" میں نے کہا۔

"تکلیف کی کیا بات ہے ہم نے تمہیں لفٹ دی۔ یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا اور یقین کرو لن پاسنگ پہنچ کر ہم تم سے اس سلسلے میں کچھ طلب نہیں کریں گے۔ ہاں تم خود ہی ہمارا احسان اپنی گردن پر نہ رکھنا چاہو اور ہمیں کچھ دو تو ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہارڈ بولا۔

"خوب۔" میں نے مسکرا کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"لیکن دوسرے معاملات میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔ ویسے کیا تمہارے پاس کرنسی موجود ہے؟"

"ہاں۔ ہم قلاش نہیں ہیں۔" میں نے ان لوگوں کی ذہنیت سمجھ لی تھی۔

"اور جو قلاش نہیں ہے اسے دنیا کی آسائشوں سے کون روک سکتا ہے۔ امید ہے تم برا نہیں مانو گے دوست' خیمے میں قیام کے لیے ہم تم سے بہت مختصر رقم طلب کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا تمہارے پاس خوراک کا بندوبست بھی ہے؟"

"سر بند گوشت مچھلی اور کچے پکائے آلو۔ لیکن تم غور کرو' اس ویرانے میں کوئی بازار تو ہے نہیں ہم تم سے اصل قیمت سے صرف پچیس فیصد زیادہ طلب کریں گے۔"

"وری گڈ۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم نے ان کی مانگی قیمت پر ان سے خوراک خریدلی۔ لڑکیوں نے خوراک کی تیاری میں ہم سے مفت تعاون کیا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ یوں ہم نے ایک طویل فاقے کے بعد کھانا کھایا اور خرید کر کھایا۔ ان بے چاروں نے معمولی چیزوں پر اکتفا کی تھی خوراک ان کے پاس زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ہم ان کے اس تعاون پر ان کے شکر گزار تھے۔

کھانے کے بعد طبیعت پر گرانی لازمی چیز تھی۔ چنانچہ ہم دونوں لیٹ گئے۔ ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم پیدل لوگ بہرحال دولت مند ہیں چنانچہ وہ ہمارا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ سردارے میرے نزدیک ہی لیٹا ہوا تھا۔

"یہودی معلوم ہوتے ہیں باس۔"

"نہیں اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ یوں بھی یہ لوگ قلاش معلوم ہوتے ہیں بہرصورت پاشنگ تک تو پہنچ جائیں گے۔ اور یہ عمدہ بات ہوگی"

"میرا خیال ہے یہ لوگ لڑکیوں کو بھی معقول قیمت پر ہمارے حوالے کردیں گے۔"

"کیا تم لڑکیوں کی کوئی قیمت نہیں ادا کرو گے؟"

"لڑکیاں بہرحال لڑکیاں ہوتی ہیں۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"لعنت ہے تم پر کیا تم نے ان کے بدن سے بدبو کے بھبکے سے اٹھتے نہیں محسوس کئے؟"

"چھوڑو ان باتوں کو باس رات لڑکی کے بغیر نامکمل ہوتی ہے۔"

"تو پھر جاؤ دفعان ہو جاؤ کسی کو اس چھت کے نیچے نہ لانا۔"

"ارے نہیں باس بھلا یہ بھی کوئی جگہ ہے مگر کروں کیا؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے کروٹ بدل لی اور سردارے نے خاموش ہوگیا۔

پھر کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی وہ چاروں ہم سے کچھ فاصلے پر نزدیک نزدیک بیٹھے سرگوشیوں میں گفتگو کر رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد ہاورڈ نے ہانک لگائی۔

"ہے ماسٹر کیا تم چرس نہیں خریدو گے؟"

"نہیں بھائی ہم چرس نہیں پئیں گے۔"

"اوہ بد قسمت لوگ گریشی یہ چرس نہیں پیتے۔" ہاورڈ نے لڑکی سے کہا۔

"لیکن ہم پیتے ہیں شروع کرو" اور پھر چرس کی سگریٹیں سلگ گئیں۔ فضا میں چرس کی بو پھیل گئی۔ میں اور سردارے خاموش لیٹے تھے۔ نہ جانے سردارے کس سوچ میں گم تھا اور جب وہ کافی دیر تک نہ بولا تو میں نے اسے آواز دی۔

"سو گئے میری جان؟"

"نہیں باس کیا تمہیں نیند آرہی ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"تو کچھ باتیں کرو۔"

"کیا باتیں کروں استاد نہ جانے کیوں اپنا وطن یاد آرہا ہے۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر

"فضول بات ہے اگر کسی ذہنی فتور میں مبتلا ہو تو جاؤ ان لوگوں کے ساتھ چرس پیو۔"

"وطن کی یاد ذہنی فتور تو نہیں ہوتی استاد۔"

"یادیں کیا دیتی ہیں سردارے دل کے درد کے سوا۔" میں نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ باس یہ تو ٹھیک ہے لیکن نہ جانے کیوں کبھی کبھی پنجاب کے سبز کھیتوں کی سوندھی بو ہواؤں کے دوش پر دل کے ویرانوں تک چلی آتی ہے اور پھر سینے میں ایک چبھن سی پیدا ہو جاتی ہے چاہتا ہے کہ راوی کے کنارے پھر سے قریب آجائیں' ماجھی کی درد بھری آواز میں پھر سے ہیر سنائی دے دل تڑپتا ہے باس۔"

میرے سینے میں ایک گولا سا آپھنسا تھا۔

...O...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہوسکے گا!

ناقابل تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نمرود کی خدائی
ایم اے راحت
6

سردارے کی باتوں نے میرے ذہن کو بھی جہلم کی لہروں میں دھکیل دیا تھا جس کے کنارے تاحد نگاہ پھیلے سرسوں کے کھیتوں پر پیلے پھول لہلہا رہے تھے رنگین لباسوں میں ملبوس کنواریوں کے کولہوں پر رکھے ہوئے پانی کے کلسے چھلک رہے تھے۔ ان کے مترنم قہقہوں سے فضاؤں میں مستی رچی ہوئی تھی اور دور چلنے والے رہٹ کی چرچوں کانوں کو بے حد بھلی لگ رہی تھی مجھے محسوس ہوا جیسے میرے جسم کے ذرات منتشر ہو گئے ہوں اور پھر یہ ذرات ہوا میں تحلیل ہو گئے ہوں اور یہ ہوائیں سرائے عالمگیر اور جہلم کے درمیان کھیتوں کو چھوتی ہوئی گزر رہی ہوں عالم تصور میں میں نے اپنا مکان دیکھا جہلم کی لہروں میں مسجد کا عکس آج بھی اسی طرح ڈول رہا تھا اور میرا کسان باپ کاندھے پر ہل رکھے زمین کا سینہ چیرنے کا عزم لیے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا لیکن سردارے کی آواز نے میرے بدن کے ذرات ہواؤں میں سے واپس لے لیے اور مجھے مجتمع کر کے سویڈن کے اس جنگل میں لاپھینکا میں واپس آ گیا۔

"تم کہاں کھو گئے استاد؟"

"میں تنہائی چاہتا ہوں سردارے پلیز مجھ سے گفتگو نہ کرو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

یادیں تڑپاتی رہیں۔ نہ جانے کون کون یاد آیا۔ ذہن یادوں کے بوجھ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ نیند نے مدد کی اور ذہن نیم غنودہ ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ سردارے کب اٹھ کر میرے پاس سے چلا گیا۔ میں تو شاید جگایا گیا تھا۔ کوئی زور زور سے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے جھنجھوڑ رہا تھا میری آنکھ کھل گئی۔ چاند نکلا ہوا تھا گو اس شامیانے کے نیچے سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن چاندنی جنگلات کو روشن کیے ہوئے تھے۔

لمبے لمبے بال میرے چہرے سے ٹکرا رہے تھے' اور نرم ہاتھوں کا بوجھ بدستور میرے سینے پر تھا۔ مجھے اسے پہچاننے میں دقت نہ ہوئی۔ یہ شینی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اٹھو گے نہیں ایڈورڈ؟" اس کے لہجے میں جو کچھ تھا اسے پہچاننے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ پھر میں نے شامیانے کے دوسرے سرے پر ہاتی

لوگوں کو تلاش کیا۔ ہاورڈ اور میکی سکستی نائن کا ہندسہ بنائے ہوئے تھے۔ گریشی ان کے درمیان موجود نہیں تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ سردارے کا کام بن گیا تھا لیکن اب یہ خاتون مجھ پر کیوں کرم فرمائی کر رہی تھیں۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو پکڑ لیا۔ اور پھر تھوڑا سا اوپر اٹھا کر بولا۔

"کیوں اٹھانا چاہتی ہیں محترمہ؟"

"اوہ اٹھ بھی جاؤ ڈارلنگ!" وہ نشے میں چور لہجے میں بولی۔

سویا تھا تو ذہن پر بوجھ تھا۔ اس وقت بھی طبیعت بھاری بھاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ سوچا ٹھیک ہے جب وہ خود ہی دعوت دے رہی ہے تو جنگل کی یہ رات کیوں نہ رنگین بنالی جائے لیکن اس طرح نہیں۔

میں اٹھ گیا اور پھر میں نے اس کا بازو پکڑا اور اسے شامیانے کے نیچے سے نکال لایا۔ میرا رخ جھیل کی طرف تھا۔ کنارے پر پہنچ کر چاند کی روشنی میں میں نے اس کی صورت دیکھی۔ نقش و نگار حسین تھے۔ سنہرے بال گرد آلود نہ ہوتے تو بے حد خوبصورت لگتے۔ بدن بھی غیر متناسب نہ تھا اور عمر بھی۔

لیکن اس صورت میں وہ قابل قبول نہیں تھی۔ نشے میں چور تھی، سرخ آنکھیں، بوجھل پلکیں۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈال دیئے اور پنجوں کے بل اچک کر میرا بوسہ لینے کی کوشش کی۔

"اوہ شینی ڈیئر ایسے نہیں۔"

"پھر؟" اس نے پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔

"میں بتاتا ہوں" میں نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور اس کے بلاوز کے بٹن کھول دیئے نیچے دوسرا کوئی لباس نہیں تھا نوخیز سینہ عریاں ہو گیا۔ بدن اندر سے اتنا گندہ نہ تھا۔ وہ میری اس بات سے کچھ اور سمجھی اور مسکرا کر پھر میری طرف بڑھی۔ لیکن میں نے اسے روک دیا اور اب میرے ہاتھ اس کے اسکرٹ کے بیلٹ کھول رہے تھے۔ چاندنی میں کچھ اور سفیدی بڑھ گئی اور پھر میں نے اسے بازوؤں میں بھر کر جھیل میں چھلانگ لگا دی۔

لڑکی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اس کی چیخیں نکل گئیں، چرس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا اس نے پانی میں ہاتھ پاؤں مارے لیکن میں اسے سنبھالے ہوئے تھا پھر میں نے اسے پانی میں غوطے دیئے اس کے بدن کو اپنے ہاتھوں سے ململ کر گندگی سے صاف کیا۔ اسے بھی اب احساس ہو گیا تھا کہ میں پاگل نہیں ہوں چنانچہ اب اس کے چہرے پر ہراس نہیں تھا پھر جب میں اسے صاف ستھرا کر کے پانی سے باہر لایا تو وہ مسکرا دی۔

"سلی بوائے۔" اس نے میرے سینے سے چپکتے ہوئے کہا۔

"تم پہلے سے کہیں زیادہ اچھی ہو گئی ہو۔ آؤ اور میں اسے لیے ہوئے درختوں کے جھنڈ کے پاس نرم گھاس پر پہنچ گیا اب وہ نشے میں نہیں تھی۔ بہرصورت اس نے میرے ساتھ مکمل تعاون کیا اور چاندنی ہم دونوں پر چھا گئی۔ نہ جانے سردارے گریشی کے ساتھ کون سے جھنڈ میں تھا۔

دوسری صبح جب شامیانے کے نیچے میری آنکھ کھلی تو سردارے میرے قریب ہی لیٹا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ اس کی رات کی گمشدگی میرے علم میں نہیں ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ یقیناً سردارے کو رات کی حرکت کا کوئی علم نہیں ہے لیکن دونوں کمبختوں نے ہم دونوں کا بھرم ایک ساتھ کھول دیا۔ میری مراد ہاورڈ

اور میکی سے ہے۔

"ہیلو آفیسرز رات کیسی گزری ہمیں یقین ہے کہ دونوں لڑکیوں نے آپ سے بہترین تعاون کیا ہو گا" میں نے اور سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بیک وقت ایک دوسرے کی شکل دیکھی تھی اور پھر سردارے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"ہوں تو استاد بھی استادی سے باز نہیں آئے" اس نے کہا۔

"بکواس مت کرو، ان گدھوں کو دیکھو کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا خیال ہے جناب آپ لڑکیوں کے تعاون سے مطمئن ہیں؟" ہاورڈ نے پھر پوچھا۔

"مقصد کیا ہے تمہارا؟" میں نے کہا۔

"اوہ کچھ نہیں آفیسر بس صرف یہ کہنا تھا کہ اس سلسلے میں جو کچھ مناسب سمجھیں دے دیں۔" میکی دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی کم بخت کاروباری تھے رات کو جو لطف آیا تھا وہ سب کرکرا ہو گیا ہم نے انہیں کچھ کرنسی دے کر ان پر لعنت بھیج دی بہرحال لن پاشنگ تک ان غلیظ لوگوں کو برداشت کرنا ہی پڑا۔

رات کی بچی ہوئی خوراک ہم نے اطمینان سے کھالی وہ گدھے بھوکے بیٹھے ہوئے تھے پیسوں کے اتنے لالچی تھے کہ اپنی خوراک ہی فروخت کر بیٹھے تھے ہم نے کوئی تکلف نہ کیا۔ اور گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بھی اب کسی تکلف کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔

دونوں لڑکیوں کو ہم نے اپنے پاس ہی بٹھالیا تھا اور ان کے دونوں احمق ساتھی آگے بیٹھے تھے۔ سردارے نہ جانے کیوں مسکرا رہا تھا۔ میں نے اس کی مسکراہٹ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دونوں لڑکیاں اب ہر تکلف سے آزاد تھیں۔ انہوں نے دونوں طرف سے ہماری کمر میں ہاتھ ڈال رکھے تھے اور ہم سے بالکل چپکی بیٹھی تھیں۔ ہر طرح کی پذیرائی کے لیے تیار سردارے بدستور مسکرائے جا رہا تھا۔ میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے غصے سے پوچھا۔

"یہ دانت کیوں نکلے پڑ رہے ہیں گدھے؟" میں نے یہ جملہ اردو میں کہا تھا۔ دونوں لڑکیاں چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔

"بس استاد برداشت نہیں ہو رہا" سردارے نے جواب دیا۔

"تکلیف کیا ہے تمہیں؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"رات کی بات بھی خوب رہی۔ میں نے تمہاری گہری نیند کا اطمینان کر لیا تھا تب میں نے انہیں تکلیف دی لیکن دوسری خود بخود تمہارے پاس پہنچ گئی لیکن بھانڈا ان گدھوں نے پھوڑ دیا۔"

"ہوں۔ وہ سو فیصدی کاروباری ہیں"

"لیکن استاد تمہاری والی اتنی صاف ستھری کیسے نظر آ رہی ہے؟ کیا تم نے اسے جھیل میں غوطے دیئے تھے؟" سردارے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری طرح گندہ نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

"خوب" سردارے نے ہنستے ہوئے بولا۔

یہ تم لوگ کونسی زبان میں گفتگو کرنے لگے "گریشی نے درمیان میں مداخلت کی۔"

"کیوں کیا اس کی بھی مختصر سی رقم دینا پڑے گی تمہیں؟" سردارے نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اور گریشی ایک دم خاموش ہو گئی یوں لگتا تھا جیسے اس طنز سے اسے بہت دکھ ہوا۔ میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی اداسی تیر رہی تھی۔ بہرحال ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دوپہر کو لن پاشنگ اور یان پاشنگ کے جڑواں شہر میں پہنچ گئے جہاں زیادہ تر دیا سلائیاں بنانے کے کارخانے تھے ہم نے اس جگہ ان لوگوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

"اوہ ماسٹر کیا آپ کو اسکیمولینڈ دیکھنے سے دلچسپی نہیں ہے؟" اگر آپ لیپ لینڈ تک ہمارے ساتھ چلیں تو کیا حرج ہے۔ کیرونا کے نواح بے حد خوبصورت ہیں۔ ہم لوگ وہیں جا رہے ہیں" ہاورڈ نے کہا۔

"جی نہیں شکریہ بس اب ہمیں اجازت دیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور وہ آگے بڑھ گئے میں نے سردارے کی طرف دیکھا سردارے بھی دور تک اس شور مچانے والی گاڑی کو دیکھتا جا رہا تھا پھر اس نے گہری سانس لی۔

"عجیب لوگ تھے استاد! میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے بارے میں میرے کیا تاثرات ہیں"

"اب تاثرات کی تفصیل میں مت جاؤ یہاں سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچو" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی ہم اسٹاک ہوم جانے والی سڑک پر ہو لئے۔ لفٹ کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ لفٹ مل بھی سکے گی یا نہیں۔ بہرحال چلتے رہے لن پاشنگ سے ہم نے اپنی وہ ضروریات پوری کر لی تھیں جنہوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی تھی۔ اور اب ہمارے کندھوں سے مضبوط اور خاصے بڑے تھیلے لٹک رہے تھے۔ سیدھی اور صاف سڑک دور تک سنسان پڑی تھی۔ سڑک پر ہم دیر تک چلتے رہے اور کافی دور نکل آئے اور قسمت یاور نہیں تھی۔ کوئی کار نہیں مل سکی اور ہم چلتے رہے سردارے بھی کمزور نہیں تھا اس نے ایک بار بھی تھکن کے بارے میں نہیں کہا اور ہم چلتے رہے اور نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔

پھر سویڈن کے عجیب و غریب ماحول کا احساس ہوا۔ رات کے دو بجے تھے مگر گھپ اندھیرا ہونے کی بجائے ہر سو ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے شام کا دھندلکا ہوا اونچے درخت لہلہاتے کھیت مدھم روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ سنگ میل پر سٹاک ہوم ۴۵ کلو میٹر لکھا ہوا تھا۔

"اب کیا کیا جائے؟" سردارے نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آرام۔" میں نے جواب دیا۔

"رات کے دو بجے ہیں لیکن یہ روشنی کیسی عجیب ہے۔"

"ہاں سویڈن میں دن اور رات کا تصور "کسی قدر بدل جاتا ہے اس خطے میں گرمیوں میں کسی بھی وقت مکمل تاریکی نہیں ہوتی۔ رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والا تاریکی کا تصور جو ہمارے ذہنوں میں ہے سویڈن میں آ کر مہمل ہو جاتا ہے گیارہ بجے سورج غروب ہوتا ہے تو صبح دو بجے پھر طلوع ہو جاتا ہے اور صبح تین بجے دھوپ کی تمازت خاصی تیز ہوتی ہے دن اور رات کے درمیانی وقفے میں بھی زمین و آسمان کے درمیان روشنی کی ایک مدہم چادر تنی رہتی ہے سویڈن والے اس روشنی کو نیلی شفق کا نام دیتے ہیں" میں نے سردارے کو بتایا۔

"ایک بات بڑی حیرت انگیز ہے استاد بہت سے ممالک کے بارے میں تمہاری معلومات کافی ہیں"

"ہاں میں بتا چکا ہوں کہ دوران طالب علمی جغرافیہ میرا دلچسپ موضوع رہا ہے۔"

"تب پھر یہ بتاؤ استاد کہ ان علاقوں میں آسانی سے لفٹ بھی مل سکتی ہے کہ نہیں"

"یہ تو قسمت کی بات ہے' فی الحال آرام کرو۔ اور ہاں اگر کوئی گاڑی نظر آ جائے تو پھر اسے روکنے کی کوشش کریں گے"

"ٹھیک ہے ہم لوگوں نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ نیند کس احمق کو آتی۔ دونوں آنکھیں بند کئے سونے کی ایکٹنگ کرتے رہے اور پھر کسی گاڑی کے انجن کی آواز نے ہم دونوں کی نیند کا بھرم کھول دیا اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے دور سے دو روشنیاں اچھلتی کودتی چلی آ رہی تھیں۔

ہم دونوں سڑک کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور پھر گاڑی کیوں نہ رکتی۔ اسٹیرنگ پر ایک بوڑھا جوڑا بیٹھا ہوا تھا بڑے میاں اپنی جوانی کی یادگار کو خود سے چپکائے ہوئے بیٹھے تھے ہمیں دیکھ کر بڑی بی خوفزدہ ہو گئیں اور قاعدے سے بیٹھ گئیں۔ بڑے میاں نے غصیلے انداز میں کار کو زبردست بریک لگائے اور کھڑکی سے منہ نکال کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے۔

"کس مصیبت میں گرفتار ہو تم دونوں؟"

"سفر کی مصیبت میں قبلہ"

"اس ویرانے میں کسی طرف سے کوئی جنگلی جانور آ کر تمہیں زندگی کے بوجھ سے آزاد کر سکتا ہے۔"

"خدا آپ کی جوانی سلامت رکھے اگر آپ ہمیں اپنی گاڑی میں لفٹ دے دیں" سردارے نے یہ بات مذاق میں ہی کہی تھی لیکن بڑی بی جوانی کے تصور سے خوش ہو گئیں اور انہوں نے بڑے میاں کو کہنی مار کر شاید ہم دونوں کو لفٹ دینے کی سفارش کی تب بڑے میاں نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور ہم دونوں غڑپ سے اندر گھس گئے کار آگے بڑھ گئی۔

راستے بھر بڑے میاں کا موڈ خراب رہا شاید اس سنسان سڑک پر اس طویل سفر کے لیے بیگم صاحبہ کے قرب میں انہوں نے نہ جانے کیا کیا منصوبے بنائے ہوں گے لیکن ہم لوگ کباب میں ہڈی بن گئے تھے۔

بالآخر انہوں نے ہمیں شہر سے باہر نواحی آبادی میں اتار دیا۔

اسٹاک ہوم کی نواحی آبادی خوبصورت رہائشی عمارتوں اور سرسبز درختوں میں گھری ہوئی تھی اس وقت صرف تین بجے تھے لیکن سورج کافی تیز تھا۔ سڑکیں' فٹ پاتھ' پارک سب سنسان پڑے ہوئے تھے ہم نے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور نواحی علاقے میں ہی ایک ہوٹل کا نیون سائن نظر آ گیا تو رہم جیسے اس کی طرف بھاگ پڑے۔

ہوٹل۔ ریڈ گرے میں ہمیں ایک خوبصورت اور کشادہ کمرہ مل گیا اور ہمیں تیز دھوپ سے نجات حاصل ہوئی سردارے نے گہری گہری سانسیں لیں۔

"عجب احمقانہ موسم ہے یہاں کا تو استاد پتہ چلتا ہے کہ سورج بھی یہاں آ کر گڑبڑا جاتا ہے۔ نہ دن وقت سے نکلتا ہے نہ رات میرا خیال ہے میں ذرا غسل خانے سے ہو آؤں دروازہ تو بڑا ہی خوبصورت ہے اندر سے دیکھوں کیسا ہے"

"جاؤ' جاؤ تم یوں بھی بڑے غلیظ ہو رہے ہو" میں نے کہا۔ سردارے غسل خانے سے نکلا تو میں چلا گیا ٹھنڈے پانی کے غسل نے اس تھکن کو جسم سے اتار دیا تھا جو اس بے تکے سفر نے پیدا کر دی تھی اور اس کے بعد ہم نے ویٹر کو بلانے کے لیے کال بٹن دبا دیا پھر اس سے ایک مشروب اور پیٹیس طلب کیں۔

آرڈر سرد ہو گیا اور ٹھنڈے مشروب نے بڑی فرحت بخشی اور اس کے بعد آرام دہ بستر آنکھ کھلی تو سورج صاحب بھی غائب ہو چکے تھے۔ ویٹر نے خوشنما اور مہکتے ہوئے پھول گلدان میں لا کر لگا دیئے اور پھر اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"مڈ سمر نائٹ کہاں گزاریں گے جناب؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اوہ کیا آپ کا تعلق سویڈن سے نہیں ہے؟"

"نہیں ہم استنبول سے آئے ہیں۔"

"اوہ تب نوٹ کریں' آج جون کی تیئس تاریخ ہے اور نصف گرمیوں کی شب سویڈن کا ثقافتی دن ہوتا ہے جسے ہم لوگ کرسمس سے بھی زیادہ دھوم دھام سے مناتے ہیں"

"اوہو۔ تب تو یہاں کے پروگرام بھی خصوصی ہوں گے" سردارے نے پوچھا۔

ویٹر واپس چلا گیا۔ تو سردارے نے مسرت بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور جیسے منہ ہی منہ ٹافی چوستا ہوا بولا۔

"مڈ سمر نائٹ ایک بات بتاؤ استاد ضروری تو نہیں ہے کہ ہم فوری طور پر مصروف ہو جائیں میرا مطلب ہے مڈ۔۔۔ سمر۔۔۔ نائٹ۔" سردارے کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہاں۔ ہاں فوری طور پر تو ہم معروف نہیں ہو سکتے۔"

"اشاک ہوم ہمارے لیے اجنبی ضرور ہے لیکن بہرحال کسی بھی ملک کی کوئی جوان لڑکی کو کسی بھی ملک کے نوجوان کے لیے اجنبی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک ہے تم دفعان ہو سکتے ہو"

"اوہ میرا یہ مطلب نہیں استاد اب میں اسٹاک ہوم سے اتنا فری بھی نہیں ہونا چاہتا' دونوں ساتھ ہی چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے مڈ سمر کے لیے رات کا تھوڑا سا گزرنا ضروری ہے اس لیے انتظار کرو" اور ہم نے اڈ برے میں ہی رات کا انتظار کیا ٹھیک گیارہ بجے ہم ہوٹل کی سیڑھیاں اتر کر باہر آگئے اور اسٹاک ہوم پر جانے والی سڑک پر پیدل ہی چل پڑے۔ سڑکوں پر خوب رونق تھی ننھی منی کاریں عجیب ہیت اختیار کئے ہوئے اور ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں ویٹر نے انہیں ٹھیک ہی کہا تھا یہ تہوار خاصا زور دار تھا لوگ خوبصورت لباس میں سڑکوں پر چہل قدمی کر رہے تھے جسم پوشی میں سویڈن بھی ڈنمارک سے کم نہیں۔ مرد تو پورے لباسوں ہی میں تھے شاید اس احساس کے تحت کہ تن کی عریانی ان میں کوئی جاذبیت نہیں پیدا کر سکتی لیکن لڑکیوں کو اپنے بدن کے ایک ایک حصے پر پوری واقفیت تھی وہ جانتی تھیں کہ کون سے حصے کی نمائش دماغ کی شریانوں کو سلگا سکتی ہے چنانچہ عجیب عجیب لباس تھے کسی کا اوپر سے غائب کسی کا نیچے سے غائب۔

بہرحال سردارے کے انداز میں وہ کیفیت نمایاں تھی جو کسی بچے کی آنکھوں میں خوبصورت

کھلونے دیکھ کر پیدا ہو جاتی ہے میں بھی خود کو نظربازی سے بری الذمہ قرار نہیں دوں گا خوبصورت لڑکیاں میری بھی کمزوری ہیں لیکن اب سویڈن کے اصولوں کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر کسی لڑکی سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش سر کے لئے نقصان دہ ثابت بھی ہو سکتی تھی چنانچہ ہم دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

ویسے ہم دونوں سویڈن کے باشندوں کے درمیان صاف اجنبی لگ رہے تھے بہت سی نگاہیں ہماری طرف اٹھ رہی تھیں پھر ہمارے پیچھے سے ایک ننھی منی بیل کار نمودار ہوئی اور ہمارے نزدیک آکر رک گئی اس کی شکل درحقیقت غبارے جیسی تھی دروازہ کھلا اور خوبصورت سی لڑکیوں نے گردن نکال کر ہماری طرف دو ہوائی بوسے اچھال دیئے۔

"ہیلو۔" سردارے مکسیکین باشندوں کی طرح گردن جھکا کر بولا۔

"گرمیوں کی آدھی رات اور تم تنہا۔" ان میں سے ایک لڑکی بولی۔

"کیا کیا جائے سویڈن والوں نے ہمیں ہماری اجنبیت کا احساس دلایا ہے"

"مقامی نہیں ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں فرام استنبول۔"

"تو اندر آجاؤ۔" اور ہم دونوں نے اس دعوت کو ٹھکرانا کفران نعمت سمجھا۔ اس منی سی کار میں ہم دونوں باآسانی آگئے دونوں لڑکیاں اگلی سیٹوں پر تھیں غبارے کا دروازہ بند ہو گیا اور پھر وہ بے آواز آگے بڑھ گیا۔ میں اور سردارے اس تعارف سے بہت خوش تھے۔ کار خاصی رفتار سے آگے بڑھ گئی پہلے اسٹاک ہوم کی نواحی بستیاں گزریں پھر چھوٹے چھوٹے خوبصورت قصبے آئے اور پھر ہرے بھرے کھیت' اس کے بعد صنوبر کے جنگل اور جب یہ جنگل ختم ہو گیا تو ایک جھیل نظر آئی۔ اس جھیل کے کنارے ایک قدیم قصبہ ہے جس میں مڈ سمر نائٹ کا جشن منایا جاتا ہے۔

جھیل کے کنارے سینکڑوں لوگ سویڈن کے روایتی لباس میں ملبوس خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ساتھ والے جنگل سے کاٹے ہوئے سفیدے کے تنے زمین میں گاڑ کر انہیں جنگلی بیلوں اور خوشنما پھولوں اور ہرے بھرے پتوں سے سجایا گیا تھا۔ سبزے کے ان ستونوں کے پاس میزوں پر کھانے پینے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

ہماری ساتھی لڑکیوں نے ایک پرسکون گوشے کا انتخاب کیا اور پھر غبارے نما کار سے ہلکے سے کپڑے کا نمائشی خیمہ نکال کر نصب کرنے لگے۔ ہم لوگ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھ گئے۔

"ہرگز نہیں۔ ہم میزبان ہیں اور تم دونوں سویڈن کے لئے اجنبی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے بہرحال ہم مرد ہیں" میں نے کہا۔

"لیکن یہ دن عورتوں کا دن ہوتا ہے" ایک لڑکی مسکرا کر بولی۔

"تب پھر رات کہو۔"

"رات ہی سہی۔" دونوں لڑکیاں مسکرائیں اور پھر اس کام سے فارغ ہو گئیں۔ خیمہ اس انداز کا تھا کہ اسے نصب کرنے میں زیادہ وقت پیش نہیں آئی تھی۔ لڑکیاں ایک ستون کی طرف بڑھ گئیں اور پھر انہوں نے بڑے اطمینان سے کھانے کی میز سے اپنی پسند کی چیزیں منتخب کیں اور اپنی پلیٹوں پر رکھ کر

ہمیں میز تک آنے کا موقع دیا۔ میں نے اور سردارے نے بھی انہی کے انداز میں اپنی پلیٹیں بھرلیں اور ہم چاروں آگے بڑھ گئے کسی قسم کا بل وغیرہ نہیں تھا ہم دونوں کو ہی تعجب ہوا تھا کھاتے پیتے وہاں سے آگے بڑھے ایک اونچے آرائشی تنے کے نیچے آرکسٹرا ایک خوبصورت دھن بجا رہا تھا اور ان سے کچھ فاصلے پر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دائرہ بنائے رقص کر رہے تھے۔ لڑکیوں نے ہمارے ہاتھ بھی پکڑے لئے اور دائرے میں شامل ہو گئیں۔

یہ بے ہنگم اچھل کود گو سمجھ سے باہر تھی لیکن بہرحال ہم بھی اس میں شامل ہو گئے ہماری ساتھی لڑکیاں بے حد خوش تھیں رقص کے دوران ہم نے قریب سے ان کی شکلیں دیکھیں۔ سرخ و سفید چہرے' دلکش نقوش کافی جاذب نگاہ تھے اور پھر ان کے مخصوص لباس ان کی دلکشی میں چار چاند لگائے ہوئے تھے۔

اس دائرے سے کچھ فاصلے پر بوڑھے لوگ گائے کے سینگوں اور عجیب سے بے ہنگم برتنوں میں شراب پی رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ ابھی تک ہم نے اپنی دونوں ساتھی لڑکیوں سے تعارف حاصل نہیں کیا تھا۔

بے ہنگم رقص کا یہ دور ختم ہوا تو تالیاں گونج اٹھیں۔ اور ہماری دونوں ساتھی لڑکیاں ہمارے ہاتھ پکڑے خیمے کی طرف چل پڑیں۔ ہم خاموشی سے ان کا ساتھ دے رہے تھے۔

"آپ دونوں کے لیے یہ رقص اجنبی ہو گا۔" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اجنبی تو ابھی تک آپ بھی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارا تعارف بھی نہیں ہو سکا"

"ارے ہاں کیسی انوکھی بات ہے ہم لوگ ابھی تک ایک دوسرے کے نام سے ناواقف ہیں" ایک لڑکی نے کہا۔ اور پھر بولی "میرا نام لیشا ہے اور یہ مارتیانا۔"

"میں ایڈورڈ ہوں اور میرا ساتھی پینٹو ہے" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" لڑکیاں بولیں۔

شکریہ لیکن ذرا دیر سے ہوئی میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں دیر آید درست آید"

"ویسے ہم لوگ ڈسمر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔"

"گرمیوں کی رنگین رات جس میں ہمارے آباؤ اجداد کی کچھ روایتیں شامل ہیں۔ بہرحال جوانوں کے لیے یہ رات جوانی کی رات ہوتی ہے۔ بوڑھے شراب کے نشے میں دھت ہو کر بڑھاپے کو کوستے ہیں اور جوانوں پر سے پابندیاں ہٹا لیتے ہیں" لڑکی نے کہا۔

"تب تو یہ بڑا خوبصورت تہوار ہے۔"

"ہاں۔ بے حد خوبصورت۔"

"تب پھر اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ رات نہ تھکنے کی رات ہوتی ہے رقص' ہنگامے زندگی میں جس طرح کھل کر اس رات کو آتے ہیں۔ باقی پورا سال صرف یادوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ یہ رات خود فراموشی کی رات ہوتی ہے۔ اس

لیے جتنے لوگ یہاں آتے ہیں خود کو بھول جاتے ہیں۔ ہم بھی انہی میں سے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔"

"ہم تم سے الگ تو نہیں ہیں ڈارلنگ!" سردارے بولا۔

"تب آؤ رقص کے دوسرے دور میں داخل ہو جائیں۔" لیشا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور میں خوبصورت لڑکی کی اس حسین دعوت کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ یوں بھی چہرے سے یہ دونوں لڑکیاں فلرٹ نہیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر شرافت کی بردباری تھی۔ لیشا میری طرف مائل تھی چنانچہ سردارے نے مارتیانا کو سنبھال لیا تھا۔ اور پھر پروگرام کے تحت ہی ہم دونوں بھیڑ میں غائب ہو کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ اب سردارے جانے اور اس کا کام۔

لیشا کو بھی اپنی ساتھی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ زندگی سے بھرپور تھی اور بچوں کی طرح میرا ہاتھ پکڑے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہنگاموں کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ پھر ایک جگہ وہ رک گئی۔

"تمہیں وائیکنگز کا رقص آتا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اوہ بالکل نہیں" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بالکل بھی مشکل نہیں ہے۔ بس دائرے میں شامل ہو کر جس طرح دل چاہے اچھلتے کودتے رہو۔ تمام روایتی رقص اسی طرح کے ہوتے ہیں۔"

ہم ایک آرائشی تنے کے نزدیک پہنچے اور پھر رقص کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ بے شمار لڑکے اور لڑکیاں رقص کر رہے تھے۔ انہوں نے خود بھی ہماری شمولیت پر تالیاں بجائیں۔ لیشا نے دونوں ہاتھ کولھوں پر جمائے اور ایک تیز اور شوخ رقص شروع کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ پھر اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہ ان سازندوں کی طرف اٹھ گئی جو ساز بجا رہے تھے۔

گٹار جو اس دور میں ایک اہم ترین ساز بن کر رہ گیا ہے۔ ان کے پاس موجود تھا۔ اس آزاد ماحول میں گٹار پر ہاتھ ڈال دینا کوئی انوکھا کام نہیں تھا۔ میں نے گٹار لیا تو دوسرے لوگ تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔ لیشا اور دوسرے لوگ بھی رقص کرتے کرتے رک گئے۔

لیکن میں نے اس سلسلے کو منقطع نہ ہونے دیا اور فوراً ہی گٹار پر ایک دھن شروع کر دی۔ میں رقص کے موڈ کا اندازہ کر چکا تھا اس لیے میں نے ایک تند نغمہ شروع کر دیا اور پھر نتیجہ میری مرضی کے مطابق کیوں نہ نکلتا۔ لوگوں میں نئی روح دوڑ گئی نغمے کی خوبصورتی کا سب کو فوراً احساس ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی رقص میں وہ جوش پیدا ہو گیا کہ دور دور کے لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ لیشا بھی اس نغمے پر والہانہ رقص کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک کے ساتھ پسندیدگی کے آثار بھی تھے اور اس فن نے درحقیقت ہر جگہ مجھے بہت کچھ دیا تھا۔

میں نے چند لمحات میں ان لوگوں میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر لی۔ لوگ مجھے رکنے ہی نہ دے رہے تھے۔ ایک کے بعد ایک کی فرمائش ہو رہی تھی۔ لیشا بھی اس بات پر فخریہ سینہ تانے ہوئے تھی کہ میں اس کا ساتھی ہوں۔ کافی دیر کے بعد ہمیں وہاں سے چھٹکارا ملا اور لیشا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مجمع سے نکال لائی۔

"اوہ ایڈی ڈیئر گٹار کے فن میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" اس نے مسرور انداز میں کہا۔

"تمہیں پسند آیا شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"بے حد پسند آیا لیکن میرا خیال ہے تم تھک گئے ہو۔"

"کیسے اندازہ لگایا؟"

"تمہارے چہرے سے۔"

"ہاں، تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے۔"

"تب پھر آؤ خیمے میں آرام کریں نجانے مارتیانا کہاں ہے خیر ہو گی کہیں، آؤ" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہم خیمے پر واپس پہنچے اور پھر لیشا مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر بولی "ایڈورڈ تم استنبول سے کب آئے ہو؟"

"چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوئے"

"اوہو۔ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟"

"ایڈبرے میں۔"

"ایڈبرے" وہ پر خیال انداز میں بولی۔ پھر چونک پڑی "لیکن وہ تو تمہارے شایان شان نہیں ہے"

"میری شان کے بارے میں تم نے کیسے اندازہ لگا لیا لیشا؟"

شاید استنبول میں تمہاری قدر نہیں کی گئی لیکن سویڈن؟ سویڈن فن کاروں کو پہچانتا ہے۔"

"اوہ شاید۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"شاید نہیں۔ میں درست کہہ رہی ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میں تمہارے فن کو سویڈن میں روشناس کراؤں گی۔"

"اوہ شکریہ لیشا میں فن کو فروخت نہیں کرنا چاہتا۔"

"احمقانہ خیال ہے۔ فن کبھی فروخت نہیں ہوتا۔ ہاں اس کی قیمت چکانے والے احمق ہوتے ہیں۔ جو تھوڑی سی کرنسی کے عوض خود کو فن کا خریدار سمجھنے لگتے ہیں۔"

"شاید تم ٹھیک ہی کہتی ہو لیشا۔"

"چلو گے میرے ساتھ؟"

"تمہارے ساتھ۔ کہاں؟"

"اسٹاک ہام!"

"اوہ۔ اگر تم پسند کرو گی۔" میں نے کہا۔

"میں تو دل و جان سے پسند کروں گی۔ میں نے اتنا بڑا فن کار نہیں دیکھا۔ گٹار تمہارے ہاتھ میں آ کر نہ جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ آؤ اب خیمے میں چل کر بات کریں گے۔ تمہارا ساتھی نہ جانے کہاں گیا۔ غلط آدمی تو نہیں ہے؟ مارتیانا زیادہ چالاک لڑکی نہیں ہے۔" وہ بولی۔

"اوہ۔ نہیں، تمہاری دوست کو اس کے ساتھ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں اگر وہ خود ہی اسے پسند کرے تو پھر میرا دوست اتنا شریف انسان بھی نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ مارتیانا بھی کمزور کردار کی مالک نہیں ہے۔" لیشا نے اطمینان سے کہا اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کسی قدر مختلف نظر آ رہی تھی۔ ورنہ سویڈن میں کردار کی بات کرنا

انوکھی بات ہی تھی ہم دونوں خیمے میں واپس آ گئے۔ لیشا بڑے اطمینان سے لیٹ گئی تھی۔ "تم بھی لیٹ جاؤ" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے کچھ الفاظ نے مجھے ہوشیار کر دیا تھا۔ میں اس دعوت کو کوئی اور معنی دینے میں ہچکچا رہا تھا۔ بہرحال میں اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔

"باتیں کرو۔ استنبول کی باتیں سناؤ تم نسلاً ترک ہو؟"

"نہیں، میرے والدین ایشیا سے آ کر ترکی میں آباد ہو گئے تھے"

"استنبول تو بڑی رنگین جگہ ہے" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں۔ وہاں زندگی رواں دواں ہے۔"

"سویڈن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ابھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ابھی تو تم سے ملاقات ہی ہوئی ہے" میں نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ میں سویڈن کی نمائندگی نہیں کر سکتی مجھے دیکھ کر اور مجھ سے مل کر تم سویڈن کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش مت کرنا، گھاٹے میں رہو گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہمارا خاندان، سویڈن کے ناپسندیدہ خاندانوں میں سے ایک ہے۔ میرے والد پرانے خیالات کے انسان ہیں۔ نہ صرف والد صاحب بلکہ پورا خاندان ہی ایک سا ہے۔ ہم جوان لوگ بہرحال اسی ماحول میں پرورش پائے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمارے خیالات بھی زیادہ اچھے نہیں ہیں ہمیں سویڈن سے بہت سے اختلاف ہیں۔"

"بہت خوب۔ کیا میں ان کے بارے میں جان سکتا ہوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہم اس کی آزادی کے انداز سے اختلاف رکھتے ہیں۔ سویڈن کا نظام حکومت، خارجہ پالیسی، سماجی بہبود کے سارے پروگرام ہمیں ان ساری چیزوں سے اختلاف ہے۔ ہمارا ملک غیر جانبداری کا علمبردار ہے لیکن میرے خیال میں غیر جانبداری منافقت کا دوسرا نام ہے۔ ہمارے ملک نے تو اسے کاروبار بنا رکھا ہے۔ ۱۸۰۵ء کے بعد ہم کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے دوسری جنگ میں جب یورپ کے تمام ممالک نازیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو رہے تھے اور وہاں کے باشندے بھوکوں مر رہے تھے ہم غیر جانبداری کا ڈھونگ رچا کر تماشا دیکھتے رہے تھے۔ بلکہ ہمارے ملک نے ہٹلر کو جنگی سامان فروخت کر کے خوب دولت کمائی۔ اور اسی وقت سے یہ فلاحی مملکت تعمیر ہوئی۔ اب سویڈن کے ایک عام مزدور کو لے لیجیے، اس کی نوکری کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ گھر مزدوروں کی انجمن فراہم کرتی ہے۔ اور اگر وہ بیمار ہو جاتا ہے تو مزدوروں کے فلاحی ہسپتال میں علاج کیا جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک اس کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے۔ ہمیں اس بات سے اختلاف ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے سویڈن کو ترقی پذیر ممالک میں ایک مثالی حیثیت حاصل ہے۔ سماجی بہبود کے لیے یہاں جس قدر کام کیا جاتا ہے۔ شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں۔"

"ارے بس رہنے دو۔ اس مثالی حیثیت سے جس قدر ہم واقف ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جنسی بے راہروی میں ہم نے پوری دنیا کو مات کر رکھا ہے خودکشیاں قومی مشغلے کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

یورپ میں تمام ملکوں میں ملا کر اتنے پاگل اور نشے کے عادی لوگ نہیں ملیں گے جتنے صرف سویڈن میں موجود ہیں۔ ایک شخص چوری کرتا ہے تو اسے تنبیہ کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ بھئی بری بات ہے' ایسا نہیں کرتے۔ دوسری بار پکڑا جاتا ہے تو اظہار ناراضگی کیا جاتا ہے اور تیسری بار پکڑا جائے تو معذرت کے ساتھ چند ماہ کے لیے جیل بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہوئی آپ کی سماجی بہبود اور مجرموں کی اصلاح۔ نشے میں دھت چند افراد اگر راہ میں پکڑے جائیں تو فرض ہوتا ہے کہ انہیں ان کے گھر تک پہنچا دیا جائے۔ لڑکے اور لڑکیاں اگر جنسی تعلقات قائم کر لیں تو والدین کو اجازت نہیں کہ ان کے معاملات میں دخل دیں۔ یہ ہے سویڈن اور یہ ہے آپ کا مثالی ملک۔"

"اوہ۔ میرا نہیں۔ مس لیشا' آپ کا ملک۔"

"اوہ نہیں' میں صرف مثال دے رہی تھی۔"

"تو تمہارا خاندان پرانے خیالات کا حامل ہے۔"

"آپ انہیں پرانے خیالات کہیں گے۔ اگر ہم چند اخلاقی قیود کی پابندی کر لیتے ہیں تو ہمیں پرانے انسان کہا جاتا ہے حالانکہ انسانی جذبات کے بے راہروی اس نسل کے لیے بھی نہ سود مند ہے اور نہ خود اس کو آسودگی ہی بخش سکی۔ انسانیت سے' تہذیب سے اکتائے ہوئے لوگ آج پہاڑوں پر کیوں آباد ہیں۔ وہ زندگی سے بھاگ کر چرس' افیون' بھنگ' گانجا' کوکین' میتھاڈین' راکٹ' ہیروئن جیسے نشوں کا سہارا کیوں لیتے ہیں۔ جنسی بے راہروی عورت کے بدن سے ہٹ کر ان چیزوں تک کیوں پہنچ چکی ہے۔ ہاں میرا خاندان پرانے خیالات کا حامل ہے لیکن ہم انہونی تو نہیں چاہتے۔ اگر ہم بدن ڈھکنے کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہمارا مقصد عورت کے بدن کی دلکشی کھو دینا نہیں ہوتا بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ دونوں اصناف ایک دوسرے سے صرف اتنی دور رہیں کہ جب ایک دوسرے کی طلب کریں تو وہ پوشیدہ بدن' اس کے خطوط نگاہوں کے لیے اجنبی ہوں۔ اس طرح ان کی کشش باقی رہتی ہے۔"

"خدا کی پناہ! تم نے تو طویل لیکچر دے ڈالا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ناگوار گزرا ہے؟" لیشا مسکرائی۔

"نہیں بھئی' بس مستقبل تاریک ہو گیا۔"

"کیوں؟"

"کیا۔۔۔ سمجھاؤں تمہیں خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ کیا تمہاری ساتھی لڑکی بھی انہی خیالات کی حامل ہے؟"

"اس کا تعلق بھی میرے ہی خاندان سے ہے۔"

"اوہ۔ کون ہے تمہاری؟"

"کزن ہے۔"

"تب تو بے چارہ پنٹو بھی مارا گیا۔ ظاہر ہے اس کے خیالات بھی تمہاری مانند ہوں گے لیکن مجھے ایک بات تو بتاؤ۔ تمہارے والدین نے تمہیں اس جشن میں شرکت کی اجازت کیوں دے دی؟"

"اوہ! یہ بات نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟"

"دراصل ہم لوگ چھپ کر آئے ہیں۔ ورنہ ہمیں اجازت نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ان بے جا قیود سے بغاوت کی یعنی وہ آپ کے لیے قابل قبول نہیں تھیں۔"

"نہیں' ایک حد تک۔ ورنہ اس جشن میں آنے والے تو اخلاق کے سارے اصول بھول کر یہاں آئے ہیں۔" لیشا نے جواب دیا۔

اب میں اس لڑکی کی باتوں سے الجھنے لگا تھا۔ ایک طرف تو لگاوٹ کا یہ اظہار اور دوسری طرف اخلاقیات پر یہ لیکچر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ پھر بھائی سردارے بھی واپس آ گئے۔ منہ بنا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مارتیانا کے ساتھ گزارا ہوا وقت کچھ اچھا نہ رہا ہو۔ ہم دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اوہ مارتیانا ڈیئر تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟

"اوہ لیشا ڈارلنگ یہ مسٹر پنٹو تو بے حد دلچسپ انسان ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ بے حد لطف آیا۔" مارتیانا سادگی سے ہنس کر بولی۔

اور پھر وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتی رہیں۔ لیشا مارتیانا کو میرے بارے میں بتا رہی تھی۔ میں نے سردارے کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں' میرا خیال ہے تمہیں لڑکی پسند نہیں آئی۔"

"بور ہے صورت حرام کہیں کی۔" سردارے پھٹ پڑا۔

"ارے۔ ارے کیا ہو گیا؟"

"صدیوں پرانی روح ہے اس میں ایسی سڑی سڑی باتیں کر رہی تھی کہ طبیعت پر بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"بس یونہی استاد۔ کہہ رہی تھی جسموں کا اتصال روح کو آلودہ کر دیتا ہے کیسی احمقانہ بات ہے استاد۔ حالانکہ نسل آدم جسموں کے اتصال سے ہی وجود میں آئی ہے۔ یہ قیود تو خود ہماری لگائی ہوئی ہیں ورنہ ساری کائنات تو ایک عورت اور ایک مرد ہے۔"

"ہاں!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خود تمہاری کیا پوزیشن رہی؟ تم دونوں تو خاصے بے تکلف نظر آ رہے ہو"

"جی ہاں۔ صرف اس لیے کہ میں اس کی بور باتیں سنتا رہا ہوں۔"

"اوہ تو وہ بھی۔۔۔۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں یار' ہم دونوں ہی غلط پھنس گئے۔"

"جان چھڑاؤ استاد اور بھاگ نکلو۔" سردارے نے کہا۔

"نہیں یہ مشکل ہے۔ میں اس سے ایک اور وعدہ کر چکا ہوں"

"سبحان اللہ' وعدے بھی ہو چکے۔"

"نہیں سردارے ہم ان کے ساتھ اسٹاک ہوم چلیں گے جس شکل میں بھی کام آ جائیں۔" میں

نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ دونوں لڑکیاں تھک گئی تھیں چنانچہ وہ ایک دوسرے کے نزدیک لیٹ گئیں۔ اور پھر شاید سو گئیں۔ ہم دونوں بھی آدھی رات تک ایک حسین فریب میں مبتلا رہنے کے بعد تھک چکے تھے۔ اس لیے سو گئے اور جب آنکھ کھلی تو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جھیل کی سطح اتنی چمکدار ہو گئی تھی کہ اس کی طرف دیکھنا دوبھر تھا۔ کہیں دور سے اب بھی ڈھول کی آواز آ رہی تھی۔ لوگ شاید رقص بھی کر رہے تھے۔

میں نے کروٹ بدل کر دیکھا تو دونوں لڑکیوں کو جاگتے پایا۔ ان کے ہاتھوں میں جگ تھے جن سے کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ ہاتھوں میں رول کئے ہوئے سینڈوچ تھے جنہیں وہ اپنے دانتوں سے کاٹتیں اور پھر کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگتیں۔ میں نے سردار کو جگا دیا۔

"صبح ہو گئی۔" میں جماہی لے کر بولا۔

"صبح نہیں ہوئی۔ ابھی تو صرف سورج نکلا ہے۔ تین ہی تو بجے ہیں" لیشا نے کہا۔

میں نے سردارے کو اٹھا دیا تھا۔ جھیل کے پانی سے منہ ہاتھ دھونے سے ذہن پر سے بوجھ ہٹ گیا۔ لڑکیوں نے ہمیں بھی کافی اور سینڈوچ پیش کئے۔ کچی مچھلی کے سینڈوچ سویڈن والوں کی مرغوب غذا ہے۔ ہم نے کافی کے ساتھ مزے سے سینڈوچ کھائے لیکن لڑکیاں اب کچھ مضطرب نظر آ رہی تھیں۔

"مسٹر ایڈورڈ کیا آپ لوگ یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

"ہاں یقیناً۔"

"تب پھر چلئے کیونکہ ہمیں اس سے زیادہ تفریح کی اجازت نہیں ہے ایڈبرے میں آپ کا سامان بھی ہو گا۔"

"جی نہیں۔ مس لیشا ہم لوگ بے سروسامان ہیں۔"

"اوہ۔ تب آیئے۔" اور ہم دونوں حسب معمول بیل کار کی پچھلی سیٹ پر دھنس گئے۔ اب ہمیں احساس ہوا تھا کہ ان لڑکیوں کی فطرت کا اندازہ تو اسی وقت لگا لینا چاہیے تھا۔ جب انہوں نے کار میں لفٹ دی تھی۔ اس وقت بھی یہ دونوں اگلی سیٹ پر تھیں اور ہمیں پچھلی سیٹ پر ہی جگہ ملی تھی۔

اسٹاک ہوم میں داخل ہوتے وقت ہمارے ذہن میں خیال تھا کہ ہمیں کسی ہوٹل میں قیام کرنا ہو گا لیکن جب کار ایک خوبصورت عمارت کے وسیع پھاٹک پر رکی تو میں نے گہری نظروں سے سردارے کو دیکھا۔ عمارت کے پورچ میں کار روکتے وقت لیشا میری طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔

"سمر پیلس کا کوئی ذکر نہیں کرو گے۔"

"لیکن مس لیشا۔"

"پلیز خاموش رہو۔ دیکھو وہ جو آ رہے ہیں میرے گرینڈ فادر ہیں۔ تمہیں ان کے بہت سے سوالات کے جوابات دینا ہوں گے۔" وہ میرا شانہ دبا کر بولی اور میں نے ان بڑے میاں کی طرف دیکھا جو آبنوس کی چھڑی اٹھائے لمبا اوور کوٹ پہنے' جھکے ہوئے چھجے والا فیلٹ ہٹ سر پر جمائے' شانے جھکائے کار کی طرف چلے آ رہے تھے۔ ہمارے اترتے اترتے وہ کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے سونے کے فریم والی پرانے طرز کی عینک ناک سے اتاری' ایک نفیس رومال نکال کر اسے صاف کیا۔ پھر ناک پر جما کر غور سے ہمیں دیکھا اور پھر آبنوس کی چھڑی سردارے کے پیٹ میں چبھا کر لیشا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا: "یہ شریف لوگ کون

ہیں بے بی؟"

"بیحد شریف لوگ ہیں گرینڈ فادر!" لیشا جلدی سے بولی۔

"شاید۔" بڑے میاں نے برا سا منہ بنایا "لیکن تم نے ان کو کہاں سے پکڑا ہے؟"

"اوہ فادر! آنٹی سموئل نے ان دونوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیا ہے۔ بے چاروں کا ایک ضروری کام اٹکا ہوا تھا۔"

"اوہو۔ گویا یہ جلدی واپس چلے جائیں گے۔"

"ہمارے مہمان ہیں فادر آپ ان کے سامنے کیسی بداخلاقی کی گفتگو کر رہے ہیں۔" مارتیانا نے دخل دیا اور بڑے میاں کے چہرے پر جھینپے جھینپے آثار نظر آنے لگے۔

"سوری! میرا مطلب کچھ اور نہیں تھا۔ قصور تم دونوں کا نہیں ہے لیکن یہ لڑکیاں' میرا مطلب ہے اس چھوٹی سی کار میں۔ اوفوہ! شاید میں پھر غلط بول گیا۔ میری مراد ہے یعنی کہ کار بہت چھوٹی ہے۔ نہ جانے تم سب۔ اچھا اچھا اندر تو چلو۔" بڑے میاں ہم لوگوں کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

سردارے نے مسخرے پن سے میری طرف دیکھا اور میں نے اسے آنکھ مار دی۔ میں ان ساری تفریحات سے لطف اندوز ہونے کے موڈ میں تھا۔ لیشا ہمیں اندر لے گئی۔ بڑے میاں بدستور پیچھے لگے ہوئے تھے۔ بالآخر انہوں نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور بڑے میاں بھی ہمارے نزدیک براجمان ہو گئے صورت ہی سے سنکی نظر آ رہے تھے۔

"ماری۔ تم ان لوگوں کے پاس رکو۔ میں ان کی رہائش کا بندوبست کرتی ہوں۔" لیشا نے کہا اور بڑے میاں چونک پڑے۔ انہوں نے بے چین نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر ہکلاتے ہوئے بولے: رہائش۔۔۔۔ یعنی کہ رہائش؟" لیشا نے غصیلی نظروں سے انہیں گھورا اور پھر ہونٹ بھینچتے ہوئے باہر نکل گئی۔ تب بڑے میاں مارتیانا کو گھورنے لگے۔

"یہ سب۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟"

"کہاں فادر؟" مارتیانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ان دونوں کی بات کر رہا ہوں"

"اوہ سوری فادر۔۔۔۔ ان دونوں کے بارے میں جو کچھ گفتگو کریں' لیشا ہی سے کریں میرا تو ان سے تعارف بھی نہیں ہے۔" مارتیانا نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں مطلب بھی نہیں جانتی۔"

"لیکن لیشا کے ساتھ تم بھی تو سموئل کے ہاں گئی تھیں۔ یعنی رات کو تم لیشا کے ساتھ نہیں تھیں؟"

"یقیناً تھی لیکن آنٹی سموئیل اور لیشا چپکے چپکے گفتگو کرتی رہی تھیں اور جب ہم وہاں سے چلے تو یہ دونوں ہماری کار میں موجود تھے۔"

"اوہ۔۔۔۔ افوہ!" بڑے میاں پریشانی سے بولے اور پھر پھاڑ کھانے والے انداز میں ہماری طرف مڑے "تم ہی میری پریشانی دور کرنے میں میری مدد کرو۔"

"کیا تکلیف ہے آپ کو؟" سردارے نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا اور میں نے مشکل سے ہنسی روکی۔ اسی وقت ایک ملازم قسم کا آدمی گھبرایا ہوا سا اندر داخل ہو گیا۔

"فادر۔ فادر' آپ کے چوہوں کے پنجرے کا دروازہ آج پھر نہ جانے کس طرح کھلا رہ گیا۔ سارے چوہے باہر نکل آئے ہیں۔ کتوں کی غراہٹ بھی سنائی دے رہی ہے۔ نہ جانے۔۔۔۔۔ نہ جانے۔"

"کیا۔۔۔؟" بڑے میاں حلق پھاڑ کر چیخے اور پھر وہ اتنی تیزی سے اٹھ کر باہر بھاگے کہ حیرت ہوتی تھی۔ سردارے نے مسخرے پن سے ان کے راستے سے ہٹ کر گویا جان بچائی۔ مارتیانا قہقہے لگانے لگی۔

"یہ کس پاگل خانے میں آگھسے ہو استاد؟" سردارے نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیوں' بور ہو رہے ہو؟" میں نے بھی اردو میں پوچھا۔

"بری طرح۔" سردارے برا سامنہ بنا کر بولا۔

"گویا تمہارا ابھی کام نہیں بنا؟"

"لعنت ہے اس بور لڑکی پر۔ صدیوں پرانی روح معلوم ہوتی ہے اس کے بدن میں" سردارے بڑبڑایا پھر ہم دونوں مارتیانا کی طرف متوجہ ہو گئے جو کہہ رہی تھی۔

"سمجھے نہیں شاید۔ تم دونوں سمجھے نہیں۔"

"جی ہاں' ہم کچھ نہیں سمجھے مارتیانا۔" میں نے کہا۔

"بڑی ہی چالاک ہے یہ لیشا۔ اس نے کس خوبصورتی سے فادر سے تم دونوں کی جان بچا دی جب بھی اسے فادر سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوتا ہے وہ ان کے چوہے خانے کا دروازہ کھول دیتی ہے۔"

"اوہ' یہ محترم چوہوں کے عاشق زار ہیں؟"

"ہاں۔ بڑے خوبصورت چوہے رکھے ہیں انہوں نے۔ انسانوں سے زیادہ چوہوں سے محبت کرتے ہیں۔" مارتیانا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور بھاگے ہوئے چوہوں کو پکڑنا آسان کام تو نہیں ہوتا۔ اب وہ کافی دیر تک ہم سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔" مارتیانا نے پھر قہقہہ لگایا۔

"خود بھی کم بخت چوہے کی نسل سے معلوم ہوتا ہے" سردارے پھر بولا۔ پھر لیشا واپس آگئی۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے کپکپا رہے تھے۔ چہرہ سرخ ہو کر کچھ اور دل کش لگ رہا تھا۔

"ہائے میرے فادر کہاں گئے؟" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر ہماری طرف دیکھ کر بولی "سوری۔ آپ اس ماحول میں زیادہ خوش تو نہ ہوں گے لیکن اس صدی میں بارہویں صدی کے نمونوں سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں۔ آیئے میں نے آپ کے لیے ایک کمرے کا بندوبست کر دیا ہے۔ وہاں آپ کو تکلیف نہیں ہو گی"

"آؤ پنٹو۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ گیا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ اس ماحول سے کافی بیزار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میں یہاں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا اس لیے میں نے سردار کے موڈ پر توجہ نہیں دی اور لیشا کے ساتھ چل پڑا۔ لیشا ہمیں ایک خوبصورت کمرے میں لے گئی۔ سردارے ہمارے ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی اسے پیچھے سے دھکیل رہا ہو کمرے میں داخل ہو گئے۔ یوں تو یہ پوری عمارت ہی شاندار تھی لیکن یہ کمرہ کچھ خصوصی طور پر ہی آراستہ تھا۔ عمدہ فرنیچر' خوبصورت مجسمے' دروازوں پر پڑے قیمتی

پردے مشہور مصوروں کی بنائی حسین ترین تصویریں آویزاں تھیں کمرے میں دو بستر لگے ہوئے تھے۔

"یہ ہے آپ کا کمرہ ممکن ہے آپ کے شایان شان نہ ہو لیکن ہماری خاطر۔"

"ہمارے وطن میں ایک جگہ لکھنؤ ہے انکساری ان لوگوں پر ختم ہوتی ہے۔ یقین کریں اس وقت آپ نے ہمیں لکھنؤ یاد دلا دیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے لیشا سے کہا۔

"لاک ناؤ؟" لیشا نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"مگر میں نہیں سمجھی یہ لاک ناؤ کہاں ہے"

"سمجھیں گی بھی نہیں خاتون اس لیے جانے دیں" میں نے کہا۔

"میں بتاؤں؟" سردارے جلدی سے بول پڑا "لکھنؤ استنبول کا ایک محلّہ ہے" میں نے گھور کر سردارے کو دیکھا اور وہ بیزار سی شکل بنا کر چھت کی جانب گھورنے لگا۔

"تو آپ آرام کریں' میں ذرا گھر کی فضا درست کر لوں اس کے بعد آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔" لیشا نے کہا اور مسکرا کر گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی سردارے قہر آلود نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا تھا۔

"کیوں بھوکے ہو کیا کھاؤ گے مجھے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"بعض اوقات تمہاری تفریحات بے حد کھل جاتی ہیں استاد" سردارے برا سامنہ بنا کر بولا۔

"تم انہیں تفریحات کہو گے؟"

"پھر کیا کہوں؟" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔

"کیا ہم خود ان کے ساتھ آئے ہیں؟"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے استاد لیکن ہم خود یہاں سے بھاگ تو سکتے ہیں"

"آخر تمہارے اوپر موت کیوں نازل ہو رہی ہے۔"

"ہائے استاد اگر اس منحوس بوڑھے کے چوہے نہ نکل بھاگتے تو کیا وہ آسانی سے ہماری جان چھوڑ دیتا؟ اور کیا یہ دونوں خبط الحواس لڑکیاں اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ چند گھنٹے بھی گزارے جا سکیں"

"کیا خرابی ہے ان بے چاریوں میں کیا وہ خوبصورت نہیں ہیں؟"

"خوبصورت ہیں لیکن انتہائی فرسودہ خیالات کی حامل ہیں میں تمہیں کیا بتاؤں استاد اس کمبخت مارتیانا کو میں ساری رات زندگی کا مفہوم سمجھاتا رہا اور وہ بھاڑ سا منہ پھاڑ پھاڑ کر جمائیاں لیتی رہی۔ لگ رہا تھا جیسے عقل کھوپڑی سے دو فٹ اوپر چکرا رہی ہو کمبخت کی سمجھ میں زندگی اور جوانی کا مفہوم ہی نہیں آ رہا تھا۔"

"مجھے کیا سنا رہے ہو دوست اپنی بھی یہی حالت ہے کیا کیا جائے تقدیر میں دو بھینسیں لکھی تھیں جن کے سامنے بین بجاتے رہے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ آتا تب نہ۔"

"پھر بھی تم ان کے ساتھ چلے آئے۔"

"سردارے سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ چاہیے تھا۔ بری جگہ ہے کیا؟ مفت میں؟ مل گئی خاطر مدارات الگ ہو گی اور پھر ہم کون سے یہاں زندگی گزارنے آئے ہیں چند روز رہیں گے چلے جائیں گے یہ

بھینسیں نہیں سنتیں نہ سنیں' پورے سویڈن میں یہی دو تو نہیں ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے استاد لیکن ان کے ساتھ ان کے گھر والوں کو برداشت کرنا بہت مشکل کام ہو گا۔ ابھی تو صرف نمونے میں وہ بڑے میاں دیکھے ہیں باقی نہ جانے کیسے ہوں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے کسی بھی چیز کو خود پر اتنا مسلط نہ کرو کہ وہ تمہارے ذہن کا بوجھ بن جائے" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

دوپہر کا کھانا ہمیں ہمارے کمرے میں ملا۔ اور پھر شام کی چائے بھی۔ اس دوران دونوں لڑکیاں بھی غائب رہی تھیں۔ درحقیقت ہماری بوریت کی انتہا نہیں تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ظاہر ہے ہم ہوٹل میں بھی قیام کر سکتے تھے۔ لیکن سورج چھپے دونوں ہی ایک ساتھ ہمارے کمرے میں آئیں۔ ان کے چہروں سے شوخی عیاں تھی۔ آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

"اوہ۔ ایڈورڈ ڈیئر بالآخر ہم نے ان کے ذہنوں کو کسی حد تک درست کر ہی لیا۔" لیشا خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

"کس کی بات کر رہی ہو لیشا؟"

"ارے وہی اپنے بور والدین کی۔ باقاعدہ عدالت لگ گئی تھی تم لوگوں کے سلسلے میں کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ کیوں آئے ہیں اف توبہ سوالات کا ایک سیلاب تھا ہم دونوں کو بند باندھنا مشکل ہو گیا بڑے بڑے جھوٹ بولنے پڑے ہیں لیکن یقین کرو تمہارے لیے فضا بڑی ہموار ہو گئی ہے۔" لیشا نے کہا۔

"جانتے ہو اس چالاک لیشا نے تمہیں کیا بنا دیا؟" مارتیانا مسکرا کر بولی۔

"کیا بنا دیا۔" میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"استنبول کے سب سے بڑے گرجے کا سازندہ جو دعا کے بعد روح پرور موسیقی بکھیرتا ہے اور لوگ سکون پا کر گھروں کو واپس جاتے ہیں" مارتیانا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو اس کے بعد آپ کے والدین کے کیا خیالات ہیں؟"

"بہت ہی مناسب لیکن یہ بتاؤ کیا تم اپنے گٹار پر گرجاؤں کی موسیقی بجا سکتے ہو۔ تم سے فرمائش ضرور کی جائے گی۔ اور اگر تم انہیں مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر سب تمہارے دیوانے ہوں گے۔"

"تمہارے گرینڈ فادر بھی؟" سردارے نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بھی اور پھر وہ تم سے الٹے سیدھے سوالات نہیں کریں گے۔"

"ان کا تو قرب بھی قرب قیامت ہوتا ہے۔"

"تو پھر ان سے ملاقات کب ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ڈنر پر جب انہیں تمہارے بارے میں اعتبار آ گیا تو پھر انہوں نے تمہارے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر کی تیاریاں شروع کر دیں اور اب سب لوگ تیاریوں میں مصروف ہیں۔"

لڑکیاں اب کافی پرسکون نظر آ رہی تھیں۔ غالباً دن میں وہ اسی لیے ہمارے پاس نہیں آئی تھیں کہ وہ فضا ہموار کرنے میں مصروف تھیں اور اب شاید انہیں اطمینان ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک وہ ہمارے پاس بیٹھی گفتگو کرتی رہی۔ اس وقت ان کی گفتگو بڑی بیباک تھی یعنی وہ پہلے

سے کسی قدر مختلف نظر آ رہی تھیں۔ گویا ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ پھر وہ ہم سے تھوڑی دیر کے لیے معذرت کر کے چلی گئیں۔ سردارے کا خوشی سے سینہ پھول گیا تھا۔ ان کے جاتے ہی وہ لپک کر میرے نزدیک آ گیا اور میرے بازو کو پکڑتے ہوئے بولا۔

"استاد۔ استاد کچھ محسوس کیا؟"

"کیا بدتمیزی ہے۔" میں نے اس کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم استاد لڑکیاں کافی بدلی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اس وقت تو ان کا انداز ہی مختلف تھا۔"

"اونہہ ہو گا بس اب لعنت بھی بھیجو' ہر وقت لڑکیاں ذہن پر سوار رہتی ہیں"

"ہائے استاد وہی کہوں گا کہ ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں۔ استاد ساری کائنات ایک حسین لڑکی کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھو نا کائنات بھی مونث ہے ہم لڑکی کو کیسے نظرانداز کر سکتے ہیں۔"

"اچھا سقراط کی دم اب خاموش ہو جاؤ بلکہ میرا خیال ہے ڈنر کی تیاریاں کرو۔"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں استاد اپنے پاس کپڑے ہی کونسے ہیں بس اٹھیں گے چل دیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

پھر ہمیں ڈنر پر بلایا گیا مارتیانا آئی تھی ان لوگوں کو بھی احساس تھا کہ ہمارے پاس لباس وغیرہ نہیں ہے۔ مارتیانا نے ایک سرسری نگاہ ہمارے کپڑوں پر ڈالی اور فوراً دوسری طرف متوجہ ہو گئی شاید وہ ہمیں احساس نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ اس نے ہمارے لباس پر توجہ دی ہے تب پھر ہم اس حسین عمارت کے وسیع ڈائننگ ہال میں داخل ہو گئے۔ میز کے گرد ایک سے ایک احمق نظر آ رہا تھا۔ لمبے سے ڈھیلے ڈھیلے لباس پہنے عورتیں اور بوڑھیاں جنہوں نے قدامت پسندی کے جنون میں اپنی شکلیں خراب کر رکھی تھیں۔ الو نما بوڑھے لمبے لمبے کوٹ پہنے سر پر پاسنگ شو اسٹائل ہیٹ جمائے ہمارے استقبال کو کھڑے تھے۔ صرف ایک لیشا تھی جو قدرے غنیمت نظر آ رہی تھی۔ گردنیں جھکیں' چہروں پر مصنوعی مسکراہٹیں نمودار ہوئیں اور ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ اور پھر پرتکلف کھانا شروع ہو گیا کھانے سے قبل لیشا نے ان سب سے تعارف کرایا تھا۔

نہ جانے کون کون تھے۔ ہم نے تو ان کے رشتوں پر توجہ ہی نہیں دی تھی ہمیں کیا کرنا تھا لیشا سے ان کی رشتے داری جان کر کھانے کے بعد رسمی گفتگو شروع ہو گئی وہ بار بار کسی رسمی آنٹی سموئل کا حوالہ دے رہے تھے پھر ہم سے فرمائش کی گئی کہ ہم گرجا کی مقدس موسیقی سنائیں بہرحال میں جانتا تھا کہ کچھ تو کرنا ہو گا' چنانچہ گٹار مہیا کر دیا گیا اور تمام لوگ ایسی شکلیں بنا کر بیٹھ گئے جیسے مقدس پادری انہیں درس دینے کے لیے تیار ہو۔

سردارے بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک شرارت ابھری میں نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی۔ اور اس کے بعد گٹار کے تاروں سے ایک مدھم آواز ابھری ہلکی ہلکی ہواؤں کے دوش پر ایک حسین سرسراہٹ جیسے آسمان سے اتری ہوئی کوئی مقدس روح جس کے قدموں کی چاپ نہ ہو لیکن اس کے باریک پیراہن کی سرسراہٹ دلوں کو چھوتی ہوئی گزرے۔ بلاشبہ گٹار میرے ہاتھوں میں آ کر میرا محکوم بن جاتا تھا اس کے سارے سر میرے غلام ہوتے تھے۔ سو جو نغمہ گٹار کے تاروں سے نکلا وہ ایسا ہی تھا کہ ذہنوں کا گداز آنسوؤں سے ہم آہنگ ہو کر بہہ نکلا۔ فضا میں صرف سروں کا ارتعاش تھا۔

ذہن سو گئے تھے یا کھو گئے تھے جنت کی پر تقدس وادیوں میں اور محسوس کر رہے تھے بیٹھنے والے کہ بلاشبہ
کی روحیں جسموں کو چھوڑ کر کائنات کی وسعتوں میں سرگرداں ہیں۔ یوں دنیا کی حقیقت ان کی نگاہوں میں
رہی تھی اور محسوس کر رہے تھے وہ کہ اس پر معصیت زمین پر رہنے والے اگر گناہوں کے بوجھ سے آزاد
جائیں تو روحیں سبک رو ہو جاتی ہیں اور دل و دماغ کے تمام بوجھ دور ہو جاتے ہیں۔

میں نے آنسوؤں سے تر رخسار دیکھے اور آہستہ آہستہ گٹار کا نغمہ کسی گہرے غار میں جا سو
سردارے بھی بت بنا حیرت سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔

نغمہ خاموش ہو گیا اور ذہنوں پر سکوت طاری تھا اور کافی دیر تک خاموشی رہی اور پھر جیسے لوگ
سے بیدار ہو گئے پھر پر جوش تالیاں گونج اٹھیں سب بڑھ چڑھ کر میرے فن کی داد دے رہے تھے۔ لیشا
کر میرے نزدیک آئی اور اس نے محبت بھرے انداز میں میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور آہستہ سے بولی۔

"یہ صرف یہ کہ میں نے جو کچھ کہا تھا تم نے اس کی تائید کر دی بلکہ تمہارے اس انوکھے نغمے
تمہاری شخصیت بھی پر اسرار بنا دی ہے۔"

"شکریہ لیشا۔" میں نے جواب دیا میں نہیں جانتا تھا کہ گٹار کے تاروں سے جو نغمہ پھوٹا اس
میرے ذہن سے کیا تعلق تھا لیکن اس وقت اپنے طور پر مجھے اپنے ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہو
تھا۔ پرانے لوگ میرے ہاتھ چومنے لگے وہ میری تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے لیکن میرا ذہن ان کے الفا
سے دور تھا۔ سوچ پر گرد سی جمی ہوئی تھی۔

سردارے بھی میرے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"حیرت انگیز استاد۔ اس سے قبل گٹار کے تاروں سے یہ آواز نہیں نکلی تھی۔" میں نے اس
بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

لیشا اور مارتیانا بھی اس سازگار ماحول کو دیکھ کر ذرا سا کھل گئیں تھیں اور ہم لوگوں سے زیادہ سے
زیادہ گھل مل کر گفتگو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں پرانے خیالات کے لوگ میری اس اداکاری سے مطمئن
ہو گئے تھے اور میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے تھے جیسے میں گرجا کا مقدس پادری ہوں اور یہ بالکل سچ
کہ یہ دنیا فریب پسند ہے جھوٹ بولو' فریب دو' خوش رہو گے۔ خوش رکھ سکو گے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلا
ہوا سچ ہمیشہ ناقابل توجہ ہوتا ہے۔

طبیعت بوجھل ہو گئی تھی میں نے لیشا سے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں اور ہمیں ان سے اجازت
مل گئی۔ سو ہم اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔

"کیا بات ہے استاد۔ ہر چند کہ وہاں پرانے خیالات کے بے وقوفوں کی بہتات تھی لیکن ان کے
درمیان لیشا اور مارتیانا بھی تو تھیں اور میرا خیال ہے وہ ہم سے خاصی بے تکلف ہو رہی تھیں۔"

"سوری سردارے بے شک اس ماحول کو چھوڑ کر آنا تمہیں پسند نہ آیا ہو گا لیکن پس نہ جانے کیوں
میری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں رہی ہے۔ تم اگر چاہو تو دوبارہ ان میں واپس چلے جاؤ تمہاری پذیرائی ہو گی
مجھے سونے دو۔"

"اوہ نہیں استاد کیسی باتیں کر رہے ہو چند خوبصورت لڑکیوں کے قرب کی خاطر میں اپنے دوست کو
اداسیوں میں گھرا چھوڑ کر چلا جاؤں لعنت ہے سردارے پر۔"

"ارے نہیں میری جان تم اسے اداسی نہ کہو بس اضمحلال ہے دور ہو جائے گا! تم واقعی چلے جاؤ اور
ان لوگوں کے ساتھ تفریحات میں حصہ لو۔"

"فضول باتیں نہ کرو استاد۔ ہاں یہ بتاؤ یہ آج تمہارے گٹار کے سر کونسی وادیوں میں بھٹک گئے
تھے؟"

"اوہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔
زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دونوں لڑکیاں پھر سے مسلط ہو گئیں۔ دونوں کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی
تھی۔

"اب تو آپ ہمیں بتا دیں کہ آپ استنبول کے کون سے گرجا میں درس دیتے تھے ہم خود بھی بھٹک
گئے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس وہ نغمہ سچ مچ اس نے ہمیں تقدس کی وادیوں میں دھکیل دیا تھا میرے گھر کے لوگ تو تم سے
بہت ہی متاثر ہو گئے ہیں یوں سمجھو کہ اب تمہارے لیے اس گھر میں بڑی گنجائش ہے۔"

"آپ کیا سمجھتی ہیں مس لیشا۔ کیا ہم ساری زندگی یہاں رہنے کے لیے آئے ہیں کیا آپ کے خیال
میں ہم ان نکمے لوگوں میں سے ہیں جو ذرا سا سہارا مل جانے پر زندگی گزار لینے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں ہم
خوابوں کے عادی نہیں ہیں ہم تو حقیقت کی دنیا کے انسان ہیں ہمیں ٹھوکریں پسند ہیں۔"

"ارے ارے آپ کیسی باتیں کرنے لگے مسٹر ایڈورد؟" لیشا تعجب سے بولی

"کوئی خاص بات نہیں ہے مس لیشا۔ آپ لوگ بہت اچھے ہیں اور ہم اچھے لوگوں کے ذہن پر بار
بننا پسند نہ کریں گے ہم کل یہاں سے چلے جائیں گے۔" سردارے تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ خود
میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے گٹار سے نکلنے والا نغمہ خود میرے اوپر اثر انداز ہو گیا تھا۔

لڑکیاں تھوڑی دیر تک ہمارے پاس بیٹھی بور ہوتی رہی اور پھر وہ اٹھ کر چلی گئیں۔ سردارے نے
بھی خاموشی اختیار کر لی تھی پھر مجھے نیند آ گئی صبح کو جب آنکھ کھلی تو سردارے جاگ چکا تھا اور صورت سے
ہی بیزار سا نظر آ رہا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"بس کام شروع ظاہر ہے ہم ان لڑکیوں کے مہمان بننے تو نہیں آئے"

"ٹھیک ہے کام کی ابتدا کہاں سے ہو گی"

"بس آج اسٹاک ہوم کی آوارہ گردی ہو گی اور اس کے بعد ہم کام کی جگہ تلاش کریں گے" میں
نے جواب دیا۔

"او کے باس" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

ہم لوگ منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتے کا انتظار کرنے لگے۔ ظاہر ہے ناشتے سے قبل یہاں سے نکلنا
بھی ممکن نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملازمہ نے دستک دی۔ اور ہمارے بلانے پر اندر آ گئی۔
ناشتے پر انتظار ہو رہا تھا اور ہم لوگ اسی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے' تمام لوگ موجود تھے جن سے
رات کو ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارا پر جوش استقبال کیا گیا اور ہم خاموشی سے ناشتے میں شریک ہو گئے ناشتے سے

فارغ ہونے کے بعد لیشا نے ہمیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہمیں لے کر اپنی نشست گاہ میں پہنچ گئی۔ مارتیانا بھی اس کے ساتھ تھی۔

"تمہارے لیے ان قدامت پسند لوگوں کے ذہنوں میں بڑی گنجائش پیدا ہو گئی ہے" اس لیے اسٹاک ہوم میں تمہاری رہائش اور دوسرے مسائل تو حل ہو گئے۔

آج ہم دونوں تمہیں اسٹاک ہوم کی سیر کرائیں گے، اور پھر کل کا دن ہمارے لیے مصروفیت تلاش کرنے میں گزرے گا۔" لیشا نے کہا۔

"شکریہ مس لیشا۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اور اس کے بعد تمہارے لیے کچھ لباس بھی مہیا کرنے ہیں۔" لیشا بولی

"اوہ۔ ہاں ہمارے لباس تو بہت خراب ہیں تو مس لیشا آج آپ کے ساتھ سیر کے لئے انہیں لباسوں میں جانا پڑے گا کیا آپ ہمارا وجود اسی لباس میں پسند کریں گی؟"

"ہاں برے تو نہیں ہیں" لیشا نے لاپرواہی سے کہا۔ سردار زیر لب مسکرانے لگا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آئے۔

سویڈن میں پاگل پن جنس اور الکحل کے ساتھ موسم بھی ایک مسئلہ ہے۔ موسم سرما میں یخ بستہ ہواؤں اور برفیلے طوفان کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اگر اتفاق سے سورج نکل آئے تو روشنی صرف دو گھنٹے رہتی ہے لوگ ایک نیم تاریک برفانی ماحول میں بے جان لاشوں کی مانند گھسٹتے پھرتے ہیں فرانسیسی فلاسفر ڈیسکورڈ سویڈن ہی میں رائل لائبریری کے خنک کمروں میں سردی کی تاب نہ لا کر مرا تھا۔ ایک سویڈش کے لیے خوشگوار موسم کا مطلب چمکتی دھوپ اور نیلا آسمان ہے جو سال میں دس ماہ اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے ہوسٹل پارک کو عبور کر کے ہم لوگ زمین دوز ریلوے اسٹیشن پر آئے اور وہاں لیشا نے ـــــ ٹکٹ خریدے اور ہم زمین دوز ٹرین میں داخل ہو گئے۔ وہاں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے نشے میں اونگھتے ہوئے بوڑھے ان کے ساتھ انہیں سنبھالنے والی بوڑھیاں نیم برہنہ لڑکیاں اور ان کے بدن کے کھلے ہوئے حصوں کو تاڑنے والے نوجوان لڑکے۔

ٹرین کا سفر خاصا خوشگوار رہا اور پھر ہم اسٹیشن پر اتر گئے۔ اسٹیشن سے سامنے والی سڑک پار کر کے ہم سینٹرل پل پر آ گئے۔ پل کے پہلو میں سے اسٹاک ہوم کے ٹاؤن ہال کی سیڑھیاں اترتی تھیں۔ مسبزک کی تعمیر کردہ یہ عمارت وینس کے سینٹ مارک کلیسا سے بہت ملتی جلتی تھی۔ وینس کی طرح اسٹاک ہوم بھی جزیروں کا مجموعہ ہے۔ جنہیں اطالوی طرز کے پل ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ لیشا ہمیں ٹاؤن ہال دکھانے کے بعد شہر کی مشہور سڑک کنگز کوئین پر لے گئی۔ کانسرٹ ہال، کبزاہال، ہیب کا ڈیپارٹمنٹل اسٹور جہاں دنیا کی ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

یہ بے وقوف لڑکیاں شاید ہمیں شاپنگ کرانے لائی تھیں ہم دونوں نے خود کو لاتعلق رکھا اور ان کے ساتھ اسٹور میں پہنچ گئے۔ لڑکیوں نے ہمارے لیے اپنی پسند کے لباس طلب کئے تھے انہوں نے نصف درجن کے قریب خوبصورت سوٹ میرے لیے اور اتنے ہی سردار کے لیے خریدے۔ ٹائیاں، شوز اور دوسری ایسی چیزیں بلاشبہ انہوں نے زبردست خریداری کر ڈالی تھی ہم دونوں ہی خاموش رہے اور پھر سیلز گرل نے بل پیش کیا تو میں نے جیب سے کرنسی کی ایک گڈی نکال کر اس میں سے چند نوٹ کھینچے اور

ادا کر دیا۔

"ارے۔ ارے یہ کیا ہے یہ نہیں ہو سکتا" لیشا نے مضطربانہ انداز میں میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیوں مس لیشا؟" میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ لیشا کی آنکھوں میں شرمندگی کے تاثرات تھے ان لوگوں نے شاید ہمیں آوارہ گرد قسم کے قلاش سمجھا تھا جو پیسے ختم ہونے پر چھوٹے سہارے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

"بل میں ادا کروں گی۔"

"سمجھ لیں آپ ہی نے ادا کیا ہے۔" میں نے بل کی بقیہ رقم کاؤنٹر گرل کو بخشش دیتے ہوئے کہا اور ایک ملازم نے ہمارے سامان کے پیکٹ اٹھا کر ہمیں باہر تک لا چھوڑا۔ کارنہ پاکر اس نے ہماری طرف دیکھا تب لیشا نے آہستہ سے کہا۔ "انہیں باہر کلوک روم میں رکھ دیں ہم واپسی پر ساتھ لے لیں گے۔"

"یس میڈم" ملازم نے جواب دیا۔ اور سامان کلوک روم میں رکھ دیا گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لیشا کسی قدر مضمحل ہو گئی ہے حالانکہ میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ شاید وہ ہماری مدد کر کے خوش ہونا چاہتی تھی۔ اور اب وہ یقیناً شرمندگی سے دوچار تھی بہرحال میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص بات نہیں کی۔

اور اس کے بعد بھی وہ دونوں ہمیں مختلف علاقوں کی سیر کراتی رہیں۔ ایک جگہ تنہائی میں لیشا نے مجھ سے ایک عجیب سی بات کہی" ایڈورڈ کیا تم ہم لوگوں سے الجھن تو نہیں محسوس کر رہے؟"

"الجھن کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"سویڈن بہت سے نوجوانوں کو صرف اس لیے کھینچ لاتا ہے کہ یہاں بیجا پابندیوں سے بے نیاز رنگینیاں دنیا بھر میں مشہور ہیں لیکن سویڈن میں داخل ہوتے ہی تمہارا واسطہ چند ایسے لوگوں سے پڑ گیا ہے جو شاید سویڈن کے لیے مذاق ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے اسے بغور دیکھا۔ "آپ نے یہ بات کیوں سوچی مس لیشا؟"

"کیا میں یہ سوچنے میں حق بجانب نہیں ہوں؟" میں نے آپ کے ساتھی کی نگاہوں میں بیزاری کے آثار محسوس کئے ہیں" لیشا نے جواب دیا۔

"وہ احمق ہے" میں نے کہا۔

"کیوں۔ وہ احمق کیوں ہے؟"

"زندگی کبھی قریب سے دیکھی جاتی ہے کبھی دور سے اور پھر خلوص بڑی قیمتی شے ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں میں ہمارے لیے جو خلوص ہے اسے ہر قیمت پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ یوں بھی ہمیں آپ کے ساتھ زندگی تو نہیں گزارنی یہاں وہی ہونا چاہیے جو ہمارے میزبانوں کو پسند ہے" میں نے ایسی الجھی گفتگو کی کہ لیشا مسکرا کر رہ گئی۔ اور کئی منٹ تک جواب نہ دے سکی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ خاموش سی ہے۔

واپسی پر میں نے سامان کے پیکٹ وصول کئے اور ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے جہاں بوڑھے اصول پرست ہمارے منتظر تھے میری ذات کو انہوں نے دل سے قبول کر لیا تھا صرف ایک پرتقدس نغمے نے ان کی عقیدت اس قدر بڑھا دی تھی کہ بوڑھے اور بوڑھیاں بھی میرا احترام کرنے لگے تھے اور میرے سامنے جھک جاتے تھے۔ اس رات بھی کوٹھی میں زبردست اہتمام کیا گیا تھا۔ خاص طور سے میرے لیے ایک عمدہ گٹار

خرید کے لایا گیا تھا اور پھر بڑے ادب اور احترام سے مجھ سے فرمائش کی گئی۔

"استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں؟"

"مجھے کسی ایسی بیماری کا نام بتاؤ جو پھوؤں کے ساتھ رہ کر پیدا ہو جاتی ہو؟" اور میں اس کے سوال کا مقصد سمجھ گیا۔

"اسے اصول پرستی کہتے ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا کوئی علاج ہے؟"

"ہاں۔"

"خدا کے لیے بتادو۔" سردارے بری طرح گھگھیانے لگا۔

"پھٹے ہوئے جوتے کو رات کو پانی میں بھگو دو۔ صبح کو پانی سے نکال کر نہار منہ دس کھوپڑی پر مار لو۔ دو تین دن میں افاقہ ہو جاتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"تو رحم کی کوئی اپیل کارگر نہ ہوگی؟" سردارے نے گہری سانس لے کر بولا۔

"رات کو گفتگو کریں گے اس وقت سب ہماری طرف متوجہ ہیں" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر میں سب کچھ بھول کر گٹار میں کھو گیا۔ آج میں نے انہیں دوسرے کئی نغمے سنائے تھے لیکن بوڑھیوں نے کل والے نغمے کی فرمائش کر دی۔ اور میں چکرا گیا۔ کل جو نغمہ میں نے سنایا تھا اس میں میرا دخل زیادہ نہیں تھا۔ اگر سنگیت میں کوئی جادو وغیرہ ہوتا ہے تو کل صاف اس کا اظہار ہوا تھا میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا میں نے انہیں ٹال دیا اور پھر میں نے انہیں اپنا آفاقی نغمہ سنایا لعل میری پت رکھیو بھلا۔ دیوانہ کر دیا اس نغمے نے ان کو اور اس کی حقیقت سے کب کسی نے انکار کیا تھا۔ بوڑھوں میں جوانی امڈ آئی اور بے حد خوش ہوئے وہ لوگ۔ مجھے بے پناہ مبارک باد وصول کرنی پڑی۔

پھر یہ پروگرام ختم ہو گیا اور ہمیں آرام کی اجازت مل گئی۔ عقیدت مند ہمیں ہمارے کمرے تک چھوڑنے آئے تھے۔ سردارے بدستور مسخرے پن پر اترا ہوا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں باس!"

"کہاں؟" میں چونک کر بولا۔

"اب دیکھو نا پھٹا ہوا جوتا تلاش کرنا بھی تو کارے دارد ہے۔ شاید ہی پوری عمارت میں کوئی مل سکے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا "آج اور صبر کر لو سردارے"

"کیا مطلب استاد؟" سردارے نے چونک کر بولا۔

"کل یہاں سے چل پڑیں گے۔"

"اوہ۔ واقعی؟" سردارے خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ"

"ساری شرطیں بغیر سنے منظور استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی "آئندہ اگر کوئی لڑکی پسند آ گئی اور تم نے اس کے ساتھ

زیادہ وقت گزارنے کی خواہش کی تو وہ پوری نہیں کی جائے گی"

"اوہ۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی پھر وہ آہستہ سے بولا "میں یہاں سے اتنا بیزار ہو گیا ہوں استاد کہ اس خوفناک شرط کو بھی قبول کرتا ہوں"

"بس بات ختم ہو گئی" میں نے جواب دیا۔

"تم ناراض تو نہیں ہو استاد؟" سردارے نے خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"

"تب پھر کچھ اور باتیں کریں؟"

"یقیناً! میں لباس تبدیل کر کے مسہری پر دراز ہوتے ہوئے بولا۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ کل صبح لیشا وغیرہ سے اجازت طلب کر لوں گا اور پھر اس کے بعد ہم دونوں ہی کافی دیر تک خاموش رہے۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی پھر ہمیں نیند آ گئی۔ اور نہ جانے کتنی دیر سوئے ہوں گے کہ اچانک دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ نیم غنودہ ذہن سے میں نے آنے والے کے بارے میں سوچا اور پھر شاید اسی انداز میں دروازے پر پہنچ گیا۔

"کون ہے؟" میں نے خمار آلود لہجے میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر ایڈورڈ! دروازہ کھولئے۔" مارتیانا کی آواز سنائی دی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے مارتیانا؟"

"مسٹر ایڈورڈ، پلیز، لیشا نے آپ کو اپنے کمرے میں بلایا ہے۔"

"اس وقت؟"

"جی ہاں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہی ہے۔" مارتیانا نے کسی قدر شرم آلود لہجے میں کہا اور نیند میری آنکھوں سے رفو چکر ہو گئی۔ میں نے معنی خیز نگاہوں سے مارتیانا کو دیکھا اور پھر واپس پلٹ کر سلیپنگ گاؤن شانوں پر ڈال لیا اور اس کی ڈوری کمر کے گرد کستا ہوا باہر نکل آیا۔ رات اتنی گزر چکی تھی کہ اب اس قدامت پسند گھرانے میں کسی کے جاگنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مارتیانا میرے پیچھے آ رہی ہے لیکن لیشا کے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مارتیانا غائب تھی۔ یہ بات بھی معنی خیز تھی۔ بہرصورت میں نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکیلا تو دروازہ بند نہ تھا۔

کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا اور لیشا اپنی خوبصورت مسہری پر سو رہی تھی۔ میرے قدم رک گئے۔ مارتیانا نے کہیں مذاق تو نہیں کیا۔ اگر یہ مذاق ہے تو بڑا سنسنی خیز ہے۔ خود لیشا جاگ جائے اور مجھے اس طرح اپنے کمرے میں دیکھے تو کیا سوچے گی۔ یا پھر اگر اس کے گھر کا کوئی فرد اتفاق سے مجھے یہاں دیکھ لے تو جو احترام ان کے ذہنوں میں میرے لیے ہے سب ختم ہو جائے گا اور پھر ممکن ہے رات بھی کسی فٹ پاتھ پر ہی بسر کرنا پڑے۔

چنانچہ میں نے دبے پاؤں واپس پلٹ آنے ہی میں عافیت سمجھی۔ لیکن ابھی میں دروازے تک بھی نہ پہنچا تھا کہ لیشا کی آواز سنائی دی۔

"ایڈورڈ!"

اور میں ٹھٹک گیا۔ میں نے پلٹ کر لیشا۔۔۔ کی طرف دیکھا۔ وہ جاگ رہی تھی اور اس کے چہرے پر چھایا ہوا گلابی رنگ رات کا خمار نہ تھا۔ یقیناً اس وقت اس کی سانسوں میں شدید حدت ہو گی۔

"واپس آؤ۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"اوہ لیشا' میں سمجھا تم سو رہی ہو" میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کہا۔

"نہیں میں جاگ رہی ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمجھا مارتیانا نے مذاق کیا ہے۔" میں پھر پلٹ پڑا اور لیشا کی مسہری کے قریب پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گی لیکن وہ اسی طرح تکیے پر سر رکھے لیٹی رہی۔

"بیٹھ جاؤ۔ وہ آنکھیں بند کر کے بولی اور میں مسہری کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ "دراصل ایڈورڈ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں' میرا وہ کہنے کا حوصلہ نہیں پڑ رہا۔ لیکن اس کے باوجود تم سن لو۔ میں نے ساری ہمت مجتمع کر لی ہے۔ سنو ایڈورڈ۔" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی "میں بغاوت کرنا چاہتی ہوں۔ میں ان فرسودہ خیالات اور فرسودہ ذہن کے مالک لوگوں کی اب کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ہاں ایڈورڈ! تم خود سوچو' سویڈن کی لڑکیاں تیرہویں سال میں اپنا محبوب تلاش کر لیتی ہیں۔ ہماری حکومت نے اس قسم کے ادارے خصوصی طور پر قائم کیے ہیں جو کم سن ماؤں کی اولاد کو پرورش کرتے ہیں کیونکہ ان کے باپ نہیں ہوتے۔ سویڈن میں لڑکی کا کنوارپن اس کے لیے گالی ہوتا ہے۔ اور یہ قدامت پسند لوگ ہمیں ان گالیوں کی زد میں دیکھنا پسند کرتے ہیں لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ ان قدامت پسندوں کی تہذیب کا بت پاش پاش کر دوں گی اور ایڈورڈ! تم میرے محبوب ہو۔ سنو میں تم سے بے پناہ متاثر ہوں لیکن میں جانتی تھی کہ میری پسندیدگی کا اظہار ان بوڑھے ذہنوں کو پسند نہیں آئے گا۔ اس لیے میں نے خود کو باز رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ بغاوت کا فیصلہ کر چکی ہوں تو ایڈورڈ۔ تو۔ میں۔ میں۔ رات۔ تم میری محبت ہو نا۔ بولو کیا تم۔ محبت کرو گے؟"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ تو یہ لڑکی خود بخود راہ پر آ گئی تھی حالانکہ میں نے تو سوچا تھا کہ صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یوں بھی اب کافی وقت گزر چکا تھا اور میں اپنا کام شروع کر دینا چاہتا تھا۔ یوں لگتا جیسے انٹرپول اور مکلینو ہمیں تلاش کرنے میں ناکام رہ کر فراموش کر چکے ہوں اور اب بھول بھی چکے ہوں۔ چنانچہ اب کام شروع کرنے میں کیا حرج تھا اور پھر یوں بھی ان لڑکیوں نے ہمیں متاثر نہیں کیا تھا۔ سردارے تو بری طرح بیزار تھا۔ اس لیے بھی ہم یہاں سے بھاگ رہے تھے لیکن اب کیا ہونا چاہیے۔ کیا میں لیشا کے رخساروں کو تھپتھپا کر اسے سو جانے کی تلقین کروں یا اس کے نوخیز بدن کو اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اس کی بغاوت مکمل کر دوں۔"

بہت سے دن تنہا گزر گئے تھے۔ سویڈن کی رسیلی جوانیاں دعوت گناہ دیتی ہوئی سڑکوں پر سرگرداں تھیں لیکن ہم نے نہ جانے کیوں شرافت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور ان بور لڑکیوں کے ساتھ گزارہ کر رہے تھے لیکن اب۔ اب جبکہ انہیں خود ہی احساس ہو گیا تھا کہ وہ ان قدامت پسندوں کے چکروں میں پڑ کر خود کو تباہ کر رہی ہیں تو پھر انہیں نظر انداز کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا ایڈورڈ۔"

"کیا تم تھوڑا سا اور کھل سکتی ہو لیشا؟"

"اس سے زیادہ نہیں۔" لیشا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"اور اگر میں تمہاری باتوں سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاؤں تو؟"

"ہو جاؤ!" لیشا انتہا کو پہنچ گئی تھی اور بہرحال ایک مرد کی حیثیت سے میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے پوری پوری غلط فہمی سے کام لیا اور نوخیز لیشا میرے بازوؤں میں کسمساتی رہی۔ اس نے کنوارپن کی گالی سے چھٹکارا پا لیا تھا لیکن اب اس کے ذہن میں بغاوت کا کوئی تصور نہیں رہا تھا۔ بلکہ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اب تک یہ بوڑھے' جاندہ لوگ اسے زندگی سے دور کیوں رکھے ہوئے تھے۔ رات کا شاید آخری پہر گزر رہا تھا لیکن نیند نہ لیشا کی آنکھوں میں تھی اور نہ میری۔

"لیشا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی!"

"یہ مارتیانا کہاں رہ گئی تھی۔ کیا اسے تمہاری بغاوت کا علم تھا؟"

"ہاں۔ وہ بھی تو میرے ساتھ اس بغاوت میں شریک تھی۔"

"ارے!" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "تو کیا وہ۔۔۔ کیا وہ؟"

"ہاں وہ بھی پنتو کو پسند کرتی تھی۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر دل ہی دل میں مسکرا پڑا۔ گویا سردارے بھی عیش کر رہا ہو گا۔ بشرطیکہ وہ احمق لڑکی اسے اپنی بغاوت کا مفہوم سمجھا سکی ہو۔

پھر صبح کی روشنی نمودار ہونے کے آثار نظر آئے میں اتنا شریف انسان نہیں تھا کہ کسی کے دیکھ لینے کے خوف سے بھاگ جاتا لیکن قدامت پسندوں کے اس گروہ نے نہ جانے میرے ذہن کی کونسی گرہ متاثر کی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس قدامت پسندی میں مجھے مشرق کی بو آتی تھی۔ یورپ میں ان شریف انسانوں کو قدامت پسند اور بیک ورڈ سمجھا جاتا تھا جب کہ ہمارے ہاں یہی تہذیب کا معیار تھا۔ اس طرح یہ قدامت پسند کسی حد تک میرے ذہن میں در آئے تھے لیکن اب میں شرافت کی اس اسٹیج پر بھی نہیں تھا کہ اس حسین رات کو نظر انداز کر کے چلا آتا۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ میں صبح کی روشنی سے پہلے شرافت کے اس مذبح خانے سے نکل آتا۔ سو میں نے لیشا سے اجازت چاہی۔

"اب مجھے چلے جانا چاہیے لیشا۔"

"اوہ' ابھی نہیں ایڈورڈ۔"

"بات یہ ہے لیشا کہ تم تو باغی ہو۔ بغاوت کے جرم میں تمہاری گردن کٹ جائے گی لیکن مجھے کیوں سزا دلواتی ہو؟"

"اوہ۔ تو تم میرا ساتھ نہ دو گے؟"

"صرف اس حد تک کہ اگر تم کل بھی اس بغاوت پر آمادہ ہو تو میں کل بھی تمہارا مددگار ہوں گا۔"

"نہیں ایڈورڈ۔ دل نہیں چاہ رہا کہ تم جاؤ۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ لوگ گردنیں کیوں کٹا دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے عقل کی رفاقت جزو زندگی ہونی چاہیے۔"

"اوہ تم بزدل ہو۔" لیشا جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"شاید---" میں نے سرد لہجہ میں کہا اور پھر میں اس کے نزدیک سے اٹھ گیا۔ اور لیشا کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر اس کے کمرے سے نکل آیا۔ باہر ابھی تک سناٹا تھا کہیں دور سے مرغوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن اپنے کمرے میں پہنچ کر میں ٹھٹک گیا۔ نہ جانے سردارے میری عقل استعمال کرنے کا عادی ہے یا نہیں اور بغاوت کا دوسرا پروگرام ہمارے ہی بیڈ روم میں جاری رہا یا مارتیانا اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔

دستک دینے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی لیکن اگر سردارے نے ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ہے تو بھی ضروری ہے کہ اس وقت کی نزاکت کا احساس دلا دیا جائے۔

چنانچہ میں نے دروازے پر دستک دی اور دوسری طرف کی آوازوں کا انتظار کرنے لگا۔ اندر ایسا لگ رہا تھا جیسے دو بلیاں لڑ پڑی ہوں اور پھر سردارے کی گھگیاتی ہوئی آواز سنائی دی:

"کک کون ہے؟"

اچانک ہی میرے ذہن میں شرارت ابھر آئی۔ میں نے لیشا کے بوڑھے نانا کی آواز میں کہا۔

"اوہ میرے بچے مجھے معاف کرنا۔ نہ جانے یہ مارتیانا رات کو کہاں غائب ہو گئی۔ سارے گھر میں تلاش کر لیا ہے۔ بے حد شریر ہے۔ وہ تمہارے کمرے میں تو نہیں گھس آئی۔"

"بڑے میاں۔ یہ کسی کو تلاش کرنے کا وقت ہے؟ ہم لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ جاؤ صبح کو تلاش کرنا۔" سردارے کی بگڑی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میرے بیٹے صرف میں نہیں تمام گھر والے اسے پوری کوٹھی میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں اب تمہاری نیند تو خراب ہو ہی چکی ہے۔ براہ کرم' دروازہ کھول دو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اس وقت کسی طور پر ممکن نہیں ہے۔ تم جاؤ ہم کل تمہارا گھر ہی چھوڑ دیں گے" سردارے نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ بھرپور قہقہے لگاؤں لیکن ابھی کچھ اور تھا۔

"اگر تم دروازہ نہیں کھولو گے تو میں دوسرے لوگوں کو بھی یہیں بلالوں گا۔ اگر مارتیانا تمہارے کمرے میں ہے تو بات مجھ سے آگے نہیں بڑھے گی۔" بوڑھے کی آواز کی نقل شاید اتنی ہی کامیاب تھی کہ خود مارتیانا بھی اس میں فرق محسوس نہیں کر سکی تھی۔ اندر خاموشی چھا گئی اور پھر چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا۔ میں ایک دم آڑ میں ہو گیا تھا اور پھر میں نے سردارے کا چہرہ دیکھا۔ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ شاید مجھے پہچان ہی نہیں پا رہا تھا۔ اس نے بغور میری شکل دیکھی اور پھر ادھر ادھر جھانکنے لگا۔ میں نے چہرہ ... ہی بنا رکھا تھا۔

"کک کیا مطلب؟ کہاں گیا؟" سردارے احمقانہ انداز میں بولا۔

"کون؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"وہ--- وہ--- ارے--- اوہ! یہ تم تو نہیں تھے استاد؟"

"حواس خراب ہوئے ہیں کیا؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ارے باپ رے کہیں وہ دوسروں کو بلانے تو نہیں گیا؟" سردارے نے بے تکے انداز میں مجھے اندر کھینچ لیا اور پھر خوفزدہ انداز میں دروازہ بند کر دیا۔ "جلدی۔ مارتیانہ جلدی کرو۔" وہ مسہری کی طرف

لپکتا ہوا بولا اور مارتیانہ بدحواسی سے باہر نکل آئی۔ لیکن اس کا حلیہ بہت دلچسپ تھا نچلا لباس بے ترتیب تھا اور اوپری لباس الٹا پہنا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر منہ پھاڑ کر سردارے کو دیکھنے لگی۔

"ارے مارتیانا۔ تم مسہری کے نیچے کیا کر رہی تھیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ارے نکلو جلدی۔" سردارے اسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے بولا اور مارتیانہ سرپٹ دوڑ گئی۔

"لباس بھی ٹھیک نہ کرنے دیا بے چاری کو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"استاد۔ استاد تمہیں خدا کی قسم ہے بتادو۔"

"کیا بتادوں؟ پاگل ہو گئے ہو کیا؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے باپ رے۔ پھر وہ ضرور۔ اوہ!" سردارے دروازے کی طرف لپکا اور پھر اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر مسہری پر چھلانگ لگائی اور لیٹ کر چادر منہ پر ڈھک لی۔

"تم نے شاید کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔" میں نے اپنی مسہری پر جاتے ہوئے کہا۔

"خواب نہیں استاد۔ کم بخت بوڑھا آ گیا تھا۔"

"خواب میں نا؟"

"اوہ مجھے شبہ بھی ہو رہا ہے۔ کہیں وہ تم ہی تو نہیں تھے استاد۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"کیا ہوا۔ آخر منہ سے تو پھوٹو۔"

"وہ مارتیانا کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں"

"مارتیانا یہاں کیوں آئی تھی؟"

"بغاوت کرنے!"

"کیا بکواس ہے؟"

"اوہ کیا بتاؤں استاد' ویسے اب خطرہ ٹل گیا ہے مگر کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟"

"سردارے تم بدحواس ہو گئے ہو۔ کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

"مگر اتنی جلدی--- میں نہیں مانتا استاد۔ گڑبڑ تم نے ہی کی ہے اتنی جلدی تم آ بھی گئے اور وہ غائب بھی ہو گیا اور ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم خود کہاں گئے تھے؟"

"ہوں! تو کیا پوزیشن رہی؟" میں نے سردارے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"پوزیشن تو تم بتاؤ استاد یہ سب کیا گڑبڑ تھی؟"

"تم خوش ہو نا؟"

"ہاں صرف ان لمحات کو نکال کر جو تم نے بڑے میاں کی آواز میں بول کر مجھ پر مسلط کر دیئے تھے۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"بس سب کچھ ہی کہہ دیا لیکن مجھے حیرت ہے کہ ان لڑکیوں کے ذہن میں بغاوت کا یہ جذبہ اچانک کیوں ابھر آیا؟"

"وجہ کچھ بھی ہو لیکن ان کی یہ بغاوت ہمارے لیے تو فائدہ مند رہی۔"

"خدا کرے یہ بغاوت ایک آدھ ہفتہ ضرور چل جائے۔" سردارے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"سردارے!" میں نے سخت لہجے میں کہا "ہمیں کل صبح یہاں سے چل دینا ہے"

"ارے نہیں استاد' ہائے نہیں یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ارے اب تو قسمت کا ستارہ گردش سے نکلا تھا۔ استاد میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ صرف ایک بار خدا کے لیے صرف ایک بار۔"

"نہیں سردارے زبان بھی کوئی چیز ہوتی ہے ہمیں ہر قیمت پر کل یہ مکان چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"ہائے تم نے یہ رات' یہ حسین رات برباد کر دی استاد لیکن تمہارا بھی کیا قصور۔ میری تقدیر ہی خراب ہے کم بختوں کے ذہنوں میں اس سے پہلے نہ جانے کیوں بغاوت کا جذبہ نہ ابھرا ورنہ میں تم سے ایسی بات کہتا ہی کیوں؟"

"اب تو جو کچھ بھی ہوا ٹھیک ہی ہوا۔ بہرحال اس رات کے سہارے تم کئی روز سکون سے گزار سکتے ہو۔ مارتیانہ تمہیں پسند بھی تھی نا!"

"ہاں استاد حسین تو وہ تھی ہی لیکن اس رات اس کے حسن کی لطافتیں کچھ اور بڑھ گئی تھیں۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں لگا جیسے میں خوشبوؤں کی وادیوں میں محو پرواز ہوں۔ پھر پھولوں کا ایک ڈھیر میرے سینے پر آ پڑا۔ نرم نرم سا بوجھ اور اس کے ساتھ لطیف گرم گرم سانسیں۔ آنکھ کھلی تو وہ بڑی بے تکلفی سے میرے سینے پر اپنا بوجھ ڈالے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ میرے چہرے سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھا تو پھر سوچنا کیا معنی۔ گلابی ہونٹ اگر چہرے سے اس قدر قریب ہوں تو انہیں نہ چومنا گناہ عظیم ہے اور جب پھر مقابل کی طرف سے بھی بوسے کی گرمجوشی ہو تو ہاتھوں میں زنجیریں کیا معنی رکھتی ہیں اور استاد! اس سلسلے میں سکھوں کے اصول کا دل سے قائل ہوں کہ پہلے کرو پھر سوچو۔ لیکن سوچنے کی بات ہی نہ تھی۔ وہ آسمان سے تو نہیں اتری تھی۔ نہ میں نے اسے بلایا تھا نہ اسے کہیں سے اٹھا کے لایا تھا' تو سینے پر جو خود آ جائے اس سے اجنبیت کیا معنی رکھتی ہے لیکن بعد میں عقدہ کھلا اور یقین کرو تم بھی مجھے اسی وقت یاد آئے جب میں حواس کی دنیا میں واپس آ چکا تھا۔ میں نے تعجب سے تمہارے بستر کی طرف دیکھا لیکن تم موجود نہ تھے۔ تب مارتیانا نے صورت احوال بتائی کہ کس طرح بوڑھوں کی نصیحتوں سے اکتائی لڑکیاں بغاوت پر آمادہ ہوئیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک باغی کی عدالت میں آپ کو بلا لیا گیا ہے اور دوسرا باغی یہاں آ گیا ہے۔ باس! کیا یہ درست ہے کہ تم نے بھی رات باغیانہ ماحول میں گزاری؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"مگر باس خطرے کی گھنٹی بج چکی ہے بڑے میاں مارتیانا کی تلاش میں یہاں تک آ پہنچے تھے۔"

"میں نے گھنٹی کے تار الگ کر دیئے ہیں اب سو جاؤ میں نے کہا اور کروٹ بدل لی۔ پھر دیر تک سردارے کی بڑبڑاہٹ میرے کانوں میں گونجتی رہی وہ سمجھ گیا تھا کہ بڑے میاں کی آواز میں اسے احمق بنانے والا میں ہی تھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر حالات بدستور تھے باغی لڑکیوں کے چہرے کھلے ہوئے تھے ان کی آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی جیسے ان بوڑھوں کو بے وقوف بنا کر وہ بہت مسرور ہوں۔ بوڑھوں کے چہروں سے کوئی خاص بات مترشح نہیں تھی ظاہر ہے ابھی انہیں اس بغاوت کا علم نہیں ہوا تھا۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ اپنے کمرے میں آ گئے۔ سردارے کے چہرے سے افسردگی کا اظہار ہو رہا تھا

اسے یہاں سے جانا بڑا کھل رہا تھا لیکن اس وقت نکل چلنا ہی بہتر تھا۔ لڑکیاں خود پر سے قدامت پسندی کا لبادہ اتار چکی تھیں ان کے نزدیک کھل کر سامنے آ جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن بہرصورت اخلاق کی کوئی رمق دل کے کسی گوشے میں چھپی ہوئی تھی جو اس بات کے لیے مجبور کر رہی تھی کہ جن لوگوں نے ہمیں اس قدر عزت اور احترام دیا ہے ان کی نگاہوں میں کوئی ایسی شکل اختیار نہ کر سکیں۔

"استاد کیا پروگرام ہے" سردارے نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"یہ تمہاری آواز زنانی کیوں ہو رہی ہے"

"میں واقعی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں"

"واقعی۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"استاد میں کہے دیتا ہوں" سردارے جھلا کر بولا اور پھر اچانک خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا۔ "یہ لڑکیاں ہمیں چھوڑنے تو چلیں گی ہی؟"

"کیا ضروری ہے ہم خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے ان لوگوں کو بتانا بھی مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ" سردارے گردن ہلانے لگا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

اور ان لوگوں سے چھپ کر نکل آنا ہی مناسب رہا۔ ظاہر ہے ہم لوگ وہاں سے نکلتے تو پوچھا جاتا ہمیں کیا تکلیف ہے یقیناً وہ لوگ ہمیں آسانی سے نہ آنے دیتے۔ چنانچہ نہایت چالاکی سے سامان سمیٹ کر نکل آئے اور کافی دور چلنے کے بعد بالآخر ٹیکسی مل گئی۔ کوئی جگہ تو ذہن میں تھی ہی نہیں ایک چھوٹے سے پارک کے گیٹ کے سامنے ٹیکسی رکوائی بل ادا کیا اور پارک میں داخل ہو گئے۔ دن کا وقت تھا اس لیے پارک سنسان تھا۔

ہم نے گوشہ منتخب کیا اور مسافروں کے سے انداز میں وہاں بیٹھ گئے سردارے کا منہ بدستور کھلا ہوا تھا۔

"یار تو نے ایک لڑکی کے لیے سور کی سی شکل بنا لی ہے جیسے اس کے بعد تمہیں کوئی لڑکی نہیں ملے گی۔"

"ہائے استاد بڑا الہڑ پن تھا اس کی باتوں میں بڑی حیرانی تھی اس کے انداز میں بلاشبہ استاد لڑکیاں بے شمار ملیں گی لیکن اس کی طرح البیلی شرمیلی سی ملنا مشکل ہی ہے۔ اس کے ذہن میں وہ سب کچھ نہ تھا جو ہوا تھا۔"

"اچھا فضول باتیں نہ کرو میک اپ کا سامان نکالو۔"

"ظلم ہے استاد ظلم ہے یعنی تم اس قابل بھی نہیں چھوڑو گے کہ اگر کبھی سر راہ نظر بھی آ جائیں تو نہ پہچان سکیں۔" سردارے نے بریف کیس کھولتے ہوئے کہا اور پھر میک اپ کا سامان نکال لیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کے چہرے بدلے ہوئے تھے۔ ویسے میں نے چہرے ایسے رکھے تھے کہ ہم لڑکیوں سے بالکل مایوس نہ ہوں۔ سردارے نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا تھا پھر ہم پارک سے بھی نکل آئے اور دوسری ٹیکسی روک لی۔

"بارنز۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ادب سے گردن جھکا دی۔ ٹیکسی آگے بڑھ

گئی اور چند ساعت کے بعد ہم اسٹاک ہوم کے سب سے خوبصورت ہوٹل میں داخل ہو گئے۔

ایٹنڈنٹ نے ہمارا سامان ایک خوبصورت کمرے میں پہنچا دیا۔ کشادہ کمرہ ضروریات زندگی کی ساری آرائشوں سے مرصع تھا۔ سردارے کا موڈ بھی بحال ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ کمرے تک آتے ہوئے ہم نے کئی حسین چہرے دیکھے تھے۔

"اچھی جگہ ہے استاد۔"

"یقیناً تمہیں تو اچھی لگی ہی ہوگی۔"

"اب کیا کیا جائے۔ ان کے بغیر گزارہ بھی تو نہیں ہے سچ استاد میرا خیال ہے آنکھوں کی بینائی قائم رکھنے کے لیے حسین چہروں کی موجودگی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اگر دنیا میں یہ نرم نرم سی سرخ سرخ سی بیر بہوٹیاں موجود نہ ہوں تو چند سال میں چاروں طرف اندھے ہی اندھے نظر آئیں گے" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سردارے لباس وغیرہ تبدیل کر کے ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ میں بھی بیٹھ کر سوچنے لگا تھا پھر میں نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں لذیذ ترین کافی کے سپ لے رہے تھے۔

"استاد۔" سردارے کافی کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"یاد تو بہت کریں گی۔"

"کون؟"

"وہی دونوں میرا مطلب ہے لیشا اور مارتیانا"

"تمہارا ذہن ابھی تک انہی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے؟"

"آہ۔ ایک رات کی رفاقت خواب کی مانند تھی ابھی تو استاد میرے بدن سے اس کی خوشبو بھی نہیں گئی ہے ایک حسین نوخیز لڑکی میں جس کی زندگی کا پہلا مرد تھا اور میری آغوش میں مرد آشنا ہونے کے بعد ایسی حیران تھی کہ کچھ نہ پوچھو۔" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"بس تو ٹھیک ہے یاد کرتے رہو اسے یہیں جو لڑکیاں موجود ہیں ان سے میں نمٹ لوں گا۔"

"نہیں نہیں میں تنہا تمہیں لڑکیوں کے چکر میں نہیں پھنسنے دوں گا۔ استاد میری دوستی کس دن کام آئے گی" سردارے جلدی سے بولا اور میں نے اس کی پشت پر ایک دھول جما دی۔

شام ہوئی تو ہم تیار ہو کر نیچے اتر آئے ڈائننگ ہال میں پہنچے تو آنکھیں کھل گئیں۔ انتہائی حسین ماحول تھا لیکن ایک بات ہم نے خاص طور سے محسوس کی تھی۔ ہال میں بوڑھیوں کی تعداد زیادہ تھی حسین ترین لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کے سے میک اپ میں جوان بننے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ ہمارے ویٹر نے ایک میز کی طرف راہنمائی کر دی ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"باس یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کیا سویڈن کی ساری لڑکیاں بوڑھی ہو گئیں؟"

"اللہ جانے مگر نہیں دیکھو دیکھو وہ اس کونے میں" میں نے جلدی سے اشارہ کیا۔ ایک میز پر چار خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے ورنہ ان بوڑھیوں نے تو منہ کا مزا ہی خراب کر دیا تھا۔"

بعد میں ہمیں تفصیلات معلوم ہو گئیں بارنز اسٹاک ہوم کا سب سے مہنگا ہوٹل تھا۔ گراں قیمت ہونے کی وجہ سے یہاں صرف نوجوان لڑکیوں کے متلاشی امیر بوڑھے یا پھر غیر شادی شدہ بوڑھیاں نوجوان لوگوں کو پھانسنے کے چکر ہی میں آتی تھیں۔ ہم دلچسپ تماشے دیکھتے رہے پھر کھانے کا آرڈر دیا اور بارنز کے لذیذ ترین کھانے ہمیں بے حد پسند آئے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور میں نے بارنز کے دوسرے حصوں کو دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

پھر ہم اپنی پسندیدہ جگہ پہنچ گئے یہاں میزوں پر جوا ہو رہا تھا۔ خوش لباس بوڑھیاں زیادہ تر میزوں پر نظر آ رہی تھیں۔ ہم دونوں ایک رول مشین پر پہنچ گئے۔ ایٹنڈنٹ نے کرنسی لے کر سرخ ٹھیپے کے ڈھیر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور پھر ایک دلچسپ تفریح شروع ہو گئی۔

فربہ بدن کی ایک دراز قامت بڑھیا نے آنکھوں میں چھ بوتلوں کا نشہ پیدا کر کے سردارے کی طرف دیکھا اور میں نے سردارے کو کہنی ماری سردارے چونک پڑا تھا۔

"کیا ہوا استاد؟"

"لڑکی۔" میں نے اسے آنکھ ماری۔

"کہاں؟" سردارے نے چاروں طرف دیکھا۔

"ہائے کیا نشیلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے ابے تیرے سامنے ہی تو ہے۔" میں نے کہا اور سردارے نے دراز قامت بڑھیا کی طرف دیکھا۔ سردارے سے نگاہ ملتے ہی بڑی بی بڑے دلاویز انداز میں مسکرائی تھی اور سردارے کے چہرے پر ایسے ہی آثار نظر آئے جیسے اچانک مروڑ اٹھ گیا ہو۔

"ہیلو" بڑی بی نے اپنا سفید ہیٹ سر سے اتارا جس میں سرخ پھول لگے ہوئے تھے اور سردارے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا تکلیف ہے اسے" وہ اردو میں بولا۔

"مر مٹی ہے تجھ پر"

"ارے لعنت ہے اس کمبخت پر نشے میں معلوم ہوتی ہے" سردارے بگڑے انداز میں بولا۔

"بری بات ہے سردارے۔ کسی لڑکی کے جذبات کی توہین نہیں کرتے۔"

"لڑکی ہے یہ خدا کی قسم یہ لڑکی ہے۔" سردارے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا اور بڑھیا دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جھک آئی یہ مشرق تو تھا نہیں جہاں بوڑھیوں کے چہروں پر تقدس اور ممتا کے نور کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ بے غیرت نسل کی بے غیرت بوڑھیاں اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں جو وہ کر رہی تھی۔ کھلے گریبان سے اس کی بوڑھی چھاتیاں جھانک رہی تھیں جنہیں کسی کیمیکل کے ذریعے جوانی بخشنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ممتا کے تقدس کے بجائے شیطانیت چھائی ہوئی تھی۔

"ہیلو ڈارلنگ دیکھو یہ سب تمہارے لیے ہیں" اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے سرخ ٹھیپوں کی طرف اشارہ کیا جن کی مالیت بہت کافی تھی۔

"اوہ، نو می۔ تھینک یو۔" سردارے نے انکساری سے کہا اور بوڑھی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"وہاٹ؟" وہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولی۔

"اٹھاؤ باس یہ ٹھیپے یہاں سے، ورنہ میں اس بڑھیا کی شکل بگاڑ دوں گا۔" سردارے نے ٹھیپے

سمیٹتے ہوئے کہا اور بہرحال سردارے کی وجہ سے وہاں سے ہٹنا پڑا۔

"دل توڑ دیا تم نے اس بے چاری کا' کیا بگڑ جاتا اگر مسکرا کر اسے دیکھ لیتے۔"

"جی مت جلاؤ استاد' وہ کمبخت بوڑھی۔ لیکن یہاں تو چاروں طرف ایسی ہی نظر آ رہی ہیں۔"

"عیش کرو سردارے' میرا خیال ہے اگر تم چاہو تو دو چار درجن خوبصورت بوڑھیاں تمہارے پیچھے لگ جائیں گی۔"

"اپنی سوچو استاد' وہ تمہیں ہی کب چھوڑیں گی۔ بڑی خطرناک جگہ ہے" سردارے نے گہری سانس لے کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بہرحال ایک اور میز پر پہنچ کر ہم نے تاش کھیلے اور میں نے صرف تین ہاتھ دکھائے اور اتنی رقم بنالی کہ یہاں چند روز عیش و عشرت سے گذار سکیں۔ فی الحال اتنا ہی کافی تھا اس کے بعد ہمارے لیے دولت کمانا کیا مشکل تھا' چنانچہ ہم واپس آ گئے۔

"یہاں کا تو انداز ہی عجیب ہے استاد' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا۔ ان بوڑھیوں کو کیا ہو گیا ہے؟"

"یہ بارنز کی خصوصیت ہے۔"

"تو لعنت ہے اس بار تر پر' نکلو یہاں سے۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ "سردارے۔"

"جی استاد۔" سردارے بیزاری سے بولا۔

"یہاں کافی دن گزر چکے ہیں' میرا خیال ہے ہمیں کام شروع کر دینا چاہیے"

"مجھے اپنی اسکیم بتاؤ استاد۔"

"میں مکلینو کو چوٹ دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"یار! پہاڑوں میں جو مال چھپایا ہے' اسے ٹھکانے بھی تو لگانا ہے۔"

"یقیناً!"

"تو کیا اس طرح سب کچھ ہو جائے گا۔"

"ظاہر ہے نہیں۔"

"اس کے لیے کیا سوچا ہے؟"

"اوہ۔ استاد سوچ کا بادشاہ ہے' اس کے سامنے میں کیا سوچوں؟" سردارے نے جواب دیا۔

"خاصا بازاری انداز ہو گیا ہے تمہارا میں تم سے مشورہ مانگ رہا ہوں اور تم میرے اوپر ٹال رہے ہو۔"

"استاد دماغ ہے اور سردارے صرف مشین' چلاؤ یاس بڑے خلوص سے چلوں گا۔"

"کل سے کام شروع کر دینا ہے' سب سے پہلے ہم اپنے طور پر یہاں کا جائزہ لیں گے۔"

"طے!" سردارے نے گردن ہلائی' اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سردارے بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

رات خاصی گزر چکی تھی جب کافی دیر تک سردارے کچھ نہ بولا تو میں نے ہی اسے مخاطب کیا۔

"سو گئے سردارے؟"

"نہیں استاد۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ کم ہے سوچنے کے لیے استاد' اس وقت سوچ رہا تھا کہ بعض اوقات کتنی بڑی غلطی ہو جاتی ہے۔"

"کونسی غلطی کے بارے میں سوچ رہے تھے اس وقت؟"

"اسی کا' جب تم سے وہاں سے چلنے کے لیے کہا تھا اور پھنس گیا تھا۔"

"اور ہمیں بہرحال وہاں سے آنا تھا سردارے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے استاد' بہرحال آج کی رات"

"سو جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اور نیند آ گئی۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم نے بارنز چھوڑ دیا اور آوارہ گردی کے طویل پروگرام کے ساتھ نکل آئے' سکانن پارک کے گھاٹ سے ہم اسٹیمر میں بیٹھ گئے جو شہر کے دوسرے حصے سلاؤسن جا رہا تھا۔ سمندر کی نم آلود ہوا میں خنکی تھی۔ اسٹیمر لڑکے اور لڑکیوں سے پر تھا جو سکانن پارک سے تفریح کر کے آ رہا تھا۔ سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے اور آپس میں بوس و کنار کر رہے تھے' سردارے منہ پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور وہ بوڑھے قدامت پسند اس ماحول میں تہذیب کے چراغ جلانے میں کوشاں ہیں" سردارے بولا۔

"ناکامی ان کا مقدر ہے" میں نے جواب دیا۔

"کیا دھرا سامنے آ چکا ہے۔"

"اسے یاد مت دلاؤ' نہ جانے کیوں اپنی اس حرکت سے میں خوش نہیں ہوں۔"

"گذری ہوئی باتوں کو یاد مت کیا کرو استاد' کیا رکھا ہے یادوں میں"

"بہرحال ان کے چراغ کو ہم نے زبردست پھونک ماری ہے۔"

"لڑکیاں بغاوت پر اتر آئی تھیں ہم پھونک نہ مارتے تو کوئی اور مار دیتا۔" سردارے بولا اور میں خاموش ہو گیا۔

اسٹیمر سے اتر کر ہم نے سلڈوسن کا پل پار کیا اور پارلیمنٹ جزیرے پر آ گئے۔ جہاں شہر کی قدیم عمارتیں مثلاً رائل پیلس ہاؤس آف بوبلز اور مرکزی کلیسا واقع ہیں۔ یہ اسٹاک ہوم کا پرانا شہر ہے جہاں اب بھی قدیم طرز کی عمارتیں' گلیاں اور بازار موجود ہیں' قدیم اور دیدہ زیب پل ایک دوسرے کو آپس میں ملاتے ہیں۔

سب سے آخر میں ہم شہر سے باہر شہزادہ یوجین کا محل دیکھنے گئے یہ محل گھنے درختوں اور سرسبز پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ سمندر کی ایک شاخ نہر کی صورت میں اسٹاک ہوم شہر میں داخل ہوتی ہے اور ہماری منزل یہی تھی۔ پہاڑیوں کے دامن میں ہمیں ہپیوں کے کیمپ نظر آ رہے تھے۔

میں نے سردارے کو اس طرف متوجہ کیا' اور سردارے اچھل پڑا' وہ ان کی بجائے میری شکل

دیکھنے لگا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"مجھے بھی شبہ ہوا تھا استاد کہ تم کوئی خاص چیز تلاش کر رہے ہو۔"

"میں نے بتایا تھا نا کہ ہم کام شروع کر رہے ہیں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے' لیکن تھوڑا بہت مجھے بھی تو پتہ چلنا چاہیے۔"

"بس مال فروخت کر کے یہاں سے نکل چلنا ہے۔"

"کہاں جائیں گے استاد؟"

"ناروے۔"

"گڈ۔۔۔۔ اور مال فروخت کرنے کی کیا اسکیم ہے؟"

"ان لوگوں کے درمیان اس کام میں آسانی ہو گی۔"

"خوب۔ لیکن استاد ہمیں ان کے درمیان رہنا ہو گا۔" سردارے پھر بد معاشی پر اتر آیا' اس نے ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھا' مجھے ہنسی آگئی' میں نے اس کی پشت پر ایک دھول رسید کر دی۔

"سچ استاد لڑکیوں کے بغیر کہیں دل نہیں لگتا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل تم پر لڑکیاں ضرورت سے زیادہ سوار ہو گئی ہیں۔"

"یہ کہہ چکا ہوں باس' اس کائنات میں ان کے سوا اور کیا ہے' یہ نہ ہوں تو زندگی پتھروں کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔ ہم لوگ ہپیوں کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ وہی جانا پہچانا ماحول' بے رونق چہرے جو عموماً دن کی روشنی میں بجھے رہتے تھے' ہاں رات کو سارے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔

لڑکیاں لڑکے مختلف ملکوں کے مختلف نسلوں کے سب اداس اداس سے' خاموش خاموش سے' اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے کہیں خیمے لگے ہوئے تھے کہیں کھلی چھت کے نیچے ہی ڈیرہ ڈال لیا گیا تھا' پھولوں کے تختے اور بلند درخت بھی ان کے مسکن بنے ہوئے تھے۔ سمندر کے کنارے بہت سی چٹانیں تھیں' جن کے سائے بھی آباد تھے' بہرحال جگہ بہت خوبصورت تھی۔

ہم نے پورے کیمپ کا جائزہ لیا' سردارے بھی اس کام میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا' یہ دوسری بات ہے کہ اس کی دلچسپی صرف لڑکیوں تک محدود تھی۔ کافی دیر لگی اور ہم نے تقریباً پورے کیمپ کا جائزہ لے لیا' پھر میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ سردارے نے بے چینی سے مجھے دیکھا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے باس؟" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں۔ یہاں سے چلنے کا موڈ نہیں ہے کیا؟

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے استاد۔۔۔۔"

"لڑکیوں کو دیکھ کر تم پورے گھامڑ بن جاتے ہو' کیا اس حلیے میں یہاں رہ پڑو گے؟"

"اوہ' ہاں یہ تو ممکن نہیں ہے' لیکن میں پروگرام پوچھ رہا تھا۔"

"بس ابھی وقت باقی ہے' ہم ضروری انتظامات کے بعد ہی یہاں آئیں گے۔"

"آج ہی نا؟"

"ابے ہاں۔ آج ہی' اب آگے بڑھ۔" میں نے سردارے کو دھکا دیا اور وہ ہنسنے لگا۔

ضروری انتظامات میں چند اہم چیزیں شامل تھیں' ہپیوں کا سا لباس مہیا کرنا تھا' وگ وغیرہ بھی درکار تھیں اور پھر اپنے مختصر سے سامان کا بندوبست' یہاں میں نے تھوڑی سی کفایت شعاری سے کام لیا تھا۔ یعنی اپنا سامان بارنز جیسے مہنگے ہوٹل سے اٹھا کر سلونا میں منتقل کر لیا تھا جو ایک نچلی سطح کا ہوٹل تھا۔ اس کے بعد ہم نے بازار سے خریداری کی' ہپیوں کا لباس پرانے لباسوں میں مل گیا' اس کے علاوہ وگ وغیرہ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ پھر ایک فولڈنگ خیمہ اور خصوصی طور سے ایک انتہائی شاندار گٹار جسے دیکھ کر سردارے کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"درحقیقت استاد! یہ ایک خوبصورت ہتھیار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یوں تو تم ہر لحاظ سے فنکار ہو' لیکن یہ ہتھیار لڑکیوں کو شکار کرنے کے لیے سب سے موثر ہوتا ہے' ویسے بھی یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ لڑکیاں موسیقی سے بہت متاثر ہوتی ہیں' اور پھر اگر شکار تم جیسا ہو۔ میں نے کہیں بھی تمہارے اس فن کو مار کھاتے نہیں دیکھا۔" سردارے نے کہا۔

"گدھے ہو تم' کیا تمہارے خیال میں میں نے یہ صرف لڑکیوں کو شکار کرنے کے لیے خریدا ہے؟"

"نہیں ان کے لیے تو تمہارے پاس دوسرے ہتھیار ہیں۔ لیکن بہرحال۔" سردارے نے کہا' اور پھر ہم نے اپنے نئے ہوٹل میں واپس آ کر میک اپ کیے اور مکمل ہپی بن گئے اور پھر لوگوں کی نگاہیں بچا کر وہاں سے نکل آئے' اب دو آوارہ گرد اپنے حال میں مست یوجین محل کی کیمپنگ کی طرف جا رہے تھے' سردارے بہت خوش تھا۔

کیمپنگ میں پہنچ کر ہم نے اپنے لیے مناسب جگہ تلاش کی اور پھر اپنا خیمہ لگا دیا' جن کے پاس خیمہ ہوتا تھا وہ یہاں خاصے صاحب حیثیت تھے اور کھلے آسمان کے نیچے رہنے والے ان سے مرعوب نظر آتے تھے' ہمارے نزدیک ہی چند آوارہ گرد موجود تھے جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی سب کے سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے چنانچہ اس وقت کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی۔ خیمہ وغیرہ لگانے کے کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کھانے پینے کی فکر کی اور اس کا انتظام کیمپ میں مشکل نہ ہوا۔ ظاہر ہے جن لوگوں کے درمیان موجود تھے انہیں کے انداز کی خوراک بھی استعمال کرنا تھی۔

رات ہو گئی تھی اور ہپی جیسے زندہ ہوتے جا رہے تھے' ان کے ہاتھوں اور پیروں میں چستی آ رہی تھی ہم دلچسپی سے سارے مناظر دیکھتے رہے' اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔

"سردارے! اس وقت ایک چیز کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔"

"کیا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"نشہ اتارنے والی گولیاں ان لوگوں کے ساتھ رہ کر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ایسی صورت میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے' پھر استاد؟"

"میں تو سنبھال لوں گا' لیکن تم حواس میں رہنا۔"

"کیا مطلب' میں نہیں سمجھا۔"

"مقصد یہ کہ اگر کوئی خوبصورت سی لڑکی تمہیں ساری رات چرس پلاتی رہے تو شاید تم انکار نہیں

کرو گے اور اس کے بعد جو نتیجہ ہو گا وہ ظاہر ہے۔"

"ارے نہیں استاد اگر میں ساری رات کسی خوبصورت لڑکی کو چرس پلاؤں تو وہ دوسری بات ہے
ورنہ تم سردارے کو اتنا کمزور بھی نہ سمجھو۔"

"کہنے کا مقصد یہی ہے کہ خیال رکھنا۔"

"تم بے فکر رہو استاد!" سردارے نے اعتماد سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی اور پھر ہم باہر کا جائز
لینے نکل آئے۔ اس جگہ کی تلاش شروع کر دی جہاں چرس مل سکتی تھی' اور ایک اڈہ پتہ چل گیا۔ ایک
بڑے سے خیمے میں ہر چیز کا انتظام تھا جہاں ہپیوں کا بڑا ہجوم تھا اور لوگ اپنی پسند کی چیزیں خرید رہے تھے
رش کی وجہ سے ہمیں پیچھے ہی رہنا پڑا اور ہم اپنی باری آنے کا انتظار کرنے لگے۔

"ہیلو۔" اچانک ہمیں اپنے عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی اور مجھ سے پہلے سردارے نے
پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ لڑکی طویل القامت تھی چست سیاہ پتلون اور سفید شرٹ میں بے حد اسمارٹ نظر آرہی
تھی۔ سردارے نے ہیٹ اتار کر سر جھکایا اور لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس ہنگامے میں کیوں کھڑے ہو؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"ضرورت تو پوری کرنا ہی ہوتی ہے مادام۔"

"ضروری ہے کہ یہیں لائن لگاؤ۔"

"اوہ تو کوئی اور جگہ بھی ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔" لڑکی نے کہا۔

"آؤ بھئی!" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے مجھ سے پہلے اس کے ساتھ چلنے کے لیے
تھا۔ ہم دونوں لڑکی کے ساتھ چل پڑے۔

"گولڈ مین' کا نام سنا ہے کبھی؟"

"گولڈ مین۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر نفی میں گردن ہلا دیا۔

"اس کی بھی وجہ ہے' ہمارا ایک ٹھکانہ نہیں ہے۔ ورنہ جہاں گولڈ مین ہو' وہاں دوسرے اڈ
نہیں چلتے۔" لڑکی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ ہمارے لیے یہ نام نیا ہے۔"

اس کی وجہ بتا چکی ہوں یوں بھی ہم ہنگاموں کے قائل نہیں ہیں۔ جہاں جگہ بتانی ہو وہاں ہنگ
ضروری ہوتے ہیں تاکہ دوسرے راستے سے ہٹ جائیں۔ تھوڑے سے دنوں کے لیے بس اتنا ہی کافی
کسی کی نگاہ ٹیڑھی نہ ہو سکے۔"

"بالکل ٹھیک بات ہے۔"

"ایک بار تم گولڈ مین کے اڈے سے مال خریدو گے پھر کہیں اور کا رخ نہیں کرو گے لیکن اس
ایک شرط بھی ہوتی ہے۔"

"کیا؟"

"مال کم از کم اتنا خریدا جائے کہ تمہارے قلاش ہونے کا احساس نہ ہو کیا تمہارے پاس کافی
ہے؟"

"ہاں مناسب۔"

"تب تم وہاں جا کر خوش ہو گے گولڈ مین سونا بھی فروخت کرتا ہے۔"

"کہاں ہے اس کا اڈہ؟"

"بس تھوڑی دور۔ وہ سمندر کے کنارے تم خیموں کا شہر دیکھ رہے ہو۔" اس نے دور اشارہ کیا۔
جہاں چٹانوں کی ایک لمبی دیوار نظر آ رہی تھی۔ "یہ سب گولڈ مین ہی کا علاقہ ہے۔"

"کیا تم یہاں سرعام کاروبار کرتے ہو۔"

"نہیں' تمہیں یہ بات راز میں رکھنا ہو گی۔"

"اوہ۔ اس کی فکر مت کرو" میں نے یہ بات صرف اس لیے پوچھی کہ تم نے مجھے مخصوص انداز میں اس طرف متوجہ کیا تھا"

"ہاں میں بتا چکی ہوں کہ ہم جھگڑے پالنے کے عادی نہیں ہیں بس ہمارے ایجنٹ مخصوص گاہک تلاش کر لیتے ہیں اور انہیں سے کاروبار کر لیتے ہیں۔ اس طرح بھی ہمارے سینکڑوں گاہک یہاں موجود ہیں۔"

"گڈ۔ ویسے تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔"

"نام بتانا ضروری ہے کیا؟"

"حرج بھی کیا ہے؟" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"فلورا ہے میرا نام' اب تم دونوں بھی اپنے نام بتا دو۔"

"جیک۔" میں نے سردارے کی طرف اشارہ کیا۔ "میگوٹن" ہم نے اپنے نام بدل ڈالے۔

"چلو ٹھیک ہے۔" لڑکی نے جواب دیا' اور مسکراتی ہوئی آگے بڑھتی رہی میرے ذہن میں ایک خیال آ رہا تھا۔ اور چٹانی دیوار تک پہنچتے پہنچتے میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ جبکہ سردارے عقب سے لڑکی کی خوبصورت چال دیکھ رہا تھا۔ تب ہم کیمپوں کے شہر میں پہنچ گئے۔ درحقیقت خیمے اس طرح نصب کئے گئے تھے کہ اندر کے حالات اندر ہی رہیں۔ فلورا ہمیں اندر لے گئی' وہاں بھی خیموں کے درمیان بے شمار آوارہ گرد نظر آئے جو چرس وغیرہ پی رہے تھے' انجکشن لگائے جا رہے تھے غرض ہر چیز موجود تھی ہلکی موسیقی سے بھی گاہکوں کی تواضع کی جا رہی تھی۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"استاد!"

"تمہارے پاس بھی کافی کرنسی ہے؟"

"ہاں استاد۔"

"جیبوں میں جو کچھ ہے یہاں خرچ کر دینا ہے۔"

"اوہ' جو حکم استاد' لیکن اس کی وجہ۔۔۔؟"

"میرے ذہن میں ایک عمدہ ترکیب آئی ہے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

☆ ☆ ☆

فلورا کے بارے میں ہم اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ گولڈ مین کی سیلز ایجنٹ ہے۔ گولڈ مین بذات خود کیا ہے' اس کے بارے میں ابھی ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ بہرحال خیموں کا یہ شہر اور یہاں کی رنگ رلیاں دیکھ کر تھوڑا بہت اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہے کوئی مناسب چیز اور میرے ذہن میں جو خیال آیا تھا' اس کے لیے بہرحال یہ شخص کام آ سکتا تھا۔

فلورا نے ہمیں ایک خیمے میں ٹھہرایا اور پھر خود چند لمحات کے لیے معذرت کر کے چلی گئی۔

"بڑے باقاعدہ انتظامات ہیں استاد" سردارے نے کشادہ خیمہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور استاد' لونڈیا کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"عمدہ ہے" میں نے جواب دیا۔

"اور بظاہر قابل حصول بھی" سردارے مسکرا کر بولا۔

"یورپ کے کسی ملک میں تم کسی بھی لڑکی کو ناقابل حصول مت سمجھا کرو" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے استاد۔ مگر وہ گئی کہاں؟"

"پتہ چل جائے گا" میں نے اپنے گٹار کے تاروں کو سیٹ کرتے ہوئے کہا اور اسی وقت لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص تھا' پتلون' قمیص اور ٹائی میں ملبوس۔

"تم اسے آرڈر دے دو میگوئین۔ ضرورت کا سارا سامان تمہارے پاس پہنچ جائے گا" اور جواب میں' میں نے اپنی جیب میں جتنی کرنسی تھی' نکال کر لڑکی کے سامنے ڈھیر کر دی اور اس کے بعد سردارے کو اشارہ کیا۔ لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ اس نے کرنسی کو دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں اور بولی "اوہ' تم تو اچھے خاصے باحیثیت آدمی ہو میگوئین" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان سب پیسوں کی چرس منگوا دو"۔

"صرف چرس؟" وہ پھر حیران ہو گئی۔

"ہاں!"

"مگر اتنی چرس کا کیا کرو گے؟"

"مس فلورا۔ میگوئن تنہا نہیں پیتا۔ میں ایک فنکار ہوں اور جب گٹار کے تار نغمے بکھیرتے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ نغموں میں گم افراد زندگی کے بارے میں سوچیں۔ میں نے ساری کائنات ان سروں میں سمو لی ہے۔ تم ہمیں چرس منگوا دو اور بس۔ دوسری کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے"۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن ہمارے ہاں اور بھی بہت سی ورائٹیز ہیں۔ پیتھیڈین' سموئین' ہیروئن اور مارفیا کے انجکشن وغیرہ۔ بالکل خالص افیون بھی مل سکتی ہے اور کھٹمنڈو کا گانجا بھی"۔

"فی الحال ہمیں صرف چرس درکار ہے" میں نے جواب دیا۔

"او کے۔ تم نے فرمائش نوٹ کر لی؟" فلورا نے اپنے ساتھ آنے والے سے پوچھا۔

"یس میڈم!" اس شخص نے جواب دیا۔

"یہ کتنی رقم ہے؟" فلورا نے پوچھا۔

"فضول باتوں پر مجھے غصہ بھی آ جاتا ہے" میں نے بیزاری سے کہا اور فلورا گہری نگاہوں سے میری

صورت دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سامنے رکھی نوٹوں کی گڈیاں اٹھائیں اور ان کے نمبروں سے انہیں گننے لگی۔ پھر اس نے نوٹوں کی تعداد اپنے ساتھی کو بتائی اور اس کے ساتھی نے وہ رقم نوٹ کر لی اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ فلورا البتہ ہمارے پاس ہی رہ گئی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔

"مسٹر جیک۔ کیا آپ بھی موسیقار ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں طبلہ بجا سکتا ہوں" سردارے نے برجستہ جواب دیا۔

"تابلہ ـــــــ یہ کیا ہوتا ہے؟" فلورا نے تعجب سے پوچھا۔

"افسوس تو یہی ہے۔ یورپ کے لوگ طبلے سے ناواقف ہیں۔ انہوں نے اس کی شکل بگاڑ کر نہ جانے کیا بنا دیا ہے۔ چنانچہ میں نے طبلہ بجانا ہی چھوڑ دیا"۔

"اوہ!" فلورا خواہ مخواہ سر ہلانے لگی۔ پھر اس نے کہا "مسٹر میگوئن کیا آپ میرے ساتھ باہر چلنا پسند کریں گے؟" "مجھے معاف کیجئے مسٹر جیک اگر آپ برا نہ مانیں"۔

"کوئی حرج نہیں ہے' کوئی حرج نہیں ہے" سردارے نے جلدی سے کہا اور پھر اردو میں بولا "جاؤ استاد جاؤ۔ ہم کوئی جلنے والوں میں سے ہیں۔ ہاں بس قسمت میں کچھ گڑبڑ رہ گئی ہے' جسے کوئی ٹھیک نہیں کر سکتا۔ مجبوری ہے"۔

"شکریہ سردارے! بے شک تم ایک فراخ دل انسان ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں فلورا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"کیا خیال ہے مسٹر میگوئن۔ کیا ہم کسی ریستوران میں بیٹھیں؟" فلورا نے پوچھا۔

"جیسی آپ کی مرضی مس فلورا۔ آپ تو دیکھ ہی چکی ہیں کہ میں قلاش ہو گیا ہوں۔ یوں بھی اس وقت جھیل کا کنارہ ہی زیادہ بہتر ہو گا" میں نے جواب دیا۔

"اوہ قلاش ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا میں آپ کی دوست نہیں ہوں؟ اور سچی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جتنی خریداری کی ہے اس سے میرا کمیشن بھی کافی بن گیا ہے۔ اگر اس میں سے کچھ خرچ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔

"اوہ تب ٹھیک ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں جھیل کے کنارے ایک ریستوران میں جا بیٹھے۔ فلورا نے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا تھا۔ مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا۔

"ایک بات بتائیں گے مسٹر میگوئن؟"

"ضرور ہنی ـــــــ!"

"آپ نے اتنی چرس کیوں خرید لی ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں رہا؟"

"تمہاری وجہ سے"۔

"میں نہیں سمجھی" وہ تعجب سے بولی۔

"تم نے کہا تھا کہ ہمیں بڑی خریداری کرنی ہو گی"۔

"اوہ۔ لیکن اتنی بڑی بھی نہیں کہ تم تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تکلیف ـــــــ" میں نے گہری سانس لے کر کہا "کیا یہاں جوا خانے موجود ہیں؟"

"جوا خانے؟"
"ہاں!"
"بہت ہیں' کیوں؟"
"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ تم نے کہا تھا ناکہ میں قلاش ہو گیا ہوں"
"ہاں۔ پھر؟"
"بس مس فلورا۔ میں انہیں اپنا بینک سمجھتا ہوں"۔
"اوہ' شاپنگ کر لیتے ہو؟"
"نہیں۔ بس ضرورت پوری کر لیتا ہوں"۔
"تب تو میرے پارٹنر بن جاؤ"۔
"پکا ــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہاں بہت سے کلب ہیں جہاں جوئے کے شوقین آتے ہیں اور خاصا اونچا کھیل ہو جاتا ہے اور اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ بعض اوقات خاصے اونچے کھلاڑی آ جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ تم کس پیمانے پر کام کرتے ہو"۔
"بس کام چلا لیتا ہوں۔ دیکھیں گے کیا کر سکتے ہیں"۔
"ٹھیک ہے پارٹنر۔ میں تمہارے ساتھ پارٹنر شپ کرنے کے لیے بخوشی تیار ہوں۔ بہرحال تم ایک عجیب انسان ہو۔ بڑی لاابالی فطرت کے مالک اور میرا اندازہ ہے کہ تم ان آوارہ گردوں سے مختلف ہو"
میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھر ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ مشروب کا بل ادا کر دیا گیا تھا۔ یہاں کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ عام طور پر کیمپنگ میں رہنے والے یا تو آوارہ گرد تھے یا پھر غریب قسم کے سیاح جو بہرحال مہنگے ریستورانوں میں وقت نہیں گزار سکتے تھے۔ چنانچہ بہت تھوڑے سے لوگ یہاں موجود تھے۔ البتہ ماحول بے حد پرسکون تھا اور یہاں بیٹھنا برا نہیں لگ رہا تھا۔
تھوڑی دیر بعد فلورا نے کہا "کیا خیال ہے مسٹر میگوئن اب یہاں سے اٹھا جائے؟"
"ہاں ضرور" میں نے آمادگی ظاہر کی اور ہم دونوں ریستوران سے اٹھ گئے اور جھیل کے کنارے چہل قدمی کرنے لگے۔ پھر فلورا نے کہا:
"آپ کا اپنا خیمہ بھی تو موجود ہے"۔
"ہاں۔ کیوں؟"
"دراصل آپ نے اتنا بڑا آرڈر دیا ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ آپ کی خدمت کرنے پر پابند ہو گئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہمارے کیمپ میں وقت گزار سکتے ہیں۔ وہاں آپ کو ہر قسم کی سہولت ملے گی"۔
"مثلاً؟" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔
"مثلاً؟ مثلاً جو آپ پسند کریں" فلورا کسی قدر جھینپتے ہوئے انداز میں بولی۔
"اور اگر آپ کو پسند کروں تو؟" میں نے اسی انداز سے پوچھا۔
"تو میں حاضر ہوں"۔

"اوہ تھینک یو مس فلورا۔ اگر یہ درست ہے تب تو میں وہاں روزانہ اتنی ہی خریداری کر سکتا ہوں"۔
"اوہ سلی بوائے" فلورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر تک ہم خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر فلورا نے کہا:
"تمہارا آرڈر سرو ہو گیا ہو گا میگوئن۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"
"گٹار سے دلچسپی ہے تمہیں؟"
"بہت زیادہ۔ سناؤ گے؟"
"یقیناً"
"بس تو پھر کہیں چلتے ہیں" فلورا نے کہا اور ہم دونوں اپنے خیمے پر پہنچ گئے۔ میں نے خیمے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ سردارے اپنے سامنے کچھ پیکٹ پھیلائے بیزار سی شکل بنائے بیٹھا تھا۔
"ہیلو جیک!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔
"جیک کی ایسی تیسی۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم تو عیش کرتے پھرو اور میں یہاں چرس کا ٹھیکیدار بنا بیٹھا رہوں۔ جسے وہ الو کا پٹھا ڈھیر کر گیا ہے" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔
"اوہ میری جان بہت بڑے تاجر معلوم ہو رہے ہو" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"جی نہ جلاؤ استاد' بس کہے دے رہا ہوں"۔
"بیزار کیوں ہو میری جان۔ تمہارے لیے بہت چانسز ہیں یہاں۔ اب تم ایک بڑے مخیر انسان کی طرح ان غریب ہپیوں میں چرس بانٹو گے اور یہ سب تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے۔ ہپی نے ہپ لڑکیاں دھڑا دھڑ تم پر مریں گی اور تم اسٹور کر لینا۔
"تم اپنی سناؤ استاد۔ تمہاری لونڈیا کس پوزیشن میں ہے؟"
"پھنس گئی سالی جائے گی کہاں؟"
"ویری گڈ۔ چلو کچھ کام تو بنا۔ کچھ تو بوجھ ہلکا ہوا۔ اب میرے لیے بھی دعا کرو"۔
"خود بخود ہو جائے گی۔ تم دیکھتے رہو بس" میں نے کہا اور چرس کے پیکٹوں کا وزن کرنے لگا۔
"کیا کہہ رہا ہے تمہارا ساتھی؟" فلورا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "اور تم کون سی زبان بول رہے ہو؟"
"اوہ۔ وہ ترکی زبان بولنے لگتا ہے۔ ہم لوگ عادی ہیں" میں نے کہا۔
"کیا کہہ رہا ہے؟"
"بس پوچھ رہا ہے کہ مس فلورا کس قسم کی خاتون ہیں؟"
"اور تم نے کیا جواب دیا؟" فلورا دلچسپی سے بولی۔
"یہی کہ نہایت عمدہ' نہایت خوش اخلاق۔ اس پر وہ کہہ رہا ہے کہ کاش مس فلورا جیسی کسی لڑکی سے اس کی بھی دوستی ہو جاتی"۔
"اوہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ یہاں اس کیمپ میں بے شمار ایسی لڑکیاں مل جائیں گی جو تمہارے بننے کے لیے دل سے تیار ہو جائیں گی" فلورا نے جواب دیا۔

"لیکن فلورا! کیا تم دعوے سے کہہ سکتی ہو کہ ان میں تم جیسی بھی کوئی ہوگی؟"
"میں دنیا سے مختلف تو نہیں ہوں" فلورا نے اتراتے ہوئے کہا۔
"اوہ اس سلسلے میں فیصلہ کرنا تمہارا کام تو نہیں" میں نے کہا اور فلورا مسکرانے لگی۔
"سب سن رہا ہوں استاد یہ گر ہیں تمہارے" سردارے آہستہ سے بولا۔
"اچھا اب تیار ہو جاؤ" میں نے کہا۔
"رات خاصی ہو گئی تھی۔ اور آوارہ گردوں کے لیے دن۔ چنانچہ میں نے اپنا گٹار سنبھالا اور فلورا کے ساتھ باہر آ گیا۔ سردارے بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ میرے ڈرامے کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہپیوں کا ایک زوردار نعرہ لگایا اور میں نے گٹار کے تار چھو لیے۔ سردارے نے چرس کا ایک پیکٹ کھول لیا اور اسے اسموکنگ پائپ میں بھر کر شعلہ دکھا دیا۔ چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی اور یہ بو اتنی دلکش تھی کہ ہپی چاروں طرف سے سمٹ کر اس طرف پہنچنے لگے۔
"ابے او سورما! اتنے گہرے کش نہ لگا۔ کہیں الٹا نہ ہو جائے" میں نے سردارے سے کہا۔
"اگر تم نے اس سے میری سفارش نہ کی ہوتی استاد تو سوچا تو یہی تھا کہ ساری چرس خود ہی پی جاؤں گا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا' اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی"۔
"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو" میں نے کہا۔ آوارہ گردوں کا خاصا مجمع ہو گیا تھا اور وہ سب بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے۔
"او موسیقار نغمے بکھیرنے والے تیرے ہاتھ میں آسمان ہے جہاں سے سر برستے ہیں۔ مست کر دے ہم سب کو' دیوانہ کر دے۔ ہم سب کو کہ ہم ہوش کی دنیا سے اکتا چکے ہیں۔
اور میں نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔ میرے گٹار سے جو نغمہ پھوٹا وہ دلوں میں امنگیں بھرنے والا تھا۔ اعضاء میں ہیجان پیدا کرنے والا تھا۔ دیوانے رقص کرنے لگے۔ فلورا کی آنکھوں میں بھی دلچسپی کے آثار تھے۔ وہ پسندیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور نغمے پھوٹ رہے تھے۔ شاید ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ تب سردارے نے چرس کے پیکٹ کھولے اور چرس انہیں تقسیم کر دی۔
مردہ جسموں میں زندگی دوڑ گئی اور ذرا سی دیر میں ہم ہیرو بن گئے تھے۔ میں نغمے لٹا رہا تھا اور سردارے چرس۔ بس پھر کیا تھا' چاروں طرف ہمارا ہی نام گونجنے لگا۔ فلورا اب ہم سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی۔
آہستہ آہستہ ساری چرس ختم ہو گئی تھی۔ رات بھی کافی بیت گئی تھی ——— سردارے اب میرے قریب موجود نہ تھا۔ البتہ فلورا تھی جو شاید جانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔
اور جب بدمست اوندھے سیدھے گرنے لگے تو میں نے گٹار بند کر دیا اور فلورا نے بڑی عقیدت سے گٹار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔
تم تو موسیقی کے شہنشاہ ہو میگوئن"
"میرے نغمے پسند آئے تمہیں؟"
"بہت زیادہ۔ تم صرف پسند آنے کی بات کر رہے ہو۔ میں تو کہتی ہوں تمہارے جیسے فنکار کبھی کبھار ہی نظر آتے ہیں۔ میں تمہیں اتنا بڑا فنکار نہیں سمجھتی تھی"۔

"تمہارا شکریہ فلورا" میں نے کہا۔
"ارے یہ مسٹر جیک کہاں گئے؟"
"اس کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔
"کیوں؟"
"بس اس نے چرس تقسیم کی ہے اور اب اس کی وصول یابی کی کوششوں میں سرگرداں ہو گیا ہوگا"۔
"اور اسے ناکامی بھی نہ ہوگی۔ تم نے جس فراخ دلی سے چرس لٹائی ہے اس سے ان لوگوں نے سوچا ہوگا کہ تم بہت دولت مند ہو اور اب تو وہی ہوگا جو تم چاہو گے۔
"ٹھیک ہے اور اس کے لیے چاہیے بھی کیا۔ آؤ" میں نے فلورا کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ مجھے یقین تھا کہ سردارے اب یہاں واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ رات' خیمہ' تنہائی اور فلورا جس کے بدن پر کسی ہوئی چست پتلون اس کے بدن کی دلکشی کا اعلان کرتی ہوئی اور پھر اس کی آمادگی بدن میں انگڑائیاں توڑنے کے لیے کافی تھی۔ تاریک خیمے میں فلورا کے مرمریں سینے کی چمک سے روشنی ہو گئی۔ پھر اس کی سیاہ پتلون نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد ذہن پر قابو پانا کسی کے بس میں نہ تھا۔ میں نے اس کے بدن کے چمکتے ہوئے جگنوؤں کو خود میں جذب کر لیا اور زندگی کی ایک اور حسین رات میری سوانح عمری میں تحریر ہو گئی۔
میرا خیال درست تھا۔ سردارے ساری رات واپس نہیں آیا۔ نہ جانے اس نے یہ رات کہاں گزاری۔
فلورا بے حد خوش تھی۔ ایسا باکمال انسان اسے کہاں مل سکتا تھا۔ جس نے خریداری کی تو اتنی کہ اس کا کمیشن ہی اتنا بن گیا جتنا وہ پورے ہفتے میں نہیں کما سکتی تھی اور پھر موسیقار' تو ایسا کہ جس کا ثانی ہی نہ ہو۔ ہاں ابھی میرا ایک کمال تو اس سے پوشیدہ تھا۔ ورنہ وہ اس کے بعد تو سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے ہی لگ جاتی۔ قصور کسی کا بھی نہیں تھا۔ میں نے اس معاشرے کو سمجھا تھا۔ اس میں رہنے والے انسانوں کے ذہن پڑھے تھے اور انہی کی سوچ کے مطابق خود کو ڈھال لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جسے میں قریب لانا چاہتا تھا' وہ دور نہیں رہتا تھا۔ بلکہ میرے دائمی قرب کی آرزو کرنے لگا تھا۔ چنانچہ ایک فلورا پر ہی کیا موقوف تھا' بہت سوں کی یہ حالت تھی۔
"اب مجھے اجازت دو گے میگوئن؟" فلورا نے کہا۔
"او کے فلورا۔ اب کب ملاقات ہوگی؟"
"زیادہ دیر تک تم سے دور نہیں رہ سکوں گی۔ بہت جلد واپس آ جاؤں گی۔ ہمیں جوا خانے میں بھی تو چلنا ہے"۔
"یقیناً" میں نے مسکرا کر کہا اور فلورا مجھے الوداعی بوسہ دے کر چلی گئی لیکن خیمے کے باہر جاتے ہی وہ دوبارہ واپس پلٹی۔
"اگر مجھے یاد نہ آ جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتی"۔
"کیا فلورا؟"

"تم نے کل ساری رقم خرچ کردی ہے۔ آج دن میں کیا خرچ کرو گے؟"

"ہمارا خرچ ہی کیا ہے فلورا؟"

"پھر بھی کھانے پینے کا کیا کرو گے؟"

"اوہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ کوئی نہ کوئی بندوبست ہو ہی جائے گا"

"کیا بندوبست ہو جائے گا۔ یہ رکھ لو" اس نے چند نوٹ میری طرف بڑھائے۔

"اوہ فلورا ڈیئر! اس کا تکلف مت کرو"۔

"بیگوئن پلیز ـــــ ایک رات ساتھ گزار کر کیا ہم دوست نہیں بن گئے؟"

"یقیناً بن گئے ہیں"۔

"تب پھر انہیں رکھ لو۔ قرض سمجھ لو۔ واپس کر دینا" اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی پیشکش قبول کرلی۔ فلورا شکریہ ادا کرکے واپس چلی گئی تھی۔

اسے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سردارے واپس آگیا۔ حسب معمول خوش نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کی صورت دیکھ کر غصے سے منہ بنایا تھا اور سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چھت کی طرف دیکھا۔

"کچھ گڑبڑ ہوگئی استاد" اس نے خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔

"بہت خود سر ہوگئے ہو۔ اب تو بتا کر جانے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتے" میں نے کہا۔

"اوہ' یہ بات نہیں ہے استاد۔ دراصل خاتون فلورا کی نگاہوں میں' میں نے ایسے ہی آثار دیکھے تھے کہ اس کے بعد میں نے خیمے میں واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے سوچا اب کچھ کہنے کی زحمت کیوں دوں؟"

"بہت چرب زبان ہوگئے ہو۔ تمہاری کیا رہی؟"

"میں تو اس علاقے میں بہت اہم انسان بن گیا ہوں۔ اکیس لڑکیوں نے مجھے آج دوپہر کھانے پر مدعو کیا ہے۔ آٹھ لڑکیوں نے رات گزارنے کی دعوت دی ہے۔ بہرحال ان میں' میں نے نمبر تقسیم کردیے ہیں۔ اب دیکھو نا' احساس تو سب کا کرنا ہے' لڑکیوں کے دل ویسے بھی نرم و نازک ہوتے ہیں۔ مردوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے لیکن ان کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے رخی برداشت کرلیتے ہیں" سردارے کی بکواس شروع ہوگئی تھی۔ چنانچہ آگے بڑھ کر مجھے اس کا گریبان پکڑنا پڑا۔

"ہاں ہاں۔ قمیص کیوں اتار رہے ہو استاد۔ میں لایا ہوں؟"

"کیا لائے ہو؟" میں نے اسے گھورا۔

"تم تو شہنشاہ بن گئے تھے استاد۔ ساری رقم خرچ کرکے اس لونڈیا کا التفات خرید لیا۔ لیکن بھوک لگتی ہے تو صرف پیٹ یاد رہ جاتا ہے۔ اس لیے میں نے کچھ رقم لوگوں سے ادھار مانگ لی ہے۔ بڑے مخلص لوگ ہیں' یہ فوراً "چندہ کرلیا"۔

"لعنت ہے تم پر۔ اب تم چندے کی روٹی کھاؤ گے" میں نے کہا۔

"روٹی ہی کھاؤں گا استاد کفن تو نہیں پہنوں گا۔ روٹی کے لیے چندہ نہ کرتا تو پھر کفن کے لیے کرنا پڑتا۔ روٹی روٹی ہے۔ چندے سے ملے یا شہنشاہ بن کر۔ ویسے تمہیں کیا سوجھی تھی؟"

"کیا مطلب؟"

"لونڈیا اتنی پسند آگئی تھی؟"

"جس کے لیے میں نے ساری رقم خرچ کردی؟ کیوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"پھر؟"

"دماغ خراب ہے تمہارا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتے؟"

"اس سلسلہ میں واقعی کچھ نہیں سوچ سکا استاد۔ اور نہ کچھ سوچ سکوں گا۔ خدا کے لیے بتادو"۔

"چلو چھوڑو خود بخود معلوم ہو جائے گا!"

"یہ برداشت نہیں کرسکوں گا استاد خدا کے لیے بتادو"۔

"سردارے جاؤ۔ ناشتے کا بندوبست کرو۔ پھر گفتگو کریں گے اور ہاں یہ پیسے لو۔ چندے کی روٹی ابھی ہمارا معدہ ہضم نہیں کرسکے گا!" میں نے فلورا کے دیے ہوئے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔

"اوہ استاد۔ اس کا مقصد ہے تم مجھ سے زیادہ ذہین نکلے۔ میں تو رات کو سچ مچ قلاش ہوگیا تھا۔ وہ تو صبح کو ہوش آیا اور میں نے یہ بندوبست کیا۔ ورنہ میرا خیال تھا بغیر ناشتے کے گزارا کرنا پڑے گا"۔

"میں نے بھی قرض لیے ہیں یار۔ جا ناشتہ لے آ" میں نے اسے خیمے سے باہر دھکیلتے ہوئے کہا اور سردارے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔

"اب تو بتادو استاد۔ چکر کیا ہے" سردارے نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا یہ نام دلچسپ نہیں ہے؟"

"اچھا خاصا لیکن ہمارے کس کام آسکتا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"مال کھپت اس کے ذریعہ نہیں ہو سکتی؟ ظاہر ہے ہم سویڈن میں اجنبی ہیں۔ ہمیں یہاں مال کی کھپت کے ٹھکانے نہیں معلوم۔ لیکن اگر گولڈ مین ہاتھ آجائے تو اس کام میں آسانی ہو سکتی ہے"۔

"اوہ۔ ونڈر فل لیکن بظاہر تو اس کی اپنی حیثیت اتنی بڑی نہیں معلوم ہوتی"۔

"واقعی عمدہ خیال ہے استاد۔ اور یہ تو اب میں کہتے کہتے بھی تھک گیا ہوں کہ جو سوچتے ہو خوب سوچتے ہو۔ لیکن رات کو ساری کرنسی خرچ کردینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی"۔

"گولڈ مین کو متوجہ کرنے کا کوئی اچھا سا طریقہ بتاؤ" میں نے کہا۔

"اچھا سا طریقہ' اچھا سا طریقہ" سردارے سر کھجانے لگا۔ پھر بولا "لیکن یہ طریقہ سمجھ میں نہیں آتا"

"آج پھر اتنا ہی مال خریدا جائے گا" میں نے جواب دیا۔

"ارے کیا مطلب لیکن کہاں سے؟"

"کرنسی کی بات کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے استاد۔ میں نے ناشتے کے لیے چندہ مانگا ہے اور تم نے بھی قرض لیا ہے جس سے ہم دو چار دن کی خوراک حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ کرنسی کہاں سے آئے گی؟"

"یہاں جواخانے بھی ہیں"۔

"اوہ۔ ونڈرفل۔ یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا۔ سردارا اچھل پڑا اور پھر جلدی سے بولا "لیکن استاد جوا کھیلنے کے لیے بھی تو پہلے رقم کی ضرورت پڑے گی"۔

فلورا اب اتنی حسین بھی نہیں ہے کہ میں اس کے لیے سب کچھ ہارنے پر آمادہ ہو جاتا۔ میں نے اسے اس لیے گھاس ڈالی ہے کہ وہ مقامی ہے اور بہت سے مسئلوں میں کام آسکتی ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بات یہ ہے استاد کہ یہ جو تمہارا سردارے ہے یا' پیدائشی گدھا ہے۔ بار بار بھول جاتا ہے کہ اس کے ساتھ راجہ نواز اصغر ہے جو سر سے پاؤں تک دماغ ہی دماغ ہے۔ ایک مضبوط دماغ جو اتنی تیزی سے تانے بانے بنتا ہے کہ عقل ہی میں نہیں آتا۔ خاص طور سے سردارے کی عقل میں"۔

میں نے سردارے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ سویڈن دیکھ لیا تھا اب یہاں رکنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ اتفاق تھا کہ ابھی تک انٹرپول سے نجات بھی ملی ہوئی تھی۔ اور مکلینو بھی ہمارے راستے پر نہیں آرہا تھا۔ گویا اسے کامیاب ڈاج ملا تھا لیکن اب یہاں سے کام کر کے خاموشی سے نکل چلنا تھا اور یہی سب سے بڑی بات تھی۔ کام جس قدر جلد ہو جائے' ٹھیک ہے!

بہرحال اس وقت میں نے جو کچھ کیا تھا' اس سے مطمئن تھا۔ کسی کو ساتھی بنائے بغیر یہاں کام ہونا مشکل تھا اور اس کے لیے بہرحال گولڈ مین کا انتخاب مناسب تھا۔

رات کو ہم نے جو کارنامے انجام دیے تھے' ان کی وجہ سے ہم یہاں اجنبی نہیں رہ گئے تھے۔ سردارے اور میں باہر نکلے تو بہت سے عقیدت مندوں نے گھیر لیا۔ ان میں کچھ تو میری گٹار نوازی کے معتقد تھے اور کچھ سردارے کی فیاضی کے ان کے خیال میں ہم انوکھے لوگ تھے۔ یہ سب ہم سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔

بے باک سی لڑکیاں ہمارے بوسے بھی لے رہی تھیں۔ ان میں بہت سی ہمارے قریب بھی آنا چاہتی تھیں۔ ان لوگوں کو اس کے اظہار میں کوئی مشکل درپیش نہیں تھی۔ چنانچہ ان میں سے کئی نے کہا:

"ہائے مسٹر میگوئن دل چاہتا ہے' تمہارے گٹار کا کوئی سر بن جاؤں"۔

"مسٹر میگوئن کیا تم مجھے اپنی خلوت دو گے"

"کیا تم آسمان کے باسی ہو"۔

"کہاں سے آئے ہو میری جان خوشیوں کے خزانے لے کر"۔

"جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہم انہیں الٹے سیدھے جواب دے کر ٹرخاتے رہے۔ ویسے سردارے کی بات میں نے تسلیم کر لی تھی۔ یعنی یقیناً" اتنی لڑکیوں نے اسے انگیج کر لیا ہو گا جتنی کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

شام ہوئی تو فلورا آگئی۔ خوبصورت لباس میں تھی اور بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہوئے اس نے کہا: "اوہ میگوئن۔ اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں"

"کہو بہنی" میں نے جواب دیا۔

"ضروری ہے کہ تم آوارہ گردوں کے انداز میں رہو"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا لباس' تمہارا انداز جبکہ تم ان لوگوں سے کہیں زیادہ سوبر۔ کہیں زیادہ بلند ہو"۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کہ بس تم ایک سیاح نظر آؤ۔ نشے میں ڈوبے ہوئے آوارہ گرد نہیں"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔

"بس میری خواہش ہے۔ فائدہ کی بات نہیں کر رہی"۔

"تم جانتی ہو میں سویڈن میں کتنا عرصہ رہوں گا؟"

"اوہ' مجھے نہیں معلوم۔ کیوں!" اس نے اس سوال پر حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"جب تمہیں میرے بارے میں اتنی سی بات معلوم نہیں تو پھر اتنا بڑا حق کیوں جتاتی ہو۔ کتنا عرصہ رہو گی میرے ساتھ!"

"اوہ' سوری تم میری بات کا برا مان گئے؟"

"بالکل برا نہیں مانا فلورا۔ ابھی تمہاری عمر بہت کم ہے فلورا۔ بچوں کے انداز میں سوچتی ہو۔ لباس کم نگاہوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔ اصل بات شخصیت کی ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے" فلورا جزبز ہو گئی اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ سردارے کو ہم نے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ویسے سردارے نے پوچھا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت تو نہیں لیکن میں نے منع کر دیا تھا۔ فلورا کے ساتھ میں چلتا رہا۔ ہم کیمپنگ سے نکل آئے تھے۔ میں نے اسے خاموش دیکھا تو مخاطب کیا۔

"میرا خیال ہے تم ضرور میری بات کا برا مان گئی ہو"۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر میگوئن۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"پھر ایک دم خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

"آپ کے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔ درحقیقت لباس سے انسان خوش نما ضرور لگتا ہے لیکن اصل چیز اس کی شخصیت ہے۔ اچھے لباس پہننے والے کی شخصیت بھی اچھی ہو' یہ ضروری نہیں"۔

"اوہ۔ بہرحال تم بے حد خوبصورت لگ رہی ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ!" اس نے بھی خلوص سے کہا۔ ہماری منزل الغازے تھی۔ خوش لباسوں کا کلب۔ ایک سے ایک عمدہ لباس میں ملبوس۔ اعلیٰ پیمانے کا جوا ہوتا تھا یہاں۔ ہر قسم کے کھیل موجود تھے۔ ہم نے دوسری تفریحات میں وقت ضائع نہیں کیا۔ اور ایک کارڈ ٹیبل پر پہنچ گئے۔ فلورا نے اپنا لمبا پرس میرے سامنے خالی کر دیا تھا۔ بہت بڑی رقم تھی۔ اس سے کہیں بڑی جس سے میں نے پرس خریدی تھی۔ میں نے تعجب سے فلورا کی طرف دیکھا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے" وہ مسکرائی۔

"کتنی رقم ہے" میں نے کہا۔

"دل کھول کر کھیلو"

"ہار گیا تو؟"

"تمہارے قدموں پر نثار ہے"۔

"اوہ" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کیوں۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہاری شخصیت سے متاثر نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں لباس کا مشورہ اسی لیے دیا تھا۔ ورنہ اگر سطحی سی بات ہوتی تو شاید میں توجہ بھی نہیں دیتی"۔

"شکریہ فلورا!" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں میز پر جم گیا۔ میں لوگوں کا کھیل دیکھتا رہا اور پھر میں نے کھیل کے بارے میں پوری طرح اندازہ کر لیا۔ بڑا آسان کھیل تھا اور پھر میرا کھیل بھی شروع ہو گیا۔ شروع میں نے جان بوجھ کر کیے ہاتھ ہارے اور میرے ساتھیوں کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ میں نے فلورا کا چہرہ بھی دیکھا تھا۔ آدھی سے زیادہ رقم نکل گئی تھی لیکن وہ بالکل پرسکون تھی۔ لڑکی قابل اعتماد ہے۔ میں نے سوچا اور پھر چوتھا ہاتھ میرا ہاتھ تھا۔ ہاں ابھی کارڈ بند تھے۔ لیکن اگر ان میں اتنا اعتماد بھی نہ ہوتا تو پھر کھیل ہی بیکار تھا۔ اور وہ بھی دوسرے کی رقم سے۔

چنانچہ کارڈ شروع ہوئے اور پہلے ہی ہاتھ میں اتنی رقم آگئی کہ تقریباً" دو تہائی نقصان پورا ہو گیا۔ اس جیت پر کسی نے توجہ نہیں دی کیونکہ کئی ہاتھ ہارنے کے بعد یہ پہلی جیت تھی۔

وقت کافی تھا۔ اس لیے میں نے پھر دو ہاتھ ہارنے کا پروگرام بنایا کیونکہ میں محسوس کر چکا تھا کہ میرے سامنے کے دو کھلاڑی خاصے پرجوش تھے۔ دو ہاتھ ہارے اور تیسرا پھر جیت لیا تاکہ کھیلنے کے لیے رقم میں کمی نہ ہو۔ بس کافی تھا۔ آنکھ مچولی ختم کر کے اب میں لگاتار مال سمیٹنے کی فکر میں تھا۔ ساتواں بڑا ہاتھ بڑے اعتماد سے کھیلا اور چونکہ کارڈ میں نے تقسیم کیے تھے' اس لیے اپنے ساتھ والے دو آدمیوں کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے' اب وہ صرف میرا ہے اور یہی ہوا۔ فلورا کتنی ہی مضبوط کیوں نہیں تھی' لیکن اس ہاتھ پر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اور اب گڈیاں میرے سامنے گئیں تو اس کا ہاتھ میرے شانے پر پہنچ گیا۔

کھیلنے والے اب مجھ پر غور کرنے لگے تھے لیکن فن تو یہی تھا کہ سوچو' دیکھو اور ہارو۔ تھوڑی دیر میں میرے مقابل لوگوں کے پاس کچھ باقی نہ رہا اور انہیں بے عزت ہو کر اٹھنا پڑا۔ بس اس کے بعد کون ٹکتا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے گڈیاں سمیٹیں۔ اتنی رقم بن گئی تھی کہ فلورا کا پرس نما ہینڈ بیگ بھر گیا اور اس کے بعد بھی گڈیاں رکھنے کی جگہ نہیں رہی۔ کچھ جیبوں میں ٹھونسیں' کچھ رومال میں بھریں اور وہاں سے چل پڑے۔

فلورا کا سانس پھولا ہوا تھا۔ کلب سے باہر نکل کر اس نے پوچھا "سچ بتاؤ میگوئن یہ ہاتھ کا کمال تھا یا تقدیر کا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے فلورا؟"

"میرے خیال میں' بس میں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔

"کیوں؟"

"میں خود بھی بہترین کارڈ کھیل لیتی ہوں' تھوڑی بہت شارپنگ سے بھی واقف ہوں لیکن ایک دفعہ بھی میں تمہیں چیک نہیں کر سکی کہ تم نے کارڈ لگائے ہوں اور تمہارے کھیلنے کا انداز کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ...یا ہو گا۔ اوہو ڈیئر میگوئن ریئلی یو آر ونڈر فل۔ میں نے اتنی ساری صفات کسی ایک انسان میں یکجا نہیں دیکھیں۔ اتنا خوبصورت موسیقار اور دوسرے فنون میں بھی اتنا ہی ماہر۔ حیرت انگیز بے حد حیرت انگیز"۔

فلورا میری تعریفوں کے پل باندھتی رہی اور ہم واپس خیمہ میں پہنچ گئے۔

سردار موجود نہیں تھا۔ ظاہر ہے وہ بھی کسی سلسلے میں مصروف ہو گا۔ بہرحال فلورا بیٹھ گئی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ تب میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔

"فلورا ڈارلنگ؟"

"یس ڈیئر"

"تمہاری کتنی رقم تھی؟"

"کیوں؟"

"تم اس میں سے نکال لو"

"اوہ۔ ایسی کیا جلدی ہے؟"

"دیر بھی کیوں کی جائے؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ جیت گئے ہو تو دے دو ورنہ کوئی بات نہیں تھی"۔

"یقیناً مجھے تمہارے خلوص پر اعتماد ہے" میں نے کہا اور پھر میں نے اس کی ذاتی رقم اسے ادا کر دی لیکن اس کے بعد بھی نوٹوں کا انبار تھا ہمارے پاس۔ میں نے اسی میں سے آدھی رقم گنی اور فلورا کے حوالے کر دی۔

"یہ کیا ہے؟"

"آدھا حصہ"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے مطلب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے"۔

"مگر میرا حصہ' آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں تمہاری رقم سے کھیلا تھا ورنہ میرے پاس کیا تھا"

"نہیں ڈارلنگ۔ میں نہیں لوں گی"۔

"بالکل غلط۔ میرے اصول کے خلاف"۔

"لیکن یہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر دینا ہی چاہتے ہو تو تھوڑے سے دے دو"۔

"ففٹی ففٹی۔ آج اور ہمیشہ"۔

"اوہ تم نے مجھے شرمندہ کر دیا"۔

"ہرگز نہیں یہ تو کاروبار ہے"۔

"واقعی۔ انوکھے ہو تم"

"یہ رکھو" میں نے کچھ اور نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے۔

"یہ کیا ہے؟"

"وہ رقم جو تم نے قرض دی تھی"۔

"میگوئن۔ کیسے آدمی ہو؟"

"بس جیسا بھی ہوں' قرض ضرور واپس کر دیتا ہوں"۔

"میں تمہاری دوست نہیں ہوں کیا؟"

"دوست نہ ہوتیں تو تم سے قرض ہی نہیں لیتا"۔

"ہاؤ سلی یو آر!" فلورا ہنستے ہوئے بولی۔

"جو کچھ بھی سمجھو" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور پھر نوٹوں کا بقیہ ڈھیر اس کے سامنے [رکھ] دیا۔

"ارے ارے یہ کیا" فلورا نے منہ پھاڑ کر کہا۔

"چرس"

"کیا مطلب؟"

"بس اس کی چرس بھجوا دو' ورنہ آج کی رات میرے ساتھی اداس رہیں گے" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور فلورا سچ مچ پاگل ہو جانے کی حد تک حیران رہ گئی۔

"اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسا انسان ہوں۔ انسان ہوں بھی یا نہیں۔ کئی منٹ تک [وہ] متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی:

"اور تم اپنی خوراک کے لیے کچھ نہ رکھو گے؟"

"کیا کروں گا رکھ کر۔ میں جانتا ہوں تم مجھے قرض ضرور دے جاؤ گی"۔

"خدا کی پناہ" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ کافی دیر تک مجھے گھورتی رہی جیسے سوچ رہی [ہو] کہ میری کھوپڑی میں کون سی سمت کے اسکرو ڈھیلے ہیں۔ پھر اس نے ان گڈیوں میں سے جنہیں چرس کے لیے مخصوص کیا گیا تھا' کچھ گڈیاں نکالیں اور انہیں میری طرف بڑھا دیا۔

"قرض؟" میں نے پوچھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ یہ میرا کمیشن ہے جو اس رقم میں سے مجھے ملے گا"۔

"لیکن مجھے اتنے قرضے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج اور کل کی خوراک کے لیے صرف چند نوٹ کافی ہیں"۔

"تو میں تمہیں قرض تھوڑی دے رہی ہوں"۔

"بھیک؟" میں نے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں میگوئن ایسی باتیں مت کرو"۔

"نہیں کروں گا۔ سویٹی' لیکن جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ یہ چند نوٹ میں قرض لے رہا ہوں' کل واپس کر دوں گا اور ہاں سنو کل پھر کسی کلب چلیں گے؟"

"اوفوہ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی" فلورا نے کہا۔ پھر کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھی رہی [اور] پھر کچھ دیر کے بعد آنے کے لیے کہہ کر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے ان نوٹوں کو دیکھا اور خود بھی اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ حقیقت

ہے مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں اس کی انتہائی تذلیل کرتا تھا۔ اس لیے کہ میرے بوڑھے باپ کو اس کی ضرورت تھی۔ سرائے عالمگیر کا وہ کسان جس نے اپنی بوڑھی ہڈیاں اس کے لیے وقف کر دی تھیں۔ جس نے اپنے بیٹے سے امیدیں باندھی تھیں کہ وہ بڑا ہو کر پڑھ لکھ کر بابو بنے گا اور اس کے کندھوں سے ہل کا جوا اتر جائے گا اور اس بوڑھے کسان کا نامراد بیٹا جس نے چند ٹکوں کے لیے در در کی خاک چھانی' ان کاغذ کے ٹکڑوں کا ہزارواں حصہ حاصل کرنے کے لیے نجانے کیا کیا جتن کرنے کے بعد اس میں ناکام ہو کر بالآخر خودکشی کی حد تک پہنچ گیا اور اپنی وہ شخصیت کھو بیٹھا جسے وہ دل سے پسند کرتا تھا۔

وہ ایک نیک انسان کی زندگی چاہتا تھا لیکن اسے بدی کا غلام بنانے والے یہ کاغذ کے نوٹ ہی تھے۔ پھر میں نے ان نوٹوں کو بے حقیقت کر دیا تھا۔ ساری عزت کھو دی تھی میں نے ان کی۔ اور یہ میرا انتقام تھا۔ میں دولت سے انتقام لے رہا تھا۔ کاغذ کے ان حقیر ٹکڑوں کو نہایت نخوت سے ٹھکرا دیتا تھا۔ یہ ٹکڑے جو میری زندگی پر قابض ہو گئے تھے آج میں ان کی تذلیل پر قادر تھا۔

فلورا جیسی لڑکیاں کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ بات تو اس دولت کی تھی جو خود کو نہ جانے کیا سمجھتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد فلورا کا آدمی چرس کے پیکٹ پہنچا گیا۔ اور اس کے بعد فلورا آ گئی۔

سردار ہنوز غائب تھا۔ چنانچہ میں نے اس کا انتظار ضروری نہ سمجھا۔ اور جب گٹار کے سر بجے تو پروانے دیوانہ وار ٹوٹ پڑے۔ بات صرف موسیقی سے عشق کی نہ تھی' بلکہ نگاہیں اس احمق کو تلاش کر رہی تھیں جس نے پچھلی رات میں سرور کی دولت تقسیم کی تھی اور ممکن ہے آج بھی وہی عمل دوہرائے۔ یہ کام میں نے فلورا کے سپرد کر دیا۔

رات کے تقریباً دو بجے تھے اور آوارہ گرد نشے میں رقص کر رہے تھے کہ سردارے بھی مجھے رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں نظر آیا اور میں حیران رہ گیا۔

"گٹار بند ہو گیا اور فلورا بھی جاگ پڑی۔

"فلورا" میں نے اسے پکارا۔

"ہوں" فلورا نے کہا۔

"ذرا تم یہ گٹار سنبھالو۔ میں ابھی آیا" میں نے کہا اور پھر میں سردارے کے پاس پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت سی دراز قامت لڑکی سردارے کے ایک بازو میں بھنچی ہوئی تھی۔ نشے میں چور اور سردارے اسی کے انداز میں خود بھی اچھل رہا تھا۔ میں نے سردارے کا بازو پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے' اچھا ہو رہا ہے" سردارے نشے میں بولا۔

"تم حواس میں نہیں ہو سردارے" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

"اوئے کیا دیں گے حواس اور کیا لینا ہے مجھے ان سے۔ جاؤ بابا جاؤ اپنا کام کرو"۔

"میں گھونسہ مار کر تمہارے جبڑے توڑ دوں گا"۔

"اس سے کیا فرق پڑے گا استاد' جبڑے دوبارہ بھی جڑ سکتے ہیں مگر اس لڑکی کا دل۔ سردارے کو مارنا ہے تو اس کا دل توڑ دو۔ ہائے میں خود بخود مرجاؤں گا"۔

"سردارے" میں نے اسے جھٹکا دے کر لڑکی سے علیحدہ کر دیا "مجھے صرف تمہارے نشے پر

اعتراض ہے" میں نے کہا۔
"لڑکی پر تو نہیں استاد؟" سردارے نے پوچھا۔
"بکواس مت کرو۔ تم نے میرے اعتماد کو زخمی کیا ہے" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔
"ارے خدا قسم کس مردود نے پی ہے' بس ذرا لڑکی کو امپریس کر رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ بدمست ہو
اپنے ساتھی کو ہوشیار دیکھنا نہیں چاہتی۔ اس بار سردارے صاف لہجے میں بولا۔ انداز رازداری کا سا تھا
میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کمینے" میں نے ایک اور گھونسہ جڑ دیا۔
"تمہارے والی کو دیکھ چکا ہوں استاد' آج بھی رہے گی نا؟"
"ہاں' بس دفعان ہو جاؤ"۔
"تھینک یو استاد" سردارے نے کہا اور پھر بدستور نشے کی اداکاری کرتے ہوئے لڑکی کے ساتھ
آگے بڑھ گیا" میں مسکرا کر فلورا کے پاس آ گیا تھا۔
سویڈن کے بہت سے کلبوں میں ہم نے دھوم مچا رکھی تھی۔ جہاں جاتے' ہزاروں لوٹ لیتے۔ فلورا
کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ دوسری طرف میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یعنی گولڈ مین۔
یہاں قیام کے تقریباً آٹھویں دن فلورا نے مجھے گولڈ مین کا پیغام دیا۔
"گولڈ مین تم سے ملنا چاہتا ہے" اس نے کہا۔
"اوہ۔ کیوں خیریت؟"
"بس وہ تمہاری حیرت انگیز شخصیت سے متاثر ہے"۔
"تم نے اسے میرے بارے میں بتایا ہوگا"۔
"ہرگز نہیں۔ یقین کرو اس نے خود ہی تمہارا تذکرہ کیا تھا۔ اتنا حیرت انگیز گاہک اس کیمپ میں
آج تک نہیں آیا۔ شاید تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اب دوسرے اڈوں پر بہت کم لوگ جاتے ہیں۔
طور سے مفت خورے اس طرف چلے آتے ہیں اور پھر تمہارے انتظار میں وہ تھوڑی بہت خریداری
کرتے ہیں۔ اس طرح ہماری آمدنی پہلے سے دس گنا بڑھ گئی ہے"۔
"خوب بہت خوب" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ گولڈ مین تو بھی
بہت خوش ہوگا"۔
"ہاں۔ اس نے شام کی چائے پر تمہیں بلایا ہے"۔
"چلو گاڈ ڈیئر" میں نے کہا۔
اور پھر اسی شام میں گولڈ مین کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ بڑا شاندار کیمپ تھا جس میں وہ ایک لمبی میز کے
پیچھے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے "سکارتا" یاد آ گیا۔ وہ طویل القامت ہیبی جس نے میرے لیے جان دی
گولڈ مین بھی عظیم الشان جسامت کا مالک تھا۔ بڑا خوبصورت آدمی تھا۔ لمبی اور بے ترتیب داڑھی' بکھرے
ہوئے بال اور بڑی بڑی سرخ آنکھیں۔ بادلوں کی سی گرجدار آواز' آدھی آستین کے بش شرٹ سے
کے درخت کے تنے کی مانند چوڑے بازو نظر آ رہے تھے۔ میں اس کی شخصیت سے خاصا متاثر ہوا تھا۔
"ہیلو" اس کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔ گولڈ مین" میں نے بھی بے خوفی سے کہا۔
"تم ہی میگوئن ہو؟"
"ہاں"۔
"تب میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں"۔ گولڈ مین نے مصافحہ کے لیے
ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ فولادی پنجہ تھا۔ میرا ہاتھ اس
کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا۔ لیکن قوت کے مظاہرے پر میں نے بھی قوت کا مظاہرہ کیا اور گولڈ مین کے
ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔
"بیٹھو" اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ "تمہارے بارے
میں کیمپ میں بڑی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مثلاً؟" میں نے بھی مسکرا کر پوچھا۔
"کیا پیو گے؟"
"کافی ------!" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا اور گولڈ مین نے یونہی منہ اٹھا کر کہا "
کافی ------" گویا اس کے آدمی باہر موجود تھے اور مستعد تھے۔ وہ پھر میری طرف دیکھنے لگا۔
"یہی کہ تم انوکھے انسان ہو' بہترین موسیقار ہو اور کسی ریاست کے شہزادے ہو۔ روزانہ ہزاروں
کی چرس خریدتے ہو اور لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہو"۔
"اس میں میرا کیا قصور ہے؟" میں نے شانے ہلائے۔
"بہرحال تمہارا قصور کچھ بھی ہو' لیکن مجھے تمہاری اس بات سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ بہت سے
لوگوں نے میرے کیمپ کا رخ کیا ہے۔ اور اگر تم چند دن اور رہ گئے تو شاید میرا کاروبار یہاں کافی پھیل
جائے"۔
"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں میری وجہ سے فائدہ ہوا"۔
"میں تمہارا شکر گزار بھی ہوں"۔
"کوئی بات نہیں ہے" میں نے اخلاقاً کہا۔ اور گولڈ مین گردن ہلانے لگا۔ پھر معنی خیز انداز میں بولا:
"ویسے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے دوست ------ بہرحال تمہاری شخصیت پراسرار ہے۔ میں
بھی تمہارے بارے میں خبریں سن سن کر تجسس میں ڈوب گیا ہوں اور دوسروں کی طرح تمہارے بارے میں
جاننے کے لیے بے چین ہوں"۔
"اوہ" میں نے آہستہ سے کہا "فی الحال میرے بارے میں اتنا جان لو دوست کہ میں کوئی شہزادہ نہیں
ہوں۔ بس ایک آوارہ گرد سیاح ہوں۔ اور دوسرے آوارہ گردوں کی طرح سفر کر رہا ہوں' سفر بے منزل"۔
"لیکن دوسرے انسانوں سے مختلف ہو"۔
"کس طرح؟"
"تمہاری دولت ------" گولڈ مین مسکرایا۔ "میرے اندازے کے مطابق تم اب تک لاکھوں کی
چرس خرید چکے ہو"۔
"[illegible]۔ قلاش انسان ہوں جس کے پاس دوسرے دن کی خوراک کے لیے پیسے نہیں ہوتے"۔

"کیا مطلب؟"

"تمہاری ایجنٹ فلورا گواہی دے گی"۔

"پھر ـــــ پھر یہ سب کچھ؟" گولڈ مین تعجب سے بولا۔

"دوسرں کی دولت سے کیا جاتا ہے"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"سویڈن کے جوا خانے میرے لیے بینک بنے ہوئے ہیں جنہیں چیک دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی"۔

"خدا کی پناہ ـــــ شارپنگ کرتے ہو؟" گولڈ مین تعجب سے بولا۔

"ہاں' کام چلا لیتا ہوں"۔

"اوہ' مجھے شارپنگ سیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ اتفاق ہے کہ تم ایک بہترین انسان ہو ـــــ بہت سے کاموں کے ماہر ـــــ سنا ہے تم ایک عمدہ موسیقار بھی ہو"۔

"ہاں' گٹار بجا لیتا ہوں"۔

"بڑا خوبصورت ساز ہے۔ بہرحال میرے دوست! یوں لگ رہا ہے جیسے ہمارے اور تمہارے تعلقات کسی خاص اسٹیج پر ضرور پہنچ جائیں گے۔ ٹھیک ہے ابھی تم اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا رہے لیکن ایک وقت ضرور ایسا آئے گا کہ تم میری جانب ضرور مائل ہو جاؤ گے۔ میں دوستوں کے لیے جان دینے کا قائل ہوں"۔

"بڑی بات کہہ رہے ہو گولڈ مین!"

"ہاں' فی الوقت بڑی ہے لیکن کوئی وقت آیا تو سچ بھی کر دکھائیں گے" اس نے کہا اور میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ وہ سب کچھ ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا لیکن پری کو آہستہ آہستہ ہی شیشے میں اتارنا چاہیے۔ ابھی سارے جذبات اس پر عیاں نہیں ہونے چاہئیں۔

کافی آگئی اور ملازم نے اس کے دو کپ بنا کر ہم دونوں کے سامنے سرو کر دیے۔

لو ٹھیک ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم صرف لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو دوسروں کو اپنے گرد دیکھنا چاہتے ہو اور اس کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرتے ہو"۔

"اوہ۔ اب تمہارا کیا خیال ہے گولڈ مین؟"

"میرا خیال؟"

"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں"

"اسے جلد باز تو نہیں سمجھو گے۔ میں دراصل یا تو بہت کم لوگوں سے ملتا ہوں۔ ملتا ہوں تو ان کے بارے میں جلد از جلد فیصلہ کر لیتا ہوں۔ اچھا یا برا۔ اور پھر اس پر عمل بھی شروع کر دیتا ہوں یعنی جسے اچھا نہیں سمجھا' اس سے متاثر ہوا تو پھر اس سے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کرتا' اسے خلوص سے دوست بنا لیتا ہوں۔ برا سمجھتا ہوں تو دوسری بار اس کے قریب نہیں جاتا اور نہ اسے اپنے قریب آنے دیتا ہوں"۔

"اوہ' یہ بات تمہاری صاف نیت کی دلیل ہے۔ گولڈ مین"۔

"تمہیں ناپسند ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ـــــ کسی کو بھی ناپسند نہیں ہوگی"۔

"تو پھر سنو ـــــ میں تمہاری شخصیت سے متاثر ہوا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر تم کسی کو اپنے قریب لانا چاہو تو وہ تم سے دور نہیں بھاگے گا۔ اس لیے میرا پہلا خیال غلط تھا۔ یعنی تم لوگوں کو اپنے قریب لانے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہو"۔

"نیا خیال کیا ہے گولڈ مین؟"

"اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا"

"بہرحال بذات خود تم اچھے انسان ہو"۔

"برا کام کرنے والا اچھا انسان" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کاموں میں اچھے برے کا تعین ـــــ ہماری اپنی اپج ہے۔ اگر تم منشیات فروشی کو برا کام کہتے ہو تو میں اس کا مخالف ہوں۔ انسان کی ضرورت جو کچھ بھی ہو ـــــ بہرحال ضرورت ہوتی ہے اور وہ اسے پوری ضرور کر لیتا ہے۔ اب اس ضرورت کے تاجر ـــــ اگر ان کی مطلوبہ اشیاء انہیں فراہم کر دیتے ہیں تو کون سی بری بات ہے۔ بس کچھ لوگوں نے اس ضرورت کو برا رنگ دے دیا ہے۔ تاجر بہرحال تاجر ہے"۔

"بہت خوب ـــــ خاصے تعلیم یافتہ انسان معلوم ہوتے ہو ـــــ انسانی مسائل پر منطق پیش کر سکتے ہو"۔

"اس کے لیے تعلیم یافتہ نہیں ـــــ حقیقت شناس ہونا کافی ہے" میں نے جواب دیا۔

"دیکھو ـــــ اب میں تم سے اور متاثر ہو گیا ہوں ـــــ ایک پیش کش کروں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"پیشکش؟" میں نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"سنا ہے تم استنبول کے باشندے ہو؟"

"ہاں استنبول کا نہیں ـــــ ماں ترکی تھی اور باپ انگریز" میں نے جواب دیا۔

"کچھ بھی ہو ـــــ نیشنلٹی کہاں کی رکھتے ہو؟"

"اپنے ملک کی"۔

"سویڈن میں کب تک ہو؟"

"بس تھوڑے عرصہ"

"یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"ناروے ـــــ اور اس کے بعد پتہ نہیں"۔

"تم سے یہ کہنا تو فضول ہی ہے کہ تم یہاں رہ جاؤ"۔

"ہاں فضول ہے۔ کیونکہ میں دنیا گردی کو نکلا ہوں اور کسی ایک جگہ قیام کرنا میرے لیے ممکن نہیں"۔

گولڈ مین پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا "چنانچہ تم سے زیادہ گہری

دوستی بھی ٹھیک نہیں ہے۔ چلے جاؤ گے تو یاد آؤ گے۔ لیکن جب تک سویڈن میں ہو' اس وقت تک میرے مہمان رہو"

"تمہارا ہی مہمان ہوں"۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ اس طرح نہیں۔۔۔۔۔ میرے ساتھ رہو"۔

"تمہاری پیشکش میں صرف خلوص ہے اس لیے میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں"۔

"ممکن ہے کام کی بھی کوئی بات ہو جائے۔۔۔۔۔ میری طرف سے کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہونا۔ بس مجھے تمہاری دوستی زیادہ عزیز ہے"۔

"میں سمجھتا ہوں گولڈ مین۔۔۔۔۔ لیکن کام کی کوئی بات ہو بھی جائے تو کیا حرج ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً یقیناً" وہ بھی مسکرا دیا۔

"بہرحال گولڈ مین۔۔۔۔۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے تم نے بھی مجھے متاثر کیا ہے۔ لیکن میرا بوجھ اپنے سر نہ ڈالو تو اچھا ہی ہے۔ ہاں جب حکم دو گے' تمہاری خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا"۔

"گولڈ مین ایک جذباتی انسان ہے دوست۔۔۔۔۔ دوست کہہ دیا تو بہت سی ذمے داریاں خود لیں۔ اب تم کہیں اور نہیں رہو گے"۔

"لیکن ہم آوارہ گردوں کی عادتیں بہت خراب ہوتی ہیں اور میرے ساتھ میرا ایک دوست ساتھی' ایک بھائی بھی ہے"۔

"تین آدمی اور ہیں۔۔۔۔۔؟" اس نے سادگی سے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔ "کیوں۔۔۔۔۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں ان تینوں آدمیوں سے گھبرا جاؤں گا؟"

"یہ بات نہیں ہے گولڈ مین!"

"پھر کیا بات ہے؟"

"وہ صرف ایک آدمی ہے لیکن میرے اس سے اتنے سارے رشتے ہیں"

"اوہ' یہ بات ہے" گولڈ مین بھی ہنس پڑا۔

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ اور ہم دونوں کی عادتیں اچھی نہیں ہیں"۔

"کیا بری عادتیں ہیں تمہاری؟"

"میرا دوست ہر رات ایک نئی لڑکی کا خواہش مند ہوتا ہے"۔

"اوہ' یہ تو کوئی بری عادت نہیں"۔

"بس ایسی ہی چھوٹی موٹی خرابیاں!"

"مسٹر میگوئن! میرا امتحان لے رہے ہو۔ میری جان! جب تجھے دوست کہہ دیا تو بس دوست تمہاری ساری برائیاں اور اچھائیاں اب میری اپنی ہیں۔ دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دل سے نہ کہا گیا ہو"۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین! مجھے تمہاری دوستی قبول ہے"۔

اور پھر ہم دوستی نبھانے پہنچ گئے۔ گولڈ مین نے ہمارے لیے بڑا خوبصورت خیمہ لگوایا

میں زمانے بھر کی سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ سردارے بھی خوش تھا کیونکہ میں نے اسے گولڈ مین سے کی ہوئی اپنی شرائط بتا دی تھیں۔

"اس کا مقصد ہے استاد۔۔۔۔۔ کہ اب رات کو مجمع لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی"

"ظاہر ہے جو مقصد تھا' پورا ہو گیا" میں نے جواب دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے استاد۔۔۔۔۔ لیکن اس احمق کو اپنا وعدہ یاد بھی رہتا ہے یا نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے وہ لڑکیوں والا وعدہ" سردارے نے آنکھیں بھینچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے! تو تو لڑکیوں کا ایک فارم کھول لے"۔

"ہائے استاد! کیا ونڈر فل آئیڈیا ہے مگر اس کے لیے مجھے کتنی لڑکیاں پالنی پڑیں گی؟"

"کبھی کوئی کام کی بات بھی کیا کر سردارے" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا کروں استاد! کام کی ساری باتیں تو تم کر لیتے ہو' میرے لیے رہ ہی کیا جاتا ہے۔ پھر بھی میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ"۔

"بس میری جان! تو صرف لڑکیوں کی خدمت کیے جا"۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں استاد! ایمانداری سے بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں"۔

"سردارے! میرا خیال ہے گولڈ مین اس مال کی نکاسی میں ہماری بہترین مدد کر سکے گا" میں نے جواب دیا۔

"ہاں استاد! یہ تم پہلے بھی بتا چکے ہو"۔

"بس اس کے علاوہ میرا اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں' میں اسے شیشے میں اتار رہا ہوں"۔

"تمہارے خیال میں کیسا آدمی ہے؟"

"یقیناً کام کا ثابت ہو گا" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

بلاشبہ گولڈ مین کام کا آدمی ثابت ہوا۔ اس نے ہمارے سارے اخراجات اپنے سر لیے۔ البتہ بے لکن آوارہ گرد ہماری تلاش میں سرگرداں تھے۔ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل چکی تھی اور اب وہ مارے مارے پھر رہے تھے لیکن گولڈ مین نے اپنا وعدہ بخوبی پورا کیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ میرا اس سے گٹھ جوڑ فلورا کو بالکل پسند نہیں آیا ہو گا۔ کیونکہ اس رات میرے حصے میں جو لڑکی آئی تھی' وہ فلورا نہیں تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سونیا" اس نے جواب دیا۔

"اچھی ہو"۔

"شکریہ" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ حسین اور نوجوان سونیا کے ساتھ یہ رات بری نہ رہی۔ دبلے پتلے نازک بدن کی دلکشی گو اجنبی نہ تھی لیکن منفرد ضرور تھی۔ اب تو مجھے ان جسموں کی تعداد

بھی یاد نہ رہی تھی جن کا قرب میں حاصل کر چکا تھا۔ لیکن ہر نئی لڑکی ایک نئی دلکشی کی حامل ہوتی۔

"مسٹر میگوئن" صبح کو اس نے رخصت ہوتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

"ہنی" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو آپ سویڈن میں رہیں گے؟"

"ہاں"۔

"تب پھر اگر آپ پسند کریں تو رات کو مجھے طلب کر لیں۔ مسٹر گولڈ مین سے اگر آپ کہیں گے یقیناً آپ کی فرمائش نہیں ٹالیں گے"۔

"اوہ' ضرور سوئیٹی۔ میں اب خود بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا" میں نے اسے جواب دیا او خوش خوش واپس چلی گئی لیکن دل ہی دل میں' میں ہنس پڑا۔

گدھی کہیں کی۔ ہر لڑکی اپنے دل میں احساس رکھتی ہے کہ اس نے جس مرد سے تھوڑا سا التفا برت لیا وہ گدھا بن جاتا ہے۔ حالانکہ عورت صرف خربوزہ ہے۔ چھری کے اوپر گری یا چھری اس پر گر کٹتی وہی ہے۔ دوسری رات دوسری لڑکی اور پچھلی رات کی لڑکی کو ذہن میں کبھی نہیں رہنا چاہیے۔ ہم روز چاول نہیں کھا سکتے۔ بہرحال سونیا کو ذہن سے نکال دیا' دوسرے کام بھی تھے۔

سردارے پچھلی رات میرے خیمے میں نہیں رہا تھا۔ البتہ اس رات اسے کسی ہپی لڑکی کو چر کر دام میں پھنسانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی اور جب وہ میرے پاس آیا تو اس کی بتیسی باہر نکلی تھی۔

"پھوٹو پھوٹو' ورنہ پیٹ پھٹ جائے گا" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بنڈل استاد! ایک دم بنڈل"

"اوہو' کیا کسی بڑی بی سے ملاقات ہو گئی؟"

"اس کی بات نہیں کر رہا۔ یہ سالی ہپی لڑکیاں تو بس مونگ کی دال ہوتی ہیں' پتلی پانی جیسی بھوکے ہو تو کھالو' پیٹ بھر جاتا ہے' دل خوش نہیں ہوتا"۔

"رات کو کیا ملا تھا؟"

"چکن فرائیڈ چکن" لوسیا نام تھا۔ بس استاد! میں تو مر مٹا۔ اب نہ جانے رات کب ہو سردارے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا اور میں نے اس کی پشت پر ایک گھونسا رسید کر دیا۔

شام کی چائے ہم نے گولڈ مین کے ساتھ پی۔ "کیسے ہو میری جان! کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ ا سناؤ جوان آدمی! لڑکی پسند آئی؟" اس نے سردارے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے نے شرما کی بڑی بھونڈی اداکاری کی۔ پھر میری طرف آنکھ مار کر مسکرا دیا۔

"ہیجڑے لگ رہے ہو بالکل" میں نے اس کی اس حرکت پر جل کر کہا۔

"اب بس جلدی سے چائے ختم کرو استاد! اور مجھے اجازت دلوا دو۔ سالی جھیل کے کنارے انتظ رہی ہو گی۔ کہہ رہی تھی تمہارے بغیر اب دن مشکل سے کٹے گا"۔

"ہر لڑکی مرد کو الو بنانے کے لیے یہی گھسے پٹے جملے کہتی ہے۔ جن میں حقیقت کا شائبہ بھی ہوتا۔ دفعان ہو جاؤ۔ مرد تو جان بوجھ کر الو بننے کا عادی ہے۔ جاؤ تم بھی الو بنو۔" اور سردارے خوشی خو

بننے چلا گیا۔

"بڑا خوش مزاج اور دلچسپ نوجوان ہے" گولڈ مین مسکرا کر بولا۔

"انتہائی وفادار اور قابل اعتماد دوست بھی ہے"۔

"خوش نصیب ہو میگوئن۔ ساری زندگی کی تلاش کے بعد اگر ایک بھی مخلص دوست مل جائے تو سمجھو زندگی بیکار نہیں گئی۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ کیوں نہ ہم کام کی کچھ باتیں کریں"۔

"ضرور مسٹر گولڈ مین!" میں نے مستعدی سی کہا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ خود ہی کام کی باتیں شروع کر دے۔ اتنا تو اندازہ میں لگا چکا تھا کہ وہ ایک اچھا اور قابل اعتماد انسان تھا۔

"دراصل تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں کچھ اور خیالات آئے ہیں۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے ناروے جانے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ منسلک ہو جاؤ"۔

"لیکن کس طرح؟"

"مسٹر میگوئن! میرا یہ چھوٹا سا کاروبار ہے۔ لیکن عادی ہوں اس بات کا کہ جہاں میری حکمرانی ہو وہاں کسی دوسرے کو برداشت نہیں کرتا اور اگر حالات میرے قدم روکتے ہیں تو پھر میری کیفیت ایک زخمی بھیڑیے کی سی ہوتی ہے۔ جو ہر چیز کو دانتوں سے چبا کر پھینک دیتا ہے۔ یہاں میں نے ایک چھوٹا سا کیمپ قائم کیا ہے اور بے شمار مشکلات سے دوچار ہوں۔ ایڈگر یہاں اعلیٰ پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ میں اس سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہوں لیکن میری بدبختی ہے کہ میں مال نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کے لیے بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ تم سیاح ہو' ناروے جا رہے ہو اور وہاں سے بھی آگے جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم اگر ان جگہوں سے میرے لیے مال بھیج دو تو میری بڑی مشکل حل ہو جائے گی"۔

"اوہ' یہاں سویڈن میں تمہیں مال نہیں ملتا؟" میں نے پوچھا۔

"مل جاتا ہے لیکن بہت مہنگا اور اس کے علاوہ کوئی ورائٹی نہیں ملتی"

"تمہاری قوت خرید کیا ہے گولڈ مین؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے مالی طور پر کس قدر مضبوط ہو؟"

"بس مناسب"۔

"بیک وقت کتنا مال خرید سکتے ہو؟"

"تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں تمہیں یہیں سویڈن میں تمہاری مرضی کے مطابق مال سپلائی کر سکتا ہوں" میں نے جواب دیا اور گولڈ مین کے چہرے پر سنسنی کے آثار نظر آنے لگے۔

"کیا کہہ رہے ہو میرے دوست! کیا تم کافی پی کر بھی نشے میں آجاتے ہو؟"

"میری بات پتھر کی چٹان کی مانند ٹھوس ہے؟"

"لیکن کہاں سے؟" گولڈ مین نے متعجبانہ پوچھا۔

"یہ میرا کام ہے" میں نے جواب دیا۔

"تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے میگوئن! کیا میں اس بات پر یقین کر لوں؟"

"یقین نہ کر سکو تو خاموش ہو جاؤ۔ تم نے مجھ سے کہا تھا تو میں نے یہ پیشکش کی۔ ورنہ اس سے قبل میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ اوہ' وہ تو ٹھیک ہے۔ میرے دوست! لیکن تم کیا ہو' مجھے کچھ تو بتاؤ۔ تمہارا ہر روپ انوکھا ہوتا ہے" گولڈ مین نے مضطربانہ انداز میں دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"میں جو کچھ بھی ہوں' اس کی فکر نہ کرو۔ البتہ میں نے تمہیں جو پیشکش کی ہے' وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق اشیاءفراہم کر سکتا ہوں"۔

"مقدار کتنی ہے؟"

"سارا مال تقریباً" پانچ کروڑ ڈالر کا بنتا ہے" میں نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین سر کھجانے لگا۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے مجھے پاگل سمجھ رہا ہو۔ میں کھڑا ہو گیا "اوکے گولڈ مین! مجھے اجازت دو۔ میری پیشکش پر غور کر لینا" میں خیمے کے دروازے کی طرف مڑا اور گولڈ مین ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"رک جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ تم مجھے اس طرح ہیجان میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے"۔

"لیکن تم کام کی بات بھی تو نہیں کر رہے۔ خود ہی تم نے ایک بات شروع کی ہے اور پھر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو"۔

"اچھا" وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا۔ "جو تم کہہ رہے ہو وہی ٹھیک ہو گا۔ اتنی بڑی رقم کا مال تو میں بالکل نہیں خرید سکتا۔۔۔۔۔ لیکن میرے دوست! اگر تم ٹھیک کہہ رہے ہو تو مجھے اپنا کمیشن ایجنٹ بنا لو۔ میں کسی کو پارٹنر بنا کر یہ مال خرید لوں گا لیکن اس میں میرا کمیشن ہو گا"

"کتنے پرسنٹ؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تم خود کر لو" گولڈ مین نے کہا۔

"ہم کاروباری بات چیت کر رہے ہیں اس لیے فی الوقت درمیان سے تکلف ہٹا دو۔ بتاؤ کتنے پرسنٹ لو گے؟"

"فائیو پرسنٹ" گولڈ مین نے کہا۔

"مجھے منظور ہے" میں نے جواب دیا۔ گولڈ مین کی بری حالت تھی۔ سیدھا سادا انسان تھا۔ اتنی بڑی دولت کے تصور سے ہی پاگل ہو رہا تھا۔ اس کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔

"تو۔۔۔۔۔ تو پھر۔۔۔۔۔ اب کیا کریں گے؟"

"یہ تم بتاؤ؟"

"مال کہاں ہے؟"

"مال یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ لیکر آئیں گے"

"ایک بات اور بتا دو۔۔۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔۔۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا" وہ گھگھیائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں ہاں پوچھو"

"کیا اس دولت کے تنہا مالک تم ہو۔۔۔۔۔ صرف تم؟"

"میں اور صرف میں"۔

"اوہ گریٹ مین۔۔۔۔۔ تم کس قدر گہرے انسان ہو۔۔۔۔۔ کیا مال کا نمونہ مل سکتا ہے؟"

"ہاں' مل سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"کب؟"

"پہلے تم پارٹی تیار کر لو۔ نمونہ مل جائے گا۔ مجھے تمہاری بھرپور مدد درکار ہو گی"۔

"میں ہر طرح تیار ہوں۔ تم بے فکر رہو' نمونہ منگوا لو۔ پارٹی مل جائے گی۔ چند لوگ میری نگاہ میں ہیں جو یہاں میری پشت پناہی بھی کرتے ہیں' بڑے دولت مند ہیں وہ لوگ۔۔۔۔۔ لیکن رقم تم کس شکل میں لو گے؟"

"نقد ڈالر کی شکل میں"

"ٹھیک ہے مل جائے گی۔ میں کل ہی سے یہ مہم شروع کرتا ہوں"

گولڈ مین نے کہا اور پھر وہ کافی دیر تک میرا سر کھاتا رہا۔ درحقیقت بے چارہ بری طرح بدحواس ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے اوپر بھروسہ کرے یا مجھے پاگل سمجھے۔۔۔۔۔ بھلا مجھ جیسا انسان بھی اتنی بڑی دولت کا مالک ہو سکتا تھا۔ بہرحال میں نے کوشش کر کے اسے کسی حد تک یقین دلا ہی دیا۔

اور پھر اس رات میں نے سردارے سے بات چیت کی "کام کسی حد تک بن گیا ہے سردارے"۔

"کیا مطلب استاد؟"

"میں نے گولڈ مین کو آمادہ کر لیا ہے" میں نے سردارے کو پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور سردارے کا چہرہ چمکنے لگا۔ پوری بات سن کر اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس بار ہم بہت بڑا رسک لے رہے ہیں استاد۔۔۔۔۔ فرض کرو اگر سب کچھ ٹھیک ہو جائے تو یہ رقم یہاں سے کیسے نکالو گے اور کہاں جاؤ گے؟"

"سردارے! میرے لیے وہ بے حقیقت ہو گی۔ تاہم میں اتنا کچا انسان بھی نہیں ہوں' بے شمار طریقے ہیں۔ اسے تم میرے اوپر چھوڑ دو" میں نے جواب دیا۔

"یقین کر لیا استاد۔۔۔۔۔ بہرحال سردارے کے لیے کیا حکم ہے؟"

"تمہیں نہایت رازداری سے ایک اہم کام کرنا ہے" میں نے کہا۔

"حکم کرو استاد"

"کسی طرح لاگن تک جا کر مال کا نمونہ لاؤ" میں نے کہا اور سردارے سوچ میں ڈوب گیا۔ میں نے خود اسے کوئی مشورہ نہیں دیا تھا۔ وہ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"کب تک درکار ہے استاد؟"

"جتنی جلد ممکن ہو سکے"

"کل ہی ہو جائے گا" سردارے نے جواب دیا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کس طرح؟"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔ "لوسیا کے پاس جیپ موجود ہے اور کل اس نے مجھے سیر کرانے کا وعدہ کیا ہے۔ تھوڑی سی نشہ آور ادویات کی ضرورت ہو گی

استاد------ میں اسے بہلا پھسلا کر لاگن تک لے جاؤں گا۔ اور پھر مطلوبہ جگہ پہنچنے سے قبل اسے بے ہوش کر دوں گا۔ اور پھر نمونے لے کر اس کے ساتھ واپس آ جاؤں گا" سردارے نے جواب دیا------ اور میں اس کی تجویز پر غور کرنے لگا۔ پھر میرا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ بلاشبہ سردارے کی تجویز میں کوئی جھول نہیں تھا۔

میں نے دل کھول کر اس تجویز پر داد دی اور سردارے نے مرغے کی طرح سینہ اکڑا لیا۔

"بس تو کل تم روانہ ہو جاؤ۔ اس سلسلے میں لوسیا یا کسی اور کو بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے"۔

"بے فکر رہو۔ مجھے احساس ہے استاد! تم بے فکر رہو" سردارے نے کہا اور میں واقعی بے فکر ہو گیا۔ بے فکر نہ ہوتا تو رات کی حسین مہمان کی بھرپور پذیرائی کیسے کرتا جس کا نام شرجیلا تھا۔ اور شرجیلا مختلف کہانی رکھتی تھی۔ اس کے بدن کے نشیب و فراز اس کی اپنی داستان رقم کرتے تھے اور میں نے اس تحریر کو بھی پوری دلچسپی سے پڑھا۔

دوسری صبح گولڈ مین میرے خیمے میں ہی چلا آیا۔ اس کی آنکھیں بدستور سرخ تھیں۔ لیکن چہرے پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ تھی اور وہ بڑے غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو------ گولڈ مین؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پاگل کر دیا ہے تم نے یار" وہ گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔

"ارے خیریت------ کیا ہو گیا ڈیر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گولڈ مین ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ساری رات نہیں سو سکا" اس نے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"کیا تم اس وقت ہوش میں ہو؟"

"میں ہر وقت ہوش میں رہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"اس وقت بھی ہوش میں تھے جب اس مال کی بات کی تھی۔ میں ایک بار پھر معذرت کرتا ہوں لیکن......" گولڈ مین عجیب سے انداز میں بولا۔ اور مجھے اس کی اس کیفیت پر ہنسی آ گئی۔

"ہاں۔ اس وقت بھی ہوش میں تھا"۔

"کمال ہے" گولڈ مین آہستہ سے بڑبڑایا اور پھر سر کھجانے لگا۔

"اس میں کمال کی کیا بات ہے گولڈ مین------ میری سمجھ میں نہیں آیا تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

"پریشان نہیں ہوں۔ بالکل پریشان نہیں ہوں لیکن میرے دوست! تم چند ساعت کے لیے خود کو میری جگہ لاؤ اور سوچو------ کیا میری حیرانی درست نہیں ہے؟"

"غالباً" ہماری پوزیشن تمہیں اس بات پر یقین کرنے میں پس و پیش دلا رہی ہے کہ ہمارے پاس اتنا مال ہو سکتا ہے"

"بالکل یہی بات ہے" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"تب پھر تمہیں تھوڑی سی تفصیل بتانی پڑے گی گولڈ مین۔ بس مختصراً سمجھ لو کہ اس مال کے حصول

کے سلسلہ میں ہمیں کچھ گڑبڑ کرنی پڑی ہے یعنی یہ مال ایک بہت بڑے اسمگلر کا ہے جس پر ہم نے ہاتھ صاف کر لیا ہے"۔

"اوہ' اوہ' یہ کوئی بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ مال تمہارے قبضے میں ہے یا نہیں؟"

"سو فیصدی ہمارے قبضے میں ہے"

"بس یہی آخری بات ہوتی ہے" رہی ہاتھ صاف کرنے کی بات' تو ان برے کاموں میں ایک یہی اچھی بات ہوتی ہے کہ ان میں اخلاقی پابندیوں کا خیال نہیں رکھا جاتا"۔

"بس تو اب اس خیال کو ذہن سے نکال دو"۔

"ٹھیک ہے لیکن وہ نمونے؟"

"ایک آدھ دن کی مہلت دے دو۔ ممکن ہے آج ہی منگوا دوں یا زیادہ سے زیادہ کل۔ تم اس دوران پارٹی تیار کر لو۔ ویسے آخری بار تمہیں یہ اور بتاؤں کہ تمہیں کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا"۔

"اوہ شکریہ' بہت بہت شکریہ۔ ویسے خود مجھے مال کی سخت ضرورت ہے۔ کہیں سے مال نہیں پہنچ رہا۔ اندیشہ ہے کہ گاہک ٹوٹنے نہ لگیں۔ اس کے علاوہ ایڈگر کے لوگ بھی اب بدمعاشی پر تل گئے ہیں۔ مال ہو تو بات کروں"

"کیسی بدمعاشی؟"

"ظاہر ہے وہ ہمارا اڈہ پسند نہیں کرتے اور چھوٹی چھوٹی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن مجھے کچھ اطلاعات ملی ہیں۔ میں نے سنا ہے اس دوران ایڈگر میرے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہے۔ وہ میری پشت کی تلاش میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے آدمیوں کو جنگ کے لیے بھی تیار کرتا رہا ہے اور اب------ اب شاید------ وہ کچھ کرنا چاہتا ہے"۔

"اوہ------ یہاں جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں"۔

"اکثر------ اور پولیس ان معاملات سے بالکل بے تعلق رہتی ہے۔ ہمیں لائسنس ہی اس لیے دیے جاتے ہیں"۔

"بہت خوب" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور گولڈ مین خاموشی سے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا------ "ویسے تم کافی الجھے ہوئے ہو"۔

"ارے نہیں میرے دوست! اب ایسا زیادہ بھی نہیں۔ ویسے تم سناؤ۔ میری کوششیں پسند بھی آ رہی ہیں یا نہیں------ بس تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں ورنہ اچھے اچھوں کو خاطر میں نہیں لاتا"۔

"ویری گڈ------ ویسے تمہارے ساتھ بھی لڑاکے تو ہوں گے؟"

"اوہ' اس کی بات مت کرو۔ میرے ساتھ ایسے ایسے جیالے ہیں کہ ایڈگر مر کر بھی نہیں مر سکتا۔ بس اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہے' ورنہ میں خود اب تک اسے یہاں سے اکھاڑ دیتا"۔

"تم فکر مت کرو میرے دوست------ ہم کوشش کریں گے کہ ایڈگر کے قدم یہاں سے اکھاڑ دیں گے" میں نے کہا اور گولڈ مین غور سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ویسے تم ہو عجیب انسان------ تم نے کیسے چکر دیا تھا؟"

"ان تفصیلات میں جانے کی کیا ضرورت ہے گولڈ مین؟"

"اوہ' احتیاط کرنا چاہتا ہو۔ ٹھیک ہے میں مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن ایک بات کہوں ——— اس
بھروسہ کر لو گے؟"

"ہاں۔ کر لوں گا' کہو" میں نے کہا ——— ویسے بھی اس شخص کے بارے میں' میں نے اندازہ لگا
تھا کہ منشیات کا کاروبار ضرور کرتا ہے لیکن کسی حد تک عمدہ اور سیدھا آدمی ہے۔

"میں خود کو اچھے انسانوں میں شمار نہیں کر سکتا۔ لیکن جس کا دوست بن جاتا ہوں' اس کے لیے
ایک اچھا دوست ضرور ثابت ہوتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے دوست بنا لیا تو پھر ——— دلیل اس کی یہ دے سکتا
ہوں کہ پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ مال نہیں تھا"۔

"یقیناً ——— مجھے احساس ہے"۔

"تو پھر یہ سمجھ لو ——— اب تھوڑا سا لالچ ذہن میں ضرور آ گیا ہے لیکن دوستی اپنی جگہ ہے"۔

"ہوں ——— تو آؤ گولڈ مین ——— ہم دوست بن جائیں" میں نے اس کی طرف مصافحے کے
لیے ہاتھ بڑھا دیا اور گولڈ مین نے خوشی خوشی اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔

"اور اس کے بعد ——— تم گولڈ مین کو ایک وفادار گھوڑا پاؤ گے' سوچنے سمجھنے سے
عاری ——— وفا کے لیے تیار"۔

"نہیں گولڈ مین! دوست صرف دوست"۔

"تمہارا شکریہ میگوئن" گولڈ مین نے ممنونیت سے کہا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیلات بتانا چاہتا ہوں"۔

"اگر ضرورت سمجھو تو ——— ورنہ اب تو ساری باتیں ہی ختم ہو گئیں"۔

"باتیں تو اب شروع ہوئی ہیں گولڈ مین" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گولڈ مین دلچسپی سے میری
شکل دیکھنے لگا۔ مکلینو کا نام سنا ہے کبھی؟"

"مکلینو ——— اوہ' کیوں؟"

"کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں؟"

"اس لائن کا کوئی شخص سفید بھیڑیے سے ناواقف ہو' ناممکن ہے"۔

"خوب' تو تم اسے جانتے ہو؟"

"صرف نام سے۔ اس کے علاوہ اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔ یہاں بھی اس کی ساکھ
زبردست ہے۔ شاید ایڈگر بھی اس سے مال لیتا ہے"

"تم نے کبھی اس سے مال نہیں خریدا؟"

"کوشش کی تھی لیکن نہیں مل سکا۔ یہاں کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اگر ایک کے پاس ایجنسی
تو اس جگہ دوسرے کو مال نہیں دیا جاتا"۔

"اوہ' یہ بات ہے"

"تم اس کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟"

"سنا ہے خطرناک آدمی ہے" میں نے کہا۔

"بھیڑیا ہے' خونخوار بھیڑیا ہے۔ اس کے نام پر بے شمار قتل ہوتے ہیں اور ان کی کوئی شنوائی نہیں
ہوتی" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"ہوں ——— تو ڈیر گولڈ مین ——— میری اس سے چلی ہوئی ہے"۔

"مکلینو سے؟" گولڈ مین منہ پھاڑ کر بولا۔

"ہاں"۔

"واقعی مکلینو سے؟" گولڈ مین کی یہ عادت مخصوص تھی۔ میں نے دوبارہ اسے جواب دینا
مناسب نہیں سمجھا اور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "لیکن کیسے؟ کس طرح میرے دوست! آخر تمہارے بارے
میں کتنے انکشافات ہوں گے؟ بعد میں پتہ چلے گا کہ تمہارا سلسلہ براہ راست نپولین سے ملتا ہے۔ جو کچھ ہے
ایک بار بتا دو"

"بہت انوکھی بات ہے یہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ——— کم از کم ہماری لائن کے لوگوں کے لیے۔ مکلینو واقعی بھیڑیا ہے۔ اکثر بڑے
بڑے جی دار اس سے راستہ کترا کر گزرتے ہیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس سے ٹکر لے"۔

"بہرحال میں نے نہ صرف اس سے ٹکر لی ہے بلکہ اسے ایک شاندار چوٹ بھی دی ہے" میں نے
جواب دیا۔ جس مال کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے' وہ دراصل مکلینو کا ہی ہے۔ میرا اس سے اختلاف
ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ظالمانہ فطرت سے کام لے کر مجھے بھی مجبور کر دیا۔ لیکن میں تاک میں رہا اور پھر میں
نے اسے چوٹ دی"۔

"لیکن اس کا مال...... اوہ' یقیناً' پھر تم جو کچھ بھی کہو' آنکھیں بند کر کے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن
تم نے اس پر ہاتھ کیسے صاف کر دیا؟ کیا یہ آسان کام ہے؟"

"نہیں' بہت مشکل کام تھا لیکن میں نے کر دکھایا۔ ہم ایک لانچ لے کر آئے تھے۔ میں نے پوری
لانچ ختم کر دی اور پھر ساحل پر مکلینو کے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اس کی بیٹی بینی بھی ساتھ آئی تھی' اسے
میں نے یہاں کے لوگوں کے حوالے کر دیا اور پھر لانچ کا سارا مال لے اڑا"۔

"خدا کی پناہ! تو کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی پورا گروہ ہے؟"

"گروہ ——— نہیں' میرے ساتھ صرف میرا ساتھی ہے"۔

"صرف تم دونوں نے یہ سب کچھ کیا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور گولڈ مین احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔ پھر ایک طویل سانس
لے کر بولا:

"تمہارے بارے میں اگر سوچتا رہا تو یقیناً میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ بہرحال میں ہی
کیا' جو بھی سنے گا' حیران رہ جائے گا۔ میرا دعویٰ ہے یہاں اس کے بے شمار آدمی ہیں' اور اگر کوئی ایسی
صورت حال ہے تو وہ سویڈن کے چپے چپے میں تمہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ میری رائے ہے کہ پوری
طرح ہوشیار رہو"۔

تمہاری دوستی کا اب کیا حال ہے گولڈ مین ——— یہ بتاؤ؟"

"کیا مطلب؟" گولڈ مین کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"اب بھی مجھے اپنے کیمپ میں رکھو گے؟"

"مجھ سے بھی جھگڑا کرنا چاہتے ہو؟" گولڈ مین سرد لہجے میں بولا۔

"ہرگز نہیں ــــ لیکن تمہاری بات کا مفہوم میں نہیں سمجھ سکا"۔

"میں بہت زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ صرف میں ہی نہیں' مکلینو سے دشمنی کی بات سن کر یہاں کوئی بھی تمہاری مدد پر آمادہ نہیں ہو گا۔ لیکن میرے دوست! زندگی میں خطرات تو مول ہی پڑتے ہیں۔ تمہاری دوستی میرے لیے بہت منافع بخش ہے۔ ایک تو میں تم سے متاثر ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں خوش ہوں کہ تم نے ایڈگر کے سرپرست کو چوٹ دی ہے۔ میں تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں ــــ اوہ' اور میرے دوست! تم نے اتنی بڑی بات مجھے بتا دی ہے کیا تمہیں میرے اوپر مکمل اعتماد ہے؟"

"ہاں ــــ ورنہ میں اتنا احمق نہیں تھا"

"تو پھر بھروسہ رکھو' تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی" گولڈ مین نے جواب دیا۔ پھر وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد ایک گہری سانس لی اور دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ میں احمق نہیں تھا' میں نے گولڈ مین کو جس حد تک بتایا تھا' اگر اس میں کوئی گڑبڑ بھی ہو جاتی تو میں اسے سنبھال سکتا تھا۔ لیکن بہرحال اب گولڈ مین کو یقین آ گیا تھا۔

سردارے ہنوز غائب تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا حالانکہ اسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ پھر شام کو ساڑھے چھ بجے کے قریب واپس آیا۔ لوسیا اس کے ساتھ تھی اور مضمحل سی نظر آ رہی تھی۔ وہ اسے لیے ہوئے خیمے میں آ گیا۔

"سوری مسٹر میگوئن! کیا آپ نے ہمارا انتظار کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم بہت دیر سے واپس آئے ہو" میں نے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بس اسے بدبختی ہی کہا جا سکتا ہے۔ راستے میں مس لوسیا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ دراصل ہم سویڈن کے نواح دیکھنے نکل گئے تھے۔ نجانے کیا ہو گیا مس لوسیا کو ــــ اچھے خاصے چل رہے تھے کہ ان پر بیہوشی طاری ہونے لگی اور پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ پورے' پانچ گھنٹے بے ہوش رہیں۔ جب انہیں ہوش آیا تو پھر ہم نے واپسی کا سفر طے کیا۔ اب بھی ان کی حالت نارمل نہیں ہے۔ کیا آپ ہمیں تھوڑی دیر کے لیے یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دیں گے؟"

"اوہ' ٹھیک ہے' کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ابھی جھیل.... کا ایک چکر لگا کر واپس آ جاتا ہوں۔ سوری مس لوسیا! کیا میں آپ کی جیپ استعمال کر سکتا ہوں؟" میں نے لوسیا سے پوچھا۔

"ضرور مسٹر میگوئن! آپ مجھ سے پوچھ کیوں رہے ہیں"

"شکریہ" میں نے کہا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ باہر لوسیا کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کیا اور کیمپنگ میں اس خیمے کی طرف چل دیا جو ہمارا اپنا تھا اور آج کل خالی پڑا ہوا تھا۔

بڑے اچھے لوگ تھے۔ کسی نے ہمارے خیمے کی طرف توجہ نہیں دی تھی اور اس کا باہری پردہ اسی طرح بندھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے نزدیک جیپ روک دی اور پھر میں نے جیپ کی سیٹوں کے نیچے مطلوبہ اشیاء تلاش کیں۔ ظاہر ہے چھپانے کے لیے ایک ہی جگہ تھی۔ بہت سے چھوٹے بڑے پیکٹ مل گئے۔

ــــے نے نہایت کامیابی سے اپنا کام انجام دیا تھا۔

میں نے پیکٹ سنبھالے اور خیمے میں داخل ہو گیا۔ یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ یہاں کوئی کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتا' اس لیے خیمے میں ان پیکٹوں کو چھپانا دشوار کام نہیں تھا ــــ البتہ چھپانے کی جگہ مناسب ہونی چاہیے تھی اور اس کے لیے میں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو اجداد پشتوں سے کرتے چلے آئے یعنی زمین میں گڑھا کھودا۔ میں نے سارے پیکٹ چھپا دیے اور مٹی برابر کر دی۔ پھر اس پر اپنا مختصر سا سامان بھی رکھ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے گڑھا کھودنے کے اوزار صاف کیے۔ یہ جیپ کے اوزار تھے' ان پر بہرحال مٹی نہیں لگی رہنی چاہیے تھی۔ اس کام میں بھی خاصا وقت صرف ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ سردارے کسی خاص مشغولیت کا شکار نہیں ہو گا۔ اس نے مجھے صرف اسی لیے بھیجا تھا کہ میں جیپ خالی کر لوں ــــ چنانچہ میں واپس پلٹ پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں خیمے کے دروازے پر تھا۔

نیچے اتر کر میں نے آواز دی ــــ "کیا میں اندر آ جاؤں؟"

"اوہ' ضرور مسٹر میگوئن!" اندر سے سردارے کی آواز ابھری۔ لوسیا اور وہ دونوں قریب قریب بیٹھے ــــے۔ "کیسی طبیعت ہے مس لوسیا کی؟"

اب تو ٹھیک ہے مسٹر میگوئن!"

"تھینکس گاڈ۔ اگر تم لوگ آرام کرنا چاہو تو میں چلا جاؤں؟"

اوہو' ہرگز نہیں ــــ میں مس لوسیا کو ان کے خیمے پر پہنچا دوں"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور سردارے لوسیا کے ساتھ باہر نکل گیا۔ میں اندر خیمے میں واپس آ گیا۔ یہاں تک تو کام بخوبی ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اب یا تو آج رات ہی یا پھر کل دن میں گولڈ مین کو یہ ہونے دے دوں گا اور اس کے بعد مال سپلائی ہو جائے گا۔ گو کہ یہ کام اتنا آسان نہیں تھا لیکن میں اس میں الجھا ہوا بھی نہیں تھا اور اسے بخوبی پورا کر لینے پر یقین رکھتا تھا۔

رات کے کھانے پر گولڈ مین نے خصوصی طور پر مجھے مدعو کیا اور میں اور سردارے اس کے خیمے میں پہنچ گئے۔ گولڈ مین کے ساتھ دو خوبصورت لڑکیاں موجود تھیں۔ دونوں مقامی تھیں اور ان کی شکلیں ہمارے لیے نئی تھیں۔ بہرحال لڑکیاں بہت دلکش تھیں۔

"ہیلو میگوئن' جیک! ان سے ملو' یہ ریتی ہے اور یہ شکی۔ دونوں بہنیں ہیں لیکن دونوں کی صورتوں میں کوئی یکسانیت نہیں ہے۔ کیا خیال ہے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں ــــ لیکن دونوں کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ' باری باری اس کا فیصلہ کر لینا۔ فی الحال تو کھانے کے بارے میں فیصلہ کرو۔ کیا خیال ہے بھوک لگ رہی ہے؟"

"ہاں۔ ہم تو ہمیشہ کے بھوکے ہیں' منگوا لو" میں نے کہا اور گولڈ مین نے حسب معمول کسی کو مخاطب کیے بغیر کھانا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگا دیا گیا ــــ لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھیں۔ بہت عمدہ کھانا تھا' خوب ڈٹ کر کھایا گیا اور پھر اس کے بعد کافی کا دور چلا ــــ اور ابھی کافی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص اندر داخل ہوا۔

"میکو اور بڈ آئے ہیں جناب!" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کون میکو؟ کون بڈ؟"

"ایڈگر کے غنڈے ہیں ——— ان کے ساتھ پانچ آدمی اور ہیں"۔

"اوہ' کیوں آئے ہیں؟" گولڈ مین نے سامنے سے کافی کے برتن ہٹا دیے اور تن ک
ہو گیا ——— "کیا کہتے ہیں؟"

"آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ باس اس وقت کھانے میں مصروف ہے تو انہوا
جواب دیا کہ ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ اسے اطلاع کرو"

"خوب ——— مسلح ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"ہاں' سب کے پاس پستول نظر آ رہے ہیں" آنے والے نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین نے
انداز میں گردن ہلائی' پھر بولا "انہیں خیمے کے عقب میں لے جاؤ ——— اور سنو ——— پیٹر
جیپ تیار کرے اور اسے کیمپ کے پچھلے حصے میں پہنچا دے"۔

"یس سر" آنے والے نے جواب دیا۔ میں اور سردارے دونوں نے گولڈ مین کے لہجے میں
بو محسوس کی تھی۔ گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایڈگر کے غنڈے آئے ہیں" اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ "ملو گے ان سے؟"

"ضرور ملیں گے۔ آؤ ——— اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ضرور کرنی چا
گولڈ مین نے کہا اور ہم دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اور پھر وہ اس طرح رکا جیسے خیمے میں کوئی چیز بھ
ہو۔ وہ ہم سے معذرت کر کے اندر گیا اور پھر چند لمحات کے بعد واپس آ گیا۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا۔ اور ہم نے گردن ہلا دی۔ "پستول ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں ——— کیوں؟"

"یہ رکھ لو ——— لوڈ ہیں۔ میرا خیال ہے فی الوقت اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑ
اس نے پستول ہم دونوں کو دیتے ہوئے کہا۔ بہرحال ہم نے پستول لے کر رکھ لیے تھے اور پھر ہم گو
کے ساتھ اس کیمپ کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں گولڈ مین کے چند ساتھی کچھ لوگوں کے سامنے
تھے۔ آنے والے کاؤ بوائز اسٹائل کے سوٹ پہنے ہوئے تھے اور خاصے چست و چالاک نظر آ رہے تھے۔
گولڈ مین کو دیکھ کر اس کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے۔

"جاؤ تم لوگ۔ مہمانوں سے میں خود بات کر لوں گا" گولڈ مین نے نہایت نرم لہجے میں کہا او
کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے۔ تب گولڈ مین نے بڑے پیار سے ان لوگوں کو دیکھا ——— "تم میں سے
ہے اور ایک میکو' ٹھیک ہے نا؟" وہ بے تکے انداز میں ہنس دیا۔ لیکن سامنے کھڑے ہوئے لوگوں
جواب نہیں دیا تھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا آفیسر؟" گولڈ مین نے بدستور نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہم یہاں ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے نہیں آئے ہیں۔ تم سے کچھ بات کرنی ہے
میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ' اپنے بارے میں یا ایڈگر کی طرف سے؟"

"ایڈگر کی طرف سے"

"کیوں ایڈگر کی جنس تبدیل ہو گئی ہے کیا؟ وہ خود نہیں آ سکتا تھا؟"

"کیا تم اس کے ہم پلہ ہو جو وہ تمہارے پاس آتا"

"تو پھر تم میرے ہم پلہ ہو؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"گولڈ مین! تلخ باتیں مت کرو' اور یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کہ جو کچھ ایڈگر نے کہا ہے' اسے
دراس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو" اسی شخص نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"اوہ' میرے حق میں یہی بہتر ہے" گولڈ مین نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"یقیناً" اس شخص نے جواب دیا۔

"لیکن پیارے دوستو! یہ تو بتا دو کہ تم میں میکو کون ہے اور بڈ کون ہے؟"

"میں بڈ ہوں" اسی شخص نے کہا جو اب تک بولتا رہا تھا۔

"اور میرا جواب ایڈگر تک تم ہی پہنچاؤ گے؟ میرا مطلب ہے تم اس کے خاص آدمی ہو نا؟"

"یقیناً' یقیناً" بڈ نے جواب دیا۔

"تب پھر ان لوگوں کی کیا ضرورت ہے" گولڈ مین نے دوسرے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور
یا ہی لگا جیسے کسی بوتل کا کارک بار بار کھل رہا ہو لیکن کیمپ کے عقبی حصے میں گونجنے والی چیخیں بے حد
ز تھیں۔ خود بڈ کو بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے ساتھیوں کو اچانک کیا ہو گیا۔ وہ سب زمین پر گر کر
رہے تھے۔

"دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو پیارے دوست! اس کے بعد گفتگو کریں گے" اس نے بڈ کو مخاطب کر کے
اور پھر جلدی سے بولا ——— "ہاں ہاں' تم ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس پر مجھے تمہارے سینے میں بھی
خون اگلتا سوراخ بنا دینا پڑے۔ اس لیے ہاتھ اوپر اٹھا لو میرے دوست!" گولڈ مین آہستہ لہجے میں بولا۔

"بڈ نے دہشت زدہ نگاہوں سے اپنے تڑپتے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر گولڈ مین کے ہاتھ میں
بدید ساخت کی ایک چھوٹی اسٹین گن کو اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

میں اور سردارے بھی منہ کھول کر رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے ذہن میں یہ گمان بھی نہ تھا کہ گولڈ
لوئی ایسا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے جس بے دردی سے چھ انسانوں کو قتل کر دیا تھا' اس سے اس کی خوفناک
یت کا احساس ہوتا تھا۔

"ہاں تو پیارے بڈ! بتاؤ کیا پیغام تھا ایڈگر کا؟" گولڈ مین بولا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اسٹین گن
گولیوں کی ایک باڑ ماری' اور بڈ کے پیروں کے نزدیک ایک قطار میں مٹی اکھڑتی چلی گئی۔ "بول بھی دے
ے لال! کیوں نخرے کر رہا ہے؟"

"کیا ایڈگر کی دشمنی مول لے کر تم یہاں زندہ رہ سکو گے؟"

"کون بے وقوف زندہ رہنا چاہتا ہے؟ مگر تم زندگی کی بات کیوں نہیں کرتے۔ آخری بار کہہ رہا
ا کہ ایڈگر کا پیغام دہرا دو ورنہ اس کے بعد تم کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہ جاؤ گے"۔

"اس نے کہا ہے کہ یہاں اپنا دھندہ بند کر دو۔ ہمارے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ علاقہ ہمارا
یہاں تم کسی قیمت پر نہیں رہ سکو گے" اس نے بدحواس انداز میں کہا۔

"اوہو' واقعی' یہ تو ٹھیک ہے۔ ایڈگر اس علاقے میں بہت بڑی طاقت ہے لیکن بھائی! زند
بھی رہنا ہے۔ تم خود بتادو۔ تو ایسا کرو میرے دوست کہ ایڈگر کے پاس جاؤ اور اپنے ان چھ ساتھیوں کو
جاؤ اور اس سے کہو کہ جتنا وقت گزارنا ہے' گزار لے۔ وقت سے پہلے دنیا کیوں چھوڑنا چاہتا ہے۔
جیمر! جیپ لے آئے؟"

"لیس چیف!"

"ارے تو بلاؤ نا اپنے ساتھیوں کو۔ ان سے کہو کہ مہمانوں کی لاشیں اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیں
ایسی بھی کیا بداخلاقی۔ یہ تو ہمارا فرض ہے اور فرض پورا کرنا چاہیے۔ اور ہاں' تم میں سے ایک ادھر آ
نے کہا اور اس کا ایک ساتھی اس کے قریب پہنچ گئے۔

"ذرا مسٹریڈ کے پستول تو ان کے ہولسٹر سے نکال لو" اور گولڈ مین کے ایک آدمی نے اس
کی تعمیل کی۔ باقی لوگ لاشوں کو جیپ میں بار کرنے لگے تھے۔

گولڈ مین خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر جب کام مکمل ہوگیا تو اس نے بڑے
پیارے بڈ! اب تم یہ جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے جاؤ اور ہاں' میرے پیغام کا کوئی لفظ بھول نہ جانا"۔

بڈ بادل ناخواستہ جیپ میں جا بیٹھا اور پھر وہ جیپ اسٹارٹ کر کے اس طرح بھاگا کہ پلٹ کر
دیکھا۔ گولڈ مین بے ساختہ قہقہے لگا رہا تھا اور پھر وہ شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "بڑا ہی مسخرہ ہے یہ ایڈگر
ایسے ایسے تماشے کرتا ہے کہ ہنسی آتی ہے۔ آؤ چلیں۔ ان چھ لاشوں کو دیکھ کر اسے یقیناً روحانی
ہوگی۔ اب دیکھو نا لاشوں کا تحفہ تو بڑے بے تکلف دوست ہی بھیج سکتے ہیں اور بے تکلف دوستوں
کو دیکھ کر دلی مسرت تو ہوتی ہی ہے"۔

ہم دونوں خاموشی سے اس کے ساتھ واپس ہوگئے" بڑا اچھا موڈ ہوگیا ہے۔ آج گٹار سنا
میری جان آج تیری طرف سے چرس میں بانٹ دوں گا"۔ گولڈ مین نے گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ک

بہرحال جو کچھ ہوا تھا' وہ زیادہ دلچسپ نہیں تھا اور اس کے نتائج خاصے خطرناک نکل سکتے تھے
مین نے جس دلیری کا ثبوت دیا تھا' وہ قابل داد ضرور تھی لیکن اس کے بعد وہ جس لاپرواہی کا ثبوت
تھا' یہ ایک احمقانہ حرکت تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ایڈگر اگر بالکل ہی چوہا نہیں ہے تو ان کی چھ لا
برداشت نہیں کر سکے گا اور کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ میرا خیال تھا کہ گولڈ مین کو اس کے لیے تیار رہنا
لیکن گولڈ مین اس طرف سے لاپرواہ نظر آرہا تھا۔

"سردارے!" میں نے آہستہ سے سردارے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے استاد؟" سردارے بھی اسی انداز میں بولا۔

"کیا خیال ہے تمہارا؟"

"پھڈا ــــــ!" سردارے نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک! لیکن میرا خیال ہے اس میں کچھ وقت لگے گا"

"ممکن ہے!"

"یہ پر گوشت گدھا گٹار بجانے کی بات کر رہا ہے"۔

"تو ہمارا کیا بگڑتا ہے استاد۔ گولیوں کی آواز گٹار کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر کافی خوبصور

لی۔ تم گٹار بجاؤ' ایڈگر کا معاملہ گولڈ مین جانے"۔

"نہیں سردارے ہم اس کی مدد کریں گے"۔

"استاد بولتا ہے تو ضرور کریں گے" سردارے نے کہا۔

"ارے کیا شروع کردی تم نے؟" گولڈ مین نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے گولڈ مین۔ چلو گٹار لے آئیں"۔

"ہاہا۔ یقیناً' یقیناً" گولڈ مین ہنس کر بولا۔

اور پھر دیوانگی کا دور شروع ہوگیا۔ گولڈ مین پاگل ہوگیا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔ اس نے دل کھول کر نشہ آور ادویات ہپیوں میں تقسیم کی تھیں۔ میں گٹار بجارہا تھا اور سردارے چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر کوئی ہنگامہ ہوگیا تو یہ بے چارے ہی بری طرح مارے جائیں گے۔

رات کے ڈھائی بجے تک ہم ہنگامہ کرتے رہے لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ دونوں لڑکیاں ہمارے ساتھ تھیں اور خوب کھل گئی تھیں۔ انہوں نے بھی نشہ آور ادویات استعمال کی تھیں۔ ہم ان کے ساتھ ان کے خیمے میں آگئے۔ سردارے نے دوسرا خیمہ استعمال کیا تھا۔ لیکن میں نے اسے تلقین کردی تھی کہ رات کو ہوشیار رہے لیکن صبح ہوگئی اور کچھ نہیں ہوا۔ البتہ ناشتے پر بھی گولڈ مین خوب قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا:

"کچھ بھی ہے مسٹر میگوئن لیکن یہ ایڈگر ہے ذہین انسان"

"کیوں' کوئی خاص بات ہوئی ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں خاص بات ہی سمجھ لو۔ دشمن کو چھیڑ کر میں غافل ہو جانے کا عادی نہیں ہوں۔ رات بھر میرے آدمی ہتھیاروں سے لیس چاروں طرف چھپے رہے۔ اگر ایڈگر حملہ کرتا تو اپنی زندگی کے بدترین نقصان سے دوچار ہوتا لیکن اس نے پہلی عقل مندی یہی کی کہ رات کے کسی حصہ میں ہمارے اوپر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ابھی اس کا ایک آدمی پھر میرے پاس آیا تھا۔

"بہت خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"وہ بھی اس کا پیغامبر تھا لیکن میں نے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا"۔

"کیا پیغام لایا تھا؟"

"ایڈگر نے میرے تحفے کا شکریہ ادا کیا تھا اور جیپ واپس کردی تھی۔ اس نے کہلوایا ہے کہ جنگ شروع ہوگئی ہے اور ہم دونوں کو اچھے دشمنوں کی طرح اصولوں کے ساتھ لڑنا چاہیے۔ بات صرف اس علاقے پر اقتدار کی ہے۔ اگر ہم نے اندھا دھند لڑنا شروع کردیا تو پھر یہ کیمپ خالی ہو جائے گا اور ہم کاروبار کہاں کریں گے ــــــ چنانچہ اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ اپنے جتنے بھی آدمی لا سکوں اولڈ کیمپ پر لے آؤں اور وہاں ہم دونوں دل کی حسرت نکال لیں۔

"اولڈ کیمپ؟" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک سنسان جگہ ہے"۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"بس اس سے کہا ہے کہ دن اور وقت کا تعین کر کے مجھے اطلاع کر دے"۔

"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ نہ جانے کیوں کوئی چیز میرے ذہن میں الجھ رہی تھی" تم اس شخص سے تھوڑے بہت بھی واقف نہیں ہو گولڈ مین؟"

"مکار انسان تو نہیں ہے؟"

"کیا مکاری کرے گا۔ تمہارا دوست اس سے کمزور نہیں ہے"۔

"کیا تمہارے آدمی اپنی جگہ سے ہٹ گئے؟"

"نہیں میری جان' پوری نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں دشمن کو چھیڑ کر غافل ہو جانے کا عادی نہیں ہوں۔ ابتداء میں تو میری یہی خواہش تھی کہ مجھے یہاں کچھ مہلت مل جائے۔ اپنی طرف سے میں نے کوئی بھرپور کوشش نہیں کی لیکن دل میں حسرت ضرور تھی کہ ایڈگر سے دو دو ہاتھ ہوں اور اس نے تیاریاں جاری رکھیں اور اب میں اس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ------"

"اوہ گولڈ مین ------ اٹھو" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"کیا ہوا؟" گولڈ مین نے حیرت سے پوچھا۔

"آؤ ------" میں تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ گولڈ مین بھی متحیرانہ انداز میں میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔ "وہ جیپ کہاں ہے جو ایڈگر..... نے واپس کی ہے؟" میں نے گولڈ مین سے پوچھا۔

"جیپ باہر موجود ہے' لیکن کیوں؟"

"مجھے اس کے پاس لے چلو گولڈ مین" میں نے کہا۔

"آؤ ------ مگر بات کیا ہے؟ میں سمجھ نہیں سکا" گولڈ مین متحیرانہ انداز میں بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سوچ رہا تھا' ممکن ہے میرا خیال غلط ہو' ہاں اگر ایڈگر احمق آدمی نہیں ہے تو یہ اس کے لیے بہترین موقع تھا۔

"جیپ خیمے کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی۔ میں اور گولڈ مین جیپ کی طرف بڑھ گئے۔ سردار بھی ہمارے ساتھ آ رہا تھا۔ حالانکہ اگر میرا اندازہ درست تھا تو اس وقت جیپ پر چڑھنا..... شدید خطرناک تھا۔ لیکن بہرحال جو کچھ میں نے کہا تھا' اس کی تصدیق کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میں جیپ پر چڑھ کر اس کا جائزہ لوں۔

گولڈ مین میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا اور جیپ پر چڑھ کر اس سے کان لگا دیے۔ میرے کان کسی مخصوص آواز کی تلاش میں تھے اور اچانک میرا دل مسرت سے اچھل پڑا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ٹک ٹک کی ہلکی ہلکی سی آواز جیپ سے ابھر رہی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے دیوانہ وار سیٹوں کے نیچے اور ہر اس حصے کے نیچے جھانکنا شروع کر دیا' جہاں میری مطلوبہ چیز بر آمد ہو سکتی تھی۔

"آواز اس قدر مدھم تھی کہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کسی بند جگہ سے ابھر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے انجن کا بونٹ اٹھا دیا اور اس کا گہری نظروں سے جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے وہاں سے ہٹ کر پیٹرول ٹینک کے قریب ہر اس جگہ کو تلاش کرنا شروع کر دیا جہاں کوئی خلاء ہو اور اس میں کوئی چیز رکھی جا سکتی۔ ایک بار پھر میں اچھل پڑا۔ کیونکہ ایک چوکور بکس صاف نظر آ گیا تھا اور بکس کے نزدیک سے ٹک ٹک کی آواز

اور صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اندر ہاتھ ڈالا اور چوکور بکس محفوظ جگہ سے اٹھا لیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔

وہ ٹائم بم تھا۔ دوسرے لمحے گولڈ مین میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ہم نے ٹائم بم میں لگا ہوا وقت دیکھا۔ اب سے ٹھیک دس منٹ کے بعد یہ ٹائم بم بلاسٹ ہو سکتا تھا۔

گولڈ مین کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے۔ دوسرے لمحے اس نے ٹائم بم میرے ہاتھ سے لے کر ناکارہ کر دیا اور پھر وہ جیپ سے ٹک کر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چند منٹ اسی خاموشی سے گزر گئے۔ میں بے حد مطمئن تھا۔ میں نے جو کچھ سوچا تھا' وہ اس حد تک درست نکلے گا' اس کا یقین تو مجھے بھی نہیں تھا۔ پھر گولڈ مین نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے حد عقیدت تھی۔ پھر بولا:

"صرف اتنا کہوں گا مسٹر میگوئن کہ میں نے تمہارے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ مسٹر میگوئن اگر مکلینو کو کوئی چوٹ دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو اس میں اتفاق بھی ہو سکتا ہے لیکن میرے دوست میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہر کام صرف اتفاق کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری ذہانت کا اعتراف کرتا ہوں"۔

"شکریہ گولڈ مین! میرا خیال ہے تم نے جو میری توصیف کی ہے۔ وہ کافی ہے اور مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں مسٹر میگوئن"

"خیر۔ اب یہ تو یہاں کی بات نہیں۔ ہم نے ایڈگر کی کوشش ناکام بنا دی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس معمولی سی کوشش کا مطلب کیا تھا"

"میں سمجھتا ہوں میرے دوست' میں سمجھتا ہوں" گولڈ مین مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا" میں نے پوچھا۔

"آؤ' واپس چلیں" اس نے کہا۔ پھر اس نے ایک دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں خیمے کی طرف واپس چل پڑے۔

"یہ کوشش صرف ایک چھوٹی سی انتقامی کارروائی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ پیٹرول ٹینک کے نزدیک رکھا ہوا ٹائم بم اگر پھٹتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ قرب و جوار میں کہاں تک کتنی تباہی پھیلتی۔ ظاہر ہے پیٹرول اچھلتا اور خیمے لپیٹ میں آ جاتے۔ گویا ابتدائی قدم کے طور پر یہ ایڈگر کا انتقام ہو گا۔ یعنی ان چھ افراد کی موت کا انتقام لیکن شکر ہے کہ ایک اچھے اور ذہین دوست کی مدد سے اس کی یہ کوشش ناکام ہو گئی ------"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ ہم دونوں واپس گولڈ مین کے خیمے میں آ گئے۔ گولڈ مین نے بڑے احترام کے ساتھ مجھے بٹھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا اور میں ایڈگر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گولڈ مین کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا کہ وہ طاقتور انسان ہے' ذہین بھی ہے لیکن شاید مکار نہیں۔

ابھی تک اس کے ساتھ میں نے جو کچھ کیا تھا' اس نے اس پر بھرپور بھروسہ کیا تھا حالانکہ کوئی بھی چالاک شخص اسے ایسے بڑے ذخیرے کی اطلاع دے کر اس سے اچھی خاصی رقم اینٹھ سکتا تھا۔ یہ دوسری

بات ہے کہ گولڈ مین بعد میں اس کا جانی دشمن ہو جاتا اور بعد میں اسے خاصا نقصان پہنچا دیتا۔ لیکن رآ
والا آدمی مزید چالاک ہوتا تو اسے اس کا موقع ہی نہ دیتا۔ اس سے گولڈ مین کو اچھی خاصی چوٹ ہو سکتی تھ

"تو اب کیا پروگرام ہے گولڈ مین؟" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑا۔

"پروگرام......؟" اس نے خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں... پروگرام!"

"ایڈگر بہرحال ایک خطرناک دشمن ہے لیکن وہ میرے حواس پر مسلط نہیں ہو سکتا"۔

"یقیناً اس کی ضرورت بھی نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"چنانچہ میں اس کا چیلنج قبول کر چکا ہوں۔ اس کی طرف سے مجھے اطلاع مل جائے تو میں اس
جنگ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم یقین کرو میرے دوست کہ وہ دن ایڈگر کا اس کیمپ میں آخری
ہوگا"۔

"ٹھیک ہے" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ میں اس مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دے رہا
ویسے میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کرید پیدا ہو گئی تھی۔ یہ ایڈگر اس مسئلہ میں بلاوجہ کود پڑا تھا ورنہ یہ
ہو جاتا' اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا' یہ دوسری بات ہے کہ میں بھی گولڈ مین کا ساتھ دیتا لیکن کام کے بعد

"تم نے اپنے کام کا کیا کیا میگون؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"میرا کام؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہ جھگڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ دیکھیں گے کون جیتتا ہے' کون ناکام ہوتا ہے لیکن ہما
جاری رہنا چاہیے۔ میں ان نمونوں کا رکا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں" گولڈ مین نے کہا۔

"اوہ' نمونے تو تمہیں صرف ایک گھنٹے میں مل سکتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"کیا؟" گولڈ مین اچھل پڑا۔

"ہاں صرف ایک گھنٹے میں اور شاید اس سے بھی پہلے" میں نے کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ اگر ایسی بات تھی تو اب تک تم نے کیوں وقت ضائع کیا"۔

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی گولڈ مین۔ بس میں نے سوچا جلد بازی اچھی چیز نہیں ہوتی"۔

"تو پھر جلدی سے نمونے میرے پاس پہنچا دو میرے دوست!"

"سوچ لو گولڈ مین۔ یا تو تم ایڈگر سے نمٹ لو یا پھر جیسی تمہاری رائے"۔

"ایڈگر سے نمٹ لیا جائے گا۔ وقت کا تعین تو اس نے ہی کرنا ہے میگون' اس کے علاوہ تم ب
رہو۔ یہ حقیقت ہے کہ جیپ کے معاملے میں میں دھوکا کھا گیا تھا۔ میں نے یہ بات بھی سوچی تھی کہ ایڈ
شریف کیوں ہو گیا کہ اس نے وہ جیپ اس آسانی سے واپس کر دی۔ لیکن میرے ذہن میں یہ خیال نہ
کہ اس نے اتنی چھچھوری حرکت بھی کی ہوگی"۔

"یہ چھچھوری حرکت وہ پھر بھی کر سکتا ہے گولڈ مین"۔

"اوہ...... ہاں یقیناً......" گولڈ مین نے تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"تم کیمپ میں آنے سے کسے روک سکتے ہو اور ایک شخص کوئی بھی کارروائی کر سکتا ہے" میں
کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ایڈگر کو اس سے کیا حاصل ہوگا"۔

"کیا مطلب؟"

"نہیں میرے دوست۔ میرا خیال ہے یہی ایک کارروائی ایسی تھی جو ایڈگر کرنا چاہتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے
کہ ہم نے ان کیمپوں کو جنگ کا میدان بنا دیا تو پھر کاروبار کہاں کریں گے۔ ظاہر ہے کچھ لوگ زخمی ہوں
گے' کچھ مریں گے اور پھر کیمپ خالی ہو جائے گا اور کیمپ کا خالی ہو جانا ہم دونوں ہی کے لیے بالکل بے مقصد
اور نقصان دہ ہوگا"۔

"ہوں------ بہرصورت------" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تو وہ نمونے؟" گولڈ مین بولا۔

"میں منگوا دیتا ہوں۔ تم انتظار کرو"۔

"ٹھیک ہے' میں منتظر ہوں" گولڈ مین نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں واپس خیمے میں آیا
تو سردار یہاں موجود تھا۔ میرے اشارے پر وہ واپس خیمے میں پہنچ گیا تھا۔

"استاد" مجھے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"ہوں۔ کیا بات ہے؟"

"میں بیٹھا تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کہاں سے لائے ہو یہ دماغ؟"

"اس کا فیصلہ بعد میں کرلیں گے۔ فی الحال تم جاؤ اور نمونے اٹھا لاؤ"

"اوہ۔ نمونے خیمے میں ہیں؟"

"ہاں۔ جہاں ہمارا سامان رکھا ہے' وہاں زمین کھدی ہوئی ہے۔ مٹی یونہی ہموار کر دی گئی ہے۔
وہاں پیکٹ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں احتیاط سے اٹھا لاؤ۔

آل رائٹ باس" سردار نے مستعد ہو کر کہا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم گولڈ مین کے سامنے بیٹھے ہوئے منشیات کے پیکٹ دیکھ رہے تھے۔ ان
میں چرس کے پیکٹ' انجکشن اور نہ جانے کیا کیا الا بلا بھری ہوئی تھی۔ گولڈ مین ایک ایک چیز کھول کر سونگھ رہا
تھا۔ دیکھ رہا تھا' چکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔

"کتنا بڑا ذخیرہ ہے یہ؟" اس نے جواب دیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔

"بس تو مجھے اجازت دو میرے دوست۔ میرا خیال ہے شاید میں آج ہی اس کے لیے کوئی مناسب
بندوبست کر سکوں"۔

"میری طرف سے بہت زیادہ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی جس طرح تم چاہو کرو"۔

"تم انوکھے انسان ہو۔ خدا کی قسم تم نے قدم قدم پر مجھے متحیر کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کیمپ میں
ایسی بھی کوئی شخصیت ہوگی' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے------ ہم تمہارا انتظار کریں گے"۔

"رات کو ملاقات کروں گا میرے دوست" گولڈ مین نے جواب دیا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل آیا۔
ہم لوگ بھی اس کے ساتھ تھے۔ ہم اپنے خیموں کی طرف چل پڑے اور گولڈ مین ہمیں خیمے تک چھوڑ کر چلا

گیا۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا:

"استاد ایک بات کہوں؟"

"ہاں۔ ہاں ضرور"

"بات دراصل یہ ہے استاد کہ تمہاری صحبت میں رہ کر' حالات کو دیکھ کر کچھ ذہن اس قسم کا ہو گیا ہے کہ کسی اجنبی آدمی پر بھروسہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا۔

"وضاحت کرو اس بات کی"۔

"کیا گولڈ مین کی نیت خراب نہیں ہو سکتی؟" سردارے نے پوچھا۔

"کس لحاظ سے؟"

"دیکھو نا استاد' ہم خیمے میں ہیں۔ اگر دھوکے سے ہمیں پکڑ لیا جائے اور پھر ہم سے ان ذخائر کے بارے میں معلوم کیا جائے تو میرا خیال ہے ہم اعتماد کی وجہ سے مارے جائیں گے"۔

"ہوں۔ اچھی سوچی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کہ گولڈ مین اس قسم کا آدمی نہیں ہے"۔

"ہمیں ہر اس آدمی نے دھوکا دیا ہے استاد' جسے ہم نے برا آدمی نہیں سمجھا"۔

"لیکن ہم دھوکا کھا گئے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ لیکن اسی طرح ہمیں گولڈ مین سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے"۔

"ٹھیک ہے سردارے۔ تمہارا خیال بھی درست ہے۔ میں ہوشیار رہوں گا"۔

"بس باس۔ یہی کہنا تھا" سردارے نے مطمئن ہو کر کہا۔

"ویسے یہاں وقت اچھا خاصا گزر رہا ہے" میں نے سردارے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حسن و عشق کی چاشنی بھی ہے' حسین صورتیں بھی ہیں اور گولیوں کی دنادن بھی۔ گویا فارمولا مکمل ہو گیا ہے"۔

"مزا نہیں آ رہا؟"

"اے مزا تو استاد بس تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں تم ہو وہاں مزے ہی مزے ہیں" سردارے نے کہا۔

"لڑکی کیسی نکلی؟"

"ہائے ہائے یہ نہ پوچھو۔ دنیا کے ہر خطے کی لڑکی ایک جیسی ہوتی ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"نرم و نازک' حسین' محبت کرنے والی' بظاہر خود کو بے پناہ جدید اور ذہین سمجھنے والی لیکن اندر سے احمق۔ مرد کی آغوش میں موم بتی کی طرح پگھل جانے والی۔ یہ ہے عورت اور ہر حصہ کی عورت یکساں"

"ہوں۔ تو آج کل عورت پر ریسرچ ہو رہی ہے"

"آج کل نہیں استاد۔ یہ ریسرچ طویل عرصہ سے جاری ہے"۔

"کس نتیجہ پر پہنچے؟" میں نے پوچھا۔

"پہنچنا بھی نہیں چاہتا استاد۔ نتیجہ تو میرے خیال میں انتہا ہی ہوگی"۔

"فلسفی بنتے جا رہے ہو"۔

"عورت کا فلسفہ' میرا خیال ہے' دنیا کے ہر مرد کی شدید ضرورت ہے اور اس کے بارے میں جاننے کی جتنی کوشش کی جائے عقدے کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے باس کہ اس کا اختتام کہاں ہو سکتا ہے"۔

"اچھا اچھا بس فضول باتوں سے گریز کرو۔ اس ایڈگر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے باس!"

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے اور اس کے برعکس گولڈ مین بہادر ضرور ہے' طاقتور بھی ہے۔ تھوڑا بہت چالاک بھی ہے لیکن اس حد تک نہیں جتنا ایڈگر۔ ایڈگر لومڑی ہے اور گولڈ مین سامنے سے حملہ کرنے والا شیر!"

"شیر کسی شکاری کے سامنے آ کر مار بھی کھا جاتا ہے باس"۔

"ہاں پھر اسی کے مقابلے میں چالاکی کی بھی ضرورت ہوتی ہے"۔

"اور ایسی حالت میں صرف شیر بننے سے کام نہیں چلے گا"۔

"ٹھیک ہی کہتے ہو سردارے"۔

"لیکن باس تم اس کے لیے فکر مند ہو؟"

"ہاں۔ سردارے!"

"کیوں؟"

"وہ ہمارا دوست ہے اور بہرحال کاروبار کے علاوہ دوستی بذات خود ایک حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح وہ ہمارے ساتھ پیش آیا ہے' اس کے تحت ہمارے اوپر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اور ہم یہ ذمہ داریاں پوری کریں گے۔ بے شک ایڈگر چالاک ہے لیکن ہم گولڈ مین کی مدد کریں گے اور اس کے لیے ایڈگر پر نگاہ رکھیں گے"۔

"رائٹ باس" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

رات کو گولڈ مین نے بدستور ہمیں کھانے پر مدعو کیا۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا "تقدیر ہماری پوری طور پر مدد کر رہی ہے مسٹر میگوئن" اس نے کہا۔

"خوب۔ کیا پوزیشن ہے؟"

"بات ہو گئی ہے"۔

"بہت خوب۔ کیا شرائط ہیں اور پارٹی کون سی ہے؟"

"بالکل اتفاقیہ طور پر برٹش ایسٹ افریقہ سے ایک پارٹی آئی ہے۔ کیش ادائیگی کرے گی' مال کا نمونہ اسے دے دیا گیا تھا۔ ادائیگی ہماری مرضی کے مطابق ہوگی"۔

"ڈالر میں؟"

"ہاں۔ اس کی پیشکش خود انہوں نے کی ہے۔ درمیان میں ایک بروکر ہے جسے میں ہاف پرسنٹ ادا کروں گا۔ اسی نے ہمیں یہ پارٹی دی ہے"۔

"کیا سارے معاملات طے ہو گئے؟"
"ہاں۔ وہ ہمارے دیے ہوئے ریٹ پر تیار ہیں؟"
"رقم کس وقت ملے گی؟"
"ڈلیوری کے وقت' اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والی بات ہوگی"۔
"ہوں" میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بہر حال میں احمق انسان نہیں تھا۔ اب اتنی تمیز تو رکھتا تھا کہ
کس طرح کیا جا سکتا ہے اور اگر کام کے دوران کوئی گڑبڑ ہو تو اس سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے۔
"میں نے بھی ابتدائی بات چیت کی ہے۔ اس سے آگے کی گفتگو بعد میں ہوگی۔ اس دوران
شرائط ہوں تو ضرور بتاؤ!"
"شرائط کوئی خاص نہیں ہیں گولڈ مین۔ سوائے اس کے کہ کاروبار نیٹ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ایسے
کاموں میں کس قدر گھپلا ہوتا ہے۔ پارٹی کے بارے میں پوری پوری معلومات فراہم ہونی چاہئیں"۔
"بس بروکر سے میں نے بات چیت کی ہے' وہ بے حد قابل اعتماد ہے اور پارٹی اس کے لیے قابل
اعتماد۔ میرا خیال ہے کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی"۔
"ٹھیک ہے گولڈ مین۔ اگر تم مطمئن ہو تو پھر ہمارا کچھ سوچنا بے کار ہے" میں نے جواب دیا۔
"بالکل میرے دوست۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ جو کچھ بھی ہوگا' ٹھیک ہوگا اور تمہیں نقصان پہنچنے
احتمال نہیں ہے" گولڈ مین نے کہا اور پھر ایک مخصوص وقت کا تعین ہو گیا اور ہم دونوں اپنے خیمے میں واپس
گئے۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں جانتا تھا وہ بھی اس بارے میں سوچ رہا ہے۔ جب کافی دیر
خاموشی سے گزر گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا "کس مصیبت میں گرفتار ہو سردارے؟"
"بس اسی بارے میں سوچ رہا ہوں"۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"بس نہ جانے کیوں۔ ذہن ان حالات کو ہضم نہیں کر پا رہا!"
"کیا دقت پیش آ رہی ہے؟"
"یہ جو کچھ ہو رہا ہے کچھ ناپائیدار سا ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے بار بار احساس ہو رہا ہے کہ ہم کمزور
بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ کوئی بھی گھپلا ہو سکتا ہے۔ جس انداز میں مال کی ڈلیوی مانگی جا رہی ہے' وہ مجھے
کچھ گڑبڑ نظر آ رہا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا استاد کہ ہمیں یہ رقم پہلے مل جائے اور کسی مناسب آدمی کے
ذریعے ہم مال کی ڈلیوی دے دیں؟"
"لیکن سردارے دونوں طرف سے ہی یہ صورت پیش آ سکتی ہے۔ کیا مال وصول کرنے والے یہ
نہیں سوچ سکتے کہ ہم بھی ان کے ساتھ کوئی دھوکا کر سکتے ہیں"۔
"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی استاد اس سلسلے میں کچھ انتظامات ضروری ہیں!"
"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔
"یہی سوچ رہا ہوں استاد"۔
"ظاہر ہے ڈلیوری وہیں پہاڑوں میں دی جائے گی اور رقم بھی وہیں وصول ہوگی۔ اس لیے ہمیں جو

بھی انتظامات کرنے ہیں' انہی پہاڑوں میں کرنے ہوں گے۔
"میرا بھی یہی مقصد تھا استاد کہ کچھ انتظامات ضرور کیے جائیں"۔
"بھئی ظاہر ہے گولڈ مین ہم سے ایک معقول رقم وصول کرے گا تو مال ڈلیوری کے وقت ہونے والی
کسی گڑبڑ کو بھی روکے گا۔ ظاہر ہے کچھ ہو گیا تو ہم کسی پر کلیم نہیں کر سکیں گے۔ اس کے لیے گولڈ مین سے
پہلے ہی بات کر لی جائے گی"۔
"بس بس میں یہی کہنا چاہتا تھا" سردارے مطمئن ہو کر بولا۔
"نہیں سردارے اتنی ہی بات سے مطمئن نہ ہو جاؤ"۔
"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔
"تم جانتے ہو سردارے میرے خیالات عام لوگوں سے کسی حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بات تو
سکون سے سوچی جا سکتی ہے کہ پہاڑوں میں کچھ لوگوں کو چھپا کر غلط کارروائی سے نمٹنے کا بندوبست کیا جا سکتا
ہے۔ اور اب اگر ہم اس انداز میں سوچیں کہ ہم سے کاروبار کرنے والے یقیناً ایسے لوگ ہیں جو ہمارے
ساتھ دھوکہ کریں گے تو دھوکا دینے والے بھی تو یہ بات سوچ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہم نے بھی کوئی
بندوبست کیا ہو۔ اور پھر وہ گولڈ مین کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ
معلوم کر لینا ان کے لیے مشکل نہ ہوگا کہ گولڈ مین خطرناک آدمی ہے' چنانچہ وہ اپنے طور پر بھی بندوبست کر
سکتے ہیں۔ اب رہ گئی ہماری پوزیشن تو ہمیں کوئی ایسا ہی کام کرنا چاہیے جو ان لوگوں کے خیالات سے کسی حد
تک مختلف ہو" میں نے کہا۔
"وہ کیا استاد؟" سردارے کی آنکھیں چمکنے لگیں۔
"سنو سردارے ہمیں ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ درکار ہوں گے"۔
"اوہ۔ وہ کس لیے استاد؟"
"پلیز سردارے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ کرو۔ کچھ معاملات صرف میرے لیے رہنے دو" میں
نے سنجیدگی سے کہا۔
"مجھے اعتراض نہیں ہے استاد۔ لیکن ریڈیو ڈائنامائٹ کہاں سے مل سکتے ہیں؟"
میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں بھی گولڈ مین ہی سے رجوع کرنا ہوگا۔ دقت
صرف اتنی ہے کہ وہ بھی اس بارے میں سوالات کرے گا۔ ظاہر ہے اسے بھی مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن
یہاں ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس سے یہی کہنا پڑے گا" میں نے
پرخیال انداز میں کہا۔ سردارے خاموش ہی رہا۔
گولڈ مین سخت مصروف تھا۔ ایک طرف وہ اس لیے پریشان تھا کہ ابھی تک ایڈگر کی طرف سے کوئی
کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف منشیات کے اتنے بڑے سودے کے لیے انتظامات کرنے تھے۔
مجھے دیکھ کر وہ پھیکے انداز میں مسکرایا۔
"معاف کرنا ڈیئر میگوئن' میرا خیال ہے میں اچھا میزبان ثابت نہیں ہو رہا"
"کس لحاظ سے؟" میں نے پوچھا۔
"بس ان ہنگاموں میں پھنس کر تمہارے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پا رہا لیکن مجھے معاف کرنا

دوست۔ یہ سودا میرے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد میں اعلیٰ پیمانے پر کاروبار جماکر گا"۔

"یقیناً گولڈ مین" میں نے خلوص سے کہا "لیکن تم نے کیا انتظامات کیے ہیں؟ کیا تم ان کے بار میں بتانا پسند کرو گے"۔

"دیکھو میگوئن۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کاروبار کسی حد تک اعتماد کی بنیاد پر ہو رہا لیکن اس کے باوجود میں بتا چکا ہوں کہ میں ہر معاملے میں احتیاط کا قائل ہوں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا میرے مسلح ساتھی بہت پہلے سے اس علاقے میں پوشیدہ ہو جائیں گے جہاں سے مال کی ڈلیوری دی جائے اور خیال رکھیں گے کہ کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے"۔

"نہایت مناسب پروگرام ہے لیکن میری ایک اور درخواست ہے گولڈ مین!"

"ہاں۔ ہاں کہو!" گولڈ مین نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"مجھے کچھ ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ درکار ہوں گے!"

"اوہ۔ کس لیے؟"

"بس یوں سمجھو ذاتی سلسلے میں۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکوں گا!"۔

"کتنی تعداد میں؟"

"جس قدر زیادہ سے زیادہ ہو سکیں" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔ بندوبست ہو جائے گا!"

"تمہیں کب تک چاہئیں؟"

"زیادہ سے زیادہ کل صبح تک" میں نے جواب دیا۔

"مل جائیں گے" گولڈ مین نے جواب دیا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ ایک بہت بڑا کام ہو گیا تھا جس سے میں بے حد مطمئن تھا اور اب مجھے کوئی خاص تردد نہیں تھا۔

یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ جس صبح گولڈ مین نے مجھے ڈائنامائٹ فراہم کیے تھے' اسی دن گیارہ بجے گولڈ مین نے مجھے اطلاع دی کہ پارٹی آج ہی مال کی ڈلیوی طلب کرے گی۔ اس کے سارے انتظامات پورے ہو چکے ہیں"۔

"تو تم نے کیا جواب دیا گولڈ مین!"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان کا آدمی میرے پاس جواب طلب کرنے آئے گا! ظاہر ہے تمہاری اجازت کے بغیر میں ان سے ہاں نہیں کہہ سکتا تھا۔ مجھے بتاؤ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

"رات کو ساڑھے گیارہ بجے" میں نے جواب دیا "لیکن اس کے ساتھ ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ سودا صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں ایک جیپ بھی درکار ہے!"

"سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہو گا" گولڈ مین نے جواب دیا۔ ذہن کو عجیب سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں جیپ فراہم کر دی گئی اور میں نے خاموشی سے ڈائنامائٹ اس پر بار کیے اور پھر ہم دونوں چل پڑے۔

سردارے کے چہرے پر بھی گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ویسے میں نے کئی بار محسوس کیا کہ سردارے نے کئی بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے سردارے تم کسی الجھن کا شکار ہو؟"

"نو چیف۔ بس ایسے ہی سوچ رہا تھا کہ کوئی تعاقب نہ کر رہا ہو" سردارے نے جواب دیا۔

"مثلاً کون؟"

"دیکھو استاد۔ میں کوشش کے باوجود یہ بات دل سے نہیں نکال سکا۔ ہمیں ایک سے خطرہ نہیں ہے بلکہ بے شمار لوگوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ انٹرپول' مکلینو' وہ پارٹی جس کے ہاتھ ہم مال فروخت کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ گولڈ مین۔ میں کسی قیمت پر گولڈ مین کے خطرے کو ذہن سے نہیں نکال سکتا۔ تم خود غور کرو باس کہ اگر وہ ہمیں ان پہاڑیوں میں بھیج کر خود ہمارا تعاقب کرے اور اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لے جہاں مال پوشیدہ ہے اور اس کے بعد چالاکی سے اپنے آدمیوں کو پھیلا دے۔ یہ ظاہر کرے کہ اس نے ان لوگوں کو ہماری حفاظت کے لیے پھیلایا ہے۔ پھر پروگرام کے مطابق اسی کے کچھ آدمی اس پارٹی کی حیثیت سے آ جائیں۔ مال وصول کریں اور اس کے بعد اس کے پہاڑوں میں پوشیدہ آدمی اسٹین گنوں سے ہمیں بھون ڈالیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے سردارے لیکن کچھ دلائل ایسے ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی تھوڑی دور چل کر ہم پہاڑوں میں تجربہ کریں گے"

"کیا تجربہ باس؟"

"ان ڈائنامائٹس کا"

"میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"اگر یہ صحیح کام کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ گولڈ مین دھوکے باز نہیں ہے۔ ڈائنامائٹ کام کرتے ہیں تو گولڈ مین فیئر آدمی ہے۔ ہم وقت سے پہلے ہوشیار ہو جائیں گے"۔

"بات کسی حد تک درست ہے استاد" سردارے نے گردن ہلائی۔ تھوڑے فاصلے پر جب سویڈن کا پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تو ہم نے ایک پہاڑی مقام پر جیپ روک دی۔ الیکٹرک ڈائنامائٹ کا ایک بکس لے کر میں نے سردارے کو ایک طرف بھیج دیا۔ اس بکس کا نمبر تیس تھا۔ میری تجویز کے مطابق سردارے اس بکس کو ایک چٹان کے پاس رکھ آیا۔ پھر جب وہ میرے قریب پہنچ گیا تو میں نے کنٹرول بکس پر نمبر تیس سیٹ کیا اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ بٹن دبایا۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس چٹان کے ٹکڑے اڑ گئے۔ جس کے نزدیک ڈائنامائٹ رکھا گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے اس کامیابی پر بے حد خوشی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ گولڈ مین نے دھوکا نہیں کیا۔ کم از کم وہ اپنی حد تک مخلص تھا۔ سردارے بھی کسی حد تک مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"اب کیا خیال ہے سردارے؟"

"یہاں تو اب تک سب ٹھیک ہے استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے آئندہ بھی ٹھیک رہے گا۔ ہمیں گولڈ مین پر بھروسہ کر لینا چاہیے اور اب صرف

دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچنا چاہیے۔

"ٹھیک ہے استاد" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم چل پڑے۔ قصبے لاگن تک کا سفر اچھا تھا۔ بہرحال پھر بھی ہم نے یہ فاصلہ کافی تیز رفتاری سے طے کیا اور بغیر کسی دقت کے اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔ قرب و جوار کے علاقے سنسان پڑے ہوئے تھے۔ سردارے نے جیپ روک دی اور پھر ہم دونوں نیچے اتر گئے۔ اب ہمیں نہایت پھرتی سے ایسی جگہوں کا انتخاب کرنا تھا جہاں ڈائنامائٹ پھیلائے جا سکیں۔ میں نے نہایت ذہانت سے کام لیتے ہوئے ذہن میں ایک پورا نقشہ ترتیب دیا اور یہ اندازے لگائے کہ کون کون سی جگہیں ایسی ہیں جہاں دشمن کے آدمی پوشیدہ ہو سکتے ہیں اور ایسی جگہیں بھی ذہن میں رکھیں جہاں گولڈ مین اپنے آدمیوں کو چھپاتا اور پھر انتہائی ہوشیاری سے آٹومیٹک ڈائنامائٹ بکس مختلف جگہوں پر پھیلا دیے گئے۔ سردارے اب میرا مقصد سمجھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات نظر آ رہے تھے۔

"خدا کی قسم استاد خوب سوچتے ہو" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ڈائنامائٹ بکس کے نمبر ذہن نشین رکھنے ہیں سردارے اور یہ سب سے مشکل کام ہے"۔

"اوہ۔ یقیناً تو کیا تم نے؟"

"ہاں جس بکس کا نمبر چاہو پوچھ لو" میں نے جواب دیا۔

"بس اب اور کچھ نہیں کہوں گا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں" سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"آؤ" میں نے مسکرا کر اسے اشارہ کیا اور اب ہم کچھ بکس لے کر ان غاروں کی طرف چل پڑے جہاں مال پوشیدہ تھا۔ سارا مال محفوظ تھا۔ میں نے سردارے کی مدد سے بہت سے پیکٹ کھولے اور ان میں بھی ڈائنامائٹ بکس چھپا دیے۔ سردارے سنسنی خیز نگاہوں سے میری کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر جب واپس پلٹے تو سردارے بہت خوش تھا۔ راستے میں وہ بولا:

"اب ہم مطمئن ہیں باس۔ میرا خیال ہے ہم نے مناسب انتظام کر لیا ہے۔ اگر گولڈ مین کسی طرح ناکام ہو جائے' یا اس کے دل میں بدی آ جائے تو ہم اس سے نمٹ سکتے ہیں!" میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔

گولڈ مین اپنے خیمے میں ہی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر پرجوش لہجے میں بولا "ایک اہم بات رہ گئی مسٹر"

"کیا گولڈ مین؟"

"مال کی قیمت کا تخمینہ' وہ پوچھ رہا تھا"

"اسے ایک مخصوص اکاؤنٹ بتا دو۔ باقی حساب بعد میں کر لیا جائے گا"۔

"ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے میں نے ٹھیک کیا"۔

کیا کیا ہے؟"

"میں نے بھی اسے یہی بات کہی ہے اور تخمینہ بھی بتا دیا ہے"۔

"ٹھیک کیا"

"اب ایک کام اور کرنا ہے میگوئن شام سے پہلے" گولڈ مین بولا۔

"کیا؟"

"مجھے وہ علاقہ دکھا دو جہاں ہمیں سودا کرنا ہے تاکہ میں اپنے آدمیوں کو وہیں پوشیدہ کر دوں"۔

"جیک تمہیں وہاں لے جائے گا!" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک چار بجے ہم چلیں گے"۔

"او کے جیک تیار ملے گا!" میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے نے گردن خم کر دی۔

اس کے بعد میں اپنے خیمے میں واپس آ گیا۔ سردارے بے حد پرجوش تھا۔ گولڈ مین کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی لیکن میں پرسکون تھا۔ اپنے طور پر میں نے جو کچھ کر لیا تھا' اس سے مطمئن تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ یوں بھی اس مال کی مجھے کوئی خاص پرواہ نہیں تھی۔ میرے لیے تو یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ حالانکہ مکلینو نے میرے ساتھ بہت زیادہ برا سلوک نہیں کیا تھا۔ لیکن میرے دل نے اسے شروع سے ہی پسند نہیں کیا تھا۔ وہ جس قدر مغرور تھا' اس کے تحت میں نے سوچا۔ اس کو ایک بار یہ سزا ضرور دوں گا اور پھر اس کی بیٹی جینی۔ بہرحال میں نے جو کچھ کر لیا تھا' کافی تھا۔ اب اگر مال کی قیمت بن جائے تو بہرحال یہاں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جن کے ذریعہ یہ دولت مطلوبہ جگہوں پر ٹرانسفر کرائی جا سکتی تھی۔ مثلاً ان جگہوں پر جہاں کے سفر کا میں ارادہ رکھتا تھا۔

غلام سیٹھ نے مجھے علاقائی سروئیر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد میری حیثیت فیلڈ آفیسر ہو گئی تھی اور ابھی مجھے اس کام سے ایک طویل سفر کرنا تھا۔ لیکن درمیان میں سے غلام سیٹھ کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ بظاہر تو اب میرے لیے کوئی کام نہیں تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں سوئٹزر لینڈ میں جمع شدہ بے پناہ دولت لے کر اور جن جن ذرائع سے بھی دولت حاصل ہوتی' حاصل کر کے اپنے وطن واپس چلا جاتا اور یہاں ایک دولت مند انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا لیکن نہ جانے کیوں اب دنیا سے اتنی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ بس اب تو یہی دل چاہتا تھا کہ ابھی غیر متوازی زندگی بسر کی جائے۔ کہیں بھی زندگی میں یکسانیت پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ بعض اوقات تو بہت برے برے خیالات ذہن میں آئے۔ دل چاہتا ایک دہشت پسند زندگی گزاروں۔ انسانوں میں ہراس پھیلاؤں۔ اتنا پریشان کروں کہ وہ دہشت سے چیختے چلاتے پھریں۔

لیکن یہ خیالات بھی کبھی کبھی ذہن میں بیدار ہوتے تھے اور میں نہایت مشکل سے انہیں تھپک کر سلاتا تھا۔

الغرض ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں اور رات کو ہم ایک بار پھر لاگن چل پڑے۔ دو جیپیں تھیں۔ پچھلی میں گولڈ مین کے چار آدمی بیٹھے تھے۔ اس کے آگے کی جیپ میں سردارے' میں' مال خریدنے والی پارٹی کا ایک نمائندہ اور گولڈ مین کا ایک اور آدمی بیٹھا تھا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

لاگن تک کا سفر خاموشی سے کٹ گیا تھا۔ اس دوران تمام لوگ خاموش رہے تھے۔ سب اپنے اپنے طور پر سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ ہم نے پارٹی کے بندے سے بھی کوئی خاص بات چیت نہیں کی تھی۔ گولڈ مین ان لوگوں کو لے کر آ رہا تھا۔ اسے ہم سے الگ پہنچنا تھا۔ بہرحال ہم خاموشی سے ان پہاڑیوں تک پہنچ گئے۔ جہاں مزید ڈرامہ مکمل ہونے والا تھا۔ گولڈ مین کو جگہ بتا دی گئی تھی۔

تقریباً پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا اور پھر دور سے دو بڑی گاڑیوں کی روشنیاں نظر آئیں۔ پارٹی کے

نمائندے نے انہیں سگنل دیے تھے اور گاڑیوں کا رخ اس طرف ہوگیا۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ قریب پہنچ گئیں۔ ان کے انجن بند ہو گئے۔ عمدہ قسم کی بڑی لینڈ روور تھیں۔ ان کے آٹھ آدمی اترے۔ نواں گولڈ مین تھا۔ ہماری گاڑیوں پر لگی سرچ لائٹیں روشن ہو گئیں اور تھوڑی دور تک کا علاقہ منور ہوگیا۔ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ پیچھے اترنے والے گولڈ مین کے ساتھ ہمارے پاس پہنچ گئے!

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے کہا۔ یہ سیاہ فام تھا اور خاصا اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ "میرا نام شیگی ہے" اس نے کہا۔

"اور مسٹر شیگی یہ مسٹر میگوئن ہیں اور یہ ان کے ساتھی جیک!" گولڈ مین نے آگے بڑھ کر تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میرا خیال ہے رسمی گفتگو ہم میں سے کسی کو پسند نہیں ہوگی۔ اس لیے میں براہ راست معاملے کی بات پر آنا چاہتا ہوں" شیگی نے کہا۔
"بہت اچھی بات ہے" گولڈ مین نے کہا۔
"مطلوبہ رقم میں لے آیا ہوں۔ مال کہاں ہے؟"
"کیا خیال ہے گولڈ مین" میں نے پوچھا۔
"میرا خیال ہے مال بھی منگوالیا جائے اور رقم اور مال کا تبادلہ ہو جائے"۔ گولڈ مین نے جواب دیا۔
"مسٹر جیک آپ ان لوگوں کے ساتھ مل کر غار خالی کرا لیں"۔
"اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ہمیں مال وہیں چیک کرا دیں۔ اسے لے جانا ہماری ذمہ داری ہوگی"۔

"اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا اور پھر میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ غار م پہنچ کر میں نے مال شیگی کے سامنے کر دیا اور اس نے کئی پیکٹ چیک کیے۔ پھر مطمئن انداز میں گرد ہلائی۔

"میرا خیال ہے ٹھیک ہے۔ رقم کی ادائیگی کر دی جائے۔ کیا آپ کے پاس کچھ ایسے لوگ موجود مسٹر گولڈ مین، جو یہ مال غار سے نکلوا دیں" شیگی نے پوچھا۔
"بس یہی چند افراد ہیں" گولڈ مین نے جواب دیا۔
"خیر ہمارے آدمی پہنچ رہے ہوں گے۔ یہ کام ہو جائے گا۔ مسٹر فون۔ آپ نوٹوں کے بیگ چ کرا دیں"۔

"آپ نے مال چیک کر لیا۔ میرا خیال ہے باہر ہی چلیں"۔ میں نے کہا۔
"آیئے! شیگی دوستانہ انداز میں بولا۔ اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ باہر دو چھوٹے ٹرک اور آ تھے۔ ان میں دس بارہ آدمی موجود تھے۔ شیگی کے اشارے پر وہ گولڈ مین کے آدمیوں کے ساتھ غا چلے گئے اور مال کے پیکٹ نکالے جانے لگے۔ دوسری طرف کرنسی بکس کھول دیے گئے اور شیگی حساب بتا رہا تھا۔
میں نے کئی بکسوں میں موجود نوٹ چیک کیے اور پھر مطمئن ہوگیا۔ نوٹوں کے بکس ہم

گاڑیوں میں رکھوائے۔ دوسری طرف منشیات کے پیکٹ تیزی سے ٹرکوں میں لادے جا رہے تھے۔
بظاہر تمام کام نہایت سکون اور ایمانداری سے ہو رہا تھا۔ پھر تقریباً فراغت ہو گئی۔ تب شیگی مسکراتا ہوا بولا "بہرحال آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ خاص طور سے مسٹر میگوئن کا جنہوں نے......" وہ رک گیا اور ایک دراز قامت شخص کی طرف دیکھنے لگا، جو بعد میں آیا تھا۔
"باقی گفتگو آپ میرے چیف سے کریں" وہ پیچھے ہٹ گیا اور آنے والا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اپنا ہیٹ اتارا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"میرا نام ہوریشو ہے" اس کے ساتھ ہی اس نے سر جھکایا تھا اور سردارے کے اور میرے بدن میں خون گرم ہو گیا۔ اس کی تصویر میں نے مکلینو کے پاس دیکھی تھی۔ مکلینو نے بتایا تھا کہ وہ اس کا بین الاقوامی نمائندہ ہے۔ "گولڈ مین کا شکریہ خصوصی طور پر اس لیے ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مکلینو کی مدد کی اور ہمارا گمشدہ مال ہمیں واپس دلوا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسٹر میگوئن یا مسٹر رتو اوہ میرا مطلب ہے تباہ شدہ غلام گروپ کے نمائندے مسٹر راجہ نواز اصغر سے ملاقات کرائی جن کی ہمیں شدت سے تلاش تھی۔ آخر میں اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

☆ ☆ ☆

مکلینو کے نام ہی نے شاید گولڈ مین کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔ ورنہ دوسری باتوں کی جو اہمیت میری نگاہ میں تھی، اس کی نگاہوں میں نہیں ہوگی۔ وہ سمجھ ہی نہ پایا ہوگا کہ ہوریشو کیا کہہ رہا ہے۔
گولڈ مین چوکنا ہو کر ہوریشو کی طرف دیکھنے لگا۔ سیاہ فام ہوریشو چہرے ہی سے خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سردارے کی جانب دیکھا اور سردارے نے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف۔۔۔۔۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ہم نے ایک دوسرے کو بتایا کہ حالات خراب ہو چکے ہیں اور چند ہی لمحات میں کچھ ہو جانے والا ہے۔ سردارے بھی مکمل طور پر اس کے لیے تیار ہو گیا۔
"شیگی!" گولڈ مین نے اس شخص کو آواز دی جس سے اس کا معاملہ طے ہوا تھا۔
"اوہ، ڈیر گولڈ مین! میں تمہارا دوست ضرور ہوں مگر تم سب کی بدقسمتی سے ہوریشو کا غلام بھی ہوں۔"

"لیکن مسٹر ہوریشو کیا چاہتے ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔
"تم نہیں سمجھو گے گولڈ مین۔۔۔۔۔ لیکن تمہارے دوست اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔" شیگی مسکرا کر بولا۔
"میں سمجھنا چاہتا ہوں۔" گولڈ مین نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔
"اوہ مسٹر گولڈ مین! تمہارے سمجھانے کے لیے بھی مناسب انتظام کر لیا گیا ہے۔" ہوریشو نے بدستور طنزیہ انداز میں کہا۔
"شیگی! مسٹر ہوریشو تمہارے باس ہوں گے لیکن کیا تم ان سے نہ کہو گے کہ وہ اپنے لہجے پر قابو پائیں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے وہ کچھ بھی ہوں لیکن میں بھی گولڈ مین ہوں۔"
"اوہ میں تمہیں آئرن مین سے ملانا پسند کروں گا۔ آئرن مین یعنی تمہارا دوست ایڈگر۔۔۔۔۔ جسے تم نے چیلنج کیا تھا کہ وہ تم سے مقابلہ کرے۔" شیگی بولا۔

"میرا خیال ہے کہ مقابلے کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی نہ ہوگی۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"شیگی! سودا ہو چکا ہے کیا اب تم لوگ اس میں کوئی بدمعاملگی کرنا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"سودا۔۔۔۔۔" ہوریشو بدستور طنزیہ انداز میں بولا۔ "کیسا سودا مسٹر گولڈ مین! اپنے دوست سے پوچھو' یہ سارا مال مکلینو کا ہے اور مکلینو نے اسے دوبارہ حاصل کر لیا ہے۔۔۔۔۔ کس کی مجال ہے جو مکلینو کو دھوکہ دے کر زندہ رہ سکے۔ سنو گولڈ مین! یہ دونوں مکلینو کے مجرم ہیں۔ تمہاری لڑائی ایڈگر سے ہے۔ تم لوگ ان پہاڑوں میں فیصلہ کر لو۔۔۔۔۔ باقی رہی ان کی بات۔۔۔۔۔ تو ہم انہیں لیے جا رہے ہیں۔ انہیں مکلینو کے سامنے پیش کیا جائے گا اور مکلینو ہی ان کی زندگی اور موت کے بارے میں فیصلہ کر سکے گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" گولڈ مین غرایا اور اس نے پستول نکال لیا۔

"اوہ' مسٹر گولڈ مین! غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے چاروں سمت دیکھ لو۔" ہوریشو نے کہا اور ہماری نگاہیں بے اختیار چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں۔۔۔۔۔ تقریباً" تیس پینتیس افراد رائفلوں سے مسلح کھڑے ہوئے تھے۔ رائفلوں کی نالیں ہماری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اور ہم ان کے نشانے پر تھے۔

سب سے آگے ہمارے سامنے کی سمت ایڈگر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی خوفناک تاثرات تھے۔

"ایڈگر!" ہوریشو نے اسے آواز دی۔

"یس باس!" ایڈگر آگے بڑھ آیا۔

"مسٹر گولڈ مین موجود ہیں۔ کیا تم اپنا فیصلہ نہ کرو گے؟"

"ضرور کروں گا باس۔۔۔۔۔ مسٹر گولڈ مین کا خیال تھا کہ ان کے چیلنج پر میں خاموش ہو گیا۔ لیکن میں وقت کا انتظار کر رہا تھا اور میرا خیال ہے اس سے مناسب وقت کوئی نہ ہوگا۔"

"اوہ' ایڈگر۔۔۔۔۔ لومڑی کی طرح سامنے آتے ہو' میں شیروں کی طرح جنگ پسند کرتا ہوں۔ تم نے وقت کا انتظار کر کے ثبوت دیا ہے کہ تم بزدل ہو۔" گولڈ مین نے کہا۔

"بزدل نہیں ہوں گولڈ مین۔۔۔۔۔ ہاں چالاک کہو۔ میں ہر طرح تمہارا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن مجھے باس کی طرف سے احکامات ملے تھے کہ میں انتظار کروں۔ لڑائی کے لیے ایک مناسب وقت آنے والا ہے سو میں نے انتظار کیا۔۔۔۔۔ ہاں' شاید تم ڈر رہے ہو گے کہ تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ موجود نہیں ہیں۔ لیکن فکر نہ کرو میری جان! یہ لوگ جنہیں تم چاروں طرف دیکھ رہے ہو' باس کے حکم پر یہاں آئے ہیں۔ میرے اور تمہارے درمیان نہیں بولیں گے۔۔۔۔۔ اور اجنبی لوگ اجنبی ہوتے ہیں۔ ان کے معاملے میں ہمیں الجھنا نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ ہم اپنی لڑائی خود لڑیں گے۔ انہیں باس کے حوالے کر دو۔"

"بکواس مت کرو لومڑی۔۔۔۔۔ تیرا باپ یقیناً کوئی گیدڑ ہوگا اور تیری ماں لومڑی۔۔۔۔۔ میں شیر کی اولاد ہوں اور شیر ہی کی طرح نڈر۔۔۔۔۔ میں نے جنہیں دوست کہہ دیا ان کے ساتھ ہی زندگی کی آخری سانس بھی گزرے گی۔ مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

"اوہ' اس بارے میں میں بتاتا ہوں میرے دوست۔" ہوریشو آگے بڑھ کر بولا۔

"تم ہی بتاؤ۔۔۔۔۔ تم اس چوہے کے باس ہو نا؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ لیکن میرا بھی ایک باس ہے۔ اور اس کا نام مکلینو ہے۔ کیا تم سفید بھیڑیئے سے واقف نہیں ہو گولڈ مین؟"

"جانتا ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں اور آج سے پہلے اس کی عزت بھی کرتا تھا۔"

"آج نہیں کرتے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے اس کے ماتحت تم جیسے بزدل لوگ ہیں۔"

"اوہ!" ہوریشو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "بھلا اس میں بزدلی کی کیا بات ہے؟"

"دلیری اسے ہی کہتے ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"ان لوگوں سے پوچھو۔ انہوں نے مکلینو کو دھوکہ دیا تھا۔ انہوں نے مکلینو کی لانچ کو لوٹ لیا اور اس کی بیٹی کو ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے۔۔۔۔۔ کیا مکلینو کو انتقام کا حق نہیں پہنچتا؟" ہوریشو بولا۔

"ٹھیک ہے' لیکن اب گولڈ مین ان سے منسلک ہے۔"

"پھر بھی گولڈ مین! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے تعاون کرو۔" ہوریشو بولا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ہوریشو میں تم سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ اس وقت ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا' یہ میرے ساتھ آئے ہیں' میری پناہ میں ہیں۔۔۔۔۔ جس وقت یہ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے' تم ان کے خلاف اس وقت کارروائی کر سکو گے۔"

"اوہ گولڈ مین۔۔۔۔۔ اپنی اوقات پر نگاہ رکھو' تم کس کے سامنے بات کر رہے ہو۔" ہوریشو کو بھی غصہ آگیا۔ "تمہاری مجال ہے کہ مکلینو کے مجرموں کو روک سکو۔"

"میں روکوں گا۔۔۔۔۔" گولڈ مین نے آگے بڑھ کر کہا۔۔۔۔۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا لیے ہمیں سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اور دوسرے ہی لمحے پہاڑوں میں چھپے گولڈ مین کے ساتھی باہر نکل آئے اور انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔

"ایڈگر' شیگی اور ہوریشو چونک پڑے تھے۔ انہوں نے پھرتی سے چھلانگیں لگائی اور پوزیشن لے لی۔ میں اور سردارے بھی آڑ میں آ گئے۔ البتہ گولڈ مین نے دونوں ہاتھوں میں پستول نکال لیے تھے۔ اور پھر اس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔۔۔۔۔ یہ دیوانگی تھی جہالت تھی' اس طرح وہ میدان میں باآسانی مارا جا سکتا تھا۔ بے شک وہ بہادر انسان تھا لیکن میں اسے اس طرح مرنے نہیں دے سکتا تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ میں نے ہمت کر کے اپنی جگہ چھوڑ دی اور گولڈ مین پر جھپٹا مارا۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں ہم نے اپنی پناہ گاہ بنائی تھی۔ گولڈ مین کسی زخمی چیتے کی طرح غرا رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ' مجھے بزدل نہ بناؤ میرے دوست!" اس نے کہا۔

"گولڈ مین! اس میں بزدلی کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سب لوگ آڑ میں ہیں' ہمارے لیے بھی پناہ گاہ

ضروری ہے۔ یہاں سے گولیاں چلاؤ' میں نے کہا اور شاید گولڈ مین کی سمجھ میں آ گیا۔
بے تحاشہ فائرنگ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ ہوریشو اور اس کے ساتھی نجانے کس پوزیشن میں تھے
ایڈگر کے ساتھیوں نے بھی مورچے بنا لیے تھے اور رہے گولڈ مین کے ساتھی۔۔۔۔۔ تو وہ پہلے ہی محفوظ
مورچوں میں تھے۔ چنانچہ مقابلہ بے حد سخت ہو گیا۔ ہم لوگوں کو چند ہی ساعت کے بعد احساس ہو گیا کہ
ہماری چلائی ہوئی گولیاں بے کار جا رہی ہیں۔ ان کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ اصل جنگ تو گولڈ مین اور ایڈگر
کے ساتھیوں کے درمیان ہو رہی ہے۔ بہرحال آخری کارڈ میرے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔۔ اور میں اس جنگ کا
بخوبی فیصلہ کر سکتا تھا۔ لیکن ابھی انتظار' تھوڑا سا انتظار۔۔۔۔۔ ورنہ گولڈ مین کی حسرت دل ہی میں رہ
جاتی۔۔۔۔۔ دفعتاً" میں نے ٹرک سٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ شاید ہوریشو اور اس کے ساتھی ایڈگر اور
گولڈ مین کو بھڑا کر نکل جانا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری وین بھی سٹارٹ ہو گئی جو یقیناً ہمارے کسی
آدمی نے نہیں سٹارٹ کی ہو گی۔ اس وین میں کرنسی موجود تھی۔

میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"گولڈ مین۔۔۔۔۔؟" میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟"

"تماشہ دکھاؤں؟"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ کیسا تماشہ؟"

"دیکھو وہ کرنسی بھی لے جا رہے ہیں اور مال بھی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ میں اس شیگی کتے سے تو اچھی طرح نمٹ لوں گا۔ مجھے بہت افسوس ہے میرے
دوست۔" گولڈ مین نے کہا۔

"افسوس کی بات نہیں ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔ وہ یہاں سے کچھ نہیں لے جا سکیں گے۔" میں نے
ٹھوس لہجے میں کہا۔

"لیکن۔۔۔۔۔ اف۔۔۔۔۔ میرے ساتھی بہت بے وقوف ہیں۔ انہیں چاہیے ٹرک پر فائرنگ
کریں اور انہیں آگے نہ جانے دیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے گولڈ مین! یہ دیکھو۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے ریموٹ
کنٹرول ڈائنامائیٹ کا وہ سوئچ دبا دیا جس پر اس ڈائنامائیٹ کا نمبر سیٹ تھا جو منشیات کے پیکٹ میں رکھا
تھا۔۔۔۔۔ اور اس ایک لمحے میں خوفناک دھماکہ ہوا اور ٹرک سے منشیات کے پیکٹ فضا میں اچھلنے لگے۔
دوسرا' تیسرا اور پھر چوتھا۔۔۔۔۔ مال لے جانے والے تمام ٹرک دھماکوں کے ساتھ اڑ رہے تھے اور گولڈ مین
کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔۔۔۔۔ پھر بات شاید اس کی سمجھ میں آ گئی اور دوسرے لمحے اس نے اپنے
ہیکل جسم میں مجھے چھپا لیا۔

"اوہ میگوئن۔۔۔۔۔ میگوئن میری جان۔۔۔۔۔ یہ کیا۔۔۔۔۔ یہ کیا۔۔۔۔۔؟" وہ مسرت
بھرپور لہجے میں بولا۔

"گولڈ مین۔۔۔۔۔ ڈائنامائیٹ میں نے تم سے ہی طلب کیے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ان کا یہ شاندار مصرف میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" گولڈ مین قلقاری مار کر بولا۔

ٹرک شعلے پکڑ چکے تھے اور لوگ بے تحاشہ بھاگ رہے تھے۔ افراتفری کا عالم تھا۔ شاید ایڈگر کے
ساتھی بھی بدحواس ہو گئے ہوں گے کیونکہ تھوڑی دیر کے لیے فائرنگ رک گئی تھی۔

"ابھی تو تماشہ دیکھو گولڈ مین۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میرے ہاتھ تیزی سے سوئچ
بورڈ پر چلنے لگے۔۔۔۔۔ دیکھنا صرف یہ پڑ رہا تھا کہ ایڈگر کے ساتھیوں کا اجتماع کس طرف ہے۔ جس طرف
وہ لوگ بھاگتے' اسی طرف ایک زبردست دھماکہ ہوتا اور ان کے بدن فضا میں اچھلتے نظر آتے۔ میں نے
پہاڑوں میں تباہی پھیلا دی تھی۔ اور ایڈگر کے ساتھیوں کو چھپنے کے لیے بھی کوئی جگہ نہ مل رہی تھی۔

گولڈ مین کے خوفناک قہقہے گونج رہے تھے۔ وہ اپنی جگہ ناچ رہا تھا' بار بار مجھے چومنے لگتا' کبھی
میرے ہاتھوں کو چومتا' کبھی گالوں کو۔۔۔۔۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور سردارے بھی مطمئن
انداز میں مسکرا رہا تھا۔

دفعتاً" گولڈ مین مضطربانہ انداز میں چیخا۔۔۔۔۔ "اوہو۔۔۔۔۔ اوہو۔۔۔۔۔ وین بھی آگ پکڑ
چکی ہے' اب ساری کرنسی جل جائے گی۔"

"تم کوشش کر سکتے ہو گولڈ مین۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے اس وقت کوئی گولی نہیں چلائی جائے گی۔"
میں نے کہا اور میرے الفاظ ابھی پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ گولڈ مین کرنسی کی وین کی طرف لپکا۔۔۔۔۔
اس قدر طویل القامت ہونے کے باوجود بے حد پھرتیلا تھا۔۔۔۔۔ میں نے حیرت سے اسے وین کی طرف
لپکتے ہوئے دیکھا اور پھر شاید اسے وین سٹارٹ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ آگ وین کے نزدیک تھی۔ چنانچہ
اس نے اپنے چوڑے بدن سے وین کو پیچھے دھکیلا اور اسے دھکیلتا ہوا کافی دور لے آیا۔ دوسرے لمحے وہ وین
میں تھا۔ پھر اس نے وین سٹارٹ کی اور بے شمار گولیاں وین سے ٹکرائی تھیں۔ لیکن گولڈ مین اسے پہاڑی
کے نزدیک لے آیا تھا جہاں ہم چھپے ہوئے تھے۔

"ویری گڈ گولڈ مین۔۔۔۔۔ ہم نے انہیں شکست دے دی ہے۔" میں نے کہا اور گولڈ مین حلق
پھاڑ پھاڑ کر غرانے لگا۔

"ایڈگر۔۔۔۔۔ کتے! لومڑی کی اولاد! گیدڑ کے بچے! تو نے دیکھا کہ گولڈ مین کیا ہے۔۔۔۔۔ اب
کیمپ پر میری حکمرانی ہو گی۔ تو اگر زندہ ہے تو منہ چھپا کر کسی طرف نکل جا۔ تیری نہیں چلے گی۔۔۔۔۔
ایڈگر۔۔۔۔۔ اب کیمپ پر تیری نہیں چلے گی۔" وہ بے تحاشا چیخ رہا تھا۔ لیکن جواب کسی طرف سے نہیں
مل سکا۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے آواز دی۔

"کیا بات ہے میرے دوست؟"

"میرا خیال ہے ایڈگر کے ساتھی یا تو خاموش ہو گئے ہیں یا مر چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بچے کہاں ہوں گے الو کے پٹھے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"پھر بھی اپنے آدمیوں کو آواز دو۔۔۔۔۔ معلوم تو ہو کہ ہمارا کیا نقصان ہوا ہے؟"

"اوہ۔۔۔۔۔ جنگ میں تو نفع نقصان چلتا ہی رہتا ہے میرے دوست! لیکن تم نے جس ذہانت کا
ثبوت دیا ہے' میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔ تم شاندار آدمی ہو۔ پھر بھی اپنے آدمیوں کو آواز دو۔" میں نے اس

کاشانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور گولڈ مین چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بلانے لگا۔۔۔۔۔۔ ایڈگر کے ساتھی یا تو ر چکے تھے یا جو باقی بچے تھے وہ فرار ہو گئے تھے کیونکہ اب کسی طرف سے کوئی گولی نہیں چل رہی تھی۔ گولڈ مین کے ساتھی جمع ہونے لگے۔ اور بلاشبہ وہ ایسی پوزیشن لے کر چھپے ہوئے تھے کہ انہیں بہت کم نقصان پہنچا تھا۔ صرف چند آدمی زخمی ہوئے تھے اور دو مارے گئے تھے۔۔۔۔۔۔ جب کہ پہاڑیوں میں جگہ جگہ ایڈگر اور ہوریشو کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"کیا خیال ہے دوستو۔۔۔۔۔۔ کیا ہوریشو کے ساتھی بھاگ گئے یا کوئی چال چل رہے ہیں؟" گولڈ مین نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر۔۔۔۔۔۔ نہ وہ بھاگے ہیں نہ انہوں نے کوئی چال چلی ہے۔ ہمارا خیال ہے ان میں سے بہت کم آدمی زندہ بچے ہیں۔" گولڈ مین کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔

"اوہ' تو آؤ پھر۔۔۔۔۔۔ لاشیں تلاش کریں۔" گولڈ مین بولا اور وہ سب پہاڑیوں میں بکھر گئے۔۔۔۔۔۔ ہم بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ بڑا خوفناک منظر تھا۔۔۔۔۔۔ ٹرک جل رہے تھے۔ دور دور تک لاشیں بکھری نظر آ رہی تھیں۔ جلی ہوئی منشیات کی بو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ انسانی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں لڑ پڑی ہوں اور خون ہی خون بکھر گیا ہو۔

گولڈ مین نے اپنے ساتھیوں کے ایک حصے کو کچھ ہدایات دیں اور وہ سب جلتے ہوئے ٹرکوں کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ آگ سے بچ جانے والے پیکٹ جلدی جلدی اٹھا کر آگ سے دور لے جا کر جمع کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ گولڈ مین گٹھلیوں کے دام وصول کر رہا تھا۔

ایڈگر کی لاش انہیں پہاڑوں پر مل گئی۔ لیکن کافی کوشش کے باوجود نہ توشیگی اور نہ ہوریشو کی لاشیں ہمیں مل سکیں۔ گویا یہ لوگ یہاں سے نکل گئے تھے لیکن کس طرح؟ کیا پیدل یا پھر یہیں کہیں پہاڑوں میں ایسی جگہ چھپے ہوئے ہیں جہاں ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔۔۔۔۔۔ اس بارے میں مزید تلاش کے باوجود کوئی بات معلوم نہ ہوئی اور ہم سب اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے۔

گولڈ مین کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ کرنسی ہمارے قبضے میں تھی اور گولڈ مین کا منافع بھی۔۔۔۔۔۔ اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر لیا اور پھر اپنا ٹرانسپورٹ منگوا لیا۔۔۔۔۔۔ گولڈ مین کے تمام آدمی ٹرک میں سوار ہو گئے اور ہم کرنسی وین میں آ بیٹھے۔ سردارے اور گولڈ مین بھی میرے ساتھ تھے۔ میں نے اسے سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا ہمیں ایک شاندار کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے مسٹر میگوئن۔۔۔۔۔۔؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"یقیناً۔۔۔۔۔۔ لیکن ہوریشو نکل گیا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔ تم فکر نہ کرو' وہ کتا ہمارا کچھ نہ کر سکے گا۔" گولڈ مین نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔۔ لیکن بہرحال دشمنوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"تو ہوشیار رہیں گے میری جان۔۔۔۔۔۔ فکر کیوں کرتے ہو۔ میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں اٹھا کر ناچنے لگوں۔ تم نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" گولڈ مین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہرحال مکلینو سے اب تمہاری بھی جنگ چھڑ گئی۔" میں نے کہا۔

"اوہ بلاشبہ سفید بھیڑیا ان علاقوں میں خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ لیکن گولڈ مین بھی چوہا نہیں ہے۔ اگر مکلینو چاہے تو میری مالی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ اور میں اپنی دولت کے سہارے ایک ایسا گروہ بناؤں گا جو مکلینو کو شکست فاش دے سکے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔ بہرحال تم بہتر سمجھتے ہو۔" میں نے لاپرواہی سے شانے ہلائے۔۔۔۔۔۔ میرا ذہن نہایت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ہوریشو۔۔۔۔۔۔ مکلینو کا بین الاقوامی نمائندہ۔۔۔۔۔۔ تو وہ لوگ میری ساری اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں۔ ہوریشو اگر مارا بھی جاتا تو اس سے کچھ فرق نہ پڑتا تھا۔ مکلینو کے ہاتھ کافی لمبے تھے۔ اس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے۔ لیکن بہرحال ہوریشو اب کوئی جن بھی نہیں تھا۔ جن حالات میں اسے وہاں سے فرار ہونا پڑا تھا وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گے۔ بلاشبہ ایڈگر کے ساتھی معمولی افراد نہیں تھے اور وہ یقیناً کچھ کر دکھاتے اگر میں ڈائنامائیٹ کا چکر نہ چلاتا۔ ڈائنامائیٹ کا جو استعمال میں نے کیا وہ کام آیا اور بروقت رہا۔ اگر غور کیا جاتا تو یہ مکلینو کے لیے ایک اور شکست فاش تھی۔۔۔۔۔۔ اور قسمت نے ہمیشہ ہی میرا ساتھ دیا تھا۔ بات صرف مکلینو ہی کی نہیں تھی جو بھی مجھ سے ٹکرایا بالآخر اسے فنا ہونا پڑا۔

لیکن اس بات میں غرور نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ گولڈ مین کافی تیز رفتاری سے وین چلا رہا تھا اور اس کے ساتھی بھی زیادہ دور نہیں تھے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے اور پوری طرح ہوشیار اور چوکنا بھی تھے۔ راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا اور بالآخر ہم کیمپ پہنچ گئے۔۔۔۔۔۔ گولڈ مین نے کرنسی اتروائی اور اندر پہنچا دی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ خوشی سے پاگل ہو جاتا۔۔۔۔۔۔ اتنی ساری کرنسی شاید اس نے زندگی میں نہیں دیکھی تھی' سارے کیمپ میں وہ شور مچاتا پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اب ایڈگر کا کاروبار نہیں چلے گا۔۔۔۔۔۔ اب صرف گولڈ مین ہے اور گولڈ مین ہی رہے گا۔

لوگ حیرت سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ لیکن مجھے اس کی یہ بات پسند نہیں تھی۔ اس طرح پولیس بھی ہماری طرف متوجہ ہو سکتی تھی' جس کا بظاہر یہاں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اس ملک کا امن و امان تو سنبھالے ہوئے تھی۔

ہم دونوں کیمپ میں اپنے خیمے میں تھے۔ سردارے نے ابھی تک مجھ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ہم صرف باہر کی طرف نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ پھر فلورا آ گئی اور ہم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"ہیلو مسٹر میگوئن!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے مس فلورا؟"

"یہ گولڈ مین کو کیا ہو گیا ہے؟"

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔۔ شاید اس نے اپنے دشمن کو شکست دے دی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے یا ایڈگر اس کے ہاتھوں شکست کھا گیا ہے؟" فلورا حیرت سے بولی۔

"گولڈ مین تو یہی کہہ رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں اس بارے میں نہیں معلوم؟"

"نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے ابھی گولڈ مین کی باتیں نہیں سنی ہیں۔"

"اوہ۔۔۔" اس نے کہا اور پھر تشویشناک انداز میں بولی۔ "اگر یہ بات بڑھ گئی تو اچھا نہ ہو گا۔"

"کیوں مس فلورا؟"

"بس یوں ہی۔۔۔۔۔ لڑائی سے جس قدر دور رہا جائے بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ گولڈ مین کو سمجھاؤ۔"

"میں سمجھاؤں؟"

"پھر؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لیے تم بہتر رہو گے۔" فلورا نے کہا۔

"ٹھیک ہے براہ کرم آپ اسے میرا پیغام پہنچا دیں کہ میں اسے اپنے خیمے میں طلب کر رہا ہوں" میں نے کہا اور فلورا گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"استاد!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ میرے ہونہار شاگرد!"

"اب کیا ہو گا استاد؟"

"کیوں خیریت؟"

"خیریت کیا چیز ہوتی ہے استاد؟" سردارے مسخرے پن سے بولا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ اس کے بارے میں تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ ممکن ہے یہ لفظ بے کار ہو گیا ہو۔"

"کم از کم ہم دونوں کے لیے تو بے مقصد ہی ہے استاد۔" سردارے بھرائے ہوئے لہجے میں

"تم کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہے ہو۔ سردارے!" میں نے پوچھا۔

"لفظ پریشان مناسب نہیں ہے استاد!"

"پھر؟"

"بس یونہی' نہ جانے ذہنی کیفیت کیوں عجیب سی ہو رہی ہے۔"

"وجہ؟"

"وجہ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"پھر جاؤ اپنے سر پر تھوڑا سا ٹھنڈا پانی ڈالو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں استاد۔۔۔۔۔ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی ہے۔"

"بیوقوف آدمی! خلش کی کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"سچ کہتا ہوں استاد! کوئی وجہ نہیں محسوس ہو رہی۔"

"تو پھر میرا سر کیوں کھا رہا ہے۔۔۔۔۔ ہیں؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"پھر کیا کھاؤں استاد؟"

"اوہ۔۔۔۔۔ تو بھوک لگ رہی ہے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ یہی سمجھ لو۔"

"گولڈ مین کو آ جانے دو' میں کھانے کا بندوبست کر دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے سانس لے کر سر جھٹکنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گولڈ مین آیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا

قہے لگا رہا تھا۔

"کیا شور مچاتے پھر رہے تھے گولڈ مین؟"

"اوہو۔۔۔۔۔ تم اس شور کا نتیجہ تو دیکھو۔" گولڈ مین ہنس کر بولا۔

"کیوں۔۔۔۔۔ کیا نتیجہ نکلا؟"

"ارے' سب ادھر ہی دوڑے آ رہے ہیں اور ایڈگر کا اڈہ خالی ہو گیا ہے۔"

"کیا اس کے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہیں؟"

"نہیں تھے کہو۔۔۔۔۔ جو تھے سو بھاگ گئے۔ شاید میری واپسی سے ہی انہوں نے نتیجے کا اندازہ کر لیا ہو گا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ تو اب سنجیدہ بھی ہو جاؤ گولڈ مین!"

"میری جان۔۔۔۔۔ صرف آج سنجیدہ ہونے کے لیے نہ کہو۔" گولڈ مین چہکتا ہوا بولا۔

"حالانکہ یہ ضروری ہے گولڈ مین!"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں ہوریشو اور شیگی کی لاش نہ مل سکی تھی۔"

"وہ بھی مل جائے گی۔" گولڈ مین اسی انداز میں بولا۔

"جب تک نہیں ملتیں گولڈ مین۔۔۔۔۔ اس وقت تک ہوشیار رہنا تو ضروری ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ میں نے کیمپ کے چاروں طرف اپنے آدمیوں کو متعین کر دیا ہے۔ اب میں بھی اتنا احمق نہیں ہوں میرے دوست۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ بہرصورت تمہارا اب کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بیٹھیں گے۔۔۔۔۔ میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تب کچھ کھانے کے لیے منگواؤ۔"

"اوہ' ہاں۔۔۔۔۔ ضرور۔" گولڈ مین خود ہی اٹھا اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"خوشی سے پاگل ہو رہا ہے بے چارہ۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سردارے سے کہا۔

"دولت ایسی ہی چیز ہے استاد۔"

"میں نہیں مانتا۔۔۔۔۔ دولت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ابھی ہمارے پاس کرنسی نوٹوں کے انبار تھے بلکہ ہیں۔۔۔۔۔ لیکن تمہارے چہرے پر وہ رونق نہیں ہے' تمہارے انداز میں وہ خوشی نہیں ہے۔" میں نے سردارے سے کہا۔

"ہماری بات اور ہے استاد۔۔۔۔۔ ہر آدمی تو ہماری طرح دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز نہیں ہے۔"

"کسی کی کوئی بات نہیں ہے سردارے! سب چلتا ہے۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟"

"میرا مطلب ہے ہوریشو۔۔۔۔۔!"

"ہاں' وہ خطرناک آدمی نکل گیا ہے۔"

"لیکن استاد ---- وہ لوگ یہاں پہنچے کیسے؟"

"کیوں؟" میں نے سردارے کو دیکھا۔ لیکن اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بولا۔

"ویسے ان لوگوں نے تو کوشش کی تھی کہ گولڈ مین کو بھی ہماری نگاہوں میں مشکوک بنا دیں۔"

"ہاں ---- انہوں نے کچھ ایسے الفاظ کہے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے ذہن میں کوئی گڑبڑ تو نہیں استاد!"

"کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم گولڈ مین پر کوئی شبہ کر سکتے ہو؟" سردارے نے پوچھا۔

"ارے نہیں' وہ ایسا نہیں ہے ---- کیا تم شبہ کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ---- ان حالات میں تو بالکل نہیں ---- وہ تو واقعی وفادار شخص نکلا۔"

"مجھے پہلے بھی کوئی شبہ نہیں تھا۔"

"مجھے معلوم ہے استاد۔"

"پھر تم کس بارے میں پوچھ رہے ہو؟"

"میرا مطلب ہے کیا مکلینو کے کچھ اور آدمی یہاں موجود نہیں ہوں گے ---- کیا وہ اور کوئی کوشش نہیں کرے گا؟"

"یقیناً کرے گا۔"

"تو اس کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"فکر مند ہو سردارے؟" میں نے اسے گھورا۔

"اب میں' نہیں کہوں گا تو مجھے خود شرمندگی ہو گی استاد ---- یہ جملہ تو مجھ سے نہ پوچھا کر بہتر ہے۔ ارے سردارے کس کے لیے فکر مند ہو گا؟ کون ہے جس کا دنیا میں ---- تنہا ہے ---- گولی کسی وقت بھی بدن چاٹ لے' سردارے کو پرواہ نہیں ہے۔ لیکن جب تک زندہ ہیں استاد تو سوچنا تو ضروری ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو ---- یہ بتاؤ کیا سوچیں؟"

"کئی باتیں ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"مثلاً؟"

"کرنسی یہاں سے کیسے لے جاؤ گے استاد؟"

"اوہ ---- تو تمہیں یہ فکر کھائے جا رہی ہے۔"

"دیکھو دیکھو استاد ---- سردارے پر ایسا بڑا الزام نہ دو۔"

"پھر کیوں پریشان ہو؟"

"ارے تو کیا نوٹوں کے اس ڈھیر کو یہیں آگ لگا دو گے یا اس پہاڑ کے سپرد کر دو گے؟"

"یار سردارے ---- وہ پہاڑ واقعی اتنا پیارا ہے کہ اگر ہم یہ ساری کرنسی اسے دے دیں تو بری بات نہ ہو گی۔"

"دے دو استاد ---- سردارے کو کیا پرواہ ہے؟"

"نہیں سردارے ---- جس لیے یہ سارا چکر چلایا ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"اوہو ---- تو اس سلسلے میں کیا کوئی خاص پروگرام ہے استاد؟"

"ہاں' ہاں ---- کیوں نہیں؟"

"تم ہر سلسلے میں بے حد گہرے انسان ہو استاد ---- مجھے بھی تو بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"سردارے! غلام سیٹھ کا گروہ اب ختم ہو چکا ہے' اور اب باہر کے ملکوں میں ہمارے لیے وہ آسانیاں نہیں رہی ہیں جو غلام سیٹھ کی زندگی میں ہمیں حاصل تھیں ---- چنانچہ اب مختلف ممالک میں کرنسی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہمیں اتنی ہی آسانیاں مل جائیں۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو ہم نے حاصل کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ مختلف ممالک کے بنکوں میں اسے ٹرانسفر کر دوں۔ تاکہ ہمیں ہر جگہ آسانیاں مل سکیں۔" میں نے کہا اور سردارے ستائش بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا ---- پھر بولا۔

"اوہ ---- یہ تو عمدہ خیال ہے استاد ---- بلکہ نہایت ہی عمدہ۔ اس طرح ہم بڑے اطمینان سے کسی بھی ملک میں جا سکتے ہیں۔ لیکن ایک بات اور بتاؤ گے باس؟"

"ہاں ہاں پوچھو!"

"تمہارا اتنا روپیہ سوئٹزر لینڈ میں بھی تو ہے ---- میرا خیال ہے تم جس وقت اور جس ملک میں طلب کرو مل جائے گا۔"

"حماقت کی بات مت کیا کرو سردارے ---- کیا ہماری شخصیت ایسی ہے کہ ہم کہیں بھی بیٹھ کر آزادانہ طور پر اپنا کام کر سکیں۔ ظاہر ہے سوئٹزر لینڈ سے روپیہ منگوانے کے لیے بہت سی کارروائیاں کرنا پڑیں گی اور ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

"سوری باس ---- میں نے بس یونہی کہہ دیا تھا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سردارے نے کان دباتے ہوئے کہا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر سردارے ہی بولا۔ "بہرحال آج کا یہ ہنگامہ بھی خوب رہا ---- لیکن اب پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام ----" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"ہاں باس ---- عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اب گولڈ مین کے کیمپ کو چھوڑ دیا جائے۔"

"ہاں ---- شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ بہرحال یہاں پر ہماری نسبت ہوریشو کے ہاتھ زیادہ مضبوط ہوں گے ---- اپنے سلسلے میں تو گولڈ مین خود نمٹ سکتا ہے لیکن ہماری بات دوسری ہے۔" میں نے کہا۔

"دوسری بات سے کیا مراد ہے استاد؟"

"میرا مطلب ہے بات صرف مکلینو ہی کی نہیں ہے بلکہ انٹرپول بھی تو ہماری دشمن ہے۔"

"خدا کی قسم باس ---- میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"فوری طور پر یہاں سے اپنی کرنسی سمیٹو استاد ---- گولڈ مین کو اس کا حصہ دو اور نکل چلو۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "کہاں نکل چلیں سردارے؟"

"ارے میرا مطلب ہے یہاں سے کہیں بھی ـــــ فوری طور پر ہم کسی ہوٹل میں بھی اپنے قیام کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ یعنی بدلی ہوئی شکل میں۔"

"ہوریشو اگر بے وقوف نہیں ہے تو کیا وہ کیمپ میں ہماری نگرانی نہیں کرے گا ـــــ جب کہ اسے معلوم ہے کہ ہم گولڈ مین کے ساتھ ہیں۔"

"ضرور کرے گا باس۔" سردارے نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کرے گا ـــــ نہیں کر رہا ہوگا۔"

"اوہ ـــــ اتنی جلد؟"

"کیا خیال ہے سردارے! یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی کیمپ میں وہ اپنے آدمی نہ پہنچا سکا ہو۔ لیکن کیونکہ وہ زندہ نکل گیا ہے اس لیے یہ یقینی امر ہے اور اس نے ہمیں نظر انداز نہیں کیا ہوگا ـــــ ایسی شکل میں ہم اگر کیمپ سے نکلتے ہیں تو میرا خیال ہے ہمیں خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

"اگر اس نے اتنا ہی فوری عمل کیا ہے باس! تو ہمیں یقینی طور پر خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

"چنانچہ میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے۔"

"کیا باس؟"

"چہرے تبدیل کیے جا سکتے ہیں اور ہم ان بدلے ہوئے چہروں کے ساتھ کیمپ کے دوسرے حصے میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔"

"اوہ، تمہارا مطلب ہے یہیں کے یہیں۔"

"ہاں۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔"

"بہتر ـــــ میں کہتا ہوں باس! بہترین ترکیب ہے پھر کسی وقت موقع پا کر نکل چلیں گے۔"

"بالکل ـــــ یہی خیال میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"تو پھر گولڈ مین سے بات کی جائے؟"

"سردارے میں چاہتا ہوں گولڈ مین سے بھی بات نہ کی جائے۔"

"اوہو ـــــ کیا مطلب استاد؟"

"احمق ہو بالکل ـــــ اتنے گہرے معاملات میں کسی کو بھی رازدار بنانا حماقت ہے۔ تم جاؤ ـــــ میک اپ کرو، پھر ایک خیمہ حاصل کر کے کسی ایسی مناسب جگہ لگاؤ جہاں سے ہم حالات پر بھی نظر رکھ سکیں۔"

"اوکے باس!" سردارے مستعدی سے کھڑا ہو گیا اور چند سیکنڈ کے بعد باہر نکل گیا ـــــ اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا تھا میری توقع کے خلاف نہیں تھا ـــــ میں جانتا تھا کہ مکلینو مجھے اس آسانی سے نظر انداز نہیں کرے گا۔ رہی بات گولڈ مین کی تو اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا ـــــ گولڈ مین ایک مخلص اور قابل اعتماد شخص تھا ـــــ اس نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی تھی۔ بس کسی طرح شیگی کے چکر میں پھنس گیا ہوگا۔ وہ بھی انسان ہی تھا، دھوکہ اسے بھی ہو سکتا تھا۔ سردارے کو گئے ہوئے کافی دیر گزر گئی۔ ایک بار پھر گولڈ مین میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے انداز میں وہی مسرت نمایاں تھی۔

"ہے ـــــ میگوئن!" اس نے چہکتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہیلو گولڈ مین۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا سوچ رہے ہو دوست؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں گولڈ مین ـــــ بس تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"اوہو ـــــ کوئی خاص کام؟"

"ہاں، میں چاہتا ہوں اس سلسلے میں کوئی خاص قدم اٹھایا جائے۔"

"اتنی جلدی میگوئن؟"

"کیوں ـــــ تم دیر کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"اوہ ـــــ میں کچھ نہیں چاہتا میرے دوست! میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ تم انسان ہو، حالانکہ اس کتے ہوریشو نے میرے اور تمہارے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی ہر ممکن ش کی تھی۔ اور اس وقت میں واقعی بوکھلا گیا تھا۔ اس وقت اگر تم میرے بارے میں غلط انداز سے ز کیا ہوتا ـــــ لیکن تم گریٹ ہو، تم نے اس پر توجہ نہیں دی۔ یقین کرو میرے دوست! گولڈ مین کا یار ہے، دھوکے سے اسے سخت نفرت ہے۔"

"میں جانتا ہوں گولڈ مین! خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر میں تمہیں نہ جانتا تو کبھی تم پر بھروسہ نہ ۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! گولڈ مین کو کبھی تم غدار نہ پاؤ گے، اب مجھے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے ایک خدشے کا اظہار کر چکا ہوں ـــــ ہوریشو نکل گیا ہے اور وہ بہرحال مکلینو ل کا ہے۔"

"ہاں ـــــ میں جانتا ہوں۔ لیکن تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"یہی کہ وہ آسانی سے نہیں بیٹھے گا۔"

"ہم بھی تو آسانی سے نہیں بیٹھیں گے ـــــ تم فکر کیوں کرتے ہو میرے دوست۔ میرے کیمپ کے چاروں طرف متعین ہیں۔ وہ حالات پر پوری پوری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں کوئی خطرہ نہیں آ سکتا۔ تم بے فکر رہو۔"

میں خاموش ہو کر گولڈ مین کی شکل دیکھنے لگا۔ میں نے سوچا اس شخص کا دل توڑنا مناسب نہیں ہے ظاہر ہے کہ وقتی طور پر تو مجھے اس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کام اس انداز میں کیا جائے کہ افسوس نہ ہو اور وہ محسوس بھی نہ کرے۔ چنانچہ وقتی طور پر میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ہاں رے کے سپرد میں نے جو کام کیا تھا اس سے مطمئن تھا۔

"کرسی کہاں ہے گولڈ مین؟"

"میرے خیمے میں موجود ہے اور میں صرف اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ تم اس کو اپنی تحویل میں ۔"

"آؤ ـــــ حساب کر لیں۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی میرے دوست ـــــ میں اپنا حصہ لینے کے لیے بے چین نہیں ہوں

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی میری مانند وعدے کے پابند ہو اور بہادر آدمی کبھی وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

"شکریہ گولڈ مین آؤ۔" میں نے کہا۔۔۔۔۔ اور گولڈ مین مجھے اپنے ساتھ لے کر اس خیمے میں گیا جہاں اس نے کرنسی نوٹ بحفاظت رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ خیمے کے باہر اسنے اپنے کچھ آدمی کھڑے کر دیے اور اندر ہم لوگ حساب کرنے لگے۔۔۔۔۔ میں نے گولڈ مین کو اس کا مقرر کردہ حصہ دے دیا۔ کرنسی نوٹ بنڈلوں کی شکل میں باندھ دیئے گئے۔

"اسے میرے خیمے میں پہنچوا دو۔" میں نے کہا۔

"بہتر۔۔۔۔۔ میں تھیلوں کا بندوبست کر لوں۔ کھلا ہوا لے جانا ٹھیک نہیں ہے۔" گولڈ مین نے کہا اور میں نے اسے اجازت دے دی۔ تھوڑی دیر کے بعد کرنسی کے تھیلے ہمارے خیمے میں منتقل ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔

گولڈ مین اس معاملے میں پوری پوری دیانتداری کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر کوئی شکن نہیں آئی تھی۔ بلکہ وہ نہایت خوش تھا۔ بلاشبہ وہ ایک معاملہ فہم آدمی تھا اور بات کا پکا۔۔۔۔۔ مجھے اس پر پوری طرح اعتماد ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھا رہا پھر اجازت لے کر چلا گیا۔ گویا کام مکمل ہو چکا تھا۔

لیکن یہ سوچ صرف گولڈ مین کی تھی۔۔۔۔۔ گولڈ مین کی دانست میں سارا کام مکمل ہو چکا تھا لیکن میرے خیال میں ابھی بہت سے کام باقی تھے۔ خود گولڈ مین کی زندگی کو بھی خطرہ تھا۔ بشرطیکہ وہ اسے محسوس کرتا۔ لیکن میں نے اندازہ لگایا تھا کہ گولڈ مین بھی انہی عام لوگوں کی طرح ہلکے ذہن کا مالک تھا جو ایک کامیابی پر اتنے نازاں ہو جاتے ہیں کہ بعد کے خدشات بھول جاتے ہیں۔ جب کہ میرا اصول یہ تھا کہ کسی وقتی کامیابی پر اتنے نازاں نہ ہو جاؤ کہ بعد میں نقصانات کا اندیشہ رہے۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد سردارے بدلی ہوئی شکل میں میرے سامنے پہنچ گیا۔۔۔۔۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ اس نے خیمے کا انتظام کر لیا ہے۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ تو سردارے میری جان! اب تمہیں یہ تھیلے اس خیمے میں منتقل کرنے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ ان میں کیا ہے باس؟"

"کرنسی۔" میں نے جواب دیا۔

"واہ۔۔۔۔۔ تو کیا حساب کتاب ہو گیا؟"

"ہاں"

"ٹھیک ہے باس لیکن کیا یہ تھیلے ہم خیمے میں اسی طرح کھلے چھوڑ دیں گے؟"

"نہیں سردارے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے یہاں بھی ہمارے آباؤ اجداد کا وہی پرانا طریقہ کام آئے گا۔۔۔۔۔ یعنی تھیلے زمین میں دفن کر دیے جائیں گے۔"

"اوہو استاد۔۔۔۔۔ ان کے لیے تو کافی جگہ کھودنی پڑے گی۔"

"ڈرتے ہو محنت سے؟"

"ارے نہیں۔۔۔۔۔ اور پھر کرنسی کا معاملہ ہے کون ڈرتا ہے۔"

"تو پھر چلو' ایک ایک کر کے تھیلے لے جاؤ۔"

"اور وہاں چھوڑ آؤں؟"

"ہاں سردارے۔۔۔۔۔ کسی چیز کی حفاظت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی طرف سے لاپرواہ ہو جاؤ تاکہ دوسرے لوگ بھی اس کی اہمیت کو نظرانداز کر دیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے استاد۔۔۔۔۔ لیکن بعض اوقات اتفاقات دوسروں کو عیش کرا دیتے ہیں۔"

"اوہ' کسی بھی مسئلے میں اس قدر پریشان نہ ہوا کرو۔ ہم صرف اپنی سانسوں کی حفاظت کریں تو ٹھیک ہے۔ باقی کسی چیز کی حفاظت ہم نہیں کر سکتے۔ یہ سب کچھ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے یہاں تک کہ ہمارے سانس بھی جب کہ سب سے زیادہ اہمیت ہمارے لیے وہی رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں تھیلے لے کر جا رہا ہوں۔" سردارے نے کہا اور پھر اس نے نہایت اطمینان سے ایک تھیلے کو اپنے کندھے پر لاد لیا۔ اور خاموشی سے خیمے سے باہر نکل گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گولڈ مین جس طرح مجھ سے اجازت لے کر گیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ فی الحال وہ مجھ سے ملنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لیے کم از کم میں اس کی طرف سے مطمئن تھا کہ وہ ابھی نہیں آئے گا۔ سردارے ایک تھیلا چھوڑ آیا تھا اور پھر دوسرا تھیلا لے گیا اور اس کے بعد میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ میک اپ کا سامان میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی زمین کھودنے کے کچھ اوزار بھی۔۔۔۔۔ جو پہلے سے ہی میرے پاس موجود تھے۔

سردارے نے خیمے کے لیے نہایت مناسب جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ بلاشبہ وہ اس معاملے میں ذہین آدمی ثابت ہوا تھا۔ مجھے کبھی اس کی ذات سے کوئی الجھن نہیں ہوئی تھی۔ یعنی جو کام میں نے اس کے سپرد کیا اس نے وہ کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔۔۔۔۔ پھر ہم زمین کھودنے میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے بھی فارغ ہو گئے۔۔۔۔۔ یعنی آج کی رات پوری ان کاموں میں صرف ہو گئی تھی اور جب صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی تو ہم سونے کے لیے لیٹے اور ہماری پشت کے نیچے کرنسی نوٹ تھے۔ یعنی وہ جگہ جہاں نوٹ دبے ہوئے تھے ہمارا بستر تھا۔۔۔۔۔ میں نے بھی اپنے چہرے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی اور پھر میں اور سردارے سو گئے۔

دن چڑھے تک سوتے رہے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا۔۔۔۔۔ تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے آنکھ کھلی تھی۔ سردارے اب بھی سو رہا تھا۔۔۔۔۔ میں نے اسے اٹھایا اور وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے استاد؟"

"صرف ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔"

"ارے بہت دیر سوئے ہم لوگ۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ سوئے بھی تو صبح پانچ بجے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"باہر کے کچھ حالات معلوم ہوئے استاد؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں نے خواب میں کچھ نہیں دیکھا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے مسکرانے لگا۔

"ارے ہاں۔۔۔۔۔ تم بھی تو سو رہے تھے۔ معاف کرنا استاد! سوتے سے جاگا ہوں نا۔"

میں ہنس پڑا اور بولا "تم ہمیشہ سوتے سے جاگتے ہو۔"

"ارے نہیں استاد! اب ایسا بھی کیا ------ کیا سردارے واقعی اتنا بے احمق ہے؟" سردارے نے
عجیب سے لہجے میں پوچھا اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے لہجے پر پیار سا آگیا۔
"نہیں اتنا تو نہیں ہے لیکن تھوڑا ہے ضرور۔"
"استاد! بس اب یہاں دل نہیں لگ رہا۔" سردارے بولا۔
"کیوں؟"
"بس ایسے ہی ------ اب چلیں یہاں سے۔"
"ظاہر ہے جانا تو ہے سردارے۔ لیکن یہ تھوڑے سے کام تو کرلیں۔"
"ضروری ہے استاد ------ کہ اسی کیمپ میں رہ کر کام کیے جائیں۔"
"بلکہ یہ مناسب ہے سردارے ------ تم خود سوچو۔ دیکھو ہوریشو یقینی طور پر ہمیں کیمپ میں
گولڈ مین کے قریب تلاش کرے گا ٹھیک ہے؟"
"ہاں استاد! ٹھیک تو ہے۔"
"اور جب وہ ہمیں یہاں نہیں پائے گا تو سوچے گا کہ ہم نے ذہانت کا ثبوت دیا اور کیمپ چھوڑ دیا۔
اب ظاہر ہے کیمپ چھوڑنے کے بعد ہم کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے کیونکہ ہمارے پاس دولت
ہے۔ تو وہ ہمیں اعلیٰ قسم کے ہوٹلوں میں تلاش کرے گا اور سردارے ------ ہوٹلوں میں تلاش کرلینا
زیادہ مشکل نہ ہوگا اور اس کے برعکس وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اتنی دولت رکھنے کے باوجود اس کیمپ
کے کسی گھٹیا سے خیمے میں قیام کررہے ہوں گے۔ اور اس طرف اس کی توجہ نہیں جائے گی۔"
"پھر مان لیا استاد!" سردارے نے آہستہ سے کہا۔
"تو پھر تیار ہو؟"
"تیار نہ ہونے کا کیا سوال ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔
"کرنسی منتقل کرنے کے لیے سردارے، نہایت ذہانت اور محنت سے کام کرنا ہوگا ------ تم خود
غور کرو، اتنی بھاری رقم ہے اور ہم بہرصورت چند خطرناک دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایسی شکل میں
کوئی بھی ہلکا کام ہمیں کسی مصیبت میں پھنسا سکتا ہے۔"
"بالکل ٹھیک استاد! میں تسلیم کرتا ہوں اس بات کو۔"
"بس تو پھر سکون کے ساتھ اپنا کام کرو۔ اور ہاں اپنے انداز میں کوئی بھی تبدیلی پیدا کرلو۔"
"کیا مطلب ------ میں سمجھا نہیں استاد۔"
"میرا مطلب ہے لڑکیوں پر کوؤں کی طرح مت گرو۔"
"تو پھر کیسے گروں؟" سردارے مسکرا کر بولا۔
"حماقت کی باتیں مت کرو ------ تم جس انداز میں لڑکیوں پر ٹوٹتے ہو وہ تقریباً جانا پہچانا سا
ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ان سے بالکل دور رہو۔ نزدیک رہو لیکن احتیاط اور تبدیلی کے ساتھ۔"
"ٹھیک ہے استاد ------ میں بھی تمہیں ایک مشورہ دوں۔"
"ہاں ہاں ضرور۔" میں مسکرا کر بولا۔
"اس دوران تم گٹار کو ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"گٹار۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔
"ہاں استاد! تمہارا ٹریڈ مارک بن کر رہ گیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے تمہیں گٹار کے ذریعے ضرور پہچان لیا
جائے گا۔"
"یار سردارے! بعض اوقات تو واقعی عقل مند ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے میں تیری ہدایت پر عمل
کروں گا۔"
"ارے استاد! سردارے تو کیا عقلمند ہے ------ تم ہی عظیم ہو۔"
"ہاں، عظیم ------" میں نے استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔
"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے استاد ------ بس تم میری محبت کی توہین مت کیا کرو۔"
"اچھا بھائی جا ------ کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر، ورنہ ہم کروڑپتی بھوکے ہی مرجائیں گے۔"
"استاد! کیا تم نے گولڈ مین کو بتا دیا تھا کہ ہم کہیں اور منتقل ہو رہے ہیں۔"
"دماغ خراب تھا میرا" میں نے دانت نکال کر کہا۔
"اوہو ------ تو کیا وہ ہمیں تلاش نہیں کررہا ہوگا؟"
"کررہا ہوگا یار ------ اس کا حصہ ہم نے اسے دے دیا ہے بس۔"
"چھوڑو استاد ------ آدمی واقعی مخلص ہے اس طرح تو نہ کرو۔"
"تسلیم کرلیا تم نے؟"
"ہاں ------ تسلیم کرلیا۔" سردارے اعتراف کے طور پر بولا۔
"اچھا ٹھیک ہے کررہا ہوگا تلاش۔ ہم ملیں گے بھی اس سے مگر اس شکل میں نہیں۔ بس اب تم
جاؤ، ناشتے کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا۔
"ٹھیک ہے استاد! جاتا ہوں۔" سردارے خیمے سے باہر نکل گیا اور میں کاہلوں کے سے انداز میں پھر
لیٹ گیا اور سردارے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کرنسی کو یہاں سے منتقل
کرنے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا اور ظاہر ہے میں خود یہ کام نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے لیے بھی کوئی لمبا ہی جال
بچھانا ہوگا اور میں اسی جال کے تانے بانے تیار کررہا تھا ------ سردارے کی واپسی تک میرے ذہن میں
ایک پروگرام مرتب ہوچکا تھا۔
سردارے واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا سامان موجود تھا اور چہرے پر ایک عجیب سی
چمک بھی۔
"استاد ------ گڑبڑ ہوگئی۔"
"خیریت ------ کیا ہوا؟"
"ہم تو ایسی گہری نیند سوئے کہ پتہ بھی نہ چل سکا۔ لیکن وہاں گولڈ مین کے کیمپ میں تہلکہ مچا ہوا
ہے۔"
"ارے کیا ہوا ------ خیریت؟"
"زبردست فائرنگ ہوئی ہے۔ پولیس موجود ہے۔ گولڈ مین کے تقریباً پندرہ آدمی ہلاک ہوئے ہیں
اور گولڈ مین غائب ہے۔ اس کے آدمیوں کا کہنا ہے کہ گولڈ مین کو اغوا کرلیا گیا ہے۔" سردارے نے سنسنی

خیز لہجے میں بتایا اور بلاشبہ میں بھی سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا------ کئی منٹ تک میں سردارے کی
بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ سردارے بھی میری شکل دیکھ رہا تھا------ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہر حال یہ برا ہوا سردارے۔"

"ہاں استاد------ بے چارہ گولڈ مین------ دولت مند بننے کے بعد چند لمحات بھی دولت مند نہ
رہ سکا۔"

"مگر اب کیا کیا جائے؟"

"تم ہی سوچو استاد! اپنا دماغ تو بالکل بے کار ہے سوچنے میں۔"

"ہم گولڈ مین کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے استاد! اور پھر ہمیں مدد کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے------
ہیں------ دیکھو تم نے اسے پانچ پرسنٹ دیا ہے۔ اور یہ پانچ فیصد اتنا ہے استاد کہ شاید اس نے زندگی
میں اتنا نفع نہیں کمایا ہوگا۔ اس کے علاوہ اس نے منشیات کے پیکٹ لوٹے۔ وہ اس کی اپنی کوشش تھی اور
اس کا اپنا منافع------ ہم نے اس سے کوئی غرض تو نہیں رکھی۔ ایسی شکل میں ہمارے اوپر اس کی کوئی
ذمے داری عائد نہیں ہوتی۔ ہاں اخلاقی ذمے داری کی بات دوسری ہے۔ لیکن ہم تو خود بھی پریشان
ہیں------ ہم کیا کر سکتے ہیں اس کے لیے؟"

"ٹھیک ہے سردارے------ لیکن مجھے حیرت ہے۔"

"کس بات پر استاد؟"

"اس پر کہ ہم اتنی گہری نیند سوئے کہ ہمیں ہنگامے کا پتہ بھی نہ چل سکا۔"

"گولڈ مین کا علاقہ بھی تو کافی دور ہے استاد------ یہاں تک تو فائرنگ کی آوازیں بھی بہت معمولی
ہی پہنچی ہوں گی۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے------ لیکن گولڈ مین کو اغوا کرنا بہرحال آسان کام نہیں ہے------ اور
سردارے میں تو ایک بات کہتا ہوں کہ آدمی کو اتنا زیادہ احمق نہیں بن جانا چاہیے------ گولڈ مین بہرحال
ایک بہادر آدمی ہے تھوڑا بہت ذہین بھی ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی کامیابی کے بعد انسان
اتنا مغرور ہو جاتا ہے کہ پھر نقصانات اس کے زیادہ قریب آجاتے ہیں------ میں نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ
ہوریشو نکل گیا ہے اور یقیناً وہ صرف انہی آدمیوں پر بھروسہ نہیں کرتا ہوگا انہیں آدمیوں پر تکیہ نہیں کرتا ہو
گا جو وہاں کام آگئے تھے۔ وہ تقریباً سب ایڈگر کے ساتھی تھے------ ہوریشو کی اپنی الگ فیلڈ ہوگی۔ ظاہر
ہے مکلینو کا کاروبار یہاں بھی خاصا پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے گولڈ مین کو یہی سمجھانے کی کوشش کی
تھی کہ وہ ہوریشو سے ہوشیار رہے۔ مگر اس نے توجہ نہیں دی۔"

"نہیں دی تو نقصان اٹھایا استاد! اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"بڑے بے مروت ہو یار------ چلو آؤ ناشتہ کرو۔" میں نے کہا۔

اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔ "ہوریشو تلاش تو ہمیں بھی کر رہا ہوگا۔" میں نے
کہا۔

"ظاہر ہے استاد------ اس کا ٹارگٹ تو ہم تھے۔"

"ممکن ہے اس نے کیمپ سے باہر جانے والوں پر نظر رکھی ہو------ ان راستوں پر جہاں سے
نکل سکتا ہو۔"

"ممکن کیا------ یقیناً رکھی ہوگی استاد!"

"تو تمہارے خیال میں اب وہ کیا سوچ رہا ہوگا؟"

"کون ہوریشو؟"

"ہاں۔"

"سوچ رہا ہوگا استاد کہ مکلینو کے عذاب سے کیسے جان بچائے۔" سردارے نے کہا اور میں
پڑا------ بڑی بے ساختہ بات تھی۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے ان لوگوں کو شکست فاش ہوئی ہے۔ ہم نے ان سے کرنسی بھی لے لی اور مال
تباہ کر دیا۔"

"ویسے استاد! تمہارے ڈائنامائیٹ کے پروگرام کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"ارے، ہمارے پروگرام کے جواب ہوتے ہی کہاں ہیں------ مگر مسئلہ اب یہ ہے کہ کریں
------ گولڈ مین پکڑا گیا اور اب یقیناً ہوریشو کا اس کیمپ پر بھی قبضہ ہوگا۔ یعنی کم از کم اس شکل میں کہ
کے آدمی یہاں نگاہ رکھے ہوئے ہوں گے اور غور کر رہے ہوں گے کہ ہم کہاں جا سکتے ہیں------
یہ بھی اچھی بات ہے کہ گولڈ مین کو ہماری اس تبدیلی کا پتہ نہیں چل سکا ورنہ ممکن ہے کہ وہ اس سے
نے کی کوشش کرتے اور شاید وہ بتا دیتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں استاد! کہ تمہارے جو کام ہوتے ہیں واقعی ذہانت سے بھرپور
تے ہیں۔ اس کی داد کہاں تک دوں------؟"

"بس کہیں تک نہ دو، خاموش ہو جاؤ۔ میں بے چارے گولڈ مین کے لیے افسردہ ہوں۔"

"ہاں، اس کے لیے تو میں بھی افسردہ ہوں لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں استاد------ ہم خود بھی
ہیں۔" سردارے نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے
دارے سے کہا۔

"اب ہمیں کم از کم تین دن یہاں انتہائی خاموشی سے گزارنے ہیں۔"

"اسی کیمپ میں استاد؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے------ میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا سمجھ رہے ہو؟"

"یہی کہ ہوریشو کو شدت سے تلاش کرنے دیا جائے اور جب وہ تھک جائے تو کوئی قدم اٹھایا
ئے۔"

"ہاں------ یہی مقصد ہے میرا۔ لیکن اس کے لیے ایک کام اور کرنا ہوگا۔"

"وہ بھی بتا دو استاد؟"

"تم ایک خیمے کا بندوبست کرو۔ ہم دونوں کو الگ الگ خیموں میں رہنا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے

کہ وہ خیمہ یہاں سے چند گز کے فاصلے پر ہو۔"

"ونڈر فل آئیڈیا ہے استاد! اس سے بہت سی سہولتیں ہو جائیں گی۔" سردارے نے ایک بولا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ سردارے نے جلدی سے نظریں جھکالی تھیں۔

"میں جاؤں استاد!" چند منٹ کے بعد اس نے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ۔۔۔۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ ذرا سی لغزش اس وقت سخت نقصانات سے دوچار کردے گی۔"

"میں پورا پورا خیال رکھوں گا استاد۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ جاؤ۔" اور سردارے پھر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں پُر سکون سے انداز میں لیٹ گیا۔ کیونکہ رات کو نیند پوری نہیں ہوئی تھی اور کافی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ اس لیے بدن میں ابھی تک ہلکی سی تھکن باقی تھی۔۔۔۔ اور کیسی عجیب بات تھی کہ ان خوفناک حالات میں ہونے کے باوجود ہم لوگ اتنے پریشان نہیں تھے جتنا پریشان ہونا چاہئے تھا۔ لیٹا تو فوراً" نیند آ گئی۔ پیٹ بھرا ہوا تھا اس لیے اطمینان سے پانچ بجے آنکھ کھلی۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ صبح سے منہ بھی نہ دھویا تھا۔ لیکن منہ دھونا ضروری تو نہیں تھا۔۔۔۔ نیا حلیہ جو ہم نے اختیار کیا تھا وہ قلاش قسم کے آوارہ گردوں کا سا تھا۔۔۔۔ ظاہر ہے اسی انداز میں زندگی گزارنی تھی۔ مراد یہ کہ جتنے دن بھی اس ماحول میں رہنا پڑے اور اس کے لیے منہ دھونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ چنانچہ میں باہر نکل گیا۔ ہر قسم کی زندگی کا عادی ہو گیا تھا۔ کوئی بات ذہن پر گراں نہیں گزرتی تھی۔ ٹہلتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر چائے کے سٹال پر جا کر رک گیا۔۔۔۔ جیب میں تھوڑی سی کرنسی تو موجود تھی۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ میں بالکل ہی قلاش ہوتا۔ چنانچہ میں نے چائے طلب کی اور ساتھ ہی پانی بھی۔۔۔۔ تب میں نے پانی کا گلاس لے کر کلیاں کیں اور پھر چائے کے دو تین کپ پیئے۔

نیند تو اس دوران پوری ہو چکی تھی۔ چائے پینے کے بعد طبیعت بشاش ہو گئی اور اب صرف آوارہ گردی کی ضرورت تھی۔ کوئی ایسا کام نہیں تھا جو مجھے کسی کی نگاہ میں مشکوک کر دے۔ چنانچہ میں ٹہلتا آوارہ گردوں کی ٹولیوں کے نزدیک سے گزرتا رہا۔۔۔۔ ان کے مشاغل دیکھتا رہا۔

ویسے کیمپ میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی' سوائے اس کے کہ ایڈگر کا اڈہ خالی پڑا تھا۔ خیر گولڈ مین کا بھی بند تھا۔ لیکن لوگوں میں ایسی افراتفری نہیں تھی کہ جس سے احساس ہوتا کہ وہ کسی تکلیف کا شکار ہیں یعنی انہیں منشیات نہیں مل رہی ہوں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں۔ یا تو درپردہ کام ہو رہا ہو۔ ان کے پاس سب کچھ موجود تھا۔۔۔۔ ممکن ہے ان میں کچھ لوگ ایسے موجود ہوں جو چرس وغیرہ سکے ہوں۔ لیکن وہ نمایاں نہیں تھے میں نے گولڈ مین کے کیمپ کا رخ بھی نہیں کیا تھا' جانتا تھا کہ ہو سکتا ہے لوگ ابھی اس کیمپ پر نگراں ہوں گے۔۔۔۔ وہ یقیناً حیران ہوں گے کہ آخر میں غائب کہاں ہو سکتا ہے وہ مختلف خیالات کا شکار ہوں۔ بہرحال وہ بالکل گدھے بھی نہیں تھے کہ یہ بات ان کے ذہن میں نہ آ چکی ہو کہ میں اسی کیمپ میں بھی ہو سکتا ہوں۔۔۔۔ بات صرف اتنی تھی کہ اس خیال کے باوجود تلاش نہ کر سکیں۔ اور اس کے لیے مجھے ہوشیاری سے کام لینا تھا۔۔۔۔ ہم نے جس انداز میں

بدلے تھے۔ وہ خاصا مناسب تھا اور مجھے یقین نہ تھا کہ کوئی ہمیں اس میک اپ میں نہیں پہچان سکے گا۔ باقی ساری باتوں کو بھی ذہن میں رکھنا تھا۔ مثلاً سردارے نے مجھے اس طرف متوجہ کیا تھا کہ گٹار میرا ٹریڈ مارک بن گیا تھا۔۔۔۔ گٹار کو ہاتھ بھی نہیں لگانا تھا۔ اور نہ ہی مالدار ہپیوں کے انداز میں زندگی بسر کرنی تھی۔ جتنے دن بھی اس کیمپ میں گزارے جائیں قلاش رہ کر گزارے جائیں۔ یہی ٹھیک تھا اور میرے خیال میں یہاں پوشیدہ رہنے کے لیے فی الوقت اس کیمپ سے مناسب جگہ کوئی نہیں تھی۔

گولڈ مین کے لیے میں افسردہ ضرور تھا لیکن نہ جانے کیوں فطرت میں یہ تبدیلی آئی تھی کہ میں اس شخص کے لیے کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک مخلص آدمی تھا۔ اس نے میری بھرپور مدد کی تھی لیکن میں نے اس کی مدد کا معاوضہ بھی اسے ادا کر دیا تھا۔۔۔۔ پھر خطرات مول لینے سے کیا فائدہ۔

آوارہ گردوں کی ایک ٹولی کے نزدیک میں رک گیا۔۔۔۔ وہی جانے پہچانے مشاغل' وہی جانے پہچانے حلیئے وہی چرس کی بو' دنیا کے ہنگاموں سے بے نیاز' اپنے ہنگاموں میں مست۔۔۔۔ خوب زندگی تھی ان لوگوں کی بھی۔۔۔۔ میں بھی ان میں بیٹھ گیا' اداس اور ملول سا۔ ایسے چہرے ان کے لیے اجنبی نہیں ہوتے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ لیکن اب میں اتنا ناپسندیدہ انسان بھی نہیں تھا کہ میری خاموشی برداشت کر لی جاتی۔

دونوں کے لباس بہت اچھے نہ تھے لیکن بہتر تھے۔ مناسب قد و قامت کے لوگ تھے۔ چہروں پر نرمی تھی۔۔۔۔ دونوں میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ پھر مرد اپنے پیلے دانت نمایاں کرتا ہوا بولا۔

"ہیلو گریٹ لارڈ۔۔۔۔ کیا ہو رہا ہے؟"

"ماتم۔۔۔۔" میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ وہ کیوں؟" اس بار لڑکی نے پوچھا۔

"ایک ہی انداز کے لوگوں کو ایک دوسرے سے اس قسم کے سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔" میں نے کہا اور وہ دونوں ہنس پڑے۔

"قلاش ہو؟" مرد نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"جولی۔۔۔۔ انہیں ایک سگریٹ دو۔" مرد بولا اور میری آنکھوں میں ایسی چمک آ گئی جیسے کوئی غیر متوقع بات سن لی ہو۔ لڑکی نے سگریٹ کے ایک بڑے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر مجھے دیا اور میں نے انتہائی شکریے کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔ پھر میں نے سگریٹ کو ناک کے نزدیک لے جا کر اس طرح سونگھا جیسے زندگی حاصل کر رہا ہوں۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر۔۔۔۔!"

"نگر۔" مرد نے جواب دیا۔

"مس جولی کے نام سے تو میں واقف ہو چکا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔۔ یہ میری بیوی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" جولی نے پوچھا۔

"مائیکل۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ ــــــ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ــــــ"

"لیکن میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔" میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ٹگ۔" دلچسپی سے بولا۔

"مجھ جیسے قلاش انسان' کسی کے اوپر بار تو بن سکتے ہیں' ان سے مل کر کون خوش ہو گا۔"

"اوہ مسٹر مائیکل! یہ بات مت کرو ہم بھی رئیس زادے نہیں ہیں۔ بس کبھی کبھی کچھ ہاتھ لگ گیا ٹھیک ہے رئیس بن گئے ــــــ آج یہ سگریٹ تمہیں دے دی ہے' کل ممکن ہے ہمارے پاس ایک سگریٹ بھی نہ ہو۔" ٹگ۔" نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ پھر ہماری دوستی نبھ سکتی ہے۔ کیونکہ جب مانگنے والی بات ہے تو مل کر ہی کسی سے مانگیں گے۔"

"یقیناً یقیناً۔" جولی ہنس پڑی ــــــ خاصی دلکش لڑکی تھی۔ بہرحال ٹگ کی بیوی تھی۔ اور اس نے میرے اوپر ایک سگریٹ کا احسان کیا تھا۔ دوستی ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہم ساتھ بیٹھ کر چرس پینے لگے۔ پھر چند اور آوارہ گرد ہم میں آملے۔ یہ ٹگ کے دوست تھے۔ اور یہ دوست بھی فی الوقت قلاش نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی مجھے ایک سگریٹ دی' اور چرس کے دو سگریٹوں نے میرے حواس درست کر دیے تھے۔ بہرحال ان کے ساتھ پینا ــــــ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔

سردارے بھی کسی چکر میں گیا ہوا تھا اور دور دور تک اس کا پتہ نہیں تھا۔ لیکن وقت گزارنے کے لیے یہ لوگ میرے ساتھی تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے خوب گھل مل کر باتیں کیں۔ اگر موقع ملتا تو میں سب کو اپنا گرویدہ بنا سکتا تھا۔ بظاہر ان کے درمیان میری حیثیت ایک عام انسان کی سی تھی۔ گرویدہ بنانے کا ــــــ بہترین ذریعہ تو وہ گٹار ہی تھا لیکن اب میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا اور پھر قسمت نے اور یاوری کی۔ ٹگ کے جو دوست اس کے پاس آئے تھے ان میں سے ایک خاتون خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نظر آ رہی تھیں۔ ان کا نام وینا تھا۔ ان سب سے میرا تعارف ہو چکا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ قلاش آدمی کہیں بھی قابل توجہ نہیں ہوتا۔

"خیمہ ہے تمہارے پاس؟" وینا نے پوچھا۔

"خیمہ ہاں ہے لیکن کیوں؟"

"بس ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ تم بالکل ہی قلاش ہو یا ہو گئے ہو؟"

"ہم لوگوں کی زندگی ہی کیا ہے مس وینا۔ دولت ہمارے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کیا اس رات جب تمہیں تین دن سے نشہ آور ادویات نہیں ملی ہوں۔ دولت کا ایک بڑا ذخیرہ تمہارے لیے قابل توجہ ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"بس تو سمجھو' کرنسی کا ایک ڈھیر یا سنہری سکوں کا ایک انبار' ہمارے لیے ایک چرس بھری سگریٹ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"

"بے شک' لیکن چرس کے لیے اس کی ضرورت تو ہوتی ہے۔"

"ہاں زندگی تو ضروریات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہم اور تم ان ساری چیزوں سے بے نیاز ہیں۔ وقت پر جو مل جائے تو ٹھیک ہے۔ نہ ملے تو دکھ بھی نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے بھول جاؤ کیا میں تمہیں ایک اور سگریٹ دوں؟"

"نہیں مس وینا۔ آپ نے میرے ساتھ جو مہربانی کی ہے وہی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ بس۔"

"سنو میرا بھی کوئی ساتھی نہیں ہے اور میرے پاس کوئی خیمہ بھی نہیں ہے۔"

"اوہ مس وینا۔ آپ بالکل تنہا ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرے وطن کے کچھ آوارہ گرد ہیں۔ انہی میں شامل ہو گئی ہوں۔ کوئی ایسا ساتھی بھی نہیں جو زندگی کا ساتھی ہو۔"

"زندگی کا ساتھی کون ہوتا ہے مس وینا۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن کچھ وقت کا ساتھی۔" وینا مسکرائی۔

"اگر مجھے قبول کرو۔" میں نے پیشکش کر دی۔ لڑکی کا مقصد میری نگاہوں سے اوجھل نہ تھا اور یہ تو خوش بختی تھی کہ اس حالت میں بھی کوئی میری طرف متوجہ تھا ورنہ بظاہر میرے اندر کیا دلکشی تھی۔ سر جھاڑ منہ پھاڑ' جیب خالی' لیکن قسمت جس نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا تھا۔ اس وقت بھی میرے ساتھ تھی۔ تو خاصا وقت میں نے وینا کے ساتھ گزارا۔ اس کی جیب میں کافی سکے تھے اور وہ میری معیت میں خوش نظر آ رہی تھی۔

"سردارے کا کچھ پتہ نہیں تھا لیکن رات کو جس وقت ہم لوگوں نے ایک سٹال سے کھانے کی چیزیں خریدیں اور واپس پلٹے تو سردارے ہمارے پاس سے گزر رہا تھا اور بہرحال یہ بات تو میں نے بھی تسلیم کی تھی کہ وہ اپنے طور پر کچھ خوبیوں کا حامل تھا۔ خاص طور سے لڑکیوں کے معاملے میں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک چھوٹے سے قد کی' دبلے پتلے جسم کی لڑکی اس کے ساتھ تھی۔ شکل و صورت بہت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ لیکن بری بھی نہیں تھی۔ معمولی سے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سردارے مجھے دیکھ کر رک گیا۔ پھر اس نے میری ساتھی لڑکی کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو۔" اس نے ہپیوں کے سے انداز میں آواز لگائی۔

"اوہ مسٹر جان' آپ مجھے پہچان گئے۔ میرا نام مائیکل ہے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"واہ اپنے دوست مائیکل کو نہ پہچانوں گا۔ ہماری ملاقات استنبول میں ہوئی تھی۔" سردارے نے میری بات سمجھ کر کہا۔

"ہاں' یقیناً یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں مسٹر مائیکل؟" سردارے نے پوچھا۔

"بس یہیں میرا خیمہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔ تو پھر کل کسی وقت' میرا مطلب ہے دن کی روشنی میں خیمہ ضرور دیکھوں گا۔" سردارے نے کہا اور میں سمجھ گیا کہ اس گدھے کا کام بھی بن گیا ہے۔ بہرحال میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور سردارے اپنے راستے پر چلا گیا۔ پھر میں وینا کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو لے کر اپنے خیمے ہی میں آ گیا۔ وینا آرام سے

بیٹھ گئی۔

"یہ رات میں تمہارے ساتھ گزاروں گی۔" اس نے کھانے کے پیکٹ کھولتے ہوئے کہا۔

"سر آنکھوں پر مس وینا لیکن ـــــــ" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" وینا نے پوچھا۔

"مجھ جیسے قلاش آدمی کے ساتھ آپ اتنی مہربانی کے ساتھ کیوں پیش آ رہی ہیں؟"

"دیکھو مائیکل۔ ایسی باتیں مت کرو۔ ٹھیک ہے ہماری زندگی بے مقصد ہے۔ ہم زمین پر اگ آنے والے وہ خودرو پودے ہیں جن کا کوئی مصرف نہیں ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے سینوں میں دل بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ دل ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم دوسری باتوں سے بے نیاز ہو جائیں۔ کسی سے دوستی کریں۔ محبت کریں' اسے اپنائیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس محبت کو دائمی حیثیت نہیں دے سکتے۔ لیکن محبت کرنے کا حق تو بہرحال ہمیں پہنچتا ہے۔ خواہ وہ ایک رات کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور غالباً یہی تبدیلی ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہے جو خود کو مہذب بتاتے ہیں۔ ہم ایک رات گزارنے کے بعد دوسری صبح اس رات کو یاد نہیں رکھتے' اور شاید ان کی نگاہ میں وہی ہماری کمزوری بھی ہو۔ لیکن تم بتاؤ کیا یہ کمزوری ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے' ہم اسے کمزوری نہیں کہتے بلکہ یہ تو مضبوط قوت ارادی کا ثبوت ہے۔ ہم لوگ زندگی کو صرف اس وقت تک اپنا سمجھتے ہیں' جب تک اسے نبھا سکیں اور یہ دوسرے لوگ رشتے ناطے' جذبے جھولی میں ڈالے پھرتے ہیں۔ کہیں ان کی پذیرائی ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ خوابوں میں زندہ رہنے والے ہم سے مختلف ہیں اور ہمیں بھی ان سے مختلف ہی ہونا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک!" وینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہرحال میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا' اس نے کہہ دیا تھا۔ یہ اس لڑکی کی خوبی تھی کہ اس کے ذہن میں اعلیٰ قسم کی کوئی چیز نہیں تھی' بس یہ سمجھا جائے کہ اس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ مجھے دوست بنائے گی سو بنا لیا۔ پھر میں اس کی پذیرائی کیوں نہ کرتا۔ مفت کا مال تھا۔ حالانکہ میرے لیے ایسی مفت کی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں جس پر جو چاہتا خرچ کر سکتا تھا۔ لیکن اس لڑکی کا جذبہ قابل قدر تھا اور میں ساری رات اس کی قدر کرتا رہا۔ لڑکی بھی مطمئن اور مسرور تھی۔ صبح اٹھتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"اب اجازت؟"

"اوہ وینا ڈارلنگ! تمہارے ساتھ گزرا ہوا وقت خاصا دلکش تھا۔"

"شکریہ۔" وینا نے کہا۔

"کیا ہم پھر بھی ملیں گے؟"

"ضروری ہے ڈیئر؟"

"نہیں ضروری تو نہیں ہے لیکن اگر تم پسند کرو تو واپس اسی خیمے میں آ جانا۔"

"ٹھیک ہے بشرطیکہ تمہیں یاد رکھ سکی۔"

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ مجھے اس گدھی کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ یاد رکھے نہ

رکھے بہرحال وہ چلی گئی۔ اور میں بیٹھ کر سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ نجانے وہ گدھا کتنی دیر میں آئے گا۔ ناشتہ تو مجھے اس کے ساتھ کرنا تھا۔ کم از کم آج۔ اس کے ساتھ جیسا بھی پروگرام رہے۔ میں نے سوچا۔

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سردارے نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور جھانکا' پھر مسکراتا ہوا اندر آ گیا۔ میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"چلی گئی؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں لڑکی کی بات کر رہا ہوں استاد' جو کل شام تمہارے ساتھ تھی۔"

"آ کہاں سے رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے خیمے سے۔"

"اور بندوبست ہو گیا؟"

"ہاں استاد کیوں نہ ہوتا۔"

"اوہ' تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ارے بتانے یا نہ بتانے کی کیا بات تھی استاد۔ تم نے مجھے بھیجا ہی اس لیے تھا اور پھر دوسری بات یہ کہ لڑکی کے سامنے کیا بتاتا۔ گئی کہاں استاد؟ اتنا تو بتا دو۔"

"ارے جہاں سے آئی تھی چلی گئی۔ تمہارے والی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دھندا کرنے گئی ہے استاد۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟ کیسا دھندا؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی بس ناشتہ کرنے کے بعد چلا جاؤں گا۔"

"سردارے' کسی وقت تو ہوش میں رہا کرو۔ کیا تم میرے سوالات کے صحیح جواب دے رہے ہو؟"

"ایک بھی غلط نہیں دیا استاد۔ اب تم سوالات ہی ایسے کر رہے ہو۔" سردارے نے کہا۔

"میں نے پوچھا تھا تمہارے والی لڑکی کہاں گئی۔"

"اور میں نے کہا تھا کہ دھندا کرنے۔ ارے سمجھو نہ استاد۔ ہم دونوں قلاش ہیں۔ بلکہ یہی قلاشی دوستی کا سبب بھی بن گئی۔ پتہ ہے تمہیں میری اس سے ملاقات کیسے ہوئی؟" سردارے نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دراصل استاد میں جا رہا تھا وہ میرے قریب پہنچ گئی اور ہاتھ پھیلا دیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بھیک مانگ رہی تھی بے چاری۔"

"اوہ پھر کیا ہوا؟"

"بس ہوا کیا استاد' میں نے بھی ہاتھ پھیلا دیا۔" سردارے نے جواب دیا اور میں بے ساختہ ہنس پڑا۔

"سور ہو پکے۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے استاد' اپنا اپنا پروفیشن ہے۔ اس نے مجھے اپنا پروفیشن بتایا اور میں نے اپنا بتادیا۔ میں نے کہا' بھئی میں بھی تیری ہی لائن کا ہوں۔ اور استاد جب میں نے ہاتھ پھیلایا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی' کہنے لگی'

"یہ کیا؟" تب میں نے کہا۔

"میں بھی بھکاری ہوں۔"

"اوہ!" وہ میری شکل دیکھتے ہوئے بولی اور پھر مسکرا پڑی۔ بڑے زندہ دل ہوتے ہیں یہ لوگ استاد۔ بازو میں بازو ڈال کر بولی۔

"اچھے ہو۔ آؤ دونوں مل کر بھیک مانگیں گے۔"

تم سمجھو استاد' یوں تو سب ٹھیک ہے لیکن بھیک مانگنا مشکل کام ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تو پریشان ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ایک ترکیب سوچی اور اس سے پوچھا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ آج تم نے کمایا کیا ہے؟ اور اچھی خاصی رقم کمالی تھی اس نے استاد۔ کم از کم اتنی کہ ہم دونوں پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے' تھوڑی سی چرس پی سکتے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ ہم ہپی ہیں' دنیا سے بے نیاز' کسی چیز کی فکر نہ کرنے والے جب ہمارے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ہم اپنی ضروریات پوری کر سکیں تو مزید بھیک مانگنے سے کیا فائدہ۔ کیا کل کا دن نہیں آئے گا؟ اور استاد وہ میری حکیمانہ باتوں کی قائل ہو گئی۔ میں نے بڑے دلائل دے کر اسے سمجھایا کہ دیکھو' زندگی کی ایک رات بھی انسان کی اپنی نہیں ہوتی۔ کیا ضروری ہے کہ کل کے لیے بھی بندوبست کیا جائے۔ آج کے لیے سب کچھ موجود ہے۔ کل صبح کو مل کر بھیک مانگیں گے۔ چنانچہ وہ تیار ہو گئی۔ اور استاد اس کے بعد ہم لوگ------ سیر کرتے رہے۔ رات کو میں اسے اپنے خیمے میں لے آیا لیکن بڑی احمق لڑکی تھی۔ کہنے لگی صبح ہی صبح چلو۔

میں نے کہا کہاں؟

کہنے لگی "بھیک مانگنے۔" بہرحال استاد بڑی مشکل سے اس کو روانہ کر کے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر کہ میں اسے تلاش کر لوں گا۔ میری پوزیشن تو بڑی خراب ہو گئی ہے استاد۔ کچھ بھی ہو پیٹ کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔" سردارے جس انداز میں یہ سب کچھ سنا رہا تھا اسے سن کر میرے پیٹ میں قہقہے مچل رہے تھے۔ خوب عشق کیا تھا اس نے۔

بہرحال ان ہپیوں کے لیے تو بھیک مانگنا کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ لیکن سردارے کے لیے بڑی مشکل بات تھی۔

"تو پھر کیا ارادے ہیں سردارے؟" چند لمحے بعد میں نے پوچھا۔

"بس ارادے کیا ہیں استاد رخ بھی نہیں کروں گا سالی کی طرف!"

"کیا مطلب؟"

"ارے تو کیا میں اس کے ساتھ جا کر بھیک مانگوں گا؟"

"کیا حرج ہے یار۔ انسان کو ہر پروفیشن میں گھس کر دیکھنا چاہئے کہ اس کی کیا تکنیک ہے۔ کس انداز میں کام کیا جاتا ہے۔ اب دیکھو نا بہرحال بھیک مانگنا بھی ایک آرٹ ہے۔ عام لوگ تو نہیں مانگ سکتے۔"

"جی ہاں' لیکن میں آرٹسٹ نہیں بننا چاہتا۔ معاف کیجئے۔" سردارے ناک چڑھا کر بولا اور میں ہنسنے

لگا۔

"پھر اب کیا کرو گے سردارے؟"

"کچھ نہیں کروں گا۔ میں نے کون سا اس سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ ٹھیک ہے وہ بھیک مانگے' میں کیوں مانگوں۔"

"اور رات کو اس کا کھا جو گئے ہو۔"

"واپس کر دوں گا استاد' مل گئی تو۔ بات صرف رات کی تھی۔ لڑکی بری نہیں تھی پتہ نہیں کیوں بھیک مانگ رہی تھی۔ ایسی لڑکیوں کو تو بھیک نہیں مانگنی چاہئے استاد۔ یہ لڑکیاں تو بھیک دیتی ہیں۔"

"اچھا اچھا فضول باتیں مت کرو۔"

"رائٹ باس۔ حکم؟" سردارے نے پوچھا۔

"ابھی کیا حکم دیا جا سکتا ہے۔ پہلے ناشتے کا بندوبست کرو۔ اس کے بعد کیمپ کا جائزہ لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ آج ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔"

"بالکل کرنا چاہئے استاد۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کیا کیا جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے سردارے۔ جاؤ پہلے تم ناشتے کا بندوبست کرو۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سوچنے لگا کہ شہر جانا ضروری ہے لیکن صرف ایک آدمی کا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سردارے کو یہاں چھوڑنا پڑے گا۔ میں شہر جا کر کچھ کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ خود بھی اب مجھے زیادہ مزا نہیں آ رہا تھا۔ وقت برباد ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ کیا کیا جائے۔

سردارے ناشتہ لے آیا اور ہم دونوں مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر میں نے سردارے کو اپنی تجویز بتائی۔

"میں جا رہا ہوں سردارے تمہیں پورا دن اسی خیمہ میں رہنا پڑے گا۔"

"تمہارے خیمے میں استاد؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے کرنسی یہاں موجود ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے رہنا ہی ہو گا۔"

"اوہو' اس کی حفاظت کے لیے تو یہاں رہنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اپنے خیمے میں رہتا تو کوئی اور بھی ساتھ آ سکتا تھا۔"

"فضول بکواس مت کرو۔ تمہیں پورا دن خیمے میں ہی گزارنا ہے۔"

"ہائے استاد' ٹھیک ہے گزاروں گا۔" سردارے نے کہا۔ "مگر تم کہاں جاؤ گے استاد؟"

"بس کچھ کروں گا جا کر پہلے تو تلاش کروں گا۔ ظاہر ہے یہ کام اتنا تو آسان نہ ہو گا۔ ہمیں کافی الجھنیں پیش آئیں گی۔"

"مجھے احساس ہے استاد۔"

"بس تو اس احساس کا اظہار اس طرح کرو کہ نہایت ہوشیاری سے یہاں رہو کہ کسی کو تمہارے یہاں رہنے کا شبہ نہ ہونے پائے۔"

"شبہ نہیں ہو گا استاد۔ تم بے فکر رہو۔ مگر تم کیسے جاؤ گے؟"

"جانا تو ہے سردارے۔"

"میں پریشان ہو جاؤں گا۔" سردارے بولا۔

"کیوں؟"

"بس تم تنہا جاؤ گے۔ میرا دل پریشان رہے گا استاد۔"

"یار تو تو میری منکوحہ کی طرح تشویش ظاہر کر رہا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نکاح ہی تو نہیں ہوا ہے استاد۔ باقی رہ کیا گیا ہے۔"

"اوہ' تو تو میرے ساتھ نکاح بھی پڑھوانا چاہتا ہے؟"

"پڑھوا سکتا تو ضرور پڑھوا لیتا۔ سچ مچ تمہارے ساتھ پوری زندگی بسر کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"تو تجھے منع کس نے کیا ہے گدھے' اور اب جائے گا بھی کہاں؟"

"ٹھیک ہے استاد۔ خدا نہ کرے کہ اب ہم لوگ جدا ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم پیدا ہی ایک دوسرے کے لیے ہوئے ہوں۔"

"اچھا بس اب پیدائش کا فلسفہ چھوڑو میں چلتا ہوں۔"

"فوراً؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں سردارے میرا خیال ہے پورا دن صرف کر کے کچھ کرنے کی کوشش ہی کی جائے۔"

"کوئی لائحہ عمل تو تیار کر ہی لیا ہو گا۔"

"کوئی خاص نہیں۔ بس دیکھوں گا کیا کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ خدا حافظ۔" سردارے نے کہا اور میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

سب سے پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ میں ہوریشو اور مکلینو کے آدمیوں کی نظر بچا کر کیمپ سے نکل جاؤں۔ اس کے لیے تنہا سفر کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لیا کہ ہپیوں کی ٹولیاں جو کہ عموماً آتی جاتی رہتی ہیں سفر کر رہی ہیں یا انہیں بھی روکا گیا ہے اور اس بات کا جائزہ لینے کے لیے مجھے کیمپ کے اس راستے کی طرف آنا پڑا جہاں سے عموماً ہپی سفر کرتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اندازہ لگا لیا کہ ہوریشو اور مکلینو کے آدمیوں نے آنے جانے والوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لگاتے بھی کب تک اور کس قانون کے تحت۔ ظاہر ہے وہ کیمپ کو برباد کرنا نہیں چاہتے تھے اور انہیں اسی کیمپ میں مجھے تلاش بھی کرنا تھا۔ یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ کیمپ کے سرے پر مجھے جولی مل گئی۔ وہ لڑکی جو پچھلی رات اپنے شوہر کے ساتھ تھی اور انہوں نے مجھے چرس بھرا سگریٹ دیا تھا۔

"ہیلو مائیکل!" وہ مجھے پہچان کر میرے قریب آ گئی۔

"ہیلو جولی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کہاں؟" جولی نے پوچھا۔

"بس شہر جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اوہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے پھر ساتھ ہی شہر چلیں گے۔" جولی خوشی سے بولی۔

"تو کیا تم بھی شہر جا رہی ہو؟"

"ہاں۔"

"اور تمہارا شوہر؟"

"وہ کیمپ ہی میں ہے۔"

"تمہارے ساتھ نہیں جا رہا؟"

"نہیں۔" جولی نے جواب دیا۔

"گویا تم تنہا جا رہی ہو۔"

"تنہا ہی سمجھ لو۔ ویسے یہاں سے شہر جانے میں کیا تنہائی۔ فاصلہ ہی کتنا ہے۔" جولی نے کہا۔

"ٹھیک ہے جولی چلو۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ اتفاق سے اچھا موقع مل گیا تھا۔

دوسرے آوارہ گرد لوگ بھی شہر کی طرف جا رہے تھے۔ میں اور جولی ایک الگ سمت ہو لیے اور ...کل آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ بظاہر میں جولی میں الجھا ہوا تھا اور یہی اندازہ ہو رہا تھا جیسے ہم لوگ ایک ...سرے سے برسوں کے شناسا ہوں لیکن میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر ان باریک ...اہوں نے ان تمام لوگوں کو دیکھ لیا جو دو دو چار چار کی ٹکڑیوں میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ ہپی نہیں ...ے بلکہ مشکوک قسم کے لوگ تھے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ یقیناً ہوریشو کے ہی آدمی تھے۔ ہم پر بھی ...ہیں ضرور ڈالی گئی ہوں گی لیکن میں جولی میں اس طرح مصروف تھا کہ دوسروں کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا اور پھر ...ردارے کو نہ لا کر میں نے نہایت عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔

خاص طور سے دو افراد کو ضرور چیک کیا جا رہا تھا کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ ہم دو ہیں اور ایک ...ن دو قالب ہیں۔ راستے میں ایک جگہ تو باقاعدہ چیکنگ ہوئی۔ وہاں پر انہوں خود کو محکمہ آبکاری کا ملازم بتایا لیکن میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق محکمہ آبکاری سے نہیں ہے اور اس علاقے میں تو آبکاری کا کوئی وجود نہیں ملتا تھا۔ اب یقیناً وہ ہوریشو کے آدمی ہوں گے۔ انہوں نے غور سے مجھے اور جولی کو دیکھا تھا۔ سب ...ساتھ وہ یہی سلوک کر رہے تھے لیکن بہرحال انہیں ہم پر شبہ نہ ہو سکا اور انہوں نے ہمیں نکل جانے ...

جولی میرے ساتھ چلتے ہوئے بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ باتیں کرنے کی شوقین لڑکی تھی۔ راستے ...کہنے لگی۔

"پچھلی رات تمہارے ساتھ کون تھا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہو۔ اداکاری مت کرو۔ مجھے سب معلوم ہے۔" جولی نے کہا۔

"کیا معلوم ہے محترمہ جولی؟" میں نے پوچھا۔

"کیا وینا تمہارے ساتھ نہیں تھی؟"

"لوہ مس وینا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کی دوست ہیں۔"

"اب تو تمہاری بھی دوست بن گئی۔" جولی نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ صرف ایک رات کے لیے میرے پاس آئی تھی۔"
"کیا مطلب' آج نہیں آئے گی؟"
"شاید نہیں۔ میرا خیال ہے آج آپ ان سے میرا نام پوچھیں گی تو وہ بھی بھول چکی ہوگی۔"
"کیوں جھگڑا ہو گیا تھا کیا؟"
"نہیں جھگڑا نہیں ہوا' انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ وہ صرف ایک رات یاد رکھنے کی عادی ہے۔"
"ہاں' وہ خاصی کریک ہے۔" جولی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہیں تعجب ہو گا کہ بڑے اہل خاندان کی لڑکی ہے۔ لیکن بہرحال اس راستے پر چل پڑی اور اس راستے پر چلنے کے بعد خاندان یا عزیز اقارب کا کوئی تصور نہیں رہتا۔"
"ٹھیک کہا آپ نے مس جولی۔"
"اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ مائیکل۔" جولی بولی۔
"کیا بتاؤں۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ ایک آوارہ گرد ہوں۔ اس کے بعد اپنی حیثیت خود بھی بھول ہوں کہ کبھی کیا تھا۔ کچھ تھا بھی یا نہیں مجھے تو اب ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں اسی رنگ' اسی روپ میں پیدا جس میں آج ہوں۔"
"ہوں۔ ٹھیک ہے ویسے ایک بات میں تمہارے بارے میں ضرور کہوں گی۔" جولی مجھے غور دیکھتے ہوئے بولی۔
"ضرور کہیں مس جولی۔"
"حالانکہ جس انداز میں تم ہمارے سامنے آئے' معاف کرنا اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی۔ طور سے آوارہ گرد قلاش ہوتے ہیں۔ ہوتے نہیں تو ہو جاتے ہیں' اور اس کے بعد ان کی حالت خراب خراب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور ــــــ جب ان کی حالت خراب ہو جاتی ہے تو وہ اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں کچھ بھی نہیں رہتا ان کے پاس عجیب سی کیفیت میں رہتے ہیں لیکن میں نے پچھلی شام ہی محسوس کیا تم ذرا مختلف سے ہو۔"
"اوہو' آپ نے اس قدر غور فرما لیا میرے بارے میں؟"
"ہاں' غور کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تمہاری شخصیت ہی اس قدر نمایاں تھی۔"
"کیا اختلاف ہے میرا عام لوگوں سے؟" میں نے پوچھا۔
"او ہو۔ میرا مطلب اختلاف سے نہیں ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ تمہاری شخصیت کچھ نہ ہونے کے باوجود بہت کچھ ہے۔" جولی نے عجیب سے انداز میں کہا۔
"بہرحال میں اس بات کا شکریہ ضرور ادا کروں گا مس جولی۔" میں نے کہا۔
"نہیں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔"
"آپ شہر کس کام سے جا رہی ہیں۔"
"دراصل اپنے بارے میں کچھ بتانا تو نہیں چاہتی لیکن راستہ کاٹنے کے لیے ضروری بھی ہے۔"
"مجھے خوشی ہوگی۔"
"میرا تعلق ایک ڈیوک خاندان سے ہے۔ والدین اب بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ یہاں

میرے ایک چچا ایک بہت بڑے صنعتکار ہیں۔ بہت سے کام کرتے ہیں۔ حالانکہ جس وقت میں یہاں آئی ے نہیں ملی۔ لیکن اتفاقیہ طور پر ہی "انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ گو انہوں نے میرے شوہر کو نہیں دیکھا نہ انہیں اس کے بارے میں معلوم ہے لیکن بہرصورت وہ مجھے پہچان گئے اور میرے پیچھے پڑ گئے۔ میں شکل میں تھی اس میں ان کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے اس حیثیت میں بھی ی محبت سے قبول کرتے ہیں اور اگر میں کچھ وقت ان کے ساتھ گزاروں تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ ان خلوص کو دیکھ کر اور ان کے انداز کو پہچان کر میں بھی اس بات پر تیار ہو گئی کہ ان سے مل لینے میں کوئی نہیں ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب تک کہ میں سوئیڈن میں ہوں اس کے بعد تو یہاں سے چلے نا ہے۔

چنانچہ میں پہلی بار ان سے ان کے گھر میں ملی تو وہ نہایت عزت و احترام سے میرے ساتھ پیش ۔ انہیں میرے ان موجودہ حالات کے بارے میں کوئی تجسس نہیں تھا۔ نہ ہی انہیں میرے اس طرح پر انہیں کوئی اعتراض تھا۔ نہ ہی وہ اس کے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتے تھے۔ بس انہیں اپنا رشتہ بت یاد تھی۔ وہ مجھ سے بہت ہی اخلاق اور بہت ہی محبت سے پیش آئے اور تب میں نے سوچا کہ ان دوبارہ ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
"یقیناً مس جولی' خوش نصیب ہیں آپ"
"نہیں اس میں خوش نصیبی کی کوئی بات نہیں۔ بس ایک اچھے انسان کی پذیرائی کی ہے میں"
"آپ خود بھی اچھی انسان ہیں۔"
"چھوڑو ان باتوں کو مائیکل۔ یہ بتاؤ تم کہاں جا رہے ہو؟"
"آں۔ بس مس جولی ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ یونہی بس کیمپ سے گھبرا گیا تھا' تو شہر آ کر کوئی ایسا کام تلاش کروں جس سے تھوڑا سا کما لیا جائے تاکہ رات کو کسی سے بھیک مانگنے کی ت پیش نہ آئے۔" میں نے بالکل اس طرح کہا جیسے کوئی بے روزگار آدمی کہہ سکتا تھا۔ اور جولی مجھے سے دیکھنے لگی۔
"اوہ' تو یہ بات تھی۔" اس نے کہا "کیا کام کرو گے شہر جا کر؟"
"بس ابھی تک کچھ ذہن میں نہیں ہے۔"
"کتنا کما لو گے مائیکل؟" اس نے پوچھا۔
"یہ بات بھی نہیں سوچی مس جولی۔"
"تب براہ کرم میرے ساتھ ہی وقت گزارو۔" جولی نے کہا۔
"کیا مطلب مس جولی۔ میں نہیں سمجھا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔
"بھئی میں کہنا تو پسند نہیں کرتی لیکن کہے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ تم جو کچھ کمانا چاہتے ہو مجھ سے لے"
"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پھر بولا "آپ بے حد مہربان خاتون ہیں مس جولی' لیکن میرا خیال ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہاں، تمہاری خودداری یہ بات کہہ سکتی ہے لیکن دوست سمجھ کر ہی مان لو۔"
"سوری مس جولی۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"اچھا چلو ٹھیک ہے‘ میں مجبور نہیں کروں گی لیکن تھوڑی دیر تو میرے ساتھ رہو۔"
"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
پھر میں جولی کے ساتھ اس کے چچا کی عالی شان کوٹھی میں پہنچ گیا۔ ہم لوگ دروازے پر
ایک لمبی کار گیٹ سے باہر نکلی اور جولی نے اس طرف ہاتھ ہلایا۔ ڈرائیور نے کار روک دی تھی اور
جولی کی طرف لے آیا۔۔۔۔۔
پچھلی کھڑکی سے ایک خوش شکل لیکن مکار قسم کے آدمی نے گردن باہر نکالی۔۔۔۔۔
"اوہ جولی میری بچی۔ آؤ کیا میرے پاس آئی تھیں؟" اس نے پر محبت لہجے میں کہا۔
"ہاں انکل۔ آپ کہیں جا رہے ہیں؟"
"جا رہا ہوں بیٹی۔ لیکن تم بھی میرے ساتھ ہی چلو۔"
"نہیں انکل اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پھر آ جاؤں گی۔"
"اوہو۔ ہرگز نہیں۔" بوڑھا کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا۔ "یا تو تم میرے ساتھ
پھر کوٹھی واپس چل رہا ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ تم میرے ساتھ میرے دفتر چلو۔"
"جیسے آپ کا حکم انکل۔" جولی نے شانے اچکائے۔
"یہ کون ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"میرے انتہائی قریبی دوست مائیکل ہیں۔"
"اوہ۔ تم سے مل کر خوشی ہوئی نوجوان!" بوڑھے نے نہایت پر اخلاق لہجے میں کہا۔
"اور مسٹر مائیکل یہ میرے انکل جوزف ہیں۔"
"میں بھی آپ سے مل کر خوش ہوا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"آؤ تم دونوں کار میں بیٹھ جاؤ۔" انکل جوزف نے کہا اور ہم دونوں ان کے ساتھ ہی پچھلی
بیٹھ گئے۔ گو ہمارے کپڑے اس قابل نہیں تھے‘ ہمارے حلیئے خراب تھے‘ اس حیثیت میں نہیں
اعلیٰ درجے کی کار میں بیٹھ کر سفر کرتے۔ اور وہ بھی اس مہذب آدمی کے ساتھ۔ لیکن مہذب
چہرے پر ان احساسات کی کوئی رمق نہیں تھی جس نے بہر صورت مجھے کسی حد تک مطمئن کر دیا
جب کار آفس کے دروازے تک پہنچی تو ہم اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بہت خوبصورت عمارت
باوردی چوکیدار نے دروازہ کھولا اور ہم تینوں نیچے اتر آئے۔
بوڑھے نے یہاں بھی دوسرے لوگوں سے بے نیازی کا سلوک کیا تھا اور ہمیں ساتھ لے
اپنے شاندار آفس میں پہنچ گیا۔ بہت بڑا ہال تھا جس کے درمیان ایک بہت بڑی میز لگی ہوئی
عریض میز جس کے اوپر بے شمار الیکٹریکل انسٹرومنٹ رکھے ہوئے تھے یہ سب بجلی کے آلات
ہمیں نیم دائرے کی شکل میں پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے انکل جوزف اپنی
گیا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے جولی کی طرف دیکھا اور بولا۔
"میں تمہاری کیا خدمت کروں بیٹی؟"

"اوہ تھینک یو انکل۔ میں صرف آپ سے ملنے آئی تھی۔"
"یقیناً یقیناً۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ مائیکل آپ کا بھی۔"
"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا۔
"کیا پیو گے تم لوگ؟"
"آپ کے سامنے کچھ نہیں پئیں گے انکل۔" جولی نے کہا۔
"اوہو۔ اوہو۔ بہت خوشی ہوئی لیکن کوئی مشروب؟"
"جی ہاں۔ کولڈ ڈرنک منگوا لیجئے‘ اور مسٹر مائیکل آپ؟" جولی نے پوچھا۔
"ٹھیک ہے۔ جولی میں بھی کولڈ ہی پیوں گا۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھے جوزف نے بیل بجادی۔
اندر داخل ہوا اور جوزف نے اسے کچھ ہدایات دیں۔ اس کے بعد وہ پھر مسکراتا ہوا ہم لوگوں کی طرف
ہو گیا۔
"خوب زندگی ہے۔ تم لوگوں کی بھی۔ بعض اوقات تو تم لوگوں پر رشک آتا ہے۔"
"انکل جوزف آپ کو؟" جولی تعجب سے بولی۔
"ہاں۔ ہاں کیا میں انسان نہیں ہوں؟"
"لیکن آپ تو بہت بڑے انسان ہیں انکل جوزف!"
"بڑا چھوٹا کیا ہوتا ہے جولی۔ اسے میں نہیں مانتا۔"
"یہ آپ کی شرافت کی دلیل ہے ورنہ جتنا بڑا آپ کا کاروبار ہے کیا آپ اس سے مطمئن نہیں

"کاروبار سے تو مطمئن ہوں لیکن بس زندگی زیادہ دلکش نہیں ہے۔"
"کیوں؟" جولی نے پوچھا۔
"ارے بھئی‘ یہ پوچھنے کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تم لوگ جس آزادی سے زندگی بسر کرتے ہو ہم
سرمایہ دار ہونے کے باوجود اتنی آسانی سے زندگی نہیں گزار سکتے۔ بے شمار مسائل ہیں‘ سینکڑوں
ہیں‘ بہت سی پریشانیاں۔ نہ جانے کیا کیا۔ بس ایک زندگی تم لوگوں کی ہے جہاں دل چاہا کھا لیا‘ جہاں
سو گئے۔ جو دل چاہا کیا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کوئی فکر نہیں‘ کوئی غم نہیں۔" انکل جوزف نے کہا۔
میں غور سے اس شخص کی شکل دیکھ رہا تھا۔ خاصہ تیز اور چالاک آدمی محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اس کا
شروع ہو گیا۔ جگہ جگہ سے ٹیلیفون آ رہے تھے۔ کئی ٹیلیفون تھے۔
ہم مشروب پیتے رہے۔ اور وہ ٹیلیفون پر لوگوں سے گفتگو کرتا رہا۔ لیکن پھر اس کی ایک بات نے
کی طرف متوجہ کر دیا۔ وہ ٹیلیفون پر کہہ رہا تھا۔
"آپ نے ٹھیک کہا مسٹر جیک مین۔ لیکن بہر صورت اس میں مشکلات تو پیش آئیں گی۔ بھئی اگر
بھی طریقے سے آپ کرنسی باہر منتقل کرنا چاہیں تو اس کے لیے آپ کو بہر صورت کچھ قانونی کارروائیاں
ہوں گی۔ لیکن آپ چاہتے ہیں کہ بغیر کسی کارروائی کے کام ہو جائے تو اس کے لیے۔۔۔۔۔ تو ظاہر
دوسرے کام کے لیے دوسرے طریقے ہی اختیار کیے جاتے ہیں۔" پھر اس نے کہا۔ "نہیں
سوچ لیں۔ غور کر لیں۔ میں آپ کا کام کرانے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن آپ کو کرنا وہی ہو گا جو میں

نے کہا ہے۔ اس سے کم کسی طور ممکن نہیں ہے۔" اور پھر اس نے ٹیلیفون رکھ دیا۔

میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ گویا یہ شخص اس شکل میں بھی کام آ سکتا ہے۔ میں نے جتنی دیر ہم لوگ وہاں رہے میں صرف اپنے حالات پر غور کرتا رہا اور بہر صورت میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جولی نے انکل جوزف سے اجازت لی اور ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ ذہن میں بہت سے خیالات مچل رہے تھے۔ آخر میں نے جولی سے کہا۔

"مس جولی کیا اب آپ مجھے اجازت دے دیں گی؟"

"دل تو نہیں چاہتا مائیکل کاش تم میرے ساتھ ہی پورا دن گزارنے کا فیصلہ کر لیتے۔ لیکن میں تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی لیکن اگر پسند کرو تو کیا کل شام کو کیمپ میں ملاقات کرو گے؟"

"ضرور مس جولی! اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے کہا اور پھر وہ ہاتھ ہلا کر مجھ سے رخصت ہو گئی۔ میں نے اس سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا' اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چند ساعت کے بعد میں نے پبلک کال بوتھ کا رخ کیا تھا۔

انکل جوزف کے آفس میں میں نے ان کا ایک ٹیلی فون نمبر ذہن نشین کر لیا تھا' چنانچہ میں نے نمبر پر رنگ کیا اور چند ساعت کے بعد دوسری جانب سے انکل جوزف کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے اپنی کمپنی کا نام لیا تھا۔

"میں آپ سے ایک اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"فرمائیے۔" انکل جوزف بولا۔

"ٹیلی فون پر گو یہ بات کرنا مناسب نہیں ہے' لیکن میں ذاتی طور آپ سے اس وقت گفتگو کروں گا۔ جب کچھ گفتگو ٹیلی فون پر طے ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"فرمائیے کیا کام ہے؟"

"میں ایک بھاری کرنسی دنیا کے مختلف ممالک میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور جوزف کی ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے مسٹر آپ غلط قسم کے محتاط انسان ہیں' براہ کرم میرے دفتر آ جائیے۔"

"اس سلسلے میں جو کچھ ضروری باتیں اگر فون پر ہی ہو جائیں تو ٹھیک ہے۔"

"افوہ مسٹر جو باتیں آپ کرنا چاہتے ہیں یہاں آ کر کریں۔ میں صرف آپ کو یقین دلا سکتا ہوں"

"وہ کیا مسٹر جوزف؟"

"کسی بھی حالت میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہمارا اصول ہے۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر بولا "ٹھیک ہے مسٹر جوزف میں کس وقت آپ سے مل سکتا ہوں؟"

"اب سے ایک گھنٹے کے بعد کسی بھی وقت!" جوزف نے جواب دیا۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کا نام کیا مسٹر؟"

"برونیک۔"

"آل رائٹ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا میرا تو ذہن اس بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر میں ایک فیصلہ کر کے چل پڑا۔ ایک بار پھر مجھے میک اپ سٹورز کی تلاش تھی اور سوئیڈن جیسے شہر میں یہ تلاش کسی طور طویل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ مجھے میک اپ کا عمدہ سامان مل گیا اور اس کے بعد کسی پر سکون گوشے کی تلاش۔

میک اپ کا بچا ہوا سامان اور آئینہ وغیرہ میں نے پارک کے اسی گوشے میں پھینک دیا تھا اور نیا خریدا ہوا سوٹ جو بے حد قیمتی تھا پہن لیا۔ پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر مسٹر جوزف کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں مسٹر جوزف کے دفتر کی خوبصورت عمارت کے سامنے اتر گیا۔ ایک ملازم نے مجھے ان کے دفتر میں پہنچا دیا۔ میرا نام سن کر مسٹر جوزف نے فوراً" مجھے اندر بلوایا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا تھا۔

"مسٹر برونیک؟" وہ سوالیہ انداز میں بولے۔

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!"

"شکریہ!" میں نے اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا پئیں گے مسٹر برونیک؟"

"شکریہ! اس وقت کسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ پھر بھی؟"

"نہیں شکریہ!"

"پھر میں آپ کی کیا خدمت کروں؟"

"میں آپ کا تھوڑا سا تعارف چاہتا ہوں۔"

"اوہ' میرا خیال ہے آپ میرے پاس بلاوجہ ہی نہیں آئے ہوں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن براہ کرم چند سوالات کے جواب دیں۔"

"ضرور فرمائیے؟" مکار شکل ——— جوزف نے کہا۔

"آپ کا اصل کاروبار کیا ہے؟"

"وہی جس کے لیے آپ آئے ہیں۔ میں سارے کام کر لیتا ہوں۔ پائیدار بحفاظت طریقے سے اور مکمل ضمانت کے ساتھ معاوضہ بھی معقول لیتا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے یہ فرم؟"

"بظاہر امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتی ہے لیکن باقی سارے کام بھی ہو جاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ہر وہ کام جو تم چاہو۔ کوئی چیز باہر بھیجنی ہو باہر سے منگوانی ہو۔ براہ راست یہاں کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"اوہ' اور اس کے لیے آپ ضمانت دیتے ہیں؟"

"یقیناً!"

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف۔ کسی قسم کے دھوکے کا امکان؟"

"آزمائش شرط ہے۔"

"گڈ۔ تب میں کچھ کرنسی باہر کے بینکوں میں بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"یہ آسانی ہو جائے گا کتنی کرنسی ہے؟"

"کئی کروڑ ڈالر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔" جوزف سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ا
معیوب سا سوال کروں گا۔"

"کرو!" میں نے جواب دیا۔

"کرنسی تمہاری اپنی ہے؟"

"یہی سمجھو۔ لیکن یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"معاملے کی بات تم ہی سے ہو گی۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک بات بتاؤ گے دوست۔ میرے ذہن میں الجھ رہی ہے۔" وہ رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"پوچھو!"

"ڈاکہ؟"

"کیا مطلب؟"

"سویڈن کے کسی بینک میں پچھلے کئی سالوں سے اتنا بڑا ڈاکہ نہیں پڑا۔" اس نے کہا۔ غصہ آیا اس کی بات پر۔ لیکن پی گیا۔ آدمی کام کا معلوم ہوتا تھا۔

"تمہارے خیال میں میں ڈاکو ہوں؟"

"ہو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ خالص نجی سوال تھا اگر جواب نہیں دینا چاہتے تو ضروری نہیں ہے۔"

"نہیں۔ ڈاکے کی کرنسی نہیں ہے۔"

"گڈ۔ بہرحال کچھ بھی ہو دوست۔ کام آسانی سے ہو جائے گا۔" جوزف نے جواب دیا۔

"طریقہ کار کیا ہو گا؟"

"تمہارے لیے تسلی بخش۔" اس نے جواب دیا۔

"معاوضہ؟"

"کافی بڑا کام ہے اور پھر تم نے کہا کہ کرنسی کسی ایک ملک میں نہیں مختلف ملکوں کے بینکوں میں منتقل کرانی ہے؟"

"ہاں!"

"تب کم از کم آٹھ فیصد لیکن اس رقم کے عوض تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر سہولت مل جائے گی۔"

"آٹھ فیصد۔" میں نے زیر لب کہا۔

"تم خود غور کرو۔ حالانکہ تم نے ابھی ہمیں ان ممالک کی فہرست بھی نہیں دی۔ تاہم تم جہاں

چاہو گے ہمیں اعتراض نہیں ہو گا۔"

"طریقہ کار کیا ہو گا؟"

"تم فہرست دے دو گے۔ اس کے ساتھ ہی کرنسی بھی پارٹ میں۔ یعنی جس ملک میں تم کرنسی بھیجو گے۔ وہاں کے بینک سے کاغذات آنے کے بعد تم دوسرے ملک کی کرنسی میرے حوالے کرو گے۔"

میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا۔ ہر لحاظ سے مناسب تھا۔ کہیں سے بددیانتی کی بو نہیں آتی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "یہ کام کتنے دن میں مکمل ہو جائے گا مسٹر جوزف؟"

"جتنے ممالک کے آپ نام دیں گے اسی لحاظ سے وقت بھی لگے گا۔"

"بہرصورت ایک بات سے تو آپ آگاہ ہیں کہ آپ کے ذریعے کرنسی بھجوانے کا مقصد وہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کرنسی کو جائز طریقے سے کہیں منتقل نہیں کر سکتے۔"

"ظاہر ہے میں سمجھتا ہوں۔"

"ایسی صورت میں ہماری زندگی کو خطرات بھی لاحق ہیں۔"

"تمہیں نہایت عمدہ قسم کی رہائش گاہ مہیا کی جائے گی' اور وہاں تمہارے بے شمار محافظ ہوں گے۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا------ کرنسی منتقل ہونے کے بعد تم جس ملک میں بھی جانا چاہو گے یہاں سے تمہیں وہاں تک پہنچایا جائے گا۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ بڑا اچھا معاملہ تھا' بہت سے مسائل حل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ میں نے منظوری دے دی اور جوزف بے حد مودب نظر آنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیا آپ تنہا ہیں جناب؟"

"نہیں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ جس قدر لوگ آپ کے ساتھ ہوں' آپ انہیں لے کر اس مکان میں منتقل ہو جائیں جس کا بندوبست میں کروں گا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک درخواست اور کروں گا۔"

"وہ بھی کہو؟"

"جس قدر کرنسی ہے اس کا فیصد طے کر کے آپ ہمیں معاوضہ کا بیس فیصد ادا کر دیں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کل یہ ہو جائے گا۔"

"شکریہ جناب۔" جوزف نے مودبانہ انداز میں کہا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کو رنگ کرنے لگا۔ بلیک برڈ روانہ کر دو۔" اور پھر ریسیور رکھنے کے بعد بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کے لیے کار منگوائی ہے۔ ڈرائیور قابل اعتماد آدمی ہے' تاہم جو بات آپ اس سے چھپانا چاہیں وہ یقیناً چھپائیں۔ ہم آپ کو ہر ممکن تعاون پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر جوزف۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ پھر اس کے کہنے سے مجھے مشروب بھی پینا پڑا اور اس کے بعد وہ بلیک برڈ آ گئی جو خاصی خوبصورت گاڑی تھی۔ ڈرائیور ایک تنومند شخص تھا' چہرے سے خاصا سنجیدہ انسان نظر آتا تھا۔

"مسٹر برونیک۔" جوزف نے تعارف کرایا۔ "اور یہ لاکر ہے۔ کسی کتے کی طرح وفادار آپ جس حد تک چاہیں اس پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ کبھی شکایت نہ ہو گی۔"

"اوکے مسٹر جوزف۔" میں نے کہا اور پھر میں اٹھ گیا۔ یہ کام جس طرح ہوا تھا۔ مجھے اس کی
نہیں تھی۔ لیکن میرے خیال میں بہت سی الجھنیں دور ہو گئی تھیں۔ لاکر کے ساتھ میں سویڈن کے
علاقوں میں بے مقصد آوارہ گردی کرتا رہا۔ کیمپ کا میں نے رخ بھی نہیں کیا تھا۔ شام کو تقریباً" پانچ بجے
نے جوزف کو فون کیا۔

"مسٹر برونیک!" جوزف چست لہجے میں بولا۔

"مکان کے بارے میں کیا کیا؟"

"بندوبست ہو گیا جناب۔"

"زیادہ ملازموں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ معائنہ کرلیں جو ردوبدل پسند کریں۔" جوزف بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں کہاں پہنچوں؟"

"دفتر کی طرف آجائیں۔"

"اوکے!" میں نے جواب دیا اور پھر میں لاکر کے ساتھ واپس چل پڑا۔ جوزف نیچے ہی موجود
میرے ساتھ اپنی کار میں چل پڑا۔ لمبی بلیک برڈ اس کی کار کے پیچھے چل رہی تھی اور جس عمارت کے
اس نے کار روکی وہ بے حد خوبصورت تھی۔ نہایت پرفضا مقام پر تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ عمارت
وسیع نہیں تھی۔ لیکن نہایت سلیقے کی تھی۔ مجھے بہت پسند آئی تھی۔ دروازے پر ہی دو خوبصورت لڑ
نے استقبال کیا تھا۔ بہرحال عمارت میں کل چھ ملازم تھے جن میں تین لڑکیاں اور تین مرد تھے۔ مردوں
ایک باورچی تھا اور دو متفرق کاموں والے۔

"دروازے پر رہنے والے بظاہر چوکیدار ہوں گے۔ لیکن درحقیقت وہ آپ کے محافظ ہوں گے

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ جوزف نے میرے بارے میں ہدایات دیں اور پھر
سے اجازت لے کر چلا گیا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر میں نے ان حالات پر نگاہ ڈالی۔ سب کچھ بے حد
تھا۔ خطرہ تو یہاں بھی مول لینا تھا۔ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی کیا تھا۔ اب بات کرنسی کی تھی۔ کیا
عمارت میں لے آیا جائے۔ دوسری طرف اسے سردارے کے بھروسے پر چھوڑنا بھی مناسب نہیں تھا
دیر تک میں اس سلسلے میں غور و خوض کرتا رہا اور پھر میں نے ایک پروگرام بنا ہی لیا۔ دونوں لڑکیاں
نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ خاصی خوش شکل اور سمارٹ تھیں۔ لیکن ابھی میں نے ان کی طرف توجہ نہیں
تھی۔ تیسری معمولی سی شکل و صورت کی اور کسی قدر سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ ویسے جوزف نے جو کچھ
وہ بھی خاصی ہمت کا کام تھا۔ کوئی بھی قلاش آدمی یہ چکر چلا سکتا تھا۔

بہرحال شام ہو گئی۔ عمدہ چائے ملی تھی۔ رات کے کھانے پر میں نے لڑکیوں سے بے تکلف
بات کی۔ "آپ لوگوں سے تعارف نہیں ہوا۔"

"اوہ جناب ہم آپ کی توجہ کے منتظر تھے۔" ان میں سے ایک بولی۔

"چلیں اب سہی۔"

"یہ گارجیا ہے اور میں ویلسنا۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب میرا نام برونیک ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں معلوم ہے۔"

"کیا مشاغل ہیں تمہارے؟"

"بس' آپ جیسے بڑے لوگوں کی خدمت۔" ویلسنا نے جواب دیا۔

"خوب۔ اچھا میرے جیسے لوگ یہاں آکر رہتے ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری نہیں کہ وہ یہاں آئیں۔ میرا مطلب ہے مسٹر جوزف جس کام پر مامور کریں۔"

"اچھا۔ اچھا گویا تمہارا تعلق مسٹر جوزف سے ہے؟"

"اب تو آپ سے بھی ہے۔" گارجیا مسکرا کر بولی۔

بہرحال تھوڑی دیر کے اندر میں ان سے بے تکلف ہو گیا۔ لڑکیوں کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ ہر طرح سے کھائی کھیلی ہیں۔ اور یقیناً رات کو بستر پر آنے میں کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ آج سردارے کو تو نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ کم از کم ایک دن یہاں رہ کر حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔

سو یہ ہی ہوا۔ گارجیا' ویلسنا سے زیادہ خوبصورت تھی۔ دونوں نے رات کو مجھے کمپنی دی اور میں نے بے تکلفی سے گارجیا کا بازو پکڑ لیا۔

"اگر آپ پسند کریں مس گارجیا تو رات کو میرے ساتھ ہی رہیں۔"

"دل و جان سے مسٹر برونیک۔" گارجیا نشیلے انداز میں بولی۔ ویلسنا۔" کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا اور پھر رات بھر گارجیا میرے ساتھ رہی۔ بار بار یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ لڑکیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ اس سے قبل مجھے بہت سی لڑکیاں ملی تھیں' گارجیا بھی انہی کی مانند تھی اور اس کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ رات کو اس سے بہت سی باتیں ہوئیں' دوسری صبح نارمل تھی۔

رات کا حسین باب میری نگاہوں میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ میں ان حسین راتوں کا عادی ہو چکا تھا اور یہ دوسری بات ہے کہ یہ راتیں اپنی کشش نہیں کھو سکی تھیں۔ شاید یہ جوانی کی مانگ تھی۔

"مسٹر جوزف نے میرے لیے خاصی آسانیاں فراہم کر دی تھیں اور بہرحال میں اس شخص کا شکر گزار تھا۔ ناشتے کے بعد گارجیا نے مجھ سے پوچھا کہ اب میرا کیا پروگرام ہے؟

"بس آپ لوگ آرام کریں مس گارجیا' میں نے کچھ کام کرنے ہیں۔ لاکر کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔ جیسی آپ کی مرضی۔ مسٹر جوزف کے لیے تو کوئی پیغام نہیں ہے؟" ویلسنا۔" نے پوچھا۔

"نہیں۔ فی الوقت کوئی پیغام نہیں ہے کیوں 'کیا اس نے ٹیلیفون کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ جی نہیں۔ ہمیں ہدایات ہیں کہ کوئی بھی مسئلہ ہو ہم مسٹر جوزف کو پیغامات سے مطلع کریں۔" ویلسنا۔" جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے مس ویلسنا۔" اگر مسٹر جوزف آپ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کریں تو آپ ان سے یہ کہہ دیں کہ فی الوقت میرا کوئی پیغام نہیں ہے۔"

"بہت بہتر۔" ویلسنا۔" نے مستعدی سے کہا۔

میں نے لباس وغیرہ درست کیا اور پھر عمارت کے بیرونی حصہ کی جانب نکل آیا۔ جہاں لاکر

خوبصورت بلیک برڈ کے ساتھ میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور پھر اس نے مودبانہ انداز میں مجھے کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد میں نے اس سے اس کی خیریت پوچھی اور لاکر نے سر جھکا کر مختصر الفاظ اپنے عمدہ ہونے کا یقین دلایا اور پھر میرے اشارے پر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔

"شکریہ لاکر۔" میں اندر بیٹھ گیا اور لاکر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' چند ساعت کے بعد ہم نکل آئے تھے۔ میں نے جو پروگرام سوچا تھا' اس پر عمل کرنے کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ لاکر سڑک پر کافی آگے تک بڑھتا چلا گیا اور پھر اس نے مختصر سے الفاظ میں مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں جانا ہوں۔

"سٹاک ہانگ کی رنگینیاں میرے خیال میں تمہاری نگاہوں سے دور نہ ہوں گی۔" میں نے جوا دیا۔

"یقیناً جناب" لاکر کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں نے اس مسکراہٹ چھپی ہلکی سی فکرمندی کو محسوس کر لیا تھا۔ غالباً" لاکر اسی انداز میں سوچ رہا تھا' جس کے بارے میں دیر پہلے سوچا تھا۔ مطلب یہ کہ مسٹر جوزف نے جو آسانیاں مجھے فراہم کی تھیں وہ کافی مہنگی تھیں اور کوئی بھی شخص اس قسم کی باتیں کر کے مسٹر جوزف کو متاثر کر سکتا تھا اور اس کے سرمائے سے سٹاک میں عیش کر سکتا تھا۔ لاکر کے خیال میں میں بھی اسی قسم کا کوئی آدمی ہو سکتا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ لاکر تک کی رپورٹ مسٹر جوزف کو ضرور دے گا۔ دلچسپ بات تھی اور میں اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا دیکھنا چاہتا تھا کہ لاکر اور مسٹر جوزف کس قدر ضبط کے مالک ہیں اور کہاں تک اپنا نقصان برداشت کر ہیں۔ بہرحال سٹاک ہانگ کے بہت سے راستے میری نگاہوں سے باہر نہیں تھے۔ لاکر نے انتہائی خلوص دیانتداری کے ساتھ دن کی تفریحات سے مجھے روشناس کرایا اور پھر شام ہو گئی۔

"رات کے بارے میں کیا پروگرام ہے مسٹر برونیک؟" لاکر نے پوچھا۔

"اوہ ڈیئر لاکر۔ میرا خیال ہے رات بلکہ شام کسی پرفضا مقام پر گزاری جائے۔"

"جو حکم جناب۔" لاکر نے شانے اچکا کر جواب دیا۔

"لیکن لاکر تنہا شامیں تو بہت اداس ہوتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہو جناب۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو ان دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے لیا جائے۔"

"کون۔ ویلسنا۔" "اور گارجیا۔" میں نے پوچھا۔

"جی۔"

"نہیں بھئی۔ وہ گھر کی چیز ہے گھر میں اچھی لگتی ہے۔"

"اوہو۔ تو باہر کی چیزیں بھی بے شمار مل جاتی ہیں۔"

"میرا مقصد صرف کمپنی سے ہے' کیا تم اسے پسند نہ کرو گے؟"

"یقیناً جناب میں بھی بوڑھا آدمی نہیں ہوں۔" لاکر ہنسنے لگا اور میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر باقی معاملات تمہارے اوپر۔"

"یقیناً آیئے۔" لاکر بہل گیا تھا اور پھر وہ چل پڑا' تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت عمارت کے سامنے اس نے کار روک دی اور دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے بولا "کیا مجھے چند منٹ کی مہلت

گے؟"

"ہاں ہاں۔ یقیناً یقیناً۔"

"میں ابھی حاضر ہوا۔" لاکر نے کہا اور عمارت میں اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ تین لڑکیاں تھیں۔ خوبصورت لباسوں میں ملبوس' شگفتہ پھولوں کی مانند کھلی ہوئیں۔ لیکن ان کے چہرے میک اپ سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔ اندر سے ممکن ہے اس قدر حسین نہ ہوں۔ ظاہر ہے کاروباری لڑکیاں تھیں اور کاروباری لڑکی میں مجھے کبھی حسن نظر نہیں آیا۔ لاکر نے ان تینوں لڑکیوں سے میرا تعارف کرایا اور ان لڑکیوں نے نہایت خوش اخلاقی سے مجھ سے ہاتھ ملائے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ کار میں آ بیٹھیں۔ ایک لڑکی کار میں لاکر کے نزدیک بیٹھ گئی اور دو لڑکیاں میرے دائیں اور بائیں۔ انہوں نے مجھے درمیان میں لے لیا تھا۔ کافی شوخ معلوم ہو رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے جملے کس رہی تھیں اور بے پناہ قہقہے لگا رہی تھیں۔ بہرحال یہ کوالٹی ان میں ضرور تھی کہ ان کے جملے چھچھورے نہیں تھے بلکہ ان میں سلیقہ تھا اور مجھے احساس تھا کہ یہ صورت بری نہیں ہے۔

"اب کہاں چلو گے لاکر؟" میں نے پوچھا۔

"جگہ کا انتخاب اگر آپ ہی فرمادیں تو بہتر ہے۔" لاکر نے جواب دیا۔

"اوہو۔ تو میرا خیال ہے ہم لائنس کیمپ چلتے ہیں۔"

"لائنس کیمپ۔" لاکر تعجب سے بولا۔

"کیا عمدہ جگہ نہیں ہے؟"

"ہے جناب لیکن۔"

"لاکر یہ میری کمزوری ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہو۔ تب ٹھیک ہے جناب' کوئی بات نہیں ہے چلیے چلتے ہیں۔" لاکر نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لے کر گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپ میں داخل ہو گئے۔

یہاں کے ہنگامے معمول کے مطابق تھے۔ کوئی تبدیلی نہ تھی جس پر مجھے حیرت ہوئی گولڈ مین کا اڈہ بھی بند ہو گیا تھا اور شاید ایڈگر کے اڈے پر بھی مال تقسیم نہیں ہو رہا تھا۔ پھر یہاں کے آوارہ گرد کیوں مطمئن تھے۔ یہ بات باعث تعجب خیز تھی۔ لیکن بہرحال ایسی تعجب خیز بھی نہیں تھی کہ میں اس کے لیے کرید میں پڑ جاتا۔ میں نے ان ساری چیزوں کو نظرانداز کر دیا اور جھیل کے کنارے کا انتخاب کیا۔

لڑکیاں نیچے اتر گئیں۔ وہ پوری طرح تفریح پر آمادہ تھیں اور ان کا چنچل پن مجھے بھی بہت پسند تھا جو لڑکی لاکر کے ساتھ بیٹھی تھی وہ شاید لاکر کی پہلے سے دوست تھی کیونکہ اس نے لاکر کا ساتھ پسند کیا تھا۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں جناب۔" لاکر معذرت آمیز انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"میں ٹوریسا کے ساتھ ـــــــ لیکن اگر آپ کی اجازت ہو تو!"

"لو۔ یقیناً لاکر تم اس سلسلے میں خود مختار ہو۔ اجازت کی کیا ضرورت ہے۔"

"برگیتا تم مسٹر برونیک کو کسی بات کا احساس نہیں ہونے دو گی۔" وہ ایک لڑکی سے بولا۔

"یہ بھی کہنے کی بات ہے لاکر۔" برگیتا نے کہا۔ اور پھر اس نے میرے بازو میں بازو ڈال دیا۔

دوسری لڑکی سوریشا بھی آگے بڑھ گئی ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ برگیتا کے اس التفات سے اس کے چہرے کے تاثرات زیادہ خوشگوار نہیں رہے تھے۔ تاہم وہ کوشش کر رہی تھی کہ ہمیں اس بات کا احساس نہ ہونے پائے۔ ہم کیمپ میں آوارہ گردی کرنے لگے۔ مجھے سردارے کی تلاش تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرے لیے پریشان ہوگا اور اس وقت اس کی تفریحات محدود ہو گئی ہوں گی۔"

"مسٹر برونیک" راستے میں برگیتا نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آپ بہت خاموش ہیں۔"

"ایسی بات تو نہیں ہے۔"

"کچھ سوچ رہے ہیں؟"

"ہاں!"

"ہمیں اس سوچ میں شریک نہیں کریں گے؟"

"اوہ ضرور مس برگیتا۔ بلکہ ممکن ہے آپ میری مدد بھی کر سکیں۔"

"دل و جان سے۔" برگیتا نے کہا۔

"میں نے ایک طویل عرصہ آوارہ گردوں کے ساتھ گزارا ہے اور ان کی بری عادتیں، میرے اندر بھی سرایت کر گئی ہیں۔"

"بری عادت سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"مثلاً چرس نوشی!" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرا خیال اس سے مختلف ہے مسٹر برونیک!" برگیتا بولی۔

"یعنی؟" میں نے پوچھا۔

"عادت۔ انسانی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں کسی ایسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جس کا تعلق ہمارے ذہن کے کسی گوشے سے نہ ہو اور جن چیزوں کا تعلق ہمارے ذہن کے گوشوں سے ہوتا ہے ہم انہیں نظر انداز کر کے خود کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں لیکن جس وقت بھی وہ ہمارے ذہن میں ابھر آئیں ہم انہیں اپنا لیتے ہیں۔"

"خوب۔ اچھا نظریہ ہے آپ کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات تو بتائیں۔"

"ضرور۔" برگیتا بولی۔

"کیا آپ لوگ بھی شغل کر لیتی ہیں؟"

"اعتراف نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"گویا؟"

"ہاں۔ سوریشا تو ہر رات انجکشن ضرور لیتی ہے۔"

"چرس وغیرہ؟"

"سب کچھ!"

"واہ۔ تب تو بے حد خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ لیکن آپ مال کہاں سے حاصل کرتی ہیں"

"شہر میں بھی چھوٹے چھوٹے بہت سے سٹور ہیں۔ ہمارا ایک ملازم خود بھی عادی ہے۔ وہی ہمارے لیے لے آتا ہے۔ لیکن یہ تو کیمپ ہی آوارہ گردوں کا ہے۔ یہاں تو آسانی سے سب کچھ مل جاتا ہے۔"

"ہاں میں اس لیے اس طرف آیا ہوں۔"

"آئیے کسی سے معلوم کریں۔" برگیتا بولی۔

"تھوڑی دیر رک جائیں۔ میں اپنے ایک دوست کو تلاش کر رہا ہوں۔ اگر وہ مل جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے گدھا ابھی تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر ہم مختلف جگہوں پر گھومتے پھرے۔ میری بے چین نگاہیں سردارے کو تلاش کرتی رہیں اور پھر ایک جگہ سردارے نظر آ گیا۔ لیکن عجیب حال میں۔ وہ زمین پر کپڑا بچھائے بیٹھا تھا اور کپڑے پر چند سکے پڑے ہوئے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کی دوست بھکاری لڑکی بڑے درد بھرے انداز میں لوگوں سے بھیک مانگ رہی تھی۔ وہ اپنے معذور ساتھی کے بارے میں بتا رہی تھی۔

مجھے سخت غصہ آ گیا۔ اس گدھے نے ذلالت کی انتہا کر دی تھی۔ برگیتا اور سوریشا نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ اب پریشانی یہ تھی کہ ان لوگوں کے سامنے میں اسے کیسے مخاطب کروں۔ جب کہ مجھے اس سے کام بھی لینا تھا۔ صرف چند لمحات میں نے سوچا اور پھر ایک فیصلہ کر لیا۔

"مس برگیتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی مسٹر برونیک؟" وہ جلدی سے بولی۔

"میں نے اس بدمعاش کو دیکھ لیا ہے۔"

"کون بدمعاش؟"

"میرا دوست، میرا ساتھی۔"

"اوہ جسے آپ تلاش کر رہے تھے۔"

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"بھیک مانگ رہا ہے۔ ذلیل کہیں کا۔"

"ارے وہ بھکاری جس کے سامنے سکے پڑے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر جواب دیا۔

"اوہ۔ معذور ہے بے چارہ!" سوریشا نے افسوس سے کہا۔

"جی نہیں مس سوریشا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ وہ بہت بڑا مکار ہے۔"

"لیکن اس کی آنکھیں۔ وہ اندھا ہے۔"

"ہزار آنکھیں رکھتا ہے بدبخت۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "ابھی ٹھیک کرتا ہوں اس کی آنکھیں۔" میں نے ان دونوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور سردارے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی نے میرا لباس وغیرہ دیکھا اور میری طرف لپکی۔

"ہم بڑے غم نصیب ہیں جناب۔ براہ کرم ہماری مدد کریں۔" وہ بولی۔

"تمہارا ساتھی ہے وہ؟"

"ہاں۔ اندھا ہے۔ بے چارہ۔ ایک حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ ورنہ چند روز پہلے وہ بھی دنیا کو
تھا۔ آہ بڑا بدل ہے دنیا سے۔ لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں اس کی آنکھو
علاج ضرور کراؤں گی۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اوہو۔ کیا حادثہ پیش آ گیا تھا بے چارے کو؟"

"بس جناب، غم کی بات ہے کیا کریں گے سن کر ہو سکے تو ہماری کچھ مدد کر دیجئے۔"

"یقیناً مس۔ لیکن میں اس سے ذرا گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بے حد اداس ہے۔ براہ کرم اسے آپ اس موضوع پر نہ چھیڑیں۔"

"ہاں۔ مجھے معذور انسانوں سے بڑی ہمدردی ہے، میں یقیناً اس کے علاج کے پورے اخراجا
برداشت کروں گا۔ بس ذرا تھوڑی سی گفتگو کر لوں اس سے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر سردارے
پاس پہنچ گیا۔

"اے اداس انسان مجھے تجھ سے بے حد ہمدردی ہے۔" میں نے آواز بدل کر کہا۔

"جو کچھ کہنا ہے اس سے کہو۔" سردارے نے جواب دیا۔

"میں تمہاری آنکھوں کی بینائی واپس لانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں دیکھنی یہ دنیا مجھے، نہیں چاہئے یہ بینائی مجھے، بس تم چلے جاؤ۔"

"اوہو کوئی خاص واقعہ ہے؟"

"ہو گا۔ اگر تمہیں کچھ مدد کرنا ہے تو کرو۔ ورنہ اپنا راستہ لو۔" سردارے نے چڑچڑے پن
جواب دیا۔ درحقیقت وہ کافی حد تک پریشان نظر آتا تھا۔

"میں ایک عجیب و غریب ڈاکٹر ہوں۔" میں نے کہا۔ "اگر میں چاہوں تو چند ساعت میں تمہا
بینائی واپس آ سکتی ہے۔"

"اچھا۔" سردارے نے میری جانب دیکھا "اس سے قبل وہ نابینا ہونے کا اظہار کر رہا تھا۔ آنکھی
کھلی ہوئی تھیں، لیکن یوں لگتا تھا جیسے ان میں روشنی نہ ہو، لیکن اب اس کے دیکھنے کے انداز میں تبد
پیدا ہو گئی تھی۔

"بہرحال میک اپ ہونے کی وجہ سے وہ مجھے پہچان نہیں سکا تھا۔

"کیا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جاؤ بابا کیوں پریشان کرتے ہو؟" سردارے نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"پریشان۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "میرا دل چاہ رہا ہے تیری کھال ادھیڑ دوں۔ سردارے
بچے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور سردارے اچھل پڑا۔ اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا
پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی لکیر کھنچ گئی۔

"ہاں۔ تو تم سب کچھ کر سکتے ہو؟"

"یہ کیا کمینہ پن ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری ہدایات کے مطابق" سردارے شانے اچکا کر بولا۔

"لیکن اس حد تک؟"

"انسان کی کوئی حد نہیں ہوتی۔" سردارے فلسفیانہ انداز میں بولا۔

"اور ہاں جوتے کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ابھی اگر تم کہو تو میں ان سب کے سامنے تمہارا بھانڈا
پھوڑ دوں۔ یہ سب تمہیں مل کر اتنا ماریں گے کہ اتنا ماریں گے کہ تمہارا دماغ درست ہو جائے گا۔"

"لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے استاد؟"

"ضرورت تو میں تمہیں اچھی طرح بتا دوں گا لیکن فی الحال اس سے تو پیچھا چھڑا۔"

"کس سے بھکارن سے؟"

"اور کیا؟"

"ہائے استاد۔ میں تو اسے زندگی بھر کا ساتھی بنا چکا ہوں۔ ہم دونوں نے عہد کیا ہے کہ ساری زندگی
ایک ساتھ بھیک مانگیں گے۔"

"تو میں جاؤں؟"

"ارے نہیں استاد۔ اب یہ دھندا اتنا برا بھی نہیں کہ میں تمہیں ایک وقت کا کھانا نہ کھلا سکوں۔"
سردارے نے کہا اور میں خونخوار انداز میں اسے گھورنے لگا۔

"اٹھ جا۔ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"مگر اسے بھی ساتھ لو گے استاد؟"

"سردارے میں تیری قسم تیرا دماغ درست کر دوں گا۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"مم، مگر استاد اس وقت میں اس سے پیچھا کیسے چھڑاؤں؟"

"مجھ سے پوچھ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں تم تو ظالم آسمان بن کر آتے ہی ہو۔ اچھا کوشش کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ بے حد وفادار ہے۔ سچ
مچ اس نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر تو اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے تو میں چلتا ہوں۔"

"نہیں استاد تمہارے بغیر زندگی کا تصور ہی بے کار ہو جاتا ہے۔"

"بس اب جلدی کرو۔ زیادہ وقت نہیں ہے میرے پاس۔"

"چند باتیں تو بتا دو استاد۔" سردارے بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔ "یہ ٹھاٹ باٹ یہ تبدیلی۔
واقعی میں تو تمہیں نہیں پہچان سکا تھا۔" اس نے میرا بھرپور جائزہ لے کر کہا۔ "اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔"
میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور سردارے ایک طویل کراہ لے کر اٹھ گیا۔ پھر وہ بھکارن کے نزدیک پہنچ گیا۔

"بھکارن چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اور پھر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "ارے ارے کیا کر
رہے ہو۔ وہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں جو تمہیں اندھا سمجھ کر کچھ دے چکے ہیں۔"

"مجھے اب ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" سردارے بولا۔

"لک کیوں؟"

"اچانک میری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔ اچھی لڑکی کیا تم مجھے اپنے
بارے میں بتاؤ گی؟" سردارے بولا۔

"یہ کک کیا مذاق ہے؟" لڑکی بوکھلا کر بولی۔

"تو تم مجھے نہیں پہچانتیں۔ شاید مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔" سردارے نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا بکواس ہے۔ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے مسٹر جیک۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"جیک نہیں مس، میرا نام پیٹر سیلی ہے۔ سوری آپ جیک کو تلاش کریں۔" سردارے نے کہا سے ہاتھ چھڑا کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ لڑکی پھر اس کی طرف لپکی۔ لیکن سردارے نے دوڑ لگا اور ظاہر ہے لڑکی اسے پکڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ رک گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مجھے اس سے دلی ہمدردی کا احساس ہوا تھا۔ لیکن اب احساسات کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔ میری میں۔ میں اس کے قریب پہنچا۔

"کیا ہو گیا تمہارے ساتھی کو؟"

"پتہ پتہ نہیں جناب۔ تھوڑی دیر پہلے وہ ٹھیک تھا۔" وہ روہانسی آواز میں بولی۔ اور میں نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ اور پھر اس کا شانہ تھپتھپا کر آگے بڑھ گیا۔ برگیتا او سوریشا منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔

"اب کیا کریں مسٹر برونیک؟"

"سب ٹھیک ہو گیا۔ آئیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن وہ تو بھاگ گیا۔" سوریشا بولی۔

"آ جائے گا۔ بھاگا ہی اس لیے ہے۔"

"اور اس نے اپنی ساتھی کو چھوڑ دیا؟"

"شاید پوری دنیا میں میرے علاوہ اس کا کوئی اور ساتھی بھی نہیں ہے۔" میں نے بدستور آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر کافی دور نکل آئے۔ سردارے آس پاس نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس نے ہم پر ضرور نگاہ رکھی ہو گی اور یقیناً وہ ہمارے پاس خود پہنچ جائے گا۔ یہی ہوا۔ اس وقت ہم کچھ خیموں کے نزدیک سے گزر رہے تھے کہ سردارے ایک خیمے کے پیچھے سے نکل کر میرے سامنے آ گیا۔

"ہیلو۔ شریف انسانو۔" اس نے کہا۔

"ہیلو۔ کیا تمہاری یادداشت واپس آ گئی ہے؟" میں نے اسے آنکھیں مارتے ہوئے کہا۔

"اس حد تک ضرور کہ میں تمہاری صورت پہچان سکوں۔ البتہ یہ خوبصورت لڑکیاں۔ انہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"میرا نام برونیک ہے اور یہ برگیتا اور سوریشا ہیں۔"

"ارے ارے۔ اب میری یادداشت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ میں تمہیں نہ پہچان سکوں مسٹر برونیک۔ لیکن یہ لڑکیاں؟"

"یہ تمہارے لیے اجنبی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ یہ بات کہو نہ مسٹر برونیک۔ بھلا جارج کے لیے دنیا کی کوئی لڑکی اجنبی ہو سکتی ہے؟" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"لیکن یہ آپ کیا کہہ رہے تھے مسٹر؟" سوریشا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں زندگی کو مختلف رنگوں میں دیکھنے کا عادی ہوں تجربات زندگی کا سب سے دلچسپ مشغلہ ہوتے ہیں۔ میں اس لڑکی کے لیے معقول کمیشن پر بھیک مانگ رہا تھا۔"

"اوہ۔" برگیتا ہنس پڑی۔

"بہت دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں مسٹر جارج۔" سوریشا بولی۔

"ہاں۔ میرا گہرا دوست ہے۔ آئیے کسی ریستوران میں بیٹھیں مس برگیتا۔" میں نے کہا اور وہ تیار ہو گئیں۔ پھر ہم اس کیمپ کے ایک ریستوران میں جا بیٹھے۔ لاکر اور اس کی دوست کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ریستوران میں کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد میں نے ان دونوں لڑکیوں سے معذرت کی۔ آپ اگر مجھے چند ساعت کی اجازت دیں تو میں اپنا کام کر لوں!"

"اوہ۔ ضرور۔" برگیتا بولی۔

"آؤ جارج۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"ضرور مسٹر برونیک۔" سردارے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میرے ساتھ وہاں سے دور ایک میز پر آ بیٹھا۔

"اب سناؤ بد معاش انسان۔"

"میری ہمت۔ میری مجال کہ آپ کو کچھ سناؤں۔ میں ایک بھکاری اور آپ۔" سردارے جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے مرچیں کیوں چبا رہے ہو؟"

"کہاں چلے گئے تھے؟"

"تمہیں بتا کر گیا تھا۔"

"لیکن اتنا وقت آپ کو میری پریشانیوں کا احساس نہیں ہو سکتا۔"

"احساس کیوں نہیں تھا میری جان۔ پورا پورا احساس تھا لیکن حالات نے اجازت نہیں دی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں! میں دیکھ رہا ہوں، حالات واقعی کافی خوبصورت ہیں۔" سردارے نے طنزیہ انداز میں لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا فضول بکواس سے پرہیز کرو اور کام کی باتیں سنو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے استاد، میرے لیے کام، کام ہی کام اور تمہارے لیے خوبصورت لڑکیاں۔"

"سردارے باز آ جاؤ۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ایک شرط پر، ان میں سے ایک میری۔" سردارے بولا۔

"دونوں تیری۔ میرے پاس بہت ہیں۔"

"جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں۔" سردارے ناک پھلا کر بولا۔ "کام کیا ہے؟"

"لڑکیوں سے بے تکلف ہو جاؤ اور پھر تھوڑی دیر کے لیے ان سے نجات دلا دو۔"

"یعنی کہاں لے جاؤں۔" سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔

"ہاں، تم انہیں لے کر جہنم رسید ہو جاؤ۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ابھی جاتا ہوں استاد۔ تم بے فکر رہو۔ سیدھا جہنم میں جاؤں گا۔"

"اس کے سوا تمہارا کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔ لیکن تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور اس سے پہلے ا[یک] اور کام کر دو۔"

"حکم۔ حکم استاد؟" سردارے لڑکیوں کو دیکھ کر ساری رنجش بھول گیا تھا۔

"یہ پیسے لے جاؤ اور تھوڑی سی چرس لے آؤ۔ تمام اہتمام ہونے چاہئیں۔"

"چرسی ہیں سالیاں؟" سردارے نے پوچھا۔

"وہ نہیں۔ میں ہوں۔"

"سبحان اللہ استاد' اچھا شوق ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے جیب سے ا[یک] نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے اور سردارے پلٹ پڑا۔ "ویسے گولڈ مین کے بارے میں کوئی اطلا[ع] نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد' خاموش ہے بالکل۔"

"ان لوگوں کو مال کہاں کہاں سے مل رہا ہے؟"

"چھوٹے چھوٹے بہت سے تاجر پیدا ہو گئے ہیں اور دونوں اڈوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے فا[ئدہ] فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"گڈ۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے چلا گیا۔ میں واپس لڑکیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ دونوں [مجھے] دیکھ کر مسکرائی تھیں اور میں ان کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ "کہاں بھیج دیا مسٹر جارج کو؟"

"میرا کام کرنے گیا ہے۔"

"ویسے بے حد دلچسپ انسان ہیں۔"

"ہاں۔ اور بڑا اچھا دوست بھی۔" میں نے ویٹر کو بلا کر ایک مشروب منگوایا اور پھر ہم۔ اس [وقت] تک مشروب ختم نہیں کر پائے تھے کہ سردارے واپس آ گیا۔ اس نے چرس اور سگریٹ میری طرف [بڑھا]دیں اور میں نے انہیں لے کر جیب میں ڈال لیا۔ سردارے کے لیے بھی ہم نے مشروب منگوایا تھا۔ [اس] دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔

"آوارہ گردوں کی ٹولیاں جب مست ہو جاتی ہیں تو بڑے انوکھے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔" سردارے بولا "کیا آپ نے یہ مناظر دیکھے ہیں معزز خواتین؟" اس نے لڑکیوں سے پوچھا۔

"بہت کم۔"

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔ زیادہ دور نہ چلنا ہو گا۔"

"مسٹر پرونیک اگر اجازت دیں تو۔" برگیتا بولی۔

"ضرور' ضرور تم انہیں لے کر چلو جارج میں آتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے فوراً کھڑا ہو گیا۔ لڑکیاں بھی بادل نخواستہ کھڑی ہو گئیں تھیں اور پھر سردارے ان کے ساتھ ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا۔ میں نے گہری سانس لی تھی۔ پھر بل ادا کر کے میں باہر نکل آیا اور اب مجھے لاکر کی تلاش [تھی]۔ فرض شناس لاکر کار کے قریب ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیر کی طرح میرے پاس آیا تھا۔ پھر وہ سر جھکا کر بولا۔

"کیا حکم ہے جناب؟"

"ابھی کچھ دیر یہاں رکیں گے۔ میرا خیال ہے تمہاری دوست بھی ابھی جانا نہیں چاہتی ہو گی۔"

"اوہ۔ اس کی کوئی بات نہیں ہے جناب۔ اگر آپ کا حکم ہو تو؟" لاکر نے نیازمندی سے کہا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے' تم کار کی چابی مجھے دے دو۔" میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور لاکر کو کچھ سوچنے کا موقع نہ ملا۔ اس نے چابی میرے حوالے کر دی تھی۔ تب میں نے کار سٹارٹ کی اور اسے ایک لمبا چکر دے کر اس خیمے تک پہنچ گیا۔ جہاں زمین میں کرنسی موجود تھی۔ کار میں نے خیمے کی پشت پر کھڑی کی اور اس کی ڈگی کھول دی۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ اس لیے اندھیرا بھی تھا۔ پھر میں نے ایک لمبے چاقو سے خیمے کی پشت پر ایک لمبا شگاف بنایا اور اندر داخل ہو گیا۔ خیمہ تاریک تھا۔ لیکن مجھے وہ جگہ معلوم تھی جہاں کرنسی کے تھیلے دفن تھے۔ بڑی جانفشانی سے میں نے انہیں کھود نکالا اور پھر دونوں تھیلے کار کی ڈگی میں منتقل کر دیئے۔ ڈگی لاک کر کے میں پھر سٹیرنگ پر آ بیٹھا اور کار واپس اپنی جگہ لے گیا جہاں لاکر اور اس کی محبوبہ رازونیاز کر رہے تھے۔

"کیا خیال ہے مسٹر لاکر واپس چلیں؟"

"میں تو آپ کے احکامات کا پابند ہوں جناب۔ جو حکم۔" لاکر نے جواب دیا اور میں نے چابی اس کے حوالے کر دی۔ سردارے اور لڑکیوں کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی تھی۔ ہم سب واپس کار میں آ بیٹھے اور کار چل پڑی۔ پھر اس جگہ پہنچے جہاں سے لڑکیوں کو ساتھ لیا تھا۔ لڑکیاں بہت خوش تھیں۔ لیکن جب وہ کار سے اتریں تو سردارے پریشان ہو گیا۔

"ہم لوگ یہاں نہیں اتریں گے کیا؟"

"جی نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"دھوکہ۔ زبردست اور سنگین دھوکہ۔" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور سردارے منہ پھلا کر بیٹھ گیا تھا۔ ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ سردارے نے اس عمارت کو بغور دیکھا تھا۔ لاکر نے گاڑی پورچ میں کھڑی کر دی۔ اور ہم نیچے اتر آئے۔

"تمہارا اب کیا پروگرام ہے لاکر؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں جناب۔"

"تب براہ کرم کار کی چابی مجھے دے دو۔"

"حاضر ہے۔" لاکر نے چابی میری طرف بڑھا دی اور پھر کسی قدر جھجکتے ہوئے بولا۔ "مسٹر جوزف کے لیے کوئی پیغام تو نہیں ہے؟"

"تم ان سے ملو گے؟"

"جی۔ جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف سے کہہ دینا کہ کل صبح ان سے معاملے کی بات ہو گی۔"

"بہت بہتر جناب۔" لاکر نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ تب میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے دھکیلتے ہوئے بولا۔ "چلو میری جان کیا یہ عمارت تمہیں پسند نہیں آئی؟"

"دھوکہ ہوا ہے استاد میرے ساتھ' بس خاموش رہنے دو۔"

"ازالہ کر دیا جائے گا میری جان' آگے تو بڑھو۔" میں نے کہا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا' پھر وہ

آگے بڑھ گیا۔ ابھی تو مجھے کافی کام کرنے تھے۔

☆ ☆ ☆

سردارے کو لے کر میں اپنے کمرے میں آگیا۔ سردارے کا موڈ اب کسی حد تک ٹھیک ہو گیا تھا' میرے کمرے کی ایک نشست پر بیٹھ کر اس نے طویل سانس لی اور بولا۔

"تمہاری پہنچ بڑی حیرت انگیز ہوتی ہے باس' یہ اعلیٰ درجے کی کار' خوبصورت کوٹھی' شاندار ڈرائیور اور پھر لڑکیاں۔ نجانے یہ سب کس طرح کر لیتے ہو؟"

"اس کے بارے میں پھر بات کریں گے سردارے' پہلے کام کی باتیں سنو۔" اور سردارے ہمہ تن گوش ہو گیا۔ "کار کی ڈکی میں کرنسی کے تھیلے موجود ہیں' انہیں خاموشی سے یہاں منتقل کرنا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "سمجھ گئے نا؟"

"کچھ نہیں سمجھا استاد!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"بھیجہ کام نہیں کر رہا تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسی کو غور سے سنو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

"تو پھر میں جاؤں استاد؟"

"ہاں۔ جاؤ دفعان ہو جاؤ۔" اور سردارے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ درحقیقت بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہو گی اور آ بھی نہیں سکتی تھی' ظاہر ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کرنسی کس طرح کار کی ڈکی میں منتقل ہو گئی' وہ تو یہی سمجھا تھا کہ میں کیمپ میں خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ صرف پکنک منانے گیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا میں نے کیا چکر چلایا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کرنسی کا تھیلا کندھے پر لادے ہوئے اندر آگیا اور تھیلے کو بے دردی سے زمین پر پٹخ دیا۔ میری طرف دیکھ کر منہ چڑھایا' اور باہر نکل گیا۔ اور دوسرا تھیلا بھی کمرے میں آگیا تھا۔

"گدھے آدمی باہر کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ استاد چاند آہستہ آہستہ نکل رہا ہے' ستارے اس کے استقبال کے لئے تیار ہیں' ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں' موسم ایسا نہیں ہے کہ ہم یہ رات تنہا گذاریں۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"تب پھر کسی درخت پر چڑھ جاؤ اور کسی الو کو اپنا جلیس بنالو' وہ بھی رات بھر جاگتا رہتا ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے استاد' لیکن شرط یہ ہے کہ الو بھی مادہ ہو۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ تلاش کر لینا' وہ بھی مل جائے گی۔"

"یہاں کوئی نہیں مل سکتی استاد! اب میں درختوں پر کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔"

"اچھا بکواس بند کرو' کام کی باتیں کرو۔"

"اف۔ استاد بھلا اس حسین رات میں کام کی بات بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں ہو سکتی ہے' اور اگر ذہن اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو دس جوتے گن کر کھوپڑی پر لگالو' یقیناً کے آدمی بن جاؤ گے۔"

"تم جیسے ڈکیٹر سے اس بات کے علاوہ اور کیا سنا جا سکتا ہے۔"

"میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔"

"کیا پوچھا تھا؟"

"باہر کی پوزیشن۔"

"خدا قسم میں نے سچ سچ بتا دیا تھا۔"

"سردارے! میں دماغ درست کر دوں گا۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"مشکل ہے استاد! یہ کام تو کوئی خوبصورت لڑکی ہی کر سکتی ہے۔"

"سردارے میں کہتا ہوں بکواس بند کرو اور سنجیدگی سے بات کرو۔"

"آل رائٹ باس! اب میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

"باہر تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔"

"نہیں استاد باہر تو الو بول رہے تھے' میرا مطلب ہے سچ مچ کے الو نہیں' بلکہ صرف محاورے کے الو۔"

"گویا کوئی نہیں تھا؟"

"قطعی نہیں' کوئی نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے سردارے' اب کچھ کام کی باتیں سنو۔"

"ارشاد' ارشاد۔"

"میں کیمپ سے رخصت ہو کر جس وقت واپس شہر شاک ہوم سے آیا تو میری ملاقات جولی سے ہو گئی' جولی وہی لڑکی تھی جو کیمپ میں مجھے ملی تھی۔ ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہے بس غلط راستوں پر بھٹک گئی' بہرحال اس کا یہاں ایک چچا رہتا ہے' شاک ہوم کا بہت بڑا آدمی ہے اور اسی حد تک شاطر بھی۔ اتفاق ہی تھا کہ میں نے اس کا ایک فون سن لیا' جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ مشتبہ قسم کے کام بھی کرتا ہے' بہرحال میں نے اس شخص کو تاڑ لیا اور پھر اس بدلی ہوئی شکل میں اس سے ملا' ملاقات کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ تو واقعی کام کا آدمی ہے' ایک مخصوص کمیشن پر اس سے کرنسی منتقل کرنے کی بات ہو گئی۔ میں نے بہت اچھی شرائط پر اس سے معاملات طے کر لئے گویا ہم ایک ایک شہر کے لئے تھوڑی تھوڑی کرنسی اسے دیں گے' اور جس ملک کے لئے اسے بتائیں گے' وہ کرنسی منتقل کر کے وہاں کے کاغذات ہمارے حوالے کر دے گا' کام میں کوئی رسک نہیں ہے' اس کے ساتھ ہی اس نے دوسرے کاموں کا بھی وعدہ کیا ہے' مثلاً ہمیں یہاں سے باہر نکلنے میں بھی مدد دے گا اور یہ مکان بھی اسی نے فراہم کیا ہے' میرا خیال ہے سردارے سودا برا نہیں ہے' کام آسانی سے ہو جائے گا اور زیادہ دقتیں بھی پیش نہیں آئیں گی۔"

"نہایت عمدہ بات ہے استاد گویا اس نے ساری سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کہا ہے۔"

"ہاں۔"

"ساری ـــــــ میرا مطلب ہے ساری؟"

"اتر آئے بد تمیزی پر۔"

"سوری استاد' واپس چلا جاتا ہوں۔" سردارے سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے سوچا اب کرنسی کیمپ میں کیوں چھوڑی جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد! لیکن اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس کل صبح ایک مخصوص حصہ جوزف کے حوالے کر دیا جائے گا اور پھر انتظار کریں گے' کرنسی ہمیں اس انداز میں یہاں پوشیدہ کرنا ہو گی کہ کسی کو اندازہ بھی نہ ہو سکے۔ حفظ ماتقدم کے طور ضروری ہے کہ جوزف کو پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ ساری کرنسی یہاں ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے' لیکن کیا ایسی کوئی جگہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں میں نے اس کا جائزہ لے لیا تھا۔"

"ویری گڈ استاد! تمہارا کونسا کام کچا ہوتا ہے؟" سردارے نے شانے ہلاتے ہوئے کہا' اور میں سوچنے لگا' پھر میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے اب کام شروع ہو جانا چاہئے۔" میں نے سردارے سے کہا' سردارے خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا' میں نے آگے بڑھ کر کرنسی کا ایک تھیلا کھولا اور اس میں سے نوٹوں کی کافی مقدار نکال کرلی۔ نوٹوں کا اچھا خاصا ڈھیر ایک طرف جمع کرنے کے بعد میں نے کرنسی کے تھیلے کو اسی طرح بند کر دیا' پھر سردارے کو اشارہ کیا' سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہ گڈیاں سامنے والی الماری میں لگا دو۔" میں نے سردارے سے کہا اور وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ نوٹوں کی جو گڈیاں میں نے نکالی تھیں۔ وہ الماری میں رکھ دی گئیں اور پھر الماری کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ درحقیقت کرنسی کے تھیلے چھپانے کے لئے میں نے ایک مناسب جگہ کا بندوبست کر لیا تھا۔ یہ جگہ اس عمارت کے پائیں باغ میں ایک پرانے درخت کا کھوکھلا تنا تھا۔ میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ عمارت کے اس حصہ پر کوئی توجہ نہیں دیتا' درخت کے کھوکھلے تنے کو میں نے اندر سے اچھی طرح دیکھ لیا تھا' صاف ستھرا تھا اور ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کیا جا سکتا۔

گویا کرنسی کے تھیلے چھپانے کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی' چنانچہ ان تھیلوں کو وہاں لے جانا تھا اور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ جیسا کہ سردارے نے بتایا تھا کہ باہر کوئی موجود نہیں اور اس سناٹے میں ہم ان تھیلوں کو باآسانی منتقل کر سکتے ہیں۔

چنانچہ اس وقت کسی تکلف کی ضرورت تو تھی نہیں۔ میں نے ایک تھیلا سردارے کے کاندھے پر لادا اور دوسرا تھیلا میں نے خود اٹھایا اور سردارے کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم پائیں باغ میں تھے۔

"کونسی جگہ ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"اپنی ذہانت کا امتحان دو۔" میں مسکرایا۔

"استاد! امتحان کا بھی تو کوئی وقت ہوتا ہے' اس وقت تو میں صرف اپنے صبر کا امتحان دے رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بھی پوچھو گے استاد' لڑکیوں کا جھرمٹ چھوڑ آیا ہوں۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"فضول باتوں کے علاوہ تم نے کبھی کام کی بات نہیں سوچی سردارے۔ آؤ میرے ساتھ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے درخت کے تنے کے قریب لے گیا اور پھر میں نے اپنا تھیلا درخت کے اس کھوکھلے تنے میں ڈال دیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" سردارے چونک کر بولا۔

"کیوں؟" میں نے گہری نگاہوں سے سردارے کو دیکھا۔

"ارے کیا پتہ استاد' اس کی جڑ کتنی گہرائی میں ہے' ممکن ہے درخت کی جڑ کھوکھلی ہی ہو اور تھیلے ایسے غائب ہوں کہ پھر ہمیں نہ مل سکیں۔" سردارے نے کہا۔

"جی نہیں۔ میرے ذہن پر ہر وقت لڑکیاں سوار نہیں ہوتیں۔ چنانچہ جو کام کرتا ہوں سوچ سمجھ کر کرتا ہوں اور جس کے بارے میں تم ہمیشہ کہتے ہو کہ میرا کوئی کام کچا نہیں ہوتا' میرے کام صرف اس لئے کچے نہیں ہوتے سردارے کہ پکی پکی لڑکیاں میرے سر پر سوار نہیں ہوتیں' کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا استاد' سب کچھ سمجھ گیا۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا اور پھر میں نے اس کا تھیلا بھی اٹھا کر درخت کے تنے میں ڈال دیا۔

تنا اتنا کشادہ تھا اور میں نے اسے اندر سے اس طرح دیکھ لیا تھا کہ مجھے اس میں اندر داخل ہونے میں کوئی عار نہ ہوتا' البتہ سردارے نے مضطربانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا' لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔ جانتا تھا کہ مذاق اڑانے کے علاوہ کوئی بات نہیں ہو گی۔

درخت کے کھوکھلے تنے میں داخل ہو کر میں نے تھیلوں کو اس طرح پوشیدہ کر دیا کہ وہ نگاہوں میں نہ آ سکیں اور پھر مطمئن ہو کر وہاں سے نکل آیا۔

سردارے بدستور میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔

"استاد بات سمجھ میں نہیں آئی۔

"چلو——" میں نے اسے دھکیلا۔

"سچ کہہ رہا ہوں استاد! یہ دولت دنیا کی سب سے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔"

"ہاں ہوتی تو ہے۔" میں نے کمرے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"کیا تم سکون کی نیند سو سکو گے؟" سردارے نے پوچھا۔

"یقیناً کیوں؟"

"میرے خیال میں یہ تھیلے یہاں غیر محفوظ ہیں استاد۔"

"آخر کیوں؟"

"بس دیکھو نا کسی وقت بھی کوئی درخت کے کھوکھلے تنے میں داخل ہو سکتا ہے' یہاں تک کہ اگر اس گھر میں بچے ہوتے تو کھیلتے کھیلتے یہاں چھپ بھی سکتے تھے' ایسی شکل میں اگر کوئی ملازم ہی یہاں آ گیا' تو تھیلے تو اس کے لئے اجنبی چیز ہوں گے اور وہ انہیں کھول کر ضرور دیکھے گا اور جب وہ انہیں کھول کر دیکھے گا تو ظاہر ہے کہ وہ نوٹ ہوں گے اور پھر اس کی جو کیفیت ہو گی۔؟"

"اس کی کیا کیفیت ہو گی سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دولت دیکھ کر جو کیفیت ہو سکتی ہے استاد۔"

"تو پھر ہمیں اس سے کیا خطرہ' وہ تو وہیں مرجائے گی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آگئی' پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"تمہاری مرضی استاد' بس میں نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔"

"تو ایسے خیالات کا اظہار مت کیا کرو سردارے! دولت بے شک بہت بری چیز ہے' اور اگر یہ چیز ہمارے پاس سے چلی جائے تو اچھی بات تو ہو سکتی ہے' بری نہیں۔"

"او ہو' ہاں استاد! فلسفہ تو ٹھیک ہے تمہارا ابھی' مگر اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"اب تم بکو' کیا بکنا چاہتے ہو؟"

"بکوں تو سہی استاد! مگر میری بکواس پر غور کون کرے گا۔" سردارے نے کہا۔

"مانگ کیا مانگتا ہے؟" میں نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر کہا اور سردارے نے جلدی سے میرے پاؤں پکڑ لئے۔

"ایک لڑکی کا سوال ہے بابا' صرف ایک لڑکی کا۔"

"کھڑے ہو جاؤ بچہ!" میں نے درویشانہ انداز میں کہا اور سردارے عقیدت مندانہ انداز میں کھڑا ہو گیا' بڑا ہی مسخرا اور اداکار قسم کا آدمی تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے ذرا بھی غیر سنجیدگی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اس نے اپنی سب سے بڑی ضرورت میرے سامنے بیان کی ہو' اور اب اسے پورا کرانے کا خواہش مند ہو۔

"کیسی لڑکی درکار ہے؟"

"کیسی بھی ہو' بس سالم ہو اور یقینی طور پر لڑکی ہو۔" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"آدمی بنو۔" میں نے کہا۔ سردارے شاید ضرورت سے زیادہ ہی مسخرے پن کے موڈ میں تھا دوسرے لمحے وہ سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "کیا بدتمیزی ہے؟"

"آدمی بن گیا ہوں استاد۔" سردارے نے اسی طرح کھڑے کھڑے جواب دیا۔ "اور میرے خیال میں آدمی کی اس سے بہتر تشریح اور ممکن نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"آدمی کی پوزیشن اس سے مختلف ہے استاد' سیدھے کھڑے رہو تو کوئی گھاس نہیں ڈالے گا' اپنی اصلی شکل میں بے حقیقت ہے' الٹے کھڑے ہو جاؤ اور دنیا کو الٹا کردو' سب کچھ سیدھا ہو جائے گا۔"

"ابے فلسفی کے بچے' کمر پر ایک لات رسید کروں گا اور ساری دنیا سیدھی ہو جائے گی۔"

"ہاں ہاں استاد! ایک طریقہ یہ بھی ہے' لیکن اس کے لئے رسید کرنے والی لات چاہئے' جو ہر شخص کے پاس نہیں ہوتی' بہرحال تم نے کہا تھا تو میں آدمی بن گیا تھا' تمہیں اس قسم کے آدمی پسند نہیں تو کوئی بات نہیں' جیسا تم کہو۔" سردارے پھر سیدھا ہو گیا۔

"میرا مطلب ہے حلیہ بدل لو۔"

"کیسے بدل لوں استاد' رکھا کیا ہے اپنے پاس۔"

"الماری میں کپڑے اور میک اپ کا سامان موجود ہے۔"

"اوہ۔ میک اپ بھی؟"

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔"

"لیکن استاد جس طرح میں آیا تھا' میرا مطلب ہے کم از کم ڈرائیور.....؟"

"کوئی بات نہیں چل جائے گا' ڈرائیور کے علاوہ تمہیں کسی اور نے نہیں دیکھا ہے' کوئی خاص تبدیلی نہیں کرنا چہرے میں' بس باریک سی مونچھیں اور ناک میں تھوڑی سی تبدیلی کافی ہو گی۔"

"گلفام بن جاؤں گا باس۔" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا' دوسرے لمحے سردارے الماری کی طرف دوڑ گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ باتھ روم میں گیا اور نکلا تو خاصا خوبصورت نظر آرہا تھا...... اٹھلاتا اور اتراتا میرے سامنے پہنچ گیا۔

"کیسا لگ رہا ہوں استاد؟" اس نے مٹکتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل گدھے۔"

"ہائے استاد' سنا ہے لڑکیاں گدھوں کو بہت پسند کرتی ہیں۔" اس نے بے غیرتی سے کہا' اور میں نے اس کی پیٹھ پر ایک دھول رسید کی اور باہر نکل آیا۔ میرا رخ لڑکیوں کے کمرے کی طرف تھا۔ راستے میں ملازم کو روک کر میں نے ان کے بارے میں پوچھا۔

"میں بلا کر لاؤں جناب!"

"گارجیا کو بلاؤ' میں یہیں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ پھر گارجیا بھی شاید دوڑتی ہوئی ہی آئی تھی۔

"اوہ۔ مسٹر برونک! آپ نے طلب کیا؟" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہاں گارجیا' ناراض ہو گیا؟"

"نہیں جناب' آپ کو یہ احساس کیسے ہوا؟"

"کافی دیر ہو گئی ہمیں آئے ہوئے' تم نے توجہ نہیں دی۔"

"معافی چاہتی ہوں جناب! میں نے سوچا کہیں آپ مصروف نہ ہوں' اس لئے ڈسٹرب نہیں کیا۔"

"تمہارے قرب سے بڑی مصروفیت اور کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے لگاوٹ سے کہا۔

"اوہ——— تھینک یو' فرمائیے کیا حکم ہے؟"

"بس تمہیں نہیں دیکھا تھا' میں نے سوچا ملاقات کی جائے۔"

"حاضر ہوں جناب!"

"ویلسنا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے' کیا میں اسے بھیجوں؟"

"اوہ' نہیں ڈارلنگ! مجھے تمہارے سوا اور کون پسند آسکتا ہے' لیکن وہ میرا ساتھی' اگر ویلسنا اس کی دوستی قبول کرے تو....."

"اس کی مجال' جو اس سے انکار کرے' میں ابھی اسے بلا کر لاتی ہوں۔" گارجیا نے کہا۔

"شکریہ! میرے کمرے میں لے آؤ۔" میں نے کہا اور گارجیا تیزی سے چلی گئی' میں واپس اپنے کمرے میں آگیا' سردارے مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے میرے عقب میں دیکھا اور پھر اس کی

آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔

"کام نہیں ہو سکا استاد؟" اس نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

"ہاں یار' کل تو یہاں دو لڑکیاں تھیں اور خوب تھیں' لیکن آج نجانے کہاں چلی گئیں' دونوں میں سے ایک بھی نظر نہیں آ رہی۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور سردارے کا چہرہ لٹک گیا' وہ ایک لمبی سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"شکل بگاڑ لوں استاد؟"

"نہیں' یوں ہی رہو' آج نہیں تو کل کام بن جائے گا۔"

"ہائے استاد! کل کس نے دیکھی ہے۔" سردارے نے غمگین لہجے میں کہا' اور پھر اچھل پڑا' کیونکہ دروازے میں گارجیا کا رنگین لباس نظر آیا تھا۔ پھر دونوں لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں اور سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"استاد! دو دو۔" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور میں نے جھٹکے سے اس سے بازو چھڑا لیا۔ گارجیا اور ویلسنا مسکراتی ہوئی ہمارے نزدیک پہنچ گئیں۔

"ہیلو مسٹر برونگ۔" ویلسنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ویلی! ان سے ملو' میرے دوست ڈماسٹر! اور مسٹر ڈماسٹر یہ ویلی ہے۔"

"اوہ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر' سردارے نے لپک کر ویلسنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا' اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں اس کا نام آلو بخارا بھی بتاتا تو اسے اس وقت اس پر اعتراض نہ ہوتا' لڑکی کے سامنے وہ سب کچھ بھول جاتا تھا۔ ویلسنا مسکرا رہی تھی۔

"آپ لوگ' کچھ کھائیں پئیں گے؟" میں نے جواب دیا اور ویلسنا مسکراتی ہوئی بولی:

آیئے مسٹر ڈماسٹر' میں آپ کو کوٹھی کے مختلف حصے دکھاؤں۔"

"ہاں ہاں ضرور' مجھے کوٹھی کے مختلف حصے دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔" سردارے جلدی سے بولا' ویلسنا کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ دونوں باہر نکل گئے تو گارجیا میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"خاصے دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں مسٹر ڈماسٹر' لیکن ان کا نام میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آیا ہو گا' تم فکر مت کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے گارجیا کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر ہی ملاقات ہوئی تھی' خوش نظر آ رہا تھا اور بالکل ہی ڈماسٹر لگ رہا تھا۔

"مجھے ایسی جگہ جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے باس' جہاں کم از کم دو خوبصورت لڑکیاں ہوں۔ اور مس ویلسنا تو بڑی ہی نیک خاتون ہیں' بس آپ انہیں گائے سمجھ لیں' ایک دم گائے۔" دانت نکالتے ہوئے بولا۔ لڑکیوں نے ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کیا تھا اور پھر ناشتہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ لاکر آ گیا' اس نے بڑے ادب سے ہمیں سلام کیا تھا۔

"آج کیا پروگرام ہے جناب؟"

"کچھ نہیں مسٹر لاکر' بس ذرا مسٹر جوزف کو پیغام دیں کہ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر جوزف نے کہا تھا کہ اگر آپ ان سے ملاقات کرنا چاہیں تو انہیں فون کر دیا جائے۔" لاکر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں فون کر دو۔" اور لاکر کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔

"مسٹر جوزف یہیں آ رہے ہیں جناب۔" اس نے اطلاع دی اور میں نے گردن ہلا دی' پھر ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر جوزف کا انتظار کرنے لگے۔ بہرحال اس حد تک عمدہ آدمی تھا کہ ہم پر خوب خرچ کر رہا تھا اور اس کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں تھی' ایک بار بھی اس نے نہیں سوچا تھا کہ کہیں ہم لوگ دھوکہ باز تو نہیں ہیں۔

اس وقت بھی وہ ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ سجائے ہمارے سامنے پہنچا اور بڑے تپاک سے ہم سے ملا۔

"ہیلو شریف آدمیو! تم لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں شکریہ مسٹر جوزف! ہم آپ کی مہمان نوازی کے دل سے قائل ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے نہیں' اب ایسا بھی کیا' پتہ نہیں یہ لوگ آپ کی صحیح طریقے سے آؤ بھگت بھی کر رہے ہیں نہیں؟"

"نہیں' سب ٹھیک ہے۔"

"میرے لائق کیا خدمت ہے؟" جوزف نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں مسٹر جوزف کہ اب کام شروع کر دیا جائے۔"

"جو آپ کا حکم جناب' جوزف تابعدار ہے۔ جوزف نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔"

"تب پھر ایک چھوٹا ماؤنٹ ناروے پہنچا دو۔"

"جو حکم۔" جوزف نے کہا اور میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے نے دس لاکھ ڈالر کے نوٹ جوزف کے سامنے ڈھیر کر دیئے اور جوزف کا حلق خشک ہونے لگا' کیونکہ میں نے اس خطیر رقم کو چھوٹا سا ماؤنٹ کہا تھا۔ جوزف بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا' اس کی آنکھوں سے دبی دبی خوشی کا اظہار بھی ہو رہا تھا' غالباً اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا بزنس بہت بڑا ہے' اور یقیناً اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

کرنسی نہایت احتیاط سے پیک کر لی گئی' اس کے بعد جوزف نے ہم سے تفصیلات لیں اور پھر تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا۔

"چلو بھئی اب جوزف کی ساری محبت اور ہمدردی ہمارے ساتھ ہو گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے استاد! محبت بھی کافی خوبصورت ہے اور ہمدردی بھی' اور اس ہمدردی نے تو مجھے بھی پسند کر لیا ہے' کہہ رہی تھی شام کو گھومنے کا پروگرام بنائیں گے۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "ویسے محبت کی کیا پوزیشن ہے استاد؟"

"میں تمہاری طرح ایک ہی آم پر نہیں ٹوٹ پڑتا کہ جب تک گٹھلی میں سے بھی رس نہ نکال لو پیچھا نہ چھوڑو' میری شام تو آج ایک دوسری جگہ ہی گذرے گی۔"

"ہائے استاد! تو کیا تم نے یہاں بھی بہت ساری محبتیں پال لی ہیں؟"
"میں نے کہا نا' میں تبدیلی کا قائل ہوں۔"
"ارے تو سردارے بھی تو تمہارا سایہ ہے استاد' وہ کہاں جائے گا؟"
"اور تمہاری ہمدردی کا کیا ہو گا؟"
"جہنم میں جائے ہمدردی' ظاہر ہے شاگرد استاد ہی کے تو نقش قدم پر چلے گا۔" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

یوں تو اس سے پہلے بھی لاکر اور اس عمارت کے رہنے والے تمام لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کر رہے تھے لیکن اب تو ان کی شخصیت ہی بدل گئی تھی' ہر شخص بچھا جا رہا تھا' جوزف نے کھانے کے بعد مجھے ٹیلی فون کیا اور بولا۔
"براہ کرم اس عمارت میں کسی قسم کا تکلف نہ کریں مسٹر برونک' لاکر صرف ایک ڈرائیور نہیں ہو گا' بلکہ آپ جو فرمائش چاہیں اس سے کر سکتے ہیں۔"
"آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ مسٹر جوزف' مجھے جس چیز کی ضرورت ہو گی میں تکلف نہیں کروں گا۔"

شام کو ہم لوگ تیار ہو گئے' اب چونکہ بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا اور پھر اتنے دن خاصی تنگی سے گذرے تھے' اس لئے اب خرچ کرنے کا موڈ بن گیا تھا۔ چنانچہ نوٹوں کا ایک بنڈل نکال کر آدھے سردارے کو دیئے اور آدھے اپنی جیب میں ٹھونس لئے اور پھر ہم لاکر کے ساتھ باہر نکل آئے۔ کار سڑکوں پر پھسلنے لگی۔ پچھلی شام ہم نے جن لڑکیوں کے ساتھ گذاری تھی۔ اس وقت انہیں صرف آلہ کار بنایا تھا اور جتنا وقت ان کے ساتھ گذارا تھا اس میں میں نے انہیں ایک عمدہ ساتھی پایا تھا۔ چونکہ اس وقت صورتحال دوسری تھی' مجھے کرنسی احتیاط کے ساتھ یہاں تک لانی تھی' اس لئے میں نے لڑکیوں پر توجہ نہیں دی تھی' لیکن اب میں ان کا قرب چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے لاکر سے کہا۔
"لاکر کیا تم اپنی دوست سے ملنا پسند نہیں کرو گے؟"
"میری دوست؟" لاکر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"میری مراد برگیتا وغیرہ سے ہے۔"
"اوہ' جناب وہ لڑکیاں آپ سے ملاقات کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں گی۔" لاکر نے مئودبانہ انداز میں کہا۔
"چلو' تو پھر آج ان سے ملاقات رہے۔"
"بہت بہتر۔" لاکر نے ہلکی سی گردن خم کی اور ونڈ اسکرین کی دوسری جانب دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار اسی عمارت کے سامنے پہنچ گئی جہاں ہم نے کل برگیتا وغیرہ سے ملاقات کی تھی۔ خوبصورت عمارت تھی۔ پورچ میں سوریشا نظر آئی اور سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔
"ارے واہ استاد' یہ تو کل شام والی ہمدردی ہے' تمہاری محبت بھی یہیں رہتی ہو گی؟"
"فضول باتیں مت کرو۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔ سوریشا ہماری کار پہچان کر بڑے تپاک سے مسکراتی ہوئی کار کے قریب آ گئی تھی۔

"اوہ۔ مسٹر برونک آیئے آیئے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو سوریشا۔" سردارے بے اختیار آگے بڑھا اور سوریشا چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی سردارے کو اپنی حماقت کا احساس ہوا' اسے یاد نہیں تھا کہ پچھلی شام کسی اور حلیئے میں تھا' اس وقت شناسائی کا اظہار کھلی حماقت تھی۔ ظاہر ہے سوریشا اسے نہیں پہچان سکتی تھی' تاہم اس نے مسکراتے ہوئے سردارے کا بھی استقبال کیا۔
"یہ میرے بہت ہی اچھے دوست مسٹر ڈمباسٹر ہیں۔" میں نے سوریشا سے سردارے کا تعارف کرایا' سردارے اپنی حماقت پر کافی شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ اور اس کے چہرے پر ہلکا سا پھیکا پن دوڑ گیا تھا' لیکن میں نے ناراض ہوئے بغیر جس طرح بات سنبھال لی' اس سے وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا۔
"آپ کے دوسرے ساتھی کہاں گئے' جن سے کل شام ملاقات ہوئی تھی۔" سوریشا نے میرے ساتھ اندر چلتے ہوئے پوچھا۔
"اوہ۔ وہ کیمپ واپس چلا گیا۔"
"دلچسپ آدمی تھے۔"
"ہاں۔ لیکن مسٹر ڈمباسٹر سے مل کر بھی ناخوش نہیں ہو گی' یہ اس کے بڑے بھائی ہیں۔"
"اوہ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر جناب؟"
"مجھے بھی ہو چکی ہے' آپ کو ذرا دیر سے ہوئی۔" سردارے نے جواب دیا۔
"برگیتا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"اندر ہے' اگر اسے آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہوتی تو یقیناً وہ دوڑی چلی آتی' آپ لوگ ہمیں بہت پسند آئے' رات کو ہم دیر تک آپ لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔" سوریشا نے جواب دیا اور ہمیں لئے ہوئے ڈرائنگ روم تک پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک ملازم کو اشارے سے بلایا اور اس سے کہا کہ برگیتا کو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔
برگیتا اور ٹوریسا ایک ساتھ ہی آئی تھیں' برگیتا کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی اور مخصوص انداز میں اس نے میرے رخساروں کو بوسے دیئے۔
"یقین کریں مسٹر برونک! کل ہم خاصی رات گئے تک آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے' ہمیں یقین نہیں تھا کہ آپ سے دوبارہ بھی ملاقات ہو سکے گی۔"
"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"بس اچھے لوگ ہوا کہ اس جھونکے کی مانند ہوتے ہیں جو کہیں سے پھولوں کی خوشبو خود میں بسائے نزدیک آتا ہے اور پھر آہستہ سے گذر جاتا ہے' ہم خوشبو پکڑ نہیں سکتے' لیکن اس کی طلب ہمارے ذہن میں ضرور باقی رہتی ہے' اور اگر جھونکے پلٹ آئیں اور خوشبو دوبارہ ہم تک پہنچ جائے تو ہم اپنی خوش بختی پر ناز کیوں نہ کریں۔"
"اوہ۔ اب ہمیں اتنا بلند بھی نہ کرو کہ پاؤں زمین سے اٹھ جائیں۔" میں نے کہا۔
"کیا پئیں گے آپ؟"
"مس برگیتا' اگر آپ پسند کریں تو باہر چل کر کچھ پیا جائے۔"

"کیوں نہ پسند کریں گے۔"

"تب پھر تیار ہو جایئے۔"

"ضرور۔ چند لمحات کی اجازت ملے گی؟"

"یقیناً یقیناً' اور یہ دونوں شریف لڑکیاں بھی تو ہمارے ساتھ جائیں گی' کیوں مسٹر لاکر کیا ہے؟" میں نے اچانک لاکر کو مخاطب کیا' اور لاکر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر جلدی سے بولا۔

"جی ہاں جناب! جیسی آپ کی رائے۔"

تینوں لڑکیاں معذرت کرکے باہر نکل گئیں پھر چند لمحات کے بعد ایک ملازم نے ڈرائی فروٹس لاکر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور ہم ان سے شغل کرنے لگے۔

حالانکہ عورتیں کسی بھی ملک کی ہوں' جب باہر جانے کے لئے تیار ہوتی ہیں تو انتظار کرنے وا مردوں پر بہت برا وقت آپڑتا ہے لیکن ان تینوں نے تیاری میں پچیس منٹ سے زیادہ نہیں لئے تھے' تیاریاں بھی مکمل تھیں اور بلاشبہ یہ تینوں اس سلسلے میں قابل مبارک باد تھیں۔

ہم سب باہر نکل آئے اور پھر باہر آکر لاکر کو اس کا پورا پورا حق دیا گیا اور یہ تخصیص نہ کی گئی کہ ہمارا ڈرائیور یا ماتحت ہے' یعنی اس کی دوست ٹوریسا کو اس کے برابر جگہ دی گئی۔ پچھلی سیٹ پر برگیتا اور سوریشا درمیان میں بیٹھی تھیں برگیتا کی سمت میں اور سوریشا کی جانب سردارے بیٹھا تھا۔

سب خوش تھے' لاکر بھی مسکرا رہا تھا اور کار جگمگاتی مسکراتی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔

"چلیں گے کہاں جناب؟" لاکر نے پوچھا۔

"اوہ۔ لاکر یہ سوال پوچھ کر بد ذوقی کا ثبوت نہ دو۔" میں نے کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب۔" میں نے سوچا شاید میں آپ کے ذوق پر پورا نہ اتر پاؤں۔"

"ہمیں تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور لاکر نے سر خم کرکے شکریہ ادا کیا' پھر اس نے کار کی رفتار بڑھا دی' اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس کا رخ لڈ سر کیمپ کی طرف ہے' جھیل کے افقی کنارے پر ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت تھی' جس کے کمپاؤنڈ میں لاکر نے کار روکی تھی' اس عمارت کو اگر پھولوں کی عمارت کہا جائے تو غلط نہ ہو گا' ہر گوشے سے پھول جھانک رہے تھے اور اپنی اپنی خوشبو کی نمائش کر رہے تھے۔ پھر یہاں کا موسم جیسا ہو گا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے' لاکر نے دل کھول کروادی۔ "گویا اگر میں نے لاکر کے ذوق پر اعتماد کیا تھا تو وہ غلط تو نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں' ہم نے اس سے قبل بھی اس عمارت کو دیکھا تھا اور اس کے بیرونی حسن اور جائے وقوع کو دیکھ کر اس کی تعریف کی تھی' لیکن اندر سے بھی یہ اس قدر خوبصورت ہے' اس کا اندازہ مشکل تھا۔" برگیتا بولی۔

"لیکن پیارے لاکر' تم اس بے تکلفی سے یہاں کیسے آگئے؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ یہ عمارت مسٹر جوزف کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ جوزف خود بھی ایک باذوق انسان ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ عمارت میں چند مستقل ملازم بھی موجود تھے اور اس وقت ہم سے زیادہ معزز مہمان اور کون ہو سکتا تھا اس لئے وہ ہماری خدمت میں بچھ گئے' ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی گئی تھیں' سب سے خوبصورت حصہ عمارت

کے بائیں سمت تھا' یہاں جھیل سے ایک شاخ کاٹ کر لائی گئی تھی اور کافی طویل و عریض سوئمنگ پول بنا دیا گیا تھا جس کے چاروں کناروں کو صنوبر کے درختوں نے ڈھکا ہوا تھا' گویا دور سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ صنوبر کے درختوں کے درمیان کیا ہے۔

ہم اس عمارت کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔

جب تک اسٹاک ہوم میں ہمارا قیام ہے' ہمارے لئے اس سے خوبصورت مقام اور کونسا ہو سکتا ہے' چنانچہ میں مسٹر جوزف سے کہوں گا کہ وہ ہمارے قیام کا بندوبست یہیں کر دیں۔" میں نے کہا۔

"مسٹر جوزف نے حکم دیا ہے کہ آپ کو جتنی آسانیاں فراہم کی جا سکتی ہیں' کی جائیں' اس کے لئے ان سے ہدایت لینا ضروری نہیں ہے' آپ کے لئے یہاں بندوبست کر دیا جائے گا۔" لاکر نے کہا۔

چنانچہ جھیل کے کنارے ایک حسین رات گزاری گئی' جس میں برگیتا میری ساتھی' سوریشا سردارے کی ساتھی اور ٹوریسا لاکر کے ساتھ تھی' رات میں یہ جگہ دن سے زیادہ حسین ہو جاتی تھی' کناروں کے درختوں میں روشنیاں لگائی گئی تھیں جو بے حد خوبصورت لگتی تھیں۔ اس رات کی انفرادیت یہ تھی کہ ہم نے اسے بستروں پر نہیں گذارا بلکہ عمارت کے مختلف حصے اپنی کمین گاہ بنائے اور جب نیند آئی تو جہاں تھے وہیں سو گئے۔

لاکر ہمارے لئے ایک دوست کی حیثیت ضرور رکھتا تھا لیکن وہ اپنے فرائض سے بھی غافل نہیں تھا چنانچہ دوسری صبح ناشتہ اور اخبارات وغیرہ کا بندوبست تھا۔

اسٹاک ہوم میں یہ شب و روز بے حد حسین گذرے' اتنے حسین شب و روز جو پچھلے طویل عرصہ میں ہم نے نہیں گذارے تھے' جوزف جیسے شخص بہت کم ملتے ہیں۔ بڑے کاروبار کرنے والوں میں وہ شاید سب سے زیادہ ایماندار آدمی تھا۔ کرنسی تقریباً منتقل ہو چکی تھی' سارے کاغذات اس نے ہمارے حوالے کر دیئے تھے اور مقامی بینکوں سے ان کی تصدیق کی نقول بھی موجود تھیں۔ اس سے زیادہ عمدہ کام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طویل عرصہ میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہو سکتی تھی جو کسی طور سے ہمارے لئے تکلیف دہ یا نقصان دہ ہو' سردارے شاید پوری زندگی یہاں گذارنے کے لئے تیار ہو جاتا' کیونکہ ہر نئی رات نئی لڑکی اور ہر روز عمدہ کھانوں سے تواضع ہوتی' یہاں تک کہ سارے کام مکمل ہو گئے' اور پھر ایک دن میرے ایماء پر جوزف نے مجھ سے اسی عمارت میں ملاقات کی' میں فطری طور پر بڑے احترام سے اس سے پیش آیا تھا۔

"مسٹر برونیک۔" جوزف مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ "کیا حکم ہے میرے لئے؟"

"کام ختم ہو چکا ہے مسٹر جوزف' اب آپ سے آخری باتیں کرنا ہیں۔" میں نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اسٹاک ہوم سے دل بھر گیا ہے شاید۔"

"یہ بات نہیں مسٹر جوزف! آپ نے ہمارے لئے جس قدر آسانیاں فراہم کر دی ہیں' ان کے تحت تو دل چاہتا ہے کہ پوری زندگی یہاں گذار دی جائے لیکن بہرحال ہم پوری زندگی یہاں نہیں گذار سکتے۔"

"میں مشورہ بھی نہیں دے سکتا' کیونکہ تحریک زندگی کی علامت ہے۔"

"ہاں یقیناً۔" میں نے تائید کی' بہرحال میں پہلے تو آپ کے اس عظیم تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں' اس کے بعد یہ درخواست کروں گا کہ ہم اور آپ بھی معاملہ صاف کر لیں۔"

"میں نہیں سمجھا؟" جوزف نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔
"آپ کا کمیشن۔"
"جب آپ دیں گے، لے لوں گا۔"
"دینا چاہتا ہوں۔"
"میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"
"کیا آپ کے پاس حساب موجود ہے۔؟"
"اس وقت نہیں، لیکن دفتر ٹیلیفون کر کے منگوا سکتا ہوں' البتہ اس سے قبل آپ سے ایک اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
"ہاں ہاں۔ فرمایئے۔"
"آپ اسٹاک ہوم سے کب جانا چاہتے ہیں؟"
"بس جلد از جلد۔" میں نے جواب دیا۔
"اس سے قبل میں نے آپ کی تفریحات کو مکدر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن اب بتانے میں حرج نہیں ہے۔" جوزف بولا' اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"میں نہیں سمجھا مسٹر جوزف؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"کچھ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہیں' وہ آپ کے بارے میں بڑی کرید کر رہے تھے' میرے فرم میں کام کرنے والوں میں سے ایک شخص کو پر اسرار طور پر اغوا بھی کیا گیا اور اس سے اس پارٹی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی' جس کی دولت ہم منتقل کر رہے ہیں۔"
"اوہ۔" میرے بدن میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔
تاہم میرے اس آدمی کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا' حالانکہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے' میں بہت سے معاملات صرف اپنی ذات تک محدود رکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ مسٹر بردنیک! میں کمزوریوں سے واقف ہوں اس لئے دوسرے کی کمزوریوں پر نگاہ بھی نہیں رکھتا۔"
"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔
"بات ختم نہیں ہوئی اب بھی پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری ہے' مجھے یقین ہے انہیں میری بات نہیں آیا۔"
"بہت خوب' گویا آپ سے بھی بات ہو چکی ہے۔"
"ہاں۔ مسٹر ہوریشو نے مجھ سے بات کی تھی۔"
"ہوریشو؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"جمیکا کے باشندے ہیں' بہت سے علاقوں کی ہر دلعزیز شخصیت' ویسے ان کے بارے میں یہ خیال رہا ہے کہ وہ کسی قسم کی سرگرمیوں میں ضرور ملوث ہیں۔ لیکن اعتراف کرتا ہوں کہ میں آج تک ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا۔"
"تو مسٹر ہوریشو نے براہ راست آپ سے ملاقات کی تھی؟"
"ہاں۔"

"کیا پوچھ رہے تھے؟"
"یہی کہ وہ پارٹی کون ہے' حالانکہ میں نے انہیں بتایا کہ ان لوگوں کے نام ڈکلیئر نہیں کرتا جن کے لئے کام کرتا ہوں' لیکن مسٹر ہوریشو سے خصوصی تعلقات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے میں نے انہیں اس پارٹی کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات فراہم کر دیں' میں نے انہیں بتایا کہ ڈائمنڈ ٹاور نامی ایک فرم ہے جو قانونی طور پر ہیروں کا کام کرتی ہے لیکن غیر قانونی طور پر بہت سے کام کرتی ہے اور وہ میری مستقل پارٹی ہے' اور اکثر میں معقول کمیشن پر اس کے لئے بڑے بڑے کام کرتا رہتا ہوں۔" جوزف آنکھ مار کر مسکرایا۔
"خوب' کیا وہ لوگ مطمئن ہوئے؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔
"میرا خیال ہے نہیں۔"
"اس خیال کی وجہ؟"
"اس کے بعد بھی دوسرے خفیہ ذرائع سے معلومات کا سلسلہ جاری ہے اور وہ لوگ میرے گرد چکراتے رہتے ہیں' میں نے آج تک انہیں ہوا نہیں لگنے دی اور میں خوش ہوں کام مکمل ہو گیا۔"
"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی اور خیالات میں ڈوب گیا۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں پریشان کن خیالات ضرور آنے لگے' لیکن دوسرے لمحے وہ خیالات نکل گئے تھے' میرا تو ان سے جھگڑا تھا ہی اور دشمن کو احمق سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے' ظاہر ہے وہ لوگ اس آسانی سے خاموش تو نہیں بیٹھے ہوں گے وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہوں گے اور پھر میں نے جوزف سے کہا۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر جوزف' اب ایک کام اور کرنا ہے۔"
"ہاں ہاں' فرمایئے۔"
"ان کاغذات کی حفاظت کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟"
"بینکوں کے کاغذات کی؟"
"ہاں۔"
"اس کے لئے ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"
"ہاں فرمایئے۔"
"آپ یہاں مجھے ان کا نگراں بنا دیں' انہیں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں' آپ جس ملک میں بھی ہوں' وہاں مجھے یاد کریں' میں کاغذات نکلوا کر آپ کو بھجوا دوں گا' یہ کام باقاعدہ ایک فرم کے انداز میں ہو گا' میں ساری ضروری کارروائیاں کر لوں گا۔"
"ٹھیک ہے' آپ یہ کام بھی کر لیں' اور اس کے علاوہ ایک کام اور۔"
"وہ بھی فرمایئے جناب!"
"آپ سوچتے ہوں گے مسٹر جوزف کہ میں نے بے شمار ذمہ داریاں آپ پر ڈال دی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہرگز نہیں جناب! میں دوستی کا قائل ہوں اور اپنے پیشے سے مخلص بھی' ظاہر ہے میں آپ سے ایک بڑی رقم بطور معاوضہ لے رہا ہوں' جو کام بھی آپ کے لئے کروں گا' اس کا معاوضہ طلب کروں گا۔ پھر اس میں سوچنا کیا معنی؟" جوزف نے کہا۔

"بہر حال آپ ایک عمدہ انسان ہیں' میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"اس کا شکریہ! ہاں تو دوسرا کام کیا ہے؟"

"میں ارسلو جانا چاہتا ہوں۔"

"ناروے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے' ہر طرح کا بندوبست ہو جائے گا' پاسپورٹ وغیرہ ہے؟"

"نہیں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا' بن جائے گا۔"

"سفر کے لئے بھی کوئی ایسا بندوبست چاہتا ہوں جس کی اطلاع دوسروں کو نہ ہو' آپ سمجھ رہے ہوں گے۔"

"یقیناً۔ اس کے لئے وان ہیگزرے کی خدمات حاصل کر لیں گے۔"

"وان ہیگزرے کون ہے؟"

"انسانوں کا سب سے بڑا اسمگلر' میرے اس سے براہ راست تعلقات ہیں۔"

"بھروسے کا آدمی ہے؟"

"یقینی طور پر۔"

"ٹھیک ہے' آپ دو آدمیوں کے لئے بندوبست کر لیں' اور سفر کے طریق کار کے بارے میں مجھے بتا دیں۔"

"کب تک چلنا چاہتے ہیں؟"

"بس اب جلد از جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"اوکے سر۔" جوزف نے گردن ہلائی' پھر میرے ایماء پر اس نے فون کر کے حسابات طلب کر لئے اور میں نے اس کی مرضی کے مطابق کرنسی کی بہت بڑی مقدار اس کے حوالے کر دی' اس میں دوسرے اخراجات جو اب ہونے والے تھے' بھی شامل تھے۔ جوزف نے اپنا معاوضہ اپنی تحویل میں لینے کے بعد میرا شکریہ ادا کیا تھا اور پھر وہ رخصت ہو گیا۔

رات کو میں نے سردارے کو اپنے پاس طلب کیا' وہ مردود سب کچھ بھولے بیٹھا تھا' مسکراتا ہوا میرے پاس آیا' لیکن پھر میرے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر وہ خود بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"خیریت باس؟"

"مضحکہ خیز سوال ہے۔" میں نے ہونٹ سکیڑ کر جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے تمہاری اس کیفیت پر شدید اعتراض ہے سردارے' کسی ایک ایسے ماحول میں کھو کر جو تمہارا پسندیدہ ہو' تم باقی ساری باتیں فراموش کر دیتے ہو اور آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہو' اور اس کے بعد تمہیں باقاعدہ جگانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا' اور سردارے کافی سنجیدہ ہو گیا۔

"تھوڑا سا مکھن لگانے کی اجازت ہے استاد؟" اس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"براہ کرم سنجیدگی اختیار کرو۔"

"کرلی ہے' بات یہ ہے استاد کہ میں خود کو ذہنی طور پر تم سے کمتر تسلیم کر چکا ہوں' اور ہر طرح تمہارے احکامات کی پابندی سے خوش رہتا ہوں۔ ہاں اگر میں ان احکامات کی پابندی سے انحراف کروں تو قابل سزا ہوں اس کے باوجود اگر کوئی ایسی بات ہو جائے جو تمہارے لئے ناگوار ہو تو سزا دے سکتے ہو استاد۔ ویسے میں ہر طرح تیار ہوں۔"

"اچھا اچھا' فضول بکواس سے پرہیز کرو۔"

"بہتر استاد۔" سردارے نے سعادت مندی سے کہا۔

"آئندہ کے بارے میں کیا سوچا؟"

"استاد مجھے سوچنے کا حکم دیں تو ضرور سوچوں گا۔ ورنہ مجھے کیا پڑی ہے کہ مستقبل کے خطرات سے دبلا ہوؤں۔"

"سارے کام مکمل ہو چکے ہیں' اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"

"ہائے استاد' وقت نے کب کسی سے وفا کی ہے' ورنہ یہ حسین صبحیں اور حسین شامیں' جن کے درمیان زندگی نہایت سکون سے گذاری جا سکتی ہے۔"

"بنیادی طور پر بھی مجھے تم سے اختلاف ہے سردارے' میں زندگی میں جمود کا قائل نہیں ہوں' ہر لحاظ سے۔ اگر شامیں حسین ہیں تو دنیا کو اتنا مختصر کیوں سمجھا جائے۔ کہیں اور کی رات اس سے بھی زیادہ دلکش ہو سکتی ہے' اس کے علاوہ چند دن بزم میں گذرے تو کچھ رزم میں بھی گذارو۔"

"اوہ۔ لڑنے بھڑنے کا موڈ ہو رہا ہے باس؟" سردارے سنبھل کر بولا۔

"یہی سمجھ لو' ویسے لوگ ہمارے موڈ کے پابند تو نہیں۔"

"نہیں سمجھا۔"

"ہو ریشو بہر حال ہمارا سراغ پانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے اچھل پڑا' وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"سنسنی خیز خبر ہے باس۔"

"ہاں۔ اور اب کافی کام کرنے ہیں۔"

"یقیناً کریں گے۔" سردارے نے دلیری سے کہا۔

"ویسے میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہم یہاں سے نکل جائیں' لیکن ممکن ہے ٹکراؤ ہو ہی جائے' اس لئے خود کو تیار کر لو۔"

"تمہارے غلام کو تیار ہونے کی کیا ضرورت ہے باس' ایک زندگی ہے' جہاں چھوڑ دیتے ہو' داؤ پر لگا دیتا ہوں رزم ہو یا بزم' بتاؤ کبھی سردارے کو پیچھے پایا ہے؟"

"بس تو آج سے لڑکیوں کو ذہن سے جھٹک دو۔"

"جھٹک دیا باس اور کوئی حکم؟" سردارے نے جواب دیا' اور میں خیالات میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

"جوزف جیسے باعمل انسان بہت کم میری نگاہوں سے گذرے تھے' اس گفتگو کے آٹھ گھنٹے کے اندر اندر اس نے سارے کام کر لئے اور پھر اس نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ وہ آرہا ہے۔
"میرے ساتھ ایک معزز مہمان بھی ہوں گے جناب' وہ آپ سے ملاقات کے بے حد خواہش مند ہیں' میرا خیال ہے نام سے آپ بھی انہیں بخوبی پہچان جائیں گے۔"
"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔
"مسٹر وان ہیگزرے' پرتگال کے باشندے ہیں' لیکن ان کا قیام مستقل سویڈن میں ہی ہے' اسٹاک ہوم کے بااثر تاجروں میں سے ہیں' خصوصی طور پر امپورٹ ایکسپورٹ کے ماہر۔" جوزف نے بتایا۔
"اوہ! میں سمجھ گیا' لیکن مجھ سے ملانا ضروری ہے مسٹر جوزف؟"
"ہاں کوئی حرج بھی نہیں ہے جناب! آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے' بڑی عمدہ شخصیت کے مالک ہیں' اور پھر ذاتی گفتگو بڑی اہمیت رکھتی ہے۔" جوزف نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے' ملا دو۔"
"میں انہیں لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا اور فون بند کر دیا' تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے سامنے پہنچ گئے' وان ہیگزرے کی شخصیت واقعی دلچسپ اور پر اثر تھی' اس نے پرانے فیشن اسٹائل کا کوٹ پہنا ہوا تھا' بال سفید تھے لیکن چہرے پر خون ہی خون نظر آتا تھا' بڑا سرخ انسان تھا۔
جب میں نے اس سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "اس کے لئے معافی چاہتا ہوں مسٹر برونیک' جب کسی کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا تو گویا بہت بڑی ذمہ داری آپڑی' اور پھر تم میرے چوڑے ہاتھ کو دیکھو' اس آہنی شکنجے میں آنے والے ہاتھ اکثر ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں سے مجھے محبت ہوتی ہے ان سے ہاتھ ملاتے وقت میں صرف انہیں ذہن میں رکھتا ہوں اور خود کو بھول جاتا ہوں۔ لیکن جب میں خود کو یاد کرتا ہوں تو دل چاہتا ہے مٹھی میں آنے والی ہر چیز کو پیس ڈالوں' قصور میرا نہیں ہے۔ ان ہاتھوں نے نہ جانے ------ نہ جانے کتنی گردنوں کا حساب کتاب کیا ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔
"لیکن تم تو ان کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہو ہیگزرے۔" جوزف بولا۔
"ہاں۔ بس کاروباری' اور کاروبار صرف ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔"
"نہ جانے تم کیا کہہ رہے ہو' سب کچھ بھول گئے؟"
"نہیں۔ ہاں شاید' کیا میرے الفاظ گڑبڑ ہو رہے ہیں۔ ٹھہرو۔" اس نے کوٹ کی لمبی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک شیشی نکالی اور اس کا کاک کھول کر شراب کے کئی گھونٹ حلق سے نیچے اتار دیئے۔ پھر اس نے شیشی بند کر کے جیب میں رکھی اور چند منٹ آنکھیں بند کر کے کچھ سوچتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔
"میرا خیال ہے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی' کیا جھوٹ کہا میں نے؟" اس نے جوزف کی طرف دیکھا۔
"مسٹر برونیک سے مصافحہ بھی نہیں کیا تم نے۔"
"اس کی وجہ بتا چکا ہوں' اس ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے والے کو یا تو پوری زندگی کا تحفظ مل جاتا ہے' یا اسے ہاتھ سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔"
"اور اگر اس کا خراج ادا کر دیا جائے مسٹر ہیگزرے۔" میں نے مداخلت کی۔

"کیا مطلب؟" ہیگزرے نے بھنویں اٹھا کر مجھے دیکھا۔
"میں اپنا ایک ہاتھ تمہاری نذر کرنے کو تیار ہوں' لیکن ------ اس کے بعد......" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"دیکھو مسٹر' میں سپاہی قسم کا انسان ضرور ہوں' لیکن عقل سے خالی بھی نہیں ہوں' میرا خیال ہے میں نے اپنے ہاتھ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے تم اسے چیلنج کر رہے ہو۔"
"ہاں۔ میں ہر قیمت پر تمہیں دوست بنانے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ جوزف دلچسپی ہوئی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف پرتگالی گدھا بھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے ہاتھ سیدھا کر دیا۔ لیکن اس کا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا تھا اور بالآخر اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ کے شکنجے میں کس لیا۔
بے شک خوفناک ہاتھ تھا' ایک لمحے کے لئے تو میری ہڈیاں کڑکڑا گئیں لیکن ہاتھ میرا بھی کافی مضبوط تھا اور اس کا عملی تجربہ بارہا ہو چکا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے اس کی گرفت کو بے اثر بنا دیا' اور میں نے خود بھی اس کے پنجے پر اپنی گرفت قائم کر لی' ہیگزرے کے چہرے پر تعجب کے آثار نظر آئے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی مسرت پھیل گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے گرفت ڈھیلی کر دی۔
"بس بس' کافی ہے۔" اس نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ "مضبوط آدمی ہو' حالانکہ دیکھنے میں نہیں لگتے۔"
جوزف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"تب گویا تم لوگ دوست بن گئے؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں مضبوط لوگ ہمیشہ اچھے دوست ہوتے ہیں" ہیگزرے نے کہا میں خاموشی سے مسکرا رہا تھا' لہٰذا ہم لوگ اندر آبیٹھے اور پھر مختلف قسم کی گفتگو ہوتی رہی' جوزف کسی حد تک کھل گیا۔
"مختصر میں تمہیں بتاتا ہوں ہیگزرے' بس مسٹر برونیک اور ان کے ساتھی کو ارسلو تک پہنچانا ہے' سپورٹ وغیرہ ٹل مل جائیں گے۔"
"ٹھیک ہے' پہنچ جائیں گے۔" اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔
"اور تم ان سے ہاتھ ملا کر ذمہ داری قبول کر ہی چکے ہو۔" جوزف بولا۔
"میں نے اس بارے میں کچھ کہا۔" وان ہیگزرے جوزف کو گھورنے لگا۔
"معاوضہ میں تمہیں ایڈوانس ادا کر دوں گا۔"
"بڑی خوشی کی بات ہے۔" اس نے منہ چڑانے والے انداز میں دانت نکالے۔
"تم اصل صورتحال سمجھ نہیں رہے ہو' بے حد خطرناک لوگ ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے وہ ان کا پیچھا کریں گے۔"
"ہوں گے ہوں گے' وان ہیگزرے سے زیادہ خطرناک لوگ اس زمین پر نہیں ملتے' تم فکر مت کرو۔" وان ہیگزرے نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور جوزف گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے وان ہیگزرے کی تھوڑی بہت خاطر مدارت کی اور پھر اس کو رخصت کر دیا' خود وہ وہیں رک گیا تھا۔
"تم یہ مت سوچنا مسٹر برونیک کہ میں نے کسی فضول آدمی سے تمہارا تعارف کرایا ہے' یا کوئی اہم

کام کسی غیر ذمہ دار انسان کے سپرد کر دیا ہے' وان ہیگزرے جس قدر فضول آدمی نظر آتا ہے'
حقیقت اس قدر فضول نہیں ہے۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے جوزف' فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔

"وہ بہترین پلاننگ کرتا ہے' میرا تجربہ ہے' تمہارے معاملے کو اس نے جس قدر غیر سنجیدگی سے
دیکھا ہے' وہ اس قدر غیر سنجیدہ ہے نہیں۔ یقیناً وہ حالات کو گہری سنجیدگی سے دیکھے گا۔"

"میں نے کہا نا' بس انتظامات کر دیئے جائیں' ہاں مسٹر جوزف' آپ کو ایک اور تکلیف دینا ہے"

"بے تکلفی سے کہیں۔"

"ہمیں دو عمدہ قسم کی اسٹین گنوں کی ضرورت ہو گی۔"

"مہیا ہو جائیں گی۔" جوزف سکون سے بولا۔

"بس تو کل پھر یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔"

"میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں' دنیا کے کسی ملک میں بھی رہیں اگر جوزف سے کام
کی ضرورت پیش آجائے تو تکلف نہ کریں۔" جوزف نے کہا اور پھر وہ ہم سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر سردارے آ گیا' وہ حسب معمول
چوبند تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی سلوانا بھی آئی تھی' ایک مقامی لڑکی جو سردارے کی دوست تھی' لے
لا کر نے ہی ہم سے متعارف کرایا تھا۔

"مسٹر برونیک——— مسٹر برونیک' انہیں کیا ہو گیا؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"کیا آپ ان خاتون کو جانتے ہیں مسٹر برونیک؟" سردارے نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"قصہ کیا ہے؟"

"میں بتاتی ہوں جناب' جب یہ آپ کو پہچان سکتے ہیں تو مجھے کیوں نہیں پہچانتے؟"

"کیوں بھئی' تم انہیں کیوں نہیں پہچانتے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"نہ جانے کیا قصہ ہے' ارے آپ لوگ میری بات کیوں نہیں مانتے' میں اس سے قبل ان
سے کبھی نہیں ملا' زبردستی شناسائی کا اظہار کر رہی ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا لیکن سلوانا چراغ پا ہو گئی۔

"سب سمجھتی ہوں' اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ شاید ان کا دماغ الٹ گیا
ہے' لیکن یہ آپ کو پہچانتے ہیں' دوسری ساری باتیں کر سکتے ہیں سوائے مجھے پہچاننے کے۔"

"میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا' سمجھیں۔" سردارے نے آنکھیں نکالیں۔

"پیچھا چھڑانا چاہتے ہو مجھ سے' اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے' لیکن کیا سمجھتے ہو خود کو' میں
اتنی گری پڑی ہوں کہ زبردستی تمہارے پیچھے لگی رہوں گی' صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ چلی جاؤ۔"

"جب میں تمہیں جانتا ہی نہیں تو الٹی سیدھی باتیں کیوں کروں۔" سردارے بولا اور وہ پاؤں پٹختی
ہوئی چلی گئی' سردارے نے سکون کی سانس لی۔

"سمجھ گئی تھی سالی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا سمجھ گئی تھی؟"

"یہی کہ میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"قصہ کیا ہے؟"

"میں نے سویڈن کی تمام لڑکیوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"مرشد کے حکم کی تعمیل میں۔" سردارے نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "میرے مرشد نے کہا تھا کہ
لڑکیوں کو ذہن سے جھٹک دو' میری مجال کہ اب کوئی لڑکی میرے قریب بھٹک جائے۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے' مگر انہیں خود سے دور کرنے کے دوسرے طریقے بھی تو ہو سکتے ہیں۔"

"کوئی طریقہ اس سے زیادہ مؤثر نہیں ہو سکتا استاد' اس ذکر کو ہی جانے دو' ہم لڑکیوں کے موضوع
پر گفتگو کر کے اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کریں گے۔" سردارے بولا اور میں ہنستا رہا۔

"کیا تم نے ہمیشہ کے لئے لڑکیوں کو خیرباد کہہ دیا ہے؟"

"اگر مرشد کا یہی حکم ہے تو یہی ہو گا۔"

"خیر سردارے' کل ہم یہاں سے چل رہے ہیں۔"

"الحمد اللہ۔" سردارے جھومتا ہوا بولا' بہت زیادہ مسخرے پن کے موڈ میں تھا اس لئے میں نے اس
سے مزید گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموش ہو گیا۔ بہرحال یہ رات ہم نے پھیکی گذاری۔ سردارے
کو منع کر چکا تھا' اس لئے خود بھی محتاط رہنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن نہایت مصروف گذرا' جوزف نے صبح ہی صبح فون کیا تھا' اس نے بتایا تھا کہ سارے
انتظامات مکمل ہو چکے ہیں' ابھی کچھ دیر قبل اس کے پاس ہیگزرے کا فون بھی آیا تھا۔

"پھر اب میری کیا ذمہ داری ہے مسٹر جوزف!"

"بالکل کچھ نہیں جناب!...... تھوڑی دیر کے بعد وان ہیگزرے اپنا پروگرام لے کر میرے پاس
آنے والا ہے' ہم دونوں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا اور اپنی دانست میں ہم تیار ہو کر ان کا انتظار کرنے لگے' تقریباً پونے
دس بجے وان ہیگزرے اور جوزف ہمارے پاس پہنچ گئے وان ہیگزرے بات بات پر ہنس رہا تھا' بڑا خوش
مزاج انسان تھا۔

"سب کچھ ٹھیک ہو گیا ماسٹر' فکر کی کوئی بات نہیں ہے' وان ہیگزرے ایک مضبوط چٹان ہے' اور
تمہارے ساتھ تو بہت سی چٹانیں ہوں گی۔ میں تمہیں دوسرے ہر ذریعہ سے بھجوا سکتا ہوں' لیکن اگر
خطرناک لوگ تمہاری راہ میں ہیں تو انہیں ایسے جھٹکے ملنے چاہئیں کہ وہ بھی یاد کریں۔ یعنی سفر کا وہ ذریعہ
اختیار کیا جائے جو ان کی توقع سے باہر ہو۔"

"خوب' کیا ذریعہ تلاش کیا ہے تم نے؟" میں نے پوچھا۔

"سڑک کے ذریعہ' پہلے ہم یہاں سے گوتھنبرگ چلیں گے اور وہاں سے....."

"ٹھیک ہے' عمدہ طریقہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس طرح تمہیں تھوڑی سی دیر تو لگے گی' لیکن....."

"بالکل ٹھیک' مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے بھی یہ ترکیب پسند آئی' اس طرح ہمارے اوپر شک نہیں ہو سکے گا۔" جوزف نے کہا
"پھر اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔
"بس چلیں' ساری تیاریاں مکمل ہیں۔" جوزف نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے' پھر ہم نے سردارے کو طلب کیا۔ نیچے آکر سردارے وان ہیگزرے کے ساتھ بیٹھ گیا اور میں جوزف کے ساتھ کار میں' دونوں کاریں چل پڑیں۔
"وان ہیگزرے خود بھی آپ کے ساتھ ارسلو تک جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔"
"یہ تو اچھی بات ہے۔"
"ایک بار پھر کہوں گا جناب' وہ تھوڑا سا کریک ہے' ورنہ عام حالات میں بہت شاندار آدمی ہے جب اسے شراب نہ ملی ہو تو وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتا ہے' چنانچہ جب بھی اسے آؤٹ دیکھیں اسے شراب کی طرف متوجہ کر دیں' اس کی ہر جیب میں آپ کو ایک بوتل ضرور ملے گی۔"
"گڈ ۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں مسٹر جوزف! میں اسے ہینڈل کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔
"اسٹین گنیں بھی میں نے اس کے حوالے کر دی ہیں۔ میرا خیال تھا آپ اس سے چھپانا پسند کریں گے ۔۔۔۔۔ اور پھر یہ ممکن بھی نہیں تھا۔"
"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وان ہیگزرے کے مکان پر پہنچ گئے۔ یہاں لینڈ روور کھڑی ہوئی تھیں۔ وان ہیگزرے نے اپنے مکان پر ہماری تواضع کافی اور پھلوں سے کی۔ اور چل پڑے۔ جوزف نے وہیں ہمیں خدا حافظ کہہ دیا تھا۔
دونوں گاڑیاں چل پڑیں۔ وان ہیگزرے ہمارے ساتھ ہی تھا۔ اس کے علاوہ کل سات آدمی دو ہم تھے' اس طرح ہماری تعداد نو ہو گئی تھی۔ لیکن ان میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بہرحال یہ ممکن بھی تھا۔
سفر خاموشی سے طے ہونے لگا۔ وان ہیگزرے بھی بےحد سنجیدہ تھا۔ کافی دیر تک وہ کچھ نہیں ہم اسٹاک ہوم کے نواح میں نکل آئے تھے۔ شہر بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ لمبی اور چکنی سڑک دور دور تک نظر آ رہی تھی۔ اکثر کاریں اور دوسری گاڑیاں نظر آ جاتی تھیں۔ فضا میں ایک عجیب سی بو پھیلی ہوئی ناگوار نہیں تھی۔ لیکن مسلسل ناک میں آئے جا رہی تھی' اس لئے زیادہ خوش گوار بھی نہیں لگ رہی آخر سردارے ہی بولا۔
"یہ خوشبو کیسی ہے استاد؟"
"میرا خیال ہے ان درختوں کے پھلوں کی خوشبو ہے۔" میں نے درختوں کے لامتناہی طرف اشارہ کیا۔ ہیگزرے چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگا۔
"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔
"میرا ساتھی اس خوشبو کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔" میں نے کہا۔
"اوہ' یہ اسٹرابیری کی خوشبو ہے ۔۔۔۔۔ دیکھو' ٹھہرو۔ اے اس لڑکی کے پاس گاڑی

ہیگزرے نے کہا۔ اور میں نے بھی سڑک کے کنارے کھڑی لڑکی کو دیکھ لیا ۔۔۔۔۔ جو ایک مخصوص ساخت کی بہت سی ٹوکریاں لئے کھڑی تھی۔ ڈرائیونگ کرنے والے نے گاڑی روک لی۔ اور ایک خوبصورت سی دیہاتی لڑکی مخصوص لباس میں ملبوس ایک ٹوکری ہاتھ میں لئے ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ہیگزرے نے اس سے ٹوکری خرید لی۔ اور پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ہیگزرے نے اس انداز میں ہمیں اسٹرابیری پیش کیں جیسے اس کے خیال میں ہم اس پھل سے ناواقف ہوں۔
"یہ سویڈن کا مخصوص پھل ہے۔" اس نے بتایا۔ بہرحال ہم خاموشی سے اسٹرابیری کھاتے رہے۔ ہم نے اس سے واقفیت کا اظہار نہیں کیا۔ اور ہیگزرے اس کے بارے میں بکواس کرتا رہا۔ پھر وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ اور پھر کافی دیر تک خاموش رہا۔ اس دوران ہم سڑک کے دونوں طرف دیکھتے رہے تھے۔ سڑک پر ہر دس پندرہ میل کے فاصلے پر دیہاتی لڑکیاں اسٹرابیری کی ٹوکریاں لئے کھڑی تھیں۔
بہرحال خوبصورت مناظر تھے۔ ہم ان سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ ابھی ہم گوتھنبرگ سے کافی دور تھے۔ دفعتاً عقب سے ہارن کی مسلسل آوازیں سنائی دیں۔ لینڈ رور کے ڈرائیور نے راستہ دے دیا۔ لیکن ہارن بدستور بجتا رہا ۔۔۔۔۔ ہیگزرے کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"دونوں گاڑیاں سڑک کے درمیان کھڑی کر دو ۔۔۔۔۔ چلو ۔۔۔۔۔ ان کتوں کو آگے نہیں نکلنا چاہئے۔" اور ڈرائیونگ کرنے والے نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ پچھلی لینڈ روور کو بریک لگانے پڑے۔ اور پھر ڈرائیور نے چیخ کر ہیگزرے کا حکم سنا دیا۔ چنانچہ دوسری گاڑی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔
اور اب پیچھے سے آنے والی گاڑی بھی نزدیک آ گئی۔ انہوں نے بریک لگا دیئے تھے۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے نے شانے ہلا کر گہری سانس لی ۔۔۔۔۔ ہیگزرے نیچے اتر آیا تھا۔ اس نے پستول نکال لیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ ہیگزرے اس بڑی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جو شکل سے ہی کافی عجیب لگ رہی تھی۔
ہیگزرے کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بےحد خطرناک موڈ میں ہے اور ان لوگوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرنے کا جو یہ حرکت کر رہے تھے۔ گاڑیاں رک چکی تھیں اور چونکہ معاملہ خاصا سنجیدہ نظر آتا تھا اس لئے میں اور سردارے بھی گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ ہیگزرے کے سارے ساتھی بھی چوکنا ہو گئے تھے۔ سب اسی طرف متوجہ تھے اور اس پوزیشن میں تھے کہ اگر ہیگزرے کچھ شروع کرے تو ان لوگوں کو اس کا ساتھ دینے میں کوئی تاخیر نہ ہو۔
میں اور سردارے بھی جلدی سے ہیگزرے کے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن بڑی اور عجیب الخلقت گاڑی میں ہم نے جن لوگوں کو دیکھا وہ عجیب و غریب تھے۔ سب کے سب آوارہ گرد' مفلوک الحال' چیتھڑوں میں ملبوس الٹے سیدھے' عجیب بے رونق شکلیں تھیں' لیکن وہ سب کے سب مسکرا رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک جس کا چہرہ بالکل سفید تھا لیکن ہونٹ افریقہ کے سیاہ فام حبشیوں کی مانند تھے سیاہ اور موٹے' انتہائی بے تکے انداز میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔
"ہے ماسٹر! کیا بات ہے؟" اس نے مخصوص انداز میں پوچھا ۔۔۔۔۔ ہیگزرے خاموشی سے ہونٹ بھینچے انہیں گھور رہا تھا۔ پھر اس نے داہنا ہاتھ اٹھایا اور اس کی انگلی ہلاتے ہوئے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

موٹے ہونٹوں والا آوارہ گرد جس کے ماتھے پر نیلے رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی تھی اور داہنے گال پر زخم کا گہرا نشان تھا' بدستور دانت نکالے ہوئے بیگزرے کے قریب پہنچ گیا۔

"اور قریب آؤ۔" بیگزرے نرم لہجے میں بولا——— اور وہ کچھ اور قریب پہنچ گیا——— جونہی وہ بیگزرے کے نزدیک پہنچا' بیگزرے کا بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔ اور آوارہ گرد بری طرح الٹ گیا۔ بیگزرے کا ہاتھ واقعی زبردست پڑا تھا۔ میں اور سردارے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ گاڑی میں بیٹھے آوارہ گرد نیچے اتریں گے اور ہمارے اوپر حملہ کر دیں گے۔ لیکن وہ سب خاموش ہو گئے۔

ان کے ہونٹوں کی مسکراہٹ مفقود ہو گئی۔ بیگزرے کا تھپڑ کھا کر گرنے والا چند ساعت یونہی زمین پر پڑا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔

لیکن اس کے چہرے سے ایسے کوئی اثرات نمایاں نہیں تھے جس سے اندازہ ہو تاکہ اس نے بیگزرے کی بات کا برا مانا ہے اور وہ اس سے مقابلہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ بڑی عجیب سی نگاہوں سے بیگزرے کو دیکھ رہا تھا۔

"ہارن کیوں بجا رہے تھے؟" بیگزرے نے غرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو تکلیف ہوئی ماسٹر——— ہم سب شرمندہ ہیں۔" خلاف توقع آوارہ گرد نے انتہائی نرم اور اداس لہجے میں کہا۔

"شرمندہ کے بچو——— کیوں نہ میں تم سب کو یہاں نیچے اتار کر گولی مار دوں؟" بیگزرے بدستور غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہماری غلطی اتنی سنگین تو نہیں ہے جناب کہ آپ ہمارے زندگیاں چھین لیں۔ تاہم ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔" اس نے بدستور اداس لہجے میں کہا۔

اور یہ تو سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک انتہائی غصہ ور شخص کے سامنے ایک نرم مزاج اور گردن جھکا دینے والا شخص آجائے تو غصہ خود بخود کافور ہو جاتا ہے۔ بیگزرے جس انداز میں اترا تھا وہ برقرار نہیں رہا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں کوئی برا سلوک کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں کو فہمائش کی اور ہم دونوں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر واپس لینڈ روور کی طرف بڑھ گیا۔

"گدھے کہیں کے———" وہ بھاری آواز میں بولا اور پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔ میں نے اور سردارے نے بھی ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر ہم گاڑیوں میں آبیٹھے۔

"بیچارے——— امن کے پجاری۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"واقعی اس شخص نے بڑی حلیمی کا ثبوت دیا۔" میں نے کہا۔

"اور یہ——— تھپڑ بڑا زور دار تھا بے ایمان کا۔" سردارے نے بیگزرے کی طرف اشارہ کر کے اردو میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

ہمارے اس طویل سفر کا اختتام گوٹبرگ پر ہی ہونا تھا۔ لیکن چونکہ دیر سے چلے تھے اور اب شام جھک آئی تھی۔ چنانچہ بیگزرے کے اشارے پر گاڑیوں کا رخ گوٹبرگ کے نواحی قصبے کنگ لاد کی طرف کر

دیا گیا۔ کنگ لاد سے باہر دریائے گوڈ کے کنارے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں چاروں طرف جنگلات پھیلے ہوئے تھے۔ اور پھر وہاں کیمپ لگا دیا گیا۔

بیگزرے نے مجھ سے کہا تھا کہ کل دن کی روشنی میں ہم گوٹبرگ میں داخل ہو جائیں گے اور اس کے بعد ہم تمہیں دوپہر تک اوسلو پہنچا دیں گے۔

"ٹھیک ہے مسٹر بیگزرے۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں——— ظاہر ہے میں تو آپ کے زیر نگرانی ہوں۔"

"اوہو——— تم پرواہ مت کرو۔" بیگزرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ظاہر ہے مجھے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں لاپرواہی سے دریا کے کنارے کی طرف بڑھ گیا۔ سردارے میرے ساتھ تھا۔

"کچھ عجیب سا محسوس نہیں ہو رہا استاد!" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے ہمارے ساتھ لڑکیاں نہیں ہیں۔"

"اوہ' تم مجھے بار بار لڑکیوں کا طعنہ نہ دیا کرو استاد——— کیا میں لڑکیوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔" سردارے نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تو یہی لگتا ہے۔ لیکن اگر تمہاری مراد یہ نہیں ہے تو بتاؤ کیا عجیب سا لگ رہا ہے۔ ظاہر ہے ہم سفر کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہوں۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "استاد! تم جس بات کی مخالفت کرو' اسے میں بچ کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتا۔"

"مخالفت کی بات نہیں ہے۔ زندگی جس انداز میں رواں دواں ہے وہی سب کچھ ہے۔ ظاہر ہے کون سی نئی بات ہے۔ ہم گوٹبرگ پہنچیں گے' وہاں سے اوسلو جائیں گے۔ اوسلو میں چند روز رہیں گے وہاں سے کوئی نیا پروگرام بنائیں گے۔ چنانچہ عجیب کیا بات ہے۔"

"تسلیم کیا استاد——— کوئی عجیب بات نہیں ہے۔"

"نہیں سردارے——— تم اصل بات تسلیم کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اصل بات——— سچی بات یہ ہے' استاد' استاد رہے گا' یہ حقیقت ہے کیا یہ گدھا کسی خوبصورت لڑکی کو ساتھ نہیں لا سکتا تھا؟"

"یہ اس گدھے سے پوچھ لو۔"

"اوہ——— یہ تو مجھے بالکل ہی احمق معلوم ہوتا ہے' خشک بے تکے قسم کا آدمی۔"

"بہرحال کل دوپہر تک ہمارا اس کا ساتھ اور ہے' اس کے بعد ہمیں اس سے کیا لینا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ ہم دریا کے کنارے بیٹھ گئے' بہت خوبصورت علاقہ تھا لیکن سنسان ہونے کے باعث کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور بولا۔

"اس علاقے کی دیہاتی لڑکیاں بھی بے حد خوبصورت تھیں۔ افوہ! وہ لوگ کتنی محنت کرتے ہیں زندگی گزارنے کے لئے۔ تم نے دیکھا استاد! دو کرونوں کے عوض ایک اسٹرابیری کی ٹوکری' اور وہ اسے فروخت

کر کے اتنا خوش ہوتی ہیں جیسا انہیں خزانے مل گئے ہوں۔"

"زندگی اسی کا نام ہے سردارے! بے پناہ دولت اگر ہاتھ آجائے اور زندگی میں کوئی جدوجہد نہ رہے تو یقین کرو کہ زندگی میں کوئی چاشنی نہیں رہتی۔ ہماری بات دوسری ہے کبھی کبھی بے اندازہ دولت ہونے کے باوجود ہم لوگ روٹی کے لئے کس طرح ترس جاتے ہیں۔ گویا ہم نے زندگی کی جدوجہد برقرار رکھی ہے اور یہ جدوجہد نہ ہوتی تو شاید زندگی اس قدر رنگین نہیں ہوتی۔"

"ہاں استاد! جس قدر دولت ہمارے پاس ہے اگر ہم زندگی کو تھامنا چاہیں' زندگی کو روکنا چاہیں تو میرا خیال ہے کہ کسی بہت بڑے آدمی کی حیثیت سے زندگی گزاری جاسکتی ہے اور دنیا میں اپنے پسندیدہ مقام پر ——— لیکن ———؟"

"لیکن کیا سردارے؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں استاد ——— آگے بولنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں ——— بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ناراض تو نہیں ہو گے استاد۔"

"نہیں ——— میں نے وعدہ کیا۔"

"سردارے کو ذلیل بھی نہیں کرو گے؟"

"نہیں کروں گا یار ——— اب کیا قول و قرار کرا رہا ہے۔ جلدی سے بول کیا چاہتا ہے؟"

"میں یہ کہہ رہا تھا استاد! کہ اس بھاگ دوڑ کا کوئی مقصد بھی ہے۔ دیکھو نا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔ خدا کی قسم! میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی مرضی کے خلاف کچھ کرو۔ لیکن بہرصورت مجھے کچھ کہنے کا حق تو ہے' کوئی رائے تو دے سکتا ہوں ——— اب اگر اس میں کوئی جان ہے تو ٹھیک ورنہ تم منع بھی کرسکتے ہو استاد!" سردارے نے جیسے خود سے الجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں' ٹھیک ہے کہو ——— میں نے منع تو نہیں کیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"استاد! کیوں نہ زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی لائی جائے؟"

"کیسی تبدیلی ——— تم مجھے مشورہ دو۔" میں نے پوچھا۔

"دیکھو نا استاد! اس سے پہلے ہم باقاعدہ ایک گروہ سے منسلک تھے۔ گروہ کے مفادات کے لئے ہم ملک ملک گھوم رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ لیکن اب گروہ ختم ہو گیا ——— تم نے جس زندگی کا آغاز کیا ہے استاد! یوں سمجھو وہ ایک ایسی منزل پر آگئی ہے جہاں سے تمہیں خود اپنے لئے راستے کا تعین کرنا ہے۔ غلام سیٹھ جب تک زندہ تھا تو تمہارے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ایک ایسا شخص تمہارا سرپرست نگران یا دوست ہے جس نے تمہاری زندگی کو بنانے میں یا اگر تم اسے بتانا نہ سمجھو تو اس رنگ میں لانے کی انتہائی کوششیں کی تھیں اور وہی تمہیں اس رنگ میں لایا ——— ذہنی طور پر تم بھی اس سے متاثر تھے لیکن اب وہ نہیں ہے استاد اور تم محسوس کرتے ہو کہ تم کسی کے محکوم بن کر نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ میرا مطلب ہے میرا مطلب تم سمجھ رہے ہو نا استاد! ہماری دولت اتنی ہے کہ ہمیں ان ساری چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ دنیا گردی کیا معنی رکھتی ہے؟"

"ایک بات کا جواب دو گے سردارے!" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔ ضرور استاد۔"

"تم اپنی زندگی کا ہر مقصد پا چکے ہو' کہاں جانا چاہتے ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟ زندگی کو کس حد تک لے جانا چاہتے ہو۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر تم یہ سانسوں کا تار کیوں برقرار رکھے ہوئے ہو ——— خودکشی کیوں نہیں کرلیتے ——— جواب دو۔"

"میں سمجھا نہیں استاد!" سردارے عجیب سے لہجے میں بولا۔

"سیدھی سی بات ہے سردارے! سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مقصد' سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟"

"میں نے کبھی اس کا تعین نہیں کیا استاد۔"

"تو پھر اپنے سفر کا تعین کیوں کر رہے ہو ———؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سفر کا تعین' بات سوچنے کی ہے استاد! مگر دیکھو نا زندگی کے تار' میرا مطلب ان سانسوں سے ہے' تو بہرصورت ہمیں گزارنے ہی ہیں' کسی بھی شکل میں گزارے جائیں' دنیا گردی کرتے ہوئے یا ایک جگہ تھم کر۔"

"ٹھیک ہے' آگے کہو۔" میں نے کہا۔

"الجھ رہا ہوں استاد! بڑی عجیب بات کہی ہے تم نے۔ مگر دیکھو نا دنیا میں ہمارے جیسے لاکھوں انسان سانس لیتے ہیں' جدوجہد کرتے ہیں' لیکن ایک جگہ ٹھہر کر ———"

"یہی میں پوچھنا چاہتا ہوں' ٹھہرنا کیوں چاہتے ہو ———؟ اگر تمہاری زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے' شادی کرنا چاہتے ہو' بچے پیدا کرنا چاہتے ہو' تو الگ بات ہے۔ لیکن اگر ان ساری چیزوں سے الگ ہو تو ی ایک جگہ قیام کیا معنی' دنیا دیکھو' قریہ قریہ گھومو' اندازہ لگاؤ کہ کہاں کس قسم کے لوگ بستے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ ہم کسی کے محکوم نہیں ہیں' اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ لیکن اس کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم زندگی جمود طاری کر کے کسی ایک جگہ پڑے رہیں ——— سردارے! ہم قائم ہونے کے لئے نہیں پیدا ہوئے' اری زندگی کو جو رخ دیا گیا ہے' ایک طرح سے تم غور کرو تو ہماری تقدیر میں' حالانکہ تقدیر بڑا عجیب سا لفظ لتا ہے' خاص طور پر ہم لوگوں کی زندگی میں ——— لیکن بہرحال ہم اس لفظ کا سہارا لینے کے لئے مجبور تے ہیں۔ تو تقدیر نے ہمارے لئے ایک راستے کا تعین کیا ہے' ہم اس راستے سے ہٹنا چاہیں تو کچھ عجیب سی ت ہوگی ——— چلتے رہو سردارے! چلتے رہو۔ میرا خیال ہے' جمود زندگی کی بہت سی دلچسپیاں ختم کردے ۔ پتہ نہیں کس کس ملک میں ہمیں کون کون سے واقعات پیش آنے ہیں' تم ان سے کیوں محروم رہنا ہتے ہو؟"

"میں ان سے بالکل محروم رہنا نہیں چاہتا استاد! لیکن بات مقصد کی ہے۔"

"بات صرف تمہاری الٹی سمجھ کی ہے سردارے! تم میری اس بات کا جواب نہیں دے سکے کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ ہم کسی مقصد کو لے کر کیوں گھومیں۔ ہم آزاد انسان ہیں' آزاد انسانوں کی طرح ملک ملک سفر کریں گے اور دیکھیں گے کس ملک کی ثقافت کیا ہے' کس ملک کا رہن سہن کیا ہے ——— باقی رہا جہاں تک کسی زندگی کی منزل کا تعین ——— تو ہماری زندگی کی منزل نہیں سردارے! چلتے رہو' چلتے رہو' اس وقت تک کہ جب تک کہ سانسوں کے تار بندھے ہوئے ہیں' یہ تار ٹوٹ جائیں گے تو

پھر زندگی کو ٹھہرا دیں گے بلکہ خود بخود زندگی ٹھہر جائے گی۔ بس میرا تو یہی خیال ہے لیکن اگر تم اس سے
اختلاف کرتے ہو میری جان! تو مجھے معاف کرنا میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا۔"

"اور وہ ضرور کوئی الٹا سیدھا مشورہ ہو گا استاد! بس خاموش ہو جاؤ۔" سردارے اکتائے ہوئے لہجے
میں بولا۔

"بور ہو رہے ہو میری باتوں سے؟"

"نہیں۔ اپنی حماقت پر بور ہو رہا ہوں—— خواہ مخواہ ایک بیکار سی بحث چھیڑ بیٹھا تھا۔"

"نہیں سردارے! اپنی اس بحث کو اختتام ضرور دو۔"

"کیا اختتام دوں استاد؟"

"میری بات سے متفق ہو؟"

"ہمیشہ سے تھا' ہوں اور رہوں گا استاد! کیسی باتیں کرتے ہو؟" سردارے نے کہا۔

"بس ٹھیک ہے سردارے! چلتے رہو' چلتے رہو' زندگی بھی چلتی رہتی ہے' رواں دواں ہے' ہم
سے اپنے راستوں کا تعین کر لیں گے۔ دیکھو نا اگر زندگی ٹھہری ہوئی ہوتی تو ہم بھی ٹھہرے ہوئے ہوتے
جب زندگی رواں دواں ہے تو ہم بھی کیوں نہ رواں دواں رہیں—— ٹھہرنے سے کیا فائدہ——!

"اف چولیں ہل گئیں استاد دماغ کی۔ ارے وہ دیکھو وہ کیا ہے؟" سردارے نے مجھے ایک ا
متوجہ کیا اور میں بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔ آنے والی شے کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ یہ وہی گاڑی
جو ہارن دے رہی تھی اور جس پر ہپی سوار تھے۔ انہوں نے بھی اسی طرف کا رخ کیا تھا۔ شاید وہ اس
سے بے خبر تھے کہ جن لوگوں سے وہ الجھ چکے ہیں' وہ بھی یہیں پر قیام پذیر ہیں۔

"آہاہا استاد! ان میں تو لڑکیاں بھی ہوں گی۔"

"پھر لڑکی——" میں نے سردارے کو گھورا۔

"اب دیکھو نا استاد! خود بخود آجائے تو میں کیا کروں۔" سردارے کھڑا ہوتا ہوا بولا اور مجھے ہنسی
آگئی۔

میں نے ہیگزرے کی طرف دیکھا۔ ہیگزرے اور دوسرے لوگ بھی اسی طرف متوجہ
ہیگزرے نے شاید پہچان لیا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ بہرحال آوارہ گردوں کے رویے سے اس کا
کوئی میل باقی نہ رہا تھا' اس لئے اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ البتہ آوارہ گردوں نے محسوس کر لیا
لوگ بھی یہیں قیام پذیر ہیں جن سے انہوں نے مذاق کرنے کی کوشش کی تھی اور جن سے مذاق کا
نتیجہ نکلنے والا تھا جسے ان کی خاموشی نے ٹال دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ہم سے کافی دور قیام کیا۔
اور بہرحال یہ ان کا حق تھا۔ انہیں وہاں قیام کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ تھوڑی دیر
ہیگزرے ٹہلتا ہوا ہمارے نزدیک آگیا۔ وہ اب بھی ان کی طرف متوجہ تھا۔

"دیکھ رہے ہو مسٹر برونک! یہ گدھے یہاں بھی آگئے۔ کیوں نہ ان کو یہاں سے بھگا یا جائے
غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اوہو ہیگزرے! بھلا اس میں ہمارا کیا نقصان ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے کافی دور قیام کیا ہے
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے گانا بجانا شروع کر دیا تو——؟"

"تو بھی ہمارے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ چرس اور نشے پی کر ان کی بے ہنگم اچھل کود مجھے بالکل پسند نہیں——
یقین کرو اگر انہوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو رات کو ان میں سے یقیناً کوئی میرے ہاتھ سے مارا جائے
گا۔"

"جانے دو ہیگزرے! دنیا میں سب کو اپنی مرضی کے مطابق جینے کا حق ہے' اور یہ حق تو انہیں خدا
نے دیا ہے۔ ہم کون ہیں جو ان سے ان کا یہ حق چھینیں۔"

"اوہو—— تم تو کسی واعظ کی طرح گفتگو کرنے لگے۔ تمہاری مرضی تمہاری وجہ سے ان کو
معاف کر دیا۔ لیکن سنو اگر انہوں نے زیادہ رات تک شور مچانے کی کوشش کی تو میں ان کا دماغ درست کر
دوں گا۔" ہیگزرے نے کہا۔

"بتا دیں گے ہم انہیں جا کر——" میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" ہیگزرے بولا۔

"کیوں ہیگزرے؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں نہیں چاہتا کہ ہم دوسرے لوگوں سے روشناس ہوں۔ وہ تو آوارہ گرد ہیں' ان سے کسی کا
کیا تعلق؟"

"ہاں ہاں اور کیا—— پھر وہ ہمارا بگاڑ بھی کیا سکیں گے۔ ویسے بھی ہمیں پہچان تو نہیں سکتے وہ
لوگ' اور ہم اتنا دور بھی رہنا نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے دیکھ لیں گے استاد۔" سردارے آنکھ مار کر بولا اور
ہیگزرے گردن ہلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

رات خاصی گزر چکی تھی۔ آوارہ گردوں نے بھی اپنا کیمپ لگا لیا تھا اور وہاں شاید مشعلوں سے
روشنی کی گئی تھی۔ جبکہ ہیگزرے کے پاس ایک چھوٹا جنریٹر موجود تھا جو شاید لینڈ روور میں ہی فٹ تھا۔ جنریٹر
چلا کر چند بتیاں روشن کر لی گئی تھیں جنہوں نے اس کیمپ کو اچھی خاصی روشنی بخش دی تھی۔ ہم لوگ جملہ
ضروریات سے فارغ ہو چکے تو سردارے میرے پاس پہنچ گیا اور پھر سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔

"کیا خیال ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ حالانکہ میں سمجھ گیا تھا کہ سردارے کیا کہنا چاہتا تھا
لیکن بس یونہی میں نے اس سے سوال کر لیا تھا۔

"چلو گے نہیں استاد!"

"ضروری ہے وہاں جانا؟" میں نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

"ارے ارے کیا ہو گیا استاد! تھوڑی دیر پہلے تو تم خود ہی تیار تھے۔"

"ہاں سردارے! لیکن سوچ رہا ہوں کہ رسک لینے سے کیا فائدہ؟"

"استاد! ساری زندگی رسک لیتے رہے ہیں۔ اب اتنی معمولی سی بات پر—— دیکھو نا ویسے
تمہاری مرضی لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ان کے ساتھ لڑکیاں بھی ہیں۔"

"لڑکی—— لڑکی—— چل بھائی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم

اس کیمپنگ کی طرف چل پڑے ——— آوارہ گردوں کی مخصوص سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں' دھوئیں کے مرغولے فضا میں بلند ہو رہے تھے جن میں چرس کی مخصوص بو رچی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں بے ہنگم قہقہوں کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی۔ ہم لوگ ان کے درمیان داخل ہوئے تو کسی نے ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے رنگ میں مست تھے اور یہ ان لوگوں کی خوبی تھی' ورنہ عام لوگوں کے گروہ میں اگر کچھ اجنبی لوگ داخل ہو جائیں تو سب لوگ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم دونوں نے ہی محسوس کیا کہ ان میں سے کسی نے بھی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک اچھا خاصا لمبا چکر لگا چکے تھے۔ درحقیقت ان کے ساتھ لڑکیاں تھیں اور مکمل طور پر ان سرگرمیوں میں حصہ لے رہی تھیں۔ لیکن کسی کو مخاطب کرنا بہرحال ایک معیوب سی بات تھی اور عجیب سا بھی لگتا تھا حالانکہ ان لوگوں کے ساتھ ہم خاصا وقت گزار چکے تھے۔ ان کی فطرت' ان کی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں ایک عجیب سی جھجک تھی' جو ہمیں اس سے روک رہی تھی۔

ایک جگہ رک کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

"کیا ہم اتنے ہی بزدل ہیں باس؟"

"ہرگز نہیں ——— کم از کم تم تو نہیں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر شروع کروں؟"

"ارے مار نہیں کھا جانا۔"

"ارے نہیں استاد ——— یہ بیچارے امن پسند لوگ ——— تم نے دیکھا نہیں تھا ہیگرے کی بدتمیزی پر انہوں نے کس طرح گردن جھکا دی تھی۔" سردارے نے دلیل دی۔

"ہاں۔ ان لوگوں کی کچھ خصوصیات تو مجھے واقعی پسند ہیں لیکن باقی معاملات کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔"

"جانے دیں استاد! جو خصوصیات اچھی ہیں' ان ہی سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے۔" سردارے ایک لڑکی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس نے لڑکی کو آنکھ ماردی ہے۔ لیکن چرس کے نشے سے دھندلائی ہوئی آنکھوں نے شاید سردارے کی اس حرکت کو نہ دیکھا تھا ——— البتہ لڑکی اس کے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو!" اس نے اپنے پیلے دانت نمایاں کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔" سردارے نے بھی مکمل دلچسپی سے کہا۔

"کون ہو تم؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اجنبی تمہارے درمیان۔"

"اوہ' اس دنیا میں کوئی کسی کے لئے اجنبی نہیں ہے' ہم سب انسان ہیں' دو ہاتھ دو پاؤں رکھنے والے اور ہم سب سانس لیتے ہیں اور ہم سب چرس پیتے ہیں۔ پیو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں ——— تمہارے درمیان کس لئے آئے ہیں۔"

"تو آؤ ——— لیکن مال ہے؟"

"ہاں ہاں' کیوں نہیں۔" سردارے نے جیب سے چند نوٹ نکالے اور لڑکی خوشی سے اچھل پڑی۔

"اوہو ——— ٹھہرو تم یہیں رکو۔ میں تمہارے لئے چرس لاتی ہوں۔" وہ نوٹ لے کر ایک دوڑ گئی۔

"قدرے سے اسے اب واپس نہیں آنا چاہئے سردارے۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آئے گی استاد! ضرور آئے گی ——— شرط بدلو۔"

"نہیں بھائی ——— لڑکیوں کے معاملے میں' میں تجھ سے شرط نہیں بدتا۔" اور اچھا ہی کیا میں ——— کیونکہ تھوڑی دیر بعد وہ لڑکی واپس آ گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی۔ بڑی دلچسپی سے ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے مخصوص انداز میں چرس کے پیکٹ اور ہماری جانب بڑھا دیئے۔

"ہماری کمپنی پسند کرو گے؟" دوسری لڑکی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر آؤ اس طرف چلیں۔" لڑکی ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ نجانے اس وقت ذہن کیسا تھا' خود کو آزاد چھوڑنے کو جی چاہ رہا تھا۔ میں نے ذرا بھی احتیاط نہیں برتی اور ان دونوں لڑکیوں کے ہم کیمپ کے ایک گوشے میں پہنچ گئے۔

"بیٹھو۔" ایک لڑکی نے پیار سے کہا۔

"بیٹھو استاد ———" سردارے دانت نکال کر بولا۔ ویسے بھی وہ لڑکیوں کے سامنے بالکل گدھا نظر لگتا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ دونوں لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے مخصوص انداز میں لیے اور تمباکو سے خالی کرنے لگیں۔ چرس بھرنے کے مخصوص انداز میں انہوں نے چرس اور تمباکو کیا اور پھر واپس سگریٹ میں بھر دیا۔ اس کے بعد ہم چاروں نے سگریٹ سلگا لئے ——— لڑکیوں نے تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ ہمارے ہی حساب میں پی رہی تھیں۔

سردارے بڑی شان سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ سنبھل گیا۔ اس دوران اپنے سگریٹ ختم کر چکی تھیں' جبکہ میں نے اس وقت تک سگریٹ کے صرف دو یا تین لئے تھے۔ اور ان گھونٹوں نے میرے اوپر کوئی خاص اثر نہیں کیا تھا۔ سردارے آدھی سگریٹ ختم کر پھر میری سرزنش پر وہ سنبھل گیا اور اس نے دم لگانے کی رفتار ذرا سست کر دی۔

اب لڑکیاں دوسرے سگریٹ بھر رہی تھیں۔ ایک بار پھر انہوں نے ہمارے لئے سگریٹ بھرے سے پہلے سگریٹ ہی ختم نہ ہوئے تھے۔ تب ان میں سے ایک آہستہ سے مسکرائی۔

"کیوں ——— اتنے آہستہ سے کیوں پی رہے ہو؟"۔

"ہم لوگ آہستہ ہی پیتے ہیں۔ تم پیتی رہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"میرا نام برونک ہے اور اس کا نام جیک ہے۔"

"خوب' میرا نام مارتا اور یہ سونیا ہے۔"

"بہت خوب ـــــ بھنیں ہو تم لوگ؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم اس گروہ میں تنہا ہو؟"

"دنیا کا ہر انسان ہر گروہ میں تنہا ہے۔" مارینا گہری سانس لے کر بولی۔

"اوہو پلیز فلسفہ نہیں۔" سردارے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا اور مارینا ہنس دی۔

"ہاں ـــــ حالانکہ زندگی بذات خود ایک فلسفہ ہے۔"

"تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو؟" میں نے مارینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کی ہے۔"

"ارے واہ ـــــ تو پھر آوارہ گردی کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لئے کہ زندگی اسی میں پائی۔"

"اوہ' ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی ـــــ میں اس وقت کسی فضول
نہیں چاہتا تھا۔ لیکن لڑکیاں میری جان چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھیں۔

"خود تم لوگوں نے اپنی زندگی کے مقصد کا تعین کیا ہے؟" مارینا نے پوچھا۔

"ہاں ہاں ـــــ کیوں نہیں۔"

"کیا مقصد ہے تمہاری زندگی کا ـــــ مجھے بتاؤ۔"

"بحث کرو گی؟"

"نہیں کرنا چاہئے؟" مارینا نے پوچھا اور میں ایک طویل سانس لے کر سردارے کی
لگا۔ یہ چرس زدہ لڑکی تعلیم یافتہ ضرور تھی مگر کیا ضروری تھا کہ اس سے بحث بھی کی جائے۔
پورا کرنا چاہئے تھا' بحث کرنے سے کیا فائدہ ـــــ

"خاتون مارینا! بغیر مقصد کے تو انسان سانس بھی نہیں لے سکتا۔ ہاں ـــــ کچھ
ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنے ذہنوں میں رکھتے ہیں۔ چھوڑیں ان باتوں کو ـــــ یہ چرس بھ
میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"بات ٹال رہے ہو۔" وہ آنکھیں میچ کر ہنستی ہوئی بولی۔

"چلو یونہی سمجھ لیں' ویسے آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی؟"

"کیا بتاؤں۔ جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں۔"

"اور جو کچھ آپ ہمارے سامنے ہیں' بہت خوب ہیں ـــــ کیوں مس؟"
دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور وہ بھی ہنس دی ـــــ مارینا کی نسبت وہ کم گو معل
بہرصورت اندازہ تو یہی ہوتا تھا کہ یہ دونوں لڑکیاں ہمیں مل گئیں اور بہرصورت جس مقصد
یہاں آئے تھے وہ پورا ہو گیا۔ لیکن ابھی تکلفات کسی قدر درمیان میں تھے اور پھر بیگڑ
تھا کہ وہ کمبخت انتظار کر رہا ہو گا ـــــ خاصا فضول آدمی تھا۔ عورتوں سے کوئی دلچ
شاید ـــــ

"مس مارینا! اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"پروگرام ـــــ کیا ہمارے درمیان کوئی پروگرام بھی طے ہوا تھا؟"

"اوہو نہیں ـــــ میرا مقصد ہے' ہمیں اجازت ـــــ؟"

"کہاں جاؤ گے؟" مارینا نے پوچھا۔

"تھوڑے فاصلے پر ہمارا کیمپ ہے۔ وہ سامنے جہاں روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔"

"اوہو ـــــ ہاں۔ میں نے دیکھا ہے ـــــ تو تم اسی طرف سے آئے تھے۔ لیکن تم آوارہ
تو نہیں معلوم ہوتے ـــــ کیا تم اسی شخص کے ساتھ ہو جس نے مونوک کو تھپڑ مارا تھا؟"

"ہاں۔ ہم انہی کے ساتھی ہیں۔ اس شخص کا نام مونوک تھا؟"

"ہاں ـــــ ترلوکا کا پیروکار۔"

"اوہو استاد! یہاں بھی ترلوکا' کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے یہ شخص نہ جانے کون شخص ہے۔"
ارے جلدی سے بولا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"موقع ملا سردارے! تو کبھی اس شخص کو تلاش ضرور کریں گے۔ دیکھیں گے تو سہی آخر ہے کیا
" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور سردارے بھی گردن ہلانے لگا۔ لڑکیاں چرس کے سگریٹ پر سگریٹ
پی رہی تھیں۔ میں نے اور سردارے نے بہت کوشش کی کہ ان سے کچھ بے تکلفی ہو سکے لیکن شاید پہلی
بار ہمیں یہ پہلی لڑکیاں ہمیں ایسی ملی تھیں جو ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔ اور جب ہم نے انہیں
اپنے ساتھ رات گزارنے کی پیشکش کی تو وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔

"نہیں جناب!" مارینا آہستہ سے بولی۔ "شاید آپ نے ہمارے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"کیا مطلب مس مارینا؟"

"ہم ایک حد کے قائل ہیں۔"

"اوہو ـــــ لیکن یہ تو آپ کے اصول کے خلاف ہے۔ آپ تو انسانیت اور طلب کی راہ میں
پابندی نہیں کرتیں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن کچھ حدود بہرحال کار آمد ہوتی ہیں۔ انسان زندگی سے کتنا ہی دور چلا جائے یعنی
انداز میں جسے زندگی سے دور کہا جاتا ہے۔ لیکن سینے میں ایک ایسی چیز ضرور ہوتی ہے جو بعض برائیوں کا
ادراک کر لیتی ہے اور جب ہم کسی چیز کو غلط سمجھ لیں تو میرا خیال ہے ہمیں اس سے دور رہنے میں کوئی ایسی
مشکل تو پیش نہیں آتی۔"

"سردارے!" میں نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔

"استاد!" سردارے منہ بنا کر بولا۔

"یہ تو واقعی کچھ زیادہ تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے چلو بھائی! یہاں رکنا بے کار ہے۔"

"گویا مایوس۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہاں یار ـــــ چلو واپس چلتے ہیں۔"

"ارے نہیں استاد ـــــ اب ایسی بھی کیا مایوسی۔ لعنت بھیجو ان پر' کہیں اور ٹرائی کرتے ہیں۔"

"یار! میں بالکل ہی موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سردارے نے
گردن ہلا دی۔ بہرحال ہم واپس اپنے کیمپ کی طرف چل پڑے۔ بیگڑے اور اس کے ساتھی جاگ رہے

تھے۔ کیمپ میں ہمیں ہماری جگہ بتادی گئی اور ہم دونوں وہاں جا کر لیٹ گئے۔ سردارے کا منہ لٹکا ہوا
کافی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے اور پھر سردارے ہی بولا۔

"استاد! کچھ عجیب سا محسوس نہیں ہوتا؟"

"اوہو------ کس بارے میں سردارے؟"

"میری مراد انہی لوگوں سے ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ سب آوارہ گردوں کے ایک مخصوص
سے ہٹے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔"

"ہر آدمی یکساں تو نہیں ہوتا۔"

"نہیں استاد------ میں تمہاری اس بات کو مانتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ' بہرحال ہوں گے۔
لعنت بھیجو------ سو جائیں۔"

"نیند آرہی ہے؟"

"آ تو نہیں رہی' لانی پڑے گی------ کمبخت لڑکیوں نے بور کر دیا۔ اگر ساتھ آجاتیں تو
تھا۔ اور میں جو انہیں دوسروں سے الگ کہہ رہا ہوں' خاص طور پر انہی لڑکیوں کی وجہ سے کہہ رہا ہوں
سالیاں اتنی پڑھ لکھ گئیں کہ آدمی ہی نہیں رہیں۔"

"عورت نہیں رہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے نے کروٹ بدل لی۔

اور پھر پورے کیمپ میں خاموشی چھا گئی۔ رات کا وقت تھا۔ ہپیوں کے کیمپ میں اگر کوئی
ہوتا تو اس کی آواز یہاں تک ضرور پہنچتی۔ لیکن وہاں بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سردارے کی بات
توجہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ لوگ ہپیوں کے اس عام انداز سے ہٹے ہوئے تھے جو مخصوص ہوتا تھا۔ ممکن
اس چھوٹے سے گروہ میں زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ ہوں اور آوارہ گرد ہونے کے باوجود وہ لوگ تھوڑے
مختلف ہوں۔ بہرحال رات کی سنسان خاموشی میں' میں خیالات میں ڈوبا لیٹا رہا۔ سونے کی کافی کوشش
لیکن نہ جانے نیند کیوں نہیں آرہی تھی۔ بعد میں' میں نے یہی سوچا کہ یہ میری کوئی مخصوص حس تھی
نے مجھے سونے نہیں دیا تھا۔

جنریٹر بند کر دیا گیا تھا اور ہمارے کیمپ میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن پھر اچانک
کیمپ اس طرح روشن ہو گیا جیسے سورج ایک دم نکل آیا ہو۔

لیکن سورج کی روشنی لکیروں کی شکل میں نہیں آتی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ یہ اندازہ
میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی کہ یہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ سرچ لائٹیں تھیں جنہوں نے
طرف سے ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پورے کیمپ میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں
رہا تھا۔ کیونکہ کسی طرف سے کوئی تحریک نظر نہیں آتی تھی۔ پھر ایک آواز ابھری۔

"ہے! سب لوگ اٹھ جاؤ۔ ہاتھ اٹھائے اپنے اپنے خیموں سے باہر نکل آؤ۔ کسی نے کوئی حرکت کی
تو کتے کی موت مار دیا جائے گا۔" آواز میگا فون پر آرہی تھی۔ میں نے کیمپ کے سونے والوں کو ہڑبڑا کر
جاگتے دیکھا۔ خود کو روشنیوں میں گھرا دیکھ کر سب ہی بوکھلا گئے تھے۔ اور پھر ہیگڑے کی دہاڑ سنائی دی۔

"ارے سور کے بچو! کیا تم سب جاگ گئے؟" یہ بات شاید اس نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے
کہی تھی۔

"ہتھیار اٹھالو------ پوزیشن لے لو۔" ہیگڑے غرایا۔

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ ہتھیار نہ اٹھاؤ۔ ورنہ تم ہماری رینج پر ہو۔ ہم تم سب کو
بھون ڈالیں گے۔" میگا فون پر آواز پھر سنائی دی۔ اور میں تیزی سے سردارے کو دھکیلتا ہوا ہیگڑے کی
طرف بڑھ گیا۔ سرچ لائٹوں نے جس طرح ہمیں حصار میں لیا ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے لئے
مناسب بندوبست کیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو ہم پر فوقیت حاصل تھی۔ اب تو صورت حال بگڑ ہی گئی تھی۔ خواہ
مخواہ ہیگڑے کے آدمیوں کو مروانے سے کیا فائدہ۔ میں ہیگڑے کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اس کے
شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ اچھل پڑا۔ پھر بولا۔

"تم بالکل فکر مت کرو دوست۔ میں ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

"نہیں ہیگڑے! وہ مضبوط پوزیشن میں ہیں۔"

"اوہ' دیکھ لوں گا' میرا نام ہیگڑے ہے۔" وہ غرایا۔

"ہوش سے کام لو ہیگڑے! تم ان کے بارے میں نہیں جانتے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ جبکہ
ہم پوری طرح روشنی میں ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا------ ہم مارنا اور مرنا جانتے ہیں۔"

"تمہیں وہی کرنا چاہئے ہیگڑے! جو میں کہہ رہا ہوں۔" مجھے تھوڑا سا غصہ آگیا اور ہیگڑے
چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بگڑ گئے تھے۔

"کیوں------ کیا میں تمہارا محکوم ہوں؟" وہ غرایا۔

"نہیں ہیگڑے! میں صرف مصلحت کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔"

"مصلحت بزدلوں کا ہتھیار ہے۔ تم کیمپ کے پیچھے چلے جاؤ۔" ہیگڑے نے کہا۔ اور میں نے
سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"آؤ۔" میں غصیلے لہجے میں بولا اور سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ درحقیقت میں کیمپ کے
پچھلے حصے کی طرف چل پڑا تھا۔ لیکن یہ حصہ بھی روشنیوں سے محفوظ نہیں تھا۔ البتہ سرچ لائٹوں کے
درمیان کالی لکیریں ضرور تھیں۔

"سردارے!" میں نے اسے پکارا۔

"استاد!" سردارے مستعدی سے بولا۔

"اس وقت ہیگڑے کے چکر میں نہیں پڑنا۔ صورت حال ایک دم خراب ہو گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد------ لیکن پروگرام؟"

"بس کسی طرح یہاں سے نکل چلنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمارے پاس تو پستول بھی نہیں ہیں' ورنہ انہی سے کام چلایا جا سکتا۔ لیکن استاد! وہ لوگ تو اس
طرف بھی ہیں۔"

"چلتے رہو------ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

سیاہ لکیروں کے درمیان ہم سانپ جیسی تیزی سے رینگ رہے تھے۔ ابھی تک فائرنگ شروع نہیں
ہوئی تھی۔ گویا ہیگڑے اور اس کے ساتھی پوزیشن لے رہے تھے۔ دوسری طرف سے شاید وہ لوگ بھی

مستعد ہو گئے۔ وارننگ برابر دی جا رہی تھی اور میگافون پر بار بار یہ آواز ابھر رہی تھی۔

"تم لوگوں کو آخری وارننگ دی جا رہی ہے' اپنے ہاتھ بلند کئے ہوئے سامنے آجاؤ اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو' ورنہ ہم فائر کھول دیں گے۔"

لیکن پھر دوسرے لمحے بیگزرے اور اس کے ساتھیوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔ اور بیگزرے کی طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ فائرنگ کی آواز نے سناٹے کو چیر دیا اور دریائے گونڈ کے کنارے ویران سناٹے مجروح ہو گئے۔ بیگزرے اور اس کے ساتھی بھی پوری طرح مسلح تھے اور کافی تیز معلوم ہوتے تھے چنانچہ بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو فوجیں آمنے سامنے آ گئی ہوں۔ لیکن ہم ان فائروں کو سننے کے لئے نہیں رکے۔ ہماری یہی کوشش تھی کہ جتنی دور نکل آئیں بہتر ہے اور سیاہ لکیروں کا سہارا لیتے ہوئے ہم کیمپ سے بہت دور نکل آئے۔ لیکن شاید یہاں غلطی ہوئی تھی۔

پہاڑیوں کی جانب آنے کی بجائے اگر ہم دریا کی سمت کا رخ کرتے تو دریا میں اتر کر ہمیں دوسری طرف جانے میں آسانی ہوتی۔ اور یہ یقینی امر تھا کہ دریا کی سمت ان لوگوں نے مورچہ بندی نہیں کی ہوگی۔ بہرصورت اس غلطی کا احساس ہمیں اس وقت ہوا جب سیاہ لکیروں کے سہارے رینگتے ہوئے ہم ایک چٹان تک جا پہنچے۔ خاصی بلند چٹان تھی۔ میں نے سردارے کو ٹہوکا دیا جو میرے پیچھے پیچھے ہی چلا آ رہا تھا اور سردارے رک گیا۔

"کیا بات ہے استاد؟"

"میرا خیال ہے سردارے! چٹان کے پیچھے سے کوئی راستہ مل جائے گا۔"

"ممکن ہے استاد ـــــ آؤ دیکھیں فکر کس بات کی ہے۔"

"فکر کون کرتا ہے ـــــ آؤ۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کھڑے ہو گئے۔ تب ہی ہمارے دونوں سمت سے رائفلوں کی لمبی سیاہ نالیں ہماری گردنوں سے آ لگیں۔

"خبردار! آواز نہ نکلے' ورنہ ـــــ ورنہ ـــــ" یہ آواز سنائی دی اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"استاد!" سردارے کی آواز ابھری۔

"ٹھیک ہے سردارے! کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔" میں نے اردو میں جواب دیا۔ اور سردارے ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جن لوگوں نے ہمیں رائفل سے کور کیا تھا ہمارے سامنے پہنچ گئے اور پھر ہمارے جسموں پر ہاتھ مارے گئے۔ گویا ہماری تلاشی لی جا رہی تھی۔ لیکن اگر پستول ہوتے تو انہیں ہم استعمال کیوں نہ کرتے۔ ہم نے خاموشی سے تلاشی لینے دی اور اس کے بعد ہمیں رسیوں سے کس دیا گیا۔

شاید ہمیں گرفتار کرنے والوں کے علم میں نہ تھا کہ ہم کون ہیں۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ آنے والے ہوریشو کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اور نہ تھے۔

بہرحال برے پھنس گئے تھے۔ اس وقت کچھ کیا بھی نہ جا سکتا تھا۔ ہم نے کوئی جدوجہد نہ کی اور ہمیں گرفتار کرنے والے پیچھے ہی پیچھے کافی دور لے گئے۔ اور مشکل یہ تھی کہ رات کی تاریکی میں ان لوگوں کے چہرے بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ دوسری طرف بیگزرے برابر ڈٹا ہوا تھا اور مجھے حیرت تھی کہ درمیان

میں ہونے کے باوجود وہ عمدگی سے لڑ رہا تھا۔ لیکن فائرنگ کی آوازیں زیادہ دیر تک جاری نہ رہیں اور اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔

جنگل کے زخمی سناٹے کو مجروح کیا گیا تھا اور ایسی خوفناک آوازیں بلند کی گئی تھیں کہ بڑی دہشت ہوتی تھی۔ لیکن اب یہ خاموشی بھی بڑی دہشت ناک تھی۔ تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ آنے والے بھی خاموش رہے' اس کے بعد غالباً ٹرانسمیٹر پر کوئی گفتگو کی گئی۔ ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد ہمارے نگرانوں نے ہمیں ٹہوکے دیئے۔

"چلو۔" ان میں سے ایک بھاری آواز میں بولا۔ کچھ پوچھنے کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہم خاموشی سے چل پڑے۔ ہاتھ پیچھے کسے ہوئے تھے۔ لیکن چلنے میں دشواری نہیں ہو رہی تھی کیونکہ ہمارے ساتھی ہمارے بازو پکڑے ہوئے تھے۔ خاصا فاصلہ طے کر لیا گیا اور ہم جہاں سے چلے تھے وہیں پہنچ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنی میں تھے۔

اور پھر وہی کیمپ تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے ہمارا قیام تھا کیمپ کے درمیان بیگزرے کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ بے وقوفوں نے خواہ مخواہ جان دی۔ ورنہ اس وقت گرفتار ہونا بدرجہا بہتر تھا۔ اور پھر ظاہر ہے یہ مقابلہ تھا بیگزرے نے اپنی ہٹ دھرمی سے جان دی۔ پتہ نہیں وہ زندہ تھا یا مر چکا تھا۔

باہر بہت سے لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ گویا بیگزرے کے کیمپ پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بے پناہ حیرت ہوئی کہ ان چلنے پھرنے والوں میں وہی ہپی موجود تھے جن کے درمیان ہم نے کچھ وقت گزارا تھا اور جنہوں نے وہ کیمپ لگایا تھا ـــــ سردارے بھی مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"استاد!"

"کیا بات ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ دیکھو وہ شخص جسے بیگزرے نے تھپڑ مارا تھا؟" اس نے کہا۔

"ہاں سردارے! کوئی گہرا پروگرام بنایا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"صاف ظاہر ہے ان لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔"

"لیکن استاد! ان کی تعداد اتنی زیادہ تو نہیں تھی۔"

"جب تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ ہوریشو کے ساتھی ہیں تو پھر اس تھوڑی سی تعداد پر کیوں بھروسہ کرتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رات کی تاریکی میں بہت سے لوگ آ سکتے ہیں اور اس کیمپ کو گھیرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا کیونکہ بیگزرے نے اس کی حفاظت کا کوئی بندوست نہیں کیا تھا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے استاد ـــــ لیکن اس کا مطلب ہے کہ خاصی گڑبڑ ہو گئی۔"

"ہاں سردارے! گڑبڑ تو ہو گئی ـــــ مگر اب؟"

"اب کیا استاد ـــــ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"بس یہی میں بھی کہنا چاہتا تھا——— اور اب تم خاموش ہو جاؤ اور آرام سے بیٹھو۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔

وہ لوگ لاشوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ شاید مرنے والوں کی شناخت کی جا رہی تھی۔

بہرحال ہم خاموشی سے بیٹھے رہے۔ بھلا ہمیں ان معاملات میں مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے لاشیں اکٹھی کرلیں۔ یقیناً انہیں ہماری تلاش تھی۔ لیکن چونکہ ہم میک اپ میں تھے اس لئے ابھی تک اس میں ناکام تھے۔ بہرحال بھاگنا ناممکن تھا۔ ویسے ان لوگوں کی جس قدر تعداد نظر آرہی تھی وہ تعجب خیز تھی۔ سب کے سب ہپی تھے۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ اور ہم نہایت خاموشی سے ان لوگوں کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

"استاد!" اچانک سردارے بول پڑا اور اس وقت اس کی آواز مجھے بیحد عجیب لگی۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ذرا اس طرف دیکھو——— وہ نیلی پتلون والی دراز قامت لڑکی۔ وہ جس کی پتلون بائیں سمت سے پھٹی ہوئی ہے اور اس کا بدن نظر آرہا ہے۔"

"اوہ——— ہاں' کون ہے وہ' میں نہیں پہچان سکا۔" میں نے پرتجسس انداز میں کہا اور بغور اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"پہچانتا تو میں بھی نہیں استاد! مگر قیامت ہے۔ اتنے دبلے پتلے بدن پر اتنے بھاری کولہے——— ہائے ہائے——— ذرا دو قدم چلے تو دیکھنا۔" سردارے نے چٹخارے بھرتے ہوئے کہا۔ اور میں بے اختیار مسکرا پڑا۔ سردارے کی بات پر مجھے ذرا بھی غصہ نہیں آیا تھا۔ یہ بڑے حوصلے کی بات تھی کہ اس خوفناک سچوئیشن میں بھی ہم لوگ ایسی باتیں کر سکتے تھے۔ ہمارے سامنے ہمارے ساتھیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے اور ہم کسی خوبصورت لڑکی پر تبصرہ کر رہے تھے۔

"واقعی عمدہ ہے سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے چندھیائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا اسے تو توقع تھی کہ ڈانٹ پڑے گی۔ میں اسے برا بھلا کہوں گا۔ لیکن بہرحال سردارے کی یہ بے خوفی قابل داد تھی اور میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

"پھر——— پھر سے کہو استاد!" اس نے کہا۔

"واقعی عمدہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کلام دکھاؤں استاد؟" سردارے چہک کر بولا۔

"ابھی نہیں میری جان——— ذرا حالات کا فیصلہ ہو جانے دو۔"

"وہ ٹھیک ہے استاد! لیکن لسٹ پر رہی——— ہاں تمہیں تو پسند نہیں ہے؟"

"تمہیں وی۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"اوہ' شکریہ——— ہاتھ کھلے ہوتے استاد تو جھک جھک کر لکھنوی انداز میں سلام کرتا۔"

"چلو پھر سہی۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا بیگڑے کے سارے ساتھی مارے گئے' لاشیں تو بہت ہیں۔" سردارے بولا۔

"بے چارا بیگڑے——— بہادر لیکن عاقبت نااندیش۔" میں نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن استاد! ذہن ابھی تک چکرا رہا ہے۔ صورت حال سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"میرا خیال ہے مشکل نہیں ہے سردارے۔ جوزف یا بیگڑے بالکل صحیح لوگ تھے لیکن شاید تمہیں یاد ہو جوزف نے کہا تھا کہ ہوریشو نے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ' ہاں۔ مگر یہ ہپی؟"

"بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ مارتا وغیرہ بھی ہوریشو کی ساتھی تھیں۔ صورت حال یوں ہوگی کہ ہوریشو نے جوزف پر نگاہ رکھی ہوگی۔ اور پھر اسے جوزف کے مشاغل کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ پھر اس نے ہپیوں کو ہمارے پیچھے روانہ کر دیا ہوگا اور کسی مناسب جگہ کے منتظر رہے۔ دوسرے لوگ بھی ہمارے پیچھے ہوں گے اور پھر راتوں رات یہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ تم نے دیکھا نہیں وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے۔"

"ہاں استاد——— ہائے اسے دیکھو' کیسے چل رہی ہے۔" سردارے نے پھر ہانک لگائی۔

"ادھر بھی دیکھو۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر ایک طرف اشارہ کیا۔ ان لوگوں نے بیگڑے کے ایک ساتھی کو پکڑ رکھا تھا اور اسے بری طرح مار رہے تھے۔

"اوہو استاد——— یہ تو——— یہ تو ناقابل برداشت ہے۔" سردارے نے کہا اور میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان لوگوں کی درندگی کو دیکھ رہا تھا۔

پھر دور سے ایک اور گاڑی کی ہیڈ لائیٹس نظر آئیں اور بہت سے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ گاڑی اسی جگہ آکر رک گئی تھی۔ بڑی سی لینڈ روور تھی۔ اس سے کئی آدمی نیچے اترے۔ دور سے ان کی شکلیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ لیکن ہم نے بہت سے لوگوں کو ان کے سامنے مودب دیکھا۔

"کہیں ہوریشو نہ ہو۔" سردارے نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نووارد لوگ بھی اسی طرف بڑھ گئے جہاں دوسرے لوگ بیگڑے کے ساتھی کی پٹائی کر رہے تھے۔ اور پھر ہم نے لوگوں کے ہجوم کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"ان کا مسئلہ حل ہو گیا سردارے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد!"

"وہ اس شخص سے ضرور ہمارے بارے میں پوچھ رہے ہوں گے اور وہ مار برداشت نہیں کر سکا۔"

"اوہ' یہی بات معلوم ہوتی ہے استاد——— لیکن———"

"لیکن کیا؟"

"استاد! وہ ہمیں گولی مار دیں تو دوسری بات ہے۔ وہ باعزت موت ہو گی۔ لیکن اگر انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی برا سلوک کیا یعنی مارنے پیٹنے کی کوشش کی تو———" سردارے کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"تو ہم آزاد ہوں گے سردارے! یہ سوال کیوں کرتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں استاد——— تم ناراض تو نہیں ہو گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ "اعتراف کرلیں گے

سردارے! اب خود کو چھپانے میں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" میں نے دوبارہ کہا۔۔۔۔۔ اور جم غفیر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ہم نے سیاہ فام ہوریشو کو صاف پہچان لیا تھا۔ وہ سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے چند لوگ تھے اور پھر بقیہ لوگ۔۔۔۔۔ سب کے سب ہمارے سامنے پہنچ گئے۔

"جب ہم نے فائرنگ شروع کی تو۔۔۔۔۔ یہ دونوں خاموشی سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔" ہمیں گرفتار کرنے والوں نے جتایا۔ لیکن ہوریشو نے ان کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ غور سے ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے سیاہ مکروہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دونوں سرخ آنکھوں کی سفاک چمک صاف نظر آ رہی تھی۔

"خوب۔ تو یہ تم ہی ہو میرے دوستو!" اس نے پوچھا۔

"بہت دیر سے پہچانے ہوریشو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ لیکن صحیح پہچانا۔۔۔۔۔ کیوں؟" ہوریشو نے قہقہہ لگایا۔

"یقیناً۔" میں نے زندہ دلی سے جواب دیا۔

"جا کہاں رہے تھے؟" ہوریشو نے بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"ناروے کا ارادہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہے۔۔۔۔۔ یعنی اب بھی ہے؟" ہوریشو دلچسپی سے بولا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ارادہ تو ہے' نہ جا سکیں' وہ دوسری بات ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ہوریشو گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"تمہاری بدلی ہوئی صورت دیکھ کر الجھن ہو رہی ہے۔ اگر اجازت ہو تو باقی سارے کاموں سے پہلے تمہارے چہرے صاف کرا دوں۔۔۔۔۔ ارے ہاں! میں بھول گیا اس سے قبل ایک کام اور کرنا ہے۔ ارے او بے وقوفو! تم نے ان شریف لوگوں کی تلاشی بھی لے لی یا نہیں؟" اس نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اور اس کے آدمی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ "ارے جلدی کرو گدھو! یاد نہیں ایک بار کیا حشر کیا تھا انہوں نے۔ مگر تم نے ان کے ہاتھ باندھ دیئے' یہ درست کیا۔ چلو تلاشی لو۔" اور اس کے ساتھی ہمارے بدن سے چمٹ گئے تھے۔

ایک کیل بھی نہ چھوڑی تھی انہوں نے۔ ہم دونوں خاموش رہے تھے۔

"بس اب ٹھیک ہے۔ لیکن دوستو۔۔۔۔۔ تعجب ہے اس بار تم مسلح نہیں تھے۔"

"اسٹین گنیں موجود ہیں ہمارے پاس لیکن بدقسمتی سے انہیں استعمال کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' صرف اسٹین گنیں؟" وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ ہر جگہ وہ پچویشن تو نہیں ہو سکتی تھی۔"

"یاد مت دلاؤ اس کی۔۔۔۔۔ خدا کی پناہ۔" ہوریشو نے کہا۔ اور پھر اپنے آدمیوں سے بولا۔ "چہرے صاف کراؤ ان کے۔" اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے چہروں سے میک اپ اتر گئے تھے۔

"خوب۔۔۔۔۔ تم نواز اصغر ہو' اور تمہارا کیا نام ہے؟" اس نے سردارے سے پوچھا۔

"خادم کو سردار علی کہتے ہیں۔" سردارے نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور ہوریشو ہنس پڑا۔

اس سے اس شخص کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا جو فاتح' جو دشمن اتنا ٹھنڈا مزاج رکھتا ہو وہ خطرناک ترین ہوتا ہے۔

"آؤ ڈیر چلیں۔ راستے میں باتیں ہوں گی۔" اس نے کہا اور ہم چل پڑے۔ ہوریشو نے ہمارے ہاتھ خود چیک کیے تھے۔ بہرحال ان کے کھلنے کی کوئی گنجائش نہ پا کر وہ مطمئن ہو گیا اور ہمارے ساتھ لینڈ روور کی طرف چل پڑا۔

"بہت خوفزدہ ہو ہوریشو؟" میں نے لینڈ روور میں چڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم سے؟" اس نے رک کر پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" میں نے حقارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی یہ حقیقت ہے۔ تم یقین کرو مکلینو کے لئے کام کرتے ہوئے مجھے طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ مکلینو کی زندگی تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ میں نے اس کے لئے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں۔ لیکن تمہارے سلسلے میں جس قدر تگ و دو کرنی پڑی ہے' وہ بھی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ مکلینو کو کسی خطرناک گروہ کو ختم کرنے میں بھی وہ مشکلات پیش نہیں آئیں جو تمہارے سلسلے میں۔۔۔۔۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور یہ بات بھی بہرحال خطرناک تھی ہوریشو کا ٹائپ میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ بلاشبہ ایک خطرناک ترین شخص تھا جو قابو پانے کے بعد بھی سنجیدہ رہتا تھا اور جوش میں نہ آتا تھا۔

بہرحال ہم لینڈ روور میں بیٹھ گئے اور پھر ہوریشو نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دیں۔ "یہاں کے معاملات طے کرنے کے بعد تم لوگ واپس پہنچو۔ لاشوں کو ڈھونے کی ضرورت نہیں' یہیں ٹھکانے لگا دو۔۔۔۔۔ نشانات صاف کر دینا۔" اور پھر اس نے ڈرائیور کو چلنے کی ہدایت کی۔۔۔۔۔ اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لینڈ روور کے پچھلے حصے میں دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد کی سیٹ پر ہم دونوں تھے۔ خود ہوریشو اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بہرحال بڑا دوستانہ رویہ تھا اس کا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر میں نے ہی خاموشی کا یہ طلسم توڑا۔۔۔۔۔ "ہم کہاں چل رہے ہیں ہوریشو؟"

"گوتبرگ قریب ترین جگہ وہی ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"شکریہ۔۔۔۔۔ بیگرے کا کیا ہوا؟"

"مارا گیا بے چارہ۔۔۔۔۔ بلکہ مروا دیا تم نے اسے۔۔۔۔۔ عمدہ انسان تھا' قول کا دھنی' ویسے طاقتور آدمی تھا۔ لیکن بے وقوف نے اپنی طاقت مکلینو کے مقابلے میں لا ڈالی تھی۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ مجھے بھی اس کی موت کا افسوس ہوا تھا۔ کئی منٹ تک تو کچھ بول بھی نہ سکا۔۔۔۔۔ "کیوں خاموش ہو گئے ہو؟" تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو نے پوچھا۔

"مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔"

"مجھے بھی ہے۔ لیکن تم نے اسے۔۔۔۔۔"

"میرا قصور نہیں ہے ہوریشو! میں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھا؟" ہوریشو بولا۔

"صورت حال دیکھ کر میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ جنگ کرنے کی بجائے ہتھیار ڈال دینا بہتر ہے لیکن..... بہرحال وہ مرنا ہی چاہتا تھا۔"

"موت تو اس کا مقدر بن چکی تھی ------ تمہارا کیا خیال ہے کیا تمہاری مدد کرنے والے کو مکلینو معاف کردے گا؟"

"اوہ' اس کا مطلب ہے گولڈ مین بھی....." میں نے کہا۔

"گولڈ مین ------" ہوریشو کے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولا۔ "نہیں ------ خوش ہو جاؤ۔ تمہارا دوست گولڈ مین زندہ ہے۔ تمہیں اس سے ملاقات کرائی جائے گی۔" اس نے کہا اور نہ جانے کیوں مجھے خوشی ہوئی۔

"اسے زندہ کس طرح چھوڑ دیا گیا؟"

"وقتی طور پر وہ زندہ ہے۔ دراصل اس نے ایک ایسی بات کہہ دی تھی جسے مکلینو برداشت نہیں کرسکا اور اس نے اسے زندگی بخش دی۔"

"اوہ' کیا کہہ دیا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بے وقوف نے کہا تھا ہم تمہارے اوپر قابو نہ پاسکیں گے۔ بس مکلینو کو چڑھ گئی۔ اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے تمہارا حشر دیکھ لے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"ہمارا حشر دیکھنے کے بعد اسے مار دیا جائے گا؟"

"ہاں۔ مکلینو کا اصول ہے کہ فالتو گھاس صاف کر دیتا ہے۔"

"خود اس کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکلینو کی؟"

"ہاں۔"

"وہ ان معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ بس اسے یہ تردد تھا کہ ابھی تک ہم کامیاب کیوں نہیں ہوئے۔ تمہاری کاوش کو اس نے بھی سراہا تھا اور تمہاری تعریف کی تھی۔" ہوریشو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واقعی بڑا فراخ دل انسان ہے ------ اپنی چہیتی بیٹی کے حشر پر بھی وہ ہماری تعریف کر سکتا ہے۔" میں نے کہا اور پہلی بار میں نے ہوریشو کے چہرے پر غصے کے تاثرات دیکھے۔ لیکن صرف چند لمحات کے لئے۔ اس کے بعد وہ پھر مسکرانے لگا تھا۔

"بیٹی کے معاملے کو بھی اس نے حساب میں درج کر لیا ہے۔ میرا خیال ہے اس کا حساب کتاب کمزور نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ لینڈ روور کا سفر جاری تھا اور پھر وہ شاید گوہنبزگ میں داخل ہوگئی۔ حالانکہ رات کا وقت تھا لیکن کسی حد تک شہری ہنگاموں کا انداز ہو رہا تھا۔

پھر لینڈ روور کسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رک گئی۔ سب سے پہلے عقب میں بیٹھے دونوں مسلح آدمی اتر گئے۔ پھر ہمیں سہارا دے کر اتارا گیا۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی دوڑ کر قریب آگئے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور کینہ توز نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

"آؤ نواز ------!" ہوریشو نے اس انداز سے کہا جیسے وہ ہمارا برسوں کا شناسا ہوا اور بڑی بے

تکلفی رہی ہو ہمارے درمیان ------ بہرحال ہم بھی خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔ اور پھر عمارت کے ایک وسیع اور شاندار کمرے میں پہنچ کر ہمارا یہ سفر ختم ہو گیا۔

"تمہارے بندھے ہوئے ہاتھ' مجھے عجیب سے لگ رہے ہیں۔ لیکن تم سے خطرہ بھی ہے ------ کیا خیال ہے؟" ہوریشو نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تم سے ہاتھ کھولنے کی درخواست کروں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"درخواست نہ کرو ------ وعدہ کر لو۔ کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گے جو خود تمہارے لئے ہی نقصان دہ ہو۔"

"چلو وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جو میرے لئے نقصان دہ ہو ------" میں نے کہا اور سردارے ہنس پڑا۔ بڑا دلچسپ وعدہ تھا یہ ------ ہوریشو اپنے ہی الفاظ کے جال میں پھنس گیا تھا۔ لیکن میں اس شخص کی قوت برداشت اور ٹھنڈے مزاج کا دل سے اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تاثرات کی لکیر پڑتی تھی اور پھر وہ سپاٹ ہو جاتا تھا۔

"دیکھو دوستو ------ دلیری اچھی چیز ہوتی ہے۔ لیکن دلیر لوگ خودکشی نہیں کرتے۔ مرنے کا ارادہ کرو تو کم از کم ایسی موت مرنا کہ تمہارے بارے میں ہمارے خیالات خراب نہ ہو جائیں ------ یہاں سے نکلنے کی کوئی کوشش موت ہوگی۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہارے ہاتھ کھلوائے دے رہا ہوں تاکہ تم یہاں خود کو تکلیف میں محسوس نہ کرسکو۔"

"شکریہ ہوریشو ------!" میں نے جواب دیا اور ہوریشو نے ایک ہاتھ اٹھا دیا ------ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس وسیع کمرے میں کوئی نہ ہو۔ لیکن نہ جانے کس طرح ہوریشو کا مافی الضمیر جان لیا گیا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"ان کے ہاتھ کھول دو۔"

"یس سر۔" انہوں نے مستعدی سے کہا اور ہمارے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دی گئیں۔ سردارے رسیوں کے نشانات ملنے لگا تھا۔ لیکن میں نے ان پر توجہ نہیں دی۔ ہوریشو غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"اچھا تو اجازت دوستو!"

"خدا حافظ ------ دوبارہ کب ملو گے؟" سردارے بے ساختہ بول پڑا۔

"بہت جلد۔" ہوریشو نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازہ یقینی طور پر باہر سے بند کر دیا گیا ہوگا۔

سردارے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے میں ضروریات زندگی کا سارا سامان موجود تھا۔ باتھ روم بھی ملحق تھا۔ مسہریاں وغیرہ بھی تھیں۔ غرض کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

"اچھی جگہ ہے باس ------ کیا خیال ہے؟" سردارے گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہوں فی الحال تو ٹھیک ہے۔ آئندہ دیکھنا ہے کیسی ثابت ہوتی ہے۔"

"آئندہ کے بارے میں کوئی اندازہ باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"تم ان لوگوں کا رویہ دیکھ رہے ہو ------ کتنی تگ ودو اور کتنے نقصانات اٹھانے کے بعد انہوں

نے ہمیں پکڑا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے انہیں جو چوٹ دی ہے وہ جیسی ہے اس بارے میں بھی تم جانتے ہو۔"

"ہاں باس!"

"ٹھنڈے لوگ ——— بیحد خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ شخص یقیناً کوئی خطرناک ارادہ رکھتا ہے۔"

"ضرور رکھتا ہو گا۔ ویسے اپنی پوزیشن کیا ہے استاد؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"کچھ شروع کرنا ہے یا ابھی آرام ہو گا؟"

"حالات کا جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے ہمیں خاموشی سے گولی مار دی جائے۔ اگر کوئی دوسری بات سامنے آئے تو پھر اندازہ لگایا جائے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے باس ——— تب پھر آرام۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

"ہاں۔ فی الحال تو آرام ———" میں نے ایک کرسی میں دراز ہوتے ہوئے کہا۔ سردارے بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد ——— وہ قتالہ وہیں رہ گئی۔"

"وہ ——— ہاں۔ کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"کاش کچھ کیا جا سکتا۔ کیا میں ہوریشو سے اس کے بارے میں معلوم کروں؟"

"حماقت کی باتیں کم ہی ہوں تو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہو باس!"

"کیوں ——— یہ اندازہ کیسے لگایا تم نے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

ہائے ذکر جاناں سے عدم دلچسپی اور کس بات کی علامت ہے۔"

"یہ گھونسہ کس بات کی علامت ہو سکتا ہے؟" میں نے مکہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارے غصے کی اور میرے خاموش ہو جانے کی۔" سردارے نے کہا اور میں مسکراہٹ نہ روک سکا۔ بہرحال اس کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ حیرت کی بات تھی کہ بیحد خطرناک حالات میں گھرے ہونے کے باوجود نیند آگئی۔ اور ہم دونوں ہی گہری نیند سو گئے۔ دوسرے دن اس وقت جاگے جب ہماری گھڑیاں گیارہ بجا رہی تھیں۔

سردارے اپنے بستر پر اینٹھ رہا تھا۔ "صبح بخیر جہاں پناہ!" میں نے کہا۔

"نہایت بد تمیز میزبان ہیں ہمارے ——— ہمیں جگا کر ناشتہ بھی نہیں کرایا۔ پیٹ کا برا حال ہے۔" سردارے بولا۔

"ہاں واقعی ——— آپ انہیں سزا دیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہم ان سے اپنی قلمرو کی رکنیت چھین لیں گے۔" سردارے بولا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور مسہری سے اتر کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جدید ترین باتھ روم تھا۔

میں نے اطمینان سے غسل کیا اور پھر باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ سردارے میرے واپس آنے کا منتظر تھا۔ جونہی میں باتھ روم سے نکلا وہ بھاگ کر اندر گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھے

دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ سردارے کے چہرے پر بدستور تمسخر کے آثار تھے۔ ویسے مجھے حیرت
کہ وہ اس ماحول سے ذرا بھی متاثر نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"استاد! ان خوش اخلاقوں کو کیا ہو گیا؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ناشتہ نہیں آیا ابھی تک۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ ہمیں بھول ہی گئے کہیں بھوکے مارنے کا ارادہ تو
ل ہے۔ درحقیقت سزاؤں میں سب سے اذیت ناک سزا ہوتی ہے استاد۔"

میں خاموش رہا۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں جواب ہی کیا دے سکتا تھا۔ بلاشبہ رات کو ہوریشو کا رویہ
ے ساتھ بہت اچھا تھا۔ لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ اس کا یہ رویہ برقرار ہی رہے۔ ظاہر ہے ہم دشمن تھے
ر ایسے دشمن جنہوں نے بذات خود ہوریشو کو شکست دی تھی۔ بلاشبہ وہ فراخدل انسان رات کو ہماری
وائیوں کا اعتراف کر رہا تھا لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ اس کا دل بھی صاف ہو۔ بہرحال اب تو آ ہی پھنسے
، جو ہو تا دیکھا جاتا۔ مجھے اس وقت بھی ہیگزرے کی موت کا افسوس تھا۔ سردارے بھی خاموش نظر آرہا
اور یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب ہم نے دروازے پر چاپ کی آواز سنی۔

ہماری نگاہیں دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ سفید لباس پہنے ہوئے ایک ملازم ٹائپ کا آدمی اندر
ل ہوا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر اس انداز میں سلام کیا جیسے واقعی ہم یہاں معزز مہمان ہوں۔

"ناشتے کے بارے میں کیا حکم ہے جناب!" اس نے پوچھا۔

"لے آؤ ———" میں نے جواب دیا اور وہ گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔ سردارے کی آنکھیں
ت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ مضحکہ خیز انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے استاد ——— جیسے اپنی سسرال میں ہوں۔"

"ہاں۔ خاطر تواضع تو ایسی ہی ہو رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاطر تواضع کا دوسرا دور کیسے ہوتا ہے۔"
انے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے نے مضبوطی سے آنکھیں بھینچ لیں۔

"افوہ استاد ——— کھانے سے پہلے یہ احساس مت دلاؤ۔"

ناشتہ آگیا۔ وہی شخص ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لایا تھا۔ ناشتے میں کافی چیزیں موجود تھیں، یعنی ایسا
تہ جسے بہرحال اچھا کہا جا سکتا تھا۔ سردارے بدستور مسخرے پن پر آمادہ تھا۔ بڑی دلچسپی سے ناشتہ کرتا رہا
پھر ناشتے سے فارغ ہو کر ایک طویل ڈکار لے کر بولا۔

"مریں تو کھا پی کر مریں استاد ——— کیوں کیا خیال ہے؟"

"ہاں ——— جب بھوک لگے تو یہی خیال ذہن میں ہوتا ہے۔"

"اوہ ——— اور اس کے بعد۔" سردارے نے پوچھا۔

"اوہ اس کے بعد یقیناً تمہیں ہری ہری سوجھے گی۔"

"نیلی نیلی کہو استاد ——— اس کی پتلون نیلی تھی ——— ہائے اور ران کے پاس سے پھٹی ہوئی
لہ" سردارے نے جواب دیا اور میں نے اس پر گھونسہ تان لیا ——— سردارے ایک دم پیچھے ہٹ گیا

"معافی چاہتا ہوں استاد ——— پتلون ہری ہو یا نیلی، مجھے اس سے کیا۔" اس نے منہ بسورتے

ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

سردارے واقعی کافی نڈر نظر آرہا تھا لیکن بہرحال ہم اس خیال کو ذہن سے جھٹک تو نہیں سکتے تھے کہ ہم کن لوگوں کے درمیان ہیں اور ہم سے کیا سلوک ہونے والا تھا۔ لیکن بعد کے حالات بڑے عجیب ثابت ہوئے۔ ابتدا میں تو میں ان کے بارے میں کوئی اندازہ لگا ہی نہ سکا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ محسوس ہو گیا کہ وہ لوگ کس انداز میں سوچ رہے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ گھڑیوں کے حساب سے ہمیں یہاں آئے ہوئے آج پانچواں دن تھا اور ان پانچ دنوں میں کسی سلیقے کے آدمی نے ہم سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ہوریشو وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ بس ہم اپنے کمرے میں مقید رہتے۔ وقت پر عمدہ ناشتہ ملتا' کھانا ملتا' چائے ملتی' بس اس کے علاوہ کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن بند کمرے میں محدود رہنا اب سخت گراں گزر رہا تھا۔ سردارے کی تو بری حالت تھی۔ کئی بار وہ مجھے اس بارے میں کہہ چکا تھا کہ کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کے لئے کوئی بھی خطرہ مول لینا پڑے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا استاد ـــــــ آخر ان گدھوں نے ہمیں کس لئے بند کر رکھا ہے؟"

"گدھے کے بچے نہیں سردارے! ذہین لوگ کہو۔"

"واہ ـــــ اس میں کیا ذہانت کی بات ہے؟ سالے کھلا پلا رہے ہیں' موٹا کر رہے ہیں۔ استاد! کہیں یہ ہمارا وزن بڑھانے کی فکر میں تو نہیں ہیں۔ اوہو' ساری شخصیت خراب ہو جائے گی۔ عمدہ سے عمدہ کھانا ملتا ہے' ایک سے ایک مرغن اور ٹہلنے تک کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیا اس طرح وزن نہیں بڑھے گا۔" سردارے نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا ـــــ مضحکہ خیز بات تھی لیکن بیحد دلچسپ ـــــ

"وزن تو بڑھے گا سردارے۔"

"بڑے ذہین ہیں یہ لوگ' واقعی سزا کا بڑا سائینٹفک طریقہ نکالا ہے اگر ہم ایک مہینہ بھی رہ گئے استاد تو یقیناً بیس بیس پونڈ وزن بڑھ جائے گا اور اس کے بعد ہم کسی قابل نہیں رہیں گے۔"

"تو گویا وہ ہمیں کسی بھی قابل نہیں چھوڑنا چاہتے۔ کیوں استاد؟"

"ممکن ہے سردارے!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم ان کی سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے استاد۔" سردارے مٹھی بھینچ کر بولا۔

"وہ کس طرح؟"

"بس آج سے کھانا پینا بند۔"

"بند کر سکو گے ـــــ؟" میں نے سردارے کو گھورتے ہوئے کہا۔ اور سردارے نے انداز میں آنکھیں بھینچ لیں۔

"بڑا مشکل کام ہے استاد ـــــ اب دیکھو نا یہاں کھانا بھی نہ کھایا جائے تو یہاں کونسا ہے ـــــ ہائے نیلی پتلون ـــــ ارے ان کمبختوں کو چاہئے تھا کہ جب وہ اتنا اچھا سلوک کر رہے ہیں تو ایک آدھ لڑکی بھی بھیج دیتے۔"

"تم فرمائش کر دینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی استاد! کر کے تو دیکھی جائے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہاں' قربانی کے لئے بکرے کو زیادہ سے زیادہ کھلانے کی کوشش کی جاتی ہے' تاکہ وہ تندرست رہے۔" میں نے کہا۔

"اس بات سے کیا مقصد استاد؟"

"بھئی تمہیں موٹا کرنا تو ٹھیک ہے سمجھ میں آتا ہے لیکن اب وہ تمہارے لئے لڑکیاں بھی فراہم کریں' میرے خیال میں تو ممکن نہیں ہے۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے استاد؟" سردارے طویل سانس لے کر بولا۔

"بس بس دماغ مت چاٹو ـــــ کوشش کر لینا میں کب منع کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے خیالات میں ڈوب گیا۔ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی کے بارے میں کس طرح گفتگو کی جائے۔

ہم لوگوں نے اب تک جس امن پسندی کا ثبوت دیا تھا' اسے مد نگاہ رکھتے ہوئے ان لوگوں نے بھی اس طور سے حفاظتی اقدامات ترک کر دیئے تھے لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ صرف ہمارا خیال ہے ـــــ ظاہر ہے ہوریشو ہماری طرف سے اس قدر بے تعلق نہ ہو گیا ہو گا۔ اسے علم ہے کہ ہم لوگ کیا ہیں' یہ دوسری بات ہے کہ اس کا اظہار نہیں کیا جا رہا تھا۔ گویا ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں ـــــ ہوریشو یقیناً ہماری طرف سے چوکنا ہو گا ـــــ چھٹے دن کی صبح جس وقت وہی مخصوص شخص ہمارے لئے ناشتہ لے کر آیا تو سردارے کوئی حرکت کرنے کے لئے تیار تھا ـــــ عام حالات میں ہم خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے اور ناشتہ لانے والا ناشتہ چھوڑ کر چلا جایا کرتا تھا۔ لیکن آج جونہی وہ ناشتے کی ٹرالی رکھ کر واپس پلٹا تو سردارے نے لپک کر اس کی کمر پکڑ لی۔ اور وہ اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے پستول نکال لیا تھا اور اب اس کا رخ ہم دونوں کی طرف تھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ غرایا۔

"اسے رکھ لو بھائی! اس کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو دوستانہ فضا میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟" وہ پھر غرایا۔

"ارے بدتمیزی نہیں تھی۔ بس تم سے بات کرنے کو جی چاہ رہا تھا' میری جان ـــــ آؤ بیٹھو' کچھ گپیں شپیں ہو جائیں۔" سردارے دوستانہ لہجے میں بولا اور وہ خاموش کھڑا سردارے کو گھورتا رہا۔ پستول کی نال اب بھی ہماری جانب اٹھی ہوئی تھی ـــــ "اماں! اب ناراض ہی رہو گے' میں کہہ رہا ہوں آؤ ـــــ باتیں کریں گے۔" سردارے منہ پھلا کر بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یار کیا تمہارے سینے میں دل نہیں ہے۔" سردارے نے کہا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو' میں زیادہ گفتگو کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اس کا حکم ہے۔"

"لڑکی سمجھتے ہو؟" سردارے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"لڑکی ——— یعنی لڑکی' اس طرح....." سردارے کمر لچکاتا ہوا بولا۔ "کیا سمجھے؟" اس ل
سردارے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے اسے گھورتا رہا——— "ابے تم نے کبھی نا
پتلون نہیں دیکھی؟" سردارے جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اوہو' شاید اس کا دماغ چل گیا ہے۔" اس نے میری طرف اشارہ کرکے کہا۔

"پتہ نہیں' اسی سے پوچھ لو۔" میں بیزاری سے بولا۔

"دماغ تمہارا چل گیا ہے۔" سردارے غرایا۔ "ابے اتنے بڑے ہوگئے ہو اور لڑکی کے بارے م
تمہیں پتہ ہی نہیں' نیلی پتلون کبھی نہیں دیکھی تم نے؟"

"دیکھی ہے۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"کیسی تھی؟" سردارے نے دانت نکالے۔ اب اس شخص کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ا
آنے لگے تھے۔ اس نے آہستہ سے سر کھجایا اور پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ آہستہ قدموں سے
نکل گیا۔

"دھت تیرے کی۔ الو کے پٹھے کو نہ لڑکی کے بارے میں معلوم ہے نہ نیلی پتلون کے با
میں ——— کیا بتاؤں استاد! اب تو ساری دنیا نیلی نظر آنے لگی ہے۔ برامت ماننا کبھی کبھی تو تمہارے بد
بھی نیلی پتلون نظر آنے لگتی ہے۔"

"باتوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا ہے تو خاموش ہو جاؤ——— گھٹیا گفتگو سے طبیعت مکدر ہو جاتی ہ
میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ' تو پھر تم ہی بتاؤ استاد! کیا کروں؟" اس نے رانیں پیٹتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اب تو ناشتے میں بھی نیلی پتلون ہی کھاؤں گا۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا اور خود ناشتے کی ٹرالی کے نزدیک جا بیٹھا۔ میں نے ناشتہ شروع
تھا کہ سردارے بھی کرسی گھسیٹ کر آبیٹھا۔

"اب تمہیں اکیلے کوئی کام کرتے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ بڑا ترس آتا ہے تمہیں اکیلے کھا
دیکھ کر استاد!" اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے گردن ہلا کر اس کا شکریہ ادا
بہرحال سردارے کی ذہنی کیفیت میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ خود میری حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ ان لوگو
ہمیں مفلوج کرکے ڈال دیا تھا۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے جیسے وہ ہمارے بارے میں
فکرمند نہ ہوں اور ہمیں کوئی اہمیت نہ دیتے ہوں۔

لیکن درحقیقت ایسا نہ ہوگا۔ اپنی دانست میں وہ ہمیں نروس کر رہے ہوں گے۔ لیکن میں
تھا کہ ٹھیک ہے' ان لوگوں کو کوشش کرلینے دی جائے۔ اپنی طرف سے کچھ کرنا بیکار ہے۔ جس طر
سرد مہری سے بور ہو رہے ہیں ——— وہ بھی ہمارے ردعمل کے لئے بے چین ہوں گے۔ ان
لینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا جائے۔

ویسے سردارے کی بات بھی درست تھی۔ اس طرح کھا کھا کر وزن بڑھنے کے علاوہ اور کچ
اس کے لئے کوئی بندوبست ضرور کرنا ہوگا۔ چنانچہ ناشتے کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"سردارے! کبھی ورزش کی ہے؟"

"کیوں ——— خیریت استاد؟"

"کی ہے کبھی ورزش؟"

"طالب علمی کے زمانے میں باڈی بنانے کا شوق تھا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ڈنڈ بیٹھک لگاتے تھے؟"

"ہاں ——— اور پھر تین سیر دودھ پی جاتا تھا۔"

"خیر دودھ تو اب ملنا مشکل ہے۔"

"کیا مطلب استاد؟"

"آج سے ورزش شروع۔" میں نے کہا اور سردارے چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔

"خیریت استاد ——— کیا تم بھی گئے؟"

"میں کہتا ہوں بولنے سے پہلے بات پر غور ضرور کرلیا کرو ——— میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"اب غور کروں گا استاد ——— معافی چاہتا ہوں۔" سردارے نے کہا۔ لیکن اس کا مسخرہ پن برقرار تھا۔ وہ اب بھی میری بات پر سنجیدگی سے غور نہیں کر رہا تھا۔

"تم نے خود ہی کہا تھا کہ اس طرح کھا کھا کر وزن بڑھ جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے اگر ہم اس کمرے میں ایک ماہ بھی کھاتے اور اینڈتے رہے تو مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔"

"اوہ' تو ورزش اس لئے؟" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن خاصا کٹھن کام ہوتا ہے استاد! اب اس عمر میں ——— مگر تمہارا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا استاد؟"

"مثلاً؟"

"جمود توڑنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کیا جاسکتا ہے۔"

"وہی پوچھ رہا ہوں۔"

"کمرے کا فرنیچر برباد کر دیا جائے۔ ناشتہ لانے والے کا سر مونڈ دیا جائے' اس کے کپڑے اتار کر اسے باہر نکال دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔" سردارے نے جواب دیا۔

"گویا انہی لائنوں پر چل پڑنا چاہتے ہو جو انہوں نے ہمارے لئے بنائی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا تم ان لوگوں کو گدھا سمجھتے ہو۔"

"نہیں۔ ان میں کسی کی شکل گدھے سے مشابہہ نہیں ہے۔" سردارے نے وثوق سے کہا۔

"تو پھر ——— تمہارے خیال میں وہ ہمیں یہاں رکھ کر ہماری خاطر مدارات کیوں کر رہے ہیں؟"

"میں خود حیران ہوں۔"

"وہ ہمیں ذہنی اذیت دے رہے ہیں۔ کیا ہم اس رویے سے پریشان نہیں ہوگئے ہیں۔ کیا ہمیں

ایک انوکھے پن کا احساس نہیں ہے۔ ہم کیسے قیدی ہیں جنہیں ہر سہولت مہیا ہے۔ لیکن ہم نے ایک ع
سے آسمان نہیں دیکھا' تازہ ہوا نہیں کھائی۔ کیا ایک طویل عرصہ اس قید میں گزارنے کے بعد ہم پاگل نہ
ہو جائیں گے۔ کیا ہم ذہنی الجھن میں گرفتار ہو کر اپنی ہی بوٹیاں نہیں نوچنے لگیں گے۔ وہ ہمیں بے ب
شکار بنانا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں ذہنی طور پر پسماندہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ بہت جلد ہم پاگل
جائیں گے۔"

"انشاء اللہ ------- ایسا ہی ہو گا استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ایسا نہیں ہو گا سردارے۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ایں ------؟" سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے پر عزم انداز میں کہا۔

"یقیناً۔ بالکل نہیں ہو گا۔ لیکن پھر کیا ہو گا؟" آخر میں اس کی آواز بھیک مانگنے لگی۔

"جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ قطعی نہیں ہو گا۔ ہم صبر و سکون سے یہاں رہیں گے' کھائیں گے ا
ورزش کریں گے تاکہ چاق و چوبند رہیں۔ ہمارے کسی بھی انداز سے بوریت کا اظہار نہیں ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے استاد ------ گویا اس محاذ پر بھی انہیں شکست دی جائے گی۔" سردارے نے کہا۔

"تم نہیں چاہتے؟" میں نے کہا۔

"ارے واہ' میرا استاد چاہے اور میں نہ چاہوں' یہ کیسے ممکن ہے؟" سردارے نے کہا۔ اس ک
چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی۔ اور پھر ہم نے بھی کمال ہی کر دیا۔ خوب عیش کرتے تھے۔ صبح و شام ورز
کرتے تھے اور خوب کھاتے تھے۔ ایک بار بھی ہم نے کوئی شکایت نہیں کی۔ ہم سے پوچھا جاتا تھا کہ ہم
کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ تب ہم کہہ دیتے تھے کہ مسٹر ہوریشو کا شکریہ ادا کر دیا جائے۔

اور بالآخر اس سرد جنگ میں بھی ہم نے ہوریشو کو شکست فاش دی۔ اس نے بور ہو کر خود
دوسری کارروائیاں شروع کر دیں۔ لیکن یہ کارروائیاں بیحد خوفناک تھیں۔ اور ان کی ابتدا اس صبح ہوئی ج
ہم نے ناشتے کے ساتھ کافی پی تھی۔ اور کافی پینے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی ذہن قابو میں نہ رہا۔ ہم دو
اتنا غفیل ہو گئے تھے۔ اور جب آنکھ کھلی تو چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر ہاتھ پھیلا دیئے۔ ہاتھ نہ جانے کس چیز سے ٹکرائے تھے اور سا
کے ساتھ تعفن کا ایسا ناقابل برداشت بھبکا سینے میں اتر گیا تھا کہ متلی آنے لگی۔ میں بوکھلائے ہوئے ا
میں اٹھ بیٹھا۔ میرے بائیں سمت سردارے پڑا ہوا تھا اور ------ یہ کوئی اجنبی جگہ تھی۔ جس چیز سے
ہاتھ ٹکرایا تھا یہ کچرا تھا گلے سڑے پھلوں کے انبار کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ------ میرے بدن میں
دوڑ گئی۔ میں نے سردارے کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور سردارے بھی ہڑبڑائے انداز میں اٹھ بیٹھا۔

"ارے ------ ارے۔" اس کے منہ سے نکلا اور وہ ابکائیاں لینے لگا۔

"سنبھلنے کی کوشش کرو سردارے۔" میں نے اسے ٹھوکا دیا۔

"استاد ------ آہ ------ اف' کیسی گندی جگہ ہے۔ ارے' ہمارے لباس۔" اس نے ا
بدن کو ٹٹول کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور ایک بار پھر میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ ہما
بدن لباس سے عاری تھے۔ ہم دونوں بالکل برہنہ تھے۔ سردارے بدن چھپا کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ میرے د

ہونٹ بے ساختہ ایک دوسرے پر بھینچ گئے تھے۔

"استاد!" سردارے نے پھر مجھے آواز دی۔

"ہوں۔"

"اب کیا کریں ------ ہمارے لباس؟" سردارے کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

"ہاں' وہ ہمارے جسموں پر نہیں ہیں۔ لیکن رات کا وقت ہے سردارے۔"

"یہ جگہ کون سی ہے استاد۔"

"اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ بہرحال اب ذہن
سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گیا تھا اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ مکلینو کی انتقامی کارروائی شروع ہو
چکی ہے۔

☆ ☆ ☆

مشکل صورت حال تھی۔ بدن پر لباس ہوتے تو ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم
کہاں ہیں لیکن ایسی صورت میں تو اس کچرا گھر سے ہٹنا ہی مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ جاتے تو کہاں جاتے۔
رات ضرور تھی لیکن اب یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ کوئی ملتا ہی نہیں اور اس وقت کہیں سے لباس حاصل کرنا
بھی ناممکن ہی تھا۔

ویسے ہوریشو جیسے ٹھنڈے انسان سے ایسی ہی کسی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ دل ہی دل میں'
میں نے اس خطرناک شخص کی خوفناک صلاحیتوں کا اعتراف کیا تھا۔ وہ جس کامیابی سے ہمارے پیچھے لگا تھا'
بہرحال وہ قابل تعریف تھا اور پھر اس نے جس انداز میں کام کیا تھا' اس سے اس کی ذہانت کا اندازہ ہوتا تھا۔
اس نے ہمارے تعاقب میں جو لوگ بھیجے تھے' وہ آوارہ گردوں کے روپ میں تھے اور انہوں نے کامیابی سے
ہمارا تعاقب کیا اور بالآخر کامیاب ہو گئے اور اس کے بعد ------

لیکن اب کیا پوزیشن ہے۔ یہ ان کے انتقام کی انتہا تو نہیں ہو سکتی [illegible] کے بعد وہ کیا کرنے کا ارادہ
رکھتے ہیں ------

کچرا گھر کے نزدیک بیٹھے ہم دونوں یہی سوچ رہے تھے۔ ویسے اخلاقاً ہم دونوں ایک دوسرے کی
جانب نہیں دیکھ رہے تھے لیکن ذہن الجھنوں کا شکار ضرور تھا۔ کیا کیا جائے؟ خاموشی کو کافی دیر ہو گئی تھی۔

دفعتاً" سردارے ہنس پڑا اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر جلدی سے آنکھیں پھیرلیں۔

"کیا گدھا پن ہے؟" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"مست قلندر!" سردارے چیخا۔

"سردارے! کیا بدتمیزی ہے؟"

"سٹے کا نمبر پوچھو' ریس کے گھوڑے پوچھو' محبت میں ناکامی ہو تو آجاؤ۔ شادی میں ناکامی ہو
بھی آجاؤ۔ بس آجاؤ۔ آسمان پر آگ لگی ہوئی ہے سورج سے روح افزا ٹپک رہا ہے۔ دمادم مست قلندر
سردارے کافی اونچی آواز میں بکواس کر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں خدشات دوڑ گئے۔
انتہائی اذیت ناک تعفن تھا اور پھر ایسی پریشان کن کیفیت میں تھے جس کا کوئی حل ہمارے پاس نہیں تھا
حالانکہ سردارے اتنے کمزور ذہن کا مالک تو نہیں تھا کہ سخت ترین حالات میں بھی ذہنی توازن کھو بیٹھے
بدبو۔۔۔۔۔ یہ ذلیل بدبو اس کا دماغ الٹ سکتی ہے۔ چنانچہ میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا۔

"سردارے۔" میں نے اس بار کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں پکارا۔

"بس ہم ساری اخلاقیات ایک دوسرے کے لیے وقف کردیں گے۔"

"تم صحیح الدماغ تو ہو یار؟" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے استاد۔ سردارے دی گریٹ اتنی معمولی باتوں پر ذہنی توازن کھو سکتے ہیں۔"

"لگ تو یہی رہا تھا۔"

"سمجھے نہیں دراصل۔" سردارے نے جواب دیا۔

"سمجھاؤ۔"

"اس الجھن کا ایک حل تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے استاد۔ کیا تمہیں اپنے ہاں کے ننگ دھڑنگ مجزوب یاد نہیں ہیں' وہ جو ہر مرض کا
ہوتے ہیں اور لوگ انہیں گھیرے رہتے ہیں؟"

"اوہ۔ یاد ہیں۔" میں ہنس پڑا۔

"اہل سویڈن بھی ان کا ایک نمونہ دیکھ لیں تو کیا حرج ہے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں
کی بدمعاشی پر دیر تک ہنستا رہا۔ سردارے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ پھر اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "نہیں
استاد! ایک عمدہ آئیڈیا ہے۔ ذرا غور کرو۔"

"مقصد کیا ہے؟"

"صرف یہ کہ یہاں سے اٹھو' ذرا سیر کریں گے۔ طویل عرصے کے بعد دنیا کے تکلفات سے
آزادی ملی ہے' اس سے لطف اندوز ہوں۔ سڑکوں پر گھومیں۔ کھلی ہوا میں' کھلی فضا میں سانس لیں۔
ذاتی طور پر کچھ ضابطہ اخلاق بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو حلفیہ اقرار کرنا ہو گا کہ ایک دوسرے کو کسی حالت میں
نہیں دیکھیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔"

سردارے کی تجویز پر مجھے ہنسی آرہی تھی لیکن اس کے علاوہ اور ترکیب بھی کیا تھی۔ کیا کرتے
اس حالت میں بہرحال ہوریشو نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں تو بعد میں سوچنا تھا فی الحال تو اس مصیبت

سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا۔

"پھر چلیں سردارے؟"

"مست قلندر۔" سردارے نے نعرہ لگایا اور پھر بولا۔ "نعرے لگاتے چلیں گے استاد' تاکہ ایک
دوسرے کی سمت کا اندازہ ہوتا رہے۔"

"ٹھیک ہے اٹھو۔" اور میں اٹھ گیا۔ سردارے بھی کھڑا ہو گیا۔ بس خود سے شرم محسوس ہو رہی
تھی ورنہ کوئی بات نہیں تھی۔ ہم دونوں آگے بڑھتے رہے۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا۔ یہ متعفن جگہ ایک
گلی میں تھی۔ دونوں سمت اونچے اونچے مکانات تھے جن کی وجہ سے اندھیرا زیادہ تھا ورنہ باہر اتنی تاریکی نہیں
تھی۔ لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آرہے تھے لیکن ہم دونوں بھی موڈ میں آگئے تھے۔ اب ہمیں کسی بات کی
پرواہ نہیں تھی۔ ہم اطمینان سے لوگوں کے درمیان نکل آئے اور درحقیقت تماشا بن گئے۔ لوگ ہمارے
گرد جمع ہونے لگے۔ وہ قہقہے لگا رہے تھے اور ہمارے بارے میں طرح طرح کے ریمارک کس رہے تھے۔
کچھ کا خیال تھا کہ ہم زیادہ پی گئے ہیں اور کپڑے کہیں چھوڑ آئے ہیں۔ کچھ کا خیال تھا کہ ہم بگڑے ہوئے
نوجوان ہیں اور عریانی کا ایک نیا انداز پیش کر رہے ہیں۔ پرانے خیالات کے لوگوں کی آواز میں غصہ تھا اور ان
کے خیال میں یہ بربادی کی جانب ایک اور قدم تھا۔

بہرحال ایک بات کا ہم نے اندازہ لگایا تھا کہ ان لوگوں کے نزدیک یہ عریانی اتنی اہم نہیں تھی جتنا ہم
نے سوچا تھا اور یہ بات بعد میں ہی ہمارے ذہن میں آئی تھی اور اس نے ہمیں کافی اطمینان بخشا تھا۔ تاہم پھر
بھی کافی مجمع ہمارے گرد جمع ہو گیا تھا اور لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

"پولیس کو اطلاع کردو۔ پولیس کے حوالے کردو۔" کسی نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ ذرا ان کے بارے میں اندازہ تو لگاؤ' کیا کیفیت ہے ان کی۔" اور پھر لوگ کچھ
اور جارحیت پر آمادہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی سردارے نے اچھلنا کودنا شروع کردیا۔ اس نے زور زور
سے چیخنا بھی شروع کردیا تھا۔ میں نے بھی یہی حرکت شروع کردی۔ یہی نہیں بلکہ میں نے سڑک کے
کنارے سے ایک بڑا پتھر اٹھا کر مجمع کی طرف اچھال دیا۔ پتھر نے کسی کو زخمی نہیں کیا تھا' لیکن مجمع سرپٹ دوڑ
گیا۔ چند ہی لوگ باقی رہ گئے تھے لیکن وہ بھی دور کھڑے ہو گئے تھے۔

ہم لوگ اچھلتے' شور مچاتے بھاگنے لگے اور پھر ہم نے گلیوں کا انتخاب کیا۔ ہم اس علاقے سے زیادہ
سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے۔ پھر ایک سنسان سی گلی میں ہم رک گئے۔

"مست قلندر۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔

"چپ ہو جا یار۔" میں نے برا سا منہ بنایا۔

"کیسے ہو جاؤں باس۔" دن کی روشنی کا تصور کرو۔ "ہائے کیا ہم اس شہر کے لیے دلچسپ تماشا نہیں
بن جائیں گے؟"

"دن کی روشنی کی نوبت نہیں آئے گی سردارے۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوجھ گئی کچھ؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"سوجھنے کی بات نہیں ہے۔ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔ دشمنی چل رہی ہے۔ ہر کام ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں
مقابلہ کرنا ہے۔"

"لیکن اب کیا کرنا چاہیے استاد؟"

"کسی بھی مکان کا دروازہ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور سردارے چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لا
اسی وقت گلی کے سرے سے روشنیاں چمکیں اور ہم سمٹ گئے۔ کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھ

"اوہ۔ کام بن گیا۔ سردارے جلدی کرو۔"

"کیا کروں استاد؟" سردارے بولا۔

"سڑک پر لیٹ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر گردن ہلا
دی۔

"اچھا استاد۔ خدا حافظ! ویسے سردارے کو ہمیشہ یاد رکھنا۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں استاد۔ تقدیر کی بات ہے ممکن ہے ڈرائیور کی رات کی نگاہ کمزور ہو۔" سردارے
جواب دیا اور سڑک کے درمیان جالیٹا۔ مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آگئی تھی۔ بہرحال زیادہ وقت نہ
تھا۔ میں نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا' جہاں سے گاڑی رکنے کے بعد ہی کوئی کاروائی کر سکتا تھا۔ اب
تقدیر کا معاملہ تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کیسی گاڑی ہے اور اس میں کتنے افراد سوار ہیں۔ ایک مخصوص وقت کا
تقدیر نے تو کبھی مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اگر میں نے کسی خاص بات کی خواہش کی تھی تو وہ پوری ہو
تھی۔ اب دشمن بھی بہرحال تقدیر رکھتا تھا اس لیے یہ ضروری تو نہیں تھا کہ کوئی داؤ میرے اوپر کامیاب نہ
ہو۔

"یہ کھلی گاڑی تھی جو شاید گوشت وغیرہ لانے لے جانے کے لیے استعمال ہوتی تھی اور اسٹیرنگ
ایک بوڑھے آدمی کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے خوشی سے گردن ہلائی۔ روشنیوں نے سردارے کو
کردیا تھا اور میں نے گاڑی کی رفتار سست ہوتی محسوس کی۔

پھر وہ سردارے کے پاس رک گئی اور میں نے گہری سانس لی۔ بہرحال بوڑھے کی بینائی کمزور
تھی۔

"لاش۔" بوڑھے کے منہ سے آواز نکلی اور وہ گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ انجن اسٹارٹ ہی چھو
گیا۔ "ہائیں۔ کپڑے بھی اتار لیے۔" بوڑھا پھر بولا۔ "ارے باپ رے' ننگی لاش۔"

وہ سردارے پر جھک گیا اور پھر دوسرے لمحے سردارے نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں

"ناناجان۔ پیارے ناناجان۔ ہائے آپ کہاں چلے گئے تھے۔" سردارے نے ٹھنکتے ہوئے کہا
اس نے بھی اندازہ لگالیا تھا کہ صورت حال قابو میں ہے اس لیے وہ اپنے "مسخرے پن سے کہاں باز آ
تھا۔

بوڑھا بری طرح اچھل پڑا تھا لیکن زندہ دل اور دلیر معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ اس اچانک حرکت
خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ دوسرے لمحے وہ حیران آواز میں بولا۔

"ابے زندہ ہو نواسے؟"

"آپ نے مردہ سمجھ لیا تھا ناناجان۔"

"تو گردن تو چھوڑو۔" اتنی زور سے پکڑی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے خود کو ہی مردہ سمجھنا

گا۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بھاگ تو نہیں جائیں گے' ناناجان؟"

"کیوں بھاگ جاؤں گا۔ ڈرتا ہوں تم سے؟"

"ہائے میرے بہادر ناناجان۔ کیا نانی اماں گاڑی میں موجود ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ انہیں مرے ہوئے دس سال گذر گئے۔" بڑے میاں افسردہ لہجے میں
بولے۔

"ہائے میری مرحوم نانی۔" سردارے نے گہری غمناک سانس لی۔ بڑا ہی شیطان انسان تھا۔ کسی
جگہ نہیں چوکتا تھا مجھے اس کی بکواس پر ہنسی آرہی تھی۔

"اگر تم زندہ ہو تو ننگے کیوں پھر رہے ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"پھر کہاں رہا ہوں۔ میں تو اس سنسان گلی میں سو رہا تھا۔"

"بیچ سڑک پر سو رہے تھے؟"

"ہاں ناناجان۔ یہ بڑا پر درد قصہ ہے۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا قصہ ہے؟" بوڑھے نے بیساختہ پوچھا۔

"بس ایک تارک الدنیا درویش کا سایہ ہو گیا ہے مجھ پر۔"

"تو پھر۔ اس سے کیا ہوا؟"

"دنیا کی بے ثباتی کا ایسا نقشہ کھینچا انہوں نے میری نگاہوں میں کہ دنیا میری نگاہوں میں ہیچ ہو گئی۔
انہوں نے کہا تھا کہ بیٹے' دنیا میں آئے تھے تو تمہارے پاس کیا تھا۔ کیا تم اطلس کے لباس میں ملبوس پیدا
ہوئے تھے۔ یہ سارے تعیشات دنیا کا قرض ہوتے ہیں۔ یہ قرض کیوں خود پر رکھو۔ یہاں سے جاؤ تو ہلکے
پھلکے۔ چنانچہ میں کپڑے اتار کر یہاں لیٹ گیا تاکہ کوئی گاڑی مجھے کچلتی ہوئی نکل جائے۔"

"مرنا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"بس۔ جب زندگی اپنے بس میں ہی نہیں ہے تو پھر اُس سے آس لگانے سے کیا فائدہ؟ موت ابدی
ہے۔ مرنے کے بعد کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ موت کے بعد کوئی اور موت نہیں آتی تو پھر ابدی سکون کیوں نہ
حاصل کیا جائے۔"

"اصل بات یہی ہے جو میں نے بتائی ہے۔"

"ہرگز نہیں!"

"پھر تم بتادو۔"

"اپنی گنجائش سے زیادہ پی گئے ہو گے۔ اب ہوش میں آنے کے بعد شرمندگی مٹا رہے ہو۔" بوڑھے
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے ناناجان۔ تم اتنے ذہین کب سے ہو گئے؟"

"کپڑے کہاں پھینکے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"یہی معلوم ہوتا تھا انہیں تلاش کرنے نہ نکل پڑتے۔ ہائے ہم دونوں ننگے ہیں۔" سردارے نے رونے والے انداز میں کہا۔

"دونوں؟" بوڑھا چونک پڑا۔ اس نے حیران نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ غالباً" وہ بھی سنکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

"ہاں۔ دونوں۔"

"دوسرا کون ہے؟"

"بڑے بھائی بھی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں؟"

"یہاں کہیں سو رہے ہوں گے۔"

"وہ بھی ننگے ہیں؟"

"ہاں۔ ہر انسان ازل سے ننگا ہے اور ابد تک ننگا رہے گا۔"

"گدھے ہو تم دونوں۔ پڑے رہو یہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا اور جھلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹا لیکن دوسرے لمحے سردارے نے اس ٹانگ پکڑ لی تھی۔ بوڑھا بری طرح گرا اور اگر اس نے پوری قوت سے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹکا دیے ہوتے تو شکل بگڑ گئی ہوتی۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"نہ جاؤ۔ اس طرح نہ جاؤ نانا جان۔ ہمیں اس بے بسی کے عالم میں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلو نانا جان' ورنہ ہم اسی طرح ننگے پڑے پڑے مر جائیں گے۔" سردارے نے بدستور بوڑھے کی ٹانگ پکڑی ہوئی تھی۔ اس دوران میں بوڑھے کی گاڑی کا جائزہ لے چکا تھا۔ وہ خالی تھی۔ سردارے کی بدمعاشی سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے میں نے دخل نہ دیا۔

"ابے ٹانگ تو چھوڑ۔" بوڑھا دہاڑا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا' جب تک تم ہمیں ساتھ لے چلنے کا وعدہ نہیں کرو گے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ابے میں تجھے کہاں لے جاؤں گا۔" بوڑھے نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر زور لگاتے ہوئے کہا۔

"اپنے گھر نانا جان۔ آپ ہمیں کپڑے دیں گے' تاکہ ہم بھی دنیا کو منہ دکھا سکیں۔"

"کمینہ کہیں کا۔ خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس گیا۔" بوڑھا بڑبڑانے لگا۔

"جواب دیں نانا میاں لے چلیں گے؟"

"چلو چلو۔ منحوس کہیں کے چلو۔" بوڑھے نے تنگ آ کر کہا اور سردارے نے میری طرف منہ کر کے ہانک لگائی۔

"بڑے بھائی۔ کہاں ہو۔ آ جاؤ۔ نانا جان آ گئے ہیں۔" اور میں بھی اطمینان سے اپنی جگہ سے نکل کر ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ بوڑھے نے میری طرف دیکھا اور گردن جھٹکنے لگا۔

"میرا بس چلے تو میں تمہیں بدترین سزا دلواؤں۔ بہت ہی برا سلوک کروں تمہارے ساتھ۔" اس نے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تمہارا کچھ بس نہیں چلے گا نانا جان' اس لیے اب شرافت سے چل دو' ورنہ پھر ہم سارے رشتے بھول جائیں گے۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ۔ چلو۔" بوڑھے نے کہا اور پھر ہم اس کے ساتھ والی سیٹ پر ہی بیٹھے تھے۔ بوڑھے کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ظاہر ہے وہ اپنی خوشی سے تو ہمیں لے نہیں جا رہا تھا۔ اگر ہم پچھلے حصے میں بیٹھتے تو وہ گاڑی کسی پولیس اسٹیشن میں بھی لیجا سکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے بیٹھے تھے اور یقینی طور پر دونوں ہی دل میں ایک دوسرے سے شرما رہے تھے۔ ویسے ہم نے اپنا قول نبھایا تھا اور ابھی تک ایک دوسرے کے بدن پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

بہرحال بوڑھے نے ہمارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کھنڈر نما عمارت کے اندر داخل ہو گیا' جس میں پھاٹک کی جگہ تو ضرور تھی لیکن کوئی پھاٹک وغیرہ نہیں تھا۔ عمارت بھی تاریک پڑی تھی۔

بوڑھے نے گاڑی روک دی اور جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اترو۔"

"اندر کون کون ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"سڑک پر ننگے پڑے تھے تو کوئی بات نہیں تھی' یہاں شرم آ رہی ہے۔" اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"اس وقت کی بات اور تھی نانا جان۔ ہم نشے میں تھے۔" میں نے معصوم سا لہجہ بنا کر کہا۔

"نشے میں تھے۔ بیہودہ کہیں کے۔" بوڑھا بڑبڑاتا ہوا اندر چل پڑا۔ ہم دونوں اس کے پیچھے تھے۔

"اکیلے ہی معلوم ہوتے ہیں نانا جان۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ مرحومہ نانی کی زندگی میں اور بات تھی۔ اب تو بے چارے تنہا زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ کوئی اولاد بھی نہیں معلوم ہوتی' ورنہ گھر میں چراغ ضرور جل رہا ہوتا ہے۔ بے چارے نانا جان۔" سردارے دردناک آواز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہنسی کی آواز بڑے میاں نے سن لی تھی۔ چنانچہ وہ جھا کر پلٹ پڑے۔

"بڑے ناشکرے ہو تم لوگ مجھے پریشان بھی کیا اور اب مذاق بھی اڑا رہے ہو۔

"ارے نہیں نہیں نانا جان۔ اس میں مذاق کی کیا بات ہے۔ ہم دونوں آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

بڑے میاں آگے بڑھ گئے تھے۔ پھر عمارت میں روشنی ہو گئی۔ بڑے میاں نے ہمیں دو پرانی پتلونیں اور قمیضیں دی تھیں جو جس طرح بھی ہمارے بدن پر چڑھ سکیں' ہم نے چڑھا لیں اور کم از کم بدن چھپ جانے سے کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔

"دفعاں ہو جاؤ۔ میں دن بھر کا تھکا ہوا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہائے نانا۔ تمہارا خون تو بالکل سفید ہو گیا ہے۔ ارے ہم اس وقت کہاں جائیں گے؟ ایک رات تمہاری چھت کے نیچے گذار لیں گے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔"

"کیوں؟ گھر نہیں ہیں تمہارے؟"

"گھر ہوتے تو یوں سڑکوں پر ننگے پھر رہے ہوتے؟ سردارے منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"تو مررہو یہیں کہیں۔ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔"

"شکریہ ناناجان۔ بس ایک تکلیف اور دیں گے۔" میں نے کہا۔

"کہو۔ کہہ دو۔ وہ بھی کہہ دو' مرو تو سہی۔" بوڑھے نے صبر سے کہا۔

"ایک ایک پیالی چائے' یا کافی مل جائے تو۔ تو ہم تمہارے بے حد شکر گزار ہوں گے۔ سر' درد سے پھٹا جارہا ہے۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا ہمیں گھورنے لگا۔ کافی دیر تک یونہی گھورتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"انسان پر مصیبت ضرور آئے لیکن کم از کم وہ تمہارے جیسے انسانوں کی شکل میں نہ ہو۔"

"اوہ۔ مہمانوں کو مصیبت سمجھنا بداخلاقی ہے معزز بزرگ۔ ویسے اگر تم ہمیں کچھ نہ پلانا چاہو تو اس کے لیے ہم مجبور نہیں کریں گے۔" میں نے کہا۔

"زبردستی کے مہمان۔" اس نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ اس کے دروازے کے باہر جاتے ہی سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن سردارے روازے کی طرف جھپٹا تھا اور پھر وہ بھی باہر نکل گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

لیکن میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ یہ جو کچھ ہوا تھا' اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہوریشو نے مارے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ اس کی خطرناک شخصیت کا مظہر ضرور تھا لیکن بہرحال دشمن کو للکار کر مارنا بہادری ہوتی ہے۔ اس طرح تو ------ اور میرے ذہن میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہوریشو سے باقاعدہ جنگ رہے گی۔ میں اس سے انتقام تو ضرور لوں گا خواہ کچھ بھی ہو جائے! مگر------ وا کیا ہے۔ کیا ہوریشو نے اپنے انتقام کا دائرہ صرف اسی حد پر مرکوز کر دیا تھا۔ کیا ہماری اس بے بسی سے اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے؟ بات کچھ عجیب سی تھی لیکن اس کے بعد وہ کیا کرے گا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جانے میرے ذہن میں کون کون سے احساسات جلتے رہے۔ پھر سردارے واپس آگیا۔ میں نے بغور اس کی سورت دیکھی لیکن وہ مطمئن تھا۔

"سوری استاد۔ بغیر اجازت چلا گیا تھا۔"

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اندازہ لگا لیا کہ ں اس کے جانے کی وجہ سمجھ گیا ہوں۔

"ٹھیک ہے استاد! لیکن کیا تمہارے ذہن میں بھی یہ بات آئی تھی؟"

"ہوشیار رہنا ضروری ہے سردارے۔ تم اسی لیے اس کے پیچھے گئے تھے تاکہ کہیں وہ پولیس وغیرہ کو ارے بارے میں اطلاع نہ دے دے؟"

"ہاں استاد! یہی خیال تھا میرا۔"

"پھر؟"

"وہ بڑبڑاتا ہوا کچن میں گیا ہے اور اب چائے کا پانی چڑھا رہا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ویسے بھی بے ضرر انسان لگتا ہے۔"

"ہاں۔" سردارے نے گہری سانس لی اور پھر مسکرانے لگا۔

"کیوں' مسکرا کیوں رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے کی سچویشن پر۔ ویسے استاد۔ اس بار کافی گڑبڑ ہو گئی۔ یہ کالیا داؤ پر داؤ کیے جارہا ہے ہمیں داؤ لگانے کا موقع بھی نہیں مل رہا۔"

"اس سے پہلے ہم داؤ پر داؤ کرتے رہے ہیں سردارے۔ کیا ہم نے انہیں بدترین شکست نہیں دی ۔ اب تو کھسیانی بلی کھمبا نوچ رہی ہے۔ ورنہ مکلینو کو پوری زندگی میں اتنی شدید چوٹیں نہیں پہنچی ں گی۔ اس کی بیٹی بھی شکار ہو گئی' دولت بھی اور مال بھی۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد تو اسے بھی حق پہنچتا ہے ہمارے ساتھ جو سلوک چاہے کرلے۔"

"اور ہم برداشت کرتے رہیں؟" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔

"ہاں سردارے! اور دوسری بار۔ اپنی باری کا انتظار کریں۔"

"اوہ۔ استاد' کیا تم ایسا ارادہ رکھتے ہو؟"

"چھوڑ دو گے سردارے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں چھوڑنے کا کیا سوال ہے لیکن کیا تمہارے خیال میں ہوریشو نے ہمیں وڑ دیا؟" سردارے نے دلچسپ سوال کیا۔

"اس بارے میں تمہارا خیال جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ ہم نے اس کے ساتھ کیا ہے' اس کا اندازہ لگاتے ہوئے تو یہ بات ذرا عجیب سی لگتی ہے کہ وریشو صرف ہمارے کپڑوں پر اکتفا کرے۔ یعنی بھاگتے بھوت کی لنگوٹی۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔"

"گویا ہم اب بھی خطرے میں ہیں؟"

"یقیناً!"

"لیکن استاد۔ تمہارے خیال میں' کیا ہوریشو کے آدمی ہماری تاک میں ہوں گے؟"

"ہونے تو چاہئیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ یہاں تک بھی پہنچ گئے ہوں گے؟"

"اس بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے سردارے۔ ویسے اگر حالات کی نوعیت دوسری نہ ہوتی تو میں اسی قت پولیس کی تحویل میں جانا پسند کرتا۔"

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"بھوسہ کیوں بھر گیا ہے دماغ میں۔ انٹرپول کو کیوں بھول جاتے ہو۔ وہ آج بھی اسی شد و مد سے ہماری تلاش میں مصروف ہوگی اور اس کے پاس ہمارے بارے میں مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ ہماری ساری شکلوں کی تصویریں ہیں اس کے پاس۔"

"اوہ۔ ہاں۔ اس کے عذاب میں گرفتار ہونا خطرناک ہے۔"

"کسی قیمت پر نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر استاد۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"وہی میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ بہرحال ہم اپنی سی کوشش تو ضرور کریں گے۔ میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کوئی پروگرام ہے ذہن میں؟"

"ہاں۔ ایک خیال آیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا استاو؟" سردارے نے اشتیاق سے پوچھا اور میرے قریب جھک آیا۔

"بوڑھے کی بدنصیبی پر آخری مہر لگانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس کی گاڑی کھٹارا سہی لیکن ہمارے کام آجائے گی۔"

"یعنی۔ یعنی؟" سردارے کے چہرے پر جوش کے آثار پھیلتے جارہے تھے۔

"یہاں ہمارے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے اس لیے مجبوری ہے۔ یونہی کام چلائیں گے چونکہ رات کا وقت ہے اس لیے کامیابی کی امید بھی ہے۔ سنو۔ بوڑھا چائے لے آئے۔ چائے پینے کے بعد اسے بے ہوش کردیں گے۔ اس کا لباس لیں گے اور میں اس کا چوڑا ہیٹ بھی استعمال کروں گا اور پھر تم گاڑی میں چھپ جانا۔ میں اسے اسٹارٹ کرکے چل پڑوں گا۔ ہم راتوں رات زیادہ سے زیادہ دور نکل جانے کی کوشش کریں گے۔"

"ایک بار پھر استاو زندہ باد۔" سردارے نے خوش ہوتے ہوئے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں خاموشی سے سوچتا رہا تھا۔ استاو کی جو بے عزتی ہوئی تھی اس کے بعد استاو زندہ نہیں رہے تھے۔

پھر بوڑھا آگیا۔ اس کا منہ بدستور پھولا ہوا تھا۔ چہرے پر ناگواری کے تاثرات منجمد تھے لیکن ٹرے میں رکھی پیالیوں سے کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

اس نے ٹرے میرے سامنے کی اور میں نے شکریہ ادا کرکے ایک پیالی اٹھالی۔ پھر اس نے ٹرے سردارے کے سامنے کردیا اور پھر تیسری پیالی خود اٹھاکر ٹرے ایک طرف رکھ دی اور خود ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔

"ہم تمہاری اس مہمان نوازی کو کبھی نہ بھولیں گے۔" میں نے خوش ذائقہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"میں ایسے مہمانوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"اس عمدہ کافی اور ضرورت کے کپڑوں کی فراہمی کے بعد تمہاری ہر بات برداشت کی جاسکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ایک بات بتائے دیتا ہوں کان کھول کر سن لو۔ صبح کو ناشتہ کسی قیمت پر نہیں ملے گا خواہ تم میری جان ہی کیوں نہ لے لو اور دوسری رات یہاں آنے کی کوشش مت کرنا' ورنہ پولیس کو اطلاع دے دوں گا۔ لاکھ بے حقیقت انسان سہی لیکن قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔"

"ارے تم فکر مت کرو میری جان۔ ہم کل صبح تمہیں تکلیف نہیں دیں گے۔ ہم تو خود یہاں سے جلد نکل جانے کی فکر میں ہیں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بوڑھے نے کسی نخریلی عورت کی طرح گردن جھٹکی تھی۔

کافی بہت عمدہ تھی۔ ہم دونوں نے اپنی پیالیاں خالی کردیں اور پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی

لیکن ـــــ نہ جانے کیوں میری زبان لڑکھڑا گئی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اپنا جائزہ لیا اور مجھے محسوس ہوا جیسے ـــــ جیسے کچھ گڑبڑ ہوگئی ہو۔ اعصاب پر زبردست دباؤ پڑ رہا تھا۔

"سر ـــــ دا ـــــ رے۔" میں نے پوری قوت مجتمع کرکے اسے آواز دی۔

"او ـــــ س۔ تا۔ د۔" سردارے نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش کی اور سیدھا زمین پر آرہا۔ خود میرے اعضاء بھی میرا ساتھ چھوڑتے جارہے تھے اور میں ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا۔

اور پھر بیٹھے بیٹھے میری آنکھیں بھی بند ہوگئیں اور اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا۔

پھر ـــــ نہ جانے کب ہوش آیا۔ ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ اعصاب کا بوجھ ختم نہیں ہوا تھا۔ زبان خشک ہو رہی تھی اور منہ کا ذائقہ عجیب تھا۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی۔ حواس واپس آچکے تھے لیکن طبیعت پر ایک عجیب سا اضمحلال تھا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں لیکن ذہن اب پوری طرح کام کر رہا تھا۔ سوچتا رہا ـــــ اور پھر سب کچھ یاد آگیا۔ سب کچھ یاد آیا تو پھر آنکھیں کس طرح بند رہ سکتی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ قریب ہی سردارے موجود تھا اور شاید وہ ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے سردارے کو دیکھا اور پھر قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔ بلاشبہ خاصی ہنگامہ خیز کیفیت تھی۔

ایک لمحے کے لیے تو حواس پھر سے معطل ہوگئے تھے لیکن پھر خود کو سنبھالا اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ گویا ہوریشو بڑے خوفناک انداز میں کام کر رہا ہے۔ یہ تو وہی جگہ تھی جہاں ہم پہلے قید تھے۔ یعنی اب ہم بوڑھے کے مکان میں نہیں تھے۔

لیکن سب کچھ ـــــ میں نے دکھتے ہوئے ذہن کو سکون دینے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور خیالات دوڑانے لگا۔

غور سے کوئی احساس مشکل نہ رہا۔ ہوریشو کی حرکت کا اندازہ لگانے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی۔ اس نے نہایت ڈرامائی انداز میں کام کیا تھا۔

یعنی پہلے ہمارے لباس اتار کر ہمیں گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا اور اس کے آدمی ہماری نگرانی کرتے رہے اور اس کے بعد جب ہم باہر آئے تب بھی اس کے لوگ ہمارے نزدیک موجود تھے اور وہ کم بخت بوڑھا' یقیناً وہ گاڑی لے کر اس گلی میں صرف ہمارے لیے گیا ہوگا۔

اسے اندازہ ہوگا کہ ہم لوگ وہاں موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ مستقل اداکاری کرتا رہا۔ یعنی اس کی اداکاری میں مکمل طور پر بناوٹ تھی اور وہ ہمیں بے وقوف بنا رہا تھا۔

پھر اس نے ہمیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دے دی اور بالآخر ہمیں واپس لے آیا گیا۔

یہ ساری حرکتیں ہمیں نروس کرنے کے لیے کی گئی تھیں لیکن بہرحال جو کچھ بھی تھا' میں ہوریشو سے مکمل طور پر نپٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے چند ساعت کے بعد آنکھیں کھول دیں اور سردارے کو جگانے لگا۔ میرا خیال تھا کہ سردارے بھی حیرت کے اس دور سے جلد از جلد نکل آئے تاکہ جب ہوریشو ہماری کیفیات نوٹ کرنے کے لیے آئے تو ہمیں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گفتگو کرنی ہوگی اور اسے اس کی اس کوشش پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں۔

چند بار جھنجھوڑنے سے سردارے جاگ گیا۔ اس نے میری شکل دیکھی‘ چند ساعت اسی انداز میں دیکھتا رہا‘ پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا استاد‘ کیا ہوا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔ صبح ہو گئی ہے۔ اٹھو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ہو گئی؟" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"حواس قائم کرو سردارے‘ حواس قائم کرو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

اور سردارے نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے سر کو دو تین بار جھٹکا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

پھر اس کے ذہن میں بھی وہی احساسات جاگے اور اس نے چونک کر اس کمرے کا ماحول دیکھا۔ ظاہر ہے اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوئی ہو گی۔ وہ زور زور سے سر پر تھپڑ مارنے لگا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا——— اور جب سردارے نے میری طرف دیکھا تو میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بس ہو چکی اداکاری؟"

"ارے‘ یہ اداکاری ہے استاد۔ بھیجہ کھوپڑی سے تین فٹ اوپر اچھل گیا ہے۔"

"اتنا کمزور دماغ رکھتے ہو سردارے؟"

"ہرگز نہیں استاد! مگر یہ ہوا کیا؟ یہ تو بتاؤ۔"

"کچھ نہیں۔"

"لیکن ہم یہاں؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"ہوریشو! کی شرارت ہے۔ وہ بچوں کی طرح کھیل رہا ہے۔"

"ہوریشو؟" سردارے نے گہری سانس لی۔ "مگر وہ بوڑھا کہاں گیا؟"

"ہوریشو کا آدمی تھا سردارے اپنے گھر میں ہو گا۔ بہر حال اس کا کام صرف اتنا ہی ہو گا کہ ہمیں بے ہوشی کی دوا دے کر بے ہوش کر دے اور ہوریشو کے آدمی ہمیں یہاں اٹھا لائیں۔"

"اوہ۔ تو وہ ہوریشو کا آدمی تھا؟"

"ہاں! اور اس وقت یہ بات ہم نے نہیں سوچی تھی لیکن بہر صورت اتنی زیادہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ ہم جانتے تھے کہ ہوریشو ہماری طرف سے غافل نہیں ہو گا۔ اس نے ہمیں اس طرح سے چھوڑ کر باقی کام ختم نہیں کر دیئے ہوں گے۔ ٹھیک ہے اس نے جو کچھ بھی کیا۔ مناسب ہے۔"

"تم اسے مناسب کہہ رہے ہو استاد۔" سردارے غصیلے لہجے میں بولا۔

"تو پھر؟ تم کیا کہو گے؟"

"میں———" سردارے نے گہری سانس لی اور ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ جواب دو۔ تم اس بات کو کیا کہو گے؟"

"میں کچھ نہیں کہوں گا استاد‘ بس خاموش ہو جاؤ۔" سردارے تیکھے لہجے میں بولا۔

"ارے ارے اتنے کیوں بگڑ رہے ہو میری جان۔ دیکھو نا زندگی میں ہر قسم کے مسائل کا سامنا کرنا

ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہر جگہ بلندی پر رہیں۔ کبھی کبھی پستیوں پر بھی جانا پڑتا ہے——— اور ہے سردارے‘ ان پستیوں سے اتنا زیادہ نہیں گھبرانا چاہیے۔"

"گھبرا کون رہا ہے۔" سردارے بگڑے ہوئے انداز میں بولا۔

"بس بس‘ یہی موڈ چاہیے تمہارا۔ دیکھو حالات سے سمجھوتہ کرو۔ جو کچھ ہو گا اس سے نمٹنے کی کریں گے۔ دیکھیں گے ہوریشو کہاں تک جاتا ہے۔"

"لیکن استاد‘ اس کمبخت نے پھر ایسی کوئی حرکت کی تو پھر کیا کرو گے؟" سردارے نے کہا۔

"تو پھر؟ کیا کریں گے؟"

"کیا ہم اتنے بے بس ہو چکے ہیں استاد؟"

"سردارے! حالات کا اندازہ کرنا سیکھو۔ ضروری نہیں کہ ہم ہر جگہ بلند و برتر رہیں۔ اس وقت ہم دوسری کیفیت میں ہیں اس لیے ہم کو انتہائی ٹھنڈے دل سے دشمنوں کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے‘ جو کیے ہوئے ہیں۔ ہم نے ہوریشو کو کس قدر زک پہنچائی ہوئی ہے اور وہ کتنا گہرا انسان ہے کہ اس نے پانداری کے ساتھ اپنی ان شکستوں کو قبول کیا جو ہم نے اسے دی ہیں——— اور اب اس کی ہے سردارے تو بہر صورت‘ جو کچھ وہ کر سکے گا‘ ضرور کرے گا۔ اب معاملہ ہمارے صبر کا ہے۔ کیا ہو کہ ہم اس پر اپنی دہشت ظاہر کر دیں؟"

"نہیں استاد! میں یہ تو نہیں چاہتا۔"

"تو بس‘ خاموش رہو‘ صبر و سکون سے کام کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سوری استاد۔"

بات سردارے کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ سردارے آرام سے بستر پر لیٹا اور ہم کسی ایسی شخصیت کا انتظار کرنے لگے جس کے بارے میں ہمیں یقین تھا کہ خبر لینے ضرور ——— اور ہمارا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا۔

دو مسلح آدمی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھی۔ یہ ل طور پر اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی ایسی پوزیشن نہیں آئی تھی کہ ہم لوگ کوئی کاروائی ور ویسے بھی اس عمارت میں کارروائی کرنا حماقت ہی تھی۔

عملی اقدامات کا ابھی وقت پیش نہیں آیا تھا۔ ہاں اس کی ضرورت پڑتی تو ہم یہ بھی کر سکتے تھے۔ لیکن فی الحال میں یہ سب کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہوریشو کتنے پانی میں ہے اور کہاں تک جائے گا؟

"آپ لوگ ٹھیک ہیں؟" آنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے نظر آ رہے ہیں؟"

"مسٹر ہوریشو نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"اوہ۔ ہوریشو۔ میرا دوست‘ کہاں ہے وہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دونوں آدمی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے‘ پھر آہستہ سے مسکرا دیئے۔

"آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ارے چلو پھر۔ دیر کس بات کی ہے۔" میں نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے
بستر چھوڑ دیا تھا اور ہم دونوں ان اشخاص کے ساتھ چل پڑے۔

وہ ہمیں عمارت کے آخری سرے پر بنے ہوئے ایک وسیع ہال کے دروازے پر لے گئے۔
دونوں دروازے پر ہی رک گئے تھے۔ گویا ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ میں نے کوئی
نہیں کیا اور دروازے کا ہینڈل کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سردارے بھی میرے پیچھے ہی تھا۔

وسیع ہال نہایت عمدگی سے آراستہ تھا۔ اعلیٰ درجے کا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ڈیکوریشن کی بھی
چیزیں تھیں۔ ایک چوڑی میز کے پیچھے ہوریشو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بدن پر نہایت قیمتی سوٹ تھا اور
پر بڑی مخلصانہ مسکراہٹ۔

اس نے گردن خم کی اور چہکتے ہوئے لہجے میں بولا "ہیلو۔ راجہ نواز اصغر اور سردار علی! کیسے
دونوں؟"

"تمہاری محبت ہے ہوریشو۔ مہربانی ہے تمہاری" میں نے بھی چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خوب۔ خوب! کوئی تکلیف تو نہیں ہے تمہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد تمہاری مہربانی سے یہ سکون کے لمحات ملے ہیں
کی دنیا میں ہمارے لیے سکون نہیں ہے۔ ویسے بھی ایک خرابی ہے اس عمارت میں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"برے برے خواب نظر آتے ہیں۔ کیوں سردارے؟" میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر
کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔

"اوہو۔ اچھا کیا خواب دیکھا تھا تم نے؟"

"نہایت غلیظ۔ ہم نے خود کو کوڑے کے ڈرم کے نزدیک پڑا پایا۔ ہمارے لباس جسموں پر
تھے اور اس کے بعد ہمیں کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑا پریشان کن خواب تھا۔"

"اوہ۔" ہوریشو نے فلک شگاف قہقہہ لگایا' دیر تک ہنستا رہا اور ہم خاموش بیٹھے اس کی شکل دیکھتے
رہے۔ پھر جب وہ خاموش ہوا تو میں نے پوچھا۔

"کیوں ہوریشو' اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"نواز! ذاتی طور پر میں تمہیں کافی پسند کرتا ہوں۔ بدقسمتی ہے ہماری کہ ہم دوستانہ فضا میں نہیں
ملے۔ کاش اگر تم مکلینو سے فراڈ نہ کرتے اور جس طرح اس نے تمہیں خود میں شامل کیا تھا ویسے ہی
رہتے۔ تم سے ملاقات کے بعد میں تمہارا بہترین دوست ہوتا۔"

"میرے دوست۔ مکلینو شہنشاہ ہے۔ جتنی دولت تم نے اس سے دشمنی مول لے کر حاصل
کی' اگر وہ خوش ہو جاتا تو تمہیں اس سے زیادہ دولت بخش سکتا تھا۔"

"کیا تم نے مکلینو سے کبھی میرے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کیا؟"

"ہاں! کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔ خود مکلینو تمہارے گن گا رہا تھا لیکن تم نے اتنا کچھ کیا
ہے کہ اب وہ چاہے بھی تو تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔"

"ہاں معافی چاہتا کون ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں مجھے اعتراف ہے۔ تم اسی قسم کے آدمی ہو۔" ہوریشو نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "تم نے
جو کچھ کیا ہے' یقین کرو میرے دل میں اس کی بہت قدر ہے۔"

"شکریہ ہوریشو!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ویسے پچھلی رات کی تفریح کیسی رہی؟"

"کیا مطلب؟"

"سچ بتانا' کیا تم زچ نہیں ہوئے؟"

"کس بات سے ہوریشو؟" میں نے بدستور حیرت کا اظہار کیا۔

"اوہ! میں سمجھا۔ عمدہ بات ہے۔ گویا تم یہ اعتراف کرنے کے لیے تیار نہیں ہو کہ وہ سب عالم
خواب میں ہوا تھا؟"

"سردارے! مسٹر ہوریشو کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ان کی بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے؟" میں نے
سردارے کو مخاطب کر کے کہا۔

"میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"خوب! فکر مت کرو میری جان' میں سمجھا دوں گا۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس
نے وہیں بیٹھے بیٹھے کوئی بٹن دبا دیا۔

ہال میں ایک دم اندھیرا چھا گیا اور پھر ہمارے عین سامنے دیوار پر ایک روشنی نمودار ہو گئی۔ میں نے
ایک گہری سانس لی تھی اور پھر روشنی میں کچھ تصویریں نمایاں ہونے لگیں۔ یہ رات کا منظر تھا اور کوڑے
کے ڈرم کے نزدیک ہم دونوں پڑے ہوئے تھے۔

"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"کیا میں آنکھیں بند کر لوں؟"

"اوہ سردارے! کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا اور سردارے نے ایک گہری
سانس لی۔ بہرحال ہم نے اپنی کسمپرسی کی پوری فلم دیکھی اور بے ہوش ہونے کے بعد کے مناظر بھی دیکھے'
جب ہمیں ایک بند گاڑی میں ڈال کر واپس اسی مکان میں لایا گیا تھا۔

پوری فلم دکھانے کے بعد ہوریشو نے پروجیکٹر بند کر دیا۔

"اب کیا خیال ہے؟" ہوریشو مسکرایا۔

"کمال ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ کون سی سائنسی ایجاد ہے' تم خوابوں کی تصویریں بھی اسی طرح اتار لیتے ہو۔" میں نے تعجب
سے کہا۔

"ہاں۔ یہ ہماری ایجاد ہے اور تم اس سے محظوظ ہوتے رہو گے۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ اس شخص میں یہ خوبی تھی کہ کسی بھی بات سے برہم نہیں ہوتا تھا اور اس خوبی کے انسان جتنے خطرناک
ہوتے ہیں' ہمیں اس کا اندازہ تھا۔

"گویا تفریح جاری رہے گی ہوریشو؟" بالآخر میں نے کہا۔
"ہاں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے نواز؟"
"کوئی خاص اعتراض نہیں ہے ہوریشو! لیکن اس سے فائدہ؟"
"مکلینو کو اس قسم کی تفریحات بہت پسند ہیں۔"
"اوہ! تو مکلینو یہاں موجود ہے؟"
"نہیں۔ وہ یہاں نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"یہ فلم اسی کے لیے تیار کی گئی ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے ہوریشو۔ میں حالات سے سمجھوتے کا قائل ہوں۔ جو تمہارا دل چاہے کرتے
میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔
"ان حالات سے نپٹنے کی ترکیب بھی ہے۔"
"اوہ ـــــ وہ کیا ڈیر ہوریشو؟"
"مکلینو سے رحم کی درخواست کرو۔"
"اوہ! کیا ہم نے کسی سے رحم کی درخواست کی ہے سردارے؟" میں نے سردارے کی طرف
ہوئے پوچھا۔
"رحم کیا ہوتا ہے استاد؟ اور درخواست کسے کہتے ہیں؟"
"مجھے تو نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔
"مجھے بھی نہیں معلوم باس۔" سردارے نے مایوسی سے کہا۔ ہوریشو کی آنکھوں میں
چمک تھی۔ اس نے گردن ہلا کر مضطربانہ انداز میں کہا۔
"میں جانتا تھا۔ میں جانتا تھا اور یقین کرو یہ مشورہ میرا نہیں ہے' خود مکلینو نے یہ
تھی۔ دراصل نواز' زندگی کا ایک انداز ہونا چاہیے۔ جو فیصلہ کر لیا جائے اس سے ہٹنا کیا معنی
دشمن ہوں لیکن تم جیسے لوگوں سے دشمنی میں بھی لطف آتا ہے۔ وہ لوگ مجھے ذرا بھی پسند نہیں
تکلیف پر تڑپنے لگتے ہیں۔"
"خیر ڈیر ہوریشو۔ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"
"چند ضروری باتیں کرنی ہیں تم سے۔"
"حاضر ہوں۔"
"انہیں میری طرف سے نہ سمجھنا' مکلینو معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم نے اس دولت کا کیا
"خرچ کر ڈالی۔"
"یہ ناممکن ہے۔"
"اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"یہی کہ اتنی بڑی دولت کسی طور اتنی جلد خرچ نہیں ہو سکتی۔"

"پھر؟"
"بس اس سے زیادہ کچھ بتانے کا موڈ نہیں ہے۔"
"اوہ ـــــ خوب۔ خوب! لیکن اس کے بارے میں بتانے سے تمہیں کچھ مراعات مل سکتی ہیں۔ دوسری صورت میں تمہیں قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور ـــــ اور انٹرپول کے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔
"ہاں۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے اختیار میں ہیں۔"
"گویا تم مکلینو سے تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہو؟"
"ابھی نہیں' ممکن ہے کبھی تیار ہو ہی جائیں۔"
"میں مکلینو کو تمہارا یہ جواب پہنچا دوں؟"
"ظاہر ہے یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔
"ویسے میرے خیال میں اگر میں تمہیں ایک مشورہ دوں تو اس پر غور ضرور کرنا۔" ہوریشو نے کہا۔
"کیا مشورہ۔ ڈیر ہوریشو۔"
"یہی کہ اگر تم یہاں سے زندہ واپس نہ جا سکے تو اس کرنسی کا کیا کرو گے؟"
"ہاں۔ سوال تو اچھا ہے۔"
"ظاہر ہے وہ تمہارے کام نہیں آ سکے گی۔" ہوریشو بولا۔
"بے شک۔ کیوں سردارے؟"
"ٹھیک ہے باس۔"
"ایسی صورت میں کیوں نہ تم کرنسی دے کر زندگی بچانے کی کوشش کرو۔" ہوریشو نے کہا۔
"ڈیر ہوریشو! تمہیں معلوم ہے کہ وہ کرنسی کتنی دقت کے بعد میں نے حاصل کی ہے۔ تمہارا مال تمہیں مل گیا تھا۔ اگر تم گڑبڑ نہ کرتے۔ میں نے تو سودا کیا تھا۔ اب اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟

رہا کرنسی کا سوال تو انسان جو چیز حاصل کر لیتا ہے' اس کو واپس نہیں کرتا۔ میں بھی اتنی آسانی سے کرنسی تمہیں نہیں دوں گا۔ رہا زندگی کا سوال تو ٹھیک ہے اس وقت تمہارے اختیار میں ہے لیکن ممکن ہے کہ ہم ان حالات سے نکل سکیں۔"
"اوہ۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں مسٹر نواز۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے ہم وقت کے منتظر ہیں۔"
"اور وہ وقت جس میں تم یہاں سے نکل سکو گے' کبھی نہیں آئے گا' بالکل مطمئن رہو۔" ہوریشو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔
"سنا سردارے' وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔"
"ہاں باس ـــــ ہماری موت ہی ہمیں یہاں کھینچ لائی تھی۔"
"اچھا دوستو' بس یہی بات تم سے کرنا تھی' اب تم جا سکتے ہو۔" ہوریشو نے کہا اور میں فوراً اٹھ گیا۔ سردارے بھی میرے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر وہ دونوں آدمی موجود تھے جو

ہمیں یہاں تک لائے تھے۔ وہ ہمیں ہمارے کمرے تک چھوڑ گئے۔ دروازہ حسب معمول باہر سے بند کرلیا گیا تھا اور وہ واپس چلے گئے تھے۔

میں اور سردارے دو آرام کرسیوں میں دراز ہوگئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر سردارے نے ہی گہری سانس لی' بولا۔

"استاد! اب کیا ارادے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ہر پندرہ منٹ کے بعد تم یہ جملہ دوہراتے ہو کہ اب کیا ارادے ہیں—— تمہارے کیا ارادے ہیں تم مجھے یہ بتاؤ۔ میرا ارادہ تو صرف یہ ہے کہ اس کرسی پر بیٹھا ہوں' اس کے بعد بیڈ پر لیٹ جاؤں گا—— سو جاؤں گا۔ تمہارا ارادہ کیا ہے' یہ تم مجھے بتاؤ؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ استاد' غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فی الحال ہم بے بسی کے دور میں ہیں۔"

"میرے کہنے نہ کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"استاد کچھ ناراض ہو؟" سردارے نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' ہرگز نہیں۔ یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟"

"بس۔ میرا خیال ہے' تم کسی قدر بے بسی کا شکار ہو۔"

"نہیں' یہ بات تو نہیں ہے البتہ میرے ہاتھوں کو کھجلی ہو رہی ہے۔ سوچ لو۔" میں نے اوپری ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور سردارے ایک دم سنبھل گیا۔

"نہیں استاد' میں نے اچھی طرح سوچ لیا۔"

"بہرصورت ٹھیک ہے لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ یہ کالا بدمعاش کوئی نہ کوئی چکر ضرور چلائے گا۔"

"ہوریشو؟"

"تو اور کیا۔ یقیناً چلائے گا سردارے۔ اس نے ہمیں اس بات سے بے خبر نہیں رکھا ہے۔"

"اوہ' استاد کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوسرا چکر پہلے چکر سے بھی خطرناک ہو۔"

"پھر میں تم سے وہی سوال کروں گا کہ ڈر رہے ہو سردارے' دیکھو جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو گا ہی—— اس سلسلے میں سوچنے سے بے کار دماغ خراب کرنا ہے۔"

"ارے تو سردارے کو کب پرواہ ہے۔ ٹھیک ہے بس—— ہائے مجھے تو وہ نیلی پتلون یاد آرہی ہے۔ کم بختوں نے یہاں لڑکیوں کا وجود بھی نہیں رکھا۔ اگر یہاں سروس کے لیے لڑکیاں ہوتیں تو کیا حرج تھا؟"

"لڑکیاں' لڑکیاں' لڑکیاں۔ دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا۔ میں کہتا ہوں خاموش رہو اور مجھے سوچنے کا موقع دو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا—— لیکن میں بھی کیا سوچتا' سوائے ان فضول باتوں کے' یہاں سے نکلنے کا بظاہر کوئی ذریعہ ذہن میں نہیں تھا اور یہ بات طے تھی کہ ہوریشو پھر کوئی قدم ایسا اٹھائے گا جو ہمارے لیے خطرناک ہوگا لیکن اس کا یہ قدم کیا ہوگا؟

بہرصورت جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا' فکر مند ہونے سے کیا فائدہ۔ ہم کھانا پینا بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ اگر اس خوف سے کھانا پینا چھوڑ دیتے کہ ہمیں کھانے میں بے ہوشی کی دوا دے دی جائے گی اور اس کے بعد ہم سے کوئی ایسا ہی سلوک کیا جائے گا تو بہرصورت اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا اور یہاں سے نکل بھاگنے کا بھی بظاہر کوئی ذریعہ نظر نہیں آرہا تھا' چنانچہ ہم نے حالات سے کافی حد تک سمجھوتہ کرلیا تھا۔ پورا دن گذر گیا' رات کو ہم کسی خاص واقعہ کے منتظر رہے لیکن دوسری صبح جب نہایت سکون کے ساتھ اسی کمرے میں آنکھ کھلی تو بڑی مسرت ہوئی۔ پھر پورا دن گذر گیا اور رات آگئی لیکن رات بہت عجیب تھی۔

ڈنر میں ہمیں بہت ہلکا کھانا دیا گیا تھا۔ سردارے تو پیٹ پکڑ کر رہ گیا۔

"یہ کیا چکر ہے استاد؟"

"پتہ نہیں۔" میں نے بھی حیرت سے کہا۔

"اوہو' کہیں وہ کم بخت بھوکا مارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟"

"میرا خیال ہے ہوریشو اتنا گھٹیا آدمی نہیں ہے سردارے۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔"

"مگر استاد یہ کوئی کھانا ہے؟"

"جو کچھ ہے کھالو' فضول باتیں مت کرو۔" میں نے جواب دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک وہ دونوں افراد اندر داخل ہوئے' پھر انہوں نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر نواز! مسٹر ہوریشو نے آپ کو اپنے کمرے میں طلب کیا ہے۔"

"صرف مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"جی!" ان میں سے ایک نے جواب دیا اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

سردارے نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔ پھر میں ان دونوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا اور ہوریشو کے کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔

ہوریشو حسب معمول ایک عمدہ تراش کے سوٹ میں ملبوس میرا منتظر تھا۔ اس وقت اس نے مسکرا کر میرا استقبال نہیں کیا تھا بلکہ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ چند ساعت وہ میری شکل دیکھتا رہا' اس کے بعد اس نے مجھے اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔ گویا مجھے اس کے ساتھ آنا تھا۔ مجھے لانے والے دونوں مسلح افراد میرے پیچھے پیچھے چل پڑے تھے۔

ہوریشو گاڑی کے اگلے حصے میں بیٹھ گیا اور مجھے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار آدمی میرے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ وین اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

پچھلی سمت پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے باہر کے مناظر مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔ میں نے بھی کوئی جدوجہد کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ سردارے ان لوگوں کی قید میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وین اس وقت شہر کی سڑکوں پر ہے لیکن اگر میں کوئی ہنگامہ کرتا تو کیا فائدہ ہوتا اس سے۔ ظاہر ہے سردارے کی زندگی خطرے میں تھی۔ اور پھر یہاں ان لوگوں کی اچھی خاصی حیثیت معلوم تھی۔

اس لیے میری کون سنے گا۔ انٹرپول کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ہنگامہ کرنے کی کوشش کرتا اور ان لوگوں کی قید کی نسبت پولیس کی تحویل میں جانا زیادہ پسند کرتا لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔ اس وقت تو خاموشی ہی سب سے عمدہ پالیسی تھی۔ اس کے علاوہ—— درحقیقت ذہن میں ایک عجیب سا احساس بیدار ہونے لگا تھا۔

آج تک' یعنی اس وقت سے' جب سے کراچی کی نیٹی جیٹی کے پل پر سرائے عالمگیر کے بے بس

نواز نے دم توڑا تھا اور اسی جگہ سے ایک نئے نواز نے جنم لیا تھا' نواز تقریباً ناقابل تسخیر بن گیا تھا۔ قسمت اور حالات نے اس کا اتنا ساتھ دیا تھا کہ وہ ناکامی کا لفظ بھول گیا تھا۔ اس کے مقابل کو اس کے سامنے پسپا ہونا پڑتا تھا لیکن ------- کبھی کبھی زندگی کی یکسانیت سے بیزاری اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ انسان ہر صورت میں تبدیلی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ خواہ یہ تبدیلی اس کے لیے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ خیال اس بند گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا ------- اوہ۔ میں نے بالکل نئے انداز میں سوچا۔

یہ لوگ میری سیماب صفت فطرت سے واقف ہیں۔ یہ مجھے قتل کر کے اتنے خوش نہیں ہوں گے جتنا بے بس کر کے۔ دیار غیر میں میرے کون سے اپنے بیٹھے ہیں۔ غیروں کے سامنے میری جو بھی حالت ہو کون دیکھنے اور سننے والا ہے اس لیے' انہیں شکست دینے کے لیے خود شکست کا مزہ کیوں نہ چکھا جائے۔ رہ گئی بات سرداری کی' تو اسے عضو معطل قرار دینا کون سی مشکل بات ہے۔ بہت خوب۔ یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ بس ان لوگوں کو اپنی ہر کوشش میں کامیاب ہونا چاہیے۔ اور نہ جانے نواز نے یہ کون سا روپ دھارا اس خیال نے مجھے کافی سکون بخشا تھا۔ میں نے مکمل فیصلہ کر لیا کہ اب کچھ دن ایک بے ضرر چوہے کی مانند گذارے جائیں' ان کی مرضی پر آنکھ بند کر کے چلا جائے۔

میرے نزدیک بیٹھے لوگ بار بار میری شکل دیکھ رہے تھے۔ وہ خود بھی صورت سے کافی خطرناک نظر آرہے تھے۔ غالباً میرے لیے انہوں نے چھانٹ کر نگراں مقرر کئے تھے اور میرے نگراں یقیناً مجھ سے خوفزدہ بھی تھے۔

لیکن اب ان کی تسلی ہو گئی تھی۔ اب ان میں سے کسی کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اب تو بات ہی دوسری ہو گئی تھی چنانچہ میں نے یہ سفر نہایت خاموشی اور سکون سے طے کیا اور پھر گاڑی رک گئی۔

مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ نہ ہی میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ گاڑی کا پچھلا حصہ کھل گیا۔ گاڑی کے نزدیک کچھ لوگ کھڑے تھے۔ سب کے سب مسلح۔ مجھے نیچے اترنے کا اشارہ کیا گیا اور میں اطمینان سے نیچے اتر گیا۔

"اندر چلو۔" کسی قدر تحکمانہ لہجے میں کہا گیا اور میں نے تعمیل کی۔ مجھے عمارت میں لے جایا گیا عجیب سی عمارت تھی۔ نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی لیکن اس میں شور تھا۔ نہایت تیز آواز میں کوئی ریکارڈ بج رہا تھا۔

کئی راہداریوں سے گذر کر مجھے ایک کمرے میں پہنچنا پڑا اور پھر مجھے ساتھ لانے والے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اچانک موسیقی تھم گئی۔ چند لمحات سکون رہا اور پھر دوسرا ریکارڈ شروع ہو گیا۔ نہایت گھٹیا مذاق تھا۔ کوئی اسپینش موسیقار گا رہا تھا اور لوگوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ سیٹیاں بج رہی تھیں۔ لوگ آوازے کس رہے تھے۔

میرے کان پھٹنے لگے۔ کمرے میں' میں تنہا تھا۔ پھر اچانک ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ یہ ریکارڈ بھی سزا کے طور پر سنوائے جا رہے ہیں' جن میں شور و شر کے سوا کچھ نہیں ہے اور میں نے فوراً خود کو پرسکون کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اگر یہ سزا ہے تو میں اس سزا کو بھی بخوبی برداشت کرنے کے لیے تیار تھا۔

وقت گذرتا رہا' ریکارڈ بدلتے رہے۔ پھر دروازہ کھلا اور چار طویل القامت انسان اندر داخل

ہو گئے۔ یہ سب کے سب سیاہ فام تھے اور ان کے فولادی جسموں سے ان کی طاقت کا اندازہ ہوتا تھا۔ سب کے چہروں پر شیطانیت برس رہی تھی۔

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ اس نے دوسرے کی طرف دیکھ کر مضحکانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے' پھر بولا۔

"کیا تم ہم میں سے کسی ایک سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں ہم میں سے کسی سے لڑنا ہوگا۔"

"کیوں؟"

"بس۔ باس کا حکم ہے۔"

"ہوریشو کا؟"

"ہاں!"

"لیکن میں کسی سے نہیں لڑنا چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب اس نے تمہارے بارے میں فضول باتیں کی تھیں۔ اس نے تو تمہاری کافی تعریفیں کی تھیں لیکن تم بے حد بزدل انسان ہو۔"

"یہی سہی۔ بس میں لڑنا نہیں چاہتا۔"

"یہ بے حد ضروری ہے۔"

"میں نہ چاہوں تب بھی؟"

"ہاں!"

"اور اگر میں مکمل طور پر انکار کر دوں تو؟"

"تو پھر ہم چاروں مل کر تمہیں ماریں گے اور اس وقت تک مارتے رہیں گے جب تک تم ہوش میں رہو۔"

"یہ بھی ہوریشو کا حکم ہے؟"

"بالکل۔"

"ہوں۔ اور اگر میں تم میں سے کسی ایک سے لڑوں تب؟"

"تب۔ دوسرے مداخلت نہیں کریں گے' خواہ تم اپنے مقابل کو مار ہی کیوں نہ ڈالو۔"

"اچھا دوستو' میں تیار ہوں۔ تم خود فیصلہ کر لو' تم میں سے کون مجھ سے لڑے گا؟" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"نہیں۔ یہ فیصلہ بھی تمہیں ہی کرنا ہوگا۔"

"ارے تم میں سے جو کوئی بھی خود کو طاقتور اور بہادر سمجھتا ہو' وہ آجائے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور انہوں نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ فیصلہ ہو جائے گا لیکن لڑائی کے کچھ قواعد ہوں گے۔"

"وہ بھی بتا دو۔"

”دونوں لڑاکوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوں گی۔ سیاہ اور دبیز پٹیاں جس سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گے۔“

”اوہ۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟“ میں غرایا۔

”بس ہوریشو کا حکم ہے۔“

”بکواس ہے۔“ میرے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

”اوہ۔ دوست باس کے بارے میں تم برا لہجہ اختیار نہیں کرو گے۔ اس سے ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اگر تم باس کے احکامات کی تعمیل کرو گے تو ہم میں سے کوئی تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کرے گا لیکن اگر تم نے اس کا حکم نہ مان کر اس کی توہین کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم خود کو باز نہ رکھ سکیں گے۔“

غصہ تو سخت آیا تھا ان کتوں پر۔۔۔۔۔ لیکن اپنی بے بسی کا بھی احساس تھا اور پھر اس عہد کا بھی' جو میں نے خود سے کیا تھا چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔“

”گڈ۔ اٹھو۔“ ان میں سے ایک بولا اور میں کھڑا ہو گیا۔ وہ چاروں میری طرف سے چوکنے تھے۔ شاید یہاں موجود ایک ایک فرد کو میری حقیقت معلوم تھی اس لیے وہ سب کے سب، میری طرف سے چوکنے رہتے تھے۔

مجھے ایک دوسرے کمرے میں لایا گیا اور پھر میری آنکھوں پر مخصوص قسم کی سیاہ پٹی چڑھا دی گئی' جس میں آنکھوں کے سامنے نرم اسفنج کے پیڈ لگے ہوئے تھے۔ ان کی وجہ سے آنکھوں کو سکون رہتا تھا اور باہر کی دنیا بھی تاریک ہو جاتی تھی۔

میں نے پٹی آنکھوں پر درست کی اور پھر اسے ماتھے پر چڑھا لیا۔

”یہ کیا حرکت؟“ ایک سیاہ فام نے مجھے گھورا۔

”کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”پٹی ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”ضرورت تھی۔“ میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“ دوسرے نے مداخلت کی۔

”تم میں سے کون مجھ سے جنگ کرے گا؟“

”کوئی بھی۔ تم اس کے لیے پریشان کیوں ہو؟“

”اوہ فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کس کی موت میرے ہاتھوں آئی ہے۔“ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”جس کی آنی ہوگی آجائے گی۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

”لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے مقابل کی آنکھوں پر بھی پٹی ہوگی؟“

”ہوریشو اس بات کی ضمانت ہے اور وہ کبھی جھوٹے کھیل نہیں کھیلتا۔“

”کیا میرے مقابل کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار بھی نہ ہوگا؟“

”ہرگز نہیں۔ دوران جنگ تمہارے مفادات کا نگراں ہوریشو ہے۔ تمہیں اس پر بھروسہ کرنا

چاہیے۔

”تب ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ میں نے پٹی دونوں آنکھوں پر چڑھا لی اور انہوں نے میرا بازو پکڑ لیا۔

”آؤ۔“ ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ذہن اندر سے بغاوت کر رہا تھا۔ اس طرح مجھے ان کے اشاروں پر ناچنا پڑ رہا تھا لیکن۔۔۔۔۔ خود کو سنبھالتا رہا۔ ہاں دل ہی دل میں' میں نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ یہ کہ اپنے مقابل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

تیز موسیقی کے ریکارڈ اب بھی بج رہے تھے اور ان آوازوں نے مجھے کافی پریشان کیا ہوا تھا۔ پھر ایک آواز ابھری جیسے کوئی کچھ بول رہا ہو۔ کوئی اناؤنسمنٹ کر رہا ہو لیکن آواز سمجھ میں نہیں آئی تھی اور پھر میں اسے ریکارڈ کا کوئی حصہ ہی سمجھا تھا۔

”اور پھر مجھے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔

”تمہارا مدمقابل تیار ہو کر آرہا ہے۔“ ایک سیاہ فام کی آواز ابھری۔ میں خاموش ہی رہا تھا۔

ریکارڈ بدستور بج رہا تھا اور لوگوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ پھر ایک سیاہ فام کی آواز ابھری۔

”تمہارا مقابل سامنے آگیا ہے۔ اس کی آنکھوں پر بھی تمہارے جیسی پٹی ہے۔ بھروسہ رکھو۔ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا آگے بڑھو۔ تم دونوں کو گائیڈ کیا جائے گا۔“

”کس طرف جانا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اپنے بائیں سمت۔ تمہاری جنگ لکڑی کے تختوں پر ہوگی۔“ سیاہ فام نے کہا اور میں نے بائیں جانب قدم بڑھا دیئے۔

”اولڈ ہارس! آگے بڑھو۔ تمہارا مقابل تمہاری سیدھ میں ہے۔“ میرے مقابل کو ہدایت دی گئی اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تاکہ مقابل کو چھو سکوں اور پھر میرا ہاتھ کسی کے بدن سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پھرتی سے پینترہ بدل لیا' کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ میرا مقابل میرے بدن کو محسوس کرتے ہی وار کرے گا۔

اور لکڑی کے فرش پر ایک آواز سنائی دی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ میرے مقابل نے پوری قوت سے حملہ کیا تھا اور جھونک میں گر پڑا تھا۔ ”بڑا خاصی زور دار آواز تھی۔ میں نے دوسرے لمحے فیصلہ کر لیا' گرے ہوئے گندے دشمن پر ضرب نہ لگانا حماقت تھی۔ میں نے گرنے کی آواز کی سمت پوری قوت سے ٹانگ گھما دی اور ایک کریہہ آواز میرے مقابل کے منہ سے نکل گئی۔ میری لات نے بھرپور ضرب لگائی تھی۔ میں نے دوسری بار گرنے کی آواز سنی اور اگر تابڑتوڑ حملے نہ کرتا تو پھر نواز اصغر نام ہی کیا تھا۔ میں نے دوبارہ اس پر دونوں لاتیں ماریں اور میرے مقابل کی شامت ہی آگئی۔ ویسے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے مقابل کی آنکھیں بھی بند ہیں ورنہ وہ اپنا موثر دفاع کر سکتا تھا۔

دو تین سخت ضربیں کھا کر اسے ہوش آیا اور اس بار جو وہ گرا تو دو باتوں میں سے ایک ہوئی۔ یا تو اس بار میرا اندازہ غلط ہو گیا تھا یا پھر میرے مقابل نے ذہانت سے کام لے کر اس بار گرتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ چنانچہ اس بار میری ٹانگیں فرش پر پڑیں اور میں گرتے گرتے بچا۔ تب میرے مقابل کو اٹھنے کا موقع مل سکا اور اس بار شاید وہ نہ صرف کھڑا ہو گیا تھا' بلکہ کئی قدم پیچھے بھی ہٹ گیا تھا۔

"اولڈ ہارس! تمہارا مقابل تمہارے بائیں طرف ہے اور دوست تم بالکل اس کی سیدھ میں ہو۔ تمہارا فاصلہ تقریباً سات فٹ ہے-----" سیاہ فام کی آواز سنائی دی اور میں نے اپنے ذہن میں اندازہ لگایا' اگر میں اور میرا مقابل بیک وقت ایک رفتار سے آگے بڑھیں تو یہ فاصلہ کتنے قدم میں طے کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ میں چوکنا ہوگیا اور پھر جونہی میں اپنے اندازے پر آیا' میں نے ایک دم پینترہ بدل کر ہاتھ خلا میں پھیلایا۔ میرے مقابل کا ہاتھ اطمینان سے میرے ہاتھ میں آگیا اور میں نے اس کی انگلیوں میں اپنا پنجہ ڈال دیا۔

اس پنجے پر خدا کی خاص رحمت تھی ور اس کی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کئی بار ہوچکا تھا۔ چنانچہ مقابل کا پھولا ہوا ہاتھ اس طاقت کی تاب نہ لاسکا اور میں نے اسے دوہرا کردیا۔ پھر میرا زوردار گھٹنا اس کی پشت پر پڑا۔ ایک بار پھر اس کے حلق سے آواز نکل گئی۔ وہ پوری قوت سے نیچے گرا تھا۔

"سور کے بچے!" اس نے دہاڑتے ہوئے کہا اور اچانک میں سن ہوگیا۔ یہ آواز ان چاروں سیاہ فاموں میں سے تو کسی کی نہیں تھی۔ میں نے ان کی آوازیں بخوبی سنی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ آواز میری جانی پہچانی تھی۔ میں اسے نہیں بھول سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر میں نے آنکھوں کی پٹی کھینچ دی۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے اپنے مقابل کو دیکھا۔

حالانکہ آنکھوں نے تاریکی سے اچانک روشنی قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ جھائیاں سی اڑ رہی تھیں لیکن قوی ہیکل گولڈ مین کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔ گولڈ مین------ میرا دوست' میرا مخلص۔

"ارے۔ یہ کیا ہے؟ تم نے آنکھوں سے پٹی کیوں ہٹادی؟" ایک سیاہ فام چیخا اور میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"یہ کیا کمینگی ہے؟" میں غرایا۔

"فضول بکواس مت کرو' اس سے لڑو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔" ایک سیاہ فام نے کہا۔ دوسرے نے گولڈ مین کو ہدایت دی۔

"اولڈ ہارس! تمہارا مقابل تم سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر ہے۔ جلدی کرو۔ اس بار تم اس پر عمدہ داؤ لگاسکو گے۔"

"گولڈ مین! یہ میں ہوں' میگوئن۔ تمہارا دوست۔" میں نے چیخ کر کہا اور گولڈ مین پر بھی جیسے سکتہ چھا گیا۔ دوسرے لمحے اس نے بھی آنکھوں سے پٹی ہٹادی تھی۔

"میگوئن!" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں گولڈ مین۔ یہ میرا اصلی چہرہ ہے۔ میری آواز پہچانو۔"

"میں پہچان رہا ہوں۔" گولڈ مین نے کہا۔

"تم کیا سمجھ کر مجھ سے جنگ کررہے تھے؟"

"سیاہ فام۔ کتا سمجھ کر۔" گولڈ مین نے چاروں سیاہ فاموں کی طرف نفرت سے گھورتے ہوئے کہا وہ خونخوار نگاہوں سے ہمیں گھور رہے تھے۔

"اوہ۔ ان لوگوں نے ہم دونوں کو دھوکا دیا ہے۔ مجھ سے بھی انہوں نے یہی کہا تھا۔"

"تو اب تم نے مجھ سے جنگ کی تھی میگوئن؟"

"ہاں۔ بدقسمتی سے گولڈ مین۔ دھوکے سے----- اور یہ لوگ تمہیں اولڈ ہارس کہہ کر پکار رہے تھے' اس لیے-----" میں رک گیا۔ پہلی بار میری نگاہ سامنے کی سمت پڑی تھی اور میں ششدر رہ گیا۔ یہ تو کوئی اسٹیج تھا اور سامنے بڑا ہال' جس میں بے شمار لوگ موجود تھے۔ شرابوں کی ٹرالیاں چل رہی تھیں۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ پھر وہ ریکارڈ میرے ذہن نے سوچا اور چند ہی لمحات میں' میں صورت حال سمجھ گیا۔ ریکارڈوں کا چکر بھی مجھے بے وقوف بنانے کے لیے چلایا گیا تھا تاکہ اسٹیج پر بھی میں یہی سمجھوں کہ ریکارڈ بج رہا تھا۔ اس طرح گویا ہمیں تماشا بنایا گیا تھا۔

لیکن پھر کیوں نہ ایک اور دلچسپ تماشا پیش کردیا جائے۔ میں نے سوچا۔ بس جنون سوار ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ چاروں سیاہ فام ہمارے خلاف کارروائی کرنے کی بھی سوچ رہے تھے۔ ان کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہم سے سخت جلے ہوئے ہیں۔

"لڑو تم دونوں۔" وہ خونخوار انداز میں بولے اور میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔ گولڈ مین بھی میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"گولڈ مین! تم صورت حال سمجھ چکے ہوگے؟" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"ہاں۔ سمجھ گیا ہوں۔"

"میرا خیال ہے مجبوری ہے۔ ہمیں ان کی بات مان لینا چاہیے۔" میں نے کہا اور غیر محسوس انداز میں گولڈ مین کو آنکھ ماردی۔

"تو پھر آؤ------ لڑیں۔" گولڈ مین نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے نہایت وحشیانہ انداز میں سیاہ فاموں پر حملہ کردیا۔ میں بھلا پیچھے رہ سکتا تھا۔ میں ہوریشو کی توقع کے خلاف کرنا چاہتا تھا اور اس وقت کی جنگ میں کوئی انسانی اصول مدنگاہ نہیں تھا۔ چنانچہ میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چھپاک سے ایک سیاہ فام کی دونوں آنکھوں میں گھس گئیں۔ سیاہ فام کی کربناک چیخ پورے ہال میں گونج گئی تھی۔ میں نے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں کے حلقوں سے نکالیں اور پھر اس کے سینے پر ایک خوفناک ٹکر رسید کردی۔ دوسرے سیاہ فام نے میری گردن میں قینچی ڈال لی تھی اور میں نے اپنے سامنے والے سے نمٹنے کے بعد اس کے دونوں کان پکڑ لیے۔ میرے ہاتھوں کی گرفت------!

سیاہ فام نے بوکھلا کر مجھے چھوڑ دیا لیکن نہ جانے اس وقت کیا ہو رہا تھا۔ سیاہ فاموں کا آدمی اپنی جگہ سے اکھڑ گیا اور اس کی بھی دردناک کراہ سنائی دی۔ کان کی تکلیف کو نظرانداز کرنے کی کوشش کرکے وہ سنبھلا۔ اس نے اچھل کر دونوں لاتیں میری طرف چلائیں' لیکن میرے بدن میں تو آگ بھری ہوئی تھی۔ میں نے تھوڑا سا ٹیڑھا ہوکر اس کی دونوں ٹانگیں بغل میں دبالیں اور پھر ایک دیسی داؤ مارا۔ میں اس کی ٹانگیں لے کر مخالف سمت میں بیٹھ گیا اور یہ قدرت ہی تھی ورنہ------ وہ لوگ کمزور بدن کے مالک تو نہ تھے۔ سیاہ فام کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔

ہال میں اب قہقہے نہ تھے۔ لوگ حیرت اور سراسیمگی سے یہ جنگ دیکھ رہے تھے جو صرف اسٹیج پر ہو رہی تھی اور شاید اس کے بارے میں اناؤنسمنٹ بھی کیا گیا تھا۔ دوسری طرف گولڈ مین نے انہیں گھونسوں پر رکھ لیا تھا۔

گولڈمین بلاشبہ ہاتھی تھا لیکن اس وقت میرے جیسا جذبہ اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ صرف جنگ کر رہا تھا اس لیے مار بھی کھا رہا تھا۔ میری بات دوسری تھی۔ مجھ پر تو جنون سوار تھا۔

چنانچہ ان دونوں کو ناکارہ کرکے میں گولڈمین کی مدد کو لپکا اور میں نے پیچھے سے ایک سیاہ فام کو پکڑ لیا۔ گولڈمین کے بھرپور گھونسوں نے ہی اس کی حالت خراب کر رکھی تھی۔ میں نے اس کی گردن پکڑی تو وہ ساکت رہ گیا لیکن ـــــــ میں نے بڑے وحشیانہ انداز میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی اور اس کے منہ سے خون ابل پڑا۔

مجھے کو اب صورت حال کا اندازہ ہوا تھا۔ تماشائی اب سمجھے تھے کہ معاملہ کوئی دوسری نوعیت اختیار کر گیا ہے۔

چنانچہ اچانک چیخیں ابھریں اور بھگدڑ مچ گئی گولڈمین بھی اپنے مقابل کی گردن دبا رہا تھا اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تھی۔

"بھاگو گولڈمین۔" میں نے کہا اور پھر اس بھاری بھرکم بدن نے اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔

ہم دونوں بھی مجمعے میں شامل ہوگئے۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک خیال آرہا تھا۔ کاش اس وقت سردارے بھی ساتھ ہوتا۔ اگر وہ ان کے چنگل میں نہ پھنسا ہوتا تو اس وقت ان لوگوں کے چنگل سے نکلنے کے لیے ہم قتل عام کر ڈالتے' جو کچھ بھی کرسکتے تھے کرتے لیکن میں کسی قیمت پر سردارے کی زندگی خطرے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

گولڈمین کو شاید میری اس سستی کا احساس نہیں ہوا تھا' جو میں نے اسٹین گن بردار پر ہاتھ نہ ڈال کر برتی تھی ورنہ آسانی سے اس کی گن میرے قابو میں آسکتی تھی۔ یہ سستی صرف سردارے کے لیے تھی۔

خود گولڈمین کو بھی اسٹین گن سے کور کردیا گیا۔ ابھی ہم ہال سے باہر نہیں نکل پائے تھے۔

"باقی مجمع تیزی سے باہر نکل جائے۔" ہال میں ہوریشو کی آواز ابھری۔ وہ کسی مائیک پر بول رہا تھا۔ اور لوگ بے تحاشہ دوڑنے لگے۔ ہمارے چاروں طرف ہوریشو کے آدمیوں نے گھیرا ڈال لیا۔ سب کے پاس ہتھیار تھے۔

گولڈمین نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور اس وقت اس کا سوال بڑا مضحکہ خیز تھا۔

"اور سناؤ میگوئن۔ کیسے ہو؟" یوں لگتا تھا جیسے اب وہ خود کو فارغ سمجھ رہا ہے۔

"ٹھیک ہوں گولڈمین۔"

"ہوریشو نے کتنے آدمیوں کی قربانی دے کر تمہیں گرفتار کیا ہے؟"

"یہ بات تو وہ شریف آدمی خود ہی بتادے گا۔"

"ہاں۔ واقعی شریف آدمی ہے۔ اپنی ماں کا خصم!" گولڈمین نے کہا۔

"چلو۔" اسٹین گن بردار نے اسٹین گن کی نال سے اسے ٹھوکا دیا اور گولڈمین شاہانہ انداز میں چل پڑا۔

"واقعی ـــــ مکلینو کے دانت کھٹے کردیئے تم نے۔ میں تمہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" گولڈمین میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"تمہارے ساتھ انہوں نے کیسا سلوک کیا گولڈمین؟"

"بس اپنا کارنامہ دکھانے کی فکر میں تھے۔ گولڈمین کو زندگی کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ میں نے ان کے لیے ایڈگر کو تو ٹھکانے لگا ہی دیا تھا۔ بس انہوں نے۔"

گولڈمین کی بات ادھوری رہ گئی۔ اسے اسٹین گن والے پر غصہ آگیا تھا۔

"یہ نال میری پیٹھ میں کیوں چبھ رہی ہے؟" وہ رک کر دہاڑا۔

"چلتے رہو۔"

"تو کیا تمہاری ماں کے ساتھ ـــــ" گولڈمین نے گالی بکی اور اسٹین گن کو زور سے جھٹکا دیا۔ اسٹین گن والا گرتے گرتے بچا تھا لیکن گولڈمین کے پورے بدن سے پستولوں کی نالیں آلگی تھیں۔

"چل رہا ہوں شیرو۔ پریشان کیوں ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے طنزیہ آواز میں کہا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہال سے اسٹیج پر پہنچے اور پھر وہاں سے ایک کمرے میں پہنچا دیئے گئے۔ ہوریشو ہمارے سامنے نہیں آیا تھا۔

کمرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ گولڈمین نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر بولا "شکر ہے۔ ان خچر کی اولادوں نے ہمیں علیحدہ علیحدہ بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"بوکھلائے ہوئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بری طرح۔ بیٹھو۔" گولڈمین نے اطمینان سے کہا۔

"کیا تم اسی عمارت میں مقیم تھے؟"

"ہاں!"

"کب سے؟"

"جب سے اغوا کرکے لایا گیا ہوں۔ غالبًا یہ کسی قسم کی تماشہ گاہ یا کلب وغیرہ ہے۔ ممکن ہے کوئی خفیہ کلب ہو۔ اکثر خوبصورت برہنہ لڑکیاں نظر آتی ہیں جو بدلتی رہتی ہیں اور زبردست میک اپ کیے ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ ہم لوگوں کو لڑا کر اسٹیج شو پیش کیا جارہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اور خوب رہا یہ اسٹیج شو۔ تم نے تین کو ختم کردیا تھا۔" گولڈمین نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اچانک اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"میگوئن! تم ہو کیا؟" وہ متعجبانہ انداز میں بولا۔

"کیا ہوگیا؟" میں واقعی نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تمہارا بدن تو خاص نہیں ہے۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"تم نے میری بھی خوب مرمت کی تھی جبکہ تمہاری آنکھوں پر بھی ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔"

"اوہ۔ سوری گولڈمین۔ کاش میں تمہیں پہلے دیکھ لیتا۔ میں نے تمہاری آواز سن کر آنکھوں سے ٹیپ ہٹا دیا تھا۔"

"اوہ۔ اس بات کو گولی مارو۔ مجھے یہ بتاؤ۔ تم در حقیقت کیا ہو؟ دماغ کی بات ٹھیک ہے۔ تم نے ذہانت سے مکلینو کو چت کر دیا لیکن تم اس قدر عمدہ لڑاکا بھی ہو۔ یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی۔"

"چھوڑو گولڈ مین ------ یاد نہ دلاؤ ------ کہ میں نے اپنے دوست پر ہاتھ اٹھایا تھا۔"

"ارے اس طرح کیوں سوچ رہے ہو میری جان۔ یہ بتاؤ تم مجھ پر تابڑ توڑ وار کس طرح کر رہے تھے؟"

"تمہارے گرنے کی آواز پر۔"

"اوہ۔ بہترین۔" گولڈ مین مسکرا دیا۔

"تمہیں کیا کہہ کر وہاں لایا گیا تھا؟"

"میں چڑھا رہا تھا سالوں کو۔ سیاہ فاموں میں سے ایک سے جنگ کا انتخاب کرنے کے لیے کہا گیا تھا مجھ سے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"اوہ۔ یہی حرکت انہوں نے میرے ساتھ کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے۔ ویسے تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟ میری مراد جیک سے ہے۔"

"وہ بھی ان کی قید میں ہے۔"

"اسی عمارت میں ہے؟"

"نہیں۔ اسے ایک اور عمارت میں رکھا گیا ہے۔"

"اوہ!" گولڈ مین گردن ہلانے لگا۔ چند ساعت خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "سچ بہت یاد آتے تھے تم لوگ۔"

"تمہاری بات ادھوری رہ گئی تھی گولڈ مین۔"

"کون سی؟"

"تمہارے اوپر کیا بیتی؟"

"اوہ۔ تم تو خاموشی سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی تھی اور جشن منانے لگا تھا' بس اس میں مارا گیا ورنہ ------ ہوریشو کو بہت کچھ کھونا پڑتا۔"

"جنگ ہوئی تھی؟"

"ہاں! لیکن جنگ مغلوبہ تھی جس میں میرے آدمیوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ مجھے انہوں نے زخمی کر کے گرفتار کر لیا تھا۔ تمہارے بارے میں ہوریشو سے بات ہوئی تھی تو میں نے کہا کہ تم ان کے قابو کے نہیں ہو۔ بس اس لیے انہوں نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اب دیکھو۔ کیا ہوتا ہے۔ ہوریشو کو سخت افسوس ہو گا۔ وہ اسی کی نسل کے تھے۔"

"ہوں۔ دیکھیں گے گولڈ مین۔ زندگی ایک بار آتی ہے اور ایک بار ہی جاتی ہے' پھر اس کی پرواہ کیوں کی جائے۔"

"جیالے ہو میری جان۔ خدا کی قسم فدا ہو گیا ہوں تم پر ------ کاش آزاد ہوتا تو تمہاری پوجا کرتا۔" گولڈ مین!"

"خدا کی قسم موت کا کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ تم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے' اس سے دل خوش ہو گیا ہے۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"مال کا کیا ہوا ------ گیا؟"

"نہیں گولڈ مین! سارا مال محفوظ ہے۔"

"ارے جیو میری جان۔ انہیں ہوا تو نہیں لگی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پوچھ تو رہے ہوں گے؟"

"اعلیٰ پیمانے پر۔"

"برآمد تو نہ کر لیں گے؟"

"ساری زندگی نہیں کر سکیں گے۔ یہاں ہے ہی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"باہر منتقل کر دیا ہے میں نے۔"

"اوہ!" گولڈ مین ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "مر بھی جاؤ میری جان تو غم نہ کرنا۔ جو کچھ تم نے کر لیا ہے' وہ بہت ہے۔"

"بالکل نہیں گولڈ مین!" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر گولڈ مین جماہی لیتے ہوئے بولا۔

"نیند نہیں آ رہی؟"

"تمہیں آ رہی ہے؟"

"ہاں بھائی۔ رات کافی ہو گئی ہے۔ میں مرنے سے پہلے سو لینا چاہتا ہوں۔" گولڈ مین فرش پر لیٹ گیا اور میں اس کی دلیری کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ گولڈ مین کافی دیر تک خاموش رہا پھر اس کے خراٹے گونجنے لگے۔ خوب انسان تھا۔

میں کافی دیر تک دلچسپ نگاہوں سے گولڈ مین کو دیکھتا رہا۔ اس کی شخصیت سے واقعی مجھے بڑا پیار محسوس ہو رہا تھا۔ پھر میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا۔ وہ تو جیسے ہمیں یہاں بند کر کے بھول گئے تھے۔ ممکن ہے اس وقت ان کا ہمارے بارے میں کارروائی کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں تو پھر گولڈ مین مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ یعنی اس نے سو کر عقل مندی کی ہے اور میں جاگ کر حماقت کر رہا ہوں۔

چنانچہ میں نے بھی سونے کی ٹھانی۔ گولڈ مین اگر اتنا نڈر انسان تھا اور اسے دنیا کی کسی بات کی پرواہ نہیں تھی تو مجھے بھی کیا ہو سکتی تھی۔ میرا کون سا اس دنیا سے گہرا تعلق تھا۔ چنانچہ گولڈ مین سے تھوڑے فاصلے پر فرش پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن میں گولڈ مین کی طرح خوش نصیب نہیں ثابت ہو سکا کیونکہ آنکھیں بند کرتے ہی بے شمار

خیالات کی فوج میرے ذہن پر حملہ آور ہوگئی تھی اور پھر بھلا خیالات کا یہ حملہ آنکھوں میں نیند کہاں ر
دیتا۔ نہ جانے کہاں کہاں کے خیالات آرہے تھے۔ بے شمار چیزیں یاد آرہی۔ اپنا دیس' اس کے لوگ
سیٹھ اور پھر اس دیس کی لڑکیاں' ان کے ساتھ گزرے ہوئے حسین لمحات۔ اور اس کے بعد موجودہ
حال۔ ہوریشو اب کیا اقدام کرے گا------ اور پھر کسی نے آنکھوں پر نیند کا مرہم لگا دیا۔ پلکیں ا
دوسرے سے چپک گئیں۔ گہری اور گہری------ اور گہری' اور پھر جب آنکھ کھلی تو سردارے میرا
گود میں لیے بیٹھا تھا۔

چند لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہوسکا۔ پھر آنکھیں کھولیں تو سردارے کا چہرہ سامنے تھا اور ذ
کچھ بوجھ سا تھا۔ چند ساعت خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ گزرے ہوئے آخری لمحات یاد کرنے کی کوشش
اور جب یاد آئے تو حیرت ہوئی۔ میرا ساتھی سردارے تو نہیں تھا بلکہ گولڈ مین تھا۔

"سردارے۔" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"شکر ہے ہوش تو آیا۔ اتنے بڑے بڑے۔ بچے جنو گے تو اور کیا حال ہوگا۔" سردارے
بڑھیوں کے سے انداز میں کہا اور مجھے اس کی بکواس پر حیرت ہونے لگی۔

"کیا بکواس ہے؟"

"اب بکواس کہو یا کچھ بھی کہو' تمہاری اولاد ہے۔ ارے ہاں' دائی کے فرائض مجھے ادا کرنے پڑ
خواہ مخواہ۔"

"مار کھائی ہے؟" میں نے اس کی گود سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور در حقیقت چکر سا آگیا کہ
کیا بات تھی۔ ویسے اتنا اندازہ ہوگیا تھا کہ ہوریشو نے یہاں بھی اپنا ڈرامائی تاثر برقرار رکھنے کی کوشش
ہے۔ یہ کلب کی عمارت نہیں تھی بلکہ وہی کمرہ تھا جہاں پہلے میں اور سردارے قیام پذیر تھے۔ اور جہاں
مجھے کلب کی عمارت میں لے جایا گیا تھا۔ گویا کلب کی عمارت سے مجھے یہاں تک اس وقت لایا گیا جب
سو گیا تھا اور ظاہر ہے میری نیند کو کسی مصنوعی اثر سے گہرا کیا گیا ہوگا۔

"لیکن گولڈ مین------" میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور گولڈ مین مجھے تھوڑی
مسہری پر سوتا نظر آیا۔

"اوہ۔ یہ بھی------" میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"کیا نام رکھا ہے بچے کا؟"

"سردارے! کیوں بکواس کر رہے ہو؟" میں نے زچ ہو کر پوچھا۔

"میں بکواس کر رہا ہوں؟ آخر کہاں سے برآمد ہوئے آپ دونوں؟ رات کو آرام سے سویا تھا
کو دیکھا یہ مسہری پر پڑا تھا اور آپ نیچے۔ بس ذہن میں کچھ ایسا ہی تصور آیا جیسے اسے آپ نے جنا ہو۔"

"سردارے کے بچے۔" میں نے بے بسی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے توبہ توبہ۔ میرے اوپر کیوں الزام لگا رہے ہیں۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے اندا
کہا اور کان پکڑ لیے۔

"دیکھو سردارے میرا سر چکرا رہا ہے۔ فضول بکواس مت کرو ورنہ ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔"

ہنستے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے بتائیں' یہ کہاں سے برآمد ہوا ہے؟"

"گولڈ مین ہے۔"

"ہاں' ہاں وہ تو میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ لیکن رات کو کس وقت آئے آپ لوگ اور اسے کہاں
اٹھا لائے؟"

"اور تم بھی لاعلم ہو؟" میں نے گہری سانس لی۔

"کس بات سے آخر استاد؟"

"مجھے نہیں معلوم سردارے کہ میں اس عمارت میں کب واپس آیا۔ اس کمرے تک کیسے پہنچا۔
ے حیرت ہے کہ انہوں نے تمہیں بھی بے ہوش کردیا تھا' ورنہ کم از کم تمہیں ہمارے واپس آنے کا علم
ور ہوتا۔"

"اوہ یہ بات ہے۔" سردارے کے ہونٹ سکڑ گئے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک
یہی بات ہے۔"

"میرے جانے کے بعد کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ بس ایک کپ کافی پی تھی اور اس کے بعد------"

"ٹھیک ہے۔ ہوریشو گدھا ثابت ہو رہا ہے۔" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں استاد؟"

"بس بچوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے' جو میرے خیال میں بے مقصد ہیں بھلا اس ڈرامائی انداز سے وہ
کیا متاثر کر سکتا ہے۔"

"رات کو کہاں لے گیا تھا استاد؟"

"ایک کلب کی عمارت میں۔ جہاں اس نے مجھے اسٹیج شو میں پیش کیا تھا لیکن الٹی آنتیں گلے پڑ
ا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے پوچھا اور میں نے اسے رات کی پوری کہانی سنا دی۔ جسے سردارے
ت پر جوش انداز میں سنتا رہا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ کئی منٹ تک میری صورت دیکھتا رہا۔
کی آنکھوں میں بچوں کی سی شوخی تھی۔ پھر وہ عجیب لہجے میں بولا۔ "ہائے کاش! سردارے بھی ہوتا۔

میں نے اس احمقانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سردارے نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ بہرحال اس کی
ہیں میری طرف تھیں۔ میں نے ایک جماہی لی۔ "کیا وقت ہوا ہے؟"

"تو موصوف تین قتل کرنے کے بعد اس طرح آرام فرما رہے تھے۔" سردارے نے میری بات کا
ب دینے کی بجائے کہا۔

"ابھی تک وہیں پھنسا ہوا ہے یار؟"

"بس کیا کہوں استاد۔"

"کیوں' کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر بولا۔
"اوہ' وہ تو ہوریشو کے ہم وطن ہوئے؟"
"سردارے۔" میں نے بور ہو کر کہا۔
"نہیں' سنجیدگی سے غور کرو۔ میرا خیال ہے اب ہوریشو اتنا کھلنڈرا نہیں رہے گا۔ یہ جو کچھ ہو
اس کے لیے غیر متوقع نہیں ہو گا۔"
"ہاں اندازہ تو یہی ہے۔"
"لیکن استاد تم نے وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"
"تیری وجہ سے سردارے۔ بس تو ساتھ ہوتا تو خدا کی قسم' میں صاف نکل گیا تھا۔ لیکن میں جانا
کہ اس کے بعد وہ تیرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"
"ہائے استاد' بس بھگت لیتا۔ تم بعد میں مجھے رہا کرانے کی کوشش کر لیتے۔" سردارے نے کہا۔
"یہی تو مشکل ہے سردارے۔ ہمیں انٹرپول کا بھی تو خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اس کا معاملہ نہ ہو
ہوریشو کو ناکوں چنے چبوا دیتا لیکن افسوس' صورت حال تھوڑی سی بدلی ہوئی ہے اب سوچنا کا دور
ہے۔"
"ہاں یہ بات تو ہے استاد' بہرحال اس گولڈ مین سے ملاقات خوب ہوئی۔ یہ بے چارہ بھی ہماری
سے عتاب میں آ گیا ہے۔"
"ہاں سردارے وہ عمدہ انسان ہے اور میرا خیال ہے اس کی زندگی ہم دونوں سے زیادہ خطرے
ہے۔ اسے صرف اس کے ان الفاظ کی وجہ سے زندگی مل گئی تھی جو اس نے ہمارے بارے میں کہے تھے
یہ کہ وہ لوگ ہمارے اوپر قابو نہیں پا سکیں گے ورنہ اسے تو اسی وقت قتل کر دیا جاتا' اور اب تو اس کی زند
کوئی جواز ہی نہیں ہے' خاص طور سے ایسی شکل میں جب کہ اس نے ان کے ایک خاص آدمی کو ہلا
کر دیا ہے۔"
"استاد گولڈ مین کی زندگی بچنی چاہیے۔" سردارے نے کہا۔
"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں سردارے۔ لیکن ------"
"لیکن کیا استاد؟"
"بات کافی گڑبڑ ہے۔"
"بس۔ ہم اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔" سردارے نے کہا۔
"پھر بچوں والی بات کی۔ ارے ہم خود اپنے بارے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے کیا کر
گے۔ تم ہوش کے عالم میں اسے تنہا نہیں چھوڑو گے لیکن اگر تم ہی ہوش میں نہ ہوئے تو؟"
"اوہ!" سردارے نے افسردگی سے کہا۔
"بہرحال ابھی تو ہوریشو کا ردعمل دیکھو۔ اب اس کی کیا کیفیت ہے' اس کی وہ خوش مزاجی
رہتی ہے یا نہیں۔"
"ہوں۔" سردارے ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ گولڈ مین بدستور خراٹے لے

لیکن تھوڑی دیر بعد اس کے خراٹے بند ہو گئے۔ اور ہم اس مشین کے اچانک رک جانے سے اس طرف متوجہ ہو گئے۔ گولڈ مین شاید جاگ گیا تھا۔
پھر اس کی چنگھاڑ سنائی دی۔ "اوہو۔ پھر جگہ بدل گئی" اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ انداز بڑا مضحکہ خیز تھا۔ پھر جب اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تو اس نے مسہری کے نیچے چھلانگ لگا دی۔
"دونوں ------" وہ مسرت بھرے لہجے میں چیخا۔
"تمہاری حالت بھی کافی خراب معلوم ہوتی ہے گولڈ مین۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ حالت تو واقعی ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ہاں ------ اوہ' میں سمجھا۔ یہ کسی گیس کا اثر ہے جو ہمیں بے ہوش کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہو گی۔" وہ چند ساعت سر پکڑے بیٹھا رہا۔ پھر ایک دم دھاڑا۔
"او' میرے دوست جیک۔ تیرا کیا حال ہے؟"
"تم دونوں کی حالت دیکھ کر بہت برا حال ہے۔" سردارے نے جواب دیا اور گولڈ مین نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔ میرا خیال تھا کہ اس کے قہقہوں سے نگرانی کرنے والوں کو بہ آسانی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم لوگ ہوش میں آ گئے ہیں۔
بہرحال ہمیں رات کے واقعے کا ردعمل معلوم کرنے سے دلچسپی تھی' اور ردعمل کا کسی حد تک اظہار ہونے لگا تھا۔ کیونکہ دس بج گئے تھے اور ابھی تک ناشتہ نہیں ملا تھا۔ جبکہ عام حالات میں ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ مل جایا کرتا تھا۔
"استاد۔ کیا خیال ہے' دس بج رہے ہیں۔" سردارے بولا۔
"کہیں جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ناشتہ!"
"ممکن ہے' انہوں نے سوچا ہو کہ ہم ابھی تک بے ہوش ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔
"نہیں۔ نہیں۔ وہ پر محبت لوگ ہماری طرف سے اتنے لاپرواہ نہیں ہو سکتے۔" سردارے نے کہا۔
"تو پھر صبر کرو سردارے ممکن ہے ہوریشو اپنا صبر کھو بیٹھا ہو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ بات درست ہی معلوم ہوئی کیونکہ دوپہر کا کھانا بھی گول ہو گیا۔ کسی نے خبر ہی نہیں لی تھی۔ ویسے گولڈ مین اب بھی اتنا ہی خوش تھا۔ اس نے ایک بار بھی تو کھانے وغیرہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔
تین بجے سردارے نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو سخت ہوتی جا رہی ہے استاد' اب کیا کریں گے؟"
"کیا بکواس ہے سردارے۔ تم نے گولڈ مین کو ایک بار بھی کھانے وغیرہ کی کوئی بات کرتے دیکھا ہے' جبکہ تم مسلسل بھوک بھوک چلا رہے ہو۔"
"ہائے استاد۔ اس کی بات مت کرو۔ اس کا پیٹ نہیں دیکھ رہے؟ ہفتوں کا راشن بھر رکھا ہو گا اس نے تو۔" سردارے باز نہیں آیا اور اس کی بکواس کے انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔ گولڈ مین کچھ سوچ رہا تھا۔
تقریباً چار بجے ہمارے کمرے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ اور سردارے نے خوش ہو کر نعرہ

لگایا۔ "آگیا۔۔۔۔۔۔"

لیکن آنے والے کھانا وغیرہ نہیں لائے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی اور سب کے سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ ان کے چہرے کرخت ہو رہے تھے۔"

"باہر آؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیوں بھائی تمہارا باورچی بھاگ گیا ہے آج؟" سردارے نے پوچھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ تم میں سے کسی نے کوئی غلط حرکت کی تو ہم بے دریغ مار ڈالیں گے۔" اسی شخص نے کہا۔

"غلط حرکت سے تمہاری کیا مراد ہے؟" سردارے نے پوچھا اور وہ شخص سردارے کو گھور کر رہ گیا۔ میں نے سردارے کو دھکا دیا تھا' اور پھر ہم تینوں باہر نکل آئے۔

"چلو۔" انہوں نے اشارہ کیا اور ہم چل پڑے۔

"اجازت ہو دوست' تو میں پیٹ پر ہاتھ پھیرلوں۔ تم اسے غلط حرکت تو نہ قرار دو گے؟" سردارے بھلا اپنی بدمعاشی سے کہاں باز آسکتا تھا۔ "بھوک کے مارے پیٹ میں دھماکے ہو رہے ہیں۔"

"کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک بار ہمیں پھر اسی ہال کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں ہوریشو موجود تھا۔ لیکن آج اس کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی۔ غالباً نرمی اور صبر کا وہ نقاب اس کے چہرے سے اتر گیا تھا اور یہ اس کی اصل شکل تھی۔

"راجہ نواز اصغر۔" اس نے بھاری لہجے میں پکارا۔

"کیا بات ہے ہوریشو ڈیئر؟" میں نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"تم نے میرے چار آدمی قتل کردیئے ہیں۔" وہ بولا۔

"اوہ۔ رات کی بات کر رہے ہو' ہوریشو؟"

"ہاں وہ میرے خاص آدمی تھے۔ اتنے خاص کہ ان کی موت سے میری زندگی میں ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

"تب پھر تم نے انہیں ہمارے سامنے کیوں بھیجا تھا ہوریشو؟"

"وہ صرف ایک تفریح تھی۔ میں گولڈ مین کو تم سے ملانا چاہتا تھا۔"

"غلط۔ تم چاہتے تھے کہ میں گولڈ مین کے ہاتھوں یا گولڈ مین میرے ہاتھوں قتل ہو جائے۔"

"اوہ۔ اگر اب بھی میں یہی چاہوں تو مجھے کون روک سکتا ہے؟" ہوریشو غرایا۔

"میں تمہیں روک سکتا ہوں ہوریشو۔ تم خود یہ کام کرسکتے ہو۔ تمہارے آدمی ضرور مجھے گولی مار سکتے ہیں لیکن یہ کسی طور ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں گولڈ مین کو قتل کردوں۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟" ہوریشو کی آواز بے حد خوفناک تھی۔

"ہاں ہوریشو میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا' اور ہوریشو گردن ہلانے لگا۔ چند لمحے اس کی آنکھوں میں آگ سلگتی رہی اور پھر وہ پرسکون ہوتا چلا گیا۔ پھر مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے نواز۔ میں کوشش کروں گا کہ ایسا ہی ہو جیسا میں چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ میں نے

اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ہوریشو تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز ہی میں لگا کوئی بٹن دبایا اور چند لمحے بعد ایک شخص اندر آگیا۔

"ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔"

"اوہ ڈیئر۔ ہوریشو۔ اس تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بھوکے رہ کر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ تم یہ تفریح بھی ضرور کرو۔"

"اب نہیں نواز۔ اب تو مجھے تمہاری اور گولڈ مین۔۔۔۔۔ کی زندگی بے حد عزیز ہے۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔ میرا چیلنج کیسے پورا ہوگا۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ منگواؤ۔" میں نے بھی موڈ میں کہا اور پھر ہمارے لیے پرتکلف لوازمات اس ہال میں پہنچ گئے۔ کسی نے بھی تکلف نہیں کیا تھا لیکن یہاں بھی کم بخت ہوریشو چالاکی سے باز نہیں آیا تھا۔ کھانا ختم کرنے کے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں چکر آنے لگے اور پھر ہم اسی ہال میں ڈھیر ہو گئے' اور آنکھ دوسرے ہال میں کھلی تھی۔

ہاں' یہ وہ ہال نہیں تھا جہاں ہوریشو سے ملاقات ہوئی تھی۔ کوئی دوسری جگہ تھی جہاں ہم آرام دہ کرسیوں میں دراز تھے۔ اس ہال میں اعلیٰ درجے کی سجاوٹ تھی۔ خوبصورت پردے پڑے ہوئے تھے۔ ہوریشو بھی ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ بھی ایک آرام کرسی میں دراز ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم نے اس ہال کی ترتیب بدل دی ہے ہوریشو؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ نہیں' یہ دوسری جگہ ہے۔"

"گویا کھانا ہمیں اس لیے کھلایا گیا تھا۔ تم ہمیں بے ہوش کر کے یہاں لانا چاہتے تھے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"میرا خیال ہے تم ہم لوگوں سے کافی خوفزدہ ہو۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔" ہوریشو پھر اصل حالت میں واپس آگیا تھا۔ اس کے چہرے پر پھر نقاب آپڑے تھے۔

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے کیا یہ اسی کلب کی عمارت ہے یا کوئی اور جگہ؟ کیا تم کوئی نیا آئٹم پیش کرنے کی سوچ رہے ہو؟"

"نہیں۔ یہ دوسری جگہ ہے' اور تمہاری ایک جانی پہچانی ہستی نے تمہیں یہاں طلب کیا ہے۔ وہ بس پہنچنے ہی والی ہوگی۔"

"اوہ۔ کون ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر صبر کرو۔ بس تھوڑی دیر۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ وہ اب بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔ ویسے وقت کے اندازے کے مطابق ہم زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہے تھے۔ یقیناً بے ہوشی کی دوا کا کوئی ہلکا ڈوز تھا۔

" شخص بے حد عجیب ثابت ہوا میرے لیے۔ بلاشبہ ایسے لوگ بہت کم نگاہوں سے گزرتے

ہیں۔" اچانک گولڈ مین بول پڑا۔

"کون؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہوریشو کی بات کر رہا ہوں۔" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں۔ وہ تو ہے۔"

"اندر سے یہ شخص ہمارا اتنا شدید دشمن ہے کہ اگر ہماری بوٹیاں چبانے کا موقع مل جائے تو اس سے دریغ نہ کرے۔ لیکن رویے سے دیکھو۔"

"ہاں۔ اس کا رویہ بدل چکا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"جانتے ہو کیوں؟" گولڈ مین نے پوچھا اور پھر خود ہی بتانے لگا۔ "صرف اس لیے کہ وہ مسٹر میگوئن کا چیلنج قبول کر چکا ہے۔ پہلے بھی اتفاق سے ہی میری زندگی بچ گئی تھی۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ تم لوگ ہوریشو کے بس کے نہیں ہو۔ بس اس نے مجھے صرف اس لیے زندہ رکھا کہ میں اپنی آنکھوں سے تمہیں ان کی قید میں دیکھوں۔"

"ہوں!" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "مگر یہ کیسے ممکن ہے گولڈ مین کہ تم میگوئن کو یا میگوئن تمہیں قتل کرے؟"

"بعض اوقات خود اعتمادی دیوانگی کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ اب یہ نہ جانے اپنے اس قول کو نبھانے کے لیے کیا کیا کرے گا۔ لیکن ظاہر ہے ناکام رہے گا۔ ہوش کے عالم میں تو یہ کام ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر یہ ہمارے دماغ الٹنے کی کوشش کرے تو یہ دوسری بات ہے۔"

سردارے خاموش ہو گیا۔ میں بھی خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اس میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔ اس کے علاوہ ہوریشو نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ پھر چند لوگ اچانک ہال میں گھس آئے اور ہوریشو چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے؟" اس نے غرا کر کہا۔

"آ گئی ہیں جناب۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"تو تم بوکھلا کیوں گئے' اجازت لی تھی اندر آنے کی؟"

"اوہ' سوری جناب۔"

"کہاں ہیں؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"اندر داخل ہو چکی ہیں۔" آنے والوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

"پستول ہیں تمہارے پاس؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"جی ----- ہیں۔" وہ پھر چکرائے۔

"ان پر نگاہ رکھو۔ ہوشیار۔" ہوریشو نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ہم تینوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ ہماری نگاہوں میں ایک ہی سوال تھا۔ کون ہے یہ ----- کیا مکلینو؟

لیکن پھر ہوریشو کے ساتھ اندر داخل ہوئی' اور اسے دیکھ کر میرے منہ سے گہری سانس خارج ہو گئی۔

یہ بنی تھی۔ مکلینو کی خونخوار بیٹی۔ وہ جو میرے خون کی پیاسی تھی۔ وہ جو ساری دنیا میں میری سب سے بدترین دشمن تھی۔ بنی اس وقت بھی بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کے بالوں کا اسٹائل بدل گیا تھا۔ شانوں پر ایک خوبصورت شال پڑی ہوئی تھی جس میں وہ بلی جیسی نظر آ رہی تھی۔

سردارے نے دونوں گال پھلا کر میری طرف دیکھا۔ بنی بڑے شاہانہ انداز میں چل رہی تھی' اور ہوریشو اس کے پیچھے مودب تھا۔ پھر بنی سامنے پہنچ کر رک گئی۔ بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی کم بخت۔ میں اسے گھورتا رہا۔

تب اس نے ہماری طرف نگاہیں اٹھائیں۔ پہلے اس نے گولڈ مین کی طرف دیکھا' پھر سردارے کو اور پھر مجھے۔ مجھ پر اس کی نگاہیں آ رکیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیکھتی رہی۔ نہ جانے کیا کیا کیفیات تھیں ان آنکھوں میں۔ میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ ایک منٹ ----- دو منٹ ----- تین منٹ ----- چار منٹ ----- ہوریشو بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن بنی کی نگاہیں میرے چہرے سے نہیں ہٹتی تھیں۔ اب بھلا میں اس کے بغیر پلکیں کیسے جھپکا لیتا۔ پھر بنی نے ہی ایک جھرجھری لی اور وہ گولڈ مین کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"ہوریشو!"

"بے بی باس۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"وہی شخص گولڈ مین ----- باس' جس نے ان لوگوں کی مدد کی تھی۔" ہوریشو نے کہا۔

"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے' اسے بھی ہمارے حوالے کر دو۔"

"باس؟ کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"کہو۔"

"ان لوگوں کے ساتھ ہم نے کافی وقت برباد کیا ہے۔ کیا ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم فضول لوگوں پر خرچ کریں؟"

"نہیں۔" بنی نے کہا۔

"تب ان کی چھٹی کی جائے۔"

"کرنسی واپس مل گئی؟ مال کا پتہ چلا؟" بنی نے پوچھا۔

"مال تو تباہ ہو چکا ہے باس۔ رہا کرنسی کا سوال تو میں اس کے بارے میں اگلواؤں گا۔ اگر پتہ چل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کوشش میں اسے ختم کر دیا جائے۔"

"اور کرنسی چھوڑ دی جائے گی؟"

"بگ باس نے اجازت دے دی ہے۔ اسے کرنسی کی پروا نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" بنی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بے بی۔" ہوریشو نے کہا۔

"باس!" بنی غرائی۔

"اوہ سوری' یس باس۔"

"میں ان سے اس کے بارے میں معلوم کروں گی۔"

"باس میری درخواست قبول کی جائے۔ میں ـــــــ"

"ہوریشو۔" بنی غرائی۔

"آپ نہیں سمجھتیں۔ بے بی باس۔ انہوں نے رات میرے چار آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ میں ان کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔" ہوریشو کی آواز میں غراہٹیں ابھر آئیں۔

"یہ ممکن نہیں ہے ہوریشو۔"

"لیکن آپ اس شخص کا کیا کریں گی باس؟" ہوریشو نے گولڈ مین کی طرف اشارہ کیا۔

"یہاں کتنے آدمی ہیں ہوریشو؟" بنی نے پوچھا۔

"کہاں باس؟"

"اس عمارت میں۔"

"اوہ۔ تقریباً پچیس افراد ہیں۔"

"کافی ہیں ہوریشو۔ تمہارا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو۔" بنی نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن باس۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔ میں آج ہی بگ باس سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں استعفیٰ تک دے سکتا ہوں۔" ہوریشو نے جھنجلائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"وہ تمہارا کام ہے ہوریشو۔ براہ کرم مجھے اس بارے میں کوئی تفصیل مت بتاؤ کہ تم کیا کرو گے۔" بنی نے نرم لہجے میں کہا اور پھر اس نے دروازے کا رخ کر کے کہا۔ "ڈیل۔ تم باہر کیوں کھڑے ہو' اندر آجاؤ۔"

ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔ اس کا نام ڈیل کے بجائے گرانڈیل ہونا چاہیے تھا۔ ڈیل ڈول میں وہ گولڈ مین سے بھی نکلتا ہوا تھا' اور کافی خطرناک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ امریکن کاؤ بوائز اسٹائل لباس پہنے ہوئے تھا اور دونوں طرف ہولسٹر لٹک رہے تھے۔

ہوریشو چند لمحے ہونٹ بھینچے کھڑا رہا۔ پھر اس نے کہا "گویا قیدی اب آپ کی تحویل میں ہیں؟"

"ہاں۔" بنی نے جواب دیا' اور ہوریشو پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔

"دل چاہتا ہے مس آپ کے قدموں میں سر رکھ دوں۔ بڑے مغرور انسان کا غرور توڑا ہے آپ نے۔ ہاہا۔ ہوریشو دی گریٹ چوہے کے مانند باہر نکل گئے۔" اچانک گولڈ مین نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ ورنہ پورے بدن کی کھال اتار دوں گی۔" بنی دھاڑی اور گولڈ مین خاموش ہو گیا۔ پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"باپ رے باپ۔ بات یوں بھی بنتی نظر نہیں آ رہی۔"

"ڈیل!" بنی نے میری طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"مادام۔" ڈیل نے شانے جھکائے۔

"یہ شخص نواز اصغر ہے۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"اوہ۔" ڈیل نے میری طرف دیکھا۔

"دنیا کا خطرناک ترین انسان۔"

"مادام! ڈیل کو اجازت ہو گی؟" ڈیل نے کہا۔

"کس بات کی ڈیل؟"

"یہ تصفیہ کرنے کی کہ دنیا کا خطرناک ترین انسان کون ہے۔ دراصل اپنے بارے میں' میں بھی اسی خوش فہمی کا شکار ہوں۔"

"نہیں۔" بنی کا لہجہ خشک ہو گیا۔ "میں نے تمہیں اس لیے نہیں بتایا۔"

"اوہ۔ جو حکم مادام۔" ڈیل کا لہجہ ڈھیلا پڑ گیا' اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ بنی چند ثانیے خاموش رہی۔ پھر چونک کر بولی۔

"ڈیل چند آدمیوں کو یہاں تعینات کر دو۔ جو' ان کی نگرانی کریں گے۔ اور جا کر ہوریشو کو دیکھو۔ وہ اس عمارت سے نکل گیا ہے یا نہیں؟"

"جو حکم مادام!" ڈیل نے کہا اور پھر اس نے کسی کو آواز دی۔ تھوڑی دیر کے بعد چند آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ سب کے سب مسلح تھے۔ بنی گردن جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے آنے والوں میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"سنو۔ جوگر کو بلاؤ۔"

"یس مادام۔" وہ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ اس کے بعد فوجیوں جیسی وردی میں ملبوس ایک توانا شخص کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"جوگر۔ ان دو افراد کو میں تمہاری تحویل میں دے رہی ہوں۔ تم ان کی نگرانی کرو گے۔ کیا تم ایسا کر سکو گے؟"

"یقیناً مادام۔" جوگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تب انہیں لے جاؤ۔" بنی نے گولڈ مین اور سردارے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو۔" جوگر پستول نکال کر اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا استاد۔ لونڈیا اکیلے میں روک رہی ہے۔ گو خطرناک ہے مگر تم ہمیشہ سے تقدیر کے دھنی رہے ہو۔" سردارے باز نہ رہ سکا۔ ویسے اس نے یہ جملے اردو میں کہے تھے۔ لہٰذا میرے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکا۔

چند لمحے بعد کمرے میں میرے اور بنی کے سوا اور کوئی نہ رہا۔ بنی اب بھی آتشیں نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں ریتو؟" اس نے مجھے پرانے نام سے مخاطب کیا۔

"اوہ مس بنی۔ مجھ سے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" میں نے بلا جھجک کہا۔ میں بھلا اس کی کیا پروا کرتا۔

"میں چاہتی ہوں' اپنی سزا کا فیصلہ تم خود کرو۔"

"میں فضول باتوں پر غور نہیں کرتا مس بنی۔ بات اگر سزا کی ہے تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے

کس بات کی سزا دینا چاہتی ہو؟"

"تمہیں اپنے جرائم یاد نہیں ہیں؟"

"مثلاً؟" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"لانچ پر ــــــ تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ مجھے مارا ــــــ اور ــــــ اور پھر مکلینو کی وہ امانت لے کر فرار ہو گئے جو اس نے تمہارے سپرد کی تھی۔ میرے بے شمار آدمیوں کو تم نے قتل کر ڈالا اور پھر جرم پوچھ رہے ہو۔"

"ہنی ڈیئر۔ برے کام کرنے والے اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ کیا تم خود کو' مکلینو کو اچھا انسان سمجھتی ہو۔" کیا منشیات کی بین الاقوامی تجارت کر کے تم معاشرے کے لیے کوئی اچھا کام کر رہی ہو؟ تم بھی مجرم' میں بھی مجرم ہوں۔ تم حکومتوں کو فریب دیتی ہو۔ میں نے تمہیں فریب دیا۔ اگر انصاف سے کام کرنا چاہتی ہو تو جو سزا میرے لیے تجویز کرو وہی اپنے اور مکلینو کے لیے بھی کرنا چنانچہ اس بات کو چھوڑو کہ تم مجھے سزا دینا چاہتی ہو۔ ہاں لانچ پر تمہاری جذباتیت اور غرور نے مجھے غصہ دلا دیا۔ تم غلط اقدامات کر رہی تھیں۔ میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے تمہارے ساتھ غلط سلوک کیا جو میرے اور تمہارے درمیان دشمنی بن گیا ــــــ

...O...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک روداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
7

چنانچہ ایک دشمن قابو میں آئے ہوئے دوسرے دشمن کے ساتھ جو سلوک کرسکتا ہے کرے' مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔"

"تم نے گروہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔" بنی غرائی۔

"یہ بات تو میرے لیے قابل فخر ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت ناز کرتے ہو خود پر؟"

"ہاں بنی۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔"

"وہ کرنسی کہاں ہے جو تم نے ہوریشو سے حاصل کی تھی؟"

"میرے پاس محفوظ ہے۔"

"یہاں سے باہر کس طرح لے جاسکو گے؟ کیا مکلینو تمہیں ایسا کرنے دے گا؟"

"کیا تم نے میری صلاحیتیں ایسی ہی کند پائی ہیں؟"

"جب زندہ ہی نہ رہو گے تو اس کا کیا کرو گے؟"

"وہ دوسری بات ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"تم نے پچھلی رات مکلینو کے جن آدمیوں کو قتل کیا' وہ اس کے نہایت قریبی آدمی تھے۔ ہوریشو بہت ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے۔ تم سے بہت متاثر تھا لیکن اب وہ تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اب وہ انتظار نہیں کرسکتا۔ آج وہ تمہیں قتل کردینا چاہتا ہے۔ اگر میں مداخلت نہ کرتی تو اب تک تم مارے جاچکے ہوتے——"

"اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا' یہ معلوم ہے تمہیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس نے مجھے پاگل بنادینے کے منصوبے بنائے تھے۔"

"اوہ۔ یہ ہدایت اسے مکلینو نے دی تھی۔ اس نے کہا تھا پہلے تمہارا غرور پاش پاش کیا جائے اور پھر قتل کردیا جائے۔ کرنسی کی مکلینو کو کوئی پروا نہیں تھی۔"

"بات وہی شیخی کی ہوئی۔ میں نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک کیا۔"

"تمہارا نام نواز اصغر ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور تمہارا تعلق ایک ایشیائی گروہ سے تھا؟"

"یہ بھی درست ہے۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"پھر تم نے خود کو چھپایا کیوں تھا؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہ ڈیئر بنی۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو کہ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔ یہ بات مکلینو کو بھی معلوم تھی۔ میں نے اس سے چھپایا نہیں تھا۔ چنانچہ مجھے مختلف جگہوں پر مختلف روپ دھارنے پڑتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہوریشو نے تمہیں بتا دیا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے تمہیں بتا دیا۔"

"بہرصورت مسٹر رتو' ایکسکیوزمی۔ میں آپ کو رتو ہی کہوں گی۔ نجانے کیوں تمہیں نواز کہتے ہوئے مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ارے تم کیسی دوستوں جیسی باتیں کر رہی ہو بنی؟ میرا خیال ہے تم بھی مجھے سزائے موت دینا چاہو گی۔ ایسی صورت میں ———"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے' اس کے سلسلے میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ لیکن بہرحال تم میرے مجرم ہو۔ ہوریشو تمہیں سزا دینے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں' تم دو یا ہوریشو دے لیکن بہرصورت اس بات کا خیال رکھنا کہ اگر مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع ملا تو میں نہیں چوکوں گا۔"

"مسٹر رتو' ٹھیک ہے آپ نے ایک سچویشن پر قابو پالیا تھا' وہاں میں بھی آپ کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی ذہانت سے کام لے کر اپنی جان بچاتے رہیں۔ میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گی کہ زندگی بھر یاد رکھوگے۔"

میں بغور اس کی شکل دیکھ رہا تھا' لڑکی کچھ الجھی ہوئی سی محسوس ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کبھی کبھی اس کا دل چاہتا ہو کہ میرے بدن سے بوٹیاں نوچ لے' پھر اسے کوئی اور احساس۔ اس چیز سے باز رکھتا ہو۔

"تمہارے ساتھ یہاں کیا سلوک ہوا؟" تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔

"جو کچھ ہوا ہے میں بتا چکا ہوں۔" میں نے کہا "اور بنی میری شکل دیکھنے لگی۔"

"بہرصورت فی الحال میں تمہیں اس عمارت میں رکھوں گی' اس کے بعد تمہارے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔"

"اوکے بنی' یہ سب تمہارے کام ہیں' میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ظاہر ہے میں تو تمہارے معاملے میں دخل بھی نہیں دے سکتا ———" میں نے کہا۔

"تمہیں دخل دینا بھی نہیں چاہیے' تمہاری حیثیت صرف ایک قیدی کی سی ہے۔" بنی نے نک چڑھے انداز میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

"بس مجھے تم سے یہی گفتگو کرنی تھی۔" وہ بولی اور پھر اس نے ایک بٹن دبا کر شاید کسی کو اندر بلایا۔ دو آدمی اندر آگئے۔ ان کے انداز میں بنی کے لیے کافی احترام تھا۔

"اسے بھی ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔" بنی نے کہا اور انہوں نے گردن جھکالی تھی۔

"اوکے بنی۔" میں نے بنی کی طرف دیکھ کر کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ بعد میں مجھے بھی گولڈ مین ور سردارے کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ یہ دونوں خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔ میری آمد سے چونک پڑے۔

سردارے کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ بہرحال وہ اپنے کمینے پن سے باز نہیں آیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔

"کیا رہی استاد؟"

"کچھ بھی نہیں سردارے۔ کیا سمجھتے تھے تم؟"

"اوہو۔ گڑبڑ ہو گئی؟" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"کوئی گڑبڑ بھی نہیں ہوئی ہے بس ——— وہ ایک عام لڑکی ہے۔ دشمنوں کے انداز میں ملی اور بہرحال وہ مکلینو کی لڑکی ہے۔ ہم نے خود بھی اس کے ساتھ کونسا اچھا سلوک کیا تھا۔ اب تو وہ ہم سے بدلہ لے گی۔"

"ارے توبہ' بدلے کا چکر ختم کیوں نہیں ہوتا آخر۔ کب تک چلتا رہے گا۔ استاد بس برداشت کی حد ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے اب کوئی اندھا قدم اٹھالو۔"

"مثلاً؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ارے استاد تم ہو کہ میں؟"

"اس وقت تو میں صرف استاد جی بن کر رہ گیا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور سردارے ہنس پڑا۔

استاد جی' کی اصطلاح لاہور کی ہیرامنڈی میں استعمال ہوتی ہے۔ چند لمحات کے لیے ہم خیالات میں ڈوب گئے۔ پھر سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"لیکن بتاؤ تو سہی' اس سے بات کیا ہوئی استاد۔"

"کچھ نہیں۔ بس مجھ سے میرے بارے میں معلوم کر رہی تھی۔ ویسے ضدی لڑکی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہوریشو سے زیادہ بدلہ لینے کا حق اسے ہے۔ میں نے جواب دیا ———"

"اوہو' گویا ہم بٹ رہے ہیں لوگوں میں۔"

"ہاں' یہی سمجھ لو سردارے۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے استاد' دیکھو یہ بھی تقدیر کی بات ہوتی ہے۔ دیکھتے ہیں کون کون ہم سے بدلہ لیتا ہے' اور پھر وہ لڑکی ——— استاد ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" سردارے پرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجلانے لگا۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "کیا بات سمجھ میں نہیں آئی؟" میں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"بنی تمہاری صرف دشمن ہے یا اس کے انداز میں کچھ لچک بھی پائی گئی؟"

"تمہارا دماغ خراب ہے سردارے۔ چک کی کیا گنجائش تھی' ہم نے اس کے ساتھ کون سا سلوک کیا ہے؟"

"بس استاد' نجانے کیوں دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ تمہیں سپر مین سمجھا جاتا رہے۔ یعنی جو بھی تمہیں دیکھے' بس ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ کسی طور نہ بھول سکے۔"

"اچھا فضول باتیں مت کرو' کام کی باتیں سوچو۔"

"اب کام کی باتیں کیا ہیں استاد۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تو پھر منہ بند کرکے خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔ فضول باتیں مجھے بالکل پسند نہیں ہیں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔

"لونڈیا نے گھاس نہیں ڈالی تو موڈ خراب ہو گیا۔" وہ منہ بنا کر بولا اور پیچھے کھسک گیا۔

گولڈ مین ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ اس بیچارے کی عجیب شامت آئی تھی۔ میں جانتا میری وجہ سے ہی وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہے۔ سب سے زیادہ اس کی پوزیشن خراب تھی۔ ہم تو کسی نہ کسی طور کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن گولڈ مین جس انداز میں پھنسا تھا وہ بڑا خطرناک تھا۔ اس کی زندگی صرف ہمارے ساتھ کچھ تفریحات کے لیے تھی۔

اب ہوریشو نے چیلنج کیا تھا اور میں جانتا تھا کہ ہوریشو جیسے خطرناک لوگ کسی مضبوطی پر ہی بات کرتے ہیں۔ عام طور سے وہ اس قسم کے الفاظ نہیں کہتے اور جب کہتے ہیں تو پھر انہیں نبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ہوریشو کہاں تک جاتا ہے لیکن بہرصورت ہم گولڈ مین کی خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ جو کچھ بھی ہو گا ساتھ ہی ہو گا۔ گولڈ مین خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا' اس کے ہونٹوں پر اخلاص آمیز مسکراہٹ تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر میگوئن؟"

"کیا سوچ رہے ہو گولڈ مین؟"

"یقین کرو گے مسٹر میگوئن' میری بات پر؟"

"کیوں نہیں گولڈ مین۔ تم ایک عمدہ انسان ہو۔ ہم پورے طور سے تم پر اعتماد کرتے ہیں۔"

"تو پھر سنو۔ میں فرشتہ بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"دیکھو میگوئن۔ میں اچھا انسان نہیں ہوں۔ زندگی کی ساری خواہشات پوری کر چکا ہوں۔ سے سرخرو رہا ہوں۔ زندگی آسانی سے گزرتی رہتی تو مجھے اس سے اختلاف بھی نہیں تھا۔ اب یہ دہانے پر آ گئی ہے۔ تو مجھے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں خوف شکل نہیں ہے۔ ہاں بس میں فرشتہ بننے کی کوشش ضرور کر رہا ہوں۔"

"وہ کیسے گولڈ مین؟"

"بس یار تم لوگ کچھ زیادہ ہی پسند آ گئے ہو۔" گولڈ مین بھونڈے انداز میں ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"میری دلی خواہش ہے کہ تمہیں کسی طرح ان کے چنگل سے نکال دوں۔"

"اوہ۔ وہ کس طرح گولڈ مین؟"

"بس اسی پر غور کر رہا تھا۔"

"تو کسی نتیجے پر پہنچے؟"

"ہاں' کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"بتا بھی دو میری جان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یار' مذاق مت اڑانا۔ کوئی سچویشن ایسی ضرورت آئے گی جب مسلح افراد مجھے قتل گاہ لے جائیں گے۔ اسی وقت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ایک اسٹین گن ہاتھ آجائے تو ان سب کو بھون ڈالوں۔ اور مجھے یقین ہے میں کسی نہ کسی سے اسٹین گن چھیننے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ ہاں تم لوگوں سے میری ایک درخواست ہے۔"

"کیا گولڈ مین؟"

"اگر میں کسی ایسی سچویشن پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤں تو تم فرار ہونے میں دیر نہ کرنا۔ یہ تمہارے اوپر احسان ہو گا۔"

"چند باتیں اور بتا دو گولڈ مین۔"

"پوچھو۔"

"اگر ہمیں یہاں سے کسی طرح رہائی مل جائے' میرا مطلب ہے تمہیں بھی' تو تم کیا کرو گے؟"

"کیا اس کا کوئی امکان ہے؟"

"فرض کرو ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر نئے سرے سے زندگی تلاش کرنا ہو گی۔ ظاہر ہے مکلینو ہمیں آسانی سے نہ نکلنے دے گا اور اگر نکل بھی گئے تو بہت سے ممالک میں ہمیں اس کے آدمیوں سے نمٹنا ہو گا۔"

"اب یہاں کیا رکھا ہے۔" گولڈ مین نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔

"تمہارے ساتھی؟ میرا خیال ہے ابھی تو تمہارے بہت ساتھی زندہ ہوں گے؟"

"ہاں ہوں گے۔ لیکن اب وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئیں گے۔"

"ارے کیوں؟"

"تم جانتے ہو میگوئن' برے لوگوں کے ساتھی کہاں اچھے ہوتے ہیں۔ میرا جو کچھ اثاثہ ہو گا' وہ اسے آپس میں تقسیم بھی کر چکے ہوں گے اور پھر میرے خوف سے چھپے چھپے پھریں گے۔ کیا فائدہ ان کی زندگی میں اضطراب پیدا کرنے سے؟"

"تو پھر تم یہ ملک چھوڑ دو گے؟"

"اگر زندگی مل گئی تو۔"

"کہاں جاؤ گے گولڈ مین؟" میں نے پوچھا اور گولڈ مین ہنس پڑا۔

"میری جان' اتنے پر امید کیوں ہو۔ میرا خیال ہے ان کے چنگل سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔"

"بالکل امید نہیں ہے گولڈ مین۔ میں ایک عہد کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسا عہد؟"

"جو کچھ تم سوچ رہے ہو بالکل نہیں ہوگا۔ ہم ایک ساتھ جئیں گے' ایک ساتھ مریں گے۔ یہا
سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ کوئی ایک آدمی یا دو آدمی یہاں سے نہیں جائیں گے۔"

"اوہ۔ میگوئن پیارے۔ بس تم نے کہہ دیا۔ کافی ہے۔"

"گولڈ مین' تم میری بات مانو گے؟"

"میری وجہ سے خود کو خطرے میں مت ڈالو میگوئن۔ زندگی میں پہلی بار تو کسی کے لیے میرے
من میں پیار پیدا ہوا ہے۔"

"تم ہمیں بے حس کیوں کہنا چاہتے ہو گولڈ مین؟"

"یہ بات نہیں ہے۔"

"تم کس کے لیے اس خطرے میں پھنسے' کیا یہ بات بھلائی جاسکتی ہے؟"

"میں نے اس کا پورا معاوضہ لیا تھا۔"

"نہیں گولڈ مین پلیز۔ میری بات مان لو۔ میں اب کوئی کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اب تک
صرف حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہوریشو کو اس کی کوششوں میں ناکام کرکے۔ اسے بے بسی کا شکار کرنا
تھا۔"

"کیا مطلب؟" گولڈ مین نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں گولڈ مین۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"تو تمہارے ہاتھ میں کوئی کارڈ ہے؟"

"میں اتنا بے عمل نہیں ہوں گولڈ مین۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے' تم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"ہوریشو اپنی دانست میں مجھ سے انتقام لے رہا تھا۔ لیکن میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا اور
دیا تھا کہ وہ جو دل چاہے کرے۔ بہرحال نقصان اسے ہی ہوا۔ وہ ہمیں قتل کرکے بھی فائدے میں نہ رہ

"تو پھر اب تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو میگوئن؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"جو کچھ کروں گا اس سے تمہیں لاعلم نہیں رکھوں گا گولڈ مین لیکن پلیز تم میرا انتظار کر
تمہارے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔"

"گولڈ مین جسے خود سے برتر تسلیم کرلیتا ہے پھر اس سے انحراف نہیں کرتا۔"

"اوہ گولڈ مین میں خود کو تم سے برتر نہیں سمجھتا۔ ہم لوگ دوستی کا رشتہ رکھتے ہیں' اور سار
اسی جذبے کے تحت ہوں گے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لڑکی کیا کرتی ہے اس کی کارروائی دیکھنے کے
سوچیں گے۔"

"مکلینو کی بیٹی ہے' اس کی طرح چالاک ہوگی۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ہاں یہ تو درست ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ہوریشو اس سے خوش نہیں گیا ہے۔ ان لو
آپس میں کوئی گڑبڑ ہونے دو۔ بس میں اس سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں ہوں۔" میں نے کہا اور
تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"یقین کرو مسٹر میگوئن میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔" گولڈ مین نے کہا "میں نے طاقت اور عقل
ت کم یک جا دیکھی ہیں۔ یہ خوبی تم میں موجود ہے۔"

"اوہ بس کرو گولڈ مین۔ ٹھیک ہے' جو کچھ بھی ہوں تمہارا دوست ہوں۔" میں نے کہا اور گولڈ مین
خیالی انداز میں میری شکل دیکھتا رہا۔ باقی وقت ہم نے سکون سے ہی گزارا۔ فی الوقت کوئی کارروائی نہیں
ئی تھی۔ شام کو عمدہ قسم کی چائے ملی۔

وہی دونوں آدمی اندر آئے' جو کئی بار آچکے تھے۔ "مسٹر نواز۔" ان میں سے ایک نے مجھے پکارا اور
ں کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آئیے' آپ کو طلب کیا گیا ہے۔"

"جائیے' آپ کو طلب کیا گیا ہے۔" سردارے نے بالکل اس کے سے انداز میں کہا' اور پھر آہستہ
ے بولا۔ "ظاہر ہے طلب کرنے والا اور کون ہوگا اور پھر اگر رات کو طلب کیا جائے تو صورت حال
ہ ـــــ"

"بکواس مت کرو۔" میں نے سردارے کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی اور ان لوگوں کے ساتھ
نکل آیا۔

وہ مجھے لے کر اسی وسیع و عریض ہال میں پہنچے تھے جہاں بنی سے ملاقات ہوئی تھی۔ بنی ہال میں
ود تھی۔ پورے ہال میں تیز روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ بنی کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا' بال کھلے
ئے تھے اور وہ حسب معمول خاصی خوبصورت نظر آرہی تھی۔

اس وقت اس کے چہرے کے خدوخال بھی نرم ہی محسوس ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر شاید مسکرائی
تھی اور بہرحال اس کے انداز سے ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سردارے کی بات کسی
تک درست ثابت ہوگی۔

"رتو۔" اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

"مس بنی۔" میں نے گردن خم کی۔

"حیران تو ہوگے اس وقت میرے طلب کرنے پر۔"

"نہیں۔ محکوم ہوں آپ کا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"بڑے سعادت مند بن رہے ہو۔"

"ہاں مس بنی' حالات سے سمجھوتہ کرنے کا قائل ہوں۔"

"غلط کہتے ہو؟"

"کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"حالات سے سمجھوتہ تم جیسے انسان نہیں کرتے۔ میں نے تمہارے بارے میں مکمل رپورٹ طلب
کی۔ اور اس دوران تم نے جو کچھ کیا ہے' اس کے بارے میں بھی مجھے تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں۔ آخر
ے انسان ہو؟"

خود بھی نہیں جانتا مس بنی کہ میں کیسا انسان ہوں۔ میرا خیال ہے میرے بارے میں جتنا

آپ جانتی ہیں اتنا ہی میں بھی جانتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں؟" بنی نے دلچسپی کی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں مس بنی۔ بہرحال آپ اس بات سے انکار نہیں کر سکتیں کہ ہم نے چند روز نہایت قریب کر گزارے ہیں۔"

"دیکھو رتو۔ مجھے وہ وقت یاد مت دلاؤ۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"اوہ۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا مس بنی۔ بہرحال میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اچھا فضول باتیں مت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔" بنی نے کہا اور ایک بار پھر اس کے لہجے پر مجھے شدید حیرت ہوئی۔ اس لہجے میں کوئی سختی نہیں تھی۔ البتہ اتنا میں جانتا تھا کہ مکلینو کی بیٹی یہاں بھی محکوم نہیں ہوگی یقیناً اس کی کافی طاقت ہے اور اس کے سامنے اس کے ساتھیوں کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہوریشو جیسا آدمی جس کے بارے میں خود مکلینو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس پورے علاقے کو کنٹرول کرتا ہے۔ تو ہوریشو جیسا آدمی جب بنی کے سامنے کچھ نہیں بول پاتا تھا' اور اس کے حکم سے نہیں کر سکتا تھا تو پھر یہاں کون بنی کے سامنے بولنے کی جرأت کرتا اور یوں بھی میں لانچ پر بنی کی دہشت دیکھ چکا تھا۔

انسانوں کا قتل اس حسین لڑکی کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے جس بے دردی سے اپنے ایک ساتھی کو قتل کیا تھا وہ آج تک میری نگاہ میں تھا۔ چنانچہ میں بنی کے سامنے بیٹھ گیا۔

بنی آہستہ سے اٹھی اور اس نے جا کر ہال کا دروازہ بند کر دیا۔ کچھ عجیب سا انداز تھا۔ میں اس پر غور کرنے لگا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آسکا۔ بنی دروازہ بند کر کے پھر واپس آگئی' اور میرے سامنے ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"ہوں۔ تو اب کیا خیال ہے تمہارا رتو؟"

"کس بارے میں مس بنی؟"

"کرنسی مکلینو کو واپس کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"بڑے ضدی ہو۔ آخر کیوں' اس پر تمہارا کیا حق ہے؟"

"مس بنی' اس پر مکلینو کا بھی حق نہیں ہے۔ ظاہر ہے ایک طرح سے وہ لوٹ کا مال اور ناجائز آمدنی ہے۔ اب وہ کسی اور کے قبضے میں ہے۔ ضروری تو نہیں کہ اس سے صرف مکلینو فائدہ اٹھائے۔ میں بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کس طرح۔ تم مکلینو کے چنگل سے آزاد کیسے ہو گے؟"

"اوہ۔ اس کی پروا نہیں ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں اس کی کوشش کروں گا۔ ناکام رہا تو ٹھیک ہے' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"بڑے انوکھے انسان ہو۔ اچھا بات سنو۔" وہ میری طرف جھک آئی۔

میں نے بھی اس پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دی تھی۔ بنی چند ساعت اپنی خواصورت آنکھوں سے میری شکل دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"عورت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"بڑی مختصر معلومات رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔" بنی نے دوسری طرف منہ کر لیا۔

"میں شکر گزار ہوں گا مس بنی۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"عورت کا غرور ازل سے مرد کے سامنے سرنگوں ہوتا رہا ہے۔ میں نے پوری زندگی میں بے شمار ...ں کو قتل کیا ہے۔ دراصل میری تربیت ہی اس انداز میں ہوئی کہ میں مرد اور عورت کی تفریق کی قائل ...ہی۔ مرد کے بارے میں' میں نے عورت بن کر کبھی نہیں سوچا۔ اس کی گنجائش ہی نہیں نکلی تھی لیکن پہلے میں تمہارے فن سے متاثر ہوئی۔ پھر تمہاری ذہانت سے۔ گو مجھے اپنی ذہانت کے سامنے کسی کی ...ت پسند نہیں تھی۔ لیکن دل کے اندر یہ احساس ضرور تھا کہ تم غیر معمولی ہو۔ اس کے بعد تم نے میرے ...ہ بڑا وحشیانہ سلوک کیا۔ میں مرد پرست نہیں تھی۔ لیکن اپنی مغلوبیت مجھے ناگوار نہیں گزری تھی اور ... حالات کے بھنور سے نکل کر مجھے تنہائی ملی تو۔۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔۔ تم مجھے بہت یاد آئے۔" وہ خاموش ...ہ۔ اور میرے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

"تو پھر سردارے کا خیال درست تھا۔" میں نے سوچا۔

"ان باتوں سے تم مجھے گھٹیا تو نہیں سمجھ رہے؟ میرا مضحکہ تو نہیں اڑا رہے دل ہی دل میں؟"

"نہیں مس بنی۔ یہ زندگی کی باتیں ہیں۔ ان کا مضحکہ کون اڑا سکتا ہے۔" میں نے انتہائی سنجیدگی ... کہا۔

"میں نے تمہارے بارے میں مکمل معلومات رکھی تھیں۔ ہوریشو تمہارے بارے میں بے حد ...پاک ارادے رکھتا تھا اور میں ابتدا ہی سے تمہیں بچانے کی فکر میں تھی۔ تم ہر لحاظ سے ایک مکمل ...یت ہو۔ تم نے ہوریشو کی قید میں رہ کر بھی اسے زک پہنچائی۔ وہ خود کو بے حد ٹھنڈا انسان سمجھتا ہے' اپنی اس قوت پر نازاں ہے۔ لیکن تم نے اسے یہاں بھی شکست دی۔ میرے دل میں تمہارے لیے بڑی ...ہے' اور پھر میں نے تمہیں ہوریشو کے چنگل سے نکال لیا۔ میں بہت عرصے سے اس کی پلاننگ کر رہی ہے۔"

"میں خلوص دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں مس بنی۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک بات بتاؤ گے؟" اس نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"ضرور۔"

"تم اس قسم کے انسان تو نہیں ہو جو حالات سے ہار مان لیتے ہیں۔ کیا تم فرار کے منصوبے نہیں بنا ... رہے تھے؟"

"آپ کا خیال درست ہے مس بنی۔ میں زیادہ دیر تک آپ کے قبضے میں نہیں رہ سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ۔ یہ تمہارے اعتماد کا ثبوت ہے۔ سنو' جو کچھ بھی تم کر رہے ہو' اور خواہ وہ کسی قدر موثر ... اسے ترک کر دو۔ میں تمہارے فرار کا بندوبست کر چکی ہوں۔" بنی نے کہا اور میرے پورے بدن میں

☆ ☆ ☆

بنی غور سے میری شکل دیکھ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی وہ سچ کہہ رہی ہے یا مکلینو کی ذہین بیٹی نے کوئی گہری چال سوچی ہے۔ وہ ایک ایسا کارنامہ انجام دینا چاہتی ہے جو مکلی نائب خاص بھی انجام نہیں دے سکا اور اس کے بعد وہ اپنی برتری کا سکہ جمانا چاہتی ہے۔

حالانکہ اس نے جو گفتگو کی تھی، میرے تجربے کی روشنی میں اس میں جھوٹ کا عنصر شامل تھا۔ اس وقت صرف عورت بول رہی تھی لیکن حالات نے ایسے چکر دیے تھے کہ ہر لمحے شک و شبہ نگاہ سے دیکھنے کی عادت پڑ گئی تھی اور اس وقت تک کسی بات پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ جب وہ عملی شکل میں سامنے نہ آجائے۔

بنی کے سامنے میں نے جو گفتگو کی تھی اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں تھی جس میں، میں نے رسک لیا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ اتنا تو بنی بھی جانتی ہوگی کہ میں نے خوشی سے ان لوگوں کی قید میں رہنا یا ان ہاتھوں مرجانا پسند نہیں کروں گا اور اپنے طور پر یہاں سے نکل جانے کی سعی ضرور کروں گا۔ ممکن ہے الفاظ سے وہ میرا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہو تاکہ میرے منصوبے ناکام بنا کر پوری طرح مجھ پر گرفت قائم کر سکے لیکن اول تو کوئی خاص منصوبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ اگر ہوتا بھی تو ظاہر ہے بنی پر مکمل اعتماد میں اسے اس کے بارے میں بتانے کی کوشش نہ کرتا۔ ایسی صورت میں جبکہ ساری چالیں اندھی ہوں کوئی خطرہ مول لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ہاں اگر اسی انداز میں کوئی کام کی بات بن جائے جس سے متوقع فائدہ اٹھایا جا سکے۔

"الجھ گئے ہو؟" بنی کے الفاظ نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔

"نہیں مس بنی! صرف سوچ رہا ہوں"۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ان حالات کے بارے میں۔ وقت کیسے کیسے چکر دیتا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ طرح مہربان ہو جائیں گی"

"اور میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی مسٹر نواز کہ کسی مرحلے پر میں دل کے ہاتھوں اس طرح ہو جاؤں گی لیکن میرا خیال ہے ہر انسان کا غرور زندگی میں ایک بار ضرور ٹوٹتا ہے۔ میرا خیال ہے شکست سے بددل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انسان بہرحال انسان ہے"۔

"درست کہا آپ نے" میں نے تائید کی۔

"میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں رتو، سوری مسٹر نواز میں اب تمہیں نواز ہی کہوں کسی کو بدلے ہوئے نام سے پکارنا عجیب لگتا ہے جبکہ اس کی اصلی شخصیت نگاہوں کے سامنے ہو"۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے بارے میں بے شمار سوالات میرے ذہن میں مچلتے ہیں۔ میں کہہ چکی ہوں کہ پوری زندگی میں پہلی بار تمہارے سامنے اعتراف شکست کیا ہے اور جب اعتراف شکست ہو گیا تو پھر بھی نہیں رہی۔ لیکن اس بات کو سوچ کر دل کو تسلی دے لیتی ہوں کہ صرف میں ہی نہیں تمہارے اچھے اچھوں نے اعتراف شکست کیا ہے"۔

"مس بنی! اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ کہوں لیکن معاف کیجئے، کیا ہم یقینی طور پر تنہا ہیں اور آپ کے پاس گفتگو کے لیے وقت ہے؟"

"ہر طرف سے مطمئن رہو۔ بنی تمہاری نگاہوں میں لاکھ بے حقیقت ہے لیکن اور کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کے معاملے میں مداخلت کرے۔ اس عمارت کے ہر شخص کی جنبش میرے اشارے پر ہے"۔

"شکریہ! ہاں تو میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

"بے فکر ہو کر کہو"۔

"آپ بار بار اعتراف شکست کر کے مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ میں بھی انسان ہوں۔ میں اسے آپ کی شکست نہیں، بلکہ دوستی کا درجہ دیتا ہوں اور دوست کا احترام نہ صرف میرے دل میں ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کسی دوسری آنکھ میں بھی میرے دوست کے لیے کوئی ناپسند جذبہ نہ ہو۔ آپ گولڈ مین کی مثال لے لیں۔ میں نے اس سے صرف دوستی کی ہے لیکن میں اس کے لیے جان دینے کو تیار ہوں اور ہر قیمت پر اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے براہ کرم اگر آپ کے لہجے میں، آپ کے دل میں میرے لیے دوستی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے تو خود کو شکست خوردہ نہ کہیں، بلکہ مجھے اپنا دوست کہہ کر اعزاز بخشیں" میں نے موثر لہجے میں کہا۔ بنی کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ چند ساعت خاموشی کے بعد اس نے کہا:

"یہ میرا تجربہ ہے نواز۔ ہم برے لوگوں میں بھی بعض اوقات وہ اچھائیاں ہوتی ہیں، جو ان لوگوں میں نہیں ہوتیں جو دوسروں کی نگاہوں میں اچھے ہوتے ہیں۔ اور میں نے ہر اس شخص کے اندر ایسی عظیم خوبیاں پائی ہیں جسے کسی بھی لحاظ سے بدتر سمجھا گیا ہو۔ بہت سے ایسے لوگ میری نگاہ میں ہیں جن میں سے ایک ہوریشو بھی ہے۔ سیاہ چہرے والے اس شخص کے اندر بے پناہ تحمل ہے۔ وہ اس قدر ٹھنڈا ہے کہ اس کی وسعت پر شدید حیرت ہوتی ہے۔ اسے خود پر بے پناہ اعتماد ہے اور وہ ہر کام اس سکون سے کرتا ہے کہ جیسے ماحول پوری طرح اس کی مٹھی میں ہو، وہ حالات سے پنجہ کشی کر کے انہیں اپنی مرضی کے مطابق موڑ دینے پر قادر ہو۔ میں نے بارہا مہمات میں اس بات کا تجربہ کیا ہے اور اکثر اوقات میں سوچتی تھی کہ کیا شکست اس شخص کی سرشت میں ہے ہی نہیں؟ لیکن بات دوسری تھی۔ اس کی خوش بختی تھی کہ اسے خود سے بھی اونچا کوئی شخص نہیں ملا تھا۔ تمہیں میں نے عام آدمی سے تھوڑا سا ہٹ کر سمجھا تھا۔ جب تم نے مکلینو سے ٹکر لی تو میں نے حقارت سے سوچا کہ بلاشبہ تم ایک چالاک انسان ہو لیکن تمہارا یہ قدم دانشمندانہ نہیں ہے اور تم ضرور زک اٹھاؤ گے۔ ہوریشو تمہاری راہ پر لگ گیا لیکن اسے جو پاپڑ بیلنا پڑے، ان واقعات کو سننے کے بعد میرے دل میں تمہارے لیے ایک اور مقام پیدا ہو گیا تھا۔ یقین کرو ہوریشو کا مشن میرے مشن سے مختلف نہیں ہے۔ وہ ہمارے لیے اہم ترین آدمی ہے لیکن میں نے ہوریشو کے چہرے پر شکست پائی۔ اس کا وہ خول میں نے تمہارے سامنے ٹوٹتے دیکھا جس کو چھونے کا تصور بھی ختم ہو گیا تھا۔ اور خول توڑنے والا شخص لامحالہ ہوریشو سے زیادہ مضبوط نکلا۔ ہاں تو میں بات کردار کی مضبوطی کی کر رہی تھی۔ تمہارے اندر وہ خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں عام آدمیوں سے ہٹا کر کھڑا کر دیتی ہیں اور شاید یہی تمہاری عظیم کامیابی کی دلیل ہے۔ مثلاً" ابھی تم نے جو بات کہی، میرا مطلب ہے دوستی والی، میری نگاہ میں یہ معمولی بات نہیں ہے"۔

"دیکھو بنی! ہم پیدائشی طور پر برے نہیں ہوتے۔ وقت اور حالات ہمیں نہ جانے کیسے کیسے اجن
راستوں پر لے جاتے ہیں۔ اگر ہم یہ نہ ہوتے جو ہیں تو وہ ہوتے جو دنیا میں اچھے ناموں سے یاد کیے جا
ہیں۔ ان کے کارنامے ان کی یاد بن جاتے ہیں لیکن بنی احساسات ہمارے 'ان سے مختلف نہیں ہوتے۔
بھی انہی کے انداز میں سوچتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم ان کے انداز میں کر نہیں سکتے۔ دوستی ای
بڑی چیز ہے"۔

"بہرحال میں تم سے بہت متاثر ہوگئی ہوں نواز۔ میری سوچ بہت گہری نہیں ہے۔ اپنے بارے
خلوص سے تمہیں بتا چکی ہوں۔ میری شخصیت میں جو کمی ہے' اور جو کسی کے لیے ناپسندیدہ ہو سکتی ہے
میری تشکیل کردہ نہیں ہے۔ یوں سمجھو وہ میرے خون میں رچی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مجھے اپنا پیار دے د
میں اس کے لیے خود کو بدل سکتی ہوں"۔

"اوہ بنی جسے برائی کا احساس ہو' وہ برا نہیں ہوتا۔ تم یقین کرو میں تمہیں اچھا انسان سمجھتا ہوں"۔

"اور میرے احساسات کا کیا ہوگا؟" بنی نے کہا۔

"براہ کرم کھل کر کہو۔ میں نہیں سمجھا"۔

"تمہاری پسندیدگی کے پیچھے ایک اور جذبہ بھی کارفرما ہے"۔

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ"۔

"کسی حد تک بتا چکی ہوں' مزید سننا چاہتے ہو تو سنو۔ میں ہر قیمت پر تمہاری قربت چاہتی ہو
سب کچھ ہوں' لیکن عورت بھی ہوں۔ عورت کے جذبات سے کافی حد تک ناآشنا تھی۔ لیکن تم نے
مکمل عورت بنا لیا۔ فطرت میں بھولنے کا مادہ نہیں ہے۔ دو ہی باتیں تھیں' یا تو تم سے عورت کے ٹو
جانے کا انتقام لینے کے لیے زندگی وقف کر دیتی' یا تمہیں چاہنے لگتی۔ اگر فطرتاً" تم خاص انسان نہ ہو
شاید تم سے انتقام ہی لیتی لیکن تمہاری شخصیت کے ایسے پہلو سامنے آئے کہ تمہیں چاہنے لگی"۔

"اوہ' بنی! اس وقت جب میں نے وحشیانہ فطرت کا مظاہرہ کیا تھا' میرے ذہن میں صرف تمہار
غرور کو توڑنے کا احساس تھا لیکن اب تم سے گفتگو کرنے کے بعد تمہاری شخصیت کے کچھ حسین پہلو
نگاہوں میں آئے ہیں۔ میں انہیں کیسے نظرانداز کر سکتا ہوں۔ میں بھی تمہارے لیے دل میں پسندیدگ
جذبات رکھتا ہوں"۔

"شکریہ نواز! اب مجھے بتاؤ' میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"میں نہیں سمجھا بنی؟"

"میں نے تم سے ایک بات کہی تھی؟"

"کون سی؟"

"یہی کہ میں نے تمہیں یہاں سے نکالنے کا بندوبست کیا ہے"

"ہاں۔ تم نے کہی تھی"۔

"میں اس پر عمل کرنا چاہتی ہوں"۔

"بنی اب تو ہم دوست بن گئے ہیں"۔

"صرف دوست ہی نہیں' بہت کچھ بن گئے ہیں نواز!" بنی نے مخمور لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ مجھے اس کا اعتراف ہے"۔

"پھر نواز۔ تم کیا کہنا چاہتے تھے؟"

"دوستی۔ اور ایک پرخلوص دوستی' بہت سی ذمہ داریاں شانوں پر ڈال دیتی ہے۔ ایسی شکل میں' میں
کب یہ چاہوں گا کہ تم کسی الجھن میں پڑو"۔

"میں نہیں سمجھی؟" بنی تعجب سے بولی۔

"میں تمہیں اس پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اگر مکلینو کو کسی مرحلے پر یہ معلوم ہوگیا کہ تم
نے اس کے دشمنوں کی مدد کی ہے تو وہ تم سے بازپرس کرے گا"۔

"اوہ۔ تو تمہارے دل میں میرے لیے کوئی خاص خیال نہیں ہے۔ میں اب مکلینو کے ساتھ
نہیں رہنا چاہتی۔ میں پوری زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گی" بولو کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھے اپنا
ساتھی بنا لو؟"

ایک لمحے میں فیصلہ کرنا تھا۔ میری جو ذہنی کیفیت تھی اس کے تحت میں اب کسی ایسے جال میں تو
نہیں پھنس سکتا تھا جس میں ذرا بھی جذباتیت ہو۔ لیکن موقعے سے فائدہ نہ اٹھانا بھی زبردست حماقت تھی
اور میں ایسی کوئی حماقت بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت میرے اوپر ان لوگوں کا غلبہ تھا۔ ہوریشو جتنا
خطرناک انسان تھا' اس کا اندازہ بخوبی ہوگیا تھا اور اب تو وہ جھلا گیا تھا۔ اس کا سارا تحمل ختم ہوگیا تھا' چنانچہ یہ
خطرہ مول لیا جا سکتا تھا۔ بنی سے چکنی چپڑی باتیں کرنا تھیں' اس کے علاوہ تو کوئی کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے
فیصلہ کر لیا۔ اپنا کام سب سے مقدم ہے۔ ساری دنیا کا یہی دستور ہے اور پھر میں کون سا اعلیٰ اقدار کا محافظ تھا۔
مجھ جیسے برے انسان کو یہ ساری باتیں نہیں سوچنا چاہئیں۔

بنی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "اگر کسی وجہ سے میں تمہارے لیے ناقابل قبول ہوں
تو بتا دو نواز۔ میں محبت کا فرض نبھاؤں گی"۔

"کیسی باتیں کرتی ہو بنی۔ میں اس لیے خاموش نہیں ہوں"۔

"پھر؟ پھر کیا بات ہے"۔

"تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا بنی!"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"یہی کہ تم عورت ہو۔ عام عورتوں سے بالکل مختلف لیکن اس کے باوجود عورت' جو محبت کے
ہاتھوں سب کچھ ہار جانے کو تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن میری زندگی بارود کا ڈھیر ہے بنی۔ ذرا سی چنگاری پڑ جائے
تو سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ کیا تمہیں علم ہے کہ انٹرپول بھی میرے پیچھے ہے۔ اگر کبھی میں کسی مصیبت میں
پھنس گیا تو تمہیں بے حد تکلیف ہوگی اور اس وقت شاید تمہیں احساس ہو کہ میرے لیے عیش و عشرت
چھوڑ کر تم نے غلطی تو نہیں کی"۔

"ابھی خود عورت کے بارے میں اعتراف کر چکے ہو کہ محبت کے ہاتھوں وہ سب کچھ ہار جانے کو
تیار ہو جاتی ہے۔ مجھے عورت بھی کہہ چکے ہو اور پھر بھی یہ سوال؟"

"بس بنی۔ تمہاری عیش و عشرت کی زندگی چھیننا نہیں چاہتا"۔

"جب میں تمہاری ساتھی بن جاؤں گی تو تمہاری زندگی کے لیے راستوں کا انتخاب بھی میں ہی

کروں گی اور مجھے اپنی سوچ پر بے حد اعتماد ہے"۔

"تب میں اپنی زندگی کی ڈور تمہارے ہاتھوں میں دینے کو تیار ہوں بنی۔ میں تمہاری رفاقت قبول کرتا ہوں" میں نے کہا اور بنی وفور محبت سے بے خود ہو گئی۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔ میں نے بھی اس کی پذیرائی کی تھی۔ ظاہر ہے وہ میرے لیے اہم ترین لڑکی بن گئی تھی اور پھر وہ مجھے اپنے ساتھ ہی اپنی خواب گاہ میں لے گئی اور خواب گاہوں کا حسین ماحول سوچنے سمجھنے کے لیے نہیں ہوتا۔ خاص طور سے مجھ جیسے انسان کو' جس کے لیے زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب تک ہے' اپنی ہے۔ جب موت کے سائے منڈلانے لگیں تو پھر اپنا کچھ بھی نہیں۔ نہ تو اس کی فکر کرنی چاہیے اور نہ اس کے لیے پریشان ہونا ضروری ہے۔ حال صرف اپنا ہوتا ہے اور حال جو تصویر پیش کرے' اس میں رنگ آمیزی وقت کی سب سے بڑی دانش مندی ہے۔

چنانچہ بنی کے ساتھ یہ دوسرا تجربہ خوب نکلا۔ پہلی بار صورت حال دوسری تھی۔ فطرت بھی کچھ اور تھی لیکن اس بار ماحول اپنے شکنجے میں تھا اور اس کی ندرت مسلم۔ یوں بنی کے ساتھ اس عمارت کی صبح نمودار ہو گئی۔ بنی بھی رات کے نئے تجربے سے سرشار تھی۔

"نواز!" اس نے روشنی کی پہلی کرن نمودار ہوتے ہی کہا۔

"ہوں!"

"جاگ رہے ہو؟"

"ہاں بنی! کیوں؟"

"یونہی پوچھ رہی تھی۔ ہم دونوں کی زندگی میں اب کوئی تکلف تو نہیں ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں"۔

"تم میرے اوپر اعتماد بھی کرتے ہو؟"

"خود کی طرح!"

"شکریہ میری زندگی۔ وقتی طور پر میں تمہارے لیے کسی قدر اجنبی رہوں گی جو کچھ ہو اسے مصلحت سمجھنا۔ حالانکہ پوری زندگی میں' میں نے مصلحت کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی لیکن اس وقت مکلینو کا سہارا حاصل تھا جو میرے سارے الٹے سیدھے کام سنبھالتا رہتا تھا۔ اب بات اسی کے خلاف ہے اور وہ بہت چالاک ہے اس لیے......"

"میں سمجھ رہا ہوں بنی لیکن کیا تم مجھے اپنا پروگرام نہیں بتاؤ گی؟"

"چھپانے کا کیا سوال ہے" بنی نے کہا اور جس خلوص کے ساتھ اس نے میرے ساتھ رات گزاری تھی' اسے مد نگاہ رکھتے ہوئے میں اس پر شک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ "بات صرف مکلینو کی نہیں ہے اسے تو بعد میں معلوم ہوگا۔ سب سے پہلی خطرناک شخصیت ہوریشو کی ہے اور یہ سیاہ رو جتنا خطرناک ہے' میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اگر تم یقین کر سکو تو کرو کہ مکلینو کو اس نے بہت بڑا سہارا دیا ہے۔ اس نے آدھی دنیا میں اپنا جال اس طرح پھیلا رکھا ہے کہ بس عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میرے علم میں تو یہ بات آئی ہے کہ یہ کئی قبیلوں کا روحانی پیشوا بھی ہے اور وہ اس کے لیے دنیا کا ہر خطرناک کام کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسی صورت میں ہمیں بہت کچھ کرنا ہے"۔

"یقیناً"!

"میں اسے بہت سے چکر دوں گی لیکن بالآخر ہمیں ان لوگوں کو چھوڑنا ہوگا جو ہوریشو کے ساتھی ہیں اور پھر واپس ہوریشو کے پاس ہی آئیں گے۔ چنانچہ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہماری نشاندہی کر سکیں۔ ابتدا میں' میں سارے کام ایسے ہی کروں گی جن سے اندازہ ہو کہ میں تمہارے خلاف کام کر رہی ہوں اور اس میں کافی حد تک کامیاب جا رہی ہوں۔ اس کے بعد-----"

"ٹھیک ہے بنی! میں تم سے مکمل تعاون کروں گا اور تمہیں اپنے کسی کام میں دقت نہیں ہوگی" میں نے اسے یقین دلایا اور یہ بھی برا نہیں تھا۔ بنی اپنے طور پر جو کچھ بھی کرے گی' بہرحال میں اس پر نگاہ تو ضرور رکھوں گا اور کیا ضروری ہے کہ اس کی انگلی پکڑ کر ہی چلا جائے۔ جہاں بھی موقع دیکھوں گا' کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لوں گا' اس طلسم سے نکلا تو جائے۔

"شکریہ نواز!" بنی نے کہا اور ہم اٹھ گئے۔ بنی خاموشی سے مجھے میرے کمرے تک واپس چھوڑ گئی۔ سردارے بدمعاش گہری نیند سو رہا تھا اور گولڈ مین کے بھی خراٹے گونج رہے تھے۔ میں نے سکون کی سانس لی اور اپنے بستر پر جا لیٹا۔ نیند تو نہیں آ رہی تھی لیکن آنکھیں بند کر کے کروٹ بدل لی تاکہ سردارے مجھے سوتا ہوا سمجھے اور جب نیند نہ آئے تو خیالات کی ریل چل پڑتی ہے اور خیالات پر قابو پانا بہرحال آسان کام نہیں ہوتا۔ بعض اوقات یہ اختیار سے قطعی باہر کی چیز ہوتے ہیں۔ میرے ذہن میں کوئی ایک مسئلہ نہیں تھا۔

بنی----- اس کا التفات----- ہوریشو----- اور نہ جانے کیا کیا۔ لیکن پھر ان کا سلسلہ ایک نقطے پر آ کر جم گیا۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ ان ساری باتوں کا کوئی مقصد بھی ہے؟ زندگی گزرنے والی چیز ہے۔ ہر کیفیت میں یہ بڑھتی رہتی ہے۔ ہمارے سامنے کچھ مقاصد ہوتے ہیں اور ہم انہی مقاصد کے سہارے آگے بڑھتے ہیں۔ ہماری نگاہوں میں ایک منزل ہوتی ہے۔ ہم ہر قدم اسی منزل کی سمت اٹھاتے ہیں۔ ہمارے دل میں وہاں پہنچ جانے کی لگن ہوتی ہے لیکن خود میری منزل کون سی ہے؟ میں کہاں جا کر ٹھہروں گا۔ ٹھہرنے کی جگہ کون سی ہے اور اگر کوئی جگہ نہیں ہے تو پھر یہ تیز روی کیا معنی رکھتی ہے۔ میں کیوں چل رہا ہوں' کب تک چلتا رہوں گا۔

اور یہ خیال ذہن الٹ دیتا تھا۔ یہ خیال ہفتوں ذہن کو خراب کرتا رہتا تھا۔ میں نے اس جان لیوا خیال سے بھاگنے کی کوشش کی۔ ہر طرح خود کو تبدیل کرنے کے گر استعمال کیے لیکن خیالات قابو میں کہاں ہوتے ہیں۔

میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور بے چینی سے سردارے کی طرف دیکھا لیکن وہ کم بخت گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ پھر گولڈ مین کی طرف نگاہ دوڑائی۔ وہ بھی سکون سے خراٹے لے رہا تھا۔

یہ اتنے پرسکون کیوں ہیں؟ بظاہر گولڈ مین بھی تنہا نظر آتا تھا۔ اس کی زندگی کا بھی کوئی مقصد عیاں نہیں تھا۔ رہی سردارے کی بات تو اس کی پوری زندگی میری نگاہوں کے سامنے آ چکی تھی۔ اس لیے یہ اندازہ لگانے میں کوئی الجھن نہیں تھی کہ اس کی بھی کوئی منزل نہیں ہے۔ اگر یہ دونوں بھی میری طرح گم

کردہ راہ ہیں تو پھر ان کی زندگی میں یہ سکون کیوں ہے اور میں اتنا بے سکون کیوں ہوں جو کچھ انہیں میسر ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے مل جاتا ہے پھر یہ نمایاں فرق؟

آہ یہ فرق کیوں ہے۔ میں نے بے چینی سے کروٹ بدلی اور میرے بستر میں آواز پیدا ہوئی۔ سردارے کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر بہت پھرتی سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ میرے بستر میں تھا۔ اب وہ مجھ سے اتنا ہی بے تکلف ہو گیا تھا کہ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ مجھے اس کے اٹھ جانے سے خوشی ہوئی تھی۔ کم از کم اس کی بکواس سے ذہن تو بٹے گا۔

لیکن میں نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ہرگز نہیں مانوں گا۔ خدا کی قسم نہیں مانوں گا۔ صرف بیس منٹ پہلے" اس نے دیوار میں لگی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "صرف بیس منٹ پہلے میں نے آپ کے بستر پر نگاہ ڈال کر دیکھا تھا' آپ موجود نہیں تھے استاد اور صرف بیس منٹ میں نیند اتنی گہری نہیں ہوتی کہ آپ کی آنکھ ہی نہ کھلے"۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" میں نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ہوئی نا وہی بات" سردارے خوش ہو کر بولا۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ بیس منٹ میں نیند گہری ہو ہی نہیں سکتی"۔

"تمہیں میرے آنے کا علم ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ جھوٹ نہیں بولوں گا"۔

"جبکہ بیس منٹ قبل تم نے میرا بستر دیکھا تھا؟"

"ہاں۔ پھر؟"

"بیس منٹ میں تمہاری نیند اتنی گہری کیسے ہو گئی تھی کہ تمہیں میرے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی؟" میں نے سوال کیا اور سردارے نے منہ سکوڑ لیا۔ پھر جلدی سے بولا:

"میری اور بات ہے میں تو پہلے سے سو رہا تھا"۔

"اچھا فضول باتیں مت کرو۔ اپنے بستر پر جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ایک عمدہ مشورہ دوں۔ ساری رات جاگتے رہے ہو' اب سوئے تو جلدی نہیں اٹھیں گے اس لیے تھوڑی دیر تک اور جاگیں' پھر ناشتہ کر کے سو جائیں اور دوپہر کے کھانے سے پہلے نہ اٹھیں' کیا خیال ہے؟"

"میرا موڈ بہت خراب ہے" میں نے کہا۔

"ارے' کیوں؟" سردارے نے تعجب سے کہا۔

"بس سردارے' ایسے ہی کچھ خیالات تھے" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیسے خیالات؟"

"منزل کی تلاش۔ منزل کا احساس"۔

"خدا رحم کرے" سردارے نے بدستور مسخرے پن سے کہا۔

"غور کرو سردار۔ آخر ہم کس کے لیے سرگرداں ہیں؟ کیا مقصد ہے ہماری زندگی کا؟ اتنی دولت جمع کی ہے ہم نے' کیا کریں گے اس کا؟ کسے دیں گے اور پھر اتنی دولت ہونے کے باوجود ہم کس طرح مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کیا اسے زندگی کہہ سکتے ہیں؟"

"استاد! کیا ساری رات یہی سوچتے رہے ہو؟" سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"سنجیدگی سے گفتگو کر سکتے ہو تو کرو ورنہ مجھے تنہا چھوڑ دو"۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں استاد مگر ہوا کیا ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب ہے؟" میں نے آنکھیں نکالیں "تم مجھے بتاؤ تمہاری زندگی کا کیا مقصد ہے؟"

"میں نے تو اسے تمہارے لیے وقف کر دیا ہے استاد اور جب میرا استاد موجود ہے تو پھر مجھے یہ ساری باتیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں سردارے! تم یہ ذمے داری ایک ایسے شخص کے کندھوں پر ڈال رہے ہو جس کے راستے خود تاریک ہیں۔ وہ خود ٹٹول ٹٹول کر چل رہا ہے"۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو استاد۔ ان تاریک راستوں پر سردارے تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تم تاریکی کے خوف سے سردارے کا ہاتھ چھوڑ دو گے۔ تاریکی میں تو سہارے اور زیادہ اہمیت رکھتے ہیں بشرطیکہ ان کے خلوص پر اعتماد ہو"۔

"وہ تو ٹھیک ہے سردارے لیکن منزل کا کوئی تعین تو ہو" میں نے کہا۔

"کیا ہم نے منزل کو کبھی گھاس ڈالی ہے؟ کیا چلتے رہنے کا عزم اور جذبہ ہمارے ذہنوں میں اس قدر شدید نہیں ہے کہ ہم نے منزل کی تلاش میں نگاہیں ہی نہیں دوڑائیں۔ منزل تو تھکے ہوئے مسافروں کی آرزو ہوتی ہے۔ اور ہم ابھی تھکے نہیں ہیں استاد۔ جہاں بھی تھکیں گے' بیٹھ جائیں گے اور اسے ہی منزل تصور کر لیں گے"۔

اور یہ حقیقت ہے کہ سردارے اس وقت مسیحا بن گیا۔ اس نے ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ اس نے میرے مرض کی صحیح دوا دے دی تھی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا یہ بے وقوف انسان۔ ابھی تھکن کہاں ہوئی ہے' منزل تلاش ہی کہاں ہوئی ہے' منزل کے بارے میں سوچا ہی کب ہے اور منزل ایسی ناپید بھی نہیں ہے۔

میں سردارے کو دیکھتا رہا۔ سردارے کی آنکھوں میں خلوص بھری مسکراہٹ تھی' تسلی تھی' پیار تھا' ساتھ دینے کا عزم تھا اور مجھے بڑا سکون ملا۔ ذہنی تھکن دور ہو گئی۔ جن خیالات نے پریشان کیا ہوا تھا۔ وہ سیاہ بادلوں کی مانند سوچ کے آسمان سے چھٹ گئے اور آسمان شفاف ہو گیا۔

"اور جب سکون ملا تو مزاح کی حس ابھر آئی۔ میں نے چہرے کے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور ویسی ہی شکل بنائے رہا۔

"کیا میری باتوں سے اختلاف ہے استاد؟" سردارے نے چند منٹ کا فیصلہ کیا ہے"۔

"تبدیلیوں میں کوئی حرج نہیں ہے استاد۔ سردارے کو بتاؤ کیا سوچا ہے تم نے؟"

"سردارے! تم جانتے ہو میں شکست تسلیم کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔

"پوری طرح جانتا ہوں استاد"۔

"لیکن زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی ہونی ہی چاہیے۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خود کو انٹرپول کی تحویل میں دے دوں۔ یہاں سے نکلنا زیادہ مشکل نہیں ہے اور بہرحال میں نکل جاؤں گا لیکن اس کے بعد

زندگی کا یہ رخ بھی دیکھا جائے"۔

"ارے باپ رے۔ بڑی بھیانک تبدیلی کے بارے میں سوچا ہے استاد" سردارے نے دونوں گال پھلائے۔

"کیوں۔ ڈرتے ہو؟"

"دیکھو۔ دیکھو پھر گالی دی استاد لیکن کچھ باتوں پر گفتگو کر لو"۔

"ہاں۔ ضرور" میں نے کہا۔

"انٹرپول ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟"

"تمہارے خیال میں کیا ہو گا؟"

"ایک مناسب حد تک جیل میں عیش کریں گے اس کے بعد بجلی کی کرسی پر بٹھا دیے جائیں گے۔ کیونکہ قتل وغارت گری کے الزامات بھی ہیں ہمارے اوپر"۔

"جیل کی حد تک درست ہے سردارے، لیکن جب بجلی کی کرسی کا وقت آئے گا تب ایک بار پھر زندگی میں تبدیلی کے بارے میں سوچیں گے"۔

"یعنی؟ وہ تبدیلی کیا ہو گی استاد؟"

"جیل توڑیں گے"

"اوہ! اور اگر کامیاب نہ ہوئے؟"

"تو مرجائیں گے" میں نے جواب دیا اور سردارے سینے پر کراس بنانے لگا۔ میں نے ہنسی روکی ہوئی تھی۔ سردارے نے گردن جھکالی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور میرے طرف دیکھنے لگا۔ "کیا خیال ہے، تیار ہو اس تجربے کے لیے؟"

"سردارے سے کوئی بات پوچھا مت کرو استاد لیکن اس عظیم الشان بکرے کا کیا ہو گا؟" سردارے نے گولڈمین کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں؟"

"کیا وہ بھی ہمارے ساتھ جیل میں رہنا پسند کرے گا؟"

"وہ کیوں رہے گا اور پھر انٹرپول کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"ہاں دلچسپی تو صرف ہم لوگ ہیں" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور پھر اچانک اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ بدلے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا اور پھر اس کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

"کیوں ------ خیریت؟" میں نے کہا۔

"استاد کی استادی مانتا ہوں لیکن کیا شاگرد اتنا ہی گدھا ہے؟" اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"رات کی کہانی۔ میں سمجھ گیا تم رات کی کہانی چھپانا چاہتے ہو"۔

"رات کی کہانی؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ وہ کہانی جو صبح تک جاری رہی"۔

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"بتا ہی ڈالو استاد!"

"خوش نہیں ہو گے سردارے"۔

"تھوڑا بہت جلوں گا استاد، پھر ٹھیک ہو جاؤں گا" سردارے نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا ہر خوبصورت عورت مجھ سے عشق کرنے پر ادھار کھائے رہتی ہے"

"میں بنی کی بات کر رہا ہوں"۔

"اس کے بارے میں جاننے کے باوجود؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے خیال سے اس کے دل میں میرے لیے انتقام کا جذبہ نہیں ہو گا؟"

"اوہ۔ تو کیا ----- لیکن استاد، انداز تو دوسرا تھا حالانکہ وہ خطرناک عورت ہے لیکن اگر اس نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تو بڑی بدذوقی ہے اور اب تو میں یہ کہوں گا کہ جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا لیکن ----- لیکن ساری رات..... ساری رات تم نے کہاں گزاری استاد؟"

"پنجرے میں" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ ہوریشو سے بھی دس قدم آگے ہے"۔

"ہوا کیا استاد؟ بتاتو دو"

"اس نے مجھے ساری رات لوہے کے پنجرے میں بند رکھا اور خود آرام سے لباس اتار کر بستر پر سوئی"۔

"ارے باپ رے" سردارے نے دونوں گال پھلائے۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور مجھے ہنسی آ رہی تھی"۔

"اب کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پھپ، پھر کیا ہوا استاد؟"

"بس تھوڑی دیر قبل پنجرہ کھول کر مجھے یہاں پہنچا دیا گیا"

"تت ---- تمہیں نیند تو نہیں آئی ہو گی؟"

"تمہیں آ سکتی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"بڑی خوفناک سزا ہے استاد۔ نیند آنے کی بات کر رہے ہو، میں تو خودکشی کر لیتا۔ کم بخت شیطان کی خالہ معلوم ہوتی ہے۔ باتیں بھی تو کی ہوں گی؟"

"ہاں کی تھیں"۔

"کیا؟"

"اس نے ہمارے لیے ایک عمدہ سزا منتخب کی ہے اور ہمیں اس سے آگاہ بھی کر دیا ہے"۔

"بہت خوب! میں سمجھ گیا" سردارے نے کہا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"میرا خیال ہے وہ ہمیں کسی ایسے کمرے میں چھوڑ دے گی جہاں بے شمار لڑکیاں ہوں گی۔ ان کے جسموں پر بھی لباس نہ ہوں گے اور وہ شیشے کی دیوار کے دوسری طرف ہوں گی۔ ہمارے ہاتھوں میں بلیڈ دے دیے جائیں گے تاکہ ہم سکون سے اپنی گردن کاٹ لیں۔"

"میرا خیال ہے سردارے' ایسے وقت میں' میں تو گردن نہیں کاٹوں گا" میں نے کہا۔

"میں کاٹ لوں گا استاد۔"

"تو پھر اس کا مقصد پورا نہ ہوگا۔"

"تو کیا اس نے واقعی ایسی ہی کوئی سزا منتخب کی ہے؟"

"نہیں۔ اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں یہاں سے کہیں لے جائے گی اور پھر ہماری ٹانگوں میں رسیاں باندھ دی جائیں گی اور رسیوں کے دونوں سرے دو ہیلی کاپٹروں سے باندھ دیے جائیں گے اور پھر ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو جائیں گے۔ ہم الٹے لٹک جائیں گے اور ہیلی کاپٹر دو مختلف سمتوں میں اڑیں گے۔"

"ہو۔ اوئے!" سردارے نے اچھل کر اپنے بدن پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔ اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار نظر آرہے تھے۔ میرے حلق سے بے ساختہ قہقہہ نکل گیا تھا اور سردارے جھلائے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "تم ہنس رہے ہو استاد؟" اس نے دانت نکال کر کہا۔

"ہنسی تم پر نہیں آرہی سردارے' بلکہ اس نئے ساتھی پر آرہی ہے جس کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ کس مزے سے خراٹے لے رہا ہے۔"

"اسے بھی یہ بات بتا دینا استاد۔ جب تک زندہ رہے' خراٹے نہیں لے گا۔" سردارے نے کراہتے ہوئے کہا اور میرے حلق سے پھر قہقہہ نکل گیا۔ سردارے بھی عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا تھا۔ بہرحال میں نے مزید لطف لینے کے لیے اس سچویشن کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا "تو یہ بات تھی لیکن اب تو میں سو فیصد تم سے متفق ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"واقعی انٹرنیشنل پولیس کافی دنوں سے ہمارے لیے پریشان ہے۔ اب ہمیں اتنا سنگدل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کب تک اسے پریشان کرتے رہیں گے۔ اب ہمیں ان سے ملاقات کر ہی لینی چاہیے" سردارے نے کہا۔

خاصے قہقہے ہوگئے تھے۔ گولڈ مین بھی شاید ہمارے قہقہوں سے ہی جاگ گیا تھا اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اوہ۔ بڑی خوشگوار صبح ہے۔ دو ہنستے ہوئے لوگ نظر آئے ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم بھی ہنسو گے بیٹا' فکر کیوں کرتے ہو" سردارے نے ہنستے ہوئے اردو میں کہا اور پھر بولا "کیا خیال ہے استاد' اسے بھی اس کا مستقبل بتا دیا جائے شاید اسے عقل آجائے۔"

"ابھی نہیں۔ اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے تو یہ خود بخود الگ ہو جائے گا۔ انٹرپول کو اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے مگر پروگرام کیا ہے استاد؟"

"بالکل خاموشی اختیار کر لو۔ ہمیں بنی کے ساتھ مکمل تعاون کرنا ہوگا۔ ہم خود کو اس طرح مضمحل ظاہر کریں گے جیسے تھک گئے ہوں اور ہمارے کس بل نکل گئے ہوں۔ اب ہم صرف ان کے حکم کی تعمیل کر کے زندگی بچانا چاہتے ہیں۔"

"جو حکم استاد کا' لیکن اس سے فائدہ؟"

"عقل استعمال کرو سمجھ میں آجائے گا۔ بنی بہرحال عورت ہے۔ ہوریشو کی بہ نسبت آسانی سے دھوکے میں آجائے گی۔ وہ بھی یہی سوچے گی کہ ہم تھک گئے ہیں اور مطمئن آدمی کو چت کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ ہم صرف اس غلطی کا انتظار کریں گے جو بنی کرے گی اور مجھے یقین ہے کہ وہ دھوکا ضرور کھائے گی۔"

"عمدہ!" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا ہمیں باتھ روم کی سہولت حاصل ہے؟ میرا خیال ہے تم لوگ کسی نامانوس زبان میں گفتگو کر رہے ہو' میں باتھ روم ہو آؤں" گولڈ مین نے کہا۔

"ہماری گفتگو ختم ہوگئی گولڈ مین لیکن تم باتھ روم ضرور جاؤ" میں نے کہا اور گولڈ مین چلا گیا۔ پھر وہ واپس آگیا اور ہم ناشتے کا انتظار کرنے لگے۔ ناشتے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا اور جو ناشتہ آیا وہ مکمل تھا۔ بہت عرصے کے بعد اتنا عمدہ ناشتہ کیا تھا۔

"واہ بھئی واہ۔ مکلینو کی بیٹی اس لحاظ سے بے حد مہربان اور فراخدل معلوم ہوتی ہے" گولڈ مین خوش ہو کر بولا۔

"نہایت اطمینان سے ناشتہ کیا۔ دوپہر کا کھانا کھایا اور پورا دن ہنستے بولتے گزرا۔ ہلکی سی ورزش کی اور شام کی چائے پی۔ سارا دن اسی کمرے میں گزر گیا تھا۔ پھر رات ہوگئی لیکن رات کا کھانا مایوس کن تھا۔

"یہ کیا ہوا؟" سردارے نے کھانا دیکھ کر کہا۔

"راشن ختم ہوگیا ہوگا" گولڈ مین ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"ایک دوسری بات بھی ہو سکتی ہے باس"

"کیا؟"

"ممکن ہے ہوریشو کا تسلط پھر سے قائم ہوگیا ہو۔ کسی طرح اس نے مکلینو سے رابطہ قائم کر کے خصوصی احکامات حاصل کر لیے ہوں۔"

"جو کچھ بھی ہو" میں نے آہستہ سے کہا۔ سردارے کا خیال بوکھلا دینے والا تھا۔ یہ ممکن بھی ہو سکتا تھا کیونکہ ہوریشو کی پوزیشن کا اظہار بنی بھی کر چکی تھی۔ ہوریشو اپنے کام میں بنی کی مداخلت پسند نہیں کرتا تھا اور اس سلسلے میں' میں نے بنی سے بھی معلوم نہیں کیا تھا کہ ایسی صورت میں کیا ہوگا۔ کیا مکلینو اسے اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

بہرحال صرف کھانے کی تبدیلی سے یہ رائے قائم کر لینا حماقت تھی۔ کھانے کے بعد کافی آئی اور پہلی بار ہمارے کمرے میں کوئی لڑکی آئی تھی۔ لڑکی معمولی شکل و صورت کی تھی لیکن جوان تھی۔ نہ صرف سردارے بلکہ گولڈ مین کی بھی باچھیں کھل گئی تھیں۔ لڑکی نے کافی سرو کر دی۔ وہ کسی حد تک نروس تھی۔ پھر وہ واپس پلٹنے لگی تو سردارے اس کے سامنے آگیا" میں کافی کے ساتھ لڑکی ضرور کھاتا ہوں" اس نے کہا۔

"جی!" لڑکی کانپ گئی۔

"کیا میں آپ کو کھا سکتا ہوں؟" سردارے نے بڑے مہذب لہجے میں پوچھا اور لڑکی نے بدحواس نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا۔ میں نے سردارے کو گھورا لیکن وہ بدمعاش میری طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ جانتا تھا کہ میں اسے کسی بدتمیزی کی اجازت نہیں دوں گا۔

"سوری جناب۔ مم میں جانا چاہتی ہوں" لڑکی لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہائے یہ کیسے ممکن ہے۔ ویسے آپ کا نام کیا ہے؟"

"روزی!" اس نے جواب دیا۔

"ہائے روزی کون چھوڑتا ہے" سردارے نے آنکھیں بھینچ کر کہا۔

"سردارے! بدتمیزی مت کرو"

"استاد' بہت دنوں کے بعد نظر آئی ہے" سردارے بسورتے ہوئے بولا۔

"پروگرام میں گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے' ایسی کوئی حرکت مت کرو" میں نے نرم لہجے میں کہا اور سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ لڑکی نے دروازے سے باہر چھلانگ لگائی تھی اور پھر دوڑتی ہوئی چلی گئی تھی۔ گولڈ مین نے ایک زبردست ڈکار لی اور پھر دونوں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے دانت بھی نکلے ہوئے تھے۔

"بھائی بھی کافی شوقین معلوم ہوتے ہیں مگر استاد بعض اوقات زیادتی کر ڈالتے ہو۔ تھوڑی دیر تو تفریح کر لینے دیتے۔ کسی لڑکی کی آواز سننے کو ترس گئے ہیں۔" سردارے کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ میں بھی کافی کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لے رہا تھا۔

مسٹر میگوئن!" کافی ختم کرنے کے بعد گولڈ مین نے کہا۔

"کیا بات ہے گولڈ مین؟"

"یہ قید خانہ اب برا لگنے لگا ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں کچھ شروع ہی کر دینا چاہیے۔ تم مجھے اجازت دو' میں یہ دروازہ بہ آسانی توڑ سکتا ہوں۔ بات یہ ہے مسٹر میگوئن' لڑکیاں میری کمزوری نہیں لیکن ضرورت ضرور ہیں اور اب میں شدت ----- شدت ----- شدت -----" گولڈ مین آنکھیں بھینچنے لگا۔

"ارے ----- یہ نشہ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ کافی تھی ----- یا ----- یا -----" وہ لہرانے لگا۔

"میں نے چونک کر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے کی بھی یہی کیفیت تھی۔ لیکن خود میں' میں تو ٹھیک تھا۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ گولڈ مین گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ وہ بدستور گردن جھٹک رہا تھا اور پھر وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ سردارے البتہ دھاڑ سے زمین پر گرا تھا۔ دونوں ایک ساتھ ایک ہی طرح کی اداکاری نہیں کر سکتے تھے اس لیے میں اسے کسی قسم کا مسخراپن سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

میں ان دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ لیکن اسی وقت دروازہ کھلا اور بنی اندر داخل ہو گئی۔ وہ نہایت نفیس طرز کی پتلون اور قمیص پہنے ہوئے تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے بال بدلے ہوئے انداز میں بنے ہوئے تھے اور آنکھوں پر عینک لگی ہوئی تھی۔ کمر میں ہولسٹر لٹک رہا تھا جس

کے دونوں طرف پستول لٹکے ہوئے تھے۔ وہ چوروں کی طرح اندر آئی تھی۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"بے ہوش ہو گئے یہ دونوں؟" اس نے گولڈ مین اور سردارے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے انہیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دلوا دی ہے۔ تمہاری کافی ٹھیک تھی لیکن براہ کرم تم بھی انہی کے ساتھ لیٹ جاؤ اور مستقلاً" ایسی ہی اداکاری کرتے رہنا جیسے بے ہوش ہو" بنی نے کہا۔

"اوہ۔ تو کیا؟"

"ہاں۔ میں پورے دن مصروف رہی ہوں۔ میں نے کام شروع کر دیا ہے"۔

"خوب تو چل رہے ہیں؟"

"ہاں"۔

"او کے بنی! میں ایسا ہی کروں گا جیسا تم نے کہا ہے" میں نے کہا۔

"شکریہ ڈیئر!" بنی نے آگے بڑھ کر میرے ہونٹ چوم لیے اور پھر واپس مڑ گئی لیکن پھر فوراً" پلٹی اور رومال نکال کر میرے ہونٹ رگڑنے لگی جن پر اس کے ہونٹوں کی لپ اسٹک کے نقش رہ گئے تھے اور پھر وہ پھرتی سے باہر نکل گئی۔ دروازہ حسب معمول باہر سے بند ہو گیا تھا۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور پھر چند لمحات کے بعد میں بھی سردارے کے قریب ہی زمین پر لیٹ گیا۔ میں بنی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"بالکل ہی بے وقوف نہیں ہے۔ عورت ضرور ہے' جلد باز بھی ہے' لیکن عام حالات میں اچھا سوچ لیتی ہے اور پھر اس نے نادانستہ طور پر میرے پروگرام کو آگے بھی بڑھا دیا تھا۔ اب میں آسانی کے ساتھ سردارے کو بدستور بے وقوف بنا سکتا تھا۔

میں اطمینان سے لیٹا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جب دروازے پر آہٹ سنائی دی تو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ کمرے میں اچھی خاصی روشنی تھی اور وہ لوگ میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے سکتے تھے اس لیے میں نے چہرہ سپاٹ کر لیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کتنے لوگ ہیں لیکن کئی آدمیوں کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ وہ ہمارے قریب آ کر جھک گئے اور ہمیں سیدھا کر دیا گیا۔

"احتیاط سے اٹھا کر لے چلو۔ کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے"۔ یہ بنی کی آواز تھی۔

"یس باس!" جواب ملا۔ پھر مجھے اٹھا لیا گیا۔ شاید ہمیں اسٹریچر پر ڈالا گیا تھا اور پھر وہ لوگ ہمیں لے کر کمرے سے باہر نکل آئے۔ نہ جانے کتنا سفر طے کیا گیا اور پھر اسٹریچر رکھ دیے گئے۔ اس کے بعد انہیں گاڑیوں میں رکھا گیا اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر چل پڑیں۔ میں نے آنکھوں میں باریک سی جھری پیدا کی اور ماحول کا جائزہ لیا۔ وین میں تاریکی تھی۔ اس لیے آنکھیں کھولنے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ بڑی اور اونچی وین تھی جس میں تلے اوپر اسٹریچر رکھے ہوئے تھے۔ میرا اسٹریچر شاید سب سے اوپر تھا۔ کیونکہ وین کی چھت زیادہ دور نہیں تھی۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو چار آدمی نظر آئے۔ وہ خاموش بیٹھے تھے۔

میں نے گہری سانس لی۔ خاموشی سے سفر مناسب تھا۔ کسی قسم کی کوئی حرکت حماقت ہی ہو سکتی تھی۔ دیکھنا تھا کہ بنی کیا کرنا چاہتی ہے۔ ویسے بھی اب میں زیادہ طاقتور نہیں تھا اور پھر جب یہ مدد خود بخود مل گئی ہے تو اسے کیوں ٹھکرایا جائے۔ بنی جہاں تک چلا سکے' اس کے بعد جب وہ اسے ایک پوائنٹ پر پہنچائے گی جہاں ان دونوں کا اثر کم ہو گا تو پھر میں خود کچھ کروں گا۔ اس لیے میں نے خاموشی ہی اختیار کی۔

وین کا سفر کافی طویل اور تھکا دینے والا تھا۔ اچھا ہی ہوا کہ ان دونوں کو بے ہوش کر دیا گیا تھا ورنہ وہ ضرور گڑ بڑ کرتے۔

بالآخر سفر ختم ہو گیا۔ گاڑیاں اب ایک ایسا راستہ طے کر رہی تھیں جو شاید ریتلا تھا کیونکہ ان کی رفتار بہت سست تھی اور انجن کافی زور لگا رہا تھا اور پھر وہ رک گئیں۔ پچھلا دروازہ کھلا تو لہروں کا شور سنائی دیا۔ گویا سمندر کا کنارہ تھا۔

چند ساعت کے بعد بنی کی آواز سنائی دی "اتارو" ممکن ہے وہ وین کے اگلے حصے میں بیٹھی ہو۔ اسٹریچر اتارے گئے اور مجھے صاف اندازہ ہو گیا کہ ہمیں کسی اسٹیمر میں اتارا گیا ہے۔

ہوں۔ تو کوئی لمبا سفر۔ میں نے سوچا۔ بہرحال یہ بات میں جانتا تھا کہ بنی گھر کا بھیدی ہے۔ مکلینو کے ہتھ کنڈوں سے میں تو واقف نہیں تھا لیکن بنی ضرور جانتی ہو گی کہ کہاں اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا جا سکتا ہے اور وہ اسی پر عمل کر رہی ہو گی لیکن اس نے واقعی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اس نے ہمیں بے ہوش کرنے کی اسکیم سے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس طرح اس کے بارے میں کوئی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس کی کوئی ملی بھگت بھی ہو سکتی ہے اور وہ دل میں کوئی اور ارادہ بھی رکھتی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر کا سفر شروع ہو گیا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ خاصا کشادہ کیبن تھا۔ اس سے اندازہ ہوا تھا کہ اسٹیمر کافی بڑا ہے۔ بہرحال اس وقت اس کیبن میں ہم تینوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر دروازے کی طرف دیکھا۔ یقیناً" وہ باہر سے بند ہو گا۔ اگر کھلا بھی ہوتا تو مجھے کیا۔ ذہن پر بیزاری سی سوار تھی۔ سوچا کہ آنکھیں بند کر کے سو جاؤں۔ اس سے تو یہ دونوں ہی اچھے تھے جو گہری بے ہوشی کا شکار تھے۔ رات تو سکون سے گزر جائے گی۔ مجھے تو نیند آنا بھی مشکل تھی۔

کیبن کے دروازے پر آہٹ سن کر میں نے گردن گھمائی اور پھر بنی کو دیکھ کر میں نے طویل سانس لی تھی۔ بنی نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور میرے پاس پہنچ گئی۔

"نواز!" اس نے پیار سے میرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آواز دی۔

"ہوں"

"بور ہو رہے ہو؟"

"تم خود اندازہ لگا لو" میں نے آہستہ سے کہا۔

"سوری ڈارلنگ۔ میری خاطر تھوڑی سی تکلیف اٹھا لو۔ مجھے احساس ہے کہ تمہیں کس قدر کوفت ہو رہی ہو گی" بنی نے ملتجی لہجے میں کہا اور اسٹریچر کے قریب بیٹھ گئی۔

"کوئی بات نہیں ہے بنی۔ میں جانتا ہوں یہ سب کچھ تم میرے لیے ہی تو کر رہی ہو" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے لیے نہیں نواز' اپنے لیے" بنی نے جواب دیا۔

"شکریہ بنی!"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ڈارلنگ" وہ میرے چہرے پر جھک گئی۔ اس کا چشمہ ناک پر سرک آیا تھا۔ میں نے اسے درست کر دیا۔

"اسٹیمر کا سفر کتنا طویل ہے بنی؟"

"تقریباً" سولہ گھنٹے کا سفر ہے" بنی نے جواب دیا۔

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"دراصل اسٹیمر پر کل تئیس آدمی ہیں۔ ان میں سے چند افراد تو میرے بھروسے کے ہیں لیکن کچھ اجنبی ہیں۔ یہ لوگ مکلینو کے غلام تو ضرور ہیں لیکن میں نہیں جانتی کہ ہوریشو کا ان پر کتنا اثر ہے۔ اس لیے میں تھوڑی سی احتیاط برت رہی ہوں"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا یہ سولہ گھنٹے اس اسٹریچر پر گزارنے پڑیں گے؟"

"میرا خیال ہے----- مگر ٹھہرو----- دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے" بنی نے جملہ پورا نہیں کیا۔

"کیا مطلب؟"

"تم برا تو نہیں مانو گے اگر تمہارے ہاتھ باندھ دیے جائیں؟"

"بنی! مجھے حقیقت معلوم ہے اور میں تم سے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں"۔

"تب ٹھیک ہے۔ بس تھوڑی دیر رک جاؤ۔ کم از کم تمہیں بوریت تو نہیں ہو گی"۔

"اوکے بنی!" میں نے گردن ہلائی۔ "ہاں یہ لوگ کتنی دیر بے ہوش رہیں گے؟"

"تمہارے ساتھی؟"

"ہاں!"

"دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں"۔

"تب ایک بات کو ذہن میں رکھنا بنی۔ میں نے ان لوگوں کو کچھ نہیں بتایا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ وہی رویہ رکھنا"۔

"یہ بھی عمدہ بات ہے" بنی نے کہا۔ "ویسے اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے' میرا خیال ہے یہ تمہارا ساتھی نہیں ہے؟" بنی نے گولڈ مین کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔ یہ میرا ساتھی ہے"۔

لیکن پہلے تو۔ پہلے تو یہ تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے اس وقت جب تم ریتو کی حیثیت سے تھے اور اس کے بارے میں' میں نے سنا ہے کہ یہ کوئی کیمپ چلاتا تھا"۔

"ہاں۔ اس نے تمہارے ایک آدمی ایڈگر کو قتل کیا تھا۔ میرے لیے۔ اس کے علاوہ اس نے ہر موقع پر میرا ساتھ دیا۔ اب میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا"۔

"اوہ!" بنی کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اس سے کم از کم ایک اندازہ تو ہوا!"

"کیا؟"

"تم اپنے دوستوں کو بھولتے نہیں"۔

"ہاں بنی' دوستوں کو بھولنا نہیں چاہیے"۔

"اور دشمنوں کو؟"

"جو خود سے کمزور ہوں' انہیں یاد رکھنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور جو خود سے طاقتور دشمن ہوں انہیں بھولنا حماقت ہے"۔

"اچھا اصول ہے"۔

"ہاں بنی! اصول اچھے ہی ہوتے ہیں"۔

"اب میں جاؤں ڈیر۔ بس تھوڑی دیر اور---- آہ---- پلیز---- میرے لیے----" بنی پھر جھکی اور اس نے میرے ہونٹوں کو الوداعی بوسہ دیا اور باہر نکل گئی۔

بنی کے بارے میں، میں اب پورے وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ وہ ہاتھ میں آ گئی ہے۔ گویا اس طرف سے بے فکری ہو گئی تھی۔ وہ یقینی طور پر کوئی ایسا کام کر دکھائے گی جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو گا۔ گئے چند گھنٹے تو انہیں گزارنا مشکل کام نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ اسٹیمر کے کیبن میں آئے۔ میں نے ابھی ہوش میں آنا مناسب نہیں سمجھا تھا اس لیے آنکھیں بند کر کے لیٹا رہا اور ان لوگوں نے سردارے اور گولڈ مین کے علاوہ میرے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیے۔ کم بختوں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی اور ہاتھ کافی کس کر باندھے گئے تھے اور پھر چلے گئے۔ گویا پہلا مرحلہ طے ہو گیا تھا۔

سردارے اور گولڈ مین ہوش میں آ رہے تھے۔ میں نے گولڈ مین کی دھاڑ نما کراہ سنی اور پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہائیں---- کک---- کیا زلزلہ---- ارے---- زمین ہل رہی ہے" اس نے بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔ شاید اس پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے آواز دی۔

"ہائیں۔ تم بھی موجود ہو لیکن میں سیدھا کیسے ہوں؟" گولڈ مین کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"جس پوزیشن میں ہو تکلیف محسوس کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تکلیف؟ نہیں، کوئی خاص تو نہیں"۔

"تو پھر آرام کرو کیونکہ میرے بھی ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔

"لل---- لیکن مسٹر میگوئن! کیا آپ کو زمین ہلتی ہوئی نہیں محسوس ہو رہی؟ یہ صورت حال خوفناک ہے"۔

"زلزلہ اتنی دیر تک نہیں آتا گولڈ مین اور پھر اگر یہ زلزلہ ہوتا تو اب تک عمارت کا حساب کتاب ہو چکا ہوتا"۔

"کک---- کیا مطلب؟" گولڈ مین نے کہا۔

"مطلب مجھے بھی سمجھانا باس۔ میں بھی جاگ گیا ہوں" سردارے کی آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گولڈ مین انتہائی تن و توش کا ایک دلیر انسان تھا لیکن اس کی آواز میں جو لرزش تھی، اس کے خوفزدہ ہونے کی نشانی تھی جبکہ سردارے کی آواز میں صرف مزاح کا عنصر تھا۔ زندگی سے یہ بے خوفی اس کی شخصیت کو انتہائی عجیب بنا کر پیش کرتی تھی اور مجھے اس بات سے خوشی تھی۔

"تمہاری کیا پوزیشن ہے سردارے؟"

"الحمدللہ منہ چھت کی طرف ہے اور ہاتھ نہ جانے کہاں ہیں۔ مجھے تو نظر نہیں آ رہے ہیں؟"

"کیا تمہیں بھی زمین ہلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے؟"

"زمین کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا چیف لیکن میرا خیال ہے میں ضرور ہل رہا ہوں"۔

"اوہ کیا اندازہ ہے؟"

"ہم پانی پر ہیں باس" سردارے نے جواب دیا۔

"سنا تم نے گولڈ مین۔ کیا تم میرے ساتھی کی بات سے متفق ہو؟" میں نے پوچھا لیکن گولڈ مین کی آواز نہیں سنائی دی۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے پکارا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے مسٹر میگوئن۔ بس یہ سوچ رہا ہوں کہ اتنی سی بات میری سمجھ میں کیوں نہیں آ سکی" گولڈ مین آہستہ سے بولا۔

"مگر چیف! ہم کسی جہاز میں ہیں کیا؟"

"ممکن ہے"۔

"اور یہ جہاز ٹمبکٹو جا رہا ہے؟"

"اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"کچھ تو کہا ہی جانا چاہیے۔ میرا خیال ہے اس بار تم بری طرح ناکام رہے ہو" سردارے کی زبان اب کہاں خاموش رہ سکتی تھی۔ لیکن بولتے رہنے میں زندگی تھی اور پھر ایسے موقعے پر، سردارے کی آواز اچھی معلوم ہو رہی تھی۔

"کس سلسلے میں سردارے؟"

"لونڈیا تمہارے چکر میں نہیں آئی"۔

"اس میں قصور کس کا ہے سردارے، لونڈیا کا یا میرا؟"

"ہاں۔ بے وقوف ہی معلوم ہوتی ہے استاد، مگر ہم اس جہاز پر کیسے آ گئے؟"

"کافی پی تھی" میں نے کہا۔

"ارے اس کافی کا بیڑہ غرق۔ استاد میرا خیال ہے اب کافی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی جائے"۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے سردارے۔ کافی نہ سہی اور کچھ سہی"۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور پھر خاموشی چھا گئی اور پھر دروازہ کھلا اور چند لوگ اندر داخل ہو گئے۔

"بھائیو۔ تم جو کوئی بھی ہو، مجھے سیدھا کر دو۔ تمہارا احسان مند رہوں گا" گولڈ مین نے کہا۔

ارے مگر تم الٹے کس طرح ہو گئے؟" کسی نے پر مزاح لہجے میں کہا۔

"بس تقدیر نے الٹا کر دیا ہے" گولڈ مین نے کہا۔

"تب پیارے بھائی، ہم تقدیر کا لکھا نہیں مٹا سکتے" جواب ملا اور مجھے غصہ آ گیا لیکن میں نے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔

پھر کوئی میرے پاس پہنچ گیا "مسٹر ریتو کیا تم ہوش میں ہو؟"

"ہاں!" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تب باس نے تمہیں طلب کیا ہے"۔
"اس وقت کیوں۔ کیا یہ رات نہیں ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"اوہ۔ تم بھول رہے ہو۔ تم قیدی ہو اور قیدیوں کے لیے دن اور رات کا تعین نہیں ہوتا" آ
والے نے کہا۔
"اٹھاؤ مجھے" میں نے کہا اور دو آدمیوں نے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ تب میں نے گولڈ مین او
سردارے کی طرف دیکھا۔ گولڈ مین واقعی بری پوزیشن میں پڑا ہوا تھا۔
"اسے سیدھا کر دو" میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے شخص سے سرد لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب؟" سامنے کھڑے ہوئے شخص کو شاید میرا لہجہ ناگوار گزرا تھا۔
"تم سیدھا کرنے کا مطلب نہیں سمجھتے؟" میں نے اسی لہجے میں کہا۔
"لہجہ سنبھالو" اس نے غرا کر کہا اور دوسرے لمحے میرے سر کی ٹکر اس کے منہ پر پڑی اور اس کے
حلق سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے وہ منہ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لوگ چیختے ہوئے میری
طرف لپکے تھے اور انہوں نے مجھے دونوں طرف سے جکڑ لیا۔
"مارو" ان میں سے ایک نے کہا۔
"ٹھہرو" دوسرا فوراً بولا "باس کی مرضی کے بغیر یہ مناسب نہیں ہے لیکن فکر مت کرو ہم اسے
چھوڑیں گے نہیں۔ مارکر، تم جوزف کو سنبھالو، میں اسے لے کر چلتا ہوں" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے
دروازے کی طرف گھسیٹنے لگا۔
"اگر تم نے اسے سیدھا نہ کیا تو میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا" میں نے کہا اور ان لوگوں سے
نمٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ شخص مجھے گھورنے لگا۔ نہ جانے اس نے میری آنکھوں میں کیا پایا کہ اس کی
پلکیں جھک گئیں۔
"یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے، اسے سیدھا کر دو"۔
"جینٹ! تم نے جوزف کو نہیں دیکھا، اس کے سخت چوٹ آئی ہے" مارکر نے بگڑے ہوئے لہجے
میں کہا۔
"کیا تم بنی باس کی مرضی کے بغیر کچھ کرنا چاہتے ہو؟" جینٹ نے کہا۔
"لیکن ------"
"جتنی دیر کر رہے ہو، اس کے ذمہ دار تم ہو گے"۔
"اور سنو ------ اگر تم نے ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی غلط سلوک کیا تو اس کی تمام ذمہ
داری تم پر ہوگی۔ جو کچھ ہو گا، اچھا نہ ہو گا" میں نے کہا۔
"ہاں ہاں۔ تم چلو تو سہی" جینٹ نے کہا لیکن میں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلا جب تک
گولڈ مین کو میرے سامنے سیدھا نہیں کر دیا گیا۔ پھر میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔
"بنی اسی لباس میں ملبوس تھی۔ وہ پائلٹ کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کونے میں ایک گرانڈیل
شخص کھڑا ہوا تھا۔ جس کی داڑھی کافی لمبی تھی۔ وہ شخص جسامت سے بے حد طاقتور معلوم ہوتا تھا۔ دو
آدمی اس کے ساتھ موجود تھے۔

مجھے لانے والے کیبن میں داخل ہو گئے اور بنی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔
"ہم قیدی ضرور ہیں مس بنی لیکن کیا آپ نے ان لوگوں کو تشدد کی اجازت دے دی ہے؟" میں
نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔
"کیا مطلب؟" بنی چونک کر کھڑی ہو گئی۔
"اس نے جوزف کو زخمی کر دیا ہے مادام۔ میرا خیال ہے جوزف کو کافی چوٹ آئی ہے" جینٹ
آگے بڑھ کر بولا اور بنی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ جینٹ کے نزدیک آئی اور پھر اس نے
جینٹ کا گریبان پکڑ لیا۔
"اس کی نوبت کیوں آئی؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔
"وہ ---- باس ---- زیادتی اسی نے کی تھی"۔
"کیا زیادتی کی تھی؟" بنی کا لہجہ بے حد خراب تھا۔
"میرے آدمیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک لڑھک گیا۔ میں نے اس سے
صرف یہ کہا تھا کہ اسے سیدھا کر دیا جائے۔ یہ مذاق اڑانے لگے اور میں برداشت نہیں کر سکا" میں نے کہا۔
"اور اس نے جوزف کے منہ پر ٹکر مار کر اسے سخت زخمی کر دیا"۔
"مذاق جوزف نے اڑایا تھا؟" بنی بولی۔
"ہاں باس!" جینٹ نے خود کو خطرے میں پا کر گلو خلاصی کی کوشش کی۔
"مجھے خطرہ ہے مس بنی کہ وہ لوگ میرے ساتھیوں کے ساتھ برا سلوک نہ کر رہے ہوں"۔
"گرانٹ!" بنی نے داڑھی والے کو مخاطب کیا اور ساکت کھڑا شخص کسی مشین ہی کی طرح متحرک
ہو گیا۔ وہ بنی کے پاس پہنچ گیا۔
"قیدیوں کے کیبن میں جاؤ اور اگر ان لوگوں نے کوئی بدتمیزی کی ہو قیدیوں کے ساتھ تو انہیں سزا
دو۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے؟"
"یس باس!" گرانٹ نے جواب دیا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔
"اوہ تم ------ کان کھول کر سن لو۔ میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ ورنہ
تمہاری لاشیں سمندر میں ہوں گی اور مچھلیوں کے لیے عمدہ خوراک مہیا ہو جائے گی سمجھے!"
یس مادام!" جینٹ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔
"دفعان ہو جاؤ!" بنی دہاڑی اور جینٹ اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ تب بنی میری طرف
دیکھ کر بولی "میں آپ سے بھی تعاون کی خواہش مند ہوں مسٹر ریتو!"
"اوہ مس بنی! میں نے آنے میں تعرض نہیں کیا تھا" میں نے جواب دیا۔
"تم دونوں باہر جاؤ۔ میں مسٹر ریتو سے گفتگو کروں گی" اس نے باقی آدمیوں سے کہا اور وہ دونوں
بھی خاموشی سے باہر نکل گئے۔ بنی چند ساعت خاموش رہی اور پھر دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے
دروازہ کھول کر باہر دیکھا اور پھر میرے قریب پہنچ گئی۔
"سوری ڈیر نواز! تم نے محسوس تو نہیں کیا؟"
"ارے نہیں بنی ڈارلنگ، مجھے اندازہ ہے"۔

"لیکن میں بہت خوش ہوں"۔

"کس بات پر؟"

"یہ تم نے شاندار حرکت کی ہے اس سے ان لوگوں کے ذہن میں کوئی شک نہیں پیدا ہوگا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ تم جھلائے ہوئے ہو"۔

"اوہ!" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کے علاوہ اب کوئی تم سے یا تمہارے ساتھیوں سے بدتمیزی بھی نہیں کرے گا"۔

"ہاں یہ تو ہے بنی' لیکن کیا وہ تمہارے رویے کی نرمی نہیں محسوس کریں گے؟"

"میں نے بات بنالی ہے" بنی مسکراتی ہوئی بولی۔

"وہ کس طرح؟"

"میرے خاص آدمیوں کو' میرا مطلب ہے ان لوگوں کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ میں کامیابی کے نزدیک ہوں۔ تم لوگوں سے مکلینو کی دولت کا پتہ چل گیا ہے اور اب میں اسے حاصل کروں گی۔ تمہاری موت تو منافع میں ہے' دولت بھی حاصل ہو جائے گی"۔

"اوہ!" میں نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔

"میں نے کہا ہے کہ میں نرم رویے سے کام نکال رہی ہوں۔ یوں تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ میرے خلاف کوئی کام کرے لیکن کہہ نہیں سکتی کہ کون ہوریشو سے کتنا قریب ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہوریشو کم بخت ہی ان سب کو کنٹرول کرتا ہے۔ مکلینو کی بیٹی کی حیثیت سے میں ان سب کے لیے ایک بڑی حیثیت رکھتی ہوں لیکن یہ بات پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتی کہ کون دل سے اس کا وفادار ہے' سوائے چند لوگوں کے جن میں گرانٹ شامل ہے"۔

"ٹھیک ہی ہے بنی' میں اس دوران تمہاری کسی بات کا شکوہ نہیں کروں گا۔ مصلحت بہرحال ایک حیثیت رکھتی ہے"۔

"تھینک یو ڈیر!" بنی نے کہا۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی "میں مانتی ہوں مسٹر نواز کہ تم ایک انوکھی حیثیت کے حامل ہو۔ تم وہ کام کرتے ہو جس کی لوگ توقع نہیں رکھتے اور پھر اس کے باوجود تم کامیابی حاصل کر لیتے ہو۔ لیکن مکلینو کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے کسی حد تک میں اس کے ذہن کو سمجھتی ہوں اور انہی لائنوں پر کام کرنا چاہتی ہوں جن کے بارے میں مکلینو نہ سوچ سکے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ ان لوگوں کا پروگرام کیا تھا؟"

"تم بھی نہیں بتاؤ گی بنی ڈارلنگ؟"

"میں بتا چکی ہوں کہ مکلینو اس دولت کے لیے زیادہ متفکر نہیں ہے جو تمہارے پاس پہنچ گئی ہے لیکن اس پورے سال میں مجموعی طور پر بیرونی ممالک میں اتنے نقصانات نہیں ہوئے جتنے تمہاری تنہا ذات سے پہنچے ہیں۔ مال کا عظیم الشان ذخیرہ تباہ ہوا اور پھر اتنی بڑی دولت ہاتھ سے نکل گئی۔ بلاشبہ یہ پورے سال بلکہ آئندہ کئی سالوں کا ملا جلا خسارہ ہے لیکن بدبختی یہ ہے کہ اس کی اطلاع سب کو مل چکی ہے۔ مکلینو اپنی ذات میں شہنشاہ ہے۔ وہ ان باتوں کو بہت محسوس کرتا ہے چنانچہ یہ اس کی انا کا سوال ہے۔ مال تو ضائع ہو چکا ہے لیکن وہ دولت نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ہوریشو کو بھی یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ تمہیں قتل کر

دے۔ تم سے بہرحال دولت کا پتہ ملنا چاہیے تھا۔ جس کے لیے طے یہ کیا گیا ہے کہ تمہیں جس حد تک ہو سکے زچ کیا جائے اور وعدہ کیا جائے کہ اگر تم دولت واپس کر دو تو تم سے مزید کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا اور یہ وعدہ پورا بھی کیا جاتا"۔

"اوہ! وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں آزاد کر دیا جاتا۔ لیکن جب تم باہر نکلتے تو انٹرپول تمہارے استقبال کے لیے تیار ہوتی"۔

"اوہ۔ خوب!" میں نے گہری سانس لی۔

"لیکن حالات خاصے بگڑے ہوئے ہیں"۔

"وہ کیسے؟"

"ہوریشو نے اس بات کو اپنی توہین سمجھا کہ وہ ایسی سودے بازی کرے۔ اس نے مکلینو سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد وہ تم سے معلومات حاصل کر لے گا۔ اگر وہ ناکام رہا تب سودے بازی کرے گا۔ مکلینو نے اسے ایک مخصوص مدت کی مہلت دی تھی"۔

"لیکن ہوریشو کے تو انداز بدلے ہوئے تھے"۔

"وہ جھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا اور پھر تم نے جن لوگوں کو قتل کر دیا' ہوریشو ان پر ناز کرتا تھا۔ میرا خیال ہے اس کے لیے بھی یہ اتنی ہی بڑی چوٹ ہے جتنی مکلینو کے لیے"۔ بنی نے جواب دیا۔

"ہوں' لیکن کیا ہوریشو' مکلینو کی ناراضگی مول لے سکتا ہے؟"

"امکانات تو نہیں ہیں لیکن بہرحال وہ بھی پاگل ہے اور خود کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکی ہوں"۔

"ٹھیک ہے بنی۔ دل تو چاہتا ہے کہ تم سے پوچھوں کہ اب تمہارا پروگرام کیا ہے لیکن بہرحال میں تمہارے خلوص پر یقین رکھتا ہوں اور اس خیال سے خاموش ہوں کہ کہیں تم اسے بے اعتباری نہ تصور کرو"۔

"اوہ نہیں نواز اب یہ قصے کہاں رہ گئے"۔

"میں نہیں سمجھا؟"

"میں نے اگر تمہیں کچھ نہیں بتایا تو اس میں کوئی خاص وجہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بس میں چاہتی تھی کہ پہلے کچھ کر لوں اس کے بعد تمہیں بتاؤں"۔

"میں کچھ کرنے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میرے اندر یہ تبدیلی آئی ہے نواز' پہلے میں جو کام کرتی تھی' سوچتی تھی کہ صرف میں ہی اسے کر سکتی ہوں کسی دوسرے کی مدد کو میں اپنے لیے گالی تصور کرتی تھی لیکن اب......"

"میں پھر بھی تمہیں مجبور نہیں کروں گا بنی۔ اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو"۔

"دراصل نواز۔ یہ بات تمہیں کئی بار بتا چکی ہوں کہ میں مکلینو کو سمجھتی ہوں"۔

"ہاں مجھے اعتراف ہے۔ ظاہر ہے تم اس کا خون ہو"۔

"میں وہ کرنا چاہتی ہوں جو اس کے ذہن میں نہیں ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے بارے میں جو معلومات اس کے پاس ہیں' ان سے اس نے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تم سیاحت کے بھی شوقین ہو۔ تم نے پشاور سے سفر شروع کیا ہے اور ایک مخصوص پٹی پر آگے بڑھ رہے ہو"

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا ویسے مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ مکلینو نے میرے اوپر کافی کام کیا ہے۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"ہاں۔ ٹھیک ہے بنی" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"مکلینو کا اندازہ ہے کہ تم آگے بڑھ جاؤ گے۔ خواہ کچھ بھی ہو تم آگے ہی بڑھو گے۔ اگر تم کسی طرح اس کے ہاتھ سے نکل جاتے تو وہ تمہیں آگے ہی تلاش کرتا"۔

"بہت خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے انداز میں اعتراف تھا۔

"میں نے بس اتنی سی تبدیلی کی ہے کہ میں تمہیں آگے نہیں لے جاؤں گی۔ ہم وہاں سے واپسی کا سفر کریں گے اور ایک مخصوص جگہ پہنچ جائیں گے"۔

"اوہ۔ ویری گڈ! اچھا آئیڈیا ہے بنی مگر کہاں جاؤ گی؟" میں نے کہا۔ درحقیقت بنی کا یہ آئیڈیا مجھے بے حد پسند آیا تھا۔

"ہم پن ہاک چل رہے ہیں۔ پن ہاک ایک جزیرہ ہے جو مکلینو کی ملکیت ہے۔ اس جزیرے پر نمک بنایا جاتا ہے۔ نمک کی صنعت کا مالک مکلینو ہے۔ وہ ایک صنعت کار کی حیثیت سے بھی مشہور ہے۔ تمہیں شاید تعجب ہو کہ اس جزیرے کا نمک خوبصورت پیکنگ میں پورے یورپ میں فروخت ہوتا ہے"۔

"بہت خوب!" میں نے گردن ہلائی۔

"پورے جزیرے پر نمک کی فیکٹریاں پھیلی ہوئی ہیں لیکن پورے جزیرے میں ہی انڈر گراونڈ اسٹورز پھیلے ہوئے ہیں جن میں اربوں روپے کی منشیات موجود ہیں"۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے مگر تم اس جزیرے پر کیوں چل رہی ہو بنی؟"

"یہ بھی میری ایک چال ہے۔ مکلینو کے ہیلی کاپٹر جزیرے پر آتے رہتے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے علاوہ جزیرے پر میرے چند ایسے وفادار موجود ہیں جو میرے کسی بھی حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہیں۔ میں ان پر پورا بھروسہ کرتی ہوں۔ بلاشبہ وہ میرے کام آئیں گے"۔

"ہیلی کاپٹر سے تم کہاں جاؤ گی؟"

"واپس سوئیڈن ڈنمارک اور پھر جرمنی کے راستے ہالینڈ۔ یہ میرا پروگرام ہے۔ ہالینڈ پہنچنے کے بعد پھر کارڈ تمہارے ہاتھ میں ہوگا"۔

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔ بنی کا پروگرام مجھے واقعی بے حد پسند آیا تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ یہ سارے کام اسی انداز میں ہو جائیں جس طرح بنی چاہتی ہے۔

ہم لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ گرانٹ نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور بنی نے اسے اجازت دے

دی۔

"میں نے دونوں کو ٹھیک کر دیا ہے باس" گرانٹ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"قیدیوں کو دھمکیاں دے رہے تھے' بلکہ مار پیٹ پر آمادہ تھے۔ میں نے دونوں کو ناک آؤٹ کر کے ان کے کیبن میں ڈال دیا ہے"۔

"اوہ۔ بہت اچھا کیا گرانٹ۔ بہرحال تمہاری ذمے داری ہے حالات پر نگاہ رکھو۔ کوئی گڑبڑ دیکھو تو میری اجازت کی ضرورت مت محسوس کرنا۔

"ایسے احکامات مجھے بہت پسند آتے ہیں باس" گرانٹ نے خوش ہو کر کہا اور پھر بنی سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔ بنی کچھ سوچ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر وہ اٹھی اور اس کیبن کے پارٹیشن سے گزر کر دوسری طرف چلی گئی جہاں کنٹرول روم تھا۔ کنٹرول روم میں دو آدمی موجود تھے جن کی باتوں کی آواز کئی بار آچکی تھی۔ لیکن شاید وہ ہماری آوازیں نہیں سن سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بنی واپس آگئی۔ پھر اس نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"سولہ گھنٹے ہمیں ایک دوسرے سے الگ رہ کر گزارنے ہوں گے نواز' حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے لیکن کچھ مجبوریوں کو مدنگاہ رکھنا پڑتا ہے"۔

"مجھے احساس ہے بنی"۔

"لاؤ ہاتھ کھول دوں تمہارے" اس نے کہا۔

"سوچ لو بنی۔ مجھے اعتراض نہیں ہے"۔

"اوہ۔ نہیں میری جان۔ نہ جانے کیوں میں اتنی محتاط ہو گئی ہوں' ورنہ میں کسی کی پرواہ کم ہی کرتی ہوں۔ بات شاید تمہاری ہے۔ اگر اس کا تعلق صرف میری ذات سے ہوتا تو میں جوتے کی نوک پر مارتی"۔

"احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن بہرحال اب یہ کسی طور گوارہ نہیں ہے کہ تم میرے سامنے اس حالت میں رہو۔ میں یہ خطرہ مول لے رہی ہوں" بنی نے میرے پیچھے پہنچ کر میرے ہاتھ کھول دیے۔ اب میرا بھی فرض تھا کہ میں اس کا شکریہ ادا کروں۔ چنانچہ میں نے اسے بھینچ کر اس کا پرجوش بوسہ لیا اور بنی سرشار ہو گئی۔

"زندگی میں شاید دو چار بار ہی میرے ذہن میں کسی مرد کا خیال آیا ہے۔ اس خیال کی کوئی حیثیت یوں نہیں ہے کہ میں بعد میں اس نتیجے پر پہنچتی تھی کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں کسی کی برتری تسلیم کروں۔ اس طرح یہ خیال میرے ذہن سے نکل جاتا تھا لیکن نواز' تمہاری زندگی کا ساتھی بن کر میں دعویٰ کرتی ہوں کہ میں ایک اچھی عورت ثابت ہوں گی"۔

"میرے بارے میں کیا جانتی ہو بنی؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارے بارے میں نواز؟" بنی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں بنی! تمہارے خیال میں مکلینو کی دولت میرے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس خیال میں مت رہنا بنی۔" سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں آج بھی راجہ نواز اصغر کے نام لاکھوں روپے کا سود جمع ہوتا

ہے"۔

"اوہ۔ وہ کس طرح؟"

"غلام سیٹھ کا نام سنا ہے کبھی؟"

"ہاں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ تم اس کے اہم رکن تھے"۔

"اس نے میرا کمیشن براہ راست سوئٹزر لینڈ میں جمع کرایا ہے"۔

"ویری گڈ! لیکن نواز تم نے مکلینو کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟"

"میں چڑ گیا تھا اس سے۔ اس نے مجھے ایک حقیر انسان سمجھا تھا اور اہانت آمیز انداز میں پیش آیا تھا"۔

"ارے۔ میں نے تو سنا ہے کہ اس نے تمہیں بہت پسند کیا تھا اور اسی پسندیدگی کی بنا پر ایک خصوصی اعزاز دے کر تمہیں روانہ کیا تھا"۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اب کسی کی ملازمت نہیں کر سکتا۔ میں بذات خود ایک ناقابل تسخیر قوت ہوں اور اپنے بارے میں اب بھی میرا یہی خیال ہے بنی"۔

"مجھے یقین ہے" بنی نے کہا اور اس کے بعد بنی نے رات میرے سینے سے لگے لگے گزار دی۔ وہ بھی ساری رات ہی جاگتی رہی تھی۔ صبح کو میں اس کیبن سے نکل آیا اور اپنے کیبن میں پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ کھلے دیکھ کر سردارے نے گردن ہلائی۔

"دیر آید درست آید باس۔ بہرحال اسے عقل آ گئی"

"کسے؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"بنی کی بات کر رہا ہوں"۔

"کیا اس نے تمہیں اطلاع دی ہے کہ اسے عقل آ گئی ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تمہارے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں باس"

"تم ان فضول باتوں میں اپنی قیمتی ذہانت مت صرف کیا کرو سمجھے"۔

"تو پھر ہمارے ہاتھ بھی کھلوا دو باس"۔

"تھوڑی دیر صبر کرو" میں نے کہا۔ گولڈ مین خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا اور پھر میں ایک بستر پر لیٹ گیا"۔

"ساری رات جاگتے رہے ہو استاد؟" سردارے پھر بولا۔

"زہر لگ رہی ہے تمہاری آواز"

"اوہ۔ تب یقین آ گیا۔ خوبصورت راتیں گزارنے کے بعد انسان چڑچڑا نہیں ہوتا مگر تعجب کی بات ہے۔ وہ منہ زور گھوڑی دوسری رات بھی-----" سردارے ایک دم خاموش ہو گیا۔ ایک لمبی تڑنگی لڑکی کمرے میں آئی تھی۔ تنہا تھی اور چہرے پر خوشگوار تاثرات تھے لیکن سردارے کی آواز اچانک بند ہو گئی تھی۔ وہ منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بمشکل کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

"مجھے معاف کر دینا خاتون لیکن کیا میں آپ کی نیلی پتلون کے بارے میں معلوم کر سکتا ہوں؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی؟" لڑکی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"نیلی پتلون ران کے پاس سے پھٹی ہوئی ہے"۔

"پلیز۔ میں کچھ نہیں سمجھی؟" لڑکی اب کسی حد تک پریشان ہو گئی تھی۔

"سردارے! کیا بکواس ہے؟" میں نے سرزنش کی۔

"آنکھیں پھوڑ لوں گا استاد۔ کیا تمہارے خیال میں اب یہ اس قابل بھی نہیں رہیں کہ اس نیلی پتلون کو بھی نہ پہچان سکیں جو ذہن سے چپکی ہوئی ہے" سردارے نے کہا۔

"وہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جتنے فیصد ہو سکتی ہے' وہی ہے"۔

"لیکن تمہارا اندازہ ٹھیک ہے کیا؟"

"آہم۔ لیکن استاد۔ خدا کی قسم کچھ کرو ورنہ-----" سردارے گردن پٹختا ہوا بولا۔ لڑکی کسی حد تک نروس ہو گئی تھی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے مس۔ دراصل یہ آپ سے شناسائی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس نے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہے۔ کیا آپ نے پہلے ہم لوگوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ مسٹر ہوریشو کے ساتھ' جب آپ گرفتار ہوئے تھے"۔

"تب ٹھیک ہے۔ یہ اس وقت سے آج تک آپ کو نہیں بھول سکا"۔

"اوہ!" لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دن رات آپ کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ اس کی دلی خواہش پوری ہوئی ہے۔ کہتا تھا پوری زندگی میں صرف ایک بار اور آپ کو دیکھ لے تو خوشی سے مرنے کو تیار ہے"۔

"مم۔ مجھے مس بنی نے بھیجا ہے" لڑکی نے کہا۔

"فرمائیے کیا کام ہے؟" میں نے بڑی شرافت سے پوچھا۔

"وہ کوئی خاص کام تو نہیں۔ مس بنی نے حکم دیا تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھ کھول دیے جائیں" لڑکی نے جواب دیا۔

"تب تکلف کیا ہے۔ آپ ان کے ہاتھ کھول دیں" میں نے جواب دیا اور لڑکی نے گردن ہلا دی۔ لیکن پہلے اس نے گولڈ مین کے ہاتھ کھولے تھے اور پھر وہ سردارے کی طرف بڑھی۔ اس نے سردارے کے دونوں ہاتھ کھول دیے تھے۔

سردارے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ لیکن اس نے لڑکی سے کچھ نہ کہا اور لڑکی واپسی کے لیے مڑی۔

"سنو!" میں نے اسے پکارا اور وہ رک گئی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"نوئیل براؤنسن!" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مس براؤنسن۔ تھینک یو" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ تب میں سردارے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "کیا تمہیں اس سے عشق ہو گیا ہے سردارے؟"

"لعنت بھیجو باس۔ اب وہ کسی رنگ کی پتلون پہن کر آئے' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

سردارے منہ بنا کر بولا۔

"ارے کیوں؟"

"اس لانچ پر موجود لڑکیوں میں شاید عشق کے جراثیم ہی نہیں ہیں"۔

"لیکن تم ہر جگہ رومانس کی تلاش میں سرگرداں ہی کیوں رہتے ہو سردارے؟"

"ایک بات مسلسل ذہن میں چبھ رہی ہے باس۔ تمہیں سردارے کی قسم' یہ کانٹا ذہن سے نکال دو"۔

"بکو جلدی سے"۔

"بنی نرم نہیں ہے؟"

"بہت" میں نے جواب دیا۔

"کس حیثیت سے استاد؟"

"سودے بازی ہوئی ہے اس سے۔ بہر حال چارہ تو ڈالنا ہی تھا" میں نے فوراً جواب دیا۔

"دھت تیرے کی۔ تو یہ بات تھی" سردارے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں تمہارے ذہن میں رومانس تھا؟"

"ہاں استاد۔ رات کو بھی تمہارے جانے کے بعد وہ دونوں جارحیت پر آمادہ تھے۔ ممکن تھا کوئ ہنگامہ بھی ہو جاتا۔ گولڈ مین تو آؤٹ ہو گیا تھا لیکن پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے ان دونوں کی اتنی مرمن کی کہ دونوں ہی بیہوش ہو گئے۔ میں نے تو یہی سمجھا تھا استاد کہ کوئی داؤ مار دیا تم نے"۔

"حماقت کی باتیں تو تم سوچتے ہی رہتے ہو"۔

"خیر چھوڑو استاد۔ اب کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا اس سودے بازی کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"بس چکر دے رہا ہوں اور چانس کی تلاش میں ہوں۔ ویسے کسی بھی مرحلے پر پر سکون رہنا۔ مي نہیں چاہتا پروگرام میں کوئی گڑبڑ ہو اور اس دیو زاد کو بھی قابو میں رکھنا"۔

"پیارا آدمی ہے۔ ہمارے ساتھ رہ کر ہر تصور سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ تمہارے اوپر بہت بھرو کرنے لگا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ ہر انسان کو پوری زندگی میں ایک دوست کی خواہش ہوتی ہے اور جب اسے ا پسند کا کوئی دوست مل جائے تو بس۔ اس کے بعد کسی چیز کی خواہش نہیں رہتی"۔

"میرا خیال ہے سردارے' مجھے بھی دوستوں کے انتخاب کا سلیقہ ہے اور گولڈ مین ایک عمدہ دوس ہے۔ بہر حال چھوڑو ان باتوں کو' ناشتے کی تیاریاں کرو"۔

ناشتے کے بعد کچھ اور سہولتیں مل گئیں۔ مثلاً یہ کہ ہم لانچ پر گھوم بھی سکتے تھے۔ ہم تینوں باہر نکا آئے۔ لانچ کافی بڑی تھی اور شاید اسمگلنگ کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کچھ لو ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔

یہ بھی بنی کی ذہانت تھی۔ اس کے دل میں جو کچھ تھا' وہ مجھے معلوم تھا لیکن اس نے ان لوگوں ہماری نگرانی کی ہدایت اس لیے کی ہوگی کہ وہ اپنے دل میں کوئی خیال نہ کریں۔ اس وقت بھی ہم تینوں ل کی ریلنگ سے ٹکے کھڑے تھے کہ نوئیل براؤنسن ہمارے پاس پہنچ گئی۔ سردارے کا چہرہ سپاٹ رہا تھا۔

"ہیلو!" اس نے بدلے ہوئے انداز میں ہمیں مخاطب کیا۔ رات کی بہ نسبت اس وقت اس کی کیفیت مختلف تھی۔

"ہیلو نوئیل!" میں نے جواب دیا۔

"لانچ کی ریلنگ کے ساتھ کھڑے ہو کر جب سمندر کی لہروں کا نظارہ کیا جائے اور آسمان کی چھت پر م بادلوں کے غول موجود ہوں تو گرم گرم کافی کے جگ اس لطف کو دوبالا کر دیتے ہیں۔ یقین کریں مجھے کافی پینے کا لطف ایسے ہی وقت آتا ہے۔ کیا آپ لوگ کافی پئیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی حرج نہیں ہے مس نوئیل لیکن بشرطیکہ اس میں بے ہوشی کی دوا موجود نہ ہو۔ اگر بے ہوش رنے کی ضرورت ہے تو ہمیں بتا دو۔ ہم خود ہو جائیں گے" میں نے جواب دیا۔

"اوہ نہیں جناب! یہ میری مخلصانہ پیشکش ہے۔ اگر آپ نہیں پسند کریں گے تو میں مجبور نہیں کروں گی" نوئیل سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ کی ذاتی پیشکش مس نوئیل؟"

"جی!"

"تب کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور نوئیل نے ایک گزرتے ہوئی شخص کو اشارے سے نزدیک بلایا۔ پھر اسے کافی لانے کے لیے کہا اور پھر سردارے کی طرف دیکھتی ہوئی بولی:

"آپ کے ساتھی بہت کم گو ہیں"۔

"کون سے ساتھی کی بات کر رہی ہیں؟" میں نے شرارت سے کہا۔

"مم۔ میری مراد ان سے تھی" نوئیل نے سردارے کی طرف اشارہ کیا۔

"واہ۔ یہ بات نہیں ہے مس نوئیل۔ اگر برا نہ مانیں تو عرض کر دوں کہ آپ نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ ورنہ جہاں تک بولنے کا مسئلہ ہے' اس نے بکواس کرنے کے عالمی ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ ہ تو بولنے کا مریض ہے"۔

"میں نے ٹھیس پہنچائی ہے؟" نوئیل تعجب سے بولی۔

"ہاں!"

"لیکن میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے تو صرف پچھلی رات ہی آپ سے ملاقات کی تھی۔ میرا مطلب ہے اس وقت جب باس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا"۔

"آپ خود غور کریں مس نوئیل' اس نے کئی راتیں صرف آپ کے خواب دیکھے ہیں۔ اگر وہ ہر رات کی صبح ان خوابوں کا تذکرہ مجھ سے نہ کرتا تو مجھے یقین نہ ہوتا لیکن میں اس کا گواہ ہوں۔ اس کے بعد ھی آپ نے ملاقات میں اس کی پذیرائی نہیں کی۔ وہ جذباتی انسان ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے ماموش نہ ہو جائے۔ اس طرح مس نوئیل معاف کیجئے آپ کی وجہ سے میں اپنا بہترین دوست کھو بیٹھوں گا"۔

"اوہ۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا۔ اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے" نوئیل نے کہا۔

"یہ بات میں نے بھی اس سے کہی تھی لیکن احمق ہے۔ کہنے لگا میرے جذبات اس تک کیوں نہیں پہنچے؟"

"میرا خیال ہے' اگر مناسب سمجھیں تو اسے سمجھادیں"۔
"میں کیا کہوں اس سے؟" نوئیل پریشانی سے بولی۔ سردارے نے رخ بدل لیا تھا لیکن بدمعاش کے کان کھڑے ہوئے تھے اور پوری توجہ ہماری طرف ہی تھی۔
"یہ آپ کا کام ہے مس نوئیل پلیز" میں نے کہا اور پھر میں نے گولڈ مین کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آگے بڑھ گیا۔ نوئیل وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔
"مسٹر میگوئن!" گولڈ مین نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"ہاں۔ کہو گولڈ مین۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تم بھی کچھ خاموش رہنے لگے ہو" میں نے کہا اور گولڈ مین ہنسنے لگا۔
"ہاں ماسٹر۔ آج کل میں صرف تجزیہ کر رہا ہوں"۔
"خوب! اچھا مشغلہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں خاصی دور نکل آئے تھے۔ جہاں سے ان دونوں کی باتیں ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔
"ہاں مسٹر میگوئن! بہت اچھا مشغلہ ہے اور میں بہت خوش ہوں۔ میری فطرت عجیب ہے مسٹر میگوئن۔ کیمپ میں آپ نے مجھے دیکھا تھا۔ بے شمار لوگ تھے جو میرے نام سے کانپتے تھے۔ بہت سے لوگ تھے جو میری ایک آواز پر وحشت زدہ ہو جاتے تھے۔ میرے اشارے پر ہر کام کرنے' یہاں تک کہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے تھے"۔
"مجھے اندازہ ہے گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔
"لیکن ـــــ کیا آپ یقین کریں گے مسٹر میگوئن کہ مجھے ان میں ہمیشہ ایک ایسے شخص کی تلاش رہی' جو میرا اچھا دوست ثابت ہو سکے' جو مجھ سے خوفزدہ نہ ہو' جو میرا کہنا نہ مانے' میرے ساتھ بے تکلفی سے پیش آئے' بلکہ بعض اوقات مجھ سے بدتمیزی بھی کرے لیکن اندر سے میرے لیے ایک بے لوث خلوص کا جذبہ رکھے۔ میری غیر موجودگی میں میرے لیے اچھے انداز میں سوچے' اسے مجھ سے خوف نہ ہو' بلکہ وہ میری ذات سے پیار کرتا ہو' مجھے چاہتا ہو۔ کیا انسان کی یہ طلب غیر فطری ہے؟"
"ہرگز نہیں گولڈ مین!"
"ملا نہیں ایسا کوئی شخص۔ تمہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم بے حد وسیع ہو۔ تم دوستوں کے لیے بہت کچھ سوچتے ہو"۔
"ہاں۔ میں بھی ہر طرف سے سیر ہوں گولڈ مین۔ میرے نزدیک محبتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں"۔
"میں دیکھ چکا ہوں مسٹر میگوئن"
"کس کی بات کر رہے ہو؟"
"حالیہ واقعے کی۔ یقین کرو میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ دوستوں کے لیے اتنی کاوش اچھا دوست ہی کر سکتا ہے"۔
"اوہ۔ گولڈ مین۔ تمہیں میں نے دوستوں ہی میں شمار کیا ہے۔ تم کسی طور ہم سے الگ نہیں ہو"۔
"میں جانتا ہوں مسٹر میگوئن اور اس پر نازاں بھی ہوں۔ میں خود کو تمہاری دوستی کا اہل ثابت کردں گا"۔

"مجھے تمہارے اوپر بھروسہ ہے گولڈ مین ویسے یقین کرو میرا ساتھی بے حد شاندار ہے۔ تم اسے آتش فشاں کے دہانے میں گرادو۔ گرتے گرتے بھی زندگی اور خود اس آتش فشاں کا مذاق اڑائے گا اور ہنستے ہوئے مرجائے گا۔ خوف اس کے قریب سے نہیں گزرتا بلکہ خطرناک ترین حالات میں وہ قہقہے لگانے کا عادی ہے"۔
"میں نے تم دونوں کے بارے میں بہت کچھ اندازے قائم کیے ہیں مسٹر میگوئن" گولڈ مین نے کہا۔ اسی وقت کافی آگئی۔ کافی لانے والے نے دو پیالے سردارے اور نوئیل کو دیے تھے اور پھر وہ ہماری طرف آ گیا۔ ہم نے بھی کافی لے لی اور اس کے بعد ہم خاموشی سے کافی کے سپ لینے لگے۔ گولڈ مین کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔
"کوئی عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئی گولڈ مین؟" میں نے پوچھا اور گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"عورت کو ہم زندگی سے الگ کہاں کر سکتے ہیں مسٹر میگوئن"۔
"ہاں۔ یہ تو درست ہے اور لیکن میری مراد ایسی عورت سے ہے جس نے تمہیں حد درجے متاثر کیا ہو اور تم نے اسے زندگی بھر ساتھ رکھنے کے بارے میں سوچا ہو"۔
"پرانی بات ہے مسٹر میگوئن لیکن پھر عقل آگئی"۔
"عقل آگئی؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"ہاں۔ بہت کم عمر تھا اس وقت" گولڈ مین نے کافی کے دو تین سپ لیے۔ پھر بولا "ایک گرجے میں رہتا تھا۔ یسوع کا ادنیٰ خادم تھا۔ دنیا محدود تھی میری نگاہوں میں۔ چند لوگوں کے ساتھ کو ہی کائنات سمجھتا تھا۔ وہیں سبیکا بھی تھی"۔
"سبیکا؟"
"ہاں۔ مقدس کنواری کی خادمہ۔ وہ نن تھی"۔
"اوہ! اور تم پادری تھے؟"
"نہیں۔ بس خدمت گار تھا گرجا کا۔ میرے دل میں تقدس کے سوا کچھ نہیں تھا۔ دنیا کا کوئی جذبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ ایک لامتناہی ٹھہراؤ تھا۔ کوئی اضطراب نہیں تھا زندگی میں' لیکن معصوم سبیکا۔ آہ مسٹر میگوئن اس کے چہرے پر اتنی صداقت تھی کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سورج کی پہلی کرن جیسی معصوم اور پاکیزہ چمک تھی اور اس کی آواز صبح کا پیغام لانے والی چڑیوں کی مانند تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور میرے دل میں محبت کے جذبے نے جنم لیا۔ میرے دل میں اس کی محبت جاگ اٹھی اور میں خود کو مجرم سمجھنے لگا۔ بھلا یسوع کی محبت کے سوا بھی دل میں کسی اور کی محبت رہنی چاہیے تھی' ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں خود سے چھپنے لگا۔ میں ہر اس جگہ سے وحشت زدہ ہونے لگا جہاں سبیکا ہوتی۔ میں وہاں نہیں جاتا تھا جہاں اس کے نظر آجانے کا امکان ہوتا تھا۔ لیکن نہ جانے کس طرح سبیکا کو اس کا احساس ہو گیا اور وہ سائے کی طرح میرا تعاقب کرنے لگی۔ میں اس کی معصومیت پر شک نہیں کر سکتا تھا بس میں اس جذبے کو اپنی بدبختی تصور کرتا رہا تھا لیکن سبیکا مجھ سے دور نہ ہوئی۔ اور ایک دن وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔ اس نے شکوہ کیا کہ میں اس سے نفرت کرتا ہوں' آخر کیوں؟

"نہیں سبیکا! میں تم سے نفرت نہیں کرتا"۔

"پھر تم مجھ سے دور کیوں رہتے ہو؟"

"تمہیں دیکھ کر میرے دل میں تمہاری محبت ابھرتی ہے"۔

"محبت کرنا گناہ تو نہیں ہے"۔

"ہاں لیکن ایسی محبت جو یسوع کی محبت پر حاوی ہو"۔

"مسیح کی محبت تو ہمارے دل بن کر دھڑک رہی ہے۔ اگر کسی انسان کا پیار بھی اس میں سما جائے تو وہ مسیح کے زیر سایہ ہوتا ہے"۔

"تب سبیکا' یہ گناہ ہے"۔

"یہ گناہ نہیں ہے"۔

"یہ گناہ ہے" میں نے کہا اور سبیکا سسکیاں لینے لگی۔ اس نے بتایا کہ اس کے دل میں بھی ہر وقت میرا خیال رہتا ہے اور میں اور مضطرب ہوگیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں۔ میں تڑپتا رہا۔ کرب اور بے چینی میری زندگی کا جزو بن گئیں۔

تب ایک دن میں نے پادری کی تقریر سنی۔ وہ انسان کے بارے میں بتا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسیح نے محبت پر پہرے نہیں بٹھائے۔ محبت تو انسان کی فطرت کا جزو ہے۔ اگر انسان ایک دوسرے کی محبت سے پہلو تہی کرے گا تو وہ مسیح کی محبت میں کامل نہیں ہو سکتا اور ان الفاظ نے میری دنیا بدل دی۔ میں نے پوری رات بے کلی سے گزاری۔ میں غور کرتا رہا۔ جب مذہب محبت کی اجازت دیتا ہے تو پھر مجھے اس اضطراب میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

اور اس صبح جب سبیکا میرے پاس آئی تو میرے ہونٹوں پر محبت کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ سبیکا نے میرے بدلے ہوئے انداز کو محسوس کر لیا۔ وہ بھی خوش ہوگئی اور پھر کلیسا کے اطراف کے ویرانے ہم سے آباد ہوگئے۔ جہاں ہم دونوں محبت کے گیت گاتے تھے۔ مراحل طے ہوتے رہے اور میں سبیکا کے پیار میں ڈوب گیا۔ اب میرے احساسات کو ایک سہارا مل گیا تھا اور پھر دو جسموں کا قرب' جوانی کی طلب کرتا ہے۔ میرے بدن کی ضرورت نے مجھے نڈھال کر دیا۔ سبیکا معصوم تھی۔ میں نے اس کے انداز میں ایک بار بھی لغزش نہیں پائی تھی۔

میری جسمانی کوششوں کو وہ حیرت سے دیکھتی رہی۔ اس نے میرے ساتھ عدم تعاون نہیں کیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے ان تمام باتوں پر حیرانی ہو' سخت حیرانی ہو اور جب جذبات کا بھوت اتر گیا تو میں نے سبیکا کی آنکھیں چوم لیں لیکن ان کی حیرانی نہ گئی۔

"کیا بات ہے سبیکا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم پادری بیریکل کو جانتے ہو؟" اس نے کہا۔

"وہ جو دورے پر آئے تھے؟"

"ہاں!"

"ہاں! میں نے بھی انہیں اس وقت دیکھا تھا"۔

"لیکن تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"کیا سبیکا؟"

"یہی عمل جو تم نے دوہرایا"۔

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"انجان مت بنو مائیکل۔ میں اس عمل کی بات کر رہی ہوں جو ابھی...... فادر اینڈرین کی بات تو میں مان سکتی ہوں لیکن تم-----"

"سبیکا! کیا کہنا چاہتی ہو' صاف صاف کہو"۔

"فادر بیریکل جب آئے تھے تو میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ پھر فادر اینڈرین رات کو مجھے ان کے پاس لے گئے اور انہوں نے مجھے یہی سب کچھ سکھایا جو اس وقت تم نے دوہرایا ہے۔ مجھے بہت عجیب لگا تھا مائیکل۔ پھر جب فادر اینڈرین نے بھی ایسا ہی کیا تو میں نے سوچا یہ بھی کوئی ایسی بات ہوگی جو پادری بہتر سمجھتے ہوں لیکن تم-----"

اور مسٹر میگوئن! وہی وقت تھا جب میرے ذہن میں انگارے دہک اٹھے۔ میرا دل یہ سب کچھ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے جس مقدس کلی کو اپنی آنکھوں کی بینائی بنا لیا تھا' وہ پہلے ہی کھلی ہوئی ہے۔ نہ صرف کھلی ہوئی ہے' بلکہ کھلتی رہی ہے۔ میرا دل یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکا اور تب مسٹر میگوئن' میں نے پہلی بار دو خون کیے۔ پہلا خون سبیکا کا' جسے میں نے اسی جگہ پتھر سے کچل کر ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرا فادر اینڈرین کا' جن کی گردن علیحدہ کر کے میں نے گرجا کے بڑے دروازے میں لٹکا دی۔ پھر میرا وہاں کیا کام تھا----- اور اس کے بعد مائیکل کے گولڈ مین بننے کی کہانی طویل ہے۔ بس جب غلط راستے اپنائے تو پھر حتی الامکان اس میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کی" گولڈ مین خاموش ہوگیا۔

پھر ایک کہانی----- ایک انوکھی کہانی----- کتنی بکھری ہوئی داستانیں سمیٹوں' کہاں کہاں سے جان بچاؤں۔ میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ ہر بھٹکے ہوئے انسان کے پیچھے ایک دلدوز کہانی ہوتی ہے۔ تم تنہا نہیں ہو راجہ نواز اصغر۔ ہر شخص فطری طور پر معصوم ہوتا ہے۔ کاش میں ایک ایسا ادارہ قائم کر سکتا جہاں صرف مجرموں کا علاج ہوتا۔ کاش کوئی ایسا جزیرہ ہوتا جہاں صرف مجرموں کی حکمرانی ہوتی لیکن وہاں انہیں جرائم نہ سکھائے جاتے بلکہ ان کی زندگی کی وہ محرومیاں دور کر دی جاتیں جن کا شکار ہو کر وہ دنیا کے لیے دکھ بن جاتے ہیں"۔

"کیا سوچنے لگے مسٹر میگوئن؟" گولڈ مین نے کہا۔

"کچھ نہیں گولڈ مین" میں نے ایک تھکی تھکی سی سانس لے کر کہا۔

"تمہاری داستان کے بارے میں سوچ رہا تھا"۔

"پرانی بات ہے۔ پہلے جب یاد آتی تھی تو میں بھی افسردہ ہو جاتا تھا اور بہت کچھ سوچتا تھا' اب تو یہ اپنی کہانی بھی نہیں لگتی"۔

"ہاں گولڈ مین۔ ہمیں حالات کے سہارے چلنا پڑتا ہے"۔

"بالکل۔ ہم خود کچھ نہیں بننا چاہتے' حالات بنا دیتے ہیں"۔

"اب عورت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہی جو کسی دل پسند غذا کے بارے میں"۔

"کیا مطلب؟"
"ہمیں گوشت اچھا لگتا ہے۔ نہ ملے تو مرتے نہیں لیکن مل جائے تو وہ بہرحال ہماری مرغوب
ہے۔ گوشت کو ہم اپنی زندگی میں کوئی درجہ نہیں دیتے"۔
"اوہ!"
"ہاں مسٹر میگوئن! عورت صرف ایک ضرورت ہے' منزل نہیں"۔
"ٹھیک کہتے ہو"۔
"اس کے بعد میں نے کسی عورت پر بھروسہ نہیں کیا"۔
"قصور کسی کا بھی نہیں گولڈ مین۔ سبیکا کا بھی نہیں تھا"۔
"پادری کا بھی نہیں تھا؟" گولڈ مین نے سوال کیا اور اس کے اس سوال میں ہزاروں طنز پوشیدہ
درحقیقت مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔
"چھوڑو اس مسئلے کو' الجھا ہوا ہے"۔
"چھوڑ چکا ہوں مسٹر میگوئن" گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں سردارے کی طرف دیکھنے
جو بدستور نوئیل سے مصروف گفتگو تھا۔
"آؤ گولڈ مین چلیں۔ وہ تو کام سے گیا" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور گولڈ مین بھی ہنسنے لگا۔ ہم دو
واپس اپنے کیبن میں آ گئے تھے۔
دن چڑھ رہا تھا اور لانچ کا سفر جاری تھا۔ بنی کے کہنے کے مطابق سفر کے گھنٹے اب پورے ہو
والے تھے۔ پھر سردارے واپس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ آتے ہی جھک کر میری ٹانگیں دبانے لگا۔ گولڈ
ہنسنے لگا تھا۔
"مسخرے پن سے باز نہیں آؤ گے"۔
"عقیدت کا اظہار کر رہا ہوں باس" سردارے نے کہا۔
"کیا گفتگو رہی؟"
تم نے جو پودا لگایا ہے' وہ چند گھنٹوں میں پروان چڑھ گیا ہے"۔
"کیا مطلب؟"
"بس باقی کام تمہاری شاگرد کا تھا۔ مس نوئیل اب کہاں جاتی ہیں؟"
"کیسی لڑکی ہے؟"
"عمدہ باس۔ ذرا کلی کر آؤں تاکہ تمہارا شکریہ ادا کر سکوں" سردارے اٹھ کھڑا ہوا۔
"کیا باتیں ہوئیں؟"
"شرم آتی ہے ہمیں" سردارے نے بھونڈے پن سے کہا اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔
ہنسی روکنے کے باوجود نہ روک سکا تھا اور میں نے اس کی پشت پر دھول جمادی۔
"تمہیں تو کسی سرکس میں ہونا چاہیے تھا"۔
"ہر بات گوارہ ہے استاد' بس تمہاری نظر عنایت چاہیے مگر ذرا ایک بات تو بتاؤ"۔
"ہوں"۔

"ہمارا یہ سفر کتنا طویل ہے؟"
"کیوں؟"
"ہائے میں چاہتا ہوں سمندر پر ہی شام ہو جائے۔ یہیں رات گزرے' نوئیل نے رات کو ملاقات
کا وعدہ کیا ہے"۔
"یہ کام میرے بس کا نہیں ہے سردارے" میں نے کہا۔ اسی وقت دروازے پر بنی کی شکل نظر
آئی۔ وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔
"اگر آپ اپنے ساتھیوں میں مصروف نہ ہوں مسٹر نواز! تو براہ کرم آیئے!" اس نے کہا اور میں اس کے
لہجے کی سنجیدگی پر غور کرنے لگا۔ بہرحال میں باہر نکل آیا تھا۔ بنی کے چہرے پر خاصی سنجیدگی طاری تھی۔ وہ
خاموشی سے میرے ساتھ چل رہی تھی اور اس کا رخ لانچ کے کھلے حصے کی جانب تھا۔ میں نے بھی راستے میں
اس سے کوئی بات نہیں کی۔ یہاں تک کہ بنی رک گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ لانچ کے لوگ اپنے
اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ تب اس نے میری طرف دیکھا اور میں بول پڑا:
"کیا بات ہے بنی------ اس قدر خاموشی' اتنی سنجیدگی؟"
"ہاں۔ میں یہی بتانے کے لیے تمہیں یہاں لائی ہوں نواز"
"کیا بات ہے؟"
"نوئیل سے واقف ہو؟"
"نوئیل براؤنسن؟"
"ہاں"
"تازہ تازہ واقفیت ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"وہ ہوریشو کی خاص لڑکیوں کی حیثیت رکھتی ہے"۔
"اوہ" میں اس جملے پر سنبھل گیا۔
"مجھے یہ بات معلوم تھی------ دراصل اس لانچ پر جو لوگ موجود ہیں' ان میں تقریباً" سب ہی
ہوریشو کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے صرف گنے چنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ ان کا براہ راست تعلق ہوریشو
سے ہے۔ گو اصل میں' وہ مکلینو کے غلام ہیں لیکن بہرحال ہوریشو انہیں کنٹرول کرتا ہے۔ اور ممکن
ہے وہ اس کا ذاتی اثر بھی قبول کرتے ہیں۔ میں چونکہ بگ باس کی بیٹی اور خود بھی ادارے کی اہم رکن ہوں'
اس لیے وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں لیکن میں نہیں جانتی ان میں سے کون دل میں میرے لیے کیا
جذبات رکھتا ہے؟"
"ظاہر ہے مس بنی! آپ نہیں جان سکتیں" میں نے تائید کی۔
"لیکن جس انداز میں' جو کچھ میں کر رہی ہوں' اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ میں بہرحال
مکلینو کے حق میں کام کر رہی ہوں۔ اس لیے کوئی مجھ سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتا اور پھر وہ لوگ
میری آتش مزاجی سے بھی واقف ہیں"۔
"جی" میں نے گردن ہلائی۔
"خود ہوریشو میرے سامنے اپنے احکامات نہیں چلا سکتا۔ لیکن بہرحال میں اتنا جانتی ہوں کہ گروہ پر

اس کا زبردست اثر ہے"۔

"یقیناً"

"بہرحال اس تمہید کا مقصد یہ تھا کہ ----- نوئیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ خود' ہوریشو لانچ پر موجود ہے-----" بنی نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب پر تناؤ پیدا ہو گیا۔ بنی کے یہ الفاظ بم کے دھماکہ تھے لیکن میں نے اپنے آپ پر قابو رکھا اور خاموش نگاہوں سے بنی کو دیکھتا رہا-----

"کیا تمہیں حیرت نہیں ہوئی نواز؟"

"حیرت کی بات ہے بنی----- لیکن وہ-----؟"

"یقیناً میک اپ میں ہو گا"۔

"تو آپ ان تمام لوگوں کو پہچانتی بھی نہیں ہیں جو لانچ پر موجود ہیں"۔

"یہی بات ہے۔ تم خود سوچو' میرا براہ راست ان سے واسطہ کہاں پڑتا ہے"۔

"اوہ' یہ بھی درست ہے۔ لیکن یہ اطلاع نوئیل نے کیسے دے دی----- بقول آپ کے وہ ہوریشو کی وفادار ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم لوگوں سے متاثر ہو گئی ہے" بنی نے جواب دیا۔

"کہہ رہی تھی؟"

"ہاں"۔

"تو اس نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ ہوریشو کس میک اپ میں ہے اور کس ارادے سے لانچ پر آیا ہے"۔

"تم خود سوچو' یہ بات اسے کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ بہرحال وہ صرف ایک معمولی سی کارکن ہے' اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس میک اپ میں ہے"۔

"پھر اسے ہوریشو کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"اس نے ہوریشو کی آواز سنی تھی۔ ہوریشو لانچ کے ایک حصے میں کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی بھی اسے مسٹر ہوریشو کہہ کر پکار رہا تھا۔ وہ یہ نہیں دیکھ سکی کہ ہوریشو کی شکل کیا ہے۔ لیکن اس نے دوسرے آدمی کو پہچان لیا تھا' وہ بھی آواز سے؟"

اوہ----- وہ کون ہے؟"

"جیمز----- ہوریشو کے خاص آدمیوں میں سے ہے"۔

"وہ لانچ پر موجود ہے؟"

"ہاں بنی نے جواب دیا اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے بنی کو دیکھا۔

"آپ کو تردد کیوں ہے مس بنی؟"

"اول تو ہوریشو نے یہ جرات کیوں کی۔ دوسری بات یہ کہ بہرحال اس کی یہ کوشش باغیانہ ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اگر وہ لانچ پر موجود ہے تو اس نے ہماری نگرانی کرنے کی کوشش بھی کی ہو گی۔ اسے کوئی بات معلوم تو نہیں ہو گئی۔ وہ ہمارے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ آخر وہ کسی پروگرام سے ہی آیا ہو گا"

"یقیناً" میں نے گردن ہلائی۔

"تم نے اس بات کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا؟" وہ بولی۔

"اگر کچھ کہوں تو برا تو نہیں مانیں گی مس بنی؟"

"نہیں مانوں گی----- کہو" بنی نے کہا۔

"بے شک وہ خطرناک آدمی ہے لیکن ہم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ٹھیک ہے ہم اس کے شکنجے میں آ گئے اور اس وقت وہ قادر ہے' جو چاہے سلوک کرے۔ اگر وہ ہمارے شکنجے میں آ گیا تو ہم بھی تو اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ مارتے رہے ہیں' مرنا بھی جانتے ہیں۔ پھر خوف کیسا۔ ہاں ہوریشو کو ایک چیلنج ضرور کروں گا۔ اگر وہ سازشیں کرنے کی بجائے کھلے میدان میں مقابلہ پسند کرلے تو ہم اسے بہادر تسلیم کرلیں گے"

"اوہ' ٹھیک ہے نواز----- تم بے حد بہادر ہو لیکن جانتے ہو' وہ تمہارے اس چیلنج کا کیا جواب دے گا؟"

"کیا جواب دے گا؟"

"وہ تمہاری طاقت اور برتری تسلیم کرلے گا اور معذرت آمیز انداز میں کہے گا کہ وہ تم سے کھلے میدان میں مقابلہ نہیں کرے گا"۔

"ہاں" میں ہنس پڑا۔ "یہ خوبی اس میں ہے"۔

"پھر ایسے آدمی کا تم کیا کرو گے؟"

"ظاہر ہے کچھ نہیں کر سکتے"۔

"مجھے بتاؤ----- اب میں کیا کروں؟"

"ہوریشو کو تلاش کیا جا سکتا ہے مس بنی"

"کس طرح؟"

"ہم لانچ کے سارے آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرلیں گے اور ان میں ہوریشو کو پہچان لینا مشکل کام نہ ہو گا۔ لیکن ایک بات بتائیں----- اسے پہچاننے کے بعد آپ کیا کریں گی؟"

"اس سے پوچھوں گی کہ اسے میرے خلاف جاسوسی کی جرات کیوں ہوئی"

"اگر اس نے اس کا کوئی معقول جواب دے دیا؟"

"مثلاً-----؟"

"مثلاً اس نے کہہ دیا کہ بہرحال ہم مکلینو کے مجرم ہیں اور وہ مکلینو کا وفادار----- وہ صرف ہم پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا تاکہ اگر ہم کوئی غلط حرکت کریں تو وہ آپ کو اطلاع دے دے"

"اوہ' ہاں----- وہ اتنا ہی چالاک ہے۔ میرے سامنے بھیگی بلی بن جائے گا" بنی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"اور پھر وہ یہ بھی سوچے گا کہ آخر آپ کو اس کی تلاش کیوں ہے"

"ٹھیک ہے لیکن پھر میں کیا کروں؟"

"میں اپنے طور پر اسے تلاش کرلیتا ہوں۔ ہم اسے نگاہ میں رکھیں گے اور اس پر ظاہر نہ ہونے

دیں گے کہ ہم اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر کسی مناسب وقت پر اسے متحیر کر دیں گے۔ میں کہہ چکا ہوں م
بنی کہ میں مکمل طور پر آپ سے تعاون کروں گا"۔

"میں جانتی ہوں۔ لیکن ہمیں کوئی ٹھوس قدم اٹھانا ہوگا۔ اسے بے وقوف بنانے کے لیے"۔

"وہ بھی میرے ذہن میں ہے"۔

"اوہ 'کیا؟" بنی نے چونک کر پوچھا۔

"مس بنی----- میں آپ کو ایک ایسے بینک کا پتہ دوں گا جس کے لاکر میں میرے کچھ کاغذا
رکھے ہوئے ہیں۔ ان کاغذات کے ذریعے ایک ملک کے ایک بینک سے مکلینو کی رقم کا خاصا بڑا حہ
واپس نکلوایا جاسکتا ہے"۔

"کک----- کیا مطلب؟"

"مکلینو کی دولت دنیا کے مختلف بینکوں میں پھیل چکی ہے۔ میرے کچھ لوگ یہاں موجود ہ
جن کی وساطت سے میں دنیا کے کسی بھی ملک میں جا کر اپنی دولت نکلوا سکتا ہوں۔ ان کاغذات کی نقو
میرے آدمیوں کے پاس موجود ہیں اور ان کی نشاندہی نہیں ہو سکتی۔ لیکن لاکر سے برآمد ہونے وا
کاغذات' ہوریشو کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر وہ ان کاغذات کے ذریعے کسی ملک کے بینک سے ر
کا ایک حصہ نکلوا بھی لیتے ہیں تو بہرحال وہ کارروائی جعلی ہوگی اور اصلی نواز اصغر کو وہ بینک مطلوبہ رقم ا
کرنے کے ذمے دار ہوں گے۔ اس طرح ہمارا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا اور ہوریشو کو یہ اطمینان بھی
جائے گا کہ آپ صحیح لائنوں پر کام کر رہی ہیں"۔ میں نے تفصیل بتائی اور بنی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ چکرا
ہوئے انداز میں میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے گردن جھکالی۔

"تم نے تو مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے نواز----- کہاں کہاں احساس دلاؤ گے کہ میں عور
ہوں----- صرف ایک بے وقوف عورت!"

"ارے مس بنی! کیا میں نے ایسی کوئی کوشش کی ہے؟"

"نہ جانے عورت کو----- اس قدر کمزور کیوں بنایا گیا ہے' نجانے کیا مصلحت تھی اس
میں-----"

"مس بنی پلیز----- میں نہیں سمجھا"۔

"تم لوگ ذہنی اور جسمانی لڑائی کے ماہر ہوتے ہو اور ہم----- خود کو بہت کچھ سمجھنے کے باو
کچھ نہیں ہوتے۔ اب اس شیطان کو لے لو۔ بھیس بدل کر لانچ پر آگیا----- اور معاف کرنا اس
کہیں زیادہ خطرناک تم ہو۔ جس نے اسے جسمانی طور پر مفلوج کر دیا اور اب اس پلان کے تحت ایک مر
پھر اسے شکست دے رہے ہو----- کیا ہم عورتیں بھی اس انداز میں سوچ سکتی ہیں؟"

"اوہ مس بنی! عزت افزائی ہے آپ کی----- اور کیا کہوں"۔

"ٹھیک ہے نواز----- اس سے عمدہ ترکیب اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو تم نے مکلینو کی دولت
ملک سے نکال بھی دی؟"

"پائی پائی" میں نے جواب دیا۔

"اور وہ لوگ آج بھی اس امید میں ہیں کہ دولت یہاں موجود ہے"

"خوش فہمی ہے ان کی" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"مگر کمال ہے----- واقعی کمال ہے۔ تمہیں تو زیادہ وقت بھی نہیں مل سکا"۔

"ہاں۔ ہم نے پہلا کام یہی کیا تھا"۔

"حیرت----- بہرحال میں تمہاری ترکیب سے متفق ہوں۔ بہترین پروگرام ہے۔ اس طرح میں
خود اس سے مل کر اسے بتاؤں گی کہ میں نے کیا کیا ہے"

"یقیناً اسے اعتماد ہو جائے گا"۔

"لیکن کیا تم اسے پہچان کر تلاش کر لو گے؟"

"یقیناً"

"تب میں اسے جزیرے پر جا کر متحیر بھی کر دوں گی۔ ظاہر ہے وہ ہمارے آس پاس ہی رہے گا"۔

"آپ براہ کرم وہ کرتی رہیں جو میں کہوں"۔

"ٹھیک ہے' اب انکار نہ کروں گی"۔

"اس کو پہچاننے کے اظہار سے قبل آپ اپنے انتہائی وفادار لوگوں کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیں گی
تاکہ اس کی کارروائی کی اطلاع ہمیں رہے"۔

"نہایت مناسب----- میں یہ کام بہ آسانی کر لوں گی۔ جزیرے پر میرے چند خاص وفادار موجود
ہیں" بنی نے جواب دیا۔

"اور کوئی حکم مس بنی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ درحقیقت میں یہ سن کر الجھ گئی تھی کہ وہ موجود ہے۔ لیکن اس کے مقابلے پر تم جیسا
آدمی موجود ہے۔ اب مجھے اپنی مضبوطی کا بھی احساس ہو گیا ہے"۔

"ایک بار پھر شکریہ"۔

"شکریہ کی کیا بات ہے۔ اب تم مجھ سے الگ انسان تو نہیں ہو۔ میں تو اپنے کارنامے پر خوش
ہوں" بنی نے پیار بھرے انداز میں مجھے دیکھا اور جواب میں' میں نے بھی----- لیکن بات اس سے آگے
بڑھنا قطعی مناسب نہیں ہے' ہم دونوں کو احساس تھا۔

"اس لڑکی کی بات درمیان میں رہ گئی"

"کون سی لڑکی؟" بنی بے خیالی سے بولی۔

"میری مراد نوئیل سے ہے"

"ہاں۔ بہرحال نوئیل نے وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ مجھے وہ تمہارے ساتھی سے
متاثر نظر آرہی تھی"۔

"جزیرے پر اسے میرے ساتھی سے قربت کا موقع دیں" میں نے کہا۔

"کیا وہ بھی اسے پسند کرنے لگا ہے؟" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ دنیا کی ہر خوبصورت لڑکی کو پسند کرتا ہے"۔

"اوہ' تب کوئی حرج نہیں ہے۔ نوئیل اس قسم کی لڑکی نہیں ہے کہ ہم اسے ساتھ رکھیں۔ وہ اپنی
فطرت نہیں بدلے گی"۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بس وقتی طور پر"۔
"ہاں۔ میں اسے ہدایت کردوں گی"۔
"شکریہ بنی! اب مجھے اجازت دو"۔
"تو پھر ـــــ اپنا کام جلد از جلد کرلو' ہمارا سفراب مختصر رہ گیا ہے"
"میں بہت جلد آپ کو رپورٹ دوں گا" میں نے کہا اور بنی کے پاس سے رخصت ہوگیا۔ میں
دعویٰ کیا تھا اب محنت بھی کرنا تھی۔ اور اس کے لیے میں نے ایک مخصوص طریقہ وضع کیا۔ میں نے ہور
کی جسامت کو ذہن میں رکھا۔ اس کے خدوخال کا تصور کیا اور اندازہ لگایا کہ وہ کیسی شکل اپنا سکتا ہے۔ لا
کئی سیاہ فام بھی تھے۔ وہ اسی رنگ سے کام چلا سکتا تھا تو پھر اسے اس کی کیا ضرورت تھی۔ بس پہلے سیاہ فا
کا جائزہ لے لیا جائے۔

اور میں لانچ پر آوارہ گردی کرنے لگا۔

یوں تو سارے سیاہ فام طویل القامت تھے اور ان میں سے کسی پر بھی شک کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ف
کٹ داڑھی والا وہ سیاہ فام میری نگاہوں میں کھٹک گیا جو دوسروں کی بہ نسبت معمولی سے کپڑے پہنے ہو
تھا اور تندہی سے لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں کو اٹھا کر ایک جگہ اکٹھا کر رہا تھا۔ غالباً" یہ لنگر ڈالنے کی تیار
تھیں۔

میں نے اس کے چہرے پر نگاہ دوڑائی اور پھر میری باریک بنی کام آگئی ـــــ ہوریشو کے با
بازو پر زخم کا نشان پہلے میری نگاہ میں آچکا تھا۔ سیاہ فام کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے وہ نشان دیکھ
اور دل ہی دل میں مسکرا پڑا ـــــ کیسا عجیب اتفاق تھا۔ اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں اس زخم
خیال بھی نہیں تھا۔ بس یونہی ایک بار نگاہ پڑ گئی تھی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو' بعض اوقات فا
غلطی کرتا ہے۔

ہوریشو نے میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور
آگے بڑھتا چلا گیا۔ مجھے بھی اپنی نگاہوں پر یقین کامل تھا اور حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی نے' خدا کا شکر
مجھے کبھی دھوکہ نہیں دیا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی میں واپس مس بنی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے بنی کو تلاش کیا تھا۔
مجھے دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔

"میں نے اپنا کام انجام دے لیا ہے مس بنی"
"کیا مطلب؟"
"میں نے اسے تلاش کرلیا ہے"
"اتنی جلدی؟" بنی متحیرانہ انداز میں بولی۔
"لانچ اتنی بڑی بھی نہیں ہے"۔
"کس طرف ہے وہ؟"
"لنگر کی زنجیریں درست کر رہا ہے"۔
"خدا کی پناہ! تمہیں یقین ہے؟"

"کیوں نہیں"۔
"بلاشبہ تم اس سے زیادہ خطرناک ہو ـــــ سیاہ فام کے میک اپ میں ہی ہے؟"
"ہاں۔ بس داڑھی کا انداز بدل لیا ہے"۔
"میں کیسے دیکھوں اسے؟"
"اس کے بدن پر نیلی دھاری کا بنیان ہے' چست گرے کلر پتلون پہنے ہوئے ہے اور کوئی سیاہ فام
اس وقت اس لباس میں نہیں ہے"۔
"جزیرہ قریب آگیا ہے' مجھے احکامات بھی دینے ہیں۔ میں ایک چکر لگالوں" بنی نے کہا۔
"ابھی اسے بالکل نظرانداز کردیں"۔
"اوہ' اتنا میں بھی جانتی ہوں" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا' پھر بولی "دراصل ذہین تو میں بھی ہوں
لیکن یہ بھی شاید عورت کی کمزوری ہے"۔
"کیا؟"
"یہی کہ اگر اسے مرد کا بھرپور سہارا مل جائے تو وہ ناکارہ ہو جاتی ہے اور اپنی ساری ذہانت مرد کو
سونپ دیتی ہے"۔
"نہیں مس بنی! میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔ ابھی تو ہم لوگوں نے آپ کا سہارا لیا ہے"۔
"وقتی طور پر جناب ـــــ جب ہم کسی پرسکون جگہ پر پہنچ جائیں گے تو پھر میں ہاتھ بھی نہیں
ہلاؤں گی' آپ کو میری پوری ذمے داری لینا ہوگی"۔ بنی نے کسی قدر شوخ لہجے میں کہا اور میں ہنسنے
لگا ـــــ بنی ظاہر ہے میری ہنسی سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرسکی تھی۔

نمک کے جزیرے پر اترنے سے قبل بنی کی درخواست پر ہم نے پھر ہاتھ بند ھوائے تھے۔ بنی کوئی
پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ بہرحال ہم جزیرے پر اتر گئے۔ کافی طویل و عریض جزیرہ تھا۔ عمارتیں بھی
خاصی خوبصورت تھیں۔ نمک کی فیکٹریاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں کام کرنے والوں کے لیے ایک ہی
ساخت کے چھوٹے چھوٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی عمارتیں بھی تھیں' پارک بھی بنے ہوئے
تھے ـــــ غرض اسے ایک خوبصورت جزیرہ کہا جاسکتا تھا۔

ہم لوگوں کو خاصی سخت نگرانی میں ایک خوبصورت عمارت میں لے جایا گیا۔ سردارے اور گولڈ مین
خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ تینوں کو ایک ہی کمرہ دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے ہمیں ایک' دوسرے کمرے
میں بٹھایا گیا تھا۔ بہرحال یہ ایک کمرہ بھی کافی وسیع تھا اور ضرورت کی ساری چیزوں سے آراستہ تھا۔ باتھ روم
ملحق تھا اور تین بستر لگے ہوئے تھے۔

بنی سے اس کے بعد کوئی تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے وہ عمارت کے انتظامات میں
مصروف ہوگی۔ کمرے میں لاکر ہمارے ہاتھ کھول دیے گئے تھے۔

"باس!" سردارے نے کافی دیر کے بعد زبان کھولی تھی۔ اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔
"جھوٹی ہی سہی لیکن تسلی دے دو کہ وہ بھی اسی عمارت میں ہوگی" میری مراد نوئیل سے ہے"۔
"ہوں۔ ٹھیک ہے سردارے! وہ نہ صرف اسی عمارت میں ہے بلکہ شاید آج ہی رات تم سے ملے
گی بھی" میں نے کہا اور سردارے اچھل پڑا۔

"اب یہ بھی بتادو استاد! یہ تسلی جھوٹی ہے یا سچی؟"

"تم نے اس کی شرط نہیں لگائی تھی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد ـــــ استاد!" سردارے پھر مسخرے پن پر اتر آیا۔

"بس بس فضول حرکتیں مت کرو ـــــ انتظار کرو"۔

"بے حد پراسرار ہو رہے ہو استاد ـــــ سمجھ میں نہیں آ رہا اس بار خود کو کیوں چھپا رہے ہو ا کا رویہ جتنا نرم ہے' اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ نئی استانی جی مان گئی ہیں"۔

"ہاں۔ اچھی طرح مان گئی ہیں۔ حواس میں رہو سردارے! کسی بھی وقت کوئی کام کرنا پڑ سکتا ہے" میں نے طنزیہ کہا۔

"کام سے کون گھبرا رہا ہے استاد ـــــ سچ نوئیل کافی نرم ہو گئی تھی۔ میرا خیال ہے وہ ہمارے لیے کافی اچھے جذبات رکھتی ہے۔ میرا مطلب ہے صرف میرے لیے ـــــ" سردارے جلدی سے بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اسے پھانسوں؟" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔

"یہاں سے نکلنے کے لیے؟"

"ہاں استاد!"

"بالکل خاموشی اختیار کرو سردارے ـــــ اپنی طرف سے کوئی حرکت مت کرنا۔ وہ اگ تمہارے پاس آ جائے تو صرف اپنے مطلب کی گفتگو کرنا۔ ممکن ہے وہ ہوریشو کے لیے کام کر رہ ہو ـــــ اور ہوریشو اس وقت ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے"۔

"ارے توبہ توبہ ـــــ میں تو یہ بات صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ کہیں استاد یہ نہ کہہ دے میں کسی مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا"۔

"بس بس۔ فی الوقت صرف اپنی حرکتوں سے دلچسپی رکھو"۔

رات کے کھانے تک بڑی بیزاری رہی۔ بس خاموشی سے وقت گزرتا رہا۔ کھانا بھی یونہی سا کھایا تھا۔ گولڈ مین تو آرام سے لیٹ گیا تھا لیکن پھر نوئیل کی آمد سے ذرا سی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ سردارے اچھل بیٹھ گیا ـــــ نوئیل نے اس وقت ایک خوبصورت تراش کی نیلی پتلون پہنی ہوئی تھی۔ سردارے آنکھوں میں انبساط کی جھلکیاں نظر آئی تھیں۔

نوئیل کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "مس نوئیل ـــــ آپ اجازت دیں تو میں آپ کی یہ پتلون یہاں سے پھاڑ دوں ـــــ؟" اس نے کہا۔

"کیوں؟" نوئیل بوکھلا کر تھوڑی سی پیچھے ہٹ گئی۔

"ہائے جس روپ میں آپ کو پہلی بار دیکھا' یہی تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پتلون یہاں سے ہوئی تھی اور یہی آپ کا حسن تھا" بے باک سردارے نے کہا۔

"جی نہیں۔ میری یہ پتلون نئی ہے اور میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دوں گی" نوئیل جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"کاش میں آپ کے لیے ایک ہزار پتلونیں بنا سکتا"۔

"مسٹر ریتو! مجھے آپ سے کام تھا"۔ نوئیل بولی۔

"فرمائیے مس نوئیل!"

"براہ کرم آپ میرے ساتھ آئیں"۔

"ہرگز نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔ اور نوئیل ہنسنے لگی۔ بہرحال میں بھی سردارے کو چڑاتا ہوا باہر نکل آیا۔ نوئیل میرے ساتھ تھی ـــــ راستے میں' میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی اور نوئیل مجھے عمارت کے اندرونی حصے کے ایک کمرے میں لے گئی۔

"اندر ـــــ باس آپ کی منتظر ہیں" دروازے پر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے' شکریہ" میں نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نہایت خوبصورت خواب گاہ تھی۔ کمرے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی جس میں نفیس فرنیچر سے آراستہ کمرہ نظر آ رہا تھا۔ ایک رنگین کرسی پر انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس بنی بیٹھی آگے پیچھے جھول رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی اور پھر کرسی سے اٹھ گئی۔ پھر وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میری گردن میں جھول گئی۔ بڑا بچوں کا سا انداز تھا۔ میں نے بھی اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے دو تین چکر دیے۔ بنی بچوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

"بس ـــــ بس اب اتار دو ـــــ" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں نے اسے زمین پر کھڑا کر دیا۔

"بہت خوش ہو بنی" میں نے کہا۔

"ہاں نواز ـــــ خوش تو پہلے بھی رہتی تھی۔ لیکن اب خوشیوں کا انداز بدل گیا ہے۔ اب تو میری ساری خوشیاں تمہارے وجود میں سما گئی ہیں۔ سچ نہ جانے کیا کیا تصورات ذہن میں آنے لگے ہیں۔ اس انداز میں تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"ابھی کچھ وقت ہے بنی" میں نے کہا۔ بنی کے ان الفاظ نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں اسے کیا سہارا دے سکتا ہوں۔ اس کے سارے خواب یکطرفہ ہیں۔ میں بھلا ان کا کیا جواب دے سکوں گا۔ لیکن میرا کیا قصور تھا۔ میں نے تو اسے ان خوابوں میں مبتلا نہیں کیا تھا اور دنیا نے' حالات نے مجھے یہی سکھایا تھا کہ ہر حالت میں اپنا الو سیدھا کرو"۔

"بیٹھو نواز ـــــ" بنی نے کہا اور میں بھی اس کے سامنے پڑی ویسی ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا پلاؤں تمہیں؟" بنی نے پوچھا۔

"جو دل چاہے بنی"

"پیتے ہو؟"

"نہیں کا کیا سوال ـــــ" میں نے جواب دیا اور بنی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک الماری کھولی اور اس میں سے بہت سی خوبصورت شیشیاں نکال لیں۔ پھر اس نے ایک کاک ٹیل بنائی اور ایک بلوریں جگ میں لے کر میرے سامنے آ بیٹھی۔

"بے حد مطمئن نظر آ رہی ہو؟"

"ہاں"

"وجہ ـــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ بنی پیگ بنا رہی تھی۔ اور پھر اس نے ایک

گلاس میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا:

"عمارت کا کنٹرول مکمل طور پر میرے آدمیوں کے ہاتھ میں ہے"۔

"اوہ' تم نے ان سے رابطہ قائم کرلیا؟"

"ہاں"۔

"وہ لوگ کہاں ہیں جو لانچ پر تمہارے ساتھ آئے تھے؟"

"عمارت میں ہی ہیں۔ جن کے شناسا موجود ہیں' وہ ان کے پاس چلے گئے ہیں"۔

"اور وہ کہاں ہے؟"

"عمارت میں ہی ہے۔ لیکن میرے آدمیوں کی نگرانی میں"۔

"کیا مطلب کیا وہ-----؟"

"اوہ' نہیں۔ وہ اس نگرانی سے واقف نہیں ہوگا" بنی نے بتایا۔

"گڈ-----تو تم نے کافی کام کیا ہے بنی"۔

"دن بھر لگی رہی ہوں"۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام کا دوسرا دور پرسوں ہوگا"۔

"کیا مطلب؟"

"پرسوں ہم یہاں سے نکل جائیں گے"۔

"اوہ' ویری گڈ-----مگر کس طرح اور کہاں؟"

"یہ آج نہیں بتاؤں گی" بنی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مرضی بنی! بہرحال مجھے تمہارے اوپر بھروسہ ہے" میں نے کہا اور بنی ہنسنے لگی۔

"کل میں ہوریشو سے بات کروں گی"

"کس وقت؟"

"کسی بھی وقت۔ کیوں-----یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں بھی تم لوگوں کی گفتگو سننا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا اور بنی چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر مسکرا کر بولی:

"یہ کون سا مشکل کام ہے۔ تم اس وارڈ روب کے پیچھے سے ہماری گفتگو سن سکتے ہو۔ اگر تم پسند کرو' ورنہ میں کسی دوسری جگہ کا بندوبست کرلوں"۔

"نہیں میرا خیال ہے کافی کشادہ جگہ ہے" میں نے وارڈ روب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بس تو کل تم تھوڑا وقت یہاں گزارنا" بنی نے میرے خالی جام میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا اور کافی دیر تک ہم گفتگو کرتے رہے۔ بنی کی زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوگئی تو میں نے اسے پینے سے روک دیا۔ بنی کا چہرہ سلگ اٹھا تھا' ساری شراب آنکھوں میں سمٹ آئی تھی' اور پھر وہ بے خود ہوگئی تو میں نے اسے بازوؤں میں سنبھال لیا۔

اور بنی نے اپنا وجود مجھے سونپ دیا-----دوسرے دن صبح کو کافی دیر سے ہم دونوں جاگے۔ بنی

ہوش میں آگئی تھی اور میں نے اس کی آنکھوں میں حیا پائی۔ اس نے شرما کر چادر خود پر گھسیٹ لی۔

"ناشتہ ساتھ ہی کریں گے نواز" وہ باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"جو حکم-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے باتھ روم میں داخل ہوگئی۔ میں سردارے کے بارے میں سوچنے لگا۔ آج اس کم بخت سے جان چھڑانا کافی مشکل ہو جائے گا۔ بہرحال نمٹنا پڑے گا اس سے' ویسے یہ بھی غنیمت تھا کہ اس کا کام بھی بن گیا تھا ورنہ میری جان کھا جاتا۔

میں سوتا رہا-----اور پھر بنی کے واپس آنے کے بعد خود بھی باتھ روم میں چلا گیا-----واپس آیا تو ناشتہ لگ گیا تھا۔ بنی بالکل کاہل ہو رہی تھی۔ ناشتے کے لیے بھی اس نے ناشتے کے کمرے میں جانا پسند نہیں کیا تھا۔

"ان لوگوں کو ناشتہ پہنچادیا؟" اس نے ایک خادمہ سے پوچھا۔

"یس باس-----نوئیل ان کی میزبان ہے"۔

"اوہ' ہاں" بنی مسکرا پڑی۔ پھر خادمہ کی طرف دیکھ کر بولی "وہ کہاں ہے؟"

"مہمان خانے میں موجود ہے" خادمہ نے جواب دیا۔

"کتنی دیر قبل دیکھا تھا؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی مادام-----ناشتہ پہنچایا تھا ہم لوگوں نے"۔ خادمہ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ کسی طرح اسے یہاں لے آؤ۔ سنو' وہ لوہے کا بکس اٹھوا لاؤ جو راہداری میں پڑا ہوا ہے اور اسے برابر کے کمرے میں رکھوا دو۔ اس کام میں اسے بھی شریک ہونا چاہیے"۔

"جو حکم باس" خادمہ نے کہا اور باہر چلی گئی۔ تب بنی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی "اب بتاؤ نواز! میرا مطلب ہے بینک کے بارے میں"۔

"ڈینسلے بینک۔ لاکر نمبر ایک سو پانچ" میں نے جواب دیا اور بنی گردن ہلانے لگی۔ اس نے یہ نام اور نمبر ذہن نشین کرلیا تھا۔ پھر اس نے دوسری خادمہ کو بلا کر ناشتے کے برتن وغیرہ ہٹوائے اور کمرے میں ایسے نشانات باقی نہ چھوڑے' جن سے کسی دوسرے کی موجودگی کا اندازہ ہو سکے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کام سے فارغ ہوگئی۔ پھر باہر سے وزنی صندوق اٹھانے والوں کی آوازیں سنائی دیں اور بنی نے مجھے اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے الماری کے پیچھے رینگ گیا۔ بنی نے وہاں ایک اسٹول رکھوا دیا تھا۔ میں اسٹول پر بیٹھ گیا اور بنی دروازے پر جا کر کھڑی ہوگئی۔

پھر میں نے اس کی آواز سنی "بس اس طرف ٹھیک ہے' شکریہ۔ سنو! تم ادھر آؤ" اور میں نے اندازہ لگایا کہ یہ حکم ہوریشو کے لیے ہی تھا۔

"یس باس" ہوریشو آواز بدلنے پر قادر تھا۔

"اندر آؤ" بنی نے کہا-----اور پھر شاید دوسرے لوگوں سے مخاطب ہوئی "ٹھیک ہے' تم لوگ جاؤ" پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ "بیٹھو-----" بنی نے سرد لہجے میں کہا۔

"مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے باس!" ہوریشو کی آواز میں کپکپاہٹ تھی جو سو فیصدی مصنوعی ہوگی۔ بہرحال وہ چالاک آدمی تھا۔

"بیٹھو" بنی کا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"لیس باس" ہوریشو شاید بیٹھ گیا۔ بنی چند لمحات خاموش رہی۔ پھر بولی "کیا نام ہے تمہارا؟"

"ری آشو باس" ہوریشو نے جواب دیا اور بنی عجیب سے لہجے میں ہنسنے لگی۔ پھر اس نے حد درجہ سرد لہجے میں کہا:

"اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"مم ---- میں نہیں سمجھا باس" ہوریشو نے ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مکلینو ---- اپنی بیٹی پر بعض معاملات میں مکمل بھروسہ کرتا ہے۔ کیا تم اسے احمق ثابت کرنا چاہتے ہو' ہوریشو ---- کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مکلینو بے وقوف ہے؟" اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا ---- ہوریشو پر یقیناً سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

"مم ---- میں اب بھی نہیں سمجھا باس" بالآخر اس نے آخری کوشش کی۔

"تمہارا خیال تھا کہ میں نے تمہیں لانچ پر نہیں پہچانا تھا۔ اور کیا تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری سرگرمیوں سے لاعلم ہوں۔ کیا تم نے چینل نمبر آٹھ میں رات نہیں گزاری' کیا تم نے سانگو کے آدمیوں کو عمارت کے گرد نہیں پھیلایا؟"

"ایک بار پھر خاموشی ہو گئی۔ پھر ہوریشو کی اصل آواز سنائی دی۔

"کیا مکلینو کی بیٹی اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتی کہ ہوریشو کو اس وقت دلی مسرت ہوئی ہے۔ اتنی مسرت کہ وہ بیان نہیں کر سکتا"۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" بنی نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہوریشو مکلینو کا وفادار ہے۔ وہ اس کے مفادات کا نگران ہے۔ میرا خیال تھا کہ بنی دوسری لڑکیوں سے ممتاز ---- لیکن صرف ایک لڑکی ہے۔ وہ اتنی عمیق نگاہ رکھتی ہے' وہ اتنی ذہین ہے' کیا مکلینو کا خادم اس بات پر مسرور نہیں ہو سکتا"۔

"لیکن تم نے اس انداز میں میرا تعاقب کیوں کیا؟"

"صرف اس لئے باس کہ جن لوگوں کو تم نے اپنی تحویل میں لیا ہے' وہ بے حد خطرناک ہیں۔ تم ان کے بارے میں نہیں جانتی ہو باس! تم نے ایک بڑا کام ہاتھ میں لے لیا ہے اور میں پرسکون نہیں رہ سکتا تھا"۔

"تم نے خود کو دنیا کا سب سے ذہین انسان کیوں سمجھ لیا ہوریشو! تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ میں اتنا سا کام بھی نہیں کر سکوں گی۔ اور اس کے علاوہ ہوریشو ---- تم نے جس انداز میں یہ کام کیا ہے' کیا وہ میری ذات کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتا؟"

"نہیں باس! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مکلینو کا مفاد مجروح نہ ہو"۔

"تم نے مکلینو سے رابطہ قائم کیا؟"

"اس کی مہلت نہیں مل سکی"۔

"کیوں؟"

"باس ---- آپ ایک بار دھوکہ کھا چکی ہیں۔ بہرحال آپ ابھی معصوم ہیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا"۔

"لیکن میں تمہاری مداخلت پسند نہیں کرتی"

"مجھے اپنا فرض ادا کرنے دیں باس!"

"تم خود کو چالاک سمجھنا چھوڑ دو ہوریشو ---- ورنہ تمہارے خلاف سخت اقدامات پر غور کروں گی"۔

"میں پھر بھی عرض کروں گا کہ مجھے میرے فرض سے نہ روکیں"۔

"تم نے اب تک کیا کیا ہے؟" بنی نے طنز کیا۔

"کیا مطلب؟" ہوریشو کی آواز بدل گئی۔

"وہ کتنے عرصہ سے تمہاری تحویل میں ہے؟"

"آپ کا کیا مقصد ہے باس؟"

"کیا مکلینو نے تمہیں صرف اس کا میزبان مقرر کیا تھا؟"

"جو کچھ ہو رہا تھا' مکلینو کی مرضی سے ہی ہو رہا تھا"۔

"گویا اس نے رقم کے بارے میں معلومات کی کوئی ہدایت نہیں کی تھی تمہیں"۔

"کی تھی"۔

"معلومات حاصل ہوئی؟"

"میں اس کے لیے گراؤنڈ تیار کر رہا تھا"۔

"کتنے آدمیوں کی جان گنوائی تم نے ---- اور گراؤنڈ کہاں تک تیار ہوا؟" بنی نے بھرپور طنز کیا ---- اور ہوریشو تلملا گیا۔

"باس میری توہین کر رہی ہیں" وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ایک پتہ نوٹ کرو ہوریشو ---- کام آئے گا"۔

"کون سا پتہ؟"

"ڈینسلے ہوگ بینک ---- لاکر نمبر ایک سو پانچ"۔

"میں ---- نہیں سمجھا باس"۔

"اس میں تمہیں کچھ کاغذات ملیں گے جن سے پتہ چلے گا کہ مکلینو کی دولت کا ایک بڑا حصہ کسی دوسرے ملک کے ایک بینک میں منتقل ہو گیا ہے اور تم ان کاغذات کے ذریعے اس رقم کو واپس منگوا سکو گے' کاغذات حاصل کر کے مجھے دے دینا۔ میں تمہیں ان پر دستخط کرا کر دے دوں گی"۔

"باس!"

"اب جبکہ تم یہاں موجود ہو' میں مکلینو کی طرف سے یہ ذمے داری تمہارے سپرد کر رہی ہوں۔ جتنی جلد اور جس طرح بھی ممکن ہو' کاغذات منگوا لو"۔

"لیکن باس! آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ میری تھوڑے دنوں کی کاوش ہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ساری دولت واپس منگوا لی جائے گی' سمجھے ہوریشو؟"

"مجھے تو خوشی ہی ہو گی باس ---- لیکن ----"

"لیکن کیا؟"

"کیا مکلینو یہ بات پسند کرے گا کہ ---- کہ آپ اس کے دشمن کے ساتھ ایسا نرم رویہ اختیار کریں۔ آپ نے ان لوگوں کو جو مراعات دے رکھی ہیں' کیا وہ مناسب ہیں ---- کیا اتنی تھوڑی سی دولت کے لیے مکلینو اپنی بیٹی کو داؤ پر لگا سکتا ہے؟"

"بنی کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے خونخوار نگاہوں سے ہوریشو کو دیکھا اور پھر بپھرے ہوئے لہجے میں بولی:

"ان الفاظ کے لیے تمہیں مکلینو کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا"۔

"میں مکلینو کے سارے مفادات کا نگراں ہوں"۔

"میں چاہتی ہوں تم چند گھنٹوں کے اندر جزیرہ چھوڑ دو ہوریشو"۔

"باس کے حکم کی تعمیل کی جا سکتی ہے لیکن ---- ان تینوں کو میرے حوالے کر دیا جائے" ہوریشو نے کہا۔

"گرانٹ۔ ۔۔ ۔۔گرانٹ!" بنی حلق پھاڑ کر چیخی اور دیو پیکر گرانٹ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

"یس باس" اس نے خونی نگاہوں سے ہوریشو کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اسے جزیرے سے نکال دو سمجھے۔ یہ جزیرے پر رہ گیا تو میں تمہیں گولی مار دوں گی" بنی نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں اسے دنیا ہی سے نکال دیتا ہوں باس" گرانٹ نے آستینیں چڑھالیں۔ لیکن شاید ہوریشو نے اپنا میک اپ اتار دیا تھا کیونکہ چند ہی لمحات میں گرانٹ کی آواز سنائی دی ---- "ارے مسٹر ہوریشو آپ!"

"ہاں" ہوریشو سرد لہجے میں بولا۔

"باس ---- یہ تو ---- یہ تو مسٹر ہوریشو ہیں"۔

"میں کون ہوں؟" بنی غرائی۔

"باس ---- باس"۔

"اور تمہیں مکلینو کی کیا ہدایت ہے؟"

"اوہ' ہاں باس! مجھے صرف آپ کے احکامات کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ---- لیکن میں تو بڑی الجھن میں پھنس گیا ہوں مسٹر ہوریشو"۔

"ایک بار پھر ٹھنڈے دل سے غور کریں باس ---- ہوریشو آپ کا خادم ہے۔ میں صرف آپ کی بھلائی کا خواہاں ہوں" ہوریشو کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ اور یہ اس کی روایتی کیفیت تھی جس کے تحت وہ سفید ناگ کہلاتا تھا۔

"میں اپنی بھلائی خود جانتی ہوں"۔

"یقیناً باس ---- لیکن خادموں کے بھی چند فرائض ہوتے ہیں۔ اگر آپ مطمئن ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ مسٹر گرانٹ اس کے گواہ ہیں کہ میں نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برتی۔ اگر آپ کی ہدایت ہے کہ میں واپس جا کر بینک کے معاملے کی چھان بین کروں تو میں اسی وقت روانہ ہونے کو تیار ہوں۔ بہرحال مجھے

احساس ہے کہ میں آپ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں"۔

ہوریشو اٹھ گیا ---- اور پھر وہ گرانٹ کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور بنی نے مجھے پکارا۔

"نواز ---- آ جاؤ" اور میں الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔ بنی ایک کرسی میں دراز تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں اس کے سامنے آ بیٹھا۔ پھر وہ اٹھی اور اس نے الماری سے شراب نکالی۔ ایک پیگ پینے کے بعد وہ میرے پاس آ بیٹھی۔

"بنی!" میں نے اسے آواز دی۔

"بری طرح اپ سیٹ ہو گئی ہوں نواز"۔

"مجھے اندازہ ہے"۔

"کاش میرے پاس پستول ہوتا۔ میں ---- میں اسے گولی مار دیتی" بنی نے دانت پیس کر کہا اور پھر چونک کر بولی "اوہ' بڑی غلطی ہو گئی"۔

"کیا بنی؟"

"میں نے اسے گولی نہیں مار دی۔ اس طرح دوہرا فائدہ ہوتا"۔

"کیا آپ کے لیے الجھنیں نہ پیدا ہو جاتیں مس بنی؟" میں نے سوال کیا اور بنی چند ساعت کے لیے خاموش ہو گئی۔ پھر بولی:

"ہاں۔ الجھنیں تو ہو جاتیں' کیونکہ ---- کیونکہ یہاں اس کے آدمیوں کی تعداد کافی ہے۔ مکلینو کو مداخلت کرنا پڑتی اور حالات کا رخ بدل جاتا"

"تب تو ٹھیک ہوا بنی"۔

"ہاں۔ لیکن اس کی گفتگو ---- میں اب بھی سلگ رہی ہوں۔ کیا تم مجھے تھوڑی سی شراب اور پینے کی اجازت دو گے؟"

"میں پیش کرتا ہوں" میں نے کہا۔

"اوہ نہیں ڈیر ---- تم میرے محبوب ہو' محکوم نہیں" بنی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس نے شراب لی اور بولی "تمہیں بھی دوں؟"

"نہیں بنی! میں ضرورت نہیں محسوس کر رہا" بنی خاموش ہو گئی اور پھر اس نے مزید دو پیگ لیے۔ اب وہ نارمل ہو گئی تھی۔

"ویسے تمہارا اس گفتگو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بے حد شاندار ---- میں تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتا جا رہا ہوں"۔

"شکریہ" وہ مسکرا دی۔ "ویسے مجھے ہوریشو کی باتوں پر واقعی غصہ آ گیا تھا۔ کمبخت بے حد ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے' بے حد کمینہ ہے"۔

"اگر اجازت ہو بنی تو میں اپنے آدمیوں سے مل لوں؟"

"اوہ' ہاں ضرور ---- بہرحال اتنا سن لو نواز! کل دس بجے دن ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ ہمیں اس سے چلنا ہے"۔

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔
"فی الحال ڈنمارک اور اس کے بعد واپس سویڈن۔ ہمیں اپنے چہرے بھی بدلنا ہوں گے لیکن تم
مت کرو۔ میں سارے بندوبست کرلوں گی"۔
"او کے بنی!" میں نے جواب دیا اور پھر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا جہاں گولڈ مین ا
سردارے کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر دونوں خاموش ہوگئے۔ سردارے کی آنکھوں میں
شرارت ناچ رہی تھی، جس کی مجھے توقع تھی۔
"معاملہ جہاں ایک مرد اور ایک عورت کا ہو گولڈ مین! وہاں دوسروں کو ناامید نہیں ہونا چاہیے"
شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیا بحث ہو رہی ہے؟" میں نے سردارے کی چوٹ کو نظرانداز کر دیا۔
"کوئی خاص بات نہیں مسٹر میگوئن! آپ کے ساتھی میں خوبی ہے کہ وہ کسی کو بور نہیں ہو
دیتے"۔
"عورت ہی کی بات تھی باس" سردارے نے کہا۔
"ظاہر ہے تمہارا موضوع اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے"۔
"بنیادی بحث ہے۔ کائنات میں جتنے چراغ روشن ہیں اسی کے دم سے، ورنہ اس کے سوا او
ہے؟"
"میں بیٹھ گیا۔ سردارے اب بھی شرارت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر جب میں نے کچھ
کہا تو وہ خود ہی بولا "اچھی خبروں کے نشانات ضرور مل جاتے ہیں۔ کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے۔ کیا
ہے گولڈ مین؟"
"میں نہیں سمجھا" گولڈ مین نے ہنستے ہوئے کہا۔
"باس کے چہرے پر نگاہ دوڑاؤ۔ سرخ دھبے کس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں" دے گ
کمبخت ----- میرے ہاتھ گالوں پر پہنچ گئے۔ حالانکہ بنی نے لپ اسٹک نہیں لگائی تھی۔ لیکن ہا
ایسی تھی۔ سردارے نے قہقہہ لگایا تھا۔
"تھینک یو باس ----- بس یہی معلوم کرنا تھا۔ گستاخی کے لیے معافی چاہتا ہوں -----
بتاؤ یہاں سے کب نکل رہے ہیں؟"
"ہوں" میں نے گہری سانس لے کر کہا "بہت جلد"
"باس کی صلاحیتوں سے یہی امید تھی" سردارے نے آنکھیں بند کر کے کہا۔
"مسخرہ پن بند ہو گیا یا نہیں؟" میں نے ڈانٹ کر کہا۔
"اوہ باس! جو چاہو بند کرا دو۔ تم نے اتنا بڑا احسان کیا ہے"۔
"کیا پوزیشن رہی؟"
"بالکل ٹھیک" سردارے مسکرا کر بولا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔
میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ان دونوں کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں ا
تھوڑی سی خاموشی اختیار کی جائے ----- اور پھر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نہ جانے کس طرح

اور پھر تقریباً دو بجے آنکھ کھلی۔ کمرے میں صرف گولڈ مین تھا جو خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے اسے آواز دی تو
وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا پھر مسکرا دیا۔
"سردارے کہاں گیا گولڈ مین؟"
"مس نوئیل آئی تھیں، ساتھ لے گئیں" گولڈ مین نے جواب دیا۔
"کھانا کھا لیا تم لوگوں نے؟"
"مجھے تو بھوک ہی نہیں ہے مسٹر میگوئن۔ آپ کے ساتھی کہہ گئے ہیں کہ وہ نوئیل کے ساتھ
کھائیں گے"۔
"ہوں" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تم بور ہو رہے ہو گولڈ مین؟"
"بور نہیں ہو رہا چیف! بس کسل ہے۔ لیکن یہ آج کی بات نہیں ہے۔ کافی دن سے میں معطل
ہوں اور بس اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ جلد ہاتھ پاؤں ہلانے کا موقع ملے"۔
"اس میں اب زیادہ دیر نہیں ہے"۔
"میں جانتا ہوں مسٹر میگوئن! پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ انسان کو زندگی میں سب سے زیادہ بھروسہ خود
پر کرنا چاہیے۔ لیکن جب کوئی ایسی ذات سامنے آ جائے جس کے بارے میں خود کو یقین ہو جائے کہ وہ ہر لحاظ
سے ہم سے برتر ہے تو خود کو بھول جاؤ، اسے یاد رکھو۔ اس کے سارے اشارے تمہاری ذات کے راستے ہیں
اور انہی راستوں پر چلنا تمہارے لیے بہتر ----- یوں بھی چیف! میری زندگی کا کوئی خاص مقصد نہیں ہے،
تنہا انسان ہوں۔ بہرحال میں مگن رہ سکتا ہوں۔ میں اتنا اداس نہیں ہوں جتنا تم محسوس کر رہے ہو۔ بس منتظر
ضرور ہوں، اس لیے میرے بارے میں نہ سوچا کرو"۔
"اوہ گولڈ مین ----- تم گریٹ ہو"۔
"نہیں چیف! گریٹ تم ہو، دل سے مان گیا ہوں۔ لیکن اگر مناسب سمجھو تو مجھے آئندہ پروگرام کے
بارے میں بتا دو تاکہ میں خود کو تیار رکھوں"۔
"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ بہرحال یہ دونوں میرے ساتھی تھے اور ہر طرح
میرے لیے قابل اعتماد ----- سردارے سے میں نے یہ سب کچھ اس لیے چھپایا تھا کہ پھر اس کی زبان کے
رکنے کی سند نہیں تھی۔ ہر وقت یہی رٹ لگائے رہتا لیکن گولڈ مین سنجیدہ انسان تھا، اسے بتا دینے میں کوئی
حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے گولڈ مین کو تفصیل بتانے کا فیصلہ کر لیا اور بولا:
"دراصل گولڈ مین! مکلینو کی بیٹی ہمارے حق میں ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ وہ عورت کی حیثیت
سے مجھ سے متاثر ہو گئی ہے اور یہ آج کی بات نہیں ہے بلکہ اس وقت کے بعد سے وہ مجھ سے محبت کرنے
لگی ہے جب سے میں نے یہ مال ہتھیایا تھا۔ عورت بھی عجیب ہوتی ہے گولڈ مین ----- اگر وہ پہلے ہی رام
ہو جاتی، میرا مطلب ہے اس وقت جب مکلینو نے مجھے بھیجا تھا تو شاید آج صورت حال کچھ اور ہوتی۔
بہرحال اپنے چار آدمیوں کے قتل کے بعد ہوریشو ہمارا دشمن بن گیا۔ وہ ہمیں قتل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔
اگر عین وقت پر بنی مداخلت نہ کرتی تو شاید وہ ہمیں قتل کرنے کی کوشش کرتا اور تمہیں اندازہ ہے کہ یہ کام
اس کے لیے مشکل نہیں تھا ----- بہرصورت بنی نے مداخلت کی اور اس وقت میرے علم میں اس کے
جذبات نہیں تھے۔ لیکن بہت جلد اس نے سب کچھ ظاہر کر دیا۔ میں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ

کرلیا۔ اس کے بعد بینی نے ہمارے فرار کا پروگرام بنایا۔ وہ خود بھی ہمارے ساتھ ہی جائے گی۔ یہ مکلینو
کا جزیرہ ہے۔ اور کل ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ لیکن ہوریشو------ ہمارے پیچھے ہے" میں نے
گولڈ مین کو ہوریشو کی کہانی سنادی------ گولڈ مین حیرت اور دلچسپی سے پوری کہانی سن رہا تھا۔ میرے
خاموش ہونے کے بعد بھی وہ کئی منٹ تک خاموش رہا پھر بولا:

"ونڈر فل چیف------ بہرحال تمہاری کارکردگی کا تو میں پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں۔ لیکن
بہت عمدہ ہوا۔ بینی اپنے باپ سے اچھی طرح واقف ہوگی------"

"سب سے بڑی بات یہی ہے گولڈ مین"۔

"لیکن ہم جائیں گے کہاں باس؟"

"واپس اسٹاک ہام اور اس کے بعد دوسرا پروگرام"

"بہرحال عمدہ ہی ہوگا------ اور سب سے بڑی بات یہ کہ------ ہوریشو کو اس طرح یہ
سے نکال دیا گیا ہے"۔

"یہ بات------ میرے ذہن میں نہیں اترتی گولڈ مین" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہوریشو------ اتنا بے اثر بھی نہیں ہے اور نہ ہی اتنا بے وقوف کہ جزیرہ چھوڑ دے"۔

☆ ☆ ☆

گولڈ مین پر خیال انداز میں میری صورت دیکھ رہا تھا۔ کئی منٹ تک وہ اسی انداز میں میری شکل
دیکھتا رہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "اور مکلینو کی بیٹی کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ مکلینو کی بیٹی ہے۔ ہوریشو کو جزیرے سے نکل جانے کا حکم دینے کے بعد وہ مطمئن ہو گئی
ہے۔ حاکمیت کی خُو بُو بڑی مشکل سے جاتی ہے گولڈ مین! اس کا خیال ہے ہوریشو اب یہاں رکنے کی جرأت
نہیں کرے گا۔ میں نے اپنے خیال میں ایک کوشش کی ہے لیکن ہوریشو کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے مجھے
یقین نہیں ہے کہ میری وہ ترکیب کامیاب ہو جائے۔"

"کون سی ترکیب مسٹر میگوئن؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"میں نے کرنسی کے بارے میں بینی کو بتایا تھا اور بینی نے ہوریشو کو۔ میں نے یہ اسی لئے کیا تھا
ہوریشو کو بینی کی کارکردگی کا یقین آجائے اور وہ معلومات کرنے دوڑا جائے۔"

"اوہ، ہاں یہ تو ہے۔" گولڈ مین جلدی سے بولا۔

"لیکن گولڈ مین! ہوریشو اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلا۔ وہ یہ کام اپنے دوسرے ذریعے سے بھی کر
ہے اور خود یہاں رہ کر ہماری نگرانی کر سکتا ہے۔ بینی بلاشبہ عام عورتوں سے تھوڑی سی مختلف ہے
خطرناک بھی ہے لیکن ہوریشو اس کے باوجود اس کی کوششوں سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ وہ بذات خود ہماری
نگرانی ضرور کرے گا۔"

گولڈ مین پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مسٹر
میگوئن! آپ نے اونٹ کو پہاڑ کے سامنے خجل ہونے کا محاورہ سنا ہوگا۔ مجھے بھی اس دور سے گزرنا پڑا
ہے۔ جرائم کی زندگی بعض لوگوں کی نگاہوں میں صرف اتنی ہے کہ انسان مار دھاڑ میں

کرنے میں عار نہ محسوس ہوتی ہو اور وہ دشمن کو زیر کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ اس لحاظ سے میں خود کو مکمل
سمجھتا تھا اور خود پر بڑا نازاں تھا لیکن آپ سے ملاقات کے بعد------ اور آپ کے ساتھ شامل رہنے کے
بعد یہ اندازہ ہوا کہ میں تو ابھی مبتدی ہوں۔ دشمن سے نمٹنے کے لئے یہی سب کچھ کافی نہیں ہوتا بلکہ اعلیٰ
ذہانت بھی درکار ہوتی ہے۔"

"ہاں گولڈ مین! اس میں شک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بہرحال میں تم سے سیکھ رہا ہوں مسٹر میگوئن------ تم اپنی لائن کے مکمل انسان ہو۔ میں اس
بات سے متفق ہوں کہ ہوریشو ہمیں نظرانداز نہیں کرے گا۔"

"بالکل۔ ہم اس کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتے۔"

"ہونا بھی نہیں چاہئے ماسٹر! لیکن پھر اس سلسلے میں کیا ارادہ ہے؟"

"بس بینی کی کارکردگی پر پوری نگاہ رکھنا ہوگی۔ اردگرد کے ماحول سے پوری طرح باخبر رہنا ضروری
ہے اور اپنے طور پر ہروقت ہوشیار بھی۔"

"بالکل ٹھیک ماسٹر! کیا آپ نے اپنے ساتھی کو بھی ان حالات سے آگاہ کر دیا ہے؟"

"ابھی نہیں۔ وہ مکمل طور پر قابل اعتماد ہے۔ لیکن ذرا لاابالی طبیعت کا مالک ہے۔ اس لئے میں نے
ابھی تک اسے ان حالات سے آگاہ نہیں کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے ماسٹر! میرے لئے جو احکامات ہوں گے ان سے سرمو انحراف نہیں کروں گا۔" گولڈ مین
نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ مجھے بھی اس پر اعتماد تھا۔

شام کو سردارے واپس آیا اور اس نے آتے ہی فضول باتیں شروع کر دیں۔ ہروقت خوش رہنے
والا انسان تھا اور اس کی یہ عادت مجھے ناپسند نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں عادتاً "ناک منہ چڑھاتا تھا۔

"واہ باس! تیری مہربانیوں کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی ناشکر گزاری ہوگی۔ لیکن چھوٹا منہ اور بڑی بات
ہے۔ ہاں تم نے یہاں سے نکل جانے کا تذکرہ کیا تھا۔"

"کہاں سے آرہے ہو؟"

"اس عمارت سے باہر نہیں گیا تھا باس! بھلا میری مجال کہ ایسی جرأت کرتا۔ ویسے باس میری چن
چاک کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"پوچھا تھا تم نے؟" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اب اتنا عقل مند بھی نہیں ہوں باس------ بس یوں ہی سرسری انداز میں اس سے بات کی
تھی۔ وہ بھی اس کی جدائی کی۔ کہنے لگی ابھی تو ہم ساتھ ہیں، ابھی سے کیوں فکرمندی ہے۔"

"بس تم اس سے آخری بار اور مل لو۔ میرا مطلب ہے آخری رات گزار لو۔ اور ہاں گلے مل کر
رونے مت لگنا ورنہ پھر زندگی بھر روتے رہو گے۔" میں نے کہا اور سردارے کا منہ تعجب سے کھل گیا۔

"آخری رات، کیا بالکل آخری رات؟ کتنے بے درد ہو تم باس! بالکل ظالم آسمان کے بڑے بھائی۔
میں سچ مچ رنجیدہ ہو گیا ہوں۔ مجھے یہ لڑکی بہت پسند آئی تھی۔ سچ باس! پوری سنجیدگی سے یہ مجھے پسند آگئی
تھی۔" سردارے کا چہرہ واقعی اتر گیا تھا۔ بہرحال انسان تھا۔ عام لوگوں سے مختلف تھا یہ دوسری بات ہے۔
لیکن میں نے اس سے کوئی ہمدردی نہ کی اور وہ خود ہی بولا۔ "خیر باس------ کوئی بات نہیں ہے۔ جس میں

تم خوش' سردارے تمہارا غلام ہے۔"

"تو اے غلام! رازداری شرط ہے۔ اور اس کا پورا خیال رکھا جائے۔ اول تو بہتر یہ ہے کہ تم اس سے ملو ہی نہیں۔ اگر ملنا چاہو تو اس پر ظاہر نہ ہونے دینا کہ ایسی کوئی بات ہے۔ کل دس بجے ہم یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اور ہوریشو کا خطرہ بدستور موجود ہے۔ چنانچہ ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا ہوگا۔"

"اوکے باس! میرے لئے کیا ہدایات ہیں؟" سردارے نے سلیوٹ مار کر کہا۔

"بس خود کو تیار رکھو۔"

"یس باس!" سردارے نے پھر سلیوٹ مارا------اور میں خاموش ہو گیا۔

بنی سے بقیہ وقت میں ملاقات نہیں ہوئی۔ ہاں رات کے کھانے پر اس نے ایک ملازمہ کے ہاتھ مجھے طلب کر لیا تھا۔ کھانے کی میز پر ہم دونوں ہی تھے۔ بنی نے بڑے خلوص سے میری تواضع کی اور پھر کافی پیتے ہوئے بولی۔

"تم نے اپنے ساتھیوں کو تیار ہونے کی ہدایت کر دی ہے نواز؟"

"ہاں بنی!" میں نے جواب دیا۔

"کل دس بجے کی بات طے ہو گئی ہے' میں نے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"گڈ------کیا مجھے تفصیل معلوم ہو سکے گی؟"

"کیوں نہیں۔ میں مصروف رہی ہوں۔ میں نے سارے کام مکمل کر لئے ہیں۔"

"ہیلی کاپٹر کی کیا نوعیت ہے؟"

"مکلینو کا آدمی ہے۔ جزیرے پر ضروری کارروائیوں کے لئے آتا رہتا ہے۔ اسی طرح آئے گا اور ہم لوگوں کو واپس ڈنمارک لے جائے گا۔ ڈنمارک میں وہ ایک مخصوص جگہ اترتا ہے اور وہ عمارت مکلینو کی ہے۔ لیکن ڈنمارک پہنچ کر ہم اسے کنٹرول کر لیں گے اور اپنی پسند کی جگہ اتاریں گے۔ ضرورت پڑی تو اسے قتل کر دیا جائے گا تاکہ وہ ہماری نشان دہی نہ کر سکے۔" بنی نے پرسکون لہجے میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ یہ لڑکی انسانی زندگی کے بارے میں کتنی لاپرواہ ہے' کتنے اطمینان سے وہ کسی کو قتل کرنے کی بات کرتی ہے۔ بہرحال اس وقت ان فضول باتوں کو سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بنی میرے لئے کام کر رہی تھی اور مجھے بہرحال اس کی ضرورت تھی۔

"کیا خیال ہے اس پروگرام میں کوئی سقم ہے؟"

"نہیں' مناسب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس بارے میں کوئی مشورہ؟"

"مشورہ تو نہیں' ایک خیال ضرور ذہن میں آیا ہے۔"

"وہ کیا؟" بنی نے پوچھا۔

"کیا ہوریشو کی طرف سے آپ مطمئن ہیں مس بنی!"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ہوریشو نے جزیرہ چھوڑ دیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا اور بنی ایک دم خاموش ہو گئی۔ یوں لگا جیسے اسے اچانک کسی بڑی حماقت کا احساس ہو گیا ہو۔ پھر اس کے چہرے پر سرخی چھا گئی اور پھر وہ پرسکون ہو گئی۔

"ابھی کسی کی یہ مجال تو نہیں ہونی چاہئے کہ وہ بنی کے حکم سے انحراف کرے۔ لیکن------ ہوریشو جیسے آدمی کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔"

"مجھے شبہ ہے مس بنی کہ ہوریشو نے آپ کے حکم کی تعمیل نہ کی ہو۔ مختلف حالات میں وہ آپ کے احکامات کی پابندی کر بھی لیتا۔ لیکن جب تک ہم یہاں موجود ہیں۔ یہ مشکل ہے کہ ہوریشو ہمیں نظر انداز کر دے۔"

"لیکن کیا تمہارے خیال میں وہ بینک سے معلومات کرنے نہ دوڑا گیا ہو گا؟"

"ممکن نہیں ہے' وہ اتنے کچے ذہن کا مالک نہیں ہے۔ اور پھر وہ اپنے کسی آدمی کے ذریعے بھی یہ کام کرا سکتا ہے۔ اس نے پہلے بھی آپ کے حکم سے انحراف کیا ہے اور لانچ پر آکر ہم لوگوں پر نگاہ رکھی ہے۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے بنی کو کسی حد تک نروس دیکھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"پھر بتاؤ نواز------کیا کریں؟ صورت حال دوسری ہے' میرے ذہن میں خود چور ہے۔ اگر میں اصل حالت میں ہوتی اور وہ ایسی کوئی حرکت کرتا تو اس کی کھال کھنچوا کر بھس بھروا دیتی۔ لیکن اب حالات مختلف ہیں میں کسی طور مکلینو کے سامنے نہیں جانا چاہتی۔ میں ہر قیمت پر تمہاری زندگی بچانا چاہتی ہوں نواز۔"

"اگر وہ جزیرے پر موجود بھی ہے بنی! تو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں ہمیں صرف اس کا خیال رکھنا ہو گا کہ وہ ہمارا تعاقب نہ کرے۔ ڈنمارک پہنچ کر ہم روپوش ہونے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ' وہاں واپس جا کر میں ایسے ذرائع سے کام کروں گی کہ کسی کو اندازہ بھی نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اس کے یہاں آجانے سے صورت حال بگڑ گئی ہے۔ یہاں میں صرف اس لئے آئی تھی کہ انہیں چکر دے سکوں۔ لیکن اس کمبخت کے تعاقب نے کام خراب کر دیا ہے۔ ٹھہرو' میں گرانٹ کو طلب کرتی ہوں۔"

میں نے تعرض نہیں کیا اور بنی نے گرانٹ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دیو قامت گرانٹ اندر داخل ہو گیا۔ اس نے گردن خم کی تھی۔

"ہوریشو کہاں ہے؟" بنی نے سفاک لہجے میں کہا۔ وہ گرانٹ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ لیکن گرانٹ کے چہرے پر تحیر کے نقوش پھیل گئے۔

"کک------کیا مسٹر ہوریشو واپس آگئے باس؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"تم نے اسے کہاں چھوڑا تھا؟" بنی نے پوچھا۔

"اپنی نگرانی میں اسٹیمر میں بٹھا کر روانہ کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ بنی باس کی ہدایت پر عمل کر کے مجھے شکر گزار ہونے کا موقع دیں۔"

"پھر اس نے کیا کہا تھا؟"

"میرے سامنے چلے گئے تھے باس! اگر واپس آگئے ہوں تو مجھے علم نہیں ہے۔" گرانٹ نے جواب دیا۔

"گرانٹ! کیا تمہیں صرف میرے احکامات پر عمل کرنے کی ہدایت نہیں ہے؟"

"یقیناً باس! گرانٹ صرف آپ کا خادم ہے۔"
"تب تم نے اس وقت ہوریشو کے ساتھ رعایت کیوں برتی؟"
"اوہ باس! بڑے باس کی یہی ہدایت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہوریشو نمبر ۲ ہے۔ ان کے بعد اس کی عزت کی جائے۔ تاہم میں نے مسٹر ہوریشو کو ہدایت کر دی تھی کہ باس بنی کے حکم سے انحراف نہ کیا جائے ورنہ میں ان کے احکامات کی تعمیل کروں گا۔" گرانٹ نے جواب دیا۔ اور بنی خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے سخت لہجے میں کہا۔
"اس کا فیصلہ بھی مکلینو کو جلد ہی کرنا پڑے گا کہ نمبر دو کون ہے۔ اور بہت جلد تم سن لو گے۔ لیکن اس کے بعد میں تمہیں وفاداروں میں نہیں گردانوں گی' سمجھے؟"
"باس! میرا کیا قصور ہے؟ آپ خود بتائیں۔" گرانٹ کے لہجے میں خوشامد آگئی تھی۔ "آپ جو حکم دیں' میں مسٹر ہوریشو کی گردن مروڑ دوں۔ لیکن آپ کو میری حفاظت کرنا ہو گی۔"
"کس کی مجال ہے جو میرے آدمی کو ہاتھ لگائے۔" بنی غرا کر بولی۔
"تب---- آیندہ گرانٹ کسی کے مرتبے کا خیال نہیں رکھے گا۔" گرانٹ نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ اور بنی اسے سخت نگاہوں سے گھورتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔
"مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہوریشو واپس جزیرے پر آگیا ہے۔ اس نے سرے سے جزیرہ چھوڑا ہی نہیں ہے۔ معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے مل جائے تو بھرپور سزا دو۔ اگر تم اسے قتل بھی کر دو گے تو اس کی جواب دہ میں ہوں گی۔"
"بس باس!" گرانٹ کا چہرہ پتھریلا ہو گیا۔ پھر وہ خاموشی سے گھوما اور واپس چلا گیا۔ اس کے باہر نکلنے کے بعد بنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کیا خیال ہے؟" اس نے پوچھا۔
"شاندار۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ویسے یہ عمدہ آدمی ہے' جو بات ذہن میں بیٹھ جائے کر کے ہی چھوڑتا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ بہرحال مس بنی! یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے ہمیں چند ہلکے لیکن خطرناک ہتھیار ساتھ رکھنا ہوں گے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک ہم مطمئن نہ ہو جائیں۔"
"میں فراہم کر دوں گی۔" بنی نے کہا۔
"بس باقی حالات پر چھوڑ دیں۔ اپنی دانست میں ہمیں انتظامات مکمل کر لینے چاہئیں۔ حالات اگر کوئی نیا اختیار کرتے ہیں تو ظاہر ہے۔ وہ ہمارے تابع نہیں۔ ہم ان سے نمٹنے کی کوشش کریں گے۔" میں نے کہا اور بنی غور سے میری شکل دیکھنے لگی پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کیوں مس بنی! کیا سوچ رہی ہیں آپ؟"
"کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی خیال آگیا تھا۔ میری زندگی انتہائی خطرناک لوگوں کے درمیان گزری ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے لیکن بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم---- تم ان لوگوں سے زیادہ خطرناک ہو۔ تم کسی خطرے کو خاطر میں ہی نہیں لاتے اور کامیاب و کامران رہتے ہو۔"
"اوہ بنی! اس بات پر شکریہ کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے انکساری سے کہا اور بنی عجیب سی

نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔
"اب کیا پروگرام ہے؟"
"کوئی نہیں بنی!" میں نے انجان بن کر کہا۔
"ارے ہاں' نوئیل کے بارے میں بتاؤ۔"
"کیا مس بنی؟"
"تمہارے دوست سے اس کی کیسی بن رہی ہے؟"
"میرا دوست اداس ہو گیا ہے۔"
"ارے کیوں؟" بنی نے تعجب سے پوچھا۔
"میں نے اسے بتا دیا ہے کہ کل ہم روانہ ہو جائیں گے۔"
"تو پھر؟"
"نوئیل اسے پسند آگئی ہے۔"
"اوہ' گویا اس سے جدائی کے تصور سے اداس ہو گیا ہے۔" بنی ہنس کر بولی۔
"ہاں۔ انسان تو ہے مس بنی!"
"لیکن نوئیل کو تو ساتھ لے جانے کا پروگرام ہے۔" بنی نے جواب دیا۔
"اوہ' کیا مطلب؟" میں چونک پڑا---- ویسے اس خبر سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے بنی میرے ساتھ جا رہی تھی۔ فی الحال اس کی قربت بھی یقینی تھی۔ ایسی صورت میں سردارے سے شرمندہ ر[illegible] پڑتا۔ لیکن بنی کے ان الفاظ سے مجھے تقویت پہنچی تھی۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔
"بہرصورت' نوئیل نے خود کو وفادار ثابت کیا ہے اور پھر میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے ساتھی سے متاثر بھی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"اس میں کوئی حرج نہیں ہے مس بنی! ویسے کون کون ساتھ جائے گا؟" میں نے پوچھا۔
"میں' تم' تمہارے دونوں ساتھی' گرانٹ اور نوئیل---- اس طرح یہاں سے ہم چھ آدمی جائیں گے۔ لیکن گرانٹ کو ایک مخصوص وقت تک ساتھ رکھیں گے' اس کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد اسے ٹال دیں گے اور دوسرے پروگرام پر عمل کریں گے۔"
"اوکے بنی! ویسے یہ خوش خبری میرے دوست کے لئے بہت اہم ہے۔ کیا میں اسے اپنے دوست تک پہنچا دوں؟"
"کتنی دیر میں واپس آؤ گے؟" بنی نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اوہ' جتنی دیر میں آپ کہیں مس بنی!"
"بس میں سونا چاہتی ہوں۔ دن بھر مصروف رہنے کی وجہ سے تھک گئی ہوں۔" بنی نے ناز سے کہا---- اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"بہت بہتر۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ میرے انداز میں خواہ مخواہ شرارت آگئی تھی۔ بنی نے اسے محسوس کیا اور میں نے اسے شرماتے ہوئے دیکھا۔ اس نے رخ بدل لیا تھا۔ میں مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ واہ عورت ہمیشہ ہر رنگ میں یکساں ہے تو۔

کمرے میں واپس آیا تو گولڈ مین کوئی رسالہ پڑھ رہا تھا اور سردارے سو رہا تھا۔ میں سردارے کو لیٹے دیکھ کر چونک گیا۔ گولڈ مین نے رسالہ بند کر دیا تھا اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سردارے بہت جلد سو گیا۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ مسٹر سردارے آج کچھ اداس ہیں مسٹر میگوئن' سوری مسٹر نواز!" گولڈ مین نے کہا۔

"سو گیا کیا؟"

"شاید-----" گولڈ مین نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ اور سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔

"اداسی کی وجہ نہیں معلوم ہو سکی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا حالانکہ میں سمجھ گیا تھا۔

"میں نہیں معلوم کر سکا نواز----- مس صاحبہ بھی آئی تھیں لیکن مسٹر سردارے نے ان سے معذرت کر لی۔" گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ سردارے واقعی سنجیدہ تھا۔ مجھے بھی احساس ہو گیا تھا۔ لیکن بہرحال میں اس کے لئے ایک عمدہ خبر رکھتا تھا اس لئے اب فکر کی بات نہیں تھی۔

"کیا کہا تھا اس نے لڑکی سے؟" میں نے پوچھا۔

"بڑی رکھائی سے پیش آئے تھے۔ مس نوئیل حیران رہ گئی تھیں۔" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"افسوس! اس نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور جیسا کہ مجھے اندازہ تھا سردارے اچھل کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سو نہیں رہا ہے۔

"اس کے ساتھ اس سلوک کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی نقصان ہو گیا باس؟" سردارے کسی قدر خجل لہجے میں بولا۔

"زبردست نقصان۔ اس سے بہت بڑا کام بن رہا تھا۔"

"اوہ' باس باس! بدبختی ہے میری۔ آج کل ہر کام الٹا ہو رہا ہے۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیا تھی سردارے؟"

"بس موڈ خراب تھا باس۔"

"لیکن کیوں-----؟" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"بس بعض اوقات حماقت ہو جاتی ہے استاد! معاف کر دو' ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔" اور مجھے ترس آ گیا۔ سردارے اس وقت اپنی فطرت سے ہٹ گیا تھا۔ چند ساعت میں نے کچھ سوچا اور پھر اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ سردارے میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔

"اب بتاؤ۔ کیا بات ہے؟"

"قسم سے کوئی بات نہیں استاد!" سردارے کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عشق ہو گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے ذہن میں ایسا کوئی خانہ ہی نہیں ہے۔" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"ہونا بھی نہیں چاہئے سردارے! ہم لوگوں کے لئے کاروبار عشق سودمند بھی نہیں ہے۔ اور پھر جیسے ایک ذہین اور سمجھ دار انسان سے میں اس کی توقع بھی نہیں رکھتا۔"

"ایسی بات نہیں ہے استاد!" سردارے نے کہا۔

"پھر اداس کیوں ہو؟"

"نہ جانے کیوں۔ بس ابھی اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بہرحال حماقت ہو گئی استاد----- تم اتنی بات تو تسلیم کر لیا کرو کہ بہرحال انسان ہوں' کبھی غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔"

"جاؤ اس کے پاس۔" میں نے کہا۔

"اوہ' استاد! عجیب نہیں رہے گا؟"

"کچھ بھی ہو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن کھجانے لگا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"استاد کا حکم نہیں ٹال سکتا' جا رہا ہوں۔ اور یقین کریں' اتنی صلاحیتوں کا مالک ہوں کہ اسے منا لوں گا۔ تم فکر مند نہ ہونا۔" اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ میں اسے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ اور پھر میں نے گہری سانس لی اور واپس گولڈ مین کے پاس آ گیا۔ گولڈ مین کو نہایت سنجیدگی سے اس سلسلے میں بتایا کہ کل دس بجے ہم یقینی طور پر روانہ ہو رہے ہیں اور وہ ذہنی طور پر تیار رہے۔

"میں ذہنی اور جسمانی طور پر پوری طرح تیار ہوں ماسٹر! آپ بے فکر رہیں۔ کچھ ہو تو سہی' اب تو ہاتھ پیروں میں زنگ لگتا جا رہا ہے۔"

"بس کل سے بھاگ دوڑ شروع ہے اور مجھے ابھی اس کی تیاریاں بھی کرنی ہیں' چنانچہ اجازت دو۔" میں نے کہا اور پھر واپس چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بنی کے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ بنی شب خوابی کے لبادے میں لیٹی بیحد حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے بدن سے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں اور آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ نہ جانے یہ شراب کا خمار تھا یا جوانی کا----- بہرحال میں نے اسے بانہوں میں سمیٹ لیا اور بنی نے خود کو مجھ میں جذب کر لیا۔ اس کے سانسوں کی گرمی جذبات کی آئینہ دار تھی۔ میں نے اس کی ساری امنگوں کو پورا کر دیا اور وہ سکون کی گہری نیند سو گئی۔

اور پھر دوسری صبح وہ جلد اٹھ گئی۔ ناشتہ اس نے میرے ساتھ ہی کیا تھا۔ اس کے بعد کہنے لگی۔ نواز! مجھے اجازت دو گے میں ضروری کارروائی کے بعد ہی واپس آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے بنی! میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میرا انتظار کرو۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں واپس گولڈ مین کے پاس آ گیا۔ سردارے بھی آ گیا تھا۔ لیکن سنجیدہ تھا۔ اس کی وہ کیفیت نہیں تھی جو ہوتی تھی۔ نہ جانے نوئیل اسے اس قدر کیوں بھا گئی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کس وقت واپس آئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"نوئیل سے کوئی تذکرہ تو نہیں ہوا؟"

"باس! مجھے آجکل گدھا کیوں سمجھنے لگے ہو؟" سردارے نے سوال کیا۔

"کیونکہ عاشق نظر آنے لگے ہو' اور عاشقوں کو میں گدھوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"نہیں استاد! یہاں مجھے تم سے اختلاف ہے۔ ہم جیسے لوگ عشق کے قابل نہیں ہیں۔ یا یوں کہو کہ ہمارے حالات نے ہمیں عام انسانوں سے جدا کر دیا ہے۔ ورنہ ہمارے دیس کی کہانیاں' وہ لوگ معصوم تھے ہیر رانجھا' سوہنی مہینوال' سسی پنوں' لیلیٰ مجنوں' شیریں فرہاد----- بہرحال ان کے پیار کی داستانیں امر

ہیں۔

"کیا ملا کسی کو؟"

"ملا ہو یا نہ ملا ہو----- کہانیاں تو چھوڑ گئے۔ دلوں کے سودے تو فطرت کا حق ہیں استاد!"

"گدھے' سو فیصدی گدھے----- بہرحال مجھے تمہارے ضائع ہونے کا افسوس ہے سردارے۔"

"نہیں استاد! میں ضائع نہیں ہوا' ٹھیک ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بہرحال میں نے اندازہ لگایا تھا کہ نوئیل کو بھی اس بارے میں معلوم نہیں ہے۔ ورنہ وہ ضرور تذکرہ کرتی اور سردارے کے چہرے پر پھول ہی پھول کھلے نظر آتے۔

دوپہر کو تقریباً پونے بارہ بجے بنی خود ہمارے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اندر ہی اندر وہ بہت پرجوش ہو لیکن نارمل نظر آنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"مسٹر نواز! براہ کرم میرے ساتھ آیئے۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ نکل آیا۔ باہر آتے ہی وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "ساری تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔"

"خوب' کوئی الجھن؟" میں نے غور سے اسے دیکھا۔

"کوئی نہیں ہے۔"

"ہوریشو کے بارے میں رپورٹ ملی؟"

"ہاں۔ گرانٹ نے پورے وثوق سے کہا ہے کہ وہ جزیرے پر موجود نہیں ہے۔"

"گرانٹ اتنا ذہین ہے؟"

"اس نے پوری کوشش کی ہے۔ بہرحال وہ بھی خاصی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ٹھیک ہے بنی! ہم نے پوری کوشش کر لی ہے اس کے باوجود اگر کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو پھر دیکھا جائے گا۔ ہاں آپ نے اسلحے کے لئے کیا کیا؟"

"وہ بھی تیار ہے' دیکھ لو۔" بنی نے اپنے کمرے کا تالا کھولتے ہوئے کہا۔ عموماً اس کے کمرے میں تالا نہیں رہتا تھا لیکن اس وقت اس نے شاید خصوصی طور پر تالا لگایا تھا۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر ایک الماری کھول کر اس نے جدید ترین ساخت کی تین ہلکی اسٹین گنیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں اور اس کے بعد چار پستول نکالے۔ بہت عمدہ ہتھیار تھے۔ میں نے انہیں پسند کیا۔

"ایمونیشن؟" میں نے پوچھا۔

"کافی ہے۔ لیکن تمہیں یہ چیزیں اپنے لباسوں میں چھپانی ہوں گی۔"

"مشکل کام نہیں ہے۔" میں نے اسلحہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے اسی لئے ان گنوں کا انتخاب کیا ہے۔ یہ ہلکی پھلکی لیکن نہایت کار آمد ہیں۔"

"ٹھیک ہے بنی! ہیلی کاپٹر آ گیا؟"

"ہاں۔ دس بجے ہی آ گیا تھا۔"

"پائلٹ سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں۔"

"کیا اسے فوراً واپس جانا تھا؟"

"ہاں' اسے یہی ہدایت کی گئی تھی۔"

"آپ نے اس سے کیا کہا؟"

"میں نے اسے حکم دیا ہے کہ دو بجے یہاں سے جائے' میں قیدیوں کو لے جا رہی ہوں۔"

"اوہ' آپ نے اسے بتا دیا؟"

"ہاں کیوں؟" بنی نے تعجب سے پوچھا۔

"مناسب نہیں تھا مس بنی! اس کے بجائے آپ اسے صرف یہ حکم دیتیں کہ وہ رکے' آپ کو اس سے کام ہے۔ ویسے پائلٹ کہاں ہے؟ کیا اسی عمارت میں ہے؟"

"نہیں۔ وہ----- وہ نمک کے ایک کارخانے میں اپنے دوست کے پاس گیا ہے۔"

"بہرحال مناسب نہیں ہوا----- اسے موقع نہیں ملنا چاہئے تھا۔ اب آپ کب روانہ ہوں گی؟"

"دو بجے۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کہہ چکا ہوں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔ بنی کسی سوچ میں ب گئی تھی۔ ٹھیک دو بجے ہم لوگ چل پڑے۔ گرانٹ اور نوئیل ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ میں نے بھی بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ ہیلی کاپٹر ایک چھوٹے سے میدان میں نظر آ رہا تھا۔ پائلٹ قریب کھڑا تھا اور کے قریب ہی گرانٹ اور نوئیل کھڑے نظر آ رہے تھے۔ میں نے سردارے کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ وہ ل کو دیکھ کر چونکا نہیں تھا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ نوئیل ساتھ جا رہی ہے۔ ہم ہیلی رکے نزدیک پہنچ گئے اور پائلٹ نے ادب سے دروازہ کھول دیا۔

بنی نے اشارہ کیا۔ پہلے گولڈ مین پھر میں اور سردارے اندر داخل ہو گئے۔ پھر گرانٹ اور نوئیل اور آخر میں بنی پائلٹ کے پاس بیٹھ گئی۔ سردارے کے ہونٹ کھلے تھے اور پھر بند ہو گئے تھے۔ پائلٹ یٹ سنبھال لی اور خود کار دروازہ بند ہو گیا۔

"اجازت مادام!" اس نے پوچھا اور بنی نے گردن ہلا کر چشمہ آنکھوں پر چڑھا لیا۔ تب ہیلی کاپٹر کی نااسٹارٹ ہوئی اور پھر وہ فضا میں بلند ہونے لگا۔

ہم سب خاموش تھے۔ ہیلی کاپٹر کافی بلند ہو گیا تھا اور پھر وہ سیدھا پرواز کرنے لگا۔ نیچے گہرا نیلا سمندر ہوا تھا اور سر پر نیلا آسمان۔ روشن اور چمک دار دن تھا۔ لیکن ہیلی کاپٹر کا سفر بڑا اکتا دینے والا تھا۔ کوئی نہیں بول رہا تھا۔ اور جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے سردارے کو اردو میں مخاطب کیا۔

"تم سکرات کی کیفیت میں کیوں ہو؟" میری آواز نے سب کو چونکا دیا تھا۔ بنی نے چونک کر گردن ی تھی۔ اور پھر وہ بولی۔

"آپ نے کچھ کہا مسٹر نواز؟"

"نہیں مس بنی----- میں نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور بنی نے سانس لی----- میں پھر سردارے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ "تم نے جواب نہیں دیا۔"

"ماحول میں کچھ گھٹن سی محسوس ہو رہی ہے استاد!" سردارے بولا۔

"نوئیل موجود ہے پھر بھی؟"

"نہ جانے تم ایسے جان لیوا مذاق کیوں کرتے ہو استاد! ویسے شاید اسے بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ساتھ جا رہی ہے۔" سردارے مضمحل سی مسکراہٹ سے بولا۔

"اب بولو------ گدھے نہیں لگ رہے؟" میں نے کہا۔

"جو کہو تسلیم۔ تم نے اتنا بڑا احسان کیا ہے مجھ پر۔" سردارے نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اسی وقت اچانک ہیلی کاپٹر کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور سب ہل گئے۔ بنی نے چونک کر پائلٹ کی طرف دیکھا۔ پائلٹ بھی چونک پڑا تھا۔ اور پھر وہ جلدی جلدی ہیلی کاپٹر پائلٹ بورڈ کے سوئچ دبانے لگا۔ ہیلی کاپٹر نے کئی اور جھٹکے لئے تھے۔ اس کی مشین کی آواز سست پڑتی جا رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" بنی خوفزدہ آواز میں بولی۔

"نہ جانے------ نہ جانے کیا------" پائلٹ نے کہا۔ وہ کسی قدر نروس نظر آنے لگا تھا۔ بنی خود بھی مشین بورڈ کو جھک کر دیکھنے لگی۔ ہیلی کاپٹر کی مشین بند ہوتی جا رہی تھی۔

"جیسن------ کیا ہو رہا ہے؟" بنی غرائی۔ لیکن پائلٹ نے جواب نہیں دیا۔ وہ بری طرح بدحواس نظر آ رہا تھا اور بدستور ہیلی کاپٹر کی مشین پر مصروف تھا۔ پھر اس نے نیچے نگاہ دوڑائی اور میری نظریں بھی بے اختیار نیچے چلی گئیں۔ سمندر میں ایک اور جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ سرسبز اور درختوں سے بھرا ہوا جزیرہ۔ دفعتہ ہیلی کاپٹر کا انجن پھر جاگ اٹھا۔ پائلٹ کی کوشش کامیاب ہو گئی تھی۔ مشین دوبارہ چل پڑی۔ لیکن صرف چند لمحات کے لئے۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ جھٹکا کھایا۔ لیکن پائلٹ نے اب شاید گر جان لیا تھا۔ اس نے مشین پھر اسٹارٹ کر دی۔ ہیلی کاپٹر کو وہ کافی نیچے لے آیا تھا۔ کئی بار اس نے جھٹکے کھائے اور پائلٹ نے اسے سنبھالا۔ سب کے چہرے سرخ تھے۔ اور پھر پائلٹ اسے جزیرے پر اتارنے لگا۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں کچھ پوچھنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ اگر وہ جزیرے پر از جاتا تو یہی غنیمت تھا۔ بہرحال ہوشیار پائلٹ نے اسے زمین پر اتار لیا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں درختوں کی بہتات نہیں تھی۔ گھاس کا ایک طویل میدان تھا اور گھاس ہی سے لدے پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا۔ اور بدحواس پائلٹ پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے جیسن؟" بنی غرائی۔

"آپ دیکھ رہی ہیں مادام------ یقین کریں۔" پائلٹ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "یقین کریں اس کی کسی خرابی کا مجھے علم نہیں تھا ورنہ میں------"

"لیکن اب کیا ہو گا؟"

"میں خرابی درست کر لوں گا باس! مجھے تھوڑی مہلت دیں' میرے حواس درست نہیں ہیں۔" اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ اس دوران میں غور سے پائلٹ کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں' نہ جانے کیوں میرے ذہن میں کرید تھی' ایک انجانی سی خلش------

بنی چند ساعت سوچتی رہی۔ پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔ ہم لوگ بھی نیچے اتر آئے تھے

اور پھر کسی خیال کے تحت میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائی تھیں اور میرے ذہن کی خلش دور ہو گئی۔ گھاس کے ٹیلوں نے بے شمار انسان اگل دیئے تھے۔ یہ سب مسلح تھے اور عجیب سے انداز میں کھڑے ہوئے تھے۔

"مس بنی!" میں نے بنی سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اور بنی جو ابھی تک ہیلی کاپٹر کی طرف متوجہ تھی چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اسے شاید میرے لہجے میں کوئی بات محسوس ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے نواز؟"

"آپ ہیلی کاپٹر سے نگاہیں ہٹا کر قرب و جوار کے ماحول کا بھی تو جائزہ لے لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور بنی نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں آگ سلگ اٹھی۔ یہ اندازہ لگانے میں اب کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے تھی کہ ہیلی کاپٹر کی مشین میں کوئی خرابی نہیں ہوئی تھی بلکہ اسے صرف مطلوبہ جگہ اتارنا مقصود تھا۔

"جیسن!" بنی کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"یس باس!" پائلٹ نے معصومیت سے اسے دیکھا۔

"یہ لوگ کون ہیں؟"

"اوہ' میں نہیں جانتا باس! آپ لوگ تھوڑی دیر آرام کریں۔ میں ہیلی کاپٹر کی خرابی دور کئے لیتا ہوں۔" پائلٹ نے کہا۔ میرے ساتھیوں نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا اور اب صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے بھی قرب و جوار کے ماحول پر نگاہ ڈالی۔ ہم تیزی سے پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ لیکن اگر اس طرف سے فائرنگ شروع کر دی جاتی تو اس کھلے میدان میں کوئی قریبی پناہ گاہ نہیں تھی۔

دفعتاً چند لوگ گنیں سیدھی کئے آگے بڑھنے لگے۔ ان کے آگے آگے ہوریشو چل رہا تھا جو اچانک نمودار ہوا تھا۔ بنی اور دوسرے لوگوں نے بھی ہوریشو کو دیکھ لیا جس کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ ہم خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

"باس کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔" ہوریشو قریب پہنچ کر بولا۔

"یہ سب کیا ہے ہوریشو؟" بنی نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"باس کے پروگرام میں رخنہ اندازی بلاشبہ ناقابل معافی گستاخی ہے لیکن ہوریشو کو موقع دیں۔ اگر ہوریشو کی وفاداری میں ذرا بھی شبہ ہو تو اپنی گردن اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر باس کی خدمت میں پیش کر دے گا۔"

"ہیلی کاپٹر یہاں کیوں اترا ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"میرے ایما پر ہی اترا ہے باس! لیکن یہ ضروری تھا۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور پائلٹ جو اب تک معصوم بنے رہنے کی اداکاری کر رہا تھا' سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کا مطلب ہے ہوریشو کہ اب تم میرے کاموں کو یعنی ن درمیان سے کاٹ سکتے ہو؟"

"باس سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"یہ لوگ کون ہیں؟" بنی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"باس کے غلام ہیں۔"

"مسلح غلام؟" بنی نے کہا۔

"آپ اندازہ نہیں لگا سکیں باس ---- یہ لوگ کتنے خطرناک ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انہوں نے باس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔" ہوریشو ہماری طرف اشارہ کر کے بولا۔

"گرانٹ! کیا تم اتنے بے اثر ہو کہ میری طرف سے گفتگو نہیں کر سکتے۔" بنی نے کہا اور گرانٹ آگے بڑھ آیا۔

"مسٹر ہوریشو! میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ لیکن بنی باس کا غلام ہوں۔ اگر آپ ان لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے تھے تو وہ باس بنی کے علم میں ہونا چاہئے تھی۔"

"میں باس سے معافی مانگ لوں گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"اور میں تمہیں معاف کر دوں گی؟" بنی غرائی۔

"باس کو جب معلوم ہو گا کہ ----" ہوریشو نے کہنا چاہا لیکن بنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ خوفناک انداز میں بولی۔

"میں مکلینو کی بیٹی کی حیثیت سے تمہیں تمہارے عہدے سے معطل کرتی ہوں۔ سمجھے! آج سے تم ہمارے گروہ میں نہیں رہے۔" اور پھر وہ چیخ کر بولی ---- "اگر تم میں سے کوئی مکلینو کا وفادار ہے تو آگے بڑھ آئے۔" ہوریشو جیسے پتھر کا بنا ہوا تھا اس کے اوپر کوئی خاص اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ تمام لوگ قریب پہنچ گئے۔ لیکن ہوریشو نے پلٹ کر ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ بدستور بنی سے ہی مخاطب تھا۔

"بنی باس! میں آپ کے احکامات سے انحراف نہیں کر رہا۔ میں نے جزیرہ چھوڑ دیا تھا۔ لیکن مکلینو کے مفادات کو میں نہیں چھوڑ سکتا تھا' اور یہ سب مکلینو کے لئے ہی ہوا ہے۔"

"میں تمہیں معطل کر چکی ہوں اور اب تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔" بنی غرائی۔

"لیکن میں اس حکم کو نہیں مانوں گا۔"

"مکلینو کے وفادارو ---- مکلینو کے نام پر اس طرف آجاؤ۔ جو لوگ ہوریشو کا ساتھ دیں گے وہ مکلینو کے دشمن ہوں گے اور اس کے بعد تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"اس بات کے جواب میں' میں تم لوگوں سے یہ کہوں گا کہ باس بنی نا سمجھ ہے۔ اگر مکلینو میری معطلی کی تصدیق کر دی تو تم لوگوں کو آزادی ہو گی۔"

"مکلینو میری بات نہیں کاٹ سکتا۔" بنی نے کہا۔

"مسٹر ہوریشو! اس وقت باس غصے میں ہے' اس کے احکامات کی تعمیل ہونی چاہئے۔" ایک شخص نے نرم لہجے میں کہا۔ اور ہوریشو نے ہاتھ بلند کر دیا۔ دوسرے لمحے کسی طرف سے فائر ہوا اور وہ شخص زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ تمام لوگ چونک پڑے تھے۔ لیکن ہوریشو نے اس طرف رخ بھی نہیں کیا تھا جدھر سے گولی آئی تھی۔

"یہ کیا ہوا ----؟ دیکھا تم نے؟ کیا ہوریشو مکلینو کا باغی نہیں ہے۔"

"یہ کیا ہوا ہے مسٹر ہوریشو!" چند لوگ بیک وقت غرائے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کے چہرے بگڑ گئے تھے۔

"ہوریشو کتے ---- ذلیل' کمینے۔" بنی نے شدید طیش کے عالم میں پستول نکال لیا۔ لیکن گرانٹ نے اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مس بنی! آپ جانتی ہیں کہ میں نے تائب ہو کر مکلینو سے معافی مانگنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور آپ نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے معافی دلوا دیں گی۔ اگر ہوریشو ہمیں گرفتار کر کے مکلینو کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تو آپ کو اس میں اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ بات تو ایک ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں' یہ کسی طور ممکن نہیں۔ ہوریشو اب اس گروہ میں نہیں ہے۔ وہ مکلینو کا باغی ہے۔"

"مسٹر ہوریشو! حالات کو بگاڑنے کی ذمے داری آپ پر ہے۔ آپ نے اس شخص کو ہلاک کر دیا ہے جس نے باس کے نام پر یہ بات کی تھی۔" گرانٹ نے کہا۔

"لیکن اس کا فیصلہ مکلینو کے سامنے ہو گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ گرانٹ! اگر تم مکلینو کے وفادار ہو تو ہوریشو کو گرفتار کر لو۔"

"یہ مناسب نہ ہو گا گرانٹ ---- میں اس حکم کو صرف مکلینو کی زبان سے سن کر تسلیم کروں گا۔"

"لیکن تم نے اسے ہلاک کر کے ہم لوگوں کو ہماری حیثیت بتا دی ہے۔ ہم بنی کے ساتھ ہیں۔" بہت سے لوگوں نے ہتھیار اٹھا لئے اور ہوریشو نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر انہیں گھورنے لگا۔

"خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔" وہ بولا۔

"ہمارا تو کام ہی مرنا مارنا ہے ہوریشو! اپنے چھپے ہوئے کتوں سے کہو گولیاں چلائیں۔ ہم دیکھتے ہیں ان کی تعداد کتنی ہے۔" ایک شخص نے کہا۔

اور اچانک ہوریشو کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ "اچھی بات ہے۔ جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ ایک طرف ہو جائیں اور جو بنی کے ساتھ ہیں وہ دوسری طرف۔"

لوگ جگہیں چھوڑنے لگے۔ اور بنی کے طرفدار ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ لیکن ان کی تعداد دوسرے لوگوں سے بہت کم تھی۔ چند افراد واپس پہاڑوں کی طرف چلے گئے تھے۔ ہوریشو خاموش کھڑا یہ کارروائی دیکھتا رہا تھا ---- اور پھر ---- اچانک اس کے منہ سے قہقہہ ابل پڑا تھا۔

"بنی ---- کیا تم میری طرفدار نہیں ہو؟" اس نے کہا اور بنی نے نفرت سے تھوک دیا۔ ہوریشو پھر اسی انداز میں ہنس پڑا۔ "تب ٹھیک ہے' یہ سب گواہی دیں گے۔" ہوریشو نے کہا۔ اور اچانک اس نے ہاتھ اٹھا دیا۔ اور پھر فائروں کی کئی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن گولیاں ہماری طرف نہیں آئی تھیں۔ البتہ پہاڑوں میں کئی چیخیں سنائی دی تھیں۔

"ہوریشو بے ساختہ پلٹ پڑا۔ لیکن انہی لوگوں میں سے چند لوگ پیچھے ہٹے اور گنیں تان کر کھڑے ہو گئے جو ہوریشو کے ساتھی تھے۔

"تمہیں ہم بہتر طور پر جانتے ہیں ہوریشو!" ان میں سے ایک بولا۔ "اسی لئے ہم تمہارے لوگوں میں آ ملے تھے تاکہ انہیں کنٹرول کریں۔ اور ہمارے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو بھی سنبھال لیا جنہیں تم پہاڑوں میں چھپا آئے تھے۔"

"اوہ۔" ہوریشو کی آنکھوں میں آگ سلگ اٹھی۔ "تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے' اب کیا چاہتے ہو تم

لوگ؟"

"ہم باس بنی کی ہدایت پر عمل کریں گے۔"

"لیکن کان کھول کر سن لو------ یہ جزیرہ تمہارے لئے جہنم بن جائے گا۔ میں آخری بار سے درخواست کرتا ہوں کہ اس معاملے کو مکلینو پر چھوڑ دیا جائے۔ باس مکلینو کے حکم کا انتظ لے۔ بے شک وہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے نہ کرے۔ لیکن میں باس کا حکم آجانے تک کسی کو جزیرہ چھوڑنے دوں گا۔"

"صورت حال بے حد خراب ہو گئی تھی۔ ہتھیار ہوریشو کے آدمیوں کے ہاتھوں میں بھی تھے اور وقت فرار مشکل تھا۔ بنی آگ ہو رہی تھی لیکن اس وقت اسے ٹھنڈا کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بڑھ کر کہا۔

"باس! صورتحال بری نہیں ہے۔ غلط فہمی میں ان حالات کو اور خراب نہ کیا جائے۔ اچھا ہے باس یہاں آجائے' وہ خود فیصلہ کر دے گا۔" اس کے ساتھ ہی میں نے بنی کو ایک اشارہ بھی کیا تھا۔ اس چہرے پر کئی رنگ نظر آئے۔

"ٹھیک ہے' مکلینو کو فوراً طلب کیا جائے۔ وہ خود آکر فیصلہ کرلے گا۔ لیکن اس وقت تک کوئی ان لوگوں کو چھو بھی نہیں سکے گا۔" بنی نے کہا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے باس!" ہوریشو نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال ہے اب تصفیہ ہو گیا اس لئے ہمیں کشیدگی کی فضا ختم کر دینی چاہئے۔ میں باس کے قیام کا بندوبست کر دوں؟"

"بکواس مت کرو۔ میری نگاہ میں تم مکلینو کے باغی ہو۔ اس کے علاوہ تم دھوکے باز تمہارے اوپر کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ گرانٹ! اس طرف چلو اور ان لوگوں کو ساتھ لے لو جو ہمارے ساتھی ہیں۔ ہم کسی پہاڑی غار میں پناہ لیں گے۔ چلو------ اور تم لوگ بھی پہاڑوں سے اتر آؤ۔" نے چیخ کر کہا اور وہ لوگ گنیں تانے نیچے اتر آئے جنہوں نے پہاڑوں میں چھپے لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔

دونوں گروہ دو مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ ہوریشو اب پرسکون تھا۔ لیکن میں بھی اس شخص فطرت سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ ہم نے ایک کشادہ غار منتخب لیا اور اس میں داخل ہو گئے۔ بنی بے حد فکرمند نظر آرہی تھی۔

"اب کیا ہوگا نواز؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"صورت حال تھوڑی سی مختلف ہو گئی ہے بنی------ لیکن میرا خیال ہے زیادہ فکرمند ہونے ضرورت نہیں ہے۔ سوچیں گے' کریں گے۔ بہرحال خوشی کی بات یہ ہے کہ کافی تعداد میں لوگوں نے ہم ساتھ دیا ہے۔"

"اوہ' یقیناً۔ ان لوگوں نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیا ہے ورنہ بدباطن ہوریشو------ وہ غصے دیوانہ ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں اسی بات کا احساس دلانا چاہتا تھا بنی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوریشو حواس کھو بیٹھا ہے۔ اس وقت وہ صرف ان لوگوں سے مجبور ہوا

اس کے پوشیدہ ساتھیوں کو قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ورنہ......"

"تمہارا خیال درست ہے نواز------ پھر اب------؟"

"کہا نا فکر مند مت ہو۔ ان لوگوں کو ہینڈل کرنا ہے جو ہمارے ساتھ ہیں۔ تم ان سے بات کرو اور بتاؤ کہ ہوریشو مکمل طور پر باغی ہو گیا ہے اور کسی بھی وقت اس کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے۔ اس پر نگاہ رکھی جائے۔"

"ٹھیک ہے ہم انہیں پہاڑوں میں پھیلا دیتے ہیں۔" بنی نے کہا اور پھر وہ باہر نکل آئی۔ تمام لوگ وہاں موجود تھے۔ گولڈمین اور گرانٹ بھی وہیں موجود تھے۔

"مکلینو کے وفادارو! میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" بنی نے کہا اور اس کی آواز سن کر تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا بات ہے باس؟"

"تمہیں علم ہے کہ میں مکلینو کی بیٹی ہوں اور بہرحال اس بات کا بھی تمہیں اندازہ ہے کہ بیٹی ہونے کے باوجود مکلینو نے مجھے گروہ میں عہدہ بھی دے رکھا ہے۔"

"ہاں باس! ہمیں معلوم ہے۔"

"یہ عہدہ کسی طرح بھی ہوریشو کے عہدے سے کم نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ بیرونی معاملات دیکھتا ہے۔ لیکن خود مکلینو کو اب یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ ہوریشو نہ صرف کاروبار میں بے ایمانی کر رہا ہے بلکہ وہ خفیہ طور سے اس کاروبار پر قابض ہونے کے خواب بھی دیکھ رہا ہے اور اس کے لئے وہ مکلینو کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔"

"باس کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے؟ لیکن کس طرح بنی باس؟"

"مجھے اغوا کر کے' مجھے پوشیدہ کر کے' باپ کو مجبور کر کے۔ مکلینو میرا باپ ہے نا؟"

"اوہ' اگر یہ بات ہے تو بے فکر رہو باس------ ہم اس کے ارادے کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیں گے۔" ایک شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم لوگوں نے ہوریشو کو مجبور کر دیا تھا۔ لیکن وہ وار ضرور کرے گا۔ چنانچہ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"ہم تمہارے لئے جان دے دیں گے باس! ہم ہزار آنکھوں سے تمہاری نگرانی کریں گے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ تم ہوشیار رہو۔"

"ہم نے ہوریشو کے خلاف محاذ بنا لیا ہے۔ اس جزیرے پر وہ اتنا طاقتور نہیں ہے۔ ٹھیک ہے' ہم میں سے کچھ اس کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں لیکن ہم ان سے بھی نمٹ لیں گے۔"

"گڈ------ اور اس کے بعد تم جانتے ہو۔ مکلینو احسان فراموش نہیں ہے۔"

"ہم اس کے ادنیٰ غلام ہیں باس!" انہوں نے جواب دیا اور پھر وہ پہاڑوں میں پھیل گئے۔ وہ سب مسلح تھے اور خاصے چاق و چوبند نظر آرہے تھے۔ میں غار میں واپس آگیا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک خلش تھی' ایک عجیب سی خلش' جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی۔

غار میں ضروریات کا سارا بندوبست کر لیا گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم بیٹھ کر گفتگو کرنے

لگے۔ سردارے، نوئیل، گولڈ مین اور گرانٹ بھی ہمارے ساتھ تھے۔
"اب کیا خیال ہے نواز ---- کیا ہوریشو ایسی کوئی جرأت کر سکے گا؟" بنی نے پوچھا۔
"خود تمہارا کیا خیال ہے بنی؟"
"میں فیصلہ نہیں کر پا رہی۔"
"کیوں؟"
"اس لئے کہ وہ ابھی تک خود کو مکلینو کا وفادار کہتا ہے۔ اگر اس نے دھوکے سے میرے او
حملہ کیا تو پھر مکلینو سے وفاداری کا کیا سوال رہ جاتا ہے۔ یہ تو کھلی بغاوت کا اعلان ہے کیونکہ مکلینو
کسی بھی حالت میں میری موت تو پسند نہیں کرے گا۔"
"ہاں۔ یہ تو ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔
"لیکن تجربہ کچھ اور کہتا ہے۔" بنی گردن ہلا کر بولی۔
"وہ کیا باس؟" اس بار گرانٹ نے مداخلت کی۔ اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ گرانٹ کے
لہجے میں اس وقت ایک خاص کیفیت تھی۔
"اوہ، گرانٹ! کیا اس نے ہم لوگوں پر ہتھیار نہیں اٹھائے تھے۔ کیا میں اس وقت ان ہتھیاروں کے
نشانے سے دور تھی؟"
"نہیں باس! مسٹر ہوریشو کچھ بھی ہوں، ان کی یہ مجال نہیں ہو سکتی۔" گرانٹ غرا کر بولا۔
"پھر تم بتاؤ گرانٹ ---- وہ سب کیا تھا؟"
"اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال ہے باس تو گرانٹ کو اجازت دو۔ مسٹر ہوریشو کی حیثیت میری
میں باس کے احکام کے تحت تھی۔ اگر وہ باس کا باغی ہے تو میں اس سے کم نہیں ہوں۔"
"تم کیا کرو گے گرانٹ؟"
"میں اس کا سر کاٹ لاؤں گا۔" گرانٹ غرا کر بولا۔
"ہوں۔" بنی میری طرف دیکھنے لگی۔ تب میں نے گرانٹ سے کہا۔
"گرانٹ! کیا ہم لوگوں میں کوئی ہیلی کاپٹر پائلٹ نہیں ہے؟"
"ان لوگوں میں مشکل سے ملے گا جناب۔"
"میں ہیلی کاپٹر اڑا سکتی ہوں لیکن مشق نہیں ہے۔"
"تم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو پہچانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"کیوں نہیں۔"
"تب اگر کر سکتے ہو تو ایک کام کرو۔"
"کیا نواز؟" بنی نے پوچھا۔
"تم دونوں ---- میری مراد گولڈ مین اور گرانٹ سے ہے، تم دونوں جاؤ اور کسی طرح پائلٹ
اغوا کرلاؤ۔ یہ تمہارا اہم کام ہوگا۔"
"میں تیار ہوں۔" گرانٹ نے سینہ ٹھونک کر کہا۔
"تو کیا میں نہیں تیار ہوں گا۔" گولڈ مین مسکرا کر بولا۔

"لیکن کام جتنی ہوشیاری سے کرنا ہوگا، اس کا اندازہ تمہیں ہے گولڈ مین ----؟"
"فکر مت کرو ڈیئر باس ---- گولڈ مین تو خود کو چوہا محسوس کر رہا تھا۔ اب میں کام کروں گا۔ اٹھو
یار ---- ہم اسے دو گھنٹوں کے اندر اغواء کر لائیں گے۔"
"گڈ ---- تب پھر تم دونوں روانہ ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔
"اجازت باس!" گرانٹ کھڑا ہو کر بنی سے بولا۔
"مسٹر نواز کے احکامات کسی طور پر میرے احکامات سے مختلف نہ سمجھے جائیں۔" بنی نے جواب
دیا۔
"او کے باس!" گرانٹ نے اٹینشن ہو کر کہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمہارے پاس پستول موجود ہے
مسٹر ----!" تخاطب گولڈ مین سے تھا۔
"میرے پاس پستول کی والدہ محترمہ موجود ہیں۔" گولڈ مین چہک کر بولا۔ وہ بیحد خوش نظر آرہا تھا۔
گرانٹ مسکرانے لگا۔ اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔
"بنی!" میں نے بنی کو مخاطب کیا۔ "تم نے اسے ہدایات نہیں دیں؟"
"اوہ، بس کافی ہے نواز ---- گرانٹ ایسے کاموں کا ماہر ہے۔"
"تم مطمئن ہو تو ٹھیک ہے۔"
"سردارے!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔
"یس باس!"
"تم بھی کچھ کرنے کو تیار ہو؟"
"دل و جان سے باس!" سردارے نے جواب دیا۔
"تب تمہیں ہیلی کاپٹر پر قبضہ کرنا ہے۔ یہاں سے دو آدمی ساتھ لے لو۔ ہرچند تم ہیلی کاپٹر اڑا کر
نہیں لا سکتے۔ لیکن تمہیں اس پر مکمل قبضہ رکھنا ہے۔"
"او کے باس!"
"یہ سب کچھ تم کس طرح کرو گے، تم جانتے ہو؟"
"جانتا ہوں باس!"
"آدمیوں کی تعداد بڑھا سکتے ہو۔"
"ہوں۔" سردارے نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر بولا۔ "دو کی بجائے چار آدمی دیئے جائیں باس
اور یہ بتایا جائے کہ یہ قبضہ کس وقت تک برقرار رکھا جائے گا۔"
"صبح سات بجے تک۔ اس کے بعد تم ہیلی کاپٹر چھوڑ کر واپس آسکتے ہو۔"
"او کے باس! ایک اجازت اور....."
"بولو۔"
"نوئیل کہتی ہے کہ وہ خاص حالات میں عورت نہیں مرد ہے۔" سردارے نے عجیب سے لہجے
میں کہا۔
"اوہ، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور پھر عورت ساتھ ہو تو مرد کی کارکردگی خودبخود بڑھ جاتی

ہے۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو مس بنی۔۔۔۔۔۔ اور چونکہ آپ کی اجازت ہے اس لئے میرے باس کو بھی آپ مطمئن کرلیں گی۔" سردارے کھڑا ہو کر بولا۔ اور پھر نوئیل کی طرف دیکھ کر بولا۔ ارے ہاں! آپ کو تو اعتراض نہیں ہے مس نوئیل؟"

"ہرگز نہیں جناب! بلکہ میں خوش ہوں کہ مجھے صرف عورت نہیں سمجھا جا رہا۔"

"تب پھر میرے ساتھ جانے والوں کو ہدایت کر دی جائے۔"

"آئیے۔" بنی نے کہا اور ہم سب باہر نکل آئے۔

بڑی پر اسرار رات تھی' ہنگاموں سے پر۔ بنی نے باہر آکر چار مسلح آدمی سردارے کے ساتھ کر دیئے۔ اور وہ سب تاریکی میں روپوش ہو گئے۔ میں اور بنی خاموش کھڑے انہیں جاتے دیکھتے رہے تھے۔ پھر بنی نے گہری سانس لی اور میری کلائی پکڑلی۔

"آؤ نواز۔۔۔۔۔ اندر چلیں۔" اور میں اس کے ساتھ واپس چل پڑا۔ بنی اندر پہنچ کر خاموش کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس کی خاموشی محسوس کرلی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں بنی؟"

"اس رات کے بارے میں سوچ رہی ہوں نواز۔ کیا تمہیں یہ رات انوکھی نہیں لگ رہی ہے؟"

"ہاں ایک عجیب سا احساس ہے اور میرا خیال ہے جس ماحول اور حالات میں ہم ہیں' ان کے تحت یہ احساس غیر فطری نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ غار میں اب میں اور بنی تنہا تھا۔ دوسرے لوگ باہر پہرا دے رہے تھے۔ غار میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے نواز؟"

"صورت حال خاصی الجھی ہوئی ہے۔ ہم فی الوقت دو طرفہ پھنسے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ہم مکلینو کے وفادار بھی تو نہیں ہیں۔ اگر معاملہ مکلینو تک جا پہنچا تو۔۔۔۔؟"

"تو پھر؟"

"ویسے کھیل ابھی تمہارے حق میں ہے بنی۔ اگر ہم کسی طرح مکلینو کے جال میں جا پھنسے تو کم از کم تم یہ کہہ سکتی ہو کہ تم نے دولت اگلوانے کے لیے ایک لمبا جال پھیلایا ہے اور میں تمہاری مدد کروں گا بنی' میں ساری دولت واپس کردوں گا تم یقین کرو میں خود بھی کنگال آدمی نہیں ہوں۔ سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں میرے کروڑوں ڈالر جمع ہیں۔ ہاں بات رہی مکلینو کے عتاب کی تو تم میری مدد کرنا۔ اگر مکلینو مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر فرار کی نئی کوشش۔"

"اوہ۔ نواز۔ تمہاری زندگی کو کتنے خطرات لاحق ہیں؟"

"سچ پوچھو بنی' یہ خطرات ہی زندگی ہیں۔ مجھے سکون کے گھر پہنچا دو ایک ہفتے میں مر جاؤں گا۔"

"تم مکمل مرد ہو۔" بنی میرے قریب کھسک آئی۔

"خطرات میرے لئے سکون بخش ہوتے ہیں۔" میں نے اس کے بدن کو بازوؤں میں کستے ہوئے کہا۔

"لیکن ہوریشو؟" بنی کسمسائی۔

"وہ سارے اصولوں سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اب تمہاری زندگی لینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ پے درپے شکستوں سے وہ بری طرح جھنجلا گیا ہے۔"

"ہاں۔ تم نے ہر قدم پر اسے مایوس کیا ہے۔ میرا خیال ہے تم نے ہیلی کاپٹر یہاں سے فرار ہونے کے لیے منگوایا ہے' میرا مطلب ہے پائلٹ کا اغوا اور ہیلی کاپٹر پر قبضہ۔"

"یقیناً بنی!"

"لیکن ان لوگوں کا کیا ہوگا نواز؟"

"جو باہر پہرہ دے رہے ہیں؟"

"ہاں۔"

"مجھے معاف کرنا بنی' یہاں میں خود غرضی سے کام لے رہا ہوں۔ یہ سب مکلینو کے نام پر ہوریشو کے خلاف ہوئے ہیں۔ اگر انہیں ہمارے فرار کا علم ہو جائے تو کیا یہ ہمیں زندہ چھوڑیں گے۔"

"یہ بات تو ہے۔" بنی نے کہا۔

"ایسی صورت میں ہم یہاں سے نکلنے کے بعد ان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ بہرحال ہوریشو ان کا دشمن بن گیا ہے لیکن وہ خود اس سے نمٹ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" بنی نے گردن ہلائی اور پھر اس نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا۔ خود کو میری آغوش میں دے دیا۔ شاید وہ اس خوفناک رات کے تاثر کو ذہن سے مٹا دینا چاہتی تھی لیکن وہ عورت تھی' جذبات میں بہہ جانے والی عورت' جبکہ مجھے اس رات کے بے پناہ خطرات کا احساس تھا۔ اس رات کا تو ہر لمحہ چاق و چوبند رہنے والا تھا۔ اگر ہم خواہشات کے بھنور میں پھنس گئے تو مار بھی کھا سکتے تھے۔

میں نے اشاروں کنایوں میں یہ بات بنی کو سمجھائی اور اسے بھی ہوش آ گیا۔

"ہاں یہ رات' جاگنے کی رات ہے۔" وہ بولی۔

"یقیناً بنی! میرا خیال ہے تم میری آغوش میں لیٹ کر آنکھیں بند کرلو' تھکن اتر جائے گی۔"

"اور تم؟"

"میں جاگتا رہوں گا۔"

"نہیں نواز۔ تمہارے ساتھ جاگنے میں بھی لطف آئے گا۔ میں تمہیں اس قدر چاہنے لگی ہوں۔" اس نے میرے زانو پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہاری محبت کا احساس ہے بنی۔" میں نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ باہر سناٹے کا راج تھا۔ بنی کے محافظ پہاڑوں میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہر قسم کی نقل و حرکت بند کردی تھی۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر غار کے قریب قدموں کی چاپ سن کر میں چونک پڑا۔

میرا خیال تھا کہ بنی سو گئی ہے۔ دوسرے لمحے میرا ہاتھ اسٹین گن کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں نے بنی کو بھی بل کھا کر اٹھتے دیکھا تھا۔ اس نے بھی گن سنبھال لی۔

"اوہ۔ بنی جاگ رہی ہو؟" میں نے سرگوشی کی۔

"ہاں!"

"تم نے کچھ سنا؟"

"قدموں کی چاپ ہے۔" بنی نے سرگوشی کی اور میں خاموش ہوگیا۔ تب باہر سے آواز سنائی دی۔

"باس! کیا آپ سو گئی ہیں؟" اور ہم نے گہری سانس لی۔ یہ ہمارے ہی آدمی تھے۔ بنی کا گہرا سانس بھی صاف سنائی دیا تھا۔

"نہیں۔ ہم جاگ رہے ہیں۔ خیریت؟"

"سب ٹھیک ہے باس۔ آپ چاہیں تو سو سکتی ہیں۔ ہم غار سے زیادہ دور نہیں ہیں اور غار ہماری نگاہ میں ہے۔ اس کے علاوہ بے فکر رہیں۔ ہم سب پوری طرح چاق و چوبند ہیں اور ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار۔ آپ یہ نہ خیال کریں کہ ہم سو گئے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ! میں تمہاری اس جانثاری کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوکے باس!" قدموں کی آوازیں دور ہو گئیں۔ بنی ایک سانس لے کر میرے سینے سے ٹک گئی تھی۔

"یہ لوگ واقعی وفادار ہیں۔ کاش میں انہیں کوئی انعام دے سکتی۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بنی چند ساعت سوچتی رہی، پھر اس نے چہرہ اٹھایا اور میرے کئی بوسے لے ڈالے۔ "یقین کرو نواز، اب تم مجھے ساری دنیا سے پیارے ہو۔ تمہارے لیے میں زندگی کی ایک ایک سانس قربان کرنے کو تیار ہوں۔ تمہاری دائمی قربت کے لیے میں ہر کٹھن لمحے کو بخوشی جھیل سکتی ہوں۔ نواز میں نے پوری کائنات میں اس سے زیادہ محبت کبھی نہیں کی۔ کوئی بھی مجھے تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔" میں نے بھی بنی کی اس گرم جوشی کا جواب اسی گرم جوشی سے دیا تھا۔ بس میں نے اتنا کرم کیا تھا اس پر کہ اظہار نہ ہونے دیا کہ میں کسی طور اس کا سہارا نہیں بن سکتا۔ میری منزل تو ابھی خود میرے تصور میں نہیں ہے، کوئی اس کا تعین کیا کر سکتا ہے۔

ہم دونوں اسی طرح کی گفتگو کرتے رہے۔ رات کا ہر لمحہ ذہن میں دھمک پیدا کر رہا تھا۔ عجیب سے خیالات کی رات تھی۔ ہمارے بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ابھی تک کوئی نہیں پلٹا تھا۔ رات کی تاریکی کے دونوں مشن اہمیت رکھتے تھے۔ اس وقت صورت حال اچھی تھی۔ اگر گرانٹ اور گولڈ مین اپنے کام میں کامیاب ہوگئے تو صورت حال بہتر ہوتی ہے ورنہ پائلٹ کے بغیر ہیلی کاپٹر پر قبضہ بھی بے مقصد بن جاتا ہے۔

بنی نیم غنودہ ہوگئی تھی۔ طویل خاموشی اس کے ذہن نے قبول نہیں کی تھی اور اسے نیند آنے لگی تھی۔ میرا بھی باتیں کرنے کا موڈ نہیں تھا اس لیے میں نے اسے نہ چھیڑا اور پھر بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو میں بھی غار کی کھردری زمین پر لیٹ گیا۔ خیالات کی یورش ذہن کی جانب جاری تھی اور میں انہیں پرے دھکیلنے کے لیے جنگ کر رہا تھا۔ میں صرف سردارے اور گولڈ مین کے مشن کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا اور باہر کی ہر آہٹ سننا چاہتا تھا۔

اور رات گذرتی رہی۔

نہ جانے کون سا پہر تھا جب فضا میں ہیلی کاپٹر کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔ بنی شاید کچی نیند میں تھی، اس نے بھی یہ آواز سنی اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"نواز۔۔۔۔ نواز۔۔۔۔ یہ آواز۔۔۔۔ ہیلی کاپٹر کی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"وہ لوگ کامیاب ہوگئے۔ کیا ہیلی کاپٹر اسی طرف نہیں آرہا؟"

"ہاں بنی۔" میں نے شدید ذہنی انتشار کے عالم میں کہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ میں نے تو کچھ اور کہا تھا۔ کیا گولڈ مین اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا؟ کیا اس کی ملاقات سردارے سے ہوگئی اور سردارے نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے یہی بہتر سمجھا کہ ہیلی کاپٹر لے چلے اور وہ کام انجام دے جو ہم چاہتے تھے۔

سردارے کی ذہانت کو مد نگاہ رکھتے ہوئے یہ بات ناممکن نہیں تھی لیکن۔۔۔۔ لیکن سردارے۔۔۔۔ میرا ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"تو آؤ، باہر چلیں۔ انہیں اشارہ دیں۔" بنی میرا بازو پکڑ کر بولی۔

"رکو بنی۔" میں نے اسے تھام لیا۔

"کیوں؟" بنی تعجب سے بولی۔

"انہیں آجانے دو، پھر چلیں گے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ نواز! کیا تمہیں ان کی کامیابی پر شبہ ہے؟ انہوں نے شاندار پیمانے پر کام کیا ہے اور وہی کیا ہے جو ہم چاہتے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر لے آئے ہیں۔"

"بنی پلیز مجھے سوچنے دو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ۔۔۔۔۔" میرا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اچانک غار میں تیز روشنی رینگ آئی، انتہائی تیز روشنی اور بنی اچھل پڑی۔

"یہ۔۔۔۔ یہ کیا؟" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا اور مجھے جواب دینے کی نوبت پیش نہ آئی۔ دو خوفناک دھماکے ہوئے۔ رات کا سکوت جس طرح زخمی ہوا وہ بہت خوفناک تھا۔ پتھروں کے لڑھکنے کا شور ہیجان خیز تھا۔ پھر ایک دھماکہ اور اس کے بعد دو اور دھماکے۔

یوں لگتا تھا جیسے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو رہے ہوں۔ ہیلی کاپٹر سے بم پھینکے جا رہے تھے اور ان آوازوں میں انسانی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ہمارے محافظ بموں کا شکار ہو رہے تھے۔ بنی مجھ سے چمٹ گئی تھی۔ عام حالات میں وہ بزدل نہیں تھی لیکن چونکہ کچی اور تکلیف دہ نیند سے جاگی تھی اس سے بدحواس ہوگئی تھی۔

میں خاموش کھڑا رہا۔ بنی کے منہ سے بھی کوئی آواز نہیں نکلی تھی اور یہی مناسب تھا ورنہ اس وقت اس کے سوالات جھنجلاہٹ کا باعث بن جاتے۔

دھماکے وقفے وقفے سے ہو رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی روشنی کے بم بھی پھینکے جا رہے تھے تاکہ ان پوشیدہ لوگوں کو دیکھ لیا جائے جو پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے۔ ہوریشو واقعی چالاک انسان تھا۔ اسے ان مسلح لوگوں کا اندازہ تھا جو بنی کے ساتھ تھے اور پھر اس نے ہمارے بارے میں بھی ضرور سوچا ہو گا۔ اسے یقین ہو گا کہ ہم غافل نہیں ہوں گے چنانچہ اس نے پہاڑوں میں حملہ مناسب نہ سمجھا اور اس طرح کارروائی کی۔

لیکن اب وہ ہر قیمت پر سب کو ختم کرنے پر تل گیا تھا۔ وہ شاید کھل کر مکلینو کے مقابلے پر آگیا تھا کیونکہ ظاہر ہے کسی بھی قیمت پر مکلینو کم از کم اپنی بیٹی کی موت پسند نہیں کرے گا لیکن اب ہوریشو اس سے بے نیاز ہے۔ اسے مکلینو یا اس کی بیٹی کا کوئی خیال نہیں ہے۔

اگر ہم غار سے باہر نکل جاتے تو ممکن ہے ہمیں بھی نقصان پہنچ جاتا لیکن غار کافی کشادہ تھا اور اس کی چھت مضبوط چنانچہ ہم محفوظ تھے۔

بنی اس وقت اپنی تمام تیزی اور طراری بھول گئی تھی۔ وہ کسی معصوم بچی کی طرح مجھ سے چمٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اس وقت کوئی یہ کہہ بھی نہیں سکتا کہ وہ خود کو اتنی خطرناک سمجھنے والی لڑکی ہے۔

میں انتظار کرتا رہا۔ دھماکے اب بھی ہو رہے تھے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہونے لگی۔ گویا ان لوگوں نے اپنا کام ختم کر لیا تھا۔ میرے لیے تو بہت سی فکریں تھیں۔ سردارے گرانٹ گولڈ مین وغیرہ۔ نہ جانے ان لوگوں کا کیا حشر ہوا۔ میرا اپنا خیال تھا کہ اس جزیرے پر یہی ایک ہیلی کاپٹر تھا' ممکن ہے دوسرے بھی ہوں۔ پتہ نہیں یہ لوگ اس ہیلی کاپٹر پر قبضہ بھی کر سکے یا نہیں۔ شاید کسی اور چکر میں پھنس گئے ہوں۔

بہرصورت چونکہ ایک ہی ہیلی کاپٹر یہاں پر آیا تھا اس لیے یہ بات نہیں سوچی جا سکتی تھی کہ وہی ہیلی کاپٹر ہو' جس میں ہم لوگ یہاں تک پہنچے ہیں۔ اس کا پائلٹ ہوریشو کے قبضے میں تھا ورنہ وہ ہمیں اس جگہ کیوں اتارتا۔ ہیلی کاپٹر میں بنی بھی موجود تھی اور وہ جس طرح ہوریشو کے آدمیوں کی صف میں جا ملا تھا' اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا۔

گویا سردارے وغیرہ خطرے میں تھے۔ میرے بدن میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔ اس وقت میں اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں سے نکلنے کا جو خیال ذہن میں تھا' اس پر کامیابی سے عمل ہونا چاہئے تھا لیکن اس سے زیادہ مجھے سردارے کی فکر تھی اس کے بعد گولڈ مین کی۔ باقی کسی سے مجھے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن ہونا کیا چاہئے------؟ میں نے سوچا فی الوقت کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بنی شاید اپنے حواس پر قابو پا چکی تھی۔ جب اس نے مجھ سے کہا۔

"کیا خیال ہے نواز' باہر نکلیں۔ ہیلی کاپٹر واپس جا چکا ہے۔" اس نے میرے بازو کو تھامتے ہوئے کہا۔

"ہاں چلو۔ باہر چلتے ہیں۔" میں نے کہا اور بنی کا بازو پکڑ کر باہر نکل آیا۔ تاریکی بدستور تھی۔ کہیں کہیں کراہوں کی آوازیں ہماری رہنمائی کر رہی تھیں لیکن ان لوگوں کو دیکھنے سے فائدہ بھی کیا۔ ہم ان کے لیے کیا کر سکتے تھے۔ ہم اپنی الجھنوں میں گرفتار تھے۔ تب بنی نے کہا۔

"اب کیا کیا جائے نواز؟"

"بڑی مشکل ہے بنی۔ اگر میرے ساتھی ٹھیک ہوں اور یہاں واپس آنے کی کوشش کریں تو ان کے لیے بھی خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یقیناً! مگر کیا ہم یہیں قیام کریں؟ کیا اس کے بعد وہ یہاں کی حالت دیکھنے نہیں آئیں گے؟"

"آئیں گے ضرور لیکن دن کی روشنی میں۔ رات کو وہ یہاں اترنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے' پھر انہیں ضرورت بھی کیا پڑی ہے اس کی۔" بنی نے کہا۔

"تو پھر؟"

"تم سوچو نواز۔ میں تو بالکل معطل ہو کر رہ گئی ہوں' حالانکہ اس سے قبل میں ایسی نہ تھی۔ لیکن

اندازہ ہوتا ہے جب دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی بزدل بھی ہو جاتا ہے۔ میں پہلے جیسی بنی نہیں رہی۔" بنی نے کہا اور میں اس کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاریکی میں مجھے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاہم بنی کے جذبات سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ خود کو بھول بیٹھی ہے۔

"آؤ بنی۔" میں نے ایک فیصلہ کرنے کے بعد کہا۔ اس وقت یہاں سے نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ بہرحال ہم وہاں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے اور کچھ دیر کے بعد ہم دونوں کھلے میدان میں آ گئے اور ایک بار پھر ہمیں ایک خوفناک واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔

ہیلی کاپٹر واپس آ رہا تھا۔ اس وقت ہم کھلے میدان میں تھے۔ ہم دونوں کو دیکھ لیے جانے کا خطرہ زیادہ تھا۔

یقیناً وہ روشنی کے بم پھینکے گا اور اس کے بعد بچے کھچے لوگوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ گویا ہیلی کاپٹر دوبارہ لوڈ ہو کر آ رہا تھا۔ میں نے صورت حال کو محسوس کیا اور بنی کا ہاتھ پکڑ کر نہایت تیز رفتاری سے بھاگنے لگا۔ میری یہی کوشش تھی کہ میں ان پہاڑیوں سے دور جا نکلوں۔ میں اور بنی نہایت تیز رفتاری سے دوڑتے رہے۔ ہیلی کاپٹر کافی پیچھے رہ گیا تھا لیکن ظاہر ہے ہم اس کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

چنانچہ تاروں کی چھاؤں میں ہمیں ایک درخت کا سایہ سا نظر آیا۔ ہم اس کی طرف دوڑنے لگے تھے۔ چند ساعت کے بعد میں درخت کے نزدیک تھا۔ ہیلی کاپٹر ابھی ہم سے کافی دور تھا اور مجھے یقین تھا کہ تاریکی میں وہ لوگ ہمیں دوڑتے ہوئے نہ دیکھ سکیں ہوں گے' ورنہ درخت کے اوپر پھینکے جانے والا ایک بم ہی کافی تھا۔

ہم درخت کے نیچے پہنچ گئے۔ ہیلی کاپٹر تیز رفتاری سے چلتا ہوا پہاڑی پر پہنچ گیا اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک بار پھر ہم نے دیکھا کہ پہاڑوں میں روشنی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی خوفناک دھماکے ہونے لگے۔ بنی نے کان بند کر لیے تھے۔

"بنی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نواز۔ نواز میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"ذہن کو قابو میں رکھو بنی۔ تم باہمت لڑکی ہو۔"

"مگر اب کیا کریں۔ اب بتاؤ کیا کریں؟"

"میرا خیال ہے وہ لوگ صرف ایک ہیلی کاپٹر پر آئے ہیں۔ یہاں دوسرے لوگ یقیناً موجود نہ ہوں گے۔ وہ پہاڑوں پر متوجہ ہیں۔ چنانچہ ہمیں تیزی سے اس جگہ سے نکل جانا چاہئے۔ آؤ۔" میں نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کا بازو پکڑ لیا اور ہم برق رفتاری سے دوڑنے لگے۔ اس بار میرا رخ آبادی کی جانب تھا۔

جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا' میں نے سوچا تھا۔ بہرصورت انتہائی برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے ہم کافی دور نکل آئے۔ پہاڑیوں پر گویا دھماکوں کی بارش ہو رہی تھی۔ ہوریشو قہر توڑ رہا تھا۔ غالباً وہ بالکل ہی پاگل ہو گیا تھا۔

تب تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک مکان کے نزدیک پہنچ گئے۔ بستی کے لوگ جاگ چکے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ویسے بھی میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس جزیرے پر ہوریشو یا مکلینو کی کیا

حیثیت تھی۔

یہاں کے لوگ سب کے سب اس کے غلام تھے یا پھران میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو جزیرے
زندگی گذار رہے تھے۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا اور نہ ہی اس وقت بنی سے پوچھ
کا یہ موقع تھا۔ مکان کی آڑ میں پہنچ کر ہم خاموش کھڑے ہو گئے۔ مجھے خطرہ تھا کہ ان لوگوں نے کہیں ہمیں
اس طرف آتے دیکھ نہ لیا ہو۔ اگر یہ صورت حال ہوئی تو کافی مشکلات پیش آسکتی تھیں۔

تاہم جس مکان کی آڑ میں ہم لوگ کھڑے تھے وہاں اوپر سے لوگوں کی گفتگو کرنے کی آوازیں سنا
دے رہی تھیں۔ اس سلسلے میں وہ لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور پھر میں مکان کا دروازہ تلاش کرنے لگا۔ جلد ہی مجھے دروازہ
گیا۔ اسے کھولنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔

میں مکان کے اندر رینگ گیا۔ بنی میرے ساتھ ہی تھی۔ چھوٹا سا مکان تھا' دو تین کمروں پر مشتمل
معمولی سی بناوٹ۔ نہ جانے اس مکان میں کتنے افراد ہوں۔ میں نے سوچا۔ میرے ذہن میں خوفناک منصو
جنم لے رہا تھا۔ بہر صورت میں مکان میں روشنی تلاش کرتا ہوا اندر ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ خواب گاہ
آرہی تھی۔

اس وقت حالات کافی خراب تھے۔ خواب گاہ میں ایک ڈبل بیڈ پڑا ہوا تھا۔ چند ضروری چیزوں کے
علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے بنی کو اشارہ کیا اور ہم دونوں بیڈ کے نیچے رینگ گئے۔ بہت ہی عجیب
صورت حال تھی۔ ہم چوہوں کی طرح چھپتے پھر رہے تھے۔

بنی بھی اس ماحول سے بے حد متاثر نظر آرہی تھی۔ بیڈ کے نیچے چھپے چھپے ہم دروازے کی جانب
دیکھتے رہے۔ دروازہ بالکل ہی سامنے تھا اور اگر کوئی اندر داخل ہوتا تو ہمیں یقیناً اندازہ ہو جاتا۔ بنی ساکت
وصامت پڑی ہوئی تھی۔ وہ زور زور سے سانس بھی نہیں لے رہی تھی۔ مبادا اس کی آواز باہر نہ نکل
جائے۔ اس وقت اس کے اندر کی عورت پوری طرح ابھر آئی تھی۔

لیکن بیڈ کے نیچے لیٹے لیٹے ہی اچانک میرے بدن میں ایک پھریری سی آئی اور میرے اندر۔
ایک آواز ابھری۔

"نواز! یہ سب کیا ہے؟ میں چونک پڑا۔ دل ہی دل میں' میں نے اس آواز سے پوچھا کہ وہ کیا
چاہتی ہے۔

"تم خوفزدہ ہو؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔"

"پھر تمہاری یہ کیا کیفیت ہے؟"

"صرف حالات۔"

"کیا تم حالات سے مغلوب ہو جانے والے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر اتنے بزدل کیوں بن رہے ہو۔ اپنے ذہن سے کام لو۔ اپنی ان قوتوں کو آواز دو جو انوکھے کارنا
انجام دیتی ہیں۔ آواز نے مجھے ڈھارس دلائی اور درحقیقت میں نے اپنے اندر ایک

محسوس کیا۔ نواز----- وہی نواز جو انسانی قدروں سے باغی تھا۔

"بنی! تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسی جگہ رکو میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے
کہا۔

"اوہ کہاں نواز؟"

"بس----- کچھ نہیں بنی۔ میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ تم آرام سے یہاں لیٹو' میں ابھی تم
سے ملوں گا۔"

"لیکن-----؟"

"پلیز بنی! مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور مسہری کے نیچے سے باہر
رینگ گیا۔ میں دروازے کی جانب جا رہا تھا۔ مجھے اب اس بات کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ بنی میری ہدایت پر
عمل کرتی ہے یا نہیں۔ اگر اس نے میری ہدایت سے اختلاف کیا تو ظاہر ہے ماری جائے گی اور مجھے اس بات
سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں تو صرف اسے اپنا آلہ کار بنا کر لایا تھا' وہ میری محبوبہ نہ تھی۔ یہ فطرت تو کبھی کی
سو چکی تھی۔ چنانچہ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی چند ہی قدم گیا تھا کہ چھت سے اترنے والے
میرے سامنے پہنچ گئے۔ دو عورتیں اور ایک مرد تھا۔

میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے اندازہ لگایا کہ ان کے علاوہ تو کوئی اور موجود نہیں ہے۔ ان تینوں کی
آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ اندازہ لگالیا کہ یہاں پر صرف
ہی تینوں افراد ہو سکتے ہیں۔

ویسے ان لوگوں نے خواب گاہ کا رخ نہیں کیا تھا جہاں بنی چھپی ہوئی تھی' بلکہ وہ ایک دوسرے
کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ کمرے کا دروازہ انہوں نے کھلا چھوڑ دیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ دروازے کے
قریب پہنچ گیا۔ دراصل میں ان کی باتیں سننا چاہتا تھا۔ ویسے پستول میرے پاس موجود تھا اور ہلکی گن بھی
میرے لباس میں چھپی ہوئی تھی۔

پستول میں نے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ کسی بھی خطرے سے فوری طور پر نبٹ سکوں۔ تب
عورت کی آواز ابھری۔

"جیک! آخر یہ سب کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہیلنا' ہوریشو کی ان لوگوں سے ٹھن گئی ہے۔" جیک نے جواب دیا۔

"مگر وہ تو ہوریشو ہی کے ساتھی ہیں؟" عورت نے کہا۔

"ہاں مگر باس کی بیٹی بنی بھی ان کی ساتھی ہے۔" جیک نے جواب دیا۔

"لیکن ہوریشو کی یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ بنی کے خلاف ہو گیا؟"

"ہوریشو۔" جیک نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "وہ اپنی دنیا کا شہنشاہ ہے۔ بگڑ گیا سو بگڑ گیا' اسے
بس کلینو نہ روک سکے گا۔"

"لوہ۔ تم باس کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"میں یہ بات تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں کسی بھرے مجمعے میں نہیں کہہ رہا۔" جیک نے شاید
سا کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا اس کی ذمہ داری ہم پر بھی عائد نہیں ہوتی؟" ہیلنا نے پوچھا۔

"کس کی؟"

"ہمیں کس کی مدد کرنی چاہیے؟"

"صرف اپنی۔" جیک نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر اپنی مدد بھی ہم اسی طرح کر سکتے ہیں کہ مکلینو کی مدد کریں ورنہ کیا مکلینو ہمیں معاف کر دے گا؟"

"ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ ہوریشو نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ہوریشو کا ساتھ دے رہے ہیں اور یہ مکلینو کا ہی کہنا تھا کہ ہوریشو کو اس کے بعد سیکنڈ سمجھا جائے۔"

"لیکن ہوریشو، بنی کے خلاف ہے؟"

"اوہ ہیلنا! تم فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی بے شک مکلینو کی بیٹی ہے لیکن میرا خیال ہے اسے بھی اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں، جتنے کہ ہوریشو کو۔" جیک نے جواب دیا۔

"تو کیا وہ اسے مار ڈالے گا؟" ہیلنا نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"مار چکا ہو گا۔ وہ اس کا دشمن بن گیا ہے اور ہوریشو جس کا دشمن بن جائے اس کی زندگی کے بارے میں تم کیا کہہ سکتی ہو۔" جیک نے کہا۔

"مجھے تو گروہ میں انتشار کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کہیں گروہ میں آپس میں ہی نہ ٹھن جائے۔ دیکھو نا، جزیرے ہی کے لوگوں میں آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ دو گروہ بن گئے ہیں۔ بلاشبہ مکلینو پورے گروہ کا سربراہ ہے اور اس کے ہاتھ لمبے ہیں لیکن ہوریشو اپنی ایک الگ دنیا رکھتا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو کیا مکلینو اور ہوریشو میں چل نہ جائے گی؟"

"ہوریشو بے حد چالاک ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا وہ مکلینو کے مقابلے پر آئے گا۔ ہرگز نہیں۔ اگر اس نے بنی کو مار بھی دیا ہے تو کیا مکلینو کے سامنے وہ اقرار کرے گا۔"

"اوہ۔ میں نہیں سمجھی؟" ہیلنا نے کہا۔

"ہیلی ڈیر! کل جزیرے پر قتل عام ہو گا۔ ان تمام لوگوں کو چن چن کر قتل کر دیا جائے گا جو ہوریشو کے خلاف مکلینو کے سامنے گواہی دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو ہر طرح سے ہوریشو کے حامی ہیں اور پھر ہوریشو خود بنی کی لاش لے کر روتا دھوتا مکلینو کے سامنے جائے گا اور اسے غم کی کہانی سنائے گا۔ وہ کہے گا کہ ایک گروہ بنی کے خلاف ہو گیا تھا، اس نے بنی کو ہلاک کر دیا۔ افسوس وہ خود وہاں نہ تھا۔ اسے اطلاع ملی تو وہ جزیرے پر پہنچا اور اس نے باغی گروہ کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"خدا کی پناہ!" ہیلنا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہوریشو سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ یہ تو میں نے کہا ہے ممکن ہے اس سے بھی

ذہن تراش لے۔" جیک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن جیک! یہ تو مکلینو سے غداری ہے۔"

"کیا مطلب؟" جیک کی آواز ابھری، اس کی آواز میں کسی قدر خشونت تھی۔

"ہم کس کے وفادار ہیں؟"

"کہہ چکا ہوں اپنے۔ کیا تم ہوریشو کے خلاف بولو گی؟ کیا اس کے بعد وہ بعد ہمیں زندہ چھوڑے گا؟"

"لیکن ضمیر بھی تو کوئی چیز ہے جیک۔"

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔ ضمیر کیا ہوتا ہے۔ زندگی ضمیر سے زیادہ قیمتی ہے۔ تم جواب دو۔ کیا تم ہوریشو کے خلاف بولنے کی جرات کرو گی؟"

"ہاں۔ خواہ مجھے مصلحت سے کام لینا پڑے۔" ہیلنا نے جواب دیا۔

"مصلحت؟" جیک کی آواز میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔

"ہاں جیک! ہم بظاہر ہوریشو کے خادم ہیں۔ کل اگر ہوریشو نے مکلینو کے وفاداروں کو تلاش کیا تو ہم ان میں نہ ہوں گے لیکن میں عہد کرتی ہوں کہ مکلینو کو بنی کی موت کی کہانی ضرور سناؤں گی۔" ہیلنا نے کہا۔

"اوہ۔ یہ تو اچھی بات ہے اور تم روبیا؟" جیک نے دوسری لڑکی کو مخاطب کیا۔

"میں ہیلنا کی طرح بے وقوف نہیں ہوں۔ میں کسی قیمت پر ہوریشو کو اپنا دشمن نہیں بناؤں گی۔ جب دوسرے خاموش رہیں گے تو مجھے ہی بولنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"لیکن ہیلنا مصلحت سے کام لے گی۔" جیک نے کہا۔

"میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔" ہیلنا نے کہا۔

"مصلحت واقعی اچھی چیز ہے۔ روبیا۔ ہیلنا ٹھیک کہہ رہی ہے لیکن کیا ہمیں بھی مصلحت سے کام نہیں لینا چاہیے؟" جیک مکاری سے بولا۔

"اوہ جیک مناسب یہی ہو گا۔ بالآخر مکلینو، ہوریشو پر قابو پا لے گا۔" ہیلنا نے سمجھا کہ جیک اس کا ہمنوا بن رہا ہے لیکن جیک ہنسنے لگا۔

"تمہارا نام مجھ سے منسوب ہے ہیلنا۔ اگر تمہارے ارادے ہوریشو کو پتہ چل گئے تو ہم بھی لپیٹ میں آ سکتے ہیں اس لیے ہوریشو کی غدار کو کیوں نہ اس کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس طرح ہوریشو کی نگاہ میں ہمارا اعتماد بڑھے گا۔"

"کک کیا مطلب؟" ہیلنا بوکھلا کر بولی لیکن جیک کھڑا ہو گیا۔

"مس ہیلنا کو باندھنے میں تم میری مدد کرو روبیا۔" اس نے اپنی ساتھی لڑکی سے کہا اور پھر پھرتی سے آگے بڑھ کر ہیلنا کو دبوچ لیا۔

"جیک! تم۔۔۔۔ تم۔ مجھے۔ ہوریشو کے سامنے پیش کرو گے؟"

"ہاں ہیلنا! اس کے غدار کی حیثیت سے اور تم جانتی ہو میں جھوٹ تو نہیں بولوں گا۔ روبیا رسی لے آؤ۔" جیک نے کہا۔

مکان کا کچن زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کے جانے کے بعد بنی نے میری طرف دیکھا۔
"اب کیا پروگرام ہے نواز؟"
"سارے کام بگڑ چکے ہیں بنی ۔۔۔۔۔۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ابھی ہم ہوریشو
نہیں آئے اور ابھی ہوریشو کو ہمیں گرفتار کرنے میں خاصی مشکلات پیش آئیں گی۔" میں نے جواب
"کمبخت درندہ ہے' خونخوار درندہ ۔۔۔۔۔۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے
"وہ مکلینو سے پوری طرح باغی ہو چکا ہے۔ حالانکہ ابھی اسے ہمارے بارے میں
ہے۔"
"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"
"بہرحال میرے آدمی ناحق پھنس گئے۔ بنی! یہاں دوسرا کوئی ہیلی کاپٹر بھی ہو سکتا ہے؟"
"اس بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"
"نہ جانے میرے ساتھی کس پوزیشن میں ہیں۔"
"وہ ۔۔۔۔۔۔ وہ مارے نہ گئے ہوں۔" بنی نے پریشانی سے کہا اور میرے بدن میں آگ لگ
"اگر سردارے کو کچھ ہو گیا بنی ۔۔۔۔۔۔ تو ۔۔۔۔۔۔ تو میں اس جزیرے کو ویران کر دوں
یہاں کسی ذی روح کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ جزیرے کی زمین خون سے سرخ ہو جائے گی۔" نہ جا
آواز میں کیا بات تھی کہ بنی خوفزدہ ہو گئی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔
"میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گی نواز ۔۔۔۔۔۔ خواہ مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں۔
"ہر طرح کا خوف ذہن سے نکال دو بنی ۔۔۔۔۔۔ ہم حالات سے نمٹنے کی ہمت بھی رکھتے
صلاحیت بھی۔ میرا خیال ہے ہم ہیلنا سے کام لے سکتے ہیں۔"
"کیسا کام؟"
"یہ لڑکی قابل اعتماد ہے۔ میں اس کی گفتگو سن چکا ہوں۔ جیک اور روبیا تو اسے قتل کر دیے
گئے تھے اور وہ مکلینو کے نام پر خوشی سے جان دینے پر تیار ہو گئی تھی۔"
"ہاں۔ مکلینو کے وفادار ایسے ہی ہوتے ہیں۔"
"بہرحال وہ ہمارے کام آئے گی۔ ہم اسے جزیرے کے حالات معلوم کرنے کا کام سونپیں
لیکن اس سے قبل خود اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔"
"جیسا تم مناسب خیال کرو نواز ۔۔۔۔۔۔ میں تو الجھ گئی ہوں۔ لیکن براہ کرم میرے جملوں
نتیجہ اخذ نہ کرنا کہ میں اس صورتحال پر پشیمان ہوں۔"
"میں جانتا ہوں بنی۔" میں نے گردن ہلائی۔ بلاشبہ میرے ذہن میں بھی یہ بات تھی کہ بنی کردار
اپنے کردار میں مضبوط ہے اور آخر وقت تک ساتھ دینے والوں میں سے ہے۔
تھوڑی دیر کے بعد ہیلنا واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی اور اس میں ہی عمدہ
کے بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔ گرم کافی اور لذیذ بسکٹوں میں بڑا لطف آیا تھا۔ ہم نے خلوص دل سے
شکریہ ادا کیا۔
"شرمندہ نہ کریں باس! آپ ان حالات میں مجھ سے ملی ہیں۔ میرا خوشی سے برا حال ہے۔

آپ کی جتنی خدمت کروں کم ہے۔" ہیلنا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔
"ایک بات بتاؤ ہیلنا!" بنی نے کہا۔
"جی باس!"
"تم یہاں اس جزیرے پر کتنے عرصہ سے ہو؟"
"تقریباً پانچ سال سے باس!"
"اس سے قبل کہاں تھا؟"
"ڈنمارک میں۔"
"یہاں تم سے کیا کام لیا جاتا ہے؟"
"نمک کی ایک فیکٹری میں اسٹینو ہوں۔ لیکن ۔۔۔۔۔۔"
"لیکن کیا؟"
"اصل کام یہ نہیں ہے باس!"
"پھر؟"
"میں لوگوں کی داشتہ بھی رہتی ہوں۔ گروہ کی طرف سے یہ کام میرے سپرد ہے۔ بحیثیت عورت
ایسے لوگوں کو متاثر کروں جو گروہ کے لئے کوئی مشتبہ حیثیت رکھتے ہوں اور پھر ان کے حالات کی رپورٹ
گروہ کو دوں۔ اس سے میری زائد آمدنی بھی ہوتی ہے جس پر گروہ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
"اوہ' تب تو تم کام کی لڑکی ہو ۔۔۔۔۔۔ یہاں تمہارے دوست آتے ہیں؟"
"دوست۔ میرا بے غرض دوست کوئی نہیں ہے مادام۔"
"کیا مطلب؟"
"لڑکیوں میں میری لائن کی چند لڑکیاں شناسا ہیں۔ وہ سب خود غرض ہیں اور بے غرض دوستی نہیں
پالتیں۔ رہے مرد ۔۔۔۔۔۔ تو میرا تعلق صرف ان مردوں سے ہے جو میرے جسم کے شیدائی ہیں۔"
"اوہ' کیا وہ یہاں آتے ہیں؟"
"نہیں۔ یہاں کوئی نہیں آتا۔"
"تم ان کے پاس جاتی ہو؟"
"آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی باس ۔۔۔۔۔۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس باقی نہیں رہ گیا
ہے کہ کسی اچھے انسان کی چاہت بن سکتی ہوں۔ یہ خیال بھی رکھتی ہوں کہ اگر کسی نے میری شکل و صورت
سے متاثر ہو کر میری طرف اس طرح بڑھنے کی کوشش کی تو اسے غلط فہمی میں نہ رہنے دوں گی۔ چنانچہ مجھے
کسی ایسے شخص کا انتظار نہیں ہوتا جو دل کی سڑک سے آتا ہے۔ ہاں ۔۔۔۔۔۔ انسان ہوں' بعض اوقات
زیادہ کمانے کے لئے اور ۔۔۔۔۔۔ بعض اوقات اپنی طلب پوری کرنے کے لئے باہر نکل جاتی ہوں اور کسی
کے ساتھ رات گزار لیتی ہوں۔"
"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی ۔۔۔۔۔۔ اس کے لئے ہیلنا کے یہ الفاظ بہت متاثر کن تھے۔ لیکن میں
نے ان پر غور بھی نہیں کیا۔ میرے سامنے تو ایسی داستانوں کے انبار تھے۔ ہر دل میں ایک زخم نظر آتا تھا مجھے
تو' اور اب تو میں ان زخموں کو دیکھنے کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ زخم خوردہ کے درد پر نگاہ بھی نہیں جاتی تھی۔ ہیلنا

بھی ان لڑکیوں سے مختلف نہیں تھی جو مختلف اشکال میں میرے سامنے آچکی تھیں۔ لیکن بنی کافی متاثر نظر آرہی تھی۔ کئی منٹ وہ خاموش رہی' پھر بولی۔

"گویا یہاں کوئی نہیں آتا؟"

"ہاں باس۔ یہاں کبھی کوئی نہیں آتا۔"

"ہم مخصوص وقت تک یہاں پوشیدہ رہ سکتے ہیں؟"

"بڑے اطمینان سے باس---- کوئی غیر معمولی صورتحال پیش آبھی گئی تب میں پورے خلوص سے آپ کے لئے جان دے دوں گی۔ اور وہی کروں گی جو کہہ رہی ہوں۔"

"شکریہ ہیلنا! تم عمدہ انسان ہو۔ میں اعتراف کرتی ہوں۔ بظاہر تم جو کچھ ہو لیکن اندر سے بہت مختلف ہو۔ کم از کم نمک حلال تو ہو۔ میں دل سے تمہاری عزت کرتی ہوں۔ ہم تمہیں ایک تکلیف دیں گے ہیلنا۔"

"میرے لئے سعادت ہوگی باس!"

"ہمارے حالات معلوم ہیں تمہیں؟"

"ہاں باس۔ ہوریشو آپ کے خلاف ہے اور یہ بھول گیا ہے کہ آپ باس کی بیٹی ہیں۔"

"اور اس کا جو خمیازہ اسے بھگتنا ہوگا تم وہ بھی سوچ سکتی ہو ہیلنا۔"

"مجھے اندازہ ہے باس---- اور میں اسے پاگل ہی کہہ سکتی ہوں۔"

"آخری قدم اس نے جو اٹھایا ہے اس کا بھی تمہیں اندازہ ہے۔ وہ بزدل میرے آدمیوں کے سامنے تو نہیں آیا لیکن اس نے ہیلی کاپٹر سے ہماری قیام گاہ پر بم برسائے ہیں۔"

"ہاں باس---- میرے علم میں ہے۔"

"چنانچہ ہیلنا! جو کام تمہیں کرنے ہیں کافی مشکل ہیں۔ لیکن تمہارے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

"آپ ہر خیال سے بے نیاز ہو کر بتائیں باس!" ہیلنا مستعدی سے بولی۔

"ہمارے چند آدمی ہوریشو کے خلاف مہم پر گئے تھے۔ دو آدمی الگ گئے ہیں۔ یہ دونوں قوی ہیکل ہیں۔ ایک کا نام گرانٹ اور دوسرا گولڈ مین کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے بارے میں خفیہ طور پر اندازہ لگانا ہے کہ ان کا کیا ہوا۔ اگر وہ اتفاق سے تمہیں مل جائیں تو انہیں چھپا کر یہاں لے آؤ۔"

"ایسا ہی ہوگا باس!" ہیلنا نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ایک دوسرا گروپ دوسری مہم پر گیا تھا۔ ان میں پانچ مرد اور ایک لڑکی ہے جس کا نام نوئیل ہے۔ ایک مرد میرے دوست مسٹر نواز کا ہم وطن ہے۔ ان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا ہے۔"

"میں پوری کوشش کروں گی باس۔" ہیلنا نے گردن ہلائی۔

"باقی پہاڑوں میں جتنے لوگ ہلاک ہوئے ہیں' ان کے بارے میں بھی اگر کچھ معلوم ہو سکے....."

"بالکل ٹھیک باس! میں صبح کو یہ کام کرلوں گی۔" ہیلنا نے کہا۔

"بس تو اب ہم آرام کریں گے ہیلنا---- ایک بار پھر اس عظیم تعاون پر تمہارا شکریہ۔" بنی نے کہا۔ اور ہیلنا باہر نکل گئی۔ وہ کافی وغیرہ کے برتن لے گئی تھی۔

"واقعی عمدہ لڑکی ہے اور اس وقت ہمارا بہترین سہارا بنی ہے' کیا وقت ہوا ہے نواز؟"

"پونے پانچ۔" میں نے جواب دیا۔

"اب سونا تو حماقت ہے۔ لیکن آؤ تھوڑی دیر آرام کرلیں۔ آؤ نواز---- حالات کا مذاق اڑانے والے! تمہارے ساتھ اگر چند روز رہ گئی تو پھر کسی بات سے خوفزدہ نہ ہوؤں گی۔" بنی نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ مسہری پر پہنچ گیا۔ بنی نے مجھے مسہری پر گرا دیا تھا۔ اور پھر خود بھی میرے پاس لیٹ گئی۔

"کیا مطلب؟"

"ایک بار بھی تمہارے چہرے پر پریشانی یا خوف کے آثار نہیں تلاش کر سکی۔ جو کچھ کرتے ہو' جو سوچتے ہو' وہ عقل و دانش سے بھرپور ہوتا ہے اور خوفناک حالات میں ذہنی قوتوں کی یہ کارکردگی ناقابل یقین ہے میرے لئے۔"

"اوہ' زندگی بڑی حقیر شے ہے بنی---- اس کا کوئی لمحہ تم سے وفا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس بے وفا چیز سے دلچسپی رکھنا حماقت ہے۔ اسے ہماری پرواہ نہیں ہے تو ہم اس کی فکر کیوں کریں۔"

"کیسی انوکھی بات ہے۔"

"غلط تو نہیں ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" بنی نے گردن ہلائی۔ پھر بولی۔ "اگر تمہارے یہ احساسات ہیں تو کسی بارے میں مت سوچو۔ باقی رات کے ان حسین لمحات کو اور حسین بنانے میں میری خدمات حاصل کرو۔ میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گی نواز---- میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ میں تمہاری طرح نڈر' تمہاری مانند دلیر نہیں ہوں۔ میں ان خوفناک واقعات سے فرار چاہتی ہوں۔ میں موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں زندگی کی دلچسپیاں قریب لانا چاہتی ہوں میری مدد کرو نواز----" بنی نے اپنا بدن کھول دیا اور اس کے بعد---- میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ ذہنی انتشار کو بنی کی آغوش میں سلادوں۔

ہیلنا خود ہمارے پاس نہیں آئی تھی۔ گو وہ خود بھی ہمارے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ لیکن جس وقت میں باہر نکلا آٹھ بجے تھے۔ ہیلنا کچن میں مصروف تھی۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر میری طرف مڑی اور پھر اس کے ہونٹوں پر خلوص بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"صبح بخیر جناب!" اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"صبح بخیر ہیلنا---- یقیناً تم بھی سو نہ سکی ہوگی؟" میں نے کہا۔

"جی---- نیند نہیں آسکی۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ سوگئی تو دیر سے آنکھ کھلے گی اور بنی باس کی موجودگی میں دیر سے جاگنے کی جرات کیسے کر سکتی تھی۔"

"تم قابل قدر ہستی ہو ہیلنا---- مکلینو خوش نصیب ہے کہ اسے تم جیسے وفادار ملے ہیں۔"

"میں کس قابل ہوں جناب!"

"کیا کر رہی ہو؟"

"آپ کے لئے ناشتہ تیار کر رہی ہوں۔ کیا باس بنی بھی نہیں سو سکیں؟"

"نہیں۔ وہ جاگ رہی ہے۔"

"آپ باتھ روم ہو آئیں جناب! میں ابھی ناشتہ پیش کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوکے ہیلنا ------ میں یہی دیکھنے آیا تھا کہ تم سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو۔ ہم دونوں آدھے گھنٹے بعد تمہیں تیار ملیں گے۔" میں نے کہا اور ہیلنا نے پھر گردن خم کر دی۔ میں واپس بنی کے پاس پہنچ گیا اور اسے ہیلنا کے بارے میں بتایا۔ بنی خاموش ہو گئی تھی۔ پھر وہ اسی خاموشی سے اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ بہرحال بنی اپنے ہاتھ قلم کر چکی تھی۔ بلاشبہ اس کا وہ اقتدار چھن گیا تھا جو اسے حاصل تھا۔ اگر وہ بدستور مکلینو کی وفادار ہوتی تو اس وقت تک نجانے کیا کر چکی ہوتی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ پھر میں بھی باتھ روم سے واپس آیا تو ہیلنا ہمارے پاس پہنچ گئی۔

"ناشتہ لگا دوں باس؟" اس نے بنی کو سلام کرنے کے بعد پوچھا۔

"لگا دو ہیلنا ------ ہماری وجہ سے ------"

"پلیز باس! میری خوشیوں کو ان الفاظ سے پامال نہ کریں۔" ہیلنا نے لجاجت سے کہا اور بنی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ ہیلنا کے پاس پہنچ گئی۔ چند ساعت کھڑی رہی اور پھر ہیلنا کو کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔

"تم جو کچھ کر رہی ہو ہیلنا ------ وہ میرے لئے بیحد قابل قدر ہے' اور یقیناً میں تمہیں اس کا صلہ نہیں دے سکوں گی۔ ہاں' تمہیں زندگی کے ہر دور میں ایک دوست کی حیثیت سے یاد رکھوں گی۔"

"مجھے صلہ مل گیا ہے باس! کاش میں چیخ چیخ کر سب کو بتا سکتی کہ باس نے مجھے کتنی بڑی عزت بخشی ہے۔" اس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر اس نے ناشتہ ہمارے ساتھ کیا۔ بے چاری نے ناشتے میں کافی محنت کی تھی۔ نہ جانے کب سے وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

"تم کتنی دیر کے بعد روانہ ہو گی ہیلنا؟"

"بس ناشتے کے فوراً بعد باس!"

"واپسی کی فکر مت کرنا۔ کام پورا کرنے کی کوشش کرنا۔ خواہ واپسی کتنی ہی دیر بعد ہو۔ اور ہاں' ہم تمہارے کچن کو خود ہی استعمال کر لیں گے۔ یہاں سے جاتے ہوئے مکان کو لاک کر دیتی ہو؟"

"ہاں باس!"

"آج بھی معمول کے مطابق مکان کو باہر سے بند کر دینا۔"

"جو حکم باس!" ہیلنا نے جواب دیا۔ اور پھر وہ برتن اٹھا کر باہر نکل گئی۔ پھر اس کے جانے کے بعد ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر بنی بولی۔

"اب نواز؟"

"کوئی کام نہیں ہے بنی ------ حالانکہ میرا دل تڑپ رہا ہے کہ باہر جا کر خود اپنے آدمیوں کا سراغ لگاؤں۔ لیکن مصلحت کے خلاف ہے۔ اور بہرحال میں اس وقت تک خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں۔" میں نے کہا۔

"لیکن اب تو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے نواز؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ ہیلنا یہ کام بہتر طور پر کر سکتی ہے۔ تمہارے اور میرے لئے ۲۰۰ ۔ اجنبی

اس کے علاوہ ہمارا یہاں کے لوگوں سے کوئی رابطہ بھی نہیں ہے۔ جبکہ ہیلنا اپنی مرضی کے مطابق اپنے وں سے پوچھ بھی سکتی ہے۔" بنی نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں یقیناً۔"

"چنانچہ اس کی واپسی تک تم یہ احساس اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"ٹھیک ہے بنی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے ایک بات محسوس کی ہے نواز!"

"کیا؟"

"تمہیں اپنے ساتھی سے بیحد محبت ہے۔ نوئیل کے مسئلے میں' میں نے محسوس کیا تھا۔"

"یوں تو مجھے ان تمام لوگوں کی فکر یکساں ہے بنی! جو میرے کام کے لئے گئے تھے۔ لیکن اس شخص بات اور ہے۔ وہ میرا ہم وطن ہے اور ایسا جاں نثار ساتھی ہے جس نے ہر موقع پر اپنی زندگی میرے لئے پر لگائی ہے۔"

"خوش مزاج انسان معلوم ہوتا ہے۔"

"بیحد بنی! خوفناک ترین حالات میں وہ دل کھول کر قہقہے لگاتا ہے۔"

"عورت اس کی کمزوری ہے؟"

"عورت کس کی کمزوری نہیں ہوتی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری بھی؟" بنی نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔

"تمہیں تو اس کا عملی تجربہ ہے بنی۔" میں نے کہا اور بنی جھینپ کر مسکرانے لگی۔ "آؤ ------ سونے کی کوشش کریں۔" میں بنی کو لے کر خواب گاہ میں آ گیا۔ رات تھکن ذہن پر سوار تھی۔ ہم سونے کے لئے لیٹ گئے۔ فی الحال اور کوئی کام نہیں تھا۔ تھوڑی دیر تک میرے ذہن پر سردارے اور لن وغیرہ سوار رہے۔ اور پھر نیند نے سارے خیالات ذہن سے چھین لئے اور میں گہری نیند سو گیا۔

رات بھر کی کسر پوری ہو گئی۔ شام کو چار بجے آنکھ کھلی تھی۔ بنی ابھی تک مست نیند سو رہی تھی۔ خیال ہے نیند کے عالم میں انسان کسی نوزائیدہ بچے کی مانند معصوم نظر آتا ہے۔ بنی کے چہرے پر بھی لئے ہوئے بے پناہ معصومیت رقصاں تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی اور پھر بنی کو دیکھتا رہا۔

پھر بنی کو اس طرح سوتا چھوڑ کر میں اٹھ گیا۔ باتھ روم میں جا کر ٹھنڈے پانی سے خوب نہایا اور ٹالور ہو گئی۔ تازہ دم ہو کر باہر نکلا تو بنی بھی جاگ چکی تھی۔ میری جانب دیکھ کر مسکرائی اور آہستہ سے ئی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا ٹائم ہوا ہے نواز؟"

"بہت دیر ہو گئی بنی ------ اٹھو غسل کر لو۔ دوپہر کا کھانا تو گول ہو ہی گیا ہے۔" میں نے راتے ہوئے کہا۔ اور بنی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ پھر میری طرف تے ہوئے بولی۔

"کیا ہیلنا واپس آ گئی؟"

"پتہ نہیں ------ میرا خیال ہے نہیں آئی۔ اگر آئی ہوتی تو اندازہ ہو چکا ہوتا۔" میں نے کہا اور

ہم دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

"آؤ دیکھیں۔" بنی نے کہا۔

"دروازہ حسب معمول باہر سے بند تھا۔ اگر ہیلنا واپس آچکی ہوتی تو دروازہ کھلا ہوتا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"وہ بے چاری ہماری وجہ سے کافی مشکلات میں پڑ گئی ہے۔ کہیں وہ کسی الجھن میں نہ پڑ جائے۔" بنی نے کہا۔

"الجھن تو قدم قدم پر موجود ہے بنی۔۔۔۔۔۔ ہیلنا اگر پھنس گئی تو کون سی بڑی بات ہو گی۔ اب کچن کا رخ اختیار کرو۔۔۔۔۔۔ دیکھو تو سہی کھانے کے لئے کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے نواز! کوئی خاص کھانا تو ہم کھائیں گے نہیں۔ میں کافی بنا لیتی ہوں' بسکٹ سے کام چلا لیں گے۔ کیا تم زیادہ بھوک محسوس کر رہے ہو؟"

"بالکل نہیں' تمہارا اندازہ درست ہے۔" میں نے کہا اور بنی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ بھلا یہاں اور کام بھی کیا تھا۔ چنانچہ کچن میں پہنچ کر میں نے اور بنی نے کھانے کی چیزیں بنائیں فریج میں ابلا ہوا گوشت موجود تھا۔ چنانچہ ہم نے سینڈوچز بنا لئے اور کافی کے ساتھ استعمال کئے۔

کھا پی کر ہم دوبارہ کمرے میں واپس آگئے۔ بڑی محدود سی زندگی محسوس ہو رہی تھی۔ بہرحال کمرے میں واپس آنے کے بعد ہم بیٹھ گئے تو بنی نے مجھ سے کہا۔

"نواز! اگر ہیلنا کچھ خبر لے آئی تو اس کے بعد تمہارا کوئی پروگرام تو ہو گا؟"

"ہاں بنی۔۔۔۔۔۔ رات کو میں اپنی کارروائی شروع کروں گا۔"

"اوہ' کیا پروگرام ہے نواز؟"

"بس بنی! یہ تو حالات کے تحت سوچوں گا۔ سب سے پہلے تو مجھے ہیلنا کی طرف سے اطلاع مل جائے کہ اس نے کیا کام کیا۔ اس کے بعد دیکھوں گا اگر ہیلنا کوئی کارآمد اطلاع لے آئی تو ٹھیک ہے ورنہ میں اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکلوں گا۔ میرا خیال ہے کہ پہلے میں اپنے ساتھیوں کو تلاش کروں اس کے بعد یہاں سے باہر نکلنے کے بارے میں سوچیں گے۔ یا پھر جیسا بھی موقع ہو گا۔ اور اگر ہوریشو سے ہی الجھنا پڑا تو الجھ جاؤں گا اور اس کے بعد فیصلہ کر لیں گے۔" میں اپنے کام میں مضبوطی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ کام تو مجھے کرنا ہی تھا۔

"ٹھیک ہے نواز۔۔۔۔۔۔ میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن میں تمہیں تنہا نہ دوں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"جب تم اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے جاؤ گے تو کیا میں یہاں مقید رہوں گی؟" بنی نے کہا۔

"یہ تمہاری اپنی مرضی ہے بنی۔۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم یہ ساتھ رہو۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔ نواز! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم کسی خطرے میں جا پھنسو اور میں یہاں پڑی رہوں۔"

"لیکن بنی۔۔۔۔۔۔ میرے خیال میں مناسب یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم غیر یقینی حالات

شکار ہیں۔ اگر میں۔۔۔۔۔۔"

"نہیں نواز۔۔۔۔۔۔!" بنی نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ "بات یہ ہے کہ جب میں اپنا مستقبل تمہارے ساتھ وابستہ کر چکی ہوں تو مصیبت میں پھنس گئے تو دونوں ساتھ' رہائی پائیں گے تو دونوں ساتھ جو کچھ ہو گا' ساتھ ہی ہو گا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ تم مجھے یہاں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ جس طرح تم اپنے ساتھیوں کے لئے پریشان ہو اسی طرح میں بھی تمہارے لئے تڑپتی رہوں۔ نہیں نواز۔۔۔۔۔۔! میں ہر مصیبت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ ظاہر ہے کہ اگر موت آنی ہے تو دونوں ساتھ مریں' تنہا مرنے سے کیا فائدہ؟"

"اگر تمہارا یہی خیال ہے بنی تو ٹھیک ہے' رات کو ہم لوگ ساتھ ہی چلیں گے۔"

"بالکل ساتھ چلیں گے۔" بنی نے کہا۔ اور میں غور کرنے لگا کہ لڑکی بہرصورت وفادار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی شخص سے متاثر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جس انداز میں وہ میرے ساتھ پیش آ رہی ہے اس سے محسوس یہی ہوتا ہے کہ بہرصورت وہ جو کچھ کہہ رہی ہے دل سے کہہ رہی ہے۔

چنانچہ ہم لوگ ہیلنا کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن ہیلنا ابھی واپس نہیں آئی تھی۔

"کہیں وہ بے چاری بھی تو کسی مصیبت کا شکار نہیں ہو گئی۔" بنی نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"ممکن نہیں ہے بنی! اس کی وجہ یہ ہے کہ ہیلنا ابھی تک ان لوگوں کی نگاہوں میں کوئی ایسی حیثیت اختیار نہیں کر سکی۔۔۔۔۔۔ جو مشکوک ہوں۔"

"اوہ' لیکن جیک اور روبیا کا قتل ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں میں آگیا ہو۔"

"ہاں۔ ممکن ہے لوگوں کو پتہ چل گیا ہو۔ لیکن بہرحال ابھی ہیلنا پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن نواز۔۔۔۔۔۔ لوگ یہ بھی تو جانتے ہوں گے کہ جیک' ہیلنا سے بھی متاثر ہے اور اس کے ہیلنا سے بھی تعلقات ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے ساتھ روبیا پائی جائے گی۔"

"پھر بھی۔۔۔۔۔۔ میرے ذہن میں بس یونہی خیال آگیا تھا۔ حالانکہ اس کی کوئی ٹھوس وجوہ نہیں ہیں۔ تاہم ممکن ہے کہ ایسی کوئی صورتحال پیدا ہو گئی ہو۔"

"ہاں۔ امکانات تو نہیں ہیں لیکن اتفاقات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن ہمیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ تقریباً پونے سات بجے تھے جب ہیلنا نے مکان کا دروازہ کھولا۔۔۔۔۔۔ اور میں اور بنی ہوشیار ہو کر چھپ گئے۔ ہم آنے والے کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہمارا اندازہ تو یہی تھا کہ ہیلنا ہی آئی ہے۔ لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہوتا تو پھر اس سے نمٹنے کے لئے بھی کوئی خاص تیاریاں کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ لیکن آنے والی ہیلنا ہی تھی۔ وہ خاصی تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ہم دونوں سامنے آگئے اور وہ ہمیں دیکھ کر مسکرا دی۔ پھر اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو باس!" اس نے بنی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو مسٹر نواز!"

"ہیلو ہیلنا ---- یقیناً تم اہم خبریں لے کر آئی ہو گی۔"

"ہاں۔ لیکن وہ خبریں آپ کے لئے زیادہ سود مند نہیں ہیں باس!" ہیلنا نے کسی قدر افسردگی سے کہا۔

"بہر صورت خبریں' خبریں ہوتی ہیں چاہے وہ اچھی ہوں یا بری ہاں تم یہ بتاؤ کہ کیا مسٹر نواز کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی اطلاع ملی؟"

"کوئی پتہ نہ چل سکا۔ جن لوگوں کے بارے میں آپ نے کہا تھا' ان کا تو کوئی نشان ہی نہ مل سکا۔"

"اوہ گرانٹ' گولڈ مین یا مسٹر سردارے' ان میں سے کسی کا پتہ نہ چل سکا؟"

"نہیں مادام ---- حالانکہ میں نے انتہائی معتبر ذرائع سے ان کے بارے میں معلوم کیا۔ لیکن کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"اوہ۔" بنی نے میری طرف دیکھا۔ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ اگر ان لوگوں کی موت کی بھی کوئی اطلاع نہیں ملی تو اس کا مطلب تھا کہ وہ زندہ ہیں۔ اور اگر وہ زندہ تھے۔ تو شاید خود کو کہیں روپوش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بہر صورت ہیلنا پر میں کوئی بہت بڑا اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ وہ عورت تھی اور اس سلسلے میں کیا کر سکتی تھی۔ اب مجھے اپنے طور پر کام کرنا تھا۔

"اس کے علاوہ اور کیا خبر ہے ہیلنا؟" میں نے پوچھا۔

"بس ہوریشو' دیوانے کتے کی مانند تمہیں سارے جزیرے پر تلاش کر رہا ہے۔"

"اوہ' کیا اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم لوگ زندہ ہیں؟"

"ہاں۔ پہاڑوں میں چھتیس لاشیں ملی ہیں۔ اور ان میں تم لوگوں کی لاشیں نہیں تھیں۔ یہ بات مجھے پوکر نے بتائی ہے۔ پوکر میرا دوست بھی ہے اور ہوریشو کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔ ان آدمیوں میں سے جو اس کے لئے لڑتے ہیں۔"

"اوہ گڈ ---- تو ان لاشوں میں تو تم نے ہمارے ساتھیوں کے بارے میں معلومات کی تھیں؟"

"نہیں۔ میں نے پوچھا تھا۔ میں نے پوچھا تھا کہ کیا ان میں سے کوئی بھی شخص مارا نہیں گیا؟ پوکر نے جواب دیا کہ مارے جانے والے لوگ سب جزیرے کے لوگ تھے۔ وہ بنی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے۔"

"خوب۔" بنی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی خبر؟"

"بس کوئی خاص نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہوریشو آپ لوگوں کو تلاش کر رہا ہے۔"

"اس کا کیا خیال ہے؟"

"بس یہی کہ آپ پہاڑوں میں کہیں پوشیدہ ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ایک اور بات بتاؤ ہیلنا! جزیرے پر ایک سے زیادہ ہیلی کاپٹر موجود ہیں؟"

"میرا خیال ہے نہیں جناب ---- ویسے آتے رہتے ہیں۔ آج کل صرف وہی ایک ہیلی کاپٹر ہے جس سے آپ لوگ آئے تھے۔"

"گویا رات کو بمباری اسی سے کی گئی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"ہیلی کاپٹر کہاں اترا ہوا ہے ہیلنا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ شاید نمک کے کارخانے کی عمارت میں ہے۔"

"تمہیں اس کے بارے میں معلومات ہیں؟"

"کوئی خاص نہیں جناب! ویسے میں معلوم کر سکتی ہوں۔"

"خیر چھوڑو' اس سے کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ بس یونہی پوچھ رہا تھا۔ ہاں ہیلنا! کیا تم بتا سکتی ہو کہ اس جزیرے کا رقبہ کتنا ہے؟"

"صحیح تو نہیں بتا سکتی جناب ---- لیکن کافی وسیع ہے۔ کیونکہ رہائشی علاقہ صرف یہی ہے۔ یہاں نمک کے کارخانے ہیں۔ اس کے بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور پہاڑی علاقے کے بعد جنگل شروع ہو جاتا ہے۔ جنگلات کے بعد بھی پہاڑی علاقہ ہے اور خاصے طویل رقبے تک پھیلا ہوا ہے اور پھر انتہائی حصوں پر جزیرے کا اختتام ہے اور وہاں ساحل موجود ہے۔ اس کا فاصلہ کم از کم یہاں سے پندرہ بیس میل سے کم نہیں ہے بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتی۔" ہیلنا نے کہا۔

"خاصا وسیع جزیرہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو نواز؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہو' کوئی خاص بات نہیں ہے بنی ---- میں صرف یہ اندازہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میرے آدمیوں نے بچنے کی کوشش کی تو ان کے لئے کون سی جگہ محفوظ ہو سکتی ہے اور وہ کتنی دور تک جا سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ' تو تم انہیں تلاش کرو گے؟"

"ہاں بنی ---- میں اندازہ لگاؤں گا اپنے ساتھیوں کے ذہنوں کا اندازہ لگاتے ہوئے کہ وہ اس وقت کہاں چھپے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ بہر صورت جو لوگ مارے گئے مجھے ان کا بیحد رنج ہے۔" بنی بولی۔

"ہاں اور مجھے بھی۔ ظاہر ہے انہوں نے میرے لئے جان دی ہے۔ لیکن ہوریشو ----" میں نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

"ہوریشو کا بہت برا وقت آ چکا ہے نواز ---- یہ تمہیں لکھ کر دے رہی ہوں۔ ٹھیک ہے' میں مکلینو کے ساتھ کوئی دھوکا کروں' کوئی فریب کروں' ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں یا مارے جائیں' مکلینو کو تو اس بات کا علم نہ ہو گا کہ ہم لوگ مارے گئے یا ہمارے ذہنوں میں کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد مکلینو' ہوریشو کا جو حشر کرے گا' اس کا شاید اسے اندازہ نہیں ہے۔ وہ بالکل پاگلوں کی طرح اس وقت نتائج سے بے نیاز ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بنی! بعد کی باتیں بعد میں سوچیں گے اور بعد ہی میں دیکھا جائے گا۔ آؤ ہیلنا ----"

تم دن بھر مصروف رہی ہو' فی الوقت تم اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاؤ۔ اس کے بعد ہم باتیں کریں گے۔" میں نے ہیلنا سے کہا اور اس نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔

"اجازت ہے باس!"

"ہاں ہیلنا! تم غسل کر لو۔"

"تھینک یو باس۔" ہیلنا باتھ روم کی طرف چلی گئی اور جب تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو خاصی نکھری نکھری سی تھی۔

"باس! میں نے بہت سارے لوگوں کو پکڑا۔ اس قسم کے لوگوں کو جو مجھے اس بارے میں بتا سکتے تھے۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ آپ لوگوں کا کوئی ساتھی ان کے ہاتھ لگا نہیں۔"

"وہ آسانی سے ان کے ہاتھ لگنے والوں میں سے نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرصورت میرے لائق جو بھی خدمت ہو آپ فرما دیں۔ میں کل اس سلسلے میں کوشش کروں گی۔"

"ہیلنا ------ کل کی بات کل ہی دیکھی جائے گی۔ ہم لوگ آج رات باہر نکلیں گے اور ماحول کا جائزہ لیں گے۔"

"اوہ باس! یہ مناسب نہیں ہے۔" ہیلنا تشویشناک لہجے میں بولی۔

"کیوں؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوریشو نے قدم قدم پر اپنے کتے چھوڑ رکھے ہیں' وہ آپ کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ ایک ایک آدمی کو چیک کیا جا رہا ہے۔ خود ہوریشو آپ کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ خود میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی وحشت برس رہی ہے۔ وہ بالکل پاگل دکھائی دے رہا ہے۔ اس سے پہلے ہوریشو اس انداز میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ عام حالات میں وہ ایک انتہائی پر سکون انسان ہے۔" ہیلنا نے کہا۔

"بہرحال ہم زیادہ وقت یہاں نہیں گذار سکتے ہیلنا۔ مجھے اپنے ساتھیوں کی تلاش میں جانا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور میں ہر حال میں نواز کے ساتھ ہوں۔"

"ایک بات اور بتاؤ ہیلنا۔" اچانک میں نے کہا۔

"فرمایئے مسٹر نواز؟"

"کیا ہمیں میک اپ کا سامان مل سکتا ہے۔ اگر تم ہمیں یہ سامان فراہم کر دو تو بڑا کام بن جائے۔ ہم چہرے بدل لیں گے اور مقامی آدمیوں میں گم ہو جائیں گے۔"

"میک اپ کا سامان؟" ہیلنا شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' پھر آہستہ سے بولی۔ "افسوس! موجود نہیں ہے نہ ہی یہاں دستیاب ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ہیلنا۔ مل جاتا تو ٹھیک تھا۔ نہیں ہے تو کوئی خاص حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"باس! صبح کو میں کھانا نہیں تیار کر سکی تھی۔ آپ آپ نے ------"

"ہم نے تمہارے کچن میں جا کر سینڈوچ بنا کر کھائے ہیں ہیلنا اور چونکہ ابھی تم ... دوبارہ

کھائے ہیں اس لیے تم مزید کوئی تکلف نہ کرنا' بلکہ دن بھر کی محنت کے بعد تم آرام کرو۔"

"اوہ۔ باس۔ میں تھکی نہیں ہوں۔"

"تم بے حد نفیس لڑکی ہو۔ میں ایک بار پھر کہہ رہی ہوں کہ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" بنی نے کہا اور پھر اس نے ہیلنا کو مجبور کر دیا کہ وہ آرام کرے۔

رات کو ہم دونوں اپنے کام کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے کسی خیال کے تحت بنی سے کہا "بنی! میری رائے ہے کہ تم میرے ساتھ نہ جاؤ۔"

"ارے کیوں نواز؟"

"تنہا میں زیادہ چاق و چوبند رہوں گا۔"

"نواز تم یقین کرو' میں کسی طور تمہارے اوپر بوجھ نہیں بنوں گی۔ تم اپنے طور پر جس طرح چاہو کام کر سکتے ہو اور سنو کام کے دوران اگر کوئی ایسی سچویشن پیدا ہو جائے کہ ہم تم جدا ہو جائیں تو میری تلاش میں سرگرداں مت ہونا بلکہ اپنا کام انجام دے کر یہیں واپس آ جانا۔ میں بھی یہیں پہنچ جاؤں گی۔"

"او کے بنی! یہ اچھی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

رات کی تاریکی میں ہم ہیلنا کے مکان سے نکل آئے۔ ہیلنا نے پیش کش کی تھی کہ اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلے لیکن ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ہاں ضرورت کے مطابق ہم نے اس سے اس جزیرے کے مکمل حالات اور راستے وغیرہ معلوم کر کے ذہن نشین کر لیے تھے۔

رات تاریک تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ جزیرے کی آبادی سنسان ہو چکی تھی۔ دن کو مصروف رہنے والے آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔ ہم چلتے رہے اور مکانوں کے راستوں سے نکل آئے۔ اب ہم کھلے میدان میں تھے لیکن اتفاق ہی تھا کہ ابھی تک کوئی نہیں ٹکرایا۔ ویسے میری خواہش تھی کہ کوئی مل جائے اور میں اس سے کچھ معلوم کر سکوں۔ میری نگاہیں تاریکی میں گھور رہی تھیں۔

ان لوگوں کو تلاش کرنے کی میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں تھی' نہ میں یہاں آزاد تھا کہ ان کے بارے میں آزادی سے معلوم کر سکوں۔ ہم نے ایک طویل سفر کیا اور جنگلات کے حصے تک آ پہنچے۔ بنی بلاشبہ ایک دلیر ساتھی ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

جنگل کے سرے کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے اور بنی میرے نزدیک آ گئی۔

"کیا خیال ہے نواز؟"

"کوئی خاص خیال نہیں ہے بنی!"

"جنگل میں داخل ہو گئے؟"

"سوچ رہا ہوں۔"

"بے سود نہ ہو گا؟"

"کیوں؟"

"اس طویل جنگل میں ہم انہیں کس طرح تلاش کر سکیں گے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہم انہیں پکاریں۔ ظاہر ہے ہم انہیں آواز نہیں دے سکتے۔" بنی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ درحقیقت انہیں تلاش کرنے کی کوئی عمدہ ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی۔

جنگل کے کنارے کھڑے ہم چند ساعت سوچتے رہے اور پھر ہم نے فیصلہ کر لیا کہ بہرحال تھوڑی دور تک کا جائزہ ضرور لیا جائے۔ پھر ہم نے درختوں کے درمیان قدم رکھا ہی تھا کہ میرے دل کی مراد پوری ہو گئی۔ بنی کے لیے ہیلی کاپٹر کی آواز کافی سنسنی خیز تھی لیکن میرا ذہن کسی اور سوچ میں پڑ گیا۔ میں تو اب تحریک کا خواہش مند تھا۔ کچھ کرو ورنہ ناکارہ رہو گے' کے اصول کے تحت میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔

ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پہنچ گیا لیکن ظاہر ہے ہمیں دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ ہم درختوں کی اوٹ میں تھے۔ بہرحال ہم نے آگے بڑھنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہیلی کاپٹر کہاں جاتا ہے۔ دل کی مراد پوری ہونے کی بات میں نے یوں کی تھی کہ ہم نے چند ہی لمحات کے بعد محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر نیچے اتر رہا ہے۔ گویا وہ لوگ جنگل میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

"نواز!" بنی کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی۔

"ہوں!"

"ہیلی کاپٹر نیچے اتر رہا ہے۔"

"ہاں بنی! اب کیا خیال ہے؟"

"کیا ان لوگوں کو ہماری نقل و حرکت کی اطلاع مل گئی ہے؟"

"ممکن ہے۔"

"لیکن نواز' یہاں ہم پھنس بھی سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ پرواہ مت کرو میری جان' یہ میری پسند کے مطابق ہے۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور بنی کی گہری سانس مجھے سنائی دی۔ پھر وہ خاموش ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر ہم سے زیادہ دور نہیں رکا تھا اور پھر چند آوازیں سنائی دیں۔ کئی آدمی تھے۔ پھر ہم نے انہیں درختوں میں داخل ہوتے دیکھا اور ہم ایک موٹے تنے کی آڑ میں دبک گئے۔ میں تاریکی کے باوجود انہیں دیکھ رہا تھا۔ تعداد پانچ چھ سے کم نہیں تھی۔ یقیناً اعلیٰ پیمانے پر مسلح بھی ہوں گے۔ بہرحال میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ ہم دونوں سانس روکے کھڑے تھے۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ لوگ اتفاقیہ طور پر یہاں آئے ہیں یا انہیں کسی طور اطلاع ملی ہے کہ کسی کو اس طرف دیکھا گیا ہے لیکن یہ اندازہ لگانا آسان کام نہیں تھا۔ ان کے قدموں کی چاپ سے ان کے آگے بڑھنے کا اندازہ ہو رہا تھا۔

دفعتاً" ہم دونوں چونک پڑے۔ اچانک ہی روشنی کا طوفان آگیا تھا۔ یہ روشنی ایک عجیب ساخت کی چوکور مشین سے نکل رہی تھی جو کسی کے ہاتھ میں تھی لیکن اس قدر روشنی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی جدید ساخت کی ایٹمی بیٹری تھی۔

وہ لوگ اس روشنی کو چاروں طرف گردش دے رہے تھے۔ ہمارا درخت بھی روشنی میں نہا گیا لیکن شکر ہے اس کا تنا موٹا تھا اس لیے ہم ان کی نگاہوں میں نہ آسکے اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی دور چل کر انہوں نے روشنی بند کر دی اور پھر کافی فاصلے پر پہنچ کر دوبارہ جلائی۔

یقیناً وہ ہمیں تلاش کر رہے تھے اور بہرحال یہ خاصا موثر انداز تھا۔ ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر جب روشنی اتنی دور چلی گئی کہ ہمیں ہلکی سی نظر آنے لگی تو میں نے بنی کا شانہ دبایا۔

"نواز!" بنی نے سسکی سی لی۔

"تیار ہو بنی؟" میں نے پوچھا۔

"کس کام کے لیے؟"

"کیا ہیلی کاپٹر کے نزدیک اس کے محافظ نہ ہوں گے؟ میرا خیال ہے ان کی تعداد ایک یا دو سے زیادہ ہو گی۔ اس وقت ہمارے لیے ان سے زیادہ کارآمد اور کوئی نہ ہو گا۔"

"اوہ!" بنی نے آہستہ سے کہا۔ بہرحال وہ میری رائے سے متفق تھی۔ چنانچہ ہم دونوں انتہائی احتیاط سے درختوں کی آڑ لیتے کھسکنے لگے۔ میں نے بنی کو تاکید کر دی تھی کہ ذرا بھی آہٹ نہ ہو ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اور بنی بے حد احتیاط سے کام لے رہی تھی۔ یوں ہم آخری درخت کے نزدیک پہنچ گئے جہاں سے ہیلی کاپٹر بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ ایک شخص موجود تھا۔ یقیناً وہ پائلٹ ہو گا۔ بس یہ اندازہ کرنا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی موجود ہے یا نہیں۔ میں اس شخص کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا۔ اگر وہ ایک سے زیادہ ہوتے تو یقیناً نزدیک کھڑے ہوتے۔ پھر بھی میں نے سرگوشی کے انداز میں بنی کو مخاطب کیا۔

"کیا خیال ہے بنی' کیا یہ تنہا ہی ہے؟"

"ایسا ہی لگتا ہے نواز۔"

"ٹھیک ہے بنی' پستول نکال لو۔ اگر تم کسی دوسرے شخص کو مزاحم پاؤ تو میری مدد کرنا' اس سے میں نمٹتا ہوں۔"

"اوکے نواز!" بنی نے کہا اور میں تاک لگانے لگا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بھی مسلح ہو گا۔ اگر میں سامنے سے جاؤں گا تو یقیناً دیکھ لیا جاؤں گا چنانچہ میں بائیں سمت کھسک گیا۔ بنی نے ایک درخت کی آڑ لے کر پستول نکال لیا تھا۔ میں درختوں کے درمیان چلتا رہا۔ اس طرح میرا ہیلی کاپٹر سے فاصلہ تو زیادہ ہو گیا تھا لیکن بہرحال اس طرف سے پائلٹ کے سر پر پہنچنا آسان تھا۔ ایک جگہ رک کر میں نے دیکھا' پائلٹ ہیلی کاپٹر سے ٹکا ہوا سگریٹ سلگا رہا تھا اور پھر اس نے دھواں چھوڑ دیا۔

اور اسی لمحے میں نے ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ لگائی بے آواز دوڑتا ہوا میں ہیلی کاپٹر کے عقب میں پہنچ گیا۔ پھر صرف ایک لمحے کے لیے میں رکا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پائلٹ نے میرے قدموں کی چاپ سنی ہے یا نہیں بہرحال ایک لمحے کی تاخیر مناسب نہ سمجھتے ہوئے میں نے نپے تلے انداز میں پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا۔ میرا ایک ہاتھ اس کی گردن میں حمائل ہو گیا اور دوسرا سیدھا پستول پر جا پڑا۔

پستول اندازے کے مطابق موجود تھا۔ پھر میرا گھٹنا اس کی کمر پر پڑا اور پستول اس کی جیب سے نکل آیا۔ میری کیفیت بپھرے ہوئے بھیڑیے کی سی ہو رہی تھی' جیسے وہ انسان ہی نہ ہو۔ پستول میرے قبضے میں آچکا تھا۔ چنانچہ میں اسے ایک طرف اچھال کر اپنے شکار کو بری طرح رگڑنے لگا۔ میں نے اس کی آواز نہیں نکلنے دی تھی اور جب وہ ڈھیلا پڑ گیا تو میں نے اسے اٹھا کر گردن پر لاد لیا۔ ویسے یہاں کوئی اور موجود نہیں تھا جس کا اندازہ مجھے ہو چکا تھا۔ پھر میں اسے ہیلی کاپٹر سے کافی دور ایک درخت کی آڑ میں لے گیا۔

بنی یقینی طور پر میری کارروائی دیکھ رہی تھی' چنانچہ وہ بھی وہیں پہنچ گئی' جہاں میں اپنے شکار کو لے گیا تھا۔ اسے زمین پر ڈال کر میں نے اس کے سینے پر گھٹنا رکھ دیا اور غرایا۔ "اگر حلق سے آواز نکلی تو ـــــ ذبح کر دوں گا۔" میرے شکار کے تو حواس ہی گم تھے۔ وہ کیا چیختا۔ پھر میں نے اس کی تلاشی لی اور

اس کی جیب سے ایک لمبا چاقو بھی برآمد ہو گیا۔ میں نے چاقو کھول لیا تھا۔ بنی جھک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ جیسن نہیں ہے میرا مطلب ہے وہ پائلٹ جو ہمیں یہاں لایا تھا۔"

"اوہ، ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ بہرحال میں اس سے کچھ سوالات کروں گا۔ اگر اس نے کسی سوال کے جواب میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا تو میں اس کے بدن کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں گا۔" اور پھر میں نے چاقو کی نوک پائلٹ کی پیشانی پر رکھ دی اور وہ سہم گیا۔

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہاں۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے پہچان گئے ہو؟"

"ہاں۔" اس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"یہ اچھی بات ہے کہ تم نے مجھے پہچاننے سے انکار نہیں کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے۔ غالباً اِس عمارت میں جہاں ہوریشو نے مجھے قید کیا تھا۔ کیوں۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تب تم نے میرے ساتھ اور دوسرے کو بھی دیکھا ہو گا؟ میری مراد گولڈ مین سے ہے۔"

"ہاں۔" پائلٹ نے جواب دیا۔ پیشانی پر چبھنے والی چاقو کی نوک اس کے حواس چھینے لے رہی تھی۔

"مجھے بتاؤ میری جان، وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔ ان کی تلاش جاری ہے۔ پہاڑوں میں مقامی لوگوں کے سوا کسی کی لاش نہیں ملی، سوائے ایک کے لیکن وہ بھی پہاڑوں میں نہیں مارا گیا۔ اسے بستی میں ہلاک کیا گیا ہے۔"

"کون تھا وہ؟" میرے بدن میں چنگاریاں بھر گئیں۔

"گرانٹ! وہ مادام بنی کے ساتھ آیا تھا اور ہمارے گروہ کا آدمی تھا۔" اس نے جواب دیا اور بنی کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔

"اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر تھا تو یقین کرو مل نہیں سکا۔ اصل لوگوں میں سے ایک بھی نہیں پکڑا جا سکا۔" "پائلٹ ہو نا؟"

"ہاں۔" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں جواب دیا۔

"یہ وہی ہیلی کاپٹر ہے جس سے ہم لوگ آئے تھے؟"

"ہاں!"

"لیکن اس کا پائلٹ جیسن کہاں ہے؟"

"وہ غائب ہے۔ اچانک غائب ہو گیا ہے۔" اس نے جواب دیا اور ایک بار پھر میرے دل میں ایک عجیب سا تاثر پیدا ہوا۔

"نواز!" اچانک بنی نے مجھے پکارا۔

"ہوں!"

"کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم اسے یہاں سے لے چلیں۔ ڈنمارک پہنچ کر ہم مکلینو سے رابطہ م کریں گے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اسے ان حالات کی خبر نہ ہو گی۔ ہم اس سے جزیرے پر فوری مداخلت کے ے کہیں گے۔"

"اوہ۔ پروگرام بدل دو گی بنی؟"

"اس وقت یہی مناسب ہے۔"

"کیا تم اسے کنٹرول کر سکتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اگر تم اسے ڈنمارک تک لے جا سکتی ہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں یہاں تمہارا انتظار کروں ں میں اپنے ساتھیوں کی مدد کروں گا۔"

"گویا میں تمہیں یہاں چھوڑ جاؤں؟"

"ہاں یہی مقصد ہے میرا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا نواز۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"تب یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے بنی کہ میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ جاؤں۔ کیا میں اتنا ہی بزدل ہوں۔" ں نے کہا اور بنی شرمندہ ہو گئی۔

"میں نے صرف ایک تجویز پیش کی تھی نواز۔ تمہیں اگر ناپسند ہے تو رد کر دو۔" اس نے آہستہ ے کہا۔

"ہاں بنی! میری نگاہ میں زندگی کی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ ہمیشہ نہ جیوں گا اور نہ جینا چاہتا ہوں۔ ے اس کھیل میں لطف آ رہا ہے۔ اگر اپنے ساتھیوں کو تلاش کر سکا تو کر لوں گا ورنہ دس بیس کو مار کر خود بھی ر جاؤں گا۔"

"تم ایسے ہی جیالے ہو نواز۔" بنی نے کہا اور خاموش ہو گئی۔ پھر چند ساعت کے بعد بولی۔ "اب ں کا کیا کرو گے؟"

"ابھی اس سے ایک سوال اور کرنا ہے۔" میں نے کہا اور دوبارہ پائلٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہاں ست ایک آخری سوال کا جواب اور دو۔ اس طرف کیسے آ نکلے تھے؟ کیا ہمارے بارے میں اطلاع ہو گئی ی؟"

"نہیں۔" پائلٹ نے جواب دیا۔

"پھر تم نے ادھر کا رخ کیوں کیا؟"

"ان علاقوں میں تلاش مکمل ہو گئی ہے اور باس ہوریشو کا خیال ہے کہ آپ لوگوں نے ادھر کا رخ یا ہے۔ اب وہ جنگل اور اس کے پار کے علاقوں کو دیکھنا چاہتا ہے۔"

"اوہ۔ کیا ہوریشو بھی تلاش کرنے والوں میں شامل ہے؟"

"وہ جو جنگل میں داخل ہوئے ہیں؟"

"ہاں!"

"نہیں۔ وہ ان میں نہیں ہے۔" پائلٹ نے جواب دیا۔

"بے شک تم ایک عمدہ انسان ہو دوست۔ جس طرح تم سارے سوالات کے جواب دے رہے اس سے تمہاری قدر ہمارے دل میں بڑھ گئی ہے لیکن یہ تو بتاؤ' کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے مکلینو سے غداری کر رہے ہو؟" میں نے بڑے نرم لہجے میں کہا اور چاقو کی نوک اس کی پیشانی ہٹالی۔

"کیا میں اٹھ جاؤں؟"

"ابھی نہیں' پہلے گفتگو مکمل کر لو۔" میں نے اس کے سینے پر گھٹنے کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"باس ہوریشو نے کہا ہے کہ وہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ مکلینو انہیں سزا نہیں دے اس کا خیال ہے کہ تم لوگوں نے مادام بنی کو شیشے میں اتار لیا ہے اور وہ تمہارے اشاروں پر ناچ رہی باس مکلینو کسی قیمت پر اس بات کو پسند نہیں کرے گا۔ ہوریشو نے اس بات کی ذمہ داری لی مکلینو اس کام پر ناراض نہیں ہو گا۔"

"اوہ۔ تو یہ کھیل ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ "بہرحال دوست' یہ تو آنے والا وقت بتائے گا ہو رہا ہے لیکن تم اچھے انسان ہو اور میرا خیال ہے اچھے انسانوں کو برے لوگوں کے درمیان نہیں چاہئے۔ بنی! تم اس سے کچھ اور پوچھنا چاہتی ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ بس میں اور کیا پوچھوں گی۔" بنی نے جواب دیا اور میں نے پورا چاقو اس شخص کے میں اتار دیا۔ اسے گمان بھی نہ ہو گا کہ دوسرے لمحے میں کیا حرکت کرنے والا ہوں لیکن اسے زندہ چھوڑ کو مارنا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کئی وار کیے۔ بنی اچھل کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

پھر میں نے خون آلود چاقو اس کے بدن سے صاف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ میرے ذہن آندھیاں چل رہی تھیں۔ کوئی خاص ترکیب نہیں تھی ذہن میں۔ بس ایک جنون سوار تھا۔ سچ بات کہ میرے دل میں سرداری کی آگ تھی۔ وہ نہ جانے کہاں ہے؟ اگر وہ کسی جال میں پھنس گیا تو نہیں جانتا تھا کہ کیا ہو گا۔

"تو گرانٹ مارا گیا نواز؟" بنی نے کہا۔

"ہاں بنی!"

"لیکن جیسن کی گمشدگی' کیا تمہارے دوسرے آدمی نے اسے اغوا کر لیا؟"

"ممکن ہے۔"

"لیکن اب تو بے سود ہی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اب کیا ارادہ ہے نواز؟ میرا خیال ہے رکنا ٹھیک نہیں ہے۔ جو لوگ جنگل میں گئے ہیں رابطہ کسی نہ کسی طرح پائلٹ سے ضرور ہو گا۔ اگر انہوں نے اسے کال کیا تو؟"

"اوہ۔ عمدہ خیال ہے۔ اس کے پاس ٹرانسمیٹر تلاش کیا جائے۔" میں نے کہا اور ایک بار پائلٹ کی تلاشی لینے لگا لیکن ٹرانسمیٹر اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ تب میں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ میرے ساتھ چل پڑی تھی۔

ایک پاکٹ ٹرانسمیٹر ہمیں ہیلی کاپٹر میں رکھا مل گیا۔ بنی کا اندازہ بالکل درست تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر اپنے قبضے میں کر لیا اور یہ شاید اتفاق تھا کہ اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆

بنی سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ٹرانسمیٹر اٹھا لیا تھا۔

"بات کرو گے نواز؟" اس نے سرگوشی کی۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں ----- میرا خیال ہے انہیں مطمئن کر دو تاکہ وہ اپنی تلاش میں لگے رہیں۔" بنی نے مشورہ دیا۔

"نہیں بنی ----- میں اس کے برعکس سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا -----؟" بنی نے تاریکی میں میرے چہرے کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔

"بنی! انہوں نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا ہے۔ میں' ہوریشو کو چھوڑوں گا نہیں' جہاں بھی اسے نقصان پہنچا سکا' ضرور پہنچاؤں گا۔ اور اس وقت -----"

"اوہ' میں سمجھ رہی ہوں۔" بنی آہستہ سے بولی اور میں خاموش ہو گیا بنی بھی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ٹرانسمیٹر پر کافی دیر تک اشارے موصول ہوتے رہے اور پھر خاموشی چھا گئی۔ ہم نے اسے اس کی جگہ رکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے بنی کا ہاتھ پکڑا اور ایک مناسب جگہ تلاش کر کے وہاں پہنچ گیا۔

"اس طرح تمہارا خیال ہے کہ -----" بنی نے کہا۔

"ہاں۔ جواب نہ ملنے پر انہیں تشویش ہو گی اور وہ اس طرف دوڑیں گے۔ انہیں ہیلی کاپٹر کی فکر ہو گی۔" میں نے بنی کا مطلب سمجھ کر جواب دیا۔ اور بنی گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ ہم انتظار کرنے لگے اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہم نے درختوں میں آہٹیں سنیں اور پھر اچانک وہی تیز روشنی نظر آئی۔ قرب و جوار کا علاقہ منور ہو گیا تھا۔

میں اسٹین گن سنبھالے ہوشیار کھڑا تھا۔ روشنی بجھ گئی اور چند ساعت کے لیے تاریکی اور گہری ہو گئی۔ پھر ہمیں چند سائے نظر آئے۔ جو ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

"وہ اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔" بنی نے میرے کان کے قریب سرگوشی کی اور میں نے بنی کا شانہ دبا دیا۔ میں تیار تھا۔ بس ایسی رینج کی تاک میں تھا کہ ان لوگوں کو موقع نہ مل سکے۔ اور پھر مجھے چانس مل گیا اور دفعتاً" جنگل کا سناٹا زخمی ہو گیا ----- اسٹین گن کی آواز کے ساتھ ہی بے تحاشا چیخیں ابھری تھیں۔ بڑا کامیاب برسٹ مارا تھا میں نے۔

لیکن شاید کچھ لوگ بچ گئے تھے۔ کیونکہ چند ہی ساعت کے بعد جوابی کارروائی شروع ہو گئی۔ اور یہ کارروائی خوف و دہشت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ لوگ پاگلوں کی طرح' سوچے سمجھے بغیر گولیاں برسا رہے تھے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں کامیابی کی کوئی امید ہوتی تو نہیں ہے۔ ہم خاموشی سے گولیوں کی آوازیں سنتے رہے اور اندازہ لگاتے رہے کہ وہ کہاں ہیں؟

اور جونہی وہ رکے' میں نے اندازہ لگاتے ہوئے نشانوں پر فائرنگ کر دی اور میرا اندازہ کامیاب نکلا۔

پھر چیخیں ابھریں------ اور اس بار شاید وہ سب کھیت رہے تھے کیونکہ پھر کوئی تحریک نظر نہیں آئی۔ بچ بھی گئے ہوں گے تو اب ان میں سر ابھارنے کی ہمت نہ رہی ہوگی۔

بنی خاموش تھی۔ میں نے کئی منٹ تک اندازہ لگایا اور پھر آہستہ سے بنی سے کہا۔ "کیا خیال ہے بنی! اب یہاں سے کھسک لیں؟"

"ایں------ ہاں------ ہاں۔" بنی جیسے کسی خواب سے چونک پڑی ہو۔

"یہاں رکنا اب مناسب نہیں ہے' کیونکہ فائرنگ کی آوازیں محدود نہ رہی ہوں گی------ اور اس بار صرف چند افراد نہیں آئیں گے۔"

"ہاں------ لیکن------ وہ------ وہ سب مارے گئے؟" بنی نے پوچھا۔

"اندازہ یہی ہوتا ہے' ٹھہرو۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے آخری کوشش کی۔ اسٹین گن کی گولیوں نے اس بار ہیلی کاپٹر کو چھلنی کردیا تھا اور پھر اچانک اس کے پیٹرول ٹینک نے آگ پکڑلی۔ خوفناک دھماکہ ہوا اور آگ چاروں طرف پھیل گئی۔

بنی نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا تھا------ "آؤ------" میں نے اس سے کہا۔ اور پھر میں اسے لیے ہوئے کافی پیچھے کی طرف دوڑنے لگا۔ ہم دونوں نہایت احتیاط سے چھپتے چھپاتے پہاڑی ٹیلوں کی آڑ لے کر دوڑ رہے تھے۔ لیکن رخ بستی کی جانب ہی تھا۔ ہلینا کے مکان سے بہتر اور کوئی پناہ گاہ نہیں تھی۔ اور بہرحال اس لڑکی پر ہم دونوں کو مکمل بھروسہ تھا۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا------ بے شمار لوگ اس سمت دوڑتے نظر آئے جدھر آگ پھیلی ہوئی تھی اور ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ میں اور بنی ان کی نگاہوں سے بچتے ہوئے بالآخر بستی میں داخل ہوگئے اور ہلینا کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دروازہ حسب معمول کھلا ہوا تھا اور ہلینا جاگ رہی تھی۔ ہمارا انتظار کررہی تھی۔ ہمارے اندر پہنچتے ہی اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا اور پھر بڑے احترام سے ہمیں اندر لے گئی۔

"تم جاگ رہی تھیں ہلینا؟" بنی نے کہا۔

"ہاں باس! آپ لوگ مجھے ساتھ نہیں لے گئے۔ لیکن میرا دل آپ میں الجھا ہوا تھا۔ کافی تیار ہے۔ میں نے کافی تیار کرکے رکھی تھی تاکہ آپ کے واپس آتے ہی آپ کو پیش کردی جائے۔ گرم کافی ساری تھکن نچوڑ لے گی۔" ہلینا نے جواب دیا اور بنی شدید متاثر ہوگئی۔ اس نے آگے بڑھ کر ہلینا کے رخسار کا بوسہ لے لیا۔ پھر بولی۔

"حالات جو بھی رہیں ہلینا------ میں تیرے اس خلوص کا جواب دوں گی۔" ہلینا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور باہر نکل گئی۔ میں اور بنی کمرے میں آگئے تھے۔ ہم نے اپنا سامان رکھ دیا اور میں بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ بنی بھی یقیناً تھک گئی ہوگی۔

وہ تیار ہوکر میرے قریب پہنچی ہی تھی۔ کہ ہلینا کافی لے کر آگئی------ اور درحقیقت اس وقت گرم کافی نے لطف دیا تھا۔ ہلینا کو بھی ہم نے شریک کرلیا تھا۔ اس کے چہرے پر بہت سے سوالات تھے اور ہم جانتے تھے کہ وہ کچھ پوچھنا چاہتی ہے۔ تب میں نے ہی کہا۔

"تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات ہے ہلینا؟"

"ہرگز نہیں جناب! بس ان دھماکوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"دھماکے یہاں تک سنے گئے تھے؟"

"جی ہاں۔ رات کا وقت ہے نا۔"

"اوہ' کوئی خاص بات نہیں ہے ہلینا------ بس تلاش کرنے والوں سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ ہم نے ان کا ہیلی کاپٹر بھی تباہ کردیا اور ان سب کو ہلاک کردیا۔"

"اوہ۔" ہلینا نے گردن ہلائی۔

"اس کے علاوہ ہم نے ان میں سے دو آدمیوں کو پکڑ کر ان سے معلومات بھی حاصل کی تھیں۔" بنی بولی۔

"کوئی پتہ چل سکا؟"

"اندازہ یہ ہے کہ وہ لوگ بھی ان کے ہاتھ نہیں آسکے' سوائے ایک شخص کے۔ وہ میرا ساتھی گرانٹ تھا اور اسے ان لوگوں نے ہلاک کردیا۔ ہمارا دوسرا آدمی پائلٹ کو اغوا کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔"

"اوہ۔" ہلینا نے گردن ہلائی۔ "تو اب وہ لوگ آپ کو جنگل کے نزدیک تلاش کررہے ہوں گے۔ اس سے ایک فائدہ اور ہوا ہے' وہ یہ کہ اب ان کا یہی خیال ہوگا کہ آپ لوگ جنگلوں میں چھپے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ بھی تم نے درست کہا۔"

"اور ایک نقصان بھی ہوگیا ہے بنی۔" میں نے کہا۔ اور بنی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "وہ لوگ شد و مد سے ہمیں جنگلوں میں تلاش کریں گے اور ممکن ہے بنی! میرے ساتھیوں نے جنگلوں ہی کو پناہ گاہ بنایا ہو۔" بنی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی۔

"کیا تمہارا ساتھی تمہاری طرح ذہین نہیں ہے نواز؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ان حالات میں چھپنے کے لیے وہ جگہیں مناسب نہیں رہتیں جہاں ہر ذہن پہنچ جائے۔ جنگلوں میں وہ لوگ کھلی کارروائی کرسکتے ہیں۔ ان کی بہ نسبت بستیاں زیادہ محفوظ ہیں۔" بنی نے کہا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے سردارے کا تجزیہ کیا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تب مجھے اطمینان ہے بنی!"

"کیا؟"

"یہی کہ کم از کم سردارے جنگل میں نہ ہوگا۔"

"کیا وہ بہت ذہین ہے؟"

"ہاں وہ لومڑی کی طرح چالاک اور شیر کی طرح نڈر ہے اور اگر مجھ سے دور ہو تو------ پھر وہ بہت کچھ ہوتا ہے۔ میرے سامنے گھامڑ بنے رہنے میں اسے مزا آتا ہے۔"

"تب پھر اتنا فکرمند نہ ہو نواز------ ہم نے ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب واقعات کوئی بھی رخ اختیار کریں' اس میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے اور پھر تم لوگ زندگی سے کھیلنے والے ہو۔ زندگی اور موت کے اس کھیل میں فکرمندی کا کون سا پہلو ہے۔ جب تک زندہ ہیں ٹھیک ہے' موت آئے گی تو مرجائیں گے۔" بنی نے بڑی ہمت سے کہا اور درحقیقت بعض اوقات انسان کے ذہن کو چھوتے

چھوٹے سہاروں کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ کسی سہارے کو نظرانداز کرنا دانشمندی نہیں ہے۔" میں بنی کی شکل دیکھنے لگا تھا---- لیکن اسی وقت ہلینا تڑپ کر بولی۔

"ایسی باتیں نہ کرو باس! ہلینا اپنی زندگی کی قیمت پر تمہاری حفاظت کرے گی۔ میں بہت چھوٹی سی ہوں باس---- کسی ننھے سے کیڑے کی طرح بے حقیقت۔ لیکن باس! تمہارے لیے میں ایک طاقتور ہاتھی ہی ثابت ہوں گی۔ اور وہ کروں گی جو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔"

"ہلینا! کاش---- کاش ہم تمہیں اس کا صلہ دے سکتے۔" بنی نے کہا۔

"خدا کی قسم! باس---- بہت چھوٹی سی انسان ہوں۔ بڑی معمولی حیثیت رکھتی ہوں۔ خود کو کسی قابل نہیں سمجھتی' پیٹ بھرنے کے لیے عزت بیچتی ہوں۔ بدن کی مشقت کا صلہ مل جاتا ہے۔ لیکن روح آزاد ہے۔ باس! تیری محبت میں روح کی مشقت ہو رہی ہے' خلوص اور پیار کام کر رہا ہے' اس کے صلے کی بات مت کرو---- روح کی مشقت کا نہ کوئی صلہ ہوتا ہے اور نہ کوئی صلہ دے سکتا ہے۔ جانتی ہو باس! اس مشقت کا---کیا صلہ ہونا چاہیے؟ تمہاری محبت میں---- تمہاری وفا میں کام کرتے ہوئے' چند دہکتی ہوئی گولیاں بدن میں اتر جائیں تو حیات کو ابدی سکون مل جائے۔ وہ مل جائے جو کھو چکی ہوں۔ تم تصور کرو باس! کچلے ہوئے ضمیر کے لیے ایک روشن دھبہ کافی نہیں ہوگا کہ صلے سے بے نیاز ہو کر میں نے کسی کے لیے جان دے دی۔"

بنی کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے چھلک اٹھے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ "نواز----"

"ہوں۔" میں چونک پڑا۔

"یہاں سے نکلے تو ہلینا ہمارے ساتھ ہوگی۔"

"اوکے بنی---- ہم اسے اس جزیرے پر چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ اب یہ ہماری اہم ترین ساتھی ہے اور ہم اپنے کسی ساتھی کو جزیرے پر نہیں چھوڑیں گے۔"

"اب آپ تھک گئی ہوں گی باس! آرام کریں۔ رات کافی گزر چکی ہے۔ آپ سکون سے سو جائیں باس! ہلینا ہزار آنکھوں سے آپ کی حفاظت کرے گی۔"

"تھینک یو ہلینا!" بنی نے کہا اور ہلینا کافی کے برتن اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد بنی نے ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگی۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب بنی اٹھ کر میرے نزدیک آگئی اور پھر وہ میرے آغوش میں گر پڑی۔ اس نے میری گود میں لیٹ کر گردن میں بانہیں ڈال دیں تھیں۔

"بنی۔" میں اس پر جھک پڑا اور اس نے گردن اٹھا کر مجھے چوم لیا۔ "بعض اوقات میں تمہارے لیے بہت پریشان ہو جاتا ہوں بنی۔"

"کیوں؟" وہ محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"سوچتا ہوں' کہیں تمہیں اپنی حماقت کا احساس تو نہیں ہونے لگا۔"

"حماقت؟"

"ہاں بنی! تم ایک شاندار زندگی چھوڑ کر میرے لیے سرگرداں ہو رہی ہو۔"

"نواز! زندگی ایسی شے ہے جس پر کم از کم ہم اپنے حق کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔ ہر انسان خود سے پیار

ہے۔ لیکن---- اب میرا تجربہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کے وجود سے پیار ہو جائے تو پھر اپنا وجود' اپنا نہیں کسی کی امانت محسوس ہوتا ہے۔ میں تمہیں چاہتی ہوں نواز---- اور اپنے پیار کو تمہارے لیے وقف کر چکی ہوں۔ میری نگاہ میں میرا وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور پھر بات بدن کی رہی تو اس سے بڑی خوش بختی کیا ہوگی کہ یہ تمہارے لیے کٹ جائے۔"

میں نے بنی کو بھینچ لیا۔ اس کے الفاظ نے دل کے تاروں پر مضراب کی سی جھنک دی تھی۔ لیکن جذبات اب منجمد ہو چکے تھے۔ ان پر کبھی کبھی نشان ضرور پڑتا تھا۔ لیکن میں نے ہر آواز کو ابھرنے سے روک دیا تھا اور اب میں متاثر ہونے والوں میں نہیں تھا۔

بس---- وہ انداز---- جو کسی کی طلب ہو سکتا ہے' خرچ کرنے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے بنی کو اس کے الفاظ کی قیمت ادا کردی۔ اتنا چوما اسے کہ وہ سرشار ہو گئی اور اس کی رگوں میں سرور اُمڈ آیا۔ اس نے اپنا وجود مجھ میں ضم کردیا---- ویسے وہ عام عورت نہیں تھی۔ تھوڑی دیر پہلے ہم جو کچھ کر کے آئے تھے' اس کے بعد ذہن کا لطافت کی وادیوں میں گم ہونا ناممکن العمل تھا۔ یہ تو کیفیت دوسری تھی۔ لیکن بنی پر بھی اس کا کوئی خاص ردعمل نہیں تھا۔ وہ میری آغوش میں ہمہ تن گم تھی۔

جذبات کی منزلوں کا عروج---- اور پھر زوال۔ لیکن یہ زوال بھی فرحت بخش ہوتا ہے اور اس کے بعد کسی تھکن کا کوئی احساس نہیں رہتا۔ ہر سانس سکون کا اظہار ہوتا ہے اور بنی کو تو میری آغوش میں آنے کے بعد نیند وغیرہ کا دھیان ہی نہیں رہتا تھا۔

وہ جاگتی رہی' سوچتی رہی۔ میں نے اسے خاموش پایا تو جاننا چاہا کہ کیا وہ سو گئی---- مجھے دیکھ کر وہ عجیب انداز میں مسکرا دی۔

"میں سمجھا تم سو گئیں۔"

"نہیں۔"

"خاموش کیوں ہو؟"

"سوچ رہی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا سوچ رہی تھیں بنی؟" میں نے پیار سے کہا۔

"بس میری سوچ کا محور تمہارے سوا کیا ہو سکتا ہے۔" بنی نے کہا۔

"میرے بارے میں ہی سہی۔ کیا خیال تھا ذہن میں؟"

"تم بے حد شاندار انسان ہو نواز---- میں نے مرد کے بارے میں کبھی اس طرح نہیں سوچا' خدا کے گواہ تم خود ہو۔ زندگی میں پہلی بار تم نے میری نسوانیت کے احساس کو مجروح کیا تھا۔ میں مرد کو ہمیشہ کمتر سمجھتی تھی نواز! اور خود کو برتر۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دنیا کے خطرناک ترین مردوں سے میرا واسطہ پڑ چکا ہے۔ لیکن وہ خطرناک ہونے کے باوجود مکلینو کے غلام تھے۔ اور مکلینو کے غلام ہونے کی حیثیت سے میرے غلام بھی۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو مرد کی حیثیت سے مجھے متاثر کرتا۔

لیکن' پھر وہ ملا جس نے مکلینو کو بھی چوٹ دی۔ اوہ! تم نہیں جانتے نواز---- مکلینو خود کو دنیا کا سب سے بلند انسان سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ پیدا نہیں ہوا جو اسے کراس کرسکے۔ لیکن

اچانک وہ پیدا ہو گیا اور ----- پھر اس نے مکلینو کی لانچ لوٹ لی' مکلینو کی عزت لوٹ لی
مکلینو کو وہ شاک دیا کہ اس کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔ اور میں اس کی دیوانی ہو گئی۔ میں عورت
کے ذہن کی عکاسی نہیں کر رہی نواز ----- میں صرف اپنی بات کر رہی ہوں۔ تم نے میرے
نسوانیت کو توڑا اور تم میری زندگی کا سب سے بڑا کھیل بن گئے۔ اب تمہارے سوا میں دنیا میں کسی کے
بارے میں نہیں سوچ سکتی۔ ساری دنیا میں سب سے پہلے مجھے تمہارا مفاد عزیز ہے۔ اپنے بارے میں اس کے
بعد سوچتی ہوں۔"

بنی بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی اور پھر اس نے بڑے معصومانہ انداز میں مجھ سے پوچھا'
نواز ----- کیا دنیا کی ہر عورت میری طرح ہوتی ہے؟"

"کیا مطلب بنی؟"

"کیا وہ صرف اس کا انتظار کرتی ہے جو اس کے پندار کو توڑ دے۔ کیا وہ صرف اس کو پسند کرتی ہے
جو اس پر حاوی ہو جائے؟"

"بڑا انوکھا سوال ہے بنی۔"

"مجھے بتاؤ نواز ----- میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم درست کہہ رہی ہو۔ ویسے مزاج کا فرق بھی ہوتا ہے۔ عورت کی اپنی دنیا ہے
یہاں پندار ٹوٹنے کی بات نہیں ہے۔ یوں سمجھو' کسی خاص بات سے متاثر ہونے کو تم پندار ٹوٹنے کا نام دے
رہی ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں نواز! یہاں میں تم سے زیادہ تجربے کار ہوں۔ بنی مسکرائی۔

"وہ کس طرح؟"

"میں نے تمہاری مردانہ وجاہت کے بارے میں سوچا تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا یہ مشرقی نوجوان
دلکش ہے' ایک مرد کی حیثیت سے خوبصورت ہے۔ لیکن نواز! میں نے تمہیں ایک غلام کی نگاہ سے ہی دیکھا
تھا۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تم مجھ سے برتر ہو۔"

"خوب ----- پھر؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس کی باتوں میں مزا آ رہا تھا اور تھوڑی دیر کے
لیے میں اپنی الجھن بھول گیا تھا۔

"بس تمہیں اندازہ ہے کہ میں اپنے سامنے کسی کی برتری نہیں تسلیم کرتی ہوں۔ لانچ پر گو تم نے
نہایت اعلیٰ پیمانے پر سمندری محافظوں سے جنگ کی تھی۔ لیکن مجھے پسند نہیں آئی تھی۔ اور -----"

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"

"لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی میرے بارے میں اس طرح بھی سوچ سکتا ہے' کوئی
یوں بھی مجھ پر ہاتھ ڈال سکتا ہے اور جب تم نے ----- تم نے مجھے میری نگاہوں میں بے حقیقت کر دیا
تو ----- تو میں نے اپنی ٹوٹی ہوئی شخصیت پر غور کیا۔ اور جب میں نے تمہارے بارے میں نفرت کا تعین
کیا' میں نے اندازہ لگایا کہ اس شخص سے کتنی نفرت کی جا سکتی ہے جس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟
تو ----- تو میں نے اپنے اندر ایک عجیب کیفیت پائی۔ تم یقین کرو مجھے محسوس ہوا کہ مجھے تم سے نفرت
نہیں ہے اور دل کی اس بات پر میں حیران رہ گئی ----- میں نے خود کو احمق سمجھا۔ لیکن کوشش کے

باوجود ----- تب نواز ----- تب میں نے تم سے محبت شروع کر دی۔ اور اب اس محبت میں روز افزوں
ترقی ہو رہی ہے۔ کیسی عجیب بات ہے' اب میں تمہارے لیے ساری دنیا کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔"

"بنی -----" میں نے اسے بھینچ لیا۔ لیکن میرا دل اندر سے کہہ رہا تھا' افسوس بنی ----- اس
لحاظ سے میں انسان نہیں ہوں۔ میں کسی کی محبت کی پذیرائی نہیں کر سکتا۔ میں انسانیت سے وہ ناطے توڑ چکا
ہوں۔ جو کسی کی ذات سے متاثر ہو کر اس کے لیے زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ تمہاری محبت کی عمر بہت
تھوڑی ہے اس کے بعد -----

لیکن میں نے ان جذبات کا اظہار نہیں کیا۔ میرا ذہن زخمی تھا اور ذہن کے زخم شاید کبھی مندمل
نہیں ہوتے۔ یہ زخم ناسور بن چکے تھے۔ اور یہ ناسور سوچنے کے انداز ہی کو بدل چکے تھے۔ خوبصورت الفاظ
صرف الفاظ تھے میرے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

یوں پیار و محبت کی گفتگو میں بقیہ رات بھی گزر گئی۔ کچھ سوئے' کچھ جاگے' لیکن نیند کی کسل ذہن
پر سوار رہی۔ وفا شعار ہلینا ہمارے لیے باورچی خانے میں گھسی ہوئی تھی اور اس نے تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ
پیش کر دیا۔ تب ناشتے کے دوران میں نے ہلینا سے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے ہلینا؟"

"تھوڑی دیر کے بعد جاؤں گی جناب۔"

"تمہیں اپنی ملازمت پر بھی جانا ہو گا؟"

"اوہ' ضروری نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"ڈیوٹی برائے نام ہے۔"

"کیا ڈیوٹی پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہوتا؟"

"ہوتا تو ہے۔"

"پھر؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہ باس! کارخانے کا منیجر ----- کبھی کبھی میرے پاس آ جاتا ہے اور ----- اور اس کے
عوض مجھے پوری پوری آزادی ہے۔" ہلینا نے کہا اور گردن جھکا لی۔ بنی بھی خاموش ہو گئی۔ ہلینا جو کچھ بن
چکی تھی اس بارے میں کیا کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال پھر بنی آہستہ سے بولی۔

"تمہاری تنہا زندگی پر بڑا بوجھ ہے ہلینا۔"

"باس! خوشیوں سے بہت دور نکل آئی تھی۔ میں نے اپنی زندگی کا تعین صرف یہ کیا تھا کہ جب
تک سانسوں کے تار بندھے ہوئے ہیں اسی طرح گزار دوں۔ مرجاؤں گی تو تمام جھگڑوں سے نجات مل جائے
گی۔ لیکن آپ کی آمد' آپ کی خدمت سے ایک روحانی سکون نصیب ہوا ہے۔ اور ----- میں خوش ہوں
کہ بہر حال میری زندگی کو بھی کوئی مقصد ملا۔"

ہم دونوں ہلینا کی سوز بھری گفتگو کے تاثر میں ڈوبے رہے۔ پھر میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے
ہلینا؟"

"آپ کے ساتھیوں کی تلاش کے مشن پر جاؤں گی اور اس شکل میں اگر کوئی سرا ہاتھ لگا تو فوراً

واپس آکر آپ کو اطلاع دوں گی۔"

"اوہ، ٹھیک ہے ہلینا ـــــ ہم یہاں تمہارا انتظار کریں گے۔" میں نے جواب دیا اور ہلینا چلی گئی۔ ہم لوگ پھر ایک دوسرے میں کھو گئے تھے۔ بظاہر میں بنی میں الجھا ہوا تھا لیکن میرا ذہن سردارے وغیرہ میں تھا اور ایک بار پھر ذہن میں جھنجلاہٹ ابھر رہی تھی۔

تنہا زندگی ہر حال میں بہتر ہوتی ہے۔ مر بھی رہے ہو تو ذہن کسی اور طرف تو نہیں ہوگا۔ کسی دوسرے کی پریشانی کا تو خیال نہیں ہوگا۔ اپنے طور پر جیو اور مر جاؤ۔ دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارا۔ اگر سردارے کا وجود نہ ہوتا تو زندگی ہر طرح داؤ پر لگائی جاسکتی تھی۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مجبور کیا جاسکتا تھا کہ وہ جزیرے سے نکل چلے اور دوسرے ایسے بہت سے کام۔

لیکن اب پھنسا ہوا تھا ـــــ نہ جانے سردارے کہاں گم ہے، کیا کر رہا ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا۔ مجھے اس پر غصہ آنے لگا۔ لیکن یہ ساری سوچ احمقانہ تھی، مجھے اس کا احساس تھا۔ بنی کو اندازہ نہیں ہوسکا کہ میں پریشان ہوں۔

دوپہر کے تقریباً پونے بارہ بجے تھے جب ہلینا اچانک واپس آگئی۔ اس کے پاس ایک بیگ تھا جسے اس نے ایک طرف رکھ دیا۔

"خیریت ہلینا ـــــ تم کچھ پرجوش نظر آرہی ہو؟"

"ہاں باس! ایک چھوٹا سا کام بن گیا ہے۔"

"کیا؟" بنی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ڈکن اور روبی آئے ہیں۔"

"کون ہیں یہ؟"

"گروہ کے لوگ ہیں۔ ایک آپیرا ہال میں سروس کرتے ہیں۔ وہیں سے گروہ کے لیے کام کرتے ہیں۔"

"اور وہ کہاں سے آئے ہیں؟" بنی نے پوچھا۔

"ڈنمارک سے۔"

"خیر ـــــ ان کے آنے سے کیا فرق پڑا ہے، یہ بتاؤ؟"

"باس! بڑا کام بن گیا ہے۔ چونکہ وہ دونوں آپیرا ہال میں ملازمت کرتے ہیں اس لیے انہیں وہاں بڑے روپ بھرنے ہوتے ہیں۔ اس بیگ میں میک اپ کا مکمل سامان موجود ہے۔"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔

"اور سب سے بڑی بات یہ باس ـــــ کہ ڈکن اور روبی کی جسامت آپ دونوں جیسی ہے۔"

"کیا؟" بنی چونک پڑی ـــــ میں بھی دلچسپ نگاہوں سے ہلینا کو دیکھ رہا تھا۔ ہلینا کا مقصد بنی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن میں پوری طرح سمجھ گیا تھا۔

"لیکن ان دونوں سے تمہارا کیا تعلق ہے ہلینا؟" میں نے پوچھا۔

"نیا نہیں ـــــ وہی جو باقی لوگوں سے ہے۔" ہلینا نے کہا۔

"اوہ، اوہ۔" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں بنی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں کچھ نہیں سمجھی نواز۔"

"ہلینا نے ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"لیکن ہلینا! ہم ان سے کیسے مل سکیں گے؟"

"ٹھیک دو گھنٹے کے بعد دونوں یہاں آئیں گے۔"

"اوہ، ونڈر فل ـــــ تمہارے پاس؟"

"ہاں۔"

"دونوں آئیں گے؟"

"ہاں۔" ہلینا نے گردن جھکالی۔

"بڑا کام کیا ہے ہلینا تم نے۔ لیکن ہمارا کام تو ان کے آنے کے بعد ہی شروع ہوگا۔"

"یقیناً جناب! آپ تیار رہیں۔"

"میں تیار ہوں ہلینا ـــــ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کس پروگرام سے آئے ہیں، یہاں تک رہیں گے؟ کیا یہاں ان کی کوئی رہائش گاہ موجود ہے؟"

"ان کی رہائش گاہ کوئی نہیں ہے۔ ویسے وہ یہاں مال لینے آتے ہیں، بڑی لانچ ساتھ آئی ہے۔ باقی میں آپ کے سامنے معلوم کروں گی۔ لیکن ـــــ"

"ہاں، ہاں۔ لیکن کیا؟"

"آپ کو کچھ غیر اخلاقی مناظر برداشت کرنے پڑیں گے جناب! میری بدبختی کا تماشہ دیکھنا ہوگا۔"

"اوہ ـــــ ہلینا ـــــ ہماری نگاہ میں تم بہت بلند ہو۔ تمہاری شخصیت ان غلاظتوں سے بالاتر تمہارے اوپر مسلط کردی گئی ہیں۔ اس لیے تم اس بارے میں مت سوچو۔" بنی نے کہا۔

"اب جب میں آگئی ہوں تو کھانا تیار کردوں؟"

"اوہ ہلینا! اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہے جناب!"

"اچھا باہر کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بتانے والی تھی۔ آج سارے کارخانوں میں کام بند ہے۔ باہر بڑی گہما گہمی ہے، رات کے واقعے کا ماہے۔ ہوریشو اعلیٰ پیمانے پر کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی۔ ہوریشو کی پریشانی سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ پھر ہلینا چلی گئی اور یال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میرا خیال ہے اب تم سمجھ گئی ہوگی۔"

"کی حد تک۔" بنی نے گردن ہلائی۔

"کیا ـــــ مجھے بتاؤ؟"

"ان دونوں کا انتظار کیا جائے گا اور شاید تم ان کی شکلیں استعمال کرو گے۔"

"بالکل درست۔"

"لیکن میں......."

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بنی! پہلے میں اس میک اپ بکس کو دیکھ لوں۔ غالباً ہیلنا یہ بیگ چرا کر لائی ہو گی۔" میں نے بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً۔"

"یہ لڑکی دل کھول کر ہمارے لئے کام کر رہی ہے۔ کاش ہم اسے اس کی محنت کا صلہ دے سکیں۔"

"ہم اسے نظر انداز نہیں کریں گے نواز!"

"ہر گز نہیں بنی!"

"اگر یہاں سے نکل سکے تو اسے ضرور ساتھ لے جائیں گے۔"

"بالکل-----" میں نے بیگ کھولتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے میک اپ کا سامان نکالنے لگا میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ جدید ترین میک اپ بکس تھا۔ کئی رنگوں کے بال' نائیلون کے ناک' آنکھوں کے پلکیں' ہونٹ وغیرہ موجود تھے اور پھر چہرے بدلنے والی جھلیاں اور انہیں چپکانے کے لوشن----- بڑے کام کی چیز ہاتھ لگی تھی اور ہلینا کو اس کے اس کارنامے پر دلی مبارکباد دی جاسکتی تھی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"بہترین بنی-----لطف آگیا۔"

"تم اس کے استعمال سے واقف ہو نواز؟"

"کام چلا لوں گا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم کسی طرح کام چلا لو گے۔" بنی مسکراتی ہوئی بولی۔ وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی----- میں نے بیگ بند کر دیا اور پھر اسے ایک طرف رکھ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہلینا نے کھانا تیار کر لیا اور آکر ہمیں اطلاع دی۔ ہم کھانے کے لئے اٹھ گئے کھانا خاموشی سے ہی کھایا گیا تھا۔

ہلینا نے گھڑی دیکھی اور پھر ہماری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "میرا خیال ہے وہ آنے والے ہوں گے۔ آپ تیار ہو جائیں۔"

"میں تیار ہوں ہلینا! لیکن اگر وہ ہمارے کام کے آدمی نکلے تو ہمیں کہاں تک جانے کی اجازت ہے؟" میں نے ہلینا سے پوچھا۔

"اوہ جناب! باس بنی موجود ہیں۔ ان کے سامنے میری مجال ہے کہ میں کوئی اجازت دوں۔ باس کے مفاد میں جو بات ہو وہ مجھے دل سے عزیز ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں بنی سے اجازت لے لوں گا۔" میں نے کہا اور ہلینا خاموش ہو گئی۔

ہم دونوں اندر کے کمرے میں پہنچ گئے تھے' اس سلسلے میں باقاعدہ پروگرام بنا لیا گیا تھا----- ہلینا اس کمرے میں ان کا انتظار کرنے لگی۔

بنی خاموشی سے میرے پاس آگئی تھی۔ ہم دونوں الماری کے عقب میں پوشیدہ تھے۔ کافی بڑی الماری تھی اور اس کے پیچھے بیٹھنے کی گنجائش بھی بہت زیادہ تھی۔

بنی آہستہ سے بولی۔ "پروگرام کیا ہے نواز؟"

"بنی! اگر وہ لوگ ہمارے کام کے ثابت ہوئے تو ظاہر ہے پھر ان کی زندگی مناسب نہیں ہو گی۔"

"اور' قتل کر دو گے انہیں؟"

"ہاں----- یہ انتہائی ضروری ہو گا۔"

"پھر اس کے بعد-----؟"

"پھر اس کے بعد ہم ان کے میک اپ میں آجائیں گے۔ جیسا کہ ہلینا نے بتایا ہے کہ ان کی جسامت ہم سے مماثلت رکھتی ہے۔ ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔"

"لیکن میں-----" بنی عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کیوں----- تمہیں کیا ہو گیا؟"

"میرا مطلب ہے وہ دونوں تو مرد ہیں۔"

"اور بنی----- تمہیں مرد بنانے میں کون سی دقت پیش آئے گی-----؟ بہر صورت پہلے انہیں آجانے دو' ان کا جائزہ لیں گے' ان کی باتیں سنیں گے اور اگر ہم ان کا کردار آسانی سے ادا کر سکے تو میرا خیال ہے یہ ایک بہتر ترکیب ہو گی اور ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے----- لیکن اگر صورت حال دوسری ہوئی یعنی وہ ہمارے کام کے نہ ثابت ہوئے تو پھر جو ہو گا اس کے بعد ہم دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

اس کے بعد ہم خاموش ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم نے قدموں کی چاپ سنی۔ ہلینا زور زور سے گفتگو کرتی ہوئی آرہی تھی۔ مقصد شاید اس کا یہی تھا کہ ہمیں اندازہ ہو جائے کہ وہ لوگ آچکے ہیں۔

چنانچہ ہم محتاط ہو گئے۔ ہم نے سانس تک روک لی----- ہلینا دروازہ کھول کر اندر آگئی تھی۔ چند ساعت ہم نے انہیں دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن پھر ہلینا نے انہیں بٹھا دیا اور خود بھی شاید بیٹھ گئی۔

مجھے یقین تھا کہ اس نے زاویہ ایسا رکھا ہو گا کہ ہم دونوں انہیں دیکھ بھی سکیں اور ان کی آواز بھی سن سکیں' کچھ اس طرح کہ انہیں کوئی شبہ نہ ہو----- اور میرا اندازہ درست نکلا۔ میں نے الماری کے پیچھے سے جھانکا تھا۔

میں نے دیکھا کہ دو ملاح قسم کے نوجوان تھے' عمریں زیادہ نہیں تھیں۔ ایک بہت دبلا پتلا اور کسی قدر چھوٹے قد کا تھا۔ اور دوسرا بالکل میری جسامت کا----- گویا ہلینا کا اندازہ درست تھا۔

دونوں بڑے دلچسپ انداز میں ہلینا سے گفتگو کر رہے تھے اور یہ گفتگو ہلینا ہی کے بارے میں تھی۔ ہم نے ان کی باتوں پر کان لگا دیئے۔

چھوٹے قد کا نوجوان کہہ رہا تھا۔ "ہلینا! میں دیکھ رہا ہوں' تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔"

"کس قسم کی تبدیلی؟" ہلینا نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے' نہ تمہاری جسامت میں' نہ تمہارے بدن میں' ویسی کی ویسی ہی ہو۔ میرا خیال ہے ہم کئی مہینے کے بعد آئے ہیں۔"

"کئی مہینے کے بعد کیوں----- میرا خیال ہے تمہیں زیادہ سے زیادہ دو یا تین ماہ ہوئے ہیں۔" ہلینا

"ہاں' یہ تو درست ہے۔ لیکن بہرصورت لگتا یوں ہی ہے جیسے ہمیں آئے ہوئے طویل عرصہ گز
چکا ہے۔ ہلینا کو جب بھی دیکھو یونہی کی یونہی نظر آتی ہے۔"
"ظاہر ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم بار بار یہاں کیوں آتے۔" دوسرا نوجوان بولا اور پہلا نوجوان
مسکرا پڑا تھا۔
"اور لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں ایک ہی مرض کا شکار ہیں۔"
"ہاں بھئی ہلینا کی یہی تو خوبی ہے کہ بیک وقت دونوں میں سے کسی کو بیزار نہیں ہونے
دیتی۔۔۔۔۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تنہا لطف بھی نہیں آتا۔"
"براہ کرم آپ لوگ اپنے بارے میں بھی بتائیں اور میرا تذکرہ چھوڑیں۔" ہلینا نے جلدی سے کہا
اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے تکے انداز میں ہنس پڑے۔
"اپنی باتیں کیا کریں ہلینا۔۔۔۔۔ یہاں آنے کے بعد تو بس تم ہی تم یاد رہ جاتی ہو' میرا خیال ہے
اب ہمیں خود سے زیادہ دور نہ رکھو۔"
"اوہ' ڈکن! دیکھو' یہ بوبی بہت اوور (OVER) ہو رہا ہے۔ کیا تم اس صورت حال کو پسند کرتے
ہو؟" ہلینا نے ناز بھرے انداز میں دوسرے شخص سے کہا اور وہ بولا۔
"دیکھو بوبی! اسے پریشان نہ کرو۔"
"اوہ' تو گویا تم یہاں صرف اس کی دلجوئی کے لئے آئے ہو۔" بوبی نے ڈکن کو گھورتے ہوئے کہا۔
"مطلب یہ کہ پہلے کچھ دیر باتیں کریں گے' بیٹھیں گے' اب ایسا بھی کیا کہ آئے اور فضول باتوں پر
اتر آئے۔"
"دیکھا ہلینا! ڈکن بوڑھا ہوتا جا رہا ہے' یہ ان باتوں کو فضول باتیں کہتا ہے۔" بوبی نے ہنستے ہوئے
کہا۔ بوبی دبلے پتلے جسم کا مالک تھا اور چھوٹا سا قد رکھتا تھا۔ لیکن ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بول رہا تھا۔
"اچھا' اچھا۔ بس خاموش ہو جاؤ۔" ڈکن گھونسا تان کر بولا۔ ان دونوں میں شاید کافی بے تکلفی
تھی۔ پھر وہ بولا۔
"ہاں ہلینا! یہ بتاؤ' کیا کھلا پلا رہی ہو؟"
"جو آپ لوگ کہیں۔"
"بھئی کھانے کا تو موڈ نہیں ہے۔ البتہ رہی پلانے کی بات' تو وہ تمہاری میزبانی پر چھوڑ دی۔" ڈکن
مسکرایا۔
"بہتر ہے۔ میں ابھی آپ لوگوں کے لئے کچھ لاتی ہوں۔" ہلینا نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر
گئی۔
بہرصورت یہ بھی اس کی دانائی کا ایک ثبوت تھا۔ وہ تنہائی میں انہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ ظاہر ہے
سننے والے ہم لوگ موجود تھے اور ہم با آسانی ان کی گفتگو سن کر اندازہ قائم کر سکتے تھے۔ ہوا بھی وہی۔ کچھ
ساعت کے بعد ہی انہوں نے گفتگو شروع کر دی۔
"کمبخت ویسی کی ویسی ہے۔"
"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خاصی حسین عورت ہے۔"

"حسین اور باذوق۔" بوبی بولا۔
"اچھا بوبی! فضول باتیں ترک کر دو۔ یہ تم نے کیا چکر چلا رکھا ہے۔ یوں بھی کوئی کسی سے ملتے ہی
اس قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے' پہلے کم از کم اس کی دلجوئی کرو پھر اس کے بعد۔۔۔۔۔" ڈکن ہنسا۔
"ٹھیک ہے بھئی' اب تو ماننا ہی پڑے گی تمہاری بات۔۔۔۔۔ تمہارا عہدہ جو مجھ سے بڑھ گیا
ہے۔"
"فضول باتیں مت کیا کرو بوبی۔۔۔۔۔ دیکھو' میں تم سے بار بار یہ کہہ چکا ہوں' بھلا اس بات میں
عہدے کا کیا تذکرہ۔۔۔۔۔ ہم دونوں یہاں مزے لینے کے لئے آئے ہیں یا اپنے عہدوں کے تعین کے
لئے۔" ڈکن بولا۔
"نہیں' یہ بات تو نہیں ہے لیکن پھر بھی۔۔۔۔۔" بوبی نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ اور پھر وہ اس
وقت تک خاموش رہا جب تک کہ ہلینا واپس نہ آ گئی۔
ہلینا شاید شراب کا مکمل سیٹ لے کر آئی تھی' ٹرالی کی آواز تو ہمیں محسوس ہوئی تھی۔ لیکن بعد میں
اندازہ ہوا کہ شراب کا جگ ٹرالی پر رکھا ہوا ہے۔ ہم بہت احتیاط سے باہر جھانک رہے تھے۔ ایک آدھ بار بنی
نے بھی باہر دیکھنے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ لیکن بہرصورت اس صورت حال
سے وہ بھی واقف تھی اس لئے ہم میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔
"ہاں ڈکن! اب تم بتاؤ' کہاں کہاں رہے' کہاں کہاں گھومے؟"
"اور ہلینا! ہماری زندگی بھی کوئی زندگی ہے' کسی ایک جگہ تو قدم ٹکتے ہی نہیں۔ باس کا حکم چلتا ہے'
جہاں جانے کا حکم ملتا ہے' پہنچ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن ہاں سنو! یہ یہاں کیا قصہ ہو رہا ہے؟" ڈکن نے
پوچھا۔
"کیا مطلب؟" ہلینا نے پوچھا۔ "کیسا قصہ؟"
"مطلب یہ کہ مسٹر ہوریشو کے بارے میں سنا ہے کہ وہ کچھ ہنگامے کرا رہے ہیں۔" ڈکن نے کہا۔
"اوہ' ہاں۔۔۔۔۔ بنی باس بھی یہاں آئی تھی اور اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ تھے جو مکلینو
کے قیدی تھے۔ پتہ نہیں قصہ کیا ہوا۔۔۔۔۔ ہوریشو ان لوگوں کا دشمن ہو گیا اور شاید مکلینو کی بیٹی بنی
باس کا بھی۔"
ڈکن نے تعجب سے پوچھا۔ "بنی کا۔۔۔۔۔؟"
"ہاں۔ ہوریشو نے باس بنی کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔"
"ارے نہیں' یہ کیسے ممکن ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" ڈکن نے یقین نہ کرنے والے
انداز میں کہا۔
"سنا تو یہی ہے میں نے۔۔۔۔۔ البتہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط۔
بہرحال سنا یہی ہے کہ مسٹر ہوریشو ان لوگوں کو تلاش کر کے قتل کر دینا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انہوں
نے یہاں بمباری بھی کرائی تھی جس سے کافی آدمی ہلاک ہوئے۔"
"کہاں بمباری کرائی تھی؟" بوبی حیرت سے بولا۔
"پہاڑوں میں۔۔۔۔۔ چونکہ وہاں باس بنی اور ان کے ساتھی مقیم تھے۔ عجیب و غریب حالات

سے گزر رہے ہیں آجکل ہم لوگ ----- نہ جانے کیا ہو گیا ہے' نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔" ہلینا پُر خیال انداز میں بولی۔

"واقعی ----- لیکن مسٹر ہوریشو کو یہ کیا سوجھی ----- باس بنی کے خلاف تو کوئی کارروائی میرا خیال ہے BIG BOSS بھی پسند نہیں کرے گا۔"

"مسٹر ہوریشو ہی اس بارے میں جان سکتے ہیں۔ میں کیا جانوں۔" ہلینا نے کہا۔

"مگر بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اگر مسٹر ہوریشو باس کی بیٹی کو قتل کرنے پر تل گئے ہیں تو میرا خیال ہے وہ اچھا نہیں کر رہے۔ مکلینو بہرصورت ان کا کتنا بھی احترام کرتا ہے لیکن اپنی بیٹی کے سلسلے میں تو ان کی بات مشکل ہی سے ماننے لگا۔ آخر وہ اس کے دشمن کیوں ہو گئے ہیں؟"

"بس طویل سلسلہ ہے مجھے اس بارے میں زیادہ معلومات نہیں۔ تم مجھ سے یہاں کے بارے میں پوچھے جا رہے ہو حالانکہ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم کہاں کہاں گھومتے رہے؟"

"ہلینا! میں بتا چکا ہوں کہ کئی جگہوں پر گیا۔ جہاں جانے کا حکم باس نے دیا' وہاں گیا۔" ڈکن نے کہا۔

"ہوں۔ غیر ملکوں میں بھی رہے ہو گے؟"

"ہاں ہاں' کیوں نہیں۔"

"یہاں کیسے آئے؟"

"مال لینے کے لئے ----- اور اس کے علاوہ یہاں آنے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ ویسے اگر سچ پوچھو تو تمہاری یاد ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے۔" بوبی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہلینا بھی مسکرانے لگی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی۔

"تم بہت شریر انسان ہو بوبی۔" اس نے کہا اور ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "ڈکن' کب تک یہاں رکنے کا ارادہ ہے؟"

"اوہ ڈارلنگ! حکم کے غلام دیکھنے میں بھی غلام نظر آتے ہیں اور ہوتے بھی غلام ہیں۔ بھلا ہمارا کیا کوئی پروگرام ہو سکتا ہے۔ جس وقت لانچ کا بگل بجے گا چل دیں گے۔ اگر لانچ پر نہیں ہوں گے تو کان پکڑ کر بلوا لئے جائیں گے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔"

"لوڈنگ شروع ہو گئی؟"

"ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی ہم اس بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ اچھا تمہارے ساتھ کون کون آیا ہے؟"

"پندرہ افراد ہیں' سب کے سب نئے ہیں۔ پرانے لوگوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ تمہیں کسی کی تلاش ہے؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ہلینا شاید ان کے لئے پیگ بنا رہی تھی۔ پھر گلاس ٹکرانے کی آواز سنائی دی۔ ہلینا نے دو یا تین بار سرسری انداز میں الماری کی طرف بھی دیکھا تھا۔ ویسے وہ مشکل میں گرفتار تھی۔ ہماری نگاہوں میں زیادہ سبکی نہیں کرانا چاہتی تھی جبکہ وہ لوگ ضرورت سے زیادہ ہی منہ پھٹ تھے اور ہر جملے میں فحش مذاق کرتے تھے۔

میں نے انہیں بخوبی دیکھ لیا تھا اور ان کے بولنے کے انداز کو نوٹ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ میں خاص طور سے ڈکن کی حرکات بھی نوٹ کر رہا تھا۔ ڈکن کے انداز میں میں نے ایک خاص بات دیکھی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو دائرے کی شکل میں گھمانے لگتا تھا۔ اور پھر میں نے بنی کے کان میں سرگوشی کی۔

"بنی!"

"ہوں۔" وہ چونک پڑی۔

"تم اس دوسرے آدمی کو دیکھ رہی ہو؟"

"بوبی کو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"دیکھ رہی ہوں ----- کیوں؟" بنی نے جواب دیا۔

"اس کی آواز میں زنانہ پن نہیں ہے؟"

"ہاں۔ لیکن وہ بہت غلیظ گفتگو کر رہا ہے۔" بنی نفرت سے ناک سکوڑ کر بولی۔

"گڈ ----- میں چاہتا ہوں تم اس کی آواز' اس کے بولنے کا انداز اور اس کی اضطراری حرکتوں کو نوٹ کر لو۔ تمہیں اس شخص کا کردار ادا کرنا ہے۔"

"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی۔

"جس وقت اسے پوری طرح چیک کر لو' مجھے بتا دینا ----- اس کے بعد ہم انہیں مہلت نہیں دیں گے۔" میں نے کہا اور بنی بدستور گردن ہلاتی رہی۔ دوسری طرف وہ لوگ اوور ہو رہے تھے۔ لیکن ہلینا کی ایک بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"یہ تم لوگوں کی عادتیں کیوں بدلتی جا رہی ہیں؟"

"کیوں ----- کیا ہوا ہلینا ڈارلنگ؟"

"کیا اس سے پہلے تم اس طرح شراب پیتے تھے؟ میرا مطلب ہے لباس پہن کر اور وہ بھی میرے سامنے؟"

"اوہ' اس کا مطلب ہے تم بھی ہمارے لئے بے چین ہو۔" بوبی بولا۔ اور پھر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ نہ جانے ہم کیا بھول گئے ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے بوبی! ہم سارے جہانوں میں گھوم آئے ہیں' ایک سے ایک حسینہ ملتی ہے لیکن جو خوبی اور جو خوش ذوقی ہلینا کے پاس ملتی ہے کہیں نہیں ملتی۔" ڈکن نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ اخلاق کی آخری حد سے باہر آ گئے۔ انہوں نے اپنے لباس اتار کر ہلینا کے حوالے کر دیئے۔

"میں انہیں الماری میں رکھ دوں۔" ہلینا نے کہا۔ لیکن بوبی نے پیچھے سے اس کی کمر پکڑ لی۔

"اور تمہارے اندر یہ تبدیلی کیوں ----- ؟" وہ بولا۔ ہلینا نے ایک جھٹکے سے خود کو اس سے چھڑا لیا اور بوبی جھونک میں گرتے گرتے بچا۔

"کیسی تبدیلی بوبی؟" اس نے سنبھل کر پوچھا۔

"تم نے بھی تو شراب کا ہر پیگ دو آتشہ بنا کر دیا ہے یعنی شراب کا نشہ اور تمہارے بدن کا۔"

بوبی نے کہا۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ اس دوران بنی نے تعجب خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے سرگوشی کی۔

"ہلینا کو کیا ہوا؟"

"میں جانتا ہوں بنی! لیکن ٹھہرو' بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں الماری کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

"اس تبدیلی کی وجہ میں بتاؤں گا دوستو!" میں نے کہا اور دونوں بری طرح اچھل پڑے۔ وہ بدحواسی میں کھڑے ہو گئے تھے اور پھر ان کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"کون ہو تم؟" ڈکن خونخوار لہجے میں بولا۔

"ہلینا ہی بتائے گی۔"

"کیوں ہلینا! تم تو ہمیں دعوت دے کر آئی تھیں۔" بوبی نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے دعوت دی تھی۔" ہلینا کے چہرے کی رونق بحال ہو گئی۔

"پھر یہ یہاں کیوں ہے؟"

"ابھی تو اور بھی ہیں۔" ہلینا نے مسکراتے ہوئے کہا اور بنی بھی باہر نکل آئی ------ اور وہ دونوں شاید بنی کو پہچانتے تھے۔ دونوں خود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگے۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" بنی غرائی۔

"بب باس ------ باس!" ہکلائے۔ ان کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ بنی نے میری طرف دیکھا اور میں نے گردن جھکا کر کہا۔

"کیا حکم ہے باس؟ کیا میں انہیں ہلینا کے اندر کی تبدیلی کے بارے میں بتاؤں؟"

"بتاؤ۔" بنی نے کہا۔ اور دوسرے لمحے میں ڈکن پر جھپٹ پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بوبی کی کمر پر لات رسید کر دی تھی۔ وہ کمزور سا انسان تھا۔ ہلینا کے ایک جھٹکے پر ہی گرتے گرتے بچا تھا۔ میری لات نے تو اسے دیوار سے دے مارا تھا۔ ڈکن کو البتہ خود پر مان تھا۔ وہ جوجستو کے ایک داؤ کے ذریعے میری گرفت سے نکل گیا اور پھر وہ کراٹے کی پوزیشن بنا کر کھڑا ہو گیا۔ بوبی البتہ ایک لات میں ہی ٹھیک ہو گیا اور اس میں دوبارہ کھڑے ہونے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں نے ڈکن کی جانب دیکھا۔

لباس سے عاری شخص لڑنے کی پوزیشن میں بیحد مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ لیکن بہرحال اس نے مجھے چیلنج کر دیا تھا اور اس وقت اسے درست کرنا بیحد ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بھی پوزیشن لے لی اور پھر میں نے انتظار کئے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔

ڈکن نے پینترہ بدلا اور میری طرف لات چلائی۔ لیکن میں نے اس کا وار برداشت کرتے ہوئے سانپ کی طرح پلٹ کر اس کی ٹانگ بغل میں دبالی اور پھر سانپ ہی کی طرح پلٹا کھایا۔ ڈکن نے اپنا سر زمین سے ٹکرانے سے بچانے کے لئے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیا تھا۔ لیکن میں نے داؤ کے بعد داؤ لگایا۔ میں نے اس کی ٹانگ چھوڑ کر کمر پکڑ لی اور پھر ایک دیسی داؤ کلائی کے ذریعے اسے چت کر کے اپنا گھٹنا اس کی گردن پر رکھ دیا۔ گھٹنے کے ایک ردّے سے ڈکن کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔

اس نے دونوں ہاتھ زمین پر پٹخے اور ان سے کسی شے کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے

گھٹنے کا دباؤ اور سخت کر دیا۔ پھر اس کے حلق سے آخری آوازیں نکلیں اور اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ بنی کے چہرے پر جوش کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"ویری گڈ ------ اس چیلنج کا بھرپور جواب ملا ہے اسے ------ دیکھا ہلینا!" اس نے کہا لیکن ہلینا کی تو آواز ہی بند تھی۔

"اب تم سناؤ دوست!" میں نے بوبی کو دیوار کے سہارے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ بوبی نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن میں اس وقت رحم کے ہر تاثر سے خالی تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی گردن بھی دبوچ لی اور پھر اس کا حشر بھی اپنے ساتھی سے مختلف نہ ہوا۔

میں نے دونوں کو ختم کرنے کے بعد ہاتھ جھاڑے تھے اور پھر میں ہلینا کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "تم نے اسی لئے ان کے لباس اتروائے تھے نا ہلینا ------ کہ میری کوشش سے وہ خون آلود نہ ہو جائیں اور ہمارے استعمال کے کام آ سکیں؟"

"ہاں مسٹر نواز!" ہلینا نے جواب دیا۔

"لیکن میرے ذہن میں شروع سے یہ خیال تھا کہ میں تمہارے مکان کے کمرے کا فرش بھی نہ خراب ہونے دوں اور میں نے اس کا خیال رکھا ہے۔"

"مجھے آپ کے بارے میں معلوم نہ تھا۔"

"اب معلوم ہو گیا؟" بنی بے اختیار مسکرا پڑی۔

"ہاں ------ حالانکہ مجھے سوچ لینا چاہئے تھا کہ باس کے ساتھ کوئی معمولی شخصیت تو نہ ہو گی۔" ہلینا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن نواز ------ یہ لڑکی بھی کافی ذہین ہے' دور تک سوچتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بالکل بنی! میک اپ باکس اور پھر ان لوگوں کی جسامت کا تجزیہ۔"

"یہ حقیقت ہے نواز ------ دیکھو ڈکن تمہاری جسامت کا ہے۔"

"اور بوبی بالکل تمہاری طرح بنی۔"

"ہاں ------ لیکن۔"

"کیوں؟"

"کیا میں اس کا روپ دھار سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔"

"تم اس کا میک اپ کر سکتے ہو؟"

"یقیناً۔"

"عجیب سا نہیں لگے گا؟"

"بالکل نہیں۔"

"بہرحال ٹھیک ہے۔ لیکن ہلینا ------ ان لوگوں کی لاشیں کہاں ٹھکانے لگائیں۔ کیا تمہاری نگاہ میں ایسی کوئی جگہ ہے؟"

"ہاں۔ مکان کے نیچے گٹر لائن ہے۔ میرا خیال ہے مین ہول کھول کر انہیں اندر ڈال دیا جائے۔"

بہتے ہوئے سمندر میں پہنچ جائیں گے۔"

"گڈ ۔۔۔۔۔۔ تب پہلے یہ کام کرلیا جائے' اس کے بعد دوسرے کام کریں گے۔" میں نے کہا اور ہلینا نے بھی حتی الامکان میری مدد کی تھی۔ مین ہول کا ڈھکن برابر کرنے کے بعد ہم نے سکون کی سانس لی اور اب حلیئے بدلنے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ بوبی کے میک اپ میں بنی کے بال آڑے آتے تھے۔ میں نے انہیں کاٹنے کی تجویز پیش کی اور بنی کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

"کیوں بنی ۔۔۔۔۔ کیا تم اس کے لئے تیار نہیں ہو؟"

"نہیں نواز ۔۔۔۔۔ اگر اس کی ضرورت ہے تو ٹھیک ہے' ویسے مجھے اپنے بال کافی پسند ہیں۔" بنی نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"مگر بنی! تمہارے بال دوبارہ آسکتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے بنی کی مرمت شروع کردی۔ تھوڑی دیر کے بعد بنی کی شکل بدلنے لگی۔ ہلینا بھی ہم سے بدستور تعاون کر رہی تھی اور تقریباً پون گھنٹے کے بعد جب بنی کا میک اپ مکمل ہوگیا تو ہلینا کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

"میرے خدا ۔۔۔۔۔ مسٹر نواز تو جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔"

"آئینہ دکھاؤ۔" بنی بولی۔

"ابھی نہیں بنی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"پہلے بوبی کے کپڑے پہن لو۔"

"اوہ' اچھا لاؤ ہلینا ۔۔۔۔۔ کپڑے لاؤ۔" بنی نے کہا اور ہلینا نے بوبی کا لباس اسے دے دیا۔ بنی نے دوسرے کمرے میں جاکر لباس تبدیل کیا۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے آئینے کے سامنے لا کھڑا کیا۔ بنی نے خود کو دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ کئی منٹ تک وہ ہر زاویے سے خود کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"یقین کرو نواز! تمہارے ہر کام کو میں اس طرح دیکھتی ہوں جیسے کوئی مافوق الفطرت انسان میرے سامنے ہو۔ تمہاری ہر جنبش کے نتیجے کو انوکھا سمجھنے میں حق بجانب ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ میک اپ کا نتیجہ بھی کچھ ایسا ہی نکلے گا جس کی پیشگوئی میں نے کردی تھی۔"

"اب میں ڈکن بن جاؤں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں خود پر مصروف ہوگیا۔ دونوں لڑکیاں میرے ہاتھوں کی مہارت دیکھ رہی تھیں۔ اور میں تیزی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ پھر میں نے اپنے چہرے کو فائنل ٹچ دیئے اور تیار ہوگیا۔

اور اسی وقت ایک شور سنائی دیا۔ کافی زور سے دروازہ دھڑ دھڑایا گیا تھا۔ ہم سب اچھل پڑے۔ ہلینا نے وحشت زدہ نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔

"کون ہوسکتا ہے ہلینا؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"معلوم نہیں۔"

"اوہ بنی! سامان سمیٹو۔" میں نے کہا اور ہم نے میک اپ کا سامان جلدی سے بیگ میں ٹھونس دیا۔ ہاں' اسٹین گنیں ہم نے تیار کرلی تھیں۔ دروازہ بدستور پیٹا جارہا تھا۔

"دیکھو!" میں نے ہلینا سے کہا۔ اور اس کے بعد میں برق رفتاری سے لباس تبدیل کرنے لگا۔ الٹا سیدھا لباس پہن کر میں تیار ہوگیا۔ ہم نے چھپنے کی کوشش نہیں کی تھی اور ہمارے کان باہر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔

"دروازہ کھولنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟" کسی نے غرا کر کہا۔

"وہ ۔۔۔۔۔ وہ جناب ۔۔۔۔۔ میرے کچھ مہمان۔" یہ ہلینا کی آواز تھی۔

"کیا بکواس ہے۔" وہی غراہٹ ابھری۔

"قصہ کیا ہے۔ اس انداز میں گفتگو کیوں کی جارہی ہے؟" ہلینا نے ایک دم سنبھالا لیا۔ اس کی آواز بھی تلخ ہوگئی تھی۔

"سامنے سے ہٹو۔ قصہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔" کسی نے کہا اور پھر قدم ہمارے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔ ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

آنے والا ایک لمبا چوڑا آدمی تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی تھے۔

"اوہ' تم لوگ' یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"مسٹر روبن ۔۔۔۔۔ کیا یہ غیر اخلاقی حرکت نہیں ہے' آپ یہ سوال کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟" ہلینا آگے بڑھ کر بولی۔

"جزیرے پر آگ لگی ہوئی ہے۔ مسٹر ہوریشو کے حکم سے ایک ایک مکان کی تلاشی لی جارہی ہے' یہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔"

"لیکن پھر یہ رویہ کیوں ہے؟"

"اوہ' ہم کافی پریشان ہوچکے ہیں۔ مسٹر ہوریشو نے جزیرے پر ہر تحریک رکوادی ہے وہ ہر قیمت پر دشمنوں کو تلاش کرلینا چاہتے ہیں' جانتی ہو کیا ہوا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"رات کو ایک ہیلی کاپٹر تباہ کردیا گیا۔ آٹھ افراد کو قتل کردیا گیا۔ صبح کو نمک کے ایک کارخانے میں آگ لگادی گئی۔ دروازے چاروں طرف سے بند کردیئے گئے تھے۔ جس میں بیس آدمی ہلاک ہوگئے۔ پورے جزیرے پر افراتفری پھیلی ہوئی ہے اور ان حالات میں......"

میرا دل چاہا تھا کہ مسرت کی کلکاری لگاؤں۔ لیکن میں نے بمشکل برداشت کیا تھا۔ ایسی تیسی گولڈ مین کی' اس کے فرشتے بھی یہ سب کچھ نہیں کرسکتے تھے' سردارے اور صرف سردارے ۔۔۔۔۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں خیال آیا ہو کہ مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا ہو اور یہ اس کی منتقمانہ کارروائی ہو۔

"اوہ' یہ تو واقعی افسوسناک صورت حال ہے۔"

"مسٹر ڈکن! حالات آپ کے علم میں آچکے ہیں۔ اس کے بعد اس بات کی کہاں گنجائش ہے کہ آپ یہاں عیاشی کریں۔ براہ کرم لانچ پر جائیں اور وہیں قیام کریں۔"

"اوہ' کیا آپ کو یہ ہدایت دینے کا حق ہے؟" میں نے ڈکن کی آواز میں غرائی کی اور حیران رہ گیا۔ میری آواز بنی کے کہنے کے مطابق بالکل ڈکن سے مشابہہ تھی۔

"میں جانتا ہوں مسٹر ڈکن! آپ کا تعلق باہر سے ہے اور ہم آپ کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتے۔

لیکن موجودہ حالات کے مطابق اگر ہم آپ کو ہدایت بھی دیں تو آپ اسے مسٹر ہوریشو کی ہدایت سمجھیں۔"

"اوہ' میں نے گردن ہلائی۔ "بہرحال مسٹر ہوریشو کے احکامات سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔ بوبی------! اٹھ جاؤ۔"

"اوکے باس!" بنی نے بڑے پر لطف انداز میں کہا------ اور میں نے حیرت سے بنی کو دیکھا تھا کیونکہ بنی نے بوبی کی آواز کی نقل بڑی کامیابی سے اتاری تھی اور انداز بھی اسی کا اختیار کیا تھا۔

"جیم! تم انہیں لانچ پر چھوڑ آؤ۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس وقت کوئی بھی شخص شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ صورت حال بہت خطرناک ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسٹر ڈکن اور بوبی کو گولی مار دی جائے۔" اس شخص نے کہا اور ایک آدمی آگے بڑھ آیا۔

"چلئے جناب۔"

"اور ہلینا ڈیئر! تم تھوڑا سا خیال رکھو۔ موجود حالات کے تحت یہ سب کچھ مناسب نہیں ہے۔ اپنے گھر تک محدود رہو' غیر ضروری طور پر باہر جانے سے گریز کرو' یہ ہوریشو کا حکم ہے۔" اس نے ہلینا سے کہا اور ہلینا نے گردن ہلادی------ وہ تشویشناک نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں بھی اس صورت حال سے تھوڑا سا پریشان ہو گیا تھا۔ ہلینا کو اس وقت چھوڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ لیکن بہرصورت ان حالات پر قابو پانے کے لئے بہتر یہی تھا کہ ان کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ ورنہ کوئی خطرناک صورت حال بھی پیش آسکتی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں جیم کے ساتھ باہر نکل آئے۔

یہ دبلا پتلا دراز قامت آدمی تھا۔ ہمارے آگے آگے چلتا ہوا شاید ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمیں لئے ہوئے اس لانچ کے نزدیک پہنچ گیا جو یقیناً ڈکن اور بوبی کی لانچ تھی۔

"براہ کرم مسٹر! جب تک آپ کو دوسرے احکامات نہ مل جائیں آپ لانچ سے نیچے نہ اتریں۔" اس نے کہا اور ہم دونوں لانچ کی طرف بڑھ گئے۔ ہم لوگ اس وقت عجیب و غریب پوزیشن میں تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے بہرحال اتنا ضرور تھا کہ خوفزدہ نہیں تھے۔

بنی اور میں تجسس کا شکار تھے۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ لانچ پر ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ اس وقت ہمارے پاس ہتھیار وغیرہ بھی موجود نہیں تھے۔ صورت حال ایک دم تبدیل ہو گئی تھی اور اس تبدیلی کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ ہم لانچ پر پہنچ گئے۔ لانچ پر عملے کے تمام لوگ موجود تھے۔

میں نے اندازے سے یہ پتہ چلا لیا کہ لانچ کا سربراہ کون ہے۔ وہ کپتان کے لباس میں تھا' چھوٹے سے قد کا ایک خوبصورت آدمی۔ لیکن اس کی آنکھیں بیحد خطرناک تھیں۔

بہرحال اس نے ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ یہاں پر موجود کسی بھی شخص نے کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہماری اس لانچ پر آمد کسی بھی شخص کے لئے باعث تجسس نہیں ہے نہ ہی کوئی حیرانی کی بات تھی۔ ابھی تک ہم نے بھی ایسا کوئی اظہار نہیں کیا تھا جیسے ہم اس لانچ سے اجنبی ہوں۔ ہم لانچ پر چکرانے لگے۔ ہم پورے طور پر مطمئن نظر آرہے تھے لیکن بہرصورت ذہن میں اضطراب ضرور تھا کہ لانچ کے ماحول میں کس طرح ضم ہوا جاسکتا ہے۔ یہ فوری افتاد پڑی تھی اور ہمیں کچھ بھی معلومات حاصل نہیں تھیں۔

چنانچہ ہم ایک سنسان سے گوشے میں جا کھڑے ہوئے۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا' تب میں نے آہستہ سے بنی کو مخاطب کیا۔ "بنی! اس صورتحال کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بہت ہی اچانک یہ سب کچھ ہوا ہے مسٹر نواز!" بنی نے کہا۔ اور میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلادی۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"میں تو کسی حد تک پریشان ہو گئی ہوں۔"

"اوہ بنی! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ حالات ہمارے لئے راستوں کا تعین کر رہے ہیں اور فی الحال ہم ان راستوں کو بدل نہیں سکتے۔ ہمیں انہی راستوں پر سفر کرنا ہے' یہ جانے بغیر کہ ہماری زندگی میں اگلا مرحلہ کیا ہو گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن یہاں لانچ پر سب اجنبی ہیں۔ کہیں ہم دھوکا نہ کھا جائیں اور پھر صورت حال جس طرح خطرناک ہو گئی ہے اس کا تمہیں بھی اندازہ ہو گا نواز!"

"ہاں بنی! مجھے اندازہ ہے۔ لیکن بہرحال میں اس سے بہت زیادہ خوفزدہ نہیں ہوں' جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں جانتی ہوں' یہ ساری باتیں تم اس انداز میں نہیں سوچتے جس انداز میں میں سوچ رہی ہوں۔ بہرصورت نواز! جب ہم نے یہ سب کچھ فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر ہمیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"پریشانی کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے بنی------ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہمیں انتہائی عقل مندی سے کام لینا ہو گا۔ یہاں سب سے پہلے ہمیں یہ کام کرنا چاہئے کہ یہاں کے لوگوں سے ہمارا تعارف ہونا چاہئے' خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ کم از کم ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کے نام کیا ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس لانچ میں ہماری رہائش گاہ کہاں ہے؟"

بنی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس صورت حال کو کس طرح ضم کیا جائے۔

"لیکن اتفاقات ہی کہانیاں ترتیب دیتے ہیں' ورنہ کہانیوں کا تسلسل ٹوٹ نہ جائے۔

لڑکی ہماری طرف دیکھتی ہوئی مسکراتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ ہم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"ہیلو بوبی! کہاں ہو آئے؟" اس نے قریب آکر کہا۔

"بس ڈارلنگ------ آوارہ گردی۔" بنی نے فوری جواب دیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے خاموش نہیں ہوئی تھی اور اس کا یہ انداز مجھے کافی پسند آیا تھا۔

"تم ان آوارہ گردیوں سے باز نہیں آؤ گے بوبی! اور مسٹر ڈکن! آپ بھی اس کے ساتھی ہیں' آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں۔"

"میں کیا سمجھاؤں' تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ میرے سمجھانے سے باز آجائے گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ بہت بگڑا ہوا انسان ہے۔" لڑکی نے شرارت آمیز نگاہوں سے بوبی کی طرف دیکھا۔ "کل شام کہہ رہا تھا کہ جینی ------ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ حالانکہ آج یہ جہاں گیا ہوا تھا اس کے بارے میں میں بخوبی جانتی ہوں۔"

"بتا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر بتاؤ۔"

"ظاہر ہے تم لانچ پر ہمیشہ ہلینا کے گن گاتے رہے ہو۔" لڑکی نے جواب دیا اور بنی بوبی کے انداز میں ہنسنے لگی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری تھی۔

"کیا خیال ہے مسٹر ڈکن! اس لڑکی کی چالاکی پر اب تو آپ کو کوئی شبہ نہیں رہ گیا؟"

"نہیں۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ "یہ صورت حال تمہارے علم میں ہے جینی؟"

"کون سی صورت حال مسٹر ڈکن!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے، ہم لوگوں کو لانچ پر محدود کر دیا گیا ہے۔"

"اوہ، جزیرے کے حالات زیادہ خراب معلوم ہوتے ہیں۔ ہم سب کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ ہم لانچ سے نیچے سے نہ اتریں۔"

"ہمارا ان معاملات سے کیا تعلق؟ بہرحال ٹھیک ہے اگر ہدایت ہے تو ہمیں بھی کیا ضرورت ہے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم تو بور ہو رہے ہو گے بوبی!"

"اوہ، نہیں ڈارلنگ! کیا تم میری قیام گاہ تک چلنا پسند کرو گی؟" بنی نے کہا۔

"کیوں؟"

"تم سے ایک اہم کام ہے۔ مسٹر ڈکن! پلیز ------ آپ یہاں رکیں۔ بنی نے میری طرف دیکھ کر کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ بنی اس لڑکی کے ساتھ چلی گئی اور میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔ صورت حال واقعی خراب ہو گئی تھی۔ میری عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ صورت حال ایسی تھی کہ کوئی ترکیب کارگر نہیں تھی۔ میرے لئے یہ کام آسان تھا کہ میں جزیرے پر قتل عام شروع کر دوں۔ لیکن بے نتیجہ ------ کام وہ ہونا چاہئے جس سے کوئی فائدہ بھی ہو۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ کھیل میں کوئی موثر تبدیلی کی جائے۔ اتنی موثر تبدیلی جس سے پانسہ پلٹ جائے۔ اور اس کے لئے کوئی پلاننگ ضروری تھی۔ ذرا سا موقع مل جائے تو میں اس بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔

بنی تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا رہا بنی!"

"شاندار۔" بنی نے کہا اور پھر ہنستی ہوئی بولی۔ "لیکن تم سے معذرت بھی کرنی ہے نواز!"

"کیا مطلب؟"

"میری ذات اب تمہاری امانت ہے اور میں نے اسی امانت میں تھوڑی سی خیانت کی ہے۔ لیکن قابل معافی بات یوں ہے کہ میری حیثیت عورت کی نہیں تھی۔"

"اوہ، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"اس بے وقوف لڑکی کے کئی بوسے لینے پڑے تھے۔ بہرحال اس کے فرشتوں کو بھی میری اصلیت پر شبہ نہیں ہو سکا۔"

"گڈ ------ معلومات کیا حاصل کیں؟"

"لانچ کے بارے میں کافی۔ اپنی قیام گاہ بھی معلوم کر لی۔ لانچ کیپٹن کا نام نک ایلن ہے۔ دوسرے بہت سے لوگوں کے نام بھی معلوم ہو گئے ہیں۔"

"ویری گڈ بنی! اس طرح تصدیق بھی ہو گئی کہ ہمارے میک اپ شاندار ہیں اور ہم نے ان لوگوں کی آوازوں کی نقل بھی کامیاب اتاری ہے۔"

"ہاں یقیناً۔"

"بہرحال تھوڑا وقت یہاں گزار لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بنی! ہمیں صورت حال میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا ہو گی۔ کاش! کسی طرح ہلینا بھی یہاں آ سکتی۔"

"مشکل ہے۔ صورت حال کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ بہرحال انتظار کئے لیتے ہیں۔ جس وقت بھی موقع ملے گا یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"او کے، اب کیا پروگرام ہے؟"

"آؤ ------ تھوڑی دیر آرام کر لیتے ہیں۔ ویسے لانچ کافی بڑی ہے۔ جدید ترین لانچ ہے۔"

"ہاں۔ ہماری رہائش گاہ بھی عمدہ ہے۔"

"تب آؤ ------ ویسے کیا میری اور تمہاری رہائش گاہ ایک ہے؟"

"ہاں۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لانچ کے کیبن میں پہنچ گئے۔ کیبن واقعی عمدہ تھا۔ ضرورت سے آراستہ اور کافی حد تک بیرونی مداخلت سے محفوظ ------ دو بستر تھے۔ چنانچہ ہم بستروں پر پہنچ گئے اور آرام سے لیٹ گئے۔ بنی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں خود بھی خاموشی سے سوچنا چاہتا تھا اس لئے میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خیالات میں ڈوب گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے اس وقت کے اقدامات سب ناکام ہیں اور میں اس کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔ گویا عمل میں کوئی ایسی خامی ہے جو میری نگاہوں سے اوجھل ہے۔

وہ خامی کیا ہے؟ میں اسے جاننا چاہتا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ ہوریشو مقابلے کا انسان ہے اور وہ جو اقدامات کر رہا ہے، وہ کافی ٹھوس ہیں۔ اس لئے فی الحال میں معطل ہو گیا ہوں۔ لیکن میری ذہنی صلاحیتیں تو کند نہیں ہوئیں۔ ان کا سدباب ضروری ہے لیکن کیا؟ اور اس سے زیادہ بنی نے مجھے سوچنے نہ دیا۔

"نواز ------!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہاری خاموشی کافی طویل ہوگئی ہے۔"

"ہاں بنی!"

"کیا سوچ رہے تھے؟"

"ان حالات کے علاوہ اور کیا سوچ سکتا ہوں۔"

"پریشان ہو؟"

"نہیں ------ صرف یہ غور کر رہا تھا کہ آخر حالات ہمارے اوپر مسلط کیوں ہیں۔ پروگرام مم کون سی تبدیلی کی جائے کہ ہم ان حالات پر قابو پا سکیں۔"

"اوہ' ہاں یہ سوچو۔"

"بنی!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "کیوں نہ ہم ان حالات میں ایک خاص تبدیلی پیدا کریں؟"

"مثلاً؟"

"مکلینو ------" میں نے جواب دیا اور بنی نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"میں نہیں سمجھی نواز ------"

"یونہی بنی! میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اب مکلینو کو اس کھیل میں شریک کر لیا جائے۔"

"کس طرح؟"

"کیا اسے ابھی تک حالات کا پتہ نہیں چل سکا؟"

"اس بات پر میں خود حیران ہوں نواز! اسے اتنا بے خبر نہیں ہونا چاہئے۔"

"بہرحال بنی! اسے پتہ ہے یا نہیں۔ یہ تو بعد کی بات ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اسے کھیل مم شریک کر لیا جائے۔ ہوریشو بہرحال حدود سے آگے بڑھ گیا ہے۔ مکلینو ابھی تمہاری طرف سے بدگما نہیں ہوا ہے۔ تم کہہ سکتی ہو کہ تم نے ہمیں پھانس لیا تھا لیکن ہوریشو نے کھیل بگاڑ دیا۔"

"اوہ' پھر ------ پھر اس سے کیا ہو گا نواز؟"

"صورت حال کو بدلنے کے لئے یہ تبدیلی ضروری ہے بنی!"

"مجھے پوری اسکیم بتاؤ نواز!"

"صورت حال ابھی تک پوری طرح میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہے بنی ------ لیکن ہم ان حالات کو اس انداز میں ڈھال سکتے ہیں کہ کسی طرح ہم دونوں یہاں سے نکل چلیں۔ کسی مناسب جگہ پہنچ کر میں کسی ہوٹل میں قیام کروں' تم مکلینو سے ملو ------ اسے صورت حال سے آگاہ کرو اور بتاؤ کہ تم نے ہمیں جال میں پھانس لیا تھا لیکن ہوریشو نے کام خراب کر دیا۔ تم مکلینو کو متاثر کر سکتی ہو۔"

"اوہ گویا ------ تم ------ میرا مطلب ہے تم ------"

"ہاں بنی ------ میں یہی غور کر رہا تھا کہ میں کہاں غلط لائنوں پر چل رہا ہوں۔ اندازہ یہ ہوا کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا ہے اس میں خامی ہے۔ اس میں تبدیلی ضروری ہے اور میں نے یہی سوچا ہے کہ اب کھیل کو یہ رخ دیا جائے۔"

"عمدہ خیال ہے۔ لیکن اس کے ہر پہلو پر غور کر لو۔"

"میرا خیال ہے بنی' اس وقت یہ پروگرام مناسب ہے۔ مکلینو تمہاری طرف سے ابھی تک ...ظن نہیں ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ ہم پوری کوشش کریں گے یہاں سے نکلنے کی اور فوری طور پر تم ...کلینو کو تیار کر کے یہاں لے آؤ گی۔ یہاں آ کر ان لوگوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس ...رح وہ مکلینو کے قیدی بن کر ہوریشو کے چنگل سے نکل جائیں گے اور اس کے بعد نئے سرے سے ...وشش کی جائے گی۔ خاص طور سے اس لیے کہ تم نے ابھی مکلینو کا اعتبار نہیں کھویا ہے۔"

بنی غور سے میری گفتگو سن رہی تھی اور پھر اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ترکیب تو حلق سے اترتی ہے نواز۔ براہ کرم اس کے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرو۔ اگر اس ...رح ہم مکلینو کا سہارا لے لیں تو بلاشبہ ہوریشو کو چت کیا جا سکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ اس وقت جب ہیلی کاپٹر ہمارے قریب تھا اور ہم ...لٹ پر قابو پا چکے تھے تو بنی نے تجویز پیش کی تھی کہ اس کے ذریعے یہاں سے نکل چلیں لیکن میں نے ...الفت کی تھی اور اپنے ساتھیوں کی بات کی تھی۔

لیکن اس وقت میں انہیں چھوڑ جانے کی بات کر رہا تھا۔ کیا بنی اس بارے میں نہیں سوچے گی؟ کیا نہیں سوچے گی کہ میں ہوریشو کے مقابلے پر ناکام رہا ہوں۔ میں شاید اسے اس کا موقع نہیں دیتا لیکن بات ...ی تھی۔ میں ابھی تک اپنے ساتھیوں کی تلاش میں ناکام تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہوریشو اس جزیرے پر ...فی طاقتور تھا' جبکہ میں محدود۔

ایسی صورت میں یہ ساری باتیں فضول تھیں کہ کون کیا سوچے گا' اپنا کام جس طرح ہو سکے کیا ...لئے۔ میں بنی کے ساتھ کون سا مخلص تھا جو اس کے کسی خیال سے متاثر ہوتا "بہت گہری سوچ میں ڈوب ...ئے نواز؟"

"نہیں بنی۔ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا فیصلہ کیا؟"

"بس یہاں سے نکل جانے کی بات ہے بنی ترکیب وہی اچھی ہے۔"

"فرض کرو ہم یہاں سے نکل گئے' اس کے بعد؟"

"ظاہر ہے ہمارا رخ ڈنمارک ہی کی طرف ہو گا اور اس کے بعد بنی تم مکلینو کے پاس چلی جانا۔ ...ں کسی ایسی جگہ قیام کروں گا جہاں سے میرے بارے میں آسانی سے لوگوں کو پتہ نہ چل سکے۔ مکلینو ...تم یہی بتانا کہ ہوریشو کی حماقت کی وجہ سے تم ہم سب کو مس کر چکی ہو ورنہ تم نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ ...ہوریشو کے بارے میں جو کچھ بھی تم کہنا چاہو' اس کے بارے میں تم بہتر سمجھتی ہو۔

بہرصورت بنی ان حالات کی مدد سے تم ہوریشو کے خلاف مکلینو کو اکسا سکتی ہو اور پھر جب ...مکلینو' ہوریشو کے خلاف ہو جائے اور تم لوگ روانہ ہونے لگو تو پھر تم مجھے بھی اطلاع دے دینا۔ ...کوشش کرنا کہ اس سلسلے میں زیادہ وقت ضائع نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہوریشو میرے ساتھیوں تلاش کر لینے ...میں کامیاب ہو جائے۔ مجھے اطلاع دو گی تو میں اسی میک اپ میں تمہارے ساتھ چل سکوں گا۔"

بنی نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ "ترکیب نہایت شاندار ہے نواز۔" وہ بولی۔

"تو بس بینی اس پر عمل کرلو۔"

"لیکن مسٹر نواز یہاں سے نکلنے کی کیا رہے گی؟ اب جبکہ آپ اس کے لیے تیار ہیں۔" بینی نے پوچھا۔

"ہاں بینی! ہمارا سب سے پہلا کام یہی ہو گا کہ اس بارے میں کوئی بہتر صورت حال تلاش کرلیں۔" میں نے کہا اور بینی گردن ہلانے لگی۔

اتنی بڑی لانچ پر کوئی خاص گہما گہمی نہیں تھی۔ بس لوگ لانچ پر محدود ہو گئے تھے اور اب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ ہمیں کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔

لیکن رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے تھے جب جینی اندر داخل ہوئی۔ مسکراتی ہوئی شریر کا لڑکی۔ اس نے اندر آکر بینی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو بوبی! تم تو جب سے آئے ہو ایسے گھسے ہو کہ باہر ہی نہیں نکلے۔ کیا بات ہے' بہت تھک گئے ہو کیا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں جینی! یہی بات ہے' میں تھک گیا ہوں۔" بینی نے بوبی کی بھاری آواز میں کہا اور جینی اسے نہایت خطرناک نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تو پھر باہر آؤ۔ میں تمہاری ساری تھکن اتار دوں گی۔" جینی شرارت آمیز انداز میں مجھے دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی۔

"نہیں جینی۔ آج میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ارے کیا آرام آرام کی رٹ لگا رکھی ہے۔ میں کرنے دوں گی تمہیں آرام۔ مسٹر ڈکن آپ اسے سمجھائیے بڑا ضدی ہوتا جارہا ہے۔"

"ہاں بھئی بوبی جب جینی تمہیں بلا رہی ہے تو چلے جاؤ۔"

"نہیں مسٹر ڈکن' آج میں صرف آرام کروں گا۔"

"ہونہہ۔ آرام کرو گے----- کرتے ہو تو کرتے رہو۔" جینی نے برا سامنہ بنا کر کہا اور باہر نکل گئی۔ تب بینی آہستہ سے بولی۔

"یہ کس مصیبت میں پھانسے دے رہے ہیں آپ مجھے مسٹر نواز؟"

"کیوں بینی؟"

"ارے اس خطرناک لڑکی کی آنکھوں کا اندازہ آپ نے نہیں کیا۔ میرے بارے میں وہ بہت اچھے خیالات نہیں رکھتی۔ نہ جانے میرے ساتھ سلوک کیا کرتی اور اس کے بعد کیا ہمارا پول نہیں کھل جاتا؟"

"اوہ! میرا خیال ہے بینی' خاصا دلچسپ تجربہ ہو گا یہ بھی کہ وہ تمہیں نوجوان بوبی سمجھے اور اس کے بعد تم سے-----" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ بینی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں مسٹر نواز۔ واقعی یہ صورت حال خاصی خطرناک ہے۔ ہم زیادہ دیر تک خود کو اس طرح پوشیدہ نہیں رکھ سکیں گے۔"

بہرصورت رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم اسی کیبن میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ جینی نے

پھر مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہم نے دروازہ بند کرلیا تھا۔ لانچ کے آدمیوں کے بارے میں پتہ چل گیا تھا کہ وہ باہر نہیں نکل رہے۔ جزیرے پر اترنے کی انہیں اجازت نہیں ہے۔ ہوریشو ابھی تک اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ بہرصورت ہمارے لیے یہ بہترین جگہ تھی جہاں ہم پوشیدہ رہ سکتے تھے۔

کیبن کا دروازہ میں نے اندر سے بند کرلیا تھا۔ بینی بدلے ہوئے روپ میں بھی بری نہیں لگ رہی تھی۔ حالانکہ اس نے بوبی کی شکل اختیار کی ہوئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ کیا ہے اور بینی خود بھی اس سلسلے میں خاصی عجیب سی کیفیت محسوس کررہی تھی۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"نواز! اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد بھی ہمیں کافی غیر یقینی صورت حال سے گذرنا ہو گا۔"

"ہاں بینی۔ غیر یقینی صورت حال تو یہاں قدم قدم پر ہے لیکن ہمیں اس کی زیادہ پرواہ نہیں ہونی چاہئے اور اس وقت تو تم ان باتوں کو چھوڑو' رات کا یہ پہر خدشات کا اظہار کرنے کا نہیں ہوتا۔"

"اوہ نواز! لیکن کیا اس وقت-----؟"

"کیوں؟" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے بینی کو گھورا۔

"میرا مطلب ہے میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

"اوہ بینی ہو جائے گا تو ہو جانے دو۔" میں نے اسے آغوش میں کھینچ لیا اور بینی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس وقت رات کے تقریباً دو بجے تھے جب اچانک ہماری لانچ میں جنبش ہوئی۔ اس نے ایک وسل دی اور اس کے بعد پانی پر آہستہ آہستہ ڈولنے لگی۔ لانچ کے انجن کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں اور بینی ابھی تک سوئے نہیں تھے' بس نیم غنودہ سے تھے کہ لانچ کی اس آواز سے چونک پڑے اور بینی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نواز!" اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

"ہاں بینی۔ میں جاگ رہا ہوں۔"

"یہ----- یہ کیا قصہ ہے؟"

"میرا خیال ہے اسٹیمر نے اپنی جگہ چھوڑی ہے۔"

"یہ لوگ کہیں جارہے ہیں یا----- میرا مطلب ہے جگہ بدل رہے ہیں۔"

"اگر یہ جارہے ہوتے تو اخلاقی طور پر موجود لوگوں کو اطلاع ضرور دینی چاہئے تھی۔ تاہم صورت حال معلوم کرنا پڑے گی۔ آؤ اٹھو۔ ہمیں کسی قسم کے تکلف سے کام نہیں لینا چاہئے۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔" بینی نے کہا اور پھر ہم دونوں جلدی جلدی اٹھ گئے۔ میں نے بینی کا جائزہ لیا اور بینی نے میرا۔

"کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔" بینی بولی۔

"اب جب تم نے میک اپ کے بارے میں بھی مجھے مان لیا ہے تو پھر یہ بھی مان لو کہ یہ میک اپ آسانی سے خراب نہیں ہو سکتا۔"

"مان لیا۔" بینی مسکرائی اور ہم دونوں کیبن سے باہر نکل آئے۔ اسٹیمر ساحل چھوڑ چکا تھا۔ چند

لوگ مصروف تھے۔ مجھے اتفاق سے جینی نظر آگئی۔ بنی کو اشارہ کر کے میں نے کہا۔

"ہماری اکلوتی شناسا۔"

"کون؟"

"جینی ہے۔"

"اوہ۔ ہاں لیکن وہ مجھ سے بگڑ کر چلی گئی تھی۔ بنی نے کہا۔

"میں سنبھالتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے اسے تھوڑی سی پا
کرنا ہو گی۔" میں نے کہا اور بنی نے گردن ہلا دی۔ تب میں اسے وہیں چھوڑ کر تیز قدموں سے جینی
طرف چل پڑا۔ وہ شاید اپنے کیبن کی طرف جا رہی تھی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔ جینی۔" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گئی۔ اس نے گھوم کر میری طر
دیکھا اور انتظار کرنے لگی۔

"ابھی تک جاگ رہی ہو جینی؟"

"ہاں۔ ایک بجے پروگرام مل گیا تھا۔ اس کے بعد تو سونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ابھی کیپٹن
کیبن میں کافی دے کر آئی ہوں۔"

"لیکن اچانک پروگرام کیسے بن گیا؟"

"روانگی کا؟"

"ہاں!"

"تفصیل تو معلوم نہیں۔ بس ہوریشو کے آدمی آئے تھے اور انہوں نے کیپٹن سے گفتگو کی۔ ا
بار تو کام بھی نہیں ہوا۔ بس۔۔۔۔۔ فوری طور پر روانہ ہونے کا حکم دے دیا گیا۔"

"اوہ۔ کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں یہی لگتا ہے۔"

"لیکن اب کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے لوڈنگ کے بغیر ہم لوگ چلے جائیں گے؟"

"اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لوڈنگ کا۔" جینی نے کہا اور پھر بولی۔ "کیا آپ میرے ساتھ ا
کپ کافی پئیں گے مسٹر ڈکن؟"

"اگر آپ کہیں گی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں آپ سے کچھ گفتگو کروں گی۔"

"تب آئیے۔" میں نے کہا۔ پھر میں نے ایک نگاہ بنی کی طرف ڈالی اور پھر جینی کے ساتھ اس
کیبن میں داخل ہو گیا۔

چھوٹا سا کیبن دوسرے کیبنوں سے مختلف نہیں تھا۔ جینی نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر بو
"میں ابھی کافی لاتی ہوں۔" اور وہ باہر نکل گئی۔ بنی کو کہیں یہ بات ناگوار نہ گزرے، میں نے سوچا لیکن
میرا منہ بن گیا۔ ان دنوں کچھ زیادہ ہی مخلص ہو رہا تھا جس کی وجہ سے پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔

ان پریشانیوں کو دور کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ کہ سب کو ان کی حیثیت تک ا
جائے۔ کسی کو اس حد تک خود پر مسلط نہ کیا جائے جو مصیبت بن جائے۔ سردارے گم ہو گیا تھا۔ بلاش

ایک اچھا دوست تھا لیکن اس کی وجہ سے خاصی الجھنیں برداشت کرنا پڑی تھیں۔ بلاشبہ میری سوچ خود غرضانہ تھی لیکن میں اس میں حق بجانب تھا۔

میری فطرت کی جس انداز میں تشکیل ہوئی تھی، اس کے بعد یہ ساری باتیں یا کسی ایسے شخص کا بوجھ جو میری جانب سے لاپرواہ ہو، میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ میں بنی کی طرف سے بھی لاپرواہ ہو گیا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔

چنانچہ میں خاموشی سے انتظار کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جینی کافی کی ٹرے لیے ہوئے میرے سامنے آگئی۔ ٹرے میں دو کپ رکھے ہوئے تھے۔ اس میں سے اس نے ایک پیالی میرے سامنے رکھ دی اور دوسری اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔ میں آہستہ سے بولا۔

"کیا بات ہے جینی، تم کچھ فکر مند ہو یا بے وقت جاگنے کی وجہ سے ایسی ہو رہی ہو؟" کیونکہ وہ خاصی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر ڈکن، میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

"آپ کو علم ہے مسٹر ڈکن کہ میں بوبی کو بے پناہ چاہتی ہوں؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا علم ہے۔ اور احساس بھی ہے جینی۔"

"غلط۔ آپ کو اس کا کوئی احساس نہیں ہے۔ احساس ہے تو آپ کو مجھ سے ہمدردی کیوں نہیں ہے؟"

"کیوں جینی؟"

"اگر آپ کو مجھ سے ہمدردی ہوتی مسٹر ڈکن تو آپ بوبی کو اس طرح سے غلط راستوں پر نہ جانے دیتے۔"

"اوہ۔ تمہاری مراد جزیرے پر جانے سے ہے، یا ہلینا کے ہاں مہمان رہنے سے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں اسی کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔"

"لیکن جینی دیکھو، بوبی تو اپنی مرضی کا مالک ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"آپ روک سکتے ہیں مسٹر ڈکن!"

"مگر کس طرح؟"

"وہ آپ کا دوست ہے اور میرا خیال ہے ساری دنیا میں وہ آپ کے سوا کسی کی بات نہیں مانتا۔ میں تو یہ امید کرتی ہوں کہ آپ اگر اسے کسی بات کے لیے کہیں گے تو وہ کسی بھی طور اسے نظر انداز نہیں کرے گا۔ وہ آپ کا احترام بھی کرتا ہے مسٹر ڈکن۔" جینی جوش جذبات میں بول رہی تھی۔

"ہوں۔ تو میں اسے کیا حکم دوں؟"

"یہی کہ ان فضول جھگڑوں میں نہ پڑا کرے۔ مجھ سے مخلص ہے مخلص رہے۔ ہمیشہ ہمیشہ میں اسے بہت چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ اگر اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تو؟"

"میں نے کہا مسٹر ڈکن' وہ آپ کی بات نہیں ٹالے گا۔"
"اچھا۔ تو ٹھیک ہے جینی' اگر یہ بات ہے تو میں اس سے کہوں گا۔ اور کچھ؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ بس شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا میں اس کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتی۔ میں ا
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہتی ہوں لیکن مسٹر ڈکن اس کی فطرت میں تبدیلیوں کے بعد------ میں چا
ہوں کہ وہ اتنا بدل جائے صرف اتنا کہ میرے علاوہ کسی کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ میں خود بھی اس کے
پوری زندگی تج دینا چاہتی ہوں۔"
"جینی! اس کی فطرت کے تحت کیا یہ بات آسان ہے؟"
"اسے آپ آسان بنائیں مسٹر ڈکن------ میرے لیے۔ میرے لیے مسٹر ڈکن۔ میں آپ
شکر گزار ہوں گی۔"
"بہرصورت میں کوشش کروں گا۔ فی الحال یہاں سے ہم کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے ما
تبدیل کرنے کی کوشش کی۔
"یقینی طور پر ڈنمارک۔"
"اوہ۔ اچھا۔ تو ٹھیک ہے جینی' وہاں پہنچنے کے بعد میں اس سلسلے میں کوئی کاروائی کروں گا۔ تمہا
کافی کا بہت بہت شکریہ' اب مجھے اجازت دو۔"
"بیٹھیں مسٹر ڈکن۔"
"نہیں۔ اب جبکہ میرے سپرد کوئی کام نہیں کیا گیا ہے تو کیوں نہ میں سونے کی کوشش کروں
میں نے جواب دیا اور پھر جینی کے کیبن سے باہر نکل آیا اور اس طرف چل پڑا' جہاں میں نے بنی کو چھوڑا
تھا۔

بنی اس جگہ نہیں تھی جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا' البتہ وہ اپنے کیبن میں موجود تھی۔ میں ا
کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن بنی ٹھیک نظر آ رہی تھی۔ ا
نے آہستہ سے گردن ہلائی اور پوچھا۔
"کیا رہا مسٹر نواز------ میرا خیال ہے آپ کافی معلومات حاصل کر کے آئے ہیں۔" میں نے ا
کے لہجے میں طنز تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا' وہ نارمل تھی۔ غالباً اس نے سوچا ہو گا کہ معلوما
حاصل کرنے کی کوشش میں' میں نے ایسا کیا ہے اور اس پر اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔
میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی اور بنی گردن ہلانے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل
گئی۔
"یہ تو ایک طرح سے یہ کہنا چاہیے کہ ہماری غیبی امداد ہوئی ہے۔"
"ہاں بنی۔ اس وقت تو کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ دیکھو نا ہم لوگ یہاں سے چلنے کا پروگرام بنا رہے
کہ اچانک ہمیں اس کا موقع مل گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے بعد کیا حالات پیش آتے ہیں۔"
"حالات کیا پیش آئیں گے نواز' بس سیدھی سی بات ہے ہم پہنچ جائیں گے اور اسٹیمر کو چھوڑ دی
گے۔"
"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ میرے ذہن میں اپنے

نمبر سردارے ایک طویل عرصے سے میرے ساتھ تھا لیکن آج کچھ اس قسم کا موقع تھا کہ سردارے مجھ
سے جدا ہو گیا تھا۔ مجھے بہرصورت یہ بات پسند نہیں تھی لیکن مجبوری تھی۔ میں ہر قیمت پر سردارے کو
تلاش کرنا چاہتا تھا اور اس وقت میں تنہا تھا سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا
کر رہا ہے؟ مجھے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ نہ جانے کب وہ ہوریشو کے ہاتھ چڑھ جائے۔ آخر وہ اس چھوٹے
سے جزیرے پر کب تک ہوریشو سے چھپے رہ سکتے تھے' جبکہ ہوریشو بھی پوری قوت سے انہیں تلاش کر رہا
تھا اور یہ بھی بہت بری بات تھی کہ ہوریشو اسے اب تک پکڑ نہ سکا تھا۔
بہرصورت ہوریشو اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خطرناک حالات کا شکار کبھی نہ ہوا ہو گا۔ اس نے
چند لوگوں کے ہاتھوں اس طرح ہزیمت کبھی نہ اٹھائی ہو گی۔ سردارے اگر مارا بھی جاتا تو مجھے اس کا زیادہ
افسوس نہیں ہوتا کیونکہ سردارے نے اپنے دشمن کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا لیکن اسے مارا نہیں جانا چاہیے۔
بنی خاموش رہی۔ وہ بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اور ایک بار پھر ہم لیٹ گئے۔
میں نے دل میں یہی مناسب سمجھا کہ سونے کی کوشش کروں۔ اس وقت ذہن کچھ اس طرح
پراگندہ تھا کہ طبیعت پر اضمحلال طاری تھا۔ اس کا بہتر طریقہ یہی تھا کہ سونے کی کوشش کی جائے اور جس
وقت ڈنمارک پہنچ جائیں تو حالات پر غور کریں کہ اب کیا کرنا چاہیے اس لیے میں نے سو جانا ہی مناسب سمجھا
لیکن اس کے باوجود میں اور بنی کافی دیر تک جاگتے رہے۔

☆ ☆ ☆

رات کو کافی دیر سے سوئے تھے اس لیے صبح کو دیر تک سوتے رہے۔ نہ جانے ان لوگوں نے
ہمیں کیوں نظر انداز کر دیا تھا' یا پھر ممکن ہے کہ ہماری حیثیت کچھ دوسری ہو کیونکہ دیر تک سونے کے باوجود
کسی نے ہمیں جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب جاگے تو روشنی کی کرنیں چاروں طرف سے ہم پر حملہ
آور ہو چکی تھیں۔ بنی بھی میرے ساتھ ہی جاگی اور اس نے بھی کیبن کے ان حصوں کی طرف دیکھا' جہاں
سے روشنی چھن رہی تھی۔
"غالباً لانچ سفر کر رہی ہے؟" اس نے کہا۔
"ہاں لانچ سفر کر رہی ہے؟" اس نے کہا۔
"اٹھیں؟"
"ظاہر ہے اٹھنا تو ہے۔ باہر جا کر اندازہ تو کریں کہ لانچ کتنا سفر کر چکی ہے۔" میں نے کہا اور بنی بھی
تیار ہو گئی۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ یہاں لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف تھے۔
لانچ پر شاید کوئی ایسا کام نہیں تھا جس میں کہ بہت زیادہ مصروفیت ہو۔ ملاح ٹائپ کے لوگ تھے جن کے اپنے
اپنے کام تھے اور وہ اپنے کاموں سے ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ اور البتہ
تھوڑی دیر کے بعد جینی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ یہ لڑکی بھی عجیب تھی بری طرح پیچھا کیے ہوئے تھی۔ اتفاق
سے میں نے بنی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا لیکن جب میں نے اسے دور سے آتے دیکھا تو میں نے
سرسرے انداز میں بنی سے کہا۔
"بنی! رات کو اس لڑکی نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں تمہیں سمجھاؤں میرا مقصد ہے کہ دنیا کے

جھگڑوں کو چھوڑ کر تم صرف اس کی محبت میں گم ہو جاؤ۔ میرا مقصد ہے اس سے تھوڑی بہت گفتگو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ غالباً تم سمجھ گئی ہو گی؟"

میں خاموش ہو گیا تھا کیونکہ جینی قریب پہنچ چکی تھی۔ بنی نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی اور وہ میری بات کا اندازہ کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

جینی کا چہرہ زیادہ خوش نہیں تھا۔ وہ ہمارے نزدیک آ گئی۔

"ہیلو مسٹر ڈکن!" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہیلو جینی! ناشتہ نہیں کراؤ گی کیا؟" بنی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ آپ لوگ دیر تک سوتے رہے اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ فرمائیے کیا ناشتہ آپ کے کیبن میں لے آؤں؟"

"تم نے ناشتہ کر لیا؟" میں نے جینی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کر لیا۔" اس نے سرد سے انداز میں جواب دیا۔

"لیکن میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ جینی نے ناشتہ نہیں کیا۔" بنی آگے بڑھ کر بولی اور پھر اس نے جینی کے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

"کیوں جینی، کیا تم یہ بات میرے سامنے بھی کہہ سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔" جینی نے اداس سے لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں جینی۔ جتنا میں تمہیں جانتا ہوں، دنیا کا کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ چلو آؤ ساتھ ہی ناشتہ کریں گے۔" بنی نے بوبی کے سے انداز میں کہا اور جینی کے چہرے پر خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے، تب میں نے یونہی رواداری میں جینی سے پوچھا۔

"جینی! ہماری لانچ کون سے کنارے سے لگے گی؟"

"اوہ، ہم بیلنور کی کیمپنگ پر جا رہے ہیں۔ یہ کیمپنگ کرون برگ کے قلعے کے پاس میں ہے۔ یہ کیمپنگ ہی ہماری منزل ہے لیکن آپ تو اس طرح پوچھ رہے ہیں مسٹر ڈکن جیسے آپ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔ کچھ ایسی بات ہے جینی۔" میں نے بنی کی آنکھ بچا کر جینی کو آنکھ ماری اور بے چاری جینی غور ہی کرتی رہ گئی ہو گی کہ اس میں کون سی مصلحت ہے۔ اسے کیا معلوم کہ میں صرف بات ٹالتا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔ "تو مس جینی تمہارا بوبی اب تمہارے حوالے ہے، اسے سنبھالو میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ بنی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا تھا لیکن پھر وہ خاموش ہو گئی تھی کہ اب وہ اتنی احمق بھی نہیں تھی کہ اتنے سے مسئلے کو نہ سنبھال سکتی۔

میں باہر نکل آیا اور پھر ٹہلتا ہوا لانچ کے مختلف حصوں کی سیر کرتا رہا نہ جانے ان الو کے پٹھوں نے اور بوبی کی یہاں اس لانچ پر کیا پوزیشن تھی۔ کوئی کام ہی نہیں تھا۔ لوگ دیکھتے تھے، شناسائی کے انداز میں مسکراتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ سچ بات ہے کہ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا اور کافی دیر تک یونہی آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر تھک گیا تو اپنے کیبن میں چلا گیا۔

بستر پر لیٹ گیا اور سردارے اور گولڈ مین وغیرہ پھر میرے ذہن میں ابھر آئے۔ سردارے کی

بہت ہی یاد آ رہا تھا۔ نہ جانے کس پوزیشن میں ہو گا۔ گولڈ مین بھی بہرحال وفادار انسان تھا لیکن سردارے، اس کی الگ شخصیت تھی۔

دوپہر کے کھانے پر بنی سے ملاقات ہوئی۔ لنچ ہمارے کیبن میں ہی آ گیا تھا۔ جینی شاید کچن کی انچارج تھی کیونکہ اب تک کھانے پینے کا سلسلہ اسی سے رہا تھا بنی آ گئی تھی۔ جینی شاید اس وقت مصروف تھی اس لیے اس نے ہمارے ساتھ کھانے کی کوشش نہیں کی۔

اور میں نے مسکراتے ہوئے بنی کی طرف دیکھا۔ "سناؤ بنی۔ تمہاری محبوبہ نے تمہیں زیادہ پریشان تو نہیں کیا؟"

"نہایت بے وقوف لڑکی ہے۔ بوبی کو بہت زیادہ چاہتی ہے، بلکہ یوں کہو پاگل ہے اس کے لیے۔" بنی نے جواب دیا۔

"افسوس۔ اس کا محبوب اس دنیا میں نہیں رہا اور اس کا ذریعہ ہم ہی ہیں۔" میں نے کہا۔

"چھوڑو ان باتوں کو۔ وہ اس سے مخلص بھی کب تھا۔" بنی منہ بنا کر بولی۔

"ہاں یہ بات بھی ہے۔"

"لڑکی بھی خوب تیز ہے۔ بس وہ تسلط چاہتی ہے۔"

"ہوں۔ ویسے بنی میں تھوڑا سا خوفزدہ بھی ہو گیا تھا۔"

"کس بات سے؟"

"تم سے۔ میں نے اس سے تھوڑا سا التفات برتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کہیں اس بات پر تم مجھ سے ناراض نہ ہو جاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نواز! ایسی بھی کیا بات، مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم برے راستوں کے راہی ہونے کے باوجود ایک اچھے انسان ہو۔ میں نے تمہارے اندر اصول پائے ہیں۔ یقین کرو میں تمہارے اوپر بے حد اعتماد کرتی ہوں۔"

"اس کا شکریہ ضرور ادا کروں گا بنی۔"

"اس کے علاوہ وہ تمہاری بہت عزت کرتی ہے۔"

"جینی؟"

"ہاں۔" بنی نے جواب دیا۔

"لیکن بنی ایک بات بڑی حیرت انگیز ہے۔"

"کیا؟" بنی نے میرے لیے سروس کرتے ہوئے پوچھا۔

"لانچ پر ہماری کیا پوزیشن ہے، یہ عقدہ نہیں کھل سکا۔ لوگ ہم سے ناراض بھی نہیں ہیں۔ ان کی نگاہوں میں ہمارے لیے دوستی بلکہ میرا خیال ہے پسندیدگی ہے لیکن یہاں ہمارے سپرد کوئی کام نہیں ہے۔ ابھی تک ہم سے کوئی کام نہیں لیا گیا، جبکہ دوسرے لوگ مصروف رہتے ہیں۔"

"ہاں نواز۔ واقعی میں نے تو اس سلسلے میں غور بھی نہیں کیا۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں خیالات میں ڈوب گئے۔ پھر کھانے سے فراغت ہو گئی۔ بنی کسی قدر بوجھل ہو گئی تھی۔ پھر کافی دیر

کے بعد اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "ایک طرح کا جمود نہیں طاری ہو گیا نواز؟"

"شاید۔ ویسے بنی یہ سفر کتنا طویل ہو سکتا ہے؟"

"میرے اندازے کے مطابق زیادہ طویل نہیں۔ آج کسی وقت ہمیں منزل پر پہنچ جانا چاہیے۔" بنی نے جواب دیا اور پھر ایک طویل انگڑائی لے کر بولی۔ "بہرحال نواز' ہماری شخصیت میں خاصی تبدیلیاں آئی ہیں۔"

"کس قسم کی تبدیلیاں؟"

"اپنی بات کر رہی ہوں نواز۔ بچپن سے لے کر اب تک' میں نے اپنی کسی خواہش کو رد ہوتے نہیں برداشت کیا اور کسی بھی جائز ناجائز خواہش کو پورا کرنے کے لیے میں نے وہ کچھ کیا ہے جو کوئی ہوش مند انسان نہیں کر سکتا۔ مکلینو نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔"

"ہوں۔ اب کیا تبدیلی ہوئی ہے؟"

"میں ہلینا کے لیے افسردہ ہوں۔" بنی نے سست لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"میں نے اس سے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا تھا کہ اس جزیرے سے نکلوں گی تو وہ میرے ساتھ ہو گی لیکن ہم اسے چھوڑ آئے ہیں۔"

"اوہ۔ بنی بہرحال ہم انسان ہیں۔ بعض اوقات حالات انسان پر پوری طرح قابض ہوتے ہیں اور ہم کسی طور ان کے شکنجے سے نہیں نکل پاتے لیکن ہم میں اور عام انسان میں تھوڑا سا فرق ضرور ہے۔"

"کیا؟" بنی نے پوچھا۔

"عام لوگ حالات سے شکست تسلیم کر لیتے ہیں اور خود کو بے بس تصور کر لیتے ہیں لیکن ہم نے شکست تسلیم نہیں کی ہے بلکہ حالات کو دھوکہ دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ حالات نے جس رخ سے ہمارا راستہ کاٹا ہے' ہم اس رخ کو بدل کر انہیں دھوکہ دے رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم کامیاب رہیں گے۔ رہی ہلینا کی بات تو جس طرح ہم مشکوک نہیں ہو سکے' وہ بھی مشکوک نہیں ہوئی ہے اور جس وقت ہم اپنے آدمیوں کی رہائی کے لیے یہاں پر آئیں گے اور انہیں رہا کرا کے لے جائیں گے تو اس وقت ہلینا سے کیا ہوا وعدہ بھی نبھائیں گے۔" میں نے کہا اور بنی خاموش ہو گئی۔ بات ٹھیک ہی تھی۔

بہرصورت ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ شام کے تقریباً پانچ بجے تھے جب لانچ ہیلنور پہنچ گئی۔

کرون برگ کا کائی زدہ قلعہ' تانبے کی چھت' گنبد اور مینار آسیب زدہ سے محسوس ہو رہے تھے۔ شہر پر دھند چھائی ہوئی تھی۔

بہرصورت لانچ ساحل سے لگ گئی اور لوگ نیچے اترنے لگے۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہم اتنے آرام اور آسانی سے یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

ساحل پر اترنے کے بعد ہم ایک انجانی سی خوشی محسوس کر رہے تھے اور اب نہ صرف میرے بلکہ بنی کے دل میں بھی ایک خواہش شدت سے جاگ اٹھی تھی کہ جتنی جلد ہو سکے ہم فوری طور پر ان لوگوں سے دور نکل جائیں۔ یہاں تک آنے میں حالات اور تقدیر نے جس انداز میں ساتھ دیا تھا' ضروری نہیں تھا کہ برقرار رہتا۔ ہم فی الوقت مضبوط نہیں تھے۔ ظاہر ہے ہم لاعلمی کی بنا پر مارے بھی جا سکتے تھے۔

بنی نے میری جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"اب بتاؤ نواز' اب کیا کریں؟"

"اوہ۔ بنی اور مصروفیات پر نگاہ رکھو کہ یہ سب کیا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے فوری طور پر یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" بنی نے کہا اور ہم ساحل سے تھوڑے ہٹ گئے۔ کرون برگ کا قلعہ دھند کی شکل میں نظر آرہا تھا اور یہ دھند بہرصورت ہمارے لیے بھی فائدہ مند تھی۔ انسانی وجود دھند میں ضم نظر آرہے تھے۔

اتنی گہری دھند تھی کہ لوگوں کی نقل و حرکت کا کوئی خاص اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں جینی ہماری تلاش نہ شروع کر دے۔ بہرصورت ہم چلتے رہے اور آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہٹنے لگے۔

بہرصورت ہم کافی پیچھے ہٹ آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل سے کافی دور پہنچ گئے تھے۔ بیلنور اور کرون برگ کا قلعہ تاریخی حیثیت رکھتا تھا اور اس تاریخ کو شکسپیئر نے امر کر دیا تھا۔ شکسپیئر کے ایک کھیل کے مطابق کسی زمانے میں یہاں ایک خونی ڈرامہ کھیلا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطنت کے لیے ایک قتل ہوا تھا۔ مقتول بادشاہ کی روح سرشام قلعہ کی دیوار پر نمودار ہوتی اور اپنے بیٹے کو انتقام کے لیے اکساتی۔ ہملیٹ' جو ڈنمارک کا شہزادہ تھا اور جسے شکسپیئر نے امر کر دیا تھا۔ بہرحال یہ سارا واقعہ شکسپیئر کی زبانی تھا۔ ہو سکتا ہے اہل ڈنمارک اس واقعہ کی اصل روح سے بھی ناواقف ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصلی ہملیٹ ہیلنور کے نام سے بھی ناواقف ہو۔ جب فریڈرک دوم نے کرون برگ قلعہ تعمیر کروایا تھا تو ہملیٹ اس سے سات سو برس پہلے مورس کے جزیرے میں دفن ہو چکا تھا۔ اصل میں اس کا نام آملتھ تھا۔ وہ ایک قبائلی سردار کا اکلوتا بیٹا تھا۔ سرداری کے لالچ میں آملتھ کے چچا نے اس کے باپ کو قتل کر ڈالا۔

آملتھ کے باپ کو قتل کرنے کی گھناؤنی سازش میں اس کی ماں بھی شامل تھی۔ انیس سالہ آملتھ سارا دن قلعہ کے آتش دان میں راکھ کریدتا رہتا اور ہر سوال کا جواب ایسے دیتا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ ایک شب اس نے اپنے چچا کے محافظ کو شراب پلا کر مدہوش کر دیا اور چچا کو قتل کر کے سردار بن بیٹھا۔

۱۲۰۰ عیسوی میں ساکو گرامائیکس نامی ایک ڈینش نے اس واقعہ کو کہانی کا روپ دیا اور اس کے بعد شکسپیئر نے اس میں کچھ تبدیلیاں کر کے اسے ہیلنور سے منسلک کر دیا تھا۔ بہرصورت ہیلنور شہر والوں نے اس ڈرامے کو انتہائی موثر طور پر تسلیم کر لیا تھا اور رومان پسندوں نے اب بھی قلعہ کی دیواروں پر ہملیٹ کے باپ کی روح کو دیکھا تھا۔

اور شہر والوں نے تو حد ہی کی۔ انہوں نے سیاحوں کی تسلی کے لیے ہملیٹ کی قبر بنا رکھی ہے۔ ہملیٹ کی تاریخ میرے ذہن میں گھوم رہی تھی لیکن چونکہ ذہن دوسری جانب متوجہ تھا اس لیے میں اس تاریخ سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا۔

بنی نے اب رفتار خاصی تیز کر دی تھی اور وہ یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہتی تھی۔ ساحل سے کافی دور پہنچنے کے بعد ہم رک گئے اور پھر بنی اپنے چہرے سے ماسک علیحدہ کرتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے ہمیں فوری طور پر یہاں سے کوپن ہیگن پہنچ جانا چاہیے۔"

"ہاں بنی' جب حالات نے اتنا ساتھ دیا ہے تو اس سے پورا فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔"

"تو پھر——— کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟" بنی نے سوال کیا۔

"یہاں کے کسی قصبے سے ہمیں ٹرین بھی مل سکتی ہے؟" میں نے کہا۔

"لیکن اگر ہچ ہائیکنگ سے کام چلایا جائے تو؟" بنی نے کہا۔

"اوہ! لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ کسی کو ہمارے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکے۔"

"تمہاری مراد ان لوگوں سے ہے جن سے ہم کار میں لفٹ لیں گے؟"

"ممکن ہے' ان میں سے کچھ لوگ ہمارے لیے خطرناک ہوں۔"

"اول تو یہاں کافی دھند پھیلی ہوئی ہے دوسرے یہ کہ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے جو ہماری جانب توجہ دے گا۔ میرا مطلب ہے رسک لے لینے میں کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔"

اور چند ساعت کے بعد میں بھی اس سے متفق ہوگیا۔ ہم سڑک کے کنارے جا کھڑے ہوئے اور جاتی ہوئی گاڑیوں کو اشارہ کرنے لگے جو کافی وقفے وقفے سے گذر رہی تھیں۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد ایک لمبی کار ہمارے سامنے رک گئی۔ سرخ ناک والے ڈرائیور نے گردن نکال کر پوچھا۔

"کدھر؟"

"کوپن ہیگن!"

"بیٹھو۔" اس نے عقبی دروازہ کھول دیا اور ہم دونوں جلدی سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی تھی۔ چوڑے شانوں والا درمیانی عمر کا شخص تھا۔ کردن برگ کے علاقے میں اس کے فارم تھے۔ خود کوپن ہیگن میں رہتا تھا اور یہاں فارموں کی دیکھ بھال کے لیے آتا رہتا تھا۔ راستے میں وہ نہ جانے کہاں کہاں کی گفتگو کرتا رہا۔

اس طرح کے سفر میں بس بعض اوقات یہی دقت پیش آتی تھی۔ کبھی کبھی ایسے لوگوں سے واسطہ پڑ جاتا تھا جو صرف اپنی کہنا جانتے تھے اور ایسی ایسی سناتے تھے کہ حواس معطل ہو جاتے تھے۔ اب اخلاقاً ان کی باتوں میں دلچسپی بھی لینا پڑتی تھی' چنانچہ یہ بوڑھا بولنے کا مریض تھا۔

طویل ترین سفر کے آدھے راستے تو وہ اپنی سناتا رہا تھا۔ لڑنے والی بڑھیا جو اس کی بیوی تھی۔ نالائق بیٹا جو شراب اور جوئے کا رسیا تھا اور فارم کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا اور تین جوان بیٹیاں جن کی وجہ سے بوڑھا زندہ تھا اور محنت کرتا تھا۔

بات اگر یہیں تک رہتی تو شاید ہم اس کو اپنا مقدر سمجھ لیتے لیکن اپنی کہنے کے بعد جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کے پاس مزید کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے تو اسے ہماری فکر ہوئی۔

"شریف بچو۔ کیا تم اپنے بارے میں کچھ نہ بتاؤ گے؟"

"اب ہمارے بارے میں بھی پوچھو گے؟" میں کراہ کر بولا۔

"ہاں۔ دوران سفر اگر گفتگو جاری رہے تو سفر میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔"

"لیکن بعض اوقات دوسروں کے لیے بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہماری کہانی تو بہت مختصر ہے مسٹر پیٹر۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ کامیاب محبت کے

بعد شادی کرلی اور اب اس کی کامیابی کے لیے دعاگو ہیں۔" بنی نے کہا۔

"اوہو۔ بہت خوب! محبت میں کامیاب جوڑوں کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" بوڑھے نے محبت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ شکریہ۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "آپ ہمارے لیے دعا کرتے رہیں۔"

"یقیناً۔ ایک مجھ بدنصیب کو دیکھو۔ زندگی بھر کسی سے محبت ہی نہیں کرسکا۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو اب شروع کردیں۔ اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے کہا اور بنی مسکرانے لگی۔

"اب؟" بوڑھا سوچ میں پڑ گیا' پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "اب تو ذرا مشکل ہے۔" اور اس کی سنجیدگی پر ہم دونوں ہنس پڑے۔ بوڑھا احمقانہ انداز میں ہماری شکلیں دیکھنے لگا تھا۔ "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" اس نے اسی انداز میں پوچھا۔

"اوہ۔ ہم دوسری بات پر ہنسے تھے۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد بقیہ سفر ایسی ہی فضول باتوں میں کٹا تھا اور اس وقت روشنیاں جل اٹھی تھیں جب ہم کوپن ہیگن میں داخل ہوئے۔ روشنیوں کا شہر کوپن ہیگن اسی طرح جگمگا رہا تھا۔

بوڑھے نے ہمیں کوپن ہیگن کی ایک خوبصورت شاہراہ پر اتار دیا اور پھر رخصت ہوگیا۔ ہم دونوں کھڑے رہ گئے تھے۔

"ایک بات بتاؤ نواز؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوں!"

"کیا تم یہاں بھی اسی میک اپ میں رہو گے؟"

"گڈ——— تم نے اس وقت وہی بات سوچی بنی جو میں سوچ رہا تھا لیکن تم بھی ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"کیا اسٹاک ہوم کے مقابلے میں مکلینو کا گروہ کوپن ہیگن میں زیادہ پھیلا ہوا ہے؟"

"نہیں' لیکن یوں سمجھو ہیڈ کوارٹر کوپن ہیگن میں ہی ہے اور مکلینو سوئیڈن کی بہ نسبت یہاں زیادہ مضبوط ہے۔ اسٹاک ہوم میں وہ صرف گروہ کو ہدایات دینے جاتا ہے اور باقی سارے کام یہاں ڈنمارک میں ہوتے ہیں۔"

"تب پھر میک اپ بدلنا ضروری ہے لیکن تم فکر مت کرو۔ یہاں میں بے دست و پا نہیں ہوں اور میرے ذہن میں بہت سے پروگرام ہیں۔ ابھی تو یہاں رات شروع ہوئی ہے۔ ہمیں میک اپ کا سامان بہ آسانی مل سکتا ہے۔ چنانچہ میک اپ کا سامان خرید لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد میں کسی ہوٹل میں مقیم ہو جاتا ہوں اور تم——— ویسے ظاہر ہے تمہیں یہاں کے بارے میں تفصیل تو معلوم ہوگی۔"

"کیوں نہیں۔ میں طویل عرصے تک کوپن ہیگن میں رہ چکی ہوں۔" بنی نے جواب دیا اور پھر ہم بازار کی ایک دوکان پر رک گئے۔ وہاں سے میں نے مطلوبہ سامان خریدا اور اب کسی مناسب جگہ کی تلاش میں چل پڑے جہاں میک اپ تبدیل کیا جاسکے۔

لیکن ایسی کوئی جگہ سمجھ میں نہیں آئی تب میں نے بنی سے کہا۔ "بنی اس بارے میں بھی ایک عمدہ ترکیب ہے۔"

"کیا؟" بنی نے پوچھا۔

"تم کسی ہوٹل کا انتخاب کر لو۔ وہاں کسی مردانہ نام سے کمرہ حاصل کرو اور خود اس میں چلی جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں آجاؤں گا اور پھر میں میک اپ بدل لوں گا اس طرح کوئی میری طرف توجہ نہیں دے گا۔ پھر تم وہاں سے چلی آنا۔" میں نے کہا اور بنی نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈمپل کے ایک خوبصورت کمرے میں ہم دونوں پہنچ گئے۔ بنی نے سیکریٹری کی حیثیت سے اپنے باس مسٹر شیلٹر کے لیے کمرہ ریزرو کرایا تھا اور کمرے میں آکر میں نے مسٹر شیلٹر کا میک اپ کر لیا۔ ایک خوبصورت ڈینش کا میک اپ جسے بنی نے تعریفی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ویری گڈ! لیکن کوپن ہیگن کی لڑکیوں سے بچ کر رہنا۔ اتنے خوبصورت ہو گئے ہو کہ لڑکیاں چیل کی طرح جھپٹیں گی۔" اس نے کہا تھا۔

"اوہ ڈارلنگ۔ میں اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں جاؤں گا۔" میں نے اس کا بوسہ لے کر جواب دیا اور پھر بنی بولی۔

"اب مجھے اجازت دو نواز اور میرے لیے دعا بھی کرو کہ مکلینو کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ بڑا سخت کام ہے۔"

"ہاں بنی۔ تمہیں انتہائی ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ اب یہ تمہارے اوپر ہے کہ تم اسے کس طرح شیشے میں اتارتی ہو۔ اگر مکلینو کو شبہ ہو گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی نواز۔" بنی نے کہا اور پھر مختصر گفتگو کے بعد وہ ہوٹل سے چلی گئی اور میں تنہا رہ گیا۔ تنہائی کافی سکون بخش ہوتی ہے۔ خاص طور سے ان اوقات میں جب ذہن کو طویل عرصے سے سکون نہ ملا ہو اور سوچنے کے لیے بہت کچھ ہو۔ میری کیفیت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی اور دماغ میں کھچڑی پک رہی تھی۔ بہت سے سوالات تھے جو تنہائی ملتے ہی ذہن کے پردے پر ابھر آئے۔ یہ سب کیا ہے۔ میں اپنی کوشش میں ناکام کیوں ہوں اور میرے ذہن کے اس بوجھ میں میری کوتاہی کو تاہی شامل ہے۔ اس وقت آزاد ہوں۔ کوئی بار ذہن پر نہیں ہے۔ آسانی سے نکل سکتا ہوں لیکن ——— لیکن کون سی مجبوری روکے ہوئے ہے۔

سردارے ——— صرف سردارے۔ ورنہ گولڈ مین کا میری زندگی سے اتنا گہرا تعلق نہیں تھا۔ رہی اقدار کی 'انسانیت کی بات تو میں کون سا اچھا انسان تھا۔ لوگوں نے میرے لیے بہت کچھ کیا تھا لیکن لوگوں نے میرے ساتھ بھی تو بہت کچھ کیا تھا۔ چھوڑ دوں ان سب کو اور صرف خود کو دیکھوں۔ کبھی مجبور نہیں ہوا تھا لیکن سردارے ——— سردارے۔

شاید اس وقت وہ میری سب سے بڑی کمزوری تھا۔ ہاں سردارے میری کمزوری تھا۔ میں کوشش کے باوجود اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

خیالات کو میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا اور پھر میں نے ساری پابندیاں توڑنے کے بارے میں سوچا۔ بنی کا کھیل اب ختم ہو جانا چاہئے۔ وہ کچھ بھی کرتی رہے۔ میں اس سے الگ ہٹ کر بھی تو سردارے کے لئے کوشش کر سکتا ہوں۔ بنی ہی کیوں ——— لیکن پھر عقل نے ٹھوکا دیا۔ بنی اس وقت ایک عمدہ سہارا ہے۔ اس سے فائدہ ہی ہے۔ پھر کیوں اس سہارے کو ضائع کیا جائے اور جب ذہن

سی فیصلے پر نہ پہنچ سکا تو میں سو گیا۔

رات کو جاگا تھا اور جب آنکھ کھلی تو بنی کو کمرے میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔

"ارے بنی تم ——— خیریت؟"

"ہاں سب خیریت ہے۔" وہ پرسکون انداز میں مسکرائی۔

"مگر تم آئیں کس وقت؟"

"تقریباً ایک گھنٹہ ہو گیا۔" اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! لیکن تم نے مجھے جگا کیوں نہیں لیا؟"

"تم سوتے ہوئے اتنے معصوم لگ رہے تھے کہ بس میں تمہیں دیکھتی رہی اور میرا دل نہ چاہا کہ نہیں اس گہری نیند سے جگا دوں۔" وہ پھر مسکرائی۔

"اوہو ——— مگر تم کیا مکلینو سے ملی؟"

"ہاں ہاں سب کچھ ہو گیا۔ پہلے تم غسل کرو' ڈریس پہنو' پھر میرے ساتھ آکر بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کافی منگواتی ہوں اس کے بعد گفتگو کریں گے۔"

"گویا سب خیریت ہے؟" میں نے سکون کا گہرا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بالکل خیریت ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا تم تردد کرو۔" بنی نے جواب دیا اور میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں بنی کے ساتھ بیٹھا ہوا کافی پی رہا تھا۔

"اب شروع ہو جاؤ بنی میرے ذہن میں بہت تجسس ہے۔"

"تجسس کی بات نہیں نواز۔ دراصل مکلینو یہاں موجود نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ سویڈن گیا ہوا ہے۔"

"اوہو کب؟"

"آج یا کل صبح تک واپس آجائے گا۔"

"گڈ! گویا ابھی تک اس سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے بہرصورت میرے آدمیوں نے میری باقاعدہ پذیرائی کی ہے۔ لیکن ایک عجیب سی بات ہے نواز۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مکلینو ان حالات سے ناواقف ہو۔ اتنی حیران کن بات ہے یعنی کسی بھی شخص نے مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی جیسے کہ کوئی خاص بات ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہوریشو نے مکلینو کو بھی ان حالات سے بے خبر رکھا ہے۔" بنی نے کہا۔

"اوہ! لیکن بنی یہ بات تو ہوریشو کے خلاف ہی جاتی ہے۔"

"ہاں بالکل۔ میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی کہ ہوریشو اس بار اپنی قبر کھود ہی بیٹھا ہے اور ہم اسے شیشے میں اتارے بغیر باز نہیں آئیں گے۔"

"ٹھیک ——— تو تمہارے آدمیوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ کچھ

حالات سے باخبر ہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"اور مکلینو کے سوئیڈن جانے کی وجہ؟"

"وہ کوئی خاص نہیں۔ تم نے دیکھا ہو گا' بلکہ میرا خیال ہے تمہاری ملاقات بھی مکلینو
سوئیڈن ہی میں ہوئی تھی۔ ویسے بھی سوئیڈن ہمارے لیے اچھی خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں ہمارا کاروبار
بہت پھیلا ہوا ہے۔ مکلینو اکثر وہاں قیام کرتا ہے اور چونکہ وہاں کا فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے اس
بعض اوقات معاملات کی نگرانی کرنے کے لیے بھی وہ وہاں تک چلا جاتا ہے۔"

"تو تمہیں یقین ہے کہ وہ شام تک واپس آرہا ہے؟"

"امکان اسی بات کا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے ایسی شکل میں تم وہاں نہیں رک سکتی تھیں۔"

"نہیں نواز یہ بات نہیں ہے۔ میں مصلحتاً تم سے دور رہتی لیکن میرے ذہن میں ا
ایک اور پروگرام آگیا۔"

"اوہو۔ وہ کیا؟"

"بے حد دلچسپ۔ بہت ہی نفیس پروگرام۔"

"وہ کیا بنی؟"

"تمہیں میک اپ کا اس قدر ماہر دیکھ کر میں نے کچھ سوچا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس طر
زیادہ مطمئن ہو کر زیادہ بہتر کام کر سکیں گے۔"

"بنی میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"سنو میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔" بنی نے کہا اور اپنے پرس سے ایک تصویر نکال کر میرے
رکھ دی۔

"خطرناک سی شکل کا ایک آدمی تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور بنی میرا چہرہ دیکھتی رہ
بولی۔

"کیا خیال ہے نواز؟ کیا اس شخص کا میک اپ تمہارے چہرے پر ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں بنی' نہایت آسانی سے۔"

"اس کا نام ڈکسن ہے مکلینو کے خطرناک آدمیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بہت
اور میرے بھی وفاداروں میں سے ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی مسئلے میں مکلینو خود کام نہ کر پا
اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ جسامت میں بالکل تمہاری طرح ہے۔ یعنی کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو
کیا جا سکے۔ وفادار ہے لیکن نواز' وفاداروں کا مصرف تم جانتے ہو۔"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس ان کا مصرف اس سے زیادہ نہیں ہوتا کہ وہ وقت پر کام آجائیں۔" بنی نے کہا
مکلینو کی بیٹی بول رہی تھی۔ وہ بنی نہیں تھی جو مجھ سے محبت کرتی تھی۔ مکلینو کی بیٹی ہو
سے اگر اس کا یہ نظریہ تھا تو غلط نہیں تھا۔

"میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ اپنی جگہ تمہیں دے۔"

"گویا مجھے اس کے میک اپ میں آنا ہے؟"

"ہاں۔"

"اس سے فائدہ کیا ہو گا بنی؟"

"فائدہ یہ ہو گا کہ چونکہ میری خود بھی اس شخص سے کافی دوستی ہے اس لیے میں اسے ہمیشہ اپنے
ساتھ رکھ سکتی ہوں۔ چنانچہ نواز تم اس کے میک اپ میں ہروقت میرے ساتھ رہو گے۔"

"ویری گڈ۔ آئیڈیا اچھا ہے بنی ـــــ لیکن کیا مکلینو کو دھوکا دینا اتنا آسان ہو گا؟" میں نے
کہا۔

"ہاں اس صورت میں جبکہ میں بھی تمہاری معاون ہوں گی۔"

"لیکن اس شخص کا کیا کرو گی؟"

"میں نے کہا نا کہ وفادار صرف وقت پر کام آنے کے لیے ہوتے ہیں۔" بنی نے جواب دیا۔ "ہم
اسے قتل کر دیں گے۔" اور میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

عجیب عجیب روپ میرے سامنے آتے تھے عورت کے بھی ـــــ بہرصورت ایک طرف وہ
محبت کرنے والی عورت تھی اور دوسری جانب وہ اپنے وفاداروں کے ساتھ ایسا سلوک بھی کر سکتی تھی لیکن
اس کے لیے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ میں نے اسے جہاز پر دیکھا تھا اور اس وقت جب میں اسے لانچ
میں لیے جارہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس قسم کی عورت ہے۔

"لیکن بنی جب تم کہتی ہو وہ اس قدر چالاک ہے تو کیا اسے قابو میں کرنا آسان ہو گا؟"

"کیوں نہیں نواز۔ اس سے زیادہ چالاک اور خطرناک آدمی اس پر ہاتھ ڈالے گا تو یہ بات ناممکن
نہیں ہو گی لیکن یہ کام فوری طور پر ہو جانا چاہیے۔"

"فوری طور سے تمہاری کیا مراد ہے بنی؟"

"میرا مطلب ہے مکلینو کے آنے سے پہلے پہلے۔"

"ٹھیک ہے بنی۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ مکلینو رات کے کسی بھی حصے میں آسکتا ہے یا دن میں
ل تو ہمیں فرصت میں یہ کام کر لینا چاہیے۔"

"ہاں نواز۔ میرا بھی یہی مقصد تھا۔"

"تو ٹھیک ہے بنی ہم کوشش کیے لیتے ہیں۔ آج ہی یہ کام [illegible] گے۔"

"یقیناً نواز!"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس تم تیار ہو جاؤ۔ میں اس کو فنلے گارڈن میں بلاتی ہوں۔ فنلے گارڈن اس کام کے لیے
ترین جگہ ہے۔ ہم ڈکسن کو وہیں قتل کریں گے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔" بنی نہایت سفاکی سے
کہا۔

میں بنی کے اس روپ پر حیرت زدہ بھی تھا لیکن میں نے اپنی حیرت کا اظہار نہ کیا اور بولا۔

"میک اپ کا سامان؟"

"سامان لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم اس شخص کا میک اپ یہیں نہیں کر سکتے؟" بنی نے کہا۔ اس وقت وہ بے حد ذہین ہو رہی تھی۔ باتیں بھی اس کی نہایت ذہانت کی تھیں۔ بلاشبہ اگر میں اس شخص کا میک اپ یہیں کر لیتا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تھا اور میں نے نہایت مہارت سے ڈکسن کا میک اپ کر لیا۔

"حقیقت ہے نواز۔ تم بے پناہ ذہین ہو' بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک۔ میں تمہاری ہر صلاحیت کی دل سے معترف ہوں اور اس وقت شاید ڈکسن بھی یہ بات نہ کہہ سکے کہ تم ڈکسن ہو اور جسامت! میں کہتی ہوں ونڈر فل نواز' کوئی بھی دیکھ کر یہی کہے گا کہ تم ڈکسن ہو۔" وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے بنی۔ تم مطمئن ہو تو ٹھیک ہے لیکن بہرصورت اس کی آواز کی نقل' اس کی چال ڈھال تو میرے علم میں نہیں ہے۔"

"اوہ اس کی فکر مت کرو ڈکسن بذات خود اچھی خاصی حیثیت کا مالک ہے اور اچھی خاصی حیثیت کا مالک ہونے کی وجہ سے کوئی اس کے بارے میں یہ غور کرنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ اس کے انداز میں کچھ تبدیلی ہے۔ رہی آواز کی بات تو بہرصورت ہلکی پھلکی بیماریاں چلتی ہی رہتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے بنی۔ بہرصورت تم کافی چالاک ہو گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تھوڑی تیاریوں کے بعد ہم باہر نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تب بنی بولی۔

"رک تو جاؤ نواز۔ میں اسے ٹیلی فون تو کر لوں۔"

"کسے؟"

"میرا مطلب ہے ڈکسن کو۔"

"غالباً" تم اسے فنلے گارڈن بلاؤ گی؟"

"ہاں یقیناً۔" بنی نے جواب دیا اور پھر ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

دوسرے لمحے اسے شاید کسی کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کسی کو ڈکسن کو بلانے کے لیے کہا اور انتظار کرتی رہی۔ پھر ڈکسن ٹیلی فون پر پہنچ گیا اور بنی بولی۔

"مسٹر ڈکسن پلیز مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے تم مصروف تو نہیں ہو۔" چند ساعت وہ دوسری طرف کی آواز سنتی رہی پھر بولی۔

"تو ٹھیک ہے فنلے گارڈن پہنچ جاؤ۔ گارڈن کے بڑے مجسمے کے پاس میں تمہیں ملوں گی۔"

"ہاں ہاں اسی وقت میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' بس مجھے ذاتی سا کام ہے۔"

"ہاں تم تنہا ----- بالکل ٹھیک۔"

"او کے۔" بنی نے ریسیور رکھ دیا اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجال تھی اس کی جو میرے بلانے پر نہ پہنچتا" اس نے کہا اور پھر میرے بازو میں بازو ڈال کر نکل آئی اور پھر ہم لوگ بنی کی کار میں بیٹھ کر فنلے گارڈن جا رہے تھے۔

فنلے گارڈن کافی وسیع و عریض تھا۔ سنسان بھی تھا گویا زیادہ لوگ وہاں نہیں آتے تھے۔ اونچے نیچے درختوں کی بہتات تھی۔ ہاں جگہ جگہ کاریں نظر آ جاتی تھیں۔ بنی نے تیز روشنی بجھا دی تھی اور میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

"تو یہ ہے فنلے گارڈن؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن یہ کاریں؟"

"یوں تو ڈنمارک میں تنہائی کی کمی نہیں ہے اور بے شمار جگہیں ایسی ہیں جہاں تنہائی کے متلاشی جوڑے جا سکتے ہیں لیکن تبدیلیوں کے خواہش مند فنلے گارڈن چلے آتے ہیں اور گارڈن کے منتظمین نے ان کے لیے بہتر مواقع فراہم کر دیے ہیں۔"

"اوہ۔ وہ کیا؟"

"یہاں تیز روشنی کہیں نہیں ملے گی۔ کاریں آسانی سے اندر لائی جا سکتی ہیں اور کاروں کی روشنیاں جلانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"خوب!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کار ایک عظیم الشان مجسمے کے نزدیک پہنچ گئی اور بنی نے اسے روک دیا پھر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس اب تم اس مجسمے کی آڑ میں ہو جاؤ نواز۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"دیکھو بنی! لیکن ------"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"ختم کر دینا ہے؟"

"ہاں۔"

"اور اس کی لاش کا کیا کرو گی؟"

"کافی جگہ ہے' ٹھکانے لگا دیں گے۔" بنی نے جواب دیا اور پھر دور سے کسی گاڑی کی ہلکی روشنیاں دیکھ کر میں دیو ہیکل مجسمے کے پیچھے رینگ گیا۔

کار اسی طرف آ رہی تھی اور پھر وہ بنی کی کار سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ "مادام بنی!" ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"آ جاؤ ڈکسن!" بنی نے کہا اور سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص بنی کے نزدیک پہنچ گیا۔

"آپ تنہا ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" بنی کی آواز ابھری۔

"م ----- میرا مطلب ہے یہاں ----- اس جگہ ----- لل ----- لیکن مادام۔ آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"ڈکسن! کیا زیادہ پی لی ہے؟" بنی غرائی۔

"سوری مادام۔ پی نہیں ہے لیکن آپ کی دعوت سن کر حواس ضرور کھو بیٹھا ہوں۔ مجھے معاف

کریں مادام۔ اگر کوئی لڑکی کسی نوجوان کو فنلے گارڈن میں دعوت دے تو ------ اس نوجوان کی خوشیوں کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔"

"تو تمہاری نگاہ میں' میں ایک عام لڑکی ہوں؟"

"ہرگز نہیں مادام۔ میں تو حیران تھا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' تم لوگوں کی اتنی جرأت کیوں ہو گئی۔ کیا مکلینو بوڑھا ہوتا جارہا ہے؟ کیا اس کا گروہ اس سے باغی ہو رہا ہے؟"

"مادام۔ مادام۔ معاف کر دیں۔ میری یہ مجال کہ باس کے بارے میں کسی ہلکے انداز میں سوچوں۔ بس انسان ہوں' احمقانہ خیال ذہن میں آگیا۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"ہوریشو کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں مادام' کیوں؟"

"میرا اندازہ ہے کہ ہوریشو بھی کسی قدر باغیانہ انداز اختیار کر چکا ہے۔ پتہ نہیں مکلینو کو اس کی اطلاع ہے یا نہیں؟"

"یہ ناممکن ہے مادام۔ سیاہ فام ہوریشو وفاداری میں کسی کتے کی مانند ہے۔ وہ بغاوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"ہوں۔ مکلینو آج واپس آرہا ہے یا کل؟"

"کہا نہیں جاسکتا مادام۔ ویسے زیادہ سے زیادہ کل تک لیکن آپ نے مجھے یہاں کیوں طلب کیا تھا؟"

"اوہ۔ تمہیں ایک شخص سے ملانا تھا۔"

"کون ہے وہ؟"

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد آجائے گا۔ ویسے کیا تمہارے پاس پستول ہے؟"

"پستول؟ نہیں تو لیکن کیا ایسی کوئی ضرورت تھی؟"

"پیش بھی آسکتی ہے۔ کوئی اور ہتھیار بھی نہیں ہے؟" بنی نے چالاکی سے پوچھا۔

"نہیں مادام ------ اگر آپ فون پر مجھے ہلکا سا اشارہ بھی دے دیتیں تو میں ------ لیکن کیا وہ تنہا ہو گا یا اس کے ساتھ ------؟"

"تنہا ہو گا۔" بنی لطف لے رہی تھی۔

"تب کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے غلام دو چار آدمیوں کی پرواہ کہاں کرتے ہیں لیکن معاملہ کیا ہے اور وہ کون ہے؟"

"آجاؤ۔" بنی نے کہا اور میں مجسمے کے عقب سے نکل آیا۔ ڈکسن ششدر رہ گیا تھا۔ کوئی بات ہی سمجھ میں نہ آئی ہو گی لیکن میں وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں تھا۔ ایک جاندار گھونسے کے ساتھ میں نے اپنا تعارف کرایا اور ڈکسن توازن نہ برقرار رکھ سکا لیکن عمدہ لڑاکا تھا گرتے ہی اس نے پاؤں اٹھائے اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں بھی پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ چنانچہ جونہی ڈکسن نے مجھ پر حملہ کیا میں نے دیسی داؤ کلا

ارا اور ایک بار پھر اسے ڈھیر کر دیا۔ جگہ سنسان تھی اور مقابل تنہا۔ پھر مجھے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ بنی اس جنگ سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ڈکسن کو اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنی کوشش میں کامیاب تھا۔

"بس کرو ڈارلنگ۔ ختم کرو یہ کھیل۔" بنی نے کہا اور میں نے اس بار ڈکسن کو گرایا تو اس کی گردن کی پشت پر بھی ایک زوردار ضرب لگا دی اور یہ ضرب معمولی نہیں تھی۔ ڈکسن کی گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی اور پھر وہ اٹھ نہیں سکا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"کھیل ختم؟" بنی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"بے ہوش ہو گیا؟"

"ہمیشہ کے لیے۔"

"اوہ! مگر کیسے؟"

"میں نے اس کی گردن توڑ دی ہے۔" میں نے جواب دیا اور بنی جھک کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر اٹھی اور مجھ سے لپٹ کر میرے کئی بوسے لے ڈالے۔

"تم ہر طرح پیار کے قابل ہو نواز۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"دیکھو نا۔ وہ لڑکی کتنی خوش نصیب ہے جو اپنے محبوب سے کچھ کہے اور اس اعتماد کے ساتھ کہ وہ کہے گی اور ہو جائے گا۔ میں نے کہا کھیل ختم کرو اور کھیل ختم ہو گیا۔ تم نے ہم دونوں کی گفتگو تو ضرور سنی ہو گی نواز؟"

"ہاں۔"

"میں نے اسے ہتھیاروں کے بارے میں پوچھا اور پھر اس نے کہا کہ وہ دو چار آدمیوں کو تو خالی ہاتھ ٹھیک کر دے گا۔ میں دل ہی دل میں اس کی بات پر ہنسی تھی۔"

"کیوں؟"

"بس مجھے اندازہ تھا کہ وہ تمہیں ٹھیک نہ کر سکے گا۔" بنی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر بنی کی مدد سے ہم نے پہلے اس کے کپڑے اتارے۔ میں نے ڈکسن کا لباس پہن لیا اور پھر ہم اس کی لاش ٹھکانے لگانے میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہم واپس پہنچ رہے تھے۔

ڈکسن کی کار میرے پاس تھی اور بنی میرے پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ پروگرام یہ تھا کہ اس کار کو یہاں سے باہر لے جاکر کسی مناسب جگہ پر چھوڑ دیں گے تاکہ لوگوں کو ڈکسن کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن پھر میں نے یہ پروگرام بدل دیا۔ ڈکسن کی شخصیت مشکوک نہیں ہونی چاہئے۔ راستے میں بنی ایک بار اپنی کار سے میرے نزدیک آئی تو میں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تب میں نے اسے یہ بات بتائی کہ کار چھوڑنا مناسب نہیں ہے تو اس نے دانتوں تلے زبان دبالی۔

"ہاں یہ تو بھول ہی گئے تھے۔ ٹھیک ہے تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔" اس نے کہا اور میں نے کار

بنی کی کار کے پیچھے لگادی۔

مکلینو کی نئی رہائش گاہ بھی خوبصورت تھی۔ میں بنی کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔ پھر ہم نے اپنی اپنی کاریں کھڑی کردیں۔ اب میں نے کسی حد تک محکومانہ انداز اختیار کرلیا تھا۔ یہاں دوسرے لوگ بھی موجود تھے اور ان کی موجودگی کو ذہن میں رکھنا نہایت ضروری تھا لیکن اندر داخل ہو کر بنی نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کرلیا اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"یہاں ہم بالکل محفوظ ہیں۔ کسی کی مجال نہیں ہے جو ہماری گفتگو سننے کی کوشش کرے۔"

"اوہ بنی ویری گڈ۔ بہرصورت مجھے تم سے کچھ اور باتیں بھی کرنی ہیں۔ نہ جانے کیوں ہماری کل گفتگو تشنہ رہ گئی۔"

"ہاں ہاں کہو نواز' کیابات ہے؟"

"مجھے اس شخص کی مکمل شخصیت کے بارے میں بھی بتا سکتی ہو بنی۔"

"میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"ڈکسن کی بات کررہے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو بس یوں سمجھو کہ ڈکسن' مکلینو کے خاص لوگوں میں سے ہے اور میرا ذاتی وفادار بھی جس وقت میں اسے کسی کام میں مصروف کرلیتی ہوں تو مکلینو اس میں مداخلت نہیں کرتا چنانچہ تم بے فکر رہو' میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گی۔"

"اوکے بنی۔ ویسے کیا یہاں موجود لوگوں کا تعارف نہیں کراؤ گی؟"

"اس وقت اور اس انداز میں تو تعارف کرانا مشکل ہے لیکن تم صرف اتنی بات سمجھ لو کہ یہاں تمہاری حیثیت موجود لوگوں میں سب سے زیادہ اونچی ہے اور کوئی تم سے کوئی سوال نہیں کر سکتا اس لیے تم مطمئن رہو ــــــ تم زیادہ تر میرے ساتھ مصروف رہنا مکلینو جس وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔"

"اوکے بنی!" میں نے کہا۔ بہت زیادہ احتیاط بھی بعض اوقات احمقانہ ہی ثابت ہوتی ہے چنانچہ میں نے اسی بات پر اکتفا کیا۔ ہاں جب رات میں بنی کے کمرے سے نکلنے لگا تو بنی نے پشت سے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں پلٹ پڑا۔

"جارہے ہو۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں اس کے ہونٹوں کی لرزش دیکھ کر مسکرانے لگا پھر بولا۔

"تم بتاؤ بنی' چلا جاؤں؟"

"بنی چند ساعت سوچتی رہی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "ہاں نواز۔ آج رات چلے ہی جاؤ۔ حالانکہ یہ تمہارات میرے لیے بڑی تکلیف دہ ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں بنی۔ ہم اچھے مستقبل کے لیے خود پر جبر بھی کریں گے۔" بنی نے گردن ہلادی تھی اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ بنی نے پہلے ہی مجھے میری رہائش گاہ بتادی تھی اپنے کمرے میں آکر میں نے سکون کی سانس لی۔ بہرصورت جو کچھ ہوا تھا اور اچانک ہوا تھا' خاصا فائدہ مند تھا اور میں اس سے کسی حد تک مطمئن بھی تھا۔

مفکّروں نے عورت کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے۔ انہوں نے اسے طرح طرح کی تشبیہات دی ہیں۔ کسی نے اسے روح کائنات کہا ہے۔ کسی نے اسے پھول سے تشبیہہ دی ہے۔ پتہ نہیں عورت کے معاملے میں ان کے تجربات کیسے ہوں گے' پتہ نہیں انہیں کیسی عورتیں ملی ہوں گی جنہیں وہ پھول کہتے تھے۔ میرے تجربات تو بڑے خوفناک تھے مجھے تو یہ آدمخور پھول نظر آتے تھے۔ خوفناک پنکھڑیوں والے' جو خوبصورت بھی ہوتے ہیں' نرم ونازک ہوتے ہیں لیکن ان کی دوسری شکل۔ کس کس روپ میں نظر آئی تھی۔ چنانچہ عورت کے بارے میں میرے خیالات ان تمام لوگوں سے مختلف ہیں۔

بہت سی عورتیں دیکھی تھیں۔ سب کی سب ایک دوسرے سے مختلف' سب کے اپنے اپنے رنگ' انوکھے رنگ...... اور اب بنی میرے سامنے تھی۔ مکلینو اس کا باپ تھا اور میں اس کے باپ کا دشمن۔ مکلینو نے بنی کی پرورش کی تھی' اسے ایک شخصیت دی تھی' پوری زندگی اس پر اعتماد کیا تھا۔ اسے سب کچھ سکھایا تھا اور مکلینو وہ شخص تھا جس سے نہ جانے کیسے کیسے سورماؤں کے پتے پانی ہوتے تھے لیکن اس کی بیٹی نے اسے الو بنا دیا تھا۔ اس کے دشمن کے لیے اسے اتنے چکر دیے تھے کہ مکلینو کی...... کوئی شخصیت ہی نہیں رہی تھی۔ ایک طرف وہ ایک دشمن مرد سے بعد ہم اتنی الفت کرتی تھی اور دوسری طرف وہ ایک ایسے وفادار کو قتل کر چکی تھی جس کے بارے میں اس کے خیالات تھے کہ وہ درحقیقت کسی کتے کی طرح وفادار ہے اور اس پر آنکھیں بند کرکے بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ تھی عورت ــــــ اور اگر اس صنف سے میرا بھروسہ اٹھ گیا تھا تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ میں بنی پر بھی بھروسہ نہیں کرسکتا تھا۔ میرے تجربات ہی ایسے تھے۔ ہاں کام نکالنے کی دوسری بات تھی اور اس کے علاوہ وہ ایک خوبصورت اور رس بھری عورت بھی تھی جو میری محبت کا دعویٰ بھی کرتی تھی اور خلوت میں اپنے بھرپور جذبات کا مظاہرہ تھی۔ عورت جس شخص سے پیار کرتی ہے اسے اپنا سب کچھ سونپ دیتی ہے۔

چنانچہ مجھے دوہرا فائدہ تھا اور جب فائدے مفت حاصل ہوں تو انسان ان سے منہ کیوں پھیرے۔ چنانچہ اندر کی حالت سے میں خود واقف تھا دوسرے کو دل میں جھانکنے کا موقع کیوں دیا جائے۔

ہاں اگر دل میں کوئی پھانس تھی تو سردارے کی' لیکن اگر ماضی میں جھانکتا تو اس پھانس کی خلش بھی کم ہو جاتی تھی۔ سردارے بلاشبہ عام انسانوں سے ہٹ کر ایک مختلف شخص تھا۔ اس کے نام کے ساتھ دوستی اور انسانیت کا نام لیا جاسکتا تھا لیکن اس وقت تو وہ بھی نہیں تھا جب مجھے دوستوں اور انسانوں کی تلاش تھی۔ وہ بھی تو بعد کی پیداوار تھی' اس وقت کی جب میں خود مضبوط تھا۔ اگر میں مضبوط نہ ہوتا تو سردارے کی امداد نہ کرسکتا اور اگر سردارے کی مدد نہ کرپاتا تو سردارے شاید میرا اتنا گہرا دوست نہ ہوتا۔ ہاں انسانیت کے کچھ رشتے جو میرے ذہن سے ابھی محو نہ ہوئے تھے' میں بھی نبھا رہا تھا۔ مکلینو اور بنی کو جل دے کر بہ آسانی نکل سکتا تھا لیکن سردارے کے لیے سب کچھ کر رہا تھا۔

اس کے باوجود اگر سردارے کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اس میں میرا قصور تو نہیں ہوگا۔ میں جتنی کوشش کرسکتا تھا' کر رہا تھا۔ اپنی جان بچانے کی میں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی اور نہ ہی میں اس سلسلے میں حد تک جانا چاہتا تھا کہ زندگی کی کوئی صورت پیدا ہو۔ تاہم سردارے کی یاد میرے دل میں چٹکیاں لیتی

رہتی تھی۔ میری دلی خواہش تھی کہ سردارے مجھے مل جائے۔

بہر صورت ایک وفادار دوست کی ضرورت تو ہمیشہ ہی رہتی ہے اور مجھے تو کیا ہر انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے اور انسان اس لیے مجبور بھی ہوتا ہے۔

سردارے بہرحال مجھے جس حال میں ملا تھا لیکن اس کے بعد اس نے میرے ساتھ جو وقت گزارا اس کے بعد ہم دونوں کے درمیان کوئی ایسی بات نہیں رہی تھی جسے میں نظرانداز کر سکتا۔ وہ ہمیشہ ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے میرے ساتھ رہا۔ اس نے میرے لیے ہمیشہ زندگی کی بازی لگائی تھی۔ کبھی اس نے اپنے بارے میں نہیں سوچا۔ بس وہ کام کرتا تھا جو میرا حکم ہوتا۔

چنانچہ میرے دل میں سردارے کے لیے اتنی گنجائش تھی اور اسی گنجائش کے تحت میں اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا کہ سردارے مجھے مل جائے۔

بہر صورت اپنی کوششیں جاری تھیں اور اب کامیابی حالات ہی مہیا کر سکتے تھے۔ بنی جس انداز میں کام کر رہی تھی' وہ میرے لیے خاصا تسلی بخش تھا لیکن اگر بنی خود اتنی ذہانت سے کام نہ کرتی تو اس سلسلے میں مجھے بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا لیکن فی الحال میں اس کے مشوروں پر عمل کر رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اونٹ کسی نہ کسی کروٹ ضرور بیٹھے گا۔

"میں نے ایک طویل سانس لی اور میرا ذہن بنی کی طرف بھٹکنے لگا۔ پرشباب عورت' تنہائیوں کی ساتھی' وہ اس وقت مجبور تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ بھی اس وقت اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی ہوگی۔ اسے میرے قرب کے بغیر چین کہاں نصیب تھا لیکن صورت حال ایسی ہی تھی۔ غالباً" جس شخص کے میک اپ میں مجھے یہاں لایا گیا تھا وہ کسی طور بھی بنی کے اس قدر قریب نہیں ہو سکتا تھا کہ رات کے کسی بھی حصے میں اس کے کمرے کی طرف جا سکے' یا اس کے کمرے میں آسکے۔

چنانچہ بنی نے احتیاط برتی تھی اور اس وقت میرے نزدیک بھی وہ احتیاط بری نہیں تھی۔ چونکہ ہم جو کام انجام دینا چاہتے تھے اس کے لیے سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔ اگر ہمارا راز کھل جاتا تو پورا کھیل بگڑ سکتا تھا۔

چنانچہ بہتر یہ تھا کہ سویا جائے۔ میں نے اپنی آرامگاہ پر ایک نظر ڈالی۔ خاصا خوبصورت بیڈ روم تھا ہر قسم کی ضروریات سے آراستہ' دیواروں پر حسین تصاویر آویزاں تھیں۔ اس میں ایک خوبصورت عورت کی تصویر بھی تھی' جو بڑے ہیجان خیز انداز میں ایک پتھریلی چٹان پر بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ میری نگاہیں اس پر جاٹکیں اور میں اسے دیکھتا رہا۔

ذہن میں پھر عجیب عجیب سے خیالات جنم لینے لگے۔ میں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ سو جاؤں' چنانچہ میں اٹھا اور لائٹ آف کر دی۔ ننھا سا نائٹ بلب روشن کیا اور میں اپنے ریشمی بستر پر کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

عجیب سی حالت ہو رہی تھی میری۔ دل چاہ رہا تھا کہ نیند آجائے اور میں ان تمام خیالات سے نجات پالوں لیکن ان حالات میں نیند خوشامد کے باوجود نہیں آرہی تھی چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور سونے کی کوشش شروع کر دی اور چند ساعت کے بعد میں نیم غنودہ ہوگیا۔

لیکن یہ غنودگی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی کیونکہ اچانک میں نے ایک ہلکی سی آہٹ محسوس کی'

میں نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا۔

میں محسوس کرنے لگا کہ آہٹ دروازے پر ہے لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ آہٹ دروازے کی طرف نہیں بلکہ کمرے کے ہی کسی دوسرے حصے کی طرف ہے۔ یہ کیا اسرار ہے۔ میں نے سوچا اور خاموش اپنے بستر پر لیٹا رہا۔

بہر صورت میں ہر حادثے کے لیے تیار تھا۔ جس قدر غنودگی ذہن پر چھائی تھی' سب چھٹ گئی تھی اور اب میں ذہنی طور پر بالکل چاق و چوبند تھا۔

میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن میں اپنی جگہ بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی اتنی کم تھی کہ ہر چیز واضح طور پر نظر نہیں آسکتی تھی۔

بہت سے خیالات میرے ذہن میں چکرانے لگے۔ ہو سکتا ہے کوئی گڑبڑ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے بنی حالات کو پر سکون پا کر میرے پاس آئی ہو۔ ظاہر ہے وہ بھی میرے لئے اسی قدر پریشان تھی جس قدر کہ میں۔

لیکن یہ آہٹ دروازے پر تو نہیں تھی۔ میں نے ہلکی سی گردن گھمائی اور اپنی پشت پر دیکھا۔

ایک خوبصورت سا پردہ لٹک رہا تھا۔ اس پر پہلے بھی میری نگاہ پڑی تھی لیکن میں نے توجہ نہ دی تھی۔ ممکن ہے اس کے پیچھے بھی کوئی دروازہ ہو------ اور میرا خیال درست ہی نکلا۔

پردہ آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پردہ پوری طرح سے کھلا اور پھر کوئی اندر آگیا۔

میں نے آنکھیں اس طرح بند کر لی تھیں کہ آنے والے کو یہ احساس نہ ہو کہ میں جاگ رہا ہوں اور اتنی ہلکی روشنی میں آنے والے کو میری آنکھیں نظر آ بھی نہیں سکتی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ سیاہ لباس میں کوئی عورت ہی ہے۔

"بنی۔"

میرے ذہن نے نعرہ لگایا اور میرے ذہن کو مسرت ہی ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی آمد میرے لیے خاصی دلچسپ اور دلکش تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے پہنچ گئی اور مجھ پر جھک گئی۔

اس کے بدن سے خوشبوئیں نکل کر میری ناک سے ٹکرانے لگیں۔ گویا بنی پورے طور سے تیار ہو کر آئی تھی۔

میں نے اپنی آنکھوں میں اس قدر ہلکی سی جھری رکھی تھی کہ اس کا ہلکا سا خاکہ دیکھ سکوں۔ پوری طرح اس کے خدوخال مجھے نظر نہیں آرہے تھے اور اچانک ہی مجھے اس کی آواز سنائی دی۔

"ڈکسن' ڈکسن ڈیر۔ ڈکسن۔" اور میرے پورے بدن میں جھرجھری سی پھیل گئی۔

یہ بنی کی آواز نہیں تھی' بلکہ ایک اور دلکش آواز تھی۔ خاصی دلکش۔ بلکہ اتنی دلکش کہ بے اختیار آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے کو دل چاہنے لگا تھا' لیکن میں خاموش پڑا رہا۔ یہ تو کوئی نئی ہی صورت حال تھی------ اور اگر اس صورت حال میں کوئی خاص بات ہے تو پھر تو میرے لیے خاصی دلکشی تھی۔

"ڈکسن ڈیر۔" آواز پھر سنائی دی۔ اس بار لڑکی کے سانس میرے چہرے سے ٹکرانے لگے۔ میں نے آنکھیں بالکل بند کر لی تھیں۔

تب دو نرم ہونٹ میرے ہونٹوں سے آچپکے اور میرے پورے وجود میں آگ سلگ گئی۔ وہ میرے ہونٹوں کو بھنبھوڑنے کی حد تک چوم رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے نرم بدن کا بوجھ بھی میرے بدن پر ڈال

دیا۔

"ڈکسن! اتنی گہری نیند سو رہے ہو۔" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا اور میری نیند مزید گہری ہو گئی۔ میں نے سانس بھی آہستہ آہستہ لینا شروع کر دیے کہ اسے میرے جاگنے کا احساس نہ ہو اور وہ میرے کچھ اور نزدیک آ گئی۔

"افوہ! بڑی ہی گہری نیند آ گئی ہے۔ چلو خیر کوئی بات نہیں ہے۔" وہ آہستہ سے میرے نزدیک لیٹ گئی اور اس نے اپنا سر میرے بازو پر رکھ دیا اور اپنا دوسرا پاؤں اور ہاتھ میرے بدن پر۔ میرا تنفس تیز ہونے لگا تھا' انسان تھا' آخر کب تک خود پر جبر کر سکتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سے میرے رخسار' گردن' ناک پر بوسے دے رہی تھی۔ اس کے جذبات میں کافی گرمی پائی جا رہی تھی۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے آہستہ سے کروٹ بدلی اور وہ ایک دم سے اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر بولی۔

"ڈکسن' سو رہے ہو۔ میں بور ہو رہی ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے غنودہ سی آواز میں کہا۔

"جاگو نا۔ دیکھو میں تھیلما ہوں۔"

"تھیلما۔" میں نے ذہن ہی ذہن میں دوہرایا۔ خوبصورت نام ہے۔ اس نام کی ایک لڑکی مجھے پہلے بھی مل چکی تھی۔ بہر صورت ابھی تک میں نے اس کا چہرہ غور سے نہیں دیکھا تھا۔ تب میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"جاگ گئے؟" وہ پیار بھرے انداز میں بولی۔

"ہاں!"

"سو کیوں رہے تھے؟"

"ہوں۔ بس" مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"کیا تمہیں میرا انتظار نہیں تھا؟" وہ پیار بھرے انداز میں بولی۔

"یہ بات نہیں ہے۔" میں نے بھاری آواز میں کہا' جیسے سوتے سے جاگنے کے بعد انسان کی کیفیت ہوتی ہے۔

"پھر۔ تم سو کیوں گئے تھے؟"

"بس ایسے ہی۔"

"اوہ' اور میں جو تمہارے لیے جاگ رہی تھی؟"

"آئی ایم سوری۔" میں نے آہستہ سے کہا اور ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔

اس نے بھی شاید مجھے معاف کر دیا تھا۔ وہ بھی مجھ سے لپٹ گئی اور اس کے بعد مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ ڈکسن کے تھیلما سے کیسے تعلقات تھے۔ چنانچہ میری تو دلی مراد بر آئی تھی۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس طرح سے اس وقت میری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ بہر صورت شکر خورے کو شکر ہی ملتی ہے اور میں بھی شکر سمجھ کر اس سے لطف اندوز ہونے لگا۔ خوب تھی شکر بھی' میٹھی میٹھی' چاشنی دار۔

اور اس چاشنی سے میں پوری طرح لطف اندوز ہوا۔ دل بھر کر میں نے مزہ لیا اور رات کا خاصا وقت اسی میں گزر گیا اور وہ میرے بازو میں منہ لپیٹ کر سو گئی۔ درمیان میں اس نے کئی بار اس حیرت کا اظہار کیا تھا کہ آج میرے اندر ایک عجیب سی کیفیت ہے جسے وہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں خود بھی اس کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا اور اسے بیان کرنا شاید میرے لیے مضر ہی ہوتا۔

حالانکہ اس عجیب و غریب صورت حال میں نیند آنی چاہیے لیکن نیند بھی خوب شے ہے' میں ایک اجنبی لڑکی کے ساتھ رات کا ایک رنگین حصہ گزارنے کے بعد بڑے اطمینان سے گہری نیند سو گیا' ان حالات سے بے خبر کہ صبح کو جاگنے کے بعد ممکن ہے میری شخصیت میں تبدیلی کا احساس ہو جائے لیکن ایسا نہ ہوا۔

اس وقت شاید صبح کے آٹھ بجے تھے جب لڑکی نے میرے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں۔ وہ مجھے جگا رہی تھی۔

اور بہت دیر کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونجے اور اس کی انگلیوں کا لمس مجھے اپنے بالوں میں محسوس ہوا۔

"اٹھو گے نہیں ڈارلنگ۔ اتنی دیر' آج تو تم عجیب سے نظر آ رہے ہو' تم تو جلدی جاگ جانے کے عادی ہو۔ پلیز اٹھ جاؤ۔"

"ہوں۔" میں نے آنکھیں کھول دیں اور اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ اس کے بدن کا بوجھ میرے اوپر تھا۔

بہر صورت میں نے اسے مایوس نہیں کیا اور اس کی کمر کے گرد اپنی بانہیں ڈال دیں۔ بہت دیر تک وہ میری شکل دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"اب اٹھو گے نہیں' باتھ روم جاؤ' نہالو' ممکن ہے کوئی کام پیش آ جائے۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔

"او کے۔" میں اس کا نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا اور چند ساعت کے بعد مجھے اس کا نام یاد آ گیا۔

"او کے تھیلما۔" میں نے کہا اور اس نے بستر کے نزدیک کرسی پر پڑا ہوا گاؤن اٹھا کر مجھے دے دیا۔ میں نے گاؤن پہنا اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ دل ہی دل میں سوچ بھی رہا تھا کہ جلدی سے یہ بلا ٹل جائے۔ بہت خوبصورت بلا تھی۔ دن کی روشنی میں' میں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور دلکش تھی۔ طبیعت خوش ہو گئی۔ رات کو اس لڑکی کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات ذہن میں آ گئے اور پانی کی ٹھنڈی پھواریں میرے سلگتے ذہن پر جذب ہونے لگیں۔ بہر صورت میں ------ ضرورت سے زیادہ نہایا۔ پھر اپنے بدن اور بالوں کو تولیے سے خشک کرنے لگا۔ باتھ روم ہی میں' میں نے اپنے میک اپ کا جائزہ لے لیا تھا کہ کہیں سے میک اپ میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی لیکن آج کل کے میک اپ بھی اس قدر کمزور نہیں تھے۔

چنانچہ میں حسب معمول تھا۔ باہر نکلا تو تھیلما میرا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر ایک خوبصورت گاؤن تھا۔ وہ پاؤں پر پاؤں رکھے بیٹھی تھی جس کی وجہ سے گاؤن کا ایک حصہ اس کی ران پر سے کھسک گیا تھا۔

اس قدر دودھیا رنگ تھا کہ میں دنگ رہ گیا۔ بے پناہ کشش سمیٹے ہوئے' بے پناہ خوبصورتی تھی اس

رنگ میں۔

میری نگاہیں اس طرف پاکر وہ مسکرائی اور آہستہ سے بولی۔ "بڑے شریر ہو' اپنی شرارتیں بھی نہیں چھوڑتے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک بھاری سی ہوں' کے علاوہ کچھ نہ کہا اور پھر وہی بولی۔

"آؤ چلو ناشتہ کرلیں۔"

"تم نہیں نہاؤ گی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔ بس میں منہ ہاتھ دھولوں گی۔"

"ارے' ارے کیوں؟"

"بس میری مرضی' دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے کسلمندی سے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی تھیلما لیکن بہرصورت کیا ناشتہ ہم لوگ تنہا ہی کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" وہ تعجب سے بولی۔

"میرا مطلب ہے اور کوئی تو نہیں ہے۔"

"اور کون ہوگا؟" وہ بدستور حیرانی سے بولی۔

"اوہ۔" میں نے تھیلما کی طرف بغور دیکھا اور ایک دم خاموش ہوگیا' پھر بولا "ارے بس ویسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"آؤ پھر ناشتہ کریں۔ آؤ (Come On) کم آن۔" وہ ناز بھرے انداز میں بولی اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چل پڑی۔

میں نے گہری سانس لی۔ بہرصورت عجیب سی لڑکی تھی۔ ٹیبل پر ناشتہ رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے کرسیاں کھینچیں اور ناشتہ کرنے لگے۔

نہ جانے تھیلما' ڈکسن کی کون تھی' میں ابھی تک اس کا اندازہ نہیں کرسکا تھا۔ ہاں اتنا محسوس کرچکا تھا کہ ڈکسن سے اس کے جسمانی تعلقات بھی تھے اور شاید اس کی محبوبہ بھی۔ حالانکہ اس بارے میں مجھے تجسس بھی تھا لیکن میں نے اپنی خاموشی کو کافی حد تک برقرار رکھا اور زیادہ باتیں نہیں کیں۔

"باس بنی نے کوئی خاص کام تمہارے سپرد کیا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں یہی سوچ رہی تھی کہ شاید باس بنی نے تمہیں کوئی خاص کام سپرد کیا ہے۔ انہوں نے تمہیں کل بلایا تھا نا؟"

"ہاں!"

"کیوں؟ کیا کام تھا؟"

"بس کچھ ایسے ہی معاملات تھے۔ میرا خیال ہے بنی' مسٹر مکلینو سے فوری طور پر ملنا چاہتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔ مسٹر مکلینو تو شاید آج ہی آنے والے ہیں۔"

"ہاں شاید۔"

"تمہیں کوئی اطلاع ملی؟"

"نہیں۔ کوئی اطلاع نہیں ملی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے ڈکسن ڈارلنگ کچھ بجھے بجھے سے لگ رہے ہو؟" تھیلما نے پوچھا۔

"نہیں یہ تمہارا خیال ہے' ایسی کوئی بات نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی۔ میں محسوس کر رہی ہوں۔ تمہارے چہرے پر کچھ تھکن کے سے آثار ہیں۔" تھیلما نے کہا۔

"نہیں ڈیر۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں یونہی سوچ رہا تھا کہ باس بنی اس قدر پریشان کیوں ہے۔ یا تم نے محسوس کیا کہ باس بنی کسی قدر الجھی الجھی سی نظر آرہی ہیں' نہ جانے کیا بات ہے؟"

"نہیں۔ میں باس کے سامنے زیادہ گئی نہیں کیونکہ انھیں میری زیادہ ضرورت نہیں پڑی۔" تھیلما نے جواب دیا۔

"میں یہ ہی سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسا مسئلہ ضرور ہے جو ابھی تک میرے علم میں بھی نہیں آیا۔ نہ جانے کیا مسئلہ ہے؟"

"کیا ہو سکتا ہے؟" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا' ظاہر ہے یہ باس کے معاملات ہیں اور وہی اسے مناسب طور پر جان سکتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن بہرصورت اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟ مجھے اجازت دے رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ پھر کب ملو گی؟" میں نے پوچھا۔

"دوپہر کے کھانے پر پہنچ جاؤں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"اوکے۔ میں انتظار کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوکے۔ ڈکسن ڈارلنگ۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ پھر اس نے میرے ہونٹوں کو الوداعی بوسہ دیا اور باہر نکل گئی۔

تب میں نے گہری سانس لی تھی۔ بڑا اچھا ہوا تھا' بات گول مول ہی رہی تھی۔ بہرصورت اب میں بنی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ تھیلما کون ہے' حالانکہ رات کے واقعات بنی کو بتانا مناسب نہیں تھا ورنہ بنی محتاط ہوجاتی۔

عورت' عورت ہی ہوتی ہے' خواہ وہ افلاطون ہی کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے وہ یہ برداشت نہیں کرسکے گی کہ میں کسی بھی روپ میں کسی بھی مصلحت کے تحت کسی دوسری عورت کے ساتھ شب بسری کروں' چنانچہ صرف پوچھنے کی حد تک بات مناسب تھی اور اس مقصد کے لیے کوئی بھی گول مول بات کی جاسکتی تھی۔ ویسے یہ خفیہ دروازہ ------ میرا خیال ہے تھیلما خاص طور سے اس خفیہ دروازے سے آتی ہوگی' میں چند ساعت سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک بات اور بھی سوچی۔

تھیلما' ڈکسن سے اس قدر بے تکلف ہے ناشتہ اور کھانا وغیرہ ڈکسن کے ساتھ ہی کھاتی ہے اور اس سلسلے میں مجھے بھی ذرا محتاط رہ کر بنی سے گفتگو کرنا ہوگی۔

ٹھیک ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ عورت دنیا کی تمام باتیں برداشت کرلیتی ہے' ہر کام کر سکتی ہے لیکن اپنے مرد کو کسی دوسرت عورت کے ساتھ کسی قیمت پر نہیں دیکھ سکتی' چنانچہ یہ احتیاط ذہن میں رکھنا ہی تھی' سو میں انتظار کرتا رہا کہ بنی مجھے بلوائے اور میں پہنچوں۔

میں نے لباس تبدیل کرلیا تھا اور نی الوقت اپنی آرامگاہ ہی میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بنی میرے بغیر بے چین ہوگی اور وہ یقیناً" مجھے بلوانے کوشش کرے گی اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان سی لڑکی میرے دروازے پر آئی اور بولی۔

"باس بنی آپ کو طلب کرتی ہیں۔"

"اوہ۔ کہاں ہے وہ؟"

"اپنے روم میں۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلادی۔ تب وہ لڑکی واپس پلٹ گئی۔

اچانک میرے ذہن میں کوئی خیال آیا' میں نے اسے روکا اور وہ رک گئی۔ "یس مسٹر ڈکسن!" اس نے پوچھا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں جاؤ۔" میں نے جواب دیا اور وہ میری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

ابھی میں ایک حماقت کرنے جارہا تھا۔ لڑکی چونکہ اچھی خاصی تھی اس لیے میں اسے روک کر اس کا نام پوچھنے جارہا تھا۔ پھر اچانک ہی مجھے یاد آگیا کہ میں یہاں جس روپ میں ہوں' یہاں کی کوئی شخصیت اس روپ سے بے بہرہ نہیں ہوگی۔ چنانچہ میں فوری طور پر سنبھل گیا تھا۔ چنانچہ میں بنی کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے دروازے پر پہنچ کر آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے بنی کی تحکمانہ آواز ابھری۔

"آجاؤ۔"

میں اندر داخل ہوگیا۔ بنی کمرے میں تنہا تھی۔ صوفے پر بیٹھی وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں تفکر کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔

"یس باس۔" میں نے آہستہ سے گردن خم کرکے کہا۔

"دروازہ بند کرو۔" بنی نے جواب دیا اور میں گردن خم کرکے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے دروازہ بند کیا اور دروازہ بند کرنے کے بعد جب پلٹا تو بنی غیر محسوس انداز میں میرے نزدیک کھڑی تھی۔

اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اپنا چہرہ اوپر اٹھادیا۔ میں نے جھک کر اس کے لبوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ ایک طویل بوسے سے فارغ ہونے کے بعد بنی نے میرے سینے پر اپنا سر رکھ دیا اور بولی۔

"اب تمہارے بغیر ایک رات بھی شاق گزرتی ہے۔"

"ہاں بنی۔ میں بھی آدھی رات تک کروٹیں بدلتا رہا۔"

"خیر کوئی ہرج نہیں ہے۔ میرا خیال ہے بہت زیادہ وقت نہیں جب ہم ان تمام جھمیلوں سے فارغ ہوچکے ہوں گے اور اس کے بعد۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد نواز ایسی کوئی بات نہ ہوگی جو ہم دونوں کو ایک

دوسرے سے دور رکھ سکے۔"

"ہاں بنی۔ میری بھی یہی خواہش ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب ان تمام جھگڑوں سے نکل کر کسی پرسکون جگہ پہنچ جاؤں۔"

"نواز۔" بنی مجھ سے لپٹ گئی اور مجھے چومتے ہوئے بولی۔ "تم سے ایک بات پوچھوں۔ نواز؟"

"ہاں بنی' ضرور"

"جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے نواز' تو تم کیسی زندگی پسند کروگے؟"

"صرف وہ زندگی جس میں مجھے بنی کا قرب حاصل ہو۔" میں نے جواب دیا اور بنی میرے اس جواب سے سرشار ہوگئی۔

"سچ نواز۔" میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ زندگی میں نہ جانے کیسے کیسے وقت گزارے ہیں' نہ جانے کس ماحول میں سانس لی ہے لیکن اب جب سے تم ملے ہو' دل چاہتا ہے کہ سکون ہو' تنہائی ہو' ایسی تنہائی جس میں صرف تم میرے نزدیک ہو' یا پھر کوئی پرفضا مقام ہو۔ میرا خیال ہے ہم کسی ایسے جزیرے میں چلیں گے جہاں صرف پرسکون اور پرامن لوگ رہتے ہوں گے' ان کے درمیان ہم لوگ ایک اچھے شہری کی زندگی بسر کریں گے۔"

"کیوں نہیں بنی۔ ہم اپنی تمام خواہشات کو پورا کریں گے۔" میں نے بنی کے شانے کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے کہا' حالانکہ میں نے مکاری سے کام لیا تھا۔

"ہاں نواز۔ میں ایک پرسکون ماحول دیکھنا چاہتی ہوں' بہت ہی خوبصورت ماحول۔ میں بھول جانا چاہتی ہوں کہ کبھی جرائم کی زندگی سے بھی ہمارا کوئی تعلق رہا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ایک ایسی زندگی گزارنا چاہتی ہوں جس میں نیکی ہو۔ نواز ہم نیکی اپنالیں گے۔ ہم ایک ایسا گھر تعمیر کریں گے جس میں ہم جنت بنا سکیں۔"

"ہاں بنی۔" میں نے مکاری سے جواب دیا۔ حالانکہ میرا دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ میڈم بنی' پہلی فرصت ملتے ہی آپ سے علیحدگی اختیار کروں گا کیونکہ میری زندگی اب ہر تاثر سے عاری ہے۔

بنی چند ساعت جذباتی انداز میں بولتی رہی۔ پھر اس نے کچھ سنبھالا لیا اور مجھ سے خمار آلود لہجے میں بولی۔

"نواز۔ صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تو رات کو تم بھی پریشان رہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی خاصی رات تک نہ سو پائی تھی۔"

"خیریت؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔ بس دل چاہ رہا تھا کہ سارے وسوسے اور اندیشے نظرانداز کرکے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔"

"نہیں بنی۔ بہرصورت ہمیں زندگی کے بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔ تھوڑی سی احتیاط اچھی

ہی ہوتی ہے۔"

"میں خود بھی یہی سوچتی ہوں، ورنہ شاید میں برداشت نہ کرپاتی۔" بنی نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں تم نے اس وقت کیا مجھے کسی خاص کام سے بلایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے ایک ایجنٹ کا فون ملا ہے۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"مکلینو سویڈن سے روانہ ہوگیا ہے اور اب وہ تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔" بنی نے جواب دیا۔

"اچھی خبر ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں اچھی ہی ہے۔" بنی بھی مسکرائی۔

"کیا خود کو تم تیار پاتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ بنی تمہارے سامنے اس قدر کمزور ہوگئی ہے، ورنہ عام حالات میں وہ اس قدر کمزور نہیں ہے۔"

انسان بھی عجیب شے ہے۔ بعض اوقات وہ نہ جانے خود کو کیا محسوس کرتا ہے۔ کوئی شخصیت اسے اس قدر متاثر کر بیٹھتی ہے کہ اس کے لیے وہ اپنا وجود تک فنا کردیتا ہے، اپنی ذات کو گم کردیتا ہے اور نواز میں تو خود کو تمہارے سامنے بھول بیٹھی ہوں۔"

"ہاں بنی! لیکن تم تنہا اپنے بارے میں یہ بات نہیں کہہ سکتیں، نواز بھی تمہارے لیے اتنا ہی پاگل ہوچکا ہے۔"

"مجھے یقین ہے نواز۔" بنی نے جواب دیا۔

اس وقت میں انتہائی صفائی سے جھوٹ بول رہا تھا، مجھے ذرا بھی اس چیز کا احساس نہیں تھا کہ میں ایک لڑکی کو بے وقوف بنا رہا ہوں اور لڑکی ---- لڑکی بھی وہ جس نے نہ جانے کتنے خون اپنے ہاتھوں سے کیے تھے۔

بہرصورت اسے کسی طور چکر میں لانا اتنا زیادہ ضمیر کا بوجھ نہیں تھا، جس قدر کہ میں محسوس کررہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔

"اور کوئی الجھن تو پیش نہیں آئی؟" بنی نے پوچھا۔

"نہیں بنی کوئی خاص نہیں۔ چھوٹی چھوٹی الجھنوں کی تو میں خود بھی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ ابھی چند ساعت قبل ایک لڑکی میرے پاس آئی تھی، اس نے بڑی بے تکلفی سے میرا نام لیا اور پھر ناشتے کے لیے پوچھنے لگی۔"

"لڑکی۔ کون لڑکی۔ کون تھی وہ؟" بنی حیرت کے شدید جھٹکوں کی زد سے نکل کر بولی۔

"اوہو شاید اس نے اپنا نام نہیلما بتایا تھا۔"

"اوہ نہیلما۔ ہاں۔ اس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ ڈکسن کی محبوبہ ہے۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوہو۔ محبوبہ۔" میں نے عجیب سے انداز میں کہا اور بنی ہنسنے لگی۔

"ہاں محبوبہ ---- لیکن تم اس سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرنا، سمجھے؟" بنی تیکھے انداز میں بولی۔

"ہاں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کا لیکن یہ بتاکر تم نے بڑا اچھا کیا چونکہ میں تو اس لڑکی کے بارے میں ذرا الجھن ہی میں پڑ گیا تھا کہ نہ جانے کون ہے اور اتنی بے تکلفی سے اس نے مجھے ناشتے کا آفر کیا اور پھر ناشتہ میرے ساتھ ہی کیا۔"

"خیر اس حد تک کوئی ہرج نہیں ہے لیکن نواز تم جانتے ہو تمہیں اپنا کردار کس طرح انجام دینا ہے اور یوں بھی ہم زیادہ عرصے تک یہاں نہیں رہیں گے۔ بہرصورت اس لڑکی کو جس حد تک ہوسکے خود سے دور ہی رکھنا کیونکہ میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"مثلاً"؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہی ڈکسن سے اس کی ضرورت سے زیادہ دلچسپیاں ہیں اور اس سے زیادہ مجھے معلومات نہیں ہیں کیونکہ مجھے ڈکسن سے اس وقت یا اب کبھی بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی۔ ہاں ڈکسن کے روپ میں نواز میرے لیے باعث کشش ہے۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"بہرصورت ٹھیک ہے بنی، میں اسے زیادہ لفٹ نہیں دوں گا، لیکن اس کے باوجود یہاں کے چند لوگوں سے میری شناسائی ضروری ہے۔ یہاں کی وہ ملازمہ جسے تم نے مجھے بلانے کے لیے بھیجا تھا۔"

"اوہ اس کا نام گوان ہے۔"

"گوان؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔ "گوان۔ ٹھیک ہے۔ یعنی میں اس سے بھی اس کا نام پوچھنے جارہا تھا۔"

"اوہو، ایسی غلطی نہ کرنا ڈکسن، ذرا سا ہوشیار رہنا نہایت ضروری ہے، ویسے تم مکلینو کو باس ہی کہتے ہو اور اس کے سامنے بہت زیادہ مودب رہتے ہو۔ اس چیز کو ذہن میں رکھنا۔" بنی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوکے بنی ---- اور کوئی خاص بات؟"

"بس اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ زیادہ تر معاملات میں ہی سنبھالوں گی اور اس وقت تم موجود رہنا جب میں مکلینو سے طویل ملاقات کروں گی۔ دراصل ڈکسن کی پوزیشن اس قدر مضبوط ہے کہ وہ ہمارے پرائیویٹ معاملات میں بھی دخل دے سکتا ہے اور یہ سب کچھ میں نے اچانک ہی سوچا تھا اور جس قدر میں نے اچھا سوچا اس پر میں بہت ہی خوش ہوں۔" بنی نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے بنی باس؟" میں نے مودبانہ انداز میں پوچھا اور بنی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بس کچھ نہیں۔ افسوس کہ میں تمہارے ساتھ زیادہ دیر بیٹھ بھی نہیں سکتی۔ بہرصورت میں ڈکسن کو یا کسی دوسرے شخص کو اتنی لفٹ نہیں دیتی تھی کہ دوسرے لوگ یہ محسوس کریں کہ وہ تنہائی میں میرے ساتھ اتنی دیر بیٹھ بھی سکتے ہیں اور یہ بات ذرا اجنبی ہوگی۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"اپنے کمرے میں جاؤ' کوئی رسالہ پڑھو' میرا خیال ہے جب مکلینو آجائے گا تو میں تمہیں اطلاع دے دوں گی ---- تم مکلینو کے کمرے میں پہنچ جانا۔"

"اوکے باس۔" میں نے کھڑے ہو کر کہا اور بنی پھر ہنس پڑی۔ پھر وہ دروازے کی جانب بڑھی اور اس نے دروازے کا لاک کھول دیا۔ لاک کھولنے کے بعد اس نے دروازے کے پٹ کھولے نہیں تھے انہیں بند ہی رکھا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے اپنے ہونٹ آگے بڑھا کر میرے ہونٹوں کو چوم لیا اور میں دروازے سے باہر نکل آیا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے گہری سانس لی اور دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ ذہن میں شرارتیں جنم لے رہی تھیں' تب میں نے گھنٹی بجائی اور چند ساعت کے بعد ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔

"گوان کو بھیج دو۔" میں نے کہا اور وہ شخص باہر نکل گیا۔ گول مول سی لڑکی چند ساعت کے بعد میرے قریب پہنچ گئی۔

"سنو گوان' کیا تم مجھے کافی پلا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں مسٹر ڈکسن؟"

"تو پھر پلیز ذرا جلدی سے بنا کر لے آؤ لیکن ایک کپ نہیں دو کپ۔"

"جی بہت اچھا۔" گوان نے آہستہ سے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھا مسکراتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد گوان ہاتھوں میں کافی کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی لیکن اس کی ٹرے میں دو کپ کافی تھی۔ وہ خود کسی حد تک متحیر نظر آ رہی تھی۔ اس نے ٹرے ایک میز پر رکھ دی اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"میرا خیال ہے تم میرے سامنے ہی بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"جی۔ میں نہیں سمجھی مسٹر ڈکسن؟"

"بیٹھ جاؤ گوان۔"

"لیکن ----"

"کیا تم مصروف ہو؟"

"جی نہیں جناب۔"

"باس بنی کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں مصروف ہے' نہ جانے کیا کر رہی ہے مجھے نہیں معلوم۔" گوان نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ تم بھی دروازہ بند کر دو۔" گوان چند ساعت کے لیے ٹھٹکی' اس نے کچھ سوچا لیکن پھر پلٹ کر اس نے دروازہ بند کر دیا ---- لیکن وہ اب بھی مجھے متحیر نظر آ رہی تھی۔

"بیٹھو گوان' کیا تم میرے ساتھ ایک کپ کافی نہیں پی سکتی۔"

"آپ کے ساتھ؟" گوان نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں' ہاں کیوں ڈرتی ہو مجھ سے؟"

"نہیں جناب' لیکن میں۔ میں تو ملازمہ ہوں جناب۔"

"اوہو۔ ان باتوں کو بھول جاؤ گوان۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ کسی بھی شخص

قریب کرلوں کہ وہ مجھے اپنے آپ سے کسی بھی حد تک دور نہ سمجھے۔" میں نے کہا اور گوان مودب ہو کر بیٹھ گئی۔

وہ سہمی سہمی اور جھجکی نظر آ رہی تھی۔ تب میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی لگا کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور بولا۔

"تم ڈر رہی ہو؟"

"آپ سے؟"

"ہاں۔"

"نہیں جناب۔ میں صرف اپنی حیثیت سے ڈر رہی ہوں۔"

"اوہ۔ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی جو حیثیت ہوتی ہے تم اسے اچھی طرح جانتی ہو گوان۔"

"بہت بہت شکریہ جناب' لیکن میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ آپ کی اس قدر توجہ حاصل کر سکوں۔"

"گوان! کیا تم مجھے سرزنش کرنا چاہتی ہو ---- کہ میں تم سے وہ گفتگو نہ کروں جو کر رہا ہوں۔"

"نہیں جناب۔ قطعی نہیں لیکن میں اپنی خوش بختی پر کتنا ناز کروں' ایسا نہ ہو کہ میں پاگل ہو جاؤں۔"

"نہیں گوان' ایسی کوئی بات نہیں ہے' تم پریشان نہ ہو۔" میں اس کے پاس سے ہٹ آیا۔ پھر میں نے اس کی شکل دیکھی۔

گوان خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کافی پیو۔" میں نے اس سے کہا اور اس نے کافی کا کپ اٹھا لیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا بات کروں' بس بلاوجہ ہی دل چاہا تھا کہ اس لڑکی سے تھوڑی سی گفتگو کی جائے لیکن اب میں سوچ رہا تھا کہ شاید میں نے حماقت ہی کی ہے' مجھے کوئی بھی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہیے جو میرے لیے مہلک ثابت ہو' چنانچہ جوں ہی اس نے کافی کا کپ ختم کیا' میں نے اس سے خشک لہجے میں کہا۔

"شکریہ گوان' اب تم جا سکتی ہو۔"

گوان کی آنکھوں میں پھر تحیر نظر آیا۔ لیکن اس نے سپاٹ نگاہوں کے ساتھ ٹرے اٹھائی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

اور میں تھکا تھکا سا صوفے کی پشت سے ٹک گیا تھا۔ پھر نہ جانے کب تک میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ شدید بوریت ہو رہی تھی اور میرے لیے مشکل یہ تھی کہ جب بھی تنہائی ملتی میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات چکرانے لگتے تھے۔ سردارے ابھی ادھر ہی تھا۔ نہ جانے اب تک ان لوگوں سے مدافعت کر رہا تھا یا پھر ہتھیار ڈال چکا تھا۔ اگر ان لوگوں نے سردارے کو کوئی نقصان پہنچایا تو میرا ردعمل کیا ہو گا۔ میں نے سوچا اور میرے بدن میں پھریریاں سی دوڑ گئیں۔

سردارے کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ ہمیشہ ہنسنے والا انسان' جو دوسروں کو بھی خوش رکھتا

ہے۔ اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو ------ بہر صورت مجھے دلی رنج ہو گا کیونکہ اس دنیا میں میرا واحد دوست وہ ہی تھا جس کے لیے میں غم زدہ ہو سکتا تھا۔

تقریباً" پونے بارہ بجے تھے جب گوان نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"کیا بات ہے گوان؟" میں نے خالی الذہن ہو کر پوچھا۔

"مسٹر ڈکسن! باس بنی آپ کو طلب کر رہی ہیں۔"

"اوہو اچھا سنو۔" میں نے اس سے کہا اور وہ رک گئی۔ "کیا مسٹر مکلینو واپس آچکے ہیں؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"بنی کہاں ہے؟"

"ابھی اپنے کمرے ہی میں ہے شاید کہیں جا رہی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا اور بنی کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ جب میں بنی کے کمرے کے قریب پہنچا تو بنی اپنے کمرے سے نکل رہی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

"مکلینو واپس آچکا ہے۔ میں نے اسے اطلاع دی تو اس نے مجھے بلوایا ہے اور میں وہیں جا رہی ہوں۔"

"مکلینو کو آئے ہوئے دیر کتنی ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً" آدھ گھنٹہ۔ اسے میرے آنے کی اطلاع اب ملی ہے۔"

"اوہو۔ تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس اسے میرے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے مجھ سے ٹیلی فون پر بات کی اور کہا کہ میں فوراً" ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں۔"

"تو پھر اب تم جا رہی ہو۔؟"

"ہاں ----- اور چند ساعت کے بعد تم بھی وہیں آجانا۔"

"میں؟" میں نے عجیب سی نگاہوں سے بنی کو دیکھا۔

"ہاں۔ کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا میرا اس طرح سے مداخلت کرنا درست ہو گا؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں نواز کہ ڈکسن کی حیثیت سے تم بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو چنانچہ تمہاری موجودگی میں مکلینو کوئی خاص اعتراض نہیں کرے گا اور میں اسے خود کہہ دوں گی کہ میں نے ڈکسن کو بلایا ہے۔"

"ٹھیک ہے بنی' اگر تم مناسب سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور بنی نے شانے ہلا دیئے' پھر وہ آگے بڑھ گئی۔

میں اپنی جگہ کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر بنی جس کمرے میں داخل ہوئی' میں نے اسے نگاہ میں رکھ لیا اور چند ساعت خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔

میں ایک بار پھر مکلینو کے پاس جا رہا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد میرا اس سے سامنا ہونا تھا۔

اس خطرناک شخص کے سامنے جو بہر صورت ایک حیثیت تو رکھتا تھا۔

بنی کی بات دوسری تھی۔ وہ بہر صورت عورت تھی' اس کے علاوہ میرے چکر میں بھی تھی لیکن مکلینو کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا خاص مشکل کام تھا اور اس سلسلے میں سخت احتیاط کی ضرورت تھی لیکن بزدل تو میں بھی نہیں تھا۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور چند ساعت کے بعد ہی مکلینو کے دروازے پر پہنچ گیا' تاکہ ان لوگوں کی گفتگو کا باقاعدہ آغاز ہونے سے پہلے ان کی گفتگو سن سکوں۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور اندر سے مکلینو کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"ڈکسن ہو گا پپا میں نے اسے بلایا تھا۔" بنی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"اوہ ڈکسن' کم آن۔" مکلینو نے بھاری آواز میں کہا اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

مکلینو نے گردن نہیں اٹھائی تھی۔ وہ پرخیال انداز میں کچھ سوچ رہا تھا اور بنی اس کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بھاری آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ ڈکسن' تمہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے؟"

"نہیں جناب۔" میں نے جواب دیا اور مکلینو نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے میں سناٹے میں آگیا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید اسے کوئی شبہ ہوا ہو لیکن بہرصورت مکلینو نے مجھے دیکھنے کے بعد پھر نگاہیں جھکا لیں اور پرخیال انداز میں بولا۔

"کیا بات ہے بنی' تمہاری اچانک آمد کی اطلاع میرے لیے تعجب خیز ہے؟"

"پپا' ہوریشو کے بارے میں آپ کو کیا معلوم ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"کچھ باتیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں بنی' انکے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور میں یہاں اسی مقصد کے تحت آیا تھا کہ یہاں سے ہوریشو کی طرف جاؤں۔"

"ہاں پپا۔ بہت ہی اہم باتیں ہیں' اتنی اہم کہ آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے حالانکہ میرا خیال تھا کہ آپ کو معلوم ہو گا لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ ہوریشو نے یہاں بھی ڈبل چال چلی ہے۔" بنی نے کہا۔

"ہوریشو نے؟" مکلینو نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں پپا۔ اس غدار شخص نے۔"

"اوہ بنی۔ تم اس کے بارے میں الفاظ کے استعمال میں تھوڑی سی احتیاط برتو تو بہتر ہے۔" مکلینو نے کہا۔

"ہاں پپا۔ پہلے میں آپ کو تفصیل سنا لوں اس کے بعد اگر آپ احتیاط برتنے کو کہیں گے تو میں آپ کے حکم سے انحراف نہیں کروں گی۔"

"کیا بات ہے؟" مکلینو نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"پپا' آپ نے میرے سپرد کوئی کام کیا تھا' کیا آپ کو یاد ہے؟"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"براہ کرم ذرا مجھے بتائیے؟"

"تم نے ان دونوں مشرقی لوگوں سے اپنی دولت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور غالباً" اسی پر عمل کرنے کے لیے مجھ سے اجازت لی تھی۔"

"ہاں پپا۔ میں نے آپ کی اجازت سے یہ کام شروع کیا تھا نا؟"

"ہاں۔ پھر؟" مکلینو نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

" پپا' کیا آپ کی اجازت کے بعد ہوریشو کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ وہ میرے کسی معاملے میں دخل دیتا؟"

" مثلاً"۔ کسی معاملے سے تمہاری کیا مراد ہے بیٹی؟"

"کسی کیس کے سلسلے میں پپا۔ کیا میں اپنے طور پر کوئی کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی؟"

"کیوں نہیں؟"

"کیا میں اس قدر بے وقوف ہوں کہ کوئی کھیل بگاڑ سکتی ہوں۔ یا پھر اگر کوئی کھیل بگڑ بھی رہا ہو تو کیا میں اتنی حیثیت نہیں رکھتی کہ اس کے بعد بھی اپنی مرضی سے عمل کر سکوں۔ کیا پپا کو اس دوست سے اتنی دلچسپی تھی کہ اگر میں کسی معاملے میں قائم رہوں تو میری اپنی حیثیت بالکل ختم کر دی جائے؟"

"نہیں۔" مکلینو نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

"پھر پپا ہوریشو نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"کیسا سلوک بیٹی؟ براہ کرم مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ' میں پہیلیاں بوجھنا نہیں چاہتا۔" مکلینو نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

" پپا' میں ان دونوں کو شیشے میں اتارنے کے لیے ان دونوں کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کر چکی تھی۔ میں انہیں جزیرے پر لے گئی اور انہیں کچھ اس قسم کا چکر دیا کہ وہ اپنے طور پر مجھے سب کچھ بتانے پر تیار ہو جائیں۔ میں ان کی ہمدرد بن گئی تھی پپا۔۔۔۔۔۔ اور بہر صورت اگر میں نے یہ کام کسی خاص مقصد کے تحت کیا تو میں اس کے لیے خود مختار تھی۔ ہوریشو اپنے طور پر ان لوگوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن میں اس کی مخالف تھی۔ میں چاہتی تھی کہ پہلے ہمیں ہماری دولت مل جائے اس کے بعد ہم ان کی بوٹیاں اڑا دیں گے۔ اس سلسلے میں' میں نے اسے کسی قدر شیشے میں بھی اتار لیا تھا اور اس نے مجھے ایڈریس بھی دیا اور کہا کہ اس نے اپنی دولت کس طرح سے کس بینک کے ذریعے باہر بھجوائی ہے۔ اس نے ایک حصے کا پتہ مجھے بتا دیا تھا اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ باقی معلومات حاصل کرنے کے بعد انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گی۔"

لیکن ہوریشو نے میرا تعاقب کیا اور پھر عین اس وقت اس نے مداخلت کی جب میں بہت سی معلومات حاصل کر چکی تھی۔ میں نے پھر بھی اس سے تعاون کیا پپا' میں نے اس سے کہا کہ وہ دولت کے بارے میں میری کہی ہوئی باتوں سے معلومات حاصل کرے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا پپا اور جب میں نے ان سے خاصی معلومات حاصل کر لیں تو میں انہیں لے کر ڈنمارک کی طرف چل پڑی۔

لیکن اس پائلٹ کو ہوریشو نے حکم دیا تھا کہ وہ ہمیں کسی دوسرے جزیرے پر اتار دے۔ پوائنٹ فور پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کی خرابی کا بہانہ کیا اور یہاں نیچے ہوریشو اور اس کے ساتھیوں نے ہمارا استقبال کیا اور ہمارے اوپر گنیں تان لیں۔

ہوریشو نے یہاں تک قدم اٹھایا کہ اس نے ہم سب کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہیں جزیرے پر دو گروپ بن گئے جن میں ایک مکلینو کا وفادار تھا اور دوسرا ہوریشو کا۔ ہمارے وفاداروں نے ہماری طرف سے ہتھیار اٹھائے' تب ہوریشو کسی حد تک مجبور ہو گیا اور ہم نے پہاڑوں میں پناہ لی لیکن وہاں ہوریشو نے جاننے کے باوجود کہ میں بھی انہی پہاڑوں میں روپوش ہوں' اس نے ہیلی کاپٹر سے بمباری کرائی اور ہمارے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے۔ اس کے بعد پپا ہم چوروں کی طرح چھپتے پھرے۔ اس نے ان دونوں کو یا گرفتار کر لیا یا مار ڈالا' اس بارے میں' میں نہیں جانتی۔ وہ جزیرے پر روپوش ہو گئے تھے۔ ہوریشو کی بمباری سے فائدہ اٹھا کر وہ بھاگ نکلے اور میں تنہا رہ گئی۔ ہوریشو کے آدمی میری تلاش میں سرگرداں رہے اور انتہائی مشکل کے ساتھ میں وہاں سے چھپ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئی ہوں۔

میں نے ہوریشو سے بارہا کہا کہ وہ مکلینو کا خیال کرے' وہ یہ سوچے کہ میں اس کی بیٹی ہوں اور مکلینو کبھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک ہو لیکن ہوریشو نے کہا کہ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے' اس وقت وہ مکلینو کی مداخلت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کیا پپا ہوریشو اس طرح غدار قرار نہیں پاتا؟

مکلینو متحیر انداز میں ساری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے بڑے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ ساری باتیں درست ہیں؟"

"ہاں پپا میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ آپ اس کی چاہیں تو تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔" بیٹی نڈر لہجے میں بولی۔

"لیکن یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے۔ ہوریشو کو کم از کم یہ خیال تو کرنا ہی چاہیے تھا کہ وہ مجھے اطلاع دے دیتا اور اس کے بعد کوئی عمل کرتا۔ ناممکن سا محسوس ہوتا ہے بیٹی' کیا وہ پاگل ہو گیا ہے۔"

" پپا بس میں آپ کو اطلاع دینے کے لیے یہاں تک آئی تھی' اب صرف دو باتیں اور ہو سکتی ہیں۔"

"کیا؟" مکلینو نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"یا تو آپ ہوریشو کو اپنے ساتھ لے کر یہاں آئیے اور اسے گولی مار دیجئے یا پھر میں خود کشی کر لوں گی۔"

"اوہ بیٹی اس قدر جذباتی نہ بنو' میں اس سلسلے میں تحقیقات کرونگا۔"

" پپا اس شخص کی بد دیانتی یہیں سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے آپ کو اطلاع نہیں دی ورنہ معاملات تو خاصے طویل ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے ہوریشو نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر اسے مجھ سے کوئی اختلاف تھا تو اسے سب سے پہلے مجھ سے رجوع کرنا چاہیے تھا' اپنے طور پر اس نے جو اقدامات کیے ہیں وہ کافی سخت ہیں۔"

" پپا آپ کیسے باپ ہیں' آپ کو یہ احساس نہیں ہے کہ اس نے میرے اوپر بمباری کرائی تھی۔ اگر میں کہیں دب کر مر جاتی تو کیا میرے مرنے کی اطاع آپ تک پہنچتی؟"

"نہیں۔" مکلینو نے جواب دیا۔

"تو پھر ---- آپ اس کے بارے میں اتنے شریفانہ انداز میں سوچ رہے ہیں۔"
"نہیں بنی، یہ بات نہیں ہے۔"
"تو پھر کیا بات ہے پپا؟"
"مجھے حیرت ہے کہ ہوریشو اس حد تک کیوں چلا گیا؟"
"میں بتاؤں پپا وہ اس حد تک کیوں چلا گیا؟"
"ہاں بتاؤ۔"
"ان دونوں نے اسے زچ کرکے رکھ دیا تھا۔ انہوں نے اس کی ساری اسکیمیں خاک میں ملا دی تھیں اور اگر ہوریشو تنہا ان سے مقابلہ کرتا تو شاید اس کے چیتھڑے بھی نہ ملتے۔" بنی نے کہا اور مکلینو گردن ہلانے لگا۔
"اوہ۔ اوہ۔" مکلینو کے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں۔ "وہ دونوں اگر غدار نہ ہوتے تو میں انہیں پتہ نہیں کیا بنا دیتا۔ بے شک یہ لوگ بڑے خطرناک تھے لیکن ہوریشو کیا وہ پاگل ہو گیا ہے۔"
"ہاں پپا، پاگل سے بھی بدتر، ورنہ وہ اس انداز میں نہیں سوچتا اور اب وہ اس قابل نہیں رہا ہے کہ اس پر اعتبار کیا جاسکے۔"
"ہوں۔" مکلینو پر خیال انداز میں بولا۔ پھر اس نے کہا۔ "بہر صورت اسے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"پپا میں پھر کہتی ہوں کہ آپ کو اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔"
"تم کیا چاہتی ہو بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"پپا کیا آپ بوڑھے ہوتے چلے جا رہے ہیں؟"
"نہیں۔ مکلینو کبھی بوڑھا نہیں ہوگا۔" مکلینو کی آواز میں غراہٹ تھی۔
"تب پھر آپ یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہے ہیں؟ یا میں یہ سوچ لوں کہ آپ ہوریشو سے خائف ہیں۔"
مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی لیکن ایک دم سکڑ گئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہیں بنی۔ ہوریشو کو میں نے اس قابل کیا ہے کہ آج وہ کوئی حیثیت رکھتا ہے، میں اس سے خائف نہیں ہو سکتا۔"
"پھر آپ یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہے ہیں۔ پپا، آپ خود کوئی فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ آپ کو اس کے خلاف کیا کرنا چاہیے۔"
"میں اس سے اس سلسلے میں باز پرس کروں گا بنی۔" مکلینو نے جواب دیا اور پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔
"ڈکسن! روانگی کی تیاریاں کرو۔"
"یس باس۔"
"کچھ ضروری اقدامات کرنا ہوں گے جو میں خود کرلوں گا۔"

"اور پپا میں؟" بنی بولی۔
"تم آرام کرو۔ میں اس سلسلے میں بہت جلد تمہیں اطلاعات دوں گا۔"
"بہتر پپا! لیکن میں آپ کو یہ بتائے دیتی ہوں کہ اگر آپ نے اس سلسلے میں کوئی مناسب اقدام نہیں کیا تو میں....."
"خاموش ہو جاؤ بنی۔ فضول باتوں سے گریز کرو۔" مکلینو کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور بنی اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگی۔
پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو صرف اتنا بتائے دیتی ہوں پپا کہ میں آپ ہی کی بیٹی ہوں۔" وہ بولی اور پاؤں پٹختی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں نے مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔
"ڈکسن! ہوریشو پاگل ہو گیا ہے، اس نے یہ نہیں سوچا کہ بنی میری بیٹی ہے، میری اکلوتی بیٹی۔ میری بچی۔"
"باس میرا بھی خون کھول رہا ہے۔ جب سے میں نے یہ بات سنی ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں ڈکسن! لیکن اسکے بعد بھی ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہوریشو اس حد تک کیوں گیا۔ بنی نے تو کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے وہ دیوانہ ہو گیا ہو۔"
"باس بنی کیا حرکت کر سکتی ہیں۔ اس کے باوجود اسے اسی طرح خیال رکھنا چاہیے تھا جس طرح آپ مادام بنی کا خیال رکھتے ہیں۔"
"ہاں ہوریشو پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ کم از کم ہم سے تو بات کر ہی لیتا۔ بہرحال تم جاؤ اور گراڈو سے کہو کہ سفر کی تیاریاں کرے۔"
"او کے باس۔" میں نے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ میرے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ گراڈو کون ہے اور اسے کس طرح کی تیاریاں کرنی ہیں۔ بہر صورت بات تو نبھانی ہی تھی۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا، اور اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ اس وقت بنی کے پاس جانا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ مکلینو موجود تھا اور ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے تھی کہ مکلینو شک وشبہ کا شکار ہو جاتا۔
چند ساعت سوچتا رہا پھر میرے ذہن میں ایک نام گونجا اور میں تہیلما کی تلاش میں چل پڑا۔ تہیلما شاید ابھی واپس نہیں آئی تھی۔ میں نے ایک ملازمہ کو روک کر تہیلما کے بارے میں پوچھا۔
"کیا مس تہیلما واپس آ گئی ہیں؟"
"او ہو جناب ابھی ابھی آئی ہیں۔"
"براہ کرم ان سے کہو کہ ڈکسن نے انہیں طلب کیا ہے۔"
"ٹھیک ہے جناب۔" ملازمہ نے جواب دیا اور ایک طرف چل پڑی۔ میں مطمئن انداز میں گردن ہلاتا ہوا اپنے کمرے کی جانب آ گیا تھا۔
اور پھر مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تہیلما مسکراتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔
"ہیلو ڈکسن ڈارلنگ۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں خوف کا احساس بیدار ہوا تھا۔ اگر بینی نے یہ حرکت دیکھ لی تو کہیں بالکل ہی آؤٹ نہ ہو جائے۔

چنانچہ میں نے بڑے نرم انداز میں تہیلما کی بانہیں اپنی گردن سے نکالیں، اس کے رخسار پر بوسہ دیا اور بولا۔

"کتنی دیر ہوئی تمہیں واپس آئے ہوئے؟"

"بس ابھی ابھی تو آئی ہوں۔"

"اچھا۔ ہاں تہیلما ایک کام کرو۔"

"کیا؟"

"گراڈو سے کہو کہ فوری طور پر روانگی کی تیاری کرے باس نے حکم دیا ہے۔"

"اوہو۔ کہاں جا رہے ہیں باس؟"

"پتہ نہیں۔ یہ بات تو نہیں معلوم، بہرصورت تم گراڈو کو اطلاع پہنچا دو۔" میں نے کہا۔

"اوکے۔ میں ابھی یہ اطلاع پہنچا دیتی ہوں۔ گراڈو شاید نچلے کمرے میں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اگر وہ ضرورت محسوس کرے تو تم اسے میرے پاس لے آنا، بلکہ ایسا کرو کہ تم اسے یہاں بلا لاؤ۔"

"جیسی تمہاری مرضی ڈکسن۔" تہیلما نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پستہ قد لیکن خطرناک سی شکل والے شخص کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئی۔

میں نے اس شخص کو بغور دیکھا، اس نے بڑے ادب سے مجھے سلام کیا تھا۔ میرے قریب آکر وہ مودب ہو گیا۔

"مسٹر گراڈو، باس نے حکم دیا ہے کہ روانگی کی تیاریاں کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈکسن، لیکن کیا باس نے بتایا ہے کہ وہ کہاں جانا چاہتے ہیں؟" پستہ قامت گراڈو نے پوچھا۔

"بتایا تو نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے کوئی طویل سفر کیا جائے گا۔ ممکن ہے سوئیڈن یا اس سے بھی کہیں آگے۔"

"بہت بہتر۔ کس وقت روانہ ہونا ہے؟"

"اس بارے میں مکلینو نے کچھ نہیں کہا ہے۔ بہرصورت اپنے طور پر تم ساری تیاریاں مکمل کر لو تاکہ باس کے ایک اشارے پر ہم لوگ روانہ ہو جائیں۔"

"بہت بہتر مسٹر ڈکسن۔" گراڈو نے گردن جھکا کر جواب دیا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

تہیلما مسکرانے لگی تھی۔ پھر وہ میری طرف مڑ کر پر تشویش انداز میں بولی۔ "تو کیا تم بھی جاؤ گے ڈکسن؟"

"ممکن ہے تہیلما مجھے بھی جانا پڑے گا۔"

"مگر سلسلہ کیا ہے؟"

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ باس بینی نے مسٹر مکلینو سے کوئی بات کی ہے۔ بہرصورت ان

بینی کا معاملہ ہے ہمیں ان معاملوں سے کیا سروکار، ہم تو ملازمت کرتے ہیں، جہاں کے لیے بھی حکم دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم چلے گئے تو میں اداس ہو جاؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے تہیلما، زیادہ وقت کے لیے تھوڑی جانا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

تہیلما پھر جذباتی ہونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس وقت میں جذباتی نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔

"تہیلما کھانے کی تیاریاں کرو، سخت بھوک لگ رہی ہے اور اس کے بعد نہیں معلوم کہ شام کو کھانا بھی تمہارے ساتھ نصیب ہوگا یا نہیں۔"

"اوہ، اچھا۔" تہیلما نے مضمحل لہجے میں کہا اور باہر نکل گئی۔

شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے بینی نے مجھے پھر طلب کیا اور میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بینی ایک چست پتلون اور جیکٹ میں ملبوس کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر وہی تمکنت اور وقار تھا جو میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اس وقت وہ مکلینو کی بیٹی تھی اور اسے اپنی حیثیت کا پورا پورا احساس تھا اور آج بھی وہ مکلینو کی بیٹی تھی لیکن میری محبت میں اس نے یہ احساس مٹا دیا تھا کہ وہ مکلینو کی بیٹی ہے۔۔۔۔۔ لیکن فی الوقت وہ میری باس بھی تھی۔۔۔۔۔ "مسٹر ڈکسن!" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس بینی۔"

"آپ میرے ساتھ چلیں گے!"

"جو حکم باس۔" میں نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ ویسے میں اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ بینی نے یہ انداز کیوں اختیار کیا ہے۔ ممکن تھا کہ اسے اپنی گفتگو سن لیے جانے کا خدشہ ہو اس لیے وہ یہ صورت حال اختیار کیے ہوئے ہو۔

"میں نے پپا سے بات کر لی ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں گے۔"

"بہت بہتر باس۔" میں نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"ضروری تیاریاں کر لیں مسٹر ڈکسن؟" بینی نے پھر کہا۔

"یس مادام۔ لیک ہمیں کس وقت جانا ہوگا؟"

"شام سات بجے۔ اس درمیان مکلینو کچھ ضروری کارروائیاں کر رہے ہیں۔" بینی نے بتایا۔

"اوکے باس۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو۔" بینی بدستور تحکمانہ لہجے میں بولی اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔

اس وقت میں یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ بینی نے یہ انداز کیوں اختیار کیا اور اس نے خود کو تبدیل کیوں کر لیا لیکن مجھے اس بات سے خطرہ یا خدشہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ بات مجھے ناگوار گزری تھی۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ شکر ہے اس دوران تہیلما نے بھی بور نہیں کیا تھا۔ ویسے اس لڑکی سے اب مجھے خوف ہی محسوس ہونے لگا تھا کیونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اور اس میں

گڑ بڑ کا شدید اندیشہ تھا۔ وہ جس قدر مجھ سے دور رہتی بہتر تھا۔

شام کو پونے سات بجے مجھے پھر اطلاع ملی کہ مکلینو نے مجھے طلب کیا ہے۔ جو شخص مجھے بلانے آیا تھا' میں اس کے ساتھ ہی مکلینو کے کمرے میں پہنچ گیا۔

مکلینو باقاعدہ لباس پہنے تیار بیٹھا تھا' مجھے دیکھ کر اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "مسٹر ڈکسن آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"یس باس۔" میں نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" مکلینو نے کہا اور میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہوریشو کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ سخت حیرت انگیز ہے۔ میں پریشان بھی ہوں اور مجھے سخت غصہ بھی آ رہا ہے۔ آخر اسے اس قدر جرات کیسے ہوگئی کہ وہ اس قسم کے اقدامات کرے' اسے کم از کم کچھ خیال تو کرنا چاہیے تھا۔"

"ہاں باس میں پہلے بھی آپ سے یہ عرض کر چکا ہوں' مسٹر ہوریشو ممکن ہے کسی غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہوں۔"

"کیسی غلط فہمی؟" مکلینو غرایا۔

"ممکن ہے انہوں نے اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھ لیا ہو ورنہ باس بنی کے ساتھ یہ سلوک' مجھے تو سخت غصہ آیا ہے باس۔"

"ٹھیک ہے چل کر معلوم کرتے ہیں' اگر اسے اپنی حیثیت سے کوئی عناد ہو ہی گیا ہے تو مکلینو اتنی ہمت رکھتا ہے کہ اسے دوبارہ مٹی میں ملا دے۔" مکلینو نے داہنے ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ شدید مضطرب نظر آ رہا تھا۔

"باس میرے لئے کیا حکم ہے۔"

"بس تیار ہو جاؤ۔ میں نے کچھ اور انتظامات بھی کر لیے ہیں جن کے بارے میں فی الحال میں کچھ بتانا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوکے باس۔"

"اوکے۔"

"لیکن سر ہمیں کس وقت روانہ ہونا ہے؟"

"ٹھیک دس منٹ کے اندر اندر۔ گراڈو نے مجھے اپنی تیاری سے مطلع کر دیا ہے۔ وہ تیاریاں کر چکا ہے اور اب تم بھی تیار ہو جاؤ۔"

"یس باس۔"

"یہاں سے میں' تم بنی اور ساریکا جائیں گے۔"

"اوکے باس۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اجازت لے کر کھڑا ہوگیا۔

"نہیں۔ اگر تمہیں کوئی ضروری کام نہ ہو تو بیٹھ جاؤ' ساتھ ہی چلیں گے۔" مکلینو نے کہا۔

"یس باس۔" میں دوبارہ اجازت لے کر بیٹھ گیا۔

اور پھر تقریباً" چار یا پانچ منٹ کے بعد ایک ٹیلی فون کال آئی۔ شاید گراڈو نے روانگی کی تیاریاں

...مل ہونے کی اطلاع دی تھی اور مکلینو کھڑا ہوگیا۔

"چلو۔" اس نے مجھ سے کہا۔ باہر نکلا تو بنی بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ...پ ڑیول بکس تھا۔ اس نے بکس میری طرف بڑھا دیا جسے میں نے ادب سے اس کے ہاتھ سے لے لیا تب ...سب باہر نکل آئے۔

عمارت کے عقبی حصے میں ایک شاندار ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا اور اس کے نزدیک ہی گراڈو ایک اور ...ص کے ساتھ کھڑا ہوا تھا' ہمیں دیکھ کر گراڈو نے جلدی سے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول دیا۔ پچھلی سیٹ پر بنی ...ر مکلینو بیٹھ گئے اس سے آگے میں اس دراز قامت شخص کے ساتھ بیٹھ گیا جس کا نام شاید ساریکا لیا گیا ...ا اور گراڈو نے پائلٹ سیٹ سنبھال لی تھی۔

ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہوئی اور ہم فضا میں پرواز کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر ایک ...ت کا رخ اختیار کر چکا تھا۔

راستے میں قطعی طور پر خاموشی طاری رہی تھی۔ نہ ہی ساریکا نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ ہی میں ...ے۔ سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے اور کچھ سوچ رہے تھے۔ میرے ذہن میں اس وقت پھر سردارے آگھسا ...۔ نہ جانے بے چارہ اس وقت کس مصیبت میں ہوگا۔ بہرصورت میں اسے تلاش کرنے کی آخری کوشش ...ور کروں گا اور اگر وہ نہ مل سکا تو پھر صبر کر لوں گا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوگا اس ...اندازہ مکلینو یا بنی کو بعد ہی میں ہو سکے گا۔

ہم سفر کرتے رہے' خاصا طویل سفر تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ مکلینو واقعی ایک بادشاہ کی سی ...ثیت رکھتا ہے۔

سوئیڈن سے پرواز کرتے ہوئے پیچھے سے رابطہ قائم کیا گیا اور مکلینو نے بذات خود زمینی مراکز ...ے بات کی۔ اسے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ سوئیڈن سے بھی پرواز کر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ...ر ا ہیلی کاپٹر پوائنٹ فور کے جزیرے پر اتر رہا تھا۔

وہی خوفناک جزیرہ جہاں ہم بہت سے کارنامے انجام دے چکے تھے۔ اور جہاں سردارے روپوش ...۔ نہ جانے روپوش تھا یا مارا گیا تھا۔ غالباً" یہ جزیرہ پوائنٹ فور تھا۔ ممکن تھا یہ جزیرہ بھی مکلینو کی ...لکیت ہو۔ اس شخص کے بارے میں میری معلومات واقعی نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ویسے مجھے حیرت تھی ...ن تمام لوگوں پر۔

بے پناہ دولت مند تھے۔ اس کے باوجود مجرمانہ ذہنیت رکھتے تھے۔ عام طور سے میں نے بہت زیادہ ...ولت مند لوگوں کو مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہوئے ہی پایا تھا۔ نہ جانے ان کی دولت کس کام کی تھی اور نہ جانے وہ ...ڑ دولت جمع کرنے کی حرص کیوں رکھتے تھے۔ انسان کی زندگی کس قدر محدود ہے' اس محدود زندگی کے ...ے وہ کس قدر لمبے لمبے چکر چلاتا ہے' کیوں چلاتا ہے یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

لیکن سمجھ نہ آنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ میں بھی تو انہی میں سے ایک تھا' یہی انداز فکر تھا میرا ...ئی اور انہی کا سا ذریعہ معاش بھی' لیکن دولت کا حصول میری نگاہ میں اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا کہ ...نسان اپنی ضروریات پوری کرے اور خاموشی سے سو جائے۔ اگر میری وہ ضروریات ناجائز تھیں اسی حیثیت ...ے ہو' اب حاصل تھی لاکھ گنا کم ہوتیں اور پوری ہو جاتیں تو شاید میں بہت اچھا انسان ہوتا' ایک انسان جو

دوسروں کا درد بھی ذہن میں رکھتا ہے لیکن مجھے تو میری منزلیں چھین چھین کر نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک ایسی جگہ جہاں میں خود بھٹکا ہوا تھا۔ میں کوئی سمت اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ میں کسی سمت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میری زندگی کو ایک ایسا بھٹکتا ہوا صحرائی بگولہ بنا دیا گیا تھا جو چاروں طرف مارا مارا پھرتا ہے' جس کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ بس ہواؤں کے دوش پر تیرتا ہوا نہ جانے کہاں تک پہنچتا ہے اور پھر صحرائی ریت میں خاموشی سے مل جاتا ہے۔ میرا انجام بھی یہی تھا۔

مجھے اپنے آپ سے اس سے زیادہ کوئی امید نہیں تھی کہ ایک دن میں ہوا کے ساتھ ساتھ اڑا ہوا نہ جانے کہاں پہنچوں گا اور خاموشی سے وہیں کی زمین اپنا لوں گا۔

لیکن یہ لوگ ------ ان دولت مند' مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کا انداز فکر نہ جانے کیا تھا۔ یہ اتنی شدید جدوجہد میں مصروف کیوں رہتے تھے' کیا چاہتے تھے یہ لوگ ------ یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

ہیلی کاپٹر ایک مخصوص جگہ اتر گیا اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ غالباً" انہیں اندازہ تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں مکلینو ہی ہو سکتا ہے۔ آنے والے بہت سے جانے پہچانے لوگ تھے۔

ان کے چہرے میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں انہیں ناموں سے نہیں جانتا تھا لیکن بہرصورت یہ سب ہوریشو کے وفادار تھے۔

پھر میں نے ہوریشو کو بھی دیکھا' وہ بڑی تیزی سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ پھر وہ مکلینو کے نزدیک آ کر رک گیا۔

ہیلی کاپٹر سے پہلے مکلینو اترا پھر بنی۔ اس کے بعد میں' میرے بعد ساریکا اور پھر گراڈو بھی اپنی سیٹ چھوڑ کر نیچے آ گیا۔

ہوریشو نے بڑی گہری نگاہوں سے بنی کو دیکھا تھا۔ البتہ ان نگاہوں میں کسی قدر نفرت کے آثار تھے' گویا وہ کھل کر بنی سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر اس نے چہرے پر مصنوعی سے تاثرات پیدا کر کے مکلینو کے سامنے سر جھکایا۔

"باس کی خدمت میں ہوریشو آداب پیش کرتا ہے۔" وہ کسی قدر کھردرے لہجے میں بولا۔

مکلینو نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے خاموش نگاہوں سے ہوریشو کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔

ہوریشو بھی آہستہ آہستہ سر جھکائے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ مکلینو چند ساعت یونہی چلتا رہا' پھر اچانک رک گیا۔ ہم سب بھی اچانک رک گئے تھے۔

"جیفرسن کہاں ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اوہ باس وہ بندرگاہ پر ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"اسے بلاؤ۔"

"اوکے باس۔" ہوریشو نے کہا اور ایک آدمی کو جیفرسن کی تلاش میں آگے بڑھا دیا۔ مکلینو پھر چلنے لگا تھا۔ اس کا انداز بے حد پراسرار تھا اور غالباً" سب محسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہوریشو نے کہا۔

"باس کی اچانک آمد میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

مکلینو نے اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور آگے بڑھتا رہا تھا۔ ہوریشو اس بات پر خجل سا ہو گیا تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد مکلینو پھر رک گیا اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر مجھے پکارا۔

"ڈکسن!"

"یس باس۔" میں تیزی سے دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"ہم جیفرسن کا انتظار کریں گے۔"

"یس باس۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔ ہوریشو نے کینہ توز نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا پھر وہ بھی ایک طویل سانس لے کر رک گیا۔ مکلینو خاموش کھڑا تھا' بنی اس کے برابر ہی کھڑی تھی اور ہوریشو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"اس وقت تک خاموشی رہی جب تک کہ جیفرسن نہ آ گیا۔ یہ بھی ایک دراز قامت اور تندرست آدمی تھا۔ لمبی لمبی قلمیں تھیں اور چہرہ جہازیوں کا سا تھا۔ ایک چست پتلون' قمیض اور بریسٹ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا تھا اور پھر وہ مکلینو کے سامنے جھک گیا۔"

"باس کو اچانک دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ باس آیا ہوا ہے ورنہ میں فوراً" حاضر ہو جاتا۔" اس نے خوشی کے لہجے میں کہا۔

"جیفرسن! میں تمہارے ساتھ قیام کرنا چاہتا ہوں۔"

"میری خوش قسمتی' تشریف لائیے باس۔" اس نے کہا اور مکلینو اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ہوریشو بدستور پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

جیفرسن کا مکان گو بہت کشادہ نہیں تھا لیکن باقی مکانوں سے بہت اچھا تھا۔ وہ بڑے احترام کے ساتھ مکلینو کو اندر لے گیا اور اسے بیٹھنے کی پیش کش کی' ہوریشو اور باقی لوگ باہر ہی رک گئے تھے۔

جیفرسن خود مکلینو کے ساتھ اندر گیا تھا' وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ تب مکلینو نے نگاہیں اٹھائیں اور پوچھا۔

"ہوریشو کہاں ہے؟"

"باہر ہے باس' آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"اس سے کہو یہاں سے واپس نہ جائے یہاں بیٹھ کر میرا انتظار کرے۔" مکلینو نے پر رعب انداز میں کہا۔

"بہتر باس۔"

"ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔" مکلینو نے کہا اور جیفرسن اس کے سامنے ادب سے بیٹھ گیا۔ میں ایک جانب کھڑا تھا۔ اور بنی مکلینو کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"جیفرسن' یہاں اس جزیرے پر جو کچھ ہوا ہے' میں تمہاری زبانی وہ سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"باس کا حکم سر آنکھوں پر' آپ مادام بنی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں؟" جیفرسن نے

کہا۔

"ہاں جیفرسن۔ بنی نے جو باتیں مجھ تک پہنچائی ہیں' انہی کے بارے میں۔"

"سب کچھ درست ہے باس۔ مادام بنی نے آپ سے غلط بیانی سے کام تو نہ لیا ہوگا۔"

"گویا ہوریشو نے بنی کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں باس۔" جیفرسن نے جواب دیا۔

"اس نے ان لوگوں پر بمباری بھی کرائی تھی جنہوں نے بنی کا ساتھ دینے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں باس۔"

"اس وقت تمہارا کیا کردار تھا جیفرسن؟" مکلینو نے پوچھا۔

"باس میں نے مسٹر ہوریشو کا ساتھ نہیں دیا۔ میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی جس پر ہوریشو نے مجھے بلیک کارڈ دکھایا اور کہا کہ کیا میں ان کے احکامات کا پابند نہیں ہوں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے' اس میں مکلینو کی رضامندی شامل ہے۔ باس اس کے بعد میرا کیا کردار ہونا چاہیے تھا' اس بارے میں آپ جان سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ کیا تم محسوس کرتے ہو جیفرسن کہ بنی کے خلاف ہونے والے اقدامات میں مکلینو کی اجازت شامل ہوگی؟" مکلینو نے پوچھا۔

"نہیں باس۔ لیکن بلیک کارڈ کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟"

"ٹھیک ہے' گویا ہوریشو نے بغاوت کا اعلان کیا ہے؟"

"نہیں باس' اس کا کہنا یہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے' باس کے مفاد میں کیا ہے۔" جیفرسن نے جواب دیا۔

"بنی کے قتل کی کوشش میرے مفاد میں ہو سکتی ہے؟ بنی میری بیٹی اور میرے کاروبار کی وارث۔ کون بے وقوف یہ سوچ سکتا ہے کہ بنی کی موت کے بعد میں اپنے کسی مفاد سے دلچسپی رکھوں گا۔"

"یہ سوچنا ہوریشو کا کام تھا باس' مجھے بتایئے میں نے کہاں غلطی کی' میں ہوریشو کے عہدے کے سامنے بے بس ہوں۔"

"صرف عہدے کے سامنے یا اس کی قوت کے سامنے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"نہیں باس' گروہ میں داخل ہونے کے بعد ہر شخص کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ کسی کی طاقت سے متاثر نہ ہو' کسی کی قوت سے متاثر نہ ہو' چاہے اس کے مقابلے میں شکست کیوں نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ ان لوگوں کا کیا بنا جیفرسن جو یہاں روپوش تھے؟"

"باس' ہوریشو کو گو اس میں ناکامی ہوئی ہے' اس میں سے ایک شخص کو جو اپنے ہی گروہ کا آدمی تھا یعنی گرانٹ' اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک اور شخص کو گرفتار کیا ہے جس کا نام گولڈ مین ہے۔ ایک لڑکی بھی اس کے ہاتھ لگی ہے جو اپنے ہی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ باقی وہ دونوں افراد جو ایشیائی تھے اور جن سے ہوریشو کی اصل دشمنی تھی' آج تک ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگے۔ ابتدا میں انہوں نے ہوریشو کو زبردست نقصانات پہنچائے تھے۔ انہوں نے باس' گروہ کے چالیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔ ہوریشو دیوانوں کی طرح انہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اس نے اس جزیرے کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن وہ چالاک لوگ

ں کے ہاتھ نہ لگے اور ہوریشو کسی پاگل کتے کی مانند ان کی تلاش میں آج تک سرگرداں ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔" مکلینو نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "کاش کاش۔ وہ غدار نہ ہوتے' کاش وہ مکلینو کو آزماتے' کاش وہ تھوڑی سی دولت کے لیے مکلینو کا ساتھ نہ چھوڑتے' تب ایسے لوگوں کو۔ ایسے لوگوں کو مکلینو آسمان پر بٹھا دیتا۔ بہرحال جیفرسن' ہوریشو کو میرے پاس بھیج دو۔"

"یس باس۔" جیفرسن نے کہا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی۔ مکلینو نے اس کی طرف نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔ ہوریشو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور مکلینو پر خیال نگاہوں سے زمین کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نگاہیں اٹھائیں اور ہوریشو کو دیکھنے لگا۔

ہوریشو کے انداز میں اب کسی قدر بے باکی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے شانے ڈھیلے چھوڑ دیے تھے' اس کے کھڑے ہونے کے انداز میں ادب نہیں تھا۔ تب وہ آہستہ سے بولا۔

"باس' پہلے آپ ہوریشو کو بیٹھنے کی اجازت دیا کرتے تھے؟"

"غدار ہوریشو کو نہیں۔" مکلینو نے جواب دیا۔

"کیا باس نے ہوریشو کو غدار قرار دے دیا ہے؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کس بناء پر؟"

"ان حالات کی بناء پر جو میرے علم میں آئے ہیں' ان کے تحت مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہوریشو کے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔"

"باس' کیا یہ زیادتی نہیں ہے' کیا آپ نے یہ فیصلہ اپنے طور نہیں کیا؟ کیا مادام بنی کی باتیں سننے کے بعد آپ نے ان پر مکمل بھروسہ کر لیا؟ کیا ہوریشو نے ہمیشہ آپ کے اور گروہ کے مفادات کے لیے کام نہیں کیا؟ کیا کبھی یہ بات ثابت ہوئی کہ ہوریشو نے خود کو برتر سمجھا ہو؟ باس اگر یہ ساری باتیں غلط ہیں تو ہوریشو کو غدار قرار دے دیا جائے۔"

"ہوں۔ ساریکا تم باہر جاؤ۔" مکلینو نے ساتھ آنے والے شخص سے کہا اور ساریکا باہر نکل گیا۔

شاید اس نے مکلینو کے اشارے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ ہوریشو نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

"غالباً" یہ مسٹر ڈکسن ہیں؟"

"کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟" مکلینو نے کہا۔

"پہچانتا ہوں باس اور یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کسی فیصلے کے تحت میرا عہدہ کم کر دیا گیا ہے؟" ہوریشو نے کہا۔

"کیوں؟ تم نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ میرے اور باس کے درمیان زیادہ سے زیادہ مادام بنی موجود رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن ڈکسن کی کیا پوزیشن ہے؟"

"پوزیشن میں بتاتی ہوں۔" دفعتاً" بنی بول پڑی۔ "ڈکسن میرے ساتھی کی حیثیت سے ہے، اس سلسلے میں میں کسی کے احکامات برداشت نہیں کروں گی۔"

"ڈکسن کو ذہن سے نکال دو ہوریشو۔" مکلینو نے کہا اور ہوریشو نے مکارانہ انداز میں گردن جھکادی۔

"جو حکم باس۔ ہوریشو آج بھی اپنے آپ کو مکلینو کا خادم پاتا ہے۔"

"اور اس کی بیٹی کا قاتل بھی؟" مکلینو طنزیہ انداز میں بولا۔

"باس اگر مجھے اجازت دیں تو میں بھی اپنی صفائی میں کچھ کہوں؟"

"ہوں۔ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"سب سے پہلے باس میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ بنی باس نے میرے خلاف آپ سے کیا کیا کہا ہے؟"

"ہوریشو، بنی نے جو کچھ کہا ہے میں نے اس کی تصدیق جیفرسن سے کی ہے۔"

"باس! جیفرسن ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو مجھے پسند کرتے ہیں۔ وہ خود کو میرا حریف سمجھتا ہے۔ حالانکہ ذہنی، جسمانی، عملی حیثیت سے وہ مجھ سے کس قدر پیچھے ہے، یہ بات باس اچھی طرح جانتے ہیں۔ چنانچہ اس نے جو کچھ کہا ہوگا اس میں اس کی اپنی ذہنی تھکن بھی شامل ہوگی۔"

"گویا تم بنی کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں باس!"

"پھر ----؟"

"بس معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بنی باس نے میرے بارے میں کیا کیا کہا ہے؟"

"ہوریشو ---- سب سے پہلے میں تم سے یہ سوال کروں گا کہ ان دو افراد کے بارے میں میری مراد ان ایشیائی باشندوں سے ہے، تم نے کیا کیا اقدامات کیے؟"

"باس! میں نے انہیں طرح طرح سے زچ کیا اور سب سے پہلے انہیں اس بات پر مجبور کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنی برتری کے احساس کو ذہن سے نکال دیں۔"

"خوب، تو اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"میں اعتراف کرتا ہوں باس کہ مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ چٹانوں سے زیادہ مضبوط اور لومڑی سے زیادہ ہوشیار تھے۔ انہوں نے جہاں بھی موقع دیکھا ہمارے آدمیوں کو ہلاک کیا اور خود کو صاف بچ گئے وہ خطرناک ترین لوگ تھے۔"

"تب ہوریشو! اس کے بعد ----؟"

"اس کے بعد باس! ایک مرحلہ ایسا آگیا کہ میں جھلا گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ٹھنڈا انسان ہوں، میں نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس کے لیے تیار ہوگیا۔ تب مادام بنی نے مداخلت کی....." ہوریشو نے انتہائی صاف گوئی سے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ بہرصورت جیسا بھی ہے صاحب کردار انسان ہے۔

"پھر اس کے بعد ہوریشو! تم نے کیا کیا؟"

"میں کہہ چکا ہوں باس ---- مادام بنی نے اس سلسلے میں مداخلت کی۔ لیکن میں ان سے اس قدر جھلا گیا تھا ---- کہ میں نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن مادام بنی نے مداخلت کی، بلکہ حکم دیا کہ میں ان لوگوں کو ان کے حوالے کردوں ---- باس! میں انحراف تو نہیں کرسکتا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ تھا کہ مادام بنی بہرصورت عورت ہیں اور ان کے لیے یہ کام خاص مشکل ہوگا کیونکہ وہ دونوں بیحد شاطر لوگ تھے۔ میں انہیں اچھی طرح آزما چکا تھا۔

مادام بنی اس سلسلے میں جذباتی ہوگئیں۔ مجھے بھی اندازہ تھا کہ مادام بنی کسی بھی صورت خود کو دوسروں سے کمتر سمجھنے کی عادی نہیں ہیں۔ لیکن بہرصورت مجھے ان کے احکامات کی تعمیل کرنا ہی پڑی۔ لیکن مادام نے اس کے بعد مجھ سے ملنا جلنا بالکل ختم کردیا، تاہم میں اپنے فرائض کا احساس رکھتا تھا۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں مادام بنی کی بات سے برگشتہ ہوکر اپنے فرائض کو نظرانداز کردوں اور وہ کسی طور مادام کو کوئی نقصان پہنچادیں۔ چنانچہ میں نے مادام پر نگاہ رکھی اور ان لوگوں کو چیک کرتا رہا۔ باس ---- ہوریشو نے ہمیشہ گروہ کے لیے جان کی بازی لگائی ہے اور باس کو شاید ہی کبھی یہ شکایت ہوئی ہو کہ ہوریشو نے گروہ کے مفادات کے خلاف کام کیا ہے۔ رہی مکلینو کی بات، تو ہوریشو نے مکلینو کے نام پر بے شمار قتل کیے ہیں۔ ہوریشو یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا باس کہ معمولی سی رقم کے لئے مادام بنی کی شخصیت ہلکی پڑ جائے۔ میں نے مادام بنی سے بھی یہ بات کی۔ میں میک اپ میں ان کے تعاقب میں لگا رہا تھا۔ لیکن مادام بنی اس بات پر چراغ پا ہوگئیں۔ انہوں نے کہا کہ میں صرف کالا غلام ہوں، مجھے اپنی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور مادام نے مجھے جزیرے سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

لیکن باس! میں انکی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ میڈم نے ہدایت کی مگر میں نے اس پر عمل نہ کیا ---- میں نے اپنے آدمیوں کو بتایا کہ مادام بنی غیر مناسب اقدامات کررہی ہیں۔ لیکن میں گروہ کا وقار مجروح نہیں ہونے دوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کو یہاں لے آیا جائے ---- میرے آدمی میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انہیں یہاں لے آئے۔"

مکلینو، ہوریشو کا بغور جائزہ لے رہا تھا، اور اس کے ساتھ میں بھی ---- لیکن بہرحال میں بھی ہوریشو کی صاف گوئی کا معترف تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"یہاں آکر مادام بنی آپے سے باہر ہوگئیں۔ انہوں نے اس قسم کے حربے استعمال کیے کہ مجھے بھی گستاخی پر آمادہ ہونا پڑا ---- مجھے اس کا اعتراف ہے باس کہ میں نے مادام بنی کے خلاف بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن میں اتنا یقین دلادینا چاہتا ہوں کہ باس کہ بہرصورت میں گروہ کا وفادار ہوں اور میرا ہر کام گروہ کے مفادات کے لئے تھا۔"

بنی خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی اور مکلینو کے چہرے پر بھی عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"لیکن ہوریشو! کیا تم ان واقعات کی اطلاع براہ راست مجھے نہیں دے سکتے تھے؟"

"دے سکتا تھا باس! لیکن وہ اعتماد بھی میری نگاہوں میں تھا جن کے تحت میں نے یہ اقدامات کیے ---- میں جانتا تھا کہ باس میری تاویل سننے کے بعد گستاخ یا قاتل قرار نہیں دے گا۔" ہوریشو نے

کہا۔

"یہ مکار ہے پپا ---- یہ مکار ہے ---- اگر اس کی بمباری سے میں ہلاک ہو جاتی تو یہ کیا تاویل پیش کرتا؟ کالی لومڑی مکاری سے کام لے رہی ہے پپا ---- تم اسے معاف نہ کرنا۔" بنی چلائی۔

"مادام بنی ہمیشہ میرے لئے ایسے ہی الفاظ استعمال کرتی رہی ہیں باس ---- اور رہا بمباری کا تعلق تو میری کرائی گئی بمباری سے مادام ہلاک کیوں نہیں ہوئیں ---- ہوریشو اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے، پہلے اس پر اچھی طرح غور کر لیتا ہے۔"

"پپا۔ میں آپ سے پھر کہہ رہی ہوں کہ یہ شخص مکاری سے کام لے رہا ہے۔" بنی بولی۔

"بنی! پلیز خاموش ہو جاؤ۔" مکلینو نے کسی قدر بدلے ہوئے لہجے میں کہا اور بنی کے چہرے پر دھواں دھواں نظر آنے لگا۔ گویا مکلینو ہوریشو کی باتوں میں آ گیا تھا۔ میں نے بھی معنی خیز نگاہوں سے بنی کو دیکھا تھا اور ایک غیر محسوس اشارہ کر کے بنی کو خاموش رہنے کے لئے کہا تھا۔

بنی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گئی اور مکلینو کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

"ہوریشو! کیا حقیقت ہے اور کیا جھوٹ ---- اس کے بارے میں تو فیصلہ بعد میں کیا جا سکتا ہے تم یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے خلاف تم نے کیا کیا ----؟ کیا تم نے انہیں گرفتار کر لیا ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"نہیں باس!"

"کیوں؟"

"مادام بنی کی وجہ سے باس!"

"اس میں مادام کے لئے کیا دلکشی تھی؟" مکلینو نے پوچھا۔

"مادام بنی نے یہاں جو ماحول پیدا کر دیا تھا اس نے میرے لئے سخت مشکلات پیدا کر دی ہیں ---- باس! مادام بنی نے مکلینو کے نام پر کچھ لوگوں کو میرے خلاف کارروائی پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد میرے خلاف خاصے ہنگامے ہوئے اور آخر ان ہنگاموں میں وہ دونوں نکل گئے اور اس کے بعد ان لوگوں نے اس جزیرے پر ہمارے ساتھ رہ کر کافی تباہی مچائی۔ مادام بنی اگر مجھ سے رابطہ قائم کرتیں۔ تو میں وہی کرتا جس کا وہ مجھے حکم دیتیں۔ لیکن انہوں نے مجھے غلط ٹریٹ کیا اور ان لوگوں کی بھرپور معاون بن گئیں۔ مجھے بتاؤ باس! کیا میری ان سے کوئی ذاتی دشمنی تھی۔ میری دشمنی صرف گروہ کے مفاد میں تھی۔" ہوریشو نے کہا۔

"جو کچھ ہو چکا ہوریشو! اس کو دہرانا بے کار ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ موجودہ صورتحال کیا ہے؟"

"باس ---- وہ دونوں مفرور ہیں۔ باقی تمام افراد پکڑے گئے ہیں جن کا ان سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"کیا وہ جزیرے سے نکل گئے؟"

"میں نہیں کہہ سکتا باس! اس سلسلے میں تو مادام بنی ہی صحیح بات بتا سکتی ہیں۔" ہوریشو بولا۔

"بنی کا کہنا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جزیرے پر چھوڑ کر نکل گئی تھی۔" مکلینو نے کہا۔

"اوہ، مادام بنی کس طرح یہاں سے نکلیں؟"

"اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔" بنی نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"یوں بھی یہ سوال غیر متعلق ہے ہوریشو۔ ہمیں اس سلسلے میں ضد نہیں کرنی چاہیے ہاں، کیا تم نے ان لوگوں سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جنہیں تم نے گرفتار کیا ہے؟"

"آپ کی مراد گولڈ مین اور اس لڑکی میری سے ہے؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"ہاں، میرا مقصد دہی ہے۔"

"تو باس! گولڈ مین ایک غیر متعلق شخص ہے، اس شخص سے انکی ملاقات ایک مخصوص سلسلے میں ہوئی تھی اور میری کا تعلق بھی گرانٹ کی طرح گروہ ہی سے تھا ---- چنانچہ یہ ہمارے لئے بیکار ہیں۔ مادام بنی کے کہنے پر میری نوئیل، ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی تھی اور رہا گولڈ مین، تو وہ تھا ہی ایک ایسا شخص جسے مکلینو سے پرخاش تھی ---- بہرصورت ان دونوں کو گرفتار کر کے میں نے اوسلو بھیج دیا ہے۔"

"کہاں؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اوسلو باس!"

"اوسلو۔" مکلینو نے زیر لب دہرایا۔

"ہاں باس! آپ کو علم ہے کہ اوسلو ہمارا مضبوط ہیڈ کوارٹر ہے۔"

"اوسلو ----" مکلینو کے لہجے میں غراہٹ تھی۔ "اس کا مطلب ہے ہوریشو! تم اپنے طور پر بہت کچھ کرتے رہے ہو؟"

"باس! اگر میں نے کچھ غلط کیا ہے تو میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن آخری بار پھر میں یہ ہی کہوں گا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے گروہ کے مفاد میں کیا ہے اور اگر مادام بنی نے میرے خلاف آپ کو بہت ہی بھڑکا دیا ہے تو میں اس سلسلے میں اسے اپنی بدقسمتی کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ حالانکہ اپنے مفاد اور گروہ کے مفاد میں خاصا فرق ہے۔"

"ہوریشو ---- یہ بھولنے کی بات نہیں ہے کہ تم نے بنی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ بنی تمہارے ارادوں کی بھینٹ نہ چڑھ سکی۔ حالانکہ اس نے تم سے یہ بھی کہا کہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ لیکن مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے تم نے اپنے طور پر سارے فیصلے کر لئے۔ کیا اس بات کو تمہاری وفاداری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟"

"نہیں باس ---- یہ غداری نہیں تھی۔ میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں باس کہ یہ غداری نہیں تھی۔"

"پھر کیا تھا یہ؟" مکلینو غرایا۔

"باس! آپ غلط سمجھ رہے ہیں، بالکل غلط۔ آپ مادام بنی کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ میری نیت کے بارے میں بھی فیصلہ کر لیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے بے قصور پائیں گے۔" ہوریشو نے کہا۔

"ہوں۔" مکلینو نے ہنکارا بھرا اور پھر بولا۔ "اب ان دونوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ان دونوں ایشیائی باشندوں کے بارے میں؟"

"ہاں۔"
"اگر باس مجھے اجازت دیں، تو میں مادام بنی سے صرف ایک سوال کروں۔" ہوریشو نے سوال کیا۔
"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" مکلینو غرایا۔
"صرف یہ کہ اس بات کا جواب مادام بنی ہی دے سکتی ہیں کہ انہوں نے ان دونوں کو کہاں چھپایا ہے؟" ہوریشو نے سرد لہجے میں کہا اور بنی غرا کر کھڑی ہوگئی۔ وہ خونخوار نگاہوں سے ہوریشو کو دیکھ رہی تھی۔
"پیا! یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟" وہ وحشیانہ انداز میں مکلینو کا شانہ جھنجھوڑنے لگی۔
"ہوریشو! کیا تم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہو؟"
"ہاں باس!"
"کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟"
"لیکن باس! میں کم از کم دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں---- ہاں باس! اگر مجھے اجازت ہو تو جو کچھ میرے ذہن میں ہے یا دل میں ہے میں سب کچھ کہہ دوں---- باس اس کے بعد ہی فیصلہ کر سکیں گے۔" ہوریشو نے تیکھے لہجے میں کہا۔
"مثلاً؟" مکلینو کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔
"مثلاً" یہ کہ مادام بنی ان ایشیائیوں سے بلکہ ان میں سے ایک سے ذہنی طور پر متاثر ہوگئی ہیں---- اور اب یہ سب کچھ ان کے مفاد میں کر رہی ہیں......"
دفعتہً بنی ہوریشو پر جھپٹ پڑی۔ حملہ اتنا اچانک تھا۔ ہوریشو کی سیاہ کھال پھٹ گئی جس سے سرخ خون رس آیا تھا۔
ہوریشو نے بنی کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ خود ہی چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر اس نے اسی پرسکون انداز میں مکلینو سے کہا۔
"ہاں باس! میں یہ دعویٰ غلط نہیں کر رہا' میں یہ بات ثبوت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ مادام بنی اس ایشیائی باشندے سے متاثر تھیں۔"
"پیا ---- پیا! اسے خاموش کردو۔ ورنہ---- ورنہ......" بنی مکلینو کی طرف لپکی---- اس نے مکلینو کے ہولسٹر سے پستول نکالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مکلینو نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔
"نہیں بنی! مسٹر ہوریشو بذات خود ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جو الزام تم پر لگا رہے ہیں اسے ثابت بھی کریں گے---- اور ہوریشو! اگر تم بنی پر یہ الزام ثابت نہ کر سکے تو میں تمہاری گردن تمہارے شانوں پر سے اتار لوں گا۔" مکلینو نے کہا اور ہوریشو نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن جھکا دی تھی۔
"میں آپ کا یہ چیلنج منظور کرتا ہوں باس!" ہوریشو ادب سے بولا---- لیکن بنی پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ لیکن مکلینو کے اس طرح روکنے سے وہ رک گئی اور مکلینو نے ہوریشو کی طرف رخ کر کے کہا۔
"ہاں ہوریشو! تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"باس کو میرے ساتھ اوسلو تک چلنا پڑے گا۔"
"کیا مطلب---- کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"اوسلو میں گولڈ مین اور نوئیل میری قید میں ہیں۔"
"پھر----؟"
"باس۔ نوئیل اس بات کی گواہی دے گی کہ اس نے خود ان دونوں ایشیائیوں میں سے ایک سے جسمانی رابطہ قائم کیا تھا اور مادام بنی اس دوسرے شخص سے منسلک تھیں۔ کیا مادام اس سے انکار کریں گی؟" ہوریشو نے کہا۔
"کیا تم اس بات کا اقرار کرو گی بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"ہاں باس---- یقیناً----" اس کے علاوہ باس! بلینا' جو ہماری ملازمہ ہے، اور کس کی مجال ہے کہ باس مکلینو کے سامنے جھوٹ بولنے کی کوشش کرے۔"
"ٹھیک ہے۔ حالانکہ ہوریشو---- میں یہاں بھی تمہارے ٹکڑے کر سکتا ہوں اور تمہیں اس گستاخ لہجے پر وہ سزا دے سکتا ہوں کہ موت کے بعد بھی یاد رکھو۔ لیکن ٹھیک ہے میں اوسلو چلنے کے لئے تیار ہوں۔"
"جیسا کہ باس کو معلوم ہے' اوسلو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور ہم لانچ سے باآسانی اوسلو تک پہنچ جائیں گے۔ میری دلی خواہش ہے باس کہ پہلے آپ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرلیں اور اس کے بعد ہوریشو کے بارے میں فیصلہ کریں۔ جہاں تک ان ایشیائیوں کا تعلق ہے تو مادام بنی اس بارے ہیں بتائیں گی---- یا پھر اگر وہ مادام بنی سے دور ہیں تو پھر یہی سمجھنا چاہیے کہ شاید انہوں نے پوائنٹ فور کو چھوڑ دیا ہے اور کسی ایسی جگہ روپوش ہوگئے ہیں جہاں ہم ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔"
"یہ بات بھی تمہارے خلاف جاتی ہے ہوریشو---- گویا صرف دو افراد' صرف دو' مکلینو کے پورے گروہ کو' مکلینو کے نائب ہوریشو کو چکمہ دے کر صاف نکل گئے ہیں۔"
"ہوریشو اپنی اس بے بسی کا اعتراف کرتا ہے باس!"
"تب مجھے تمہارے بارے میں کچھ سوچنا پڑے گا ہوریشو۔"
"باس! اس سلسلے میں آپ مختار ہیں---- اور ہوریشو ہر وہ کام کرنے کے لئے تیار ہے جس کے بارے میں باس اسے حکم دیں۔"
"تم اوسلو چلنے کی تیاریاں کتنی دیر میں کرلو گے؟"
"جتنی دیر میں باس کا حکم ہو---- ویسے کیا باس یہ بتانا پسند کریں گے کہ باس ہیلی کاپٹر سے جانا پسند کریں گے یا لانچ سے؟"
"تم میرے ساتھ چلو گے ہوریشو؟"
"یقیناً" باس!"
"تب ہم ہیلی کاپٹر سے سفر نہیں کرسکتے۔"
"کیوں باس؟"
"ہمارے ساتھ ڈکسن اور ساریکا بھی چلیں گے اور ساتھ ہی چند دوسرے افراد بھی' جس کی وجہ

سے ہم ہیلی کاپٹر پر نہیں جاسکتے۔"

"جو حکم باس ---- ہوریشو کو اس سلسلے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"گویا اب تم اعتراض کی پوزیشن میں بھی آگئے ہو۔" مکلینو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور خاموش ہو گیا۔

ہوریشو نے شانے اچکائے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ---- مکلینو اس کے بعد خاموش ہی رہا۔ بنی بھی نارمل ہو گئی تھی ---- ویسے میں میں نے اس کے چہرے پر ہلکے سے تردد کے آثار دیکھے تھے۔ غالبا" وہ سوچ رہی تھی کہ کیا نوئیل' میرے اور اس کے خلاف بیان دینے پر آمادہ کرلی گئی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ ہوریشو جیسے سخت گیر آدمی کے لئے مشکل نہ تھا ---- نوئیل پھر بھی عورت تھی۔ بنی کچھ بھی سوچ رہی تھی یہ اس کا اپنا معاملہ تھا۔

لیکن میں اپنے بارے میں سوچ رہا تھا ---- میں سوچ رہا تھا کہ مکلینو' ہوریشو کے سامنے کسی قدر بے بس سا نظر آ رہا ہے۔ پتہ نہیں اس کے ذہن میں کوئی خاص خیال ہے یا پھر وہ بھی ہوریشو کی پراسرار قوتوں سے خائف ہے' جس طرح دوسرے ---- نجانے مکلینو کی کیا چال تھی۔ بہرصورت میں محسوس کر رہا تھا کہ مکلینو عجب تماشا بن گیا ہے۔

میری اپنی پوزیشن اب بھی اتنی بری نہیں تھی' میں اگر چاہتا تو سردارے کو چھوڑ سکتا تھا اور اس کے بعد تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہ جاتا تھا۔ میں یہاں سے فرار ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتا اور مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ سب مل کر بھی مجھے تنہا گرفتار نہیں کرسکتے تھے اور اس حالت میں جبکہ میں سوچ رہا تھا کہ خود ہوریشو کو بھی میرے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ وہ مجھے ڈکسن ہی سمجھ رہا ہے۔

مکلینو نے ہوریشو کو اجازت دی کہ وہ چند لمحات کے اندر تیاریاں مکمل کرلے اور اس کے بعد مکمل خاموشی طاری رہی۔ بنی مکلینو ہی کے پاس تھی۔ اس نے بھی شاید احتیاط رکھنا مناسب ہی سمجھا تھا کہ ڈکسن کی حیثیت سے بھی اس نے مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی' ورنہ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے بہت کچھ کہنے کے لئے بے چین تھی۔

موجودہ حالات میں مجھے فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ قطعی طور پر بے یقینی کیفیت رکھتا تھا۔

"اگر میری نوئیل ہوریشو کے چکر میں آچکی ہے اور زندگی کے خوف سے کچھ بتا چکی ہے یا بتا دیتی ہے تو پھر بنی کی پوزیشن بہت نازک ہو جاتی ہے۔"

مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ مکلینو اس بات کے کھل جانے کے بعد بنی سے کیا سلوک کرے گا۔ چونکہ بہرصورت میں ڈکسن کی حیثیت رکھتا تھا اور جب تک بنی ہی یہ بات نہ بتائے کہ میں در حقیقت کون ہوں تو مکلینو کو میری طرف سے شبہ نہیں ہو سکتا۔ ویسے ہم جو کھیل' کھیل رہے تھے وہ خاص الجھا ہوا تھا۔

ہوریشو اور مکلینو دونوں چکرائے ہوئے تھے۔ ویسے یہ بات ابھی تک میرے علم میں نہیں آئی تھی کہ خود ہوریشو کس پوزیشن میں ہے؟ سردارے اس کے ہاتھ آیا یا نہیں ---- اس بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ بظاہر یہی لگ رہا تھا کہ سردارے ابھی اس کی پہنچ سے باہر ہے۔ لیکن یہ سر

نکل کہاں گیا۔ اس کا مقصد ہے کہ سردارے نے بھی میری ہی لائنوں پر کام کرنا شروع کر دیا ---- نوئیل پکڑی گئی ---- لیکن سردارے نوئیل کے مسئلے میں جذباتی نہیں ہوا اور یہ بہرحال پر مسرت بات تھی۔ ویسے میں سردارے سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ نزاکتوں کو سمجھنے والا شخص تھا' مصلحتوں کا خیال کرتا تھا۔

بظاہر وہ جذباتی نظر آتا تھا لیکن ان معاملات میں وہ اس قدر جذباتی نہیں تھا کہ اپنی زندگی خطرے میں ڈال دیتا اور یہ اچھی ہی بات تھی۔

صورت حال کا یہ الجھا ہوا رخ کافی دیر تک میرے پیش نگاہ رہا اور اسکے بعد میں نے فیصلہ کرلیا کہ جو کچھ ہو گا' دیکھا جائے گا ---- چنانچہ میں مطمئن ہو گیا اور میں نے خود کو حالات کے رخ پر چھوڑ دیا۔

جس جگہ مجھے قیام کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ میں وہاں چلا گیا اور آرام کرنے لگا۔ ساریکا میرے ساتھ ہی تھا لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی ---- وہ بھی شاید مجھ سے بے تکلف نہیں تھا اس لئے اس نے بھی اس دوران کوئی گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی۔

تقریبا" ایک گھنٹے کے بعد ہوریشو کا پیغام ملا اور میں اور ساریکا باہر نکل آئے۔ مکلینو' بنی' ہوریشو کے علاوہ دوسرے چند افراد بھی ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار تھے۔

ہم سب ساحل پر پہنچ گئے اور پھر وہاں سے ایک بڑے اسٹیمر پر سوار ہو گئے ---- ہوریشو اسٹیمر کے پائلٹ کو ہدایات دینے لگا اور ہم سب خاموش اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ تب مکلینو جھکا اور اس نے ساریکا سے پوچھا۔

"ساریکا! تم باہر گئے تھے؟"

"ہاں باس!"

"کیا پوزیشن تھی؟"

"کوئی خاص نہیں ---- باہر کوئی نہیں تھا۔"

"ہوں۔" مکلینو نے گردن ہلائی اور خاموش ہو گیا۔

بنی عجیب سے انداز میں خاموش بیٹھی تھی اور اسٹیمر سمندر کی لہروں پر شور مچاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا ---- اس کی رفتار تیز تھی۔

عجیب سا ماحول ہو گیا تھا ---- بنی کے انداز سے پتہ چل رہا تھا' جیسے اس کے اندر طوفان اٹھ رہے ہوں۔ اس کی آنکھیں شدید خونی ہو رہی تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا جیسے بنی اندر ہی اندر دہشت زدہ بھی ہو۔ لیکن بہرصورت مضبوط عورت تھی اور خود کو سنبھالنے کی بھرپور قوت رکھتی تھی۔

مکلینو نے اس دوران بنی سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ابھی زیادہ سفر نہیں ہوا تھا کہ مکلینو نے بنی سے کہا "بنی! ہوریشو نے جو کچھ کہا ہے مجھے اس پر یقین نہیں ہے تاہم میں اسے آخری حد تک پہنچانا چاہتا ہوں ---- کیا تم اس سلسلے میں میری مدد نہیں کرو گی؟"

"آپ کو یقین نہیں ہے پپا!" بنی نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یقین کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' تم میری بیٹی ہو اور میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اس کے باوجود آپ نے اس کتے کو' اس ذلیل انسان کو اتنی کھلی آزادی دے رکھی ہے پپا

------ آپ اس کی زبان سے ایسے الفاظ سن کر خود کو قابو میں رکھ سکے ہیں' مجھے اس پر حیرت ہے۔"

"اوہ بنی!" مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہوریشو خود کو بہت زیادہ سرد مزاج اور بہت زیادہ چالاک انسان سمجھتا ہے۔ لیکن نجانے کیوں اس قسم کے لوگ ذہن سے یہ بات نکال دیتے ہیں کہ گروہ کا آرگنائزر مکلینو ہے۔ جتنی چالاک لومڑیاں اس نے جمع کی ہیں' وہ ان کا کنٹرولر ہے اور اگر وہ ان لومڑیوں کے فریب میں آ جائے تو پھر اسکی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی ------ ہوریشو کو میں اسی کے داؤ پر چت کروں اور اس سلسلے میں مجھے تم سب کی مدد کی ضرورت ہے۔ تم اپنے آپ کو قابو میں رکھو بنی! تا کہ ہوریشو کو اس قسم کی کسی بات کا موقع نہ مل سکے جس سے وہ میرے عتاب سے نکلنے کی کوشش کرے۔" مکلینو نے بنی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر پیا! وہ میری کتنی توہین کر چکا ہے۔"

"اس کی کہی ہوئی ہر بات مجھ سے گزر کر تم تک پہنچتی ہے بنی! اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

بنی اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔ پھر وہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ٹھیک ہے پیا ------ آپ کے ان الفاظ نے مجھے نارمل کر دیا ہے ورنہ میرا تو دل چاہ رہا تھا کہ خودکشی کر لوں۔" بنی نے کہا لیکن مکلینو نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ خاموشی سے سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا اور اسٹیمر اوسلو کی جانب رواں دواں تھا۔

اوسلو کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ نجانے یہ جزیرہ کتنی دور تھا لیکن میں اس سے اجنبیت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا ممکن ہے ڈکسن کو ان تمام جگہوں کے بارے میں معلومات ہوں۔

اس دوران میری کوئی خاص حیثیت نہیں رہی تھی اور نہ ہی مجھ سے کچھ پوچھا گیا تھا۔ نہ ہی ہوریشو نے مجھے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ میری خواہش تھی کہ اگر ہوریشو میری طرف سے مطمئن ہے تو کوشش کرے کہ مجھے اپنی فیور میں لے لے ------ بلاشبہ میں اس کے لئے کام کرنے کو تیار ہو جاتا۔

اور اس طرح مجھے سردارے کا پتہ معلوم کرنے میں آسانی ہوتی۔ بنی تو میری راز دار تھی ہی۔ ایسی شکل میں' میں اسے بھی سمجھا سکتا تھا کہ میں نے یہ رنگ کیوں بدلا ہے۔ لیکن یہ صورت حال اسی وقت مناسب تھی جبکہ ہوریشو میری طرف قدم بڑھانے کی کوشش کرے۔

چنانچہ ایک بار پھر میں نے خود کو حالات پر چھوڑ دیا اور سکون سے اس سفر کے اختتام کا انتظار کرنے لگا۔ مکلینو کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی ہوریشو کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ بنی کے ساتھ وہ جو سلوک کر رہا تھا اس سے بھی اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا ذہن بنی کی طرف سے خراب نہیں ہوا ہے اور شاید اس نے ہوریشو کی بات پر یقین نہیں کیا ہے۔

پھر اوسلو نظر آنے لگا اور مکلینو' ہوریشو کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اس وقت بنی کو موقع مل گیا اور وہ اسٹیمر کے ایک سنسان حصے کی طرف چل پڑی۔ اس نے مجھے بھی اشارہ کر دیا تھا اور میں بھی مودبانہ انداز میں اس کے پیچھے چل پڑا۔

ہم دونوں سمندر کی جانب دیکھنے لگے۔ تب بنی نے آہستہ سے مجھے پکارا۔ "نواز ------!"

"ڈکسن کہیں مادام!"

"اوہ' کوئی قریب نہیں ہے۔"

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"صورت حال ایکدم بگڑ گئی ہے۔"

"ہاں کسی حد تک۔"

"میں تو خوفزدہ ہو گئی ہوں نواز ------"

"اوہ' اس کی ضرورت نہیں ہے بنی! صورت حال کچھ بھی ہو' ہماری اپنی ایک الگ حیثیت ہے اور جب ہم دیکھیں گے کہ حالات بگڑ گئے ہیں تو پھر اپنے طور پر کارروائی کریں گے۔"

"گویا نواز ------" بنی نے الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا۔

"ہاں کہو ------"

"گویا تم اپنے طور پر مطمئن ہو؟"

"تم نے نواز کو غیر مطمئن دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ اور اسے حالات پر قابو پاتے ہوئے بھی دیکھا ہے' خواہ وہ مکلینو ہو یا ہوریشو ------"

"ہاں بنی۔ میں اپنی ذات میں ایک گروہ ہوں اور کسی طور خود کو بے بس نہیں پاتا۔" میں نے جواب دیا اور بنی ایک گہری سانس لے کر مسکرانے لگی۔

"ایک بات تو میں کہوں گی نواز ------ تم واقعی اپنی ذات میں بہت کچھ ہو ------ میں تو تمہیں جادوگر ہی کہوں گی نواز ------ تم لرزتے ذہنوں کو ٹھہرا سکتے ہو' تم دلوں کو ڈھارس دیتے ہو' تم اپنے دشمنوں کو بدترین شکست دیتے ہو اور ہر قیمت پر ان پر حاوی رہتے ہو ------ تم کیا ہو نواز؟"

"نواز۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوریشو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"کیا مکلینو کو دیکھ کر وہ خوفزدہ نہیں ہو گیا ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"اوہ' تمہیں یقین ہے۔"

"ہاں۔"

"تب پھر اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے۔" بنی نے متفکر انداز میں کہا۔

"کیا؟"

"نوئیل ------" شاید نوئیل زبان کھول دے۔ تم جانتے ہو نواز! ہوریشو شیطان ہے' اس نے انہیں گرفتار کرنے کے بعد ایسا سلوک کیا ہو گا کہ ------ نوئیل پاگل ہو گئی ہو گی۔"

"ممکن ہے۔"

"اگر نوئیل نے ہوریشو کی بات کی تائید کر دی تو ------ میں نہیں کہہ سکتی کہ مکلینو کا کیا رد عمل ہو ------ بہرحال میں نے ایک فیصلہ تو کر لیا ہے۔"

"کیا بنی؟"

"میں کسی کی بات تسلیم نہیں کروں گی خواہ کچھ بھی ہو۔"

"ہوں' آسان ترکیب ہے۔ تم نوئیل کے بارے میں کہہ سکتی ہو کہ ہوریشو نے نجانے اسے کس طرح اس جھوٹ پر آمادہ کرلیا ہے۔ ممکن ہے اسے زندگی کا خطرہ ہو۔"

"بالکل ٹھیک۔" بنی نے کہا۔

"گولڈ مین بھی گرفتار ہوگیا ہے۔"

"ہاں ---- اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے نواز؟"

"گولڈ مین کے بارے میں؟"

"ہاں۔"

"صرف یہ کہ وہ کسی قیمت پر زبان نہیں کھولے گا' میرا مطلب ہے ہمارے خلاف' مجھے بھروسہ ہے۔ البتہ بنی میں اپنے دوسرے ساتھی کے لئے پریشان ہوں۔"

"ویسے اندازہ تو ہو چکا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔"

"ممکن ہے ہوریشو جھوٹ بول رہا ہو۔"

"میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ اگر ہوریشو نے اسے گرفتار کرلیا ہوتا تو چھپانے کی ضرورت نہیں تھی اور پھر وہ ثبوت کے طور پر اس کا حوالہ بھی دے سکتا تھا اور ایک آدمی کی بات کرتا جس کا نام نواز ہے۔ لیکن وہ ان دونوں کے لئے سرگرداں ہے۔ جس کا مقصد ہے کہ تمہارا ساتھی ان کے ہاتھ نہیں لگا۔"

"ممکن ہے ---- ویسے اسے گرفتار کرنا آسان کام نہیں ہے بنی! وہ میرا ساتھی ہے اور میں نے زندگی میں کبھی کچے کھیل نہیں کھیلے۔" میں نے کہا اور بنی خاموش ہوگئی ---- ابھی تک کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ جزیرہ اوسلو اب بالکل قریب آگیا تھا۔

ساحل پر بہت سے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ وہ سب کے سب ہاتھ ہلا رہے تھے۔

"بنی ---- ان جزیروں سے تمہارا کیا واسطہ ہے' مجھے یہ بیحد عجیب لگتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"لگتا ہے جیسے یہاں حکومت کا کوئی عمل دخل ہی نہ ہو۔"

"میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ مکلینو نے بہت سے جزیرے خرید رکھے ہیں۔ وہ ایک بہت بڑے صنعتکار کی حیثیت سے بھی مشہور ہے اور بے شمار چیزیں مختلف ممالک کو ایکسپورٹ کرتا ہے۔ ان جزیروں پر بے شمار صنعتیں ملیں گی۔ لیکن سب ہی اسمگلنگ کے اڈے ہیں۔"

"تو اوسلو بھی اسی کا جزیرہ ہوگا؟"

"سو فیصد۔"

"کمال ہے۔ ایسے شخص کے لئے اتنی دولت کیا اہمیت رکھتی ہے۔"

"بات دولت کی نہیں' انا کی تھی۔"

"چلو ٹھیک ہے' اوسلو کا ساحل قریب آگیا ہے۔" میں نے کہا۔ اسٹیمر کی مشین بند ہو چکی تھی اور اب اسے ڈیک سے لگایا جا رہا تھا۔

ساحل پر شور مچانے والے خاموش ہوگئے تھے۔ شاید مکلینو کو اسٹیمر پر پاکر سب ششدر رہ گئے تھے۔ انہیں اس کے اس طرح آجانے کی توقع نہیں ہوگی۔

پھر اسٹیمر ساحل سے لگ گیا اور لوگ نیچے اترنے لگے۔ میں بھی مودب انداز میں بنی کے پیچھے چل رہا تھا۔ مکلینو' ہوریشو اور دوسرے تمام لوگ تختوں کی گودی پر پہنچ گئے۔ ہوریشو نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کچھ کہا تھا۔ پھر زیادہ دیر نہیں لگی' ایک بڑی بگھی آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ ہوریشو نے ادب سے مکلینو کو بگھی میں بیٹھنے کی پیشکش کی اور مکلینو بنی کے ساتھ بگھی میں بیٹھ گیا ---- خود ہوریشو اس کے ساتھ نہیں بیٹھا تھا اس لئے کسی دوسرے نے بھی جرات نہیں کی اور بگھی چل پڑی۔ ہوریشو کو میری طرف سے کوئی تشویش نہیں تھی۔ اس لئے اس نے ایک بار بھی میری طرف توجہ نہیں دی۔ اور ہم سب پیدل چل پڑے۔

ہم لوگوں کو ایک علیحدہ عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن میرے ایماء پر ساریکا نے اس بات پر اعتراض کیا اور ایک شخص سے کہنے لگا "ہم باس مکلینو کے پاس جانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں؟" اس شخص نے کہا۔

"اس لئے کہ ہم اس کے ساتھ آئے ہیں۔" ساریکا نے جواب دیا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ لاپرواہی سے بولا اور آگے بڑھنے لگا لیکن دوسرے لمحے ساریکا نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"میں مکلینو کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ سمجھے؟" اس نے خونخوار لہجے میں کہا اور اسی وقت چند لوگ بھی اس طرح متوجہ ہوگئے۔

"اس میں کیا حرج ہے جارج۔ تم اس سے اس طرح کیوں پیش آرہے ہو۔ ہمیں باس کے ساتھ آنے والوں کا احترام کرنا چاہیے۔" دوسرے چند لوگ بولے اور بات رفع دفع ہوگئی۔ ہم لوگوں کو اس عمارت میں پہنچا دیا گیا جہاں مکلینو موجود تھا۔

ہم مکلینو کے پاس پہنچ گئے۔ بنی اور مکلینو تنہا تھے۔ مکلینو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"باس۔ ہوریشو اور اس کے ساتھیوں کا رویہ بہت سخت اور غیر دوستانہ ہے۔" ساریکا نے کہا۔

"اوہ' کیا بات ہے؟" مکلینو نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"ہمیں ایک دوسری عمارت میں بھیج دیا گیا تھا۔ ہم نے کہا کہ ہم باس کے پاس رہنا چاہتے ہیں تو لاپرواہی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جیسے ہم قطعی بے حیثیت ہوں۔"

"پھر؟"

"پھر چند دوسرے لوگوں نے مداخلت کی۔ تب ہمیں آپ کے پاس پہنچایا گیا۔" ساریکا نے جواب دیا۔

"ہوں۔ ہوریشو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔" مکلینو نے کہا۔

"اس نے مادام بنی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے باس ہم اسے برداشت نہیں کر پا رہے۔"

"برداشت کرو۔" مکلینو سخت لہجے میں بولا۔

"لیکن باس......" ساریکا مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔ میں نے بالکل خاموشی اختیار کر رکھی تھی اور اس وقت یہ ضروری بھی تھی کیونکہ میں کھیل بدلنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ اپنے خیالات محفوظ رکھے جائیں۔

مکلینو ساریکا کو گھورتا رہا اور پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہوریشو کو پوری طرح روشنی میں لے آؤ تاکہ جب اس پر گرفت کی جائے تو دل کو افسوس نہ ہو۔"

"لیکن وہ گیا کہاں ہے پپا؟" بنی نے پوچھا۔

"کہیں بھی گیا ہو۔ ہمیں بے فکر رہنا چاہیے۔" مکلینو نے جواب دیا۔

اور پھر مدت گئے تک پر سکون رہا جب کہ سب لوگوں کی بری حالت تھی۔ سب شدت سے انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رات گہری ہو گئی۔ اور تب چند افراد اس بڑے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہوریشو نے درخواست کی ہے باس کہ آپ مادام بنی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈریگانو میں تشریف لے چلیں۔ مسٹر ہوریشو وہاں آپ کے سامنے کچھ پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہو گویا ہماری طلبی ہو گئی ہے۔" مکلینو خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

آنے والوں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہر صورت مکلینو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"چلو۔"

میں مکلینو کے انداز پر غور کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر مکلینو اس قدر نرم کیوں پڑ گیا ہے؟ کیا اسے اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ ہوریشو خاصی قوت پکڑ چکا ہے اور اس سے اختلاف یہاں اس کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے اور اگر یہ بات تھی تو بہر صورت خاصی مایوسی کی بات تھی۔ بہر حال یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگا۔

بہر صورت میرا مسئلہ نہیں تھا۔ میں تو ان دونوں سے نبٹ سکتا تھا لیکن نجانے کیوں مجھے مکلینو کی یہ بے بسی پسند نہیں آ رہی تھی۔ تاہم میں نے ذہن کو جھٹکا' مجھے کیا پڑی ہے' ان دونوں کے درمیان جس قدر چل جائے میرے لئے تو بہتر ہے۔ میں بہر صورت ان کے چکر میں پڑ گیا تھا اور یہاں سے نکلنا بھی چاہتا تھا۔ البتہ میری خواہش تھی کہ سردارے میرے ہاتھ لگ جائے۔ سردارے بھی مل جاتا تو میں یہاں سے فرار ہونے میں ہرگز دریغ نہ کرتا۔

ڈریگانو کے بارے میں مجھے ہرگز کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے لیکن ہمیں جزیرے کے پہاڑی علاقے کی جانب لے جایا جا رہا تھا۔ مکلینو بھی بڑے نرم انداز میں چل رہا تھا۔ اس کے انداز میں اس قسم کا کوئی احساس نہیں تھا کہ وہ ہوریشو کی اس حرکت سے ناخوش ہو۔

بڑے پر سکون انداز میں چلتا ہوا وہ پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا ایک بہت بڑے پہاڑی غار کے آگے چند افراد کھڑے تھے۔ مکلینو کو دیکھ کر وہ ادب سے ایک جانب ہو گئے۔ مکلینو نے اپنے ساتھ آنے والوں کو دیکھا اور غار میں داخل ہو گیا۔

دہانہ تو اتنا کشادہ نہیں تھا جتنا کہ غار اندر سے کشادہ تھا۔ ایک بہت بڑا ہال نظر آ رہا تھا۔ تاحد نگاہ اس کی چوڑائی پھیلی ہوئی تھی۔ خاصا بلند تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس غار کی اس تراش کو انسانوں نے نہ بنایا ہو۔ بہت خوبصورت تھا۔ سامنے ہی ایک بہت بڑا چبوترا بنا ہوا تھا جسے اسٹیج کہا جا سکتا تھا۔

غار کے اندر بہت سے سوراخ تھے جو خاصے بلند و بالا تھے اور باقاعدہ۔ دروازے کی صورت رکھتے تھے۔

مکلینو نے بغور اس ہال کا جائزہ لیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ ہوریشو نے اپنے طور پر بہت کچھ کر رکھا ہے۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور پھر بنی سے بولا۔

"بنی مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہوریشو کے ارادے اچھے نہیں ہیں۔"

"پپا میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا۔ آپ ہی اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ مجھے بتائیے پپا آپ کو کیا ہو گیا ہے' آپ اس کے احکامات کی پابندی کر رہے ہیں جب کہ آپ کی زبان کی ایک جنبش اسے زندگی سے محروم کر سکتی ہے۔ سخت افسوس ہوا ہے۔ یہ سب کیا ہے پپا؟"

"بنی۔ تھوڑا سا صبر کرو۔ جو کچھ ہے سامنے آ جائے گا۔"

"دیکھیں پپا۔" بنی نے مایوسی سے کہا اور مکلینو چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسی وقت عقب سے ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دی اور ہم لوگوں نے پلٹ کر دیکھا۔

غار کا دروازہ ایک وزنی چٹان سے بند کر دیا گیا تھا اور پھر دفعتا" وہ سوراخ روشن ہو گئے جو غار میں چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے ہر سوراخ میں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ پھر ان میں سے آدمی نکلنا شروع ہو گئے۔

لیکن ان لوگوں کو دیکھ کر خود مکلینو بھی حیران رہ گیا تھا۔ یہ سب سیاہ فام افریقی تھے۔ ان کے بدن ننگ دھڑنگ تھے۔ ان کے نچلے جسم کو کھالیں ڈھانپے ہوئے تھیں۔ ان کے باقی جسم برہنہ تھے اور ان پر افریقیوں کے مخصوص نشانات بنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر پروں کے اور دوسرے قسم کے تاج تھے لیکن ایک بات عجیب تھی۔ وہ یہ کہ یہ سب جدید ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جدید ترین رائفلیں تھیں اور وہ مکمل طور پر مسلح نظر آ رہے تھے۔ چہروں پر افریقی باشندوں ہی کی سی وحشت تھی۔ عجیب سی ہیئت کے حامل تھے یہ لوگ۔

پھر دفعتا" کہیں سے ایک بھاری آواز ابھری' یہ آواز بہت عظیم الشان گھنٹہ بجنے کی تھی۔ اور اچانک چبوترے کے پیچھے ایک دروازہ نمودار ہونے لگا۔ سل ہٹنے لگی اور جب وہ بالکل ہٹ گئی تو اس پر ایک شخص کھڑا ہوا نظر آیا۔

یہ ہوریشو تھا۔ سیاہ فام ہوریشو جو اس وقت برہنہ تھا۔ اس کے نچلے جسم پر شیر کی کھال کا ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ ماتھے پر ایک چھوٹی سی پٹی بندھی ہوئی تھی -----

وہ عجیب سے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں آگ روشن تھی۔ تب تمام سیاہ فام اس کے سامنے رکوع کی حیثیت سے جھک گئے۔ اور انہوں نے آہستہ آہستہ افریقی زبان میں کچھ کہا۔

ہوریشو نے بھی اس کے جواب میں ان سے کچھ کہا اور وہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ تب ہوریشو نے

مکلینو کی جانب دیکھا اور بولا۔

"اس وقت میں تمہیں باس نہیں کہوں گا مکلینو کیونکہ اس وقت..... ان سب کے سامنے میں تم سے برتر ہوں۔ میں اپنی اس حیثیت میں تمہارے سامنے آیا ہوں مکلینو جس میں پورا قبیلہ میری عزت کرتا ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں اس عظیم الشان قبیلے کا روحانی پیشوا ہوں۔ میں نے اس وقت' ان حالات میں اپنے ان خاص لوگوں کو اس جگہ طلب کیا ہے جو مجھے دیوتا کی حیثیت سے جانتے ہیں اور مکلینو یہ لوگ کبھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ تم میرے سامنے نہ جھکو۔" ہوریشو نے کہا۔

مکلینو کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے ہوریشو کی جانب دیکھا اور پھر وہ رکوع کے انداز میں جھک گیا۔ وہ جھکا تو دوسرے تمام لوگ بھی اسی انداز میں جھک گئے۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ لیکن بنی اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کے چہرے پر سخت وحشت کے آثار تھے۔

"پپا..... پپا۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"بنی تماشا دیکھو۔" مکلینو مسکرا کر بولا۔

"میں اس تماشے کو دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھیں پھوڑ لینا پسند کروں گی۔" وہ غرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم کچھ نہیں کرو گی بنی' صرف خاموشی سے حالات کا جائزہ لو گی۔" مکلینو نے بھاری لہجے میں کہا۔

"پپا آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں ہوا بنی بلکہ ہوریشو کو کچھ ہو گیا ہے۔" مکلینو نے مضبوط لہجے میں کہا اور میں اس کے لہجے پر غور کرنے لگا۔ اس کا لہجہ ظاہر کر رہا تھا کہ مکلینو بھی اندر سے کافی مضبوط ہے۔ بہرصورت تماشا بڑے خوبصورت مرحلے میں داخل ہو گیا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کون کیا ہے۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا مکلینو...... اور اس بات کو تمہاری اچھائیوں میں شامل کر دوں گا۔ کہ تم نے بہرصورت میرا مان رکھا۔ ان لوگوں کو میں نے اس لئے طلب کیا کہ تم اپنی بیٹی کے کہنے میں آ کر میرے بارے میں غلط انداز میں سوچنے لگے ہو۔ مکلینو نے جس انداز میں گروہ کے لئے کام کیا ہے۔ شاید اگر تم اس پر غور کرو تو تمہیں احساس ہو گا کہ میں تمہارے گروہ کے لئے ایک مضبوط ستون ثابت ہوا ہوں۔"

"بہرصورت میں اپنے احسانات گنانا نہیں چاہتا۔ ہاں میں تم سے تمہارے آئندہ پروگرام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ اقدامات جو تم کرو گے وہ کیا ہوں گے؟"

"تمہاری بات تشنہ رہ گئی ہے ہوریشو؟" مکلینو نے کہا۔

"کونسی بات؟"

"یہی کہ ان لوگوں کو کس لئے طلب کیا گیا ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں مکلینو۔ کہ مجھے تمہارے ارادوں میں بدنیتی کا احساس ہوا تھا۔" ہوریشو نے کہا۔

"یعنی۔؟" مکلینو نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"یعنی یہ کہ شاید بنی کے کہنے پر تم میرے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لیتے۔" ہوریشو نے کہا۔

"ہوریشو تم اس قبیلے کے روحانی پیشوا ہو اور میں نے تم سے صرف اس لئے تعاون کیا ہے کہ تم ہمیشہ مجھ سے تعاون کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے جھک گیا ہوں۔ لیکن کیا تم مکلینو کو بے بس سمجھتے ہو' کیا تم نے مکلینو کو اس قدر مجبور سمجھ لیا ہے کہ تم ایسی گفتگو کر رہے ہو۔"

"اس کا فیصلہ تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی ہو گا مسٹر مکلینو۔" ہوریشو نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں تو وہ گفتگو کرو' شروع کرو۔"

"میں ایک بار پھر الزام لگاتا ہوں کہ تمہاری بیٹی یعنی بنی ان ایشیائیوں سے جسمانی تعلقات قائم کر چکی ہے' یہ ان سے اس طرح متاثر ہو گئی ہے کہ ان کی حفاظت پر آمادہ تھی۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں مداخلت کی۔ اگر یہ مسئلہ یہیں تک ہوتا تو شاید میں برداشت کر لیتا۔ لیکن ان ایشیائیوں نے میری حیثیت کو چیلنج کیا تھا اور میری حیثیت کو کیا جانے والا چیلنج نہ صرف میرے لئے تکلیف دہ ہے بلکہ میرا پورا قبیلہ اس چیز کو ناپسند کرے گا کہ روحانی پیشوا کسی بھی شخص سے اس طرح مرعوب ہو گیا کہ ان پر قابو نہ پا سکا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ مخلص ہوں' اور جب تک میری قوت برقرار رہے گی تو میں ان کا ساتھ دیتا رہوں گا' اور اس سلسلے میں کسی کو حارج دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوہ۔ اچھا۔ تو بنی کے بارے میں تمہارے یہ خیالات ہیں؟"

"ہاں مکلینو' خیالات ہی نہیں بلکہ یقین بھی ہے۔"

"لیکن تم اس کا ثبوت دے رہے تھے۔؟"

"ہاں میں نے اس لڑکی نوئیل کا تذکرہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایڈنا کا بھی۔ یہ دونوں لڑکیاں تمہیں اس بارے میں بتائیں گی۔"

"کہاں ہیں وہ؟" مکلینو نے پوچھا اور ہوریشو نے ایک انگلی اٹھا دی اور غار کا ایک سوراخ روشن ہو گیا۔

غار کے ایک سوراخ سے چار آدمی دو لڑکیوں کو بازوؤں سے تقریباً گھسیٹتے ہوئے انداز میں اندر لے آئے۔ ان میں ایک نوئیل اور دوسری ایڈنا تھی۔

"نوئیل کی حالت بہت بری محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا لباس پھٹا ہوا تھا اور جسم پر خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آ رہے تھے۔"

اسے ہال کے ایک حصے میں دھکا دے دیا گیا جب کہ دوسری لڑکی اطمینان سے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ نوئیل وحشیانہ انداز میں کھڑی تھی اس نے چاروں طرف دیکھا اور مکلینو کو دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ہو گئے۔

"باس۔ باس تم بھی یہاں موجود ہو۔ اوہ مادام بنی بھی یہاں ہیں۔" دوسرے لمحے اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور اور پھر آہستہ آہستہ گردن جھکا لی۔

تب ہوریشو نے آہستہ لہجے میں اسے پکارا۔ "نوئیل' اس ایشیائی...... شخص کے ساتھ تم نے بنی کو

کس ماحول میں دیکھا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ ذلیل کتے۔ تو مادام پر الزام لگانا چاہتا ہے' میں تیری حیثیت' تیری شخصیت پر تھوکتی ہوں۔" نوئیل نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور ہوریشو ایک قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن اس کے چہرے کی مسکراہٹ بدستور قائم رہی پھر وہ بولا۔

"نوئیل تم کسی دباؤ میں نہیں ہو' جو کچھ کہنا چاہتی ہو جس انداز میں مجھ سے کہہ رہی تھیں اسی انداز میں کہو۔" ہوریشو نے انتہائی نرمی سے کہا۔

"تو بکواس کرتا ہے۔ باس اس شخص نے میرے جسم پر بے شمار زخم لگائے ہیں اور مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ میں تمہارے سامنے مادام بنی پر الزام لگاؤں۔ لیکن اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے باس۔"

"اوہ۔ ہوریشو یہ کیا کہہ رہی ہے۔" مکلینو نے تمسخرانہ انداز میں ہوریشو کی طرف دیکھا۔

"جھوٹ بول رہی ہے مکلینو جھوٹ بول رہی ہے۔ لوکوشا....." ہوریشو نے ایک طرف منہ کرکے کسی کو آواز دی اور ایک سیاہ فام آگے بڑھ آیا........

"اس لڑکی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا لوکوشا کہ وہ اس شخص کے سامنے وہ کہے گی۔ جو مجھ سے کہہ چکی ہے۔ لیکن اسے دیکھ کر یہ اپنے وعدے سے پھر گئی ہے تمہارے خیال میں اس کو صحیح راستہ کیسے دکھایا جاسکتا ہے......؟"

وحشی صفت آدمی کے دانت باہر نکل آئے' بڑی خوفناک شکل تھی وہ آہستہ آہستہ نوئیل کی طرف بڑھا۔ اور میرے بدن میں اینٹھن پیدا ہونے لگی۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی خراب صورت حال پیش آنے والی ہے۔ نوئیل بری طرح بپھری ہوئی تھی۔ اس نے اس سیاہ فام کو دیکھ کر بھی کسی خاص رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ تب وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لڑکی۔ اوبونا کیا کہہ رہا ہے؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہے جھوٹ بول رہا ہے۔" نوئیل نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ' اوبونا جھوٹ نہیں بولتا۔" وحشی نے گردن ہلائی۔ "اور تیری زبان اوبونا کی شان میں گستاخی کر رہی ہے۔"

دوسرے لمحے اس نے نوئیل کی گردن اپنے بازو میں دبوچ لی۔ پھر اس نے زور سے گردن دبائی اور نوئیل کی آنکھیں باہر آگئیں۔ اس کا منہ کھل گیا تھا۔ گردن زیادہ دبانے کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکل آئی تھی۔

وحشی نے نوئیل کی زبان اپنی انگلیوں میں لے لی۔ اور وہ اسے باہر کھینچنے لگا۔ نوئیل بری طرح تڑپ رہی تھی اور چند ساعت کے بعد نوئیل کی کربناک چیخ گونجی اس کی زبان باہر نکل آئی تھی۔

دہشت زدہ آنکھیں حلقوں سے ابل پڑی تھیں اور وحشی کے ہاتھ میں دبی ہوئی زبان سے خون ٹپک رہا تھا اس نے نوئیل کو دھکا دیا اور وہ ماہی بے آب کی طرح گر کر زمین پر تڑپنے لگی۔ وحشی کے ہاتھ میں دبی ہوئی زبان کے ساتھ نوئیل کے حلق کا بہت سا گوشت بھی تھا۔ اس نے زبان بڑے احترام سے اپنے دونوں ہاتھ میں رکھی۔ اور آہستہ آہستہ اس جگہ بڑھنے لگا جہاں ہوریشو کھڑا تھا۔

نوئیل زمین پر ابھی تک تڑپ رہی تھی۔ تب وحشی نے وہ زبان ہوریشو کے قدموں میں

اور خود ادب سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

مکلینو کا پورا بدن غصے سے کانپ رہا تھا اور میں ساکت و جامد نگاہوں سے نوئیل کو دیکھ رہا تھا جو حال میں تڑپ تھی۔ پھر آہستہ...... آہستہ اس کا بدن سرد ہو گیا۔

بنی بھی پتھر کے بت کی طرح ساکت ہو گئی تھی ظلم کا یہ انداز اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

ہوریشو بدستور پر سکون انداز میں مسکرا رہا تھا۔

پھر اس نے ایڈنا کی طرف دیکھا۔ "تو کیا کہتی ہے ایڈنا۔" وہ بہت ہی نرم لہجے میں بولا۔

"باس میں نے اپنی آنکھوں سے مادام بنی کو اس ایشیائی نوجوان کی آغوش میں دیکھا تھا۔ یہ دونوں لباس سے عاری تھے...... اور...... اور......" اور ایڈنا بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔

☆ ☆ ☆

ایڈنا کی بے ہوشی بے حد پر اثر تھی۔ خوفزدہ لڑکی نے جس انداز سے یہ جملے کہے تھے۔ وہ بڑا تاثر انگیز تھا۔ گویا خوف کی انتہا نے اس کے حواس چھین لئے تھے۔ مکلینو کے چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ لیکن خوفناک ہوریشو اسی طرح پر سکون تھا۔ پھر اس نے مکلینو کی طرف دیکھا۔

"ہاں!" مکلینو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

"اب گریٹ مکلینو کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہوریشو میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم باغی کیوں ہو گئے؟"

"باس----- میں اب بھی تمہیں باس کہنے میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا لیکن ہوریشو کی جو حیثیت تھی اسے بہت سارے مواقع پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ ہوریشو اس جدید دنیا میں [illegible] نئی حیثیت حاصل کر چکا ہے اس نے بہرحال اس حیثیت کو متاثر نہیں کیا جس کا مظاہرہ تم اب دیکھ رہے ہو۔ باس مکلینو افریقہ کا ایک طاقتور قبیلہ مجھے آج بھی اپنا روحانی پیشوا مانتا ہے۔"

"اس بارے میں' میں جانتا ہوں ہوریشو۔" مکلینو تیکھے لہجے میں بولا۔

"مکلینو تم اس کے بارے میں نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہوتے تو یہ سوال نہ کرتے' میرے قبیلے کے ہر نوجوان کی خواہش یہی ہے کہ وہ میرے اشارے پر اپنی گردن اتار کر رکھ دے اس طرح باس ہوریشو کسی بھی صورت میں مکلینو سے کم نہیں ہے ہاں اس بات کو اس نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے کہ مکلینو کے گروہ میں شامل ہو کر اسے وہ مراعات حاصل ہو گئی ہیں جو وہ چاہتا تھا لیکن باس تمہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ ہوریشو نے اس گروہ کے لئے ہر لمحے کٹھن محنت کی ہے اور اس قدر کٹھن محنت کہ گروہ کا کوئی دوسرا شخص اتنی محنت نہیں کر سکتا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں باس!"

"نہیں۔" اس کا مجھے اعتراف ہے۔" مکلینو مضبوط لہجے میں بولا۔

"میں نے بارہا گروہ کو مشکلات سے نکالا ہے مکلینو جس سے نکلنا بہرحال گروہ کے لئے مشکل تھا' ایسی صورت میں ہوریش مکلینو کو تو باس مان سکتا تھا کیونکہ مکلینو وہ شخص تھا جس نے ہوریشو کو زندگی کی ابتداء کرنا سکھایا تھا جس کے لئے وہ افریقہ کا خوبصورت علاقہ چھوڑ کر یہاں آیا تھا' لیکن باس یہ بات تو ناممکن ہے اور نامناسب کہ ہوریشو مکلینو کے علاوہ دوسروں کے احکامات کی پابندی بھی کرتا پھرے ایسا نہیں ہو سکتا باس۔"

"دوسروں سے تمہاری مراد کیا ہے ہوریشو۔"

"میری مراد' باس میں آپ کی بیٹی بنی کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ بنی آپ کی بیٹی ہے باس اور اس حیثیت سے میں اسے بچی کی مانند تو قبول کر سکتا ہوں باس کی مانند نہیں۔ یہ بات نہ صرف میرے لئے ہی توہین کا باعث نہیں بلکہ میرے پورے قبیلے کے لئے توہین کا باعث ہے کہ میں کسی عورت کے احکامات کا غلام رہوں۔"

"ہوریشو ایک بات تو بتاؤ۔؟" مکلینو سرد لہجے میں بولا۔

"پوچھو مکلینو۔"

"بنی کی گروہ میں جو حیثیت ہے کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔؟"

"نہیں باس۔ بلاشبہ اس کی حیثیت سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ نہ تو عقل میں نہ طاقت میں نہ ذہانت میں ہوریشو کے مقابل ہے اور نہ ہی اس کی کوئی دوسری حیثیت تسلیم کی جاسکتی ہے۔ میں نے عرض کیا ناکہ میں اسے مکلینو کی بیٹی کی حیثیت سے پیار تو کر سکتا ہوں لیکن ایک باس کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا اس نے مجھے ایک غلام ہی کی طرح ٹریٹ کیا تھا۔ اس نے مجھے جزیرے سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ اور مسٹر مکلینو ہوریشو کے لئے یہ بات ناقابل قبول ہے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ بنی قدم قدم پر میری توہین کرنا چاہتی ہے۔ لیکن میں اسے نظرانداز کرتا رہا۔ اور مسٹر مکلینو جب میں جھلا گیا تو میں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی بہرصورت یہ الگ بات ہے کہ وہ بچ گئی۔ اور جس لئے بچ گئی میں نے اس بات پر بھی غور کیا' میں نے محسوس کیا کہ گروہ کے تمام افراد مکلینو کا ہی ساتھ دیں گے بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ذاتی طور پر صرف اور صرف میرے لئے کام کریں گے۔ چنانچہ ایسی صورت میں جب میری حیثیت خراب ہو رہی تھی میں ان لوگوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس صورت میں اپنے قبیلے کے تربیت یافتہ دستے کو استعمال کیا جسے میں نے انتہائی خصوصی موقع کے لئے ریزرو کر رکھا تھا۔"

"ہوں۔" مکلینو نے گہری سانس لی۔ "ہوریشو کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نے افریقہ کے ان تربیت یافتہ لوگوں کو کسی خصوصی موقع کے لئے ریزرو کیوں کیا۔"

"یہ میرا ذاتی اقدام تھا مکلینو۔ میں نے انہیں اپنی ذاتی ضروریات کے لئے تربیت دی تھی۔ اور میں پسند نہیں کروں گا کہ تم مجھ سے اس قسم کے سوالات کرو۔ ان افریقیوں کو میں نے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا اور اب یہ جدید قسم کے ہتھیاروں کے استعمال سے واقف ہیں۔ یہ مختلف قسم کی زبانیں بالکل آرام سے سمجھ سکتے ہیں لیکن میں نے ان کی فطرت میں وہ وحشت برقرار رہنے دی ہے جو انہیں افریقہ نے دی ہے اس لئے وہ گروہ کے تمام افراد سے ممتاز ہیں میں نے محسوس کیا تھا مکلینو کہ بنی تم سے رابطہ قائم کر چکی ہے۔ کیونکہ تم جس انداز میں آئے اور جس طرح تم نے مجھے نظرانداز کر کے جیفرسن کے ہاں قیام کیا اس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ بنی تمہارے ذہن پر حاوی ہو چکی ہے اور میں نے پورے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا مکلینو کہ اب تمہیں تمہارے عہدے سے معزول کر دیا جائے۔ اور یہ بتا دیا جائے کہ ہوریشو ایک الگ قوت بھی رکھتا ہے۔

گروہ کے لوگ جو تمہارے وفاداروں میں سے ہیں اس قوت کو کچلنے پر قادر نہیں ہیں اس لئے میں نے اس سیاہ قیامت کو طلب کیا ہے۔ ہاں میری پیش کش تمہارے لئے اب بھی ہے وہ یہ کہ بنی کو میرے

حوالے کر دو۔ اور ان دونوں ایشیائیوں کی تلاش میں مداخلت نہ کرو۔ میں انہیں تلاش کر کے سزا دوں گا اس کے بعد میں اپنی وفاداریاں بھی تمہاری خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

"ہوں۔" مکلینو نے پھر گہری سانس لی۔ لیکن اس بار وہ کچھ نہیں بولا تھا' چپ چاپ ہوریشو کی باتیں سنتا رہا۔ ہوریشو کہہ رہا تھا۔

"بنی ایک ایسی لڑکی کی حیثیت سے میرے پاس رہے گی جس نے میری توہین کی تھی' میں اسے قتل نہیں کروں گا باس لیکن اپنی توہین کے تاوان کے طور پر اس سے بہت کچھ چھین لوں گا' وہ جو یہ ان ایشیائی نوجوانوں کو دیتی رہی ہے۔"

مکلینو کی قوت برداشت اب جواب دیتی جا رہی تھی۔ اس کے حلق سے خوفناک غراہٹ نکلی اور اس نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"ہوریشو بنی نے صرف تیری شکایت کی تھی لیکن میرے دل میں تیری جو عزت تھی' میرے گروہ میں تیری جو حیثیت تھی اس کو سامنے رکھ کر میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس بارے میں تحقیقات کر لوں' میرے ذہن میں اب بھی یہ بات تھی کہ تیرے اور بنی کے درمیان جو اختلاف پیدا ہو گیا ہے میں اسے کسی طور ختم کرانے کی کوشش کروں لیکن ہوریشو یوں لگتا ہے جیسے تیری ذہنیت بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ جس سیاہ دستے کی تو بات کر رہا ہے اس کے افراد کی تعداد کتنی ہے مکلینو کا گروہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور جب میرے خاص لوگوں کو معلوم ہو گا کہ اس گروہ پر مکلینو کی بجائے ہوریشو حکمراں ہے اور مکلینو کو قتل کر دیا گیا ہے تو جانتا ہے پھر کیا ہو گا۔"

"کیا ہو گا مسٹر مکلینو -----!"

"تیرے قبیلے کی نسل مٹا دی جائے گی۔ اور میں تجھے چیلنج کرتا ہوں ہوریشو کہ دنیا پر تیری ذات کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر مکلینو کیا آپ مجھے میری بات کا جواب دیں گے!؟"

"ہوں کہو کیا کہنا چاہتا ہے؟" ہوریشو کی گفتگو نے مکلینو کا دماغ خراب کر دیا تھا۔

"انسان دنیا میں کس لئے جیتا ہے۔ یا تو وہ ایک خاموش اور پرسکون زندگی خواہ وہ کسی بھی حال میں گزارے' گزارنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ دنیا کے ہنگاموں سے دور رہ کر وہ اپنی زندگی کے سانس پورے کرتا ہے اور اس کے بعد مرجاتا ہے یا پھر اگر اسے جینے کا دوسرا ڈھنگ پسند ہے تو وہ ہوریشو بن جاتا ہے۔

ہوریشو افریقہ کے ایک ایسے قبیلے میں پیدا ہوا جو تہذیب سے دور تھا وہ بچپن کا ایک طویل دور اسی گمنامی کو پسند کر کے گزارتا رہا۔ پھر کچھ لوگ بیرونی دنیا سے وہاں تک پہنچے اور ان کے رہنے سہنے کا انداز ہوریشو کو بے حد پسند آیا۔

اس نے سوچا کہ جب ان لوگوں میں اور ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے تو وہ اپنی پسندیدہ زندگی کیوں نہیں گزار سکتا' سو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ دوسری دنیائیں بھی دیکھے گا' وہ صرف ایک علاقے تک محدود رہنا نہ چاہتا تھا' وہ زندگی کو بہت آگے تک اور بہت قریب سے دیکھنے کا خواہش مند تھا اور پھر اس نے اپنا قبیلہ چھوڑ دیا۔

اور مکلینو پھر وہ تمہاری دنیا میں آگیا' تمہاری اس دنیا میں آکر اس نے تمہارے ہی علوم حاصل

کئے اور یہ محسوس کیا کہ وہ ذہنی طور پر جسمانی طور پر تمہارے بہت سے لوگوں سے بالاتر ہے۔ وہ تمہارے بہت سے لوگوں سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ اس میں بے پناہ صلاحیتیں تھیں۔ تب ہوریشو کو اپنی حیثیت کا احساس ہونے لگا۔

اور پھر اس نے اپنی حیثیت کو برتر بنانے کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور جو مقام اسے ملا وہ تمہارے سامنے ہے مکلینو۔

لیکن اس کے باوجود اس ہوریشو نے جو وحشی دنیا کا پروردہ تھا اپنی وحشت و بربریت کو نہیں چھوڑا اس نے اپنا وہ مقام بھی نہیں بھلایا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ اس نے اپنی دنیا سے رابطہ نہیں توڑا۔ اس نے اپنی دنیا کے لوگوں کو بھی ایسے راستے پر لگا دیا جو کافی حد تک ان لوگوں کے لئے بھی فائدہ بخش تھا۔ گویا ہوریشو نے اپنی زندگی میں کسی منزل کا انتخاب کیا۔

اور مکلینو انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اس کی پسند کی منزل ہے اگر منزل کے حصول میں وہ کہیں راستے میں گم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے تو بہرصورت کم از کم یہ حسرت اس کے دل میں نہیں رہتی کہ وہ اپنی خواہشات کی راہوں پر چل نہیں سکا۔

میں اور میرا قبیلہ اگر ایسی کسی شکل میں ختم ہو جاتا ہے تو بہرصورت یہ اختتام ہمارے لئے غیر متوقع تو نہیں ہو گا' تاہم یہ بات ہمارے ذہن میں رہے گی کہ ہم کیوں ختم ہوئے۔ وقار اور انا کے لئے اور وقار اور انا کے لئے فنا ہونا ہماری خوش بختی ہو گی مکلینو۔

میں ان ایشیائیوں کا دشمن ہوں۔ مکلینو کی ذات سے مجھے کوئی پرخاش نہیں تھا بلکہ میں اس کا وفادار رہا ہوں۔ لیکن اگر میری ساری زندگی کی وفاؤں کے صلے میں کچھ لمحات ایسے آتے ہیں جن میں مکلینو میری بجائے کسی اور پر انحصار کرتا ہے خواہ وہ اس کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو تو میری ذہنی چھلانگ مکلینو کے لئے غیر متوقع تو نہیں ہونی چاہئے۔"

"ہوریشو تیرے خیال میں کیا میں ان ایشیائیوں کا دشمن نہیں تھا۔" مکلینو نے پوچھا۔

"تھے باس۔ اور تم ہی نے مجھے ان کی راہ پر لگایا تھا۔ لیکن۔" ہوریشو رک گیا۔ اور مکلینو جلدی سے بولا۔

"لیکن کیا۔"

"آگے چل کر تم رشتوں کا شکار ہو گئے اور یہ تم نے برا کیا اور اب جب کہ میں نے اپنی حیثیت پہچان لی ہے تو میں اس موقع سے فائدہ کیوں نہ اٹھاؤں۔"

"ضرور اٹھاؤ ہوریشو ضرور اٹھاؤ' چاہتے کیا ہو۔" مکلینو نے نرم لہجے میں کہا۔

"بہت کچھ مسٹر مکلینو' میرا خیال ہے آپ کی موت کے بعد میں اس گروہ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کروں گا اور میں اسے لیڈ (LEAD) کروں گا ہوریشو جب تک مکلینو کو پسند کرتا تھا اس نے اسے اپنا باس تسلیم کیا۔ لیکن اب وہ مطلق العنانی چاہتا ہے اور اس کے لئے تمہاری موت ضروری ہے۔ رہی بعد کی بات تو ہم کوشش کریں گے مکلینو کہ گروہ کو صحیح راستے پر چلایا جا سکے۔ لیکن اگر وہ صحیح راستے پر نہیں آئے تو ہم ان سے جنگ کریں گے' ان سے لڑیں گے ان کی قوت ختم کر دیں گے۔ اور صرف ان لوگوں کو اپنے گروہ میں رکھنا پسند کریں گے جو ہمارے وفادار رہنا پسند کریں گے۔"

"اوہ۔" مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں مکلینو کی مضبوط قوت ارادی دیکھ رہا تھا۔ کمال کا ضبط تھا اس شخص میں بے پناہ مضبوط قوت ارادی رکھتا تھا۔ ابھی تک اس نے ہوریشو کے کسی بھی حملے کا جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو دوبارہ ہوریشو کی طرف منتقل کر دیا۔ وہ مسلسل مکلینو کے خلاف بول رہا تھا۔

"تمہارا مسئلہ یہ ہے مسٹر مکلینو کہ تم یہاں آ گئے ہو۔ ہوریشو کے لئے یہ بات زیادہ مشکل نہیں رہ گئی کہ وہ تم باپ بیٹی کو یہیں ختم کر دے اور اس بات سے بالکل منکر ہو جائے کہ تمہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری کہانی ان غاروں سے نہ نکلنے پائے۔

ہاں البتہ مکلینو کی گمشدگی کے لئے کوئی اور کہانی سنائی جا سکتی ہے اور یہ زیادہ مشکل کام نہ ہو گا۔" ہوریشو نے کہا۔

مکلینو نے آہستہ سے گردن ہلائی اور پھر وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

تب ہوریشو نے ایک اور ہاتھ اٹھایا اور اس کھیل کا دوسرا دور شروع ہو گیا۔ اس بار جس شخص کو اندر لایا گیا وہ گولڈ مین تھا۔

وہی قد آور اور شاندار گولڈ مین جس کی بہادری ضرب المثل تھی۔ میرے ذہن میں اضطراب کی ایک لہر اٹھی لیکن حالات اس وقت ایسے نہ تھے کہ میں اپنی کسی خواہش پر عمل کرتا۔ سو میں نے اپنے چہرے پر پڑنے والی ہر شکن کو مٹا دیا۔

ہوریشو نے جو منظر پیش کیا وہ بے حد بھیانک تھا اور اس منظر میں خود کو شامل کر کے موت کو دعوت دینے کے علاوہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت مجھے صرف ایک تماشائی کی حیثیت اختیار کرنی پڑی تھی۔

"مسٹر مکلینو یہ شخص ان ایشیائیوں کا ساتھی ہے اچھا خاصا اپنا چھوٹا سا کاروبار کرتا تھا لیکن نجانے کیا ہوا ایڈگر سے اس کا جھگڑا ہوا اور یہ براہ راست مجھ سے آ ٹکرایا۔

اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ میں ان ایشیائیوں پر قابو نہیں پا سکوں گا میں نے اسے زندہ رکھا۔ تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کا حشر دیکھ سکے لیکن وہ دونوں شیطان درحقیقت بہت تیز نکلے۔ اور میں نے ایک سچے انسان کی حیثیت سے اس بات کا اعتراف کیا کہ میں ان پر قابو پانے میں ناکام رہا ہوں۔ اس سچائی کو تسلیم کرنے میں مجھے کبھی عار نہ ہوا۔

لیکن فی الوقت میری زندگی کے بہت سے مشن تھے جن پر میں قدم بہ قدم عمل کرتا رہا ہوں۔ ہر بار میں نے ایک نئی منزل کا انتخاب کیا ہے۔ اور اس بار میرے انتخاب میں وہ دونوں چالاک شخص ہیں جو قدم قدم پر مجھے دھوکہ دیتے رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ میں ان پر جلد ہی قابو پا لوں گا۔ اب اگر میں ان کے لئے اتنی جدوجہد کر رہا ہوں مکلینو تو یہ بات کسی طور ہلکی نہیں ہے۔ اس نے تمہارے منہ پر طمانچہ مارا تھا مکلینو۔ اس نے تمہاری عزت لوٹی ہے۔ اس نے تمہاری بیٹی کو جس انداز میں استعمال کیا ہے وہ دنیا کے خطرناک ترین اسمگلر مکلینو کے منہ پر تھوک کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس نے نہ صرف تمہاری دولت لوٹی بلکہ عزت بھی لوٹی' اس نے تمہارے بے شمار آدمیوں کو قتل کیا' تمہاری بیٹی کو جسمانی شکست دی اور پھر ذہنی بھی کہ وہ تمہارے خلاف ان کی مدد کو آمادہ ہو گئی۔

اتنے خطرناک لوگوں سے اگر میں براہ راست مقابلے کے لئے سوچ رہا ہوں تو یہ ہوریشو کے لئے کوئی قابل شرم بات نہیں ہے۔ مکلینو بہرصورت ایک عظیم قوت ہے اور اس عظیم قوت سے ٹکرانے والے بھی عظیم ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں ان عظیم قوتوں کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر تلاش کر کے قتل کروں گا۔

تو مسٹر مکلینو میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتا رہا تھا تم جانتے ہو کہ میں ایک حقیقت پسند انسان ہوں۔ کہیں بھی کسی جگہ اگر میں کسی ایسی بات سے دوچار ہوتا ہوں جو میرے لئے قابل پسند نہ ہو تب بھی میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ حقیقت کیا تھی۔

مسٹر گولڈ مین میں آپ سے مخاطب ہوں بے شک آپ کے دوست بہت چالاک، پھرتیلے اور طاقت ور ہیں۔ میں انہیں بہادر کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ انہوں نے جس طرح میرے گروہ کے افراد کو قتل کیا ہے اور انہیں جس طرح ناکوں چنے چبوائے ہیں یہ دو آدمیوں کے بس کی بات نہیں تھی انہوں نے ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔

انہوں نے مجھے چیلنج کیا تھا مسٹر گولڈ مین کہ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکوں گا، بے شک وہ ابھی تک میرے ہاتھ نہیں لگے اور کچھ عرصے کے لئے لگے تب بھی نقصان مجھے ہی اٹھانا پڑا انہیں نہیں، لیکن میرے دوست میں بہت زیادہ باظرف انسان نہیں ہوں، میں نے جو چیلنج کیا تھا اس میں میں ہار گیا ہوں، باقی رہا میرا ان کا مسئلہ۔ سو ان سے میں نمٹتا رہوں گا۔ دیکھوں گا ان کی خاطر کہاں تک جا سکتا ہوں اور ان کو کہاں تک لے جا سکتا ہوں اور وہ مجھے کہاں تک زچ کر سکتے ہیں۔

لیکن گولڈ مین تمہاری ایک الگ حیثیت ہے تم نے بھی ہوریشو کے خلاف بہت کچھ کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب تمہارا کھیل بھی ختم ہو جانا چاہئے۔" ہوریشو خاموش ہو گیا اور میرے ذہن میں طوفانی اضطراب مچلنے لگا۔

"آہ ------! کیا یہ شخص گولڈ مین کو قتل کر دے گا۔ گولڈ مین بہرصورت ایک اچھی شخصیت کا انسان تھا۔ پسندیدہ اور قابل عزت۔

لیکن مصلحت کو چھوڑنا میرے خیال میں سب سے بڑی حماقت ہے۔ انسان جس انداز میں بھی زندہ رہ سکے اور اگر اس کے سامنے کوئی بھی مقصد آجائے تو پھر اس کے لئے ہر صورت حال برداشت کرنا مناسب ہوتی ہے۔

میں نے ایک لمحے کے لئے دل میں سوچا کہ میں کیا کر سکتا ہوں لیکن اس ماحول کو دیکھنے کے بعد مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ میں بے بس ہوں اور اس وقت میرے لئے کچھ کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اس بے بسی کا اعتراف حقیقت پسند ہوریشو کی طرح میں نے بھی کیا اور خاموش رہا۔

البتہ گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "ہوریشو" اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کہو۔" ہوریشو بولا۔

"دیکھو دوست، گولڈ مین کی زندگی عجیب و غریب حالات سے دوچار رہی ہے، وہ ساری دنیا میں تنہا ہے۔ ان لوگوں کا ساتھ اس نے صرف اس لئے قبول کیا تھا کہ وہ بہادر ہیں اور گولڈ مین خود بھی موت و زندگی کے کھیل کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ چنانچہ اسے موت کے وہ کھلاڑی بے حد پسند آئے تھے۔ او[illegible] نے ان

پسند کو قبول کیا اور تمہارے خلاف کام کیا۔ مجھے اس کا پورا پورا اعتراف ہے اور میں آج بھی اس بات پر فخر سے گردن تان سکتا ہوں کہ میں نے تمہارے عظیم الشان گروہ کے مقابلے میں ان دو افراد کو ترجیح دی جنہوں نے تمہارے بدنوں میں لاتعداد سوراخ کر دیئے باقی رہی موت کی بات۔

تو میں تم سے کہہ چکا ہوں ہوریشو کہ میں تنہا ہوں اور زندگی ہمیشہ ختم ہونے کے لئے ہوتی ہے اگر آج میری زندگی کا اختتام آ ہی گیا ہے تو کیا تم اپنے اس ڈرامائی انداز سے مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو۔ نہیں ہوریشو یہ بزدلی ہے تم مجھے مارنا چاہتے ہو مار دو۔ دیر کیوں کر رہے ہو، بہادروں کی طرح لڑو، کیا فرق پڑتا ہے۔ گولڈ مین بزدل نہیں ہے۔ ہوریشو میں ایک بار پھر تم سے کہوں گا کہ تم اپنی زندگی میں بالکل ناکام ہو۔ میرا بہترین مشورہ ہے کہ جو شخص اتنی بڑی قوت رکھنے کے باوجود صرف دو آدمیوں کے ہاتھوں اس طرح ذلیل ہو اسے خودکشی کر لینا چاہئے، تم ان کی طاقت اور دلیری کا اعتراف کرو، اور اپنی جان دے دو۔" گولڈ مین نے کہا۔

لیکن ہم سب اس کی گفتگو سے متاثر تھے اس کے الفاظ اس قدر ٹھوس تھے کہ میرے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی۔

مجھے یقین تھا کہ ہال میں موجود تمام لوگوں کے جسموں میں گولڈ مین کی باتوں سے پھریری دوڑ گئی تھی۔

لیکن کمبخت ہوریشو اب بھی پرسکون تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "بات یہ ہے گولڈ مین کہ ابھی ذہنی طور میں نے ان سے شکست تسلیم نہیں کی۔ فیصلہ صرف دو طرح ہو سکتا ہے یا تو وہ مجھے قتل کر دیں یا پھر میں انہیں قتل کر دوں شکست تو اسی دن تسلیم کی جائے گی۔

ہاں جس دن میں نے ان کا پیچھا کرنا چھوڑا اور یہ طے کر لیا کہ اب میں ان پر کبھی قابو نہیں پاسکوں گا تو مرد کی حیثیت سے وعدہ کرتا ہوں گولڈ مین کہ میں خودکشی کر لوں گا لیکن یہ اسی وقت ہو گا گولڈ مین جب میں ان سے مکمل طور پر شکست تسلیم کر لوں گا۔"

"لیکن اب میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ کیا تم مطمئن ہو۔" ہوریشو نظر غائر ہال کو دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے ہوریشو، میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تم مجھے کس طرح ختم کرنا چاہتے ہو۔" گولڈ مین نے پوچھا۔

"اوہ۔ افریقہ کے یہ وحشی موت کے بڑے بڑے حسین کھیل جانتے ہیں میرا خیال ہے تم ان کھیلوں کی تفصیلات نہ معلوم کرو۔ ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ مسٹر مکلینو! اور یہ تمام لوگ تمہاری موت کے کھیل سے کافی محظوظ ہوں گے۔"

"مجھے اندازہ ہے مسٹر ہوریشو بے شک تم نے جو خونخوار کتے پال رکھے ہیں وہ ان معاملات میں اچھی خاصی تربیت رکھتے ہوں گے۔ لیکن میری ایک خواہش ہے۔"

"ہاں ہاں خواہش ہے تو ضرور بیان کرو، بولو بولو۔" ہوریشو نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"مسٹر ہوریشو کیا انسان اپنی پسند کی موت نہیں مر سکتا۔"

"کیوں نہیں۔ تم ہوریشو کی طرف سے یہ یقین رکھو کہ وہ تمہیں تمہاری پسند کی موت دے گا۔"

ہوریشو موڈ میں بولا۔

"تو مسٹر ہوریشو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تم سے جنگ کرتا ہوا مارا جاؤں۔" گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہوریشو کا چہرہ کسی پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔

"تم مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں مسٹر ہوریشو۔"

"کیوں۔!"

"تم اس پورے قبیلے کے روحانی پیشوا ہو اور مکلینو کے گروہ کے ایک خطرناک کارکن کیا تم ہمیشہ دوسروں کے بل پر اپنی دلیری کا اظہار کرتے ہو۔ میری مراد یہ ہے کہ تمہارے قبیلے میں موت تقسیم کرنے والے تمہارے بازو ہیں بذات خود تم کچھ نہیں ہو۔ اور کیا یہ اس بات کا اظہار ہے کہ ان دونوں ایشیائیوں کے مقابلے میں بذات خود تم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہاں تمہارا گروہ انہیں گرفتار کر کے ضرور قتل کر سکتا ہے، لیکن تم کیا ہو۔؟

میں تو کم از کم اس بات پر یقین رکھتا ہوں مسٹر ہوریشو کو وہ دونوں ایشیائی تمہاری ذہنی و جسمانی قوتوں پر برتر و بالا رہے ہیں اور وہ دونوں بذات خود صرف اپنی قوت کے بل بوتے پر تمہارے گروہ کے بے پناہ افراد کو قتل کر چکے ہیں۔ اور میرا خیال ہے تم نے کبھی ان میں سے کسی ایک کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ تم خود کو ان سے کم تر سمجھتے ہو۔ تم کو یقین ہو گا اس بات پر کہ اگر تم ان میں سے کسی کے مقابلے پر آتے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔

اور اگر یہ بات ہے مسٹر ہوریشو تو میں ان سارے لوگوں کے سامنے تمہاری بزدلی اور بے چارگی کا اعلان کرتا ہوں اگر یہ بات نہیں ہے اور تم براہ راست ان سے مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو گولڈ مین کے چیلنج کو قبول کرو میں کوشش کروں گا مسٹر ہوریشو کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔ نہ کر سکا تو تم مجھے قتل کر دینا۔

مجھے یہی موت پسند ہے باقی اگر تم مجھ سے خوفزدہ ہو یا میری کسی بات سے خوفزدہ ہو تو ظاہر ہے تمہیں مجبور کرنے کے لئے میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے کیونکہ میں اکیلا ہوں جبکہ تمہارے ساتھ بے شمار لوگ ہیں۔" گولڈ مین نے کہا۔

میرے بدن میں مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ گولڈ مین کی پھرتی اور مہارت سے میں بھی واقف تھا بلاشبہ وہ شاندار آدمی تھا' جسمانی طور پر بھی وہ جس قدر طاقتور تھا اس کا مظاہرہ میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔

اس کی نسبت ہوریشو اگرچہ کافی تندرست و توانا اور ٹھوس بدن کا مالک تھا لیکن بہر صورت وہ ذہنی قوتوں کا مالک تھا شاید اس کی جسمانی قوتیں اس قدر نہ ہوں کہ وہ گولڈ مین کو زیر کر سکتا اور مجھے اس کا یقین تھا کہ گولڈ مین اسے زیر کر لے گا۔

گولڈ مین نے جس طرح اور جس انداز میں اسے چیلنج کیا تھا اگر ہوریشو یہ چیلنج قبول نہیں کرتا تو یہ بے عزتی کی بات تو تھی ہی' یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنی ٹھنڈی طبیعت سے اس مرحلے کو بھی ٹال جائے۔

لیکن اس کے پتھر جیسے سخت چہرے پر میں نے عجیب سے تاثرات دیکھے۔ پھر اس نے چاروں طرف دیکھا۔

"چاروں طرف وحشی اور نیم برہنہ' سیاہ فام خوفناک لوگ ہوریشو کے اشارے کے منتظر تھے لیکن ہوریشو نے ہاتھ بلند کر دیئے اور پھر وہ بھاری آواز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اس شخص کے تمام اعضاء اس کے بدن سے جدا کر دے لیکن میں تم سب سے برتر و اعلیٰ ہوں اگر میں اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کروں گا تو پھر اس کے الفاظ ساری زندگی میرے بدن پر کیڑوں کی طرح رینگتے پھریں گے اور میں سکون نہیں پا سکوں گا۔

چنانچہ میرے دوستو' تم میں سے کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ اس صورت میں بھی نہیں جب میں اس کے ہاتھوں سے قتل ہو رہا ہوں۔ اگر یہ مجھے قتل کر دے گا تو پھر اس کی زندگی محفوظ ہو گی تم لوگ اس سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔

ہاں اس کے بعد مسٹر مکلینو اور دوسرے لوگوں کو آزاد کر دیا جائے۔ لیکن تمہارا روحانی پیشوا تمہیں یقین دلاتا ہے کہ وہ اپنی جسمانی قوتوں سے اس شخص کو زیر کر لے گا۔ تم نے میرے احکامات سنے؟"

اس نے سوالیہ نگاہوں سے سب کی جانب دیکھا اور تمام گردنیں جھک گئیں۔

بڑی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی مجھے بھی اچانک ہی اس میں پوری پوری دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی چنانچہ میں اس دلچسپ صورت حال کے لئے تیار ہو گیا۔

دوسری جانب مکلینو اور اس کے ساتھی' وہ بھی گولڈ مین کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ چند لمحات کے لئے بھول گئے تھے کہ وہ کس پوزیشن میں ہیں۔ اس وقت انتہائی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

ہوریشو نے جس طرح اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بالکل سنجیدہ ہے۔ بہرحال مجھے اس شخص کی ایک مخصوص حیثیت کا اندازہ تو تھا ہی۔ وہ چالاک تھا لیکن لومڑی کی طرح مکار نہیں تھا۔ دل رکھتا تھا۔

لیکن اس وقت میرا دل گولڈ مین کے لئے تڑپ رہا تھا' کاش مجھے اس کی مدد کا موقع مل جاتا۔ میری دلی آرزو تھی کہ گولڈ مین ہوریشو پر فتح حاصل کرے۔

لیکن اس پر اسرار سیاہ فام کی جسمانی قوتوں کا مجھے بھی کوئی اندازہ نہیں تھا کبھی اس کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

تب اچانک ایک سیاہ فام آگے بڑھا اس نے گولڈ مین کو آزاد کر دیا۔ اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دی گئیں۔

دوسری طرف ہوریشو نے بھی اپنے جسم سے وہ لباس جدا کرنا شروع کر دیا تھا جو اسے جنگ میں دقتیں مہیا کر سکتا تھا۔

اس نے اپنا تاج اور سرداری نشان کی دوسری چیزیں بھی اپنے بدن سے جدا کر دیں۔ اب وہ ایک لڑاکا کے روپ میں نظر آ رہا تھا۔ تب اس نے گولڈ مین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ انداز بے پناہ تیکھا تھا۔

"کس طرح لڑنا پسند کرو گے گولڈ مین۔"

"جس طرح ہوریشو چاہے۔"

"نہیں میرے دوست میں تمہاری خواہش کی تکمیل کے سلسلے میں تمہارے سامنے آیا ہوں اب اس سلسلے میں تعین بھی تم ہی کرو گے۔"

"میرا خیال ہے اتنے بہت سے لوگوں میں ہم لوگ کسی آتشیں...... اسلحہ کا استعمال تو کر نہیں سکتے اور پھر آتشیں اسلحے سے دلوں کی بھڑاس تو نکل نہیں سکتی۔"

"کیا تم فنون سپہ گری سے واقف ہو؟"

"ہاں یقیناً۔"

"تو پھر کیا پسند کرو گے؟"

"جو تم پسند کرو ہوریشو۔"

"میرا خیال ہے تم بتادو۔ نیزے، خنجر یا پھر تلوار۔ میں تمہاری مرضی سے لڑنا چاہتا ہوں۔" ہوریشو نے صاف لہجے میں کہا اور بہرصورت اس کا یہ روپ برا نہیں تھا اس روپ سے اس کی صاف طبیعت جھلک رہی تھی۔

"کیا کلہاڑے مہیا کئے جاسکتے ہیں۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ مجھے دل میں ہنسی آرہی تھی گولڈ مین بھی خوب تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی دلچسپ کھیل میں شریک ہو رہا ہو، اس کے انداز سے ذرا بھی اضطراب کا اظہار نہ ہو رہا تھا اور یہ بات میرے لئے باعث تقویت تھی۔ میں ہوریشو کی طرف متوجہ ہو گیا وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا گولڈ مین تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔" "گوچھے۔"! اس نے کسی سیاہ فام کو آواز دی۔

اور ایک سیاہ فام آگے بڑھ آیا۔ شاید اسی کا نام گوچھے تھا۔

"فنون حرب کی تمام چیزیں مہیا کر دی جائیں تاکہ میرے دوست کے دل میں یہ حسرت باقی نہ رہے کہ اگر اس کے پاس یہ ہتھیار ہوتا تو وہ مجھ پر فتح حاصل کر لیتا۔" ہوریشو نے کہا۔ اور گوچھے غار کے اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دو شاندار کلہاڑے ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ ہوریشو نے گولڈ مین کو دعوت دی۔

بڑا دوستانہ ماحول تھا۔ ہوریشو بے حد پرسکون نظر آرہا تھا۔ اور یہی بات مجھے ہمیشہ خطرے کا باعث لگتی تھی کہ پرسکون اور مضبوط اعصاب کا مالک شخص اتنا کمزور نہیں ہو سکتا۔ بہرصورت میرے ذہن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔

اور ہوریشو کے الفاظ بھی کافی سنسنی خیز تھے لیکن شاید گولڈ مین اس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ ہوریشو کی دعوت پر گولڈ مین نے کلہاڑا اٹھا لیا اور پھر ہوریشو نے بھی اپنا کلہاڑا اٹھا لیا اور غار میں موجود تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

یہ عجیب و غریب صورت حال بے پناہ خطرناک تھی۔ میرے ذہن میں بے شمار خیالات تھے، میں نے بنی کی جانب دیکھا۔ بنی بھی خاصی متجسس نظر آرہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ میں گولڈ مین کو پسند کرتا ہوں اور اس کی زندگی بھی چاہتا ہوں۔

لیکن اس وقت ہم لوگ بے حد بے بس تھے اور اس بے بسی کا احساس بنی کو بھی تھا۔ شاید وہ مجھ سے بھی اس بات کی خواہش مند ہو گی کہ میں بھی اس معاملے میں مداخلت نہ کروں اور خاموش رہوں۔

کیونکہ اس صورت حال سے الجھنا میرے اپنے لئے خطرناک تھا۔ جس کا مجھے اور بنی کو پورا پورا احساس تھا۔

گولڈ مین اور ہوریشو دونوں آمنے سامنے آگئے تھے۔ ہوریشو کے چہرے پر وہی سکون تھا۔ بڑی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا یہ شخص اس کی آنکھیں نیم وا سی تھیں اور وہ بغور گولڈ مین کو دیکھ رہا تھا۔

گولڈ مین بڑی مہارت آمیز انداز میں اپنا کلہاڑا ہلا رہا تھا۔ تب ہوریشو نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"اب ہم جنگ کے لئے تیار ہیں گولڈ مین، تم ہر وقت میرے کسی بھی وار سے ہوشیار رہو گے اور اس کے بعد میں تمہیں کوئی بھی وارننگ نہیں دوں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی مرحلے پر تمہاری گردن شانوں سے جدا ہو کر نیچے جا پڑے۔" اس نے کہا اور کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

گولڈ مین ہاتھ آگے کر کے کلہاڑا ہلانے لگا تھا اور پھر گولڈ مین نے ہی پہلا وار کیا اس نے کلہاڑے کو ہوریشو کی ٹانگ کی طرف بڑھایا، کلہاڑا جس انداز میں کراس بناتا ہوا اٹھا اس سے یہ اندازہ ہوا کہ اصل نشانہ ہوریشو کا بازو تھا، لیکن ہوریشو نے خود کو جھکائی دینے کے سے انداز میں اٹھایا اور گولڈ مین کا وار خالی گیا۔

اس کے ساتھ ہی ہوریشو نے گولڈ مین کی گردن اور شانے پر وار کیا، لیکن گولڈ مین خود کو پھرتی سے گھما گیا اور ہوریشو کا وار خالی گیا۔

بڑا خوبصورت مومنٹ تھا۔ سب لوگوں کے چہروں پر تجسس اور بڑھ گیا، گولڈ مین نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ حالانکہ اس کی جسامت کے ساتھ اس پھرتی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ لیکن یہ بات صرف اور صرف میں جانتا تھا کہ گولڈ مین خود بھی خاصا پھرتیلا ہے۔ ممکن ہے ہوریشو کو اس کے بارے میں یہ معلومات نہ ہوں اور میری دلی خواہش تھی کہ اسے پتہ نہ چل سکے اور گولڈ مین اپنا کام کر جائے۔

گولڈ مین نے پے در پے تین وار کئے، ہوریشو کم بخت کو دیکھ کر وحشت ہوتی تھی، اس پھرتی سے وار بچا رہا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے بدن میں اسپرنگ بھرے ہوئے ہیں۔

وہ ہر وہ سائڈ بچا رہا تھا جس پر گولڈ مین وار کرتا تھا۔ بڑا ہی خوبصورت کھیل ہو رہا تھا۔ ہوریشو اس وقت خود حملہ نہیں کر رہا تھا بلکہ گولڈ مین کے پے در پے وار خالی روک رہا تھا۔ اور پھر اچانک گولڈ مین کے بھرپور وار کو ہوریشو نے اپنی کلہاڑی کے دستے پر روکا۔ اب براہ راست طاقت آزمائی کا مسئلہ تھا۔

گولڈ مین کا ایک ہاتھ فضا میں تھا اور دوسرا ہاتھ کلہاڑے کو تھامے ہوئے تھا۔ وہ ہوریشو کو زیر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چند ہی منٹ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گولڈ مین اپنی پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود بھی ہوریشو کے ہاتھ کو ایک انچ بھی نیچے لاسکا۔

یوں لگتا تھا جیسے ہوریشو نہ ہو بلکہ پتھر کا کوئی مجسمہ ہو جو اپنی جگہ جما ہوا ہے اور انتہائی قوت صرف کرنے کے بعد بھی گولڈ مین جب اس کے ہاتھ کو نیچا نہ کر سکا تو اس کے ہاتھ کو جھکائی دے کر اپنا کلہاڑا اس کے ہاتھ سے نیچے نکال لے گیا۔

گولڈ مین نے پلٹ کر ہوریشو کے نچلے حصے پر وار کیا۔ ہوریشو نے یہ وار بھی خالی جانے دیا اور اس وار کو اپنے کلہاڑے پر روکا، لیکن اس بار ہوریشو نے اپنے کلہاڑے میں گولڈ مین کا کلہاڑا پھنسا کر اس زور سے کھینچا کہ کلہاڑے کا دستہ گولڈ مین کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میرا چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور گولڈ مین کو بھی شاید اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اس کا مقابل اس سے کہیں زیادہ طاقتور اور پھرتیلا ہے۔

گولڈ مین کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور ہوریشو کلہاڑا ہلا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھوکے شیر کی سی چمک تھی اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ گولڈ مین اس وقت شدید خطرے میں تھا۔

اگر ہوریشو آگے بڑھ کر وار کرتا تو اس وار کو روکنے کا کوئی ذریعہ گولڈ مین کے پاس نہیں تھا۔

تب ہوریشو چند قدم آگے بڑھا' ہوریشو بڑھتا رہا اور گولڈ مین پیچھے ہٹ گیا' اب اس کے پاس پیچھے جانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا تب ہوریشو نے کلہاڑے والا ہاتھ اٹھایا اور اسے اٹھائے ہوئے مسکراتا ہوا پیچھے ہٹ آیا۔

"گوچھے" اس نے پلٹ کر اپنے ساتھی کو آواز دی اور اس کا ساتھی کچھ قدم آگے بڑھ آیا۔

"گوچھے کلہاڑے کا کھیل تو ختم ہو گیا لیکن میرے مقابل کے پاس اب کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن کیا میں اتنے دلچسپ کھیل کو اتنی جلدی ختم کر دوں نہیں میرا خیال ہے اب مقابلہ میری مرضی سے ہونا چاہئے۔"

"گولاشے۔" ہوریشو نے اپنے کسی اور ساتھی کو آواز دی اور وحشیوں میں سے ایک سیاہ فام وحشی نکل کر آگے بڑھ آیا۔

"ہاں سردار۔" وہ ہوریشو کے آگے جھک گیا۔

"ہوریشو نے ایک انگلی سیدھی کھڑی کر دی اور گولاشے جلدی سے پلٹ کر دو نیزے لے آیا۔ ہوریشو نے ایک نیزہ خود پکڑا اور دوسرا گولڈ مین کی طرف اچھال دیا۔

میرے اعصاب اب جواب دیتے جا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے گولڈ مین اب بے بس ہوتا جا رہا ہو۔ کلہاڑے کے کھیل میں اسے خاصی مایوسی ہوئی تھی اور میں نے بھی اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ ہوریشو جس قدر اعصابی طور پر مضبوط ہے اسی قدر جسمانی طور پر بھی مضبوط ہے اور بلاشبہ یہ مقابلہ گولڈ مین کے لئے خاصا مشکل ہو گیا۔

لیکن افسوس۔! میں خواہش کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ گولڈ مین نیزہ تھام چکا تھا دوسری طرف ہوریشو نے بھی نیزہ اٹھا لیا تھا' اب گولڈ مین کے پاس صرف ایک ترکیب تھی۔

اگر وہ چاہتا تو نیزہ پھینک کر ہوریشو کو مار سکتا تھا حالانکہ یہ خلاف اصول بات ہوتی اور ہوریشو نے جس طرح اپنے آدمیوں کو کسی بے ایمانی سے منع کیا تھا اس طرح گولڈ مین کی پوزیشن کافی نازک ہو جاتی لیکن بہرحال جنگ میں سب جائز ہے اور جنگی مسائل میں بعض اوقات ان چیزوں سے یعنی اصول وغیرہ کو توڑ دینا ہی پڑتا ہے جبکہ اپنی زندگی بھی خطرے میں ہو۔

تب گولڈ مین نیزہ لے کر ہوریشو کے مقابل آ گیا اور ہوریشو نیزہ بازی میں بھی اس پر حاوی رہا۔

گولڈ مین نے نیزے کے پے در پے وار کئے اور ہوریشو اپنے نیزے پر یہ وار روکتا رہا۔

پھر ہوریشو نے پہلا وار کیا اور گولڈ مین کا شانہ شدید زخمی ہو گیا میری ساری امیدیں ٹوٹ چکی تھیں۔ اب کوئی بھی صورت ایسی نہیں تھی جس سے گولڈ مین بچ سکتا۔ اور ویسے یہ بات بالکل صاف تھی کہ ہوریشو گولڈ مین پر بھاری ہے۔ یہاں تک کہ ہوریشو نے گولڈ مین کا نیزہ بھی درمیان سے توڑ دیا اور اپنے نیزے کی انی اس کی گردن پر رکھ دی۔ اب صاف طور پر گولڈ مین کی بے بسی کا اعتراف کیا جا سکتا تھا۔ یہاں

تک کہ ہوریشو اسے پیچھے ہٹاتا رہا پھر نیزہ ہٹا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"میرا خیال ہے میرے دوست تم اس مقابلے میں بھی مجھ سے نہ جیت سکے' اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں تسلیم کرتا ہوں ہوریشو' بلاشبہ تم فنون حرب میں مجھ سے بہت زیادہ ماہر ہو اور طاقتور بھی۔"

"پھر اب جبکہ تم اپنی زبان سے اپنی شکست تسلیم کر چکے ہو تو کیا اب بھی تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں" ہوریشو تیکھے انداز میں بولا۔

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

"تب پھر تم بولو تم کس طرح مرنا پسند کرو گے۔؟"

"کوئی ہتھیار کوئی اور کھیل' جو زندگی کا حاصل ہو اور موت کا بھی گولڈ مین نے دلیری سے کہا اور ہوریشو نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میرے دوست میں تمہاری یہ خواہش بھی پوری کروں گا' پھر ہوریشو نے دو خنجر طلب کئے اور ان میں سے ایک لمبا خنجر گولڈ مین کی طرف اچھال دیا جسے گولڈ مین نے بڑی مہارت سے دستے کی طرف سے پکڑ لیا تھا۔

میرے ذہن میں مایوسی تھی لیکن ایک بات میں بھی جانتا تھا کہ اب گولڈ مین اپنی آخری کوشش کرے گا۔ موت اس کی نگاہوں کے سامنے ہے لیکن ممکن تھا کہ وہ کوئی کام دکھا جاتا اور پھر بے مثال خنجر زنی شروع ہو گئی۔

ہوریشو تو کمبخت شیطان تھا' اگر گولڈ مین در حقیقت زندگی اور موت کی بازی لگائے ہوئے نہ ہوتا تو شاید ایک دو بار ہی میں اس کا کام تمام ہو جاتا وہ دونوں وحشیانہ انداز میں لڑ رہے تھے۔

وہ اتنے قریب رہ کر وار کر رہے تھے کہ کوئی بھی وار کسی بھی وقت کسی کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اور پھر شاید گیم ختم ہو گیا۔

ہوریشو نے ایک لمبا ہاتھ مارا تھا اور گولڈ مین چند قدم ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو گیا' اس کا خنجر والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

گولڈ مین کی ران سے لے کر شانے تک ایک لکیر نمودار ہوئی اور اس لکیر سے خون کے قطرے جھلکنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ اس پوری لکیر سے خون ابل پڑا۔

اتنا خوبصورت وار تھا کہ اگر غیر جانبدار رہ کر کہا جائے تو بلاشبہ ہوریشو خنجر زنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

اس طرح سے اس نے گولڈ مین کو درمیان میں سے دو کر دیا تھا کہ ایک لمحے کے لئے شاید گولڈ مین کو بھی خبر نہ ہوئی ہو' اور پھر وہ کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین پر آ پڑا۔ لیکن عجیب سی بات تھی۔

گولڈ مین واقعی گریٹ انسان تھا اور یہ اس کی ہی شان تھی کہ اس نے مرتے دم تک اپنا وقار برقرار رکھا۔ وہ نہ تو تڑپا تھا اور نہ ہی اس کے حلق سے کوئی کراہ بلند ہوئی تھی۔ وہ ساکت و جامد زمین پر لیٹ گیا تھا۔

اس نے خود ہی دونوں پاؤں پھیلائے' خنجر ہاتھ سے پھینک کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے اور بغیر سسکے ہوئے مر گیا۔

"میری آنکھوں میں چند لمحات کے لئے تاریکی چھا گئی تھی حالانکہ گولڈ مین کا یہ حشر ہمارے لئے متوقع تھا۔

ہوریشو نے اپنا خنجر گولڈ مین کے اوپر پھینک دیا اور پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ آیا۔ اور ڈائس پر پہنچ کر مخاطب ہوا۔

"میرے قبیلے کے لوگو' کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ یہ تاج دوبارہ سر پر پہن لوں۔"

اور غار میں بے شمار آوازیں گونج اٹھیں' وہ ہوریشو کی فتح کا نعرہ لگا رہے تھے۔ دوسری جانب میکلینو اور اس کے ساتھی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔

بنی میری جانب دیکھ رہی تھی۔ ہوریشو نے اپنا تاج پھر سے پہن لیا اور پھر وہ مکلینو کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

"گریٹ باس یہ مرحلہ بھی تکمیل کو پہنچا اور تم نے دیکھا کہ ہوریشو جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ تم اپنی برتری کا اعلان ختم کر دو اور ہوریشو کو تسلیم کر لو۔"

مکلینو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموش رہا۔ پھر ہوریشو خود ہی مسکرایا اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"مسٹر مکلینو اور ان کے تمام ساتھیوں کو قید کر دو!"

ایک لمحے کے لئے مکلینو اور ساریکا وغیرہ کے اندر اضطراب کی ایک لہر پیدا ہوئی لیکن پھر مکلینو نے غیر محسوس اشارہ کیا اور سب خاموش ہو گئے۔

ہمیں گرفتار کر لیا گیا اور گرفتار کرنے کے بعد اس غار کے ایک حصے میں قید کر دیا گیا۔

قید خانہ باقاعدگی سے بنایا گیا تھا۔ اس میں لمبی لمبی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور دروازے کے باہر تالا بھی لٹک رہا تھا۔ ہم سب کو اندر بند کر دیا گیا اور پھر دو آدمی ہم سے تھوڑے فاصلے پر گویا پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

مکلینو اب بھی خاموش تھا۔ وہ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا تب بنی اس کے پاس پہنچ گئی۔

"پیا اب کیا ہو گا۔"

مکلینو نے آہستہ آہستہ نگاہیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔ "وہی ہو گا جو مکلینو چاہے گا۔"

اور مکلینو کے یہ الفاظ ایک بار پھر میرے بدن میں سنسنی پیدا کر گئے "آخر وہ کیا کر کے آیا ہے اور اس قدر پر اعتماد کیوں ہے؟"

لیکن ظاہر ہے میں یہ بات نہ تو اس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ ہی بنی مجھے بتا سکتی تھی میرا تو خیال تھا کہ شاید بنی کو بھی اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔

وقت گذرتا رہا ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ پھر رات ہو گئی۔

رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے مکلینو نے اپنے لباس میں کچھ ٹٹولا اور اس نے ایک چھوٹی سی سفید راڈ نکالی اور پھر اسے درمیان میں سے کھینچنے لگا۔ اس کے بعد وہ راڈ اس نے اپنے لائٹر میں فٹ کی اور لائٹر کے میکنزم میں کوئی تبدیلی کرنے لگا۔

اس کے بعد اس نے لائٹر کا ایک بٹن دبایا اور اس میں ایک ننھا سا سرخ بلب روشن ہو گیا۔

"ہیلو' ہیلو' ہیلو۔" اس نے تین چار بار کہا اور میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

بلاشبہ مکلینو نے کوئی اونچا کام دکھایا تھا۔ میں نے سوچا۔

"ہیلو' ہیلو' ہیلو' مکلینو کالنگ زیرو فور مکلینو کالنگ۔"

"یس باس۔" دوسری طرف سے ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہو------؟"

"لائن فور پر ہم نے مکمل طور پر قبضہ کر لیا ہے باس' ساری سچوئیشن ہمارے قابو میں ہے اور یہاں سے کوئی اطلاع باہر نہیں جا سکتی۔"

"گڈ------ کتنے ہیلی کاپٹر ہیں تمہارے پاس۔؟"

"بارہ باس۔" جواب ملا۔

"باقی تیاریاں مکمل ہیں۔"

"یس باس۔"

"میں اس وقت اوسلو میں ہوں۔ اوسلو کے مغرب میں جو پہاڑیاں ہیں ان میں ہوریشو کا خفیہ ہیڈ کوارٹر ہے اور اس وقت اس نے اپنا پورا کنٹرول اپنے قبیلے کے لوگوں کے سپرد کیا ہوا ہے۔ میں یہاں قید کر دیا گیا ہوں' بنی اور دوسرے لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ ہم ہوریشو کے خفیہ غاروں میں ہیں۔

تمہیں نہایت احتیاط سے اپنا کام انجام دینا ہے۔" مکلینو نے آخری ہدایت دی۔

"آپ مطمئن رہیں باس' ویسے کیا حکم ہے؟"

"حکم؟" مکلینو کی آواز میں بے پناہ غراہٹیں تھیں' "جسے دیکھو بھون دو میں اس وقت کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔"

"یس باس۔" جواب ملا۔ اور مکلینو نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ بنی خاموش نگاہوں سے مکلینو کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی عجیب سی کیفیت تھی۔

مکلینو جس چکر میں پھنس گیا تھا شاید بنی کی ہمدردیاں اس کی طرف ہو گئی تھیں' حالانکہ وہ مکلینو کو دھوکہ دینا چاہتی تھی۔ لیکن اب صورتحال بدل چکی تھی' بہرصورت میں بھی اس وقت کوئی ایسی حرکت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جو بالکل ہی خلاف انسانیت ہو۔

مکلینو بہرصورت ہماری مدد کر رہا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نئی شکل میں تھا۔ اس لئے میں براہ راست کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔

وقت گذرتا رہا۔ ہم آنے والے وقت کے بے چینی سے منتظر تھے' تمام لوگ جاگ رہے تھے۔ اور باہر شاید سیاہ فام بھی۔

پہرہ دینے والے مستعد اور چوکس نظر آ رہے تھے۔ ویسے بھی یہ سیاہ فام چونکہ اپنے مذہبی پیشوا کے لئے کام کر رہے تھے اس لئے ان کے دلوں میں پیشہ ورانہ محنت کے علاوہ عقیدت کا جذبہ بھی تھا۔ اور عقیدت کا جذبہ کچھ زیادہ ہی احتیاط پیدا کر دیتا ہے چنانچہ ان میں سے کسی نے سونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

رات کا کونسا پہر تھا اس بارے میں میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اچانک اوسلو ہیلی کاپٹروں کی خوفناک

گڑگڑاہٹوں سے گونج اٹھا۔

ہیلی کاپٹر انتہائی برق رفتاری سے آئے تھے۔ بس یوں لگتا تھا جیسے ایک دم سے طوفان سا آگیا ہو۔ وہ انتہائی تیزی سے مختلف حصوں پر اتر رہے تھے۔ پھر اچانک ہی گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔

بڑی خوفناک آوازیں گونج رہی تھیں۔ رات کا سناٹا اس بری طرح مجروح ہوا تھا کہ کان پڑی آوازیں بھی سنائی نہ دے رہی تھیں۔ جو ہیلی کاپٹر نیچے اتر چکے تھے ان کے لوگ شاید اسٹین گنیں وغیرہ لئے ہوئے نیچے آئے تھے اور اوپر سے بھی گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ چاروں طرف سے چیخ و پکار ہو رہی تھی۔

پہرے پر کھڑے ہوئے وحشی' وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے پھر وہ سامنے کی طرف دوڑ گئے۔ بہرصورت انہیں یہ اطمینان تھا کہ ہم قید ہیں وحشیوں کی چیخیں غار میں گونج رہی تھیں اور غار کے دہانے کی جانب مکلینو کے آدمیوں کی یورش بڑھتی جا رہی تھی۔

قید خانے میں مکلینو کسی خونخوار چیتے کی طرح ٹہل رہا تھا۔ اس کے ذہن میں شاید یہ بات ہو گی کہ وہ بھی اس قید خانے سے نکلے' کئی بار اس کے قدم سلاخوں کے نزدیک گئے۔ وہ باہر دیکھتا رہا تھا۔

باہر جس پیمانے پر ہنگامہ ہو رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مکلینو کے آدمیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ پوری قوت سے حملہ آور ہوئے ہیں۔

اس وقت مکلینو کی شکل دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اب وہ اصلی حیثیت سے سامنے آیا ہو' وہ نہایت خوں خوار لگ رہا تھا۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا' مجھے کیا ضرورت تھی کہ جب تک مجھے کسی کام کے بارے میں نہ کہا جاتا میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتا۔

پھر مکلینو ہم لوگوں کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"کیا تم لوگ گدھے ہو بالکل؟"

"بب باس۔ باس۔" ساریکا آگے بڑھ آیا۔

"اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کرو' کیا ہم یہیں چوہوں کی طرح بند رہیں ہم بھی ان لوگوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔" مکلینو نے کہا۔

اور میں اور ساریکا فولادی دروازے کی جانب بڑھ گئے لیکن دروازہ ایسا تو نہیں تھا جو ہم دونوں کی کوششوں سے کھل جاتا۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں دروازے کی سلاخوں کا جائزہ لینے لگا۔

سلاخیں چونکہ پتھریلی چٹانوں میں سوراخ کر کے پھنسائی گئی تھیں اس لئے وہ بالکل ٹائٹ نہیں تھیں بلکہ کچھ ڈھیلی نظر آ رہی تھیں۔ حالانکہ کافی موٹی تھیں۔ میں ان کا جائزہ لینے لگا اور جلد ہی میں نے ایک پتھر تلاش کر لیا جو کافی نوکیلا تھا۔

اور پھر سلاخوں کے بنے ہوئے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا جس جگہ سلاخیں نصب تھیں' میں ایک جگہ اس نوکیلے پتھر سے ضربیں لگانے لگا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اس نوکیلے پتھر سے تھوڑی سی جگہ کھل جائے تاکہ سلاخ نکلنے میں آسانی ہو جائے۔

یہ میری ذہنی کوششوں کا نتیجہ تھا' میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا

قید خانے سے صرف اس طریقے سے نکلا جا سکتا ہے کیونکہ سنگی چٹانوں سے سلاخ کو نکالنا آسان تھا' لیکن لوہے کا تالا توڑنا بہت مشکل تھا۔

مکلینو میری کوششوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب وہ سلاخ ڈھیلی ہو گئی تو میں نے سلاخ کو نیچے کی جانب سے اوپر کی طرف کھینچا اور سلاخ نکل کر میرے ہاتھ میں آگئی تھی۔

لیکن کئی سلاخوں کو نکالنا بہت مشکل کام تھا' ایک آدھ سلاخ نکالنے کے لئے ہی جتنی محنت کرنا پڑی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دوسری اور سلاخیں نکالنا تو انتہائی مشکل ہے۔ بس اتنا کرنا تھا کہ نکلنے کا راستہ پیدا ہو جاتا یہ بھی ممکن تھا کہ اس دوران ہوریشو کے آدمی پہنچ جاتے اور ہم اپنے کام کو نہ کر پاتے۔

چنانچہ میرے ذہن میں دوسری ہی ترکیب تھی' لہٰذا میں نے تالے کی طرف رخ کیا۔ مکلینو شاید یہی سوچ رہا تھا کہ میں اور سلاخیں نکالنے کی کوشش کروں گا اور راستہ پیدا کر دوں گا۔ لیکن اس نے مجھے سلاخ تالے میں پھنساتے دیکھا' اور اس کے چہرے پر عجیب و غریب سے تاثرات پھیل گئے' پھر میں نے ساریکا کو اشارہ کیا۔

سلاخ اس حد تک پھنسا دی گئی تھی کہ اب تالے میں سے کنڈے کے نکل جانے کا خطرہ نہیں تھا۔

جب سلاخ تالے میں پھنس گئی تو میں نے ساریکا کی طرف دیکھا۔

"آؤ ساریکا' ہم دونوں اس پر قوت صرف کریں۔" میں نے کہا اور ساریکا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

سلاخ کافی سخت تھی ہم نے تالے پر زور آزمائی کی اور دو تین جھٹکوں میں تالا ٹوٹ گیا۔ مکلینو کے حلق سے ایک عجیب سی غراہٹ نکلی تھی۔ شاید یہ خوشی کی بناء پر۔

اس نے میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے گردن ہلائی تب ہم نے تالا ہاتھ سے باہر نکال دیا۔

اور دروازہ کھول دیا۔ ہم سب باہر نکل آئے' بنی مکلینو کے ساتھ تھی۔

مکلینو نے کچھ سوچا اور سلاخ ہاتھ میں لے لی' جو میں نے نکالی تھی۔ یہ ایک اچھا ہتھیار تھا۔

ہم سب غیر مسلح تھے لیکن بہرصورت ہم سب غار میں دوڑنے لگے۔

ابھی ہم غار کے ایک مخصوص دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ اچانک دس بارہ مسلح سیاہ فام ہمارے نزدیک آگئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے انہوں نے آتے ہی ہمیں دیکھا اور ہم پر ٹوٹ پڑے۔

اب دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ دو سیاہ فاموں نے بنی کو پکڑ لیا تھا اور مکلینو سلاخ گھما رہا تھا۔ اس نے کئی سیاہ فاموں کو قتل کر دیا تھا اور خود اس کے جسم پر بھی کئی زخم آئے تھے۔ تب کچھ لوگ میری طرف دوڑے اور اس وقت میں نے اپنی فطری مہارت سے کام لیا۔ اور ان میں سے ایک شخص کا نیزہ کھینچنے میں کامیاب ہو گیا۔

نیزہ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ تب میں نے وہ نیزہ اس شخص کے سینے میں اتار دیا۔ وحشی اب ہم لوگوں پر قاتلانہ حملے کر رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ ہمیں قتل کر دیں۔

لیکن اب میں اپنی بھرپور کوششیں کر رہا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ اپنی بھی حفاظت کروں اور مکلینو کو بھی بچاؤں۔ بھالا میرے ہاتھ میں آ چکا تھا اور میں اس سے بہترین جنگ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے چھ سات آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے ان سب کے سینوں سے خون بہہ رہا تھا۔

مکلینو باقی لوگوں سے نمٹ رہا تھا۔ دفعتاً" ساریکا کی چیخ سنائی دی' ایک سیاہ فام وحشی کا نیزہ اس

کے حلق میں پیوست ہو گیا تھا۔

مکلینو نے چونک کر اسے دیکھا اور اسی وقت ایک وحشی نے پوری قوت سے لوہے کے ایک ہتھیار کی ضرب مکلینو کے سر پر ماری مکلینو وحشی درندے کی طرح پلٹا اس کا چہرہ خون میں نہا گیا تھا اس نے ضرب لگانے والے کی طرف پلٹ کر دیکھا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی سلاخ پوری قوت سے اس پر دے ماری۔ وحشی کی کھوپڑی کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔

لیکن مکلینو کے سر کا زخم بھی عجیب تھا۔ وہ عجیب انداز میں چکرا رہا تھا اور پھر وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

اب میں اور بنی رہ گئے تھے۔ ہمارے سامنے صرف دو وحشی باقی تھے باقی سب کو ہم ٹھکانے لگا چکے تھے۔ باہر گولیوں کی سنسناہٹ تیزی سے سنائی دے رہی تھی۔ اچانک مکلینو بری طرح کراہنے لگا اور بنی گھبرا کر اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

پیا ——— پیا" اس نے مکلینو کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس کا بازو اپنے گلے میں ڈال لیا۔

"بنی! بنی' سوری' میں۔ میں۔" مکلینو کچھ بول نہ سکا اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

"پیا۔" بنی پریشان ہو کر اس پر جھک گئی' لیکن مکلینو کی سانس چل رہی تھی۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میری بھی اس وقت عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی۔ باقی دونوں آدمیوں کو بھی میں نے ختم کر دیا اور اب یہاں کوئی باقی نہ رہا تھا۔

تب میں نے بنی کی طرف دیکھا۔ بنی کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

"پیاپیا تمہیں کیا ہو گیا۔ پیاپیا ڈیرپیا آنکھیں کھولو۔" بنی شدید اضطراب میں کہہ رہی تھی۔

لیکن مکلینو بے ہوش تھا۔ تب میں بنی کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے مکلینو کی نبض دیکھی اور محسوس کیا کہ مکلینو صرف بے ہوش ہے۔

تب میں نے بنی کو تسلی دی۔" مکلینو بے ہوش ہے بنی لیکن ہم اس وقت اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔؟"

"اوہ نواز ——— پیا کو مرنا نہیں چاہئے' پیا کو مرنا نہیں چاہئے۔" وہ اضطراب آمیز انداز میں بولی۔

اسی وقت میں نے باہر قدموں کی چاپ سنی اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک پروگرام سرایت کر گیا۔ لوہے کی سلاخ میں نے ہی اس کے سر پر ماری ہے۔ میں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ آنے والا کون ہے۔ البتہ میں نے بنی سے کہا۔ "اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہارا ابھی یہی حشر کروں گا جو میں نے مکلینو کا کیا ہے۔" بنی نے چونک کر میری شکل دیکھی اور متحیر رہ گئی۔

"دل' لیکن لیکن۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ تم جانتی ہو باس بنی کہ مکلینو نے کبھی ہمارے ساتھ

کیا۔"

"لیکن پیا۔" بنی اپنے ہونٹ دانتوں سے کاٹتی ہوئی بولی۔

"وہ ذلیل انسان ہم صرف اس کے نوکر تھے' اس کا انداز ہمارے ساتھ صرف کتوں کا سا تھا۔ کیا تمہارے خیال میں ہمارے دلوں میں اس کی عزت اور اہمیت ہو گی۔؟"

بنی نے ایک لمحے کے لئے میری شکل دیکھی پھر اس کی نگاہ میرے عقب میں اٹھ گئی۔ پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تم سب ——— تم سب کتے ہو' بے غیرت کتے۔" وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی اور اس وقت اس کی ایکٹنگ پر مجھے بے پناہ پیار آ گیا۔ اس نے صورت حال کی نزاکت سمجھ لی تھی۔

اور اس وقت میں پورا ڈرامہ کھیلنا نہیں بھولا۔ میں نے کہا۔ "ہم سب طاقت کے غلام ہیں بنی' اس وقت طاقت ہوریشو کے پاس ہے اور اب میں ہوریشو کا غلام ہوں' تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری مدد کروں گا' بہرصورت کچھ بھی ہو' اب میں ہوریشو کا غلام ہوں۔" اور تب ہی عقب سے مجھے ہوریشو کی آواز سنائی دی۔

"ڈکسن کیا ہوا؟"

میں چونک کر پیچھے پلٹا۔ میں نے ہوریشو کو دیکھا اور چند قدم پیچھے ہٹ کر اس کے سامنے باادب ہو گیا۔

"مسٹر ہوریشو آپ خود دیکھ لیں۔ مسٹر مکلینو نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ انہوں نے مجھے بھی ان لوگوں کو قتل کرنے کو کہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا۔" میں نے کہا۔

"اوہ کیا تم نے اس کو قتل کر دیا۔؟" ہوریشو ایک دم آگے بڑھ آیا۔

"مجھے نہیں معلوم باس ——— میں نے اس کے سر پر یہ سلاخ ماری ہے۔" میں نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔ اور ہوریشو مکلینو کے نزدیک پہنچ گیا۔

"تم پیچھے ہٹ جاؤ لڑکی۔" اس نے سخت لہجے میں بنی سے کہا اور بنی اسے خونخوار انداز میں گھورنے لگی۔

ہوریشو جھک کر مکلینو کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ زندہ ہے تم لوگ اسے اٹھا کر اندر لے آؤ' اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

"تم' تم کتے کیا سلوک کرو گے اس کے ساتھ' بنی ہوریشو پر جھپٹ پڑی اور ہوریشو نے اسے ایک زوردار دھکا دیا۔ تب ہوریشو نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اسے بھی لے جاؤ' یہ لوگ آزاد کیسے ہو گئے۔" وہ قید خانے کی طرف بڑھا اور پھر اس کا جائزہ لینے لگا۔ "اور یہ سلاخ کس نے نکالی تھی۔؟"

"مکلینو نے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں ———" ڈکسن تم باہر جاؤ اور شگویا تم ڈکسن کو اسٹین گن دے دو اور ڈکسن تم ان لوگوں سے مقابلہ کرو۔ اس کم بخت کے ساتھی کافی تعداد میں ہیں۔"

"یس باس۔" میں نے مستعدی سے کہا اور ہوریشو کے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ یہی وقت

کام دکھانے کا تھا۔ مجھے اسٹین گن دے دی گئی۔ تب میں نے دل ہی دل میں مکلینو سے معذرت کی۔

"مائی ڈیئر مکلینو' مجھے تمہارے ساتھیوں کے خلاف کام کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن افسوس میں اس کے لئے مجبور ہوں۔ دنیا کا ہر شخص پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے پھر دوسروں کے بارے میں' یہاں تک کہ تمہاری بیٹی بھی تمہارے لئے مخلص نہیں ہے۔

مجھے تمہارے آدمیوں سے کوئی پرخاش نہیں ہے ڈیئر بلکہ میں تو خود اس کا دشمن ہوں لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

میں دوسرے لوگوں کے ساتھ کاروائی میں مصروف ہو گیا۔ ہوریشو کے آدمی چاروں طرف سے مکلینو کے آدمیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ صورت حال کیا ہو گی' جنگ کا رخ کیا ہو گا' حالات کس طرح پلٹیں گے۔

لیکن ایک بات تھی' وہ یہ کہ اگر ہوریشو کو شکست ہوتی تو بہرصورت ایسی کوئی بات نہیں تھی' میں مکلینو کا ساتھی تو تھا۔ اس سلسلے میں بنی کم از کم میری گواہ تو ہو گی۔ وہ یہ تو کہہ سکے گی کہ میں نے انہیں بچانے کے لئے کیا کچھ کیا۔

اگر مکلینو کے لوگ مارے جاتے تو پھر مجھے ہوریشو پر اعتماد قائم کرنا ہوتا اور اس کے لئے میں بھرپور طور پر ہوریشو کے ساتھیوں کی مدد کر رہا تھا البتہ اتنا میں نے خیال رکھا تھا کہ میری گولیوں سے زیادہ آدمی نہ مارے جائیں۔

مکلینو کے آدمی انتہائی مہارت سے گولیاں برسا رہے تھے۔ ویسے ابھی تک غار کی طرف پیش قدمی نہیں ہو سکی تھی۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ غار کے دہانے پر ہوریشو کے آدمی سختی سے جمے ہوئے تھے اس کے علاوہ ان لوگوں کو پہاڑیوں کے وہ سوراخ معلوم تھے جن سے وہ اوپر پہنچ سکتے تھے۔ اور اس طرح انہوں نے پہاڑیوں پر اپنے مورچے جما رکھے تھے۔

مکلینو کے آدمی خاصی دشواریوں میں پھنسے ہوئے تھے اور بڑی سخت مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ بہرصورت وہ لوگ اپنی کوششیں کرتے رہے۔

اور پھر مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے مکلینو کے آدمی بھاری پڑ رہے ہوں۔ انہوں نے اپنا گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ اور وہ ہوریشو کے آدمیوں پر حاوی ہوتے چلے جا رہے تھے۔

ہوریشو کے آدمیوں کی گولیاں برسانے کی رفتار کچھ سست پڑ گئی تھی غالباً وہ زیادہ آتشیں اسلحے کے ماہر نہیں تھے اس لئے وہ نشانہ نہیں لگا پا رہے تھے۔

جبکہ مشکل پوزیشن کے باوجود مکلینو کے آدمیوں نے ہوریشو کے کافی لوگوں کو نشانہ بنا لیا تھا۔

اور پھر ایک اور شاندار کوشش کی گئی۔ مکلینو کے آدمی ہیلی کاپٹروں سے آئے تھے۔ غالباً ان کا خیال تھا کہ نیچے اترنے کے بعد وہ باآسانی غار پر قبضہ کر لیں گے لیکن اس کے بعد انہیں کافی مشکل پیش آئی۔

چنانچہ چند ذہین لوگوں نے جو بات سوچی وہ میرے نزدیک کافی اچھی تھی انہوں نے ہیلی کاپٹر دوبارہ فضا میں بلند کر دیئے اور پرواز کر کے پہاڑیوں کے اوپر ان نشانوں پر گولیاں برسانے لگے جہاں ان کے خیال میں ہوریشو کے آدمی چھپے ہوئے گولیاں چلا رہے تھے اور اس طرح انہیں زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔

ہوریشو کے آدمیوں کو یہ خیال نہیں آیا تھا کہ ہیلی کاپٹروں سے بھی گولیاں چلائی جا سکتی ہیں۔

چنانچہ وہ مار کھانے لگے پھر ہیلی کاپٹر غار کے قریب آئے اور انہوں نے بم مارنا شروع کر دیئے۔ اس طریقے سے ہوریشو کے کافی آدمی مر گئے تھے اور پھر دفعتاً ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ لوگ اندر کی جانب دوڑنے لگے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غار کا دہانہ خالی ہو گیا ہے۔ اس وقت میری پوزیشن کافی خطرناک ہو گئی تھی' میں پیچھے ہٹا اور اس قدر پیچھے ہٹ گیا کہ اندر داخل ہونے والوں کو نظر نہ آ سکوں۔

تب میں نے ایک پوشیدہ جگہ تلاش کی اور خود کو چھپا لیا۔ تب میں نے دیکھا کہ بہت سے افراد گنیں لئے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ وہ ہوریشو کے آدمیوں کو اندر داخل ہو کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار رہے تھے۔

صورت حال ہوریشو کے خلاف ہو گئی تھی' بہرصورت اندازہ یہ ہوتا تھا کہ مکلینو نے جو کچھ کیا تھا وہ بھی بھرپور تھا۔ اور اب ہوریشو کو اپنی کوششوں کا خمیازہ اٹھانا پڑ رہا تھا۔

اب اس کے اپنے قبیلے کے لوگ مارے جا رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مکلینو کے آدمی ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور ان کی یہ کوشش جاری رہی۔

میرے ذہن میں جو پروگرام تھا وہ یہ تھا کہ کسی طرح بنی کے نزدیک پہنچ جاؤں۔ نجانے ہوریشو نے مکلینو کو کہاں پہنچایا ہے۔

میں بنی کو تلاش کرتا رہا اور کافی دیر اسی طرح گذر گئی۔ اندر بدستور گولیاں چل رہی تھیں۔ پورا غار گولیوں کی سنسناہٹ سے گونج رہا تھا اور کچھ عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

بہرصورت میں مکلینو کو تلاش کرنے میں ناکام رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گولیاں چلنے کی آواز کچھ کم ہو گئی ہے۔

کیا کھیل ختم ہو گیا۔ میں نے سوچا۔

ممکن ہے کسی ایک پارٹی کو شکست ہو چکی ہو' اور یہ خاموشی اس کا پیش خیمہ ہو' بہرصورت میرا اس جگہ سے نکلنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

سو میں خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد غار میں ایک آواز گونجی۔

"باس مسٹر مکلینو آپ کہاں ہیں۔!"

"مسٹر مکلینو میں فوکر بول رہا ہوں۔"

"آپ کہاں ہیں مسٹر مکلینو۔" اور دوسرے لمحے بنی کی آواز سنائی دی۔

"فوکر ادھر آؤ پلیز---- ادھر آؤ' ہری آپ۔" بنی کی چیختی ہوئی آواز غار میں پھیل گئی تھی۔

اور تب میں نے دیکھا کہ فوکر نامی شخص جو خاصا قد آور اور تندرست تھا' ایک اسٹین گن لئے بنی کے قریب پہنچ گیا۔

"باس کہاں ہیں؟" اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"اندر ہیں۔ پپا کی حالت بہت نازک ہے۔" بنی اضطراب آمیز انداز میں بولی۔

"پلیز کم آن مادام بنی۔" فوکر نے کہا اور پھر وہ دونوں اندر کی طرف دوڑ گئے جہاں مکلینو تھا۔

ابھی تک مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہوریشو کی صورت حال کیا ہے کیا وہ مارا گیا ہے۔" یا پھر یہاں سے فرار ہو گیا۔؟

یہ دونوں سوال ابھی ادھورے تھے اور میرا باہر نکلنا مناسب نہیں تھا میں نہیں سمجھتا تھا کہ مجھے کس کے ساتھ وفاداری نبھانی ہوگی۔

ممکن ہے ہوریشو کوئی اور چال سوچ رہا ہو' ویسے وہ جتنا چالاک آدمی تھا' اس کے بارے میں میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ شکست ماننے والوں میں سے نہیں ہے۔

چند ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ پورے غار میں سیاہ فاموں کی بجائے مکلینو کے سفید فام پھیل گئے ہیں۔

گویا اب سیاہ فاموں کی یہاں کوئی گنجائش نہیں تھی' انہیں دیکھ کر مجھے پہلے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ لوگ سفید فاموں کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے کیونکہ سیاہ فام محدود تعداد میں تھے۔

تب میں سوچ سمجھ کر اپنی جگہ سے نکل آیا اور پھر میں مکلینو کی طرف چل پڑا جلد ہی میں مکلینو کے پاس پہنچ گیا۔

مکلینو بے ہوش پڑا تھا اور بنی اس کے نزدیک اداس سی بیٹھی تھی۔ اور مکلینو کے آدمی اسے سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف تھے جس سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ بہرصورت ابھی مکلینو زندہ ہے۔

بنی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ نجانے اس وقت اس کے جذبات کیا تھے۔ چنانچہ میں نے بھی اس سے بولنا مناسب نہیں سمجھا۔

اور بھی دوسرے لوگ مکلینو کی تیمارداری میں مصروف تھے چنانچہ میں بھی ایک کونے میں کھڑا ہوگیا۔ چند ساعت اسی طرح گذر گئے پھر ان لوگوں نے کپڑے کا ایک اسٹریچر سا بنایا اور مکلینو کو اس میں لٹانے لگے۔

پھر وہ اسے اٹھا کر چلنے لگے' بنی بھی ان کے ساتھ ساتھ غار سے باہر نکل آئی تھی۔ میں بھی بنی کے ساتھ چلنے لگا۔

مکلینو کو لے جانے والے تیزی سے ہیلی کاپٹروں کی طرف جارہے تھے غالباً غار کے دہانے سے باہر نکل کر وہ مکلینو کو فرسٹ ایڈ دینا چاہتے تھے یا اسے کہیں لے جانا چاہتے تھے۔

اور اس وقت میری جو حیثیت تھی میں اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہتا تھا' چنانچہ میں خاموش تماشائی بنا رہا۔

میں نے نہ تو بنی سے کچھ گفتگو کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی مکلینو کے بارے میں زیادہ مستعدی دکھائی۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ ہوریشو کی تلاش کے سلسلے میں کیا کیا گیا' بہرصورت میرے ذہن میں اس طرف سے اضطراب تھا۔

تب میں نے بنی ہی کو مخاطب کرنا مناسب سمجھا۔ "بنی۔" میں نے اسے آواز دی۔

اور بنی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات نظر آئے۔ اور وہ غمزدہ لہجے میں بولی۔

"ہاں' کیا بات ہے؟"

"بنی میرا خیال ہے تمہارے ساتھی ہوریشو کو بھول گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مقصد یہ کہ کیا اس کی لاش مل گئی ہے۔؟"

"اوہ نواز ـــــ میرا ذہن ماؤف ہے' میں کچھ سوچ نہیں پارہی۔" بنی غمزدہ لہجے میں بولی۔

"تب پھر مجھے کسی ایسے آدمی کا نام بتاؤ جس سے میں اس بارے میں پوچھ سکوں میں نے پوچھا۔

بنی نے نگاہیں اٹھا کر اپنے آدمیوں کی جانب دیکھا' پھر ایک طرف اشارہ کرکے بولی۔ "اس کا نام کوپر ہے۔ ہمارے گروہ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے میرا خیال ہے تم اس سے بات کرو۔"

اور میں نے گردن ہلا دی' اس شخص کو میں نے اچھی طرح نگاہ میں رکھ لیا تھا جس کا نام بنی نے کوپر بتایا تھا۔

چند ساعت کے بعد میں اس شخص کے نزدیک تھا۔

"مسٹر کوپر۔" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر ڈکسن۔"

"آپ نے مسٹر ہوریشو کی تلاش کے سلسلے میں کیا کیا۔؟" میں نے گمبھیر لہجے میں پوچھا۔

"اوہ' ہمارے ساتھی غار میں موجود ہیں' ان کی نگرانی پیٹرسن کر رہا ہے وہ لوگ سیاہ فاموں کی لاشوں کو اکٹھا کر رہے ہیں اور یقیناً ہوریشو بھی انہی میں ہوگا۔" کوپر نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے' ورنہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ تم لوگ کہیں باس کی پریشانی میں مسٹر ہوریشو کو نہ بھول جاؤ۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اتنا خطرناک آدمی ہے کہ اسے ایک لمحے کے لئے نظرانداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ نہ جانے کس وقت کیا کاروائی کر بیٹھے۔"

"ہم نے اس کو آخری حدوں تک پہنچادیا ہے مسٹر ڈکسن آپ بے فکر رہیں اب وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ کیا آپ اس بات کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ ہم نے اس کے کتنے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔؟"

"ہاں میں دیکھ رہا تھا۔" میں نے جواب دیا اور کوپر نے گردن ہلادی۔ پھر وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"باس کی حالت بہت خطرناک معلوم ہوتی ہے مسٹر ڈکسن' لیکن اسے کیا ہوا۔؟"

"ہوریشو صرف ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا ہوریشو نے اسے زخمی کیا ہے۔" کوپر نے پوچھا۔

"ہاں۔ براہ راست۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ کوپر کے ہونٹ بھنچ گئے' غالباً وہ اس بات سے سخت متاثر ہوا تھا۔

"یہ تو بہت برا ہوا مسٹر ڈکسن' ہوریشو کو اتنی خطرناک سچویشن پیدا نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں مسٹر کوپر کیا کہا جاسکتا ہے' خودغرضی کے لبادوں میں لپٹے ہوئے انسانوں کو دوست نہیں کہا جاسکتا' مسٹر مکلینو ہوریشو کا مکروہ اور سیاہ چہرہ نہایت قریب سے دیکھ چکے ہیں۔ لیکن اس آڑے وقت میں ہم نے مسٹر مکلینو کا ساتھ نہیں چھوڑا۔" میری خودغرضی کوپر کو دھوکا دے رہی تھی۔ لیکن میں بھی

مجبور تھا ظاہر ہے پوزیشن کچھ ایسی ہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گئے۔ اسٹریچر ہیلی کاپٹر کے نزدیک رکھ دیا گ
اس سے اندازہ ہوا کہ وہ لوگ مکلینو کو ہیلی کاپٹر کے نزدیک طبی امداد دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ فرسٹ ا
سامان ہیلی کاپٹرز میں موجود تھا۔

مکلینو کی تیمارداری میں کافی لوگ مصروف ہو گئے۔ اس کی بینڈیج کر دی گئی' اس کے زخم
شاید کسی خاص دوا سے بھر دیا گیا تھا' بینڈیج کرنے کے بعد انہوں نے مکلینو کو بہت سارے کپڑے بچھا
اس پر لٹا دیا۔ اور اس پر چادر ڈال دی۔ غالباً وہ اس بارے میں بینی سے مشورہ کرنا چاہتے تھے کہ اب کیا
جائے۔

میں بینی سے بہت زیادہ دور نہیں تھا' پھر چند افراد بینی کے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک آ
بڑھ کر بولا۔

"مادام کیونکہ باس بہت زخمی ہیں اس لئے اگلی ہدایات آپ ہمیں دیں گے۔"

"میں۔" بینی نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہاں مادام آپ۔"

بینی صرف زخمی انداز میں انہیں دیکھتی رہی بولی کچھ نہیں۔ تب کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک
شخص نے کہا۔

"مادام آپ کیا چاہتی ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو باس کو سویڈن لے جایا جائے؟ یا پھر یہیں جزیرے
پر ان کی تیمارداری کی جائے۔"

"میرا خیال ہے اس وقت انہیں سویڈن لے جانا مناسب نہیں ہوگا' ہیلی کاپٹر کا سفر ان کے لئے
مناسب نہیں ہوگا۔ تم جتنی جلد ہو سکے کسی ڈاکٹر وغیرہ کو یہاں بلوا لو' باقی یہاں پر ہماری کافی عمارتیں موجو
ہیں ان میں سے کسی میں مکلینو کو لے جایا جائے اور اس عمارت کی بھرپور نگرانی کی جائے' کیونکہ ہوریش
کتا اس وقت ہمارا شدید دشمن ہو رہا ہے۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں مادام' جزیرے کے چپے چپے پر ہمارا قبضہ ہے اور چند ساعت کے بعد
آپ دیکھیں گی کہ جزیرے پر ہوریشو کے کسی آدمی کا وجود نہیں ہے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔" بینی نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ سب لوگ منتشر ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد مکلینو کو ایک عمارت کے اندر منتقل کر دیا گیا۔ میں بینی اور چند دوسرے
افراد مکلینو کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد باہر پھر کچھ گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس وقت ہماری کیفیت یہ تھی
کہ ہم حالات جاننے کے لئے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ بینی بھی پریشان نظر آ رہی تھی۔ لیکن چند ساعت کے بعد
ایک شخص اندر داخل ہوا۔

وہ گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ بینی نے اسے آتے دیکھا اور اس کا چہرہ بھی دھواں دھواں نظر آنے لگا۔

"کیا بات ہے۔؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"مادام بینی وہ۔ وہ۔" آنے والا خوف سے کچھ بول نہ سکا۔

"جلدی بولو ــــ جو کچھ ہوا ہے اسے جلدی بیان کرو۔" بینی تحکمانہ لہجہ میں بولی۔

"مادام' ہوریشو فرار ہو گیا ہے۔"

"فرار ہو گیا ہے۔" بینی نے دانت پیسے۔

"ہاں مادام۔ وہ کمبخت زندہ بچ گیا تھا کہیں چھپ گیا تھا اور پھر ہم لوگوں نے دیکھا کہ وہ کمبخت ہمارا
ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہو گیا اس کے ساتھ چار سیاہ فام بھی تھے۔"

"اوہ ــــ تم نے تو کہا تھا کہ وہ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔" بینی غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مادام وہ جتنا چالاک ہے اس کا اندازہ آپ کو بھی ہے۔ ہم لوگ دھوکا کھا گئے۔"

"بہر صورت میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں جو تمہارا فرض تھا تمہیں پورا کرنا چاہئے تھا۔ میرا
ے کیا تعلق۔" بینی بے رخی سے بولی۔

"مادام بہر صورت اتنا تو آپ جانتی ہیں کہ ہوریشو کے پورے قبیلے میں سے جسے اس نے بڑے مان
لا تھا' صرف چار افراد کو زندہ لے جا سکا ہے۔ اب مکلینو کا غضب قدم قدم پر اسے تلاش کرے گا
ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

بینی کے حلق سے صرف غراہٹ نکلی۔ بہر صورت وہ لوگ کافی شرمندہ نظر آ رہے تھے۔

مکلینو بدستور بے ہوش تھا اس کی حالت بھی شدید خطرے میں تھی جبکہ دوسرے لوگ
ری کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔

مجھے اور بینی کو ابھی تک کوئی موقع نہ مل سکا تھا کہ ہم لوگ آپس میں گفتگو کر لیتے۔

بہر صورت رات کے آخری پہر میں ہمیں گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ بینی نے ایک لمحے کے لئے پلک
جھپکی تھی۔ وہ مکلینو کے سرہانے اداس بیٹھی تھی۔ دوسرے لوگ باہر جا چکے تھے صرف میں اور
کمرے میں موجود تھے۔

"بینی۔" میں نے اسے آواز دی۔

اور بینی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اس کا چہرہ ویران تھا۔ آنکھوں میں عجیب سا درد سمٹا ہوا تھا۔

"ہاں نواز۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"آئی ایم سوری بینی ــــ میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"نواز ــــ میں پپا کو دھوکا دینے جا رہی تھی۔"

"ہاں بینی ــــ مگر اس وقت صورت حال دوسری تھی۔"

"ہاں نواز ــــ لیکن پپا کی یہ حالت ــــ پپا کی یہ حالت میرے لئے بے حد دل شکن
ہے۔ تم بتاؤ میں کیا کروں' کیا کروں نواز۔"

"میرا مشورہ ہے بینی۔" میں نے فوری طور پر فیصلہ کرتے ہوئے کہا "میرا مشورہ ہے کہ تم
کلینو کی بھرپور تیمارداری کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں مکلینو جس وقت ٹھیک ہو جائے گا اس کے
ہم آئندہ کیلئے کچھ سوچیں گے۔"

"شکریہ نواز ــــ جانے کیوں میری کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے پہلے میں نے کبھی اتنی بری
یت محسوس نہیں کی تھی۔ لیکن۔ لیکن نواز کیا بتاؤں مجھے آج احساس ہو رہا ہے کہ مجھے پپا سے بے حد

محبت ہے۔ میں کل ان سے بغاوت کر رہی تھی لیکن آج ان کے لئے تڑپ رہی ہوں۔ کاش پپا جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ میں پپا کی پر شفقت مسکراہٹ کے لئے تڑپ رہی ہوں نواز' کاش پپا جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔"

"بنی گاڈ! (God) تمہاری پر محبت مانگ کو نہیں ٹالے گا۔ مکلینو جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔" میری تسلی کے دو الفاظ اس کی روح کو تراوٹ دے دیتے تو اس میں ہرج کیا تھا۔ سو میں نے اخلاقیات کو نبھایا۔

"نواز میں پپا سے بغاوت کر رہی تھی صرف تمہارے لئے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ پپا تمہارے خلاف کوئی ایسا قدم اٹھائیں جس سے تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ پہنچے۔ لیکن آج جب پپا خطرے میں ہیں میں ان کے لئے تڑپ رہی ہوں۔"

"مجھے احساس ہے بنی' تم اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہو۔ میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔ اور تم بھرپور طریقے سے مکلینو کی تیمارداری کرو۔"

"میں تمہاری شکر گذار ہوں نواز۔" بنی نے گردن جھکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے اسے بھرپور تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

☆ ☆ ☆

ہوریشو کے سلسلے میں بھرپور کارروائی ہوتی رہی اور مکلینو کے سلسلے میں بھی۔ دو تین ہیلی کاپٹرز روانہ ہوئے تھے صرف اس سلسلے میں کہ ڈاکٹرز کو لا سکیں اور دوسری صبح ہیلی کاپٹرز میں کئی ڈاکٹر ضروری چیزیں لے کر آ گئے۔

کافی ہیلی کاپٹر ہوریشو کی تلاش میں بھی روانہ کئے گئے۔ لیکن ابھی تک اس کا کچھ پتہ نہ چلا تھا۔

مکلینو کی بینڈیج از سر نو کی جانے لگی' ڈاکٹر نے اسے انجکشن وغیرہ دیئے اور مکلینو کی حالت کسی قدر بہتر ہونے لگی۔

بنی قدم قدم پر عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت ایک غمزدہ لڑکی سے زیادہ کچھ نہ رہی تھی۔ میں بھی بہرصورت اسے سہارا دیئے ہوئے تھا۔ اور نہ جانے کیوں میرے دل میں اس وقت مکلینو کے لئے کچھ ہمدردی تھی۔

میرا خیال تھا کہ بنی کو کم از کم اس وقت تک دھوکا دینا نہیں چاہئے جب تک کہ مکلینو ٹھیک نہ ہو جائے۔

باقی رہے دوسرے معاملات تو ہم مست مولا تھے۔ ہمیں ان باتوں کی کیا پرواہ البتہ رہ رہ کر کبھی سردارے کی یاد دل میں چٹکیاں لیا کرتی تھی۔ اب تو گولڈ مین بھی مارا جا چکا تھا اور نوئیل میری بھی۔

باقی تمام لوگ اجنبی تھے صرف ایک سردارے رہ گیا تھا جس کی مجھے بے پناہ خوشی تھی کہ وہ اب تک ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگا۔ بہرصورت میں اس کی ذہانت' چالاکی اور چستی کا دل ہی دل میں اعتراف کرتا تھا۔

اور اس وقت تو اور بھی زیادہ کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس پورے گروہ سے تنہا نبرد آزما تھا۔ کاش اس وقت وہ گرفتار ہی ہو جائے۔ میں نے سوچا اور اگر وہ اس وقت گرفتار ہو کر یہاں پہنچ جاتا تو میں

کرنے کے لئے موجود تھا۔ لیکن یہ خیال میرے ذہن میں تھا' ابھی اس کی کوئی عملی' شکل میرے ذہن میں نہیں تھی۔

پورا دن مختلف مصروفیات میں گزرا۔ مکلینو کو ایک بڑے کمرے میں رکھا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ ہوریشو چونکہ بھاگ گیا تھا اس لئے مکلینو کی نگرانی سخت ہو گئی تھی۔

ظاہر ہے ہوریشو جیسے آدمی سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ فضا میں بھی نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔

کیونکہ ہوریشو نے ایک بار پہاڑوں پر بمباری کی تھی اور بہرصورت ہم اسے کمزور نہیں سمجھ سکتے تھے۔ وہ مزید بھی کوئی حرکت کر سکتا تھا۔ مثلاً اس عمارت پر بمباری کرا دیتا جس میں مکلینو موجود تھا۔

اس لئے اس بات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے مکلینو کے آدمی پوری طرح مستعد تھے۔ رات کو تقریباً آٹھ بجے مکلینو کی حالت کافی بہتر ہو گئی۔ اور وہ ڈاکٹر جو سوئیڈن سے آئے تھے انہوں نے بتایا کہ اب مکلینو کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت ہو گئی ہے اور ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مریض کی اندرونی کیفیت کیا ہو گی' کیونکہ سر پر ضربیں شدید ہیں۔

میں بدستور ڈکسن کی حیثیت سے بنی کے ساتھ تھا کسی کو میرے اوپر کوئی شبہ نہیں تھا۔ خاص طور سے اس سلسلے میں بنی میری معاون تھی اور دوسرے لوگ بنی کے احکامات پر مکمل طور پر عمل کر رہے تھے۔ اور کوئی ایسا کام نہیں ہو رہا تھا جو بنی کی مرضی کے خلاف ہوتا۔

طے یہ کیا گیا تھا کہ یہیں جزیرے پر ہی مکلینو کی نگہداشت کا انتظام کیا جائے اور اس وقت یہاں سے مکلینو کو کہیں لے جانا اس کی زندگی کے لئے خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح اس کا بدن ہلتا۔

بہرصورت مکلینو کی نگہداشت کے لئے مکمل انتظامات ہو چکے تھے اور جزیرے کی فضا بھی پرسکون تھی۔

البتہ مکلینو کے آدمی مکمل ہوشیاری کے ساتھ جزیرے کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ فضا میں بھی نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد

نوداں کی تلاش

ایم اے راحت

8

ہوریشو کا خطرہ کافی زبردست تھا۔ اس کے علاوہ ان کو شک تھا کہ وہ کہیں کوئی حملہ نہ کردے۔ اور انہیں نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ وہ سب دن رات محتاط تھے۔

بنی مستقلاً" مکلینو کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ وقتی طور پر مجھے فراموش کر چکی ہو۔

لیکن میں ابھی حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ بلاشبہ جس انداز میں یہ سارے حالات بدلے تھے وہ غیر متوقع تھا۔ اور مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ صورتحال ایسی عجیب و غریب ہو جائے گی اور مکلینو اس انداز میں پھر میرے ساتھ ہی آ کھڑا ہو گا۔

بنی کے تھوڑے سے تبدیل ہو جانے کی وجہ بھی غیر فطری نہیں تھی البتہ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں سے سردارے کی تلاش میں کیا مدد لی جا سکتی ہے۔

فی الحال میرے ذہن میں یہ تھا کہ ڈکسن والی حیثیت کو میں تبدیل نہ کروں کیونکہ اس حیثیت سے میں اس جزیرے پر محفوظ تھا اور اس طرح میری ذات کو کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔ یہاں موجود جتنے لوگ تھے، وہ سب مجھے ڈکسن ہی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ کسی کو ابھی تک مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا اور بہرحال یہ اچھی ہی بات تھی۔

اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بنی میرے ساتھ تھی اور اسے میری حیثیت معلوم تھی اور فی الوقت یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مکلینو کی قائم مقام بنی ہی ہو۔

ہم لوگ بنی کے احکامات کی پابندی بالکل اسی طرح کر رہے تھے جیسے وہ مکلینو کا حکم ہو۔ موجود اشخاص میں سے کوئی بھی بنی کے احکامات کو رد نہیں کرتا تھا۔

ان حالات میں، میں نے فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا ضروری نہ سمجھا ہاں اگر حالات میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی تو اس صورت میں، میں اپنے بارے میں مختلف انداز سے سوچ سکتا تھا۔

ظاہر ہے ان حالات میں نہ تو مجھے بنی کی ضرورت تھی اور نہ ہی مکلینو کی ------ اور میرا تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا۔ میں صرف سردارے کی تلاش میں تھا۔ وہ مجھے کسی بھی لمحے مل جاتا تو میں اسی وقت

روانہ ہو جاتا۔ بھلا مجھے ان لوگوں کی کیا پرواہ تھی۔

باقی رہا میری آیندہ زندگی اور آیندہ مسائل کا مسئلہ تو یہ مسئلہ آج تک ہموار ہوا ہی نہ تھا۔

میں نے کبھی زندگی کے لیے صحیح راستوں کا تعین نہیں کیا تھا اور جب کوئی منزل ہی نہیں تھی تو پھر راستوں کی تلاش کیا معنی رکھتی تھی۔

سردارے اگر مل جاتا تو ٹھیک تھا اور اگر وہ نہ ملتا اور مارا جاتا تو پھر تنہا زندگی گذارنی ہے' جیسا کہ شروع سے چلا آرہا تھا۔ سردارے کی حیثیت بہرحال کافی حد تک دلکش تھی۔

سردارے ایک اچھے دوست کی حیثیت سے دوسروں سے نمایاں مقام رکھتا تھا اور کم از کم اس کی ذات پر مکمل بھروسہ کر سکتا تھا۔

اور اگر ایک بھروسے والی ذات بھی ختم ہو جاتی تو میں اس کے لیے مر نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ میری سرشت کے خلاف تھا۔

جہاں تک زندگی کا مسئلہ تھا' وہ جس رنگ میں گذر رہی تھی' بہتر تھا کیونکہ مجھے اب زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

کئی روز گذر گئے دوسرے لوگوں کے ساتھ میری اپنی رہائش گاہ بھی تھی اور بنی حتیٰ الامکان جب بھی مکلینو کی تیمارداری سے ذرا فرصت پاتی تو مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

وہ میرا پورا پورا خیال رکھنے کی کوشش کرتی لیکن اب میں محسوس کرتا تھا کہ اس کے اندر بے پناہ تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اب عام طور سے اس کے ہونٹ مسکراہٹ سے عاری ہوتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو احکامات دیتے ہوئے وہ انتہائی بردبار اور سنجیدہ نظر آتی تھی لیکن ابھی تک میں محسوس نہیں کر سکا تھا کہ میرے بارے میں اس کا نظریہ کیا ہے؟

لیکن میں نے اس بات پر ضرور غور کیا تھا کہ اب وہ اپنے گروہ سے مخلص ہے اور اس کے انداز میں ایسی تبدیلی آچکی ہے جو اس سے پہلے محسوس نہیں کی گئی۔

یہ تبدیلی میرے لیے نہیں تھی' میرے ساتھ وہ اتنی ہی پرخلوص اور پرمحبت تھی اور میری زندگی اسے ابھی تک عزیز تھی کیونکہ وہ میری لائف کی حفاظت کا خیال بھی رکھتی تھی لیکن شاید یہ میرے اپنے احساسات تھے میں نے اکثر محسوس کیا کہ وہ اندرونی طور پر ایک عجیب سی کش مکش کا شکار ہے لیکن اس کے بارے میں' میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

وہ کش مکش کیا تھی' مجھے اس بارے میں معلوم نہیں تھا اور میں نے اس سے پوچھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

مکلینو اب صحت یاب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے آج تک کسی سے کوئی گفتگو نہ کی تھی۔ اس سے بہت سے سوالات کیے جاتے تھے لیکن وہ عام طور سے خاموش رہتا تھا۔

نہ جانے کیوں؟ لیکن ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ممکن ہے مکلینو پر ذہنی طور سے کوئی اثر ہوا ہے کیونکہ چوٹ اس کے دماغ پر لگی تھی۔

بنی جب ڈاکٹرز کی یہ باتیں سنتی تو وہ خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ اس کا چہرہ ستا جاتا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔

اور وہ سسکیاں لے کر روتی تھی۔ پھر انہی دنوں وہ ایک شام مجھے تنہا مل گئی۔ جس عمارت میں مکلینو کو رکھا کو رکھا گیا تھا' اس کے پائیں باغ میں پھولوں کے کنج کے نزدیک خاموش کھڑی تھی اور اتفاقاً" میں بھی ادھر پہنچ گیا۔

میرے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور اس کے چہرے پر کسی قدر خوش گوار تاثرات پیدا ہو گئے۔

"ہیلو بنی!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو نواز! آؤ۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

"بہت کچھ نواز۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بنی! سب سے پہلے تو یہ بات بتاؤ کہ کیا میں تمہاری تنہائی میں مخل ہوا ہوں؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو نواز' میری تنہائیوں میں تمہاری آمد اجنبی تو نہیں ہے۔" بنی ہلکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ممکن ہے ہو گئی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا بنی لیکن مجھے تمہارے اندر کافی تبدیلیاں محسوس ہو رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی نواز؟ کیسی تبدیلیاں؟ کیا ان سے تم نے کوئی برا تاثر لیا ہے؟" بنی نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں' البتہ میں تمہارے بارے میں سوچنے لگا ہوں۔"

"نواز کیسی باتیں کر رہے ہو؟" بنی عجیب سے لہجے میں بولی۔

"اور کیسی باتیں کروں بنی' کیا تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں؟"

"اوہ نواز' میری زندگی کا یہ موڑ کیا غیر متوقع نہیں ہے؟"

"ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر کیا یہ تبدیلی غیر فطری کہی جا سکتی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے پورے خلوص سے جواب دیا۔

"تو نواز' تم تو اس سلسلے میں شکایت نہ کرو۔ میری پریشانیوں پر غور کرو۔ یہ پریشانیاں میرے ذہن پر مسلط ہو کر مجھے پژمردہ کر دیتی ہیں تو تم اس سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ برائے مہربانی نواز-------" بنی پر محبت لہجے میں بولی۔

"نہیں بنی' میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں' البتہ تم سے باتیں ضرور کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں نواز۔"

"اس وقت تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

"بہت سی الجھنیں میرے ذہن میں ہیں نواز۔ عجیب غریب حالات کا شکار ہو گئی ہوں اور تم دیکھ

رہے ہو کہ پپا کی حالت کیا ہے۔ وہ کسی سے نہیں بولتے' بالکل خاموش رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مجھ سے بھی نہیں بولتے حالانکہ ان کے چہرے کے تاثرات' ان کے ہاتھوں کی اضطرابی کیفیت سے میں یہ اندازہ لگا سکتی ہوں کہ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ سکتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں وہ اس قدر خاموش ہیں' حالانکہ ان کی قوت گویائی بھی درست ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ الفاظ ادا کرتے ہیں لیکن وہ صرف ان کی اس ضرورت سے متعلق ہوتے ہیں جو انہیں درپیش ہوتی ہے اس کے علاوہ نہ وہ کسی سوال کا جواب دیتے ہیں اور نہ خود کوئی بات کرتے ہیں۔"

"ہاں بنی' یہ بھی تو ممکن ہے کہ مکلینو کا ذہن کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو' وہ کچھ فیصلے کر رہے ہوں۔" میں نے کہا۔

"مگر وہ مجھ سے بھی بات نہیں کرتے؟"

"شاید اس کی بھی کوئی خاص وجہ ہو۔"

"اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے نواز؟"

"بنی' ممکن ہے وہ تمہارے کردار کے بارے میں بھی سوچتے ہوں۔" میں نے بھرپور وار کیا۔

"میں نہیں سمجھی نواز؟"

"ممکن ہے اب ان حالات سے فارغ ہونے کے بعد یعنی سکون ملنے کے بعد انہوں نے ہوریشو کی باتوں پر غور کیا ہو۔ کیا وہ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ کیا بنی ان سے کسی قسم کی بے وفائی کا ارادہ رکھتی تھی۔ کیا ہوریشو نے درست کہا ہے کہ میرے تعلقات تم سے ایسے ہی ہیں جیسا کہ ان سے ذکر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے وہ اسی سوچ میں مبتلا ہوں۔"

"لیکن وہ اس بارے میں مجھ سے سوالات تو کر سکتے ہیں نواز۔" بنی نے ویران آنکھوں کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بنی' مکلینو بہرحال ایک ذہین انسان ہے' ممکن ہے وہ براہ راست سوالات کرنا پسند نہ کرتا ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میں ان حالات سے بہت پریشان ہوں نواز۔"

"کیوں بنی؟"

"دیکھو نا میری شخصیت کس بری طرح مجروح ہو رہی ہے۔ میں نہ تو تمہارے بارے میں سوچ سکتی ہوں اور نہ ہی پپا کے بارے میں۔ میں عجیب و غریب دوراہے پر کھڑی ہوں اور عجیب و غریب ہی کشمکش کا شکار ہوں۔"

"میں تمہیں اس سلسلے میں مشورہ دے سکتا ہوں بنی۔"

"ہاں نواز لیکن بات ایسی ہے کہ میں تم سے مشورہ بھی نہیں کر سکتی۔"

"اوہ۔ تب میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں بنی۔" میں نے سرد سے بے جان لہجے میں کہا اور بنی ایک دم جذباتی ہو گئی۔

"نہیں نواز کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ میری زندگی میں تم بہت بڑی حیثیت رکھتے ہو' ایک ایسی حیثیت جس کو نظرانداز کرنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی

تھیں۔ تب بنی آگے بڑھی۔ اس نے بڑے پیار سے مکلینو کے چہرے کو اوپر اٹھایا اور اس پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "پپا ------ پپا! کیا بات ہے' آپ اب بھی نہیں بولیں گے؟"

"نہیں بنی ------ نہ بولنے کی کوئی بات نہیں ہے۔" مکلینو نے آہستہ سے بنی کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

"پھر پپا ------ کیا بات ہے آپ خوش نہیں ہوئے؟"

"خوش ------" مکلینو نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہاں پپا! آپ خوش کیوں نہیں ہیں؟"

"بات دراصل یہ ہے میری بچی کہ میں اپنے ایک مضبوط ارادے میں ناکام ہو گیا ہوں۔" مکلینو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھی پپا!"

"ان تمام دنوں میں میری بیٹی! میں سوچتا رہا ہوں کہ صحت یاب ہونے کے بعد میں ہوریشو کے وفاداروں کو کس طرح چن چن کر ہلاک کروں گا اور ہوریشو کا نام و نشان کس طرح سے اس زمین سے مٹاؤں گا اور اس سے کس طرح انتقام لوں گا۔ یہ سارے پروگرام میرے ذہن میں ترتیب پاتے رہے ہیں لیکن' لیکن ------" مکلینو دردانگیز انداز میں خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا پپا؟" بنی پریشان لہجے میں بولی۔

"بنی! میں اندھا ہو گیا ہوں۔ میں دیکھ نہیں سکتا۔" مکلینو نے سرد لہجے میں کہا اور کمرے میں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔

ڈاکٹر اس کی آنکھوں پر جھک گئے لیکن مکلینو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ "ٹھہر جاؤ۔ ان کاموں کے لئے بہت وقت باقی ہے۔ مجھے بات کر لینے دو۔"

"پپا ------ پپا ------" بنی بڑے کرب سے چلائی۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پپا؟" وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی اور اس نے مکلینو کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

"سر کی چوٹ تھی بنی! بہت کچھ سوچتا رہا ہوں اور میری بچی! میری خاموشی بے مقصد نہیں تھی۔ میرے ذہن میں یہی خیال بھی تھا کہ ممکن ہے اب میں دوبارہ دنیا کو نہ دیکھ سکوں۔ البتہ مجھے اپنے ذہنی توازن کا یقین تھا کہ یہ قائم رہے گا۔ اب دوسری چیز آنکھوں کی بینائی ہی ہو سکتی تھی اور میرا خدشہ درست ہی نکلا۔"

"اوہ مسٹر مکلینو! آپ فکرمند نہ ہوں۔ ہم آپ کی آنکھوں کا ------ بجلی سے علاج کریں گے اور آپ کی بینائی واپس آجائے گی۔"

"شاید۔"

"شاید نہیں پپا ------ یقیناً یقیناً۔" بنی نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بنی! لیکن تم یہ سوچو کہ اس دوران ہوریشو کہاں سے کہاں نکل جائے گا۔"

"اوہ پپا! میں موجود ہوں۔ میں آپ کی زیر ہدایت کام کروں گی اور ہر وہ کام پورا کروں گی جو آپ نے سوچا ہے۔"

"اوہ۔" مکلینو کے چہرے پر کسی قدر تبدیلی نظر آئی اور اس نے بنی کی کلائی مضبوطی سے پکڑ لی۔

"ہاں پپا! آپ مجھ پر اعتماد رکھیں۔ میں یقینی طور پر آپ کے کاموں کو پورا کرنے کے سلسلے میں آپ کی معاون ہوں گی۔"

"تم ـــــــ ہاں بنی! تم واقعی یہ کام کر سکتی ہو۔ تم یہ کام کر سکتی ہو۔ میں یہ بات بھول گیا تھا کہ میری بیٹی میرے پاس موجود ہے اور وہ میرا مشن پورا کر سکتی ہے۔"

"پپا! تم بے فکر رہو۔ میں اس کالے کتے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" بنی نے دانت پیس کر کہا اور مکلینو کے چہرے پر کسی قدر خوشی کے آثار نظر آئے۔

میں خاموش کھڑا بنی کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب صورت حال کافی بدل جائے گی۔

بنی کے ذہن میں جو جذبہ پیدا ہوا ہے وہ ظاہر ہے میرے مفاد کے خلاف تھا۔ وہ مجھ سے یہی کہے گی کہ میں ہوریشو سے انتقام لینے میں اس کی مدد کروں اور بہر صورت یہ درست ہے کہ ہوریشو میرا شکار تھا۔ میں اس سے نمٹنا چاہتا تھا لیکن اس کے لئے میں بنی کا غلام نہیں بن سکتا تھا۔ یہ بات تو میری فطرت کے ہی خلاف تھی۔

میں آزاد تھا اور آزاد اور تنہا ہی رہنا چاہتا تھا اور میں اسی طرح بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اب مجھے یہ سوچنا تھا کہ بنی سے آخری بات کر کے یہ جزیرہ کب چھوڑوں اور سردارے کے بارے میں مجھے یقین ہو چکا تھا کہ وہ یا تو مارا گیا ہے کسی ایسی گمنام جگہ جہاں اس کی لاش دستیاب نہ ہو سکی یا پھر وہ جزیرے سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اب میں اس کی تلاش میں زیادہ وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اب جلد از جلد پوائنٹ فور سے نکل جانا ہے۔ سو میں تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا اور جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو میں بھی وہاں سے نکل آیا۔

مکلینو درحقیقت اندھا ہو چکا تھا۔ اس وقت میں اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا چائے پی رہا تھا جب بنی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔

میں نے اسے دیکھا اور چائے کا کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ "آؤ بنی!" میں نے آہستہ سے کہا اور بنی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

اس نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی۔ "میرے لئے بھی چائے منگواؤ۔ نواز ـــــــ" اس نے کہا اور میں نے ملازمہ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی۔

تھوڑی دیر کے بعد بنی کے سامنے بھی چائے پہنچ گئی۔ اس دوران بنی خاموشی سے سر جھکائے کچھ سوچتی رہی تھی۔

"تم پریشان نظر آ رہی ہو بنی ـــــــ" میں نے آہستہ سے کہا اور بنی نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"کیا میرے لئے یہ شدید ترین پریشانی کی بات نہیں ہے نواز!" اس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بنی۔"

"مکلینو اندھا ہو چکا ہے نواز ـــــــ کیا اس کی حالت قابل رحم نہیں ہے؟"

"ہے بنی! کیوں نہیں ـــــــ"

"ایسی صورت میں کیا میں اسے چھوڑ سکتی ہوں؟"

"میرا خیال ہے نہ تو یہ مناسب ہے اور نہ ممکن۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر ہم کیا کریں نواز!"

"بنی! تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے اسے صاف صاف کہہ دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ نواز! کیا کہوں ـــــــ کیسے کہوں؟"

"بنی! جو کہنا ہے کہو' اس لئے کہ حالات میری نگاہ میں بھی ہیں۔"

"نواز! میرے ذہن میں ایک شدید الجھن ہے۔"

"کیا ـــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اس وقت تک میرا ساتھ دے سکتے ہو جب تک کہ مکلینو کی آنکھیں درست نہ ہو جائیں؟" بنی نے کہا۔

"کس انداز میں بنی؟"

"کیا تم میرے ساتھ اسی حیثیت سے رہ سکتے ہو؟"

"اس بات کا کیا جواب چاہتی ہو؟"

"وہ جو حقیقت پر مبنی ہو۔" بنی نے بھی صاف لہجے میں کہا۔

"تو بنی! میرے لئے یہ مشکل ہے۔"

"اوہ ضرور ہو گا۔ میں جانتی ہوں کہ تم الجھنوں میں رہنا پسند نہ کرو گے۔ تم آزاد دنیا کے آزاد انسان ہو اور اگر میں تمہیں روکنا بھی چاہوں تو یہ میرے لئے مشکل ہو گا۔"

"ہاں بنی! تمہارا خیال درست ہے۔ یہ صرف میرے خلوص کا ثبوت ہے کہ میں نے وہ بات تمہیں بتا دی جو میرے ذہن میں ہے۔ میں بہت زیادہ عرصے یہاں نہ رہ سکوں گا۔ میری انتہائی کوشش ہو گی کہ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں۔"

"نواز! مجھ پر بھروسہ نہیں رہا کیا؟"

"میں نہیں سمجھا بنی!"

"کیا میں تمہیں یہاں سے نکلنے میں مدد نہ دوں گی؟"

"شکریہ بنی! میرا خیال ہے کہ تم ایسا کرو گی۔"

"ضرور کروں گی نواز ـــــــ میرا فرض مجھے روک رہا ہے اور میں نے محبت کو فرض پر قربان کر دیا ہے کہ کبھی کبھی یوں بھی جیا جاتا ہے۔ مکلینو اگر اندھا نہ ہوتا تو میں ایک بار پھر اسے دھوکا دینے کی کوشش کرتی اور خاموشی سے تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جاتی۔ میں نے تمہارے دل کو ٹٹولا ہے۔ اگر تم میرے لئے اپنے ذہن میں اتنی گنجائش پاتے ہو جتنی کہ تمہارے لئے میرے دل و ذہن میں ہے تو پھر میرے پاس رک جاؤ اور اگر تم نہیں رک سکتے تو میں کسی بھی طور تمہیں مجبور نہیں کر سکتی ـــــــ میں مکلینو

کے ساتھ ہی رہوں گی نواز ------ میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔"

"ٹھیک ہے بنی! میں تمہیں سوچ کر جواب دوں گا۔"

"نہیں نواز ------ ابھی اور اسی وقت۔"

"بنی! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں ہر قیمت پر یہاں سے جانا چاہتا ہوں تو تمہارا رویہ کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا رویہ ------ نواز! میں آخری بار تم سے کہہ رہی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو اور آخری بھی ------ تم کہیں بھی رہو گے میں تمہیں ہمیشہ چاہتی رہوں گی خواہ تم میرے پاس ہو یا نہ ہو ------ اگر تم میرے ساتھ رہتے تو بنی صرف ایک عورت رہتی۔ ایک ایسی عورت جو اپنا محبوب رکھتی ہے اور اس کی پناہ میں رہتی ہے۔ اور تمہارے جانے کے بعد وہ صرف ایک خطرناک انتقام ہو گی۔ وہ ہوریشو سے انتقام لے گی اور اگر اس کے بعد مکلینو کی آنکھیں درست ہو گئیں تو اس کے بعد بنی کا آخری مشن تمہاری تلاش ہو گا۔ تم کہیں بھی چلے جاؤ نواز! میں تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کروں گی........ لیکن اسی وقت نواز جب اپنے مشن سے فارغ ہو گئی تو۔" بنی نے درد بھرے انداز میں کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے اسے دلاسہ دینے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے وہ اتنی صاف دلی سے گفتگو کر رہی تھی تو میں کس طرح اسے دھوکا دے سکتا تھا ------ میں اسے جھوٹا دلاسہ دے کر مزید بیوقوف نہیں بنا سکتا تھا۔ سو میں خاموش رہا۔

میں نے اسے رونے دیا اور وہ کافی دیر تک روتی رہی۔ پھر خاموش ہو گئی۔ "تو نواز! تم کہاں جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں ہے بنی ------ نہیں کہہ سکتا کہاں جاؤں گا۔ اب تو مجھے اپنے دوست کی زندگی کی طرف سے بھی مایوسی ہو چکی ہے۔ بہرحال میں آوارہ گرد ہوں کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ تم میرے لئے اس قدر پریشان نہ ہو بنی۔"

میں نے جواب دیا اور بنی بسورتی رہی۔ میں نے دل ہی دل میں یہ سوچا تھا کہ اب یہاں رکنا تقریباً بے کار ہی ہے۔ جو کچھ ہو گیا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے وہی بہتر ہے۔ تب میں نے بنی کو ایک اور پیشکش کی۔

"بنی! میں تم سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں نواز! کہو ------" بنی نے جواب دیا۔

"مکلینو سے میں نے جو کچھ لیا ہے اسے واپس کرنے کا خواہش مند ہوں۔ میں تمہیں ساری تفصیلات نوٹ کرائے دیتا ہوں۔ تم ان بنکوں سے اپنی رقومات وصول کر لینا۔" میں نے کہا اور بنی ٹوٹے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی۔

"نواز! اب بھی یہ بات کہہ رہے ہو؟" وہ درد بھرے انداز میں بولی۔

"میں نہیں سمجھا بنی!"

"نواز! میں بتا چکی ہوں کہ بات صرف مکلینو کی آن کی تھی۔ اس نے اپنی آن کے لئے تم دونوں کو شکست دی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد اس کی کیا آن رہ گئی۔

تم نے دیکھا نواز ------ ہوریشو نے اس سے غداری کی ہے شدید تر غداری ------ میں نہیں کہہ سکتی کہ مکلینو صحت یاب ہونے کے بعد اس بات کو کس حد تک محسوس کرے گا۔ اگر وہ اندھا نہ ہوتا تو شاید اسے اپنی بے بسی کا احساس نہ ہوتا۔ لیکن اب تو وہ بے بس بھی ہو گیا ہے۔

لیکن اب تم ہی بتاؤ نواز ------ ہوریشو کو شکست دینے میں یا اس سے انتقام لینے میں مکلینو کیا عملی اقدام کر سکتا ہے؟ رہا دولت کا مسئلہ' تو نواز! یقین کرو ہمارے پاس بہت کچھ ہے اور مکلینو یقیناً اس کے لئے پریشان نہیں ہو سکتا۔"

"پھر بھی بنی! میرا دل نہیں چاہتا کہ اب میں تمہاری دولت لے کر جاؤں۔" میں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"نواز ------ تم اسے اپنے پاس رکھو۔ اگر کبھی زندگی میں میں تم سے مل گئی تو اس دولت کو میں تم سے واپس لے لوں گی ورنہ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے ہی بنی سے پوچھا۔ "تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم جس وقت یہاں سے نکلنا چاہو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔" بنی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

وہ بمشکل تمام اپنے آنسوؤں کو روک رہی تھی۔ یہ جملے کہتے ہوئے اس کی جو کیفیت تھی مجھے اس کا صحیح اندازہ تو نہیں تھا تاہم میں اسے محسوس کر سکتا تھا۔ میں اتنا سوچ سکتا تھا کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ میں ذکسن کی حیثیت سے ہمیشہ اس کے پاس رہوں۔ لیکن میرے لئے یہ سب کچھ ناممکن تھا۔ میں کسی ایک عورت کے لئے خود کو وقف نہیں کر سکتا تھا۔

میری زندگی میں کون نہیں آیا ہے' بے شمار لوگ ایسے تھے جنہوں نے میرے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ ایسی لڑکیاں بھی تھیں جو مجھ پر جان دینے کو تیار تھیں۔ لیکن مجھے کسی عورت کے ساتھ زندگی وابستہ نہیں کرنی تھی۔

اگر میں کسی عورت کے ساتھ زندگی گزارنا ہی چاہتا تو زرتاش کیا بری تھی۔ ایک حسین ترین لڑکی جو صحیح معنوں میں بنی سے زیادہ مظلوم تھی۔ اس کا پوری دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ بنی تو پھر بھی مکلینو کی بیٹی تھی۔

کروڑوں روپے کی جائیداد اور لاکھوں کی مالک ------ اسے زندگی گزارنے میں کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں جبکہ زرتاش کی زندگی کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ اس کی زندگی کسی سہارے کی منتظر تھی۔ لیکن میں کسی کو سہارا دینے کے لئے سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ میں ان لائنوں سے بہت دور نکل آیا تھا۔

چنانچہ میں نے بنی سے کہہ دیا کہ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ وہ جب بھی چاہے میرے لئے انتظام کر دے۔

"تو کیا نواز ------ تم کچھ دن بھی نہیں رہو گے؟" بنی نے پوچھا۔

"نہیں بنی! یہ سب فضول ہے۔ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

بنی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔ بہرصورت دوسرے روز بنی کی ایک ملازمہ میرے

پاس آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ بینی مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ میں بینی کے پاس جانے کے لئے ضروری تیاریاں کرنے لگا۔

جلد ہی میں بینی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بینی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے حیرت ہوئی۔

اس وقت اس کے چہرے پر عجیب سی خشونت نظر آرہی تھی۔ بالکل بدلا بدلا سا انداز تھا۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"مسٹر ڈکسن! آپ ایک ضروری کام سے بھیجے جارہے ہیں۔ براہ کرم جو ہدایات میں آپ کو دوں' آپ ان پر عمل کریں۔"

"بہتر ہے مادام۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور بینی نے اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' تم جاؤ۔ میں مسٹر ڈکسن سے بات کررہی ہوں۔"

"یس باس۔" لڑکی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تب بینی نے میری طرف دیکھا لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"میں نے آپ کے لئے انتظام کردیا ہے مسٹر نواز! ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر سویڈن پہنچ جائے گا۔ سویڈن میں آپ جس قسم کی مراعات چاہیں' ریگ اسٹور سے حاصل کرسکتے ہیں۔ میں اسٹورز کے مالک مسٹر گراہم کے نام آپ کو ایک خط دے دوں گی۔"

"بہت بہتر بینی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کتنی دیر میں روانہ ہونے کی تیاریاں کرسکتے ہیں؟"

"جس وقت آپ کہیں۔"

"میری طرف سے آپ کو اجازت ہے مسٹر نواز------ ہیلی کاپٹر بھی تیار ہے۔" بینی اسی لہجے میں بولی۔ نہ جانے اسے کیا ہوگیا تھا۔

"بہت بہتر مس بینی۔" میں نے کہا اور گردن جھکا کر باہر نکل آیا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

ویسے میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ غم کی انتہا ہے۔ لیکن وہ خود پر قابو پاچکی تھی اور بہرصورت یہ اس کی خوبی تھی۔

ایک لمحے کے لئے میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی امڈی تھی۔ لیکن ہمدردیوں نے کسی کو کیا دیا ہے جو میں مزید اس کے ساتھ کوئی ہمدردی کرتا۔

میں باہر نکل آیا اور پھر یہاں سے روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ مجھے خود بھی احساس تھا کہ اوسلو میں میرا رہنا اب بالکل بے کار ہے۔ یہاں مجھے کوئی کام نہ تھا۔ صرف ایک سردارے تھا جس کی تلاش میں میں یہاں رکا ہوا تھا۔ میں نے اسے تلاش کرنے کی بیحد کوشش کی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سردارے کا وجود اب اس دنیا میں نہ ہو۔

ہونہہ------ مرگیا تو مرجائے مجھے کون سی پرواہ ہے۔ ظاہر ہے زندگی کسی کے قابو میں نہیں ہوتی۔ میں نہ کسی کو مرنے سے روک سکتا تھا اور نہ ہی خود کو مرنے سے------ جب ہم اپنی سانسوں پر

ذات میں ہی الجھ کر رہ جاتا ہے۔ میں تم سے کیا سوالات کروں جبکہ وہ سوالات میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہیں۔"

"تم غور کرلو بینی مجھے تمہاری کسی سوچ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نواز' اس سوچ میں کوئی برا تاثر نہیں ہے' میں ہر حالت میں تمہیں مدنگاہ رکھتی ہوں' براہ کرم ایسی کوئی بات نہ سوچو۔"

"ٹھیک ہے بینی' میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں سوچوں گا' اس لیے کہ میں تمہاری الجھنوں میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں اس کے ساتھ ساتھ تمہیں ایک پیش کش بھی کرتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پیش کش؟" بینی نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بینی!"

"کیا نواز؟"

"تم اگر حالات میں الجھ رہی ہو اور میرے لیے کچھ نہیں کرسکتیں تو بینی بے فکر رہو میں تمہیں اس کی تکلیف بھی نہ دوں گا۔"

"نواز! تمہارے ان خیالات سے تمہاری ناراضگی ظاہر ہورہی ہے۔"

"نہیں بینی۔ تمہاری سوچ کا انداز مختلف ہے۔ بہت ساری باتوں میں' میں بھی اسی انداز میں سوچ سکتا ہوں جس طرح تم سوچتی ہو۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ تمہاری الجھنیں کافی بڑھ گئی ہیں' تمہاری ذمہ داریاں بھی کافی بڑھ گئی ہیں۔ تم جس انداز میں اپنے گروہ کو ہینڈل کررہی ہو' میرا خیال ہے اس سے تمہیں اپنی ذمہ داری کا مکمل احساس ہوتا ہوگا۔

مکلینو اس وقت ان لوگوں کو حکم دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور جس طرح تم اس کے قائم مقام کی حیثیت سے احکامات صادر کررہی ہو' اس سے مکلینو کو بھی بڑی ڈھارس ہوگئی اور وہ سوچ رہا ہوگا کہ اگر وہ کسی طرح معذور رہے تو اس کا کام بینی بخوبی سنبھال سکتی ہے۔" میں نے بینی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن نواز اس صورت میں تم------"

"میری بات چھوڑو بینی' میں دوسری قسم کا انسان ہوں' مجھ سے اس قسم کی گفتگو نہ کرو۔"

"نواز! تم مجھ سے ناراض سے ہو؟"

"نہیں بینی۔ ایک بار پھر کہتا ہوں بلکہ تم اسے آخری بار سمجھو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی انسان ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں کہ بعض اوقات انسان اپنے آپ میں اس طرح الجھ جاتا ہے کہ بہت سے مسائل اس کے لیے آکھڑے ہوتے ہیں' مجھے تمہارے مسائل کا بھی پورا پورا احساس ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم اس طرح نہ سوچو کہ میں تم سے ناراض ہوں' البتہ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا تعاون کروں؟"

"نواز! جب تم مجھے اس پوزیشن میں لے آئے ہو تو میں تم سے چند باتیں اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بینی کرو۔ میں حاضر ہوں۔"

"پپا ٹھیک تو ہو جائیں گے لیکن ہمیں وہ کسی طور اجازت نہیں دیں گے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔"

"ہاں بنی مجھے اندازہ ہے۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کرو گے نواز؟"

"نہیں سمجھا بنی؟"

"کیا تم ڈکسن کی حیثیت سے ایک طویل عرصے تک یہاں رہ سکتے ہو؟" بنی نے گہرے لہجے میں پوچھا۔

"طویل عرصے سے تمہاری کیا مراد ہے بنی؟" میں نے پوچھا۔

"اتنے طویل عرصے تک نواز جب تک کہ ہمیں ضرورت ہو۔ میرا مطلب ہے دس سال' پندرہ سال' بیس سال۔"

"اوہ بنی نہیں۔ میں تمہیں کسی فریب میں نہیں رکھوں گا۔ میں اتنے عرصے اس حیثیت سے یہاں نہیں رہ سکتا۔ تم خود غور کرو جس انسان کی اپنی شخصیت کھو جائے کیا وہ خوش رہ سکتا ہے۔"

میرے الفاظ پر بنی چند ساعت خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"نہیں نواز۔ واقعی وہ خوش نہیں رہ سکتا۔ بدلا ہوا انسان اپنی ذات ہی سے فریب نہیں کر سکتا۔"

"تو بنی پھر میرے لیے کس طرح ممکن ہے؟"

"تو پھر ہم کیا کریں گے نواز؟ میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی اور یہ بھی نہیں چاہتی کہ تم اپنی ذات میں ایسا کوئی خلا پیدا کرو جو تمہاری شخصیت کو ختم کر دے۔"

"ہاں بنی' اگر تم یہ نہیں چاہتیں تو ایسا مت سوچو۔"

"اچھا نواز۔ پپا درست ہو جائیں' جس وقت تک پپا ٹھیک نہ ہو جائیں' اس وقت تک تو تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

"ہاں بنی۔ اگر تم ایسا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اس کے بعد ہم فیصلہ کر لیں گے نواز۔ میں ہر قیمت پر تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تمہارے بغیر میں نہیں رہ سکتی۔"

"جو تمہاری مرضی بنی۔ میں تمہیں فوری طور پر مجبور نہیں کروں گا کہ تم کوئی ایسا قدم اٹھالو۔"

"تم ناراض تو نہیں ہو گے نواز؟"

"ہرگز نہیں۔"

"میرے لیے کوئی اور خدمت بتاؤ۔"

"ہاں بنی۔ تم سے ایک کام ہے۔" میں نے کہا اور بنی مستعدی سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ہاں نواز۔ تم نے اب تک مجھ سے کیوں نہیں کہا۔"

"بنی! میں سوچ رہا تھا کہ تم ان حالات سے کسی حد تک نکل آؤ تو میں تم سے اس بارے میں کہوں۔"

"ہاں نواز میں مکمل طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں۔"

"بنی' موجودہ حالات اتفاقیہ طور پر ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں کہ ہم اپنے پچھلے پروگرام نظرانداز کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"

"ہاں۔ یقیناً۔ مجھے احساس ہے اس کا۔"

"تب میں تم سے اس سلسلے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"نواز۔" بنی خفگی سے بولی۔ "کیا میرے ساتھ بات کرنے میں تمہیں سوچنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں بنی!"

"نواز! میری خواہش ہے کہ تم مکمل بھروسے کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرو۔"

"میں چاہتا ہوں بنی کہ تم اپنے کسی خاص حکم کے ذریعے میرے دوست سردارے کو تلاش کرانے کی کوشش کرو۔ اسے پوائنٹ فور جزیرے کے علاوہ قرب و جوار کے جزیروں میں دیکھو۔ میری مراد یہ ہے کہ میں اسے ہر قیمت پر پالینا چاہتا ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کو اس قسم کی ہدایت کر دو کہ مکلینو کے حکم سے اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ مکلینو نے اسے زندگی کی امان دے دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی وہ خود کو گروہ کے حوالے کر دے' اس کی آزادی کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔ یہ اعلان جزیرے کے چپے چپے پر کرا دو تاکہ وہ ہم سے آن ملے۔"

"اوہ۔ سوری نواز تمہیں مجھ سے یہ کہنے کی ضرورت پڑی' حالانکہ یہ تو میرا فرض تھا۔ مجھے یہ کام تمہارے کہنے سے پہلے ہی انجام دے دینا چاہئے تھا۔ بہرحال تم فکر نہ کرو' میں آج شام ہی تمہارا یہ پیغام نشر کرا دوں گی۔ اور ہر قیمت پر تمہارے دوست کو تلاش کر کے تم تک پہنچا دوں گی۔ ویسے مجھے بھی یہی اندازہ ہے کہ ہوریشو اس پر قابو نہیں پاسکا۔ حالانکہ اس نے گولڈ مین' گرانٹ اور نوئیل وغیرہ کو قبضے میں کر لیا تھا۔ افسوس! ان لوگوں کو ختم کر دیا گیا۔ لیکن تمہارا دوست اس کے قبضے میں نہ آسکا اور آتا بھی کیسے ———— بہرحال وہ تمہارا ساتھی ہے' تمہارا تربیت یافتہ۔" بنی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کے مل جانے کے بعد ہی مجھے اصل سکون ہو گا بنی۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

بنی نے اسی روز سردارے کی تلاش میں ہدایات دینا شروع کر دیں۔ اس نے کہا۔

"کسی طور ان ایشیائیوں کو تلاش کر کے لایا جائے۔" اس نے تنہا سردارے کے لیے نہیں کہا تھا اور بہرحال یہ اس کی اپنی ذہانت تھی' جس کا میں نے بعد میں اعتراف کیا۔

اس نے وہ الفاظ بھی دہرائے جو میں نے اس سے کہے تھے اور بنی کے ساتھی سردارے اور میری تلاش میں چل پڑے۔

بہرصورت بنی کے اس اقدام سے میں کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ سردارے' ممکن ہے اس اعلان کو کوئی فریب سمجھے۔ لیکن بہرصورت اب اسے تلاش کرنے والے اس کے ساتھ زیادتیاں تو نہیں کر سکتے تھے جو ہوریشو کے آدمی کر رہے تھے۔ ممکن ہے سردارے رسک لینے پر آمادہ ہو جائے۔

حالانکہ یہ ایک موہوم سی امید تھی۔ لیکن بہرصورت امید تو تھی۔ اگر اس طرح سردارے ہاتھ آجائے تو اس سے اچھی کون سی بات ہو سکتی تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ اوسلو کے دن اور اوسلو کی راتیں میرے لئے بے جان ہو گئی تھیں۔ بیزار کن

حد تک میں اوسلو سے چڑا ہوا تھا۔ لیکن سردارے ــــــ اس شخص کا مجھے انتظار تھا۔ مکلینو کے سارے وفادار یا تو مکلینو کی تیمارداری کرتے رہتے یا پھر جزیرے کی نگرانی۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔

کوئی تفریح نہیں تھی اور اس کے علاوہ یہ موقع بھی تفریح کا نہیں تھا۔ مکلینو کی صحت بھی مکمل طور پر بحال نہیں ہوئی تھی۔

میں سب سے زیادہ ذہنی الجھنوں کا شکار رہا تھا۔ بعض اوقات اپنی فطرت سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگتی تھی۔ خواہ مخواہ سردارے کے لئے اتنا پریشان ہو رہا ہوں' خوار ہو رہا ہوں کیا فائدہ ــــــ میری زندگی میں کون سا اتنا بڑا ساتھ دے جائے گا۔ آخری وقت تک تو نہیں رہے گا اور ممکن ہے مر بھی چکا ہو۔

پھر میں کیوں اس کے لئے سرگرداں ہوں۔ مجھے اپنے طور سے سوچنا چاہئے۔ بنی' مکلینو اور دوسرے لوگ میری زندگی میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں کیوں اپنے دن ضائع کر رہا ہوں۔ بعض اوقات الجھنیں بڑی شدت اختیار کر جاتی تھیں اور اس وقت خود کو سنبھالنا بڑا مشکل ہو تا تھا۔

لیکن بہرصورت نجانے کون سی قوت تھی جو مجھے ابھی تک کسی اقدام سے روکے ہوئے تھی۔

میں نے ابھی تک کوئی ایسا قدم اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی جو کسی بھی طور میرے لئے یا کسی کے لئے پریشان کن ہو تا۔

ہوریشو بالکل ہی غائب ہو گیا تھا۔ اب اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہا تھا۔ ویسے جزیرے سے ہوریشو کے آدمیوں کی تین سو لاشیں اٹھائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ زخمی ہونے والے الگ تھے۔ پورا جزیرہ جہنم کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ اور جب ان لاشوں کو دفنایا گیا تو بڑے عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آئے تھے۔

اتنے وسیع پیمانے پر قتل و غارت گری ہوئی تھی لیکن مجھے حیرت تھی کہ کوئی بیرونی مداخلت یہاں نہیں ہوئی تھی۔ گویا مکلینو اس طرح اپنے معاملوں میں آزاد تھا۔ اور یہ حیرت انگیز بات تھی۔

وقت اور گزر گیا۔ تقریباً پندرہ دن بیت گئے لیکن ابھی تک سردارے کا کوئی پتہ نہ چلا تھا۔ حالانکہ مکلینو کے آدمی' بنی کے حکم پر اسے بہت سی جگہوں پر تلاش کر چکے تھے۔

البتہ مکلینو کے زخم تقریباً بھرتے جا رہے تھے۔ وہ کافی حد تک تندرست ہو رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں اور آج ڈاکٹر پٹیاں کھولنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

اور آج میں بھی موجود تھا جب مکلینو کے سر سے پٹیاں اتاری گئیں۔ اب صرف ٹیپ چپکا دیئے گئے تھے۔

لیکن پٹیاں اتارنے کے بعد جو واقعہ رونما ہوا' وہ کسی حد تک دردانگیز تھا۔

مکلینو نے آنکھیں کھولیں۔ بنی اس کے قریب کھڑی مسکرا رہی تھی۔ خوش تھی کہ بہرصورت مکلینو صحت یاب ہو چکا ہے۔ لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد مکلینو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور یہ کیفیت بہت دیر تک طاری رہی۔

بنی اور دوسرے لوگ مسکرا رہے تھے۔ اس سے اس کی خیریت پوچھ رہے تھے۔ لیکن مکلینو گم سم سا چھت کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس کا چہرہ کسی پتھر کے بت کی طرح ویران نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے جان محسوس ہو رہی

قادر نہیں ہیں تو دوسروں کی زندگی کے لئے فکرمند کیوں ہوں۔

سو میں نے خود کو لاپرواہ کر لیا۔ میری فطرت میں اب یہ تبدیلی ہو گئی تھی کہ میں جس چیز سے خود کو بے نیاز کرنے کی کوشش کرتا اس میں مجھے زیادہ دقت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دو افراد میرے پاس پہنچ گئے۔ انہیں بنی نے میرے پاس بھیجا تھا۔

"مسٹر ڈکسن! کیا آپ تیار ہیں؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں میں تیار ہوں۔"

"تب دوسرا شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "مسٹر ڈکسن! ہیلی کاپٹر تیار ہے۔ مادام نے حکم دیا ہے کہ آپ فوراً تیار ہو جائیں۔" اس نے کہا اور میں نے اپنا چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھایا اور آگے بڑھ آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمارا ہیلی کاپٹر اوسلو سے فضا میں پرواز کر گیا۔ اس کا رخ سویڈن کی طرف تھا۔ اور میں خاموش بیٹھا اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ میری زندگی ایک بار پھر ایک مخصوص ڈگر پر آ گئی ہے۔ ایسی ڈگر پر جس پر میں پہلے تھا۔ بس ذرا سی تبدیلی ہوئی تھی۔

پہلے میں ایک بے بس انسان کی حیثیت سے تھا۔ لیکن آج میرے پاس اتنا کچھ تھا کہ اگر میں چاہتا تو پوری زندگی عیش و عشرت سے بسر کر سکتا تھا۔

میری حیثیت اتنی بلند تھی کہ میں چاہتا تو ساری زندگی ایک شہنشاہ کی حیثیت سے گزار سکتا تھا۔

لیکن مجھے یہ شہنشاہی بھی پسند نہ تھی۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ آخر میں چاہتا کیا ہوں؟

بہرحال جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور ذہن کو جھٹکنے کی کوشش کی لیکن عجیب سا مسئلہ تھا' جتنا نہ سوچنے کا فیصلہ کرتا' خیالات کی یلغار اسی تیزی سے بڑھتی جاتی۔ اس وقت جو سفر میں طے کر رہا تھا اس میں میرا کوئی دوست بھی نہ تھا اور رہ رہ کر مجھے سردارے یاد آ رہا تھا۔ بہرصورت میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور خیالات کی یلغار سے بچنے کی کوشش کی۔

اور باقی سفر میں نے خالی الذہنی کے انداز میں طے کیا ــــــ ہیلی کاپٹر نے مجھے سویڈن کے ایک مخصوص علاقے میں اتار دیا۔

پھر ان دونوں نے مجھ سے واپسی کی اجازت چاہی اور میں نے گردن ہلا دی۔ اور سوٹ کیس لے کر میں آزاد فضا میں آ گیا۔ ابھی تک میں ڈکسن کے میک اپ میں تھا۔ پھر میں نے ریگ اسٹور تلاش کیا اور کچھ دیر کے بعد میں ریگ اسٹورز پہنچ گیا۔

یہاں میری ملاقات طویل القامت مسٹر گراہم سے ہوئی۔ چمکدار آنکھوں والا خوبصورت آدمی تھا۔ اس نے بڑے تپاک سے مجھے ریسیو کیا۔

"میرا خیال ہے مسٹر ڈکسن! آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔"

"ہاں مسٹر گراہم! میں نے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔

"تشریف لائیے۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ مس بنی نے آپ کے نام ایک خط دیا ہے۔"

"اوہو' باس بنی۔ کہاں ہے وہ خط؟" گراہم نے پوچھا اور میں نے وہ خط نکال کر اس کے سامنے رکھ

دیا۔

گراہم نے بڑے احترام سے خط کھولا اور اسے پڑھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"او کے مسٹر ڈکسن! ظاہر ہے آپ باس کے کام سے جا رہے ہیں۔ میرے لائق جو بھی خدمت ہو آپ مجھ سے فرما دیجئے۔ میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے آپ یہ بتادیں کہ آپ کہاں جانا پسند کریں گے؟"

"دراصل مجھے ہالینڈ تک سفر کرنا ہے۔"

"ہالینڈ ------" گراہم نے کہا اور پھر بولا۔ "تب پھر آپ کو سویڈن سے ڈنمارک اور پھر جرمنی کے راستے ہالینڈ جانا ہوگا۔ کیا آپ یہاں سے بائی پلین سفر کرنا پسند کریں گے یا بذریعہ کار------ کیونکہ یہاں سے براہ راست ہالینڈ تک کوئی پلین نہیں جاتا۔ اس لئے آپ کو ڈنمارک جانا ہوگا اور ڈنمارک سے آپ سیدھے ہالینڈ جاسکتے ہیں۔"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ میں یہاں سے براہ راست ہوائی سفر کروں میں ٹرین کا سفر پسند کروں گا کیونکہ باس کی یہی ہدایت ہے۔"

"او کے۔ باقی ا[illegible] میں کروں گا۔ میرا خیال ہے آپ کو ایک یا دو دن یہاں قیام کرنا ہوگا۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ [illegible] مناسب جگہ کا بندوبست کردوں یا آپ وہیں ٹھہریں گے؟"

"وہیں سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے باس کے ہیڈ کوارٹر پر------"

"نہیں۔"

"پوچھ سکتا ہوں کیوں؟"

"ہاں، اس لئے مسٹر گراہم کہ میری آمد کو انتہائی خفیہ رکھا گیا ہے۔"

"اوہ------ تو ایسا کوئی سلسلہ ہے۔" گراہم نے کہا اور پھر بولا۔ "ٹھیک ہے میں آپ کو کوئنز میں ٹھہرا دیتا ہوں۔"

"بہت بہتر۔ لیکن یہ یاد رہے کہ میری آمد انتہائی خفیہ ہے۔"

"میں انتہائی خیال رکھوں گا جناب! ظاہر ہے باس بنی نے اس سلسلے میں ہدایات دی ہیں۔ آپ قطعی طور پر بے فکر رہیں۔" گراہم نے کہا اور پھر مجھے ہوٹل کوئنز پہنچا دیا گیا۔ گراہم میرے ساتھ تھا۔ خاصا خوبصورت ہوٹل تھا۔ اس سے پہلے میں اس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا تھا۔ بہرصورت یہ جگہ مجھے کافی پسند آئی۔ میں نے ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد اپنی آئندہ زندگی کے اقدامات کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔

مجھے کرنا کیا ہے، جو کچھ ہو چکا ہے اسے تو ذہن سے جھٹکنا ہی ہوگا۔ یہاں سے ہالینڈ تک پہنچ جایا جائے اس کے بعد آئندہ اقدامات کو صحیح ترتیب دی جاسکتی ہے۔ میں نے سوچا اور اس دن میں سارا وقت آرام کرتا رہا۔

سویڈن کے یہ دو دن انتہائی بیزار کن گزرے۔ ذہن پر ہر وقت خیالات کی یلغار رہتی تھی۔

یہ بھی سوچتا تھا کہ اب زندگی کو نئے سرے سے چلانا ہے اور اب میرے ساتھ سردارے بھی نہیں تھا۔ پھر میں سوچتا کہ آخر میں کسی کے لئے کیوں پریشان ہوں، یہ دور کسی کے لئے پریشان ہونے کا نہیں ہے۔ انتہائی حماقت کی بات ہے۔ سردارے مرچکا ہے، مرچکا ہوگا۔ بھلا مجھے اس سے کیا۔ جب میں مروں گا تو میری موت سے دلچسپی لینے والے یا میرے لئے غمزدہ ہونے والے کتنے لوگ ہوں گے۔ کیوں بلاوجہ میں لوگوں کا بوجھ اپنے ذہن پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔ میں نے جھنجھلا کر سوچا اور اپنی کیفیت پر خود کو برا بھلا کہنے لگا۔ چنانچہ میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے۔ اب میں اپنی اصلی کیفیت میں واپس آگیا تھا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں یہاں کی خوبصورت سڑکوں پر اپنے لئے دلچسپیاں ڈھونڈتا------ گراہم نے مجھے پاسپورٹ اور دوسری چیزیں مہیا کردیں اور اس کے بعد اس نے کہا کہ میں روانہ ہوسکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے سویڈن میں رہنے کا پروگرام ترک کردیا۔

سویڈن کے دوسرے شہر گوٹنبرگ تک میں نے بیچ ہائیکنگ کے ذریعے سفر کیا۔ گوٹنبرگ سے ہینسور جو ڈنمارک کا علاقہ تھا۔ ہینسور سے ڈنمارک کے چھوٹے قصبوں ساحلی علاقوں سے ہوتا ہوا کوپن ہیگن پہنچ گیا۔

کوپن ہیگن میں قیام کے دوران مجھے کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ میں بدستور ڈکسن کی حیثیت میں تھا۔ اس دوران مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ بس ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے سفر کررہا تھا۔

کوپن ہیگن میں چند روز قیام کرنے کے بعد میں نے ہیمبرگ جانے کے لئے سوچا------ کوپن ہیگن سے ہیمبرگ تک کا سفر بذریعہ ریل کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس دوران چند لوگ میرے قریب آئے۔ لیکن کوئی میرے لئے قابل اعتناء نہ تھا۔ ذہن پر اس وقت عجیب سی جھلاہٹ طاری تھی۔ بس کچھ سوچنے کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔ ہر شخص سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ میں اپنی ان کیفیات کو سمجھ نہ سکا اور مسلسل بور ہوتا رہا۔

وارڈن برگ کے طویل ترین پل سے گزر کر میں فرینکفرٹ آگیا۔ فرینکفرٹ میرا جانا پہچانا شہر، جہاں بارش ہو رہی تھی۔ شہر کی گیلی اور کہر آلود عمارتیں میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔ یہاں میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور یہیں سے مجھے ہالینڈ پہنچنا تھا۔

ہوٹل آرگن کے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھ کر میں نے اپنے کہر آلود ذہن پر نگاہ دوڑائی جو باہر کی گیلی اور کہریلی فضا سے مختلف نہیں تھا۔ آخر یہ میرے ذہن پر برف کیوں جم گئی ہے؟ یہ بیزاری کیوں سوار ہے؟ میں پہلے جیسا نواز کیوں نہیں رہا؟ یہ تو کوئی زندگی نہیں ہے، سب کچھ موجود ہے لیکن زندگی کی کوئی دلچسپی، کوئی دلکشی ساتھ نہیں ہے، آخر کیوں۔؟"

کیا کچھ کھو جانے کی وجہ سے------؟ کیا کھویا ہے؟ میں نے باہر برستی ہوئی بارش کو دیکھتے ہوئے سوچا اور میرے ذہن نے جواب دیا۔

کھونے کو تو بہت کچھ کھویا ہے نواز------ جہلم------ سرسبز کھیت، نواز------ راجہ نواز اصغر------ جہلم کے کسان کا بیٹا------ اور اس کے بعد، اس کے بعد بھی بہت کچھ------ کیسے کیسے

یاد کروں۔۔۔۔۔۔ سب کچھ ہی تو کھو گیا ہے۔

لیکن اس میں میرا قصور۔۔۔۔۔۔؟ میں نے خود سے کیا کھویا۔۔۔۔۔۔ کردار۔ اسکرین پر نظر آنے والی تصویریں کون پکڑ سکتا ہے۔ میں انہیں پکڑ تو نہیں سکتا۔ پھر ان کے لئے غمزدہ کیوں ہوں۔ کیا میں غمزدہ ہوں؟ لیکن کیوں۔۔۔۔۔۔ یہ کیا حماقت ہے۔ رونا ہے تو نواز کو روؤں۔ جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ دنیا پر کس کا اختیار ہے۔ کسی کا نہیں۔۔۔۔۔۔ حالات ایک خود کار مشین کی مانند ہیں اور انسان اس کے سامنے بے بس ہوتا ہے اور اس مشین کو روک نہیں سکتا کیونکہ اس کا آف سوئچ نہیں ہے۔ پھر میں کیوں پریشان ہوں۔ سب قابل نفرت ہیں۔ وہی کردار ٹھیک ہے جو بدلے ہوئے نواز کا ہے۔ وہی نواز زندہ رہ سکتا ہے۔

مگر۔۔۔۔۔۔ میں نواز کہاں ہوں۔ ایک مردہ شخصیت کے طفیل جی رہا ہوں۔ ہاں، میں ڈکسن ہوں۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نواز ہوں۔ میں کسی کی شکل کے سہارے نہیں جینا چاہتا۔ میں نے جھلاہٹ میں ڈکسن کا میک اپ نوچ پھینکا۔ میری آنکھوں سے شعلے ابلنے لگے۔ ہاں میں نواز ہوں۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ وہ نواز جسے حالات نے تخلیق کیا ہے، صرف حالات نے۔۔۔۔۔۔ میں اس نواز پر کوئی اور خول نہیں چڑھا سکتا۔ کھونے والے کھو گئے۔۔۔۔۔۔ غلام سیٹھ۔۔۔۔۔۔ سردارے اور بہت سے۔۔۔۔۔۔ گولڈ مین۔۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ میں باقی ہوں۔ خود کو برباد نہیں کروں گا۔ میں ایک گھٹیا انسان ہوں۔ ایک اسمگلر۔۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور جو میں ہوں، مجھے وہی رہنا چاہئے۔

☆ ☆ ☆

دولت کے یہ انبار مجھ تنہا انسان کے لیے بے حقیقت ہیں، کیا کروں گا ان کا۔۔۔۔۔۔؟ سب فضول چیزیں ہیں۔ انسان کچھ گوشت اور چند ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ سڑکوں پر کچل جانے والا ہسپتالوں میں خون تھوک تھوک کر مرجانے والا، پھر وہ خود پر اس قدر مان کیوں کرتا ہے؟

اور میں۔۔۔۔۔۔ میں بھی تو وہی ہوں۔ "راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔۔" ہونہہ راجہ بھی، نواز بھی اور اصغر بھی۔۔۔۔۔۔ تین تین کنیتیں رکھتا ہوں۔ لیکن حیثیت ان میں سے کسی کی بھی نہیں، سب فضول باتیں ہیں، بے کار چیزیں، مہمل۔۔۔۔۔۔

عجیب سی دحشت ذہن پر سوار تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ٹٹولا۔ لیکن وہاں سے بھی کوئی دلاسہ نہ ملا۔ پھر میں نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی اور چند ساعت کے بعد ویٹر اندر آ گیا۔

"جی صاحب!"

"شراب۔" میں نے وحشیانہ لہجے میں اس سے کہا، جس کا احساس مجھے اس سے ہوا تھا کہ ویٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور پھر بہت ہی مودب انداز میں اس طرح گردن جھکائی تھی، جیسے مجھے نیم پاگل سمجھ رہا ہو۔

لیکن اس وقت مجھے کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ چاہے کوئی مجھے پاگل سمجھتا یا خبطی۔۔۔۔۔۔

ہاں، نواز پاگل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔ تنہا اور اجاڑ زندگی، سخت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ روح نجانے کن سناٹوں میں گھری ہوئی تھی۔ ہر سو ویرانی ہی ویرانی تھی، تنہائی ہی تنہائی۔۔۔۔۔۔ حالانکہ اس تنہائی میں پہلے بھی کسی کا دخل نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ لیکن رہ رہ کر سردارے کی یاد آ جاتی تھی۔

سردارے، میرا دوست جس کی یاد میرے سینے میں کانٹا بن کر چبھنے لگتی تھی۔ اگر میں نے عشق کیا تھا تو دنیا میں صرف ایک شخص سے۔۔۔۔۔۔ اور یہ اس وقت کی بات تھی جب میں راجہ نواز اصغر کے معصوم خول سے نکل کر باہر آ گیا تھا اور ایک وحشی صفت انسان بن گیا تھا۔ اس وقت اگر کسی نے میرے ذہن میں جگہ پائی تو وہ سردارے تھا، ورنہ آج تک مجھے کوئی اور شخص متاثر نہ کر سکا تھا۔

گو غلام سیٹھ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کا ایک راستہ منتخب کر کے دیا تھا۔ وہ مارا گیا۔۔۔۔۔۔ مجھے اس کا افسوس نہیں تھا۔ بہرحال اس کے لیے میں نے جو جدوجہد کی تھی وہ میرے اندازے کے مطابق مکمل تھی۔ چنانچہ اس کے بعد اگر میں اس کی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکا تو بہرصورت مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں تھا۔

رہا سردارے، تو اس کا مقام دوسرا تھا۔ وہ میرا بہترین دوست، بہترین ساتھی اور بہترین ہمدرد تھا۔ یہ سب کچھ وہی تھا۔ اگر دنیا میں مجھے کسی دوست کا احساس تھا تو صرف اسی کا تھا۔ لیکن اب وہ بھی نہیں رہا تھا۔

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دنیا میں ہر شخص ساتھ چھوڑ جانے والا ہے، ہر چیز جدا ہو جانے والی ہے۔ پھر کسی چیز سے لگاؤ کیوں رکھا جائے۔۔۔۔۔۔ خود اپنے آپ سے بھی۔۔۔۔۔۔ ہونہہ خود کو بھی کیوں چاہا جائے، کیا میری روح جسم کی قیدی نہیں ہے؟ مجھے اپنی روح سے بھی نفرت ہونے لگی۔ اس نے مجھے نجانے کن کن مصیبتوں میں لا ڈالا تھا۔۔۔۔۔۔ دل چاہا کہ اپنے بدن کی قوتوں کو ختم کر دوں۔ لیکن میں نے وحشت کو عریاں نہ ہونے دیا اور اس وقت ویٹر کی آمد کو غنیمت جانا تھا۔

شراب کی بوتل، گلاس اور دوسری چیزیں اس نے میرے سامنے رکھ دیں اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "صرف ایک بوتل؟"

"جی۔۔۔۔۔۔ جی صاحب؟" ویٹر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اور لاؤ۔۔۔۔۔۔ دو تین بوتلیں لے آؤ۔"

"جی۔۔۔۔۔۔ جی بہتر صاحب؟" ویٹر نے پریشان انداز میں کہا اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بوتلیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں۔ اور میں اس وقت تک پیتا رہا جب تک کہ میرے حواس میرا ساتھ دیتے رہے۔

پھر مجھے کوئی سدھ بدھ نہ رہی۔ مجھے پتہ تک نہیں چلا کہ میں کس طرح اٹھا، کہاں بیٹھا، نجانے کہاں لیٹا، ویٹر نجانے کب آیا اور نجانے کس طرح اس نے یا کسی اور نے مجھے مسہری پر لا کر ڈالا۔۔۔۔۔۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے صبح آنکھ کھلی۔

پورا بدن بے جان ہو رہا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے میں دیر تک چھت کو تکتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ راجہ نواز اصغر ہوش میں آؤ۔ یہ درست ہے کہ زندگی کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ لیکن زندگی کو ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔۔۔۔۔۔ خود کشی۔۔۔۔۔۔ اور اگر خود کشی نہ کرنا چاہو تو زندگی سے سمجھوتہ کر لو اور اس کا صحیح استعمال کرو۔

لیکن زندگی کا صحیح استعمال کیا ہے؟ میں نے چھت کو گھورتے ہوئے اپنے آپ سے پوچھا۔

بس زندگی کی اقدار سے پیچھا چھڑا لو اور یہ بوجھ جہاں جہاں گھسیٹا جا سکے، زندگی کا تحفہ سمجھ کر گھسیٹتے رہو۔۔۔۔۔۔ اور جب بوجھ گھسیٹنے کی بات ہے تو اس کے لیے راہوں یا سمتوں کا، منزلوں کا تعین کیوں کیا

جائے۔ وقت اور حالات ہمیں جہاں لے جائیں۔ خود کو ان کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا جائے' یہی بہتر ہے۔

ہاں دولت سے مجھے شدید نفرت ہو گئی تھی۔ دولت ہی سے نہیں' اپنے وجود تک سے نفرت ہو گئی تھی۔ نجانے کیوں------ نجانے کیوں؟ ذہن پر وحشت کا اس قدر شدید حملہ ہوا تھا کہ مجھ میں مقابلے کی سکت نہیں رہی تھی۔

بہت دیر تک اسی کرب کے عالم میں پڑا رہا۔ تقریباً" بارہ بج چکے تھے۔ شدید بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن بھوک کو اہمیت نہ دینا بھی اپنے وجود سے انتقام لینے کے مترادف تھا۔ اس لیے میں نے دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو تڑپایا۔ پھر بمشکل تمام بستر سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

وہاں جا کر کپڑے اتارے اور ٹھنڈے پانی کا شاور کھول دیا۔ حالانکہ گرم پانی بھی موجود تھا۔ باہر بے پناہ خنکی تھی۔ بدن پر پڑنے والے ٹھنڈے پانی نے میرے بدن کے ایک ایک رونگٹے کو کھڑا کر دیا۔ لیکن مجھے اپنے بدن کو یہ اذیت دینے میں لطف آ رہا تھا۔ میں نجانے کب تک شاور کے نیچے بیٹھا رہا۔ میرے ہونٹ سردی سے نیلے پڑ گئے تھے' دانت بجنے لگے تھے اور بدن کی کیفیت بالکل عجیب ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے پورا بدن سن ہو گیا ہو۔ جب بہت دیر گزر گئی تو مجھے کمرے کے باہر دروازے پر دستک سنائی دی' پھر کوئی اندر آیا اور باتھ روم کے دروازے سے ویٹر کی آواز سنائی دی۔ "ناشتہ لے آؤں صاحب؟"

"ناشتہ؟ ہاں لے آؤ۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا صاحب" ویٹر نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں نے سوچا کہ ویٹر اب تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ لے کر آئے گا' اس لیے باہر چلنا چاہیے۔ یہاں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ؟ چنانچہ جیسے تیسے لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا۔ سردی تھی کہ جان لیے لے رہی تھی۔ لیکن نجانے کیوں میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ بدن پر کوئی ایسا کپڑا ڈالوں جس سے سردی کا احساس ختم ہو جائے۔

میں شدید سردی کے عالم میں بیٹھا ہوا ٹھٹھر رہا تھا کہ ویٹر ناشتہ لے کر آ گیا۔ اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا اور پھر متحیرانہ لہجے میں بولا "ارے صاحب! آپ کا چہرہ تو نیلا پڑا ہوا ہے۔"

"بھاگ جاؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ویٹر چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ مگر فوراً" ہی اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گیا۔

میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے کے بعد میں نے خود کو بہتر محسوس کیا تھا۔ وہ سرور جو رات کو شراب بھی نہ دے سکی تھی' اس وقت میں نے مکمل ناشتہ کرنے کے بعد حاصل کیا تھا۔ شراب نے میرے حواس تو چھینے تھے لیکن سکون دینے میں ناکام رہی تھی۔

ناشتے کے بعد طبیعت میں ہلکی سی فرحت آ گئی تھی اور میں نے ہنس کر اپنے بارے میں سوچا۔ راجہ نواز اصغر! کیا ہے؟ ماحول سے فرار' زندگی کی حقیقتوں سے انکار' یا کچھ اور؟ راجہ جی! تمہاری یہ حرکت خودکشی کی دوسری قسم ہے' لہٰذا بہ ہوش و حواس واپس آ جاؤ تو بہتر ہے۔

پھر میں نے اپنے آپ کو سمجھایا' کیا دیوانگی ہے یہ؟ کن فضول الجھنوں میں پھنس گیا ہوں میں۔ سروارے نہیں ہے تو کیا ہوا' بہت سے لوگ نہیں ہیں۔ میری ماں کہاں ہے' میرا باپ کہاں ہے' میرے بہن

بھائی کہاں ہیں؟ وہ جہلم کہاں ہے جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ سر سبز کھیت کہاں ہیں' راجہ نواز اصغر کہاں ہے' وہ چھوٹی سی مسجد کہاں ہے جس کا عکس دریائے جہلم میں نظر آتا ہے۔ وہ مٹی کہاں گئی جس کی سوندھی خوشبو آج بھی میری سانسوں میں ہے؟ کچھ بھی تو نہیں ہے' راجہ نواز اصغر! کچھ بھی نہیں ہے------ نہ وہ زرخیز مٹی نہ ماں' نہ باپ۔ وقت نے سب کچھ چھین لیا حتیٰ کہ راجہ نواز اصغر! تمہاری معصومیت بھی------ اور جب وہ سب کچھ نہیں ہے تو سروارے کا کیا غم؟ فانی چیزوں کا غم کیوں کیا جائے؟ کھو جانے والی چیزوں کو کیوں ڈھونڈا جائے؟ نہیں' سب کچھ بے کار ہے۔ لاہور کی گلیاں' کراچی کی سڑکیں' جہلم کی زرخیزی' پیارے وطن میں پیارے ماں باپ بھی مجھ سے دور ہو چکے ہیں------ وہ مٹی جس کی سوندھی سوندھی خوشبو میرے بدن میں رچی ہوئی تھی کیا آج بھی موجود ہے؟ شاید نہیں' میں نے تو اس سوندھی مٹی کو بے حد رسوا کیا ہے۔ اسی رسوائے زمانہ راجہ نواز اصغر نے جس نے اپنے وطن کو' اپنی ماں کو بدنامی کے علاوہ کچھ اور نہیں دیا۔ اوہ' رسوائے زمانہ نواز اصغر------ نواز اصغر------ نہیں نواز اصغر نہیں' پھر کون' جان' مکلینو' ہوریشو سب فضول سب بے کار باتیں کچھ بھی نہیں' کچھ بھی نہیں------ نواز اصغر------ صرف بوجھ------ صرف بوجھ------ دھرتی کا بوجھ۔ جس کی زندگی کا کوئی مصرف نہیں' اپنی خاک وطن کے لیے رسوائی کا وجود۔

میرا ذہن پھر سے بھٹکنے لگا تھا' اس لیے میں نے اپنے سر کو دو تین جھٹکے دے کر کافی کے کئی گرم گرم گھونٹ حلق میں اتار لیے۔ سینے تک آگ سی اتر گئی تھی اور مجھے یہ آگ بے پناہ دلکش محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں گرم گرم کافی پیتا رہا اور سکون سا محسوس کرتا رہا۔

کافی ختم کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ اس کمرے کی فضا سے باہر نکلوں اور باہر کی دنیا میں جا کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں' ورنہ پاگل ہو جاؤں گا۔

زندگی کی تحقیر اور اس طرح مجھے کسی بھی طور منظور نہیں تھی۔ کم از کم میں پاگل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔

فرینکفرٹ کی گیلی سڑکوں کے باوجود پر رونق بازاروں میں بارش کا کوئی تاثر محسوس نہیں ہوتا تھا' لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔

میں چلتا رہا چلتا رہا------ بے سدھ' بے پرواہ' نجانے کہاں' اور پھر مجھے کچھ ایسے لوگ نظر آئے۔ جنہیں دیکھ کر میرا ذہن چونک اٹھا۔ وہ چار پانچ ہپی تھے۔ جو سڑکوں پر آوارہ گردی کر رہے تھے۔ معقول لباس سے بے نیاز' جیسا بھی ملا تھا پہن لیا تھا' لمبی لمبی داڑھیاں' الجھے الجھے بال' مٹی میں اٹے ہوئے۔ زندگی سے انتقام لینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا۔

خود کو بھٹکانا زیادہ مشکل تو نہیں تھا۔ چنانچہ ایک عجیب سی اپنائیت محسوس کر کے میں ان کے پاس پہنچ گیا اور وہ سب مجھے دیکھ کر رک گئے۔

"ہیلو!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو سر!" ان میں سے ایک ہپی خوش اخلاقی سے جھک کر بولا۔ وہ دبلا پتلا مخنی سا آدمی تھا۔

"کہاں گھوم رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یونہی سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں۔"

"پیسے ہیں جیب میں؟"

"کک ——— کیا مطلب؟" وہ بے چارہ معصومیت سے ہکلا کر بولا۔

"نہیں ہیں؟" میں نے پوچھا اور ان لوگوں نے گڑبڑا کر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنا شروع کر دیں۔

"یہ لو۔" میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک موٹی گڈی نکالی اور ان کے سامنے کر دی۔ وہ عجیب سے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک ہپی آگے بڑھا اور اس نے گڈی میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔

"بتایئے' ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں جناب؟"

"خدمت؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا "نہیں' کوئی خدمت نہیں۔ مجھے تو صرف تمہارے قرب کی ضرورت ہے۔"

"ہم نہیں سمجھے جناب!"

"میں بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے وضاحت کی۔

"بخوشی جناب!" یہ کہتے ہوئے ان لوگوں نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون پاگل دیوانہ ہے اور ہمارے ساتھ کیوں رہنا چاہتا ہے؟

پھر ان میں سے ایک ہپی آگے بڑھا اور بولا "کیا تم نشے میں ہو؟"

"نہیں۔"

"کچھ چاہیئے؟"

"مل سکے گا؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"ہمارے اڈے پر۔"

"چلو۔"

دوسرا ہپی بھی آگے بڑھ آیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کوئی سرکاری جاسوس تو نہیں ہو؟ ہمارے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔ صرف اپنے استعمال کی چند چیزیں ہیں۔ تم چاہو تو اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔ اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو ہم بحیثیت ایک ساتھی کے تمہیں بخوشی قبول کرتے ہیں۔ آؤ آ جاؤ اور ہاں' نوٹوں کی گڈی اپنے پاس رکھو۔ دوستوں میں ایسی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔"

"نہیں ——— اگر یہ تمہارے کام آ سکتی ہے تو تم بخوشی اسے استعمال کرو۔ میرے پاس اور بھی بہت سے نوٹ ہیں۔ میں وہ سب تم میں بانٹ دوں گا۔ یہ لو ——— یہ لو ——— یہ لو ———" میں نے نوٹوں کی متعدد گڈیاں نکالیں اور ایک ایک ہپی کے حوالے کرنا شروع کر دیں۔

وہ خوش تو تھے لیکن بڑے مضطرب نظر آنے لگے تھے' سوچ رہے تھے کہ شاید میں نشے میں ہوں۔ مگر یہ کون سا نشہ تھا جو میرے چہرے سے عیاں نہیں ہوتا تھا۔ بہرصورت وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑے ——— سڑکیں' گلیاں اور بازار چھوڑ کر وہ اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں ان کے خیمے لگے ہوئے

تھے ——— جہاں غربت جھانک رہی تھی' افلاس اور مصیبت' وہ ان چیزوں کے دلدادہ تھے اور میں انہی میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

ہپیوں کے خیموں کے نزدیک پہنچ کر میں نے اپنا قیمتی کوٹ اتار کر پھینک دیا اور ایک شخص سے کہا "میں بھی تمہاری مانند رہنا چاہتا ہوں۔"

"مناسب ہے میرے دوست لیکن یہ کوٹ ———؟" ان میں سے ایک نے جلدی سے آگے بڑھ کر وہ کوٹ اٹھا لیا تھا۔

"تمہیں پسند ہے تو پہن لو۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے جلدی سے میرا کوٹ پہن لیا' جو اگرچہ اس کے بدن پر ڈھیلا تھا لیکن اچھی خاصی گرمی بخش سکتا تھا۔ وہ اس کوٹ کو لے کر بہت خوش ہوا تھا۔ جس شخص نے میرا کوٹ لیا تھا' وہ وہی تھا جسے سب سے پہلے میں نے نوٹوں کی گڈی دی تھی' اس کا نام پیٹر تھا۔

بلاشبہ دولت' دوست بنانے میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔ میں نے انہیں جو کچھ دیا تھا اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ انہیں یہ خدشہ تھا کہ شاید اس وقت میں نشے میں ہوں اور جب ہوش میں آؤں گا تو ان سے اپنی دولت واپس لے لوں گا ——— حالانکہ میں نشے میں نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے اس وقت میری بڑی آؤ بھگت کی۔

وہ مجھے اپنے خیمے کے اندر لے گئے۔ وہاں انہوں نے ازراہ اخلاق مجھ سے کھانے پینے کے بارے میں پوچھا۔ اور ظاہر ہے کہ میں اس وقت کھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے پیتھوڈین کے دو انجکشنوں اور چرس کے دو سگریٹوں پر اکتفا کی اور خاصی دیر کے لیے معزول ہو گیا۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو کھلے آسمان کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔

وہ خیمہ وہاں سے اکھاڑ لیا گیا تھا جہاں میں سویا ہوا تھا۔ البتہ اس کے کھونٹوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ میں نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔ میرا دوست پیٹر اور اس کے ساتھی وہاں پر موجود نہیں تھے۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی' ہپی کافی تعداد میں تھے اور مجھے ان کے اس طرح اچانک چلے جانے پر حیرت ہونا ہی چاہیئے تھی۔ انہوں نے مجھے میری جگہ سے ہلایا بھی نہیں تھا اور خاموشی سے خیمے کھول لیے اور اب جا چکے تھے۔

اس کی صرف ایک ہی وجہ میری سمجھ میں آئی' وہی وجہ جو میں پہلے بھی سوچ چکا تھا۔ یعنی کہ ساری ذمے داری دولت پر عائد ہوتی تھی۔ انہوں نے مجھے نشے میں سمجھا تھا اور مزید نشے میں مبتلا کر دیا تھا تاکہ میں دیر تک ہوش میں نہ آؤں اور اب وہ اپنی دولت بچانے کے لیے یہاں سے فرار ہو گئے تھے۔

میں ہنس پڑا اور کافی دیر تک ہنستا رہا۔ بھلا مجھے اس دولت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں چونکہ وہاں بہت دیر لیٹا رہا تھا اور دیگر بہت سے ہپیوں کی نگاہوں کا مرکز بن گیا تھا اس لیے کئی نئے افراد میرے قریب پہنچ گئے۔

ان میں ایک لڑکی بھی تھی' بہت خوبصورت سی۔ لیکن اس کا چہرہ خوبصورت ہونے کے باوجود بدرونق تھا۔ خوب لمبی سی تھی۔ وہ غمزدہ انداز میں میرے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے تم یہاں کیسے آ پھنسے؟ غالباً" نشے میں تھے۔ تمہیں لوٹ لیا گیا ہے؟" اس نے بہت سے سوالات ایک ساتھ پوچھ ڈالے۔

"ہرگز نہیں ــــــ یہاں میرے کچھ دوست تھے' جانے کہاں چلے گئے؟" میں نے جواب دیا۔

"دوست؟ دوست کیا ہوتا ہے؟" لڑکی نے اداس لہجے میں پوچھا۔

"کیا دوست کچھ نہیں ہوتا؟"

"نہیں ــــــ کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ سب اپنے نفس کے دوست ہیں' سب اپنے آپ میں زندہ رہتے ہیں اور پھر خاموشی سے مرجاتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ دنیاوی اقدار سے منحرف نظر آ رہی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی سچا دوست اسے مل جاتا تو اس کا یہ نظریہ تبدیل ہو جاتا ــــــ بہرحال میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اداس لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا تم نے کسی دوست کو کسی دوست کے بدلے قبرستان جاتے دیکھا ہے یا کسی دوست کو کسی دوست کی قبر میں اترتے دیکھا ہے اور اگر نہیں تو پھر دوست کیا ہوتا ہے؟"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا "ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"انسان' انسان کا ایک دوسرے سے کیا رشتہ ہے؟ کیا کوئی رشتہ ہے؟ نہیں' کسی انسان کا کسی دوسرے انسان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ صرف لفظی رشتہ ہے' ہم اگر تمہارے لیے کچھ کر سکتے ہیں تو ہم تمہارے دوست ہیں ــــــ الفاظ' صرف الفاظ' کوئی رشتہ اتنا مضبوط نہیں ہے کہ کبھی نہ ٹوٹے۔ ہر رشتہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتا ہے ــــــ پھر رشتوں کی اہمیت کیا ہوئی؟ محض الفاظ۔" لڑکی نے کہا۔

"ہوں ــــــ تم مجھے کیا حیثیت دے سکتی ہو؟"

"میں ــــــ؟ خود میری کوئی حیثیت نہیں۔ ہاں' اگر تم بھوکے ہو تو اس وقت میرے پاس ڈبل روٹی اور پنیر موجود ہے' میں وہ تمہیں پیش کر سکتی ہوں اور بس ــــــ"

"لیکن کس جذبے کے تحت؟"

"صرف وقتی ہمدردی اور لفظ رشتے کے لیے۔" لڑکی نے کہا۔

میں نے وہ لفظی رشتہ قبول کر لیا اور اٹھ کر اس کے خیمے کی جانب چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ دوسروں کی طرح مجھے چھوڑ کر نہیں بھاگے گی۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں لیا تھا بلکہ کچھ دے رہی تھی۔

ڈبل روٹی شاید کئی دن کی تھی ــــــ اوپر سے سخت لیکن اندر سے نرم۔ ڈبل روٹی کے گودے میں پنیر کا ٹکڑا رکھ کر کھانے سے مجھے عجیب سی فرحت کا احساس ہوا ــــــ انسان دراصل اتنا ہی بے وقعت ہے اور اسے اپنی اوقات سے آگے بڑھنا نہیں چاہیے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جوزیفائن"

"آہ ــــــ نام ملکہ کا اور حیثیت؟" میں نے قہقہہ لگایا اور وہ بھی میرے ساتھ ہنسنے لگی۔

مجھے بڑا تعجب ہوا۔ حالانکہ اسے میری اس بات کا برا ماننا چاہیے تھا لیکن وہ میرے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔ "ہاں میں ملکہ جوزیفائن کا مذاق اڑانے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی

مذاق اڑانے کے لیے پیدا ہوتا ہے۔ ہم سب جب اپنی بے بسی کا مذاق نہیں اڑا سکتے تو پھر کسی دوسرے کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔"

"واہ' تم تو اچھی خاصی فلسفی ہو۔"

"فلسفہ ــــــ لفظ فلسفہ بھی انسان کی اختراع ہے۔ وہ کچھ کہہ سکتا ہے مگر کر نہیں سکتا' اسے فلسفہ قرار دیتا ہے۔"

لڑکی خاصی تعلیم یافتہ معلوم ہوتی تھی۔ میں اس سے متاثر ہونے لگا۔ "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو جوزیفائن ــــــ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"پھر وہی بات ــــــ کون ساتھی ــــــ؟ کیسا ساتھی؟"

"اوہ' تو تم تنہا ہو؟"

"ہاں ــــــ تنہا ــــــ بالکل تنہا ــــــ ازل سے ابد تک یونہی رہوں گی۔ ہر انسان تنہا ہے' وہ بہت سے رشتوں کا سہارا لیتا ہے لیکن اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہو جانے کے بعد وہ سمجھ جاتا ہے کہ دنیا کا کوئی رشتہ کوئی حیثیت' کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ سب فضول باتیں ہیں۔ ہاں' ہم سب دنیا میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں' رشتہ ایک بے معنی لفظ ہے۔"

"جوزیفائن! تمہارے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی تھے ــــــ وہ کہاں ہیں؟"

"اپنی اپنی جگہ' اپنے اپنے ٹھکانوں پر۔"

"تم تنہا ہو؟" میں نے اپنا پچھلا سوال دوبارہ دہرایا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"کیا کوئی ایسا شخص' کوئی ایسا ساتھی نہیں جو تمہارے ساتھ رہتا ہو؟"

"نہیں ــــــ کوئی نہیں۔"

"تو سنو جوزیفائن! میرے پاس جو کچھ تھا میں نے اپنے دوستوں کو دے دیا۔ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں قلاش ہو چکا ہوں۔"

"اچھا ــــــ اب تمہیں کیا چاہیے؟" اس نے پوچھا۔

"زندگی گزارنے کے لیے کچھ لوازمات۔"

"دیکھو! لوازمات کا تعین ایک غیر مناسب بات ہے۔ ہمیں وقت پر جو کچھ مل جائے' ہمارے ہاتھ میں آ جائے' ہم اسے اپنا سمجھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی کسی چیز کی توقع بے کار ہے۔ آؤ سڑکوں پر چلتے ہیں' لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگ لیں گے۔ جس کے پاس زیادہ ہے' وہ دے دے گا۔ جس کے پاس نہیں ہو گا وہ منع کر دے گا۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"بھیک؟"

"ہاں۔ بھیک ہی سمجھ لو۔" جوزیفائن نے جواب دیا۔

ایک لمحے کے لیے میں نے دل ہی دل میں کچھ سوچا اور پھر تیار ہو گیا۔ یہ تجربہ بھی کر لینا چاہیے' دیکھوں کیسا لگتا ہے ــــــ؟ حالانکہ میری اس کیفیت کا کوئی جواز نہیں تھا۔ بس ذہن پر ایک کہر سی چھائی ہوئی تھی جسے میں جھٹک دینا چاہتا تھا۔ سو میں جوزیفائن کے ساتھ چل پڑا۔

لیکن وہ بے چاری سخت مایوس ہوئی۔ اس کے ساتھ مجھے دیکھ کر لوگوں نے بھیک نہیں دی۔ لوگ عجیب سی نگاہیں ہمارے اوپر ڈالتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ تب جوزیفائن نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"یہ لباس کہاں سے آیا تمہارے پاس؟"

"ایں۔" میں نے اپنی شاندار قمیض اور پتلون کو دیکھا۔ "میرا ہے۔"

"لیکن اس لباس کے بعد تمہارے پاس کچھ بچا؟"

"کچھ نہیں بچا جوزیفائن!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر ایسا کرو تم یہاں ٹھہرو۔ لوگوں نے اپنے کچھ اقدار قائم کر رکھے ہیں۔ ضرورت مند کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بہت سے روپ دھارنے پڑتے ہیں۔ تم جس لباس میں ہو' لوگ تمہیں اس میں دیکھ کر خوش نہیں ہیں۔ میں البتہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں میں بھیک مانگ سکتی ہوں۔ تم یہاں رکو۔ دیکھو میں کچھ کر کے لاتی ہوں۔" جوزیفائن نے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھ گئی۔

میں خاموش کھڑا اسے اداس نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دل چاہ رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ جاؤں۔ کہیں دور چلا جاؤں۔ بہت دور' جہاں انسان کا وجود نہ ہو۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ میرے لیے ناممکن ہے------ میں جوزیفائن کی طرف دیکھتا رہا۔

چند افراد کے سامنے وہ رکی۔ ہاتھ پھیلایا اور انہوں نے اسے کچھ دے دیا تھا۔ جوزیفائن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب وہ آگے بڑھی اور اس نے کچھ دوسرے افراد کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ پھر وہ تیسرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ایک تنہا شخص تھا' رک گیا۔ اس نے جوزیفائن سے کوئی بات کی اور وہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن ہلا دی اور وہ شخص جوزیفائن کا رخسار نوچ کر آگے بڑھ گیا۔ جوزیفائن نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے پیسے دیکھے۔ غالباً" وہ اتنے ضرور تھے کہ ان سے کچھ خریدا جا سکتا۔ بہرحال اس نے اپنی وقتی ضرورت پوری کر لی تھی اور آئندہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"آؤ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"چلو جوزیفائن! تمہیں کیا ملا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اتنا کچھ مل گیا ہے کہ اس سے کچھ کھانے کے لیے خریدا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کچھ------"

اور میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ "چلو------" میں نے کہا پھر چلتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

"وہ لمبا آدمی تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

"مذاق کر رہا تھا۔" جوزیفائن نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں بہت کچھ دوں گا۔"

"اوہ' پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس وقت میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتی ہاں اگر اس کی ضرورت کبھی پیش آئی تو میں اس سے مل لوں گی------ فی الحال اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ اور وہ آگے بڑھ

گیا۔"

یہ سن کر میں نے گہری سانس لی۔ جوزیفائن نے ایک دکان میں داخل ہو کر------ ڈبل روٹی اور اس کے ساتھ کچھ دوسری چیزیں خریدیں' انہیں پارسل میں پیک کرانے کے بعد ہم لوگ خیمے میں واپس آ گئے۔

مجھے ڈبل روٹی بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ لیکن راجہ نواز اصغر کو قتل کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں تھا------ راجہ نواز اصغر کروڑوں روپے کا مالک تھا۔ لیکن ان میں سے ایک پیسہ بھی وہ اپنی ذات پر خرچ کرنا نہیں چاہتا تھا------ ہاں' اگر کسی کے لیے کچھ کر سکا تو ضرور کر دوں گا۔ میں نے سوچا۔

میں جوزیفائن کے خیمے میں لیٹ گیا۔ دوپہر کا کھانا کھا لیا تھا اس لیے اب آرام کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ جوزیفائن نے بھی مجھے نہ چھیڑا اور نہ جانے کس وقت تک سوتا رہا۔

جاگا تو خاصی رات ہو گئی تھی۔ کیمپ میں ہپیوں کے شور و غوغا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کوئی چیز بجائی جا رہی تھی۔ اور وہ لوگ ناچ گا رہے تھے------ یہ ماحول میرے لیے اجنبی نہیں تھا اور نہ وہ آوازیں۔

میں لیٹا رہا۔ جوزیفائن خیمے میں موجود نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اپنی قمیض' پتلون سے نکالی اور باہر نکل آیا۔

باہر کہیں موم بتیوں اور مشعلوں کی روشنی تھی اور ان روشنیوں میں لچکتے ہوئے ہپیوں کے بدن عجیب سے نظر آ رہے تھے۔

بے پرواہ عجیب و غریب' ماحول سے لاپرواہ لوگ------ اگر صحیح معنی میں دیکھا جائے تو زندگی سے درحقیقت وہی لوگ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ نہ کھانے کا غم نہ کمانے کی فکر۔ نہ کوئی پریشانی یا کوئی الجھن۔ جہاں جگہ ملی سو گئے جو کھانے کو ملا کھا لیا' جو پہننے کو ملا پہن لیا۔ نہ فکر' نہ فاقہ نہ غم۔

بلاشبہ انسان اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں ہپیوں کے اسی گروہ کی جانب بڑھ گیا۔ لیکن ابھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا کہ جوزیفائن مل گئی۔ اس نے مجھے کہیں سے دیکھ لیا تھا۔

"جاگ گئے؟" اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"جو چاہو نام رکھ لو------ ناموں سے کیا ہوتا ہے؟"

"میں نے اب تک نہیں پوچھا تھا۔ بس سوچ رہی تھی تمہیں کس نام سے یاد کروں؟"

"میں نے کہا نا جو چاہو رکھ لو۔"

"خود تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"شاید نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"عجیب ہو------ بھلا کوئی شخص بغیر نام کے بھی ہوتا ہے۔"

"میں ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

“نہیں بتانا چاہتے نہ بتاؤ‘ تمہاری مرضی۔”

“اوہ جوزیفائن! نہیں ------ تم مجھے ------ تم مجھے ------ کیا نام بتاؤں۔”

“نہیں ------ صرف اصلی نام۔” اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

“وکی کہہ لو۔” میں نے کہا۔

“اوہ وکی! اچھا نام ہے۔” جوزیفائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر پوچھا۔ “بھوک لگ رہی ہے؟”

“نہیں جوزیفائن ------ اس دنیا میں بھوک کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں۔”

“ٹھیک ہے لیکن بھوک کا مسئلہ دنیا کے ہر مسئلے سے بڑھ کر ہے۔”

“ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔” میں نے لاپرواہی سے کہا۔

“لیکن بیڈ لک ہے وکی۔ اس وقت ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔”

“یہ تو اور اچھی بات ہے جوزیفائن! کچھ نہیں کھائیں گے۔ بلاوجہ کھانے کی الجھن میں پھنستے۔” میں نے کہا اور جوزیفائن ہنسنے لگی۔

“دلچسپ آدمی ہو ------ آؤ دیکھتے ہیں‘ کچھ کرتے ہیں۔ لیکن رات کی خوشیاں تو کالے سونے ہی سے وابستہ ہوتی ہیں۔”

“ہاں۔” میں نے کہا۔

ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہپیوں کے غول تک پہنچ گئے‘ جوزیفائن چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہی تھی۔

چرس کی اور پیتھوڈین اور دوسرے نشوں کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ یہ بو مجھے ناگوار نہیں محسوس ہوتی تھی۔ اب تو میں اس کا عادی ہو گیا تھا۔ یونہی دل چاہنے لگا کہ چرس پیوں ------ لیکن میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جسے بیچ کر چرس حاصل کر سکتا تھا۔

جوزیفائن بھی شاید کسی شناسا کو تلاش کر رہی تھی۔ پھر اس نے میرا شانہ دباتے ہوئے کہا “تم یہاں رکو وکی! میں کچھ کوشش کرتی ہوں۔”

“اوہ جوزیفائن! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم اپنے لیے ہی کچھ کر لو تو بہتر ہے۔”

“اپنے لیے نہیں ------ دونوں کے لیے۔” اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ کس طرف گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جوزیفائن واپس آئی۔ وہ اپنے ہاتھ میں چرس کی کچھ گولیاں اور سگریٹ لیے ہوئے تھی۔ اس نے وہ چیزیں مجھے دے دیں اور بولی “سوری وکی! اس وقت میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی اور شاید رات کو بھی نہیں۔”

“کیا مطلب؟”

“دیکھو نا وکی! کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ دینا بھی پڑتا ہے۔ میں یہ رات بیل کے ساتھ گزاروں گی۔” اس نے جواب دیا۔

“او کے جوزیفائن! میں خیمے میں تمہارا انتظار کروں گا۔”

“ٹھیک ہے۔” جوزیفائن نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور آگے بڑھ گئی۔

“واہ راجہ جی ------ ایک لڑکی ایک رات کی قیمت چرس کی دو گولیاں اور سگریٹ ------ عیش کرو عیش۔” میں نے دل ہی دل میں قہقہہ لگایا اور گولیوں کو مسلنے لگا۔ پھر سگریٹ خالی کر کے میں نے چرس بھرنا شروع کی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ کوئی میرے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔

پلٹ کر دیکھا تو لمبے لمبے بال میری پیشانی کو چھونے لگے۔ وہ بڑے دلچسپ انداز میں مجھ پر جھکی ہوئی تھی۔ ایک دبلی پتلی مدقوق سی لڑکی تھی جو بڑی لالچی نگاہوں سے مجھے چرس بھرتے دیکھ رہی تھی۔

“ہیلو!” اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

“ہیلو۔” میں نے جواب دیا۔

“تمہارے پاس دو سگریٹ ہیں؟” اس نے کہا۔

“ہاں۔”

“کیا میں تمہاری پارٹنر بن سکتی ہوں؟”

“سوری۔ میرے پاس سگریٹوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ بیٹھ جاؤ۔” میں نے آہستہ سے کہا۔ وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ بڑی اپنائیت سے اس نے میرے زانو پر اپنی کہنی رکھ دی تھی۔ پھر وہ مجھے چرس بھرتے دیکھتی رہی۔ اور میں نے ایک سگریٹ اس کی جانب بڑھا دیا اور دوسرا اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

اس نے جلدی سے ماچس نکالی۔ “میرے پاس ماچس موجود ہے۔” اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

تب ہم دونوں نے سگریٹ سلگا لیے اور لڑکی بڑی احتیاط سے سگریٹ کے کش لگانے لگی۔

“تھینک یو ویری مچ۔” وہ بار بار مجھ سے کہہ رہی تھی اور سگریٹ کے کش لیتی جا رہی تھی۔

ہپیوں کی اچھل کود جاری تھی۔ لڑکی چرس پی رہی تھی ------ میں بھی چرس کا دھواں حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔ لڑکی میرا ساتھ دے رہی تھی میں نے ابھی تک اس کا نام نہیں پوچھا اور نہ اس نے میرا۔

بہت سے ہپی ناچ رہے تھے۔ ان کا شور و غوغا جاری تھا۔ ہم ان کا تماشا دیکھتے رہے۔ ایک سگریٹ سے بھلا کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جب سگریٹ کا آخری سرا بھی ہماری انگلیوں کو چھونے لگا تو ہم نے سگریٹ پھینک دیے ------ ہپی ڈفلی بجا رہے تھے۔ کسی کے پاس مینڈولن نہیں تھا۔ ہم ہپیوں کی بے ہنگم آوازیں سنتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد بوریت محسوس ہونے لگی۔ میں نے لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

“موسیو!” اس نے گردن جھکا کر مجھ سے کہا۔

“ہوں۔”

“کیا ارادہ ہے؟”

“کیا مطلب؟” میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

“نیند آ رہی ہے؟”

“ہاں۔” میں نے جواب دیا۔

“تمہارے پاس خیمہ ہے؟” اس نے پوچھا۔

“ہاں”

"میرے پاس تو خیمہ بھی نہیں ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا میں تمہارے ساتھ رات گزار سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ دبلی پتلی' مریل سی لڑکی' نجانے کون کون سی بیماریوں کی پوٹ۔ لیکن بہرحال انسان ہے اور صرف ایک رات کے لیے جگہ مانگ رہی ہے۔۔۔۔۔ جوزیفائن کا خیمہ میرے پاس ہے اور جوزیفائن یقیناً" اس شخص کے پاس ہو گی جس نے اسے چرس اور سگریٹ دیے تھے۔

"چلو۔" میں نے کہا۔ اور لڑکی فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں اسے ساتھ لے کر خیمے میں آگیا۔

اس نے خیمے کو دیکھا اور پرمسرت لہجے میں بولی۔ "اچھی جگہ ہے۔ کھلے آسمان کے نیچے تو بڑی سردی لگتی ہے۔"

اس مدقوق عورت کے چہرے پر اس وقت بے پناہ بے بسی اور معصومیت تھی۔ دنیا اسی طرح کے حالات کا شکار رہتی ہے۔ سو میں نے بھی الجھے بغیر کہا "آج رات تم یہاں رہ سکتی ہو۔"

اس نے خیمے کا پردہ نیچے گرا کر باندھ دیا اور بڑے اطمینان سے اپنا لباس اتارنے لگی۔

میں خاموش نہ رہ سکا۔ "کیوں۔۔۔۔۔ لباس کیوں اتار رہی ہو؟"

"اوہ' دراصل میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑے نہیں ہیں اور اگر میں انہیں پہن کر سو جاؤں تو یہ پھٹ جائیں گے۔ میں ہمیشہ انہیں اتار کر سوتی ہوں کیونکہ یہ کمزور ہو چکے ہیں۔"

"کھلے آسمان کے نیچے بھی؟"

"ہاں۔ اس وقت میں انہیں اپنے بدن پر ڈال لیتی ہوں۔ پہننے سے کسی بھی وقت ضائع ہو سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی۔۔۔۔۔ لباس اتار کر لیٹ گئی۔ میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔ وہاں بستر وغیرہ تو تھا نہیں' جس کا اہتمام ہوتا۔۔۔۔۔ چند ساعت وہ اسی طرح لیٹی رہی۔ اس کی نگاہیں میری جانب اٹھی ہوئی تھیں اور میں خیمے کی چھت کو دیکھ رہا تھا۔

اچانک وہ آہستہ سے بولی "میں تمہارے پاس آ جاؤں؟"

"آ جاؤ۔۔۔۔۔ انتظار کیوں کر رہی ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' دراصل میں۔۔۔۔۔" اس نے اپنی بات پوری نہیں کی اور جلدی سے اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔

میرے ذہن میں اس وقت کچھ نہیں تھا' بھوک لگ رہی تھی۔ وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر لیٹ گئی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

میں نے اس کے سانسوں کی گرمی محسوس کی اور اس کے بعد سب کچھ بھول جانے کو دل چاہا۔۔۔۔۔ یاد صرف اتنا رہا کہ ایک عورت اور ایک مرد۔۔۔۔۔ دو جسم تھے جو دنیا کی کثافتوں سے آزاد ہو کر ایک دوسرے میں مدغم ہو رہے تھے۔ اس کے جذبات بھی تیز ہوتے جا رہے تھے اور میں بھی بھول گیا تھا کہ میں کیا ہوں اور کن حالات میں وقت گزار چکا ہوں۔

بس مجھے وہ یاد تھی اور خیمے کا گھٹا گھٹا سا ماحول تھا۔ اس گھٹے گھٹے ماحول میں ہماری گھٹی گھٹی سانسیں ابھرتی اور ڈوبتی رہیں۔ یہاں تک کہ سانسوں کا سلسلہ ذہنوں سے محو ہو گیا۔ ہم دونوں کو نیند آ گئی تھی۔

"رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ اس نے مجھے جگا دیا۔ "موسیو! سنو۔۔۔۔۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے نیم غنودگی کی آواز میں کہا۔ ویسے میرا ذہن جاگ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید اسے نیند نہیں آ رہی ہے۔ "کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پھر پوچھا۔

"تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اوہ' بھوک لگ رہی ہے؟"

"کب سے بھوکی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً" دو دن سے۔۔۔۔۔ چرس کے سگریٹ سے بھی مجھے نیند نہیں آئی۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑے۔ "افسوس لڑکی! میرے پاس بھی کھانے کو کچھ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔ لہجے میں برا ماننے کا انداز یا مایوسی قطعی نہیں تھی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ ہم جیسے لوگوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

کافی دیر تک وہ خاموش رہی۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا واقعی تم دو دن سے بھوکی ہو؟"

"ہاں۔ پرسوں ناشتے میں ڈبل روٹی کے کچھ ٹکڑے مل گئے تھے۔"

"تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"فرانس کی۔" اس نے جواب دیا۔

"کب چلی تھیں وہاں سے؟"

"طویل عرصہ گزر گیا۔"

"وہاں تمہارے اپنے لوگ تو ہوں گے؟"

"ہاں۔ کچھ تھے۔"

"کون تھے وہ؟"

"نجانے کون تھے' کچھ یاد نہیں ہے۔"

"اوہ' تو تم انہیں بھول چکی ہو؟"

"ہاں بھلا دینے میں بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"نیستاں۔" اس نے جواب دیا۔

"نیستاں! اس زندگی میں تم اپنی مرضی سے آئی تھیں؟"

"کیا دنیا میں کوئی بھی اپنی مرضی سے آتا ہے موسیو؟" اس نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔

"ٹھیک ہے' دنیا میں کوئی اپنی مرضی سے نہیں آتا۔ لیکن میں نے تم سے موجودہ زندگی میں آنے کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"اس دنیا میں بھی اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی۔ ہاں زندگیاں خود راستے متعین کر دیتی ہیں اور انسان ان پر چل پڑتا ہے۔"

"گویا تم اس زندگی سے خوش نہیں ہو؟"

"تعجب ہے تم اسے زندگی کہتے ہو۔ میں بھوکی ہوں اور مستقبل میں بھی میرے سامنے کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جو میری بھوک مٹا سکے' اس کے باوجود اگر تم اسے زندگی کہتے ہو تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی-----"

"نیستاں! زندگی کا تمہاری نگاہوں میں کیا مفہوم ہے؟"

"دیکھو! انسان اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا۔ بس حالات یا اسے تم جو کچھ بھی کہو' اسے دنیا میں لے آتے ہیں' وقت اس کے لیے راستے متعین کرتا ہے اور پھر وہ دنیا اور وقت کے رحم و کرم پر رہ جاتا ہے۔ اگر دنیا اسے اچھا ماحول' اچھی زندگی دے دے تو وہ خوش رہتا ہے اور پر سکون موت مرجاتا ہے اور اگر دنیا اس سے ناراض ہو اور اسے کچھ دینا نہ چاہے تو پھر وہ نیستاں بن جاتی ہے۔"

"اوہو' تو تمہاری نگاہوں میں زندگی کا مفہوم ایک اچھی طرز رہائش' ایک خوبصورت شوہر اور کچھ بچوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے؟"

"ہاں' عورت کے لیے یہی تفویض کیا گیا اور میرا خیال ہے کہ ازل سے عورت یہی سب کچھ پسند کرتی آئی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا ایک مخصوص رنگ پالیا ہے۔ اب اگر اس سے یہ مخصوص رنگ چھین لیا جائے تو ظاہر ہے وہ خود کو مکمل نہیں سمجھ سکتی۔"

"تم اس رنگ سے کیوں دور ہو نیستاں؟"

"دور نہیں' دور کر دی گئی ہوں موسیو!"

"کس طرح نیستاں؟" میں نے پوچھا۔

"وجہ یہ تھی کہ پیدا ہوئی تو ماں مر گئی۔ باپ نے اپنی دانست میں اچھی پرورش کرنے کی کوشش کی' تھوڑا سا پڑھایا لکھایا بھی۔ لیکن وہ خود ایک مفلوک الحال آدمی تھا۔ کوئی خاص ذریعہ آمدنی بھی نہیں تھا۔ عموماً بیمار رہتا تھا۔ ایک چھوٹا سا قطعہ تھا جس پر کھیتی باڑی کر کے ہم زندگی گزارتے تھے۔ نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن' بس ہم دونوں باپ بیٹی تھے۔ پھر موسم سرما میں ایک دن سخت بارش ہوئی۔ میرے باپ کو نمونیہ ہو گیا۔ علاج کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے در در بھیک مانگی' بہت سے لوگوں کی خوشامد کی۔ لیکن اپنے باپ کو زندگی دینے میں کامیاب نہ ہو سکی اور وہ مر گیا۔ زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ شہر آئی' کوشش کی کہ کہیں ملازمت حاصل کر سکوں۔ ایک سٹور پر ملازمت ملی لیکن وہ ملازمت سیلز گرل کی نہیں بلکہ ایک کال گرل کی تھی-----لوگوں نے مجھے جس راہ پر لگایا' پیٹ کی خاطر اس پر چل پڑی۔ پیٹ بھرنے کے لیے کچھ نہ کچھ درکار تھا۔ طویل عرصے تک لٹتی رہی۔ پھر میں نے سوچنا بھی چھوڑ دیا کہ میں لٹ رہی ہوں۔ حالات نے مجھے اس بازار تک پہنچا دیا جہاں کال گرلز گاہکوں کی تلاش میں کھڑی رہتی ہیں۔ تب ایک دن ایک پادری سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بے وقوف نیکی اور بدی کی تلقین کرنے آیا تھا میں نے اسے اپنی

قیام گاہ پر دعوت دی اور پوچھا کہ نیکی کیا ہوتی ہے۔ اس نے حفظ کیے ہوئے الفاظ دہرا دیے۔ میں نے اس سے کہا "پادری صاحب! میں نیکی کیسے کروں؟ نیکیاں پیٹ بھرنے کے کام نہیں آتیں۔ ہاں' کیا آپ کسی گرجا گھر میں مجھ نن بنوا سکتے ہیں؟" احمق پادری جوش میں آ گیا اور مجھے ساتھ لے چلا۔ راستے میں بھی اس نے مجھے یہی ہدایات دی تھیں کہ سچ بولو' مذہب سے محبت کرو اور یسوعؑ کی تعلیمات کی پیروی کرو۔ اسی میں نجات ہے۔ میں نے اس سے کہا "پادری صاحب! میں بھی نجات چاہتی ہوں۔"

پادری مجھے ایک گرجا گھر میں لے گیا۔ اس وقت بڑے پادری تقریر کر رہے تھے۔ اگر مجھے اس چرچ میں پناہ مل جائے تو میں باقی زندگی مذہب کی خدمت میں گزار دوں گی' میں نے تقریر سن کر سوچا۔ پھر اس پادری نے مجھے بڑے پادری کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے ان سے کہا میں مقدس مریمؑ کے قدموں میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ تو پادری نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے میرے کوائف پوچھے۔ میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور یہ جان کر کہ میں ایک کال گرل ہوں اور کن کن حالات میں گزار چکی ہوں' پادری صاحب سن رہ گئے-----اور پھر انہوں نے معذرت کر لی اور کہا کہ مجھ جیسی خراب لڑکی کو چرچ میں جگہ نہیں مل سکتی-----میں نے مسکرا کر نیکیوں کی تلقین کرنے والے پادری کو آنکھ ماری اور اور چلی آئی۔ لیکن وہاں سے واپسی پر میری طبیعت اپنے پرانے کاروبار سے اچاٹ ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک دن ہپیوں کی ایک ٹولی مجھے نظر آئی اور میں ان میں شامل ہو گئی-----بس یہ کہانی ہے میری۔ کتنی مختصر لیکن مکمل-----"

میں خاموشی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے تم بھی دولت کا شکار ہو؟"

"دولت کی-----؟ ہاں شاید!" اس نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے دل میں کبھی یہ خواہش جاگتی ہے نیستاں کہ تم پھر اسی پر سکون زندگی کو اپنا لو۔ اپنا گھر بناؤ۔ اور ایک شریف عورت کی طرح زندگی بسر کرو؟"

"ہاں۔ جب پینے کو چرس کا ایک سگریٹ نہ ملے تو ایسے خواب اکثر نظر آنے لگتے ہیں اور اس وقت چرس کی تلاش میں' میں ہر اس جگہ نکل جاتی ہوں جہاں چرس مل سکے۔ اس وقت میں اپنے خون کے آخری قطرے کے عوض چرس خرید لینا چاہتی ہوں۔"

"چرس؟"

"ہاں۔ ان خوابوں کا علاج صرف ایک سگریٹ ہے۔ نہ ملے تو یہ خواہش دیوانہ کر دیتی ہے۔ کہ کاش میں بھی ایک شریف عورت کی حیثیت سے زندگی بسر کروں۔"

"نیستاں! میں تمہیں دولت دوں گا۔ شاید وہ تمہیں خوشیاں دے سکے۔ لیکن ایک وعدہ کرو۔"

"وعدہ-----کیسا-----؟"

"اگر تمہیں دولت مل جائے تو اس زندگی کو مکمل طور سے فراموش کر دو گی۔"

"دولت-----کہاں سے ملے گی؟"

"میں دوں گا نیستاں-----میں دوں گا۔"

"اوہ' ڈارلنگ! تم نے بھی تو صرف ایک سگریٹ پی تھی؟"

"ہاں-----کیوں؟"

"شاید تمہارا نشہ ٹوٹ چکا ہے' لیکن اس وقت؟ میرا خیال ہے سو جاؤ۔ ورنہ تم بھی تڑپو گے۔"

"ہوں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو نیستاں!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد نیند آ گئی اور سب کچھ ذہن سے نکل گیا اور پھر صبح کی تیز روشنی نے آنکھوں کے پپوٹوں کو چکاچوند کر دیا۔ میں جاگ گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر نیستاں گھٹنوں میں سر دیے گہری نیند سو رہی تھی اور اس سے ذرا پرے ایک اور وجود موجود تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

وہ سوکھی' دبلی پتلی جوزیفائن تھی' جو بے سدھ پڑی تھی' میں اٹھ بیٹھا۔ جوزیفائن خیمے میں کب آئی تھی؟ شاید رات کے کسی حصے میں۔۔۔۔۔۔ کیسی ہے یہ لڑکی؟ اس نے نیستاں کی موجودگی کے بارے میں کیا سوچا ہو گا؟

بہرحال میں نے ان دونوں کو نہیں چھیڑا خاموشی سے بیٹھا ہوا انہیں دیکھتا رہا۔ دل چاہا کہ خاموشی کے ساتھ خیمے سے نکل جاؤں۔ لیکن طبیعت پر ایسی کسالت طاری تھی کہ اٹھا ہی نہیں گیا۔ تب جوزیفائن نے کروٹ بدلی اور جاگ گئی۔ اس نے گردن گھما کر میری جانب دیکھا اور اس کے چہرے پر بدرونق سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ہیلو!" وہ باریک سی آواز میں بولی۔

"ہیلو!" میں نے بھی کہا۔

"صبح ہو گئی؟"

"ہاں۔"

"یہ کون ہے؟"

"نیستاں۔" میں نے جواب دیا۔

"جگا دوں اسے؟" اس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔

"جگا دو۔" میں نے کہا اور وہ نیستاں کو جھنجھوڑنے لگی۔ نیستاں نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

کیسی مایوسی تھی ان دونوں کے چہروں پر۔ صبح ہونے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ ہر صبح مایوسیوں اور تھکن کے انبار لے کر آتی ہے اور لمحات روح پر وزن ڈالتے رہتے ہیں اور اس وزن کے تصور سے چہروں کی بدرونقی میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ تب جوزیفائن خیمے کے ایک کونے میں رکھے کاغذوں کو ٹٹولنے لگی۔

ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ وہ مسکرائی بھی تھی اور پھر اس نے فخریہ انداز میں چند ڈبل روٹیاں' مچھلی کے کچھ ٹکڑے جو باسی تھے اور تھوڑا سا بھنا ہوا گوشت ہمارے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس طرح خوش تھی جیسے قارون کا خزانہ لے آئی ہو اور اب ہم سے داد کی طالب ہو۔

"شروع ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد کچھ اور بھی پیش کروں گی۔" اس نے کہا۔

نیستاں نے میری جانب دیکھا اور میں نے اسے کھانے کا اشارہ کیا۔۔۔۔۔۔ "آ جاؤ نیستاں! تم بھی آ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک کھسک آئی۔

باسی مچھلیاں' باسی ڈبل روٹیاں' طبیعت نے ایک لمحے کے لیے بغاوت کی۔ لیکن بھوک لگ رہی تھی اور میں قلاش تھا۔ کروڑپتی بھکاری۔۔۔۔۔۔' میں نے سوچا اور پھر اطمینان سے کھانے لگا۔ باغی فطرت کو

میں نے سلا دیا تھا۔

جوزیفائن کا دوسرا تحفہ چرس بھرے سگریٹوں کا پورا پیکٹ تھا' جسے اس نے فخریہ طور پر ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔

"پورے دس سگریٹ ہیں۔" اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"دس!" اس کے مسرت بھرے لہجے کی بھرپور پیروی نیستاں نے کی تھی۔ میں احمق سا آدمی بھلا ان دس سگریٹوں کی حقیقت کیا سمجھ سکتا تھا۔

"ہاں۔ پورے دس۔"

"کیا میں اس میں سے ایک سگریٹ لے لوں؟" نیستاں بڑی عاجزی سے بولی۔

"لے لو۔ ہم تینوں کے حصے میں تین تین سگریٹ آئیں گے۔ ایک بچ جائے گا' وہ میری طرف سے۔۔۔۔۔۔" اس نے میری جانب دیکھا' مسکرائی اور بولی "تمہارے لیے۔۔۔۔۔۔"

میں نے سپاٹ نگاہوں سے اس بے تکی لڑکی کو دیکھا۔ نہ اس کے نقوش میں کوئی جاذبیت تھی' نہ میرا اس سے کوئی تعلق تھا۔ ایک رات بھی تو اس کے ساتھ نہیں گزری تھی۔ بلکہ اس نے میری خاطر اپنی ایک رات کسی اور کے ساتھ گزاری تھی۔ ہمدردی۔۔۔۔۔۔ صرف ہمدردی۔۔۔۔۔۔ تب میں نے ایک اور نظریے سے اسے دیکھا۔

نیستاں میرے ساتھ اس کے خیمے میں تھی' اس کا کیا ردعمل ہوا تھا اس پر؟ لیکن یہ سوچنا میری حماقت تھی۔ اس نے نیستاں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور خاموشی سے اپنی بساط کے مطابق اس کی خاطر مدارت میں مصروف ہو گئی تھی۔

چرس کے سگریٹ سلگ اٹھے۔ عیاشی ہو رہی تھی' جوزیفائن کے کرم پر۔۔۔۔۔۔ اور نیستاں محض مسکرا رہی تھی۔ دو سگریٹ پینے کے بعد آنکھوں میں سرخی آ گئی۔ نیستاں نے اپنے حصے کی ایک سگریٹ بچا لی تھی جسے اس نے نہایت احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیا۔۔۔۔۔۔ لباس اس نے چند ساعت قبل ہی پہنا تھا۔

پھر وہ اٹھ گئی۔ "میں اب چلتی ہوں۔"

"کہاں جاؤ گی نیستاں؟"

"ابھی تو اسی کیمپ میں ہوں گی۔ اگر تلاش کرو گے تو کسی نہ کسی خیمے کے آس پاس مل جاؤں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"نیستاں! مجھے تم سے کام ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا کام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بہت ضروری۔۔۔۔۔۔ ڈیر جوزیفائن! کیا تم مجھے تھوڑی دیر جانے کی اجازت دو گی؟" میں نے جوزیفائن سے پوچھا۔

"ضرور۔۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔" اس نے خلوص سے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نیستاں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ نیستاں آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔

"تم نے بتایا نہیں ڈیر! تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟" نیستاں نے کچھ دور چل کر پوچھا۔

"تم شام کو مجھے کس وقت ملوگی؟" میں نے دریافت کیا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اگر میری ضرورت محسوس کرو تو یہیں کہیں تلاش کر لینا۔ میری کوئی منزل تو ہے نہیں' کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے میرا۔ بلکہ میرا تو خیمہ بھی نہیں ہے۔ کہ میں تمہیں اس کا پتہ دے دوں۔ کہیں نہ کہیں کھلے آسمان کے نیچے مل جاؤں گی۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔

"ہوں' شام کو تقریباً' چھ بجے مجھ سے ملنا۔۔۔۔۔۔ آؤ گی؟"

"آجاؤں گی۔" نیستاں نے مسکرا کر کہا۔ پھر آہستہ سے بولی "وہ لڑکی تمہاری کون ہے؟"

"کون۔۔۔۔۔جوزیفائن؟"

"ہاں۔"

"دیکھو نیستاں! میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو رشتوں کو نہیں مانتے۔ پھر بھلا کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا کون ہے۔ کیا اس دنیا میں کوئی کسی کا ہوتا ہے؟" میں نے پھیکے انداز میں کہا۔

نیستاں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی "ہاں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ لیکن بعض اوقات ذہنی رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔ ان رشتوں کا کوئی نام نہیں ہوتا' بے نام سے رشتے' لیکن ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تمہیں چاہتی ہے؟"

"جوزیفائن کے بارے میں کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں اسی کی بات کر رہی ہوں۔"

"چاہتی ہوگی نیستاں! مجھے اس بارے میں معلومات نہیں ہیں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"پچھلی رات وہ کہاں تھی؟ میرا مطلب ہے اس وقت وہ خیمے میں نہیں تھی جب ہم لوگ وہاں گئے تھے۔"

"ہاں۔ اس وقت وہ وہاں نہیں تھی۔"

"کہاں گئی تھی وہ؟" نیستاں نے پوچھا۔

"میرے لیے کھانے پینے کا بندوبست اور چرس کا انتظام کرنے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔" وہ مسکرائی۔ "چرس وہی لائی تھی؟"

"ہاں۔ اور تم نے دیکھا ہوگا کہ اس نے وہ چیزیں مجھے دیں تھیں۔"

"ہاں۔ اور یہ بھی کہ اس نے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ کیا وہ تنہائی میں بھی تم سے میرے بارے میں نہیں پوچھے گی؟"

"میں نہیں جانتا نیستاں۔"

"کیوں۔۔۔۔ کیا تم اس کی عادت سے واقف نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"اس کی وجہ؟"

"وجہ صرف یہ ہے کہ اسے مجھ سے ملے ہوئے ابھی صرف چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے۔ یہ خیمہ اسی کا ہے اور اس نے مجھے اس خیمے میں پناہ لینے کی اجازت دی تھی۔"

"اوہو۔" نیستاں نے آہستہ سے گردن ہلائی پھر بولی "ٹھیک ہے' میں شام کو تمہارے پاس پہنچ جاؤں

گی۔"

"وعدہ؟"

"ہاں! وعدہ۔" اور میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

☆ ☆ ☆

کسی کے لیے کچھ کرنے کی خواہش تو اب دل میں زیادہ شدت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن طبیعت پر ایک عجیب سا بحران طاری تھا۔ خود تو اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ بس جو سوچ لیا' سو سوچ لیا۔

نیستاں جا چکی تھی۔ میں واپس جوزیفائن کے خیمے میں نہیں گیا تھا بلکہ وہاں سے دور نکل آیا تھا۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ لباس بھی میلا کچیلا سا ہو رہا تھا۔ ایسی حالت میں میری کوئی شخصیت تو رہی نہیں تھی' بس چلا جا رہا تھا۔ ذہن میں بہت سارے خیالات تھے۔ نجانے کتنی دیر میں شہر کے مخصوص حصوں میں پہنچا تھا۔ اور پھر میں نے ایک بنک کا رخ کیا تھا۔

بنک سے ایک سلپ حاصل کر کے میں نے اس میں اپنی رقومات کے بارے میں تفصیلات درج کیں۔ دستخط کیے اور ایک درخواست بھی لکھی کہ میرے پاس چیک بک وغیرہ نہیں ہے۔ اس لیے تمام چیزیں میرے دستخطوں سے ملالی جائیں۔ یہ درخواست لکھ کر میں بنک منیجر کے پاس پہنچ گیا۔

منیجر نے میرا حلیہ دیکھا تھا پھر اس نے دوبارہ میری درخواست دیکھی۔ بہرصورت حیرانی کے باوجود اس نے میرے ساتھ تعاون کیا' متعلقہ کلرکوں کو اس نے ہدایات جاری کیں اور تھوڑی دیر کے بعد تمام تفصیلات بنک منیجر کے پاس پہنچ گئیں۔ میری رقومات کا جائزہ بھی لیا گیا اور منیجر مستعد ہو گیا۔

اس نے ایک بار پھر تعجب سے میرے حلیے کو دیکھا اور ازراہ اخلاق مجھ سے پوچھا۔ "کیا آپ کسی الجھن کا شکار ہیں جناب؟ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

"نہیں جناب! میں ٹھیک ہوں۔ بس بعض اوقات انسان عجیب و غریب حالات سے گزرتا ہے۔" میں نے رسمی انداز میں کہا۔

منیجر نے مجھ سے چند اور دستخط لیے۔ پھر انہیں ماہرین کے پاس بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے بارے میں ماہرین کی تصدیقات حاصل کر چکا تھا کہ میں ہی وہ شخص ہوں' جس کی ایک کثیر رقم اس بنک میں جمع ہے۔ چنانچہ وہ مجھے رقم دینے پر تیار ہو گئے۔۔۔۔۔۔ اس نے مجھے چیک بک دی۔ میں نے ایک لمبی رقم کا چیک کاٹا اور چیک فوری طور پر کیش ہو گیا۔

نوٹوں کی گڈیاں میں نے جیب میں ٹھونس لی تھیں۔ پھر میں اطمینان سے بنک سے باہر نکل آیا۔

کل میں ان نوٹوں کو خیرباد کہہ چکا تھا۔۔۔۔۔۔ میں نے نوٹوں کو ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ جن سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ گویا اس دولت سے میں نے چھٹکارہ پایا تھا۔ لیکن کمبخت دولت انسانی زندگی پر کس قدر مسلط ہے۔ آج پھر مجھے اس کی ضرورت پڑ گئی تھی' اپنے لیے نہ سہی نیستاں کے لیے' کسی کے بھی لیے۔۔۔۔۔ لیکن بہرحال یہ بات درست تھی کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔

چنانچہ آج پھر یہ گڈیاں میری جیبوں میں تھیں۔ کافی دیر تک میں شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ بہت سی چیزوں کے لیے دل چاہ رہا تھا۔

میں نے چند ساعت سوچا' پھر مسکراتا ہوا ایک بازار کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے جوزیفائن کے لیے بہت سی چیزیں خریدیں۔ نیستاں کے لیے بھی کچھ سامان لیا۔ پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر کیمپ کی جانب چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں کئی بنڈل لٹکائے ہوئے جوزیفائن کے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو جوزیفائن خیمے میں موجود نہیں تھی۔ شاید وہ میرے لیے یا اپنے لیے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کرنے گئی تھی۔ میں نے وہ بنڈل خیمے میں ڈھیر کر دیے۔ انہی میں نوٹوں کی گڈیاں بھی رکھ دیں اور اطمینان سے لیٹ گیا۔

نجانے میں کب تک لیٹا اپنے بارے میں غور کرتا رہا۔ جہلم کے راجہ نواز کو ڈھونڈتا رہا——— اپنے دوست سردارے کو یاد کرتا رہا۔ اپنے وطن کی مٹی کی سوندھی خوشبو کو ذہن میں بساتا رہا۔ پھر اپنی زندگی کے موجودہ رخ پر غور کرنے لگا۔ زندگی کا یہ رخ جو میں نے اختیار کیا تھا کیا میرے لیے مناسب تھا؟ کیا میری موجودہ کیفیت کو سہارا دے سکتا تھا؟ ذہن میں ایک الجھن سی برپا تھی۔ چنانچہ میں نے یکایک فیصلہ کر لیا کہ اس علاقے کو فوراً" چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ نجانے نوبت کہاں تک پہنچے۔

بہت سی باتیں سوچنے کے بعد میں اپنی جگہ سے جانے کے لیے اٹھا۔ لیکن اسی وقت جوزیفائن خیمے کے دروازے پر نظر آ گئی۔

"اوہ' تم آ گئے۔" وہ مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔ شاید اس میں کھانے پینے کا سامان تھا۔ وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

ابھی تک کونے میں پڑے ہوئے بنڈلوں پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس نے اپنا پیکٹ کھولا اور میرے سامنے چند روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت رکھ دیا۔ ایک لمحے کے لیے جہلم کا راجہ نواز میرے اندر جاگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے سختی سے اسے سلا دیا۔

"لو کھاؤ۔" جوزیفائن نے کہا۔

"کہاں سے لائی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کہیں سے بھی——— کھاؤ۔"

"جوزیفائن! ایک بات پوچھوں؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"ضرور پوچھو۔" جوزیفائن نہایت اطمینان سے بولی۔

"تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو؟"

"بس جی چاہتا ہے۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"جوزیفائن! اگر تم مجھے دوست کہتی ہو تو پھر میری دوستی تمہیں کافی مہنگی پڑ رہی ہے۔"

"مہنگی اور سستی——— یہ الفاظ ہم لوگوں کے لیے مناسب نہیں ہوتے۔ ہم ان چیزوں سے بے نیاز ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھاتے کھاتے جوزیفائن کی نظر اتفاقیہ طور پر اس طرف اٹھ گئی تھی۔ اس نے تعجب سے بنڈلوں کی طرف دیکھا اور بولی۔ "ان میں کیا ہے؟"

"چند چیزیں جو میں بازار سے لایا ہوں۔"

"تم؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔ اس کا منہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔

"ہاں' ہاں پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد دیکھ لینا۔" میں نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

لیکن جوزیفائن متواتر تعجب سے مجھے دیکھتی رہی' پھر الجھے ہوئے انداز میں کھانا کھانے لگی۔ بار بار اس کی نگاہیں میری جانب اٹھ جاتی تھیں۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہیں پا رہی تھی۔

میں نے خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی۔ "کیا سوچ رہی ہو جوزیفائن! کیوں الجھ رہی ہو؟"

"تم یہ سب———؟" اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔

"میں تمہاری کیفیت سمجھ رہا ہوں جوزیفائن! تم سوچ رہی ہو کہ مجھ جیسے قلاش آدمی میں کچھ خریدنے کی اہلیت کہاں سے آئی؟" میں نے کہا۔

"ہاں' میرے ذہن میں یہی خیال تھا۔"

"تم نے اپنی ایک رات کی اجرت میرے کھانے کی شکل میں مہیا کی میرے اوپر بھی کچھ فرائض تھے جوزیفائن! جو میں نے پورے کیے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن———؟" جوزیفائن پھر رک گئی۔ وہ کچھ کہنے سے احتراز کر رہی تھی یا پھر ہچکچا رہی تھی۔

"جوزیفائن! میرے خیال میں تمہیں جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں' ظاہر ہے میں مرد ہوں' میرے وہ ذرائع نہیں ہیں جو تمہارے ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جوزیفائن بھی مسکرانے لگی۔ یہاں کسی شرم و حیا کا تصور نہیں تھا۔ اور اگر میں کوئی تصور کرتا تو یقیناً" وہ میری حماقت ہوتی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے چند بنڈل جوزیفائن کے سامنے رکھ دیے۔ ان میں جو کچھ تھا' وہ میں نے جوزیفائن کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "جوزیفائن! میں یہ چیزیں تمہارے لیے خرید کر لایا ہوں——— اور لو' یہ بھی رکھ لو۔ ممکن ہے اس کی ضرورت پیش آ جائے۔" میں نے جوزیفائن کو نوٹوں کی گڈی دیتے ہوئے کہا——— اور جوزیفائن کا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا۔

اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا' پھر آہستہ سے بولی "مم——— مگر یہ سب کچھ———"

"ڈاکہ نہیں ڈالا' کسی کو قتل نہیں کیا' تم بے فکر رہو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"لیکن یہ تم لائے کہاں سے ہو؟"

"یہ میرا مسئلہ ہے جوزیفائن! تم نے میرے لیے جو کچھ کیا' اس کے عوض میں نے بھی تمہارے لیے کچھ کیا ہے۔ قبول کرنا چاہو' کر لو۔ نہ کرنا چاہو' واپس کر دو۔ اس سے زیادہ میں کوئی جواب نہ دوں گا۔"

وہ متحیر نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ تب میں آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے بولا۔ "شاید اب تم مجھے یہاں دیکھنا نہیں چاہتیں۔"

"نہیں، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس حیران ہو رہی ہوں۔"

"حیران نہ ہو جوزیفائن ---- اپنے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتاتا ہوں کہ میں کوئی بھٹکا ہوا قلاش نہیں ہوں۔"

"اوہ۔" جوزیفائن نے گردن ہلائی۔ چند ساعت وہ سوچتی رہی پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولی۔ "شکریہ دوست!"

میں نے گردن ہلا دی تھی۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد جوزیفائن نے مجھے مخاطب کیا۔ "شاید تم بھی کسی الجھن کے شکار تھے۔ اندازہ بھی ہو رہا ہے کہ نئے نئے ہماری دنیا میں داخل ہوئے ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"نہیں جوزیفائن! میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اور بہتر بھی یہی ہے ورنہ میری الجھنیں اور بڑھ جائیں گی۔"

"دوستوں سے اپنی الجھنیں کہہ دینے سے کچھ سکون مل جاتا ہے۔"

"میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جوزیفائن! پلیز ----" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔

ظاہر ہے اب میں ان الجھنوں میں زیادہ وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا ---- مجھے یقین تھا کہ جوزیفائن بری لڑکی نہیں ہے۔ جو کچھ اسے مل گیا ہے اس کے بعد اسے کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہے گی اور باقی جو سامان خیمے میں موجود ہے، وہ اسے ٹٹولنے کی کوشش بھی نہیں کرے گی۔

شام کو حسب وعدہ نیستاں میرے پاس پہنچ گئی جوزیفائن بھی اس وقت خیمے میں موجود تھی۔ نیستاں نے جوزیفائن کو دیکھا اور ٹھٹک کر رک گئی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔

"آؤ نیستاں!" میں نے اس سے کہا اور جوزیفائن نے بھی مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔

اس وقت جوزیفائن نے میرا خریدا ہوا ایک عمدہ لباس پہن رکھا تھا اور بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی شخصیت میں تقریباً" پچاس فیصد خوبصورتی زیادہ بڑھ گئی تھی۔

نیستاں نے اسے خاصی دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا ---- وہ میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو۔" جوزیفائن نے اٹھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔" جوزیفائن نیستاں کو میرے قریب دیکھ کر بولی او ہمارے جواب کا انتظار کیے بغیر خیمے سے نکل گئی۔ نیستاں اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔

اس کے چہرے پر ویسی ہی بدرونقی چھائی ہوئی تھی۔ غالباً" صبح کے بعد ابھی تک اسے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ تب میں نے اسے کھانے کے لیے کچھ دیا اور وہ کھانے پر ٹوٹ پڑی۔

"میرا خیال ہے تم نے صبح سے اب تک کچھ نہیں کھایا نیستاں؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا موسیو!" نیستاں نے مستانہ انداز میں کہا۔

"میری تم سے کچھ گفتگو ہوئی تھی؟"

"ہاں ---- پھر ----؟" وہ بدستور کھاتے ہوئے بولی۔

"تم نے اپنے بارے میں جو کچھ بھی مجھے بتایا تھا، اس نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔"

"کیوں؟" اس نے غذا چباتے ہوئے پوچھا۔

"سب سے بڑی بات یہ تھی کہ تم نے اس زندگی کو بحالت مجبوری اپنایا ہے ---- میرا مقصد ہے کہ ہپی ازم سے تم اس قدر متاثر نہیں ہو جس قدر کہ دوسرے لوگ۔ لیکن اس میں شامل ہونے پر مجبور ہو ---- کیا یہ درست نہیں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

نیستاں کھانا کھا چکی تھی ---- چند ساعت اس نے میری جانب دیکھا۔ پھر پرخیال انداز میں بولی۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"نیستاں! اگر تمہیں اس زندگی سے نکلنے کا موقع مل جائے اور جیسا کہ تم چاہتی تھیں کہ تم گھریلو زندگی گزارو اور اگر اب تمہیں ایسی زندگی گزارنے کا موقع ملے تو کیا تم اسے قبول کر لوگی؟"

"ہاں۔ اکثر جب ذہن خالی ہوتا ہے تو میں ایسے خیالات کو ذہن میں لا کر خود کو بے حد پرسکون پاتی ہوں ---- سوچتی ہوں کہ میں ایک چھوٹے سے، خوبصورت سے مکان میں ہوں، میری شادی ہو چکی ہے ---- میرا شوہر ہے، بچے ہیں اور میں ان کے درمیان ایک ایسی مطمئن عورت کی زندگی گزار رہی ہوں جیسی کہ ہم مختلف گھروں میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہم خود اس قابل نہیں ہیں ---- مجھے یہ خواب بہت سکون بخشتے ہیں۔ اکثر میں یہ خواب دیکھتی ہوں لیکن اس یقین کے ساتھ کہ یہ صرف خواب ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔"

"ہوں ---- تو یہ خواب تمہیں پسند ہیں؟"

"بے حد۔"

"اور تم ویسی ہی ایک گھریلو عورت جیسی زندگی گزارنا چاہتی ہو؟"

"اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ چاہتی بے شک ہوں لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔"

"نیستاں! میں اسے ممکن بنانا چاہتا ہوں۔"

"تم ----؟"

"ہاں۔"

"کیسے؟" اس نے پوچھا۔

"نیستاں! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے بہت ہی صاف ستھری گفتگو کرو۔"

"میں تیار ہوں۔"

"نیستاں! اس دنیا میں ہم سب آزاد ہیں۔ اگر غور کرو تو سب کا ایک دوسرے پر حق ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہم کرنا چاہیں تو میرا خیال ہے ہم سب کو ایک دوسرے سے تعاون کی ضرورت ہے۔ نیستاں ---- تم نے کہا تھا کہ تم نے باعزت زندگی گزارنے کے

لیے دولت حاصل کرنے کی' میرا مقصد ہے' اتنی رقم حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جو تمہیں باعزت زندگی دے سکتی۔ لیکن تم اس میں کامیاب نہ ہو سکیں اور یہی ناکامی تمہیں ان راستوں پر لے آئی۔ میں نہیں کہتا کہ یہ راستے کس حد تک اچھے ہیں اور کہاں تک برے ------ لیکن بہرصورت اگر ہمارے ذہن میں کوئی خواہش ابھرتی ہے تو ہمیں اس کی تکمیل کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے بددلی اور مایوسی میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔"

"نجانے تم کیا کہہ رہے ہو ------ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا؟"

"صرف ایک بات نیستاں! کہ اگر تمہیں دولت مل جائے' اتنی دولت کہ تم ایک باعزت زندگی بسر کر سکو تو کیا تم اپنے وطن جانا پسند کرو گی؟ کیا تم زندگی کے اس دور کو بھلا سکتی ہو ------ اور نہ بھی بھلا سکو تو اسے اپنے سینے کی گہرائیوں میں دفن کر کے ایک نئی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو' کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟"

"آہ ------ میرے ذہن میں یہ خواب ہمیشہ رینگتے رہتے ہیں۔ نجانے کیوں میں ان خوابوں کو پورا نہیں کر سکی۔ میرے ذہن میں یہ طلب اب بھی باقی ہے ------ لیکن یہ پوری کیسے ہو گی؟" نیستاں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہر قسم کی طلب پوری ہو سکتی ہے نیستاں! بعض اوقات انسان کو اس قسم کے مواقع مل جاتے ہیں ------ میں چاہتا ہوں تم اپنے وطن واپس چلی جاؤ' وہاں جا کر ایک باعزت حیثیت سے زندگی بسر کرو۔ دولت کے عوض تم محبت نہیں خرید سکتیں۔ لیکن تمہاری زندگی کم از کم اس راستے تک ضرور پہنچ سکتی ہے جو تمہاری پسند کا راستہ ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے ------ مگر میں اپنے وطن کیسے واپس جاؤں؟"

"میں تمہیں کچھ دینا چاہوں گا۔"

"تم؟" اس نے تعجب سے میری جانب دیکھا جو جوزیفائن کے چہرے سے عیاں ہوا تھا۔

"ہاں نیستاں! میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے فضول سوالات نہ کرنا۔ جو کچھ تمہیں دوں اس کے بارے میں یہ مت سوچنا کہ وہ میں نے کسی ناجائز ذریعے سے حاصل کیا ہے۔ اور اب اس سے جان چھڑا کر تمہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے نیستاں ------ تم واحد لڑکی نہیں ہو' دولت حاصل کرنے کے لیے اگر ہم ایک آواز لگا دیں تو کتنے ہی لوگ ہماری طرف دوڑ پڑیں گے۔ مگر میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم وہ زندگی حاصل کر لو جو تمہاری پسند اور طلب ہے اور اس کے لیے میں نے کچھ انتظام کیا ہے۔"

میں خیمے کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ تب میں نے اپنی خریدی ہوئی چیزیں اس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ اس کے علاوہ نوٹوں کی بہت سی گڈیاں اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نوٹ تمہارے خوابوں کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوں گے۔"

نیستاں کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ وہ کبھی میری جانب دیکھتی اور کبھی نوٹوں کی گڈیوں کی طرف ------ اس کی آنکھوں سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ پھر اس کے بدن پر بھی ویسا ہی لرزہ طاری ہو گیا جیسا کہ جوزیفائن پر طاری ہوا تھا ------ "یہ کمبخت کاغذ کے حقیر ٹکڑے بڑی قوت رکھتے ہیں۔ نہ جانے یہ انسان کو کون کون سی کیفیات سے دوچار کرتے ہیں۔" میں نے تلخی سے سوچا۔

چند لمحات اسی طرح گزر گئے۔ پھر میں نے لرزہ اندام نیستاں کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں نیستاں! یہ تمہارے خوابوں کی تکمیل کریں گے۔ بھول جاؤ اپنے آپ کو' انہیں رکھ لو ------ یہاں سے چلی جاؤ۔ اس لباس کو پہن لو' فرینکفرٹ کے کسی عمدہ ہوٹل میں قیام کرو' وہاں سے تیاریاں مکمل کر کے فرانس واپس چلی جاؤ ------ اگر تم فرانس میں ایک معزز شہری کی حیثیت حاصل کر سکیں تو مجھے بے حد مسرت ہو گی۔"

"لیکن ------ لیکن ------ مجھے بتاؤ؟ تم میرے لیے ------ تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو اور یہ سب کچھ تم نے کس طرح کیا ہے؟"

"نیستاں! میں ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ بولو کیا تم وہ زندگی حاصل کرنا چاہتی ہو۔ جس کے خواب دیکھتی رہی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر انہیں لو اور فوری طور پر یہ کیمپ چھوڑ دو۔"

"فوری طور پر؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تمہارا شکریہ بھی نہ ادا کروں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"نہیں نیستاں نہیں ------ میں نے کہا نا میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے' ہاں' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو؟ اس کا ہاں یا ناں میں جواب دو۔"

"میں ------ میں تیار ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں خود کو مطمئن پانے لگا۔

بہر حال اب وہ صرف ایک عام سی لڑکی بن گئی تھی۔ نوٹ دیکھ کر بہت سے لوگ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ میری طرف دیکھا اس نے نوٹ اور سامان کے بنڈل سنبھالے اور خیمے سے باہر نکل گئی ------ وہ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ------ وہ خوفزدہ سی لگ رہی تھی جیسے کہ میں ابھی جھپٹا مار کر اس کے نوٹ چھین لوں گا' بے وقوف' احمق لڑکی ------ بھلا میں کسی کے خواب کیوں چھینتا؟

جوزیفائن کا خیال ہو گا کہ شاید میں آج بھی نیستاں کے ساتھ اس کے خیمے میں رات گزاروں گا۔ اس نے خود کو تو اس قابل سمجھا ہی نہ ہو گا کہ میں اسے پسند کروں گا۔ ممکن ہے اس کی سوچ کسی اور راستے پر ہو۔ لیکن میں تو اب الجھنوں کا قائل ہی نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ اب یہاں رکنا بے مقصد ہے ------ نیستاں اس دولت سے فائدہ اٹھائے گی اور جوزیفائن کو بھی میں نے بہت کچھ دے دیا تھا۔ مگر کچھ رقم میں نے اپنے پاس بھی رکھی تھی کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اس کے بغیر زندگی گزارنا بے حد مشکل کام ہے ------ میں نے اپنی رقم جگہ جگہ بنکوں میں رکھوائی ہوئی تھی۔ ہالینڈ میں بھی اگر میں پہنچا تو مجھے اتنا کچھ مل سکتا تھا کہ اگر میں اپنی ساری زندگی وہیں گزارنا چاہتا تو سکون سے گزار سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میری رقومات بہت سے دوسرے ممالک میں بھی تھیں۔

"ہالینڈ ------ ایک بار پھر میرے ذہن میں ہالینڈ کا تصور آگیا پہلے بھی میں وہیں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ہرج بھی کیا تھا' یہاں رکھا ہی کیا ہے' زندگی جس انداز میں گزرے ٹھیک ہے۔ لیکن حیثیت کچھ نہیں ہونا چاہئے۔

سو میں خیمے سے نکل آیا اور اس کے بعد کیمپ میں بھی نہیں رکا۔ ایک بار پھر فرینکفرٹ کی سڑکوں پر چہل قدمی کر رہا تھا۔

نیستاں' جوزیفائن ہیپیوں کا گروہ' سبھی کچھ بھول گیا تھا اور میں چلا جا رہا تھا۔

لباس بالکل میلا کچیلا اور گندا ہو رہا تھا۔ گو اچھے کپڑے تھے لیکن پھر بھی ان کی شکل بگڑ چکی تھی۔ شیو بڑھنے لگی تھی اور اب مجھے ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ باہر آکر میں نے ایک تھیلا خریدا' اس میں ضرورت کی چند چیزیں لے کر رکھیں اور پھر اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔

اچانک ہی میں نے یہ شہر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ریلوے سٹیشن پہنچ کر میں نے ایک بک سٹال سے نقشہ خریدا۔ اس کے مطابق پہلے مجھے آرنہم جانا تھا' اس کے بعد دیرن ------"

دیرن ایک قصبہ تھا۔ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں کوئی خاص تفصیل تو معلوم نہیں تھی۔ یونہی بے مقصد سفر بھی بے کار تھا۔ اور میں ضروری نہیں سمجھتا تھا کہ مکمل تفاصیل اور معلومات حاصل کروں۔ پورا دن گزر گیا۔ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ٹرین کا سفر ہی اختیار کروں گا۔ سارے کام مکمل تھے۔ چنانچہ تقریباً" آٹھ بجے ٹرین نے پر ہجوم سٹیشن چھوڑ دیا ------ تھوڑی دیر کے بعد جرمنی کا مشہور دریا رواءن ساتھ ہو لیا۔ دریا میں بادبانی کشتیاں' سامان بردار کشتیاں اور جہاز چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ دوسرے کنارے پر سرسبز پہاڑوں کے دامن میں گاؤں تھے جو رات کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ البتہ ان کے دوسری جانب پہاڑوں پر خوبصورت پریوں کے قلعے کھڑکیوں سے ضرور نظر آجاتے تھے اور پھر طلسماتی طور پر غائب ہو جاتے تھے۔ جرمنی کے صدر مقام بون سے گزر کر بالآخر میں کولون پہنچ گیا جہاں رواءن کے کنارے گوتھک طرز تعمیر کے کلیسا بے مثال مانے جاتے ہیں۔

کولون سے ہالینڈ جانے والی گاڑی مل سکتی تھی۔ جس وقت میں کولون پہنچا تو شہر کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہالینڈ جانے والی گاڑی کو دیر سے روانہ ہونا تھا۔ اس لیے میں تھوڑی دیر تک کولون کے سٹیشن پر چہل قدمی کرتا رہا۔ خاصی سردی تھی۔ لیکن مجھے کوئی سردی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ میرے جسم پر لباس بھی سردی سے بچنے والا نہیں تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے احساسات سو چکے تھے۔ صبح ہونے میں کچھ دیر تھی جب ہالینڈ جانے والی گاڑی میں مسافروں سے سوار ہونے کی درخواست کی گئی۔ میں بھی سوار ہو گیا اور تقریباً" تین گھنٹے بعد میں آرنہم سٹیشن پر پہنچ گیا۔

میرے ساتھ بے شمار مسافر تھے لیکن میں نے کسی پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یوں بھی رات کا وقت تھا اور کوئی ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

آرنہم پہنچنے کے بعد میں نے چند لمحات کچھ سوچا۔ یوں تو میری کوئی منزل نہیں تھی۔ لیکن یہاں رکنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں ایک مقامی گاڑی کے ذریعے دیرن کے لیے چل پڑا۔ جس وقت دیرن پہنچا تو دن پوری طرح نکل آیا تھا۔ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ بمشکل پندرہ بیس دکانوں اور چند سو رہائشی مکانات

پر مشتمل تھا۔ البتہ میں نے ایک خاص بات یہاں دیکھی۔ پھولوں کی کئی دکانیں یہاں نظر آرہی تھیں۔

چند بچے سڑک کے ایک طرف چاک سے کھینچی ہوئی لکیروں پر کوئی کھیل کھیل رہے تھے کبھی کبھار کوئی سائیکل سوار بھی آنکلتا تھا۔

ہالینڈ کے لوگ انگریزوں کی طرح گھروں کو قلعہ نہیں بناتے تھے۔ عام طور پر یہاں چار دیواری بنانے کا رواج بھی نہیں ہے۔ سرِشام لوگ آرام کرسیاں باغیچوں میں ڈال کر پڑوسیوں سے خوش گپیاں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کھیلتے ہوئے بچوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ پارکوں میں گڑیوں اور پن چکیوں کے ماڈل سجے ہوتے ہیں۔ میں ان کے سامنے سے گزرتا رہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لوگ میری جانب متوجہ ہوتے ہیں' مسکراتے ہیں' ہاتھ ہلاتے ہیں' نجانے انہیں مجھ میں کیا دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے پیچھے پیچھے بچے بھی تھے۔ میں رک گیا تو بچے بھی رک گئے۔ تب میں نے ایک بچے کو اشارے سے بلایا وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہاں پر کوئی قیام کرنے کی جگہ ہے؟" میں نے بچے سے پوچھا۔

بچہ شاید سمجھا نہیں تھا۔ وہ مستفسرانہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تھا۔ تب باغیچے میں سے دو آدمی اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک ایک نے ڈچ زبان میں سوال کیا۔ "آپ کیا معلوم کر رہے ہیں جناب؟" ٹوٹی پھوٹی ڈچ زبان مجھے آتی تھی اس لیے میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔

تب میں نے ان سے انگریزی زبان میں پوچھا "کیا آپ میں سے کوئی انگریزی بول سکتا ہے؟ میں آپ کی زبان نہیں سمجھتا۔"

اتفاق سے دونوں ہی انگریزی نہیں جانتے تھے۔ وہ میری شکل دیکھنے لگے' پھر ایک دوسرے کی۔

"کوئی بات نہیں ہے' میں صرف رہنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔" میں نے گردن ہلا کر کہا۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ میری اس بات کو بھی نہ سمجھے ہوں گے۔

میں سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ بچے پھر میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ انہوں نے مجھے تماشہ سمجھ لیا تھا۔ بہرحال کب تک میرے پیچھے لگے رہیں گے۔ میں آگے بڑھ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ یہاں کہیں قیام کی جگہ تلاش کر لوں۔ ایک رات قیام کرنے کے بعد کہیں آگے بڑھ جاؤں گا۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ یہاں انگریزی سمجھنے والے لوگ نظر ہی نہیں آرہے تھے۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس چھوٹے سے قصبے میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو گی۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ کوئی انگریزی جاننے والا مل ہی جائے۔ چنانچہ چلتا رہا۔ بچے کافی دیر میرے پیچھے لگے رہے۔ پھر شاید انہیں اندازہ ہو گیا کہ اس طرح وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ انہوں نے آہستہ آہستہ میرا پیچھا چھوڑ دیا۔

پھر ریلوے لائن کے قریب ایک پرانی طرز کا فارم نما مکان نظر آیا۔ جس پر بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔ میں نے یونہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ بورڈ شاید کسی ہوٹل کا ہو چنانچہ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک درمیانی عمر کا آدمی نظر آیا۔ اس کے شانے بہت زیادہ جھکے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے گردن کافی لمبی محسوس ہو رہی تھی۔ سر پر سفید بالوں کا گچھا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور میں اندر پہنچ گیا۔

یہاں بھی میں نے انگریزی ہی استعمال کی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ شخص میری بات کو بخوبی سمجھ رہا ہے۔

"جی ہاں! جناب یہ چھوٹی سی سرائے ہے اور آپ یہاں قیام کرسکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

میں بہت خوش ہوا مجھے قیام کرنے کے لیے کوئی جگہ ہی تو چاہئے تھی۔ چنانچہ میں اس شخص کے ساتھ اندر چلا گیا۔ سرائے بہت چھوٹی تھی۔ جس کمرے میں اس نے مجھے ٹھہرایا اس کا رقبہ زیادہ سے زیادہ چار مربع گز ہو گا۔ اس کمرے میں ایک چھوٹا سا بیڈ پڑا ہوا تھا۔ اور باقی کمرہ خالی تھا۔

بہرحال میں نے اسے بہتر سمجھا' اس نے مجھے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس کا کرایہ بتایا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ یہ ڈچ کرنسی نہیں تھی لیکن اس نے اسے قبول کر لیا اور خوش دلی سے گردن ہلائی۔

بوڑھا ڈیون اس چھوٹی سی سرائے کا مالک تھا۔ اس نے مجھے کھانے کے لیے پنیر' سینڈوچ اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں دیں' یہ سب میں نے خوشی سے قبول کر لیں۔ اور پھر میں اس اکلوتے بستر میں بیٹھ کر ڈیون کے بارے میں سوچنے لگا۔

اب کیا کرنا چاہئے۔ ایک لمحے کے لیے ذہن میں خیال آیا کہ اس گھٹے ہوئے ماحول سے تو بہتر ہے کہ کسی کھلی جگہ میں وقت گزاروں لیکن مجھے چھت کی ضرورت تھی۔ کیونکہ سردی کافی محسوس ہو رہی تھی اور میرے پاس کوئی ایسا لباس نہیں تھا جس سے سردی کا بچاؤ ہو سکتا۔ مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں بیمار نہ پڑ جاؤں۔ ذہن کو ایک بار پھر ٹٹولا تو ذہن نے کہا کہ یہی زندگی بہتر ہے' کیونکہ تہذیب یافتہ زندگی میں کچھ نہیں مل سکا ہے۔

کھانا کھا کر ذہن پر کچھ بوجھ بھی ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سونے کی ٹھانی اور رات تک سوتا رہا۔

تقریباً" رات کے نو بجے آنکھ کھلی۔ اس دوران کسی نے مجھے جگانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ نو بجے جب جاگا تو اٹھ کر باہر نکلا مسٹر ڈیون سامنے ہی موجود تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا تھا۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھی عورت بھی موجود تھی۔ جو یقیناً مسز ڈیون ہوں گی۔ میں نے انہیں سلام کیا اور دونوں نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنے اکلوتے مہمان کے آنے سے بہت خوش تھے۔

وہ دونوں میرے نزدیک آ گئے' اور مسٹر ڈیون نے کہا۔

"مسٹر! میں نے آپ کا نام نہیں پوچھا۔"

"آپ مجھے فریڈرک کہہ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' تھینک یو مسٹر فریڈرک! ویسے ڈیرن میں آپ کا آنا کیسے ہوا؟ آئیے میرا خیال ہے میں آپ کو عمدہ چائے پیش کروں۔ آپ دن بھر سوتے رہے ہیں کیا رات کو جاگنا پڑا تھا؟"

"ہاں مسٹر ڈیون۔ یہی سمجھ لیجئے۔"

تشریف لائیے۔" ڈیون نے کہا اور میں مسز ڈیون کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مسٹر ڈیون مجھے لے کر سرائے کے ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک جانب ٹیلی ویژن رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی ویژن کے سامنے تقریباً" درمیانی عمر کے دو نوجوان لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلی ویژن پر کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے۔ میں اس ہال میں پڑے ہوئے اکلوتے صوفے پر بیٹھ گیا۔

مسٹر ڈیون بولے "ہاں تو میں پوچھ رہا تھا کہ آپ کا ڈیرن کیسے آنا ہوا؟"

"بس یونہی' ہالینڈ دیکھنے کے لیے آیا تھا۔" میں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"کس ملک سے تعلق ہے آپ کا؟"

برطانیہ سے!" میں نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی تو جواب دینا ہی تھا اور جب کہ میں ان کا مہمان بھی تھا۔

مسز ڈیون جلدی سے بولیں "اوہ تو برٹش ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

مسز ڈیون غالباً" چائے لینے کے لیے چلی گئیں تھیں۔ مسٹر ڈیون میری جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

"سیاح ہیں ------؟"

جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ ویسے میری توجہ ٹیلی ویژن پروگرام کی جانب تھی۔ حالانکہ میرے لیے اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن مسٹر ڈیون کے سوالات سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ٹیلی ویژن میں دلچسپی لی جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد مسز ڈیون چائے لے کر آ گئیں اور میں ان کے ساتھ چائے پیتا رہا۔ پھر میں نے اجازت چاہی۔

"اوہو۔ کہیں گھومنے جائیں گے۔"

"نہیں' آرام کروں گا۔"

"دن بھر آپ سوتے رہے ہیں اگر چاہیں تھوڑی دیر یہیں بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھیں۔" مسٹر ڈیون نے کہا۔

"جی نہیں! اس کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ تو بتائیے یہاں سے آگے کون سا شہر یا آبادی ہے؟"

"اپیل ڈارن' یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے' وہاں آپ کو میوزن ٹیورن میں جگہ مل جائے گی۔" بوڑھے نے معلومات دیتے ہوئے کہا۔

"میوزن ٹیورن۔" میں نے کہا۔

"جی۔"

"ٹھیک ہے میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

اوہو' اتنی جلد' میرا خیال ہے ڈیرن اتنی بری جگہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کے اطراف دیکھیں۔"

"جی دیکھ لوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔

اپیل ڈارن۔ میں نے اپنے بستر پر لیٹ کر سوچا۔ نیند نہیں آ رہی تھی لیکن پھر بھی لیٹ گیا تھا۔ ظاہر ہے باہر جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس قصبے میں کوئی دلچسپی تو ہو نہیں سکتی تھی۔ کہ میں وہاں سے نکل جاتا اور رات گزار لیتا۔ چنانچہ اپنے بستر پر ہی لیٹا رہا اور لیٹے لیٹے میں نے طے کیا کہ فی الحال کسی مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ کیوں نہ ہالینڈ کے تمام چھوٹے بڑے شہر دیکھے جائیں اور یہ بات مجھے اچھی خاصی دلچسپ محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہ سوچنے کے بعد مجھے کسی قدر سکون کا

احساس ہوا اور پھر میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا کہ آنکھیں جھپکنا شروع ہوئیں اور میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح ہی اس سرائے میں صفائی کی آواز سے میری آنکھ کھلی اور میں اٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ کسی بھی طرح چاہے پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ ضروری نہیں تھا کہ کسی سواری کا بندوبست کیا جاتا چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

مسٹر ڈیون اور مسز ڈیون اپنی سرائے کی صفائی میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں جو کچھ دیا تھا وہ کافی تھا اس لیے انہوں نے مجھ سے کچھ طلب نہیں کیا اور پھر مجھے ناشتہ پیش کر دیا گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں نے مسٹر ڈیون سے اجازت مانگی۔

"اوہ جناب۔ میری خواہش تھی کہ آپ کچھ روز یہاں رہتے لیکن خیر آپ کی مرضی۔ سیاحوں کو کون روک سکتا ہے؟" مسٹر ڈیون نے پرتپاک انداز میں ہاتھ ملایا۔ مسز ڈیون نے بھی مجھے سلام کیا اور میں ان دونوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے باہر نکل آیا۔

قصبے کی اکلوتی سڑک پر چلتا ہوا میں کافی دور چلا گیا۔ سامنے ایک بارات آ رہی تھی۔ دولہا اور دلہن شادی کے روایتی لباس میں ملبوس ایک سنہری بگھی پر سوار تھے۔ جسے دو مشکی رنگ کے چاق و چوبند گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ ان کے پیچھے اور بھی درجنوں بگھیاں تھیں جن پر باراتی سوار تھے۔ اس قافلے کے دونوں طرف گھڑ سوار ہاتھوں میں بگل لیے بارات کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ میں نے دلچسپی سے اس بارات کو دیکھا۔ یوں بھی آج اتوار کا دن تھا۔

سڑکوں پر بہت سی سائیکلیں نظر آ رہی تھیں۔ لوگ پکنک منانے نہروں کے کنارے جا رہے تھے۔ ایک سائیکل کی ٹوکری میں ایک ننھا منھا سا بچہ بڑے مزے سے لیٹا انگوٹھا چوس رہا تھا۔

سڑک کے ساتھ کھیتوں اور چھوٹی چھوٹی نہروں کا لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ نہروں کے کنارے دیو زاد تتلیوں کی مانند اپنے چوڑے پر پھیلائے درجنوں ہوائی چکیاں ساکن و صامت کھڑی تھیں۔ جیسے ذرا سی آہٹ پر جھٹ فضائے بسیط میں پرواز کر جائیں گی۔

ان ہوائی چکیوں کی عجیب داستان تھی۔ ہالینڈ کی ہوائی چکی واقعی کسی زمانے میں دھن کی پوری اور کام کی پکی ہوا کرتی تھیں۔ پچیس ہزار مربع میل کے کل رقبہ سے ہالینڈ کا سوا چار ہزار مربع میل علاقہ زیر آب ہے۔ تقریباً" پورا ملک سطح سمندر سے دس فٹ نیچے ہے۔

کہا جاتا ہے' دنیا کی کوئی اور قوم اہل ہالینڈ کے اس بظاہر ناممکن کارنامے کی ہمسری نہیں کر سکتی کہ انہوں نے اپنا ملک خود اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا۔ پورے ہالینڈ کا آدھا رقبہ سمندر کو خشک کر کے حاصل کیا گیا ہے۔

آج سے تقریباً" ایک ہزار سال پہلے ہالینڈ یعنی نشیبی علاقے کے باشندوں نے اپنے دلدل اور پانی سے گھرے ہوئے مکانوں اور زمینوں کو وسعت دینے کا خواب دیکھا' اس کی تکمیل کے لیے انہوں نے بند باندھے' نہریں کھودیں' اور اپنے ہاتھوں سے پانی کی نکاسی کی ——— زمانہ بدلا تو انسانی ذہن کی اختراع نے ہوائی چکیوں کو جنم دیا جو زمین کو خشک کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوئیں۔ بجلی کی ایجاد اور جدید مشینوں نے ہوائی چکیوں کی افادیت کو ختم کر دیا اور نکاسی کے لیے واٹر پمپ استعمال ہونے لگے۔ اب یہی ہوائی

چکیاں اپنی افادیت کی مدت پوری کر کے پنشن یافتہ بوڑھوں کی مانند آرام کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

خاصی دلچسپ چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ سامنے ہی ایک بورڈ لگا ہوا تھا۔ گیتھورین یعنی بائیں طرف۔ میں نے بائیں سمت دیکھا ایک پرسکون نہر بہہ رہی تھی۔ میں نہر کے کنارے چلتا رہا اور وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو گیا۔ کشتی نہر کی پرسکون سطح پر تیرنے لگی۔ نہر کے کنارے چند تہہ خانوں اور ہرے بھرے کھیتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ایک نکتے پر نہر نوے درجے کا زاویہ بناتے ہوئے دائیں ہاتھ کو مڑ گئی تھی۔ ڈچ لڑکے نے موڑ پر کشتی کا انجن بند کر دیا اور کمر کے ساتھ بندھے ہوئے سینگ نما بگل کو پوری قوت سے بجایا تاکہ دوسری کشتیوں کو اس کشتی کی آمد کی خبر ہو جائے۔ اور تصادم نہ ہونے پائے۔ جب دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو لڑکے نے انجن دوبارہ سٹارٹ کر دیا۔ کشتی دائیں طرف مڑی تو گیتھورین کا خوبصورت قصبہ نظر آنے لگا۔ قصبے کے بیچوں بیچ بہنے والی پرسکون نہر کے کنارے کسانوں کے قدیم وضع کے مکانات درختوں اور خودرو بیلوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ سفید بطخوں کے غول نہر میں تیر رہے تھے۔ اور جب کبھی کشتی چلانے والا لڑکا اپنا سینگ نما بگل کو بجاتا تو بدک کر منتشر ہو جاتے تھے۔ ایک ننھی منھی سی ندی بڑی نہر سے جدا ہو کر چند سو گز کے فاصلے پر واقع قصبے کے واحد کلیسا کی جانب چلی گئی تھی۔ ہر گھر کے ساتھ ذاتی کشتیاں کھڑی کرنے کے چھوٹے چھوٹے گھاٹ بنے ہوئے تھے۔

بہرحال میں گیتھورین میں اتر گیا۔ حالانکہ ارادہ اپیل ڈارن کا تھا۔ لیکن میں بے مقصد ہی ادھر آ گیا تھا۔

خوشنما قصبہ انتہائی پسند آیا تھا۔ حالانکہ یہاں کے باشندے اتنے آرٹسٹک نہیں معلوم ہوتے تھے۔ ان کا رہن سہن عام تھا۔ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے یہاں کئی نظر آ رہے تھے انھی میں کچھ ایسے ہوٹلوں کی قسم رکھتے تھے جہاں کھانا بھی مل جاتا تھا۔ البتہ رہائش کے لیے کوئی جگہ نظر نہیں آتی تھی۔

باشندے انگریزی زبان سے ناواقف تھے۔ ایک بھی ایسا نہ مل سکا جو انگریزی جانتا اور میری بات سمجھ سکتا۔ البتہ ایک اور الجھن تھی۔ میرے پاس فرانس کرنسی کے بجائے ڈالر تھے۔ اور اس معصوم سے قصبے کے لوگ ڈالر سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ کشتی والے ڈچ لڑکے نے بھی نوٹ لے کر حیرت سے اسے دیکھا تھا اس کے چہرے سے ایسا ہی اظہار ہوتا تھا کہ جیسے اس نے سوچا ہو کہ اس سفر کی محنت اکارت گئی۔ حالانکہ میں نے اسے اس کی توقع سے کہیں زیادہ رقم دی تھی۔ بہرحال وہ بے چارہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ کچھ کہنا فضول ہی ثابت ہو گا۔

اس لیے میں تھوڑی سی الجھن میں تھا۔ یہاں کرنسی بدلوائی بھی نہیں جا سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس چھوٹے سے قصبے میں اس کا انتظام نہیں ہو گا۔ لیکن کرنسی بدلوانا ضروری تھا۔

گیتھورین کے خوبصورت مکانات' وہاں کے باشندوں اور طرز رہائش کو دیکھنے میں میرا کافی وقت صرف ہو گیا تھا۔ درحقیقت اب میری حیثیت ایک سیاح کی سی تھی اور مجھے اس میں لطف آ رہا تھا۔ ذہن پر سے دو بار کی کیفیت ہٹ گئی تھی اور یہ مناظر فرحت بخش رہے تھے۔ میں نے سوچا اب اسی گمنامی کی زندگی میں دن گزارے جائیں۔ کیا ضرورت ہے کہ کوئی حیثیت ہی حاصل ہو۔ حیثیت کیا حیثیت رکھتی ہے ———؟ جہاں رات ہو دراز ہو جاؤ۔ دن ہو چل پڑو ہالینڈ ہی پر کیا موقوف ہے۔ کہیں بھی اور میں پھر گیتھورین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گیتھورین یعنی "پانی کا سینگ" ہالینڈ کا خوبصورت ترین قصبہ تھا۔ یہاں

رہنے والے کسان اپنے جانور کشتیوں پر لے کر کھیتوں کو جاتے تھے۔ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بھی انہی کشتیوں میں سجا کر قصبے میں فروخت کی جاتی تھیں۔

دوپہر ڈھلے جب بھوک خوب چمک اٹھی میں ایک قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔ گھاس پھونس کی چھتوں کو خودرو پھولوں والی بیلیں ڈھکے ہوئے تھیں۔ یہ بیلیں درختوں پر بھی چڑھ گئی تھیں اور انہی درختوں کے نیچے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ میں بھی بیٹھ گیا لیکن پھر کچھ خیال آیا تو اٹھ کر اس میز پر پہنچ گیا جہاں کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔

کاؤنٹر پر بھاری بدن کا ایک ڈچ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پپوٹے اتنے بھاری تھے کہ آنکھیں مشکل ہی سے کھل رہی تھیں۔ اس نے بمشکل تمام آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"انگلش بول سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔ وہ ہونقوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگا۔

"سمجھ بھی نہیں سکتے؟" میں نے دانت پیس کر پوچھا اور پھر جیب سے دس ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سامنے کر دیا "اسے پہچانتے ہو؟"

اس نے اپنی آدھی آنکھوں سے نوٹ کو گھورا اور پھر میری طرف پورا ہاتھ کھڑا کر کے بولا۔

"کیشتہ کیشتہ" آواز کافی کڑک دار تھی اور اس افیونی کے حلق سے نکلتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

میں انتظار کرنے لگا اور کیشتہ کو دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ سیاہ چغہ میں لپٹی ہوئی سفید گڑیا جس کی ناک کی نوک اور ہونٹ بالکل سرخ تھے آنکھیں نیوی بلیو کلر کی تھیں اور ڈیلے ہلکے آسمانی رنگ کے۔ بڑی حسین آنکھیں تھیں جنہیں دیکھ کر نظر ہٹانے کو جی نہ چاہے۔

سیاہ چغے کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بڑے شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی وہ فربہ اندام کے سامنے پہنچ گئی یا تو بدذوق تھی یا مغرور۔ کیونکہ اس دوران اس نے میری جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔

قہوہ خانے کے مالک نے اس سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ تب لڑکی میری جانب متوجہ ہوئی۔

"یس پلیز؟" اس نے بڑی شستگی سے کہا اور ایک بار میری طبیعت خوش ہو گئی۔

"اوہ شکر ہے۔ تم انگلش بول سکتی ہو؟"

"فرمایئے۔" اس نے کہا۔

"تمہاری زبان سے اجنبی ہونے کی وجہ سے سخت پریشان ہو گیا ہوں۔ اگر تم نہ ملتیں تو بہت جلد یہاں سے بھاگ جاتا۔"

"میرے پپا سے کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے میری بات میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میں نے اس کے خشک رویے کو صاف محسوس کیا تھا چنانچہ میں بھی سنبھل گیا۔

"سوری میں تم سے فضول باتیں کرنے لگا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں یہاں کھانا کھانا چاہتا ہوں۔"

"تو اشارے سے کہہ دیتے۔" اس نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا اور ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں سرایت کر گیا۔ یہ ایک شریف لڑکی ہے۔ نہ تو یہی نہ کوئی آوارہ قسم کی لڑکی ہے۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ مجھ سے متاثر ہو۔ اور غالباً" میری شخصیت میں اب کسی شریف لڑکی کے

لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مجھے اپنے دائرے میں ہی رہنا چاہئے۔ اس احساس نے نہ جانے طبیعت اندر سے کیسی کر دی۔

"بات یہ بھی نہیں ہے خاتون! میرے پاس مقامی کرنسی نہیں بلکہ ڈالر ہیں۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ آپ کے پپا ڈالر قبول کریں گے یا نہیں؟"

"اوہ میرا خیال ہے قبول کر لیں گے؟" اس نے کہا اور موٹے شخص سے اس بارے میں بات کرنے لگی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا "ٹھیک ہے جناب ڈالر لیے جا سکتے ہیں۔ بلکہ اگر آپ چاہیں تو اپنے کچھ اور نوٹ بھی یہاں کیش کرا لیں۔ دوسری جگہوں پر آپ کو دقت ہو گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جیب سے ایک گڈی نکال کر بوڑھے کے سامنے ڈال دی اور لڑکی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھل گیا۔ پھر وہ بولی۔

"اوہ جناب ہمارے پاس اتنی رقم تو نہ ہو گی۔ آپ صرف چند نوٹ کیش کرا لیں جو یہاں آپ کی ضرورت پوری کر سکیں۔"

"شکریہ۔ جیسے آپ پسند کریں۔" میں نے کہا اور لڑکی کے کہنے سے بوڑھے نے سو ڈالر کا ایک نوٹ کیش کر دیا' اور مقامی کرنسی دے دی۔ میں نے شکریہ ادا کر کے کرنسی جیب میں رکھی اور پھر لڑکی سے بولا۔ "اب میرے لیے کھانا آپ ہی بھجوا دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ آپ تشریف رکھیں۔" وہ اسی بے نیازی سے بولی اور میں ایک جگہ جا بیٹھا۔

میرے سامنے انڈونیشی طرز کے کھانے آ گئے۔ چاول' پاپڑ اور مرغ کے قتلے جس میں کشمش اور اناس کا استعمال خاص طور سے کیا گیا تھا۔ بہرحال میں نے یہ دلچسپ کھانا بڑی رغبت سے کھایا اس دوران لڑکی اندر چلی گئی تھی۔

میں نے بھی لاپرواہی سے شانے ہلائے۔ کسی بددماغ لڑکی کی طرف متوجہ ہونا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ایک لمحے کے لیے جو خیال ذہن میں آیا تھا۔ وہ اب زائل ہو چکا تھا۔ اونہہ جہنم میں جائے۔ مجھے بھی اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

کھانے کے بعد میں اٹھ گیا۔ ظاہر ہے اتنی دلکش جگہ تو تھی نہیں کہ میں یہاں دیر تک بیٹھا رہتا۔ کتنا بل تھا اور کیا میں نے ادا کیا۔ اس کی مجھے کوئی خبر نہیں تھی بس میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

ایک تنہا اور اجنبی انسان کی حیثیت سے میں نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ رات ہوئی تو آبادی سے نزدیک ہی ایک جگہ کا انتخاب کر لیا گو رات گزارنے کے لیے مناسب جگہ نہیں تھی لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں تھی۔ سردی کافی تھی اور میرے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس لیے ساری رات سردی کھائے ہوئے پلّے کی مانند کوں کوں کرتے گزری۔ صبح کو طبیعت بے حد بھاری تھی بدن میں ہلکا ہلکا درد بھی ہو رہا تھا۔

سردی اثر کر گئی تھی۔ کافی دیر تک اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ آسمان پر اب بھی سورج کا نشان تک نہیں تھا۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اگر دھوپ نکل آتی تو شاید تھوڑی بہت گرمی مل جاتی۔

یہاں بیٹھے بیٹھے بدن کا درد اور شدت اختیار کر گیا۔ تب میں نے سوچا کہ اب طبیعت بگڑ جائے گی۔ کچھ کرنا چاہئے۔ لیکن کیا؟ اور پھر مجھے وہی جگہ یاد آئی جہاں کھانا کھایا تھا۔ میں ہمت کر کے اپنی جگہ سے اٹھ

گیا۔ کان اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ سر بھی چکرا رہا تھا۔ نہ جانے کس طرح اس قہوہ خانے میں داخل ہوا جو سنسان پڑا ہوا تھا۔ اس کا فربہ مالک اب بھی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ قہوہ خانہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اب میری حالت بہتر نہ تھی۔ میں چند قدم آگے بڑھا۔ اور پھر اچانک میرا سر بری طرح چکرا گیا۔ زمین گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کسی چیز کا سہارا لینے کی کوشش کی لیکن ہاتھوں میں کچھ نہ آیا۔ اور دوسرے لمحے زمین پر گر پڑا۔

اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا تھا اور نہ جانے کب تک یہی حالت رہی۔ ہاں جب ہوش آیا تو بدن کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ بھی فوراً ہی سمجھ میں آ گئی۔ بدن کے نیچے آرام دہ بستر تھا اور یہ بستر؟ میں نے گردن گھمائی۔ بالکل اجنبی جگہ تھی۔ لکڑی کا ایک کشادہ کمرہ جس کے آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔ کارنس پر حضرت عیسیٰؑ کا مجسمہ سجا ہوا تھا۔ اور کمرہ خوب گرم تھا۔

لیکن پورے کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ بڑی کمزوری سی محسوس ہو رہی تھی۔ چہرے پر ہاتھ پھیرا' بڑھا ہوا شیو اب داڑھی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ بال بھی کافی بڑے ہو گئے تھے۔ بکھرے اور الجھے ہوئے تھے۔ پھر گزرے ہوئے واقعات یاد کرنے کی کوشش کی اور اس میں دقت نہیں ہوئی۔ سردی لگ گئی تھی اور اسی قہوہ خانے میں تھا جہاں میں نے کھانا کھایا تھا۔ اب ظاہر ہے میں ان لوگوں کے رحم و کرم پر پڑا تھا تو انہوں نے میری دیکھ بھال بھی کی ہو گی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جو کچھ ہو رہا تھا میری مرضی کے مطابق تھا۔ بلاشبہ انسان خواہ مخواہ اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ اس کی حیثیت صرف اتنی ہے جو اس وقت میری تھی۔ بے بسی اور بے کسی۔

دیر تک لیٹا رہا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ جیسے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ بہت کمزوری ہو گئی تھی۔ نجانے کتنا وقت گزر چکا ہے میرا یہاں پر۔ میں نے سوچا اور پھر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور اس بار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ نجانے کیوں عجیب سی کیفیت تھی۔ ابھی میں بیڈ سے اٹھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور سیاہ چغے والی سفید گڑیا نظر آئی۔ پہلے اس نے جھانکا پھر دروازے سے اندر آ گئی۔

"اوہو کیسے ہو اب تم؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں خاتون! میرا خیال ہے میں نے آپ کو کافی تکلیف دی ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا

"تکلیف دی ہے؟ بس یوں سمجھو کہ بچ گئے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اور یہ لہجہ میرے لیے نیا تھا۔

"بچ گیا؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ "افسوس!"

"کیا مطلب؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں مجھے اپنے بچ جانے کا افسوس ہے۔"

"اوہو' تو کیا تم مرنا چاہتے تھے؟"

"چاہتا تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن مرجاتا تو کوئی نقصان بھی نہ ہوتا۔"

"ارے تمہاری سوچ تو بڑی عجیب ہے۔"

"ہاں' شاید تمہیں متاثر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"مم ـــــ متاثر کرنے کی کیوں؟" اس نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

"بس ایسے ہی' ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جس سے بھی ہم کلام ہو اسے اپنی ذات اور اپنے الفاظ سے متاثر کرنے کی کوشش کرے۔"

"بہت ہی عجیب شخص ہو تم تو۔ میں بیٹھ جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور بیٹھو۔ شاید یہ تمہارا ہی گھر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ قہوہ خانے کے پیچھے کی جگہ ہے۔ ہم لوگ یہیں رہتے ہیں۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے یہاں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"دیر؟" وہ مسکرائی اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس وقت وہ بے حد شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے جب وہ ملی تھی تو اس نے بڑا خشک رویہ اختیار کیا تھا اور میرے اوپر اسی سابقہ رویے کا اثر تھا' میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی انداز میں اس سے دلچسپی لے لے کر باتیں کروں۔ کہیں اسے گمان نہ ہونے لگے کہ اس کا نرم رویہ میری جرات بڑھانے کا باعث بنا ہے۔

"کیوں' کیا مراد ہے تمہاری؟" میں نے سوال کیا۔

"دیر کی بات کر رہے ہو؟ ارے جناب آپ کو یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے۔"

"کیا ـــــ؟" میں تعجب سے اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ پورا ایک ہفتہ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

یہ سن کر در حقیقت میرا دماغ چکرا کر رہ گیا تھا۔ ایک ہفتہ؟ اور مجھے ایک ہفتہ کے بعد ہوش آیا ہے؟ میں نے دل میں سوچا لڑکی کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہو۔

"تم شاید جھوٹ سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں' مجھے معاف کرنا مگر میں سوچ رہا ہوں کہ ایک ہفتہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس پورے ہفتہ میں مجھ پر بے ہوشی طاری رہی ہے؟"

"جی ہاں' پورے ہفتے بے ہوش رہے ہو۔ درمیان میں چند ساعت کے لیے آپ نے آنکھیں کھولی تھیں مگر پھر بند کرلی تھیں۔ ہوش اس وقت بھی نہیں آیا تھا۔"

"اوہو تو آپ ایک ہفتے سے میرے لیے پریشان ہیں؟" میں نے خجل لہجے میں کہا۔

"نہیں' ہم پریشان تو نہیں ہیں۔ صرف یہ آرزو تھی کہ تم ٹھیک ہو جاؤ' میرے پاپا بہت اچھے آدمی ہیں۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ تم اچھے ہو جاؤ۔ ابھی تمہیں دیکھ کر گئے ہیں۔ رات رات بھر تمہارے لیے جاگتے رہے ہیں۔"

"افسوس میں نے آپ لوگوں کو بہت تکلیف دی ہے۔" میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

"سچ' یقین کرو تکلیف کی بات نہیں ہے' مگر بہت سے سوالات میرے ذہن میں مچل رہے ہیں۔ تم کمزور ہو ورنہ میں تم سے وہ سوالات کرتی۔"

"نہیں میں کمزور نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اس وقت وہ بہت معصوم نظر آ رہی تھی۔ اس کے گفتگو کرنے کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اس کے

ذہن میں کوئی خاص تاثر نہ ہو۔

"کیا سوال پوچھنا چاہتی تھیں تم؟"

"تم دوپہر کو میرے ہاں آئے تھے نا؟ اس دن' میرا مطلب ہے اس کے دوسرے دن تم یہاں آ کر بے ہوش ہو گئے تھے؟"

"ہاں' میں نے یہاں کھانا کھایا تھا اور بعد کے حالات کا تمہیں علم ہے اور ہاں تم نے ایک مہربانی بھی کی تھی۔"

"یعنی وہ کرنسی بدلوانے والی؟"

"ہاں۔"

"اس کے بعد تم کہاں گئے تھے؟"

"میں تمہارے اس خوبصورت قصبے میں اجنبی ہوں کسی کو نہیں جانتا۔ مقامی لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ ایک تم ہی میری زبان جاننے والی ملی تھیں۔ لیکن تم نے بھی میرے بارے میں غلط سوچ لیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے اپنا رویہ مجھ سے اتنا خشک رکھا تھا کہ جیسے محسوس کر رہی ہو کہ میں تم سے اپنی زبان کا سہارا لے کر راہ و رسم بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"ارے نہیں۔ یہ بات تو نہیں۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہی بات تھی خاتون! بہرحال میں اس کا شکوہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس کا حق نہیں پہنچتا۔ آپ یقین کریں کہ میں آپ کو اپنی زبان بولتے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ سے باتیں کروں لیکن آپ نے اپنے آپ کو اتنا محتاط رکھا تو میری جرأت نہ ہوئی اور پھر میں یہاں سے چلا گیا۔"

"کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"کوئی ٹھکانہ تو تھا نہیں۔ ایک کھلی جگہ رات بسر کی تھی۔"

"اوہ۔ اور تمہارے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا۔"

"نہیں۔"

"سردی ہی نے تو نقصان پہنچایا تھا تمہیں۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار رہے ہو۔ چار دن تک۔"

"طویل عرصے سے گرفتار ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"تم قلاش بھی نہیں ہو۔ میرا خیال ہے جتنی رقم تمہارے پاس موجود ہے اس سے تو رئیسوں جیسی زندگی بسر کر سکتے ہو۔"

"ہاں شاید۔"

"اس کے باوجود تمہارے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے کوئی پوستین وغیرہ تک نہیں۔"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔"

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"فریڈرک۔" میں نے جواب دیا۔

"عجیب سی فطرت کے آدمی ہو۔" وہ مسکرائی۔

"شاید!"

"میرا نام-----"

"کیشتہ ہے۔" میں نے جلدی سے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

"ارے! تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس معلوم ہے۔" میں مسکرایا۔

"میں سچ مچ حیران ہوں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہاں سے معلوم کیا تم نے؟" اس کا سوالیہ چہرہ بھی بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

"میں نے کہیں سے معلوم نہیں کیا اس دن جب میں پہلی بار آیا تھا اور تمہارے پاپا سے انگلش میں گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی تو انہوں نے تمہیں اس نام سے آواز دی تھی۔"

"اوہ۔ اچھا اور تم نے یاد رکھا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں' مجھے یہ نام یاد رہ گیا۔" میں نے جولب دیا۔

وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اچانک اٹھ کر بولی۔ "ایک منٹ ٹھہرو میں تمہارے لیے سوپ بنا لاؤں۔"

"سنو کیشتہ" میں نے اسے آواز دی۔

"جی۔"

"میرا خیال ہے تم نے پہلے بھی میرے لیے کافی تکلیف اٹھائی ہے اب بس کرو۔"

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جوں ہی تم ہوش میں آؤ تمہیں سوپ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔

سوپ شاید تیار تھا کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سوپ کا پیالہ لے کر واپس آ گئی۔ اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا میں نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور آہستہ آہستہ پینے لگا۔ وہ پھر میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

سوپ کا پیالہ خالی کر کے میں نے اس کے حوالے کر دیا۔

"لیٹ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں لیٹ گیا۔

"ایک بات بتاؤ گی کیشتہ؟"

"ہوں۔" اس نے اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"اس روز۔ تم میرے ساتھ اچھی طرح نہیں پیش آئی تھیں۔ آخر کیوں؟"

"ہاں' لیکن اس کی کوئی خاص وجہ تو نہیں تھی۔" کیشتہ نے جواب دیا۔

"دراصل میں اجنبیوں سے بہت جلدی بے تکلف ہونے کی عادی نہیں ہوں۔ آپ اس چیز کو ذرا

بھی محسوس نہ کریں۔ میرے تجربات اس سلسلے میں زیادہ اچھے نہیں ہیں۔"

"اچھا تو اس سلسلے میں آپ کے تجربات بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تجربات کیے ہیں میں نے۔ دراصل میں مستقل طور پر یہاں نہیں رہتی۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر۔"

"ایمسٹرڈیم میں رہتی ہوں۔"

"اچھا ------ وہاں، میرا مطلب ہے؟"

"ہاں، وہاں میں تعلیم حاصل کرتی ہوں۔ ایک ہوسٹل میں رہتی ہوں۔ اور میرا تجربہ ہے کہ مردوں کی دوستی ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔"

"تجربہ ہے تمہارا؟"

"میرا مقصد ہے تم اسے مشاہدہ یا تجربہ سمجھ لو۔ اس لیے میں ذرا محتاط رہتی ہوں محسوس نہ کرنا۔ میں نے اس دن تمہاری طرف اسی لیے توجہ نہیں دی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں، اچھا بھی یہی ہے مردوں سے محتاط رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"کیا آج کل یہاں تعطیل میں آئی ہوئی ہو؟"

"ہاں میرے پپا چھٹیوں میں ہمیشہ مجھے اپنے پاس ہی بلا لیتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ممی ہیں تمہاری؟"

"نہیں۔"

"بہن اور بھائی۔"

"کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"گویا تم اپنے پپا کی اکلوتی بیٹی ہو؟"

"ہاں۔"

"اور ایمسٹرڈرم میں میں پڑھتی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک مس کیشتہ! ایک بار پھر میں یہی کہوں گا کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کا بدلہ کیسے چکاؤں؟"

"دیکھیے مسٹر فریڈرک! میں آپ سے زیادہ بے تکلف تو ہونا نہیں چاہتی تھی لیکن آپ کی دشمن بھی نہیں تھی۔ میرے پپا بہت نرم دل انسان ہیں۔ آپ اس حالت میں آئے تو مجھے یاد آیا کہ آپ پہلے بھی یہاں آئے تھے اور آپ نے ہم سے اجنبیت کا اظہار کیا تھا تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ یہاں نووارد ہیں۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا مسٹر فریڈرک کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اپنا ہمدرد نہیں بنا سکے۔ کیونکہ یہاں کے تمام لوگ دوسری کسی زبان سے قطعی ناواقف ہیں۔ میرے پپا کا بھی یہی خیال تھا کہ آپ سردی سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ کو ٹھہرنے کی جگہ کہیں نہیں ملی۔ چنانچہ ہم آپ کو یہاں لائے۔ اسے آپ انسانی فریضہ کہہ لیں اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔"

"ہاں مس کیشتہ! میں جانتا ہوں کہ اس کی اس سے زیادہ حیثیت ہو بھی کیا سکتی ہے؟ بہرحال آپ نے انسانی فرض کی ادائیگی کے بارے میں غور کیا، یہ بھی آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔"

"کیا مطلب؟" کیشتہ نے تعجب سے پوچھا۔

"مطلب یہ مس کیشتہ کہ میں اب یہاں سے جاؤں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"اوہو، یہ ابھی ممکن نہیں ہے۔ ابھی آپ بہت کمزور ہیں۔ دیکھیے ہمیں آپ کے یہاں رہنے سے کوئی تکلیف نہیں ہے آپ نے یہاں جتنے دن بھی قیام کیا جس طرح بھی آپ رہے اس سے ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ آپ بالکل! بے فکری سے یہاں رہیں۔ جب بالکل تندرست ہو جائیں تو چلے جائیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"میرا دل گوارا نہیں کرتا تاہم اگر آپ کہتی ہیں تو براہ کرم اپنے پپا سے میری ملاقات کرا دیجیے۔"

"کیوں خیریت؟"

"بس میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے مل لیں۔" اس نے اٹھ کر کہا "تو کیا میں پپا کو بھیج دوں؟"

"ہاں۔"

"میں بھی آجاؤں؟"

"نہیں ------ پلیز میں ان سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں یہ تو ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں ------؟"

"مطلب یہ کہ پپا آپ کی زبان کیسے سمجھیں گے؟ ان کی ترجمانی کے فرائض تو میں ہی انجام دوں گی۔"

"اوہ، ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ تم آجانا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی شخص کے ساتھ واپس آ گئی جس سے میں پہلے بھی مل چکا تھا۔

بوڑھے آدمی نے مسکراتے ہوئے کچھ کہا "پپا تمہاری خیریت دریافت کر رہے ہیں۔" وہ بولی۔

"میری طرف سے دلی شکریہ ادا کر دو اور بتا دو کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے اپنی زبان میں میرے الفاظ دہرا دیے۔ تب بوڑھا پھر کچھ کہنے لگا۔

"پپا کہہ رہے ہیں کہ نئی زندگی کی مبارکباد قبول کرو۔ اور یہاں آرام کرو۔ ہم تمہاری خدمت کریں گے اور تمہیں بالکل صحت یاب کر کے یہاں سے بھیجیں گے۔"

"اپنے پپا سے کہو کہ میں پہلے ہی ان کا ممنون ہوں لیکن اگر مزید چند روز یہاں رہوں گا تو ایک شرط۔"

"کون سی شرط؟" بوڑھے نے کیشتہ کی معرفت پوچھا۔

"آپ لوگوں کے جس قدر اخراجات ہوئے ہیں وہ مجھ سے لے لیں۔" میں نے کہا اور لڑکی نے چونک کر میری شکل دیکھی۔ وہ کسی قدر رنجیدہ ہو گئی تھی۔

بہرحال اس نے بوڑھے سے میرے الفاظ دہرا دیے۔ بوڑھا سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحوں تک سوچتا رہ پھر کچھ بولا۔ کیشتہ غور سے سنتی رہی۔ پھر میری طرف مڑی اور سپاٹ لہجہ میں بولی "پپا نے حساب پیش کر دیا ہے۔"

"اوہ۔ مجھے بتاؤ۔ میں نہایت خوشی سے ادا کروں گا۔" میں نے خلوص سے کہا۔

"اب تک ڈاکٹر کا خرچ اور دوسرے اخراجات ملا کر آپ کے اب تک صرف تیس ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ ہماری راتوں کو جاگنے کی قیمت آپ کے لیے دعاؤں کی قیمت اور اس ذہنی پریشانی کی قیمت تعین آپ خود کر کے ادائیگی کر دیں جو آپ کی بیماری سے ہمیں حاصل ہوئی تھی۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

اور اس کے الفاظ سے میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر میں نے شرمندگی سے کہا۔

"میرے پاس تمہارے قیمتی اخلاص کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہے۔" وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی کیفیت بحال ہو گئی۔

اس نے بوڑھے سے شاید میرے الفاظ دہرا دیے تھے اور بوڑھا بھی مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور لڑکی شوخ لہجے میں بولی "پپا کہہ رہے ہیں کہ پوری ادائیگی آپ نہیں کر سکتے تو سب کچھ ادھار رہنے دیں۔"

"ہاں یہی کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

بوڑھا تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا تو لڑکی بولی۔ "چلو سب کچھ بھول جاؤ۔ ٹھیک ہو جاؤ۔ تم سیاح ہو نہ صرف 'گیتھورن' بلکہ یہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ تم ٹھیک ہو جاؤ تو میں تمہیں نواح کی سیر کراؤں گی۔" اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر اسے گھورنے لگا۔ نہ جانے حالات اب کون سے نئے کھیل کی تیاریاں کر رہے تھے۔ خدا جانے؟

☆ ☆ ☆

کیشتہ عجیب لڑکی تھی' متضاد کیفیات کی حامل۔ میری ذات میں اس کی اچانک دلچسپی تعجب خیز نہیں تھی۔ لیکن اس کے اندر لڑکیوں جیسی محبوبیت نہیں تھی۔ ہر شے کو حقیقی نگاہ سے دیکھنے والی پھولوں کے دیس کے چند خوشنما علاقوں نے مجھ پر جذباتی دباؤ بھی ڈالا۔ لیکن ان جذبات کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔

یوں لگتا تھا جیسے کیشتہ ان جذبات سے نا آشنا ہو۔ مغرب کی یہ نوجوان حسینہ اتنی سادہ اور معصوم تو نہیں ہو گی۔ پھر؟ تب ایک دن اس نے حقیقت ظاہر کر دی۔

"ضروری نہیں ہے مسٹر فریڈرک ------ کہ نزدیک رہنے والے دو انسان جنس ہی میں کھو جائیں۔ آپ مجھے لڑکا کیوں نہیں سمجھ لیتے؟ ساری الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ دراصل میں آپ کے ان جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتی۔ ہم اچھے دوستوں کی طرح بھی مل سکتے ہیں۔ آپ یہ تصور ذہن سے نکال دیں کہ میں کوئی لڑکی ہوں۔ مجھے لڑکا سمجھیں' اپنا دوست جانیں۔ یہ میری التجا ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر بولا۔ "میں نہ تو خود کو دھوکا دے سکتا ہوں مس

کیشتہ ------ اور نہ میرے سمجھنے سے حقیقت بدل سکتی ہے۔ ہاں' ہم میں سے ہر شخص کو فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ میرے ان جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتیں تو مجھ پر آپ کے جذبات کے احترام کا فرض واجب ہے۔ آئندہ آپ کو یہ شکایت نہیں ہو گی۔"

"لیکن برا مانے بغیر ------" اس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نہیں۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔" میں نے کہا۔ اور درحقیقت برا ماننے کی بات تو تھی نہیں۔ ایک لڑکی مجھے اس حیثیت سے پسند نہیں کرتی تھی تو کیا ضروری تھا کہ میں اس کے لئے پریشان ہو جاتا۔ میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپتھپایا ------ "بالکل نہیں کیشتہ! مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔ ہاں' میں نے اس انداز میں سوچا تھا۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ تم میری سوچ سے متفق ہو۔"

"تم بلاشبہ ایک اچھے انسان ہو۔" کیشتہ نے کہا اور مسکرانے لگی۔ میں نے بھی گردن ہلائی تھی۔ "مجھے اجازت دو' ذرا ڈیڈی سے مل آؤں۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے جانے کے بعد میں ایک گہری سانس لے کر اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اچھی لڑکی تھی۔ میرے اوپر احسان کیا تھا۔ اگر وہ میری طرف مائل نہیں ہے تو مجھے بھی اس انداز سے نہیں سوچنا چاہئے۔

شام کو کیشتہ نے پھر سیر کا پروگرام بنا لیا۔ "آج نہیں کیشتہ! کیوں نہ کل چلیں ------ مگر چلو گی کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہیں 'ساؤتھ سی ڈیم' دکھاؤں گی۔"

"اوہ' میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"کل ٹھیک رہے گا۔ گیسپر بھی آ رہا ہے۔ اس کے پاس کار موجود ہے۔ ہم اس کی کار میں چلیں گے۔"

"ضرور ------ لیکن گیسپر کون ہے؟"

"میرا منگیتر۔" کیشتہ نے مشرقی لڑکیوں کی مانند شرماتے ہوئے کہا۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ تو یہ اجتناب گیسپر کے لئے تھا۔ بہرحال کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے گردن ہلا دی۔

"گیسپر کہاں رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایمسٹرڈیم۔ ویسے وہ آندمیہ میں تجارت کرتا ہے۔ پھولوں کا بہت بڑا تاجر ہے' اس کے کئی فارم ہیں۔" کیشتہ کی آواز میں محبت رچی ہوئی تھی۔

"اوکے کیشتہ ------ پھر ہم کل چلیں گے۔" میں نے کہا۔ اور وہ رات بھی تنہا ہی گزری۔ یہاں کوئی تفریح نہیں تھی۔ ذہن کی برف تھی کہ پگھل ہی نہیں رہی تھی۔ الٹے سیدھے خیالات ذہن کو پراگندہ کرتے رہتے تھے۔

میں نے فیصلہ کر لیا کہ کل گیتھورن چھوڑ دوں گا اور ایمسٹرڈیم چلا جاؤں گا اور وہاں سوچوں گا کہ کیا کروں۔ لیکن یہاں کچھ زیادہ ہی بوریت ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ یہاں پڑا ہوں۔ ایمسٹرڈیم میں میرے لئے بہت کچھ تھا۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد میں سو گیا۔

دوسرے دن نجانے کیوں دیر سے آنکھ کھلی۔ بہرحال جاگا تو وہ لوگ ناشتے پر میرے منتظر تھے۔ ان

میں گیسپر بھی تھا۔ چوڑے بازوؤں اور گٹھے ہوئے بدن والا نوجوان۔ تیز آنکھوں کے ساتھ وہ ہنس مکھ بھی تھا۔ نجانے کیوں ایک لمحے کے لئے اس کی شکل شناسا محسوس ہوئی۔ لیکن یہ شناسائی بس ایسی ہی تھی جیسے کسی پر کبھی نگاہ پڑ گئی ہو۔

ہم دونوں بڑے تپاک سے ملے------ "کیشتہ صبح سے کئی بار آپ کا تذکرہ کر چکی ہے مسٹر فریڈرک! یوں لگتا ہے جیسے آپ نے اسے کافی متاثر کر لیا ہو۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت جھانک رہی تھی۔

"وہ ایک معصوم لڑکی ہے' جسے ہر شخص آسانی سے متاثر کر سکتا ہے۔" میں نے بھی جواب میں ہلکا سا طنز کیا۔ ہم دونوں کے طنز کو کوئی نہیں سمجھا تھا۔

"خوب خوب۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" اس نے کہا اور ہم لوگ ناشتہ کرنے لگے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ گیسپر گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ بے وقوف نوجوان------ شاید وہ اپنی منگیتر کی طرف سے بدظن ہو گیا ہے۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور------

"آپ کب آئے مسٹر گیسپر؟" میں نے پوچھا۔

"گیسپر کی یہ عادت بھی خوب ہے۔ اس طرح اچانک آتے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیشتہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جانتے ہیں' یہ کس وقت آئے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"رات کو چار بجے------ مگر سچ اس طرح آنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔" کیشتہ نے کہا۔

"واقعی؟" گیسپر نے کہا۔

"تو اور کیا------ اور ہاں گیسپر! تمہاری کار تو ٹھیک ہے نا؟ میں نے مسٹر فریڈرک سے وعدہ کیا ہے کہ آج انہیں 'ساؤتھ سی ڈیم' کی سیر کراؤں گی۔"

"اوہ' یقیناً------ اگر تم نے وعدہ کیا ہے تو ضرور چلیں گے۔" گیسپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں اس شخص کی غلط فہمی کس طرح دور کر سکتا تھا۔ اس کی ایک ہی ترکیب تھی اور وہ یہ کہ میں اب یہ جگہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے اس کا اظہار کر دیا۔

"اوہ' ایسی کیا جلدی ہے مسٹر فریڈرک------ کیا گیتھورن آپ کو پسند نہیں آیا؟" گیسپر نے جلدی سے کہا۔

"نہیں' بہت عمدہ جگہ ہے' خوابوں کے جزیرے کی مانند۔ لیکن خوابوں کے سہارے پوری زندگی تو نہیں گزاری جا سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی شاعرانہ طبیعت کے مالک معلوم ہوتے ہیں مسٹر فریڈرک! تو پھر کیا خیال ہے کیشتہ؟" اس نے کیشتہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں بھی نہیں چاہتی کہ مسٹر فریڈرک اتنی جلدی چلے جائیں۔ لیکن اگر ان کی یہی خواہش ہے تو ہم انہیں روک بھی نہیں سکتے۔" کیشتہ نے جواب دیا۔

"تب پھر ہم انہیں ایمسٹرڈریم چھوڑ دیں گے۔ تم ڈیڈی سے اجازت لے لو۔ ہم دو ایک دن کے بعد واپس آجائیں گے۔"

"میں پوچھ لوں گی۔" کیشتہ نے کہا------ اور چونکہ گیسپر اس کا منگیتر تھا اس لئے اس کے ڈیڈی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ چنانچہ دن کے گیارہ بجے کے قریب ہم چل پڑے۔ گیسپر بہت چہک رہا تھا۔ اس کی کار کافی کشادہ تھی۔ میں نے پیچھے بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن گیسپر نے مجھے بھی آگے آجانے کی دعوت دی اور مجبور کرنے لگا۔ چنانچہ میں آگے ہی بیٹھ گیا اور پھر کار برق رفتاری سے سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

گیسپر راستے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔ اب وہ کسی قدر سنجیدہ ہو گیا تھا اور اب اس کے انداز میں طنز باقی نہیں رہا تھا۔ وہ مجھ سے میرے بارے میں سوالات کرتا رہا اور میں نے اسے الٹے سیدھے جواب دیئے۔ جس سڑک پر ہم جا رہے تھے اس کے ایک جانب زوڈوزی کی عظیم جھیل ٹھاٹھیں مار رہی تھی اور دوسری طرف لہلہاتے کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی کوئی قصبہ بھی نظر آجاتا تھا۔ طویل سفر کے بعد ہم زوڈوزی کے ڈائک پر پہنچ گئے۔ ایک عظیم بند سمندر کے بیچوں بیچ سیدھی لکیر کی مانند کھڑا تھا۔ یہ بند سطح سمندر سے اکیس فٹ بلند اور نوے گز چوڑا ہے۔ یہاں ایک یادگار بھی بنی ہوئی ہے' جس کی سیڑھیاں اوپر تک لے جاتی ہیں اور وہاں سے پورے ڈائک کا منظر صاف نظر آتا ہے۔

بند کی سیر کے بعد ہم ایمسٹرڈریم روانہ ہو گئے۔ گیسپر کے ساتھ دو راتوں کے قیام کے تصور سے کیشتہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔

"ایمسٹرڈریم میں آپ کہاں قیام کریں گے مسٹر فریڈرک؟" گیسپر نے پوچھا۔

"ہالینڈ میں اجنبی ہوں۔ جہاں بھی سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' چونکہ ہم دو روز وہاں قیام کریں گے' اس لئے میں آپ کی رہنمائی کر دوں گا اور آپ کو کسی عمدہ سے ہوٹل تک پہنچا دوں گا۔"

"نہیں مسٹر گیسپر! میں آپ کو تکلیف نہیں دوں گا۔ میں تنہا شخص ہوں۔ آج آپ رہنمائی کریں گے' کل کون ہو گا۔ بس آپ مجھے ایمسٹرڈریم اتار دیں۔" میں نے کہا اور کیشتہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میری درخواست پر گیسپر نے مجھے ایمسٹرڈریم کے ایک بھرے پرے بازار میں اتار دیا۔ کیشتہ نے بڑے خلوص سے مجھے الوداع کیا تھا اور پھر ان کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں ہالینڈ کے دل میں چہل قدمی کرنے لگا۔ انسان کی جیب میں کرنسی ہو تو وہ بہت سی فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح مجھے بھی فکر نہیں تھی۔ جب رات ہو گی تو بسیرے کے لئے جگہ بھی مل جائے گی۔ ایمسٹرڈریم میں ہوٹلوں کی کمی تو نہیں تھی۔

ٹرام منٹ ٹاور سے گزر کر میں فالور اسٹریٹ آیا۔ یہاں کسی قسم کا ٹریفک نہیں ہوتا اس لئے اطمینان سے سڑک پر پیدل چلا جا سکتا ہے۔ فالور اسٹرایٹ کے نزدیک دریائے ایمٹل تھا جس پر بند باندھا گیا تو نواحی آبادی ایمسٹرڈریم کے نام سے مشہور ہوئی۔ ڈریم سے سینکڑوں نہریں نکل کر چاروں طرف پھیل گئی تھیں۔ نہروں کے کناروں پر خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں

کے بازار بیحد دیدہ زیب تھے۔ زیر زمین ریستوران جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ ایسے ہی ایک ریستوران میں' میں نے رات کا کھانا کھایا۔ چند ڈچ ڈشوں پر مشتمل یہ کھانا مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ چونکہ رات کو سونے کے لئے ٹھکانہ درکار تھا اس لئے میں نے ایک ہوٹل کا رخ کیا۔

ہوٹل یوخبا درمیانے درجے کا تھا لیکن مجھے صرف بیس کمروں پر مشتمل یہ عمارت پسند آئی تھی۔ عملہ خوش اخلاق اور مستعد تھا۔ رات کو ہوٹل کے کمرے کے آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں پھر سوچ کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

کیا کروں اس جمود کا جو زندگی پر طاری ہے۔ آخر سکون کیوں نہیں ہے۔ زندگی اسطرح معطل کیوں ہو گئی ہے۔ بہرحال زندہ رہنا ہے' خود کشی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب زندہ رہنا ہے تو پھر جدوجہد بھی ہونی چاہئے۔ ہاں کوئی بھی جدوجہد ------ لیکن کیا؟

اور اس سوال کے آگے خلا تھا۔ کچھ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ نیند آگئی۔ اور یہ الجھنوں کا واحد علاج تھا۔ لیکن رات کے بعد صبح بھی ہوتی ہے۔ ناشتے کے بعد دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر ایمسٹرڈیم دیکھنے کی ٹھانی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

امیروں کی دنیا میں سب سے بڑی منڈی ایمسٹرڈیم کی تنگ گلیاں' بازار' کوچے چھاننے لگا۔ یادگار چوک کے مناظر دلکش تھے۔ وہاں دنیا کے ہر نشے کی کھلی چھٹی تھی۔ اس لئے یادگار چوک ہپیوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ واسکٹ کرتے اور الٹے سیدھے لباسوں میں ملبوس ہپیوں کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ انگوٹھیاں' چوڑیاں تسبیحیں فروخت ہو رہی تھیں۔ ملک ملک کے جانور موجود تھے لیکن سب ایک جان' کوئی دوئی نہیں تھی۔ ایک ہپی گٹار بجا رہا تھا۔

ہپیوں کا پسندیدہ ساز ------ دوسرے اس کے گرد کھڑے جھوم رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک لہر سی آ کر گزر گئی۔ لیکن اب گٹار چھونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے مانزا ریستوران میں پہنچا۔ یہاں بھی افراتفری تھی۔ کسی کی خوراک ہپیوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھی۔ اکثر سروس کرنے والوں کو چکر دینے کی فکر میں تھے۔ ایک صاحب خالی پلیٹ ہاتھ میں لئے چکر لگا رہے تھے اور میزوں سے خوراک اکٹھی کرتے پھر رہے تھے۔ مانزا سے نکلا تو دھوپ ڈھلنے لگی تھی۔ نہروں کے کنارے رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ میں ایک تنہا آوارہ گرد کے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ تھاربک پلان کے چوک کے گرد و نواح میں ایمسٹرڈیم کی راتوں کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ دونوں سمت ہوٹل اور نائٹ کلب بکھرے ہوئے تھے۔ ہر کونے پر ایمسٹرڈیم کی حسینائیں "وانٹ گڈ ٹائم" کہنے کے لئے کھڑی تھیں۔

لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ساتھی نہیں بنایا۔ پورا دن آوارہ گردی میں گزرا تھا اس لئے رات کو تھکن سے چور ہو گیا اور پھر اپنے ہوٹل واپس آ کر کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آ پڑا۔ یہاں بھی زندگی اسی انداز میں تھی' کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ لیکن تھکن نے مدد کی اور نیند جلدی آ گئی۔ سونے سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ لیکن نجانے کس طرح۔

آدھی رات گزر چکی ہو گی۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک آنکھ کھل گئی۔ ایک تیز بو میری ناک میں چڑھ گئی تھی۔ میں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ذہن ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ نیند دوبارہ گہری ہو گئی۔

پھر نجانے کب دوبارہ آنکھ کھلی تھی۔ اور حواس بحال ہوئے تو ماحول بدلا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی رائٹنگ ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر دراز کوئی اخبار دیکھ رہی تھی۔ بڑی کشادہ جگہ تھی جسے نہایت نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا۔

ذہن کو گزرے ہوئے وقت کی طرف موڑا۔ ہوٹل کے کمرے سے یہاں تک کا سفر یاد نہ تھا لیکن وہ تیز بو یاد آ گئی جو کلوروفارم کے علاوہ کسی اور چیز کی نہیں تھی۔ چلئے زندگی کی روانی کو خود ہی میرے اوپر رحم آ گیا تھا اور کوئی تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ یعنی مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کیا گیا تھا اور اغوا کرنے والی کوئی عیاش عورت نہیں ہو سکتی تھی جو میرے حسن سے متاثر ہو گئی ہو۔ یقیناً میرے پرانے کرم فرماؤں میں سے کوئی۔

"ہیلو۔" میں نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ اور اخبار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کافی دور جا گرا۔ وہ بدحواسی میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"کیا آپ میری یہاں موجودگی سے ناواقف تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"نن ------ نہیں جناب!" اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر آپ چونک کیوں پڑیں؟"

"مم ------ میں ذرا غافل ہو گئی تھی۔ آپ کی اچانک آواز پر رد عمل ہوا تھا۔"

"دروازہ کھلا ہوا ہے کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں ------ کیوں؟" وہ بے اختیار بولی۔

"پریشانی کس بات کی ہے؟"

"اوہ' میں واقعی کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ مگر براہ کرم آپ غسل کر لیں۔ اندر آپ کے لئے لباس موجود ہے۔ میں ناشتے کی تیاری کرتی ہوں۔"

"بہت خوب۔ کیا آپ اپنا تعارف کرائیں گی؟"

"میرا نام سولیشی ہے۔"

"اور وہ ------ جنہوں نے مجھے یہاں دعوت دی ہے؟"

"وہ اپنا تعارف ملاقات پر خود کرائیں گے۔"

"بہت خوب۔ باتھ روم کہاں ہے؟"

"وہ ------" لڑکی نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا اور میں مسہری سے نیچے اتر آیا۔ پھر میں اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جدید ترین باتھ روم تھا۔ غسل کرتے ہوئے میں ان کرم فرماؤں کے بارے میں سوچنے لگا۔ جنہوں نے یہ ڈرامائی انداز اختیار کیا تھا۔ کوئی بھی ہوں' میں ان کا شکر گزار تھا۔ کوئی تو تھا جو میری زندگی سے منسلک ہوا تھا۔ نہ سہی دوست' دشمن ہی سہی۔

میرے لئے عمدہ لباس بھی فراہم کیا گیا تھا۔ بہرحال میں لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ لڑکی باہر موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر پھر مودب ہو گئی تھی۔

"ناشتہ تیار ہے جناب!"

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔" اس نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ پوری عمارت ہی

خوبصورت تھی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جہاں کھانے کی لمبی میز پڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے میرے لئے کرسی کھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔ تب اس نے دیوار میں لگی گھنٹی بجائی اور دو ویٹر ناشتہ سرو کرنے لگے۔

"کوئی اور میرے ساتھ ناشتہ نہیں کرے گا سولیشی؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ' جناب! دوسرے لوگ ناشتہ کر چکے ہیں۔ آپ تکلف نہ کریں۔"

"تم بھی؟"

"جی ------ ویسے بھی میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"میں تو آپ کی خادمہ ہوں۔ آج میری ڈیوٹی ہے۔"

"واہ' بہت عمدہ انسان ہیں میرے وہ کرم فرما' جنہوں نے میرے لئے یہ سارے انتظامات کئے ہیں۔" میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں اٹھ گیا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہے مس سولیشی؟" میں نے پوچھا۔

"آرام۔" اس نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن میرے کرم فرما مجھ سے کب ملاقات کریں گے؟"

"میں معلوم کر کے آپ کو اطلاع دے دوں گی۔" سولیشی نے جواب دیا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں اپنی آرام گاہ میں آگیا۔ اور پھر اچانک میں نے سولیشی کو مخاطب کیا۔

"مس سولیشی!"

"جناب!"

"آپ کی ڈیوٹی صرف دن میں رہے گی؟"

"جی ------ جی نہیں ------ اس بارے میں مجھے کوئی ہدایت نہیں ہے۔"

"غالباً آپ ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی جن کا میں مہمان ہوں۔ غالباً آپ کو اس سلسلے میں بھی ہدایات ضرور دی گئی ہوں گی؟"

"جی ہاں۔ میں ممنون ہوں گی اگر آپ اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ اتنے اچھے لوگوں کے بارے میں' میں کسی برے انداز میں نہیں سوچوں گا۔" میں نے کہا۔ اور سولیشی مجھ سے تھوڑی دیر کے لئے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس نے مجھ سے میرا نام معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تنہائی میں میرے ذہن میں پھر تجسس ابھر آیا۔ آخر یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ انداز پر اسرار تھا۔ لیکن شاید انہیں میرے اعصاب کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ وہ مہمان نوازی کر رہے ہیں' ٹھیک ہے' مجھے کیا پڑی کہ میں پریشان ہوں۔ کوئی مقصد تو سامنے تھا نہیں کہ اس کے لئے فکر مند ہو جاؤں۔ چنانچہ آرام سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

دوپہر کو بھی عمدہ کھانا ملا' شام کو باقاعدگی سے چائے اور پھر رات کو کھانا ------ سولیشی دن بھر میرے ساتھ رہی تھی اور کسی قدر بے تکلف ہو گئی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"سولیشی! کیا میری رات تنہا گزرے گی؟"

"میں نہیں سمجھی جناب!" اس نے تجاہل سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"اچھے لوگ اگر تمہیں رات بھی میرے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دیں تو ------"

"مجھے آپ کا ہر حکم ماننے کی ہدایت کی گئی ہے جناب! لیکن آپ نے صبح سے مجھے کوئی حکم ہی نہیں دیا۔" اس نے کسی قدر شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب ------ میں تمہارے قرب کا متمنی ہوں۔" میں نے کہا۔ اور اس نے نظریں جھکائے رکھیں' پھر بولی۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ چلی گئی۔ بہرحال برف پگھل رہی تھی۔ جب وہ واپس آئی۔ تو خوبصورت لباس اور خوبصورت میک اپ میں تھی۔ بڑی عمدہ خوشبو لگائی ہوئی تھی اس نے ------ میرا دل خوش ہو گیا۔ اور پھر سولیشی اس رات کی بہترین ساتھی ثابت ہوئی۔ اس کی عمر اور تجربہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن خود سے بے پناہ متاثر ہونے کا اندازہ کرنے کے بعد میں نے یونہی رواروی میں اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو میرے میزبان تھے' تو وہ خاموش ہو گئی۔ چند ساعت خاموش رہی پھر بولی۔

"براہ کرم مجھ سے ایسا کوئی سوال نہ کریں جس سے میں الجھ جاؤں۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی ------"

"اوکے سولیشی ------ بہرحال اگر تمہارا قرب حاصل رہے تو مجھے کسی اور کے بارے میں معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی۔" میں نے سیر چشمی سے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔

"اب سو جاؤ' مجھے نیند آرہی ہے۔" اس نے ایک جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"ایک وعدے کے ساتھ۔" میں نے اس کے رخسار کو چومتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"کیسا وعدہ؟"

"کل کا دن اور کل کی رات بھی تم میرے نزدیک رہو گی۔"

"یہ وعدہ مجھ سے نہ لو۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میرے دن اور میری راتیں میری اپنی نہیں ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش یہی ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں۔" اس بار وہ عورت کی آواز میں بول رہی تھی اور یہ آواز سچی تھی۔ میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

لیکن صبح زیادہ دور نہیں تھی۔ ابھی نجانے کتنی دیر سویا تھا' نیند پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ کسی کی زوردار ٹھوکروں نے مجھے جگا دیا۔

"اٹھ جاؤ گورنر ------ کب تک سوتے رہو گے؟" ایک بھاری آواز ابھری اور میں چونک پڑا ------ آنکھ کھولی تو سورج کی تیز روشنی نے دوبارہ آنکھیں بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ "اٹھو! نہیں تو ٹھوکریں مار کر پسلیاں توڑ دوں گا۔" ایک اور ٹھوکر میرے بدن پر پڑی اور میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن کے نیچے کھردری زمین کی چبھن محسوس ہوئی تھی۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے ماحول کو دیکھا۔ یا خدا ------ یہ سب کیا ہے؟

میں کسی پہاڑی علاقے میں تھا۔ تیز دھوپ والے بے آب و گیاہ پہاڑی علاقے میں' چاروں طرف

سنگلاخ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں جن میں سے چند کا رنگ سیاہ تھا۔ ایک طرف ایک پتلی سی ندی ہلکی آواز میں بہہ رہی تھی۔ میرے نزدیک ہی دوسرے لوگ تھے جن کے لباس بوسیدہ تھے اور ان کے پیروں میں لوہے کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر عجیب سی اداسی نظر آرہی تھی۔

لیکن بیڑیاں تو میرے پیروں میں بھی تھیں اور میں اپنے پاؤں چند فٹ سے زیادہ چوڑے نہیں کر سکتا تھا۔ تب میں نے اپنے لباس کو دیکھا۔ زین کا بوسیدہ لباس تھا' گندا اور میلا۔ جس شخص نے ٹھوکریں مار کر مجھے جگایا تھا وہ سیاہ فام تھا اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔

رات کے مناظر مجھے یاد تھے۔ لیکن میں اتنے کمزور ذہن کا مالک بھی نہیں تھا کہ رات کے واقعات کو خواب سمجھ لیتا یا اس وقت اپنے بدن کو نوچ کر دیکھنے لگتا کہ سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ البتہ میرا ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

رہ رہ کر مجھے ہوریشو یاد آرہا تھا۔ پہلے بھی اس نے ایسی ہی حرکتیں کی تھیں۔ وہ اپنی دانست میں مجھ سے کھیل رہا تھا۔ تو کیا یہ کھیل بھی ہوریشو کا ہے اور ------ وہ مجھے پا گیا ہے۔ سوچا جاسکتا تھا۔ میں اپنی اصلی شکل میں تھا اور مجھے پہچان لیا جانا تعجب خیز نہیں تھا۔ یہ بات بھی میرے علم میں تھی کہ ہوریشو زندہ ہے اور میرے معاملے کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ اور پھر یہ سیاہ فام' جو مجھے ٹھوکریں مار رہا تھا۔

تو ایک بار پھر میں ہوریشو کے جال میں پھنس گیا ہوں' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ اسی وقت زور زور سے گھنٹی بجی اور بیڑیوں سے بندھے ہوئے لوگ اٹھنے لگے۔ ان میں سفید نسل کے لوگ زیادہ تھے' کچھ دوسرے ممالک کے بھی تھے۔ لیکن یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی کہ وہ کون ہیں اور یہاں کیوں ہیں۔ بہرحال میں بھی اٹھ گیا۔ سب لوگ لائن بنا رہے تھے۔ اس وقت جو صورتحال تھی اس کے لئے مناسب یہی تھا کہ وہی کیا جائے جو دوسرے کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے ہر جگہ سپر مین نہیں بنا جاسکتا تھا۔ یہاں میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا' اس لئے خواہ مخواہ کی الجھنیں مول لینے سے کیا فائدہ ------ چنانچہ میں بھی لائن میں آگیا۔ تمام لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر دو سیاہ فام پیالے تقسیم کرنے لگے۔ ان کے پیچھے کچھ اور سیاہ فام خوراک تقسیم کر رہے تھے۔ گندی اور بے مزہ خوراک ------ لیکن نجانے اس طرح میری کون سی فطرت کو تسکین مل رہی تھی۔ میں نے وہ خوراک بڑی رغبت سے کھائی اور اس کے بعد نہایت سکون سے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کر رہے تھے۔

محافظ کو ایک بار بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میں نے جی توڑ کر محنت کی تھی۔ دوسرے لوگوں کو ذرا سی کاہلی پر کوڑے پڑتے تھے لیکن میں نے ایک بار بھی ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ اگر یہاں میرے اوپر کوئی نگاہ رکھنے والا ہو گا تو اسے بڑی مایوسی ہوئی ہو گی۔

شام کو پانچ بجے گھنٹی بجی ------ یہ کام ختم ہونے کی اطلاع تھی اور سب نے اپنے ہاتھوں سے اوزار پھینک دیئے۔ اس کے بعد لوگ ستانے بیٹھ گئے۔ میں نے بھی ایک جگہ سنبھال لی۔ مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دبلا پتلا مدقوق سا سفید فام بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ اس انداز میں چونک کر مجھے دیکھنے لگا جیسے مجھے بولتے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی ہو۔ "تھک گئے ہو؟" میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"تم نہیں تھکے؟" اس نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔

"ہاں' دھوپ سخت تھی ------ تھکن تو ہوتی ہی ہے۔"

"پھر فضول سوال کیوں کر رہے ہو؟" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"بات کرنے کا موڈ نہیں ہے؟"

"نئے آئے ہو' اسی لئے بکواس کر رہے ہو؟"

"تم کتنے دن سے یہاں ہو؟"

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور دوسری طرف منہ کر لیا۔ جیسے مجھ سے بات نہ کرنا چاہتا ہو۔ میں چند ساعت تک انتظار کرتا رہا' پھر اس کے نزدیک کھسک گیا۔

"ماحول سے بہت زیادہ بیزار ہو؟"

"یار ------ براہ کرم فضول باتیں نہ کرو۔ اس گرمی اور تھکن کے بعد بات کرنے کی ہمت کس میں رہتی ہے۔" اس نے عاجز آکر کہا۔

"انسان کو ہمت سے کام لینا چاہئے دوست! میں یہاں نیا نیا آیا ہوں اور تم سے اس جگہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"ہونہہ ------ ہمت سے کام لینا چاہئے۔ تھوڑے دن کے بعد ساری ہمت جواب دے جائے گی۔"

"کیا تم قیدی ہو؟"

"جی نہیں۔ نپولین ہوں اور اپنی مملکت تعمیر کر رہا ہوں۔"

"میرا مطلب ہے' سرکاری قیدی ------؟"

"تم سرکاری قیدی ہو؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"نہیں۔"

"پھر میں کیوں ہوتا؟"

"تب تم یہاں کس طرح آئے؟" میں نے پوچھا اور وہ جھلا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر گھسٹتا ہوا مجھ سے دور چلا گیا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کی کیفیت پر غور کرنے لگا۔ رات ہوئی تو وہی کھانا ملا اور اس کے لئے پھر لائن بنانا پڑی تھی۔

کھانا کھا کر قیدی ایک جگہ پڑ گئے۔ مجھے بھی کچھ غنودگی سی محسوس ہوئی تھی۔ شاید دن بھر کی تھکن بدن پر مسلط تھی۔ پھر میں گہری نیند سو گیا۔ اور پھر تیسری صبح بھی آگئی۔ وہ لوگ اپنی دانست میں مجھے پاگل کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ کیونکہ اس صبح آنکھ کھلی تو بدن کے نیچے نہایت آرام دہ بستر تھا' جسم پر سلک کا سلیپنگ سوٹ تھا جو بہت ہی فرحت بخش محسوس ہو رہا تھا۔ خواب گاہ میں حسین تصاویر آویزاں تھیں اور دور کہیں جلترنگ بج رہا تھا۔

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ واقعی ذہن پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ لوگ مجھ پر کافی محنت کر رہے تھے۔ لیکن اس کا مقصد ------ اگر وہ ہوریشو ہے تو سوائے اس کی دیوانگی ------ اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ باتھ روم کا دروازہ بھی نظر آگیا اور مجھے

یقین تھا کہ وہاں میرے لئے لباس بھی موجود ہو گا۔ یہ عمارت پہلے والی نہیں تھی۔ بہرحال باتھ روم سے نکلا تو عمدہ لباس بدن پر تھا اور طبیعت کافی شگفتہ تھی۔ لیکن لڑکی ابھی تک نہیں آئی تھی۔

انتظار طویل نہ رہا۔ چند ساعت کے بعد لڑکی بھی آ گئی۔ سولیشی نہیں تھی لیکن اس سے کم خوبصورت بھی نہیں تھی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی میں نے آگے بڑھ کر اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈالے اور اسے خود سے چپکا کر ایک طویل بوسہ لیا۔

لڑکی میری اس بے باکی پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ "اب اپنا نام بھی بتا دو ڈارلنگ ------" میں نے اس سے کہا۔ لیکن وہ تعجب سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کیوں حیران کیوں ہو؟ اچھا خیر چلو ------ ناشتے کے کمرے میں چلو۔ بقیہ گفتگو وہاں ہو گی۔ کل تو تم لوگوں نے مروا دیا تھا۔"

لڑکی پیچھے ہٹ گئی اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ نہایت اطمینان سے میں ناشتے کے لئے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر ناشتے کے دوران خاموش رہا۔

"مجھے یقین ہے آج کی رات تم میرے پاس رہو گی۔ لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"سنی بار ہلز۔" اس نے جواب دیا۔

"ڈیر سنی ------ اپنے باس ہوریشو کو میرا اسلام پہنچا دینا اور اس سے کہہ دینا کہ کل جس جگہ میری آنکھ کھلے وہ اتنی خشک نہ ہو۔" لڑکی کے چہرے پر ایک رنگ آ گیا تھا۔ پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"آپ آرام کریں جناب!"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نہایت خاموشی سے میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ لڑکی کسی حد تک بے چین نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ باہر نکل گئی۔ چلتے وقت اس نے مجھ سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میرے منہ سے ہوریشو کا نام سن کر وہ بے چین ہو گئی ہے اور اب یقیناً دوسروں کو اس بارے میں اطلاع دینا چاہتی ہے۔

اور میرا اندازہ درست نکلا۔ عام طور سے میرے اندازے درست ہی نکلتے تھے۔ آج صورت حال بدلی ہوئی تھی۔ وہ کھیل جو دو تین دن سے جاری تھا' آج تھوڑی سی تبدیلی اختیار کر گیا تھا۔ یعنی اس بار جب دروازے پر آہٹ سنائی دی تو پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ شاید لڑکی واپس آئی ہے اور اس نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔

لیکن جب دروازہ کھلا تو مجھے چند شکلیں نظر آئیں اور ان میں سب سے نمایاں صورت گیسپر کی تھی جسے میں نے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ تھوڑا سا چونکنا لازمی تھا۔ کیونکہ بہرصورت یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ گیسپر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو مسٹر فریڈرک!" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"ہیلو مسٹر گیسپر ------ آپ ------"

"ہاں ------ مسٹر فریڈرک! میرا خیال ہے اب کسی تکلف کی ضرورت تو نہیں ہے چنانچہ اگر میں آپ کو راجا نواز اصغر کہوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہو گا۔" گیسپر اندر داخل ہو کر بولا۔ اس کے پیچھے تین آدمی اور تھے جو شاید کافی حد تک مستعد تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ سب مسلح ہوں گے اور میری کسی بھی

حرکت پر گیسپر کی مدد کرنے سے نہ چوکیں گے۔ لیکن میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی مسکراتے ہوئے گیسپر کا استقبال کیا اور بولا۔

"ہاں۔ کیا حرج ہے۔ جب آپ مجھے جانتے ہیں تو پھر نام تبدیل کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ لیکن ایک بات بتائیں مسٹر نوز! کیا آپ مجھے نہیں پہچان سکے تھے؟"

"گیسپر! پہلی نگاہ میں مجھے تمہاری صورت کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن تم یقین کرو میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ تمہیں کہاں دیکھا ہے ------ یقیناً تمہارا تعلق بھی ہوریشو بلکہ مکلینو کے گروہ سے ہو گا۔"

"بالکل بالکل اور میرا خیال ہے آپ بھی اس سلسلے میں حق بجانب ہیں مسٹر نواز۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہ پہچاننے کے سلسلے میں۔ ظاہر ہے میں کسی نمایاں حیثیت سے آپ کے سامنے نہیں آیا تھا صرف ایک کارکن یا ایک رکن ------ اور ظاہر ہے وہ قابل توجہ نہیں ہوتا۔"

"بے شک۔ لیکن کیا آپ مجھے پہلی نگاہ میں پہچان گئے تھے؟"

"بالکل مسٹر نواز ------ کیونکہ میں نے آپ کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ ظاہر ہے جو لوگ میرے باسز سے ٹکرائیں یا پھر ان کے لئے باعث توجہ ہوں میں انہیں نظرانداز کیسے کر سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ میں اتنی آسانی سے آپ پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔ آپ نہیں جانتے مسٹر نواز کہ ہوریشو کے گروہ میں میری کیا حیثیت ہو گئی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے لئے بڑے منفعت بخش ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ کی نشاندہی نے مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔" میں نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"تو مسٹر گیسپر! میرا خیال ہے بیٹھ جائیے۔ آرام سے باتیں کریں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

گیسپر چند ساعت مجھے دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ مسکراتا ہوا میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ بولا۔ "بلاشبہ آپ ایک مضبوط اعصاب کے مالک شخص ہیں۔ مجھے تو آج بھی اپنے اس کارنامے پر یقین نہیں آتا کہ میں نے راجا نواز اصغر جیسے ایک خطرناک انسان کو گرفتار کرانے میں مدد دی ہے۔ کیونکہ میں ہوریشو کے ساتھ ہوں اور اس ساری زندگی میں میں نے ہوریشو کو جس طرح آپ کے لئے پریشان دیکھا ہے' کسی کے لئے نہیں دیکھا۔"

"اوہ' ٹھیک ہے۔ ہوریشو میرے لئے واقعی فکرمند ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ گرانڈ فادر کو آپ کی گرفتاری کی اطلاع دے دی گئی ہے اور وہ بہت خوش ہے۔" گیسپر نے جواب دیا۔

"گویا ہوریشو یہاں نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

”گرانڈ فادر عام طور سے ٹور پر رہتا ہے۔ ویسے میں آپ کو یہ بات بتادوں مسٹر نواز کہ جزیرے سے واپسی کے بعد گرانڈ فادر مستقل آپ کے چکر میں ہے۔ مکلینو کے گروہ میں جو مکلینو کے وفادار ہیں ' ان میں درپردہ چند ایسے لوگ بھی ہیں جو دراصل ہوریشو کے وفادار ہیں۔ مگر وہاں صرف اس لئے رہ گئے ہیں کہ ہوریشو کو وہاں کے بارے میں اطلاعات دیتے رہیں۔“

”بہت خوب۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ویسے آپ کو میرے بارے میں کس طرح پتہ چلا؟“

”جہاں سے ہمیں مکلینو کے گروہ میں ہوریشو کے وفاداروں سے اطلاعات ملتی ہیں ' وہیں سے ہمیں یہ اطلاع ملی کہ آپ بھی وہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ ہمارا اندازہ درست ہی تھا اور خود گرانڈ فادر نے بھی یہ بات کہی تھی کہ اس کے بعد ممکن ہے آپ ہالینڈ کا رخ کریں۔“

”ہاں میرے کچھ پروگرام اس کے علم میں تھے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو کیا آپ نے انہیں بدلنے کی کوشش نہیں کی؟“

”نہیں۔“

”کیوں ـــــ میرا خیال ہے یہ دانش مندی تو نہ تھی۔“ گیسپر نے کہا۔

”احمق آدمی ہو تم۔“ میں نے حقارت آمیز انداز میں کہا۔ ”تمہارے خیال میں کیا میں ہوریشو سے ڈرتا ہوں۔“

”اوہ نہیں ـــــ میں یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا آپ ایک بات بتائیں گے مسٹر نواز۔“

”کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”آپ نے گرانڈ فادر کے بارے میں اتنی جلدی اندازہ کیسے لگالیا؟“

”ہوریشو اپنی دانست میں چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ اس نے پہلے بھی میرے ساتھ ایسی ہی کوشش کی تھی اور اپنی دانست میں مجھے نروس کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن اس کوشش میں وہ جس بری طرح ناکام رہا وہ شاید تمہارے علم میں ہو۔ میں نے ان تین راتوں کے کھیل ہی میں اندازہ لگالیا کہ اس بار پھر ہوریشو کو دیوانگی کا دورہ پڑا ہے۔“

”اوہ ـــــ ڈیئر مسٹر نواز! میری درخواست ہے آپ میرے سامنے باس کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کریں۔“

”وہ تمہارا باس ہے میرا تو نہیں ـــــ ہاں اگر اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کی ناگواری کا احساس ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے تمہیں جو ہدایات ملی ہیں ' ان پر عمل کرو۔“ میں نے جواب دیا۔

”نہیں نہیں ـــــ بہرصورت آپ ہمارے مہمان ہیں۔“

”کل میں کس کا مہمان تھا؟“

”ہمارے۔“ گیسپر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ کون سی جگہ تھی جہاں مجھے بھیجا گیا تھا؟“

”اوہ ـــــ یہ نہیں بتایا جا سکتا۔ ہوریشو کے بہت سے پروجیکٹ کام کر رہے ہیں۔ وہ کیا ہیں مسٹر نواز ـــــ ان کی گہرائی میں آپ شاید پوری زندگی نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں ' آپ اس

کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔ میں آپ کو سچ بات بتادوں مسٹر نواز ـــــ مکلینو گروہ کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ اس کی ساکھ پوری دنیا میں ہے۔ لیکن ہوریشو نے اس کے لئے جو کچھ کیا ہے مکلینو اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔ مکلینو کو مکلینو بنانے میں بھی ہوریشو ہی کا ہاتھ ہے۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے ' کبھی موقع ملا تو تفصیل سے سنادیں گے اور حقیقت آپ کو معلوم ہو جائے گی ' بشرطیکہ آپ کو زندگی دی گئی۔“

”جب تمہیں اس کا اندازہ ہے گیسپر کہ ہوریشو مجھے زندہ نہیں رہنے دے گا تو تم اس بارے میں بتانا کیوں نہیں پسند کرتے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں مسٹر نواز ـــــ ہوریشو اس بات کو کسی سے نہیں چھپاتا۔ دراصل ہوریشو پر مکلینو کے کچھ احسانات بھی ہیں۔ مکلینو اسے اس وقت اپنے ساتھ لایا تھا جب ہوریشو ' ہوریشو نہیں تھا۔ لیکن ہوریشو کا تعلق جس قبیلے سے تھا ' وہ ہوریشو کے خاندان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ہوریشو کے آباؤ اجداد اس قبیلے کے روحانی پیشوا رہے تھے ' اس لحاظ سے ہوریشو بھی اپنے قبیلے کا روحانی پیشوا تھا۔ لیکن مکلینو نے اسے ساتھ لاکر دوسری لائنوں پر ڈال دیا۔ تاہم جب ہوریشو کو احساس ہوا تو اس نے اپنے قبیلے سے رابطہ قائم کیا اور اب تم سوچ بھی نہیں سکتے مسٹر نواز کہ ہوریشو کی قوت کیا ہے۔ مکلینو کی وجہ سے اسے جزیرے سے بھاگنا ضرور پڑا تھا لیکن وہاں سے بھاگنے کے بعد ہوریشو نے اس بات کا احساس کر لیا کہ وہ مکلینو کے مقابلے میں کمزور کس لئے پڑا ہے۔ اس کے بعد اس نے وہ کمزوریاں دور کرنا شروع کر دی ہیں۔ اب یوں سمجھو کہ ہوریشو ایک ایسے پروگرام پر عمل کر رہا ہے جس کے تحت وہ مکلینو کے پورے گروہ کو تہس نہس کر دے گا اور اس کے بعد مکلینو کا سارا کام خود سنبھال لے گا۔ وہ مکلینو کا یہ غرور بھی توڑ دینا چاہتا ہے۔“

”ہوں ـــــ ہوریشو کو شاید یہ بات معلوم نہیں ہے کہ مکلینو اب بذات خود کچھ بھی نہیں رہا ہے ـــــ وہ اندھا ہو چکا ہے۔“

”ہاں ـــــ کیوں نہیں۔ یہ بات ہمیں معلوم ہے مسٹر نواز! لیکن شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ سب کچھ ختم ہونے کے باوجود وہ جس قدر خطرناک ہے اس کے تحت آنکھوں کا نقصان کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا۔“

”خیر یہ سب تمہارے آپس کے معاملات ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے گرانڈ فادر سے میری ملاقات کب ہو رہی ہے؟“

”اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

”میرے بارے میں مزید کیا ہدایات ہیں؟ اب تو یہ بات سامنے آچکی ہے کہ مجھے جس چکر میں پھانسا گیا ہے اور جو شخص مجھے پھانسنے والا ہے وہ میرا دشمن ہے۔ چنانچہ کیا ہوریشو اس کے بعد چوہے بلی کا یہ کھیل ختم کر دے گا؟“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر نواز۔“

”گیسپر! تم ایک بات تو ضرور مجھے بتا سکتے ہو۔“

”جی جی ضرور۔“ گیسپر نے مستعدی سے کہا۔

"کیا تم نے میرے بارے میں ہوریشو کو اطلاع دی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"براہ راست؟"

"جی۔"

"اور ہوریشو ہی نے میرے بارے میں کیا ہدایات جاری کی تھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اس کے باوجود کہ مجھے ایک نمایاں حیثیت مل چکی ہے' ہمیں کنٹرول کرنے والے کچھ اور لوگ ہیں۔ ہوریشو نے انہی کو ہدایات جاری کی ہوں گی اور انہی کے ایما پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"تمہیں مجھ سے ملاقات کی اجازت تو دی گئی ہو گی؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن اس گفتگو سے تمہارا کیا مقصد ہے جو تم اس وقت کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ ہم مزید اندازہ لگانا چاہتے تھے۔"

"تم نے مجھے پہلی ہی نگاہ میں پہچان لیا تھا۔ پھر تم کیشتہ کو لے کر میرے ساتھ کیوں آئے تھے؟"

"دراصل میں ہر قیمت پر گروہ کو اطلاع دینا چاہتا تھا اور تمہیں نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ ہو سکتا ہے تمہاری نگاہ مجھ پر پڑ گئی ہو اور تم ہوشیار ہو جاؤ۔ چنانچہ مجھے کیشتہ کو لے کر یہاں تک پہنچنا پڑا۔ یہاں میں نے کیشتہ کو اس کے ایک دوست کے ہاں چھوڑا اور خود اپنی کارروائی کرنے لگا۔ اس وقت جب تم یادگار چوک پر ہپیوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے تمہیں دوبارہ تلاش کر لیا۔ یہ کچھ میرے اندازے تھے اور اس کے بعد میں نے تمہیں نگاہ میں رکھا اور پھر ہم نے اپنی کارروائی ترتیب دے ڈالی۔" گیسپر نے جواب دیا۔

"شکریہ گیسپر! دراصل میرے ذہن میں کچھ باتیں اٹکی ہوئی تھیں۔ مگر اب تم سے گفتگو کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا ہوں۔ آئندہ تم لوگوں کو اختیار ہے کہ جو دل چاہے کرتے رہو۔ مجھے اب اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور گیسپر مسکرانے لگا۔

"میرا خیال ہے مسٹر نواز ---- اس بار آپ کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو گی۔"

"بس اب تم جا سکتے ہو۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

گیسپر مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "ہاں مجھے اجازت دیں۔ آپ سے ہونے والی گفتگو کی اطلاع مجھے آگے پہنچانی ہے۔" اس نے کہا۔

"اپنے باس سے کہہ دینا کہ میں اس سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوں۔ میں آج بھی اس کی قوتوں کو اسی طرح چیلنج کرتا ہوں۔"

"او کے' او کے۔" گیسپر نے کہا اور مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

ہوریشو سے واقف ہو جانے کا اظہار دانش مندی ہو یا غیر دانش مندی مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی اور نہ ہی میں اس کے لئے پریشان تھا کہ اب کیا ہو گا۔ بلکہ ہوریشو کو پہچان جانے کے اظہار سے میری انا کو سکون پہنچا تھا۔ میں نے ہوریشو کو اس بات کی خوشی نہیں ہونے دی تھی کہ میں الجھنوں کا شکار

ہوں اور یہ نہیں سمجھ سکا ہوں کہ اس کھیل کی پشت پر کون ہے۔ اپنی دانست میں' میں نے ہوریشو کو ایک اور شکست دی تھی۔ اور اس پر بہت خوش تھا۔

لیکن اس سے ایک نقصان بھی ہوا تھا۔ وہ یہ کہ اس کے بعد میری خدمت گار لڑکی نہیں آئی۔ کوئی بھی نہیں آیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ورنہ اگر میں اس بات کا اظہار نہ کرتا کہ میں کھیل سمجھ چکا ہوں تو شاید یہ رات بھی خوبصورت لڑکی کے ساتھ بسر کرنے کو مل جاتی ---- یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے دن کسی بدرو میں پڑا ہوتا۔

دوپہر کو کھانا آیا ---- لیکن کھانا لانے والے دو آدمی تھے اور ان کے پیچھے بھی دو مسلح آدمی موجود تھے۔

"بہت خوب۔ کیا تمہارا باس مجھ سے اس قدر خوفزدہ ہو گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ ----" میں نے کہا اور وہ مجھے گھورتے ہوئے چلے گئے۔ میں اطمینان سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ظاہر ہے مجھے اپنے اس اظہار کا افسوس نہیں تھا۔ جو کچھ ہوا ---- ٹھیک ہی ہوا تھا۔ کم از کم تبدیلی تو ہوئی۔ میں ہوریشو کے کھیل کو سمجھ گیا تھا۔ یونہی ہوتا رہتا۔ کبھی اطلس و کمخواب' اور کبھی کھردری چٹائیں۔ لیکن اب تبدیلی ہو گی۔

اور یہ تبدیلی میرے لئے بہتر تھی۔ پچھلا عرصہ جس قدر ذہنی کھولت میں گزرا تھا' وہ بہت تکلیف دہ تھی۔ اگر یہ لوگ درمیان میں نہ آٹپکتے تو نجانے کب تک میں انہی الجھنوں کا شکار رہتا اور میری یہ کیفیت نجانے مجھے کون سے راستوں پر لے جاتی۔ کم از کم اس ہنگامے سے ذہن پر طاری جمود تو ٹوٹا تھا۔ چنانچہ میں پر سکون تھا۔

کھانے کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ کوئی کام تو تھا نہیں۔ میں جانتا تھا کہ اب عیش بہت کم رہ گئے ہیں۔ بہت جلد کوئی سخت فیصلہ ہو جائے گا اور میں اب اس فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔ رات کا کھانا بھی وہی دونوں لائے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شکریہ دوستو ---- لیکن ابھی دوپہر کا کھانا بھی ہضم نہیں ہوا ہے۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ لیکن انہوں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور کھانا رکھ کر خاموشی سے چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی ہے۔ اور اسے کھانے کے بعد میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ کیوں نہ یہ رات بھوکا رہ کر گزاری جائے۔ اس طرح ان لوگوں کی کارروائی دیکھنے بلکہ ممکن ہے کچھ کرنے کا موقع مل جائے۔ لیکن اس کے لئے انہیں دھوکے میں رکھنا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے چاروں طرف دیکھا اور ٹرے سے کھانے کی ایک مقدار نکال لی۔ اس کھانے کو ایک کاغذ میں لپیٹ کر ایک وارڈروب میں محفوظ کر لیا۔ پانی کے گلاس باتھ روم میں بہا دیئے۔ اور پھر اطمینان سے مسہری پر آلیٹا۔ لباس میں نے تبدیل کر لیا تھا۔ دیر تک مسہری پر کروٹیں بدلتا رہا۔ بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس رات ان سے بھڑ جاؤں گا اور پھر تماشہ دیکھوں گا۔

نجانے کتنی رات گزر گئی۔ کھانا لانے والے بچا ہوا کھانا اور برتن وغیرہ لے گئے تھے۔ انہوں نے مجھ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"پھر اس وقت شاید پون بجا تھا جب اچانک کمرے میں ایک تیز بو پھیل گئی۔ بہت تیز اور ناگوار بو آئی۔ میں اچھل پڑا۔۔۔۔۔ یہ خواب آور گیس کی بو تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

نہیں چل سکی تھی۔ ہوریشو جیسے خطرناک انسان کی ساتھی اتنے بدھو نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ضرور سوچا ہو گا کہ میں جان بوجھ کر بے ہوش ہونا پسند نہیں کروں گا۔ اور پھر میں نے کھانا لانے والوں سے کھانے کے بارے میں کچھ الفاظ بھی کہے تھے۔ وہ اس چکر میں نہیں آئے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملائی ہی نہ گئی ہو اور پہلے ہی سے ان کا گیس کا پروگرام ہو۔ میرے بارے میں بھی تو وہ سوچ سکتے تھے کہ میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ اطمینان سے کھانا کھا کر بیہوش ہو جاؤں گا۔ بہرحال چند ساعت تک یہ احساسات ذہن پر طاری رہے۔ سانس کتنی دیر تک روک سکتا تھا۔ پورے کمرے میں گیس بھر گئی تھی۔

دو تین بار مجھے کھانسی آئی اور پھر ذہن غنودہ ہو تا گیا۔ آج بھی بے ہوشی سے نہیں بچ سکا تھا۔ لیکن آج بے ہوشی زیادہ طویل نہیں تھی۔ رات ہی کے کسی حصے میں ہوش آ گیا تھا یا پھر۔۔۔۔۔ یا پھر جس جگہ میں تھا' یہاں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن بدن کے نیچے کھردری زمین تو نہیں تھی۔ آرام دہ بستر بھی نہیں تھا' ٹھنڈا ٹھنڈا سپاٹ فرش ہلکی ہلکی بو بھی تھی' پٹرول کی سی بو۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ لیکن یہ جگہ۔۔۔۔۔ میں نے اسے ہاتھ سے ٹٹولا۔ اور ایک عجیب سا احساس ہوا' تب میں نے اسے انگلی سے بجایا۔ تیز آواز تو نہیں ہوئی تھی لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دھات کا فرش ہے۔

تاریکی بے پناہ تھی جس سے اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ بہرحال دیر تک میں اسی طرح پڑا رہا اور پھر جب حواس پوری طرح مجتمع ہو گئے تو میں اٹھ گیا۔ لیکن بڑی پھسلن تھی۔ جوں ہی کھڑا ہوا پاؤں پھسل گیا اور میں دھڑام سے گر پڑا۔ تب اس بو کا راز میری سمجھ میں آ گیا۔

یہ تیل کی کوئی پائپ لائن تھی۔ ایک لمحے کے لئے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی دوڑ گئی۔ پائپ لائن خالی ہے۔ لیکن اگر اس میں تیل چھوڑ دیا جائے تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ میرا دم گھٹنے لگا۔

تو ہوریشو نے مجھے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن مارنے کا یہ طریقہ بھی اس کی خوفناک فطرت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ پھر کیا کیا جائے۔ جان بچانے کی کوشش نہ کرنا تو بزدلی ہے' جدوجہد کرتے ہوئے جان دینی چاہئے۔ پائپ لائن کا قطر کیا ہے۔ اس کا اندازہ کرنا تو مشکل تھا۔ کیونکہ کھڑا ہونا مشکل ہے۔ بس کسی ایک سمت بڑھا جائے۔ لیکن کس سمت۔۔۔۔۔؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے' کسی بھی طرف یہ ضروری تو نہیں تھا کہ لائن کا دہانہ کسی مناسب جگہ ہی ہو۔ اور وہاں پہنچ کر زندگی بچ جائے۔

چنانچہ میں نے چند لمحات تک سوچا۔ اور پھر ایک طرف کھسکنا شروع کر دیا۔ تیل کی پھسلن کھڑا تو نہ ہونے دے رہی تھی لیکن آگے بڑھنے میں بہترین معاون تھی۔ ایک مرتبہ کھسک جاتا تو کئی فٹ تک پھسلتا چلا جاتا طریقہ عمدہ تھا' اس طرح پائپ لائن کا سفر کافی تیز ہو سکتا تھا۔

لیکن کئی بار پھسلنے کے بعد ایک دفعہ جو پھسلا تو سر بڑی زور سے کسی چیز سے ٹکرایا۔ چوٹ نے چند لمحوں تک تو حواس معطل رکھے۔ پھر میں نے ٹٹول کر اس چیز کو دیکھا جس نے راستہ بند کیا تھا۔ اور پھر میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ سارے انتظامات مکمل کر دیئے گئے تھے۔ پائپ لائن کو یہاں سے بند کر دیا گیا تھا۔ یقیناً وہ دوسری طرف سے بھی بند ہو گی۔ اس بات کا خیال رکھا گیا ہو گا کہ میں پائپ لائن میں چلتا ہوا باہر نہ آ

جاؤں۔ کھڑا تو ہو نہیں سکتا تھا۔ ویسے کسی درمیانی حصے سے ہی مجھے اس میں ڈالا گیا ہو گا۔ بہرحال ہوریشو کی یہ کوشش پوری طرح کامیاب تھی۔ ایک طرح سے اس نے مجھے صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا اور موت بھی ایسی دی تھی کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھوں۔ واہ ہوریشو۔۔۔۔۔ لیکن استاد۔۔۔۔۔ میں آخری جدوجہد کر کے مروں گا۔

میں پلٹ پڑا۔ اور اس بار میرا سفر پہلے سے کہیں زیادہ تیز تھا۔ میں نے ہاتھ آگے کر لئے تھے تاکہ پائپ لائن کے دوسرے سرے سے ٹکرا کر سر ہی نہ پھٹ جائے۔ لیکن اس بار کافی دیر تک میں پھسلتا رہا اور پائپ لائن کا سرا نہ آیا۔ ویسے گھٹن اسی طرح برقرار تھی۔ کہیں سے ہوا کا گزر نہیں تھا اور پھیپھڑے پھٹے جا رہے تھے۔

پھسلنے کی رفتار میں اب تھوڑی سی مہارت بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں پائپ لائن کے قطر کا اندازہ لگا چکا تھا۔ چنانچہ کناروں پر پاؤں جما کر زور لگاتا اور ہاتھ آگے پھیلا دیتا۔ اس طرح دور تک پھسلتا چلا جاتا۔ نجانے کتنا طویل فاصلہ طے کیا اور اچانک۔۔۔۔۔ نجانے کیا ہوا۔ ایک بار جو پھسلا تو۔۔۔۔۔ بدن کے نیچے سے پائپ لائن نکل گئی۔ میں نیچے گرنے لگا۔

لیکن زیادہ نیچے تک نہیں۔۔۔۔۔ تقریباً دس فٹ گہرائی میں گرا تھا۔ چوٹ تو کافی لگی تھی لیکن کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ذہن الجھا ہوا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے جس جگہ میں گرا تھا' وہ اپنی جگہ سے کھسکنے لگی۔ ایک تیز سرسراہٹ بلند ہو رہی تھی اور اس کے بعد ایک تیز روشنی ہوئی۔ بالکل یوں لگا تھا جیسے کیمرے کی فلیش لائٹ براہ راست آنکھوں پر پڑی ہو۔ آنکھوں میں ناقابل برداشت تپش اٹھنے لگی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بڑی فرحت بخش ہوا لگی تھی۔ پورے بدن میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اس لئے سردی کچھ تیز ہو گئی تھی۔ میں کپکپاہٹ نہ روک سکا۔ آنکھیں بند تھیں اور بدن ناقابل برداشت سردی محسوس کر رہا تھا۔

تب میرے کانوں میں ایک قہقہہ گونجا۔۔۔۔۔ "واہ' کتنا خطرناک شخص کسی سردی کھائے ہوئے کتیا کے پلے کی طرح کپکپا رہا ہے۔"

اور یہ آواز۔۔۔۔۔ ہوریشو کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔ میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن آنکھوں نے کھلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ آنکھیں برداشت کرنے سے قاصر تھیں۔

"میں اس فلم کو ہمیشہ محفوظ رکھوں گا۔ ایسے مناظر میرے لئے بیحد دلکش ہوتے ہیں۔ ہاں' اس لئے کہ مسٹر نواز اصغر کو کچھ لوگ ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اور شاید وہ بھی خود کو۔۔۔۔۔ کیا آپ آنکھیں نہیں کھولیں گے نواز اصغر۔۔۔۔۔ دیکھئے تو کتنے کیمرے آپ کی یہ فلم بنا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ لیکن اس کے یہ الفاظ میرے لئے اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ وہ میرے اوپر قادر تھا' اس وقت کچھ بھی کہہ دے' کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا ذہن شگفتہ تھا۔۔۔۔۔ اس کا یہ احسان کیا کم تھا کہ اس نے بہرحال یہ حصہ کھلا رکھا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے یقین تھا کہ میں بچ کر یہاں تک ضرور پہنچ جاؤں گا اور بہرحال یہ بھی درپردہ میری حیثیت کا اعتراف تھا۔

"ڈیئر ہوریشو! تھوڑی دیر کے لئے لائٹ آف کرا دو۔ میرا حلیہ خراب ہے' غالباً تیل کے دھبے بھی پڑے ہوں گے۔" میں نے چیخ کر کہا۔

ہوریشو کے حلق سے پھر ایک قہقہہ ابل پڑا۔ "تو کیا تم خود کو کسی فلم کا ہیرو سمجھ رہے ہو؟ تمہاری بے بسی کو ہی تو میں سلولائیڈ پر منتقل کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ہوریشو!"

"کیوں؟"

"کیا تم اس فلم کو دیکھتے وقت یہ بھول جاؤ گے کہ تم نے کن حالات میں یہ فلم تیار کرائی ہے اور اس کے لئے تمہیں کتنی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے؟"

"یہ تو ایک ڈائریکٹر کا فرض ہے کہ وہ ماحول پیدا کرے۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ تمہاری خواہش کا احترام کیا جائے گا۔ لائٹ آف کر دو۔" ہوریشو نے کہا۔ اور بند آنکھوں کو سکون کا احساس ہوا۔ اب اس جگہ ٹھنڈی نیلی روشنی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور ماحول کو دیکھنے لگا۔ ایک بڑا سا ہال تھا' نہایت شفاف۔ چاروں طرف کیمرے لگے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے آپریٹر کھڑے ہوئے تھے۔

ایک دیوار کے قریب ایک بڑی کرسی پڑی تھی جس پر ہوریشو بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سیاہ جسم پر سیاہ ہی لبادہ تھا اور سر پر بڑا سا سنہری تاج جگمگا رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ نواز!" ہوریشو لہجہ بدل کر بولا۔ اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ہوریشو پھر ہنس پڑا۔ "اوہ' تم تو بڑے سعادت مند ہو گئے ہو۔" اس نے کہا۔

"اس کی وجہ ہے ہوریشو!" میں نے کہا۔

"کیا۔۔۔۔۔ کیا؟" وہ دلچسپی سے بولا۔

"تم نے میری شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو' وہ کس طرح؟"

"تم میرے منتظر تھے ہوریشو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہوریشو نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر جیسے وہ میری بات سمجھ گیا اور اعتراف کے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں راجا نواز اصغر! میں جانتا ہوں کہ کسی ایسی صورت میں تمہیں مارنا بیحد مشکل کام ہے۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ اس خطرناک جگہ سے بھی تم باآسانی نکل سکتے ہو۔ رہا تمہاری شخصیت کے اعتراف کا سوال تو وہ تو میں نے ہمیشہ کیا ہے۔ اگر میں تمہاری شخصیت کا اعتراف نہ کرتا تو تمہارے لئے اس قدر پریشان نہ ہوتا۔ یقین جانو میں تمہارے لئے سخت پریشان رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو' اب جبکہ ہم اس ماحول میں آگئے ہیں تو میرا خیال ہے مجھے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ گورن!" اس نے کسی کو مخاطب کیا اور ایک آدمی سامنے آگیا۔ "مسٹر نواز کو یہاں سے لے جاؤ۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔ ان کی ضرورت کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔" اس نے کہا۔ اپنی دانست میں ایک بار پھر اس نے مجھے ذہنی جھٹکا دینے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال میں گورن کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اس ہال کا ایک دروازہ راہداری میں کھلتا تھا۔ اس راہداری سے گزر کر ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ گورن مضبوط جسم کا قد آور آدمی تھا۔ لیکن میری طرف سے بیحد چوکنا نظر آ رہا تھا۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ کسی بھی لمحے میں اس پر حملہ کر دوں گا۔

لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے ایسی حماقت سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ میں ان لوگوں کے چنگل میں تھا اور اس عمارت کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کہاں ہے اور تیل کی پائپ لائن کہاں تک گئی تھی۔

چنانچہ ایسی صورت میں حملہ کر کے نکل جانے کی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہوریشو نے اپنی روایتی حماقت سے کام لے کر پھر مجھے ایک بار موقع دیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا انتظار ہی کرنا بہتر تھا۔

گورن مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور پھر اس نے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں لباس موجود ہے اور وہ سامنے باتھ روم ہے۔ تم آرام سے تیار ہو جاؤ۔"

"تھینک یو مسٹر گورن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گورن بدحواسی سے انداز میں باہر نکل گیا۔ شاید ان لوگوں کو میری حیثیت کے بارے میں اچھی طرح علم تھا۔

میں نے باتھ روم میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف کیا۔ تیل کے بڑے بڑے دھبے چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں پر پڑ گئے تھے۔ میں نے انہیں صاف کیا۔ بہرحال میرے آہنی اعصاب نے مجھے حواس میں رہنے دیا تھا ورنہ جو مجھ پر بیت چکی تھی' اس کے تحت تو حواس تک سن ہو جانے چاہئیں تھے۔ نجانے کس طرح میں بچ گیا تھا۔ پھیپھڑے کافی دیر تک ہوا سے محروم رہے تھے اس لئے ابھی تک سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ بہرحال میں نے ہوریشو کو اس بات کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔

نہانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ الماری سے لباس نکالا اور اطمینان سے پہن لیا۔ بالکل اس انداز میں جیسے کوئی پرواہ ہی نہ ہو اور ان کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن ان لوگوں کو شاید میری ساری حرکات کا علم تھا۔ چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد گورن ایک شخص کے ساتھ اندر آیا اور اس نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھ دی جس میں کافی' سینڈوچز اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں تھیں۔

"یقیناً تم بھوکے ہو گے اور ناشتے کا وقت بھی ہو چکا ہے۔" گورن نے کہا۔ اس کا ساتھی باہر چلا گیا تھا۔

"تھینک یو مسٹر گورن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہوریشو کا میری جانب سے شکریہ ادا کر دینا۔" میں نے کہا اور ناشتے پر جھک گیا۔

مجھے خدشہ تھا کہ ہوریشو پھر کہیں لمبی تان کر نہ سو جائے اور میرے ساتھ یہ کھیل جاری رہے۔ لیکن اب میں یہ کھیل جاری رہنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اگر ایسی کوئی کوشش ہوئی بھی تو میں سخت جدوجہد کروں گا اور ظاہر ہے ویسے تو میں ہوریشو کے چنگل میں ہوں ہی اور وہ مجھے یہاں خاطر مدارات کرنے کے لئے نہیں لایا تھا۔ وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گا اور جب مرنا ہی ہے تو ہوریشو کی طرف سے موت کا انتظار کیوں کیا جائے' کیوں نہ خود جدوجہد کی جائے۔ اس کے بعد کی موت بھی ظاہر ہے موت ہی ہو گی۔

لیکن ہوریشو اس بار اس موڈ میں نہیں تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مجھے اس کا پیغام ملا اس نے

مجھے طلب کیا تھا۔

ہوریشو اسی ہال میں نظر آیا۔ لیکن اس ہال میں کیمرے وغیرہ نہیں تھے۔ نہایت صاف' شفاف ماحول تھا۔ ویسے اب بھی یہاں روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہی ہو کہ یہ ہال تاریک تھا اور روشنی سے ہی منور نظر آتا تھا۔

ہوریشو اس وقت بھی اسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر رنگین لباس تھا' جو یقیناً افریقی قبائل کا تھا۔ سر پر پروں والا ایک تاج تھا' ہاتھ میں ترشول لئے وہ بڑا مضحکہ خیز نظر آرہا تھا۔ اس کے قرب و جوار میں کھڑے لوگ بھی سیاہ فام ہی تھے۔ ہوریشو کے چہرے پر وہی پر غرور مسکراہٹ تھی۔

"بات یہ ہے مسٹر نواز!" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ مکلینو نے مجھے اس وقت اپنے ساتھ شامل کیا تھا جب میں ان تمام معاملات سے بہت دور ایک سیدھا سادا انسان تھا۔ ایک طرح سے وہ میرا استاد ہے اور اس لائن میں وہی مجھے لانے والا بھی ہے۔ لیکن میں نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے مکلینو کا قرض چکا دیا۔ نہ صرف قرض چکا دیا بلکہ اسے اس قابل بھی بنا دیا کہ وہ بین الاقوامی ہوا کہلائے۔ لوگ اس کے نام سے کانپتے ہیں اور خاص طور سے اس لائن کے لوگ مکلینو کو اپنا جد امجد مانتے ہیں۔ لیکن تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو نواز کہ یہ سب ہوریشو کا کیا دھرا ہے۔ مکلینو بذات خود ذہین انسان ہے اور بہتر کارکردگی کا مالک بھی ------ لیکن ہوریشو نے اس کے لئے جو خوف و ہراس پھیلایا ہے' مکلینو بذات خود اپنے لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اگر مکلینو ہوریشو کو اس حیثیت سے تسلیم کرتا تو ہوریشو کبھی اس سے جدا ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن تم خود دیکھو' مکلینو نے مجھے صرف ایک غلام کی حیثیت سے ٹریٹ کرنا چاہا تھا۔ وہ میری حیثیت کو بھول گیا تھا۔ اس کی بیٹی تم پر عاشق ہو گئی تھی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ مجھے بتاؤ نواز! کیا اس نے تمہیں اپنی خلوتیں نہیں بخشیں؟"

"یہ درست ہے مسٹر ہوریشو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ایسی صورت میں اس نادان لڑکی کو تجھ پر ترجیح دی گئی۔ کیا مکلینو اس کے لئے سزا کا مستحق نہ تھا؟"

"میں تو یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ بہر صورت وہ میری فیور میں تھی۔"

"ہاں ------ اگر تم یقین کرو تو میں تمہیں مکلینو سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم دلیر انسان ہو اور بہترین صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اگر مکلینو کی جگہ تم ہوتے تو میں اتنی آسانی سے تمہارے بارے میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر ہوریشو۔"

"بہرحال مسٹر نواز! مجھے خوشی ہے کہ میں دلیر شخص سے دشمنی کر رہا ہوں۔ دلیر دشمن کی دشمنی میں بھی مزا آتا ہے۔ رہا مکلینو تو وہ بس عجیب سا انسان ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ وہ مجھے دنیا کے کسی خطے میں نہیں چھوڑے گا۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں مسٹر نواز ------ کاش تم اس وقت زندہ ہوتے جب مکلینو ہوریشو کے ہاتھوں کتے کی موت مارا جاتا۔ یہ یقینی بات ہے' اسے مرتے وقت تم اپنے ساتھ لے جانا ------"

"ٹھیک ہے مسٹر ہوریشو! یہ تمہارا اور مکلینو کا معاملہ ہے' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"درست ہے مسٹر نواز! بہرحال اس وقت تو معاملہ ہمارا اور تمہارا ہے۔"

"ہاں ------ یقیناً۔"

"تمہارا کیا خیال تھا مسٹر نواز میرے بارے میں؟ کیا تمہارے خیال میں جزیرے پر مکلینو کے کامیاب ہونے کے بعد میں ٹوٹ گیا تھا؟"

"میں نے یہی سوچا تھا ہوریشو۔"

"کیوں؟"

"اس وقت جب تمہارے سیاہ فام افریقی ساتھی تمہاری مدد کو آگئے تھے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ پانسہ پلٹ گیا اور مکلینو مارا گیا۔ لیکن مکلینو بہت چالاک نکلا۔ اس نے پہلے ہی انتظام کر لیا تھا۔"

"ہاں۔ بہرحال وہ بین الاقوامی ساکھ کا مالک ہے۔ اور پاور فل گروہ رکھتا ہے۔ اس کے اپنے چاہنے والوں کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ بہرحال میں اس کا نمبر دو تھا۔"

"تمہیں مکلینو کے بارے میں علم ہے؟"

"کیا؟"

"وہ اندھا ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔ لیکن ٹھیک بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اگر وہ اندھا رہا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کروں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اسے آنکھیں مل جائیں گی۔ یہ دور اتنا بیک ورڈ نہیں ہے کہ کسی اندھے کو آنکھیں بھی نہ مل سکیں اور پھر اس کے وفادار تو اس کے لئے اپنی آنکھوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور میں نے اس وقت کے لئے اپنی کارروائیاں روک دی ہیں۔ ویسے سنا ہے اس کا گروہ اس کی بیٹی کنٹرول کر رہی ہے۔ اب میں اس لڑکی سے کیا الجھوں۔ ویسے تمہیں یہ سن کر ہنسی آئے گی کہ اس کے گروہ کے بے شمار لوگ وہاں سے ٹوٹ کر میرے پاس آرہے ہیں اور حلف نامے داخل کر رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ میرے وفادار رہیں گے۔ وہ لوگ بھی ہیں جو اس کی طرف سے میرے خلاف لڑ چکے ہیں۔ تم ان لوگوں کے ساتھ ایک دن گزار آئے ہو کیا تم نے انہیں دیکھا تھا؟"

"اوہ' وہ جو پہاڑوں میں تھے؟"

"ہاں۔ ان میں زیادہ لوگ وہی تھے۔ انہیں بہرحال سزا ملنا تو ضروری ہی تھا۔"

"خوب۔"

"مجھے یقین ہے کہ بیٹی گروہ کنٹرول نہیں کر سکے گی اور گروہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس گروہ کے لوگ کہاں پناہ لیں گے' سوائے ہوریشو کے دامن میں۔ مکلینو خود بخود تباہ ہو جائے گا۔ اس نے اپنی زندگی میں یہ سب سے بڑی حماقت کی ہے نواز۔"

"شاید۔"

"اور تم ـــــ" ہوریشو میری طرف دیکھ کر بولا۔ "تم میرے نزدیک ایک آئیڈیل ہو۔ میں دل سے تمہاری قدر کرتا ہوں نواز ـــــ لیکن تمہاری صلاحیتیں اس شکل میں میرے لئے ناقابل برداشت ہیں کہ تم میرے دشمن ہو۔ میں تمہیں نیست و نابو کر دینا چاہتا ہوں۔"

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ہوریشو۔" میں نے سکون سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"میری زندگی تمہیں تمہارے ارادوں میں ناکام بنا دے گی۔"

"بکواس ہے۔" وہ نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

"کیوں ڈیئر؟"

"تم کچھ بھی ہو ـــــ ہوریشو کے سامنے نہیں آسکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک عرصے تک تم میرے کنٹرول سے باہر رہے ہو۔ لیکن اس کی وجہ تھی۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت میں مکلینو کے زیر اثر تھا۔ مجھے اس کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ لیکن آج صورت حال دوسری ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ہوریشو ـــــ یہ صرف تمہارا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہوریشو مجھے گھورنے لگا۔ پھر اچانک مسکرا پڑا۔ "بہت چالاک ہو۔ بعض اوقات تمہاری یہ چالاکیاں بیحد دلکش لگتی ہیں مجھے ـــــ اور میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں واقعی زندہ رکھوں۔"

"اس میں چالاکی کی کیا بات ہے؟"

"کیا تم مجھے طیش نہیں دلا رہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں اور انتظار کروں کہ تم میرا کیا بگاڑتے ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ زندہ رہنے کے بعد تم نہ صرف ہالینڈ چھوڑ دو گے بلکہ اس جگہ بھی نظر نہ آؤ گے جہاں میری پہنچ ہو سکتی ہے۔"

"ہوریشو جیسے عمدہ انسان کو اس قسم کی حماقتوں کا شکار دیکھ کر افسوس ہوتا ہے اور یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ دنیا کا سب سے خطرناک انسان بھی بعض اوقات برتری کے احساس میں کھو کر گدھا بن جاتا ہے۔"

"نہیں مائی ڈیئر ـــــ میں درحقیقت گدھا ہوں اور گدھا رہنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو۔ بہرحال افسوس تم ہوریشو کا سنہری دور دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہو گے۔"

"میں اپنے حریف کا سنہری دور دیکھنے کے لئے زندہ رہنا بھی نہیں چاہتا۔ اور اگر تمہیں یہ خواب پورا کرنا ہے ہوریشو ـــــ تو ـــــ مجھے ہلاک کئے بغیر اس کی توقع نہ رکھنا۔"

"نجانے مجھے آجکل غصہ کیوں نہیں آتا۔ شاید میرا خون سرد ہو گیا ہے۔ ویسے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی میری جان! کہ اگر میں زندہ رہا۔ تو تمہارا دشمن نمبر ایک ہوں گا اور میری زندگی میں تمہیں کامیابی نہ ہو گی۔ میں تمہارے مقابلے پر ایک گروہ بناؤں گا اور اس گروہ کا مقصد یہ ہو گا کہ تمہارے راستے مسدود کرے اور تمہاری ہر راہ روک دے۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ ـــــ کیا دلکش گفتگو کر رہے ہو۔ یقین کرو ایک حریف کے بغیر زندگی کا لطف ادھورا رہ جاتا

ہے۔ لیکن میں بڑا بدنصیب انسان ہوں کہ ایسے دلکش حریف کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ میرے دوست ـــــ تم زندگی کی آخری سانسیں لے لو۔ ہاں۔ "ایک رعایت میں تمہارے ساتھ کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"یہ چند گھنٹے ـــــ میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق بسر کرنے دوں گا۔"

"یہ بھی تمہارے لئے مشکل ہو گا۔"

"پوری بات تو سن لو ـــــ تم یہاں سے کسی طرح بھی بھاگ نہ سکو گے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے جس میں دروازے نہیں ہوتے۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھاگنے کی اجازت بھی دے سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"کس بات کا؟"

"یہی کہ تم اتنے مطمئن ہو تو درحقیقت یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہو گا۔"

"گویا تم نے بھی میری صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔"

"ایک اچھے دشمن طرح۔"

"شکریہ ـــــ تو بتاؤ میری جان ـــــ وقت کی یہ قیمتی گھڑیاں تم کس طرح گزارو گے۔"

"گٹار ہو گا تمہارے پاس؟"

"کیوں نہیں۔"

"بس تو خوبصورت لڑکیوں کا جمگھٹ اور گٹار ـــــ مجھے صرف یہ دو چیزیں درکار ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"یہاں بھی مجھے حیران کرو گے۔" وہ عجیب سے انداز میں ہنس دیا۔

"کیوں؟"

"کیا تمہاری یہ خواہش انوکھی نہیں ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کیا آخری خواہش انوکھی نہیں ہونی چاہئے ہوریشو۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہے جو تمہاری مرضی ـــــ اس کی خواہش پوری کی جائے۔" ہوریشو نے اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ہال کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ پریشان سا ہو گیا ہے۔

بظاہر اس کی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ سوچا جا سکتا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر ہے مجھے قتل کرنا نہیں چاہتا لیکن مجھے قتل کئے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا تو میں اپنے آپ کو بالکل ہی مافوق الفطرت انسان ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ حالات جو کچھ بھی تھے' دنیا سے جتنا بھی بیزار تھا۔ لیکن اس انداز میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہرصورت ایسی موت میرے نزدیک بدترین تھی۔ زندگی کی خواہش باقی تھی۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ زندگی میں کچھ آرزوئیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو میری دسترس سے باہر ہوں' یا پھر میں وہ زندگی چاہتا ہوں جو اب میرے لئے ناممکن ہو گئی تھی۔

لیکن بہرحال ہوریشو کے ہاتھوں اس طرح مرنا مجھے زیادہ پسند نہیں تھا اور بظاہر میرے سامنے کوئی ایسا راستہ بھی نہیں تھا جس سے میں اس کے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش کرتا۔ البتہ میں نے یہ ضرور سوچا

تھا کہ آخری وقت تک زندگی کی جدوجہد کرتا رہوں گا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے' جب موت ہی مقدر ہے تو کیوں نہ جدوجہد کرکے مرا جائے۔

جس ہال میں مجھے پہنچایا گیا وہ کافی خوبصورت تھا اور وہاں تیز رنگین روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ہوریشو نے اپنے آدمیوں کو جو ہدایات دی تھیں اس کے تحت تھوڑی دیر کے بعد ہال میں دس بارہ لڑکیاں گھس آئیں۔

ان کے جسموں پر باریک لبادے تھے اور بلاشبہ ماحول ان کی آمد سے خاصا دلکش اور کافی حد تک ہیجان انگیز ہو گیا تھا۔ لیکن آج اس ماحول نے میرے اوپر وہ اثر نہیں کیا تھا جو عموماً ہو جایا کرتا تھا۔ مجھے گٹار مہیا کر دیا گیا اور میں نے اس پر دھن چھیڑ دی۔

اسے ذہنی انتشار بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ میں کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ میرے لئے چونکہ آئندہ کی تمام راہیں مسدود تھیں اس لئے یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ اس وقت میں ذہنی خلجان میں مبتلا ہوں اور کوئی بات نہ سوچ پانے کی بنا پر یہ سارے ہنگامے کر رہا ہوں۔

بہرحال گٹار کے نغمے ذہن کو سکون تو بخشتے تھے اور پھر اس وقت جب میں یہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے ہوریشو کامیاب ہو جائے چنانچہ گٹار سے جو دھنیں نکلیں' اس نے تمام لڑکیوں کو مبہوت کر دیا۔ وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگیں۔ ان کے چہرے ست گئے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی ہوں اندر آئی تھیں' جیسے انہیں اس بات کا احساس دلا دیا گیا ہو کہ ان کا مقصد صرف میرا دل بہلانا ہے اور انہیں میری آخری خواہش پوری کرنی ہے۔

لیکن جو نغمے میرے گٹار سے ابل رہے تھے اس نے انہیں متزلزل کر دیا تھا۔ وہ سب ساکت و جامد کھڑی مجھے دیکھ رہی تھیں۔

اور میں کوشش کر رہا تھا کہ گٹار کے کمال کو اس وقت عروج پر پہنچا دوں۔ ممکن ہے یہ میری زندگی کی آخری کوشش ہو۔ اس سے پہلے میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ لیکن آج میں گٹار کے راگ دل سے الاپ رہا تھا۔

جب تک میرا دل چاہتا رہا میں گٹار بجاتا رہا' اور جب دل بھر گیا تو میں نے گٹار دیوار سے دے مارا۔ وہ سب لڑکیاں چونک پڑی تھیں ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

دروازہ بند کرنے والی لڑکی دروازہ بند کرنے کے بعد میرے نزدیک آئی اور میرے ہاتھوں کو غور سے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم ——— تم تو ایک بڑے فنکار ہو پھر بھی تمہارا جرائم کی زندگی سے تعلق ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں۔ تمہیں تعجب کیوں ہے؟"

"فنکار سنگدل نہیں ہوتا۔ اور پھر تمہارے گٹار نے جو نغمے بکھیرے ہیں وہ کسی سنگدل انسان کی انگلیاں نہیں چھیڑ سکتیں۔ ان میں تو زندگی کا انداز تھا۔ ان نغموں میں تو پیار بہہ رہا تھا۔ زندگی سے پیار۔ محبت

کی مایوسی اور۔ اور۔"

"بس بھئی خاتون۔ تم میری مدح سرائی کرنے نہیں آئی ہو۔ ہوریشو نے تمہیں میرا مضحکہ اڑانے کے لئے بھیجا ہے۔"

"فنکار! صرف ایک بار کہہ دو۔ تم مجرم نہیں ہو۔"

"اس حقیقت سے کیسے انکار کر دوں۔"

"صرف ایک بار۔ صرف ایک بار۔" لڑکی جذباتی ہو گئی۔

"اس سے کیا ہو گا۔"

"میں خوشی سے خود کو تم پر قربان کر دوں گی' میں اپنے ہاتھ سے ہوریشو کو گولی مار دوں گی۔ میں تمہارے فن کو زندہ رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دوں گی۔" اور میں کسی قدر پریشان ہو گیا۔ لڑکی کے یہ الفاظ اس کی موت کے لئے کافی تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ہوریشو میری کیفیات کا جائزہ لے رہا ہو گا۔ اگر اس نے اس کھیل کو اتنی اہمیت نہ بھی دی ہو گی تو اس کے آدمی میری تاک میں ضرور ہوں گے انہوں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا ہو گا کہ میں کوئی حرکت نہ کر جاؤں بہرحال وہ میری ذات سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے یہ احمق لڑکی جذباتی ہو کر جو کچھ کہہ چکی ہے' اسے کس طرح ہموار کیا جائے کہ اس کی جان بچ جائے۔

چنانچہ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "جو کچھ میں تم سے کہوں گا اس سے تمہارے جذبات کی توہین ہو گی۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"تمہاری زندگی کے لئے یہ ضروری ہے۔ ورنہ ہوریشو ان الفاظ پر تمہاری زندگی بھی لے سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"زندگی صرف ایک بار جانے کی چیز ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' لیکن اس کا کوئی مقصد تو ہونا چاہئے۔ میں کل صبح قتل کر دیا جاؤں گا۔ اور پھر تم بے موت ماری جاؤ گی۔"

"مجھے پرواہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ اور میں نے الٹے ہاتھ کا ایک تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے زوردار دھکا دیا۔

"کیا ہوریشو نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے کہ تم میرا مذاق بھی اڑاؤ۔ میں کسی کو اپنا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ نکل جاؤ یہاں سے نکل جاؤ۔ میں حلق پھاڑ کر دھاڑا اور پھر لڑکی کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا دروازے تک لے گیا اور دروازہ کھول کر اسے باہر دھکا دے دیا۔ بے چاری لڑکی دیوانوں کے سے انداز میں مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔

باقی لڑکیاں حیران و پریشان کھڑی تھیں۔ میں نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ "اور تم ——— تم سب بھی دفع ہو جاؤ۔ ورنہ ——— میں سب کو دانتوں سے ادھیڑ دوں گا جاؤ۔" میں حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اور بھگدڑ مچ گئی وہ بدحواس چیختی چلاتی باہر بھاگی تھیں اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

بے وقوف لڑکیاں۔ کمزور مخلوق' خواہ مخواہ مجھ سے متاثر ہو کر زندگی داؤ پر لگا رہی تھیں۔ میں ان کی

زندگی سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ ہال خالی ہو گیا اور پھر وہ آدمی اندر آ گئے۔

"ہمارا خیال ہے اب تم آرام کرو نواز اصغر۔۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔۔ ہمارے ساتھ آؤ ان میں سے ایک نے کہا اور میں اس کے ساتھ ہال سے نکل آیا۔ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ کر میں مسہری پر لیٹ گیا۔ نہ جانے کیوں ذہنی کیفیت خراب ہو رہی تھی مجھے خود پر غصہ آیا تھا۔ اگر موت بھی آتی ہے تو کیا اس کا استقبال اس انداز میں کیا جائے۔ آخر یہ خرابی کس لئے ہے۔ زندگی کی خواہش کس لئے ہے۔ کیا کرنا ہے زندہ رہ کر؟ ہونہہ! میں نے خود پر نفرین کی۔ اور پھر اطمینان سے سو گیا۔ در حقیقت بڑی پر سکون نیند آئی تھی۔ صبح کو سو کر اٹھا۔ وقت پر ناشتہ ملا تھا میں نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا اور پھر سگریٹ پینے لگا۔ نو بجے۔ دس بجے گیارہ بجے اور پھر بارہ بج گئے۔ اس دوران کسی نے میری خبر نہیں لی تھی۔ لیکن ساڑھے بارہ بجے گوان اور دوسرے دو آدمی آ گئے۔

"باس طلب کرتا ہے؟" گوان نے کہا۔

"کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"اوپر۔۔۔۔۔۔" جواب ملا۔ حالانکہ میں کسی اوپر کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ لیکن میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں طے کرنا تھیں بہرحال میں ہوریشو کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔"

"ہیلو۔۔۔۔۔۔" میں نے بھی مسکراتے ہو جواب دیا۔

"رات کیسی گذری؟"

"پر سکون" میں نے جواب دیا' اور سامنے کے مناظر دیکھنے لگا۔ دوسری طرف بھی ایک خوشگوار منظر تھا۔ سامنے ہی دریا بہہ رہا تھا۔ اور بہت سی مشینیں اس کے نزدیک کام کر رہی تھیں۔ شاید دریا پر پشتہ بنایا جا رہا تھا دیو ہیکل مشینیں مٹی کے پہاڑ بنا رہی تھیں۔ ایک لائن سے مٹی ڈالی جا رہی تھی۔

"یقیناً مجھے علم ہو گیا تھا کہ تم گہری نیند سو رہے ہو۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں' میں خوف سے ساری رات جاگتا رہتا؟"

"نہیں تم موت سے خوفزدہ نہیں ہو سکتے۔ بہرحال میں نے تمہارے لئے ایک دلکش موت کا بندوبست کیا ہے۔ جانتے ہو کیسی موت؟"

"موت کیسی بھی ہو' موت ہوتی ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مٹی کے یہ پہاڑ۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنی آغوش میں چھپا لیں گے۔ اور بلاشبہ یہ بڑی دلچسپ موت ہو گی۔ بس میں نے تم سے آخری ملاقات کے لئے تمہیں بلایا تھا۔ گوان انہیں لے جائیں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

"او کے باس۔۔۔۔۔۔ آؤ۔" گوان نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں گوان کے ساتھ چل پڑا۔ ذہنی کیفیت عجیب تھی اپنے ہر اقدام سے دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گوان کے ساتھ نیچے آ گیا۔

نیچے آنے کے بعد چند لوگوں نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی اور پھر مجھے لے کر چل پڑے۔ باہر ایک جیپ کھڑی تھی۔ سارے انتظامات مکمل تھے۔ جیپ دریا کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئی جہاں

مٹی جمع کرنے والی مشین کام کر رہی تھی۔

"ہے۔ جاب۔ کم آن۔" مجھے لانے والوں نے ایک آدمی کو مخاطب کیا اور ایک مشین ہمارے طرف بڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔ "نیچے آؤ۔" گوان نے کہا۔ اور وہ نیچے آ گیا۔ تب گوان اسے ساتھ لے کر کچھ سمجھانے لگا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں بھی ہوریشو کی عملداری ہے۔ جاب پھر مشین پر آ بیٹھا اور اس نے مشین اسٹارٹ کر دی۔

دور سے ایک اور مشین آ رہی تھی۔ وہ بھی اس مشین کے قریب پہنچ گئی۔ دوسری طرف گوان نے پستول نکال کر میری پیشانی پر رکھ دیا۔

"تمہیں اس کے ساتھ جانا ہے۔"

"اسے ہٹاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ اور گوان نے جلدی سے پستول ہٹا لیا وہ کسی قدر بوکھلا گیا تھا۔

"تم۔۔۔۔۔۔ تم جاؤ۔ اس کے ساتھ جاؤ۔" وہ جھینپ مٹانے کے لئے بولا۔

اور میں آگے بڑھ گیا۔ موت میرے سر پر منڈلا رہی تھی۔ اور اس وقت شدت سے اس کی طلب بڑھ گئی تھی۔ نہ جانے کیوں مرجانے کو دل چاہ رہا تھا دوسری مشین بھی ساتھ چل رہی تھی۔ گوان اور اس کے ساتھی لوٹ گئے تھے۔

"ہے جاب۔" دوسری مشین سے آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے مارٹن۔"

"یہ کون ہے۔؟"

"باس کا معتوب"۔

"کہاں لے جا رہے ہو۔؟"

"دریا پر پشتہ بنانے کے لئے اس نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ یعنی یہ مٹی میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے۔" جاب ہنس کر بولا۔

"واہ۔ میں ایسے کام کرنے کا شوقین ہوں۔ تم جاؤ جاب۔ میں دیکھ لوں گا۔"

"مگر یار۔۔۔۔۔۔ گوان مجھ سے کہہ گیا ہے۔"

"ضروری ہے۔ تم جاؤ جاب۔ میں ذمہ دار ہوں۔ اور دوسری مشین سے کہا گیا اور پھر ایک گرجدار آواز سنائی دی۔" "اے ادھر آؤ۔" میں اس مشین کے ساتھ چل پڑا تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں آج تک اپنی اس کیفیت کا تجزیہ نہیں کر سکا۔ بہرحال ایک مخصوص جگہ پہنچ کر میں رک گیا۔ مارٹن نے مجھے ایک طرف کھڑے ہو جانے کو کہا تھا۔ یہاں سے دریا کا فاصلہ زیادہ دور نہیں تھا۔ اور ابھی اس طرف مٹی نہیں ڈالی گئی تھی۔

مشین پیچھے ہٹی اور پھر مٹی کا ایک انبار عظیم جمع کر لائی۔ اس کے شکنجے نے مٹی کو دبوچ لیا اور اوپر اٹھنے لگا۔ تب مشین سے اس کی آواز ابھری۔

"اے مسٹر۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ تھوڑے سے اور پیچھے مٹی کی پہنچ سے دور۔ اور جب میں مٹی نیچے ڈالوں تو بیٹھ جانا۔ ممکن ہے مٹی کا تودہ تمہارے قد سے نیچے رہ جائے۔" میں چونک پڑا۔ وہ شخص میری مدد

کرنا چاہتا تھا۔

"سنو۔" اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ "تم بیٹھے بیٹھے اس تودے سے آگے کھسک جانا اور پھر دریا میں کود جانا۔ میرا خیال ہے تم بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بھی ندی پار کر سکتے ہو یہ زیادہ گہری نہیں ہے۔ دوسری طرف جنگل ہے اس طرف کوئی نہیں ہو گا۔ تم درختوں میں چھپ جانا۔ میں ٹھیک آٹھ بجے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ سبز روشنی کے اشارے پر میرے پاس آجانا۔"

"کون ہو تم۔؟"

"تمہارا غلام مسٹر نواز۔ براہ کرم میری ہدایت پر عمل کرنا۔ میں زیادہ دیر تک نہیں رک سکتا۔ اچھا تیار۔"

یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔ موت کے بالکل نزدیک پہنچ کر یہ زندگی کہاں سے کود پڑی تھی۔ میں نے کچھ بھی نہ کیا۔ مٹی کا تودہ نیچے آرہا۔ لیکن وہ مجھ سے کافی دور تھا۔ اس کی دھول سے میرا پورا وجود اٹ گیا تھا لیکن مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اب میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان یہ مٹی کا پہاڑ موجود تھا۔

دوسرے لمحے میرا ذہن جاگ اٹھا اور پھر میں برق رفتاری سے ندی کی طرف دوڑ پڑا۔ اس شخص نے جو کہا تھا بالکل درست تھا۔ میں تیزی سے دریا پار کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنے درختوں کا جنگل تھا۔

نہایت ہوشیاری سے کام ہوا تھا۔ میں درختوں کے درمیان پہنچ گیا۔ ہاتھ بدستور ہتھکڑیوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ میں کافی اندر چلا گیا۔ اور اچانک ہی میرا ذہن جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گیا تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی کا ذہنی تسلط مٹ گیا ہو۔ اور میرا ذہن جاگ اٹھا ہو۔

اب میں زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے ایسے وقت میری مدد کی تھی جب زندگی کا کوئی وجود باقی نہ رہا تھا۔ لیکن وہ کون تھا۔ اس نے خود کو میرا غلام کہا تھا۔

میرا غلام؟ میں الجھن میں ڈوبا رہا۔ یہ میرا غلام کون ہو سکتا ہے۔ اس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ لیکن اس کی آواز۔ اس کی آواز بھی شناسا نہیں تھی۔ اس دوسرے شخص نے اسے مارٹن کے نام سے پکارا تھا۔

مارٹن۔ لیکن یہ نام میرے کس شناسا کا نہیں تھا۔ یا پھر ہو گا بھی تو کسی ایسے شخص کا جو کبھی میرے ذہن میں نہیں رہا تھا۔ بہرحال اس نے میری بھرپور مدد کی تھی اور اس وقت میری زندگی اسی کی مرہون منت تھی۔

یہاں تک ہی دل میں جینے کی امنگ اٹھی تھی اور اب اس جنگل میں، میں ہوریشو کے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ میں زندہ رہوں گا میں نے ہوریشو سے ایک بات کہی تھی، اگر موقع مل گیا تو ــــــ اپنے اس چیلنج کو پورا کروں گا۔ ہاں میں ایک گروہ بناؤں گا اور پھر ہوریشو۔

میرے جبڑے بھینچ گئے۔ ایک بار مجھے پھر خود سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگی۔ اب مجھے اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ میں نے اتنی آسانی سے خود کو موت کے منہ میں کیوں دے دیا تھا۔ یہ تو بے حد بزدلی کی بات تھی۔

ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر میں نے گردن درخت کے تنے سے ٹکا دی اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اب جب تک وہ شخص نہیں آجائے گا میں الجھن میں رہوں گا۔ کاش رات ہو جائے جلد از جلد۔

لیکن وقت کسی کا تابع نہیں ہوتا۔ وہ کسی کے کہنے سے نہیں ٹلتا اور وقت نے مجھ سے کوئی تعاون نہیں کیا۔ رات کے آٹھ اس طرح بجے جیسے کئی دن کے بعد بجے ہوں اور پھر درختوں سے سبز روشنی چھنی اور میں اچھل پڑا۔

وہ آگیا تھا۔ سبز روشنی کسی ٹارچ کی تھی جو احتیاط سے جل اور بجھ رہی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف چل پڑا۔ تب میرے کانوں میں ایک سرگوشی ابھری۔ کوئی آواز دبا کر بول رہا تھا۔

"مسٹر نواز ــــــ مسٹر نواز۔"

"میں یہاں ہوں۔" میں نے کہا۔ اور وہ دوڑ کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں مسٹر نواز۔ آپ بالکل ٹھیک ہیں؟" اس نے کہا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ آپ بالکل ٹھیک ہیں مسٹر نواز۔" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

"لیکن مسٹر مارٹن۔ آپ۔ کون ہیں؟"

"تمہارا غلام۔ تمہارے قدموں کی خاک استاد۔ اپنے سردارے کو نہیں پہچانو گے۔ اپنے غلام کو نہیں پہچانو گے۔" اس بار مارٹن کی آواز بدلی ہوئی تھی اور ــــــ یہ سردارے کی آواز تھی۔ مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ میں گنگ سا رہ گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ پورے بدن میں سنسناہٹ اٹھ رہی تھی۔

"استاد۔ استاد۔ یقین کرو۔ میں تمہارا سردارے ہوں۔ استاد تمہارے قدموں کی خاک ہوں۔ سردارے میرے ہاتھ اپنی آنکھوں سے مل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پہلی بار مجھے۔ ہاں ایک طویل عرصے کے بعد پہلی بار مجھے یاد آیا کہ میں بھی انسان ہوں میرے سینے میں بھی جذبات ہیں۔ اور ــــــ میں بھی کسی کے لئے جذباتی ہو سکتا ہوں۔

میں نے سردارے کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اتنی قوت سے کہ سردارے کا دم گھٹنے لگا ہو گا۔ کافی دیر تک میں اسے اسی طرح لپٹائے رہا۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"رو رہا ہے یار۔" میں نے آستین سے اس کے آنسو پونچھے اور پھر بازوؤں کو اوپر اٹھا کر ان کا حلقہ نکال لیا۔ ہتھکڑیاں ہونے کی وجہ سے میں ہاتھ کھول نہیں سکتا تھا۔

"کلیجہ پھٹ رہا ہے استاد۔ تم سے اس زندگی میں ملنے کی امید نہیں تھی بس استاد بات نہ کرو۔"

"واہ سردارے، حوصلے سے کام لو۔ ہم لوگ اتنے بھی کمزور نہیں ہیں اب سنبھل جاؤ۔ بہرحال دشمن ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"میں ان کتوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا استاد۔ یقین کرو کئی بار دل چاہا کہ اس کالئے کو بھون کر رکھ دوں۔ لیکن بس تمہاری وجہ سے خود کو باز رکھا۔"

"کالئے کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اسی ہوریشو کی بات کر رہا ہوں۔"

"واہ۔" میں ہنس پڑا۔ "کیا تمہیں اس کا موقع ملا تھا؟"

"موقع ہی موقع تھا استاد۔ لیکن اس کی زندگی بھی تمہارے ہی طفیل میں بچی ہوئی ہے۔ اب دیکھوں گا سالے کو۔"

"یہ کون سی جگہ ہے سردارے؟ ایمسٹرڈیم کا ہی ایک علاقہ جرلین خرے ہے وہاں تعمیرات ہو رہی

ہیں اور اس کا ٹھیکہ "ریش کو" کے پاس ہے جو ایک تعمیراتی فرم ہے لیکن ہوریشو کی ہے اوہ! میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑے۔"

"ٹھہرو استاد۔ پہلے تمہارے ہاتھ کھول دوں۔" سردارے نے جیب سے چابی نکالتے ہوئے کہا اور پھر وہ چابی ہتھکڑی کے تالے میں گھمانے لگا اور چند لمحات کے بعد میرے ہاتھ کھل گئے اور میں کلائیاں مسلنے لگا۔

"چابی کہاں سے آگئی سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"لایا تھا استاد۔ اور میں بہت کچھ لایا ہوں۔" سردارے نے کہا میری طرف دوڑتے وقت اس نے وہ تھیلا پھینک دیا تھا جسے وہ ساتھ لایا تھا۔

سردارے نے تھیلا اٹھالیا اور میرے پاس آگیا۔

"چلیں استاد۔ یہ جگہ چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں گے۔" سردارے نے کہا اور میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"درختوں کا یہ سلسلہ کہاں تک ہے؟" راستے میں میں نے پوچھا۔

"زیادہ طویل نہیں ہے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں شاہراہ مل جائے گی۔ وہاں سے گاڑیاں گذرتی رہتی ہیں۔"

"تم تو ان علاقوں سے خوب واقف ہو گئے ہو سردارے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سردارے بھی مسکرانے لگا۔ "سب کچھ کرنا پڑا ہے استاد۔ میں نے زندگی میں کبھی مٹی اٹھانے والی مشین نہیں چلائی تھی۔ لیکن میں ہر قیمت پر اس کے قریب رہنا چاہتا تھا۔ اور بعض اوقات انسان کی لگن کتنی سچی ہوتی ہے اس کی امیدیں کس طرح بر آتی ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"تم بھی پوچھنے کے لئے بے چین ہو استاد اور میں بتانے کے لئے چنانچہ اب سکون کی جگہ کا انتظار حماقت ہے۔ ہاں یہ اسٹین گن رکھ لو۔ ممکن ہے ضرورت پیش آجائے۔" سردارے نے اپنے تھیلے سے ایک ہلکی اسٹین گن نکال کر میرے حوالے کر دی۔

"تمہارے پاس بھی ہے؟"

"ہاں استاد کیوں نہیں۔"

"گڈ، تم نے تو واقعی کام دکھایا ہے۔" میں نے اسٹین گن چیک کرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں پھر آگے بڑھنے لگے۔ گھنے درختوں کے سلسلے سے نکل کر ہم ایک چکنی اور کشادہ سڑک پر آگئے۔

"میرا خیال ہے رک کر کسی گاڑی کا انتظار کرنا تو مناسب نہیں ہے ہم چلتے رہیں، اگر لفٹ مل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کہ ہم طے نہ کر پائیں۔ تم زیادہ تھکن تو نہیں محسوس کر رہے استاد۔"

"نہیں سردارے۔ میں نے کوئی جسمانی مشقت نہیں کی ہے ویسے اتنے دنوں کے بعد میرے منہ سے تمہارا نام اس انداز میں نکل رہا ہے۔"

"ہاں۔ اور میں بھی استاد کو بس دل میں یاد کرتا تھا۔ بتا نہیں سکتا کہ میرے دل کی کیا حالت ہوتی تھی اس وقت۔"

"بڑا عجیب دور گزارا ہے ہم نے سردارے۔"

"ہاں استاد۔"

"اب تم بتاؤ۔ کیا کیفیت گذری تم پر اور تم یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"اس وقت سے شروع کروں استاد جب گولڈ مین کے ساتھ نکلا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"بس استاد ہمارا راز جلد کھل گیا اور ہوریشو کے کتے ہماری بو سونگھتے پھرے۔ ہم نے دو تین جگہوں پر ان سے جنگ بھی کی اور نوئیل ان کے ہاتھ لگ گئی۔ پھر میں نے راتوں کو ان کے مکانات پر حملے بھی کئے اور نہیں کہہ سکتا' کتنوں کو قتل کیا۔ مجھ پر خون سوار ہو گیا تھا استاد۔ خاص طور پر پہاڑوں پر بمباری کے بعد کے واقعات میرے علم میں نہیں تھے۔ جب یہ سوچتا کہ کہیں تم مارے نہ گئے ہو تو ایسی وحشت سوار ہو جاتی تھی کہ کیا بتاؤں۔ اور اسی وحشت میں قتل عام کر ڈالتا تھا۔

لیکن پھر کچھ حالات علم میں آئے۔ پتہ چلا کہ تم زندہ ہو۔ مکلینو جزیرے پر آگیا ہے۔ اس کے بعد کے واقعات بھی علم میں آئے۔ تب استاد میں نے ایک ترکیب سوچی۔ ہوریشو کے ان غاروں میں سے ایک کو ہلاک کر کے میں نے اس کا میک اپ کر ڈالا۔ جو اس کے معتقد وفادار تھے اور پھر جب ہوریشو شکست کھا کر فرار ہوا تو میں اس کے ساتھ تھا۔ وہاں سے ہوریشو مختلف جگہوں پر گیا۔ لیکن استاد۔ میں اس سے زیادہ قریب نہیں رہنا چاہتا تھا کیونکہ بہرحال وہ چالاک آدمی ہے۔ چنانچہ میں اس کے آدمیوں کو ہلاک کر کے میک اپ بدلتا رہا اور اس سے کافی دور ہو گیا۔ اب میری حیثیت صرف اس کے ایک کارکن کی ہے جو قابل توجہ نہیں ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔"

"تمہاری کیا کوشش تھی سردارے۔؟"

"استاد میں کالے وحشی سے بھی واقف تھا۔ اور تم سے بھی۔ میں جانتا تھا کہ تم ایک دوسرے سے دور نہ رہو گے۔ تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے اور وہ تمہارا۔ یقیناً حالات سے نمٹنے کے بعد دونوں کہیں نہ کہیں ملیں گے ضرور۔ اور استاد میں اسی دن کے انتظار میں تھا۔"

"تم نے بلاشبہ محنت کی ہے سردارے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"لیکن اس کا پھل کیا پایا ہے استاد۔" سردارے نے خوشی سے بھرپور لہجہ میں کہا اور پھر بولا۔ "لیکن استاد۔ تم بالکل خاموش تھے۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی پلان تھا؟"

"نہیں سردارے۔ کوئی پلان نہیں تھا۔ میں خالی الذہن تھا اور میں نہیں جانتا کہ میری کیفیت کس طرح ہوئی۔"

"کالا افریقی بے پناہ پر اسرار قوتوں کا ماہر ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایسے پوشیدہ علوم کا ماہر ہے استاد کہ دوسرے اس کے اشاروں پر گردنیں تک کاٹ لیتے ہیں۔"

"اوہ ممکن ہے ایسی کوئی بات ہوئی ہو۔ بہرحال میں اس بات کا اعتراف کروں گا کہ وہ میرے اوپر قابو پا چکا تھا۔"

"تب تو سردارے کو اپنی زندگی کا خراج مل گیا۔ میں اپنے استاد کے کام آگیا۔ بس اس کے بعد مجھے زندگی کی کوئی خواہش نہیں ہے۔"

"ساری دنیا میں' میں تجھے اپنا قابل اعتماد دوست کہہ سکتا ہوں سردارے اگر تو نہ ہوتا تو میرے لئے یہ دنیا کسی انسانی وجود سے بالکل خالی ہوتی۔"

"یوں لگتا ہے استاد جیسے آج کوئی گاڑی ادھر سے نہیں گذرے گی۔ لیکن ہم شہر کے کافی قریب پہنچ چکے ہیں استاد۔"

"چلتے رہو۔ احساس بھی نہیں ہو رہا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے سردارے کیا انہیں اس بات کا شبہ ہو سکتا ہے کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد میں اس کے قریب رہا ہوں اور میں نے اس بات پر پوری نظر رکھی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تب پھر ہم شہر کے کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتے ہیں۔ میک اپ کر لیں گے۔"

"ہوٹل کا انتخاب میں نے کر لیا ہے استاد۔"

"کونسا ہے؟"

"سوبرے۔ عمدہ ہوٹل ہے۔ ضرورت سے زیادہ شریف لوگوں کا میرا خیال ہے اس ہوٹل میں قیام کرنے والوں کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ برے لوگ ہوں گے۔"

"کیوں' کیا خاص بات ہے اس میں؟"

"انتہائی خشک ماحول ہے۔ کوئی افیون خانہ معلوم ہوتا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

اور سردارے کا کہنا درست ہی تھا۔ سوبرے بلاشبہ ایک پرسکون ہوٹل تھا۔ آدم بیزار بیرے۔ ویسے ہوٹل صاف ستھرا تھا اور کمرے بھی وسیع' کشادہ اور ہوادار تھے۔ حالانکہ ہمارے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ لیکن کسی نے توجہ بھی نہیں دی تھی۔ بس کمرے تک پہنچا کر چلے گئے تھے۔

مجھے ہنسی سی آنے لگی۔ "بہت خوب سردارے تم نے یہ ہوٹل کس طرح تلاش کر لیا۔؟"

"بس استاد' ایمسٹرڈم میں رہ کر چند ایسی چیزوں پر نگاہ رکھی تھی جو میرے لئے مفید ہو سکتی تھیں۔ ویسے تم یقین کرو استاد تمہارے بغیر ساری تفریحات ترک کر چکا تھا۔

"یار مجھے یقین ہے۔" میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ لباس بوسیدہ تھا۔ جو حالت تھی وہ بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مٹی کا کام کر کے آ رہے ہوں' سردارے کی کیفیت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اور اس صاف ستھرے ہوٹل میں ہم دونوں کا داخلہ بلاشبہ تعجب خیز تھا۔ کوئی بھی ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ سوچ سکتا تھا کہ ہم اس ہوٹل میں ٹھہرنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن بھلا ہو اس ہوٹل کے ماحول کا کہ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں کی۔

خاصی رات گذر چکی تھی اس لئے ہوٹل تقریباً سنسان پڑا ہوا تھا تب سردارے نے مجھ سے کہا۔ کیا خیال ہے استاد۔ کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔"

"پہلے تو حلیہ درست کرنا بہتر ہو گا۔"

"او کے باس۔" سردارے نے حسب معمول جواب دیا۔

نجانے کیوں مجھے ایک عجیب سی لذت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید یہ سردارے کا قرب تھا۔ سردارے کے ساتھ جو وقت گذرتا تھا وہ پھر سے لوٹ آیا تھا۔ حالانکہ سردارے کے گم ہو جانے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو جائے گی' لیکن اتفاقات نے ہم دونوں کو زندہ رکھ کر ایک دوسرے کے قریب پہنچا دیا تھا۔ "ٹھیک ہے استاد' پھر ایسا کرو تم باتھ روم میں جاؤ' میں کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں تم نے کچھ بھی نہیں کھایا۔" سردارے نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی' لیکن کیوں نہ تم بھی صاف ستھرے ہو کر جاؤ' اس انداز میں اگر جاؤ گے تو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے بالفرض محال اگر یہاں کچھ نہیں ملا تو پھر یہاں سے چلیں گے۔ ایمسٹرڈم ایسی جگہ تو ہے نہیں جہاں ہر جگہ رات ہو جاتی ہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ طبیعت بے حد بشاش تھی۔ تب میں نے سردارے سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

پھر میں باتھ روم میں چلا گیا' گرد کی تہوں کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں بال الجھے ہوئے تھے۔ عجیب و غریب حلیہ ہو رہا تھا۔ نیم گرم پانی کی خوشگوار دھاروں نے میرے حلیے کو نکھار دیا۔ البتہ لباس وہی پہننا پڑا تھا۔ میں نے لباس کو اچھی طرح جھاڑ لیا تھا' ویسے بھی لباس اتنا برا نہیں تھا محض مسلسل استعمال سے شکن آلود ہو گیا تھا اور اس میں کوئی خاص خرابی نہیں تھی۔ اس وقت تو اسی میں باآسانی گذارہ کیا جا سکتا تھا' کل صبح کے بعد دیکھا جاتا کہ کیا کرنا ہے۔ ایمسٹرڈم کے بازار ان چیزوں سے بھرے پڑے تھے۔

میں باہر نکل آیا تو سردارے نے اندر جا کر منہ ہاتھ دھویا اور اس کے بعد نیچے چلا گیا۔ ویٹر کو اس نے نجانے کیوں اوپر نہیں بلایا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور میرے سامنے بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ "میں نے کھانے کے لئے کہہ دیا ہے تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے سردارے۔" میں نے تھکے تھکے سے لہجے میں جواب دیا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

پھر اس وقت تک خاموشی رہی جب تک کہ کھانا نہ آگیا۔ ویٹر نہایت نفاست سے کھانے کی ٹرے سجا کر لایا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت اسے اس کھانے کے ٹھکانے لگ جانے کی خوشی ہوئی ہو گی۔

کھانا بے حد عمدہ تھا' ہم لوگوں نے جی بھر کے کھایا۔ سردارے نے مجھے بتایا کہ جب تک میں اسے نہ ملا تھا اس نے کھانا پینا تقریباً ختم کر دیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اگر کھانا کھائے گا تو میرے ساتھ کھائے گا۔ وگرنہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو پھر وہ بھی زندہ نہیں رہے گا۔ بہت جذباتی سا آدمی تھا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا اور میرے دل میں اس کا خلوص اور گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی اور اس کے بعد بستر پر لیٹنے کے بعد باتیں کرنے لگے۔

"تو سردارے یہ رہے حالات ویسے زندگی میں بہت بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ معمولات سے کس حد تک ہٹ کر کام ہو رہا ہے' اگر ہم لوگ اس انداز میں مر بھی جاتے تو کم از کم یہ احساس ذہن میں رہتا کہ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ مرے ہیں۔"

"استاد تمہارے سردارے نے تو زندگی اور موت کی کبھی پرواہ نہیں کی' لیکن اگر تم کسی حادثہ کا شکار ہو جاتے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی کس انداز میں گذرتی' ہو سکتا تھا میں اپنے وطن واپس چلا جاتا اور وہاں زندگی کو کسی انداز میں ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتا' لیکن اب جب کہ تم مل گئے تو یوں سمجھو کہ دوبارہ زندگی لوٹ آئی ہے۔"

"سردارے نہ صرف زندگی لوٹ آئی ہے بلکہ کچھ اور امنگوں نے بھی سینے میں انگڑائیاں لی ہیں۔"

"کیا استاد۔؟" سردارے نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہوریشو سے میری بات ہو رہی تھی سردارے' میں نے اس سے کہا کہ ہوریشو اگر میں زندہ بچ گیا تو تیرے لئے بڑی مصیبت بن جاؤں گا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کرو گے۔ تب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک گروہ بناؤں گا اور اس گروہ کا کام یہ ہوگا۔ کہ وہ ہوریشو کا راستہ کاٹے' ہوریشو کو قدم قدم پر زچ کردے اور اس کا سارا کاروبار تباہ کردے۔ ہوریشو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مکلینو کے کاروبار پر قابض ہونے کی کوششوں میں مصروف ہے اور بہت جلد مکلینو کا نام اس دنیا سے مٹ جائے گا اور لوگ صرف ہوریشو کو جانیں گے۔

لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں جب تک زندہ ہوں اُسے منزل تک کبھی نہ پہنچنے دوں گا۔ خواہ وہ مجھے قتل کردے۔ اور ہوریشو نے میری بات سے سمجھا کہ شاید میں اپنی زندگی بچانے کے لئے اسے چیلنج کر رہا ہوں تاکہ وہ مجھے چھوڑ دے اور میرے چیلنج کے پورا ہونے کا انتظار کرے' لیکن ہوریشو نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی۔

حالانکہ میرا یہ مقصد نہیں تھا میں نے صرف جذباتی طور سے اس سے یہ بات کہی تھی۔ میں اس کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کرنا چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا۔ بس میں نے تمہیں بتایا نا کہ ایک عجیب سی کیفیت تھی جو مجھے روک رہی تھی اور میں اس کے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکا تھا۔"

"ٹھیک ہے' استاد۔ تم نے ہوریشو کو جو چیلنج کیا ہے یہ چیلنج اب ہمارا ایمان بن گیا ہے۔ میں نے اس دوران ہوریشو کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے استاد۔ دراصل میرا تو کام یہی تھا۔ یہ ساری معلومات میں نے اس لئے نہیں حاصل کی تھیں کہ کسی دن ایسے کسی معاملے میں کام آئیں گی۔ بس یہ جو کچھ ہوا تمہاری تلاش میں ہوا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور اب ----- ہوریشو کو ہم دونوں کی زندگی اور ہمارے یکجا ہونے کا گمان بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے ہمیں کام میں کافی آسانی ہوگی۔ اور استاد میری معلومات تم یقین کرو ہم تو انہیں ناکوں چنے چبوا دیں گے۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے پوچھا۔

"تمہاری گمشدگی کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔"

"اوہ۔ وہ کوئی بات نہیں ہے۔ اکثر لوگ بھاگ جاتے ہیں اور کالا طوفان اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ویسے پروگرام کیا ہے۔ استاد۔"

"ہاں سردارے' ایک گروہ ترتیب دینا ہے اور اس کے بعد ہوریشو کا ناک میں دم کرنا ہے۔ اب ہمارا گروہ اس کاروبار کو بند کرے گا۔"

"بالکل کرے گا استاد۔ اس طرح زندگی ایک نئے راستے پر آجائے گی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"تمہارا غلام تمہارے ساتھ ہے استاد۔"

"شرمندہ نہ کیا کر یار۔ تو میرا دوست ہے۔ مجھے غلام کی نہیں دوست کی ضرورت ہے۔"

"استاد کی مہربانی ہے ورنہ سردارے۔"

"بس بس۔ اب کل سب سے پہلا کام یہ کرو کہ میک اپ کا عمدہ سامان حاصل کرو۔ تمہارے پاس کچھ کرنسی ہے؟"

"کافی ہے استاد۔ لے کر چلا تھا' کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ انہوں نے تمہاری جیبیں خالی کرلی ہوں گی۔"

"میں کل وہاں سے کرنسی حاصل کرلوں گا۔ ایمسٹرڈم کی مقامی برانچ میں میری بہت بڑی رقم موجود ہے۔ گروہ کو ترتیب دینے کے لئے رقم درکار ہوگی۔ اور اب تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کرو جو تم نے ہوریشو کے خلاف حاصل کی ہیں۔"

کافی رات گئے تک سردارے مجھے تفصیلات بتاتا رہا۔ درحقیقت اس کی معلومات بے حد قیمتی تھیں۔ ہوریشو کے بارے میں اس نے جو کچھ معلوم کیا تھا درحقیقت وہ بے حد درست تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک ہم لوگ پروگرام بناتے رہے اس کے بعد سو گئے۔ بلاشبہ سردارے کے مل جانے سے مجھے جو تقویت پہنچی تھی اس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت ہی قیمتی چیز کھو چکی ہو' اور اس کے بعد اچانک مل گئی ہو۔ سردارے نے میری زندگی بچانے کے لئے بھی بہت بڑا کام کیا تھا۔ ورنہ شاید میری ذہنی کیفیت اس بار مجھے قبر میں پہنچا ہی دیتی۔

لیکن میں تو اس کا قائل نہیں تھا جو ہوتا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے' اس سلسلے میں کچھ سوچنا بے سود ہے۔

دوسری صبح ہم لوگوں نے اطمینان سے غسل وغیرہ کیا۔ پھر ناشتہ طلب کرلیا۔ بہت ہی آرام وسکون سے بیٹھے ناشتہ کرتے رہے۔ حالانکہ ہمارے چہروں پر اب کوئی میک اپ نہیں تھا۔ سردارے بھی اپنا میک اپ اتار چکا تھا۔ تب سردارے نے کہا۔

"استاد اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس سردارے دونوں اپنے اپنے مشن پر چلتے ہیں۔ میں تو سب سے پہلے ایک بڑی رقم حاصل کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے حالانکہ اس میں کافی دقت پیش آئے گی اور تم میک اپ کا سامان حاصل کرلو۔ کیا تم یہ کام بہتر طریقے سے کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں استاد' ایمسٹرڈیم کو میں جتنے اچھے انداز میں دیکھ چکا ہوں میرا خیال ہے تم نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔"

"ہاں میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے مسکرانے لگا۔

ہم دونوں ہوٹل سے باہر آگئے۔ اور مختلف سمتوں پر چل پڑے۔ کھانے پر ہم دونوں یکجا ہوئے تھے اور لطف کی بات یہ تھی کہ دونوں اپنے اپنے کاموں میں کامیاب رہے تھے۔ مجھے رقم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی بنک والوں نے مجھ سے تعاون کیا تھا کیونکہ میں ایک بڑی پارٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ البتہ میری شناخت کے لئے کافی طویل کاروائی کی گئی تھی۔ لیکن شناخت کے بعد بنک مینجر نے مجھ سے معذرت چاہی تھی۔ اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

ہم دونوں ہوٹل میں واپس آگئے تب سردارے نے مجھے اپنے کارنامے کے بارے میں بتایا۔ اس نے میک اپ کے انتہائی خوبصورت ترین باکس میرے سامنے رکھ دیئے وہ بالکل جدید فیشن کے تھے۔ اور ان میں میک اپ کا ہر سامان موجود تھا۔

سردارے ایک بہت ہی چھوٹے سائز کی اسپرے مشین بھی لایا تھا اس میں مختلف کلر تھے۔ یعنی اگر چہرے پر کوئی بھی رنگ لگانا ہے تو اسپرے سے ایک مخصوص لوشن کو چہرے پر اسپرے کر لیا جائے تو اس طرح سے رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔ سردارے نے کہا کہ ہمیں اس کی بے پناہ ضرورت ہے۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "اور استاد اس کے علاوہ میں نے ایک اور کام بھی کیا ہے۔"

"وہ کیا سردارے؟"

"دراصل مجھے کافی وقت مل گیا تھا۔ میں ایک ایسے علاقے میں گیا جو ہوریشو کا علاقہ ہے' مجھے میری اصلی حیثیت سے آسانی سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ اس کے علاوہ میں نے چہرے میں ہلکی سی تبدیلی بھی کر لی تھی جس کی وجہ سے کوئی شخص مجھے پہچان نہیں سکتا تھا اور وہاں سے جو اطلاع ملی ہے۔ وہ بے حد دلچسپ ہے اور بلاشبہ تمہارے لئے بے حد کارآمد ہوگی۔"

"وہ کیا سردارے، جلدی سے منہ سے پھوٹو۔"

"ہوریشو کی ایک لانچ مال لے کر ایک مخصوص جزیرے پر جا رہی ہے' اس لانچ پر تقریباً میرے اندازے کے مطابق ممکن ہے اس میں کچھ غلط بھی ہو دس کروڑ کا مال لدا ہوا ہے جن میں موسیقی کی اشیاء اور شاید ہیرے وغیرہ ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے متحیرانہ انداز میں سردارے کو دیکھا اور کہا کیا یہ حقیقت ہے سردار؟۔

"بالکل حقیقت ہے استاد' ظاہر ہے میں کوئی غلط اطلاع کیسے دے سکتا ہوں۔"

"سردارے کیا تم اس بات کا اندازہ کر سکتے ہو کہ یہ اطلاع ہمارے لئے کتنی قیمتی ہے؟"

"بلاشبہ استاد' لیکن تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"وہی جو تمہارے ذہن میں ہے سردارے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔ میں اس بات کو چیلنج نہیں کروں گا استاد کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم سردارے کو جس طرح پہچانتے ہو اس سے سردارے کو کبھی انحراف نہیں رہا۔"

"بس تو ٹھیک ہے سردارے لیکن۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"لیکن کا مسئلہ بھی میں نے حل کر لیا ہے استاد۔"

"ویری گڈ۔۔۔۔۔۔ یعنی؟"

"دو ایسے آدمیوں کا انتخاب' جو بظاہر لانچ پر کوئی بہت بڑی حقیقت نہیں رکھتے لیکن ہم ان کی

جسامت کو استعمال کر سکتے ہیں اور ان کے چہرے اس قابل ہیں کہ ہمارے کام آئیں۔"

"سردارے یوں لگتا ہے جیسے ہوریشو کے گروہ میں رہنے کے بعد تیری صلاحیتیں بے پناہ تیز ہو گئی ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے استاد' دراصل استاد کے سامنے سردارے کو چوہا بنے رہنے میں مزا آتا ہے' جب استاد نہ ہو تو سردارے کو اپنا ذہن استعمال کرنا پڑتا ہے۔ تم نے جب تک مجھے اپنے ساتھ رکھا میرے ذہن کو استعمال کا موقع نہ ملا۔ اس لئے جب میں نے اپنے فریش ذہن کو استعمال کیا تو اس سے بہت سے کام بن گئے۔ اور اب سردارے یقینی طور پر تمہارے قابل ہے۔"

"جن دو آدمیوں کا تم نے انتخاب کیا ہے سردارے ان کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"ایڈی اور پارکر۔ عام سے لوگ ہیں صرف لڑکے۔ یوں سمجھو استاد بار برداری کے گدھے۔ ان پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ایڈی ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتا ہے اور پارکر ایک شراب خانہ میں۔ دونوں کو آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

"انہیں لاؤ گے کہاں؟"

"میرا خیال ہے پہلے ایڈی پر قابو پایا جائے۔ اس کے بعد پارکر کو اس کے فلیٹ میں بلا لیتے ہیں وہاں اس کو ٹھکانے لگادیں گے اور پھر اطمینان سے وہاں سے چلیں گے۔ میرا مطلب ہے میک اپ وغیرہ کر کے۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ سردارے اس وقت نہ جانے کیا بن گیا تھا اور میں۔ میرا تو دماغ بالکل تباہ ہو کر رہ گیا تھا۔ کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اب میں ان معاملات میں بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔

"کیا خیال ہے استاد۔ اختلاف ہے تمہیں؟"

"نہیں سردارے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"یہ کام کب کریں استاد؟"

"میرا خیال ہے آج رات۔ تمہیں ان دونوں کی رہائش گاہیں معلوم ہیں؟"

"ہاں۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے ہلکا سا میک اپ کر لیں۔"

"اتنا ہلکا استاد کہ ہوٹل میں وقت نہ ہو۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ پھر سوچا اسپرے مشین کا تجربہ کیا جائے اور ہم نے اپنے چہرے سفیدی مائل سرخ کر لئے جس سے ہم آئرلینڈ کے باشندوں کی سی شکل میں آگئے جن کی ناکیں عموماً سرخ ہوتی ہیں۔ باریک مونچھوں کے استعمال نے چہرے بالکل بدل دیئے اور ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے۔ تھوڑی دور تک پیدل چلتے رہے۔ پھر ایک ٹیکسی لے کر چل پڑے۔ ایڈی کے مکان کو پہلے سے نگاہ میں رکھنا چاہتے تھے۔

"کہیں ایسا نہ ہو سردارے کہ وہ رات کو فلیٹ پر واپس ہی نہ آئے۔"

"میں نے کہا نا۔ وہ اتنا اہم انسان نہیں ہے کہ اس کی ضرورت پہلے سے محسوس کی جائے۔ پھر بھی دیکھ لیں گے استاد۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایڈی کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ سردارے نے دور سے اس بلڈنگ کے بارے میں بتایا۔ جو ٹیکسی ہمیں لے کر آئی تھی وہ واپس چلی گئی۔ اس بلڈنگ کے سامنے ایک چھوٹا سا ریستوران تھا جہاں سے اس فلیٹ پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک ایسی سیٹ سنبھال لی جہاں سے فلیٹ پر نگاہ رکھی جاسکے۔

ایک طویل وقت گزارا تھا ہم نے ریستوران میں۔ تقریباً آٹھ بجے فلیٹ میں روشنی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی سردارے کا چہرہ کھل اٹھا۔

"استاد۔"

"ہاں میں نے روشنی دیکھ لی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا اندھیرا دیکھ کر۔"

"بہرحال حالات پھر سے ہمارا ساتھ دینے لگے ہیں میرا خیال ہے اب یہاں سے اٹھ جاؤ۔ ہوٹل کے لوگ بھی ہم سے تنگ آگئے ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے انہوں نے توجہ بھی نہیں دی ہو گی۔"

"کیوں؟"

"اول تو ہم نے ضرورت سے زیادہ کھایا پیا ہے۔ اور پھر ویٹر کو ٹپ بھی کئی بار مل چکی ہے اس لئے انہیں کیا اعتراض ہو گا؟"

"بہرحال اٹھو۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم آخری بل ادا کر کے ریستوران سے نکل آئے اور ٹہلتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔ اندازہ لگا رہے تھے کہ کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسا کوئی نظر نہیں آیا۔ اور پھر ہم ایک جگہ رک گئے۔

"کیا خیال ہے استاد' کس وقت کام شروع کرو گے؟"

"میرا خیال ہے وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں رات میں وہ کہیں نکل نہ جائے۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر ایک لمبا چکر لے کر حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اس عمارت کے پاس پہنچ گئے۔ فلیٹ دوسری منزل پر تھا۔ سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ اور چند منٹ کے بعد ہم ایڈی کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔

پھر میں نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ رومال کو انگلی کے نیچے رکھنا نہ بھولا تھا۔ چند ہی ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایڈی کھڑا تھا۔

"کیا مسٹر ایڈی اسی فلیٹ میں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟" ایڈی نے پوچھا۔ وہ نشے میں معلوم ہوتا تھا۔

"ہم استنبول سے آئے ہیں۔ وہاں سے ان کے ایک دوست نے ان کے لئے ایک تحفہ بھیجا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کس دوست نے؟"

"آپ براہ کرم ہمیں مسٹر ایڈی سے ملا دیں۔"

"میں ہی ایڈی ہوں۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ایڈی۔ آپ کے دوست کا تحفہ۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا اور اگلے ہی لمحہ پستول نکال کر اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔

ایڈی بری طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے "کک کیا مطلب۔" وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا۔

"اندر چلو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور پستول کی نال سے اس کی پیشانی پر دباؤ ڈال دیا۔ ایڈی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میرے پیچھے ہی سردارے بھی اندر داخل ہوا اور اس نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمہارے علاوہ اندر اور کون ہے ایڈی۔" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے لیکن تم کیا چاہتے ہو؟" ایڈی نے پوچھا۔ اس کے انداز سے ہلکی سی پریشانی مترشح تھی۔

پستول بدستور اب بھی اس کی پیشانی سے لگا ہوا تھا۔ اور میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی جیبیں وغیرہ ٹٹول لی تھیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے قبضے میں لینا ضروری ہوتا۔ چنانچہ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے دوسرے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ بے شک ایڈی اپنے فلیٹ میں تنہا تھا۔

تب ہم اسے لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے اور میں نے ایڈی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے مسہری پر دھکا دے دیا۔ پھر پستول اس کی جانب تانتے ہوئے بولا۔

"ایڈی ہمیں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"کیسی معلومات اور تم کون ہو؟ مجھے کم از کم یہ تو بتا دو۔"

"تمہارا دوست پارکر اس وقت کہاں ملے گا؟"

"پ پارکر۔۔۔۔۔۔ کیوں۔ اس نے کیا کیا۔" ایڈی نے پوچھا۔

"جو کچھ تم سے پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے بولا۔

"وہ ایک بار میں رہتا ہے۔" ایڈی نے جوابدیا۔

"ہمیں اس سے بہت ضروری کام ہے اور اگر کام بن گیا ایڈی تو تم لوگوں کے عیش ہو جائیں گے۔"

"کیسا کام؟" ایڈی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا تعلق منشیات کے گروہ سے ہے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے' شاید تم ہوریشو کے گروہ میں کام کرتے ہو۔ لیکن مسٹر ایڈی ہم الگ سے ایک کام تمہارے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ کل تم ایک لانچ لے کر کہیں جا رہے ہو' ہمارا کام بھی وہیں سے کرتے آنا۔ ہمیں یقین ہے کہ ہوریشو کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اور اس کے علاوہ اس کام کے کرنے پر تمہیں ایک معقول رقم بھی مل جائے گی۔" میں نے پستول کی نال بدستور اس کے بدن سے لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ انداز۔"

"ہاں اس وقت یہ ضروری ہے کیونکہ بہرصورت جب تک تم ہمارے کام پر آمادہ نہیں ہو جاتے ہمارے دوست تو نہیں ہو سکتے۔"

"اوہ۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے تم مجھے کام بتاؤ۔"

"نہیں، پہلے تم پارکر کو بھی یہاں بلالو، اس کے سامنے ہم تمہیں ساری تفصیل بتادیں گے۔ اور اس کے بعد فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم یہ کام کرو یا نہ کرو۔ اور یہ سوچ رکھنا ایڈی کہ اگر تم ہمارا کام کرنے پر رضامند نہیں ہوئے تو ہم تمہیں اپنا دوست نہیں سمجھیں گے۔"

ایڈی پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے، اگر کوئی ایسا کام ہے جس پر ہوریشو کو کوئی اعتراض نہ ہوا اور ہمیں کچھ آمدنی بھی ہو جائے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تم کام بتاؤ۔"

"نہیں ایڈی پہلے پارکر کو بھی بلالو۔"

"اچھا اچھا اس میں کوئی ہرج نہیں ہے بلاوجہ تم نے مجھے خوفزدہ کردیا۔ میں نے سوچا نہ جانے کون لوگ ہوں گے اور کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہوں گے۔" ایڈی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔

میں اس کے سر پر جا کھڑا ہوا تھا۔ ایڈی نے جو نمبر ڈائل کئے تھے میں نے انہیں ذہن نشین کر لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کسی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو۔"

"ہاں——— میں ایڈی بول رہا ہوں——— پارکر کو میرے پاس بھیج دو——— ہاں ہاں۔ میرے فلیٹ میں...... ہاں مجھے اس سے ضروری کام ہے اس سے کہو کہ دس منٹ میں میرے پاس پہنچ جائے۔ کام بہت ضروری ہے۔ اوکے۔" اس نے ٹیلی فون رکھ دیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تمہارا خیال تھا کہ شاید میں کوئی فراڈ کرنے والا ہوں۔"

"نہیں ایڈی ہم عام طور سے لوگوں کو فراڈ کرنے کا موقع نہیں دیتے۔" میں نے جواب دیا اور ایڈی میرے نزدیک آگیا۔

"اب بھی مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔ حالانکہ میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہوں۔"

"ہاں بھئی کیا خیال ہے۔" میں نے سردارے کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے استاد اسے سب کچھ بتادو۔"

"ویسے کیا تم نے اس کی آواز نوٹ کی ہے۔"

"ہاں بہت اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔

اور ایڈی تعجب سے ہم لوگوں کو دیکھنے لگا۔

"میری آواز سے کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں ایڈی ڈیئر——— دراصل ہمیں تمہاری اور پارکر کی ضرورت ہے۔"

"وہ تو میں سمجھ چکا ہوں لیکن کس سلسلے میں۔"

"سلسلہ یہ ہے کہ کل جس لانچ پر تم جاؤ گے اس پر تمہاری جگہ ہم جانا چاہتے ہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں اسے سمجھائے دیتا ہوں۔" میں نے پستول سردارے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور

سردارے نے پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ تب میں نے اچھل کر ایڈی کی گردن پکڑ لی۔

ایڈی ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لیکن اب کسی رعایت کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا میں نے انگوٹھے اس کے نرخرے سے لگادیئے اور انہیں دبانے لگا۔ ایڈی نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں نیچے گر پڑا پھر اس کے حلق سے خرخراٹیں نکلنے لگیں۔ لیکن میں نے اسے اسی طرح گرفت میں لے رکھا تھا۔

پھر اس کی زبان اور آنکھیں نکل پڑیں۔ اور جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

سردارے پرسکون نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی۔

"گڈ——— استاد واپس آرہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مقصد یہ کہ نواز کسی قدر مضمحل تھا۔ لیکن ایڈی کے قتل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "لیکن اسے قتل کر کے مجھے زیادہ خوشی نہیں ہوئی ہے۔"

"کیوں۔؟"

"معمولی انسان تھا۔ ہمارا دشمن بھی نہیں تھا اسے مارنے سے کیا ملا سوائے اس کے کہ ایک ضرورت پوری ہو گئی۔"

"تم بھول رہے ہو استاد، وہ ہوریشو کا لڑکا تھا۔ اگر ہوریشو اسے حکم دیتا کہ تمہیں گولی مار دے تو وہ ذرا بھی تامل نہ کرتا۔" سردارے نے میرے اضمحلال کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

"یہ بھی اچھا ہوا کہ ہم نے اسے گردن دبا کر مارا ہے۔ اس طرح دوسری الجھنوں سے بچ گئے۔ پارکر کے لئے بھی یہی طریقہ استعمال کرنا ہو گا۔"

"اوکے باس۔ میں اس کی لاش کو درست کروں۔ میرا خیال ہے تم اپنا کام شروع کردو۔ سردارے نے کہا۔

"اپنا کام۔"

"ہاں میک اپ۔"

"اوہ اس کا انتظار نہیں کرو گے؟"

"کیا ضروری ہے استاد۔ تھوڑی بہت دیر تو لگے گی ہی اس کو راستے میں۔ اگر تم میک اپ سے فارغ ہو جاؤ تو اس کی ٹیسٹنگ بھی ہو جائے گی۔ اگر نہ ہوئے تو اسے میں سنبھال لوں گا۔" سردارے نے ایڈی کی لاش مسہری کے نیچے ٹھونستے ہوئے کہا۔

"اوہ سردارے اسے سامنے رہنے دو۔ میک اپ میں میں اس سے سہارا لوں گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیا تم اس کی آواز کی نقل بہ آسانی کر سکتے ہو استاد؟"

"زیادہ مشکل نہ ہو گا" میں نے جواب دیا۔ پھر سردارے نے تیز روشنیاں جلادیں۔ اور میں میک اپ کرنے بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ مہارت سے عمل کر رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد میں میک اپ سے فارغ ہو گیا۔ پارکر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔

سردارے مجھے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "استاد' استاد ہی ہوتا ہے۔"

"کوئی خامی؟" میں نے پوچھا۔

"خدا کی قسم مجھے تو نظر نہیں آرہی۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور پھر ہم دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ کال بیل کریہہ آواز میں چیخ پڑی تھی۔

"میں جاؤں۔"؟ سردارے نے پوچھا۔

"نہیں تم رکو۔ میں ہی دیکھتا ہوں۔ ہاں ممکن ہے اس کے پاس پستول ہو۔ تم یہاں آڑ میں انتظار کرو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ کال بیل دوبارہ بج اٹھی تھی۔ تب میں دروازے پر پہنچ گیا۔

باہر ایک متناسب جسم کا مالک شخص کھڑا تھا۔

"ہیلو ایڈی۔" اس نے کہا۔

"اوہ ــــــ پارکر آؤ ــــــ اندر آجاؤ۔" میں نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور پارکر اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔ یقیناً اسے میری آواز پر بھی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اسے لئے ہوئے اطمینان سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

چند ساعت کے بعد میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں سردارے موجود تھا اور سردارے صورت حال سے واقف تھا۔ چنانچہ جونہی پارکر اندر داخل ہوا سردارے نے اس کی پیشانی پر پستول کی نال رکھ دی۔

"ارے۔ یہ کیا ایڈی۔" اس نے متحیرانہ انداز میں میری طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے پارکر' کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟"

"نہیں۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"پارکر دراصل مجھے تم سے کچھ اختلافات تھے۔ میں نے سوچا آج اس کا فیصلہ کر ہی ڈالوں۔"

"کیسا فیصلہ' کیسے اختلافات۔ میرا خیال ہے میرے اور تمہارے درمیان ایسا کوئی اختلاف نہیں تھا جس کے لئے تم اس حرکت پر اتر آؤ۔ اور پھر ایڈی تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ تم میرے کتنے پرانے دوست ہو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ــــــ ویری گڈ مسٹر پارکر۔ دراصل ہم یہی سب کچھ معلوم کرنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" پارکر غرایا۔

"بکواس۔"؟ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر مسہری کی طرف بڑھ گیا جہاں ایڈی کی لاش دوبارہ چھپا دی گئی تھی۔ میں نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور پارکر بری طرح اچھل پڑا۔

"یہ ــــــ یہ سب کیا ہے۔ کک' کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"مطلب صرف یہ ہے کہ میں ایڈی نہیں ہوں۔ ایڈی وہ ہے جو مر چکا ہے" میں نے کہا۔

"مر چکا ہے۔" پارکر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست۔ اور اب تم بھی اپنے ساتھی اور دوست کے پاس پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا اور پھر ایڈی کے سے انداز میں اچھل کر اس کی گردن پکڑ لی۔

پارکر بری طرح اچھل رہا تھا۔ میرے دل میں اس وقت رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں نے اس کی گردن دبا دی اور چند ساعت کے بعد پارکر ڈھیلا پڑ گیا وہ بے جان ہو چکا تھا۔

جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے اسے زمین پر ڈال دیا اور سردارے اس کا لباس اتارنے لگا۔ تقریباً تین گھنٹے تک ہم اپنے کام میں مصروف رہے میں نے سردارے کے چہرے پر پارکر کا میک اپ کر دیا تھا۔ پارکر کا ضروری سامان اور چیزیں جو اس کے ساتھ تھیں ہم نے لے لیں اور پھر بعد میں یہ طے کیا گیا کہ میں صبح تک ایڈی کے فلیٹ میں رہوں گا اور سردارے پارکر کے شراب خانے میں چلا جائے۔

ہم اس کام سے فراغت پا چکے تھے کہ سردارے نے کہا۔ "استاد ایک بات میرے ذہن میں آرہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"ممکن ہے ان لوگوں کا کوئی اور پروگرام ہو۔ میرا مقصد ہے انہیں کسی جگہ پہنچنا ہو اور ہمیں اطلاع ملے اس لحاظ سے کیا یہاں رکنا مناسب ہو گا۔"

"پھر اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"وہی جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا استاد۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم دونوں خود ہی وہاں چلیں گے۔"

"بندرگاہ۔"

"ہاں۔ وہاں سے لانچ روانہ ہونے والی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہیں وہ جگہ معلوم ہے؟"

"بالکل معلوم ہے استاد۔"

"تو ٹھیک ہے سردارے تم نے یہ بات مجھے پہلے نہیں بتائی تھی اگر یہ بات ہے تو ہمارا یہاں رکنا بے مقصد ہے بلکہ ایک لحاظ سے خطرناک بھی ہے ممکن ہے کہ کوئی یہاں تک پہنچ جائے۔"

"بالکل ٹھیک استاد۔" سردارے نے جواب دیا اور ہم لوگوں نے دونوں لاشوں کو احتیاط سے مسہری نیچے کھسکا دیا۔

ہمیں یقین تھا کہ تھوڑے بہت عرصے کے بعد ان لاشوں کا پتہ ضرور چل جائے گا اور لوگ انہیں لیں گے۔ لیکن یہ وقت جتنا زیادہ ٹل جاتا اتنا ہی بہتر تھا۔ اس کے بعد ہم نے فلیٹ کی دوسری چیزوں کی الی۔ کچھ سامان ہم نے ساتھ بھی لے لیا۔ اور باہر نکل آئے۔

راتوں رات ہم نے اپنے ہوٹل کا بھی بندوبست کیا۔ ضروری سامان ایک مخصوص جگہ چھوڑ دیا گیا۔ س بارے میں انتظامات کر دیئے گئے۔ صبح ہم بندرگاہ کی جانب چل پڑے۔ رات تقریباً جاگتے گذری

بندرگاہ کا ایک مخصوص علاقہ جہاں سے لانچ روانہ ہونی تھی۔ سردارے کا جانا پہچانا تھا۔ اور رے باآسانی اس جگہ تک پہنچ گیا تھا جہاں مزدور ابھی تک لانچ پر سامان لاد رہے تھے۔ باہر چند ہی کارٹن ے تھے تو نہیں بھی بار کر دیا گیا۔ تب ایک شخص نے ہمیں پکارا۔

"اے ایڈی۔ پارکر۔ کیا کر رہے ہو تم لوگ کہاں تھے؟"

"بس دیر ہو گئی ذرا۔" میں نے جواب دیا۔

"دیر کے بچے۔ چلو لانچ پر پہنچ جاؤ۔ باقی سب پہنچ چکے ہیں' صرف تم دو ہی نہیں تھے۔"

"اوہ بہت اچھا جناب۔" میں نے کہا۔ سردارے اور میں دونوں لانچ پر پہنچ گئے تھے۔ اس شخص کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہ تھا جس نے ہمیں ڈانٹنے والے انداز میں پکارا تھا۔

بہرحال سارے کام ہوشیاری سے کرنے تھے۔ ابھی ہمیں اپنے ٹھکانے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ ہماری حیثیت کیا ہے' ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس لئے تھوڑی سی احتیاط برتنا تھا۔ اس شخص کو ہم نے لانچ پر دیکھا جس نے ہمیں ڈانٹا تھا۔ وہ سب کو ہدایات دے رہا تھا اور سب لوگ اسی کی مرضی کے مطابق کام کر رہے تھے۔ تب اس نے زور سے آواز لگائی۔

"سارا کام مکمل ہو چکا ہے۔ بس تم لوگ واپس آجاؤ۔" یہ آواز غالباً ساحل پر کھڑے ہوئے کچھ لوگوں کے لئے لگائی گئی تھی۔ ہم نے کم از کم اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شخص لانچ پر کسی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

لانچ پر کارٹن ایک جگہ جمع کئے جا رہے تھے اور پھر انہیں پلاسٹک کی بڑی بڑی چادروں سے ڈھک دیا گیا۔ اس کام میں ہم بھی دوسرے لوگوں کے معاون تھے اور ہمیں ہدایات دینے والا وہی شخص تھا جسے کسی شخص نے غالباً مسٹر میک کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

مسٹر میک غالباً اس لانچ کا انچارج تھا۔ ویسے لانچ کو چلانے والے دوسرے لوگ تھے۔ ہم نے پوری لانچ کا گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ کافی بڑی لانچ تھی۔ بالکل جدید ساخت کی۔ میں نے اس پر مہلک ہتھیار بھی نصب دیکھے تھے۔ حیرت ہوتی تھی ہوریشو کی دلیری پر۔ کتنے اطمینان سے لانچ ایک جدید ملک کی بندرگاہ سے روانہ ہو رہی تھی۔ اور اسے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔

ایڈی اور پارکر کی حیثیت سے ہم لوگ دوسروں سے بہت جلد گھل مل گئے تھے۔ اور انتہائی چالاکی سے لانچ کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ ہمیں علم ہو گیا کہ لانچ پوناٹ نامی جزیرے جا رہی ہے۔ جہاں ایک جہاز آئے گا اور لانچ کا مال اس پر ٹرانسفر ہو جائے گا۔ تب لانچ واپس آجائے گی۔ جزیرے تک کا سفر صرف ایک دن ایک رات کا تھا۔ دوسرے دن صبح لانچ جزیرے پر پہنچ جانی تھی۔ گو ہمارے پاس چوبیس گھنٹے تھے۔

پہلے مرحلے کے بعد ہم دوسرے مرحلے میں داخل ہو گئے۔ یعنی ہم نے لوگوں کے پاس موجود اسلحہ کے بارے میں معلوم کیا۔ پتہ چلا زیادہ اسلحہ کسی کے پاس نہیں تھا ہاں لانچ کے اسلحہ خانے میں اسلحہ موجود تھا۔ جس کی ضرورت شاید ہی پیش آسکتی تھی یا پھر جس وقت اسلحہ کی ضرورت ہوتی تھی وہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ عام حالات میں کسی کو اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

لانچ کا سفر مشکل نہیں تھا۔ مسٹر میک سخت آدمی تھا اور اس کا احترام سب ہی کر رہے تھے۔ ہم نے اسلحہ خانے کے بارے میں بھی پتہ لگا لیا۔ اور لانچ پر موجود تمام لوگوں کی تعداد وغیرہ کے بارے میں بھی۔

پھر رات ہو گئی۔ لانچ کا پرسکون سفر جاری تھا۔ تقریباً بارہ بجے رات ہم نے اپنا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے تو سردارے نے چالاکی سے اسلحہ خانے کے دروازے کا تالا خراب کر دیا' تاکہ وہ کھل نہ

سکے۔ اس کے بعد ہم نے اپنی اسٹین گنیں نکال لیں جن کا میگزین بھی ہمارے پاس موجود تھا۔

یہ وہی اسٹین گنیں تھیں جنہیں سردارے ہوریشو کے ہاں سے لایا تھا ہم انہیں احتیاط سے لباس میں چھپا کر لائے تھے اور پھر ایک باقاعدہ اور منظم پروگرام کے مطابق ہم نے پہلے میک کو چھاپا۔ وہ اس وقت ایک کیبن میں بے خبر سو رہا تھا۔ میں اور سردارے بیک وقت کیبن میں داخل ہوئے تھے۔ اور ہم نے میک کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ سردارے کا چاقو اس کے سینے میں دل کے مقام پر پیوست ہو گیا تھا۔ اس نے میک کا منہ بھی بھینچ رکھا تھا۔ میک کو ٹھنڈا کر کے ہم باہر نکل آئے۔ اور پھر ایک طے شدہ جگہ پر پہنچ کر میں رک گیا۔ سردارے نے اپنی اسٹین گن چھپالی تھی اور وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوزیشن سنبھال لی تو اچانک سردارے حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

"آگ۔ آگ۔ دوڑو۔ آگ۔ آگ آگ۔" وہ اتنے بھیانک انداز میں چیخ رہا تھا کہ میں خود بھی دنگ رہ گیا۔ اس کی ان آوازوں کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ کون تھا جو گھبرا کر ہر کونے کھدرے سے باہر نہ نکل آیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسٹین گن کا دہانہ کھول دیا۔ سردارے نے خود بھی اپنی چھپی ہوئی اسٹین گن نکال لی اور سمندر کے سینے پر بے شمار چیخیں گونجنے لگیں۔ ہم نے ہر سامنے آنے والے کو بھون کر رکھ دیا اور بہرحال لانچ پر لوگوں کی تعداد ہی کتنی تھی۔ سب کے سب بدحواس تھے۔ حقیقت کو سمجھنے بھی نہیں پائے تھے کہ گولیاں ان کے بدن میں پیوست ہو گئیں اور موت نے انہیں آلیا۔

ذرا سی دیر کا ڈرامہ تھا اور اب لانچ پر تئیس کے قریب لاشیں تھیں ہم دو کے علاوہ کوئی ذی روح باقی نہ رہا تھا۔ میرے ذہن پر خون سوار تھا۔

سردارے میرے پاس آیا اور اس نے میرے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ "کیا میں ان لاشوں کو نیچے پھینک دوں استاد؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں سردارے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کھیل شروع ہو گیا ہے تو ۔۔۔۔۔ اس کی اطلاع ہوریشو کو ہونی چاہئے' ورنہ مزا نہیں آئے گا۔" میں نے کہا اور سردارے نے قلقاری لگائی۔

"زندہ باد استاد ۔۔۔۔۔۔ وہ کھیل بھی کیا جس میں مزا نہ ہو۔" اس نے کہا۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

سمندر پر خوفناک سیاہی طاری تھی۔ لانچ پر لاشوں کے انبار کے درمیان کبھی کبھی تحریک پیدا ہو جاتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی ابھی جان نہیں نکل سکی تھی۔ لیکن بہت جلد وہ بھی زندگی کے بوجھ سے نجات پا جانے والے تھے۔

"کھیل کیا ہو گا استاد!" سردارے نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"یہ لانچ یوفا کے جزیرے پر ضرور پہنچے گی۔"

"خوب۔"

"لیکن اس پر لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔"

"مال کہاں اتارو گے استاد؟"

"اس کا فیصلہ کرنا ہے------ ضرورت تو نہیں ہے کہ لانچ بروقت پہنچ جائے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تب میں بتاؤں استاد!"

"ہوں۔"

"اس کے لئے ہمیں سن برگ میں قیام کرنا چاہیے۔ تمہیں یاد ہے ہمارے دوست نے ہمیں سن برگ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"اوہ' نہیں سردارے------ بلکہ کچھ اور سوچنا ہو گا۔"

"کیا استاد؟"

"ہوریشو کو اس حادثے کی اطلاع بہت جلد مل جائے گی------ اور سن برگ اس کی پہنچ سے دور نہیں ہو گا اس لئے وہ ہمارے لئے بہتر جگہ نہیں ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ پھر وہ خاموشی سے سوچنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "اس کے علاوہ کوئی صورت بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی استاد------ ویسے ہمیں کسی منزل پر پہنچنا ضرور چاہیے۔ سمندر میں اس طرح رہنا خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔"

"ہاں یہ تو ہے" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"کوئی خیال تو تمہارے ذہن میں ضرور ہو گا استاد!"

"ہاں سردارے! میں کوئی ویران جزیرہ چاہتا ہوں۔ پہلے والی ترکیب جو ہم نے مکلینو کے خلاف استعمال کی تھی یعنی مال کو کسی جگہ چھپا دیا جائے اور بعد میں اس کا تیا پانچہ کیا جائے۔"

"مناسب خیال ہے استاد------ لیکن کوئی جزیرہ------؟"

"تلاش کریں گے سردارے! میرا خیال ہے ان اطراف میں ایسے جزیرے موجود ہیں۔ اب باقی معاملات تقدیر پر چھوڑ دیتے ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے استاد! ہمیں پرواہ کس بات کی ہے۔ ظاہر ہے یہ مال ہماری زندگی کے لئے بہت بڑی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر کسی سے مڈبھیڑ ہو گئی تو لانچ تباہ کر دیں گے اور بھلا کس کی مجال ہے کہ ہمیں تلاش کر سکے۔" اس بات پر میں خاموش ہو گیا۔

بہرحال یہ اندھا قدم تھا۔ مال کی پرواہ مجھے بھی نہیں تھی۔ میں تو بس انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا اور اسے ہر طرح سے نقصان پہنچانا چاہتا تھا------ چنانچہ سمندر میں پورا ایک ہفتہ گزر گیا۔

اس دوران کئی چھوٹے چھوٹے جزیرے نظر آئے تھے۔ لیکن ان پر آبادی صاف نظر آتی تھی۔ ہمیں کسی ویران جزیرے کی تلاش تھی۔ آٹھویں دن ہمیں ہماری کسی قدر پسندیدہ جگہ نظر آئی۔ چھوٹا سا جزیرہ تھا' ویران معلوم ہوتا تھا۔ کسی قسم کی آبادی کے آثار نہیں تھے۔ ویسے بھی اب کافی پریشانی ہو گئی تھی۔ کیونکہ لانچ پر لاشیں سڑنے لگی تھیں اور تعفن پھیل گیا تھا۔ ہمیں سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے پر اتر گئے۔ بڑے کام کی جگہ تھی۔ ہمیں بڑی حیرت ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ جگہ پہلے سے ہمارے علم میں ہو۔ بعض اوقات حالات ایسے ہی کرشمے دکھاتے ہیں۔ چھوٹا سا جزیرہ بالکل ویران تھا۔ چونکہ کھلے سمندر میں تھا اور دور دور تک کوئی ایسا آباد جزیرہ نہیں تھا جس کے لوگ یہاں آتے جاتے ہوں۔ اس لئے بالکل چٹیل اور ویران پڑا تھا۔ البتہ تلاش کے باوجود کوئی غار نہ مل

سکا۔ دو تین گھنٹے میں ہم نے پورا جزیرہ گھوم لیا۔ لیکن ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی جہاں لانچ خالی کی جا سکتی۔ تب سردارے نے ایک تجویز پیش کی۔

"محنت تو کرنا پڑے گی استاد------ لیکن کیوں نہ ہم کوئی گڑھا تیار کریں اور وہاں مال دفن کر دیں۔"

"اتنا آسان کام تو نہیں ہو گا سردارے------ مال تھوڑا بہت نہیں ہے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا------ جائزہ لو۔" میں نے کہا اور تقدیر نے یہاں بھی ساتھ دیا------ لانچ سے حاصل کئے ہوئے بارود کے ایک ذخیرے سے ہم نے ایک چٹان اڑائی تو اس کے نیچے ایک غار نکل آیا۔ چٹان بیحد مضبوط تھی۔ وہ ٹوٹنے کی بجائے تھوڑی سی کھسک گئی۔ لیکن غار کا دہانہ کشادہ ہو گیا تھا۔

ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن خاموشی سے غار کی گیس خارج ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ اور پھر مختلف آزمائشوں کے بعد ہم غار میں اتر گئے۔ لمبی ٹارچوں نے تیز روشنی کر دی اور ہم نے غار کا جائزہ لیا۔ خوب جگہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ ہم نے کوئی قدیم عبادت گاہ دریافت کر لی تھی' جو انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھی۔ اندر بہت سے مجسمے وغیرہ موجود تھے۔

سردارے بھی حیرت سے اس جگہ کو دیکھ رہا تھا------ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "استاد! اگر بہتر حالات میں ہم یہاں آئے ہوتے تو اپنے اس کارنامے سے بڑی شہرت حاصل کرتے۔ نہ جانے یہ کون سے دور کی یادگاریں ہیں؟"

"ہاں سردارے! پر اسرار جگہ ہے۔"

"لیکن کام کی ہے استاد------ میرا خیال ہے ہم اس چٹان کو واپس اس کی جگہ دھکیل سکتے ہیں۔"

"بلاشبہ------ کیونکہ اس کے کنارے نہیں ہیں' وہ گول ہے۔"

"تو پھر بسم اللہ کی جائے؟"

"ہاں------ لیکن شدید محنت کرنا پڑے گی سردارے------ یہاں تک مال لانا آسان نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے ایک دن میں کام مکمل نہیں ہو سکے گا۔"

"ہمت نہیں ہاریں گے استاد! فکر مت کرو۔" سردارے نے کہا۔ بہرحال شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ ابھی کٹھن وقت تھا۔ بہت سی مشکلات سامنے تھیں۔ جو سوچا تھا اسے مکمل کرنے کا خیال تھا۔ یعنی لاشوں بھری لانچ ہوریشو تک ضرور پہنچنی چاہیے تھی۔ لیکن لاشوں کی بدبو بھی اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی اور اس جزیرے سے واپسی کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔

شدید محنت کر کے ہم نے لانچ کا مال غار میں منتقل کر دیا------ اس دوران گہری سوچ بھی طاری تھی اور میں بہت کچھ سوچ رہا تھا' تھکن سے چور ہو گئے۔ لیکن بیس گھنٹے کی شدید محنت کے بعد ہم فارغ ہو گئے۔ سردارے بھی مرد آہن تھا' اس نے ایک بار بھی تھکن کی شکایت نہیں کی۔

کام ختم کرنے کے بعد تین چار گھنٹے آرام کیا۔ اور پھر اٹھ گئے صبح کے چار بجے تھے۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

"اب سردارے!"

"واپسی استاد!" سردارے نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

"کیا استاد؟"

"کیوں نہ ہم لوگ بھی مرجائیں؟"

"بسم اللہ-----" سردارے نے جواب دیا۔

"مسخرہ پن مت کرو----- لانچ کو کسی راستے پر لگا دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے بدن پر بھی زخموں کے نشانات ہونے چاہئیں۔ خون ان لوگوں کا کام آجائے گا۔ اس سے دوہرا فائدہ ہے۔ اگر سمندر ہی میں کوئی نظر آگیا تو ہم بھی ان لاشوں میں شامل ہو جائیں گے۔"

"اوہ' یہ مسئلہ ہے۔"

"ہاں' کیا خیال ہے؟"

"استاد جاگ اٹھا ہے۔ اب مجھے خیال پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم نے اپنا میک اپ اتار دیا۔ تمام لاشوں کو ایک کیبن میں بند کر کے کیبن کو پیک کر دیا گیا تھا۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ اسے ایئر ٹائٹ کر دیا جائے تاکہ بدبو سے نجات ملے۔ پھر ہم نے زخمیوں کا بلکہ لاشوں کا میک اپ کیا۔ اس وقت سب کچھ گوارا تھا----- اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔

لانچ میں ایندھن اب بھی کافی تھا----- واپسی کا سفر بھی نہایت تیزی سے طے کیا گیا تھا اور لانچ برق رفتاری سے سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ اس بار بھی تقدیر نے ساتھ دیا اور چھتیس گھنٹے کے بعد ہمیں آبادی نظر آگئی۔ یہ بھی کوئی جزیرہ تھا----- سردارے نے اور میں نے جائزہ لیا اور ایک بار پھر ہمیں لاشوں کا تعفن برداشت کرنا پڑا۔

لاشیں اب پوری طرح سڑ چکی تھیں۔ بعض میں کیڑے بھی پڑ گئے تھے----- لیکن ہم نے انہیں چاروں طرف پھیلا دیا۔ پھر ہم نے آخری کام کیا۔ میں نے ایک کیبن میں جا کر ایک کاغذ پر چند سطریں لکھیں----- جن کا مضمون یہ تھا۔

"ہوریشو کے لئے-----

تمہاری بدقسمتی ہوریشو کہ اس بار بھی میں تمہارا شکار نہ ہو سکا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر بچ گیا تو تمہارے لئے ایک خوفناک خطرہ بن جاؤں گا اور زمین کے کسی کونے میں تمہیں چین نہیں لینے دوں گا----- تو حالات نے مجھے موقع مہیا کر دیا ہے ہوریشو میری جان! ہوشیار----- یہ پہلا تحفہ ہے اور آئندہ بھی تمہیں مزید تحفے ارسال کرتا رہوں گا۔

تم سمجھ دار ہو----- کیا نام بتانے کی ضرورت ہے؟

ایک غریب الوطن۔"

یہ تحریر لکھ کر میں نے مناسب جگہ رکھ دی۔ سردارے کو بہت لطف آ رہا تھا۔ پھر میں نے اسے اسکیم سمجھائی اور اس کے بعد ہم بھی ایک ایسی جگہ اوندھے سیدھے لیٹ گئے جہاں دوسری لاشیں نہیں تھیں۔ اس طرح اس خوفناک بدبو سے کسی قدر محفوظ ہو گئے تھے----- لانچ اپنی رفتار سے کنارے کی

طرف جا رہی تھی اور ہم اس خوفناک جھٹکے کے لئے تیار تھے جو لانچ کے کسی دوسری لانچ سے ٹکرانے یا خشکی پر چڑھ جانے سے لگنے والا تھا۔

پھر ہم نے شور سنا۔ غالباً کنارے پر لوگ چیخ رہے تھے اور لانچ روکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ لیکن لانچ روکنے والا تھا ہی کون----- اور پھر متوقع جھٹکا لگا۔ لانچ کسی دوسری لانچ وغیرہ سے نہیں ٹکرائی تھی بلکہ ریت میں دھنس گئی تھی۔

پھر بے شمار آوازیں----- ہم نے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی اور اطمینان سے لانچ پر چڑھ دوڑنے والوں کو دیکھ رہے تھے-----

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"استاد----- کیا میں تمہاری طرف گردن گھماؤں؟" سردارے بولا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں----- ضرورت پڑنے پر سانس روکنا پڑے گا۔"

"اوکے باس! فکر نہ کرو' میں پیدائشی مردہ ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔ وہ سارے کام اطمینان سے اور حسب منشاء ہو جانے سے خوش تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ قدموں کی آوازیں پوری لانچ پر گونج رہی تھیں۔ ہم ان کی آوازیں سن رہے تھے۔ نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے----- سب کے سب بدحواس تھے۔

"کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے۔" کسی نے انگلش میں کہا۔

"افوہ' لیکن عجیب و غریب۔ کیا لانچ حادثے کے بعد بھی سمندر میں چلتی رہی؟"

"اس کا انجن چل رہا تھا۔"

"تعفن کتنا ہے؟"

"حادثہ تازہ نہیں معلوم ہوتا۔"

"لیکن حادثہ کیسا ہے؟ لانچ کو تو نقصان نہیں پہنچا۔"

"نجانے کیا قصہ ہے۔ نیچے چلو----- میرا تو دم گھٹ رہا ہے۔" دوسری آواز نے کہا۔ اور ان دونوں کے چلے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ دوسرے لوگ بدستور شور مچا رہے تھے۔ یہ اندازہ کسی قدر ہو گیا تھا کہ اس آبادی میں ہوریشو کی لانچ پہچاننے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پولیس آگئی اور لوگوں کو چیخ چیخ کر وارننگ دی جانے لگی۔ لوگوں نے وہاں سے اترنا شروع کر دیا۔

ویسے ابھی تک ڈچ زبان سننے کو مل رہی تھی۔ جس سے ہم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہم ہالینڈ کے علاقے میں ہی ہیں۔ بہرحال ہم خاموش پڑے رہے اور پولیس اپنی کارروائی کرتی رہی۔ پھر ہمیں بھی اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا گیا اور غالباً لاشوں کے ساتھ ہی رکھ دیا گیا کیونکہ بدبو پھر شدید ہو گئی تھی۔ ویسے سردارے اور میں اب بھی ساقت ہی تھے۔

"یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی استاد!" سردارے بولا۔

"ہمت کرو سردارے----- اور جس وقت بھی موقع ملے نکل لو۔" میں نے کہا۔ اور سردارے گہری سانس لے کر رہ گیا۔ بہرحال بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ نجانے کیا کیا ہوتا رہا۔ کئی بار ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا۔ پھر کہیں جا کر ایک عمارت میں سکون ملا۔ یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ اب

اس جگہ کوئی نہیں ہے' میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے! ہوش میں ہو؟"

"یہ بدبو تو بے ہوش بھی نہیں ہونے دے گی استاد!"

"اب اتنے بھی نہ گھبراؤ سردارے۔"

"میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں استاد!"

"کیا؟"

"کہیں یہاں سے یہ لوگ ہمیں براہ راست کسی اندھے کنوئیں میں نہ دھکیل دیں۔ لاوارث لاشوں کے کفن دفن کا کون بندوبست کرے۔"

"اوہ' یہ ممکن نہیں ہے سردارے۔۔۔۔۔ یہ لوگ اتنے خوفناک حادثے کو اس طرح نظرانداز نہیں کریں گے۔ پوری پوری چھان بین ہوگی۔"

"بہرحال استاد! اب تو نکل ہی چلو۔ تھوڑا سا خطرہ مول لئے لیتے ہیں۔ سردارے نے کہا اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے اٹھ بیٹھا۔۔۔۔۔ کسی ہسپتال یا ایسی ہی عمارت کا مردہ خانہ تھا۔ چاروں طرف ریک لگے ہوئے تھے جن میں مردے چنے ہوئے تھے۔ تب اندازہ ہوا کہ بدبو کسی قدر کم کیوں ہو گئی ہے۔ کافی وسیع و عریض ہال تھا۔"

"اس عمارت کی ساخت بتاتی ہے استاد کہ جس جگہ ہم آئے ہیں وہ کوئی حیثیت رکھتی ہے۔"

"تم نے راستے میں محسوس نہیں کیا تھا؟"

"کیا؟"

"ٹریفک کا شور۔۔۔۔۔ صاف اندازہ ہو جاتا تھا کہ کوئی اچھی خاصی آباد جگہ ہے۔"

"اوہ' میری بری حالت تھی۔ غور ہی نہیں کر سکا۔"

"تعجب ہے۔"

"تو پھر استاد۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا۔ اور مجھے مصروف پا کر خاموش ہو گیا۔ میری نگاہیں باہر نکلنے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہال بند تھا لیکن اوپری حصے میں کھلنے اور بند ہونے والے بڑے روشندان موجود تھے۔

میں نے سردارے کو ان کی طرف متوجہ کیا۔ "کھولے جا سکتے ہیں' با آسانی کھولے جا سکتے ہیں۔ لیکن صرف ایک الجھن ہے استاد!"

"کیا؟"

"ہمارا یہ لباس۔۔۔۔۔ باہر ہم کیسے چھپ سکیں گے؟"

"یہ باہر نکل کر سوچا جائے گا۔"

"پھر بسم اللہ۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا اور خود روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ میں نے گردن ہلائی اور دوسرے لمحے اچھل کر سردارے کے شانوں پر چڑھ گیا۔ نزدیک رکھے ایک ریک کا سہارا لے کر میں بالآخر روشندان تک پہنچ گیا اور پھر اسے کھولنے میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ سردارے اطمینان سے میرا وزن سنبھالے کھڑا تھا۔ میں نے روشندان سے باہر جھانکا۔ شاید یہ کمروں کی پشت کی گلی تھی۔ خاصی

گندگی نظر آ رہی تھی۔ بہرحال ہمارے لیے نیک شگون تھی۔

"سردارے!" میں نے اسے آواز دی۔

"استاد اعظم!" جواب ملا۔

"مطلع صاف ہے۔ میں روشندان پر چڑھ رہا ہوں۔ لیکن تم کیسے آؤ گے؟"

"تم تو چڑھو استاد۔۔۔۔۔ اس کے بعد سوچیں گے۔" سردارے نے کہا اور روشندان کو پکڑ کر جھول گیا۔ پھر مجھے دوسری طرف پہنچنے میں دقت نہیں ہوئی۔ لیکن روشندان پر رک کر سردارے کو بھی دیکھنا تھا۔ اس نے میری بہ نسبت زیادہ پھرتی کا ثبوت دیا۔ میں نے جس ریک کا سہارا لیا تھا' سردارے اس پر چڑھ گیا اور پھر وہاں سے اس نے کھلے ہوئے روشندان پر چھلانگ لگا دی۔ چونکہ روشندان کھلا ہوا تھا اس لئے اسے دقت نہیں پیش آئی اور ہم دونوں نیچے کود گئے۔

گلی پتلی اور لمبی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کمروں کی پشت پر بنی ہوئی کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک لمحے میں' میں نے ایک اور ترکیب سوچی اور اس پر فوری عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میں نے کھڑکی کو آزمایا۔ اور کھڑکی کھل گئی۔

عقب میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں۔ سلائیڈنگ ڈور تھے۔ لیکن کھڑکی کھلنے کی آواز پر اندر موجود مریض چونک پڑے۔ ایک چہرہ میری طرف گھوما اور میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے گردن جھکا دی۔

"کیا کر رہے ہو؟" گڑگڑاتی آواز نے پوچھا۔۔۔۔۔ اتفاق سے زبان ڈچ کے بجائے انگریزی تھی۔

"سوری جناب! صفائی کر رہا ہوں۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور کھڑکی بند کر دی۔ سردارے بے اختیار ہنسنے لگا۔ میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ "اب دانت نہ نکالو۔ کسی ایسے مریض کا کمرہ تلاش کرو جو سو رہا ہو۔"

"ساری کھڑکیاں کھول کر دیکھے لیتے ہیں استاد۔" سردارے نے کہا اور قمیص اتارنے لگا۔ پھر قمیص کو جھاڑن کے طور پر استعمال کرتا ہوا وہ کھڑکیاں کھولنے لگا۔ وہ کمرے کی کھڑکی کھولتا اور بلاوجہ اسے صاف کرنے لگتا۔ پھر کھڑکی بند کر کے آگے بڑھ جاتا۔

مجھے اس کی حرکت پر ہنسی آ رہی تھی۔ لیکن ایک جگہ وہ رک گیا۔ اس نے کھڑکی کھولی' اندر جھانکتا رہا۔ پھر اشارے سے مجھے بلایا۔۔۔۔۔ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کام کی جگہ استاد۔۔۔۔۔ مگر ایک بات ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اندر تو چلو۔" میں نے کہا۔ اور دوسرے لمحے ہم کھڑکی سے اندر اتر گئے۔ نہایت شفاف کمرہ تھا۔ جس میں صرف ایک بیڈ تھا اور بیڈ کا مریض آرام سے سو رہا تھا۔ سب سے پہلے سردارے نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد ہم دونوں مریض کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک درمیانی عمر کا شخص تھا' بڑی منحوس شکل کا مالک۔

"لعنت ہے اس پر۔۔۔۔۔ بلڈاگ معلوم ہوتا ہے۔" سردارے ناک سکوڑ کر بولا۔

"اب فضول بکواس مت کرو۔۔۔۔۔ کام کرو۔" میں نے کہا اور جھک کر مریض کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ چند ساعت مریض مچلا پھر بے ہوش ہو گیا۔ دوسرے لمحے ہم نے اس کا لباس اتار لیا۔۔۔۔۔ سارا کام نہایت پھرتی سے ہو رہا تھا۔

سردارے کے کہنے پر میں نے اپنے لباس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور مریض کا لباس پہن لیا۔

"اب تم آرام سے سوجاؤ استاد ۔۔۔۔۔ میں کوئی دوسرا ٹھکانا تلاش....." سردارے اچانک رک گیا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی تھی۔

انتہائی پھرتی سے ہم نے مریض کو ایک وارڈروب کے پیچھے کھسکا دیا۔ میں بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ گیا اور سردارے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ کافی سسپنس پیدا ہو گیا تھا۔ سردارے نے دروازہ کھول دیا۔

اندر آنے والا ایک وارڈ بوائے تھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک بڑی باسکٹ تھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔ سردارے کواڑ کی آڑ میں ہو گیا تھا' اس لئے وارڈ بوائے کو نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے باسکٹ رکھی اور نجانے کس کام کے لئے مڑا ۔۔۔۔۔ اچانک سردارے کی سمجھ میں کوئی ترکیب آگئی تھی اور اچانک ہی اس نے وارڈ بوائے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے زور سے بھینچ لیا ۔۔۔۔۔ وارڈ بوائے کے منہ سے آواز نہیں نکلنے دی گئی تھی۔ سردارے اسی طرح سے اسے اندر لے آیا اور دروازہ اس نے بند کر دیا۔

وارڈ بوائے اس کے شکنجے میں اس طرح دبا ہوا تھا جیسے باز کے شکنجے میں چڑیا۔ سردارے خاصا قوی ہیکل تھا۔ اس نے وارڈ بوائے کی گردن مزید دبائی اور اسے پلٹنے بھی نہ دیا۔ پھر اس کی کنپٹیاں دبا کر اسے بے ہوش کر دیا ۔۔۔۔۔ اور دوسرے لمحے وہ برق رفتاری سے اس کے کپڑے اتار رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور مجھے سردارے کی چالاکی پر حیرت تھی اور مسرت بھی ۔۔۔۔۔ واقعی اس کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

سردارے نے انتہائی پھرتی سے وارڈ بوائے کو برہنہ کر دیا' اس کے کپڑے اتارے اور پھر اس نے اس کے کپڑے خود پہن لئے۔ اس طرح اب وہ وارڈ بوائے نظر آ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے استاد؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ونڈر فل سردارے ۔۔۔۔۔ میں اس سے زیادہ تمہاری تعریف نہیں کروں گا۔"

"ان کپڑوں کا کیا کروں استاد؟"

"باتھ روم میں ڈال دو ۔۔۔۔۔ لیکن ٹھہرو! میرا خیال ہے یہ باسکٹ کس کام آئے گی؟" میں نے کہا۔

"تو لاؤ تمہارے کپڑے بھی اسی میں ٹھونس دوں استاد۔" سردارے نے کہا اور پھر میرے کپڑے بھی باسکٹ میں ڈال کر باسکٹ لے کر باہر کی طرف جانے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک سیکنڈ استاد! ذرا باہر دیکھ لوں ۔۔۔۔۔ میں اسے الماری کے پیچھے پہنچائے دیتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا ۔۔۔۔۔ اور پلٹ کر مسکراتا ہوا مجھے دیکھنے لگا۔

"استاد! آج تو بس کمال ہی ہو رہا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں ۔۔۔۔۔ آؤ پہلے ذرا اسے الماری کے پیچھے چھپا دیں۔" سردارے نے کہا اور میں بھی نیچے اتر آیا۔ ہم نے وارڈ بوائے کو مریض کے قریب ہی ڈال دیا۔ اس کے بعد سردارے نے مجھے اشارہ کیا اور دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ آہستہ سے کھول کر باہر جھانکا۔

ایک لمبی راہداری تھی۔ لیکن ہمارے کمرے کے قریب ہی ایک الیکٹرک اسٹریچر پڑا ہوا تھا۔

"اور میں اسے ڈرائیو کر سکتا ہوں استاد!" سردارے نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

"اوہ' ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی

اور پھر ہوا یوں کہ سردارے اسٹریچر کو اسٹارٹ کر کے کمرے کے دروازے کے نزدیک لے آیا۔ میں چادر اوڑھ کر اس پر لیٹ گیا۔ سردارے اسے پیچھے سے موو (MOVE) کرتا ہوا آگے جانے لگا۔ پھر ہم اس کمرے سے بہت دور نکل آئے ۔۔۔۔۔ راہداری کے آخری سرے تک پہنچ کر ہم ایک طرف گھوم گئے۔ وہاں پر سردارے نے اسٹریچر روک دیا۔ نیچے جانے والی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں ۔۔۔۔۔ چار سیڑھیاں تھیں۔

"بس اب اترو استاد!" سردارے نے کہا۔

اور میں نے ادھر ادھر دیکھا ۔۔۔۔۔ پھر میں اسٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ چادر اور اسٹریچر ہم نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

اس قسم کے مریض' جو صحت یاب ہوں' کسی بھی وارڈ بوائے کے ساتھ چہل قدمی کے لئے نکل سکتے تھے۔ چنانچہ میں سردارے کے ساتھ اطمینان سے پارک میں آگیا ۔۔۔۔۔ پھر وہاں سے باہر' جہاں سے اور باہر' یہاں تک کہ ہم لوگ ہسپتال سے باہر نکل آئے اور یوں ایک خوفناک ہنگامہ ختم ہو گیا اور ہم ہوریشو کو ایک خوفناک چوٹ دے کر بہر صورت ہر لحاظ سے آزاد ہو گئے تھے۔ ویسے پوزیشن اب بھی دونوں کی ٹھیک نہیں تھی ۔۔۔۔۔ سردارے وارڈ بوائے کے لباس میں تھا اور میں مریض کے لباس میں۔ ہمیں خاص طور سے دیکھا جا سکتا تھا۔

البتہ سردارے نے ایک کام یہ کیا کہ وارڈ بوائے کا ایپرن اور کیپ اتار کر پھینک دیا۔ اس طرح اس کا حلیہ کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ بات صرف میری رہ گئی تھی کیونکہ صورت و شکل سے میں مریض تو نظر نہیں آتا تھا البتہ لباس مریضوں کا سا ضرور تھا ۔۔۔۔۔ اور عام لوگ ایسا لباس استعمال نہیں کرتے تھے۔

"استاد! جیبیں تو بالکل خالی ہیں نا؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں یار ۔۔۔۔۔ یہ بڑی حماقت ہوئی کہ کچھ ساتھ نہ رکھ سکے۔"

"مجھے بھی بعد ہی میں خیال آیا' لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے' دکھاؤں خدا بخش کا ہاتھ ۔۔۔۔۔؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی کچھ مال تو چاہیے نا ۔۔۔۔۔ اور اس کا حاصل کرنا کون سا مشکل ہے۔" سردارے نے چاروں طرف نگاہیں گھماتے ہوئے کہا۔

"اوہ' پکڑے گئے تو بڑی مار پڑے گی سردارے ۔۔۔۔۔ اور خواہ مخواہ مصیبت بن جائے گی۔" میں نے کہا۔

"واہ استاد! تم خدا بخش کی توہین کر رہے ہو۔ اس نے مجھے ایسے ایسے ہاتھ سکھائے تھے کہ بس رہے نام سائیں کا۔۔۔۔۔۔ وہ تو یہ کہو کہ میں نے ان کا فن کبھی استعمال نہیں کیا۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"بس ساتھ ساتھ چلتے رہو استاد! باقی سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔" سردارے آگے بڑھ گیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ چوڑی سڑک پر دو فٹ پاتھ تھے۔ ایک فٹ پاتھ پر میں تھا اور دوسرے پر سردارے۔۔۔۔۔۔ بازاروں میں کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔ لوگ خرید و فروخت کر رہے تھے۔ اچھی اچھی دکانیں نظر آ رہی تھیں۔ ویسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور اس کا نام کیا ہے۔۔۔۔۔۔ بہر حال یہ سب تو بعد میں بھی معلوم ہو سکتا تھا' اس کی جلدی نہیں تھی۔ میں سردارے کو دیکھ رہا تھا جو ایک بھیڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مجھے اس حالت پر ہنسی آ گئی۔ میں نجانے کتنی دولت کا مالک تھا اور اب کام چلانے کے لیے جیب تراشی کرنا پڑ رہی تھی۔ بہرحال سردارے بھی خوب انسان تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب سارے معاملات اس نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہوں۔ میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا تھا۔ جو کچھ کر رہا تھا' سردارے کر رہا تھا۔

مجھے اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ اس نے کب اور کہاں کام دکھا دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس میرے پاس پہنچ گیا۔ "استاد کی خدمت میں۔۔۔۔۔۔" اس نے ایک پھولا ہوا پرس میرے حوالے کر دیا جس میں کافی کرنسی نوٹ نظر آ رہے تھے۔

"خوب۔۔۔۔۔۔ لیکن میں تو اندازہ بھی نہیں کر سکا کہ تم نے کب کام کیا؟ بہرحال آؤ۔۔۔۔۔۔ یہاں دکانیں موجود ہیں پہلے کام کی چیزیں تلاش کر لیں۔" اور ہم بازاروں میں گھومنے لگے۔ ایک ہی اسٹور سے تمام چیزیں مل گئیں۔ اس جگہ کے بارے میں بھی پتہ چل گیا تھا۔۔۔۔۔۔ یہ ہیگ تھا۔ ہالینڈ کا سب سے بڑا قصبہ۔ بہرحال پرلطف بات تھی۔ لیکن ابھی تو ہمیں قیام کرنا تھا۔ ہالینڈ میں ہی قیام کرنا تھا خواہ ہیگ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ سامان خرید کر ہم ایک سیلون میں داخل ہو گئے۔۔۔۔۔۔ اور جب وہاں سے باہر آئے تو دو شریف آدمی معلوم ہو رہے تھے۔

"اب کیا حکم ہے استاد؟"

"کسی ہوٹل میں قیام۔۔۔۔۔۔ کم از کم دو دن آرام۔ اس کے بعد ذہن پر زور دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے تو صرف ایک بات پر حیرت ہے۔" سردارے بولا۔

"کس بات پر؟"

"نہ صرف ستارے بلکہ ہمارے ذہن بھی کس قدر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا لاشوں کے ساتھ سفر کرتے کرتے دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ ہر وقت طبیعت اندر سے گھبرائی گھبرائی لگتی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہم نے کسی عمدہ ہوٹل کی تلاش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پہنچ گئے' اس کا نام "گینی" تھا۔ گینی کی پہلی منزل پر ہمیں ایک بڑا کمرہ آسانی سے مل گیا۔ بہت سستا تھا اور اچھا خاصا بھی۔

یہاں خوب نہائے دھوئے' کھانا منگا کر کھایا اور پھر سونے کے لئے لیٹ گئے۔۔۔۔۔۔ بلاشبہ ہم نے سونے کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ دن بھر سوئے' رات بھر سوئے اور دوسرے دن صبح جاگے۔ اتفاق سے اس دوران کسی کی آنکھ بھی نہیں کھلی تھی۔

تاریخ دیکھی تو چونک پڑے۔ سردارے نے میری طرف دیکھا تھا۔ "تم بھی نہیں جاگے استاد؟"

"نہیں سردارے! ایک دن کھسک گیا۔"

"صرف پیٹ کی حالت سے اندازہ ہوتا ہے۔ ورنہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اتنی طویل نیند لی ہے۔ سوتے سوتے سارا کھانا ہضم ہو گیا۔"

"چلو پہلے غسل کر لیں' اس کے بعد ناشتہ۔"

"صرف ناشتہ۔۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں استاد! میں تو کم از کم تین وقت کا کھانا کھاؤں گا۔"

"تم ایک ہفتے کا کھانا کھا لینا' مجھے کیا۔۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور غسل خانے میں گھس گیا۔ سردارے نے شاید ویٹر کو ناشتے کا آرڈر بک کرا دیا تھا کیونکہ جب وہ غسل خانے ہی میں تھا تو دو ویٹر ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے۔ اور دونوں ٹرالیاں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے ناشتہ دیکھ کر گہری سانس لی۔ لیکن ویٹروں سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔۔۔۔۔۔ پھر سردارے آ گیا اور ناشتہ دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنے لگا۔

"اس کے بعد کبھی ناشتہ نہیں کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد! بس دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔" سردارے نے پورے خلوص سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ہم دونوں خالی الذہن تھے' ساری فکروں سے بے نیاز اور چاہتے بھی یہی تھے کہ کچھ وقت انتہائی سکون سے گزارا جائے۔ یہ سب کچھ بھول کر ہم کیا ہیں اور کس حیثیت سے یہاں پر مقیم ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ ہمارے لئے ضروری تھا' ورنہ ذہن پر چھائی ہوئی کھولت کس طرح دور ہوتی؟ لانچ پر لاشوں کے ساتھ جو سفر کیا تھا' اس نے ذہن کو کچھ اس قدر پراگندہ کر دیا تھا کہ اسکا تصور بھی آتا تو طبیعت متلانے لگتی تھی۔

ناشتے کے بعد میں آرام کرسی پر جا بیٹھا۔ سردارے میرے سامنے آ بیٹھا تھا۔

"استاد! اب کیا پروگرام ہے؟"

"میرا خیال ہے تم ہر آدھے گھنٹے کے بعد مجھ سے یہ سوال کرتے ہو۔ بلکہ بعض اوقات آدھے گھنٹے میں چھ مرتبہ۔۔۔۔۔۔" میں نے سردارے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"دیکھو استاد! پروگرام تو بہرحال بنانا ہی پڑتے ہیں۔ خواہ وہ کچھ بھی ہوں۔ اور جب تم موجود ہوتے ہو تو سردارے ساری ذمے داری تم پر چھوڑ دیتا ہے۔۔۔۔۔۔ استاد! تمہارے سامنے کچھ کرنے میں مزا نہیں آتا۔ چنانچہ اب جو کچھ بھی ہے۔" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ فی الحال ہم صرف آرام کریں گے۔"

"یقیناً کریں گے۔ لیکن کیا اس کمرے میں بند رہ کر؟"

"کیا مقصد؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میرا مطلب ہے باہر نکلیں گے' باہر کا ماحول دیکھیں گے کمرے میں گھسے پڑے رہے تو عجیب سی کیفیت ہو جائے گی۔"

"ہاں' باہر تو چلیں گے۔ لیکن کیا ابھی اسی وقت' صبح ہی صبح؟"

”نہیں استاد! میرا مقصد یہ نہیں ------ ہاں ایک بات اور بتاؤ۔“

”پوچھو‘ وہ بھی پوچھو۔“

”یہ کہ ہمارے پاس کوئی بہت بڑی رقم تو ہے نہیں۔ میرا خیال ہے ہیگ کے بازاروں میں جا کر تھوڑی سی مشق کروں اور یہ کام کرلوں۔“

”یعنی اور کرنسی؟“

”ہاں۔“

”نہیں سردارے! مناسب نہیں ہے۔ تو جانتا ہے کہ مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہوتی۔ لیکن جو کچھ تم کہہ رہے ہو‘ وہ مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے کہیں کوئی گڑبڑ ہو جائے اور خواہ مخواہ اتنی سی بات کے لئے ہم منظرِ عام پر آجائیں۔“

”ویسے استاد! اس کا امکان نہیں ہے۔ خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ جب باہر چلیں گے تو یہ بندوبست بھی کرلیں گے‘ تمہارے سامنے ہی سہی‘ کم از کم تمہیں الجھن نہیں رہے گی۔“ سردارے نے جواب دیا۔

”تھوڑی دیر کے بعد ہم تیار ہو کر بازار میں آگئے ------ یورپ والوں کا یہ کہنا غلط نہیں تھا کہ ہیگ یورپ کا سب سے بڑا قصبہ ہے۔ گلیاں بازار کافی خوبصورت اور نفاست سے آراستہ ہیں۔ شہر کی قابلِ ذکر عمارت صرف ایک ہے جو قصرِ امن کے نام سے مشہور ہے۔

پورا قصبہ گھوم کر بہت کچھ دیکھا لیکن سردارے سکون کے لمحات جس انداز میں گزارنا چاہتا تھا اس کے لئے یہاں مناسب فضا ہموار نہیں تھی۔ حالانکہ حیرت کی بات تھی ------ یہاں تو بہت کچھ ہونا چاہیے تھا۔

لیکن کچھ کرنے والے شہروں کو سدھار گئے تھے۔ پھر اس چھوٹے سے قصبے کو کیوں خراب کیا جاتا ------ چنانچہ سردارے نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے اور بولا۔

”استاد! یہ تو کوئی بات نہیں بنی۔“

”کیوں سردارے؟“

”دیکھو نا کچھ ہے ہی نہیں ------ سکون کے لمحات دو ہی انداز میں گزارے جا سکتے ہیں یا تو افیون کا گولہ نگل کر تاکہ نیند آجائے ------ یا پھر یہ کہ کچھ حسین چہرے‘ کچھ حسین ساتھی‘ ساز‘ آواز‘ اور بھی بہت سی چیزیں۔ میرا خیال ہے سکون کے وہ لمحات زیادہ حسین ہوتے ہیں کیونکہ افیون تو منہ کڑوا کر دیتی ہے ------ اور یوں لگتا ہے جیسے یہاں کسی چیز کا کوئی وجود نہ ہو۔“ سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

”پھر؟“ میں نے پوچھا۔

”روانگی ------ ظاہر ہے اب ہمیں یہاں کیا کرنا ہے۔“

”چلو ٹھیک ہے‘ آج کا دن اور گزار لیا جائے یہاں پر۔ پھر واپس ایمسٹرڈیم چلیں گے۔“

”اوکے باس!“ سردارے نے جواب دیا۔

لیکن رات ہونے سے قبل ہمارا کام بن گیا۔ نجانے قصبے کے کون سے علاقے میں تھے کہ ہپیوں کا ایک گروہ نظر آگیا ------ ہپی تھے لیکن جدید قسم کے‘ ان کے پاس موٹر سائیکلیں بھی تھیں‘ گاڑیاں بھی تھیں‘ غالباً کہیں سے آرہے تھے اور یہاں قیام کرلیا تھا۔

یہ لوگ مالی حیثیت سے کچھ بھی ہوں‘ لیکن ان کے مشاغل دوسروں سے مختلف نہیں تھے ------ وہی ناچنا‘ گانا‘ ہنگامہ۔ چنانچہ ہیگ کے دوسرے نوجوان بھی ان کی تفریحات میں شریک ہوگئے تھے اور پھر ہمیں بھی کون روک سکتا تھا ------ اس طرح رات کا ایک بہت بڑا حصہ اسی ہنگامے میں گزر گیا۔

ہپیوں میں لڑکیاں بھی تھیں‘ لیکن ہر کوئی کسی نہ کسی کے ساتھ۔ یوں بھی مالی طور پر وہ مستحکم تھے اس لئے انہیں کسی اور کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

ایمسٹرڈیم کا خوبصورت شہر ہمارے سامنے تھے۔ لیکن اس وقت کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی ------ سردارے میرے ساتھ تھا اور میرے ذہن میں بہت سارے پروگرام ------ میں چاہتا تھا کہ جو کچھ بھی کروں‘ وہ اس قدر ٹھوس اور مضبوط ہو کہ کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

زندگی ایک بار پھر دلچسپیوں سے ہمکنار ہوگئی تھی اور اس کے لئے بہترین پلاننگ سردارے نے کی تھی۔

ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ہوٹل کے قیام کے دوران ایک بنک میں جا کر اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ حاصل کرلیا‘ یہاں رقم کی سخت ضرورت تھی۔

شریف لوگوں کے میک اپ میں ہم اس تیاری میں مصروف ہوگئے تھے کہ پہلے ہم اپنے رہنے کے لئے کوئی جگہ حاصل کرلیں۔ اس کے بعد یہیں سے پہلے چھوٹے پیانے پر اور پھر اعلیٰ پیانے پر کام شروع کیا جائے۔ اس کے بعد کام کو مزید پھیلایا جا سکتا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سردارے ہوریشو کے مقامی مشاغل سے بخوبی واقف تھا۔ ایسی صورت میں وہ اس پر نگاہ بھی رکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی میرے ذہن میں بہت سے پروگرام تھے۔

ہوٹل میکسیکو کے خوبصورت کمرے میں ہم دو بڑے صنعتکاروں کی حیثیت سے مقیم تھے۔ ہمارے چہروں پر میک اپ تھا‘ وہ بھی ایسا تھا کہ کسی کو ہم پر شبہ نہ ہو سکے۔

ہمارا میک اپ درمیانی عمر کے لوگوں کا تھا اور چہرے بالکل ہی بدلے ہوئے تھے۔ میک اپ میں انتہائی مہارت صرف کی گئی تھی ------ اس لئے کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

ہوٹل میں قیام کئے ہوئے ہمیں تیسرا دن تھا کہ سردارے دو پرانے اخبارات اٹھا لایا اور اس نے دونوں اخبارات میرے سامنے رکھ دیئے ------ ان میں لانچ کا واقعہ درج تھا ------ میں نے سوالیہ انداز میں سردارے کی جانب دیکھا۔

سردارے خوش قسمتی سے سنجیدہ تھا۔ میں نے اخبارات دیکھے‘ دونوں میں لانچ کا واقعہ درج تھا۔ خود میرے ذہن میں بھی یہ خیال تھا کہ اس سلسلے میں معلوم تو کرو کہ ہوریشو تک یہ اطلاع پہنچی کہ نہیں ------ اور اگر پہنچی تو کس طرح پہنچی ------ چنانچہ میں دلچسپی سے اخبارات پر جھک گیا۔

ہیگ میں پراسرار طریقے سے پہنچنے والی لانچ کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا تھا۔ میرا وہ خط بھی شائع ہوا تھا جو میں نے ہوریشو کے نام لکھا تھا۔ لیکن اس خط سے لاعلمی ظاہر کی گئی تھی کہ یہ ہوریشو کون ہے اور خط کا مفہوم کیا ہے ------ بہرحال اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہوریشو کو اپنے آدمیوں کا حشر معلوم ہوگیا ہے اور اسے میرا خط بھی مل گیا ہے ------ اخبارات پڑھ کر مجھے واقعی بڑا سرور حاصل ہوا تھا ------ اور ہوریشو کے خلاف میرا پہلا حربہ کامیاب رہا تھا۔ اب یقیناً اس کی حالت دیکھنے کے

قائل ہو گی۔

بہت ممکن تھا کہ اس نے ان لوگوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا ہو جو میرے شریک تھے۔ میں اخبارات پڑھ کر مسکراتا رہا۔

"لطف آ رہا ہے استاد؟" سردارے نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں سردارے! بہت زیادہ۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"اب اگر تم سے کوئی سوال کروں گا تو پھر تم وہی بات دہراؤ گے۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سی بات؟"

"یہی کہ تم ہر آدھ گھنٹے کے بعد پروگرام پوچھتے رہتے ہو۔"

"پروگرام ---- بتا چکا ہوں سردارے ---- سب سے پہلے کسی مناسب ٹھکانے کی تلاش کرنی ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں مکانات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے میں کوئی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ چنانچہ پہلے مکان خریدیں گے' اس کے بعد کام شروع کریں گے۔ ویسے بھی میں بھرپور انداز میں کام شروع کروں گا تاکہ ہوریشو ناچتا ہی رہ جائے ---- اور اسے ہمارے بارے میں کوئی درست اندازہ نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے استاد! اس کے لئے تو میں نے کئی بندوبست کر رکھے ہیں۔ ویسے مکان کے سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ میں آج شام کو ایک مکان دیکھنے جا رہا ہوں' اچھا ہوا تو اس کا بندوبست کر لیا جائے گا۔"

"فوراً" بندوبست کر لو سردارے تاکہ اس کے بعد دوسرا کام کیا جا سکے۔" میں نے کہا۔

"دوسرے کام کے لئے کیا سوچا ہے استاد؟"

"بس یہی کہ ہمیں پہلے گروہ ترتیب دینا ہے۔"

"اور استاد! اس مال کو کب ٹھکانے لگاؤ گے؟"

"وہ جو جزیرے میں چھپایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ابھی نہیں سردارے ---- ابھی اسے بھول جاؤ۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں' اسے بھول جانا ہی بہتر ہے۔ پہلے ہمیں گروہ مضبوط کرنا ہے اور اسے چاروں طرف پھیلانا ہے' اس کے بعد ہم کوئی دوسرا کام کریں گے ---- میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے ذہن میں کیا پروگرام ہے' اگر چاہوں تو ہوریشو کے پیچھے پڑ سکتا ہوں' اسے قتل کر سکتا ہوں ---- باقی بعد میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں میری ذہانت کہاں تک میرا ساتھ دیتی ہے ---- لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ ہوریشو جیسے دشمن کو اتنی جلدی ختم کر دوں۔"

"اوہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ "پھر ----؟"

"پھر بس یہ کہ میں جگہ جگہ اسے چیلنج کروں گا۔ میں نے جو کہا ہے اسے پورا کر دکھاؤں گا' اور اس کے لئے بھرپور کوشش کروں گا سردارے! فی الحال میری زندگی کا یہی ایک مقصد ہے۔"

"تو سردارے کو کب اعتراض ہے باس!"

"میں جانتا ہوں سردارے۔"

"تو مجھے اجازت دو باس! میں جا رہا ہوں' مکان جب بھی ملا' فوری طور پر اس کا بندوبست کر لوں گا۔ ہمیں یہاں کون سی زندگی گزارنا ہے۔"

"ہاں سردارے! ہمیں یہاں کون سی زندگی گزارنا ہے۔ ہمیں تو جس اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہے وہ تو بڑی وسیع حیثیت رکھتا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے باہر نکل گیا۔

تیسرے دن ہم اس چھوٹے سے خوبصورت سے مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ ایک نہر کے کنارے ایک ایسے علاقے میں تھا جہاں شرفاء رہتے تھے۔ ظاہر ہے ہم سے زیادہ شریف اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نہایت شریف لوگوں کی طرح اس مکان میں رہنے لگے' چند ملازم بھی رکھے اور تقریباً" ایک ہفتے تک انتہائی پرسکون زندگی گزاری۔

اب بات اپنے مشاغل کی تھی۔ چنانچہ معاملات کچھ اور آگے بڑھے۔ سردارے اور میں دن رات اپنے کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ ہم نے سب سے پہلی کوشش یہ کی کہ کسی بھی ذریعے سے یہاں کی شہریت حاصل کر لی جائے خواہ وہ جعلی یا عارضی ہی کیوں نہ ہو۔

یہ امر تو مسلمہ ہے کہ ساری دنیا میں دولت کی حکمرانی ہے' دولت کے ذریعے وہ وہ کام ہو جاتے ہیں کسی اور طریقے سے ناممکن ہوتے ہیں ---- چنانچہ ہم نے جیبیں کھول دیں اور ہمیں ایسے کاغذات مل گئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہم پندرہ سال سے ایمسٹرڈیم میں مقیم ہیں اور یہاں اپنا چھوٹا موٹا سا کاروبار کرتے ہیں۔

اب بات کاروبار کی تھی۔ سو اس کے لئے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا۔ ہم ایک غیر اور اجنبی جگہ بیٹھ کر تمام کام کر رہے تھے۔ لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ جہاں دولت خرچ کی جائے وہاں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور ہم سو فیصدی شریف شہریوں کی حیثیت اختیار کر گئے۔

اس دوران ہم لوگ تقریباً" گوشہ نشین رہے' ایسے لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی جو ہمارے لئے دلچسپی اور دلکشی کا باعث ہوتے۔

سردارے بے ایمان تھا' کسی نہ کسی طرح اپنا کام چلا ہی لیتا تھا۔ لیکن اس دوران اس نے مجھ سے کسی قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ رہا میں' تو میں اس وقت تک تعیشات میں پڑنا نہیں چاہتا تھا' جب تک کہ ہوریشو کو کئے ہوئے چیلنج کے بارے میں مکمل طور سے کام شروع نہ کر دیا جائے۔

ساری کارروائیاں کرنے کے بعد ہم نے دوسرے مسائل کی جانب توجہ دی اور اس کے لئے میں نے ایمسٹرڈیم شہر کے ان تمام جرائم کے اڈوں کے پتے حاصل کر لئے جہاں سے مجرم دستیاب ہو سکتے تھے۔ جو فہرست میرے پاس تھی اس کے مطابق اسمگلروں' جیب تراشوں' منشیات فراہم کرنے والوں کے پورے پتے میرے پاس موجود تھے۔

ہوریشو سے اس دوران کوئی چپقلش نہیں ہوئی تھی اور نہ اس دوران اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہوئیں۔ ویسے بھی کون سی جلدی تھی' مجھے تو ایک لمبے پروگرام کے تحت کام کرنا تھا۔ ہاں'

یہ میں جانتا تھا کہ ہوریشو یقیناً میری تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ اب وہ کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے' اس کے بارے میں نہ تو میں جاننا چاہتا تھا اور نہ مجھے دلچسپی تھی۔ جس وقت مجھے اس کی ضرورت ہوگی' میں اسے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا------ سردارے کو بھی میں نے پروگرام کی ساری تفصیلات بتا دی تھیں۔

بہرحال ہم دونوں مطمئن تھے۔ ہم لوگوں نے جس انداز میں کام شروع کیا تھا اس میں ہم نہایت مہارت اور احتیاط کا ثبوت دے رہے تھے۔

اس وقت ایمسٹرڈیم میں ہمارے چار اڈے تھے۔ ایک یہ مکان جس میں ہم دونوں شریف آدمیوں کی حیثیت سے قیام کئے ہوئے تھے۔ ایسے شریف آدمی جو تجارت پیشہ ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے کچھ اڈوں پر ہم دوسرے میک اپ میں رہتے تھے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی ہماری شناخت نہ کر سکے اور ہماری سرگرمیوں کے بارے میں مشتبہ نہ ہو سکے۔

تب وہ دن آ گیا جب مجھے کچھ لوگوں سے کنٹریکٹ کرنا تھا------ یہ بیز بال کلب کے کچھ افراد تھے۔ اس دوران ہم لوگ کلبوں کے چکر بھی لگاتے رہے تھے' اور یہ دیکھتے رہے تھے کہ کہاں کہاں سے ہمیں کام کے آدمی دستیاب ہو سکتے ہیں------ بہرحال پیز بال کلب کے دو آدمی ہارڈی اور جیکسن ہماری توجہ کے مرکز تھے۔ دونوں بیحد طاقتور اور پھرتیلے آدمی تھے اور ہم نے ان کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہیں' بشرطیکہ مخلص نکلیں۔

چنانچہ اب ان دونوں کو قبضے میں کرنے کے لئے ہمیں کارروائیاں کرنا تھیں۔ اس بارے میں سردارے اور میں نے ایک باقاعدہ پروگرام تشکیل دے لیا تھا۔

اس رات ہم اسی پروگرام کے تحت نکلے------ پیز بال کا جوئے خانہ ایمسٹرڈیم میں مشہور تھا۔ یہاں بڑے بڑے لوگ جوا کھیلنے کے لئے آتے تھے------ اور ہارڈی اور جیکسن بھی عام طور سے اسی جوئے خانہ میں نظر آیا کرتے تھے۔ کبھی وہ کھیلتے ہوتے اور کبھی صرف دیکھنے پر اکتفا کرتے۔

مالی حالات ان دونوں کے بہت اچھے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اس شام جب ہم وہاں پہنچے تو دونوں ایک کھلے جوئے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔

سردارے کے چہرے پر اس وقت ایک خطرناک آدمی کا میک اپ تھا۔ وہ صورت سے اسپینش معلوم ہو رہا تھا------ میں نے بھی میک اپ کیا ہوا تھا اور میرا میک اپ بھی خاصا خطرناک تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اور سردارے ٹہلتے ہوئے اسی میز کے نزدیک جا پہنچے جہاں ہارڈی اور جیکسن کھیل رہے تھے------ میں نے بیٹھنے کے لئے جگہ طلب کی اور مجھے فوراً" ہی جگہ مل گئی۔

میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر لگا دی تھیں۔ جنہیں ٹوکن میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر ہمارا کھیل شروع ہو گیا۔

کارڈ میرے ہاتھ میں آ جائیں تو اس کے بعد دوسرے لوگوں کے جیتنے کے امکانات کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے تختہ مشق ان لوگوں کو بنایا تھا جو بے دلی سے کھیل رہے تھے' چونکہ ان کے پاس زیادہ رقم نہیں تھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے ان دونوں کو قلاش کر دیا۔ سردارے ہمارے نزدیک ہی کھڑا

تھا------ تب میں نے مضحکہ خیز انداز میں ان لوگوں کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیوں لارڈ! کیا جیبیں خالی ہو گئیں؟"

ہارڈی اور جیکسن نے خونخوار نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر ہارڈی بولا۔ "کیا یہ سوال ضروری ہے اور کیا اس سوال پر تمہارے دانت نہیں توڑے جا سکتے؟"

"بالکل توڑے جا سکتے ہیں۔" میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم چاہیں تو تم یہاں سے ایک پیسہ بھی نہیں لے جا سکتے۔" جیکسن نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"دیکھو لارڈ! میں لڑائی بھڑائی کی بات نہیں کر رہا' یہ تو حیثیت کی بات ہے۔ اگر تم یہ دولت چھین لو گے تو ظاہر ہے میں تنہا ہوں' کچھ نہیں کر سکوں گا۔ لیکن جہاں تک معاملے کی بات ہے اس میں بہرحال تم پیچھے رہے ہو۔"

"اے! تم ان دونوں کی توہین نہیں کر سکتے۔ کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو۔" سردارے نے غصیلے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"اوہو------! اوہو مائی ڈیر! میں کسی کی توہین نہیں کر رہا' یہ تو کھیل کی بات ہے۔ دیکھو' نوٹوں کی یہ گڈیاں میرے سامنے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں اگر کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی جائے تو کوئی مجھ سے یہ نوٹ چھین نہیں سکتا------ اگر ہمت ہے تو آ جاؤ۔' میں نے سردارے کو بھی چیلنج کر دیا۔

"نہیں' میں نہیں کھیلتا۔ لیکن یہ دونوں کھیلیں گے۔" سردارے نے کہا اور جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ان کے سامنے سجا دیں۔

ہارڈی اور جیکسن نے تعجب سے ان نوٹوں کو دیکھا تھا۔ اتنی بڑی تعداد تو میز پر بھی نہیں تھی۔

"کھیلو دوستو------ دوستوں کے لئے جان بھی دی جا سکتی ہے' اس شخص کی کیا حیثیت کہ یہ تمہیں چیلنج کرے۔" سردارے نے غرائے ہوئے انداز میں کہا۔

مگر جیکسن کسی قدر جھجکتے ہوئے انداز میں بولا۔ "اگر------ ہم......" وہ آگے کچھ نہ بول پایا تھا۔

"اوہو' تم انہیں ہار جاؤ' کوئی بات نہیں۔ میں اتنی ہی گڈیاں تمہارے سامنے اور سجا دوں گا۔" سردارے نے لاپرواہی سے کہا۔

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ پھر انہوں نے بڑے احترام سے سردارے کو کرسی پیش کی اور خونخوار نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولے۔ "ہاں------ شروع ہو جاؤ۔ لیکن سنو------ اگر شارپنگ ہوئی تو ہم تمہارے دونوں ہاتھ اتار کر یہیں رکھ لیں گے۔"

"منظور۔" میں نے کہا اور گیم پھر شروع ہو گیا۔

لیکن اس بار مجھے جو کچھ کرنا تھا' میں نے وہی کیا۔ یعنی میں نے انتہائی فیئر گیم کھیلا بلکہ ایک طرح سے یوں کہنا چاہئے کہ میں نے ہارڈی اور جیکسن کو بھی کارڈ دیئے۔ اس کے بعد میرا چہرہ اترتا چلا گیا۔

"آئندہ کسی شریف آدمی کا مذاق نہیں اڑانا۔" سردارے نے مجھ سے کہا۔ میری جیبیں خالی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھ گیا۔ سردارے ان دونوں کے ساتھ لگ گیا۔ مقصد ہی یہ تھا------ کافی دیر تک میں وہاں رہا اور پھر وہاں سے واپس چل دیا۔ اب میرا رخ اپنی رہائش گاہ کی طرف تھا۔

اس رہائش گاہ پر میں بے چینی سے سردارے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور یہ انتظار زیادہ طویل ثابت نہ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سردارے کی کار کا ہارن سنائی دیا اور میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ سردارے کی کار پورٹیکو میں داخل ہو کر رک گئی۔

پھر چند ساعت کے بعد سردارے مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"ہیلو ـــــــ ہولڈن!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو رشمن ـــــــ کیسی رہی؟" سردارے دھم سے ایک صوفے میں دراز ہو گیا۔

"یہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"انہیں شیشے میں اتارنے کے لئے، مجھے خود بھی شیشے میں اترنا پڑا ـــــــ سوری استاد!" سردارے نے مخصوص انداز میں کہا۔

"کیا میں تمہیں نشے میں معلوم ہوتا ہوں؟"

"اوہ، تو یہ بات ہے۔"

"اور بھی بہت سی باتیں ہیں ـــــــ ہی ہی ہی۔" سردارے مسخرے پن سے ہنستے ہوئے بولا۔

"چڑھ گئی ہے سردارے ـــــــ زیادہ پی گئے کیا؟"

"نہیں استاد ـــــــ لیکن ان کا دل رکھنے کے لئے پینی پڑی ویسے بڑے کام کے لوگ ہیں اور پلاننگ بھی خوب رہی۔ اب وہ ہولڈن کے عاشق ہیں۔"

"ہوٹل سے کہاں گئے تھے؟"

"ان کی رہائش گاہ پر ـــــــ اور پھر وہاں سے واپس پیز بال کلب آ گئے جہاں وہ مستقل غنڈوں کی حیثیت سے رہتے ہیں ـــــــ ان کے معمولی اخراجات تو کلب اٹھاتا ہے۔ لیکن چونکہ اخراجات زیادہ ہیں اس لئے وہ چھوٹے موٹے جرائم بھی کر لیتے ہیں۔ ویسے دبنگ ہیں دونوں ـــــــ اس علاقے میں اچھی چھنتی ہے۔ اگر کلب میں کوئی ہنگامہ ہو جائے تو با آسانی سنبھال لیتے ہیں۔" سردارے نے بتایا۔

"گویا کام کے آدمی ہیں۔ بہر حال ہمارا اپنا انتخاب غلط نہیں رہا۔ لیکن سردارے! بات صرف دو آدمیوں کی نہیں ہے۔ میں تو اس گروہ کو اعلیٰ پیمانے پر پھیلانا چاہتا ہوں۔ ابھی تو ہمیں بہت سے لوگوں کی تلاش ہے۔ یہ تو بہت معمولی ابتدا ہے۔"

"لوگوں کی کیا کمی ہے استاد! یہ دور کرنسی کی حکومت کا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کر سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کے لئے صرف ایک خیال ذہن میں اٹکا ہوا ہے۔"

"کیا؟"

"ہیڈ کوارٹر کہاں بنایا جائے؟"

"کام تو یہاں سے شروع کیا ہے استاد!"

"ہاں، وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن......"

"تمہارے ذہن میں کوئی اور خیال ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے، سردارے کو بھی بتا دو۔"

"ہیڈ کوارٹر یہاں نہیں ہونا چاہیے۔"

"بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن کہاں ـــــــ؟"

"جتنی جگہیں میں نے دیکھی ہوئی ہیں، ان میں سے بہت سے ملکوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن میں کسی سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"خوب ـــــــ پھر؟"

"آہ لندن ـــــــ" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔ "واقعی ـــــــ لندن ہر قسم کے لوگوں کو خود میں جذب رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور پھر بے شمار آسانیاں ہیں وہاں۔ استاد! ہمیں بڑے سائینٹفک انداز میں جال پھیلانا پڑے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں سردارے ـــــــ لیکن کام پھسپھسے انداز میں ہو رہا ہے۔"

"ہر کام کی ابتدا ایسی ہی ہوتی ہے استاد! جوں جوں ہم ترقی کریں گے ہمارے انداز میں بھی تبدیلی ہوتی چلی جائے گی۔" سردارے نے بہت اچھا جواب دیا۔

"ہاں، یہ تو درست ہے۔ بہر حال تمہاری غیر موجودگی میں، میں اسی موضوع پر سوچتا رہا ہوں۔ کل مجھے ایک اور کارروائی کرنا ہے۔"

"کیا استاد؟"

"یوں تو ابھی بہت سی رقومات، میرا مطلب ہے وہ رقوم، جو ہم نے مکلینو کا مال بیچ کر حاصل کی تھیں، دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر میں انہیں سمیٹ لوں تو بہت کافی ہیں ـــــــ لیکن غلام سیٹھ مجھے جو کمیشن دیتا رہا ہے اور جو زبردست رقمیں سوئٹزر لینڈ میں جمع ہیں، اب میں انہیں جنبش دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ عمدہ خیال ہے استاد۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"چنانچہ اس میں سے ایک بھاری سرمایہ میں لندن میں منتقل کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ لیکن چونکہ ابتداء ہالینڈ سے ہوئی ہے، اس لئے بنیادی طور پر میں یہاں سے ہی کام شروع کروں گا۔"

"اس بارے میں کوئی اور خیال ذہن میں ہے استاد؟"

"ہاں۔"

"کیا؟" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پہلے تو یہ بتاؤ سردارے کہ ہمیں شہریت کون سے ملک کی اختیار کرنی چاہیے۔"

"ہوں۔" سردارے نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "اگر لندن کو ہیڈ کوارٹر بناتا ہے استاد تو پھر ہم لندن ہی کے باشندے مناسب رہیں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا ـــــــ" میں تھوڑی کھجاتے ہوئے بولا۔ عرصے کا جمود ٹوٹا تھا۔ جو کہولت ذہن پر طاری تھی، وہ چھٹ گئی تھی۔ ایک بہت بڑا مقصد سامنے آ گیا تھا اور مقصد جب سامنے ہو تو ذہن خود بخود بہت سے جھگڑوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب میرے پاس سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا۔ وہ کہولت آمیز خیالات جو ذہن کو گھن لگاتے ہیں، چھٹ گئے تھے اور ذہن صیقل ہو گیا تھا۔ اس طرح بڑا

سکون محسوس ہو رہا تھا۔

"پھر اس سلسلے میں کیا کریں گے استاد؟"

"ہر کام قدم بہ قدم ہی مناسب رہے گا۔ ہالینڈ میں رہ کر پہلے ہمیں یہاں باقاعدہ قدم جمانے ہوں گے تاکہ کوئی کاروبار کر کے سرکاری حیثیت حاصل کرلیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم لندن کے باشندوں کی حیثیت سے یہاں کام شروع کریں گے۔"

"تب پھر کیوں نہ استاد ——— کسی اچھے قانون دان کی خدمات حاصل کر کے یہ سارے کام اس کے سپرد کردیں۔ باقی معاملات وہ خود سنبھال لے۔"

"بہترین تجویز ہے۔" میں نے سردارے کی تائید کی۔ "بہرحال کل سے اس سلسلے میں بھی کام شروع کردیں گے۔ اب تم ان دونوں کی طرف آجاؤ۔"

"ہارڈی اور جیکسن۔"

"ہاں۔"

"جو کچھ بتا چکا ہوں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"آئندہ پروگرام کیا رہا؟"

"کل ملاقات ہوگی۔"

"کہاں؟"

"پیز بال میں۔ ویسے دونوں شریف آدمی ہیں۔"

"خوب' کون سی شرافت کا تذکرہ کر رہے ہو؟"

"انہوں نے جیتنے کے بعد اصرار کر کے میری رقم واپس کردی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہ گڈ ———" میں نے گردن ہلائی۔

"اس کے علاوہ وہ بڑے ممنون نظر آ رہے تھے۔ خاطر مدارات کے علاوہ انہوں نے کئی پیشکشیں بھی کیں۔"

"مثلاً؟"

"یہی کہ میں ان سے روزانہ ملاقات کروں اور جس چیز کی ضرورت ہو' بے تکلفی سے بیان کر دوں۔"

"ہنس کیوں رہے تھے تم؟ تمہاری ہنسی مشکوک تھی۔"

"پیز بال ہر لحاظ سے عمدہ جگہ ہے۔ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ——— ان کے بارے میں جیکسن نے بتایا کہ وہ سب ہی پیشہ ور نہیں ہوتیں۔ خاص طور پر ہفتے کی راتیں بڑی دلکش ہوتی ہیں۔"

"اوہ' کل ہفتہ ہے۔ لیکن دلکشی کی وجہ کیا ہے؟"

"ایمسٹرڈیم کی شریف لڑکیاں ——— جو یہاں کے مہنگے ماحول میں اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتیں' اخراجات پورے کرنے کے لئے یہاں آتی ہیں۔"

"خوب ——— کس طرح؟"

"وہ دونوں اتنے متاثر تھے مجھ سے کہ کافی کھل گئے ——— حالانکہ ہفتے کی رات کا پروگرام

مخصوص لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا کیونکہ شریف لڑکیاں چہروں پر نقاب پہنے ہوتی ہیں اور ان کے گاہک اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ ان کی شکلیں نہیں دیکھیں گے۔"

"اوہ" میں نے ہونٹ سکوڑے۔

"وہ تو آج بھی مجھے پیشکش کر رہے تھے استاد ——— لیکن سردارے نمک حلال ہے۔"

"خوب ——— تو اب تم یہ نمک کب حلال کر رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کل۔" سردارے پھٹ سے بول پڑا۔

"میری کیا گنجائش نکلے گی؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے استاد ——— تم سردارے کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا سردارے نے اس کے لئے گراؤنڈ تیار کیا ہوگا؟"

"کیا کیا تھا تم نے؟"

"میں نے اپنے عزیز دوست مسٹر لارل کا تذکرہ ان سے کیا اور انہیں بتایا کہ اگر مسٹر لارل موجود ہوتے تو پیز بال کے بڑے بڑوں کی جیبیں خالی کر دیتے۔ تاش کے باون پتے ان کے باون غلام ہیں جو صرف ان کی مرضی سے حرکت کرتے ہیں ——— بڑے متاثر ہوئے وہ دونوں۔ اور خود انہوں نے ہی فرمائش کی کہ انہیں مسٹر لارل سے ملایا جائے۔ تب میں نے وعدہ کرلیا کہ کل رات ———"

"ہاں' ان کاموں میں تو تم ماہر ہو' چلو اب آرام کریں' کل بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"دوسرے دن سردارے کو آزاد چھوڑ کر میں نکل گیا۔ مجھے بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں نے ناشتے سے پہلے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی ورق گردانی کی اور چند ایسے پتے نوٹ کئے جن کی مجھے ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ بازار میں رک کر میں نے ایک بکسٹال سے ایسے پرچے خریدے جن میں ضروری لوگوں کے بارے میں تفصیلات تھیں۔ کار ہی میں بیٹھ کر میں نے ان کی ورق گردانی کی اور پھر مطمئن ہوگیا۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے گرائن سنز کے سامنے کار روکی۔ مسٹر گرائن بذات خود اس فرم کے مینیجر بھی تھے اور کاروباری امور کے نگران بھی ——— بھاری بھرکم اور پر اخلاق انسان تھے۔ بڑے پرتپاک انداز میں انہوں نے میرا استقبال کیا۔

"میں آپ کا کافی وقت لوں گا مسٹر گرائن ——— اس لئے اگر آپ مصروف ہوں تو گفتگو شروع ہی نہ کی جائے اور کسی مناسب وقت کا تعین کرلیا جائے۔"

"اتفاق سے میں بالکل فارغ ہوں۔ اور آپ کو آپ کی منشا کے مطابق وقت دے سکتا ہوں۔ یہ ہمارے بنیادی اصول ہیں۔" مسٹر گرائن نے ایک خوبصورت کارڈ میرے حوالے کیا۔ جس میں سرفہرست کسی کاروباری معاملے میں مشورے کی فیس درج تھی جو ہر حالت میں ادا کرنا ہوتی تھی گویا یہ مسٹر گرائن کے وقت کی قیمت تھی۔

میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر مقررہ رقم میز پر رکھ دی اور مسٹر گرائن نے بیل بجا کر ایک ملازم کو بلا کر اس کی رسید بنوانے کے لئے کہا۔

"آپ ہمارے ادارے کے لئے ایک معزز شخصیت ہیں جناب! اور ہمارا پہلا اصول ہے کہ معاملات

کچھ بھی ہوں‘ کیسے بھی ہوں‘ ہم انہیں اپنے سینے میں دفن رکھیں گے۔ آپ کا کام ہو یا نہ ہو------ آپ کو ہماری طرف سے عدم تعاون کی شکایت کبھی نہ ہوگی اور آپ اس بات کو ذہن سے نکال دیں گے کہ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتا کر معاملات طے نہ ہونے کی صورت میں آپ گھاٹے میں رہیں گے۔ اس کے علاوہ جناب! ہم آپ کے لئے ہر وہ سہولت فراہم کریں گے جو آپ کی ضرورت ہوگی۔ معاملہ خواہ کچھ بھی ہو‘ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم اس کا مناسب معاوضہ دیں گے۔"

"بہت اچھی بات ہے مسٹر گرائن! میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ بلا شبہ میرے کام آئیں گے------ اور جہاں تک رازداری کا سوال ہے‘ یہ سب سے ضروری ہے۔"

"بالکل مطمئن رہیں‘ ہمارے کاروبار کا پہلا اصول یہی ہے اور ہم اپنے اصولوں پر عمل کرنے کے عادی ہیں۔ خواہ ہمارے اصولوں سے ہمارا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ میرا مطلب ہے اگر آپ کسی شخص کے خلاف ہم سے کچھ کرانا چاہتے ہیں تو اس وقت ہم صرف معذرت کریں گے کہ کوئی ایسا غیر قانونی کام ہم نہیں کر سکتے جو قابل دست اندازی پولیس ہو‘ یا جو قانون شکنی کے مترادف ہو۔ البتہ اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم چونکہ فیس وصول کر چکے ہیں‘ مکمل خاموشی اور رازداری برتیں گے۔"

"ٹھیک ہے------ تو مسٹر گرائن! اس کا مقصد ہے کہ اب میں آپ کا ممبر ہو چکا ہوں۔"

"بالکل بالکل------ آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

"شکریہ۔ اس وقت کچھ نہیں------ ہاں جس وقت معاملات طے ہو جائیں گے‘ اس وقت جو آپ چاہیں۔"

"اوہو‘ معاملات تو طے ہو ہی جائیں گے جناب------ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ کچھ پئیں۔"

"تب پھر کافی پلوا دیجئے۔" میں نے کہا اور مسٹر گرائن نے بیل بجا کر کافی کا آرڈر دے دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"آپ چاہیں تو میں باہر سرخ بتی جلوا دوں گا کہ ہماری گفتگو بالکل خفیہ رہے؟"

"ہاں بہتر یہی ہے کہ کوئی ہماری باتیں نہ سن سکے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہتر بہتر۔" مسٹر گرائن نے کہا اور میز پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ کمرے میں اہم گفتگو ہو رہی ہے اور اب کوئی مداخلت کی کوشش نہ کرے۔ تب وہ میری طرف جھک آئے۔

"فرمایئے آپ کو کیا کام ہے؟"

"بہت سے کام ہیں مسٹر گرائن۔"

"مثلاً"؟"

"مثلاً" یہ کہ میں ایمسٹرڈیم میں بہت بڑی صنعت قائم کرنا چاہتا ہوں جس کی شاخیں دوسرے ملکوں میں بھی قائم کی جائیں گی اور ان کا ہیڈ کوارٹر لندن ہوگا۔"

"بہت خوب۔" مسٹر گرائن کے چہرے پر دلچسپی کی چمک نمایاں ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے ایک ایسا آدمی جو ان سے اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا‘ ایک پارٹی کی حیثیت رکھتا ہوگا‘ ورنہ اتنے بڑے پروگرام لے کر ان کے پاس کیوں آتا۔

"نہایت مناسب ہے جناب! اور اس سلسلے میں آپ ہماری بھرپور مدد حاصل کر سکیں گے۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ایک بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ میں لندن کی شہریت چاہتا ہوں اور قانونی طور پر یہاں کے کاغذات بھی۔"

"اوہ۔" مسٹر گرائن نے پرخیال انداز میں مجھے دیکھا اور ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولے۔ "برا نہ محسوس کریں تو میں آپ سے ایک سوال کروں؟"

"ہاں ضرور۔"

"آپ کی اپنی شہریت کہاں کی ہے؟ میرا مطلب ہے آپ کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"میں ایشیائی ہوں مسٹر گرائن------ ترک وطن کر کے بہت پہلے سیاحت کو نکل گیا تھا۔ سیاحت کے دوران ہی میں نے بے پناہ دولت کمائی اور اس دولت کو سوئٹزر لینڈ میں منتقل کر دیا۔ انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے اور میری زندگی کا پہلا مقصد دولت کا حصول تھا۔ اور اب میں کوئی ٹھوس زندگی چاہتا ہوں------ میری خواہش ہے کہ میں کوئی ایسی صنعت قائم کروں جو بین الاقوامی نوعیت کی حامل ہو اور اس کے بعد میں ایک باقاعدہ زندگی کا آغاز کروں۔ ایمسٹرڈیم میں‘ میں اپنی ایک فیکٹری لگانا چاہتا ہوں اور اس کا ہیڈ کوارٹر میں لندن میں رکھوں گا۔"

"مجھے آپ کے لئے کیا کرنا ہے؟" گرائن نے پوچھا۔

"آپ کو میرے جو کام کرنے ہیں‘ وہ یہ ہیں کہ آپ سوئٹزر لینڈ سے میرے تمام کاغذات کی تصدیق کرانے کے بعد وہاں سے ایک بڑی رقم یہاں اور لندن میں منتقل کرائیں گے------ اس سلسلے میں آپ کا جو بھی کمیشن ہوگا وہ بخوشی ادا کر دوں گا۔ باقی کاغذات کے معاملات ہیں‘ یہاں شہریت کے سلسلے میں جو کچھ کارروائی ہوگی‘ وہ آپ ہی کریں گے------ میں نے آپ سے عرض کر دیا ہے کہ میں سیاح تھا اور اکثر میرے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ کسی بھی ملک میں پہنچنے کے بعد مجھے جہاں الجھنیں پیش آئیں‘ وہاں غیر قانونی طریقے اختیار کرنے پڑے۔ میرا مقصد سمجھ گئے ہوں گے آپ------؟"

"ہاں۔" مسٹر گرائن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے مسٹر------! میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"آپ مجھے اصغر کہہ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ شکریہ مسٹر اصغر! تو بات یہ ہے کہ میں اس تمام کارروائی کو غیر قانونی اس لئے نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی جرائم پیشہ انسان نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے آپ ترک وطن کر کے یہاں آ گئے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے‘ آپ ہمارے ملک میں صنعت لگا کر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کی مدد کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر گرائن! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی تکمیل میں آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"ہر قسم کی مدد جو آپ کو درکار ہوگی۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔ اور میں سر ہلانے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے کہا۔ "تب پھر میں اس سلسلے میں آپ کو وہ تمام اخراجات پیشگی ادا

کرنے کو تیار ہوں جو اس سلسلے میں آپ کے اصول کے مطابق ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بات کا اچھی طرح یقین کرلوں کہ اب میرے مفادات کے نگران آپ اور آپ کا ادارہ ہے۔"

"یقیناً"۔" مسٹر گرائن نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

کافی آگئی اور ملازم نے خوبصورت مگ میں کافی انڈیل کر ایک مگ میرے سامنے اور دوسرا مگ مسٹر گرائن کے سامنے رکھ دیا۔ ملازم کے باہر نکل جانے کے بعد مسٹر گرائن نے پھر سرخ لائٹ روشن کردی۔ اور آٹومیٹک دروازہ لاک کردیا۔ تب انہوں نے اپنی میز سے کچھ فارم نکالے اور انہیں میرے سامنے رکھ دیا۔

"براہ کرم آپ یہ فارم بھردیں اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا موجودہ پتہ بھی دے دیں ——— تا کہ مختلف معاملات میں آپ کا مشورہ لے کر میں عمل کرتا رہوں۔"

"بہت بہتر۔" میں نے فارم لے لیا ——— فارم میں' میں نے اپنا پورا نام راجہ نواز اصغر ہی لکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سردار علی کا نام بھی درج کردیا تھا۔ کیونکہ ہم دونوں کو ان تمام چیزوں کی ضرورت تھی۔

مسٹر گرائن نے سردارے کے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میں اور سردار علی بچپن کے ساتھی ہیں اور ہمیشہ ہر معاملے میں ساتھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم دونوں کو کاغذات کی ضرورت ہوگی۔

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ یہ سارے کام میں باآسانی کرلوں گا ——— اس میں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔ "باقی رہا سوئٹزر لینڈ سے آپ کی رقم منتقل کرنے کا سوال' تو اس سلسلے میں چند ضروری کاروائیاں درکار ہوں گی۔ مثلاً" وہ فیگرز جو آپ وہاں سے منگوانا چاہتے ہیں۔"

"بہت مناسب۔ اب یہ سارے معاملات آپ کے سپرد ہیں مسٹر گرائن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں آپ کے کمیشن اور معاوضے پر اب کوئی تبادلہ خیال نہ ہوگا۔ جہاں اور جو آپ مناسب خیال کریں گے' وہ طے ہوجائے گا۔"

"بہت شکریہ۔ آپ کا ایڈریس وغیرہ فارم میں موجود ہے' اس کے علاوہ ہم آپ کو ایک مقامی ایڈوائزر مہیا کریں گے جو آپ کو آپ کے صنعتی معاملات میں مدد دے گا۔ آپ کو دقت بھی نہیں ہوگی اور وہ شخص بھی پورے طور سے قابل اعتماد ہوگا۔"

"بہتر۔" میری طرف سے یہ رقم ایڈوانس شکل میں جمع کرلیں۔ میں نے نوٹوں کی کئی بڑی گڈیاں مسٹر گرائن کے سپرد کردیں اور انہوں نے شکریے کے ساتھ انہیں قبول کرلیا۔

مسٹر گرائن مجھے باہر میری کار تک چھوڑنے آئے۔ میں نے اس شخص کے بارے میں اندازہ لگالیا تھا کہ وہ ٹھوس کردار کا انسان ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے ضرور کرے گا۔ چنانچہ میں سکون سے واپس ہوا۔ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ پورے طور سے اطمینان بخش تھا۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچا' سردارے موجود نہیں تھا۔ بہرحال جو کام وہ کر رہا تھا' وہ بھی اہم تھا۔ جو معاملات مسٹر گرائن کے ذریعے ہوسکتے تھے وہ تو انہیں کرنا تھے۔ لیکن بہت سے اہم کام مجھے اور سردارے کو بھی کرنے تھے۔

میں چونکہ خلاف توقع بہت جلدی کامیاب ہوگیا تھا اس لئے خوشی بھی تھی۔ بہرحال میں سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ ملازمین نے دوپہر کا کھانا لگادیا ——— سردارے موجود نہیں تھا اس لئے میں نے تنہا کھانا کھایا اور آرام کرنے لیٹ گیا۔

کھانے سے طبیعت بوجھل ہوگئی۔ بستر پر لیٹنے کے بعد عجیب سے خیالات ذہن میں چکرانے لگے۔ زندگی جس دائرے میں آگئی تھی' وہ ذہن پر بہت سی کیفیات طاری کر رہا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں وہاں سکونت اختیار کروں اور زندگی کو ایک نیا رنگ دے دوں۔ لیکن دل یہ رنگ قبول نہیں کر رہا تھا۔ اگر یہی رنگ اپنایا جائے تو پھر اس کے لئے اپنا وطن بھی ضروری ہوتا ہے۔ جہلم کے کنارے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی خوشبو کے بغیر بھی سکون' کہیں سکون ہوگا؟ یہاں اس ہنگامہ خیز دنیا میں زندگی کو سکون نہیں دیا جاسکتا۔

آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔ پھر سردارے کے جگانے سے ہی بیدار ہوا۔

"ضرورت نہیں کہ آپ پوری رات جاگتے رہیں استاد۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟" میں نے جماہی لیتے ہوئے پوچھا۔

"رات کی تیاریاں اتنی زبردست ———"

"دیوانے ہو ——— میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔ بس یونہی نیند آگئی تھی۔"

"کیا عمر ہوگی استاد تمہاری؟"

"کیوں؟"

"خوبصورت تصورات اگر ذہن کو بے چین نہ رکھیں تو انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اب وہ جوانی کی سیڑھیوں سے دوسری طرف اتر رہا ہے۔ اور ان سیڑھیوں سے نیچے جا رہا ہے جو بڑھاپے کی طرف لے جاتی ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"کچھ اندازہ نہیں سردارے ——— ایسا لگتا ہے جیسے صدیوں پہلے پیدا ہوا تھا اور صدیوں سے اداسیوں کا شکار رہا ہوں۔"

"دن کے کھانے کے بعد سوجانے سے یہی حالت ہوجاتی ہے استاد! کوئی خاص بات نہیں ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"کیا وقت ہوا ہے۔"

"صرف چھ بجے ہیں۔"

"ارے ——— واقعی دیر ہوگئی ——— تم کب واپس آئے؟"

"ساڑھے چار بجے۔ اور اب تک شام کی چائے نہ ملنے کی وجہ سے سر میں درد شروع ہوگیا ہے۔" سردارے نے مظلومیت سے کہا۔

"تم چائے لگواؤ۔ میں نہا کر ابھی آیا۔" میں نے کہا۔

"اوکے باس!" سردارے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا اور میں باتھ روم کی جانب چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں اپنے چھوٹے سے خوبصورت بنگلے کے گراؤنڈ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ چائے کے دوران گفتگو شروع ہوئی اور میں نے سردارے سے پوچھا۔

"کیا رہا ——— تم کیا کرکے آئے؟"

"میں۔۔۔۔۔ کوئی خاص کام تو نہیں استاد۔۔۔۔۔ کیا تم نے میرے سپرد کوئی خاص کام کیا تھا؟ ویسے اپنے طور پر میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"بس کاروباری سلسلے میں' میں نے کچھ لوگوں سے بات چیت کی ہے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ کوئی کارآمد بات؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں استاد!"

"بہرحال ابھی اس مسئلے میں نہ الجھو۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔" سردارے نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں نے اس سلسلے میں سارا بندوبست کر لیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔۔۔۔۔ وہ کس طرح؟ ویسے اتنا تو میں جانتا ہوں کہ استاد فارم میں آگیا ہے اور جو کچھ وہ کرے گا' وہ ٹھوس اور مضبوط ہو گا۔۔۔۔۔ لیکن مجھے بھی تو بتاؤ استاد کہ آخر تم نے کیا کیا؟"

اور پھر میں نے سردارے کو ساری تفصیل سنا دی۔ سردارے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ویری گڈ۔ ان ممالک میں یہ بڑا فائدہ ہے استاد کہ یہاں پر ہر طرح کے لوگ مل جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے' ویسے مسٹر گرائن بہت شریف اور پر اعتماد آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد! ہمیں بہت سے شریف اور پر اعتماد آدمی ملتے رہے ہیں۔ لیکن ہمیں ہوشیار ہی رہنا ہو گا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ یہ تو ہے۔ میں نے انہیں ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں بتایا' ویسے وہ ہمارے کام کا آدمی ہے' سارے معاملات اس سے طے ہو چکے ہیں۔" میں نے سردارے کو بتایا اور وہ گردن ہلانے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' اس کے بعد سردارے نے کہا۔ "ویسے استاد! میرا خیال ہے' اس بار جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ ہم نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ لیکن یقیناً" وہ پہلے سے بہت بہتر ہو گا۔"

"یقیناً"۔" میں نے جواب دیا اور چائے پیتا رہا۔

"اور استاد! یہ سارے معاملات تو ہوتے ہی رہتے ہیں مگر کچھ اور بھی تو دکھ ہیں۔" سردارے بولا۔

"وہ کیا؟"

"میرا مطلب ہے باس۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد تیاریاں شروع کر دو۔ میرے دونوں پیارے دوست ہارڈی اور جیکسن انتظار کر رہے ہوں گے اور انہوں نے ہمارے لئے بہتر بندوبست کر رکھا ہو گا۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ہاں سردارے! واقعی یوں لگتا ہے جیسے بہت دنوں سے زندگی میں کوئی کمی سی آگئی ہو۔"

"بلاشبہ استاد! عورت دنیا کی اہم ترین چیز ہے۔ میرا خیال ہے غذا اور جنس' انسان کی دنیا میں صرف یہ دو ہی ضروریات ہیں جن کے گرد ساری ضروریات گھومتی ہیں۔۔۔۔۔ اگر یہ مہیا ہوں تو میرا خیال ہے انسان ایک مطمئن انسان ہے۔" سردارے نے کہا۔

اور میں سوچنے لگا' یہ حقیقت ہی تھی۔ واقعی جنس اور بھوک' ساری دنیا انہی دو مسئلوں میں الجھی ہوئی تھی۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس خوراک اور عورت ہو' جنگل یا بیابان میں بھی آسانی سے گزارا کر سکتا تھا۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات مشاہدے میں تھے۔ چنانچہ میں نے سردارے کی بات سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

دیر تک ہم بیٹھے الٹے سیدھے موضوعات پر گفتگو کرتے رہے' ہارڈی اور جیکسن بھی زیر بحث آئے اور سردارے نے پورے طور سے مجھے اطمینان دلایا کہ اس نے ان لوگوں پر جو جال ڈالا ہے' وہ کافی مضبوط ہے اور یقینی طور پر آج اس سلسلے میں کچھ اور اضافہ ہو جائے گا۔

"کیسا اضافہ؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ کہ میں اس سے بات کروں گا اور کسی ایسے باس کا تذکرہ کروں جو بے پناہ دولتمند ہے اور میری اس ٹیپ ٹاپ اور اچھی زندگی کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔ میں انہیں متوجہ کروں گا کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں۔ اس سلسلے میں استاد۔۔۔۔۔ تم جانتے ہی ہو کہ ہمیں کیا کچھ کرنا ہو گا۔" سردارے نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے سردارے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد اس خاموشی کو سردارے نے ہی توڑا تھا۔

"بس اب تیاریاں کر لو استاد! میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں سردارے؟"

"میک اپ میں تبدیلی۔"

"تو ٹھیک ہے سردارے! میں اس میک اپ کو تبدیل کر لیتا ہوں' جس میں کل رات ہم ان دونوں سے ملے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا اور پھر اس کے کہنے کے مطابق تیاریاں کر لی گئیں۔

میں نے بہت ہلکا سا میک اپ چہرے پر کیا تھا تاکہ جیکسن اور ہارڈی کو اس کے بارے میں کوئی خاص اندازہ نہ ہو سکے۔۔۔۔۔ اور پھر رات کے تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگ تیار ہو کر پیپز بال کی طرف چل پڑے۔

پچھلی رات سردارے کی شخصیت واقعی ان دونوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ پیپز بال کے لاؤنج پر ہمارے ہی منتظر تھے۔

جونہی سردارے کار سے اترا' وہ دونوں اس کی طرف لپکے۔ اوہ' اوہ مسٹر ہولڈن! بڑا انتظار کرایا۔" ہارڈی لپکتا ہوا بولا۔

"اوہ مائی ڈیر۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے میں صحیح وقت پر پہنچا ہوں۔ کیا تم نے یہی ٹائم نہیں دیا تھا۔" سردارے بدلے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ لیکن دوستوں کا انتظار تکلیف دہ ہوتا ہے۔" جیکسن نے جواب دیا۔

"بہرحال میں پہنچ گیا۔ میرے دوست سے ملو۔۔۔۔۔ مسٹر لارل۔۔۔۔۔ اور مسٹر لارل! میں آپ کو ان دونوں کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

"یقیناً" یقیناً"۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں سے ہاتھ ملایا اور ہارڈی بڑے تپاک سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے بولا۔

"مسٹر لارل! مسٹر ہولڈن نے آپ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسے سن کر تو یہ دل چاہتا ہے کہ آپ کی ساری انگلیاں کاٹ کر اپنے پاس رکھ لوں یا پھر آپ کا وہ سارا فن کسی پراسرار طریقے سے حاصل کرلوں' جو آپ کی انگلیوں میں چھپا ہوا ہے۔"

"اوہ' یہ ہولڈن بڑا ہی بدمعاش ہے------ خواہ مخواہ میرے کاروبار کو خراب کرتا ہے------ اب بتاؤ اگر میں کبھی تم لوگوں کے ساتھ جوا کھیلنے کی کوشش کرتا تو کچھ کامیابی حاصل کرتا۔ لیکن اس نے میرا یہ چانس گنوا دیا۔"

"اوہ مسٹر لارل! آپ کو اس قسم کے ہزاروں مواقع ملیں گے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جیبیں ہماری ہوں۔" ہارڈی ہنستا ہوا بولا۔

"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے بشرطیکہ تم اس قسم کے مواقع مہیا کرسکو۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً" یقیناً" مسٹر لارل! ہم اور آپ مل کر تو پورے ایمسٹرڈیم کے لوگوں کو قلاش کر دیں گے۔" جیکسن ہنستا ہوا بولا------ اور میں بھی ہنسنے لگا۔

ہارڈی اور جیکسن کی میز مخصوص تھی۔ چنانچہ وہ ہمیں اسی میز پر لے گئے۔ ریزرویشن کارڈ لگا ہوا تھا' اسے ہٹا کر ہم چاروں میز کے گرد بیٹھ گئے اور ہارڈی نے بہت بڑے بڑے آرڈر دے ڈالے۔

"اوہو------ نہیں بھئی اتنا تکلف نہیں مسٹر ہارڈی!"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے لارل! ہم بے تکلف دوست ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے کہ ہمارے درمیان سے تکلف کی ساری دیواریں ہٹ جائیں۔ جب ہولڈن جیسے آدمی تمہارے دوست ہیں اور تم ہولڈن کی پسندیدہ شخصیت ہو تو پھر ہمارے لئے تو تم نجانے کیا ہوگے------ کیونکہ مسٹر ہولڈن نے جس انداز میں ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے' ہم اس کا کوئی بدل نہیں دے سکتے۔"

"دوستو! جب کسی کو دوست کہا جاتا ہے تو پھر بدلے کا تصور ذہن سے نکال دیا جاتا ہے۔ دوستی میں کوئی بدل نہیں ہوتا۔ تمہاری طرف سے محبت کا پرخلوص جواب ہی ہمارے خلوص کا بدلہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر لارل! آپ کی اس گفتگو نے آپ کی شخصیت کو واضح کر دیا ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ جیسے دوست بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔" ہارڈی نے کہا

"ہاں' تو اب کیا پروگرام ہے؟" جیکسن نے کہا۔

"جو آپ کا پروگرام ہو؟" میں نے کہا اور سردارے نے سرہلا کر میری تائید کی۔

"کیا آپ ہمیں اپنا کوئی کارنامہ دکھائیں گے؟"

"کیا چاہتے ہیں مسٹر ہارڈی؟" میں نے پوچھا۔

"ہیبز ہال ہر قسم کے جوئے کے لئے مشہور ہے۔"

"تو ٹھیک ہے' مجھے کسی ایسی میز پر لے چلئے جہاں وہ لوگ بیٹھتے ہوں اور بہت کچھ رکھتے ہوں۔"

"یقیناً"۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم وہیں چلیں گے۔"

"ہارڈی اور جیکسن مجھے اور سردارے کو جوئے خانے میں لے گئے' بلاشبہ یہاں ہر قسم کا جوا ہوتا تھا۔ ایک لمبی میز پر میں اور جیکسن بیٹھ گئے جہاں کافی قیمتی کھیل ہو رہا تھا------ کارڈ تقسیم ہوئے اور ہم چھوٹی چھوٹی رقم ہارتے رہے------ کارڈ میں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا' پھر جب قسمت نے ساتھ دیا تو کارڈ کی گڈی میرے ہاتھ میں آگئی۔ اس دوران میں نے کافی بلف کھیل کھیلا تھا لیکن کامیاب نہیں رہا تھا اور ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ ہمیں احمق سمجھنے لگے تھے------ گو ہارنے کی رفتار کافی تیز نہیں تھی لیکن بہرصورت ہمارے سامنے اتنی رقم جنی ہوئی تھی کہ ساتھ کھیلنے والوں کو کوئی شکایت بھی نہیں ہوئی تھی۔

پھر جب کارڈ میرے ہاتھ میں آگئے تو میں نے انہیں تقسیم کر دیا۔ جیکسن جو میرے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا' مجھے دیکھنے لگا اور میں نے اشارہ کر دیا۔

مقصد یہ تھا کہ وہ جم کر کھیلے------ چنانچہ کھیل شروع ہوگیا۔ جیکسن نے کافی لمبی رقم لگا دی تھی۔ کھیل میں صرف تین آدمی رہ گئے تھے۔ میں بھی کھیل رہا تھا مگر اس نظریے کے تحت کہ جیکسن کو مدد دیتا رہوں------ اور پھر جب کارڈ شو ہوئے تو جو ہونا تھا وہی ہوا۔

جیکسن کے آگے ایک بڑی رقم پہنچ گئی تھی۔ جیکسن کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ پھر اس نے کارڈ تقسیم کئے اور اس کے بعد میں دوسرے ہاتھ کا انتظار کرنے لگا۔

دوسرا ہاتھ میرا اپنا تھا جس میں' میں نے بہت لمبی رقم کمائی۔ لیکن اس بار جو میں نے کارڈ بانٹے تو پھر جیکسن کو ہی کارڈ دے دیئے۔ لیکن اس بار میں نے کھیل میں ایک اور طریقہ اختیار کیا تھا۔

یعنی دوسرے لوگوں کو صرف ان کی قسمت پر نہیں چھوڑا تھا بلکہ انہیں بھی ایسے کارڈ دیئے تھے کہ وہ بھی جان کی بازی لگا دیں۔

اور اس بار جو شو ہوا تو بہت سے لوگوں کے چہرے سرخ ہوگئے انہوں نے تعجب سے جیکسن کو دیکھا جو نوٹوں کی گڈیاں سمیٹ رہا تھا۔

پھر بہت سے لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی------ جیکسن نے قہقہہ لگایا تھا۔ پھر وہ نوٹوں کی گڈیاں سمیٹتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔

میں تھوڑی دیر تک کھیلتا رہا۔ اس کے بعد میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم ایک میز پر آکر بیٹھے تو جیکسن نے میرے ہاتھ چوم لئے۔ استاد------ بس اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا' اپنے نوٹوں کو سنبھالو۔" اس نے نوٹوں سے بھرا بیگ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جیکسن! تم دوستی کی توہین کر رہے ہو۔"

"لیکن استاد! یہ کارنامہ تو تمہارا ہی ہے۔"

"میں اس سے ہزار ہا درجہ بڑے کارنامے دکھا سکتا ہوں۔ لیکن تم ان نوٹوں کی گڈیوں کو میرے درمیان نہیں لاؤ۔" میں نے کہا اور جیکسن اور ہارڈی بڑی عقیدت سے مجھے دیکھنے لگے۔ پھر ہارڈی نے سردارے کی طرف رخ کر کے کہا۔

"مسٹر ہولڈن! ہم تمہارے شکرگزار ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے ہمیں مسٹر لارل جیسے دوست سے متعارف کرا کے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

"ہولڈن کو کیا سمجھتے ہو دوستو------ ہولڈن تقدیریں بدلنے کا ماہر ہے۔" سردارے نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب ابھی نہیں بتایا جائے گا۔ لیکن اگر پسند کرو تو ہولڈن اور لارل کو ایسے دوستوں میں شامل کر لو جو زندگی اور موت کے ساتھی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔"

"بسرو چشم۔ تم بھی دیکھو گے کہ ہارڈی اور جیکسن جان دینے والوں میں سے ہیں۔" ہارڈی نے کہا۔

"تب پھر ہاتھ ملاؤ۔۔۔۔۔ ہم لوگ عہد کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے مفادات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں گے۔"

اور ہم چاروں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ بڑا پکا عہد ہو گیا تھا۔ برے لوگوں کے درمیان جو عہد ہوا کرتے ہیں' وہ اچھے لوگوں سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ان وعدوں میں عام طور سے کم ہی رخنے ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ عہد ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر ہوا کرتے ہیں۔

تقریباً" پونے گیارہ بجے ہارڈی نے سردارے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "مسٹر ہولڈن! کیا پروگرام ہے؟"

"ہم ہارڈی کے مہمان ہیں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میں دوستوں کی پسند کا قائل ہوں۔"

"اور اگر دوست ماحول سے اجنبی ہوں؟"

"ہاں' تب ذمے داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے درمیان میں دخل دیا۔

"بس تو آپ لوگ ان ذمے داریوں کو پورا کریں۔ ہم لوگ تو اس وقت آپ کے دست نگر ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"مسٹر لارل کو تو اعتراض نہیں ہو گا؟" ہارڈی نے پوچھا۔

"کیوں' اعتراض کیوں ہونے لگا؟ کیا یہ انسان نہیں ہیں؟"

"تو آؤ دوستو! تمہیں پیرزبال کی خفیہ دنیا دکھائیں۔" ہارڈی نے کہا اور پھر وہ دونوں میز سے اٹھ گئے ہم دونوں بھی ان کے ساتھ چل پڑے تھے۔ ایک کمرے میں ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ کاؤنٹر کلرک اپنے سامنے ماسٹر فون رکھے خاموش بیٹھا تھا۔

ہارڈی نے ایک کوپن اس کے سامنے رکھ دیا۔ کلرک نے کوپن کو دیکھا اور گردن ہلا دی۔ تب ہارڈی کمرے کی ایک دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ شاید کاؤنٹر کلرک ہی نے کوئی حرکت کی تھی۔ کمرے کی ایک دیوار روشن ہو گئی اور پھر ایک آٹومیٹک دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ہارڈی کے اشارے پر ہم اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

انوکھی لفٹ تھی۔ بہرحال اس نے ہمیں ایک ہال میں اتارا' جہاں آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ ہلکی رنگین روشنی نے ماحول کو بے حد پراسرار بنا دیا تھا۔ ہال میں چاروں طرف میزیں لگی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ اور ان میزوں پر' میزوں کے درمیان لڑکیاں موجود تھیں۔۔۔۔۔ لیکن ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔

تمام چہروں پر نقاب تھے' صرف آنکھیں روشن تھیں۔ ویسے جو بدن نظر آ رہے تھے' ان میں نوے

فیصد نوخیز تھے۔ ان کی عمریں بہت کم معلوم ہوتی تھیں۔ بے حد حسین بدن تھے۔۔۔۔۔ بہرحال یہ ماحول کافی ہیجان خیز تھا۔

ہال میں مرد بھی تھے۔۔۔۔۔ لیکن باقاعدہ لباس میں تھے۔ ویسے جو حرکتیں وہاں ہو رہی تھیں' وہ انسانیت سوز تھیں۔ سب نے اخلاق اور دوری اقدار بالائے طاق رکھ دی تھیں۔ جیکسن اور ہارڈی نے ہمارے چہرے دیکھے' پھر ہارڈی بولا۔

"یہ شرطیہ امر ہے کہ ان میں باقاعدہ کاروبار کرنے والی لڑکیاں چند ہی ہوں گی۔ میں آپ کو اس بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں مسٹر ہولڈن!"

لیکن مسٹر ہولڈن موجود ہی کہاں تھے۔۔۔۔۔ وہ تو ان حسین جسموں میں الجھ گئے تھے۔

کوپن کے مطابق ہماری میز تک رہنمائی کر دی گئی اور ہم بیٹھ گئے۔ سامنے ہی ننھا سا گول اسٹیج تھا جس پر برہنہ لڑکیاں یکے بعد دیگرے آ آ کر اپنے جسم کی نمائش کر رہی تھیں اور بک ہو رہی تھیں۔

"اسٹیج پر آنے والی جو لڑکی آپ کو پسند آئے۔۔۔۔۔" جیکسن نے جھک کر میرے کان میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت اخلاقیات کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

ہارڈی نے ویٹر کو اشارہ کیا اور چند ساعت کے بعد وہسکی آ گئی وہ گلاس بنانے لگا۔۔۔۔۔ اور اسی وقت ایک لڑکی ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"یہ کام تمہارا نہیں ڈارلنگ۔۔۔۔۔ میں کس کام آؤں گی۔" لڑکی نے کہا اور جھک کر بوتل تھام لی۔

"کیا نمبر ہے؟" جیکسن نے پوچھا۔

"ایٹی سکس۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔" ہارڈی نے جواب دیا۔ اور لڑکی گلاس رکھ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ سیدھی اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔

"نمبروں کا کیا قصہ ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"نقاب کے پچھلے حصے پر نمبر پڑے ہوئے ہیں۔ آپ کسی بھی نمبر کو کال کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اکتیس نمبر دیکھو استاد!"

"پاگل ہو گئے ہو؟" میں نے کہا۔

"کیسے نہ ہوں استاد! میری تاریخ پیدائش اکتیس نومبر ہے۔ میرا وزن بھی ایک سو اکتیس پونڈ ہے۔ میٹرک میں میرا رول نمبر بھی اکتیس تھا۔ ہائے اکتیس۔۔۔۔۔"

"ٹھیک ہے تم جانو۔"

"مسٹر جیکسن!" سردارے بولا۔ اور جیکسن اس کی طرف جھک گیا۔ "اکتیس۔۔۔۔۔" سردارے نے آہستہ سے کہا اور جیکسن نے چٹکی بجا کر ویٹر کو بلایا۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے ویٹر اس کے نزدیک آ کر جھک گیا۔

"اکتیس۔" جیکسن بولا اور ویٹر نے گردن جھکا دی۔

کچھ دیر بعد لڑکی آ کر بیٹھ گئی۔ ویٹر نے گلاس بھی لا کر رکھ دیا تھا۔ لڑکی نے خود اپنے لئے گلاس بنایا۔ جیکسن اور ہارڈی اسے مسلسل گھور رہے تھے۔

"مسٹر جیکسن!"

"اوہ کیا بات ہے ڈیر ہولڈن؟"

"اب میں لارل کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا ——— کیا میں اسے اٹھا کر باہر پھینک آؤں؟" سردارے نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اوہ' میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"اوہ یقیناً" مسٹر ———! کیا آپ اٹھنا پسند کریں گے؟"

"ہاں۔" سردارے گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"ایکسکیوزمی جنٹلمین!" لڑکی نے ہم لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنا گلاس ہاتھ میں لئے کھڑی ہو گئی۔ اس نے گلاس کی شراب حلق میں انڈیلی اور گلاس میز پر رکھ کر سردارے کی طرف دیکھنے لگی۔

"جج ——— جاؤں استاد؟"

"دفع ہو جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا اور سردارے اٹھ کر لڑکی کے ساتھ چلا گیا۔

"خوب ہیں مسٹر ہولڈن۔ سونے کے ترازو میں تولنے کے قابل۔ شیر کا سا دل رکھتا ہے یہ شخص یاروں کے لئے جان دینے والا ——— اوہ' مسٹر لارل! آپ کی پسند ———؟"

"مجھے جلدی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی یہاں کا لطف بھی ہے۔ ابھی تو محفل جوان ہے' ایک بجے تک یہی رونق رہے گی۔" جیکسن نے کہا۔

تماشا جاری رہا۔ ان دونوں کا کہنا درست تھا۔ لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پھر جب رات کافی بھیگ گئی اور میں نے بھی شراب کے کئی پیگ انڈیل لئے تو میں اس ماحول سے بور ہو گیا اور میں نے ہارڈی کو مخاطب کیا۔

"میں بھی اب اٹھنا چاہتا ہوں ہارڈی!"

"ضرور مسٹر لارل ——— آپ کی پسند؟"

"ان میں سے کوئی بھی لڑکی۔ مجھے تو سب ہی یکساں نظر آتی ہیں۔ وہ نمبر ایک سو تیرہ ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"یقین کریں اگر آپ انتخاب میرے اوپر چھوڑتے تو میں بھی آپ کے لئے وہی پسند کرتا۔" ہارڈی نے ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر جونہی لڑکی قریب پہنچی' میں کھڑا ہو گیا۔

"شکریہ دوستو! اب کب ملاقات ہو گی؟"

"صبح کو ——— آپ بے فکر رہیں۔ یہ تو ہماری رہائش گاہ ہے۔"

"اوکے ——— اوکے۔" میں نے کہا اور لڑکی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ "اب تم مجھے کہاں چلو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ایسی جگہ ——— جو آپ کو پسند ہو۔"

"کیا اسی ہال میں؟"

"ہاں" لڑکی کی آواز بیحد دلکش تھی۔

"کیا تم یہاں سے میری رہائش گاہ پر چلنا پسند کرو گی؟"

"یہ اصول کی خلاف ورزی ہو جائے گی جناب!"

"اوہ' کیوں؟"

"دراصل ———" وہ ہال سے ایک راہداری کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ چند ساعت خاموش رہی پھر کہنے لگی۔ "کیا آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی بات ہے' ورنہ یہاں کے اصولوں سے واقف ہوتے۔ لیکن آپ بے فکر رہیں۔ جس جگہ میں آپ کو لے جاؤں گی وہ بھی آپ کو پسند آئے گی۔" اور اس نے غلط نہیں کہا تھا ——— لیکن میں پیرز بال کلب کی بناوٹ پر حیران تھا۔ زمین کے نیچے ہی نیچے انہوں نے بہت خوبصورت جگہ بنا رکھی تھی۔ کشادہ کمرے جہاں ضرورت اور آرائش کی ہر چیز موجود تھی۔ ان کمروں پر بھی نمبر پڑے ہوئے تھے۔ جن کے بارے میں کمرے میں داخل ہوتے ہی لڑکی نے بتایا۔

"یہاں ایک سو اسی کمرے ہیں۔"

"یہاں نیچے ہی نیچے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ عمارت گہرائی میں چھ منزلیں رکھتی ہے۔ ہم تو دوسری منزل میں آئے ہیں ——— کلب میں ایک سو اسی لڑکیوں کو ٹوکن جاری ہوتے پھر بھی بہت سی لڑکیاں واپس چلی جاتی ہیں۔ ہر نمبر کے ساتھ ایک کمرہ موجود ہے۔"

"کمال ہے۔ اس لحاظ سے تمہارا نمبر ایک سو تیرہ ہے۔"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ درحقیقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کلب اتنا بڑا ہو گا۔ اوپر سے اسے دیکھ کر کوئی شخص اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ اتنی بڑی حیثیت رکھتا ہو گا۔ بلاشبہ اس کی آمدنی لاکھوں کی ہو گی۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی تھی۔

"کوئی چیز منگوانی ہے جناب!"

"شراب؟"

"ہاں' اگر آپ کی طلب ہو ———"

"اوپر میں کافی پی چکا ہوں۔ اگر تم منگوانا چاہو تو منگوا لو۔"

"نہیں جناب! میں چند پیگ لے کر ہی ڈاؤن ہو جاتی ہوں۔ اگر زیادہ پی لوں تو صبح کو ——— واپس نہ جا سکوں گی۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی خاص جملہ ادا کرتے کرتے رک گئی تھی۔

"خیر تمہاری مرضی۔" میں نے گہری سانس لے کر مسہری پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

وہ بڑی خوبصورت گڑیا سی لڑکی تھی۔ بھرپور اداؤں سے بھی واقف نہیں تھی۔ ایک الھڑپن تھا اس

کے اندر ——— میں نے صاف محسوس کیا تھا۔

"میں مقامی باشندہ نہیں ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"دو چار روز میں تمہارے وطن سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"اوہ' کہاں جناب؟"

"اپنے وطن' اسپین۔" میں نے جواب دیا۔

"تو آپ اسپینش ہیں؟"

"ہاں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہالینڈ کے باشندوں نے مجھے پسند نہیں کیا۔"

"میں نہیں سمجھی ——— کس نے؟" اس نے پوچھا۔

"مثلاً" تم نے۔"

"کیوں؟" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر پوچھا۔

"ظاہر ہے تمہارے وطن میں رہ کر تمہیں نقصان پہنچانے والوں میں' یا تمہیں پریشان کرنے والوں میں سے نہیں ہوں' پھر مجھ سے یہ پردہ پوشی کیوں ہے؟"

"نہیں جناب! یہ مشکل ہے۔ ہم لوگ پروفیشنل نہیں ہیں' بس ضرورت ہمیں یہاں لے آتی ہے اور ہمارا راز' راز رہتا ہے۔"

"اگر میں تمہارا راز پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کروں' تب بھی تم چہرہ نہیں کھولو گی؟"

"سوری' میں یہ نہ کر سکوں گی۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا ——— چھوڑو اس موضوع کو۔ ہاں' یہ تو بتاؤ' یہاں ادائیگی کس طرح ہوتی ہے؟"

"کلب کی مقرر کردہ رقم ہمیں کاؤنٹر سے مل جائے گی' گاہک سے وہ جو دل چاہے گا وصول کریں گے۔ اس کے علاوہ....." وہ جھجکی۔

"اس کے علاوہ کیا؟"

"کچھ نہیں' بس ایسے ہی میرے منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اوہ' تمہارا نام کچھ بھی ہو۔ میری درخواست ہے کہ عدم تعاون نہ کرو ——— یہ ماحول تمہارے تعاون کے بغیر قطعی غیر دلکش ہو جائے گا۔"

"وہ دراصل ——— اگر ہمیں پسند کرنے والے ——— کچھ بخشش دے دیں تو وہ ہماری ہوتی ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے اپنے لباس سے کچھ بڑے نوٹ نکالے اور لڑکی کی طرف بڑھا دیئے۔ "یہ تمہارے ہیں۔" لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔

"آپ ——— آپ مذاق کر رہے ہیں جناب!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

"تم چاہو تو انہیں لے کر ابھی جا سکتی ہو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"بہت بہت ——— بہت بہت شکریہ جناب! درحقیقت رقم میرے تصور سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر یہ میری ہے تو پھر میں ——— میں کئی ماہ تک ادھر نہیں آؤں گی۔"

"یہ تمہاری ہے۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم جا سکتی ہو۔"

"جی؟" وہ پھر تعجب سے بولی۔

"ہاں لڑکی! اگر اس ماحول میں بھی ایسی اجنبیت ہو تو ——— میں خود کو ایک جانور کے سوا کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے ———" میں خاموش ہو گیا۔ لڑکی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر کے پیچھے نقاب کے بند کھولے اور چہرہ کھول دیا۔ بڑے خوبصورت خدوخال کی مالک تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر اداسی تھی۔ وہ اپنی نیلی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میرا نام کلائیس ہے' ایک مقامی کالج کی طالبہ ہوں۔ والدین میرے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی معذور ہیں' ممی ایک جنرل اسٹور میں کام کرتی ہیں اور کوئی نہیں ہے اس لئے ——— میں یہاں آ جاتی ہوں تاکہ میرے تعلیمی اخراجات کا بوجھ ان کی کمر نہ توڑ دے۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکیڑے۔ "یہاں کتنی بار آ چکی ہو؟"

"پانچ یا چھ مرتبہ۔" اس نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"سوری لڑکی ——— اگر تم پہلی بار یہاں آئی ہوتیں تو شاید تمہاری ضرورت پوری کر کے میں تمہیں یہاں سے بھگا دیتا ——— تاہم ——— یہ رکھ لو' تاکہ تم طویل عرصے تک یہاں نہ آؤ ———" میں نوٹوں کی ایک بڑی گڈی اس کے پرس میں ٹھونس دی۔

کلائیس پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ پھر اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

"لارل۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ میرا خیال ہے اگر میں تمہاری دی ہوئی رقم کو کفایت سے خرچ کروں تو تکمیل تعلیم تک مجھے یہاں نہیں آنا پڑے گا اور تعلیم پوری ہونے کے بعد جب میں کوئی باعزت روزگار حاصل کر لوں گی تو ——— تمہیں ایک محسن کی حیثیت سے یاد رکھوں گی۔"

"تم چاہو تو جا سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں جانا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"کاش تم میرے ان جذبات کو سمجھ سکو جو اس سے پہلے کبھی میرے سینے میں موجزن نہیں ہوئے۔ ان احساسات کا اندازہ لگا سکو جو اس سے پہلے میرے دل میں کبھی نہیں جاگے۔ نجات کی بے پناہ خوشی میں تم پر قربان کرنا چاہتی ہوں۔ جو ایک اچھے مستقبل کی خوش خبری بن گئی ہے۔ اب میں بھی ایک باعزت لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزار سکوں گی۔"

"میری طرف سے تم مجبور نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے اسپین کے فرشتے ——— کاش میرا اصل لباس میرے پاس ہوتا' میں ابھی اسے

پہن لیتی اور پھر تمہارے سامنے آتی۔"

"کلائیس!" میں نے کہا۔

"ہوں۔"

"یہاں سے باہر بھی کبھی ملوگی؟"

"ضرور ملوں گی۔ تم کب تک یہاں رہو گے؟"

"تم میرے اوپر بھروسہ تو کر چکی ہو؟"

"ہاں' مکمل۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ یقین کر لو کہ جب تک یہاں رہوں گا' تمہاری موجودہ حیثیت مجھے یاد نہیں آئے گی۔"

"مجھے بھروسہ ہے۔"

"تب پھر ابھی میرا طویل پروگرام ہے۔ لیکن ایک نہ ایک دن یہاں سے ضرور چلا جاؤں گا۔"

"تم جب تک یہاں رہو گے' میں تم سے ملتی رہوں گی۔" اس نے خلوص سے کہا۔

"کل؟"

"کہاں؟" اس نے پوچھا۔

"جہاں تم کہو۔"

"روکن نہر کے کنارے تک ریستوران میں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر چونکہ صورتحال بدل گئی تھی اور کلائیس نے مجھے گاہک کے بجائے محبوب سمجھ لیا تھا' اس لئے وہ ساری دلکشی اس رات میں کھل گئی جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان ہوتی ہے۔ صبح کی کوئی قید نہیں تھی' جب چاہو تب سورج نکلے۔ لیکن کلائیس جلدی جاگ گئی تھی۔ اس کے اٹھنے سے میں بھی جاگ گیا اور کلائیس باتھ روم میں چلی گئی۔ واپس آ کر اس نے اپنا نقاب اٹھایا اور مجھ سے بولی۔ "مجھے بھول تو نہ جاؤ گے۔۔۔۔۔۔ میری شکل یاد رہے گی تمہیں؟"

"ہاں کلائیس! اور تم۔۔۔۔۔۔؟"

"اگر میں اندھی بھی ہوتی تو تمہاری خوشبو سے تمہیں پہچان لیتی۔ محسن بھولنے کے لئے نہیں ہوتے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں مسکرا دیا۔ اس نے مجھے آخری بوسہ دیا اور پھر نقاب پہن لیا۔

"سنو۔۔۔۔۔۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"بہت دیر کے بعد خیال آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس کی وجہ ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اپنے ذہن میں تمہیں ایک نام دے دیا ہے اور وہی نام مجھے پسند ہے۔"

"کیا نام ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"اوہ' بڑا خوبصورت نام ہے۔ لیکن میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور میں۔۔۔۔۔۔"

"یہ میرے جذبات ہیں۔ میرے لئے تو تم فرشتے ہی ہو۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"ویسے میرا نام براخت لارل ہے۔"

"تھینک یو لارل! اب میں جاؤں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے اسے خدا حافظ کہا اور وہ باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد مجھے یہ جگہ اجنبی محسوس ہونے لگی اور میں جلدی سے باہر جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ کلب ویران ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔ ہمارے دوست ہمارے سلسلے میں شاید ادائیگی کر چکے تھے' اس بارے میں کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ کلوک روم میں سردارے اور وہ دونوں مل گئے۔ تب ہم چاروں باہر نکل آئے۔۔۔۔۔۔ اور پھر ہارڈی نے ناشتے کی پیشکش کی۔

ناشتہ کرتے ہوئے ہارڈی نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا خیال ہے مسٹر لارل! کیا یہ رات آپ کے لئے خوشگوار رہی؟"

"ہاں تمہارا شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن افسوس۔۔۔۔۔۔ اب ایسی دوسری رات کے لئے آپ کو ایک ہفتہ انتظار کرنا ہو گا۔ لیکن مسٹر لارل! ایسا نہ ہو کہ ایک ہفتہ ہمارے درمیان ملاقات ہی نہ ہو۔"

"نہیں ہارڈی! آج رات کو ہم پھر ملیں گے۔ تم دونوں عمدہ دوست بننے کی صلاحیت رکھتے ہو اور میں تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"اس کا جواب۔۔۔۔۔۔ مسٹر ہولڈن آج رات تمہیں دیں گے۔"

"کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب وہ ہمارے ذہن میں الجھتی رہے گی۔"

"صرف چند گھنٹے انتظار کر لینا ہارڈی۔۔۔۔۔۔ ممکن ہے کوئی دلچسپ بات ہی ہو۔" میں نے کہا اور ہارڈی مسکرانے لگا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور پھر ناشتے کے بعد ہم نے ان سے اجازت طلب کی اور دونوں باہر نکل آئے۔ سردارے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور پھر ہم واپس چل پڑے۔ کافی دور آنے کے بعد سردارے نے اوباش انداز میں ایک آہ بھری اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "ایک بار دیکھا ہے' دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے۔"

"فضول۔" میں نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"ہائے استاد! اس حسین ماحول کی توہین مت کرو۔ میں تو ہارڈی اور جیکسن پر عاشق ہو گیا ہوں۔ ہماری تو یہاں پہنچ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔"

"اب کب تک تمہارے ذہن پر سوار رہے گا وہ ماحول؟"

"آئندہ ہفتے تک۔" سردارے نے جواب دیا۔

"سر توڑ دوں گا۔ کام کی بات کرو۔"

"آہ ظالم آسمان۔۔۔۔۔۔ ماضی کو یاد بھی نہیں کرنے دیتا۔ کون سی کام کی بات کروں استاد؟"

سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"ان دونوں سے کوئی بات تو نہیں ہوئی؟"

"ابھی تک نہیں کی۔"

"آج رات کرلو۔"

"میرا خیال ہے آپ نے اسی سلسلے میں اشارہ دیا تھا۔"

"ہاں۔"

"لیکن پروگرام کیا ہے؟"

"پھر پروگرام ----" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"مم ---- میرا مطلب ہے 'کیابات کرنی ہے ان سے؟"

"تمہیں معلوم ہے۔" میں نے جوابدیا۔

"آہ ایلسن!" سردارے کے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے وہ چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ میں اسے گھور رہا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے سردارے اب سڑک کی طرف متوجہ ہو۔

"ایلسن کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہیں 'اب تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"بد معاشی پر آمادہ ہو؟"

"خدا قسم ---- شام تک نہیں لوں گا اس کا نام ---- لیکن ہم ہارڈی وغیرہ سے تو رات کو ملیں گے؟"

"ہاں ---- کیوں؟"

"اوہ' کچھ نہیں استاد! دراصل رات کو سو نہیں سکا' اس لئے ذہن قابو میں نہیں ہے اور پھر وہاں کا ماحول الف لیلیٰ کی کسی رات کا ماحول معلوم ہوتا تھا ---- کیا تم اس سے انکار کرو گے؟"

"الف لیلیٰ میں ایسی کوئی فضول رات نہیں تھی۔ اس کی تمام داستانیں اخلاقی حدود کے اندر ہیں۔"

"بحث کرنے لگوں گا استاد! جانے دو۔" سردارے نے کہا۔

"کرو بحث ----"

"اجازت ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو استاد! الف لیلیٰ کی راتوں میں خوبصورت عورتیں نہیں ہیں؟ شاہی حرم سراؤں کی دوشیزاؤں کا ذکر نہیں ہے؟ حسن و عشق اور جنس کی چاشنی نہیں ہے؟ کیا اسکی داستانیں رنگین واقعات سے سجی ہوئی نہیں ہیں ----؟"

"ہیں۔ لیکن ان میں ایک اقدار جھلکتا ہے' کوئی تہذیب ہے۔"

"نہیں استاد! لیکن وہ بھی یہی سب کچھ چاہتے تھے۔ بس الفاظ سے پردہ پوشی کردی گئی ہے۔ آج دنیا زیادہ حقیقت پسند ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ بس سرپھروں کا ایک طبقہ ہے جو حقیقت کے نام پر عریاں ہوگیا ہے۔ جبکہ اجسام کی

بناوٹ یکساں ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کے جسمانی نقوش سے واقف ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم لباس استعمال کرتے ہیں۔ یہ پردہ پوشی ہی تو انسانی تہذیب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں مانتا۔ یہ حقیقت سے آنکھ چرانے والی بات ہے۔"

"سردارے! میں اس وقت کی تمہاری کیفیت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں' جب تم اکتیس نمبر کو پسند کرنے کے بعد ہمارے پاس سے فوراً اٹھ جانا چاہتے تھے؟"

"وہ اور بات تھی استاد!"

"کیا تھی ---- مجھے بتادو۔"

"بس ---- میں اس کا دیوانہ ہوگیا تھا۔"

"پردہ پوشی مقصود نہیں تھی؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تب میرا خیال ہے۔ اگر تم اس قدر حقیقت پسند ہو تو گاڑی روک دو' اپنا لباس اتار کر پچھلی سیٹ پر ڈال دو' پھر ڈرائیو کرو ---- چلو گاڑی روک دو۔"

"ارے ---- واہ ---- استاد کہہ چکا ہوں کہ پوری رات سو نہیں سکا اس لئے الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہوں۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟" لاحول ولا قوۃ ---- نجانے کیا کیا بک گیا۔ ہائے ایلسن ----"

"اس کا نام کس طرح معلوم ہوگیا؟"

"میرا نام سردار ہے۔" سردارے اکڑ کر بولا۔

"ہوں ---- چہرہ بھی دیکھ لیا ہوگا؟"

"بس اسے دیکھ کر مجھے اپنی اپنی محبوبہ نارڈے یاد آگئی اور میں نے رونا شروع کردیا۔ نرم دل لڑکی تھی پسیج گئی۔ کئی گھنٹے تک رونا پڑا تھا استاد! اور وہ سب کچھ بھول کر میری دلجوئی میں لگ گئی۔ میں نے کہا کہ وہ میری دلجوئی نہ کرے۔ کیونکہ میں اس کے لئے صرف ایک گاہک ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھ سے چہرہ نہ چھپاتی ---- اور اس نے بے قرار ہو کر نقاب اتار دیا۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ ظاہر ہے سردارے جیسا آدمی اس کے علاوہ اور کیا طریقہ کار اختیار کر سکتا تھا ----

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ میک اپ وغیرہ تبدیل کیا اور اندر آگئے۔ مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے ٹیلیفون پر مسٹر گرائن سے رابطہ قائم کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن کی آواز ٹیلی فون پر سنائی دی۔

"میں اصغر بول رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو مسٹر اصغر ---- خیریت؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں مسٹر گرائن ---- بس میں نے اس لئے آپ کو ٹیلی فون کیا کہ پچھلی رات میں اپنی قیام گاہ پر موجود نہیں تھا۔ ممکن ہے اس وقت سے اب تک آپ نے مجھے کال کیا ہو۔"

"نہیں نہیں ---- ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن میں نے آپ کا کام پوری محنت سے شروع کردیا ہے۔ اور بہت جلد آپ کو کوئی خوش خبری سناؤں گا۔"

"شکریہ مسٹر گرائن! بس میں نے اسی لئے آپ کو تکلیف دی تھی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سردارے لباس تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں آیا اور کہنے لگا۔ "استاد! میرا خیال ہے اب تو سونے کا وقت آگیا ہے۔"

"ہاں ہاں الو کی نسل سے ہو، رات کو جاگو، دن کو سوؤ۔" میں نے کہا۔

"آپ نہیں سوئیں گے استاد؟"

"نہیں، مجھے ابھی کام کرنا ہیں۔"

"اوہو کام کرنے میں تو مجھے بھی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کوئی کام تو ہو۔" سردارے نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں بھی لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔۔۔۔۔۔ سچی بات یہ تھی کہ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ بس سونے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا، اس لئے لباس تبدیل کر کے باہر نکلا، کار اسٹارٹ کی اور ایمسٹرڈیم کی سڑکوں پر آگیا۔

شام تک میں خواہ مخواہ آوارہ گردی کرتا رہا۔ میرے ذہن میں کلائیس کی شکل کئی بار ابھری تھی جس سے شام کو مجھے نہر کے کنارے ملنا تھا۔ نہر کے کنارے جس ریستوران کا پتہ اس نے بتایا تھا۔ میں نے اس کے گرد بھی چکر لگایا۔

وہ معصوم لڑکی مجھے پسند آئی تھی۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ اس گروہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی جسے ہم پیشہ ور کہہ سکتے ہیں۔ ضرورت اسے یہاں تک لے آئی تھی اور ویسے بھی یہ یورپ تھا۔۔۔۔۔۔ اور یورپ میں ان معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ ضرورت کے وقت انسان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے، وہ اسے خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتا۔ چنانچہ بیچاری کلائیس بھی اس بات پر مجبور ہو گئی تھی کہ خفیہ طور پر نقاب پہن کر پیبز بال کے تہہ خانے میں پہنچ جائے۔

اس کے علاوہ چونکہ کچھ عرصہ یہاں گزارنا تھا اس لئے ایسی ایک دو دوست لڑکیاں ضروری تھیں جو تنہائی کا احساس نہ ہونے دیں۔

تقریباً" پانچ بجے گھر واپس لوٹا۔ اندر آکر دیکھا تو سردارے کی کار موجود نہیں تھی۔۔۔۔۔۔ وہ کہیں جا چکا تھا، ظاہر تھا کہ وہ کہیں آوارہ گردی کرنے ہی گیا ہوگا۔

میں نے اپنا خوبصورت لباس نکال کر پہنا، باقی تیاریاں کیں کلائیس سے ملنے کے لئے ذہن میں ایک اشتیاق سا تھا۔ چنانچہ تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اور پھر میری کار نہر روکن کی طرف دوڑنے لگی۔

نہر کے کنارے پہنچ کر میں نے وہ ریستوران تلاش کیا جس میں کلائیس نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور ٹہلتا ہوا ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ چند ساعت کے بعد میں زیر زمین ریستوران میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں نے روشندان کی طرف نظر دوڑائی اور ادھر ادھر دیکھا۔

انتہائی پر سکون ریستوران تھا۔ لوگ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے، کوئی شور نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ پرسکون ماحول تھا۔۔۔۔۔۔ دور ہی سے کلائیس نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور میں مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن جب میں میزوں کے درمیان سے گزر رہا تھا تو میری نگاہ سردارے پر پڑی۔۔۔۔۔۔ اور میں

حیران رہ گیا۔

سردارے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسی وقت سردارے نے مجھے دیکھا اور اس کا چہرہ کچھ اتر سا گیا۔ میں نے اس کی جانب گہری نگاہوں سے دیکھا لیکن اس سے مخاطب ہوئے بغیر کلائیس کی میز کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔ جب میں کلائیس کے پاس پہنچا تو میں نے سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔

"اوہ مسٹر لارل! آپ مجھے پہچان گئے نا؟" کلائیس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ، تمہارا نقش ذہن پر اتنا سطحی نہیں ہو سکتا کلائیس کہ میں تمہیں بھول سکوں۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ ویسے مسٹر لارل! آپ نے میری ایک اتنی بڑی مشکل حل کی ہے کہ زندگی بھر آپ کو یاد رکھوں گی اور یہ بات کبھی نہیں بھول سکوں گی کہ ایک اجنبی محسن نے میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا تھا۔۔۔۔۔۔ میں آپ کی دی ہوئی رقم سے اپنی تعلیم مکمل کر سکتی ہوں اور اس کے بعد ایک باعزت زندگی میری اپنی ہوگی۔۔۔۔۔۔ مجھے اس بات کی بے پناہ خوشی ہے۔"

"اوہو ڈیر کلائیس! اب ان تمام باتوں کو بھول جاؤ۔ ہم لوگ جن حالات میں ملے تھے، ان میں نہ تو میں کوئی اچھا آدمی تھا اور برا مت ماننا تم بھی کسی اچھی لڑکی کی حیثیت سے میرے سامنے نہیں آئی تھیں۔ لیکن بہت سی شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم جو اندازہ لگاتے ہیں، وہ حقیقی نہیں ہوتا۔ ہم سب وقت کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں، وقت جس انداز میں چاہتا ہے ہم سے کھیلتا ہے۔ اس لئے گزری ہوئی باتوں کو بھولنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تم اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ ہم کن حالات میں ملے تھے۔ ویسے ایک اور دلچسپ بات ہوئی ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیا؟" کلائیس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"رات کو پیبز بال میں میرا ایک دوست بھی تھا۔ ہولڈن میرا ساتھی ہے، ایک دلچسپ انسان۔۔۔۔۔۔ رات کو وہ بھی ایک لڑکی کے ساتھ تھا اور میرا خیال ہے کہ اس کی پارٹنر بھی اس پر بھروسہ کر چکی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، تمہیں کیسے معلوم لارل؟"

"یہاں موجود ہے۔"

"ہال میں؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟ کس طرف۔۔۔۔۔۔ کیا اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے؟"

"ہاں، اور وہ یہاں ضرور آئے گا۔" میں نے کہا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ چند ساعت کے بعد سردارے اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ ہمارے نزدیک آگیا۔

"ہیلو مسٹر لارل!" اس نے جھک کر پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"ہیلو ہولڈن۔۔۔۔۔۔ تم کہاں؟"

"اوہ، یہ میری دوست مس ایلسن ہیں۔ ایک مقامی فرم میں اسٹینو گرافر ہیں، بہت ہی اچھی اور

مخلص دوست------" سردارے نے کہا۔ میں نے رسمی کلمات کہے اور پھر کلائیس کا تعارف کرایا------یوں ہم متعارف ہونے کے بعد بیٹھ گئے۔

"ستاروں کی گڑبڑ ہے استاد! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اب تمہیں بھی اسی ریستوران میں آنا تھا۔ لیکن استاد! ایک اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آج مس ایلسن میرے ساتھ رہیں گی۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"اور اگر کلائیس میرے ساتھ رہے تو تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں استاد! ظاہر ہے ہماری رہائش گاہ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے۔"

"بس تو مجھے بھی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ دونوں لڑکیاں دلچسپی سے ہماری گفتگو سن رہی تھیں۔ پھر ایلسن مسکرا کر بولی۔

"یہ تم لوگ اسپینش میں گفتگو کر رہے ہو؟"

"ہاں' یہ ہماری ٹھیٹھ زبان ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں ہمارا ذکر بھی تھا؟" کلائیس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ چند ساعت کے بعد ہم شراب سے دل بہلا رہے تھے۔

"آپ لوگ یکجا رہتے ہیں؟" کلائیس نے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک ہی عمارت میں۔"

"بہرحال آپ دونوں ہی دلچسپ ہیں۔ اور مسٹر ہولڈن------نہ جانے یہ کیا ہیں؟" ایلسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑے بڑے لوگ یہ نہیں سمجھ سکے' آپ کیا سمجھیں گی مس ایلسن۔"

"اب اتفاقات نے ملا ہی دیا ہے استاد! تو یہ بتاؤ پروگرام کیا ہے------ویسے ایک بات اور بتا دو۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی رات والی خاتون ہیں؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں نے کوئی انوکھا کارنامہ نہیں انجام دیا۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اور میں مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو" میں نے کہا اور کلائیس کے ساتھ اٹھ گیا۔ "رات کو ہمیں ڈسٹرب مت کرنا------اوکے۔" میں کلائیس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

ایمسٹرڈیم میں ہمیں تقریباً" دو ماہ ہو چکے تھے۔ اس دو ماہ کے عرصے میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل زیادہ دلچسپ نہیں تاہم اس کا لب لباب یہ ہے کہ میری مرضی کے مطابق مسٹر گرائن نے سارے کام کر دیئے تھے------ہارڈی اور جیکسن ہمارے مخصوص لوگوں میں شامل ہو چکے تھے۔ دونوں ہی برے کام کے آدمی تھے------ان لوگوں کے لئے نہایت دلچسپ انداز میں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ لارل کی حیثیت سے اور سردارے ہولڈن کی حیثیت سے ان سے متعارف ہوئے تھے' ہم نے بتایا تھا کہ ہمارا تعلق ایک ایسے گروہ سے جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور بڑے اعلیٰ پیمانے پر کرتا ہے۔ ہمیں اس کا بہترین معاوضہ ملتا ہے------اور ہم خفیہ طور پر اس گروہ کے نمائندے ہیں------ہارڈی اور جیکسن کو بھی ہم نے یہی پیشکش کی اور ان سے باقاعدہ فارم بھروائے۔

ہارڈی ہر لحاظ سے ایک معتبر آدمی ثابت ہوا تھا۔ میرے ایما پر وہ پیبز بال چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ ایک چھوٹے سے خوبصورت مکان میں رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی پرانی رہائش گاہ بھی ترک کر دی تھی------ہارڈی کے سپرد میں نے کئی کام کئے تھے۔

یہ سارے احکامات اسے میرے ذریعے ہی ملا کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت ہمارے گروہ میں پندرہ افراد شامل ہو چکے تھے اور یہ سب ہارڈی کی دریافت تھے۔

ہارڈی کا کہنا تھا کہ اس نے جن لوگوں کا انتخاب کیا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل اعتبار ہیں اور بہت ہی کار آمد ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اب ہمارا گروہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا لیکن میں تیزی سے اس میں اضافہ کر رہا تھا------خود میری اپنی تلاش بھی جاری تھی اور کئی کام کے آدمی میری نگاہ میں آ چکے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو اپنی فہرست میں شامل کر لیا تھا اور ان کے لئے گراؤنڈ تیار کر رہا تھا کہ وہ میرے اپنے گروہ میں شامل ہو جائیں۔

ابھی تک میں نے ہوریشو کو ٹچ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ جب میں اس کی تلاش میں نکلوں گا تو اس کے بہت سے مشاغل میری نگاہ میں آ جائیں گے۔ میں خود تو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

یوں میں نے اس گروہ کی داغ بیل ڈال دی تھی جس نے آگے چل کر بڑا نام کمایا' بہت شہرت پائی------میں نے جس انداز میں کام شروع کیا تھا وہ خاصا دلچسپ تھا۔

لارل کی حیثیت سے میں خود بھی گروہ کا ایک رکن تھا اور سردارے ہولڈن کی حیثیت سے------ہم نے کچھ ایسا نظام بنایا تھا کہ گروہ میں شامل افراد کسی پراسرار باس کی جستجو میں رہیں اور ان تک باس کے صرف احکامات پہنچ سکیں۔ اس کے لئے مجھے خاصی محنت سے کام کرنا پڑا تھا۔

اب ایمسٹرڈیم میں ہمارے کئی اڈے تھے اور وہاں ابھی چھوٹے پیمانے پر صرف گروہ کی ترتیب کا کام ہو رہا تھا۔ ابتدائی لوگوں کو ہم نے پوری طرح آزمانے کے بعد اس کام کے اختیارات سونپ دیئے تھے جن میں ہارڈی اور جیکسن سرفہرست تھے۔

دوسری طرف مسٹر گرائن بے انتہا کار آمد آدمی ثابت ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے کافی رقومات مہیا کر دی تھیں' ایمسٹرڈیم کی شہریت دلا دی تھی اور لندن کی شہریت کے مکمل انتظامات کر دیئے تھے۔ دونوں جگہ شخصیتیں بدل دی گئی تھیں۔ اس طرح اگر میں لندن میں جا کر بھی قیام پذیر رہتا تو مجھے کوئی الجھن پیش نہ آ سکتی تھی۔ رقومات ایمسٹرڈیم میں بھی پہنچ چکی تھیں------اور لندن کے بینکوں میں بھی------سوئٹزرلینڈ کے بینکوں سے روپیہ برابر منتقل ہو رہا تھا۔

مسٹر گرائن اس سلسلے میں نہایت جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ وہ پورے طور سے میرے کاروباری نگران بن گئے تھے۔ چنانچہ ہم نے یہاں ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت ایک کھلونے بنانے والی فرم

کی بنیاد ڈالی جس کا نام "ہاؤس آف ٹوائز" تجویز کیا گیا۔

"ہاؤس آف ٹوائز" کے تحت ایک چھوٹی سی فیکٹری قائم کر دی گئی۔ جس کے لئے جدید ترین مشینیں کچھ یہاں سے مل گئیں اور کچھ باہر سے منگوائی گئیں۔۔۔۔۔ اور کھلونا ساز فیکٹری نے اپنا کام شروع کر دیا۔

ابتدا میں اس فیکٹری میں خوبصورت کھلونے ڈیزائن کئے گئے اور ان کی تیاری مکمل کی جانے لگی۔ یہ کھلونے پہلے ایمسٹرڈیم اور ہالینڈ کے مختلف شہروں میں' اس کے بعد باہر کے ملکوں میں بھی سپلائی کئے جانے لگے تھے۔

یہ سارا کام باقاعدہ نظام کے تحت ہو رہا تھا جس کا چھوٹا سا آفس موجود تھا۔ لیکن میرے ذہن میں جو کچھ تھا' اس کے بارے میں ابھی نہ تو سردارے جانتا تھا اور نہ کوئی دوسرا شخص۔۔۔۔۔ ویسے سردارے یہی سمجھا کہ کھلونوں کی اس فرم سے ہم اپنے نام کو چھپانا چاہتے ہیں۔

لیکن میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس کے لئے مجھے آدمی توڑنے کی ضرورت تھی اور کچھ ایسے آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا جو میرے کام آسکیں۔ گویا اس بار ابتدا اعلیٰ پیانے پر ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اور یہ حقیقت تھی کہ اس انداز میں اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس میں بڑی جدت تھی۔۔۔۔۔ اب سے پہلے منشیات کی اسمگلنگ کے لئے جو کچھ کیا گیا تھا' اس میں سائنٹفک اصول بہت کم تھے۔ بس یہ تھا کہ لوگ اپنی بہادری اور چالاکی سے کام کر لیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں خاص طور سے غلام سیٹھ کا نام میرے ذہن میں تھا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا۔ اس کی ساکھ بھی بے پناہ تھی۔ لیکن اس کے کام کرنے کا انداز جدید ترین نہیں تھا۔۔۔۔۔ لیکن فی زمانہ ہوشیار لوگوں کے ساتھ رہ کر ہوشیاری ہی سے کام کرنا تھا۔

ہاؤس آف ٹوائز کے کھلونے مقبولیت اختیار کر چکے تھے۔ ہمیں باہر سے بھی آرڈر مل رہے تھے۔ لیکن ہمارا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ ہم اس سلسلے میں کاروبار کر کے کامیابی حاصل کریں۔ ہاؤس آف ٹوائز کی معرفت میں جو کام کرنا چاہتا تھا' وہ کافی پر اسرار تھا۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

گروہ اب تقریباً" ستر افراد پر مشتمل تھا اور ان میں بڑے بڑے کام کے لوگ ہمارے ہاتھ آچکے تھے۔ سردارے حسب معمول عیش کر رہا تھا اور مست تھا۔۔۔۔۔ اس بار طویل عرصے ہم نے ایک جگہ قیام کیا تھا' اس سے بھی بڑی تبدیلیاں محسوس ہوتی تھیں۔ بس یوں لگنے لگا تھا جیسے ہم ایمسٹرڈیم ہی کے شہری ہوں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا' یہاں ہمیں ایک نمایاں مقام حاصل ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کچھ تقاریب میں بھی ہمیں مدعو کر لیا جاتا اور یہ اجنبیت ختم ہو گئی تھی' جو یہاں رہ کر اور یہ محسوس کر کے ہوتی تھی کہ ہم غریب الوطن ہیں اور کچھ عرصے کے لئے ہی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

☆ ☆ ☆

اور پھر کافی عرصے کے بعد ایک دن سردارے ہی نے مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کی۔ اس وقت ہم اپنی نئی کوٹھی کے خوبصورت لاؤنج پر کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے' سامنے کھانا چنا ہوا تھا۔

"استاد! ایک بات بتاؤ گے؟" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا سردارے؟"

"یوں لگتا ہے استاد! جیسے تم نے زندگی کے اقدار میں کچھ تبدیلی کر لی ہو۔"

"کس لحاظ سے کہہ رہے ہو سردارے؟"

"میں حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا لیکن بڑی تبدیلیاں سی محسوس ہو رہی ہیں۔"

"کس قسم کی تبدیلیاں؟"

"زندگی کا یہ دوسرا رخ بھی برا نہیں ہے۔ لوگ ہمیں باعزت شہری سمجھتے ہیں۔ نجی محفلوں میں ہمیں ایک حیثیت حاصل ہے۔"

"ہاں سردارے۔۔۔۔۔ پھر؟"

"کیا زندگی کو یہی رخ نہیں دیا جا سکتا؟"

"تم دوسرے رخ کو کیوں بھول رہے ہو سردارے؟"

"دوسرا رخ؟"

"ہاں۔ ستر افراد پر مشتمل گروہ۔۔۔۔۔ اتنا بڑا کارخانہ جس میں درجنوں افراد کام کرتے ہیں۔ اس گروہ پر کتنا خرچ ہو رہا ہے سردارے؟"

"لاکھوں روپیہ۔"

"کیوں؟"

"یہی جاننا چاہتا ہوں استاد۔۔۔۔۔ اس وقت دو رخ ہمارے سامنے ہیں۔ تمہارے پاس جس قدر دولت ہے اس سے ہم اس کاروبار کو چار چاند لگا سکتے ہیں۔ اور یہ کاروبار ہمیں اتنا دے سکتا ہے کہ ہم ساری زندگی عیش کر سکیں' تو پھر کیا ضرورت ہے۔۔۔۔۔ ساری دلچسپیاں تو یہاں موجود ہیں۔" سردارے نے کہا۔

اور میرے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہو گئے' دل کو ایک چوٹ سی محسوس ہوئی تھی۔

"استاد!" سردارے کو میرے بدلے ہوئے تاثرات کا احساس ہو گیا تھا۔

"نہیں سردارے! یہاں زندگی کی ساری دلچسپیاں موجود نہیں ہیں۔ یہاں جہلم کی لہریں نہیں ہیں' یہاں اس کے کنارے پڑی ہوئی مٹی کی سوندھی ہوئی خوشبو نہیں ہے' یہاں سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں میں بانسری کی سریلی تانیں نہیں گونجتیں۔۔۔۔۔ یہاں الہڑ جوانوں کی سریلی آوازوں میں ہیر نہیں سنائی دیتی۔۔۔۔۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے سردارے۔"

"استاد!" سردارے چونک کر بولا۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"ہاں سردارے! میرے وطن نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ میں نے کیا کیا دیکھا۔ لیکن سردارے۔۔۔۔۔ میرے کھیتوں کے کسانوں' ان کے ہلوں سے بندھے ہوئے بیلوں کے گلے کی گھنٹیوں کی آواز پر۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ قربان ایک بھی منظر تو ویسا نہیں۔"

"آج یہ سب کچھ کیسے یاد آگیا استاد؟"

"بھولا کب ہوں سردارے۔۔۔۔۔ کبھی نہیں بھولا۔"

"لیکن استاد! اب تو تم مجبور نہیں ہو۔۔۔۔۔ ہم یہ دولت لے کر اپنے وطن بھی جا سکتے ہیں اور وہاں اپنا کاروبار کر سکتے ہیں۔"

"نہیں سردارے! وطن ماں کے شکم کی مانند ہوتا ہے---- ماں کا دودھ متبرک ہوتا ہے سردارے---- میں وطن کی رگوں میں حرام کی کمائی کا خون نہیں دوڑاؤں گا---- یہ دولت حلال کی کمائی نہیں ہے۔ کیا میں اپنے وطن کی پاک زمین کو حرام کی دولت سے سجاؤں گا---- اور سردارے! مجھے اپنی ماں سے شکایت بھی ہے۔ اس نے مجھے سوتیلا بیٹا کیوں سمجھ لیا تھا---- کیوں مجھے اپنی آغوش سے پرے دھکیل دیا تھا----"

"استاد!" سردارے کرب سے بولا۔

"میں کبھی وہاں واپس نہیں جاؤں گا۔ میں کبھی اس پاکیزہ زمین پر اپنے گندے قدم نہیں رکھوں گا سردارے!" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

اور سردارے پریشانی سے مجھے دیکھتا رہ گیا---- "شاید میں نے غلط وقت پر غلط بات کہہ دی۔ جانے دو استاد---- آؤ---- وہ دیکھو! شاید کلائیس اور ایلسن آرہی ہیں۔"

اور میں ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا جو مسکراتی ہوئی ہمارے نزدیک آرہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

کلائیس مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھ آئی اور ایلسن دور ہی سے سردارے کو اشارہ کرنے لگی۔

"جاؤ- وہ تمہیں احمق بنانے آگئی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"اس وقت تو وہ فرشتہ رحمت ہی بن کر آئی ہے۔ آپ مسٹر لارل کی نٹنگ درست کریں مس کلائیس---- میں بھی اس سے اپنے بھیجے کی اوورہالنگ کرالوں" سردارے اٹھتا ہوا بولا---- اور وہ ایلسن کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے ایک طرف لے گیا---- کلائیس مسکراتی ہوئی میرے نزدیک بیٹھ گئی اور میں جذبات کے اس بھنور سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا جس میں سردارے کی گفتگو نے مجھے پھنسا دیا تھا۔

"ہیلو مسٹر لارل!"

"ہیلو کلائیس---- کیا پیو گی؟"

"جو آپ پلادیں"۔

"زہر پیو گی؟"

"کاش---- یہ ممکن ہو" کلائیس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں---- کیا تم واقعی زہر پینے کی خواہش مند ہو؟" میں نے پوچھا۔ میرا موڈ ابھی تک درست نہیں ہوا تھا۔

"اگر آپ کے ہاتھوں ملے----"

"جذباتی گفتگو کر رہی ہو"

"نہیں۔ یہ حقیقی گفتگو ہے" کلائیس نے سنجیدہ ہو کر کہا "آپ نے ایک کھنڈر کو نئی عمارت میں تبدیل کر دیا ہے مسٹر لارل---- ایک ایسے کھنڈر کو جسے دنیا والوں نے اپنے ہاتھوں سے بنا دیا تھا ورنہ اس عمارت کو تعمیر ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا"۔

"اوہ کلائیس! تم اس بات کو بھول نہیں سکتیں؟"

"زندگی کی پہلی خوشی کون بھول سکتا ہے" کلائیس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے۔

"پلیز کلائیس! افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں خود بھی کافی پریشان ہوں۔

"کیوں؟" کلائیس نے اپنی نم آلود آنکھیں مجھ پر گاڑ دیں۔

"میں نہیں بتا سکتا کلائیس---- نجانے کیوں میں بہت اداس ہوں۔ میرا ذہن عجیب سی خلش کا شکار ہے۔ اس وقت پلیز اس وقت کوئی رنجیدہ ماحول پیدا نہ کرو۔ کلائیس---- ڈیئر کلائیس! مجھے تمہاری ہنسی کی ضرورت ہے' میں تمہارے قہقہے سننا چاہتا ہوں"۔

اور کلائیس نے فوراً" آنسو پونچھ لیے اور دوسرے ہی لمحے وہ مسکرانے لگی۔ "میرے مالک! میرے آقا! تجھے جس چیز کی ضرورت ہو' میں تجھے وہی پیش کر دوں" اس نے بہت ہی جذباتی لہجے میں کہا اور میں اس کے لہجے پر ہنس پڑا۔

"کلائیس پلیز---- میں کہتا ہوں پلیز اس موڈ سے نکل آؤ"۔

اور کلائیس میری بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا پیو گی؟" میں نے پوچھا۔

"جو آپ چاہیں----"

"نہیں۔ جواب مجھ پر نہ چھوڑو۔ میں تمہاری خواہش معلوم کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"تو پھر کافی پلوادیں" کلائیس نے کہا اور میں نے دور کھڑے ہوئے ایک ملازم کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا میرے نزدیک آگیا۔ مقامی آدمی تھا---- لیکن یہاں کے لوگ بھی مجھ سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔ میں خود بھی ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔

"کافی" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔

میں چند ساعت کی خاموشی سے کلائیس کی شکل دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا "گٹار سنو گی؟"

"ایں!" وہ چونک پڑی۔

"ارے بھئی گٹار---- کیا تم گٹار سے واقف نہیں ہو؟"

"کیوں نہیں"۔

"تو پھر حیران کیوں ہو؟"

"میں---- دراصل وہ' کیا آپ سنائیں گے گٹار؟"

"نہیں---- یہ بات نہیں ہے۔ میرا مقصد ہے آج تک' کبھی اتنے عرصے میں' میں نے آپ کے ہاتھ میں گٹار نہیں دیکھا"۔

"آج دیکھ لو" میں نے کہا۔

اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا---- پھر میں نے کلائیس کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اٹھ کر اندر چلا گیا---- کچھ دیر کے بعد میں اپنا گٹار لے کر کلائیس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

میرے ہاتھوں میں گٹار دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ پر مسرت لہجے میں بولی:

"یہ میرے لیے نیا تجربہ ہوگا" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔
"مسٹر لارل! آپ کی شخصیت کا صرف ایک پہلو میرے سامنے تھا اور میں نہیں جانتی تھی کہ آپ فنون لطیفہ سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں"۔
"ہوں-----" میں نے آہستہ سے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ گٹار میں نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا-----پھر میں نے اس کے تار چھیڑ دیے۔
بے معنی سے نغمے فضا میں بلند ہونے لگے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ یوں محسوس ہوا جیسے بکھرے ہوئے سر یکجا ہونے لگے ہوں----- اور یکجا ہونے کے بعد وہ ایسی لے اختیار کر رہے ہوں جو دلوں کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے----- نجانے ماحول کا اثر تھا یا میرے موڈ کا' یا شاید اتنے عرصے کے بعد گٹار ہاتھ میں لیا تھا اور گٹار مجھ سے شکوہ کر رہا تھا' نغمے نے اتنی دردناک دھن اختیار کی کہ میں بے خود ہو گیا----- مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ کلائیس بھی کسی پتھر کی مورتی کی مانند ساکت اور خاموش تھی۔ ماحول اتنا پرسکون ہو گیا کہ مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ میں کلائیس کو بھی بھول چکا تھا----- گٹار سے نغمہ ابل رہا تھا----- ایسا نغمہ' جس کی لے فضا کو مہکا رہی تھی۔
دیر تک میری انگلیاں گٹار کے تاروں سے کھیلتی رہیں اور میں فضاؤں میں محو پرواز رہا----- مجھے اپنے ماحول کا ہوش نہیں رہا تھا۔ درحقیقت گٹار کے تاروں نے مجھے سکون بخشا تھا----- سردارے کی بات نے جو آگ میرے ذہن میں لگا دی تھی' اس پر نغمے کی تہیں جم گئی تھیں۔
نجانے کب میں گٹار کی دنیا سے باہر نکلا۔ پھر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کلائیس کے ساتھ سردارے اور ایلسن بھی موجود تھے۔ وہ سب پاگلوں کی طرح مجھے دیکھ رہے تھے----- اور پھر جب سحر ٹوٹا تو ایلسن دیوانہ وار میری طرف بڑھ آئی۔
"مسٹر لارل----- مسٹر لارل! مائی گاڈ! آپ----- آپ گٹار بجا رہے تھے یا----- یا آگ لگا رہے تھے......"
میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور آرام سے گٹار کے تاروں سے کھیلتا رہا۔ جو جمود میرے ذہن طاری تھا' وہ ٹوٹ گیا تھا----- اور کلائیس بدستور پتھر کے بت کی مانند مجھے دیکھ رہی تھی۔
میں نے اس کی جانب دیکھا اور گٹار میز پر رکھ دیا۔ تب کلائیس نے ایک گہری سانس لی اور خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔
"میرا خیال ہے کلائیس----- تمہیں یہ نغمہ پسند نہیں آیا" میں نے پوچھا۔
"لیکن کلائیس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی' پھر اس ہونٹوں سے آہستہ سے نکلا "تم اینجل ہو-----"
"میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں کلائیس---- نہیں۔ میں اسی زمین کا ایک ناکارہ انسان ہوں' ایک حقیر کیڑا-----"
"میں نہیں مان سکتی-----" کلائیس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ وہ اور جذباتی ہو گئی تھی۔
تب سردارے آگے بڑھا اور آہستہ سے بولا "استاد! ابھی تک تمہارا موڈ درست نہیں ہوا؟"
"نہیں سردارے! ایسی کوئی بات نہیں ہے' اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کیا میں تمہیں پریشان

رہا ہوں؟"
"مگر استاد----- یہ نغمہ......"
"اوہ' مسٹر ہولڈن----- مسٹر ہولڈن! کیا آپ نے اس سے پہلے بھی مسٹر لارل سے گٹار پر نغمے سنے ہیں؟"
"ہاں' بہت سنے ہیں" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔
"مگر----- مگر میں تو کہتی ہوں----- میں تو کہتی ہوں کہ اگر یہ نغمہ ایمسٹرڈیم کے کسی ایسے علاقے میں بجایا جائے جہاں اس کے قدردان موجود ہوں تو میرا خیال ہے کہ آدھے لوگ مسٹر لارل کے پیچھے لگ جائیں گے"۔
"اوہ پلیز ایلسن----- ایسا کبھی نہ کرنا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایلسن شرارت سے مسکرانے لگی۔
"لیکن مسٹر لارل! آپ اپنے اس فن کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کیوں رکھے ہوئے ہیں؟"
"اس لیے کہ دنیا ہر نظر آنے والی چیز چھین لیتی ہے" میں نے جواب دیا۔
"لیکن آپ کا فن آپ سے کوئی چھین نہ سکے گا"۔
"تم کیا جانو ایلسن! لوگ آنکھوں سے روشنی چھین لیتے ہیں' میرے ہاتھ سے گٹار چھیننا کون سا مشکل کام ہے" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔
سردارے جلدی سے سر اٹھا کر بولا "دیکھو استاد! اشارہ مل رہا ہے"۔
"اوہ" میں ہنس پڑا----- واقعی عجیب سا موڈ ہو رہا تھا۔ اس وقت ذہنی کیفیت اعتدال میں نہیں تھی----- ملازم ٹرالی میں چائے اور کافی کے برتن سجائے ہمارے پاس پہنچ گیا اور چند ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی۔
کلائیس پر گہرا اثر محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے بولی "لارل! ایک نغمہ اور نہیں سناؤ گے؟"
"کیوں نہیں" میں نے جولانی میں آ کر پھر گٹار اٹھا لیا" ہنسنا چاہتی ہو یا رونا؟" میں نے اس سے پوچھا۔
"یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے' ہنسانا چاہو' ہنسا دو----- رلانا چاہو' رلا دو"۔
"تو پھر مسکراؤ ڈیر کلائیس!" میں نے کہا اور میری مشاق انگلیاں گٹار کے تاروں پر پھسلنے لگیں۔
مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے گٹار سے میری گہری وابستگی ہو' اس کے تاروں کے سر میرے جلیس ہوں اور میرے دل کے تمام راز چھپائے ہوئے ہوں----- میں ہنسا تو تار بھی ہنس پڑے اور یہ ہنسی فضا میں بکھر گئی۔
کلائیس' ایلسن اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ میں ان کی نگاہوں میں ایک عجیب و غریب مخلوق بن گیا تھا----- میں انہیں ہنسا بھی نہیں سکتا تھا اور رلا بھی نہیں سکتا تھا اور پھر ہنستا ہوا نغمہ عروج پر پہنچنے لگا۔ میں نے یہاں اسے اپنے فن کے کمال میں ڈھال دیا----- اور جب اچانک اس کی ہنسی کلائمکس پر پہنچی تو گٹار سے ایک درد بھری آواز

ابھری' اور پھر یہ درد بھری آواز فضا میں پھیلتی چلی گئی۔

ہونٹ سکڑنے لگے تھے' اچانک نغمہ دلوں کو چھونے لگا تھا اور آہستہ آہستہ چہروں پر اداسی کی تہیں چڑھ گئیں۔

لیکن یہ اداسی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی' ایک بار پھر مسکراہٹ ابھری اور اس کے بعد میں نے گٹار رکھ دیا۔

"لارل ---- مائی ڈیر لارل!" ایلسن میرے نزدیک آگئی ---- اور سردارے زور سے کھنکارا۔

لیکن ایلسن نے اس کی پروا نہیں کی تھی' وہ میرے نزدیک پہنچ کر میرے داہنے رخسار کو بوسہ دیتی ہوئی بولی "بلاشبہ تم سروں کے جادوگر ہو ---- لارل! لارل! میں تو چاہتی ہوں کہ تمہارا یہ جادو عام ہو جائے"۔

"اوہ ایلسن! فضول باتیں مت کرو۔ میں ایک میوزیشن کی حیثیت سے دنیا کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا' میرا اپنا ایک Status ہے' میری اپنی ایک حیثیت ہے' بس یہ نغمے تمہارے لیے تھے۔ تم لوگوں کو میں نے اپنے دل کی آواز سنائی تھی اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ---- اوہ' دیکھو کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے ---- مجھے کافی تو دو" میں نے کہا اور کلائیس مسرور انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسے میرا یہ انداز بے حد پسند آیا تھا۔ شاید اسے اس میں اپنائیت کی بو محسوس ہوئی تھی لیکن میں اس احمق لڑکی کو اپنا کیسے سمجھ سکتا تھا۔

دنیا کا ہر فرد میرے لیے اجنبی تھا۔ میں تو اس زمین کا باشندہ ہی نہیں تھا۔ کم از کم میں تو یہی محسوس کرتا تھا ---- اگر میں بھی اسی زمین کا باشندہ یا تخلیق ہوتا' تب یہ لوگ مجھے سینے سے نہ لگاتے' مجھے میرے وطن سے دور کیوں کیا جاتا؟ مجھ سے میری معصومیت کیوں چھینی جاتی؟

سارے احساسات اب بھی میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے لیکن میں ان کا اظہار نہیں چاہتا تھا ---- جو کچھ ہوتا رہا تھا' وہ اب تک مجھے ڈرامہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے فضا کو تبدیل کر دیا تھا۔

وہ لوگ کافی پیتے رہے' میری تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے اور میں خاموشی سے سنتا رہا۔

کلائیس ابھی تک شاید گٹار کے سحر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ کھل کر ہنس بھی نہیں رہی تھی۔ بس اس کی سوئی سوئی سی کیفیت تھی۔ میں اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ لیکن فی الوقت اس سلسلے میں اس سے بات کرنا مناسب نہ تھا ---- پھر میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "کلائیس! تم آج رات واپس نہ جاؤ"

"نہیں جاؤں گی" اس نے آہستہ سے کہا اور سردارے ایلسن کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایلسن! کیا میں اس سلسلے میں بدنصیب ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں ڈیر ہولڈن" ایلسن مسکرا کر بولی۔

"کیا تم یہاں نہیں رہو گی؟"

"کیوں نہیں ---- اگر تم حکم دو..... تو میں زندگی بھر یہاں رہ سکتی ہوں" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں نہیں ---- میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا' تم بے فکر رہو' ہاں اگر آج چاہو تو یہاں رہ جاؤ"۔

"ضرور" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور بولی "یہ گٹار کے تار نجانے ہمیں کہاں سے کھینچ لائے تھے لیکن بہر صورت چلو اس کے ساتھ کافی بھی مل گئی اور مسٹر لارل نے جو کچھ کیا' اس سے ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو نمایاں ہو گیا۔ اب تو کبھی کبھی ان سے فرمائش بھی کی جا سکے گی" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور کلائیس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بولا "آؤ کلائیس! باغ کے ایک گوشے میں چلتے ہیں جہاں پھول کھلے ہوئے ہیں" میں کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"کلائیس خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگی۔ راستے میں اس نے آہستہ سے میرا بازو پکڑا اور کہنے لگی "تم سچ مچ اینجل ہو"

"نہیں کلائیس! براہ کرم مجھے ان الفاظ سے مخاطب نہ کیا کرو" میں نے لجاجت سے کہا۔

"لیکن کیوں ---- کیا تم اینجل نہیں ہو؟"

"کلائیس ----" میں نے سخت لہجے میں کہا اور کلائیس حیرانی سے میرا منہ دیکھنے لگی ---- میں نے اس کے چہرے کو سکڑتے ہوئے دیکھا اور نرم لہجے میں اس سے مخاطب ہوا "فرشتوں کے تقدس کو پامال مت کرو"۔

"نجانے کیوں تم ایسی باتیں کرنے لگتے ہو؟" کلائیس نے کہا۔

اور میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا "برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے کلائیس ---- میں خود کو اس قدر پست اور ہیچ انسان سمجھتا ہوں کہ تم مجھے جب فرشتہ کہتی ہو تو میرے ذہن پر چوٹ لگتی ہے۔ براہ کرم اب مجھے فرشتہ نہ کہنا"۔

"لیکن تمہارے احساس' تمہارے انداز' خدا کی پناہ ---- گٹار پر تمہاری انگلیاں اس طرح چلتی ہیں کہ انسان کا دل کھنچ آتا ہے' پوری جان لرزنے لگتی ہے' یوں لگتا ہے جیسے ہم سب کی زندگیاں تمہاری مٹھی میں ہوں۔ تم یقین کرو لارل ---- تمہیں اپنے اس فن کا احساس نہیں ہے' ورنہ میں سمجھتی ہوں کہ تم دنیا کے بہت بڑے فنکار ہو؟"

"ہاں' فنکار تو میں ہوں ---- لیکن میرا فن گٹار کے تاروں سے پوشیدہ نہیں ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔

اور کلائیس نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھتی رہی' پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن لارل! تم کچھ بھی کہو' میں جو سوچ رہی ہوں' سوچتی رہوں گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہاری ناراضگی کے خیال سے کبھی تمہیں دوبارہ نہیں کہوں گی" کلائیس نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

اور اب اس عقیدت مند لڑکی سے کیا کہتا ---- یہ اس کا اپنا مسئلہ تھا اور اس سے اس سلسلے میں کچھ کہنا فضول ہی تھا۔

رات کلائیس اور ایلسن نے ہمارے ساتھ ہی گزاری۔ اکثر یہ لڑکیاں ہمارے پاس آ جایا کرتی تھیں اور فطرتاً اتنی اچھی تھیں کہ بری نہیں لگتی تھیں اور نہ ہی کسی مسئلے میں رکاوٹ بنتی تھیں۔

ان کی حیثیت اچھے دوستوں کی سی تھی اور اپنی فطرت کا جو نیا روپ ہم نے اختیار کیا تھا' اس میں

اچھے دوستوں کی موجودگی بھی ضروری تھی تاکہ ہماری اپنی حیثیت برقرار رہے۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ چلی گئیں لیکن میری سوچ، میرے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ میں سوچتا رہا کہ کچھ کروں------ لیکن کیا کروں، یہ میرے ذہن میں ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس سلسلے میں، میں نے سردارے سے مشورہ کیا۔

"سردارے! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے زندگی تھم سی گئی ہو" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں استاد------ تیز دوڑتے رہنے کے بعد جب کچھ وقفہ ہوتا ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم کچھ رک سے گئے ہیں، زندگی تھم سی گئی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ وقفہ دوبارہ دوڑنے کی تیاری کے لیے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ہم جو کچھ کر رہے ہیں، ہمیں اس سے بھی آگے کچھ اور بھی کرنا ہے" سردارے نے جواب دیا "ابھی تو ہم ستا رہے ہیں، اس کے بعد دوبارہ دوڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے"۔

"سردارے! تم مجھ سے ہمیشہ پروگرام کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہماری دوسری دوڑ کہاں تک ہوگی؟"

"استاد! سردارے کا امتحان لے رہے ہو یا اس کا مذاق اڑا رہے ہو؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہ امتحان لے رہا ہوں اور نہ مذاق اڑا رہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر استاد کے آگے شاگردوں کی استادی کیسے چل سکتی ہے" سردارے نے جواب دیا۔

"لفظوں سے مت کھیلو سردارے! درحقیقت تمہاری کل کی گفتگو سے نجانے کیوں ذہن پر ایک بوجھ سا سوار ہو گیا ہے"۔

"مجھے پورا پورا احساس ہے استاد! غلطی ہو گئی، مجھے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں تھیں------ معافی چاہتا ہوں۔ لیکن تم نے جو کچھ کہا تھا استاد------ میں اس سے پورے طور پر متفق ہوں------ ہمیں یہیں رہ کر سب کچھ کرنا ہے اور یہیں کریں گے۔ مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کریں گے اور کس طرح کریں گے، ہاؤس آف ٹوائز کے کھلونے ساری دنیا میں مقبول ہوتے جا رہے ہیں، اس وقت جتنے آرڈرز جمع ہو چکے ہیں، میرا خیال ہے اگر ہم دن رات کھلونے ہی تیار کریں، تب بھی ہم مکمل طور پر آرڈرز سپلائی نہیں کر سکیں گے اور بہرصورت یہ ہماری کامیابی ہے" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "سردارے! یہ ہماری کامیابی نہیں ہے"۔

"کیوں استاد؟"

"نجانے کیوں، سردارے بعض اوقات تمہارے سوچنے کے انداز میں بچکانہ پن پیدا ہو جاتا ہے"۔

"استاد! میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا میری زندگی کا مقصد صرف کھلونوں کا کاروبار تھا، کیا میرے راستے یہاں تک آ کر محدود ہو جاتے ہیں کہ میں ایک عمدہ سی فرم قائم کروں، اس کے بعد وہاں باس بن کر بیٹھ جاؤں اور فرم کمائی کرتی رہے"۔

"استاد کی طرت سے تو یہ بات کچھ ذہن میں نہیں جمتی------" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے، اس کے تحت میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، ابھی میں نے اس کا آغاز نہیں کیا ہے لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ عملی زندگی شروع کرنے میں زیادہ وقت نہ صرف کیا جائے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، اسے التواء میں ڈالنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کام فوری طور پر کر لینا چاہتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے استاد------ پھر------؟" سردارے نے پوچھا۔

"دیکھو سردارے! ہم ہاؤس آف ٹوائز کے دو سیکشن بنائیں گے" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سیکشن؟" سردارے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"ہاں سردارے! اب ہمیں ایسے کاریگروں کی ضرورت ہے جو کھلونے بنانا جانتے ہوں، لیکن جن کے ذہن اپنی آمدنی سے مطمئن نہ ہوں اور وہ زندگی میں کچھ آگے بڑھنا چاہتے ہوں" میں نے جواب دیا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے استاد؟"

"تم ایسا کرو کہ ہارڈی اور جیکسن کو طلب کر لو"۔

"کہاں استاد؟"

"وہیں جہاں ہم ان سے ملتے ہیں کیونکہ یہاں تو انہیں بلایا نہیں جا سکتا" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد------ تو پھر کب بلالوں؟"

"بس آج شام کو تقریباً چار بجے"۔

"بہت بہتر استاد!" سردارے نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

ہارڈی اور جیکسن کو ہم نے اپنے اس خفیہ باس کا پیغام دیا جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ لیکن گروہ کے تمام افراد جانتے تھے کہ ایک ایسا باس انہیں کنٹرول کرتا ہے جو پوشیدہ رہنا چاہتا ہے۔

پیغام سن کر ہارڈی اور جیکسن سوچ میں پڑ گئے اور انہوں نے آہستہ لہجے میں کہا "ٹھیک ہے مسٹر لارل اور مسٹر ہولڈن! لیکن اس کے لیے کچھ زیادہ تگ و دو کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ایسے لوگ ہماری نظروں میں تو نہیں ہیں"۔

"تگ و دو سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ ہے مسٹر لارل! کہ ہمیں ایسے لوگوں کو تلاش کرنا پڑے گا اور ظاہر ہے اس میں کچھ وقت بھی لگ جائے گا"۔

"میرا خیال ہے مسٹر ہارڈی------" درمیان میں جیکسن نے لقمہ دیا اور ہارڈی چونک کر اسے دیکھنے لگا "کیوں نہ ہم اس سلسلے میں گردو اسٹورز سے رابطہ قائم کریں------ اس کے ہاں جو لوگ کھلونے سپلائی کرتے ہیں، وہ بے حد معمولی لوگ ہیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم انہیں راضی کر لیں تو اپنی مرضی سے انہیں ڈھال سکتے ہیں"۔

"ہاں! تمہارا اندازہ درست ہے" ہارڈی نے جیکسن کی بات سے اتفاق کیا۔

"مسٹر لارل! باس نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ہم ایک ہفتے کے اندر اندر ایسے بہت سے لوگوں کو، جو اس سلسلے میں آپ کے معاون ہوں گے، آپ کے پاس لے آئیں گے"۔

"ٹھیک ہے مسٹر ہارڈی------ ڈائیاں وغیرہ ہاؤس آف ٹوائز سے حاصل کر لی جائیں گی لیکن اس کے لیے ایک الگ سیکشن قائم ہوگا، جہاں تھوڑے سے تجربات بھی ہوں گے اور ان تجربات کے بعد ہی ہماری

مطلوبہ اشیاء تیار ہو سکیں گی" میں نے کہا۔
"آپ باس سے کہہ دیجئے کہ ہارڈی اور جیکسن اپنے کام پر روانہ ہو چکے ہیں اور وہ جلد از جلد اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچادیں گے"۔

"تھینک یو مسٹر ہارڈی!" میں نے کہا پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور مصافحہ کرکے چلے گئے۔
سردارے ابھی تک خاموش تھا۔ اس دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن ان کے جانے کے بعد اس نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا "ہیلو خفیہ باس! کیا آپ کے خفیہ اسسٹنٹ کو بھی پروگرام کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں؟"

"میرا خیال تھا کہ تم میرا پروگرام سمجھ چکے ہو گے سردارے! لیکن نجانے کیوں بعض اوقات تم ذہن کا استعمال بالکل ترک کردیتے ہو"۔

"دراصل باس! کیا کہوں' شاگرد تو آپ ہی کا ہوں" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"سردارے! میں ایسے کاریگروں کے تحت ایک الگ سیکشن قائم کرنا چاہتا ہوں بلکہ تم یوں سمجھو کہ ہاؤس آف ٹوائز کو قائم کرنے کا مقصد ہی دراصل یہ تھا کہ میں اس کاروبار کو بڑی عمدگی سے جاری کرسکوں۔ نائیلون اور دوسرے مصالحوں میں منشیات کے مرکب کا استعمال ایک تجربہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تجربہ کامیاب رہے گا۔ اس سے قبل اسمگلنگ کے لیے جو ذرائع استعمال کیے گئے ہیں' ان میں کھلونے بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن صرف اس انداز میں کہ پلاسٹک' نائیلون یا کسی چیز کے کھلونے بنا کر ان کے خفیہ خانوں یا ڈبل تہوں میں منشیات بھر کر انہیں اسمگل کیا گیا ہے لیکن اس سے ان کھلونوں کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ پکڑے جاتے ہیں ---- میں چاہتا ہوں کہ اس مرکب کی تیاری میں کوئی ایسی چیز استعمال کروں جسے باآسانی منشیات کے مرکب سے علیحدہ کیا جاسکے۔ تم یوں سمجھو کہ منشیات کے مرکب کا خول بنے اور اس کے اوپر نائیلون کا کوٹ کردیا جائے ---- تم نے محسوس کیا ہوگا کہ پلاسٹک کارڈ بنتے ہیں اور کارڈ پر پلاسٹک کا کوٹ کردیا جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کو کیمیائی طریقے سے یکجا کرکے کھلونے بنائے جائیں اور بعد میں ان پر پلاسٹک کوٹ کردیا جائے۔ پھر وہ کھلونے جگہ جگہ بھیج دیے جائیں تاکہ ان کی کھپت ہو۔ میرا خیال ہے پھر ہم طویل عرصے تک اپنا کاروبار چلاسکتے ہیں۔ ہاؤس آف ٹوائز اس کے لیے ایک محفوظ گھر کی حیثیت رکھے گا کیونکہ اس ادارے کی ساکھ بن چکی ہے ---- ہاؤس آف ٹوائز میں جو کھلونے تیار کیے جائیں گے' وہ صرف ان لوگوں کو دیے جائیں گے جو کھلونوں کے سوداگر ہیں اور اس خفیہ سیکشن میں جو کھلونے تیار ہوں گے وہ ان لوگوں کے پاس جائیں گے' جو ہمیں منشیات کے لیے آرڈر سپلائی کرتے ہیں"۔

سردارے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "بہت اچھا پروگرام ہے استاد! اور اب داد و تحسین کے الفاظ ادا کرنا حماقت محسوس ہوتی ہی۔ تم نے جو کچھ سوچا ہے بلاشبہ جدید ترین ہے لیکن کیا تمہیں یقین ہے استاد کہ منشیات کے محلول کو ہم ایسی شکل دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جو کھلونوں کے انداز میں تبدیل ہو سکے"۔

"ہاں سردارے! مجھے یقین ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جانتے ہو' میں تھوڑی بہت سائنس سے

واقفیت رکھتا ہوں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں کسی بھی شے میں شامل کردو' ان کی اپنی حیثیت ہمیشہ الگ ہوتی ہے۔ انہیں جب چاہو' اس شے سے علیحدہ کرلو۔ وہ علیحدہ ہو جائیں گی ---- بس ایسے ہی کچھ کیمیائی اجزا کو افیم' کوکین' پیتھیڈین' چرس اور چرس کے محلول میں شامل کرکے اس قسم کی چیزیں تیار کرسکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابتدائی تجربوں ہی میں ہم مکمل طور پر کامیاب رہیں گے۔ اگر تم چاہو تو نئے سیکشن کی ابتداء سے پہلے میں تمہیں اس کا تجربہ کرکے دکھاؤں"۔

"نہیں استاد! تمہاری بات پر مجھے ہمیشہ بھروسہ رہا ہے' اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جلد از جلد کام شروع ہو جائے۔ میرے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے استاد!"

"کچھ نہیں ---- ہم نے جس سیکشن کے بارے میں فیصلہ کیا ہے' اسے عمارت نمبر تین کے خفیہ تہہ خانے میں شروع کیا جائے گا' وہیں ہم اس کا پلانٹ لگالیں گے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

ایمسٹرڈیم میں ہم مختلف شخصیتیں رکھتے تھے۔ مقامی شہریوں کی حیثیت سے ہماری ایک علیحدہ پرسنیلٹی تھی۔ اس کے علاوہ مختلف لوگوں سے مختلف انداز میں ملتے تھے۔
مسٹر گرائن مجھے راجا نواز اصغر کی حیثیت سے جانتے تھی' ہارڈی اور جیکسن لارل کی حیثیت سے ----

لیکن بلاشبہ مسٹر گرائن اور ان کی کمپنی نے مجھے بے حد فائدہ پہنچایا تھا۔ ان کے ذریعہ مجھے بے پناہ سہولتیں حاصل ہو گئی تھیں۔ مسٹر گرائن ایک انتہائی قابل اعتماد انسان تھے۔
انہیں صرف اس بات سے غرض تھی کہ انہیں کیا کرنا پڑ رہا ہے اور کیوں کرنا پڑ رہا ہے' کس لیے کرنا ہے' اس کا مقصد کیا ہے' یا پھر یہ کہ کون اس کام کو ان سے کرا رہا ہے ---- اس سلسلے میں انہیں کبھی تردد نہیں ہوا تھا۔ غیر قانونی کاموں سے وہ عموماً بچتے تھے۔ گویا ان کا اپنا کاروبار صاف تھا اور ان کی شخصیت بالکل بے داغ تھی۔

چنانچہ میں نے ان کے سپرد بہت سے کام کردیے تھے۔ یوں سمجھا جائے کہ مسٹر گرائن بھی ہاؤس آف ٹوائز میں ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کے مشورے اور تعاون سے میں نے ہمیشہ استفادہ حاصل کیا تھا۔ اس طرح میرے لیے آسانیاں ہی آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔
کبھی کبھی جب میرے ذہن پر بوجھ سوار ہوتا تو ایمسٹرڈیم کے نائٹ کلب اور ایسی ہی دوسری جگہیں ہمیں وقتی طور پر بہلا دیا کرتی تھیں۔ عموماً میں اور سردارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ کلائیس اور ایلسن سے مستقل دوستی تھی۔

کلائیس اس قسم کی لڑکی تھی کہ اس کے ساتھ ہر سلوک کیا جاسکتا تھا' وہ بے پناہ حساس اور بے حد محنتی لڑکی تھی۔ بعد میں کبھی اس نے میری طرف راغب ہونے کی کوشش نہیں کی ---- ہاں جب ایک دوبار میں ہی کچھ جذباتی ہو گیا تو اس نے بہت ہی دلکش انداز میں میرے جذبات کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جسے وہ گریٹ اینجل کہتی ہے' وہ دنیا کی معصیت میں گھرا نظر آئے۔ لیکن اس معصوم لڑکی کو میری حیثیت کا پتہ ہی کب تھا۔ وہ تو مجھے بہت ہی شریف النفس فنکار سمجھتی تھی اور اس نے میرے بھٹکتے ہوئے ذہن کو اپنی دانست میں اپنی محبت کی پاکیزگی میں ضم کرلیا تھا۔

حالانکہ یہ بات نہیں تھی۔ کلائیس کی غیر موجودگی میں بعض اوقات ایسی تفریحات ہو جاتی تھیں جو پاکیزگی سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن اس لڑکی کو ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ میری شخصیت میں کون کون سے پہلو پنہاں ہیں۔

ہاؤس آف ٹوائز کا دوسرا سیکشن ہارڈی اور جیکسن کی مدد سے اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ اس میں دس ایسے کاریگر تھے جو ہماری شرائط پر کام کرنے پر تیار تھے۔ ان لوگوں سے عجیب و غریب قسم کے بانڈ بھروائے گئے تھے اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر یہاں سے کوئی بات باہر نکلی تو انہیں سر عام گولی مار دی جائے گی۔

انہیں ان کے کام کا معقول معاوضہ ملتا تھا اس لیے کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ ہمارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ بالآخر ہم تجرباتی دور میں داخل ہو گئے اور ہمارے پاس خوبصورت کھلونوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو گئی جس کی فنشنگ بہت ہی خوب تھی لیکن اندر سے انہیں منشیات کے مختلف مرکبات سے تیار کیا گیا تھا جبکہ بیرونی حصے پر پلاسٹک کا کام کیا گیا تھا۔ اس طرح اچھی خاصی چیکنگ کے باوجود یہ بات معلوم نہیں کی جا سکتی تھی کہ ان کھلونوں میں کوئی گڑبڑ ہے ------ یا یہ پلاسٹک اور نائیلون سے نہیں بنائے گئے ہیں۔

ہم نے کھلونوں کو مختلف تجرباتی طریقوں سے آزمایا اور اس کے بعد اپنی کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔

اب ہمیں ان کی بکنگ کی ضرورت تھی۔ سو میں نے سب سے پہلے سردارے سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ "سردارے! میرا خیال ہے، تم ان منشیات کے مرکب کو اپنے طور پر آزما کر دیکھو"۔

"کس طرح استاد؟"

"ایمسٹرڈیم کے مختلف حصوں میں ہپیوں کے مختلف گروہ رہتے ہیں۔ تم ان میں جاؤ اور ان کی مقبولیت کا اندازہ لگاؤ۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا، جن لوگوں کا تم انتخاب کرو، وہ پاگل پن کی حدود میں نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ہر جگہ چرچا کرتے پھریں"۔

"ٹھیک ہے استاد! لیکن اس کے لیے لوگوں کا انتخاب کیسے کیا جائے؟"

"یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے سردارے! میں تو صرف ان لوگوں کی رائے جاننا چاہتا ہوں، یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں یا نہیں"۔

"ہوں" سردارے گہری سانس لے کر بولا "لیکن استاد اگر اس سلسلے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے"

"کیا مطلب؟"

"اگر تم بھی ساتھ ہو تو کوئی حرج ہے، استاد؟"

"کہاں؟"

"ہپیوں کے اس گروہ میں جہاں ہم اپنی خوبصورت ایجاد متعارف کرائیں گے" سردارے نے کہا۔

"میں نے سوچا، واقعی اس میں کوئی حرج تو ہے نہیں، مجھے ویسے بھی کون سا کام ہے۔ چنانچہ ہم نے

طے کر لیا کہ دونوں ہی چلیں گے۔ پھر ہم نے حلیہ بھی ویسا ہی بنایا ------ میک اپ کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد ہم ٹہلتے ہوئے باہر نکل آئے اور اسی جانب چل دیے۔

میلے کچیلے کپڑے اور بکھرے بال ہمارے لیے اجنبی نہیں تھے۔ درجنوں بار اسی حالت میں ہم نے زندگی گزاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔ ایمسٹرڈیم میں ہپیوں کو تلاش کرنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔ یہاں ان لوگوں کے بہت سے ٹھکانے تھے۔ ہر جگہ ہپیوں کا کوئی نہ کوئی گروہ مل جاتا تھا۔

جھیل کے کنارے ہپیوں کا پڑاؤ تھا۔ خیمے لگے ہوئے تھے لیکن زیادہ تر لوگ کھلے آسمان کے نیچے تھے۔ وہی مخصوص انداز، وہی مخصوص مشاغل، جو ہپیوں کو عام لوگوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کے قریب پہنچ گئے۔

میں نے جیب سے چھوٹا سا حقہ نکالا اور اس میں چرس بھرنے لگا۔ چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی تھی جو نوجوان ہپیوں کے لیے ایسی کشش رکھتی تھی کہ وہ کھنچے چلے آتے ہیں۔

چنانچہ کئی ہپی میرے اردگرد منڈلانے لگے۔ یہ وہ تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے ان میں سے ایک آدھ کو چرس کی تھوڑی تھوڑی مقدار "تحفتاً" دی جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ یہاں کا اصول یہی تھا۔ کسی تکلف کا سوال ہی نہیں تھا۔ بس ضرورت پوری ہو جائے، چاہے اس کا انداز کچھ بھی ہو۔

"نجانے کیوں استاد! یہ ہپی ہماری زندگی میں چپک کر رہ گئے ہیں ------ گھوم پھر کر ہم بھی انہی میں شامل ہو جاتے ہیں اور ہمیں انہی سے واسطہ پڑتا رہا ہے"۔

"تو اس میں سوچنے کی کیا بات ہے سردارے!" میں نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے استاد!"

"پھر کیا بات ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا استاد کہ ہم لوگ حیرت انگیز طور پر ان سے آملتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہمارے ستارے ان سے ملتے جلتے ہیں"۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے ------ ہم نے جو کاروبار سنبھالا ہے، وہ انہی کے لیے ہے اور انہی میں مقبول ہے۔ گو اس وقت دنیا کی بیشتر آبادی اس چکر میں پھنسی ہوئی ہے لیکن چکر کا باعث زیادہ تر یہی سرپھرے ہیں۔ جو تارک الدنیا بھی ہوتے ہیں اور دنیا دار بھی۔ ان کے مشاغل دنیا کے کسی کام کے نہیں ہوتے ------ ایک طرح سے یہ زمین پر بوجھ ہوتے ہیں لیکن زمین کو یہ بوجھ برداشت کرنا ہی پڑتا ہے"۔

"بالکل درست ہے استاد!" سردارے تھوڑی کھجانے لگا۔ "مگر......"

"مگر کیا؟"

"جو لڑکیاں ہپی ہوتی ہیں، ان میں سے بعض......"

"اچھا بکواس بند کرو ------ ہر جگہ لڑکیاں، لڑکیاں ------ تمہارے ذہن پر تو صرف لڑکیوں ہی کا قبضہ ہے۔ خبردار! ان میں سے ایک لڑکی بھی تمہارے قریب نہیں آنی چاہیے" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہو، جو استاد کا حکم۔ لیکن استاد! لڑکی تو ضروری ہے"

"کیوں ---- ضروری کیوں ہے؟"
"میرا مطلب ہے ہماری اس چیز کی صحیح پسندیدگی کا پتہ تو ان ہی سے چل سکتا ہے"۔
"جی نہیں" میں نے طنزیہ انداز میں سردارے کو گھورا ---- اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر سردارے نے شاید یہی مناسب سمجھا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہٹ جائے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا:
"استاد!"
"پھوٹو" میں نے کہا۔
"یہاں کتنی دیر تک قیام کا پروگرام ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیوں؟"
"میں اس آزمائش کی بات کر رہا ہوں ---- ظاہر ہے کسی کی رائے معلوم ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا"۔

"ہاں، جب تک ہمیں کسی کی رائے نہ معلوم ہو جائے، ہم یہیں رکیں گے" میں نے جواب دیا۔
"بس تو استاد ---- پھر ہم دو الگ الگ حصے منتخب کر لیتے ہیں، تم اپنے طور پر کام کرو اور میں اپنے طور پر"۔
"ٹھیک ہے، دفعان ہو جاؤ"۔
"میں سمجھ گیا تھا کہ سرارے کیا چاہ رہا ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میری موجودگی میں اس کے لیے کھل کھیلنے کے مواقع کم تھے اس لیے اس نے یہ ترکیب نکالی تھی۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا، میں اس قسم کی کسی لغویت میں پڑنا نہیں چاہتا تھا ---- نیا نیا کاروبار شروع کیا تھا اور اب میں ہر طرح سے محتاط رہنے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ سردارے کی طرح مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش نہ ہوئی جہاں کوئی خوبصورت لڑکی بھی ہو، میں صرف کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔
سردارے کے جانے کے بعد میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور دیر تک آوارہ گردی کرتا تھا۔ سردارے مجھے نظر نہیں آیا تھا ---- نجانے کہاں نکل گیا تھا۔ بالآخر میں تھک کر ایک جگہ لیٹ گیا۔ یہاں بھی چند ہپی چرس کے کش لگا رہے تھے۔

تب میری نگاہ ایک طرف بیٹھے ہوئے شخص پر پڑی۔ تعجب کی بات تھی، اس لیے میری نظریں اس پر جم گئیں۔ اب تک میں نے ہپیوں میں ہر رنگ، ہر نسل کے لوگ دیکھے تھے لیکن اس جیسا شخص شاید پہلی بار مجھے نظر آیا تھا ---- وہ جاپانی تھا اور اس سے قبل میں نے کسی جاپانی کو ہپی کے روپ میں نہیں دیکھا تھا۔

اس کے علاوہ عموماً جاپانی چھوٹے قد و قامت کے ہوتے ہیں جبکہ وہ شخص قد و قامت اور جسمانی لحاظ سے دیو نظر آتا تھا۔

چوڑے شانے، لمبے لمبے بال، خوفناک چہرہ جس پر چھوٹی داڑھی تھی، چہرے پر ابلتی ہوئی آنکھیں، جسم پر معمولی سا لباس، چہرے پر جاپانیوں کے مخصوص انداز کے مطابق گہری سنجیدگی چھائی ہوئی ---- اور وہ سوچ میں ڈوبا ہوا اداس اداس سا بیٹھا ہوا تھا۔
نجانے کیوں مجھے اس کی شخصیت پر کشش معلوم ہوئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب

پہنچ گیا۔
"ہیلو!" میں نے بھاری آواز میں اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا ---- اس کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار تھے۔
پھر کچھ یوں محسوس ہوا جیسے اس نے مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا ہو۔ کیونکہ اس نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے برا سا منہ بنایا۔
"ہیلو!" میں نے پھر کہا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔
جاپانی نے عجب بیزار سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن جھکا دی۔
"کیسے خاموش بیٹھے ہو ---- کیا تم انگلش نہیں سمجھتے؟" میں نے پوچھا۔
اس نے گردن ہلائی پھر انگلش میں بولا "ہاں میں انگلش سمجھتا ہوں"۔
"اوہ گڈ ---- تب تو میں تم سے با آسانی گفتگو کر سکتا ہوں، میرا خیال ہے تم جاپانی ہو؟"
"تمہارا خیال ٹھیک ہے" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔
"یوں لگتا ہے جیسے تم ماحول سے بے حد بیزار ہو"۔
"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔
"میں نے ہمت نہیں ہاری اور اس کے تلخ جواب کے باوجود دوبارہ اسے مخاطب کیا اور کہا "میں نے جاپانیوں میں ہپی بہت کم دیکھے ہیں"۔
"تو آج دیکھ لو" اس نے بدستور ناگوار لہجے میں کہا اور اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔
"وہی بیزار بیزار سی کیفیت، وہی پرسکوت چہرہ، آنکھوں میں چھائی نیم دیوانگی کی سی حالت، جیسے مجبوراً میرے سوالات کے جوابات دے رہا ہو۔
"ہاں آج دیکھ لیا ---- کیا تم یہاں تنہا ہو؟" میں نے سوال کیا۔
"ہر شخص ہر جگہ تنہا ہوتا ہے" اس نے جواب دیا۔
"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مکمل طور سے ہپی ازم سے متاثر ہو" میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"میرے خیال میں ہپی ازم کوئی ازم نہیں بلکہ انسانیت کا ایک راستہ ہے۔ مجبور، کمزور اور بے بس نسان ایک ہی راستے پر چلتا ہے۔ لیکن اسی وقت، جب وہ خود کو پہچانے، دنیا نے طاقت کے جو راستے اپنائے ہیں، ان میں تباہی ہی تباہی ہے۔ چنانچہ اگر میں ہپی ازم سے متاثر ہوں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ میں نے انسانیت کا صحیح راستہ تلاش کر لیا ہے۔ نہ میں تباہ ہونا چاہتا ہوں، نہ کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہوں"۔
"تمہیں یقین ہے کہ یہ راستے تمہیں منزل تک لے جائیں گے؟"
"منزل ایک فریب ہے۔ میرے دوست! انسان اپنی مرضی سے کسی ایک جگہ کا تعین کر کے اسے منزل کا نام دے دیتا ہے۔ لیکن منزل کا نام تھکن کا دوسرا پہلو ہے۔ میرے نزدیک یہ تعین فضول ہے۔ تم بھی تو ایک ہپی ہو، کیا تم میرے خیالات سے متفق نہیں ہو؟" اس نے سوال کیا۔
"کیوں نہیں ---- لیکن میرے نظریات کچھ اور ہیں" میں نے کہا۔

"وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا مطلب------ کیا تم ترلوکا کی تعلیمات سے باغی ہو؟"

"نہیں۔ میں ترلوکا کی تعلیمات سے باغی نہیں ہوں لیکن ترلوکا کی تعلیمات کے مختلف پہلو ہیں' جنہیں ہر شخص اپنی اپنی عقل کے مطابق سمجھتا ہے" میں نے جواب دیا اور وہ سنجیدگی سے بولا:

"نہیں' ہرگز نہیں------ میں نہیں مانتا۔ ترلوکا صرف ایک ہی بات کہتا ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے' وہ ذہن کی گہرائیوں میں اترتا ہے۔ اور ہم اس لیے اس کی پیروی کرتے ہیں' ورنہ اس کے سوا ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے"۔

"خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تمہاری شخصیت میں ایک خاص کشش ہے اور تم مجھے پسند بھی آئے ہو۔ کیا میں تم سے دوستی کر سکتا ہوں؟"

"اوہ" جلپانی کے ہونٹوں پر پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم میں ابھی تک کچھ اچھائیاں موجود ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"دنیا میں ایک بھی شخص کسی ایسے انسان کو اچھا محسوس ہوتا ہے جس سے اس کی شناسائی نہ ہو تو پس پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان بذات خود اچھا ہے------ اگر وہ خود اچھا ہے تو اسے اپنے مقابل کا شخص اچھائیوں کے ساتھ نظر آتا ہے اور اگر اس کی فطرت میں برائیاں ہیں تو وہ ہر ایک کے بارے میں یہی سوچتا ہے کہ ممکن ہے وہ فریب کی نقاب پہنے ہوئے ہو"۔

"یار تم تو خاصے منطقی نظر آتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا

"تمہاری اچھائی کا دوسرا ثبوت" جلپانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ میں نے کھانے کے بارے میں پوچھا ہے' اس لیے....."

"یقیناً ورنہ اس دور میں بلکہ اس دنیا میں کوئی کسی سے ایسی باتیں نہیں پوچھتا' اس میں بڑے بڑے خطرات پائے جاتے ہیں"۔

"مثلاً"؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ مجھے وہ جلپانی خاصا پسند آیا تھا۔ ویسے بھی آدمی دلچسپ ہی تھا۔

"ارے بھئی! سیدھی سی بات ہے۔ اب اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو سنو۔ میں تین دن سے بھوکا ہوں اور پورے تین دن سے مجھے کوئی نشہ آور چیز بھی نہیں ملی ہے جس کی وجہ سے میرا یہ پہاڑ جیسا جسم بالکل مٹی کے ڈھیر کی مانند ہو گیا ہے' اپنی مرضی سے اٹھ بھی نہیں سکتا------ اٹھوں گا تو حلق سے کراہ نکل جائے گی" اس نے جواب دیا "اور ان حالات میں تم جانتے ہو گے کہ چونکہ تم نے مجھ سے پوچھا ہے اور میں نے یہ بات تمہیں بتا دی ہے تو خود تمہارے اوپر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں' کیا تم اپنے فرائض کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہو؟"

"ہاں میرے دوست! میں تمہیں کھانا کھلا سکتا ہوں' رہا نشہ' اس کے لیے تو کھانے کے بعد ہی بات ہو گی"۔

جلپانی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ پھر وہ مسرور لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا "کیا میں اٹھوں؟"

"کیوں نہیں------ جب میں نے تمہیں پسند کیا ہے اور تمہیں دوستی کے قابل سمجھا ہے تو پھر اب تکلف کا کیا سوال ہے------ آؤ ہم تم کھانا کھائیں گے" میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گیا۔ اٹھتے وقت اس کے حلق سے کراہ نہیں نکلی تھی۔ شاید اس یقین کی وجہ سے کہ اب کھانا ملنے ہی والا ہے۔

اس کیمپنگ میں' دوسرے کیمپنگ کے اصولوں کے مطابق ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ ویسے بھی یہ کیمپنگ شہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد بازار آ جاتا' جہاں سے کھانے کی بہت سی چیزیں دستیاب ہو جاتیں۔ لیکن ہم نے کیمپنگ ہی کے ایک چھوٹے سے ریستوران کا انتخاب کیا تھا۔ حالانکہ اسے ریستوران کہنا ریستوران کا مذاق ہی تھا۔ بس چند چیزیں سجائے ہوئے کچھ افراد بیٹھے تھے اور ہپی انہیں چھوٹی چھوٹی رقومات کے عوض خرید رہے تھے۔

میں نے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں دیکھیں۔ جلپانی ہر چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر جب میں بہت سارا سامان لے کر ایک طرف بڑھا تو اس نے بھی میری مدد کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔

"میرے دوست! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں"۔

"آؤ بیٹھو" میں نے سامان نیچے رکھ دیا اور وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ "بس تم میری یہ مدد کرو کہ ان ساری چیزوں کو کھا لو"۔

"ساری چیزوں کو؟" اس نے خوشی سے کلکاری مارتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں"

"تم نہیں کھاؤ گے؟" اس نے دونوں ہاتھ کھانے کی جانب بڑھائے اور اس سوال کے بعد غالباً" وہ یہ سوال بھی بھول گیا کہ اس نے کیا سوال کیا تھا۔ بس کھانے میں ایسا مصروف ہوا کہ میں اس کی خوراک دیکھتا ہی رہ گیا۔

خدا کی پناہ! میں نے جو چیزیں خریدی تھیں' میرے خیال کے مطابق وہ دو تین آدمیوں کے لیے کافی تھیں اور مجھے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ساری چیزوں کو اس طرح چٹ کر جائے گا۔ چند ہی ساعت کے بعد اس نے تمام پیکٹ اور برتن خالی کر دیے۔

"اور لاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں------ ایک دم سے اتنی چیزیں کھانا' میرے خیال میں مناسب نہیں کیونکہ تین دن سے بھوکا ہوں' معدے کو تھوڑی سی تکلیف دینا ہی ٹھیک ہے۔ فی الوقت اتنا ہی کافی ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ" اس نے ایک ڈکار لیتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر میری جانب دیکھتے ہوئے بولا "تمہیں ایک بات جان کر حیرت ہو گی کہ اگرچہ میں نے تین دن کا بھوکا ہونے کے بعد کھانا کھایا ہے لیکن اس کھانے سے مجھے سستی نہیں ہو گی۔ میں پوری طرح چاق و چوبند رہوں گا بلکہ یوں سمجھو زندہ ہو گیا ہوں۔ بس اس زندگی میں حسن کی کمی رہ گئی ہے۔ میری آنکھیں ویران ہیں اور ماحول مجھے انتہائی بدرنگ نظر آ رہا ہے" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اس دنیا کو حسین بنا دوں گا تمہارے لیے" میں نے کہا۔

"اب میں تمہیں فرشتہ کہنے میں بخل سے کام نہ لوں گا۔ اس دور میں صرف فرشتے ہی انسانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں' خود انسانوں سے اس کی توقع رکھنا فضول ہے" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے" میں بے تکلفی سے بولا۔ پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چھوٹی سی پلاسٹک کی گڑیا نکال کر اس کے آگے کر دی۔

"اوہ ----- بے حد حسین۔ لیکن ----- اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تمہارے لیے حیرت کا مقام ابھی نہیں آیا" میں نے کہا اور گڑیا کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مسلنے لگا۔ پھر میں نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پائپ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ جلپانی تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"گڑیا کو میں نے توڑ مروڑ دیا تھا۔ پھر میں نے اس کی گردن علیحدہ کر دی اور اس پر سے پلاسٹک کی جھلی اتارنے لگا۔

وہ حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ گڑیا کا خوبصورت چہرہ بدنما ہو گیا تھا۔ پھر میں نے اندرونی حصے کو نکال کر اس کے پائپ میں ٹھونس دیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے تعجب سے کہا۔ لیکن میں نے جیب سے لائیٹر نکال لیا تھا۔

پھر میں نے پائپ اس کے منہ سے لگا دیا۔ ابھی تک وہ تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا جیسے وہ مجھے پاگل سمجھ رہا ہو لیکن میں نے لائیٹر جلا کر پائپ سے لگایا اور اس نے چار و ناچار ایک گہرا کش لیا۔ شاید وہ کچھ کچھ میرا مطلب سمجھ رہا تھا۔

دوسرے لمحے اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اس نے پائپ جلدی سے منہ سے نکال کر اس میں موجود گڑیا کے سر کو دیکھا اور پھر دوبارہ اسے منہ میں دبا کر دو تین گہرے گہرے کش لیے۔

پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "واہ ----- واہ' یہ کیا جادو ہے" اس نے حیرانی سے پوچھا "ارے واہ' ارے واہ' یہ ہے کیا چیز ----- واہ واہ کھوپڑی پر ڈنک مار رہی ہے" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

تب میں نے باقی گڑیا اس کی جانب بڑھائی اور اس نے جلدی سے اسے میرے ہاتھ سے لپک لیا۔

بچی ہوئی گڑیا کو وہ آنکھوں کے نزدیک کر کے غور سے دیکھنے لگا۔ "واہ میری جادو کی گڑیا واہ ----- واہ' تو تو عجیب چیز ہے' لیکن یہ ہے کیا میرے دوست؟" وہ گڑیا کے سحر سے نکلتے ہوئے بولا۔

"تم اسے استعمال کرو اور اس کے بعد اس کا نتیجہ مجھے بتاؤ"۔

"تعجب ہے۔ میں نے ایسا کھلونا پہلے کبھی نہیں دیکھا جو سوئے ہوئے دلوں کو یوں جگا دے" جلپانی شاعری پر اتر آیا تھا۔

لیکن یہ شاعری وہ انگریزی میں کر رہا تھا۔ اگر وہ اپنی مادری زبان میں یہی شاعری کرنے لگتا تو شاید میرے فرشتوں کو بھی اس کے اثر کی خبر نہ ہوتی۔ بلا کا پینے والا تھا' تھوڑی دیر کے بعد اس نے باقی گڑیا کو بھی اس میں ٹھونس کر پائپ بھر لیا۔ بچی ہوئی ننھی سی گڑیا پائپ میں کہیں سما گئی تھی اور جلپانی جلدی سے کش لینے لگا۔

اس کی آنکھوں میں نشہ اترتا چلا آ رہا تھا ----- ویسے بھی یہ چیز کافی تیز تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جلپانی اسے آدھی بھی برداشت نہ کر سکے گا لیکن وہ پیئے جا رہا تھا اور پھر آخری کش لیتے ہوئے پائپ اس کے

ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔

اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدا رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اب وہ جلپانی زبان میں نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا ----- اور یہ بہتر ہی تھا ----- کیونکہ اگر وہ انگریزی میں کچھ کہنے لگتا تو شاید وہ میرے لیے نقصان دہ ہوتا۔

بہت سارے ہپی جمع ہو گئے تھے۔ جلپانی کو اس طرح ہاتھ جوڑے بدبداتے ہوئے دیکھ کر شاید انہیں لطف آ رہا تھا۔

پھر جلپانی نے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے لمحے اس نے دوسری ٹانگ بھی اٹھانے کی کوشش کی اور اس کوشش میں دھماکے سے نیچے گر پڑا۔

نیچے گرنے کے بعد وہ پھر اٹھا ----- اس بار اس نے دونوں ہاتھوں کے بل نیچے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی ----- اور پھر بار بار وہ ایسی ہی کوششیں کرتا رہا اور ہر کوشش کے نتیجے میں گرتا رہا۔

اس کے ساتھ ہی وہ جلپانی زبان میں نعرے بھی لگا رہا تھا' عجیب و غریب قسم کے نعرے تھے۔ پھر وہ سہارا لے کر اٹھا اور ٹھمکے لگانے لگا۔ اس بار اس کے ناچنے کا انداز سو فیصدی عورتوں کا سا تھا۔

نجانے اس کے ذہن میں کیا سمائی تھی۔ میں بہرحال وہاں سے کھسک گیا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ ورنہ شاید وہ مجھے اس ہنگامے میں شریک کرنے کی کوشش کرتا اور شاید میری تعریف و توصیف کرتا ----- ایسی صورت میں یہ اچھا نہ ہوتا۔

میں دور ہی سے اسے دیکھتا رہا۔ جلپانی بڑی دیر تک ناچتا کودتا رہا۔ ہپی اس کے گرد کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگے تھے۔ خاصا مجمع جمع ہو گیا تھا۔ لیکن جب جلپانی میں سدھ نہ رہی تو وہ زمین پر گر پڑا اور ہپی س کے چاروں طرف بیٹھ کر اس کی زندگی اور موت کا اندازہ کرنے لگے۔

ویسے یہ تو مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ ہے۔ بمشکل تمام میں نے لوگوں کے مجمع کو ہٹایا اور خود اس کے زدیک پہنچ گیا۔

"ہٹ جاؤ تم لوگ ----- میں اسے اٹھا کر لے جا رہا ہوں' یہ میرا ساتھی ہے" میں نے کہا۔

لیکن اس دیو ہیکل جلپانی کو اٹھا کر لے جانا بھی آسان بات نہیں تھی۔ اس کے لیے میں نے چند دمیوں سے مدد طلب کی اور اسے اٹھا کر ایک دور دراز حصے میں آ گیا اور وہیں پر میں نے اسے زمین پر لٹا دیا۔

اب مجھے اس شخص کی نگرانی کرنا تھی۔ ظاہر ہے مجھے مطلب کا آدمی مل گیا تھا اور میں نے اسے دل سے پسند کر لیا تھا۔

نجانے کتنے گھنٹے میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اب مجھے اس کی نگرانی کرنا تھی۔ میری نگاہیں چاروں رف بھٹک رہی تھیں۔ درحقیقت میں اس وقت خود کو کسی ایسی مظلوم ماں کی حیثیت سے محسوس کر رہا تھا' ں کا بیٹا آوارگیوں کا شکار ہو کر اس کے پاس پہنچا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے کو دیکھا۔ وہ ری جانب ہی آ رہا تھا۔ اور پھر وہ دوڑتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

"ارے استاد! کیا ہوا ----- کیا ہوا؟"

"جو کچھ ہوا ہے تم خود دیکھ لو" میں نے کہا۔

"لیکن یہ تو جا...... جلپانی ہے" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی بات

میری سمجھ میں نہیں آئی---- دوسرے لمحے جب میں سمجھا تو میرے ہونٹوں پر کھسیانی سی ہنسی آگئی۔
"اچھا بکواس بند کرو---- اور ہاں، تم کہاں مرگئے تھے؟"
"بس استاد! تجربے کرتا پھر رہا تھا---- واہ، کیا بات ہے، جس نے دیکھا، جس نے چکھا، نہال ہی تو ہو گیا"۔
"ہوں---- یہ بھی نہال ہو گیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ، تو یہ معاملہ ہے۔ مگر استاد! یہ تو جاپانی ہے---- کیا خدوخال ہی سے یہ جاپانی محسوس نہیں ہوتا؟"
"کیوں نہیں---- سو فیصدی" میں نے جواب دیا۔
"یہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گیا؟"
"ایک کونے میں اداس بیٹھا ہوا تھا، بھوکا بھی تھا"۔
"مگر استاد! جاپانیوں میں ایسے تن و توش مشکل ہی سے نظر آتے ہیں"۔
"ہاں---- بہت کم"
"پھر اب تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو---- میں تو تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا" سردارے نے کہا۔
"سردارے! یہ تن و توش میرے لیے خاصا دلچسپ ہے"
"اوہ" سردارے بھی سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے پرخیال انداز میں جاپانی کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔ "بات تو ٹھیک ہے استاد---- لیکن اب کیا کرو گے؟"
"فی الحال تو اس کی ڈھائی من کی لاش کو اٹھا کر کسی ایسی جگہ لے جانا ہے جہاں سے ہم اسے اپنی مرضی کے مطابق منتقل کر سکیں۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ اب کیا کریں۔ بہر صورت اس بات کا تو اندازہ ہو گیا کہ اس سلسلے میں جو تجربہ کیا گیا ہے، وہ مکمل طور سے کامیاب ہے"۔
"ہاں استاد! بالکل ٹھیک۔ رہا ڈھائی من کی لاش کا مسئلہ، تو یہ تو بتاؤ کہ اسے ایک ہی مرتبہ میں لے جاؤ گے؟"
"کیا مقصد؟" میں نے سردارے کو گھورا۔
"ایسا کرو، آدھا آدھا کیے لیتے ہیں---- سوا من تم لاد لو، سوا من میں لاد لوں گا---- نکالو چاقو؟" سردارے نے کہا۔
"اچھا بکواس بند کرو---- اٹھاؤ اس کو" میں نے کہا اور ہم دونوں اس جاپانی کو لاد کر چل پڑے۔
جس انداز میں جاپانی لدا ہوا تھا، اس سے تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ گھنٹوں ہوش میں نہیں آئے گا۔ پوری گڑیا ہضم کر گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ گڑیا میں منشیات کے مرکب کی خاصی تیز مقدار تھی۔
جس تجربے کے لیے ہم یہاں آئے تھے، وہ تو ہو ہی چکا تھا اور اس کے نتیجے میں یہ جاپانی ہاتھ تھا---- اور یہاں کے لوگوں کی پسندیدگی کا بھی احساس ہوا تھا۔ چنانچہ ایک طرح سے یہاں آنے کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔
جس وقت ہم اسے اپنی رہائش گاہ پر لے کر پہنچے، اس کی بے ہوشی، نیم بے ہوشی میں تبدیل ہو

تھی۔ وہ کبھی کبھی مسکرانے لگتا اور کبھی اپنی زبان میں کچھ کہنے لگتا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مکمل ہی چت نہیں ہوا تھا۔ ابھی اس میں عقل باقی تھی۔
"میں نے جاپانی کو ایک کمرے میں ڈال دیا اور اس کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد میں اور سردارے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ نہانے وغیرہ کے بعد ہم واپس ایک کمرے میں آگئے تھے اور اب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے پرخیال انداز میں سردارے کو مخاطب کیا "سردارے!"
"یس باس!" اس نے جواب دیا۔
"دیکھو! یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ یہ سلسلہ برا نہیں رہے گا اور مجھے یقین ہے کہ کان جس طرح ہپیوں کے گروہ میں ہماری مصنوعات کو پسند کیا گیا ہے، اس طرح دنیا کے مختلف ممالک میں ان کی آؤ بھگت ہوگی۔ مسئلہ صرف انہیں روشناس کرانے کا ہے اور اس کے لیے ہمیں موثر انداز میں کارروائی کرنا ہوگی"۔
"یقیناً استاد! اس میں کیا شک ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فی الوقت آپ اسے صرف ایمسٹرڈیم میں ہی پھیلائیں گے؟"
"اہم سوال ہے استاد---- میرا خیال ہے، ہاؤس آف ٹوائز، ایمسٹرڈیم کی اچھی خاصی مشہور فیکٹری ہے۔ اگر کبھی کسی حماقت کی بنا پر یہ مصنوعات کسی مقامی افسر کے ہاتھ لگ جائیں اور وہ مقامی کمپنیوں کے بارے میں سوچے تو ہاؤس آف ٹوائز اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکے گا---- اس طرف اس کا متوجہ ہو جانا قدرتی امر ہوگا"۔
"بالکل ٹھیک سردارے! بات تم نے پتے کی کہی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ اس چیز سے نمٹا کیسے جائے؟"
"میرا خیال ہے استاد! اسے ایمسٹرڈیم کے علاوہ دوسری مختلف جگہوں پر پھیلا دیا جائے"۔
"مناسب خیال ہے۔ میں تمہاری بات سے متفق ہوں"۔
"بس تو ٹھیک ہے استاد---- لیکن اس سلسلے میں کارروائی کرنے کا ذریعہ کیا ہوگا؟" سردارے نے پوچھا۔
"دیکھو سردارے! میں نے اپنے تمام کاروباری امور کا نگران مسٹر گرائن کو بنا دیا ہے اور بلاشبہ وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔ تاہم ان کے اندر ایک خوبی یا خرابی یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بھی، کسی بھی قیمت پر کوئی غیر قانونی کام جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور ہمیشہ ہر کام کی ایسی نوعیت تلاش کر لیتے ہیں جس میں کوئی قانونی سقم نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس بات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ہاؤس آف ٹوائز کے ایکسپورٹ کے سلسلے میں کوئی ایسا خفیہ خانہ بھی رکھا جائے جس کے تحت خاص قسم کے کھلونے خاص آرڈر پر سپلائی کیے جائیں۔ اس سے تجسس پیدا ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس سلسلے میں کسی بھی ذہن میں کوئی تجسس بیدار ہو---- چنانچہ میں نے ایک ہی فیصلہ کیا ہے"
"کیا استاد؟"
"میں خود ہی سروے کروں گا اور خود ہی اس کے لیے آرڈرز بک کروں گا"۔
"خود ہی سے تمہاری کیا مراد ہے استاد؟"

"یعنی میں ------ صرف راجا نواز اصغر" میں نے جواب دیا۔
"صرف" سردارے گمبھیر آواز میں بولا۔
"ہاں ------ اور سردار علی مقامی طور پر ہاؤس آف ٹوائز اور بالخصوص اس کے خفیہ سیکشن کی پروڈکشن کی نگرانی کرے گا" میں نے جواب دیا۔
"گویا پھر ایک طویل جدائی ------" سردارے سینے پر ہاتھ رکھ کر المیہ انداز میں بولا۔
"سردارے! پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی"۔
"ٹھیک ہے استاد! آپ بے فکر رہیں۔ یہاں کا کام میں با آسانی سنبھال لوں گا" سردارے نے جواب دیا۔
میں کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند ساعت خاموشی رہی، پھر سردارے بولا "لیکن استاد! ابتدا کہاں سے کریں گے؟"
"میں فی الحال تو یورپ کے قریب قریب ملکوں کا دورہ کروں گا' کہیں بھی زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ جو کچھ ہم دیکھ چکے ہیں' اس سے بھی ہمیں معاونت حاصل ہو گی۔
"یعنی؟" سردارے نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔
"میری مراد ہپیوں کے کیمپ اور ان اڈوں سے ہے جہاں منشیات کی کھپت ہے۔ میرا خیال ہے ان میں سے بہت سے ممالک کی یہ جگہیں تو ہماری نگاہ میں ہیں اور ظاہر ہے یہی ہماری سب سے بڑی منڈی بھی ہو سکتی ہے"۔
"بالکل ٹھیک ہے استاد!" سردارے نے جواب دیا۔
"تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد میں نے سردارے کو دیکھا۔ سردارے نجانے کہاں کھویا ہوا تھا۔ تب میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔
اچانک جلپانی کا خیال میرے ذہن میں آگیا تھا۔ سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"کہاں استاد؟"
"آؤ دیکھیں ذرا ------" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہم نے جلپانی کو بند کیا تھا۔
ہم لوگ بالکل صحیح وقت پر پہنچے تھے۔ کمرے کے دروازے پر زور زور سے دستک ہو رہی تھی۔ میں نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔
جلپانی ہمارے سامنے تھا۔ وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ اس کی شکل اس وقت عجیب سی ہو رہی تھی۔ ہم لوگ میک اپ میں تھے اس لیے وہ ہمیں پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جونہی میں نے دروازہ کھولا' وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر متحیرانہ انداز میں ہمیں دیکھنے لگا۔
"ہیلو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو ------ آپ کون ہیں مسٹر؟" اس نے حسب معمول نہایت شرافت سے پوچھا۔
"اوہ ------ آؤ ------ کیا تم ٹھیک ہو بالکل؟"
"ہاں شاید" اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ میرے نزدیک آ کر کھڑا

ہو گیا تھا' پھر اس نے پوچھا "تم نے مجھے کمرے میں بند کر دیا تھا؟"
"ہاں"۔
"کیوں؟"
"میں نے سوچا تھا کہ تم آرام سے سوتے رہو۔ بند کرنے سے کوئی خاص مقصد نہیں تھا"۔
"لیکن تم' یہ جگہ ------ میں یہاں کیسے آگیا؟" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔
"ہم لائے تھے"۔
"کیوں؟"
"دراصل تم نے کوئی ایسا نشہ کر لیا تھا جس سے تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ تم سڑک پر دوڑتے ہوئے چلے آ رہے تھے' کبھی گرتے تھے' کبھی اٹھتے تھے ------ اور اسی دوران تم ہماری کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچے۔ کار سے اتر کر جب ہم تمہارے قریب پہنچے تو تم زمین پر گر کر بیہوش ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہم تمہیں اٹھا کر اپنے گھر لے آئے۔ یہاں لا کر تمہیں کچھ اس قسم کی اشیاء دی گئیں' جس سے تمہاری حالت درست ہو جائے"۔
"اوہ" جلپانی نے ہم دونوں کو تعجب سے دیکھا اور پھر شرمندہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا "جناب! میں اپنی گنجائش سے زیادہ پی گیا تھا"۔
"کوئی بات نہیں' آؤ بیٹھو ------ تم سے متعارف ہو کے ہمیں خوشی ہو گی"۔
"لیکن جناب! میرا خیال ہے میں ------ میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے جانے کی اجازت دی جائے"۔
"ارے کیوں ------ تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا؟"
"بس میں آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں' اس کے بعد باقی معاملات تو تکلفانہ ہی کہلائیں گے"۔
"آؤ پہلے تم سے کچھ دیر باتیں ہوں گی۔ اس کے بعد ہم تم اپنا اپنا مافی الضمیر کھل کر سمجھا سکیں گے"۔
"لیکن......"
"کچھ نہیں آؤ ------" میں نے کہا اور وہ شرمندہ سا میرے ساتھ چل پڑا۔ ہم اسے لے کر لان پر آ گئے تھے۔ وہاں پر پڑی کرسیوں پر میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں بھی بیٹھ گئے۔ وہ ابھی تک متحیر نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔
"کیا پیو گے؟" میں نے پوچھا۔
"کک ------ کچھ نہیں"۔
"نہیں' کچھ تو ضرور پینا پڑے گا۔ تم ہمارے مہمان ہو' ہم تمہیں لے کر آئے ہیں۔ تم اپنے ذہن میں کوئی خیال نہ لاؤ۔ ہر خوف دماغ سے نکال دو" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا دی۔
"پھر جو آپ پلا دیں" اس نے جواب دیا اور میں نے سردارے کو کچھ ہدایات دیں۔ سردارے اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر کے بعد کھانے پینے کی اشیاء اور چائے کا سامان لاؤنج پر پہنچ گیا------ جاپانی نے شکر گزار نگاہوں سے ہمیں دیکھا تھا' پھر وہ آہستہ سے بولا:

"آپ لوگوں نے مجھے جو حیثیت' جو درجہ دیا ہے' میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ لیکن بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایک اچھے انسان ہیں"۔

"اوہ مسٹر------! ان تمام باتوں کو ذہن سے نکال دو۔ ہم سب یکساں ہیں' کوئی تخصیص نہیں ہے۔ تمہارے بدن کا پھٹا ہوا لباس تمہاری شخصیت کو نہیں چھپا سکتا۔ تم جو کچھ بھی ہو' اگر ہم اپنے آپ کو دیدہ ور سمجھتے ہیں تو بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں"۔

"سوائے اس کے کیا کہوں کہ آپ بہترین انسان ہیں"۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر شخص خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ہم دنیا کی تمام تر اچھائیاں یا برائیاں ایک شخص کی ذات میں جمع نہیں کر سکتے۔ میں تم سے ایک بار پھر کہوں گا کہ آرام سے بیٹھو' بے تکلفانہ ماحول پیدا کرو------ ہاں' تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہراتا" اس نے جواب دیا۔

"خوب------ جاپانی ہو نا؟"

"ہاں"

"لیکن میرے دوست! جاپانیوں میں عام طور سے ایسے افراد نہیں ملتے" میں نے کہا۔

"ہاں"۔

"تو پھر تم......" میں نے اپنا سوال ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ میں ہراتا کی آنکھوں میں اس کیفیت کو صاف محسوس کر سکتا تھا جو بڑی عجیب سی تھی۔

"میں اپنی قوم کے ماتھے کا سیاہ داغ ہوں" اس نے آہستگی سے کہا۔

خیر خیر' سیاہ داغ تو چاند کی پیشانی پر بھی ہوتا ہے لیکن وہ اس کی پیشانی پر خوشنما لگتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"دل کو سمجھانے کے لیے بہت سی باتیں ہو سکتی ہیں' ویسے آپ کا نام کیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام لارل ہے اور یہ میرے دوست مسٹر ہولڈن ہیں"۔

بہت خوب۔ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟"

"بس فنکار ہیں------ ایک چھوٹی سی کمپنی ہے جس کے تحت کاروبار کیا جاتا ہے۔ لیکن ہم تم میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے کیا استعمال کیا تھا؟ تم جیسے تن و توش کا آدمی معمولی چیزوں سے بے ہوش نہیں ہو سکتا" میں نے پوچھا۔

"ہاں بڑی حیرت انگیز' بڑی عجیب و غریب چیز' وہ پلاسٹک کی ایک گڑیا تھی جسے ایک غیر ملکی ہپی نے مجھے پیش کیا۔ لیکن پلاسٹک کے کوٹ کے نیچے ایک بہت ہی تیز نشہ آور چیز تھی------ میرا خیال ہے وہ مختلف نشہ آور ادویات کا مرکب تھا لیکن واہ واہ' کیا بات تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی اعلیٰ اتنی تیز چیز نہیں پی"۔

"خوب۔ گویا وہ تمہیں پسند آئی؟"

"پسند؟ میں کہتا ہوں کہ اب اس کے سامنے کچھ اور نگاہوں میں ٹھہر بھی نہیں سکتا"۔

"تو تم شراب کے نشے میں نہیں تھے؟"

"شراب------ نہیں' میں شراب نہیں پیتا"۔

"ارے کیوں------ حالانکہ نشہ آور چیزوں میں وہ سب سے عمدہ چیز ہوتی ہے"۔

"لیکن وہ نشہ آور عمدہ چیز میری سب سے بڑی دشمن ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگا لی۔

"لیکن کیوں؟"

"دراصل میں کتنا ہی سخت سے سخت قسم کا نشہ کر لوں' ٹھیک رہتا ہوں۔ کوئی بہت ہی تیز نشہ مجھے کچھ دیر کے لیے گم کر دے تو کر دے البتہ شراب ایسی بدبخت چیز ہے کہ تھوڑی سی پی لیتا ہوں تو حواس خراب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان نشہ آور ادویات کے سامنے اس کا نشہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن شراب پی کر میں نے بڑے بڑے احمقانہ کام کیے ہیں' بڑی بڑی حماقتیں کی ہیں اور اس کے بعد جب ہوش میں آتا ہوں تو مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک طویل عرصے سے میں نے شراب کو چھونا تک چھوڑ دیا ہے"۔

"واہ' تعجب کی بات ہے' حالانکہ نشہ آور چیزوں کے مقابلے میں شراب ابتدائی حیثیت رکھتی ہے"۔

"ہاں------ لیکن میرے لیے اس کی انتہائی حیثیت ہے"۔ جاپانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں ہراتا------ تم اگر چاہو تو ہمیں اپنے دوستوں کی حیثیت سے ٹریٹ کر سکتے ہو۔ تمہاری شخصیت بے حد پرکشش ہے۔ کیوں نہ ہم لوگ کچھ وقت ساتھ گزاریں۔

"نہیں مسٹر لارل------ مسٹر ہولڈن! آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی' بات دراصل یہ ہے کہ میں تو ایک قلاش انسان ہوں' میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے' یہاں تک کہ لباس بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں کسی پر بوجھ بننا نہیں چاہتا"۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ تم قطعی طور پر مجھ پر بوجھ نہیں ہو' بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی------ کیا تم میری بات کو سچ تسلیم کر لو گے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہو' آپ اپنی گفتگو سے ہی اچھے لوگ معلوم ہوتے ہیں لیکن کیا میرے لیے یہ مناسب ہوگا؟"

"ہاں' دوستی قبول کرنا تو کوئی بری بات نہیں ہے" میں نے کہا اور وہ لاجواب سا ہو گیا۔

"پھر اس نے چائے کا پیالہ رکھ کر دونوں شانے ہلاتے ہوئے کہا "اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو سر آنکھوں پر۔ ظاہر ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

"تھینک یو مسٹر ہراتا" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر کہا "ہولڈن! مسٹر ہراتا اب ہم میں شامل ہو گئے ہیں' اس لیے تم ان کے لیے بندوبست کرو۔ میرا خیال ہے انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ"۔

"بندوبست کی اقسام؟" سردارے نے پوچھا۔

"بھئی! لباس، رہائش اور دوسری چیزیں"۔

"اوکے باس! لیکن میرا خیال ہے، مسٹر ہراتا کے بدن پر ہم دونوں میں سے کسی کا لباس نہیں آئے گا"۔

"وقت گزارنے کے لیے اسی سے کام چلاؤ۔ اس کے بعد تم مزید بندوبست کرو گے"۔

"اوہ مسٹر لارل! میرا خیال ہے تکلف نہ کریں۔ میں یونہی ٹھیک ہوں"۔

"نہیں ہراتا۔۔۔۔ تم اس بارے میں کچھ نہیں بولو گے"۔

"اوہ جیسی آپ کی مرضی" دونوں اٹھ گئے اور سردارے اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ دونوں واپس آ گئے۔ ہراتا کے بدن پر میرا سوٹ تھا۔

میرا سوٹ کسی طور ہراتا کے بدن پر فٹ نہیں تھا۔ پتلون اور شرٹ اس کے بدن پر پھنس گئی تھی۔ لیکن ہراتا مسکرا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس سوٹ میں اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اب وہ کسی قدر بے تکلف بھی نظر آ رہا تھا۔

"رات ہو چکی تھی۔ ہم لوگ اب بھی لان پر ہی تھے۔ نہانے دھونے سے ہراتا کی شخصیت اور ابھر آئی تھی۔ میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ جاپانیوں میں وہ انتہائی مختلف اور نمایاں شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک انوکھا وقار تھا۔

"ہمیں اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گے ہراتا؟"

"میرے لیے آپ دونوں کی توجہ تعجب خیز ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کچھ لوگ میرے گرد بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے چاہت کا اظہار بھی کرتے تھے۔ میں انہیں اپنا سمجھتا تھا لیکن جب میں نے اپنی دنیا چھوڑی اور باہر آیا تو مجھے احساس ہوا کہ جن لوگوں کو میں خودغرض سمجھتا تھا، وہی غنیمت تھا۔ محبتوں اور چاہتوں کا دور زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ پیچھے چلا گیا ہے۔ اب لوگوں کے پاس چاہت کے لیے وقت نہیں ہے۔ یوں سمجھیں مسٹر لارل! کہ جو کچھ میں چھوڑ آیا تھا، وہ باہر موجود نہیں تھا لیکن میری خودداری نے مجھے اپنوں میں واپس نہیں جانے دیا اور میں آگے بڑھتا رہا۔۔۔۔ ابتدا میں مجھے چاہت اور اپنائیت کی طلب رہی۔۔۔۔ ہر اس جگہ جہاں مجھے اس کی امید ہو سکتی تھی، میں پہنچا۔ لیکن مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔ تب میں نے سوچا کہ گھر سے باہر نکل کر محبت کی بھیک مانگنا بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اگر محبت ایسی ہی ارزاں شے ہے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی کیوں کی جائے۔ چنانچہ میں نے اس کا خیال ترک کر دیا۔ لیکن اب میں بھٹک رہا تھا۔ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ لیکن پھر عین اس وقت جب میں اس ماحول سے اکتا کر خودکشی کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ہپیوں کا ایک گروہ مجھے مل گیا۔ اتفاق سے ہی مجھے ان کے نزدیک بیٹھنے کا موقع مل گیا۔۔۔۔ گرائن چوک میرا رہنما تھا۔ ایک تعلیم یافتہ اور بے حد باعلم شخص۔۔۔۔ اس نے مجھے ہپی ازم کے بارے میں بتایا اور میں اس پر ایمان لے آیا۔ بے شک کمزور انسان بلاوجہ الجھتا ہے۔ وہ تنہا پیدا ہوتا ہے اور تنہا واپس جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ نظام قدرت کے تحت چند افراد اس کی ابتدائی ذمے داریاں قبول کر لیتے ہیں لیکن ان ذمے داریوں کے پورا ہونے کے بعد انسان کو ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ توقع ختم کر لینا چاہیے کہ وہ اس کے آخری سانس تک ساتھی

ہیں۔ یہی نظام زندگی ہے اور اس کے خلاف چلنے والا پوری زندگی مختلف الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔ چنانچہ۔۔۔۔ میں نے بھی اس ازم کو قبول کر لیا اور اس کے بعد۔۔۔۔ زندگی کا ہر اصول توڑ لیا میں نے۔ بھلا اصول بھی کوئی حقیقت رکھتے ہیں" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔۔۔۔ نواز یاد آ گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ نواز کا درد، درد تنہا نہیں ہے۔۔۔۔ اور بھی ایسے ہیں جو اس دور میں تنہا ہیں۔ سب کی کہانی تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ یکساں ہے۔ مجھے اس سے بے پناہ محبت اور ہمدردی محسوس ہوئی۔

ہراتا خاموش ہو کر خلاؤں میں گھورنے لگا تھا۔

"وہ جو تمہارے ابتدائی ساتھی تھے، تمہیں یاد آتے ہوں گے ہراتا؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"یاد بھی انسان کی ایک کمزوری ہے، میں نے اس کمزوری پر بھی قابو پا لیا ہے، اب مجھے کوئی یاد نہیں آتا" اس نے کہا۔۔۔۔ اور مسکرانے لگا۔

"ایمسٹرڈیم میں کب آئے ہراتا؟"

"وقت یاد نہیں، پھر بھی کافی عرصہ گزر گیا ہے۔ یہاں کے لوگ بھیک دینے کے معاملے میں کنجوس ہیں یا پھر شاید جاپانیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود میں یہاں سے آگے جانے کے لیے رقم جمع نہیں کر سکا"۔

"کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"میں نے آج تک کبھی منزل کے بارے میں نہیں سوچا" اس نے جواب دیا اور میں بغور اسے دیکھنے لگا۔۔۔۔ ہر رنگ میں نواز جھلک رہا تھا۔

"پھر بھی کوئی پروگرام تو ہو گا؟"

"یقین کرو میرے دوست! کوئی پروگرام نہیں۔ ایک مخصوص اسٹیج پر پہنچنے کے بعد میں نے پروگرام بنانا چھوڑ دیا ہے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اچھا ایک بات بتاؤ ہراتا۔۔۔۔ ان حالات سے گزرنے کے بعد بھی اچھائیوں اور برائیوں پر یقین رکھتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں میرے دوست۔ بس کبھی کبھی دل میں ان چیزوں کا خیال آ جاتا ہے، ورنہ عام طور سے ان کے بارے میں نہیں سوچتا"۔

"ہمارے ساتھ رہو گے ہراتا؟" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"رہو گے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"ہم دونوں دوست ہیں، ساتھ رہتے ہیں۔ ہمارے مشاغل ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ اگر تم تیسرے دوست کی حیثیت اختیار کر لو تو کوئی حرج ہے؟"

"کسی خاص جذبے کے تحت یہ بات کہہ رہے ہو؟"

"صرف دوستی کا جذبہ"

"گھاٹے میں رہو گے"

"کیوں؟"

"تم دونوں باحیثیت نظر آتے ہو جبکہ میں ایک قلاش و ناکارہ انسان ہوں' میری زندگی بے مقصد ہے' میں تمہارے کس کام آؤں گا"۔

"اس بات کو ہم پر چھوڑو۔۔۔۔۔ قلاش ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ناکارہ ہونے کا احساس صرف تمہیں ہے' ہم تمہیں اپنے لیے کار آمد بنالیں گے"۔

"میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو دوست! میں کردار نام کی کوئی چیز نہیں رکھتا' نہ ہی اب خودداری وغیرہ کے بارے میں سوچتا ہوں۔ زندگی کا چونکہ کوئی مقصد نہیں ہے' اس لیے اگر تم جیسے جیب بھرے لوگوں کی دوستی کیا غلامی بھی مل جائے تو انکار نہیں کروں گا۔ یہاں مجھے کھانا ملے گا اور شاید زندگی کی دوسری آسائشیں بھی مل جائیں۔ ان کے عوض اگر صرف تمہیں خوش رکھنے کا کام کرنا پڑے تو کیا برا ہے۔ لیکن ایک ایماندار انسان کی حیثیت سے صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو اسے ذہن سے نکال دو"۔

"ہمیں تم جیسے ناکارہ انسان ہی کی ضرورت ہے ہراتا۔۔۔۔۔ اس لیے تم اس بات کی پرواہ مت کرو" میں نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ جب بھی احساس ہو جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے' کان پکڑ کر نکال دینا' یہ نہیں پوچھوں گا کہ کیوں نکال رہے ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے ذہن میں اداسیاں در آئیں۔ انسان کتنا مسخ ہو گیا ہے۔ سردارے بھی متاثر نظر آ رہا تھا۔

"مسٹر ہولڈن!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "میرے دوست ہراتا کو اس کی اصل شخصیت میں لانا تمہارا کام ہے"

"اوکے چیف!" سردارے نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم اٹھ گئے۔

رات کے کھانے کے بعد میں نے ہراتا کو کچھ نشہ آور چیزیں دیں اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگا۔ اس شخص کو زندگی کی طرف واپس لانے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ میں نے سوچا۔

ہراتا کے لیے ایک کمرہ درست کر دیا گیا تھا۔۔۔۔۔ دوسری صبح میں براہ راست ناشتے کے کمرے میں پہنچا تھا اور وہیں ہراتا اور سردارے سے ملاقات ہوئی۔ ہراتا نے شیو بنا لیا تھا۔ بال البتہ اسی انداز میں بکھرے ہوئے تھے لیکن اس کے بال بے حد خوبصورت تھے اور بہت ہی بھلے لگتے تھے اس کے چہرے پر۔۔۔۔۔ یوں بھی یہ بال اس کے پروقار چہرے سے ہم آہنگ تھے۔ شیو بنانے کے بعد وہ اور شاندار معلوم ہونے لگا تھا۔ میں نے پسندیدگی کی نگاہ سے اسے دیکھا تھا۔

اور پھر ناشتے کے دوران ہم بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ ہراتا رات کی بہ نسبت کافی بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے میری رات کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔

"میرا خیال ہے خود آپ لوگ کوئی نشہ نہیں استعمال کرتے؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"باقاعدہ نہیں ہراتا۔۔۔۔۔ لیکن کبھی کبھی اگر ضرورت پیش آ جائے"۔

"صرف شراب پیتے ہیں؟"

"نہیں۔ سب چلتا ہے"۔

"کاش میں دوبارہ اس فرشتے کو تلاش کر سکتا جو آسمان سے اترا تھا اور آسمان ہی کا تحفہ لایا تھا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا شاندار نشہ نہیں کیا۔ عجیب چیز تھی' واہ۔۔۔۔۔ اگر کبھی دوبارہ مل گئی تو۔۔۔۔۔ تو میں تمہارے لیے ضرور لاؤں گا"۔

"ضرور" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا مسٹر ہولڈن! آپ اپنے دوست مسٹر ہراتا کے لیے بندوبست کریں۔ میں اب ذرا اپنے کاروبار کو دیکھوں"۔

"اوکے چیف!" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ان دونوں سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ سردارے کے پاس الگ کار موجود تھی۔ اس لیے میں اپنی کار لے کر چل پڑا۔ پہلے مسٹر گرائن سے ملا اور ان سے ضروری امور پر گفتگو کی۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں فرم کے سرویئر کی حیثیت سے مختلف ملکوں کا دورہ کرنا چاہتا ہوں' اس کے لیے وہ بندوبست کر دیں۔ میں نے مسٹر گرائن سے اپنے دوست ہراتا کے بارے میں بھی کہا تھا۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ میں اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

"آپ اس کی تصاویر مجھے فراہم کر دیں۔ باقی کام میں خود کر لوں گا' اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر میں اپنی فرم کی عمارت میں آ گیا اور وہاں کچھ وقت گزارا۔۔۔۔۔ لنچ میں نے دفتر ہی میں کیا تھا۔ البتہ شام کو چائے پر میں گھر پہنچ گیا۔

لان پر چائے کا بندوبست ہو رہا تھا لیکن ہراتا اور سردارے کو دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ ہراتا اپنے ناپ کے نہایت قیمتی اور شاندار سوٹ میں ملبوس تھا اور اس کی شخصیت اس قدر شاندار نظر آ رہی تھی کہ رشک آتا تھا۔

میں مسکراتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا اور ہراتا کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو ہراتا۔۔۔۔۔ کیسے ہو؟"

"خود کو پہچان نہیں سکتا" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت شاندار لگ رہے ہو" میں کرسی پر بیٹھتے ہوا بولا۔

"ہاں' لباس انسان کے بدن پر قابض ہے" اس نے کہا۔

"بیٹھو یار! یہ تکلفات اچھے نہیں ہوتے" میں نے کہا اور وہ مسکراتا ہوا بیٹھ گیا اور پھر چائے آ گئی۔ "کیا مشاغل رہے ہولڈن؟"

"بس میں اور ہراتا کافی دیر تک آوارہ گردی کرتے رہے۔ ہراتا کی خواہش پر میں اس کیمپنگ کی طرف بھی گیا جہاں ہراتا کو وہ شخص ملا تھا جس نے اسے ایک گڑیا پیش کی تھی۔ ہراتا پورے کیمپنگ میں اسے تلاش کرتا پھرا تھا"۔

"لیکن ایسے لوگ بار بار نظر نہیں آتے' نجانے وہ کون تھا"۔

"ممکن ہے منشیات کی تجارت کرنے والے کسی گروہ نے اپنی مصنوعات روشناس کرانے کی کوشش کی ہو" میں نے ڈرائی فروٹ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ورنہ اتنی شاندار چیز کہاں نظر آتی ہے"۔

"ویسے یہ تجارت بھی خوب ہے' کافی منافع بخش۔ کیوں ہراتا! اگر تمہیں وہ شخص دوبارہ نظر آ جائے تو تم کیوں نہ اس سے اس کی مصنوعات کی ایجنسی لے لو"

"بے حد جاندار خیال ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ ہمارا خیال درست ہو" ہراتا نے پہلے پرجوش اور بعد میں سرد آواز میں کہا۔

"اگر وہ تمہیں دوبارہ مل جائے تو ایسی بات ہو تو تم اس کاروبار کے لیے تیار ہو جاؤ گے؟"

"حرج بھی کیا ہے مسٹر لارل ------ ہاں آج کی دنیا میں اس تجارت کو بہتر نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا"۔

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ اس میں بے شمار خطرات مول لینا پڑتے ہیں" میں نے کہا۔

خطرات ------ خطرہ ایک فضول لفظ ہے۔ ہم اسے کسی مخصوص جگہ کیوں تلاش کرتے ہیں' اس کے لیے کسی ایک جگہ کا تعین کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو سانسوں کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ بس انسان کو خوف کی بھی ضرورت ہے دوسری چیزوں کے ساتھ ------ اس لیے اس نے یہ لفظ ایجاد کر لیا ہے"

"میری مراد قانون کے ان محافظوں سے ہے جو بین الاقوامی طور پر اس تجارت کو روکنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور پھر ظاہر ہے ہم علی الاعلان یہ کاروبار نہیں کر سکتے"۔

"تو علی الاعلان کیا ہی کیوں جائے۔ جس انداز میں دوسرے کرتے ہیں ہم بھی انہی لائنوں پر چلیں"۔

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو ہراتا؟"

"اس میں غیر سنجیدگی کی کیا بات ہے۔ ہاں اگر میرے دوست نہ پسند کریں تو مجھے جرات نہ ہوگی"۔

"میں دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا ہراتا"

"کیا چیف؟" ہراتا نے پوچھا اور میں مسکرانے لگا۔ اس نے سردارے کی نقل کی تھی۔

"میں سوچ رہا تھا ہراتا ------ کہ اگر یہ دھندا منافع بخش ہو تو کیوں نہ ایک شاخ اس کی بھی کھول لی جائے جس کے انچارج تم ہو۔ اگر ہمیں ان لوگوں کی ایجنسی مل جائے جو کھلونوں کو اس طرح بنا کر منشیات سپلائی کرتے ہیں تو واقعی بہت منافع بخش ہو سکتا ہے یہ کاروبار"۔

"میں دعوئی کرتا ہوں چیف کہ اس تجارت کی دنیا میں انقلاب آجائے گا"۔

"لیکن اسے کافی ذہانت سے کرنا ہوگا"۔

"ہراتا کو ایک بار ضرور آزماؤ"۔

"ٹھیک ہے' میں انہیں تلاش کروں گا۔ تم اس پروگرام کو ذہن میں رکھو" میں نے کہا۔ سردارے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

رات کو جب ہراتا سونے چلا گیا تو اس نے میرے بیڈ روم پر حملہ کر دیا۔

"تو جناب نے یہ پروگرام ترتیب دیا ہے"۔

"کیا؟"

"یہ آپ کو دوران سفر اسسٹ کرے گا"۔

"ہاں' تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے یہی سوچا ہے"۔

"میں متفق ہوں۔ اسے دیکھ کر گولڈ مین یاد آتا ہے استاد! ویسے یہ بھی خوبیوں کا مالک ہے' بس ایک خرابی ہے"۔

"کیا؟"

"لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔ میں نے پوچھا تو بس ہنس کر ٹال گیا۔ دیکھتا بھی نہیں احمق کہیں کا"۔

"سب تمہاری طرح ذہین نہیں ہوتے ------ اور تمہاری کوئی گفتگو ہوئی؟ ------ کیا اندازہ لگایا اس کے بارے میں؟"

"بس ٹھیک ہے' کوئی گڑبڑ نظر نہیں آئی"۔

"تم نے اس کی کل والی گفتگو سنی تھی؟"

"بڑی موثر تھی باس ------ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا تھا کہ ------ ایک طرح سے وہ دوسرا نواز ہے' میرا مطلب ہے اپنے ماضی کے حوالے سے"

"ہاں سردارے! تمہارا خیال درست ہے۔ واقعی اس کی آواز میں دوسرا نواز بول رہا تھا"۔

"لیکن باس! تم نے بڑی خوبصورتی سے اس کے دل کا حال معلوم کیا۔ میں تمہاری صلاحیتوں پر بعض اوقات دنگ رہ جاتا ہوں"۔

"تیاریاں مکمل ہو رہی ہیں سردارے! میرا خیال ہے' دو چار دن میں' میں روانہ ہو جاؤں گا۔ کل تم ہراتا کی کچھ تصویریں بنالو' پاسپورٹ وغیرہ کے لیے ضرورت ہوگی۔

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔

"دوسری صبح سردارے نے جلدی سے آکر مجھے جگایا تھا۔ اس نے اتنی زور سے مجھے جھنجوڑا کہ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "کیا بات ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بھائی جاپانی آج پھر گیا"۔

"کیا مطلب؟" میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"یقین کرو استاد! میں نے تو کوئی کھلونا مس بھی نہیں کیا' جو اس کے ہاتھ لگ گیا ہو"۔

"سردارے! آج صبح ہی صبح کو اس کا دورہ پڑا ہے کیا؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا' صرف کھڑکی تک چلو' اس کے بعد اندازہ لگا لینا۔" سردارے نے کہا۔

اور میں اسے گھورتا ہوا کھڑکی تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھا۔ ہراتا بری طرح اچھل کود رہا تھا۔ وہ شب خوابی کا لباس ہی پہنے ہوئے تھا۔ کمر میں اس نے چوڑی پٹی باندھی ہوئی تھی اور اس کے بدن میں گویا بجلی دوڑ رہی تھی۔

سردارے تو اسے پاگل پن ہی سمجھا تھا لیکن میں اس کھیل سے ناواقف نہیں تھا ------ وہ جوڈو کراٹے کی مشق کر رہا تھا۔ بہرحال یہ تو جاپانیوں کا خاص مشغلہ تھا۔

"کمال ہے استاد! یہ ست سا انسان بہرحال پھرتیلا ہے۔ لیکن یہ اس کا قومی رقص ہے یا عبادت؟"

"قومی رقص نہ کہو سردارے' قومی فن کہو"۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کراٹے کی مشق کر رہا ہے"۔

"یہ مشق ہے؟"

"ہاں۔ لیکن ابتدائی نہیں بلکہ بہت بعد کی۔ اس فن میں کافی ماہر معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم اس فن سے دلچسپی رکھتے ہو تو اس کے ایکشن دیکھو۔ قیامت کے کس بل ہیں' واہ" میں نے کہا۔ درحقیقت ہراتا بہت شاندار داؤ نکال رہا تھا ــــــ "سردارے! آؤ ــــــ یہ تو واقعی دلکش چیز ہے" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلائے۔ میں نے بھی ہراتا کی مانند کمر پر ایک پٹی باندھ لی ــــــ اور پھر ہم دونوں خاموشی سے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر میں نے کراٹے کے ماہروں کے سے انداز میں حلق سے ایک آواز نکالی اور سردارے اچھل کر دور ہٹ گیا۔ اب وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

اس کے ساتھ ہی ہراتا بھی چونک کر رک گیا تھا۔ اس نے مجھے ایکشن میں دیکھا تھا ــــــ اور اس کے ہونٹوں پر مسرت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ نیچے ڈال دیے اور پھر رکوع کے انداز میں جھکا۔ میں بھی اسی کے انداز میں جھک کر سیدھا ہو گیا تھا۔

"بس یونہی مشق کر رہا تھا چیف" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہت عمدہ پریکٹس ہے تمہاری"۔

"مگر چیف! تم بھی کمر سے بیلٹ باندھے ہو"۔

"ہاں۔ تمہارے ساتھ مشق کرنا چاہتا ہوں"۔

"اوہ چیف! مسرت ہوئی یہ سن کر۔ لیکن......"

"ہاں۔ لیکن کیا؟"

"میں تمہارے ساتھ مشق نہیں کروں گا" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس چیف! میں تمہاری بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ غلام کی حیثیت سے میں تمہارے لیے لڑوں گا تم سے نہیں لڑوں گا"۔

"مگر میں لڑنے کی نہیں' مشق کی بات کر رہا ہوں" میں نے کہا۔

"مشق بھی نہیں کروں گا چیف" ہراتا نے کہا۔

"اوہ' ہراتا ــــــ کوئی بات نہیں ہے' میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں۔ جس طرح چاہو کوشش کرو' مجھے اعتراض نہیں ہو گا"۔

"نہیں چیف! براہ کرم ایسے الفاظ مت استعمال کرو' براہ کرم' براہ کرم ــــــ" ہراتا دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں اور سردارے تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔

"کوئی خاص بات ہے ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں باس! کراٹے میرا مذہب ہے' میرا ایمان ہے اور جب بات ایمان کی آ جاتی ہے تو آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے' میں بھی انسان ہوں' میں بھی ــــــ میں بھی ــــــ" وہ خاموش ہو گیا' پھر بولا: "ہاں تم کہو تو میں تمہیں اپنا فن دکھا دوں۔ دراصل چیف! اس کے لیے ہمیں ایک قسم کھانی پڑتی ہے"۔

"کیسی قسم؟"

"بہت مضبوط ــــــ نہ ٹوٹنے والی اور یہ قسم ہمیں اس وقت دی جاتی ہے جب ہم تعلیم مکمل کر چکے ہوتے ہیں"۔

"کیا قسم ہوتی ہے؟"

"یہی کہ لڑو اس وقت' جب یقین ہو جائے' سامنے تمہارا دشمن ہے اور پھر کوئی رعایت نہ کرو' لیکن فن کو نمائش نہ بناؤ۔ اس سے حاصل کرو جو کچھ حاصل کر سکتے ہو"۔

"اوہ' بڑی عجیب قسم ہے"۔

"ہاں"

"تم اپنا فن دکھا رہے تھے"۔

"ہاں چیف! تمہارے لیے" ہراتا نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک ایسے درخت کے پاس پہنچ گیا جو زیادہ تناور نہیں تھا۔ پھر بھی بے حد مضبوط تھا اور اس کی شاخیں چاروں طرف نکلی ہوئی تھیں اور پھر ہراتا حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکال کر اچھلنے کودنے لگا۔ اس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی اور سردارے کو ہنسی آ رہی تھی۔ وہ جوڈو کے فن سے اتنا واقف نہیں تھا۔ لیکن میں اس کے مضبوط ایکشن دیکھ رہا تھا ــــــ اور پھر سردارے کی ہنسی رک گئی۔ ہراتا نے اچھل کود کرتے ہوئے فضا میں چھلانگ لگائی اور پھر خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے کھڑے ہاتھ درخت کی شاخوں میں مارے۔

تڑاخ کی زوردار آوازیں ابھریں اور وہ دونوں موٹی شاخیں ٹوٹ گئیں ــــــ لیکن بات یہیں تک نہ رہی' ہراتا زمین پر نہیں آیا تھا۔ اس نے فضا ہی میں دوبارہ بغیر کسی سہارے کے اچھل کر دوسری دو شاخیں توڑیں اور پھر زمین پر آ کر ایک لات پلٹ کر تنے میں ماری۔ اور میں اور سردارے یکدم پیچھے ہٹ گئے۔

"درخت کا تنا ٹوٹ گیا اور پھر وہ زمین پر آ رہا۔ پورے درخت کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ اس کی شاخیں جھول رہی تھیں۔ ہراتا پیچھے ہٹا اور پھر دونوں ہاتھ باندھ کر میرے سامنے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں نے خلوص دل سے اس فن میں اس کی برتری کا اعتراف کیا تھا۔ بلاشک اگر میں اس سے مقابلہ کرتا تو منہ کی کھانی پڑتی۔ اس طرح میری عزت بھی رہ گئی تھی۔ رہ گیا سردارے' تو وہ آنکھیں پھاڑے ہراتا کو گھور رہا تھا۔

"پروقار ہراتا سنجیدہ کھڑا تھا۔ پھر اس نے اپنے لباس کی آستین ہٹا کر سنہرے اور سیاہ رنگ کی ایک پٹی کھولی اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے بولا "یہ ہماری قسم ہے جب ہمیں کسی بڑے دشمن سے نمٹنا ہوتا ہے تو یہ مقدس عہد ہم پیشانی پر باندھ لیتے ہیں اور یہ عہد ہے کہ فنا ہو جائیں گے یا فنا کر دیں گے"۔

"کیا تم نے کسمپرسی کی زندگی میں کبھی اس فن کو آزمایا ہراتا؟"

"نہیں چیف! یقین کرو' ایک بار دو چوہوں نے مجھے مارا تھا اور خوب مارا تھا۔ معمولی سی بات تھی لیکن وہ میرے مقابلے کے نہیں تھے۔ اس لیے میں نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور مار کھاتا رہا"۔

"لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا ہے ہراتا"۔

"کیا چیف؟"

"اس کام میں' جو تم شروع کرنے والے ہو' رحم سے کام نہیں چلے گا۔ اس میں تو قدم قدم پر تمہیں دشمنوں سے واسطہ پڑے گا"۔

"بشرطیکہ یقین ہو جائے کہ وہ دشمن ہیں۔ میں نے سارا فن سیکھا ہے۔ میں ہتھیاروں کا قائل نہیں

ہوں۔ اور ویسے بھی دوسرے ہتھیار میرے ہاتھوں میں آکر میرا بھرپور دفاع بن جاتے ہیں۔ میں صرف جوڈو کراٹے تک محدود نہیں ہوں"۔

"تم شاندار آدمی ہو ہراتا ------ ہمیں تمہارے فن کے بارے میں جان کر اور خوشی ہوئی ہے۔ ابھی اور مشق کرو گے یا؟"

"نہیں چیف بس"۔

"کیا تم ہمیشہ مشق کرتے ہو؟"

"اوہ نہیں۔ لیکن نئی زندگی پاکر میں دوبارہ اس طرف مائل ہو گیا ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل میں مردہ ہو گیا تھا۔ چیف! تم جان چکے ہو گے کہ زندگی کو بہتر بنانا میرے جیسے انسان کے لیے مشکل نہیں ہے۔ لیکن ہر انسان بہت سی قوتوں کے باوجود کسی معمولی بات کے لیے مردانگی کھو بیٹھتا ہے"۔

"مثلاً؟"

"بس مجھے احساس تھا کہ میں تن تنہا انسان ہوں، کسی کے لیے قابل توجہ نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے درست بنا کر میری رگوں میں بھی زندگی دوڑا دی ہے۔ وہ زندگی، جو یایوشا خاندان نے چھین لی تھی" ہراتا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔ "میرے اندر کا مرد زندہ ہو گیا ہے"۔

"یایوشا خاندان؟" میں نے سوال کیا۔

"آؤ چیف! ناشتے کی میز پر سب کچھ بتا دوں گا۔ بس مجھ میں ایک خوبی یا برائی ہے۔ اگر کسی کو اپنا سمجھتا ہوں تو پھر سوچتا ہوں کہ اس کے سامنے میری ذات پر کوئی ملمع نہ رہے اور وہ یہ نہ سوچے کہ ہراتا دوہری شخصیت گزار رہا ہے"۔

ہم سب اندر واپس آگئے۔ میں نے ہراتا سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت طلب کی اور کہا "ہراتا! تم بھی غسل وغیرہ کرو اور ہم بھی نہا دھو کر ناشتے کے کمرے میں آتے ہیں"۔

"یس چیف!" اس نے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ سردارے میرے ساتھ آگے بڑھ آیا تھا۔

"دیکھا؟" میں نے اس سے کہا۔

"روشن ضمیر بھی ہو استاد ------ کیچڑ میں پڑے پھول کو اٹھا لیا۔ پتھروں کے ڈھیر سے ہیرا چھانٹ لیا۔ سچ بتاؤ کیا تمہیں اس کے ان اوصاف کا اندازہ ہو گیا تھا؟"

"نہیں سردارے! خواہ مخواہ بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بس اسے جاپانی دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ بے شمار ہپیوں میں، میں نے کسی جاپانی کو کبھی ہپی بنے نہیں دیکھا تھا ------ اور اس کی ایک خاص وجہ ہے"۔

"کیا استاد؟"

"دوسری جنگ عظیم سے پہلے یہ لوگ کیسے بھی رہے ہوں، لیکن ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کے بعد جاپانیوں میں ایک انوکھی تنظیم پیدا ہوئی ہے۔ گو جنگ عظیم میں جاپان کی شمولیت بھی اچانک اور تعجب خیز

تھی۔ لیکن اس کے بعد ------ میں انہیں دنیا کی زندہ قوموں میں تصور کرتا ہوں۔ اس کا بچہ بچہ وطن پرست اور محنتی ہوتا ہے۔ قومیں نوجوانوں کے بازوؤں میں پرورش پاتی ہیں۔ زوال پذیر یورپ اپنے نوجوانوں کے ایک بڑے طبقے کو کھو چکا ہے۔ لیکن جاپانی نوجوان مایوس نہیں ہے۔ ایسی شکل میں کسی جاپانی نوجوان کا اس شکل میں نظر آنا میرے لیے تعجب خیز تھا"۔

"ہوں" سردارے نے گہری سانس لی۔ "عجیب انسان ہے استاد! کیا تم اس سے مقابلہ کرنے جا رہے تھے؟"

"ہاں سردارے! اس کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا" میں نے فراخ دلی سے اعتراف کیا۔

"تمہارے لیے مشکل تھا استاد؟"

"سو فیصدی۔ وہ مجھ سے بہت آگے ہے"۔

"اتفاق سے ایک اور شاندار آدمی مل گیا ہے استاد! بشرطیکہ اندر سے صاف بھی نکلے۔ گولڈ مین کی یاد دل سے نہیں نکلتی"۔

"ہاں سردارے! بہرحال زندگی ایک اسکرین ہے جس پر مناظر بدلتے رہتے ہیں۔ پھر کسی دن یہ اسکرین تاریک ہو جاتا ہے اور ہم کچھ نہیں دیکھتے"۔

"یہ یایوشا خاندان؟"

"بس اب جاؤ سردارے! میرا خیال ہے میں نے اس خاندان کے بارے میں سنا ہے۔ میں اس کے بارے میں اور جاننے کے لیے بے چین ہوں"۔

"او کے باس!" سردارے نے کہا اور پھر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جس وقت ہم ناشتے کے کمرے میں پہنچے، ہراتا موجود تھا ------ ہمیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ سلکی لبادے میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا وقار عجیب تھا۔

"ہاں ہراتا ------ تم یایوشا خاندان کے بارے میں بتا رہے تھے؟" میں نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں چیف! کیا تم نے کبھی اس خاندان کے بارے میں سنا ہے؟"

"یاد نہیں"۔

"جاپان کا قدیم شاہی خاندان۔ میں اسی خاندان کا شہزادہ ہوں"۔ ہراتا نے کہا اور سردارے کے حلق میں انڈا پھنس گیا۔ لیکن میں نے بغور ہراتا کو دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ میں جھوٹ کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔

"یہ خاندان آج بھی جاپان میں بے حد قابل احترام ہے۔ گو اقتدار بدل چکے ہیں لیکن اس خاندان کو بلا تخصیص محترم سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ہر فرد کو اعلیٰ عہدے پیش کیے گئے ہیں۔ حکومت بہت سے امور میں شاہی خاندان کی اجازت کے بغیر بہت کم اقدامات کرتی ہے۔ ہمارا خاندان آج بھی پوری طرح بااثر ہے۔ میں آخری شاہ کا پوتا ہوں اور مجھے شہزادے کا لقب حاصل ہے۔ حکومت میں مجھے گورنر تک کے عہدے کی پیشکش کی گئی لیکن میں نے قبول نہیں کی۔ میرا رجحان مارشل آرٹس کی جانب تھا اور اس کے لیے میں نے اعلیٰ پیمانے پر تگ و دو کی تھی۔ بڑے بڑے "کمون" کی خدمت کی اور بے شمار کٹھن مراحل طے کیے تب

کچھ حاصل ہو سکا۔ لیکن میرے خاندان کو یہ اچھل کود پسند نہیں تھی۔ چنانچہ مجھے کبھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور ان لوگوں کی مجھ سے بیزاری اس قدر بڑھی کہ میری توہین کی جانے لگی۔ تب میں نے ان سب کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد ------ آج میں تمہارے سامنے ہوں"۔

ہراتا کی کہانی بڑی تاثر انگیز تھی۔ ویسے اس پروقار شہزادے کو دل قبول کرتا تھا۔ میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو سچ تسلیم کیا۔

"پھر اب ------ اب تم کبھی جاپان واپس نہیں جاؤ گے؟"

"کبھی نہیں" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"بس ----- دوسرے بیزار ہوں تو برا نہیں لگتا ------ وہ ہمارے کوئی نہیں ہوتے۔ لیکن اپنے ہی دل توڑیں تو زیادہ تکلیف ہوتی ہے"۔

"ہاں' یہ تم نے درست کہا۔ میں نے مضمحل سی آواز میں کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے ہراتا سے کہا "ہراتا! تم نے جس خلوص سے اپنے بارے میں بتایا ہے' میں بھی تمہیں کچھ بتاؤں گا۔ آج تم میرے ساتھ چلو"۔

"ضرور چیف!"

"سردارے! تم فیکٹری دیکھو گے' میرا مطلب ہے نمونے....."

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔ پھر میں اور ہراتا تیار ہو کر باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کار میں بیٹھے جا رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

ایک ہفتے کے اندر اندر ساری کارروائی مکمل ہو گئی جس کی اطلاع مسٹر گرائن نے دی تھی۔ اس دوران میں نے ہراتا کو پوری طرح پرکھ لیا تھا۔ اس کی رگوں میں یقیناً "صاف خون تھا اور اس کے عادات و اطوار سے بلند ظرفی ٹپکتی تھی۔ میرے نزدیک وہ ایک مکمل انسان تھا۔ میں کوئی انسانیت کی تلاش میں سرگرداں شخص تو تھا نہیں' اگر گروہ نہ بنا رہا ہوتا تو ہراتا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن اب میں ہر قسم کے لوگوں کی تلاش میں تھا۔

ایک آدھ دن میں باقی کارروائی بھی مکمل ہو گئی۔ ہم نے پہلا سفر ایک سمندری جہاز سے کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سردارے البتہ اس بات پر تھوڑا سا حیران ہوا تھا۔

"آخر سمندری سفر کیوں استاد؟"

"بس یونہی' کوئی خاص مقصد نہیں۔ میں کلام کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتا ہوں"۔

"اب تو ایک شک ہونے لگا ہے استاد!"

"کیا؟"

"یہ مسٹر ہراتا' مس ہراتا تو نہیں ہیں۔ آپ کی یہ عنایات' اور پھر سمندری سفر' جو صرف محبوباؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے"۔

"کیا تم نے اس کا فن نہیں دیکھا تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے ایسی فنکار محبوبہ تلاش کر دوں

جو پیار ہی پیار میں تمہاری ہڈیاں توڑ دے"۔

"ارے نہیں استاد! تم کہاں تکلیف کرو گے" سردارے جلدی سے بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں اس سفر میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا"۔

"تمہاری یہاں موجودگی ضروری ہے سردارے ------ میں خفیہ زبان میں تمہیں آرڈر بھیجوں گا اور تم یہاں کام کرو گے"۔

"ایک بات کی اجازت اور چاہتا ہوں"۔

"ضرور ------ فرمائیے"۔

"یہ ایلسن اب بوڑھی ہو گئی ہے۔ مسکراتی ہے تو نچلا ہونٹ رو دینے کے انداز میں پھیل جاتا ہے۔ کیا میں کوئی نئی محبوبہ تلاش کر سکتا ہوں"۔

"اب تم سے یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ احتیاط ہر حال میں ضروری ہے"۔

"ہاں اتنا تو میں سمجھتا ہوں"۔

"بس تو ٹھیک ہے' اجازت" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کل روانہ ہو رہے ہیں؟" سردارے گہری سانس لے کر بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

میک اپ اب میری زندگی کے لیے بہت ضروری ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ میک اپ کے سلسلے میں بھی میں نے ذہانت سے کام لیا تھا۔ میرا خیال ہے شکل بدلنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ساری صورت پر پلاسٹک چپکائی جائے۔ چنانچہ اب میں نے اپنے چہرے پر معمولی معمولی تین تبدیلیاں کی تھیں۔ ناک کی بناوٹ میں معمولی سی تبدیلی' ٹھوڑی ذرا سی بھاری' اس کے علاوہ آنکھوں کے پپوٹوں پر تھوڑا سا وزن جس سے آنکھوں کی بناوٹ ہی بدل گئی تھی۔ باقی چہرہ صاف تھا۔ اسی میک اپ میں' میں نے گرائن کو پاسپورٹ کے لیے تصاویر دی تھیں۔

سردارے ہمیں بندرگاہ تک لے گیا اور پھر ہم خوبصورت ترین جہاز "سوان" پر سوار ہوئے۔ بڑا مہنگا جہاز تھا اور اسی مناسبت سے نفیس بھی۔ ہم دونوں کو جو کیبن دیا گیا تھا' وہ کشادہ اور مکمل طور سے ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ کسی سفری جہاز کے کیبن کے بجائے کسی اعلیٰ ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا تھا' جہاں زندگی کی ہر سہولت موجود تھی۔

سروننگ اسٹاف میں خوبصورت لڑکیاں تھیں اور ان لوگوں کے لیے بے حد آسانیاں تھیں جو اپنی دوستوں' بیویوں یا محبوباؤں کے ساتھ سفر نہیں کر رہے تھے' جیسے ہم ------ کیونکہ شپنگ کمپنی کی تنخواہوں کے علاوہ ان لڑکیوں کو اپنے طور پر کمانے کی اجازت بھی یقینی ہو گی۔ ہراتا بھی اس ماحول سے متاثر نظر آ رہا تھا لیکن اس نے اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جہاز نے بندرگاہ چھوڑ دی۔ ہم دونوں کیبن ہی میں رہے تھے۔ ابھی باہر نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ہراتا بھی ایک آرام کرسی میں دراز تھا اور ایک رسالہ دیکھ رہا تھا۔ جو جہاز کے سفر کے دوران پیش آنے والے حادثات کے بارے میں تھا۔

"تمہاری تعلیم کتنی ہے ہراتا؟"

"کافی پڑھا لکھا ہوں۔ دنیا کی سولہ زبانوں پر عبور ہے"۔

"اوہ' بہت خوب' کون کون سی زبانوں پر؟" میں نے پوچھا اور وہ ان کی تفصیل بتلانے لگا۔
"یار! تمہاری تو ہر بات نرالی نکلتی ہے" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"آپ نے ایک بار مجھے اپنے بارے میں بتانے کی بات کی تھی' مسٹر لارل! لیکن اب تک کچھ نہیں بتایا"۔
"صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے ایک بات کہوں ہراتا" میں نے کہا۔
"ضرور"۔
"میں تمہیں پڑھ رہا تھا"۔
"اوہ' تب پھر میرا خیال ہے' میں ابھی تک آپ کے معیار پر پورا نہیں اترا" اس نے آہستہ سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہیں ---- اتر گئے ہو' لیکن میرے محتاط رہنے کی وجہ دوسری ہے ہراتا ---- اور جب تم اسے سنو گے تو تمہارے ذہن میں کدورت نہیں رہے گی"۔
"نہیں مسٹر لارل! براہ کرم آپ یقین کریں' میرے دل میں کوئی کدورت نہیں ہے۔ احتیاط بری چیز تو نہیں"۔
"تمہارا معاملہ' تمہاری اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر منظر عام پر آ بھی جائے تو حالات تمہاری مرضی پر ہوں گے۔ لیکن میں....."
"آپ نے میرے ذہن میں اشتیاق بڑھا دیا ہے مسٹر لارل!"
"میری زندگی کے رازدان صرف چند افراد ہیں ہراتا اور اب ان میں تم بھی شامل ہو رہے ہو' صرف اپنی بہتر شخصیت کی بنا پر"۔
"جی!" ہراتا نے رسالہ رکھ دیا اور میری طرف متوجہ ہو گیا۔
"تم جاپانی ہو ---- اور ---- میں پاکستانی" میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔
"پاکستانی ---- ایشیائی؟" اس نے تعجب سے سوال کیا۔
"ہاں"۔
"لیکن ---- لیکن کیا آپ پاکستانی عیسائی ہیں؟"
"نہیں مسلمان ہوں"۔
"اوہ' اور آپ کے ساتھی مسٹر ہولڈن؟"
"اس کا نام سردار علی ہے' وہ بھی میرا ہم وطن ہے اور میں راجہ نواز اصغر ہوں ---- میرا نام نواز اصغر ہے"۔
"حیرت انگیز ---- زبردست حیرت انگیز۔ لیکن پھر....."
"تم سے متاثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میری کہانی تمہاری کہانی سے ملتی جلتی ہے۔ میں بھی راندۂ وطن ہوں میرے اپنوں نے بھی میرے وجود سے انکار کر دیا تھا۔ تب میں زندگی کے جال میں الجھتا ہوا' حالات کی سڑکوں پر چلتا رہا' بے مقصد' بے کار ---- اور وقت نے جو راستے میرے لیے منتخب کیے' مجھے وہی اپنانے پڑے۔ میں نے منشیات کی اسمگلنگ کو ذریعہ معاش بنا لیا اور اب میں منشیات کا ایک بڑا اسمگلر

ہوں"۔
"اوہ ---- اوہ" ہراتا بے چینی سے ہاتھ ملنے لگا۔
"تم نے اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا ہراتا؟"
"میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو خود ہی مجھے بتا دیں گے۔ دراصل میں اب آپ کی دوستی کھونا نہیں چاہتا۔ جب تک آپ مجھے اپنے قابل سمجھیں گے' میں آپ کے قدموں سے دور نہیں جاؤں گا۔ یہ میری بدبختی پر آخری مہر ہوگی' اگر میں آپ کے لیے بھی ناپسندیدہ بن جاؤں"۔
"ہم دونوں زخمی ہیں ہراتا ---- اس لیے ایک دوسرے کے درد کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ پوری دنیا میرے لیے دشمنوں کی دنیا ہے۔ میں اس دنیا میں کسی سے ہمدردی نہیں رکھتا۔ بس جس وقت دل چاہا کسی کو دوست بنا لیا۔ یہ میری زندگی ہے۔ ہم دونوں اس لیے جدا نہ ہوں گے کہ ہم درد مشترک رکھتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"
"یقیناً" مسٹر لارل ---- اوہ' مجھے ایک بات بتائیں۔ میں آپ کو لارل کہوں یا نواز؟"
"لارل ہی ٹھیک ہے۔ میرا نام میرے زخموں کو تازہ کرتا ہے"۔
"اوکے چیف!" ہراتا نے کہا۔ پھر بولا "تو آپ مجھے اس سفر کا مقصد بتا رہے تھے؟"
"ہاں ہراتا ---- میں نے تمہاری پسندیدہ شے کی ایجنسی لے لی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"ٹھہرو" میں نے کہا اور پھر ایک خوبصورت بریف کیس اٹھا لایا۔ اس بریف کیس میں کھلونوں کے نمونے تھے۔ ہاؤس آف ٹوائز کے نمائندے کی حیثیت سے یہ سیمپل بکس میں نے ساتھ رکھا تھا۔ اس میں دونوں قسم کے کھلونے موجود تھے۔ میں نے بکس کھول دیا اور ہراتا اچھل پڑا۔
"ارے ---- یہ ---- یہ تو ---- یہ تو....."
"ہاں' رات کو میں تمہیں ان میں سے ایک دے دوں گا"۔
"اوہ ---- لیکن ---- لیکن مسٹر لارل! یہ کب ہوا ---- وہ لوگ آپ کو کیسے ملے اور کب آپ نے ان کے ساتھ گفتگو کی؟"
"ہراتا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں منشیات کا اسمگلر ہوں۔ اس سے پہلے میں یہ کام چھوٹے پیمانے پر کرتا رہا ہوں لیکن اب ---- میں نے اسے اعلیٰ پیمانے پر شروع کیا ہے۔ ایمسٹرڈیم میں میری فرم ہاؤس آف ٹوائز کے نام سے ہے اور اس کا ایک سیکشن یہ کھلونے تیار کرتا ہے جو دراصل منشیات کے مکسچر سے تیار کیے جاتے ہیں" میں نے بتایا۔ ہراتا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔
"تو وہاں کیمپ میں؟" اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔
"ہاں' میرا ہی کوئی نمائندہ تمہیں ملا ہوگا" یہ بات میں نے اس سے چھپانا بہتر سمجھی ورنہ وہ یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ میں اب بھی کسی خاص مقصد کے تحت اسے دھوکا دے رہا ہوں"۔
"حیرت ہے۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے لیکن مسٹر لارل! یہ فارمولا کس کا ہے؟"
"خود میرا اپنا"۔

”اس کا مقصد ہے کہ آپ نے منشیات پر ریسرچ بھی کی ہے۔ افوہ‘ کیا غضب کی چیز ہے‘ میں آ
تک نہیں بھول سکا“۔

”میں اسے مختلف آزمائشوں سے گزار چکا ہوں۔ تمہاری اس قدر پسندیدگی بھی ایک سند ہے“۔

”میں کہتا ہوں کہ آپ کی یہ کوشش منشیات کی دنیا میں تہلکہ مچادے گی“۔

”لوگ کھلونوں کے حصول میں دقت بھی نہیں محسوس کریں گے۔ میں اپنی اس دریافت کو پور
یورپ میں پھیلا دوں گا۔ عام اسٹورز بھی ان کھلونوں کو فروخت کریں گے۔ اور ان کی قیمت بہت زیاد
ہوگی۔ عام لوگ حیران ہوں گے کہ لوگ ان کھلونوں کو اتنی قیمت پر کیوں خرید لیتے ہیں لیکن لوگ خریدیں
گے۔ اور یہ بات صرف وہ جانتے ہوں گے کہ ان میں کیا خوبی ہے۔ اس کے لیے ان کھلونوں پر خفیہ نشان
ہوں گے اور ان کے بارے میں لٹریچر شوقین لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا“۔

”اوہ‘ ونڈر فل ——— بلاشبہ ——— بلاشبہ اس سلسلے میں جو ذہن کام کر رہا ہے‘ وہ معمولی نہیں
ہے لیکن مجھے شدید حیرت ہے‘ شدید حیرت ہے“۔

”میں نے اپنے خلوص کا ثبوت دے دیا ہے ہراتا ——— اب اس راز کو راز رکھنا تمہارا کام ہے“
میں نے کہا اور ہراتا نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھ دیا“۔

”میں اس راز کو اس مقدس عہد کی طرح رکھوں گا اور اس پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ ا
زندگی کی قیمت پر بھی راز رکھوں گا“۔

”شکریہ ہراتا ——— میرا خیال ہے ہم اپنے درمیان سے تکلفات کی یہ تمام دیواریں اٹھا
ہیں اور اب ہم ایک دوسرے کے سامنے مکمل طور سے عریاں ہو چکے ہیں“۔

”بے شک مسٹر لارل! آپ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ میں بھی کوشش کروں گا
آپ کے اس حسن سلوک کا بدلہ چکا دوں“۔

”بس تمہاری مخلصانہ دوستی ہی اس کا بدلہ ہے‘ اس کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے
اس کا بدلہ ادا کر سکے“ میں نے کہا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔

”آؤ۔ اب باہر نکلیں ——— جہاز بندرگاہ سے کافی دور پہنچ چکا ہوگا۔ ہمیں یہاں کافی دیر ہو
ہے“۔

”ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا‘ آؤ باہر کی فضا دیکھیں“ ہراتا نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

جدید ترین جہاز کی رونق دیکھنے کے قابل تھی۔ حالانکہ ابھی کافی اجالا تھا‘ لیکن جہاز پر جگہ
خوبصورت روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ ابھی رات نہیں ہوئی تھی لیکن رات کی تاریکی میں یہ سماں قابل
ہوگا۔

یہ روشنیاں خاص انداز میں لگائی گئی تھیں اور ان کے نیچے اس طرح سے چھوٹے چھوٹے فوار
لگائے گئے تھے جن کا پانی ان کے رنگوں میں رنگا ہوا نیچے گر رہا تھا۔ اس کے علاوہ جہاز کے عرشے پر گارڈن
لگایا گیا تھا جس میں پتلی پتلی کمان والی رنگین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں‘ جن پر لوگ بیٹھے خوش گپیاں کر ر
تھے۔ اتنے خوبصورت انتظامات میں نے پہلے کبھی کسی جہاز میں نہیں دیکھے تھے۔
ہم لوگ بھی لان کی طرف بڑھ گئے اور پھر میں اور ہراتا دو کرسیاں سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ہم نے ا

لیے کافی طلب کرلی تھی۔

کافی کے سپ لیتے ہوئے ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ہراتا میری دوستی سے بے حد خوش تھا
اور مختلف انداز میں اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے شہزادگی کے دور کے بہت سے قصے سنائے۔ ان
لوگوں کے بارے میں بتایا جن سے ناراض ہو کر وہ گھر چھوڑ چکا تھا ——— اور میں اسے جہلم کی باتیں سناتا
رہا۔ سرسبز پنجاب کی حسین سرزمین‘ پانیوں سے جل تھل‘ جسے سن کر وہ بہت خوش ہوا تھا اور اسے دیکھنے کا
خواہش مند بھی۔

وہ یہ جان کر بہت خوش ہوا تھا کہ میں بھی ایشیائی ہوں۔ میرے وطن کے قصے وہ بڑی دلچسپی سے سنتا
رہا اور پھر رات ہوگئی۔ میں نے ہراتا سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو کیبن میں جاکر آرام کر سکتا ہے‘ یا پھر اس کا
جہاں جی چاہے چلا جائے۔ میں تو جہاز کی سیر و تفریح میں مشغول رہوں گا ——— ہراتا مسکرانے لگا۔

”یقیناً“ مسٹر لارل! میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ لیکن جہاں تک میرا سوال ہے‘ میں نے تو جب سے
آنکھ کھولی ہے‘ دنیا کی شکایتوں میں مصروف رہا ہوں۔ آپ یقیناً“ کچھ اچھا دور بھی گزار چکے ہیں اس لیے
آپ ان تفریحات میں بھرپور حصہ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا“ اس نے جواب دیا۔

”لیکن ہراتا! اب تو تمہاری زندگی کا رخ بدل چکا ہے۔ اگر تم چاہو تو ان تفریحات میں حصہ لینے سے
تمہیں کون روک سکے گا“۔

”کوئی نہیں ——— صرف میرا دل‘ میری فطرت جو مردہ ہو چکی ہے“۔

”نہیں ہراتا! میں تمہاری فطرت میں ——— زندگی چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم جہاز کی
تفریحات میں حصہ لو لیکن میری یہ خواہش ضرور ہے کہ گزرے ہوئے وقت کو تم اس طرح بھول جاؤ جیسے
کبھی اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اس طرح زندگی میں تلخیاں کم ہو جاتی ہیں۔ ہراتا ہمیں جو لمحات خوشیوں کے
ملیں ہمیں ان کے حصول سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے ——— البتہ جہاں تک خوشیوں کا مسئلہ ہے‘ وہ چھوٹی
چھوٹی باتوں میں پنہاں ہوتی ہیں‘ اور ہمیں ان خوشیوں سے دور نہیں بھاگنا چاہیے“۔

”ٹھیک ہے مسٹر لارل! میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن پورے طور
سے نہیں“ ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پھر ہراتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا اور میں جہاز کی تفریحات کی تلاش میں۔ ظاہر ہے میں زندگی
سے دور کا انسان نہیں تھا۔ تمام تفریحات میرے لیے دلکشی رکھتی تھیں اور میں چاہتا تھا کہ جہاز پر موجود
لوگوں سے ملاقات کروں اور جہاز کے ماحول سے پوری واقفیت حاصل کروں“۔

چنانچہ میں نے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور اس طرف بڑھ گیا۔ کافی خلقت یہاں پر جمع تھی۔ دراصل
یہ بھی عرشے کا ہی ایک حصہ تھا۔ لوگوں کے نزدیک سے گزرتا ہوا میں آگے بڑھ گیا۔

لیکن میں نے ایک عجیب سی بات محسوس کی تھی۔ کھڑے ہوئے لوگ اداس اور چپ چپ تھے۔
ان کے درمیان ایک عورت بھی تھی۔ ایک نوجوان عورت‘ جس نے کالا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ رو رہی تھی
اور دوسرے لوگ اسے تسلیاں دے رہے تھے۔

نجانے کیا حادثہ ہو گیا ہے بے چاری کے ساتھ‘ میں نے سوچا۔ مگر حادثات تو زندگی سے گہرا تعلق
رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زندگی کا ایک جز ہیں۔ اگر اس عورت کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آگیا تھا

تو اس میں کون سی تعجب کی بات تھی۔

میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ زیادہ عمر کی نہیں تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ سیاہ ماتمی لباس میں صاف نمایاں تھا۔ وہ کافی حسین تھی۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ انیس سال ہوگی۔ چہرے میں بڑی بھرپور جاذبیت تھی اور متناسب خدوخال اس وقت غم و اندوہ کا شکار ہو کر اور بھی حسین لگ رہے تھے۔ مجموعی طور پر وہ مجھے بے حد پسند آئی تھی۔

یونہی میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ جاننا تو چاہیے کہ اسے کیا غم ہے میں نے اسے دیکھا اور پھر اس کے نزدیک کھڑے ہوئے لوگوں کو ـــــ جو سب کے سب اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ اچھے لوگ نظر آ رہے تھے وہ سب' عمدہ سوٹوں میں ملبوس تھے' اچھی شکل و صورت کے مالک' لیکن اس وقت ان کے پاس جا کر اس بارے میں کوئی سوال کرنا بڑا عجیب سا محسوس ہوتا تھا' چنانچہ میں نے اپنی خواہش پر قابو پایا اور بہت دیر تک ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔

رات کو جہاز کے خوبصورت نائٹ کلب میں ایک میز پر وہی لڑکی اور اس کے دو ساتھی نظر آئے ـــــ لڑکی ابھی تک غمزدہ تھی' تب میں خود کو باز نہ رکھ سکا اور ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ایکسکیوز می! اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں" میں نے کہا۔

وہ تینوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ لڑکی غمزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی:

"تشریف رکھئے" اور میں بیٹھ گیا۔

"خاتون! انسان کو ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن بعض اوقات کسی کو دیکھ کر وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ میں نے آپ کو غمزدہ دیکھا تھا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو کیا غم ہے؟"

"اوہ' یہ مسز ایڈگر ہیں۔ مسٹر ایڈگر ایک حادثے میں انتقال کر گئے ہیں اور مسز ایڈگر ان کی لاش لے کر وطن واپس جا رہی ہیں" ایک شخص نے بتایا۔

"اوہو' تو یہ معاملہ ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا پھر چند ہمدردی کے الفاظ ادا کر کے میں وہاں دیر تک بیٹھا رہا۔ لڑکی نے مجھ سے دو چار باتیں کی تھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں کھلونوں کا سوداگر ہوں اور اپنی فرم کے نمائندے کی حیثیت سے سفر کر رہا ہوں۔

لڑکی اپنے شوہر کی خوبیاں بتانے لگی ـــــ اسٹیج پر پروگرام شروع ہو گئے تھے اور کافی دلچسپ تھے ـــــ لڑکی مسلسل اپنے شوہر کی خوبیاں گنوا رہی تھی جبکہ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

مجھے غیر متعلق پا کر لڑکی بھی پروگراموں میں دلچسپی لینے لگی۔ ویسے بھی وہ اتنی کم عمر تھی کہ ابھی سے بیوگی کی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتی تھی ـــــ شو کے دوران وہ مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہی اور جب آدھی رات کو میں اٹھا تو اس نے مجھ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ لے لیا تھا۔

جہاز پر دل بہلانے کی ابتدا ہو گئی تھی' چلو' اس بار ایک بیوہ ہی سہی ـــــ میں نے سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ واپس آیا تو ہراتا بڑے اطمینان سے پڑا خراٹے لے رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

نیلے آسمان کی وسعتوں کے نیچے بے کراں اور تاحد نگاہ پھیلے ہوئے سمندر پر چمکدار دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ سورج کا چھوٹا سا گولہ سمندر کی گہرائیوں سے طلوع ہو کر روشنی بکھیر رہا تھا۔

میں نے عرشے پر کھڑے ہو کر گہری گہری انگڑائیاں لیں۔ ہراتا کو میں اس کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا کیونکہ ہراتا اپنی مخصوص ورزش کر رہا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ ورزش وہ اس وقت کھلی جگہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے مواقع فراہم کیے تھے اور اسے کیبن میں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

شب خوابی کے لباس کے اوپر ریشمی گون پہنے میں ریلنگ سے لگا ہوا کھڑا تھا کہ میں نے تھوڑے فاصلے پر اس لڑکی کو دیکھا جس سے رات کو میں نے بات کی تھی۔

مسز ایڈگر ـــــ میں اسے اسی نام سے جانتا تھا اور اس نام سے رات کو بھی مخاطب کرتا رہا تھا ـــــ میں نے اس کا اصل نام نہیں پوچھا تھا۔

اس نے دور ہی سے مجھے دیکھا اور میری طرف چلی آئی۔

میں نے ایک بات محسوس کی تھی۔ وہ یہ کہ یہ نوجوان لڑکی روایتی انداز میں غمزدہ تھی۔ دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یعنی وہ لوگ جو اسے تسلیاں دے رہے تھے' وہ ان کے سامنے زیادہ ہی افسردہ نظر آتی تھی۔

لیکن جب نائٹ کلب میں وہ مجھ سے باتیں کرنے بیٹھی تھی تو اس کی آواز کافی جاندار تھی اور اس آواز میں وہ غم و اندوہ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ یہ اس کی عمر کا تقاضا ہو ـــــ اس جوان عمری میں بیوگی خاصی دشوار چیز ہوتی ہے اور اس کے قواعد کی پابندی کرنا کسی ایسی لڑکی کے لیے بے پناہ مشکل ہوتا ہے۔

مسز ایڈگر اس وقت بھی سیاہ لباس میں تھیں لیکن بکھرے ہوئے بالوں اور خواب آلود آنکھوں کے ساتھ وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے نزدیک ہی بڑھ آئی تھی۔

"ہیلو ـــــ" اس نے دور سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسز ایڈگر" میں نے بھی اسی انداز میں اس سے کہا جس میں تھوڑی سی بے تکلفی تھی اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا رنگ چھا گیا۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر لارل؟"

"بالکل ٹھیک" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام گوریا ہے" اس نے کہا۔

"پیارا نام ہے" میں نے اخلاقی طور پر جواب دینا ضروری سمجھا ورنہ اگر اس کا نام گوریا کی بجائے کچھ اور ہوتا تو میری صحت پر کیا اثر پڑتا۔

"کیا آپ کو میرا نام پسند آیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مسز ایڈگر کہلوانا اب میرے لیے خاصا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ براہ کرم مسٹر لارل آپ مجھے گوریا کے نام سے مخاطب کیا کیجئے"۔

"بہت بہتر مسز گوریا۔ میں خود بھی آپ کے لیے خاصا غمزدہ رہا۔ میں نے سوچا کہ اس عمر کی بیوگی

کتنی دشوار کن ہوتی ہے۔ انسان تو ان پابندیوں کو برداشت ہی نہیں کر سکتا جو اس عمر کی بیوگی میں لگ جاتی ہیں"۔

"ہاں مسٹر ایڈگر بہت عمدہ انسان تھے۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے میں انہیں بہت پسند کرتی تھی۔ لیکن جہاں تک زندگی میں ان پابندیوں کا تعلق ہے جو بیوگی کے بعد پیدا ہو جاتی ہیں تو شاید میں انہیں برداشت نہ کر سکوں۔ کیونکہ وہ صرف میرے والدین کی پسند تھے"۔

"اوہ..... تو مادام گوریا گویا......؟"

"ہاں میری شادی میرے والدین نے کی تھی" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ' بہرحال میں اس موضوع کو نہیں چھیڑوں گا کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس سے آپ کی دلازاری ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ بس میں مسز ایڈگر کے نام سے اپنے آپ کو مخاطب کرانا نہیں چاہتی۔ ایڈگر میرا ساتھ نہیں دے سکا۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ لیکن اب تم ہی بتاؤ کیا میں بھی چلی جاؤں؟"

"نہیں نہیں۔ آپ تو ابھی۔ میرا خیال ہے آپ نے ابھی زندگی کی بہت ہی مختصر مدت طے کی ہے" میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ میں اسے ہمدردی سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا:

"لیکن مسٹر لارل! میں یہ زندگی نہیں گزار سکتی۔ میں نہیں جانتی کہ میری آئندہ زندگی کیسی ہوگی——— میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بہت جلد زندگی سے اکتا جاؤں گی۔ مجھے کیا کرنا چاہیے' میرا کوئی بھی ہمدرد نہیں ہے جو مجھے اس بارے میں مشورہ دے سکے۔ بس مجھ سے ہمدردی جتائیں گے لیکن ایڈگر کے نام کے ساتھ' کیونکہ وہ خاصا مال دار آدمی تھا اور اپنے شناساؤں میں مقبول ترین۔ لیکن ذاتی طور پر مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا"۔

"خوب۔ لیکن مسٹر ایڈگر کا انتقال کیسے ہوا؟"

"حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے"۔

"اوہ——— تو کیا آپ ان کی لاش لے جا رہی ہیں؟"

"ہاں۔ ان کی لاش مجھے ان کے وطن پہنچانی ہے"۔

"ایمسٹرڈم میں آپ کسی کام سے آئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں" اس نے جواب دیا۔

"گویا آپ کا جواب مختصر ہے۔ اگر آپ بتانا پسند کریں تو ضرور بتائیے"۔

"نہیں چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایڈگر ایک بزنس مین تھا۔ وہ مختلف ممالک کے دورے کرتا رہتا تھا۔ مجھ سے چونکہ وہ بہت محبت کرتا تھا اس لیے اکثر مجھے ساتھ ہی رکھا کرتا تھا۔ اس بار بھی اس کے ساتھ ہی تھی لیکن یہاں آکر......"

اس نے اپنے کپکپاتے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا لیا۔ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو جذب کرنے کی کوشش میں زور سے گردن جھٹکی اور میری طرف دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرا دی۔

"میں کہہ چکی ہوں کہ اب میں اس کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتی لیکن لیکن......" اس نے دوسری

طرف منہ کر لیا۔

میں اس کی کیفیات کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ یہ لڑکی مجھے پسند بھی تھی اور میں اس کے لیے کچھ ہمدردی بھی رکھتا تھا۔

"مادام گوریا میری خواہش ہے کہ آپ اپنے ذہن سے اس تردد کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ آپ ذہنی طور پر خاصی پریشان ہو جائیں گی" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں"۔

"تو پھر آپ کچھ باتیں کریں"۔

"کیا بتاؤں۔ کہہ چکی ہوں کہ کچھ عرصہ قبل ایڈگر اور میں زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے کے معاون اور ساتھی بن گئے تھے۔ دو دن قبل ان کا انتقال ہوا تھا اور اب ہم ان کی لاش لے کر ان کے آبائی وطن جا رہے ہیں۔ خیر چھوڑیں اس ذکر کو۔ بہتر ہے کہ آپ اپنے بارے میں بتائیں۔ آپ کون ہیں' کہاں جا رہے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے کئی سوال مجھ سے کر ڈالے۔

اور ظاہر ہے کہانیاں سنانا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے کہانی سنا کر اپنے بارے میں مطمئن کر دیا۔

گویا خاصی دلکش لڑکی تھی۔ کبھی کبھی وہ کھلنے لگتی اور یوں محسوس ہوتا کہ جیسے اسے یہ احساس ہو کہ وہ ایک بیوہ ہے اور اسے محتاط رہنا چاہیے۔

دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیا تم نے ناشتہ کر لیا؟"

"نہیں مادام گوریا۔ میں ناشتہ ذرا دیر سے کرنے کا عادی ہوں———" میں نے جواب دیا۔

"میں نے بھی نہیں کیا۔ آؤ ناشتہ کریں" اس نے پیشکش کی اور اب بھلا میں کیوں انکار کرتا——— میں جانتا تھا کہ جہاز کا سفر ابھی کئی دن کا ہے اور اگر اس سفر میں ایک حسین ساتھی مل جائے تو کیا ہرج ہے۔ ظاہر ہے میں مسٹر ایڈگر کی کسر تو پوری نہیں کر سکتا تھا لیکن ان کی غیر موجودگی میں ان کا قائم مقام تو بن سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ریسٹورنٹ پہنچ گیا اور گوریا نے اپنی مرضی سے کچھ آرڈر دیے۔ اس نے مجھ سے میری پسند پوچھی بھی نہیں تھی۔

موڈی سی لڑکی تھی۔ بلاوجہ بے چاری کو بیوگی کا لبادہ اوڑھنا پڑا تھا اور یہ سوگ اس کی شخصیت پر مصنوعی سا لگتا تھا۔

ہم لوگ ناشتہ کرتے رہے۔ گوریا اس دوران کئی بار بے تکلف ہوئی۔ اس نے ہنسنے کی کوشش کی لیکن جونہی وہ ہنستی تو ایک دم کوئی شرم یا احساس اسے روک دیا کرتا تھا اور وہ اپنی فطرت کے خلاف سنجیدہ ہو جاتی۔

تب میں نے اس سے کہا "مادام گوریا میرا خیال ہے آپ کو اپنی شخصیت پہ یہ بوجھ نہیں لادنا چاہیے۔ جو کچھ ہوا ہے' اس میں آپ کے جذبات کا دخل ضرور ہوگا لیکن آپ کی فطرت سے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ آپ ایک ہنس مکھ اور خوش مزاج خاتون ہیں۔ اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس احساس کو صرف رسمی حد تک رہنے دیجیے۔ ورنہ اس سے آپ کی شخصیت متاثر ہوگی اور شخصیت کا متاثر ہونا کوئی اچھی بات نہیں"۔

"مسٹر لارل آپ ایک سچے ہمدرد اور بہترین انسان ہیں۔ بہت ہی پر محبت' پر اخلاق اور مخلص۔ آپ کی باتوں سے دل میں جگہ پیدا ہوتی ہے۔ میں آپ کو بالکل صحیح بتا رہی ہوں کہ فطری طور پر میں اس سوگ کو برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود دنیاوی رسمیں بھی ضروری ہوتی ہیں اور میرے ساتھ جو لوگ ہیں' مجھے ان کا احساس بھی کرنا ہے"۔

"یہ کون لوگ ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ایڈگر کے اہل خاندان۔ ان میں سے کچھ ہالینڈ کے باشندے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ مستقلاً وہیں رہتے ہیں۔ کچھ ایڈگر کے اپنے وطن کے لوگ ہیں۔ بہر صورت یہ ہیں سب اس کے عزیز و اقارب"

"اوہو۔ تو یہ آپ کے پاس کہاں سے پہنچ گئے؟"

"ایمسٹرڈیم میں ایڈگر کی موت کے بعد ظاہر ہے میں نے ان کو اطلاع دی۔ ان میں سے ایڈگر کے مقامی عزیز تو ساتھ ہو ہی لیے' لیکن کچھ لوگ لاش لینے کے لیے آپہنچے۔ چنانچہ اس طرح ان کا اجتماع ہو گیا ہے"۔

"اوہ ــــــ" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

کافی دیر کے بعد ہم ناشتے کی میز سے اٹھ گئے۔ اسی وقت ایک دراز قامت شخص جو نہایت خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا' ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ اس نے گوریا کو دیکھا اور ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے اس کے چہرے پر نرمی کے آثار پیدا ہوئے اور وہ آہستہ آہستہ گوریا کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولا:

"مسز ایڈگر ــــــ ہم ــــــ میرا مطلب ہے میں آپ کو تلاش کر رہا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا ناشتہ کر لیا۔ دراصل آپ کا غم ہم لوگوں کے لیے بھی غمناک ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ہر طرح سے آپ کو آرام پہنچائیں۔ آیئے اگر آپ نے ناشتہ کر لیا ہے تو واپس کیبن میں چلیں' آرام کریں ورنہ آپ بیمار ہو جائیں گی"۔

"جی" گوریا نے آہستہ سے کہا۔ پھر میری طرف دیکھ کر گردن ہلائی اور آگے بڑھ گئی۔

میں اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سی خلش جنم لے رہی تھی۔ یہ خلش کیوں تھی' اس کا میں کوئی تجزیہ نہ کر سکا۔

اس کے بعد کافی دیر تک میں ریسٹورنٹ میں کھڑا رہا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔

شام کو تقریباً" ساڑھے پانچ بجے میری ملاقات پھر گوریا سے ہوئی اور اس وقت پرنس ہراتا بھی میرے ساتھ تھا۔

گوریا عرشے پر تھی۔ لباس وہی تھا یعنی سیاہ ماتمی لباس اور چہرے پر بھی بلاوجہ کا سوگ تھا۔

حالانکہ اب میں اس کی شخصیت سے واقف ہو گیا اور اس کی شخصیت سے واقف ہونے کے بعد یہ سوگ مجھے اجنبی اجنبی لگ رہا تھا لیکن گوریا بے چاری مجبور تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی۔ اس وقت اس کے نزدیک کوئی اور نہیں تھا۔ لیکن اس سے چند قدم کے فاصلے پر میں نے کچھ افراد کو دیکھا اور یہ وہی تھی جو گوریا کے ساتھی تھے۔

یہ لوگ جس طرح گوریا کے گرد منڈلاتے تھے' وہ بھی تعجب خیز تھا۔ ممکن تھا اس کی وجہ یہ ہو کہ

گوریا ایک نوجوان بیوہ تھی اور شکل و صورت کی حسین۔ اس صورت میں کوئی بھی اسے بھٹکا سکتا تھا۔ بظاہر وہ اس سے ہمدردی کے اظہار کے لیے اس کے گرد موجود تھے لیکن درپردہ وہ اس کی نگرانی کرتے تھے لیکن گوریا خاصی بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک بڑھ آئی۔

"ہیلو مسٹر لارل" وہ میرے نزدیک پہنچ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہیلو گوریا؟" میں نے بے تکلفی سے کہا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ مسکراہٹ بے حد حسین تھی۔

"لارل مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ تم نے اس وقت مجھے بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا ہے" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ اپنائیت دینا چاہتا ہوں مادام گوریا لیکن یہ لوگ آپ نے دیکھا کہ یہ اس انداز میں آپ کی جانب نگراں ہیں جیسے یہ آپ کے محافظ ہوں یا انہیں آپ سے کوئی خطرہ ہو"۔

"میں خود ان لوگوں سے تنگ آ گئی ہوں۔ کم بخت ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں مسٹر لارل۔ مسٹر ایڈگر مر گئے تو اس میں کوئی میرا قصور تو نہیں ہے"۔

"نہیں مادام گوریا۔ آپ کا کیا قصور ہے" میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"ویسے صبح کو بھی انہوں نے مجھ سے بازپرس کی تھی۔ کہنے لگے کہ تم ایک اجنبی کے ساتھ کھانا کھانے کیوں گئیں؟"

"آپ نے کیا جواب دیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا' میں اپنی مرضی کی مالک ہوں' جو دل چاہے گا' کروں گی۔ میں ان کی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتی۔ میرا شوہر مرا ہے' مجھے اس کا غم ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے۔ وہ لوگ کیوں زبردستی مجھے اس کے سوگ میں مبتلا کرتے ہیں غم تو دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے' انسان یا تو خودکشی کرے اور اگر خودکشی نہ کر سکے تو پھر اسے اپنے اوپر ملمع نہیں چڑھانا چاہیے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"نہیں مادام گوریا۔ آپ درست کہہ رہی ہیں" میں نے اس کی تائید میں جواب دیا۔

"چنانچہ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں زیادہ لوگوں سے گھلنے ملنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ البتہ مسٹر لارل اس سفر میں براہ کرم آپ مجھے ضرور ملتے رہا کریں' لیکن اس انداز میں کہ ان لوگوں کو احساس نہ ہو۔ میرا کیبن نمبر ۵ ہے اور میں اپنے اس کیبن میں تنہا ہی سوتی ہوں۔ اس وقت یہ احمق میرے ساتھ نہیں ہوتے۔ کیا آپ رات کو میرے کیبن میں آئیں گے؟"

اور میرے بدن میں ہلکی سی سرسراہٹ دوڑ گئی۔ گوریا کی آنکھیں جو دعوت دے رہی تھیں' اس دعوت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ میں نے چند ساعت سوچا پھر آہستہ سے کہا:

"مادام گوریا کہیں میری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہو ــــــ"

"اوہ' نفع اور نقصان تو زندگی کے ساتھ چلتے ہی رہتے ہیں اور پھر یہ لوگ میرے عزیز و اقارب ہیں' میری زندگی کے مالک نہیں ہیں۔ آپ ٹھیک بارہ بجے میرے کیبن میں آیئے' اس کے بعد ہم لوگ گفتگو کریں گے"۔

“جیسی آپ کی مرضی” میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر میرے پاس ٹھہرنے کے بعد گوریا واپس پلٹ پڑی۔

“میرے دل میں گدگدیاں ہو رہی تھیں اور ہراتا مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی‘ اور میں اس کی جانب بڑھ گیا۔

ہراتا پرتپاک انداز میں میری جانب دیکھنے لگا تھا‘ جیسے مجھ سے سننے کا منتظر ہو۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اسے نہ تو گوریا سے دلچسپی ہے اور نہ ہی میرے اور اس کے رومانس سے۔ وہ بس اخلاقاً“ ہی میری جانب متوجہ ہو گیا ہے۔

تب میں نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے کہا“ ہراتا‘ کیسا وقت گزار رہے ہو؟”

“بہت بہتر مسٹر لارل۔ لیکن یہ خاتون کون تھیں؟”

“اوہ‘ ایک نوجوان بیوہ۔ اور اس عمر میں بیوگی بڑی مضر ہوتی ہے” میں نے جواب دیا۔

“کیوں” ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

“تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے ہراتا۔ جوانی کی عمر جذبات کی عمر ہوتی ہے اور جذبات کی تسکین کرنے والا نہ رہے تو اس کے بعد ان کی تپش کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ یہی کیفیت اس لڑکی کی ہے”۔

“سچ سچ یہ میری سمجھ سے باہر کی باتیں ہیں” ہراتا نے کہا۔

“ہراتا تمہاری عمر اتنی کم بھی نہیں ہے‘ میرا خیال ہے تم ان باتوں کی گہرائیوں کو جاننے کی کوشش کرو”۔

“کیا ملے گا چیف؟”

“اوہ ہراتا جس چیز کا تجربہ نہ کیا جائے اس کے بارے میں تجربے سے پہلے فیصلہ کر لینا دانش مندی نہیں ہے”۔

“ٹھیک ہے چیف‘ لیکن میرا خیال ہے تم مجھے اپنے تجربوں کی طرف مائل نہ کرو۔ مجھے یہ تجربے راس نہیں آئیں گے” ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

“بہرصورت ہراتا میں جانتا ہوں کہ تمہاری شخصیت ایسی ہے کہ بہت ساری لڑکیاں تمہاری طرف مائل ہونا چاہتی ہیں۔ جس وقت تم ہپی بنے ہوئے تھے اس وقت تم نے حلیہ ایسا بنا رکھا تھا کہ صرف ہپی لڑکیاں ہی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن اب——— اب میرا خیال ہے کہ تم مکمل طور پر شہزادے معلوم ہوتے ہو”۔

“اوہ چیف——— آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں” ہراتا احمقوں کی مانند شرمانے لگا اور مجھے بڑے زور کی ہنسی آ گئی۔

شام ہو گئی۔ میں اور ہراتا کافی دیر تک ریلنگ سے لگے سمندر کی لہروں کو دیکھتے رہے۔ پھر ڈوبتے سورج کا نظارہ کرتے رہے۔ جب ہراتا نے مجھ سے پروگرام پوچھا۔

میں اب اس شخص سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا تھا۔ بس یوں سمجھا جائے کہ قدرتی طور پر مجھے اس پر اعتماد ہو گیا تھا۔ اور یہ میرا آج تک کا تجربہ تھا کہ اگر میرے اندر کسی نئے اعتماد کی آواز ابھرتی تھی تو وہاں سے بے اعتمادی نہیں ہوتی تھی اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ہراتا بھی ایسا ہی ایک شخص تھا جس کے بارے میں آنکھیں بند کر لینے سے بھروسہ ہو جاتا تھا۔

رات گئے تک میں اور ہراتا باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم اپنے کیبن میں واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر تک گپیں شپیں مارتے رہے۔

اور کوئی تو تھا نہیں۔ پھر ہم کھانا کھانے کے لیے ریسٹورنٹ میں جا پہنچے۔ مجھے بارہ بجنے کا انتظار تھا۔

کھانے کے دوران ہراتا نے مجھ سے پوچھا “تو چیف وہ بیوہ عورت جس کے بارے میں تم نے جتایا تھا‘ تمہارے پاس بار بار کیوں آ جاتی ہے؟”

“اوہو ہراتا۔ یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے؟”

“مگر ابھی تو اس کے شوہر کو مرے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا”

“تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟”

“چیف‘ سچ بات یہ ہے کہ یہ عورتیں میری سمجھ میں کبھی نہیں آئیں۔ میں نے جتنا ان پر غور کیا‘ اتنا الجھتا گیا۔ پھر میں نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا”۔

“اوہو۔ تم ان کے بارے میں کیا سوچتے تھے؟”

“یقین کرو چیف اب تو یاد بھی نہیں رہ گیا۔ دراصل میری لائف تمہارے سامنے ہے۔ میں نے جس انداز میں اپنی زندگی گزاری ہے‘ وہ تمہیں معلوم ہے۔ اس کے بعد اس قسم کی سوچ کوئی اہمیت نہیں رکھتی”۔

“لیکن ہراتا‘ کبھی نہ کبھی تو تمہیں سوچنا پڑے گا۔ جہاں تک اس عورت کا سوال ہے تو اس نے رات کو مجھے اپنے کیبن میں بلایا ہے”

“اوہ——— رات کو———” ہراتا کے حلق میں جیسے نوالہ اٹک گیا۔

“ہاں۔ کیوں؟”

“نہیں کوئی بات نہیں چیف۔ بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا” ہراتا نے جواب دیا۔

“میں اس کی اس حرکت پر ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ تب ہراتا نے کہا“ تو تم جاؤ گے چیف؟”

“ہاں ہراتا۔ جب کوئی خوبصورت لڑکی دعوت دے تو کم از کم مجھ جیسا آدمی انکار نہیں کر سکتا”۔

“ان معاملات کو مجھ سے زیادہ تم ہی سمجھ سکتے ہو چیف!” ہراتا نے کہا۔

اور پھر گیارہ بجے تک میں اور ہراتا ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہے۔ ریسٹورنٹ میں مختلف دلچسپیاں تھیں۔ ساز بج رہے تھے اور ایک چھوٹے سے فلور پر جوڑے رقص بھی کر رہے تھے۔ لیکن ہم نے رقص کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

ساڑھے گیارہ بجے ہراتا ہی نے گھڑی دیکھ کر مجھے مخاطب کیا تھا“ چیف! میرا خیال ہے تمہارا وقت ہو گیا ہے”۔

“اوہ ہراتا‘ تم مستقل اسی بارے میں سوچ رہے ہو؟”

“نہیں چیف۔ اپنا فرض سمجھ کر تمہیں یاد دلا رہا ہوں” اس نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں اٹھ گئے۔

ہراتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا اور میں گھڑی میں بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔

اس دوران میں عرشے پر ٹہلتا رہا تھا۔ بارہ بجنے میں چند منٹ رہ گئے اور جہاز پر تقریباً“ نیم تاریکی کی

کیفیت پیدا ہو گئی۔ تب میں گوریا کے کیبن کی جانب بڑھ گیا۔

گوریا نے مجھے اپنے کیبن کا نمبر بتا دیا تھا جسے میں نے دن میں بھی دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف چل پڑا۔

کیبن قطار میں بنے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی گلیاں تھیں۔ ان سے گزر کر کیبن کے عقب میں پہنچا جا سکتا تھا۔ میں گوریا کے کیبن کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ اندر سے مجھے تیز تیز باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹک گیا۔

یہ گفتگو یقیناً گوریا کے کیبن میں ہی ہو رہی تھی۔ کیا مسئلہ ہے' میں نے سوچا

اور پھر میں سائیڈ کی گلی سے اسی کیبن کے عقب میں پہنچ گیا۔ تمام کیبن یکساں بنے ہوئے تھے۔ ان میں عقبی کھڑکیاں بھی تھیں اور ان کھڑکیوں سے آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ چنانچہ میں تیزی سے کیبن کی عقبی کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔

کھڑکی کے پٹ کھلے ہوئے تھے اور آوازیں اس طرف سے اور بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"نہیں گوریا۔ تمہیں جواب دینا ہی ہو گا۔ کیا تم اس بات سے آگاہ نہیں ہو کہ باس احتیاط کو کس قدر سامنے رکھتا ہے؟"

"مگر میں نے کون سی بے احتیاطی کی ہے؟"

"کیا تم اس وقت اس کی منتظر نہیں ہو؟"

"ہوں۔ پھر کیا ہے؟ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے" گوریا نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں مس گوریا' مسٹر ہوریشو جس کو اپنے گینگ میں شامل کرتے ہیں' اس کا کوئی مسئلہ اس کا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں رہ جاتا۔ تمام مسئلے مسٹر ہوریشو کے ہوتے ہیں" طویل القامت شخص نے بھاری لہجے میں کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔

بہت عرصے کے بعد یہ نام سنا تھا اور یوں لگا جیسے وہ خلش اچانک مٹ گئی ہو جو گوریا سے ملنے کے بعد ذہن میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ میری کون سی حس تھی جس نے مجھے ان لوگوں کی جانب سے مشکوک رکھا تھا۔ بہر حال میں اندر کی گفتگو سننے لگا۔ گوریا کہہ رہی تھی:

"میں جانتی ہوں اس بات کو اور مسٹر ہوریشو سے میں آج سے واقف نہیں ہوں' میں انہیں طویل عرصے سے جانتی ہوں اور وہ بھی مجھے جانتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اتنے حقوق' اتنی مراعات دے رکھی ہیں کہ میں اپنی مرضی سے بھی کچھ کر سکوں"۔

"اگر ایسی بات ہوتی مس گوریا تو آپ یقین کریں' اس سلسلے میں ہمیں ہدایات مل چکی ہوتیں۔ ہمیں چونکہ کوئی ہدایات نہیں ملی ہیں اس لیے ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم آپ کی خاص نگرانی کریں۔ آپ پر نگاہ رکھیں۔ اگر مسٹر ہوریشو نے آپ کو اپنی من مانی کی اجازت دے رکھی تھی تو ہمیں اس کی ضرور اطلاع ہونی چاہیے تھی اور جب ہمیں اطلاع نہیں ہے تو پھر ہم آپ کے معاملات میں مداخلت کرنے کا حق رکھتے ہیں"۔

"دیکھو مسٹر' میں تم سے صاف کہے دیتی ہوں کہ میں ذاتی معاملات میں مداخلت پسند نہیں کرتی' خواہ اس کے نتیجے میں کچھ بھی ہو جائے"۔

"نہیں مس گوریا۔ یہ مسئلہ صرف آپ کا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ذاتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ کسی مشکوک شخص سے جا ملی ہیں لیکن کوئی بھی شخص ہماری جانب متوجہ ہو کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے"۔

"کیا نقصان پہنچائے گا' کیا تم نے میری اداکاری میں کوئی کھوٹ پایا ہے؟" گوریا نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے یہ کام آپ کو کسی بھروسے پر سونپا گیا ہے۔ لیکن ہمیں عام لوگوں سے دور ہی رہنا چاہیے اور یہ ہمارے کام کے لیے بہت ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ شخص اس قدر آگے بڑھ جائے کہ اسے ہمارے پروگرام کی بھنک پڑ جائے۔ اس صورت میں تو ہر شخص نقصان زدہ ہو سکتا ہے۔ تجسس کا مادہ ویسے بھی ہر انسان میں ہوتا ہے"۔

"اوہ۔ لیکن لاش سرد خانے میں ہے۔ کیا وہ میرے کیبن میں موجود ہے کہ کوئی میری جانب سے مشکوک ہو جائے؟"

"وہ تو درست ہے لیکن کسی کا آپ سے نزدیک رہنا بھی تو درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی آپ کی گفتگو سے اندازہ لگا سکے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اس شخص کو اس قدر لفٹ نہ دیں۔ بے شک وہ خوبصورت ہے جوان ہے' ممکن ہے آپ کی پسند ہو لیکن کیا آپ یہ کام کرنے کے بعد اس سے ملاقات نہیں کر سکتیں؟ میرا خیال ہے بہتر یہی ہے کہ پہلے آپ اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ اس کے بعد چاہیں تو اس شخص کے ساتھ ایک طویل وقت گزاریں لیکن مس گوریا' اس وقت آپ کو ہمارے احکامات کی پابندی کرنا ہو گی"۔

گوریا خاموش رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ اس طویل القامت شخص نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا:

"میں نے آپ کو وارننگ دے دی ہے۔ باقی ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ کو ہر حالت میں مسٹر ہوریشو کے احکامات کی پابندی کرنا ہے" وہ کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔۔۔۔۔ گوریا نے پاؤں پٹخ کر گردن ہلائی تھی۔

میرے سارے وجود میں گدگدی ہو رہی تھی۔ بزرگوں نے درست ہی کہا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر ہے ہاؤس آف ٹوائز قائم کر کے منشیات اور نائلون کے بنائے ہوئے کھلونوں کا کاروبار میری دلچسپی کا باعث نہیں تھا۔ بلکہ میں نے ہوریشو کو چیلنج کیا تھا اور اسی چیلنج کے سلسلے میں مستقل کام کرتے رہنا چاہتا تھا۔ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ فی الوقت میری زندگی کا یہی مقصد تھا اور میں ہوریشو کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کا خواہش مند تھا۔

لیکن اس پروگرام کے بعد جب میں نے لانچ تباہ کی تھی۔ اس کے بعد میں ہوریشو کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا تھا اور نہ ہی ہوریشو سے مڈبھیڑ ہوئی تھی کہ میں ہوریشو کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا۔ اگر میں ابھی ایمسٹرڈیم میں ہی پڑا ہوتا اور باہر نہ نکلتا تو ظاہر ہے اتنا دلچسپ منصوبہ میرے ہاتھ نہیں لگ سکتا تھا۔ اور اب میری تقدیر نے مجھے سنہری موقع فراہم کیا تھا تو میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔ چنانچہ بہت ہی دلچسپ اور بڑی ہی حیرت انگیز بات تھی کہ ہوریشو کے آدمیوں سے میرا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔

بالکل اتفاقیہ طور پر مجھے ہوریشو کے اس منصوبے کا علم ہو گیا تھا اور ایک بار پھر اسے زک دینے کا ایک سنہری موقع میرے ہاتھ آ گیا تھا۔

میں نے جو کچھ سنا تھا' وہ میرے لیے بڑا ہی دلکش تھا اور دل ہی دل میں ان لوگوں کو قطعی گدھا قرار

دے چکا تھا' جو آپس کی باتوں کو اتنی صفائی سے کر سکتے ہیں جو انہیں کسی قیمت پر نہیں کرنا چاہیے تھیں۔ بس انہوں نے نہ صرف ہوریشو کا نام لیا بلکہ سارا پلان ہی بتا دیا اور کوئی بھی شخص اپنے طور پر اس پلان سے واقف ہو کر بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

چند لمحات میں نے سوچا اور پھر طے کیا کہ لڑکی کو شبہ کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ وہ لوگ جا چکے تھے۔ یہ دوسری بات تھی کہ وہ کسی قریبی کیبن میں ہوں۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ میرے معاملات میں مداخلت کی کوشش نہیں کریں گے۔

مجھے گوریا نے بلایا تھا۔ میں خود وہاں نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ میں گھوم کر پھر ایک بار کیبن کے دروازے پر آ گیا اور آہستہ سے دستک دی۔

دروازہ شاید اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ کواڑ کھلے ہیں۔ تب اندر سے گوریا کی آواز سنائی دی۔

"آ جاؤ۔ اب کیا بات ہے؟" گوریا کا لہجہ سخت تھا اور میں ٹھٹک گیا۔ اور میں نے دوبارہ دستک دی۔

"میں کہتی ہوں اندر آ جاؤ" اس کی آواز پھر سنائی دی۔ گوریا کا موڈ خاصا خراب معلوم ہو رہا تھا ــــــ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"ارے' اوہ۔ تم تھے؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی پیشانی پر الجھن کی لکیریں بھی ہیں۔

"مادام گوریا کیا آپ کو کسی اور کا انتظار تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور گوریا ایک دم چونک پڑی۔ پھر بولی:

"اوہ نہیں نہیں۔ دراصل ابھی چند ساعت پہلے جہاز کے دو ملازم میرے کمرے کی صفائی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے دن میں ان سے شکایت کی تھی۔ دن میں آئے نہیں اور رات میں آ گئے۔ بڑے ہی احمق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ!" گوریا نے بات بناتے ہوئے ہوئے کہا۔ "دراصل میں سمجھی کہ یہ وہی لوگ ہیں"۔

"اوہ" میں نے گردن ہلائی "آپ یقیناً میرا انتظار کر رہی ہوں گی" میں نے سوال کیا۔

"ہاں آؤ بیٹھو" اس نے کہا اور میں اس کی اشارہ کی ہوئی نشست پر بیٹھ گیا۔

گوریا خاصی پریشان نظر آ رہی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ یہ سوچ رہی ہے کہ میرے ساتھ کیا رویہ رکھے۔ بہرحال وہ جو بھی فیصلہ کرتی' مجھے منظور تھا۔ چنانچہ میں اسے دیکھتا رہا۔

"میں بس راتوں کو دیر سے سونے کی عادی ہوں اور جب سے ...... مسٹر ایڈگر کا انتقال ہوا ہے' رات بھر مجھے نیند نہیں آتی۔ تمہیں تکلیف دینے کے سلسلے میں معافی کی خواستگار ہوں لارل!"

"کوئی بات نہیں مادام گوریا۔ بہرصورت میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہو گیا"۔

"بیٹھو۔ تمہیں نیند آ رہی ہو گی۔ کیا میں تمہیں کافی پلواؤں؟" گوریا مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے نہیں"۔

"شراب پیو گے؟" اس نے پوچھا اور میں نے اس کی جانب دیکھ کر گردن ہلا دی۔ گوریا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس نے اپنے سامان میں سے ایک بوتل اور دو گلاس نکالے' میری طرف دیکھا اور بولی:

"سوری' برف کا انتظام نہیں ہو سکتا"۔

"کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور گوریا گلاسوں میں شراب انڈیلنے لگی۔

"اس نے اپنا گلاس ایک ہی گھونٹ میں خالی کر دیا تھا۔ دراصل' وہ اپنی ذہنی گھٹن سے نجات چاہتی تھی۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت نہ سمجھتا۔ اس نے جس مقصد کے لیے بلایا تھا' اب شاید اس نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا تھا اور اپنے انداز کو اس رخ پر موڑ دیا تھا۔ شراب کے دو تین گلاس پینے کے بعد وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی:

"اور تمہارے کیا مشاغل ہیں؟"

"کچھ نہیں مادام گوریا میں بتا چکا ہوں کہ میں چھوٹا سا کاروبار کرتا ہوں اور بس"۔

"ہوں۔ اپنی منزل پر پہنچ کر کیا مجھ سے ملاقات پسند کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"اوہو۔ کیوں نہیں' اگر آپ حکم دیں گی تو ظاہر ہے' میں چند ہفتے وہاں قیام کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں تو مجھے اپنا ایڈریس دے دیں۔ میں آپ سے وہاں ملاقات کروں گا"۔

"ضرور۔ دراصل میری جو ذہنی کیفیت ہے' اس سے تم اچھی طرح واقف ہو گے لارل۔ میں اپنے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔ جو کچھ سوچتی ہوں' اس میں الجھ جاتی ہوں۔ کاش مجھے سکون مل سکے"۔

"آپ کی عمر ابھی کتنی ہے مادام گوریا۔ بلاشبہ یہ عمر تو ذہنی الجھنوں سے دور رہنے کی ہوتی ہے لیکن بدبختی' کیا کیا جا سکتا ہے؟" میں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور گوریا مجھے دیکھنے لگی۔

"تم بہت ہی دلکش آدمی ہو۔ بڑی اچھی طبیعت کے مالک۔ مجھے معاف کرنا' اگر کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف ہو جائے لیکن بس میں ذہنی طور پر سخت پریشان ہوں"۔

"میرا خیال ہے آپ کو آرام کرنا چاہیے" میں نے اسے مشورہ دیا اور وہ میری جانب دیکھنے لگی۔

اس کا مقصد یہی تھا کہ تم جاؤ تو اس کے بعد میں آرام وغیرہ کے بارے میں سوچوں۔

ویسے بھی میں اندازہ لگا چکا تھا کہ گوریا کو اپنا موڈ بدلنے میں بہت سخت مشکل پیش آ رہی ہے۔ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن پھر بھی ہوریشو جیسے خطرناک آدمی سے کسی قسم کی ٹکر لینا بھی تو کسی عام انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ یقیناً جانتی ہو گی کہ ہوریشو کے آدمی اگر اسے منع کر گئے ہیں تو اس کی حکم عدولی کرنا کتنا سخت کام ہو گا۔ اور اس کے بعد اسے کون کون سی مشکلات سے گزرنا ہو گا چنانچہ میں چند ساعت رکا اور پھر وہاں سے اٹھا۔ میں نے گوریا کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے کہا:

"اچھا مادام گوریا' پھر مجھے اجازت؟"

"ہاں ــــــ"

"کل ملاقات ہو گی؟"

"کیوں نہیں۔ ظاہر ہے ہم اس سفر کے ساتھی ہیں" اس نے کہا۔

"بالکل' ہم ملتے رہیں گے" میں نے کہا اور اس نے معذرت آمیز انداز میں میری جانب دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔

میں گردن ہلا کر باہر نکل آیا تھا ــــــ میں جس پروگرام کے تحت یہاں آیا تھا' وہ کسی اور وجہ سے

کینسل ہو جاتا تو مجھے سخت کوفت ہوتی لیکن اس کے بدلے مجھے جو کچھ ملا' وہ میرے لیے بہت دلکش اور دلچسپ تھا۔

چنانچہ میں اس کے متعلق پروگرام بناتا ہوا اپنے کیبن میں پہنچ گیا' جہاں ہراتا موجود تھا۔

جب میں گیا تھا تو ہراتا سونے کے انداز میں لیٹا ہوا تھا لیکن جب میں واپس پہنچا تو وہ جاگ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے تم جاگ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف بس سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس نیند نہیں آئی"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں چیف۔ سوچنے کے لیے بے شمار باتیں ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو سوچ اپنی مرضی کی نہیں رہتی"۔

"ہاں یہ تو ہے۔ ویسے اگر نیند نہیں آ رہی تو آؤ کچھ دیر گفتگو کریں"۔ میں نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور" ہراتا سنبھل کر بیٹھ گیا۔

میں چند ساعت سوچتا رہا پھر میں نے سرد سانس لے کر کہا "اپنی زندگی کے بارے میں میں تمہیں تھوڑا بہت بتا چکا ہوں ہراتا"۔

"ہاں چیف" ہراتا سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"ابتداء میں ایک شخص غلام سیٹھ میرا مالک تھا۔ وہی مجھے اس لائن میں لایا اور اسی نے اپنے طور پر مجھے تربیت دی۔ پھر میں اس کے گروہ کے لیے کام کرتا رہا۔ اس گروہ کے لیے میں نے طویل سفر کیا اور بہت سے کام اس کے لیے انجام دیے۔ اس دوران لوگوں سے میری دشمنی بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ انٹرپول میرے پیچھے پڑ گئی۔ بمشکل تمام میں انٹرپول سے اپنا پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہوا یعنی وہ مجھے مس کر بیٹھی۔

پھر غلام سیٹھ مارا گیا اور میں اپنے طور پر آزاد ہو بیٹھا۔ پیسے کی میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے ہراتا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں میری بے شمار دولت موجود ہے۔

لیکن بعض اوقات انسان یہ سب کچھ دولت کے لیے نہیں کرتا' ہنگامہ آرائی کے دوران میری چپقلش ایک گروہ سے ہو گئی۔ گروہ کا سربراہ مکلینو تھا۔ مکلینو کا نائب ایک سیاہ فام افریقی تھا جس کا نام ہوریشو تھا۔

یہ افریقی شخص بے پناہ خطرناک تھا۔ بڑی پراسرار قوتوں کا مالک' مکلینو سے تو میرے اختلافات دور ہو گئے لیکن ہوریشو سے البتہ میری چل گئی۔ بلاشبہ اس نے ایک طویل عرصے تک مجھے کافی نقصان پہنچایا پھر اس کے بعد میں اس کے چنگل سے آزاد ہو گیا۔ ہاں بلاشبہ میں نے اسے ایک چیلنج کیا اور وہ چیلنج یہ تھا کہ میں اسے سکون کی نیند نہیں سونے دوں گا۔ اور میں اسے اسمگلنگ کا کاروبار نہیں کرنے دوں گا۔ اور مسٹر ہراتا' اس دن سے میں ہوریشو کے راستے پر لگ گیا۔

میں نے ہر وہ کوشش کی جس سے اسے زک پہنچے۔ ابھی تھوڑے عرصے قبل کی بات ہے کہ میں نے اس کے بے شمار آدمی قتل کر کے اس کی لانچ پر قبضہ کر لیا اور اس پر جو مال لے جایا جا رہا تھا' اسے خود حاصل کر کے ایک جگہ پوشیدہ کر دیا۔ وہ مال اس وقت بھی میرے قبضے میں ہے"۔ میں نے کہا اور ہراتا

دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا:

"اوہو مسٹر لارل' لیکن کس قسم کا مال؟"

"یہی منشیات۔ میرا خیال ہے انتہائی قیمتی منشیات اس لانچ میں موجود تھیں' جو میرے ہاتھ لگیں"۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہو۔۔۔۔۔" ہراتا ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں' کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میں کیا کہوں ڈیر باس۔ بس یوں سمجھیں کہ تمہاری زندگی کے بہت سے پہلو میری زندگی سے ملتے جلتے ہیں۔ مجھے اس قسم کے کھیل بہت پسند آتے ہیں۔ لیکن بس یوں سمجھا جائے کہ مجھے نہ تو اس قسم کا موقع ملا اور نہ ہی میری طبیعت اس طرف راغب ہوئی۔ اب تم یہ سب کچھ سنا رہے ہو تو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ سب میرا اپنا ہے"۔

"اگر غور کرو ہراتا تو میرے ساتھ شامل ہو جانے کے بعد میرے اور تمہارے معاملات الگ الگ نہیں رہتے"۔

"بے شک پورے خلوص دل کے ساتھ چیف"۔

"میں نے ہوریشو کو چیلنج کیا تھا۔ ہراتا اور اپنے اس چیلنج پر آج تک کاربند ہوں۔ میں اسے بھولا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے اس انداز میں قتل کرنا چاہا تھا جیسے کسی بہت ہی کمتر انسان کو شکست دینے کی کوشش کی جائے لیکن میں اس کے حلق کی ہڈی بن گیا ہوں۔ میں وہ کانٹا ہوں جسے وہ نہ تو نگل سکتا ہے اور نہ اگل سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے وہ زندگی بھر اپنے اس نقصان کو نہیں بھول سکے گا جو اس نے میری شکل میں کیا ہے۔ لیکن یہ میرا عہد ہے کہ میں اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی نہیں"۔

"چھوڑنا چاہیے بھی نہیں باس۔ جس سے ٹھن جائے تو پھر اسے پورا ہونا ہی چاہیے۔ یا تو وہ منظر عام پر رہے' یا خود۔۔۔۔۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"چنانچہ ہراتا یہ قطعی اتفاق ہے کہ اس جہاز پر میری مڈبھیڑ پھر اس کے آدمیوں سے ہو گئی ہے"۔

"کیا؟" ہراتا خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں ہراتا"

"اوہ!" ہراتا خوشی سے بے تاب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے کوئی بچہ اپنی پسند کا کھیل دیکھنے کا شائق ہو اور وہ کھیل اس کے سامنے ہو رہا ہو۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا باس؟"

"وہ لڑکی جس سے کل میری ملاقات ہوئی تھی' اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ بہت حیرت انگیز بات ہے کیا اس لڑکی نے تمہیں بتایا ہے؟"

"نہیں ہراتا۔ ایسی باتیں کون کسی کو بتاتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اس گروہ میں ہے اور اس گروہ کے لیے کام کر رہی ہے اور اس گروہ کے ایک خوبصورت پلان کے تحت اس جہاز میں سفر کر رہی ہے"۔

"وہ لڑکی باس' وہ جو سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی؟"

"ہاں ہراتا"۔

"لیکن وہ تو...... وہ تو کوئی بیوہ ہے جو اپنے شوہر کی لاش لیے جا رہی ہے"۔ ہراتا نے کہا۔
"ہاں ان لوگوں کا یہی ڈرامہ ہے"۔
"کیا مطلب؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔
"لاش کے اندر ہیرے بھرے ہوئے ہیں" میں نے جواب دیا اور ہراتا کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔

چند ساعت تک وہ کچھ نہ بول سکا۔ میں خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر ہراتا کی آواز گونجی:
"اور تم نے یہ سب کچھ معلوم کر لیا؟"
"ہاں ہراتا"
"اور لڑکی نے نہیں بتایا"۔
"نہیں!"
"مگر کیسے؟"
"بس ہراتا' بعض اوقات چالاک ترین لوگ بھی ایسی احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں جن کا کسی بچے سے بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ لڑکی کو مجھ سے ملاقات کے لیے روک رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کسی طور بھی یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اجنبی لوگوں سے راہ و رسم پیدا کرے۔ یہ راہ و رسم اس کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے اور اس گفتگو کے دوران وہ ساری باتیں خود بخود دہرا گئے اور میں حرکت میں برکت کے مقولے کا قائل ہو گیا"۔
"اس کا مطلب ہے کہ حالات نے تمہاری مدد کی مسٹر لارل!"
"ہاں۔ یہی سوچا جا سکتا ہے لیکن ہراتا' ہوریشو کے کسی پروگرام کے اس طرح ہمارے علم میں آ جانا ایک نیک فال ہے اور ان حالات کے بعد کیا تم پسند کرو گے کہ وہ لوگ اتنی آسانی سے اپنا کام کر لیں؟"
"ہرگز نہیں مسٹر لارل!" ہراتا مسکرا کر بولا۔
"بس تو ہمیں پھر ایک کام کرنا ہے"
"میں تیار ہوں مسٹر لارل" ہراتا پر جوش انداز میں بولا۔
میں نے محسوس کیا تھا کہ مجھ سے زیادہ تو وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر میں نے پوچھا "کیوں ہراتا ہمیں کام کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے؟"
"اوہ مسٹر لارل!" میرا خیال ہے اس سلسلے میں بہتر آپ ہی سوچ سکتے ہیں۔ میں ان لائنوں میں سوچ کا ماہر نہیں ہوں"۔
"وہ لاش سرد خانے میں موجود ہے جس میں ہیرے بھرے ہوئے ہیں"۔
"لوہو' بہت خوب۔ تب پھر میرا خیال ہے ہمیں پہلے لاش کا جائزہ لینا چاہیے" ہراتا نے کہا۔
"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔ میں نے کہا۔
"جہاز کے سرد خانے کے بارے میں آپ کو کچھ معلومات حاصل ہیں مسٹر لارل؟"

"معلومات تو نہیں ہراتا لیکن میرا خیال ہے معلوم کیا جا سکتا ہے اور یہ کام ہمیں آج ہی کرنا ہے"۔
"ابھی؟"
"ہاں ابھی اس وقت!"
"تو پھر چلو چیف۔ دیر کس بات کی ہے" ہراتا خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔
"آؤ۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سرد خانے کے بارے میں تفصیلات کس سے معلوم ہوں گی؟" میں نے کہا۔

"ارے معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے چیف۔ ہم خود ہی معلوم کر لیں گے۔ ظاہر ہے یہ کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جسے تلاش کرنا مشکل ہو۔ ہم جہاز کے مختلف حصے دیکھیں گے۔ کہیں نہ کہیں سرد خانہ نظر آ ہی جائے گا اور اگر ضرورت پڑی تو کسی سے پوچھ لیں گے۔ اول میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں ضرورت ہی نہیں پڑے گی"۔
"چلو ٹھیک ہے" میں نے ہراتا کی بات سے اتفاق کیا۔
"ظاہر ہے کسی سے پوچھنا مشکل بھی تھا۔ سو ہم دونوں باہر نکل آئے۔ تقریباً" جہاز کے تمام مسافر سونے کے لیے لیٹ گئے تھے لیکن کسی پر کوئی خاص پابندی تو تھی نہیں۔ اگر کوئی مسافر کہیں نظر آ جاتا تو اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ اس پر کوئی خاص قسم کا شبہ نہ ہو جائے۔
چنانچہ میں نے اور ہراتا نے مل کر ایک چھوٹی سی اسکیم بنائی اور ہم باہر نکل آئے۔ ہم شرابیوں کے سے انداز میں جھومتے ہوئے چل رہے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ جہاز کے دوسرے عملے یا مسافروں کی نگاہ میں نہ آئیں۔
چنانچہ اس طرح ہم نہ جانے کہاں کہاں گھومتے پھرے۔ رات آدھی ہو چکی تھی۔ اس وقت تقریباً" تین یا چار بجے کا وقت تھا۔ ہم دونوں جہاز کے مختلف حصوں میں گھومتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے' جہاں ایک دروازے پر سرد خانہ لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔
"اوہو۔ اس کا مقصد ہے کہ مردہ گھر یہیں کہیں ہو گا" میں نے ہراتا سے کہا۔ ہراتا پر خیال انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔
"ہاں چیف یقیناً"
"یہاں کوئی منتظم یا محافظ وغیرہ نہیں ہے" میں نے کہا۔
"ہاں چیف۔ دراصل سرد خانے کی حفاظت کا کوئی اتنا زبردست بندوبست تو نہیں کیا جاتا ہو گا۔ چنانچہ آؤ" ہراتا نے کہا۔
اور ہم دونوں ادھر ادھر دیکھ کر سرد خانہ کے اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ بند تھا لیکن مقفل نہیں تھا۔
اور اس میں بھی وہی خیال کار فرما تھا۔ ظاہر ہے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے چرا لیا جاتا۔ چنانچہ پہلے میں نے ادھر ادھر دیکھا' پھر ہراتا نے اس کے بعد ہم سرد خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔
اندر ایک چھوٹا سا مدھم بلب جل رہا تھا۔ سرد خانہ بہت بڑا نہیں تھا۔ ویسے ظاہر تھا کہ یہ لاشیں وغیرہ لے جانے کے لیے ہی کام آتا تھا اور اس کے دوسرے حصے میں سرد خانے سے دوسرے کام لیے جاتے تھے۔

پورے سرد خانے میں صرف ایک ہی لاش رکھی ہوئی تھی اور یہ لاش بھی ایک خوبصورت تابوت میں بند تھی۔

چنانچہ ہم نے دروازہ اندر سے بند کرلیا اور لاش کے نزدیک پہنچ گئے۔ لاش سے ہلکا سا تعفن اٹھ رہا تھا لیکن غالباً" اسے اس طرح محفوظ کر دیا گیا تھا کہ تعفن باہر نہ نکلنے پائے۔

ہم نے تابوت کے قریب پہنچ کر تابوت کا ڈھکنا کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کے ڈھکنے میں تالا پڑا ہوا تھا۔

"تالا لگا ہوا ہے" میں نے ہراتا کی طرف دیکھ کر کہا اور ہراتا ٹھوڑی کھجانے لگا۔

پھر اس نے اپنے لباس سے ایک قلم نکالا۔ قلم نکالنے کے بعد اس نے پین کا اوپر کا کلپ دبایا اور قلم کے نچلے سرے سے ایک چھوٹی سی نوک باہر نکل آئی۔ میں بڑی دلچسپی سے ہراتا کا یہ کام دیکھ رہا تھا۔

ہراتا نے نوک تالے مین ڈالی اور پھر ہلکی سی کلچ کے ساتھ تالا کھل گیا۔ "اوہ ہراتا۔ تم تو اس کام کے بھی ماہر معلوم ہوتے ہو" میں نے کہا۔

"نہیں چیف ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس یہ اتفاق سے میرے پاس رہ گیا تھا۔ کہیں پڑا ہوا ملا تھا۔ مجھے پسند آیا۔ چنانچہ میں نے اسے رکھ لیا۔ بظاہر یہ قلم ہے لیکن اس میں یہ نوک بھی ہے۔ نجانے اس کا مقصد کیا ہے لیکن دراصل میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اسی مقصد کے لیے تھی" ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تالا کھول کر ہم نے تابوت کا ڈھکن کھولا اور سرد خانے میں لاش کی بدبو پھیلنے لگی۔ اسے زیادہ احتیاط سے محفوظ نہیں کیا گیا تھا۔ غالباً" اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ان لوگوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا۔

یعنی لاش میں اتنا تعفن پیدا ہو جائے کہ کسٹمز کے افسران اور دوسرے لوگ اس کی جانب بہت زیادہ توجہ نہ دیں اور جلد از جلد نکالنے کی کوشش کریں تاکہ لاش بالکل ہی خراب نہ ہو جائے۔

"یہ ایک نفسیاتی گر تھا۔ ممکن ہے اسی انداز میں سوچا گیا ہو۔ ہوریشو جیسے آدمی سے اس بات کی توقع کی جاسکتی تھی------ ہم نے لاش کا چہرہ دیکھا۔

لاش ایک سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ البتہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اس کا باقی بدن کفن میں لپٹا ہوا تھا۔

ہم نے لاش کا باقی بدن کھول کر دیکھا اور کافی مشکل کے بعد وہ لکیریں تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے جسے شاید پلاسٹک میک اپ سے برابر کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان لکیروں کو چیر کر اندر ہیرے بھرے گئے تھے------ اس سے زیادہ تو اس وقت دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔

ہم نے اس لاش کا جائزہ لے لیا۔ تابوت کھول کر دیکھ لیا اور اس کے بعد میں نے اور ہراتا نے تابوت کو بند کر دیا۔ ہراتا نے تالا دبا کر بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہم دونوں خاموشی سے سرد خانے سے باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ اپنے کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہراتا کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے عجیب و غریب انداز میں میری جانب دیکھا اور بولا:

"مسٹر لارل! دراصل میں ان چیزوں سے قطعی طور پر ناواقف ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ انسان دولت کے حصول کے لیے ایسی حرکتیں بھی کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے کس طرح اسمگلنگ کا پروگرام بنایا ہے۔ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ یہ لاش انہیں کہاں سے حاصل ہوئی؟"

"ممکن ہے کسی کو قتل کیا گیا ہو' اور یہ بھی ممکن ہے کہ لاش کو ہسپتال سے حاصل کیا گیا ہو۔ ویسے میں نے جس شخص کا نام لیا تھا' ہراتا' یعنی وہ شخص ہوریشو' وہ بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اس شخص کے کارنامے دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ اس کی سنگدلی کا کوئی جواب نہیں ہے۔ چالاکی میں بے مثال اور طاقت میں منفرد------ البتہ بڑی ٹھنڈی طبیعت کا مالک ہے------ بہت ساری خوبیوں کا مالک' بڑا ہی عجیب اور طاقتور۔ چنانچہ اس نے جو کچھ کیا' وہ قطعی تعجب خیز نہیں ہے۔ لاش کہیں سے بھی حاصل کی گئی ہو' بلاشبہ ہیرے اسمگل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اب اصل مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے بعد کیا کرنا ہے"۔

"ہاں چیف' ویسے میں اس سلسلے میں بالکل کورا ہوں۔ البتہ تم میرے سپرد جو کام کرو گے' میں اسے مکمل طور پر انجام دوں گا اور بخوشی انجام دوں گا۔ تم یقین کرو چیف میں ان معاملات میں بہت اچھی سوچ نہیں رکھتا" ہراتا نے جواب دیا۔

اور میں پر خیال انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "بہتر ہراتا------ ابھی اس سفر کا کچھ حصہ باقی ہے۔ میرا خیال ہے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہم اس بارے میں فیصلہ کر لیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہوریشو کو ناکوں چنے چبوا دیے جائیں۔ میں چاہتا ہوں یہ لاش جس میں ہیرے بھرے ہوئے ہیں' کسی بھی طور ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگنی چاہیے۔ اس کے سلسلے میں کچھ ہونا ہی چاہیے"۔

جیسا بھی مناسب سمجھیں چیف" ہراتا نے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ رات گزر جانے کی وجہ سے ہراتا کی گفتگو کچھ اکھڑی اکھڑی سی ہے۔ وہ سو جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے اس کا موقع دیا اور خود ہی ہراتا سے کہا "ہراتا اگر تم چاہو تو سو جاؤ۔ کیونکہ میں سونا چاہتا ہوں"۔

"جو چیف کی مرضی" ہراتا نے کہا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں خود بھی اپنے بستر پر آلیٹا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا' وہ میری توقع سے بہت بڑھ کر ہوا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اب ہوریشو سے ایک اور جھڑپ کا خوبصورت موقع ملا ہے لیکن کیا کرنا چاہیے۔

میرا خیال ہے' صبح تک مجھے نیند نہیں آئی۔ ہراتا اپنے بستر پر گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔

پھر صبح تک میں نے اس سلسلے میں ایک خوبصورت پلان ترتیب دے لیا تھا اور رات کی تھکن کا کوئی احساس یا اثر میرے ذہن یا میرے اعصاب پر نہیں تھا۔ صرف اس لیے کہ میں اپنے پلان سے بہت زیادہ مطمئن تھا۔

دن کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ ہراتا سے اس موضوع پر چند باتیں بھی ہوئیں۔ لیکن میں نے اسے کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی۔ اس کے علاوہ دن میں گوریا بھی نظر نہیں آئی۔ شاید وہ اپنے کیبن ہی میں بند رہی تھی۔ البتہ اس کے آدمیوں کو میں نے ضرور دیکھا تھا۔ ان میں سے کچھ مجھ پر نگران تھے لیکن پھر بھی میں نے اس قسم کا کوئی اظہار نہیں کیا کہ میں ان سے واقف بھی ہوں۔ گوریا کا دوسرا معاملہ

تھا۔

"شام کو تقریباً" چھ بجے میں نے گوریا کو عرشے پر دیکھا۔ وہ تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس سے تھوڑا فاصلے پر پہنچ گیا۔

گوریا نے میری طرف دیکھا مگر، خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نہ ہوئی۔ جب ایسی صورت حال ہی تو مجھے کیا پڑی تھی کہ میں اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا۔ ویسے بھی میں اپنے آپ کو غیر متعلق آدمی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اور انہیں کسی شبہ کا موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اسے نظر انداز کیا۔

پھر رات ہوگئی۔ میں اور ہراتا آرام سے اپنے بستر پر سوگئے۔ پچھلی رات میں پوری شب جاگتا رہا تھا اس لیے جلد ہی نیند آگئی اور ساری رات میں گہری نیند سویا۔ دوسری صبح ہمارے سفر کی منزل کا اختتام تھی اور ہماری منزل قریب آگئی تھی۔

دور ہی سے بہت سے لوگ ساحل کو دیکھ رہے تھے۔ میں اور ہراتا بھی ان میں شامل ہوگئے۔ ہمیں پھرتی سے اپنا کام انجام دینا تھا۔ چنانچہ میں اس کے لیے سوچنے لگا۔

جہاز کی رفتار اب کم ہوگئی تھی۔ وہ ساحل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ایک چھوٹی بوٹ جہاز سے اتر کر ساحل کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔ غالباً" ضروری معاملات طے کرنے کے لیے۔ اور پھر جہاز کو تھوڑی دیر کے بعد برتھ مل گئی۔ جہاز برتھ سے جالگا۔ مسافر نیچے اترنے لگے۔

چھوٹی کشتیاں انہیں لے کر ساحل پر جارہی تھیں اور پھر انہوں نے تمام مسافروں کو ساحل کے اس حصے کی جانب منتقل کر دیا جہاں کسٹم کی ضروریات سے فارغ ہو کر تمام مسافر باہر جاسکتے تھے۔ ہمارا مختصر سا سامان بھی کسٹم کی نذر ہوگیا اور ہم اس کی چیکنگ کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں اچھا خاصا وقت لگنے کا امکان تھا چنانچہ ہم ایک اسٹال پر جاکر چائے پینے لگے اور یہیں سے میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پبلک بوتھ موجود تھا۔ میں وہاں پہنچ گیا۔ یہاں پر ٹیلی فون ڈائریکٹری بھی موجود تھی۔ میں چائے پینے کے بعد کال بوتھ کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ ہراتا وہیں کھڑا رہا تھا۔ وہ میری کاروائیاں دیکھ رہا تھا۔

ٹیلیفون بوتھ پر پہنچ کر میں نے ڈائریکٹری اٹھائی اور کسٹم کے فون نمبر تلاش کرنے لگا۔ یہ نمبر خصوصی نمبروں میں شامل تھا۔ چنانچہ میں نے کسٹم کے ایک بڑے افسر کا نمبر تلاش کیا اور اسے ذہن نشین کر لیا۔ پھر میں نے ٹیلی فون پر وہ نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگالیا۔

"لیس" چند ساعت کے بعد آواز سنائی دی۔

"مسٹر اولیانو سے بات کرنی ہے"۔

"ایک منٹ جناب ہولڈ کریں" ریسپشنسٹ کی آواز ابھری اور چند ساعت کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"اولیانو اسپیکنگ"

"مسٹر اولیانو آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے نزدیک میں ایک مسافر بول رہا ہوں۔ میں نے اس جہاز سے سفر کیا ہے جو ابھی آکر لگا ہے اور جس کے مسافر آپ کے ڈیپارٹمنٹ سے چیکنگ کرا رہے ہیں۔ میں آپ کو اسمگلنگ کے سلسلے میں ایک خصوصی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ فوری طور پر

کاروائی کریں اور اس سلسلے میں کوئی بہتر قدم اٹھائیں۔ دوسری صورت میں آپ نے یا آپ کے عملے نے لاپرواہی کا ثبوت دیا اور میری ان معلومات سے فائدہ نہ اٹھایا تو میں صرف آپ کو ایک وارننگ دینا چاہتا ہوں کہ میرا تعلق اخبارات سے ہے اور میں اس سلسلے کی تمام تفصیلات اخبارات میں چھپوا دوں گا اور آپ کو بلاوجہ پریشانی اٹھانی پڑے گی"۔

"اوہ آپ کون صاحب ہیں؟ براہ مہربانی اپنا نام بتائیں"۔

"میں اپنا نام بتانا مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے بعد مجھے خود بھی الجھنوں کا شکار ہونا پڑے گا"۔

"تب آپ پھر وہ اطلاع دیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں' ظاہر ہے ہم آپ سے بھرپور تعاون کریں گے کیونکہ یہ تو آپ نے...... ہمارے ہی فائدہ کی بات بتائی ہے اور ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گے اگر کسی سلسلے میں آپ ہماری رہنمائی کریں گے"۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ جہاز پر چند ایسے افراد سفر کر رہے تھے جن کا تعلق اسمگلنگ کے ایک زبردست گروہ سے ہے۔ یہ گروہ مسٹر ہوریشو کا گروہ کہلاتا ہے۔ اور اس کے ارکان دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں اس گروہ کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا لیکن جہاز پر سفر کرنے والے افراد کئی ہیں۔ ان میں ایک لڑکی بھی ہے جو مسز ایڈگر کے نام سے سفر کر رہی ہے۔ اور سیاہ ماتمی لباس میں ملبوس یہ لڑکی اپنے شوہر ایڈگر کی لاش لے کر واپس آئی ہے۔ لیکن اس لاش کے اندر ہیرے بھرے ہوئے ہیں"۔

"کیا؟" کسٹم آفیسر کی آواز میں شدید حیرت تھی"۔

"جی ہاں۔ لاش کے جسم پر آپ کو ایسے نشانات نظر آجائیں گے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لاش کو چیرا گیا ہے۔ اگر آپ اسے کھول کر دیکھیں گے تو اس کے اندر آپ کو ہیرے ملیں گے"۔

"کیا...... کیا تم درست کہہ رہے ہو؟"

"جی ہاں بالکل درست!"

"اور اگر کوئی شبہ والی بات ہوئی تو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ یقین کریں۔ ہاں اگر آپ اس میں شبہ پائیں تو میں یقین نہیں دلا سکتا...... پھر بھی بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے طور پر ایک رسک لے لیں۔ میرا خیال ہے آپ کو ناکامی نہیں ہوگی"۔

"پلیز مسٹر' براہ کرم آپ جو مجھ سے اتنا تعاون کر رہے ہیں تو تھوڑا سا تعاون اور کریں"۔

"جی فرمائیے" میں نے کہا۔

"آپ مجھ سے براہ راست مل لیں۔ کیا آپ یہیں کہیں موجود ہیں؟"

"جی ہاں میں موجود ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر براہ مہربانی میں آپ کو تکلیف دوں گا......"

"مجھے افسوس ہے جناب۔ میں مجبور ہوں لیکن میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"پلیز میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو کسی قسم کی الجھن میں پھنسنے نہ دوں گا۔ آپ نے مجھے اتنی قیمتی اطلاع دی ہے۔ اگر آپ......"

"جی نہیں۔ اب میں ٹیلیفون کے نزدیک بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ میں آپ کی طاقت سے بخوبی واقف ہوں۔ لیکن میں کسی صورت اس چکر میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا خدا حافظ!" میں نے کہا اور فون بند کر کے تیزی سے پلٹ آیا تاکہ اگر کوئی مجھے دیکھنے کی کوشش کرے تو میں اسے مل نہ سکوں"۔

"میں ہراتا کے پاس آیا۔ وہ بھی میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔

"کیا ہوا چیف، کام ہو گیا؟"

"ہاں"۔

"کوئی پروگرام بنایا تم نے؟"

"ہاں ہراتا۔ بس تم تماشہ دیکھتے رہو۔ ویسے ہمیں کچھ کام کرنا ہوگا"۔

"کیا آپ ہراتا کو اس سے واقف کرانا ضروری نہیں سمجھیں گے؟"

"کیوں نہیں ہراتا۔ ویسے میں نے کسٹم آفیسر کو اس لاش کی اطلاع دے دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ چند ساعت کے بعد تم ڈرامہ دیکھ لو گے"

"خوب-----" ہراتا نے گردن ہلائی۔ پھر آہستہ سے بولا "لیکن اس طرح یہ لاش کسٹم کے قبضہ میں چلی جائے گی"۔

"ہاں فی الوقت لیکن اس کے بعد......"

"اس کے بعد کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اوہ میرا خیال ہے وہ دیکھو تلاش شروع ہو گئی" میں نے ہراتا کو ایک جانب متوجہ کیا۔ کسٹم کے کئی پولیس افسران اور دوسرے آدمی اس دوشیزہ کی جانب جا رہے تھے جس نے ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اور افسردہ سی کھڑی تھی۔

گوریا سچ مچ ایک اچھی اداکارہ تھی۔ اس کے چہرے پر جو غم کے آثار دکھائی دے رہے تھے، وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ واقعی ایسی بیوہ ہے جو حال ہی میں اپنے شوہر سے بچھڑ گئی ہو۔ غم و اندوہ اس کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ اور سیاہ ماتمی لباس میں اس کی شخصیت اور ماتمی نظر آ رہی تھی۔ اس کے گرد چند افراد کھڑے تھے اور وہ اس کے وہی ساتھی تھے جو اس کے ساتھ آئے تھے۔

کسٹم افسر اور دوسرے لوگوں نے غالباً اسے تاک لیا تھا۔ شاید وہ اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا۔ وہ سب بھونچکا رہ گئے تھے۔

"واہ بڑی دلچسپ سچویشن ہے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا شانہ دبایا۔

"بھونچکا کھڑے ہوئے لوگ اب کسٹم افسر سے کچھ باتیں کر رہے تھے اور پھر وہ سب کسٹم کے افسران کے گھیرے میں ایک مخصوص حصے کی جانب بڑھنے لگے-----

میں نے اندازہ لگایا تھا کہ کسٹم آفیسر انہیں اپنے آفس میں لے جا رہا تھا۔ لیکن خطرناک لوگ تھے، نہ جانے کیا ہو----- اور پھر میں اور ہراتا بھی ان کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔

بہت جلدی تو تھی نہیں۔ ہمارا سامان بھی بہت پیچھے تھا اور ظاہر ہے کہ سامان کی چیکنگ ہونے کے بعد ہی ہمیں یہاں سے نکلنا تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ کچھ دوسرے افراد وہ تابوت اٹھا کر کسٹم کے اس حصے کی طرف لے جا رہے ہیں جہاں آفیسرز کے دفاتر تھے۔

اور میں نے سوچا کہ کام بن گیا۔ ہراتا بھی اس تمام کاروائی کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا:

"چیف، کاش ہم اندر کے مناظر بھی دیکھ سکتے"۔

"ہاں ہراتا، یہ ممکن نہیں ہے" میں نے کہا لیکن پھر بھی ہم ان دفاتر سے زیادہ دور نہیں تھے۔ یہاں اور بھی لوگ تھے۔ ہم بھی ان میں شامل ہو گئے۔ کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں تھا، اور نہ ہی کوئی جان سکا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ بس خاموشی تھی اور سب لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

تقریباً بیس منٹ اسی انداز میں گزرے۔ اندر کسٹم افسران اور ان لوگوں میں نہ جانے کیا گفتگو ہوئی۔ اس کے بارے میں ہمیں پتہ نہ تھا۔

میں نے چند لمحات کے لیے کچھ سوچا۔ اب ہمارا سامان بھی چیکنگ کے لیے آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں یہاں سے نکلنا بھی تھا۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کی کاروائی مکمل طور پر دیکھ لی جائے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ سارا سامان رکھوانے کے بعد بھی کچھ دیر یہاں ٹھہروں گا لیکن اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ کیونکہ اچانک ہی فائرنگ کی زبردست آواز گونجی تھی۔ گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ باہر موجود دوسرے لوگ بھی اچھل پڑے تھے۔ اسی وقت دروازہ بڑی قوت کے ساتھ کھلا اور مجھے وہ تمام لوگ نظر آئے جو کسٹم افسران کی قید میں تھے اور جو بری طرح فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ باہر بھی بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

کسٹم افسران بھی تیزی سے پیچھے نکلے تھے۔ گو ان کے ہاتھوں میں بھی پستول تھے لیکن وہ اندھا دھند فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کافی لوگ موجود تھے۔

البتہ بھاگنے والے کافی زبردست فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ان کی فائرنگ ہوائی نہ تھی بلکہ بہت سارے لوگ ان کی فائرنگ سے زخمی بھی ہوئے تھے۔ وہ باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ہراتا کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"چیف، چیف!" وہ پر جوش انداز میں بولا لیکن میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں ہراتا۔ بس اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں ہے۔ ہم اپنے آپ کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے" میں نے سرد لہجے میں کہا اور ہراتا رک گیا۔

کسٹم افسران اور دوسرے تمام لوگ بری طرح دوڑ رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ اندر وہ دفتر خالی ہو گیا ہے جہاں فائرنگ کی گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر ہراتا کو اشارہ کرتے ہوئے بولا:

"آؤ ہراتا"۔

دوسرے لوگ باہر کی جانب بھاگ رہے تھے تاکہ ان لوگوں کا حشر دیکھ سکیں جو عام لوگوں کو زخمی کر کے بھاگے تھے۔ اندر چیخ و پکار مچ رہی تھی۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی لیکن میں اور ہراتا کسٹم کے

اس آفس میں داخل ہو گئے جہاں تابوت لے جایا گیا تھا۔

تب میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کئی آدمی یہاں فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے اور یہ سب کسٹم کے محافظ تھے۔ لاش کھلی پڑی تھی جس میں ہیروں کو لایا گیا تھا۔ تعفن پھیل رہا تھا اور اس کے پیٹ سے ہیرے باہر نکلے پڑے تھے۔ کافی بڑے بڑے اور قیمتی ہیرے جن کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔

میں نے ہراتا کی جانب دیکھا اور ہراتا نے میری طرف۔ تب میں نے کہا "ہراتا دروازہ بند کر لو" اور ہراتا نے بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تب میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر میں نے ایک بڑا بیگ دیکھا اور دوسرے لمحے میں اور ہراتا اس بیگ کو ہیروں سے بھر رہے تھے۔ کچھ بھی ہو' ہماری کوئی بھی پوزیشن ہو' اس کی پرواہ نہیں تھی۔ اب جس کام کے لیے قدم اٹھا لیا تھا' اسے تو انجام دینا ہی تھا۔ چنانچہ ہم نے نہایت پھرتی سے انسانی پیٹ میں پڑے ہوئے ہیرے نکال کر بیگ میں بھرنا شروع کر دیے اور پھر جس قدر ہیرے اس میں بھرے جا سکتے تھے' ہم نے بھر لیے اور بیگ کو مضبوطی سے باندھ لیا۔

مسئلہ صرف باہر نکلنے کا تھا۔ حالانکہ اندر بھی تین چار کسٹم افسران موجود تھے لیکن وہ سب زخمی تھے اور نیم بے ہوش۔ وہ ہماری کیفیات و حرکات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس وقت ہمارے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ باہر مسلسل شور و غل ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے بیگ ہراتا کے ہاتھ میں دیا اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔

اسے خوش بختی ہی کہا جا سکتا ہے کہ لوگ ابھی تک اپنی اپنی مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ کسی نے کسٹم ہاؤس کی اس عمارت کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

باہر کی افراتفری دیکھنے کے قابل تھی۔ بہت سارے افراد کو پولیس اٹھا اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال رہی تھی۔ شاید انہیں فرسٹ ایڈ...... کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔

ہم نے سامان اٹھایا جس پر Checked کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ اس طرح ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی اور ہم کسٹم ہاؤس سے باہر کھلے علاقے میں نکل آئے۔ یہاں اور کوئی چیکنگ نہیں تھی۔ ہمارے ہاتھ غلاظت میں لتھڑے ہوئے تھے۔ مگر بہرحال اس وقت ہم ان تمام باتوں کو نظرانداز کیے ہوئے تھے۔ بیگ ہراتا کے پاس تھا اور اس کا چہرہ بالکل پرسکون نظر آ رہا تھا۔ واقعی آہنی اعصاب کا مالک تھا یہ بھی------ اور میں اس سے پوری طرح مطمئن تھا۔

"ہراتا" میں نے مضبوط لہجے میں پکارا۔

"یس چیف!"

"میرا خیال ہے کوئی ٹیکسی روکو"

"او کے چیف" ہراتا نے جواب دیا اور پھر وہ ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ چند ساعت کے بعد ایک ٹیکسی ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اور ہم لوگ اپنے مختصر سامان سمیت ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

ٹیکسی چل پڑی۔ ہم نے اسے مخصوص علاقے کا نام بتا دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم اتر گئے اور ہم نے

سکون کی گہری سانسیں لیں۔

ہراتا بیگ لیے میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس بیگ میں غالباً" لاکھوں روپے کی مالیت کے ہیرے تھے لیکن اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا...... ابھی تک ان ہیروں کے بارے میں کوئی سوچ ذہن میں نہیں تھی کہ اس کی مالیت کیا ہے اور اس سے ہمیں کتنا مالی منافع ہو گا۔ ہم لوگ دور تک پیدل چلتے رہے پھر ایک اور جگہ سے ہم نے دوسری ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کسی عمدہ ہوٹل میں چلنے کے لیے کہا۔

"میرا خیال ہے جناب' اگر آپ کہیں باہر سے آئے ہیں تو پھر برونو میں قیام کریں" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"ہم مقامی لوگ ہیں لیکن برونو...... چلو ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

چند ساعت کے بعد ہم خوبصورت ہوٹل برونو کی پارکنگ میں کھڑے ہوئے تھے۔ تب چند ملازمین نے ہمارا سامان ہاتھوں میں لیا اور ہم چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم برونو کی تیسری منزل کے ایک خوبصورت کمرے میں تھے۔

ہراتا اور میں سب سے پہلے باتھ روم میں گئے۔ ہم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کے بعد باہر نکل آئے۔ تب ہراتا نے کہا:

"چیف! میں تمہیں دنیا کا خطرناک ترین آدمی سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا"۔

"کیوں ہراتا؟"

"چیف معمولی بات نہیں تھی۔ میں کہتا ہوں معمولی بات نہیں تھی۔ اس وقت جب کسٹم میں تمام افراد خوفناک ترین بحران میں مبتلا تھے' اور اگر ہم اس کمرے میں دیکھ لیے جاتے یا یہ حرکت کرتے پکڑے جاتے تو یقینی طور پر ہماری زندگی محال تھی لیکن تم نے جس دلیری اور جس مہارت سے کام دکھایا' میں اس کی داد نہیں دے سکتا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں تمہاری تعریف کر سکوں" ہراتا نے کہا۔

"اوہو ہراتا' تم بھی تو میرے بھرپور معاون تھے"۔

"چیف یقین کرو تمہارے ساتھ رہ کر مجھ میں یہ ہمت پیدا ہوئی تھی' ورنہ میں تو کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"چلو نہ کہو' لیکن کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو اور ہاں ہراتا ہم برونو میں نہیں ٹھہریں گے"۔

"میں نہیں سمجھا چیف------؟"

"فوری طور پر یہاں سے نکل کر کسی دوسرے ہوٹل میں بندوبست کیا جائے۔ میں کوئی بھی اس قسم کا کام نہیں کرنا چاہتا جس سے کوئی...... ہماری جانب متوجہ ہو"۔

"ٹھیک ہے چیف۔ حالانکہ ہم راستے بدل کر آئے ہیں۔ ایک ٹیکسی بھی ہمیں لے کر یہاں نہیں آئی۔ پھر------؟"

"ہاں اس کے باوجود"۔

"کیوں چیف؟"

"ٹیکسی ڈرائیور نے کچھ جملے کہے تھے۔ تمہیں یاد ہے؟"

"کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اگر آپ غیر ملکی ہیں تو برونو میں قیام کریں۔ میرا خیال ہے کہ کبھی کسی طور ہماری نشاندہی کی جائے تو ٹیکسی ڈرائیور ہمارے بارے میں سوچ سکتا ہے اور یہ سوچ آگے تک پہنچ سکتی ہے"۔

"اوہ۔ یقیناً۔ تب پھر؟"

"بس ٹھیک ہے' پہلے کافی منگواؤ۔ کافی پئیں گے۔ اس کے بعد یہاں سے چل پڑیں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہونے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوگی" میں نے کہا اور ہراتا نے گردن ہلادی۔

ہم نے گھنٹی بجا کر ویٹر کو بلایا اور پھر کافی طلب کی۔ گرم کافی کی دو دو پیالیاں پینے کے بعد میں اور ہراتا پوری طرح چاق و چوبند ہوگئے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم اپنا سامان وہیں چھوڑ کر صرف بیگ لیکر وہاں سے نکل آئے اور کافی دور تک پیدل چلتے رہے۔

پھر ہم نے ایک اور ہوٹل میڈیلینو میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل بھی اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں سے تھا اور اس کے کمرے برونو کے کمروں سے کشادہ تھے۔ چنانچہ ہم ایک کمرے میں مقیم ہوگئے۔ سامان ہمارا برونو ہی میں تھا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے ہراتا سے کہا کہ وہ برونو جا کر اپنا سامان لے آئے' اور ہراتا ٹیکسی لے کر روانہ ہوگیا۔

ہیروں کا عظیم الشان ذخیرہ میرے پاس تھا۔ ہراتا جس وقت دوبارہ ہوٹل میں داخل ہوا اس وقت تک میں ہیروں کو تعفن سے صاف کر چکا تھا۔

ہیرے صاف ستھرے ہوگئے۔ اس کے بعد میں نے وہ بیگ بھی بدل یا جس بیگ میں ہم ہیرے لائے تھے۔ اسے بھی ضائع کرنا ضروری تھا۔

☆ ☆ ☆

اب میں نے اس لاش کے بارے میں سوچا جس میں ہیرے بھرے ہوئے تھے۔ لاش کا بدن اندر سے پوری طرح خالی کر لیا گیا تھا اور اس سلسلے میں یقیناً ان لوگوں نے زبردست کاروائی کی تھی۔ لیکن کسٹم والوں نے بھی اسے نہ چھوڑا' وہیں پر اسے چیر دیا گیا۔ ظاہر ہے ان لوگوں کے خلاف جرم ثابت کرنے کے لیے یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اب ہوریشو کی تلاش بڑے زور و شور سے جاری ہو جائے گی۔ اگر کسٹم آفیسر کو ہوریشو کے نام سے متاثر ہونا ہوتا تو وہ ہو چکا ہوتا اور اس قسم کی کوئی کارروائی نہ کرتا۔ اس کا مقصد تھا کہ ہوریشو کا اثر اس حصے میں کچھ لوگوں پر نہیں تھا۔ چنانچہ اسے ضرور تلاش کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس کے بعد یہ الزام بھی انہی لوگوں پر آئے کہ وہ فائرنگ کرنے کے بعد ہیرے بھی لے کر فرار ہوگئے۔

ہراتا سامان کے بیگ لے آیا تھا۔ اسٹیورڈ اس کے ساتھ تھا۔ ہراتا نے بیگ رکھوائے اور جیب سے کچھ سکے نکال کر اسٹیورڈ کی طرف بڑھائے اور وہ کمرے سے نکل گیا۔

تب ہراتا نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور میری جانب مڑا "چیف' بہت ہی حیرت انگیز

طور پر کام ہوا ہے"

"تم اب تک اس کے بارے میں سوچ رہے ہو ہراتا؟"

"ہاں چیف۔ اور اس کی وجہ یہ ہے شاید کہ میں نے زندگی میں اس سے پہلے کبھی اتنا تیز کام ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ تم بے حد پھرتیلے ہو"۔

"ارے نہیں ہراتا' بس کرو' اب تو میں اپنی تعریفیں سن سن کر خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہا ہوں" میں نے کہا۔

"نہیں چیف' مجھے واقعی حیرت ہو رہی ہے میں جب بھی سوچتا ہوں' مجھے عجیب سا محسوس ہوتا ہے"۔

"بیٹھو ہراتا۔ میرا خیال ہے تم بھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ"۔

"اوہ' ہاں بہتر رہے گا" اس نے کہا اور پھر وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ وہ نہاتا رہا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ اب بھی اسی بارے میں سوچ رہا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ ان معاملات سے اجنبی تھا لیکن میرے لیے یہ باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

ہوریشو کو ایک اور زبردست چوٹ ہوئی تھی۔ ایسی چوٹ کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ بہرحال میں نے یہ کھیل دکھا تو دیا تھا لیکن اب اسے ایسی خوبصورتی سے نبھانا بھی تھا۔ اتنے قیمتی ہیرے ہوٹل میں رکھنا یا ساتھ رکھنا مناسب نہیں تھا۔ پہلے ان کا بندوبست کر لیا جائے' اس کے بعد پھر آرام سے یہاں کے حالات دیکھیں گے۔

ہراتا نہا کر نکل آیا۔ وہ اب بھی بہت خوش تھا اور نہ جانے کب تک اسی سلسلے میں کان کھاتا رہا۔ اس کے ذہن پر زبردست اثر تھا۔ پھر ہم دونوں نے ہیرے نکال کر اس کے بارے میں اندازہ لگایا۔ ہراتا بھی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کروڑوں ڈالر کی قیمت کے ہیں بلاشبہ ------"

"کیا تمہیں ان کے بارے میں اندازہ ہے؟"

"ہاں چیف' ہمارے خاندان میں بے شمار قیمتی ہیرے ہیں۔ شاہی خاندان کے آبائی خزانہ حکومت نے اسی کے حوالے کر دیا ہے ------ باقی معاملات دوسرے ہیں لیکن پرانے خزانے کو کسی نے نہیں چھوا۔ آج بھی ہر پانچویں سال اس خزانے کی نمائش ہوتی ہے اور اس سے خاندان کی ساکھ بنتی ہے"۔

"اوہ۔ واقعی میں بھول گیا تھا۔ ویسے ہراتا' میری طرف سے پیش کش ہے' تم اس میں سے جو چاہو لے لو" میں نے کہا اور ہراتا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"چیف!" اس نے کسی قدر اداس آواز میں کہا "چیف۔ مجھے ہیروں کی ضرورت نہیں ہے۔ خزانے سے تو میں بہت کھیلا ہوں۔ مجھے تو ایک ایسے ہیرے کی تلاش تھی جس کی روشنی دل کو سکون بخشے۔ اگر ان میں کوئی ایسا ہیرا ہے تو مجھے دے دو"۔

"ہراتا۔ میں تمہاری دل آزاری نہیں کر رہا تھا"۔

"تو پھر آئندہ مجھے کوئی ایسی پیشکش نہ کرنا چیف۔ وہ ہیرا جو دل کو سکون بخش سکتا ہے' تم ہو چیف...... تمہاری محبت کی روشنی میرے دل میں پھیل گئی ہے۔ کیونکہ تم نے مجھے گلے لگایا ہے' جب میں

ایک بے جان پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس سے مجھے احساس ہوا ہے مسٹر لارل کہ کوئی میرا بھی مونس ہے۔ بس یہ احساس سب سے قیمتی ہیرا ہے"۔

"تم سیر چشم بھی ہو ہراتا اور فراخ دل بھی۔ میں تمہاری ان باتوں کو بھی نہیں بھولوں گا"۔

"تو میری طلب مجھے مل جائے گی؟"

"مل چکی ہے۔ ہم دونوں دوستی کا عہد کر چکے ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے"۔

"او کے چیف!"

"چیف نہیں 'نواز"۔

"نہیں 'لارل!" ہراتا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ اچھا اب ایک بات بتاؤ"۔

"جی!" ہراتا ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"ہیروں کو یہاں رکھنا مناسب نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے 'کل انہیں ہم کسی بینک کے لاکر میں رکھ دیں"۔

"مناسب خیال ہے" ہراتا نے تائید کی۔ پھر بولا "بہرحال چیف 'جن لوگوں سے آپ کی دشمنی ہے' انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ یہ کام آپ نے کیا ہے؟"

"ہیروں کے حصول سے زیادہ لطف تو اسی بات کا آئے گا ہراتا' جب ہوریشو کو اس بارے میں معلوم ہو گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً لیکن......."

"میرے پاس اس کا بندوبست ہے"۔

"گڈ! وہ کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"وہ لڑکی جو اپنے شوہر کی لاش لا رہی تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اسے اس بات سے روکا تھا کہ وہ مجھ سے ربط ضبط نہ بڑھائے' جس پر وہ لڑکی برہم ہو گئی تھی اور اسی وقت میں نے ان کی گفتگو سن لی تھی جس سے میں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ لڑکی اپنے ساتھیوں کے روکنے سے رک تو گئی تھی' لیکن وہ تھوڑی سی جھنجلا بھی گئی تھی اور اس نے مجھے اپنا مقامی پتہ دے دیا تھا"۔

"اوہ۔ تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔" ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں اس سے ملوں گا"۔

"لیکن مسٹر لارل' کیا انہیں اندازہ ہو گا کہ مخبری کرنے والے آپ ہیں؟"

"نہیں' وہ دعوے سے تو یہ بات نہیں کہہ سکتے"۔

"یقیناً۔ پھر آپ کیا کریں گے؟"

"مجھے یہ بات معلوم ہے کہ وہ ہوریشو کے گروہ کی رکن ہے۔ اور میرا خیال ہے' یہی بات کافی ہے۔ میں اس سے ملوں گا اور ہوریشو کے لیے تحفہ پیش کروں گا"۔

"آپ خود اسے بتائیں گے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور ہراتا کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔

"بہرحال آپ بہتر سمجھتے ہوں گے لیکن میرا خیال ہے احتیاط ضروری ہے"۔

"بے فکر رہو ہراتا۔ ہم پوری احتیاط رکھیں گے" میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

"ویسے تو میں مطمئن ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں......." وہ مسکراتا رہا۔ پھر بولا "زندگی سے ساری گرد کی تہیں دھل گئی ہیں۔ یوں لگ رہا ہے مسٹر لارل جیسے برسوں سے گرد آلود روح اب پوری طرح دھل کر صاف ہو گئی ہے۔ یقین کریں' بس اندرونی طور پر بڑی مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے اتنا شاندار ساتھ مل گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے اور کسی چیز کی طلب نہیں رہ گئی مسٹر لارل' براہ کرم یہ بات یاد رکھیں"

"ٹھیک ہے ہراتا۔ بہرحال تو اب یہ بات طے ہے کہ کل ہم یہ ہیرے کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے"۔

"بالکل طے"۔

"تمہیں میک اپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں ہراتا؟"

"کس قسم کا میک اپ چیف' وہ جو عورتیں اپنے چہروں پر کرتی ہیں یا اداکار۔۔۔۔۔"

"وہ جس سے ضرورت کے تحت چہرے کے خدوخال تبدیل کر لیے جاتے ہیں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے"۔

"اوہ اس کے بارے میں' میں نے صرف پڑھا ہے۔ عملی طور پر کوئی تجربہ نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے' میں تمہیں اس کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ ممکن ہے ہمیں ضرورت پیش آ جائے۔ کیونکہ بہرحال ہوریشو کو ہم اطلاع دیں گے اور پھر اس کے تلملانے کا تماشا بھی دیکھیں گے"۔

"میں سمجھ گیا"۔

"اس خطرناک آدمی سے میری زبردست چلی ہے ہراتا۔ بلاشبہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ شیطان نمبر دو ہے۔ ٹھنڈی طبیعت اور گہرے ذہن کا مالک۔ ہمیں یہ قدم احتیاط سے اٹھانا ہو گا" میں نے کہا اور ہراتا مسکرا دیا۔

"تم اس کا ذکر کر رہے ہو چیف تو یقیناً وہ کچھ ہو گا لیکن......" ہراتا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"لیکن کیا؟"

"تم اپنا دوسرا کاروبار کر رہے ہو اور میرے خیال میں یہ کاروبار زبردست منافع بخش ہے"۔

"ہاں یقیناً لیکن تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو' وہ میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"جونہی تمہیں معلوم ہوا چیف کہ اسمگلنگ کے اس پروگرام کا تعلق ہوریشو سے ہے' تم نے فوراً اس میں ٹانگ اڑا دی اور ہوریشو کا راستہ کاٹ دیا"

"ہاں پھر؟"

"تب تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو چیف بلکہ تم اسے کراس کرنے کی قوت رکھتے ہو۔ تم اسے شکست دیتے ہو اور پھر احساس دلاتے ہو کہ اس کے سینے میں یہ زخم تم نے لگایا ہے۔ تم اس سے کہیں زیادہ دلیر' کہیں زیادہ خطرناک ہو چیف۔ وہ تمہارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا"۔

"ہاں ہراتا ـــــ اس سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن اسے اعلیٰ کارکردگی کا ایک خطرناک انسان ضرور مانتا ہوں"۔

"اگر وہ خطرناک نہ ہوتا تو تم اسے گھاس بھی نہ ڈالتے۔ بہرحال بات میک اپ کی ہو رہی تھی۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن مسٹر لارل جانتے ہیں اور یہی کافی ہے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کچھ سوچوں" ہراتا میری ذات پر حد سے زیادہ اعتماد کر بیٹھا تھا۔

بہرحال وہ رات ہم نے ہوٹل میں گزاری۔ ہراتا کے سو جانے کے بعد بھی میں اس کاروائی کے مختلف پہلوؤں پر غور و خوض کرتا رہا تھا۔ بلاشبہ میں نے جو کاروائی کی تھی' اس نے نہ صرف ہوریشو کو دوسرا زبردست مالی نقصان پہنچایا تھا بلکہ اس بار تو میں نے اسے خاصی بڑی مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ کسٹمز کے عملے کو جو نقصان پہنچا تھا' مقامی پولیس اسے نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہوریشو کے گروہ کی تلاش میں دن رات ایک کر دے گی اور ہوریشو کو اپنا سارا کاروبار سمیٹنا پڑے گا۔ مجھے اپنا کام کچھ عرصے کے لیے روکنا پڑے گا لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ مجھے کون سی جلدی پڑی تھی۔

دوسرے دن صبح...... ناشتے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ ہراتا کو میں نے ہوٹل ہی میں چھوڑا۔ ایک نمایاں شخصیت ہونے کی وجہ سے وہ ہر جگہ پہچانا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس صورت حال سے بچنا چاہتا تھا۔ ہراتا کو کوئی اعتراض نہیں ہوا اس نے وعدہ کیا کہ وہ ہوٹل کے کمرے ہی میں رہ کر انتظار کرے گا اور پھر میں باہر آ گیا۔

ایک بینک میں لاکر لے کر پہلے میں نے ہیروں کو لاکر میں رکھوایا۔ اس کے لیے میں نے بازار سے ایک سوٹ کیس لے کر ہیرے اس کے اندر مضبوطی سے پیک کر دیے تھے۔ اس کام میں بہت زیادہ وقت صرف نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد میں بازار...... کی سیر کو نکل گیا۔ بازار سے میں نے کئی چیزیں خریدیں۔ ان میں میک اپ کا جدید ترین سامان بھی شامل تھا جس کے استعمال سے میں بخوبی واقف تھا۔

پھر دوپہر تک میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ ہراتا نیچے جا کر بک اسٹال سے رسالے وغیرہ خرید لایا تھا اور اس وقت مزے سے ان کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ...... بند نہیں کیا تھا۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"بھوک لگ رہی ہے مسٹر لارل لیکن میں نے بھی فیصلہ کیا تھا کہ جب آپ واپس آئیں گے تبھی کھانا کھاؤں گا"۔

"اوہ نیک انسان۔ ایسے تکلفات مت کیا کرو۔ تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔ چلو جلدی سے کھانا منگواؤ" میں نے کہا اور ہراتا نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر...... بعد کھانا آ گیا۔ ویٹرز نے نفاست سے کھانا ڈائننگ ٹیبل پر چن دیا۔ ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔ دو ویٹر یہاں موجود تھے۔ اس لیے ہم کوئی خاص بات چیت نہ کر سکے۔ پھر کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ہراتا کو بتایا کہ کام مکمل ہو گیا ہے۔

"کوئی قباحت تو نہیں ہوئی چیف؟"

"بالکل نہیں"۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"میک اپ" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' میں نے تمہارے ساتھ کئی پیکٹ دیکھے تھے" ہراتا نے کہا۔

"ہاں۔ ان میں میک اپ کا سامان بھی موجود ہے اور دوسری چیزیں بھی جو فوری طور پر تمہاری ضرورت کے لیے ہیں"۔

"میری ضرورت کے لیے؟" ہراتا نے پوچھا۔

"ہاں ہراتا۔ میں چاہتا ہوں تم چہرہ بدل لو۔ یہ صرف میرا اندازہ ہے کہ ہوریشو جہاز پر موجود تمام مسافروں کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں خود بھی چہرہ بدل لوں گا لیکن ایک مخصوص وقت کے بعد ـــــ تم اپنی شخصیت کی وجہ سے نمایاں ہو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شکل بدل جائے"۔

"جیسا تم مناسب سمجھو چیف۔ لیکن کیا میں میک اپ میں چھپ سکوں گا؟"

"ہاں میں خود کو خدوخال بدلنے کا ماہر سمجھتا ہوں۔ اور پھر اس سلسلہ میں تمہاری کوالٹی بھی کام آئے گی"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"تم نے کہا تھا کہ تم کئی زبانوں کے ماہر ہو"۔

"ہاں"۔

"فرنچ جانتے ہو؟"

"اہل زبان کی طرح" ہراتا نے فرانسیسی زبان ہی میں جواب دیا۔

"تب میں تمہیں فرنچ بنا دوں گا"۔

"اور میرے بال؟" ہراتا نے پوچھا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔ پروگرام یہ ہے کہ میڈلینو میں ہی اس کمرے کے برابر ایک کمرہ تمہارے لیے حاصل کر لیا جائے۔ اور تم اس میں ایک فرانسیسی سیاح کی حیثیت سے قیام کرو۔ اس طرح ہم زیادہ ہوشیار رہ سکیں گے"۔

"اوکے چیف!" ہراتا نے کہا اور پھر میں بھان متی کا پٹارہ کھول کر بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے ہراتا کے بالوں کو ہیر اسپرے کے ذریعے اخروٹی رنگ دیا۔ جیسا عموماً دھوپ میں زندگی گزارنے والے سیاحوں کے بالوں کا رنگ ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے سانولے چہرے کو تانبے کے رنگ میں رنگا اور پھر بالوں کے رنگ کی چڑھی ہوئی مونچھیں اور چھوٹی سی داڑھی لگا کر میں نے اسے ایک جفاکش اور مہم جو سیاح کا روپ دے دیا۔ پھر اپنے کام سے فارغ ہو کر میں نے اس کے ہاتھ میں آئینہ تھما دیا۔

ہراتا میں ایک مخصوص عادت تھی۔ کسی انوکھی شے کو دیکھ کر وہ بے قابو ہو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ دیر تک اس میک اپ کا دیوانہ رہا اور اس کی تعریف میں میرے کان کھاتا رہا۔

"دوسرے پیکٹوں میں تمہارے لیے فرانسیسی طرز کے لباس ہیں۔ اب میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہا ہوں تاکہ تمہارے لیے نزدیکی کمرہ بک کرا دوں"۔

"اوہ' کیا کہوں چیف۔ تم تو میرے پاس تھوڑی بہت عقل بھی نہیں رہنے دو گے۔ ٹھیک ہے' جو تم مناسب سمجھو" اس نے کہا اور میں اسے چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

دوسرے دن کے اخبارات میں بندرگاہ پر پیش آنے والے واقعہ کی تفصیلات چھپیں۔ کسٹمز کے ؟ کے نو افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ پبلک کے تیرہ آدمی زخمی ہوئے تھے جن میں سے دو ہسپتال : ہلاک ہوگئے تھے۔ پولیس اور انتظامیہ کے دوسرے تمام محکمے حرکت میں آگئے تھے۔ ہیروں کی لاش تفصیلات بھی تھیں اور اس سلسلے میں ہالینڈ سے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔

انتظامیہ کے سربراہوں نے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد ہوریشو کے گروہ کو بے نقاب کر جائے گا اور پھر اس کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ رات کو اعلیٰ عہدیداران کے انٹرویو بھی ٹی وی پر پیش گئے۔ سب اس المناک سانحہ پر غمزدہ تھے۔ غصے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس مخبر کے لیے انہوں درخواست کی تھی کہ وہ سامنے آکر اس سلسلہ میں مزید معلومات مہیا کرے۔ اور انتظامیہ کی مدد کرے انتظامیہ اس کی شکر گزار ہوگی۔ اس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچنے دی جائے گی۔

میں نے اور ہراتا نے ساتھ ہی یہ انٹرویو دیکھا تھا۔ ہراتا بہت پرجوش تھا۔ انٹرویو ختم ہونے کے ب اس نے کہا: "واقعی میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا"۔

"آہ ہراتا! میں ہوریشو کا حال جاننے کے لیے بے تاب ہوں" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اسے تلاش نہیں کرسکتے چیف؟"

"اوہ' یہ کام اتنا آسان نہیں ہراتا۔ مجھے یقین ہے کہ مقامی انتظامیہ اگر بہت دوڑ دھوپ کرے گی اس کے گروہ کے چند افراد کو گرفتار کرلے گی۔ جہاں تک ہوریشو کا تعلق ہے' وہ ہاتھ نہیں آئے گا بہرحال میں خود بھی...... یہی چاہتا ہوں"۔

"کیا چیف؟"

"یہی کہ وہ آزاد رہے"۔

"ارے کیوں؟" ہراتا تعجب سے بولا۔

"ہراتا۔ دشمن تو بے پناہ مل جاتے ہیں لیکن ایسے دشمن بار بار نہیں ملتے جو بھرپور ہوں۔ ایک میں اس کے ہاتھوں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگیا تھا۔ آج میں قدم قدم پر اس کے سامنے موت شکنجہ لانا چاہتا ہوں۔ اس جیسے خطرناک دشمن کو اس وقت تک زندہ رہنا چاہیے جب تک دل کی حسرتیں نکل جائیں"۔

"ٹھیک ہے چیف" ہراتا نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموش ہوگیا۔

☆ ☆ ☆

چوتھے دن میں نے شام تقریباً چار بجے ہوٹل چھوڑ دیا۔ میں اسی میک اپ میں تھا جس میں جہاز گوریا سے ملا تھا۔ گوریا نے جو پتہ بتایا تھا' اسے تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور تھوڑی کے بعد میں ایک بیس منزلہ عمارت کی آٹھویں منزل کے ایک فلیٹ پر کھڑا تھا۔ پھر میں نے بیل بجائی ا انتظار کرنے لگا۔ دوسری بار بیل بجانے پر دروازہ کھلا۔ ایک بوڑھی عورت تھی جس کا چہرہ خوف میں پیلا ہوا تھا۔

"مادام گوریا سے ملنا ہے" میں نے کہا اور عورت نے خوف زدہ انداز میں گردن ہلا دی۔ وہ ا

طرف ہٹ گئی تھی۔ اس کا یہ خوف' یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ نہ ہی اس نے گوریا سے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال میں اندر داخل ہوگیا۔ بوڑھی نے دروازہ بند کرلیا تھا اور پھر وہ بمشکل تمام پھنسی پھنسی آواز میں بولی "وہ...... ڈرائنگ روم میں ہے جناب" اس کے ساتھ اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔

میں نے شانے اچکائے اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر میں نے دروازہ کھولا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔ خاصا کشادہ اور آراستہ کمرہ تھا۔ ایک صوفے پر گوریا بیٹھی تھی جس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اس کے سامنے میز پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ نزدیک ہی سگریٹ کا ایک پیکٹ بھی پڑا ہوا تھا۔

"کون ہے مما؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"مادام گوریا" میں نے آواز دی اور وہ تیزی سے پلٹ پڑی۔ چند ساعت تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سحر زدہ سی آواز میں بولی:

"تم؟"

"کیا تم مجھے پہچان نہیں سکیں مسز ایڈگر؟"

"تم جہاز پر تھے نا؟" کیا نام ہے تمہارا" غالباً" مسٹر لارل؟" گوریا نے کہا۔

اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے' لباس بھی میلا کچیلا تھا۔

"جی ہاں! جی ہاں۔ لیکن آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ غالباً" آپ اپنے شوہر کی موت کا گہرا اثر لے رہی ہیں"۔

"بھاگ جاؤ۔ خدا کے واسطے چھپ چھپا کر بھاگ جاؤ۔ ورنہ...... ورنہ مفت میں مارے جاؤ گے" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور پھر کھڑی ہوگئی۔ وہ کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ "اُفوہ! کیا تم لفٹ سے ہی آئے ہو؟"

"ہاں کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"دیکھ لیے گئے ہوگے۔ اب بمشکل بچ سکو گے"

"مادام گوریا۔ نہ جانے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ شاید نشے میں ہیں۔ میں لارل ہوں اور جہاز پر آپ نے کہا تھا کہ آپ سے ضرور ملوں"۔

"جہاز کا جو بھی مسافر نظر آئے گا' وہ اسے ہلاک کردے گا اور پھر تم۔ تمہارے اوپر تو اسے پورا شبہ ہے"۔

"کس کی بات کررہی ہیں آپ؟" میں نے جھنجلا کر پوچھا۔

"ایں" وہ چونک پڑی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے حواس واپس آگئے ہوں" اوہ مسٹر لارل' بیٹھیے' پلیز بیٹھیے۔ میں سخت پریشان ہوں۔ شاید نشے کے عالم میں میں کچھ اول فول بک گئی ہوں۔ اتنے دن کہاں مصروف رہے آپ؟" وہ مسکرانے لگی۔ لیکن یہ مسکراہٹ تھی یا مسکراہٹ کا مذاق۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ہوریشو کے عتاب میں ہے۔ اس کی ایک ایک بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔

"اب تو آپ ٹھیک ہیں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہاں' دراصل میرے شوہر کی موت نے میرے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ میں ہوش و حواس میں نہیں ہوں"۔

"کیا میں آپ کو ایک گلاس اور بنا کر دوں؟"

"اوہ نہیں شکریہ' آپ میرے مہمان ہیں"۔

"لیکن آپ کی حالت دیکھ کر ساری خوشی کافور ہو گئی ہے۔ اگر آپ اس وقت درست نہ ہوں تو میں پھر کبھی آؤں؟ ویسے ایک دوست کی حیثیت سے میری خواہش ہے کہ میں آپ کو سنبھالوں لیکن نہ جانے آپ اسے پسند کریں یا........"

"اوہ لارل ڈیر! تم ایک شریف آدمی ہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرے" گوریا نے کہا اور باہر کی طرف کر کے ہانک لگائی "مما۔۔۔۔۔"

"لیس بے بی!" بوڑھی شاید دروازے کے پاس ہی کھڑی تھی۔ فوراً"۔۔۔۔۔ اندر آ گئی"۔

"مما! یہ میرے بڑے اچھے دوست ہیں۔ پلیز ان کے لیے گلاس لاؤ۔۔۔۔۔"

"لیس' بے بی" بوڑھی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور باہر نکل گئی"۔

"سوری مسٹر لارل آپ بھی کیا سوچ رہے ہوں گے۔ بھلا یہ بھی کوئی مہمان نوازی ہے؟ لیکن مجھے امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے"

"سب ٹھیک ہے گوریا۔ یہ تمہاری ممی ہیں؟"

"ہاں ممی ہیں۔ ان کے علاوہ ساری دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو میں سمجھتی قیامت آ چکی ہے' دنیا ختم ہو چکی ہے۔ ہاں مسٹر لارل میں اس بوڑھی عورت کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ جس کا دنیا میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ کاش یہ آج ہی مر جائے اور اپنی موت مر جائے تو کل..... کل میں وہ قیامت برپا کروں کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں۔ میں اپنے پورے بدن پر گولیوں کے نشانات بنا لوں اور اف نہ کروں۔ لیکن بوڑھی عورت موت سے بہت ڈرتی ہے۔ وہ مرنا نہیں چاہتی۔ موت کے خوف سے وہ رونے لگتی ہے اور مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند ہے۔ میں چاہتی ہوں' وہ کبھی نہ مرے' ہمیشہ زندہ رہے۔ خواہ میں اس کے لیے لاکھ بار مر جاؤں۔ آہ! میں اس کی زندگی چاہتی ہوں۔ اس کی پسند کی زندگی" گوریا نے کہا اور جلدی سے شراب کا گلاس اٹھا کر حلق میں انڈیل لیا۔

مجھے اس کی ذہنی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ہوریشو نے اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے اور وہ ذہنی انتشار کا شکار ہے اور سرائے عالم گیر کا پروردہ خون ابھی اس قدر سرد نہیں ہوا تھا کہ کسی مظلوم کی بے بسی اسے متاثر نہ کرتی۔ میرے ذہن میں بجلیاں بھر گئیں۔ بوڑھی عورت گلاس لے آئی تھی۔

گوریا نے شراب سے گلاس بھر دیا اور پھر اپنے لیے انڈیلنے لگی۔ بوڑھی واپس چلی گئی تھی۔ پھر جب گوریا نے گلاس اٹھایا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"دوسرے لوگوں کا کیا حشر ہوا مس گوریا؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ایں۔۔۔۔۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا اور پھر اچھل پڑی۔

"دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا اور وہ آنکھیں پھاڑنے لگی۔

"کون۔۔۔۔۔ کون دوسرے لوگ؟"

"وہ جو تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک تھے"۔

"کون سی مہم؟" وہ دیوانہ وار چیخ پڑی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح کھڑی ہو گئی تھی۔

"ہیروں کی اسمگلنگ کی مہم" میں نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور گوریا جیسے پاگل ہو گئی"۔

"تو وہ تم ہی تھے؟" وہ تم ہی تھے سور کے بچے۔ وہ تم ہی تھے؟ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ میں تمہیں......" وہ اچھل کر میرے اوپر گر پڑی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا سینہ پیٹ ڈالا اور سر سے ٹکریں مارنے لگی۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے مارتے مارتے تھک گئی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا۔ گوریا کیا ہوا؟" بوڑھی عورت روتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ وہ گوریا کی طرف بڑھی تھی۔

"کچھ نہیں مما۔ تم باہر جاؤ۔ جاؤ" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"مار ہی ڈالو اسے۔ کیوں تڑپا تڑپا کر مار رہے ہو۔ ایک بار ہی مار ڈالو۔ خدا تمہیں برباد کرے۔ خدا تمہیں برباد کرے" بوڑھی عورت سسکتی ہوئی بولی۔

"مما تم باہر جاؤ" میں نے خونخوار لہجے میں کہا اور بوڑھی سہم گئی۔ پھر وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی۔

تب میں نے ہمدردی سے گوریا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولا:

"میں نے کیا قصور کیا ہے گوریا؟"

میرے اس لہجے اور انداز نے گوریا کو پھر متحیر کر دیا۔ وہ روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی:

"کیا تم مجھے بھی قتل کرنے ہی آئے ہو؟ بولو یہ چوہے بلی کا کھیل کیوں کھیل رہے ہو۔ کیا تمہیں بھی گوریا ہی سے انتقام لینے سے تسکین ہو گی؟"

"نہیں گوریا۔ میں تو صرف ہوریشو کا دشمن ہوں۔ تم کیا حیثیت رکھتی ہو"

"لیکن مارے ہم بے حیثیت ہی جاتے ہیں' ہوریشو کا کیا بگڑتا ہے۔ لیکن تم...... تم اس سے براہ راست واقف ہو؟"

"ہاں۔ تمہارے بارے میں مجھے بہت کچھ اندازہ ہو چکا ہے اس لیے تب تم سے کچھ چھپانے کی کوشش فضول ہے گوریا۔ پہلے تم میرے سوال کا جواب دو۔

"کیا؟"

"جہاز پر تمہارے ساتھ جو لوگ تھے' ان کا کیا ہوا؟"

"چار اذیتیں دے کر قتل کر دیے گئے۔ دو پر عرصہ حیات تنگ ہے۔ میرے لیے نہ جانے اس نے کیا سوچا ہے۔ مجھے ہدایت ہے کہ فلیٹ سے باہر قدم نہ رکھوں۔ دن میں کئی بار ٹیلی فون آتے ہیں اور ان پر خوفناک باتیں کہی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے کسی خاص مقصد کے تحت مجھے زندہ رکھا ہے ورنہ اب

تک قتل کرچکا ہوتا" گوریا نے جواب دیا۔

"تو اب تم اس گروہ سے مایوس ہوچکی ہو" میں نے سوال کیا لیکن اس سوال کا گوریا نے کوئی جوا نہ دیا" وہ مجھے گھور رہی تھی۔

"ایک بات بتاؤ۔ تم کہاں سے میرے پیچھے لگے تھے؟"

"جہاز ہی سے!"

"اس سے پہلے تو تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟"

"نہیں!"

"لیکن تم نے لاش کے بارے میں کہاں سے جان لیا۔ میری کون سی غلطی نے تمہیں اس طرف متوجہ کردیا؟"

"اوہ گوریا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ اس کے بارے میں معلومات رکھنا میرا کام ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ چالاک صرف وہی تو نہیں ہے"۔

"تو کیا...... تو کیا درحقیقت تم نواز اصغر ہو؟" اس نے سوال کیا اور اب میرے چونکنے کی باری تھی۔

"کیوں' یہ نام تم نے کہاں سے سنا؟"

"خود ہوریشو کی زبانی۔ اسی نے کہا تھا کہ دنیا کا خطرناک ترین شخص نواز اصغر ہی ہو سکتا ہے۔ ہوریشو اس کے نام سے خوفزدہ ہے"۔

"تو اس سلسلہ میں ہوریشو کو اسی کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے؟"

"ہاں' اس نے کہا کہ یہ بے مثال کارکردگی اسی شخص کی ہو سکتی ہے۔ نواز اصغر نے ہوریشو کو یہ دوسرا خوفناک نقصان پہنچایا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی عرصہ قبل اس نے ہوریشو کے گروہ کے تیس افراد ہلاک کردیے تھے اور اس کی لانچ لوٹ لی تھی۔ ہوریشو پر نواز اصغر کے نام سے جنون طاری ہو جاتا ہے" گوریا نے کہا۔

میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔۔۔۔ "تمہیں اس شخص کے بارے میں اور کچھ معلوم ہے؟"

"نواز اصغر سے اب کون واقف نہیں۔ ہوریشو کو اس کے خواب آتے ہیں اور وہ بے تحاشہ قتل عام شروع کردیتا ہے۔ وہ ہر اس شخص کو مار ڈالتا ہے جس پر اسے نواز کا دھوکا ہو"۔

"ہوں۔ ابھی تو اس کی اور بری حالت ہوگی گوریا۔ دیکھتی رہو۔ لیکن خود اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے ایک بات بتاؤ" گوریا نے کہا۔

"کیا تم نواز اصغر ہو؟"

"ہاں گوریا' میں نواز اصغر ہوں" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ گوریا کی حالت سے میں متاثر ہوگیا تھا اور اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ چنانچہ اب اس سے خود کو چھپانا حماقت تھی۔ میرے جواب میں گوریا پر سکتہ سا ہوگیا۔ وہ میری صورت دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا:

"تب تم میری مدد کرو نواز۔ تب تم...... میری مدد کرو"۔

"بولو کیا چاہتی ہو؟"

"میں اس جرم کی پاداش میں ضرور ماری جاؤں گی۔ مجھے نہ جانے کیوں اب تک زندہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں ماری جاؤں گی۔ ہوریشو جس قدر خوفناک ہے' وہ میں جانتی ہوں۔ اگر تم وہ خطرناک انسان نہ ہوتے جس سے وہ بھی خوفزدہ ہے تو میں تم سے مدد کی درخواست نہ کرتی۔ کیونکہ کوئی عام آدمی اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن تم...... تم میری مدد کرو نواز"

"نکلنا چاہتی ہو اس کے چنگل سے؟"

"ہاں" گوریا نے جواب دیا۔

"ہمیشہ کے لیے؟"

"ہاں نواز۔ ہمیشہ کے لیے۔ اگر تم...... تم......"

"ہوں" میں نے چند ساعت سوچا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "تمہارا فون تو ٹیپ ہوگا؟"

"کیا مطلب؟"

"ممکن ہے کسی شبہے کی بناء پر اسے ٹیپ کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے تمہیں اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ انہیں تم پر کوئی شبہ ہو"۔

"اوہ' میں نے یہ بات نہیں سوچی تھی۔ ویسے میری نگرانی ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے چند لوگوں کو دیکھا ہے"۔

"کہیں سے فون کیا جاسکتا ہے؟" میں نے گوریا سے پوچھا۔ وہ کچھ سوچنے لگی پھر چونک کر بولی:

"ہاں۔ کیا جاسکتا ہے"۔

"برابر والے فلیٹ سے۔ وہ دونوں میاں بیوی ملازمت کرتے ہیں فلیٹ کی چابی مما کو دے جاتے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی پہلے آئے تو چابی لے لے"۔

"تب ٹھیک ہے اٹھو" میں نے کہا اور گوریا اٹھ گئی۔ اب اس کے اندر زندگی دوڑ گئی تھی۔ چنانچہ چند ساعت بعد ہم برابر والے فلیٹ میں داخل ہوگئے۔ یہاں سے میں نے میڈلینو فون کیا اور ہراتا سے بات کی۔

"چند ساعت بعد ہراتا کی آواز ابھری "ہیلو۔ کون بول رہا ہے؟" اس نے کہا۔ ذہین شخص تھا۔ فرانسیسی زبان ہی میں بول رہا تھا۔

"لارل اسپیکنگ!"

"میں جانتا تھا۔ اس کے علاوہ ہو بھی کون سکتا ہے؟ کہو!"

"پتہ نوٹ کرو ڈیئر اور جلد از جلد یہاں پہنچ جاؤ" میں نے گوریا کے فلیٹ کا پتہ بتایا اور پھر آخر میں بولا "وہ بکس لے آنا جس میں جادو کی کھوپڑی موجود ہے اور جو شکلیں بدل دیتی ہے"۔

"سمجھ گیا چیف" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے ٹیلی فون بند کردیا۔ پھر میں گوریا کے ساتھ واپس اس کے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ گوریا اس کاروائی کے دوران سحرزدہ سی رہی تھی۔ اپنے فلیٹ میں آکر وہ ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکا کر بولی:

"میں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے مسٹر نواز"۔

"کون سا سلوک مس گوریا؟"

"میں نے آپ کو...... آپ کو...... اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اوہ' سب ٹھیک ہے گوریا بلکہ یقین کرو کہ تمہارے اس سلوک کی بنا پر میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کیا؟"

"ایں۔۔۔۔۔ کیوں؟" وہ حیران رہ گئی۔

"تمہارے انداز سے عورت کی بے بسی ٹپکتی تھی۔ تم اپنی اس حالت کا ذمہ دار مجھے سمجھتی تھیں نا؟"

"اوہ نواز...... نواز مجھے معاف کر دو" وہ میرے نزدیک آگئی اور پھر اس نے میرے سینے میں سر چھپالیا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں گوریا۔ میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی کدورت نہیں ہے۔ تم اس منظر کو ذہن سے نکال دو"۔

"کیا پیو گے نواز؟ تم نے شراب نہیں پی"۔

"بس کچھ نہیں۔ اپنی پسند کی قیمتی چیزیں سمیٹ لو"

"کیا مطلب؟"

"اب تم یہاں نہیں رہو گی۔ اس کے علاوہ سوالات کر کے میرا دماغ نہیں چاٹو گی" میں نے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات نظر آنے لگے"۔

"لیکن یہاں سے نکل جانا اتنا آسان نہ ہوگا" وہ بولی۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ سوالات کرنا منع ہے" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا دی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر بیل سنائی دی اور میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ گوریا بھی اٹھ گئی۔ تب اس نے کہا:

"اوہ' مما کوئی ہے باہر"

"گوریا تم جاؤ۔ جو شخص آیا ہے' اسے ساتھ لاؤ"۔

میں نے کہا اور گوریا جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہراتا کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ ہراتا بدستور فرانسیسی بوڑھے کے روپ میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سفری بیگ تھا۔

گوریا تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی عورت بھی حیران نظر آ رہی تھی۔

"دروازہ بند کر دیا ہے گوریا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن یہ۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔"

"یہ میرے دوست ہیں" میں نے جواب دیا اور گوریا خاموشی سے ہراتا کو دیکھنے لگی۔

ہراتا اندر آگیا تھا۔ پھر ہم نے دروازہ بند کر دیا اور میں نے گوریا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا:

"گوریا۔ میں تمہارا چہرہ' بدلنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد تمہاری ممی کا بھی میک اپ کرنا پڑے گا"۔

"کک کیا مطلب؟" گوریا نے تعجب سے کہا۔

"میک اپ" میں نے کہا اور ہراتا نے میک اپ بکس میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے میک اپ بکس کھولا اور اس کے مختلف لوشن وغیرہ چیک کرنے لگا۔ پلاسٹک کے ٹکڑے جس سے چہرے کے خدوخال تبدیل کیے جاسکتے تھی' ہر چیز موجود تھی۔

گوریا تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ پھر میں نے اسے سامنے بٹھالیا اور اس کے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔

گوریا کے خدوخال میں تبدیلی آتی جا رہی تھی۔ اس کے گال کچھ اور پھول گئے تھے۔ ٹھوڑی بھی قدرے موٹی کر دی گئی تھی لیکن اس قدر کہ اس کی خوشنمائی برقرار رہے۔ ہونٹوں کے ابھار بڑھا دیے گئے تھے اور ناک بھی ہلکی سی موٹی کر دی گئی تھی۔

چند ساعت کے بعد گوریا کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ میں نے اس کے رنگ میں بھی ہلکے سے کلر ٹچ دیے تھے اور وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ پھر میں نے اس کے بالوں کے اسٹائل کو اپنے ہاتھوں سے تبدیل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے آئینہ گوریا کے سامنے کر دیا۔

ظاہر ہے اس کی بھی وہی کیفیت ہوئی جو اس سے قبل ہراتا کی ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھتی رہی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی خوشی جھلکنے لگی تھی۔ وہ خود کو آئینہ میں دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی:

"اوہ مسٹر نواز۔ آپ نے تو...... آپ نے تو......"

"ہاں گوریا۔ اب وہ لوگ تمہیں نہیں پہچان سکیں گے"۔

"آپ' میں کس انداز میں آپ کا شکریہ ادا کروں"۔

"کسی انداز میں بھی نہیں۔ بس تم اپنی مما کو بلاؤ" اور...... گوریا اپنی مما کو بلانے کے لیے اٹھ گئی لیکن اس دوران اس کی مما خود کمرے میں داخل ہوئی۔ اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

گوریا ہنس کر بولی:

"مما یہ میں ہوں' تمہاری گوریا"۔

"کک۔۔۔۔۔ کیا۔۔۔۔۔؟"

"بوڑھی متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی "مم مگر......"

"ہاں مما یہ میرا نہیں' ان کا کمال ہے اور سنو یہ ہمارے دشمن نہیں دوست ہیں۔ تم ان کے ساتھ جو سلوک کرتی رہی ہو' وہ اچھا نہیں رہا ہے لیکن تم یوں سمجھو کہ خدا نے ہماری مدد کے لیے فرشتے بھیجے ہیں۔ یہ ہماری مدد کریں گے مما اور ہمیں یہاں سے نکالیں گے" گوریا نے کہا اور بوڑھی تعجب سے ہمیں دیکھنے لگی۔ پھر بولی:

"کیا...... کیا یہ درست ہے" بوڑھی عورت نے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"تب وہ میرے نزدیک آئی......... اور میرے کالر کو پکڑتے ہوئے بولی "خدا کے لیے ہمیں اس مصیبت سے نکالو۔ ہم زندگی سے تنگ آچکے ہیں۔ ہم...... ہم موت چاہتے ہیں۔ ہمیں کہیں لے جا کر قتل کر ڈالو لیکن ہمیں اس مصیبت سے نکالو"۔

بوڑھی کے انداز میں بڑی بے بسی تھی اور میں اس بے بسی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنی بچی کی زندگی چاہتی تھی اور ایک بے بس ماں اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور بولا:

”مما تم بالکل بے فکر رہو۔ اب نہ تو وہ لوگ گوریا کا کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ ہی تمہارا۔ بس میں تمہیں یہاں سے لیے جا رہا ہوں“۔

”چلو میں تیار ہوں۔ ہاں میں تیار ہوں“ بوڑھی جلدی سے بولی۔

”نہیں مما۔ ایسے نہیں۔ تم نے دیکھا گوریا کی شکل بدل گئی ہے۔ میں تمہاری بھی صورت تبدیل کروں گا“۔

”تم میری...... مگر کیسے؟...... یہ ہوا کیا ہے؟“

”بس تم میرے سامنے بیٹھ جاؤ اور تھوڑی دیر کے بعد تماشہ دیکھنا“۔

بوڑھی عورت نے میرے حکم کی تعمیل کی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں اس کے چہرے کی مرمت میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اس کے بڑھاپے کو بد نگاہ رکھا تھا۔ ظاہر ہے میں اسے کوئی جوان لڑکی نہیں بنا سکتا تھا۔ ہاں البتہ میں نے اس کی ناک گہری سرخ کر دی تھی۔ گالوں کے غار بھی تھوڑے سے بڑھا دیے تھے اور پلکیں کافی جھکا دیں۔ اس طرح اس کے خدوخال میں خاصی تبدیلی آ گئی تھی۔ اب وہ فرانسیسی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے گوریا سے اس کے لیے ایک لمبی فراک طلب کی اور گوریا نے میرے حکم کی تعمیل کی۔

بوڑھی کو فراک پہنانے کے بعد اس کے سر پر خاص طور پر ایک اسکارف باندھ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے اچھے لباس میں نظر نہیں آئی تھی اور معمولی سے لباس میں تھی لیکن اب فیشن ایبل بوڑھی نظر آتی تھی۔ بوڑھی نے اپنی شکل دیکھی اور مجھے ہنسی آ گئی۔ بوڑھی شرما گئی تھی۔

”کیا خیال ہے مما۔ اب تم کیسی لگ رہی ہو؟“

”مم...... میں کیا کہوں“ بوڑھی نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے ہراتا کی جانب دیکھا۔

”ہیلو اولڈ بوائے‘ کیا خیال ہے بوڑھی عورت تمہارے لیے کیسی رہے گی؟“

”کک۔ کیا مطلب؟“ ہراتا متحیرانہ لہجے میں بولا۔

”بس میں نے تمہارا جوڑا لگا دیا ہے۔ اب تم بڑی بی کو ساتھ لو اور ان کے بازو میں بازو ڈال کر ٹہلتے ہوئے نکل جاؤ“۔

”اوہو“ ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”تو یہ چکر ہے!“

”ہاں یار‘ انہیں یہاں سے لے جانا ہے“۔

”مگر کہاں مسٹر لارل؟“ ہراتا نے پوچھا۔

”اپنی قیام گاہ۔ فی الحال یہی مناسب رہے گا اور کوئی بھی تم دونوں کو دیکھ کر حیران نہ ہو گا۔ بس زیادہ سے زیادہ لوگ یہی سوچیں گے کہ تم نے اپنی مادہ بلالی ہے“ میں نے کہا اور ہراتا ہنسنے لگا۔

”تھینک یو مسٹر لارل۔ ویسے میں آپ کے انتخاب کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ آپ نے اپنے دوست کے لیے جو سوچا‘ بہتر سوچا ہو گا“۔

”بس اب جاؤ“ میں نے کہا۔

”آیئے محترمہ! ہراتا نے مسخرے پن سے کہا اور میک اپ کا تھیلا کندھے سے لٹکا لیا۔ پھر اس نے بوڑھی مما کا بازو پکڑا اور وہاں سے نکل گیا۔ گوریا کی آنکھوں میں خوشی بھی تھی اور آنسو بھی۔ اس نے صرف ایک پرس اٹھایا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ساتھ نہیں لی تھی۔ ہم تھوڑی دیر انتظار کرتے رہے اور پھر ہم دونوں بھی باہر نکل آئے۔ گوریا نے فلیٹ کو تالا بھی نہیں لگایا تھا۔ وہ لفٹ میں داخل ہو گئی اور لفٹ نے ہمیں نچلی منزل پر چھوڑ دیا۔

میں گوریا کی کمر میں ہاتھ ڈالے عمارت سے باہر نکلا اور پھر ٹہلنے کے انداز میں میں ایک طرف چل پڑا۔ میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا تھا تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی احساس نہیں ہے۔ گوریا البتہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کی چال میں ہلکی لڑکھڑاہٹ بھی تھی۔ میں نے مخاطب کیا:

”مس گوریا۔ آپ کی چال میں خوف کی جھلکیاں ہیں۔ میرا خیال ہے‘ آپ کا یہ خوف مناسب نہیں ہے“۔

”کوئی ٹیکسی روکو نواز“ گوریا نے کہا۔

”آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا جو آپ کی نگرانی کر رہے ہیں؟“

”نہیں کوئی نظر نہیں آیا“۔

”چلتی رہیں مس گوریا۔ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر۔ ابھی ہم دور تک پیدل چلیں گے۔ اس کے بعد ٹیکسی لیں گے“۔

”اوہ اچھا“ گوریا نے کہا اور پھر ہم چلتے رہے۔ میری نگاہیں بھی...... اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں ایک ایک چہرے کو دیکھ رہا تھا لیکن ابھی تک تعاقب وغیرہ کا شبہ نہیں ہوا تھا۔

”کافی دور نکلنے کے بعد میں نے مخالف سمت سے آتی ایک ٹیکسی کو روکا۔ اور ہم دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ میں نے ڈرائیور کو ایک تفریح گاہ چلنے کے لیے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔ ٹیکسی میں بھی میں نے تعاقب پر پوری نظر رکھی تھی لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ نگرانی نہیں ہو رہی ہے اور ہم نے انہیں کامیاب دھوکا دیا ہے۔ پھر تفریح گاہ میں چہل قدمی کے دوران بھی میں نے اس بات کا خیال رکھا اور پوری طرح مطمئن ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں گوریا کے ساتھ اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔ گوریا کی آنکھوں سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا:

”مما کہاں ہے؟“

”قریب ہی کے ایک کمرے میں“۔

”میں ان سے مل سکتی ہوں؟“

”مل لیں۔ آیئے“ میں نے کہا اور اسی وقت میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی ”کون ہے؟“ میں نے کہا ”اندر آ جاؤ“ اور ہراتا اندر داخل ہو گیا۔

”ہیلو!“ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

”ہیلو مسٹر لارل! آپ لوگ تشریف لے آئے؟“

"ہاں۔ خیریت ڈیر؟"
"ہاں سب خیریت ہے۔ بس وہ محترمہ میرا خیال ہے ان کے منہ میں مشین لگی ہوئی ہے۔ میں کم بولنے والا ہوں مسٹر لارل۔ اب تو میرا زبان ہلانے کو بھی جی نہیں چاہ رہا۔ اپنی فطرت کے خلاف اس وقت سے مسلسل بول رہا ہوں" ہراتا نے کہا اور میرے ساتھ گوریا بھی ہنس پڑی۔
"ہاں، مما عرصہ سے خاموش تھی۔ اب وہ کسر پوری کر رہی ہے"
"لیکن مادام! میں ایک سوال کا جواب سو سو مرتبہ دے چکا ہوں۔ اب بتائیے میں کیا کروں؟" ہراتا نے بے بسی سے کہا۔
"کچھ عرصہ اور صبر کر لو ڈیر۔ ہم بہت جلد کوئی بندوبست کر لیں گے۔ وہ ہیں کہاں؟"
"کمرے میں موجود ہیں۔ کئی بار بے بی کو پوچھ چکی ہیں اور میں باہر آ کر آپ کے کمرے کو دیکھ چکا ہوں"۔
"تم انہیں یہاں پہنچا دو" میں نے کہا اور ہراتا جلدی سے باہر نکل گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد بوڑھی میرے کمرے میں آ گئی۔ درحقیقت وہ بولنے کی مشین تھی۔ ذرا سی دیر میں اس نے ہزاروں سوالات کر ڈالے۔ ایک لمحے کے لیے بھی خاموش نہیں رہی تھی۔ سوال پہ سوال۔ لیکن مجھے اس پر غصہ نہیں آیا تھا کیونکہ اس کے سوالات زیادہ تر اپنی بیٹی کے بارے میں تھے۔
وہ پوچھ رہی تھی کہ اب تو ان کو خطرہ نہیں ہے۔ کیا انہیں ان خطرناک لوگوں سے نجات مل گئی ہے اور ہمارے مہربان کون ہیں جنہوں نے ہماری مدد کی ہے؟ اس قسم کے بے شمار سوالات جس میں اس کی زبان نہ تھک رہی تھی۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے، جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنے خطرناک ماحول سے نکل آئی ہے۔ اسے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ وہ لوگ اسے تلاش نہ کر سکیں گے۔ اس نے اس سلسلے میں درجنوں سوالات مجھ سے کر ڈالے تھے اور درجنوں ہی اپنی بیٹی سے۔ بالآخر گوریا ہی سے برداشت نہ ہوا اور وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی:

"بس مما اب خاموش بھی ہو جائیں۔ بہت سارے سوالات ہو چکے اور ہم تھک گئے ہیں"۔

"اوہ بیٹی' ہاں مجھے احساس ہو رہا ہے' آئی ایم ویری سوری۔۔۔۔۔۔" بوڑھی نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے اس کی شرمندگی پر بھی پیار آ گیا۔

"نہیں مما۔ کوئی بات نہیں ہے۔ پھر بھی..... میں آپ کو صرف اتنا بتا دوں کہ وہ لوگ اب آپ پر اور آپ کی بیٹی پر کوئی ظلم نہیں کر سکیں گے۔ اب آپ لوگ آزاد ہیں اور آپ کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنا ہمارا فرض ہے"۔

"لیکن بیٹے تم کون ہو؟"

"بس مما یوں سمجھیں کہ آپ لوگوں کا ایک ہمدرد"۔

"اوہ' ہمدرد اس دنیا میں کہاں ملتے ہیں۔ میں تو یہی کہوں گی کہ اگر تم ہمدرد ہو تو میری اب تک کی سوچ غلط تھی۔ میرے خیال کے مطابق انسان' انسان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ انسان کو انسان کا دشمن تو جگہ جگہ دیکھا لیکن انسان' انسان کے ہمدرد بہت کم ملتے ہیں اور ہمدردیوں کے پس پردہ کوئی نہ کوئی پہلو ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔ مجھے..... تم صورت سے شریف معلوم ہوتے ہو اور تمہارا ساتھی بڑا دلچسپ آدمی ہے لیکن بہت کم بولتا ہے۔ ویسے عام طور سے خاموش رہتا ہے"۔

"مما۔ مما پلیز۔ آپ کی زبان بند بھی ہو گی یا نہیں؟" گوریا نے درمیان میں دخل دیا اور بوڑھی نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔

"میرا خیال ہے گوریا کہ مما کے لیے کچھ کھانے کے لیے منگواؤ"۔

"نہیں میں کچھ نہیں کھاؤں گی" مما نے جلدی سے منہ پر رکھے ہوئے ہاتھ ہٹا لیے" جب سے

میری بیٹی ان چکروں میں پھنسی ہے' میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ بھوک بھی نہیں لگتی۔ ہر وقت ذہن اس خیال میں ڈوبا رہتا ہے کہ نجانے ہمارا کیا انجام ہوگا۔ میں تو پہلے بھی اس سے یہی کہتی تھی' غلط باتوں کا غلط نتیجہ۔ ٹھیک ہے انسان پیٹ بھرنے کے لیے ہر راستے کو اختیار کرتا ہے لیکن افسوس' میں نے اس سے کہا تھا کہ تم کسی غلط انسان کے چکر میں نہ پڑنا۔ ہم روکھی سوکھی کھا کر گزارا کر لیں گے۔ ٹھیک ہے اگر ہمارا کوئی سہارا نہیں ہے تو کیا ضروری ہے کہ عیش و عسرت ہی کی زندگی گزاری جائے لیکن یہ نہ مانی اور اس کے بعد ---- اس کے بعد تم نہیں جانتے بیٹے کہ ہمیں کن کن مشکلات سے گزرنا پڑا اور اب تو وہ کم بخت......"

"مما ----" گوریا نے پھر درمیان میں دخل دیا اور بوڑھی اس کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اب میں کیا کہوں؟ کیا میں اتنی سی بات بھی نہ کہوں؟" اس نے گوریا کو دیکھ کر جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور گوریا ہنسنے لگی۔ مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

"گوریا' تم مما کے لیے کچھ منگواؤ۔ میرا خیال ہے کھانے پینے کے بعد یہ درست ہو جائیں گی" میں نے کہا۔

اور شاید گوریا نے بھی یہی مناسب سمجھا۔ اس نے ویٹر کو بلانے کے لیے بیل بجا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر آیا اور گوریا نے اسے کچھ چیزوں کا آرڈر دے دیا۔

بوڑھی شاید تھک گئی تھی یا پتہ نہیں کچھ اور باتیں سوچ رہی تھی' لیکن وہ خاموش تھی۔ پھر کھانے پینے کی چیزیں آ گئیں۔ گوریا نے بھی شاید بہت دنوں کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔

کھانے کے بعد ہم نے کافی پی۔ بے چارہ ہراتا اس محفل میں شریک نہیں تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اگر اسے بتایا جاتا کہ ہمارا یہ پروگرام ہے تو وہ نہ شریک ہونے کو بہتر سمجھتا۔ کیونکہ بوڑھی نے اس کا بھی جینا حرام کر دیا تھا اور یہ بات تو میں بھی دیکھ چکا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ بولتی ہے۔

دونوں ماں بیٹی کو یہ یقین کرانے میں خاصی مشکلات پیش آئیں کہ وہ ان خطرناک لوگوں کے چنگل سے نکل آئی ہیں۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے ہراتا کی طرف دیکھا۔ ہراتا پر سکون تھا۔

"اگر تم چاہو گوریا تو میں تمہیں اور تمہاری مما کو ایک کمرہ دے سکتا ہوں۔ میرا دوست میرے کمرے میں سو جائے گا"۔

"کیوں' کیا وہ مما کو اپنے کمرے میں سلانے کے لیے تیار نہیں ہے؟" گوریا نے ہنس کر کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں تم مضطرب نہ ہو"۔

"میں آپ کے کمرے میں ہی سوؤں گی نواز" گوریا نے کہا۔

"مما کو تو اعتراض نہیں ہوگا؟"

"اس بے چاری نے اعتراضات کب کے ترک کر دیے ہیں"۔

"جیسی تمہاری مرضی" میں نے کہا اور پھر بوڑھی ہراتا کے کمرے میں چلی گئی۔ ہراتا کے سکون پر مجھے حیرت تھی۔ اس نے اس بات پر کسی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن بوڑھی نے جاتے وقت مجھ سے سرگوشی کی تھی:

"مسٹر لارل پلیز' کیا مجھے آپ کے دوست کے کمرے میں سونا ہے؟"

"ہاں مما یہی بہتر رہے گا۔ ہم کسی کو شبہے کا موقع نہیں دینا چاہتے جس طرح فلیٹ سے آئے ہیں' اسی طرح رہیں"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......" بوڑھی تشویش سے بولی۔

"اس کا کردار تسلی بخش ہے نا؟" بوڑھی نے پوچھا اور میرے پیٹ میں بے شمار قہقہے مچل اٹھے۔

"ہاں بالکل تسلی بخش۔ آپ فکر نہ کریں" میں نے کہا اور بوڑھی نے گردن ہلائی۔ پھر ہراتا کو گھورتی ہوئی چلی گئی۔

گوریا نے دوسرا کوئی لباس نہیں لیا تھا۔ میں نے لباس تبدیل کر کے اس کی جانب دیکھا اور گوریا کی نگاہیں جھک گئیں۔ "کل میں تمہارے لیے لباس وغیرہ کا انتظام کروں گا"۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ میں آج......" اس نے کہا اور پھر ایک چادر اٹھا لی اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ باتھ روم سے نکلتے ہوئے اس نے تیز بتی بجھا دی اور نائٹ بلب روشن کر دیا۔ اس کے بدن سے گلابی چادر لپٹی ہوئی تھی اور بدن کے نقوش نمایاں تھے۔ تب وہ جھجکتی ہوئی میرے نزدیک آ کر لیٹ گئی۔ میں نے اسے نزدیک کھینچ لیا تھا اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔

"میں سوچ رہا تھا گوریا۔ میں تمہیں واپس ہالینڈ بھجوا دوں۔ میرا مطلب ہے تمہیں اور تمہاری مما کو"۔

"اور تم؟"

"میرا یہ دورہ تو طویل ہے ڈارلنگ! میرا اصل کام ابھی تو شروع بھی نہیں ہوا۔ ابھی تو ہوریشو سے ملاقات کرنی ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نواز" گوریا نے میری گردن میں بازو ڈالتے ہوئے کہا "کیا یہ ممکن نہیں کہ تم بھی واپس چلو۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ اس سیاہ بھیڑیے کے لیے۔ میری بات کو غلط رنگ مت دینا نواز"۔

"نہیں گوریا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے تم سے ایک خاص بات بھی معلوم کرنی ہے"۔

"کیا؟"

"تم ہوریشو سے مل چکی ہو نا؟ میرا مطلب ہے ہالینڈ سے واپس آنے کے بعد"

"ہاں!"

"کیا تم مجھے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں نہیں بتاؤ گی؟" میں نے اس کے چہرے کے مقابل چہرہ کرتے ہوئے کہا اور گوریا کے چہرے پر خوف ابھر آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔

گوریا سہمی ہوئی نگاہوں سے میری صورت دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کیوں ---- تم اس کے بارے میں کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"گوریا! تم یہ جاننے کے باوجود یہ سوال کر رہی ہو۔ کہ میرا نام نواز اصغر ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور اس نے ایک سسکی سی لی۔

"نواز۔ میں نے ساری زندگی غلامی کی ہے۔ میں صرف دوسروں کے احکامات پر چل کر زندگی بسر کرتی رہی ہوں۔ لیکن اپنی بات منوانے کی خواہش سے میرا دل بھی خالی نہیں ہے۔ میں بھی ان حالات کے

باوجود کبھی کبھی یہ سوچنے سے خود کو نہیں روک سکی کہ کسی سے ناز کروں‘ کوئی میری زندگی میں مجھ سے
قدر قریب ہو کہ میں اس سے مزے کروں۔ وہ میرے ناز اٹھائے‘ میری بات مانے۔ کیوں نواز! کیا ایک ا
کی حیثیت سے میری یہ خواہش ناجائز ہے؟"

"نہیں گوریا۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"نواز! میری بات مان لو۔ تم نے ہوریشو کو جتنا نقصان پہنچایا ہے‘ تم نے اس سے جو کچھ حاصل
ہے‘ وہ اتنا ہے کہ ہم پوری زندگی عیش سے گزاریں گے میں تمہیں مکمل عورت بن کر دکھاؤں گی نواز۔
تمہاری اتنی خدمت کروں گی کہ تم ساری دنیا کو فراموش کر دو گے۔ ایک بار میری بات مان کر دیکھ لو نواز۔
نے مجھے تاریک غاروں سے کھینچ کر روشنی میں لاکھڑا کیا ہے۔ میں اس روشنی کے سفر کو تمہارے ساتھ
کرنا چاہتی ہوں۔"

اور میری مخصوص جھنجلاہٹ عود کر آئی۔ میرے ذہن میں نفرت آمیز سناٹے ابھر آئے۔ قید کر
والیاں‘ خود کو بھول جانے والیاں‘ ان سے کہیں مفر نہیں ہے۔ تاہم وہ ستم رسیدہ تھی‘ میں اس کے سا
کوئی سخت سلوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے سخت کوشش کر کے اپنے لہجے کو نرم رکھا اور آہستہ
بولا۔

"گوریا! میرے بارے میں کسی حد تک جان لو‘ اس کے بعد خود فیصلہ کر لینا۔ میں اپنی مرضی
اس زندگی میں نہیں آیا۔ لایا گیا ہوں۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو قتل کیا تھا۔ ہاں گوریا! لاکھوں کروڑ
ہاتھ مجھے قتل کرنے کے خواہش مند تھے میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن دبا دی اور پھر میرے ا
عفریت ابھرا میں نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ اس عفریت کو چٹا دیا تاکہ ـــــ راجا نواز اصغر کی ما
کمزور نہ رہے بلکہ وہ طاقتور ہو۔ اتنا توانا ہو جائے کہ اسے شکست دینا ممکن نہ رہے۔ تو گوریا۔ اس کے بعد
راجا نواز اصغر میدان عمل میں آیا‘ وہ دوسری حیثیت رکھتا تھا۔ بے شمار لوگوں سے اس کا ٹکراؤ ہوا اس
خود کو زندگی اور موت کے تصور سے بہت دور کر دیا تھا‘ وہ صرف سربلندی چاہتا تھا‘ ایسی سربلندی‘ جو اس
چھین لی گئی تھی‘ جو اسے اس کی اصل شخصیت میں نہ مل سکی تھی۔ لیکن اس بدلی ہوئی شخصیت کو وہ کو
دھوکا‘ کوئی فریب دینا نہیں چاہتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے اس کی شخصیت سے کوئی پیار نہیں تھا۔
اسے ہر جگہ داؤ پر لگانے کا خواہشمند تھا اور اس کے بارے میں یہی سوچتا تھا کہ جب یہ شخصیت موت سے
ہمکنار ہو جائے گی تو کم از کم راجا نواز اصغر کو کوئی دکھ نہ ہو گا۔ اور جب انسان یہ سب کچھ سوچ لے جب ا
کی زندگی کا مقصد ہی یہ بن جائے تو پھر اس کے سامنے اس کے دشمن بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔

ہوریشو نے اپنی دانست میں مجھے زچ کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے اس کیفیت میں پہنچا دے
جہاں میں خودکشی کر لوں گا لیکن میں نے خودکشی کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ حالانکہ حالات کافی سنگین
ہو چکے تھے‘ میں نے خود کو بچایا‘ میں نے راجا نواز اصغر کی حفاظت کی۔ لیکن اس انداز میں کہ کہیں بزدلی
کوئی عنصر اس میں شامل ہونے نہ پائے۔ یہاں تک کہ جب ہوریشو میرے سامنے آیا تو اسے کہا کہ اب میری
ذہنی کیفیت کیا ہے تو میں نے اسے یہی مشورہ دیا تھا کہ راجا نواز اصغر کو قتل کر دو ہوریشو‘ ورنہ وہ تمہارے
لئے ایک ایسی ہستی بن جائے گا کہ تم ساری زندگی پچھتاتے رہو گے اور میں اپنا وہ قول نبھا رہا ہوں۔" میرے
لہجے میں نجانے کیا بات پیدا ہو گئی تھی کہ گوریا سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی‘ پھر ایک گہری سانس

لے کر بولی۔

"تو۔ تو راجا نواز! اب بھی تم اس سے ٹکراؤ گے؟"

"اب بھی سے تمہاری کیا مراد ہے گوریا۔ میں ہوریشو کو اگر چاہوں تو ختم کر سکتا ہوں۔ میں ایسی
پوزیشن میں ہوں کہ اسے فنا کر دوں۔ لیکن ہوریشو ایسا دشمن ہے جسے بار بار مارنے میں لطف آتا ہے۔ میں
اسے ایک بار نہیں مارنا چاہتا گوریا۔ میں اسے قتل کروں گا لیکن اس انداز میں کہ وہ موت کی بھیک مانگتا
رہے۔ ابھی تو میں اس سے چوہے اور بلی کا کھیل کھیلنا چاہتا ہوں اور جب میں اس سے اکتا جاؤں گا تو اسے ختم
کر دوں گا۔"

"اوہ۔" گوریا نے دونوں ہاتھوں سے پیشانی پکڑ لی۔

"میں نے تم سے ایک درخواست کی تھی گوریا۔"

"کیا۔؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہوریشو کا پتہ؟"

"میں تمہیں ایک بات بتا دوں نواز کہ اب میرے لیے ساری دنیا میں تم سے زیادہ کوئی شخص
حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم۔ ہم جیسے لوگ اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ ہم لوگوں کو
ایسی اہم باتوں سے مطلع کیا جائے۔ البتہ میں تمہیں اس کا ٹیلیفون نمبر دے سکتی ہوں۔" گوریا نے جواب
دیا۔

"اوہو‘ ٹیلیفون نمبر ہی کافی ہے۔ میں بذات خود اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ یہ اور زیادہ اچھا
ہے۔ فون پر گفتگو مناسب رہے گی۔" میں نے کہا اور گوریا نے مجھے ہوریشو کا ٹیلی فون نمبر بتا دیا۔ جسے میں
نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔

"میرے سوال کا تم نے کوئی جواب نہیں دیا؟" چند ساعت کے بعد وہ بولی۔

"کون سے سوال کا گوریا؟"

"میں نے جو تم سے کہا تھا۔ میں نے تم سے جو درخواست کی تھی" گوریا عجیب سے لہجے میں بولی۔

"گوریا! میرا خیال ہے میری یہ طویل گفتگو تمہاری باتوں کا جواب ہی ہے۔"

"لیکن میں نہیں سمجھی نواز۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ گوریا کہ راجا نواز اصغر کسی ایک ہستی‘ کسی ایک ذات کے لئے مخصوص ہو کر نہیں رہ
سکتا۔ اس کی زندگی پر اس کا اپنا بھی کوئی حق نہیں ہے اور حق ہو بھی تو وہ اپنی زندگی کو ساکت و جامد کر کے
موت کی آغوش میں نہیں جا سکتا۔ تم یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دینا گوریا کہ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ
گزار سکتا ہوں۔ شاید وہ دنیا کی کوئی عورت نہ ہو جس کے ساتھ رہنے کا میں فیصلہ کر لوں چنانچہ میری
دوست! میں تمہیں بھی اس غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ تم اس بات کو ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال دو۔ اگر
زندگی کا کوئی اور محور بنانا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ میں نے صرف تمہارے حالات سے متاثر ہو
کر تمہیں پناہ دی ہے۔ میں نے تمہاری زندگی کے لئے ایک راستہ منتخب کیا ہے۔ اگر میری اس محبت سے
فائدہ اٹھانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے اور اگر اپنے طور پر زندگی کے راستے تلاش کرنا چاہو تو مجھے اس سلسلے میں کوئی
اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور گوریا کا چہرہ اتر گیا۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر

اپنے آنسو خود ہی پی گئی۔

"ٹھیک ہی تو کہتے ہو تم۔ ٹھیک کہتے ہو تم راجہ نواز اصغر! معافی چاہتی ہوں' میں غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے گوریا۔ لیکن میں تم سے ہمدردی کا ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میرے اصول' میرے فیصلے اٹل ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور گوریا نے اپنے آنسو رومال سے جذب کرتے ہوئے گردن ہلا دی۔

کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی' پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "نواز! تم نے میرے لئے سوچا؟"

"میں نے تمہیں بتایا نا۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں بہت جلد ہالینڈ بھجوا دوں گا' اتنی جلد' جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہاں جا کر میں کیا کروں گی؟"

"تم چاہو تو میرے گروہ میں شامل ہو سکتی ہو۔ تم چاہو تو میں تمہیں ایک معقول معاوضہ ادا کرتا ہوں۔ تم اس انداز میں اپنی زندگی گزارنا' جس انداز میں گزارتی رہی ہو' صرف تھوڑا سا انداز بدلا ہو گا۔ تم ایسے لوگوں کے لئے مجبور نہیں ہو گی جو تمہارے جسم کے گاہک بھی بنیں۔ تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ہاں جس وقت بھی تم اپنی زندگی کی خوشیوں کی طلب گار ہو گی اور کوئی ایسا تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی جو تمہاری پوری زندگی میں تمہارا ساتھ دے سکے تو میں خاموشی سے تمہیں الوداع کہہ دوں گا۔"

"لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" گوریا نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا۔"

"میں پھر ایسے ہی ایک گروہ میں کام کروں گی جس میں کرتی رہی ہوں' جس سے مجھے نفرت ہے۔"

"ہوں۔ گوریا! میں نے تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کیا ہے۔ البتہ میں نے تمہیں صرف اک سہارا پیش کیا تھا۔ البتہ اگر تم یہ کام' یہ انداز نہیں چاہتیں تو پھر تم ہالینڈ چلی جاؤ۔ کیونکہ میں تمہیں ہوا کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ وہاں جا کر تم کوئی معقول ملازمت تلاش کر لینا۔ اس وقت تک تمہارے لئے بہتر بندوبست رکھوں گا جب تک کہ تم اپنے لئے کوئی مناسب صورتحال پیدا نہ کر لو۔ بس کرم اب اس سے زیادہ اس سلسلے میں کوئی بات نہ کرنا۔" میں نے کہا اور گوریا خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن صبح ناشتے پر گوریا کی مما' گوریا۔ میں اور ہراتا چاروں موجود تھے۔ بوڑھی مما بڑی مزیدار عورت تھی۔ ہراتا کی جانب اس مشکوک انداز میں دیکھتی کہ ہراتا جھینپے ہوئے انداز میں اس کی جانب دیکھنے لگتا تھا۔ ایک بار جب بوڑھی نے ڈونگا اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ہراتا نے بھی اتفاقاً اسی وقت ہاتھ بڑھایا تھا۔ بوڑھی نے پھرتی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تھا اور خونخوار نگاہوں سے ہراتا کو گھورنے لگی۔

"دیکھو! میں تم سے بار بار کہتی ہوں کہ محتاط رہو۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا اور ہراتا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے بھی چونک کر بوڑھی کی جانب دیکھا تھا۔ پھر میں نے ہی بوڑھی سے پوچھا تھا۔

"کیا بات ہے مما؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ شخص' سنتے ہو تم۔ یہ شخص جس وقت سے میں یہاں آئی ہوں' مسلسل مجھ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" بوڑھی عجیب سے انداز میں بولی۔

"مما۔" گوریا نے احتجاجی انداز میں ماں کی طرف دیکھا۔

"میں سچ کہتی ہوں' سچ کہتی ہوں میں۔ بار بار اپنے آپ کو مجھ سے قریب سے قریب لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ساری رات نہیں سو سکی ہوں میں اس کے کمرے میں کہ نجانے کم بخت کس وقت اٹھ جائے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ کردار کا کیسا ہے مگر مجھے تو یہ زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیوں ہراتا؟" میں نے مسکراتے ہوئے ہراتا سے پوچھا۔

"چیف۔ چیف۔ دیکھو چیف!" ہراتا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور میرا زوردار قہقہہ نکل گیا۔

"ہراتا!" میں نے اسے پکارا۔

"مم۔ مگر چیف! تم خود دیکھو۔ یہ۔ میں۔ کیا۔ یہ مما۔"

"ہاں ہاں۔" میں نے اسے آنکھ ماری اور پھر بوڑھی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ہاں تو مما۔ تم نے اس شخص سے بچنے کے لئے ساری رات جاگ کر گزاری ہے۔"

"ہاں۔ میں اصولوں کی پابند ہوں۔ جب میرا دل اس سے نہیں ملتا تو پھر میں اس کی طرف متوجہ کیوں ہوں؟"

"ٹھیک بات ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔

"مما۔۔۔۔۔۔ مما! آپ اپنے دوستوں کی انسلٹ کر رہی ہیں۔" گوریا نے کہا۔

"لو' اس میں انسلٹ کی کیا بات ہے' کیا وہ مرد نہیں ہے؟"

"لیکن وہ ہمارے محافظ ہیں۔" گوریا نے جواب دیا۔

"اوہو گوریا! تم ان باتوں کی پروا نہ کرو۔ ٹھیک ہی تو کہتی ہیں مما۔ ظاہر ہے' انہوں نے خود کو خطرے میں پایا ہو گا تو اس قسم کی بات سوچی' ورنہ وہ ایسا کیوں کرتیں۔"

"لیکن مسٹر ہراتا سنجیدہ ہو سکتے ہیں۔" گوریا بے چینی سے بولی۔

"ممکن ہے مما کے لئے وہ سنجیدہ ہی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوریا ہنس پڑی۔ ہراتا کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔

ناشتے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اور ہم ہنستے رہے۔ بوڑھی بڑی پرلطف عورت تھی۔ ہراتا سے وہ بری طرح بدک رہی تھی اور میرا دوست عورت کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ بیوقوف تھا' حالانکہ بوڑھی میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔

اس وقت بوڑھی اپنی بیٹی کے ساتھ دوسرے کمرے میں تھی' ہراتا میرے پاس آ گیا۔ اس کے انداز میں تھوڑی سی الجھن تھی۔

"ہیلو چیف!"

"ہیلو ہراتا!"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"یار مل گیا ہے' اس سے تھوڑی سی چپقلش رہے گی۔ اس کے بعد آگے بڑھیں گے ہراتا۔ لیکن اس سے قبل میں ان دونوں ماں بیٹیوں کو روانہ کر دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ' بوڑھی کو بھی؟"

"ہاں۔۔۔ کیوں؟ کیا تم اس کے بغیر اداس ہو جاؤ گے؟"

"میں اس کی صورت پر لعنت بھیجتا ہوں۔" ہراتا بگڑ کر بولا۔

"لیکن اس کا تو خیال ہے کہ تم اس سے عشق کرنے لگے ہو۔"

"کسی وقت خاموشی سے گردن توڑ دوں گا۔ کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا۔"

"یار۔۔۔۔۔ تو لطف اندوز بھی نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں چیف! میں کسی عورت سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ میں ساری زندگی عورت سے دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"مشکل ہو جائے گا ہراتا۔"

"کیوں مشکل ہو جائے گا چیف! کیا اس دنیا میں عورت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے؟" ہراتا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات تو نہیں ہے ہراتا لیکن عورت اس دنیا میں' انسان کی دلچسپی کے لئے سب سے اہم شے ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں غیر اہم چیزوں سے کام چلالوں گا چیف! بہتر یہ ہے کہ اسے میرے پاس سے ہٹالو۔" ہراتا نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا اور میں ہنستا رہا' پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔

"میں چاہتا ہوں ہراتا! پہلے ہم انہیں روانہ کر دیں' اس کے بعد ہوریشو کے سامنے آئیں۔ ورنہ یہ عورتیں مشکل میں پڑ جائیں گی۔ تم یہاں رہو' میں چلتا ہوں' ان کے لئے بندوبست کرنا ضروری ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے چیف! تم ان کی طرف سے بے فکر رہو۔ لیکن جلد از جلد انہیں یہاں سے ہٹا دو' ورنہ ہراتا کی بے شمار صلاحیتیں زائل ہو جائیں گی۔"

"کیوں۔ کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"خون جلتا ہے اسے دیکھ کر۔" ہراتا نے کہا اور میں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ بہر حال تھوڑی دیر کے بعد تیار ہو کر میں باہر نکل آیا۔

دو دن صرف گوریا اور بوڑھی کے سلسلے میں گزرے۔ تیسرے دن ان کے لئے بندوبست ہو گیا اور اسی رات میں نے انہیں طیارے میں سوار کرا دیا۔ ہراتا بھی میرے ساتھ تھا۔ بڑی دلچسپیاں رہی تھیں اس دوران ائیرپورٹ پر بھی بوڑھی نے شکر ادا کیا تھا کہ اس کی عزت بچ گئی اور اس کے روانہ ہونے کے بعد ہراتا نے شکر ادا کیا تھا کہ اس کی عزت بچ گئی۔

"اب ہراتا! ہوریشو سے ملاقات کی سوچو۔"

"چیف! تم نے بتایا تھا کہ لڑکی سے تمہیں اس کا فون نمبر معلوم ہو گیا ہے۔"

"نہ صرف فون نمبر بلکہ اس کی رہائش گاہ بھی۔"

"اوہ' وہ کیسے؟"

"فون نمبروں سے میں نے رجسٹریشن آفس سے معلوم کیا تھا۔"

"بہت خوب۔ پھر چیف! اب کیا پروگرام ہے؟ مگر ایک بات تو بتاؤ چیف! کیا اس دوران وہ اپنی رہائش گاہ پر موجود ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا اسے اس بات کا علم نہ ہو گیا ہو گا کہ گوریا اور اس کی بوڑھی ماں اپنے فلیٹ سے غائب ہیں۔"

"اوہ' ہاں اس کے امکانات تو ہیں۔"

"تو پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ان کی گمشدگی میں بھی وہ تمہارا ہی ہاتھ سمجھے اور ایسی صورت میں تم نے جس طرح اس کا نام اچھالا ہے' وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ ممکن ہے' تم پولیس کو اس کی نشاندہی کر دو۔"

"ہوں' تمہارا خیال درست ہے۔ لیکن بہر حال ہم اس جگہ کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ کم از کم ٹیلی فون تو کر کے دیکھ لیتے ہیں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"ویسے اگر اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہے ہراتا' تب بھی اسے تلاش کرنا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔"

"اوہ' وہ کس طرح؟"

"تم کیا سمجھتے ہو ہراتا۔ کیا وہ میری تلاش میں نہیں ہو گا؟"

"ہونا تو چاہیے۔ لیکن وہ پولیس سے بھی خوفزدہ ہو گا۔"

"خوفزدہ۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ "نہیں ہراتا! میرا خیال ہے وہ خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔"

"اوہ' لیکن پولیس اس کے پیچھے ہے۔ بلکہ اگر وہ زیادہ جذباتی ہو گیا ہے تو پھر اسے اس خیال کے [illegible] روپوش ہونا چاہیے۔"

"اوہ' تو کیا پولیس۔۔۔۔؟"

"ہاں' پولیس اس جیسے لوگوں کو گرفتار نہیں کرتی۔"

"تم اسے بخوبی جانتے ہو چیف! بہر حال تم نے میرے دل میں اس شخص کے لئے اشتیاق پیدا کر دیا ہے میں بھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"بہت جلد ہم اس سے ملاقات کریں گے ہراتا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ ٹیکسی سے اتر گئے۔ ہم دونوں پراطمینان انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ پھر ایک پبلک کال بوتھ کے سامنے ہم رک گئے۔

"فون کرو گے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور بوتھ میں داخل ہو گیا۔ سکے ڈال کر میں نے وہ نمبر ڈائل کیا جو گوریا نے بتایا تھا اور دوسری جانب سے چند ساعت کے بعد فون ریسیور کر لیا گیا۔ "کون بول رہا ہے؟"

"آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"ایک افریقی قبیلے کے روحانی پیشوا سے۔"

دوسری جانب چند ساعت خاموشی چھائی رہی پھر کہا گیا۔ "آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"اس سے کہو' ایک ایسا راجا بول رہا ہے جس کی کوئی مملکت نہیں ہے۔"

"نواز اصغر؟" سوال کیا گیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"براہ کرم چند ساعت انتظار کریں۔" کہا گیا اور میں نے ایک گہری سانس لی' پھر ماؤتھ پیس پر رکھ کر ہراتا سے بولا۔

"ہراتا! پستول ہے تمہارے پاس؟"

"موجود ہے چیف!" ہراتا نے جواب دیا۔

"تب تم ٹیلی فون بوتھ سے تھوڑے فاصلے پر جا رکو۔ ممکن ہے وہ لوگ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ ہم کہاں سے بول رہے ہیں اور ممکن ہے اس نے پہلے سے اس کا انتظام کر رکھا ہو۔"

"او کے چیف۔ لیکن کس طرح؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"ہوریشو----- میری جان ہوریشو' اس نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا میرے لئے ممکن ہے اس چاروں طرف ٹیلی فون بوتھ پر اپنے آدمی پھیلا رکھے ہوں۔ کہیں سے بھی کوئی شبہ ہو۔ کیونکہ یہ بات جانتا ہوگا کہ میں کسی ایسے ٹیلی فون بوتھ پر بات نہیں کروں گا جس کا وہ پتہ چلا سکے اور ہو سکتا ہے کہ ساعت رکنے کے لیے کہہ کر وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ یہ فون کہاں سے کیا جا رہا ہے۔"

"اوہو' تب پھر فکر نہ کرو۔ اور ہاں' ذرا ایک آدھ بات مجھے اور بتاؤ۔" ہراتا نے سوال کیا۔

"کیا؟"

"گولی چلا سکتا ہوں؟"

"بے دھڑک۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا مسکراتا باہر نکل گیا۔ چند ساعت کے بعد دوسری جانب سے ہوریشو کی غرائی ہوئی سی آواز سنائی دی اور میں نے خود کو اسی جانب متوجہ کر لیا۔

"ہیلو' کون بول رہا ہے؟"

"تمہارا دوست ہوریشو!"

"اوہو' نواز اصغر۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" ہوریشو نے کہا۔

"واہ' بغیر ملے کام نہیں ہو سکتا کیا؟"

"دیکھو نواز! مجھے تم سے بہت سی ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

"تو پھر ٹیلی فون پر ہی کیوں نہ ہو جائیں۔"

"ڈرتے ہو-----؟" ہوریشو کے انداز میں حقارت تھی۔

"ہاں بھائی----- تم سے تو ڈرنا ہی پڑتا ہے۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم کیا سمجھتے ہو نواز----- تمہارے خیال میں' میں تم سے خوفزدہ ہوں یا تمہاری کارروائی سے----- اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اسے ذہن سے مٹا دو اور جو بات کرنا چاہتے ہو' وہ کرو۔" ہوریشو

غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسی ٹیلی فون بوتھ سے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں' ہاں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں باتوں میں لگا کر تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ جاؤ ہوریشو وعدہ کرتا ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"بہت خوب' ویسے مجھے یقین ہے' ویسے اس بات کا یقین مجھے اس بات سے بھی ہو رہا ہے کہ تم مجھ سے بے دھڑک گفتگو کر رہے ہو۔"

"ہاں' اس لئے کہ ہماری اور تمہاری گفتگو یہاں کے ایکسچینج پر نہیں سنی جا سکے گی۔ اس کے علاوہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اسی جگہ تمہارا منتظر ہوں' جہاں کے بارے میں تمہیں مکمل طور پر معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ میری مراد گوزیا اور اس کی ماں سے ہے مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم ہی ان دونوں عورتوں کو لے گئے ہو' ورنہ تمہیں میرا ٹیلی فون نمبر کہاں سے معلوم ہوتا۔"

"مجھے تو تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں علم ہے ہوریشو!"

"یہ کون سا مشکل کام ہے نواز۔" ہوریشو نے تمسخرانہ قہقہہ لگایا۔

"بہر حال ٹھیک ہے ہوریشو! میں تسلیم کرتا ہوں۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو پولیس کو تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں بتا دیتا اور جب میں تمہیں ٹیلی فون کر رہا ہوتا تو پولیس تمہارے نزدیک پہنچ چکی ہوتی۔"

"میں نے اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا نواز!"

"لیکن ہوریشو! نواز بھی وعدہ کرتا ہے اور تمہیں یہ یقین بھی دلاتا ہے کہ اس نے پولیس کو تمہاری اس رہائش گاہ کے بارے میں اطلاع نہیں دی ہے۔"

"تمہارا شکریہ۔ ویسے مجھے اس کی زیادہ پرواہ نہیں تھی۔ میں نے بہت سارے انتظامات کر لئے ہیں اور اس کی مجھے کوئی خاص پرواہ نہیں ہے۔ ہاں تم نے جو کچھ کیا وہ لڑائی کے اصول کے خلاف ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"ہماری آپس کی جنگ تھی یہ' پولیس کو اس طرف متوجہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اوہ ڈیئر ہوریشو! بس تم اچھے جو لگتے ہو' تم سے شرارتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ وہ کام کی بات بتاؤ جو تم کرنا چاہتے ہو۔ مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے؟" ہوریشو نے سوال کیا۔

"نہیں ہوریشو۔"

"کیوں؟"

"میں ذرا کمزور دل ہو گیا ہوں' اس لئے تمہیں دلیری نہیں دکھا سکوں گا۔ میں نے کہا اور ہوریشو نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا تمہاری مرضی۔"

"ہاں' آگے کہو ہوریشو!" میں نے سوال کیا۔

"تو کام کی بات یہ ہے نواز ------ کیا تم ہی ان دونوں عورتوں کو لے گئے ہو؟"

"ظاہر ہے میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں وہ دونوں؟"

"میرے پاس موجود ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا کرو گے ان کا؟"

"اب وہ میرے لئے کام کریں گی۔ میری مراد گوریا سے ہے تمہارے لئے تو اب وہ بیکار ہو گئی ہے مجھے بتاؤ میری جان! کیا تم نے اسے صرف اسی لیے نہیں چھوڑ رکھا تھا کہ ممکن ہے گوریا نے مجھے اپنا پتہ بتایا ہو اور میں اس سے ملاقات کرنے آؤں۔"

"تم چالاک ہو۔ اس بات سے میں نے کب انکار کیا ہے۔" ہوریشو ہنس کر بولا۔ بے نظیر انسان تھا ان حالات کے باوجود نہ تو اس کے لہجے میں غصہ تھا نہ پریشانی۔ وہ حسب عادت پر سکون اور نرم محسوس ہو رہا تھا۔

"گویا میرا خیال درست ہے۔"

"ہاں۔ لیکن تم بھی حسب معمول رہے۔ میرے آدمی فلیٹ کی شدید نگرانی کرنے کے باوجود تمہیں نہ پا سکے۔ نجانے تم ان دونوں کو کیسے نکال لے گئے۔"

"بہرحال عزت افزائی کا شکریہ۔"

"لیکن تمہارے لئے وہ کیا کام کریں گی؟"

"میرے گروہ کے لئے میں نے تم سے کہا تھا نہ ہوریشو کہ اگر میں تمہارے چنگل سے بچ گیا تو زمین تمہارے لئے تنگ کر دوں گا۔"

"ہاں لیکن زمین میرے لئے اسی طرح کشادہ ہے۔"

"ابھی تو بہت کچھ باقی ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تو تم نے گروہ بنا لیا ہے؟"

"ہاں، اور اس گروہ نے کام بھی شروع کر دیا ہے۔"

"خوب۔ کیا نام رکھا ہے؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"اس کا اعلان بعد میں کروں گا۔"

"خیر میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ لیکن تمہارے طریقہ کار سے مجھے تھوڑا سا اختلاف ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

"وہ کیا میری جان؟"

"کام کر رہے ہو، کام کرو ------ اگر مجھ سے چوٹیں چاہتے ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن پولیس کو درمیان میں کیوں لاتے ہو۔"

"ہوریشو میری جان! کیا تم یہ کھیل نہیں کھیلتے رہے ہو؟"

"کون سا کھیل؟"

"کیا تم نے انٹرپول کا سہارا نہیں لیا تھا، کیا تم نے بار بار مجھے اس کے چنگل میں پھنسانے کی کوشش

نہیں کی؟"

"اوہ، اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا، سب کچھ مکلینو کے حکم سے ہو رہا تھا۔"

"خیر، اب کیا چاہتے ہو؟"

"پولیس کو ان معاملات سے دور ہی رکھو۔"

"چلو منظور۔"

"ہماری تمہاری چلے گی، لطف آئے گا۔ ہاں، ایک بات اور بتاؤ، ہیرے تمہارے پاس موجود ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا کرو گے ان کا؟"

"کاروبار ------ ظاہر ہے کاروبار ------"

"میرے ہاتھ فروخت کرو گے انہیں ------ دراصل وہ میری ملکیت نہیں ہیں، ایک بہت بڑے آدمی نے منگوائے تھے۔ ایک طرح سے وہ اس کی امانت تھے۔ اگر کاروبار کا مال ہوتا تو ٹھیک تھا، میں دوسری طرح تم سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے میری ساکھ بگڑ جائے گی۔ میرے ہاتھ سے ایک بڑی منڈی نکل جائے گی۔"

"تو تم انہیں خریدنا چاہتے ہو ہوریشو؟" میں نے طنزیہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں، صرف اس لئے کہ ان سے میری ساکھ نہیں بگڑے گی۔ میں تم سے اس مال کی بات نہیں کروں گا جو تم نے لانچ لوٹ کر حاصل کیا ہے۔ لیکن اگر ممکن ہو سکے تو ہیرے مجھے واپس دے دو۔ اور ان کی جو قیمت چاہو، وصول کر لو۔"

"اوہ ہوریشو! ٹھیک ہے اس بارے میں بھی بات کر لیں گے، ابھی تو تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں۔"

"ہاں ہاں کہو۔ اب کیا خیال ہے تمہارا ------ کیا تم مجھ سے جنگ جاری رکھو گے؟"

"ظاہر ہے ہوریشو! میں تم سے کہہ کر نکلا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان سے ایک آدمی کو ختم ہونا پڑے گا اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی۔ جب تک ہم میں سے ایک آدمی نہ رہ جائے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے دوست! بہرحال مجھے خوشی ہے کہ مجھے ایک دلیر دشمن ملا ہے اور تم سے مقابلہ کر کے میں انتہائی مسرت محسوس کروں گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"ٹھیک ہے ------ تو ہوریشو! تم اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں ہر جگہ کراس کروں گا۔"

"مجھے تمہارا یہ چیلنج منظور ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تمہارا قیام یہاں کب تک رہے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو ابھی یہیں ہوں۔ نئے سرے سے کام کا آغاز کر رہا ہوں میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"بس تو ٹھیک ہے اپنے ان اڈوں کی خیر مناؤ، جہاں کام ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، لیکن تم ان کے بارے میں پتہ نہیں چلا سکتے۔"

"میں کوشش کروں گا ہوریشو کہ وہاں سے تمہارا اسارا کاروبار ختم کردوں۔" میں نے کہا۔

"تم نے کوشش تو کی ہے میرے دوست! پولیس میرے پیچھے لگ چکی ہے۔ میں پولیس کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔"

"اچھا ہوریشو! اب اجازت دو۔"

"ہیروں کی بات درمیان میں رہ گئی۔"

"ہاں' اسے درمیان میں ہی رہنے دو۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ ہوریشو کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ لیکن اس وقت میں ایک اور انداز میں سوچ رہا تھا۔

بہرحال بوتھ سے باہر نکل کر میں نے ادھر ادھر دیکھا' تھوڑے فاصلے پر ہراتا موجود تھا۔ قرب وجوار میں کوئی ایسا مشکوک آدمی نظر نہیں آیا جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا کہ وہ ہوریشو کا کوئی آدمی ہوگا اور ہمارے نگرانی کر رہا ہوگا۔ میں نے ہراتا کو اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں ٹہلتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ مجھے کوئی خطرہ تو تھا نہیں۔ کیونکہ میں میک اپ میں تھا اور ہراتا ایک ایسی شخصیت تھی جسے کوئی جانتا نہ تھا۔ یوں بھی میں اسے فی الوقت تاریکی ہی میں رکھنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ میں نے اپنے اور ہوریشو کے درمیان ہونے والی گفتگو ہراتا کو سنائی۔

"خوب بڑی عجیب وغریب گفتگو ہوئی' دو دشمنوں کے درمیان۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہراتا ---- اب تم ایک سلسلے میں مجھے مشورہ دو۔"

"کیا؟"

"ہوریشو نے مجھ سے ہیرے طلب کئے ہیں' وہ ان کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہے۔"

"تو کیا تم یہ ہیرے اسے فروخت کردو گے؟"

"دیکھو ہراتا ---- ہمارا اصل مقصد ہوریشو کو شکست دینا تھا۔ ہم نے اس پر ایک کامیاب وار کیا ہے ---- باقی رہا دولت کا اور ہیروں کا مسئلہ ---- تو میرے دوست! تم نے مجھ سے ایک بات کی تھی' کیا تمہیں یاد ہے؟"

"کیا؟"

"یہی کہ تم خزانوں سے کھیلتے رہے ہو۔"

"ہاں' میں نے کہا تھا۔ اور اگر تمہیں وہ بات ناگوار گزری ہو چیف! تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"نہیں ہراتا! یہ مقصد نہیں تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ میں ہیروں سے نہیں کھیلتا رہا۔ میں نے تو عزت کی دو روٹیاں حاصل کرنے کے لئے ایک ایک شخص کی خوشامد کی تھی۔ لیکن مجھے ٹھکرا دیا گیا۔ لیکن اب دولت میرے قدموں میں ہے ---- اتنا کچھ ہے میرے پاس ہراتا کہ میں اسے خرچ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یقین کرو ہراتا! مجھے اندازہ نہیں ہے کہ میری دولت کتنی ہے اور میں اس دولت کو کس طرح خرچ کروں۔ اس صورت میں یہ ہیرے' میرے لئے کوئی دلکشی نہیں رکھتے۔ ہوریشو کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا مقابل کسی بھی طور اس سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہیرے اسے بلاقیمت واپس کر دیئے جائیں۔"

"اوہ۔" ہراتا نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا اور پھر بولا۔ "چیف! ہراتا نے کبھی کسی کو تسلیم نہیں

کیا۔ لیکن وہ تمہیں تسلیم کر چکا ہے۔ تمہارے اندر وہ بے شمار خوبیاں ہیں چیف جو کسی بھی انسان کو متاثر کر سکتی ہیں میں تم سے سو فیصدی متفق ہوں۔ تم دشمن کو حقارت سے بھیک دو گے' کیونکہ وہ تم سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا ہے۔"

"تو پھر تمہارا ابھی یہی مشورہ ہے ہراتا؟"

"ہاں چیف!"

"بس تو پھر یہ ہیرے تم ہی لے کر جاؤ گے۔"

"میں تیار ہوں چیف!" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا وہ دیوانگی تھی۔ یہ ہیرے بے اندازہ قیمتی تھے' اتنے قیمتی کہ میں ان کی مدد سے اپنے گروہ کو کافی فروغ دے سکتا تھا۔ لیکن یہ دیوانگی تو میری زندگی میں رچی ہوئی تھی۔

اس دن تو خاموشی رہی۔ لیکن دوسرے دن میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لاکر سے ہیرے نکلوالئے۔ اس سے پہلے میں نے ہراتا کے چہرے پر میک اپ کر دیا تھا۔ یہ نیا میک اپ تھا۔ اور میں نے اس پر کافی محنت کی تھی۔

ہیروں کا بڑا بیگ میں نے ہراتا کے حوالے کر دیا۔ حالانکہ بڑا خطرناک کام تھا۔ میں اپنے ایک شاندار آدمی کو داؤ پر لگا رہا تھا۔ اگر ہوریشو کمینگی پر اتر آیا تو ہراتا ہاتھ سے چلا جائے گا۔ وہ اتنا ہی خطرناک تھا۔

بہرحال دیکھنا تھا کہ اس معاملے میں وہ کتنا گہرا ہے۔

میں خود بھی ہراتا کے ساتھ گیا تھا۔ ہوریشو کی اس رہائش گاہ کے بارے میں اندازہ درست نکلا۔ ایک خوبصورت کوٹھی تھی۔ بہرحال میں نے ہراتا کو ہدایات دیں اور دلیر ہراتا کوٹھی کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میں وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد ہراتا برآمد ہوا۔ اور ایک طرف بڑھ گیا۔ میں نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ سیدھا ہوٹل پہنچے۔ لیکن میں ہراتا کی طرف نہیں گیا بلکہ اس سے تھوڑے فاصلے پر رک کر عمارت کی طرف دیکھتا رہا۔

ہراتا بہت دور نکل گیا' تب میں نے وہ جگہ چھوڑی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہراتا کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود میں نے راستے میں رک کر احتیاطاً" ایک دوسرے ہوٹل میں دو کمرے بک کرالئے اور ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر اپنے ہوٹل پہنچا۔ بظاہر تو تعاقب کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

ہراتا موجود تھا اور مگن تھا۔ مجھے دیکھ کر تعریفی انداز میں مسکرایا۔

"ہیلو چیف! تم بہت دیر سے آئے۔ کہاں رہ گئے تھے؟"

"ذرا کام سے گیا تھا۔ تم سناؤ جلدی' میں منتظر ہوں۔"

"بڑے عمدہ دشمن ہو تم دونوں ---- لیکن اس نے تمہیں دوستی کا پیغام دیا ہے۔"

"ہوریشو سے ملے تھے؟"

"ہاں۔ سیاہ فام ہے مگر خوبیوں کا مالک معلوم ہوتا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"مجھے پوری تفصیل بتاؤ ہراتا! لیکن ٹھہرو ---- کیا تم کافی پیو گے؟" میں نے سوال کیا۔ ایک اور خیال میرے ذہن میں سرایت کر گیا تھا۔

"بلوا دو چیف! اگر تمہارا موڈ ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"تکلیف کرو تم خود ہی۔ میں اس وقت ویٹر کو بلانا پسند نہیں کرتا۔" میں نے کہا اور ہراتا خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ دوسرے لمحے میں اپنے سامان کی طرف جھپٹا اور میں نے اپنی مطلوبہ چیز نکال لی۔ یہ ننھی ننھی دو گولیاں تھیں۔ میں نے ان گولیوں کو انگلیوں میں دبالیا اور ہراتا کا انتظار کرنے لگا۔

چند ساعت کے بعد وہ واپس آگیا۔ "ہاں ہراتا! اب شروع ہو جاؤ۔"

"جب میں نے بیل دی چیف! تو ایک دراز قامت آدمی باہر نکل آیا۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا کہ میں کون ہوں اور کس سے ملنا چاہتا ہوں؟ تب میں نے صاف ہوریشو کا نام لے دیا۔ دراز قامت بڑا حیران ہوا ----- اور بولا کہ یہاں تو مسٹر جیکسن رہتے ہیں۔ ممکن ہے مسٹر جیکسن کے کسی دوست کا نام ہوریشو ہو۔ اس نے کہا کہ میں اندر آجاؤں' وہ مسٹر جیکسن سے معلومات کر کے بتائے گا۔ تب میں اندر چلا گیا چیف اور وہ مجھے ایک ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اندر چلا گیا۔ اور چیف! میرے بیٹھنے کے چند ساعت بعد ہی دفعتاً" مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ جگہ جہاں میں بیٹھا ہوا تھا' زمین میں دھنس رہی ہے اور پھر وہ زمین میں دھنستی چلی گئی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن بھلا اس جگہ میں اٹھ کر کیا کرتا' جو تیزی سے نیچے جا رہی تھی۔ میں زیادہ گہرائی میں نہیں گیا چیف ----- میرا خیال ہے پندرہ یا بیس فٹ نیچے گیا تھا کہ میرا صوفہ زمین سے جا ٹکا۔

میں صوفے پر کھڑا ہو گیا تھا جس ہال میں' میں تھا اس میں نیم تاریکی کی سی کیفیت تھی۔ بڑا ٹھنڈا ہال تھا' یقینی طور پر ائرکنڈیشنڈ ہو گا۔ بہرحال میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا ----- اچانک وہ سیاہ فام مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا جس کا جسم گٹھا ہوا تھا اور جو اچھے تن و توش کا مالک نظر آ رہا تھا۔

چیف! بڑا ہی نرم لہجہ تھا اس کا ----- اس نے اندر آنے کے بعد مجھے خوش آمدید کہا۔ لیکن جانتے ہو اس نے مجھے کس نام سے پکارا' اس نے مجھے راجا نواز اصغر کے نام سے پکارا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "پھر -----؟" میں نے پوچھا۔

"تو چیف! وہ مجھ سے کہنے لگا کہ میں یقینی طور پر راجہ نواز اصغر ہوں تب میں نے اس سے کہا کہ یہ میرا نام نہیں ہے" البتہ میں راجہ نواز اصغر کا ایک نمائندہ ہوں اور اس کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا اور میں نے وہ تھیلا اس کے سامنے کر دیا۔ وہ حبشی جو یقیناً ہوریشو تھا' اس کے چہرے پر ایک دم حیرت پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے کسی آدمی کو آواز دی۔ جب وہ شخص اندر آگیا تو ہوریشو نے اسے حکم دیا کہ تھیلا کھول کر دیکھا جائے۔ یوں لگتا تھا بس جیسے کہ ہوریشو اس تھیلے سے خوفزدہ ہو۔ اس شخص نے تھیلا کھولا اور متحیرانہ انداز میں ہوریشو کو دیکھنے لگا۔"

"کیا ہے اس میں؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"ہیرے۔" اس نے جواب دیا اور ہوریشو بے ساختہ آگے بڑھ آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمام ہیرے مٹھیوں میں نکال نکال کر اندر ڈالے اور انہیں تعجب سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مجھے بغور دیکھا اور بولا۔

"کیا تم درحقیقت راجہ نواز اصغر نہیں ہو؟"

"نہیں۔" میں نے اسے جواب دیا۔

"تو پھر تم کون ہو؟ اوہ -----" اس نے خود بخود ہی کہا۔ "اگر تم نواز اصغر نہیں ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہو گے' ورنہ وہ شخص تمہیں یہاں بھیجنے کا رسک کبھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ ہیرے ----- کیا اس کے جواب میں اس نے کچھ مانگا ہے' کچھ طلب کیا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو کے چہرے پر چند ساعت کے لئے الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو اس نے یہ ہیرے بھجوائے ہیں میرے لئے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب چیف! اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا پیوں گا۔ لیکن میں نے معذرت کر لی تھی اور کہا تھا کہ میرا کچھ موڈ نہیں ہے۔ چند ساعت میں اس کے ساتھ بیٹھا رہا تب اس نے کہا کہ اگر اسے راجا نواز اصغر ملے تو اس کا ہوریشو کی طرف سے شکریہ ادا کیا جائے اور کہا جائے کہ ہوریشو اسے دوستی اور محبت کا پیغام دیتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے' اسے بھول کر ہوریشو کی دوستی نبھانے کی کوشش کی جائے۔ اس نے کہا ہے چیف کہ راجا نواز اصغر سے کہو کہ مجھ سے ٹیلی فون پر بات کرے۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں بغور ہراتا کو دیکھتا رہا۔ میں اس کی ایک ایک بات پر غور کرتا رہا تھا لیکن اس کے باوجود میں مطمئن نہیں تھا۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد ویٹر ٹرے میں کافی کا سامان لے آیا۔ ہراتا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ بہرحال ویٹر کے جانے کے بعد ہراتا کافی بنانے کے لیے اٹھا۔ پھر اس نے دو پیالیاں بنا کر میرے سامنے رکھ دیں۔

"ہراتا پلیز۔ میں تھوڑا سا پانی پیوں گا۔" میں نے کہا اور ہراتا فوراً" اٹھ کھڑا ہوا۔

حالانکہ عام حالات میں' میں کبھی اس سے پانی نہیں مانگتا تھا لیکن ہراتا نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ اس نے مجھے پانی لا کر دے دیا۔ لیکن اس دوران میں اس کی کافی کی پیالی میں وہ دونوں گولیاں ڈال چکا تھا جو اسے نیم غنودہ کر سکتی تھی۔

پانی کا گلاس میں نے ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے کافی کی پیالی اٹھا کر دو تین سپ لئے۔ پھر ہراتا سے مخاطب ہوتے ہوئے میں نے کہا۔

"میرے لئے یہ بڑی دلچسپ بات ہے ہراتا کہ اس نے مجھے دوستی اور محبت کا پیغام بھیجا ہے۔"

"اور پھر کیا خیال ہے چیف ----- کیا اس کا یہ پروگرام قبول کر لو گے؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"سوچوں گا ہراتا ----- ابھی تک میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

"اگر تم اس سے دوستی اور اخوت کا رشتہ بڑھا لیتے ہو چیف تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہماری جدوجہد کا ایک اہم آغاز' آغاز ہی رہا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہرحال ہراتا حالات پر غور کریں گے۔" میں نے مدھم آواز میں کہا اور اس کے بعد اس انداز میں خاموشی اختیار کر لی جیسے کوئی بات نہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہراتا بھی خاموشی سے کافی کے سپ لیتا رہا تھا۔

میں کافی دیر تک خاموش رہا۔ کافی ختم ہو گئی تھی اور ہراتا کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وہ بمشکل تمام خود پر قابو پا رہا ہو۔

"چیف! نجانے کیا ہوا ----- نا ----- جا ----- نے ----- کیا ----- ہوا -----؟"

اس نے غنودہ لہجے میں کہا ار پھر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ لیکن اس کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔ وہ بمشکل تمام آنکھیں کھول رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا سر کرسی سے ڈھلک گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں نے چند ساعت ہراتا کا جائزہ لیا اور اس کے بعد اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور اس کے بعد میں اس کے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے وہ میک اپ اس کے چہرے سے اتار دیا تھا جو میں نے خود کیا تھا اور میک اپ کے نیچے سے ہراتا ہی کا چہرہ نکلا تھا۔ لیکن مجھے اس پر بھی یقین نہ آیا۔ میں نے میک اپ اتارنے کے تمام حربے استعمال کر لئے جو کئے جا سکتے تھے لیکن ہراتا اصلی ہی تھا۔ تب میں نے گہری سانس لی کیونکہ ---- مجھے یہ خیال بھی آیا تھا کہ ممکن ہے ہراتا کو قابو میں کر لیا گیا ہو اور اس کی جگہ کسی اور شخص کو میرے پاس بھیجا گیا ہو ---- گو ہراتا کی حرکات و سکنات ذرا مختلف قسم کی تھیں اور دوسرا آدمی انہیں اس قدر جلد اپنا نہیں سکتا تھا لیکن اس کے باوجود میں مطمئن نہیں ہو سکا تھا اور پوری طرح یقین کر لینا چاہتا تھا کہ یہ ہراتا ہی ہے۔

بہرصورت مجھے بھروسہ ہو گیا تھا۔ تب میں بیٹھ کر ہوریشو کے بارے میں غور کرنے لگا ---- اس کی دوستی کے پیغام میں کوئی کھوٹ ہے یا میں نے اسے جو کچھ بھیجا ہے' کیا اس سے متاثر ہو کر اس نے یہ پیغام بھیجا ہے یا اس میں بھی کوئی چال ہے ---- بہرحال چال ہو یا نہ ہو' میں ظاہر ہے اس کی دوستی قبول نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی میں ایک ہی دشمن تو بنایا تھا' جو مزے دار تھا اور جس سے برابر کی چوٹ تھی اور ظاہر ہے برابر کے دشمن سے لڑنے میں مزہ بھی آتا ہے۔ حالانکہ میں نے اسے قیمتی ہیرے بھیج دیئے تھے۔ ہوریشو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ میں اتنے قیمتی ہیروں کو یوں نظرانداز کر دوں گا۔ بہرحال اس بات سے وہ بخوبی واقف تھا کہ یہ ہیرے میرے لئے مصیبت نہیں بن سکتے تھے اور میں انہیں باآسانی ٹھکانے لگا سکتا تھا۔

یقیناً اسے سخت حیرت ہوئی ہو گی۔ ممکن ہے اسی وجہ سے اس نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ مجھ سے دشمنی ختم کر دی جائے۔ لیکن میں اس موڈ میں نہیں تھا۔

دیر تک میں سوچتا رہا۔ وہ گولیاں جو میں نے ہراتا کو کھلائی تھیں' بہت زیادہ خواب آور نہیں تھیں تھوڑی دیر تک انسان کو سلا دیتی تھیں۔ پھر بھی کم از کم ایک گھنٹے تک مجھے انتظار کرنا پڑا۔

پھر میں نے بالکل ٹھنڈے پانی میں بھیگا ہوا تولیہ ہراتا کے چہرے پر پھیرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہراتا ہوش میں آ گیا۔ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ارے کیا ---- کیا ہوا تھا مجھے ---- کیا ہوا تھا چیف! کیا کچھ ہو گیا تھا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہراتا! جو کچھ ہوا تھا' ٹھیک ہی ہوا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے تم پر شک تھا ہراتا۔"

"مجھ پر ----؟" ہراتا تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ تم پر۔"

"لیکن کیوں چیف؟"

"مجھے یہ شک تھا کہ کہیں ہراتا' ہوریشو نے تم پر قابو نہ پالیا ہو' اور تمہارے میک اپ میں کسی دوسرے آدمی کو یہاں نہ بھیج دیا ہو' اس لئے میں نے تمہیں دھوکے سے خواب آور گولی کھلا دی تھی۔ اس کے بعد میں نے تمہارا میک اپ چیک کیا۔"

"اوہ۔" ہراتا نے گہری سانس لی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر وہ انگوٹھے اور انگلی سے پیشانی ملنے لگا اور گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔ "بے حد چالاک ہو چیف ---- بے حد چالاک۔ بہرحال تم جانتے ہو کہ تمہاری کسی بھی بات کا میں برا نہیں مانتا ---- اور نہ ہی یہ برا ماننے والی بات تھی ویسے تعریف ضرور کروں گا۔ بڑا عمدہ خیال تھا اور شاید ہوریشو کے ذہن میں یہ بات نہ آئی۔ اگر وہ تمہارا دوست نہیں ہے چیف تو اسے یقیناً ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ہراتا پر قابو پانے میں بڑی مشکلات کا شکار ہو جاتا۔ بہرحال اب تو تمہارا شبہ ختم ہو گیا ہو گا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہراتا۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اب تم تیاریاں کرو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہراتا۔ ہوریشو جس شخص کا نام ہے' وہ انتہا سے زیادہ مکار اور چالاک ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہیروں کے حصول سے وہ وقتی طور پر امپریس ہوا ہو گا۔ لیکن تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا وہ اپنے اتنے بڑے دشمن کو اس طرح چھوڑ دے گا؟ نہیں' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ہراتا! اس نے یہ سوچا ہو کہ اس طرح مجھے دوستی کا لالچ دیا جائے اور اس کے بعد مجھ پر قابو پا لیا جائے۔"

"اوہ' کیا وہ اتنا ہی بدفطرت ہے چیف؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"بدفطرت کیوں ہراتا؟"

"ظاہر ہے تم نے اس پر احسان کیا ہے۔ اس کی ایک ایسی درخواست قبول کی ہے' جسے کوئی دوسرا شخص قبول نہیں کر سکتا تھا۔ میرے خیال میں ان ہیروں کی مالیت کروڑوں پونڈ ہو گی۔ لیکن تم نے وہ معمولی پتھروں کی مانند اسے بخش دیئے۔"

"ہاں ہراتا! یہ تو میں نے کیا ہے۔"

"تو کیا ان حالات میں وہ تمہارے ساتھ اس قسم کا سلوک کر سکتا تھا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"یقیناً اسے کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا یہ مدمقابل میں ہوں ---- اور ہوریشو جیسے لوگ اپنے کسی ذہنی بوجھ کو برداشت نہیں کرتے۔ ہراتا! اس لئے اس سے اس قسم کی توقع نہ رکھو۔ یوں میں بھی اس کی چال میں نہیں آؤں گا۔"

"اگر یہ بات تھی چیف تو تم نے اسے ہیرے ہی کیوں دیئے؟"

"ہراتا؟ سچ مانو تو یہ بھی میں نے اپنی برتری کا ایک ثبوت دیا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"ظاہر ہے اتنی قیمتی چیزیں کسی کو بھی اس آسانی سے بخشی نہیں جا سکتیں۔ ہوریشو اس بات سے ضرور متاثر ہو گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اسے اس بات سے ذہنی کوفت رہے گی۔ وہ زندگی بھر اس اذیت

کاشکار رہے گا کہ میں نے اس پر ایک احسان کیا ہے' اس کے دشمن نے' ایک ایسے دشمن نے جس نے کھلا
کھلا اس سے دشمنی کا اظہار کیا اور اس کی دوستی کو ٹھکرا دیا۔ وہ زندگی بھر اس خلش کا شکار رہے گا اور تم تصور
کرو کہ اتنی بڑی رقم خرچ کر کے میں نے ہوریشو کو ایک اور ذہنی اذیت دی ہے۔"

"لیکن میں اس کی شاندار شخصیت سے بہت متاثر ہوا ہوں چیف! آدمی واقعی بارعب ہے۔ اور پھر
لگتا ہے کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ہم اسے چیک کریں۔" ہراتا نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"چیف! میں تمہارے کسی پروگرام میں دخل انداز ہونا نہیں چاہتا' اگر ہراتا کوئی تجویز پیش کرے تو
اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔ البتہ اگر اس میں کوئی حرج نہ ہو تو مان لیا
جائے۔"

"ہراتا! اگر کوئی ایسی بات ہے تو تم ضرور کہو۔" میں نے کہا۔

"دراصل چیف! میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا انسان اتنا ہی بدکار ہو سکتا ہے۔ تم نے اسے کروڑوں
روپے کے ہیرے بخش دیئے ہیں' اس کی مشکل حل کر دی ہے یعنی ساکھ کا مسئلہ ------ اگر اس کی یہ ساکھ
ختم ہو جاتی چیف تو میرا خیال ہے کہ اسے خاصی مشکلات پیش آتیں۔"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"ان حالات میں اسے تمہارا شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کی دوستی اور خلوص کے پیغام میں کوئی
کھوٹ نہ ہونا چاہیے۔"

"یہ تو درست ہے ہراتا ------ ایسا ہونا چاہیے۔"

"لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ اس نے خلوص سے یہ بات کہی ہو۔"

"ہراتا جو کہنا چاہتے ہو' صاف صاف کہو۔" میں نے کہا۔

"چیف! دراصل میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے آزمایا جائے۔"

"لیکن کس طرح ------ کیا کوئی پروگرام ہے تمہارے پاس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہے۔"

"مثلاً ------ مجھے بتاؤ۔"

"کیوں نہ چیف! ہم دو مقامی آدمیوں کو انگیج کریں۔ تم ان کا میک اپ کرو ------ اور انہیں
سمجھا دو کہ انہیں کسی بھی خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس طرح تم انہیں ہوریشو کے پاس بھیجو۔ اور پھر
دیکھو کہ ہوریشو کیا کرے گا؟"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہراتا! کیا ایسے آدمیوں کو
تلاش کرنا آسان ہو گا؟"

"ہاں چیف!"

"وہ کیسے؟"

"چیف! ہم کسی ایسے شخص کو جو ان کاموں کا ماہر ہو' دس بیس ہزار ڈالر دینے کی پیش کش کرنے
کے بعد یہ کام کرانا چاہیں تو میرا خیال ہے یہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ کوئی نہ کوئی شخص تو یہ کام کر سکتا ہے

اس کے علاوہ یہ ضرور ہو گا کہ ہم اسے خطرے سے بچنے کی ترکیب بھی بتا دیں۔"

"وہ کیسے؟"

"بس چیف! انہیں بتا دیا جائے کہ جب وہ خود کو خطرے میں محسوس کریں تو اپنا میک اپ اتار کر اپنی
اصلیت بتا دیں۔"

"ہوں' دلچسپ تجویز ہے ہراتا اور مجھے منظور ہے چلو تو پھر تم تیاریاں کرو۔"

"تیاریاں ------ کیسی تیاریاں چیف؟"

"ہم اس ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔"

"ارے ------ لیکن کیوں؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہراتا! جس وقت تم اس کوٹھی میں تھے تو میں تم سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا اور جب تم باہر نکلے
تب بھی میں تم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے اچھی طرح دیکھا اور غور کیا کہ کوئی شخص تمہارے تعاقب
میں تو نہیں ہے۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ کوئی نہ تھا لیکن اس کے باوجود میں ہوریشو کی چالاکیوں سے بخوبی
واقف ہوں۔ اس کے ذہن میں بھی یہ بات ہو گی کہ اگر میں نے تمہیں وہاں بھیجا ہے تو خود تمہاری تاک میں
ہوں گا اور چنانچہ ممکن ہے کہ اس نے میرے تعاقب کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا ہو جو ہم سے پوشیدہ ہو۔
بالاخر راستے میں' میں نے ایک اور ہوٹل میں دو کمرے بک کرائے۔ اور اب اس میں قیام کریں گے۔"

"تم بیحد چالاک ہو چیف ------ بس میرے خیال کے مطابق بلاشبہ یہ کام تم جیسے ہی کسی آدمی
کے بس کا ہے اور کوئی معمولی کام نہیں ہے۔" ہراتا نے کہا۔

ہمارا نیا ہوٹل بھی خاصا شاندار تھا جہاں ہم میک اپ میں داخل ہوئے تھے۔ یہ میک اپ ہم نے
پرانے ہوٹل ہی میں کر لیا تھا۔ بہرحال اب تو اس کام میں مجھے کوئی مشکل نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اس قسم
کے ماسک تیار کر لئے تھے جو فوری طور پر چہرے پر پہنے جا سکتے تھے۔ اس قسم کے بہت سارے ماسک تیار کر
کے میں نے رکھ لیے تھے اور یہ ماسک میرے بہت کام آ رہے تھے۔

نئے ہوٹل میں آنے کے بعد میں نے ہراتا کی تجویز پر غور کرنا شروع کر دیا۔ بلاشبہ تجویز خاصی
دلچسپ تھی اور فی الوقت چونکہ ہم دونوں کو کوئی خاص کام بھی نہ تھا۔

یوں بھی میں تو نکلا ہی تفریح کے لئے تھا۔ سردارے چونکہ کام مکمل کر رہا تھا اس لئے دوسری جگہ
تھا۔ چنانچہ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ میں کسی بھی جگہ جلد بازی سے کام لوں۔ اگر ہراتا کی یہ خواہش ہے تو
ٹھیک ہے۔ ہوریشو کو چیک کر لینا زیادہ مناسب تھا۔ اب مسئلہ کسی ایسے شخص کا تھا جسے ہم اس کام پر آمادہ
کرتے۔ اس سلسلے میں دو آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا۔ چنانچہ میں اور ہراتا اسی شام کو نکل پڑے۔

ہمیں ایسی جگہوں کی تلاش تھی جہاں اس قسم کے لوگ مل سکتے تھے چنانچہ اس سلسلے میں سب سے
پہلے ہم نے ٹیکسی ڈرائیور سے یہ پوچھا تھا کہ یہاں نشہ آور ادویات کہاں ملتی ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں
غور سے دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بندرگاہ کے علاقے میں۔ لیکن آپ لوگ باہر کے ہیں کیا؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے تعلق ہے آپ لوگوں کا؟"

"ہالینڈ ہے۔"

"خوب۔ بندرگاہ کے علاقے میں چلئے جناب ---- اور وہاں' وہاں جا کر آپ ڈیپو کو پوچھ لیں ---- ڈیپو کا ہوٹل منشیات کا سب سے بڑا اڈہ ہے۔"

"ڈیپو۔" میں نے کہا۔

"ہاں' اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہاں لے چلتا ہوں۔"

"کیوں نہیں ---- سیدھے چلو۔" میں نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلادی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بندرگاہ کے علاقے میں پہنچ گئے۔ چھوٹے چھوٹے ہوٹل اور چائے خانے جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ ویسے مجموعی طور پر خوبصورت علاقہ تھا' بڑی رونق تھی۔ یہاں چاروں طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔ بعض جگہ اوپن ریسٹورنٹ تھے اور لوگ ان میں بیٹھے ہوئے مختلف تفریحات میں مشغول تھے۔

ڈیپو کا ہوٹل بھی ایک بہت ہی خوبصورت ہوٹل نکلا۔ اس کے سامنے ایک لان تھا۔ پیچھے ایک چھوٹی سی عمارت تھی اور عمارت میں موسیقی کی ہلکی ہلکی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ کافی لوگ لان میں بیٹھے ہوئے تھے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ یہاں کافی لوگ چرس اور دوسری منشیات کھلم کھلا استعمال کر رہے تھے۔ گویا ڈیپو ایک اچھی حیثیت کا مالک تھا اور یہاں ان چیزوں پر کوئی شدید ردعمل نہیں تھا۔

ہم ٹیکسی سے اتر گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو ہم نے خاصی معقول رقم دی تھی۔ وہ خوش ہو کر اور سلام کر کے وہاں سے چلا گیا۔ تب ہم بھی لان کی ایک میز پر جا بیٹھے۔ ویٹر ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"جی صاحب!"

"چرس لاؤ۔" میں نے نہایت اطمینان سے چرس طلب کر لی۔ ویٹر نے گردن ہلائی اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹی سی ٹرے میں چرس کا ایک ڈھیلا اور اسے استعمال کرنے والی دوسری اشیاء لیکر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بل پیش کر دیا تھا میں نے بل کی ادائیگی کر دی اور ویٹر سے آنکھ دبا کر پوچھا۔

"اور کیا کیا مل جاتا ہے یہاں؟"

"جس چیز کی ضرورت ہو صاحب!"

"اچھا۔" میں نے گردن ہلائی۔ "تم جاؤ' جب ضرورت ہوگی تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔"

"بہتر صاحب۔" بیرے نے جواب دیا اور گردن ہلا کر چلا گیا۔ میری نگاہیں اپنے کام کے آدمی تلاش کر رہی تھیں اور ---- اپنے کام میں ہم اتنے کچے بھی نہیں تھے۔

ایک میز پر چند افراد بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ان کی شکل و صورت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ وہ صورت ہی سے غنڈے معلوم دیتے تھے۔ ہراتا بھی اسی طرف متوجہ تھا پھر اس نے میری طرف جھک کر کہا۔

"چیف! سامنے کی میز پر ان چار آدمیوں کو دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں بھی انہی کو دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کام کے لوگ ہیں۔"

"پھر؟"

"ٹھیک ہے ہراتا! کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر میں کوشش کرتا ہوں۔" ہراتا نے کہا۔

"کیا کرو گے؟"

"بس دیکھتے رہو چیف!"

"جو تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا اس میز کی جانب بڑھ گیا۔

وہ میز وہاں سے زیادہ دور نہیں تھی چنانچہ میں نے گردن ہلادی ہراتا ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پھر اس نے ایک شخص کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ مسٹر ڈے کن ہیں؟"

"جی نہیں۔ آپ بالکل غلطی کر رہے ہیں۔" اس شخص نے ہراتا کا ہاتھ کندھے سے جھٹکتے ہوئے جواب دیا اور ہراتا۔ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کے باوجود کہ آپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا' میں یہی دعویٰ کرتا رہوں گا کہ آپ مسٹر ڈے کن ہیں۔"

"اوہ' کتنی پی ہیں؟" اس شخص نے تمسخرانہ لہجے میں پوچھا۔

"سگرٹیں؟"

"ہاں۔"

"صرف چار۔"

"اور اس کے بعد یہ حال ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"یہ بات نہیں ہے مسٹر۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

"سنو! کیا چاہیے تمہیں؟" اس نے ہراتا سے پوچھا۔

"تمہارا قرب ---- اور یقین کرو دوست! میں بڑے کام کا آدمی ہوں۔" ہراتا نے کہا۔

"ہوں۔" اس شخص نے گردن ہلائی اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔ "کیا خیال ہے دوستو! اس کام کے آدمی کو اٹھا کر باہر نہ پھینک دیا جائے۔"

"مناسب تو یہی ہے۔"

"ڈے کن ---- مسٹر ڈے کن! تم مجھے بھول رہے ہو' میرا نام پیٹرک ہے اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ تم چار آدمی مل کر پیٹرک کو نہیں اٹھا سکتے۔" ہراتا نے کہا۔ ویسے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا نجانے وہ کیا چکر چلا رہا تھا۔

"یہ بات ہے اچھا بھئی! اس نے چار سگرٹیں پی ہیں اور اس کا دعویٰ ہے کہ چار آدمی اسے اٹھا کر باہر نہیں پھینک سکتے۔ میرا خیال ہے اسے دو سگریٹ اور پلاؤ تاکہ کم از کم اس کا نشہ تو ٹوٹ جائے۔" اس شخص نے کہا۔

"تو پھر تم ہی اپنا نام بتاؤ۔" ہراتا ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا اور وہ چاروں ہنس پڑے۔

ہراتا کی اداکاری بڑی عمدہ تھی۔ "میرا نام میڈلن ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"میڈلن!" ہراتا مایوسی سے بولا۔ "پھر مجبوری ہے، مجھے جس شخص کے لئے کہا گیا تھا اس کا نام ڈے کن تھا اور اس کی شکل و صورت تمہارے جیسی تھی۔"

"کس نے کہا تھا اور کیا کہا تھا؟" میڈلن نے پوچھا۔

"ہمارا ایک مشترکہ دوست تھا۔ میں تمہیں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ لیکن اس نے، جب ہم لوگ ہالینڈ سے اس جگہ آئے تو یہ کہا تھا کہ ڈیپو کے ہوٹل میں ڈے کن نام کا ایک شخص ملے گا جو تمہارا کام باآسانی کر سکتا ہے۔ اس شخص نے کہا تھا کہ کم از کم پانچ ہزار پونڈ ڈے کن کو دیئے جائیں تو وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہو جائے گا۔"

"کیا دیا جائے؟" وہ شخص چونک کر بولا۔

"پانچ ہزار پونڈ۔" ہراتا مایوسی سے بولا۔

"اوہو بیٹھو تو سہی، کام کیا ہے؟"

"فائدہ کیا بتانے سے۔" ہراتا مایوسی سے بولا۔

"کیا ضروری ہے کہ تم ڈے کن ہی کو تلاش کرو۔" میڈلن کے انداز میں ایک دم تبدیلی آ گئی تھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہراتا نے واقعی بڑی خوبصورتی سے اپنا کام انجام دیا تھا۔

ایک آدمی نے جلدی سے اس کے لئے کرسی گھسیٹ دی اور ہراتا انہیں دیکھتا ہوا بیٹھ گیا۔

"ہاں تو دوست! تم ہالینڈ سے آئے ہو؟" اس شخص نے پوچھا جس نے اپنا نام میڈلن بتایا تھا۔

"ہاں۔"

"کب؟"

"تھوڑے دن ہوئے۔"

"اور یہاں تمہیں کوئی کام تھا؟"

"ہاں، بہت ضروری کام۔"

"اور اس کے لئے تم پانچ ہزار پونڈ ادا کرنے کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں۔"

"اور جس شخص کا تمہیں حوالہ دیا گیا تھا اس کا نام ڈے کن تھا۔"

"ہاں۔"

"لیکن دوست! کیا وہ کام ڈے کن کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا؟"

"کوئی بھی کر سکتا ہے، اس سے فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن اس کام کے لئے مجھے دو آدمی درکار ہوں گے۔"

"تو کیا ان دونوں کو تم معاوضے کے طور پر پانچ پانچ ہزار پونڈ دو گے۔؟"

"ہاں میں یقینی طور پر دونوں کو اتنا ہی معاوضہ دوں گا۔"

"سنو! میرا خیال ہے کہ تم نے چار سے زیادہ سگرٹیں پی ہیں۔"

"اوہ، ادائیگی پیشگی بھی کی جا سکتی ہے۔" ہراتا نے ہونٹ بھینچ کر کہا اور وہ شخص اپنے دوسرے

ساتھیوں کی جانب دیکھنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو آپ کیوں نہیں ان سے بات کر لیتے مسٹر میڈلن!" میڈلن کے ایک ساتھی نے کہا۔

"اگر ادائیگی پیشگی ہو جائے تو میرا خیال ہے دنیا کا ہر کام کیا جا سکتا ہے لیکن دقت یہ ہے کہ یہ شخص چار سگرٹیں پی کر آؤٹ ہو چکا ہے۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو------ اگر تم ڈے کن نہیں ہو تو پھر میرا یہاں بیٹھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تم پانچ پانچ ہزار پونڈ ادا کرو تو ہم چاروں اپنے آپ کو جنرل منٹگری بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ تمہاری مرضی پر ہو گا۔"

"لیکن میرے دوست! کام کیا ہے؟"

"کیا کھلے عام سڑکوں پر کام بتائے جاتے ہیں۔" ہراتا نے گھور کر انہیں دیکھا۔

"تو پھر تم بتاؤ۔"

"سنو! میں تمہیں ایک بات کا یقین دلادوں کہ ہم لوگ معقول معاوضہ دیں گے۔ اور میں یہ بات غلط نہیں کہہ رہا۔"

"تو ہم بھی تمہیں ایک بات کا یقین دلا دیں مسٹر کہ ہم لوگ معقول معاوضہ لے کر کوئی بھی کام ہو کرتے ہیں اور معاوضہ دینے والے کی پسند کے مطابق کرتے ہیں۔ تم ایک بار ہم سے کام لے کر تو دیکھو۔"

"ہوں، وہ اس میز پر میرا ایک ساتھی بیٹھا ہوا ہے، کام کے سلسلے میں ہم لوگ وہیں چل کر گفتگو کریں گے۔ لیکن تم میں سے صرف ایک آدمی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ ہراتا کے ساتھ میری میز پر پہنچ گیا۔ ہراتا نے میری جانب اشارہ کر کے کہا۔

"یہ میرے دوست ہیں اور دوست! یہ مسٹر میڈلن ہیں۔ ہم اس کو تلاش نہیں کر سکے جس کی تلاش میں ہم یہاں پہنچے تھے۔ لیکن مسٹر میڈلن کہتے ہیں کہ وہ بھی ہر کام باآسانی کرنے کو تیار ہیں۔"

"ہوں------ تو ضروری نہیں ہے کہ ڈے کن ہی ہمارا کام کرے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"یقیناً جناب------ کوئی بھی کام ہو، کیسا بھی ہو، آپ اس بات کی بالکل فکر نہ کریں، آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا لیکن ادائیگی پیشگی ہو گی۔"

"یقیناً ہو گی۔" میں نے کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ہزار ہزار پونڈ کی دو گڈیاں نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔ "انہیں فوری طور پر ایڈوانس سمجھو، گفتگو شروع ہونے سے پہلے------ باقی رقم گفتگو ختم ہونے کے بعد دی جائے گی۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ہو گا۔" میں نے بھاری لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"یقیناً یقیناً مسٹر۔" اس شخص نے جلدی سے نوٹوں کی گڈیوں پر ہاتھ مارتے ہوئے جواب دیا اور

گڈیاں اس کی جیب میں چلی گئیں۔ "فرمائیے! اب تو ہم آپ کے غلام ہیں' جو کام چاہیں گے ہو جائے گا
کسی کو اغوا کرنا ہو' کوئی بھی کام ہو۔ ارے پانچ ہزار پونڈ کے لئے تو دنیا کا ہر کام کیا جا سکتا ہے۔" وہ کافی
تک پرجوش ہو گیا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تم کہاں رہتے ہو؟"

"یہاں بندرگاہ کے علاقے میں' ایک چھوٹے سے فلیٹ میں۔"

"تمہارے ساتھ اور بھی کچھ لوگ ہیں؟"

"نہیں۔ صرف میرا ایک دوست بارکن ہے۔"

"بارکن۔ ہوں ٹھیک ہے کام بھی دو آدمیوں کا ہے۔ میرا خیال ہے باقی گفتگو تمہارے فلیٹ پر ہی
کر لی جائے۔"

"چلئے تشریف لے چلئے۔"

"تمہارے پاس گاڑی موجود ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے بل منگواؤ۔" میں نے ہراتا سے کہا اور ہراتا نے میری طرف دیکھ کر گردن ہلا
ہوئے کہا۔

"بل تو ادا کر دیا گیا ہے چیف۔"

"اوہ' ہاں۔ میں بھول گیا تھا۔" میں نے کہا اور میڈلن کرسی سے اٹھ گیا۔

"تو پھر میں اپنے ساتھی کو ساتھ لے لوں اور باقی لوگوں سے معذرت کر لوں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں نے جواب دیا اور وہ اپنی میز پر چلا گیا۔ پھر ایک آدمی اس کے ساتھ اٹھ آیا تھا۔
چاروں باہر نکل آئے۔

معاملہ جس خوبصورتی سے طے ہو گیا تھا' وہ توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ میڈلن اور بارکن کے چہروں
پر میک اپ کر کے انہیں ہوریشو کے پاس بھیجا جائے اور اس کے بعد ہوریشو کی نیت کا پتہ چل جائے گا۔
میڈلن اپنی گاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ دونوں بہت زیادہ مؤدب نظر آ رہے تھے۔ نجانے انہوں
نے اس بارے میں کیا سوچا تھا۔

"تشریف لائیے جناب!" میڈلن نے کار کا عقبی دروازہ کھول کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"شکریہ میڈلن۔" میں نے جواب دیا۔ پھر پہلے میں اور میرے بعد ہراتا کشادہ گاڑی کی پچھلی سیٹ
پر بیٹھ گئے۔ ہراتا حسب معمول بے حد پرسکون تھا۔ اس شخص کے چہرے پر کبھی اضطراب یا تجسس تو
نہیں آتا تھا۔ کم از کم اس کا اندازہ اس کی آنکھوں سے تو ہو سکتا تھا۔ لیکن ہراتا کی تو آنکھیں بھی پرسکون
رہتی تھیں' کسی گہری جھیل کی مانند۔

میڈلن کا فلیٹ بندرگاہ کے علاقے ہی میں تھا۔ پرانے طرز کی لمبی سی گاڑی فلیٹ کے نیچے آ کر
رکی اور ہم چاروں گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ میڈلن ہمیں بڑے تپاک سے اندر لایا تھا۔ فلیٹ کی چابی
اسی کے پاس تھی۔۔۔۔ اس نے دروازہ کھولا اور بڑے تپاک سے بولا۔۔۔

"تشریف لائیے آفیسرز۔۔۔" ہم دونوں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے تب میڈلن ہمیں

اندر گیا۔ بارکن بھی ہمارے ساتھ تھا۔ تب میڈلن نے نہایت عاجزانہ لہجہ میں پوچھا۔

"کیا پیئیں گے آپ لوگ؟"

"تھینک یو۔ میڈلن! تمہارے سامنے ابھی ہوٹل سے اٹھے ہیں۔ بیٹھو' ہمیں کام کی باتیں کرنا
چاہئیں۔"

"یقیناً۔۔۔۔ یقیناً۔۔۔۔" میڈلن نے جواب دیا۔ "فرمائیے میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر
سکتا ہوں۔"

"سب سے پہلے تو تم اپنے بارے میں بتاؤ میڈلن کہ تمہارا کیا کاروبار ہے۔ کیا کرتے ہو اور کس حد
تک کرتے ہو۔ دوسرے معنوں میں یہ کہ اگر دوسروں کے لیے کرتے ہو تو کس حد تک کرتے ہو۔" میں نے
سوال کیا۔

"اوہ جناب دراصل آپ یوں سمجھ لیں کہ مقامی پولیس ہمیں اچھا نہیں سمجھتی اور اس کی وجہ یہ
ہے کہ ہم روزی کمانے کے لیے۔۔۔۔ میں اسے روزی ہی کہوں گا کیونکہ دولت سے ہمارا کوئی تعلق نہیں
ہے اور ہم لوگ آج تک دولت نہیں کما سکے۔ روزی کمانے کے لئے ہمیں ہر قسم کے کام کرنا پڑتے ہیں اور
ظاہر ہے پولیس ہمیں پسند نہیں کرتی۔ لیکن کریں بھی تو کیا۔۔۔۔؟ بس آپ جیسے کرم فرما ہی ہم سے
چھوٹے چھوٹے کام لیتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہم خود ہی اپنا پیٹ بھرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے
ہیں۔۔۔۔ اگر آپ جیسے لوگ ہمیں مل جائیں تو پھر چھوٹے موٹے کام کی ضرورت ہمیں نہیں رہتی۔ ہم
آپ کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں سوائے قتل کے۔ ہم نے ابھی تک کوئی قتل نہیں کیا اور اس کی وجہ
یہ ہے کہ ہم زندگی کو ہر حالت میں برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں تم سے قتل نہیں کراؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ہم بھی سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔" میڈلن اسی لہجہ میں بولا۔

"دراصل میڈلن مجھے جو کام ہے وہ تھوڑا سا خطرناک بھی ہے لیکن زیادہ نہیں۔ میں تمہیں پوری
پوری آزادی دوں گا۔"

"تمہارے چہروں پر میک اپ کر کے تمہیں ایک عمارت میں بھیجا جائے گا۔ جہاں تمہیں دو اعلیٰ
حیثیت کے آدمیوں کی حیثیت سے ایک ایسے شخص سے ملاقات کرنا ہے جو ان اشخاص کا دشمن ہے۔ لیکن وہ
ان سے دوستی کا خواہشمند ہے مجھے شبہ ہے کہ وہ شخص اپنی اس دوستی میں مخلص نہیں ہے۔ تم ان لوگوں کی
حیثیت سے اس شخص سے ملو گے اور صرف یہ دیکھو گے کہ اس شخص کا انداز کیسا رہتا ہے۔ اگر وہ دھوکے
سے تمہیں گرفتار کرنا چاہے تو اپنی اصلیت اسے بتا کر اپنی جان بچا لینا۔"

"اوہ۔" میڈلن نے اپنے ساتھی کی جانب دیکھا۔ چند ساعت سوچتا رہا پھر بولا۔ "کیا خیال ہے
بارکن؟"

"میرے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں میڈلن جب کہ ہمارے کرم فرما ہمیں یہ اجازت دے رہے
ہیں کہ اگر وہ شخص جارحیت پر آمادہ ہو تو ہم اس پر اپنی اصلیت ظاہر کر دیں اور اسے بتا دیں کہ ہم تو صرف
کرائے کے لوگ ہیں۔ ایسی صورت میں اس کی دشمنی کوئی حیثیت نہیں رکھے گی ہم اس شخص کے لئے کوئی
جانبیت بھی نہیں رکھیں گے۔ تو اس انداز میں کام کرنے میں کیا ہرج ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہیں منظور ہے تو مجھے بھی منظور ہی ہے۔" میڈلن نے جواب دیا۔

"اوکے میڈلن! لیکن چند باتوں کا خیال رکھنا ہو گا۔"

"جی فرمایئے!"

"مثلاً صرف یہ کہ کام نہایت ایمانداری سے ہو ہم تم سے یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص کی گفتگو ٹیپ کر کے لاؤ' بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس وقت تم وہاں سے واپس آ جاؤ گے تو ہم اس شخص کے رویے کے بارے میں تم سے پوچھیں گے دوسری بات یہ کہ اس شخص کے جال میں پھنسنا مناسب نہ ہو گا۔"

"میں سمجھا نہیں محترم۔" میڈلن نے پوچھا۔

"مثلاً یہ کہ اگر وہ تمہیں جوابی طور پر اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کرے تو تم کسی بھی قیمت پر اس آلہ کار بننے کی کوشش نہیں کرو گے"

"اوہو۔ آپ کا خیال ہے کہ اگر وہ شخص ہماری اصلیت سے واقف ہو جائے اور ہم سے آپ کے خلاف کوئی کام لینا چاہے تو ہم اس سے بچیں۔" میڈلن نے عجیب لہجہ میں سوال کیا۔

"ہاں میرا یہی مقصد ہے۔"

"تو جناب اس کے لیے آپ جس طرح بھی مناسب سمجھیں کاروائی کریں ہمیں قطعی اعتراض نہ ہو گا۔ ہم اپنے خلوص کا آپ کو یقین دلاتے ہیں۔"

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے میڈلن کہ اگر تم صحیح سلامت واپس آ جاتے ہو تو اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اگر تمہاری اصلی حیثیت برقرار نہیں رہتی تب بھی ہم اپنے طور پر تمہیں چیک کریں گے۔ اور اگر اس سلسلہ میں تم نے بددیانتی سے کام لیا تو ہمیں اپنے دشمنوں میں شمار کرنا۔"

"بالکل ٹھیک ہے جناب! لیکن ایک بات اور فرمایئے۔ ان لوگوں کے رویے کی اطلاع آپ کو کیسے دی جائے گی۔"

"اپنا ٹیلی فون نمبر دو۔ ہم تم سے خود معلومات حاصل کر لیں گے۔" میں نے کہا۔

"بالکل مناسب ------ میں اس بات سے زیادہ مطمئن ہوں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ جب اس شخص کو ہماری اصلیت کا علم ہو جائے تو وہ ہمارا تعاقب کرے اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ہم لوگ کہاں آپ سے ملاقات کر کے آپ کو اطلاع دیتے ہیں اور اس کی بجائے آپ خود ہی اگر ہمیں ہمارے ٹیلی فون رنگ کر لیں اور وہاں سے معلومات کر لیں تو یہ زیادہ مناسب ہو گا۔" میڈلن نے پر خلوص لہجہ میں کہا ------ بات خاصی مناسب تھی۔ ظاہر ہے اس طرح ہوریشو ہمیں چیک نہیں کر سکتا تھا ------ رقم کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہم نے میڈلن کو پانچ ہزار ڈالر تو نقد ادا کر دیئے تھے اور باقی پانچ ہزار ڈالر کے لئے میں نے کہہ دیا تھا کہ کام مکمل ہونے کے بعد خاموشی سے ادا کر دیئے جائیں گے۔ میڈلن نے اس بات پر خوشی سے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ جناب اگر ہم اپنے کام میں مناسب رہیں اور پورے اتریں تو آپ ہمیں آئندہ بھی مواقع دیتے رہیں گے اور ہم نے اس سے وعدہ کر لیا۔

سارے معاملات طے کرنے کے بعد ہم دونوں وہاں سے چل پڑے۔ ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ راستے میں اس نے مجھ سے کہا۔

"چیف دراصل جرائم کی دنیا میں آنے کے لئے خاص ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے بے شمار لوگ جرائم کرتے ہیں۔ کچھ کامیاب ہوتے ہیں کچھ ناکام رہتے ہیں لیکن ایک خاص ذہن جو جرائم کی دنیا میں آتا ہے تو اس کے سوچنے کا انداز ذرا مختلف ہوتا ہے میرا خیال ہے ایسے بے شمار جرائم پیشہ لوگ دنیا میں پوشیدہ ہوں گے' نہ صرف وہ بلکہ ان کے جرائم بھی جنہوں نے صرف اپنی ذہانت سے خود کو محفوظ رکھا ہو گا' نہ تو وہ پولیس کی نگاہوں میں آئے ہوں گے اور نہ ہی انہیں کوئی زوال آیا ہو گا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے مگر تم یہ باتیں کیوں کر رہے ہو ہراتا۔"

"مجھے معاف کرنا چیف ------ لیکن آپ کو دیکھ کر ------ آپ کے کام کرنے کے انداز کو دیکھ کر بعض اوقات مجھے حیرت ہوتی ہے۔"

"کیوں ------؟" میں نے سوال کیا۔

"بس آپ جو کام کرتے ہیں اس کی گہرائیوں میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ پورا نقشہ پورا خاکہ آپ کے ذہن میں ہو۔ آپ اس کے نیگیٹو اور پازیٹو کے بارے میں ہر چیز سوچ لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔" ہراتا نے کہا۔

"یہ تو بہت ضروری ہے ہراتا۔ دشمنی معمولی چیز تو نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ میں اور ہوریشو ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کی صلاحیتوں کے قائل ہیں۔ میں نے ہوریشو کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے ہیں۔ اب تو نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن اس سے قبل وہ بھی ایک باظرف مجرم تھا۔"

"باظرف مجرم ------؟"

"ہاں۔ ایک عظیم دشمن۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ دشمنی کے بارے میں' میں نے تم سے کہا کہ وہ کوئی معمولی شے نہیں ہوتی۔ اس کے لئے زندگی کے بے شمار کھیل کھیلنا ہوتے ہیں۔"

"مثلاً چیف ------؟" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہارا مقابل صرف ایک ایسا شخص ہے جس سے تمہیں نفرت ہے اور تم اس کی زندگی نہیں چاہتے تو وہ ایک احمقانہ دشمنی ہے۔ کسی کی زندگی سے نفرت کرنا کمزور لوگوں کا کام ہے اور اس کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ قتل کر دیا جاتا ہے کیا خیال ہے؟"

"ہاں یقیناً۔"

"لیکن کسی کو قتل کر دینا تو دشمنی نہیں ہوتی۔"

"پھر چیف؟"

"اصل دشمنی ذہانت کو شکست دینا ہے۔ بشرطیکہ دشمن ذہین ہو"

"اور میرے خیال میں چیف ہیرے دے کر تم نے اسے شدید ذہنی اذیت کا شکار کر دیا ہے۔" ہراتا مسکرا کر بولا۔

"ہاں ہراتا۔ بات اس کی ساکھ کی تھی' اور یہ بات کم از کم ہوریشو جیسے شخص کے لئے بڑی اذیت ناک ہے کہ اس نے اپنے دشمن سے اپنی ساکھ برقرار رکھنے کی درخواست کی ہے۔ میں اس کے لئے اس سے منہ مانگی قیمت وصول کر سکتا تھا۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ ہوریشو کو صرف ایک نقصان کا احساس رہتا

اس سے زیادہ کچھ نہیں اور اب وہ ہمیشہ اذیت کا شکار رہے گا کہ میں نے اس پر احسان کیا ہے"

"خوب باتیں ہیں دشمنی کی۔ لیکن چیف ایک بات اور بتائیں۔"

"کیا------؟"

"کیا ہوریشو بھی تمہاری طرح باظرف ہے؟"

"کس لحاظ سے؟"

"اگر یہ صورت حال تمہارے ساتھ پیش آئی تو۔"

"تو------" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ "میں اس بارے میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا ہراتا۔"

"پچھلے واقعات کیا کہتے ہیں؟"

"میں نے اس کی زندگی میں بڑی تبدیلیاں، پیدا کی ہیں۔ وہ پہلے خود مختار نہیں تھا لیکن اپنے گروہ میں وہ ایسی حیثیت رکھتا تھا کہ اسے خود مختاری کہا جا سکتا تھا۔ اس کا گروہ مکلینو کے گروہ کے نام سے مشہور تھا اور وہ ایک طرح سے اس گروہ کا مینجر تھا۔ پوری طرح سے اس کے احکامات چلتے تھے۔ لیکن مکلینو بذات خود بھی بہت کچھ تھا۔ چنانچہ میں نے پہلا وار مکلینو پر ہی کیا تھا۔ میں نے اس کی لانچ لوٹ لی تھی اور مکلینو کو بہت بڑی چوٹ دی تھی۔ تب مکلینو نے اسے میرے پیچھے لگا دیا لیکن نتیجے میں' میں نے ہوریشو کو کئی بار شکست دی اور اسے مزید نقصان پہنچایا۔ ہوریشو کی اور میری چلتی رہی۔ اس نے کئی بار مجھے قتل کرنے کی کوشش کی اور دو تین بار اس نے مجھے بے بس بھی کر دیا۔ تب میں نے ہوریشو کو ایک چیلنج کیا------ میں نے کہا کہ اگر میں بچ گیا تو اس کے لئے ناقابل تلافی نقصان بن جاؤں گا۔ پھر ہراتا یہی ہوا------ ہوریشو نے اپنی دانست میں مجھے قتل کر دیا تھا اور درحقیقت بچنے کی کوئی امید بھی نہیں تھی۔ لیکن ایسے وقت میرے دوست نے میری جان بچائی۔"

"مسٹر سردارے نے؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ بھی آپ کی طرح اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں؟"

"ہاں ہراتا------ لیکن اس کے اندر بچپنا چھپا ہوا ہے۔ وہ ایک شریر بچے کی مانند ہے جو بلاشبہ ذہن ہوتا ہے لیکن اس کی شرارتیں اسے بچہ ہی رکھتی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن شرارت اور ذہانت یکجا ہوتی ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ جب تنہا ہوتا ہے تو بے حد خطرناک ہوتا ہے میرے سامنے البتہ وہ بچہ بن جاتا ہے۔"

"پھر تو خوب ہیں مسٹر سردارے! ہراتا ہنستا بولا۔ پھر کہنے لگا۔ لیکن چیف اب اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کس کے؟" میں نے اسے دیکھا۔

"میری مراد ہوریشو سے ہے"

"اوہ اسے دیکھتے ہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسے بے بسی کی انتہا تک پہنچا دیا جائے۔ وہ

افریقی ہے اور اپنے وطن کے ایک قبیلہ کا روحانی پیشوا ہے اور اس کے مرید اس کے لئے جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ میں اسے دو کوڑی کی شخصیت بنا دوں گا اور پھر اسے قتل کروں گا۔"

"اوہ۔" ہراتا نے ایک گہری سانس لی۔

رات کو ہم آرام سے سوئے۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ میڈلن وغیرہ کو فون کرنا حماقت تھی کیونکہ اگر انہوں نے زیادہ سے زیادہ کارکردگی دکھائی تو آج دن میں ہوریشو سے ملاقات کریں گے لیکن اسی دوران ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا اور میں نے ہراتا سے مشورہ کر لینا مناسب سمجھا۔

"ایک بات بتاؤ ہراتا------" میں نے سوال کیا۔

"کیا چیف؟"

"کیوں نہ ان دونوں پر بھی نگاہ رکھی جائے۔"

"میڈلن اور بارکن پر------!"

"ہاں۔"

"کیا ہرج ہے چیف۔" ہراتا نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ اور پھر بولا۔ "تم ان کو چیک اپ کرنے کب جاؤ گے؟"

"بس تھوڑی دیر بعد میں نے ان کو آج کے لئے ہی کہا تھا۔"

"تو چیف وہاں جانے سے پہلے تم ایسا کرو کہ میرے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر دو------"

"کیا مقصد------؟"

"مقصد یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا اور بندرگاہ کے علاقہ میں اس جگہ اتروں گا جہاں ان لوگوں کا فلیٹ موجود ہے۔ تم اندر چلے جانا اور ان لوگوں کے چہروں پر میک اپ وغیرہ کرنا۔ میں باہر تمہارا انتظار کروں گا اور پھر جب وہ لوگ نکلیں گے تو میں ان کا تعاقب کروں گا اور اس وقت تک ان کے پیچھے پیچھے رہوں گا جب تک وہ لوگ واپس نہیں آ جاتے------" ہراتا نے کہا اور میں نے اس کی تجویز پر مکمل طور پر اتفاق کیا------ اس سے کچھ فائدے ہی حاصل ہو سکتے تھے۔

ہراتا ہر سلسلہ میں مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر دیں اور ہم مطمئن ہو کر باہر نکل آئے۔

ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم دونوں بندرگاہ کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ میڈلن کے فلیٹ کے سامنے اتر گئے تھے۔ میڈلن اور اس کا ساتھی مارکن میرے منتظر تھے۔ ہراتا باہر ہی تھا۔ ان دونوں نے میرا پرجوش استقبال کیا اور بولے------

"ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے جناب------ ویسے ہم لوگ ایک دوسرے کا پورا تعارف حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں------" میڈلن نے کہا۔

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے ڈیئر میڈلن------ فی الوقت تم لوگ یہ کام کرو اور اس کے بعد اگر تم لوگ ہمارے معیار پر پورے اترے تو پھر تعارف وغیرہ بھی ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے ہمارے لئے سب سے بڑا تعارف صحیح ادائیگی اور صحیح کام ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اگر یہ اصول ہے تو کوئی حرج نہیں ہے جناب ہم اصولوں کو توڑنے کی کوشش نہیں کیا کرتے۔"

"بس تو اب میں تمہارے چہرے درست کیے دیتا ہوں۔ کیا تم لوگوں میں سے کوئی خود میک اپ سے واقف ہے؟"

"نہیں جناب۔ تھوڑا سا چہرہ بدل لینا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن ایک باقاعدہ میک اپ اس کے لئے مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔" میڈلن نے کہا۔

"ٹھیک ہے تو اب میں تمہارے چہرے مرمت کیے دیتا ہوں۔" میں نے میک اپ بکس کھول لیا جو میں اپنے ساتھ ہی لے کر آیا تھا اور پھر میڈلن کے چہرے پر مصروف ہو گیا۔ میں نے میڈلن کے چہرے پر اپنا میک اپ کیا۔ میڈلن اور میری جسامت میں کوئی خاص فرق نہیں تھا عام جسامت کا آدمی تھا۔

میں اس کے چہرے کو مہارت سے درست کرتا رہا اور میڈلن خاموش بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنا ہی ایک ہم شکل تیار کر دیا تھا' لیکن بات یہیں پر ختم نہ ہوئی۔۔۔۔۔ میں نے اس ہم شکل چہرے کے بعد میڈلن کو ایک اور وگ پہنائی جو تھوڑی سی تبدیلیوں کے بعد تھی میں نے میڈلن کو ہدایت کی کہ وہ سیاہ فام شخص اگر تمہیں میک اپ اتارنے کے بارے میں کہے تو تم یہ وگ اتار دینا اور اس کے بعد یہ چہرہ نکل آئے گا جو میں نے تیار کیا ہے۔"

"اوہ۔ بہت خوب۔ یعنی دوہرا میک اپ۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

میڈلن نے اپنا چہرہ دیکھا۔۔۔۔۔ اور دیکھنے کے بعد متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔ اس کا کام ختم ہو جانے کے بعد میں نے اسی انداز میں دوسرا میک اپ اس کے ساتھی بارکن پر کیا۔۔۔۔۔ اور بارکن کا چہرہ سو فیصدی سردارے کا چہرہ تھا۔۔۔۔۔ تب میں نے کہا۔

"تو آج تم لوگ کس وقت وہاں جا رہے ہو؟"

"بس جناب اگر آپ اجازت دیں تو اول وقت میں۔۔۔۔۔ ہم لوگ فوراً ہی اپنا کام کر لینا چاہتے ہیں۔ چونکہ جب ایک کام کرنا ہی ہے تو پھر اس میں دیر کیوں کی جائے۔۔۔"

"ہاں تو پھر تم لوگ جب چاہو۔۔۔" میں نے ان کی جانب دیکھ کر کہا "جیسی آپ کی مرضی۔۔۔۔۔"

"بس تم لوگ تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہو جانا" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ان لوگوں نے گردن ہلا دی۔

میں باہر نکل آیا۔ ہراتا میرا منتظر تھا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ پندرہ بیس منٹ بعد وہ لوگ روانہ ہو جائیں گے۔ ہراتا نے گردن ہلا دی لیکن پھر وہ پرخیال انداز میں بولا۔

"چیف ایک مسئلہ ہے۔"

"کیا۔۔۔۔؟"

"یہاں ہمارے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔"

"اوہ۔ میرا خیال ہے میں تمہارے لئے ایک ٹیکسی انگیج کر دوں ہم اسے اتنی رقم دے دیں گے

کہ ٹیکسی ڈرائیور دن بھر تمہارے ساتھ لگا رہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔" ہراتا نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر میں ٹیکسی کی تلاش میں چل پڑا۔ چند ساعت بعد ٹیکسی مل گئی اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے دن بھر کے لیے بات کر لی۔ معاوضے کی ادائیگی پہلے ہی کر دی۔ چنانچہ اس کے بعد ٹیکسی ڈرائیور کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے ہراتا کے قریب رک کر خوشی خوشی انتظار کرنا پسند کر لیا اور میں وہاں سے چل پڑا۔ کیونکہ مجھے کچھ اور کام بھی تھے۔۔۔"

مثلاً میں سردارے کو ٹرنک کال کر کے اس سے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہالینڈ کے لئے کال بک کرانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ یہاں کے لئے جدید ترین انتظامات تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد سردارے سے رابطہ قائم ہو گیا اور میں نے اسے اس کے مخصوص نام سے پکارا جو ہم دونوں کے درمیان طے ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

"یس باس میں بالکل خیریت سے ہوں آپ اپنی سنایئے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں ڈیئر۔ کام ہو رہا ہے۔ تفصیلات تمہیں ملاقات کے بعد ہی بتاؤں گا۔۔۔۔۔"

"اوہو' کوئی خاص کام ہوا ہے؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔ لیکن ساری باتیں بعد میں۔"

"اپنی صحت کا خیال رکھنا باس۔" سردارے نے کہا۔

"تم بالکل بے فکر رہو۔"

"اور ہمارا مٹی کا مادھو کیسا ہے؟"

"بالکل ٹھیک بڑے کام کا ثابت ہوا ہے۔"

"مجھے یقین تھا۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا

"تم سناؤ تمہارے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک۔ کوئی تبدیلی نہیں۔ پروڈکشن جاری ہے بہت سے آرڈر موصول ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا فیصلہ آپ کے آنے کے بعد ہی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ڈیئر۔ فیصلے بعد ہی میں کریں گے۔ ہاں تو کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔"

"بس اسی لیے تمہیں ٹیلیفون کیا تھا۔"

"او کے۔" سردارے نے دوسری طرف سے کہا اور میں نے فون ڈسکنیکٹ کر دیا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر میں واپس ہوٹل پہنچ گیا اور اب اس کے بعد کوئی خاص کام نہیں تھا۔

شام ہو گئی اور پھر رات' ہراتا واپس نہ آیا اور نہ ہی ان دونوں کے بارے میں کوئی اطلاع مل سکی۔ ان دونوں کی تو مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن ہراتا کیوں واپس نہیں آیا؟ دس بجے تک میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں ہوٹل سے نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں اس طرف جا رہا تھا' جہاں ہوریشو کی رہائش گاہ تھی۔ بازار وغیرہ جاگ رہے تھے۔ لیکن دوسری سڑکیں سنسان' ویران ہو چکی تھیں۔ ماحول بہت زیادہ کہر آلود تھا۔ کہر کی وجہ سے دوسری چیزیں نہیں نظر آ رہی تھیں۔ ٹیکسی میری مطلوبہ جگہ رک گئی اور میں ڈرائیور کو بل ادا

کر کے نیچے اتر آیا۔ پھر ٹہلنے کے انداز میں چل پڑا۔ مجھے ہراتا کی تلاش تھی۔

سامنے ہی وہ عمارت تھی جہاں ہوریشو رہتا تھا۔ میں چلتا رہا اور پھر عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایک گھنے درخت کے نیچے رک گیا۔ کہر میں عمارت کی روشنیاں دھندلی نظر آ رہی تھیں۔

لیکن ہراتا------ کیا اسے بھی کوئی حادثہ پیش آ گیا۔ میں نے اپنے مخصوص انداز میں سیٹی بجانا شروع کر دی ہراتا اس آواز کو پہچانتا تھا لیکن آواز اتنی بلند نہ ہونے دی کہ دور تک سنی جا سکے اور ابھی میرے ہونٹوں سے سیٹی کی آواز نکل ہی رہی تھی کہ اچانک اس وقت کوئی میرے سامنے کود پڑا۔

میں نے الٹی چھلانگ لگا دی اور چھلانگ کے دوران ہی میرا پستول بھی باہر نکل آیا۔

"اوہ چیف گولی مت چلانا۔" ہراتا فوراً بول پڑا ورنہ ممکن تھا کہ میں اسے زخمی کر دیتا۔

"ہراتا-----" میں نے اسے آواز دی۔

"میں ہی ہوں چیف۔ بڑی خیریت ہو گئی۔"

"ہاں ہراتا۔ خیریت ہی ہو گئی۔ مگر تم درخت پر کیا کر رہے تھے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر پستول جیب میں رکھ لیا۔

"آرام کر رہا تھا چیف!" ہراتا نے جواب دیا۔

"مجھے دیکھ لیا تھا۔۔؟"

"ہاں اگر تم سیٹی نہ بجاتے تو درخت سے سیدھا تمہارے اوپر ہی آتا۔"

"اوہ۔ تب تو دونوں کی خیریت ہو گئی۔"

"ہاں۔ ویسے میرے ذہن میں خیال تھا کہ تم آؤ گے۔"

"کیوں؟"

"دیر جو ہو گئی تھی۔"

"تم نے کہیں سے فون بھی نہیں کیا۔"

"دور دور تک فون نہیں ہے چیف۔ کافی کوشش کی۔"

"وہ دونوں-----؟"

"ضرور کسی حادثے کا شکار ہو گئے۔ میرا خیال ہے ہمیں اندر چل کر ضرور دیکھنا چاہیے۔"

"نہیں ہراتا۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"اوہ--- لیکن---"

"جو سوچ رہے ہو وہ نہ سوچو۔ بے شک ہمارا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ہم اس بات کو نہیں بھولیں گے کہ ہم نے ہی ان دونوں سے کام لیا تھا۔"

"پھر چیف؟"

"ہوریشو ان کو قید کرنے کے بعد ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔"

"اوہ یقیناً۔ اسے خیال ہو گا کہ ہم ان کی خبر گیری کریں گے۔ ورنہ اب تک ان کا راز تو کھل چکا ہو گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو پھر چیف کیا کرو گے۔ ویسے میں نے انتظام کر رکھا ہے۔"

"کیسا انتظام۔؟" میں نے سوال کیا۔

ابھی بتاتا ہوں۔ پھر وہ اچانک اچھلا۔ اس نے اچھل کر درخت کی ایک شاخ پکڑ لی اور پھر وہ زور زور سے اس شاخ سے جھولنے لگا اور چند ہی ساعت بعد دو بہت بڑے بڑے پھل ٹوٹ کر درخت سے نیچے گر پڑے۔ میں اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا کیونکہ دونوں پھل نیچے گرنے کے بعد زور زور سے تڑپنے لگے تھے۔

یہ دونوں نوجوان تھے جن کے جسموں پر صرف انڈرویئر تھے۔ ان کی قمیضوں اور پتلونوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کسے ہوئے تھے۔ ٹائیاں منہ میں ٹھنسی ہوئی تھیں۔ چونکہ کافی بلندی سے گرے تھے اس لئے زوردار چوٹیں لگی ہوں گی۔ ویسے وہ ہوش ہی میں معلوم ہوتے تھے۔

ہراتا خود بھی نیچے اتر آیا۔ "یہ دونوں پھل تمہاری خدمت میں چیف!" اس نے چہکتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا چکر ہے ہراتا-----"

"میں نے تو ان سے کچھ نہیں پوچھا چیف! ویسے یہ دونوں اس عمارت ہی سے نکلے تھے اور اس انداز میں چاروں طرف گھومتے پھر رہے تھے جیسے کسی کو تلاش کر رہے ہوں۔ یقیناً یہ ہماری تلاش میں ہی ہوں گے۔ سو میں نے ان دونوں کو باندھ کر درخت پر ڈال دیا۔ جب انہیں آئے ہوئے ایک گھنٹہ گزر گیا تو کچھ اور آدمی بھی آئے تھے جو انہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ لیکن میں نے پھر ان دونوں ہی کو کافی سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ ہراتا بھی خوب تھا۔ لیکن اس کا مقصد تھا کہ ہوریشو نے اس ظرف کا ثبوت نہیں دیا جس کی توقع تھی۔ بہرحال یہ نہ تو کوئی افسوسناک بات تھی نہ مجھے اس کا کوئی رنج تھا۔ ہر شخص میری طرح تو نہیں سوچتا تھا۔ ہوریشو اگر فطرتاً ذلیل ہو گیا تھا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ وہ شکست خوردہ تھا۔ اور شکست خوردہ لوگ ہر کام کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے اس وقت روئے زمین پر اس کے لئے مجھ سے بڑھ کر خطرناک دشمن کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ اپنے دشمن سے کوئی بھی فائدہ اٹھانے کے بعد اس کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرنا ضروری تو نہیں تھا اور خاص طور پر ہوریشو جیسے آدمی کے لئے-----

اور اس طرح مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ ہوریشو اب بھی اسی غداری پر قائم ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا مجھے اس کا کوئی جواب نہیں ملا تھا اور مجھے اس کا افسوس بھی نہیں تھا کیونکہ میں ہوریشو سے دوستی کر کے خود کو ایک اچھے دشمن سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہوریشو نے دشمنی کی فضا قائم رکھ کر مجھ پر احسان ہی کیا تھا۔ میں نے ان دونوں آدمیوں کی طرف دیکھا جو ساکت تھے۔ وہ ہوش میں تھے لیکن چونکہ ان کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اس لئے نہ تو وہ بول سکتے تھے اور نہ ہی جنبش کر سکتے تھے۔ تب میں نے ہراتا کی جانب دیکھا اور بولا۔

"ہراتا ہوریشو کا ردعمل ظاہر ہو گیا ہے۔"

"ہاں چیف۔ وہ بہادر نہیں نکلا۔" ہراتا نے مایوسی سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو نا چیف جو کچھ اس نے کہا تھا اس کے کس قدر اس نے خلاف عمل کیا ہے اگر وہ بہادر ہوتا تو

تمہاری اس پیش کش کا جواب بھرپور طور سے دیتا' احسان نہ ماننا بھی بزدلی کی ایک نشانی ہے اور بزدل لوگ بہادر نہیں کہے جاسکتے۔"

"بہرحال اچھا ہی ہوا ہراتا۔" اگر وہ میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا تو میں خود کو کمتر محسوس کرتا۔"

"میں سمجھا نہیں چیف۔۔۔۔۔"

"دیکھو' پھر اس کے ساتھ ہمیں مزید دوستانہ سلوک کرنا ہوتا اور اس طرح ہم ایک اچھے اور لڑنے والے دشمن سے محروم ہو جاتے۔"

"اوہو۔ یہ تمہاری سوچ ہے چیف۔ جبکہ اس کی سوچ مختلف نظر آتی ہے۔" ہراتا نے ہنستے ہوئے کہا پھر بولا۔ "چلو خیر جو ہوا اسے جانے دو۔ یہ بتاؤ اب کیا پروگرام ہے۔"

"تم ان دونوں کا کیا کرو گے؟" میں نے ہراتا سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے چیف میں ان دونوں کی گردنیں توڑ کر پھینک دیتا ہوں۔ کیونکہ یہ ہمارے لیے بیکار ہیں۔"

"کیوں نہ ان سے کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔" میں نے کہا۔

"اس کے لئے مشکلات پیش آئیں گی چیف۔ ظاہر ہے ان کے منہ کھولنے پڑیں گے تو چیخ بھی سکتے ہیں اور یوں تو ہمیں ان کے چیخنے پر کوئی تعرض نہیں ہے لیکن رات کے سناٹے میں ہوریشو کے علاوہ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "ان سے کچھ پوچھنا ضروری بھی نہیں ہے۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔"

"تو پھر ان لوگوں کا کیا کیا جائے چیف۔" ہراتا نے سوال کیا۔

"پڑا رہنے دو اسی طرح۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہراتا نے گردن ہلادی۔ تھوڑی دیر بعد ہم وہاں سے واپس پلٹ رہے تھے بیچارے میڈلن اور بارکن سے کیا سلوک ہوا اس کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں۔ ہم وہاں سے اپنے ہوٹل واپس آگئے۔ راستے میں میں نے ہراتا سے پوچھا کہ اب کیا پروگرام ہے ہراتا نے کہا کہ اس وقت تو رہنے دو چیف۔ صبح کو اس بارے میں سوچیں گے۔ جو کچھ ہوا ہے اس کا ردعمل بھی ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے گردن ہلادی تھی پھر ہم اپنے اپنے کمروں میں پہنچ گئے۔

رات کو دیر تک میں ان معاملات کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہوریشو کو کون سی نئی زک پہنچائی جائے۔ ویسے ہیروں کو حاصل کرنے کے بعد اس نے میڈلن اور بارکن کے ساتھ جو سلوک کیا تھا' میرے خیال میں یہ ہوریشو کی پست فطرت کا اظہار تھا۔ وہ دشمن کا احسان نہیں مانتا تھا اور غالباً" اپنی فطرت سے ہٹ گیا تھا ورنہ جس دوستی کا اس نے دعویٰ کیا تھا اس کو کچھ وقت تک تو نبھاتا یا ایسی شکست مجھے دینے کی کوشش کرتا جو میرے لئے ناقابل تلافی ہوتی۔ لیکن اس نے اسی پر اکتفا کیا تھا اور فوری طور پر مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔

لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس نے ابھی تک میڈلن اور بارکن کو کیوں رکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں' میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر دو ہی باتیں میرے ذہن میں آئیں۔ یا تو میڈلن اور بارکن اس کو اپنے بارے میں بتا ہی نہ سکے' ہوریشو نے ہو سکتا ہے ان کو ہمارے دھوکے میں قتل کر دیا ہو اور

بعد میں اسے پتہ چلا کہ وہ' وہ نہیں ہیں جو اس نے سوچا تھا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے باوجود ان لوگوں کو کوئی معمولی شخصیت تسلیم کرنے پر تیار نہ ہو اور اس نے سوچا ہو کہ شاید ہم انہیں بچانے کی ضرور کوشش کریں گے۔ بہرحال جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور گہری نیند سو گیا۔

دوسرے دن ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے میڈلن کے فلیٹ پر فون کیا اور چند ہی ساعت کے بعد فون ریسیور کر لیا گیا۔ میں چونک پڑا۔

میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ لوگ آچکے ہوں گے فون میڈلن ہی نے اٹھایا تھا۔۔۔۔۔

"ہیلو"۔۔۔۔۔ ریسیور میں سے میڈلن کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ کون بول رہا ہے۔" میں نے بھاری لہجہ میں پوچھا۔

"میڈلن اسپیکنگ۔۔۔۔۔ ادھر کون ہے۔" میڈلن نے سوال کیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے لہجہ کو زبردستی بھاری بنانے کی کوشش کر رہا ہو۔۔۔۔۔

"اوہ ڈیئر میڈلن۔۔۔۔۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ وہ دوست جس نے تم کو کچھ ذمہ داریاں سونپی تھیں۔"

"اوہ۔ اچھا۔ اچھا۔ ہم ٹیلی فون پر آپ سے گفتگو کر سکتے ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"تم کب واپس آئے؟"

"ابھی تقریباً" آدھے گھنٹے قبل۔۔۔۔۔" میڈلن نے جواب دیا۔

"بارکن کہاں ہے؟"

"وہ لیٹا ہوا ہے' زخمی ہے۔"

"اور تم۔۔۔۔۔؟"

"میری حالت بھی ٹھیک نہیں ہے جناب!"

"تب پھر آج تم آرام کرو میڈلن! کل کسی وقت میں تم سے ملاقات کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

ہر امکان کو مدنظر رکھنا تھا۔ میڈلن سے میں اسی وقت ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن اسے اپنے آنے کی اطلاع دینا حماقت تھی۔ ممکن ہے ہوریشو کے آدمی اس کے فلیٹ کے گرد پھیلے ہوں۔ ممکن ہے انہوں نے میڈلن وغیرہ کا تعاقب کیا ہو۔ ممکن ہے ان کا فون ٹیپ کر لیا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے میڈلن کو مار مار کر یا دھمکی دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا ہو کہ وہ انہیں ہمارے بارے میں اطلاع دے۔ اس لیے بہتر لگا ہے کہ میں انہیں دھوکے میں رکھ کر ہی وہاں پہنچوں۔

میں ہراتا کے نزدیک پہنچ گیا۔ ہراتا میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"میڈلن سے بات ہوئی تھی۔"

"آگیا۔۔۔۔۔؟" ہراتا چونک کر بولا۔

"ہاں۔"

"خیریت ہے؟"

"شاید نہیں۔"

"اوہ۔ کیسے اندازہ ہوا؟"

"دونوں زخمی ہیں۔ آواز سے معلوم ہو رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ہوریشو نے ان کے ساتھ کافی سلوک کیا ہے۔"

"بڑا ہی غلط آدمی نکلا یہ شخص اور تم اس کی اس قدر تعریفیں کر رہے تھے چیف-----" ہراتا ایک گہری سانس لی اور کہا۔

"میں آج بھی یہی بات کہہ رہا ہوں ہراتا کہ آدمی برا نہیں تھا' کم از کم دلیر تھا اور پروقار بھی----- لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کی ذہنی سطح کافی گر گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہی ہو سکتی ہے کہ اسے پے در پے ناکامیوں کا شکار رہنا پڑا ہے۔ بہرحال میں ایک بار پھر وہی کہوں گا کہ اس نے ہمارے ساتھ سلوک کر کے بہتر ہی کیا ہے۔ اگر وہ ہمارا دوست بن جاتا تو مجھے بڑی کوفت ہوتی اور اب میں اس کی ذہنی کو ذہن میں رکھوں گا۔ وہ ایک مکار لومڑی کی مانند ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ صرف ایک نڈر تھا۔ جو سامنے آ کر ہی حملہ کرنا پسند کرتا ہے اور مدمقابل کو چوٹ دیتا ہے۔ لیکن ہراتا اب یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ اب اگر کبھی ہم اس کے سامنے آ گئے تو وہ چھپ کر ہمیں گولی مارنے پر اکتفا کرے گا اور ہمارے سامنے آنا پسند نہ کرے گا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے چیف اب اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں گے۔"

"آؤ میڈلن کے پاس چلتے ہیں۔"

"میڈلن کے پاس؟-----"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر چیف میرا خیال ہے کہ ٹیلی فون پر تو تم نے کہا تھا کہ ہم کل۔" اور میں نے گردن دی-----

"ہاں ہراتا یہ میں نے جان بوجھ کر کہا تھا----- اس کی وجہ یہ ہے کہ میڈلن کی نگرانی کی جا رہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ میڈلن کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کر لیا گیا ہو کہ وہ ہماری آمد پر اطلاع کر دے۔ ایسی صورت میں اگر وہ لوگ ہماری تاک میں ہیں تو کل ہی کا انتظار کریں گے اور ہم اس کے برعکس میڈلن سے آج ہی مل لیں گے۔ معلوم تو کیا جائے کہ ہوریشو نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

"ٹھیک ہے چیف۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"وہی سب کچھ کرنا ہوگا ہراتا جو اس سے قبل کرتے رہے ہیں۔"

"یعنی؟" ہراتا نے پوچھا۔

"تم باہر کا ماحول چیک کرو گے ادھر ادھر دیکھو گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو گے کہ قرب جوار میں کوئی موجود تو نہیں ہے۔ یعنی کوئی ایسا شخص جو فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہو۔ اس کے علاوہ عقبی حصے بھی چیک کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ تم بے فکر رہو۔ باہر کی نگرانی میں کروں گا اور اگر دو چار ہوئے تو میں ٹھیک ٹھاک کر لوں گا۔" ہراتا نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے میڈلن کے فلیٹ کی جانب جا رہے تھے اور

میڈلن کے فلیٹ سے کافی آگے میں نے ٹیکسی رکوالی----- ہم دونوں ٹیکسی سے نیچے اتر آئے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو بل دیا اور آگے چل پڑے۔

نیچے اترنے کے بعد میں نے ہراتا کو آگے روانہ کر دیا اور خود ایک لمبا چکر لے کر اس عمارت کے عقبی حصے کی جانب جانے لگا۔ جہاں میڈلن کا فلیٹ تھا۔

ہراتا میڈلن کے فلیٹ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ میں نے بھی دور سے دیکھا۔ قرب و جوار کے علاقے میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس پر شبہ کیا جا سکتا کہ وہ فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہے۔ دور دور تک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں' البتہ میں نے یہ بات ذہن میں رکھی تھی کہ میڈلن کے فلیٹ میں اس کا بھی کوئی یعنی ہوریشو کا کوئی آدمی موجود ہے اور میڈلن وغیرہ کو اس نے نگاہوں میں رکھا ہو۔

میڈلن کے فلیٹ کے سامنے سے میں ایک اجنبی شخص کی طرح گزر گیا۔ ہراتا مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ میں فلیٹ کے عقب میں پہنچ گیا۔ سامنے سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فلیٹ میں اوپر جانے کا راستہ عقب سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ درست ہی تھا۔ ایک چھوٹا سا دروازہ جس میں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں موجود تھا۔ اور اب مجھے اسی دروازے سے جا کر اپنا کام دکھانا تھا-----

میں نے اس پتلے سے دروازے کو دیکھا اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ چند ساعت بعد میں میڈلن کے دروازے کے عقب میں تھا۔

میں یہاں رک گیا اور تھوڑی دیر تک اندر کی آوازیں سنتا رہا لیکن کوئی خاص آواز نہیں آئی تھی۔ پھر میں نے داخلے کے لیے باتھ روم کے روشندان کا انتخاب کیا۔ گو اس راستے سے داخل ہونا خاصا مشکل کام تھا لیکن پھر بھی اس وقت احتیاط کو تو ذہن میں رکھنا ہی تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں باتھ روم میں تھا----- اور پھر باتھ روم سے نکلنا مشکل نہ تھا۔ پستول میرے پاس تھا۔ جسے میں ہاتھ میں لئے ایک ایک کمرے میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ پھر ایک کمرے میں مجھے میڈلن اور بارکن نظر آئے----- دونوں ایک ہی بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں تھا' گویا کسی کی موجودگی کا کوئی امکان نہیں تھا----- پھر میں نے خوابگاہ کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی-----

"آ جاؤ-----" شاید وہ کسی کا انتظار کر رہے تھے میں اندر داخل ہو گیا اور مجھے دیکھ کر وہ دونوں چونک پڑے-----

"تم----- تم-----"

"ہاں میڈلن میں تمہارا دوست!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ----- لیکن تم----- میرا مقصد ہے کہ تم نے تو کل آنے کے لئے کہا تھا۔"

"ہاں----- میں نے سوچا کہ اس وقت تمہاری خبر لے لی جائے لیکن تم کس کے منتظر تھے میڈلن-----؟"

"میں نے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا ہے بارکن کی طبیعت خاصی گڑبڑ ہے۔" میڈلن نے تشویشناک نظروں سے اپنے قریب لیٹے ہوئے بارکن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے پلٹ کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اور پھر بارکن کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں کے جسموں پر تشدد کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ ان کے میک اپ اترے ہوئے تھے اور وہ اپنی اصلی شکل میں موجود تھے۔ بارکن کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"مجھے خطرہ ہے کہ اس کا دماغی توازن خراب نہ ہو جائے۔ اس کے سر میں گہری چوٹ آئی ہے۔" میڈلن نے پریشان لہجہ میں جواب دیا۔

"اگر تم چاہو تو میں اسے ہسپتال میں لے جاؤں۔"

"نہیں جناب۔ ہم جیسے لوگوں کا ہسپتال جانا درست نہیں ہوتا ڈاکٹر روجر آنے ہی والا ہو گا۔ وہی ہمارا علاج کرتا ہے۔"

"تمہارا خاص ڈاکٹر ہے؟"

"ہاں۔ ہم جیسے لوگوں کا خاص ڈاکٹر ــــــ جو پولیس کو یہ بتانا پسند نہیں کرتا کہ کیسے زخمی ہوئے؟" میڈلن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خود تمہاری کیا کیفیت ہے میڈلن؟"

"بس ٹھیک ہوں۔ کوئی گہری چوٹ نہیں لگی۔" میڈلن نے کہا۔

"کیا تم میرے سوالات کا جواب دو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب پھر بتاؤ تمہارے ساتھ کیا گزری؟"

"مکار لوگوں نے بڑے تپاک سے ہمارا استقبال کیا اور اس کالے شیطان نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پی۔ اس نے شکریہ ادا کیا کہ ایک بدترین دشمن ہو کر ہم نے بہترین دوستی کا ثبوت دیا ــــــ چائے کے دوران وہ بڑی پر خلوص گفتگو کرتا رہا۔ اس نے پوچھا کہ اب ہمارا پروگرام کیا ہے۔ یہاں میں نے چالاکی سے اسے جواب دیا کہ پروگرام بتانا ضروری تو نہیں ــــــ اور اس نے بھی بڑے خلوص سے گردن ہلا دی ــــــ بس اس کے بعد وہ پلٹ گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"پر خلوص گفتگو کرتے کرتے اس نے سوال کیا۔ "مسٹر نواز! جو کچھ آپ نے کیا اس کے جواب میں میں بھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کیا کسی ایسے دشمن کو جو اچانک ہاتھ آ جائے۔ چھوڑ دینا حماقت نہیں ہو گی؟"

"کیا مطلب؟" میں نے کہا۔

"افسوس مسٹر نواز ــــــ میں نے دراصل اپنا محاسبہ کیا ہے اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا اور سوچا میں پچھلے کچھ عرصے سے مار کیوں کھا رہا ہوں۔ مجھے یہ شدید نقصانات کیوں برداشت کرنے پڑے ہیں۔ مجھے ایک ہی اندازہ ہوا ہے ــــــ اور وہ یہ کہ ــــــ میں بلند ظرفی کے چکر میں مارا جاتا ہوں۔ میں اپنے دشمن کے ساتھ ایک شہنشاہ کی مانند سلوک کرتا ہوں اور شاید میرا یہی طریق کار مجھے نقصان پہنچاتا ہے ــــــ مسٹر نواز ــــــ آج سے میں اپنے اس طریق کار کو تبدیل کر رہا ہوں اور مجھے افسوس ہے ــــــ اس نے دروازے کی جانب دیکھا ــــــ اور میری نگاہیں بھی اسی سمت اٹھ گئیں۔

چار آدمی اسٹین گنیں لے کر کھڑے تھے پھر انہوں نے ہماری تلاشی لی اور اس کے بعد مطمئن ہو گئے۔

"تو مسٹر نواز!" ہوریشو نے کہا۔ اس کے ساتھی اسے مسٹر ہوریشو کہہ کر ہی پکار رہے تھے۔ "اب آپ میرے چنگل میں آ پھنسے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ میں آپ کے سارے حسابات بیباق کر دوں۔" ــــــ اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر اس نے اسٹین گن والوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گنیں تان لیں ــــــ تب میں اور بارکن جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے ــــــ "نہیں جناب!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہم وہ نہیں ہیں جو نظر آ رہے ہیں۔ ہم تو کرائے کے آدمی ہیں۔" اور وہ چونک پڑا۔ بڑا خوفناک چہرہ تھا اس کا ــــــ وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ سارا اخلاق ختم ہو گیا تھا اس کا ــــــ اس نے ہمارے گریبان پکڑ کر کھڑا کیا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" وہ گرجا۔

"آپ یقین کریں جناب! ہم تو ان لوگوں کو جانتے بھی نہیں ہیں جنہوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور پھر میں نے پوری تفصیل بتا دی اس کا چہرہ بھیانک سے بھیانک تر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ہمارے میک اپ اتروائے اور جونہی ہمارے اصلی چہرے سامنے آئے۔ وہ دیوانوں کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے آدمی ہمیں گنوں سے کور کئے کھڑے تھے ورنہ ہم بھی اتنے بودے نہیں تھے کہ اس طرح پٹ جاتے۔ لیکن ہمیں پٹنا پڑا۔

اس نے ہمیں اتنا مارا کہ ہم بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہمیں ہوش آیا تو ہم ایک کمرے میں بند تھے اور پھر رات بھر بھوکے پیاسے رہے۔ صبح کو ہم فٹ پاتھ پر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ہم سے کوئی تفصیل نہیں پوچھی۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میڈلن کے الفاظ میں مجھے جھوٹ نہیں مل سکا تھا۔ ہوریشو کی ذہنی کیفیت سے بھی میں آگاہ ہو گیا تھا ــــــ اس نے سمجھ لیا کہ میں نے ایک بار پھر نہایت چالاکی کے ساتھ اسے ایکسپوز کیا ہے۔ مایوسی کی وجہ سے اس نے ان لوگوں کو قابل اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ اسے یقین ہو گیا ہو گا کہ ان کے ذریعہ میں ہاتھ نہیں آؤں گا اس لئے اس نے اپنی انرجی ضائع نہ کی ــــــ

"سوری میڈلن ــــــ تمہارے ساتھ واقعی برا سلوک ہوا۔"

"آپ کا کوئی قصور نہیں ہے جناب! کیونکہ آپ نے ہمیں آگاہ کیا تھا۔"

"ہاں میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ لیکن میڈلن اب تمہارا معاوضہ دگنا ہو گیا ہے۔"

"کیا؟" میڈلن نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ میں نے جیب سے دس دس ہزار ڈالر کی دو گڈیاں نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔" لیڈوانس انعام اور معاوضہ دگنا۔ اگر ضرورت پڑی تو تمہیں پھر تکلیف دوں گا۔ تمہارا ڈاکٹر ابھی نہیں آیا اگر چاہو تو میں خود اسے تمہارے پاس بھیج دوں۔"

"میں ــــــ میں اسے دوبارہ فون ــــــ کر لوں گا جناب۔" میڈلن نے جواب دیا۔ بیس ہزار ڈالر نے اس کے حواس گم کر دیئے تھے۔

"تب مجھے اجازت دو۔" میں نے کہا اور پھر اسی عقبی راستے سے باہر نکل آیا۔ صورت حال میں

کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ ہراتا کافی فاصلے پر موجود تھا۔ قرب و جوار میں اکادکا آدمی نظر آ جاتے تھے بس۔ میں ہراتا کے پاس پہنچ گیا۔۔۔۔

"ہیلو چیف! سب خیریت ہے؟"

"ہاں تم سناؤ۔"

"ادھر بھی سب ٹھیک ہے۔ کوئی مشکوک شخصیت نہیں نظر آئی۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور ہراتا میرے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں ہم دونوں نے پھر گفتگو شروع کی اور یہ گفتگو ہراتا نے ہی شروع کی۔

"بات ہوئی چیف؟"

"ہاں۔۔۔۔" میں نے کہا اور ہراتا کو پوری تفصیل بتا دی۔ ہراتا گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔ "وہ سامنے ٹیلی فون بوتھ ہے ہراتا! میرا خیال ہے ہوریشو سے گفتگو کی جائے۔ تم بدستور کچھ فاصلہ پر رکو۔"

"او کے۔ چیف!" ہراتا نے کہا اور میں ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے ہوریشو کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ چند ہی ساعت بعد رابطہ قائم ہو گیا اور میرے بولنے سے قبل ہی ہوریشو بول پڑا۔۔۔۔

"نواز اصغر۔۔۔۔؟"

"وہ تو گویا آج کل میں تمہارے حواس پر چھایا رہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں" ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔ کیوں نہیں۔ ظاہر ہے تم جیسے شخص کے بارے میں ہر وقت سوچتے رہنے سے صحت درست رہتی ہے۔"

"لیکن ہوریشو! مجھے تعجب ہے تم اپنے معیار سے گر کیسے گئے ہو؟"

"گر انہیں گرایا گیا ہوں دوست! گرا دیا گیا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ اب مجھے خود پر بھی اعتماد نہیں رہ گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جس کی دشمنی تم جیسے شخص سے ہو اسے لومڑی بن کر ہی کام چلانا پڑے گا۔ شیر بن کر اسے ہمیشہ پیچھے ہی ہٹنا پڑے گا۔ جب کہ شیر پیچھے نہیں ہٹتے۔"

"تم اعتراف کر رہے ہو اس چیز کا ہوریشو۔" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔۔۔۔

"ہاں کیوں نہیں راجہ نواز اصغر۔۔۔۔ صورتحال جو کچھ رہی ہے اس کو مدنگاہ رکھتے ہوئے یہ اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے اور اگر میں اعتراف نہ کروں تب بھی حقیقت بدل تو نہیں سکتی۔"

"بہت خوب میرے دوست بہت خوب۔۔۔۔ کم از کم تمہاری باتوں سے میں نے ایک اندازہ لگا لیا ہے۔"

"وہ کیا نواز۔؟"

"تم کافی حقیقت پسند ہو گئے ہو۔"

"ہاں۔ میں اس حقیقت کو ماننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا نواز' میں نے محسوس کیا ہے کہ تم

بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو میں مکلینو کی ماتحتی میں کام کرتا تھا جانتے ہو کیوں۔۔۔۔ صرف اس لئے کہ مکلینو ذہنی طور پر مجھ سے برتر نہیں تھا۔۔۔۔ بلاشبہ اس کا گروہ بہت بڑا تھا۔ اس کی کارکردگی بڑی اعلیٰ تھی۔ وہ اتنا مضبوط تھا کہ اسے کسی جگہ جھکانا ممکن نہیں تھا۔۔۔۔ لیکن مکلینو کے گروہ میں میری جو حیثیت تھی اس کا اندازہ تم یوں کرو کہ مکلینو میرا باس ہونے کے باوجود میرا ماتحت تھا۔ حالات میں ردوبدل کرنا میرے ہاتھ میں تھا اور جس وقت مکلینو نے مجھ سے بغاوت کی اور مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میں اس کا ملازم ہوں میں نے اسے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔ لیکن راجہ نواز اصغر تمہارے ساتھ صورتحال دوسری رہی۔ میں کوشش کے باوجود تمہیں نہیں پڑھ سکا۔ میں نے بار بار تمہیں حاصل کیا اور کھو دیا۔۔۔۔ مجھے تعجب ہے کہ تم اس مٹی سے کیسے بچ گئے۔ جو میں نے تمہارے اوپر ڈلوا کر تمہاری قبر بنوا دی تھی۔ یہ کسی معمولی آدمی کا کام نہیں تھا۔۔۔۔ ایسی صورتیں' میں اگر تسلیم کروں کہ راجہ اصغر نواز مجھ سے جسمانی طور پر اور ذہنی طور پر طاقتور ہے تو اس کے بعد میرے لئے دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں' ایک تو یہ کہ میں وہ لائن چھوڑ کر راجہ نواز اصغر کو موقع دوں کہ وہ ماحول پر اور وقت پر برتری حاصل کرے۔۔۔۔

لیکن اگر میں راجہ نواز اصغر کو برتری نہ دینا چاہوں تو ایسی صورت میں وقت پر برتری حاصل کرنے کے لئے مجھے راجہ نواز اصغر کو مکاری سے ختم کرنا ہو گا۔ ہاں میری ایک خوبی یہ ہے۔ راجہ نواز اصغر۔۔۔۔ کہ میں نے جیسے حالات دیکھے ہیں خود کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ میں اقتدار ضرور پسند کرتا ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں ایک ایسے طبقے کا روحانی پیشوا ہوں جو کہ ایک اشارے پر زمین و آسمان کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ لیکن میں ان کی موت نہیں چاہتا۔ سو ان حالات میں تم نے مجھ پر احسان کیا۔۔۔۔ تمہیں دوستی کی پیش کش کرتے ہوئے میں مخلص تھا لیکن جب تمہارے ہم شکل میرے سامنے آئے تو میری نیت بدل گئی۔ لیکن میرے دوست تم پھر مجھے چوٹ دے گئے۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔ "تو ڈیئر ہوریشو ان لوگوں سے تم نے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی جنہیں میں نے بھیجا تھا؟"

"اوہ۔۔۔۔ میں جانتا ہوں تم کچے کھیل نہیں کھیلتے۔۔۔۔ ان کی یہ حیثیت ہی نہ ہو گی کہ تم ان کی نگاہوں میں آ سکتے یا ان کے ذریعے تم تک پہنچا جا سکتا۔۔۔۔ اس لئے میں نے انہیں چھوڑنے کے بعد ان پر توجہ بھی نہ دی۔ میں جانتا تھا کہ وہ تم سے رابطہ قائم کرنے کے بعد صورت حال کی اطلاع تمہیں ضرور دیں گے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ اس صورتحال کی اطلاع دینے کے لئے بھی تم نے ایسے ذرائع اختیار کیے ہوں گے جن کے تحت میں تم تک نہ پہنچ سکوں اور ایسی صورت میں ڈیئر نواز میں بلاوجہ وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔۔۔۔ ہاں میں نے تمہارے لئے کچھ دوسرے انتظامات کیے ہیں۔"

"بہت خوب۔۔۔۔ بہت خوب۔۔۔۔ تو ہوریشو ہیرے واپس کرنے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ممکن ہے تم اس بات سے متاثر ہو کر میرے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کرو اور اس وقت میری دلی خواہش یہ تھی کہ میں اپنے گروہ میں تمہیں ضم کر لوں لیکن تم جیسے چالاک بلکہ مکار آدمی کی نیت پر بھروسہ کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے چنانچہ نہ تو مجھے ان ہیروں کے ضائع ہونے کا افسوس ہے نہ تمہاری حرکتوں کا۔ ہاں یہ بات اب پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ ہم دونوں دشمن ہیں اور دشمن ہی رہیں

گے۔"

"یقیناً———یقیناً———" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چنانچہ میرے دوست اب جو بھی کاروائی ہو گی اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ ہم دو
باظرف دشمن نہیں ہیں"

"کیا مطلب؟"

"ہماری اس جنگ میں ہر قسم کے داؤ پیچ استعمال ہوں گے۔"

"ہاں۔ یہی ہو گا۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں نے خصوصی طور پر تمہارے لئے کچھ انتظا
کیے ہیں۔" ہوریشو نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں نے ان کے بارے میں تم سے کوئی سوال اس لئے نہیں کیا کہ تم بتاؤ گے نہ
اب تم بزدل ہو چکے ہو۔"

اب اتنا بھی بزدل نہیں ہوا۔ اگر تم مجھ سے پوچھو گے تو میں تمہیں اس بارے میں ضرور بتا
گا۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تب پھر بتاؤ تم نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"اس وقت میرے پاس ایک وڈیو فون ہے۔ یہ وڈیو فون شہر کے تمام ٹیلی فون کال بوتھ سے م
ہے اور میں نے اس پر نمبر سیٹ کیے ہوئے ہیں۔ یعنی جس کال بوتھ سے فون کیا جائے گا اس کا نمبر وڈیا
سے پتہ چل جائے گا اور ان تمام فون بوتھ پر میرے آدمی تعینات ہیں۔ وہ سب جدید ترین ہتھیاروں
لیس ہیں اور ان کے پاس۔"

میں نے چونک کر باہر دیکھا——— چار آدمی جن کے پاس اسٹین گنیں موجود تھیں' وہ بوتھ
ساتھ کھڑے تھے———

"خوب——— تمہارے آدمی پہنچ چکے ہیں ہوریشو——— اور تمہارے اس پہلے کھیل کو
ناکام بنانے جا رہا ہوں——— میں نے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ لیکن ریسیور اسی طرح کان سے لگائے ر
میرا ایک ہاتھ غیر محسوس انداز میں بوتھ کے دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا اور بوتھ کے ہینڈل کو میں
مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ دوسری طرف میں نے دیکھا کہ ہراتا بھی اسی طرف آ رہا تھا۔ اس نے اپنی چال
لنگڑا پن پیدا کر لیا تھا اور یہ ایک بہترین چال تھی———

جوں ہی ہراتا بوتھ کے نزدیک پہنچا میں نے پوری قوت سے بوتھ کا دروازہ کھول دیا۔ دونوں
گن بردار بری طرح اچھلے اور میں باہر نکل گیا۔ دوسری طرف ہراتا دونوں کی گردنیں پکڑ کر الٹ گیا تھا
دونوں منہ کے بل نیچے گرے۔

میں نے خود بھی اپنے دونوں شکاروں کی کلائیوں پر جوتے کی ایڑیاں ماریں اور اسٹین گنیں
دونوں کے ہاتھوں سے گر پڑیں۔ ہراتا عجیب تماشا دکھا رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں شکاروں کو پیروں
لپیٹ لیا تھا اور سڑک پر لڑھکیاں کھا رہا تھا۔ اس کے شکاروں کے ہاتھوں سے بھی اسٹین گنیں نکل گئی
اور ان کے منہ بری طرح زمین سے رگڑ رہے تھے۔

دن کا وقت تھا ذرا سی دیر میں وہاں بے شمار لوگ جمع ہو گئے اور پھر پولیس بھی پہنچ گئی۔ لیکن

پولیس نہیں تھی——— انہوں نے ان چاروں کو اور ہمیں پکڑ لیا۔ اور پھر سائرن کی آواز سنائی دی۔ ایک
پولیس کار پہنچ گئی تھی۔
پولیس
اسٹین گنیں دیکھ کر پولیس افسران کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ تب میں نے ایک پولیس افسر
کو اشارہ کیا وہ میرے نزدیک آ گیا———

"کوڈ تھری تھری تھری۔" میں آہستہ سے بولا۔

"جی۔" افسر تعجب سے بو...

"میں اور میرا ساتھی۔" میں نے ہراتا کی طرف اشارہ کیا۔ "تم یہاں سے ہمیں اسی طرح لے چلو۔
لیکن راستے میں اتار دینا۔ ہمیں کام ہے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب!" افسر نے کہا۔

"گاڑی میں وائرلیس ہے؟" میں نے غرائے لہجہ میں کہا۔

"جی۔" افسر نے جواب دیا۔

"تب وزیر داخلہ سے بات کرو۔ میرا خیال تھا کہ سرکلر ہر پولیس آفسر تک پہنچ گیا ہو گا۔"

میں اب بھی نہیں سمجھا جناب۔"

"بے وقوف شخص ٹریل تھری خفیہ نمبر ہے ان لوگوں کا جو ائرپورٹ کے ہنگامہ کے لئے کام کر رہے
ہیں اور وزارت داخلہ ان کو براہ راست گائیڈ کر رہی ہے۔"

"اوہ! ہوریشو کے کیس میں؟"

"ہاں' اور یہ چاروں ہوریشو کے آدمی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک پتہ نوٹ کرو۔" پولیس افسر نے
جلدی سے ڈائری نکال لی۔

"جس قدر جلد ہو سکے اس پتہ پر چھاپہ مارو۔ لیکن اچھی نفری کے ساتھ وہاں جو بھی ملے گرفتار کر
لو۔ دیر کی تو خود ذمہ دار ہو گے"

"آپ فکر نہ کریں جناب۔" پولیس افسر نے کہا اور میرا بتایا ہوا پتہ نوٹ کر لیا———

چاروں آدمیوں کو پولیس کار میں بٹھا لیا گیا۔ ہم بھی بیٹھ گئے تھے اور تھوڑی دور چل کر ہمیں اتار
دیا گیا۔ میں پولیس افسر کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ہراتا حیران رہ گیا۔ ہم لوگوں نے تھوڑی دور چل کر ایک ٹیکسی پکڑ لی اور ایک بار پھر ہم اپنے ہوٹل
میں تھے۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا چیف۔" ہراتا گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔

"یار تو شاندار آدمی ہے۔ پوچھ کیا پوچھ رہا ہے۔" میں نے ترنگ میں آ کر کہا۔

"پولیس نے تعاون کیوں کیا؟"

"ابھی اور کرے گی۔"

"لیکن آخر کس طرح۔؟"

"میں نے منتر پھونک دیا ہے اس کے کانوں میں۔ بس ایک کام بن جائے اس کے بعد میں پوچھوں
گا ہوریشو سے۔" میں نے کہا۔

اور ہراتا عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

اور پھر دوسرے دن کے اخبارات دیکھ کر میری روح انبساط سے جھوم اٹھی۔ پولیس کا شاندار کارنامہ منظر عام پر آیا تھا اور اس سلسلہ میں پولیس افسر گلفورڈ کا نام خاص طور پر لیا گیا تھا----

انسپکٹر گلفورڈ نے ایک مکان پر چھاپہ مارا تھا۔ اس نے تین آدمیوں کو ہلاک کیا۔ پولیس سے باقاعدہ مقابلہ ہوا تھا۔ تفصیل یوں لکھی ہوئی تھی-----

"کل دن کے وقت انسپکٹر گلفورڈ نے ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک سے چار اسٹین گن بردار لوگوں کو گرفتار کیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی اس نے ایک مکان پر چھاپہ مارا---- جہاں پولیس سے زبردست مقابلہ کیا گیا۔ یہ بات یقین کو پہنچ گئی کہ اس مکان میں خطرناک اسمگلر ہوریشو موجود ہے۔ مکان سے ہیروں کا وہ عظیم ذخیرہ برآمد کرلیا گیا جو ایئرپورٹ پر کسٹم کے کئی افراد کو ہلاک کرنے کے بعد اڑا لیا گیا تھا اور جسے ہالینڈ سے اسمگل کرکے لایا گیا تھا---- مقابلے میں تین افراد ہلاک ہوئے اور باقی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن عمارت سے پولیس کو اور بہت کچھ ملا ہے اور اس سلسلہ میں ایک بھرپور کارروائی کا دروازہ کھل گیا ہے۔"

ہراتا بھی اس خبر سے بہت خوش ہوا تھا۔ "اب یہ کہہ کر تو الفاظ کو ضائع ہی کرنا ہوگا چیف کہ تم بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے سوچتے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے ہوریشو پر جو احسان کیا تھا اور اس کے جواب میں اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی اسے بھرپور سزا مل گئی ہے۔"

"ہاں ہراتا---- ابھی تو اور بھی بہت سے دلچسپ مرحلے ہیں---- آؤ باہر چلیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ایک پبلک کال بوتھ آفس سنبھال لیا اور پھر میں نے پہلے یو ایس گلفورڈ کے فون نمبر معلوم کیے پھر اسے فون کیا۔

"انسپکٹر گلفورڈ۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تمہارا برادر بول رہا ہے۔"

"کون برادر؟"

"وہ جس نے کل تمہارے لئے کام کیا تھا اور جس نے چار آدمی تمہارے سپرد کیے تھے۔"

"اوہ! جناب آپ---- آپ۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھ تک آنا پسند کریں تو---- میں آپ کی پوجا کروں-----"

"ابھی نہیں ڈیئر---- ویسے میں تمہیں یہ بتادوں کہ میں نے ہی کسٹمز کو اس اسمگلنگ کی اطلاع دی تھی اور تمہاری انتظامیہ کو شدت سے میری تلاش ہے۔"

"اوہ---- اوہ---- لیکن آپ نے---- ایک درخواست کروں۔"

"کہو۔"

"براہ کرم آپ مجھ سے تعاون کریں۔ آپ نے مجھے جو شہرت دلوائی اس کا بہت بہت شکریہ۔ میں جانتا ہوں کہ وزارت داخلہ نے ایسا کوئی محکمہ ترتیب نہیں دیا اس لئے میں آپ کا نام اخبارات سے گول کر گیا---- لیکن-----"

سنو گلفورڈ! میں تم سے تعاون کروں گا اور ہوریشو کے بارے میں ساری اطلاعات تمہیں دوں

گا۔ میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ اور مطمئن رہو---- لیکن کم از کم تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنا ہوگا-----"

"دل و جان سے جناب۔" اس نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے۔ دراصل ہوریشو سے میری دشمنی چل رہی ہے اور میں اسے بالآخر بے نقاب کر دوں گا اور یہ تمہارے ذریعہ ہوگا۔"

"میں آپ سے مکمل تعاون کروں گا جناب!"

میں نے فون بند کردیا اور باہر آکر ہراتا کو اس بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ ہراتا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی اور پھر ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

"اور اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"بس ہراتا---- ایک مرحلہ طے ہوا---- ہوریشو اور اس کے اڈوں کو تلاش کرنا ہے۔ ابھی تو بہت سے دلچسپ کھیل باقی ہیں-----"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی چیف۔؟"

"کیا؟"

"ہوریشو اس مکان میں کیوں مقیم رہا۔ اسے وہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔"

"اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ہی سمجھو ہراتا---- وہ اس کا شکار ہوگیا لیکن ابھی تو اسے قدم قدم پر شکار ہونا ہوگا۔" میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جب کسی دشت میں قدم رکھ دیتا ہے تو اس پر بہت سے راز منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گلفورڈ کی دوستی میرے لیے کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں تھی۔ بس میں اس کے ذریعے ہوریشو کا غرور توڑنا چاہتا تھا۔ اور میں نے اسے ایک بدترین نقصان پہنچایا تھا اس کے بعد میڈلین میرا آلہ کار بنا۔ میڈلین سے مجھے لاسکا کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں جو ہوریشو کی ملکیت تھا۔ چنانچہ ہم لاسکا کے مرکز پہنچ گئے اور یہاں ہم نے اپنے کام کا آغاز کیا' ہراتا ایک بہترین ساتھی تھی۔ اس نے گوریشا دریافت کی۔ اس کے معاملات اس کے ساتھ، لیکن اس نے گوریشا سے جو معلومات حاصل کیں ان کے تحت مجھے ہوریشو پر ایک اور کاری ضرب لگانے کا موقع مل گیا۔

ہراتا کے ذریعے گوریشا سے دوستی اور پھر گوریشا کے ذریعے میں ایک ایسی شخصیت تک پہنچا جسے میں نے پہچان لیا لیکن وہ شاید مجھے نہیں جان سکی تھی۔ اس وقت میں کار میں بیٹھ کر سست رفتاری سے ایک نہر کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا۔ یہ نہر آگے چل کر دو شاخے میں تبدیل ہوگئی تھی اور تھوڑی دور جانے کے بعد اس کی کشادگی میں کمی پیدا ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ جو سڑک چل رہی تھی۔ اب وہ ایک پگڈنڈی کی شکل میں نظر آرہی تھی۔ عجیب سی جگہ تھی۔ ہم کچھ دیر تک سبز کنارے پر درختوں اور پھولوں دار پودوں کے درمیان آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے۔ پھر ایک جگہ پہنچنے کے بعد گوریشا ایک طرف اشارہ کیا اور بولی۔

"وہ عمارت ہے جہاں ہماری ملاقات بنی سے ہو سکتی ہے' لیکن بنی فوری طور پر ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرے گی اس بات کا خیال رکھنا۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں آگے بڑھنے لگے۔ زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ ہمیں دو آدمی نظر آئے جو آس میں باتیں کرتے ہوئے اسی سمت آرہے تھے۔ پھر ان کا رخ ہماری جانب ہو گیا۔ اور گوریشا رک گئی۔ اس نے کہا۔

"ان کے ارادے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا۔ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے گوریشا کو دیکھ کر کہا۔

"ہیلو ہنی ــــــ کیسے آنا ہوا' اور یہ بدھو کون ہے""؟

"افسوس تم مجھے پہچانے نہیں پیارے بھائی۔"

"تو اپنے بارے میں بتاؤ نا؟"

"بتا دوں ــــــ؟ میں نے گورشا سے کہا۔

"بتانا ہی پڑے گا۔" گوریشا معنی خیز لہجے میں بولی۔

اس وقت ان میں سے ایک نے اچانک اس طرح لات گھمائی جیسے مجھے ایک ہی ضرب میں اچھینک دے گا۔ لیکن میں نے ہلکی سی جھکائی لے کر اس کی دوسری ٹانگ بھی زمین سے اٹھا دی اور وہ بری طرح نیچے گر پڑا اسی وقت دوسرے آدمی نے اس صورت حال میں مداخلت کی اور مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں اس کے سامنے لیٹ گیا۔ پہلا آدمی جو گرنے کے بعد پھرتی سے اٹھا تھا اس کے زد میں آگیا۔ دونوں کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئیں۔ ان کے چہرے آپس میں ٹکرا گئے اور ایک کی ناک کے نتھنوں سے خون بہہ نکلا۔ پھر دونوں ہی غصے سے دیوانے ہو گئے ان میں سے ایک نے لمبا چاقو ہو کھول لیا تھا۔

"ہٹ جا میرے سامنے سے۔" چاقو والے نے غرائے ہوئے لہجے میں اپنے ساتھی سے کہا۔ لیکن میں اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اطمینان سے جنگ کر سکے۔ میں زمین پر بیٹھا اور دوسرے لمحے سوئیپ لگا کر میں نے ان میں سے ایک شخص کو لپیٹ لیا جو دوسرے کو موقع دے رہا تھا وہ اوندھے منہ گر اور سنبھالا لینے کے لیے اس نے چاقو والے کو پکڑ لیا۔ وہی ہوا جس کا میں متوقع تھا۔ چاقو نے اس دوسرے شخص کی گردن کی شہہ رگ کاٹ دی۔ میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ میں نے دوسرے آدمی کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھایا اور پوری قوت سے اس پر فلائنگ کک لگائی۔ میری یہ کوشش کارگر رہی۔ وہ اچھلا اور سر کے بل گرا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی اور اس کے بعد کھیل ہی ختم ہو گیا۔ اب ہمارے سامنے دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور گوریشا کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف تھا۔ اس نے ایک دم کہا۔

"اب میرا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ ذرا دیکھیں سامنے کوئی نہ کوئی موجود ہے۔" پھر گوریشا وہیں سے واپس پلٹ گئی اور میں بنی کی تلاش آگے بڑھ گیا کیونکہ بہرحال بنی کا اور میرا ساتھ رہ چکا تھا۔ لیکن جب میں اس عمارت میں داخل ہوا اور بنی میرے سامنے آئی تو میں حیرت سے چونک پڑا۔ بنی جیسی عورتیں احساس برتری کی مریضہ ہوتی ہیں۔ پہلے تو اس نے مجھے دیکھا اور جب اس نے مجھے پہچانا تو پھر عجیب جذ پہلے بھی پروان چڑھے تھے لیکن میں نے اسے اس کی مہلت نہیں دی تھی۔ بنی نے میرا بہترین استقبال مجھ سے میرے بارے میں پوچھتی رہی۔ پھر اس نے اپنے بارے میں بتایا وہ کہنے لگی۔

"ہوریشو نے میری زندگی تلخ کر کے رکھ دی ہے' یہاں میں نے ٹھیکے پر ڈائیگر کے آٹھ اڈے حاصل کیے تھے لیکن لاسکا پر ہوریشو کا قبضہ ہے۔ اس نے سارا مال خرید لیا اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں ان آٹھ اڈوں کا خرچ کیسے اٹھاؤں۔"

"میں آگیا ہوں بنی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' اب میں تمہاری پشت پر ہوں۔"

"آہ گر تم میری پشت پر ہو تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ میری زندگی کا خواب پورا ہو گیا لیکن ہم یہاں نہیں رکیں گے۔

ہم بنی کے ساتھ بنی کی پرائیویٹ کوٹھی میں آگئے جس کے بارے میں اس نے مجھے بتایا کہ یہاں اسے بنی کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔ اس نے میری بہترین خاطرمدارت کی اور رات کو جب میں اپنی خواب گاہ میں لیٹ کر آنے والے وقت میں ہوریشو کے خلاف منصوبے بنا رہا تھا کہ بنی میری خواب گاہ میں آگئی' میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"اور تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں زندگی میں ہمیشہ اپنا مرد سمجھا ہے۔" میں میری ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆ ☆ ☆

بے شمار لڑکیوں نے مجھے اپنی زندگی کا پہلا مرد تصور کیا تھا اور ہر لڑکی کی یہی خواہش تھی کہ وہی میری زندگی کی آخری عورت ہو۔ پہلے مرد کی حد تک تو بات قابل تسلیم تھی لیکن جس شخص کو اپنی زندگی پر ہی اختیار نہ ہو وہ دوسرے سے کیا وعدہ کر سکتا ہے۔

ہرچند بنی ایک قابل اعتبار اور واقعی محبت کرنے والی لڑکی تھی لیکن قابل اعتماد اور محبت کرنے والی لڑکیاں تو بہت سی ملی تھیں۔ میرے لیے ان لڑکیوں نے اتنا کچھ کیا تھا کہ اگر کبھی ذہن میں ان کا خیال آجاتا تھا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ آخر میری نسل کیا ہے' میری جنس کیا ہے؟ انسان ہوں بھی یا نہیں؟ انسانوں جیسی کوئی بات تو تھی نہیں میرے اندر۔ جان دے دی تھی بے چاریوں نے' سب کچھ برباد کر لیا تھا اپنا۔ اور جواب میں میں نے کیا دیا تھا؟ دنیا کا انتقام میں دنیا سے ہی لے رہا تھا لیکن کبھی یہ انتقام پورا بھی ہو گا؟

بنی اپنی زندگی کے پہلے اور آخری مرد سے اپنی اناؤں اپنی حمیت کا ثبوت دیتی رہی اور میں سوچتا رہا کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔

تب صبح ہو گئی۔ بنی بے حد پرسکون تھی۔ "انسان سب کچھ ہونے کے باوجود کتنی کمزور شے ہے نواز! میں اپنے بارے میں سوچتی ہوں۔ وہ بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے بولی۔ نہا کر باتھ روم سے نکلی تھی اور بے حد حسین نظر آرہی تھی۔

"کیا بنی؟"

"تم نے میری ابتدا دیکھی تھی۔ مکلینو نے سمجھایا تھا مجھے کہ میں ناقابل تسخیر ہوں کیونکہ میں مکلینو کی بیٹی ہوں اور میں خود کو ناقابل تسخیر سمجھتی تھی۔ ہوتا بھی وہی تھا جو میں چاہتی تھی۔ مجال ہے کہ میں کچھ طلب کروں اور وہ نہ ملے' مجال ہے کہ وہ ہو جائے جو میں نہ چاہوں۔ کوئی گردن ایسی نہ تھی جو میرے سامنے نہ جھکی ہو یوں سمجھ لو زندگی کو ایک انداز سے دیکھنے کی عادی ہو گئی تھی اور مجھ جیسے انسان کے سامنے ایک اجنبی شے آجائے تو میری کیا کیفیت ہو سکتی تھی؟ تم اس بات کا تجزیہ کر سکتے ہو نواز!" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"اجنبی شے؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تم۔ میں تمہاری بات کر رہی ہوں۔ کیا تم اجنبی نہ تھے؟ وہ اجنبی جو میرے سامنے نہیں جھکا اور
میری زندگی کا صرف آخر بن گئے۔

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تم ایک
ایسی انسان ہو بنی! کہ اگر کوئی تمہیں قریب سے دیکھ لے تو انسانوں کے ساتھ فریب کرنا چھوڑ دے۔ تمہیں
دھوکہ دینا انسان کے لیے دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا بنی! کیونکہ تمہیں دھوکے میں رکھ کر میں کبھی اپنے آپ کو معاف
نہیں کر سکوں گا۔ اپنی زندگی کے بارے میں تھوڑا بہت تمہیں بتا چکا ہوں۔ میرے حالات نے میری فطرت
کی تشکیل اس طرح کی ہے کہ اگر میں تحریک میں نہ رہوں تو ختم ہو جاؤں۔ بنی! اگر میری موت کی خواہش
مند ہو تو مجھے محدود کرنے کی کوشش کرنا۔"

"میں تو اپنی زندگی بھی تمہاری زندگی میں ضم کرنے کو تیار ہوں نواز! اور تم نے یہ کیوں سوچ لیا
میں تمہیں محدود کر دوں گی۔ دل کی آواز کسی کو سنانا تو بری بات نہیں ہے۔ میں جو کچھ محسوس کر رہی تھی
سے کہہ دیا۔ ضروری ہے کہ تم میری پابند ہو جاؤ۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ جب بھی ملو گے محسوس کروں گی
میرا اپنا آیا ہے۔ تمہیں قید کرنے کی کوشش نہیں کروں گی وعدہ کرتی ہوں۔"

بنی کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔

"تم مجھے خود سے دور نہیں محسوس کرتیں بنی! چھوڑو ان باتوں کو' ناشتہ کراؤ بھوک لگ رہی
ہے۔"

"ابھی لائی۔" بنی نے آنکھیں خشک کر کے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر
رہے تھے۔

"ہوریشو کے قصے کو بنی! پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر سکون سے بیٹھنا میرے لیے ناممکن ہے۔ اس
لیے بنی! میں تم سے کچھ اہم گفتگو کروں گا۔"

"کہو نواز!" بنی نے بڑے خلوص سے کہا۔

"تم نے جو حالات سنائے ہیں بنی! ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم زندگی خاصے مشکل حالات میں گزار
رہی ہو۔ ہم جتنے قریب ہیں اس کے تحت تمہاری ہر مشکل میری ہے اور بنی! نواز اب دوسری الجھنوں پر
پا چکا ہے اس لیے اس کی موجودگی میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ایک بات کہوں نواز؟" بنی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ضرور۔"

"مکلینو جو کچھ تھا' خدا کا شکر ہے تمہارے علم میں ہے۔ سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد
مکلینو اتنا گیا گزرا نہیں ہے کہ اسے زندہ رہنے کے لیے یہی سب کچھ کرنا پڑے۔ ہم انتہائی پر آسائش
زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ مکلینو نے ایک بار دکھ بھرے انداز میں یہ بات کہی تھی کہ اب ہمیں خاموشی
زندگی گزارنا چاہیے لیکن اس کے لہجے کا دکھ میں نے محسوس کیا تھا نواز! اور اس کے بعد میں نے فیصلہ

کہ خواہ کتنے ہی مشکل حالات سے واسطہ پڑے۔ مکلینو کی زندگی میں اس کے گروہ کا نام زندہ رہے گا۔
شاید یہ بات تمہارے علم میں ہو نواز کہ ہمارا گروہ بین الاقوامی ہے اور دنیا بھر میں ہمارے نمائندوں کو معلوم
ہو چکا ہے کہ مکلینو کی ہوریشو سے چل گئی۔ وہ لوگ صرف تماشائی ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ کون
بھاری پڑتا ہے۔ ان حالات میں نواز یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ میں اپنی ساری کوششوں کے باوجود ہوریشو
سے ہلکی پڑ رہی ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب ہے کہ یہ صرف نام کی جنگ ہے اور اگر تم ہماری مدد کرو گے
تو۔۔۔تو۔۔۔" بنی کی آنکھیں پھر نمناک ہو گئیں۔

"مکلینو کا گروہ زندہ رہے گا بنی! تم فکر مت کرو۔ یہ بات میں بھی تمہیں بتا چکا ہوں کہ
اسمگلنگ سے صرف ایک جذباتی رشتہ رکھتا ہوں ورنہ دولت میرے پاس بھی اتنی ہے کہ دس خاندان شاہی
خاندانوں کی حیثیت سے پشت در پشت گزار سکتے ہیں۔ نام و نمود میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔
بہرحال جب تک ذہن نے کوئی قلابازی نہیں کھائی۔ میں مکلینو کے گروہ کو زندہ رکھوں گا۔ رہی ہوریشو
کی بات تو میں نے اس سے کہا تھا کہ میری زندگی اس پر عرصہ حیات تنگ کر دے گی۔"

بنی کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہی پھر بولی۔ "میں ابھی
مکلینو کو تمہارے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ ہم کوئی کارنامہ انجام دینے کے بعد ہی مکلینو کے
سامنے آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ اب ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔"

"ڈائگر کس قسم کا آدمی ہے؟"

"بہت عمدہ انسان ہے۔ امیر بھی ہے ورنہ ہوریشو کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا لیکن وہ اپنے طور پر زندہ
رہنا چاہتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ وفادار رہے؟"

"بے حد مخلص انسان ہے ورنہ اپنے اڈے میری تحویل میں نہ دے دیتا۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کل ملا دوں گی۔" بنی نے کہا۔

"ٹھیک ہے بنی! یہ گفتگو ختم اب تم بالکل مطمئن ہو جاؤ۔"

"تم مل گئے ہو نواز! اور میں کہہ چکی ہوں تم مجھے کچھ بھی سمجھو لیکن تم میرے مرد ہو' میرے
سہارے ہو۔" اس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا۔ اور میں نے اپنی عورت کو خود میں سمیٹ لیا۔ خوب تھی
میری ملکیت اور میں اپنی سرزمین پر حکمرانی کرنے لگا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتے کے بعد بنی نے میرے سامنے ڈائگر کو فون کیا۔ چند ساعت کے بعد اس
سے رابطہ قائم ہو گیا۔ "مسٹر ڈائگر! مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ ازراہ کرم آپ تکلیف کریں۔"

"میں حاضر ہو جاتا ہوں مس بنی!" ڈائگر نے جواب دیا اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ڈائگر آ
گیا۔ اسے دیکھ کر خاصی حیرت ہوئی تھی انتہائی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ قد تقریباً سات فٹ بدن بھی
بھاری اور ورزشی تھا۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ چہرے اور آواز سے بے حد شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ بنی

نے مجھ سے ملاقات کرائی تو اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "بڑی خوشی ہوئی آپ سے ملاقات کر کے مسٹر برونو فرمایئے مس بنی! میں مسٹر برونو کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میرے کہنے پر بنی نے میرا نام برونو بتایا تھا۔

"مسٹر ڈائگر! مسٹر برونو ہماری خوش نصیبی ہیں اور ہوریشو کی موت۔ انہیں ہوریشو دوسرے ناموں سے جانتا ہے لیکن میں آپ کو صرف اتنا حوالہ دوں گی مسٹر برونو ہی کی وجہ سے پچھلے دنوں ہوریشو کو نقصانات اٹھانا پڑے ہیں اور آج بھی پولیس ہوریشو کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

"اوہ' اوہ۔ کیا واقعی؟"

"اور مسٹر برونو ہمارے گہرے دوست ہیں۔ تم ابھی ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ڈائگر لیکن آگے جو کچھ ہو گا اس سے تمہیں بہت سے حیرت انگیز تجربے ہوں گے۔"

"ہوریشو کے خلاف مہم میں آپ پہلے سے شریک ہیں مسٹر ڈائگر! لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ مل کر کام کریں۔ میں آپ کے تعاون سے ہوریشو کی قبر کھودنا چاہتا ہوں۔"

"میری خوش نصیبی ہو گی مسٹر برونو! کہ آپ مجھ سے کوئی کام لیں۔"

"اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو میری کوششوں سے اتفاق ہو گا؟"

"یقیناً۔ مس بنی نے جب یہ بات کہی ہے تو میرے اتفاق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" ڈائگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر طے۔ اور ہمیں آج ہی سے کام شروع کرنا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔" ڈائگر نے آمادگی ظاہر کر دی اور میں گردن ہلانے لگا بنی نے اس دوران چائے وغیرہ کا بندوبست کر لیا تھا چنانچہ میں ڈائگر کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ "میں مسٹر ڈائگر کے ساتھ جا رہا ہوں بنی! کچھ کام ہیں' آپ میرے ساتھی کو بتا دیں کہ وہ اطمینان سے آرام کرے ممکن ہے مسٹر ڈائگر کے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا کھاؤں۔"

"بہتر ہے۔" بنی نے جواب دیا اور میں ڈائگر کے ساتھ نکل آیا۔ ڈائگر بے حد خوش اخلاق آدمی تھا۔ راستے میں مجھ سے بہت سی باتیں کیں تب میں نے اس سے کہا۔

"آپ کا ٹھکانہ دیکھنا چاہتا ہوں مسٹر ڈائگر! جہاں آپ سے ہر وقت رابطہ قائم کیا جا سکے۔"

"ضرور۔ میں نے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کھولا ہوا ہے جو میری پردہ پوشی کرتا ہے۔" ڈائگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈائگر کا اسٹور بہت خوبصورت تھا۔ اس کے خوبصورت ایئر کنڈیشنڈ آفس میں بیٹھ کر میں نے اس سے مزید گفتگو کی۔

"میں آپ کے اڈوں کو مال سپلائی کر سکتا ہوں مسٹر ڈائگر! اور فوری طور پر اس کے لیے بندوبست کر رہا ہوں۔ یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے کہ ہوریشو آپ کے ہاتھ کوئی مال نہیں لگنے دیتا۔"

"ہاں درست ہے۔ ابھی تک تو ہم کام گھسیٹ رہے ہیں لیکن بہت جلد پھر اس صورت حال کا شکار ہو جائیں گے اور اس کے بعد ہمارے اڈے خود بخود بند ہو جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہو گا مسٹر ڈائگر میں آپ کے اس ٹھکانے کو اپنے کام کے لیے استعمال کروں گا۔ یہاں آپ کے اپنے آدمی بھی ہوں گے میرا مطلب ہے ایسے آدمی جو اس کام سے واقف ہوں؟"

"سب ہی راز دار ہیں اور ان کو دوہری تنخواہیں ملتی ہیں۔ فالتو کاموں میں بھی میں ندرت کا قائل ہوں۔"

"تب مجھے ایک کیبل دینا ہے' اس کا بندوبست کر دیں۔"

"ابھی لیں۔" ڈائگر نے کہا۔ اور پھر میں نے انتہائی محتاط الفاظ میں سردارے کو ایک کیبل دیا۔ یہ کیبل ہاؤس آف ٹوائز کے لیے تھا جس میں۔ کھلونوں کی بڑی کھیپ کا آرڈر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کام مکمل ہو گیا۔ میں نے ڈائگر کو ہدایت دے دی تھی کہ اسے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ مال وغیرہ کلیر کرانے کی ذمے داری اس نے بخوبی سنبھال لی تھی۔

"ایک دوسرا کام بھی آپ کو کرنا ہے مسٹر ڈائگر! اور وہ بھی خاصی اہمیت رکھتا ہے۔"

"مسٹر برونو! آپ کھلے دل سے ہر خدمت میرے سپرد کر دیں۔ میں پوری طرح تیار ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں تنہا ہوریشو سے نہیں نمٹ سکتا۔ کچھ عرصے قبل میں نے حالات سے مجبور ہو کر سوچا تھا کہ اڈے بند کر دوں لیکن مس بنی کے سہارے سے میں نے یہ کام دوبارہ شروع کر دیا اور اب میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔"

"ٹھیک ہے تب آپ دیکھتے رہیں کہ میں ہوریشو کا کیا حشر کرتا ہوں۔"

"فرمایئے' کیا کہہ رہے تھے آپ؟"

"ایک ایسی جگہ درکار ہے جہاں میں کسی اغوا شدہ آدمی کو چند روز رکھ سکوں۔ یہ ایک اہم شخص ہو گا اور اس کے لیے کافی لے دے ہو سکتی ہے۔ اس عمارت میں ٹیلی فون بھی ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا جس کے نمبر قانونی طور پر رجسٹرڈ نہ ہوں۔ اس کے علاوہ وہ شخص رہا ہونے کے بعد اس عمارت کی نشاندہی نہ کر سکے۔"

"جی۔" ڈائگر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر بولا۔ "آپ اسے بے ہوش کر کے لائیں گے؟"

"جیسا آپ کہیں۔"

"شہر سے باہر میرا بنگلہ موجود ہے۔ بے حد محفوظ ہے۔ میں اسے آپ لوگوں کی نگرانی میں دے سکتا ہوں۔ جسے آپ اغوا کر کے لائیں گے وہ ایک آدمی ہو گا۔؟"

"ہاں' صرف ایک۔"

"تب ٹھیک ہے میں بندوبست کر دوں گا اور فرمایئے؟"

"بس ڈائگر! آپ مجھے وہ بنگلہ دکھا دیں۔"

"آپ کو کچھ لوگوں کی ضرورت ہو گی؟" ڈائگر نے پوچھا۔

"اس اغوا کے سلسلے میں صرف آپ کی مسٹر ڈائگر! میں کسی دوسرے شخص پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ آپ کے علاوہ صرف میرا ایک ساتھی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے میں تو حاضر ہوں۔ آپ پسند کریں تو ابھی چلیں۔ میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں۔"

"ہاں چلئے۔ یہ کام بھی ابھی کیے لیتے ہیں تاکہ فوری طور پر اپنا کام شروع کر دوں۔" میں نے کہا اور ڈائگر تیار ہو گیا۔ ایک بار پھر ہم دونوں کار میں سفر کر رہے تھے۔ جو پروگرام میں نے بنایا تھا' کافی خطرناک تھا لیکن اس کی کامیابی سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ درحقیقت ہوریشو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنا

خطرناک ثابت ہوں گا۔

خاصا لمبا سفر کرنا پڑا تھا لیکن جگہ بہت عمدہ تھی۔ دور تک کوئی آبادی نہیں تھی اور میرے کام کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ میں نے اسے پسند کیا۔

"یہاں کتنے آدمیوں کی ضرورت ہوگی مسٹر برونو؟"

"بس چار آدمی کافی ہوں گے۔ ان میں ایک کک بھی شامل ہو تو بہتر ہے لیکن آدمی ذہین اور عمدہ کارکردگی والے ہوں۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں۔" ڈائگر نے جواب دیا۔ اس کے بعد مجھے ڈائگر کی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ ایک جگہ میں نے اسے رکنے کے لیے کہا اور ڈائگر نے کار روک دی۔

"جی؟"

"اب یہاں سے میں چلا جاؤں گا۔"

"اوہ، نہیں میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔"

"ایک بات میرے ذہن میں اور رہے ڈائگر!"

"وہ کیا مسٹر برونو؟"

"ہوریشو آپ کو جانتا ہے۔ اسے معلوم ہو گا کہ آپ یہاں اس کے مدمقابل ہیں اور بہرحال ایک حیثیت رکھتے ہیں اس لیے کیا وہ آپ پر نگاہ نہ رکھتا ہو گا؟ میرا مطلب ہے آپ کی نقل و حرکت کے ذریعے وہ ہم تک پہنچنے کی کوشش بھی کر سکتا ہے۔"

"اوہ" ڈائگر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "نہیں جناب! یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ڈائگر کا صرف نام چلتا ہے۔ خود اس کے ساتھی بھی اسے اصلی شکل میں نہیں پہنچانتے اور بنی کی دوسری بات ہے۔"

"میک اپ" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں اس کا سہارا بھی لیتا ہوں لیکن سارے کام فون سے ہی چلاتا ہوں۔ شاذو نادر ہی کبھی کسی کے ساتھ جانا ہوتا ہے اور اس وقت میری اصلی شکل سامنے نہیں ہوتی۔"

"تب پھر فون پر؟ میرا مطلب ہے بنی نے تمہیں تمہارے اصلی نام سے مخاطب کیا تھا؟"

"وہ انتہائی پرائیویٹ ٹیلی فون ہے۔ ایسا ہی جیسا آپ چاہتے ہیں یعنی جس کے نمبر ٹیلی فون ڈائرکٹری میں نہیں ملیں گے، اگر میں موجود نہ ہوں تو ایک ٹیپ ریکارڈ آن ہو جاتا ہے اور جواب ملتا ہے کہ مسٹر ڈائگر موجود نہیں ہیں۔"

"خوب۔ عمدہ بات ہے، پسند آئی۔"

"اسٹورز میں مسٹر پشکن کے نام سے مشہور ہوں۔"

"یہ بھی اچھا ہوا کہ یہ بات معلوم ہو گئی۔"

"میں آپ کو خود بتا دیتا۔"

"بہرحال پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ مجھے بنی کی قیام گاہ پر چھوڑ دیں۔" میں نے کہا۔ ڈائگر

نے مسکراتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

"آپ کو کار کی ضرورت تو نہیں ہوتی مسٹر برونو؟" راستے میں اس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے بنی کے پاس انتظام ہے۔"

"ہاں، لیکن اگر آپ کو ذاتی طور پر کار کی ضرورت ہو تو میں فراہم کر سکتا ہوں۔"

"فی الوقت نہیں مسٹر ڈائگر! لیکن ہمیں اس شخص کو اغوا کرنے کے لیے بہرحال ایک ایسی کار کی ضرورت ہوگی جسے بعد میں چھپایا جا سکے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ جو چاہیں گے انتظام ہو جائے گا۔" ڈائگر نے جواب دیا پھر مجھے بنی کی کوٹھی پر اتار کر ڈائگر چلا گیا۔ بنی اس وقت موجود نہیں تھی چنانچہ میں ہراتا کے بارے میں معلوم کر کے اس کے پاس پہنچ گیا۔ ہراتا چین کی بنسی بجا رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "بہت مصروف ہیں مسٹر نواز؟"

"ہاں ہراتا۔ میرا اصول ہے، اگر دشمن آزاد ہو تو کبھی سکون سے نہ بیٹھو اور اس کے گرد جال بنتے رہو۔"

"لیکن میں بے حد شرمندہ ہو رہا ہوں"

"کیوں؟"

"اس جال کا ایک پھندا ابھی میں نے نہیں بنایا۔"

"ہر شخص کا الگ الگ کام ہوتا ہے ہراتا!"

"بس اب تم تیار ہو جاؤ۔"

"ابھی؟" ہراتا نے بستر سے زمین پر الٹی چھلانگ لگائی۔

"اس وقت نہیں لیکن بہت جلد، بیٹھو۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا آہستہ سے بیٹھ گیا۔

"کیا کام ہو گا؟ مگر چیف مجھے بتا تو دو؟"

"پہلے تم بتاؤ کیسی گزر رہی ہے؟"

"نہایت پرسکون۔"

"گوریشا کا کیا حال ہے؟"

"نجات مل گئی ہے چیف! لگتا ہے مادام بنی نے اس کے کل پرزے درست کر دیے ہیں، اب نہیں آتی میرے پاس۔"

"اور تم تنہائی میں مگن ہو؟"

"ماں کے پیٹ کی مانند۔ یقین کرو مسٹر نواز! انسان کے لیے سب سے عافیت کی جگہ ماں کا پیٹ ہی ہے۔ کاش انسان اپنی پسند کی جگہ اپنا سکے مگر چھوڑ ان باتوں کو۔ تم بتاؤ میرے لیے کون سے کام کا انتخاب کیا ہے؟"

"فی الحال تو ہراتا ہم ہوریشو کے چکر میں ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے"

"ہوریشو ہیروں کے جال میں اس طرح پھنسا ہے کہ نکلنا اس کے بس سے باہر ہو گیا ہے۔"

"وہ تمہاری بہترین صلاحیتوں کا ثبوت ہے چیف تم نے جس طرح اس سے چوہے بلی کا کھیل کھیلا
ہے اس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ تم نے تو کمال کر دیا چیف! اسے چوٹ دی۔ سہلایا اور اس کی لا
بات مان لی جو ایک دشمن کسی دشمن کی کبھی نہیں مانتا اور پھر اس کے بعد اس سے بھاری چوٹ لگا دی۔ اگر وہ
ایک باظرف دشمن ہوتا تو تمہاری عزت کرتا۔"

"بہرحال اس نے یہ موقع بھی کھو دیا اور ظاہر ہے اب میری اس سے دشمنی پکی۔ اب میں اسے
کیوں چھوڑوں گا؟"

"بالکل ٹھیک لیکن اب کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟"

"ہوریشو پر ایک اور ضرب لگانا ہے اور اس میں تمہیں بھی ایک اہم کردار انجام دینا ہے۔"

"حکم۔" ہراتا نے کہا اور میں اسے تفصیل سمجھانے لگا۔ ہراتا نے خوش ہو کر گردن ہلائی تھی۔"
میرے لیے پسندیدہ کام ہے لیکن کب چیف؟"

"کل کا دن نہیں۔ کل مجھے دوسرا کام کرنا ہے یعنی اس شخص کی نگرانی جو ہمارے کام آئے گا۔"
میں نے جواب دیا۔

اور دوسرے دن میں نے ہراتا کو کوٹھی میں ہی چھوڑا اور چہرے پر ہلکا سا میک اپ کرنے کے بعد
باہر نکل آیا۔ بنی کی کار موجود تھی' مجھے تنہا ہی یہ کام انجام دینا تھا۔ چنانچہ نہایت ہوشیاری سے میں نے کام کی
ابتدا کر دی۔ مطلوبہ شخص ایک پستہ قد لیکن عمدہ بدن کا مالک تھا۔ اس کی عمر ستر سال کے قریب ہو گی لیکن
خوب چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ چونکہ میں پروگرام کو طویل نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے دوپہر کو لنچ کے بعد میں
نے اس شخص کو اس کے آفس میں چھوڑا اور خود ڈائگر کے ڈپارٹمنٹل اسٹورز کی طرف چل پڑا۔ اسٹورز
میں داخل ہونے سے قبل میں نے میک اپ اتار دیا تھا۔

ڈائگر موجود تھا۔ اس نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا استقبال کیا اور بولا۔ "میں نے آپ کو فون
کیا تھا۔"

"بنی سے بات ہوئی ہو گی؟"

"ہاں' مادام بنی ہی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ آپ نکل چکے ہیں۔ مادام بنی آپ کی بے حد مداح ہیں
جناب!"

"ہاں وہ میری دوست ہے۔ بہرحال آپ بتایئے وہ کام ہو گیا؟"

"ڈائگر کو آپ ہمیشہ مستعد پائیں گے جناب! صبح دس بجے سارے انتظامات سے فارغ ہو گیا تھا۔"
وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"گڈ۔ باقی کام آج مکمل ہو جائے گا۔ ہاں ایک آدمی کی فوری ضرورت ہے۔ عمدہ اور کام کا آدمی
ہونا چاہیے۔"

"کام کیا ہو گا تاکہ میں ویسے ہی آدمی کو طلب کروں۔"

"نگرانی لیکن ذہین آدمی درکار ہے۔"

"بس آپ نے شعبہ بتا دیا کافی ہے۔" ڈائگر نے جواب دیا اور گھنٹی بجا دی چپراسی اندر داخل ہوا
تھا۔ "ہارپن کو بلاؤ۔" ڈائگر نے حکم دیا اور چپراسی باہر چلا گیا۔ چند ساعت کے بعد ایک دبلا پتلا اور آنکھوں

سے بے حد چالاک نظر آنے والا شخص اندر داخل ہو گیا۔

"مسٹر برونو!" ڈائگر نے میری طرف اشارہ کیا۔ "ہنرپن۔" اور ہارپن نے گردن خم کر دی۔

"آپ ہارپن پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں مسٹر برونو! میرے خاص آدمیوں میں سے ہے۔"

"ایک شخص کی نگرانی کرنا ہے مسٹر ہارپن! اس وقت وہ اپنے دفتر میں ہے چھٹی پر دفتر سے نکلے گا۔
رات کو گیارہ بجے تک آپ اس کے پیچھے رہیں گے۔ ٹھیک گیارہ بجے آپ اس فون نمبر پر اطلاع دیں گے کہ
وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔"

"بالکل درست۔ اس کی دن بھر کی مصروفیات کا بھی ریکارڈ رکھنا ہے؟" ہارپن نے پوچھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مناسب۔ نام پتہ؟" ہارپن نے پوچھا۔

"مسٹر اینڈرک چیف آف ایگزیٹ اسٹاف۔" میں نے کہا اور ڈائگر چونک پڑا۔ ہارپن نے البتہ
کسی خاص تاثر کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"آپ کو کوئی دقت ہو گی مسٹر ہارپن؟" میں نے پوچھا۔

"قطعی نہیں جناب!" ہارپن مسکرا دیا۔

"پتہ درکار ہے۔؟"

"ایگزیٹ آفس ہمارے لیے بھی دلکش جگہ ہے۔ میں پستہ قد اینڈرک کو جانتا ہوں' چالاک اور
تجربے کار آدمی ہے اور خود پر بہت اعتماد کرتا ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ آپ کی طرف سے مسٹر ہارپن کے لیے کوئی ...یت مسٹر ڈائگر!"

"ہرگز نہیں۔ ہارپن اپنے کام کا ماہر ہے۔" ڈائگر نے جواب دیا اور ہارپن گردن خم کر کے باہر
نکل گیا۔

"آپ اس نام پر چونکے تھے مسٹر ڈائگر؟"

"ہاں۔ خاصے خطرناک آدمی کا انتخاب کیا ہے آپ نے۔ اس کے علاوہ حکومت کے لیے ایک اہم
ترین شخصیت ہے۔" ڈائگر نے جواب دیا۔

"ہمارے کام کے لیے ایسی ہی شخصیت درکار تھی۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ڈائگر
بھی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"بہرحال ٹھیک ہے' اور کیا حکم ہے؟"

"بس' رات کو گیارہ بجے تم میرے ساتھ رہو گے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا اور ڈائگر
مسکرانے لگا۔

"تب کیوں نہ ڈنر مادام بنی کے ساتھ ہی کیا جائے یا پھر ایسا کریں کہ ڈنر کا پروگرام میرے ساتھ ہی
رکھیں۔ ٹھیک وقت پر گھر سے نکلیں گے۔"

"ہم گیارہ بجے مطلوبہ نمبر پر ہارپن کے رنگ کا انتظار کریں گے۔"

"ہاں تو ساڑھے دس بجے گھر سے نکل آئیں گے۔"

"اوکے۔ تو پھر شام کو کس وقت اور کس جگہ پہنچوں میرے ساتھ میرا ساتھی بھی ہو گا؟"

"یہاں میرے درجنوں خفیہ گھر ہیں' کہیں بھی بندوبست کرلوں گا۔"
"لیکن میں ان کا پتہ کس طرح چلاؤں گا؟"
"میں آپ کو دکھا دیتا ہوں۔"
"بڑی تکلیف ہو رہی ہے تمہیں ڈانگر!"
"لطف آ رہا ہے جناب! ہوریشو جیسے خطرناک شخص کے مقابل آنے کی ہمت چند ہی لوگ کر
ہیں جن میں کم از کم میں نہیں ہوں۔"
"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

ڈانگر کا خفیہ گھر دیکھ کر میں بنی کے پاس پہنچ گیا اور پھر کافی وقت میں نے اور بنی نے ساتھ گزارا بنی میرے بارے میں سخت متجسس تھی لیکن میں نے اس سے کہہ دیا کہ کام کرنے کے بعد ہی اسے تفصیل سے آگاہ کروں گا۔ پھر شام کو میں میک اپ کے ضروری سامان کے ساتھ ہراتا کو لے کر کمرے میں بند ہو گیا اور بلاشبہ آج میں نے اپنی میک اپ کی تمام صلاحیتیں صرف کر دی تھیں۔ ایک کے بعد ہوریشو میرے سامنے کھڑا تھا۔ ہراتا اب خود بھی خود کو ہراتا نہیں کہہ سکتا تھا۔

"چیف! تم جادوگر ہو' بلکہ ظالم جادوگر ہو۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"اور تم ہوریشو ہو۔"
"شامت ہی آگئی ہے سالے کی جو تم جیسے آدمی کے چکر میں پھنس گیا۔ بہتر تھا کہ تم سے دور رہ کھاتا کماتا۔ ایک اقرار میں تمہارے سامنے کروں گا۔ چیف! میں نے تم جیسا باکمال آدمی اس سے قبل نہیں دیکھا اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی ... دیکھ سکوں گا۔"

ہراتا نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا لیکن میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ہوریشو سیکڑوں بار میرے سامنے آیا تھا مجھے اس کا ایک ایک نقش ازبر تھا۔ میں نے اس میک اپ پر کافی محنت کی تھی لیکن مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں ہوریشو کی ایسی زبردست نقل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ خود ہوریشو بھی اس وقت ہ... کو دیکھتا تو اپنے بارے میں شبہے میں پڑ جاتا۔

نہ جانے مجھے کیا خیال آیا کہ میں ہراتا کو وہیں چھوڑ کر بنی کے پاس پہنچ گیا۔ بنی آرام کر رہی تھی
"کیمرہ مل سکتا ہے بنی؟"
"کیوں' اچانک ضرورت کیسے آگئی؟"
"بس چاہیے۔"
"ہاں۔ میرا منی کیمرہ موجود ہے۔ فلم بھی ہے۔ اس میں۔"
"براہ کرم۔"
"ابھی لو۔" بنی نے کہا اور کیمرہ ایک الماری سے نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ کیمرہ لے کر واپس آیا اور پھر میں نے ہراتا کی کئی تصویریں بنائیں اور کیمرہ ایک جگہ رکھ دیا۔ وقت ہو گیا تھا چنانچہ میں ہ... کو لے کر باہر نکل گیا۔

ہراتا کو کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا' اس کے کوٹ کے کالر کھڑے تھے اور فلیٹ ہیٹ پیشانی پر جھکا تھا اس طرح اس کا چہرہ چھپ گیا تھا۔ مجھے ایک اور خطرے کو پیش نگاہ رکھنا تھا وہ یہ کہ پولیس بھی ہوریشو

تلاش میں تھی۔ کہیں مسٹر ہراتا پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈانگر کے پاس پہنچ گئے۔ ڈانگر ہراتا کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ہراتا کا اس سے تعارف کرایا۔

"مسٹر ہوریشو۔" اور ڈانگر کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار نظر آئے۔ وہ ایک قابل اعتبار آدمی تھا۔ اس لیے میں نے اسے الجھن میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ "دراصل یہ میرے ساتھی مسٹر ہراتا ہیں اور ہوریشو کے میک اپ میں ہیں۔"
"اوہ۔" ڈانگر نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ "لیکن یہ میک اپ۔۔۔ کیا ہم اسے دنیا کا شاندار میک اپ نہیں کہہ سکتے؟ میں تو چکر میں پڑ گیا تھا۔"
"ہاں۔ اس پر کافی محنت کی گئی ہے۔"
"لیکن اس کی ضرورت کیوں پیش آئی مسٹر برونو؟"
"جس شخص کو اغوا کرنا ہے' اسے یہی تاثر دینا ہے کہ اسے ہوریشو نے اغوا کیا ہے۔"
"اوہ۔" ڈانگر نے گردن ہلائی اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگا۔ "مسٹر اینڈرک' گورنمنٹ کی ایک اہم شخصیت جسے ہوریشو اغوا کرے گا۔ اوہ جناب! میرا خیال ہے آپ اپنی مخصوص لائن پر چل رہے ہیں؟ یعنی مقامی حکومت کو ہوریشو کا سخت ترین دشمن بنا رہے ہیں اور بلاشبہ یہ ایک عمدہ پالیسی ہے۔"
"اس طرح ہم اس بلیک ڈوگ کو دوہری مصیبت میں گرفتار کرا دیں گے۔"
"ہو چکا ہے اور دم دبا کے کہیں چھپا ہوا ہے۔" ڈانگر مسکرا کر بولا۔
"تھوڑی سی تبدیلی تمہارے چہرے میں بھی ضروری ہے ڈانگر!" میں نے کہا اور ڈانگر نے گردن ہلا دی۔
"میرے پاس بہت سے ریڈی میڈ میک اپ رکھے ہیں جناب! کوئی بھی چہرے پر چڑھا لوں گا پہلے کچھ کھا لیا جائے۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ہراتا حسب معمول خاموش تھا۔

ڈانگر نے پر تکلف بندوبست کیا تھا لیکن چونکہ ایک مہم درپیش تھی اس لیے ہم لوگوں نے ہلکا پھلکا کھانا کھایا اور پھر کافی کے دو کپ پی کر تیار ہو گئے۔ ہمیں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنا تھا جہاں ہارپن کی کال ٹھیک گیارہ بجے ملتی۔

ٹھیک گیارہ بجے ہم ہارپن کی کال کا انتظار کر رہے تھے اور ہارپن واقعی ایک ذمے دار شخص تھا۔ جونہی ہماری گھڑیوں نے گیارہ بجائے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔
"ہیلو؟"
"مسٹر برونو موجود ہیں؟"
"بول رہا ہوں۔"
"آپ کا دوست ہارپن۔"
"مجھے تمہاری کال کا انتظار تھا ہارپن!"
"ہمارے مشترکہ دوست۔ ہمارے عزیز مسٹر جو اس وقت امپریل کلب میں برج کھیل رہے ہیں۔

وہ آٹھ بجے اپنے مکان سے نکلے تھے' ان کے ساتھ صرف ان کا ڈرائیور تھا جواب بھی موجود ہے۔ ڈرائیور
سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا ہے کہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مسٹر جو کلب سے نکل آئیں گے۔"

"او کے ہارپن!" میں نے کہا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"وہیں رکو۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا اور پھر ہم برق رفتاری سے چل پڑے۔ اس
کلب زیادہ فاصلے پر نہیں تھا' ہم گیارہ بج کر دس منٹ پر وہاں پہنچ گئے۔ اور پھر ڈائگر نے اتر کر ہارپن
تلاش کیا۔ ہارپن ڈائگر کی کار پہچان کر خود پہنچ گیا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"نارمل۔"

"اس کی کار کونسی ہے؟"

"ریڈاینکر۔ وہ سامنے کی لائن میں۔"

"یہ رکھو ہارپن! تمہیں ایک کام اور کرنا ہے۔" میں نے ایک شیشی نکال کر ہارپن کو دے دی۔

"جی؟"

"ڈرائیور سے تم نے کس طرح جان پہچان پیدا کی؟"

"ایک بے روزگار ڈرائیور کی حیثیت سے میں نے اس سے درخواست کی ہے کہ وہ مجھے بھی کہیں
ملازمت دلوا دے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کوشش کرے گا۔"

"دوبارہ مل سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب اسے یہ پرفیوم سنگھا دو۔" میں نے کہا۔ ہارپن جیسے چالاک آدمی کو اس سے زیادہ سمجھانے
ضرورت نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنا کام کر کے واپس آ گیا۔

"وہ ڈرائیونگ سیٹ پر اسٹیرنگ پر سر اوندھائے سو رہا ہے"

"گڈ۔ ڈائگر! کیا تم تیار ہو؟" میں نے ہارپن کے ہاتھ سے شیشی لیتے ہوئے کہا۔

"بالکل۔" ڈائگر نے جواب دیا اور ہم اینڈرک کی کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ اب ہمیں ساڑھے
گیارہ بجنے کا انتظار تھا۔ اینڈرک کو اس عمر میں اصول پرست ہونا ہی چاہیے تھا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے
اپنی کار کے نزدیک تھا۔

"گریڈی! کیا تم سو گئے؟" اس نے جھک کر کہا۔ "احمق آدمی ابھی تو رات بھی نہیں گزری ہے۔"
وہ بڑبڑایا اور ہم نے کام دکھا دیا۔ ہراتا کو اس وقت دور ہی رکھا گیا تھا۔ میں نے اس کی ناک سے کلوروفارم
رومال لگا دیا۔ ڈائگر نے اس کے ہاتھ عقب سے پکڑ لیے تھے اور پھر ڈائگر ہی نے اسے اٹھا کر کندھے
ڈال لیا تھا۔

ہارپن کو وہیں سے رخصت کی اجازت دے دی گئی اور ہم تینوں چل پڑے۔ اور پھر بغیر کسی خاص
مشکل کے ہم اس پوشیدہ مکان میں پہنچ گئے۔ جہاں ڈائگر کے مستعد لوگ موجود تھے۔

میری ہدایت پر ڈائگر نے میک اپ اتار دیا تھا ہم اینڈرک کو لے کر ایک اندرونی کمرے میں

گئے اور پھر اسے بستر پر لٹا دیا گیا۔

"بس ڈائگر! فی الحال تمہارا کام ختم' اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"او کے مسٹر برونو! ویسے جس وقت بھی میری ضرورت پیش آئے آپ مجھے فون کر دیں۔"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا اور ڈائگر چلا گیا۔ میں اور ہراتا اس کمرے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے
جہاں اینڈرک پڑا ہوا تھا۔

ہراتا نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ "اس پورے کھیل میں مجھ سیاہ رو کا کیا کام
ہے چیف؟"

"تمہارا کام تو سب سے اہم ہے مسٹر ہراتا بلکہ ہوریشو' ہیرے ہوریشو کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں
لیکن وہ انہیں حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس نے اسی لیے حکومت کے ایک اہم رکن بلکہ اسی شعبے سے متعلق
ایک افسر کو اغوا کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہیرے مسٹر اینڈرک کی تحویل میں ہی ہوں گے اور وہ انہیں بہ
آسانی ہمارے حوالے کر سکیں گے لیکن ہم انہیں خاموشی سے حاصل کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

"خدا کی پناہ!" ہراتا نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "یہ ہیروں کا چکر کب تک چلتا رہے گا چیف؟"

"جب تک ہوریشو خودکشی نہ کر لے۔"

"میرا خیال ہے اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔" اس طرح ہوریشو کے لیے ایک اور مصیبت
کھڑی ہو جائے گی لیکن آپ نے کہا تھا مسٹر نواز! کہ ہم ہیرے اتنی آسانی سے نہیں حاصل کریں گے؟"
ہراتا نے کہا۔

"ہاں' اس سلسلے میں ہنگامہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ ہوریشو کے نام کی زیادہ سے زیادہ پبلسٹی ہو۔"

"کتے کی موت مارا گیا ہے بے چارہ۔ کاش وہ تھوڑی سی شرافت سے کام لیتا تو اس کے لیے اتنی
بڑی مصیبت کھڑی نہ ہوتی۔"

"میں اس کے بارے میں بخوبی جانتا تھا ہراتا! وہ جس قسم کا آدمی ہے ہم اسے برے انسانوں میں ایک
بلند ظرف انسان ضرور کہہ سکتے ہیں لیکن نواز کے سلسلے میں نہیں۔ وہ اپنے دشمن سے بخوبی واقف ہے۔"

"کمال کی بات ہے۔" ہراتا گردن ہلانے لگا۔ پھر چونک کر اینڈرک کی طرف دیکھنے لگا جس نے
کروٹ بدلی تھی۔

"شاید یہ ہوش میں آ رہا ہے۔"

"تندرست آدمی ہے لیکن میرا خیال ہے اس کے لباس وغیرہ کی تلاشی لے لی جائے۔ ممکن ہے
پستول وغیرہ موجود ہو۔"

"اوہ ہاں۔" میں چونک پڑا۔ نہ تو میں نے اور نہ ڈائگر نے اس بارے میں سوچا تھا۔ ہراتا نے
فوراً ہی اس کے لباس کی تلاشی لے لی اور حقیقت خیریت ہی ہوئی۔ اس کے لباس سے ایک امریکن پستول
برآمد ہوا جس میں پوری آٹھ گولیاں تھیں اور سائز میں وہ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ اسکے علاوہ کچھ رقم اور ایک
کارڈ۔ یہ چیزیں اس کے لباس سے برآمد ہوئی تھیں۔

"اس وقت تو تم نے کافی ذہانت ---" میں نے کہا لیکن جملہ ادھورا ہی چھوڑ دینا پڑا کیونکہ اینڈرک
نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ویسے اس کا اتنی جلدی ہوش میں آنا تعجب خیز بات تھی۔

اینڈرک چند ساعت پلکیں جھپکاتا رہا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے' شاید اسے چکر آ گیا تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے کھڑے اسے دیکھتے رہے۔ ہراتا اب میری بات پوری طرح سمجھ گیا تھا اس لیے اسے کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ وہ ایسی جگہ آکر کھڑا ہو گیا جہاں سے اینڈرک کی نگاہ اس پر پڑے۔

اور تھوڑی دیر کے بعد اینڈرک نے آنکھیں کھول دیں۔ نتیجہ اندازے کے مطابق ہی تھا۔ میں ایسی جگہ کھڑا ہو گیا تھا جہاں سے مجھ پر نگاہ ہی نہ پڑے۔ اینڈرک نے ہراتا کو دیکھا اور اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر سخت حیرت کے آثار تھے۔

"کون ہو تم؟" اس نے دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی اور پھر شاید اسے چکر آ گیا اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہاتھ چھوڑ دیے۔ ہراتا خاموش رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد اینڈرک نے پھر آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سخت غصے کے آثار نظر آرہے تھے۔ اس نے پوچھا تھا تم کون ہو۔

"ایک معمولی سا انسان۔ ایک کالا غریب۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"جھوٹ نہیں کہا' خود دیکھ لو۔"

"جانتے ہو میں کون ہوں؟" اینڈرک نے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر اینڈرک!" ہراتا نے بدستور نرم لہجے میں کہا اور مجھے حیرت ہوئی۔ ہراتا نے دانستگی میں انداز ہریشو ہی کا سا اختیار کیا تھا۔

"خوب۔ تب پھر یہ بھی جان لو کہ ملک میں ایک بھی کالا محفوظ نہیں رہے گا۔ میں ان کا قتل عام بھی کرا سکتا ہوں۔" اینڈرک نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اوہ' وہ تمہارا اپنا کام ہو گا ڈیئر اینڈرک! مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ تم کیا کرو گے۔ میرا تم سے ایک چھوٹا سا کام آپڑا ہے۔"

"میں کہتا ہوں تم مجھے اس طرح کیوں لائے ہو؟ تم نے غالباً" کلوروفارم استعمال کیا تھا؟"

"ہاں تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا۔"

"اس کی سزا سمجھتے ہو؟" اینڈرک نے کہا اور ہراتا نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اسے اشارہ کر دیا تھا۔

ہراتا نے گردن ہلا دی تھی اور پھر وہ آہستہ آہستہ اینڈرک کے بستر کے نزدیک پہنچ گیا۔ اینڈرک نے بستر کے نیچے پاؤں لٹکا لیے تھے۔

"ہاں' مسٹر اینڈرک! ہر چیز سے واقف ہوں۔ کیا آپ براہ کرم میری ایک درخواست پر غور کریں گے؟"

"میں صرف تمہاری موت کی درخواست پر غور کر سکتا ہوں سمجھے؟ چلو مجھے یہاں سے باہر لے چلو۔" اینڈرک بستر سے نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے ہراتا کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور ایک زوردار آواز ابھری جو سننے کے قابل تھی۔ اینڈرک چاروں شانے چت بستر پر جا گرا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے

سرخ ہو گیا۔

بھاری بھرکم ہونے کے باوجود اس نے بستر سے چھلانگ لگائی لیکن اس بار ہراتا نے اسے پکڑا' دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور دوبارہ بستر پر دے مارا۔ آسان کام نہیں تھا۔ اینڈرک کے حواس فوراً" درست ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔

"خادم کو ہوریشو کہتے ہیں۔" ہراتا اسی سکون سے بولا۔

"کیا؟" اینڈرک کے منہ سے سرسراہٹ نکلی۔

"ہاں۔ آپ میرے نام سے بخوبی واقف ہوں گے مسٹر اینڈرک؟"

"کیا چاہتے ہو؟" اینڈرک نے سوال کیا۔ اب اسے صورت حال کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہو گیا تھا۔

"ہیرے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ ہیرے جو پولیس نے برآمد کیے ہیں اور اب تمہاری تحویل میں ہیں۔"

"کیا بکواس ہے؟" اینڈرک نے کہا اور ہراتا' جمناسٹک کا ماہر اچھلا اور اس کی لات اینڈرک کی پسلیوں پر پڑی۔ دوسرے لمحے وہ اپنی جگہ کھڑا تھا لیکن اینڈرک ایک کراہ کے ساتھ بستر سے نیچے زمین پر آپڑا تھا۔

"براہ کرم مسٹر اینڈرک! شریفانہ لہجہ اختیار کریں' ہم نہایت دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔" اس نے کہا۔ بڑا حیرت انگیز جا رہا تھا ہراتا۔ اینڈرک دیر تک کراہتا رہا اور پھر سیدھا ہو گیا۔

"ہاں' مسٹر اینڈرک! تو وہ ہیرے کس طرح آپ میرے حوالے کریں گے؟ اور ہاں اس بات سے قطعی انکار نہیں کریں گے کہ وہ آپ کی تحویل میں ہیں۔"

"اور اگر میں یہی کہوں تو؟"

"تو میں ٹھوکریں مار مار کر آپ کو ہلاک کر دوں گا۔ کیونکہ اگر میں اس بات کو تسلیم کر لوں تو میرا پورا انفارمیشن ڈپارٹمنٹ ناکارہ ہو جائے گا۔"

"ہوریشو تم ------ تم غریب نہ رہو گے۔"

"یہی چاہتا ہوں لارڈ! مجھ غریب آدمی کے لیے وہ ہیرے بڑی حیثیت رکھتے ہیں آپ کی زیادہ سے زیادہ نوکری جائے گی اور میرا خیال ہے نوکری کو جان سے زیادہ عزیز نہیں ہونا چاہیے۔"

"ہوں۔ تم انہیں میرے ڈپارٹمنٹ سے کیسے حاصل کرو گے؟"

"اس کا طریقہ بھی آپ کو سمجھا دیا جائے گا۔ پہلے آپ دوسری باتیں کر لیں"

"ٹھیک ہے ہیرے میری تحویل میں ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"میرے اسسٹنٹ کے پاس ہیں۔"

"اسسٹنٹ کا فون نمبر؟"

"آفس کا؟"

"نہیں 'گمرکا۔" ہراتا نے جواب دیا۔ وہ یہ گفتگو میری ہدایت پر کر رہا تھا اور میں نے اسے یہ باتیں یاد کرادی تھیں۔

اینڈرک نے نمبر دہرادیا۔ "نام کیا ہے اس کا؟"

"گومز۔ گومز ہارڈویک۔"

"ہوں۔" ہراتا نے کہا اور پھر جھک کر اس نے اینڈرک کو زمین سے اٹھادیا اور اسے بستر پر لٹاتے ہوئے بولا۔ "آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف فرمادیں مسٹر اینڈرک! ہم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں"

اینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ باہر سے دروازہ بند کر کے ڈائگر کے دو آدمیوں کو تعینات کردیا گیا۔ ویسے اس کمرے کا پوری طرح جائزہ لے لیا گیا تھا۔ یہاں ایسی چیز نہیں تھیں جس سے اینڈرک کوئی فائدہ اٹھا سکتا۔

"کیسا رہا چیف؟"

"ابھی کچھ نہ پوچھو ہراتا۔"

"کیوں؟"

"میں تمہیں اتنا ذہین نہیں سمجھتا تھا۔ اب شرمندہ ہو رہا ہوں۔"

"مذاق مت کرو چیف! تمہارے سامنے میں کیا حیثیت رکھتا ہوں؟ بہرحال میں نے جو کچھ کیا تمہاری مرضی کے مطابق ہی کیا۔ اس میں کوئی جھول تو نہیں رہا؟"

"بالکل نہیں۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"کام اتفاق سے بہت تیز رفتاری سے ہو گیا ہے۔ پھر بھی ہم مسٹر اینڈرک کو ایک رات تو مہمان رکھیں گے ہی۔"

"گویا باقی کام کل؟"

"ہاں' تمہارا کیا مشورہ ہے؟"

"ٹھیک ہے چیف یوں بھی اس وقت رات کافی گزر چکی ہے پھر اب کہاں چلو گے؟"

"اس عمارت میں آرام کے لیے کافی جگہ ہے اب باقی کام مکمل کرنے کے بعد ہی یہاں سے چلیں گے۔"

"اوکے۔" ہراتا نے جواب دیا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے اور پھر آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

دوسری صبح اینڈرک کو باقاعدہ ناشتہ پیش کیا گیا تھا۔ ناشتہ لے کر میں ہی گیا تھا۔ اینڈرک سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔

"وہ سیاہ فام تمہارا چیف ہے؟"

"جناب والا۔" میں نے جواب دیا۔

"... چاہتا ہوں۔"

"آپ ناشتہ کریں۔ میں آپ کا پیغام انہیں دے دوں گا۔"

"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟"

"یہ آپ کو ناشتے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔"

"میں صرف کافی پیوں گا۔ کافی بنا کر دو۔" اینڈرک نے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اینڈرک نے کافی اس انداز سے پی جیسے ہمارا خون پی رہا ہو۔ "اسے میرا پیغام دے دو۔" کافی ختم کرنے کے بعد اس نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے ہم نے انتظار کیا اور پھر تھوڑی سی تیاریوں کے بعد میں دوبارہ اینڈرک کے کمرے میں پہنچ گیا۔ "ہوریشو آپ کو طلب کرتا ہے جناب!"

"وہ خود یہاں نہیں آسکتا تھا۔" اینڈرک نے غصیلے لہجے میں کہا ویسے اس طرح طلب کیے جانے پر اسے سخت ہتک کا احساس ہوا تھا۔

"وہ بڑی عظیم ہستی ہے مسٹر اینڈرک۔ افریقہ کا ایک پورا قبیلہ اسے اپنا روحانی پیشوا مانتا ہے اور اس کے اشارے پر جان دینے کو تیار رہتا ہے۔"

"تم میری روحانی پیش گوئی بھی سن لو۔ وہ۔ وہ سڑکوں پر گھسیٹا جائے گا۔ اسے کتے کی موت نصیب ہوگی۔"

"اوہ۔ کیا آپ بھی اپنے قبیلے کے روحانی پیشوا ہیں مسٹر اینڈرک؟" میں نے بڑی عقیدت سے پوچھا۔

"بکواس مت کرو۔ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" اینڈرک غرایا۔

"میری کوئی بات نہیں ہے لیکن اس سے اس انداز میں گفتگو نہ کرنا ورنہ۔ رات کو میں بھی اس وقت موجود تھا۔ جب وہ آپ کی جوتوں سے مرمت کر رہا تھا۔" میں نے نہایت شرافت سے کہا۔ اینڈرک دانت پیسنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ ویسے وہ بھوکے چیتے کی طرح تلملا رہا تھا۔ غالباً وہ خود بھی بہت غصہ ور شخصیت رکھتا تھا۔

بہرحال میں اسے کمرے میں لے آیا جہاں ایک خوبصورت کرسی پر ہراتا بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اینڈرک نے اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"تشریف لائیے مسٹر اینڈرک۔" اس نے پرخلوص لہجے میں کہا اور اینڈرک اس کے قریب پہنچ گیا۔ "آپ نے مجھ سے ملنے کی فرمائش کی تھی۔"

"ہاں۔"

"فرمائیے۔"

"میں کب تک تمہاری قید میں رہوں گا؟"

"صرف چند گھنٹے۔"

"کیا چاہتے ہو اب؟"

"مسٹر گومز کو فون کریں؟"

"کیا مطلب؟"

"جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں غور سے سنیں۔ آپ اپنے اسسٹنٹ مسٹر گومز کو فون کریں اور ا
ہدایت کریں کہ وہ ہیرے لے کر وہاں سے ٹنی ٹریک پہنچے ایک سرکاری کام سے ان کی ضرورت ہے او
سرکاری مسئلے میں ہی الجھے ہوئے ہیں۔ آپ اسے ہدایت کر دیں کہ نہایت خفیہ پیمانے پر یہ کام کیا جا
خطرات بھی پیش آسکتے ہیں ٹنی ٹریک پہنچ کر وہ انتظار کرے اور پھر آپ کے مطلوبہ آدمی کے ساتھ نی
رنگ کی بینٹلے میں ہو گا آجائے بس اتنی سی بات ہے۔" ہراتا نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"اوہ تو تم اس طرح ہیرے حاصل کرنا چاہتے ہو؟" اینڈرک نے کہا

"ہاں مناسب طریقہ یہی تھا ورنہ دوسری صورت میں آپ کے ڈیپارٹمنٹ کی عمارت میں قتل
بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"اگر میں تمہاری یہ ہدایت ماننے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو پھر ہم دوسرے ذرائع استعمال کریں گے۔"

"دوسرے ذرائع کیا ہوں گے۔"

"فی الحال تو آپ یہی سمجھ لیں۔ آپ کی موت کے بعد دوسرے کسی آدمی کا انتخاب کریں گے
سے صرف یہ کام لیا جائے گا کہ آپ کے دونوں کان ایک لفافے میں رکھ کر مع ایک پرچے کے آپ
ڈیپارٹمنٹ کو بھیجے جائیں گے اور ہیروں کے بیگ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ دوسرے دن آپ کا ایک بازو
جائے گا اور پھر تیسرے دن آپ کی لاش پارسل کر دی جائے گی۔" ہراتا نے سفاک لہجے میں کہا اور
اینڈرک نے بے اختیار دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"یہ ٹیلیفون موجود ہے مسٹر اینڈرک۔" ہراتا نے فون کی طرف اشارہ کیا۔ "آجائیے اب انتظ
کریں۔"

"اس کے بعد کیا ہو گا؟" اینڈرک نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا

"کام ہونے پر آپ کو پورے احترام کے ساتھ واپس بھیج دیا جائے گا" ہراتا نے کہا۔

"وعدہ کرتے ہو اس کے بعد میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرو گے؟"

"مسٹر اینڈرک! اگر آپ کو قتل کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپ کو اطلاع دے دی جاتی کیونکہ ہم ب
سکتے ہیں اس لیے جو کہا جا رہا ہے اس سے مختلف نہیں ہو گا۔

اینڈرک نے گردن ہلا دی۔ اور پھر وہ فون پر گومز کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"مسٹر اینڈرک!" ایک بات کا خیال رکھیں۔ زندگی بڑی قیمتی شے ہے اور اسے کھونا حماقت ہ
آپ ٹیلی فون پر نہایت سادہ زبان اور لہجہ اختیار کریں گے اگر آپ نے الفاظی ہیر پھیر کر کے اپنے ماتح
ہوشیار کرنے کی کوشش کی تو آپ نہ بچ سکیں گے؟"

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اینڈرک نے گردن ہلا دی تھی۔ "مسٹر گومز کو دو اینڈرک
رہا ہوں۔" اینڈرک نے کہا اور میں اس کمرے سے نکل آیا تاکہ دوسرے کمرے میں رکھے ہوئے دو
سیٹ پر یہ گفتگو سن سکوں۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"گومز؟" اینڈرک کی آواز سنائی دی۔

"اوہ مسٹر اینڈرک! آپ کہاں ہیں؟ رات کو آپ کے گھر سے کئی بار فون آیا تھا صبح کو بھی آ

صاحبزادی نے فون کیا تھا۔ آپ کی کار کلب میں ملی جس میں ڈرائیور بے ہوش پڑا تھا۔"

"وہ زیادہ پی گیا تھا اس لیے اسے وہیں چھوڑ آیا تھا۔"

"آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"میں؟"

"کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"ایک سرکاری عمارت سے۔ سرکاری کام میں ہی مصروف ہوں تمہیں ایک کام کرنا ہے گومز!"

"جی فرمایئے!" گومز نے کہا۔

"کیس نمبر ۱۳۰ کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟"

"اسمگل کیے ہوئے ہیرے؟" گومز نے جواب دیا۔

"ہاں' لاکر نمبر ۱۳۰ میں ہیروں کا بیگ موجود ہے تم اس بیگ کو لے کر ٹنی ٹریک پہنچ جاؤ۔ نیلے رنگ
کی ایک بینٹلے آئے گی اس میں بیٹھ کر میرے پاس آجاؤ۔"

"جی بہتر۔ کوئی اور ہدایت؟"

"نہیں بس!"

"بیگ ایشو کرا لوں جناب!"

"ضرورت نہیں ہے بعد میں دیکھا جائے گا بس تم جلدی کر لو۔"

"یس سر۔" گومز کی آواز سنائی دی اور اینڈرک نے فون بند کر دیا اس نے کوئی چال چلنے کی کوشش
نہیں کی تھی۔ میں بھی ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا اور پھر اس کمرے میں پہنچ گیا۔ ہراتا اینڈرک پر مسلط تھا۔
اس نے مجھے دیکھا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

"اوکے ڈیئر اینڈرک اب تم آرام کرو اور اطمینان رکھو' بیگ حاصل کرنے کے بعد تمہیں آزاد کر
دیا جائے گا۔"

اینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر دونوں کمرے سے نکل آئے

"ٹھیک رہا چیف؟"

"بالکل۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں چلتا ہوں۔"

"آپ تنہا جائیں گے چیف؟"

"کیا حرج ہے ضرورت پیش آئی تو دفتر کے کسی آدمی کو ساتھ لے لیتا ہوں"

"میں ہی کیوں نہ چلوں؟"

"کیوں؟"

"بس اس کے بعد تو آپ اینڈرک کو چھوڑ ہی دیں گے۔"

"ہاں۔ اس کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔"

تو پھر اس میک اپ کی بھی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" ہراتا نے کہا اور میں سوچ میں گم ہو گیا پھر

میں نے بھی گردن ہلاتے ہوئے اس بات سے اتفاق کیا اور ہراتا نے اپنا میک اپ ختم کر لیا۔ ڈائگر
آدمیوں کو ہم نے ہوشیار کر دیا تھا کہ وہ اینڈرک کی بھرپور نگرانی کریں اور کسی دھوکے میں نہ آئیں۔ انہ
نے ہوشیار رہنے کا وعدہ کیا تھا۔

اور پھر ہم چل پڑے نیلے رنگ کی بینٹلے مِنی ٹریک کی طرف دوڑ رہی تھی۔ ہم نے جان بوجھ
دیر کی تھی۔ جب ہم ٹِنی ٹریک پہنچے تو سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کے علاوہ وہاں کوئی اور کار نہیں تھی
کے نزدیک ایک دراز قد آدمی سیاہ رنگ کا ایک بیگ لیے کھڑا تھا۔ نیلے رنگ کی بینٹلے دیکھ کر وہ چونک
اور پھر اس کی طرف چل پڑا۔

"ہیلو!" اس نے نزدیک آ کر ہم دونوں کو دیکھا۔

"مسٹر گومز؟" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں!"

"تشریف رکھیے۔" میں نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ ہراتا گومز کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا

"گاڑی لاک کر دی ہے آپ نے مسٹر گومز؟"

"ہاں، میں رازداری کے خیال سے ڈرائیور کو بھی نہیں لایا تھا۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا۔" میں نے کہا اور ہراتا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں کار ڈرائیو کر رہا تھا اور پھر ایک جگہ پہنچ کر میں نے کار کو ایک خفیف سا جھٹکا دیا اور گومز
کھسک گیا۔ ہراتا کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے گومز کی گردن میں ہاتھ ڈال لیا اور اسے اپنی بغل میں
لیا۔

گومز کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی تھی۔ ہراتا نے چٹکی سے اس کی کنپٹی کھٹکھٹا دی اور گومز
گردن ڈال دی۔ وہ تو بڑا نرم چارہ ثابت ہوا تھا میں نے اطمینان سے کار سڑک کے کنارے کھڑی کر دی
ہراتا جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس نے گومز کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے نیچے کھینچ لیا اور
اسے سڑک کے کنارے لٹا دیا۔ اس کے بعد ہم آرام سے چل پڑے۔

"بیگ چیک کر لو ہراتا۔"

"یس چیف!" ہراتا نے جواب دیا اور پھر اس نے بیگ کھول لیا۔ اندر ہیرے جگمگا رہے تھے
نے گہری سانس لے کر بیگ بند کر دیا۔ "یہ ہیرے جس قدر بے حقیقت بنا دیئے گئے ہیں چیف اس پر
خود اپنے ہیرے ہونے پر افسوس ہو گا۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تمہیں ان سے دلچسپی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"مجھے بھی نہیں ہے۔ اس طرح ان کی کیا وقعت رہ گئی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"خیر۔ اب اس مظلوم گینڈے کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"کافی پلا کر بے ہوش کریں گے اور ٹِنی ٹریک لا کر گومز کی کار میں ڈال دیں گے۔ ایک غلطی
گئی۔" میں نے اچانک کہا۔

"کیا؟"

"اسپورٹس کی چابی گومز کی جیب میں ہی ہو گی نکال لیتے تو بہتر تھا۔"

"اتنی تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے چیف! کسی مناسب جگہ ڈال دیں گے اسے باقی [illegible] وہ
خود یا کوئی راہ گیر کر لے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم [illegible] اس
عمارت میں پہنچ گئے۔ ہراتا کو میں اینڈرک کے سامنے نہیں لے گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا اور میں
نے اسے ہدایت کر دی تھی کہ وہ کافی بنوا کر بھیج دے۔

میں اینڈرک کے پاس پہنچ گیا۔ اینڈرک عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے کوئی
سوال نہیں کیا۔

"تعاون کے لیے شکریہ مسٹر اینڈرک!"

"کام ہو گیا تمہارا؟"

"ہاں۔"

"گومز کہاں ہے؟"

"ہم نے اسے واپس بھیج دیا۔"

"ہوریشو کہاں ہے؟"

"باس ایک ضروری کام سے رک گئے ہیں؟"

"تم کون ہو؟"

"باس مجھے اپنا دست راست کہتے ہیں۔"

"جو کچھ تم نے شروع کیا ہے تمہارے خیال میں زیادہ عرصہ تک چل سکتا ہے؟" اینڈرک نے نفرت
بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ سوچنا باس کا کام ہے!"

"پھر اب میرے لیے کیا پروگرام ہے؟ ہوریشو نے وعدہ کیا تھا کہ کام ہونے کے بعد مجھے آزاد کر دیا
جائے گا۔"

"باس جو کہتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے واپس آنے کے بعد وہ تمہیں ضرور رہا
کر دیں گے مسٹر اینڈرک!" میں نے کہا اور اینڈرک کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تب میں نے گھنٹی بجائی اور
ایک شخص اندر آ گیا۔

"میرے اور مسٹر اینڈرک کے لیے کافی بھجوا دو۔"

"یس سر!" وہ چلا گیا۔ اینڈرک بدستور سوچتا رہا۔ پھر اس نے چند باتیں اور کیں۔ میں نے اس کی
کسی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ کافی آ گئی۔ دونوں کپ نمایاں تھے جس طرح میں نے ہراتا کو ہدایت کی
تھی چنانچہ میں نے اپنا کپ اٹھا لیا اینڈرک نے بھی کوئی تکلف نہیں کیا تھا۔ کافی کے دوران بھی گفتگو ہوتی
رہی اور پھر میں نے اینڈرک میں تبدیلی محسوس کی اس کی پلکیں جھک رہی تھیں اور پھر اس نے پیالی مشکل

سے نیچے رکھی تھی۔

"نہ جانے --- نا --- جانے۔" اس نے کہا اور پھر ایک طرف ڈھلک گیا میں نے اس کا جائز
اور پھر باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے بھی فراغت ہو گئی اور ہم دونوں مسٹر اینڈرک کو ایک پارک
ایک بینچ پر لٹا کر بنی کی طرف چل پڑے۔ ہیرے ہمارے ساتھ تھے۔

بنی نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا تھا میں نے ہیرے اس کے سامنے رکھ دیئے تھے۔

"یہ ۔ یہ۔"

"ہوریشو کو ایک اور چوٹ۔"

"میں نہیں سمجھی۔ ویسے ڈائگر ابھی تھوڑی دیر پہلے گیا ہے تم نے اس پر بھی جادو کر دیا ہے نواز
تمہارے ہی گن گا رہا تھا۔ بہر حال تمہاری مصروفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی خاص ہی کام ہوا ہے۔" بنی
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں تمہیں ہیروں کی کہانی معلوم ہے؟"

"ایک حد تک؟"

"تفصیل یہ ہے بنی کہ جہاز پر سفر کرتے ہوئے۔ مجھے ہوریشو کے کچھ لوگ ملے جو اس کے لیے
ہیرے اسمگل کر کے لا رہے تھے۔ یہ ہیرے ایک لاش میں پوشیدہ تھے اور مرحوم کی بیوہ اپنے شوہر کی لاش
لے کر اپنے وطن واپس آ رہی تھی لیکن وہ بیوہ میرے چکر میں پھنس گئی اور چونکہ مال ہوریشو کا تھا اس لیے
مقامی کسٹم کو اس کی اطلاع کیوں نہ ملتی چنانچہ کسٹم ہاؤس میں ہنگامہ ہو گیا ہوریشو کے آدمی نکل گئے لیکن
ہیرے میرے ہاتھ لگے پھر میں نے ہوریشو سے فون پر رابطہ قائم کیا اور ہوریشو نے مجھ سے درخواست کی کہ
دشمنی اپنی جگہ ہیرے اسے واپس دے دیئے جائیں۔ چنانچہ میں نے اس کے حوالے کر دیئے لیکن کالا سانپ
دشمنی سے باز نہ آیا۔ اور اس نے دوسرا وار کیا۔ تب جوابی کاروائی کے طور پر اس کی رہائش گاہ پر چھاپہ پڑا اور
ہیرے پھر حکومت کے ہاتھ لگ گئے ہوریشو ایک بار پھر نکل گیا۔ لیکن اس سے دوری مجھے پسند نہیں تھی
چنانچہ ایک بار پھر میں نے ہوریشو کی حیثیت سے یہ ہیرے ایک اہم آدمی کو اغوا کر کے حاصل کیے ہیں اور
اب ہوریشو کے خلاف نفرت اور شدید ہو جائے گی۔ ہیرے میرے پاس واپس آ گئے ہیں اور ان کی مالیت کا
اندازہ تم خود لگا سکتی ہو بنی!"

بنی والہانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میرے خاموش ہوتے ہی وہ اٹھی اور بے اختیار مجھے
چومنے لگی۔

"میں تمہارے جیسے انسان کی قربت پر فخر کرتی ہوں۔ ہوریشو کو دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا ہے تم
نے۔"

"دیکھتی جاؤ بنی ابھی تو جنگ جاری ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اسے پورا کروں گا اور ہاں ڈائگر
مجھے پسند ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"عمدہ اور قابل اعتبار آدمی ہے۔"

"یقیناً۔"

"بنی! یہاں صرف مکلینو کے اڈے ہوں گے دوسرے کسی آدمی کی گنجائش نہیں ہے تم اگر
چاہو تو مکلینو کو یہاں بلا سکتی ہو۔"

"اوہ نواز ڈیئر! میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی۔ آج ایک نمائندہ تھوڑا سا مال لے کر یہاں پہنچا ہے
لیکن بہت تھوڑا سا مال ہے اور مکلینو نے اسے کافی تگ و دو کے بعد حاصل کیا ہے۔ ڈائگر نے اسے
آٹھوں اڈوں پر تقسیم کر لیا ہے۔"

"ہوں تم مکلینو کو یہاں بلا لو بنی۔ مال کی طرف سے تم بے فکر رہو۔ پہلے ہوریشو سے نمٹ لیا
جائے پھر اس کے بعد مال ہی مال ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے" بنی نے جواب دیا اور پھر مجھے چومنے لگی۔

نتیجہ خاطر خواہ نکلا تھا۔ دوسرے دن خوفناک ہنگامہ شروع ہو گیا ہوریشو کی تلاش میں شاید پورے
شہر کی پولیس اور دوسرے انتظامی محکمے لگ گئے تھے۔ شہر میں جتنے کالے تھے تقریباً" سب گرفتار کر لیے گئے
تھے جس عمارت پر پولیس کو شبہ ہوتا وہ اندر گھس جاتی۔ بنی نے بھی یہ خبریں پڑھیں اور سنیں اسکی خوشی کی
انتہا نہ تھی۔

"اوہ نواز ہوریشو پر بہت کٹھن وقت پڑا ہے۔"

"اب مجھے اس کے ٹھکانے کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے بنی اس سلسلہ میں تمہارے لڑکوں کو کام
کرنا چاہیے۔"

"سب کو ہدایات جاری کیے دیتی ہوں۔" بنی نے کہا۔

"اس کے علاوہ میں کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟"

"صبح ہوریشو کے لیے ایک اعلان شائع کرائیں گے۔ ڈائگر کے آنے پر اس بارے میں بات
کروں گا۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

بہر حال حالات حسب معمول چلتے رہے۔ ڈائگر کو میں نے ایک اشتہار بنا کر دیا تھا جس میں تحریر
تھا۔

ایک غریب الوطن ایشیائی کو اپنے اس دوست کی تلاش ہے جس سے اس کا دشمنی کا رشتہ ہے۔
بہت کام کی باتیں ہوں گی گو وہ ہمیشہ کا بیوفا ہے لیکن دشمن بھی مشکل میں کام آ جاتے ہیں اگر وہ پڑھے تو اس
نمبر پر رابطہ قائم کر لے۔

اور اس کے ساتھ وہ نمبر بھی دے دیا جس کا اندراج ٹیلی فون ڈائگر کٹری میں نہیں تھا۔ ظاہر ہے
اس نمبر پر رنگ تو کیا جا سکتا تھا مگر اسے تلاش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ اشتہار اخبار میں آ گیا لیکن دو دن تک اس
کا جواب نہیں ملا تو پھر میں نے ایک اور اشتہار ریلیز کرایا۔

راجہ نواز اصغر کو اپنے اس دوست کی تلاش ہے جس کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مصیبت میں ہے۔
میں اپنے پیارے دوست کی مدد کرنا چاہتا ہوں اور جیسا کہ وہ جانتا ہے کہ میں بے حد فراخ دل ہوں۔ اس نمبر
پر رنگ کرے۔

میں نے دوبارہ ٹیلی فون نمبر لکھ دیا۔

اور پھر اس نمبر پر دو تین کالیں ملیں۔ ایک پولیس افسر کی کال تھی جس نے اس نمبر کے بارے پر معلوم کیا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ میں ایک جہاز پر ہوں میرا نمبر ٹرانسمٹر سے منسلک ہے' دوسری کال دو لڑکیوں کی تھی۔ اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگی تھیں۔

لیکن رات کے تقریباً" دو بجے تھے جب ایک اہم فون کال ملی اور یہ کال ہوریشو کی تھی۔

"راجہ نواز اصغر موجود ہیں؟"

"فرمایئے کون صاحب ہیں؟"

"بگ باس آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

"اوہ۔ بلاؤ۔ میں تو بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور چند ساعت بعد لائن پر ہوریشو کی آواز سنائی دی۔

"نواز اصغر؟"

"جان عزیز ہوریشو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیسے ہو؟"

"بس زندہ ہوں اور خوش ہوں تمہارے راج میں!"

"ہیرے [illegible] تمہارے پاس پہنچ گئے؟"

"ہاں تمہاری مہربانی ہے۔"

"مجھے ان کی ضرورت ہے نواز؟"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ کیا تم اس سلسلہ میں ایک سودے بازی کر سکتے ہو؟"

"ضرور کہو۔"

"کیا قیمت لگاتے ہو ان کی۔"

"پچھلا حساب بھی تو باقی ہے ہوریشو۔ میں نے ہیرے تمہارے حوالے کر دیئے تھے لیکن اس کے بعد کیا تم نے حساب کتاب کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"نواز۔" ہوریشو کی آواز پتھرائی ہوئی تھی۔ اس قدر سرد آواز تھی کہ فون پر بھی عجیب ہی محسوس ہوئی۔

"جان عزیز!"

"صرف ایک بات کہوں گا۔ اور وہ یہ کہ ابھی تم ہوریشو سے واقف نہیں ہو۔ تم جو کچھ کر چکے اس پر بغلیں نہ بجاؤ ابھی ہوریشو کے ہاتھ ایسی ایسی قوتیں ہیں کہ شہر جہنم بن جائیں۔ زمین آگ اگل دے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہوریشو ایک قبیلے کا روحانی پیشوا ہے۔"

"ہاں پیرو مرشد لیکن خوش بختی سے میں اس قبیلے سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"پر مذاق بننے کی کوشش مت کرو۔ غور سے سنو۔ میں روحانی کمالات بھی رکھتا ہوں لیکن ہم حالات میں ان کا مظاہرہ نہیں کرتے اگر میں اپنی روحانی قوتوں سے کام لوں تو تم کسی خارش زدہ کتے کی طرح سڑکوں پر گھسٹتے پھرو گے۔"

"آہ بیچارہ ہوریشو اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔" میں نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔ "ہوریشو! تم اس بات کا اعتراف کر لو کہ تم اب بے بسی کی انتہائی منزلوں تک پہنچ چکے ہو میرے عزیز تمہارا مذہب کچھ بھی ہو ایک مذہب میرا بھی ہے۔ گو اس پاک مذہب کے توسط سے میں خود کو روشناس نہیں کرا سکتا کیونکہ میں اس کی تعلیمات کے برعکس ہوں لیکن اس کی کچھ اہم باتیں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ ہم انسان ہیں۔ بلاشک ہمیں روحانیت دی گئی ہے لیکن روحانیت اور رہبانیت انسان کو دنیا کی چمک سے دور لے جاتی ہے۔ ہم اپنے مفادات کے لیے روحانیت کا استعمال نہیں کر سکتے۔ اور اگر کریں تو مسخرے کہلائیں گے۔ اگر تم اپنی روحانیت کا مظاہرہ ہیروں کے حصول یا اسمگلنگ کے لیے کرنا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو احمق تصور کر لو۔ بہتر مشورہ یہ ہے کہ اب یہ دھندہ چھوڑ دو اور اپنے قبیلے میں جا کر اپنی اور قبیلے کی روحانی اصلاح کرو ہوریشو کا دور ختم ہو گیا اب راجہ نواز اصغر کا دور ہے اور راجہ صرف راجہ ہوتا ہے اور کسی بھی مملکت کا راجہ صرف ایک ہوا کرتا ہے اس بات کو ذہن نشین کر لو۔"

"تب ٹھیک ہے نواز اب تم سے دوسری جنگ ہو گی۔"

"تم ایسا کرو فون پر خوب گالیاں بکو کیونکہ اب اس سے زیادہ تمہارے اندر اور کچھ نہیں رہا ہے۔"

"اوہ۔ تم کتے ہو۔ خاموش ہو جاؤ۔" ہوریشو کی غراہٹ گونجی اور میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"شاباش' اس سے زیادہ تم کچھ نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا اور ہوریشو نے جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور کریڈل میں پٹخ دیا۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے ریسیور رکھ دیا تھا۔ جی خوش ہو گیا تھا۔ ہوریشو واقعی سخت بے بس ہو گیا تھا۔

بہرحال اس کی چالوں سے باخبر رہنا تھا۔ اور دوسرے دن اس کی ابتدا ہو گئی۔ ایک ریٹائرڈ پولیس افسر کی طرف سے راجہ نواز اصغر کے بارے میں تفصیلات شائع کی گئی تھیں اور خاص طور سے انٹرپول کو آگاہ کیا گیا تھا کہ یہ وہی نواز اصغر ہے جس نے انٹرپول کے کئی رکن ہلاک کر دیئے تھے اور بدنام زمانہ اسمگلر غلام سیٹھ کا ساتھی تھا۔ راجہ نواز اصغر کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ میک اپ کا ماہر ہے اور اس نے کئی جگہوں پر مختلف روپ بدلے ہیں اور اس وقت وہ ایک افریقی کے نام سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور اپنا نام ہوریشو مشہور کیا ہوا ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ وہ ایک افریقی قبیلے کے روحانی پیشوا ہوریشو کو بدنام کرے۔

یہ خبر ایک ریٹائرڈ پولیس افسر کے نام سے دی گئی تھی اور اس پولیس افسر نے اپنا پتہ بھی شائع کیا تھا۔ بنی کے لیے یہ خبر بڑی سنسنی خیز تھی اور اخبار لیے میری طرف دوڑی چلی آئی۔ اور پھر ہاتھ میں اخبار دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"اوہ۔ تو تم نے خبر پڑھ لی۔" اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"ہوریشو کی طرف سے جو شائع ہوئی ہے؟"

"ہاں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے بنی سوائے اس کے کہ دلچسپ خبر ہے۔"

"تم پریشان نہیں ہو؟"

"ہشت۔ میری توہین نہ کرو۔"

"لیکن نواز! بہرحال تم تو انٹرپول کی لسٹ پر رہے ہو۔"

"اب بھی ہوں۔"

"اس کے باوجود تمہیں پرواہ نہیں ہے۔"

"نہیں۔ تمہیں علم ہے کہ انٹرپول کتنے عرصے سے میرے تعاقب میں ہے۔"

"نہیں۔"

"بہرحال یہ پرانی بات ہے میں نے نہ پہلے اس کی پرواہ کی تھی نہ اب کرتا ہوں لیکن ایک بات تمہیں اعتراف کرنا ہو گا۔"

"کیا؟" بنی کے انداز میں پھر وہی انسیت پیدا ہو گئی تھی۔ میرے کارناموں پر اس کی کیفیت شرابی کی سی ہو جاتی تھی جس نے ضرورت سے زیادہ پی ہو۔

"ہوریشو نے بالآخر اپنی شخصیت کے خاتمے کا اعتراف کر لیا۔"

"وہ کس طرح؟"

"انسان برا کرتا ہے یا اچھا کرتا ہے اگر وہ برا ہے تو مکمل طور پر برا بن کر خود کو زندہ رکھتا ہے اور برائی اس کی نگاہ میں برائی نہیں رہتی میں ایسے انسان کی بات کر رہا ہوں جو برائی یا اچھائی میں کامل ہوتا ہے۔ ہوریشو کو میں ویسے ہی ٹھوس لوگوں میں سمجھتا ہوں۔ مجھ سے اگر کوئی کہے کہ اپنی زندگی بچانے کے لیے کو ولی کہنا شروع کر دو تو میں قبول نہیں کروں گا کیونکہ نواز کی اپنی ایک شخصیت ہے گو وہ اس کی اپنی نگاہ میں بھی بری ہے لیکن وہ خود کو بروں میں ہی شمار کرانا چاہتا ہے اور ایک برے کی حیثیت سے خود کو منوانا چاہتا ہے۔ اگر وہ خود کو ولی کہنا شروع کر دے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ خود سے خوفزدہ ہو گیا ہے اور خود سے خوف خاص تحریک کا نتیجہ ہی ہوتا ہے۔ ہوریشو کو اس خوف نے اتنا بدحواس کر دیا ہے کہ اس نے خود کو ختم کر لیا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔" بنی نے کہا۔

"کیا میں نے غلط کہا ہے؟"

"نہیں۔" وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"ہوریشو اب ختم ہو چکا ہے۔ وہ صرف ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور دم توڑنے والا ہے۔"

"خود سے زیادہ طاقتور آدمی سے ٹکرا گیا ہے۔"

"میں نے اس سے رحم نہیں مانگا بنی! بلکہ میں نے اپنی برائی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے کہا تھا ہوریشو اگر میں بچ گیا تو زمین تم پر تنگ کر دوں گا اور آج میں وہی کر رہا ہوں بنی۔"

"ہاں تم وہی کرتے ہو نواز جو کہتے ہو۔"

دیر تک ہم اس خبر پر تبصرے کرتے رہے اور پھر میں اٹھ گیا۔ رات تو بنی کے ساتھ ہی گزاری اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا بنی بہرطور کسی لحاظ سے تکلیف دہ ثابت نہیں ہو گی۔

لیکن ہوریشو مسلسل بدحواسیاں کر رہا تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں ڈینو نامی ایک افریقی نے پولیس سے احتجاج کیا تھا اس نے کہا تھا کہ وہ "ریپان" قبیلے کا ایک فرد ہے اور مقامی طور پر ایک باعزت شہری ہے۔ وہ اس فرقے سے تعلق رکھتا ہے جس کا روحانی پیشوا ہوریشو ہے۔ وہ اپنے پیشوا پر جان نچھاور

سکتا ہے اور اس کے خلاف ایسا اہانت آمیز الزام برداشت نہیں کر سکتا اس نے حکومت سے کہا تھا کہ مجرم راجہ نواز اصغر کو گرفتار کیا جائے اور اسے سخت سزا دی جائے کہ اس نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے ایک روحانی پیشوا کو بدنام کیا ہے۔

ہوریشو کی جانب سے یہ دوسری کاروائی تھی لیکن بھلا میں اس سے کیا متاثر ہوتا۔ بنی ہی بغلیں بجاتی ہوئی آ جاتی تھی۔ لیکن دوسرے دن میں نے سردارے کا کیبل وصول کیا۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ مال پہنچنے والا ہو گا۔ وصول کر لیا جائے۔

چنانچہ اب مجھے باعمل ہونا تھا میں نے اس فون پر جس کے نمبر ڈائرکٹری میں موجود نہیں تھے انسپکٹر گلفورڈ سے رابطہ قائم کیا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"انسپکٹر گلفورڈ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ایک منٹ جناب۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر چند ساعت کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"گلفورڈ۔"

"تمہارا ایک دوست بول رہا ہے۔"

"کون ہے؟"

"تمہارے لیے گمنام لیکن تمہارا خیر خواہ۔ میں چاہتا ہوں گلفورڈ کہ تم نمایاں ترقی حاصل کرو۔"

"اوہ' میں تمہاری آواز پہچان رہا ہوں تم وہی ہو جس نے کسٹم ہاؤس کو ہیروں کی اسمگلنگ کی خبر دی تھی اور پھر ہوریشو کی رہائش گاہ سے ہیرے برآمد کرائے تھے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اوہ میرے دوست! کیا تم ایک انسان پر اعتماد نہیں کر سکتے میں صرف تم سے ملاقات کر کے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے بلاشبہ میری شہرت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔" گلفورڈ نے پراخلاق لہجے میں کہا۔

"پولیس ہوریشو کی تلاش میں ہے۔"

"ہاں تمہیں علم ہو گا کہ ہوریشو نے ہمارے ایک ذمے دار محکمے کے اعلیٰ افسر کو اغوا کر کے ہیرے دوبارہ حاصل کر لیے ہیں۔"

"ہاں۔ اخبارات سے یہ بات میرے علم میں آئی ہے۔"

"پولیس کو شدت سے ہوریشو کی تلاش ہے۔"

"لیکن تم نے کسی ریٹائرڈ افسر کا کل بیان پڑھا؟"

"ہاں۔ اور آج ایک اور شخص کا بیان ہے جو ریپان قبیلے سے تعلق رکھتا ہے"

"تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے گلفورڈ؟"

"اعلیٰ افسران غور کر رہے ہیں۔"

"میں تمہاری رائے پوچھ رہا ہوں۔"

"کیا تم میری کچھ رہنمائی کرو گے دوست؟" گلفورڈ نے پراشتیاق لہجے میں کہا

"ہاں۔ بشرطیکہ تم اپنے اختیارات سے بڑھ کر اقدامات کرنے کی ہمت کر سکو"

"اگر کوئی امید ہو تو میں یہ خطرہ لینے کو تیار ہوں۔"

"دراصل گلفورڈ۔ ہوریشو اب خود کو بے قصور ثابت کرنے کے چکر میں ہے لیکن اس کی مدد لے سکتے ہو جسے اس نے اغوا کیا تھا۔ اس کے علاوہ تمہارے افسران کو چاہیے کہ فوری طور دونوں افراد کو حراست میں لے لیں جنہوں نے یہ بیانات دیئے ہیں۔ وہ ہوریشو کی طرف رہنمائی کر سکتے بشرطیکہ پولیس ان سے اگلوا سکے۔"

"نہایت ٹھوس مشورہ ہے۔" گلفورڈ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر گلفورڈ اگر تم میرے مشوروں پر عمل کرنے کا ارادہ کرو تو میں ایسی اور بھی مفید معلو تمہیں دے سکتا ہوں کہ تم انہیں تازندگی فراموش نہ کر سکو۔"

"میرے دوست تم میری درخواست پر غور نہیں کرو گے؟" گلفورڈ عاجزی سے بولا۔

"کونسی درخواست؟"

"مجھ سے مل لو۔ یقین کرو۔ میں تمہارا بہترین دوست ثابت ہوں گا۔"

"تمہاری اس پر خلوص دعوت کو ٹھکرانا قابل نفرت فعل ہے گلفورڈ لیکن تھوڑے سے را کے لیے مجھے معاف کر دو۔ میں بعد میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

"وعدہ۔"

"ہاں۔ یقیناً۔"

"تب پھر کچھ اور مشوروں کے بارے میں تم کہہ رہے تھے؟"

"ہاں گلفورڈ۔ کاغذ قلم نزدیک رکھ لو۔ اور جو پتے میں بتاؤں انہیں نوٹ کرو۔" میں نے کہا۔

"صرف ایک منٹ۔" گلفورڈ نے کہا۔ پھر اس کی آواز آئی لکھوائیں اور میں اسے ہوریشو منشیات کے اڈوں کے بارے میں بتانے لگا۔ فہرست طویل تھی۔ کافی دیر میں ختم ہوئی۔ آخری پتہ نو کرانے کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"نوٹ کر لیے۔"

"وقتی جگہوں کو کنٹرول کر سکو گے؟"

"لیکن یہ؟"

"سب کے سب ہوریشو کے منشیات کے اڈے ہیں چونکہ حکومت اس وقت ہوریشو کو ہر قیمت گرفتار کرنا چاہتی ہے اس لیے تم اس کے نام پر یہاں چھاپے مار سکتے ہو۔ اس طرح وہ سب بے اثر ہو جا گے جو ان اڈوں کے پشت پناہ ہیں۔"

"اوہ۔ کیا واقعی۔ اور یہاں سے منشیات برآمد ہوں گی؟"

"گلفورڈ! تمہارا دوست تمہیں غلط اطلاعات نہیں دے گا۔"

"کمال ہے میرے دوست۔ تم مجھے جس راستے پر لگا رہے ہو اگر میں کامیاب ہو گیا تو نہ جانے کہ جاؤں گا۔"

"تم کامیاب ہو گے گلفورڈ"

"تب پھر میں پہلے اپنے محکمے کو اخبارات کی ان خبروں پر چیلنج کرتا ہوں اگر ناکام رہا تو معطل ہو جاؤں گا۔ بہر حال میں یہ رسک لینے پر تیار ہوں۔ میں محکمے کو چیلنج کر کے فورس طلب کر لیتا ہوں اور میں اس فورس کی کمان کروں گا"

"پہلی فرصت میں یہ کام کر ڈالو۔"

"اپنا فون نمبر تو بتا دو تاکہ میں تم سے کسی سلسلے میں رابطہ کر سکوں"

"میں خود تمہیں فون کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اور پھر میں اپنی ہدایات پر غور کرنے لگا۔ اس جنگ میں بھی لطف آ رہا تھا اور وہیں ہوریشو کو اس میدان میں بھی شکست دینا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے ڈائگر کو ٹیلی فون کیا۔ چند ساعت کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"برونو بول رہا ہے؟"

"اوہ ہیلو گریٹ مین!"

"ایک کام کرنا ہے ڈائگر۔"

"بے تکلف کہو۔" ڈائگر خوش اخلاقی سے بولا۔

"ہاؤس آف ٹوائز نامی ایک فرم ہالینڈ سے کھلونوں کی ایک بڑی کھیپ روانہ کر چکی ہے۔ یہ کھیپ ایک فرضی نام گولڈ ٹوائز کے پتے سے آ رہی ہے۔ تم اس کے بارے میں معلوم کرو کہ یہ کھلونے یہاں پہنچ گئے یا نہیں؟"

"معلوم کر لیا جائے گا۔"

"انہیں کلیر کرا لو۔ اس سلسلہ میں تمہارے تعلقات کام آنے چاہئیں۔"

"بالکل بے فکر رہیں۔"

"ان کھلونوں کو اسٹور کر لو اور ان کی حفاظت کرو۔"

"کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے کام مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔" ڈائگر نے کہا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ آج کل ایسی عمدہ مصروفیت چل رہی تھی کہ کسی دوسری چیز کا خیال ہی نہیں آتا تھا ہراتا اپنے طور پر مطمئن رہتا تھا اور یہ عمدہ بات تھی۔ اس شخص کو عمدہ کھانا اور اس کی ضرورت کی دوسری چیزیں مل جائیں تو اس کے بعد اسے کسی اور شے کی طلب نہیں رہتی تھی۔ ہاں اس نے بنی سے صرف ایک چیز کی فرمائش کی تھی اور وہ تھی کوئی ایسی مناسب جگہ جہاں وہ عبادت کر سکے اور بنی نے اسے جگہ فراہم کر دی تھی یہ دوسری بات ہے کہ بنی اس عبادت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔

رہا میرا مسئلہ تو میں بھی پوری طرح مطمئن تھا۔ بنی میرے لیے چشم براہ رہتی تھی اور پورے دن کی محنت اور ذہنی تھکن رات کو اس کی مہکتی آغوش میں سکون پذیر ہو جاتی۔ اس کے انداز میں ایسی بے پناہ لگاوٹ ہوتی تھی کہ میں بعض اوقات اس کے لیے الجھ جاتا تھا۔

لیکن راجہ نواز اصغر اتنا ٹھوس ہو چکا تھا کہ اب وہ چھوٹی موٹی الجھنوں کو ذہن میں جگہ ہی نہیں
تھا۔ چنانچہ بنی کی کچھ حدود تھیں میرے ذہن میں اور میں اسے ان حدود سے تجاویز نہیں کرنے دینا چاہتا تھا
میں اس کے لیے ذہن میں بہت اچھے ارادے رکھتا تھا اور ہاؤس آف ٹوائز میں ایک علیحدہ حیثیت سے [illegible]
اب میں نے اسے مکلینو گروپ میں ضم کر دیا تھا اور یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اس سے زیادہ میں اسے
اور کیا دے سکتا تھا۔

رات حسب معمول بنی کی خلوص بھری آغوش میں گزری اور صبح کو ناشتے کے ساتھ اخبار بھی سامنے آگیا۔ پورا اخبار خصوصی خبروں سے بھرا ہوا تھا سرورق پر انسپکٹر گلفورڈ کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔

میں اسے دیکھ کر ناشتہ کرنا بھول گیا۔ بنی میری توجہ پر چونکی تھی۔ "کیا ہوا نواز؟"

"ہوریشو کی قبر میں ایک اور پشتہ ٹھونک دیا ہے بنی۔ پڑھو پوری تفصیل پڑھو۔" میں نے پرجوش انداز میں اخبار بنی کے سامنے رکھ دیا۔

"بنی بلند آواز سے پڑھنے لگی۔"

محکمہ پولیس کے ایک ذہین افسر انسپکٹر گلفورڈ کا عظیم کارنامہ۔

پریس رپورٹر: کچھ عرصہ قبل جعل ساز اسمگلروں کے ایک گروہ نے جس کا سربراہ ایک افریقی نژاد شخص ہوریشو ہے۔ ایشیائی قیمتی ہیرے ایک لاش کے اندر چھپا کر اسمگل کرنے کی کوشش کی تھی جسے کسٹمز نے ناکام بنا دیا لیکن ہوریشو کے گروہ کے افراد اندھا دھند فائرنگ کر کے ہیرے لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے انسپکٹر گلفورڈ نے ہی ہوریشو کا پتہ لگا کر یہ ہیرے برآمد کیے تھے لیکن ہوریشو نے انتظامیہ کے ایک اعلیٰ افسر کو اغوا کر کے ہیرے دوبارہ حاصل کر لیے۔ اس کے بعد اس نے پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کے لیے ایک نام کی تشہیر کی۔ یہ نام راجہ نواز اصغر کا تھا جس کی انٹرپول کی تلاش تھی لیکن راجہ نواز اصغر انٹرپول کے ہاتھوں عرصہ ہوا ہلاک ہو چکا ہے۔ انسپکٹر گلفورڈ نے گہری نگاہ سے اس تفصیل کا جائزہ لیا اور ان دونوں افراد کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جنہوں نے راجہ نواز اصغر کی نشاندہی کی تھی لیکن پتہ چلا کہ دونوں نام فرضی تھے۔ اس لیے کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آسکی۔ لیکن انسپکٹر گلفورڈ کی معلومات اس قدر محدود نہیں تھیں انہوں نے اس پورے کیس پر اپنے طور پر گہری نگاہ رکھی تھی چنانچہ انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے بھاری فورس لے کر شہر میں بکھرے بے شمار منشیات کے اڈوں پر چھاپے مارے۔ اس سلسلہ میں ایک خصوصی اجازت نامے کے تحت انہیں ایک عارضی بڑا عہدہ دیا گیا تھا جس کے تحت وہ پولیس فورس کو کمان کر رہے تھے اور ان چھاپوں میں کروڑوں روپے کی منشیات اور ہوریشو کے سلسلے میں کافی ریکارڈ ملا ہے اس ریکارڈ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ہوریشو ایک افریقی قبیلے کا روحانی پیشوا بھی ہے اور طویل عرصہ سے منشیات کی تجارت کرتا ہے۔ ان اڈوں سے تقریباً چار سو افراد گرفتار کیے گئے ہیں جن سے بہت سے انکشافات ہونے کی توقع ہے۔

انسپکٹر گلفورڈ کو اس اعلیٰ کارکردگی پر ایک بڑا عہدہ تفویض کیا گیا جس کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

بنی پوری خبر پڑھ کر خاموش ہو گئی۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

"قصور یہاں بھی ہوریشو کا ہی ہے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"جنگ میری اور اس کی تھی اس نے انٹرپول کو میری طرف۔" ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ اس ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی جس کے نمبر ڈائریکٹری میں موجود نہیں تھے۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو!"

"نواز اصغر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہوریشو بول رہا ہے؟" میں نے آواز پہچان کر کہا۔

"ہاں۔ تم نواز ہو؟"

"تمہارا خادم میری جان۔" میں نے کہا۔ بنی نے دوڑ کر دوسرے کمرے کا رخ کیا تھا تاکہ دوسرے فون پر اس گفتگو کو سن سکے۔

"کیا تم مجھے کوئی اچھا انسان سمجھتے ہو ہوریشو؟"

"ہرگز نہیں لیکن ہماری آپس کی جنگ میں تم نے پولیس کا دوبار استعمال کیا ہے۔"

"دونوں دفعہ تمہاری کمینگی کے جواب میں یہ سب کچھ کرنا پڑا ہے ہوریشو!"

"کیوں؟"

"کیا تم نے انٹرپول کو میرے پیچھے لگانے کی کوشش نہیں کی میں نے تمہارے داؤ کو تم پر الٹنے کی کارروائی کی ہے ہوریشو!"

"لیکن اب تم بھی نہیں بچ سکتے نواز!"

"روحانی قوتیں استعمال کر ہی ڈالو ہوریشو۔ اب ان کے بغیر کام نہیں چلے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ہوریشو کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"ٹھیک ہے نواز۔ اب میری زندگی کا صرف ایک مقصد ہے۔"

"وہ کیا میری جان؟"

"تمہیں قتل کرنا۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی تمہاری زندگی کا یہی مقصد تھا۔"

"بہرحال انتظار کرو اس برے وقت کا جب میرا قہر تمہارے اوپر ٹوٹے گا"

"بے فکر رہو۔ انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو نے فون بند کر دیا۔ مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ بنی واپس میرے پاس پہنچ گئی۔

"اب تو قاعدے سے اسے خودکشی کر لینی چاہیے۔" اس نے کپکپاتی آواز میں کہا اور میں نے بنی کو آغوش میں گھسیٹ لیا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ ہوریشو اس کے بعد کیا اقدام کرے گا لیکن انتظار کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ تیسرے دن ڈائگر نے کھلونوں کو کلیر کرانے کی اطلاع دی اور میں اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

بنی کو بھی میں نے ساتھ لے لیا تھا اور ایسے میں احتیاطاً ہم میک اپ تو کر ہی لیا کرتے تھے خوبصورت کھلونوں کی بڑی بڑی پیٹیاں ایک بڑے گودام میں چنی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے چند کھلونے نکال کر دیکھے ان پر مخصوص مارک موجود تھا۔

"میں نہیں سمجھی نواز۔" بنی نے ایک خوبصورت گڑیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا" بنی کہ میں اب باقاعدہ اس میدان میں آ گیا ہوں۔"

"ہاں۔ تم نے کہا تھا۔"

"ہالینڈ کی فرم ہاؤس آف ٹوائز کے بارے میں بھی تمہیں بتایا تھا۔"

"بالکل۔ تم نے بتایا تھا کہ یہ فرم خوبصورت کھلونے تیار کرتی ہے۔"

"اور اس فرم کا پروپرائٹر میں ہوں۔"

"تم؟"

"ہاں۔ میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا شاید تم نے غور نہیں کیا۔"

"مجھے یاد نہیں رہا نواز۔"

"میں نے تم سے ذکر کیا تھا کہ سردارے اس کو کنٹرول کر رہا ہوں میں مال کے لیے منڈی تلاش کرنے نکلا تھا۔"

"ہاں۔ لیکن تفصیل نہیں پتہ چل سکی تھی۔"

"خیر بنی! میں نے اب یہی سوچا ہے کہ تم۔ یعنی میکلنو پوری دنیا میں میرے مال کے سول ایجنٹ ہوں گے اور میں اپنے طور پر کچھ اور راہیں تلاش کروں گا۔

"لیکن نواز کیا یہ فرم منشیات کی تاجر ہے؟"

"راجہ نواز اصغر اس کام کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"تو ان کھلونوں کے ذریعے۔"

"ہاں۔ ان میں منشیات پوشیدہ ہیں' تلاش کرو۔"

"اوہ میرے خدا۔ اس لحاظ سے یہ کھلونے تو بیحد قیمتی ہوں گے" بنی نے کہا۔ اور الٹ پلٹ کر گڑیا کو بغور دیکھنے لگی پھر ڈائگر سے بولی۔

"کیا خیال ہے ڈائگر۔"

"بہت خوبصورت پروگرام ہے لیکن پولیس اس راستے پر آسانی سے پڑ جاتی ہے۔" ڈائگر نے بھی ایک گڑیا ہاتھ میں لے لی۔

"میں نے اس میں جدت پیدا کی ہے ڈائگر' اس گڑیا کی قیمت کم از کم دس ہزار ڈالر ہے۔ مجھے بتاؤ کس طرح؟"

"اس گڑیا کی قیمت؟" ڈائگر بری طرح اچھل پڑا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور ڈائگر اس کا وزن کرنے لگا پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"میں اسے خراب کر سکتا ہوں؟"

"شوق سے۔" میں نے جواب دیا اور ڈائگر نے جیب سے چاقو نکال لیا اور پھر اس نے گڑیا کو

کھول کر اندر سے دیکھا گڑیا خالی تھی۔ بنی بھی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ دونوں بہت دیر تک چکراتے رہے اور اندازہ نہ لگا سکے

"میں نہیں سمجھ سکا مسٹر برونو۔" ڈائگر نے اعتراف کیا۔

"ان میں سے چند کھلونے ساتھ لے لو ڈائگر واپس چل کر تفصیل بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور ڈائگر نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔

"اس حساب سے تو ان کی قیمت کروڑوں ڈالر تک پہنچی مسٹر برونو!"

بنی نے ڈائگر کے سامنے مجھے برونو کہہ کر ہی مخاطب کیا تھا۔

"ہاں بنی! اب تم مسٹر ڈائگر کے ساتھ مل کر پہلے تو یہاں اڈے قائم کرو اس کے بعد دوسرے ممالک کے شہروں کا جائزہ لو۔ میں اپنے طور پر مارکیٹ تلاش کروں گا۔"

"لیکن اتنی بڑی دولت۔ تم؟"

"تم جیسی دوست ہو بنی اس پر میں اس سے کئی گنا زیادہ دولت بھی قربان کر سکتا ہوں۔ تمہیں اپنی قیمت لگانے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"مجھے تو آپ کسی اجنبی سیارے کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں مسٹر برونو۔ دوست کی حیثیت سے اتنا عظیم اتنا فراخ دل' دشمن کی حیثیت سے مقابل کو فنا کر دینے والا پھر ذہانت میں بے مثال۔ مادام بنی ہی مجھے آپ کے بارے میں کچھ بتائیں تو مانوں۔"

"ہر انسان ایک معمولی سی شخصیت کا مالک ہے مسٹر ڈائگر۔ آپ کچھ بھی کر لیں بعض اوقات ایک معمولی سی چیز پر قادر نہیں ہوتے۔"

"ہاں یہ تو حقیقت ہے لیکن کیا یہ بھی آپ کی شخصیت کا پہلو ہے؟"

"مسٹر برونو کی شخصیت کی تخلیق ہی ایک ایسے احساس سے ہوئی ہے" بنی نے کہا۔

"دل مانتا ہے مادام کیونکہ ایک عام انسان میں اتنی باتیں یکجا نہیں ہوتیں۔" ڈائگر نے کہا۔ اور پھر ہم واپس پہنچ گئے۔ تب میں نے اپنی جادوگری دکھائی۔ میں نے ان کھلونوں میں سے ہر نمبر کے کھلونے مختلف برتنوں میں آگ پر گلا دیئے اور ان میں سے وہ کیمیکل نکل آیا جس نے منشیات کو یہ شکل دی تھی بنی اور ڈائگر ششدر رہ گئے تھے۔

"یہ مختلف قسمیں ہیں افیون' مارفیا پیتھڈین' ایلکوحل اور پائنزکون' ہر کھلونے پر ایک نمبر ہے تم ان سب کا مکسچر بنا کر ایک نئی چیز بھی بنا سکتے ہو۔ ان پر ۷۵ فیصد مقدار نشہ آور ادویات کی ہے الگ کیمیکل ہے جو با آسانی الگ ہو جاتا ہے اس طرح تم ان سے مطلوبہ اشیا برآمد کر سکتے ہو۔"

دونوں دیر تک گم سم بیٹھے رہے پھر بنی نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن مسٹر برونو' اس سلسلے میں تو آپ کو بڑی تحقیق کرنا پڑی ہو گی؟"

"ہاں۔ خاص طور سے ایسے کیمیکل کی دریافت جو منشیات میں حل بھی ہو جائے اور گرم کرنے سے صاف نکل بھی آئے اور خاص طور سے کھلونوں کے لیے فنشنگ بھی دے سکتے۔"

"کیا یہ کوئی معمولی کام ہے؟"

"یہ بنی جانتی ہیں کہ مجھے بہت تھوڑا سا وقت ملا ہے اگر مجھے زیادہ سکون اور زیادہ وقت مل جائے تو

میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"یقیناً۔" ٹائگر نے بڑی عقیدت سے گردن ہلائی تھی۔

"بہرحال تم لوگ اپنا کام شروع کر دو۔ ٹائگر اس سلسلہ میں تم بنی کے بہترین مددگار ثابت ہو گے۔ یہاں سے کام کی ابتدا کر دو اس کے بعد ہم کام پھیلا دیں گے۔ مال کی تم فکر مت کرو جتنا مال درکار ہو میں فراہم کراؤں گا۔"

"جو حکم مسٹر برونو!"

اور اس کے بعد زندگی میں ایک ٹھہراؤ آ گیا۔ بس ایک عجیب سا سکون بنی نے بڑی کوشش کی میں اس کے ساتھ مقامی طور پر کام میں دلچسپی لوں لیکن میں اپنے تمام ذرائع ہوریشو کی تلاش میں صرف کرنا چاہتا تھا۔

"نواز! ایک بات تو بتاؤ۔" ایک دن بنی نے کہا۔

"ہوں!"

"تم نے اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ کام پھیلایا ہے میرا خیال ہے جس پیمانے پر اب یہ کام شروع ہوا ہے اتنا تو مکلینو کے زمانے میں بھی نہیں تھا۔"

"ہوں۔ پھر؟"

"تمہارے سامنے اس کا کوئی مقصد ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس سوال سے نہ جانے کیوں اس وقت دل میں ایک گولا سا اٹھا۔ اس سارے ہنگامے کا کوئی مقصد تو ہو سکتا تھا لیکن۔ نہیں تھا۔

"تم خاموش ہو گئے نواز؟"

"ہاں بنی۔ اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے بنی کہ میں نے اس بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا مجھ سے یہ سوال کرے اس وجہ سے بنی کہ خود میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے بس یوں سمجھو کہ زمانہ آسمان کی گردش نے زمین پر ایک کونپل اگا دی اس نے پرورش پائی اور ایک درخت بن گیا لیکن ایسا درخت جس کے نہ تو پتے گھنے ہیں نہ اس میں کوئی پھل لگتا ہے بس یہ درخت صرف اس لیے اگا ہے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا اب اس کے اوپر جتنے الزامات چاہو لگا لو۔ سوکھ جائے گا تو مٹ جائے گا اور بس۔"

"نواز۔" بنی جذباتی ہو گئی۔

"بنی یہ موضوع ختم کر دو۔ اگر تم نے مجھ سے ہمدردی کا ایک لفظ بھی کہا تو میں ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے نواز۔" بنی خاموش ہو گئی۔

چند روز اور گزر گئے۔ ہوریشو کا نہ تو کوئی فون آیا تھا نہ اس کے نشانات ملے تھے۔ اس دوران ٹائگر پوری محنت سے کام کرتا رہا تھا۔ اس نے بے شمار اڈے قائم کر دیئے تھے۔ سب سے بڑی بات ہمارے مال کی خصوصیت تھی اس مال میں منشیات کے رسیا بڑی دلچسپی لے رہے تھے کیونکہ اس میں ایک مخصوص ٹیسٹ پیدا ہو گیا تھا۔

"ٹائگر!" ایک دن میں نے ٹائگر سے کہا۔

"یس چیف!" ٹائگر بھی اب مجھ سے کافی بے تکلف ہو گیا تھا۔

"ہوریشو کا کوئی نشان نہیں مل رہا۔"

"میرا خیال ہے مسٹر برونو کہ اس نے یہ ملک ہی چھوڑ دیا ہے۔"

"ممکن ہے کیونکہ اس پر یہ زمین تنگ ہو گئی۔ بہرحال اس کا ایک اور تحفہ میرے پاس موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"تحفہ؟"

"ہاں۔ لیکن اس کو وصول کرنے کے لیے کافی جدوجہد کرنا ہو گی۔"

"ٹائگر ہر خدمت کے لیے تیار ہے بس آپ حکم کیا کریں مسٹر برونو۔"

"یہاں سے کافی دور ایک دوسرے ملک کی سرحدوں میں ایک جزیرہ ہے اس جزیرے میں منشیات کا عظیم خزانہ پوشیدہ ہے۔"

"منشیات کا خزانہ؟"

"ہاں۔ ہوریشو کا دل جو میں نے نکال لیا تھا۔" میں نے ٹائگر کو پوری تفصیل بتائی اور ٹائگر نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کیوں۔ تمہیں کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں مسٹر برونو' اب تو آپ کے ہر انکشاف پر سر چکرانے لگتا ہے اب تو میں حیرت کی منزلوں سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔ آپ نے بے چارے ہوریشو کا کیا حال بنایا ہے اس کے باوجود وہ پاگل نہیں ہوا بڑی بات ہے۔"

"پاگل ہونے کے بعد وہ اپنے بال ہی نوچ سکتا تھا۔ بہرحال تم اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"ٹائگر کے ہاتھ بھی آپ کی دعا سے کافی لمبے ہیں چند ایسے لوگوں سے میرے تعلقات ہیں جو کافی اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ کرتے ہیں میں ان سے رابطہ قائم کروں گا۔ وہ سارا بندوبست کر دیں گے۔"

"تب تم ان سے بات کر لو لیکن ہمیں بھی ساتھ جانا پڑے گا۔ جزیرے کی نشاندہی کے لیے میرا ساتھ چلنا ضروری ہے۔"

"اس کے لیے بھی انتظامات کر لیے جائیں گے بلکہ اگر آپ پسند کریں تو خود ہی مسٹر جوشی سے ملاقات کر لیں۔ آپ ان سے بہتر گفتگو کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے میری اس سے ملاقات کرا دو۔" میں نے جواب دیا اور ٹائگر نے کہا کہ وہ مسٹر جوشی سے وقت لے لے گا۔"

پرانے طرز کے پرتگالی قزاقوں کی سی شکل کا آدمی صورت ہی سے خطرناک نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھیں اتنی چھوٹی تھیں کہ بس ایک لکیر سی محسوس ہوتی تھی عمر پینسٹھ اور ستر کے درمیان معلوم ہوتی تھی لیکن جوانوں کی طرح سرخ تھا۔ اس خطرناک صورت کے ساتھ اس کی خوش مزاجی تعجب خیز لگتی تھی۔

"اوہ میرے دوست ٹائگر۔ شہر کے معزز شخص۔ کوئی میرے دل سے پوچھے کہ اس قوم کو ناکارہ کرنے میں تمہارا کتنا ہاتھ ہے لمبے قد اور نوجوان اب منشیات کے نشے میں لونڈیوں سے بدتر ہو جاتے ہیں تو

میرا دل چاہتا ہے تمہیں قتل کر دوں۔" اس نے ڈانگر کو سینے سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"پھر دونوں نے ہی اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے تم ملک کی معیشت کو کھوکھلا کر رہے ہو اور میں نوجوانوں کو۔"

"ٹھیک ہے دوست' پھر دونوں بڑی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا لیکن پھر اسکی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کی ہنسی اس طرح رک گئی جیسے برسوں سے ہنسا ہی نہ ہو۔

"یہ کون ہیں؟"

"میرے عظیم دوست مسٹر برونو۔"

"عظیم؟" اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ انداز میں تمسخر تھا اور ڈانگر کے انداز میں تھوڑی سی بوکھلاہٹ نظر آئی۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔" عظمت کا تعین میں دوسرے طریقے سے کرتا ہوں۔"

اس دوران اس کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا اور میں اس کا ٹائپ کسی حد تک سمجھ گیا تھا چنانچہ میں نے ذرا سنبھلے ہوئے انداز میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور جوشی نے میرے ہاتھ کو اپنے چوڑے ہاتھ کے شکنجے میں کس لیا۔

میں خود بھی تیار تھا اور ایسے مواقعوں پر نہ جانے کہاں سے ایک انوکھی کیفیت میرے اندر ابھر آتی تھی۔ میں نے اس کے چوڑے ہاتھ کو پیس کر رکھ دیا اور یہ وہی قوت تھی جس نے ایک سیاہ فام کو دنیا سے رخصت کر دیا تھا۔

جوشی دوہرا ہو گیا۔ اس کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکل گئی تھی۔ "آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی مسٹر جوشی۔" میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جوشی نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا تھا اور پھر وہ کراہتا ہوا بولا۔

"مجھے بھی۔" پھر اس نے زور سے آواز لگائی جیکسن!" اور ایک قوی ہیکل آدمی دوڑتا ہوا اندر آیا۔

"معزز مہمان آئے ہیں ان کے لیے کافی وغیرہ لاؤ۔ اور آپ حضرات تشریف رکھیے۔ جیکسن!"

"یس سر۔" واپس مڑتا ہوا شخص پھر بولا۔

"میرے لیے بینڈیج کا سامان بھی۔"

"یس سر۔" وہ پھر مڑ گیا اور فوراً" باہر نکل گیا۔

"منشیات کے اس دور میں مجھے نوجوانوں پر بھروسہ نہیں رہا ہے اس لیے کبھی کبھی دھوکہ کھا جاتا ہوں لیکن طاقت کے لیے ایسے مظاہرے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ وہ پھر تکلیف سے کراہا اور پھر ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا" دیکھنا ڈانگر شاید فریکچر ہو گیا۔"

ڈانگر بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کا ہاتھ دیکھنے لگا۔ جونہی اس نے جوشی کا ہاتھ چھوا اور وہ چیخ اٹھا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر ناگواری کا کوئی تاثر نہیں تھا پھر اس وقت اس سے کوئی بات نہ ہو سکی۔ جب تک اس کے ہاتھ کی بینڈیج نہ ہو گئی۔ جس شخص نے اس کے ہاتھ کی بینڈیج کی تھی اس نے جوشی کے ایما پر اسے ایک انجکشن بھی دیا تھا۔

اس دوران کافی کی ٹرالی آ گئی اس پر خشک میوے اور پھل بھی رکھے ہوئے تھے۔ ملازم نے

ہمارے سامنے سرو کر دی۔

"ہاں برادر۔ اب بتاؤ جوشی کیسے یاد آ گیا؟" اس نے دوسرے ہاتھ سے کافی کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔

"تمہارے پرائیویٹ جہاز دوسرے ممالک کے این او سی بھی تو رکھتے ہیں۔ جوشی۔" ڈانگر نے کہا۔

"تمہیں علم ہے۔" جوشی نے گردن ہلائی۔

"ہمیں تمہارے ایک جہاز کی ضرورت ہے۔"

"پورے جہاز کی۔" جوشی چونک کر بولا۔

"جائیں گے تو صرف چند آدمی لیکن مال لانا ہے۔"

"بڑی مقدار ہے؟"

"ہاں!"

"منشیات؟" جوشی مسکرایا۔

"ہاں۔ ظاہر ہے۔" ڈانگر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کہاں سے لانا ہے؟"

"یہ تفصیل بعد میں۔"

"پکی کاروباری بات ہو رہی ہے؟" جوشی نے ڈانگر کی آنکھوں میں دیکھا

"بالکل۔"

"تب پھر چند اہم باتیں ہیں مثلاً اگر تم کسی ایسی غیر معروف جگہ جاؤ گے جہاں میرے جہاز نہ جاتے ہوں تو اس کے لیے خصوصی انتظامات کرنے ہوں گے اور اگر ایسی جگہ جانا ہو جو میرے جہازوں کا روٹ ہے تو تمہارے اخراجات کم ہوں گے مثلاً میں کوئی مال لوڈ کرا دوں وہ مال اس بندرگاہ پر اتر جائے پھر اگر گنجائش ہو تو یہاں سے مال لے لیا جائے اور ساتھ ہی تمہارا مال بھی ہو تو آسانی ہو جائے گی۔"

"کیوں مسٹر برونو؟"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں صورت حال سمجھ رہا تھا۔ اس لحاظ سے تو یہ جوشی بہت اونچی شے تھی۔

"تب یہ بہتر رہے گا لیکن اس شکل میں کہ ہم اپنی مخصوص بندرگاہ میں جائیں۔"

"تمہارے آدمی تعاون کریں گے؟" ڈانگر نے پوچھا۔

"احمقانہ سوال ہے۔" جوشی نے کہا۔

"ظاہر ہے اس کے ذمہ دار مسٹر جوشی ہوں گے۔"

"بالکل۔"

"اخراجات کی کوئی پرواہ نہیں ہے مسٹر جوشی آپ معاملے کی بات کریں"

"دوسری طرف سے ہم بھی مال لا سکیں گے؟" جوشی نے پوچھا۔

"نہ لائیں تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک۔ یہاں سے کتنے آدمی جائیں گے؟"

"چار پانچ۔"

"ہوں۔ بہرحال یوں سمجھو پورا ٹرپ تمہارا ہو گا۔"

"ہاں یہی سمجھ لیں۔"

"پچپن ہزار پونڈ خرچ ہوں گے۔ مال پوری حفاظت سے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا اور جوشی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

"ہر بات میں وقار ہے۔ عمدہ آدمی ہو۔ پانچ ہزار پونڈ بڑھا کر بتائے تھے وہ میں خود کم کیے لیتا ہوں لیکن رقم ایڈوانس۔ پوری رقم۔"

"شام تک ادائیگی ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"جگہ" جوشی نے پوچھا۔ اور میں نے اسے پوری تفصیل سمجھا دی۔ جوشی نے پر سکون انداز میں گردن ہلائی تھی۔

"تو اجازت جوشی۔" میں کھڑا ہو گیا اور جوشی ہمیں دور تک چھوڑنے آیا پھر ہم اس سے رخصت ہو کر اپنی کار میں چل پڑے۔ ڈائگر خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا "یہ جوشی پرتگالی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ نہیں۔ بس حلیہ ایسا بنا رکھا ہے فن لینڈ کا باشندہ ہے۔"

"جہاز ہیں اس کے؟"

"پوری شپنگ کمپنی ہے۔ مقامی طور پر مالدار لوگوں میں چھٹے نمبر پر آتا ہے۔ لیکن کریک ہے، فطرت میں درندگی ہے، ہمارے کام کے لیے اس سے بہتر کوئی اور آدمی میری نگاہ میں نہیں ہے ورنہ میں اس سے کام نہ لیتا۔"

"کیوں؟"

"اس کے ساتھی بھی سب چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں اور بہرحال ہمارا ان سے مستقل واسطہ رہے گا حالانکہ وہ اصول پسند آدمی ہے۔"

"اوہ ڈائگر۔ ظاہر ہے ہم جس لائن میں ہیں وہاں ہمارا واسطہ شریف آدمیوں سے بہت کم پڑے گا اور ہمیں ہر قسم کے لوگوں کے لیے خود کو تیار رکھنا ہو گا۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مسٹر برونو۔ اور آپ۔ آپ نہ جانے کیا ہیں اب تو میں تبصرہ بھی نہیں کروں گا۔ اس کا ہاتھ یقیناً ٹوٹ گیا تھا۔"

"میں نے کہا نا ڈائگر ہمیں ہر قسم کے لوگوں کے لیے خود کو تیار رکھنا ہو گا۔"

"بنی نے ہمارا پروگرام سن کر کہا تھا کہ وہ خود بھی ہمارے ساتھ چلے گی۔"

"یہ مناسب نہیں ہو گا بنی تمہیں یہاں کے حالات کو کنٹرول کرنا ہو گا پھر اس کاروبار کو ابھی اس طرح نہیں چھوڑ سکتے۔"

"لیکن نواز۔ جہاز پر تمہارا سفر کتنا دلکش ہو گا۔ میں تو اس تصور سے ہی خوش ہو گئی تھی۔" وہ مرجھا گئی۔

"وہ ٹھیک ہے بنی لیکن ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کے لیے ہمیں تھوڑی سی محنت اور جدوجہد بھی کرنا ہو گی اور پھر اس صورت میں کہ ڈائگر بھی ہمارے ساتھ جا رہا ہے۔"

"صرف ایک بات اور کہوں گی اس کے بعد جیسی تمہاری مرضی ہو۔" بنی نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"اگر ڈائگر کو یہاں چھوڑ دیا جائے تو کیا وہ ان اڈوں کو نہ سنبھال سکے گا"

"نہیں بنی۔ پلیز بات کو سمجھنے کی کوشش کرو ہمیں زیادہ عرصہ بھی نہیں لگے گا۔ تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے سردارے ہالینڈ سے مال بھیجے گا اسے وصول کر کے سپلائی کو بہتر بناؤ اور باہر سے بھی رابطہ رکھو۔"

"او کے۔" بنی نے کہا اور مسکرانے لگی۔ وہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس نے اس بات کو محسوس نہیں کیا ہے لیکن میں اس کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا تھا اور یہ ضروری تھا میں اسے اس بات کا عادی بھی کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ مجھے اپنی ملکیت نہ سمجھ لے۔

ہم لوگ تیاریاں کرنے لگے۔ پرنس ہراتا حسب معمول مست تھا۔ عجیب انسان تھا یہ بھی۔ نہ جانے اس کی زندگی کا مقصد کیا تھا۔ کوئی خواہش نہیں تھی اس کی، بس ہر وقت اپنے میں مگن رہتا تھا اور خوش تھا۔

میں نے اس سے اس سفر کی بات کی تو اس نے مخصوص انداز میں گردن ہلا دی۔ "او کے چیف میں تیار ہوں۔"

"تمہیں سفر کے لیے کچھ ضرورت ہو گی ہراتا؟"

"ہاں۔۔۔ روٹی دونوں وقت ملے گی؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ظاہر ہے۔"

"نشے کی پابندی تو نہیں ہو گی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کپڑے بھی پہن سکوں گا تو پھر اور ضرورت کس بات کی رہ جاتی ہے بس سب ٹھیک ہے جب کہو گے اٹھ کر چل دوں گا۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں ایک طویل سانس لے کر اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

جوشی کی شخصیت کو میں نے مد نگاہ رکھا تھا۔ اس لیے ڈائگر کی مدد سے ایسا مخصوص سامان ترتیب دیا گیا جس میں مہلک ہتھیار چھپائے جا سکتے تھے۔ یہ پروگرام خفیہ طور پر ڈائگر سے طے ہوا تھا۔ جوشی خود جس قدر وحشی تھا اسکے آدمی بھی ممکن ہے اسی فطرت کے مالک ہوں اس لیے اپنا انتظام بھی ضروری تھا اور ڈائگر انتظامی امور میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ بظاہر ایسی چیزیں لی گئیں جن پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن دوسری طرف ایک باقاعدہ اسلحہ خانہ ساتھ لے لیا گیا تھا۔

پھر جوشی نے تیاریوں کی اطلاع دے دی اور بالآخر ہم چل پڑے بنی زیادہ خوش نہیں تھی لیکن اس نے کوئی اظہار نہیں کیا۔

جوشی بذات خود ہمیں بندرگاہ پر چھوڑنے آیا تھا۔ اور اس کا جہاز ایک عمدہ جہاز تھا ہر قسم کی سہولت سے آراستہ۔ اس نے جہاز کے کپتان سے ہمارا تعارف کرایا۔ یہ بھی جوشی کی کاپی تھا۔ جہاز کا پورا ما

ایک جیسا تھا جتنے خلاصی اور عملے کے دوسرے لوگ نظر آرہے تھے ایک سے ایک خبیث صورت تھے۔

میں اور ہراتا گہری نگاہوں سے جہاز کا جائزہ لے رہے تھے۔ مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی۔ یہ جہاز خاصا تھا اور بقول ڈائگر کے جوشی کے ایسے کئی جہاز تھے اور وہ اسمگلر تھا۔ اس شخص کی دولت بھی بے اندازہ ہوگی۔

"چیف!" اچانک ہراتا کے منہ سے ایک بگڑی ہوئی آواز نکلی۔

"ہوں۔" میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ دنیا آخر کب تک ختم ہوگی چیف۔ دل اکتا گیا ہے ایک ہی قسم کے مناظر سے ایک ہی زندگی سے کیا پوری دنیا میں کوئی انوکھی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی؟"

"سمندری ہوا کسی خاص طریقے سے اثر انداز ہو رہی ہے تمہارے اوپر ویسے بائی دی وے تبدیلی لانا چاہتے ہو؟"

"اس پوری دنیا سے عورت کا وجود اٹھا لیا جائے۔ تم یقین کرو مسٹر نواز یہ دنیا جنت نظیر بن جائے کوئی غم نہیں ہوگا۔

"ہوا کیا؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"موجود ہے اور خلاصی ہے کیا ضرورت تھی۔" ہراتا نے بدستور مسخرے پن سے پوچھا اور میری نگاہ بھی اس طرف دوڑ گئی۔ پرتگالی طرز کے خلاصیوں کے بال عموماً شانوں تک تھے سب کے سب چست لباس میں تھے اس لیے یکساں نظر آرہے تھے لیکن اب جو غور سے دیکھا تو کچھ ابھرے ہوئے بھی نظر آئے۔ بدن کے نقوش بھی مختلف تھے البتہ چہرے خاصے مردانہ تھے۔

"ہاں۔ ہراتا۔" میں نے خوشی سے اس کا شانہ بجاتے ہوئے کہا۔ "یہ جوشی خوش ذوق آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"چیف! تمہارا دل کبھی عورت سے بھرے گا؟" ہراتا نے مایوسی سے پوچھا

"بھر جائے گا ہراتا، مگر ابھی نہیں۔"

"مادام بنی کو تم اس لیے ساتھ نہیں لائے تھے۔"

"یہ بات نہیں ہے میری جان۔ اس وقت تک تو مجھے اس جہاز کی رنگینیوں کا علم بھی نہیں تھا بنی کو نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں سوچ رہا تھا پورے جہاز پر صرف ایک عورت ہوگی کہیں الجھن کا باعث نہ بن جائے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے تم خوش ہو تو ہراتا کو کیا۔ میں تو سر چھپائے کسی جگہ پڑا رہوں گا۔"

"لیکن تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"سالی کی آنکھ اچانک خراب ہوگئی تھی ادھر سے گزری تو ایک آنکھ دبا دی۔"

"تمہاری طرف؟"

"ہاں۔"

"جب تک ان سے دور بھاگتے رہو گے ہراتا یہ تمہارے پیچھے لگی رہیں گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ ---"

"سمندر میں کود کر خودکشی کر لو۔ کیوں؟" ہراتا نے میری بات درمیان میں سے اچک لی، "تم سمجھنے کی کوشش کرو چیف۔ جب میں دنیا ترک کرنے کے بارے میں سوچوں گا کسی عورت کا سہارا لوں گا۔" میں ہنسنے لگا۔

جوشی کے جہاز کا ہم لوگ پوری طرح جائزہ لے چکے تھے جدید قسم کا خوبصورت جہاز تھا لیکن اس پر موجود تمام لوگ کھلنڈری فطرت کے مالک تھے کپتان نے ہمیں ہمارے کیبن بتا دیئے۔ جوشی نے اسے تمام ہدایات دے دی تھیں اس لیے وہ ہمارے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آیا تھا۔ بالآخر جہاز نے بندرگاہ چھوڑ دی۔ ہم عرشے پر تھے اور جہاز کو کنارے سے دور ہوتے دیکھ رہے تھے اور دیر تک ہم وہیں کھڑے رہے۔

"مجھے اجازت دو چیف تو میں اپنے کیبن میں چلا جاؤں۔" ہراتا نے کہا

"تمہیں گوشہ نشینی کی حاجت محسوس ہو رہی ہے؟"

"اس بندر کی اولاد کو دیکھو کیا کر رہی ہے۔" ہراتا نے کہا اور میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی۔ لڑکی مستول سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے ملاحوں والی ٹوپی پہن رکھی تھی اور ہراتا کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر برونو؟" ڈائگر نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ مسٹر ڈائگر میرے ساتھی کو یہ جہازی لڑکیاں چھیڑ رہی ہیں۔ نہ جانے کیوں لڑکیاں اس کے پیچھے پڑی رہتی ہیں؟"

"لڑکیاں چھیڑ رہی ہیں؟" ڈائگر ہنس پڑا۔

"ہاں۔ اس بیچارے کے ساتھ یہ ٹریجڈی ہے ہمیشہ کوئی نہ کوئی....."

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر ہراتا انہیں چھیڑنا شروع کر دیں" ڈائگر نے کہا۔

"ان کا ایمان خراب ہوتا ہے" میں نے کہا۔ ہراتا کو میری اجازت مل گئی تھی اس لیے وہ چلا گیا۔ میں اور ڈائگر ہنسنے لگے۔

"مسٹر ہراتا لڑکیوں سے بھاگتے ہیں۔"

"ہاں۔ وہ عورت کی دنیا کا انسان نہیں ہے۔"

"نہ جانے کیوں جوشی نے جہاز پر لڑکیاں پال رکھی ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے ملاحوں کا دل لگا رہتا ہے عورت کی موجودگی میں کسی کو اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ ویسے ڈائگر جوشی کے بارے میں مجھے کچھ تفصیل سے بتاؤ۔"

"مثلاً؟"

"اس شخص کی تاریخ کیا ہے ٹائپ کیا ہے؟"

"فن لینڈ کا باشندہ ہے آج سے تقریباً بارہ سال پہلے کچھ نہیں تھا بندرگاہ کے علاقے میں غنڈہ گردی کرتا تھا پھر ایک چھوٹا سا ہوٹل کھول لیا۔ چند روز ہوٹل چلاتا رہا اور پھر اچانک اس کی حالت بدلنے لگی اور اب تو آپ کو معلوم ہی ہے۔"

"تم سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"اس وقت سے ہیں جب وہ کچھ نہیں تھا۔ ویسے آدمی اصول پرست ہے دولت بے پناہ ہے لیکن بخیل ہے اور اس دولت سے اپنی نفسیت کو نہیں بدل سکا۔"

"کوئی ایسا کام جو ناپسندیدہ ہو؟"

"نہیں۔ عام حالات میں بے ضرر ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر ہم دونوں ہراتا کو دیکھنے لگے جو ادھر ہی اسی طرف آ رہا تھا۔

"خیریت ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں خیریت ہے چیف کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن کیا آپ لوگ پوری زندگی یہیں گزارنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟"

"نہیں چلو۔ چل رہے ہیں۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کوئی خاص بات ہے بہرحال میں نے اس سے کوئی اور سوال نہیں کیا اور ہم اپنے کیبنوں کی طرف چل پڑے ڈائگر اپنے کیبن میں چلا گیا اور میں ہراتا کے ساتھ اس کے کیبن میں داخل ہو گیا۔

"ہاں ہراتا۔ کیا بات ہے؟"

"میرا دماغ گھوم جائے گا مسٹر نواز ایک آدھ کی گردن توڑ دوں گا۔"

"ضرور توڑ دینا مگر ہوا کیا؟"

"بڑی مصیبت ہے چیف! بدبخت کی بچی میرے کیبن میں ہی گھس آئی۔ اس کا نام کشتیا ہے اور میرا نام پوچھ رہی تھی۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں اسے چھوڑ کر تمہارے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ابھی نام پوچھ کر آتا ہوں وہ دیکھتی رہ گئی تھی۔"

مجھے ہنسی آ گئی پھر میں نے سنجیدگی سے اس سے کہا "اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہراتا خواہ مخواہ تماشہ بن جاؤ گے۔"

"پھر کیا کروں چیف؟ یہ عورتیں تو بڑی لفنگیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"بہرحال تمہیں اغوا کر کے نہیں لے جائیں گی۔ تھوڑے سے حواس قائم رکھو۔ بات صرف جہاز کی نہیں ہے 'ان سے کہاں پناہ ملے گی۔"

"میں گوشہ نشینی اختیار کر لوں گا لیکن ان لوگوں کے چکر میں نہیں پھنسوں گا"

"نہیں ہراتا' اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں اسے سمجھاتا رہا لیکن مصیبت پھر نازل ہو گئی اس نے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔

"یہ تھی۔" ہراتا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ لڑکی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ درحقیقت اس کے چہرے پر مردانہ پن تھا لیکن جسمانی طور پر وہ بھرپور تھی۔

"ہیلو۔ کہاں چلے گئے تھے" اس نے مجھے نظرانداز کر کے ہراتا سے پوچھا

"اندر آیئے خاتون' آپ کو کوئی کام ہے؟" میں نے شریفانہ انداز میں کہا۔

"تم سے نہیں ہے۔ درمیان میں نہ بولو' اس نے کھردرے لہجے میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اس کے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا ہے مجھ سے معلوم کرو۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" اس نے مجھے گھورا۔

"بس میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ ورنہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کی ذمے دار تم خود ہو گی۔"

"ٹوٹ پھوٹ؟" لڑکی کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

"ہاں۔ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔"

"ارے نہیں۔" اس بار لڑکی کسی قدر خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"تمہیں خود محسوس کر لینا چاہیے تھا۔ تعجب ہے تم نے ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جبکہ لڑکیاں اس معاملے میں کافی تیز ہوتی ہیں۔"

"لیکن بظاہر تو۔" لڑکی نے کہنا چاہا پھر رک گئی۔ ہراتا اپنی جگہ سے اٹھا اور سینٹر میں پڑی ہوئی میز اٹھا کر سر پر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ لڑکی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔

ہراتا نے میز رکھی اور میرے اوپر چھلانگ لگا دی وہ مجھ سے بے اختیار لپٹ گیا تھا۔ "ایسی ترکیب بتائی ہے مسٹر نواز کہ بس یہاں بھی تمہاری ذہانت کا کرشمہ دیکھ لیا۔ پوری زندگی کام آئے گی۔ ارے واہ لطف آ گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"چیف عورتیں پاگلوں سے خوفزدہ رہتی ہیں نا ہراتا ہر عورت کے سامنے پاگل ہی رہے گا۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ ضروری نہیں بہرحال تجربہ کر دیکھو کیا حرج ہے ممکن ہے تمہارا مسئلہ اس طرح حل ہو جائے۔"

ہراتا خاموش ہو گیا تھا۔

جہاز کے ماحول میں ابھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی وہ مناسب رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ شام ہو چکی تھی ابھی تک جہاز کے خلاصی اور دوسرے لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن شام کو انہیں فرصت ہو گئی اور اب ایک تفریحی ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ خلاصی ٹولیاں بنائے جہاز کے مختلف حصوں میں نظر آ رہے تھے۔ چاروں طرف قہقہے ابھر رہے تھے۔

ہم بھی باہر نکل آئے۔ ہراتا نہ جانے کیوں اب پرسکون ہو گیا تھا اور اس وقت وہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھا۔

ڈائگر ریلنگ سے ٹکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ "طویل عرصہ کے بعد یوں محسوس ہو رہا ہے کہ زندگی پھر لوٹ آئی ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تو زندگی کے ان ہنگاموں سے بددل نہیں تھا لیکن یہ سکون اجنبی اجنبی سا لگ رہا ہے کیا آپ بھی اس سفر سے لطف اندوز ہو رہے ہیں مسٹر برونو؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"میں آپ کی شخصیت سے زیادہ واقف نہیں ہوں مسٹر برونو۔ میں نے تو آپ کا ایک رخ دیکھا ہے دوسرا نہ جانے کیسا ہے؟"

"اسے بھی برا نہیں پاؤ گے ڈانگر۔"

"ابھی تک ہمیں اڈے کے ہنگاموں سے فرصت نہیں ملی ہے میرا مقصد بھی کافی دلچسپ ہے
آکر آپ کو اس سے روشناس کراؤں گا۔"

"ضرور۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر ہم دونوں کپتان کی طرف دیکھنے لگے جو ایک
اور خوشرو آدمی تھا لیکن حلیہ اس کا بھی مناسب نہیں تھا

"ہیلو فرینڈ، کیسے گزرے آپ کے یہ چند گھنٹے؟"

"ٹھیک ہیں کیپٹن!"

"یہاں کسی قسم کا تکلف نہ کریں۔ پورا جہاز آزادی کا جہاز ہے کوئی کسی کا پابند نہیں ہے
کوئی قانون ہے مسٹر جوشی کی ہدایت ہے کہ سمندر کے سینے پر آزادی کے گیت گائے جائیں اور آپ
اس وقت جہاز کے لوگوں میں شامل ہیں۔"

"ہم بالکل مطمئن ہیں کیپٹن۔"

"اوکے۔ اوکے اور جس چیز کی ضرورت ہو بتا دیں۔"

"فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" میں نے جواب دیا اور کپتان چلا گیا۔

"تو یہ جہاز آزادی کا جہاز ہے۔" ڈانگر ہنس کر بولا۔

"ہاں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ آزاد لوگ اس آزادی سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"یہ جس طرح بھی اٹھائیں میں اس کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اور اس کے لیے اجازت بھی نہیں لوں گا
آپ سے کیونکہ یہ آزادی کا جہاز ہے۔" ڈانگر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ایک طرف چلا گیا۔ اسی وقت میں
نے دو لڑکیوں کو اس طرف آتے دیکھا ان میں سے ایک کافی دراز قامت تھی۔ دوسری متناسب تھی۔ میں ان
کی طرف دیکھنے لگا۔ اور دونوں ہمارے قریب پہنچ گئیں۔

"ہیلو۔" دراز قد لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو! کیا آپ لوگ تنہا شامیں گزارنے کے عادی ہیں؟"

"مجبوری ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں مجبوری کیا ہے۔ اس شام ہم آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔"

"لیکن آپ کو میرے ساتھی سے۔" میں نے ہراتا کی طرف دیکھا۔ اور چونک پڑا۔ ہراتا موجود
نہیں تھا۔

"ارے۔ یہ میرا ساتھی کہاں گیا؟"

"وہ تو نہ جانے کیوں ڈرتا ہوا چلا گیا تھا۔ ویسے کشتیا کہہ رہی تھی کہ وہ پاگل ہے۔ کیا یہ درست
ہے؟" لمبی لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس پر دماغی دورے پڑتے ہیں۔"

"خطرناک تو نہیں ہو جاتا؟"

"بے حد، کئی عورتوں کو گنجا کر چکا ہے نہ جانے کیوں جنون کے عالم میں وہ لڑکیوں کے سر مونڈتا
ہے اور پھر ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر روتا رہتا ہے" دونوں لڑکیوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور

ہنس پڑیں۔

"کسی لڑکی نے اسے گنجا نہیں کیا؟"

"نہیں۔ لڑکیاں اس کے خوبصورت بالوں سے بہت متاثر ہوتی ہیں"

"وہ جاپانی ہے؟"

"ہاں۔"

"بہرحال ہم اس کے بال صاف کرا دیں گے" لمبی لڑکی نے بڑے وثوق سے گردن ہلاتے ہوئے کہا
اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ دوسری لڑکیوں سے مختلف تھی چہرے سے وہی خشونت ٹپکتی تھی جو یہاں
دوسری لڑکیوں کے چہروں پر تھی۔

"خود لڑکیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"جو ہر مرد کی ہوتی ہے۔"

"ہم دونوں میں سے تمہیں کون پسند ہے؟"

"دونوں۔"

"چالاک بننے کی کوشش مت کرو تمہیں فیصلہ کن بات کہنا ہوگی۔" لمبی نے کہا۔

"قطعی فیصلہ کن؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں قطعی!"

"تو تم پھر کوئی لڑکی ہو، بے تکی۔ تمہارے اندر تو نسوانیت ہی نہیں ہے۔ میں تمہارے پر تھوکنا بھی
پسند نہیں کرتا۔"

"ہوں۔" لمبی لڑکی نے خونی نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا اور پھر دونوں آگے بڑھ گئیں پھر
شرافت کا مارا ہراتا اسی وقت کیبن سے نکل آیا تھا جب لڑکیاں اس کے کیبن کے سامنے سے گزر رہی
تھیں۔ دونوں لڑکیوں نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔

میں نے محسوس کر لیا کہ کوئی پھڈا ہونے والا ہے۔ ہراتا کے تیور اچانک بگڑ گئے تھے۔ میں جلدی
سے اس طرف بڑھ گیا تھا ہراتا نے مجھے دیکھا اور پھر ایک دم دانت نکال کر لڑکیوں پر دوڑ پڑا لیکن لمبی لڑکی نے
پاؤں چلا دیا اور اس کا پاؤں ہراتا کے پیٹ پر پڑا۔ لڑکی نے اسے دوسرے بازو پر سنبھال لیا اور پھر اس کے ایک
ہاتھ نے ہراتا کو کئی قدم پیچھے ہٹا دیا۔

"میرا پاگل پن دور ہو گیا چیف، انہیں لے جاؤ" ہراتا نے کہا لمبی لڑکی نے اچھل کر ایک اور لات
اس کے رسید کی" انہیں لے جاؤ چیف میں اپنے کیبن میں جا رہا ہوں۔" ہراتا عجیب سے لہجے میں بولا لیکن
اس بار لڑکی نے زمین پر لیٹ کر دونوں لاتیں اس کے منہ پر ماری تھیں۔

ہراتا نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پھر انہیں قینچی دے کر ایک جھٹکا دیا۔ لمبی لڑکی کے حلق
سے کربناک چیخ نکل گئی اور پھر وہ چیخنے کی مشین بن گئی۔ وہ درد و کرب سے مسلسل چیخ رہی تھی۔ اٹھنے کی
کوشش کر رہی تھی لیکن اٹھ نہیں پا رہی تھی۔

ہراتا مڑ کر اپنے کیبن کی طرف چلا گیا لیکن چند ہی ساعت میں وہاں ملاحوں کا مجمع ہو گیا تھا۔ سب
صورت حال پوچھ رہے تھے اور دوسری لڑکی انہیں تفصیل بتا رہی تھی۔ "تو یہ اس سے جوڈو لڑ رہی تھی"

"اس نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا بس ایک بار اس کی ٹانگیں پکڑ کر جھٹکا دے دیا تھا۔"

"اتنی بار منع کیا ہے کہ ہر ایک سے نہ لڑا کرے لیکن مانتی ہی نہیں چلو لے چلو اٹھا کر ٹانگیں چلی گئیں بے وقوف کی۔ ان میں سے کسی نے ہراتا کو برا نہیں کہا تھا نہ ہی اس کے خلاف کسی غم و غصہ کا اظہار کیا تھا کچھ عجیب و غریب لوگ تھے۔

میں نے ہراتا سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ ظاہر ہے میرے سامنے ہی سب کچھ ہوا تھا میں اس سے کیا بات کرتا۔ رات ہو گئی۔ ہراتا اپنے کیبن میں گھسا تو پھر نہیں نکلا ویسے میں تھوڑا سا الجھ گیا تھا۔ یہ ماحول ہراتا کے لیے تکلیف دہ نہیں بننا چاہیے تھا۔

ڈائگر سے رات کو ملاقات ہوئی تو میں نے اس بارے میں گفتگو کی اور ڈائگر ہنسنے لگا مسٹر ہراتا انوکھے انسان ہیں۔ اس بے چاری کی ٹانگیں ہی توڑ دیں۔"

"ہاں وہ عورتوں سے دور رہتا ہے۔"

"عورت بھی کوئی دور رہنے کی چیز ہے مسٹر برونو"

"یہ بات وہ جاپانی نہیں سمجھتا۔"

"بہرحال آپ انہیں بتائیں کہ یہ تھوڑے دن کی بات ہے اپنے کیبن میں ہی گزر کر لیں۔" ڈائگر نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ "اس کے علاوہ یہ لڑکیاں بھی بڑی دل پھینک ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ جوشی نے ایسے ہنگامے کر رکھے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ذرا باہر کا ماحول دیکھیں۔ اس وقت یہ جہاز عیش کا جہاز ہے آیئے باہر چلیں۔" ڈائگر نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اور باہر کے مناظر دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ سب کے سب مست و بے خود تھے۔ شراب لنڈھائی جا رہی تھی سستے قسم کے نشے بھی ہو رہے تھے۔ عورت اور مرد سب ایک جیسے سارے پردے اٹھ گئے تھے۔ اور ماحول کی یہ کیفیت ہم لوگوں کے لیے واقعی انوکھی تھی۔ ہم ان میں ضم ہونے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ ہم صرف تماشائی رہے۔ لڑکیوں نے ہمارے ساتھ بھی بے ہودگیاں کیں لیکن نشے میں ڈوبی ہوئی ان لڑکیوں پر ہم نے کوئی توجہ نہ دی۔ اور انہیں نظرانداز کرتے رہے۔ اس طرح جہاز کا یہ سفر واقعی تکلیف دہ رہا اور بے حد طویل محسوس ہوا۔

پروگرام کے مطابق سب کچھ خوش اسلوبی سے ہو گیا۔ ہم جزیرے تک گئے مال جہاز میں بار کیا اور پھر واپس اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس دوران میں تردد کا شکار رہا تھا' بہت سے خیالات ذہن میں آتے تھے۔ سردارے وغیرہ کی خیریت بھی معلوم نہیں ہوئی تھی۔

بہرحال یہ طویل اور تکلیف دہ سفر ختم ہو گیا اور میں نے واپس آکر فوراً بنی سے ملاقات کی اور یہ سن کر سکون کی سانس لی کہ سب خیریت ہے۔ اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ سردارے کی طرف سے دو کیبل وصول ہوئے تھے جن میں خیریت کی اطلاع تھی۔ اس کے علاوہ اس نے مال بھی بھیجا تھا۔

بنی نے منشیات کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ دیکھا تو دنگ رہ گئی اور پھر اسی وقت اس نے مجھے دو اہم خبریں سنائیں۔

"میکلنو آ گیا ہے۔"

"اوہ۔ واقعی۔ کب اور کہاں ہے؟"

"اسی عمارت میں میں نے اسے تمہارے بارے میں پوری تفصیل سنائی ہے اور وہ دنگ رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ایک اہم اطلاع بھی دی ہے جو تمہارے لیے ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہوریشو لندن میں ہے۔"

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں ٹھیک اطلاع ہے۔ وہ لندن پہنچ گیا ہے۔ بالآخر اس نے مقامی طور پر اپنی شکست قبول کر لی اور یہاں سے بھاگ گیا۔" بنی نے جواب دیا اور میرے ذہن میں لہریئے اٹھنے لگے۔ اچانک ہی اس ملک سے میری دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اندھا اسمگلر مکلینو آنکھیں کھونے کے بعد بھی بے پناہ خصوصیتوں کا مالک تھا۔ اس نے میرے قدموں کی چاپ سنی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات قرین قیاس ہے اور چونکہ بنی نے تم سے ملاقات کے بارے میں مجھے اطلاع دے دی تھی لیکن تمہارے قدموں کی چاپ' تمہارے بدن کی خوشبو ایک شہنشاہ کی خوشبو ہے اور شہنشاہوں کو صرف شہنشاہ پہچان سکتے ہیں۔"

مکلینو نے عجیب سی شان سے یہ بات کہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شاہ مکلینو کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور مکلینو کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا لیا تھا۔ میں نے اسے نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"تمہارے بانکپن کو تو میں نے پہلے دن ہی محسوس کر لیا تھا لیکن میرا تجربہ تمہارے سلسلہ میں تھوڑا سا دھوکہ کھا گیا ہے۔ میں اس حد تک نہیں سوچ سکا تھا۔ بہرحال اس لیے نہیں کہ اس وقت تم نے مکلینو کے گرتے ہوئے ستونوں کو سہارا دیا ہے' لیکن خلوص دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ تم شہنشاہ ہو۔ اپنے دشمنوں پر حاوی ہو جانے والے اور فراخ دل مکلینو اعتراف کرتا ہے کہ وہ بوڑھا شہنشاہ ہے اور حکومت تمہاری ہے۔"

"لیکن میں مکلینو کے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتا۔"

"عظیم فاتح مفتوحوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرتے ہیں یہی ان کی عظمت کی نشانی ہوتی ہے اگر تم میرا دل بڑھا رہے ہو تو میں تمہاری عظمت کا اعتراف بھی کرتا ہوں مگر اس اعتراف کے ساتھ میرا تجربہ بھی بوڑھا ہے۔"

"بہرحال میرے سینے میں مکلینو کی عظمت محفوظ ہے اور میں اس کے ساتھ شامل ہو کر خوش ہوں۔"

"تمہاری مہربانی ہے ورنہ ہم تو گرتے ستون تھے' بیٹھو۔" مکلینو نے کہا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ بنی نے مجھے پوری تفصیل بتا دی ہے۔ پھر دونوں' باپ بیٹی تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرتے رہے ہیں۔ میں تمہارے کارنامے سن کر حیران رہ گیا ہوں۔ بہرحال ہوریشو ایک کردار کا ـــــ انسان تھا۔ میں نے اس کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا لیکن وہ اچھا انسان نہیں

نکلا۔"

"میں نے اس پر عرصہ حیات تنگ کردیا ہے۔"

"مجھے علم ہے اور بنی سے پتہ چلا ہے کہ تم نے یہاں سے اسے کس طرح بھگایا ہے۔ وہ اب انگلینڈ میں ہے۔"

"آپ کو مکمل یقین ہے مسٹر مکلینو؟"

"پوری طرح۔ میں نے خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں یہاں اس کے بیس اڈے ہیں' اس نے فوری طور پر خریداری شروع کردی ہے۔"

"اس کے بارے میں کچھ نشانات مل سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ میں تمہیں ایسے لوگوں کے پتے دے سکتا ہوں جن سے اس تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔"

"مجھے وہ پتے درکار ہیں مسٹر مکلینو" میں نے کہا۔

"نوٹ کرلو۔" مکلینو نے کہا اور میں نے انگلینڈ میں موجود چند لوگوں کے پتے نوٹ کرلیے۔

"کیا پروگرام ہے نواز؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوریشو سے کھیل تو شروع ہوچکا بنی۔ اب اس کھیل کو آخری شکل دینا ہے۔"

"لیکن تم۔ کیا تم انگلینڈ جاؤ گے؟"

"ہاں!"

"کب؟"

"میرا خیال ہے بنی مسٹر مکلینو بھی اب یہاں آگئے ہیں اور ہوریشو کے پاؤں یہاں سے اکھڑ گئے ہیں اب وہ ادھر کا رخ تو نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ تم لوگوں کو مال بھی کافی مل گیا ہے اور برابر ملتا رہے گا۔ تم اس رقم سے برابر خریداری کرتی رہو اور سپلائی بڑھالو۔ میں ہوریشو سے نمٹ کر واپس آؤں گا تو پھر ہم باہر کی منڈیوں کو دیکھیں گے۔ اس دوران تم جس طرح چاہو کام کرسکتی ہو۔"

"لیکن نواز۔ انگلینڈ جانے کی کیا ضرورت ہے کہیں اور دیکھ لیں گے اسے کہیں نہ کہیں تو ٹکرائے گا۔" بنی نے بے قراری سے کہا۔

"اس بارے میں بعد میں فیصلہ کرلیں گے بنی۔" میں نے بات ختم کرنے کے لیے کہا۔ میں جانتا تھا کہ بنی میرے جانے کو پسند نہیں کرے گی لیکن بہرحال کرنا وہی تھا جو میرے ذہن میں تھا اور میں بھلا کسی کی مداخلت کو کیوں پسند کرتا۔

بنی اس رات بھی میرے ساتھ تھی۔ اور اس رات وہ صرف اس بات کے پیچھے پڑی رہی کہ میں لندن نہ جاؤں۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس معاملے میں وہ صرف عورت تھی۔

بہرحال میں خاموش ہوگیا۔ میں نے اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا لیکن دل ہی دل میں میں نے اپنا پروگرام ترتیب دے لیا تھا چنانچہ دوسرے دن سے میں نے ہراتا کو اس کام پر مامور کردیا۔

"میرا خیال ہے ہراتا' تم کافی بور ہو رہے ہو آج کل۔"

"کیوں مسٹر نواز؟"

"بھئی میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"نہ محسوس کیا کریں۔ مجھے بس ایک ہی شوق ہے کھالوں' ورزش کرلوں اور سوجاؤں۔ دراصل میں نے زندگی کی تمام ضرورتوں کو سمیٹ لیا ہے انسان بہت مختصر ہے۔ اس مختصر وقت کے لیے وہ اتنا پھیلاؤ کیوں اختیار کرے۔"

"لیکن زندگی کے اصول؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ صرف تمہاری سوچ ہے اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے لیے تم اصول تخلیق کرتے ہو۔ حالانکہ موت کسی اصول کا تعین نہیں کرتی۔"

"تم زندگی سے بیزار ہو؟"

"نہیں۔ یہ تو میرا مذہب ہے چیف۔"

"اوہ' تو تمہارے ذہن میں زندگی کے لیے کوئی خاص مقام نہیں ہے۔"

"مقام بے معنی لفظ ہے میں اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔"

"تم تو فلاسفر بھی ہو ہراتا۔ بہرحال میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ میں تمہیں اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ہم انگلینڈ چل رہے ہیں۔"

"خوب' کسی خاص پروگرام کے تحت؟"

"ہاں۔ ہوریشو وہاں ہے۔"

"لندن میں؟"

"ہاں۔"

"تصدیق شدہ بات ہے چیف؟"

"ہاں مکلینو نے پورے وثوق سے بتایا ہے۔"

"تب پھر بات غلط نہیں ہوگی؟" ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم تیار ہو؟"

"خوشی سے چیف۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے لیکن پروگرام کیا رہے گا چیف؟"

"اس بار براہ راست اس تک پہنچیں گے۔"

"وہ کس طرح چیف؟"

"ہوریشو وہاں خریداری کر رہا ہے۔"

"اوہ پھر؟"

"ہم مال لے کر چلیں گے۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ اسے گردن دبا کر ماریں گے چیف یا گولی ماریں گے" اور اس کے اس انداز پر مجھے ہنسی آگئی۔ "مجھے بتادیں تاکہ مجھے اس کی موت کے بارے میں اندازہ ہوجائے۔"

"وہ فنون سپہ گری کا ماہر ہے ہراتا۔ جوڈو کراٹے بھی جانتا ہے میرے ایک بڑے اچھے دوست کو اس نے اپنے فن کی مدد سے قتل کیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ عجیب تاثرات سے پر تھا۔

"کیوں، کیا سوچنے لگے تھے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے چیف۔" ہراتا نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

"کوئی بات ہے ضرور ہراتا۔"

"ہاں چیف۔ آج تم سے کچھ مانگنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن اگر تم نے منع کر دیا تو افسوس ہوگا۔ اس لیے بہتر ہے کہ ــــــ"

"ہراتا کیا مانگنا چاہتے ہو؟ مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔"

"چیف! بہت قیمتی شے ہے، خوفزدہ ہوں، تم منع کر دو گے۔"

"سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ بتادو۔"

"تب چیف ہوریشو کو مجھے دے دو۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔" ہراتا نے کہا اور میں واقعی حیران رہ گیا، ہراتا نے گردن جھکالی تھی۔

"اوہ ہراتا دوست، کیا یہ ضروری ہے؟"

"میں اور کوئی بات نہیں کہوں گا چیف۔"

"ٹھیک ہے ہراتا۔ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے مارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن میں نے ساری زندگی اپنے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ ہوریشو تمہیں دیا۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر نواز۔ آپ یقین کریں اچانک ہی زندگی سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم کب چل رہے ہیں؟"

"کچا مال انگلینڈ بھجوانا ہے اور باقی تھوڑے سے انتظامات اور کرنے ہیں بس اس کے بعد روانگی لیکن یہ سارے کام بھی میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔"

"حاضر ہوں چیف۔" ہراتا نے کہا اور میں نے اسے تفصیلات سمجھادیں ہراتا پوری طرح سمجھ گیا اور وہ دھن کا پکا نکل گیا۔ اور پھر اس وقت واپس لوٹا جب سارے کام کرا آیا۔ یہ میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے ایسے ہی ساتھی ملتے تھے جو ہر طرح میرے لیے عمدہ ثابت ہوتے تھے۔ ہراتا ایک مٹی کے ڈھیلے کی مانند مجھے ملا اور میں نے اسے صاف ستھرا کیا تو وہ ایک چمکدار ہیرا نکل آیا۔

لیکن ہوریشو کے سلسلہ میں مجھے تردد تھا۔ ہراتا نے ہوریشو کو قتل کرنے کی فرمائش کی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا لیکن گولڈ مین کا حشر میں نے دیکھ لیا تھا۔ گولڈ مین کسی سے کم تو نہیں تھا لیکن چالاک ہوریشو کے مقابلے میں نہ جم سکا۔ اور ہوریشو نے نہایت آسانی سے اسے قتل کر دیا۔ کہیں ہراتا بھی اس کا شکار نہ ہو جائے۔

میرا دل اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا کہ ہراتا اسے قتل کرے میں خود ہوریشو کے مقابلہ پر آنا چاہتا تھا۔ بہرحال جب وہ وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔

تیاریاں مکمل ہو گئیں اور اب میں روانگی کے لیے تیار تھا۔ لندن کے بارے میں، میں نے پوری طرح خاموشی اختیار کر لی تھی کہ بنی کے ذہن سے بات نکل ہی گئی تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔ اور پھر جب آخری کام بھی مکمل ہو گیا تو میں نے اچانک اسے اطلاع دی۔

"بنی! میں لندن جا رہا ہوں۔"

"کب؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"آج شام کو۔ یہاں سے بلجیم جاؤں گا۔ وہاں سے ان لوگوں کے انداز میں سفر کروں گا جو منشیات کے چھوٹے تاجر ہوتے ہیں۔"

بنی چند ساعت خاموش رہی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری کامیابی کے لیے صرف دعائیں کروں یا کوئی عملی حصہ بھی لے سکتی ہوں۔"

"خلوص بھرے دل کی ایک دعا بہت سے عملی اقدامات سے بڑھ کر ہوتی ہے" میں نے غور سے بنی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس تو میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا کروں گی اور تم کامیابی کا یقین رکھنا۔ اب مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"صرف دعا۔"

"نہیں۔ میرا مقصد ہے روانگی کے سلسلہ میں۔"

"سب کچھ ہو گیا ہے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تعجب ہے، ویسے اصلی شکل میں جاؤ گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ خطرناک بھی ہے" میں نے جواب دیا۔

"گویا تم نے سارے انتظامات کر لیے۔ کمال ہے پاسپورٹ وغیرہ بھی میک اپ کی تصویروں سے بنائے ہوں گے۔"

"ان معاملات میں اجنبی نہیں ہوں اس لیے دقت نہیں ہوئی۔" بنی ایک طویل سانس لے کر مسکرانے لگی تھی۔ تب میں نے بنی سے کہا "ایک بات بتاؤ بنی؟"

"جی۔"

"پہلے تم نے میرے لندن جانے کی شدید مخالفت کی تھی لیکن اب تم نے نہایت سکون سے یہ خبر سنی ہے۔"

"کیا؟"

"بعض معاملات میں میرا تجربہ ابھی ناقص ہے اس موضوع پر مکلینو سے گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ مجھے تمہارا لندن جانا پسند نہیں ہے۔ انہوں نے مجھ سے اس موضوع پر بات کی تھی۔" بنی نے جواب دیا۔

"کیا کہا تھا مکلینو نے؟"

"پپا نے کہا کہ تم ایک آفاقی انسان ہو، ہمیں تمہاری اس قدر قربت نصیب ہو گئی ہے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے اور خوش نصیبی قید نہیں کی جاسکتی وہ تو بس مل جاتی ہے۔ پپا نے کہا کہ تم ایک مشن ہو اور مشن صرف مشن ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی اور حیثیت دی جائے تو نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔"

"واہ!" میں نے گردن ہلائی "یہ حقیقت ہے بنی۔ تمہیں میرے تمام حالات معلوم ہیں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگر اس بے مقصد زندگی میں کوئی مقصد آجائے تو وہی تو اس زندگی کا سرمایہ

ہوتا ہے۔"

"یقیناً۔"

"تو مجھے خوشی سے رخصت کر رہی ہو؟"

"ہاں تمہاری کامیابی کی دعاؤں کے ساتھ۔"

"اور کوئی ہدایت میرے لیے۔"

"واپس آجانا۔" بنی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی بہرحال یہ مرحلہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہوگیا اور پھر اسی وقت میں اور ہراتا بلجیم کے لیے چل دیئے۔ سفر کے لیے ایک خاص پروگرام ترتیب دیا گیا تھا اسی کے تحت ہمیں سفر کرنا تھا کیونکہ جس انداز میں ہم ہوریشو تک پہنچنا چاہتے تھے وہ خاصا الجھا ہوا تھا لیکن اس سے فائدہ یہ تھا کہ ہم بغیر کسی دقت کے براہ راست اس تک پہنچ جاتے۔

ہم نے اپنے حلیے آوارہ گردوں کے سے بنائے تھے اس لیے ہمیں انہی کے انداز میں سفر کرنا تھا۔ سب سے پہلا قیام روٹرڈیم میں کیا گیا اور اس کے بعد ہم برسلز پہنچ گئے۔ ہمیں اپنے مقصد کے لوگوں کی تلاش تھی۔ یہ سفر بس ایک وقت گزاری تھا اور دوسرے دن صبح بلجیم کی بندرگاہ اسٹنڈ پہنچ گئے۔ یہاں سے ہمیں انگلستان کی بندرگاہ ڈوور کے لیے اسٹیمر مل سکتے تھے اور ہمارا یہی پروگرام تھا۔

جو کام دوسرے مقامات پر نہیں ہوسکا تھا وہ یہاں ہوگیا۔ بندرگاہ پر بے شمار ہپی مل گئے۔ وہی جانے پہچانے لوگ' وہی جانے پہچانے مشاغل۔ ہراتا نے میری طرف دیکھا اور مسکرایا۔

"تم بھی تو اس ماحول میں ایک طویل عرصہ گزار چکے ہو۔"

"اور سچ پوچھو چیف تو مجھے یہ لوگ برے نہیں لگتے۔"

"ہاں بے ضرر ہیں کسی طور بار نہیں بنتے۔"

"ان لوگوں سے دوستی کرنا ہے؟"

"ہاں' ان کے ساتھ ہی لندن میں داخل ہوں گے جو پروگرام ہم نے بنایا ہے اس میں ان لوگوں کا ساتھ ضروری ہے۔"

"کیوں چیف؟"

"نشہ آور اشیاء کی چھوٹی تجارت یہی لوگ کرتے ہیں اور مال کی خریداری کرنے والے ان سے سستے داموں خرید و فروخت کرلیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ کسی باقاعدہ گروہ سے تو تعلق نہیں رکھتے۔ اپنے طور پر تھوڑا سا مال رکھتے ہیں۔"

"اوہ۔ تجربے کی بات ہے۔"

"یقیناً!"

"ٹھیک ہے چیف۔ ان سے دوستی تو مشکل کام نہیں ہے۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم لوگ' ہپیوں کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ ایک دوسرے سے بے نیاز اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے بے تاثر چہرے۔ مرد اور عورتیں دونوں ہی تھے۔

پھر ڈوور جانے کے لیے ہم جس اسٹیمر میں سوار ہوئے اس میں سب آوارہ گرد تھے۔ دوسرے لوگوں نے ان کے ساتھ اسٹیمر میں سفر مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ساڑھے تین گھنٹے کے اسٹیمر کے سفر میں ہم

کی ہپیوں سے جان پہچان پیدا کرلی۔ ان میں قابل ذکر دانتے تھا۔ ایک قوی ہیکل فرانسیسی جو خاصا خوبصورت تھا۔ قلاش بھی نہیں تھا اور اس کے پاس کافی رقم تھی۔ بڑا مست قسم کا آدمی تھا۔ اس نے بڑی محبت سے ہمارا استقبال کیا۔

"تمہاری زندگی کا کوئی مشن ہے؟" اس نے پوچھا۔

"زندگی کیا چیز ہوتی ہے؟"

"گردش۔" اس نے جھٹ سے جواب دیا۔

"کیا گردش کے تابع ہوتی ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر اس پر تسلط کیسے قائم ہوسکتا ہے۔"

"خوبصورت بات کہی ہے وہی بات جو ترلوکا کہتا ہے۔ ہری کرشنا ہری اوم۔ ترلوکا کی آواز کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہے۔"

"تم نے مشن کی بات کیوں کی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"بس نظریات ہیں۔ میں ان سانسوں کو بھی قرض سمجھتا ہوں اور اگر سانسوں پر واجب قرض کے لیے کوئی نظریہ قائم کرلیا جائے تو برا نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"نروان۔ اگر نروان حاصل کرلیا جائے تو یہ سانس بوجھ نہیں بنتے دوسری صورت میں بڑی کٹھن والی ہے۔"

"سچ کہا تم نے' لیکن نروان کہاں ملتا ہے؟"

"ترلوکا کے قدموں میں!" اس نے جواب دیا۔

"تم کہاں جارہے ہو؟"

"نروان کی تلاش میں!" اس نے بڑی عقیدت سے کہا۔

"اور نروان ترلوکا کے قدموں میں ہے؟"

"ہاں۔ وہ زندگی کے ہر راز سے واقف ہے' وہ انسان کی حقیقت سے آشنا ہے۔ اسی نے انسان کے سارے یہ بوجھ اتارے ہیں۔ ایک بار اس کا قرب حاصل کرلو۔ زندگی اتنی ہلکی ہو جاتی ہے کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتا تھا جس سے اس کی دوستی کھو بیٹھوں لیکن ذہن میں عجیب خیالات آئے تھے لیکن ان لوگوں میں ضم ہونے کے لیے مجھے خاموش رہنا تھا۔ بالاخر ساحل انگلستان عبور کرلیا گیا اور ہم ڈوور پہنچ گئے ڈوور کا اسٹیشن کہر سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹرین موجود تھی۔ سارے آوارہ گردوں کے ساتھ میں اور ہراتا بھی ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں جاگھسے اور یہ ٹرین انگلستان کے ہرے ہرے کھیتوں کے درمیان سے گزرنے لگی۔

وکٹوریہ اسٹیشن تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ دانتے ایک طرح سے ہمارا رہنما تھا۔ ٹرافلگر اسکوائر سے تھوڑی دور بڑے فوارے کے نزدیک ہمارا پڑاؤ ہوا۔ یہاں کے فٹ پاتھ ہپیوں کے

لیے سب سے بڑی قیام گاہ تھے۔ چاروں طرف افراتفری کا عالم تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شہر کسی حادثے کا شکار ہو ہو اور پناہ گزینوں نے یہ فٹ پاتھ آباد کر لیے ہوں۔

سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ وہی کام جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا بس سانسوں کا بوجھ سمیٹنے کے لیے متحرک رہنا پڑتا ہے۔

میں نے اور ہراتا نے بھی فٹ پاتھ کا ایک کونا سنبھال لیا۔ ہراتا کے چہرے کا سکون ابدی تھا۔ میں نے اس شخص کو صرف اس وقت تردد کا شکار دیکھا تھا جب کوئی چنچل لڑکی اسے پریشان کر رہی ہوتی ورنہ عام طور سے وہ پرسکون رہتا تھا۔ فٹ پاتھ پر اس نے اسی اطمینان سے قیام کیا تھا جیسے اپنے آبائی مکان میں آیا ہو۔

شام ہو گئی تھی اور ریجنٹ کے پہلو میں آکسفورڈ اسٹریٹ کے سامنے سالبسری ایونیو اور ان سڑکوں کے درمیان مشہور زمانہ پکاڈلی سرکس کے گرد لاکھوں روشنیاں جگمگا اٹھیں۔ اور یہ روشنیاں جیسے ان سوتے اور اونگھتے ہوئے ہپیوں کی زندگی کا حصہ نہیں تھیں۔ وہ بیدار ہو گئے اور زندگی کے ہنگاموں میں مصروف ہو گئے۔ میں اور ہراتا بھی ان ہنگاموں میں شامل ہو گئے۔ دانتے ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ مسکراتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا۔

”تم لوگوں کی مالی حالت کیسی ہے۔“ جیب میں کچھ ہے یا خالی ہے؟“

”کیوں دانتے تمہیں کچھ چاہیے؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں۔ میرے پاس ابھی کافی رقم ہے۔ میں تو تم سے پوچھ رہا تھا۔ اگر قلاش ہو تو قرض لے لو مرنے کے بعد ادا کر دینا۔“ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”نہیں شکریہ، اگر ضرورت ہوتی تو تمہیں تکلیف دیتے۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ ایسے دوست زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں جن کی جیبیں بھی بھری ہوں۔“ دانتے نے کہا۔ اور پھر بولا۔ ”پہلے کھانے سے فارغ ہو جاؤ اس کے بعد تمہیں جنت کی سیر کراؤں گا۔“

”ضرور۔ آؤ کسی ریستوران میں چلتے ہیں۔“ میں نے اسے دعوت دی۔

”اوہ، یہی دعوت میں تمہیں دینا چاہتا تھا۔“

”آج ہماری طرف سے سہی، تم پھر کسی دن دے دینا۔“

”چلو کوئی حرج نہیں ہے۔“ اس نے لاپرواہی سے کہا اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔ ایک چھوٹے خوبصورت ریستوران گینس بیئر کے سامنے ہم رکے اور اندر داخل ہو گئے۔ نہایت خوبصورت اور پرسکون ریستوران تھا۔ ویٹر نے ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔ غالباً ہمارے جیسے آوارہ گردوں نے انہیں کافی پریشان کیا تھا۔ تاہم اس نے آرڈر نوٹ کیا اور سرو بھی کر دیا لیکن اس کے انداز میں جھجک تھی۔

دانتے نے بے تکلفی سے کھانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسکراتا بھی جا رہا تھا۔ ”کیا بات ہے مسٹر دانتے؟“ میں نے تیسری بار اسے مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں خاصا خشک ہے۔“

”اس کی وجہ سمجھتے ہو؟“

”میرا خیال ہے کوئی خاص نہیں ہے۔ یہاں آنے والے ہمارے جیسے لوگ نہیں ہوتے

ہماری جیب کی طرف سے مشکوک ہیں۔“

”بالکل ٹھیک۔ میں ان کی پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔“

”دانتے نے پلیٹوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ویٹر کو بلا کر چند اور چیزوں کا آرڈر دیا۔ ویٹر نے اس کی تعمیل بھی کر دی۔ خوب اچھی طرح کھانے پینے کے بعد ہم نے بل منگایا اور پھر بل کی ادائیگی کے ساتھ خاصا بڑا ٹپ بھی دیا۔ یہاں بیٹھے تمام لوگ جو سسپنس میں تھے، ایک دم کھل اٹھے۔

”اٹھو۔“ دانتے نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ ریستوران سے باہر نکل کر تھوڑی دیر تک ہم بازاروں کی رونق سے لطف اندوز ہوتے رہے اور پھر دانتے نے پوچھا۔ ”کیا پسند کرو گے؟“

”کیا مطلب؟“

”جوان رات کے تحفوں میں سے کسی خاص تحفے کا انتخاب؟“

”تمہارے ذوق پر چھوڑا۔“

”یہ بات ہے تو آؤ۔“ دانتے نے کہا اور پھر وہ اپنے سامان کے پاس پہنچ گیا۔ خوبی تھی اس جگہ کی کہ سامان محفوظ تھا اور کسی نے اسے چھوا بھی نہیں تھا ”حالانکہ منشیات کی چوری جائز ہے لیکن یہاں کوئی سچا طلب گار نہیں ہے ورنہ اس قیمتی خزانے کو نہ چھوڑتا۔“ دانتے نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اپنے سامان کو ٹٹول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ اس کے ساتھ ہی سگریٹ کا پیکٹ بھی۔ پھر اس نے شیشی کھول کر تمباکو پر دو قطرے ٹپکا دیئے اور ایک ایک سگریٹ ہم دونوں کو پیش کر دیا۔ میں اس محلول کے بارے میں جانتا تھا دانتے کہنے لگا۔

”اسے استعمال کرو اور مجھے بتاؤ کیا ہے۔“ ہم نے کوئی جواب نہ دیا اور سگریٹ پینے کے بعد اس کی کافی تعریف کی۔ دانتے بہت خوش نظر آ رہا تھا ”قدر دانوں کے لیے ہم، تھوڑے دن کے بعد یہاں عام استعمال ہونے لگے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب؟“ دانتے نے پرخیال نگاہوں سے ہمیں دیکھا پھر مسکراتا ہوا بولا۔ ”بہرحال تم دونوں شریف لوگ ہو اور تمہارے اوپر شک نہیں کیا جا سکتا۔“

”کیسا شک دانتے؟“ میں نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرے پاس اس محلول کی دو ہزار شیشیاں ہیں۔ دراصل اس سفر میں ایسی چیزوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ تھوڑی سی رقم کاروبار کے لیے ضرور محفوظ رکھو۔ جہاں کوئی ڈھنگ کی چیز مل جائے خرید لو اور کسی مناسب جگہ اسے فروخت کر دو۔ اس طرح تمہارا سفر خرچ آسانی سے نکل آئے گا۔ میں نے ایک سیاح سے پورا مال خرید لیا تھا مگر اسے ریٹیل میں بیچوں تو خطرہ رہتا ہے لیکن مال خریدنے والی پارٹیاں آسانی سے پورا مال خرید کر ادائیگی کر دیتی ہیں۔ اس لیے انہیں یہاں بیچ دوں گا اور جب یہاں سے جانے لگوں تو کچھ خرید لوں گا۔“

”اوہ دانتے، تم تو واقعی کام کے آدمی ہو۔“

”ہاں۔ شاہراہ حشیش پر سفر کرنے والوں کو اس سنہرے اصول سے واقف ہونا چاہیے ورنہ بھیک مانگے بغیر چارہ نہیں رہتا۔“

"تم یہ مال کسے فروخت کرو گے؟"

"یہاں سپلائی کرنے والی کسی بھی پارٹی کو۔"

"لیکن یہ پارٹی تمہیں ملے گی کس طرح؟"

"کہیں جانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ یہیں اسی کیمپ میں بے شمار ایجنٹ ہوں گے بس سی پبلسٹی ہو جائے کہ تمہارے پاس مال ہے۔"

"دراصل دانتے۔ ہم اس سلسلہ میں تمہارے شریک کار ہی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے اس جاپانی دوست کے پاس خام مال کا بڑا ذخیرہ ہے۔"

"واقعی؟" دانتے تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ خاصا گہرا آدمی ہے۔ ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ یہ بات اس نے یہاں آکر بتائی ہے۔"

"لیکن وہ ذخیرہ ہے کہاں؟"

"میں نے کہا نا۔ کافی گہرا آدمی ہے ویسے دل کا بہت اچھا آدمی ہے ضرورت پڑنے پر کام آنے والا لیکن ذہن کاروباری پایا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے ویسے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"ایمسٹرڈیم میں۔ میں نے کہا نا کہ دوست اچھا ہے۔"

"ٹھیک ہے اس کا مال بھی بکوا دیں گے۔ یا وہ خود کوشش کرے گا۔"

"نہیں۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کوشش کروں' یوں بھی اس کے پاس رقم ختم ہو رہی ہے۔"

"اگر مجھے کوئی ایجنٹ مل جائے تو میں کوشش کروں؟"

"ضرور۔" میں نے جواب دیا اور دانتے نے وعدہ کر لیا کہ وہ اپنے مال کی نکاسی کے ساتھ ہمارے لیے بھی بندوبست کرے گا۔ اس دوران ہراتا ہماری گفتگو سے بے تعلق رہا تھا اور دانتے کی شیشی سے اس نے دوسرا سگریٹ تیار کر لیا تھا۔

اسی وقت کچھ فاصلے پر ہری کرشنا ہری اوم کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور دانتے ہمیں پوری شانتی بخش کر ان لوگوں میں چلا گیا۔

موسیقی اور بھجن الاپنے کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں ہپی لڑکے اور لڑکیاں موسیقی کی لے پر ہری کرشنا ہرے رام کے راگ الاپ رہے تھے دو لڑکیاں ہندو مندروں کی داسیوں کا روپ دھارے ہوئے رقص کر رہی تھیں لیکن نشے کی وجہ سے یہ رقص عجیب و غریب کیفیت اختیار کر گیا تھا۔ لڑکیوں کے سر منڈے ہوئے تھے۔ انہوں نے سفید دھوتیاں اور کھڑاویں پہن رکھی تھیں ان کے ہاتھوں میں پیتل کی گھنٹیاں اور گلوں میں ڈھولکیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ہم دلچسپی سے ان ہری کرشنا کے پجاریوں کو دیکھتے رہے پھر واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئے جو فٹ پاتھ کا ایک حصہ تھا۔

میں نے ہراتا کو اس بارے میں تفصیل سمجھائی اور اسے اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں ضروری ہدایات دیں۔ ہراتا نے پوری طرح ان شرائط کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ اہم کردار اسے ہی انجام دینا تھا۔ میں اس پروگرام میں پس پردہ رہنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن بھی حسب معمول تھا لیکن شام کو دانتے ہمیں تلاش کرتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ایک ہپی لڑکی تھی۔ خاصی خوبصورت تھی۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"مس دانیا ٹائنڈ۔" دانتے نے تعارف کرایا۔ "اور مسٹر برونو۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" دانیا نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ "آپ کے ساتھی؟" دانتے نے سوال کیا۔

"اوہ۔ وہ ذرا لڑکیوں سے کم ملاقات کرتے ہیں۔"

"یہ لڑکی نہیں ہے۔" دانتے نے مسکرا کر کہا۔

"اوں۔" میں نے تعجب سے دانیا کو گھورا۔

"میرا مطلب ہے کوئی عام لڑکی نہیں۔ وہ ہے جن کی ہمیں تلاش تھی۔"

"یعنی؟"

"ایجنٹ۔" دانتے نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس خوبصورت ایجنٹ کو دیکھنے لگا۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی تھی۔

"میرے مال کی تو مس دانیا نے کھڑے کھڑے قیمت ادا کر دی۔" دانتے نے کہا۔

"حسب پسند؟"

"ایک پیسہ کم نہیں کیا انہوں نے۔" دانتے کافی خوش نظر آرہا تھا۔

"خوب۔ مبارک۔" میں نے کہا۔

"کافی مال ہے چرس غالباً سو پونڈ' افیون سو پونڈ' گانجا دو سو پونڈ اور بھی کچھ چیزیں ہیں جن کے بارے میں مجھے تفصیل معلوم نہیں ہے۔"

"اتنا بڑا ذخیرہ لیکن آپ اسے لائے کس طرح؟"

"میرا ساتھی معمولی انسان نہیں ہے۔ یہ تو وہ مقدار ہے جو میرے علم میں ہے نہ جانے اور کیا ہوگا ان کے پاس۔"

"میں ان سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے ہراتا کے پاس پہنچ کر ایسی آواز میں کہا کہ لڑکی کا کن لے وہ مقامی پارٹی کی ایجنٹ ہے مسٹر ہراتا۔"

"تم نے بات کی؟" ہراتا نے پر رعب آواز میں پوچھا۔

"ہاں لیکن تفصیل سے آپ ہی گفتگو کریں گے؟"

"بلاؤ۔" ہراتا نے کہا اور میں نے لڑکی کو اشارہ کیا۔ لڑکی ہراتا کے پاس پہنچ گئی اور اس نے ہراتا کی صورت دیکھی اور دیکھتی رہ گئی۔ "کیا آپ کی پارٹی مالی طور پر مضبوط ہے؟" ہراتا نے سوال کیا۔ لیکن لڑکی کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے ہراتا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں نے آپ سے کچھ پوچھا تھا۔" ہراتا کا پارہ چڑھنے لگا۔

"جی؟" وہ چونک پڑی۔

"آپ نے میرا سوال ہی نہیں سنا۔" ہراتا بدستور اسی انداز میں بولا۔ اور لڑکی نے بے بسی سے مجھ اور دانتے کی طرف دیکھا۔

"مسٹر ہراتا نے پوچھا تھا کہ کیا آپ کی پارٹی مالی طور پر مضبوط ہے؟" میں نے سوال دہرایا۔

"ہاں یہاں کی پوری مارکیٹ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم اعلیٰ پیانے پر مال کی خریداری کرتے ہیں اور پوری قیمت ادا کرتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لڑکی کس قدر مضمحل سی ہو گئی ہے۔ ورنہ اس سے قبل وہ خاصی چاق و چوبند تھی۔

"تب معاملے کی بات کس سے کی جائے؟"

"میں حاضر ہوں۔ جناب۔" اس نے جواب دیا۔

"میرے پاس کافی مال ہے۔"

"ہم بڑے تاجروں کی پوری پوری عزت کرتے ہیں۔ مال کی خریداری کی بات بعد میں ہو جائے گی آپ اگر پسند کریں تو پہلے میں آپ کے قیام کا بندوبست کروں؟"

"اوہ۔ ہم یہاں بھی ٹھیک ہیں۔" ہراتا نے جلدی سے جواب دیا۔

"نہیں باس۔ آپ راتوں کو ٹھیک سے سو بھی نہیں سکتے۔ لندن جیسے عظیم شہر میں ہم خود کو یارومددگار محسوس کر رہے ہیں۔ اگر مس دانیا ہماری مدد کر رہی ہیں تو آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے اخراجات ہم خود کریں گے۔"

ہراتا نے رحم طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر گردن جھکا کر بولا——— "ٹھیک ہے اگر مناسب سمجھتے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"یہ فٹ پاتھ آپ کے لیے نہیں ہیں جناب۔ آپ کی جگہ تو دل میں ہونا چاہیے۔ آیئے باقی باتیں بعد میں ہو جائیں گی۔" دانیا نے کہا اور پھر دانتے سے بولی۔ "ٹھیک ہے مسٹر دانتے۔ اگر مسٹر ہراتا سے سودا ہو گیا تو ایک فیصد کے حساب سے آپ کو ادائیگی کر دی جائے گی۔"

"میں یہیں انتظار کروں؟"

"ظاہر ہے۔"

"سودا مکمل ہو جائے گا؟"

"ہم کاروبار کے کھرے لوگ ہیں۔" دانیا نے جواب دیا اور دانتے نے شانے ہلا دیئے۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے مسٹر برونو۔ میرا کام ہو نہ ہو آپ کا تو ہو ہی جائے گا۔ دانتے کو اچھے الفاظ سے یاد رکھیں گے۔" اور پھر وہ دوسری طرف مڑ گیا۔

"آپ کا سامان جناب؟" دانیا نے پوچھا۔

"کوئی سامان نہیں۔"

"تعجب ہے آپ کے پاس اتنا مال ہے اور آپ اس طرح؟"

"مسٹر ہراتا دوسری طبیعت کے مالک ہیں۔ ترلوکا کے پیروکار۔ لیکن مال کی خرید و فروخت لازمی حیثیت رکھتی ہے۔"

"سچ کہا آپ نے۔ زندگی گزارنے کے لیے کچھ سہاروں کی ضرورت تو ہوتی ہی ہے۔ ان میں بڑا سہارا دولت ہے۔ آیئے۔" اس نے کہا۔ اور ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ لڑکی ہمیں لے کر ایک کار کے نزدیک پہنچ گئی۔ جو ریجنٹ پارک کے سامنے کھڑی تھی۔

"ہمارا کام ایسا ہے کہ ہمیں روپ بدلنا ہوتے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیں میں لباس تبدیل کرلوں۔" اس نے ڈکی سے لباس نکالا اور پارک کے ایک گوشے میں چلی گئی۔ میں اور ہراتا کار میں جا بیٹھے۔

"مسٹر نواز۔" ہراتا نے بھرائی ہوئی آواز میں پکارا۔

"جان من۔"

"اس کے ساتھ جانا ضروری ہے کیا؟"

"بات کام کی معلوم ہوتی ہے ہراتا' کیا تم خوفزدہ ہو۔"

"ہاں چیف۔ آپ نے اس عورت کی حرکات نہیں دیکھیں۔"

"عورت کہہ کر اس کی توہین مت کرو ہراتا۔ انیس بیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی اور کافی خوبصورت ہے۔"

"یہ عورت میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"

"یار مجھے تیری فطرت پر حیرت ہے۔ عورت دیکھ کر اس طرح بدکتا ہے جیسے کوئی عصمت ماب لڑکی غنڈوں کو دیکھ کر۔"

"میں ایک عصمت ماب مرد ہوں چیف۔"

"ضرور ہوگے ہراتا۔ حالات کو ہینڈل کرنا سیکھو۔"

"سارے حالات ہینڈل کر سکتا ہوں چیف سوائے ان حالات کے ایسی لڑکیوں سے میری روح فنا ہوتی ہے۔"

"اس کے باوجود ہراتا۔ پلیز۔" میں نے کہا اور ہراتا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"چند ساعت کے بعد خوبصورت لڑکی ہمارے نزدیک آ گئی۔ میں اور ہراتا اسے دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ اس وقت وہ اسکرٹ میں تھی اور بے حد اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔

"تعجب ہے مس دانیا۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" وہ اسٹیرنگ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"آپ تو بالکل تبدیل ہو گئیں۔"

"میں نے کہا تھا ناکہ۔ ہمارا کام ایسا ہے کہ ہمیں روپ بھرنا ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں میں ان جیسا بن کر ہی کام کرنا۔ پڑتا ہے۔"

"آپ کی پارٹی کونسی ہے؟" میں نے سوال کیا۔ اور دانیا چند ساعت کے لیے خاموش ہو گئی۔ اس نے سیلف لگا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔

"مکلینو گروپ۔ شاید آپ نے اس کا نام سنا ہو۔" لڑکی نے جواب دیا اور پھر عقب نما آئینے میں ہماری شکلیں دیکھیں۔ "کیا آپ نے یہ نام پہلے کبھی سنا ہے؟"

"نہیں۔"

"مکلینو گروپ دو ٹکڑوں میں ہے' بگ باس ہوریشو ہے اور وہی اس گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"خوب۔ مضبوط پارٹی ہے؟" میں نے سوال کیا اور لڑکی استفہامیہ انداز میں ہنسنے لگی۔
"تم ناواقف بیوپاری ہو۔ اس لیے یہ سوال کر رہے ہو۔"
"کیا مطلب؟"
"اس وقت پوری دنیا میں اس سے بڑا گروپ کوئی نہیں ہے۔"
"اوہ۔ تب ٹھیک ہے' دراصل ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مال کی پوری پوری قیمت یکمشت مل جائے۔ ہم نے نیا نیا کاروبار شروع کیا ہے اور اپنی ساری پونجی اس میں جھونک دی ہے۔"
"فکر مت کرو۔ پوری رقم مل جائے گی لیکن مسٹر ہراتا بالکل خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔"
"میرا باس بہت کم بولتا ہے۔" اس نے کہا اور لڑکی گردن ہلانے لگی۔ اس کے بعد راستے بھر خاموشی رہی۔ پھر لڑکی اسٹرینتھم کے خوبصورت علاقے میں ایک بلڈنگ کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ اس بلڈنگ کی تیسری منزل پر اس کا کشادہ فلیٹ تھا۔
"فی الحال آپ کی قیام گاہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ بھی یہاں رہتی ہیں؟"
"ہاں صرف ایک ملازمہ کے ساتھ۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"عمدہ جگہ ہے۔"
"آپ اس چھوٹے سے فلیٹ کو اپنا سمجھ کر یہاں قیام کریں۔ میں آپ کے لیے دوسرے بندوبست کرتی ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے اجازت" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ہراتا بدستور خاموش تھا۔ اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں باتھ روم تھا۔ میں باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ اور اندر داخل ہو کر میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کر لیا۔
"یہ صرف اتفاق تھا کہ یہ باتھ روم دونوں طرف سے استعمال ہوتا تھا۔ یعنی دو کمروں کے درمیان تھا۔ دوسری طرف سے ٹیلی فون نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ نہ جانے کیوں میں نے باتھ روم کے استعمال کا ارادہ ترک کر دیا اور دروازے سے کان لگا دیے۔
"ہیلو۔" آواز لڑکی ہی کی تھی۔ "مسٹر گبسن سے بات کراؤ۔ دانیا بول رہی ہے۔" اور پھر چند ساعت کی خاموشی۔ اس کے بعد پھر لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "مسٹر گبسن! دانیا بول رہی ہے۔ جی۔ ہاں خاص بات ہے جی۔ دراصل آج اسٹیشن نمبر تین سے کچھ خریداری کی ہے۔ ہاں جی۔ فور کی شیشیاں ہیں تقریباً ہزار۔ لیکن اصل بات یہ نہیں ہے۔ ایک اور پارٹی سے ملاقات ہوئی ہے۔ بڑا ذخیرہ ہے کئی لاکھ پونڈ کا۔ ایک جاپانی ہے اور دوسرا غالباً اسپینش ہے کئی اقسام کا مال ہے لیکن مسٹر گبسن۔ میرے ذہن میں کچھ اور ہے۔ ہاں۔ جاپانی کچھ خشک ہے دوسرا ٹھیک ہے لیکن مال جاپانی کا ہے اور اسی کے پاس ہے۔ میں جاپانی پر ہی ٹرائی کر رہی ہوں۔ اول تو میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گی نہ ہو سکی تو پھر دوسرے پر جال ڈالوں گی۔ اجازت چاہتی ہوں۔ ہاں مسٹر ہوریشو سے بھی آپ ہی اجازت لے لیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ہوشیاری سے کروں گی۔"
"لڑکی نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر الٹے پاؤں باتھ روم سے نکل آیا۔ اس سلسلہ میں میں نے ہراتا سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

لڑکی نے کافی خاطر مدارات کی۔ اس نے مجھے اور ہراتا کو الگ الگ کمرے دیئے تھے۔ اس فلیٹ میں کمرے تھے لیکن عمدہ بات یہ تھی کہ دو دو کمروں کے لیے ایک ایک باتھ روم تھا۔ اس کے بارے میں دانیا نے بتا دیا تھا۔
ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس دوران دانیا ہراتا سے بدستور والہیت کا اظہار کرتی رہی تھی اور ہراتا ہنس رہا تھا۔ رات کو کافی دیر تک وہ ہم سے باتیں کرتی رہی لیکن اس میں کاروباری بات ایک بھی نہیں تھی پھر ہم نے سونے کی اجازت مانگی اور اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔
اپنے کمرے میں آ کر سب سے پہلے میں نے باتھ روم چیک کر لیا۔ اور درمیانی دروازہ کھول لیا تاکہ دروازہ کھولنے کی آواز سنائی نہ دے۔ میرا ایک اندازہ تھا اور یہ اندازہ درست نکلا۔ بہت دیر نہیں گزری تھی کہ باتھ روم کے دوسری جانب سے ایک آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے میں غڑاپ سے باتھ روم میں تھا اور میں نے دروازے سے کان لگا دیے۔
"تم اندر کس طرح آ گئیں؟" یہ ہراتا کی آواز تھی۔
"ناگوار گزرا تمہیں ہراتا؟" دانیا کی دلآویز آواز سنائی دی۔
"نہیں' لیکن اس وقت؟"
"نیند نہیں آ رہی تھی۔" خمار آلود لہجہ تھا۔
"کیوں؟"
"تم کیوں جاگ رہے ہو؟"
"نئی جگہ ہونے کی وجہ سے۔"
"اوہ! تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے؟"
"نہیں' تکلیف کوئی نہیں ہے۔"
"میں بیٹھ جاؤں؟"
"بیٹھو۔۔۔۔" خلاف توقع ہراتا کا لہجہ نرم تھا اور مجھے اس لہجے پر تعجب ہوا تھا۔
"شکریہ! تم سے باتیں کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔"
"باتیں کرو۔"
"تم کون ہو؟"
"ہراتا۔" ہراتا نے جواب دیا۔
"میری بات پر یقین کرو گے' میں نے جب تمہارے چہرے پر پہلی نگاہ ڈالی تو دنگ رہ گئی' میں تو اکثر خوابوں میں تمہیں دیکھتی رہی ہوں۔ مجھے جاپان کی لوک کہانیاں بہت پسند ہیں۔ وہاں کے جری نوجوانوں کی بے شمار کہانیاں میں نے سنی ہیں۔ تم ان کہانیوں کا پرتو ہو۔ تمہارے اندر شہزادوں کی سی شان ہے۔"
وہ خاموش ہو گئی۔ ہراتا بھی خاموش ہو گیا۔
"تم بات نہیں کرو گے؟" بالآخر اس نے کہا۔
"تمہاری اس گفتگو میں میرے بولنے کی گنجائش کہاں ہے۔" ہراتا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"تم جاپان کے شہزادے ہو؟"

"نہیں۔ میں وہاں کے ایک جولاہے کا لڑکا ہوں۔ میرا باپ پوری زندگی کپڑا بنتے بنتے مر گیا۔ میں نے
وہ زندگی قبول نہیں کی اور اس راستے پر نکل آیا۔"

"میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟"

"جیسی لڑکیاں ہوتی ہیں۔"

"کوئی خوبی نہیں مجھ میں؟"

"رات میں میری نگاہ کمزور ہو جاتی ہے بچپن سے یہ بیماری ہے۔"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"بالکل نہیں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تمہاری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں آئی۔"

"لڑکیاں کس طرح آتی ہیں؟"

"جیسے میں۔"

"تم تو کمرے میں آئی ہو زندگی میں کہاں؟"

ہراتا مذاق مت کرو۔ میں تو پہلی ہی نگاہ میں تمہیں دیکھ کر زخمی ہو گئی تھی۔ بس تمہیں چاہنے لگی
ہوں ہراتا۔ تمہیں یہاں لانے کی وجہ بھی یہی تھی۔ ورنہ وہیں سودا ہوتا اور۔"

"دیکھو دانیا۔ میں دوسری قسم کا آدمی ہوں۔ میں عورت کو کبھی اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔
سیدھے سیدھے سودا کرو اور ہماری چھٹی کرو۔ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا کل اس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

"اتنے سخت ہو پرنس؟"

"پرنس نہیں جولاہا۔"

"بہر حال تم میرے مہمان ہو، میں تمہیں کبھی پریشان نہیں کروں گی دل کی کیا بات ہے یہ تو اپنے
ہمیں ورغلاتا ہے۔ اگر تمہیں میرا یہاں آنا پسند نہیں آیا تو میں جا رہی ہوں تم آرام کرو۔" ہراتا نے کوئی
جواب نہیں دیا تھا۔

اور پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ میں جلدی سے باتھ روم سے نکل آیا اور باتھ روم کا
دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر آ گیا گویا اب میرے لیے چانس تھا۔ میں تجھے مایوس نہیں کروں گا حسین لڑکی! میں
نے دل ہی دل میں سوچا لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میری یہ خواہش اتنی جلدی پوری ہو جائے گی۔

میرے کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن شاید یہ دروازے باہر سے بھی کھولے جا سکتے تھے چند ہی ساعت
کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور میں نے دانیا کو اندر جھانکتے دیکھا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند
کر لیں۔

وہ اندر آ گئی۔ اور پھر اس نے دبی آواز میں مجھے پکارا۔ "مسٹر برونو۔" "مسٹر برونو۔"

"کون ہے؟" میں نے نندا سی آواز میں پوچھا۔

"میں دانیا ہوں۔ برونو۔"

"اوہ۔ مس دانیا۔ خیریت؟" میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"نہیں برونو ڈیئر! گھبرانے کی بات نہیں ہے بس یونہی چلی آئی ہوں بعض اوقات میرے اوپر

نوالی کے دورے پڑتے ہیں۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔ نیلے بلب کی مدھم روشنی میں، میں نے اس کا
جائزہ دیکھا کھلے گلابی رنگ کے باریک لبادے میں ملبوس تھی جس سے اس کا بدن جھانک رہا تھا۔ ہراتا واقعی
ایک نمبر کا گدھا تھا۔

"میں تو پریشان ہو گیا تھا کہ نہ جانے کیا بات ہوئی۔"

"معذرت خواہ ہوں۔ برونو تمہیں نیند سے جگایا لیکن نہ جانے کیوں مجھے نیند نہیں آ رہی۔ ذہن
میں بے شمار خیالات آ رہے تھے کیا تمہیں میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے؟"

"اوہ نہیں مس دانیا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"شکریہ برونو۔ نہ جانے کیوں بعض اوقات کچھ صورتوں سے ایسی اپنائیت محسوس ہوتی ہے جیسے ان
سے برسوں کی شناسائی ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری بات کر رہی تھی یقین کرو برونو۔ ہم بیوپاریوں کو اس طرح گھروں پر نہیں لاتے میں نے یہ
اقدام صرف تمہارے لیے کیا ہے۔"

"اوہ دانیا۔ میں بے حد شکر گزار ہوں لیکن؟"

"لیکن کیا؟"

"جانے دو۔ مجھے یہ بات نہیں کرنی چاہیے۔"

"نہیں ڈیئر! بے تکلفی سے کہو۔" وہ میرے نزدیک کھسک آئی۔

"میں نے تمہارا جھکاؤ مسٹر ہراتا کی جانب دیکھا تھا۔"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے لیکن اس کی بھی ایک وجہ تھی۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ شاطر عورت کی ساری چالیں میری نگاہ میں تھیں اور میں ان
سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"پہلے میں نے تم سے ہی گفتگو کی تھی۔"

"ہاں۔"

"اور پھر تم نے بتایا کہ کاروبار کی ساری بات تمہارے باس سے ہو گی میں نے یہی سوچا کہ پہلے جاپانی
کو رام کروں تاکہ تمہاری قربت نصیب ہو جائے۔"

"اوہ یہ بات تھی" میں نے کسی قدر مسرور لہجے میں کہا۔

"سوفیصدی۔"

"میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ بہر حال تمہاری اس محبت کا شکریہ۔ میں بے حد خوش ہوں۔"

"وہ جاپانی کسی طرح قابل توجہ نہیں ہے اور بس مجھے تو بچپن ہی سے جاپانی پسند نہیں۔"

"شاید اس لیے کہ وہ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے ساتھی تھے۔"

"نہیں۔ مجھے اس سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بس ان کے چہروں پر مردانگی نہیں ہوتی نسوانی
چہرے ہوتے ہیں۔"

"لیکن ہراتا کا چہرہ تو۔"

"بس میرے ذہن میں یہ بات جم گئی ہے۔" اس نے درمیان سے میری بات کاٹ دی پھر بو
لیکن تم اس سے کیسے منسلک ہو گئے؟"

"آوارہ گرد ہوں۔ قلاش ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے سہارا دیا اور اس کے بعد میں نے اس کی ملازم
اختیار کرلی۔"

"افسوس ہوتا ہے اس وقت جب تم اسے باس کہتے ہو۔"

"کیوں؟"

"تمہاری شخصیت بے حد شاندار ہے تمہارے مقابلے میں کوئی اس کی طرف توجہ بھی نہیں د
سکتا۔ گو اس کے پاس دولت ہے لیکن دولت ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ شخصیت بہرحال بڑی حیثیت رکھ
ہے" اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

"ہاں کیا کہہ رہی تھیں تم۔"

"ممکن ہے ـــــــ اس کے پاس منشیات کا اتنا بڑا ذخیرہ نہ ہو۔"

"نہیں اس کے پاس بہت کچھ ہے وہ بے حد گہرا انسان ہے۔"

"لیکن اس نے وہ سب کچھ کہاں رکھا ہے؟"

"میں نے کبھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن اگر میں معلوم کرنا چاہوں تو میرا خیال ہ
مشکل نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔

"میں نے تمہیں کافی پریشان کیا ہے برونو۔ اگر نیند آرہی ہو تو میں چلی جاؤں گی۔ گو تمہارے پا
سے جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔"

"تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے ڈارلنگ اگر تم یہ رات میرے نزدیک گزارنا چاہتی
ہو تو میری خوش نصیبی ہوگی۔" میں نے اس کی جھجک مٹادی اور وہ کھل گئی۔ پوری طرح کھل گئی۔ رات
کے آخری حصے میں اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"اور اگر میں تمہیں برے راستے پر ڈال دوں تو؟"

"ڈال دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے بدظن تو نہیں ہوگے؟"

"نہیں۔"

"تب ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔"

"کیا؟"

"کیوں نہ ہم اس جاپانی کو درمیان سے ہٹا دیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"کوئی غلط بات مت سوچو۔ میں اسے قتل کرنے کے لیے نہیں کہہ رہی۔"

"جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس کے مالک تم بن جاؤ۔ ہم چالاکی سے اس کی ذخیرہ گاہ معلوم کرلیں
اور پھر ذخیرے پر قبضہ کرلیں۔ میں اس کی ادائیگی تمہیں کرادوں اور پھر ہم دونوں عیش کریں۔ کافی بڑی رقم
ہوگی۔"

"اوہ۔" میں نے متحیر رہنے کی اداکاری کی اور دیر تک خاموش رہا پھر ایک گھٹی گھٹی سانس لے کر

"کیا یہ ممکن ہے دانیا؟"

"تم جانتے ہو برونو! میرا تعلق منشیات فروخت کرنے والے اتنے بڑے گروہ سے ہے۔ ہوریشو
ین الاقوامی شخصیت کا مالک ہے اس کے سامنے ہراتا کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے لیکن؟"

"تم پریشان ہو گئے ہو؟"

"ہاں۔ میرے ذہن میں اس سے قبل ایسا کوئی خیال نہیں آیا لیکن اگر ایسا ہو جائے تو اس سے عمدہ
ت اور کیا ہوگی۔ ہماری زندگی بن جائے گی اور اگر زندگی کے سفر میں تم جیسی کوئی ساتھی ہو تو دانیا میں تمہیں
بے پناہ چاہنے لگا ہوں۔"

"میں بھی ڈارلنگ۔ ورنہ اس طرح کیوں سوچتی۔"

"اوہ۔ دانیا لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ہم دونوں مل کر کوئی عمدہ سی ترکیب سوچ لیں گے۔"

"تب پھر سوچو۔" میں نے بے قراری سے کہا۔

"جلدبازی نہ کرو۔ یہ سوچ لو تم میرے ساتھ تعاون کرو گے۔"

"خلوص دل سے دانیا۔ تم میرے لیے اتنے اچھے انداز میں سوچ رہی ہو اور میں تمہارے ساتھ
اون نہیں کروں گا۔"

"تب پھر ہم کل ہراتا سے اس کی بات کریں گے۔ اس کی منہ مانگی قیمت قبول کرلیں گے اور اس
ے مال کے نمونے مانگیں گے۔ تم سوفیصدی اس کے وفادار کی حیثیت سے تعاون کرو گے اور نمونے حاصل
رتے وقت اس کے پاس رہو گے۔ اس طرح ہم اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگالیں گے۔ اور پھر ہراتا کی
ال کہ وہ ہم سے جیت جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے خوش ہو کر گردن ہلا دی اور دانیا مجھے چومنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں
لے آنکھیں بند کرلیں۔ میں سونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ اور محسوس کر رہا تھا کہ دانیا بے چین ہے۔ کافی دیر
ک وہ ساکت و جامد لیٹی رہی پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "برونو ڈارلنگ۔" وہ آہستہ سے بولی۔
انداز ایسا تھا جیسے وہ جگانا نہ چاہتی ہو بلکہ صرف یہ اندازہ لگا رہی ہو کہ میں سوگیا ہوں یا نہیں۔ چنانچہ
لکل بے خبر رہا۔ اور یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ میں گہری نیند سوگیا ہوں وہ آہستہ سے اٹھ گئی۔

اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
لی تھی اور پھر یہ ملحقہ غسل خانے میرے لیے دوبارہ کار آمد بن گئے۔ میں بے آواز اندر داخل ہو گیا۔
مرکی طرف ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی اور میں سانس روک کر دوسری طرف سے
نے والی آواز سننے لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ہاں دانیا بول رہی ہوں۔ ہاں معافی چاہتی ہوں۔ لیکن ایمرجنسی میں اجازت ہے۔ ہاں
رکٹ مسٹر ہوریشو۔ کیوں نہیں۔ تم ٹرائی کرو میں ذمے دار ہوں۔ ہاں یہ کیس اب مسٹر ہوریشو کا ہے۔

صورت حال بدل گئی ہے۔ اب ڈبل فراڈ کرنا اور ہوریشو کو اس سے لاعلم نہیں رکھا جاسکتا۔ ہاں اب دانیا یہ
لے کر ایمرجنسی کے لیے کہہ دیں۔ یہ بھی اس کا حکم ہے۔“
اور پھر وہ کئی منٹ تک خاموش رہی اور پھر ایک دم بول پڑی۔ ”دانیا بول رہی ہے۔ جناب ز
سوگیارہ۔ جی صورت حال ایسی ہی تھی کہ براہ راست آپ سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ ایک جاپانی نوجوان
اس کا نام ہراتا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ اس کے پاس کئی سو پونڈ مال ہے اور اس وقت ہمیں مال کی
ضرورت ہے ہمیں اندازہ ہے کہ گروہ اس وقت مالی بحران کا شکار ہے اور ہم مناسب ادائیگیاں کرنے
قابل نہیں ہیں۔ اس لیے میں یہ کوشش کر رہی تھی کہ مال ہاتھ لگ جائے۔ جاپانی تو گدھا ہے لیکن اس
ساتھ ایک اور نوجوان ہے وہ کام کا ثابت ہوا ہے۔ میں نے اسے پھانس لیا ہے اور وہ اس بات پر آمادہ
ہے کہ جاپانی سے مال ہتھیالے۔ کل ہم نمونے حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ دوسری طرف کی
سننے لگی اور پھر بولی ”جی ہاں۔ مال اتنا ہی اس کے پاس ہے۔ میں آپ سے مدد چاہتی ہوں۔ بہتر شکریہ“
اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں نے ایک طویل سانس لی اور واپس اپنی جگہ آگیا۔ دوسری صبح دانیا نے ہماری خوب خاطر دار
کی۔ وہ مصروف تھی۔ میں نے ہراتا کو پوری صورت حال سمجھادی اور ہراتا نے میری ہدایات پر عمل کر
کا وعدہ کرلیا۔

تب دانیا نے میرے سامنے ہی اس سے گفتگو کی ”پھر کیا خیال ہے مسٹر ہراتا' سودے کی بات
جائے۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“ ہراتا نے جواب دیا ”لیکن کیا سودے کی بات چیت آپ ہی کریں
مس دانیا؟“

”ہاں۔“

”تب میں ایک فہرست بناتا ہوں آپ اس کے مطابق سودا کریں۔“

”مناسب۔“ دانیا نے جواب دیا اور کاغذ قلم نکل آئے۔ ہراتا نے مال کی تفصیل نوٹ کرائی او
تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔

”کمال ہے مسٹر ہراتا' اتنا بڑا ذخیرہ آپ نے منتقل کیسے کیا؟“

”یہ میری کوشش تھی مس دانیا۔ آپ کو اس کے لیے نہیں الجھنا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے میں الجھ نہیں رہی بلکہ آپ کو داد دے رہی ہوں۔“

”میں نے یہ مال چھ ملکوں میں منتقل کیا ہے بس میری مرضی کے مطابق سودا نہیں ہوسکا اس
میں اسے لیے لیے پھر رہا ہوں۔“

”معمولی بات نہیں ہے۔ اتنی اعلیٰ کارکردگی آپ کی بے پناہ صلاحیت ظاہر کرتی ہے۔ بہرحال
آپ اپنی مطلوبہ رقومات لکھ دیں۔“ اور ہراتا مصروف ہوگیا۔ اس نے فہرست کے سامنے فی پونڈ کا
لکھ دیا۔ اس حساب سے یہ مال اسی لاکھ پونڈ کی مالیت رکھتا تھا۔

”اوہ مسٹر ہراتا۔ کیا یہ قیمت بہت زیادہ نہیں ہے؟“

”اگر میں اسے یہاں فروخت نہ کرسکا تو پھر دوسرے ملک لے جاؤں گا۔ اور وہاں اس کی قیمت

بڑھ جائے گی کیونکہ میں اسے گھاٹے سے فروخت نہیں کروں گا۔ آخر اسے منتقل کرنے میں اخراجات بھی تو
آئے ہیں۔“ ہراتا نے جواب دیا اور دانیا ہنس پڑی۔

”لیکن آپ کب تک اس پر اخراجات کرتے رہیں گے؟“

”اس وقت تک جب تک یہ ضائع نہ ہو جائے۔ یعنی پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائے یا پھر فروخت نہ
ہو جائے۔“ ہراتا نے جواب دیا۔

”یہ بات آپ کی ضدی فطرت پر دلالت کرتی ہے۔ بہرحال یہ قیمت بہت زیادہ ہے لیکن اس کے
باوجود میں اسے منظور کرانے کی کوشش کروں گی۔ آپ براہ کرم مجھے اس کے نمونے فراہم کردیں۔“

”بہتر۔ جواب کب مل جائے گا؟“

”نمونے حاصل ہونے کے چھ گھنٹے کے اندر اندر۔“

”کسی قسم کا دھوکہ یا فریب؟“

”اوہ نہیں۔ ہم کروڑوں کی خریداری کرتے ہیں۔ افسوس صرف یہ ہے کہ آپ ہوریشو کے گروہ
سے واقف نہیں۔“

”کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے صرف کاروباری بات کی تھی۔ بہرحال نمونے مہیا کرنے اور سودا
ہونے تک ہم یہاں رہ سکتے ہیں؟“

”سر آنکھوں پر۔ اگر سودا نہ بھی ہوسکے تب بھی مہمان بہرحال ایک حیثیت رکھتا ہے۔“ دانیا نے
مسکراتے ہوئے کہا اور ہراتا نے گردن ہلادی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

”مسٹر برونو! آپ میرے ساتھ چلیں۔“

”بلاشک چیف۔“ میں نے گردن ہلادی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے اور ایک
ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

”ایروز کے مجسمے کے گرد لاتعداد ہپی نظر آرہے تھے۔ سوہو سے گزرتے ہوئے گینس بیئر پہنچے
اور پھر سٹریتھم اور پھر یہاں سے کارن ہل اسٹریٹ پہنچ کر ٹیکسی سے اتر گئے۔

”کیا خیال ہے چیف' تعاقب تو نہیں کیا گیا۔“ ہراتا نے پوچھا۔

”اندازہ تو نہیں ہوسکا چیف۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہراتا ہنسنے لگا۔

”اب کیا پروگرام ہے؟“

”ہاں نمونے دینے ہیں لیکن ایک بات اور ذہن میں ہے۔“

”کیا؟“

”ممکن ہے سودے کی بات خود ہوریشو نہ کرے۔“

”ہوں۔ ممکن ہے۔“

”ایسی صورت میں؟“

”دیکھا جائے گا ہراتا۔ ہوا میں ہی تیر چلا رہے ہیں کہیں نہ کہیں جاکر لگے گا۔ ہوریشو چوہے کو بل
سے نکلنا ہی پڑے گا۔“

”مال حاصل کرنے ہم میں سے ایک آدمی جانا چاہیے ممکن ہے کوئی الجھن پیش آجائے اس طرح

دوسرا مدد کرسکے گا۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں ساؤتھ اینڈ پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

"اوکے۔" ہراتا نے جواب دیا۔ اور پھر وہاں سے ہم دونوں چل پڑے میرے ذہن میں بہت
خیالات چکرا رہے تھے۔ میں نیشنل گیلری سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ساؤتھ اینڈرن سی' سمندر
کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو لندن سے تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ لیور پول اسٹیشن سے الیکٹر
ٹرین ساؤتھ اینڈ چل پڑی۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے کئی قصبے پڑتے تھے لیکن ساؤتھ اینڈ کا انتخاب میں
لندن کے نقشے کے مطابق کیا تھا۔

یہ قصبہ میری توقع کے مطابق تھا۔ قدیم و جدید کا امتزاج تھا۔ یہاں ایک قدیم قلعہ تھا۔ جس
ایک بڑے حصے کو منہدم کرکے جدید عمارتیں تعمیر کردی گئی تھیں لیکن دوسرا حصہ بدستور تھا۔ اس کی
فصیلوں کے نیچے ٹکراتے ہوئے سمندر میں سیاہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ یہ خطرناک علاقہ تھا لیکن اس
کچھ پرے باقاعدہ تفریحی ساحل تھے جہاں گرم دنوں میں کافی رش رہتا تھا۔

دیر تک میں اس علاقے میں گھومتا رہا اور پھر ساؤتھ اینڈ اسٹیشن پہنچ گیا۔ ہراتا میری توقع سے پہلے
ہی آگیا تھا اور کسی قدر بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے دور ہی سے مجھے دیکھ لیا تھا اور تیزی
میری طرف بڑھ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت بڑا سا تھیلا نظر آرہا تھا۔ نزدیک پہنچ کر وہ مسکرایا۔

"بہت جلدی آگئے ہراتا؟"

"دس منٹ پہلے پہنچا ہوں۔"

"کوئی دقت تو نہیں ہوئی۔"

"دقت ہوتی تو اتنی جلدی کیسے پہنچ جاتا؟"

"ٹھیک ہے' آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور ہراتا تھیلا ہاتھ میں لٹکائے میرے ساتھ چل پڑا
تھوڑی دیر بعد میں اسے قلعے کے اسی حصے میں لے گیا اور فصیل کے قریب کا سمندر دکھاتے ہوئے بولا۔

"کیا خیال ہے ہراتا؟"

"کیسی جگہ ہے؟"

"رومانٹک' بے حد دلکش' ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے اسے
گھورتے ہوئے کہا۔

"تم اس نام سے واقف ہو؟"

"رومانٹک سے؟"

"کیوں نہیں چیف۔ حسِ لطیف و فطرت کی تکمیل ہوتی ہے۔"

"لیکن اسے میں حسِ کثیف کہہ سکتا ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

"تم اس بھیانک جگہ کو رومانٹک کہہ رہے ہو جسے دیکھ کر ہول آتا ہے۔"

"بات یہیں سے بگڑ جاتی ہے چیف۔ کائنات کی کوئی تخلیق بے مقصد نہیں ہوتی۔ ہر چیز جس
وجود رکھتی ہے اسی طرح افادیت اور دلکشی بھی بات صرف فطرت کی ہے۔ میں عورت پسند نہیں

کیونکہ کائنات میں عورت بزدلی کی علامت ہے اگر ہم کسی کو بزدل ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو اسے عورت کی
کسی ادا سے تشبیہ دیتے ہیں گویا عورت بزدلی کی ابتدا اور انتہا ہے۔ دورِ قدیم کا مرد بزدل نہیں تھا اسی لیے وہ
عورت پرست نہیں تھا اور اسے بالوں سے پکڑے پکڑے گھسیٹے پھرتا تھا۔ آج کا مرد عورت کو دو دیکھ کر
سیٹیاں بجاتا ہے' اس کے حصول کے لیے نہ جانے کیا کیا جتن کرتا پھرتا ہے اور عورت جس قدر اس کے
قریب آتی جاتی ہے اسے پھولوں سے پیار ہوتا جاتا ہے۔ اسے خوشبو بھلی لگتی ہے اس کے برعکس دوسرا مرد
خطرات پسند اور جری ہوتا ہے اور اسے ایسے ہر پھول ویرانے میں پسند آتے ہیں۔ میں فصیل کے نیچے ان
بھوکے بھیڑیوں کی مانند اوپر کو تکتی ہوئی چٹانوں کو دیکھ رہا ہوں جو شکار کو ہڑپ کرنے کے لیے منہ کھولے
کھڑی ہیں اور دورِ قدیم کا انسان.....

بس بس اے دورِ قدیم کے انسان۔ تم یہاں اپنی پسند کا خونی ڈرامہ کھیل سکتے ہو۔ مجھے بور مت
کرو۔" میں نے ہراتا کو خاموش کرادیا۔

"نہیں چیف۔ لندن میں ایک پسندیدہ جگہ نظر آئی ہے۔ میں اکثر یہاں آتا رہوں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے' اب واپس چلیں۔" میں نے کہا اور ہم واپس چل پڑے۔

☆ ☆ ☆

"بہت بہت شکریہ۔" دانیا نے نمونے سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر بولی۔ "آپ لوگ یہاں آرام
کریں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے آپ بات کریں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو آپ میرے ساتھ چلیں' مسٹر برونو۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

"چیف کی اجازت؟" میں نے ہراتا سے پوچھا۔

"چلے جاؤ۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے دانیا کی طرف دیکھ کر شانے ہلادیے۔

"پھر چلتے ہیں۔" دانیا نے کہا اور ہم دونوں اس عمارت سے نکل آئے۔ حالات بے حد سنسنی خیز
تھے جو کچھ ہو رہا تھا بظاہر بے حد ٹھوس حقیقت رکھتا تھا لیکن حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس کا نتیجہ
مرضی کے مطابق ہی نکلے گا۔ ------ دانیا کی کار سڑکیں طے کرتی رہی وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی
پھر اس نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ "مسٹر برونو۔"

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔

"بہت خاموش ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"تم اپنے ارادوں میں متزلزل تو نہیں ہو۔"

"کون سے ارادے ہیں؟"

"میرا ساتھ دو گے نا؟"

"کیا یہ سوال بار بار کرنے کی ضرورت ہے اس میں ہم دونوں کا مفاد ہے بلکہ میری تو خواہش ہے کہ
اس کام کے بعد تم مجھے بھی اپنے گروہ میں شامل کرلو۔"

"اوہ' کیوں تم گروہ میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہو۔"

"دراصل دانیا۔ میری زندگی بھی عجیب ہے۔ نہ جانے کیوں ہمیشہ سے ایک غیر مطمئن انسان رہا ہوں۔ زندگی کے کسی دور میں قرار نہیں رہا ہے بہت کچھ کیا ہے کسی چیز سے ایسا احساس نہیں ہوا۔ اس سے آگے سب کچھ بیکار ہے۔"

"یہ تو انسانی فطرت ہے۔"

"نہیں۔ میں نے پرسکون لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو زندگی کی کسی منزل پر آکر مطمئن ہو جاتے ہیں۔"

"نہیں مسٹر برونو۔ تم انہیں مطمئن انسان نہیں کہہ سکتے۔"

"پھر۔"

"تم انہیں تھکا ہوا شخص کہہ سکتے ہو جن میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی لیکن تمہاری یہ خواہش تمہاری تھکن کا اظہار تو نہیں کرتی۔"

"ہاں میں تھکا نہیں ہوں لیکن بے مقصد زندگی کو ختم کر دینا چاہتا ہوں کوئی ایسی راہ اپنانے کا خواہشمند ہوں جس پر چلتے ہوئے زندگی کے کسی مقصد کا احساس ہو۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"مدد کرو گی میری؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا شرط ہے؟"

"راہ پر جانے کے لیے کسی ساتھی کی تلاش نہیں کرو گے۔"

"ساتھی۔"

"میری مراد خود سے ہے۔ یہ نہیں چاہو گے کہ اس راہ پر میں ہمیشہ تمہاری ہمسفر رہوں۔ شخص کے سامنے زندگی کی منازل ہوتی ہیں۔ ممکن ہے میں تم سے پہلے کسی منزل کا تعین کر چکی ہوں۔ ا صورت میں تمہارے لیے یہ سب کچھ کرکے میں گھاٹے میں رہوں گی۔"

"وعدہ کرتا ہوں ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے دل ہی دل میں اسے گالی دی۔ الو کی پٹھی خود کو نہ جا کیا سمجھتی ہے۔

"تب میں تمہارے لیے کوشش کروں گی۔"

"لیکن ایک بات اور ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کیا تم لوگوں کو اجازت ہے کہ ------ اپنے طور پر ایسا کوئی کام کرکے گروہ سے سودے کر سکو۔"

"ہاں مسٹر ہوریشو کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے دل ہی دل سوچا۔ چالاک لڑکی ہے اور بے وقوف بنانے کے فن میں ماہر بشرطیکہ سامنے والا اتنا ہی بے وقوف بہرصورت میں فون پر اس کی گفتگو سن چکا تھا۔

تب ایک خوبصورت عمارت کے گیٹ کے سامنے اس نے کار روک دی اور ہارن بجا۔

نوی ہیکل شخص نے گیٹ کھول دیا اور وہ کار اندر لے گئی۔ پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اتر آئی اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر چلی گئی۔

ایک خوبصورت سے کمرے میں پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا اور مجھ سے بولی "بیٹھ جاؤ۔" میں ایک نشست پر بیٹھ گیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی قدر متوحش ہے اور خود بھی یہاں سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔

تب دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں ایک سفید فام تھا اور دوسرا؟ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دوسرا ایک سانولی رنگت اور بڑے بالوں والا آدمی تھا لیکن میری باریک بین نگاہیں اتنی کمزور نہ تھیں کہ میں ہوریشو کو اس میک اپ میں نہ پہچان سکتا۔ وہ ہوریشو ہی تھا جسامت اور خدوخال پر جو میک اپ کیا گیا تھا وہ انہیں چھپانے میں ناکام رہا تھا لیکن وہ اس طرح سامنے آجائے گا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں بہت محتاط ہو گیا۔

"مسٹر البرٹ۔" لڑکی نے سفید فام کی طرف اشارہ کیا اور مسٹر البرٹ یہ مسٹر برونو ہیں جن کے بارے میں میں بتا چکی ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر برونو۔" البرٹ نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا میں اس قسم کی اداکاری کرنے لگا جیسے ان لوگوں سے نروس ہوں۔ "ان سے ملیے۔ یہ میرے دوست اور ہمارے ساتھی مسٹر ڈینو ہیں اسپینش ہیں بے پناہ خوبیوں کے مالک۔" البرٹ نے کہا۔

ڈینو نے دانت نکال کر گردن جھکائی اور ہاتھ بڑھا دیا۔ اور اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ ہوریشو نے اپنے دانت چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے اس سے بھی مصافحہ کیا تھا۔

"ہاں مس دانیا نمونے مل گئے؟"

"جی۔"

"کہاں ہیں۔" البرٹ نے پوچھا اور دانیا نے نمونے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔ ڈینو نے بغور ان کا مطالعہ کیا تھا پھر اس نے گردن ہلائی۔

"ہاں اچھا ہے۔"

"تم نے مسٹر برونو کے بارے میں بھی کچھ کہا تھا دانیا۔" البرٹ نے کہا۔

"ہاں۔ اسی لیے انہیں لائی ہوں۔"

"کیا خیال ہے مسٹر برونو؟"

"مس دانیا کا خیال درست ہے جناب۔ مم میرا مطلب ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ ہمیں بے تکلف دوستوں کی مانند محسوس کریں۔ مسٹر برونو! آپ ہمارے ساتھ جو تعاون کر رہے ہیں اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔ ہم آپ سے یہ نہیں چاہتے کہ آپ ہمارے لیے بہت بڑی قربانی دیں۔ بس تھوڑی سی رعایت چاہیں گے تاکہ گروہ کو بھی فائدہ ہو۔"

"میں تیار ہوں۔"

"آپ کا اس جاپانی سے کیا تعلق ہے مسٹر برونو؟" اس بار ڈینو یا ہوریشو نے پوچھا۔

"بس دوران سفر مل گیا تھا۔ میں قلاش آدمی تھا۔ اس نے میری کفالت کی۔ سنکی سا آدمی ہے لیکن بے حد پر اسرار آدمی ہے میں آج تک اسے نہیں سمجھ سکا۔"

"اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس کے پاس اتنا مال کہاں سے آیا۔"

"نہیں جناب، لیکن اس کے پاس دولت کافی ہے جہاں سے چاہتا ہے رقم حاصل کر لیتا ہے۔ میرا خیال ہے اس کی دولت بہت سے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔"

"باقاعدہ کاروباری ہے؟" اسپنسر نے کہا۔ "کیا اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کرائے کے آدمیوں سے کام چلاتا ہے۔"

"اوہ۔ میں اس کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔ وہ چلتا پھرتا کاروباری ہے اور ایسے لوگ فائدے میں رہتے ہیں۔"

"میں نے مس دانیا سے ایک اور درخواست کی ہے جناب۔"

"کیا؟" اس بار البرٹ نے پوچھا۔

"مجھے بھی گروہ میں شامل کر لیا جائے۔"

"اوہ ۔۔۔۔۔ وہ کیوں؟"

"اس طرح مجھے گروہ کی پناہ حاصل ہو جائے گی کیونکہ ممکن ہے اس کے بعد وہ جاپانی میرا دشمن بن جائے۔"

"لیکن مسٹر برونو۔ گروہ میں داخل ہونے کے لیے آپ کو اپنی کارکردگی دکھانا ہوگی۔"

"میں تیار ہوں۔"

"کیا کر سکیں گے آپ؟"

"اس بارے میں مجھے آپ کی رہنمائی درکار ہوگی۔" میں نے جواب دیا اور اسپنسر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے مسٹر برونو۔ یہ بھی ہو جائے گا۔ آپ کو علم ہے کہ یہ گروہ کس کا ہے؟"

"جی ہاں!"

"کون ہے اس کا سربراہ؟"

"مسٹر ہوریشو۔"

"خوب! کس طرح سے جانتے ہو؟"

"مس دانیا نے کہا تھا۔"

"اس سے قبل اس کا نام سنا ہے؟"

"نہیں۔ دراصل میں اس لائن سے کبھی متعلق نہیں رہا ہوں لیکن میں کام کا آدمی ثابت ہوں گا۔ مجھے ایک موقع ضرور دلوا دیں۔"

"ہاں۔ میں پوری پوری کوشش کروں گا لیکن ہوریشو دوسری فطرت کا مالک ہے پہلے وہ تمہاری تربیت کرے گا۔ وہ صرف وفاداریاں چاہتا ہے۔"

"میں اس کے لیے گردن کٹوا سکتا ہوں۔"

"آزما لیا جائے گا۔ مسٹر البرٹ میرا خیال ہے آپ مسٹر برونو کو میرے حوالے کر دیں اگر یہ کام کے آدمی ثابت ہوئے تو میں ان کی زندگی بنا دوں گا۔"

"جیسا آپ پسند کریں مسٹر ڈینو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر دانیا۔ نمونے دیکھ لیے۔ آپ آرام کریں۔ میں مسٹر برونو سے کچھ بات کروں گا۔ آپ بھی آرام کریں مسٹر البرٹ۔"

"جو آپ کی خواہش۔" البرٹ نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے۔ ہوریشو میرے سامنے تھا میں اسے پہچان چکا تھا۔ پتہ نہیں وہ بھی مجھے پہچان گیا تھا یا نہیں بظاہر ایسے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔

وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "ہراتا کے پاس اتنا بڑا ذخیرہ کہاں سے آیا مسٹر برونو؟"

"اس سلسلے میں میرا ایک خیال ہے۔"

"کیا؟"

"میرے خیال میں وہ چھوٹے چھوٹے لوگوں سے مال خریدتا ہے اور اسے اچھے داموں بیچنے کی فکر میں ہے زیادہ ریٹ ہونے کی وجہ سے اس کا مال ابھی تک فروخت نہیں ہوا ہے۔"

"میں ابھی تک نہیں جان سکا۔ دراصل اس انداز میں کبھی نہیں سوچا۔"

"لیکن اب تمہاری ذمے داریاں دوسری ہیں۔"

"جی۔"

"ہوریشو کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جبکہ دوسرے لوگ اس سے اس قدر واقف نہیں ہیں۔ ان دنوں وہ کسی قدر مالی بحران کا شکار ہے اگر تم اس وقت اس کی مدد کرو گے تو میرا خیال ہے وہ تمہیں اپنے گروہ میں ایک خاص مقام دے سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ لوگ اپنے طور پر مال حاصل کر کے دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں تمہیں اس میں ایک بڑا حصہ مل سکتا ہے لیکن۔ اگر تم صرف اس رقم کو لے کر باقی زندگی کا انحصار کرو تو دوسری بات ہے اور اگر گروہ میں کوئی مقام چاہتے ہو تو ہوریشو کی مدد کرو۔ وہ اس قسم کا آدمی ہے کہ بہتر پوزیشن میں آنے کے بعد تمہیں سونے میں تول دے گا۔"

"اوہ۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔

"فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"مجھے فوری طور پر گروہ میں شامل کر لیا جائے گا؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے وہ تمہاری اس بات سے ضرور متاثر ہوگا۔"

"لیکن پھر یہ لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے۔"

"کون لوگ؟"

"میری مراد دانیا وغیرہ سے ہے۔"

"ان کی کیا حیثیت ہے۔ تم جانتے ہو۔ کیا ان میں سے کوئی ہوریشو کے سامنے بولنے کی جرأت
کر سکتا ہے؟"
"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"
"پھر کیا سوچا؟"
"ایک سوال اور ہے مسٹر ڈینو۔ براہ کرم اس کی تسلی اور کر دیں۔"
"ضرور، پوچھو۔"
"اس دوران میری کفالت کیسے ہوگی میرا مطلب ہے میرے اخراجات"
"اس برے وقت میں بھی وہ تمہیں شہزادوں کی سی زندگی دے سکتا ہے۔ کیا سمجھتے ہو اسے۔"
"گویا گروہ میں شامل ہونے کے بعد میرے اخراجات گروہ کے ذمہ ہوں گے؟"
"پوری طرح۔"
"تب تیار ہوں۔ بہر حال میں ایک دیرپا سہارا چاہتا ہوں۔"
"میرا وعدہ۔ میں تمہیں گروہ میں ایک اعلیٰ مقام دلواؤں گا۔" ڈینو نے کہا۔
"مجھے بتاؤ ڈینو۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔"
"تم براہ راست مجھ سے رابطہ رکھو گے۔" میں دانیا کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ ایک بڑی رقم
ایڈوانس کے طور پر دے دے اور سودا کر لے۔ اس طرح اس کے ذہن سے شکوک و شبہات ختم ہو
جائیں گے اور وہ تمہیں ضرور اپنا ساتھی بنا لے گا۔ تم اس طرح مال کے ٹھکانے سے واقف ہو جاؤ گے۔ اور
اور تم چل کر وہ ذخیرہ حاصل کریں گے۔"
"ویری گڈ۔ یہ تو کوئی خاص کام نہیں ہوگا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔
"ابھی صرف یہی کرنا ہے۔"
"میں خلوص دل سے تیار ہوں مسٹر ڈینو۔" میں نے کہا اور ڈینو نے میری طرف مصافحے
ہاتھ بڑھایا میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"بس اب تم جا سکتے ہو۔" جتنی جلدی ہو یہ کام کر لو۔"
"بہتر۔"
"تم مجھے اطلاع کس طرح دو گے؟"
"جس طرح تم کہو۔"
"فون پر۔"
"ٹھیک ہے نمبر دے دو۔" میں نے کہا۔ اور ڈینو نے فون نمبر بتا دیا جسے میں نے ذہن نشین
اور پھر وہ میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس دوران میں اس کا اچھی طرح جائزہ لیتا رہا تھا اور اس بات کا
یقین ہو گیا تھا کہ وہی ہوریشو ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھیوں کو بھی اس کی اہمیت معلوم نہ ہو۔
ڈینو میرے ساتھ باہر آیا تھا۔ البرٹ اور دانیا ایک کمرے میں موجود تھے ہمیں دیکھ کر وہ
کھڑے ہو گئے۔
"مس دانیا۔ میں نے مسٹر برونو سے بات کر لی ہے۔ بلاشبہ یہ قابل بھروسہ اور کام کے آ

نے انہیں ہدایت دے دی ہے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔"
"مبارک مسٹر برونو۔" دانیا مسکرائی۔
"طے یہ کیا گیا ہے کہ مسٹر برونو اب آپ کے ساتھ واپس جائیں گے اور مسٹر ہراتا سے سودا کر کے
ان ایڈوانس رقم دے دی جائے۔"
"مناسب مسٹر ڈینو۔"
"مسٹر البرٹ۔ آپ ایک بڑی رقم دانیا کو دیدیں جسے بطور ایڈوانس ہراتا کو ادا کیا جائے گا۔"
"مناسب جناب۔" البرٹ نے جواب دیا۔
"اور اب مجھے اجازت دیں۔" اس نے کہا۔ اور باہر نکل آیا۔
"آپ تشریف رکھیں مسٹر برونو۔ میں ابھی رقم لے کر آتا ہوں۔" البرٹ نے کہا اور باہر نکل گیا۔
مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی تھی۔
"کیسی گفتگو ہوئی مسٹر ڈینو؟"
"بس گروہ میں شمولیت کے بارے میں بات چیت ہوئی تھی۔"
"امید افزا صورت حال ہے؟"
"ہاں۔"
"چلو ٹھیک ہے۔ اس گروہ میں تم بہت خوش رہو گے۔ مسٹر ہوریشو اپنے لوگوں کا کافی خیال رکھتے
ہیں بس انہیں مطمئن کرنا تمہارا کام ہوگا۔"
"مسٹر ڈینو تم لوگوں میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں؟"
"ہاں۔ وہ ہوریشو کے دست راست ہیں۔"
"اوہ۔ تب پھر کام بن گیا۔"
"کیا مسٹر ڈینو تم سے پوری طرح مطمئن ہیں؟"
"ابھی نہیں۔ صرف باتوں سے ہی تو کام نہیں چلتا۔ کچھ کر کے دکھاؤں گا تب میری حیثیت معلوم
ہو سکے گی۔"
"کیا کرو گے؟"
"آنے والا وقت بتائے گا۔"
"لڑائی بھڑائی میں کیسے ہو؟"
"بس بزدل نہیں ہوں گو کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ لیکن کوئی مسئلہ آجائے تو پیچھے ہٹنے والوں میں سے
نہیں ہوں۔"
"دلیر آدمی کی مسٹر ہوریشو بے حد قدر کرتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ تم گروہ کے معیار پر پورے
اترو۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ حالانکہ تم کسی اور کام سے آئے تھے۔ لیکن تمہاری تقدیر اچھی معلوم ہوتی ہے۔"
دانیا خاموش ہو گئی اور میں مسکرانے لگا۔
تھوڑی دیر کے بعد البرٹ سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس لیے اندر آ گیا اس نے بریف کیس کھول کر
اسے سامنے کر دیا۔ اندر نوٹوں کی گڈیاں چنی ہوئی تھیں۔ "یہ رقم ہم ایڈوانس کے طور پر دے رہے

ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ رقم دیکھ کر میں نے اپنے چہرے پر
تاثرات پیدا کر لیے تھے جیسے اتنی بڑی رقم دیکھ کر سخت مرعوب ہو گیا ہوں۔

"تو پھر اب اجازت مسٹر البرٹ۔" دانیا نے بریف کیس بند کرتے ـــــــ ہوئے پوچھا۔

"ہاں آپ جائیں۔"

"یہ نمونے واپس لے جاؤں گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" البرٹ نے جواب دیا۔ اور پھر میں اور دانیا کمرے سے نکل آئے۔
دیر کے بعد ہم کار میں واپس جا رہے تھے۔

"یہ رقم بھی تو بہت بڑی ہے مس دانیا۔"

"سب کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے برونو۔"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر ہوریشو تو اس بڑے مال کے عوض اس رقم کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ لیکن ہم اسے
تک کیوں جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن کریں کیا؟"

"یہ سوچنا تو تمہارا کام ہے۔ بہرحال ابھی اس کے چکر میں پڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ پہلے اصل
اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔
دیر کے بعد ہم ہراتا کے سامنے تھے۔ ہراتا حسب معمول تھا۔ دانیا مسکراتی ہوئی اس کے سامنے پہنچ گئی۔
اس نے کہا۔

"میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں۔ مسٹر ہراتا۔ سودا منظور ہو گیا ہے۔ ہمیں آپ
قبول ہیں۔ مال بھی پسند آگیا ہے۔ بس اس سلسلے میں آخری گفتگو کر لیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے کیا اعتراض ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"تب پھر یہ ایڈوانس۔" دانیا نے بریف کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ ہراتا نے بریف کیس
دیکھا اور پھر اسے بند کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔ رقم کی ادائیگی کس انداز میں ہوگی؟"

"جس طرح آپ پسند کریں۔"

"امریکن ڈالر مل جائیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ ہم تیار ہیں۔" دانیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر ادائیگی ڈالر میں ہونی چاہیے۔"

"مال کی ڈلیوری کب ملے گی؟"

"بس جلد سے جلد۔ آپ ڈالر بینک میں جمع کر کے بک مجھے دے دیں۔ میں اسی وقت
دوں گا۔"

"آپ صرف ہمیں ٹھکانہ بتا دیں گے۔ مال ہم خود اٹھوا لیں گے۔"

"جس طرح آپ مناسب سمجھیں۔"

"بہرحال اب اجازت دیں۔ مجھے خوشی ہے کہ خوشگوار ماحول میں سودا ہو گیا۔ آئندہ بھی امید ہے
آپ مسٹر ہوریشو سے تجارت جاری رکھیں گے۔"

"یقیناً! ایک بڑی کھیپ اور پہنچنے والی ہے۔ میں اس کا سودا بھی آپ ہی سے کروں گا۔" ہراتا نے
جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ 'اجازت۔" دانیا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا
تھا۔

"اب تمہارا کام شروع ہو گیا ہے۔ برونو۔ نہایت احتیاط سے کہیں کھیل نہ بگڑ جائے۔" وہ سرگوشی
کے انداز میں بولی۔

"فکر مت کرو۔ ڈارلنگ۔ اب میں ہوریشو کے گروہ کا ایک فرد ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"اب تو کام ہونے کے بعد ہی تم سے تفصیلی ملاقات ہوگی۔"

"میں انتظار کروں گا۔" میں نے عاشقانہ انداز میں کہا اور دانیا مجھ سے ہاتھ ملا کر چلی گئی۔ پھر میں
کمرے میں داخل ہوا لیکن میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی تھی۔ ہراتا نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے
لیکن پھر ایک دم خاموش ہو گیا۔ وہ متجسبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے پھرتی سے ایک کاغذ اور پنسل کا بندوبست کیا۔ اور پھر تیزی سے اس پر لکھنے لگا۔

"مجھے ٹرانسمیٹر کا شبہ ہے ہراتا۔ اس لیے میں جو گفتگو تیار کروں اسی کے مطابق بات کرنا اپنی طرف
سے کچھ نہ کہو بس یہ جملہ کہو گے کہ کیا مس دانیا چلی گئیں۔" ہراتا نے گردن ہلا دی تھی۔

پھر میں نے قدموں کی آواز پیدا کی اور اس کے ساتھ ہی ہراتا کی آواز گونجی۔ "اوہ مس دانیا کو
رخصت کر آئے مسٹر برونو۔"

"ہاں چیف۔ ایک منٹ کی اجازت دیں' میں ذرا باتھ روم ہو آؤں' اس کے بعد گفتگو کریں گے۔"

"اوکے اوکے۔" ہراتا نے کہا اور میں باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر میں
نے پانی کا نل کھول دیا۔ اور پھر واپس آکر ایک کاغذ پر ہراتا سے گفتگو کا چارٹ تیار کرنے لگا۔ فوری طور پر میں
ٹرانسمیٹر کی تلاش بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہوریشو جیسے چالاک شخص پر قابو پانا کھیل نہیں تھا۔

چند ساعت میں چارٹ بناتا رہا اور اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ہراتا کا کاغذ اس کے ہاتھ میں پکڑا
دیا ہراتا نے اسے غور سے پڑھ کر گردن ہلائی تھی۔ پھر میں نے دوبارہ قدموں کی چاپ پیدا کی۔ نل بند کیا اور
ہراتا کے سامنے پہنچ گیا۔"

"میرا خیال ہے کافی منگواؤ برونو۔"

"اوکے چیف۔" میں نے کہا اور ویٹر کو بلوا کر کافی طلب کر لی۔ تب میں نے ہراتا سے کہا۔ "سودا
آپ کی مرضی کے مطابق ہوا ہے مسٹر ہراتا۔"

"ہاں' میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے پاس گولڈ ہے جسے میں منہ مانگی قیمت میں فروخت کروں

گا۔"

"لوگ بھی کھرے ہیں۔"

"اس لائن میں عموماً کھرے لوگ ہوتے ہیں۔"

"ڈلیوری کب دیں گے؟"

"بس زیادہ سے زیادہ کل تک تاکہ اس کے بعد سکون سے سیر و تفریح کریں۔ بہرحال میرے اوپر ایک بوجھ ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"مجھے حیرت ہے مسٹر ہراتا آپ اتنے بڑے ذخیرے کو کس طرح گردش دیتے رہے ہیں۔"

"میرا اپنا ایک طریق کار ہے۔ میں کبھی دوسرے لوگوں کو خود پر مسلط نہیں رکھتا۔ بس جہاں ضرورت پڑی کرائے کے آدمی حاصل کر لیے۔"

"عمدہ طریقہ ہے۔ لیکن مال بھی موجود ہے؟"

"ظاہر ہے ورنہ میں نمونے کہاں سے دیتا۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے چلیں گے۔ میں تمہیں ذخیرے دکھا دیتا ہوں لیکن ہوشیاری سے۔"

"کیا مطلب؟"

"اوہ۔ بے شک ہمارا واسطہ اچھے لوگوں سے ہے لیکن ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ ممکن ہے ہمارا تعاقب کیا جائے۔"

"اوہ میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تاہم آپ مناسب سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہراتا خاموش ہوگیا۔ اس نے مسکرا کر گردن ہلائی تھی۔ پھر وہ بولا۔ "یہ رقم گن لی جائے۔"

"ضرور لیکن کافی کا انتظار کر لیں۔" میں نے کہا اور پھر اس وقت تک خاموشی رہی جب تک ویٹر کافی نہ لے آیا اور پھر ہم کافی کے گھونٹ لیتے رہے پھر میں نے بریف کیس کھول دیا۔ یہ صرف احتیاط تھی لیکن بعض اوقات چھوٹی سی ذہانت بڑی کار آمد ہوتی ہے۔ بریف کیس کے ہینڈل میں سوراخ تھے۔ اور اندر ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

ہراتا کی آنکھوں میں تحسین کے آثار تھے۔ پھر ہم نے کافی ختم کر لی اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ بریف کیس احتیاط سے چھپا دیا گیا تھا۔

"باہر نکلتے ہی ہراتا بے قابو ہوگیا۔ "سمجھ میں نہیں آتا مسٹر نواز۔ آپ کے دماغ میں کیا چیز رکھی ہے۔"

"کیوں؟" میں ہنس کر بولا۔

"کیا ٹرانسمیٹر آپ کے سامنے رکھا گیا تھا؟"

"اگر میرے سامنے رکھتے تو انہیں فائدہ کیا ہوتا؟"

"پھر آپ کا ذہن اس طرف کیسے گیا؟"

"مقابلہ ہوریشو سے ہے۔"

"اب تو یہ نام مجھے مضحکہ خیز محسوس ہوتا ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ کے مقابلے میں اس کی چال ناکام ہے۔ اس لحاظ سے وہ آپ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

"وہ حالات کا شکار ہوگیا ہے ہراتا۔ ورنہ معمولی چیز نہیں ہے۔"

"آپ کو اس کا پتہ چل گیا؟"

"نہ صرف پتہ چل گیا ہراتا بلکہ میری اس سے ملاقات بھی ہو چکی ہے میں نے تمہیں بتایا کہ وہ حالات کا شکار ہے ورنہ ہوریشو اتنے معمولی انداز میں کام نہیں کرتا۔ قدم قدم پر سامنے نہیں آتا۔"

"اوہو تو کیا آپ کی اس سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ اپنی اصل شکل میں تھا؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اصل شکل میں تو نہیں تھا لیکن میں نے اسے پہچان لیا۔"

"اور اس نے؟"

"وہ مجھے نہیں پہچان سکا ہراتا۔"

"ظاہر ہے پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔"

"نہیں نہیں۔ غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ دراصل اس کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی کہ راجہ نواز اصغر کسی ایسی شکل میں اس کے پاس پہنچ سکتا ہے' بہرصورت اس نے خود ہی مجھ سے ملاقات کی اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے آدمی اسے اس میک اپ میں پہچان سکتے ہیں۔ ہاں میں نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"بہت خوب چیف اور اس کے داؤ پیچ سے بھی پوری طرح ہوشیار رہے ہو؟"

"ہاں ہراتا۔ یہ ضروری تھا۔"

"میں تو متعجب تھا چیف۔ آخر بریف کیس تک تمہارا ذہن کیسے پہنچ گیا؟" ہراتا مسکراتا ہوا بولا۔

"بس ہراتا چند ایسی ہی باتیں ہیں۔ اور پھر میں اس کی طرف سے چوکنا بھی تو رہنا چاہتا ہوں۔ وہ بہرصورت اتنا احمق نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایک پیش کش کی اور اپنے گروہ میں شامل کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ اس کے بعد وہ جاننا چاہتا ہوگا کہ میری ذہنی حالت کیا ہے اور میں اس کے لیے کیا نیت رکھتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس ہراتا اس کھیل کو جلد از جلد ختم کر دینا ہے۔"

"او کے چیف۔ لیکن تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟"

"ہاں ہراتا۔ ہوریشو کے اس طرح سامنے آنے کے بعد میری خواہش تو یہی تھی کہ ہوریشو کو خود ختم کروں' لیکن تم۔"

"نہیں چیف' بس ایک ہی چیز مانگی ہے تم سے۔ سووہ دے دو اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ کچھ نہیں مانگوں گا۔" ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

کافی دیر تک ہم لوگ ادھر ادھر گھومتے رہے۔ ہم پورے طور سے اس بات کا خیال رکھ رہے تھے کہ کہیں ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ لیکن ہوریشو نے یہ چھوٹی حرکت نہیں کی تھی' غالباً وہ کمرے میں

ہونے والی گفتگو سے مطمئن ہو گیا ہو گا۔

بہت دیر تک ہم گھومتے رہے، مختلف جگہوں پر ہم چکر لگاتے رہے۔ اس دوران ہم نے نہایت باریک بینی سے اس بات جائزہ لیا کہ ہوریشو کا کوئی آدمی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ ممکن ہے بہت محتاط انداز میں اس بات کا انتظام کیا گیا ہو۔ لیکن ہماری پہنچ کسی ایسی بات تک نہیں ہو سکتی تھی جس پر ہم شبہ کرتے۔ تب میں نے ہراتا کو اپنا فائنل پروگرام بتا دیا۔

"کیا آج ہی رات؟" ہراتا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تو بعد میں کریں گے ہراتا۔"

"یعنی اسے ٹیلی فون کرنے کے بعد۔"

"ہاں۔ اس کے بعد میں تمہیں پروگرام بتا دوں گا۔"

"لیکن ایسا نہ ہو چیف کہ تمہارے ٹیلی فون کرنے کے بعد وہ میرے اوپر نگاہ رکھنے کی کوشش کرے۔"

"یہ ذمہ داری تمہاری ہوگی ہراتا کیونکہ جب میں تمہیں ٹیلی فون کروں گا تو مجھے صورت حال کا پتہ چل ہی جائے گا' اس کے بعد تم انہیں ڈاج دینے کے لیے کوئی خوبصورت پروگرام ترتیب دو گے۔"

"ہوں۔ تو پھر ہوٹل واپس چلو۔" ہراتا نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس میں ذرا اپنے پروگرام پر نگاہ ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے چلو۔" میں نے ہراتا سے کہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ہراتا نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ عقب میں کھڑکی موجود تھی۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بس ٹھیک ہے چیف میرا کام مکمل ہے۔ مجھے اپنے کام میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن نہایت ہوشیاری سے' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم وقت پر نہ پہنچ سکو۔"

"بالکل بے فکر رہو چیف۔ اب ہراتا اتنا احمق بھی نہیں ہے۔" ہراتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بات تو میں جانتا ہوں۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور پھر میں ہراتا کو آخری ہدایات دینے کے بعد کمرے سے نکل آیا۔ اب مجھے اپنا کام شروع کر دینا تھا۔ چنانچہ میں نے ہوریشو کے دیئے ہوئے ٹیلی فون نمبر رنگ کیے۔ اور ہوریشو سے تھوڑی دیر میں رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر ڈیو سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"صرف ایک منٹ جناب۔ ابھی بلاتی ہوں۔" لڑکی کی آواز سنائی دی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو ٹیلی فون پر تھا۔

"ڈیو اسپیکنگ" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"برونو بات کر رہا ہے۔"

"اوہ مسٹر برونو خیریت تو ہے۔"

"ہاں مسٹر ڈیو۔ میرا کام مکمل ہو چکا ہے۔"

"بہت خوب۔ بہت خوب۔ مجھے تم سے یہ امید تھی برونو۔ اور یہ اندازہ میں پہلے لگا چکا تھا۔ تو پھر کیا پروگرام ہے؟"

"جس طرح آپ کہیں چیف۔" میں نے مودبانہ لہجہ میں کہا۔

"اوہ۔ تم نے مجھے چیف کہنا بھی شروع کر دیا۔"

"ہاں ظاہر ہے میں آپ کا خادم ہوں۔"

"خادم تم ہوریشو کے ہو۔ میرے نہیں۔ بہرحال تم ایسا کرو کہ ٹرافلگر اسکوائر پہنچ جاؤ۔ یہاں ...اسٹور کے نام سے ایک اسٹور موجود ہے اس کے اندر آجاؤ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے اثبات ...جواب دیا اور کچھ دیر کے بعد میں ٹرافلگر اسکوائر کی جانب چل پڑا۔

...رن اسٹورز ایک بہت ہی خوبصورت شوروم تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ کاؤنٹر گرل اس انداز میں ...جانب آئی تھی جیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کیا خریدوں گا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر ..."

"برونو؟" اس نے فوراً سوال کیا۔

"جی۔"

"آیئے۔" کاؤنٹر گرل نے کہا۔ اور وہ دل کش چال چلتی ہوئی شوروم کے اندرونی حصے میں داخل ... جہاں مینیجر کا کمرہ تھا۔

شیشے کے دروازے کے دوسری جانب ڈیو یا ہوریشو نظر آ رہا تھا۔ ایک طویل و عریض میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے ایک مصنوعی مسکراہٹ سے میرا استقبال کیا اور بھاری لہجے میں بولا۔ "ان لوگوں سے مجھے انسیت رہی ہے جو اپنے کام میں بہت پھرتیلے ہوتے ہیں۔"

"میں نے صرف ابتدائی طور پر اپنی کارکردگی دکھانے کی کوشش نہیں کی ہے جناب' بلکہ عملی زندگی ... اسی بات کا قائل ہوں کہ جو کام سپرد کیا جائے پہلے اسے انجام دے دو' اور اس کے بعد سکون سے بیٹھو۔"

"ایسے لوگوں کو میں کامیاب لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔"

"شکریہ۔"

"بہرحال اب کام کی بات کرو۔"

"اسے میرے اوپر پورا اعتماد ہے۔"

"خوب۔"

"اور وہ سودا ہو جانے سے خوش ہے۔"

"ہونا بھی چاہیے۔ ایڈوانس کے بارے میں اس نے کچھ کہا۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"کہیں گئے تھے تم لوگ؟"

"ہاں۔ وہ مال چیک کرنے گیا تھا۔"

"اور تم اس کے ساتھ تھے؟"

"جی۔"

"گویا تم نے وہ جگہ دیکھ لی جہاں مال پوشیدہ ہے؟"

"جی ہاں۔ یہی میرا اصل مقصد تھا۔"

"ویری گڈ برونو۔ تم نے واقعی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے' ہمارا کل کا معاہدہ ہے نا
ڈیلوری لینے کا؟"

"جی ہاں۔"

"تب تمہیں یہی کرنا چاہیے تھا۔ یعنی آج مال کے ٹھکانے کا پتہ لگا لینا چاہیے تھا۔ کہاں
پوشیدہ خزانہ؟"

"ساؤتھ اینڈ کی پہاڑیوں میں۔"

"ساؤتھ اینڈ۔" ہوریشو کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے
بہرحال چالاک آدمی ہے۔ ساؤتھ اینڈ کا استعمال ذہین لوگ ہی کرتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ وہاں بے شمار غار ہیں۔"

"اوہ۔ مال تو کہیں بھی چھپایا جاسکتا ہے لیکن اسے یہاں تک لانے کے سلسلے میں اس نے[?]
سے کام لیا ہے۔"

"جی۔"

"تب مسٹر برونو۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"جو حکم آپ دیں گے جناب۔"

"تم اس سے کیا کہہ کر نکلے ہو؟"

"عیاشی۔" میں نے آنکھ دبا کر کہا۔

"اسے کوئی اعتراض تو نہیں ہوتا؟"

"نہیں۔ میں بہرحال اس کا ملازم نہیں ہوں۔"

"تب میری جان۔ ابھی چند منٹ کے بعد تمہیں ایک خوبصورت لڑکی انعام میں ملے گی اور
قول کو حقیقت کا رنگ دے دوگے۔"

"میں نہیں سمجھا جناب۔" میں نے کسی قدر تعجب سے پوچھا۔

"لڑکیوں کو سمجھنے کے لیے ذہن پر زور دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔" ہوریشو نے م
ہوئے کہا۔ نہ جانے اس پراسرار آدمی کے ذہن میں کیا تھا۔ بہرحال اس نے میز پر لگی ہوئی گھنٹی بجائی
شیشے کے دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔

جو لڑکی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی وہ سیلز گرل کے لباس میں ہی تھی۔ لیکن ایک
ہوریشو سے دشمنی ختم کرنے کو جی چاہتا تھا۔

"کینی۔ یہ مسٹر برونو ہیں۔"

"ہیلو۔" وہ مسکرائی۔

"تم انہیں لے کر سارٹینو پہنچ جاؤ۔ سارٹینو کے بارے میں تمہیں بتانے کی ضر

نہیں ہے نا؟"

"ساؤتھ اینڈ سی؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"بس دونوں عیش کرو۔ ایک رومانی جوڑے کی مانند۔ تو مسٹر برونو فی الوقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ میرا نمائندہ وہیں تم سے ملاقات کرے گا۔ محسوس مت کرنا۔ میں تمہارے جاپانی دوست کی طرف سے محتاط رہنا چاہتا ہوں۔"

"آپ فکر نہ کریں جناب۔"

"نہیں میرے دوست جس نے فکر نہیں کی اس نے کچھ نہیں کیا بس تم جاؤ۔"

"آؤ ڈارلنگ۔" کینی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ آیا۔ لیکن ذہن میں الجھن ضرور پیدا ہوگئی تھی۔

کینی مجھے لیے ہوئے اسٹورز کے ڈریسنگ روم میں آگئی اور پھر ایک خوبصورت سے کیبن میں پہنچ کر اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"برونو ڈیئر۔ میں لباس تبدیل کرلوں۔"

"ضرور۔" میں نے بھی ایک اوباش مرد کے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اگر میں اس سے ذرا بھی شرافت کا اظہار کرتا تو وہ چونک جاتی کیونکہ یورپین مردوں کے لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ بہرحال خود کو قابو میں رکھنا پڑا تھا۔

کینی نے بلاتکلف پہلے پورا لباس اتار دیا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی جھجک نہیں تھی۔ لباس اتار کر اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی اور مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگی۔

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں پورے ماحول کو بھول جاؤں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"چاہتی تو یہی ہوں۔ لیکن مسٹر ڈینو کی ہدایت۔ موت سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہی مجبوری ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ آپ لباس پہن لیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور وہ لباس پہننے لگی۔

"تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت لباس میں تھی۔ بال وغیرہ درست کرکے اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"چلیں؟"

"چلنے کی تاب کہاں ہے کینی۔" میں نے کہا اور وہ دلاویز انداز میں مسکرانے لگی۔ تب ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اس کی چھوٹی سی آسٹن اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔

کار تیز رفتاری سے سڑکیں طے کرتی رہی اور ہم لندن کے پررونق علاقے پیچھے چھوڑتے رہے۔ وہ کبھی کبھی مسکرا کر میری طرف دیکھ لیتی تھی۔

"کبھی کبھی تو مسٹر ڈینو کی مہربانیاں بے حد دلکش ہو جاتی ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اب اسی وقت کی بات لے لو۔ انہوں نے ایک خوبصورت کام میرے سپرد کیا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوبصورت کام۔" میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بننے کی کوشش مت کرو۔ تم مجھے کافی پسند آئے ہو۔" لڑکی نے جس کا نام کینی تھا، مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ---- کچھ یہی کیفیت میری ہے۔ لیکن ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے کہا۔

"مقصد یہ کہ مسٹر ڈیبو نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اس کے سلسلے میں نجانے مجھے کب مصروف ہو جانا پڑے۔"

"پھر بھی تعارف تو ہو ہی گیا۔ آج نہ سہی کل سہی۔ دوبارہ سہی۔ ملاقاتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اور ایک بات تو میں بھی سوچ سکتی ہوں۔ اور تم بھی سمجھ سکتے ہو۔" کینی نے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ یہ کہ ظاہر ہے مسٹر ڈیبو نے جس اعتماد سے تمہیں میرے ساتھ کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھیوں میں سے ہو۔"

"اوہ ہاں۔ یہ بات دل خوش کن ہے۔ لیکن تم کینی مسٹر ڈیبو کو کب سے جانتی ہو؟"

"بس اب سوالات مناسب نہیں ہیں۔ ہمیں صرف پیار محبت کی گفتگو کرنا چاہیے۔" اس نے مخملی لہجے میں کہا۔ اور میں نے بھی گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد ہم سارٹینو پہنچ گئے۔ ایک خوبصورت سارومانی ہوٹل تھا جہاں بے شمار جوڑے نظر آرہے تھے۔ اس سے قبل جب میں ہراتا کے ساتھ یہاں آیا تھا تو اس ہوٹل پر نگاہ نہیں پڑی تھیں یہ ذرا ساہٹ کر تھا۔ یعنی ان کھنڈرات اور پہاڑیوں سے تھوڑا ساہٹ کر جو میں نے ہراتا کے ساتھ دیکھی تھیں اور جہاں ہراتا نے اپنا آخری پروگرام ترتیب دیا تھا۔

ہم لوگ سارٹینو جاکر بیٹھ گئے اور کینی مسکراتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت خاموشی رہی پھر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا کھاؤ گے کیا پیو گے؟"

"بس جو تم مناسب سمجھو۔" اور اس نے ویٹر کو اشارہ کر کے تلی ہوئی مچھلیاں اور کچھ اور تلی ہوئی چیزیں منگالیں۔ اس کے ساتھ ہی کافی کے مگ بھی تھے۔ بہت ہی لذیذ چیزیں تھیں۔ ہم دونوں انہیں کھاتے رہے اس دوران ہم نے بہت ساری باتیں بھی کیں جن کا تعلق کسی بھی طور کاروباری مسائل سے نہیں تھا۔ بس آپس کی دلچسپیوں کی گفتگو تھی۔ میں نے اس کا پتہ دریافت کیا۔ اور اس نے اپنا پتہ دوہرا دیا۔ جسے میں نے ذہن نشین کرلیا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں فرصت ملتے ہی تم سے اس پتے پر ملاقات کروں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ بھی کوئی اجازت لینے کی بات ہے۔ میں تمہیں ہمیشہ خوش آمدید کہوں گی۔" کینی نے مسکرا کر کہا۔

لیکن میں یہ جانتا تھا کہ اس کے بعد اس حسین لڑکی سے ملنے کا موقع نہیں ملے گا۔ بہرصورت ایک خوبصورت لڑکی اتنے نزدیک آکر دور چلی جائے' اس کا افسوس ہونا تو ضروری ہی تھا۔ لیکن کیا کیا جاسکتا تھا۔ اس سے گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ تب دفعتاً" ہم نے ڈیبو کو دیکھا۔ کینی نے بھی مجھے اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔

وہ چوڑے شانوں والا شخص ہماری جانب آرہا تھا۔ تب اس نے جھک کر ہم سے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں چند ساعت کے لیے آپ کی کمپنی حاصل کرلوں۔"

"ضرور تشریف رکھئے جناب۔" کینی نے مودبانہ لہجے میں کہا اور ڈیبو تیز نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

"کیا تفریحی مقامات پر بھی ان تکلفات کی ضرورت ہے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔

"سوری جناب۔" کینی سنبھل گئی۔

"تھوڑی دیر تک تم یہاں بیٹھو اور پھر ہم سے تعارف کر کے اٹھ جاؤ۔" ڈیبو نے بھاری لہجے میں کہا اور کینی کے چہرے کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور پھر اس نے گردن ہلا دی۔ ہم نے ڈیبو کے لیے بھی کافی منگوا لی۔ ڈیبو خاموش بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

پھر کینی اٹھ گئی۔ اس نے جھک کر ہم سے معذرت کی تھی اور پھر وہ چلی گئی۔ تب ڈیبو کا انداز بدل گیا۔ اس کے لہجے میں خوشگواری آگئی۔

"تمہارا ساتھی اپنے ہوٹل میں موجود ہے۔" اس نے مجھے اطلاع دی۔

"اوہ۔ کیا اسے چیک کیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ یہ ضروری تھا۔"

"یقیناً۔ ویسے کیا یہ بات تمہارے ذہن میں نہیں آئی تھی۔"

"نہیں جناب۔" میں نے اعتراف کے انداز میں کہا۔

"حالانکہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"آپ نے ٹھیک کیا۔ لیکن اس کی ایک وجہ اور تھی۔"

"کیا؟"

"میں مطمئن تھا کہ اسے میرے اوپر کسی قسم کا شک نہیں ہوسکا ہے اسی لیے میں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔"

"پھر بھی کسی طور سامنے والے سے مطمئن نہ رہو' کامیاب رہو گے۔ میں تمہیں خصوصی طور پر ہدایت دوں گا۔" ڈیبو نے کہا اور میں نے تشکرانہ انداز میں گردن ہلا دی۔

"تمہیں روانہ کرنے کے بعد میں نے بہت سے انتظامات کیئے ہیں پہلے ہم اس ذخیرے کو دیکھ لیں اس کے بعد اپنے آدمیوں کو یہاں طلب کرلیں گے۔"

"اوہ جناب میرا خیال ہے انہیں طلب کرلیا جائے۔ اسے شبہ نہیں ہوسکے گا اور پھر یہاں اس کے سارے آدمی بھی نہیں ہیں۔"

"یہ کام مشکل نہیں ہے۔ آؤ اب اٹھیں۔ تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ۔ اس کے بعد میں قرب و جوار کی

نگرانی کروں گا۔ تمہارے دوست کے اندر ایک خرابی ہے ورنہ کوئی خطرہ نہ ہوتا۔"

"کیا خرابی ہے؟"

"عورت سے دور رہتا ہے اور ایسے لوگ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اگر ایسی بات نہ ہوتی تو
وقت کوئی حسین عورت اس کے پہلو میں ہوتی' اور پھر کوئی خطرہ نہ رہتا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ حسین سے حسین عورت اسے متاثر نہیں کرتی۔ لیکن مسٹر ڈیٹو کیا آپ کے
ہوٹل پر اس کی نگرانی نہیں کر رہے؟"

"فکر مت کرو۔ اگر اس نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔" ڈیٹو نے کہا
پھر ویٹر کو بل ادا کر دیا۔ "چلو۔" اور ہم دونوں اٹھ گئے قرب و جوار میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یوں بھی عام
اس طرف نہیں جاتے تھے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اور بالآخر ہم دونوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہراتا کو موجود
چاہیے تھا۔

"عمدہ جگہ ہے کیا یہاں ہی اس نے مال چھپایا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ اس غار میں۔" میں نے اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں اس غار میں داخل ہو گئے۔

"اوہ۔ ویری گڈ۔" ہوریشو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ پر اشتیاق انداز میں یہ سار
پیکٹ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلائی "برونو۔ تم ایک عمدہ اور قابل اعتماد شخص ہو۔ میں تمہیں ایک
مقام دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔ طویل و عریض غار کے دہانے پر میں نے ہراتا کا
محسوس کر لیا تھا۔

لیکن ہوریشو چونک پڑا۔ اس نے سانپ کی مانند پلٹ کر مجھے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں روش
سی جل اٹھیں۔

"تم نے مجھے کس نام سے پکارا؟"

"ہوریشو۔ گریٹ ہوریشو۔"

"وہ میرا چیف ہے۔" ہوریشو گرجدار لہجے میں بولا۔

"نہیں میری جان۔ مجھ سے زیادہ اسے کون جانے گا۔" میں نے کہا اور اپنے چہرے سے میک
کی وگ اتار دی۔ ہوریشو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار نظر
تھے۔

"نواز۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"راجہ نواز اصغر۔" میں نے کسی قدر فخریہ انداز میں کہا۔ "میری خواہش ہے ہوریشو تم
چہرے کو نمایاں کر لو۔"

"اب تو ضرور کروں گا۔" ہوریشو ایک دم ہنس پڑا۔ اس کی کیفیت ایک دم بدل گئی تھی اور ا
آنکھوں میں کسی کھلنڈرے بچے کی سی چمک نظر آ گئی تھی۔ اور پھر اس نے اپنا میک اپ بھی اتار د
سے ملاقات کر کے مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی ہے نواز۔"

"بہت سی باتیں کرنا ہیں تم سے۔"

"حاضر ہوں۔"

"اب جب تم ہو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ میرے ساتھ اس وقت کوئی نہیں ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"گویا ہم دونوں یہاں تنہا ہیں؟"

"نہیں ہوریشو۔" یہاں ایک شخص اور موجود ہے۔"

"اوہ۔ کون ہے؟"

"میرا دوست ہراتا۔"

"کیا مطلب وہ تو؟" ہوریشو تعجب سے بولا۔

"وہ میرا ساتھی ہے۔ اس لیے تمہارے آدمی اس کی نگرانی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"مگر وہ تو اپنے کمرے میں موجود تھا اور میرے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے میں نے
یں ہدایت بھی کر دی تھی کہ اگر وہ باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دی جائے۔"

"ٹھیک ہے اس کے باوجود وہ یہاں موجود ہے۔"

"خوب۔ بہرصورت میں تمہاری ذہانتوں کا قائل ہوں۔ راجہ نواز اصغر۔" ہوریشو نے کہا۔

"شکریہ ہوریشو۔ تمہیں مجھ سے کیا باتیں کرنا تھیں۔"

"بہت سی باتیں نواز۔ ہاں اس کے ساتھ ساتھ میں چند باتوں کا اعتراف بھی کرنا چاہتا تھا۔"

"خوب کہو۔" میں نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری زندگی میں تم جیسا آدمی پہلے
ی نہیں آیا۔ مکلینو میرا باس تھا لیکن میں جانتا تھا کہ جس وقت بھی میں اس کے مقابلے میں اٹھوں گا
ں کی طاقت میرے سامنے ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ وہ میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور تم نے
ھا میری سوچ غلط نہیں تھی۔ وہی ہوا جو میرے ذہن میں تھا۔ میں نے جس وقت مکلینو کے سامنے
نا تو مکلینو آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اور اب وہ کسی خارش زدہ کتے کی مانند ادھر ادھر گھوم رہا
ہے اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن راجہ نواز اصغر اگر تم اس کی پشت پر نہ ہوتے تو آج شاید
کلینو کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ گویا اگر میں موازنہ کروں تمہارا اور مکلینو کا تو مجھے یہ بات کہنے میں
ئی عار نہیں کہ تم مکلینو سے کہیں زیادہ خطرناک انسان ہو۔ رہی بات ہوریشو کی۔ تو ہوریشو------
ن قوتوں کا مالک ہے جنہیں زوال نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم نے کچھ عرصے کے لیے ہوریشو کو
فلوج کر دیا ہے لیکن تم کیا سمجھتے ہو کیا ہوریشو کسی ایک شخص کا نام ہے۔"

"تو پھر کتنے حصوں میں منقسم ہو مسٹر ہوریشو۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا اور ہوریشو تیکھی
ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"مذاق اڑانے کی ضرورت نہیں ہے راجہ نواز اصغر۔ میں تم سے بالکل درست کہہ رہا ہوں ہوریشو
یک طاقت کا نام ہے ایک قوت ہے جو ناقابل تسخیر ہے تمہارا وہ دوست کہاں ہے میں اس سے بھی ملنا چاہتا
ہوں۔" ہوریشو نے کہا اور میں نے ہراتا کو آواز دی۔

"ہراتا سامنے آجاؤ۔" میں نے کہا اور جاپانی شہزادہ ایک عجیب و غریب لباس میں سامنے آ گیا۔

نجانے اس نے یہ لباس کہاں سے حاصل کیا تھا۔ اس میں وہ واقعی بے حد عجیب اور پراسرار لگ رہا تھا
ہوریشو اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"خوب۔ خوب۔ جاپان کی روایات میرے سامنے ہیں۔ لیکن مجھے تعجب ہے نواز کہ تمہیں اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کا انسان کہاں سے مل گیا۔ تم میرے خیال میں خاصے خوش قسمت انسان ہو کہ تمہیں اپنی مرضی کے مطابق لوگ مل جاتے ہیں مجھے تو بعض اوقات تلاش کے باوجود کوئی اچھا ساتھی نہیں ملتا۔"

"ہاں ہوریشو اسے قسمت ہی کی بات کہا جاسکتا ہے۔ اب تم دیکھو نا تمہارے سلسلے میں میں نے ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ تمہیں چوہے کی طرح کھلا کر جب بھی ماروں گا اپنے ہاتھوں سے ماروں گا اور اس کی وجہ میرا دوست گولڈمین تھا جو تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ گولڈمین کی موت کو میں کبھی نظرانداز نہیں کرسکتا۔"

"اوہ وہ گولڈمین۔ لیکن میں نے اسے جنگ کا پورا پورا موقع دے کر شکست دی تھی۔"

"ہاں پھر بھی میں اس کی موت کا انتقام تو تم سے لینا چاہتا تھا۔"

"ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے تم اس کے لیے مجھ سے لڑ سکتے ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں تمہیں بھی اس کے پاس پہنچادوں۔"

"اوہ۔ اتنی غلط فہمی۔ لیکن مجھے افسوس ہے ہوریشو۔ میرا شکار مجھ سے میرے دوست نے مانگا ہے اس کا کہنا ہے کہ اگر میں تمہیں اس کے حوالے کردوں تو پھر وہ مجھ سے کچھ اور طلب نہیں کرے گا۔"

"اوہو۔ اوہو۔ اس جاپانی کو مجھ سے کیا پرخاش ہوسکتی ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

اس کے انداز میں ذرا برابر خوف نہیں تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی پریس کانفرنس سے خطاب کر رہا ہو۔ بہرحال مجھے اس طرح کے نڈر لوگ بے حد پسند تھے۔

"کیوں مسٹر ہراتا کیا خیال ہے تم مجھے شکست دینا چاہتے ہو؟"

ہراتا نے بڑے ادب سے گردن جھکائی اور بولا۔ جی ہاں مسٹر ہوریشو دراصل میرے چیف نے تمہاری اس قدر تعریفیں کی تھیں کہ مجھے تم سے ملاقات کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تمہیں راجہ نواز اصغر جیسا انسان ملا۔ یہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک شخص نہ صرف بہادر ہے بلکہ اعلیٰ ظرف ہے۔ میں اگر مر بھی جاؤں گا تو یہ اطمینان کر کے مروں گا کہ میرا سابقہ ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جو نہ صرف بہادر ہے بلکہ اعلیٰ ظرف کا مالک ہے لیکن میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم کیوں اس کے لیے جان دینے پر آمادہ ہو۔"

"یہ کوئی سوال نہیں ہے مسٹر ہوریشو جن لوگوں کی تعریفیں ان کے دشمن کریں کیا وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کے لیے جان دی جاسکے؟" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے یہ شخص قابل تعریف ہے ذہانت اور طاقت کی یکجائی کا تصور کیا جائے تو ذہن میں صرف ہوریشو کا نام ابھرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا نام بھی تخلیق کیا جائے تو اس کو نواز اصغر کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ میں اس شخص کی کون کون سی بات کا تذکرہ کروں۔ اس نے کہا تھا ہوریشو اگر تم بچ گیا تو زمین تم پر تنگ کردوں گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میرے لیے زمین بہت تنگ ہے۔"

"اس کے باوجود تم اسے نمبر دو کہتے ہو۔" ہراتا نے کہا۔

"ہاں ہوریشو تنہا ہے۔ بالکل تنہا۔ اس کا نمبر دو ہوسکتا ہے۔ اس کا نمبر ایک نہیں ہوسکتا۔"

"اس وقت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میری توقع کے خلاف ہے۔"

"یعنی۔"

"میں واقعی اسے نہیں پہچان سکا تھا۔ اگر مجھے شبہ ہوتا تو میں' اتنی لاپرواہی کا ثبوت نہ دیتا اور اس وقت کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے۔"

"اس کے باوجود وہ نمبر دو ہے۔"

"ہاں۔ تم خود دیکھ لوگے۔" ہوریشو اتنا نڈر تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ پھر وہ چونک کر بولا۔ "ہاں نواز۔ ایک بات تو بتاؤ۔"

"کیا؟"

"ہیرے کہاں ہیں؟"

"میرے پاس موجود ہیں۔"

"مجھے ان کا پتہ بتادو۔ اگر تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ظاہر ہے وہ تمہارے ہی رہیں گے۔ لیکن اگر میں نے تمہیں قتل کردیا تو پھر وہ تمہارے لیے بھی بے مصرف ہوں گے۔ میرے ہی کام آجائیں تو کیا ہرج ہے۔"

"ٹھیک ہے ہوریشو۔ مرتے ہوئے میں تمہیں ان کا پتہ ضرور دے دوں گا۔"

"اچھا ایک بات اور بتاؤ۔ بریف کیس میں ایک ٹرانسمیٹر موجود تھا کیا تم اس سے واقف ہوگئے تھے؟ کیونکہ تم نے گفتگو ایسی ہی کی تھی کہ میں دھوکے میں آگیا۔"

"ہاں۔ میں تم سے واقف تھا ہوریشو۔"

"تمہیں پہلی نگاہ میں ہی میرے اوپر شبہ ہوگیا تھا؟"

"یہ بھی حقیقت ہے۔"

"بہرحال میک اپ کے معاملے میں تم مجھ سے آگے ہو۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ پھر بولا۔ "لیکن راجہ نواز اصغر اب ایک اہم بات اور کرنا ہے۔"

"وہ بھی کرلو۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھ سے جنگ کرے گا۔ لیکن اگر میں تمہارے ساتھی پر غالب آگیا تو کیا تم فوری مداخلت کروگے؟"

"نہیں ہوریشو۔" اس کی موت کے بعد ہی میں تم سے جنگ کروں گا۔"

"تمہارے پاس پستول ہے ہراتا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہے۔"

"مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے دوست کی تلاشی لے سکوں۔ ہم لوگ ہتھیاروں کے بغیر جنگ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے" ہراتا نے کہا اور پھر ہوریشو نے اپنا پستول' ایک خنجر اور زہریلی سوئیاں پھینکنے والی ایک چھوٹی سی مشین نکال کر میرے سامنے ڈال دی۔ "اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں ہے۔" پھر

وہ ہراتا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ کیا تم نے اس سے قبل ایسے دشمن دیکھے ہیں ہراتا جنہیں ایک دوسرے پر اس قدر اعتماد ہو۔"

"تم دونوں عظیم ہو۔" ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا دشمن بے حد قابل بھروسہ ہے۔ میں جانتا ہوں میرے نہتا ہونے پر وہ مجھ پر وار نہیں کرے گا۔ اور چونکہ میں تم سے جنگ کر کے تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں اس لیے تم اسے خوشامد بھی نہیں کر سکتے۔" میں نے ہوریشو کی پوری تلاشی لی۔ بلاشبہ اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ اور نہیں تھا۔

"میری خواہش ہے کہ تم لوگ بھی اپنے اپنے ہتھیار نکال کر ایک جگہ جمع کر دو۔ کیونکہ نواز اس میں کوئی غلط بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"بلکہ میں تو ایک اور تجویز پیش کروں گا نواز۔" کیوں نہ ہم اپنے ہتھیار اس غار سے باہر پھینک دیں۔ تم اس بات کا یقین کر لو کہ یہاں دور دور تک میرا کوئی آدمی نہیں ہے بلکہ شاید کسی کو معلوم بھی نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ حالانکہ میں واقعی نادانی کا ثبوت دے چکا ہوں لیکن پھر بھی اگر تم چاہو تو پہلے اپنا اطمینان کر لو یہ ضروری ہے اور وقت کا تقاضا بھی۔"

"نہیں ہوریشو۔ ہم خود بھی اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔ ہراتا کیا تم باہر کے مناظر دیکھ چکے ہو؟"

"ہاں چیف۔" ہراتا نے دونوں گال پھلا کر کہا۔ وہ اس وقت بہت ہی کھلنڈرا نظر آ رہا تھا۔ ہم نے اپنے اپنے ہتھیار بھی نکال دیئے اور انہیں غار سے باہر اچھال دیا۔ جہاں وہ سمندر کی گہرائیوں میں جذب ہو گئے۔

عجیب و غریب جنگ تھی اتنی دلچسپ سچوئیشن میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"ہوریشو ایک سیاہ بھوت کی مانند ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ ہراتا حسب معمول پروقار نظر آ رہا تھا۔ جبکہ میری حیثیت اس وقت نمبر تین ہو گئی تھی۔ لیکن۔۔۔۔۔ اس ماحول سے میں بھی کافی محظوظ ہو رہا تھا۔

تب ہراتا نے اپنا مخصوص لباس اتار دیا۔ دوسری جانب ہوریشو بھی اپنے اوپری بدن سے برہنہ ہو گیا۔ اس کا مضبوط کسرتی جسم غار میں ایک عجیب سی روشنی پھیلا رہا تھا۔ بڑا ٹھوس جسم تھا کسی سل کی مانند ہراتا نے اپنا لباس اتارا اور اس کے بعد اس نے اپنے لباس سے کوئی چیز نکالی۔ یہ ایک پیلے رنگ کی ریشمی پٹی تھی۔ اس پٹی کو ہراتا نے بڑے احترام سے چوما اور اپنی پیشانی پر باندھ لیا۔

دوسری جانب ہوریشو بھی مڑ کر کچھ عمل کر رہا تھا۔ میں چاروں طرف سے چوکنا تھا کیونکہ یہ جنگ۔۔۔۔۔ میری نگرانی میں ہو رہی تھی' ایک عجیب سی صورت حال تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ میں اس جنگ کا ریفری ہوں۔

ہوریشو پلٹا اور میں حیران رہ گیا۔ ہوریشو کی پیشانی پر بھی ویسی ہی ایک پیلے رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ہراتا کی آنکھوں میں تعجب کے آثار نظر آنے لگے۔ دوسری طرف ہوریشو بھی منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا مطلب؟ یاتان بوسو۔" ہوریشو نے تعجب سے پوچھا۔

"یاتان بوسو۔" ہراتا بھی تعجب سے بولا۔

"لیکن تم۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔"

"ہاں میں جاپانی ہوں۔۔۔۔۔ اور ہوریشو تم؟"

"میں نے بھی یہ فن یاتان بوسو سے سیکھا ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا اور ہراتا چند لمحات کے لیے ساکت رہ گیا۔ مجھے اس کے چہرے پر ہیجان سا نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اس کی پریشانی محسوس کی اور اس کے پاس پہنچ گیا۔

"کیوں ہراتا؟ کیا بات ہے۔"

"چیف۔ چیف۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

ہراتا کی آواز میں لرزش تھی۔

"مگر بات کیا ہے۔ تم پریشان کیوں ہو؟"

"چیف یہ میرے ہی ملک کا آدمی ہے۔"

"تو پھر۔۔۔۔۔" میں ابھی تک تذبذب میں تھا۔

"یہ میرے اسی استاد کا شاگرد ہے جس سے میں نے تعلیم حاصل کی اور جسے میں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ یاتان بوسو۔ یاتان بوسو اس ادارے کا نام ہے جو جوڈو۔ کراٹے جو۔جسنو اور دوسری تمام چیزیں سکھاتا ہے اور ایک روحانی قوت رکھتا ہے۔ ہم لوگ اس حیثیت سے روحانی بھائی ہیں یعنی چیف اس وقت اپنے عقیدے اور مسلک کے مطابق مجھے ساری دنیا کو بھول کر صرف اور صرف اپنے روحانی بھائی ہوریشو کا ساتھ دینا چاہیے کیونکہ وہ میرے ہی مسلک کا آدمی ہے۔ میرا روحانی بھائی ہے۔ چیف میں سخت پریشانی کا شکار ہوں۔ ہونا یہ چاہیے کہ اس وقت ہم دونوں مل کر تمہیں قتل کر دیں۔ کیونکہ جب یہ فن سیکھنے کے لیے ہم لوگ میدان عمل میں اترتے ہیں تو ہم سے ایک قسم لی جاتی ہے چیف۔ ایک ایسی قسم جس پر ہم ساری کائنات کو قربان کر سکتے ہیں۔ ہمیں قسم دی جاتی ہے کہ ہم کبھی اپنے فن کو لے کر اپنے روحانی بھائیوں کے مقابل نہیں آئیں گے۔ اب تم ہی بتاؤ چیف۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں چیف۔" وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا اور میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف ہوریشو بھی سخت حیران تھا۔

"مجھے تعجب ہے ہراتا۔ مجھے تعجب ہے۔ تم نے کس سن میں یہ فن سیکھا تھا۔" ہراتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ادھر ادھر ڈول رہا تھا۔ تب میں نے ہراتا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہراتا۔ تمہاری قسم پوری ہوگی۔ اب اگر تم اپنے مسلک کے مطابق دونوں یکجا ہو جاؤ اور مجھ سے جنگ کرو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں یکے بعد دیگرے تم سے جنگ کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ اور ہراتا کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہو گئے۔

"مقدس عہد۔ مقدس باپ۔ مقدس استاد مجھے معاف کرنا میں آج سے تیرا مسلک چھوڑ رہا ہوں۔ یہ میری زندگی کی آخری جنگ ہوگی۔ محترم استاد اس کے بعد میں تیرا فن تیرے حوالے کر دوں گا۔ میں اس کے بعد اس فن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاؤں گا۔ خواہ کوئی خارش زدہ کتا مجھے قتل کر دے۔ تیری مقدس امانت میں تجھے واپس کرتا ہوں۔ میں اپنے دوست نواز کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ آج سے میں تیرا ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔ میں تیرے مسلک کو پیروں تلے روند رہا ہوں۔ اس نے اپنی پیشانی سے پیلے رنگ کی پٹی کھول دی اور اسے اپنے پیروں تلے دبالیا۔ گویا اس نے آج سے اپنے مسلک سے انحراف کر لیا تھا۔ اب وہ میرے لیے

ہوریشو سے جنگ کرنے پر تیار تھا۔

☆ ☆ ☆

غار میں ہولناک خاموشی طاری تھی۔ ہوریشو کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی۔ وہ سخت نفرت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر وہ غضبناک لہجے میں غرایا۔ "او کتے۔ او بدبخت اس مقدس عہد کو اپنے پیروں کے نیچے سے نکال دے۔ آہ یاتان بوسو کی روح۔ میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میرے عمل سے تیرے مسلک کی توہین ہوگی لیکن یہ میرا فرض ہے کہ تیرے اصول کے مطابق میں اس کی آنکھیں نکال کر تیری قربان گاہ میں جلا دوں۔ ہراتا کتے۔ تیار ہو جا میں تجھ سے یاتان بوسو کی توہین کا ہولناک انتقام لوں گا"

"میں تیار ہوں ہوریشو۔ یاتان بوسو اس وقت سے اب تک میری رگوں میں خون کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب تک میں نے اس کے مسلک سے بحث کی تھی لیکن ہوریشو! کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے انسان اپنی ساری زندگی قربان کر سکتا ہے اپنا حال' اپنا ماضی اپنا مستقبل اپنا سب کچھ' کچھ بھی اپنا نہیں رہتا۔ اور میں اس پوری زندگی میں صرف دو افراد سے متاثر ہوا ہوں۔ میرا آقا مالک یاتان بوسو اور جب اس نے اپنا مسلک اپنا فن مجھے دے دیا تو اس فن نے میری رہنمائی کی اور میں اس فن کے ناطے ناقابل تسخیر ہو گیا۔ یاتان بوسو جانتا ہے کہ اس کے احکامات کے مطابق میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ میں ہمیشہ اس مقدس قسم کا پاس کرتا رہا جو میں نے اس کے سامنے کھائی تھی۔"

میں نے ہراتا کی جانب دیکھا جو کافی جذباتی ہو چکا تھا۔ ہوریشو آنکھیں پھاڑے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ تب میں نے ہراتا کی جانب دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔

"میرا دوسرا آقا جس سے میں روحانی طور پر متاثر ہوا یہ شخص ہے' یہ شخص جس کا نام راجہ اصغر نواز ہے۔ خود تجھ سے جنگ کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے تجھے اس سے مانگ لیا۔ اور اب جب کہ تو میرے مسلک کا ساتھی میرے استاد کا شاگرد میرے سامنے ہے تو مجھے دو میں سے ایک فیصلہ کرنا تھا یا تو یہ کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنے دوسرے آقا یعنی راجہ اصغر نواز کو ختم کر دوں جس سے میری روح متاثر ہوئی ہے یا پھر یاتان بوسو کو خیرباد کہہ دوں۔"

تو یہ بات نہیں ہے کہ یاتان بوسو اب اس دنیا میں نہیں ہے اور میرا یہ ساتھی میرے پاس موجود ہے بلکہ میرے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ میں اس وقت اس کا ساتھ نہ چھوڑوں چنانچہ میں نے اپنا مسلک تباہ کر دیا اور جس چیز کی حقیقت ذہن و دل سے ختم ہو جائے اسے ہر لحاظ سے خود سے دور کر دینا بہتر ہوتا ہے چنانچہ یاتان بوسو کے اس عقیدے کو میں نے پیروں تلے روند دیا ہے۔ گویا ان سارے احکامات اور اس مقدس عہد سے سرتابی کرنے کے بعد میں اس کا اہل نہیں رہا ہوں کہ میں اس کی پابندی کر سکوں۔ میں نے اس مقدس عہد کو پیروں تلے کچل ڈالا ہے۔ لہٰذا اب میں اپنے دوسرے آقا کا ساتھ دوں گا اور اس کا ساتھ دینے کے لئے میں نے اپنے مسلک کی قربانی دے ڈالی ہے۔

رہی تیری بات تو تیرا مسلک تیرے سامنے روندا گیا ہے اور تجھے پورا حق ہے کہ زندگی کی جو لڑائی تو مجھے دے سکے دے اور تجھے اس حق سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

باقی رہا میرا مسئلہ تو میں نے جس مقصد کے تحت اپنا مسلک تباہ کیا ہے اسے حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا اور اب بہتر یہ ہے کہ تو میرے سامنے آجا تاکہ میری روح کا بوجھ اتر جائے۔"

ہوریشو کا سیاہ چہرہ اتنا خوفناک اتنا بھیانک ہو گیا تھا کہ اسے دیکھ کر بدن پر جھرجھری سی طاری ہو جاتی تھی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اسے اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ اس جیسے ٹھنڈے مزاج اور ٹھنڈے ذہن کا آدمی جو اس وقت دیوانگی کی حدود میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے مسلک کی تعریف کی اور سامنے آگیا۔

"اے یاتان بوسو وہ جو تیرا ہم وطن ہے' وہ جو تیری مٹی سے تعمیر ہوا ہے اس مٹی سے جس میں تیری بو شامل ہے تجھ سے باغی ہو گیا ہے لیکن تیرا یہ غلام تیرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ اس مقدس عہد کو آنکھوں سے لگاتا ہے اور تیرے اس مسلک کے سہارے اپنی جنگ کی ابتدا کرتا ہے۔"

ہوریشو نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں عجیب سے انداز میں ٹیڑھی کر کے کھڑی کر لیں۔ اور اس نے ایک خاص پینترا بنایا اور پھر وہ ہراتا کے مقابل آگیا۔ دوسری جانب ہراتا بھی دونوں ہاتھ سیدھے کیے ہوئے کھڑا ہوا تھا اور میں یہ عجیب و غریب جنگ دیکھنے کے لئے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

میں نے ہوریشو کو تو اس انداز میں جنگ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس سے قبل میں نے اسے صرف جنگی ہتھیاروں سے لڑتے دیکھا تھا جس سے اس نے گولڈ مین جیسے دیو ہیکل آدمی کو چشم زدن میں قتل کر دیا تھا لیکن آج میں اسے ایک نئے رنگ میں دیکھ رہا تھا جہاں وہ اپنے مسلک کے ساتھ تھا۔

ہراتا کی جو پراسرار قوت میں دیکھ چکا تھا وہ بھی میرے لیے خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن نجانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان دو شیروں میں سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے' غار کا ماحول کچھ اور پراسرار ہو گیا تھا دونوں خاموشی سے ایک دوسرے پر نگاہیں جمائے پینترے بدل رہے تھے اور میں اپنے آپ کو احمق محسوس کر رہا تھا لیکن بہر صورت میرے ذہن میں سنسنی ضرور تھی۔ نہایت عجیب و غریب صورت حال تھی لیکن تھا ہراتا بھی گولڈ مین کی طرح ہوریشو کا شکار ہو جاتا اور اس کے بعد مجھے اس شخص سے نمٹنے کا موقع ملتا چنانچہ بہتر تھا کہ میں اس کے جنگ کرنے کا انداز دیکھ لیتا۔

دفعتاً" ہوریشو کے منہ سے ایک خوفناک آواز نکلی۔ اس نے اپنے ہاتھ اس انداز میں گھمائے کہ اس کے ہاتھوں کا ایک مخصوص زاویہ بن گیا اور اس کے ہاتھوں سے ہوا ٹکرا کر ایک خوفناک آواز پیدا کرنے لگی۔ وہ دونوں ہاتھ آگے بڑھاتا ہوا ایک خوفناک انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔

اور ہراتا پیچھے ہٹتا چلا جا رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی مانند ہوریشو کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو ہوریشو کے ان کھڑے ہوئے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ ہوریشو کے انداز میں دیوانگی تھی۔

لیکن اس وقت ہوریشو کو اپنا انداز بدلنا پڑا۔ جب اچانک ہراتا نے دونوں پاؤں جوڑ کر فضا میں قلابازی کھائی تھی۔ پھر وہ ہوریشو کے سر پر سے گزرتا ہوا دوسری جانب چلا گیا۔

ہوریشو سانپ کی مانند پلٹا تھا لیکن اچانک ہراتا کی لات اس پر پڑی۔ ہوریشو تقریباً" چار فٹ اچھل کر نیچے گرا تھا لیکن زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر وہ اسی انداز سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے ذرا بھی یہ تاثر ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ ہراتا کی لات اس پر اثر انداز ہوئی ہے۔

ہراتا پرسکون انداز میں سیدھا کھڑا تھا۔ عجیب و غریب جنگ تھی دونوں عجیب و غریب پینترے بدل رہے تھے لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں ساکت و جامد کھڑے رہے بس نگاہوں ہی

نگاہوں میں وہ ایک دوسرے کو شکست دینے پر کوشاں تھے۔

دفعتاً" ہوریشو نے دونوں پاؤں اس طرح پھیلائے جیسے کہ وہ پھسل گیا ہو۔ اس کے دونوں پاؤں آگے بڑھے اور ہوریشو کا باقی بدن نیچے جا گرا تھا۔ وہ اس برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا کہ میں حیران رہ گیا یہ کونسا طریقہ تھا کونسا برقی انداز تھا اور ہراتا بھی اس انداز سے دھوکا کھا گیا۔

ہوریشو ہراتا کے پیروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ ہراتا نے جھک کر دونوں پاؤں سنبھالنے کی کوشش کی تھی لیکن ہوریشو نے اس طرح اتنی چھلانگ لگائی کہ اس کے دونوں پاؤں ہراتا کے سینے پر جا کر پڑے۔ وہ اچھل کر دور جا گرا تھا۔ اور پھر وہ سر کے بل گرا تھا لیکن جوں ہی وہ گرا دوبارہ پھر اچھلا اور اس بار اچھلتے اس کی دونوں لاتیں ہوریشو کے منہ پر پڑی تھیں۔ ہوریشو کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ وہ بری طرح غار کی دیوار سے ٹکرایا تھا۔ اس کے ہونٹ زخمی ہو گئے۔

اسی اثناء میں ہراتا اپنا کام مکمل کرنے کے بعد پھر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا اب ہوریشو کے انداز میں سنبھلنے کا سا انداز تھا۔ اور اس کے چہرے پر خون کے قطرے نظر آ رہے تھے۔ ہوریشو نے اس خون کو ہاتھ پر لگا کر دیکھا اور پھر اسے ماتھے سے لگا لیا۔ اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کیے اور آہستہ آہستہ پھر ہراتا کی جانب بڑھنے لگا۔ غالباً" یہ کوئی اور خوفناک انداز تھا۔

ہراتا اپنی جگہ ساکت و صامت کھڑا تھا نجانے ان لوگوں کے جسموں میں کون سی برقی رو تھی کہ جب وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے' انداز بڑا ہی خطرناک ہوتا۔

ہوریشو آگے بڑھتا گیا اور ہراتا اپنی جگہ کھڑا اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً" ہوریشو نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور اپنا دوسرا ہاتھ گھما کر اس طرح ہراتا کے پیٹ پر مارا جیسے تلوار سے وار کیا جاتا ہے لیکن ہراتا نے اس کے وار کو آسانی سے خالی جانے دیا تھا۔

اور چند ہی لمحات کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ ہراتا ہوریشو سے زیادہ چالاک پھرتیلا اور نڈر ہے۔ اس کے بعد ہراتا نے اپنی تابڑتوڑ کوششیں شروع کر دیں وہ ہوا میں اچھل رہا تھا اور اتنی اونچی اونچی چھلانگیں لگا رہا تھا کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ غار کی چھت کافی بلند تھی۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ جنگ مجھ سے لڑی جاتی تو شاید میں اسے برداشت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دونوں اسی انداز میں اچھل کود کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر تابڑتوڑ وار بھی کرتے رہے۔ ہوریشو ہراتا سے بہت زیادہ کمزور ثابت نہیں ہوا تھا۔ اس نے بھی ہراتا پر کئی کاری وار کیے تھے لیکن بہرحال اس جنگ میں وہ پیچھے ہٹتا دکھائی دے رہا تھا۔

پھر ایک بار دوبارہ وہ ساکت ہو گئے۔ اس کے بعد ہوریشو آہستہ سے بولا "ہراتا اب ہم آخری دور میں داخل ہوتے ہیں۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ یا تان بو سو نے تجھے اپنا فن بڑی خوبصورتی سے دیا ہے۔" ہراتا نے کہا

"تو نے درست جانا ہراتا!" میں اس کے نام کی لاج رکھنے کے لیے تجھ سے جنگ کر رہا ہوں اور اس کا فن نہیں چھوڑوں گا کیونکہ میں اس کا عقیدت مند بھی ہوں۔" ہوریشو نے کہا۔

"اور میں منحرف۔" ہراتا نے جواب دیا۔

اور اسی کے ساتھ جنگ کا دوسرا دور شروع ہو گیا جس کے بارے میں ان دونوں نے ایک دوسرے

کو آگاہ کیا تھا۔

یہ دوسرا دور پہلے دور سے کہیں زیادہ بھیانک تھا۔ اس میں وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر تابڑتوڑ حملے کر رہے تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں زبردست انداز میں گردش کر رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر شدید ضربیں لگا رہے تھے۔ بالآخر ہراتا پیچھے ہٹا اور اس نے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ ایک ضرب ہوریشو کے بازو پر لگائی۔

ہوریشو کے حلق سے ایک تیز کراہ نکلی اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے بازو کی ہڈی پر اثر پڑا ہے اور واقعی دوسرے لمحے ہوریشو کا بازو لٹک گیا تھا۔ بہرحال ہوریشو مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس نے اپنے ٹوٹے ہوئے بازو کو دوسرے ہاتھ سے سنبھالا اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے خوفناک انداز میں اپنا ایک پاؤں گھمایا لیکن ہراتا نے اس کے پاؤں کے وار کو اپنے پنجے پر روک لیا اور دوسرے پاؤں سے اس نے ہوریشو کے پاؤں پر ضرب لگائی اور دوسرے لمحے ہوریشو کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور وہ نیچے گر پڑا۔ اب وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا اس کے چہرے پر سخت اذیت کے آثار تھے۔ ہراتا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کھڑے کیے ہوئے تھے۔ تب ہوریشو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میرا ایک پاؤں اور ایک ہاتھ بے کار ہو چکا ہے ظاہر ہے اس کے بعد میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تجھ سے جنگ کروں گا۔ لیکن ہراتا میں نہیں جانتا کہ یا تان بو سو نے اسے کیوں نوازا جس سے وہ منحرف ہے اور اسے کیوں ختم کیا جسے اس سے عقیدت ہے۔ مجھے بتاؤ ایسا کیوں ہوا؟"

ہراتا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ہوریشو بے بسی کے عالم میں زمین پر پڑا تھا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سنو راجہ نواز اصغر! تم دونوں ہی سے میرا کوئی نہ کوئی واسطہ ہے۔ ہراتا نے مجھے شکست دے دی ہے اور میں اس شکست کو دل و جان سے تسلیم کرتا ہوں' بلاشبہ یا تان بو سو کے دیئے ہوئے فن میں ہراتا مجھ سے کہیں زیادہ ہے اور ہوریشو کی زندگی کا اختتام اس کے ہاتھوں لکھا تھا۔ مجھے اس اختتام سے ذرا بھی انحراف یا اختلاف نہیں ہے لیکن نواز ایک اور خواہش ہے جسے میں تمہاری بلند ظرفی کی نذر کرتا ہوں۔ کیا تم اس شخص سے میری سفارش کر دو گے؟"

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اس کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"پھر کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں تیرے ہاتھوں بھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"تو کیا تم زندگی چاہتے ہو؟"

"نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہوریشو دلیر ہے نڈر ہے' وہ ایک پورے قبیلے کا روحانی پیشوا ہے اور اب جب میں اپنے قبیلے کے سامنے ایک ٹوٹا ہوا ہاتھ اور پاؤں لے کر جاؤں گا اور انہیں درس دوں گا تو کیا میرا ذہن اس بات کو قبول کر سکتا ہے۔ نہیں۔ میں شکست خوردہ ہوں اور اب میری زندگی میں موت کے سوا کچھ نہیں آنا چاہیے۔ چنانچہ مجھے خودکشی کی اجازت دی جائے۔"

"خودکشی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ غار کے دوسری جانب نیچے گہرائیوں میں کھلی چٹانیں موجود ہیں میرا بدن ان چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا اور ہوریشو اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ نواز تمہیں یاد ہے تم نے ایک مرتبہ طلب کرنے پر انتہائی قیمتی ہیرے میرے حوالے کر دیئے تھے۔ میں تمہاری اس بلند ظرفی کا دل سے قائل تھا لیکن افسوس میں تمہیں اس کا جواب نہیں دے سکتا لیکن آج۔ آج میں تم سے ایک اور چیز طلب کرتا ہوں۔ بے شک تم لوگ قادر ہو اور ہوریشو بے بس ہے' مجھے میری پسند کی موت دے دو۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

تب میں نے ہراتا کی جانب دیکھا۔ ہراتا کے چہرے پر ایک سنگین خاموشی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس پورے ماحول سے نا آشنا ہو۔ بھول گیا ہو کہ وہ کہاں ہے۔ اور اس کا وجود کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔ "ہراتا اگر تمہاری اجازت ہو تو میں ہوریشو کو اس کی خواہش پوری کرنے کی اجازت دے دوں؟"

لیکن ہراتا نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن وہ پتھر کے بت کی مانند ساکت و جامد کھڑا رہا۔ اس کی نگاہیں جہاں جمی ہوئی تھیں وہیں جمی رہیں۔ مجھے تھوڑی سی پریشانی ضرور ہوئی لیکن میں نے ہوریشو کی جانب دیکھا وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہوریشو جو تم چاہو تمہیں اجازت ہے۔" اور ہوریشو خوش دلی سے مسکرا دیا۔

پھر وہ منظر بڑا دلخراش تھا جب وہ اپنے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ سے غار کے دہانے کی طرف گھسٹ رہا تھا میں اسے گھسٹتے ہوئے دیکھتا رہا۔ میرے دل میں اب بھی اس چالاک شخص کی جانب سے اطمینان نہیں تھا چنانچہ جب وہ اسی انداز میں گھسٹا ہوا غار کے دہانے سے باہر نکلا تو میں اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ وہ انتہائی کوشش کر کے اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں سے وہ نیچے خونی چٹانوں کی طرف سفر کر سکتا تھا۔ پھر ہوریشو نے اپنے اکلوتے ہاتھ سے اپنے ماتھے کی پٹی کھینچی۔ اسے چوما آنکھوں سے لگایا اور پھر پانی میں اچھال دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھاڑ کے ساتھ اس نے خود کو گہرائیوں میں گرا دیا تھا۔

میں جھک کر اس کا انجام دیکھنے لگا۔ ہوریشو کا بدن لڑھکتا ہوا خونی چٹانوں کی جانب جا رہا تھا اور پھر وہ چٹانوں پر گر کر پاش پاش ہو گیا۔

فضا میں ایک عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا اور پانی کا شور عجیب خوفناک سی آوازیں پیدا کر رہا تھا۔ اور میرے چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چند ساعت میں وہیں کھڑا رہا اور ہوریشو کے انجام پر غور کرتا رہا بالآخر ہوریشو موت کا شکار ہو گیا تھا اور ایک طویل کہانی ختم ہو گئی تھی نجانے کیا کیا تھا یہ شخص۔ اور اس کے بعد نجانے اس کا گروہ کس انداز میں آگے بڑھتا لیکن ہراتا کی کیفیت بھی میرے لئے عجیب سی تھی۔ ہوریشو کا بدن بے جان ہو چکا تھا چنانچہ اب وہاں رکنا حماقت تھی میں واپس غار میں آ گیا۔ ہراتا کی پوزیشن میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

تب میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہراتا نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں کی زندگی لوٹ آئی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں چیف۔ اب میں ٹھیک ہوں۔"

"اس نے خودکشی کر لی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ہراتا گہری سانس لے کر کہا۔

"اور تم نے اس پر فتح حاصل کر لی۔"

"میں نے نہیں تم نے چیف۔ ہراتا نے اس سے جنگ ہی نہیں کی۔ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ...ں کے مسلک کا آدمی تھا اور ہمیں قسم دی جاتی ہے کہ کبھی ایک مسلک کے دو آدمی مقابل نہیں آئیں گے۔"

"میں تمہارے اس مسلک کے بارے میں تم سے گفتگو کروں گا۔" میں نے کہا۔

"ضرور کرنا باس' مگر اب کیا حکم ہے!"

"بس اب تو کھیل ختم ہو گیا ہراتا لیکن میں خود بھی ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔ ہراتا۔ ...و چلیں۔ یہ مال اب یہیں رہنے دو بعد میں اس کے متعلق سوچیں گے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں واپس ...ل پڑے واپسی کے سفر میں ہراتا بھی کافی دیر تک خاموش رہا تھا پھر اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"تم کیا محسوس کر رہے ہو چیف؟"

"بس ہراتا یوں لگ رہا ہے جیسے زندگی کا سفر اچانک رک گیا ہے ایک دلیر دشمن کی موجودگی اس ...زندگی کا بہت بڑا سہارا ہوتا ہے ہوریشو کی زندگی ہر وقت خطرات کا احساس دلاتی رہتی تھی اور دل لگا رہتا تھا ...لیکن اب ایک دم اکیلا اکیلا پن سا محسوس ہو رہا ہے اب نئے سرے سے زندگی کے لیے کوئی دلچسپی تلاش کرنا ...ے گی۔"

"تم خود بھی تو منفرد ہو چیف۔" ہراتا پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ ہراتا میرے کمرے میں ہی آ گیا تھا۔ لباس وغیرہ تبدیل ...کرنے کے بعد ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اب میں دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس ...لے کر کہا۔

"ہوریشو کے دوسرے لوگ ہمارے لیے بیکار ہیں اس لیے ہم ان سے نہیں الجھیں گے۔"

"ہاں فائدہ بھی کیا۔ گروہ ہوریشو کے بغیر تو چل نہیں سکتا خود بخود منتشر ہو جائے گا۔ اس لیے اب ...ن سے لڑنا بے سود ہے۔"

"ٹھیک۔ کل ہم ہوٹل چھوڑ دیں گے۔"

"میک اپ بھی بدل دیں گے۔"

"ہاں' بہرحال جانے دو ان باتوں کو' مجھے اپنے مسلک کے بارے میں بتاؤ۔"

"نہ جانے ہوریشو کونسے دور میں یاتان بوسو کا خادم تھا۔ میں نے اسے نہیں دیکھا۔"

"یاتان بوسو کون تھا؟"

"ایک روحانی رہنما اور مارشل آرٹس کا خدا۔ اس کے فن میں تصوف تھا۔ ایسے ایسے گر تھے اس ...کے پاس کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی چیف کہ یاتان بوسو کے خادموں میں ...کوئی ایسا شخص شامل نہیں تھا جس کا شجرہ کسی اعلیٰ خاندان سے نہ ملتا ہو اور اس کا فیصلہ خود بوسو کرتا تھا۔ یعنی ...اپنی روحانی قوت سے معلوم کرتا تھا اس کے پاس جو شخص اس کی شاگردی حاصل کرنے آیا ہے اس کی

رگوں میں کون ساخون دوڑ رہا ہے اس کے تحت ہوریشو جو کچھ بھی تھا۔ بہر حال اس کی نسل اعلیٰ تھی۔"

"ہاں یقیناً" ایسا ہی تھا۔"

"تو میں نے یاتان بوسو سے کیا ہوا مقدس عہد توڑا تھا۔ اور عہد ٹوٹنے کے بعد کچھ نہیں رہا چنانچہ آج سے ہراتا بدل گیا ہے۔"

"بہر حال اپنے ذہن کو زیادہ خراب مت کرو ہراتا۔"

"نہیں چیف۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں ٹھیک ہوں' رہی بدل جانے والی بات تو انسان کی زندگی میں مختلف ادوار آتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں نے خود کو بدلنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا۔"

"ممکن ہے تمہارے اندر کوئی عمدہ تبدیلی پیدا ہو جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہراتا بھی ہنسنے لگا۔

"اب سونے کا پروگرام بنایا جائے چیف!"

"ہاں رات بہت گزر چکی ہے' میں نے کہا اور ہراتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ہراتا کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ سویا یا نہیں لیکن میری آنکھوں میں نیند کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ آنکھیں بند کرتا ہوریشو ابھر آتا۔ نہ جانے کیا کیا یاد آتا۔ افریقی قبیلے کا روحانی سربراہ۔ ایک مطلق العنان حکمران کے روپ میں۔ حکم دیتا ہوا مغرور اور ٹھنڈا انسان اور پھر بے بسی کے عالم میں دم توڑتا ہوا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں زمین پر گھسٹتا ہوا۔ نہ جانے میری موت کس طرح آئے گی۔ میں بھی تو فاتح ہوں۔ میں بھی تو خود پرست ہوں۔ ایک بار پھر ذہن پر جھنجلاہٹ کا حملہ ہوا۔ دل چاہا سب کچھ چھوڑ دوں۔ دنیا کے ہنگاموں سے منہ موڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤں۔ دیکھوں ویرانوں کی دنیا کیسی ہوتی ہے نہ جانے رات کے کونسے حصے میں نیند کی دیوی کو میری حالت پر رحم گیا اور پھر دن کو بارہ بجے تک سوتا رہا تھا۔ کسی نے جگانے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

گھڑی پر نگاہ ڈال کر اٹھ گیا۔ اب کوئی کام نہیں تھا۔ تیار ہو کر ہراتا کے کمرے میں پہنچا اور داخل ہو گیا۔ ہراتا ایک کرسی میں دراز اخبار دیکھ رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا۔

"خوب سوئے چیف۔"

"ہاں رات کو بہت دیر سے نیند آئی۔" میں نے جواب دیا۔

"ناشتہ منگواؤں؟"

"منگوالو۔ تم نے بھی نہیں کیا ہوا گا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ابھی جاگے ہو؟"

"نہیں چیف۔ دیر ہوئی۔ تھوڑی سا کام بھی کر چکا ہوں۔"

"کیا کام؟"

"ساؤتھ رینج کے ایک ہوٹل بنیھم میں دو مختلف ناموں سے کمرے بک کرائے ہیں۔ ان کے بارے میں میں نے ہوٹل بک سے معلومات حاصل کی تھیں۔"

"گڈ۔ عمدہ کام کیا۔ دوسرا عمدہ کام ناشتے کا ہے جلدی منگوالو۔" میں نے کہا اور ہراتا

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ ناشتہ کے دوران خاموشی رہی اور پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"لندن ایک عمدہ شہر ہے چیف۔" ہراتا نے کہا۔

"ہاں۔ تمہیں آج احساس ہوا ہے۔"

"نہیں یہ بات نہیں لیکن اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟ لندن میں قیام کرو گے یا اب واپسی کا ارادہ ہے؟"

"کوئی کام تو باقی رہا نہیں ہے ہراتا بس اب فرصت ہی فرصت ہے۔ اس سلسلے میں فیصلہ کریں گے کہ آگے کیا کرنا ہے اور جب تک یہ فیصلہ نہ کرلیں لندن چھوڑنے کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے۔"

"بس ٹھیک ہے چیف' ہم لندن کی سیر کریں گے۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا۔

سیر کا لفظ تو ہراتا کی لغت میں تھا ہی نہیں۔ کتنا لمبا ساتھ تھا میرا اور اس کا لیکن میں نے عام طور سے اسے کسی نہ کسی کونے ہی میں گھسے دیکھا تھا نجانے یہ رد عمل تھا یا کوئی اور احساس۔

بہر صورت میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ جب تک وہ چاہے میں لندن ہی میں قیام کروں گا۔ خود میری حیثیت بھی ڈانواں ڈول سی تھی۔ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دوسرا قدم کونسا ہو۔ سردارے ہالینڈ میں بیٹھا تھا اپنی فیکٹری چلا رہا تھا اور ہر طرح اپنی جگہ سیف تھا۔ اس نے کام جس انداز میں سنبھالا تھا' اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب وہ باقاعدگی سے کام جاری رکھنے کی صلاحیت پیدا کر چکا ہے۔ رہا میرا مسئلہ تو مجھے صرف دولت کمانا تو مقصود نہیں تھا۔ ہوریشو سے چل گئی تھی بالآخر اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اب اگر میں چاہتا تو سردارے کو اسی جگہ پر چھوڑ کر آگے بھی بڑھ سکتا تھا لیکن میں اب تک یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ واپس سردارے کے پاس جاؤں یا اپنے طور سے کچھ کرنے کی کوشش کروں۔ بہر صورت فیصلہ تو کرنا ہی تھا' جو آج کل میں ہو جانا تھا۔

دوپہر کو لنچ سے پہلے ہم نے اپنا ہوٹل چھوڑ دیا۔ ہراتا میرے ساتھ تھا ہم دونوں بنیھم چل پڑے'..... ہم دونوں ایک ہی ٹیکسی سے گئے تھے' بنیھم دیکھ کر میں نے دوسری بار متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

ہراتا نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے ہوٹل بک میں دیکھ کر بنیھم کا انتخاب کیا ہے اور یقینی طور پر اس بک میں بنیھم کے بارے میں تفصیلات درج ہوں گی کیونکہ اس قسم کی کئی کتابیں میں بھی دیکھ چکا تھا۔

بہر صورت ہم ہوٹل بنیھم میں پہنچ گئے۔ بنیھم جدید ترین ہوٹل تھا یہاں کا تقریباً" پچھتر فیصد اسٹاف لڑکیوں پر مشتمل تھا۔ ہال سروس ٹاپ لیس تھی اور خاصے دلکش مناظر دیکھنے میں آ رہے تھے' بہر صورت ہم وہاں سے گزر کر ہوٹل کی تیسری منزل پر اپنے کمروں میں پہنچ گئے جو برابر تھے۔

ہراتا نے بظاہر کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ہمارا مختصر سا سامان ہمارے کمروں میں رکھ دیا گیا تھا اور پھر ہراتا نے میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد مسکراتا ہوا میری جانب بڑھ آیا اور کہنے لگا۔

"چیف! میں جاؤں گا۔"

"کہاں ہراتا؟"

"بس ذرا بازار تک۔"

"اوہو۔ کچھ خریداری کرنا ہے۔"

"ہاں۔"

"تو تمہیں پیسوں کی ضرورت تو ہو گی۔"

"کوئی خاص نہیں۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو مجھے تھوڑی سی رقم دے دیں۔" ہراتا نے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اس میں میرے چاہنے کی کیا بات ہے۔" میں نے ہاتھ جیب میں ڈال دیا اور نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر ہراتا کی طرف بڑھادیں اور ہراتا نے تمام ہی گڈیاں قبول کرلی تھیں۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔

مجھے ہراتا کے سارے انداز بدلے بدلے سے محسوس ہو رہے تھے۔ یہ شخص کچھ بگڑ سا گیا تھا اور بہر صورت مجھے اس کی وجہ بھی معلوم تھی' اس نے اپنا سلک میرے لیے چھوڑ دیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس حد تک اس سے روحانی طور پر وابستہ تھا لیکن بہرحال جس انداز میں وہ متاثر تھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے مسلک سے بے پناہ محبت کرتا تھا لیکن اس نے میری ذات کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔

میں اپنے کمرے میں آرام کرتا رہا۔ بنیگھم جس قسم کا ہوٹل تھا اسے دیکھتے ہوئے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہاں کافی تفریحات موجود ہیں۔ اور بہر صورت اس میں کیا ہرج تھا کچھ عرصہ لندن میں گزار لیا جاتا اچھا ہی تھا اور بنیگھم اس انداز میں قیام کے لیے بہترین جگہ تھی۔

یہ سوچ کر میں مطمئن ہو چکا تھا۔ ہراتا کیا خریدنے گیا تھا اس بارے میں مجھے کچھ علم نہ تھا حالانکہ یہ بات بھی دلچسپی کا باعث تھی۔ میں ہراتا کا کافی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ اور میرا انتظار شدت اختیار کر گیا تو ہراتا واپس آ گیا۔ میں نے اس کے انتظار میں لنچ بھی نہیں کیا تھا۔ یوں بھی ناشتہ ہم نے دیر سے کیا تھا اس لیے بھوک بھی نہیں لگ رہی تھی۔ ہراتا آیا تو اس کے ساتھ بے شمار پیکٹ تھے جسے دو خوبصورت لڑکیاں اٹھائے ہوئے تھیں۔ ہراتا نے وہ پیکٹ ایک طرف رکھ دیئے اور میرے پاس چلا آیا۔

"چیف ذرا آگے آؤ میرے ساتھ؟" اس نے کہا۔

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"میرے کمرے میں۔" اس نے جواب دیا اور میں اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ تب ہراتا نے کئی پیکٹ کھول کر میرے سامنے رکھ دیئے۔

"یہ تمہارے لیے لایا ہوں چیف۔"

"میرے لیے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور ان پیکٹوں میں تمہاری ہی طرح کے میرے بھی کچھ سوٹ ہیں۔"

"خوب! مگر ہراتا کیا تمہیں میرا سائز معلوم ہے؟"

"ہاں چیف۔"

"ٹھیک۔ پہن کر دیکھوں؟" میں نے کہا

"ہاں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

اور ہراتا کا اندازہ درست ہی نکلا سوٹ میرے بدن پر بالکل فٹ تھے۔ میں نے تعریفی نگاہوں سے

ہراتا کو دیکھا اور کہا۔

"بہرحال ان سب کا شکریہ ہراتا لیکن انکی ضرورت کیوں پیش آئی؟" میں نے سوال کیا۔

"بس چیف میں چاہتا ہوں کہ جب ہم ایک نئے انداز کی زندگی گزارنے جا رہے ہیں تو پھر ذرا تھوڑی سی ٹیپ ٹاپ بھی کریں۔"

"اپنے لیے اور کیا لائے؟"

"بس سوٹ وغیرہ۔"

"خوب تو گویا اپنے آپ کو بدلنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔"

"میں فیصلہ کیا کر سکتا ہوں باس! حالات نے مجھے خود ہی بدل دیا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

اور پھر وہ مجھے اپنے سوٹ وغیرہ دکھانے لگا۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ بڑے ہی نفیس اور اعلیٰ قسم کے سوٹ تھے' میں نے اکثر اس بارے میں سوچا تھا کہ اگر ہراتا اعلیٰ قسم کے لباس پہنے تو وہ جاپانی ہونے کے باوجود صورت شکل میں بے حد اسمارٹ اور حسین معلوم ہو گا۔ خاص طور سے جسمانی طور پر وہ بے حد حسین نظر آتا تھا میں مسکرانے لگا لیکن جاپانی شہزادہ سنجیدہ تھا۔ سو میں نے اس سلسلے میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔

یہاں کی شام بے حد دلکش تھی۔ ہم نے دوپہر کا کھانا گول ہی کر دیا تھا۔ ویسے اب کافی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ شام کے تقریباً پانچ بج رہے تھے جب میں اپنے کمرے سے نکل کر ہراتا کے کمرے کی جانب آیا۔ ہراتا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں نے ہراتا کے کمرے میں دستک دی۔ دروازہ کھلا اور میں اس جاپانی شہزادے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

ہراتا کشمشی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ ٹائی باندھے ہوئے بال سلیقے سے سنوارے ہوئے۔ اس کی تو جون ہی بدل گئی تھی۔ ہپیوں میں ملنے والا یہ جاپانی نوجوان اس وقت نہایت خوبصورت نظر آ رہا تھا' اس کے چہرے پر رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسے تعریفی نگاہوں سے دیکھا اور ہراتا مسکرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔

"ہراتا تم واقعی عجیب ہو۔"

"کیوں چیف!"

"بہت ہی خوبصورت لگ رہے ہو۔"

"شکریہ! اس کے علاوہ اور میں کیا کہہ سکوں گا۔"

"کیا ارادے ہیں دوپہر کا کھانا تو ہم نے کھایا ہی نہیں شام کی چائے ڈائننگ ہال میں پئیں گے اس کے ساتھ کچھ کھا بھی لیں گے۔"

"نہیں چیف۔ اگر شام کی چائے میں بھی ہم نے کھانے پینے کا چکر چلایا تو پھر رات کا کھانا گول ہو جائے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی آؤ چلتے ہیں" اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے ایک لمحے میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ بے شمار نگاہیں ہراتا کی جانب نگراں تھی۔ ان میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ یوں بھی بلاشبہ وہ انتہائی پرکشش نوجوان تھا۔ ہم ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ ڈائننگ ہال میں بھی بے پناہ رش تھا۔ رنگین لباس

اور رنگین قہقہے بکھرے ہوئے تھے۔ اوپری بدن سے برہنہ لڑکیوں کے غول ہی غول موجود تھے لیکن مقامی
لوگ ان سے متاثر نہیں لگ رہے تھے۔ ان کے لیے یہ معمول تھا۔ حیرت مجھے ہراتا پر ہوئی جس نے
مخصوص اشارے سے ایک لڑکی کو بلایا اور اسے کافی وغیرہ کا آرڈر دیا۔ لیکن وہ ذرا بھی متاثر معلوم نہیں ہو رہا
تھا۔

دیر تک ہم دونوں ڈائننگ ہال میں بیٹھے رہے پھر وہاں سے اٹھ گئے۔ رات کی روشنیاں جگمگا اٹھی
تھیں' ہراتا نے ہال سے باہر نکل کر میری طرف دیکھا "کیا خیال ہے چیف' کیا کمرے میں واپس جاؤ گے؟"

"تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"ہو گا وہی جو تم چاہو گے لیکن میری خواہش ہے کہ لندن کے کوچہ و بازار دیکھیں۔"

"ٹھیک ہے ہراتا۔ اس میں تھوڑی سی ترمیم کر دوں گا۔"

"وہ کیا چیف؟"

"ہم دونوں اپنے اپنے طور پر تفریح کریں لیکن کل صبح کو ناشتہ ساتھ ہی کریں گے۔ میرا مطلب
سمجھ رہے ہو نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے چیف۔ میں سمجھ رہا ہوں اور یہ عمدہ رہے گا۔ دراصل میں بعض معاملات میں
اناڑی ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم پر اس کا اظہار ہو۔ اس لیے اس وقت تک کے لیے یہی طریقہ کار
رہے گا جب تک میں خود کو ماہر نہ سمجھ لوں۔"

"اوہ' تو تم تفریحات میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں چیف۔ جب سب کچھ بدل گیا ہے تو ان سے فرار کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔" ہراتا نے کہا
اور میں نے شانے ہلا دیے۔

بہرحال وہاں سے ہراتا چلا گیا۔ میں بھی تنہائی چاہتا تھا۔ میرا ذہن پھر پر سکون ہو گیا تھا۔۔۔
بہرحال ایک ٹیکسی پکڑی اور نہ جانے کیوں ریجنٹ اسٹریٹ نکل گیا۔ ہپیوں کا گڑھ ریجنٹ اسٹریٹ۔ دیکھا
جانے پہچانے مناظر' لیکن دل ان لوگوں میں بھی نہیں لگا اور وہاں سے پیدل پکاڈلی کی طرف بڑھ گیا۔ پھر پکاڈلی
سے کارن بی اسٹریٹ وہاں سے سوہو اور پھر لیسٹر اسکوائر۔ لندن کی راتیں جاگ اٹھی تھیں۔ ایک ہوٹل
نظر آیا جس پر "ہی اینڈ شی" لکھا ہوا تھا۔ اندر گیا تو کان پھاڑ دینے والی موسیقی گونج رہی تھی سیاہ فاموں کا ایک
گروہ بہت سے سازوں کو ادھیڑنے کی فکر میں سرگرداں تھا اور اسٹیج پر ایک سیاہ فام حسینہ محو رقص
تھی۔۔۔۔ وہ اس برق رفتاری سے تھرک رہی تھی کہ اس میں اس کی اپنی کسی کوشش کا دخل نہیں معلوم
ہوتا تھا۔

رات خاصی گزر گئی تو مجھے واپس چلنے کا خیال آیا۔ اگر چاہتا تو اس رات کا ساتھی کسی کو بھی بنا سکتا تھا
لیکن اس حد تک طبیعت آمادہ نہیں ہوئی اور میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ ہراتا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔
خود بھی اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور پھر بتی بجھا کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

"دوسری صبح میں غسل سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا۔ ہراتا کے کمرے کا دروازہ ابھی تک بند تھا
حالانکہ نو بج رہے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا لیکن دروازہ
کھولنے والی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔"

"فرمایئے۔" اس نے پوچھا۔ لیکن میں اسے ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ ہراتا مسہری پر دراز تھا اور اس
کے قریب ہی شراب کی دو خالی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں میں نے گہری سانس لی۔ ہراتا کے رنگ بدلے ہوئے
تھے تب میں نے اسے آواز دی اور ہراتا نے آنکھیں کھول دیں۔

"اوہ۔ مسٹر چیف۔ سوری کیا مجھے دیر ہو گئی؟"

"ہاں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"بس چند منٹ کی اجازت اور دے دیں۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"میں اپنے کمرے میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور واپس اپنے کمرے میں چلا آیا۔ دیر تک
میں ہراتا کے اس بدلے ہوئے رنگ کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس شخص کے اندر واقعی حیرت انگیز تبدیلی
ہوئی تھی۔ وہ یکسر بدل گیا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے کمرے میں آ گیا۔ اس کے چہرے پر کوئی
خاص تاثر نہیں تھا۔

"میں نے ناشتے کے لیے کہہ دیا ہے چیف۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک۔ وہ چلی گئی؟"

"ہاں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"کون تھی؟"

"عورت۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں نے بھی دیکھا تھا لیکن تمہارے ساتھ کس طرح لگ گئی؟"

"بڑی آسانی سے چیف بس میں نے نگاہ پھیر کر دیکھا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔ میں نے اس سے
صاف صاف کہہ دیا کہ میں جنگلوں کا آدمی ہوں اور دنیا کی باتوں سے ناواقف ہوں اگر وہ میری رہنمائی کر سکتی
ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنا وقت ضائع نہ کرے۔"

"تو کیا اس نے تمہاری رہنمائی کی؟"

"ہاں چیف اور ثابت کر دیا کہ عورت ایک بے حد دلکش وجود رکھتی ہے وہ تو آج بھی میرے ساتھ
رہنا چاہتی تھی۔"

"تو پھر تم نے کیا کیا؟"

"صاف منع کر دیا۔ چیف۔ میرے بھی کچھ تجربات ہیں۔ قربت محبت کو جنم دیتی ہے اور محبت کے
لیے بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔"

"اشارہ میری طرف ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں سو فیصدی تمہاری طرف۔ میں نے تمہارے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ممکن ہے کل کوئی عورت
تمہیں بھی مجھ سے چھڑانے کی کوشش کرتی۔"

"ہاں ہراتا مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"لیکن مجھے افسوس نہیں ہے چیف تم نے ہراتا کی زندگی میں ایک نئے تجربے کی بنیاد ڈالی ہے اور
میرے لیے یہ تجربہ بہت دلکش ہے اگر اس کی تحریک نہ ہوتی تو شاید میں پوری زندگی اپنے اس خول سے
نکلتا۔"

"چلو ٹھیک ہے ہراتا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ہراتا کسی سوچ میں گم ہو گیا اور اس کے بعد تو ہراتا نے کمال کر دیا۔ لندن کے شب و روز اس نے مخصوص کر دیئے تھے۔ ہر روز نیا لباس، ہر روز نئی لڑکی' حالانکہ مجھ سے اس نے صرف ایک محدود رقم لی تھی جو اتنی نہیں تھی کہ وہ اس طرح زندگی گزارے۔ لیکن ہراتا نے قیامت ڈھا دی تھی۔ جوئے خانے میں بیٹھتا تو لاکھوں ہار جاتا کسی کو دینے پر آتا تو نہ جانے کیا کچھ دے دیتا۔ میں نے اس کے معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اسے لڑکیوں کے جھرمٹ سے نجات ہی نہ ملتی جو میں اس سے گفتگو کرتا لیکن ایک دن وہ خود ان سے نجات حاصل کر کے میرے پاس آ گیا۔

"ناراض ہو چیف؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں خیریت؟"

"بس میرا دل کہتا ہے تم ناراض ہو؟"

"آج کل تمہارا دل تم سے دغابازی کر رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم ناراض کیوں نہیں ہو چیف؟"

"بھئی ناراض ہونے کی کوئی وجہ تو ہو؟"

"میں کئی دن سے تم سے نہیں مل سکا ہوں۔"

"مجھے تمہاری حرکتیں معلوم ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں تم نے چند ہی روز میں ساری کسر پوری کر دی ہے۔"

"اس کی وجہ کیا ہے چیف۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"بلا مبالغہ کہہ رہا ہوں۔ اس سے قبل شریف انسان تھا۔ برائیوں سے بھاگنے والا خود کو اذیتیں دے کر نیک راستوں کا متلاشی لیکن جب نیکیوں کے راستے چھوڑے تو فطرت کی شدت پسندی عود کر آئی اور میں نے فطرت کے عین مطابق سوچا۔"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ نیکیوں کے راستے تو اچھی طرح دیکھ لیے اب برا بنا ہوں تو برائیوں کو بھی خوب کھنگال ڈالوں۔ دیکھوں تو سہی دونوں میں سے کونسی چیز سود مند ہے۔"

"ایک بات پوچھوں؟" میں نے کہا۔ "جواب دو گے۔"

"ضرور چیف۔ غلام کی مجال۔"

"نہیں ہراتا تم خود کو میرا غلام کیوں سمجھتے ہو؟"

"عقیدت ہے تم سے۔ دل اندر سے کہتا ہے۔"

"بہرحال یہ بتاؤ آج کل تم اخراجات کہاں سے کر رہے ہو؟"

"کیا اس کا جواب ضروری ہے چیف؟" ہراتا مسکرایا۔

"مرضی ہے تمہاری۔ ویسے مجھے تعجب ہے۔"

"دراصل ہر طرح برا آدمی بن گیا ہوں۔ پرسوں رات ایک لڑکی مجھے اپنے گھر لے گئی تھی۔"

"ہاں پرسوں تم ہوٹل میں نہیں تھے۔"

"اعلیٰ قسم کی پیشہ ور لڑکی تھی۔ بہرحال رات کو میں نے اسے خواب آور گولیاں کھلا دیں اور پھر بینک لوٹ لیا۔ بیس لاکھ ڈالر ہاتھ لگے تھے۔ کئی دن کے لیے کافی ہیں۔ اس سے پہلے ایک بڑے آدمی کا بکس اڑا دیا تھا اس سے بھی بارہ لاکھ ڈالر ہاتھ لگ گئے تھے۔"

"اوہ۔" میں نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا بہرحال پھر میں نے ے کہا۔

"لیکن تمہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہراتا؟"

"دولت کے بغیر عورت کی صحبت میں خطرہ پیدا نہیں ہوتا چیف میں نے اچھی طرح محسوس کیا ؟"

"ہاں۔ یہ تو حقیقت ہے لیکن خطرات مول لینا میرے خیال میں مناسب نہیں ہیں۔ میرے پاس ن کچھ ہے تمہیں جتنی ضرورت ہو لے لیا کرو۔"

"اوہ چیف۔ ایسے کاموں کے لیے اپنی رقم خرچ کرنا حماقت ہے پہلے دن جانتے ہو میں نے کیا کیا؟" ا دلچسپی سے بولا۔

"کیا کیا؟"

"ایک عورت ہاتھ لگ گئی تھی اس نے چائے پر بلا لیا۔ ایک ہزار ڈالر اسے ادا کیے تھے۔ بے ف نے غلطی یہ کی کہ اسے میرے سامنے ہی تجوری میں رکھنے چلی گئی۔ میں نے اسے ایک رات کی قیمت ک ہزار ڈالر ادا کی تھی اور جب واپس آیا تو سولہ ہزار ڈالر لے کر وہاں سے چلا آیا اور مفت میں رات بھی گزاری"

"اوہو۔ تو تم نے اسے ہی لوٹ لیا۔"

"ہاں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"لیکن مسٹر ہراتا لڑکیاں تو تمہیں پرنس ہراتا کے نام سے جانتی ہیں۔"

"بالکل جانتی ہیں چیف اور کیا کسی کی مجال ہو سکتی ہے کہ اس بات پر غور کرے کہ سولہ ہزار ڈالر پرنس ہراتا نے غائب کر دیئے۔ پرنس اور سولہ ہزار ڈالر۔ ایک پرنس کے سامنے اس کی کیا حیثیت ہے' پرنس سولہ ہزار ڈالر ویٹرز کو ٹپ میں دے دیا کرتے ہیں۔" ہراتا نے مسکرا کر کہا اور میں حیرت زدہ انداز میں گردن ہلانے لگا۔

یہ سیدھا سادا انسان کیا سے کیا بن گیا تھا' کیا یہ سب کچھ جو بھی ہو رہا تھا اس کی وجہ میں تھا؟ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہراتا ان راستوں پر چل نکلے گا۔ اور اب جبکہ وہ چل ہی نکلا تھا تو مجھے اتنا دکھ کیوں ہو رہا تھا۔ وہ بینک لوٹ چکا تھا اور اپنا نام بھی اس نے عام کر دیا تھا لڑکیاں اسے عام طور سے پرنس ہراتا کے نام سے جاننے لگ گئی تھیں۔

دیر تک میں ہراتا سے گفتگو کرتا رہا تھا اور ہراتا مجھے متحیر کرتا رہا پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"لیکن ہراتا اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"بس چیف ہراتا رہے گا تو تمہارے ہی ساتھ' اس بات پر تم غور کر لو۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض

جگہ اسکا دل لگ جائے مثلاً جیسے لندن بلاشبہ مجھے لندن بے حد پسند آیا ہے اور میں کچھ عرصہ یہاں قیام
کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر تم یہاں سے آگے بڑھے یا واپس ہالینڈ جانے کا پروگرام بنا ہی لیا تو پھر ہراتا تمہارے
ساتھ ہالینڈ چلے گا۔ ویسے چیف اگر مناسب سمجھو تو مجھے اپنا پروگرام بھی بتادو۔"

"پروگرام تو میرا کچھ بھی نہیں ہراتا۔ بس الجھا ہوا ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"الجھن کیا ہے چیف؟"

"کوئی خاص نہیں ہے ہراتا۔"

"پھر بھی چیف جو ہے وہ بتا ہی دو۔"

"بس ہراتا تم میرے بارے میں اب تو کافی کچھ جان چکے ہو تمہیں علم ہے کہ میرے پاس دولت
کے انبار ہیں۔ اتنا کچھ میرے پاس ہے کہ اگر ساری زندگی شہنشاہوں کی مانند بسر کرنا چاہوں تو کوئی دقت نہ
ہوگی۔ میں جو کچھ کر رہا تھا اس میں میرا مطمع نظر صرف اپنے دشمن سے نمٹنا تھا جب تک وہ زندہ رہا مجھے
مقابلے کی دھن سوار رہی۔ اس کے مرجانے کے بعد زندگی بے کیف ہو گئی ہے بعض دشمن بھی کیسی حیثیت
رکھتے ہیں۔"

"ہاں چیف اس میں کوئی شک نہیں ہے بعض دشمنوں کی زندگی ضروری ہوتی ہے لیکن بعض
اوقات آدمی کچھ ایسی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے جن کا حل بہرطور اسکی سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیا تم بھی کسی ایسی ہی الجھن کا شکار ہو ہراتا۔"

"نہیں چیف۔"

"پھر ----"

"بس تم یوں سمجھ لو چیف کہ میں جو زندگی گزار رہا تھا اس سے بھی مطمئن تھا اور اب جو زندگی گزار
رہا ہوں اس سے بھی مطمئن ہوں۔ میں نے دنیا کو چھوڑ رکھا ہے۔ نہ کبھی پہلے کوئی بات سمجھ میں آئی اور
اب۔ بس زندگی کو ایسے ہی چھوڑ دیا ہے سوچا تھا' اسی طرح مر بھی جاؤں گا۔"

"لیکن اب!"

"اب کیا چیف۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہے اسے جاننا چاہتا ہوں ہراتا۔"

"چیف اس نئی زندگی میں آنے کے بعد بے شمار خواہشات میرے ذہن میں بیدار ہو گئی ہیں
حالانکہ بعض اوقات میں خود بھی متعجب رہ جاتا ہوں۔ چیف میں تم سے کیا کہوں بعض اوقات جو خیال
چرخہ چلتا ہے تو ذہنی رو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ خیر چھوڑو۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم
لندن سے باہر جانے کا ارادہ ہے یا نہیں' ہاں ایک بات اور بھی "

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم کیسی زندگی گزار رہے ہو چیف مجھے آج کل تمہارے مشاغل نہیں معلوم" ہراتا نے
کہا۔

"بس ہراتا۔ ٹھیک ہے بے کیفی کا شکار ہوں۔"

"اوہ چیف حالانکہ تم نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے اور اس سے پہلے تو تم کہتے رہے ہو کہ زندگی

بے کیف نہیں ہے' حسن کا وجود زندگی میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے تو آج کل تم بے زار کیوں ہو' کیا
کوئی خاص وجہ ہے یا یونہی ذہن اس طرف راغب نہیں ہو رہا؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"میرے بارے میں تم تفصیل نہیں جان سکتے ہراتا' میری فطرت ہی کچھ ایسی ہے بعض اوقات
دل لگتا ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں لگ جاتا ہے خود کو بہلا لیتا ہوں اور جب بے زاری طاری ہو جاتی
ہے تو دنیا کی کوئی شے پسند نہیں آتی۔" ابھی میں یہیں تک کہہ پایا تھا کہ ویٹر نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔
میرے اجازت دینے پر وہ اندر آگیا اس کے ہاتھوں میں ایک پلیٹ تھی جس میں ایک چھوٹا سا سنہری لفافہ
رکھا ہوا تھا۔

"پرنس ہراتا۔" وہ جھک کر بولا اور ہراتا نے جھک پلیٹ سے لفافہ اٹھالیا۔

"اوہو پرنسس اینڈریا۔" اس نے لفافے پر چھپی ہوئی سنہری مہر دیکھ کر کہا۔

"پرنسس اینڈریا؟" میں نے دوہرایا۔

"ہاں چیف۔"

"کون ہے وہ؟"

"بتاؤں گا اس کے بارے میں۔" ہراتا نے کہا اور پھر بولا۔ "کہاں ہیں؟"

"ہال میں جناب!"

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں پہنچ رہا ہوں۔" ہراتا نے کہا اور ویٹر سر جھکا کر چلا گیا۔ تب ہراتا میری طرف
دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"کیا تعریف ہے ان خاتون کی؟" میں نے پوچھا۔

"کل ہی ملاقات ہوئی ہے کسی افریقی ملک سے تعلق رکھتی ہیں لیکن نقش و نگار میں وہ تیکھا پن ہے
ملاحت ہے کہ بس نگاہ نہیں اٹھتی بہت حسین عورت ہے۔"

"خوب' تم سے کیا فرماتی ہیں؟"

"رقص کیا تھا میرے ساتھ۔ ایک ماہ کے لیے لندن آئی ہیں اور میری قربت چاہتی ہیں۔"

"پورے ایک ماہ کے لیے۔"

"وہ تو پوری زندگی کی رفاقت چاہتی ہیں لیکن اگر رعایت طلب کی جائے تو ایک ماہ میں معاف کر دیں
گی۔" ہراتا نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"عمدہ زندگی گزار رہے ہو۔"

"ملو گے چیف۔"

"کیا کروں گا تم ہی مل لو۔"

"اگر تمہیں پسند آجائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہیں ہراتا۔ تم عیش کرو۔"

"اگر تمہیں کسی کا انتظار نہ ہو تو چیف چلو۔"

"پرنسس کہاں کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے بھی پوچھا تھا' بڑا عمدہ جواب دیتی ہے۔"

"کیا جواب دیا۔"

"کہنے لگی من کی دنیا کی شہزادی ہے رقص کرتی ہے اور پرنس کے نام سے پکاری جاتی ہے بہت خاصی مالدار ہے بڑے قیمتی ہیرے پہنتی ہے۔"

"چلو تمہاری خواہش ہے تو مل لوں گا میں تیار ہوں۔" ہراتا نے میرے لباس کا انتخاب خود ہی کیا تھا۔

کافی دیر کے بعد ہم دونوں ہال میں پہنچے۔ میں اپنی اصلی شکل میں ہی تھا۔ اور نہ جانے کیا لگ رہا تھا۔ بہرحال میں نے پرنس کو دیکھا تین یورپین لڑکیاں اس کے ساتھ موجود تھیں۔ اور اس کی خادمائیں معلوم ہوتی تھیں۔

"ہیلو پرنس۔" اس نے پرتپاک لہجے میں کہا۔ وہ اپنی کرسی سے کھڑی ہو گئی تھی اس کے ساتھ دوسری لڑکیاں بھی کھڑی ہو گئی تھیں۔

"ہیلو پرنس۔" ہراتا بھی مسکرا دیا۔

"بہت انتظار کرایا آپ نے۔"

"یہ میری عادت ہے۔"

"بڑی ظالم عادت ہے' اپنے پرستاروں کو تو معاف کر دیا کریں۔" وہ بولی اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ "یہ کون ہیں؟"

"میرے دوست میرے ساتھی برونو۔"

"کیا بات ہے پرنس۔ ساری دنیا کا حسن آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے سمیٹ لیا ہے آپ کیا کم تھے کہ آپ کے ساتھی بھی....." اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"آپ کو پسند ہیں پرنس اینڈریا؟"

"صرف پسند نہ کہیں۔"

"پھر؟"

"بڑے ہی دلکش ہیں بڑی انوکھی اور پرکشش شخصیت کے مالک۔"

"مجھے یقین ہے آپ دونوں کو ایک دوسرے کی قربت پسند ہوگی۔" ہراتا نے فراخ دلی سے کہا۔

"ان کا تعلق بھی ایشیا کے کسی ملک سے معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔"

"نہ جانے ایشیا کی آنکھیں اس قدر حسین کیوں ہوتی ہیں۔ اب تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آپ دونوں میں سے کون زیادہ حسین ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ الٹی گنگا نہ بہائیں۔" میں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ نے خود پر بھی غور کیا۔ آپ نے تو افریقہ کے ویرانوں کی ساری دلکشی خود میں سمیٹ لی ہے وہ ان دیکھے خطے اجاگر کر دیئے جن کا حسن کنوارا ہے۔"

"اوہ۔ شاعر ہو۔"

"نہیں حقیقت پسند۔"

"اچھے ہو۔ کل میرے گھر آؤ۔" اس نے دعوت دی۔

"تفصیل تو معلوم نہیں ہے تمہارے بارے میں۔"

"پرنس ہراتا خود میں مگن رہنے والوں میں سے ہیں انہوں نے میرے بارے میں کچھ پوچھا ہی نہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"تو اب بتا دیں۔"

"معمولی سی رقاصہ ہوں لوگ مجھے پرنس کہتے ہیں قصور ان کا ہے میرا نہیں۔ بڑے بڑے ملکوں میں جا کر پروگرام کرتی ہوں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ان پروگراموں سے اتنی دولت حاصل کر لیتی ہوں کہ اگر چاہوں تو اپنی ایک چھوٹی سی ریاست بنا سکتی ہوں۔"

"خوب تو آپ فنکار ہیں۔"

"ہاں اور مجھے اپنے فن پر ناز ہے۔"

"تب تو ہراتا پرنس اینڈریا کے فن کا نظارہ کریں گے' میں آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں پرنس لیکن ایک شرط پر کہ ہم آپ کے رقص سے محروم نہیں رہیں گے۔ ہاں یہاں آپ نے اپنا پروگرام شروع کیا یا نہیں؟"

"اوہ نہیں۔ ابھی میں لندن کے شب و روز سے لطف اندوز ہو رہی ہوں۔ اس ملک میں میں کئی بار آچکی ہوں اس کے باوجود مجھے یہ ملک بہت پسند ہے۔ میں جب بھی یہاں آتی ہوں کچھ دن آرام کرتی ہوں اس کے بعد اپنی آمد کا اعلان کرتی ہوں۔ فی الوقت میں نے باقاعدگی سے اپنی آمد کا اعلان نہیں کیا' صرف چند لوگوں کو معلوم ہے کہ میں یہاں آئی ہوں۔ اگر میرے پرستاروں کو میری آمد کا علم ہو جائے تو میرے گرد بے شمار لوگ جمع ہو جائیں گے۔" اس نے کہا۔

"یقیناً" پرنس یقیناً"۔ لیکن اس کا فیصلہ تو آپ کا رقص دیکھنے کے بعد کیا جا سکتا ہے کہ ہم آپ کے پرستاروں میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔"

"میں چاہتی ہوں کہ آپ بھی مجھے پسند کریں۔" پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دیر تک ہم اس کالی حسینہ سے باتیں کرتے رہے' اس کے انداز میں واقعی شہزادیوں کا سا وقار تھا اور اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ وہ صرف ایک رقاصہ ہے ایک معمولی رقاصہ' بہرصورت ہم نے اس کے دوسرے دن کی دعوت قبول کر لی اور پھر واپسی کے لیے اٹھ گئے۔

"کیا خیال ہے چیف' کیسی ہے۔" ہراتا نے راستے میں سوال کیا۔

"پرکشش۔"

"ہاں۔ حالانکہ اس کے ساتھ بہت سی سفید حسینائیں تھیں۔ اور یہاں ہال میں بھی ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی بات ہی دوسری تھی کالی ہونے کے باوجود وہ کتنے دلکش خدوخال رکھتی ہے اور میرے خیال کے مطابق چیف وہ گفتگو بھی بے حد عمدہ کرتی ہے۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ہراتا۔ اب تو تمہیں عورتوں کے بارے میں خاصی معلومات ہو گئی ہیں۔"

"ہاں چیف۔ ہراتا اگر اپنا نام بھی بدل دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اب وہ بدلی ہوئی شخصیت

ہے' ہاں اب تم یہ بتاؤ کہ رات بھر تم کیا کرو گے؟"

"آرام سے سوؤں گا۔"

"چیف بڑی حیرت انگیز بات ہے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ جب میں اس زندگی میں داخل ہوا ہوں تو تم اس سے نکل بھاگے ہو آخر کیوں؟"

"نہیں ہراتا۔ نکل نہیں بھاگا۔"

"تو پھر؟"

"بس میرے ذہن پر بے زاری طاری ہے۔"

"ابھی تک۔"

"ہاں۔"

"حالانکہ چیف میرا خیال تو یہ ہے کہ عورت کی موجودگی میں بے زاری کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لندن ہے چیف اور یہاں ایک سے ایک حسین لڑکی کچھ ڈالرز میں مل جاتی ہے۔"

"میری فطرت کچھ عجیب ہے ہراتا۔ عورت میرے لیے کوئی اہم شے نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں چیف' تو کیا تمہارے خیال میں ہوریشو تمہارے لیے ان حسین عورتوں سے زیادہ دلکش تھا۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"بہرصورت اب تو وہ مر گیا چیف اور ان لوگوں کو کیا یاد کرنا جو جدا ہو جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہراتا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ ذرا اس کا نعم البدل ملے تو سوچ بنے۔ ان دنوں صرف اس الجھن میں پھنسا ہوا ہوں کہ زندگی کے کون سے راستے پر قدم بڑھائے جائیں۔"

"فی الحال تو میرے ذہن میں ایک راستہ ہے۔"

"کیا؟"

"حسن کا راستہ دیکھو۔" ہراتا نے ایک حسین لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو لفٹ کی جانب جا رہی تھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی "یہاں کسی لڑکی کا حصول مشکل نہیں ہے۔ چیف۔ اگر اجازت ہو تو ۔۔۔۔۔"

"ہاں جاؤ۔" میں نے کہا اور ہراتا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ میں ایک گہری سانس لے کر کمرے میں واپس آ گیا۔

طبیعت پر شدید اداسی چھائی ہوئی تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بے نام سی اداسی کو کیا سمجھوں؟ کہاں دفن کروں اسے' ہوریشو میرا بدترین دشمن تھا۔ دوسری جانب بنی تھی۔ مکلینو تھا۔ ان کے لیے یہ بات بہرصورت بڑی دھماکہ خیز اور خوشی کا باعث ہوگی کہ بالآخر ہوریشو میرے ہاتھوں مارا گیا تیسری جانب سردارے تھا جو ہالینڈ میں ایک بہت بڑی فیکٹری چلا رہا تھا۔ نجانے اس کی کیا کیفیت ہو۔ میں اس سے لاعلم تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اب میرے بارے میں اس کے کیا خیالات ہوں گے۔ بہرصورت وہ جس انداز میں

کام کر رہا تھا اس سے تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے کام پر عبور حاصل کر چکا ہے۔

ان ساری باتوں کو سوچتے ہوئے میرے ذہن میں بہت سارے خیالات پیدا ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سردارے کے پاس واپس جاؤں یا یہیں سے صرف خاموشی کی راہ اختیار کر لوں۔

لیکن کونسی راہ۔ سکون کی تو کوئی راہ میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ نجات کا کوئی راستہ سامنے نہیں تھا۔ جاتا تو کہاں جاتا۔ دولت کے انبار تھے جنہیں خرچ کرنے کے لیے طویل عمر بھی کم تھی لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود میں سکون سے محروم تھا۔ بے سکونی اور صرف بے سکونی۔ زندگی میں اگر قہقہے تھے تو مصنوعی' ادائیں تو تھیں کرائے کی۔ لیکن سکون کہاں تھا نروان کہاں ہے۔

رات حسب معمول ویرانوں کی رات تھی۔ سوچ سے پیچھا چھڑاتا رہا اور جب نیند مہربان ہوئی تو کھیل ختم ہو گیا۔ اور صبح تو ہونا ہی تھی لیکن ناشتہ کے بعد سے ہراتا نے پرنس اینڈریا سے ملنے کی جو تیاریاں شروع کیں انہوں نے مجھے تنگ کر کے رکھ دیا۔ بہرحال ساتھ تو دینا ہی تھا۔

لیکن مجھے بار بار ہراتا پر حیرت ہوتی تھی۔ وہ تو بالکل ایک نوخیز اور نوجوان لڑکے کی حیثیت اختیار کر گیا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک سنجیدہ اور بردبار انسان تھا۔

میں جب بھی اس کے بارے میں سوچتا میرے دل کو ایک شدید جھٹکا لگتا۔ ہراتا کی شخصیت مسخ کرنے کا باعث میں ہی تھا ورنہ اس سے پہلے وہ ایک اچھا انسان تھا لیکن میری وجہ سے وہ نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا اور اب دیکھنا یہ تھا کہ اس کی یہ حرکت اسے کس راستے پر لے جاتی ہے۔ بہرحال یوں لگتا تھا جیسے اس نے خودکشی کا راستہ اختیار کر لیا ہو یعنی ہوریشو کو قتل کرنے کے بعد اور اپنے مسلک کو چھوڑنے کے بعد یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی ختم کر دیا ہو۔ بہرصورت وقت مقررہ پر ہم پرنس اینڈریا کی طرف چل پڑے۔ ہراتا بہت خوش تھا اور خوبصورت لباس میں نہایت حسین نظر آ رہا تھا۔ پرنس اینڈریا نے جو پتہ دیا تھا اسے تلاش کرنے میں کوئی خاص دقت نہ ہوئی۔ ہم اس خوبصورت عمارت تک پہنچ گئے۔ جس کے وسیع و عریض لاؤنج میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہماری ٹیکسی پورچ میں جا کر رک گئی۔ ہمارا استقبال کرنے کے لیے پرنس اینڈریا موجود تھی۔ اس کے عقب میں اس کی خادماؤں کا غول تھا جن میں دو تین سیاہ فام لڑکیاں تھیں اور باقی سب سفید فام۔

اینڈریا کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔ بلاشبہ اگر اس کا رنگ سیاہ نہ ہوتا تو اسے دنیا کی حسین ترین عورت کہا جا سکتا تھا وہ نہایت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی ۔۔۔۔۔ پھر وہ جھومتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے نہایت دلکش انداز میں پہلے ہراتا کی جانب اور پھر میری طرف دیکھ کر گردن جھکائی۔

"اینڈریا اپنی عزت افزائی پر آپ کو خوش آمدید کہتی ہے پرنس ہراتا اور مسٹر برونو۔" اس نے دلآویز انداز میں کہا اور ہراتا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"یہ جگہ پرنس کے شایان شان تو نہیں ہے لیکن یہاں اینڈریا کی محبت اور اس کا خلوص موجود ہے۔ اس لیے آپ کو یہاں ناگواری محسوس نہ ہوگی۔"

"بلاشبہ۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پرنس اینڈریا نے ہم دونوں کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

چند ساعت کے بعد ہم ایک وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ دیکھ کر پرنس اینڈریا کی خوش ذوقی اور اعلیٰ نفاست کا احساس ہوتا تھا۔ ہراتا بے تکلف قسم کا آدمی تھا

بیٹھنے کے بعد بولا۔

"کیا یہ آپ کی ذاتی عمارت ہے پرنس اینڈریا؟"

"نہیں۔ لیکن یہاں آنے سے پہلے میں نے اسے حاصل کر لیا تھا اور پھر اسے میری مرضی کے مطابق سجادیا گیا۔"

"اس سے آپ کی خوش ذوقی کا اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے بات سنبھالنے کی غرض سے کہا۔

"ہاں بس میں ایک مخصوص انداز میں رہنے کی قائل ہوں اور جہاں بھی جاتی ہوں وہاں اپنی ذہنی شگفتگی کے لیے اپنی رہائش گاہ کو اپنی طبیعت کے مطابق سجاتی ہوں۔"

"بلاشبہ' آپ کے ڈرائنگ روم کو دیکھ کر آپ کی اعلیٰ ذوقی اور نفاست کا احساس ہوتا ہے ہمیں یہاں بیٹھ کر بے حد فرحت محسوس ہوئی ہے۔"

"بہت بہت شکریہ! لیکن ابھی تو آپ نے میری خواب گاہ نہیں دیکھی اسے بھی دیکھ لیں" اس نے ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ آنکھوں میں معنی خیزیت تھی۔ ہراتا نے میری جانب دیکھا اور میں خاموش ہو گیا۔

"کیا خیال ہے پرنس کیا آپ اسے دیکھنا پسند کریں گے؟"

"ابھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس کے لیے خاصا وقت پڑا ہے" ہراتا نے بے باکی سے کہا اور یہ جملہ بھی میرے لیے تعجب خیز تھا۔

ہراتا اس قدر بے باک ہو گا۔ اس بارے میں میں نے سوچا بھی نہ تھا بہرصورت اینڈریا کی دلچسپ گفتگو جاری تھی اور چند ساعت کے بعد ایک اور سیاہ فام لڑکی جس کی شکل وصورت اینڈریا سے کافی مشابہ تھی اندر داخل ہوئی۔ اینڈریا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکی بیٹھ گئی تب اینڈریا نے اس کا تعارف کراتے ہوئے بولی۔

"پرنس جوزینا میری چھوٹی بہن۔ آج ہی یہاں پہنچی ہیں۔" اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"اوہو' بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" ہراتا جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزینا نے اس سے ہاتھ ملایا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور وہ اپنی جگہ جا بیٹھی۔

"کیا مس جوزینا بھی آپ ہی کی ہم پیشہ ہیں۔" میں نے اینڈریا سے سوال کیا۔

"زیر تربیت ہے صحیح طریقہ سے مقامی زبانوں سے بھی واقف نہیں ہے۔ میں اسے تربیت دے رہی ہوں میرا ہی پیشہ اختیار کرے گی۔"

"آپ کا کوئی جواب نہیں تھا پرنس اینڈریا لیکن اگر آپ کا کوئی جواب ہے تو وہ بھی آپ کے پاس ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔" اینڈریا نے کہا۔

"مس جوزینا کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ' ہاں وہ حیرت انگیز طور پر مجھ سے مشابہہ ہے۔" اینڈریا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ جوزینا

دئی ے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر صرف ایک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اور ناز نہیں تھا۔ لیکن نوخیزیت اس کے چہرے کو زیادہ دلکش بنا رہی تھی جب تک وہ نہیں آئی تھی یا اپنے حسن میں یکتا نظر آ رہی تھی لیکن جوزینا کے آنے کے بعد احساس ہوتا تھا کہ اینڈریا کچھ عرصہ کیا ہوگی۔ تجربات کی چند لکیروں نے اینڈریا کو پختہ کار بنا دیا تھا۔

تکلف چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اینڈریا کے خادموں میں دونوں قسم کے لوگ تھے اس کے ہم ملکی بھی اور مقامی بھی لیکن در حقیقت وہ شہزادیوں کے سے انداز سے سیر کرتی تھی۔

کافی دیر تک ناشتے کی میز پر گفتگو رہی۔ جوزینا اس دوران کچھ نہیں بولی تھی لیکن اس کے اندر ایک ایک نفاست ضرور موجود تھی۔ اور وہ اس طرز زندگی سے نامانوس نظر آ رہی تھی پھر ہم ناشتے کی میز اٹھ گئے اور اینڈریا ہمیں لیے ہوئے لان پر نکل آئی۔ لان پر بیٹھنے کے لیے عمدہ بندوبست کیا گیا تھا بصورت کرسیاں لگی ہوئی تھیں درمیان میں میزوں پر تازہ پھول سجے ہوئے تھے۔

"آپ کا طرز زندگی بہت خوبصورت ہے پرنس اینڈریا۔"

"زندگی میں صرف ایک ہی شوق ہے۔"

"کیا؟"

"نفیس ماحول اور بس۔ اچھے لوگوں کا ساتھ۔"

"مس جوزینا بہت زیادہ خاموشی پسند ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے جو بات ہے بس بتا چکی ہوں۔"

"یعنی؟"

"وہ ابھی صرف سمجھ سکتی ہے بول نہیں سکتی۔"

"اوہ ہاں۔ آپ نے بتایا تھا۔ ویسے آپ نے ایک وعدہ بھی کیا تھا پرنس اینڈریا۔" میں نے التے ہوئے کہا۔

"وعدہ؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"ہاں آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنے فن کا مظاہرہ کریں گی۔"

"اوہ' میں اس سے منحرف تو نہیں ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا "لیکن وقت کافی گزر چکا ہے۔"

"وقت کو روک دیا ہے میں نے۔ آپ کا خیال ہے آپ جلدی سے یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"شام کی چائے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔"

"آپ ڈنر بھی ہمارے ساتھ کریں گے اور کل صبح ناشتہ بھی۔" اینڈریا نے مخصوص انداز میں التے ہوئے کہا۔ اپنے انداز میں وہ بے باک تھی۔ اور یہ بات اسے منفرد کرتی تھی۔ ہراتا خوشی سے لا پڑا تھا۔

"خود میری بھی یہی تجویز تھی پرنس اینڈریا۔ کیوں مسٹر برونو اس میں کوئی حرج نہیں ہے آپ کی الائے ہے؟"

"جو آپ کو لوگوں کی خواہش ہو۔ لیکن رات کے آخری حصے میں میں تنہائی محسوس کروں گا۔"

"کیوں؟" اینڈریا نے پوچھا۔

"میں تنہا سونے کا عادی نہیں ہوں۔"

"اوہ' جوزیتا آپ کو انٹرٹین کرے گی۔"

"تب کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے ہراتا کو آنکھ ماری اور ہراتا نے جھینپے ہوئے انداز میں گردن ہلا دی۔ اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پرنس اینڈریا گھاٹ گھاٹ کا پانی پئے ہوئے تھی اس کی گفتگو بھی دلکش تھی جوزیتا بھی شریک رہی لیکن بمشکل ایک آدھ لفظ بول لیتی تھی البتہ دو ایک بار وہ کھل کر ہنسی تھی اور اس کی ہنسی کافی دلکش تھی۔

پھر رات ہو گئی۔ اینڈریا نے تھوڑی دیر کے لیے ہم سے اجازت طلب کی تھی میں اور ہراتا گفتگو کرتے رہے تھے۔ پھر رات کے کھانے سے قبل اینڈریا نے ہمیں پیشکش کی۔

"میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتی ہوں مسٹر برونو!"

"ہم منتظر ہیں پرنس۔"

"تب آپ تھوڑی دیر کے لیے ہمیں وقت دیں۔" اس نے کہا اور دونوں بہنیں چلی گئیں۔ طویل عرصہ میں پہلی بار ہمیں تنہائی ملی تھی تب میں نے گہری سانس لے کر ہراتا کو دیکھا۔

"کیا لگ رہا ہے چیف؟" ہراتا پھٹ سے بولا۔

"عجیب۔" میں نے جواب دیا۔

"ایں۔ کیوں؟"

"بس میری عادت ہے ہراتا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا چیف؟"

"پرنس اینڈریا ضرورت سے زیادہ مہربان ہیں۔"

"ہاں ہے!"

"کیوں؟"

"اوہ چیف' مانتا ہوں عورت کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو لیکن اب تھوڑی معلومات مجھے بھی حاصل ہوتی جا رہی ہیں۔"

"ہاں تمہاری ذہانت میں کوئی شک نہیں ہے مجھے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ چیف۔ میرا خیال ہے عورت دنیا کی سب سے چالاک اور سب سے بے وقوف ہے۔"

"خوب۔ تھوڑی سی وضاحت کرو۔"

"کچھ بھی بن جائے رہتی مظلوم ہی ہے اپنے آپ کو کچھ بھی سمجھ لے لیکن اپنے مصرف سے واقف ہوتی ہے۔ اب یہ عورت۔ ایک عمدہ حیثیت کی مالک ہے لیکن اسے اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے دولت اور اچھے اسٹیٹس کی بھی ضرورت ہے۔"

"دولت کی تو اس کے پاس بھی کمی نہیں۔"

"ہاں لیکن اس کی فطرت!"

"یعنی؟"

"ندرت کی تلاش۔ ہمیں اس نے دوسروں سے مختلف پایا ہے اور یہی چیز اس کے لیے دلکش ہے رہی دولت کی بات تو اگر وہ دولت چاہتی ہے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے ہم اس کی قیمت مقرر کر سکتے ہیں۔"

"اس نے کچھ طلب تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔"

"اس کا اظہار بھی نہیں کیا۔"

"نہیں۔ ابھی تو وہ صرف اپنی پسند کا اظہار کرتی رہی ہے لیکن تم اور کیا سوچ رہے ہو؟ چیف مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"یقین کرو کچھ بھی نہیں لیکن بس میرے اندر ایک محتاط احمق چھپا ہوا ہے جو ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتا ہے۔ اسی نے آواز دے کر کہا ہے کہ آخر وہ کیا چاہتی ہے اور ہمیں اتنی اہمیت کیوں دے رہی ہے؟"

"اسے کان کھانے دو' توجہ ہی مت دو۔ فضول باتیں کرنے والوں کو یوں بھی گھاس نہیں ڈالنا چاہیے۔ وہ ایک شکم سیر عورت ہے اور جب انسان شکم سیر ہوتا ہے تو پھر اسے دور کی سوجھتی ہے سو اسے بھی دور کی سوجھی ہے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو۔"

"اس کے علاوہ چیف ہمیں خطرہ کس بات کا ہے کون ہم سے کیا لے سکتا ہے۔ باقی رہے دوسرے معاملات تو۔" ہراتا خاموش ہو گیا۔ دو سفید فام لڑکیاں مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی تھیں۔

"مہمانوں کو پرنس اینڈریا طلب کرتی ہے۔"

"چلو چیف۔" ہراتا مسکراتا ہوا بولا۔ اور ہم دونوں اٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑے۔ لڑکیاں ہمیں لیے ہوئے ایک دروازے پر پہنچ گئیں اور پھر انہوں نے دروازے سے اندر جانے کا اشارہ کیا اور ہراتا نے دروازہ کھول دیا۔

ماحول بے حد پراسرار تھا۔ درختوں میں الیکٹرک مشعلیں روشن تھیں۔ جو جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں ان میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ خونخوار جنگلی جانوروں کے مجسمے جگہ جگہ ایستادہ تھے' ایک سیاہ رنگ کا ہیبت ناک مجسمہ ایک طرف نصب تھا۔ جس کی آنکھیں روشن تھیں۔ غرض عجیب و غریب ماحول پیدا کیا گیا تھا اور اس ماحول کو ترتیب دینے میں معمولی وقت اور پیسہ نہ خرچ ہوا ہو گا۔ جبکہ بقول اینڈریا کے وہ حال ہی میں یہاں آئی تھی۔

ہمیں لانے والی خادمائیں باہر ہی رک گئی تھیں اور اس ویران اور ہیبت ناک ماحول میں ہم تنہا تھے۔ ہراتا دلچسپی سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے سحرزدہ انداز میں کہا۔ "چیف! کیا ہم افریقہ کے کسی پراسرار خطے میں نہیں کھڑے ہیں۔"

"بڑا حسین ماحول پیدا کیا گیا ہے ہراتا۔"

"کیا صرف ہمارے اعزاز میں؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے!"

"اینڈریا واقعی پرنس ہے اگر اس نے صرف اپنے مہمانوں کے لیے یہ اہتمام کیا ہے تو معمولی بات لگتا ہے یا پھر کچھ بھی ممکن ہے۔"

"کیا؟"

"ممکن ہے وہ کنٹریکٹ کرنے کے لیے اپنے گھر پر کوئی شو کرنا چاہتی ہو۔ ایسے اعلیٰ فنکار خرچ بھی خوب کرتے ہیں اور کماتے بھی خوب ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی میرا خیال تھا کہ ہراتا کوئی اور خاص بات کہنا چاہتا ہے لیکن عورت جب ذہن پر سوار ہوتی ہے تو انسان کبھی کوئی خاص بات نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ اس وقت ہراتا سے بھی یہ امید فضول تھی۔

تبھی اچانک کسی طرف سے اچانک ایک آواز ابھری۔ بھدی آواز۔ اور ہم دونوں چونک پڑے پھر یہی آواز دوسری طرف سے بھی آئی تھی۔ ہماری گردنیں آواز کے ساتھ گھوم گئیں لیکن پھر یہ آواز ہمارے عقب سے ابھری۔

بڑی پراسرار کیفیت تھی۔ ہراتا نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "یہ آوازیں کیسی ہیں چیف؟"

"کیا مطلب؟"

"افریقی ڈھول جو درختوں کے تنوں سے بنائے جاتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"قابل تحسین ہے اینڈریا جس نے ہمارے لیے اس قدر اہتمام کیا۔" وہ بولا۔ پراسرار آوازیں اب تیز ہوتی جا رہی تھیں لیکن وہ کسی ایک سمت سے نہیں آ رہی تھیں بلکہ درختوں کے مختلف حصوں سے آ رہی تھیں نجانے کتنے آدمی یہاں چھپے ہوئے تھے۔ ہیبت ناک بت کے پیچھے اچانک تیز روشنی پھیل گئی بہت ہی تیز روشنی تھی اور بجلی کے ذرائع سے ہی پیدا کی گئی تھی لیکن بجلی پیدا کرنے کا انداز خاص دلکش اور دلچسپ تھا۔ روشنی بڑھتی چلی گئی اور ہماری نگاہیں اس روشنی پر مرتکز رہیں۔ تب ایک جھماکا سا ہوا۔ اور بت کے پیچھے سے اینڈریا برآمد ہوئی لیکن ایسے لباس میں جسے دیکھ کر آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہو جاتی تھی۔

جھلملاتا ہوا لباس جو چمکیلی پٹیوں سے بنایا گیا تھا اس قدر مختصر تھا کہ جسم کا ایک ایک عضو صاف ظاہر ہو رہا تھا جسم کے کسی حصے کو مکمل طور پر ڈھکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اینڈریا کے سیاہ لمبے بالوں پر چوٹی کا ایک تاج بنایا گیا تھا اور اس تاج کے درمیان سیاہ رنگ کا ایک حسین پتھر جگمگا رہا تھا۔ چہرے پر مختلف رنگ بکھرے ہوئے تھے اور ہاتھوں پر بھی اسی انداز میں..... گل کاری کی گئی تھی۔ ایک عجیب سی وحشت خیز شکل تھی اس کے باوجود بھی دلکش نظر آ رہی تھی۔ وہ تھرکنے کے سے انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی اور ساز کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ ڈھول کی آواز تیز ہوتی گئی۔ اینڈریا کے تھرکنے کے انداز میں تیزی آتی گئی اب وہ مکمل طور پر ہمارے سامنے تھی۔ اس کے ہونٹوں پر شدید قسم کی پراسرار سی مسکراہٹ تھی۔ طوفانی رقص شروع ہو گیا۔ وہ رقص جس کے بارے میں صرف سنا تھا کہ افریقہ کے وحشی قبائل لوگ اس قدر ہیجان خیز رقص کرتے ہیں لیکن آج وہ رقص ہمارے سامنے تھا۔ اینڈریا کا چمکیلا بدن۔ عجیب غریب انداز میں تھرک رہا تھا اس کے جسمانی نقوش کی لرزشیں بھی بے حد ہیجان خیز تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بدن کی پھرتی بھی۔

ہراتا کی آنکھوں میں تو عجیب سی چمک پیدا ہو گئی تھی میں بھی اینڈریا کے اس رقص میں محو ہو گیا اور چند لمحات کے لیے میرے ذہن سے ساری باتیں نکل گئیں۔ اینڈریا کا رقص آہستہ آہستہ تیزی اختیار کرتا جا رہا تھا حالانکہ ہر لمحے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدن کی پھرتی اس سے زیادہ نہیں ہو سکے گی اور یہ اس کا آخری ہوگا لیکن ہر لمحے یہ خیال غلط ثابت ہوتا جا رہا تھا کیونکہ اینڈریا کے بدن کی جنبش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ ہراتا نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا لیکن وہ رقص میں محو تھا۔ میں حیران اس شخص پر بھی تھا اس سے پہلے لوگ مجھ پر حیران ہوا کرتے تھے لیکن اب میں ہراتا پر حیران تھا۔

اس کے انداز سے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اب سے کچھ وقفے قبل یہ شخص ایک شرمیلا سا نروان تھا لیکن اب اس کے چہرے پر ایسی کیفیات تھیں جیسے وہ کوئی ضرورت سے زیادہ عیاش شخص ہو یا کسی تماشا گاہ میں موجود ہو۔

اینڈریا کا پراسرار رقص جاری تھا اور بلاشبہ حیرت انگیز رقص تھا' وہ اب اس انداز میں تھرک رہی تھی کہ اس کے بدن کے حصے پر نگاہ جمائی نہیں جا سکتی تھی بس ایک ہیولا تھا جو برقی قوت سے متحرک تھا۔ انسان کے جسم میں اتنی تیزی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے بہت سارے رقص خانوں میں رقص دیکھا تھا ان میں جنگلی رقص بھی پیش کیے گئے تھے لیکن اتنا شدید اور ہیجان خیز رقص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

ڈھول اور نقاروں کی آواز اب بہت زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ اور اینڈریا اس لے کے ساتھ ساتھ ناچتی جا رہی تھی تقریباً" بیس منٹ تک اینڈریا رقص کرتی رہی۔ اس کا ہر لمحہ شدید سے شدید تر تھا۔

اور پھر اچانک ڈھول ساکت ہو گئے اور اینڈریا خاموش ہو گئی۔ وہ جس انداز میں ساکت ہوئی تھی اسی انداز میں کئی منٹ تک ساکت کھڑی رہی اسکا پورا بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور اس طرح چمک رہا تھا جیسے کوئی نقرئی ہیولا ہو۔ میں اور ہراتا متعجبانہ انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ آگے بڑھی اور دلکش انداز میں چلتی ہوئی ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔

"مہمانوں کی آمد کا پہلا تحفہ۔" اس نے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک عجیب نشے کی سی کیفیت تھی بالکل بدلی بدلی سی آنکھیں تھیں اس کی۔ نجانے کیسا انداز تھا۔ اچانک ہیبت ناک بت کے پیچھے ایک اور تیز جھماکا ہوا۔ اور اچانک جوزینا بھی نکل آئی۔ اینڈریا ایک طرف ہٹ گئی تھی اب جوزینا اسی پوزیشن میں تھی جس میں کچھ دیر قبل اینڈریا تھی۔

ڈھول کی آوازیں پھر بلند ہونے لگیں اور جوزینا کا رقص شروع ہو گیا اور اس کے بعد تو حیرت کرنے کی گنجائش تھی ہی نہیں۔ جوزینا اینڈریا سے کہیں آگے تھی۔ وہ تو اتنے وحشیانہ انداز میں رقص کر رہی تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے اس کا عضو عضو ابھی ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔

میں اور ہراتا پھر محو ہو گئے لیکن اب اینڈریا بھی ہمارے ساتھ ہی رقص دیکھنے والوں میں شامل ہو گیا ہم تین تماشائی تھے۔ جوزینا کا رقص بھی تقریباً" پچیس تیس منٹ تک جاری رہا اور احساس بھی نہ ہو سکا کہ کب اس کا رقص ختم ہوا۔ لیکن بلا کسی شبہ کے جوزینا رقص میں اینڈریا سے بہت آگے تھی۔

لیکن بالآخر رقص ختم ہو گیا۔ ڈھول رک گئے جوزینا بھی ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔ جنگلی میک اپ میں دونوں بہنیں ایک ہی شکل کی محسوس ہو رہی تھیں لیکن جوزینا اس وقت کچھ زیادہ ہی قیامت خیز محسوس

ہو رہی تھی اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی کیفیت کچھ اس طرح تھی کہ اس سے براہ راست آنکھیں ملانا بڑا ہی مشکل تھا۔ تب وہ دونوں آہستہ سے جھکیں اور اینڈریا نے کہا۔

"دوسرا آئٹم، لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ دونوں پھر اس مجسّمے کے پیچھے چلی گئیں۔ ہراتا پاگلوں کے سے انداز میں مجسّمے کو گھور رہا تھا۔ میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"تم تو بالکل ہی محو ہو گئے ہراتا۔"

"چیف! کیا تم ہوش میں ہو؟"

"نہیں۔ بلاشبہ اتنا اچھا رقص میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا؟" میں نے جواب دیا۔

ہمیں انتظار نہ کرنا پڑا۔ اور اینڈریا اور جوزینا ایک ساتھ برآمد ہوئیں اب وہ جدید ترین لباس میں ملبوس تھیں اور درختوں کے پیچھے سے سیاہ فام وحشی بھی نکلنے شروع ہو گئے۔ یہ لوگ جنگلی لباس میں ملبوس تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مختلف ساز تھے۔

سیاہ فاموں نے ساز بجانا شروع کر دیئے اور اینڈریا اور جوزینا اس ساز پر رقص کرتی رہیں۔ دیر تک یہ رقص جاری رہا۔ گو اس رقص میں پہلے جیسی دلکشی نہیں تھی اور مقامی انداز ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی خاص خوبی بھی نہیں تھی لیکن بہرصورت وہ دونوں رقص کر رہی تھیں۔

تب میں آگے بڑھا اور میں نے ایک سیاہ فام نوجوان سے جس کے ہاتھ میں جدید طرز کی گٹار تھی میں نے گٹار اس کے ہاتھ سے لے لی الیکٹرک گٹار تھی۔ میں نے اسے بجانا شروع کیا۔ اینڈریا اور جوزینا میرے ہاتھ میں گٹار دیکھ کر رک گئی تھیں۔ انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور میں نے ہنس کر گٹار پر ایک دھن چھیڑ دی۔ یہ دھن افریقی انداز ہی کی تھی لیکن میں اس میں اسپینش اور فرانسیسی انداز شامل کر رہا تھا۔ تمام سیاہ فام رک کر میری گٹار کی دھن کو سنتے رہے، وہ سب کافی متاثر نظر آ رہے تھے۔

میں گٹار بجاتا رہا۔ تب جوزینا آگے آئی اور رقص کرنے لگی۔ یہ کمبینیشن بھی بہت دلچسپ تھا۔ جوزینا ناچتی رہی اور اس کی دیکھا دیکھی اینڈریا بھی آگے بڑھ آئی تھی۔ وہ کافی دیر تک میری گٹار کی دھن پر رقص کرتی رہی۔

دیر تک جوزینا میرے گٹار پر رقص کرتی رہی۔ ہراتا بھی میری ہی جانب دیکھ رہا تھا اور پھر رقص کا یہ دور بھی ختم ہو گیا۔ تب ہراتا سامنے آ گیا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"واہ۔ بہت کچھ دیکھا۔ بہت کچھ دیکھا چیف! اتنا دیکھا کہ کچھ اور دیکھنے کی تاب نہیں رہی۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"یعنی وہ ہاتھ جو دوسروں کو تگنی کا ناچ نچاتے ہیں۔ گٹار پر بھی اسی انداز میں چل سکتے ہیں۔ یہ تو نئی بات ہے۔" جوزینا اور اینڈریا بھی میرے نزدیک آ گئیں۔ اینڈریا بڑی دلکش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بہت خوب بجاتے ہو مسٹر برونو، بہت خوب بجاتے ہو۔"

"شکریہ مس اینڈریا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو آپ پسند کریں؟"

"میرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ ایک آخری آئٹم اور پیش کر دیا جائے اور اس کے بعد مکمل پروگرام" اینڈریا مسکراتی ہوئی بولی۔

میں نے قرب و جوار میں کھڑے سازندوں کی جانب دیکھا چھ آدمی تھے۔ سب کے سب سیاہ فام تھے اس وقت کوئی سفید فام موجود نہیں تھا تب میں نے پرنسس اینڈریا کی جانب دیکھا اور کہا۔

"ضرور پرنسس اینڈریا اس میں کیا ہرج ہے آپ کا یہ دلکش رقص تو بہت ہی مسحور کن ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمیں اتنا اعلیٰ ریسپشن ملے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ آخری رقص آپ کی توقع کے بالکل خلاف ہو گا۔ مسٹر برونو۔" اینڈریا نے عجیب سے لہجے میں کہا جس کا میں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"تب ہم شدت سے اس کا انتظار کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"دراصل یہ رقص ہمارا قومی رقص ہے۔" اینڈریا نے کہا۔

"اوہو۔ تب تو اس میں اور بھی حسن ہو گا۔"

"ہاں۔ ایسا حسن جو آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"مجھے یقین ہے مس اینڈریا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اس کے لیے بھی ہمیں چند ساعت کی اجازت چاہیے۔" اینڈریا نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور۔" میں نے کہا اور وہ دونوں واپس چلی گئیں۔

"ہراتا یہاں تو واقعی بڑا لطف آیا ہے۔" میں نے ہراتا سے کہا۔

"تم تو کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔"

"نہیں ہراتا ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"پھر کیا تھا چیف؟"

"بس ہراتا۔ میں نے کہا نا میرے اندر کچھ ایسی عادتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ میں ہر چیز کو شبہ کی نظر سے دیکھتا ہوں۔"

"بہرحال چیف! میں تمہارے بارے میں عجیب و غریب احساسات رکھنے لگا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"یہی کہ تم بھی کوئی زمینی مخلوق نہیں ہو بلکہ کسی اور سیارے سے آئے ہو جہاں انسانوں جیسی آبادیاں ہیں۔ اور وہ انسان زمین کے انسانوں سے بہت زیادہ مختلف ہیں۔ بلکہ حیرانی کی بات ہے کہ تم جو میدان جنگ میں ایک خطرناک لڑاکا اور ذہنی جنگ کے میدان میں ایک ذہین ترین انسان ہو اس قسم کے ماحول میں اتنا خوبصورت گٹار بھی بجا سکتے ہو۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا۔"

"بہرصورت ہراتا ساری چیزیں انسانی ضروریات میں سے ہوتی ہیں ہر شخص حسن لطیف بھی رکھتا ہے بشرطیکہ اگر اسے ابھرنے کا موقع بھی ملے۔"

"مگر تمہارے جیسے انسان کے لیے تو یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے۔" ہراتا مسکرا کر بولا۔ "تم بھی تو میرے لیے حیرت انگیز ہو۔"

"کیوں چیف؟"

"تم نے اپنے انداز اپنے اطوار کو جس انداز میں تبدیل کیا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب تو یوں لگتا ہے میں تمہارے آگے طفل مکتب ہوں۔" میں نے کہا اور ہراتا ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"ارے نہیں نہیں چیف۔ ایسی بات نہیں ہے۔"

سازندے اب بھی اسی طرح کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں مجھ پر جمی تھیں اور وہ مکمل طور پر خاموش تھے۔ تب وہی عمل دوبارہ شروع ہوا یعنی بت کے عقب میں روشنی نمودار ہونے لگی۔ پھر جوزینا اور اینڈریا اپنے وحشیانہ لباس میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ نمودار ہوئیں۔ سازندے ساز رکھ کر ساکت ہوگئے تھے اب کسی بھی ساز کی آواز بلند نہیں ہو رہی تھی۔

جوزینا کے ہاتھوں میں ایک تھال تھا جس پر ایک انسان کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کھوپڑی کے گرد مومی شمع روشن تھی اور ایک عجیب سی خوشبو ان سے ابھر رہی تھی۔ ماحول کچھ اور پراسرار ہوگیا جوزینا آہستہ آہستہ آگے آئی اور پھر اس نے تھال بت کے قدموں کے نیچے رکھ دیا۔ جوزینا اور اینڈریا دونوں کے چہرے بے حد پراسرار نظر آرہے تھے پھر ان دونوں نے بت کے سامنے ہاتھ جوڑے اور سجدے میں گر گئیں۔ چند ساعت اسی مانند خاموشی سے گزر گئے۔ ایک وحشی نوجوان نے اچھلنا کودنا شروع کردیا تھا۔ تب پراسرار آواز فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ مجھے صرف یہ حیرت تھی کہ یہ آواز باہر کیوں نہیں جا رہی۔ تب جوزینا اور اینڈریا سجدے سے اٹھ گئیں۔ ان کی آنکھیں بے حد بھیانک لگ رہی تھیں۔ ایسی سرخ اور ایسی خوفناک اور سرد آنکھیں جیسے آنکھوں کی جگہ یاقوت جگمگا رہے ہوں۔ انہوں نے خونی انداز میں ہم دونوں کی جانب دیکھا اور پھر ہم نے محسوس کیا کہ سازندے اپنی جگہ بدل رہے ہیں۔ سازندے ایسے انداز میں کھڑے ہوگئے جو ذرا مشکوک تھا۔ تب جوزینا نے اپنا رخ بت کی جانب کرلیا اور آہستہ آہستہ اس کے سامنے جھک گئی اینڈریا بھی یہی عمل دہرا رہی تھی۔ تب جوزینا کی آواز ابھری۔

"مقدس تابانہ تو جانتا ہے کہ انکوبونا ہمارا روحانی پیشوا تھا۔ اس نے ہمیں روشنی کی راہ دکھائی۔ اس کے افعال جو کچھ بھی تھے ظاہر ہے اس کے بارے میں وہی بہتر سمجھتا ہوگا۔ لیکن انکوبونا کو ہم سے چھیننے والے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہمیں قوت دے ہمیں طاقت دے کہ ہم ان کی گردنیں تیرے سامنے رکھ سکیں تاکہ انکوبونا کا انتقام پورا ہو۔"

"جوزینا کے لہجے میں اس قدر سفاکی تھی کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے اور اس کے الفاظ میرے ذہن پر ہتھوڑے کی طرح پڑ رہے تھے۔ پھر اچانک ایک خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو چھ سیاہ فام وحشی ہاتھوں میں لمبے لمبے خنجر لیے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کے انداز میں خوفناک وحشت تھی۔ ویسے ہی خنجر ان دونوں لڑکیوں کے پاس بھی تھے۔ شاید یہ خنجر بت کے قدموں تلے چھپے ہوئے تھے۔

"ہراتا!" میں نے ہراتا کو پکارا۔

"چیف!" ہراتا کی آواز میں لغزش تھی۔

"تم نے دیکھا؟"

"مم مگر میں سمجھ نہیں سکا چیف!"

"انکوبونا ہوریشو کا دوسرا نام تھا اور ہوریشو ان لوگوں کا روحانی پیشوا تھا۔"

"اوہ گویا۔" کوئی کھیل شروع ہو رہا ہے چیف!"

"ہاں ہراتا اور ممکن ہے یہ کھیل ہمارے لیے خاصا دشوار کن ہو۔"

"چیف اس کا مطلب ہے ہم جال میں پھنس گئے۔"

"ہاں ہراتا۔ لیکن یہ ہوریشو کے لوگ ہیں۔ دشمن کے ساتھی بہرصورت دشمن ہی ہوتے ہیں اور میں ذرا بھی ہراساں نہیں ہوں یہ الگ بات ہے کہ ہمیں ان لوگوں سے ذرا تیز جنگ کرنا ہوگی۔"

"میں تیار ہوں چیف! ظاہر ہے جب ہم رنگ و بو کی اس محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو ہمارے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ ہمیں رزم کی باتیں بھی کرنا ہیں، ہمیں رزم بھی دیکھنا ہیں اور اب جبکہ یہ ماحول سامنے آہی گیا ہے تو پھر فکر کیسی؟" ہراتا نے میری پشت سے پشت ملالی اور کھڑا ہوگیا

تب میں نے اینڈریا کو مخاطب کیا۔

"اینڈریا! میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا ہوں، کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتا سکو گی؟"

"بکواس بند کرو۔ میرا نام اینڈریا نہیں ہٹیانا ہے اور یہ میری بہن نونکا ہے۔ ہم دونوں مقدس پیشوا انکوبونا کے خادم خاص ہیں۔ اور جب ہمیں روحانی ذریعے سے پتہ چلا کہ ہمارا روحانی پیشوا ہمارا مقدس باپ ختم ہوگیا ہے تو ہم نے رہنمائی طلب کی ان نگاہوں سے جو تیز دیکھنے والی ہیں اور ان کی روشنی کے سہارے ہم یہاں تک پہنچ گئے تمہیں تعجب ہوگا کہ اس سے قبل ہم نے جدید دنیا نہیں دیکھی تھی لیکن ان تیز دیکھنے والی نگاہوں نے ہماری رہنمائی کی اور ہمیں روحانی طور پر تم سے ملا دیا۔ ان نگاہوں نے جو ہمیں لازوال سبق دیتی ہیں۔ مایوسی نہ ہوئی۔ تب تم روشنی میں آئے۔ ان نگاہوں کی جنہوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے اور ہم نے جانا کہ وہ تم ہو جنہوں نے ہمارے روحانی پیشوا ہمارے انکوبونا کو قتل کیا ہے تو اب تم کیا سمجھتے ہو کیا تمہارا خیال ہے ہم تمہیں معاف کرنے کے لیے یہاں لائے ہیں۔ بے وقوف انسانو! تم نے انکوبونا کو قتل کرنے سے پہلے یہ کیوں نہ سوچا کہ انکوبونا ایک قبیلے کا روحانی پیشوا ہے" اینڈریا وحشت خیز لہجے میں بولی۔

"تو اب تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمہاری گردنیں۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑے۔

"تم دیکھ رہے ہو نا ——" اس تھال میں ایک کھوپڑی رکھی ہوئی ہے یہ کھوپڑی یاگانا کی ہے اور یاگانا کی کھوپڑی جب قبر سے باہر آتی ہے تو اپنے ساتھ بہت سارے سر لے کر قبر میں دوبارہ جاتی ہے اور یہی ازل کا ہمیشہ سے اصول رہا ہے۔"

"اوہ، تو یہ بھی ممکن ہے اینڈریا کہ یہ سر تمہاری کھوپڑیاں لے کر ہی قبر میں جائے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں ہمیں علم ہے کہ تم فنون جنگ میں یکتا ہو ورنہ انکوبونا تمہارے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ لیکن یہ جو لائے ہیں ان کی حفاظت وہ نگاہیں کر رہی ہیں جو تیز دیکھتی ہیں اور مسحور کر دیتی ہیں ان کو جو ان کے مقابل آئے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے اینڈریا؟" میں نے پھر مضحکہ خیز انداز میں سوال کیا

"ہاں اس کرشمہ کو تم جلد دیکھو گے۔" اینڈریا نے دانت پیس کر کہا۔

"اوہ پرنسس اینڈریا! تم جتنی خوبصورت ہو اتنی ہی خطرناک بھی۔ لیکن تمہیں شاید اس کا انداز نہیں کہ جن لوگوں سے تمہارا واسطہ پڑا ہے انہی کے ہاتھوں تمہارا روحانی پیشوا ہلاک ہوا ہے اور وہ کم نہیں تھا ہم سے اور تمہارے ان سارے ساتھیوں سے' تو آؤ اور لے جاؤ ان کی کھوپڑیاں اور دفن کر دو یاگاتا کی قبر میں۔" ہراتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اس کے انداز میں بچوں کی سی خوشی تھی اور لہجے میں ایک عجیب سی کھنک۔ تب اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اپنے مخصوص انداز میں کھڑا ہو گیا۔ اینڈریا اور جوزینا انہوں نے اپنے جو نام ہم بتائے تھے اپنے طور پر بت کے دونوں طرف کھڑی ہو گئیں۔ اور ہم نے بھی محسوس کیا کہ بت کی آنکھوں کی روشنیاں کچھ اور تیز ہو گئیں۔ یہ روشنیاں عجیب تھیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی اور سلا دینے والی۔ سو ہم نے نگاہیں اٹھالیں ان کی جانب سے۔ تب ہراتا نے کہا۔ "مقدس بوسو میں تیرا عہد توڑ چکا ہوں لیکن تیرا دیا ہوا فن ایک بار پھر استعمال کر رہا ہوں' اگر تو چاہے تو اس فن کو مجھ سے چھین لے اور مجھے ان کے ہاتھوں ہلاک کرادے۔ میری طرف سے تجھے کھلی اجازت ہے کیونکہ زندگی اور موت میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

ہراتا کا چہرہ اس قدر بگڑ گیا تھا کہ اب اس کی جانب دیکھنا بھی دشوار محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے وحشیوں کے چہروں پر سراسیمگی سی محسوس کی۔ تب ہراتا نے انتظار نہ کیا اور اچھل کر ان پر جا پڑا۔ خنجر اس کی جانب لپکے تھے۔ لیکن پھر یہ نہ پتہ چل سکا کہ ان کے ہاتھ کس طرح ہراتا کے ہاتھوں میں آگئے۔ ہراتا نے الٹی قلابازی کھائی۔ اور سامنے سے ایک بھیانک چیخ سنائی دی۔ جس چہرے پر اس نے دونوں لاتیں ماری تھیں وہ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ اس کے جبڑے ٹوٹ کر گردن سے باہر نکل آئے تھے اور اب وہ چہرہ گوشت کے ایک لوتھڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ پھر میں تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

ہراتا نہ جانے کون کون سے کرتب دکھا رہا تھا۔ وہ اچھل اچھل کر ان لوگوں پر حملہ کر رہا تھا۔ جبکہ سیاہ فاموں کے خنجر ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے لیکن ہراتا ان کے سامنے سے صاف نکل جاتا اور ان میں سے ایک نہ ایک ڈھیر ہو جاتا۔ میرے تو ہاتھ پاؤں ہل بھی نہ سکے اور ہراتا نے چند ساعت کے بعد ان سارے سیاہ فاموں کو موت کی نیند سلا دیا۔ اینڈریا اور جوزینا پریشان سی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ تب میں نے متحیرانہ انداز میں ان سے پوچھا۔

"اب میں کیا کروں پرنسس اینڈریا۔ میرا خیال ہے میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔"

"نہیں چیف ان میں سے ایک میری ہے۔" ہراتا کی پھنکار سنائی دی عجیب و غریب انسان تھا بھی۔ اس خوفناک ماحول میں بھی اس کے لہجے کی وہ شوخی اور انداز نہیں گیا تھا۔ جو اس کے اندر پیدا ہوا تھا۔ چھ لاشیں زمین پر پڑی ہوئی تھیں جوزینا اور اینڈریا تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ تب ہم دونوں کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا ہوا۔ کیا تمہارا یاگاتا انہی کی کھوپڑیاں چاہتا تھا۔" ہراتا نے پوچھا "اور کیا تمہیں اندازہ نہیں کہ تمہارا روحانی پیشوا اتنا معمولی انسان نہیں ہے کہ جس کے ہاتھوں قتل ہو جائے اسے صرف چھ آدمی زیر کر سکیں نہیں نہیں افریقہ کی بیٹیو! تم نے غلطی کی تمہیں کم از کم ساٹھ آدمی لانا چاہئیں تھے۔ تب ممکن تھا تم ہماری گردنیں لے جاتیں لیکن اب افسوس چیف افسوس' ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہو گا کیا تم اب دیکھنے والوں میں ہو گے۔"

"صرف دیکھنے والوں میں؟" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں نہیں چیف میرا مطلب یہ ہے کہ ہاں ٹھیک ہی تو کہا تم نے' انسان بڑا خود غرض ہوتا ہے' دیکھنے والوں میں نہیں تم تو اس پورے کھیل کے کھلاڑی ہو گے۔" ہراتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور اس کا فیصلہ تم کر رہے ہو ہراتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں چیف سوری۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں دونوں لڑکیوں کی جانب دیکھنے لگا۔ ان کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار تھے خاصی پریشان نظر آ رہی تھیں وہ۔ تب میں نے ایک گہری سانس لی اور ہراتا کی جانب دیکھنے لگا۔

"پھر اب ہراتا۔"

"بس چیف اپنے اپنے شکار کو دبوچ لو۔ سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔" ہراتا نہایت اوباشانہ لہجے میں

"ترتیب وہی رہے گی۔" میں نے پوچھا۔

"جو دل چاہے چیف۔ اب تو تم جانتے ہو مسئلہ ہی دوسرا ہے۔" ہراتا نے کہا اور دوسرے لمحے وہ ان کی جانب جھپٹا۔

میں نے ہراتا کے انداز میں بڑی وحشت اور درندگی دیکھی تھی۔ حالانکہ اب تو وحشیوں کا دور ختم ہو گیا۔ پہلے لوگ مجھ پر حیرت کرتے تھے لیکن اب ایک ایسی شخصیت سامنے آگئی تھی جس پر میں حیرت زدہ تھا یعنی ہراتا۔ اس سے قبل یہ شخص کتنا معصوم کتنا بے ضرر تھا لیکن اب وہ کیا بن گیا تھا۔

ہراتا نے اینڈریا کو اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا جبکہ جوزینا پر قابو پانے کے لیے مجھے جدوجہد نہ کرنا پڑی میں نے اس کا بازو پکڑا اور اس نے گردن جھکا دی۔ ہراتا اینڈریا کو لے کر نجانے کہاں چلا گیا لیکن جوزینا میرے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک کمرے میں آگئی۔ تب میں نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔

"میں تمہارے ساتھ وہ سخت سلوک نہیں کروں گا جو میرا دوست تمہاری بہن اینڈریا کے ساتھ کرے گا۔ لیکن میں تم سے کچھ سوالات اور معلومات ضرور حاصل کروں گا۔" میں نے سوال کیا اور وہ سوالیہ انداز سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا تم واقعی زبان نہیں بول سکتیں؟"

"تھوڑی سی بول سکتی ہوں۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"ٹھیک ہے میرا کام چل جائے گا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہوریشو کے ساتھ تمہاری کیا قرابت

"وہ ہمارا روحانی پیشوا تھا اور ہم صرف ایک روحانی حکم کے تحت یہاں تک آئے تھے۔ اینڈریا اس ...بھی تہذیب یافتہ ملکوں کا دورہ کر چکی ہے میں نے جدیدیت اسی سے اپنائی ہے' وہ ہوریشو کی ذہنی غلام ہے' اس کی موت کے بعد اس کے ذہن میں ہوریشو کے قاتلوں سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اسی وجہ سے اس نے تم سے انتقال لینے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں تم یقین کرو ہماری رہنمائی کی گئی

"کس نے کی؟" میں نے سوال کیا۔

"اسی مقدس ہستی نے جویا گانا کہلاتی ہے۔"

"لیکن تم نے دیکھا کہ تمہیں شکست ہوئی اور تمہاری وہ مقدس ہستی ہمیں ختم کرنے میں کس طرح ناکام رہی' کیا تمہاری مقدس ہستی نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ناکام رہو گی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔" جوزینا نے جواب دیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لڑکی سے کیا سلوک کروں۔ ظاہر ہے ہراتا نے تو جو سوچا ہو پر میں اسے کیسے روک سکتا تھا لیکن میں بذات خود اسقدر وحشی اور درندہ نہیں بن سکتا تھا چنانچہ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کروں گا جو وحشیانہ ہو لیکن تمہاری بہن کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ ہوریشو مارا جاچکا ہے اور تم نے دیکھا تمہارے آدمی بھی ہمیں مارنے میں ناکام رہے۔ اگر تم کوئی مزید کوشش کرو گی تو تمہیں اس میں ناکامی ہوگی۔ فی الحال اب تم اپنے لیے کون سا راستہ منتخب کرو گی؟"

"میں نہیں جانتی۔" جوزینا آہستہ سے بولی۔

"نہیں جاننا پڑے گا لڑکی' تمہاری زندگی چونکہ میرے سپرد ہے اور میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن تمہاری بہن اینڈریا۔ میرا خیال ہے ہراتا اسے کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اوہ نہیں نہیں۔ میں تو یہاں بالکل بے یارومددگار رہ جاؤں گی۔" جوزینا نے روتے ہوئے کہا میں افسوس سے گردن ہلانے لگا۔ بلاشبہ مجھے دکھ ہوا تھا لیکن میں ہراتا کو اس کے کسی اقدام سے نہیں روک سکتا تھا۔

اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہراتا نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"اوہ چیف' میں نے ناوقت مداخلت تو نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"کہاں ہے؟"

"اندر ہے۔"

"زندہ ہے؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اوہ کیوں؟ تم نے اسے قتل نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"میں نے اسے قتل نہیں کیا ہراتا۔ کیونکہ بہرحال وہ اینڈریا کی محکوم تھی۔" میں نے جواب دیا

"محکوم کیوں؟"

"اسے اینڈریا ہی یہاں تک لے کر آئی تھی۔"

"چیف تم بے حد رحمدل ہو حالانکہ ان کی زندگی غیر مناسب ہے' میں نے اینڈریا کو اسی لیے قتل کر دیا ہے لیکن اب تم نے اسے چھوڑ دیا تو پھر بتاؤ کیا کرو گے؟"

"نہیں کیا کرنا ہے ہراتا۔ بس ہمارا کھیل ختم ہوچکا ہے اس لیے یہاں سے واپس چلو۔"

"چلو چیف۔" ہراتا نے کہا۔ تب میں نے کمرے سے باہر نکل کر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ پھر ہم اس عمارت سے باہر نکل آئے تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیکسی میں بیٹھے اپنے اس ہوٹل کی جانب جا رہے تھے جہاں ہمارا قیام تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم کمرے میں پہنچ گئے۔ میں نے ہراتا کو تعجب سے دیکھا ہراتا بے حد پرسکون نظر آرہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

"کیا خیال ہے ہراتا۔ کیسی رہی یہ تمہاری پرنس اینڈریا۔" میں نے سوال کیا۔

"تعجب خیز چیف! اور بہرصورت اس کا سہرا تمہارے سر ہے۔"

"ہاں تم جو چاہو الزام لگالو حالانکہ وہ تمہاری دریافت تھی۔"

"چیف اسے میری دریافت نہ کہو۔ کچھ بھی ہوتا کسی بھی طرح ہمارے پاس تو وہ ضرور پہنچتی۔ خیر ہمارا بگڑا بھی کیا۔ سوائے اس کے کہ چند اور انسانی جانوں کو تلف کرنا پڑا۔ چیف بس کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"کیا ہراتا؟"

"بس چیف سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ویسے یہ زندگی جس پر میں آپڑا ہوں زیادہ تکلیف دہ نہیں ہے لیکن اب اس سے دل بھرتا جارہا ہے۔"

"اتنی جلدی؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا مطلب تم نہیں سمجھے چیف!"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیوں نہ ہم کہیں اور چلیں۔"

"کہاں جاؤ گے!"

"کہیں بھی۔ ہالینڈ واپس چلو۔"

"میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکا ہراتا۔"

"چیف میں نے تمہیں ضرورت سے زیادہ الجھا ہوا محسوس کیا ہے' کیا تم ان الجھنوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ نجانے کیوں تمہارے اس انداز سے میں خود بھی الجھ جاتا ہوں۔"

"بہت جلد میں اپنی الجھنوں کو ختم کردوں گا ہراتا۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔

نجانے میرے ساتھ کیا ٹریجڈی تھی اس دوران کوئی ایسا پروگرام بھی نہیں بن سکا تھا جسے دلچسپ کہا جاسکتا۔ پہلی بار کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی وہ دونوں عورتیں ہوریشو کی رشتہ دار نکلیں۔ اب میں اپنے طور پر اپنے پروگرام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ہراتا اپنے کمرے میں واپس جاچکا تھا۔ کمرے کی تنہائی پھر وہی یادیں۔ اگلے زندگی کا خلا' کیا کروں' کونسا رخ اختیار کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ زندگی کے مسائل میں دلچسپی لینے کی کوشش کرتا تھا لیکن اپنی فطری محرومی سے پیچھا نہیں چھڑا پاتا اور نتیجتاً اس ویرانی میں اضافہ ہوجاتا تھا۔

"رات کو سونے لیٹ گیا۔ بڑی مشکل سے نیند آئی اور صبح بھی ایسی تھی۔ ہراتا نہیں جاگا تھا۔ اس کے کمرے میں پہنچا تو اندر سے گفتگو کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے ان آوازوں کو سن کر گہری سانس لی۔ ایک آواز نسوانی تھی۔"

تب میں نے دروازہ پر آہستہ سے دستک دی۔ "آجاؤ۔" ہراتا کی آواز ابھری اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"اوہ چیف، سوری میں سمجھا تھا ویٹر ہے۔" ہراتا نے کہا۔ اس کے بستر میں ایک لڑکی جھانک رہی تھی۔

"میں واپس جاؤں؟"

"اوہ نہیں چیف، آؤ بیٹھو۔ اے چلو باہر نکلو۔ بہت دیر ہو گئی۔" ہراتا نے لڑکی کے کولہے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور لڑکی چادر اوڑھے ہوئے بستر سے نکل کر باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ ہراتا ہنسنے لگا۔

"ناشتہ منگواؤں چیف؟"

"تم ویٹر کا انتظار کیوں کر رہے تھے؟"

"بلایا تھا میں نے۔"

"چلو ٹھیک ہے ناشتہ کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہراتا نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ ویٹر کے آنے پر اس نے ناشتہ نوٹ کرایا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے لڑکی باہر نکلی آئی۔ اچھی خاصی شکل و صورت کی لڑکی تھی۔ آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

"مجھے اجازت جناب؟" اس نے ہراتا سے پوچھا۔

"ناشتہ آ گیا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"آپ کے درمیان مداخلت ہو گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ اور لڑکی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آج رات کو آؤں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور بشرطیکہ تم مجھے اپنا نام نیستا کے بجائے کبیتاں بتاؤ۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"یہ تمہاری بدبختی ہے میں کیا کروں۔" ہراتا نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور لڑکی عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہی رہی اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

"تم نے اسے ناراض کر دیا۔" میں نے ہراتا سے کہا۔

"کیسے چیف؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"لڑکی کو۔"

"کون لڑکی؟" ہراتا نے اسی انداز میں کہا۔

"مجھ سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو ہراتا۔"

"اوہ نہیں چیف۔ لیکن یقین کرو۔ میں دنیا میں کسی کو یاد نہیں رکھنا چاہتا۔ بس چیف ہر نئی رات نئی لڑکی نیا ماحول نیا نام۔ دل یہی چاہتا ہے۔"

"کہاں سے ہاتھ لگی تھی؟"

"میں ڈائننگ ہال میں اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس ملک میں لڑکیاں تلاش نہیں کرنا پڑتیں بلکہ لڑکیاں ہم جیسے لوگوں کو خود تلاش کر لیتی ہیں۔"

"ہاں یہ تو حقیقت ہے۔"

"لیکن معاملہ بالکل الٹ گیا ہے چیف اور میں اس صورت حال سے بے حد پریشان ہوں۔" ہراتا نے فکرمندی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے تم سخت الجھے ہوئے ہو۔ میں نے دوسرا رخ اختیار کیا تو تم اس راستے سے پلٹ گئے۔ میرا خیال ہے تم نے اس لڑکی کو کچھ بھی نہیں کہا۔"

"کس کو ـــــ"

"جوزینا کو، حالانکہ اس کے ساتھ ہر برا سلوک ہمارے لیے ثواب تھا۔"

"ہاں ہراتا۔ بس ذہنی کیفیت ایسی ہی ہے۔"

"تب ہمیں لندن فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔"

"جائیں گے کہاں؟"

"ہالینڈ، وہاں کی آب و ہوا تمہیں راس آتی ہے اور پھر وہاں تمہارا دوست بھی موجود ہے میرا خیال ہے وہ تمہارا زیادہ مزاج شناس ہے وہ تمہاری اس اداسی کی وجہ دریافت کر لے گا۔ اور اسے دور کر دے گا۔"

"سردارے؟" میں نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"ہاں میں اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"بہترین دوست ہے ایسا عظیم دوست ہراتا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"تصور کر سکوں یا نہ کر سکوں لیکن یقین ضرور کر سکتا ہوں جو شخص بہترین دشمن کے لیے اس قدر [illegible] ہو وہ بہترین دوست ہی رکھ سکتا ہے تب پھر کیا خیال ہے چیف، ہالینڈ واپسی کی تیاریاں کریں۔"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میں ہالینڈ واپس نہیں جاؤں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"واپس نہیں جاؤ گے؟"

"وہاں اب واپس جانے کو دل نہیں چاہتا۔"

"پھر ـــــ"

"اس کا جواب تو خود میرے پاس بھی نہیں ہے۔"

"تم منڈیوں کی تلاش میں نکلے تھے چیف۔ میرا خیال ہے انگلینڈ کے نواح میں ہم ایسی جگہیں تلاش کریں جہاں ہمارے مال کی کھپت ہو۔"

"ابھی اس بارے میں بھی نہیں سوچا ہراتا۔ رہی مال کی بات تو میرا خیال ہے وہ کاروبار اب سردارے بہ آسانی سنبھال سکتا ہے۔"

"اور تم؟"

"میرے لیے فکر مند مت ہو ہراتا میری فطرت ہی ایسی ہے کچھ دن اداس رہوں گا۔ اور اس کے بعد خود بخود ٹھیک ہوجاؤں گا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے قبل بھی ایسی ہی کیفیت کا شکار رہ چکا ہوں۔"

"کاش میں تمہارے لیے کوئی عمدہ سا دشمن تلاش کر سکتا۔ لوگوں کے مختلف شوق ہوتے ہیں۔ میں اس بات کو خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں کاش مجھے تمہاری اس فطرت کا علم ہوتا تو میں کسی طور ہوریشو کو قتل نہ کرتا۔"

"بالآخر میں نے اسے قتل کردیتا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"پھر میری ایک تجویز چیف!"

"کیا؟"

"فرانس چلیں ہم لوگ۔ تم اس سے قبل تو فرانس نہیں گئے۔"

"نہیں۔"

"تب پھر وہیں چلو۔ ممکن ہے تبدیلی تمہارے ذہن پر خوشگوار اثر ڈالے۔ لندن میں ہوریشو کی یاد ہے تمہارے ساتھ۔"

"ارے نہیں۔ وہ میرا دشمن تھا دوست نہیں۔ بہرحال فرانس چلنے کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے۔" میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

"کچھ تو کرو چیف لیکن اداس رہنا چھوڑ دو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تمہارے اوپر سے جمود ٹوٹ گیا ہراتا۔ کم از کم تم تو خوش ہو۔"

"ہاں مسٹر نواز' میں نے زندگی کا دوسرا رخ دیکھا ہے جو میرے لیے اجنبی تھا۔"

"لندن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے میں نے بہت سے ممالک کی سیر کی ہے لیکن میں اس ملک کی کیمپنگ تک ہی محدود رہا ہوں کبھی شہر کی رنگینیوں کی طرف غور سے دیکھا بھی نہیں۔ اس حالت میں لندن میرے لیے بے حد دلکش اجنبی ہے۔"

"بلاشبہ' اگر تم چاہو تو چند روز اور یہاں رہ سکتے ہو۔ اس دوران میں بھی سوچ لوں گا۔"

"سوچنا کیا ہے' ہمارا ہے کون جو ہم سوچیں گے بس جہاں منہ اٹھ جائے چل پڑو۔ ہاں چیف ایک بات میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

"کیا؟"

"تم اپنے دوست سردارے کو بھی چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"میں نے کہا نا ہراتا میں اپنی سوچ کا شکار ہوں ممکن ہے کل میرے ذہن سے یہ گرد چھٹ جائے اور میں فوراً واپس جانے کی سوچوں۔"

"بنی اور مکلینو کے بارے میں کیا سوچا؟"

"ان کا رابطہ سردارے سے رہے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے مسٹر نواز' میں ضرورت سے زیادہ آگے بڑھ رہا ہوں میرا خیال ہے کہ میں اپنی حدود [illegible] کررہا ہوں۔"

"آدمی کی کوئی حدود نہیں ہوتی ہراتا اور پھر دوست تو مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ تم اتفاقیہ طور پر ملے [illegible] میرے ایسے دوستوں میں رہے جن کے بارے میں' میں نہیں کہہ سکتا کہ اتفاق سے مل جاتے ہیں۔"

"اوہ چیف یہ تمہاری عزت افزائی ہے۔" ہراتا نے کہا۔

"نہیں ہراتا۔ یہ حقیقت ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ میرا دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور [illegible]ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے ہراتا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ہوریشو ایک ایسا انسان تھا جسے قتل کرنا [illegible]انداز میں آسان نہ ہوتا۔ جس انداز میں تم نے اسے کیا ہے ممکن ہے میں اس پر قابو نہ پا سکتا۔ لیکن یہ [illegible]ن ہے کہ میں اسے قتل ضرور کردیتا۔"

"مجھے اعتراف ہے چیف۔" ہراتا نے جواب دیا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں اچھی طرح [illegible]ہوں اور تمہاری صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ تم اس بات کو ذہن سے نکال دو چیف کہ ہوریشو [illegible]ے ہاتھوں مارا گیا۔"

"نہیں میں یہ بات ذہن سے نہیں نکال سکتا۔"

"کیوں چیف؟" ہراتا نے تعجب سے کہا۔

"بس اس کی وجہ ہے۔"

"مجھے نہیں بتاؤ گے۔ کیا تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے چیف۔" ہراتا نے دلاویز مسکراہٹ کے ساتھ [illegible]ا۔

"ہراتا میں اس بات سے خوش نہیں ہوں کہ تم نے اپنی اصل حیثیت چھوڑ دی ہے۔"

"کب تک اس بات کا افسوس کرتے رہو گے چیف اور مجھے تو اس بات کا ذرہ برابر افسوس نہیں [illegible]۔"

"نہیں ہراتا۔ انسان کی زندگی میں صرف چند ہی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر بعض اوقات زندگی کا [illegible]دار ہوتا ہے تم جیسے انسان تھے اس میں ایک انفرادیت تھی۔ تم نے اپنا مسلک میرے لیے چھوڑا حالانکہ [illegible]مسلک کو چھوڑنا بڑی بہادری کی بات ہے' تم نے اپنے طور پر کچھ سوچا تھا۔ اب اگر تم اپنی لائنوں پر چلتے [illegible] بلاشبہ ایک تعجب خیز شخصیت کہلا سکتے تھے لیکن میں نے تم سے تمہاری حیثیت چھین لی۔"

"تمہیں کیا معلوم تھا چیف کہ وہ میرے ہی مسلک کا آدمی تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔"

"جو ہوا اسے یاد رکھنا بہتر نہیں ہوتا۔"

"یہی تو مجبوری ہے میرے ساتھ ہراتا۔"

"میں نہیں سمجھا چیف۔"

"تم سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اپنی زندگی کا کوئی راز تم سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ

صرف تھوڑی سی بے اعتنائی اور تھوڑا سا غلط قسم کا سلوک مجھے ان راستوں پر لے آیا۔ کاش میرے وطن کے لوگ میرے ساتھ ذرا بھی انصاف کرتے تو میں ان لائنوں پر نہ چل رہا ہوتا۔ میں بھی ایک شریف شہری ہوتا۔"

"میں نے کہا نا چیف گزری ہوئی باتوں کو بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"افسوس ہراتا میرے بس میں یہ نہیں ہے۔"

"تب تم ہمیشہ الجھے رہو گے۔"

"ہاں مجھے احساس ہے ہراتا لیکن میں اپنی اس کشمکش کو ختم کرنے پر قادر نہیں ہوں۔" میں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"بہر صورت چیف اگر تم میرے لیے پریشان ہو تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم یہ بات ذہن سے نکال دو' انسان بڑی کمزور چیز ہوتا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ حالات آئندہ مجھے کن راستوں پر لے آئیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سارے انداز چھوڑ کر میں ایک بار پھر اپنی اسی پرانی حیثیت میں واپس آجاؤں لیکن فی الوقت میرے ذہن پر ایک بار ہے ایک بوجھ ہے۔ ہمارا مسلک ہمارے ہاں زندگی کا محور سمجھا جاتا ہے اور اگر ہم کسی راستے کے بارے میں سوچتے ہیں تو پھر سارے رخ اس کی جانب موڑ دیتے ہیں۔ میں منتشر ہو گیا ہوں چیف! ورنہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔"

"بہر صورت جو ہونا تھا ہو چکا۔ میں نے تو اب چند فیصلے کیے ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا چیف؟"

"یہی کہ اب پرانے حالات کو قطعی طور پر بھول جاؤں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا ہراتا کہ آئندہ میں کیا کروں گا۔ میں نے کوئی قسم بھی نہیں کھائی ہے کہ جو کچھ کرتا رہا ہوں اسے بالکل ترک کر دوں گا لیکن اب تک جو کیا ہے اسے ضرور بھولنے کی کوشش کروں گا۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی چیف؟" ہراتا نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اپنے دوست سردارے کو بھی چھوڑ دو گے حالانکہ وہ تو تمہاری زندگی کا ایسا ساتھی ہے جس کے بارے میں تم مجھے خود بتا چکے ہو اور میں بھی تھوڑا بہت اندازہ لگا چکا ہوں۔ کیا وہ تمہارے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟"

"ہراتا اس دنیا میں ہر شخص ایک دوسرے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ بات بالکل ناقابل تسلیم ہے کہ کوئی کسی کی خاطر جان دے دے۔"

"لیکن چیف جان دی تو جاتی ہے۔" ہراتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں بے شک مخلص دوست اس دنیا میں کم نہیں ہیں جیسے تم۔"

"نہیں چیف' میں اپنی بات نہیں کر رہا میں نے جو کچھ کیا وہ تمہاری خواہش تو نہیں تھی۔ بلکہ میرا اپنا مسئلہ تھا۔ دل چاہ گیا تھا اور میں تیار ہو گیا تھا اور میں تو سمجھتا ہوں کہ حالات خود ہمارے لیے راستے متعین کرتے ہیں ممکن ہے میرے لیے اس میں کوئی بہتری ہو لیکن تمہارے فیصلے......"

"ہاں سردارے اپنے طور پر اتنا مضبوط ہے کہ وہ باآسانی زندگی گزار سکتا ہے اسے کبھی ہماری ضرورت نہیں پڑے گی۔ باقی رہا میرا مسئلہ تو اب تک جو کچھ کرتا رہا ہوں' باقی دیکھوں گا کہ آئندہ کیا کرتا ہے' بے پیرس چلنے کا مسئلہ تو طے رہا۔"

"بالکل۔ اور تیاریاں فوری طور پر جاری ہو جانی چاہئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر تمہارے ذہن سے یہ گرد چھٹ جائے۔" ہراتا نے کہا۔

لیکن ہراتا مجھ سے کس حد تک واقف تھا؟ بس تھوڑی سی معلومات اسے میرے بارے میں حاصل تھیں۔ اپنے ذہن کی اس گرد اور کہر سے تو میں واقف تھا میں جانتا تھا کہ ابھی کئی دن تک یہ گرد میرے ذہن پر چھائی رہے گی اور میں کوفت کا شکار رہوں گا۔ بہت ممکن ہے کوئی حادثہ کوئی ایسا واقعہ جو کسی قدر تیزی رکھتا ہو میرے ذہن کو صاف کردے ورنہ ذہن پر یہ بیزاری کب تک مسلط رہے اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

بعض اوقات تو میں یہ بھی سوچتا تھا کہ ہراتا کو خاموشی سے چھوڑ کر چل دوں اور چپ چاپ یہاں سے نکل جاؤں۔ سردارے کی بات دوسری تھی اگر کبھی ذہن نے اسے طلب کیا تو اس تک پہنچنا زیادہ مشکل نہ ہوگا کیونکہ بہرحال اب وہ ایک عملی زندگی میں آ گیا تھا۔

نجانے میں کب تک اسی انداز میں سوچتا رہا۔ ہراتا اپنی تفریحات میں مشغول تھا وہ جس طرح ایک بھلے آدمی کی حیثیت سے میرے سامنے آیا تھا اپنی برائیاں بھی اسی انداز سے پیش کر رہا تھا ابھی میری سوچ کسی عمل تک نہیں پہنچی تھی کہ ایک اور واقعہ پیش آ گیا۔ میں اپنے کمرے میں لیٹا کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ویٹر ہی ہو سکتا تھا سو میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی اور ویٹر اندر آ گیا۔

"جناب کچھ افراد آپ سے ملنا چاہتے ہیں انہوں نے اپنا یہ کارڈ دیا ہے۔" ویٹر نے کہا۔ کارڈ پر کسی مسٹر تان کا نام لکھا ہوا تھا۔

"بھیج دو۔" میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

اندر آنے والے چار افراد تھے جن میں ایک طویل القامت جاپانی دو جاپانی خواتین اور ایک نوجوان جاپانی لڑکا۔ وہ میرے نزدیک آ کر نہایت مودبانہ انداز میں جھکے اور کمرے کے چاروں طرف بغور دیکھنے لگے مسٹر تان گہری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔

"تشریف رکھیئے۔" میں نے کہا اور چاروں کمرے میں رکھی ہوئی مختلف چیزوں پر بیٹھ گئے۔

"میرا نام تان ہوا ہے۔" طویل القامت جاپانی نے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھایا۔ اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ تھاما تھا پھر وہ اپنے ساتھ موجود دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کا تعارف کرانے لگا۔ یہ تینوں اس کے بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔

"مسٹر میں آپ کے پاس ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔"

"اس کام کا محور ہراتا ہے۔"

"جی!" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں ہراتا' لوئیسو ہراتا۔" مسٹر تان نے جواب دیا۔

"کیا آپ اس سے واقف ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں وہ میرا دوست ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم بالکل مناسب جگہ پر پہنچے اور ہمیں آپ کی تلاش میں جس قدر دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں۔"

"اوہ یقیناً" ایسا ہی ہوا ہوگا۔ فرمایئے میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں۔"

"ہمیں ہراتا سے ملنا ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں مسکرا پڑا۔ "آپ ہراتا کے کون ہیں؟" میں نے سوال کیا

"میں ہراتا کا باپ ہوں۔" تان نے کہا۔

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔

"اور جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں' شاید ہراتا کے بارے میں آپ کو تفصیلات معلوم نہ ہوں وہ پرنس ہے۔ اور ہمارے خاندان کے لئے ایک اہم ترین شخصیت۔ اسی قدر اہم کہ اگر وہ جاپان نہ پہنچا تو ہمارا خاندانی وقار تباہ ہو سکتا ہے۔ ہم نے ایک طویل عرصہ اس کی تلاش میں صرف کیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اگر وہ ہمیں نہ مل سکا تو شاید ہمیں جاپان جانا ہی نصیب نہ ہو۔"

"اوہ۔ تو کیا آپ یہاں بھی اسے تلاش نہیں کر سکے۔"

"نہیں۔ اسے دیکھ لیا گیا ہے اور ہم اس سے ملاقات بھی کر چکے ہیں۔" تان نے جواب دیا۔

"تو پھر؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے لیے صرف ایک کام ہے میرے دوست اور اس یقین کے ساتھ کہ تم اسے ضرور انجام دو گے۔"

"فرمایئے!"

"تم ہراتا کو ہمارے ساتھ جانے پر تیار کرلو۔ ورنہ ایک خاندان کی تباہی میں تمہاری کوتاہی بھی شامل ہوگی۔"

میرے ذہن میں عجیب سے احساسات جاگ اٹھے۔ ہراتا سے پیچھا تو میں خود بھی چھڑانا چاہتا تھا اور اگر اس وجہ سے ایک خاندان بھی تباہ ہونے سے بچ سکتا تھا تو میں اس کے پوری پوری کوشش کرنے کو تیار تھا۔ سو میں نے ان لوگوں سے وعدہ کرلیا۔ انہیں ہر طرح سے تسلی دی اور ان کی بہترین خاطر مدارت کی۔ پھر انہوں نے پیش کش کی کہ وہ اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں قیام کریں گے۔ رات کو ہراتا ہوٹل واپس آیا تو میں نے اسے اچک لیا۔

"میں تمہارے والد مسٹر تان ہوا سے ملاقات کر چکا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑا۔

"ارے وہ تم تک پہنچ گئے؟"

"ہاں ہراتا' اور میں نے ان سے ایک وعدہ بھی کرلیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیسا وعدہ؟"

"تم اپنے وطن واپس جاؤ گے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ہراتا میری شکل دیکھنے لگا۔ اس وقت میری آنکھوں میں ایک عجیب سا عزم ایک عجیب سی چمک تھی۔ وہ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کس انداز میں کہہ رہے ہو چیف؟"

"راجہ نواز اصغر تمہیں حکم دے رہا ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ اپنے وطن واپس جاؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ہراتا کے ہونٹوں پر دلاویز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن ایک شرط پر چیف!"

"کوئی شرط نہیں پہلے اقرار کرو۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے چیف تم کہہ رہے ہو تو چلا جاؤں گا لیکن تم سے ایک درخواست ہے کہ جب کبھی حالات اجازت دیں میرے پاس ضرور آنا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں میرے دوست۔" میں نے پر جوش انداز میں کہا اور پھر اس کے والدین کو بلا کر یہ خوش خبری انہیں سنا دی۔ تب ہراتا جانے کی تیاریاں کرنے لگا اور بالآخر ایک جذباتی منظر کے بعد ہراتا اپنے وطن روانہ ہوگیا۔ اب میں بالکل تنہا رہ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

میری کیفیت اس ہارے ہوئے جواری کی مانند تھی جس کے پاس کچھ بھی نہ رہا ہو۔ میں نے کاروبار کی سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور یہ حقیقت تھی کہ تمام کاموں سے دل اکتا گیا تھا۔ کچھ کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ بس ایک بے نام سی اداسی' ایک بے نام سی کیفیت طاری تھی۔

میں نے کاغذات تیار کرا کے سردارے کو روانہ کر دیئے تھے اور اپنی تمام دولت کا مختار کار اسے بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے سردارے کو ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اس سے معذرت کی تھی کہ اچانک زندگی رو بدل گئی ہے' نہ جانے یہ بے کلی کہاں کہاں بھٹکائے اس لیے اسے میری دوستی کا واسطہ ہے کہ جس طرح بہتر سمجھے اپنے آپ کو مطمئن کرلے اور ایک عمدہ زندگی گذارنے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرے۔

آوارہ گردی تو مقدر ہی میں تھی۔ جسے اس کا وطن ٹھکرا دے اس کے لیے اور کہاں ٹھکانہ ہوتا ہے۔ میں آوارہ وطن زمین کے کسی حصے کو اپنا نہیں کہہ سکتا تھا۔ تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا تھا اور اب تو مجھے کسی ساتھی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ آوارہ گردی..... اور اس کے لیے عمدہ ذرائع بے کار ہوتے ہیں۔

چنانچہ میں نے بسوں سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پہلے برمنگھم پھر ڈوور اور پھر فرانس چنانچہ میں برمنگھم کے لیے چل پڑا۔ اب میری حیثیت ایک دل شکستہ سیاح سے زیادہ نہیں تھی اور درحقیقت میں ان چیزوں کو ایک سیاح کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

برمنگھم کے راستے میں انگلستان کا وہ مشہور قصبہ پڑتا ہے۔ جسے دوسری جنگ عظیم میں جرمنوں نے مکمل تباہ کر دیا تھا۔ برمنگھم پہنچا۔ یہاں سے بذریعہ ٹرین برسٹل اور کچھ دیر یہاں قیام کرکے ہائی وے پر نکل آیا۔ خیال تھا کہ شاید کسی کار میں لفٹ مل جائے گی۔ چنانچہ سست رفتاری سے آہستہ آہستہ سڑک پر پیدل چلتا رہا۔ کاریں قریب سے گذر جاتیں۔ کسی نے مجھے دیکھ کر کار روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں پیدل چلتا رہا۔ اب میں خود فراموشی کے عالم میں تھا۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ زندگی جہاں تک ساتھ دے

سکے ٹھیک ہے اور جب ساتھ چھوڑ جائے، مجھے پرواہ نہیں تھی۔

نہ جانے کتنی دور بدن کے بوجھ کو گھسیٹتا ہوا چلتا رہا۔ اب تو میں کسی کار کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھا تا تھا۔ جس کا دل چاہے روک لے یا نہ روکے۔ شام جھکتی آرہی تھی۔ جہاں رات ہو جائے گی، جب تھک جاؤں گا پڑ رہوں گا۔

یوں تو کئی بار میرے ذہن پر کہولت سوار ہوئی تھی۔ لیکن پھر ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ وقتی تاثر ہوتا تھا لیکن اس بار۔۔۔۔۔۔ اس بار میں نے سارے ہنگاموں کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اب زندگی کا اختتام ہی ہونا چاہیے تھا۔

ایک عجیب سی تھکن کا احساس ہوا اور میں سڑک کے کنارے پڑے ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور پھر جب آنکھیں بند کیے کیے تھک گیا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

اور اسی وقت ایک نیلے رنگ کی لمبی کار زن سے میرے نزدیک سے نکل گئی۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ لیکن نئی بات یہ ہوئی کہ کار آگے جا کر رک گئی۔ اس میں زوردار بریک لگے تھے اور پھر وہ ریورس ہو کر میرے سامنے آگئی۔

"ہے۔" امریکن انداز میں ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں نے اسے دیکھا۔ ایک شگفتہ پھول تھا نوجوانی کے حسین رنگوں سے سجا ہوا۔ آنکھوں میں شوخ مسکراہٹ تھی۔

میں ایک تھکی تھکی سانس لے کر اٹھ گیا۔

"رات ہو رہی ہے۔ کیا بھیڑیوں کا پیٹ بھرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ کار میں بیٹھے بیٹھے چیخی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسکرا رہے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد جب جانوروں کی آوازوں سے علاقہ گونج اٹھے گا تو کبھی نہ مسکراؤ گے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے بے بی؟"

"کہاں جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ساؤتھ ہیمپٹن۔" اس نے جواب دیا۔

"چلوں تمہارے ساتھ؟"

"بیٹھ جاؤ۔ غیر ملکی معلوم ہوتے ہو ورنہ اتنے مطمئن نہیں ہوتے۔ یہ راستے اتنے صاف نہیں ہیں۔ کبھی کبھی جنگلی جانور سڑکوں پر ٹہلتے نظر آ جاتے ہیں۔"

"اچھا؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ اس نے اپنے برابر کی سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ انتہائی قیمتی اور آرام دہ کار تھی۔ اس نے کار آگے بڑھا دی۔

"اس بات سے ناواقف تھے نا؟" اس نے پوچھا۔

"بھیڑیوں والی بات سے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک خیال ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"مسکرانا نہیں جانتے؟" وہ بولی۔

"جانتا ہوں۔"

"پھر چہرے پر یتیمی کیوں برس رہی ہے۔ تمہاری آواز بھی زندگی سے خالی ہے۔" لڑکی کافی تیز معلوم ہوتی تھی۔ ویسے اس کی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ نوخیزیت اور معصومیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

"زندگی ذرا پیچھے رہ گئی ہے، میں اس سے آگے آنکل آیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ریس ہو رہی تھی زندگی سے؟" وہ ہنس پڑی۔

"یہی سمجھ لو۔"

"کون جیتا؟"

"میں جیت گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے مان لیا۔ تم زندگی کو شکست دینے پر تلے ہوئے تھے ورنہ اسے ختم کرنے کے لیے یہاں نہ پڑے ہوتے۔ ویسے تمہاری باتوں سے بڑی مایوسی ٹپکتی ہے۔"

"غلط اندازہ لگایا ہے تم نے؟"

"ممکن ہے بہرحال چھوڑو ان باتوں کو سیاح معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں سفر کا عادی ہوں۔"

"کھو بیٹھے ہو کچھ؟"

"بہت کچھ۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"شکریہ۔"

"ساؤتھ ہیمپٹن میں کہاں قیام کرو گے؟"

"کسی سڑک پر۔"

"جیب خالی معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں سب کچھ خالی ہے۔"

"بس معمہ حل ہو گیا۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان جیب خالی ہونے پر اتنا مایوس کیوں ہو اٹھا ہے۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے بے بی؟"

"بے بی۔۔۔۔۔۔ میں بے بی ہوں۔۔۔۔۔۔ کیوں؟"

"پھر؟"

"براہ کرم آپ مجھے خاتون کہہ کر مخاطب کریں۔"

"بہتر ہے۔ آپ کا کیا نام ہے خاتون؟"

"نوین۔" اس نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ڈیڈی کا کیا نام ہے؟"
"میکلارنس۔"
"کیا کرتے ہیں آپ کے ڈیڈی؟"
"کاروبار۔ اکثر باہر رہتے ہیں۔ بہت چاہتے ہیں مجھے۔"
"یہ کار آپ کی ہے؟"
"ہاں۔ صرف میری۔ ممی کے پاس دوسری کار ہے۔ ڈیڈی کی کار بند رہتی ہے۔ وہ جب آتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔"
"گویا آپ کی مالی حالت بہت عمدہ ہے۔"
"ہاں۔ ہم آرام سے زندگی گذارتے ہیں۔"
"تب آپ خالی جیب کی کیفیت کیا جانیں۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"مائی گاڈ۔ تو آپ نے میرے سوال کا اتنا طویل جواب دیا ہے۔"
"ہاں۔ انسان جس چیز سے واقف نہ ہو' اس کے بارے میں صحیح بات نہیں کہہ سکتا۔"
"خیر یہ بات میں تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تم یہ اداسی جھٹک دو۔ اگر تم ہنسو تو تمہارا چہرہ کافی دلکش نظر آئے گا۔ جب تک سینے میں سانس ہے ہر مشکل کا حل موجود ہے۔"
"میں اداس نہیں ہوں۔"
"تو باتیں کرو۔"
"ضرور۔ تمہارے بارے میں کچھ کہوں اگر تم برا نہ محسوس کرو۔"
"کہو۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"تم نے ابھی زندگی کی ابتدا کی ہے' ایک خوشگوار ابتداء۔ میری دعا ہے کہ تمہاری زندگی انتہا تک خوشگوار رہے۔ لیکن زندگی کی کسی حقیقت سے آنکھیں نہ بند کرنا۔ تاکہ کبھی ایسی حقیقت سے واسطہ پڑ جائے تو اس سے اجنبی نہ رہو۔"
"ہاں اچھی بات ہے۔ لیکن نصیحتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔"
"یہ بھی حقیقت سے انحراف ہے۔"
"ساؤتھ ہیمپٹن میں میرے ہاں قیام کرنا۔ چند روز رہ کر چلے جانا۔ آج کل میں تنہا ہوں۔ ویسے ممی ایک آدھ دن میں آجائیں گی۔"
"ڈیڈی کہاں ہیں؟"
"نیویارک گئے ہوئے ہیں۔"
"اور ممی؟"
"وہ اپنی کسی عزیز کے ہاں لندن۔۔۔۔۔ تبھی تو مجھے موقع مل جاتا ہے اور میں لانگ ڈرائیو کے لیے نکل جاتی ہوں۔ ارے ہاں اپنا نام نہیں بتایا تم نے؟" وہ چونک کر بولی۔
"نواز اصغر۔"
"نوئیز آسکر۔" اس نے بمشکل کہا۔

"چلو یہی ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"میں تمہیں صرف آسکر کہہ کر پکاروں؟"
"کیا حرج ہے۔" میں نے جواب دیا اور تروتازہ لڑکی کے ہونٹوں پر تروتازہ مسکراہٹ پھیل گئی۔
شام تیزی سے جھک رہی تھی۔ دور سے شہر کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ خیال تھا کہ شہر میں داخل ہوتے ہوتے رات ہو جائے گی۔ لیکن لڑکی زیادہ دور نہیں گئی۔ چند میل چلنے کے بعد اس نے ایک ذیلی سڑک پر گاڑی اتاری جو۔۔۔۔۔ بجری سے بنی ہوئی تھی اور ہرے بھرے کھیتوں کے درمیان بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔
تاحد نگاہ جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جو دھند میں لپٹی بے حد حسین نظر آرہی تھیں۔ سڑک کا اختتام لکڑی کے ایک نیچے اور چوڑے پھاٹک پر جاکر ہوا۔ پھاٹک کے دوسری جانب ایک وسیع میدان نظر آرہا تھا۔ لیکن کھلے پھاٹک کے نزدیک ایک بوڑھا آدمی موجود تھا جو شاید دربان تھا۔
لڑکی کار اندر لے گئی۔ بوڑھے نے سلام کیا تھا۔ بائیں جانب ایک وسیع تالاب نظر آرہا تھا جس میں بطخوں کے غول کے غول کیڑے چننے میں مصروف تھے اور پھر میدان کے اختتام پر ایک وسیع و عریض پرانے طرز کی عمارت کے سامنے بنے ہوئے پورٹیکو میں لڑکی نے گاڑی روک دی۔
فوراً ہی ایک ملازم کار کے نزدیک پہنچا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ لڑکی نیچے اتر آئی۔ ملازم نے دوسری طرف کا دروازہ بھی کھول دیا تھا۔
"آؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ میں نے لڑکی کی حیثیت کا اندازہ لگالیا تھا۔ اس کی مناسبت سے اندر کی عمارت خوبصورت تھی۔
وہ مجھے لے کر ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہو گئی۔ "یہ میرا کمرہ ہے۔" اس نے داد طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ بڑی حسین چیزوں سے آراستہ تھا۔ خاص طور سے میں نے کتابوں کی ایک الماری کو دیکھا۔ اس میں بڑی اعلیٰ کتابیں سجی ہوئی تھیں۔
"بہت عمدہ کمرہ ہے' تمہیں کتابوں کا۔۔۔۔۔ کافی شوق معلوم ہوتا ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔
"ہاں۔ میں نے دنیا کی بہترین کتابیں جمع کی ہیں۔ اب تم ایسا کرو غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ لیکن تمہارے پاس تو دوسرے کپڑے بھی نہیں ہیں۔"
"ہاں۔ میں قلاش ہوں نا۔"
"اوہ۔ باربار اس بات کا تذکرہ مت کرو۔ انسان مختلف ہوتے ہیں۔ ٹھہرو' میں ڈیڈی کا لباس لاتی ہوں' تمہارے بدن پر فٹ آئے گا۔" اس نے کہا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔
لیکن اس کے جانے کے بعد میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ حسین لڑکی' دنیا کی آسائشوں سے سیر' کتنی اعلیٰ سے مجھے یہاں لائی ہے اس کے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ لیکن اس کی آنکھیں۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں کیا ہے۔ وہ مجھے کیسی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ کپڑے لے آئی۔ دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن پہن لیے' بدن پر فٹ آئے تھے۔

پھر جب میں کپڑے بدل کر نکلا تو وہ خود بھی لباس بدل چکی تھی اور اب صوفے میں دراز اخبار دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ "ونڈرفل' بہت اسمارٹ لگ رہے ہو۔ شیو کیوں نہیں بنائی؟"

"بس یونہی۔"

"تمہاری عمر زیادہ نہیں ہے۔ نہ جانے کیوں خود پر اس قدر بڑھاپا طاری کر لیا ہے۔" نوین نے بڑی اپنائیت سے کہا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔

"چلو اب چائے پی لیں۔ آؤ۔" وہ اٹھ گئی اور ہم چائے پینے کے لیے دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ ہر چیز سے نفاست اور امارت ٹپکتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کا باپ خاصی بڑی حیثیت کا مالک تھا۔

نوین نہ جانے کیا کیا باتیں کرتی رہی۔ اپنی نانی کے قصے جو بے حد سادہ لوح تھی' اپنے ڈیڈی کی کہانی اور پھر اس نے کسی قدر سنجیدہ ہو کر کہا۔ "میری ممی بھی بہت اچھی انسان تھیں۔ اگر ان کی عمر وفا کرتی تو-----"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"میری ممی مر چکی ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن تم نے تو کہا تھا-----"

"وہ میری دوسری ممی ہیں۔ ڈیڈی نے چند سال قبل ان سے شادی کی ہے لیکن وہ بھی بہت اچھی-----ہیں۔ مجھ سے بہت اچھا سلوک کرتی ہیں۔ ان سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا تم صرف پیسے نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ پڑے ہوئے تھے' کہاں جانے کا ارادہ تھا تمہارا؟"

"پیرس۔"

"اوہ۔ لیکن پیرس کس طرح جاتے؟"

"میرے پاس پیسے ہیں یہ دیکھو۔" میں نے بہت سے نوٹ نکال کر اس کے سامنے کر دیئے۔

"ارے۔" وہ چونک پڑی۔ "یہ تو خاصی رقم ہے۔"

"ہاں۔ کافی ہے۔"

"پھر تم جیب خالی ہونے کا رونا کیوں رو رہے تھے؟"

"تم یاد کرو۔ یہ بات تو تم نے کہی تھی میں نے نہیں۔"

"تم نے اس کی تردید بھی نہیں کی۔"

"فضول سی بات تھی اس پر کیا گفتگو کی جاتی۔"

"پیرس میں تمہارا کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ بس ایسے ہی آوارہ گردی کے لیے جا رہا تھا۔"

"ہوں۔" وہ گردن ہلانے لگی۔ "تم بند بند سے انسان ہو۔ کھل کر اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔ خیر بعد میں بتا دو گے۔ تم دیکھو گے میں بری لڑکی نہیں ہوں۔ آؤ ذرا گھوم پھر آئیں-----گو رات ہو چکی ہے۔ ہاں ایک بات اور بتاؤ۔"

"جی۔" میں نے کہا۔

"تمہیں کوئی گیم آتا ہے۔ مثلاً ٹینس' پنگ پانگ یا بلیرڈ۔"

"ہاں۔ بلیرڈ تھوڑا سا آتا ہے۔"

"کوئی ساز بجا لیتے ہو؟"

"گٹار' مگر یونہی سا۔ تمہیں شوق ہے؟"

"ہاں۔ پیانو میں بہت عمدہ بجا لیتی ہوں۔ اگر کسی پارٹی میں جانا ہوتا ہے تو لوگ مجھ سے فرمائش رتے ہیں۔ اس کے علاوہ گٹار بھی بہت اچھا بجاتی ہوں' سنو گے؟"

"ضرور۔" میں نے کہا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں ہوک سی اٹھی تھی اور انگلیوں میں طراب پیدا ہو گیا تھا۔ گٹار ممکن ہے سکون بخش ثابت ہو۔ ویسے تو میرا سکون ہی رخصت ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ پہلے ہم تھوڑی دور مٹر گشت کریں۔ پھر کھانا کھائیں گے اور پھر اوپر چلیں گے ل میں تمہیں گٹار سناؤں گی۔" اس نے پروگرام ترتیب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم دونوں رنکل آئے۔

اس اقامت گاہ میں دیہی حسن اکٹھا کر دیا گیا تھا۔ ہر چیز نفاست کی آئینہ دار تھی۔ نوین نے مجھے ں کے غول دکھائے۔ ان کی نسلوں کے بارے میں بتاتی رہی پھر اس نے اصطبل دکھایا اور کہنے لگی۔

"تم گھوڑے کی سواری کر لیتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تم بھی ہر فن مولا ہو۔ کچھ لوگ خود کو ظاہر نہیں کرتے لیکن اندر سے بہت کچھ ہوتے ہیں۔ ے اندر یہی خرابی ہے جو کچھ ہوں ظاہر کر دیتی ہوں۔ بہر حال کل ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر چلیں گے اور تمہیں اپنی دیہی زمینیں دکھاؤں گی۔ ڈیڈی نے بہت عمدہ باغ لگایا ہوا ہے۔"

میں نے اس بات پر بھی ہاں کہہ دی تھی۔ کافی دیر تک ہم باہر گھومتے رہے اور پھر خوب رات ئی تو واپس پلٹ آئے۔ کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ یہاں تنہا تھی لیکن ملازم اس کا پورا خیال رکھتے تھے کھانا تھا۔ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا اور خوب سیر ہو کر کھایا' ویسے ذہن کسی حد تک بٹ گیا تھا۔ یہ چند ے اس لڑکی کی رفاقت میں بہت عمدہ گذرے تھے اور یاسیت کسی حد تک کم ہو گئی تھی۔

پھر وہ مجھے لے کر چھت پر چلی گئی۔ دور دور تک کا ماحول کہر میں ڈھکا ہوا تھا اور چاند چمک رہا تھا۔ ا اپنا گٹار لے آئی۔ بڑا خوبصورت گٹار تھا میں نے اس کی تعریف کی۔

"ڈیڈی میرے لیے اٹلی سے لائے تھے۔ لیکن اس سے پھوٹنے والے نغمے تمہیں اس سے زیادہ ورت لگیں گے۔" اس نے ایک ستون سے ٹک کر کہا اور پھر اس نے گٹار کے سر چھیڑ دیئے۔ بلاشبہ ن کرتے اور پھر ان سروں نے ایک نغمے کی شکل اختیار کر لی۔

میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔ میرے خیالات کی رو گٹار کے تاروں سے بندھ گئی تھی۔ بہت یاد آ رہا تھا۔ لیکن اس میں میرا اپنا کچھ نہیں تھا۔ ساری یادیں پرائی تھیں۔ نہ جانے میں اس دنیا میں ا آیا تھا۔

گٹار بجتا رہا اور جب وہ خاموش ہوا تو ماحول بھی یکدم خاموش ہو گیا۔ آسمان کا چاند کچھ اور تیزی سے

چمک رہا تھا۔

"تمہاری انگلیوں میں جادو ہے نوین۔" میں نے کہا اور وہ بڑے پیار سے مسکرا دی۔

"اور سناؤں؟"

"ہاں۔ ساری رات سناتی رہو۔ گٹار کے سروں میں سکون ہے، سکون جو کہیں نہیں ملتا۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا اور اس نے دوبارہ تار چھیڑ دیئے۔ اس بار ایک طربیہ نغمہ فضاؤں میں بکھرنے لگا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس بار اس کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور جب نغمہ ختم ہوا تو میں نے اسے خوب داد دی۔

"پیانو میں اس سے بھی عمدہ بجاتی ہوں۔ کل سناؤں گی۔ لیکن تم نے بھی کہا تھا کہ تم گٹار بجا لیتے ہو۔"

"ہاں بجا لیتا ہوں۔ لیکن تم سے اچھا نہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، سناؤ۔" اس نے گٹار میری طرف بڑھا دیا۔

"یہ میرے ہاتھ میں آ کر رونے لگے گا اور مجھے تمہاری ہنسی پسند ہے۔"

"اب ٹالنے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہارے دل کی آواز جاننا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لے کر گٹار کو سینے سے لگا لیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک سکون کا احساس ہوا اور پھر گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں رینگنے لگیں۔ اس سے قبل بھی سینکڑوں بار گٹار بجایا تھا۔ لیکن آج نہ جانے کیوں گٹار ہاتھ میں لے کر یوں محسوس ہوا جیسے کوئی مونس مل گیا ہو۔ کوئی ایسا ساتھی جو میرے لیے دل میں درد رکھتا ہو یہی ایک چیز تھی اور مجھے اس سے بڑی اپنائیت محسوس ہوئی۔

لیکن میرا ایک مونس اور بھی تھا۔ سردارے ــــــــ میرا خط ملنے کے بعد نہ جانے کتنا رویا ہوگا۔ اسے اپنی تنہائی کا احساس بھی تو ہوگا لیکن میں تو ہر چیز چھوڑنے کا عادی ہو گیا تھا۔ نہ جانے میرے خیالات کہاں کہاں بھٹکتے رہے اور میری انگلیاں گٹار پر بہتی رہیں۔ شاید ــــــــ زندگی میں پہلی بار ــــــــ بالکل پہلی بار میری آنکھیں بھیگی تھیں۔ میرے اندر ــــــــ کی تپش کو سکون ملا تھا اور بہہ جانے والا پانی کتنا سکون بخش ہوتا ہے یہ مجھے اس پانی کے بہہ جانے کے بعد پتہ چلا۔ سارا دماغ ہلکا ہوتا جا رہا تھا۔

دوسرے لمحے نوین نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ رکھ دیا۔ "بس کرو۔ خدا کے لیے بس کرو۔ آہ بس کرو۔" اس کی آواز میں کرب تھا۔ میں چونک پڑا۔ چاندنی رات میں نوین کا چہرہ بھی آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔

"بس کرو ورنہ میں مر جاؤں گی۔ لاؤ یہ گٹار مجھے دے دو۔ اسے کیا ہو گیا۔ آج اسے کیا ہو گیا۔"

میں خاموش کھڑا اس کی شکل دیکھتا رہا۔ نوین ــــــــ متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ پھر اس نے گٹار ایک طرف رکھ دیا اور اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔ خاموشی طویل سے طویل تر ہوتی گئی اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "چلو چلیں" اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔

"تم کون ہو مجھے بتاؤ گے؟"

"بتا چکا ہوں نوین۔"

"اپنا سینہ کھول دو آسکر، ورنہ پھٹ جاؤ گے۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"تم غلط فہمی کا شکار ہو نوین کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میری عمر زیادہ نہیں ہے۔ لیکن بے وقوف تو نہیں ہوں۔ تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور تمہارا چہرہ غم کی تصویر بنا ہوا تھا۔"

"رو تو تم بھی رہی تھیں نوین۔"

"ہاں۔"

"کیوں رو رہی تھیں؟"

"بس گٹار سے ایسی درد بھری آواز نکل رہی تھی کہ آنسو نکل آئے۔ میں نے ایسا نغمہ کبھی نہیں سنا۔"

"تو یہی سمجھ لو، نغمہ غمزدہ تھا میں نہیں۔ ویسے مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں افسردہ کر دیا ہے۔"

"میں تمہارے بارے میں ساری رات سوچتی رہوں گی۔"

"مجھے اور افسوس ہوگا۔"

"لیکن تم میری مشکل حل نہیں کرو گے؟"

"کونسی مشکل؟"

"مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو۔"

"کوئی خاص بات ہوتی تو ضرور بتاتا۔"

"تمہاری مرضی۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور میں بھی خاموش ہو گیا۔ "اب مجھے نیند آ رہی ہے، تم بھی آرام کرو۔" اور میں خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گیا۔

آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں نے اس واقعے کے بارے میں سوچا اور میرے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنسو واقعی بڑے سکون بخش ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے نوین کے ذہن پر برا اثر پڑا ہے۔ یہ نوخیز کلی ابھی خوشیوں سے ہمکنار ہے۔ اس کے چہرے پر غم کی کوئی شکن نہیں ہے۔ میں بالکل نہیں چاہتا تھا کہ اس کلی کو جو ابھی ابھی کھلی تھی۔ غموں سے آشنا کر دوں۔

یہ میرے اندر دوسری بڑی تبدیلی تھی اور اس کے مضبوط ہونے کا یقین بھی ہو گیا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ میری خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ نیند مجھے بھی نہیں آئی تھی۔ جونہی دروازہ کھلا میں چونک پڑا۔

خوابگاہ میں مدھم روشنی والا شمعدان روشن تھا اور اس کی روشنی میں مجھے نوین نظر آئی۔ شب خوابی کے باریک لبادے میں لپٹی ہوئی جس سے گلابی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ بال کھلے ہوئے تھے اور وہ بڑی ہیجان خیز نظر آ رہی تھی۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر وہ جھکی اور اس نے میرے رخسار پر ہونٹ رکھ دیئے۔

گرم اور جوان ہونٹوں کا لمس۔ لیکن اس وقت بھی میرے ذہن میں شیطان نہیں جاگا۔ میں نے اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھے اور وہ بری طرح چونک پڑی۔

"تم۔۔۔۔۔تم جاگ رہے ہو؟"

"نہیں، جاگ گیا ہوں۔" میں نے اسے تھوڑا سا پیچھے کھسکا دیا۔ اور وہ سرک کر بیٹھ گئی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں جذبات کی سرخی تھی۔

"میں شرمندہ ہوں۔ تمہیں جگا دیا۔"

"کوئی بات نہیں لیکن تم کیوں جاگ رہی ہو؟"

"بس۔ نیند نہیں آئی۔" اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

"کیوں نیند نہیں آئی۔ کیا تم بے خوابی کا شکار ہو؟"

"آج سے قبل کبھی ایسا نہیں ہوا۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کچھ خیالات ذہن کو پریشان کر رہے ہیں؟"

"نہیں۔ بس تمہارا خیال آ جاتا ہے۔ جب بھی آنکھیں بند کرتی ہوں گٹار کی سسکیاں سنائی دینے لگتی ہیں۔ کیا وہ تمہارے دل کی آواز نہیں تھی آسکر؟ کیا تم دکھی نہیں ہو؟ تم ایک نوجوان آدمی ہو، بے حد پرکشش خدوخال کے مالک۔ لیکن تمہاری آنکھوں میں جوانی نہیں ہے۔ تمہارے چہرے پر وہ تاثرات پیدا نہیں ہوتے۔ جو ایک نوجوان آدمی کے چہرے پر کسی لڑکی کو دیکھ کر پیدا ہوتے ہیں۔ میں اس بات کا شکوہ نہیں کر رہی بس یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں کون سا زخم ہے؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔ "ایک بات بتاؤ نوین۔"

"جی۔"

"تم پیانو بجاتی ہو، گٹار بجاتی ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا اس میں تمہارے دل کے زخم یا خوشیاں چمکتی ہیں۔ یا صرف ایک خوبصورت نغمہ بجانے کا خیال تمہارے ذہن میں ہوتا ہے۔"

"تمہاری انگلیوں سے جو نغمہ پھوٹا تھا۔ میں خود کو اس کے عشر عشیر بھی نہیں پاتی۔ اس میں صرف فن نہیں تھا، درد تھا، دکھ تھا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بھولی لڑکی۔"

"میں نے دوسری بات بھی کہی تھی، تمہاری آنکھوں میں زندگی سوئی سوئی کیوں ہے، ان آنکھوں میں چمک کیوں نہیں ہے؟"

"اس کی بھی ایک وجہ ہے نوین۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا وجہ ہے، وہی تو جاننا چاہتی ہوں۔"

"تمہیں دیکھ کر میرے سینے میں جو جذبات جاگے ہیں ان میں ٹھنڈک ہے تپش نہیں۔ میں تمہاری معصومیت کا محافظ ہوں ڈاکو نہیں۔ جذبات فطرت کی دین ہوتے ہیں نوین، لیکن میں مشرق کا باشندہ ہوں ہم جذبات سے مبرا نہیں ہوتے لیکن ان میں ہمارے ہاں تفریق ہوتی ہے۔ تمہاری ممی اور تمہارے ڈیڈی

گھر پر نہیں ہیں۔ اس لیے تمہیں لٹیرے تو بے شمار مل سکتے ہیں محافظ نہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں تم سے کسی جذباتی رشتے کا اعلان نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرے لیے وہ رشتے حقیقی بھی نہیں رہ گئے۔ بس یہی کہوں گا کہ میری اور تمہاری عمر میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تمہارے ڈیڈی کی اور تمہاری عمر میں۔"

"کیا یہ بات قابل تسلیم ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کیوں نہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ میرے ڈیڈی کے بال سفید ہیں اور وہ بوڑھے ہیں۔"

"تاہم میرے دل میں تمہارے لیے وہی جذبات ہیں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا وجہ ہے؟" وہ جیسے قرض وصول کر رہی تھی۔

"یہ کہ میں کوئی اچھا انسان نہیں ہوں۔"

"یہ کیا وجہ ہوئی؟"

"تم نہیں سمجھو گی۔"

"لیکن سمجھے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی۔" اس نے بچوں کے سے انداز میں ضد کرتے ہوئے کہا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میں نے کہا نا نوین۔ جذبات کی اقسام ہوتی ہیں۔ ہم جو کھو بیٹھتے ہیں وہ دوبارہ نہیں پاتے۔ اور بعض چیزیں کھونا ہی پڑتی ہیں۔ تو پھر ایسے کیوں نہ کھوئی جائیں کہ کھونے کا افسوس نہ ہو۔ میں تمہارے لیے اجنبی انسان ہوں۔ آج تمہارے پاس ہوں کل چلا جاؤں گا اور تمہیں کھونے کا کچھ صلہ نہیں ملے گا۔"

میری اس بات پر وہ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے مشکوک نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے پیچھے کوئی اور بات تو نہیں ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی ایسی ہستی جس نے تمہیں دکھ دیا ہو۔"

"اگر ہو تو تم کیا کرو گی؟"

"اسے تمہارے لیے حاصل کر لوں گی یا پھر اسے قتل کر دوں گی۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔ میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

اگر دل میں کوئی جلن ہوتی بھی نوین تو ان آنسوؤں سے دھل گئی ہوتی لیکن یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن بڑا سکون ملا ہے، تمہاری اس محبت سے۔" میں نے اسے بھینچ لیا اور وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر سسک سسک کر روتی رہی۔

پھر جب وہ خاموش ہو گئی تو میں نے اسے اٹھایا۔ "گٹار سنو گی؟"

"اب نہیں سنوں گی۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نیند آرہی ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"تب میری خواہش ہے آؤ گٹار سنو۔" میں نے کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ "آؤ یہاں سب ملازم ہیں کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔" اور وہ سہمی ہوئی سی اٹھ گئی۔ میں اسے لے کر اس کے کمرے میں آیا' گٹار لیا اور ہم دونوں ایک بار پھر چھت پر پہنچ گئے۔ چاند آدھے سے زیادہ سفر طے کرچکا تھا اور اب پستیوں کی جانب سے جھانک رہا تھا۔

نوین خوفزدہ سی ایک ستون سے ٹک کر کھڑی ہوگئی۔ مجھے محبت کے آنسو ملے تھے۔ وہ آنسو جو آج تک میرے سینے میں جذب نہیں ہوئے تھے۔ میں نے اگر کسی کے لیے کچھ کیا ہے تو اس نے مجھے محبت دی ہے لیکن یہ بے لوث محبت مجھے پہلی بار ملی تھی۔ میں اس محبت کا خراج ادا کرنا چاہتا تھا۔ ہاں مجھ میں اتنی سکت تو نہیں تھی کہ میں اس محبت کے بوجھ کو ہمیشہ کے لیے اپنے شانوں پر اٹھالیتا۔ میں اس کی ادائیگی فوراً کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں نے گٹار کے سر سجائے اور پھر ایک ایسا نغمہ چھیڑا کہ ساری کائنات ہنس پڑی۔ یہ نغمہ طرب تھا۔ یہ خراج تھا اس محبت کا۔ میں نے سارے جہاں کے پھول سمیٹ لیے تھے اور ان پھولوں کے حسین گجرے بنا کر انہیں فضا میں اچھال رہا تھا۔ چاروں طرف پھول ہی پھول تھے اور نوین خوشی سے کھل اٹھی تھی۔

وہ میرے نزدیک آگئی اور پھر چھت کے دوسرے سرے تک دوڑتی چلی گئی۔ دیر تک میں پھول لٹاتا رہا اور پھر میں نے گٹار بند کردیا۔

"آہ تم گٹار کے جادوگر ہو۔" نوین نے کہا۔

"سچ۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے اتنا عظیم فنکار نہیں دیکھا۔"

"اب تو تمہارے دل سے ساری غلط فہمیاں دور ہوگئی ہوں گی۔"

"ہاں۔ لیکن کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"ہمیں حقیقتوں سے دور نہیں جانا چاہیے نوین۔ میں تمہیں بھی یہی تلقین کرتا ہوں۔ عمر تمہیں تجربہ دے گی لیکن وقت سے پہلے کچھ حاصل ہو جائے تو انسان تکلیف نہیں اٹھاتا۔ تم معصوم فطرت لڑکی ہو۔ زندگی میں بے شمار لوگ ایسے آتے ہیں جو پہلی ہی نگاہ میں ہمیں بھا جاتے ہیں۔ لیکن چاہتوں کے دائرے اتنے وسیع نہیں ہونے چاہیں کہ انسان خود میں قید ہو جائے۔ میں ایک مسافر ہوں۔ آج نہیں تو کل چلا جاؤں گا۔ تمہارے اچھے اخلاق کا تاثر لے کر' تم بھی اس سے زیادہ تاثر نہ لو۔"

"تو تم چلے جاؤ گے؟"

"ہاں نوین۔"

"رک نہیں سکتے؟"

"کتنے دن رکوں گا؟"

"ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ میں تمہارے نغموں کی امین بن جاؤں گی۔ یہ سفر بہت خوبصورت ہوگا۔ میں اور تم۔۔۔۔"

"نہیں نوین' یہ ناتجربہ کاری کے خواب ہیں۔ نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ تم خواب نہ دیکھو۔ حقیقتوں کی دنیا میں آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "میں نے تمہیں پیشکش۔۔۔۔۔ کی تھی' تم نے ٹھکرا دی۔ ٹھیک ہے اس قابل نہ سمجھا' نہ سہی۔" وہ غمناک انداز میں خاموش ہوگئی۔ میں نے اس کی اس کیفیت پر توجہ نہیں دی تھی۔

"آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ جاؤ نوین سونے کی کوشش کرو رات ختم ہونے والی ہے۔" اور وہ گردن جھکا کر چلی گئی۔ میں اس کے بعد بھی دیر تک جاگتا رہا پھر سوگیا۔

دوسری صبح دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ ملازم سے پوچھا تو پتہ چلا کہ نوین ابھی تک سو رہی ہے۔ بہرحال میں نے اس کا دیا ہوا لباس تبدیل کیا اور شیو وغیرہ کرکے تیار ہوگیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا نوین الجھے ہوئے بال اور بے ترتیب لباس میں میرے سامنے پہنچی تھی۔ اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ شاید بستر سے اٹھ کر سیدھی چلی آئی تھی۔ مجھے اس طرح تیار دیکھ کر وہ خجل ہوگئی۔

"اوہ' میں۔۔۔۔۔ میں سوتی رہ گئی تھی۔ اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر؟" میں نے نرم نگاہوں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"تم نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا ہوگا؟"

"اب کریں گے' اس میں کونسی خاص بات ہے۔ میں نے اس کی کیفیت محسوس کرکے کہا۔

"بس ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔ وہ بولی اور باہر نکل گئی چلتے ہوئے اس نے شاید ملازم کو ناشتہ لگانے کی ہدایت بھی کردی تھی۔ پھر وہ آگئی بڑی جلدی اس نے خود کو سنوار لیا تھا۔

"آؤ آسکر' ناشتہ کریں۔" وہ بڑے پیار سے بولی اور ہم دونوں ناشتے کی میز پر آگئے۔

"اس کے ہونٹوں پر خواہ مخواہ مسکراہٹ آرہی تھی۔

"بہت خوش ہو نوین؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہوں۔" اس نے مختصراً کہا۔

"وجہ بتاؤ گی؟"

"نہ بتاؤں تو؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اور اگر بتادوں تو؟" وہ ہنس پڑی۔

"تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔" مجھے بھی ہنسی آگئی۔

"شرم آتی ہے۔" وہ سچ مچ شرما کر بولی۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہ خاموشی سے ہنستی رہی۔ لیکن اس کے انداز میں ایک جھجک سی تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو' کہہ نہ پا رہی ہو۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔

"دراصل میں رات کے واقعات پر غور کر رہی تھی۔ ایک بات بتاؤ آسکر۔ تم ان واقعات کی روشنی

میں مجھے کیسی لڑکی سمجھتے ہو؟"

"کون سے واقعات کی روشنی میں؟ اگر تم کسی خاص واقعے کی جانب میری توجہ مبذول کرنا چاہتی ہوتو تو تمہیں اس کی وضاحت کرنا ہوگی۔ بہرحال کوئی بھی واقعہ ہو' تمہارے لیے میرے جذبات بہت اچھے ہیں اور میں تمہیں ایک بہت ہی پیاری لڑکی کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا۔

"گویا تمہارے خیالات میری جانب سے خراب نہیں ہوئے؟"

"کیوں ہوتے؟"

"میرا رات کا رویہ اچھا تو نہیں تھا۔ جانے مجھے کیا ہوگیا تھا۔"

"تم بلاوجہ مجھے یاد دلا رہی ہو نوین------ میں تو بھول بھی چکا ہوں۔"

"لیکن میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم میری زندگی کو ایک پاکیزہ سبق دے چکے ہو آسکر۔ میں پہلی بار بھٹکی تھی آئندہ نہیں بھٹکوں گی اور اب تمہارے لیے بھی میرے دل میں وہ جذبات نہیں ہیں۔ تم تو آسمان سے آنے والے ہو راستہ بھٹک گئے ہو۔ میں تمہیں راستہ بھٹکنے والا سمجھتی ہوں۔"

"نہیں نوین' میں اس غلیظ دنیا کا ایک گناہگار انسان ہوں۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو' تم پرسکون ہو۔ سب ٹھیک ہے۔"

"آج میں تمہیں نواح کی سیر کرانے لے جاؤں گی۔"

"ضرور۔ کل میں چلا جاؤں گا۔"

"کل نہیں' ابھی چند روز رہو۔"

"کوئی فائدہ نہیں نوین۔ جانا تو ہے۔"

"میں تمہیں روکوں گی نہیں' لیکن میرے لیے چند روز تو رک جاؤ۔ اس نے لجاحت سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے' میں تمہاری خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوش ہو گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے سیرو تفریح کی تیاریاں شروع کردیں۔ ایک جیپ میں کچھ سامان رکھا گیا اور نوین نے ضروری تیاریوں کے بعد سفر شروع کردیا۔

"فاصلہ ذرا زیادہ ہے۔ لیکن ہم جھیل ونڈر میر چلیں گے۔"

"ونڈر میر؟"

"ہاں ہمارے ڈسٹرکٹ کی پہلی جھیل ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو۔ میں نے کہا اور نوین نے جیپ اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ ذیلی سڑک سے وہ بڑی سڑک پر آگئی اور پھر نوین رفتار تیز کرتی گئی۔ تھرماس میں کافی موجود تھی جسے راستے میں تین بار پیا گیا۔ خاصی تیز رفتاری سے سفر کیا گیا تھا اس لیے جھیل تک پہنچنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔

لیکن جھیل کے مناظر مجھے پسند نہیں آئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی سرسبز پہاڑیاں اور ان کے درمیان گدلے پانی کا ایک وسیع میدان جس میں بطخوں کے غول بے شمار تھے۔ کناروں پر آئس کریم اور بھدے مناظر کے کارڈ فروخت کرنے والوں کے کیبن بکھرے ہوئے تھے۔ لوگ البتہ اچھی خاصی تعداد میں نظر آرہے تھے۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں وہاں گھومتے رہے' یہاں تک کہ دو بج گئے۔ "بھوک لگ رہی ہے مگر؟"

"کھانا تو موجود ہے۔"

"لیکن یہاں نہیں کھائیں گے۔"

"پھر؟"

"ایمبل سائڈ چلتے ہیں۔ وہ پرسکون ہے۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور نوین نے ایک بار پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ درحقیقت ایمبل سائڈ بصورت قصبہ تھا۔ اس کے اطراف کے مناظر بہت حسین تھے۔ ایک خوبصورت سے قطعے پر ہم نے پکنک نے کا فیصلہ کیا اور اس کے نزدیک ہی لینڈ روور روک دی۔ نوین نے کھانے پینے کا بندوبست کیا اور ہم نے ا کھایا۔ کھانے کے بعد نوین لینڈ روور کے قریب گئی اور اس نے گٹار نکال کر میری طرف بڑھادیا۔

"ارے' یہ بھی ساتھ ہے؟"

"ہاں۔" وہ عقیدت سے بولی۔

"میں نے نہیں دیکھا تھا۔"

"میں نے چھپا کر رکھا تھا۔" وہ شوخی سے بولی۔

"کیا سناؤں؟"

"جو دل چاہے۔"

"میرے دل کی چاہ کا ذکر مت کرو۔"

"کیوں؟"

"گٹار رونے لگے گا۔"

"کیوں؟ آخر کیوں' کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے دل کا راز بتادو۔ مجھے بتادو آسکر' تمہارے سینے میں کون سے زخم ہیں۔ آخر میں تمہاری دوست ہوں اور اب تو------ اب تو میرے ذہن میں تمہارے لیے اور کوئی بات بھی تو نہیں ہے۔"

"اوہ' یہ بات نہیں ہے نوین۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"دراصل میرے زخموں کی نوعیت دوسری ہے۔ ایسی کہ میں کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا اور پھر میں دردیاں نہیں چاہتا۔ یہ زخم میں نے خریدے ہیں۔ یہ زخم ایسے ہیں کہ بے معنی سے نظر آتے ہیں۔"

"زخم بہرحال زخم ہوتے ہیں۔ ان کے معنی ضرور ہوتے ہیں۔"

"نوین۔ میں آوارہ وطن ہوں۔ میری زمین نے مجھے قبول نہیں کیا۔ حالانکہ مجھے اس زمین سے پناہ الفت ہے۔ میں اسے مقدس ماں سمجھتا ہوں۔ ماں کی گود مجھ سے چھن گئی ہے نوین۔ میرے دل میں کی ہوک اٹھتی ہے۔ لیکن میں اس ماں سے ناراض ہوں۔ میں اس کی آغوش میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ میرے زخم کا کوئی علاج ہے؟"

"زمین تمہاری ماں ہے؟"

ہاں۔ اس سے زیادہ ہے وہ میرے لیے میں اس کی بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ میں اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔"

"تو پھر واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟"

"ماں سے ناراض ہو کر میں ایسے راستوں پر چلا گیا تھا جس سے میرے وجود میں گندگی بھر گئی ہے اور اپنی ماں کی پاک آغوش کو اب میں کسی طور گندہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"ماں ۔۔۔۔ ماں ہوتی ہے آسکر۔"

"ہاں۔ لیکن میری ماں مجھے ٹھکرا چکی ہے۔"

"تم اب کبھی اس کے پاس نہیں جاؤ گے؟"

"کبھی نہیں جاؤں گا نوین۔ اس نے مجھے ٹھکرا ضرور دیا تھا۔ لیکن میں اس کی پاک بازی کو نہیں بھول سکتا۔ میرا وجود اب اس کے لیے غلاظت کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ میں واپس کبھی نہیں جاؤں گا۔"

"تم واقعی بہت دکھی ہو۔" نوین نے افسردگی سے کہا۔

"ہاں نوین' میں بہت دکھی ہوں۔"

"اپنی زمین کا کوئی گیت نہیں سناؤ گے آسکر؟"

"زمین کا گیت؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں زمین کا گیت۔" نوین نے کہا اور میرے کانوں میں ایک دلکش نغمہ گونجنے لگا۔

لعل میری پت رکھیو بھلا جھولے لالن۔

اور میں نے گٹار نوین کے ہاتھ سے لے لیا۔ دل اداس تھا۔ گٹار ہاتھ میں لیتے ہی میرا دل مچل گیا۔ بہت عرصہ گذر گیا تھا وطن کو یاد کیے ۔۔۔۔ گٹار کے تار مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو گئے اور گٹار سے نغمہ ابل پڑا۔

آنسوؤں میں ڈوبا ہوا نغمہ فضا میں پھیل گیا۔ یہ میرے دل کی چیخیں تھیں۔ یہ میرے سینے کی گھٹن تھی۔ میری آنکھوں نے آنسوؤں کا مزہ چکھ لیا تھا' اور میں بے خودی میں نغمہ سرائی کرتا رہا۔ نوین بھی رو رہی تھی۔

نغمہ ختم ہو گیا' لیکن نوین سسک رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے سینے سے آلگی۔

"میں تمہارے لیے کیا کروں آسکر میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"ارے دیوانی چپ ہو جاؤ۔ خدا تمہیں کبھی دکھ سے آشنا نہ کرے۔"

"میں کیا کروں آسکر؟ تمہارا دل کتنا دکھا ہوا ہے۔"

"میں بہت ہلکا ہو گیا ہوں نوین۔ یقین کرو دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔ میں اب پرسکون ہو گیا ہوں۔ ایک نغمہ اور سناؤں؟"

"سناؤ۔" اس نے کہا اور میں نے گٹار چھیڑ دیا اور اس بار پھر وہی دھن بجنے لگی۔ لعل میری پت رکھو بھلا ۔۔۔۔ اور یہ اس نغمے کی خوبی تھی۔ یہ دلوں کا ترجمان تھا۔ ہنسی اور آنسوؤں کا یکساں ساتھی اس بار دھن بدلی ہوئی تھی اور ماحول ہنس رہا تھا۔ نوین ششدر رہ گئی تھی۔ وہ مبہوت تھی۔

پھر جب نغمہ ختم ہوا تو وہ تعجب سے بولی۔ "آسکر' کیا یہ وہی نغمہ نہیں تھا؟"

"وہی تھا۔"

"خدا کی پناہ' اس کا انداز کتنا بدلا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر قبل اس سے آنسو ٹپک رہے تھے اور اب ہنس رہا تھا۔ تم گٹار کے جادوگر ہو آسکر۔"

"یہ نغمہ دلوں کا ترجمان ہے نوین' ذہنی کیفیت کا غماز۔ اس میں ہنسانے اور رلانے کی قوت ہے۔"

"بڑا پراسرار نغمہ ہے' مجھے سکھا دو آسکر۔ نوین نے التجا کی لیکن اس وقت بات کٹ گئی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی۔ ہماری گردنیں گھوم گئیں۔ تین گھڑ سوار تھے۔ فرانسیسی طرز کے لباسوں میں ملبوس چوڑے ہیٹ پہنے ہوئے۔

"اوہ۔ یہ کمبخت کہاں سے آمرا؟" نوین بڑبڑائی۔

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سیڈر۔ جھیل کے اس پار گراس میئر کے قصبے کے نزدیک اس کی بڑی زمینیں ہیں۔ ڈیڈی اور اس کے باپ میں دوستی ہے۔ شاید وہ کوئی مشترکہ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ لیکن مجھے اس سے سخت نفرت ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ ہے ہی نفرت انگیز۔ جہاں لڑکی دیکھی پاگل ہو گیا۔ اکثر ہمارے گھر آتا رہتا ہے لیکن میں منہ بھی نہیں لگاتی۔"

اتنی دیر میں تینوں گھڑ سوار ہمارے قریب پہنچ گئے۔ جس شخص کے بارے میں نوین نے بتایا تھا وہ اکہرے بدن کا ضرورت سے زیادہ دراز قامت نوجوان تھا۔ چہرے پر چنگیز خان ٹائپ کی مونچھیں تھیں درمیان سے صاف تھیں۔ بھوری آنکھوں میں چیتے کی آنکھوں کی سی چمک تھی۔

"اوہ مس لارنس' آپ یہاں یعنی میرے قصبے سے اتنی قریب ہونے کے بعد مجھ سے اتنی دور ہیں۔" اس نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ اس کے دونوں ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر آئے تھے۔

"یہاں میں سیر کے لیے آئی تھی۔" نوین نے سرد لہجے میں کہا۔

"اور تھوڑی سی آگے نہ آگئیں۔ کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں۔ میں تو اتفاق سے ادھر آنکلا تھا میں نے آپ کی جیپ پہچان لی تھی۔"

"بس یہیں تک آئی تھی۔"

"مسٹر میکلارنس ابھی تک واپس نہیں آئے نا؟"

"سنا ہے کل پرسوں تک آجائیں گے۔ ڈیڈی کے پاس اطلاع آئی تھی۔"

"شکریہ۔"

"یہ کون ہیں۔ تعارف نہیں کرایا تم نے۔" اس نے پہلی بار میری طرف توجہ دی۔

"میرے دوست مسٹر آسکر۔"

"ایک ہم ہی دشمن ہیں تمہارے' لیکن کب تک ارے ہاں لیڈی تم مس لارنس سے آج تک ملنا چاہتے تھے۔ یہی ہیں میرے مستقبل کی ساتھی۔ تمہیں بڑا اشتیاق تھا۔" اس نے ایک شخص کی طرف مڑ کر کہا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہیٹ اتار کر سر جھکا دیا۔

"کیا میں آپ کے اس جھوٹ کی تردید بھی کر دوں مسٹر سیڈر۔" نوین نے ناخوشگوار لہجے میں کہا
"کون سا جھوٹ۔" سیڈر تعجب سے بولا۔
"جو آپ نے اپنے ساتھی سے بولا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اکثر لوگوں سے یہ کہتے پھرتے ہیں
کہ میں آپ کی ہونے والی شریک حیات ہوں۔"
"لیکن اس میں جھوٹ کیا ہے۔" سیڈر تعجب سے بولا۔
"تو پھر آپ کی غلط فہمی ہو گی۔ آیئے مسٹر ایڈی میں اپنے منگیتر سے آپ کا تعارف کراؤں۔ یہ ہیں
میرے منگیتر مسٹر آسکر نوئیز۔ سیڈر کو خواب دیکھنے کی عادت ہے سو وہ الٹے سیدھے خواب دیکھ کر
دوسروں کو سناتے رہتے ہیں۔"
سیڈر کا منہ تعجب سے کھلا رہ گیا تھا۔ پھر اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔ "کیا آپ نے
مذاق میں میری توہین نہیں کی ہے مس لارنس۔"
"مذاق ------ توہین" ------ نوین نے استہزائیہ انداز میں کہا۔
"ہاں۔ میرے دوست کیا کہیں گے؟"
"یہی کہ تم جھوٹے اور بے وقوف ہو، خود ہی فیصلے کرتے ہو اور دوسروں کو سناتے رہتے ہو۔ کس
نے تم سے کہا کہ میں تم سے شادی کروں گی؟" نوین نے کہا۔
"تمہارے ڈیڈی نے۔"
"پھر شاید ڈیڈی ہی تم سے شادی کریں گے۔ یا پھر انہوں نے تمہاری حماقت دیکھتے ہوئے تم سے
مذاق کیا ہو گا۔"
"تم میری جس قدر توہین کر رہی ہو نوین، تمہیں اس کے لیے بھگتنا ہو گا یا پھر تم اس شخص کو خوش
کر رہی ہو۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ یہ سیڈر کا علاقہ ہے۔"
"یہ تو تمہارا علاقہ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری زمین گراس میسر کے دوسری جانب ہے۔"
"لیکن یہاں وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔"
"ہو سکتا ہے۔ لیکن کم از کم میرے معاملے میں نہیں۔"
"میں ------ میں تم سے انتقام لوں گا۔ تم اس گھٹیا سے سازندے کے سامنے میری توہین کر رہی
ہو۔ بلا سے مسٹر میکلارنس سے ڈیڈی کے تعلقات خراب ہو جائیں۔ لیکن تمہیں اس بدتمیزی کی سزا
ضرور ملے گی ابھی اور اسی وقت۔"
"کیا سزا ملے گی؟"
"میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ تمہارا غرور پاش پاش کر دوں گا۔" سیڈر کے منہ سے جھاگ نکلنے
لگا۔
"یہ تمہاری کمینگی کا ایک اور ثبوت ہو گا اور لوگ میری بات کی تصدیق کریں گے کہ میں تم
سے نفرت نہیں کرتی۔"
"تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟"
"شدید نفرت۔" نوین نے زمین پر تھوک دیا۔

"اوہ تیری یہ مجال کمینی، کتیا۔ میں تجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا۔" سیڈر جنون کے
عالم میں آگے بڑھا اور اب میری مداخلت ضروری تھی۔
"مسٹر سیڈر پلیز، تھوڑے سے ٹھنڈے ذہن سے کام لیں۔ آپ کے بدن پر فرانس کے شرفاء کا
لباس ہے۔" میں نے نرم لہجے میں آگے بڑھ کر کہا۔
"تمہاری مداخلت اس وقت تمہاری زندگی بھی چھین سکتی ہے، پیچھے ہٹ جاؤ، تم سیڈر سے واقف
نہیں معلوم ہوتے۔"
"واقف ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔
"مہنگی پڑے گی تمہیں یہ واقفیت۔" سیڈر غرایا۔
"آپ کے بدن پر فرانسیسی لباس ہے، کیا آپ فرانس کی ایک رسم پوری کرنا پسند کریں گے۔"
"کیا بکواس ہے، پیچھے ہٹو۔" سیڈر نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دھکا دیا اور میں چند قدم پیچھے
ہٹ گیا۔ نوین اب کچھ پریشان نظر آنے لگی تھی۔
"میں بھی اس کا طلبگار ہوں اور فرانسیسی رسومات کے مطابق ایسے فیصلے ڈوئل سے طے ہو جاتے
ہیں۔" میں نے کہا۔
"اوہ، تو تم مجھ سے ڈوئل کرو گے۔"
"فیصلہ تو کرنا ہی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے شانے ہلائے۔
"اسے لے جانے سے مجھے کون روکے گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں اسے بھی سیڈر کی حقیقت معلوم ہو
جائے۔ اسے پتہ چل جائے کہ جس کے منہ پر اس نے تھوکا ہے وہ کیا چیز ہے۔" وہ چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔
"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں آسکر، تم اس سے مت الجھو۔" نوین نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔
"کیا آپ ان کے ساتھ جانا چاہتی ہیں مس نوین؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں، ہرگز نہیں، میں دیکھوں گی یہ مجھے کس طرح لے جاتا ہے۔"
"میں بھی یہی دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسخرے پن سے کہا۔ ویسے میری نگاہیں جائزہ لے چکی
تھیں کہ پستول ان تینوں کے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ میں بے فکر تھا۔
"تو تم تیار ہو؟"
"ہاں تیاریاں کیا کرنا ہیں پستول نکالو۔" میں نے کہا۔
"تو کیا تمہارے پاس پستول موجود ہے؟" ایک لمحے کے لیے سیڈر کے چہرے پر الجھن نظر آئی۔
"پھر کس طرح جنگ کرو گے؟"
"میرے بازو فولاد ہیں۔ پستول میرے پاس موجود نہیں ہے۔"
"میرے پاس بھی نہیں ہے آ جاؤ اور ہاں میری طرف سے اجازت ہے کہ تمہارے ساتھی تمہاری
مدد کریں۔"
"اوہ۔ میں ہی تمہاری گردن توڑنے کے لیے کافی ہوں۔" سیڈر غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے
اچھل کر میرے اوپر حملہ کر دیا۔ فری اسٹائل کے داؤ سے کام لے کر اس نے میرے سینے پر دولتی جمانے کی

کوشش کی تھی لیکن میں نے جھکائی دے کر اس کی دونوں ٹانگیں مضبوطی سے پکڑ لیں اور سیڈر نے بڑھ کر
تمام ہاتھ ٹکا کر اپنا چہرہ بھرتہ ہونے سے بچایا۔ لیکن اب صورت حال بے حد دلچسپ تھی۔ اس کی دونوں
ٹانگیں میرے ہاتھوں میں تھیں اور ہاتھ زمین پر ٹکے ہوئے تھے۔ وہ ٹانگیں چھڑانے کے لیے ہاتھوں سے زور
لگا رہا تھا اور میں اس کی ٹانگیں پکڑے پکڑے چکر لگا رہا تھا۔ سیڈر کو ہاتھوں کے زاویے بدلنے پڑ رہے تھے
ورنہ وہ زمین پر رگڑ کر رہ جاتے۔ پھر اسے خوب گھما کر میں ایک جگہ رک گیا۔

"ٹانگیں چھوڑو۔" وہ غرایا اور میں نے اسے پلٹ دیا۔ وہ چت ہو گیا تھا۔ لیکن ٹانگیں میرے ہی
ہاتھوں میں تھیں۔ اس بار اس نے پوری قوت سے ٹانگیں چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے پھر الٹ
دیا۔ اور وہ ہاتھوں کے بل آگیا۔

نوین بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے سیڈر۔" وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

"سؤر کے بچو، تم میرے دوست ہو کر دیکھ رہے ہو۔" سیڈر دھاڑا اور دونوں سور کے بچوں کو
ہوش آگیا۔ وہ میری طرف دوڑے اور دونوں نے ایک ساتھ میرے اوپر حملہ کیا۔ لیکن وہ لڑائی بھڑائی کے
معاملے میں گدھے معلوم ہوتے تھے۔ وہ مخالف سمتوں سے حملہ آور ہوئے تھے۔ اور دونوں نے ہی میرے
منہ پر گھونسے جمانے کی کوشش کی تھی۔ میں پھرتی سے بیٹھ گیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے جبڑے ہلا
دیئے۔ سیڈر کی ٹانگیں میں نے اب بھی نہ چھوڑیں اور ان کے نرغے سے اسے بھی گھسیٹ کر لے گیا۔

اس بار ان دونوں کے منہ سے غرآہٹیں نکلیں اور جس انداز میں وہ حملہ آور ہوئے تھے اسے
روکنے کے لیے سیڈر کی ٹانگیں چھوڑنا پڑیں۔ پھر میں نے ان میں سے ایک کا گھونسا کلائی پر روکا دوسرے کے
پیٹ پر پاؤں سے ضرب لگائی اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ جس کا گھونسہ روکا تھا اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر
دوسرے کے اوپر اچھا دیا اس کے لیے میں نے دیسی داؤ قلاجنگ استعمال کیا تھا اور وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔

سیڈر کے حواس بحال نہ ہوئے تھے، تاہم اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن مجھے موقع مل گیا تھا
جونہی وہ کھڑا ہوا میں نے زمین پر بیٹھ کر پھر اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور اسے پھر الٹ دیا۔

اس کے بعد میں سیڈر کو ان لوگوں سے دور کھینچ لے گیا اور اسے بری طرح الٹنے پلٹنے لگا اس کے
لیے میں خود بھی چکر کھا رہا تھا۔

سیڈر کے دونوں ساتھی سنبھل کر مجھ پر لپکے اور میں نے سیڈر کو چھوڑ دیا۔ اس بار میں نے فیصلہ کیا
تھا کہ ان دونوں کو درست کر دوں پھر سیڈر کو دیکھوں گا۔ چنانچہ میں دونوں ہاتھ سیدھے کر کے کھڑا ہو گیا۔ وہ
میرے نزدیک آ کر ٹھٹھک گئے تھے۔

"آؤ آؤ۔" میں نے انگلی سے اشارہ کیا اور پھر اچانک زمین پر بیٹھ کر دونوں لاتیں ان کی پسلیوں پر
ماریں۔ دونوں کی زوردار چیخیں نکلی تھیں۔ اسی وقت سیڈر نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور میں نے پھرتی سے اپنی
جگہ چھوڑ دی۔ یہ تو مجھے بعد میں ہی معلوم ہوا تھا کہ سیڈر نے چاقو سے حملہ کیا تھا اور چاقو زمین میں پیوست
ہو گیا۔

میں نے ایک لات اس کے منہ پر رسید کر دی اور پھر ان دونوں پر جا پڑا۔ اس بار میں نے ان پر
فائنل گھونسے رسید کئے تھے۔ وہ دونوں چکرائے اور ایک دوسرے سے الجھ کر گر پڑے۔ سیڈر چاقو نکالنے کی
کوشش کر رہا تھا اور اپنی ہی کوشش میں اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ لیکن میں تو اسے زچ کرنا چاہتا تھا چنانچہ

میں نے اس کی پشت پر لات رسید کر دی اور جونہی وہ گرا میں نے اس کی ٹانگیں سنبھال لیں۔
اور پھر وہی چکر، سیڈر کے حلق سے پھر وہی غراہٹیں نکل رہی تھیں اور نوین پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنس رہی
تھی۔

"مزا آرہا ہے نا سیڈر۔" وہ چیخی۔

"یک۔ بھک۔" سیڈر نے حلق پھاڑ کر کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اسے روک دیا اور اب سیڈر اپنے
ہاتھوں کا سہارا ابھی نہیں لے رہا تھا۔ اس کی ناک اور پیشانی کی کھال اتر گئی تھی اور جگہ جگہ سے خون رس رہا
تھا۔

"فرانس کی تاریخ میں ایک نیا باب کھلا ہے سیڈر میرا خیال ہے ایسی ڈوئل کبھی نہ ہوئی ہوگی۔" میں
نے کہا اور اسے دو تین الٹے پلٹے دینے کے بعد چھوڑ دیا۔ سیڈر نے آنکھیں بند کر لیں اس نے اسی میں
عافیت سمجھی تھی کہ اب خاموش پڑا رہے۔

"مسٹر سیڈر غالباً آپ بے ہوش ہونے کی مشق کر رہے ہیں۔ کیا میں آپ کو ہوش میں لانے کی
کوشش کروں۔" میں نے پوچھا لیکن سیڈر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے دونوں ساتھی پہلے ہی ڈھیر
ہو گئے تھے۔

"کیا خیال ہے نوین؟"

"کیا یہ بے ہوش ہو گیا؟" نوین نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب تک میں نہ چاہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"بتاتا ہوں۔ میں نے کہا اور آگے بڑھ کر ایک مخصوص انداز کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔
سیڈر کی خوفناک دھاڑ گونجی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اب وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ میں
ہنس پڑا "کیا خیال ہے؟"

"کیا۔ کیا تم نے اس کی ٹانگ توڑ دی؟" نوین نے خوفزدہ لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

"اوہ نہیں، جب تک میں نہ چاہوں اس کی ٹانگ کیسے ٹوٹ سکتی ہے۔ ٹھہرو میں تمہیں ٹانگ توڑ کر
بتاتا ہوں۔" میں سیڈر کی طرف بڑھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" سیڈر دہشت زدہ انداز میں اپنی تکلیف بھول کر بری طرح پیچھے کھسکنے
لگا۔ اس کوشش میں وہ کئی بار گرا۔ لیکن میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیڈر اٹھنے کی کوشش
میں بار بار گر رہا تھا۔ اس کی کہنیاں اور گھٹنے چھل گئے تھے لیکن وہ مجھ سے بچنے کی کوشش میں بے تحاشہ پیچھے
کھسک رہا تھا۔

"آسکر ـــــ آسکر رک جاؤ۔ بس کرو ـــــ بس کرو آسکر۔" نوین کو اس کی بے بسی پر
ترس آگیا اور میں رک گیا۔

"کیا میں اسے زندہ چھوڑ دوں؟" میں نے پوچھا۔

"قت ـــــ قتل کر دوگے؟" نوین نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہ صرف اسے بلکہ اس کے ساتھیوں کو بھی، تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس کا جھگڑا کس سے

ہوا تھا۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"چھوڑ دو جانے دو آسکر" اس کے لیے یہی سزا کافی ہے۔"

"ایک شرط پر نوین' آئندہ یہ میری منگیتر کی جانب غلط نگاہ سے نہ دیکھے۔ اس سے پوچھو کیا یہ ایسا کرے گا ورنہ میں-----"

"آئندہ کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" سیڈر جلدی سے بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"تب ٹھیک ہے' آؤ نوین اب چلیں۔ یہ خود سے تو ہفتوں نہیں اٹھ سکے گا۔ لیکن اس کے ساتھیوں کو تھوڑی دیر کے بعد ہوش آجائے گا اور وہ اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

"آؤ چلو۔" نوین خود بھی بدحواس ہو رہی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔ نوین خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی اس کے ذہن پر اس ہنگامے کا تاثر تھا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

"کیا تم پریشان ہو نوین؟" بالآخر میں نے ہی پوچھا اور نوین نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا ان میں پریشانی نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سی حسرت تھی۔ میں ان نگاہوں کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ "کیا بات ہے نوین؟"

"کچھ نہیں۔"

"یہ تمہیں بعد میں پریشان کرے گا؟"

"اوہ نہیں' اس کی یہ مجال نہیں۔ میرے ڈیڈی اس کے پورے خاندان کو درست کر کے رکھ دیں گے اگر یہ بات ان کے علم میں آگئی۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"بس ایسے ہی کچھ سوچنے لگی تھی۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتانے کی بات نہیں ہے؟"

"ہے۔" اس نے کہا۔

"پھر بتاؤ۔"

"بس میں سوچ رہی تھی کہ تم جیسے ساتھی کی تمنا کون نہ کرے گا۔ تم ہر لحاظ سے مکمل ہو' ایک خوبصورت انسان۔ ایک حسین اور پرسحر شخصیت کے مالک' ایک جادو بھرے فنکار اور دلیر اور طاقتور آدمی۔ کسی لڑکی کی نگاہ میں اگر اپنی زندگی کے ساتھی کا ایک ایسا آئیڈیل ابھرے جو صرف اس کے تصورات میں ہو اور وہ تم جیسے انسان کو پالے تو کیا وہ اپنی تقدیر پر ناز نہیں کر سکتی۔ لیکن آئیڈیل کا اول تو کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ کسی کو ملتا نہیں ہے۔"

نوین کے لہجے کی حسرت کو میں محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں کسی کے لیے کیا کر سکتا تھا۔ ایک ناکارہ انسان چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

"واپس چلیں؟" نوین نے پوچھا۔

"ہاں۔ کافی تفریح ہو گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور نوین نے جیپ کی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کوٹھی کے پھاٹک سے اندر داخل ہو رہے تھے اور پھر جیپ پورچ میں رک

گئی۔ ملازم نے حسب معمول جیپ کا دروازہ کھولا تھا۔

"میڈم واپس آگئی ہیں مس صاحبہ۔"

"اوہ ممی۔ واپس آگئیں؟"

"ہاں۔"

"کہاں ہیں وہ؟" نوین نے خوشی سے پوچھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنی سوتیلی ماں سے ناخوش نہیں ہے۔

"اپنے کمرے میں ہیں مس صاحبہ۔" ملازم نے جواب دیا۔

نوین نے گردن ہلائی اور پھر میرے ساتھ اندر چل پڑی۔ میرے کمرے کے نزدیک پہنچ کر اس نے پوچھا۔ "میری ممی سے ملو گے آسکر؟"

"اگر تم ملانا پسند کرو گی تو ضرور ملوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تھوڑی دیر اپنے کمرے میں آرام کرو' میں ان سے مل لوں۔ انہیں تمہارے بارے میں بتا دوں۔" نوین نے کہا اور میں گردن ہلا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ نوین چلی گئی تھی۔ میں ایک صوفے میں دھنس گیا۔

یہ سب کیا ہے' میں ایک لڑکی کا مہمان ہوں۔ لیکن پھر اور کیا ہے۔ زندگی کے تار تو ویسے ہی خاموش ہیں' اپنے لیے کوئی راستہ بنالو حالات تمہاری مرضی اور تمہاری پسند کے مطابق ہوں گے اور اگر خود کو حالات پر چھوڑ دو تو پھر زندگی میں جو کچھ بھی آئے وہی تمہارا ہے۔ آج یہاں ہوں' کل کہیں اور ہوں گا اور پرسوں----- نہ جانے کہاں۔

لیکن زندگی کا بوجھ تو گھسیٹنا ہی ہے' گھسیٹتے رہو۔ ذہن میں پھر عجیب سے خیالات ابھرنے لگے۔ لیکن اگر اس انداز میں زندگی گذارنا ہے تو پھر آوارہ گردوں کی زندگی سے بہتر اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ ان کے درمیان رہ کر کوئی احساس نہیں رہتا۔ نہ کم نہ زیادہ بس ایک معمولی سوچ سے عاری۔

میں ان میں ہی شامل ہو جاؤں گا۔ زندگی کا مذاق اڑانے کے لیے اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد نوین واپس آگئی۔ "ممی اسی وقت تم سے ملنا چاہتی ہیں۔ وہ بڑی اچھی انسان ہیں۔ میں نے انہیں تمہاری ساری باتیں بتا دی ہیں۔"

"اتنی جلدی؟"

"ہاں۔" نوین نے ہنس کر کہا۔

"سیڈر کے بارے میں بھی؟"

"ہاں اس کے بارے میں بھی۔" نوین نے جواب دیا۔

"کیا کہا تمہاری ممی نے؟"

"وہ تمہاری شکر گذار ہیں' کہہ رہی تھیں کہ تم نے ٹھیک کیا اور اگر اس نے مزید گڑبڑ کی تو وہ اسے ٹھیک کر دیں گی۔ چلو ممی انتظار کر رہی ہوں گی۔ ملازمہ نے کافی تیار کر دی ہے' ہم ممی کے ساتھ ہی کافی پئیں گے۔"

"چلو۔" میں اٹھ گیا۔ اور پھر نوین کے ساتھ اس کی ممی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک صوفے پر بڑے وقار سے بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن ہماری پہلی نگاہ ہی تعجب خیز تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور میں نے اسے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔ یہ شکل میرے لیے اجنبی نہیں تھی اور نہ میں اس کے لیے۔ وہ ----- سی کاریفا تھی۔

سی کاریفا کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی تاریکی چھا گئی تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔

"ممی! یہ آسکر نوئیز ہیں۔" نوین ہم دونوں کے تاثرات سے بے خبر تھی وہ عورت چونک پڑی۔ پھر اس کے ہونٹ بھنچے اور اس کے منہ سے ایک پھٹی پھٹی سی آواز نکلی۔

"ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں بھی مسکراتا ہوا آگے بڑھ آیا اور پھر میں نے اس کے سامنے ہاتھ کر دیا۔ "دراصل میرا نام نواز اصغر ہے لیکن مجبوری ہے نوین نے مجھے آسکر نوئیز بنا دیا ہے اور اب میں بھی خود کو نوئیز آسکر سمجھنے لگا ہوں۔"

"نوین نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"ضرور بتایا ہو گا۔" میں بے تکلفی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کب آئے آپ؟"

"تقریباً چالیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہ جانے نوین نے آپ کی ٹھیک سے خاطر مدارت بھی کی ہے یا نہیں؟"

"یہ بہت عمدہ خاتون ہیں۔ بے حد نیک فطرت اور شریف جو وقت یہاں گزارا ہے' بڑا خوشگوار تھا میرے لیے۔"

"یوں لگ رہا ہے جیسے آپ ایک دوسرے سے واقف ہوں۔" نوین نے درمیان میں دخل دیا۔

"ہاں نوین' ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"واہ' یہ تو اور بھی عمدہ بات ہے۔ لیکن ممی' کیا آپ ان کے اوصاف سے بھی واقف ہیں؟"

"بخوبی۔"

"تب تو میری باتوں پر آپ کو پورا پورا یقین آ گیا ہو گا۔"

"مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے بے بی۔ میں نے تمہیں کبھی جھوٹا نہیں سمجھا۔"

"شکریہ ممی' میں کافی لے آؤں۔ دیر ہو گئی۔" نوین نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ سی کاریفا مجھے دیکھنے لگی تھی۔ میں بھی اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سی کاریفا آج بھی اتنی ہی حسین اور پر وقار تھی۔

"آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا نواز۔" وہ چند ساعت کے بعد بولی۔

"یہی کیفیت میری ہے۔"

"تم یہاں ہو گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"اور تمہیں مسز میکلارنس کی حیثیت میں دیکھنا میرے تصور میں بھی نہیں تھا سیکا۔"

"کیا ہم ایک دوسرے پر یقین کر سکتے ہیں نواز؟ کیا میں یہ یقین کر لوں کہ تمہاری یہاں آمد کسی خاص

سلسلہ میں نہیں ہے۔"

"وہ سلسلہ کیا ہو سکتا ہے سیکا؟"

"کیا میکلارنس سے تمہارے تعلقات ہیں؟"

"قطعی نہیں۔"

"کیا تمہیں میری یہاں موجودگی کی کوئی اطلاع تھی؟"

"تم کسی برے انداز میں نہ سوچو تو بہتر ہے سیکا۔ میری یہاں موجودگی محض اتفاق ہے۔ ویسے اگر تم کسی قسم کی الجھن محسوس کر رہی ہو تو میں اسی وقت یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"اوہ۔ نہیں نواز۔ میں تو اس خوش بختی پر ہی مشکوک ہوں کہ نواز اصغر کسی اور حیثیت سے میرا مہمان ہے' مجھے یقین دلا دو نواز۔"

"میں اب کچھ نہیں ہوں سیکا۔ میرا خیال ہے تمہاری بیٹی نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے ایک بے مصرف انسان کی حیثیت سے سڑک کے کنارے پڑا تھا وہ یہاں اٹھا لائی۔ تھوڑا بہت اس کے کام آ گیا تو وہ متاثر ہو گئی' بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"میں نہیں مان سکتی نواز۔"

"کیوں؟"

"تم جس پائے کے انسان ہو' میں جانتی ہوں۔"

"انسان تو ہوں نا سیکا۔"

"بے شک' لیکن تمہاری دولت بے اندازہ ہے۔ آج غلام سیٹھ نہیں ہے تو کیا ہوا۔ میں سمجھتی ہوں تم خود اتنے برتر ہو کہ اس کے بعد اس گروہ کو کنٹرول کر سکتے تھے' تم نے ایسا کیوں نہ کیا نواز؟"

"غلام سیٹھ' صرف میرا آقا نہیں تھا سیکا۔ بلکہ وہ ایک اور حیثیت بھی رکھتا تھا۔ اس نے میرے اندر ایک اور جان ڈالی تھی سیکا۔ اس وقت جب میں زندگی سے بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ مجھے زندگی کی طرف لوٹا لایا تھا۔ مجھے اس سے محبت تھی سیکا۔ پھر اس کی موت کے بعد میں خود کو اس کی جگہ لانے کی کوشش کیوں کرتا۔"

"ہاں تم بلند کردار انسان ہو' میں نے ہمیشہ دل سے اس کا اعتراف کیا ہے۔" سیکا نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں سیکا۔ میں جو کچھ بھی ہوں مجھ تک ہی رہنے دو۔" میں نے بیزاری سے کہا اور سیکا خاموش ہو گئی۔ وہ چونک کر اب بھی مجھے دیکھنے لگی تھی۔

پھر نوین کافی تیار کرا کے لے آئی۔ ہم دونوں کو اس انداز میں بیٹھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر آسکر میں یہی خوبی ہے ممی۔ ان سے مل کر یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ اجنبی ہیں۔"

"ہاں بے بی' ان سے مل کر واقعی یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ اجنبی ہیں۔" سیکا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ نوین نے کافی تیار کر کے سب کے سامنے رکھ دی اور ہم تینوں خاموشی سے کافی کی چسکیاں لینے لگے۔

پھر تھوڑی سی رسمی گفتگو ہوئی اور اس کے بعد سیکا نے کہا۔ "نوین نے آپ کو کافی تھکا دیا ہوگا مسٹر نواز۔ اس لیے تھوڑی دیر آرام کرلیں۔ رات کو کھانے پر ملاقات ہوگی۔"

"میں اٹھ گیا۔ نوین میرے ساتھ ساتھ ہی باہر آئی تھی۔ باہر نکل کر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری ممی پسند آئیں؟"

"ہاں۔ اچھی عورت ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ممی کے چہرے سے میں اندازہ لگا لیتی ہوں۔ حالانکہ وہ میری اپنی ممی نہیں ہیں۔ لیکن میں ان کے مزاج میں بہت زیادہ دخیل ہوں۔ مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ انہوں نے بھی تمہیں بہت زیادہ پسند کیا ہے اور تم سے متاثر بھی ہیں۔"

"میرے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ نوین۔"

"یہ تو دوسرے ہی جان سکتے ہیں' تم کیا جانو۔" نوین نے کہا اور بالآخر میں اپنے کمرے میں آگیا جو میرے لیے آراستہ کیا گیا تھا۔

نوین مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں پھر اپنے طور پر خیالات کے سمندر میں ڈوب گیا۔

ان دنوں میرے پاس تھا ہی کیا۔ بس سوچ' گہری سوچ۔ میں اپنے اندر ایک عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ زندگی میں ایک عجیب سا تعطل پیدا ہوگیا تھا اور یہ تعطل مجھے خاصا الجھائے ہوئے تھا۔ لیکن بہر صورت اب زندگی کو جس راستے پر۔۔۔۔۔ لے آیا تھا اسے دوبارہ واپس لے جانے کا خواہشمند نہیں تھا۔ جو گیا تھا ٹھیک ہی تھا۔ ماضی کو بھول جانا ہی زیادہ بہتر ہے۔ ہاں میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ نئی زندگی مجھے کس راستے پر لے جائے گی۔ چنانچہ اب خاموشی ہی خاموشی تھی۔ میں اپنے اندر ایسی کوئی تحریک نہیں پا رہا تھا۔ حالانکہ سیکا ریفا کو دیکھنے کے بعد بہت سارے خیالات ذہن میں آئے تھے۔ لیکن میں نے ان سارے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ یوں بھی میں اس عورت کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔۔۔۔۔ اس سے جن حالات میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہ مجھے اچھی طرح یاد تھے اور بلاشبہ وہ میرے نزدیک ایک خطرناک عورت تھی اور اب وہ میکلارنس کی بیوی تھی۔ نہ جانے کیوں' نہ جانے کیوں۔۔۔۔۔ لیکن مجھے کیا؟ جس وقت تک یہاں ہوں' ہوں۔ آخر چلا ہی جاؤں گا۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے میں اپنے کمرے سے نکلا۔ نوین ہی بلانے آئی تھی۔ اس نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو گئے تھے کیا مسٹر آسکر؟"

"نہیں جاگ رہا تھا۔"

"تو پھر کمرے میں اس طرح بند کیوں تھے۔ میں نے تو اسی لیے تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا کہ شاید تم سو گئے ہو۔"

"میں دن میں سونے کا عادی نہیں ہوں نوین۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے دن میں سونے سے طبیعت پر ایک اضمحلال سا طاری ہو جاتا ہے۔ میں بھی کبھی نہیں سوئی۔ آیئے ممی کھانے کے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

اور میں نوین کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کھانے کے کمرے میں سیکا میری منتظر تھی۔ یہاں اس کی جو بھی حیثیت ہو لیکن میرے لیے وہ سیکا ہی تھی۔ چنانچہ اس نے کرسی سے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور میرے لیے اپنے نزدیک کی کرسی کھینچ دی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ پتہ نہیں نوین نے آپ کے لیے بہتر انتظام کیا ہے یا نہیں مسٹر نواز۔" اس نے پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"نوین ایک ہمدرد اور پر خلوص لڑکی ہے۔" میں نے کہا۔

"ممی! مسٹر آسکر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" نوین نے پلیٹ اپنی طرف سرکاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" سیکا نے سادہ لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کیا یہ ایک متاثر کن شخصیت نہیں ہیں؟" نہ جانے کیوں نوین کے لہجے میں ہلکی سی جھجک آگئی۔

"ہاں ہیں۔ لیکن ہر شخص جوان کی مانند نظر آئے۔ ان جیسی طبیعت کا مالک نہیں ہوتا۔ ہمیں شخصیتوں سے محتاط رہنا ضروری ہوتا ہے۔"

"ہاں ممی' لیکن۔۔۔۔۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بے بی۔ میرا مقصد یہی تھا کہ بعض شخصیتیں متاثر کن ضرور ہوتی ہیں لیکن ان سے زیادہ متاثر ہونا اچھا نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے ممی۔" نوین آہستہ سے بولی۔ میں نے سیکا کی آواز میں ایک عجیب تاثر محسوس کیا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کا احساس ہوا تھا لیکن میں نے ان دونوں ماں بیٹیوں کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا اور خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ نوین نہ جانے کیوں کچھ بجھ سی گئی تھی۔

پھر کھانا ختم ہوگیا اور کافی پینے کے بعد سیکا نے مجھ سے کہا۔ "آؤ مسٹر نواز' تھوڑی چہل قدمی کریں۔"

میں نے گردن ہلا دی۔

"میں۔۔۔۔۔ میں جاؤں ممی؟" نوین نے کسی قدر سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں بے بی' تم بھی ہمارے ساتھ چلو' چہل قدمی کے بعد تم آرام کرنا۔" سیکا نے کہا اور نوین نے گردن ہلا دی۔

نجانے کیوں وہ سیکا کے سامنے کچھ بجھ سی گئی تھی۔ شاید یہ اس کا احترام ہو اور سیکا۔۔۔۔۔ ایک ذہین عورت تھی اور معاملات کو کنٹرول کرنا جانتی تھی۔

بہرحال میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ مجھے سیکا یا نوین سے کیا لینا تھا جس وقت تک یہاں مہمان تھا۔۔۔۔۔ تھا۔ اس کے بعد مجھے یہاں سے چلے ہی جانا تھا۔ چنانچہ میں نے کوئی دخل نہیں دیا اور ہم تینوں چہل قدمی کے لیے نکل آئے۔ دیر تک اس طویل و عریض میدان کے گہرے سناٹے میں ہم لوگ چہل قدمی کرتے رہے کبھی کبھی کوئی بات سیکا کے منہ سے نکل جاتی تو میں اس کا جواب دے دیتا اور پھر اس عجیب و غریب چہل قدمی کا اختتام ہوگیا۔ سیکا نوین کے نزدیک رک گئی۔ میں پر خیال نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے

لگا۔

سیکا نے نوین سے آہستہ سے کہا۔ "جاؤ بے بی' اپنے کمرے میں آرام کرو۔" اور نوین گردن جھکائے ہوئے چلی گئی۔ میں وہیں رہ گیا تھا۔ تب سیکا نے میری طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"میرے کمرے میں آؤ گے نواز؟"

"اوہ۔" میں نے بغور سیکا کو دیکھا چند لمحات کے لیے میرے ذہن میں ایک عجیب سا جذبہ ابھرا۔ بھلا اب اس عورت کے کمرے میں جانے سے کیا فائدہ؟ گذرے ہوئے لمحات بلاشبہ اس کی ذات سے ایک تعلق رکھتے تھے۔ لیکن کیا یہ تعلق اب بھی باقی ہے اور کیا یہ ضروری تھا۔ چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر میں نے فیصلہ یہی کیا کہ دنیا سے پہلو تہی کرنے سے کیا فائدہ' جو چیز جس انداز میں ہاتھ لگ جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ سیکا مجھے اپنے کمرے میں لے گئی۔ پھر اس نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

"میں لباس تبدیل کرلوں؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"ضرور۔"

اور وہ ایک طرف چلی گئی۔ کمرے میں ایک جانب موجود الماری میں سے اس نے سلیپنگ گاؤن نکالا اور پھر اسے لیے ہوئے باتھ روم میں داخل ہوگئی۔ باتھ روم سے سلیپنگ گاؤن پہنے ہوئے جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں نے اسے بغور دیکھا۔ سیکا کے خطوط میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ آج بھی اسی قدر جوان اور حسین نظر آرہی تھی جتنی کہ آج سے چند سال پہلے تھی۔

سیکا ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے نزدیک رکھے ہوئے سگریٹ کے پیکٹ میں سے سگریٹ نکالا اور پیکٹ میری جانب بڑھادیا۔

"شکریہ!میں نے سگریٹ پینے سے انکار کردیا۔

سیکا نے اپنا سگریٹ سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگی پھر اس نے کہا۔

"نواز میرا ذہن اب بھی تمہارے بارے میں الجھا ہوا ہے۔"

"کیوں سیکا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دراصل نواز کسی ایسی ذات کا نام نہیں جسے ہم صرف ایک رخ سے یا ایک انداز میں دیکھ سکیں۔ نواز تو ایک پھیلاؤ ہے' ایک ایسا پھیلاؤ جس کا اندازہ ہی مشکل ہے۔"

"سیکا تمہارے یہ الفاظ بہت خوبصورت ہیں۔ مجھے ان سے خوش ہونا چاہیے۔ لیکن یقین کرو نہ تو مجھے ان سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی میں انہیں سن کر خوش ہوا ہوں۔"

"کیوں نواز؟"

"اس لیے کہ اب میں قطعی طور پر محدود ہوں۔ اگر کبھی میری زندگی میں کوئی پھیلاؤ تھا بھی تو میں اسے بھول جانے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"نواز تم جیسے انسان کی شخصیت ایسا جمود!' میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"بہت ساری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی سیکا۔ اس لیے بہت ساری باتیں سمجھنے کا خیال ذہن سے نکال دو۔ میں آج تمہارے پاس ہوں کل چلا جاؤں گا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی

مجھ بے مقصد ہوگی۔"

"تو ـــــ تو نواز میں اپنے سارے اندازوں کو غلط سمجھ لوں؟" سیکا نے سوال کیا۔

"اندازے؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں نواز اندازے۔"

"کیسے اندازے سیکا' مجھے بتاؤ گی۔" میں نے کہا اور سیکا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"تم میری اس صاف گوئی کا برا تو نہ مانو گے نواز؟"

"نہیں۔" میں نے پتھریلے لہجے میں جواب دیا۔

"جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں کہہ دوں؟"

"اگر مناسب سمجھو۔" میں نے کہا۔

"تم نے میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا نواز؟"

"کس بارے میں؟"

"میری یہاں موجودگی؟"

"حیرت انگیز ضرور ہے۔ لیکن حادثات ہمارے ذہنوں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔ اگر میں خود کو نہ دیکھوں تو تمہیں دیکھ کر حیرت ہو۔"

"نواز' غلام سیٹھ کے گروہ کا خاتمہ ہونے کے بعد میں کافی دنوں تک پریشان رہی۔ پھر ایک اور شخص میری طرف بڑھا اسے میری پوزیشن کا علم ہوگیا تھا۔ اس نے مجھے کاروبار کی پیشکش کی۔ اس وقت میرے ذہن میں ٹوٹ پھوٹ تھی۔ اور میں نے زندگی کا کوئی لائحہ عمل متعین نہیں کیا تھا اس لیے میں نے اس کی پیشکش قبول کرلی۔ لیکن اس کی ذہنی سطح بہت گری ہوئی تھی۔ وہ ایک گھٹیا کاروباری تھا چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ لیکن وہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا تو میں نے اسے قتل کردیا اور اسے قتل کرنے کے بعد میں ذہنی طور پر بہت افسردہ ہوگئی اور اسی دوران میں نے فیصلہ کیا کہ اس زندگی کو چھوڑ دوں گی اور اگر ممکن ہوا تو ایک شریف عورت کی زندگی بسر کروں گی۔ میں نے اس کے لیے جدوجہد کی۔ اور کسی حد تک کامیاب ہوگئی۔ اسی دوران مسٹر میکلارنس سے ملاقات ہوگئی اور اس شخص نے مجھے متاثر کرلیا۔ پھر جب اس نے مجھے شادی کی پیش کش کی تو میں تیار ہوگئی اور بالآخر ہماری شادی ہوگئی۔ میکلارنس مالی طور پر مطمئن انسان تھا' میں بھی خوش تھی۔ چند ایسی ذمہ داریاں میرے اوپر آپڑی تھیں جن سے میں آشنا نہیں تھی لیکن بہرحال میں نے پورے خلوص سے خود کو ان کا عادی بنالیا اور زندگی کا رخ ہی بدل دیا لیکن نواز ـــــ" وہ خاموش ہوگئی اور میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر جب خاموشی طویل ہوگئی تو میں نے پوچھا۔

"لیکن کیا سیکا؟"

"بعض لوگ ازلی بدنصیب ہوتے ہیں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"کیا تم اب مطمئن نہیں ہو؟"

"میں تو مطمئن ہوں لیکن۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو۔"

"میکلارنس بذات خود اچھا انسان نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے اس کی شخصیت بہت اچھی ہے وہ ایک اچھا شوہر ہے' اچھا باپ ہے لیکن وہ بھی۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ اس ناجائز تجارت نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔"

"اوہ۔ کیا میکلارنس اسمگلر ہے؟"

"ہاں۔"

"منشیات کا؟"

"ہر چیز کا۔ وہ صرف دولت کمانے کا خواہش مند ہے۔ میں نے اسے ہیرے کوکین اور ایسی ہی دوسری چیزوں کا اسمگلر پایا ہے۔"

"وہ تم پر ظاہر نہیں ہے۔"

"نہیں۔ اس نے مجھے کبھی اس بارے میں نہیں بتایا۔ مجھے صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ وہ تجارت کرتا ہے۔"

"پھر تمہیں کیا پریشانی ہے سیکا' ظاہر ہے اب تم خود تو اس کھیل میں ملوث نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے نواز۔ لیکن بہر صورت میں اس زندگی سے جتنا دور بھاگنا چاہتی تھی۔ اس سے اتنی ہی قریب ہوں' تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ہر شخص ساری زندگی کسی ایک راستے پر چلتے ہوئے' اور وہ راستہ جو نیکیوں کا راستہ نہ ہو محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر کبھی میکلارنس کو کوئی حادثہ یا الجھن پیش آئی تو کیا میں خود کو اس حادثے سے دور رکھ سکوں گی۔ میں سمجھتی ہوں مجھے اپنے شوہر کے ساتھ اس کی مدد کو آگے بڑھنا ہوگا۔ خواہ وہ راستہ جائز ہو یا ناجائز اور ان حالات میں میں خود کو مطمئن نہیں پاتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے ہمیشہ دوبارہ اسی لائن کی طرف آنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ممکن ہے میکلارنس کو کبھی میرے بارے میں کچھ علم ہو جائے' اور وہ اس بات پر متعجب رہ جائے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو وہ اپنے آپ کو چھپانے پر مجھ سے برگشتگی کا اظہار کرے گا۔ یا پھر یہ چاہے گا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی شریک ہو جاؤں۔ اور ظاہر ہے نواز وہ بات میرے لیے اچھی نہ ہوگی۔" سیکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"بنیادی غلطی تم سے ہوئی ہے سیکا۔" میں نے کہا۔ "اگر تم اسے اپنے بارے میں پہلے ہی بتا دیتیں تو وہ زیادہ بہتر تھا۔"

"نہیں نواز۔ اس وقت شاید میں زندگی کے یہ لمحات بھی حاصل نہ کر پاتی جو حاصل کر چکی ہوں۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میکلارنس فوراً مجھے اپنی لائن پر لانے کی کوشش کرتا اور پھر یہی سب کچھ کرتا تو پھر اس زندگی میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ میکلارنس جیسے آدمی سے رابطہ قائم کرنے کا فائدہ کیا ہوتا؟"

"میرا خیال ہے سیکا' تم خود کو محدود رکھو' اگر تم اس زندگی سے مطمئن ہو تو اس سے سمجھوتہ کرو اور کبھی خود کو منظر عام پر لانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر کبھی میکلارنس تمہارے بارے میں جان ہی جائے؟

ی اس بات کا اعتراف نہ کرو کہ تم یہ سب کچھ کرتی تھیں۔ تم یہی ثابت کرو کہ لوگ جو تمہیں اس قسم ت کرنا چاہتے ہیں' غلط فہمی کا شکار ہیں یا پھر تم سے کسی وجہ سے برگشتہ ہیں۔"

"ہاں جھوٹ بولنا پڑے گا۔ بہر صورت نواز میرے ذہن میں جو بات آئی ہے اسے میں تم سے کہہ سکوں گی ورنہ مجھے الجھن ہی رہے گی۔"

"کوئی اور بات بھی ہے سیکا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا تمہارا ابھی میکلارنس سے کوئی رابطہ ہے؟"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ "تو تم اس انداز میں سوچ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو نواز' ہر انسان اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی بے بسی ضرور محسوس کرتا ہے۔ میں اس اسٹیج میں

"میں نہیں سمجھا سیکا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"نواز میں جن راستوں کو چھوڑ آئی ہوں' ان سے بری طرح خوفزدہ ہوں۔ اور اگر کسی طرح لارنس سے تمہارا رابطہ ہوا تو میرا خیال ہے تم ہی میری رہنمائی کا ذریعہ بنو گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تو سیکا ریفا اس انداز میں سوچ رہی تھی۔ بہرحال میں نے اسے ن کرنے کے لیے کہا۔

"تمہارا خیال ہے سیکا کہ میں میکلارنس کا ساتھی ہوں؟"

"مجھے معاف کرنا نواز۔"

"ویسے یہ الفاظ میرے لیے توہین آمیز ہیں سیکا' تمہارے خیال میں میکلارنس کی مالی حیثیت کیا ؟"

"نہیں تم غلط سوچ رہے ہو نواز۔" سیکا جلدی سے بولی۔

"کیوں' اس میں کونسی سوچ غلط ہے؟"

"میں ایک بات اور کہہ چکی ہوں۔"

"کیا؟"

"میں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اگر تم چاہتے تو غلام سیٹھ کا کاروبار سنبھال سکتے تھے اور ت صرف تمہیں خوش کرنے کے لیے نہیں کہی تھی۔"

"پھر میکلارنس کس طرح میرا ساتھی ہو سکتا ہے؟"

"تمہارا ماتحت تو ہو سکتا ہے۔"

"خیر تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے۔ ایسی کوئی بات ہے نہیں۔"

"میں اطمینان کر لوں؟"

"میں اپنے جملوں کو دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا اور سیکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب میں پورے خلوص سے معافی مانگ رہی ہوں۔"

"مطمئن ہو گئیں؟" میں نے بھی موڈ بدل کر کہا۔ میں اپنے مزاج میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنے کا خواہش مند تھا۔

"پوری طرح نواز۔" وہ اٹھ گئی۔ اور پھر اس نے الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکال لیے ------ ایک گلاس بنا کر مجھے دیا اور دوسرا خود سنبھال لیا۔ میں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک کد پیدا ہو گئی۔ تاہم میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔

سیکا ریفا نے کئی گلاس پیے' اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں "اب بس کریں نواز' تم اگر اور پینا چاہو تو ------"

"نہیں' میں تو تمہارا ساتھ دے رہا تھا۔"

"نیند آ رہی ہے؟"

"ہاں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"چلو' میں تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ دوں۔" اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا بن رہی ہے شاید' کچھ کہلوانا چاہ رہی ہے۔

"سی کا۔ شراب نے میرے ذہن کو پیچھے پلٹ دیا ہے۔"

"نواز۔ ایک بات کہوں؟"

"کیا؟"

"برا مت ماننا نواز۔" میں نے ایک زندگی چھوڑ دی ہے اور دوبارہ اس کی جانب لوٹنے کے خوف سے لرزتی رہتی ہوں۔ میں نے اپنی مرضی سے یہ زندگی ترک کی ہے' اور مردہ ضمیر میں زندگی کی کچھ لہریں دوڑ گئی ہیں۔ میں دوبارہ مرنا نہیں چاہتی نواز۔"

"بن رہی ہو سیکا۔" میں نے جلتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"نہیں نواز۔"

"تب پھر آرام کرو' کیونکہ میں بھی زندگی کے راستے بدل چکا ہوں۔ اگر نہ بدل چکا ہوتا تو تم سے زیادہ خوبصورت اور جوان تمہاری بیٹی ہے۔ آرام کرو۔ میں اپنے کمرے میں چلا جاؤں گا۔" میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن سیکا میرے پیچھے پہنچ گئی۔ "نواز۔" اس نے عقب سے مجھے پکارا اور میں رک گیا

"کیا بات ہے سیکا؟"

"تم ناراض ہو گئے؟"

"نہیں۔ اس کے برعکس خوش ہوں۔ میں خود بھی شاید بے ضمیر انسان نہیں ہوں۔ اس لیے کسی زندہ ضمیر کو دیکھ کر مجھے مسرت ہوتی ہے میں صرف اس بات سے افسردہ ہو گیا تھا کہ تم نے کچھ اس طرح سوچا کہ میں صرف تمہارے بدن کا خواہش مند ہوں۔"

"سوری نواز' میں نے بس محسوس کیا تھا کہ تم ناخوش سے جا رہے ہو۔ باقی رہا دوسرا معاملہ تو کوئی

بڑا شخص جو اپنی زندگی میں ایک بڑا مقام رکھتا ہو یا اپنی زندگی میں کوئی حیثیت حاصل کر چکا ہو کبھی بے ضمیر نہیں ہوتا۔"

"اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تب میں باہر نکل آیا اور آہستہ آہستہ اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا جو میرے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

"دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہو گیا اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر جب میں نے خواب گاہ میں روشنی کی تو مجھے نوین اپنے بیڈ پر لیٹی نظر آئی میں ساکت ہو گیا تھا۔ نوین اور اس وقت؟ یہ بات میرے لیے پریشان کن تھی۔

نوین بڑے اطمینان سے میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر ہلکی سی افسردگی کے تاثرات تھے۔ وہ جاگ رہی تھی اور اس نے بننے کی کوشش بھی نہیں کی۔

میں ایک گہری سانس لے کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ مجھے کچھ ہلکی سی الجھن کا احساس بھی ہوا تھا۔ یہ مصیبت تھی یہ کیا تھا یہ سب کچھ اور میں نے سوچ لیا کہ بہت جلد یہاں سے نکل جاؤں گا۔ بہر صورت اس احساس کو لے کر میں نوین کے نزدیک پہنچ گیا اور وہ دلکش نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔

"مسٹر آسکر۔" اس نے معصوم سے لہجے میں کہا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نوین تم اس وقت یہاں کیوں ہو؟"

"بس ایسے ہی۔"

"لیکن کیوں؟"

"بس ممی کے کمرے سے ادھر آ گئی۔"

"گئی تھیں ان کی طرف؟"

"ہاں۔"

"پھر اندر کیوں نہ آئیں۔"

"تم دونوں اس وقت ڈرنک کر رہے تھے۔ میں نے آنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"پھر؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بس اس کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ ممی سلیپنگ گاؤن پہنے ہوئے تھیں جس سے ان کا بدن جھانک رہا تھا۔ لیکن مجھے حیرت ہے مسٹر آسکر۔"

"کس بات پر نوین؟" میں نے جبڑے بھینچ کر پوچھا۔ نوین کے انداز میں ڈھکے چھپے طنز کو میں نے محسوس کر لیا تھا۔

"ممی کا کردار میری نگاہوں میں ایک بہت اچھی عورت کا ------ تھا۔ وہ ہر طرح سے مطمئن بھی تھیں۔ میرے پاپا سے پیار بھی کرتی تھیں لیکن مسٹر آسکر کیا دنیا میں کوئی بھی قابل بھروسہ نہیں ہوتا۔ ہم کسی شخص کے بارے میں کوئی تصور قائم کرتے ہیں۔ لیکن وہ تصور سے برا ہوا نظر آئے تو کیا حیرت نہیں ہوتی۔ بعض رشتے تو ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر دکھ ہوتا ہے۔"

"کردار ------ ضمیر ------ نوین یہ باتیں بے حد دلکش ہیں لیکن انہیں قائم رکھنا بڑا ہی مشکل

ہے۔ ہم جس چیز کو بھی نظرانداز کر دیں وہی ہمیں تقویت دے سکتی ہے۔ ہاں اگر ہم ان کی گہرائیوں میں جانے کی کوشش کریں گے تو پھر وہاں کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

"میں ممی کے بارے میں ایسا نہیں سوچ سکتی تھی مسٹر آسکر۔"

"کیسا نوین؟"

"تمہارا کیا خیال ہے وہ تم سے اتنی بے تکلیف کیوں ہو گئیں؟"

"صرف ایک اچھے انسان کی حیثیت سے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ------ لیکن ان کی بے تکلفی کا انداز؟"

"اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا نوین کہ وہ مجھے یہ احساس ہونے نہیں دینا چاہتی تھیں کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔ اور بس۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔"

"کیا واقعی؟" نوین چونک کر کھڑی ہو گئی۔ شاید وہ یقین کی منزل سے دور تھی۔

"ہاں۔ تم نے کیا سوچا تھا؟"

"سوری مسٹر آسکر' میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات آ گئے تھے اور یہ خیالات شاید میرے رکنے کا سبب بھی بن گئے۔ ہاں اب میں چلتی ہوں آپ بھی آرام کریں۔" نوین نے کہا اور میرے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ شاید جا رہی تھی۔ اور میں نے اسے روکنا مناسب نہ سمجھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور نوین باہر چلی گئی بستر پر لیٹ کر میں ان دونوں ماں بیٹی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اور اس کے بعد میں نے ساری سوچ ذہن سے جھٹک دی۔ زیادہ بہتر یہ تھا کہ کل میں یہاں سے نکل جاؤں۔ اور یوں بھی رکنے کی ضرورت کیا ہے۔ چنانچہ میں آرام سے سو گیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر نوین اور سیکا دونوں موجود تھیں دونوں نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ یوں لگتا تھا جیسے رات کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ تب میں نے ناشتے کے بعد سیکا سے کہا۔

"سی کا میں جانا چاہتا ہوں۔"

"ارے کیوں۔ ابھی سے کیوں؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"بس سیکا میرا خیال ہے مجھے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ہرگز نہیں' میں تمہیں ابھی نہیں جانے دوں گی مسٹر نواز۔" سیکا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"لیکن میں جانا چاہتا ہوں۔"

"اگر کوئی بات بری محسوس ہوئی ہے نواز تو میں معافی چاہتی ہوں اور اگر نوین سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو مجھے بتاؤ تاکہ میں اسے سرزنش کروں لیکن تم ابھی کچھ روز یہاں قیام کرو۔ میری یہ دلی خواہش بھی ہے۔"

"مسٹر آسکر پلیز ابھی آپ یہاں سے نہیں جائیں۔" نوین نے کہا اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلملاہٹ تھی۔ اور میں شدید الجھن کا شکار ہو گیا۔ دونوں نے اتنا اصرار کیا کہ مجھے بالآخر اپنا ارادہ ترک کرنا ہی پڑا۔

لیکن اسی دوپہر مسٹر میکلارنس واپس آ گئے۔ اس کی پیش گوئی اس نوجوان نے کی تھی۔ جس پر نوین کی وجہ سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔

میکلارنس ایک بلند و بالا قامت کا پر رعب شخص تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی جرائم پیشہ انسان ہو گا۔

"یہ مسٹر نواز اصغر ہیں۔" سیکا نے میرا تعارف کرایا اور میں نے باریک بین نگاہوں سے دیکھا کہ میکلارنس کی جھیل جیسی آنکھوں کی گہرائیوں میں ایک چمک سی ابھر آئی۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا۔

"مجھے بھی۔ نوین نے اپنے ڈیڈی کے بہت سے قصے سنائے ہیں مجھے۔"

"آپ کا کیا شغل ہے مسٹر نواز؟"

"بس آوارہ گرد ہوں۔"

"عمدہ شوق ہے' میں بھی سیاح ہوں اور عموماً باہر رہتا ہوں۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔ ابھی حاضر ہو جاؤں گا۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور میکلارنس چلا گیا۔ میں اس کی آنکھوں کی پراسرار چمک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن میری سمجھ میں کوئی خاص بات نہیں آئی۔ بہرحال شام کی چائے پر پھر میکلارنس سے ملاقات ہوئی۔

"آپ جیسے مہمان کی آمد سے بہت خوش ہوں مسٹر نواز۔ مجھے آپ کی آمد کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ سیڈر نے آپ سے اور نوین سے بدتمیزی کی تھی۔ بہرحال وہ میرے دوست کا بچہ ہے بگڑ گیا ہے۔ وہ آپ سے معافی مانگے گا۔"

"نہیں مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ وہ مس نوین کا مجرم ہے۔"

"نوین اسے ضرور معاف کر دے گی۔ کیونکہ وہ اس کا منگیتر ہے۔" میکلارنس نے کہا اور نوین کی آنکھوں میں اضطراب ابھر آیا۔ میں نے نفرت سے منہ سکوڑ لیا۔ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ اس معاملے میں دخل دیتا۔

بہرحال میکلارنس مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ عمدہ اخلاق کا مالک تھا۔ سیڈر اسی رات آیا اور اس نے مجھ سے ------ معذرت کی۔ اس کی حالت اب بھی بہتر نہیں تھی۔ اس کا باپ بھی ساتھ تھا۔ اس نے بڑے خلوص سے مجھے گراس میئر آنے کی دعوت دی۔

"میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ واپسی پر موقع ملا تو ------" میں نے کہا لیکن میری بات کاٹ دی گئی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ابھی آپ ہمارے مہمان رہیں گے اور تم فکر مت کرو۔ میں مسٹر نواز کو خود گراس میئر تک ضرور لاؤں گا۔" میکلارنس نے کہا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

سیڈر اور اس کا باپ چلے گئے۔ میکلارنس نے ان سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر میکلارنس رات گئے تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔

"گراس میئر کے نواح میں عمدہ شکار ملتا ہے۔ میں تمہیں وہاں شکار کھیلنے ضرور لے جاؤں گا۔ تم

خوش ہو جاؤ گے۔"

"لیکن میں فرانس جانا چاہتا ہوں۔"

"میں بندوبست کردوں گا اور پھر لندن سے فرانس تک کا سفر کوئی حیثیت نہیں رکھتا لوگ تو صبح شام وہاں کا سفر کرتے ہیں۔ اس لیے تم فکر مند نہ ہو۔ میکلارنس کے آجانے سے گھر کی فضا میں تھوڑا سا تکلف پیدا ہو گیا تھا۔ اب نوین بھی آزادانہ میرے پاس نہیں آتی تھی۔ اور نہ ہی سیکا نے مجھ سے تنہائی میں کوئی ملاقات کی تھی۔ میکلارنس عموماً مجھے گھیرے رہتا۔

تیسرے دن میکلارنس نے شکار کا پروگرام بنایا۔ اور مجھے ساتھ چلنے کے لیے مجبور کردیا۔ "میں نے اپنے دوست کو بھی اطلاع بھجوادی ہے اس کی دعوت بھی ہے تمہارے لیے۔" اور میں خاموش ہو گیا۔

ہم نے اسی جیپ میں سفر کیا تھا جس کے ذریعہ میں ایک بار نوین کے ساتھ آچکا تھا اور ایک بار پھر جوہڑ نما جھیل ہمارے سامنے تھی۔ گراس میئر تک پہنچنے کے لیے پوری جھیل کے کنارے سفر کرنا پڑا تھا۔

جھیل کے دوسرے کنارے پر چند خیمے نظر آرہے تھے۔ یہ گراس میئر کی کیمپنگ تھی۔ ہم لوگ کیمپنگ تک پہنچ گئے لینڈ روور تھوڑی دیر تک کیمپنگ کے پاس رکی اور میکلارنس نے اس کا انجن بند کردیا۔

"یہاں میرا دوست جوڈین رہتا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم اس سے مل کر خوشی محسوس کرو گے۔ آؤ میں اس سے تمہاری ملاقات کراؤں"----- میکلارنس نے لینڈ روور سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

ہم خیموں کے اس شہر سے گذرتے ہوئے اس کے انتہائی سرے تک پہنچ گئے جہاں ایک پکی عمارت نظر آرہی تھی۔ اس عمارت کے دروازے پر دو آدمی موجود تھے' جو پرانے میکسکن طرز کے ہیٹ پہنے ہوئے تھے اور ان کی مونچھیں بھی میکسیکو کے باشندوں کی مانند نیچے کو گری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ میکلارنس کو دیکھ کر انہوں نے سلام کیا تھا۔

اور میکلارنس سر کے اشارے سے ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک آدمی فوراً ہی اس کی جانب بڑھ آیا تھا۔

"ہیلو مسٹر میکلارنس۔" اس نے کہا اور میکلارنس نے گردن خم کردی۔

"جوڈین کہاں ہے؟"

"اندر موجود ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"آؤ۔ میکلارنس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک آفس نما جگہ تھی۔ جس میں ایک پتلی سی میز اور کچھ صوفے پڑے ہوئے تھے۔ جوڈین میز کے پیچھے ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے شانوں کی چوڑائی دیکھ کر میں متعجب رہ گیا۔ بڑے ہی چوڑے شانوں والا شخص تھا۔ اسی کی مناسبت سے اس کا چہرہ بھی تھا۔ بڑے بڑے بال تھے۔ مونچھیں خاصی گھنی تھیں اور ڈاڑھی میں شامل ہو گئی تھیں۔ اس کی آنکھیں بے حد خوفناک تھیں۔ میکلارنس کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو میکی۔" اس نے میکلارنس سے کہا اور کھڑے ہو کر بے تکلفی سے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میکلارنس نے اس سے مصافحہ کیا اور پھر جوڈین نے میری جانب دیکھا۔

"یہ کون ہے؟" اس نے اکھڑ لہجے میں سوال کیا۔

"میرے دوست مسٹر نواز۔"

"اوہ----- اوہ۔" جوڈین نے سوچے سمجھے بغیر میری طرف بھی ہاتھ ----- بڑھادیا اور میں نے اس چوڑے ہاتھ کو بغور دیکھا۔

ہاتھ تھا یا فولاد کا ٹکڑا۔ بہرصورت میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور کافی دیر تک اپنے ہاتھ میں سنسناہٹ محسوس کرتا رہا۔

"بڑی خوشی ہوئی بڑی خوشی ہوئی۔ کب آئے میکلارنس۔" جوڈین نے مجھ سے ہاتھ ملانے کے بعد بیٹھتے ہوئے میکلارنس سے سوال کیا۔

میں اور میکلارنس بھی صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

"بس دو تین دن ہو گئے ہیں۔"

"دو تین دن ہو گئے ہیں اور تم آج میرے پاس آئے ہو؟" جوڈین نے سوال کیا۔

"ہاں میرے پاس میرا مہمان آگیا تھا۔"

"اچھا کیا اچھا کیا۔ کیا ارادے ہیں؟"

"شکار کھیلوں گا' چلو گے؟"

"کونسا شکار کھیلو گے۔ آج کل کیمپنگ میں بڑی رونق ہے۔" جوڈین نے بھدے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ جوڈین بے وقوف کم از کم اجنبی دوستوں کا تو خیال کرو۔ جو دل میں آتا ہے بک دیتے ہو۔"

"میں صاف گو انسان ہوں۔ اور جب کسی کو دوست کہہ دیا تو پھر وہ اجنبی کہاں رہا۔" جوڈین نے کہا۔

"میں نہیں جانتا مسٹر نواز کونسا شکار پسند کرتے ہیں۔ بہرحال مسٹر نواز آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ میرا کتنا بے تکلف دوست ہے۔ کیا خیال ہے مسٹر نواز۔ یہاں ہرن بھی ملتا ہے' پرندے تو جھیل کے کنارے غول در غول آتے ہیں۔ لیکن جل پریوں کا شکار بھی خوب رہتا ہے۔ کیا آپ کو جل پریاں پسند ہیں؟"

"میرا کبھی تعارف نہیں ہوا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تعارف کرایا جائے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے جوڈین۔ پہلے جل پریوں کا شکار رہے گا۔ تم ہمارے لیے قیام کا بندوبست کرو۔"

"ابھی لو۔" جوڈین نے میز پر رکھی گھنٹی پر ہاتھ مارا۔ اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔ جوڈین نے اسے کچھ ہدایات دیں اور وہ واپس چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آگیا۔ اس نے انتظامات مکمل ہونے کی اطلاع دی تھی۔

"ٹھیک ہے' شام کے کھانے کا بندوبست کرو۔" جوڈین نے حکم دیا اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا۔

"ایڈلک سے ملاقات ہوئی؟" جوڈین نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ اپنے بیٹے سیڈر کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے میرے دوست کوگراس میئر کے لیے دعوت دی تھی۔"

"لیکن جب تک میرے پاس ہو اس سے ملاقات نہیں کرو گے۔" جوڈین غرایا۔

"کیوں؟" میکلارنس نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ تمہیں اچک لے جائے گا اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔" جوڈین نے جواب دیا اور میکلارنس ہنسنے لگا۔

"میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں اسے اپنے آنے کی اطلاع ابھی نہیں دوں گا۔"

"بس بس ٹھیک ہے۔" جوڈین خوش ہو کر ہاتھ ملنے لگا۔ دیر تک ہم اس کے پاس بیٹھے رہے۔ جوڈین عمدہ آدمی تھا' بہت دلچسپ گفتگو کرتا تھا۔ ویسے اس کی فطرت کسی بھیڑیئے جیسی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد مجھے ایک خیمے میں پہنچا دیا گیا۔ جو پہاڑیوں کے درمیان ایک عمدہ جگہ لگا ہوا تھا۔

"یہ تمہارا خیمہ ہے۔" میکلارنس نے کہا۔

"صرف میرا؟"

"ہاں۔" میکلارنس ہنس پڑا۔ "ہم اپنا اپنا شکار الگ الگ کھائیں گے۔" میکلارنس نے کہا۔

"گویا اب کچھ اور کھانے کی گنجائش ہے۔"

"اوہ۔ عمدہ شکار۔ رات کی لذتوں سے بھرپور۔" میکلارنس نے کہا اور میرے خیمے سے نکل گیا۔ اب میں اس شکار کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری کہ خیمے کے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اور جوڈین اور میکلارنس اندر داخل ہو گئے۔ لیکن جوڈین کے کندھے پر کچھ نظر آ رہا تھا۔ میں نے غور کیا تو مجھے کسی لڑکی کا عقبی جسم نظر آیا۔ اس کا باقی بدن جوڈین کے چوڑے شانوں کے پیچھے تھا۔

"ہے نواز اپنا شکار سنبھالو۔" اس نے کہا اور لڑکی کو کسی کھلونے کی مانند اپنے شانے سے اتار کر میری طرف اچھال دیا۔ اگر میں اسے بازوؤں میں نہ سنبھال لیتا تو وہ بری طرح نیچے گرتی۔ یہ اس کی درندگی کا ثبوت تھا۔

میں نے ایک نظر لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر ان دونوں کی طرف۔ پر رعب میکلارنس اس وقت بہت گھناؤنا نظر آ رہا تھا۔ وہ بھی شیطانی انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اور پھر اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

"اپنے خیمے کا دروازہ بند کر لو۔ صبح ہونے سے پہلے اسے یہاں سے دور پھینک آنا' کیا خیال ہے تمہارا مال بے کار نہیں ہو گا۔" اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ اور میں اس شکار کو دیکھنے لگا۔ لڑکی زیادہ حسین نہیں تھی۔ لیکن قبول صورت ضرور تھی۔ بدن دبلا پتلا اور دلکش تھا۔ لباس سے زیادہ متمول معلوم ہوتی تھی۔ غالباً وہ بے ہوش تھی۔ میں نے اسے لٹا دیا۔ اور خیمے کا دروازہ بند کر کے اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ اور لڑکی سہمے ہوئے انداز میں اپنی گردن ہلانے لگی۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ سمٹنے لگی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ میری آنکھوں میں سکون رقصاں تھا۔ بہرحال لڑکی کسی حد تک بحال ہوئی تو میں نے اس سے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"کینی۔ کینی۔" وہ بے اختیار بول پڑی۔

"کہاں تھیں؟"

"کک ـــــ کیا مطلب؟"

"کہاں سے لایا گیا ہے تمہیں' اور کون لایا تھا؟"

"وہ دو تھے' ان میں سے ایک بہت خوفناک صورت کا مالک تھا۔"

"کہاں تھیں تم اس وقت؟"

"کیمپنگ میں لیکن یہ کونسی جگہ ہے؟"

"کیمپنگ ہی کا ایک حصہ۔"

"تم ان میں سے نہیں ہو جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں نے تمہاری جان بچائی ہے ان لوگوں سے وہ بردہ فروش تھے اور تمہیں کہیں لے جانا چاہتے تھے۔"

"آہ تمہارا شکریہ۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"سیاح ہو تم؟"

"ہاں۔"

"تنہا ہو؟"

"نہیں۔ میرا ایک بھائی اور بہن ساتھ ہے۔ بھائی نشے کا عادی ہے۔ اور کسی حد تک بے غیرت ہے۔"

"یہاں اس کیمپنگ میں کب سے ہو؟"

"ایک ہفتہ ہو گیا۔"

"یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"فرانس۔"

"کب تک جانے کا ارادہ ہے؟"

"بس وہ تین روز میں۔ میری بہن کہہ رہی تھی کہ ہم دونوں کو تنہا چل دینا چاہیے۔ ورنہ ہمارا بھائی مار کھائے گا۔"

"تب کینی' میرا ایک مشورہ مانو گی؟"

"کہو۔"

"صبح اندھیرے ہی میں یہ کیمپنگ چھوڑ دو۔ ورنہ خطرناک لوگ اس علاقے میں بے حد بااثر

ہیں۔ وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں۔ میں یہاں سے جاسکتی ہوں۔ تمہاری طرف سے اجازت ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں کیمپ کے راستے پر چھوڑے دیتا ہوں۔ اٹھو۔" میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ میں اسے سہارا دے کر باہر لے آیا اور پھر اسے اس خیمے تک چھوڑنے آیا۔ نہ جانے کیوں واپسی پر ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا تھا۔

"دوسری صبح جوڈین اور میکلارنس مسکراتے ہوئے میرے خیمے میں داخل ہو گئے۔

"ہیلو نواز' کیا حال ہے؟" میکلارنس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔" میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"شکار کیسا رہا؟"

"بہت عمدہ۔"

"تڑپا تو نہیں"

"بزدل تھا۔ سہم کر رہ گیا۔ احتجاج بھی نہیں کیا اور سرد پڑا رہا۔ بس یہی ایک خرابی تھی اس میں۔"

"ہیلو بعض اوقات ٹھنڈی چیزیں بھی استعمال کرنا چاہیں۔ اب ہم یہاں سے چلیں گے اور ایڈلک کے ساتھ ہرن اور نیل گائے کا شکار کھیلیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں تو تمہارا مہمان ہوں۔"

"تو جوڈین' تم ہمیں اجازت دو گے؟"

"ابھی سے میکلارنس' ابھی اور قیام کرو۔ میرا خیال ہے تمہارے دوست کا دل شکار سے اتنی جلدی نہ بھرا ہو گا۔"

"شکریہ مسٹر جوڈین۔ لیکن گراس میئر سے واپسی پر میں آپ کا مہمان ضرور بنوں گا۔ اور پھر اس وقت شکار کھیلیں گے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" جوڈین نے جواب دیا۔ اور پھر ہم نے ناشتہ کیا اور لینڈ روور سے چل پڑے۔ میکلارنس بلاشبہ ایک زندہ دل انسان تھا۔ قہقہے لگانے والا قصبہ گراس میئر میں داخل ہو کر ہم ایڈلک کے پاس پہنچ گئے۔

ایڈلک نے ہمارا پرجوش استقبال کیا تھا۔ سیڈر گو ہمارے ہاتھوں مار کھا چکا تھا۔ لیکن شاید اس نے خلوص دل سے سب کچھ بھلا دیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی بڑے خلوص سے ملا اور ہمارے اعزاز میں ضیافت کا انتظام کیا گیا۔ دوپہر کے بعد ہم قصبے کی سیر کو نکلے۔ اس سیر میں سیڈر میرا ساتھی تھا۔ اور پرانی رنجشیں بالکل بھلا چکا تھا۔

گراس میئر کے ووڈ کاٹیج سے قدیم کلیسا اور اس کے اطراف پھیلے ہوئے قبرستان کے گرد چکر لگاتے ہوئے ہم واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے میکلارنس اور ایڈلک نے ہمارا استقبال کیا تھا۔

"کل مسٹر نواز کو جھیل کے درمیانی جزیرے کی سیر کرانا سیڈر۔" ایڈلک نے کہا۔

"او کے پیا۔" سیڈر نے جواب دیا۔ رات آرام سے گذری اور دوسرے دن کا آغاز بھی دلچسپ ہنگاموں سے ہوا۔ پھر سیڈر نے جزیرے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور تنہائی ملتے ہی اس نے ایک آنکھ دبا کر

کہا۔

"یہاں سے تو تنہا چلیں گے لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"میں نے اپنی دو دوستوں کو جزیرے پر دعوت دی ہے۔"

"اوہ۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی۔"

"نہیں' خود پہنچ جائیں گی۔" سیڈر نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ دن کو تقریباً گیارہ بجے ہم چل پڑے۔ جھیل کے کنارے ایک کشتی موجود تھی جو شاید ہمارے ہی لیے تھی۔

"دوسرے گھاٹ پر کرائے کی کشتیاں مل جاتی ہیں۔" سیڈر نے کہا اور کشتی کی رسی کھول دی۔ پھر وہ کشتی کھینے لگا۔

"کیا جزیرہ آباد ہے؟"

"قطعی نہیں۔ عام طور سے سنسان پڑا رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے ہی جوڑے پہنچ جاتے ہیں لیکن بہت کم تعداد میں۔"

"تب تو بہت اچھی جگہ ہو گی۔" میں نے کہا اور سیڈر گردن ہلانے لگا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے درمیانی جزیرے پر پہنچ گئے۔ واقعی یہ پراسرار جگہ تھی۔ چاروں طرف جنگلی درختوں اور خود رو پودوں کی بہتات تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہمارے سوا یہاں اور کسی کا وجود نہ ہو۔

سیڈر خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ "کیا تمہاری دوست پہنچ گئی ہیں؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"شاید ابھی نہیں۔"

"تنہا تو ہم دونوں بور ہو جائیں گے۔"

"وہ ضرور آئیں گی۔ ان کی مجال ہے کہ نہ پہنچیں۔" سیڈر نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ جزیرہ ویران ضرور تھا لیکن انتہائی پرسکون ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا تھا۔ بالآخر ہم ایک گھنے درخت کے نیچے پہنچ گئے۔

"میں نے انہیں یہاں ملنے کو کہا تھا۔ "سیڈر نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہم پہنچ گئے ہیں بچو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" درخت کے عقب سے آواز آئی اور میں چونک پڑا۔ درخت کے عقب سے ایڈلک اور میکلارنس برآمد ہوئے۔ دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

سیڈر بھی ہنس پڑا۔ میرے دوستوں سے ملو نواز۔ کیا خیال ہے ان دونوں کے بارے میں؟" اس نے کہا اور نہ جانے کیوں میں نے اس کے اس انداز میں ایک طنز محسوس کیا۔ میں چونک پڑا تھا۔

"کیا مذاق ہے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ بے وقوف ایسے ہی بے تکے مذاق کرتا رہتا ہے۔ ورنہ بھلا باپ اور محبوبہ میں کیا مماثلت۔" ایڈلک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس سیڈر اب تم واپس جاؤ۔" ایڈلک نے کہا۔

"اوکے بیبا۔ میرا کام ختم؟"

"ہاں۔ تھینک یو۔" ایڈلک نے کہا اور سیڈر شانے اچکا کر واپس چلا گیا۔ میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن میں بے پروا تھا۔ ہاں یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ بہرحال جو کچھ ہے سامنے آجائے گا۔

سیڈر نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ تب میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ مذاق میری سمجھ میں نہیں آیا مسٹر ایڈلک۔"

"بدقسمتی سے یہ مذاق نہیں ہے مسٹر نواز اصغر۔" میکلارنس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"پھر کیا ہے؟"

"کچھ حقائق جو آپ کے سامنے لائے جائیں گے' اور اس کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہ ہوتی۔"

"خوب گویا۔ مجھے دھوکہ دے کر یہاں لایا گیا ہے۔"

"ہاں۔"

"چلو ٹھیک ہے' مقصد تو بتا دو۔"

"تم راجہ نواز اصغر ہو نا؟"

"تمہیں شک ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ جانتے ہو میں نے تمہیں کب پہچانا؟"

"جب تمہاری بیٹی نے میرا تعارف کرایا۔"

"نہیں مجھے تعارف کی ضرورت نہیں تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں بہت پہلے سے تمہیں جانتا تھا۔"

"کب سے؟"

"میں نے تمہیں استنبول میں دیکھا تھا۔ بس تم مجھے نہیں پہچان سکے اور پہچان بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ میرا تمہارا مقابلہ دوبدو نہیں ہوا تھا۔"

"استنبول میں؟"

"ہاں۔ میرا تعلق برنیس کے گروہ سے تھا۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ برنیس کا نام کافی تھا۔ "بہت خوب مسٹر میکلارنس تب تو ہم پرانے شناسا ہیں۔"

"بلاشبہ۔"

"تو پھر تم مجھے کسی خاص مقصد کے تحت یہاں لائے تھے؟"

"ہاں۔"

"برنیس کی موت کا انتقام؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"نہیں۔ وہ میرا چچا نہیں تھا۔" میکلارنس ہنس پڑا۔

"پھر کیا معاملہ ہے؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا سیڈر کا خون اتنا ہی ٹھنڈا ہے کہ اس نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑتا جب تک تمہاری بوٹیاں نہ اڑا دیتا۔ بڑی مشکل سے اسے اس بات پر راضی کیا گیا تھا کہ وہ وقتی طور پر تمہیں معاف کر دے۔"

"خوب۔ واقعی وہ بے حد بہادر ہے۔"

"طنز کر رہے ہو۔" ایڈلک نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں نہیں' ان حالات میں میں کیا طنز کروں گا۔ بہرحال اب سسپنس نظر آمت پیدا کرو۔ مقصد کیا ہے؟"

"تم غلام سیٹھ کے دست راست تھے؟"

"ہاں تھا۔" میں نے کہا۔

"اور غلام سیٹھ کا پوشیدہ ذخیرہ آج تک نہیں تلاش کیا جا سکا۔"

"بہت خوب۔"

"ہمیں اس کا پتہ درکار ہے۔"

"تمہارے خیال میں اس کا پتہ مجھے معلوم ہے۔"

"پوری امید ہے اس بات کی۔"

"کیا میں تمہیں قلاش نہیں نظر آرہا ہوں؟"

"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"غلام سیٹھ کو مرے ہوئے عرصہ گزر گیا۔ کیا میں نے اس کا ذخیرہ بیچ نہ کھایا ہوگا؟"

"ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اگر تم اسے فروخت کر چکے ہوتے تو اتنے قلاش نہ ہوتے۔ وہ اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ پوری زندگی دونوں ہاتھوں سے لٹاتے تب بھی کمی نہ ہوتی۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ تم اسے فروخت کرنے کی جرات نہیں کر سکے۔"

"شیخ چلی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"اوہ۔ کیا یہ کوئی اسمگلر ہے؟"

"ہے نہیں تھا۔ بالکل تمہاری طرح۔ افسوس میں اس کا پورا تعارف نہیں کرا سکتا تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"بہرحال شیخ چلی کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"وہ ایک بے وقوف انسان تھا بالکل تمہاری طرح۔ اگر تم اسمگلر ہو تو بالکل نچلے درجے کے کیونکہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہو۔ کیا غلام سیٹھ کا دست راست اتنا کمزور تھا؟"

"نہیں۔ نواز اصغر کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"تب پھر وہ ذخیرہ کیوں نہ فروخت ہو جاتا۔"

"کیونکہ انٹرپول تمہارے پیچھے ہے اور اسی کے خوف سے تم آج تک اس طرح مارے مارے پھر رہے ہو۔"

"اب تمہیں بوجھ بجھکڑ بھی کہوں گا۔"

"ہمیں اس کی دولت یا ذخیرے کا پتہ بتاؤ۔"

"کب تک بور کرو گے میکلارنس' چلو واپس چلو۔"

"ایک بات اور میرے ذہن میں آتی ہے۔"

"کیا؟"

"سیکاریفا بھی تو غلام سیٹھ کے ساتھ ہی تھی۔" میکلارنس نے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ یہ بات زیادہ خطرناک تھی۔ میکلارنس میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے چونکتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب میری معلومات اتنی ناقص بھی نہیں ہیں۔"

"تب پھر اس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا ہو گا؟" میں نے کہا۔

"اس نے؟" میکلارنس ہنس پڑا۔

"ہاں کیوں؟"

"اس نے تو خود کو مجھ سے آج تک چھپایا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتی کہ میں نے اس سے شادی کیوں کی ہے۔"

"بہرحال غلام سیٹھ کے پاس کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ رہی اس کی دولت تو اس بارے میں تمہاری معلومات ناقص ہیں۔"

"راجہ نواز اصغر۔ برنیس میرا آقا تھا۔ اگر تم غلام سیٹھ کا ذخیرہ بھول گئے ہو تو مجھے اپنے آقا کی موت یاد آجائے گی۔ اور پھر انتقام لینے کے لیے یہ موزوں ترین جگہ ہے۔ میں نے اس کے لیے پورا پورا انتظام کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو نمونہ پیش کروں؟"

"صرف یہی کہوں گا کہ احمق ہو۔ میرا خیال ہے اب بکواس بند کرو اور یہاں سے چلو' ورنہ راجہ نواز اصغر جاگ اٹھے گا اور تم اسے نہ روک سکو گے۔"

"سلانے والوں کا میں نے بندوبست کر لیا ہے چلو سامنے آؤ۔" ایڈلک نے کہا اور چار آدمی سامنے آگئے۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ صورت حال ضرورت سے زیادہ ہی خراب ہو گئی تھی۔ اور مجھے خواہ مخواہ جھنجھوڑا جا رہا تھا۔ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ وہ میرے ذہن کی گرد جھاڑ رہے تھے------ اور گرد جھڑی تو------

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت

میکلارنس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی اور وہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ساتھی ایڈلک خاموش کھڑا تھا۔

"دراصل میرے دوست! ان دنوں مجھے مال کی شدید ضرورت ہے۔ میری مالی حالت کسی قدر خراب ہوگئی ہے۔ نہ جانے کیوں تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی' مال بھی پکڑا گیا ہے۔ ایسے نازک وقت میں تمہیں میری مدد کرنی ہی چاہیے۔"

"میں نے تمہیں بتایا ہے میکلارنس کہ غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ میری تحویل میں نہیں تھا۔ رہی دولت کی بات' تو وہ خود میرے پاس اتنی ہے کہ میری دس پشتیں عیش کر سکتی ہیں لیکن یقین کرو مجھے اس دولت سے نفرت ہوگئی ہے۔ میں نے اسے خیرباد کہہ دیا ہے اور ایک آوارہ منش کی زندگی اختیار کرلی ہے۔"

"آہ' کیا وہ دولت ہمارے کام نہیں آسکتی؟ اس وقت مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔" میکلارنس نے مکاری سے کہا۔

"اور اسے حاصل کرنے کے لیے تم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ اپنی اپنی عادت اور طریقہ کار ہے۔ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے۔ کوئی کام آسانی سے نہیں ہوتا۔ تم ہی بتاؤ دوسری صورت کیا ہوسکتی تھی۔ میرا تم سے کیا واسطہ ہے کہ تم میری مالی مدد کرسکتے؟"

"واسطہ نکل سکتا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کس طرح؟"

"تمہاری بیٹی۔" میں نے کہا اور پہلی بار میکلارنس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"کیا بکواس ہے؟" وہ غرایا۔

"تم اسے شکار کی حیثیت سے مجھے پیش کر سکتے تھے۔ ممکن ہے میں تمہاری اس خدمت سے متاثر ہو جاتا۔" میں نے کہا۔

میکلارنس آپے سے باہر ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ جھپٹا اور اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارنے کی کوشش کی۔ اس وقت صورت حال...... ایسی نہیں تھی کہ میکلارنس کی اس حرکت سے میں کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا لیکن بہرحال تھپڑ تو نہیں کھا سکتا تھا۔ میں نے جھکائی دے کر میکلارنس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور اس کی کلائی میری گرفت میں آ گئی۔ میکلارنس نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑانے کی کوشش کی۔ اسے اپنے قد و قامت پر ناز معلوم ہوتا تھا لیکن میرے جبڑے بھینچے ہوئے تھے اور کلائی پر میری گرفت فولادی تھی۔ میکلارنس پوری کوشش کے باوجود کلائی نہ چھڑا سکا۔

"میرا نام نواز ہے میکلارنس اور تمہاری اس مذموم حرکت کے باوجود ابھی میرے دل میں تمہارے خلاف نفرت نہیں جاگی۔ اس لیے......" میں نے اسے زور سے جھٹکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔

اسٹین گن والوں نے اسٹین گنیں میری طرف تان لیں۔

"اسے درخت سے باندھ دو۔ بھوکا پیاسا رکھو۔ دیکھوں گا یہ کب تک زبان بند رکھے گا۔ سمجھے، مجھے دولت کی ضرورت ہے اور تمہیں دولت فراہم کرنا ہو گی۔ چلو۔ اسے درخت سے باندھ دو۔" اس نے اسٹین گن والوں کو حکم دیا اور ان چار میں سے دو آگے بڑھ آئے۔ باقی دو اسٹین گنیں تان کر ہوشیار کھڑے ہو گئے۔

اور پھر نائلون کی ایک مضبوط رسی سے مجھے باندھ دیا گیا۔ تب میکلارنس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ "میں جا رہا ہوں نواز! اگر تمہاری دماغی حالت درست ہو جائے تو مجھے اپنی آمادگی کی اطلاع کرا دینا اور تم..... تم لوگوں کو معلوم ہے کہ تمہیں پوری ہوشیاری سے اس کی نگرانی کرنی ہے۔"

"او کے باس!" وہ چاروں بولے۔

اور میکلارنس ایڈلک کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "آؤ ایڈلک! چلیں۔ بہرحال ہم ناکام نہیں رہیں گے۔" پھر وہ دونوں واپس مڑ گئے۔

چاروں اسٹین گن بردار میرے نزدیک موجود تھے۔ کمبختوں نے خوب کس کر باندھا تھا، ساری رسیاں بدن میں چبھ رہی تھیں لیکن میں رعایت کی بھیک مانگنے کا قائل نہیں تھا۔ البتہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔

زندگی کی کوئی بہت بڑی آرزو، کوئی خاص وقعت تو میرے ذہن میں نہیں تھی۔ موت کسی بھی شکل میں آ جائے، میں نے تو شاید آج سے پہلے بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی تھی لیکن کم از کم میکلارنس جیسے بے حقیقت آدمی کے ہاتھوں مرنا تو مناسب نہیں تھا۔

میں موت بھی اپنی پسند ہی کی چاہتا تھا۔ حالانکہ مرنے کی آرزو ابھی باقاعدگی سے میرے ذہن میں

ابھری تھی، یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ بس اب زندگی کا اختتام ہی ہو جائے۔ حالانکہ بارہا ایسے مواقع آئے تھے کہ دل اور ذہن اس دنیا سے بری طرح بیزار ہو گئے تھے۔ زندگی میں کوئی چارم نہ رہا تھا، اس کے باوجود ...وت کی خواہش کبھی دل میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔

لیکن اب جن حالات میں جکڑا گیا تھا وہ کچھ اور تھے اور اب اگر موت کہیں سے دبے پاؤں نزدیک آ ...ی جاتی تو میں اسے دیکھ کر صرف مسکرا کر رہ جاتا، حالانکہ سنا ہے بڑے بڑے موت کی صورت دیکھ کر خوف ...ے لوہ مرے ہو جاتے ہیں لیکن اپنی ذات پر بہت سے یقین تھے مجھے۔ اور انہی یقینوں میں ایک یقین یہ ...ی تھا کہ اگر موت میرے سامنے آ جائے تو میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکوں گا اور بہت ...ا بے پرواہی سے اسے سینے سے لگا لوں گا۔

اور جب آدمی موت کی جانب سے اس قدر بے پرواہ ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی تکلیف اس کے لیے ...کلیف نہیں رہتی اور کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جسے وہ انجام نہ دے سکے۔

میرا بدن رسیوں سے جکڑا ہوا تھا اور وہ چاروں میرے نزدیک موجود تھے لیکن اس کے باوجود میں یہ ...وچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے میں اگر چاہتا تو کوئی اندھا قدم اٹھا سکتا تھا۔ ان لوگوں کو کسی طرح قبضے میں ...نے کی کوشش کرتا تاکہ اگر اس کوشش میں مارا جاتا تو یہ افسوس ضرور ہوتا کہ میکلارنس سینہ ٹھونک ...رکھے گا کہ وہ راجہ نواز اصغر...... جس نے ہوریشو جیسے خطرناک شخص کو کتے کی موت مار دیا، اس کے ...ھوں قتل ہو گیا اور یہ بات مجھے پسند نہیں تھی۔

بہت دیر تک میں مختلف خیالات میں الجھا رہا اور یہ خیالات...... یہ تو میرے ذہن کی چولیں ہلا دیتے ...ے۔ کاش انسان کے پاس خیالات سے چھٹکارہ پانے کا کوئی ذریعہ ہوتا، کوئی ایسی قوت اس کی ذات میں پنہاں ...ی کہ وہ اپنی مرضی سے سوچ سکتا۔

لیکن افسوس...... سوچ کبھی انسان کی تابع نہیں ہو سکی، میں ان اسٹین گن برداروں کو دیکھتا رہا۔ ان ...، اور میرے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ لوگ ویسے بھی خشک طبیعت نظر آتے تھے، انہوں نے ...ں میں بھی ابھی تک کوئی خاص بات چیت نہیں کی تھی۔ البتہ ان میں سے کئی آدمیوں نے سگریٹ وغیرہ ...تھی۔

جب یہ خاموشی کچھ ناگوار گزرنے لگی تو میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"کیا تم مجھے سگریٹ پلاؤ گے؟"

"کیوں، کیا سگریٹ کے بغیر مر جاؤ گے تم۔"

"میں طلب محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو اچھی بات ہے، مسٹر میکلارنس یہی تو چاہتے ہیں کہ تم بہت سی چیزوں کی طلب محسوس ...ا کہ ان کی طلب پوری کر دی جائے۔"

"اوہ۔ خاصے تربیت یافتہ معلوم ہوتے ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ سب مسکرا لگے۔

اس کے بعد میں نے سر جھکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اس قسم کی کوششیں بے سود تھیں' ظاہر ہے ان سے ذہن کو جلانے کے سوا کچھ نہ حاصل ہوتا۔ چنانچہ اب ان لوگوں سے باتیں کرنا بے کار ہی تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ وہ لوگ بھی تھک کر بیٹھ گئے تھے اور اب میری طرف سے کسی لاپرواہ بھی تھے۔

میں نے ان کی لاپرواہی کے انداز کو دیکھا اور اپنے ذہن کو دوڑانا شروع کر دیا۔ اگر یہ لوگ ت سے اتنے چور ہو جائیں کہ میرے اوپر نگاہ نہ رکھ سکیں تو مجھے کونسی کوشش آزادی دلا سکے گی۔ میں رسیوں کی بندش کو محسوس کیا۔

رسیوں کی بندش اتنی مضبوط تھی اور میرے ہاتھ اس طرح مفلوج کر دیے گئے تھے کہ میں ر کھول بھی نہیں سکتا تھا۔ البتہ ایک کوشش میں نے شروع کر دی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں اپنے بدن کو اس طرح ہلکی ہلکی جنبش دینا شروع کر دی کہ رسیوا گرفت ان پر سے ڈھیلی ہو جائیں' حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا لیکن رسیوں کے اندر یہ لچک ہوتی چنانچہ معمولی معمولی سی جگہ بننے لگی۔

ان لوگوں کو میں نے یہ احساس ہونے نہ دیا تھا کہ میرے ذہن میں کوئی ترکیب آ گئی ہے۔ میں اس کوشش میں مصروف رہا۔ مجھے یقین تھا کہ میں بھوک یا پیاس سے چند گھنٹوں بلکہ چند دنوں تک نہیں سکوں گا۔ اگر پورا دن گزرنے کے بعد رات پوری مل جائے تو یقیناً کچھ نہ کچھ کاروائی عمل میں آسکتی لیکن اس وقت جب یہ لوگ تھک کر سو جائیں۔

اور میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اپنے آپ کو اس طرح ساکت و جامد کر لیا کہ یہ لوگ سوچ بھی ذہن میں سے نکال دیں کہ میں کوئی کارروائی کر سکتا ہوں یا آزادی کی کوشش کر سکتا ہوں۔

ہاں جب بھی مجھے انکی توجہ ہٹی ہوئی ملتی تو میں اپنے بدن کو اسی انداز میں جنبش دینے لگتا اور سے کم از کم ایک بات ضرور ہوئی تھی' وہ یہ کہ میرے جسم کے گرد رسیوں کی گرفت کسی قدر...... نرم ہ تھی اور وہ تکلیف جو میرے جسم کو جگہ جگہ سے ہو رہی تھی اب تقریباً" ختم ہو گئی تھی...... اس انداز اب میں کئی گھنٹے باآسانی گزار سکتا تھا۔ بلکہ یوں سمجھا جائے کہ مجھے اپنی اس کوشش سے تھوڑا بہت ف ضرور ہوا تھا۔

میرا تجربہ ہے کہ بعض اوقات ہم کچھ مسائل یا مصائب میں گھر کر یہ سوچ بیٹھتے ہیں کہ شاید ا مصائب ہماری زندگی کا اختتام ہی بن جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

آسمان کی گردش حالات میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے اور یہ تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان

بارے میں قطعی سوچ نہیں سکتا' وہ حالات پر قابو پانے میں ہمیشہ ناکام رہتا ہے' اپنی تقدیر' اپنی کوشش بلاشبہ اسے مدد دیتی ہے اور بعض اوقات یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے اپنی تقدیر سے وہ چیز حاصل کرلی جس کا وہ خواہش مند تھا لیکن یہ غلط ہے' تقدیر کے ساتھ ساتھ حالات کا عمل بھی ایک مسلم حقیقت رکھتا ہے۔

اس وقت ان چار آدمیوں کی موجودگی میں میرے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں آسکتا تھا جس سے میں انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا اور حالات کو اپنے مفاد میں موڑ سکتا لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وقت کی گردش خود بخود بہت سے راستے متعین کر دیتی ہے۔

اس وقت شاید رات کے تقریباً" آٹھ بجے تھے۔ جزیرے پر گہری تاریکی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ مختلف حشرات الارض کی آوازیں جگہ جگہ سے ابھر رہی تھیں۔ وہ چاروں بھی پریشان نظر آ رہے تھے' کھانے پینے کی کچھ چیزیں شاید ان کے پاس موجود تھیں جنہیں وہ استعمال کر چکے تھے۔

میں ان کی گفتگو باآسانی سن سکتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا فاصلہ مجھ سے زیادہ نہ تھا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ درخت کے عقب میں ایک جگہ صاف کر کے وہاں لیٹ جائیں گے اور سو جائیں گے۔ باقی دو جاگتے رہیں گے اور آدھی رات کو دو جاگنے والے ان کو جگادیں گے اور خود سو جائیں گے۔ اس طرح پوری رات گزر جائے گی۔

لیکن وہ پریشان بھی تھے اور اس پریشانی میں انہوں نے ایک دوسرے سے جو گفتگو کی تھی وہ کچھ یوں تھی۔

"کیا خیال ہے تمہارا' یہ کمبخت کتنے عرصے میں مرجائے گا؟" ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"نہیں کہا جاسکتا' خاصا سخت جان معلوم ہوتا ہے لیکن..... مسٹر میکلارنس تو کچھ اور چاہتے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"میرے خیال کے مطابق مسٹر میکلارنس اس شخص کی موت نہیں چاہتے۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"اوہ۔ لعنت بھیجو اس لمبے سؤر پر' ہمیں تو صرف باس کا خیال ہے۔"

"یہ بھی درست ہے۔" پہلے شخص نے اس کی تائید میں جواب دیا۔

"ویسے مسٹر ایڈلک نے بھی اس وقت ہمارے سپرد جو ڈیوٹی کی ہے وہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہے۔"

"ارے ارے۔ تم بددل کیوں ہو گئے؟"

"بددل ہونے کی بات ہی ہے یار! بھلا اس جزیرے پر اس انداز میں بھی راتیں گزاری جاسکتی

"اس انداز سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنی محبوباؤں کو لے کر تو یہاں آسکتے ہیں اور اس وقت انہیں یہ تنہائی اور ویرانی خاصی دلکش محسوس ہوتی ہے لیکن یہاں ہم چاروں میں سے کسی کی کوئی محبوبہ نہیں ہے اور پھر یہ اسٹین گنیں اور سامنے درخت سے بندھا ہوا احمق بھلا اس ماحول میں بھی کوئی رومانیت ہے؟"

"اوہ۔" دوسرا ہنس پڑا۔ "تو تم رومان کی تلاش میں ہو۔" اس نے مسخرے پن سے کہا۔

"ارے یہ بات نہیں ہے یار! دنیا آرام سے بستروں میں سونے کے لیے لیٹ گئی ہوگی یا پھر اپنی تفریحات میں مصروف ہوگی اور ہم اس ویرانے میں' ان جھاڑیوں کے درمیان احمقوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی تک کی بات ہے؟"

"بہر صورت گزارنا تو ہے ہی۔"

"لیکن میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"کیوں نہ ہم چاروں اس پر اسٹین گنوں سے گولیاں برسائیں اور اسے ہلاک کردیں۔ مسٹر میکلارنس اور ایڈلک کو یہ اطلاع دے دیں کہ اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی چنانچہ ہم نے اسے قتل کردیا۔ اس طرح ہم سب کو بہت جلد چھٹکارہ مل سکتا ہے۔"

"ارے نہیں۔ کیوں احمقانہ بات کرتے ہو۔"

"کیوں اس میں حماقت کی کونسی بات ہے؟" دوسرے نے برا منہ بنا کر پوچھا۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ مسٹر میکلارنس اسے قتل کرنا نہیں چاہتے وہ اپنی کوئی بات منوانے کے خواہش مند ہیں؟"

"ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے اس سے دولت حاصل کرلی اور اپنی کوئی بات منوالی تو ہمیں اس سے کیا ملے گا اور یہ تکلیف دہ رات کس حساب میں جائے گی؟ یہ ضروری تو نہیں ہے اس رات پر خاتمہ ہوجائے' ابھی تو کل کا دن بھی پڑا ہوا ہے اور یہ کمبخت اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے معلوم نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ تمہیں نیند آرہی ہے اس لیے تم سوجاؤ۔" دوسرے آدمی نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔

میں ان کی باتیں سن کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ نمک حرام قسم کے لوگ تھے اپنے مالک سے ... کرنا نہیں جانتے تھے۔

اس وقت تقریباً میرے اندازے کے مطابق آٹھ بجے تھے میرے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے اور کچھ اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ میں جھک کر بھی گھڑی نہیں دیکھ سکتا تھا جو میری کلائی

موجود تھی' اس لیے میں نے صرف اندازہ لگایا تھا۔

میں نے ان چاروں کو دیکھا۔ ان میں سے دو سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔ ان کے سونے کا اندازہ میں نے اس طرح لگایا کہ وہ دونوں جو کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے تھے نظر نہیں آرہے تھے جب کہ باقی دو مستعد تھے۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک دوسرے درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنے قرب وجوار میں آگ روشن کرلی تھی تاکہ رینگنے والے کیڑوں سے محفوظ رہ سکیں۔

یوں بھی فضا میں کافی خنکی پیدا ہوگئی تھی اور ماحول کہر میں ڈھک گیا تھا لیکن بہرحال کہر اتنی گہری نہیں تھی کہ بالکل قریب یعنی اتنی دور کی چیز بھی نظر نہ آسکے جتنی دور میں ان سے تھا۔

قدموں کی چاپ اور ایک ہلکی سی آہٹ میں نے بھی سنی تھی اور شاید ان دونوں نے بھی۔ وہ اچھل کر کھڑے ہوگئے۔

"کیسی آواز ہے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"پتہ نہیں۔ ویسے زیادہ نزدیک نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی جزیرے پر آیا ہو۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"تو پھر کوئی بات نہیں' یہاں تو ایسے جوڑے آتے ہی رہتے ہیں۔"

"آتے ہیں مگر ان گھنی جھاڑیوں کے نزدیک نہیں آتے۔ ان کے لیے جزیرے کا صاف ستھرا حصہ ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے یا پھر کوئی اگر کسی سے چھپنا چاہے تو اس طرف آسکتا ہے۔"

"دیکھیں؟" دوسرے نے پوچھا۔

"آؤ لیکن زیادہ دور تک نہیں۔"

"کیا خیال ہے ان دونوں کو جگا دیا جائے؟"

"ارے نہیں نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم خوف محسوس کررہے ہو؟"

"ارے نہیں۔ لعنت ہے' خوف کیسا؟" دوسرا غرایا۔ اسے یہ الفاظ اپنی توہین محسوس ہوئے تھے۔

لیکن دوسرے لمحے جو کچھ ہوا تھا وہ بڑا ہی تعجب خیز تھا۔ اچانک ہی میں انتہائی تیز روشنی میں نہا گیا۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں' نجانے کونسی لائٹ ڈالی گئی تھی۔

اسٹین گن والے چونک کر پلٹے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے جھنجلا کر روشنی پر فائر کردیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے دو فائر ہوئے اور وہ دونوں زمین پر گر پڑے۔ اسٹین گنیں دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور وہ تڑپنے لگے۔ گولیاں ان کے جسم کے ان نازک حصوں پر لگی تھیں جن کے بعد زندگی مشکل ہوتی ہے۔

فائروں کی آواز سن کر اور ان دونوں کی چیخیں سن کر وہ دونوں بھی اٹھ بیٹھے جو سو رہے تھے اور جونہی وہ سامنے آئے دو فائر اور ہوئے اور گولیوں نے انہیں بھی چاٹ لیا۔

میں حیران رہ گیا تھا۔ یہ کون ہو سکتا تھا؟ کوئی غیبی مدد یا حالات کی گردش؟ وہ چاروں زمین پر تڑپ رہے تھے اور ایک جانب کھسکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس میں کامیابی مشکل ہی نظر آ رہی تھی۔ شاید اسی طرح ان کی زندگی کا اختتام لکھا تھا۔

میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا اور البتہ میرے ذہن پر حیرت کا شدید بوجھ تھا۔ میرے محسن کون لوگ تھے اور اس وقت انہوں نے یہ کارروائی کیوں کی تھی؟ میں دیر تک سوچتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

جن لوگوں نے فائرنگ کی تھی وہ شاید یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی ہے یا نہیں۔

تڑپنے والے سرد ہو چکے تھے، کبھی کبھی ان میں سے کسی کا ہاتھ یا پاؤں ہل جاتا تھا۔ ان کی شکلیں بے حد بھیانک ہو رہی تھیں اور تیز روشنی اب بھی ہم پر مرکوز تھی۔

تب مجھے درخت کے عقب سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ایک قوی ہیکل آدمی میرے سامنے آ گیا۔

"مسٹر نواز!..... مسٹر نواز!" ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

یہ جوڈین تھا۔ وہ شخص جس سے میکلارنس نے مجھے ملوایا تھا۔ اور جس کی وحشت بھری فطرت کو میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا جس کے ساتھ میں نے ایک شکار بھی کیا تھا اور یہ شکار انوکھا تھا۔

جوڈین جلدی جلدی میرے بدن کے گرد لپٹی ہوئی رسیاں کھولنے لگا اور پھر اس نے مجھے رسیوں سے آزاد کر دیا۔ وہ میرے ہاتھ پاؤں کی مالش کر رہا تھا۔

"مسٹر نواز! کیا ان لوگوں نے بہت دیر سے آپ کو اس انداز میں باندھا ہوا تھا؟"

"ہاں، مسٹر جوڈین! اور میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ان لٹیروں سے بچایا۔"

"مگر آپ تو مسٹر میکلارنس کے ساتھ تھے؟"

"اوہ۔ مسٹر میکلارنس بیچارے کو یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ میرے ساتھ کیا بیتی ہے۔" میرے ذہن نے فوراً" عمل شروع کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جوڈین میکلارنس کا گہرا دوست ہے۔ ان دونوں کی دوستی کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ اس وقت یہی چال مناسب تھی۔

"کمال کی بات ہے آئیں آئیں میرے ساتھ آئیں..... لیکن یہ سب ہوا کیسے؟" جوڈین نے پوچھا۔

"تفصیل بعد میں بتاؤں گا مسٹر جوڈین! کئی گھنٹے ہو گئے ہیں مجھے اس طرح بندھے ہوئے، میرا بدن شدید درد کر رہا ہے، ٹانگیں تقریباً" بے جان ہو چکی ہیں۔ براہ کرم مجھے سہارا دیں۔"

"ضرور ضرور...... آیئے۔" جوڈین نے کہا اور مجھے سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ تین آدمی اور تھے اور وہ سب سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ جوڈین بھی اس وقت ایک چست لباس پہنے ہوئے تھا۔ نہ جانے وہ کیا کرنے آیا تھا اور سلسلہ کیا تھا یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔

بہرحال وہ مجھے سہارا دے کر ساحل کی جانب لے گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔

"ابھی چند ساعت کے بعد لانچ واپس آئے گی اور میں آپ کو ساحل پر چھوڑ دوں گا مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر جوڈین!"

"بیٹھ جایئے مسٹر نواز!" جوڈین نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "آپ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات خاصے دلکش تھے اور میں نے آپ کو پہلے بھی پیش کش کی تھی کہ آپ میرے پاس آئیں۔" جوڈین نے کہا۔

"ہاں میں ضرور آؤں گا۔ میں بھی ان لمحات کو ذہن سے نہیں بھلا سکا ہوں اور پھر وہ شکار....."

"واہ۔" جوڈین ہنسنے لگا تھا لیکن پھر اس نے چونک کر پوچھا۔ "لیکن مسٹر نواز! یہ لوگ کون تھے اور ہوا کیا.....؟"

"فرشتہ رحمت۔" جوڈین مضحکہ خیز انداز میں ہنسنے لگا۔ "بہرصورت یہ تو نہیں بتا سکتا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔ ہاں آیا اپنے ہی کام سے تھا لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس طرف سے گزرتے ہوئے یہ احساس ہوا کہ یہاں کوئی ضرور موجود ہے۔ میں نے لائٹ ڈالی تو مجھے آپ نظر آئے اور میں ایک نگاہ میں آپ کو پہچان گیا کہ یہ آپ ہیں اور پھر میں نے ان دونوں کو بھی دیکھا جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ آپ ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہیں اور پھر میکلارنس۔ میکلارنس میرا ایسا دوست ہے جس کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے اور پھر مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ میکلارنس آپ کا بھی اتنا ہی گہرا دوست ہے، چنانچہ میں نے میکلارنس کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"میں آپ کا اور مسٹر میکلارنس کا دونوں کا بے حد شکر گزار ہوں اور یقیناً مسٹر میکلارنس آپ کی اس کوشش کو ضرور سراہیں گے۔ بہرصورت آپ نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔"

"اوہ نہیں نہیں۔ میکلارنس نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں اسے اس کا صلہ کبھی نہیں دے سکتا، مجھے خوشی ہے کہ میں اس کے دوست کی مدد کر سکا۔" جوڈین نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

"یہ تو میکلارنس تمہیں بعد میں ہی بتائے گا کہ تم نے اس کی مدد کس طرح کی ہے بیٹے۔" میں نے سوچا لیکن اس وقت اس سے بہتر صورت حال کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے دور سے ایک سفید لانچ آتی نظر آئی۔ لانچ زیادہ بڑی نہیں تھی چند ساعت کے بعد وہ کنارے پر پہنچ گئی۔ اس میں سے تین آدمی نیچے اتر آئے اور ان میں سے ایک نے بھاری لہجے میں

کہا۔

"سب کچھ ٹھیک....." اور اچانک اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' چلو واپس چلو۔" جوڈین نے کہا اور مجھے سہارا دے کر اٹھالیا۔

میرے خون کی روانی اب کافی حد تک بحال ہو چکی تھی چنانچہ میں اپنے قدموں سے چلتا ہ
تک آیا اور لانچ ساحل کی جانب واپس چل پڑی۔ جوڈین میرے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا اور لانچ پر موجو
اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"تم سے دوبارہ مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" وہ بولا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں جوڈین!"

"اوہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جوڈین تو یاروں کا یار ہے اور ایک نگاہ میں فیصلہ کرتا
جوڈین مسکرایا۔

"فیصلہ؟"

"ہاں فیصلہ۔ اگر ایک نگاہ میں کوئی بھا گیا تو پھر وہ کچھ بھی ہو' کیسا بھی ہو جوڈین اسے دوست
ہے اور پھر دوستوں کے دوست بھی تو اپنے ہی دوست ہوتے ہیں۔"

"یقیناً"

"مسٹر میکلارنس بھی تم سے کافی بے تکلف تھے۔"

"ہاں۔ وہ عمدہ انسان ہیں۔"

"وہ دوست کا یار ہے اور دشمنوں کا سخت دشمن۔ میں نے کبھی اس کے سامنے گردن نہیں اٹ
وہ میرا ایسا ہی دوست ہے۔"

"تمہارے جیسے دوست ملنا مشکل ہیں جوڈین!"

"ارے نہیں۔" جوڈین بھدے انداز میں ہنس پڑا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ ہاں' تمہیں
دن کا شکار پسند آیا تھا؟"

"بے حد لیکن تمہارا طریق کار حیرت انگیز ہے۔"

"انفرادیت ہے اس میں۔ کیمپنگ میں بے شمار ہپی آتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں' نشے
عادی' بے قیمت۔ ان میں لڑکیاں تمہیں اتنی آسانی سے دستیاب ہو جائیں گی کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔
اوقات ایک سگریٹ کے عوض۔"

"اوہ۔" میں نے پلکیں جھپکا کر اس طرح اظہار حیرت کیا جیسے اس سے قبل کسی ہپی گروہ کو
بھی نہ ہو۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں لیکن مجھے اس غلاظت سے نفرت ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"دیکھو دوست! شیر کبھی مردہ شکار پسند نہیں کرتا۔ جو آسانی سے ہاتھ آجائے اسے شکار کب کہا
جاسکتا ہے۔"

"یہ تو درست ہے۔"

"میں خود ہی شکار کرتا ہوں۔ اپنے لیے بھی اور دوستوں کے لیے بھی۔ کسی کی مجال ہے کہ کوئی
احتجاج کر جائے۔ دو ایک بار لوگوں کو پتہ بھی چل گیا کہ شکاری کون ہے۔"

"پھر؟" میں اسے زیادہ سے زیادہ باتوں میں لگانا چاہتا تھا۔

"میں نے سمجھایا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے اور جوڈین اس کیمپنگ کا شہنشاہ ہے۔ نہ مانے
تو...... تخ......" اس نے گردن پر ہاتھ پھیرا۔

بہر حال جوڈین کی اس فطرت سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جس طرح ان چاروں آدمیوں
کو قتل کر دیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انسانی زندگی کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس نے ان
لوگوں کو دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ کون تھے۔

"تم اس وقت گراس میئر جانے کے بجائے میرے ساتھ کیمپنگ ہی چلو۔" اس نے پیش کش
کی۔

اگر جوڈین یہ پیشکش خود نہ کرتا تو میں خود اس سے فرمائش کرتا۔ کیونکہ ظاہر ہے اب گراس میئر
کی...... طرف جانا تو حماقت تھی۔ میکلارنس اور ایڈلک کو بہر حال جلد یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ میں
فرار ہو گیا ہوں۔ کس طرح؟ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہو گا۔ ویسے لطف آجائے گا ان دونوں کو بھی۔ میں دل ہی
دل میں مسکرا دیا۔

لیکن جوڈین کے ساتھ بھی جس قدر کم وقت گزرے بہتر ہے۔ نہ جانے کب وہ میکلارنس
سے مل بیٹھے۔ اگر اس نے تذکرہ بھی کر دیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ لانچ ساحل
پر پہنچ گئی۔ جوڈین جزیرے پر کسی نیک مقصد سے تو نہیں آیا ہو گا۔ نہ جانے وہ کیا کرتا ہے۔ بہر حال یہ سب
کچھ جاننے کی ضرورت نہیں تھی مجھے۔ میں اس کے ساتھ اتر آیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپنگ میں
جوڈین کے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔

"شکار کا بندوبست کیا جائے؟" جوڈین نے پوچھا۔

"ضرور۔" میں بھی اوباشوں کے سے انداز میں مسکرا دیا۔

"کیا تم نے کھانا کھالیا۔" اس نے پوچھا اور خود ہی اپنی حماقت پر ہنسنے لگا۔ "واہ۔ کیا سوال کیا ہے میں
نے بھی۔ بعض اوقات احمق ہو کر رہ جاتا ہوں۔"

"ظاہر ہے مسٹر جوڈین! ان لوگوں نے میرے لیے دعوت کا بندوبست نہیں کیا تھا۔" میں نے بھی

ہنس کر کہا۔

"تب پھر پہلے میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی کا
دبا دیا۔ ایک آدمی آیا تو اس نے کھانا لگانے کی ہدایت کی اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا۔ "ہاں' یہ تو بتاؤ ک
گدھے کون تھے اور تم سے کیا چاہتے تھے؟" جوڈین پھر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"گراس میئر میں مسٹر میکلارنس تو اپنے دوست ایڈلک کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ میں
ان سے اجازت طلب کر کے قصبہ گھومنے کا پروگرام بنایا اور ایک جگہ یہ چاروں میرے اوپر آپڑے۔ انہ
نے عقب سے حملہ کر کے مجھے بے ہوش کر دیا اور پھر اس جزیرے پر ہوش آیا تھا اور میں درخت سے بن
ہوا تھا۔"

"خوب' خوب۔ لیکن انہوں نے اس حرکت کا مقصد تو بتایا ہوگا؟"

"ہاں۔ کہنے لگے کہ ہربنس نامی اسمگلر کے منشیات کے ذخیرے کا پتہ مجھے معلوم ہے۔ وہ مجھ
اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"ہربنس کا ذخیرہ؟" جوڈین حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ ہربنس کیا بلا ہے اور منشیات کا ذخیرہ کیسا ہے۔"

"مگر اس کا کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔"

"اب مجھے کیا معلوم۔"

"تعجب ہے۔ کہیں انہوں نے تمہیں میکلارنس کے ساتھ دیکھ کر تو یہ سوال نہیں کیا؟"

"کیوں۔ میکلارنس سے اس بات کا کیا واسطہ؟"

"ایک زمانے میں میکلارنس' ہربنس کا ایجنٹ رہ چکا ہے۔"

"بہرحال ان باتوں سے میرا تو کوئی تعلق نہیں۔"

"ٹھیک ہے' جہنم میں جائیں۔ اب وہ ہربنس کے پاس پہنچ چکے ہیں خود ہی اس سے اس کا
معلوم کر لیں گے۔" جوڈین ہنس کر بولا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگ گیا اور جوڈین خود بھی میرے ساتھ شریک ہو گیا۔ "میں نے بھی
نہیں کھایا تھا۔ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا ہے تو اس وقت کھانا نہیں کھاتا جب تک اسے انجام نہ دے لوں
"خوب۔" میں نے مختصراً کہا۔

کھانے کے بعد جوڈین اٹھ گیا۔ "تو اب میں تمہارے لیے شکار کا بندوبست کروں۔"

"تمہیں میرے لیے کافی تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے جوڈین!"

"ارے نہیں۔ میکلارنس کے تو کتے کے لیے بھی یہاں پر بہت کچھ ہے۔ وہ میرا
دوست ہے۔" جوڈین نے کہا اور باہر نکل گیا۔

میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا تھا۔ اور میں تمہارے اس دوست کا دشمن بن گیا ہوں پیارے! اور
اس وقت تم جو کچھ کر رہے ہو اپنے دشمن کے لئے کر رہے ہو۔ لیکن تمہارے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے
کیونکہ نہ جانے کب تم دونوں میری طرف سے مشکوک ہو جاؤ۔

اس رات جو شکار میرے لیے لایا گیا وہ پہلے کی مانند نہیں تھا۔ نشے میں بدمست لڑکی جو ہپی نہیں
تھی بلکہ شوقین قسم کی نشے باز معلوم ہوتی تھی۔

"عیش کرو ڈیئر! اب صبح کو ملاقات ہوگی۔" جوڈین نے کہا اور میں غور سے لڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہ مجھے
دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ٹینا۔" لڑکی کو بہرحال اپنا نام یاد تھا۔

"سیاح ہو؟"

"نہیں۔ میں عیش کرنے گراس میئر آجاتی ہوں۔ تم کون ہو؟ اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"آج کی رات تم ہو ڈارلنگ! اب کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے کہا اور میں نے نفرت
سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ اب بھلا مجھے رہبانیت کی کیا ضرورت تھی۔ پہلی لڑکی کی بات اور تھی۔

لڑکی تھوڑی دیر کے بعد ہی گہری نیند سو گئی لیکن میرے لیے یہ سونے کی رات نہیں تھی۔ میں
خاموشی اور مکمل سناٹا ہونے کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس دوران میرا ذہن دوسری باتیں بھی سوچ رہا تھا۔ میں
نے راجہ اصغر نواز کی دوسری زندگی ابھی قطعی طور پر ترک نہیں کی تھی۔ گو بہت کچھ چھوڑ دیا تھا لیکن ابھی
فطرت کی پستیوں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ انتقام کا جذبہ سرد نہیں ہوا تھا۔ میکلارنس نے مجھے
جاننے کے باوجود میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ بڑا توہین آمیز تھا۔ اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ اگر وہ اپنی کسی
کوشش میں ناکام رہا تھا تو گولی مار دیتا لیکن اس نے مجھے نہ قتل کر کے بھی میری توہین کی تھی۔ گویا اس نے
مجھے اپنے لیے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور راجہ نواز اصغر اب اتنا بے جان بھی نہیں تھا۔

چنانچہ میکلارنس کو سزا ملنا چاہیے تھی۔ ایڈلک ایک بے مصرف انسان تھا' خود اس کا اس
بارے میں کوئی اہم کردار نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس نے میکلارنس کے احکامات کی تعمیل کی تھی۔
ہاں البتہ سیڈر قابل معافی نہیں تھا۔ وہ مجھے دھوکے سے جزیرے پر لایا تھا۔ چنانچہ میری فہرست میں ان
دونوں کے نام شامل ہو گئے۔ اور پھر میں نے تیزی سے سوچتے ہوئے کچھ فیصلے کیے۔

میں چاہتا تو انہیں نظرانداز بھی کر سکتا تھا لیکن شاید ابھی میرے اندر اتنا ظرف نہیں پیدا ہو سکا تھا۔
میں ان لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس عمارت سے نکل آیا۔ کیمپنگ میں
کہیں کہیں ہنگامے جاری تھے لیکن زیادہ تر خاموشی ہی چھائی ہوئی تھی۔

میں برق رفتاری سے چل پڑا۔ بہرحال یہاں سے دور نکل جانا ہی بہتر تھا۔ میں سنسان سڑک پر آ
اور پھر سڑک سے ہٹ کر پیدل چلنے لگا۔ اس وقت لفٹ وغیرہ ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بھلا کون آ
رات گئے سفر کرنے کی کوشش کرتا۔ فاصلہ بے حد طویل تھا اور مجھے یقین تھا کہ صبح ہونے سے قبل میں اپ
منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ لیکن ہمت ہارنا بھی مناسب نہیں تھا۔ میں نے صرف یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میں
نے غلط رخ تو نہیں اختیار کیا۔

پھر جب دور سے مجھے وہ پھاٹک نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک تالاب اور پھر ایک عمارت
تھی، تو میں نے طویل سانس لی۔ فی الوقت میرا سفر ختم ہو گیا تھا۔ کئی دن اس عمارت میں گزارے تھے اس
لیے یہ اندازہ تھا کہ کہاں سے دوسروں کی نگاہوں سے بچ کر اندر داخل ہوا جا سکتا ہے اور اب میرے لیے
ایسے کام مشکل بھی نہیں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے عقبی حصے میں تھا۔ سیکاریفا کے کمرے
بھی مجھے اندازہ تھا اور نوین کی خواب گاہ سے بھی واقف تھا۔ بس مسئلہ یہ تھا کہ اس وقت سیکا سے ملا جائے
نہیں اور یہ کہ اسے کس حد تک راز دار بنایا جائے۔ سیکا جس قدر بدل گئی تھی اس کے تحت خطرہ بھی تو
لیکن بہرحال اس سے محتاط گفتگو کر لینا چاہیے۔ میں اسے ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا کہ میرے ذہن میں کی
ہے۔

کافی بحث کرنے کے بعد میں نے بالآخر...... سیکا کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری اور پھ
تیسری بار ہلکی سی دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔ سیکا شب خوابی کے لباس میں میرے سامنے کھڑی تھی۔
دروازہ کھولنے سے قبل اس نے لائٹ آن کر دی تھی۔ روشنی میں سیکا بہت دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے
سوئی سوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے اس کا ذہن نیند سے آزاد ہو گیا۔ اس نے چونک کر میرے
عقب میں دیکھا۔

"کمی کہاں ہے؟"

"میکلارنس؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"وہ اپنے دوست ایڈلک کے پاس ہے۔"

"اوہ۔ تمہارے ساتھ نہیں آیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیا یہ سارے سوالات تم اسی جگہ کر لوگی سیکاریفا! مجھے اندر آنے کی اجازت بھی نہیں ہے؟" میں
نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری نواز! نیند کے دباؤ میں ہوں آؤ۔" وہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئی لیکن اس کے انداز

صاف الجھن محسوس ہو رہی تھی۔

"میرا نام نواز ہے سیکا! اور تم سے زیادہ اس بات کو کون بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے کہ میں شب خون
مارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ہاں نواز! لیکن مجھے معاف کرنا صداقت کے راستے اتنے مشکل ہوتے ہیں کہ ان پر چلتے ہوئے
انسان قدم قدم پر لہولہان ہو جاتا ہے میکلارنس ایک صاف ذہن کا انسان ہے۔ اس کا کاروبار کچھ بھی
ہے لیکن شوہر کی حیثیت سے وہ برا انسان نہیں ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اب جب میں اپنا ماضی چھوڑ چکی
ہوں تو ماضی کی کوئی بات دوبارہ میرے سامنے نہ آئے۔"

"صاف الفاظ میں بتاؤ سیکا! تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تمہاری اس وقت آمد میرے لیے پریشان کن ہے نواز! اگر تمہیں میری خواب گاہ میں دیکھ لیا
جائے تو میں کسی کو بھی یقین نہ دلا سکوں گی کہ......"

"میں تم سے صرف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اسی وقت؟ کیا تم اس وقت آرام نہیں کر سکتے؟ کیوں نہ ہم صبح کو ناشتے کے بعد گفتگو کریں؟"

"نہیں۔ ابھی، اسی وقت۔ ہاں اگر تم انکار کرو گی تو تاخیر سے ہونے والے نقصان کی خود ذمے دار
ہو گی۔"

سیکا کچھ سوچتی رہی، پھر بولی۔ "تب ہم چھت پر چلتے ہیں نواز!"

"چلو لیکن میرے اندر مفاہمت کے تمام جذبے سرد ہو گئے ہیں۔ تمہارے رویے میں بے اعتمادی
ہے اور میں اس بے اعتمادی کو نہیں بھولوں گا۔"

"اوہ نواز! یہ بات نہیں...... دراصل میں......"

"آؤ سیکا! چھت پر چلیں۔" میں پھٹ پڑا۔ اور سیکا اپنے کمرے کی لائٹ آف کر کے میرے ساتھ
چھت پر آ گئی۔ ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"کچھ ایسی اطلاعات تھیں سیکاریفا! جو تمہیں دینا ضروری تھیں۔"

"کیا نواز!"

"میکلارنس کے کاروبار کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"جو جانتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"اور خود میکلارنس کے بارے میں؟"

"صرف یہ کہ وہ میرا شوہر ہے اور میرے لیے برا انسان نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ وہ کبھی کسی گروہ سے منسلک رہ چکا ہے؟"

"میکلارنس؟" سیکا نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔"

"نہیں نواز! یہ بات مجھے معلوم نہیں۔ لیکن کیا تم معلوم کر سکے ہو؟"

"ہاں سیکا! اس کا تعلق ہربنس اسمگلر کے گروہ سے رہا ہے اور غلام سیٹھ کے اشارے پر میں نے ہربنس کو قتل کر کے اس کا گروہ تہس نہس کر دیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن میکلارنس؟"

"وہ ہربنس کا مقامی ایجنٹ تھا۔"

"لیکن اب تو ہربنس کا گروہ ٹوٹ گیا ہے؟"

"میں اب کی بات نہیں کر رہا ہوں لیکن بہر حال وہ ہربنس کا وفادار بھی تھا اور اسے گروہ ٹوٹ جا یقیناً افسوس بھی ہوگا۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی نواز؟"

"خود میکلارنس کی زبانی۔"

"اوہ۔ اس نے تمہیں بتایا ہے؟" سیکا تعجب سے بولی۔

"ہاں، اور وہ مجھے بخوبی پہچانتا تھا۔ تمہیں یہ جان کر شاید حیرت ہوگی سیکا کہ وہ تمہیں بھی بخوبی جا ہے۔"

"غلام سیٹھ کے گروہ کی نمائندہ کی حیثیت سے؟" سیکا کی آنکھوں میں دہشت ابھر آئی۔

"ہاں سیکا!"

"اور یہ بات خود اس نے تمہیں بتائی۔ آخر کیوں نواز؟ چبا چبا کر بات مت کرو۔ براہ کرم مجھے بتاؤ کیا ہوا۔ تم برہم کیوں ہو اور..... اور یہ سب کچھ...... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"بدقسمتی سے تمہیں میرے اوپر اعتبار نہیں ہے سیکا! تم جس انداز میں مجھ سے پیش آئی ہو وہ میری زندگی میں اجنبی ہے، خاص طور سے ان لوگوں کے ساتھ جن کا مجھ سے کوئی نہ کوئی تعلق رہ چکا ہے، جبکہ میں وقت کے ساتھ ساتھ چلنے کا عادی ہوں اور میں تمہیں اس بات پر شرمندہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ دو ٹوک بات کر کے مسئلہ ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ نواز! کیا ہے یہ سب کچھ؟"

سیکا! میکلارنس نے مجھے یہیں پہچان لیا تھا، وہ اغوا کر کے مجھے لیا گیا تھا۔ پھر اپنے دوست ایڈلک کے بیٹے کے ذریعے اس نے مجھے جھیل گراس میئر کے درمیان موجود..... جزیرے تک پہنچایا اور جزیرے پر لے جا کر مجھے ایک درخت سے باندھ دیا۔"

"تو کیا وہ اکیلا تھا؟" سیکاریفا نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اس کے ساتھ چار آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ میں نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ راجہ نواز اصغر کون ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے میری اور سیکا کی گٹھ جوڑ ہو اور میں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہوں۔ لیکن اسکے بعد اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں غلام سیٹھ کا منشیات کا ذخیرہ اس کے حوالے کر دوں کیونکہ میں اس کا دست راست تھا اور غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ پکڑا نہیں گیا۔ میں نے اسے سمجھایا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا اور بالآخر اس نے مجھے قید کر دیا۔ میں بڑی مشکل سے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا ہوں اور یہاں تک پہنچا ہوں۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ سیکاریفا بھی غلام سیٹھ کی خصوصی نمائندہ تھی اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ...... یہ سب کیا...... کیا ہوا؟ یہ اچانک کیا ہو گیا؟" سیکا درد بھرے لہجے میں بولی۔

"کیوں۔ تمہیں اس بات سے اس قدر تکلیف کیوں پہنچی سیکا؟"

"اس لیے نواز کہ میں تو اس زندگی کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ اس تصور کے ساتھ کہ آئندہ بہتر زندگی کا آغاز ہوگا۔ میکلارنس کے بارے میں مجھے اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ناجائز منشیات کا تاجر ہے جب میں نے اس سے شادی کی تھی، اگر مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی تو میں جس جہنم سے نکل کر آئی تھی اس جہنم میں دوبارہ جانا کبھی پسند نہیں کرتی لیکن بہر صورت یہ بھی تعجب خیز ہے کہ میکلارنس نے میرے بارے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود مجھ سے شادی کر لی اور پھر آج تک اس نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ وہ میری اصلیت کو سمجھتا ہے۔"

"میں نے بتایا نا سیکا! وہ تم سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے اس لیے آج تک اس نے تمہیں تمہاری اپنی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔"

"مگر اب میں کیا کروں؟"

"تمہارے لیے تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے سیکا!" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟" اس نے میرا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ بہر صورت تم اس کی بیوی ہو۔ اگر اس سے انکار بھی کرو گی تو وہ تمہیں مجبور نہیں کرے گا لیکن میرے لیے اس نے جو ماحول پیدا کر دیا ہے مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"کیا تمہارے پاس غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ موجود ہے؟" سیکا نے پوچھا۔

"بے وقوف ہو تم، سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس قسم کا سوال کر رہی ہو۔"

"گویا نہیں ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اور دولت کی جو بات اس نے کہی وہ؟"

"دولت میرے پاس بے پناہ ہے سیکا! لیکن کیا تم سمجھتی ہو، کیا میں کسی کے دباؤ میں آ کر اپنی دولت اس کے حوالے کر سکتا ہوں؟ تمہارے خیال میں سیکا! کیا میکلارنس، راجہ نواز اصغر سے ٹکر لینے کے

قاتل ہے؟" میرے لہجے میں ایک عجیب سی غراہٹ ابھر آئی اور سیکا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ وہ سہم گئی تھی پھر اس نے کہا۔

"وہ تمہاری شخصیت سے مکمل طور پر واقف معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے اس نے صرف تمہارا نام سنا ہو؟"

"تب اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے سیکا؟"

"نواز! میری مدد کرو' میں اس وقت تمہاری مدد کی طالب ہوں نواز!" سیکاریفا نے کہا۔

اور میرے اندر ایک زہریلا تاثر ابھر آیا۔ تھوڑی دیر پہلے اس عورت نے مجھے ایک بے اعتبار شخص سمجھا تھا اور اب یہ مجھ سے مدد کی درخواست کر رہی ہے۔ آخر میں اس کی مدد کیوں کروں؟ لیکن جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کے لیے سیکاریفا کو اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ سو میں نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

"مجھے بتاؤ سیکا! میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"نواز! میں ایک بار پھر خود کو بے سہارا سمجھنے لگی ہوں۔ اگر میکلارنس کو میرے بارے میں معلوم تھا تو اس نے مجھ سے یہ بات آج تک کیوں چھپائی۔ اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے مخلص نہیں ہے۔"

"مخلص تو تم بھی اس سے نہیں تھیں سیکا!"

"میری اور بات تھی......" وہ سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"کیوں تمہاری کیا بات تھی؟"

"میں تو اس سے اپنا ماضی اس لیے چھپانا چاہتی تھی کہ میری آئندہ زندگی سنور جائے۔ میں تو ساری زندگی کے لیے اس لعنت سے نکل جانا چاہتی تھی۔"

"میں تمہارے لیے غمگین ہوں سیکا!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو نواز! خدا کے واسطے کچھ سوچو۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی ہوں۔"

"میکلارنس کو دوسرے ذرائع سے سمجھانا پڑے گا۔"

"کون سے ذرائع؟"

"جب بات تم نے میرے اوپر چھوڑی ہے تو بس خاموش ہو جاؤ۔ ہاں یہ بتا دو کہ تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے بھی اس لعنت سے ہمیشہ کے لیے نکالنا چاہتی ہوں۔ ہمارے پاس کافی دولت ہے' سکون سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

"اور خود تمہارے بارے میں جو اسے معلوم ہے؟"

"اس کو اس کا اظہار کرنے دو۔ میں خود ہی اس سے اس بات کی معذرت کر لوں گی لیکن تم میری

مدد کرو۔"

"میں تیار ہوں سیکا! اور اس کے لیے مجھے دو کام کرنا پڑیں گے۔" میں پر خیال انداز میں بولا۔

"کیا؟"

"سب سے پہلے مجھے اسے اس کے دوست ایڈلک سے جدا کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اسے ان راستوں پر لانے والا ایڈلک ہے۔ میں ایڈلک کو کسی ایسے جنجال میں پھنسا دوں کہ وہ خود ہی اپنے مسائل کا شکار ہو جائے اور پھر میکلارنس۔ اس کے لیے بھی کوئی ٹھوس قدم اٹھانا ہی ہو گا۔"

"تم یہ کام بخوبی کر سکتے ہو نواز!"

"ہاں میں پوری کوشش کروں گا لیکن میکلارنس میری تلاش میں ہے۔ ظاہر ہے وہ مجھے جزیرے پر نہیں پائے گا تو تلاش کرے گا۔"

"ایڈلک کا ان علاقوں پر بڑا اثر ہے۔ اگر اس کے آدمی تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تو یہاں کوئی تمہیں پناہ نہیں دے گا۔"

"کیا اس گھر میں بھی مجھے پناہ نہیں مل سکتی؟" میں نے کہا۔

"یہی میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

"کیوں نہ تم یہاں رہو۔ میں تمہارے لیے بہتر انتظام کر سکتی ہوں۔ بولو نواز! کیا یہاں قیام کرو گے؟"

"ہاں' میرا خیال ہے اس کے لیے یہاں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ میکلارنس سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ جس کی تلاش میں ہے وہ خود اس کے گھر میں پوشیدہ ہو گا۔"

"اس مکان کے آخری سرے پر ایک چھوٹا سا کاٹیج ہے۔ وہ ہمارے اسی احاطے میں ہے اور طویل عرصے سے بند پڑا ہے' میں تمہیں چھوڑ آتی ہوں۔ بند خوراک کے ڈبے اور پانی ساتھ لے جاؤ۔ میں چاہتی ہوں کہ نوین کو بھی تمہاری آمد کی اطلاع نہ ملے اور تم وہاں پوشیدہ رہ کر اپنی کاروائی کرتے رہو۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ کیا وہ کاٹیج صاف ہے؟"

"قطعی۔ وہاں فرنیچر بھی موجود ہے۔ بس ذرا صاف کرنا پڑے گا۔"

"یہ کام میں کر لوں گا تم مجھے وہاں پہنچا دو۔"

"اوہ' اس طرف دیکھو۔ کاٹیج نظر آ رہا ہے۔" سیکا نے اندھیرے میں ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے اندھیرے میں اس عمارت کو دیکھا۔ فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ عمارت کیسی ہی ہوئے تو بس تھوڑا سا وقت گزارنا تھا۔

"ٹھیک ہے سیکا! اب تم چاہو تو میرے ساتھ وہاں تک چلو بھی نہیں۔ میں اپنا ٹھکانا بنا لوں گا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ابھی بندوبست دیتی ہوں۔" سیکا نے کہا۔

اور اس کے بعد سیکا سے کوئی گفتگو نہیں کرنا تھی۔ ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ سیکا نے کچن سے سے ڈبے اور پانی کے تھرماس نکالے اور پھر ایک ٹارچ لے کر ساتھ چل پڑی۔

کاٹیج کا دروازہ باہر سے لاک ہو جانے والا تھا۔ اندر سے وہ بغیر چابی کے کھل سکتا تھا۔ سیکا میر ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دروازہ بند کر کے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ عمارت کافی کشادہ اور صاف ستھ تھی۔ اس سے قبل بھی میں نے اسے دیکھا تھا لیکن کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بہرحال آج یہ عمارت آ گئی۔

"میں جاؤں اب؟"

"تمہاری مرضی ہے سیکا! بہرحال اس بات کا خیال رکھوں گی کہ میکلارنس کو کوئی شبہ نہ ہو پائے۔"

"نہیں ہوگا۔" سیکا نے کہا۔

"یوں بھی مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور سیکا نے ٹارچ مجھے دے دی۔

"یہ رکھو، کام آئے گی۔" اس نے کہا اور پھر خدا حافظ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ م مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر میں اس جگہ کی طرف بڑھ گیا جو آرام کے لیے تھی۔ اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ میکلارنس سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے اس نے جزیرے پر اپنے لوگوں کی نگرانی میں چھوڑا ہے آرام سے اس کی رہائش گاہ کے ایک حصے میں سو رہا ہوگا۔

رات بے حد پرسکون تھی، کوئی ایسی دقت پیش نہ آئی۔ بلکہ دوسرے دن میں تقریباً گیارہ تک سویا۔ آنکھ کھلی تو تھوڑی دیر تک ماحول کا اندازہ کرتا رہا اور پھر سب کچھ یاد آ گیا۔ باتھ روم بھی موجو تھا۔ یہ ایک باقاعدہ رہائش گاہ تھی جس کا استعمال ترک کر دیا گیا تھا لیکن اب میں اسے استعمال کر رہا تھا۔

ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے ناشتہ کیا اور پوری طرح چاق و چوبند ہو گیا۔ اس کے بعد میں عمارت کا جائزہ لیا۔ بڑی عمدہ جگہ تھی۔ یعنی ضرورت کے وقت اندر سے باہر بھی بہ آسانی نکلا جا سکتا تھا۔ اس کے لیے عقب میں ایک ٹوٹی ہوئی کھڑکی موجود تھی۔ گویا میرے کام کے لیے بہترین جگہ تھی۔

کھڑکی کے راستے میں چھت پر بھی بہ آسانی پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے ایسی کوشش نہیں کی کیونکہ رہائشی عمارت کی چھت سے کاٹیج کی چھت پر بھی بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی چھت پر چڑھ جاتا تو آسانی مجھے دیکھ لیتا چنانچہ یہ مناسب نہیں تھا۔ البتہ دروازے کے برابر ایک اور کھڑکی تھی جسے اگر تھوڑا کھول لیا جاتا تو شاید وہ دور سے کھلی ہوئی نظر نہ آتی اور وہاں سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔

مقصد میرا یہ تھا کہ میں صرف میکلارنس کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ آیا یا نہیں۔ کیونکہ میکلارنس کی واپسی کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔

سیکاریفا کا رات کا رویہ ایسا نہیں تھا جسے میں بہت زیادہ مفاہمت کا رویہ کہہ سکتا۔ لیکن مجھے کسی مفاہمت کی ضرورت بھی نہیں تھی، یہاں میں صرف اس مقصد کے تحت آیا تھا کہ میں میکلارنس کو اس کی اس حرکت کی سزا دوں، حالانکہ سیکاریفا نے کہا تھا کہ اگر ایڈلک کے آدمی مجھے تلاش کرنے نکل آئے تو اس علاقے کا کوئی فرد مجھے پناہ نہ دے گا۔

میں نے سیکاریفا کی اس بات کو اہمیت نہ دی تھی کیونکہ میں اس چیلنج سے نمٹ سکتا تھا لیکن میں ایسا کیوں کرتا؟ سب سے پہلے تو مجھے میکلارنس کو دیکھنا تھا اس کے بعد سیڈر کو، باقی رہا ایڈلک تو مجھے اس سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیڈر کی وجہ سے وہ براہ راست میرا دشمن بن جاتا کیونکہ سیڈر بہرحال اس کا بیٹا تھا۔

سیکاریفا سے میں نے ایک اور وعدہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ میں اسے اس جنجال سے نجات دلا دوں گا۔ اور اب اس وعدے کے ایفا ہونے کا وقت آ گیا تھا کیونکہ میکلارنس جب کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں رہے گا تو سیکا کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اور ایڈلک۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوب سوچا تھا میں نے ان دونوں کے لیے اور اب صرف عمل باقی تھا۔

پورا دن میں نے کاٹیج میں ہی کھڑکی کے نزدیک بیٹھ کر گزارا ویسے بڑا صبر آزما کام تھا اس طرح بیٹھے رہنا، کوئی مشغلہ بھی نہیں تھا۔ سوائے سوچ کے اور پھر شام ہو گئی۔

اس وقت شام کے تقریباً پونے چھ بجے تھے جب میں نے لینڈ روور کو لکڑی کے پھاٹک سے اندر داخل ہوتے دیکھا اور میں خوشی سے اچھل پڑا۔

میکلارنس واپس آ گیا تھا۔

واہ۔ گویا کھیل شروع ہو گیا تھا جس کا آغاز میں نے جزیرے سے کیا تھا۔ یقینی طور پر میکلارنس کی واپسی معنی خیز تھی۔ میرے بدن میں ایک عجیب سی گدگدی ہونے لگی۔ سیکاریفا پورے دن اس طرف نہیں آئی تھی۔

اور اب میکلارنس واپس آ گیا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ وہ رات کو بھی نہیں آئے گی۔ وہ اب اس قدر باہمت نہیں رہی تھی جتنی کہ کبھی تھی۔

میں نے دیر تک کھڑکی کے نزدیک بیٹھ کر باہر کا جائزہ لیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ ایک دو بار لون پر نظر پڑی جو چھوٹے چھوٹے مشاغل میں مصروف نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک بار میکلارنس بھی باہر نکلا اور لکڑی کے پھاٹک کی طرف چلا گیا۔ اس کا رخ شاید چوکیدار کی طرف تھا اور شاید اس نے چوکیدار

کو کچھ ہدایات بھی دی تھیں۔

یہ میرا اندازہ تھا حالانکہ میں نے اسے چوکیدار سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن ذہن یہی کہ رہا تھا کہ میکلارنس صرف اور صرف چوکیدار کو ہدایات دینے کے لیے آیا تھا۔

ممکن تھا وہ محتاط رہنا چاہتا ہو کیونکہ...... نواز کا نام اس قدر بے حقیقت بھی نہیں تھا اور یوں بھی جزیرے پر جو چار آدمی قتل ہوئے تھے انہیں دیکھ کر بھی میکلارنس کچھ سوچ سکتا تھا۔ ویسے ایک بات میرے ذہن میں بھی صاف نہیں تھی۔ وہ یہ کہ میکلارنس کو کیا یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں جوڈین کے سہارے باہر نکلا تھا۔ اگر اسے یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو یقینی طور پر وہ بے حد جھلایا ہوا ہو گا۔

میں یہ چاہتا تھا اس علاقے میں ہونے والی کوئی بھی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ حالانکہ ابھی تو یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ صرف کوشش ہی کی جا سکتی تھی۔ ویسے یہ بھی ممکن تھا کہ میکلارنس رات کے کسی حصے میں واپس چلا جاتا چنانچہ میں نے کھڑکی کے نزدیک ہی ڈیرہ ڈال دیا تھا۔

کھانے پینے کی چیزیں میں کھڑکی کے نزدیک ہی لے آیا تھا اور تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے تک وہاں بیٹھا رہا اور اس کے بعد جبکہ پوری عمارت تاریکی میں ڈوب گئی میں باہر نکل آیا۔ باہر نکلنے کے لیے میں نے عقبی کھڑکی کا راستہ استعمال کیا تھا۔ جب کوئی دقت نہیں تھی تو میں خواہ مخواہ کاٹیج میں سامنے کا دروازہ کھولنے کی حماقت کیوں کرتا۔

چنانچہ ایک لمبا چکر کاٹ کر میں اس رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچ گیا۔ جہاں میکلارنس سیکاریفا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا تھا۔

عمارت کا پورا محل وقوع مجھے اچھی طرح معلوم تھا چنانچہ میں بہ آسانی اندر داخل ہو گیا اور اب کسی گوشے میں پناہ لینا میرے لیے زیادہ مشکل نہ تھا۔ صرف مکینوں کے بارے میں اندازہ لگانا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ اس کے لیے میں نے جو گوشہ تلاش کیا وہ نہایت مناسب تھا۔ یہاں سے میں آمد و رفت کے راستوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

پھر تقریباً" دس بجے نوین کو میں نے اپنی خواب گاہ میں جاتے دیکھا۔ سیکاریفا اور میکلارنس بیرونی برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تقریباً" ساڑھے دس بجے میں نے سیکاریفا کو اس کی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ میکلارنس وہیں رہ گیا تھا۔ گویا میرا راستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے سوچا اور میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میکلارنس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ سیکاریفا اور میکلارنس کی خواب گاہیں بھی شاید الگ الگ تھیں۔ نہ جانے کیوں۔ ویسے سیکاریفا نے اس بارے میں کبھی کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ اس کے اور میکلارنس کے دوسرے تعلقات کیسے ہیں لیکن اب میں اسے کیا کرتا کہ سارے اتفاقات میرے حق میں تھے۔ بعض اوقات کچھ ایسی باتوں کے بارے میں کہتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسرے اس پر یقین نہ کریں گے۔ لیکن..... حقیقت کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا

جا سکتا۔ میکلارنس اپنی جگہ اٹھ چکا تھا' اب وہ ایک کمرے کی طرف جا رہا تھا جو یقیناً اس کی خواب گاہ تھی۔

میکلارنس اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا اور مجھے اس صبر آزما کام کے لیے مزید ایک گھنٹہ درکار تھا۔

چنانچہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ گویا اب میں اپنے کام کے لیے تیار تھا۔ میں میکلارنس کے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا لیکن دروازے پر پہنچنے سے پہلے میں اپنے کام کرنا نہ بھولا تھا۔

میں نے سیکاریفا کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کیا اور اس کے بعد نوین کے کمرے کا' اس تصور کے ساتھ کہ کہیں یہ دونوں باہر نہ نکل آئیں اور بعد میں میں خود میکلارنس کے دروازے پر پہنچ گیا۔

دروازہ اندر سے بند تھا' ایک مخصوص انداز میں میں نے دروازے کو ہلکی سی دستک دی اور اندر تیز روشنی روشن ہو گئی۔ غالباً" میکلارنس سویا نہیں تھا لیکن اس نے نائٹ بلب جلایا ہوا تھا اور شاید کسی سوچ میں غرق تھا۔

"کون ہے؟" اس نے آواز دی۔

لیکن میں نے اسے جواب نہ دیا۔ البتہ میں ایک دیوار کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ تب میکلارنس نے دروازہ کھولا اور گردن نکال کر باہر جھانکا۔

اور یہی موقع تھا' دوسرے لمحے میرا فولادی گھونسہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا اور میکلارنس ہلکی سی آواز کے ساتھ الٹ کر کمرے میں جا گرا۔

میکلارنس کی سمجھ میں شاید کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں یہاں تک پہنچ بھی سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ فرش پر چت پڑا عجیب و غریب انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

شاید اس کی بینائی بھی کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا' اور میں نے اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھا کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

اور پھر اس کی طرف گھوم گیا۔

"مجھے یقین ہے اب تمہاری بینائی واپس آ گئی ہو گی میکلارنس!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میکلارنس جلدی سے اٹھ گیا۔

"تم..... تم.....!" اس کے منہ سے ہکلائی ہوئی آواز نکلی۔

"ہاں۔ کیا تمہیں حیرت ہوئی ہے؟"

"ہاں ہاں کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔" میکلارنس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اور یہ عمدہ ترکیب تھی۔ بظاہر یہی محسوس ہوا جیسے وہ اعصاب پر قابو پانا چاہتا ہو لیکن دوسرے لمحے اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ بہترین کوشش تھی۔ اگر میں جھکائی دے کر بچنے کی کوشش کرتا تو وہ دروازے سے ٹکرا جاتا اور کافی زوردار آواز ہوتی۔ اس طرح دوسروں کو خبر ہو سکتی تھی یا پھر میکلارنس خود ہی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جاتا لیکن اسے میرے بارے میں واقعی معلومات نہیں تھی۔ ان چھوٹے موٹے داؤ پیچ...... کو گردانتا نہیں تھا۔

اس کے اچھلنے کے ساتھ ہی میں بھی اچھلا اور میں نے فضا میں ہی دولتیاں جھاڑ دیں۔ اور میکلارنس اس بری طرح دوسری طرف گرا کہ قلابازی کھا کر الٹ گیا۔ وہ دو قلابازیاں کھا کر دیوار سے لگا تھا۔

"تمہاری بدبختی ہے میکلارنس کہ تم نے نواز اصغر کو جانے بوجھے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی سی غلطی ہو گئی نواز! ورنہ...... تم اس طرح بڑھ بڑھ کر نہ بول رہے ہوتے۔"

میکلارنس سنبھل کر پھر کھڑا ہو گیا۔ اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کونسی غلطی ہو گئی میرے دوست!"

"فیصلہ اسی وقت ہونا چاہیے تھا۔ تم چال چل گئے لیکن کیا تم سمجھتے ہو اس دھوکہ دہی پر جوڈی تمہیں چھوڑ دے گا؟ وہ دیوانے کتے کی مانند تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

"میرے دشمن ایسے ہی فیصلے کرتے ہیں۔ میکلارنس اور بالآخر خود ہی اپنے فیصلوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میرے ایک چاہنے والے نے مجھے زمین میں دفن کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بہرحال اب بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"یہ عمارت اتنی کمزور نہیں ہے نواز کہ تم آسانی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"جھوٹ بول رہے ہو میکلارنس! اگر تم اسے اس قابل سمجھتے تو مجھے یہاں سے دور لے جانے کی کوشش نہ کرتے۔" میں نے کہا۔

"نواز! تمہاری یہ نئی شکل بھی میرے لیے کافی دلچسپ ہے۔ تم اگر چاہو تو میں تم سے دوسری بات کر لیتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"غلام سیٹھ ختم ہو چکا ہے۔ ہربنس مر چکا ہے۔ اب نئے لوگوں کو میدان میں آنا چاہیے۔ میں چھوٹے پیمانے پر کام کر رہا ہوں کیوں نہ تم بھی میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ میں یہ کام بڑھا لوں گا۔"

"کیا تم خود کو ان کا ہمعصر سمجھتے ہو؟"

"ہم ان سے بھی آگے بڑھ جائیں گے نواز! ایڈلک کے پاس بے پناہ دولت ہے اور وہ اپنی

رقم جھونکنے پر تیار ہے۔ اس کی دولت اپنا کام' لطف آ جائے گا۔ تمہارے پاس بھی کم رقم نہیں ہوگی۔"

"گدھے ہو میکلارنس! اس سے زیادہ کیا کہوں۔" میں نے نفرت سے کہا۔

اور میکلارنس واقعی گدھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ باتوں میں لگا کر وہ مجھے دھوکہ دے سکتا ہے لیکن میں اس جیسے لوگوں کی دنیا میں اجنبی تو نہیں تھا۔ جونہی اس نے بستر کی طرف چھلانگ لگائی، میں اڑتا ہوا اس پر جا پڑا۔ اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا تھا لیکن میرے جوتے کی ٹھوکر نے اس کا ہاتھ بے کار کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک دہاڑ نکلی، پستول دور جا گرا اور میں نے دوسری چھلانگ پستول کی طرف لگائی۔

میکلارنس ایک بار پھر بے بس ہو گیا تھا لیکن اس بار اس کے چوٹ بہت سخت لگی تھی۔ وہ ہاتھ پکڑے کراہ رہا تھا۔ میں نے پستول اٹھا لیا۔

"میں اسے تم پر خالی کر سکتا ہوں میکلارنس! لیکن ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔ تمہاری بیٹی نوین بڑے پیار سے تمہارا نام لیتی ہے۔ اور اس نے میرے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ اس سلوک کے عوض میں تمہاری جان بخشی کر رہا ہوں لیکن تمہارے لیے سزا بھی ضروری ہے اور میں نے اس کا تعین کر لیا ہے۔ البتہ چیخنے کی کوشش کی تو گولی تمہارے حلق میں اتر جائے گی۔"

میکلارنس ہاتھ پکڑے بل کھا رہا تھا۔ "چلو کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ میکلارنس کی کراہیں بند ہو گئیں۔ بہرحال اس نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ "اور کوئی حربہ باقی ہے میکلارنس؟"

"تم...... تم شیطان کی طرح چالاک ہو۔" میکلارنس کے منہ سے نکلا۔

"اور کچھ؟"

"میں اب واقعی تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہاری اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا اندازہ نہیں تھا۔"

"اور مجھے تمہارے اس قدر احمق ہونے کا بھی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمہارے پاس سے جانے کے بعد سیڈر سے بھی نمٹنا ہے۔ اب باپ ایڈلک سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن سیڈر نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ۔ اس نے میرے ایماء پر سب کچھ کیا تھا۔" میکلارنس بے اختیار بولا۔

"تمہاری ہی وجہ سے وہ سزا بھی بھگتے گا۔" میں نے کہا۔ "اس کے علاوہ میں نوین کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ کسی بھی طرح تم ایک اچھے باپ بن جاؤ۔ مجھے علم ہے کہ تمہارے پاس کافی دولت ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب اچھی زندگی اختیار کر لو۔"

میں نے پستول جیب میں رکھ لیا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ میکلارنس کو میرے چہرے پر میرے خوفناک ارادے نظر آ گئے تھے۔ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ "تم...... تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ایک اچھا باپ بنانا چاہتا ہوں میکلارنس!"
"کیا بکواس ہے؟" میکلارنس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔
لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میکلارنس نے جھ
ہوئے انداز میں مجھ پر وار کیا..... لیکن میں اس کے بس کی چیز..... نہیں تھا۔ گھونسہ ایک بار پھر اس کی
سے جالگا اور میکلارنس بری طرح دیوار سے ٹکرایا۔
لیکن میں نے اسے پھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے ایک زوردار جھ
اور وہ فرش پر آگرا۔ میکلارنس اپنی جیسی سخت کوششیں کر رہا تھا۔ تن وتوش میں بھی وہ مجھ سے
زیادہ تھا لیکن لڑائی بھڑائی میں ماہر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے سینے پر ایک زور
گھونسہ جڑا اور پھر اسے زور سے رگڑتا ہوا دور تک لے گیا۔ میں نے میکلارنس کو اوندھا کر دیا
لیکن خوبی اس کی یہ تھی کہ اس نے چیخنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے دو تین گھونسے اس
جمائے اور وہ بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ تب میں نے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پھٹی ہوئی قمیص سے باندھ کر اس
پشت پر جما دیے۔ اس دوران میکلارنس اپنے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کرتا رہا تھا لیکن وہ کامیا
نہ ہو سکا۔

دونوں ہاتھ کسنے کے بعد میں نے اسے سیدھا کر دیا۔ میکلارنس بری طرح مچل رہا تھا۔ پ
میں نے ایک اور کپڑا اس کے بستر سے اٹھا کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور میکلارنس کی آنکھوں
خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اچھے خاصے تن وتوش کا آدمی اس قدر چوہا ثا
ہوگا لیکن بہرصورت مجھے زیر کرنے میں کوئی خاص وقت نہیں ہوئی تھی۔

تب میں اس کے پیروں کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس کا ایک پاؤں اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔
پاؤں میں نے اس کے گھٹنے پر رکھ دیا اور اس کے بعد میں نے اس کے پاؤں کو اندر کی طرف ایک زوردار جھ
دیا۔ میکلارنس بری طرح تڑپنے اور مچلنے لگا تھا لیکن دوسرے جھٹکے سے اس کے پاؤں کی ہڈی نکل گ
اور پاؤں لٹک گیا۔ میکلارنس ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔
لیکن ایک بار پھر میں نے اسے قابو میں کیا' اس کے ہاتھ کھلتے جا رہے تھے۔ دوسرے لمحے ایک با
پھر میں نے اسے دبوچ کیا اور میری اس حرکت نے اس کے دوسرے پاؤں کو بھی بے کار کر دیا۔
میکلارنس کی آنکھیں پھٹ گئیں تھی پھر وہ بے ہوش..... ہو گیا لیکن بے ہوشی کے عالم میں بھی
برح طرح تڑپ رہا تھا۔

"اب تم بلاشبہ ایک اچھے باپ بن جاؤ گے میکلارنس! تمہارے یہ پاؤں آپریشن کے بعد بھ
ٹھیک نہیں ہو سکتے کیونکہ انکی دونوں ہڈیوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور اس
کے بعد یہاں میرا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں سست رفتاری سے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اپنی دانست میں

میں نے میکلارنس کو جو سزا دینا چاہی تھی دے دی تھی۔ اور اب میرا دوسرا شکار سیڈر تھا۔ سیڈر کو بھی
قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس تھوڑی سی سزا اس کے لیے کافی تھی۔ میں عمارت سے باہر نکل آیا۔ اب میرے
پاس پستول بھی تھا۔ ویسے اس بات کی اطلاع مل چکی تھی کہ جوڈین میری تلاش میں ہے۔ یہ شخص کافی
خطرناک تھا۔ اس کے بارے میں مجھے علم تھا۔ چنانچہ فی الوقت میں اس سے بھی نہیں بھڑنا چاہتا تھا۔
میں اس جگہ پہنچا جہاں اصطبل تھا۔ اس وقت لینڈ روور پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نہ جانے اس
میں کتنا پٹرول ہو۔ اس لیے میں نے اصطبل سے ایک گھوڑا کھولا۔ زین وغیرہ کا موقع نہیں تھا اس لیے میں
یونہی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گو سواری بڑی خطرناک تھی لیکن میں خود سے مطمئن تھا۔
گھوڑے نے جس وقت لکڑی کا پھاٹک پھلانگا تو چوکیدار دیکھتا رہ گیا۔ میرے پیچھے اس نے شور
مچانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اتنی دیر میں میں کافی دور نکل آیا۔ اور پھر میں نے گھوڑا قصبہ گراس میئر کی
طرف موڑ دیا۔
رات اپنا آخری سفر طے کر رہی تھی۔ ستارے بے نور ہونے لگے تھے۔ جب میں گراس میئر میں
داخل ہوا۔ سارا قصبہ گہری نیند سو رہا تھا کہیں کہیں آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے جاتی
تھیں۔
بہرحال ایک مناسب مقام پر میں نے گھوڑا چھوڑ دیا اور اسے مار کر دور بھگا دیا۔ پھر میں ایڈلک کے
مکان کی طرف چل پڑا۔
مکان کی تلاش کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا' جس وقت میں چوروں کے انداز میں مکان میں داخل ہوا'
روشنی پھوٹنے لگی تھی۔ لیکن مکان کے ملازم وغیرہ ابھی نہیں جاگے تھے۔ ایک راہداری میں سوئے ہوئے
ملازم کو میں نے ٹھوکر مار کر جگایا اور اس کے چیخنے سے قبل ہی اس کا منہ دبا دیا۔
"آواز نکلی تو گردن دبا دوں گا۔ سیڈر کا کمرہ کونسا ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔
ملازم کا پیشاب خطا ہوا جا رہا تھا۔ سوتے سے جاگا تھا۔ اس لیے اعصاب بے حال تھے۔ پہلے وہ پھٹی
پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میرا سوال شاید اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن جب دوسری بار میں نے
اس سے سیڈر کے کمرے کے بارے میں پوچھا تو اس نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے
بند ہوتی جا رہی تھیں۔
لیکن میں نے اس کی مشکل حل کر دی۔ گردن کے مخصوص حصوں پر دباؤ ڈال کر میں نے اسے بے
ہوش کر دیا تھا اور اس کے بعد آہستگی سے اسے زمین پر لٹا کر میں سیڈر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
جس کمرے کی طرف ملازم نے اشارہ کیا تھا اس میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔
کمرے کے دروازے کے اوپری حصے میں دو شفاف شیشے لگے ہوئے تھے جن سے اندر جھانکا جا سکتا
تھا۔ دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا لیکن اس وقت پردہ ایک طرف سرکا ہوا تھا جس کی وجہ سے شیشے کے دوسرے

جانب دیکھا جاسکتا تھا۔ گویا یہ آسانی بھی موجود تھی اور مجھے خود پر رشک آنے لگا۔

میں نے جھانک کر دیکھا اور خوش ہو گیا۔ سیڈر سامنے ہی مسہری پر بے سدھ سو رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا' میرا خیال تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہو صورت میں مجھے شیشہ توڑنا پڑے گا۔

لیکن بعض معاملات میں میری خوش قسمتی اور دوسرے کی بدقسمتی بڑا تعاون کرتی ہے۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا' یہ ضرور حالانکہ یہ صورت حال خطرناک بھی تھی' اگر سیڈر چیخ پڑتا تو اس عمارت کی صورت حال مجھے معلوم تھی اور نہ ہی میں نے ایسے وقت میں فرار ہونے کے لیے راستے کا تعین کیا تھا' چنانچہ اس بات کا خاص خیال رکھنا تھا کہ وہ چیخنے نہ پائے۔

چند ساعت کے بعد میں اس کے سر پر تھا۔ سیڈر کو میرے آنے کی بالکل خبر نہ ہوئی تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھا اور اپنے مطلب کی چند چیزوں کا انتخاب کر لیا اور پھر میں نے سیڈر کے سینے پر اپنے گھو ہلکا سا دباؤ ڈالا۔

سیڈر نے ہلکی سی آواز نکالی اور کروٹ بدلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے چت کر دیا تھا۔

اس جارحانہ دباؤ پر سیڈر نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت وہ پلکیں جھپکاتا رہا' پھر اس نے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے میں نے اسفنج کا ایک چھوٹا سا تکیہ اس کے منہ پر رکھ کر دبا دیا جسے میں ہی دوسرے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ صورت حال ایسی تھی کہ سیڈر کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تب میں غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سیڈر! مجھے پہچانو۔ اور یہ بات جان لو کہ اگر چیخنے کی کوشش کی تو یہ چیخ تمہاری آخری چیخ ہو گی۔"

سیڈر جس قدر نظر آرہا تھا اتنا دلیر نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار صاف دیکھے جا تھے۔ پھر اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے ایک بار پھر غرا کر کہا۔

"پہچان گئے مجھے؟" میں نے پوچھا اور اس نے گردن ہلا دی۔

"سوچ لو۔ اگر چیخنے کی کوشش کی تو گردن دبا کر ہلاک کر دوں گا۔" میں نے تکیہ اس کے منہ پر ہٹا لیا۔ سیڈر کے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے تھے اس میں شاید ہلنے جلنے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ وہ بالکل جان نظر آرہا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا سیڈر! تم نے مجھے دوست کی حیثیت سے جزیرے تک پہنچایا بولو کیا میں درست نہیں کہہ رہا اور اس کے بعد تمہارے باپ نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن تمہارا باپ میکلارنس کے زیر اثر ہے اور اس نے عملی طور پر اس سلسلے میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا لیے میں نے اسے معاف کر دیا البتہ میں تمہیں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"مم...... میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے مسٹر میکلارنس نے اس کام کے کے لیے تیار کیا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔" میکلارنس کو اس کی اس حرکت کی سزا دی جا چکی ہے۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو چکا ہے اور تم یقین کرو میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گا۔"

"مم...... مجھے معاف کر دو...... مجھے معاف کر دو۔ تم یقین کرو میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ بری طرح خوفزدہ ہو گیا تھا جبکہ میکلارنس نے کم از کم مقابلہ کرنے کی کوشش تو کی تھی۔"

"سیڈر میں اتنی مشکلات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں تمہیں معاف کرنے کے لیے نہیں بلکہ سزا دینے کے لیے اور بہرحال سزا تو تمہیں بھگتنا ہی ہو گی۔" میں نے کہا اور سیڈر کا بدن بری طرح کانپنے لگا۔

یہ صورت حال زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ اگر وہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا تو جیسا کہ میرے ذہن میں تھا تو شاید اسے تکلیف دینے میں زیادہ لطف آتا لیکن اب اگر اس بے بس انسان کو کوئی نقصان پہنچا دوں تو یہ۔ بڑی عجیب بات ہو گی' مجھے اس میں مزہ نہیں آرہا تھا۔ تب میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ "مردوں کی طرح مقابلہ کرو سیڈر یہ کیا بزدلوں کی طرح کانپنے لگے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"میں..... میں تم سے مقابلہ کر کے دیکھ چکا ہوں۔ میں ہر لحاظ سے تم سے کمزور ہوں۔" سیڈر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کے باوجود تم نے مکاری سے کام لیا۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تم سے بدلہ بھی لے سکتا ہوں؟"

"مم..... مجھے معاف کر دو۔ صرف ایک بار معاف کر دو۔" سیڈر نے کہا اور میرا موڈ بالکل ہی آف ہو گیا۔

بھلا اس چوہے کو مارنے سے کیا فائدہ۔ یہاں تک آنے کی تمام محنت اکارت ہو گئی تھی' کیونکہ اب تو میرا موڈ ہی بدل گیا تھا۔ میں نے ایک زوردار ہاتھ اس کی کنپٹی پر رسید کیا اور سیڈر بے ہوش ہو گیا۔ ایک ہاتھ اس کے لیے کافی ثابت ہوا تھا۔

"لعنت ہے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور وہاں سے...... پلٹ پڑا۔ یہاں آنے کی تمام کاوش بے کار ہو گئی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ میں نے..... وقت ضائع کیا ہے۔

بہرصورت اب گراس میئر میں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پو پھٹ چکی تھی اور صبح کی روشنی آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی۔ میں گراس میئر کے قصبے کے اس حصے میں آگیا جو اس قصبے کا شاید آخری سرا تھا۔ میرا گھوڑا بھاگ چکا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ سوچا تو یہ تھا کہ یہ سیڈر کو بھی اس طرح اذیت دوں گا اور چھوڑ دوں گا لیکن سیڈر نے تو ہاتھ پاؤں ہلانے کی بھی کوشش نہ کی تھی اور ایسے کی آدمی کو مارنا میرے بس سے باہر تھا۔ اب وہ بات تو گزر چکی تھی۔ میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں

سوچ رہا تھا۔

میک ڈسٹرکٹ کا گراس میئر اب میرے لیے کوئی دلکشی نہیں رکھتا تھا۔ یہاں میں کسی منصوبے کے تحت نہیں آیا تھا۔ بس اتفاقات نے ایک کہانی کو جنم دیا تھا اور اب وہ وہ کہانی ختم ہوگئی تھی۔ یہاں میرے تین دشمن بن گئے تھے۔ میکلارنس' جوڈین اور ایڈلک یا سیڈر۔ اس کے بعد یہاں رہنے کی کیا گنجائش تھی۔

اور یوں بھی اب مزید قیام میرے لیے ناممکن تھا۔ چنانچہ صبح کاذب میں نے گراس میئر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ بدنما گھاس اور سرکنڈوں کے جھنڈ کے درمیان بچھی ہوئی سڑک پر میں آوارہ زمانہ انسان کی حیثیت چل پڑا۔ سرکنڈوں کے جھنڈ میں مینڈکوں کی آوازیں میرے قدموں کی آواز سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔

نہ جانے کب تک میں چلتا رہا۔ سڑک کبھی نہ ختم ہوگی اور میں چلتا رہوں گا۔ پھر تھک جاؤں گا کیوں نہ کہیں بیٹھ جاؤں مگر کہاں' اور کون سے سائبان کے نیچے۔ میرے لیے تو چھت نہیں بنی تھی۔ کتنی بے مقصد زندگی ہے۔ میں ہارا ہوا انسان ہوں' کیوں نہ ماں کی طرف لوٹ جاؤں' اس کے قدموں سے لپٹ جاؤں' اس پر آنکھیں رگڑوں اور کہوں' ماں اب تو آغوش میں لے لے۔ کیا تو اپنے تھکے ہوئے بیٹے کو اب بھی قبول نہیں کرے گی۔ میں تھک گیا ہوں میری ماں۔

اور دل میں ایک گولا سا اٹھا۔ احساس بھی نہ ہو سکا کہ دل بہہ رہا ہے۔ آنکھوں میں دھندلاہٹیں اُبھر آئیں تو رخساروں کے بھیگنے کا پتہ چلا۔ تب آنکھوں کو خشک کیا اور کئی بار بند کر کے کھولا تو دور ایک دھبہ نظر آیا۔

نہ جانے آنکھوں کا قصور تھا یا واہمہ۔ دھبہ سڑک کے بیچوں بیچ تھا۔ غور سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا اور اب دو دھبے ہوگئے تھے۔ ایک ساکت' ایک متحرک۔ منظر کچھ اور واضح ہوا اور اب میں نے صاف طور سے دیکھا۔ ایک کار تھی اور ایک انسان۔ شاید کوئی ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ کیونکہ کار سڑک پر الٹی پڑی تھی۔ میں نے رفتار تیز کر دی اور آہستہ آہستہ سڑک سکڑنے لگی۔ الٹی ہوئی کار اب صاف نظر آرہی تھی۔ اس کے پہیے آسمان کی جانب تھے اور دیو قامت آدمی اس کے نزدیک کمر پر ہاتھ رکھے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کے بال تقریباً" ایک گز لمبے تھے' انتہائی خوبصورت اور گھنے چہرے پر اگر ڈاڑھی اور مونچھیں نہ ہوتیں تو ان بالوں سے کی وجہ سے اسے ایک لحیم شحیم عورت سمجھا جا سکتا تھا۔ خدوخال انتہائی جاذب نگاہ تھے لیکن ان پر ایک خشونت طاری تھی' آنکھیں بڑی لیکن انگاروں کی مانند سرخ تھیں۔

بہرحال اسے ایک عجیب الخلقت آدمی بلکہ دیو کہا جا سکتا تھا۔ اوپری بدن پر چمڑے کی چست جیکٹ منڈھی ہوئی تھی جس کے..... گلے میں بٹن ضرور ہوں گے لیکن انہیں نکال کر ان میں تسمے باندھ دیے گئے تھے اور سامنے سے آدھا سینہ کھلا ہوا تھا جس سے لمبے لمبے بال جھانک رہے تھے۔ نچلے بدن پر بھی کسی اور کی

پتلون تھی۔ اگر انتہائی موٹے اور مضبوط زین کی نہ ہوتی تو اب تک پھٹ چکی ہوتی۔

وہ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں اس کے قریب پہنچ گیا لیکن مجھے کار کے الٹ جانے پر حیرت تھی۔ اس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح الٹ جانے کا سبب نہیں پتہ چلتا تھا۔

"کیا ہوا...... کیا ہوگیا مسٹر؟" میں نے کار میں جھانکتے ہوئے اس سے پوچھا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "آپ اس کار میں تنہا تھے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں۔ میرے ساتھ ایک نوجوان حسینہ بھی تھی اور ڈرائیونگ کرتے ہوئے میں اس کی آغوش میں سر رکھ کر سو گیا تھا۔ اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے کہا۔"

"اوہ' تو وہ کہاں ہے؟"

"گردن ٹوٹ گئی تھی اس کی۔ بالکل ہی بے کار ہوگئی تھی۔ میں اسے اٹھا کر سرکنڈوں کے جھنڈ میں پھینک آیا۔" اس نے جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز میں غم کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

یہ شخص نہ صرف شکل و صورت سے عجیب تھا بلکہ اپنی باتوں میں بھی عجیب تھا۔ اس انداز میں وہ اس لڑکی کا تذکرہ کر رہا تھا جیسے کہ کوئی بڑا ہی عمدہ کام انجام دے آیا ہو اور اس سلسلے میں اسے ذرا بھی افسوس نہ ہو۔

وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا' اس کی آنکھوں سے کھا جانے والی کیفیت عیاں تھی' پھر اس نے اسی تیز لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو؟"

"کوئی نہیں بھائی! بس ایک مسافر ہوں۔ سفر کر رہا تھا کہ دور سے تمہاری کار نظر آئی' مجھے اس حادثے کا افسوس ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"حادثہ......!" وہ دانت پیس کر بولا۔ اس کے انداز میں ہلکی سی غراہٹ نمایاں ہوگئی۔

"کیوں۔ کیا یہ حادثہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر چلایا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

لیکن بہرحال میں بھی راجہ نواز اصغر ہوں' کسی کے حلق پھاڑ دینے سے کبھی نہیں ڈرتا' چنانچہ میں نے اسی سادہ لہجے میں سوال کیا۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آخر یہ کار الٹی کیسے' جبکہ تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوا!؟"

"اسے میں نے الٹا ہے' میں نے' سمجھے؟" وہ خوفناک آواز میں غرایا۔ اس کے لہجے میں غراہٹ نمایاں تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ یا تو وہ پاگل تھا یا پھر نشے میں بہکا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر تم میری موجودگی کو برا محسوس کر رہے ہو تو میں آگے بڑھ جاتا ہوں۔“

”نہیں‘ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر تم سوالات ہی اس قسم کے کر رہے ہو۔“

”میرا خیال ہے میں نے صرف اخلاقی سوالات کیے ہیں اس پر تمہیں کیوں...... اعتراض ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اعتراض...... یہ ساری چیزیں غلط ہیں‘ سب کچھ غلط ہے‘ کم بخت گدھے‘ الو کے پٹھے۔“ وہ خود بخود گالیاں بکنے لگا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”خراب ہو گئی تھی۔ یہ خراب ہو گئی تھی۔ بھلا تم ہی بتاؤ‘ کل ہی خریدی ہے۔ جتنے پیسے تھے اتنے ہی کی تو خرید سکتا تھا زیادہ کہاں سے لاتا لیکن بگڑ گئی‘ آج بگڑ گئی کم بخت کہیں کی۔“

”کیا بگڑ گئی؟“ میں نے پوچھا۔

”کار۔“ وہ زور سے چیخا۔

”اوہ۔ تو مگر خراب ہو کر یہ الٹ کیسے گئی؟“

”خود الٹی ہے میں نے۔“

”تم نے!“ میں نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

”ہاں‘ ہاں میں نے۔“

”لل...... لیکن تم نے......“

”تو کیا شک ہے تمہیں؟“

”شک تو نہیں کر سکتا۔ مگر......“

”مگر...... تمہیں شک اس بات پر۔ لو یہ دیکھو۔“

وہ دوبارہ کار کی طرف بڑھا اس نے کار کے پچھلے حصے پر اپنے دونوں ہاتھ جمائے اور میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

الٹی ہوئی کار پھر سے سیدھی ہو گئی تھی‘ اس نے کئی مرتبہ زمین پر دھکے کھائے اور پھر رک گئی۔

میں متحیرانہ انداز میں اس دیو ہیکل شخص کی طاقت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ لڑکی وڑکی کا کوئی وجود نہیں تھا‘ کار خراب ہو گئی تھی اور اس نے جھلاہٹ میں اپنی بے پناہ قوت سے کام لے کر الٹ دیا تھا۔ کار کی چھت الٹنے سے پچک گئی تھی اور اب وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے مجھے گھور رہا تھا۔

”اب کیا خیال ہے؟“

”بالکل ٹھیک لیکن اس میں خرابی کیا ہو گئی تھی؟“

”یہ مجھے معلوم ہوتا تو ٹھیک نہ کر لیتا اسے۔ میں تو اب اسے اٹھا کر سرکنڈوں میں پھینکنے جا رہا ہ“

اس نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں ایک گہری سانس لی۔ خیر تم اس کار کو اٹھا تو نہ سکو گے‘ میں سوچا۔

لیکن یہ بات کیا کم تھی کہ اس نے کار کو الٹ دیا تھا اور یہ کسی معمولی طاقت کے آدمی کے بس کی نہ تھی۔ بہرصورت میں اسے ٹھنڈا کرنے کے بارے میں غور کرنے لگا۔

یہ آدمی مجھے خاصا دلچسپ معلوم ہوا تھا‘ جھلاہٹ میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ لیکن خوبی اس کی یہ تھی کہ سروں سے ممتاز اور طاقتور تھا‘ اتنا طاقتور تھا جتنا کہ اس مشینی دور میں عام طور پر تصور نہیں کیا جا سکتا۔

اب بتاؤ کیا کروں؟ ساری زندگی کسی سے مدد نہیں لی‘ اس لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ بد بخت کو تم دیکھ لو۔“ اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں نے کار کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ سلف پکڑ رہی تھی لیکن اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ ناً ڈسٹری بیوٹر میں کوئی خرابی تھی۔ چنانچہ میں نیچے اتر آیا۔ بونٹ کھولا اور ڈسٹری بیوٹر کیپ اتارنے لگا۔ کیپ نیچے پوائنٹ کے تار ہٹے ہوئے تھے۔ بڑی معمولی سی بات تھی۔ کار پرانے ماڈل کی ضرور تھی لیکن انجن معلوم ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس سے کپڑا مانگا اور اس نے کار کی چھوٹی سی اسٹپنی سے ایک رومال نکال کر میرے میں تھما دیا۔ اس رومال سے میں نے پوائنٹ صاف کیا۔ تار جوڑے اور ڈسٹری بیوٹر کیپ بند کر دیا۔ اس بعد میں نے اسے اشارہ کیا۔

”کیا مطلب؟“ وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

”اسٹارٹ کرو۔“

”مذاق اڑا رہے ہو؟“ اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

”نہیں میری جان! بالکل مذاق نہیں اڑا رہا۔ تم ذرا کوشش تو کرو۔“

”میں نہیں کروں گا۔ اب اگر یہ اسٹارٹ نہ ہوئی تو میں اس کا شیشہ ویشہ سب توڑ دوں گا۔“ اس جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ انداز بالکل بچوں کا تھا۔

میں نے ہنس کر گردن ہلائی اور...... خود ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ اس بار سیلف لگایا تو کار اسٹارٹ گئی۔ میں نے اسے نمایاں طور پر چونکتے دیکھا تھا۔

”ارے...... ارے۔“ وہ میری جانب جھک آیا۔ ”اب اگر تم کہو تو میں اسے لے کر اڑ جاؤں؟“ اس نے پوچھا۔

”اڑ جاؤ یار!“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن اسے ہوا کیا تھا؟ ویسے تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے۔"

"اناڑی ڈرائیور معلوم ہوتے ہو؟"

"ہاں ہاں۔ اناڑی ہوں۔ اس چیز کا کبھی دعویٰ نہیں کرتا جس کے بارے میں جانتا نہیں ہوں۔ کار ڈرائیو کرنا جانتا ہوں اور صحیح کرنا نہیں جانتا مگر ہوا کیا تھا اسے؟"

"معمولی سی بات تھی۔"

"ہوں۔ اور اس معمولی سی بات نے مجھے صبح سے پریشان کر رکھا تھا۔ دو گھنٹے گزر گئے اس میں مارتے مارتے اور جب کچھ نہ ہو سکا تو میں نے اس کم بخت کو الٹ دیا۔" اس نے جواب دیا اور میں ہنس دیا۔

"دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں..... لیکن ساری دلچسپیاں اس کار کی نذر ہو گئی تھیں۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"کہاں جا رہے تھے؟"

"لنکاسٹر۔" اس نے کہا۔

"کوئی تکلیف نہ ہو تو مجھے بھی لنکاسٹر تک چھوڑ دو۔"

"تکلیف۔ ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے اگر تم میری کار نہ بھی ٹھیک کرتے تو تمہیں لنکاسٹر چھوڑنا فرض تھا۔ خواہ میں تمہیں اپنے کندھوں پر بٹھا کر لنکاسٹر تک پہنچاتا۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اب کے لہجے کی غراہٹ اور جھلاہٹ کافی حد تک ختم ہو چکی تھی۔

میں کار کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔ .... کار میں وہ بالکل فٹ تھا۔ حالا خاصی کشادہ کار تھی لیکن اس کی جسامت کے اعتبار سے ناکافی تھی۔ بہرصورت اس نے کار اسٹارٹ کر آگے بڑھا دی اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تعجب ہے، تعجب ہے۔ میں تو کافی دیر سے اس میں سر مار رہا تھا۔ دراصل میں اس کے بارے کچھ جانتا نہیں ہوں۔"

"کب خریدی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"صرف دو دن پہلے۔ اور صرف حماقت میں، جو کچھ جمع پونجی تھی اس پر خرچ کر دی اور اب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نام کیا ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"ڈوڈو۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا؟" میں نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیوں۔ کیا اس نام میں کوئی مسخرہ پن نظر آ رہا ہے تمہیں یا اونچا سنتے ہو؟" اس نے کسی

جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ نام کچھ عجیب سا ہے۔"

"بس یہی ہے ڈوڈو۔ ڈوڈو۔ ڈوڈو۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں گھونسہ دکھا کر بولا۔

"واہ۔ تم خاصے کٹکھنے معلوم ہوتے ہو۔"

"کٹکھنا، کٹکھنا۔ کیوں؟" اس نے برا مان کر کہا اور خونخوار..... نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"دیکھو دوست! اگر تم چاہو تو میں اتر جاؤں۔ یہ جھلاہٹ مجھے ناپسند ہے۔" میں نے کہا اور وہ مجھے خوں خوار نگاہوں سے گھورتا رہا۔ پھر عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

"اصل میں حماقت میری ہے۔" اس نے کہا۔ "سوری۔ مجھے بہت افسوس ہے۔" اس نے دوبارہ کہا اور کار پھر آگے بڑھا دی۔

میں اس عجیب و غریب کردار کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ زندگی میں کیسے کیسے انوکھے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا اور یہ بھی انہی میں سے ایک معلوم ہوتا تھا۔ بہرصورت کافی دیر تک اس کے چہرے پر خجالت کے آثار رہے، پھر اس نے کہا۔

"میں واقعی کچھ چڑچڑا رہا ہوں لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یار! کل رات کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا، پھر صبح کو بھی ناشتہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی فی الوقت کسی بھی قسم کا کوئی امکان ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے ان ساری سڑکوں کو آگ لگا دوں۔"

"ارے۔ ارے کیوں؟"

"کم بخت کوئی درخت بھی نہیں ہے جس پر پھل وغیرہ ہی نظر آ جائیں۔ اور میں اپنے پیٹ کی آگ بجھالوں۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی، بالکل بچوں کی سی طبیعت رکھتا تھا۔

"آگے کہیں کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے تو گاڑی روک لینا ہم دونوں ناشتہ کریں گے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی بھوکے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"پیسے تو ہوں گے تمہارے پاس؟"

"ظاہر ہے۔"

"ہاں۔ اگر تم بھی کار خرید لیتے تو یقینی طور پر بھوکے ہوتے۔ میرے دوست!" اس نے غمگین لہجے میں کہا اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔

"کیوں، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ جو کچھ ہوا ہے وہی تو بتا رہا ہوں۔"

"لیکن تم نے اسے خرید کیوں لیا؟"

"میں نے بتایا نا حماقت ہو گئی۔ بعض اوقات میں سنک جاتا ہوں۔ تم یقین کرو ذرا بھی نشے میں
تھا مگر بس چوٹ دے گئے۔"

"کون چوٹ دے گئے؟"

"وہ جن کی یہ کار تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"بس کہنے لگے کہ پریشان حال ہیں' اگر میں چاہوں تو ان کی مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے پوچھا ک
طرح تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کار خرید لوں اور پھر جو کچھ میری جیب میں تھا میں نے نکال کر ان کے ہاتھ
رکھ دیا۔ یہ نہیں سوچا کہ مجھے کار کا کیا کرنا ہے' ارے ڈوور تک ہی تو جانا تھا' اس کے بعد یہ میرے لیے
مصرف ہو گی۔"

"اوہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم ڈوور جا رہے ہو؟"

"ہاں۔ وہاں سے فرانس کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے دوسرے ساتھی فرانس میں ہی ہیں۔" ڈوڈو نے
جواب دیا۔

"اوہ تمہارے ساتھی فرانس میں ہیں؟"

"ہاں' پیرس میں۔" وہ بولا۔ اب اس کا لہجہ خاصا نرم تھا۔ اور اگر واقعی اس کا لہجہ نرم ہو تا تو وہ
آدمی معلوم نہیں ہو تا تھا۔

چند ساعت خاموشی سے گزرے پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ "ارے ہاں۔ تم نے اپنا نام تو بتا
نہیں۔"

ایک لمحے کے لیے میرے دل میں آیا کہ اسے اپنا صحیح نام بتا دوں مگر پھر میں نے سوچا۔ اس کی لائ
دوسری ہے ممکن ہے نواز اصغر بھی اس کے لیے اجنبی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اسے اپنا نام پیکر بتایا۔

"خوب مسٹر پیکر! آپ کہاں جا رہے تھے اور آپ کا جغرافیہ کیا ہے؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"میں بھی پیرس ہی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"واقعی؟" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"کیوں۔"

"ارے بس یونہی سوچ رہا تھا کہ کوئی تو ساتھی ہو جس کے ساتھ پیرس جایا جائے۔ حالانکہ سفر زیاد
طویل نہیں ہے لیکن میں ساتھیوں کا شوقین ہوں۔ ہمیشہ کسی نہ کسی کو ساتھ رکھتا ہوں' اس وقت بھی اگر ت
نہ ہو تا تو میرا سفر ضرورت سے زیادہ خوشگوار ثابت ہو تا۔"

"میری طرح۔ مجھے بھی ساتھیوں کا بے پناہ شوق ہے' اس شوق میں مجھے کچھ بھی نہ ملے تو پرواہ
ہی ہوتی' ویسے مسٹر پیکر! آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے ڈوڈو! میں سیاح ہوں۔"

"واہ' بہت سارے ممالک کی سیر کی ہو گی؟"

"ہاں۔ بیشتر۔"

"سیاحت بہت اچھا مشغلہ ہے مسٹر پیکر! میں بھی کھٹمنڈو سے آ رہا ہوں۔"

"اوہو کھٹمنڈو سے آ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"جنوبی امریکہ۔ ظاہر ہے ہمارے سفر کی یہی ایک پگڈنڈی ہوتی ہے۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"کافی آدمی ہیں۔ تم ایک طرح سے پورا گروہ سمجھ لو۔ ہم سب کھٹمنڈو کی زیارت کر کے آ رہے
ہ۔ واہ کیا جگہ ہے۔ حشیش کی جنت۔" ڈوڈو نے مست انداز میں آنکھیں بھینچیں اور گاڑی سڑک پر لہرا
ہ۔ پھر اس نے ایک دم سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا لیکن نہ جانے کیوں گاڑی سے اچانک پھرچوں چوں کی
ازیں آنے لگی تھیں۔

"یہ کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' کچھ نہیں چلتے رہو۔" میں نے جواب دیا۔

ڈوڈو کچھ دیر پریشان رہا' پھر اس کے بعد صحیح ہو گیا۔ لیکن اس کی بدقسمتی تھی کہ لنکاسٹر تک پہنچنے کے
یان کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں ہم کھانا کھا سکتے۔ میں نے محسوس کیا کہ ڈوڈو مرجھاتا جا رہا ہے اور جب ہم
شہر پہنچے تو اس نے میرا بازو پکڑ کر بڑے ملتجی انداز میں کہا۔

"میرے دوست! پہلے مجھے کھانا کھلا دو' ورنہ میں مرجاؤں گا۔" اس کا لہجہ روہانسا ہو گیا تھا۔

"ہاں ضرور ضرور۔ آؤ گاڑی یہیں روک دو۔" میں نے کہا اور نگاہیں چاروں طرف گھمانے لگا۔

لنکاسٹر کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ہم داخل ہو گئے اور سب سے پہلے میں نے ڈوڈو کے پیٹ کا
غ بھرا۔ ڈوڈو نے کھانے کے بعد کئی بڑی بڑی ڈکاریں لیں۔ ویسے کھانا اس نے جس انداز میں کھایا تھا'
سے نہ صرف میں بلکہ ہوٹل میں موجود دوسرے لوگ بھی حیران تھے۔ بڑا ہی خوش خوراک آدمی تھا اور
رہے اس کی جسامت بھی ویسی ہی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ دیر تک کرسی سے ٹکا رہا' اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میں اس کے
بغل دیکھ رہا تھا۔

بڑی نرمی تھی اس کے چہرے پر۔ سیدھا سادا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ زیادہ فریبی نہیں' ورنہ ا
کی حرکات کا شکار نہ ہوتا۔ ویسے کار الٹنے پلٹنے کا واقعہ مجھے اب بھی یاد تھا اور اس سے اس کی بے پناہ قو
اندازہ ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ہوٹل سے واپس آ گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے دوست!" ڈوڈو نے پوچھا۔

"تم بتاؤ ڈوڈو! کیا لنکاسٹر میں رکنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ضروری تو نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"بس یہاں سے لندن چلتے ہیں۔"

"اسی کار کے ذریعے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

"ڈوڈو میرا کچھ اور مشورہ ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کار لندن تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ مجھے اس کے کل پرزوں میں گڑبڑ نظر آ
ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو دوست؟"

"ہاں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"بہتر یہی ہے کہ تم اسے یہیں کہیں فروخت کردو۔ جو کچھ بھی مل جائے بہتر ہے۔"

"اوہ لیکن کیا اس کا فروخت ہونا آسان ہوگا؟"

"کوشش کرتے ہیں اور بہرصورت اس سے پیچھا تو چھڑانا ہی ہے' ورنہ اگر اسی سے سفر کر
ٹھانی تو ممکن ہے ہمیں لندن تک پہنچتے پہنچتے ہفتوں لگ جائیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے پیکر! اور اب تو میں خود بھی اس سے عاجز آگیا ہوں اور اب تو اس کی چھت چپک گئی ہے۔ اسے تو اب کوئی کباڑی ہی خریدے گا۔"

اور پھر ہم نے لنکاسٹر کی سڑکوں پر گھوم کر ایسے کباڑی کی تلاش شروع کردی جو پرانی کاریں خ
ہو۔ یہاں اس قسم کا کاروبار کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن بہرصورت ڈوڈو کو ایک ایسا شخص مل
جس نے اس کار کی بہت تھوڑی سی قیمت لگائی تھی۔ ڈوڈو نے آنکھیں بند کرکے ہاتھ پھیلا دیئے۔

"نکالو۔ نکالو۔" اور اس شخص نے کچھ رقم ڈوڈو کے حوالے کردی۔ ڈوڈو نے کار کی چابی اس
حوالے کردی۔

"بڑی سستی فروخت کردی تم نے ڈوڈو!" میں نے سوال کیا۔

"میرے دوست پیکر! میں کبھی بھی کسی گزری ہوئی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا۔"

"خریدی کتنے کی تھی؟"

"اس سے چھ گناہ زیادہ رقم کی۔"

"اور اب....."

"بس بس ٹھیک ہے' اس سے جان چھڑانا تھی سو چھڑالی۔ اور اب جیب میں اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ آؤ۔" وہ مست انداز میں بولا اور ہم آگے بڑھ گئے۔

کار سے پیچھا چھڑا لیا گیا تھا۔ پھر ہم اسٹیشن پہنچ گئے اور ایکسپریس گاڑی میں سوار ہوگئے۔

ڈوڈو واقعی ایک مست آدمی تھا۔ راستے بھر نہ جانے مجھ سے کہاں کہاں کی باتیں کرتا رہا۔ نشہ آور ادویات کے بارے میں اس کی معلومات کافی وسیع تھیں۔ وہ مجھے اپنے دوستوں کے بارے میں بتاتا رہا۔

"تمہیں معلوم ہے میرا چیف کون ہے؟" ڈوڈو نے آنکھیں بند کرکے جھومتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"اس کا نام جینگو ہے۔ پیرس کی حسین لڑکیوں کے دلوں کی دھڑکن۔ ارے میں تمہیں کیا بتاؤں' لڑکیاں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں۔ ایک دفعہ وہ پیرس کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ بے شمار حسین لڑکیاں سڑک پر لیٹ گئیں کہ وہ ان کے سینوں پر سے پاؤں رکھتا ہوا گزرے۔"

"واہ۔" میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اچھا گپ باز معلوم ہوتا تھا۔ "پھر جینگو نے کیا کیا؟"

"جینگو نے راستہ ہی بدل دیا۔ وہ اپنے پیروں کو بھی لڑکیوں کے جسموں سے نجس کرنا نہیں چاہتا۔"

"پر آخر وہ ہے کون؟"

"گویا۔ ایسا خوبصورت گویا جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ وہ گٹار بجاتا ہے تو زمین و آسمان کی گردش رک جاتی ہے۔ بس تم بھی سنو گے تو ہمیشہ کے لیے اس کے غلام بن جاؤ گے۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"پیرس میں۔ وہیں تو میں جارہا ہوں۔ اصل میں پہلے میں پیرس ہی میں تھا لیکن اس کے بعد جینگو نے مجھے ایک کام سے یہاں بھیجا۔ یہاں آکر میں خاصے دن خوار پھرتا رہا اور پھر میں نے جینگو کا وہ کام کردیا۔ لیکن خود واپس نہ پہنچ سکا۔ اور اس کے بعد یہ حماقت ہوگئی۔ بس میں یہی حماقتیں تو کرتا رہتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ میں جتنا لمبا تڑنگا ہوں اتنا ہی احمق بھی ہوں۔" وہ ہنسنے لگا لیکن اس کے انداز میں ایک عجیب سی معصومیت تھی۔

مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ڈوڈو جینگو سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ بہرصورت پھر میں نے اسے خوش

کرنے کے لیے جینگو کے بارے میں بے شمار سوال کیے اور نوبت وہیں تک پہنچ گئی۔ یعنی جینگو بھی تر
خادم تھا اور کٹھمنڈو کا سفر کرنے کے بعد ترلوکا کے پاس واپس جا رہا تھا۔

ٹرین کا سفر جاری رہا۔ ڈوڈو بلاشبہ ایک اچھا ساتھی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس کے
کچھ وقت گزارا جائے۔ اس کے ساتھی جینگو کو بھی دیکھا جائے۔ کہ وہ کیسا گویا ہے۔

"پیرس میں کہاں قیام کرو گے؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"پہلی بار جا رہا ہوں' کوئی نہ کوئی جگہ تلاش کرلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہمارے ساتھ ہی قیام کرو۔ میں جینگو سے تمہاری سفارش کروں گا۔ اسے کوئی تکلیف
ہوگی...... وہ لمبے ہاتھ والا ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے اس کی پیشکش قبول کرلی۔

"جینگو شہنشاہ ہے۔ ایک بار جو اس سے گفتگو کرلیتا ہے' پھر وہ جینگو کو نہیں بھولتا۔ پیرس کے
بڑے گھرانوں کی لڑکیاں اس پر جان چھڑکتی ہیں لیکن جینگو جسے چاہے اپنی قربت بخش دے۔"

"وہ لڑکیوں کو قرب بخشتا ہے؟"

"شاذو نادر۔ اگر کوئی اسے پسند آجائے۔"

"مالی وسائل کیا ہیں اس کے؟"

"ارے اسے کیا ضرورت ہے۔ ایک اشارہ کردے تو دولت کے ڈھیر لگ جائیں۔ کٹھمنڈ
یہاں تک دولت لٹاتا پہنچا ہے۔ بے شمار سیاح اور نروان کے متلاشی اس کے مرید ہیں اور اس کے سہا
پلتے ہیں۔"

"خوب۔ گویا وہ ترلوکا کا ہمعصر ہے۔"

"ترلوکا!" ڈوڈو چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آرہے تھے۔ "تم نے ترلوکا
بڑی بے ادبی سے لیا ہے لیکن تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں اس شخص سے اچھی طرح واقف ہوں جس کا وہ پیروکار ہے۔"

"تب تمہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس کے پیروکار اسے بہت مانتے ہیں اور اس کا نام بے ادبی
نہیں سن سکتے۔"

"تم بھی اس کے پیروکار ہو؟" میں نے پوچھا۔

"دل و جان سے۔ اسی کے اشارے پر ہم نے یہ سفر کیا تھا اور اب اسی کے پاس واپس جا
ہیں۔"

"اوہ۔ تم تو ترلوکا کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور جینگو بھی ترلوکا کا مرید ہے؟"

"ہاں' وہ ترلوکا کی تعلیمات کا پرچار کرتا ہے۔ ہم نے کٹھمنڈو کے سفر کے دوران بے شمار مرید
ائے ہیں۔" ڈوڈو نے بڑی ہی عقیدت سے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

میرے ذہن میں ترلوکا کے بارے میں بے شمار خیالات آرہے تھے۔ اس ہستی کا نام میں طویل
صے سے سن رہا تھا۔ کئی بار میرے ذہن میں اس کا خیال آیا تھا لیکن کوئی خاص بات نہیں سوچی تھی میں
نے بس اسے بھی ان لوگوں کی سنک سمجھا تھا۔

"وہ عظیم ہے اور اس کی تعلیمات۔ واہ۔ جتنا سوچو ڈوبتے جاؤ۔ کبھی اس کے بارے میں جاننے کی
شش کرو۔"

"کروں گا۔" میں نے کہا اور وہ خوش ہوگیا۔

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں۔ ضرور۔"

"تب تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہا۔ اب میں خود تمہیں ترلوکا کے مہمانوں میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جو
جو ترلوکا کی تعلیمات سے متاثر ہوتے ہیں' ہمارے مہمان ہوتے ہیں اور ہمارے لیے قابل عزت۔"

میں خاموش ہی رہا۔ ڈوڈو حد سے زیادہ مخلص ہوگیا تھا۔ بہر حال گاڑی وکٹوریہ اسٹیشن پہنچ گئی۔
ں سے دوسری گاڑی کے ذریعے ڈوور پہنچنا تھا جہاں سے پیرس کے لیے اسٹیمر مل سکتا تھا۔

ڈوڈو نے خود ہی ٹکٹ وغیرہ خرید لیے اور پھر ڈوور کے لیے چل پڑے۔ اور بالآخر ایک دیو ہیکل
مر ہمیں لے کر پیرس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب چل پڑا۔ اس پورے سفر میں رات ہوگئی تھی۔ انگلستان
ساحل پر ڈوور کی مشہور سفید چٹانیں صاف نظر آرہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی
شنیوں سے منور تھا۔

لندن کی کافی یادیں میرے ساتھ تھیں لیکن یادوں کا کیا' یہ یادیں تو زندگی کے ہر لمحے کے ساتھ چمٹی
ی ہیں۔ گزری ہوئی داستانیں بے معنی ہوتی ہیں۔ بس آنے والا وقت ہی سب کچھ ہے۔

عرشہ سنسان پڑا تھا۔ مسافرات کی خنکی اور سمندر کی سرد ہواؤں سے بچنے کے لیے اسٹیمر کی نچلی
میں پہنچ گئے تھے۔ ڈوڈو بھی کچھ اداس نظر آرہا تھا۔ بہت دیر سے اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔
اس کی جسامت قابل دید تھی۔ بیٹھا ہوا تھا لیکن پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ بہت دیر کے بعد اس نے جماہی لی
پھر چونک پڑا۔

"پیکر!" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہوں۔"

"ان خنک ہواؤں میں بھی تمہیں نیند آرہی ہے؟"

"نیند۔ نہیں تو۔"
"اونگھ تو رہے ہو۔"
"تو پھر کیا کروں؟ تم بھی باتیں نہیں کر رہے۔"
"یار! میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" ڈوڈو نے پرخیال انداز میں کہا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے پوچھا لیکن ڈوڈو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھ
کر بولا۔
"کچھ پیو گے؟"
"ہاں، اگر کافی مل جائے تو اس وقت عمدہ لگے گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔
"اوہ۔" ڈوڈو نے برا سا منہ بنایا۔ "کافی بھی کوئی پینے کی چیز ہے۔ اسٹیمر کی نچلی منزل میں شرا
گی۔ عمدہ شراب اور بہت سستی، ڈیوٹی فری۔ آہ۔ اس وقت سارے لوگ پی رہے ہوں گے۔"
"تم کیوں نہیں پی رہے؟"
"میں..... میں دراصل یہی سوچ رہا تھا۔ میرے اندر ایک خرابی ہے ڈیئر پیکر!" ڈوڈو نے اف
میں کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"میں بہک جاتا ہوں۔" وہ شرمندہ سے لہجے میں بولا۔
"پیتے بھی اپنی جسامت کے لحاظ سے ہو؟"
"اوہ نہیں، میرے دوست! یہی تو خرابی ہے۔ چرس کے تیس سگریٹ پلا دو ایک ساتھ۔ کا
نشہ ہو۔ اتنا کرا دو جتنا دس آدمی مل کر کرتے ہیں۔ لیکن شراب۔ نہ جانے کس کی بد دعا ہے تھوڑ
لوں تو بہک جاتا ہوں۔"
"تمہیں تو سنبھالنا بھی مشکل ہوگا؟"
"مشکل ہی نہیں، ناممکن ہوتا ہے۔" ڈوڈو نے کہا۔ "ہاں، اگر تم ایک بات کا وعدہ کرو تو چلو
"جی، فرمائیے۔"
"جب میں چوتھا پیگ لوں تو بوتل اٹھا کر اوپر آجانا اور مزید چند پیگ پلا کر میرے سر پ
دے مارنا مگر ضرب ایسی ہو کہ میں بے ہوش ہو جاؤں۔" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔
"سر پھٹ گیا تو؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"پھٹ جانے دو۔ اس موسم میں شراب نہ پینا بھی تو جرم ہے۔" اس نے بدستور بھرائی ہ
میں کہا اور میں ہنستا رہا۔
نایاب چیز ملی تھی لیکن بہرحال ذہن سے جمود توڑنے کا باعث بنی تھی۔ میں دلچسپی محسوس ک

چلیں۔" اس نے میرا بازو پکڑ کر اٹھا دیا اور میں اس کے ساتھ نچلی منزل کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی
چل پڑا۔
سیڑھیاں اتر کر ہم نیچے پہنچے۔ درحقیقت قہوہ خانے کا ماحول بڑا دھواں دھار تھا۔ انگریز اور فرانسیسی
اور عورتیں قہوہ خانے میں بھرے ہوئے تھے۔ دو کاؤنٹر تھے جن میں سے ایک میں شراب ملتی تھی اور
رے پر اسنیک قسم کی چیزیں۔ لیکن قہوہ خانے کی ہر میز پر شراب نظر آ رہی تھی۔ جن لوگوں کو بیٹھنے کی
نہیں ملی تھی وہ کھڑے ہوئے ہی شغل کر رہے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ تھے۔ ہر شخص اپنے آپ
مگن، ایک دوسرے سے لاپروا، اپنی ذات میں گم تھا۔
ڈوڈو مجھے لیے ہوئے شراب کے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنے اور میرے لیے شراب طلب
۔ اس نے پیگ لینے کے بجائے پوری بوتل خرید لی تھی۔ ایک بوتل اپنے لیے اور میری پسند کی میرے
۔ پھر گلاس لیے ہوئے ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ بیٹھنے کی کوئی جگہ تو تھی نہیں چنانچہ ایک اسٹینڈ کے
یک کھڑے ہو کر ڈوڈو نے شراب کی بوتل کھولی۔ سروس کرنے والے ویٹر نے برف اور جگ لا کر رکھ دیا
۔ لیکن ڈوڈو نے ان دونوں چیزوں کو ہوا میں ہلایا اور برف کو جگ میں ڈال کر ایک طرف رکھ دیا اور اپنے
س میں شراب انڈیلنے لگا۔ پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔
"ور تم مسٹر پیکر! میرا خیال ہے شراب میں کسی قسم کی شمولیت مناسب نہیں ہوتی۔ یہ واحد ہے
اسے واحد ہی رہنا چاہیے۔" اس نے کہا لیکن میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔
چنانچہ میں نے اپنے گلاس میں تھوڑی سی شراب ڈالی۔ اور جگ اٹھا کر گلاس میں برف بھر لیا تھا اور
وایک ہی سانس میں آدھا گلاس خالی کر گیا۔
اس جیسی جسامت کے آدمی کے لیے یہ بات بہت زیادہ مشکل نہیں تھی لیکن چونکہ اس نے خود
مجھے اپنی اصلیت بتا دی تھی اس لیے اس کے اس طرح پینے کے انداز سے میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا تھا۔
انے اپنے گلاس کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیں اور ڈوڈو آدھی بوتل خالی کر گیا۔
"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔
"یس مسٹر پیکر!" اس نے مودب انداز میں میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"تم، میرا خیال ہے جلد بازی کر رہے ہو۔"
"جلد بازی۔" وہ آہستہ سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا لیکن
وکی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ چند ساعت کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور بولا۔
"میرا خیال ہے نہیں۔ اور پھر اگر اس کے لیے جلد بازی نہ کی جائے تو یہ اس کی توہین ہے، ناراض
باتی ہے یہ۔"
"پھر بھی میرا خیال ہے تم اس سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرو، بجائے اس کے کہ اس بے

دردی سے اسے سینے میں اتار رہے ہو۔"

"اچھا۔" ڈوڈو نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پھر دیر تک رکا رہا۔ اس دوران میں دوسرا گلاس بنا چکا تھا۔

میں اس گلاس کی چسکیاں لیتا رہا اور ڈوڈو ساکت و جامد' ہال پر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ میں بھی ساتھ شامل ہو گیا۔

اکثریت میز اور کرسیوں پر ٹانگیں لٹکائے سونے اور جاگنے کے مراحل میں تھی۔ درواز ساتھ چند لوگ ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے۔ سازندوں کا ایک طائفہ ایک جانب اپنے لمبے لمبے کھڑا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ مسافر تھے یا یہیں سے تعلق رکھتے تھے۔ بہرصورت ایک عجیب و غریب اور اس ماحول میں منشیات کی خوشبو بھی شامل تھی۔

ڈوڈو چندھیائی ہوئی نگاہوں سے ماحول کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے چونک کر بوتل کی طرف شرمندہ نظر آنے لگا۔

"ارے ارے۔ تم..... تم تو یونہی منتظر بیٹھی ہو جان من! میں تو تمہیں بھول ہی گیا تھا۔" جلدی بوتل اٹھالی۔ اس بار شاید وہ گلاس ہی بھول گیا تھا' پھر اس نے دونوں ہونٹ اس طرح سکوڑ کسی کو بوسہ دے رہا ہو۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ بوتل کو ہونٹوں تک لے گیا اور بڑے پیار سے منہ سے منہ لگا دیا۔

"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

"ہو ہو۔" وہ بوتل منہ سے لگائے لگائے بولا۔ اور پھر اس کا آخری قطرہ تک چوس گیا۔" موجودگی میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی سمجھے لیکن...... یہ تو..... ارے یہ تو ختم ہو گئی۔"

"تم نے کیا کہا تھا کہ چار پیگ کے بعد میں تمہیں اوپر لے جاؤں۔"

"کہا ہو گا۔"

"اور تم پوری بوتل خالی کر گئے۔"

"ایک منٹ۔" ڈوڈو نے ہاتھ اٹھایا اور پھر اپنے چمڑے کے کوٹ کے تسمے کھول دیے۔ دیکھ رہے ہو؟" اس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس میں ایسی پچاس بوتلیں دفن ہو سکتی یقین کرتے ہو یا......."

"نہیں' نہیں۔ تم عملی تجربہ مت کر بیٹھنا۔"

"ارے میں ڈوڈو ہوں۔ جس کا لوہا بڑے بڑوں نے مانا ہے۔ مجھے جاننا چاہتے ہو تو آؤ۔ وہ لڑ آگے بڑھا۔ چڑھ گئی تھی۔ وہ دیوار سے ٹکے ہوئے سازندوں میں سے ایک کے پاس پہنچا اور بڑے اسے سلام کیا۔ سازندہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔"

"مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔

"فرمایئے۔" سازندہ اسے نیچے سے اوپر تک گھور کر بولا۔

"آپ چاروں ذرا میرے ساتھ آئیں۔" اس نے کہا اور پلٹ پڑا۔ سازندوں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر وہ چاروں اپنے ساز چھوڑ کر اس کے ساتھ آگے بڑھ آئے۔ ڈوڈو انہیں لیے ہوئے ایک میز پر پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ سے میز کا سامان سارا نیچے گرا دیا اور میز کے گرد بیٹھے لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"تشریف رکھیے۔" ڈوڈو نے بڑے خلوص سے میز کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ چاروں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے کرسیوں پر بیٹھنے کی کوشش۔ "وہاں نہیں...... آں ہاں۔ یہاں۔" ڈوڈو نے میز کے اوپر اشارہ کیا اور وہ بیٹھتے بیٹھتے پھر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو۔" ڈوڈو حلق پھاڑ کر چیخا۔ اور چاروں اچھل کر میز پر چڑھ گئے۔ دوسری میز کے لوگ چونک کر ادھر دیکھنے لگے تھے لیکن کسی نے اس معاملے میں دخل نہیں دیا۔ "اترنے کی کوشش کی تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔" وہ بولا۔ "اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔" اے اے پیکر! کہاں گئے؟ ادھر آؤ..... ادھر آؤ۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ میں آڑ میں ہو گیا۔ "دیکھو میں کیا ہوں۔ میں..... میں ڈوڈو ہوں سمجھے۔" وہ بیٹھ گیا اور پھر اس نے میز کے دو پائے پکڑے اور اسے سر سے اونچا اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں سازندے میز کے اوپر تھے اور خوف سے چیخنے لگے تھے۔ ڈوڈو انہیں لیے ہوئے چل پڑا۔ جہاں سے وہ گزر رہا تھا لوگ میزوں سے اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور خاصی ہڑبونگ مچ رہی تھی۔ بے چارے سازندوں کی شامت خواہ مخواہ آگئی تھی۔ وہ بمشکل تمام میز پر جمے ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک پھسل کر نیچے گر پڑا اور دوسروں نے خود ہی چھلانگیں لگا دیں۔

لیکن ڈوڈو میز اٹھائے اسی انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ اس کا رخ شراب کے کاؤنٹر کی طرف تھا۔ میں وہاں سے کھسک کر ایک طرف بڑھ آیا۔ ہنگامہ ہونے کا خطرہ تھا اس ہاتھی کو کون روکتا۔

ڈوڈو نے بڑے پیار سے میز کاؤنٹر کے سامنے رکھ دی اور منہ پھاڑے کھڑے ہوئے بارمین سے بولا۔ "ان چاروں کو میری طرف سے پلاؤ۔ چلو۔ ہاں تم کیا پیو گے دوستو!" اس نے میز کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں پھاڑنے لگا۔

"ارے کہاں گئے تم لوگ؟" اس نے میز کی سطح پر ہاتھ پھیر کر دیکھا اور پھر میز کے نیچے جھک کر دیکھنے لگا۔ "ارے کہاں گئے یہ سب کے سب' غا...... آ...... ئب.... ہو گئے۔ سا..... سب کے سب۔" وہ مغموم لہجے میں بولا۔

"رہنے دو' بے چارے نہ جانے کہاں گئے..... ارے پیکر! تم کہاں گئے۔ پیکر! پیکر! پیکر!....." وہ مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا دروازے کے نزدیک پہنچا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔"

لوگ اب دیواروں سے لگے ہوئے کھڑے تھے۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو سنبھالنے کی جرأت کرتا۔

لڑکیاں اور مرد سبھی سہمے ہوئے تھے۔ ڈوڈو نے اٹھنے کی کوشش کی اور دوبارہ زمین بوس ہوگیا۔

"پیکر!" ڈوڈو نے اٹھنے کی کوشش کی اور پھر مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اٹھ گیا۔ وہ جھومتا ہوا آگے بڑھا اور زینوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

سارے قہوہ خانے میں ہنگامہ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ جو نشے میں تھے ان کا نشہ بھی اتر گیا تھا۔ ڈوڈو نے جو توڑ پھوڑ مچائی تھی اس کی وجہ سے لوگ خاصے پریشان ہوگئے تھے لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ کسی نے نہ احتجاج کیا اور نا اظہار ناراضگی وہ سب ڈوڈو کے اوپر چلے جانے کے بعد پھر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے لیے یہ تعجب خیزبات نہ تھی۔ شراب پی کر کوئی بھی سانڈ اس قسم کی حرکتیں کر سکتا تھا۔

لیکن میں ڈوڈو کے لیے تھوڑا سا فکر مند ہوگیا۔ نہ جانے وہ اوپر جا کر کیا غل غپاڑہ مچاتا اور پھر میں نے اسی کی ترکیب پر عمل کرنے کے بارے میں سوچ لیا۔ یعنی اس کے سر پر کوئی ایسی چوٹ مار دی جائے جس سے یہ بے ہوش ہو جائے۔ میں آہستہ آہستہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ لوگ اب بھی ڈوڈو کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ جب میں اوپر پہنچا تو میں نے دیکھا ڈوڈو لڑکھڑاتا ہوا ایک جانب بڑھ رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک لکڑی کا ہتھوڑا نظر آیا جو جہاز کے لنگر کے نزدیک پڑا ہوا تھا۔ میں نے ہتھوڑا دونوں ہاتھوں میں اٹھالیا۔ ہتھوڑا خاصا وزنی تھا۔ تب میں آہستہ سے ڈوڈو کے پیچھے چل پڑا۔

ڈوڈو جھوم رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے ہتھوڑا اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ ڈوڈو کھڑا ہوگیا۔ پھر میری جانب پلٹا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بعد فرش پر اوندھا لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ میری ترکیب کارگر ثابت ہوئی تھی۔ ویسے اس بگڑے ہوئے سانڈ کی اس حرکت پر مجھے حیرت بھی تھی اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔ بلاشبہ اس نے سچ کہا تھا۔ شراب کی ایک بوتل اس جیسے آدمی کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن وہ اسے پینے کے بعد اتنا آؤٹ ہوگیا تھا کہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ خنک ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور اسٹیمر ڈنکرک کی بندرگاہ کی جانب رواں دواں تھا۔ مجھے بھی اس کم بخت کی وجہ سے سردی کھانا پڑ رہی تھی۔ ورنہ قہوہ خانے میں شراب کی بجائے گرم گرم کافی مزہ دے جاتی۔ گو میں نے شراب کے چند پیگ لیے تھے۔ اور باقی بوتل یونہی چھوڑ آیا تھا لیکن شراب نے کوئی خاص لطف نہیں دیا تھا سوائے اسکے کہ کان کی لوئیں گرم ہوگئی تھیں۔

رودبار انگلستان کی موجیں اسٹیمر سے ٹکراتیں اور ٹھنڈے پانی کی پھواریں بلند ہو جاتیں۔ کسی اور موسم میں یہ پھواریں بڑی دلکش لگتیں لیکن اس وقت بھلی نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ کمبخت ڈوڈو دنیا مافیہا سے بے خبر اوندھا پڑا ہوا تھا اور اب اس کے حلق سے خراٹے بھی بلند ہونے لگے تھے۔

رودبار انگلستان کا سفر آہستہ آہستہ طے ہو رہا تھا۔ اسٹیمر کی رفتار بھی سست تھی اور پھر بقیہ رات میں نے کسی ایسی بیوی کی مانند ڈوڈو کے نزدیک بیٹھ کر گزار دی جو اپنے شوہر کی لاش لے کر سفر کر رہی ہو۔
صبح کاذب کے آثار کے ساتھ ہی ڈنکرک کا شہر دکھائی دینے لگا تھا۔ اکثر مسافر قہوہ خانے سے نکل آ

اوپر عرشے پر آچکے تھے اور پھر بندرگاہ میں داخلے کا بھونپو زور زور سے بجنے لگا۔

اس بھونپو کی آواز سے ہی ڈوڈو بھی جاگا تھا۔ اس نے کروٹ بدلی اور چت ہوگیا۔ اب اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پھر پانی کی ایک تیز لہر نے زور سے پھوار اڑائی اور ڈوڈو بھیگ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تڑک کر اٹھ بیٹھا تھا اور پھر وہ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اور آخر میں اس کی نگاہ مجھ پر آ ٹکی۔

"آہ۔ پیکر میرے دوست!" اس نے منہ چلاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا نشہ اتر گیا یا اب بھی نشے میں ہو؟" میں نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اور وہ بڑے پر خلوص انداز میں مسکرانے لگا۔

"سر کی تکلیف بتاتی ہے کہ تم نے ہدایت پر عمل کیا ہے۔" وہ اپنے سر کی پشت پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "لیکن میرا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دس بوتلیں پینے کے بعد بھی اگر چند گھنٹے سونے کو مل جائیں تو پھر نشے کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ غالباً" ہم ڈنکرک میں داخل ہو چکے ہیں۔؟"

"ہاں۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

لیکن اس نے میرے لہجے پر توجہ نہیں دی اور اٹھ کھڑا ہوا اسٹیمر بندرگاہ میں لنگر انداز ہوگیا تھا اور مسافروں میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ پھر لوگ نیچے اترنے لگے۔ ڈوڈو اب پوری طرح فارم میں تھا۔ ہم لوگ بھی نیچے اتر آئے اور کسٹم ہاؤس کی طرف چل پڑے۔

"ٹرین میں سوار ہونے سے قبل میں ناشتہ کروں گا۔ جب جیب میں پیسے ہوں تو آدمی بھوکا کیوں مرے۔ آؤ۔" اس نے کہا اور ہم ایک چھوٹے سے ہوٹل کی جانب بڑھ گئے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ٹرین میں آ بیٹھے۔ ڈوڈو پر اب قنوطیت سی طاری ہوگئی تھی۔ عجیب وغریب کردار کا انسان تھا۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ بہرحال مجموعی حیثیت سے برا نہیں تھا۔

پیرس کی آب و ہوا مجھ پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ ٹرین نے ڈنکرک کی بندرگاہ چھوڑ دی اور پیرس کے نواح میں دوڑنے لگی۔ میں اب ترلوکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید میری زندگی میں کسی نئے پہلو کا آغاز ہونے والا تھا۔

اور ایک نئے ہنگامی دور کا آغاز

ڈوڈو ----- جینگو ----- اور

----- ترلوکا -----

☆ ☆ ☆

بالآخر ٹرین سینٹ لالہ زار کے اسٹیشن پر جا کھڑی ہوئی۔ بہت ہی خوبصورت اسٹیشن تھا۔ ڈوڈو اپنا مختصر سامان اٹھا کر ٹرین سے نیچے پلیٹ فارم پر اتر آیا اور مسکرا کر مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس

کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

پلیٹ فارم سے باہر نکل کر ڈوڈو نے میرا شانہ پکڑ لیا اور ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ لمبی سی کار ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اور ڈرائیور نیچے اتر آیا اور اس نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

ڈوڈو نے اپنا مختصر سامان کار میں پھینکا اور اندر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں چلوں موسیو؟" ٹیکسی ڈرائیور نے فرنچ میں پوچھا۔

"بوئے ڈی بولون" ڈوڈو بھاری لہجے میں بولا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن جھکا کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

میں اس علاقے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ سڑک کے ساتھ ساتھ دریائے سین بہہ رہا تھا...... بوئے ڈی بولون پہنچ کر میں دنگ رہ گیا۔

"میرے خیال میں یہ علاقہ پیرس کے خوبصورت ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے" میں نے ڈوڈو کی جانب دیکھ کر اس سے سوال کیا۔

"یس پیکر! بوئے ڈی بولون کا شمار پیرس کے خوبصورت علاقوں میں ہوتا ہے اور میرا خیال ہے دریائے سین نے اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا ہے" ڈوڈو نے جواب دیا اور میں...... بوئے ڈی بولون کے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

پیرس کی یہ نواحی بستی دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ میلوں دور تک چلی گئی تھی۔ دریا کے کناری چھوٹے چھوٹے رہائشی مکان نظر آ رہے تھے جو انتہائی پرسکون اور حسین سبزہ زاروں میں گھرے ہوئے تھے۔ چند جگہوں پر خوش نظر باغیچوں کے مقابل، پانی میں ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ مکانوں اور ہاؤس بوٹوں کا سلسلہ ختم ہوا تو دریا کے کنارے ایک وسیع و سرسبز سیرگاہ دکھائی دی۔

یہ منظر نہایت خوبصورت تھا۔ شاہ بلوط اور بید کے درختوں کی چھاؤں میں چند بوڑھے مچھلی کے شکار میں مصروف تھے۔

سیرگاہ ختم ہونے کے بعد انہی درختوں کے عقب میں ایک خوبصورت عمارت نظر آئی جو دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ تھی۔ ٹیکسی اس عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

ڈوڈو نے نیچے اتر کر ٹیکسی ڈرائیور کو ادائیگی کی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھنے لگا۔ سرخ بجری کی روش سے گزر کر ہم عمارت کے پھاٹک پر پہنچ گئے۔

وہ تمام علاقہ ہمارے دائیں ہاتھ پر تھا۔ بائیں بازو پر پیرس کے متمول لوگوں کے سفید براق مکانوں کی قطاریں تھیں جو فرانسیسی طرز تعمیر کا خوبصورت نمونہ تھیں۔ میں نے بوئے ڈی بولون کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا اور ڈوڈو کے ساتھ اس دلکش عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

اندر داخل ہونے کے بعد ہم عمارت کے بائیں سمت بنے ہوئے اس لمبے ہال کی جانب چل:

میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان کھڑکیوں کے آگے بارش سے بچاؤ کے لیے ہلکے ہلکے ن نظر آ رہے تھے۔ طرز تعمیر خالص فرانسیسی تھا۔ لیکن انداز کچھ ایسا تھا جیسے فوجی بیرکوں کا ہوتا ہے۔

ڈوڈو مجھے لے کر انہی بیرکوں کی طرف چل پڑا۔ کھڑکیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دروازے بھی ڈوڈو ایک دروازے کے سامنے پہنچا اور اس کا تالا کھولنے لگا اور پھر ہم اندر داخل ہو گئے۔

نفیس فرنیچر سے آراستہ خاصا وسیع کمرہ تھا جس میں باتھ روم اور کچن بھی شامل تھا۔ باہر سے دیکھنے سوس ہوتا تھا کہ عمارت اندر سے اتنی کشادہ نہیں ہو گی لیکن کمرے وسیع تھے اور اس میں ایک ہی بستر

"یہ اپنی عیش گاہ ہے" ڈوڈو نے مسکراتے ہوئے مجھے بتایا۔

"تم یہاں رہتے ہو ڈوڈو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے تمہیں یہ علاقہ کافی پسند آئے گا" ڈوڈو نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈوڈو۔ پسند آئے گا نہیں بلکہ پسند آ چکا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو پیکر، یہ عمارت کتنے دن میں تعمیر ہوئی تھی؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"صرف چالیس دن میں۔ تقریباً دو ہزار مزدوروں نے جدید ترین مشینوں کے ذریعے یہ عمارت ر کی تھی کیونکہ اس کی فوری تیاری کا آرڈر جینگو نے دیا تھا"۔

"لیکن اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"جینگو کچھ عرصے تک یہاں قیام کرنا چاہتا تھا" ڈوڈو نے جواب دیا۔

"گویا وہ جس ملک میں یا جس شہر میں قیام کرتا ہے وہاں اپنی ذاتی عمارت تیار کرا لیتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ اس کا اصول ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہی جگہوں پر رہتا ہے جو اس کی ملکیت ں"۔

"اور وہ ترلوکا کا پیرو ہے؟"

"ہاں۔ زبردست"۔

"لیکن ڈوڈو، تمہارا یہی ازم تو ان سارے لوازمات کی نفی کرتا ہے۔ تم لوگوں [illegible] یہ تو یہ ہے کہ ان کی چھت اور زمین کا بستر موجود ہو تو ہر جگہ عیش گاہ ہوتی ہے"۔

"بالکل ٹھیک، لیکن انسانی قدروں میں جو چیزیں افادیت رکھتی ہیں، اگر انہیں اپنا لیا جائے تو اس میں کی برائی تو نہیں ہے۔ ہمیں معاشرے کے ان افکار کو ذہن میں رکھنا ہوتا ہے جو ہمارے مسلک پر اثر انداز ۔ لیکن اس کے علاوہ جینگو کے ساتھ اس کے اپنے جتنے ساتھی ہیں، جینگو چاہتا ہے کہ وہ عام لوگوں

میں اس انداز میں شامل نہ ہوں کہ کسی کی کوئی بات ان کو متاثر نہ کر سکے۔ وہ اپنے گروہ کو منفرد
ہے۔ شام کو وہ تمام ساتھیوں کو اپنے گرد جاتا ہے اور اپنے طور پر ان کا امتحان بھی لیتا رہتا ہے کہ ان
کوئی بدکنے والوں میں سے تو نہیں ہے"۔

"گویا جینگو تم لوگوں کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے"۔

"ہاں"۔

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم ترلوکا کے خادم ہیں اور جینگو کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہ
طور بھٹکنے نہ دے۔ ایک طرح سے وہ ترلوکا کی تبلیغی مہم پر نکلا ہے۔ اور اس تبلیغ کے لیے جو آدمی
ساتھ ہیں' ان کی ذہنی بقا بہت ضروری ہے"۔

"لیکن ڈوڈو' تم تو اس سے کافی دور تھے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"بیٹھو" ڈوڈو نے مسکراتے ہوئے ایک صوفے کی جانب اشارہ کیا اور میں پاؤں پھیلا کر صو
بیٹھ گیا۔

"دراصل ان لوگوں پر جو اپنے عقائد میں پختہ ہو جاتے ہیں اور جنہیں ترلوکا کی طرف سے ا
بخش قرار دے دیا جاتا ہے' کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کا کام ترلوکا کے مشن کو آگے بڑھانا ہو
ان پر اعتبار کیا جاتا ہے اور اس اعتبار کے بعد ہی انہیں اتنی آزادی ملتی ہے کہ وہ عوام میں گھل مل جائ
انہیں اپنا ہمنوا بنائیں"۔

"خوب۔ گویا ترلوکا اپنے اس مشن کو ساری دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔ اس کا یہی خیال ہے اور وہ پرامید ہے کہ ایک دن دنیا تہذیب کے جھوٹے بندھنوں
نکل آئے گی۔ اس مشن میں ترلوکا اور اس کے ساتھی جس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ تم
ہر ملک میں کر سکتے ہو سوائے ان چند ممالک کے جو ان چیزوں سے متاثر نہیں ہوتے"۔

"ان چند ممالک میں کون کون سے ممالک شامل ہیں؟"...... میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اسلامی ممالک" ڈوڈو نے نفرت بھرے انداز میں کہا جیسے وہ ان ممالک سے بے حد بددل ہو

لیکن نہ جانے کیوں مجھے ڈوڈو کا یہ نفرت بھرا انداز اچھا نہیں لگا۔ اس کی بات نے میرے
خاص اثر کیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے مگر ڈوڈو نہیں جانتا تھا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ تاہم
کسی سے خوفزدہ تھا اور اگر ترلوکا کو اپنے مشن میں کہیں ناکامی ہوئی تھی تو یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ وہ
ہم مذہب لوگ تھے۔ خوف کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا سرور میرے دل و ذہن پر طاری تھا۔ حالا
جیسے انسان کے لیے مذہب اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میرا نام تو نواز اصغر ضرور تھا لیکن میں مذہ
بہت دور تھا۔ مذہبی افکار و افعال مجھ سے دور جا چکے تھے اور بظاہر تو اب میں کسی مذہب میں شامل ہی

لیکن نجانے کیوں ذہن و دل پر ایک وجد طاری ہو گیا تھا۔

دیر تک میں ڈوڈو سے کوئی بات نہ کر سکا۔ ڈوڈو نے اس دوران چند باتیں کیں لیکن اس کی کوئی
بات بھی میری سمجھ میں نہ آئی۔ میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز گونج رہی تھی۔ ذہن کچھ کہہ رہا تھا
لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں؟ نہ جانے کیوں؟

"شاید تم تھکن محسوس کر رہے ہو پیکر" ڈوڈو نے کہا۔ "جاؤ باتھ روم میں جاؤ اور نہا دھو کر آرام
کرو۔ میں تو ابھی تھوڑی دیر تک مصروف رہوں گا۔ ویسے تم یہاں ایک پرسکون زندگی گزار سکتے ہو۔ کسی
قسم کا تردد ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں"۔

"تمہارا شکریہ ڈوڈو" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

جب میں باتھ روم سے نکلا تو ڈوڈو اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسے کچھ کام ہے۔
ویسے اس وقت مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں ایک آرام دہ مسہری پر جا کر لیٹ گیا۔ ابھی لیٹے
ہوئے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ گردن سے لے کر ٹخنوں تک سفید اور سادہ لباس میں ملبوس ایک لڑکی
ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس کے خوبصورت سنہرے بال نیچے تک پھیلے ہوئے تھے۔

اندر آ کر وہ احتراماً جھکی۔

"آپ کا نام مسٹر پیکر ہے نا؟"

"ہاں" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کافی لائی ہوں۔ اگر سونا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی' ورنہ کافی پینے کو دل چاہے تو بنا کر پیش کر
دوں"

"شکریہ' پلا دو" میں نے کہا اور وہ مسکرائے بغیر ایک طرف بڑھ گئی۔ اس نے کافی کی ٹرے ایک میز
پر رکھی اور ایک سادہ سے پیالے میں کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے کافی کا پیالہ ایک جانب رکھ دیا۔ میں اس
دوران...... لڑکی کا بغور جائزہ لیتا رہا۔

اس کے انداز میں کوئی اتراہٹ یا کوئی احساس نہیں تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر
ہے۔ یا یہ سوچ رہی ہے کہ کوئی اجنبی اس کمرے میں موجود ہے۔ جب اس نے کافی کا پیالہ لا کر میرے
سامنے رکھا تو اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"معاف کیجئے مس" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"آپ بھی یہیں رہتی ہیں؟"

"ہاں" اس کی سپاٹ آواز ابھری۔

"ترلوکا کے خادموں میں سے ہیں؟"

"ہاں"۔

"کیا نام ہے آپ کا؟"

"نین" اس نے جواب دیا۔

"آپ کے بولنے کا انداز مشینی ہے" میں نے قدرے بے تکلفی اختیار کی۔

"اوہ، نہیں جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ کو یہ احساس ہوا۔ میں آپ کا احترام کرتی ہوں"۔

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ مسٹر جینگو کے مہمان ہیں" اس مرتبہ اس کی آواز میں تھوڑی سی تبدیلی تھی۔

"آپ مسٹر جینگو کا بہت احترام کرتی ہیں؟"

"میں ان کی ایک ادنیٰ خادمہ ہوں"

"صرف خادمہ یا ان کی مرید بھی؟"

"یہاں کوئی ایسا شخص نہیں رہتا جو مسٹر جینگو کا مرید نہ ہو یا کم از کم ان کے خیالات سے متفق نہ ہو"۔

"لیکن میں تو ذرا مختلف ہوں" میں نے کہا اور وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں جناب؟"

"مقصد یہ کہ میری تو ابھی مسٹر جینگو سے ملاقات بھی نہیں ہوئی"

"ایسے لوگوں کا ایک مخصوص شعبہ ہے"۔

"کیا مطلب؟" اب چونکنے کی باری میری تھی"۔

"جی ہاں۔ آپ یہاں تنہا نہیں آسکتے تھے۔ یقیناً" آپ کو ہمارا کوئی نمائندہ لے کر آیا ہوگا۔ اور اگر ہمارا نمائندہ آپ کو یا کسی بھی ایسے شخص کو جو یہاں کے ماحول سے اجنبی ہو لے کر آتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ یا وہ شخص جو یہاں تک پہنچا ہے، اپنے اندر مسٹر جینگو سے متاثر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہمارے عقائد پر چل سکتا ہے"۔

"ہوں اور تم ان تمام لوگوں کا احترام کرتی ہو، جو تمہارے مسلک سے متفق ہوں"۔

"بے شک، اپنے مسلک سے کسے محبت نہیں ہوتی۔ میں بھی اپنے عقائد اور اپنے مسلک کی پجارن ہوں۔ مسٹر جینگو کی ایک ادنیٰ کنیز۔ جو شخص ہمارے مسلک میں شامل ہونے والا ہو وہ بھی ہمارے لیے قابل احترام ہے"۔

بڑا ہی شائستہ انداز تھا اس کا۔ اور لہجے میں نرمی اور مٹھاس تھی۔ میں نے اس کے بولنے کے انداز کو پسند کیا اور اس سے کہا:

"مس نین، اگر آپ پسند کریں تو براہ مہربانی تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں"۔

"کوئی حرج نہیں ہے جناب، ویسے آپ مسٹر ڈوڈو کے مہمان ہیں شاید؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں وہی مجھے یہاں تک لائے ہیں"۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈوڈو غالباً" باس کو کوئی رپورٹ دینے گئے ہوں گے جب تک وہ تشریف نہیں تے، میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں"۔

"شکریہ۔ تو پھر بیٹھ جائیے۔ میں مسٹر جینگو اور عظیم ترلوکا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا ہتا ہوں"۔

"ضرور ضرور۔ ہمارے لیے یہ پسندیدہ ترین موضوع ہوتا ہے" نین نے مسکراتے ہوئے جواب ا۔

"آپ ترلوکا کے خاص منتظمین میں شامل ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ اس کی تعلیمات ے مکمل طور پر متفق ہیں؟"

"جی ہاں۔ مکمل طور پر متفق ہوں"۔

"آپ کے عقائد اور آپ کا مسلک کیا ہے؟"

"دیکھیے جناب میں مقرر نہیں ہوں جو اپنے عقائد اور مسلک بہتر انداز میں پیش کر سکوں...... میں ت زیادہ تفصیل میں تو نہیں جاسکتی۔ البتہ چند بنیادی باتوں سے آپ کو ضرور آگاہ کردوں گی" نین نے کہا ر ایک گہری سانس لی۔

"جی ہاں ضرور۔ میں بھی ترلوکا کے متعلق بنیادی باتیں ہی جاننا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور وہ شروع وگئی۔

"مذہب، تہذیب، تمدن، اخلاقیات، معاشرتی بوجھ اور اقتصادی مسائل۔ یہ سب انسانیت کے شمنوں نے انسانوں کے لیے ایک بوجھ بنا کر نازل کیے ہیں۔ کمزور انسان اس وزنی بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہیں ہیں۔ بس ترلوکا کا یہی کہنا ہے کہ تہذیب و تمدن اور اخلاقیات کے تمام پھندوں کو یکسر کاٹ دیا جائے۔ ہر نسان اپنے طور پر زندہ رہے اور اپنے ان سانسوں کو پورا کرے جو اسے زبردستی دیئے گئے ہیں" نین نے کہا ر میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ جس پر فخر و انبساط کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں۔

پہلے بھی میں کئی بار ان لوگوں کے عقائد سن چکا تھا۔ ترلوکا کے بے شمار مریدین میرے سامنے آئے ے میں ان کے عقائد سے ناواقف نہیں تھا لیکن میرا ذہن انہیں قبول نہیں کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ میرے س بھی کچھ دلائل تھے مگر میں نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ دلائل اس لڑکی کو نہ بتائے جائیں جو کسی اور کی زبان ل رہی ہے اور خود اپنے طور پر محض بنیادی باتوں ہی کو سمجھ سکتی ہے۔ میں پرخیال انداز میں گردن ہلاتا ہا اور لڑکی پراشتیاق نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا، نین"

"کیا میری یہ مختصر سی گفتگو جس میں کوئی ادبیت' کوئی علیت نہیں ہے اور جس میں کوئی ایک
نہیں ہے جو دوسروں کو متاثر کر سکے' کسی طور آپ کے ذہن تک پہنچتی ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ عقائد کی ایک زبان ہوتی ہے۔ ہر مسلک کسی دوسرے مسلک سے جدا
حیثیت رکھتا ہے۔ تم نے عقائد کی زبان میں مجھ سے بات کی ہے۔ میرے پاس بھی کچھ سوالات ہیں لیکن
خیال ہے تم اپنے عقائد کو ذہن میں رکھ کر میرے سوالات کا جواب دینے سے پہلو تہی کرو گی۔ اس لیے
میں اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا ہوں اس کے بعد میں اس سلسلے میں بہتر طور سے سوچ سکوں گا"۔

یقیناً' یقیناً" ترلوکا ہی کی ہدایت پر جینگو اس مہم پر نکلے ہیں۔ اور آپ بھی مسٹر جینگو سے مل کر
خوش ہوں گے۔ اگر وہ آپ کو مطمئن کر سکے تو ٹھیک ہے اور اگر آپ کو وہ مطمئن نہ کر پائے تو آپ
وقت بھی اس بات کی کھلی آزادی ہوگی کہ آپ جو عقائد چاہیں اختیار کریں۔ صرف اتنا ضرور ہو گا کہ اس
بعد آپ ہمارے مہمان نہیں رہیں گے" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

صورت حال خاصی حد تک میری سمجھ میں آ چکی تھی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ ایک دل
مشغلہ میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر نین نے مجھ سے اجازت مانگی۔

"آپ حکم دیں تو تھوڑی دیر کے بعد پھر آ جاؤں۔ لیکن اگر اس دوران مسٹر ڈوڈو آ گئے تو مجھ
حکم اور وعدے کا ایفا ضروری نہیں ہو گا"۔

نین کے جانے کے بعد میں نے اس کی باتوں پر غور کیا۔ کوئی نئی بات میرے علم میں نہیں آئی
ساری باتیں میں پہلے بھی سن چکا تھا اور نہ پہلے سے متفق تھا اور نہ اب۔

لیکن اس وقت جب میں اپنے سارے مشاغل ترک کر چکا تھا اور اپنا سارا کاروبار اور اپنی
چھوڑ آیا تھا تو زندہ رہنے کے لیے کوئی نہ کوئی مشغلہ تو درکار تھا۔ جو کچھ ڈوڈو نے کہا یا جو کچھ نین نے کہ
اسے سوچ کر یہ بات میرے ذہن میں ابھرنے لگی کہ میں ترلوکا کے عقائد کے بارے میں اور چھان بین
اور دیکھوں کہ ترلوکا نے اپنے عقائد کی تعلیمات کا جو جال پھیلایا ہے' اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفر
اور وہ کیا چاہتا ہے۔

بڑا مشکل محسوس ہوتا تھا جبکہ مذہبی طور پر میں اس بات کا قائل تھا کہ مذہبی تعلیم دینے والا
آخری انسان آ چکا ہے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اس سے بہتر تعلیم لے کر اس دنیا میں کبھی نہ
گا۔ میں مذہبی معاملات سے بہت دور' ایک پست اور ادنیٰ انسان تھا لیکن میرے عقیدے میں کبھی کوئی
نہیں آئی تھی۔ اور نہ آنے کا امکان تھا۔

تو پھر کیوں نہ اس ترلوکا ہی کو دیکھ لیا جائے کہ کتنے پانی میں ہے اور کیا کچھ رکھتا ہے اپنے پاس"
دیر تک میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ ڈوڈو کے وہ الفاظ مجھے جب بھی یاد آتے میری روح

ود ساطاری ہو جاتا۔
میرا مذہب کتنا پختہ' کتنا سچا تھا کہ بہکانے والے جو پوری دنیا کو اپنے جال میں پھانستے پھر رہے تھے'
ے ناکام لوٹے تھے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہاں تک پہنچ ہی نہ سکے تھے تو غلط نہیں ہو گا اور یہ کتنا دلکش اور
جانفزا تصور تھا۔

پھر نین تو واپس نہ آئی' البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے دیو ہیکل ڈوڈو میرے سامنے آ کھڑا ہوا"۔

"میرے عزیز دوست پیکر! میری غیر موجودگی میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ مجھے احساس
ہے کہ اس دوران تم خوش و خرم نہ رہ سکے ہو گے۔ تنہائی زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ لیکن اس دوران تمہیں
سوچنے سمجھنے کا موقع ضرور ملا ہو گا۔ رہی میری غیر موجودگی کی بات تو میں بے مقصد نہیں گیا تھا۔ مجھے اپنی آمد
کی رپورٹ دینی تھی اور تمہارا رجسٹریشن بھی کرانا تھا"۔

"کیسا رجسٹریشن؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم نے تمہیں اپنے مخصوص مہمانوں میں شامل کر لیا ہے اور تمہاری خدمت کی تمام تر ذمہ
داریاں مسٹر جینگو پر آ پڑی ہیں"۔

"تم نے تو کہا تھا کہ...... جینگو اسی عمارت میں رہتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بے شک' میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ لیکن وہ اکثر اپنے مشن پر باہر ہی رہتے ہیں"۔

"مشن؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ مسٹر جینگو کا ایک مخصوص مشن ہے۔ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل سے پھر کبھی بتاؤں
گا"۔

"لیکن وہ اپنے مشن کا پرچار کس طرح کرتا ہے؟"

"ایک ایسے عام انسان کی حیثیت سے جو دوسروں کی پسندیدہ شخصیت میں شمار ہوتا ہے"۔

"کیا میں دیکھ سکتا ہوں ڈوڈو کہ مسٹر جینگو کس طرح اپنی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں؟"

"اپنی نہیں' ترلوکا کی تعلیمات کا" ڈوڈو نے تصحیح کی۔

"میرا مقصد یہی ہے"۔

"ضرور دکھاؤں گا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد میرا یہی پروگرام ہے۔ میں تمہیں پیرس کے مختلف
ضوں کی سیر بھی کراؤں گا۔ اپنے کہنے کے مطابق تم پہلی مرتبہ پیرس آئے ہو اور تمہارا یہاں کا قیام طویل
ہے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ تم پیرس سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کر لو"۔

"شکریہ ڈوڈو" میں نے جواب دیا۔

ڈوڈو مسکرانے لگا پھر بولا "ارے ہاں تم نے کچھ کھایا پیا؟"

"ہاں' تمہاری ایک خادمہ میرے لیے کافی لائی تھی"۔

"مزید ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں"۔

"تب ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ' تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے" ڈوڈو نے کہا اور
گردن ہلا دی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد میں اور ڈوڈو ایک خوبصورت کھلی کار میں پیرس کی سڑکوں پر نکل آ
حسین پیرس میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس شہر کے بارے میں اس سے پہلے بہت کچھ
تھا۔ یہاں کی تاریخ بھی نہ جانے کس طرح ذہن میں رہ گئی تھی۔ پیرس کا شمار پورے یورپ کے حسین
ہی نہیں بلکہ قدیم ترین شہروں میں بھی ہوتا تھا۔

دیر تک میں پیرس کی تاریخ اپنے ذہن میں دہراتا رہا۔ پھر ڈوڈو نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے
شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا بولا:

"تم نے چونکہ پہلی بار پیرس دیکھا ہے اس لیے ہم جس اہم مقام سے گزریں گے' میں تمہیں
کے بارے میں بتاؤں گا"

"ضرور ڈوڈو ضرور" میں نے اخلاقاً" کہا۔ حالانکہ میرا دل قطعی نہیں چاہ رہا تھا کہ ڈوڈو
تصورات سے دور کرے جو میرے ذہن میں آ رہے تھے۔

"لیکن میں ڈوڈو کی میزبانی کے فرائض کی انجام دہی میں بھی حارج نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس
اخلاقاً" ڈوڈو کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"چند لمحوں کے بعد ہم پیرس کی ایک خوبصورت ترین سڑک شانزے لیزے پر پہنچ گئے۔ وہ
کی خوبصورت ترین سڑک تھی۔ شہر کے مرکز میں نپولین کی فتوحات کی یاد میں تعمیر کردہ "فتح کی محرا
تھی۔ جس کے عین نیچے ایک گمنام سپاہی کی قبر پر ابدی شعلہ روشن تھا۔ وہ سپاہی ان تمام فرانسیسی سپاہ
نمائندگی کرتا تھا جنہوں نے ملک و ملت کے لیے جانیں نثار کیں۔

اس محراب سے بارہ خوبصورت اور کشادہ سڑکیں نکل کر پیرس کے سینے پر پھیل گئی تھیں ا
سڑکوں میں ایک کا نام ------ شانزے لیزے تھا۔

کار ہلکی رفتار میں شانزے سے گزرتی رہی اور پھر ڈوڈو کے بتانے کے مطابق مومارت کے
میں داخل ہو گئی۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں کا علاقہ مومارت' پھر کلیسائے سیکرے کرل جہاں مصوروں کا ایک
لگا ہوا تھا۔ وہ مصور سیاحوں کی تصاویر بنا کر ان سے رقومات وصول کرتے تھے۔

"ڈوڈو کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ وہ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ مجھے مسٹر
زیارت کرانے کے لیے نکلے تھے"۔

"ہاں واقعی ------ واقعی" ڈوڈو جیسے چونک پڑا۔ پھر آہستہ سے بولا "لیکن میں بھولا تو نہیں ،
ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"مسٹر جینگو اس وقت تبلیغی مہم پر ہوں گے"۔

"میں سمجھا نہیں"

"ہاں۔ ان کا یہی معمول ہے۔ تم ان کے بارے میں سب کچھ جان کر حیران رہ جاؤ گے۔ ایک ایسا
شخص جو اپنے اندر نہ جانے کون کون سی وسعتیں چھپائے رکھتا ہے۔ ایک عام انسان کی حیثیت سے سڑکوں
پر مارا مارا پھرتا ہے اور وہ لوگ جو جھوٹی تہذیب و تمدن سے اکتا گئے ہوں' اس کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔ جینگو
انہیں نجات کا راستہ بتاتا ہے اور جو لوگ نروان کی تلاش میں ہوتے ہیں' جینگو ان متلاشیوں کو ترلوکا کا
پیروکار بنا دیتا ہے"۔

"خوب" میں نے بے خیالی میں گردن ہلائی۔ میں ان لوگوں کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے.......
سوچ رہا تھا۔ ان کے کام کرنے کا انداز خاصا منجھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک سڑک سے گزرتے ہوئے اچانک ڈوڈو نے کار کو بریک لگائے اور اسے
سڑک کے ایک سمت کھڑا کر دیا۔ میری نگاہیں بائیں سمت میں بھٹک رہی تھیں جہاں بے شمار لوگوں کا مجمع لگا
ہوا تھا۔ ان میں عورتیں' جوان اور بوڑھے سبھی لوگ شامل تھے۔

پتہ نہیں چل رہا تھا کہ مجمع کے درمیان کیا ہو رہا ہے لیکن شاید ڈوڈو اس قسم کے اجتماعات کو پہچانتا
تھا۔ چنانچہ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے بولا:

"تمہیں موسیقی کی دلچسپ تانیں سنائی دے رہی ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"آہ مسٹر جینگو تاروں کے شہنشاہ ہیں۔ ان کے گٹار کے تار روح کو جکڑ لیتے ہیں اور انسان اپنی ہر
سوچ سے عاری ہو جاتا ہے۔ پھر جب ان کی آواز فضا میں گونجتی ہے تو جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے' اس کا
تعلق براہ راست روح سے ہوتا ہے۔ اس طرح لوگ ان کا پیغام بہت غور سے سنتے ہیں"۔

"کیا یہ مجمع جینگو ہی نے لگایا ہے؟"

"ہاں"۔

"تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"اس کے تاروں کے سر ہم میں سے ہر ایک کی روح کی گہرائیوں میں اترے ہوئے ہیں۔ آؤ ذرا
دیکھو" ڈوڈو نے کہا اور میں کار سے اتر کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

کانکورو چوک کے درمیان برہنہ عورتوں کے مجسموں کے سروں پر آویزاں فواروں سے پانی اچھل

رہاتھا۔ چوک کے دوسری جانب سکندر سوئم کامشہور پل تھا۔ وہاں سے وہ سڑک دریا کے کنارے جاتی
اور اس کے اختتام پر سیڑھیاں پانی میں اتر جاتی تھیں۔ بلاشبہ حسین ترین علاقہ تھا۔

میں اور ڈوڈو اس مجمع کے قریب پہنچے' جس کے درمیان سے موسیقی کی تانیں ابھر رہی تھیں۔

ان تانوں میں گانے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ انتہائی بے ڈھنگی اور بے تکی آوازیں جو میر
لیے ناقابل فہم تھیں لیکن میں نے دیکھا کہ تفریح پسند فرانسیسی ان آوازوں پر سر دھن رہے تھے۔ لڑکیا
رقص کر رہی تھیں۔ اس مجمع میں جتنے افراد تھے' سبھی کسی نہ کسی طرح تھرک رہے تھے اور مجمع کے درمیا
ایک لمبا تڑنگا' داڑھی والا آدمی جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ قریب کھڑ
ہوئے افراد سے اس طرح بے خبر نظر آ رہا تھا جیسے اسے وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

میں نے اس کے گانے پر سر دھننے والوں کا والہانہ پن دیکھا اور متعجب رہ گیا۔

عجیب و غریب لوگ تھے۔ حالانکہ نہ گانا میری سمجھ میں آ رہا تھا اور نہ گٹار کوئی ایسا نغمہ بکھیر رہا تھا
بہت ہی خوبصورت ہو یا ذہنوں کو متاثر کرتا ہو۔ بس ایک تیز دھن تھی اور اس میں اس شخص کی بے ہ
آوازیں شامل تھیں لیکن آدمی اچھی شخصیت کا تھا۔

اس نے معمولی سا لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن اس کے بدن پر وہ معمولی سا لباس خاصا جچ رہا تھا۔ دیر ت
وہ جھوم جھوم کر گٹار بجاتا رہا پھر آہستہ آہستہ گٹار کے سر مدھم پڑ گئے تھے۔ تھرکنے والوں کے بدن
ساکت ہوتے جا رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔

تب لڑکیوں کی سریلی چیخیں سنائی دیں اور وہ دوڑ دوڑ کر اس سے لپٹنے لگیں۔ وہ احتراماً" اس
گالوں کے چٹاخ چٹاخ بوسے لے رہی تھیں اور داڑھی والا شخص خاصا بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسی اثناء
دس بارہ ہٹے کٹے آدمی آگے بڑھے اور پیچھے سے ان لڑکیوں کو بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر اس سے
کرنے لگے۔ وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور ایک مجسمے کے پیروں کے نزدیک بنے ہوئے چبوترے پر
گیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور میں نے اس کی شخصیت میں ایک بہت ہی انوکھی خصوصیت محسوس کی
یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے برقی رو نکل کر پورے مجمع پر سحر طاری کر رہی ہو۔ ذہن خواہ مخواہ اس
جانب راغب ہوتا تھا پھر اس کی گونج دار آواز ابھری۔

رقص و موسیقی کے متوالو! میں زندگی ہوں اور زندگی ہر بوجھ سے آزاد ہے۔ اپنے ذہنوں کو دنیا
ہر تردد سے نکال لو۔ ماحول کے الجھے دھاگے تمہارے لیے نہیں ہیں۔ ان دھاگوں کو توڑتے ہوئے نکل آ
یہ دھاگے تہذیب کی بناوٹ ہیں۔ تم آزاد ہو لیکن کمزور اور بے بس کیڑوں کی طرح زندہ ہو۔ اپنی آزادی
بناوٹی تہذیب کے دھاگوں میں نہ الجھاؤ۔ تہذیب جو ایک مکڑی ہے' اور اس کے تانے بانے چاروں طرف
پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اپنی بلند پرواز کو ان تانوں بانوں میں گم کر کے خود سے کیوں بے گانہ ہو گئے ہو؟"

ایک ہی آواز تھی' ایک ہی نعرہ تھا۔ اس سے پہلے بھی میں ان کی یہ بکواس سن چکا تھا۔ حالانکہ

باتیں میرے ذہن میں آتی تھیں لیکن اس وقت ان باتوں کو دہرانے کا موقع نہیں تھا۔ میں خاموشی سے
رہا اور جینگو نے دوبارہ اپنی گٹار کے تار چھیڑ دیے۔ پھر ایک جادو بھرا نغمہ فضا میں گونج اٹھا۔ بلاشبہ یہ نغمہ
کی طرح بے ہنگم نہیں تھا بلکہ اس کے اندر ایک عجیب سی دلکشی تھی۔ وہ سب دیوانہ وار ناچنے لگے۔

قرب و جوار میں فرانسیسی پولیس کے سپاہی آکر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں پر بیزاری کے
تھے۔ غالباً" وہ ہپیوں سے متنفر تھے۔ لیکن بے چارے مجبور تھے' کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ خاموشی
کھڑے ان لوگوں کی ہنگامہ آرائی دیکھتے رہے۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی پٹڑی سے نیچے اترنے کی
کوشش کرتا تو شاید وہ ڈنڈا بازی سے باز نہ رہتے۔ دیر تک یہ ہو ہا کا ہنگامہ جاری رہا اور پھر جینگو اس چبوترے
نیچے اتر آیا۔

ایک بار پھر لوگ اس کی جانب لپکے تھے لیکن اس کے ہٹے کٹے ساتھیوں نے ان پر قابو پا لیا۔ وہ
تہ بتاتا ہوا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے ڈوڈو کی جانب دیکھا۔ ڈوڈو کے ہونٹوں پر عقیدت بھری مسکراہٹ تھی۔

"تم نے دیکھا' تم نے دیکھا انسانیت کے محسن کو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"یہ ہمارا جینگو ہے" اس کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ میں نے اس انداز کو محسوس کیا۔
طے کر چکا تھا کہ اس سے انحراف نہیں کروں گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اب ترلوکا کو قریب سے پڑھنا
تھا۔ میری زندگی کا کوئی خاص مقصد تو تھا نہیں' بس ایک مخصوص ڈگر پر چل رہی تھی اور میں اس ڈگر
مارے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ زندگی میں اب کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ کیوں نہ
ہی کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے علاوہ جو کچھ جینگو نے کہا تھا' یا جو کچھ جینگو نے مجھے بتایا تھا' مجھے اس سے
مزید اختلاف تھا اور دل چاہتا تھا کہ ان سارے ہنگاموں کو چھوڑ کر اس سلسلے میں کچھ کہوں۔ اس بات
نے ضرورت سے زیادہ ذہنی طور پر متاثر کیا تھا جو ڈوڈو نے مجھے بتائی تھی۔ یعنی یہ کہ وہ ممالک ان لوگوں
زیں سے مکمل طور پر آزاد تھے اور ان لوگوں کے چکر میں نہیں آئے تھے جہاں ہمارے سچے مذہب کی
تھی اور وہ بات میرے ذہن میں کچھ اس طرح جم گئی تھی کہ میں اسے نکال نہیں سکتا تھا۔

"آؤ" ڈوڈو نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی کار کی طرف لے جاتے ہوئے کہا اور میں تھکے تھکے سے انداز
ما کے ساتھ چل پڑا۔

"کیا خیال ہے تمہارا مسٹر جینگو کے بارے میں؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ڈوڈو۔ تم اس سے عقیدت رکھتے ہو اور میں بھی اسے نزدیک سے دیکھنے کا
مند ہوں" میں نے جواب دیا اور ڈوڈو خاموش ہو گیا۔ کار واپس چل پڑی تھی اور پھر تھوڑی دیر کے
ئے ڈی بولون کے حسین علاقے میں پہنچ گئی۔

ڈوڈو مجھے لے کر اپنے بیرک میں پہنچ گیا۔ شام ہوگئی اور پھر نہ جانے کہاں سے لوگ ا
میں آنے لگے۔ یہ پیرس کے معزز طبقے کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تھے۔ ایک سے ایک فیشن ا
سے ایک حسین عمدہ لباسوں میں ملبوس۔ ان کی کاریں عمارت کے مخصوص حصے میں کھڑی تھیں۔

میں نے انہیں ایک لان پر جمع ہوتے دیکھا۔ ڈوڈو اس وقت میرے پاس موجود نہیں
موجود لوگ کچھ مخصوص مصروفیات میں...... گم تھے۔ اچھی گہماگہمی تھی اور میں بیرک کی کھڑ
مناظر کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو مسکراتا ہوا آگیا۔

"پیرس کیسا لگا؟" اس نے پوچھا

"میرا خیال ہے تم نے سارے پیرس کا حسن یہاں جمع کرلیا ہے"۔

"اوہ نہیں۔ یہ تو صرف لاکھواں حصہ ہے۔ جینگو کی متعدد درس گاہیں پیرس میں پھیلی ہوئ

"درس گاہیں؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں جہاں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا درس دیتا ہے"۔

"اوہ۔ تو یہاں اور بھی عمارتیں ہیں؟"

"ہاں کئی عمارتیں"۔

"لیکن وہ وہاں کب جاتا ہے؟"

"دن مقرر ہیں۔ تمام درس گاہوں میں مقررہ اوقات اور مقررہ دنوں میں درس ہوتا
یہاں بھی درس حاصل کرنے آتے ہیں"۔

"خوب۔ لیکن تمہارا ذریعہ پبلسٹی کیا ہے؟"

"وہ آواز جو ایک بار روح سے ٹکرا جائے ہمیشہ روح میں زندہ رہتی ہے۔ جینگو سڑکوا
ہے۔ وہ آوارہ انسانوں کی مانند پھرتا ہے اور اپنی آواز لوگوں کی روحوں کو سناتا ہے۔ بس اسے سمجھنے
کی تلاش میں سرگرداں ہوجاتے ہیں"۔

"کمال ہے" میں نے گردن ہلائی۔

"ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا پیکر۔ آگے دیکھو کیا کیا ہے۔ عظیم ترلوکا کا مشن ایک دن
لے گی۔ وہ انسانیت کا ہمدرد ہے"۔

دل تو چاہا کہ اس انسانیت کی دھجیاں اڑادوں اور جینگو کو درست کردوں لیکن مصلحتاً خا
لان پورا بھر چکا تھا۔ حالانکہ وہ نوجوانی کی عمر کے شوخ و شنگ لڑکے لڑکیاں تھے لیکن
ضبط کے ساتھ بیٹھے تھے، کوئی آواز نہیں تھی۔

"اگر تم چاہو تو خود بھی ان میں شریک ہو سکتے ہو" ڈوڈو نے کہا۔

"کسی کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہمارے ہاں لفظ اعتراض کا وجود نہیں ہے"۔

"پھر میں نے اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

"میں اب جاؤں گا۔ انتظامی امور کی ذمہ داریوں میں کچھ حصہ مجھے بھی ادا کرنا ہے"۔

"ٹھیک ہے ڈوڈو" میں نے جواب دیا۔ اور ڈوڈو چلا گیا۔

میں مختصر سی تیاریوں کے بعد باہر نکلا اور اس لان کی طرف چل پڑا جہاں وہ سب جمع تھے۔ بے شمار
لڑکیاں تھیں اور بے شمار لڑکے۔ اپنے لباسوں سے صاحب حیثیت معلوم ہوتے تھے۔ کوئی میری طرف متوجہ
نہیں ہوا۔ سب اپنی دھن میں مست خاموش بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

میرے نزدیک ہی دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں گردنیں جھکائے خاموش تھیں اور یوں لگ رہا
تھا جیسے وہ روحانی طور پر بھی جینگو سے متاثر ہوں۔ ڈوڈو اور دوسرے لوگ انتظامی امور میں مصروف تھے اور
لان پر بیٹھے لوگ انتظار کررہے تھے۔ میں نے اکتاہٹ سی محسوس کی اور قریب بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف
جھک کر بولا:

"ایکسکیوزمی مس"۔

لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات نظر آئے۔

"معاف کیجئے دوسرے لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کررہے ہیں۔ ہم شناسا تو نہیں ہیں لیکن گفتگو
کرسکتے ہیں"۔

"ضرور جناب" لڑکی کی آواز میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"ابتداء تعارف سے ہوجائے"۔

"میرا نام کیشتو ہے" لڑکی نے جواب دیا۔

"شکریہ، مجھے پیکر کہتے ہیں۔ ویسے مس کیشتو، کیا آپ بھی ترلوکا کی مرید ہیں؟"

"نہیں، لیکن میں اس کی تعلیمات سے متاثر ہوں۔ اور باقاعدہ جینگو سے منسلک ہونا چاہتی ہوں۔
اس کے افکار بہت پسند ہیں"۔

"اور اس کا فن؟"

"وہ بھی لاجواب ہے"۔

"آپ یہاں درس لینے آئی ہیں؟"

"ہاں۔ اس کے افکار دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ جینگو ایک انوکھی کشش کا مالک ہے اور یہاں جتنے
تمہیں نظر آرہے ہیں سب اس کے پرستار ہیں۔ ارے ہاں یہ کہنے کی ضرورت بھی کیا ہے کیا تم اس
پرستاروں میں نہیں ہو؟"

"میں آج ہی یہاں آیا ہوں اور بدقسمتی سے اس سے میری ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی"۔

"اوہ۔ تم اس کے کسی رکن سے ملے تھے؟"

"ہاں"۔

"کس سے؟" لڑکی نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس کے انداز سے اجنبیت رخصت ہوتی جا رہی تھی۔

"اس کا نام ڈوڈو ہے"۔

"میں جانتی ہوں وہ پہاڑ نا؟"

"ہاں"۔

"تم دیکھو کیسے کیسے لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ پھر جس کا وہ پیروکار ہوگا' وہ کیا چیز ہوگا؟"

"ترلوکا کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں"۔

"تم ان لوگوں کی کون سی بات سے متاثر ہو؟"

"تم خود سوچو مسٹر بیکر' کیا زندگی کے کسی لمحے میں تمہیں اپنے آپ سے ہمدردی نہیں ہوتی۔ ہم کتنے مختصر وقت کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں لیکن ہماری روح پر کتنے بوجھ ہیں۔ کیا ہم ان کو اٹھائے اٹھائے پھرنے میں فرحت محسوس کرتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے' واقعی انسان تو بڑی کمزور ہستی ہے"۔

"جینگو روح کا سراغ پا گیا ہے۔ مگر وہ صرف دوست روحوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ابھی ابھی چند کی بات ہے' اس نے ایک انوکھا کارنامہ دکھایا"۔

"کیا؟"

"تم اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو نا۔ وہ جو نیلی شال اوڑھے ہوئے ہے اور گرے کلر کے سوٹ والے نوجوان کے پاس بیٹھی ہے"۔

"ہاں" میں نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لڑکی کا نام دیستاں ہے اور نوجوان کا نام بیکر ہے۔ فرانس کا متمول ترین آدمی ہے اور وہ لڑکی اس کے ایک اسٹور میں سیلز گرل تھی"۔

"تھی سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اب وہ اس کے اسٹور میں سیلز گرل نہیں ہے"۔

"پھر؟"

"اب وہ اس کی بیوی ہے" کیشتو مسکراتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ لیکن اس میں جینگو کا کیا کمال ہے؟"

"ہے" اس نے زور دے کر کہا۔

"کس طرح' مجھے بتاؤ" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس نے پر لطف انداز میں کہا:

"مسٹر بیکر کے اتنے اسٹورز اور دوسرے کاروبار پھیلے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے اسٹاف کو پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے ان کے منیجر وغیرہ ملازموں کے نگران ہوں گے"۔

"ہاں ظاہر ہے" میں نے گردن ہلائی۔ لڑکی کے گفتگو کرنے کا انداز مجھے پسند آیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے سارے خدوخال بولتے تھے۔

"لیکن مسٹر بیکر' جینگو کو پسند کر بیٹھے اور ترلوکا کی تعلیمات میں شریک ہونے لگے۔ چالاک لڑکی کو بھی معلوم ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جینگو کو پسند کرنے والوں میں شامل ہو گئی اور مسٹر بیکر کے ساتھ ان محافل میں شریک ہونے لگی اور پھر ایک دن اس نے مسٹر بیکر سے دل کا مدعا کہہ ڈالا۔ مسٹر بیکر حیران رہ گئے۔ انہیں تو معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ ان کے اسٹورز کی سیلز گرل ہے۔ چنانچہ انہوں نے لڑکی سے معذرت کر لی۔ پھر ایک دن ترلوکا کی تعلیمات جاری تھیں کہ ایک انوکھا سوال پوچھا گیا"۔

"خوب" میں نے پہلو بدلا۔

"جینگو کہہ رہا تھا' مجھے اس کے الفاظ آج بھی یاد ہیں" کیشتو خواہ مخواہ اس چھوٹے سے واقعے کو تفصیل سے سنا رہی تھی۔ لیکن مجھے بھی کوئی اور کام نہیں تھا' اس لیے میں بور نہیں ہو رہا تھا۔

"انسان ایک دوسرے کا سہارا نہیں بن سکتا کیونکہ وہ خود اپنا سہارا نہیں ہے۔ دولت بھی انسانوں کی ایک روایت ہے' ورنہ جس وقت تہذیب نہیں تھی' لوگ جنگل میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ زندہ تھے۔ اپنی مرضی کے مالک تھے اور اپنی ہر آرزو صرف اپنی مرضی سے پوری کرتے تھے لیکن دولت نے ایک کو حاکم اور ایک کو محکوم بنا دیا۔ تہذیب کی اس روایت نے انسانوں سے ان کی مرضی چھین لی اس لیے ہمیں اس ماحول میں زندہ رہ کر بھی دولت کا غلام نہیں بننا چاہیے"۔

"تو کیا مسٹر جینگو! اس دور کا انسان اپنی مرضی کا مالک بھی نہیں بن سکتا؟" کسی نے سوال کیا۔

"بن سکتا ہے۔ اگر وہ دولت کی غلامی کو ترک کر دے"۔

"کیا ترلوکا کے پیروکار اس کی تعلیمات کے سہارے اس چیز کو بھلا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ اگر وہ ترلوکا سے مخلص ہیں"۔

"کیا آپ کسی کے خلوص کا جائزہ لیں گے مسٹر جینگو" اس بار کھڑی ہونے والی لڑکی دیستاں تھی۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو لڑکی؟"

"ترلوکا کی تعلیمات انسان کو تہذیب و ثقافت کے ورثے کو ترک کرنے کا درس دیتی ہیں۔ کیا یہ لوگ اس سے متفق ہیں؟"

"تم کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کر رہی ہو لڑکی؟"

"ہاں"۔

"وہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ وہ موجود ہے"۔

"لڑکی! اتفاق سے تم نے میرے لیے یہ موقع فراہم کر دیا ہے جس کا میں بھی خواہش مند تھا۔
جاننا چاہتا تھا کہ لوگ میری باتوں سے کس قدر متاثر ہیں اور جو متاثر نہیں' ان پر میں کس طرح اثر ڈال
ہوں۔ چنانچہ کھڑے ہو کر بتاؤ کہ تمہاری مراد کس شخص سے ہے اور تم اس سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں کراؤننز کے مسٹر بیکر کی بات کر رہی ہوں"۔

"کیا بیکر یہاں موجود ہے؟" جینگو نے چاروں طرف دیکھا اور بیکر پریشانی کے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"میں بیکر ہوں" اس نے کہا۔

"کیا چاہتی ہو اس سے؟" اس نے بیکر کی طرف اشارہ کر کے لڑکی سے کہا۔

"میں اسے دل و جاں سے زیادہ چاہتی ہوں۔ میں اس سے شادی کی خواہش مند ہوں۔ کیا میر
خواہش انسانی فطرت سے مختلف ہے؟"

"نہیں" جینگو نے جواب دیا "لیکن بیکر سے بات کرنا بھی ضروری ہے" اور پھر وہ بیکر کی طر
مخاطب ہوا "مسٹر بیکر' کیا تمہیں اس لڑکی کی چاہت کا علم ہے؟"

"ہاں جناب"۔

"یہ لڑکی تمہیں زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے ناپسند ہے؟"

"یہ بات نہیں جناب' بس یہ میری حیثیت سے میل نہیں کھاتی' یہ میرے اسٹور کی سیلز گر
ہے"۔

"آہ۔ اس میں اس کا کیا قصور ہے' تمہاری تہذیب نے تفریق کی ہے' ورنہ یہ تمہارے سار
اسٹورز کی مالک بھی ہو سکتی تھی۔ نہیں بیکر' انسانیت کی یوں تذلیل نہ کرو' تمہیں اس لڑکی کو اپنا ل
چاہیے"۔

"لیکن جناب! میری سوسائٹی' میرا معاشرہ اسے قبول نہیں کرے گا"

"اسی معاشرے سے اختلاف کرنا تو ہمارا مشن ہے میرے دوست۔ نزدیک آؤ" جینگو نے کہا اور ب
اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لڑکی تم بھی یہاں آؤ" وہ بولا اور دیستاں بھی نزدیک پہنچ گئی۔ "تم دونوں کو معاشرے ا
تہذیب کے خلاف یہ قدم اٹھانا ہے' میں کہتا ہوں کہ اسے اپنا لو"۔

"بیکر نے گردن جھکا دی" بولو اختلاف کرو گے؟"

"نہیں" بیکر آہستہ سے بولا۔

"تب تم آئندہ محفل میں شریک ہو گے تو یہ تمہاری بیوی بن چکی ہو گی"۔

اور بیکر جیسے مسحور ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ دوسری محفل میں آیا تو دیستاں اس کی بیوی تھی"۔

"خوب" میں نے گردن ہلائی۔ کیشتو مسکرانے لگی۔ اس وقت دور سے جینگو آتا نظر آیا اور
اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جینگو کی گردن میں گٹار لٹکا ہوا تھا اور وہ بڑے پروقار انداز میں چل رہا تھا۔
اس جگہ پہنچ گیا جو اس کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ لوگ عقیدت کی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے

"محبت کے متوالوں کی خدمت میں محبت کا سلام" اس نے نرم آواز میں کہا اور گٹار کے تاروں پر
پھیر دیا۔ تانیں ابھریں اور خاموشی پھیل گئی۔

"یہ محفل محبت ہے۔ انسان آج سے ہزاروں سال پہلے کے دور میں ہے اور تہذیب و ثقافت کے
لوں سے آزاد ہے۔ اس لیے اے محبت کے متوالو! ایک دوسرے کو چاہو تاکہ تمہارے دلوں سے
یت نکل جائے۔ تم آپس میں تفریق نہ محسوس کرو۔ ترلوکا کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ امر ہے اور وہ
جو ترلوکا کی زبان سے نکلی ہو' کسی کو دوبارہ بتانا اس کی توہین کرنا ہے۔ اگر تم اس سے متفق نہ ہوتے تو
موجود نہ ہوتے۔ کیا میں جھوٹا ہوں؟"

"نہیں" آوازوں کی ایک لہر اٹھی۔

"تو پیار کے دیوانوں کی خدمت میں محبت کا ایک نغمہ" اس نے کہا اور گٹار سنبھال لیا۔ گٹار پر ایک
ی دھن بجنے لگی اور لوگ وجد میں آ گئے۔ لیکن کسی بے ہودگی کا مظاہرہ نہیں ہوا تھا۔ جو تعجب خیز بات

چند ساعت کے بعد جینگو نے گانا بھی شروع کر دیا تھا۔ فرانسیسی زبان میں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا
ار کر رہا تھا۔ آواز اچھی تھی لیکن انداز بڑا بے ڈھنگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد نغمہ ختم ہو گیا اور لوگوں نے
الیاں بجائیں۔

"کسی کے ذہن میں کوئی الجھن تو نہیں ہے؟" اس نے پوچھا اور لوگ خاموش رہے۔ کسی نے کسی
ن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر بہت سے افراد پھیل گئے۔ وہ ٹرے اٹھائے ہوئے تھے اور ان برتنوں میں
ل بھرے سگریٹ تھے۔

عورت اور مرد کی مناسبت سے سگریٹ لے لیے گئے اور چاروں طرف چرس کا دھواں پھیل گیا۔

"تو یہ تھیں جینگو کی محفلیں۔ بہرحال تھوڑی سی جدت تھی اور مجھے بری نہیں لگ رہی تھی۔
ل کا ایک سگریٹ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا لیکن اس سگریٹ نے کیشتو کی آنکھیں سرخ کر دیں۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے بیکر؟"

"کس کا نام؟" میں نے پوچھا۔

"اپنا۔ اور کس کا"

"پیکر" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں پیکر۔ سنو پیکر۔ ہمیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کسی تردد کی ضرورت نہ
چاہیے"۔

"کیا ترلوکا کی یہی تعلیم ہے؟"

"ہے نا۔ تب تم مجھے پسند آئے ہو۔ میں تمہارا قرب چاہتی ہوں" اس نے کہا اور میں نے
ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی۔ چرس کی سگریٹ نے ترلوکا کے
مندوں کے دل بے خود کر دیے تھے۔ اور اب وہ دنیا کے بنائے ہوئے اصولوں سے ہٹ گئے تھے۔ کی
میں حیرت کا تاثر نہیں تھا۔ حجاب کیا چیز ہے اور اخلاقی اصول کیا ہے۔ جینگو کے ایک فقرے نے ان
سے یہ خیال مٹا دیا تھا۔

فرار کے اس طریقہ کو بھرپور انداز میں پھیلانے کے لیے ترلوکا سرفہرست تھا اور ذہنوں کو
میں اس کے افکار بہت زیادہ سامنے آتے تھے۔ میرے ذہن میں اب یہ کرید لگ گئی تھی کہ میں
قریب سے دیکھوں اور یہ جاننے کی کوشش کروں کہ اس سازش میں اس کا کتنا ہاتھ ہے اور اس کے
کیا ہیں۔ کیا چاہتا ہے وہ اور انسانوں کو کس منزل تک لے جانے کا خواہش مند ہے؟

کیشتو جینگو کے تحفے سے اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ اس کے بعد بات یہیں تک
رہی۔ میرا خیال ہے جینگو کی تعلیمات کا یہ آخری آئٹم تھا۔ کیونکہ متاثر ہونے والے جوڑے چاروں
بکھر گئے تھے۔ کچھ اپنی کاروں میں بیٹھ کر چل پڑے تھے' چنانچہ کیشتو نے بھی میرے سامنے پر
رکھتے ہوئے کہا

"تم نے میری بات سنی پیکر' میں تمہارا قرب چاہتی ہوں۔ میں اخلاق اور اصول کے
بندھن توڑ کر تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تمہارے قرب کی خواہش مند ہوں' آؤ یہاں سے چلیں"
جانے والوں کو میں دیکھ ہی چکا تھا اور پھر جینگو کا مہمان تھا۔ سو اس کا رنگ قبول کرنا بھی
تھا۔ چنانچہ میں کیشتو کو لے کر اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ وہی رہائش گاہ تھی جو بہرحال میری
تھی۔ لیکن بہرصورت میں ڈوڈو کا مہمان تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ ڈوڈو کب اپنی بیرک میں واپس آیا اور کب چلا گیا۔ ہاں رات کی پر
کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو کیشتو میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کتنی
سویا تھا۔ حالانکہ...... ابھی بہت زیادہ وقت نہیں ہوا تھا جب میں کیشتو کے ساتھ یہاں آیا تھا لیکن
رات گزر گئی تھی اور اب سورج کی روشنی کھلی ہوئی کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

میں نے اٹھ کر خود کو سنوارا اور پھر بیرک کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

سامنے ہی لوگ چل پھر رہے تھے۔ وہی خاموش خاموش سا انداز' وہی پرسکوت ماحول جو ہنگامی
رات گزرنے کے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔ میں چاروں طرف دیکھتا رہا۔ لیکن ڈوڈو مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ البتہ
وہی لڑکی تھوڑے فاصلے پر موجود تھی جو پچھلی شام کافی لے کر آئی تھی۔

میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر پراخلاق مسکراہٹ تھی۔

"جناب!" اس نے آہستہ سے سر جھکا کر کہا۔

"ڈوڈو کہاں ہے؟"

"کیا میں اسے بلاؤں؟"

"بلا دو" میں نے کہا اور وہ سر جھکا کر چلی گئی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو مجھے اپنی جانب آتا نظر آیا۔ میں دروازے پر ہی کھڑا ہوا تھا۔ ڈوڈو کے
چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی"۔

"کہو دوست! رات کی نیند کیسی رہی؟" ڈوڈو نے میرے نزدیک پہنچ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پرسکون" میں نے جواب دیا "لیکن تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"اوہو۔ ابھی تم اس ماحول کے عادی نہیں ہو۔ کیا تم اپنی محبوبہ کے ساتھ میری موجودگی برداشت کر
سکتے تھے؟"

"نہیں نہیں۔ لیکن......" میں نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں آیا تھا اور قدرت کا ودیعت کردہ ایک فطری منظر دیکھ کر واپس چلا گیا" ڈوڈو نے کہا اور میں نے
آنکھیں نچائیں۔

اس کے بعد ڈوڈو سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ اس نے مجھ سے پوچھا:

"مجھے بلایا تھا پیکر' کیا کوئی خاص کام تھا؟"

"نہیں۔ بس یہی معلوم کرنا تھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے اور یہاں وہ لڑکی بھی چلی گئی"۔

"کون سی لڑکی؟"

"وہی جو رات کو میرے ساتھ تھی"۔

"رات کو اس پر آزادی کا بھوت سوار تھا۔ لیکن دن کی روشنی بہت سے ذہنوں کو بدل دیتی ہے۔
ہاں وہ نہیں بدلتے جو عام بندھنوں سے آزاد ہو کر صرف ترلوکا سے عقیدت رکھتے ہیں"۔

"جینگو کہاں ہے؟" میں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"موجود ہے۔ کیا اس سے ملاقات کرو گے؟"

"ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں"۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے اس سے ملاؤ" میں نے کہا۔

"پہلے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ میں تمہارا ناشتہ بھجواتا ہوں۔ پھر جینگو سے ملاقات کرنا"۔

"ڈوڈو کیا جینگو آسانی سے لوگوں سے مل لیتا ہے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں"۔

"میرا مقصد ہے کہ وہ اتنی بڑی شخصیت کا مالک ہے۔ اس کے اتنے پیروکار ہیں لیکن اس سے ملنے کے اوقات مقرر نہیں ہیں۔ اس کا کوئی اصول نہیں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اصول ------ ہم اصولوں ہی کے تو دشمن ہیں۔ اصول کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ تم اگر جینگو سے اس سلسلے میں پوچھو بھی نہیں اور اس کے پاس چلے جاؤ تو وہ مسکرا کر تمہیں خوش آمدید کہے گا۔ اگر کسی سے ملاقات میں کچھ پابندیوں کو مدنظر رکھا جائے تو پھر یہ تو اصول ہو گئے اور ہم ان اصولوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم تہذیب و انسانیت کے بنائے ہوئے ان تمام اصولوں سے انحراف کرتے ہیں جنہوں نے انسان کو نظر آنے والے پھندوں میں جکڑ لیا ہے۔ میرے دوست، ترلوکا کی تعلیمات کا ایک چھوٹا سا مظہر یہ عمارت ہے۔ تم یہاں جو چاہو کرو، یہاں کوئی اصول اور کوئی قانون رائج نہیں ہے" ڈوڈو نے جذبات کے عالم میں کہا۔

"ہوں" میں نے گردن ہلائی اور میرے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ٹھیک ہے ڈوڈو، اگر یہ بات ہے تو میں اس نظریے کو آزماؤں گا"۔

"ضرور ضرور۔ ڈوڈو کی طرف سے تمہیں دعوت ہے" اس نے جواب دیا اور میں ہنستا ہوا چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے ناشتہ آ گیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی جینگو نے یہاں کس قدر نظم و ضبط قائم کیا ہے۔

عمارت میں ان لوگوں کی مشغولیات عام تھیں۔ جس انداز میں کسی گھریلو ماحول کا تصور کیا جا سکتا ہے، وہی یہاں موجود تھا۔ لوگ صفائی ستھرائی میں مشغول تھے۔ کچھ لان سنوار رہے تھے، کچھ عمارت کی صفائی کر رہے تھے۔ میں بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ عمارت کے دروازے سے گزر کر اندر پہنچا۔ ایک وسیع ہال تھا جس میں سامنے کے رخ پر ایک راہداری دور تک چلی گئی تھی۔ راہداری کے دونوں سمت کمروں کے دروازے تھے۔ اختتام پر ایک اور بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

میں اس دروازے سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔ بائیں ہاتھ پر مجھے ایک دروازہ نظر آیا جس پر ایک پردہ لٹک رہا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔

کمرہ صاف ستھرا اور خاصا کشادہ تھا۔ لیکن وہاں کا منظر دیکھ کر میں ٹھٹک کر رہ گیا۔

سامنے ہی جینگو بیٹھا تھا۔ اس کے بدن پر لباس کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ وہ لباس سے عاری ایک آرام کرسی پر تھکا تھکا سا دراز تھا۔ میں جھجک کر پلٹا تو اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

"آؤ، واپس کیوں جا رہے ہو"

"میں ٹھٹک کر رکا اور پھر اس کی جانب مڑا۔

"تم بے لباس جو ہو"۔

"بے لباس؟" جینگو کی طنز بھری آواز ابھری "تمہیں اس پر کیوں اعتراض ہے؟"

"مم۔ میرا مطلب ہے کہ تم ------ تم........"

"ہاں ہاں۔ حقیقت کی دنیا میں آؤ۔ کیوں فضول خیالات میں وقت گنواتے ہو؟"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں باقاعدہ اس کی جانب رخ کر کے کھڑا ہو گیا۔ جینگو کے ہونٹوں پر ایک پرسکون مسکراہٹ تھی۔

"تم کون ہو، کیا ہو، کیوں آئے ہو، مجھے نہیں معلوم لیکن میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں، بیٹھ جاؤ" اس نے انتہائی نرم لہجے میں ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کرسی میں جا دھنسا۔ میری نگاہیں جینگو پر تھیں جو اپنی بے لباسی کے باوجود اس قدر پرسکون نظر آ رہا تھا جیسے اسے کسی قسم کا کوئی تردد نہ ہو۔

اس کا جسم سڈول تھا۔ جسمانی اعتبار سے وہ انتہائی طاقتور آدمی نظر آتا تھا۔ میں اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جینگو اس طرح میری جانب متوجہ تھا جیسے میری آمد کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہو۔ میں نے پرسکون لہجے میں کہا:

"میں تمہارا نیا مہمان ہوں جینگو اور تمہاری اس عمارت میں مقیم ہوں"۔

"اگر تم خود کو میرا مہمان اور اس عمارت کو میری عمارت سمجھتے ہو تو میں تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے اس عمارت میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن میرے دوست اگر غور کرو تو یہ عمارت نہ تو میری ہے نہ تمہاری اور نہ کسی اور کی۔ جب تک اپنی بنیادوں پر کھڑی ہے، کھڑی رہے گی اور جب بوسیدہ ہو جائے گی تو گر پڑے گی۔ آخر ہم ان بوسیدہ ہونے اور گر جانے والی عمارتوں پر تکیہ کیوں کریں۔ ہمارا کیا تعلق ہے ان سے؟ ہم تو بے اختیار وجود میں آئے ہیں اور نہایت بے بسی سے چلے جائیں گے۔ ہم تو سفر پر آنے والے مسافر ہیں اور مسافر کا کچھ نہیں ہوتا۔ تم میری بے لباسی سے جھجک رہے ہو۔ ذرا ان معصوم بچوں کے بارے میں بتاؤ جو ماں کے شکم سے بے لباس آتے ہیں۔ ہم جو اپنے لیے اصول تراش چکے ہیں، ان کے جسموں کو انہی اصولوں میں قید کر دیتے ہیں۔ گویا بنیادی طور پر انسان، انسان کا دشمن ہے۔ سب سے پہلے وہ اسے قید کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی طاقت سے کام لے کر اس کی شکم سیری کرتا ہے"۔

"میرا خیال ہے جینگو، ہم اس کو ظلم نہیں کہہ سکتے"۔

"کیوں؟" اس نے پوچھا۔

"اس لیے کہ جب بچہ کھلی فضاؤں میں سانس لیتا ہے تو اسے بدلی ہوئی آب و ہوا کے تحت کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب یہ چیزیں اسے میسر نہیں ہوتیں تو اس کی زندگی دشوار گزار ہو جاتی

ہے۔ چنانچہ اس کی قید ایک طرح سے پہلا احتیاطی قدم ہوتا ہے جس کو ضرورت نے جنم دیا ہے"۔

"اوہ تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن اس دور کی بات کرو جب لباس کا وجود نہیں تھا۔ کیا نمود وہیں پر جاری نہیں ہوئی۔ کیا سرد غاروں میں پیدا ہونے والے بچے موت کا شکار ہو جایا کرتے تھے؟" جینگو نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اس وقت انسانیت بڑی بے بس تھی۔ وحشت کے اس دور میں انسانی زندگی جس قدر ارزاں تھی، اس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو، بے شمار افراد زندگی کی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے مر جاتے تھے۔ غذا کا نظام اس قدر بہتر نہ تھا۔ غور کرو چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پتھروں اور دانتوں کی ہڈیوں سے بنے ہوئے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے تھے۔ اگر انہیں ایک اصول کے تحت غذا فراہم نہ کی جاتی تو وہ زندگی کہاں سے پاتے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ انسان کی نمود کے فوراً بعد بلکہ اس کی نمود سے کچھ پہلے ہی کچھ اصولوں کی بنیاد رکھ دی گئی تاکہ ان کے ذریعے زندگی پرورش پائے تو غلط نہیں ہے" میں نے کہا اور جینگو کے چہرے پر تردد کے واضح اثرات نظر آنے لگے۔ شاید وہ خود کو کسی حد تک لاجواب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اچانک ہی مجھے اپنے بدن میں سرد سی لہریں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

جینگو کی نگاہوں میں عجیب سی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں اور مجھے اپنا وجود مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے دوست میں تمہیں اپنے افکار و خیالات سے کسی مناسب وقت پر آگاہ کروں گا۔ میرا خیال ہے تم اس بھٹکی ہوئی تہذیب کی دلدل میں اس قدر غرق ہو چکے ہو کہ آسانی سے نہیں سمجھ سکو گے۔ اس کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے" جینگو کے انداز میں وہ گرم جوشی اور وہ تپاک نہیں رہا تھا جو تھوڑی دیر قبل تھا۔

لیکن میری زبان جیسے اینٹھ سی گئی تھی۔ پورا بدن سرد ہو گیا تھا۔ میں نہ تو کچھ سوچ سکتا تھا نہ کچھ بول سکتا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں جینگو کو کوئی جواب دوں۔ اپنی اس کیفیت سے مجھے سخت پریشانی محسوس ہو رہی تھی۔

اسی وقت دو افراد کمرے میں داخل ہو گئے اور جینگو چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ جونہی جینگو کی نگاہیں مجھ سے ہٹیں، میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن کی وہ کھچاوٹ اور بے بسی ختم ہو گئی ہے۔

ان دونوں نے جینگو سے کچھ کہا۔ جینگو فوراً کھڑا ہو گیا۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو میرے مہمان۔ تم اپنی قیام گاہ میں آرام کرو اور بے فکر رہو۔ میں تم سے بہت جلد ملاقات کروں گا اور تمہیں اپنے خیالات سے آگاہ کر کے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔ سنو تمہارا نام کیا ہے؟"

"پیکر" میں نے جواب دیا۔

"کہاں مقیم ہو؟"

"ڈوڈو کے ساتھ اس کی رہائش گاہ پر"۔

"کیا تمہیں وہاں کوئی تکلیف ہے؟"

"نہیں۔ انسانیت سے بغاوت کے جراثیم میرے اندر بھی موجود ہیں لیکن بہت تھوڑے سے۔ چنانچہ میں کسی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا اور نہ اپنی ذات کی تکلیف کو کوئی اہمیت دیتا ہوں"۔

"اوہو" جینگو نے میری جانب دیکھا اور کہا "خاصا بول لیتے ہو۔ لیکن میں تم سے اس موضوع پر کسی اور وقت گفتگو کروں گا۔ اپنی مصروفیت کی بنا پر ہم اس وقت سکون سے تبادلہ خیال نہیں کر سکتے"۔

"ٹھیک ہے جینگو، میں انتظار کروں گا۔ اور ہاں میں وعدہ کرتا ہوں اگر میں تمہارے افکار و خیالات سے متفق ہو گیا تو تمہارے ایسے پیروؤں میں شامل ہو جاؤں گا جن پر تم ہمیشہ ناز کرو گے"۔

جینگو استہزائیہ انداز میں ہنس دیا اور گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں بھی اس کمرے سے باہر نکل آیا۔

اس کھلے دل والے شخص پر میں نے اچھی طرح غور کیا تھا اور یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ جو ڈھونگ انہوں نے رچایا تھا، اس میں وہ انتہائی فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ جو پابندیاں انہوں نے ختم کی تھیں، ان پر وہ خود بھی عمل کرتے تھے اور جینگو مجھے اپنی اس قیمتی رہائش گاہ میں اس طرح چھوڑ کر چلا گیا تھا جیسے یہاں سے اسے کسی چیز کے گم ہونے کا ڈر نہ ہو۔ اور یہ اعتماد یقیناً ایک اچھی بات تھی۔

میں اس کمرے سے باہر نکل کر ٹہلتا ہوا عمارت کے دوسرے حصوں کو دیکھنے لگا۔ خاصی وسیع اور کشادہ عمارت تھی اور ہر قسم کی ضروریات سے آراستہ وہاں کافی افراد تھے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی لیکن سب کے سب خاموش اور ایک دوسرے سے دلچسپی نہ رکھنے والے۔ پھر میں رہائش گاہ سے باہر نکل آیا اور ڈوڈو کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ڈوڈو اپنے کمرے میں موجود نہیں تھا۔ ایک بستر پر لیٹ کر میں نے اپنے پاؤں دراز کیے اور جینگو سے اپنی اس دلچسپ ملاقات کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اچانک ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا۔

اس وقت جب جینگو نے مجھے دیکھا تھا میری قوت گویائی کیوں سلب ہو گئی تھی۔ یہ سوال مجھے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی مقناطیسیت دیکھی تھی اور اس وقت جب اس نے گہری نگاہوں سے میرے وجود کا جائزہ لیا تھا میرے بدن میں سرد لہریں سی دوڑنے لگی تھیں۔ وہ کیا تھا؟ اگر اس طرح اس نے میری قوت گویائی سلب کر لی تو پھر میں نہ تو بول سکوں گا اور نہ وہ کام کر سکوں گا جو کرنا چاہتا ہوں۔

میں سوچتا رہا۔ آخر وہ قوت کیسی تھی؟ کیا جینگو کے سامنے آنے والے اس کی آنکھوں کی قوت

سے ہی مسحور ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ ہپناٹسٹ ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ترلوکا بھی کوئی ایسی ہی پر اسرار قوت ہوگی۔

کوئی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ ایک اجنبی لڑکی تھی جو اندر آ رہی تھی۔

"ہیلو" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"اوہ سوری جناب۔ کیا مسٹر ڈوڈو موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ کہیں گئے ہوئے ہیں"

"آپ یہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں"۔

"میرا مطلب ہے پہلے تو......"

"ہاں ڈوڈو میرا دوست ہے۔ آپ چاہیں تو اس کا انتظار کر لیں۔ ممکن ہے آ ہی جائے"۔

"مسٹر جینگو کے ساتھ گئے ہیں؟"

"شاید نہیں"۔

"[illegible]یہ' مجھے اجازت دیں"۔

"جیسی آپ کی مرضی' ویسے کیا آپ یہیں رہتی ہیں؟"

"اوہ نہیں۔ میں پیرس کے ایک نواحی علاقے میں رہتی ہوں۔ دوسرے تیسرے روز ادھر آنا ہوتا ہے۔ آج آئی تو سوچا کہ ان سے ملتی چلوں"۔

"کیا آپ بھی ترلوکا کے افکار کی گرویدہ ہیں؟"

"جی نہیں۔ میں حقیقت کی دنیا میں رہتی ہوں۔ مجھے زندگی اور انسانوں سے پیار ہے۔ میں انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں سے دلچسپی رکھتی ہوں۔ ان جھوٹی فضاؤں میں نہیں رہتی جس میں آپ لوگ رہتے ہیں"۔

"پھر ڈوڈو اور آپ کی دوستی کیسے ہو گئی؟"

"کوئی گہرا ذہنی رشتہ نہیں ہے۔ بس اس نے ایک بار میری تھوڑی سی مدد کی تھی۔ میں اس کی شکر گزار ہوں"۔

"اگر آپ چاہیں تو اس کے لیے کوئی پیغام دے دیں"۔

"ارے نہیں کوئی پیغام نہیں۔ پھر کبھی آئی تو مل لوں گی۔ اچھا! اجازت" اس نے کہا اور جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

"اپنا نام بھی نہیں بتائیں گی آپ؟"

"کیا ضرورت ہے؟" لڑکی لاپرواہی سے بولی اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔

میں نے ایک طویل سانس لی۔ وہ پہلی لڑکی تھی جو اس دیوانگی کا شکار نہیں تھی لیکن بہت جلد وہ میرے ذہن سے نکل گئی اور میں جینگو کی اس سیاست کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں ڈوڈو آ گیا۔

"کیسے ہو میرے دوست؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں ڈوڈو"۔

"جینگو سے ملاقات ہوئی"۔

"ہاں"۔

"قریب سے دیکھنے پر وہ کیسا لگا؟"

"نہایت پر اثر"۔

"میں نہ کہتا تھا" ڈوڈو کے ہونٹوں پر...... مسکراہٹ دوڑ گئی "وہ مقناطیس ہے' کون ہے جو اس سے متاثر نہیں ہوتا"۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈوڈو' لیکن ایک بات تو بتاؤ"۔

"پوچھو' ضرور پوچھو میرے دوست"۔

"کیا جینگو کو میرے بارے میں معلوم تھا؟"

"کیا معلوم تھا؟"

"یہی کہ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں"

"نہیں۔ تمہیں یہ خیال کیونکر آیا؟"

"ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔

"اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ کسی ملاقات کے بارے میں بتانا اصول بن جاتا ہے اور ظاہر ہے ہم اصولوں کے ہی مخالف ہیں"۔

"خوب۔ میں نے اس سے کچھ بحث بھی کی تھی"۔

"کس سلسلہ میں؟"

"اس کی برہنگی کے سلسلہ میں"۔

"اوہ" ڈوڈو نے قہقہہ لگایا۔ "یہ کون سی نئی بات ہے۔ بہر حال اس نے تمہیں قائل کر دیا ہوگا"۔

"بات مکمل نہیں ہو سکی۔ کچھ لوگ آ گئے تھے"۔

"وہ تمہیں پورے طور سے مطمئن کر دے گا۔ اس کی فطرت ہے"۔ ڈوڈو نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈوڈو جینگو کی عقیدت سے سرشار ہے اور اس کے خلاف کچھ سننا پسند نہیں کرے گا۔ اس لیے اس سے گفتگو میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی۔

"میں اس سے دوسری ملاقات ضرور کروں گا"۔

"دوسری کیا' اب تو ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں پیکر' وہ عجیب ہستی ہے۔ واہ
تم نے اس جیسا دوسرا شخص نہیں دیکھا ہوگا"۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔

"وہ نہ جانے کتنی دولت کا مالک ہے۔ لیکن اگر کوئی اجنبی اسے بھیک بھی دیتا ہے تو وہ قبول کرا
ہے۔ اس کی ذات سے بہت سے دلچسپ قصے وابستہ ہیں"۔

"تم کہاں سے اس کے ساتھ ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ترلوکا کے ساتھ؟"

"نہیں میرا مطلب ہے جینگو کے ساتھ"۔

"طویل عرصہ سے۔ میں تو ہوں ہی امریکن"۔

"اوہ۔ تم امریکن ہو؟"

"ہاں۔ تمہیں حیرت کیوں ہوئی؟"

"خدوخال اور عادات و اطوار سے تم امریکن نہیں معلوم ہوتے۔

"میں امریکہ کی ایک ریاست کے دیہات کا باشندہ ہوں اور وہاں کا مشہور ریسلر تھا۔ بڑی بڑی
کشتیاں جیتی ہیں میں نے اور امریکہ کے لوگ چیمپئن ڈوڈو کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ اب ڈوڈو
دوسری چیز ہے۔ اب تو اگر وہ قوت آزمائی کرتا ہے تو صرف ترلوکا کے مفادات کے لیے"۔

"خوب۔ تو تم پہلوان ہو؟"

"ہاں۔ چھ سال سے چیمپئن ہوں شکاگو کا۔ اور آخر تک نہیں ہارا۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ جس دن
ہار جاؤں گا' اسی دن سے کشتیاں لڑنا چھوڑ دوں گا۔ لیکن ہارا نہیں۔ اور ہارا بھی تو صرف مسٹر جینگو سے"

"جینگو سے؟"

"ہاں۔ کسی کی عظمت کو قبول کرنا میرے نزدیک ہارنے ہی کے برابر ہوتا ہے۔

"اچھی بات ہے ڈوڈو' مجھے پسند آئی" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو چلا گیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

ان سارے معاملات کے جاننے کا مجھے شوق تھا اور اس پراسرار تحریک نے مجھے خود بھی الجھا دیا تھا
لیکن اس کے باوجود میں اپنی دلچسپیاں بھی ترک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس عمارت میں خاصا وقت گزر گیا تھا اور
یہاں کی تفریحات دلچسپ بھی تھیں۔ لیکن فرانس میں اور کچھ بھی تھا اور میں اس سے محروم نہیں رہنا چاہتا
تھا۔

یہ شام اداس شام تھی۔ آج یہاں کوئی پروگرام بھی نہیں تھا۔ جینگو کا درس کہیں اور تھا۔ ڈوڈو اس

کے بعد ہاتھ نہیں آیا کہ میں اس سے اس مقام کے بارے میں پوچھتا۔ چنانچہ میں خود ہی باہر نکل آیا۔
ہوئے ڈی بولون کی حسین بستی' دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ میلوں دور تک چلی گئی
تھی۔ نیچے دریا کی جانب کنارے کنارے چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ چند جگہوں پر
خوبصورت ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ ان کے دروازوں پر اکثر خونخوار کتے نظر آتے تھے۔ ہاؤس بوٹوں کا
سلسلہ ختم ہوا تو شاہ بلوط اور بید کے درختوں میں گھری ایک سیرگاہ نظر آئی جس کے کنارے چند لوگ مچھلی
کے شکار میں مشغول تھے۔

میں چلتا رہا۔ پیرس کا دور تک کا علاقہ دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ یہاں تک کہ زیر زمین ریلوے
اسٹیشن تک پہنچ گیا اور پھر زیر زمین ریلوے کے شاندار نظام کو دل میں سراہتا رہا۔ پھر ایفل ٹاور اسٹیشن پر پہنچ
گیا۔

ایفل ٹاور اپنی روایتی بلندیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے نیچے سیاحوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے
تھے۔ فوٹوگرافر' آئس کریم بیچنے والے' تصویر کارڈ بیچنے والے اور پھر نزدیک نزدیک بکھرے ہوئے قہوہ خانے'
پیرس کی روایتی رونق یہاں نظر آتی تھی۔ دیر تک میں اس رونق میں کھویا رہا۔ ملک ملک کے لوگ نظر آ
رہے تھے اور میں ان میں اپنے ہم وطنوں کی شکلیں بھی دیکھ رہا تھا۔ ان احساسات کا تذکرہ نہیں کروں گا جو
ان لوگوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں ابھرے تھے۔ کیونکہ ان میں مایوسی اور اداسی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد واپس جینگو کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

وہاں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لان تاریک پڑا تھا۔ رہائش گاہ میں ڈوڈو مل گیا۔ وہ آرام سے لیٹا تھا۔
مجھے دیکھ کر بیٹھ گیا۔

"آؤ آؤ۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس ایسے ہی گھومنے نکلا تھا۔ لیکن آج مجھے پیرس کی سڑکوں پر جینگو نہیں نظر آیا"۔

"میرا باس" ڈوڈو ہنس پڑا۔ آج وہ تبلیغ کے موڈ میں تھا اور یہ فرانس کی پولیس کے لیے برا دن
ہے"۔

"کیوں؟"

"بس جینگو کی فطرت میں مزاح کا عنصر بھی ہے۔ آوارہ گردی کرتے ہوئے ایک ایسی عمارت نظر آ
گئی جس میں ایک تقریب تھی۔ نہ جانے اسے کیا سوجھی کہ وہ اس عمارت کی طرف چل دیا لیکن باہر کھڑے
ہوئے ملازموں نے اس کے لباس کی وجہ سے اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا۔ جینگو واپس آیا اور اس
نے ایک عمدہ لباس پہنا اور ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ اسی تقریب میں پہنچا۔ اس کے بعد جو ڈرامہ
ہوا اس کی تفصیل دلچسپ ہے"۔

"کیا ہوا؟" میں بیٹھ گیا۔

"میں تمہیں اس کی تفصیل اسی انداز میں سناؤں گا تاکہ پوری طرح لطف اندوز ہو سکو۔ جب ایک عمدہ کار میں اندر داخل ہوا تو میں اس کی کار چلا رہا تھا اور میرے بدن پر ڈرائیور کی وردی تھی۔ بڑے جغادری لوگ موجود تھے وہاں۔ دولت کے مظاہرے ہو رہے تھے۔ زیورات اور اعلیٰ لباس، اعلیٰ شراب' سب ہماری طرف متوجہ ہو گئے اور ایک لمبا تڑنگا شخص جو اعلیٰ درجے کے سوٹ میں ملبو قریب آ گیا۔ ان دونوں کے درمیان جو مکالمے ہوئے' وہ یوں تھے:

"تشریف لائیے جناب! میری بدقسمتی ہے کہ میں آپ کو پہچان نہیں سکا تھا"۔

"آپ اس عمارت کے مالک ہیں؟"

"جی ہاں۔ میرا نام پونگسن ہے۔ پرتگالی نژاد فرنچ"۔

"اور میں جینگو ہوں" جینگو نے کہا اور کوٹ کے بٹن کھول دیے۔ تب پونگسن نے ا کو اشارے سے بلایا۔

"مسٹر جینگو کا کوٹ احتیاط سے رکھ آؤ"۔

"یس سر" ملازم نے ادب سے جھک کر کوٹ لیا اور چل پڑا لیکن اس دوران جینگو نے واسک اتار دی تھی۔ پونگسن نے پھر ہاتھ بڑھایا اور واسکٹ لے لی۔ لیکن جب جینگو نے شرٹ بھی اتا کے ہاتھ میں دی اور اوپر کے بدن سے برہنہ ہو گیا تو پونگسن کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔

اس نے گھبرا کر مہمانوں کی طرف دیکھا جو اب اس دلچسپ شخصیت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وقفے میں گڑبڑ ہو گئی۔ مسٹر جینگو کے بدن پر پتلون بھی نہیں رہی اور جب پونگسن ان کی جانب کر رہ گیا۔

یہ.... یہ کیا حماقت ہے۔ کیا تم ------- کیا تم پاگل ہو؟"

"کیوں میرے عزیز دوست' تمہارے ذہن میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟" جینگو نے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں نکل جاؤ یہاں سے' اے سنو' تم اسے یہاں سے لے جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا پاگل ہے تو اسے پاگل خانے میں داخل کراؤ"۔

"نہیں جناب! بلکہ میرا باس اگر مجھے اجازت دے تو میں اس بدتمیزی پر تمہیں ہمیشہ کے گویائی سے محروم کر دوں" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"کک' کیا بکواس کر رہے ہو؟" مسٹر پونگسن پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی مہمانوں کو او اور کبھی مسٹر جینگو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

تب مسٹر جینگو مہمانوں کی طرف بڑھے اور کافی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔ کچھ لوگ کا اظہار کر رہے تھے اور کچھ قہقہے لگا رہے تھے۔ خاص کر نوجوان مسٹر جینگو کو بڑی دلچسپی سے تھے۔ مسٹر جینگو..... نے مجھے اشارہ کیا اور میں بھاگ کر کار سے گٹار نکال لایا۔

میں نے گٹار مسٹر جینگو کے ہاتھ میں دیا اور مسٹر جینگو نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ پھیرا۔ لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

"عزیزو! میں زمین پر بسنے والے کمزور انسانوں کا حقیقی نمائندہ ہوں اور تمہارے سامنے آتے ہوئے میرا دل چاہا کہ میں لباس حقیقی ہی میں تم سے گفتگو کروں"۔

"ہیئر ہیئر ہیئر" نوجوانوں نے تالیاں بجائیں۔

"میں تمہاری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو لوٹنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ مسٹر پونگسن کی اس تقریب میں کوئی گڑبڑ پیدا کروں۔ لیکن تمہارا اجتماع دیکھ کر اپنی آواز تمہارے کانوں تک پہنچانے کی خواہش میرے دل میں پیدا ہو گئی اور میں یہاں چلا آیا۔ صرف یہ کہنے کے لیے کہ زندگی کی دلچسپیوں میں لباس کے بندھن بے حقیقت ہیں۔ اگر تم سب اس جگہ کپڑوں کے جال سے آزاد ہو جاؤ تو تم محسوس کرو گے کہ تمہاری خوشیاں کئی گنا بڑھ گئی ہیں"۔

"میں کہتا ہوں' میں کہتا ہوں یہاں سے نکل جاؤ" پیچھے سے مسٹر پونگسن نے جینگو کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے مسٹر پونگسن کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پونگسن چیخ چیخ کر ملازموں کو بلا رہا تھا اور تھوڑی دیر میں اچھا خاصہ ہنگامہ ہو گیا۔

تب نہ جانے کس طرح پولیس وہاں پہنچ گئی اور اس نے مسٹر جینگو کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ پولیس نے مسٹر جینگو سے لباس پہننے کی درخواست کی لیکن مسٹر جینگو نے صاف صاف انکار کر دیا کہ وہ حقیقت کے لباس میں ہیں اور یہ قدرتی لباس کسی بھی طور قابل اعتراض نہیں ہے۔ پولیس مسٹر جینگو کو لے کر چل دی اور راستے میں مسٹر جینگو نے پولیس کو قائل کر دیا کہ وہ درست کہہ رہے تھے۔ پولیس والوں کو انہیں چھوڑنا پڑا لیکن ان سے استدعا کی گئی کہ وہ دوبارہ پونگسن کی کوٹھی نہیں جائیں"۔

"کمال ہے" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ویسے اس کی رہائش گاہ میں میں نے بھی اسے بے لباس پایا تھا"۔

رات کو حسب معمول میں نے کھانا وغیرہ کھایا اور آرام کرنے لیٹ گیا لیکن تقریباً گیارہ بجے ہوں گے جب ڈوڈو نے مجھے پکارا' وہ کہیں سے آیا تھا۔

"کیا بات ہے ڈوڈو؟"

"مسٹر جینگو کو تمہاری ضرورت ہے"۔

"چلوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بہت کم کسی کو اتنی دلچسپی سے طلب کرتے ہیں" ڈوڈو نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں جینگو کے سامنے تھا۔ اس وقت اس کے بدن پر لباس کا انبار تھا اور چہرے سے وہ ایک عظیم مدبر نظر آ رہا تھا۔ تین آدمی اس کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے اور جینگو سنجیدہ تھا۔

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں بڑا جلال تھا۔ مجھے اپنے وجود میں ٹھنڈک
محسوس ہوئی۔

"بیٹھو نوجوان، تمہارا نام پیکر ہے نا؟"

"ہاں"۔

"ہماری گفتگو ادھوری رہ گئی تھی پیکر"۔

"ہاں مسٹر جینگو"۔

"بیٹھ جاؤ نوجوان۔ میں تم سے ضروری گفتگو کروں گا" اس نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ لیکن اس م
میں نے چالاکی سے کام لیا اور اس سے نگاہیں ملانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جینگو نے نہایت نرم لہجے میں کہا:

"ترلوکا کا مشن صرف یہ ہے کہ ہم کمزور انسان جو حالات کے تحت پیدا ہوتے ہیں اور اپنی مر
کے بغیر مرجاتے ہیں، ان بندھنوں سے آزادی حاصل کریں، جو تہذیب نے ہمارے گرد پھیلا رکھے ہیں۔
غور کرو ہماری چند روزہ زندگی میں کچھ خواہشات ہمارے ذہن میں پیدا ہوتی ہیں لیکن معاشرے کے بنا
ہوئے اصول اگر ان خواہشات کو بھی پورا نہ ہونے دیں تو پھر دنیا میں آنے کا کیا فائدہ؟"

"ٹھیک ہے جینگو، لیکن اگر تم پتھروں کے دور کی بات کرتے ہو تو اس دور کا انسان وحشی اور ناقا
بھروسہ تھا۔ جبکہ آج کا انسان نہ تو وحشی ہے اور نہ ناقابل بھروسہ"۔

"ناقابل بھروسہ اور وحشی نہ کہو میرے دوست۔ اگر انسانیت کا یہی مزاج رہے تو کیا برا ہے؟"

"بہت برا ہے جینگو۔ خاص طور سے اس وقت جب زمین وجود میں آئی تھی اور انسان پہاڑوں
جنگلوں میں رہتا تھا۔ اس وقت انسانی آبادی بہت کم تھی۔ اس کے ذرائع بہت کم تھے۔ وہ جنگلوں میں
کرتا تھا۔ لوگوں میں خلوص نہیں تھا۔ اگر انسانوں نے انسانوں کے بارے میں سوچا اور اپنی زندگی کو بہ
چاہا تو اس میں کیا برائی ہے؟"

"کوئی برائی نہیں ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔ لیکن ہمیں
اخلاق اور ایسے تمدن کی ضرورت نہیں ہے جو ہماری خواہشات کو زندگی کی قیمت دے کر حاصل کرنا پڑ
انسان اپنی کمزور ہستی کو دوسروں کا پابند کیوں کرے۔ تم خود سوچو کیا یہ صحیح ہے"۔

"ٹھیک ہے جینگو، لیکن اخلاقی اقدار سے روگردانی مناسب نہیں ہے"۔

"تو کیا ہماری سوچ غلط ہے؟"

"نہیں۔ لیکن معاشرے کے کچھ اصول و ضوابط بھی ہوتے ہیں"۔

"اصول، اصول کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم تہذیب کے بنائے ہوئے ان اصولوں ہی کے تو
ہیں"۔

"نہیں جینگو، یہ بات غلط ہے۔ ہمیں معاشرے کے اخلاق و ضوابط کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ انسان
آزاد ضرور ہو لیکن کریہہ نہ ہو۔ کیا ضروری ہے کہ آزادی اپنے اخلاقی اقدار اور اصولوں کو روند کر حاصل کی
جائے۔ نہیں جینگو آزادی اپنے اخلاقی اقدار کو برقرار رکھ کر بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہماری زندگی پر یہ
سب چیزیں حاوی ہیں"۔

"لیکن ہم ان چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ ہم اپنی اخلاقی اقدار سے نجات چاہتے ہیں۔ کیا دیتی ہیں یہ
ہمیں۔ موت، زندگی سے عاری مردہ حیات، جس میں خوشی کی کوئی رمق تک نہیں"۔

"لیکن تم رشتوں کے تقدس کو کیوں بھول رہے ہو جینگو۔ ہمارے ہاں ماں باپ، بیٹی، بہن بھائی
جیسے رشتے ہوتے ہیں اور ان سب پر ایک دوسرے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنوں کی اس تمیز کو
کھو بیٹھیں گے تو خود کو خوش نہیں رکھ سکیں گے"۔

"جنس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"زندگی کی آرزو پیدا کرتی ہے۔ نمود کے فرائض انجام دیتی ہے" میں نے کہا۔

"پھر یہ قید کیوں ہے؟"

"معاشرے نے اس کے لیے اصول بنا دیے ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب نے جنس پر پابندی نہیں لگائی
ہے۔ ہاں کچھ اقدار کچھ سہارے ضروری ہیں"۔

"اوہ۔ مذہب۔ مذہب۔ کون سے مذہب کی بات کرتے ہو، انہوں نے خود کو منوانے کے لیے ایک
تصور تخلیق کیا ہے۔ اسے خدا، گوڈ، اوم کہا کہ باقی سب جانے پہچانے تھے اور انسان ان سے خوفزدہ نہیں ہو
سکتا تھا۔ دیکھو ان کتابوں کو ان میں گوڈ کہاں ہے؟"

"جینگو نے چند کتابیں نکال کر میری طرف اچھال دیں اور کتابیں زمین پر گر پڑیں۔

تب ایک کتاب درمیان سے کھل گئی۔ میں نے دیکھا وہ میری کتاب تھی اور اس پر میرا ایمان تھا۔
میں ایک گناہ گار انسان ضرور تھا۔ میں نے مذہب، انسانیت، معاشرہ سب کی دھجیاں اڑائی تھیں۔ میں کبھی
کسی سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ میری کتاب تھی۔ وہ مقدس تصور جو زندگی کی سخت ترین گھٹن میں میرا
محافظ تھا، مجھے سکون دیتا تھا۔

میرا ذہن تاریک ہوگیا۔ میری سوچ مردہ ہوگئی۔ میں نے اس مقدس کتاب کو اٹھایا۔ میرے دل
سے آنسو ٹپکنے لگے۔ مجھے پسینہ آگیا تھا۔ میں نے اس کتاب کو سینے سے لگالیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے
وجود میں سمولوں۔ میں دیوانہ وار اسے چومنے لگا۔ پھر میں نے ادب سے اسے ایک طرف رکھ دیا۔

"جینگو" میری آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ اس نے ان سب کو لرزا دیا۔ "جینگو کتے تو نے،
ایک ناپاک انسان نے کائنات کی توہین کی ہے۔ میرا رواں رواں اس مقدس کتاب کے تقدس کا امین ہے۔
بدبخت، ذلیل انسان میں تجھے فنا کردوں گا" نہ جانے میری آواز کو کیا ہوگیا تھا۔ میں نے ایک وحشیانہ دھاڑ کے

ساتھ اس پر چھلانگ لگا دی اور جینگو کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ کمرے میں شدید ہڑبونگ مچ گئی۔ میں نے
اپنے دانتوں سے جینگو کو ادھیڑ ڈالا۔ میں نے اسے لہولہان کر دیا۔

"خدا کی قسم' خدا کی قسم میں تجھے فنا کر دوں گا۔ میں ترلوکا کو...... صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ جینگو
میں ترلوکا کے ایک ایک پیرو کا دشمن ہوں۔ خدا کی قسم میں زمین سے تمہارا ناپاک وجود مٹا دوں گا۔ یہ کتاب
زندہ ہے جینگو' زندہ رہے گی۔ اس کے خدمت گار رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ میں تجھے۔ میں تجھے......"

اور پھر ان سب نے مل کر مجھے جینگو کے جسم سے اٹھا لیا۔ ڈوڈو نے زور سے میرے سینے پر ٹکر
ماری تھی لیکن میں تو وحشی ہو گیا تھا۔ میں نے ڈوڈو کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ جینگو دوڑتا
ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ دروازے سے ٹکرا کر گرا بھی تھا۔ اب کمرے میں دو چار افراد تھے اور میں
تنہا۔ ڈوڈو شکاگو کا چیمپئن تھا لیکن جگہ جگہ سے زخمی نظر آ رہا تھا۔ پھر کسی نے میرے سر پر کوئی وزنی چیز دے
ماری اور میرے اعضاء مضمحل ہو گئے۔ میں تاریکیوں میں جا سویا۔ سکون کی گہری نیند۔

نہ جانے کب آنکھ کھلی۔ ایک کمرہ تھا جس میں میں ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ایک دبلی پتلی سی لیکن
بے حد خوبصورت نرس میرے نزدیک بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ میں نرس کے سفید چہرے کو دیکھنے لگا
میں نے محسوس کیا کہ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔

"نرس" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسے آواز دی۔ اس نے چونک کر مجھے
دیکھا۔ پھر کتاب رکھ کر میرے نزدیک آ گئی۔ یہ کون سی جگہ ہے نرس؟"

"ذہن پر زیادہ زور نہ دو" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر تم بتا دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا"۔

"تمہارے لیے بہتر نہیں ہے' باہر تمہارے دشمن پہرہ دے رہے ہیں"۔

"جینگو کے آدمی؟"

"ہاں"

"عمارت بھی جینگو کی ہے؟"

"ہاں" نرس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔

"کچھ اور بھی بتاؤ گی نرس؟"

"ذہن پر زور نہ دو تو بہتر ہے" اس نے کہا اور میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر ایک گہری سانس
لے کر بولا:

"تم بھی ترلوکا کی پیروکار ہو؟"

"میرا خیال ہے تمہیں اپنی بیماری کے بارے میں گفتگو کرنی چاہیے۔ ان باتوں سے تمہیں کیا
سروکار؟"

"یہ تو میری بیماری ہے نرس۔ جواب دو۔ کیا تم اس کی پیروکار ہو؟" میں نے پوچھا۔

اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولی:

"میں جو کچھ بھی ہوں اپنے طور پر درست ہوں"۔

"میں تلخ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ نرس اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد
اس نے میری طرف رخ کیا اور بولی:

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ تم سے کیا اپنی ضرورت بیان کروں گا؟"

"کیوں آخر میری طرف سے اتنے بددل ہو' کیا صرف اس لیے کہ میں تمہاری ایک ایسی خواہش
پوری نہ کر سکی جس کا تعلق میری ذات سے تھا"۔

"یہ بات نہیں ہے نرس' بلکہ تم شکر کرو کہ تمہاری زندگی کا انحصار ہی اس بات پر ہے کہ تم نے
مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"اگر تم ترلوکا کی پیروکار ہو تو میں تمہیں قتل کر دوں گا"

نرس بدستور مجھے سپاٹ نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"تم ترلوکا سے اس قدر نفرت کیوں کرتے ہو؟"

"کیا تمہیں ترلوکا سے عقیدت ہے؟" میں نے پوچھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک
لطیف سی لکیر کھنچ گئی۔

"اس لیے نہیں منع کر رہی کہ تم مجھے قتل کر دو گے' بس تمہاری ضدی طبیعت کو دیکھ کر دل چاہتا
ہے کہ تمہیں مطمئن کر دوں۔ میں ترلوکا سے شدید گھن کھاتی ہوں۔ میں اس سے نفرت کرتی ہوں" اس
نے سخت زہریلے لہجے میں کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے ایک دم سکون کا احساس ہوا
کہ گویا میرے علاوہ بھی اس گروہ میں کوئی ایسا ہے جو ترلوکا اور جینگو سے نفرت کرتا ہے"۔

"تم نے جینگو کو زندگی بھر کے لیے بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا ہے۔ وہ خاصا زخمی ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"تم خود اسے دیکھ لو گے۔ بہت جلدی وہ تمہارے سامنے آئے گا۔ ویسے اس وقت جدید ترین
طریقوں پر اس کا علاج ہو رہا ہے"۔

"اوہ کیا وہ اتنی خراب پوزیشن میں ہے؟"

"نہ صرف وہ بلکہ وہاں موجود تمام لوگ بھی۔ ڈوڈو جو امریکہ کا بہترین ریسلر تھا' موت اور زندگی
کے درمیان لٹک رہا ہے۔ ان میں سے ایک شخص مر چکا ہے اور دوسرا شدید زخمی ہے۔ کسی کو بھی نہ چھوڑا

تم نے“۔

میں اس لڑکی کی سپاٹ سی کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ نہ جانے کس قسم کی تھی۔ پھر بھی اس نے جو کچھ بتایا تھا‘ اسے سن کر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر جینگو کے ساتھی میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں۔ انہیں تو مجھے قتل کر دینا چاہیے تھا“۔

”وہ یہی کرتے لیکن جینگو نے بے ہوش ہونے سے قبل انہیں منع کر دیا تھا“۔

”کیا مطلب؟“

”پتہ نہیں‘ بس وہ ایسا ہی بے تکا آدمی ہے۔ اس نے خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ تمہیں تکلیف نہ ہونے پائے“ نرس نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

یہ تو قدرت کے راز تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ ظاہر ہے ہوریشو نے بھی یہی کہا اس خبط میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مجھے زچ کر کے مارے گا اور بالآخر اس کا یہ خبط اسے لے ڈوبا۔ جینگو بھی ہو گا۔ اسے بھی اپنی شکست یا توہین کا بدلہ لینے کی خواہش ہو گی۔ وہ اپنے لوگوں میں ذلیل ہو گیا تھا۔ کے آدمی مجھے قتل کر دیتے تو یہی کہا جاتا کہ میں جینگو کو اس حالت میں پہنچانے کے بعد اس کے آدمی مارا گیا۔ لیکن یقینی طور پر جینگو میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرنا چاہتا تھا جس سے اس کی اپنی گری ہو بحال...... ہو جائے۔

میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا تھا کہ میری روح کے وہ داغ دھل جائیں جن سے وہ اذیت تھی۔ لیکن بخشش کا تصور بھی میرے لیے حسرت انگیز تھا۔ بھلا مجھ جیسے انسان کی بخشش کیسے ہو سکتی کے ہاتھوں ہزاروں انسانوں کو اذیت پہنچی تھی۔

ہوش آنے کے بعد بھی میرے خلاف کوئی تحریک نہیں ہوئی۔ میں تیزی سے روبہ صحت وہ نرس میرے لیے ایک معمہ بن گئی تھی۔ دبلی پتلی سی حسین نقوش والی لڑکی جو مسکرانا تو جانتی تھی۔ وہ ایک مشین کی طرح اپنے کام کرتی اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ ہوتا تھا۔

”نرس“ ایک دن میں نے اس سے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی ”کیا تمہارا یہاں اور کوئی نرس نہیں ہے؟“

”نہیں“ اس نے مختصر کہا۔

”میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا“۔

”کیا یہ ضروری ہے؟“

”ہاں۔ خاص طور سے اس لیے کہ تم بھی میرے مسلک سے متفق ہو“۔

”غلط خیال ہے تمہارا“ اس نے تلخی سے کہا۔

”میرا مسلک کچھ اور ہے“۔

”کیا؟“

”تین اپاہج انسانوں کی پرورش اور بس“۔

”کون ہیں وہ؟“

”براہ کرم فضول باتوں میں نہ الجھیں۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں گی“۔

”اپنا نام بھی نہیں بتاؤ گی؟“ میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”میریا ڈالسنک“ اس نے جواب دیا۔

اور یہ نام آپ کے لیے اجنبی نہ ہو گا۔ یہ وہی میریا ہے جو بعد میں راجہ نواز اصغر کی بیوی بنی۔

☆ ☆ ☆

میں خاموشی سے میریا کو دیکھتا رہا۔ یہ نرم و نازک سی لڑکی نہ جانے اپنے اندر کون کون سے اسرار رکھتی تھی۔ بہرحال اس سے زیادہ میں اس سے کچھ پوچھنے میں ناکام رہا۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی اور میں ان تین اپاہج انسانوں کے بارے میں بھی کچھ نہ جان سکا جن کی پرورش اس کا مسلک تھی۔

ہاں چوتھے دن اس نے مجھے اطلاع دی ”ڈوڈو بھی مر گیا۔ غالباً“ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی“۔

”اوہ...... مجھے افسوس ہے۔ بہرحال خوب آدمی تھا۔ اور اس نے فرانس میں مجھے بہت سی سہولتیں فراہم کر دی تھیں“۔

میریا نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

بالآخر چھٹے دن مجھے طلب کر لیا گیا اور جس کمرے میں مجھے لے جایا گیا تھا‘ وہ تاریک تھا۔ پھر اچانک کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی اور کمرے کے درمیان ایک اپاہجوں والی کرسی پر جینگو نظر آیا۔ اس کی ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور کئی جگہ سے وہ ٹوٹا پھوٹا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بات یہ ہے مسٹر پیکر“ اس نے بھاری آواز میں کہا ”ہم لوگ ذاتی دشمنی کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تو عدم تشدد کا پرچار کرتے ہیں۔ ہمیں مذاہب سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ کمزور انسان بہت سی حسرتیں اور خواہشیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اور ان خواہشوں کو دبانے کے لیے ان آرزوؤں کے نہ پورا ہونے کی حسرت کو چھپانے کے بعد مذاہب تراشے گئے ہیں اور ان مذاہب کے پیروؤں نے جزا و سزا کا تصور دیا ہے۔ ناکاموں کے لیے جنت تخلیق کی گئی ہے تاکہ وہ ایک اور زندگی کی آرزو میں سلگتے رہیں۔ انتظار کرتے خوشی ہیں‘ انسانوں کے ساتھ یہ کتنا بڑا مذاق ہے۔ وہ خوشی جو انہیں زندہ رہ کر نہیں مل سکی‘ مرنے کے بعد پوری ہو جائے گی‘ واہ......!“

جینگو ہنس پڑا۔

میں خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا مجھے۔ مذہب کے خلاف ایک لفظ میرے بدن میں چنگاریاں سی سلگا دیتا تھا۔ جینگو کی یہ بکواس مجھے سخت ناگوار گزر رہی تھی۔ وہ بدبخت منحوس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میرے پیچ و تاب کا اندازہ کر رہا تھا۔ پھر وہ اسی سرد لہجے میں بولا:

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں میری یہ گفتگو سخت ناگوار گزر رہی ہے۔ کیا میرا خیال غلط ہے؟"

"بالکل نہیں" میں نے غرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میرا بس چلے تو میں تیرے بدن کے چیتھڑے اڑا دوں۔ تیری پوری کھال تیرے بدن سے ادھیڑ دوں اور اس کے بعد تیرے تڑپنے کا تماشا کروں اور تیرے ان ہونٹوں کو تیرے چہرے سے جدا کر دوں جن سے یہ غلیظ لفظ نکل رہے ہیں"۔

"بے شک تمہارے دل میں یہی آرزو ہوگی۔ کیونکہ تم پر مذہب کا بھوت سوار ہے لیکن میری بات کی حقیقت پر غور کرو۔ تم نے مجھے سخت زخمی کر دیا ہے۔ میں اگر چاہوں تو چاروں طرف سے تمہارے جسم پر گولیوں کی بارش ہو جائے اور تمہارا ہر رواں خون اگلنے لگے۔ لیکن مجھے دیکھو، مجھے اپنے افکار و خیالات پر کس قدر قابو ہے اور ان سے کس حد تک متاثر ہوں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ذاتی دشمنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ انسان کمزور ہے۔ وہ برائیاں بھی کرتا ہے اور اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس برائی کا جواب نہ دو۔ ہاں عقیدوں سے ٹکرانے والے موت کے مستحق ہوتے ہیں۔ تو میرے دوست! عظیم ترلو کا کام ہے کہ دشمن کو حجت سے زیر کرو۔ تم نے مجھے زخمی کیا ہے۔ میں اس کا بدلہ ہر طرح سے لے سکتا ہوں لیکن میں اس کا بدلہ یہی سمجھتا ہوں کہ تمہیں اپنے عقائد سے متاثر کر دوں"۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا جینگو، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ میں تمہارے نام نہاد عظیم ترلو کا پر لعنت بھیجتا ہوں" میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

"ایسا ہی ہو گا میرے دوست، بالکل ایسا ہی ہو گا۔ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم سے بات کروں گا، میں تمہیں قائل کروں گا اور اگر تم قائل ہو جاؤ تو میرا مشن کامیاب ہے"۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہمیں مذاہب سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ کمزور انسان کے لیے سہارے ہوتے ہیں اور ہم ان کمزور انسانوں سے ان کے سہارے کیوں چھینیں۔ ہاں وہ جو ذہین ہیں، دنیا میں اپنے لیے کوئی جگہ بنانے کی قدرت رکھتے ہیں، ان کا عقیدہ البتہ اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ ان ناکام فرقوں میں نہ آئیں۔ تم بتاؤ کون سے مذہب کی بات کرتے ہو، عیسائیت کی؟ حضرت عیسیٰؑ نے کیا پیغام دیا۔ انسانوں کو انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا اور انہی اچھائیوں کے بدلہ میں جنت دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اب تم سوچو، انسان جو اپنی ذات پر قادر بھی نہیں ہے، ان غیر معمولی بوجھوں کو کیسے اٹھا سکتا ہے۔ جو مذہب نے پر عائد کیے ہیں۔ ہم جب اپنی ضرورتوں میں ناکام رہتے ہیں اور وہ ضرورت کسی بھی انداز میں پوری ہو

لیکن ہم وہ انداز اس لیے اختیار نہیں کرتے کہ ہم خود کو اس انداز میں بھرپور طریقے سے قادر نہیں پاتے؟ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ترلو کا کی تعلیمات بھی عدم تشدد کا پرچار کرتی ہیں۔ تو کیا تم مہاتما بدھ کی بات نہ کرو گے جس نے یہی سب کچھ کہا ہے۔ اور دوسرے کس مذہب کی بات کرنا چاہتے ہو۔ مسلم مذہب کو دیکھ لو، اس میں جو اچھائیاں پیش کی گئی ہیں، تو کیا تمام پیغمبروں نے ایک ہی پیغام نہیں دیا ہے۔ مجھے جواب دو، کیا انہوں نے یہ نہیں کیا ہے کہ ایک دوسرے پر تشدد نہ کرو۔ جب سب یہی کہتے ہیں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اس کا مقصد ہے ہمارے عقائد تمام مذاہب کا مجموعہ ہے۔ حالانکہ ان مذاہب کے ماننے والوں کی کیفیت دیکھو۔ ان میں سے کون ہے جو اپنے مفادات کے لیے اپنے مذاہب سے منہ نہیں موڑتا۔ اپنے مذہب کے عقائد سے پہلو تہی نہیں کرتا۔ اس کا مقصد ہے کہ انہیں جو تعلیمات دی گئی ہیں، وہ ان کی فطرت سے میل نہیں کھاتیں۔ ہمارا کوئی مذہب نہیں ہے، ہم صرف مذہب انسانیت کے قائل ہیں اور کمزور انسانوں پر اتنے بوجھ نہیں ہونے چاہئیں، جنہیں وہ نہ اٹھا سکیں"۔

"مذہب نے ہر مشکل کا حل پیش کیا ہے جینگو، کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے"۔

"اچھا ایک بات بتاؤ" جینگو نے بڑے ہی دوستانہ انداز میں کہا اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"تمہارا تعلق کس مذہب سے ہے۔ کیا عیسائی ہو؟"

"نہیں"۔

"پھر کون ہو۔ دیکھو خود کو چھپانا بزدلی کی بات ہے اور اگر تم مذاہب کے وکیل کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑے ہو تو سب سے پہلے خود کو صاف کر کے میرے سامنے پیش کرو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں مسلمان ہوں"۔

"کیا ---؟" جینگو اچھل پڑا۔ "مسلمان؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"ہاں"۔

"لیکن تمہارا نام ---- تمہارا نام تو......" وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

"میرا اصلی نام راجہ نواز اصغر ہے" میں نے جواب دیا۔

"راجہ نواز اصغر" جینگو نے زیر لب کہا۔

"ہاں راجہ نواز اصغر" میں نے جواب دیا۔ میرے اندر مسرتیں ابھر رہی تھیں۔ آج مجھے اپنا نام لیتے ہوئے کسی شرم کا احساس نہیں ہوا تھا۔

"لیکن پیکر کون ہے؟"

"ایک فریب جو مر چکا"۔

"وہ فریب کیوں زندہ تھا اور کیوں مر گیا؟"

"اس کا کوئی جواب نہیں ملے گا"۔

"تو تم مسلمان ہو"۔

"ہاں"۔

"ایک ایسے مذہب کے پیرو جو سب سے زیادہ کٹر ہے۔ لیکن کیا تم اپنے مذہب سے مطمئن ہو
اصغر؟"

"جہاں تک مذہب کی بات ہے' میرا مذہب دنیا کا آخری اور سب سے مکمل مذہب ہے"۔

"کیا اس مذہب نے مکمل انسان تخلیق کیے؟"

"ایسے ایسے مکمل انسان جن کی مثال انسانیت کی تاریخ دینے سے قاصر ہے' اگر تمہاری کوئی
ہے تو میرے مذہب کا مطالعہ کرو" میں نے فخر سے کہا۔

"تمہاری بدقسمتی سے میں نے ہر مذہب کا مطالعہ کیا ہے۔ ان لوگوں کی بات کرو گے جو بانیٔ مذ
ان سے قریبی لوگ تھے۔ اس کے بعد کیا تمہارا مذہب افراتفری کا شکار نہیں ہو گیا؟"

"مذہب اپنی جگہ مضبوط اور ٹھوس ہے۔ چند انسانوں کے انفرادی کردار کی بات دوسری
انسان تو بقول تمہارے کمزوریوں کا مرقع ہوتا ہے"۔

"وہی میں کہہ رہا ہوں۔ جب کوئی مذہب انسان کو مکمل نہیں کر سکتا تو پھر اس کا سہارا لی
ضرورت ہی کیا ہے؟"

"دیوانوں کی سی باتیں کر رہے ہو جینگو' اگر مذہب اور اس کے اقدار انسان کی ذات کی حفا
کرتے تو یہ دنیا بھیڑیوں کا غول ہوتی۔ ہر طاقتور اپنے سے کمزور کو کھا جاتا۔ انسان سے بڑا درندہ روئے
دوسرا کوئی نہیں ہے۔ یہ محب انسانیت لوگوں کی کوششیں ہی ہیں جن کی وجہ سے بھیڑیوں کا یہ غول
ہے اور انسان سکون سے زندگی گزار رہے ہیں"۔

"سکون کی زندگی' ہونہہ' تم اسے سکون کی زندگی کہتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ اگر مذاہب کی دیوار نہ ہوتی تو ہر شخص بے سہارا ہوتا اور تم جیسے لوگ کسی
اس انسان کو زندہ نہ چھوڑتے جو تم سے منحرف ہوتا"۔

"بے کار بات ہے۔ جب تم اپنے آپ کو کسی تعلیم سے پوری طرح متاثر نہیں کر پاتے
تعلیمات کا دامن کیوں پکڑتے ہو خود کو آزاد چھوڑ دو"۔

"ہمارے اندر جو خامیاں ہوتی ہیں' ہمارا ضمیر ان پر شرمندہ رہتا ہے اور یہ شرمندگی مذہب
ہے۔ اگر یہ عطیہ نہ ہوتا تو ہر برائی کے لیے برائی کا تصور ہی مٹ جاتا اور ہر انسان کھلم کھلا برائیاں کر

"یہ خوب بات ہے۔ تم جو کرتے ہو اسے انسانی کمزوری قرار دیتے ہو اور جو نہیں کر پاتے
لیے مذہب پر احسان رکھ دیتے ہو"۔

"یہی کیا کم ہے جینگو کہ ہم جو برائی کرتے ہیں اس پر پشیمان رہتے ہیں۔ میں نے کہا نا کہ اگر

پشیمانی کی چادر بھی الٹ جائے تو یہ دنیا جہنم بن جائے"۔

"کیا انفرادی طور پر ہر شخص یہی سوچتا ہے؟"

"ضمیر سب کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کی ٹیسوں سے متاثر نہ ہو تو ضمیر کا کیا قصور؟"

"میں تم سے تمہاری بات کرتا ہوں"۔

"ضرور کرو میرے دوست' میرا خیال ہے تم وہ کر رہے ہو جو میرے لیے شدید بہتری کا باعث ہے۔
میں اپنی ذات میں اتنی خامیاں پیدا کر چکا ہوں کہ اب ان گڑھوں کو بھرنے کا تصور بھی ذہن میں آتا ہے تو
خود کو بے حد کمزور پاتا ہوں۔ اگر تمہاری اس کوشش سے میری اصلاح ہو جائے تو میں تمہیں اپنا دوست ہی
سمجھوں گا"۔

"ہاں ہاں۔ خوبصورت گفتگو کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ میں تم سے
تمہاری ذات کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ تم جس مذہب کے پیرو ہو' اس کی تعلیمات ضرور تمہاری نگاہ
میں ہوں گی"۔

"بے شک ہیں"۔

"کیا تم اپنے آپ کو مطمئن پاتے ہو کہ تمہارے مذہب نے تمہیں جو تعلیمات دی ہیں' تم انہیں
پورا کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اپنے مذہب کا مذاق ہوں۔ میں ان تعلیمات سے نفی کر رہا ہوں جو میرے مذہب
نے مجھے دی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ بات تم فخر سے کہہ رہے ہو؟"

"نہیں۔ انتہائی شرمندگی کے ساتھ"۔

"خوب خوب۔ یہ شرمندگی کب سے لاحق ہے؟" جینگو نے سوال کیا۔

"اس وقت سے جب میں نے پہلی برائی کی اور میرے ضمیر نے مجھے اس برائی کے خلاف پہلی بار
آواز دی"۔

"تو اس کے بعد تم دوسری برائی کیوں کرتے رہے؟"

"اس لیے کہ میں اس کمزور دنیا کا کمزور انسان تھا"۔

"واہ۔ اچھا طریقہ ہے"۔

"نہیں جینگو' میں تم سے تمہارے ہی الفاظ دہرا رہا ہوں۔ مذہب نے ہمیں اچھائیوں کی جانب کیا۔
لیکن انسانی کمزوری ان اچھائیوں کو مانتے ہوئے بھی ان پر عمل نہ کر سکی"۔

"اوہ تو پھر اس کمزوری کو تم کہاں لے جاؤ گے میرے دوست۔ جب تم محسوس کرتے ہو کہ ان
فطرت کی کمزوریاں یہ وزن نہیں اٹھا سکتیں تو تم اس بوجھ سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتے؟"
"اس لیے کہ یہ بوجھ' بوجھ نہیں ہے۔ بلکہ روح و قلب کی صفائی کے لیے ایک مجرب نسخہ ہے"
"جسم کی گندگی کے لیے کوئی مجرب نسخہ نہیں ہے تمہارے مذہب میں؟" جینگو نے سوال کیا۔
"بے شمار' لیکن اگر ہم عمل کرنا چاہیں تو"۔
"تو پھر عمل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ کیوں نہیں بتایا گیا؟"
"بے شمار ذرائع بتائے گئے ہیں۔ لیکن بات وہی انسانی کمزوری کی آ جاتی ہے"۔
"میرا خیال ہے تمہاری گفتگو احمقانہ ہے" جینگو نے کسی قدر الجھ کر کہا۔
"نہیں جینگو! بلکہ تم لاجواب ہو گئے ہو"۔
"اوہ۔ محض بکواس۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم مذہب کی پیروی کرنا چاہتے ہو تو اس کے بارے
سوچو مت بلکہ عمل شروع کر دو"۔
"ہاں ہاں۔ بنیادی عمل بے حد ضروری ہیں۔ اگر ہم ان پر ہی کاربند ہو جائیں تو میں سوچتا ہوں
کم از کم مذہب کا ایک سلسلہ تو پورا ہو ہی جائے"۔
"تو تم کاربند کیوں نہیں ہوتے؟"
"میں ہونا چاہتا ہوں"۔
"خوب خوب" جینگو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ "تو سنو میرے دوست! م
تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اپنے مذہب کی اچھائیوں کو نگاہ میں رکھو اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرو
ماحول کو دیکھ کر میں یہ کوشش کروں گا کہ وہ اچھائیاں تمہیں کوئی سہارا نہ دے سکیں۔ تم اچھائیوں کی جا
راغب ہو تو برائیاں تمہاری مجبوری بن جائیں اور اگر تم ان اچھائیوں کو قبول کرنے سے قاصر رہو تو پھر
کی طرف آ جانا۔ تمہارے لیے کھلی دعوت ہے"۔
"میں نہیں سمجھا"۔
"تم جو کچھ کر چکے ہو' اس کے صلے میں تمہیں بدترین سزا دی جانی چاہیے تھی۔ لیکن ترلوکا عجیب
غریب فطرت کا مالک ہے۔ اس نے ہماری روح میں جو احساسات پیدا کر دیے ہیں' ان کے تحت جینگو تم
آزادی بخشتا ہے۔ جاؤ تم کبھی ہماری دسترس سے باہر نہ رہو گے۔ لیکن تم ان اچھائیوں کو تلاش کرو جو
مذہب کی طرف لے جاتی ہیں۔ اگر تم انہیں پانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہارے ہی حق میں بہتر ہے لیکن
تم انہیں پانے میں ناکام رہے تو پھر تمہیں ترلوکا کے حضور پیش کر دیا جائے گا تاکہ وہ تمہاری اصلاح کر
سکے"۔
میں نے چند ساعت سوچا۔ جینگو نے مجھے بہت بڑا چیلنج دیا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس چیلنج

قبول کر لوں۔
"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ میں نے جواب دیا اور جینگو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"لیکن نواز اصغر' اگر تم نے پیرس سے فرار ہونے کی کوشش کی تو پھر ترلوکا کے مجرم کی حیثیت سے
تمہیں گولی مار دی جائے گی"۔
"تو میں ترلوکا کا قیدی ہوں؟"
"نہیں۔ اس کے مجرم۔ تم نے اس کی ذات کا چیلنج قبول کیا ہے' مردانہ وار مقابلہ کرو اور اسے
شکست دو۔ بھاگ جانے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اگر تم یہ چیلنج نہ قبول کرتے تو جو جرم تم کر چکے
ہو' اس کے عوض تمہیں اسی جگہ گولی مار دی جاتی اور تم جانتے ہو ہم یہ کر سکتے تھے"۔
"ہوں" میں نے گردن جھکا کر سوچا۔ بات ٹھیک تھی۔ اس وقت یہ لوگ ایسا کر سکتے تھے"۔
"کیا سوچا؟"
"تمہارا ایک مطالبہ میں تسلیم کرتا ہوں"۔
"کیوں؟"
"پیرس نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تک جب تک کہ تم نہیں چاہو گے"۔
"یہ ایک سچا فیصلہ ہے؟"
"ہاں"۔
"اس کی وجہ؟"
"میں اس بات کو مانتا ہوں کہ اس وقت تمہارے قبضے میں ہوں اور تم مجھے مار سکتے ہو۔ چنانچہ اگر
میں تم سے کسی وعدے کے عوض زندگی مانگ رہا ہوں تو اس وعدہ کو ضرور پورا کروں گا" میں نے جواب دیا۔
"خوب۔ میں اسے تمہارے مذہب کی سچائی سمجھے لیتا ہوں۔ ہاورڈ" اس نے کسی کو آواز دی اور
ایک آدمی ایک ستون کے عقب سے نکل آیا۔ جینگو نے پورے انتظامات کیے تھے۔ ظاہر ہے اس نے مجھے
سمجھ لیا تھا۔
"یس سر!" آنے والے نے گردن جھکا کر کہا۔
"اسے بے ہوش کر کے کسی مناسب جگہ ڈال آؤ" جینگو نے کہا اور اس شخص نے پستول نکال لیا۔
دوسرے لمحے اس نے میرے چہرے کی طرف رخ کر کے فائر کر دیا۔ میں اتنا بے بس تھا کہ کچھ بھی نہ کر سکا۔
لیکن پستول سے گولی کی بجائے ایک بھورے رنگ کا غبار نکلا تھا۔ پھر یہ غبار میری ناک سے ٹکرا لیا اور میرا
سانس بند ہو گیا۔
لاکھ کوشش کے باوجود میں سانس نہ لے سکا اور دم گھٹنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ یہ بے ہوشی
نہ جانے کتنی طویل تھی۔ بہرحال ہوش آیا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ یہ کوئی

پارک ہے۔

میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ پارک میں پرندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں
نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنا چاہا لیکن کلائی خالی تھی۔ ایک لمحے تو میں حیران ہوا کہ
نے میری گھڑی کیوں اتار لی لیکن دوسرے لمحے میں نے کسی احساس کے تحت اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔

کچھ بھی نہیں تھا۔ بدن کے لباس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میرے پیروں
جوتے بھی نہیں تھے۔

"شکر ہے" میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے ایک صبح یاد آ گئی تھی جب ہوریشو نے ہمیں
کے ایک کوڑا گھر پر پھنکوا دیا تھا اور شہر کے لوگ ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ وہ تو بھلا ہو سردارے کا
پاگل پن کا ڈھونگ رچا کر بروقت جان بچائی تھی۔ ورنہ نہ جانے کیا ہوتا۔ ان شریف لوگوں نے صرف
چرائے تھے۔

میری نگاہ چاروں طرف بھٹکنے لگی اور پھر اچانک ہی میرے ذہن میں اس بنچ کا خیال آیا جو مجھ
کچھ فاصلے پر تھی۔ اس بنچ پر ایک بوڑھا فرانسیسی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس نے دونوں پاؤں اٹھا کر بنچ پر رکھ
تھے اور اس کے جوتے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

ایک لمحے میں میرے ذہن میں آیا کہ ان جوتوں کا سائز میرے پیروں سے مختلف نہیں تھا اور
ہے اس کی جیب میں بھی کچھ موجود ہو۔ بہت عمدہ۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن میں کچھ عجیب سی آوازیں گونجنے لگیں۔ یہ آوازیں----
آوازیں---- میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ یہ آوازیں میرے مقدر میں تو نہیں تھیں۔
زبان کی یہ آیات میرے لیے ناقابل فہم تھیں لیکن میرے ذہن و دل کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔

مجھے کیا سمجھایا جا رہا تھا۔ ہاں ٹھیک تو ہے۔ ٹھیک ہی تو ہے۔ پوری زندگی برائیوں کی تلاش
سرگرداں انسان، اب نیکیوں کے راستے تلاش کر رہا تھا۔ یہ رہنما آوازیں۔ یہ رہنما آوازیں یہ آوازیں
سے آ رہی ہیں؟"

"بائیں سمت چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صورت شکل سے عرب باشندے معلوم ہوتے
ایک کے سامنے ٹرانزسٹر رکھا ہوا تھا اور کہیں سے تلاوت ہو رہی تھی لیکن یہ رہنما آوازیں تو میرے
تھیں۔

میں نے رخ بدل لیا۔ اس بوڑھے فرانسیسی کے جوتے اس کے اپنے تھے، میرے لیے نہیں
تب میرے اندر ایک استقامت ابھری۔ ایک احساس ابھرا اور میں نے وہ جوتے حاصل کرنے کا فیصلہ ترک
دیا۔

لیکن اب---- اب کیا کروں۔ شام ہو چکی تھی۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

"اونہہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ سینکڑوں دن اور سینکڑوں راتیں عجیب و غریب گزری ہیں۔ وہ برے
دن اور بری راتیں۔ یہ اچھائیوں کی تلاش ہے۔ یہ سچ مچ نروان کی تلاش ہے تو اس سے گھبرا جانا کیا معنی!
اور میرے اندر ایک ایسا عزم ابھرا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ننگے پیروں کو میں بھول گیا تھا۔ میں
اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پارک کے باہر نیولی پارک کی ایک سل لگی ہوئی تھی۔ سامنے ہی نیولی کا پل نظر آ رہا تھا۔

تھوڑے فاصلے پر سپر مارکیٹ، ریستوران اور ایسی ہی چیزوں کی بھرمار تھی۔ کشادہ سڑکیں چاروں
طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ میں چل پڑا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ اس ایک نامعلوم منزل کی طرف۔

پھر ایک سپر مارکیٹ کے قریب ایک بوڑھی عورت نے مجھے اشارے سے قریب بلایا اور میں اس
کے نزدیک پہنچ گیا۔

"فرنچ؟" اس نے تذبذب انداز میں مجھے دیکھا۔

"نہیں"۔

"پھر کون ہو؟"

"مشرقی" میں نے جواب دیا۔

"اوہ" اس نے گہری سانس لی۔ وہ مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہی تھی" تمہارے جوتے کہاں
ہیں؟"

"چوری ہو گئے"۔

"کب۔ کیسے؟"

"بس پارک میں تھا۔ کسی نے جوتے اور جیب میں جو کچھ تھا، غائب کر دیا" میں نے مسکراتے ہوئے

"حالانکہ فرانس میں ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ شاید وہ بھی کوئی مشرقی ہو گا" عورت نے طنزیہ انداز میں
راتے ہوئے کہا۔

"اور کچھ کہنا ہے آپ کو؟"

"نہیں۔ بس تم عجیب لگے تھے۔ میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں؟"

"شکریہ" میں نے جلے کٹے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"اوہ۔ سنو تو سہی۔ سنو میرا مقصد تمہاری توہین نہیں تھا۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں"۔

"تم سفید نسل کی گھٹیا عورت، جس کا نہ کوئی ماضی ہوتا ہے، نہ مستقبل۔ تم کسی کی کیا مدد کر سکتی ہو"
میں نے نفرت سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بوڑھی میری شکل دیکھتی رہ گئی تھی۔ مجھے اس کے ریمارکس
ت غصہ آ رہا تھا۔ اور پھر شاید بھوک کی بھی کچھ جھنجلاہٹ تھی۔ سب کچھ کر سکتا تھا۔ ذرا سی دیر میں
مہیا ہو جاتیں لیکن جینگ کا چیلنج بھی تھا اور اپنا احساس بھی۔

مجھے ان لوگوں کی تکالیف یاد آ گئیں جنہوں نے راہ حق میں نہ جانے کتنی مصیبتیں جھیلی ہ
میں تو ابھی حق کی تلاش میں پہلا قدم رکھ رہا تھا۔ تب میرے دل سے ایک دعا نکلی "خدائے قدو
ثابت قدم رہوں۔ جو راستہ اختیار کیا ہے' اس سے نہ ہٹوں۔ تو میری مدد کر"۔

اور یہ آرزو کچھ اس انداز میں بیدار ہوئی تھی کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ میں
اور پھر ایک جگہ رک گیا۔ میری نگاہ ایک اور بوڑھی پر پڑی تھی جو اپنے سامنے سامان رکھے پریشانی سے
ادھر دیکھ رہی تھی۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو اس نے اشارے سے مجھے بلایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

سوری بوائے۔ مجھے ٹیکسی کی تلاش ہے۔ پلیز میری مدد کرو۔ بہت دیر سے پریشان ہو رہی
اس نے کہا۔

"ٹیکسی کہاں سے ملے گی مادام؟"

"یہاں کوئی پبلک بوتھ بھی نہیں ہے۔ یا تو کہیں سے فون کر دو یا......" عورت نے کہا اور
ایک ٹیکسی آتی دیکھ کر چونک پڑی "اوہ پلیز" اس نے استدعا کی اور میں ٹیکسی کی طرف دوڑ گیا۔
ٹیکسی رکی اور عورت کا سامان اٹھا کر اس میں رکھ دیا۔

عورت اندر بیٹھ گئی۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور ایک نوٹ نکال کر اس طرح میری جیب میں ٹھ
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ میں تعجب سے نوٹ دیکھ رہا تھا۔

"بخشش" میں نے سوچا اور پھر میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ اس نوٹ سے کم از کم کچھ وقت
اور ـــــ اور اگر ممکن ہوا تو ایک معمولی سا جوتا بھی خریدا جا سکتا ہے۔

کوئی دکان چھوٹی نہیں تھی۔ ہمت کر کے میں ایک دکان میں داخل ہو گیا اور پھر ایک س
معمولی جوتے کا انتخاب کیا۔ قیمت پوچھی اور دھڑکتے دل سے انتظار کرنے لگا۔

اور پھر میرا چہرہ کھل گیا۔ بوڑھی یا تو بہت فیاض تھی یا پھر بے وقوف۔ اور گھبرائی ہوئی۔ میں
سکتا تھا اور اس کے بعد بھی چند فرانک بچ رہے تھے۔ میں نے جوتا خرید لیا۔ در حقیقت ایسا ہی محسو
جیسے برہنگی چھپ گئی ہو۔ پیرس کی سڑکوں پر ننگے پاؤں پھرنے والوں کے گرد لوگ جمع ہی ہو جاتے
چھپایا بھی جا سکتا ہے لیکن پاؤں؟ میں نے گہری سانسیں لیں اور اب مجھے بقیہ رقم سے پیٹ کا دوزخ
خیال آیا۔ اس رقم کو حرام نہیں سمجھ سکتا تھا۔

چنانچہ کلیسا کے سیکرے کی سیڑھیوں کے نزدیک بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے قہوہ خانوں
ایک میں داخل ہو کر میں نے ایک میز سنبھال لی اور پھر سستی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ ان چیزوں
کے بعد میں کھانے میں مشغول ہو گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانی عمر کی پرکشش عورت
گئی تھی۔ اس نے کئی بار شکاری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن دل ہی دل میں میں نے اس پر لعنت
تھی۔

کافی کے دو کپ لینے کے بعد میں نے بل طلب کیا۔ سولہ فرانک اور میرے پاس بیس فرانک تھے۔
ان میں سے دو فرانک ٹپ' باقی بچے دو۔ میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ کروڑوں روپے...... کی دولت
سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں بھری پڑی تھی لیکن میری حیثیت صرف دو فرانک تھی۔

در حقیقت انسان اتنا ہی بے حقیقت......

لیکن سوچ کے دھارے وہیں رک گئے۔ جس جیب میں رقم رکھی تھی وہ نیچے سے غائب تھی اور
میرا ہاتھ آسانی سے باہر نکل گیا تھا۔ جسم نے پسینہ چھوڑ دیا۔ جیب کٹ گئی تھی۔ لیکن کب؟ کہاں؟ کچھ یاد
نہیں آیا۔ یاد کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اب بیرے سے کیا کہا جائے گا۔ کوئی چیز بھی
نہیں تھی جسے رکھ کر کھڑا ہو جاتا۔

زندگی میں پہلی بار اتنی سی بات پر میرے چہرے پر مردنی چھا گئی اور سر چکرا گیا۔ بل میرے سامنے
رکھا ہوا تھا۔ بیرا چلا گیا تھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے بل دیکھ رہا تھا۔ تب ایک آواز سنائی دی۔

"ہیلو!"

"آواز نسوانی تھی۔ میں نے نگاہیں اٹھائیں اور پھر ایک گہری سانس لی۔ وہی شکاری عورت تھی
لیکن اس وقت اس کے ہونٹوں پر بڑی پر خلوص مسکراہٹ تھی۔

"بیٹھنا چاہتی ہوں" اس نے کہا اور میں نے پریشانی سے گردن ہلا دی۔ اسی وقت ویٹر آیا اور عورت
نے جلدی سے اپنے پرس سے ایک نوٹ نکال کر پلیٹ میں رکھ دیا۔ "اس میز کا بل بھی یہیں لے آنا" اس
نے کہا اور بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔ "میرا نام سونیتا ہے" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ "فرنچ بول
سکتے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"شکر ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ تمہارا تعلق الجزائر سے ہے؟"

"نہیں۔ میں ایشیائی ہوں"۔

"اوہ۔ کیا واقعی؟"

"ہاں"۔

"کہاں سے آئے ہو؟" انڈین ہو"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"

"پاکستانی" اس پورے عرصہ میں پہلی بار میرے منہ سے اپنے وطن کا مقدس نام نکلا تھا۔ نہ جانے
کیوں۔

"اوہ۔ پاکستانی۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"نواز"۔

"خوب۔ ڈیئر نواز۔ میرے بارے میں کوئی بری رائے قائم مت کرنا۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے" اس نے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسا حادثہ؟"

"میں ایک مقامی یونیورسٹی میں نفسیات کی لیکچرار ہوں۔ تھوڑی سی فیس ریڈنگ کر لیتی ہوں۔ پیرس کا ماحول بڑا خراب ہو گیا ہے۔ مقامی لوگ بھی چھوٹی چھوٹی حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔ نہ جانے یہ ذہنی طور پر اتنا دیوالیہ کیوں ہو گیا ہے؟"

"میرے چہرے سے آپ نے کیا اندازہ لگایا" مجھے اپنا خیال غلط معلوم ہوا۔ نزدیک سے وہ اتنی بری عورت نہیں معلوم ہو رہی تھی۔

"شاید کسی نے آپ کی جیب خالی کر دی ہے"۔

"ہاں۔ یہ سوراخ دیکھئے" میں نے اپنی جیب کا سوراخ دکھایا۔

"ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے اس معمولی سے کام آسکی۔ لیکن میں اس کے بعد بھی کچھ کرنا چاہتی ہوں"۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ پیرس میں مہمان ہیں اور آپ کے حالات بھی پیرس ہی میں خراب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ یہاں کے لوگ آپ کے میزبان ہیں۔ لیکن ہر جگہ ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں"۔

"آپ نے درست کہا؟"

"اس لیے آپ میرے مہمان رہیں گے۔ دیکھئے انکار نہ کریں۔ خودداری اچھی چیز ہوتی ہے لیکن ایسے دوست جو بے غرض ہوں' ان کی دل شکنی مناسب نہیں ہوتی"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......"

"لیکن نہیں ڈیئر نواز۔ میں اس بھری دنیا میں تنہا ہوں۔ انسان خوشیاں خرید نہیں سکتا بس کبھی کبھی یونہی سرراہ کوئی خوشی مل جاتی ہے تو اسے اٹھا لیتی ہوں۔ اگر تم نے منع کر دیا تو میں اداس ہو جاؤں گی"۔

"خاتون۔ میں......"

"موسیو نواز' پلیز" اس نے التجا کی اور میں خاموش ہو گیا۔ بلکہ مجھے شرمندگی ہوئی کہ میں نے اسے بری عورت سمجھا تھا۔ وہ تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئی تھی۔ جس نے مجھے بے عزتی سے بچا لیا تھا۔

میں شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "بہتر ہے خاتون سونیتا۔ لیکن آپ تنہا کیوں ہیں؟"

"بے شمار لوگ تنہا ہیں۔ تم ہر ایک سے یہ سوال کرو گے؟"

"ہاں۔ لیکن تنہائی کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔ آپ کے شوہر والدین' بھائی بہن کوئی نہیں ہے؟"

"ہاں کوئی نہیں ہے"۔

"شوہر بھی نہیں؟"

"شادی ہی نہیں کی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تنہا ہوں"۔

"عجیب منطق ہے" میں مسکرا کر بولا۔

"تم نے شادی کی ہے نواز؟"

"نہیں"۔

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" اس نے سوال کیا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"وجہ تو نامعلوم ہی ہے"۔

"اور شاید میرے سوال کا جواب بھی تمہارے پاس موجود ہے۔ اب اٹھیں یہاں سے کہیں اور سیر کریں۔ میں کافی کا ایک کپ لینے یہاں آگئی تھی"۔ اس نے اپنی بل کی رقم بھی ادا کرتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔

"آپ کا قیام کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بلے وارڈ پک پش کے علاقے میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی ہوں" اس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر گہرے سبز رنگ کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کی چھت کھلی ہوئی تھی۔ اس نے لاک کھول کر دوسری طرف کا دروازہ بھی کھول دیا اور میں اس کے نزدیک آ بیٹھا۔

"زندگی میں کسی ساتھی کی کتنی اہمیت ہوتی ہے" وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"میں لوگوں سے بے تکلفی کی قائل نہیں ہوں۔ کبھی کوئی اسٹوڈنٹ بھی میرے فلیٹ تک نہیں پہنچ پاتا۔ ایک مخصوص زندگی' جانی پہچانی تنہائی۔ اس تنہائی میں کوئی تبدیلی کتنی خوشگوار لگتی ہے۔ اس کا احساس شاید میرے جیسی ہی کسی ہستی کو ہو۔ عام لوگ اس بات کو کیا جانیں"۔

"اوہ۔ ہاں۔ لیکن اس تنہائی۔ اس معمول میں کوئی رخنہ اندازی آپ گوارا کر لیتی ہیں"۔

"میری تنہائی۔ بس میری بے بسی ہے' ورنہ کون تنہا رہنا چاہتا ہے"۔

"آپ شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔ ابھی آپ کی عمر زیادہ نہیں ہوئی" میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔

"بس ہمت نہیں ہوتی"۔

"کیوں؟"

"دنیا سے خوفزدہ ہوں۔ نہ جانے میرے اندر کون کون سی خامیاں ہوں۔ نہ جانے کسی کو متا
سکوں گی یا نہیں"۔

"یہ صرف ایک خواب ہے۔ آپ اپنی فطرت سے ملتے جلتے کسی انسان کو......"

"انسان ملیں تب نا۔ میرے اندر کیا کشش ہے کہ کوئی اپنا وقت برباد کرے" اس نے کار
چھوٹے ڈکے سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکال لیا اور اس سے ایک سگریٹ نکال کر پیکٹ میری طرف
دیا۔

میں نے بھی ایک سگریٹ نکال لی اور اس نے اپنے ساتھ میرا بھی سگریٹ سلگا دیا۔ دریائے
کے گدلے پانی پر سورج کی کرنیں دم توڑ رہی تھیں اور رات کی تاریکی چھاتی جا رہی تھی۔ ہم ایفل ٹاور
قریب پہنچ گئے۔ انجینئر ایفل کے کمال کی تصویر۔ اٹھتر لاکھ طلائی فرانک کی لاگت سے تعمیر شدہ۔
چوراسی فٹ بلند ٹاور جس کا اوپری حصہ بادلوں میں ڈھکا ہوا تھا۔

"اوپر چلو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیا کریں گے۔ پیرس دھند میں ڈھکا ہوا ہوگا"۔

"دھند چیر کر جھانکتی ہوئی روشنیاں بے حد حسین لگتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ستار
کے نزدیک ہوں اور زمین دیکھ رہے ہوں۔ آؤ" اس نے کہا اور ہم لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ لفٹ نے
ٹاور کی آخری منزل پر پہنچا دیا اور تصور کی بلندیوں سے ہم نے زمین کی طرف جھانکا۔ ایک عجیب عالم تھا۔

"اور دونوں خاموش کھڑے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے نیچے آ گئے۔ رات خوب
تھی اور پیرس کی سڑکوں پر روشنیوں کے طوفان امنڈ رہے تھے۔ اور پھر سونیتا نے کار اسٹارٹ کر کے
بڑھا دی۔

نہ جانے کیوں وہ مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔ اپنے چہرے سے مختلف عورت' خاموش خاموش سی۔

"اب کہاں چلیں؟"

"جہاں چاہو"۔

"تم اب بھی اداس ہو"

"بالکل نہیں"۔

"خاموش خاموش سے ہو"۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے"۔

"ہاں اداس نہ ہو' ورنہ تمہارے اندر انفرادیت نہیں رہے گی۔ ویسے آئندہ کے بارے
سوچا؟"

"ابھی تک کچھ نہیں"۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے انتظام کر سکتی ہوں"۔

"کیسا انتظام؟"

"نپولین اسٹریٹ پر ایسے شو روم ہیں جہاں روزانہ اجرت پر مختلف کاموں کے لیے لوگ رکھے
جاتے ہیں۔ خاص طور سے ایسے لوگوں کے لیے بہت کار آمد جو غیر ملکی ہوں اور کسی حادثے کا شکار ہو گئے
ہوں"۔

اوہ۔ گویا بغیر کسی ضمانت کے ملازمت مل جاتی ہے"۔

"ہاں۔ بس صبح ہی صبح شو روم پر پہنچ جاؤ"۔

"اس اطلاع کے لیے شکر گزار ہوں"۔

"واقعی تم خوش نظر آنے لگے"۔

"خوشی کی بات ہے۔ اس طرح کم از کم پیرس میں زندگی گزارنے کے لیے کوئی سہارا تو مل جائے
گا"۔

"چلو مجھے خوشی ہے کہ...... اوہ بارش ہونے لگی" اس نے کہا۔ ایک پھوار ہمارے جسموں پر پڑی
تھی۔ بادلوں نے اچانک ہی برسنا شروع کر دیا تھا۔

"آؤ اب گھر چلیں" اس نے تجویز پیش کی۔

"ہاں۔ یوں بھی رات ہو چکی ہے" اور اس نے کار کا رخ بدل لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک گنجان
علاقے میں داخل ہو گئی۔ پھر ایک مستقل پارکنگ میں اس نے اپنی کار پارک کی اور ایک عمارت کی طرف
بڑھ گئی۔

عمارت سولہ منزلہ تھی۔ چھوٹی سی لیکن خوبصورت اور وہ اسی عمارت کی آٹھویں منزل پر لفٹ سے
باہر نکل آئی۔ لفٹ کے عین سامنے اس کا فلیٹ تھا۔ اس نے پرس سے چابی نکالی۔ اندر داخل ہو کر روشنی کی
اور مجھے آواز دی۔

"ارے باہر کیوں کھڑے ہو' اندر آؤ"۔

اور میں اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا حسین فلیٹ تھا جس میں صرف دو کمرے تھے اور کچن وغیرہ بھی۔

"یہ میری کائنات ہے" سونیتا نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"لباس بھیگ گئے ہیں۔ پہلے ان کے لیے کوئی بندوبست کیا جائے۔ آؤ" وہ مجھے لے کر اپنے بیڈ روم
میں داخل ہو گئی۔ اور میں نے تعرض نہیں کیا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ لیکچرر صاحبہ نے شادی بھی نہیں کی
ہے اور باہر بارش بھی ہو رہی ہے۔

لیکن بہرحال خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔ اس وقت تو باہر کی پوزیشن ضرورت سے زیادہ خراب
ہے۔

"تمہارے لیے کیا کروں؟" سونیتا نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد خشک ہو جائیں گے" میں نے جواب دیا۔ سونیتا نے اپنا لباس نکال لیا تھا اور پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی:

"کیوں نہ آج ایک تجربہ ہی سہی"۔

"کیسا تجربہ؟"

"میرا کوئی لباس پہن لو۔ تمہارا لباس میں خشک ہونے کے لیے ڈال دیتی ہوں۔

"اوہ نہیں سونیتا۔ یہ مناسب نہیں ہو گا"۔

"یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کون ہے ڈارلنگ" سونیتا کی آنکھوں کی رنگت بدلنے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن مجھے پسند نہیں پلیز"۔

"پھر بھی میں تمہیں اس بھیگے ہوئے لباس میں تو نہ رہنے دوں گی۔ اچھا تم پھر ایسا کرو کہ یہ چادر بدن پر کس لو اور لباس اتار دو۔ ہری اپ" اس نے چادر مجھے تھما دی۔

مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ ساری چالیں چل رہی تھی۔ بہرحال اس کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا۔ میں نے چادر اس کے ہاتھ سے لے لی اور اسے بدن کے گرد لپیٹ کر لباس اتار دیا۔ اس دوران میں نے اس کی طرف سے رخ بدل لیا تھا۔

پھر جب میں اس کی طرف مڑا تو وہ شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی اور اس کی ڈوریاں کس رہی تھی۔ لیکن یہ...... باریک لبادہ اس کے جسم کی حسین رعنائیوں کو اور اجاگر کر رہا تھا۔ یہ جسم پوشی کی نہیں جسم نمایاں کرنے کی کوشش تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے میرا لباس میرے ہاتھ سے لے لیا۔

"میں اسے ایسی جگہ پھیلا دیتی ہوں جہاں یہ خشک ہو جائے" اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

میں کمرے کے درمیان کھڑا اس صورت حال پر غور کر رہا تھا۔ بہرصورت عورت تو میرے ذہن میں نئی نہیں تھی۔ جذبات و احساسات بھی وہی تھے لیکن اب ان احساسات میں ایک ضد بھی پیدا ہو گئی تھی۔ جینگو سے میں نے جو کچھ کہا تھا' اس پر عمل کرنا چاہتا تھا اور اندر سے ایک عجیب سی قوت مجھے اس پر اکسا رہی تھی۔ چنانچہ میں خود کو پرسکون کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چادر میں نے اس انداز میں لپیٹ رکھی تھی کہ میرے جسم کا کوئی حصہ نمایاں نہیں تھا۔ تب سونیتا اندر آ گئی۔

"کیا پیو گے؟" اس نے چند ساعت کے بعد پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہم بہت کچھ کھا پی چکے ہیں۔ اب اس کی ضرورت تو نہیں رہی"۔

"اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے' کچھ تو" ——— وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایک الماری کے نزدیک پہنچ کر اس نے

شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال لائی۔ اس نے میری ہی کرسی کے نزدیک بیٹھ کر دونوں چیزیں سائڈ ٹیبل پر رکھیں اور گلاس میں شراب انڈیلنے لگی۔

"اس وقت اس سے بہتر اور باعث سکون کوئی اور چیز نہیں ہے"۔

"شکریہ مس سونیتا۔ لیکن میں اس سے مبرا ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے شاید آپ کو بتایا تھا کہ میں مسلم مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے ہاں یہ چیز حرام ہے"۔

"اوہ۔ کیا پرانی باتیں کر رہے ہو۔ مذہب معبدوں میں ہوتا ہے۔ یہ سونیتا کا مکان ہے"۔

"مذہب ہر جگہ ہوتا ہے مس سونیتا۔ یہ تو انسان کی روح میں ہوتا ہے' انسان کے دل میں ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے آپ مجھے اس بات پر مجبور نہیں کریں گی جو میرے مذہب میں مناسب نہیں ہے۔ ہاں میں آپ کو پینے سے نہ روکوں گا"۔

"کیا خاک مزہ آئے گا تنہا پینے میں۔ نواز ڈیئر ایسی باتیں نہ کرو۔ کیا فائدہ ان باتوں سے؟"

"میں مجبور ہوں سونیتا"۔

"ہوں" اس نے ہونٹ سکوڑے اور اپنے گلاس میں شراب انڈیل لی اور پھر اس نے آہستہ آہستہ گلاس خالی کر دیا اور دوسرا گلاس بھرنے لگی۔ اس دوران وہ خاموش رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد وہ پھر بولی۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔ میرا پروفیشن دراصل کچھ ایسا ہے کہ میں دوسروں سے الگ تھلگ ہی رہتی ہوں۔ میرے جاننے والوں میں زیادہ تر میرے طالب علم ہوتے ہیں یا پھر پروفیسرز۔ لیکن ان کے سامنے خود کو انتہائی محتاط رکھنا ہوتا ہے اور پھر میں خود اس طبیعت کی مالک ہوں کہ دوسروں سے الگ تھلگ رہنا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ ہاں بعض اوقات جب ذہن میں زندگی جاگتی ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں کس قدر تنہا ہوں۔ اس تنہائی کا ساتھی میں نے کبھی کسی کو نہیں بنایا مسٹر نواز' لیکن آج میں تمہارے قریب ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم مجھ سے اجتناب برتنا چاہتے ہو" اس نے اداس لہجے میں کہا اور میں گہری سانس لے کر اسے دیکھنے لگا۔ بے وقوف عورت مجھے چکر میں لا رہی تھی۔

"یہ ٹھیک ہے مس سونیتا لیکن آپ جس پروفیشن سے منسلک ہیں وہ بڑا مقدس ہے اور جب تک اس کے تقاضے پورے نہ کرے انسان کسی مقدس پیشے سے وابستگی کا حق ادا نہیں کر سکتا"۔

"تقدس۔ مقدس' یہ ساری باتیں اس وقت کی ہیں جب انسان انسانیت سے بڑھ کر کچھ اور بننے کی کوشش کر رہا ہو...... میں انسان ہوں' ایک کمزور انسان اور میں چاہتی ہوں کہ میری تنہائی میں کچھ ہنگامے پیدا ہوں۔ میں ان رنگینیوں کو پیدا کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن اگر کوشش کرتی ہوں تو تم جیسے

...ں جاتے ہیں۔ پلیز نواز! تھوڑی سی" اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اگر میں تمہاری بات مان سکتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی سونیتا لیکن میں سختی سے اپنے عمل پر... کرم مجھ سے دوبارہ نہ کہنا۔ بار بار تم جیسی مخلص ہستی کو منع کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے"۔

"اچھا" اس نے اپنے گلاس کی بچی ہوئی شراب حلق میں انڈیل لی اور پھر اٹھ کر ایک کھڑکی کے قریب پہنچ گئی۔ کھڑکی کھول کر اس نے باہر جھانکا۔ بارش کی پھواریں اندر چلی آئیں اور اس نے جلدی سے کھڑکی بند کرلی۔

"آہ۔ کتنا حسین موسم ہوگیا ہے۔ اس موسم میں شراب سے تمہاری دوری بڑی عجیب ہے۔ خیر اب آرام تو کرو"۔

"میں"۔۔۔۔۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "اگر تم پسند کرو تو میں ڈرائنگ روم میں سو جاؤں یہاں تو ایک ہی بیڈ ہے"۔

"گویا اب یہاں بھی اجتناب برتو گے؟"

"یہ موسم تمہارے اوپر عجیب انداز میں اثر کرگیا ہے سونیتا۔ ایک اچھے دوست کا کام یہ ہے کہ بھٹکے ہوئے وقت میں سنبھال لے"۔

"کیا بکواس لگا رکھی ہے۔ بھٹکا ہوا وقت۔۔۔۔۔ بھٹکا ہوا وقت کیا کہنا چاہتے ہو تم" اس کے لہجے میں اچانک کرختگی آگئی۔

"سونیتا تم مجھے یہاں مہمان بنا کر لائی ہو"۔

"ہاں تو پھر؟"

"بہتر یہ ہے کہ یہ رات مجھے بسر کرلینے دو۔ اور اگر مناسب نہیں سمجھتی ہو تو میں یہاں سے چلا جاؤں؟"

"کہاں جاؤ گے' باہر بارش ہو رہی ہے"۔

"ہاں لیکن اگر تم نہ ملتیں تو میں اسی بارش میں کہیں ہوتا۔ مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے"۔

"یہ تمہارے مقدر کی خرابی ہے اور کچھ نہیں۔ تمہارے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔ تم رہائش کا بندوبست بھی نہیں کرسکتے اور اس کے بعد تم مذہب' مذہب کی رٹ لگائے ہوئے ہو" اس کے انداز میں بے پناہ جھلاہٹ تھی اور میرے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں میں اپنے مذہب کا پیرو ہوں۔ میں ساری دنیا سے زیادہ اپنے مذہب کو چاہتا ہوں۔ اگر تم میری موجودگی پسند نہیں کرتیں تو میں چلا جاؤں گا" میں نے کہا۔

"اسی وقت نکل جاؤ۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ اٹھو" وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح واپس آئی۔ میرے بدن پر لپٹی ہوئی چادر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا" کھڑے ہو جاؤ۔۔۔۔۔ نکل جاؤ یہاں سے" اس نے مجھے دروازے کی جانب دھکا دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے. مس سونیتا میں چلا جاتا ہوں" میں نے کہا اور دروازے کی جانب مڑ گیا۔ "میرا لباس کہاں ہے؟"

"گیٹ آؤٹ" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑی۔

"میرا لباس" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور سونیتا جھلائے ہوئے انداز میں ایک طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے میز کی ایک دراز سے پستول نکال لیا۔

"نکل جاؤ ورنہ میں تمہیں شوٹ کردوں گی"۔

"اوہ گویا تمہاری چادر میں" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سونیتا نے اندھا دھند ایک فائر جھونک دیا۔ گولی میرے بائیں سمت سے نکل گئی تھی اور میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں اس کی طرف پلٹا۔ میرا خیال تھا کہ میں باہر اپنا لباس تلاش کرلوں لیکن سونیتا میرے پیچھے ہی آئی تھی۔

"میں کہتی ہوں فوراً یہاں سے نکل جاؤ" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

اب کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔ مجبوری تھی۔ اس انداز میں تو گھر سے باہر جا نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھا اور دروازے کے باہر قدم رکھ دیا۔ مجھے یقین تھا کہ سونیتا دروازے کے نزدیک آئے گی اور جونہی وہ دروازے کے نزدیک آئی' میں نے دروازہ پوری قوت سے اندر دھکیلا۔ سونیتا کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ نیچے گر پڑی۔ تب میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے اس ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھ دیا جس میں پستول دبا ہوا تھا۔ پھر دوسرے پاؤں کی ٹھوکر نے پستول کو دور پھینک دیا۔ میں نے جھک کر سونیتا کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹ کر کھڑا کر دیا۔ پھر ایک گھونسہ میں نے اس کی پشت پر رسید کیا۔ میرے دوسرے ہاتھ نے اسے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا۔ تب میں نے دروازہ بند کیا اور اپنے لباس کو تلاش کرنے لگا جو مجھے ایک جگہ مل گیا۔

ابھی لباس کے خشک ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن میں نے گیلا لباس دوبارہ پہن لیا اور اندر سے اپنے جوتے بھی اٹھا لیے جو بھیگ گئے تھے اور اس کے بعد میں اطمینان سے سیٹی بجاتا ہوا سونیتا کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

باہر تیز بارش ہو رہی تھی۔ میں بھیگتا ہوا چل دیا۔ سردی شدید ہوگئی تھی لیکن میرے کانوں میں وہی عجیب آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہی انوکھی آوازیں جو نہ جانے کہاں سے میری روح میں اتر گئی تھیں۔ اور یہ آوازیں مجھے سکون دے رہی تھیں۔ میرے ذہن سے تردد کے ہر احساس کو دور کر رہی تھیں اور پھر ایک سائبان کے نیچے میں نے پناہ تلاش کی۔ لیکن بارش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

پھر ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں۔ رفتار بے حد سست تھی اور پھر وہ میرے قریب آکر رک
میں چونک پڑا۔

"سنو نواز ــــــ سنو" کسی نسوانی آواز نے مجھے پکارا اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ میر
میں نہیں آیا تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی۔

تب کار کا دروازہ کھلا اور سیاہ اوور کوٹ اور زنانہ ہیٹ میں ملبوس کوئی باہر نکل آیا۔ وہ میرے
پہنچ گیا اور پھر میرے مقابل آگیا۔ "آؤ نواز میرے ساتھ آؤ پلیز"۔

"کون ہو تم؟"

"میریا ــــــ میریا ڈاسلنک" جواب ملا اور اب میں اسے پہچان گیا۔

"اوہ مس میریا خیریت۔ آپ ان سڑکوں پر اس وقت؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"ہاں۔ آؤ" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کہاں؟"

"پلیز نواز' آؤ"۔

"سوری۔ میں یہاں کافی آرام سے ہوں"۔

"نواز' تمہیں اپنے مذہب کی قسم میرے ساتھ آؤ۔ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں
گی۔ کوئی ایسا کام نہیں ہو گا جو تمہاری مرضی کے خلاف ہو یا جس سے تمہاری ذات پر کوئی ضرب پڑتی ہو"

"ہوں۔ وعدہ"۔

"خلوص دل سے" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ "کار میں داخل ہو کر خا
رہنا کوئی گفتگو مت کرنا" اس نے کہا اور مجھے تعجب ہوا۔ میں کار میں بیٹھ گیا اور میریا نے کار اسٹارٹ کر
آگے بڑھا دی۔

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق خاموشی ہی اختیار کی تھی اور کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ پھر
چھوٹی سی قیام گاہ کے سامنے اس نے کار روک دی اور نیچے اتر آئی۔ مجھے بھی اس نے کار سے اترنے کا
کیا تھا۔

کار لاک کرنے کے بعد وہ آگے بڑھ آئی۔ میں نے اب بھی اس سے گفتگو نہیں کی تھی۔ ت
یعنی پانسہ پلستان کے کاؤنٹر پر پیلی روشنی کے نیچے ایک موٹی بوڑھی عورت اونگھ رہی تھی۔ میریا نے
کھنکھنایا اور وہ چونک پڑی۔

"اوں" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"کمرہ چاہیے"۔

"ڈبل؟" بوڑھی نے رجسٹر سامنے سرکا لیا۔

"ہاں"۔

"نام؟" بوڑھی بال پوائنٹ کو زبان سے لگا کر بولی۔

"مسٹر اینڈ مسز ڈینس" میریا نے جواب دیا اور بوڑھی نے نام لکھ لیا۔

"روم نمبر سات۔ تیس فرانک روزانہ۔ پانچ فرانک غسل کے لیے" اور میریا نے کچھ نوٹ نکال کر
ں کے سامنے رکھ دیے۔

"فی الحال ایک ہفتے کے لیے۔ اس میں توسیع حسب ضرورت اور یہ تمہارا انعام" اس نے ایک دس
انک کا نوٹ الگ سے اس کے سامنے رکھ دیا اور بوڑھی مودب ہو گئی۔

"میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آؤں۔ اس وقت سارے فرائض مجھے انجام دینا ہوتے
ہیں آیئے"۔ وہ پھدک کر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں تھے۔ یہ سارے کھیل مجھے بہت دلچسپ لگ رہے تھے۔
یریا نے میری طرف دیکھا تو میں مسکرا دیا۔

"آپ بھیگے ہوئے ہیں مسٹر نواز"۔

"چنانچہ لباس تبدیل کر لوں؟"

"ممکن نہیں ہے لیکن ٹھہریے۔ میں آتش دان گرم کر دوں" وہ آتش دان کے قریب پہنچ گئی اور
ں اسے آگ روشن کرتے دیکھ رہا تھا۔

"آیئے۔ براہ کرم اس کے سامنے آجایئے"۔

"شکریہ" میں نے کہا اور آگ کے سامنے آ بیٹھا۔ میریا نے بھی ایک کرسی میرے قریب گھسیٹ لی

"آپ کا کیا حکم ہے میریا؟" میں نے پوچھا۔

"براہ کرم اس انداز میں گفتگو نہ کریں۔ میں آپ کی عزت کرتی ہوں" وہ بولی۔

"اس کے عوض مجھے کیا پیش کرنا ہو گا؟"

"آپ مجھے ذلیل کرنے پر تلے ہی ہوئے ہیں تو آپ کی مرضی۔ میں جاؤں؟"

"دل تو چاہتا ہے کہ آپ سے بہت سی گفتگو کروں"۔

"ایسی ہی طنزیہ گفتگو؟"

"تب موضوع آپ ہی بتا دیں"۔

"میرے پاس کوئی موضوع نہیں ہے"۔

"اچھا یہی بتا دیں کہ آپ نے یہ کرم فرمائی کیوں کی؟"

"آپ کے کردار سے متاثر ہو کر"۔

"اوہ۔۔۔۔۔ خوب' تو میرے کردار میں کوئی خوبی نظر آئی ہے آپ کو؟"

"ہاں"۔

"لیکن آپ اس سائبان کے نیچے کہاں سے آ گئیں؟"

"آپ کی نگرانی پر میری ڈیوٹی ہے۔ اب ساری رات میں آپ کی نگرانی کروں گی"۔

"خوب۔ تو میری نگرانی کی جا رہی ہے؟"

"اس وقت سے جب سے آپ وہاں سے نکلے ہیں"۔

"لیکن کیوں؟"

"جینگو نیم پاگل ہے اور اس کا مسلک یہی ہے کہ آپ اگر کوئی عام انسان ہوتے تو شاید وہ آ
اتنی توجہ نہ دیتے۔ لیکن جو شخص ڈوڈو جیسے آدمی کو ہلاک کر دے وہ ان کی نگاہوں میں کوئی عام آدمی
ہے"۔

"لیکن وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کو اپنے ساتھ شریک کرنا۔ وہ آپ کو اپنے مسلک کا قائل کرنا چاہتے ہیں"۔

"آپ ان کے مسلک میں شامل نہیں ہیں؟"

"ہرگز نہیں"۔

"پھر آپ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟"

"اپنی مجبوری بتا چکی ہوں"۔

"یعنی وہ لپاہج لوگ"۔

"ہاں"۔

"لیکن وہ ہیں کہاں؟"

"فرانس میں نہیں ہیں"۔

"اوہ۔ اور ان کی کفالت؟"

"بخوبی ہو رہی ہے۔ اسی لیے میں ان کے ساتھ ہوں"۔

"ایک طرح سے آپ کی مجبوری آپ کو ان کے ساتھ رکھے ہوئے ہے؟"

"ہاں۔ ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں"۔

"افسوس ہوا۔ خیر' تو کیا آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے' وہ انہی کی ہدایت ہے؟"

"نہیں۔ ان کی ہدایت تو یہ ہے کہ آپ کو زندگی کے کسی مشن میں کامیاب نہیں ہونا
آپ کو ہر طرح سے مجبور کیا جائے کہ آپ برائی کریں"۔

"پھر آپ نے ان سے بغاوت کیوں کی؟"

"اپنے ضمیر کی آواز پر"۔

"کیا آپ نے یہ خطرہ مول نہیں لیا؟"

"لیا ہے۔ لیکن جو کچھ کیا ہے' اسے چھپانے کی کوشش کروں گی۔ آپ بھی میری مدد کریں۔ میں
کو یہاں تک لے آئی ہوں۔ یہاں کے بارے میں انہیں اطلاع دے دوں گی لیکن اس وقت جب آپ
ے نکل جائیں گے"۔

"نکل کر کہاں جاؤں گا؟"

"آپ خود کوشش کریں کہ کسی طرح انہیں ڈاج دے دیں۔ آپ کو چالاکی سے کام لے کر یہاں
نکلنا ہوگا"۔

"خوب۔ آپ کا شکریہ مس میریا۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو براہ کرم مجھے کچھ اور تفصیل بتائیں"۔

"مثلاً کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"کیا میری جیب خالی کی گئی تھی میرا مطلب ہے بوڑھی عورت سے مجھے جو رقم ملی تھی اسے میری
ب سے جینگو کے کسی آدمی نے ہی اڑایا تھا؟"

"ظاہر ہے"۔

"اور پھر سونیتا۔ کیا سونیتا کو بھی جینگو ہی نے میرے پیچھے لگایا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں سو فیصد۔ سونیتا اس گروہ کی خاص رکن ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا تھا کہ وہ آپ کو
پنے ساتھ لے جائے اور اچھائیوں کے راستے سے ہٹا دے۔ اگر آپ اس کے چنگل میں پھنس جاتے تو پھر
نگو آپ کو واپس بلا لیتا اور یہ صورت حال آپ کے سامنے رکھتا۔ آپ کو شاید اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ
تا کے بیڈ روم میں ٹیلی ویژن کیمرے نصب تھے جو آپ کی گفتگو اور تصاویر ان تک پہنچا رہے تھے"۔

"اوہو تو جینگو کا مشن کوئی فقیرانہ مشن نہیں ہے بلکہ جدید ترین سائنٹیفک طریقوں سے آراستہ
ہے"۔

"ہاں۔ ترلوکا نے نہ جانے کیا کیا کھڑاگ پھیلا رکھا ہے۔ اس کے بارے میں تو اس کے اپنے آدمی
ی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ جینگو اس کا نائب خاص ہے اور وہ اس معاملے میں ترلوکا کا دست راست بھی
ہے"۔

"خوب۔ کیا آپ نے ترلوکا کا ٹھکانہ دیکھا ہے مس میریا؟"

"نہیں۔ میں وہاں نہیں پہنچ سکی"۔

"اس کے بارے میں مزید کچھ تفصیلات؟"

"افسوس زیادہ معلومات مجھے بھی نہیں ہیں"۔

"کیوں اس کی کیا وجہ ہے؟"

"بہت ساری باتوں کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے"۔
"تو سونیتا کا مشن کیا تھا؟"
"یہی کہ آپ کو اپنے جال میں پھانس لے اور آپ کی تمام تصاویر وہاں ریکارڈ کی جا سکیں
ذریعے آپ کو بتایا جائے کہ آپ کے خیالات و افکار غلط ہیں۔ قدم قدم پر برائیاں ملتی ہیں اور ان
سے انسان کا بچنا بے حد مشکل ہے۔ وہ آپ کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ آپ برے راستوں پر چل
بالآخر وہ آپ کو قائل کر کے اپنے میں شامل کر لیں"۔
"خوب۔ تو سونیتا کے ہاں جو کچھ ہوا' اسے باآسانی دیکھا جا سکتا تھا؟" میں نے سوال کیا۔
"ہاں۔ نہ صرف دیکھا گیا بلکہ اس کی تمام تصاویر بھی ان کے پاس موجود ہوں گی"۔
"آپ اس وقت کہاں تھیں؟"
"وہیں۔ اسی جگہ جہاں یہ تمام تصاویر دیکھی جا رہی تھیں"۔
"پھر اس کے بعد؟"
"اس کے بعد میری ڈیوٹی کا وقت تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے چل پڑی۔ وہاں سے واپس آکر
ان لوگوں سے چارج لیا جو شروع سے آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اب مجھے ہدایت ہے کہ آپ کی
کروں۔ صبح کو یقینی طور پر کچھ اور کاروائیاں عمل میں آئیں گی"۔
"تب تو مس میریا آپ نے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے"
"نہیں مسٹر نواز۔ میں نے آپ پر احسان نہیں کیا۔ البتہ میں اخلاقی فرائض ضرور پورا کر رہی
ہوں"۔
"بہت بہت شکریہ مس میریا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں خود بھی اچھے راستوں کا راہی
ہوں۔ برائیوں کے بہت سے پہلو میں نے اپنائے ہوئے تھے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ
ساری زندگی برائیوں ہی میں گزری ہے۔ میں اگر جینگو کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں تو جینگو کو ناکوں چنے
دوں۔ میں اسے اس حد تک زچ کر دوں کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے۔ لیکن میں نے نہ جانے کس جذبے
تحت اپنا راستہ بدلنے کی کوشش کی ہے۔ میں چاہتا ہوں مس میریا کہ...... اب سکون کے راستے اپناؤں
نروان کا ساتھی بن جاؤں۔ مذہب کے بارے میں میں نے کبھی اتنی شدت سے نہیں سوچا تھا۔ یعنی شدت
سے وہ میرے ذہن میں اب آیا ہے۔ میں جینگو اور ترلوکا کو شکست دینے کا خواہش مند ہوں"
"میری رائے ہے مسٹر نواز کہ آپ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں اور جس وقت بھی
ملے فرانس سے نکل جائیں۔ ہاں چند باتوں کو ضرور ذہن میں رکھیں"۔
"ابھی فرانس سے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ پہلے اس کوشش میں اپنا پورا پورا وقت صر
کریں کہ آپ انہیں چکمہ دے سکیں۔ آپ جس طرح بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل رہ سکتے ہیں

ب وقت یہاں گزاریں اور اس کے بعد کسی ایسے طریقے سے فرانس چھوڑنے کی کوشش کریں کہ ان
ے قابو میں نہ آسکیں۔ آپ یہاں سے لندن چلے جائیں۔ ہاں ایک خیال رکھیں کہ انہیں آپ پر شبہ نہ ہو
ونکہ تمام باہر جانے والے راستوں پر ان کی نگرانی ہے"۔
"اتنی شدت سے وہ میرے بارے میں مصروف عمل ہیں"۔
"ہاں۔ جینگو کی یہی عادت ہے اور آپ نے تو اسے وہ نقصان پہنچایا جو اس نے اپنی تمام زندگی میں
بھی نہ اٹھایا ہوگا۔ چنانچہ وہ خاص طور سے آپ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے"۔
"بڑی دلچسپ بات ہے۔ بہرحال' میں نے گردن ہلائی۔ آپ کے اس احسان کا میں شکریہ بھی ادا
یں کروں گا۔ ہاں آپ کی یہ کوشش میرے عزائم میں بہت بڑی معاونت ہے"۔
"بار بار اس کا ذکر نہ کریں نواز صاحب۔ میں جو کچھ کر سکتی ہوں' وہ میں نے کیا ہے اور آپ براہ
رم میری طرف سے یہ رقم رکھ لیں۔ اس وقت میرے پاس صرف یہی ہے۔ اس سے زیادہ میں آپ کو
یں دے سکتی۔ ویسے آپ انتہائی کوشش کریں کہ آپ اپنے آپ کو ان نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکیں"۔
"میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا مس میریا۔ لیکن چند سوالات اور بھی ہیں"۔
"جی' جی فرمائیے"۔
"آپ اب یہاں سے واپس جا کر انہیں اطلاع دیں گی؟"
"واپس جا کر نہیں بلکہ ٹیلی فون پر"۔
"اور میں یہاں سے چلا جاؤں؟"
"ہاں' یہ بوڑھی عورت انہیں بتائے گی کہ آپ اس کمرے میں مقیم تھے" میریا نے کہا۔
"لیکن میرے خیال میں آپ ایک غلطی کر چکی ہیں"۔
"کیا؟"
"آپ نے مسٹر اور مسز ڈینل کے نام سے یہ کمرہ حاصل کیا ہے۔ یہ مسز ڈینل کون ہوگی؟"
"اوہ" میریا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ پھر بولی "یہ تو
ی غلطی ہوگئی۔ مجھے آپ کے ساتھ کمرے تک نہیں آنا چاہیے تھا"۔
"خیر آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ صرف انہیں یہ اطلاع دیں کہ میں اس کمرے میں مقیم ہوں اور
اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ ان کے دوسرے آدمی یہاں تک نہ پہنچ جائیں"۔
"تب پھر آپ ان کی نگاہوں میں ہی رہیں گے"۔
"ہاں۔ بہرصورت آپ نے میری جو مدد کی ہے' اگر زندگی میں اس کا موقع ملا تو کبھی نہ کبھی اس کا
ہ چکانے کی کوشش ضرور کروں گا۔ نہ کر سکوں تو آپ مجھے معاف کر دیں۔ باقی جہاں تک ان لوگوں کا
ق ہے تو میریا' میں آج جب نیکیوں کا مسافر ہوں اور سیدھے راستے کی تلاش میں ہوں' راہ حق پر چلنا چاہتا

ہوں' تو ایک بار پھر اپنی اسی پچھلی زندگی میں آ جاؤں گا لیکن اس بار میرا مقصد دوسرا ہو گا۔ میں نہیں
زندگی کے ان ہنگاموں کو دوبارہ اپناؤں۔ لیکن اب ان کی نوعیت بدلی ہوئی ہے۔ اب میں اپنے مذہب
محافظ کی حیثیت سے ان کے سامنے آؤں گا اور اپنی وہ صلاحیتیں اچھائی کے لیے کام میں لاؤں گا' جن
تک برائیاں کرتا رہا ہوں" میں نے کہا۔

"آپ ان سے مقابلہ کریں گے؟"

"ہاں کوشش کروں گا" میں نے کہا اور میریا گردن ہلانے لگی پھر اس نے پرخیال انداز میں کہا

"لیکن مسٹر نواز میرا خیال ہے کہ آپ زیادہ ان جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ اگر آپ سیدھے
کے مسافر ہیں تو کوئی بہتر راستہ تلاش کر لیں۔ ان ہنگاموں سے نکل جانا ہی...... بہتر ہو گا۔ وہ لوگ
ہیں۔ شیطان کے ہاتھ یوں بھی...... لمبے ہوتے ہیں"۔

"میری جنگ ہی شیطان سے ہے' آپ بالکل فکرمند نہ ہوں"۔

"میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"بس کچھ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اپنے آپ کو کسی طرح اس ہنگامے میں ملوث نہ کریں"۔

"میریا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن جھکا کر کہا:

"مسٹر نواز آپ کو علم ہے کہ میں بھی اپنی مجبوریوں کے تحت ان لوگوں میں پھنسی ہوئی ہوں
اگر مجھے اپنے لواحقین کا احساس نہ ہوتا تو میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیتی۔ خواہ مجھے جان سے ہاتھ کیوں
پڑتے۔ لیکن میری بدبختی میرے پاؤں کی زنجیر بن گئی ہے۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ ان کے
بہرصورت آج تک ضمیر کے خلاف جو کچھ کرتی رہی ہوں' اگر اس کی تلافی کے لیے کوئی نیکی مجھے
بھی ہمکنار کر دے تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہو گا۔ ہرچند کہ میں بزدل نہیں ہوں۔ تاہم میں کھلم کھلا
خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔ اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے۔ میں کسی طور اس سلسلے میں خود کو
کروں گی۔ لیکن براہ کرم آپ انتہائی کوشش کریں کہ آپ ان کی نگاہوں سے دور رہ سکیں"۔

"میں آپ کے اس خلوص اور محبت کی ہمیشہ قدر کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"تو میں اب چلتی ہوں"۔

"کہاں جائیں گی آپ؟"

"بس نیچے' اپنی کار میں رات گزاروں گی"۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہیں بیٹھیں۔ نیند تو مجھے بھی نہیں آئے گی اور آپ کو بھی
رات بھر جاگنا ہو گا"۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے" وہ مسکرائی۔

"کیوں؟"

"میں آرام سے کار میں سو جاؤں گی۔ صبح کو اٹھوں گی اور انہیں اطلاع دے دوں گی۔ کیونکہ اس
سے بہتر نگرانی کسی نے کبھی نہ کی ہو گی" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ مجھے بھی ہنسی آ گئی تھی"۔

"ہاں یہ تو ہے۔ بہرحال جیسا آپ پسند کریں۔ میں آپ کو یہ دعوت نہ دوں گا کہ آپ رات بھی
اسی کمرے میں گزاریں۔ یہ کسی بھی صورت میں مناسب نہ ہو گا"۔

"ہاں میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتی" میریا نے جواب دیا اور اٹھتے ہوئے بولی۔

"میری تمام اچھی خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے" اس نے بڑے
پرخلوص لہجے میں کہا اور پھر اس نے اپنا پرس میرے سامنے خالی کر دیا۔ خاصی رقم تھی۔ میں نے ممنون
نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہ رقم کس حیثیت سے؟"

"نیکی کے راستوں کے مسافر کے لیے میری طرف سے حقیر سا زادِ راہ۔ آپ اسے کبھی اپنے ذہن پر
بوجھ نہ سمجھیں" میریا نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"میں آپ کا ممنون ہوں میریا" میں نے نہایت خلوص سے کہا۔ اس عورت کے ایثار نے میرے
دل میں اس کے لیے بڑے تشکر اور تقدس کے جذبات موجزن کر دیے تھے۔ میں اسے ممنون نگاہوں سے
جاتا دیکھتا رہا۔

"وہ باہر نکل گئی۔ میرے ذہن پر میریا کے کردار نے گہرا نقش چھوڑا تھا۔ ایک ایسا نقش جس میں
تاثر ہی تاثر تھا۔ گناہوں کے سمندر سے گھرا وہ ایک پھولوں بھرا مقدس جزیرہ محسوس ہو رہی تھی۔ میں بستر پر
لیٹ گیا۔ نیند کا دور دور پتہ نہیں تھا۔ اور میرا ذہن بے شمار منصوبے تراشنے میں مصروف ہو گیا۔

مجھے آج اپنی صلاحیتوں کو پھر آواز دینی پڑ رہی تھی۔ ہاں رنگ بدلا ہوا تھا۔ میں تعلیم یافتہ تھا۔
مذہب کو میں نے ذہن سے کھرچ پھینکا تھا۔ لیکن اتنا جانتا تھا کہ نیکی کے لیے تلوار بھی اٹھانی پڑے تو گریز نہیں
کرنا چاہیے۔

میریا نے ایسے وقت مجھے سہارا دیا تھا جب میں بے رحم دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور تنہا تھا۔
لیکن اب میں خود کو تنہا محسوس نہیں کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے دل کو جو سکون اس وقت
مل رہا تھا' میں ہمیشہ اس سے محروم رہا تھا۔ حقیقی سکون کا احساس ہوتے ہی مجھے نیند آ گئی۔ دوسری صبح میں کافی
دیر سے جاگا تھا۔

موٹی عورت ابھی موجود تھی۔ لیکن رات کے جاگنے کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔

"میری ڈیوٹی تو ختم ہو گئی۔ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟" اس نے پوچھا۔

"صبح ہی صبح ناشتے کی ضرورت ہوتی ہے"۔

"ناشتہ کرو گے؟"

"ضرور کروں گا۔ لیکن ایک بات بتاؤ مس"

"جی"۔

"میری بیوی ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔ میں آج ہی یہ جگہ چھوڑنا چاہتا ہوں"۔

"تو چھوڑ دو"۔

"تمہیں ایک ہفتے کا کرایہ ادا کیا گیا ہے"۔

"وہ تمہیں واپس مل جائے گا"۔

"شکریہ!" میں نے دس فرانک کا ایک نوٹ بوڑھی کو دے دیا اور اس نے مسکرا کر میرا شکریہ ادا کیا۔

"میں تمہارے لیے ناشتہ بھجوا دوں۔ کیا کھاؤ گے؟"

"جو کھلا دو" میں نے کہا اور بوڑھی مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نہایت عمدہ ناشتہ بھجوا دیا جس سے اچھی طرح انصاف کر کے میں نے بوڑھی سے حساب کتاب کیا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

"میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میرے پیچھے کوئی نہ ہو لیکن ان لوگوں نے کمال ہوشیاری سے کام لیا ہو گا۔ کافی دیر تک میں تعاقب کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا۔

کانکورو چوک سے سکندر سوم کے مشہور پل تک آیا۔ ساری دنیا اپنی اپنی مصروفیات میں مگن تھی۔ جوڑے ایک دوسرے میں گم یہ بھولے ہوئے تھے کہ انہیں دیکھنے والے بھی موجود ہیں۔ دریا کے پار نپولین کا مقبرہ دکھائی دے رہا تھا۔ کلیسائے سیکرے کے سفید گنبد اور نہ جانے کیا کیا؟

پھر لودر کے عجائب گھر کے قریب میں نے ان دونوں کو دیکھ لیا جو میرے تعاقب میں تھے۔ پہچان اس لیے گیا کہ پہلے بھی ایک بار ان کی صورت دیکھ چکا تھا۔

یہی دونوں ہیں یا کوئی اور بھی۔ میں نے سوچا اور ان دونوں کے بارے میں اندازہ لگانے کے لیے طویل فاصلہ طے کیا۔ کلیسائے نوٹرڈیم کے خوبصورت مینار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہاں سے پھولوں کے بازار میں نکل آیا۔

وہی دونوں میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا تھا۔ اب تک چونکہ میں نے پیدل سفر کیا تھا' اس لیے وہ بے چارے بھی پیدل ہی میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ جب مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ دونوں ہی میرے پیچھے ہیں اور کوئی نہیں ہے تو میں نے انہیں چکمہ دینے کا منصوبہ بنایا۔

اور اس خیال کے تحت میں ایک چوڑی سڑک پر آ نکلا۔ وہ دونوں ہوشیاری سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔

میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ ان کا فاصلہ سو گز سے زیادہ تھا اور میں بار بار عقب میں دیکھ رہا تھا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دور سے ایک خالی ٹیکسی آتی نظر آئی۔

جونہی ٹیکسی میرے قریب پہنچی' میں نے اسے آواز دی اور ٹیکسی رک گئی۔ میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اور ٹیکسی چل پڑی۔

"ایفل ٹاور" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں نے انہیں بے حواسی کے عالم میں دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن دونوں بے چارے مارے گئے تھے۔ نہ جانے انہوں نے اپنی کار کہاں چھوڑی تھی۔

پھر میں انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظر آئے۔ وہ بری طرح تلملا رہے تھے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایفل ٹاور پہنچ کر میں اتر گیا۔ اور ڈرائیور کو بل ادا کر کے ایک طرف چل پڑا۔ میں انہیں کامیاب ڈاج دے آیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اب میں ان کی نگاہوں سے دور ہوں۔

میں بہت خوش تھا۔ پھر میں نے بازار کھنگالنے شروع کر دیے اور اپنے مطلب کی ایک دکان میں داخل ہو گیا۔ یہاں میک اپ کا سامان موجود تھا۔ میں نے اس دکان سے کافی سامان خریدا اور وہاں سے نکل آیا۔ سامان میں آئینہ بھی موجود تھا۔ میں بیگ سنبھالے ایک اور دکان میں داخل ہوا۔ یہاں سے میں نے ایک عجیب طرز کا لباس خریدا۔ بہرحال میں اپنے لیے ایک راستے کا انتخاب کر چکا تھا۔ اس طرح کہ میں ان سے دور بھی نہ رہوں اور اپنا کام بھی کرتا رہوں۔ ایک پارک میں بیٹھ کر میں نے پیکٹ کھول لیا اور آئینہ سامنے رکھ کر میک اپ کرنے لگا۔ ایک ہی راستہ تھا میرے لیے۔ بال بکھرائے ہلکی سی وگ لگائی اور چہرے پر بے ترتیب جھاڑیاں اگا لیں۔

پھر پھولوں کے ایک کنج کے پیچھے جا کر میں نے اپنا لباس اتار کر نیا خریدا ہوا لباس پہن لیا۔ کینوس کی جیکٹ جس پر چمڑے کے پھول بنے ہوئے تھے اور کسی بوڑھے فرانسیسی کی چست پتلون جو میرے جسم پر فٹ آ گئی تھی۔

جوتے وغیرہ کے تسمے کس کر میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور پھر کپڑے' آئینہ اور میک اپ کے سامان کا پیکٹ بنا کر ایک کنج میں پھینک دیا۔ اب میں ایک مکمل ہپی نظر آ رہا تھا اور بظاہر اپنی اوقات پر آ گیا تھا۔

نیولی پل کے ساتھ بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے شوروم میں میں نے سازوں کی دکان تلاش کی۔ بے چاری میرا نے میری جس انداز میں مدد کی تھی' میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اب بھی اس کی دی ہوئی رقم میں سے میرے پاس خاصی رقم موجود تھی۔ کیونکہ میں نے پوری کفایت شعاری سے کام لیا تھا۔

"اسی فرانک کا ایک خوبصورت گٹار میں نے سازوں کی ایک دکان سے خریدا اور اسے گلے میں ڈال

کر وہاں سے چل پڑا گویا۔ اب میں باروزگار بھی تھا۔

مجھے اپنے اوپر ہنسی آ رہی تھی اور یقیناً ہنسنے کی بات بھی تھی۔ کروڑوں روپے کا مالک راجہ نواز اعظم اب صرف ایک بھکاری تھا۔ ایک بھکاری موسیقار جو گٹار بجا بجا کر بھیک مانگتا ہے اور فی الحال مجھے اسی سے کام چلانا تھا۔ اس سے کم از کم ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ میں جینگو اور اس کے حامیوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

گٹار گلے میں ڈالے، ہپیوں کی سی شکل بنائے پیرس کی سڑکوں پر گھومنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ میں بھی اسی انداز میں سڑک ناپتا...... رہا اور نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ اب میرے لیے قیام کا مسئلہ تھا نہ طعام کا۔ جہاں ٹھہر جاتا، وہی جگہ اپنی تھی۔ اس وقت جیب میں خاصی رقم موجود تھی۔ اس لیے اس وقت تک تو کمائی کرنے کا موڈ نہیں تھا جب تک کہ جیب بھاری تھی۔ ہاں اپنے آپ کو اس انداز میں ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ پیرس کے شب و روز گزرنے لگے۔ جہاں موقع ملتا، کھانا کھا لیتا اور جہاں ہپیوں کا گڑھ دیکھتا، وہاں قیام کر لیتا۔

مقامی کیمپنگ جہاں ہپیوں کے ڈیرے تھے، میرا ہیڈ کوارٹر بنی ہوئی تھی۔ یہاں ایک بار میں نے جینگو کو بھی دیکھا تھا۔ جینگو وہی انداز اختیار کیے ہوئے تھا اور اسی انداز میں گٹار بجا بجا کر لوگوں کو ترلوکا کی تعلیمات دے رہا تھا۔ دل تو چاہا کہ اسے درست کر دوں لیکن میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا...... پھر بھی مجھے یقین تھا کہ جینگو مجھے مس کر چکا ہے اور اب اسے میرے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

آہستہ آہستہ رقم بھی ختم ہو رہی تھی اور میرے ذہن میں کوئی واضح پروگرام بھی نہیں تھا اور جینگو بھی یہاں موجود تھا۔

جینگو کے بارے میں میں نے سوچا تھا کہ اس کا پیچھا کروں لیکن اس سلسلے میں میں ابھی کچھ سوچ رہا تھا۔ میں ہر طرح سے اپنے آپ کو مطمئن کر لینا چاہتا تھا۔ البتہ ایک ایسے شخص سے میری ملاقات ہو گئی جو ترلوکا کا عقیدت مند تھا۔ اس شخص کو میں نے جینگو کے گروہ میں ہی دیکھا تھا۔ وہیں سے میں نے اس سے تعارف حاصل کیا۔ نام اس کا بینکر تھا۔ ایک مست اور لاابالی انسان۔ میں اس سے بڑی عقیدت سے ملا تھا۔

"کیا تم بھی ترلوکا کے پیروکار ہو؟" اس نے پوچھا۔

"آہ۔ عظیم ترلوکا کی تعلیمات سے کون انکار کر سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"ہاں بے شک وہ انسانیت کا بہترین علمبردار ہے"۔

"اور جینگو اس کا نائب"۔

"بے شک بے شک، جینگو اسی قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے"۔

"تمہارا قیام کہاں ہے بینکر؟"

"قیام ---- قیام کہاں ہوتا ہے۔ کیا انسان کا قیام ہے؟"

"بہرحال سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ تو ہوتا ہے"۔

"ہاں کیمپنگ میں ہوں"۔

"کیا تم جینگو کے ساتھی ہو؟"

"اس کا ہر عقیدت مند اس کا ساتھی ہوتا ہے"۔

"یقیناً" میں بھی اس سے بہت متاثر ہوں"۔

"کیا تم نے کبھی اس کا درس سنا ہے؟"

"ایک بار اتفاق سے۔ دوبارہ کی حسرت ہی رہی"۔

"کیوں حسرت کیوں؟"

"اس کے بعد موقع ہی نہ مل سکا"۔

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔ بوئے ڈی بولون اس کی رہائش گاہ ہے"۔

"میں نہیں جانتا"۔

"میں کسی دن لے چلوں گا"۔

"ضرور"۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"کہیں نہیں ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے تھے۔ بہرحال اگر پسند کرو تو میرے ساتھ رہو۔ اور ہاں یہ
"؟

"مجھے اس کا شوق ہے"۔

"مجھے بھی شوق ہے لیکن بجانا نہیں آتا۔ آج رات کو محفل رہے گی" اس نے خوش ہو کر کہا۔

بینکر آسٹریلوی باشندہ تھا لیکن نکما۔ بہرحال اس وقت وہ میرا مددگار تھا۔ کیمپنگ میں دوسرے ہپیوں کے ساتھ اس کا ڈیرہ تھا۔ عام ہپیوں کی مانند قلاش اور جب میں نے اسے شام کا کھانا اپنی ے کھلایا تو وہ میرا گہرا دوست بن گیا۔

"رات کے لیے کچھ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ سے کیا مراد ہے؟"

"چرس وغیرہ جس کے بغیر زندگی ادھوری ہے"۔

"خرید لیں گے"۔

"آہ۔ میرے دوست، تم گریٹ ہو۔ تو آؤ پھر رات کی تیاری کر لیں۔ تمہارا گٹار، چرس اور زندگی لی" وہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

ہم نے چرس خریدی، سگریٹ بھرے اور رات کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ اور پھر میں بینکر کو

سگریٹ پلاتا رہا اور بینکر کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ میں نے چالاکی سے خالی سگریٹ بھی اپنے پاس رکھے
تھے۔ چنانچہ چرس بھرے سگریٹ وہ پیتا رہا اور میں نے کئی خالی سگریٹ پھونک ڈالے۔

ہپی جوش و خروش میں تھے۔ تب بینکر نے ایک مستانہ نعرہ لگایا اور میری طرف جھک کر بولا

"دوست"

"ہوں"۔

"تمہارا گٹار کیوں خاموش ہے' سناؤ۔ ایک نغمہ سناؤ اور روح میں آگ لگا دو"۔

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور گٹار کے تار چھیڑ دیے۔ اور پھر یہ سر ایک خوبصورت نغمے میں ڈھل گئے۔ اس فن نے میرا جتنا ساتھ دیا تھا' کسی اور نے نہیں دیا تھا۔ ہپی میرے گرد رقص کرنے لگے۔ جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بے خود ہوئے جا رہے تھے۔ بینکر کئی بار مجھے چوم چکا تھا۔

اور پھر وہ نڈھال ہو گئے۔ میں بھی تھک گیا تھا۔ میں نے گٹار بند کر دیا۔ بینکر سجدے کی سی کیفیت میں پڑا تھا۔ اور شاید سو گیا تھا۔ میں نے گٹار ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت دو لڑکیاں نشے میں دھت میرے پاس پہنچ گئیں۔

"اپالو" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا۔

"نہیں کیوپڈ" دوسری بولی۔

"اوہ یو شٹ اپ' اپالو' صرف اپالو"۔

"کیوپڈ۔ صرف کیوپڈ" دوسری سرخ سرخ آنکھیں چمکا کر بولی۔

"ٹھہرو فیصلہ ہوا جاتا ہے"۔

"ہاں فیصلہ کر لو"۔

"اے سنو" ایک میری طرف رخ کر کے بولی "تم کیوپڈ ہو یا اپالو" اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ہنسو نہیں جواب دو" وہ غرائی۔

"آدھا آدھا" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"آدھا کیوپڈ آدھا اپالو"۔

"ہرا" دونوں نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ پھر ان میں سے ایک بولی "تب پھر آدھا آدھا بانٹ لو"

"اور میں گھبرا گیا۔ اگر انہوں نے تقسیم شروع کر دی تو میرا کیا بنے گا"۔

"کیوپڈ میرا" ایک بولی۔

"اور اپالو میرا لیکن یہ کدھر سے کیوپڈ ہے اور کدھر سے اپالو" دوسری نے پریشان کن لہجے

"ہاں یہ فیصلہ تو کر لو"۔

"یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ دوسری نے پریشانی سے کہا اور پھر گردن جھٹک کر بولی "اونہہ یہ پورے کا پورا میرا ہے۔ بس تم یہاں سے دفعان ہو جاؤ"۔

"حکومت' یہ میرا ہے۔ اے ادھر آؤ' میرے ساتھ چلو" پہلی لڑکی میری طرف بڑھی لیکن میرے پہنچنے سے قبل ہی دوسری نے پیچھے سے اس کی کمر پکڑ لی اور پھر دونوں میں فری اسٹائل ہونے لگی۔ وہ وحشی بلیوں کی مانند ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں۔ چند ہی ساعت میں ان کے لباس تار تار ہو گئے اور وہ تقریباً برہنہ ہو گئیں۔ بال اکھڑ گئے تھے اور چہروں پر خراشیں نظر آ رہی تھیں۔

لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور میں گٹار اٹھا کر وہاں سے کھسک لیا۔ پھر ایک نسبتاً پرسکون گوشے میں' میں نے رات گزار دی۔ لڑکیوں کا ہنگامہ نہ جانے کب تک جاری رہا تھا۔

دوسری صبح بینکر نے خود ہی مجھے تلاش کر لیا "اوہ ڈیئر' تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس ہوش نہ رہا تھا۔ ادھر آ گیا۔ تم بھی تو......"

"ہاں رات کو تم نے خوب سماں باندھا۔ بے شمار لوگ تمہاری تعریف کر رہے تھے۔ دو لڑکیاں شاید تمہارے لیے لڑ پڑی تھیں"۔

"ہاں وہ مجھے تقسیم کرنا چاہتی تھیں"۔

"تو کرنے دیتے نا۔ یہ سب تمہارے گٹار کا کمال ہے۔ بلاشبہ تم بے مثال موسیقار ہو۔ واہ واہ۔ میں تمہاری دوستی پر نازاں ہوں۔ ارے ہاں ناشتے کے لیے کچھ پیسے ہوں گے تمہارے پاس"۔

"ہاں۔ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا"۔

"تو آؤ نا" بینکر بولا اور پھر ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا "اگر تم کمانا چاہو تو آج شام ہم کانکورا چوک پر گٹار نوازی کا مظاہرہ کریں"۔

"میرے پاس ابھی کافی پیسے ہیں۔ جب ختم ہو جائیں گے تب دیکھا جائے گا"۔

"تب ٹھیک ہے' تم تو سونے کی کان ہو" بینکر خوشامدانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر بولا "اب کیا پروگرام ہے"۔

"تم بتاؤ"

"آرام کریں گے۔ میری نیند تو پوری نہیں ہوئی"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ میں خود بھی کسلمندی محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے ایک گوشہ تلاش کیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ کیا خوب زندگی تھی۔ لیکن میں نے خود کو ہر رنگ میں رنگنے کا عادی کر لیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں سو گیا۔

اور پھر آنکھ کھلی تو سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور فضا میں خنکی آ گئی تھی۔ میں نے بینکر کو دیکھا وہ موجود نہیں تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں

تیل میں بھیگا ہوا ایک پیکٹ تھا۔

"جاگ گئے تم، مجھے یقین تھا"۔

"کہاں چلے گئے تھے تم؟"

"کھانے کا بندوبست کرنے۔ بھوک نہیں لگی؟"

"لگی ہے"۔

"تب کھاؤ۔ تازہ تلی ہوئی مچھلی اور سلائس مکھن لگے ہوئے" اس نے چٹخارے لیتے ہوئے کہا۔

"خوب۔ پیسے کہاں سے آئے؟" میں نے اس کے ساتھ شریک ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری جیب سے نکالے تھے۔ میں نے سوچا جب تک تم جاگو کھانے کا بندوبست ہی کر لوں" اُ
نے اطمینان سے جواب دیا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

بڑا بے تکلف دوست تھا۔ دوست کے مال کو اپنا ہی مال سمجھتا تھا۔ میرے اوپر کیا اثر پڑتا تھا۔ اِ
سے پیسوں کو میں اہمیت ہی کیا دیتا۔ میں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب کیا ارادہ ہے میرے دوست؟" بینکر نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں بینکر، تم بتاؤ"۔

"میں نے تمہاری پسند کا ایک پروگرام منتخب کر لیا ہے"۔

"خوب کیا پروگرام ہے؟"

"جینگو کی ایک درسگاہ میں چلیں گے۔ وہاں اس کا سبق ہے"۔

"کہاں؟"

"میں تمہیں وہاں لے چلوں گا"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے خیالات آنے لگے تھے۔ کیوں نہ
کسی طرح جینگو کے گروہ میں شامل ہوا جائے۔ اس کے ساتھ رہ کر میں اس کے لیے کوئی موثر قدم اٹھا سکتا
ہوں۔ حالانکہ یہ خطرناک کام تھا لیکن مجھے خطرات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اور میں تیار ہو گیا۔ باقی وقت بالکل خالی تھا۔ میں غور و خوض میں مصروف رہا تھا۔ اور میرا ارادہ پختہ
ہو گیا تھا۔ یعنی یہ کہ کسی نہ کسی طرح جینگو کے گروہ میں شامل ہوا جائے اور اس کے بعد حالات جو راستہ
اختیار کریں۔

شام کو چھ بجے میرا دوست بینکر مجھے لے کر چل پڑا۔ میرا گٹار میرے ساتھ تھا۔ جس عمارت میں
آج کا سبق تھا، یہ بھی کافی خوبصورت تھی۔ کمبخت جینگو نے یہاں نہ جانے کیا چکر چلا رکھا تھا۔ ایک سے
ایک عمدہ عمارت۔ بے پناہ اخراجات تھے اس کے۔ نہ جانے کہاں سے پورے ہوتے تھے۔ بہر حال اس کے
پروگرام اور اقدامات کافی مستحکم معلوم ہوتے تھے۔

سب معمول یہاں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے اور پھر جینگو بھی آ گیا۔ وہ اسی طرح مست
اس کی جوانیاں کچھ اور بڑھی ہوئی معلوم ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے وہ مجھ جیسے لوگوں کو کیا خاطر میں لاتا۔
تو میرے بارے میں یاد بھی نہیں رہا ہوگا۔

"انسانیت کے متوالو، آج میں تمہارے سامنے صرف روح کے نغمے گاؤں گا۔ مستیاں اپنالو، ترلوکا
نے تمہارے لیے سکون بھیجا ہے۔ ساری الجھنیں معاشرے کا انتقام ہیں۔ تم اس معاشرے کے انتقام کا شکار
ہو؟ اپنی ذات کے سارے بوجھ اتار دو۔ گاؤ، میری لے میں لے ملا کر گاؤ"۔

اور جینگو نے گٹار چھیڑ دیا۔ بے حد تیز نغمہ تھا۔ بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے اور دیوانہ وار رقص
کرنے لگے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے اپنے ساز چھیڑ دیے تھے۔ ایسا طوفان..... بدتمیزی تھا کہ الاماں۔
بینکر بھی رقص کر رہا تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے بھی کھڑا کر دیا اور میں بھی گٹار بجانے لگا۔ میں
تیز نغمے میں شریک ہو گیا۔ ہو ہا ہا کی آوازوں سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

میری آنکھیں بند تھیں اور میں پورے جوش و خروش سے گٹار بجا رہا تھا اور پھر نہ جانے کب جینگو
اپنا گٹار بند کر دیا اور دوسرے ساز بے ہنگم چیختے رہے۔ صرف میرا گٹار جینگو کے نغمے کو قائم رکھے ہوئے

پھر کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور گٹار پر میرے ہاتھ رک گئے۔ میں نے آنکھیں کھولیں
جینگو میرے سامنے مسکرا رہا تھا۔

"بجاؤ بجاؤ ترلوکا کے دیوانے۔ تمہارا فن بے مثال ہے۔ محبت کا یہ نغمہ مجھ سے بھی اچھا بجا رہے ہو۔
اور میں نے نغمہ دوبارہ شروع کر دیا۔ جینگو نے جھوم جھوم کر تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

"اور پھر وہی شور شروع ہو گیا۔ لیکن اب میں پورے حواس میں تھا۔ سنسنی خیز لمحات تھے۔ چالاک
جینگو کے بارے میں بخوبی واقف تھا۔ میں اس کے اس قدر قریب نہیں آنا چاہتا تھا لیکن بہر حال وہ مجھے خصوصی
اہمیت دے رہا تھا۔ اس لیے اس وقت نہایت احتیاط سے کام لینا تھا۔ میں جینگو کے عقیدت مندوں کے سے
انداز میں سر جھکا کر گٹار بجانے لگا اور وہی نغمہ گٹار کی دھن پر گونجنے..... لگا جو تھوڑی دیر قبل جینگو بجا رہا
تھا۔ لوگ پھر دیوانہ وار ناچنے لگے تھے۔ تب جینگو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں نے گٹار بند کر دیا۔

"اب کوئی اور نغمہ موسیقار" اس نے مست انداز میں جھومتے ہوئے کہا اور میں نے سر جھکا کر
دوسرا نغمہ شروع کر دیا۔ دوسرا نغمہ بھی خاصا تیز تھا اور میں جانتا تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو ایسے ہی نغمات
کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے جھوم جھوم کر اپنی پسند کا نغمہ بجایا جس کی دھن خاصی تیز تھی اور دلوں کو
مست کرتی تھی۔ اس وقت ناچنے والوں کی وحشت اور بھی عروج پر پہنچ گئی تھی اور نہ جانے کتنی دیر تک یہ
ہنگامہ اور شور رہا۔ جینگو مسکرا رہا تھا۔ وہ خود بھی تالیاں بجا بجا کر جھوم رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے
اپنا ایک ہاتھ بلند کر دیا۔

"بس' حد سے بڑھی ہوئی ہر چیز نقصان کا باعث ہوتی ہے" اس نے کہا اور پھر میرے شانے
رکھ کر بولا:

"موسیقار تم اس قدر قیمتی ہو کہ تمہیں نگاہوں سے اوجھل کرنے کو دل نہیں چاہتا۔
ساتھ آؤ" جینگو نے کہا اور میرا دوست بینکر ششدر رہ گیا۔ مجھے جو حیثیت ملی تھی' وہ ان لوگوں
بہت حیران کن تھی۔

میں جینگو کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ درس ختم ہو گیا تھا اور اب جانے والے لوگوں کو واپس
جینگو مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف اندرونی حصے میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے ایک خوبصورت
ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اندرونی دروازے سے کہیں چلا گیا۔

دیر تک میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جینگو اسی دروازے سے واپس آیا اور
ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"موسیقار تمہارا فن عروج پر ہے۔ تم ترلوکا کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہو۔ جس سے بہت
لیے جا سکتے ہیں۔ تم اس کی تعلیمات سے کب متاثر ہوئے"۔

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا مسٹر جینگو۔ میری روح اس کے گرد چکراتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"وہ روحوں کا حکمران ہے۔ بلاشبہ وہ روحوں پر حکومت کرتا ہے۔ اس کے افکار' اس کے خیا
بہت بلند ہیں۔ اس نے انسانیت کو جو کچھ دیا ہے' تم یقین کرو میرے دوست کبھی کسی نے نہ دیا ہو گا"
نے کہا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ میرے دل میں اس کے لیے نفرت کلبلانے لگی۔ لیکن میں اپ
سے اپنے حقیقی جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔

"موسیقار تم ہمیں اس قدر پسند آئے ہو کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ تمہیں اپنے ساتھ رکھ
تم اسے منظور کرو گے؟"

"میری اس سے بڑی خوش بختی کیا ہو سکتی ہے عظیم جینگو کہ میں ترلوکا کے خدمت گار
حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں"

"یقیناً"۔۔۔۔۔ یقیناً" ہم تمہیں اس حیثیت سے اپنے ہاں خوش آمدید کہتے ہیں' فی الوقت
ہمارے ساتھ یہاں رہو پھر ہم تمہیں ترلوکا کے پاس لے چلیں گے"۔

"میں انتہائی مسرور ہوں" میں نے کہا اور جینگو گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ بولا:

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے۔ میں تمہارے آرام و آسائش کا بندوبست کر
دوں گا"۔

"ہمیں کسی آرام و آسائش سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ آرام و آسائش ایسے مفروضات ہیں
انسان نے خود پر مسلط کر لیا ہے۔ زندگی تو بڑی سادہ سی چیز ہے۔ اور آپ خود جانتے ہیں مسٹر جینگو' زندگی

خوب سے بڑا درس دیا ہے' وہ ساری زندگی گزارنے کا اصول ہے" میں نے کہا اور جینگو پیار بھری
سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بے شک' کیا پیو گے؟"

"کچھ نہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"ایڈن" میں نے فوری طور پر جواب دیا۔ کچھ سوچ کر جواب دینا خطرناک تھا۔ جینگو مسکرا کر گردن
لگا تھا۔

"خوب مسٹر ایڈن۔ تم مجھے کافی پسند آئے ہو۔ میں اب چلتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں
آ جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلو گے"۔

"بہت بہتر" میں نے جواب دیا اور جینگو اسی دروازے سے واپس چلا گیا جس سے آیا تھا۔ گویا مجھے
بیٹھنا تھا۔ لیکن اکیلے بیٹھے رہنا مجھے عجیب سا لگتا تھا۔ کچھ دیر میں سوچتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کی
بڑھا۔

ظاہر ہے اس کے ساتھ تو جانا ہی تھا اور یہ عمارت اتنی وسیع بھی نہیں ہے کہ وہ مجھے تلاش نہ کر
چنانچہ میں نے سوچا کہ اس عمارت میں کیوں نہ دوسرے لوگوں سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا
لیکن ابھی باہر قدم رکھا ہی تھا کہ دو لڑکیاں آتی نظر آئیں۔

متناسب بدن والی' خوش نما لباسوں میں ملبوس۔ ان میں سے ایک کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس
برتن رکھے ہوئے تھے۔

"اوہ" آپ کہاں جا رہے ہیں جناب" ان میں سے ایک نے دلکش لہجے میں پوچھا۔

"میں مسٹر جینگو کا مہمان ہوں"۔

"ہمیں معلوم ہے' آئیے اندر چلیں"۔

"چلیے" میں نے واپسی کے لیے رخ بدل لیا۔

"ویسے کسی کام سے تو نہیں جا رہے تھے آپ؟"

"اوہ نہیں' مسٹر جینگو کہہ گئے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ جانا ہے۔ اس لیے میں انتظار کروں۔ اس
میں تنہا تھا اس لیے سوچا عمارت کی سیر ہی کروں"۔

"چلیے اب تنہا نہ رہیں گے" دوسری نے مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں میرے ساتھ اندر داخل

ایک میز پر ٹرے رکھ دی گئی۔ کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ چند برتنوں میں خشک میوے
تھے۔ لڑکیوں نے تین پیالیوں میں کافی انڈیلی اور ایک پیالی ادب سے میرے سامنے رکھ دی گئی۔ میوے

کی پلیٹ بھی میرے سامنے آگئی تھی۔

"پلیز" لڑکی نے کہا اور دونوں خود بھی میرے سامنے ہی کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔

"شکریہ" میں نے کافی کی پیالی اپنے سامنے کھسکالی۔

"آپ کا نام ایڈن ہے نا؟"

"جی"۔

"کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"آئرلینڈ کا باشندہ ہوں"۔

"خوب میں ایش ہوں اور یہ میری دوست دانیا" لڑکی نے اپنا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر"۔

"خوشی تو ہمیں ہوئی ہے۔ خاص طور سے یہ جان کر کہ آپ اب ہمارے ساتھ ہی رہیں گے"

"مجھے تعجب ہے" میں نے کہا۔

"کس بات پر؟"

"اتنے مختصر وقت میں آپ کو میرے بارے میں ساری باتیں معلوم ہوگئیں"۔

"اوہ۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ مسٹر جینگو نے اپنے ماتحت خاص کے ذریعہ ہمیں پیغام بھجوایا کہ ڈرائنگ مسٹر ایڈن بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی خاطر مدارات کی جائے۔ اس طرح ہمیں آپ کا نام معلوم ہوگیا"۔

"اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اب میں آپ کے ساتھ رہوں گا"۔

"ذرا بھی مشکل کام نہیں ہے۔ آپ کا فن اور مسٹر جینگو کی آپ سے غیر معمولی دلچسپی کھلا ثبوت ہے کہ اب مسٹر جینگو آپ کو خود سے جدا نہیں ہونے دیں گے۔ اعلیٰ پایہ کے فنکاروں زندگی کا حصہ بنالیتے ہیں"۔

"تو یہ صرف آپ کا قیاس تھا؟"

"لیکن دلائل کی رو سے غلط تو نہیں ہے" دانیا نے جواب دیا۔ اور میں بھی مسکرانے لگا۔ لڑکیاں جاگتے چہروں والی اور تروتازہ تھیں۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے ان کے غلط احساسات پیدا ہوگئے۔ وہ میری دسترس سے باہر نہ ہوں گی۔ میں نے سوچا لیکن دوسرے لمحے گیا۔ بہرحال وہ صرف لڑکیاں ہیں اور اس سے زیادہ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

دونوں لڑکیاں کافی پی رہی تھیں۔ میں نے بھی اپنا کپ اٹھالیا اور ایش نے پلینوں کی ط کیا:

"براہ کرم کچھ......"۔

"نہیں مس ایش۔ ان تکلفات کی ضرورت ہم جیسے لوگوں کو کہاں؟"

"زندگی میں جو چیزیں دستیاب ہیں، ان پر کیوں نہ ہاتھ صاف کیا جائے" ایش ہنس کر بولی۔

"پھر آپ کیوں رکی ہوئی ہیں؟"

"آداب میزبانی کا خیال ہے" ایش نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر وہ دونوں بھی میرے ساتھ ہی کھانے ں اور انتہائی خوشگوار ماحول میں کافی ختم ہوگئی۔

"مسٹر جینگو کتنی......" میں رک گیا۔ نہ جانے کیوں زبان جملہ پورا کرنے سے قاصر رہی تھی۔ میں زبان کی لڑکھڑاہٹ پر غور کرنے لگا۔

"کیا کہہ رہے تھے آپ؟" ایش نے پوچھا۔

"ایں" میں نے ذہن پر زور دیا۔ لیکن یہ کیا ہو رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں بھی اچانک قوت کھو بیٹھے تھے اور ں خود کو بھول رہا تھا۔

"مسٹر ایڈن" دانیا نے تعجب سے مجھے آواز دی اور اسی وقت یکے بعد دیگرے چار آدمی اندر داخل ئے۔ یہ چاروں بڑے بالوں والے ہپی تھے لیکن سوٹوں میں ملبوس۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"ٹھیک ہے ڈیئر۔ بس اب تم دونوں جاؤ۔ تمہارا کام ختم ہوگیا"۔

میں نے یہ آخری الفاظ سنے تھے اور اس کے بعد نہ مجھے اپنے حواس پر قابو رہا اور نہ بدن پر۔ میں وس کر رہا تھا کہ میں لڑھک رہا ہوں۔ لیکن میں خود کو زمین پر گرنے سے نہیں روک سکا تھا اور زمین پر رنے کے بعد مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

نہ جانے کب اور کس جگہ ہوش آیا تھا۔ طویل بے ہوشی کے بعد جو کیفیت ہونی چاہیے تھی، وہی ل۔ سر میں بھاری پن تھا۔ دیر تک کچھ یاد نہیں آیا کہ کیا واقعات پیش آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد لمات اپنی پوری شد و مد کے ساتھ ذہن میں اجاگر ہوگئے جس کے بعد یہ سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی کہ نگو مجھے پہچان گیا تھا اور کافی میں بے ہوشی کی کوئی دوا مجھے دی گئی تھی۔

چند لمحات کے لیے میں سوچ میں گم ہوگیا۔ جینگو کے پہچان لینے کے بعد صورت حال کیا ہو سکتی ہے۔ میں انہیں کامیاب چکمہ دے کر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ یقیناً" وہ میری تلاش میں بھی ں گے اور اب انہوں نے مجھے مس کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی۔

"لیکن اب، اب کیا کیا جائے۔ ظاہر ہے انہوں نے مجھے کچھ کرنے کے لیے تو یہاں نہیں بلایا ہوگا۔ ہل نگرانی بھی سخت ہوگی لیکن جینگو کا رویہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔

دیر تک جب ذہن ان سوالات کا کوئی جواب نہ دے سکا تو میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک ہ جو ہوگا" دیکھا جائے گا اور میں کاہلوں کے سے انداز میں اپنی جگہ پڑا رہا اور یوں تقریباً" آدھا گھنٹہ گزر

گیا۔ ایک نرس ٹائپ کی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔

یہ میریا ڈالسنگ ہی تھی جو نرس کے لباس میں تھی۔ میریا میرے نزدیک آئی اور اس نے
سے انداز میں مجھے خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کمرے میں اور کوئی
تھا۔ میریا نے دروازہ بند کر دیا اور میرے نزدیک آ گئی۔

"ہیلو نواز" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"خوب۔ تم مجھے پہچان گئیں میریا"۔

"ہاں۔ اس لیے کہ اب تمہارے چہرے پر نہ تو وہ داڑھی ہے اور نہ ہی وہ وگ"۔

"اوہو" میں نے جلدی سے اپنے چہرے کو ٹٹولا۔ واقعی داڑھی غائب تھی۔ پھر میں نے لباس
کیا تو لباس بھی وہ نہیں تھا جو میں نے پہنا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے مجھے اس انداز میں بھی دیکھا تھا میریا؟"

"ہاں دیکھا تھا لیکن تم ان تک آئے ہی کیوں تھے؟"

"بات یہ ہے میریا ڈالسنگ۔ اب میری زندگی کا ماحول ہی بدل گیا ہے۔ جینگو نے مجھے جس
پر آمادہ کیا ہی، اب میں اسے ادھورا نہیں چھوڑ سکتا۔

"لیکن تم پریشانیوں میں گھر جاؤ گے"۔

"اب جو کچھ بھی ہوگا' میریا دیکھا جائے گا۔ بہر صورت میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے
بھرپور مدد کی۔ لیکن ان لوگوں کو تمہاری ذات پر شک تو نہیں ہوا؟"

"شک؟" میریا کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"کیوں خیریت؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے" اس نے گردن جھٹک کر کہا لیکن میں بغور اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میریا پلیز، تم اتنی اچھی انسان ہو کہ تمہیں کسی مشکل میں دیکھ کر مجھے سخت صدمہ ہوگا۔
مجھے بتاؤ کیا تم کسی الجھن کا شکار ہو گئی ہو" میں نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"نہیں نواز۔ یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے، لیکن مجھے کچھ شبہ سا ہو رہا ہے"۔

"کیسا شبہ؟"

"یہی کہ وہ لوگ میری طرف سے اب اتنے مطمئن نہیں ہیں جتنے پہلے تھے"۔

"کیوں؟"

"شاید تمہارا ہی سلسلہ ہو"

"تو اس وقت میں تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا میریا"۔

"مجھے اس کے لیے خاص طور سے کہا گیا ہے" میریا نے سنجیدگی سے کہا اور چھوٹے چھوٹے

معروف ہو گئی۔ میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

چند ساعت سوچنے کے بعد میں نے آہستہ سے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟"

"میریا اگر تم......"

"پلیز مسٹر نواز آپ میرے سلسلے میں کوئی گفتگو نہ کریں۔ میں حالات سے نمٹ لوں گی جو ہوگا دیکھا
جائے گا"۔

"لیکن میریا اگر........"

"اگر کوئی وقت پیش آئی تو میں تم سے نہیں چھپاؤں گی لیکن پلیز مسٹر نواز اس وقت کسی بے گانگی کا
ر نہ کریں"۔

"نہیں ایسا ان کے سامنے کبھی نہیں ہوگا۔ لیکن تمہیں ایک وعدہ کرنا ہوگا میریا"

"کیا وعدہ؟"

"اگر کسی الجھن کا شکار ہو جاؤ تو مجھ سے کبھی نہیں چھپاؤ گی" میں نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر
راہٹ پھیل گئی۔

"تم کیا کرو گے نواز؟"

"جو کچھ بھی کر سکوں گا' کروں گا"۔

"میرا خیال ہے نواز تمہیں ابھی خود میری مدد کی ضرورت ہے"۔

"اوہ کس سلسلے میں میریا؟"

"میں تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گی۔ حالانکہ یہ بڑا مشکل کام ہے"۔

"میں نہیں سمجھا میریا؟"

"وہ لوگ تمہیں چھوڑنے کے لیے تو نہیں لائے ہوں گے"

"لیکن جینگو نے تو کچھ اور ہی کہا تھا"۔

"کیا کہا تھا؟"

"اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ وہ مجھے برائیوں میں دھکیل کر دیکھے گا اور اس کے بعد میرا تجزیہ کرے
۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کبھی اس کی دسترس سے دور نہیں رہوں گا لیکن بہر صورت میں اسے چکمہ
ے کر نکل ہی گیا۔ اگر میں یہاں خود نہ آنا چاہتا تو وہ مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکتے تھے"۔

"یہ کوشش تم نے بلا وجہ کی ہے نواز" میریا نے افسوس ناک لہجے میں کہا اور میرے چہرے پر
کراہٹ آ گئی۔

"نہیں میریا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس سے غیر مطمئن نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

”وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تم جن حالات کا شکار ہو گئے ہو' اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے“ اس نے
اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”وہ مجھے قتل کر دیں گے؟“

”دریغ بھی نہ کریں گے“ میریا نے جواب دیا۔

”لیکن کیوں۔ میری ان کے مسلک سے دشمنی ہے۔ کیا صرف اس بات پر؟“

”نہیں۔ تم نے ان کے دو آدمیوں کو بھی تو ہلاک کیا ہے اور تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا جینگو اتنا ی
دل ہے کہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کو بھول جائے گا۔ اگر اسے تم سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی تو شاید تمہیں اسی را
کر دیا جاتا“۔

”اس کا مطلب ہے اسے مجھ سے کوئی دلچسپی ہے“۔

”ہاں تمہیں زندہ رکھنے کا تو یہی مقصد معلوم ہوتا ہے“۔

”تب پھر مجھے قتل کا اندیشہ نہیں ہے“۔

”خدا کرے ایسا ہی ہو“۔

”چنانچہ میری بات تو گئی میریا۔ لیکن اب مجھے تمہارا خطرہ ہے۔ براہ کرم خود کو محفوظ رکھنا
یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا“ میں نے کہا اور وہ گردن ہلانے لگی۔

”تم میری طرف سے فکرمند نہ ہونا۔ اگر کسی طرح موقع مل جائے تو یہاں سے نکلنے کی کو
کرنا“۔

”اوکے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا میریا۔ تم نے ایسے حالات میں میری مدد کی ہے“۔

”چھوڑو ان باتوں کو نواز۔ میری دعا ہے کہ تم اپنے مسلک میں کامیاب رہو۔ میں تمہاری جرأ
قدردان ہوں“۔

”شکریہ۔ زندگی میں اگر کبھی......“ میں نے کہا لیکن اسی وقت باہر قدموں کی چاپ سنائی دی
میریا نے مجھے آنکھیں بند کر لینے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے جھپٹا مار کر ایک رسالہ اٹھایا اور ایک کرسی
گئی۔

”اسی وقت دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

”ہوش آیا؟“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”ابھی تک نہیں“۔

”پوزیشن کیا ہے؟“

”میرا خیال ہے اثر زائل ہو چکا ہے۔ اب صرف نیند ہے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آ جائے گا“۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔ ہم یہاں موجود ہیں“۔

”اوکے“ میریا نے رسالہ ایک طرف پھینک دیا اور پھر میں نے اس کے قدموں کی چاپ سنی۔ پھر
دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا ”کوشش کرو' اب اسے ہوش میں آ جانا چاہیے“۔

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں“ دوسری آواز ابھری اور پھر قدموں کی چاپ میرے بستر تک پہنچ گئی۔
ان میں سے ایک نے مجھے جھنجھوڑا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نمودار
نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر تک میرا انداز کھویا کھویا رہا اور پھر جیسے میری سوچ واپس آ گئی۔

میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے اوپر جھکے ہوئے آدمی نے میرے
سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”لیٹے رہو' لیٹے رہو۔ سر چکرائے گا“ اس نے ہمدردی کے انداز میں کہا۔ سینے پر دباؤ بھی غیر
دوستانہ نہیں تھا۔ میں پھر لیٹ گیا۔

”کیسی حالت ہے؟“

”ٹھیک ہوں لیکن میں کہاں ہوں؟“

”امن و سکون کی جگہ۔ جہاں اگر تم چاہو تو تمہارے لیے جنت تعمیر ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط یہی ہے
کہ اگر......“

”لیکن میں کوئی جنت نہیں چاہتا“۔

”یہ مایوسی کے الفاظ ہیں۔ جنت کو تم نے اپنی دسترس سے اتنا دور سمجھ لیا ہے کہ اب تم اس کی
چاہت بھی کھو بیٹھے ہو“۔

”ہوں۔ تو تم جنت کے سوداگر ہو“۔

”ہاں۔ ان مایوس لوگوں کو ہم راستے پر واپس لے آتے ہیں جو راستہ گم کر چکے ہیں۔ قصور کسی کا
نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ سیدھے راستے تلاش کرتا رہا ہے“۔

”اوہ۔ تم سیدھے راستوں کے راہی ہو“۔

”ہاں میرے دوست' جنت صرف ایک سمبل ہے۔ ایک اشارہ لیکن اس اشارے کو استعمال کرنے
والے بہت چالاک ہیں“۔

”خیر' میرا ذہن دکھ رہا ہے۔ پھر کسی وقت اس بارے میں گفتگو کروں گا۔ اس وقت میں سکون چاہتا
ہوں“۔

”ضرور' ہمیں صرف تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“

”نہیں“۔

”اوکے۔ آرام کرو۔ لیکن اس کے ساتھ ایک درخواست ہے“۔

"کیا؟"

"کسی بھی قسم کی حرکت سے پرہیز کرنا۔ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش تمہارے لیے خطرنا
ہوگی"۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا بے فکر رہو" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں سر ہلا کر باہر نکل گئے
دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔ اب تو ان حالات کے بارے میں سوچنا بھی عبث
تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے لیٹا رہا۔ جب لیٹے لیٹے تھک گیا تو اٹھ کر رسالہ اٹھالیا اور کرسی پر بیٹھ کر اس
ورق گردانی کرنے لگا۔

تقریباً" دو گھنٹے کے بعد پھر دروازہ کھلا اور اس بار وہی آدمی اندر آ گئے۔ "مسٹر جینگو نے آپ
طلب کیا ہے"۔

"انکار کروں تو؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آپ کو اٹھا کر لے جائیں گے"۔

"ہوں۔ چلو میں خود ہی چلتا ہوں" میں کھڑا ہو گیا اور پھر ان کے ساتھ راہداری میں نکل آیا۔
سب چوکنا تھے۔ ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ میری پھرتی دیکھ چکے تھے۔ لیکن اب میں کسی حرکت کے
میں نہیں تھا۔

"راہداری کے اختتام پر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ حالانکہ دن کا وقت تھا لیکن کم
میں بے شمار روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ جینگو انتہائی قیمتی سرخ لبادے میں ملبوس ایک لمبی میز کے پیچھے بی
ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر زندگی نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا "ہیلو خوبصورت آدمی"

"ہیلو جینگو"۔

"اپنی حرکتوں کے باوجود مجھے دلکش لگتے ہو بیٹھ جاؤ"۔

"شکریہ" میں لاپرواہی سے اس کے سامنے بیٹھ گیا اور جینگو نے ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس نے ک
کی طرف دیکھا نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں حسب معمول جاندار لگ رہی تھیں اور ان میں وہی پراسرا
مقناطیسیت نظر آ رہی تھی۔

چند ساعت کے بعد دو خوبصورت لڑکیاں اندر آ گئیں لیکن ان کے جسموں پر لباس نام کی کوئی چ
نہیں تھی۔ جسم انتہائی دلکش تھے۔ جینگو میری آنکھوں میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ میں چونک تو پڑا تھا لیکن ا
سے زیادہ کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

ایک لڑکی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لائی تھی جس پر بہترین کھانے پینے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں

"مہمان کی تواضع کرو" جینگو نے کہا اور حسین لڑکیاں مسکرا دیں۔ پھر وہ میرے نزدیک آ کر

ئیں اور فضول حرکتیں کرنے لگیں۔

"یہ تمہاری آخری کوشش ہے جینگو" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"اوہ۔ کیا یہ لڑکیاں پسند نہیں' دوسری آ سکتی ہیں"۔

"انہیں واپس بھیج دو"۔

"جاؤ" جینگو نے کہا اور لڑکیاں اسی انداز میں مسکراتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

"کیا یہ سب کچھ مناسب ہے؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"براہ کرم کھل کر گفتگو کرو"۔

"تم بہرحال ایک پروقار انسان ہو۔ کیا تمہاری شخصیت اس قدر گراوٹ قبول کرتی ہے؟"

"کیسی گراوٹ؟"

"لڑکیاں سپلائی کرنے والے کو کیا کہتے ہیں؟ تمہیں اپنی شخصیت کو مدنگاہ رکھ کر ایسے اوچھے
ہتھکنڈے نہیں استعمال کرنے چاہئیں"۔

"اس میں سے کچھ لو' تم بھوکے ہو" جینگو نے پرسکون لہجے میں کہا اور میں نے ایک سیب اٹھالیا۔

"کافی منگواؤں؟"

"نہیں شکریہ"۔

"عورت مرد کی ایک ضرورت ہے اور عورت بھی اتنی ہی ضرورت مند۔ اس میں اوچھے ہتھکنڈوں
کی کون سی بات ہے؟"

"لیکن میں تمہارے مسلک کا قائل نہیں ہوا ہوں"۔

"ہو جاؤ گے' ہو جاؤ گے" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لو اور لو"۔

"بس"۔

"میں نہیں سمجھ سکتا نواز' تم دنیا کی نعمتوں سے کیوں بھاگتے ہو' اس کے لیے تو تمہارے مذہب نے
بھی منع نہیں کیا"۔

"ہاں لیکن مذہب کے کچھ اصول بھی تو ہوتے ہیں"۔

"تو تم اصولوں کے جال سے نہیں نکلو گے"۔

"اس لیے کہ میں انہیں جال نہیں سمجھتا۔ انسانی معاشرہ کے نظم وضبط کے لیے یہ ضروری ہیں"۔

"فضول چیزوں کے پیچھے زندگی کیوں کھو رہے ہو نواز۔ کیا صرف ضد برائے ضد۔ حالانکہ تم کبھی
مذہبی انسان نہیں رہے"۔

"میں نے ہمیشہ مذہب کی عزت کی ہے"۔

"جھوٹ بول رہے ہو نواز اصغر۔ دنیا کی کون سی برائی تم نے نہیں اپنائی۔ تم جینگو کو کیا سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے خیال میں تم جینگو کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکتے تھے، تم کہیں بھی جا چھپتے نواز، جس دن میں اپنے ذہن کے راستے کھولتا، تمہیں تلاش کر لیتا۔ میری نگاہوں کے سامنے ہر گوشہ برہنہ ہے۔ نہ جانے تم مجھے کیوں نہیں پہچانتے"۔

"اب تم جھوٹ بول رہے ہو"۔

"کیوں۔ اس میں کیا جھوٹ ہے؟"

"تم صرف گٹار سے مجھے پہچانے تھے۔ کیونکہ ایک بار تم پہلے بھی میرا گٹار سن چکے تھے"۔

"چلو یہی سہی۔ لیکن میں نے اس کے لیے تمہاری تگ و دو نہیں کی کہ میں تمہیں اس قدر اہم بھی نہیں سمجھتا تھا"۔

"ہاں۔ میں بھی خود کو اس قدر اہم نہیں سمجھتا"۔

"لیکن یہ میری بھول تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"تم تو بے شمار خوبیوں کے مالک نکلے۔ خاص طور سے گٹار کے سلسلہ میں۔ یقین کرو تمہاری انگلیوں میں جادو ہے۔ اس کے علاوہ بھی تم ہمارے لیے اس قدر کار آمد انسان ہو کہ ہم تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں جینگو؟"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا"۔

"لیکن میں تو تمہارے مسلک کا مخالف ہوں"۔

"وقتی طور پر ----- تم ہمارے مسلک سے متاثر ہو جاؤ گے۔ میں تم سے تمہارے ماضی کی باتیں کروں گا نواز اصغر"۔

"اچانک اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کی آنکھوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ میرا ذہن سونے لگا۔ لیکن اچانک ہی میرے اندر وہ قوت بیدار ہو گئی جو میری فطرت کا خاصہ تھی۔ کسی سے متاثر نہ ہونے والی قوت۔ اور میرا ذہن اس کے سحر سے آزاد ہو گیا۔

"اب تم سے گفتگو ہو گی نواز"۔

"میں نے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور خاموش بیٹھا رہا۔

"تمہارا ماضی تمہاری برائیوں کی کہانی سناتا ہے۔ وہ برائیاں جو تمہارے معاشرے میں برائی ہیں

ہیں۔ کیا تم منشیات کے اسمگلر نہیں رہے ہو؟"

"رہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو قتل نہیں کیا ہے؟"

"کیا ہے"۔

"ہوریشو جیسا خطرناک انسان تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ میرے علم میں ہے۔ تم نے میرے ضمیر شنی دیکھی"۔

"واقعی تمہاری معلومات حیرت انگیز ہیں"۔

"مجھ سے دنیا کی کون سی بات چھپی ہوئی ہے نواز اصغر۔ تمہارا ماضی میرے سامنے ہے۔ پھر اس کے نیکیوں کی تلاش میں کیوں نکل پڑے ہو؟"

"برائیوں سے دل اکتا گیا ہے"۔

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل تمہارے اندر جو جڑ ہے اس نے تمہیں بھٹکایا ہے۔ اگر برائیاں انسانی ی کا سہارا نہ بنیں تو نیکیوں کے تمام راستے گہرے گڑھوں تک لے جاتے ہیں۔ اگر تمہیں برائیوں میں ملتی تو تم کہاں جاتے؟"

"لیکن ان برائیوں نے مجھے سکون نہیں دیا"

"نہیں۔ تم نے سکون تلاش نہیں کیا"۔

"میں سکون کی تلاش میں ہوں"۔

"میں تمہیں سکون دوں گا"۔

"تم تو خود بے سکون ہو جینگو۔ تمہاری ساری نسل مضطرب ہے۔ وہ نشہ آور ادویات میں سکون تے ہیں اور جب نشہ اترتا ہے تو اتنی اداس نظر آتی ہے کہ دل ڈوب جاتے ہیں" میں نے جواب دیا اور چونک پڑا۔

"نواز" اس نے عجیب سے لہجے میں پکارا۔

"ہوں"۔

"تم میرے غلام ہو، صرف وہ کہو جو میں کہوں"۔

"میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں جینگو۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں تمہارے ٹرانس میں آ گیا ہوں، ابھی مشق کرو ہپناٹزم کی۔ تم ایک اچھے ہپناٹسٹ نہیں ہو" میں نے کہا اور جینگو کو جیسے سکتہ ہو گیا۔ کافی دیر تک خاموش رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہاری انہی صلاحیتوں نے تو مجھے تم پر عاشق کر دیا ہے۔ اب بتاؤ میں تمہیں کیسے چھوڑ دوں لیکن تم ان نیکیوں کے پیچھے کیوں دوڑ رہے ہو۔ سب فضول باتیں ہیں۔ تم نے سونیتا کو بھی ٹھکرا دیا اور اسے

چکمہ دے کر نکل بھاگے۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ؟"

"پوچھو۔ وہ بھی پوچھو"۔

"سونیتا کے پاس سے آتے ہوئے تم اس کے ہاں سے کچھ اٹھا لائے تھے؟"

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد تمہارے پاس یہ لباس اور میک اپ کا سامان کہاں سے آگیا؟" اور اس بار
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی"۔

"تم روشن ضمیر ہو' معلوم کرلو"۔

"مشکل کام نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے' معلوم کرلو تو مجھے بھی بتا دینا"۔

"ضرور بتاؤں گا' لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"کس سلسلہ میں؟"

"خود میں کوئی لچک پیدا کرو گے؟"

"ارے نہیں جینگو' ابھی تو میں نے زندگی کی ابتداء کی ہے۔ ابھی تو بہت سے مراحل طے
ہیں"۔

"میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع مت کرو۔ ترلوکا کے مشن کے لیے کام
جانے کیا سے کیا بن جاؤ گے"۔

"میرا مشن کچھ اور ہے جینگو"۔

"وہ کیا؟"

"میں نے ہوریشو کو فنا کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ میں اس میں کامیاب ہوگیا۔ تم نے میرے مذ
مذہب کی توہین کی ہے۔ خدا کی قسم...... اب میں مذہب کے نام پر ترلوکا کو فنا کردوں گا۔ اسے روئے
سے نیست و نابود کردوں گا۔ یہ نیکی کر گزرنے سے شاید میری تھکی ہوئی برائیوں کے بوجھ سے مضمحل
کچھ سکون آجائے"۔

جینگو کا ضبط جواب دے گیا۔ اس کا بدن کانپ اٹھا اور اس کی آنکھوں سے خون ابلنے لگا۔

"تیرا علاج اب صرف ترلوکا کے پاس ہے" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اس نے
آواز دی۔

☆ ☆ ☆

ایکبار پھر مجھے قید کردیا گیا۔ لیکن اب مجھے وہ مراعات حاصل نہیں تھیں جو اس سے پہلے
غالباً" جینگو میری طرف سے اب قطعاً" مایوس ہوگیا تھا۔ ترلوکا کی توہین کرکے میں نے اسے اپنا بدترین

پلیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ترلوکا اس سے بھی بڑا آرٹسٹ ہوگا۔ اس نے جینگو جیسے آدمی کو ذہنی طور پر اس قدر
تاثر کردیا ہے کہ وہ اس کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ لیکن مجھے اس بات کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

جس جگہ مجھے قید کیا گیا تھا وہ شاید اسٹور تھا۔ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر کمرے میں بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف
گردے اٹا ہوا فرش' غالباً" یہ انتقام کی ایک شکل تھی' ورنہ اگر وہ مجھے بہتر طور سے بھی رکھتے تو کوئی دقت
طلب بات نہیں تھی۔

اس دوران میری ملاقات میریا ڈالسنگ سے بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس پورے کارخانے میں
صرف وہی میری ہمدردی تھی۔ لیکن مجھے خدشہ تھا کہ وہ کسی مصیبت کا شکار نہ ہوجائے۔ جینگو نے کہا تھا کہ
یہ بات معلوم کرے گا کہ سونیتا کے پاس سے فرار کے بعد یہ آسانیاں مجھے کہاں سے حاصل ہوئیں جبکہ میں
ائیوں کے راستے کا راہی نہیں تھا۔ اگر کسی طرح اس کی نگاہ بے چاری میریا پر جا پڑی تو وہ غریب مفت میں
ہی جائے گی۔

میرے ذہن میں میریا کی صورت ابھر آئی۔ حسین لیکن انتہائی سنجیدہ چہرہ۔ اس عمر کی کسی لڑکی کو
نے اس قدر سنجیدہ نہ دیکھا تھا۔ اپنے بارے میں اس نے مجھے کچھ نہ بتایا تھا۔ حالانکہ میں نے اس سے کئی
راس کے دیگر معاملات کے بارے میں پوچھا تھا سوائے ان تین لاپاہج انسانوں کے جنکی وہ کفیل تھی۔ لیکن
ان کے بارے میں بھی مجھے کیا معلوم تھا۔

ان کے علاوہ اس نے مجھے کسی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ لیکن بہرصورت ان ساری باتوں کے
اور نجانے کیوں میں نے اس کے چہرے پر یا اس کے انداز پر ایک بار بھی کوئی ایسی چمک نہیں دیکھی تھی
ں سے اظہار ہوتا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے اور جوانی کی ضرورتوں سے متاثر ہے۔

حالانکہ اگر وہ لوگ چاہتے تو میریا کو بھی مجھے بگاڑنے پر متعین کرسکتے تھے۔ لیکن ممکن ہے وہ اس
ٹپ کی لڑکی ہی نہ ہو۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں کئی بار اس کا خیال آیا۔ میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا تو اس
کی کوئی خاص وجہ نہیں پائی سوائے اس کے کہ اس لڑکی کے کردار نے مجھے متاثر کیا تھا اور پھر یہ کہ وہ میری
ہمدرد تھی۔ اس نے ایسے وقت مجھے سہارا دیا تھا جب میں اچھائیوں کے راستے سے بھٹک بھی سکتا تھا اور یہ
لڑکی ہی معمولی سی بات تھی۔ لیکن بہرصورت میرے نزدیک کسی کے احسان کا احساس بھی بڑی چیز ہے۔ سو
اب اگر وہ لڑکی میری وجہ سے کسی مصیبت کا شکار ہوجاتی تو میرے لئے واقعی یہ بات باعث شرم ہوتی۔ لیکن
سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں آکر کچھ اس طرح پھنس گیا تھا کہ اب بظاہر ان معاملات سے نمٹنے
کی کوئی صورت ذہن میں نہیں آتی تھی۔

جینگو سے میری جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد میرے خیال کے مطابق جینگو کو پوری طرح میری
خلاف صف آرا ہوجانا چاہئے تھا کیونکہ میں نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی اور نہ ہی میری
کی بات میں اتنی لچک تھی کہ وہ اس سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

مجھے یاد تھا کہ جس وقت میں نے اس کے ہپناٹسٹ ہونے کا اظہار کیا تھا تو وہ دنگ رہ گیا تھا۔ یقیناً" اپنے اس فن پر بڑا فخر ہو گا لیکن میں نے اس کے اس فن کو بھی ناکام کر دیا تھا۔ اس کا مقصد تھا جینگو کے دل میں میرے لئے ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی' رہی میری گٹار نوازی' تو وہ اس کے لیے اتنی نہ ہو گی کہ وہ ذرا سی بات کے لئے اتنی بڑی مصیبت مول لے' پھر وہ میرا کیا کرے گا۔ یہ سوال ہنوز تشنہ تھا کیا مجھے قتل کر دیا جائے گا؟ میں نے سوچا۔ یوں بھی جینگو نے کہا تھا کہ اگر میں کچھ خوبیوں کا مالک ہوتا تو انتقام کے طور پر مجھے قتل بھی کیا جا سکتا تھا لیکن اب کیا کیا جائے گا' اور اس کیا ہو گا' کا کوئی جواب فی الحال میرے پاس موجود نہیں تھا۔

اور جس بات کا کوئی جواب ذہن میں نہ ہو تو اس کے بارے میں دماغ سوزی کرنا سوائے حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی خود کو خالی الذہن کر لیا' جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

لیکن کم بختوں نے سلوک بہت برا کیا تھا یہاں لا کر نہ کھانے کو پوچھتے تھے نہ پینے کو' اس وقت میں شدید بھوک کا شکار تھا اور پیاس کی وجہ سے میرے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔

کیا وہ مجھے بھوکا پیاسا مار ڈالیں گے؟ میں نے سوچا اور میری ضدی فطرت عود کر آئی۔ نہیں ایسے جان نہیں دوں گا۔ آخر کمرے میں ہی تو قید ہوں اور دروازہ فولاد کا بنا ہوا نہیں ہے۔ اگر حالات حد سے بگڑے ہوئے نظر آئے تو پھر ہاتھ پاؤں ہلانے ہی پڑیں گے۔ حالانکہ میں چاہتا تھا کہ انہیں انکی کوششوں سے نہ روکوں اور دیکھوں کہ وہ مجھے کس حد تک مجبور کر سکتے ہیں۔ لیکن حرام موت مرنا بھی مناسب نہیں تھا کچھ کر کے مرا جائے تو بہتر ہے۔ اور اس کے لئے میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا تھا جب تک وہ لوگ خود کوئی کارروائی نہ کریں گے اس وقت تک قدم آگے نہیں بڑھاؤں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔

رات کو باقاعدہ کھانا بھجوایا گیا تھا جو زیادہ بہتر تو نہیں تھا' لیکن بہر صورت غنیمت تھا۔ البتہ یہ میں ضرور سوچ رہا تھا کہ کہیں کھانے میں کوئی ایسی چیز شامل نہ کر دی گئی ہو' جسے کھا کے میں پھر بے ہوش ہو جاؤں اور یہ بیہوشی کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔

لیکن مجبور تھا کیا کر سکتا تھا۔ کھانا تو رات کو کھانا ہی پڑا اور جب صبح کو آنکھ کھلی تو بڑی خوشی ہوئی تھی' گویا کھانے میں مجھے کوئی ایسی چیز دینے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ہاں دوسرے دن دس بجے وہ کھیل شروع ہو گیا جو میرے ذہن میں سر ابھار رہا تھا۔

آنے والی میریا ڈالسنگ ہی تھی' اسے دیکھ میں خوشی سے اچھل پڑا۔ میریا ڈانسنگ بدستور سنجیدہ تھی۔

"میں چھپ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"اوہ میریا' یہ تمہارے لئے مناسب نہیں تھا۔"

"نواز پلیز' میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو' میرے لئے کیا مناسب ہے اور کیا غیر' تم اس بارے میں الجھن میں نہ پڑو۔ اس بارے میں میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" میریا حسب انداز میں بولی اور میں عجیب و غریب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کہو۔" میں نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں ایک جگہ بلایا جائے گا۔ ممکن ہے میں وہاں موجود ہوں اور یہ بھی ہے کہ میں وہاں موجود نہ ہوں۔ تمہیں ایک انجکشن لگایا جائے گا جو بے ہوشی کا انجکشن ہو گا۔ اس کے تمہیں کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ لوگ تمہیں کہاں لے جائیں گے' لیکن صورت کسی لمبے سفر کا پروگرام معلوم ہوتا ہے۔ تم ان کے چنگل سے نکلنے کی آخری کوشش کر سکتے ہو۔"

"کس طرح؟" میں نے سوال کیا۔

"جو انجکشن تمہیں دیا جائے گا وہ بے ہوشی کا ہو گا' لیکن اگر میں نے تمہیں وہ انجکشن نہ بھی دیا بھی ڈاکٹر یا کسی دوسرے آدمی کو وہ انجکشن میں ہی فراہم کروں گی۔ لیکن جو انجکشن تمہارے بدن میں گا وہ بے ہوشی کا انجکشن نہیں ہو گا بلکہ وہ سادہ پانی ہو گا۔ تم بے ہوش ہونے کی اداکاری کرو گے اور پھر وہ تمہیں لے کر جائیں اور جس جگہ بھی پہنچیں تو تم موقع پا کر پہلی فرصت میں ان کے چنگل سے بھاگ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔"

"خوب لیکن میں تنہا ہوں۔"

"ہاں میں اسی کا بندوبست کر کے آئی ہوں۔" میریا نے کہا اور اپنے لباس میں سے اس نے ایک آٹومیٹک پستول نکالا اور میری طرف بڑھا دیا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"اس میں آٹھ گولیاں ہیں نواز۔ اور بس اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔"

"اوہ میریا----- میریا----- اس سے زیادہ کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس میں اب میں تمہیں کچھ نہ دے سکوں گا۔"

"خدا حافظ۔" میریا نے کہا اور مسکرائے بغیر باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر یا آنکھوں میں نرمی کا تاثر نہیں تھا۔

اس لڑکی کے کردار سے میں بے پناہ متاثر تھا' لیکن بہرحال کیا کرتا ہاں زندگی میں اگر کوئی موقع فراہم تو میں دل و جان سے اس کی مدد کروں گا۔ میں نے سوچا تھا۔ بہرحال میریا باہر نکل گئی تھی۔ تب میں نے کے دیئے ہوئے آٹومیٹک پستول کو بڑی احتیاط سے لباس میں چھپا لیا۔

اور پھر میں بیٹھ گیا۔ اب میرا ذہن انہی معاملات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً ڈھائی بجے تھے جب چند افراد مجھے لینے آئے۔ اس وقت تک دوپہر کا کھانا بھی نہ ملا تھا یعنی رات ہی کو کھایا تھا وہی چل رہا تھا اور مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ بہرصورت بھوک پیاس کا ذکر تو حماقت

ہی ہے۔ میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

آنے والے مجھے لئے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گئے' جہاں چار آدمی موجود تھے لیکن ان
درمیان میریا ڈالسنگ کو دیکھ میں نے سکون کی سانس لی۔

"مسٹر نواز ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ یہاں کب تک قید رہیں گے' بہرحال آپ کا طبی معائنہ کر
کے لئے آپ کو طلب کیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' ویسے میں بالکل تندرست ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً" ہوں گے۔ لیکن ممکن ہے آپ کو کوئی تکلیف ہو گئی ہو' ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ آپ
چاق و چوبند رکھیں۔"

"مناسب ہے' جیسا آپ حکم دیں۔"

"براہ کرم آپ اس میز پر آجائیے۔" اس شخص نے کہا' جو شاید ڈاکٹر تھا کیونکہ دوسرے لمحے
اسٹیتھوسکوپ لے کر میرے حلق' چہرے اور سینے کا معائنہ کرنے لگا۔ انہوں نے میری آنکھیں بھی کھول
دیکھیں۔ بظاہر وہ یہی تاثر دے رہے تھے کہ جیسے وہ ڈاکٹری معائنہ کر رہے ہوں۔

"مسٹر نواز آپ طبی لحاظ سے درست ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ٹینوریا کا ایک انجکشن
لیں' وہ آپ کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔"

"مناسب' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کی بجائے اگر مجھے خوراک مہیا کی جاتی رہے تو زیادہ
بہتر ہے' میں نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا۔"

"اوہ یقیناً" یہ کسی کی غفلت کا نتیجہ ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے مسٹر جینگو کی یہی ہدایات ہوں
بہرصورت آپ کو کھانا فراہم کر دیا جائے گا کیونکہ یہ انسانی فرض بھی ہے۔"

"ہاں مناسب ہے کہ آپ اس انسانی فرض کو پورا کر دیں ورنہ میں دوبارہ اس کا تذکرہ بھی نہ
کروں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"براہ کرم چند ساعت انتظار کریں۔" اس شخص نے کہا پھر میریا ڈالسنگ کو دیکھ کر بولا۔

"مس میریا انجکشن لگا دیجئے۔"

"بہت بہتر۔" میریا نے کہا اور پھر اس نے ان لوگوں کے سامنے ہی ایک انجکشن کی سیل توڑ دی
سرنج میں بھر کر میری جانب بڑھی۔ اس نے اپنے مخصوص سرد لہجے میں مجھ سے بازو آگے بڑھانے کو
کہا اور میں نے بازو آگے بڑھا دیا۔ میریا ڈالسنگ نے مجھے انجکشن دے دیا تھا اور پھر وہ سرنج لئے ہوئے
کمرے سے باہر نکل گئی۔ انجکشن کی شیشی بھی اس نے ساتھ ہی رکھی تھی' گویا وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت
چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ویسے اس بے چاری نے میرے لیے یہ دوسرا بڑا رسک لیا تھا۔ یوں بھی وہ
باتیں اگر یکجا ہو جاتیں تو اس کی شخصیت فوری طور پر مشکوک سمجھی جا سکتی تھی۔

میں نے چند ساعت تو آنکھیں کھولی رکھیں اور پھر اس قسم کا اظہار کرنا شروع کیا جیسے میری پلکیں
جا رہی ہوں۔ وہ لوگ بغور میرا جائزہ لے رہے تھے اور پھر چند ساعت کے بعد میں نے اپنی گردن
ری طرف گرا دی۔ سانسوں کو میں نے اس طرح بے ترتیب کر لیا تھا جیسے وہ بے ہوشی کے دوران
ہاتی ہیں گویا میں مکمل اداکاری کر رہا تھا۔

تب وہ لوگ میرے نزدیک آگئے۔ "مسٹر نواز۔" ان میں سے ایک نے مجھے جھنجھوڑا۔

"مسٹر نواز ــــــ" دوسرے نے آواز دی۔ اور پھر تیسرے نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر
رسید کر دیا۔ کافی زوردار تھپڑ تھا۔ لیکن برداشت تو کرنا ہی تھا۔ میں نے اس پر بھی کوئی اظہار نہ کیا تو ان میں
سے ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے' کام ہو چکا ہے۔"

"پھر اب؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"بس تیاریاں کرو۔ اب زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے اسٹیمر پہنچ جائے گا اور
راستہ بھی اچھا خاصا ہے۔"

"اوکے سر۔" کسی نے جواب دیا اور پھر شاید ان میں سے ایک یا دو باہر نکل گئے۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ میں بدستور دم سادھے ہوئے پڑا تھا اور کچھ لوگ اسٹریچر
لے کر چل پڑے۔ اسٹریچر کو کسی بند وین میں رکھا گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے اردگرد کون کون ہے۔
اس لئے آنکھوں میں ہلکی سی جھری بھی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ آنکھیں بند کئے کئے سخت کوفت ہو رہی
تھی۔

لیکن بہرحال برداشت کرنا تھا۔ لہٰذا وین میں اور وہ بھی چلتی ہوئی وین میں کوئی حرکت کرنا حماقت
تھی۔ اس کے رک جانے کا انتظار ضروری تھا۔ چنانچہ میں دم سادھے پڑا رہا اور پھر میں نے اس کی رفتار سست
ہوتی محسوس کی۔

وین رک گئی اور میں نے گہری سانس لی' یہ آخری موقع تھا۔ اس کے بعد نہ جانے کیا پوزیشن ہو۔
لما ترلوکا تک پہنچنے کا خواہش مند ضرور تھا۔ لیکن ان لوگوں کا قیدی بن کر نہیں' بلکہ آزاد انسان کی حیثیت
سے بہیوں کے کسی قافلے کے ساتھ یہاں تک بآسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ اس طرح تو میں کچھ نہیں دیکھ سکتا
تھا' کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال وہ سب نیچے اترنے لگے اور اسی وقت موقع تھا۔ آستین میں چھپا ہوا پستول نیچے سرک آیا
اور میرے ہاتھ کو چھونے لگا۔ اب میں کسی بھی لمحے اسے نکال سکتا تھا نیچے اترنے کے بعد انہوں نے اسٹریچر
گھسیٹا اور پھر اسے دو آدمیوں نے پکڑ لیا اور وہاں سے چل پڑے۔ باہر آنے کے بعد سمندر کا شور صاف سنائی
دے رہا تھا۔

اور یہی کاروائی کا وقت تھا۔ چنانچہ میں نے بازو تھوڑا سا ہلایا اور پستول میری مٹھی میں آگیا اور دوسرے لمحے میں نے نپی تلی چھلانگ لگا دی۔ اسٹریچر خالی ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی کچھ آوازیں ابھریں۔ میں نے ایک لمحے میں ماحول کا جائزہ لے لیا۔ تقریباً آدمی تھے۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے یونہی اندھا دھند ایک فائر جھونک دیا اور اس کے ساتھ ایک چیخ ابھری اور وہ سب زمین پر گر پڑے۔

"وہ فائر کر رہا ہے۔" کسی نے چیخ کر کہا۔

"اوہ۔ مارنا نہیں ہے، پکڑو۔" کسی دوسرے نے کہا۔ لیکن اٹھنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوئی اور ان سے کافی دور نکل آیا۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے غلط سمت اختیار کی تھی۔ وقت وین کی طرف جانا مناسب تھا۔ وین ہی فرار کے لئے عمدہ ثابت ہو سکتی تھی۔

وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن بہرحال مجھے پکڑنے کے لئے زخمی ضرور کر سکتے تھے، اس اپنا بچاؤ بھی ضروری تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں ان کی توجہ وین کی حفاظت کی طرف مبذول ہو جائے۔

بہرحال میں نے ایک ریت کے ٹیلے کی آڑ لے لی اور پھر وہاں سے دو اور فائر کر دیئے۔ آٹھ گولیاں تھیں، ان کا استعمال بھی نہایت احتیاط سے کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ دوسری طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔ وہ لوگ چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو ہدایات دے رہے تھے اور اب وہ اپنی پوزیشن بدل رہے تھے۔

میں نے وین کے پار سے اندازہ لگایا، اور پھر ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے اندھا دھند فائر کئے اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک لمبی دوڑ لگا کر بالآخر میں وین کے نزدیک پہنچ گیا۔

اور دوسرے لمحے میں وین کے اندر تھا، میں دعا مانگ رہا تھا کہ چابی وین کے اگنیشن میں موجود اور نہ جانے یہ دعا کس دل سے نکلی تھی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی نظر آرہی تھی۔

دوسرے لمحے میں نے وین اسٹارٹ کر لی۔ لیکن اسی وقت عقب سے میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ایک ضرب، دوسری ضرب اور پھر تیسری اس کے بعد نہ جانے انہوں نے کھوپڑی کا کیا حشر کیا کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے تین ضربوں نے کام تمام کر دیا تھا۔

اور جب تک موت نہ آئے، ہوش آنا یقینی ہے۔ بعض لوگ ایسے سخت جان ہوتے ہیں کہ موت بھی کافی مشکلات پیش آتی ہیں۔ گو میرا سر شدید تکلیف کا شکار تھا لیکن ہوش آگیا۔

بدن کے نیچے آرام دہ بستر تھا اور چھت پر روشن فانوس در و دیوار کسی ہسپتال کے ہی معلوم ہو تھے، سر پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ لیکن ---- لیکن یہ ہلتا ہوا ہسپتال۔ ہاں زمین ہل رہی تھی۔ ذہن کو یکجا کیا، اور آوازوں کا اندازہ کیا۔ پھر کچھ اور ذہن صاف ہوا تو گزرے ہوئے واقعات یاد آئے

ہلتی ہوئی زمین کے بارے میں اندازہ لگا لیا۔

یقیناً" میں سمندری سفر کر رہا تھا۔ پھر چوٹ کے بارے میں اندازہ لگایا۔ سر کی خاصی ٹھکائی ہو گئی تھی۔ لیکن میں ان کے ہاتھ لگ گیا، یہ برا ہوا تھا۔ دیر تک میں خاموش پڑا حالات پر غور کرتا رہا۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی اور پھر کمرے کے ہلنے کی رفتار سست ہو گئی۔ سر چکرانا شروع ہو گیا تھا۔ ہا پھیل گیا اور اس کے تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے بے ہوش رہنا ضروری سمجھا تھا، اب جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ کیوں اداکاری کی جائے۔ چنانچہ میں نے آنے والوں کو دیکھا چار آدمی تھے۔

"اٹھاؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور جس بیڈ پر میں لیٹا تھا۔ اسے اسٹریچر کی طرح اٹھا لیا گیا۔ مخصوص قسم کا بیڈ تھا۔ باہر آکر صورتحال کا اندازہ ہوا۔ میں کسی لانچ پر تھا اور اب یہ لانچ ایک جہاز کے ساتھ لگی ہوئی تھی جو کھلے سمندر میں تھا۔ بے شمار افراد لانچ سے جہاز پر منتقل ہو رہے تھے۔

میرا اسٹریچر بھی ایک چھوٹی کرین کے ذریعہ لانچ سے جہاز پر پہنچ گیا اور وہاں چند لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک کیبن میں پہنچا دیا۔ باہر نہ جانے کیا کیا ہوتا رہا..... پھر جہاز متحرک ہو گیا اور میں نے ایک نامعلوم منزل کی جانب چل پڑا۔

غالباً" ترلوکا کی طرف۔

کئی گھنٹے اس کیبن میں گزر گئے لیکن کوئی میری طرف نہیں آیا تھا۔ اور پھر جب میں خود عاجز آگیا تو میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ سر میں تکلیف ضرور تھی لیکن ناقابل برداشت نہیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ کیبن کے باہر راہداری تھی، جس میں اور بھی دروازہ نظر آرہے تھے۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے ایک کیبن کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھولنے والی ایک سیاہ نسل کی عورت تھی۔ لیکن اسکے نقوش بے حد دلکش تھے اور وہ بھرپور جوان تھی۔ اگر سیاہ رنگ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اسے ایک خوبصورت عورت کہا جا سکتا تھا۔

"ہیلو!"

"میں تمہارے سامنے والے کیبن کا مسافر ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے، آؤ اندر آجاؤ۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"میرے سر میں زخم ہے، اور میں بھوکا بھی ہوں۔"

"بیٹھو، میں تمہارے لئے بندوبست کرتی ہوں۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ وہ کیبن میں لگا ہوا ایک بٹن دبا رہی تھی اور پھر ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔ "کافی اور کھانے کے لئے کچھ لے آؤ۔" عورت نے کہا اور وہ شخص سر جھکا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مطلوبہ اشیاء آگئیں اور میں بھوکوں کی مانند ٹوٹ پڑا۔ میں نے اس شریف عورت کو بھی نہیں پوچھا تھا۔

پھر جب میں خوب کھا چکا تب پیچھے ہٹا اور کرسی سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"سر کی چوٹ کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"پٹی بدل دوں؟"

"ضروری ہے؟"

"ہاں' مناسب ہوگا۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ایک فرسٹ ایڈ بکس اٹھا لائی۔ یہ ا
لگانے میں مجھے وقت نہیں ہوئی تھی کہ سیاہ فام عورت میرے بارے میں ساری تفصیل جانتی ہے۔ یقیناً
پر وہ جینگو کی ساتھی ہوگی۔ لیکن ایک بات تعجب خیز تھی۔ اس جہاز سے ان لوگوں کا کیا تعلق تھا۔

کیا ترلوکا کے ہاتھ مجرمانہ کارروائیوں کے لئے بھی پھیلے ہوئے تھے کسی مشن کو چلانا دوسری بات
لیکن اتنے وسیع اختیارات۔ کیا اس مشن کے پیچھے کوئی اور سازش بھی ہے۔ کیا پورا جہاز ترلوکا کے قبضہ
ہے۔

بہرحال ذہن زیادہ سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عورت میرے سر کی پٹی کھولنے لگی۔ اور
اس نے نہایت مہارت سے میرے سر کی دوبارہ بینڈیج کر دی۔

"اگر ذہن منتشر ہو تو انجکشن دے دوں؟"

"بے ہوش کرنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں' اب اس کی ضرورت نہیں ہے' اور پھر انجکشن سے بے ہوش کرنے کا تجربہ تو
ہو چکا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"تمہاری معلومات لامحدود ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی لامحدود ہوں۔"

"ہاں اندازہ ہوتا ہے۔"

"بولو انجکشن لوگے' تمہاری طبیعت درست ہو جائے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور اس نے ایک انجکشن نکال لیا اور پھر
میرے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

"چند ساعت کے لئے آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر لو' بے حد سکون محسوس کرو گے۔" اس نے
اور میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا در حقیقت انجکشن کا اثر لاجواب تھا۔ پورے بدن میں توانائی دوڑ
تھی اور بڑا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد یوں محسوس ہوا جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو' میں
آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

"تمہارا شکریہ خاتون۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں اب جاؤں؟"

"تمہاری مرضی پر منحصر ہے' دل چاہے تو بیٹھو۔ تنہا کیبن میں جا کر کیا کرو گے؟"

"تمہیں ناگوار تو نہیں ہوگا۔"

"اوہ۔ ہرگز نہیں' میں بھی اپنے کیبن میں تنہا ہی ہوں۔"

"تعارف ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں' میرا نام لویا ہے۔ مشرقی گنی سے تعلق رکھتی ہوں۔ اور تمہارے بارے میں سب کچھ
جانتی ہوں۔ تمہارا نام نواز اصغر ہے۔"

"اوہ۔ چلو اچھا ہوا۔ اس طرح بہت سی باتیں صاف ہو گئیں۔"

"مثلاً؟"

"یہی کہ میرا پورا تعارف تم سے ہو گیا۔"

"ہاں۔"

"ترلوکا سے تمہارا بھی تعلق ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اس کی تعلیمات سے متاثر ہو؟"

"میں اس کی پیروکار ہوں۔"

"لیکن تم تو بالکل ہوشمند' میرا مطلب ہے کہ تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔"

"ہاں میرے اوپر بیرونی ذمہ داریاں ہیں۔"

"بیرونی ذمہ داریوں سے کیا مراد ہے۔"

"کسی بھی مشن کو چلانے کے لئے ہر قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترلوکا نے بیرونی امور
کے لئے بھی مجھے ہدایات دی ہیں اس لئے....."

"اوہ۔ تو ترلوکا کا کوئی مشن ہے؟"

"ہاں۔ ایک عظیم مشن۔"

"کمال ہے' اس کے بارے میں ہمیشہ ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں' آج تک تمہیں اس مشن کے بارے میں کسی نے نہیں بتایا۔"

"اسے ایک باقاعدہ مشن تو نہیں کہا جا سکتا۔"

"حالانکہ یہ ایک باقاعدہ مشن ہے۔"

"مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ گی؟"

"ہاں۔ یہ ہمارا فرض ہے' ممکن ہے مسٹر جنگو نے فلسفے کی زبان استعمال کی ہو جو تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہو۔"

"ہاں۔ ممکن ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں اس لڑکی سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"میں اس موضوع پر زیادہ نہیں بول سکتی۔ چند موٹی موٹی باتیں تمہیں بتا دیتی ہوں۔ یہ انسانیت کی بھلائی کے لئے ہے۔ انسان پتھروں کے دور میں تھا' معصوم تھا' تہذیب نے اسے زندگی کے لئے بہتر سہولتیں مہیا کیں لیکن اس کی تخریب کاری بڑھ گئی۔ آج ساری دنیا جہنم کے دہانے پر ہے۔ انسان نے انسان کو فنا کرنے کے لئے کیا کیا اسباب پیدا کئے ہیں ہر ذی ہوش کو معلوم ہے۔ ہیروشیما ایک معمولی سا تجربہ ہوا تھا۔ تم بتاؤ اب وہ تجربہ پہلے سے لاکھ گنا زیادہ ترقی یافتہ ہو گیا ہے۔ ترقی کی دوڑ نے انسانی زندگی کو کس قدر ارزاں کر دیا۔ کیا ہم اس تہذیب سے نفرت نہ کریں انسان تو ایک معصوم مخلوق تھا جسے تہذیب کے عذاب نے گھیر لیا ہے۔ پتھروں کے دور میں بھی اپنے جیسوں کے خون بہانے کے لئے ایسی کبھی کوئی چھوٹی موٹی بات ہوئی' چھوٹے پیمانے پر ختم ہو گئی۔ جس نے برائی کی بات اسی تک رہی۔ جنگوں میں کیا صرف گناہ گار مارے جاتے ہیں۔ پھر ہم اس تہذیب کا کیا کریں جس نے ہم سے ہمارا امن لیا ہے۔ آج جو ملک جتنا وحشی ہے اتنا ہی ترقی یافتہ کہلاتا ہے۔ کیا ہم اسی ترقی کے گن گائیں۔ بیماریاں علاج دریافت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بیماریاں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ عجیب ترقی ہے' عجیب دور ہے۔ روگ ایجاد کیا اور پھر اس کی دوا تلاش کرنے لگے۔ ترلوکا کی آواز اسی ترقی کے خلاف بلند ہوئی ہے۔"

"وہ کیا چاہتا ہے؟"

"اس کی خواہش ہے کہ انسان اتنا ہی معصوم ہو جائے جتنا تھا وہ منشیات کی غنودگی میں سب کچھ بھول جائے۔ وہ ترقی کے اس دور کو۔۔۔۔۔ بدترین دور کو فراموش کر دے اور صرف امن کی زندگی گزارے تاکہ اس کے بعد کی جو نسلیں آئیں وہ امن پسند ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"کیوں؟"

"جب تک انسانی نسل آتی رہے گی۔ تعمیر اور تہذیب کا عمل جاری رہے گا۔"

"ہم آنے والی نسلوں کو ہی سنوارنا چاہتے ہیں۔ جو نسلیں موجود ہیں وہ تو انتہائی دور تک جا چکی ہیں۔"

"اس طرح تو ترلوکا کا مشن بہت طویل ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"کیا ترلوکا اس مشن کی تکمیل تک زندہ رہے گا؟"

"مشن ہمیشہ زندہ رہتا ہے' اس کے پیرو اس کی موت کے بعد اس کے نام کو لے کر آگے بڑھیں گے۔" لوپا نے جواب دیا۔

"لیکن اس مشن سے ترلوکا کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"فائدہ۔۔۔۔۔ ہر محب انسانیت کی اگر اپنی کسی کوشش سے دوسرے انسانوں کو بہتر زندگی حاصل ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس کی زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ترلوکا یہ سب کچھ اپنے لئے تو نہیں کر رہا۔ اسے آنے والی نسلوں کی بہتری کا خیال ہے۔"

"لیکن اسے مذاہب سے اختلاف کیوں ہے؟"

"اسے دنیا کے کسی خاص مذہب سے کوئی اختلاف نہیں ہے' مذاہب بہرحال انسان کے لئے بہتر پیغام لے کر آئے۔ لیکن انہوں نے کچھ ایسی ذمہ داریاں عائد کیں جنہیں پورا کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اخلاق و تہذیب کے وہ بوجھ مذاہب نے ہی ان پر لادے جس سے بغاوت کا احساس انسان کے ذہن میں ابھرا۔ تم مجھے بتاؤ دنیا کا کونسا مذہب ایسا ہے جس کے ماننے والے دنیا کی ہر برائی سے تائب ہو گئے ہیں۔ جب یہ مذاہب انسانوں کو برائیوں سے دور نہ کر سکے تو پھر انہیں تسلیم کیوں کیا جائے۔"

"لیکن ان میں مذاہب کا کیا قصور۔ یہ تو ماننے والوں کی غلطی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد یہی ہے کہ وہ ذمہ داریاں ان لوگوں پر ڈال دی گئیں جو مذاہب کو خلوص دل سے تسلیم کرتے ہیں لیکن اذہان کو بدلنے کے لئے کوئی ایسا موثر ذریعہ اختیار نہیں کیا گیا جس سے مذاہب کی تعلیمات کارگر ہوتیں۔ اور ہم لوگ کوئی مذہب نہیں بیچ رہے' ہم صرف ذہنوں سے وہ کسل وہ کھولت اور وہ احساس ختم کرنا چاہتے ہیں جو مختلف چیزوں نے پیدا کئے ہیں۔ اور یہی ہمارا مشن ہے۔ گویا ہم نفسیاتی طرز پر وہ انقلاب لانا چاہتے ہیں جو عالم انسانیت کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے اور نسل انسانی کے لئے بہتر ثابت ہوگا۔ ہم صرف انسانیت پر چھائے ہوئے اس جمود کو توڑنا چاہتے ہیں جس نے انسان کی زندگی پر مذہب' تقدس اور ذمہ داریوں کے لامحدود بوجھ ڈال رکھے ہیں۔"

"لیکن کیا اس طرح تم نسلوں کو تباہ نہیں کر رہے؟" میں نے برے سے لہجے میں کہا۔

"یہ تو تہذیب کی سوچ ہے' آنے والی نسلیں ہمارے اس کارنامے کو سراہیں گی۔ جب وہ اپنے ایک اس خوف کا ماحول نہ دیکھیں گی تو ہمارے اس مشن کو سراہیں گی۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے لوپا۔ ہر دور اپنی علیحدہ سوچ لے کر آتا ہے اور وہ صرف اسی سوچ کے سہارے زندہ رہ سکتا ہے جو سوچ اسے وقت عطا کرتا ہے۔ اگر نسل انسانیت تمہاری دی ہوئی کھولت کا شکار ہو گئی تو پھر اس کی تباہی بالکل نزدیک آ جائے گی۔ وہ دنیاوی آفات کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گی اور یہی غنودگی اسے موت کے نزدیک پہنچا دے گی اور تمہاری دی ہوئی عنایتیں لوگوں کو موت کے لئے گندی گلیاں نصیب کریں گی۔ ان کے اعضاء مفلوج اور ذہن بے کار ہو کر رہ جائیں گے اور اگر تم اسے ہی نسل

انسانی کی بہتری سمجھتی ہو تو صرف چند افراد تک تمہاری کوشش بار آور ثابت ہوگی۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکے گا۔" لویا نے کہا۔

"ٹھیک ہے لویا ہم بھی اس آنے والے وقت کا انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ ترلوکا مشن میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر نواز۔ لیکن بہر صورت جو کچھ کہا گیا ہے کیا آپ اس سے اختلاف کر سکتے ہیں"

"ہاں مجھے اس سے شدید اختلاف ہے۔ خاص طور سے مذاہب کی توہین میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔"

"اور آپ اسی لئے مسٹر جینکو کے مخالف ہیں؟"

"ہاں۔"

"بہر صورت مسٹر جینکو عجیب و غریب فطرت کے مالک ہیں۔ آپ کے لئے ------ مر[illegible] کی ذات کے لئے انہوں نے فرانس میں اپنے مشن کا ایک حصہ نامکمل چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں ہم سب نے فرانس سے اپنا مشن ختم کر دیا ہے اور اب واپس امریکہ جا رہے ہیں۔"

"امریکہ؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا اس جہاز کے ذریعے؟"

"نہیں۔ مسٹر جینکو سفر کے لئے کیا ذرائع اختیار کریں گے یہ تو صرف وہی جانتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن جہاز کا سفر کہاں تک ہے؟"

"بہت سی باتیں بتانے کی مجھے اجازت نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم نے جس ماحول میں [illegible] کی ہے۔ اس کے تحت تم دوستانہ انداز برقرار رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن جو باتیں بتانے کی اجازت ہے، وہ باتیں تو میں پوچھ سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں پوچھو، میں اس کا فیصلہ خود کر لوں گی۔" لویا نے کہا۔

"جینکو خود بھی فرانس سے چل پڑا ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"اسی جہاز پر موجود ہے۔"

"اسی جہاز پر؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو کیا ٹیم کے سارے افراد چل پڑے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ سب واپس جنوبی امریکہ کا رخ کر رہے ہیں۔"

"تو جہاز کا سفر کتنا طویل ہے؟"

"اس کے بارے میں تم یقین کرو میں خود بھی نہیں جانتی۔" لویا نے جواب دیا اور پھر ایک انگڑائی لے کر بولی۔

"مسٹر نواز میری مانو تو مخالفت چھوڑ دو، کیا فائدہ ہوگا، خود پر بلاوجہ اتنی ساری ذمہ داریاں عائد کر لی ہیں زندگی سے لطف اٹھاؤ تمہیں اپنی سانسوں پر کوئی اختیار نہیں ہے تو یہ چند لمحات جو باقی ہیں انہیں ان [illegible]یوں میں کیوں نہ گزارو جو انسانی طلب کا خاصہ ہے۔"

"کیا ہر انسان کی طلب ایک ہی ہوتی ہے خاتون لویا؟"

"نہیں۔ طلب تو مختلف ہوتی ہے، لیکن فطرت تقریباً یکساں....."

"تمہیں یقین ہے اس بات پر؟"

"ہاں۔" لویا یقین سے بولی۔

"طلب مختلف ہوتی ہے تو تم یقین کرو لویا، میری طلب صرف یہ ہے کہ میں ترلوکا کو اس مشن [illegible]یت نابود کر دوں۔ اسے کسی ایسے گہرے غار میں دفن کر دوں کہ اس کا وجود فنا ہو جائے۔"

"اوہ ------ اوہ ------ تم بہت سخت الفاظ استعمال کر رہے ہو مسٹر نواز۔ میرا خیال ہے اب ہمیں اس گفتگو کو یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ذہنی طور پر تمہارے ان الفاظ سے متاثر ہونا نہیں چاہتی۔ ممکن ہے اس کے بعد ماحول خراب ہو جائے۔"

"تم چاہو تو پورے جہاز کی سیر کر سکتے ہو، تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"خوب۔ اس اطلاع کا شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔

لویا سے خاصی دلچسپ باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر میں امریکہ کی طرف سفر کر رہا تھا تو یہ بھی میرے مشن ہی کا ایک حصہ تھا۔ ترلوکا سے قریب ہونا چاہتا تھا ایک آزاد حیثیت سے، لیکن اگر اس حیثیت سے بھی اس کے پاس جاتا تو بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ جینکو مجھے میری اصلاح کے لئے لے جا رہا ہے، اب دیکھنا یہ تھا کہ ترلوکا میری اصلاح کرتا ہے یا میں خود اس کی اصلاح کئے دیتا ہوں۔

لویا کے کیبن سے نکل کر ایک لمحے کے لئے میں نے اپنے کیبن میں جانے کی سوچی، لیکن پھر میں نے سوچا کہ اندر جانے سے کیا فائدہ، جب جہاز پر گھومنے پھرنے کی اجازت ہے تو پھر دیکھوں تو سہی کہ اس جہاز میں جینکو کا قبضہ کہاں تک ہے۔ چنانچہ میں راہداری سے چلتا ہوا دوسرے حصے میں آ گیا اور پھر وہاں سے عرشے پر پہنچ گیا۔ یوں بھی یہ بات مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ جینکو بھی اسی جہاز پر موجود ہے، ممکن ہے اس سے ملاقات بھی ہو جائے۔

عرشہ پر کچھ سمجھ نہیں آسکا۔ بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے یہ بات نہیں کہی جاسکتی تھی
سب جینگو کے آدمی ہیں۔ پھر جینگو نے یہ رسک کیوں لیا تھا۔ مجھے اپنی منزل کے بارے میں نہیں بتایا
لیکن یہاں تو میں کسی سے بھی پوچھ سکتا تھا' یہ کوشش کروں یا نہ کروں؟ میں نے سوچا۔

مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانی عمر کا آدمی ریلنگ سے ٹکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا
اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ لیکن بوڑھے نے مجھے لفٹ نہیں دی۔ تب میں نے اس
شانے پر ہاتھ رکھ دیا وہ چونک کر پلٹا۔ "آپ شاید ذہنی طور پر بہت مصروف تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"میرا نام لوئیس پاسکل ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"میں ایشیائی ہوں اور میرا نام نواز اصغر ہے۔" میں نے کہا۔

"گیارہ بج کر بیس منٹ۔" بوڑھا گھڑی دیکھ کر بولا۔

"جی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ واقعی وقت کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا' دراصل آسمان ابر آلود ہے۔" بوڑھے نے گردن
اوپر اٹھا کر کہا۔

"غالباً" آپ اونچا سنتے ہیں۔" میں نے اس بار کافی تیز لہجے میں کہا۔

"ممکن ہے ہو جائے۔ بظاہر تو بارش کے آثار نہیں۔ میں ماہر موسمیات ہوں۔" بوڑھا خوش اخلاقی
سے بولا۔

"بہت بہتر——— شکریہ۔" میں جھلائے ہوئے انداز میں پلٹا' اور کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا
ایک سریلی سی ہنسی میرے کانوں میں گونجی۔ "بال بال بچ گئی۔" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"سوری" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"آپ غالباً" جھلا گئے تھے۔ میں پپا سے آپ کی گفتگو سن رہی تھی۔"

"اوہ۔ یہ آپ کے پپا ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں انہی کے پاس آ رہی تھی۔ آپ کو ان سے مصروف گفتگو دیکھ کر رک گئی؟"

"بے چارے اونچا سنتے ہیں۔" میں نے افسوس ظاہر کیا۔

"سنتے ہی کہاں ہیں۔ کچھ نہیں سنتے۔"

"اوہ۔ لیکن آپ انہیں آلہ سماعت کیوں نہیں استعمال کراتیں؟"

"ان کے لئے بیکار ہے۔"

"افسوس ہوا۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"پپا عجیب انسان ہیں۔ انہیں بے تکے قسم کے ایڈونچر پسند ہیں مجھے اس سفر کے بارے میں کچھ ا
بتایا۔ بس پیرس سے جہاز میں سوار ہوئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں بتایا گیا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ لیکن اب
آشنا ہو گئی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"آخر انسان کو معلوم تو ہو کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟"

"تو آپ کو معلوم نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔"

"آپ نے کسی سے پوچھا بھی نہیں؟"

"پوچھوں گی بھی نہیں۔ میرے ذہن پر جھلاہٹ سوار ہے۔"

"بہتر ہے آرام کریں۔" میں جھلائے ہوئے انداز میں پلٹ پڑا۔

"ارے ارے مسٹر——— مسٹر پلیز سنئے تو سہی میں آپ کے ساتھ....." لیکن میں نے اس کے
آگے کے الفاظ بھی نہیں سنے اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

سر میں درد ہونے لگا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ دفعتاً" ایک آدمی میرے قریب پہنچ
گیا "مسٹر نواز! آپ کا ناشتہ آپ کے کیبن میں موجود ہے۔"

"اوہ۔ تم کون ہو؟"

"آپ کا خادم۔" اس نے جواب دیا۔ وہ دبلا پتلا سا آدمی تھا۔

"ٹھیک ہے بھاگ جاؤ۔"

"مسٹر جینگو کی ہدایت ہے کہ آپ اپنے کیبن میں واپس جائیں۔"

"بھاگ جاؤ۔" میں غرایا۔

"لیکن مجھے ہدایت ملی ہے کہ......" اس نے کہنا چاہا لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کا گریبان پکڑ
کر ایک گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔ اور وہ چاروں شانے چت جا پڑا' اور پھر وہ جلدی سے اٹھ کر ایک
طرف دوڑتا چلا گیا۔

سر کا درد کچھ اور بڑھ گیا تھا لیکن میں کیبن میں واپس نہیں گیا۔ اور جہاز کے دوسرے حصوں کی سیر
کرنے لگا پھر اکتا کر کیبن کی طرف چل پڑا اور دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔

ایک میز پر ناشتہ ڈھکا ہوا رکھا تھا۔ بھنا ہوا گوشت اور کافی۔ بہت عمدہ خوشبو اٹھ رہی تھی۔ میرا دل
راغب ہو گیا۔ ان کے قبضے میں تھا۔ جو کچھ بھی چاہتے کامیاب ہو سکتے تھے' اس لئے کسی چیز سے پرہیز حماقت
تھی۔ میں نے اطمینان سے ناشتہ کیا اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

نہ جانے یہ درد اس قدر کیوں بڑھ گیا تھا۔ ذہن بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر جب اس تکلیف نے

انتہائی شدت اختیار کرلی تو میں پریشان ہو کر باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر میں نے لویا کے کمرے کے دروازے پر
دستک دی تھی۔

دروازہ کھل گیا۔ اور لویا نے مجھے دیکھ کر بڑے دلکش انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے۔ "ہیلو، آؤ، اندر
آجاؤ۔"

"سوری لویا۔ میں تمہیں ایک تکلیف دینے آیا ہوں۔"

"آؤنا۔ باہر کیوں کھڑے ہو۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ "بیٹھو۔"
اس نے میرے دونوں شانوں پر دباؤ ڈال کر مجھے بٹھالیا۔ "ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے۔؟"

"سر کی چوٹ زیادہ دکھ رہی ہے۔ اس کے لیے کچھ کرو۔"

"ایک منٹ۔" وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر اس نے اسی فرسٹ ایڈ بکس سے ایک
انجکشن نکالا۔ سرنج میں کھینچ کر وہ میرے نزدیک آگئی اور اس نے انجکشن بڑے اطمینان سے میرے بازو میں
انجکٹ کر دیا اس کے بعد اس نے ایک گولی مجھے کھانے کے لئے دی جسے میں نے بلا تعرض کھالیا۔

"لیٹ جاؤ۔ تھوڑی دیر لیٹ جاؤ' پرسکون ہو جاؤ گے۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر
عمل کیا۔ بس نجانے کیوں کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ اپنی سوچ سمجھ تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ سر کا درد
بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ میں لیٹ گیا اور آہستہ آہستہ میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔

پھر جب آنکھ کھلی تو نجانے کیا وقت ہو رہا تھا۔ گھڑی تو میرے پاس تھی ہی نہیں۔ میں نے دیکھا لویا
تھوڑے فاصلے پر ایک آرام کرسی پر دراز مطالعے میں مصروف تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ بولی۔

"اوہ جاگ گئے نواز۔" اس نے بدستور اسی انداز میں کہا جیسے وہ مجھ سے خاصی بے تکلف ہو۔

"ہاں۔"

"کیا کیفیت ہے اب؟"

"بالکل ٹھیک ہوں' لیکن وقت کیا ہوا ہے ابھی؟" میں نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"رات کے نو بجے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں چونک پڑا۔ اتنی دیر سویا تھا میں۔

"بڑی دیر سویا۔" میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے لویا کو مخاطب کیا۔

"ہاں۔"

جہاز کا سفر بدستور جاری تھی جس کا اندازہ یہاں پر بھی ہو جاتا تھا۔ "سوری لویا تمہیں میری وجہ سے
خاصی تکلیف اٹھانا پڑی۔"

"ہاں بہرصورت تم نے میری مدد کی ہے۔"

"کوئی مدد نہیں کی اور پھر تم غیر تھوڑی ہو۔" اس نے کہا اور رسالہ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
بھوک لگ رہی ہوگی۔" وہ بولی۔

"ہاں لگ رہی ہے۔ میرا خیال ہے میرے کیبن میں....."

"نہیں۔ کھانا یہیں آجائے گا۔ میں تمہیں اس وقت تک نہیں جانے دوں گی۔ جب تک کہ
تمہاری طبیعت درست نہیں ہو جاتی۔"

"اوہ' نہیں لویا' میں تمہیں اس قدر تکلیف دینا نہیں چاہتا۔"

"کہتے رہو' کہتے رہو۔ جو دل چاہے کہتے رہو۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور کیبن سے باہر
نکل گئی۔ میں اس کے اس انداز پر غور کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے خود اپنے ہاتھوں میں اٹھائے اندر داخل ہو گئی اس میں کھانا موجود

"بیٹھو' میں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا۔" اس نے کہا اور میرے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

بہرصورت اب وہ اس قدر بے تکلفی پر آمادہ تھی اور اس انداز میں اپنائیت کا اظہار کر رہی تھی کہ
منع کرتے ہوئے بھی عجیب سا ہی لگ رہا تھا۔ چنانچہ اس کے ساتھ کھانے بیٹھ گیا اور پھر ہم دونوں نے
کھانا کھایا۔ لویا نے کھانے کے برتن اٹھائے اور باہر نکل گئی اس کے بعد وہ کافی لے کر آگئی تھی۔

خوش ذائقہ کافی پینے کے بعد اس نے میری جانب دیکھا اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"نواز کیا ضروری ہے کہ تم اس کیبن میں تنہا رہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"یہیں رہو۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گی۔ تم بالکل بے فکر رہو۔" لویا نے کہا۔

"نہیں لویا جب میرا کیبن موجود ہے تو اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"لیکن وہاں تم تنہا رہتے ہو۔"

"تو پھر؟"

"مجھے اجازت دو تو میں وہاں آجاؤں؟"

"تمہیں تکلیف ہو گی لویا۔"

"پھر وہی تکلیف تکلیف۔ اس لفظ کو سنتے سنتے تو میرے کان پک گئے ہیں۔" اس نے کہا اور میں لا
جواب ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "بس تم سو جاؤ۔ جو ہوگا دیکھا جائے
گا۔"

"نہیں لویا۔ میں یہاں نہیں سو سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے
مجھے دیکھنے لگی۔

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم انسانی فطرت میں تبدیلیاں کرنے کے خواہشمند ہو۔ لیکن میں کہہ چکی
ہوں کہ تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اگر اعتماد کرتے ہو تو یہیں سو جاؤ۔" اس نے اس

انداز میں یہ بات کہی کہ میں کچھ خاموش سا ہو گیا۔

"میں تمہیں ایک انجکشن دیئے دیتی ہوں۔ اس سے تم آرام کی نیند سو سکو گے۔" اس نے کہا

"انجکشن لیتے لیتے بھی میری طبیعت بگڑتی جا رہی ہے لویا۔" میں نے کہا۔

"اس سے نہیں بگڑے گی۔" لویا اس بار اپنے سوٹ کیس کی جانب بڑھی تھی' اور پھر اس نے ا
میں سے ایک اور انجکشن نکال لیا۔ انجکشن سرنج میں کھینچ کر اس نے میرے بازو میں لگا دیا۔ اور میں ا
گہری سانس لے کر لیٹ گیا بلاشبہ میری آنکھیں بند ہونے لگی تھیں اور نجانے کتنی دیر تک میرے ذہن
غنودگی سی طاری رہی...... پھر جب میری آنکھ کھلی تو نہ نجانے کتنی رات گزر چکی تھی۔

لیکن خوفناک صورتحال واضح ہوئی وہ میرے لئے شدید ذہنی جھٹکا بن گئی۔ لویا میرے نزدیک ہی بستر
میں لیٹی ہوئی تھی۔ میرے ہاتھ اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے۔

لویا کا اس طرح میرے نزدیک لیٹ جانا ہر شبہے کو ختم کرتا تھا اور پھر اس کی اپنائیت کا انداز......

دوسرے لمحے لویا نے دونوں بازو میری گردن میں حمائل کر دیئے۔

"نواز۔" اس کی آواز میں خمار تھا۔

"نواز۔" میرے ذہن میں اپنا نام گونجا۔ اور ایک اور دھماکہ ہوا۔ میں نواز ہوں------- راجہ نواز
اصغر------ وہ جو برائیوں کے راستے کا راہی تھا۔ لیکن جسے اب برائیوں سے نفرت ہو گئی تھی۔

دوسرے لمحے میں ایک جھٹکے سے اس سے علیحدہ ہو گیا اور لویا کے چہرے پر حیرت کے نقوش ابھر
ہو گئے۔

"نواز۔" اس نے مجھے پکارا۔

"شکریہ لویا۔ اگر تم مجھے میرے نام سے نہ پکارتیں تو میں نہ جانے کہاں تک پہنچ جاتا۔ تم نے
جگا دیا۔"

"کیا کہہ رہے ہو ڈارلنگ۔" اس کا انداز اس قدر پرکشش تھا کہ ذہن قابو میں رکھنا مشکل ہو جا
لیکن میری نگاہوں میں جینگو کی مسکراہٹ ابھری جو میری شکست پر مسکرا رہا تھا۔

"ہاں لویا' میرا مذہب ناجائز قربت کی نفی کرتا ہے۔"

"ہر وہ چیز جو ہماری حاجت ہو' جائز ہے۔"

"تمہارے لئے' جینگو کے لئے------ میرے لیے نہیں۔"

"نواز پلیز۔ میں عورت ہوں۔"

"نسوانیت کا وقار پیدا کرو۔"

"میں جوان ہوں نواز۔" وہ کراہی۔

"جوانی کا خراج پاکیزگی سے ادا کرو۔"

"دیکھو نواز۔ میرا انگ انگ خوبصورت ہے۔ کوئی بھی مذہب عورت سے نفی نہیں کرتا۔ دیکھو
میری طرف دیکھو۔"

"نہیں لویا۔ میرے مذہب کے کچھ اصول ہیں اور اب میں' ان اصولوں کو نہیں توڑنا چاہتا۔"

"میری توہین مت کرو' میں نے تو تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔" اس نے عاجزی سے
کہا۔

"میں نے دوسرے راستوں کا انتخاب کیا ہے لویا۔ مجھے اجازت دو۔"

"میں اس وقت جینگو کے لئے نہیں' اپنے لئے تمہیں مانگ رہی ہوں۔"

"اور میں اپنی ذات کی فلاح چاہتا ہوں۔"

"نواز پلیز------ پلیز۔" وہ میری طرف لپکی اور میں نے نہایت نرمی سے اسے اپنے ہاتھوں سے
پکڑ لیا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے لویا۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ لیکن میں زندگی کی اس
پستی میں دوبارہ نہیں گرنا چاہتا۔ جس سے نہ جانے کونسا جذبہ مجھے نکال لایا ہے۔" میں نے اسے پیچھے ہٹاتے
ہوئے کہا۔

"فطرت کی طلب کو تم پستی سمجھتے ہو نواز۔" لویا نے عجیب لہجے میں کہا اور میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔
اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں لویا' میں مسلم ہوں اور میرے مذہب میں اس وقت تک کوئی عورت جائز نہیں ہے جب کہ
میری بیوی نہ ہو۔ لویا برے لوگوں کے درمیان ہونے کے باوجود میں نجانے کیوں تمہیں ایک اچھی لڑکی
گردانے لگا ہوں۔ میرے دل میں تمہاری عزت ہے کیونکہ تم نے بڑی اپنائیت سے مجھ سے گفتگو کی ہے۔
ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میری چھوٹی سی خواہش کا احترام کرو۔ لویا میں کوئی پاک فطرت انسان نہیں
میرے سر کا آخری بال گندگی اور غلاظت میں ڈوبا ہوا ہے۔ لیکن اب میرے ذہن میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔
میں ان غلاظتوں سے نکلنے کا خواہشمند ہوں اور یہ تحریک میرے اندر جینگو ہی نے پیدا کی ہے۔"

"جینگو نے؟" لویا حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"مگر کیسے؟"

"اس نے میرے مقدس مذہب کا مذاق اڑایا تھا۔ اور میں جس نے ساری زندگی کبھی مذہب کے
بارے میں سوچا بھی نہیں کانپ کر رہ گیا تھا۔ میرے اندر ایک روح بیدار ہو گئی تھی لویا جس نے مجھے سمجھایا
کہ اب جبکہ میں دنیا کے تمام سرد و گرم سے گزر چکا ہوں۔ کیوں نہ مذہب کی چاشنی سے بھی لطف اندوز
ہوں اور لویا یہ احساس میری روح کی اس بے چینی کو دور کرتا ہے جس نے زندگی کے ہر لمحے میں میرا پیچھا

جاری رکھا۔ مجھے محسوس ہوتا ہے لویا میں جس نروان کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ وہ تو میرے اندر ہی کہیں موجود تھا۔ ہاں میں اپنی منزل سے بھٹکا ہوا تھا' سکون میرے اندر تھا اور میں باہر کی دنیا میں سکون تلاش کر رہا تھا۔ لیکن اب جب سے جینگو نے میری روح کو جھنجھوڑا تب سے مجھے احساس ہوا کہ میں تو آج تک حماقت کرتا رہا ہوں۔ لویا مذہب سے عقیدت کا احساس مجھے سکون بخشتا ہے اور یہ میرے مذہب کا نمایاں حکم ہے کہ مجھے ہر اس چیز سے گریز کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی کرنا ہوگا۔ جو میرے مذہب میں جائز نہ ہو۔ اس گریز میں عورت بھی شامل ہے وہ عورت جو اپنی بیوی نہ ہو۔ میں تمہاری توہین نہیں کرنا چاہتا۔ بلاشبہ تم جسمانی طور پر دنیا کی حسین ترین عورت ہو' میں تمہارے خوبصورت بدن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں' لیکن تھوڑی دیر کے لئے جذبات پر قابو پاؤ اور میرے مسئلہ پر بھی غور کرو۔ مجھے یقین ہے تمہیں مجھ سے ہمدردی ہوگی۔

لویا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے خجالت کے آثار نظر آئے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹی اور دور بیٹھ گئی۔ وہ پشیمان سی تھی۔ میں نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سکون کی گہری سانس لی اور پھر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ آیا اور اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"تم جینگو کی طرف سے میری دشمن ہی سہی لویا لیکن اگر اس واقعے کے بعد بھی تم مجھے دوست رکھو گی تو میں تمہاری دل سے عزت کروں گا۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"نواز تم یہاں سے چلے جاؤ۔ پلیز نواز تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جاؤ اپنے کیبن میں چلے جاؤ۔"

"بہتر ہے لویا۔ تم مجھے معاف نہ کر سکیں' مجھے اس کا افسوس ہے۔" میں نے شانے ہلائے اور دروازے کی جانب پلٹا۔ تب عقب سے مجھے لویا کی آواز سنائی دی۔

"نواز۔" اور میں رک گیا' پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آگئی۔ پھر اس نے میرا بازو پکڑا اور میرے کان کے نزدیک ہونٹ لا کر بولی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں نواز' بلکہ میرے دل میں تمہارے لئے عزت پیدا ہو گئی ہے۔ کردار بہرحال ایک حیثیت رکھتا ہے۔ آئی ایم سوری۔ لیکن میں کیا کرتی' مجھے جینگو کی طرف سے یہی ہدایت تھی بہرصورت میں اپنی ناکامی کا اعلان کر دوں گی۔ اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تم اپنے دل میں مت سوچنا کہ میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔"

اور میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ لئے۔ "شکریہ لویا۔ اس وقت جو کوئی بھی مدد کرے گا میں ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔ میں نے کسی برے کام میں کسی کی مدد نہیں چاہی لویا اور اب اچھائیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بھی میں کسی سے مدد مانگنا نہیں چاہتا۔ لیکن جس مسئلہ میں تم اور ہم ملوث ہیں اس مسئلہ میں اگر تم اپنی ہمدردی بھی میرے ساتھ روا رکھو تو بلاشبہ میری ذہنی مدد ہوگی۔"

"میں تیار ہوں نواز' اور تمہارے ساتھ ہوں۔ بس اب تم جاؤ اور اپنے کیبن میں آرام کرو۔" اس نے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کم سے کم ملنے کی کوشش کرو۔ یوں اظہار کرو جیسے تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔"

"ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں لویا۔" میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔ چند ساعت کے بعد میں اپنے کیبن میں تھا۔

حالات واقعی پریشان کن تھے' دراصل میرا ذہن یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے عملی طور کیا کرنا چاہئے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ فی الوقت میں ان کے قبضے میں آگیا ہوں۔ لیکن اگر میں ان کے درمیان سے نکلنے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے۔

یہ احساس بار بار میرے ذہن کو کچوکے دے رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر ترلوکا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ آزاد رہ کر پہنچتا تو میرے کام میں مجھے زیادہ آسانی ہوتی لیکن جس انداز میں مجھے یہ لوگ لے جا رہے تھے وہ بھی بہرحال میرے لیے زیادہ دل خوش کن نہیں تھے۔

جینگو کی انتہائی کوشش تھی کہ وہ مجھے غلاظت میں ڈبو دے اور اس کے بعد یہ ظاہر کرے کہ انسان گندگی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یا پھر جس چیز کو میں گندگی سمجھتا ہوں وہ درحقیقت گندگی نہیں ہے بلکہ انسان کی سب سے اہم ضرورت ہے اور میں اسی بات کو تسلیم کرنے سے منکر ہوں۔ میرے دل میں مذہب کا احساس اس انداز میں بیدار ہوا تھا کہ اب مجھے اس سے اندرونی طور پر محبت ہو گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو ایک گناہگار کی حیثیت سے دیکھتا تھا اور مذہب میرے نزدیک ایک ایسی مقدس چیز تھی جس کے نزدیک میں جا کر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے اس کے تقدس کے زخمی ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ مجھ جیسے گناہگار لوگ مذہب کے تقدس تک نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن بہرصورت مذہب کا اعتراف ایک ایسے محبت کرنے والے کی حیثیت سے جو اپنی محبت کا اظہار نہ چاہتا ہو۔ میرے ذہن کے گوشے گوشے میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب دنیا کی ان چند چیزوں سے ایک عجیب سی کراہیت کا احساس ہوتا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جینگو کی فراہم کردہ آسانیوں سے اتنا فائدہ اٹھاتا کہ جینگو خود بھی مجھ سے تنگ آجاتا۔

نجانے کب تک میں اسی انداز میں سوچتا رہا' پھر رات ہو گئی۔ کھانے کو دل نہ چاہ رہا تھا۔ اس لئے میں نے کوئی توجہ نہ دی اور کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر کے لیٹ گیا۔

صبح کو جاگا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ بھوک لگی تھی' چنانچہ میں دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

لویا سے جو بات چیت ہوئی تھی' اس کے بعد سے بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ لویا نے میری باتوں کو زیادہ محسوس نہیں کیا' ویسے اب تک وہ میری مددگار ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے دروازہ اندر سے کھول لیا۔

لیکن دروازہ باہر سے بند تھا اور میں متعجب رہ گیا۔ کوئی تبدیلی ہوئی ہے میں نے سوچا۔
دستک دینے پر چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا۔ باہر چار آدمی موجود تھے۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔
"ناشتہ ملے گا؟" میں نے پوچھا۔
"ملے گا انتظار کرو۔" اس شخص نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لیکن میں نے دروازے میں پاؤں اڑا دیا۔
"تمیز سے گفتگو کرو، میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ڈپٹ کر کہا اور وہ شخص ایک لمحے کے لئے بوکھلا سا گیا۔
"کیا بات ہے؟"
"کیا مجھے قید کر دیا گیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"ہاں تم اس کیبن سے باہر نہیں نکل سکتے۔"
"لیکن کیوں؟"
"اس لئے کہ تم مسٹر جینگو کی مراعات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے ہو۔" اس شخص نے کہا ے ما نے ڈانٹا تھا۔
"کیا فائدہ؟"
"ناجائز فائدہ۔"
"کیا مطلب؟"
"کیوں کیا، کل تم نے کچھ لوگوں سے مل بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ تم اس سفر کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے۔"
"تو کیا جینگو کے نزدیک یہ بہت بری بات تھی؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں!"
"کیوں؟"
"اگر جینگو نہ چاہے تو تمہارے لئے یہ بات ممکن نہیں ہے۔" اسی شخص نے جواب دیا۔
"میں جینگو پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس سے کہو کہ وہ آج تک اپنی ہر کوشش میں ناکام رہا ہے آئندہ بھی ناکام رہے گا۔" وہ چاروں غصیلے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے تھے۔ پھر ان میں ایک نے زور سے دھکا دیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ مجھے ان کی اس بدتمیزی پر سخت غصہ آ رہا تھا لیکن پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
دراصل اس احساس نے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی کہ جینگو میری طرف سے

بے بسی کا شکار ہو گیا ہے اور یہ میری کامیابی تھی کہ جینگو نے مجھے قید کر دیا تھا۔
لیکن میں تہیہ کر چکا تھا کہ کسی بھی صورت میں اس بدبخت کی بتائی ہوئی غلط راہوں پر نہیں چلوں
گا۔ تب میرے دل میں ایک عزم جاگ اٹھا اور اس عزم نے مجھے بڑا سکون دیا تھا۔
وہ بے چینی اور وہ تردد جو میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا تھا۔ اس عزم کے احساس کے ساتھ خود
بخود دور ہو گیا۔ جب بھی میں اپنا تجزیہ کرتا مجھے ساری باتیں بے حد عجیب لگتیں۔
میں اس جہاز پر خوفناک ہنگامہ برپا کر سکتا تھا۔ ایسا ہنگامہ جس میں جینگو کو ناقابل برداشت نقصان
اٹھانا پڑتا۔ لیکن میں اس برے انسان کو برائیوں کی کامیابی کے سلسلے میں زچ کر دینا چاہتا تھا اور اس کے لئے
ضروری تھا کہ خاموشی سے سفر کیا جاتا۔
مجھے یقین تھا کہ جینگو مجھے زندہ رکھے گا۔ کیونکہ اس پر اپنے دعوے کو سچ کر دکھانے کا بھوت سوار
تھا چنانچہ فکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔
میں لیٹ گیا اور اس کے بعد میں نے تمام احساسات کو ذہن سے کھرچ پھینکا، ہاں اگر کوئی احساس تھا
تو اپنے وطن کا، سردارے کا ہراتا کا اور اس میریا ڈالسنگ کا، جس نے ان مشکل حالات میں اپنی جان کو
خطرے میں ڈال کر میری مدد کی تھی۔
ان لوگوں کا خیال میرے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔ سردارے نہ جانے کیا کر رہا ہو گا۔ ممکن ہے وہ
یہاں جہاز میں ہی کہیں کھڑا ہوا ہو۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو یقینی طور پر بڑی احمقانہ حرکت ہو گی جسے میں
کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر وہ مجھ تک پہنچ گیا تو میں اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھوں گا اور اگر میں اسے
نظرانداز کرنے میں ناکام رہا تو اسے مشورہ دوں گا کہ وہ بھی اب ان ساری باتوں کو چھوڑ کر زندگی کی اس حسین
ترین حقیقت کی جانب آ جائے کہ برائیاں کبھی روح کا سکون نہیں بن سکتیں۔ روح کا سکون درکار ہے تو
مشکلوں کی کانٹوں بھری راہوں پر قدم بڑھائے جائیں وہ راہیں جو تقدیر نے مجھے عطا کر دی تھیں۔ مصائب کی
شدید دھوپ میں روح کو بالیدگی مل رہی تھی اور پھر ابھی مصائب شروع ہی کہاں ہوئے تھے۔ ابھی تو ابتداء
تھی۔
صبح کا ناشتہ تو نہ ملا البتہ دوپہر کو کھانا آیا۔ میں کسی قسم کی شکایت یا تعرض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے
دشمن سے دوستی کا تصور ہی حماقت ہے۔ چنانچہ میں نے خندہ پیشانی سے کھانا وصول کر لیا اور جو کچھ تھا اسے
بہر و شکر سے کھایا۔ بہرصورت، کھانا اتنا برا بھی نہیں تھا۔
خوب اچھی طرح شکم سیر ہونے کے بعد میں پھر بیٹھ گیا۔ ویسے اس بات کا مجھے احساس تھا کہ یہ قید
خانہ مجھے خاصی اکتا دے گی اور اگر جہاز پر میں ایسی کوئی کوشش نہیں کرتا تو کم از کم آزادی تو حاصل تھی۔
اور دفعتاً میری آنکھوں کو نیند کے دباؤ کا سا احساس ہوا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
کم بخت لوگوں نے پھر کوئی چکر چلا دیا تھا۔ شاید نئی ناکامی کے تحت وہ کوئی اور کاروائی کرنا چاہتے تھے۔

نیند کا دباؤ بڑھتا ہی گیا اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ کھانے کی کسی چیز میں کوئی گڑ بڑ تھی اور یہ احساس لئے میں آہستہ آہستہ بستر پر لیٹتا چلا گیا اور چند ساعت کے بعد بے خبر ہو گیا۔

زندگی ایک مخصوص دائرے میں گھوم رہی تھی' جینگو اپنی سی ہر کوشش کر رہا تھا نجانے اس ادارے کو بھی کیا سوجھی تھی کہ مجھ جیسے آدمی سے بیر لگا بیٹھا تھا۔ گو حالات ابھی تک اس کے حق میں تھے لیکن صرف اس حد تک کہ وہ مجھ پر قابو حاصل کئے ہوئے تھا۔

لیکن یہ بات شاید اس کے علم میں بھی نہ ہو گی کہ جب میں اس پر قابو پاؤں گا تو اسے اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ یہ سوچے گا کہ مجھ سے ضد کر کے اس نے اچھا نہ کیا اگر ایک آدمی ترلوکا کے مشن میں اس کا ہم زبان نہ ہوتا تو اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ لیکن جینگو ضد کا مظاہرہ کر رہا تھا اور ہر حال میں ضد کا نتیجہ تو برا ہی ہوتا ہے۔

میں ایک بار پھر جاگا اور میری کیفیات پہلے سے مختلف نہ رہیں۔ چند ساعت تو ذہن منتشر رہا اس کے بعد مجتمع ہو گیا تو میں نے گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچا نجانے اب کیا کیفیت ہے۔ ہمارا جہاز کہاں تک پہنچ چکا ہے۔

میں نے محسوس کرنے کی کوشش کی کہ جہاز کے اسی کیبن میں ہوں یا کہیں اور ہوں تو احساس ہوا کہ جس جگہ میں موجود ہوں وہ کسی جہاز کا کیبن نہیں ہو سکتا۔ اتنا کشادہ اور حسین کیبن شاید دنیا کے کسی بھی جہاز میں نہ ہو۔

یہ ایک آراستہ بیڈ روم تھا۔ انتہائی حسین پیمانے پر آراستہ' جس بستر پر میں لیٹا ہوا تھا اس پر کم از کم دس آدمیوں کی گنجائش تھی۔ گدے اتنے نرم تھے اور اس پر بچھے ہوئے پلنگ پوش اتنے دبیز تھے کہ ان کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا تھا۔ بڑے بڑے اونچے دروازوں پر قیمتی پردے لٹکے ہوئے تھے' ایک جانب ایک انتہائی حسین عورت کا مجسمہ سر پر روشنی کی گیند اٹھائے کھڑا تھا۔ اور گیند کے اس بوجھ سے اس کی گردن جھکی جا رہی تھی۔

دوسری طرف دیوار پر نیاگرا آبشار کی ایک حسین پینٹنگ آویزاں تھی ڈیکوریشن کا دوسرا سلسلہ اس طویل و عریض بیڈ روم میں موجود تھا۔ چنانچہ اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ یہ کسی عمارت کا بیڈ روم ہے۔

لیکن میں کہاں ہوں؟ چند ساعت میں سوچتا رہا۔ پھر ایک دم سر کے درد کا خیال آیا۔ ماتھے پر ہاتھ لے جا کر پٹیاں ٹٹولیں تو انہیں غائب پایا۔ دوسرے لمحے میں نے سر کی اس چوٹ کا اندازہ کیا اور یہ محسوس کر کے حیران رہ گیا کہ اب اس چوٹ کی جگہ کھرنڈ جما ہوا ہے۔ لیکن یہ سب اچانک؟

آہ ——— کاش میرے پاس گھڑی ہوتی' کیا میری بے ہوشی کچھ طویل ہو گئی تھی' اتنی طویل کہ کا زخم کھرنڈ بن جائے' ان لوگوں سے کوئی بات بعید بھی نہیں تھی۔ ممکن ہے مجھے طویل عرصے تک بے

ہوش ہی رکھا گیا ہو۔ انہوں نے محسوس کیا ہو کہ میں ان کے لئے خطرہ بن سکتا ہوں۔ چنانچہ اس بات کا اندازہ لگانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میری بے ہوشی کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہاں جسمانی طور پر اگر میں خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا تو مجھے حیرت ہوتی تھی کیونکہ میرے اندر ذرا سی بھی کمزوری نہیں تھی۔

بے ہوشی کے دوران کھانے پینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا لیکن پھر بھی میرے بدن میں توانائی کہاں سے آئی اور اس بات کا میں کوئی اندازہ نہ لگا سکا تھا۔

میں ہمت کر کے بستر سے اتر آیا۔ دیکھوں تو سہی پردے کے دوسری طرف کیا ہے۔ ممکن ہے اس سے کوئی اندازہ ہو سکے۔

لیکن پردے ہٹانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ نہ جانے وہ کس طرح کھلتے تھے' میں انہیں غور سے دیکھنے لگا۔

پردے نہایت نفیس سسٹم پر تھے۔ میرے کھولنے کی کوشش کارگر نہ ثابت ہوئی تب میری نگاہ اس سفید بٹن پر پڑی جو پردوں کے نزدیک دیوار پر تھا۔ میں نے بٹن پر انگلی رکھ دی اور پردے کے دو حصے میوزک کی حسین آواز کے ساتھ دونوں طرف سرکنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی سریلی آواز میں صبح کا گیت سنائی دینے لگا۔ خوبصورت آواز والی مغنیّہ سورج کی کرنوں کا پیغام دے رہی تھی۔

اور باہر کا منظر اجاگر ہو گیا۔ پردے ہٹنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا تھا کہ میں تو بے پناہ بلندی پر ہوں۔ انتہائی بلند و بالا عمارتیں نیچے نظر آ رہی تھیں۔ چاروں طرف بلند و بالا عمارتوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

اور عمارتوں کے اس عظیم الشان شہر کو دیکھتے ہی نیو یارک کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ تو کیا میں نیو یارک پہنچ گیا ہوں۔ میں نے سوچا اور پھر کھرنڈ میری سمجھ میں آ گیا۔ میں نے بے ہوشی کے عالم میں طویل سفر کیا ہے۔ کافی دیر تک میں اس بڑی کھڑکی کے سامنے کھڑا رہا۔ بس عجیب سا عالم تھا۔

پھر اچانک اپنے عقب میں مجھے آہٹ سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا' جینگو تھا۔ سبز رنگ کے ایک لبادے میں ملبوس' جو انتہائی چمکدار تھا۔ پیشانی پر سنہری رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی جس کے درمیان ایک بیش قیمت ہیرا جگمگا رہا تھا۔ میں نے اس کے عقب میں دیکھا۔ لیکن خود کار دروازہ بند ہو گیا تھا اور جینگو تنہا ہی آیا تھا۔

"راجہ نواز اصغر۔" اس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوابوں کا راہی جینگو۔" میں نے بھی اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوابوں کا نہیں بلکہ حقیقت کا سب سے بڑا پرستار۔" جینگو گردن ایک طرف ٹیڑھی کر کے بولا اور پھر آہستہ سے چلتا ہوا اس چوڑے صوفے کی جانب بڑھ گیا جو ایک طرف پڑا ہوا تھا۔

"حقیقت سے بھاگنے والے دوسرے کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں جینگو۔ بلاشبہ تمہارا مشن بر سرعام ہے لیکن بہرحال تم اس کے لئے وہ سہارے بھی ضروری سمجھتے ہو جو غیر قانونی

ہوتے ہیں۔"

"صرف اس لئے الزامات لگانا چاہتے ہو راجہ نواز اصغر کہ تم میرے اقدامات سے یا ہمارے مسلک سے مسلک نہیں ہو اس سے بڑھ کر یہ کہ تم ہمارے مسلک سے متفق نہیں ہو' بہتر یہ ہے کہ تم دل کی بھڑاس نکال لو اور اس کے بعد ٹھنڈے دل سے مجھ سے گفتگو کرو میں اب بھی تم سے مصالحت اور ٹھنڈے ذہن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا بات کرنا چاہتے ہو جینگو' تم میری باتوں سے لاجواب ہوگئے تھے تم نے یہ نظریہ پیش کیا تو اس میں وہ استدلال نہیں دے سکے تھے جو مجھے مطمئن کر دیتا۔ ہاں مجھ جیسے انسان کے ذہن میں مذہب سے بہت زیادہ عقیدت نہیں تھی اور اس بات کو تم بہتر طور سے جانتے ہو کیونکہ تم میرا ماضی کھنگال چکے ہو لیکن تمہاری گفتگو سے میرے دل میں مذہب سے محبت اور عقیدت پیدا ہوئی۔ میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں اور جب انسان کے دل میں مذہب سے محبت اور عقیدت پیدا ہوتی ہے تو پھر اس کی آنکھوں پر کوئی دوسرا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ اس بات کو مکمل طور پر ذہن میں رکھنا جینگو۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرے دوست یہاں بھی تم غلط فہمی کا شکار ہو۔ تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری باتوں سے لاجواب ہو گیا تھا۔"

"ہاں بالکل۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی راجہ نواز اصغر' میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ تمہیں سوچنے کا موقع دوں اور تم جو اچھے خاصے حقیقت کے راستے پر چلنے والے انسان تھے جس انداز میں بھٹک گئے ہو میری خواہش تھی کہ تم اپنے راستے پر واپس آجاؤ۔"

"جینگو اگر تقدیر مجھے یہ راستہ عنایت کر دے جس پر میں اتفاقیہ طور پر بلکہ حادثاتی طور پر چل پڑا ہوں تو تم یقین کرو کہ میں اپنی زندگی کی ہر سانس ان لمحات پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

"گویا تمہاری آنکھوں پر تہذیب کی جو تہہ چڑھی ہے اب اس کا اترنا مشکل ہے۔"

"ہاں جینگو' میں نے کہا نا کہ میں اپنی ساری زندگی کو بے کار سمجھتا ہوں سوائے ان لمحات کے جو میری رگوں میں زندگی دوڑی ہے۔"

"بہر صورت میں نے کوشش کی بلکہ محنت بھی کی کہ تم صحیح راستے پر واپس آجاؤ لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہاری واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"میں ہر قیمت پر تمہارا یہ بھرم توڑنا چاہتا ہوں جینگو۔"

"تم میرا بھرم کیا توڑو گے نواز۔ میں خود تمہارا بھرم توڑ کے رکھ دوں گا کیونکہ یہ میری عزت کا سوال ہے۔"

"تم کس بھرم کی بات کر رہے ہو جینگو؟"

"اس بھرم کی جو تم نے خود پر نیکیوں کی صورت میں چڑھایا ہوا ہے اور اس میں عورت سے اجتناب بھی شامل ہے۔"

"ہاں۔ کیونکہ میرا مذہب مجھے کسی غیر عورت کے ساتھ وقت گزارنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"لیکن میں تمہیں اس کے لئے مجبور کردوں گا نواز۔ اس وقت کیا تم خود کشی کر لو گے؟"

"نہیں۔ لیکن تم مجھے مجبور نہیں کر سکو گے۔" میں نے انتہائی ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا اسے بھی تمہاری غلط فہمی نہ کہا جائے۔"

"کہہ سکتے ہو صرف اس لئے کہ اپنے خیال میں تم نے مجھے قید کیا ہوا ہے۔ لیکن اپنے اقدامات پر میں قادر ہوں۔"

"میں تم سے مزید بحث نہیں پسند کروں گا۔ تم اس وقت نیویارک میں ہو۔ اس کے بعد تمہاری آخری منزل لاس اینجلز ہوگی۔ کیلی لاس کی سیاہ پہاڑیاں جو شہری آبادی سے بہت دور ہیں لیکن جو اس لئے مقدس ہیں کہ ترلوکا کا مسکن ہیں۔ وہاں تمہیں ترلوکا کے حضور پیش کیا جائے گا اور پھر تم زندگی بھر اس بات پر پچھتاتے رہو گے کہ تم نے اپنے عظیم محسن جینگو سے اس ترش اور تند لہجے میں گفتگو کی تھی۔"

"وہ کیوں جینگو؟"

"ترلوکا کے قدموں میں تمہیں نروان ملے گا۔"

"کیا وہ نروان کا سوداگر ہے؟"

"ہاں اس کے پاس نروان ہی نروان ہے۔"

"میرا خیال مختلف ہے جینگو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ماحول کا مفرور ہے۔ تہذیب کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے پہاڑیوں میں جا چھپا ہے۔"

"اس کا فیصلہ اس سے ملنے کے بعد ہی کر سکو گے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اس لئے اس کے سلسلہ میں بحث ملتوی۔"

"چلو ٹھیک ہے' اب رہیں دوسری باتیں۔"

"وہ بھی کرو۔"

"یہ بات تم نے اب تک نہیں بتائی کہ پیرس میں اس وقت تمہاری مدد کس نے کی تھی جب تم پیسے پیسے کو محتاج تھے۔"

"میں نے اس وقت بھی ضروری نہیں سمجھا تھا اور اس وقت بھی یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"کیا میں اس سے یہ اندازہ قائم نہیں کر سکتا کہ تم بھوک سے مجبور ہو کر بھٹک گئے تھے۔" جینگو نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے کسی ناجائز ذریعہ سے وہ رقم نہیں حاصل کی۔"

"پھر؟"

"جیب تراشی یا پھر جوا۔ دونوں آسان ترین طریقے ہیں جن کے ذریعہ دولت حاصل کی جاسکتی ہے اور راجہ نواز اصغر کی تاریخ میرے ذہن میں ہے۔"

"ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو جینگو' لیکن کیا تمہیں بتانا ضروری ہے۔"

"ہاں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان ایک معاہدہ ہے' میں نے تم سے کہا تھا نیک ذرائع سے انسان سکون نہیں پاسکتا۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے برائیوں کا سہارا ضروری ہے۔"

"اپنا محاسب میں خود ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ضمیر کی جنگ ہار گیا تو ترلوکا کی پیروی کروں گا۔"

"بات معاہدے کی ہے' تم اپنے محاسب نہیں ہوسکتے۔ بہت سے لوگ خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ میرا مطمئن ہونا ضروری ہے۔"

"میں ضروری نہیں سمجھتا' تمہیں اعتماد کرنا ہوگا۔"

"چلو کرلیا۔ لیکن تم نے ایک بات اور بھی کہی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"تم نے کہا تھا کہ اگر میں روشن ضمیر ہوں تو معلوم کرلوں کہ وہ رقم تم نے کہاں سے پائی تھی۔"

"ہاں مجھے یاد ہے میں نے کہا تھا۔"

"تو شاید تمہیں یہ جان کر خوشی ہو کہ میں معلوم کرچکا ہوں۔ یوں بھی مجھے اس شخصیت کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوچکی ہیں۔ جس نے تمہیں سہارا دیا تھا اور جو شاید اس کے بعد بھی تمہیں سہارا دیتا رہا ہے۔" جینگو نے کہا اور یک لخت میرا دل دھڑک اٹھا۔

کیا اس بدبخت کو بے چاری میریا ڈالسنگ کے بارے میں معلوم ہوچکا ہے۔ میں نے سوچا' میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا۔ جینگو کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"کیا خیال ہے نواز۔ کیا وہ شخصیت تم سے مخلص تھی؟"

"میں نہیں جانتا۔ جینگو تم کس شخصیت کی بات کررہے ہو۔ ممکن ہے یہ بھی تمہاری کوئی چال ہو اور تم کسی کے سر کوئی الزام تھوپنا چاہتے ہو۔"

"دیکھو دوست جینگو میں بے شمار برائیاں ہیں۔ وہ برائیاں جو تہذیب اور معاشرے میں بری سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہارے معاشرے کے مطابق کچھ اچھائیاں بھی ہیں۔ میں شخصیتوں کو گھیراؤ نہیں کرتا۔ مجھے اتنی قدرت حاصل ہے کہ جسے ناپسند کروں اسے موت کے گھاٹ اتار سکوں۔ ایسی حالت میں ایک قادر شخص الزامات لگانے کی مذموم سی کوشش نہیں کرسکتا۔ میں نے کوئی الزام نہیں لگایا

فقی ثبوت کے ساتھ اس شخصیت کو منظر عام پر لایا ہوں۔ جس نے میرے خلاف سازش کرکے اس وقت ہاری مدد کی جب تم حالات کے ہاتھوں بھٹک کر واپس بھی آسکتے تھے۔ اس طرح وہ میرے انکار سے باغی بت قرار پائی۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ وہ خود بھی اس گروہ کی نمک خوار تھی' اور میں چونک پڑا' اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ جینگو کا اشارہ میریا ڈالسنگ کی طرف ہی تھا' مجھے شدید وس ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے خود کو سنبھالا اور ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نجانے تم نے کس وقوف کو پھانس لیا۔"

"ملاقات کروگے اس بے وقوف سے؟" جینگو نے کھلنڈرے انداز میں کہا۔

"ضرور بلاؤ۔" میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا' اور جینگو نے ایک ہاتھ بلند کردیا۔ میں نے اب ے سرخ دستانے کو دیکھا جس کے پورے آگے سے چھپے تھے اور ان میں سوراخ نظر آرہے تھے۔

یہ صرف میرا اندازہ تھا کہ جینگو اس وقت نہتا نہیں ہے' بلکہ اپنے بچاؤ کا انتظام کرکے آیا ہے' لیکن ہاتھ اٹھانے سے اس کا مقصد حل ہوگیا' گویا دیکھنے والے بھی موجود ہیں اور وہ اس کے کسی بھی ے پر میرا بدن چھلنی کردیں گے۔

"جینگو۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔"

"تمہارے دستانے خوب ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔" اس نے بے اختیار ہاتھ نیچے کردیا۔

"گھبرا کیوں گئے؟"

"نہیں میں اعتراف کرچکا ہوں۔"

"کس بات کا۔"

"تمہاری حسین صلاحیتوں کا۔"

"کیا تمہیں داستانوں کی تعریف پسند آئی ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں تمہاری ذہانت۔"

"اس میں ذہانت کی کیا بات ہے۔"

"تم بے مقصد باتوں سے پرہیز کرتے ہو' اور دستانوں کا ذکر بے مقصد ہی نہیں ہے۔"

"کیا ہے یہ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جدید ترین اسٹین گن جو ایک بیٹری سے منسلک ہے اور ایک ہلکا سا بٹن دبانے سے یہ پانچوں لیاں ننھے ننھے زہریلے تیر اگل سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹا سا تیر اگر کسی کے بدن میں پیوست ہوجائے تو اس کا پورا بدن بہہ جاتا ہے۔"

"خوب۔ خوب۔ مائی ڈیئر جینگو تمہاری یہ کوشش تمہارے ذہن کے خوف کا اظہار کرتی ہے، تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم جن راستوں کے راہی ہو وہ غلط اور مجرمانہ ہیں اور پھر تم اس تہذیب و ترقی کی مخالفت کر رہے ہو جس کے ایک عطیے سے تم اپنی زندگی کی حفاظت کر کے آئے ہو۔"

"ہاں ہاں بالکل صحیح کہا تم نے، لیکن میرے دوست زہر کو زہر مارتا ہے، تمہاری اس ترقی کو تمہارے ہی ہاتھوں تباہ ہونا پڑے گا۔ ہم صرف زبان اور الفاظ سے اپنے مشن کو کامیاب بنائیں گے اور تمہیں تمہارے ہاتھوں سے ماریں گے تاکہ دکھی انسانیت سکون پذیر ہو سکے۔"

"اچھی منطق ہے، جان بچانے کی کوشش اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے، اگر تم اس انداز میں سوچ رہے ہو تو یہی سہی لیکن ہمارا موضوع دوسرا تھا اس بارے میں پھر گفتگو کر لیں گے بلکہ میں تو تم سے گفتگو ہی نہیں چاہتا کیونکہ تمہارے الفاظ میں ترلوکا کی توہین ہوتی ہے ہاں اس شخصیت سے مل لو جس کے بارے میں ہم ابھی گفتگو کر رہے تھے۔" جینگو نے ایک طرف اشارہ کیا اور کوئی کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں...... ساکت و جامد رہ گیا۔

یہ میریا ڈالسنگ تھی۔ اس لباس اور اس انداز میں وہ جس قدر حسین لگ رہی تھی۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اتنی حسین عورت بلاشبہ میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی میں اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکا۔

پھر جینگو کی آواز نے ہی مجھے چونکایا تھا۔ "بڑے تعجب سے دیکھ رہے ہو نواز، کیا تم اسے پہچان نہیں سکے۔"

میں سنبھل گیا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میری یہ حرکت میرے لئے فائدہ مند ہی ثابت ہوگی چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"اس طرح تم ایک برائی کے مرتکب ہو رہے ہو، تم اپنی محسن کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔" مکار جینگو نے کہا۔

"میری محسن؟"

"میریا ڈالسنگ۔ وہ بدنصیب عورت، جو ترلوکا کے قدموں تک پہنچنے سے قبل ملعون ہو گئی۔"

"لیکن یہ میری محسن کیسے ہو گئی۔"

"میریا۔" جینگو نے اسے آواز دی۔

"یس مسٹر جینگو۔"

"تم اسے جانتی ہو؟"

"یس مسٹر جینگو۔" میریا نے اسی انداز میں جواب دیا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ میریا کی گردن سیدھی تھی۔ وہ صرف سامنے دیکھ رہی تھی اور اس کی حسین آنکھیں پتھرائی ہوئی سی لگ رہی

تھیں۔ "کون ہے یہ؟"

"راجہ نواز اصغر۔" میریا نے جواب دیا۔

"گویا تم اسے جانتی ہو؟"

"ہاں۔ بخوبی۔"

"کس طرح مس میریا ڈالسنگ؟"

"میں اس کی مدد کر چکی ہوں۔"

"کب اور کس طرح؟" جینگو نے بدستور مکارانہ انداز میں پوچھا۔

"اس وقت جناب جب آپ نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا اور اس کے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا میں نے اسے ہوٹل میں قیام کے لئے کچھ رقم دی تھی اور اس طرح یہ آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔"

"خوب۔ خوب۔" جینگو آہستہ سے ہنس پڑا۔ "کیا خیال ہے مسٹر نواز اصغر۔"

"جینگو میں اس بات سے واقف ہوں کہ تم ہپناٹسٹ ہو اور کسی کو ٹرانس میں لا کر تم اپنی پسند کے الفاظ کہلوا لیتے ہو تو یہ زیادہ مشکل کام تو نہیں ہے۔"

"خیر اگر تم اس انداز میں محسوس کرتے ہو تو یہی سہی۔ لیکن اس نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر طرح سے ثبوت مل چکا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تم سے مزید گفتگو کرنے کو تیار نہیں ہوں مسٹر جینگو اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"وہی تو بتانے جا رہا ہوں میرے دوست، سنو یہ لڑکی کیسی لگتی ہے تمہیں؟"

"میرے خیال میں یہ ایک مظلوم لڑکی ہے جو تمہارے گندے اور فاسد مقاصد کے لئے مجبوراً کام کر رہی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں۔"

"خوب۔ خوب۔ تو یہ مظلوم لڑکی آج رات تمہاری خوابگاہ کی زینت بنے گی۔"

"جینگو تم بارہا مجھے آزما چکے ہو۔ کیا تم نے میرے کردار میں کوئی لچک پائی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ احمقانہ باتیں کیوں کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو میں تمہیں ذرا بھی اہمیت نہیں دیتا۔"

"دو گے۔ ضرور دو گے۔ میں جانتا ہوں اس نے اس وقت تمہاری پوری پوری مدد کی تھی جب تم بری طرح حالات کا شکار ہو گئے تھے۔ اس نے تمہیں ایک ہوٹل میں ٹھہرایا اور ہمیں اطلاع دے دی تاکہ اس کی پوزیشن بھی صاف رہے۔ اس طرح اس نے کافی چالاکی کا ثبوت دیا تھا اور ہم واقعی اس کے بارے میں کچھ نہ سوچ سکے تھے۔ اور پھر دوسری خوفناک سازش اس نے اس وقت کی جب تمہیں بے ہوش کر کے لایا جا رہا تھا۔ اس وقت اس نے تمہیں انجکشن دیا تھا لیکن وہ نہیں جو دیا جانا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے

تمہیں پستول بھی فراہم کیا جس سے ہمارا ایک آدمی ہلاک اور دو زخمی ہو گئے۔ ان واقعات کے بعد تم خود ہی بتاؤ راجہ نواز اصغر کہ کیا یہ کسی رحم یا رعایت کی مستحق ہے؟"

"یہ سب نری بکواس ہے' سب میرے اپنے ذرائع تھے۔"

"ایک سفید جھوٹ۔" جینگو مسکرایا۔

"بہرحال اس کے باوجود وہ نہیں ہو سکے گا جو تم چاہتے ہو۔"

"وہی ہو گا۔ وہی ہو گا۔ دراصل اس لڑکی کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے۔ اور اگر آخری بار تم انکار کرو گے تو اسے تمہاری نگاہوں کے سامنے ہی گولی مار دی جائے گی۔" جینگو نے کہا اور میرے بدن میں سرسراہٹیں دوڑنے لگیں۔ میرا اب بھی اسی طرح کھڑی تھی۔

مجھے اس پر شدید رحم آیا۔ بے چاری مظلوم لڑکی جو ساری زندگی کسی کے لئے اپنے آپ کو مارتی رہی۔ اور بالآخر میری وجہ سے موت کا شکار ہو رہی تھی۔ میں نے پریشان نگاہوں سے جینگو کو دیکھا۔

"لیکن ایک حل ہے۔" چالاک جینگو جلدی سے بولا۔ "اگر تم اسے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول کر لو۔ اگر تم اس کو اپنا لو تو تمہارے لئے اس کی جاں بخشی کی جا سکتی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔ جینگو۔"

"ہرگز نہیں۔"

"لیکن ایک بات تو بتاؤ جینگو۔"

"ضرور پوچھو میرے دوست۔"

"تم مجھے اس طرف راغب کر کے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"تمہارے اس احساس کو توڑنا چاہتا ہوں کہ تم کوئی پارسا انسان ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ بعض اوقات انسان اپنی مرضی سے وہ سب کچھ نہیں کرتا جس سے وہ بچنا چاہتا ہے کیونکہ وہ مختلف کمزوریوں کا مجموعہ ہے' اور اسے مجبور ہونا پڑتا ہے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

"کیوں۔ کیوں نہ ہوئی۔"

"تم مجھے سخت طریقے سے مجبور کر رہے ہو۔ یہاں بھی ایک مذہبی بچت ہے اگر کسی کی زندگی بچانے کے لئے ایک برائی کرنی پڑ رہی ہے تو مذہب اس کی اجازت دیتا ہے۔"

"کوئی راستہ اختیار کر لو۔ میں صرف تمہارا غرور توڑنا چاہتا ہوں۔" جینگو نے کہا اور پھر خشک لہجے میں بولا۔ "اب جواب دو' کیا ارادہ ہے۔ کیا میں اشارہ کروں کہ اس لڑکی کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔"

"نہیں۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا اور جینگو کے ہونٹوں پر وہی مکارانہ مسکراہٹ جاگ

"گویا تم تیار ہو۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ ہم بہت باخبر ہیں۔ تمہاری ایک ایک حرکت ہماری نگاہ میں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے جینگو' لیکن میں تم سے اس بے بسی کا انتقام لوں گا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"یاد رکھوں گا' وعدہ کرتا ہوں۔ آنے والا وقت دیکھو' وہ کیا کہانی سناتا ہے۔" جینگو نے مسکراتے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا یہ بدستور تمہارے ٹرانس میں رہے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پھر لطف ہی کیا آئے گا۔ یہ تو باہمی تعاون کا معاملہ ہے۔ ممکن ہے وہ تم ان نہ کرے۔"

میرے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں اور جینگو قہقہے لگاتا ہوا اس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری کیفیت تھی۔ میرا ڈالسنگ اس قدر حسین نظر آ رہی تھی کہ دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا۔ لیکن اس اندر سے ایک آواز اٹھ رہی تھی۔ یہ گناہ ہے۔ گناہ گار زندگی میں ایک اور گناہ کا اضافہ نہ کیا جائے' ---- لیکن جینگو اس بے گناہ لڑکی کو ہلاک کر دے گا۔

اچانک میرا کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی۔ اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف لی۔ اور پھر اس کی نگاہیں مجھ پر آ ٹکیں۔

"نواز۔" اس کے منہ سے ایک سسکی سی نکلی۔

"بیٹھو میرا۔" میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور وہ چند قدم آگے بڑھی پھر اس نے اپنے لباس کو

"سوری نواز۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"کس میں؟"

"یہ لباس میری پسند نہیں ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا۔

"کمبخت ---- کمبخت جینگو کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اسے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اس میں شیطان چھپا ہوا ہے۔ اس نے میری قوت ارادی سلب کر لی' اور میری زبان نے سب کچھ

"مجھے معلوم ہے میرا' بیٹھو۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور وہ سر جھکا کر صوفے پر بیٹھ اس کے نزدیک آ گیا تھا۔

"اس نے ---- اس نے بڑے گھناؤنے منصوبے بنائے ہیں نواز میں تم سے شرمندہ ہوں
تمہاری اس پریشانی کا باعث بھی میں ہی بنی۔"

"میریا، تمہیں اس کے ارادے معلوم ہیں؟"

"ہاں۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔" وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔

"تمہیں اپنے یہاں آنے کا طریقہ معلوم ہے؟"

"ہاں۔ لیکن میری قوت ارادی اس کے قبضے میں تھی۔"

"اب بتاؤ میریا، میں کیا کروں؟"

"میری آخری بات مانو گے نواز۔" اس نے کہا۔

"ضرور میریا بتاؤ۔"

"مجھے مرجانے دو نواز۔ میں اب اس زندگی سے تھک گئی ہوں ---- براہ کرم مجھے مرجانے دو
اس کی بات نہ مانو۔ چاہے وہ مجھے قتل کردے۔ یہ میرے اوپر تمہارا احسان ہوگا۔ میں ---- میں اپنی پر
نہیں کرتی۔ اب تک میری خوش نصیبی تھی کہ میں کسی ابوالہوس کے ہتھے نہیں چڑھی۔ ورنہ ان
نزدیک عزت و عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لیکن اب میری خوش بختی ساتھ نہیں دے رہی۔ اگر تم
چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا لیکن میں تمہارا عزم توڑنے کا باعث بن رہی ہوں۔ یہ بات....

"میریا۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا۔

"ہاں نواز۔ میری موت قریب ہے، میں مر رہی ہوں نواز۔ دل سے ایک حسرت تو نکل جائے
ساری حسرتیں دل ہی میں لئے مرگئی تو قبر میں بھی سلگتی رہوں گی۔ میں بدنصیب تمہیں چاہنے لگی ہوں
نواز۔ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ حالانکہ میں نے پوری زندگی خود کو زندوں میں شمار نہیں کیا
لیکن انسان بہت کمزور ہے۔ خود اس کے احساسات اس کے بس میں نہیں ہیں۔ نہ جانے اس مردہ دل
زندگی کہاں سے داخل ہوگئی۔ تمہارا عزم۔ تمہارا کردار میرے دل میں گھر کر گیا ہے۔ میں نے ساری زند
میں کسی کو دلچسپی کی نگاہ سے پہلی بار دیکھا ہے۔ لیکن میرے پسندیدہ کردار کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہئے۔ تم
رہو نواز جو ہو۔"

میریا کے الفاظ میرے ذہن پر ہتھوڑوں کی مانند برس رہے تھے۔ میرے دل کی عجیب سی کیفیت
رہی تھی۔ میں ذہنی طور پر شدید الجھ گیا تھا۔ اور پھر میں کھڑا نہ رہ سکا۔ میں اس کے نزدیک ہی صوفے پر
گیا۔

کیا کروں۔ کیا نہ کروں؟ پھر میرے دل سے ایک آواز نکلی۔ میرے معبود۔ میرے پروردگار
عرصہ کے بعد، گندگی اور غلاظت کے ڈھیر سے تیرا نام بلند ہوا ہے تو جو گناہ گاروں کو بھی نہیں بھولتا
رحیم اور معاف کرنے والا ہے، میری رہنمائی کر، مجھے روشنی دکھا۔ میں کیا کروں میرے معبود۔ میرے

کیا کروں؟ میرے سینے میں گولے اٹھ رہے تھے اور میری آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔
اور اس نے مجھے مایوس نہیں کیا جسے میں نے پکارا تھا۔ اس نے میری آواز سنی اور میری مدد کی۔
نگاہوں میں بجلیاں سی کوندنے لگیں بلاشبہ یہ خیال میری ذہانت نے نہیں پیدا کیا تھا۔ یہ ایک غیبی امداد
تھی جو میرے ذہن میں اتری۔ اور یہ صرف غیبی اشارہ تھا۔

ہاں یہ تو ساری الجھنوں کا حل تھا، یہ تو تمام مشکلات کا حل تھا جو میرے لئے پیدا ہوگئی تھیں۔

"میریا۔" میں نے اسے پکارا۔

"ہوں۔" وہ جیسے کسی گہرے کنوئیں میں بولی ہو۔

"تم جرمن ہو۔"

"ہاں۔ کیوں؟"

"اور تمہارا مذہب؟"

"عیسائی ہوں۔"

"میریا کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟"

"ایں۔" میریا اس طرح اچھل پڑی جیسے پاؤں کے نیچے بچھو آگیا ہو۔

"ہاں میریا بولو، جواب دو۔ مجھ سے شادی کرو گی؟"

"نواز۔ یہ ---- یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اگر تمہیں یہ بات ناپسند ہو تو پورے خلوص اور اعتماد سے کہہ سکتی ہو، میں ذرہ برابر محسوس نہیں
کروں گا۔"

"نواز، کیا میں اس قابل ہوں؟" اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں میریا تم ہو ---- اور ہو جاؤ گی۔ تمہارے اندر جو کمی ہے اسے دور کیا جائے گا۔"

"نواز میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"اگر تمہارے ماضی میں کوئی داغ ہے میریا تو اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں دل سے اسے
قبول کروں گا۔"

"لیکن میری حیثیت، کیا تم اسے بھی بھلا دو گے نواز؟"

"ہاں۔ میں صرف تمہاری ذات کو یاد رکھوں گا۔"

"تو پہلے میرے بارے میں سن لو نواز۔ حالات نے مجھے ان لوگوں کے درمیان دھکیل دیا۔ لیکن
مریم کی قسم، میں پاک ہوں۔ میں جسمانی طور پر کبھی آلودہ نہیں ہوئی۔ میں خدا کو جواب دوں گی۔"

"خدا کی قسم میریا۔ مجھے اعتماد ہے، مجھے یقین ہے۔"

"جن مجبوریوں نے میرے ماضی میں داغ لگائے۔ وہ کسی حد تک تمہارے علم میں آچکی ہیں۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"اگر تم انہیں قبول کرو گے تو' میری اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوگی۔"

"ابھی تو ہمیں بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے میریا۔ ابھی تو میں تم سے تمہاری محبت کی بہت بڑی قیمت وصول کروں گا۔"

"میں اپنے بدن کی کھال اتار کر تمہیں دے دوں گی نواز۔ آہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری تقدیر یوں اچانک بن جائے گی۔ اس ایک لمحے کے تصور سے تو میں سو بار زندگی پاکر مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو پھر میرے بارے میں بھی سن لو میریا۔ خدا کی قسم' جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اس میں ایک نکتہ بھی جھوٹا نہیں ہوگا۔ سچائی کی قسم میریا جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا۔ میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے قصبے سرائے عالمگیر کا باشندہ ہوں۔ ایک کسان کا بیٹا' جسے اس کی زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زمین مجھ سے ناراض ہوگئی تھی میریا۔ تب میں نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہاں سے نواز کے اندر شیطان نے دخول کرلیا۔ پانی کے قریب ایک نئے نواز نے جنم لیا اور میں منشیات کا ایک اسمگلر بن گیا۔ میں نے سفر شروع کر دیا میریا۔ اور اس سفر میں بے شمار لوگ میرے ہاتھوں موت کی نیند سوگئے۔ میں نے لاتعداد جوانیوں کو پامال کیا۔ اور آج بھی میری اربوں روپے کی دولت بینکوں میں جمع ہے۔ لیکن میرے ضمیر نے کبھی سکون نہیں پایا۔ یہ سرکش ہمیشہ میری نئی ذات کا باغی رہا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر اس نے مجھے صاف راستوں پر لاکھڑا کیا۔ میرے دل میں مذہب کے پیار نے جنم لیا۔ میں نے اپنی ساری دولت خود پر حرام کرلی اور آوارہ گرد بن گیا اور یہی آوارہ گردی مجھے جینگو تک لے آئی۔ یہ میں ہوں میریا۔ اور اس میں سرمو جھوٹ نہیں ہے۔"

"آہ نواز۔ میرا دل گواہی دیتا تھا کہ تم کوئی بڑے انسان ہو۔ تمہارا کردار معنی خیز ہے۔ میرا دل گواہی دیتا تھا۔" میریا وفور انبساط سے بے خود ہو کر بولی۔

"نواز خود کو گندی نالی کا کیڑا سمجھتا تھا میریا۔ لیکن جس دن سے اس کے دل میں خدا جاگا اس نے خود کو بہت قیمتی تصور کیا۔ اور اب جب میں اپنی ذات کو تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں۔ میں اپنی ذات کی قیمت وصول کروں گا میریا۔ ایک ایسی قیمت جو تمہارے تصور سے باہر ہوگی۔"

"یہ قیمت تم مجھ سے وصول کرو گے نواز۔"

"ہاں میریا تم سے۔"

"مجھے اس قابل پاتے ہو؟"

"ہاں۔ تم وہ قیمت مجھے ادا کر سکتی ہو۔"

"تو بتاؤ کیا ہے وہ قیمت؟"

"میرا مذہب قبول کرلو۔" میں نے کہا اور میریا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی تمکنت کھیل رہی تھی اس کا سارا وجود گلابی ہوگیا تھا۔

"تم مجھے اپنے مذہب کے قابل پاتے ہو نواز۔"

"تمہارے اندر اگر کوئی کمی ہے تو میرا مذہب قبول کرنے کے بعد پوری ہو جائے گی۔"

"آہ کیا واقعی میں اس سعادت کے قابل ہوں۔"

"کیا تم اس بات پر تیار ہو میریا؟"

"اگر تم مجھے اس قابل سمجھو تو۔ میری اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوگی۔ آہ میں کتنی خوش نصیب ہوں۔"

"تو اٹھو' آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ میں اسے باتھ روم میں لایا۔ میرے سینے میں محبت کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں گونج رہی تھیں جیسے چڑیاں صبح کا گیت گا رہی ہوں۔ جیسے جیسے......

اور پھر میں نے میریا کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا اور اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ پھر میں نے خود وضو کیا اور اس کے بعد ہم دونوں باہر آگئے۔ تب میں نے اسے کلمہ پڑھایا۔ اور میریا نے خلوص دل سے بار بار کلمہ پڑھ کر خدا کی وحدانیت اور رسول کے برحق ہونے کا اعتراف کیا اور مسلمان ہوگئی۔

"میں تمہارا اسلامی نام زیب النساء تجویز کرتا ہوں------ زیب۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"خدا مجھے یہ نام راس لائے۔"

"زیب النساء میں خلوص دل سے تمہیں اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میریا اب تم میری بیوی ہو۔"

"آہ نواز---- آہ......" میریا فرط مسرت سے رو پڑی۔ اور میرے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔ میں نے اسے بازوؤں کے حلقے میں کس لیا تھا۔ "آہ کس قدر خوش نصیب ہوں میں مجھے اتنا بڑا مقام مل گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"خوش نصیب تو میں بھی ہوں زیبی۔ مجھے وہ سب کچھ مل گیا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

دیر تک ہم خوشیوں میں ڈوبے رہے اور پھر میں نے کہا۔ "زیبی مذہب کے کچھ ارکان ہوتے ہیں۔"

"مجھے بتاؤ۔"

"نماز۔"

"یہ کیا ہوتی ہے؟"

"عبادت۔"

"اوہ۔ تو پھر؟"

"بد بختی سے میں نماز سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ لیکن آؤ اسے یاد کریں' اس نے
کتنی بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ تم میری پیروی کرو۔" اور ہم دونوں قبلہ رو ہو بیٹھے جس کا تعین میں نے
خود کر لیا تھا۔

اور میرے ذہن کے دریچے کھل گئے۔ دریائے جہلم میں جس مسجد کا عکس نظر آتا ہے اس میں
نے کئی بار نماز پڑھی تھی۔ میرے ذہن میں اس مسجد کا تصور جاگ اٹھا تھا۔ اور وہ قرآنی آیات مجھے یاد
چلی گئیں۔ میریا میری پیروی کر رہی تھی۔ اس طرح ہم نے شکرانے کے نفل ادا کئے اور پھر میں میرا
کر حجلہ عروسی میں آگیا جسے ہمارے دوست جینگو نے ترتیب دیا تھا اور اب کوئی جھجک نہیں تھی۔
زیبی اب میری بیوی تھی اور ان لمحات میں جو سکون تھا' جو تقدس تھا۔ وہ مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا
بھی پر سکون تھی اور اب میرے اندر ایک نئی ذمہ داری کا احساس بیدار ہو گیا تھا۔

"نواز۔" زیبی نے مجھے پکارا۔

"میری زندگی۔" میں نے اسے خود میں جذب کر لیا۔

"اب کیا سوچا ہے نواز۔"

"بہت کچھ سوچیں گے زیبی' پریشان نہ ہو۔"

"نواز۔ مجھے اچانک زندگی سے محبت ہو گئی ہے' اب میرے خواب کوئی اور رخ اختیار کر گئے
جینگو میرا بد ترین دشمن بن گیا ہے' مجھے کیا کرنا چاہئے نواز؟"

"تمہارا قیام کہاں ہے زیبی؟"

"اسی عمارت میں۔"

"عمارت کی تفصیل مجھے بتاؤ۔"

"رہائشی عمارت ہے' یہ فلور پورا ان کے پاس ہے۔"

"یہ نیویارک ہے نا؟"

"ہاں۔"

"زیبی! بظاہر ہمارے پاس اپنی بچت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن بہت سے معاملات خدا پر
جاتے ہیں۔ ہمیں حالات کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے' میں ان کے درمیان رہوں۔"

"زیبی' اس کے بعد تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم نیویارک میں کہیں روپوش ہو سکتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں اگر چاہوں زیبی تو میں بھرپور جدوجہد کر سکتا ہوں اور ان لوگوں کے نرغے سے نکل بھی سکتا
لیکن میں ترلو کا کو فنا کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اور یہ جذبہ میرے ذہن میں شدید ہے۔ اس لئے ابھی
عرصہ میں ان لوگوں کی قید میں رہوں گا۔"

"لیکن تم ان کے درمیان مجبور ہو نواز۔"

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں زیبی' بہرحال اتنا مجبور بھی نہیں ہوں۔ بس خود کو حالات
سہارے چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن اب میں تنہا نہیں ہوں۔" میں نے پیار سے اسے دیکھا اور زیبی مسکرا

"پھر کیا کرو گے نواز؟"

"مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"کون سی بات؟"

"تم کسی بھی طرح چالاکی سے ان کے درمیان سے نکل جاؤ اور خود کو کہیں روپوش کر لو' میں ان
نمٹتا ہوں۔"

"لیکن میں تمہاری طرف سے فکر مند رہوں گی۔"

"میں نے تمہیں عبادت کا طریقہ بتایا ہے۔"

"ہاں۔"

"بس عبادت کر کے میری سلامتی مانگتی رہنا۔"

"کیا تم لاس اینجلز تک جاؤ گے؟"

"ہاں جاؤں گا۔"

"اور اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آگیا......؟"

"ایک سال تک میرا انتظار کرنا زیبی۔ زندہ رہا تو اس دوران ضرور لوٹ آؤں گا اور اگر اپنی اس
ئی میں کام آگیا۔ تو زیبی ہمارے مذہب میں ایک گنجائش بھی ہے۔ ایک سال کے بعد تم چار ماہ اور دس
ری موت کے سوگ میں گزارنا اور اس کے بعد اپنی زندگی کے لئے کوئی بہتر ذریعہ تلاش کر لینا۔ تم نکاح
بھی کر سکتی ہو۔" میں نے کہا اور زیبی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز۔"

"دراصل زیبی ہمیں کبھی حقیقت کی طرف سے آنکھیں نہیں بند کرنی چاہئیں۔ میں تنہا ہوں اور

میرے ساتھ صرف میرے ایمان کی قوت ہے۔ جبکہ ترلوکا کے بارے میں تم اچھی طرح جانتی ہو۔ لیکن
عزم اس وقت تک مجھے سکون سے نہ بیٹھنے دے گا جب تک کہ میں ترلوکا کو فنا نہ کر دوں یا خود فنا
ہو جاؤں۔"

"افسوس نواز میں تمہیں اس کام سے روک بھی نہیں سکتی۔ وہ دنیا میں جس طرح بدامنی پھیلا رہا
ہے جس طرح غلاظتوں کو ابھار رہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکی تباہی میں سمجھتی ہوں ہر اچھے انسان کا
فرض ہے، لیکن تمہاری تنہائی کا تصور کر کے وحشت بھی ہوتی ہے۔"

"میں نے کہا نا زیبی تم میری فکر نہ کرو۔ یوں بھی میرا آخری فیصلہ ہے اور میں تمہیں ایک شوہر کی
حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ میری ہدایت پر عمل کرنا۔"

زیبی رونے لگی اور میں دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا۔ پھر اس نے آنسو خشک کر لئے۔ رات
آخری منازل طے کر رہی تھی۔ جب سورج کی روشنی نمودار ہوئی تو اس نے مجھ سے جانے کی اجازت
چاہی۔

"جینگو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں صبح کو واپس اس کے پاس پہنچ جاؤں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے زیبی تم جاؤ۔ لیکن اب تمہاری انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ تم یہاں سے نکل کر روپوش
ہو جاؤ۔"

"جب تم واپس آؤ گے نواز تو میں تمہیں کیسے تلاش کروں گی۔"

"میں خود تمہیں تلاش کرلوں گا۔ میں یہاں کے اخبارات میں اعلان کراؤں گا اور تم مجھ تک پہنچ
جانا۔ لیکن زیبی اب تمہیں اپنا خیال میرے لئے رکھنا ہوگا۔ تم اس انداز میں روپوش ہونا کہ کسی بھی صورت
تم ان کے ہاتھ نہ لگو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

"میری جانب سے تم بے فکر رہنا نواز اور نہ ہی مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ ہاں اگر تم
کوئی خطرہ محسوس ہو تو تم اپنے طور پر کوئی کاروائی کر سکتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک، میں تم سے اسی مدد کا طالب ہوں زیبی۔" میں نے جواب دیا اور زیب النساء دیر
آنسو بہاتی رہی۔

"افسوس نواز۔ افسوس یہ بے پایاں خوشی ملی بھی تو کس قدر مختصر سے وقت کے لئے"
اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں زیبی یہ الفاظ ادا نہ کرو بلکہ خدا سے دعا کرو یہ الفاظ مختصر نہ ہوں۔ ہاں ان میں ایک
ضرور آرہا ہے لیکن زیبی وقفے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"ٹھیک ہے نواز مجھے بھروسہ ہے سچائی اتنی آسانی سے نہیں مرتی۔" اس نے کہا اور پھر
درست کرنے لگی۔ "میری طرف سے مطمئن رہنا نواز اب میری زندگی کا محور صرف تم ہو۔ میں زندہ

ہوں گی تو تمہارے لئے باقی ساری باتیں میں ذہن سے فراموش کر چکی ہوں اور اب تمہارے علاوہ میرے
ذہن میں کوئی اور احساس باقی نہیں ہے۔"

"تمہارے یہ الفاظ مجھے ہمیشہ تقویت بخشیں گے زیبی۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور وہ بھی مجھے
اسی انداز میں خدا حافظ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں ایک عجیب و غریب احساس کا شکار ہو گیا۔ اچانک ہی یہ کیا ہو گیا تھا۔
میں نے اپنی زندگی میں بے شمار لڑکیوں کو ٹھکرا دیا تھا جو بلاشبہ رحم کی مستحق تھیں اور انہوں نے
دل سے میرے قرب کی تمنا کی تھی۔ لیکن میں تو دنیا میں کسی پر اعتبار ہی نہیں کرتا تھا اور اب جب
ذہن میں ایک اعتبار جاگا تھا' ایک اعتماد جاگا تھا جو مذہب کہلاتا ہے تو مذہب نے میرے اوپر ایک اور ذمہ
داری سونپ دی تھی۔ کیسی انوکھی ذمہ داری تھی وہ۔ بھلا میں اور شادی۔ یہ تصور میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔
سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زندگی کبھی کسی منزل تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

لیکن ایک منزل مل گئی تھی اور یہ منزل ایسی تھی جسے میں نے کسی مجبوری کے تحت نہیں اپنایا تھا۔
میں چاہتا تو اپنی بات پر اڑا رہتا ـــــ ٹھیک ہے زیب النساء نے میری مدد کی تھی۔ اس نے اپنی زندگی
میری وجہ سے خطرے میں ڈالی تھی لیکن بہرصورت ایسی تو بے شمار لڑکیاں میری زندگی میں آئی تھیں۔ لیکن
میں نے کبھی کسی کی پذیرائی نہیں کی۔ میں اس کی موت بھی گوارا کر لیتا۔ لیکن اس بدلی ہوئی زندگی کو نئے
راستوں کی تلاش تھی اور میرے ذہن میں کچھ نئے تصورات جاگے تھے۔ ان تصورات کے سہارے زندگی
کس انداز میں گزرتی ہے یہ دیکھنا تھا۔

کافی دیر گزر گئی۔ میں انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اس خوبصورت کمرے کا دروازہ کھلا اور
دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی ہاتھ میں ٹرے لئے ہوئے تھا۔ خلاف معمول وہ لوگ
میرے ساتھ بڑے اچھے انداز میں پیش آئے۔

"ناشتہ کیجئے جناب۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شکریہ۔ جینگو کہاں ہے۔"

"موجود ہیں اور ناشتے کے بعد آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"لیکن میں اس سے کہاں مل سکتا ہوں۔"

"آپ ناشتہ کر کے تیار ہو جائیں۔ مسٹر جینگو اسی عمارت میں موجود ہیں میں آپ کو ان کے پاس
لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی
طرف دیکھتے رہے پھر باہر نکل گئے۔

پھر جونہی میں ناشتے سے فارغ ہوا وہ دوبارہ پہنچ گئے۔ "کیا آپ تیار ہیں' مسٹر جینگو آپ سے ملاقات

کے خواہش مند ہیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میرے اندر بڑا اعتماد تھا اور میں اب ہر
مول لینے کے لئے تیار تھا۔ عمارت بے حد خوبصورت تھی۔ ہر حصہ قیمتی چیزوں سے آراستہ تھا۔

جس کمرے میں جینگو نے مجھ سے ملاقات کی وہ حسن میں بے مثال تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور
بھی مسکرانے لگا۔ ویسے جینگو اپنے اسی لباس میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری جانب سے غافل تو نہیں ہو

"ہیلو نواز۔" اس نے میرا خیر مقدم کیا۔

"ہیلو جینگو۔"

"تمہارے انداز میں نرمی نظر آ رہی ہے نواز۔ بہرحال تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا اور میں نے ا
وقت تمہیں دوستانہ ماحول میں ہی بلایا ہے۔"

"شکریہ جینگو۔"

"بیٹھو نواز۔" اس نے کہا' وہ ایک ایسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس میں بہت سے بٹن لگے ہوئے تھے
میں اسکے قریب ہی بیٹھ گیا۔ ویسے میری نگاہیں اس سسٹم کا جائزہ لے رہی تھیں جس کے ذ
گولیاں برسا سکتا تھا۔ وہ سرخ دستانے اب بھی اس کے ہاتھ میں تھے' جن کے دہانے اسٹین گن کی نال نما
جینگو کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے اور وہ کافی مستعد نظر آ رہا تھا۔

"اب بھی تمہارے خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی نواز۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا تمہیں اس کا بات کا یقین نہیں ہوا کہ معاشرے کے سارے اصول فرسودہ ہیں۔ اور انسان
مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔"

"معاشرہ اپنی جگہ درست ہے جینگو' رہی انسان کی بات تو اسکی کمزوری کے اعتراف نے مجھا
نہیں۔"

"بے مقصد ضد ہے نواز' اور خاص طور سے اب تم نے مجبور ہو کر وہ سب کچھ نہیں کیا جو تم
کرنا چاہتے تھے۔"

"اب بھی وہی باتیں دہراؤ گے جینگو' کیوں نہ ان ساری باتوں کو یہیں چھوڑ دو۔"

"چھوڑ دوں گا۔ بس یہ میری ضد تھی جو پوری ہو گئی اور اب مجھے تم سے کوئی اختلاف نہیں؟"

"اور میریا ڈالسنگ سے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے سارے قصور معاف کر دیئے گئے۔ میں اسی قسم کا آدمی ہوں۔ حالانکہ اس نے م
اعتماد کو دھوکہ دیا' لیکن وہ کام کر کے جس کی مجھے شدت سے خواہش تھی اس نے اپنے گناہ دھو د
میں نے اسے خلوص دل سے معاف کر دیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا جینگو۔ کیا میری ایک درخواست قبول کر لو گے؟"

"ہاں ہاں کہو' میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"چند لمحات کے لئے میریا کو بلوا دو۔ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تھوڑی دیر کے بعد سہی' کیا وہ بہت پسند آئی ہے تمہیں؟"

"ہاں۔"

"وہ لڑکی جنسی معاملات میں صفر تھی۔ نہ جانے کس طرح تم نے اسے بیدار کر لیا۔ بہرحال میں
نہیں مبارکباد دیتا ہوں۔"

"شکریہ' لیکن اسے....."

"بلوا دوں گا۔"

"ابھی۔ اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔"

"اچھا ایک منٹ۔" جینگو نے کہا اور پھر کرسی پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ چند ساعت کے بعد ایک
آواز ابھری۔

"یس مسٹر جینگو۔"

"میریا ڈالسنگ کو بھیج دو۔"

"اوکے سر۔" جواب ملا اور جینگو نے سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"معاشرے کا بھوت کب تک تمہارے ذہن سے اتر جائے گا۔"

"جس وقت تم مجھے قائل کر دو گے۔"

"یہ کام اب ترلو کا خود کرے گا۔ میں بہت جلد تمہیں اس کے پاس لے جاؤں گا۔ اپنا کام میں انجام
دے چکا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے' اس وقت تک کے لئے اس موضوع کو جانے دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔ اور اسی وقت پھر ایک کلک کی آواز سنائی دی اور جینگو نے سوئچ آن کر دیا۔ جو اس نے پہلے دبایا
تھا۔

"مسٹر جینگو۔"

"ہاں کہو' کیا بات ہے۔"

"مس میریا ابھی تھوڑی دیر قبل کار لے کر کہیں گئی ہیں۔ کیا کسی کو ان کی تلاش میں بھیجا جائے۔"

"نہیں۔ جب واپس آ جائیں تو ان سے کہنا مسٹر نواز سے مل لیں۔"

"بہتر جناب۔" جواب ملا اور میرے ذہن نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ زیبی ان کے نرغے سے نکل گئی۔
میرا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"بہرحال مسٹر نواز' میں آپ کے اندر بہت سی تبدیلیاں پا رہا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ میری کوشش کارگر رہی۔ میریا ہمیشہ کے لئے آپ کو دے دی گئی آپ اسے اپنے تصرف میں رکھیں۔ دراصل ہم ہر قیمت پر آپ کو چاہتے ہیں۔"

"آپ کا خیال غلط ہے مسٹر جینگو' میں آج بھی آپ سے' آپ کے مسلک سے نفرت کرتا ہوں اور آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"میریا کے سلسلہ میں۔"

"ہاں۔ اسی کا ذکر کر رہا ہوں۔"

"اوہ مسٹر نواز' کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے کہ آپ نے میریا کو اس حیثیت سے قبول نہیں کیا۔"

"انکار کروں تو؟"

"اس کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے' سامنے دیکھئے۔" جینگو نے کہا اور دوسرا بٹن دبایا اور سامنے لگے ہوئے اسکرین پر روشنی پڑنے لگی اور پھر اس روشنی میں کچھ تصویریں نظر آئیں۔ غالباً" کوئی پروجیکٹر چل رہا تھا۔ اور پھر زیبی اور میں نمایاں ہو گئے۔ ہماری ساری حرکات کی ایک خاموش فلم تیار کر لی گئی تھی۔ میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فلم ختم ہو گئی۔ اور جینگو نے بٹن بند کر کے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"اس فلم کی موجودگی میں تم اس بات سے انکار کرو گے۔" اس نے سوال کیا۔

جینگو تم انتہائی احمق انسان ہو' اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں اور تم نے میری خلوت کی جو فلم تیار کی ہے یہ بھی ایک گھناؤنا جرم ہے۔ تمہاری حماقت کا اظہار تمہاری اس مسرت سے ہوتا ہے۔ تم ایک بار پھر اس فلم کو دیکھو اور بتاؤ کیا تم دنیا کے سب سے بڑے احمق نہیں ہو۔ میں نے یہاں بھی تمہیں شکست دی ہے' جینگو یہاں بھی تم نے میرے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" جینگو کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ تم نے اس فلم میں میری اور میریا کی حرکات پر غور نہیں کیا یا پھر میرے مذہب کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ میریا اب میریا ڈالسنگ نہیں بلکہ اب اس کا نام زیب النساء ہے' اور وہ میری بیوی ہے اور ہمارے مذہب میں صرف بیوی حلال ہوتی ہے اس نے میرا مذہب قبول کیا جس کا مظاہرہ تم دیکھ چکے ہو' اس کے بعد اس نے عبادت کی۔ چنانچہ میں اپنے مسلک پر سختی سے کاربند ہوں اور تم نے یہاں ایک بدترین شکست کھائی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" جینگو دھاڑتا ہوا دونوں ہاتھ اپنی کرسی کے ہتھوں پر پٹخ کر بولا۔

"اور تمہیں کبھی اس کی اجازت نہیں دوں گا جینگو کہ تم میری بیوی کی کوئی ایسی فلم تیار

نہیں یہ فلم تباہ کرنا ہوگی۔"

"بکواس مت کرو۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں تم دونوں کے چیتھڑے اڑا دوں گا۔" جینگو نے خونخوار انداز میں کہا۔ اس کے دونوں ہاتھ اب بھی کرسی کے ہتھے پر رکھے ہوئے تھے اور بدن میں ہلکی ہلکی لرزش تھی شاید وہ بے پناہ غصے کا شکار تھا۔ اور یہی وقت تھا جب میں اپنی آخری کوشش پر عمل کرتا۔

دوسرے لمحے میں نے بیٹھے بیٹھے جینگو پر چھلانگ لگائی اور سب سے پہلے میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر جما دیئے تاکہ وہ کرسی کے ہتھوں پر ہی جمے رہیں اور اس کے بعد میں نے جمناسٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور قلابازی کے سے انداز میں پلٹا۔ پھر نے اپنی دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن کو جکڑ لیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ جینگو کرسی پر بیٹھا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر رکھے تھے اور ران کا پورا وزن جینگو کے ہاتھوں پر تھا۔ تب میں نے اپنے بدن کو دوسری جانب گردا دیا اور اپنی ٹانگوں سے جینگو کی گردن میں قینچی بنالی۔ جینگو کے ہاتھ میرے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں تھے اور میں دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن دبا رہا تھا۔

جینگو انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ آزاد ہو جائے تو وہ اس بیٹری کا سوئچ آن کر دے جس سے اسٹین گن استعمال ہو سکتی تھی۔ لیکن میری یہی کوشش تھی کہ میں اسے آزاد نہ ہونے دوں۔

میری رانیں انتہائی سختی سے اس کی گردن دبا رہی تھیں اور یہ میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا جو میں انتہائی نامساعد حالات میں انجام دے رہا تھا۔ لیکن میرے اندر جو ایک روحانی قوت پیدا ہو گئی تھی بلا شبہ وہ میری معاون تھی۔

جینگو حالانکہ ایک تندرست و توانا آدمی تھا۔ لیکن اس وقت وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنے ہاتھوں کو میرے ہاتھوں سے یا اپنی گردن کو میری رانوں سے بچا نہیں پا رہا تھا۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی بھی کوشش کرتا تو اپنے آپ کو بچا سکتا تھا۔ لیکن بہرحال یہ بات اس کے ذہن میں نہ آئی اور وہ صرف اپنی گردن کو جھٹکنے اور ہاتھوں کو نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں اپنی رانوں سے اس کی گردن رگڑ رہا تھا اور چند ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ جینگو کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی ہے۔

پھر جب میں نے اس کی شکل دیکھی تو خود بھی حیران رہ گیا۔ جینگو کی زبان باہر لٹک رہی تھی اور اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میری رانوں کی گرفت میں اس نے دم توڑ دیا تھا۔ انسانیت کو آزادی دلانے والا ایک بدترین شخص موت کا شکار ہو گیا تھا۔ معاشرے کا دشمن بالآخر میرے ہاتھوں فنا ہو گیا تھا۔ میرا دل خوشی سے ناچنے لگا۔

مجھے یقین تھا کہ ابھی تک اس کے ساتھیوں کو اس جدوجہد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لئے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن یہ فلم' یہ پروجیکٹر بھی میں یہاں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس فلم

میں میری عزت پوشیدہ تھی۔

میں نے کرسی کے ہتھوں پر لگے ہوئے بٹنوں کو دیکھا۔ اس بٹن کا اندازہ نہ ہو سکا جس سے پردہ
آن ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے یکے بعد دیگرے سارے بٹن دبا دیئے اور دیوار میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور
بے شمار شعلے لپکے۔ شاید کچھ غلط بٹن دب گئے تھے۔ دوسرے لمحے ریشمی پردے نے آگ پکڑ لی۔ اور پھر
آگ اس شدت سے بھڑکی کہ پورا کمرہ جہنم بن گیا۔ میں اس جہنم سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا
شعلوں کی تپش مجھے جلائے دے رہی تھی پھر ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار خوفناک
آوازیں بھی۔

"آگ ---- آگ لگ گئی۔ مسٹر جینگو یہیں ہیں۔" کسی نے کہا اور اس سے قبل کہ میں
دروازے کے سامنے سے ہٹتا بہت سے لوگ چیختے ہوئے میرے اوپر آپڑے۔

☆ ☆ ☆

دھواں گہرا سیاہ دھواں میرے حلق میں بھر رہا تھا۔ لیکن میں ہوش میں تھا کسی کے ہاتھ میری
ٹانگ آگئی اور وہ مجھے گھسیٹتا ہوا باہر کھینچ لے گیا۔ خوفناک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ نہ جانے کس طرح کسی کی
ٹھوکر میرے سر پر پڑی اور میرے حواس تاریکیوں میں جا سوئے۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

زندگی تھی تو ہوش بھی آنا ہی تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں کھل گئی ہیں لیکن ----
لیکن چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ شاید رات ہے گہری سیاہ رات۔ لیکن میرے احساسات
جاگ رہے تھے۔ ذہن بھی کسی اذیت کا شکار نہیں تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں ان کے جال سے نکل
نہیں سکا تھا۔

پھر کچھ اور محسوس کیا تو اندازہ ہوا کہ اس بار...... میرے بدن کے نیچے کوئی نرم بستر نہیں ہے بلکہ
کھردری سخت زمین تھی جو خاصی ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے چاروں سمت ٹٹولا' کچھ بھی
نہیں تھا۔ لیکن یہ سیاہ رات۔

دفعتاً" مجھے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا اور میں چونک پڑا۔ کوئی نزدیک ہی موجود تھا۔ پھر کچھ بے
ہنگم مردانہ قہقہے اور اس کے بعد ایک آواز۔

"ڈارلنگ تم کتنی خوبصورت ہو"

"اوہ تم بھی تو"۔

"یہ ساری دنیا ہی خوبصورت ہے"۔

"ہم اس دنیا میں حسن سمیٹنے آئے ہیں۔ آؤ میرے نزدیک آجاؤ ڈارلنگ" مستی میں ڈوبی ہوئی آواز
اور اس کے بعد کچھ اور عجیب سی آوازیں۔ کیا تاریکی میں میرے نزدیک کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں ٹٹول
ٹٹول کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔

"اوہ۔ یہ تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟؟"

"چوٹ لگ گئی تھی" جواب ملا اور میں نے عجیب سے انداز میں سوچا۔ اگر کوئی میرے نزدیک ہی
ہے تو مجھ سے بے خبر کیوں ہے۔ یا پھر ---- یا پھر' اوہ۔ ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا اور اس
نے میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑا دی۔

کہیں ایسا تو نہیں میری بینائی کھو گئی ہو۔ میں اندھا تو نہیں ہو گیا۔ اس بھیانک خیال کے ساتھ ہی
بدن میں جھرجھری سی آگئی اور میں نے اسی زمین کا سہارا لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا اور آہستہ آہستہ میں نے محسوس کیا
میں اندھا نہیں ہوں۔ کیونکہ جب آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں تو مجھے کچھ کچھ نظر آنے

خاصی کشادہ جگہ تھی جہاں میں موجود تھا۔ لیکن اس جگہ کے خدوخال واضح نہیں تھے۔ تب پھر
اک میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

انتہائی تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ بالکل ایسی جیسے چھپے ہوئے سورج کو عریاں کر دیا گیا ہو اور یہ روشنی
بائیں سمت سے آرہی تھی۔ مجھ سے ایک مخصوص فاصلے پر بے شمار لوگ موجود تھے۔

بوڑھے' جوان' مرد' عورتیں ---- ایک سے ایک حسین شکل و صورت کا مالک۔ ان میں
بھانت بھانت کے لوگ شامل تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک ملک سے نہیں تھا لیکن تعجب خیز بات یہ تھی کہ شاید
اس پوری جگہ لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ سب کے سب برہنہ بدمستیوں میں مصروف تھے۔ چرس اور
دوسری منشیات کا دھواں بلند ہو رہا تھا۔.. لیکن حیرت کی بات تھی کہ ان کی بو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔
یوں لگتا تھا جیسے کسی رنگین فلم کا منظر نمایاں ہو گیا ہو لیکن وہ تصویریں نہیں تھیں جیتے جاگتے لوگ تھے۔
لیکن مجھ سے ان کا مخصوص فاصلہ کیوں ہے؟ میں نے سوچا۔ ان مناظر سے اب اتنا اجتناب تو نہیں برت سکتا
تھا کہ اپنی جگہ سحر زدہ ہو کر رہ جاتا۔ یہ سب کچھ غیر اخلاقی تھا۔ لیکن اندازہ تو لگانا چاہیے۔ میں اپنی جگہ سے
اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں ان میں...... شامل تو نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن یہ دیکھنے کا
خواہش مند ضرور تھا کہ مجھے دیکھ کر ان پر کیا رد عمل ہوتا ہے۔

لیکن دفعتاً" میں کسی چیز سے ٹکرایا اور گرتے گرتے بچا۔ کوئی ٹھنڈی دیوار تھی۔ میں نے تحیر خیز
انداز میں اسے ٹٹولا اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ میرے اور ان کے درمیان موٹے شیشے کی دیوار
تھی۔

روشنی میں' میں نے اس دیوار کو دیکھا۔ اوپر چھت تک چلی گئی تھی اور خاصی لمبی چوڑی تھی۔ بڑا
طلسمی منظر تھا۔ دوسری طرف ہونے والی بدمستیاں بڑی ہیجان خیز تھیں۔ ہر عمر کے لوگ موجود تھے لیکن یوں
لگتا تھا جیسے وہ سب بینائی سے محروم ہوں۔ کسی کو کسی سے اجتناب نہیں تھا بلکہ وہ ایسی ایسی گھناؤنی حرکتیں کر

رہے تھے کہ انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جائے۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر دیوار کی جانب سے توجہ ہٹا کر اپنے قید خانے کا جائزہ لینے لگا
ایک بار پھر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ قید خانہ ایک غار کی شکل میں تھا۔ چاروں طرف ناہموار کھردری
دیواریں تھیں۔ سخت پتھریلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔

کیا یہ کارخانہ کسی پہاڑی غار میں تراشا گیا ہے' یا پھر کسی عمارت کو یہ حالت دینے کی کوشش کی گئی
ہے۔ لیکن چٹانیں جس انداز میں بکھری ہوئی تھیں اور غار جس قدر کشادہ تھا' اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ
انسانی ہاتھوں کی کاریگری نہیں ہے۔ ایک بار پھر میں نے دیوار کے دوسری طرف دیکھا۔ دوسری طرف کا
حصہ بھی غار ہی تھا۔ گویا اس غار میں درمیان سے شیشے کی دیوار کا حصہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ روشنی
میں نے جائزہ لیا۔ روشنی قدرتی نہیں تھی لیکن ایسی ایسی جگہوں سے پھوٹ رہی تھی جو نگاہوں سے پوشیدہ
تھی۔ یہی روشنی شیشے کی دیوار سے چھن کر اسی جانب آ رہی تھی۔ لیکن شیشے کی دیوار کے پیچھے کا یہ منظر
گھناؤنا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کے اغراض و مقاصد اور ان کے خیالات سے تو میں پہلے ہی
سے واقف تھا۔ چند ایسی جگہوں پر ان کی بدکاریوں کے وہ نمونے دیکھ چکا تھا جو بہر صورت مہذب کہلاتی
تھیں۔ چنانچہ جو کچھ نہ ہوتا' کم تھا۔

میں نے اس جانب سے منہ پھیر لیا۔ یہ مناظر تو میرے لیے اس وقت دلکش تھے جب میں عمل کی
اس زندگی میں نہیں آیا تھا۔

چند ساعت میں وہیں کھڑا رہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ بھی مجھے دیکھ رہے ہوں گے کیونکہ شیشے کی
دیوار سے روشنی چھن کر اس جگہ کو بھی منور کر رہی تھی۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔

سوچا یہ تھا کہ ذرا اندازہ تو لگاؤں کہ میں نیویارک کے کون سے حصے میں ہوں۔ اس طویل و عریض
غار کا کوئی دروازہ تو ہوگا اور دوسری بات یہ کہ یہ پہاڑیاں کس جگہ واقع ہیں۔ چنانچہ میں اس وسیع غار کے اس
حصے کی جانب بڑھ گیا جہاں کسی قدر تاریکی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ میں اس دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا
اندازہ درست تھا۔

وہ غار کا دہانہ ہی تھا۔ میں بے تکان اس دہانے میں داخل ہو گیا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ فکر کرنے کی
ضرورت بھی کیا ہے لیکن یہ دہانہ کہیں باہر نہیں نکلتا تھا بلکہ ایک لمبی سی سرنگ تھی جو دور تک چلی گئی تھی۔
میں اس سرنگ میں آگے بڑھتا رہا اور سرنگ خاصی لمبی ثابت ہوئی اور جس جگہ اس کا اختتام ہوا
اسے دیکھ کر بھی میں حیران رہ گیا۔

ایک چوکور ہال تھا جس میں گول گول دروازے لگے ہوئے تھے اور دروازوں سے غالباً دوسری
جانب جایا جا سکتا تھا۔ ہال میں چاروں طرف صوفوں کا ایک سیٹ لگا ہوا تھا۔ درمیان میں قیمتی قالین بھی بچھا
ہوا تھا اور ان صوفوں پر پانچ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں۔ دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک غالباً
جاپانی تھا۔ تین کسی سفید ملک کے باشندے معلوم ہوتے تھے اور دو افریقی تھے۔ یہ پانچوں کسی گہری سوچ میں
گم تھے۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ بڑی قنوطیت تھی ان کی نگاہوں میں
ان میں سے جاپانی نے مسکرا کر مجھے خوش آمدید کہا۔

"آیئے۔ تشریف رکھیے۔"

میں نے تعجب سے انہیں دیکھا تھا۔ پھر میں آہستہ سے ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

"تشریف رکھیے۔ تکلف کیا؟" جاپانی نے ایک بار پھر کہا اور دوسرے لوگ بھی اسی انداز میں سمٹ
گئے جیسے کسی مہمان کی آمد پر پذیرائی کے طور پر کیا جاتا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے الجھا پھر صوفے پر بیٹھ

"بدقسمتی سے ہم لوگ آپس میں متعارف نہیں ہیں" ایک شخص نے کہا اور دوسروں نے اس کی

"میں آپ لوگوں سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم تین آسٹریلیا کے باشندے ہیں۔ یہ ہمارے دوست ہیں جن کا تعلق افریقہ
سے ہے اور یہ ایشیائی ہیں۔ یعنی جاپان کے باشندے۔ میرا خیال ہے' ناموں کے بارے میں گفتگو بے سود
ہے آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"میں بھی ایشیائی ہوں" میں نے جواب دیا۔

"خوب' بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ تشریف رکھیے' میں ان لوگوں کے اس رویے سے حیران
دیکھ کر ان لوگوں کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ میں بھی بے فکری سے ان کے نزدیک بیٹھ

"سگریٹ پیش کیا جائے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"چرس بھرا سگریٹ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم لوگوں میں سے کوئی چرس نہیں پیتا"۔

"ارے کیوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ اپنی عمر کی وجہ سے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے"۔

"خوب۔ لیکن میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"۔

"ضرور"۔

"آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"تجسس ایک فطری چیز ہے۔ انسان ایک دوسرے کے بارے میں بہت کچھ جان لینے کا خواہاں ہوتا

ہے۔ میرا نام ہاورڈ ہے۔ نبراسکا یونیورسٹی میں فلسفے کا پروفیسر ہوں۔ اور میں نے فلسفہ پر دس کتابیں لکھی
جو دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں"۔

"تب پھر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر ہاورڈ؟"

"اپنا سارا فلسفہ ڈبونے آیا ہوں اور اس بات کا اعتراف کرنے کے لیے آیا ہوں کہ میں اول درجے
کا گدھا ہوں"۔

"خوب‘ کیوں؟"

"اس لیے کہ فلسفے کی تصانیف میں میں نے دنیا کو جو کچھ بتایا ہے‘ اس عظیم فلسفی کے چند الفاظ کے
آگے ہیچ ہوگیا ہے‘ جس کا نام ترلوکا ہے"۔

"خوب‘ تو آپ نے اس کی پیروی اختیار کرلی ہے؟"

"ہاں‘ میرے عزیز۔ انسان کو کسی فلسفے کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ اس کے ننھے سے ذہن کو الجھا
دینا حماقت ہے"۔

"اور تہذیب کے اقدار؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں ڈاکٹر ڈنہام تمہیں بتائیں گے" اس نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کیا۔
ایک معمر اور سنجیدہ شکل کا انسان تھا۔

"میرا خیال ہے مسٹر‘ آپ کا بھی کوئی نام تو ہوگا؟" اس نے میری جانب دیکھا۔ "ہاں! میرا نام
ہے۔ لیکن آپ کو نام کی ضرورت کیوں پیش آگئی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ذہنوں کو پیچھے لے جانے میں وقت لگے گا"۔

"وقتوں کا احساس نہیں ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ ساری الجھنیں خود بخود فنا ہو جائیں گی"۔

"یہاں میرا نام نواز اصغر ہے"۔

"تو میں کہہ رہا تھا کہ آیئے آپ کو عملی تجربہ کرایا جائے‘ آیئے" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے
بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ ایک دروازے کی جانب بڑھ گئے۔ میں بھی
ساتھ تھا۔ اس دروازے سے بھی ایک سرنگ دور تک چلی گئی تھی اور سرنگ کے دہانے پر ہوا کے
جھونکے ہمارے استقبال کے لیے تیار تھے۔

دہانے سے باہر ایک چھوٹا سا درہ نظر آ رہا تھا۔ جہاں عجیب و غریب جھونپڑے نظر آ رہے تھے
جھونپڑوں کے درمیان ننگ دھڑنگ لوگ چل پھر رہے تھے۔ ان کی داڑھیاں اور بال بڑھے ہوئے
عورتیں بھی لباس سے عاری تھیں اور خاموشی سے اپنے چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف تھیں
کسی طرف پڑا ہوا تھا کوئی کسی طرف۔ وہ سب عامیہ انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھ آئے اور پھر

آپ نے انگلی کے اشارے سے ایک مرد کو نزدیک بلایا اور وہ ہم تک پہنچ گئے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام ----- میں اپنا نام بھول چکا ہوں"۔

"چلو ٹھیک ہے‘ یہی بتا دو تم اپنی عملی زندگی میں کیا تھے" پروفیسر ہاورڈ نے کہا۔

"عملی زندگی میں ----- میں ایک ملک کا وزیر داخلہ تھا" اس شخص نے جواب دیا اور میں چونک
کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم نے ملک کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا تھا؟"

"یہ بات تو آپ خود سوچ سکتے ہیں جناب کہ وزیر داخلہ کے کیا فرائض ہوتے ہیں؟"

"لیکن تم نے اپنے خیالات و افکار چھوڑ کر یہ زندگی کیوں اپنائی؟"

"اس لیے کہ مجھے جو کچھ کرنا پڑا‘ جب میں نے اس کا تجزیہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں نے بلاوجہ
ذات پر بے شمار بوجھ لاد رکھے ہیں۔ حالانکہ زندگی ختم ہو جانے کے لیے ہے۔ اگر میں بہت سارے بوجھ
اٹھائے مرجاتا تو دنیا مجھے کیا دیتی۔ میں نے اپنا تجزیہ کیا تو محسوس ہوا کہ بہت سارے لوگ میرے اس
ے کی وجہ سے تکالیف کا شکار ہوئے۔ تبھی میں نے سوچا کہ کچھ نہیں ہے۔ زندگی اتنی ہی آزاد ہونی
ے۔ اب جب ہم خود کو پتھروں کے دور میں محسوس کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ بے شمار بوجھ
ہم نے خود اپنے ساتھ ظلم کیا ہے۔ روح کی آزادی بے حد ضروری ہے"۔

"سمجھے مسٹر نواز؟" ہاورڈ نے میری جانب دیکھ کر سوال کیا اور میں ہنس پڑا۔

"خوب یہ تو تمہارے پڑھائے ہوئے طوطے ہیں"۔

"یہ بات نہیں‘ میرے دوست"۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"ان میں سے ہر شخص حقیقت کا متلاشی تھا اور بالآخر اس وادی میں آ کر انہوں نے حقیقت پالی

"گویا حقیقت اسی وادی تک محدود ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ آج اس وادی میں ہے‘ کل پوری دنیا نروان پالے گی"۔

"آپ لوگوں نے نروان پالیا ہے؟"

"ہاں۔ آؤ آگے آؤ" ہاورڈ نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ یہاں میرا ذہن شدید الجھ
لیکن بہرحال میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کارخانہ کتنے علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ویسے میرے ذہن میں ایک
اور تھا۔ وہ یہ کہ اب میں نیویارک میں نہیں ہوں اور راستے میں میں نے ہاورڈ سے سوال کر ہی دیا۔

"مسٹر ہاورڈ‘ یہ کون سا علاقہ ہے؟"

"کیلی لاس"۔

"ترلوکا کی جنت؟"

"ہاں۔ تم نے خود ہی اسے نام دے دیا۔ جنت کا تصور مذہب نے دیا ہے۔ لیکن اس تصو
گہرائیوں میں دنیاوی بوجھ سے آزادی کا احساس پنہاں ہے اور جسموں کی آزادی کوئی حقیقت نہیں رکھ
ہر انسان روح کا تابع ہے چنانچہ اس کی طلب روح کی آزادی ہے۔ چنانچہ ترلوکا نے اس وادی میں
آزادی دی ہے"۔

"خوب۔ یہ برہنگی روح کی آزادی کی تشہیر ہے"۔

"ہاں میرے دوست' یہ سب دنیاوی بوجھ سے آزاد ہیں۔ ہماری تحریک کسی کے خلاف نہیں ہے
ہم تو صرف روح کو دعوت دیتے ہیں اور اگر روحیں ہم سے متاثر ہوتی ہیں تو ہم میں آملتی ہیں
نہیں...... اس کے تو ہم خلاف ہیں"۔

وہ ایک اور غار کے نزدیک رک گیا اور پھر اس نے اشارے سے سب کو اندر آنے کے لیے کہا
اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی ہال میں کھڑے تھے' جس کا منظر تھوڑی دیر قبل میں نے دیکھا
فضا منشیات کے دھوئیں سے اٹی ہوئی تھی۔ جو چہرے یہاں نظر آرہے تھے' وہ اتنے غیر سنجیدہ نہیں
لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے سب کچھ بھلا دیا ہو۔ تہذیب و اخلاق کی جو بے حرمتی ہو
رہی تھی' روح اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ایسے ایسے گھناؤنے مناظر دیکھے کہ دنگ رہ گیا
بوڑھے مفکر میرے ساتھ تھے اور اپنی دانست میں مجھے متاثر کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے
انہوں نے رک کر دو چار آدمیوں سے سوالات بھی کیے اور جو جواب ملے' وہ اتنے شرمناک تھے کہ میں
نہیں کر سکتا۔ بہرصورت میری طبیعت اندر سے متلا رہی تھی۔ میں انسانیت کی اس بے حرمتی کو برداشت
نہیں کر رہا تھا اور میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آرہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس
کارخانے کو آگ لگا دوں' تباہ کردوں اس پورے ماحول کو جہاں یہ انسانیت سوز ماحول ہے۔
بہرصورت کافی دیر تک ان لوگوں کے درمیان گھومنے پھرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ لوگ
ایک عجوبہ سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔

"مسٹر ہاورڈ۔ اس جگہ موجود لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟"

"کوئی حیثیت نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔ بھوک لگے تو کھانا کھاؤ۔ یہاں خوراک کا معقول بندو
ہے۔ یہاں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس جگہ چاہو گھومو پھرو اور جہاں نیند آئے پڑ کر سو رہو
تمام تر زندگی تمہارے لیے موجود ہے جو پتھروں کے دور میں تھی۔ ترلوکا کی طرف سے یہاں آنے وا
شخص پر کسی بھی پابندی کا اطلاق نہیں ہوتا"۔

"ٹھیک ـــــ تو کیا اس آزادی سے بدعنوانیاں نہیں پھیلتیں؟"

"پھیلتی ہیں۔ حادثے بھی ہوتے ہیں' لیکن ان حادثوں کی روک تھام بھی لوگ خود ہی کر لیتے ہیں۔
سی کے لیے کچھ نہیں کرتا اور کیوں کرے۔ پرانے وقت کا انسان ان پابندیوں سے آزاد تھا اور آج کا
"

"لیکن دوسرے لمحے میں نے اچھل کر ہاورڈ کی گردن پکڑ لی اور ہاورڈ چونک پڑا۔

"اگر یہ بات ہے ہاورڈ' تو اس بدلے ہوئے وقت کا لطف اٹھاؤ" میں نے اسے شانے پر رکھ کر زمین
دیا اور پھر میں نے اس کی پنڈلی پر ایک خوفناک ٹھوکر ماری۔ ہاورڈ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ درد سے
نگا۔ دوسرے لوگ بری طرح بھاگ گئے تھے۔ میں کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

ہاورڈ اپنی چیخیں نہ روک پا رہا تھا۔ وہ بے بسی سے زمین پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ "میں اس پورے
نے کو اس کی حماقتوں کی بھٹی میں جھونک دوں گا ہاورڈ۔ محسوس کرو' تہذیب نے ہر شخص کے لیے کچھ
ل ترتیب دی ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے جو تمہارے سامنے ہے" میں نے نفرت سے کہا اور وہاں سے
بڑھ گیا۔

میری پریشانیاں عروج پر تھیں۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ ایسا پراسرار ماحول تھا کہ
ـــــ حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ نہ جانے یہ پہاڑیاں کہاں تک پھیلی ہوئی

بہرحال میں ان کے درمیان بھٹکتا پھرا۔ سورج چمک رہا تھا اور تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن
ں کے چپے چپے میں یہی پھیلے ہوئے تھے۔ جس کا جو دل چاہتا تھا' کر رہا تھا۔ بہت سے لوگ لباسوں میں
ے' بہت سے لباس سے عاری۔ کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"پھر میں نے چار نوجوانوں کو دیکھا۔ وہ آگ جلائے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔
کے قریب کھڑا ہو گیا۔ چند ساعت تک وہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے آنکھیں بند کیے کیے
بڑھائے اور آگ میں ڈال دیے۔ لیکن جو ہونا تھا' وہی ہوا تھا۔ ان چاروں کی دہشت زدہ چیخیں
ں۔ پھر وہ دہشت سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنے اپنے ہاتھوں کو سہلا رہے تھے۔ پھر وہ ایک
ی شکل دیکھنے لگے۔ مجھے ان کی حماقت پر ہنسی آرہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھائی؟" میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔

"تم کون ہو پوچھنے والے؟"

"جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کر رہے تھے؟"

"کا جادو سیکھ رہے تھے" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"خوب۔ سیکھو ـــــ سیکھو" میں نے کہا اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

واقعی زندگی پر بے زاری طاری ہونے لگی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں تو

جو کچھ بھی دیکھ رہا تھا' وہ انوکھا تھا۔ ترلوکا نے اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سب کچھ کیا ہوگا۔ اس کا مجھے کوئی اندا
نہیں تھا۔

ہیبیوں کی بے پناہ تعداد یہاں موجود تھی اور میں ان کے درمیان بھٹکتا پھر رہا تھا۔ سورج اب
ڈھلوان پر تھا۔ ایک جگہ میں نے پھلوں اور کھانے پینے کی دوسری چیزوں کے انبار دیکھے۔ قرب و جوار میں
کوئی نہیں تھا۔ مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی چنانچہ میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں سے کچھ پھل اٹھا
میں نے پیٹ کا دوزخ بھرا اور وہاں سے تھوڑے فاصلے پر موجود ایک چھوٹی سی جھاڑی کے پاس جا بیٹھا۔
میں تنہا بیٹھا ہوا تھا کہ چند ہی ساعت کے بعد ایک دراز قامت لڑکی میرے سامنے آ گئی۔ اس کی ا
چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ لباس چیتھڑوں کی شکل میں بدن پر جھول رہا تھا اور چہرہ گرد آلو
البتہ اس کے خدوخال خاصے حسین تھے۔
"لیکس ہے میرا نام" وہ دھم سے میرے نزدیک بیٹھ گئی۔
"کیا چاہتی ہو؟"
"بدن میں اینٹھن ہو رہی ہے۔ لباس کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔ آہ" اس نے اپنے بدن کا
نوچ کر پھینک دیا۔
"غیر مناسب جگہ آئی ہو' بھاگ جاؤ"۔
"کیوں' میں ناپسند ہوں؟"
"ہاں"۔
"ٹھیک ہے' کوئی اور سہی۔ ضرورت تو پوری کرنی ہی ہے" وہ ایک گہری سانس لے کر ا
جنس۔ عورت' ضرورت اگر یہ شکل اختیار کر جائے تو کیا انسان جی سکتا ہے۔ درحقیقت یہ موت ک
کرنے کی ایک سازش ہے۔ جب زندگی کی آرزو ہی مٹ جائے تو پھر موت یا زندگی کیا حیثیت ر
بڑے خوفناک عزائم تھے ان لوگوں کے۔
لیکن اس منحوس ماحول میں رہ کر کیا ذہن کی چولیں نہیں ہل جائیں گی۔ آخر مجھے یہاں
مقصد تو ہوگا۔ میں نے ترلوکا کے نائب کو قتل کر دیا ہے۔ کچھ تو انتقام لیا جائے گا مجھ سے۔ میں ا
اس اذیت کا کیا کروں۔
کچھ کرنا ہوگا۔ میں نے پروفیسر ہاورڈ کے پاؤں توڑ دیے تھے۔ اس کے لیے بھی کوئی ر
بڑی عجیب بات تھی۔ چنانچہ کچھ اور ------ کچھ اور ------ اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا
پھر میں نے انہی غاروں کا رخ کیا تھا۔
کسی سمت یا راستے کا تعین تو فضول تھا۔ یونہی چلتا رہا اور نہ جانے کہاں پہنچ گیا۔
لوگوں کو ایک میز کے گرد بیٹھے دیکھ کر میں رک گیا اور چند ساعت کے بعد ان کے قریب

وہ لوگ کسی گفتگو میں الجھے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس بھی تھے اور وہ صاف ستھرے نظر آ
رہے تھے۔
"مسٹر پلیز" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ چار عورتیں اور
مرد تھے۔ لڑکیاں چہروں سے نفاست پسند نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہرے بھی نرم اور صاف ستھرے

"جی فرمائیے" میں نے اس شخص کو جواب دیا جس نے مجھے مخاطب کیا تھا۔
"ذرا ایک مسئلہ الجھ گیا ہے' پلیز بیٹھ جائیے" اس نے کہا اور ایک کرسی میری طرف کھسکا دی۔ میں
ان سے بیٹھ گیا۔
"بات جنس پر ہو رہی تھی۔ مسٹر پاکن کا کہنا ہے کہ جنس کے لیے کچھ مخصوص محرکات درکار ہوتے
لیکن میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔ ہم اسی بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ہماری راہنمائی کر
ہیں؟"
"میں نہیں سمجھا؟"
"مقصد یہ ہے کہ تہذیب کا عطیہ یعنی اخلاقی قدریں انسان کی ترتیب دی ہوئی ہیں اور لوگوں کا خیال
بلکہ میرے چند ساتھیوں کا خیال ہے کہ جنس لباس میں دلکش ہوتی ہے اور بعض مخصوص لمحات میں
اس کی طلب محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ بھوک چاہے کسی قسم کی ہو' یکساں ہوتی ہے
جب انسان بھوکا ہو تو کسی بھی جگہ بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے"۔
"میں کہتی ہوں یہ ممکن نہیں ہے" ایک لڑکی نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔
"دیکھو ٹینا بحث نہ کرو۔ میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں"۔
"ٹھہرو" اس نے کہا اور پھر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے اطمینان سے اپنا لباس اتار دیا اور
ہاں میں پڑی ہوئی میز پر لیٹ گئی۔ اس نے اس انداز میں اپنے ہاتھ پاؤں کو جنبش دی کہ بلاشبہ اگر کوئی
ات ہوتی تو ذہن پر قابو پانا مشکل تھا اور پھر وہ ایک ایک کی شکل دیکھنے لگی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے سب کو
پ سونگھ گیا ہو۔ وہ سب اس کی جانب دیکھنے سے احتراز کر رہے تھے۔ تب ٹینا نے میری جانب دیکھا اور
ٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔ پھر اس نے دونوں بازو آگے بڑھا دیے۔
لیکن میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ٹینا کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی

"آہ' وہ واپس جا رہا ہے"۔
"تم ہار گئیں ٹینا" دوسرے مرد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔
"نہیں وہ جیت گئی۔ آہ۔ میں...... میں" ایک نوجوان بدحواسی سے بولا اور وہ ٹینا پر ٹوٹ پڑا۔

دوسرے لوگ ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ میرا دماغ بھنا گیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ چیختا ہوا یہاں سے باہر نکلوں۔ اس وحشت خیز ماحول میں میرا دم گھٹ رہا تھا۔

"خدایا یہ کون ہیں' یہ کون سی نسل ہے' انسان اگر اس حد تک پہنچ جائے تو اس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد؟"

میں تیزی سے دوڑنے لگا۔ غاروں میں میرے دوڑنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اور پھر میں ایک دوسرے دہانے سے باہر نکل گیا۔ وہی سیاہ پہاڑیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ میں وحشت زدہ دوڑتا رہا۔۔۔۔ دوڑتا رہا۔ نہ جانے کتنی دور نکل آیا۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ میں کسی کتے کی مانند ہانپنے لگا اور پھر میں ایک جگہ زمین پر بیٹھ گیا۔

میرا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ ذہن پھٹا جا رہا تھا۔ اگر میری کیفیت پہلے سے مختلف نہ ہوتی تو اس ماحول کو۔۔۔۔ اس ماحول کو میں دلکش ترین ماحول سمجھتا۔ ایک ایسی جگہ جہاں انسان زندگی کی آخری سانس بھی گزار دے لیکن اب میری ذہنی حالت بدل چکی تھی۔ اور اب یہ سب کچھ مجھے زہر معلوم ہو رہا تھا۔ میں اس وحشت زدہ ماحول سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

نہ جانے کب تک میں اسی طرح نڈھال پڑا رہا اور پھر میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ کوئی انسان تھا۔ پالتی مارے دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ میں نے اور غور سے دیکھا۔

اس کے بدن پر انتہائی مختصر لباس تھا۔ صرف نچلا بدن ڈھکا ہوا تھا۔ اوپری بدن برہنہ تھا۔ نزدیک آگ جل رہی تھی اور وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تب میں آہستہ آہستہ اٹھا اور اس شخص کی طرف چل پڑا۔

وہ اپنے گیان میں اتنا مصروف تھا کہ اسے میری آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی۔ چند ساعت کے بعد اس نے اپنی بڑی بڑی سرخ آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔ بڑا نرم چہرہ تھا۔ بے حد دلکش خدوخال۔ قد خاصا ہو گا۔ چہرے پر جلال تھا۔

چند ساعت وہ مجھے دیکھتا رہا اور اس کی آنکھوں میں ایسے تاثرات نظر آتے رہے جیسے وہ مجھے سے دیکھ رہا ہو۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ میری آمد سے بے حد مسرور ہو۔

"آؤ بیٹھو" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ بڑی پرکشش آواز تھی اس کی۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تھک گئے نا؟" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تھک گیا ہوں لیکن تم کون ہو؟"

"ایک تھکا ہوا انسان جو خاموشی کی پناہ لیے ہوئے ہے"۔

"کیا تم ہندو ہو؟"

"میں انسان ہوں۔ اور ہر انسان تھکا ہوا ہے۔ ہم اس تھکن کو کہاں لے جائیں کچھ سمجھ میں آتا"۔

"میں نے تم سے تمہارے دھرم کے بارے میں پوچھا ہے"۔

"ہری کرشنا۔ ہری رام۔ یہی سمجھ لو"۔

"کیا تم بھی ترلوکا کے پجاری ہو؟"

"ترلوکا۔۔۔۔۔ وہ مورکھ کیا ہے' کچھ بھی تو نہیں۔ سنسار سے اکتا گیا تو پہاڑوں میں آ گھسا اور اب انسانوں کو نہ جانے کہاں لے جا رہا ہے"۔

"اوہ تو تم اس کے مخالف ہو؟"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ اس پاپی کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ آگ میں بھسم کر دیا جائے اسے" وہ دانت پیس کر بولا۔

"پھر تم یہاں کیوں ہو؟"

"ہری کرشنا۔ ہری رام" اس نے غمزدہ انداز میں گردن جھکا لی۔

"لیکن مہاراج آپ ترلوکا کے دشمن کیوں ہیں؟"

"ارے اس نے سنسار کو دیا ہی کیا ہے۔ کچھ بھی تو نہ کر سکا پاپی کسی کے لیے۔ پاپی باتیں اتنی بڑی بڑی کرتا ہے اور عمل کچھ بھی نہیں۔ میں تو ایسے مورکھ کو کتے کی موت مار دینے کا حامی ہوں۔ جو سنسار میں کسی کو کچھ نہ دے سکے۔ ارے ٹھیک ہے اپنا جیون ہے ہی کیا' سنسار نے اس جیون پر اتنے بوجھ لاد رکھے ہیں' منش کو اتنا پریشان کر دیا ہے کہ من چاہتا ہے ساری دنیا بھسم ہو جائے تاکہ انسانوں پر سے کشٹ تو ہٹ جائے۔ انسان' بے چارہ انسان۔ نجانے کب سے ظلم کی اس چکی میں پس رہا ہے۔ آہ۔۔۔۔ میں اس زخمی انسانیت کے لیے کیا کروں؟"

"لیکن ترلوکا کے بھی تو یہی افکار ہیں" میں نے کہا۔

"ہاں افکار تو یہی ہیں۔ مگر وہ مورکھ بھی کسی کے لیے کیا کر سکتا ہے۔ سارے سنسار سے لڑنا تو اس کے بس کی بات نہیں ہے"۔

"تمہاری کیفیت عجیب ہے پنڈت جی مہاراج۔ تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس نے معصوم نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا:

"کیا کرو گے میرا نام پوچھ کر' اپنی سوچو' تم یہاں کیوں آئے ہو اور اب اس ماحول میں تمہارے ذہن کی کیا حالت ہے؟"

"میں تمہارا نام جاننا چاہتا ہوں"۔

"میرا نام ترلوکا ہے" پنڈت نے جواب دیا اور میرے پورے بدن میں جیسے کرنٹ چھو گیا۔۔۔۔ یہی ترلوکا ہے۔ مکاروں کا مکار ترلوکا۔۔۔۔ اوپر سے باتیں کیسی بنا رہا ہے۔ اس طرح اچانک اس سے مل کر حیرت بھی ہوئی تھی اور خوشی بھی اور چند ساعت اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک

خونخوار غراہٹ کے ساتھ کہا:

"ہوں۔ تو اسی لیے تم اپنی برائیاں کر رہے تھے"۔

"ہاں بالکل میں ہوں ہی اس قابل۔ مجھے شدت سے احساس ہے کہ میں نے سنسار کو صرف کثر دیا ہے۔ کسی کے لیے بھی تو کچھ نہیں کر سکا اس سنسار میں' پھر مجھے بتا میرے جینے کا فائدہ؟"

"کوئی فائدہ نہیں ہے ترلوکا لیکن تم نے جو یہ سب چکر پھیلا رکھا ہے' یہ مناسب نہیں ہے۔ ہاں یہ بتا کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟"

"ہاں تو مسلا ہے۔ تیرا نام نواز اصغر ہے"۔

"ٹھیک پہچانا ترلوکا اور میں وہی ہوں جس نے جینگو کو ہلاک کر دیا تھا" میں نے کہا۔

"موت آئی تھی سسرے کی' تیرے ہاتھوں مر گیا۔ جیون مرن تو ہے ہی اس سنسار میں۔ کون جانے کب مر جائے"۔

"میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں ترلوکا۔

"کرو۔ ضرور کرو۔ مگر ٹھہرو۔ کیا تم میرے ساتھ میری گپھا میں چلو گے؟"

"ضرور چلوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر آؤ" وہ اٹھ گیا۔ خاصا دراز قامت انسان تھا اور بڑے تنومند جسم کا مالک۔ اس کا بدن بھا تھا لیکن ورزشی اور گٹھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ میرے ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے میری وہ حیثیت ہی نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر وہ ایک وزنی چٹان کے سامنے رک گیا۔

"اسے ہٹاؤ" اس نے کہا اور میں نے تعجب سے اس چٹان کو دیکھا جو کافی وزنی تھی اور اسے ہٹانا از کم ایک انسان کا کام نہیں تھا۔ میں نے چونک کر ترلوکا کی طرف دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو ہٹاؤ اسے" اس نے کہا اور میں نے چٹان پر قوت آزمائی کی لیکن چٹان ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ ترلوکا ہنسنے لگا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا۔ "ہٹاؤ" اب زور لگاؤ" میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور چٹان آسانی سے کھسک گئی۔

اس کے عقب میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ لیکن اس بات پر میں سخت حیران ہوا تھا کہ اس نے جونہی میرے شانے پر ہاتھ رکھا' چٹان اپنی جگہ سے کس طرح کھسک گئی۔ میری جگہ کوئی عام اور ذہن کا آدمی ہوتا تو بری طرح حیران ہو گیا ہوتا اور ممکن ہے وہ ترلوکا کا عقیدت مند بن جاتا لیکن میں نے بھی کوئی تکنیک سمجھا تھا اور اس سے قطعی متاثر نہ ہوا۔

"ترلوکا دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ بھی ایک پتلی سی سرنگ تھی جس کے سرے پر ایک پتھر لگا ہوا تھا۔ ترلوکا نے اس دوسرے پتھر کو خود ہی ہٹایا اور اندر سے تیز روشنی پھوٹ پڑی۔ غار تھی جتنی بھی تعریف کی جاتی' کم تھی۔ قیمتی قالینوں سے آراستہ' آرائشی سامان کی بہتات تھی لیکن جو پہلے مجھے نظر آئی' وہ عجیب و غریب تھی۔

یہ ایک بت تھا جس کی ٹانگیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں اور سر نیچے تھا۔ اس کے نیچے ایک تختی پڑی ہوئی تھی اور ایک ہندو اوتار کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں ٹھٹھک گیا اور ترلوکا ہنس پڑا۔

"یہ ہندوؤں کے بھگوان ہیں" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ چونکہ شکل و صورت سے نام سے اور اپنے انداز سے وہ بھی ہندو نظر آ رہا تھا۔

"آؤ۔ آگے آؤ" اس نے کہا اور پھر مجھے ایک اسٹیچو کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں کچھ عجیب و غریب چیزیں بنی ہوئی تھیں۔ جنہیں میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

"یہ بائبل کا ایک پاٹ ہے" اس نے کہا اور میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑ گئیں۔ بلاشبہ اس میں بائبل کا مذاق اڑانے کی کوشش کی گئی تھی۔

اور پھر دوسری کتابوں کی تشریحات پتھروں کی شکل میں کی گئی تھیں۔ لیکن ہر کتاب کا اور ہر بزرگ ہستی کا مذاق اڑایا گیا تھا اور ایک جگہ میں شدت غضب سے دیوانہ ہو گیا۔ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی کہ میری روح لرز اٹھی تھی۔ میں خونی انداز میں اس کی جانب بڑھا۔

"ترلوکا یہ کیا ہے؟"

"مذہب اور شاید تمہارا مذہب" اس نے کہا اور میں غصے سے دیوانہ ہو گیا۔

"میں تجھے قتل کر دوں گا کتے۔ میں تجھے کتے ہی کی موت مار ڈالوں گا" میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے پوری قوت سے اس کے سینے پر ٹکر ماری اور اس بھرپور وار سے ترلوکا کا حساب کتاب درست ہو جانا چاہیے تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک چٹان کی طرح اپنی جگہ جما ہوا کھڑا ہے۔ پھر میں نے اس پر گھونسوں کی بارش کر دی جس قدر مار سکتا تھا میں نے اسے چاروں طرف سے مارا لیکن ترلوکا کے قدم اپنی جگہ جمے ہوئے تھے وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی چٹان سے تراشا ہوا مجسمہ اپنی جگہ کھڑا ہو۔ مجھے اپنے ہاتھوں کے درد کا احساس نہیں تھا۔ بس میں دیوانوں کی طرح اسے مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں مارتے مارتے تھک گیا۔ پھر میں نے اس...... کے بدن سے لپٹ کر اسے گرانے کی کوشش کی لیکن بھلا چٹانیں بھی کہیں اپنی جگہ سے ہٹتے ہیں۔ ایک جذبہ' ایک جوش تھا جس نے مجھے اس وقت سوچ سمجھ سے عاری کر دیا تھا اور میں بہت ساری باتیں نہیں سوچ سکتا تھا۔ بس میرا دل یہی چاہ رہا تھا کہ میں ترلوکا کو فنا کر دوں لیکن بظاہر یہ کام آسان نہیں تھا۔

"اگر کسی مذہب کو تسلیم کرتے ہو تو میں تمہیں اس کا نام بتاؤں------ اس کا نام ہے طاقت۔ انسان ازل سے اس کا غلام چلا آیا ہے۔ جس کے بدن میں زیادہ قوت ہوئی' اس نے اپنے مقابل کو زیر کیا۔ اور وہ ہمیشہ برتر اور حکمران رہا۔ لیکن یہ طاقت اس جیسے ہی کسی انسان کے خلاف استعمال ہو اس کا درس تہذیب اور مذہب ہی دے سکتے ہیں۔ ہمارا اپنا ایک خیال ہے۔ وہ یہ کہ انسان کچھ بھی ہو' اسے اپنی فطرت میں آزاد

رہنے کا حق حاصل ہے اور تمام جذبے اس کی کمزوریوں کا مظہر ہوتے ہیں۔ "آؤ میرے ساتھ آؤ" اس نے
کہا۔

لیکن میں نے نفرت سے اسے دیکھا۔

"راجہ نواز اصغر جوش و جذبات میں دیوانوں کی سی حرکتیں نہ کرو، جو کچھ دیکھ چکے ہو، اس سے سبق
حاصل کرنے کی کوشش کرو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ------ میں تجھے فنا کر دوں گا" میرے منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے۔ میرا بس نہیں چل رہا
تھا کہ اسے کسی چیز سے کچل دیتا۔

"کر دینا۔ میں نے تجھے کب منع کیا ہے۔ لیکن اس وقت یہ بات کہنا جب تم یہ سب کچھ کرنے کے
قابل ہو جاؤ۔ یوں بھی انسان کو پہلے عمل کی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد دعوے۔ تم جو کچھ کرنا
چاہتے ہو، کر چکے ہو۔ اگر مزید کی خواہش ہے تو آؤ، میں کھڑا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں ہاتھ پاؤں نہیں ہلاؤں گا
تمہارے اندر جتنی قوتیں ہیں انہیں استعمال کرو۔ اور جب تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا تاکہ میں تمہیں کچھ اور
سیدھی راہیں دکھانے کے لیے لے جاؤں"۔

"مجھے ان راہوں سے نفرت ہے ترلوکا۔ میں واپس جانا چاہتا ہوں" میں نے حقارت سے کہا۔

"نہیں میرے دوست، تم واپس نہیں جاؤ گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے"
ترلوکا نے نرم لہجے میں کہا اور میرا ذہن دھواں دھواں ہو گیا۔

میں طاقت کے ذریعے اس شخص پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ مجھے حیرت تھی حالانکہ اس کی جسمانی
غیر معمولی تھی کہ میری جدوجہد کا یہ نتیجہ ہوتا لیکن کم بخت نجانے کون سی مٹی کا بنا ہوا تھا۔ میں اپنی
بھرپور کوشش کے باوجود ٹس سے مس نہیں کر سکا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس وقت جو صورت حال
اس کے تحت تھوڑی سی مکاری سے کام لینا ہو گا۔ یعنی پسپائی کا انداز اختیار کیا جائے اور اس کے بعد
تلاش میں رہا جائے۔ چنانچہ میں نے گردن جھکا دی۔ ترلوکا میرا بازو تھپتھپا رہا تھا۔ تب اس نے کہا:

"جذباتی نہ بنو نواز۔ آؤ بیٹھ کر باتیں کریں" "ممکن ہے ہم اپنے مسائل کا کوئی حل تلاش کر لیں"

"میں نے ایک گہری سانس لی۔ میرا ذہن اس کے خلاف نفرت کے لاوے سے ابل رہا تھا لیکن
نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ صرف جذبات ہی ہر چیز میں معاون ثابت نہیں ہوتے۔ میرے ذہن میں جو جذ
اسے بھلا کون مٹا سکتا تھا۔ لیکن اگر تھوڑی سی مصلحت سے کام لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جو کچھ میں نے دیکھا تھا، اسے دیکھ کر میرا رواں رواں کانپ گیا تھا۔ میں ان سانسوں پر لعنت
تھا جو مذہب کی یہ توہین دیکھ کر بھی میرے سینے میں سمائی ہوئی تھیں لیکن میں خودکشی بھی نہیں کرنا چاہتا
پھر کچھ الفاظ میرے ذہن میں ابھر آئے۔

نمرود ----- فرعون۔ بڑی قوتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے ایسے عظیم الشان مظاہرے

کہ انسانیت کانپ اٹھی تھی لیکن انہیں مہلت دی گئی تھی۔ پھر جب خدا نے ان کی رسی کھینچی تو وہ منہ کے
بل پڑے ہوئے تھے۔

ممکن ہے ابھی اس کی رسی دراز ہو۔ اس لیے وقت کا انتظار کیا جائے۔ مجھے آمادہ پا کر ترلوکا کے
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بعض فیصلے دیر سے کیے جاتے ہیں لیکن وہ مستحکم اور دیرپا ہوتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ" اور
میں نے قدم آگے بڑھا دیے۔

"کیلی لاس کی ان پہاڑیوں میں ترلوکا نے جو جال پھیلا رکھا تھا، اس کا تذکرہ تو اب طویل ہو جائے گا۔
ان پہاڑوں کو اس نے جدید ترین ملکوں کے آرائشی ایوانوں سے زیادہ سجا رکھا تھا اور ہر چیز یہاں مہیا تھی۔
بہرحال وہ مجھے غار کے ایک ایسے حصے میں لے گیا جو اپنی نظیر آپ تھا۔ اس قدر قیمتی ساز و سامان یہاں موجود
تھا کہ دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تیں۔

"بیٹھو" اس نے ایک آرام دہ نشست کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ میرے انداز میں تھکن
تھی۔

اس کے باوجود کہ تم جسمانی طور پر میرے مقابل نہیں ہو لیکن تمہیں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی
ایک انسان مجھے زیر نہیں کر سکتا لیکن تم میرے نزدیک میرے نائب جینگو سے بہتر ہو۔ جسے تم نے قتل کر
دیا"۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"راجہ نواز اصغر، وہ لوگ جو میرے لیے دلچسپی کا مرکز ہوتے ہیں، میری پسند کے ہوتے ہیں، میرے
سامنے عریاں بھی ہوتے ہیں جیسے تمہارا ماضی۔ میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ کیا تم
ان کی تصدیق کرو گے؟؟"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"زیادہ طوالت میں نہیں جاؤں گا۔ تم منشیات کے اسمگلر رہے ہو؟؟"

"ہاں"۔

"اس ضمن میں تم نروان کے متلاشی آوارہ گردوں کے درمیان بھی رہے ہو گے؟؟"

"ہاں۔ میں ان میں رہا ہوں"۔

"ان کے اغراض و مقاصد سے بھی واقف ہو گے"۔

"ہاں۔ لیکن ان میں سے ہر راستہ تمہاری جانب آتا ہے۔ لاس اینجلز سے کھٹمنڈو تک تمہاری لکیر
کھنچی ہوئی ہے"۔

"پھر بھی مجھے داد نہ دو گے؟؟" ترلوکا نے فخر سے کہا۔

"یہ کوئی بات نہیں ہے"۔

"کیوں؟"

"شیطان تم سے زیادہ مشہور ہے"۔

"اوہ------ تعصب کی آنکھ بند کرلو۔ ترلوکا کی پوجا کرو۔ تم وہ خوش نصیب انسان ہو جو ترلوکا کی حقیقت سے واقف ہو رہے ہو اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں طاقت کی قسم اور کوئی نہیں ہے"۔

"لیکن کیا تمہارا مشن شیطانی نہیں ہے؟"

"شیطان کا مشن اور تھا۔ اس کا کوئی ملک نہیں تھا۔ اس کا...... کوئی خطہ نہیں تھا۔ ترلوکا غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھا ترلوکا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو' سمجھ جاؤ گے سب کچھ۔ شیطان خدا کا باغی تھا۔ اس نے اپنی انا کے لیے زندگی بھر کی لعنت قبول کی۔ لیکن اگر تم ترلوکا کو لعنتی سمجھتے ہو تو سمجھو لیکن ترلوکا کے پیچھے بھی ایک جذبہ کارفرما ہے۔ ترلوکا بے مقصد ہی ان سارے ہنگاموں میں نہیں الجھا۔ ہاں وہ کام جو قوموں کو انجام دینا چاہیے تھا ترلوکا نے اپنے شانوں پر اٹھالیا ہے اور تم جیسے لوگ جو میرے ہی ہم وطن ہیں اور میرے ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں' میرے دشمن ہوگئے ہیں۔ تمہیں غیرت آنی چاہیے کیونکہ تم بھی ایک طویل عرصے تک انہی منشیات کے عادی رہے ہو اور تمہارے خون میں بھی یہ گندی کمائی شامل ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے اعتراف سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن مذہب سے دور..... ہونے کے باوجود میں نے مذہب کے تقدس کو اپنے سر پر محسوس کیا ہے۔ میں نے اسے پستیوں سے بھی ہمیشہ بہت بلند دیکھا ہے۔ اس کے سامنے خود کو کسی حقیر ذرے کی مانند پست پایا ہے اور سوچا ہے کہ میں مذہب کے ناسور کی حیثیت رکھتا ہوں۔ یہ احساس ہمیشہ میرے سینے میں جاگزیں رہا ہے ترلوکا کہ مجھے جو کرنا چاہیے تھا میں نے وہ نہیں کیا بلکہ ایک طرح سے اپنی قوم' اپنے وطن' اپنے علاقے' اپنے مذہب کا مذاق بن کر رہ گیا ہوں لیکن کسی دوسرے کے لیے میرے جذبات یہ نہیں ہوسکتے۔ تم نے مذاہب کا مذاق اڑایا ہے۔ میں اس سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ مجھے تمہارے مشن سے نفرت ہے۔ تم جو تہذیب اور تمدن کو ٹھکرا کر غاروں میں واپس لے جانا چاہتے ہو' دنیا کے لیے تباہی کا ایسا غار کھود رہے ہو جس میں بالآخر یہ دنیا غرق ہو جائے گی اور میں دنیا کو بچانا چاہتا ہوں"۔

"اوہ------ اوہ۔ گویا تم پیغامبر کا کردار ادا کر رہے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ جتنے مذاہب تمہارے بعد آئیں وہ تمہارے پیغمبر ہونے کا اعتراف کریں اور تمہیں محب تہذیب اور محب انسانیت کے نام سے پکاریں" ترلوکا نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے حقارت سے اسے دیکھا۔

"نہیں میں گندگی کا کیڑا اس قابل نہیں ہوں کہ خود کو اتنا اونچا سمجھوں۔ میں تو نہایت پست ہوں اور صرف اپنے جذبات کی تسکین چاہتا ہوں۔ میں مذہب سے جس قدر دور رہا ہوں' اسی قدر قریب آنے کا خواہش مند ہوں۔ میں مذہب کے نام پر مٹ جانے کی تمنا لے کر آیا ہوں"۔

"جذباتی ہو۔ صرف جذباتی ہو راجہ نواز اصغر۔ جہاں تک مذہب کا مسئلہ ہے' میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کسی مذہب کو نہیں اپنایا۔ میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا۔ ایک ایسے پنڈت کے ہاں جو مذہب کا دیوانہ تھا۔ جس نے آنکھیں بند کر کے صرف مذہب کے ارکان پر عمل کیا تھا اور وہ عجیب و غریب تکالیف کا شکار تھا۔ مذہب سے میری دوری تو وہیں سے شروع ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد اس دوری نے جو رخ اختیار کیا' یہ اتنا برا نہیں تھا جتنا تم سمجھ رہے ہو"۔

"کیا سمجھانا چاہتے ہو ترلوکا۔ مجھے بتاؤ"۔

"راجہ نواز اصغر۔ تمہارے اپنے خیال میں انسانیت بھی ایک مذہب ہے۔ کیا تم اس سے منکر ہو؟"

"نہیں"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمام مذاہب نے ایک ہی سبق دیا ہے۔ مذاہب نے انسان کو انسان کے ساتھ اچھے سلوک' محبت اور اخوت کا سبق دیا ہے۔ لیکن تم ان اسباق کی بیخ کنی کر رہے ہو' تم ان کا جس انداز میں مذاق اڑا رہے ہو' وہ ناقابل برداشت ہے"۔

"اس بات کو چھوڑو۔ میں نے تم سے ابھی ایک سوال کیا تھا۔ یاد ہے؟ ترلوکا نے پوچھا۔

"تم ان آوارہ گردوں کے ساتھ رہے ہو۔ مجھے ایک بات بتاؤ' کیا تم نے ان ناکارہ ہپیوں میں ایشیائی باشندوں کی کوئی بڑی تعداد دیکھی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا ترلوکا"۔

"کیا ایشیائی باشندے اس تنزلی کی طرف مائل ہیں' کیا ان میں ہپی بننے کا جنون یورپی نسلوں سے زیادہ ہے؟"

عجیب نکتہ تھا۔ میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ کیا کہنا چاہتا ہے یہ!

"تم نے جواب نہیں دیا نواز اصغر؟"

"میرا خیال ہے ان کی تعداد بہت کم ہے"۔

"بہت کم بھی نہ کہو۔ یوں کہو نہ ہونے کے برابر ہے اور جو لوگ ان میں شامل ہوتے ہیں' وہ' وہ لوگ ہیں جو فطرتاً" ناکارہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے وطن میں بھی سادھو بننے یا فقیر بننے کے علاوہ آگے نہیں بڑھتے۔ ایسے ناکارہ لوگ تو ملکوں کے جسموں پر ناسور ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ تو قوموں کے پھوڑے ہوتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے لیکن......"

"میں تمہیں وہی بتانے جا رہا ہوں نواز۔ ترلوکا کا بھی ایک مشن ہے۔ وہ مذہب پرست نہیں ہے لیکن محب وطن ہے۔ اسے ایشیا سے محبت ہے۔ مظلوم ایشیا جو ہمیشہ یورپ کی چکی میں پستا رہا ہے۔ غور کرو نواز۔ کیا ان لوگوں نے' کیا تمام یورپی اقوام نے ایشیا کو تباہ و برباد نہیں کیا ہے' کیا انہوں نے ہمیں کتوں سے زیادہ اہمیت دی ہے' کیا انہوں نے ہمیشہ ہم پر حکومت نہیں کی ہے' کیا انہوں نے ایشیا کو کھڑے ہونے کا موقع دیا ہے' یہ اقوام ہمیشہ ہم پر کاری ضرب لگاتی رہی ہیں۔ جب بھی ہم نے کھڑے ہونے کی کوشش کی انہوں نے کبھی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کر کے ہمارے گھٹنوں پر ضرب لگائی' کبھی اسرائیل تخلیق کر کے۔ نواز جو کام پورے ایشیا کو کرنا چاہیے تھا' وہ میں تنہا ان کے سینے پر بیٹھ کر انجام دے رہا ہوں۔ ہاں دیکھو' میں اپنا وطن چھوڑ کر امریکہ میں موجود ہوں۔ ان کے دل میں بیٹھ کر ان کے دماغ میں سوراخ کر رہا ہوں۔ مجھے داد نہ دو گے۔ میں اس قوم کے پاؤں توڑ رہا ہوں' میں اسے منشیات کا مریض بنا رہا ہوں۔ میں نے انہیں چرس اور گانجے کے ہتھیار سے مارا ہے۔ میں ان کے ایٹم بم ناکارہ کر رہا ہوں۔ نسلیں ہر قوم کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ میں اس قوم میں فقیروں کی نسل پیدا کر رہا ہوں۔ سارا یورپ میری لپیٹ میں ہے۔ سفید نسلوں کے نوجوان ہری کرشنا ہری رام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ انہیں مذہب سے نفرت ہے۔ وہ جنگلوں میں غاروں کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ۔ کیا یہ میرا کارنامہ نہیں ہے؟" ترلوکا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

میں دنگ رہ گیا تھا۔ اگر صورت حال پر غور کیا جاتا تو اس کے الفاظ غلط نہیں تھے لیکن میرے سینے کا وہ سوراخ بند نہیں ہو سکتا تھا جو میرے مذہب کی توہین پر میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

"جواب دو نواز' کیا میں پوجا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ کیا میں ایشیا کا خدا نہیں ہوں؟"

"ترلوکا' اگر تم یہ جذبہ لے کر میدان میں آتے تو یہ جذبہ قابل ستائش تھا لیکن مذہب کی توہین کا درس تو کسی مذہب نے نہیں دیا"۔

"مذاہب۔ ان مذاہب نے کیا دیا ہے انسان کو۔ سوائے چند پابندیوں کے۔ ہم ان پابندیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی افادیت کا بھی تو پتہ چلے"۔

"یہیں تم غلط ہو"۔

"ہاں میں غلط ہوں۔ لیکن میرا یہی جذبہ میرے لیے قابل فخر ہے۔ اگر میں بھی مذہب کے جال میں پھنس جاتا تو اپنے کام کو اس آزادی اور بے فکری سے انجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں دنیا کے کسی مذہب کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ کوئی بھی مذہب نیا نہیں ہے۔ اگر مذاہب اتنے ہی جامع ہوتے تو اب تک وہ انسان کو اپنے رنگ میں کیونکر نہ رنگ لیتے۔ انسان پرسکون کیوں نہ ہوتا۔ اتنے اضطراب کا شکار کیوں ہوتا؟"

"کیونکہ ہر دور میں تمہارے جیسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں ترلوکا۔ اور انسان بہرحال کمزور ذہن کا مالک ہے"۔

"ان تفصیلات کے بعد بھی تم مجھے برا انسان سمجھتے ہو؟"

"اس لیے کہ میرے مذہب کی رو سے تم شیطان ہو' تم نے میرے مذہب کی توہین کی ہے۔ ہم کے دشمن کو معاف کر سکتے ہیں' مذہب کے دشمن کو نہیں"۔

"اس کے باوجود کہ انسان مذہب کے راستے نجات کی منزل پر نہیں پہنچ سکا"۔

"میں مسلمان ہوں ترلوکا۔ میرے مذہب میں سکون ہی سکون ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم لوگ کی تعلیمات کو فراموش کیے ہوئے ہیں"۔

"یہ ایک اندھا عقیدہ ہے اور یہ دور آنکھیں بند کرنے کا نہیں ہے" ترلوکا نے کہا۔

"بہرحال ترلوکا۔ تم نے میرے سامنے جو مناظر پیش کیے ہیں' ان کے تحت یہ بات میرے اوپر فرض ہے کہ تمہیں سزا دوں۔

ہاں۔ میں تمہارے مشن کو فنا کروں گا۔ میں اس سے منحرف نہیں ہوں کہ تمہارے سینے میں ایک کا جذبہ موجزن ہے۔ لیکن مذاہب کی توہین کرنے والے کی حیثیت سے تم قتل کے مستحق ہو ---- میں تمہیں قتل کروں گا"۔

"پاگل کتے ہو' صرف پاگل کتے۔ جاؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ ان پہاڑیوں میں رہو۔ میں تم جیسے گندے چوہوں کو قید کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ تم اس قابل نہیں ہو لیکن اگر دوران عقل آ جائے تو میرے پاس چلے آنا۔ میں ایک مخصوص وقت تک تمہاری واپسی کا انتظار کروں لیکن اپنے دشمنوں کو میں اپنے درمیان زیادہ عرصہ تک زندہ بھی نہیں رکھوں گا"۔

"میں تم سے کسی رعایت کا طلب گار نہیں ہوں ترلوکا"۔

"فکر مت کرو۔ میں اپنے پروگرام خود منتخب کرتا ہوں۔ میں دیکھوں گا تمہاری مذہبی دیوانگی تمہیں تا ہے"۔

"ارے طلب تو ساری پوری ہو چکی ہے۔ اب تو صرف جنت درکار ہے" میں نے مستانہ انداز میں میرے ذہن میں عجیب روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور میری روح پرنور ہو رہی تھی۔ ایک ایسی بے خودی تھی میری ذات پر کہ بیان نہیں کر سکتا۔

"تمہیں جنت درکار ہے۔ ٹھیک ہے آؤ۔ میں تمہیں جنت میں پہنچا دوں" ترلوکا نے کہا اور میری بڑھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ سامنے کیے اور اچانک اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے ایک سرد سی شعاع اور مجھے اپنے بدن کے گرد سرد لہریں محسوس ہوئیں۔ دوسرے لمحے میرا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

"**ڈارلنگ** جاگ بھی جاؤ۔ کب تک سوتے رہو گے۔ اٹھو بھی" ایک نسوانی آواز میرے کانوں اور میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی لمبی مخروطی انگلیوں کا لمس مجھے اپنے بالوں وس ہو رہا تھا اور پھر اس کا حسین آتشیں چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس کے لمبے سیاہ بال کھلے

ہوئے تھے جن کے درمیان اس کا چہرہ کسی نگینے کی طرح جگمگا رہا تھا۔

پھر اس کے نرم بدن کا احساس ہوا اور میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے چاروں طرف ایک جگمگاتا ہوا گول کمرہ تھا جس میں رنگین روشنیاں متحرک تھیں۔ حسین ترین ماحول تھا اور اس ماحو ذہن سو رہا تھا لیکن صورت حال مختلف تھی۔ چنانچہ میں نے ذہن جھٹکا اور میرے سر کی جنبش سے سازوں کی حسین آوازیں ابھریں اور معدوم ہو گئیں۔

لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ ہو جھونکے کی طرح آگے بڑھ آئی۔

"تمہاری پریشانی کی شکن تمہارے ذہنی تردد کا پتہ دیتی ہے" لڑکی کی آواز میں نقرئی گھنٹیاں اٹھی تھیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"بولو اجنبی۔ کیوں پریشان ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"کون سی جگہ ہے یہ؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"جنت"۔

"اور تم حور ہو گی" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہوں، تمہارے لیے ہوں"۔

"شکریہ، میں آپ کو پسند نہیں کرتا"۔

"لیکن میں تو تمہاری تقدیر میں لکھی گئی ہوں۔ چاہے تم پسند کرو یا نہ کرو"۔

"بالکل غلط"

"کیوں؟"

"تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں تمہیں بالکل بھی پسند نہیں کرتا" میں نے کہا اور لڑ چہرے کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔

"کیا میں اتنی ہی بری ہوں؟"

"ہاں"۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں چلی جاتی ہوں" اس نے کہا اور عجیب سے انداز میں چلتی ہوئی باہر نک یوں لگ رہا تھا جیسے وہ قدم آگے نہ بڑھا رہی ہو بلکہ اس کا بدن کسی مشینی ذریعے سے خود بخود آگے کو کھسک رہا ہو اور اب اس جنت میں میں تنہا رہ گیا تھا۔

میں چند ساعت اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس جنت کے باہر بھی تو دیکھا ہے۔ چنانچہ میں دروازے سے باہر آ گیا۔ لیکن باہر قدم نکالتے ہی میں ٹھٹک گیا۔ وہی خوبصورت کھڑی تھی۔

لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور میں آگے بڑھ گیا۔ لیکن وہ میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ شاید مجھ پر نگاہ رکھنا اس کی ڈیوٹی تھی۔

میں نے اس جنت کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ ترلوکا نے یہاں بھی خاصی محنت کی تھی اور اس جگہ کو حسین تر بنانے کی کوششوں میں اس نے نجانے کیا کچھ خرچ کیا تھا۔ غالباً" یہ پہاڑی علاقے میں یا درے میں کوئی ایسی جگہ تھی جو عام نگاہوں سے قطعی محفوظ تھی۔ ورنہ امریکہ جیسی جدید حکومت میں ایسی جگہ کا تعمیر کر لینا اور خاص طور سے اس شکل میں کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو، خاصا مشکل تھا۔ لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ حکومت نے اس حصے کو آوارہ گردوں کی رہائش گاہ سمجھ کر نظر انداز ہی کر دیا ہو۔

بہرحال کافی محنت کی تھی ترلوکا نے۔ ایسے دوسرے غار بھی نظر آ رہے تھے جس سے میں باہر نکلا تھا لڑکی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہی تھی۔ پھر میں رک گیا۔

"سنو" میں نے اسے آواز دی اور وہ منہ پھلائے میرے نزدیک آ گئی۔

"کب سے یہاں ہو؟"

"تقریباً" تین سال سے"۔

"اپنی مرضی سے نہیں آئیں شاید"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"

"اغوا کر کے لایا گیا تھا"۔

"کیوں؟"

"یہ نہیں معلوم"۔

"تب میں سمجھ گیا"۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"تمہارا حسن تمہارے لیے مصیبت بن گیا۔ غالباً" یہاں نشے میں ڈوبے ہوئے ہپیوں کو بھیجا جاتا ہوگا وہ جو اس کے منکر ہوتے ہوں گے، اور جنت و جہنم کے فلسفے میں پھنسے ہوں گے، یہاں بھیج کر انہیں اس بات کا یقین دلایا جاتا ہو گا کہ اگر وہ جنت کے طلب گار ہیں تو وہ جنت یہیں موجود ہے"۔

"بالکل یہی بات ہے، تمہیں کیسے معلوم" لڑکی نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہے، لیکن ترلوکا واقعی تھوڑا سا احمق بھی ہے۔ اسے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے تھی کہ نشے میں ڈوبے ہوئے ہپی اور مجھ میں فرق ہے" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"آخر ہو کون تم؟" لڑکی نے پوچھا۔

"جب تم نے اپنے بارے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں بتائی تو پھر میرے بارے میں جان کر کیا کرو

گی۔ بہر صورت میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں ترلوکا کا دشمن ہوں۔ جبکہ تم ترلوکا سے ڈرتی ہو۔ بلکہ خوفزدہ ہو۔ تم اس کے خوف سے اپنے بارے میں تفصیل بتانے سے گریز کرتی رہی ہو۔ لیکن مجھے کیا خوف ہو سکتا ہے۔ میں ترلوکا کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ بالآخر اسے قتل کر دوں گا"۔

"لیکن کیوں، تم اس کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟"

"اس لیے کہ وہ مذہب اور انسانیت کا دشمن ہے"۔

"دشمن" لڑکی تعجب سے بولی۔

"ہاں کیوں، تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں؟"

"وہ تو اپنے آپ کو سب سے بڑا محبِّ انسانیت کہتا ہے"۔

"وہ خود جو کچھ کہتا ہے، خود بھی اس سے مطمئن نہیں ہے۔ اس نے دوسروں کو رجھانے کے لیے جو ناٹک کھیلے ہیں، وہ اس کے کمزور ذہن کی دلیل ہیں"۔

"بس میں اس موضوع پر اس سے زیادہ گفتگو نہیں کروں گی"۔

"میں اس جنت میں کب تک رہوں گا لڑکی؟"

"جب تک چاہو"۔

"اس کے بعد کہاں جاؤں گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور لڑکی مجھ سے نگاہیں چرانے لگی۔

"مجھے کیا معلوم؟"

"خیر۔ میں تم سے پوچھ کر تمہیں اس کے عتاب کا شکار بنانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ لیکن اب جو کچھ میں کروں گا، وہ مجبوری ہے"۔

"کیا کرو گے" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی لیکن میں نے اسے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ میں ایک غار کو تاڑا اور لڑکی کو چھوڑ کر اس کی جانب بڑھ گیا۔ لڑکی پر اضطراب انداز میں تیزی سے آگے بڑھ تھی۔

"سنو تو ــــــ سنو تو سہی"۔

"سناؤ" میں رک گیا۔

"کسی کی خلوت میں جانا گناہ ہے"۔

"ترلوکا کی جنت میں گناہ ثواب کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تم جا کر اسے بتا دو کہ ہلاکو خان اس کی جنت میں آگھسا ہے" میں نے کہا اور تیزی سے اس سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ جگہ بھی اس کمرے سے نہیں تھی۔

وہی حسن سجاوٹ اور خوبصورت چیزیں یہاں بھی موجود تھیں۔ غالباً "یہ بھی جنت ہی کا ایک

تھا۔ اور اس جنت میں ایک جنتی ایک حور کے ساتھ موجود تھا۔

لمبی داڑھی والا ایک تنومند آدمی جو آنکھوں ہی سے منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ ایک حور کے پہلو میں لنگور کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا اور وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر اضطراب کے آثار ابھر آئے۔

"یہ لڑکی بھی خاصی حسین تھی۔ غالباً" ترلوکا نے اس جنت میں جمع کرنے کے لیے یا حور بنانے کے لیے حسین لڑکیوں کو اغواء کیا ہو گا۔ بہر صورت یہ ساری کوششیں اس کے الجھے ہوئے ذہن کا پتہ دیتی تھیں لیکن لنگور مجھے دیکھ کر بے چین ہو گیا اور حور سے کہنے لگا:

"یہ کون ہے؟" اس نے سوال کیا لیکن لڑکی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکی۔

میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اٹھاتے ہوئے بولا:

"آؤ باہر آؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں میں کون ہوں" میں نے کہا۔ اس نے مجھ سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا تھا۔

"باہر آؤ" میں نے اس کے سر کے بال پکڑ کر باہر آنے کے لیے کہا اور لنگور نہ جانے کیوں خوفزدہ ہو گیا۔ وہ دروازے کی جانب چل پڑا تھا اور پھر میں اسے غار سے باہر نکال لایا۔ باہر نکالنے کے بعد میں نے اس کی مرمت شروع کر دی۔ لنگور بری طرح چیخ رہا تھا۔ تب دوسرے غاروں سے بھی چند دوسرے لوگ باہر نکل آئے۔ وہ سب لنگور کو پٹتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ تب ایک کونے سے ایک آدمی آگے بڑھا۔

"کیا بات ہو گئی ہے جناب۔ آپ اسے کیوں مار رہے ہیں۔ کیا جنت میں بھی اس قسم کے ہنگامے ہوتے ہیں" اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں پلٹ پڑا۔

"بکواس مت کرو" میں نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا اور وہ بے اختیار الٹ گیا۔ دوسرے لوگوں کو شاید غصہ آ گیا تھا۔ وہ سب مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن میں تو چاہتا ہی یہ تھا۔ میں نے ان کی مرمت شروع کر دی۔ میں اپنے سارے داؤ پیچ استعمال کر رہا تھا اور خوب شور مچ رہا تھا۔

تب چند آدمی دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔ وہ مسلح تھے اور ان میں سے دو نے پستول میری طرف تان دیے اور دھاڑے۔

"رک جاؤ، ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے"۔

"سنا بھائیو۔ تم خود کو جنت میں تصور کر رہے تھے۔ کیا فرشتے بھی پستول چلاتے ہیں" میں نے ہنستے ہوئے انہیں مخاطب کیا جو میرے ہاتھوں سے پٹے تھے۔

"آگے بڑھو، چلو یہاں سے" پستول والے غرائے۔

"میں تم لوگوں کو یہی بتانا چاہتا تھا۔ ترلوکا فراڈ ہے۔ وہ تم لوگوں کے ذہنوں کو ناکارہ کر رہا ہے۔ اس

کی باتوں میں نہ آؤ"۔

"چلو" وہ سب مجھ پر پل پڑے۔ البتہ میں نے ان سے مقابلہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن عجیب ذہن ہو رہا تھا۔ موت کا کوئی خوف نہیں تھا۔ بس مرجانے ہی کو جی چاہتا تھا اور میں سب کچھ کرنے پر آمادہ تھا۔

"کہاں لے جا رہے ہو تم مجھے؟"

"جہنم میں"۔

"اوہ۔ لیکن میں ابھی چند روز جنت میں رہنا چاہتا ہوں"۔

"تمہارے لیے جہنم ہی بہتر ہے" وہ دانت پیس کر بولے اور میں رک گیا۔

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں؟"

"تب پھر-----" ان میں سے ایک اچانک آگے بڑھا اور اس نے میرے سر کی پشت پر پستول کے دستے سے زوردار ضرب لگائی اور میرے سر میں ستارے ناچ گئے۔

"جہنم میں لے جانے کا یہی طریقہ سب سے عمدہ ہے" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کے بعد وہی بے نام خاموشی' جس کے بعد ہوش آنا ضروری تھا۔ خوب آنکھ مچولی ہو رہی تھی میرے ساتھ اور اس بار بھی جب آنکھ کھلی تو ایک نیا ماحول اور نیا منظر تھا۔ بہرحال یہ سب میرے لیے حیرت انگیز تھا۔

سیاہ رنگ کی بنجر پہاڑیاں جن کے کسی رخنے میں کوئی کونپل تک نہیں تھی۔ جگہ جگہ جلے ہوئے کوئلہ نما پتھر نظر آ رہے تھے۔ اس سیاہی کی وجہ سے دن کی روشنی بھی تاریک تاریک سی لگ رہی تھی۔ جس جگہ میں پڑا ہوا تھا' وہاں بھی کھردرے پتھروں کی زمین تھی جو میرے بدن میں جگہ جگہ گڑ گئے تھے اور ان میں سوزش ہو رہی تھی۔ ایسی تکلیف دہ تکلیف تھی کہ میں خوفزدہ ہو کر اٹھ گیا۔ میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

چاروں طرف اونچے اونچے سیاہ ٹیلے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ غالباً" یہ عتاب کی زمین تھی اور اب میں جنت کے بعد جہنم کا نمونہ دیکھ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ترلوکا نے امریکہ کا ایک اتنا بڑا حصہ حاصل کیا ہوا تھا اور وہ وہاں اپنی من مانی حکومت قائم کر لی تھی۔ لیکن حکومت امریکہ اس کی جانب سے نگاہیں بند کیے ہوئے تھی۔ آخر کیوں؟

حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ خود امریکی حکومت چرس اور دیگر منشیات کی روک تھام کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ خرچ کر رہی تھی۔ کروڑوں روپے کی ناجائز منشیات کے ذخائر خرید کر تباہ کر دیے جاتے تھے ایک طرف تو یہ کوششیں اور دوسری طرف اس کے سینے پر ترلوکا بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنی من مانی قائم

تھی۔ اس من مانی کے بارے میں حکومت امریکہ کو کہاں تک علم تھا' میں اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور...... میں جان کر کرتا بھی کیا۔ لیکن جب...... ترلوکا کے افکار کے بارے میں' میں سوچتا تو ایک ہی الجھن کا شکار ہو جایا کرتا تھا۔

اس شخص نے جو کہانی سنائی تھی' وہ متاثر کرتی تھی۔ اگر اس نے یورپ کی نسلی برتری کو تباہ کرنے کی مہم شروع کی تھی تو یہ کوئی...... بری بات نہیں تھی۔ بہرحال یورپین ممالک نے ایشیا پر بہت زیادتیاں کی تھیں اور ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت سے میں اس نظریے کو تسلیم کرتا تھا۔

"لیکن ایک مذہب پرست کی حیثیت سے اس حسن بن صباح کا خاتمہ ضروری تھا۔ اس نے مذاہب کی توہین کی تھی' اس کے لیے میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔ رہی مغربی نسلوں کی بات' تو میرا یہ کہنا تھا کہ برائی کو برائی سے ختم کرنا ایک بدتر نظریہ ہے۔ برائی کو اچھائی سے ختم کیا جانا چاہیے۔ مغربی ممالک میں اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور بے شمار لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ضروری تو یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے لیے ہونے کی سزا دوسرے انسان کو دی جائے۔ انسان کشی کی تو مذہب بھی اجازت نہیں تھی۔

اس لیے میں ترلوکا کے نظریے کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن...... وہ ایک مضبوط انسان تھا۔ بلا کا مضبوط۔ میں تو اس کی اس جسمانی قوت سے بھی بے حد متاثر تھا۔ کمبخت فولاد کا بنا معلوم ہوتا تھا۔

ایسے وقت میں مجھے ہرانا یاد آیا۔ کاش وہ بھی میرے ساتھ ہوتا۔ اس انوکھے شہزادے کو میں زندگی کے کسی دور میں نہیں بھول سکتا تھا۔ ہوریشو کو اس نے جس انداز میں قتل کیا تھا' وہ مجھے آج تک یاد تھا۔

ویران پہاڑوں میں مجھے بے شمار یادیں ستاتی رہیں اور پھر میں نے بڑے خلوص سے اپنے خدا سے دعا مانگی۔

"میرے معبود! میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں گناہوں کا ایک ایسا بوجھ ہوں جس سے زمین شرماتی ہوگی۔ جنت اس لیے نہیں مانگ سکتا کہ اپنی زبان کو اس قابل نہیں سمجھتا لیکن جو جذبہ میرے سینے میں ابھرا ہے' اسے پورا کرنے میں میری مدد کر۔ میں اپنی زندگی کا طلب گار نہیں ہوں' جو کچھ کر چکا ہوں' اس کے بعد زندہ رہ کر کروں گا بھی کیا۔ حالانکہ ایک ذات میری زندگی سے اس انداز میں منسلک ہو گئی تھی کہ اس کی ذمہ داریاں بھی مجھ پر آ پڑی ہیں لیکن میں کسی کے لیے بھی اپنی زندگی مانگنا نہیں چاہتا۔ ہاں اس جذبے کو ضرور پورا ہونا چاہیے۔ مجھے اتنی زندگی چاہیے کہ موت کے بعد میں یہ سوچوں کہ زندگی میں کوئی ایک کام تو ایسا کیا ہے جس سے دوسروں کو بھی فائدہ ہو سکتا ہے"۔

یہ سوچ اور یہ احساسات عجیب سے انداز میں میرے ذہن میں ابھرے تھے۔ پھر میں خاموشی سے اٹھ بیٹھا

ویران پہاڑوں میں خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔ تب میں نے ان پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہ پہاڑ عجیب انداز میں نظر آ رہے تھے' وہ کچھ عجیب سا تھا۔ کوئلہ نما پہاڑیاں تھیں۔ ممکن ہے یہ کوئلہ کے پہاڑ ہوں لیکن کوئلہ کی تو کانیں ہوتی ہیں۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے ایک پتھر کو کھرچا۔ سیاہ پتھر زیادہ سخت بھی نہ تھے۔ تب ایک اور احساس میرے ذہن میں بیدار ہوا۔ شاید قرب و جوار میں کوئی آتش فشاں موجود ہے جس سے کبھی لاوا بہا ہو گا اور یوں یہ لاوا ٹھنڈا ہو کر یہ شکل اختیار کر گیا ہے۔ بہرصورت اس جغرافیائی مسئلے سے مجھے قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہ رہا تھا کہ یہ پہاڑیاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس بار مجھے یہاں تک لانے کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ میں سخت اور کھردرے پتھروں کے درمیان بھٹکنے لگا۔

بہت دیر تک میں گھومتا رہا۔ پہاڑی ٹیلے خشک اور بے آب و گیاہ تھے۔ جہاں گھاس یا کسی دوسری چیز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دیکھنا یہ تھا کہ اس سرزمین پر لانے کے بعد ترلو کا میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ وہ میری جانب سے اب بھی بے خبر نہیں ہو گا۔ پھر جب شام جھک آئی تو یہ پہاڑیاں اور بھی ڈراؤنی ہو گئیں۔ اتنی خوفناک کہ انسان ان کے درمیان زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے ان پہاڑیوں سے کوئی خوف تو نہیں محسوس ہو رہا تھا لیکن ایک عجیب سا احساس ضرور تھا۔ رات تو یہاں بڑی ہی خوفناک تھی۔ اتنا سخت اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہوا چل رہی تھی لیکن موسم سرد نہیں تھا۔ پتھروں سے ہوا کی رگڑ خوفناک آوازیں پیدا کر رہی تھی اور سناٹے میں یہ آوازیں بے حد ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔

میں نے ایک قدرے ہموار جگہ کو منتخب کیا اور لیٹ گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ حلق بھی سوکھ رہا تھا لیکن دن ہی میں میں..... اس صورت حال کا اندازہ لگا رہا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب بھوک اور پیاس کا دور شروع ہو گا اور میں اس کے لیے بھی تیار تھا۔ یہ اذیتیں تو روح کو نکھارتی ہیں۔

اور رات کے آخری حصے میں جب بے چینی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے ذہن کو کریدا اور مجھے بہت سی قرآنی آیات یاد آ گئیں۔ میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ میری آنکھیں بند تھیں اور میں سجدے پہ سجدے کیے جا رہا تھا۔

اور رات کی طنابیں کھنچ گئیں۔ روشنی اس تیزی سے آئی کہ میں حیران رہ گیا۔ یہ روشنی میری پلکوں میں در آئی تھی۔ تب میں نے آنکھیں کھول دیں اور سب سے پہلے میری نگاہ جس چیز پر پڑی' وہ ایک سیاہ غار کا دہانہ تھا۔ ان پہاڑیوں میں یہ پہلا غار مجھے نظر آیا تھا۔

چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ قدموں سے غار کی طرف چل پڑا۔ قدموں کی آوازیں سناٹے میں گونج رہی تھیں اور مجھے یہ آوازیں عجیب لگ رہی تھیں۔ پھر میں غار کے دہانے پر پہنچا ہی تھا کہ اندر سے کوئی آواز ابھری۔ اور میں ٹھٹھک گیا۔ دوسرے لمحے غار سے ایک عجیب الخلقت آدمی نکل آیا۔ اس کا قد چار فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ لیکن بدن کا پھیلاؤ بہت کافی تھا۔ رنگ کوئلے کی مانند سیاہ تھا اور آنکھیں سرخ

اور ڈراؤنی۔ اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ غالباً" پتلون ہی تھی جو بدن پر جھول رہی تھی اور اوپری بدن پر اس نے اونی کمبل کا سا کوئی لباس پہنا ہوا تھا۔ سب سے تعجب خیز چیز جو اس کے ہاتھ میں تھی' پتھر کا بنا ہوا ایک ہتھیار تھا۔ ایک نوک دار ہتھیار' جیسا کہ انتہائی قدیم دور میں غاروں میں رہنے والے اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور دوسرے لمحے وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا لیکن بات یہیں ختم نہ ہوئی۔ چند ساعت کے بعد اس کے ساتھ ایک ویسا ہی سیاہ فام نکل آیا لیکن اس کے لباس اور جسم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ عورت ہے لیکن اس کا پھیلاؤ بھی ویسا ہی خطرناک تھا جیسا پہلے وحشی کا تھا۔ دونوں کے چہروں سے وحشت کا اظہار ہوتا تھا۔ دوسرے لمحے ان دونوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لیے اور ایک بھیانک آواز کے ساتھ وہ دونوں نوکدار ہتھیار لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

بچاؤ کی کوشش تو ایک فطری امر ہے۔ میں ان دونوں ہتھیاروں کے وار سے بچا اور ان کے ہتھیار آپس میں ٹکرا گئے۔ چنگاریاں سی نکلیں اور عورت کے ہاتھ سے اس کا ہتھیار چھوٹ گیا۔ لیکن مرد انتہائی مضبوط تھا۔ اس نے ہتھیار سنبھال لیا اور پھر اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ اتنی موٹی جسامت کے ساتھ یہ چھلانگ اتنی خوفناک تھی۔

میں نے بڑی مشکل سے خود کو بچایا تھا اور پتھر کا وہ ہتھیار ایک چٹان پر پڑا۔ چٹان کا بہت سا حصہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس سے مرد کی خوفناک قوت کا اظہار ہوتا تھا۔ اس اثناء میں عورت بھی اپنا ہتھیار سنبھال چکی تھی۔ وحشی جس قدر خوفناک نظر آ رہے تھے' اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ چند ہی ساعت کے بعد میری ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے۔

زندگی اور موت کی یہ جنگ بے حد بھیانک تھی۔ ان لوگوں کے وجود کے بارے میں سوچنے میں وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سب سے پہلے ان سے بچاؤ بہت ضروری تھا۔ وہ اچھل اچھل کر میرے اوپر حملہ کر رہے تھے اور میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ پھرتی کا اظہار کر رہا تھا لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ اگر میں نے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا تو وہ آسانی سے میرے اوپر قابو پالیں گے۔ ابھی تک میں صرف مدافعت کر رہا تھا۔ مجھے خود کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ لیکن پیچھے پیچھے ہٹتے اچانک میری نگاہ چند پتھروں پر پڑی۔

سیاہ پتھروں میں ایک پتھر میرا ہتھیار بن گیا۔ میں ان سے دوسری طرف ہٹ گیا تاکہ وحشی میری حرکت کو سمجھ نہ پائیں اور وہ اسی طرف دوڑے لیکن میں نے انہیں لمبا چکر دیا اور جھکائی دے کر اچانک پتھروں کی طرف دوڑا۔ وہ بدستور میرے پیچھے تھے۔

لیکن مجھے موقع مل گیا تھا۔ میں پھرتی سے جھکا اور ایک پتھر اٹھا لیا اور پھر وہ پتھر برق رفتاری سے میرے ہاتھ سے نکلا اور عورت کے شانے پر پڑا۔ عورت کے حلق سے کسی ریچھنی کی طرح چنگھاڑ نکلی

اور مرد رک گیا۔ عورت کے ہاتھ سے اس کا ہتھیار نکل گیا اور وہ اپنا شانہ پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اب وہ کراہ رہی تھی۔

مرد کا جوش و خروش ختم ہوگیا۔ اب وہ گومگو کے عالم میں تھا لیکن میری طرف سے غافل بھی نہیں تھا۔ جونہی میں نے دوسرا پتھر اٹھایا' اس نے عورت کے قریب سے چھلانگ لگادی۔

میرا نشانہ خالی گیا تھا اور پھر مرد نے اپنا ہتھیار پوری قوت سے مجھ پر کھینچ مارا۔ میں بھی اس کے وار سے بچ گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس ہتھیار پر قبضہ کرلیا۔ تقریباً" پندرہ بیس سیر وزنی پتھر سے بنا ہوا تھا۔

مرد اب مجھے غور سے دیکھ رہا تھا اور پھر شاید اس کی سمجھ میں کچھ آگیا۔ اس نے عورت کا گرا ہوا ہتھیار اٹھالیا تھا۔

دوسری طرف میں بھی اس کے مقابل آنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میرا ذہن کسی خوف کے جذبے سے خالی تھا۔ بس ایک عجیب سا تاثر ذہن میں تھا۔ ہاں میں ایک جنگ کے لیے تیار تھا۔

مرد نے اپنا ہتھیار سنبھال لیا اور پینترے بدلنے لگا۔ میری نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی۔ دفعتاً" وہ اور اس نے ہاتھ گھمادیا۔ میں نے اسے جھکائی دی اور خود بھی اس پر حملہ کردیا۔

پتھروں کے دور کی یہ تصویر جدید طریقہ جنگ سے ناواقف تھی اس لیے میری موگری اس کی گئی اور اس کے حلق سے ایک دھاڑ نکلی۔ لیکن اب وہ زخمی گینڈا بن گیا تھا اس نے بل کھا کر ایک بھرپور وار کیا لیکن مجھے اس کا وار خالی دینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور اس بار میرا وار بے حد کاری تھا۔ میری موگری اس کی گردن پر پڑی تھی اور وہ دور تک دوڑا چلا گیا۔ پھر نیچے گر پڑا۔ اس کا ہتھیار بھی اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جاگرا تھا۔

میرا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ اس بار مجھے جتنی محنت کرنی پڑی تھی' شاید میں نے کبھی نہیں کی تھی بڑی خوفناک جنگ تھی۔

لیکن اب اس جنگ کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ عورت کے شانے کی ضرب بھی شدید تھی اور وہ شاید بے ہوش ہوچکی تھی۔ میں نے پہلے مرد کے قریب جاکر دیکھا پھر عورت کو۔ دونوں بے ہوش تھے۔ ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آیا کہ ان دونوں کو انہی کے ہتھیاروں سے ہلاک کردوں۔ ان کے سر کچل دوں لیکن دوسری بار میں خود کو اس تجربے کے قابل نہیں پاتا تھا۔

لیکن پھر میں نے اپنا خیال بدل دیا۔ بہرحال وہ انسان ہیں اور اپنی انا کی تسکین کے لیے دو انسانوں کو قتل کرنا کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے ان پر قابو پالیا تھا اور اب تھوڑی دیر کے لیے میرے لیے خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں یہاں سے نکل جاتا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ لوگ مجھ

کرنے کی کوشش کرتے اور مجھ تک پہنچ جاتے لیکن اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا' دیکھا جاتا۔

میں نے ان پر آخری نگاہ ڈالی اور وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ ہیں کون اور آخر اس غار میں اور ان ویران پہاڑیوں میں کیا کررہے تھے۔ دفعتاً" میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

اگر وہ اسی غار میں رہتے ہیں تو بھوک کے پیاسے تو زندہ نہ رہتے ہوں گے۔ یہ خیال میرے لیے بڑا دل خوش کن تھا۔ بھوک بہت زور کی لگ رہی تھی۔ چنانچہ اگر اسی سلسلے میں کوشش کرلی جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ میں واپس اس غار کی جانب چل پڑا۔ جہاں سے یہ دونوں نکلے تھے لیکن غار کے دہانے پر پہنچ کر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔

ممکن ہے ان جیسے کچھ اور دوسرے بھی غار میں موجود ہوں۔ خطرہ مول لیا جائے یا نہیں؟ لیکن بھوک پیاس سے بچنے کا ایک ذریعہ نظر آیا تھا تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھاتا۔ اگر کچھ اور لوگ بھی اندر ہوتے تو دیکھا جائے گا۔ زندگی اور موت کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے غار کے دہانے پر پہنچ کر حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکالیں۔ مقصد یہی تھا کہ اگر اندر کوئی ہو تو باہر نکل آئے۔

لیکن خاصی دیر گزر گئی اور کوئی باہر نہ آیا۔ تب میں غار کے دہانے سے اندر داخل ہوگیا۔

غار اندر سے کافی کشادہ تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جو کچھ میں نے سوچا تھا' وہ اندر موجود تھا۔ غار کے اندر کچھ پھل اور گوشت کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ ساری چیزیں زمین پر اس انداز میں پڑی ہوئی تھیں جیسے کسی جانور کی گپھا میں ہوں لیکن بہرصورت غذا تھی۔ وہ غذا جو اس وقت میرے لیے بڑی حیثیت رکھتی تھی۔

اندر ایک بڑے برتن میں پانی بھی رکھا ہوا تھا۔ گویا ان کی زندگی کے لیے یہاں سامان فراہم تھا۔ اب اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ انہیں ترلوکا نے پالا ہوگا۔ لیکن یہ انسان نما جانور اس کے ہاتھ کہاں سے لگے اور کس طرح اس نے انہیں حاصل کیا۔ بہرحال یہ ساری چیزیں بعد میں سوچنے کی تھیں۔

گوشت کے ٹکڑے کچے تھے جو میں نہیں کھا سکتا تھا۔ البتہ پھل میں نے اٹھالیے۔ یہ پھل بالکل تازہ نہیں تھے۔ دو تین دن پرانے معلوم ہوتے تھے لیکن اس قابل تھے کہ انہیں کھایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے انہیں اٹھاکر کپڑوں سے صاف کیا اور کھانے لگا۔

پھل کھانے کے بعد میں نے پانی پیا۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں میرا ذہن قبول نہیں کررہا تھا لیکن بھوک بہت بری چیز ہوتی ہے۔ میں نے پانی پینے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا۔ بہرصورت کسی بھی انداز میں سہی' لیکن اس نے میری زندگی کا ایک سامان فراہم کیا تھا۔

ان دونوں چیزوں سے فارغ ہوکر میں نے چند ساعت سوچا اور تیزی سے غار سے باہر نکل آیا اور پھر

غار سے دور پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن دفعتاً مجھے ایک عجیب سی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی۔ بڑی عجیب سی آواز تھی اور اس کے بعد ایک آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔ میرے قدم رک گئے تھے۔ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔

"ترلوکا بول رہا ہوں راجہ نواز اصغر" اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ یہ آوازیں چاروں طرف سے آ رہی تھیں اور ان کی گونج بے حد پراسرار تھی۔ میں رک گیا۔ "کیا حال ہے تمہارا؟"

"خوش ہوں ترلوکا"

"تم نے ان دونوں وحشیوں کو ہلاک کر دیا؟"

"نہیں۔ وہ صرف زخمی ہیں"۔

"قابل تحسین بات ہے۔ تم واقعی عجیب چیز ہو لیکن ضدی اور ناعاقبت اندیش' وقت سے فائدہ نہ اٹھانے والے"۔

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے"۔

"میں اب بھی تمہاری طرف سے ناامید نہیں ہوں"۔

"ناامیدی بری بات ہے"۔

"کیا تم اب بھی اپنے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کرو گے؟"

"کیوں اب کیا خاص بات ہو گئی؟"

"گویا تم ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے"۔

"ترلوکا' تم جاہل معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری معلومات کچھ نہیں ہیں۔ اگر تمہیں معلومات ہوتیں تو تم ضرور سوچتے کہ فرعون اور نمرود تم سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ لیکن بالآخر وہ فنا ہو گئے"۔

"دیوانے' نہ میں فرعون ہوں اور نہ نمرود۔ میرے مشن میں تو ایک جذبہ پوشیدہ ہے"۔

"لیکن میں جذبے کو شیطانی قرار دیتا ہوں"۔

"کیا تمہارے ہمارے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے؟"

"ہے" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تم سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

"سامنے آؤ" میں نے کہا اور ترلوکا ہنسنے لگا۔

"تم اپنے بائیں سمت دیکھو' گردن گھماؤ" اس نے کہا اور میری گردن بے اختیار گھوم گئی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ترلوکا میری حرکات و سکنات پر بھی نگاہ رکھتا تھا۔ بہرحال بائیں سمت کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔

"وہ دھواں دیکھ رہے ہو' جو ایک پہاڑی کی چوٹی سے اٹھ رہا ہے؟"

"اوہ' ہاں"۔

"اس کے نزدیک آ جاؤ۔ میں وہاں موجود ہوں" ترلوکا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں"۔

"تو پھر آ جاؤ۔ باقی باتیں یہیں پہنچ کر ہوں گی" ترلوکا نے کہا اور کھڑکھڑاہٹیں پھر ابھریں اور پھر اس کی آواز بند ہو گئی۔ کوئی ایسا سسٹم جس پر وہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعے اپنی آواز نشر کر رہا ہے۔ یہ اسپیکر چٹانوں میں پوشیدہ ہوں گے۔ بدبخت نے نہ جانے خود کو کیا بنانے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال فاصلہ کافی تھا۔ لیکن اب میرے بدن میں توانائی تھی کیونکہ کھانے کو مل گیا تھا۔ چنانچہ مجھے یہاں تک پہنچنے میں دقت نہیں ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس ٹیلے پر پہنچ گیا جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

یہ دھواں زمین کے اندر کسی غار سے بلند ہو رہا تھا اور اس کے قرب و جوار کا حصہ کافی گرم تھا۔ مجھے وہ آتش فشاں یاد آ گئے جن کے بارے میں' میں نے پڑھا تھا اور پھر ترلوکا ایک چٹان کے پیچھے سے نکل آیا۔

وہی انداز۔ اس کا بدن برہنہ تھا۔ چوٹی جھول رہی تھی اور چہرے پر نرمی تھی۔ بڑے ہی کٹھور ہو نواز اصغر! تمہاری ایک ایک ادا مجھے پیاری ہے سوائے اس کے کہ تم بے پناہ ضدی ہو"۔

"اوہو۔ میرا خیال ہے تمہارے الفاظ میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے ترلوکا؟"

"ہرگز نہیں میرے دوست بات دراصل یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی"۔

"تم مجھے سمجھانا کیا چاہتے ہو ترلوکا؟" میں نے سوال کیا۔

"راجہ نواز اصغر میں جس جذبے کو اپنے دل میں رکھتا ہوں ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت سے تمہارے دل میں بھی اتنا ہی درد ہونا چاہیے بلکہ میری تو یہ طلب تھی کہ تم میری توقع سے زیادہ میرے معاون ثابت ہوتے لیکن تم نجانے تہذیب اور مذہب کی کون سی لکیروں کو پیٹ رہے ہو۔ بات میری بھی ٹھوس ہے۔ بس میں اس مذہب کو نہیں مانتا جسے رائج ہوئے زمانے ہو گئے اور وہ انسان کے ذہن میں کوئی نمایاں نقش نہ چھوڑ سکا"۔

"بات وہیں پہنچ جاتی ہے ترلوکا کہ مذاہب نے تو بہت ساری تعلیمات دی ہیں۔ اب کچھ لوگ انہیں مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے۔ کچھ ان سے پہلو تہی کرتے ہیں' کچھ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ جو پیروی کرتے ہیں وہ اچھے انسان کہلاتے ہیں اور جو اس سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ بہرصورت دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے۔ ان حالات میں مذاہب تو برے نہ ہوئے اور مذاہب کو لانے والے بہرصورت عظیم تھے اور عظیم رہیں گے"۔

"خیر کچھ بھی ہو' میرا ایک دوسرا مشن بھی ہے۔ اگر تم صرف اسے نگاہ میں رکھ کر میرا ساتھ دو تو کوئی حرج ہے' میرا خیال ہے اس مشن کے سلسلے میں تم اتنے وہمی بھی نہ ہو گے"۔

"تم بدستور لکیر پیٹتے جا رہے ہو ترلوکا۔ ہاں میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں"۔

"ہاں ہاں میں یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے کوئی پیشکش کرو اور بالآخر میں تمہیں اپنا ہم نوا بنا لوں"۔

"میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں ترلوکا کہ اس سارے کارخانے کو ختم کر دو اور اپنے آپ کو اسی دنیا کا ایک انسان بناؤ!"

"اور میری تحریک کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فرسودہ' لچر' بے ہودہ" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ تم اعتراف کر چکے ہو"۔

"کس بات کا؟"

"یہی کہ اس طویل سفر میں تم نے بے شمار انسانوں کو میرا ہمنوا اور عقیدت مند پایا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ تحریک فنا ہو سکتی ہے؟"

"ہاں ترلوکا۔ تاریخ گواہ ہے بہت کچھ ہوا ہے لیکن کچھ باقی نہیں رہا ہے"۔

"لیکن میں باقی رہوں گا"۔

"نہیں ترلوکا تم بھی باقی نہیں رہو گے۔ تم نے اپنی ذات کی قوت سے یہ سب کچھ نہیں کیا ہے' پہاڑوں میں لاؤڈ اسپیکر پوشیدہ ہیں۔ تم نے جدید ترین بنیادوں پر طلسمی جال پھیلایا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے تم جن چیزوں کی افادیت کو خود تسلیم کرتے ہو' انہیں سے اجتناب بھی کرتے ہو"۔

"میں بتا چکا ہوں کہ زہر کو زہر سے مارا جاتا ہے"۔

"بہرحال مجھ سے اب اور کیا چاہتے ہو؟"

"فیصلہ کرنا چاہتا ہوں" ترلوکا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیسا فیصلہ؟"

"تم میرا ساتھ دو گے یا نہیں؟" اس نے کہا اور میں بغور ترلوکا کو دیکھنے لگا۔ اور اچانک میرے بدن میں سرسراہٹ ابھر آئیں۔ خیال میرے ذہن میں طوفان بن گیا تھا۔ میری آنکھوں سے آگ ابل پڑی تھی۔ اگر میں اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں تو۔۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔تو؟"

"ایک لمحے کے لیے میری حالت غیر ہو گئی۔ میں کانپ سا گیا۔ ترلوکا شاید مجھ پر غور کر رہا تھا۔ اس کے چہرے میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی۔

"کیا ہوا تمہیں' کیا بات ہے؟"

"تم۔ تم شاید مجھ پر اپنی ذہنی قوتیں آزما رہے ہو ترلوکا۔ تم اپنے ہپناٹزم کی قوت سے میرے ذہن کو متاثر کر رہے ہو۔ میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ میں بے پناہ نروس کا اظہار کر کے اپنے اس جوش اور اضطراب کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا جو ایک تصور سے میرے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا"۔

ترلوکا بے خیالی میں اس غار کے دہانے کے بالکل قریب کھڑا ہوا تھا اور جس سے دھوئیں کے غٹ

ے غٹ ابل رہے تھے۔ اگر میری ایک بھرپور کوشش اسے غار کے دہانے میں گرا دے تو۔۔۔۔۔۔تو اور اس نیال نے مجھے بے پناہ اضطراب کا شکار کر دیا تھا۔

"کیا محسوس کر رہے ہو نواز؟"

"لیکن میں' میں تم سے تعاون نہیں کروں گا"۔ میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اگر کوئی قوت تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنے کو ابھار رہی ہے نواز تو اس جذبے کو دبانے کی اشش مت کرو"۔

"لیکن ترلوکا! میں مذہب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا" میں نے کمزور آواز میں کہا۔ میں بدستور بے چینی کا اظہار کر رہا تھا اور اس طور جائزہ لے رہا تھا کہ میری پہلی ہی کوشش کیسے کارگر ہو سکتی ہے"۔

"نہ کرو ابھی۔ میں تمہیں ابھی اس جگہ نہیں لے جاؤں گا جہاں میں نے اپنے افکار کی تشکیل کی ہے لیکن آہستہ آہستہ تمہارا ذہن ان تمام چیزوں کا عادی ہو جائے گا۔ جو میرے افکار میں شامل ہیں اور اس نت اگر تمہارا ذہن اس طرف راغب ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں تمہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن سنو' تم صرف ان لوگوں کو ان کے مذہب سے بھٹکاؤ گے جو تمہارے ہم مذہب نہ ہوں۔ اتنی آسانی میں تمہیں فراہم کر سکتا ہوں۔ کم از کم اس سے میرے مشن کا ایک حصہ ہی پورا ہوتا ہے"۔

"کیا تم مجھے غور کرنے کا موقع دو گے ترلوکا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! یقیناً" وہ بولا "تمہاری بے پناہ صلاحیتیں میرے لیے اس قدر دلکش ہیں کہ میں اب تک تمہاری ہر قسم کی حرکتیں اور زیادتیاں برداشت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اپنے مقصد کے انسان کی تلاش میں بجائے اس کے کہ میں کہیں اور بھٹکوں' میں چاہتا ہوں کہ تم ہی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ اگر تم میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اتنی خوبصورت زندگی دوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"اور جو کچھ میں نے کیا' اس کا تصور ترلوکا بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اتنی بھرپور چھلانگ لگائی تھی کہ ترلوکا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ غالباً" ایک لمحہ کے لیے اسے احساس بھی نہ ہوا کہ میں کیوں اچھلا ہوں۔ لیکن میری دونوں ٹانگیں جب بھرپور قوت کے ساتھ اس کے گھٹنوں پر پڑیں تو وہ لڑکھڑا گیا۔ غالباً" اسے بھی اندازہ نہیں رہا تھا کہ غار کا دہانہ کتنی دور ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس انداز میں کھڑا ہوا تھا کہ اس کی جسمانی قوتیں اس وقت کارگر نہیں تھیں۔ ورنہ اگر وہ ذرا بھی جم کر کھڑا ہو جاتا تو شاید میری یہ فلائنگ کک اسے جنبش بھی نہ دے سکتی تھی۔ وہ اتنا ہی طاقتور آدمی تھا لیکن اول تو گھٹنوں کا جوڑ اور پھر ایسی قوت جسے میں صرف اپنی جسمانی قوت نہیں کہہ سکتا تھا' اس کے گھٹنوں سے ٹکرائی اور وہ لڑکھڑا گیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھلا اور دھواں اگلتے ہوئے غار میں جا پڑا۔ ترلوکا کی بھیانک چیخ کافی دور تک سنائی دی تھی اور غار کے اگلتے ہوئے دھوئیں میں ایک لمحے کے لیے ہلکا سا اضافہ ہوا اور میں نے اس دھوئیں میں زرد زرد شعلے بھی شامل دیکھے'

میرا پورا جسم مسرت اور خوشی سے لرزنے لگا تھا۔ میں خوشی سے کانپ رہا تھا۔ اس کی موت اسے یہاں لا[ئی] تھی اور بلاشبہ ہر فرعون کا اختتام موجود ہے۔ چند ساعت تو میں گومگو کے عالم میں کھڑا رہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی ترلوکا اپنی مخصوص مسکراہٹ اور نرم آواز کے ساتھ اس غار سے باہر آئے گا لیکن آتش فشاں کا دہانہ تھا جس کی تپش دور دور تک محسوس کی جا سکتی تھی۔ میں چند قدم آگے بڑھا اور میں نے دہانے میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن دھوئیں کے مرغولے میرے حلق اور ناک میں گھس گئے اور میں یکدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اب مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس غار میں گرنے کے بعد زندگی کا تصور صرف ایک احمقانہ خیال ہے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جوش مسرت سے ان وادیوں میں قہقہے لگاتا پھروں لیکن میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ آیا۔ کہیں میری دیوانگی مجھے بھی ترلوکا کے پیچھے اس غار میں نہ لے جائے۔ میرے حواس قابو میں نہیں تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ زور زور سے قہقہے لگاؤں۔ پھر میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ میرے معبود! میرے معبود! میں سجدے میں گر پڑا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہتے رہے۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں سجدے میں پڑا رہا۔

میرے ذہن و دل کو جس سکون کا احساس ہو رہا تھا میں بیان نہیں کر سکتا۔ دریائے جہلم کی لہروں کا شور میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ سرسوں کے کھیتوں سے سرسوں کی خوشبو میرے ذہن کے گوشے گوشے میں سرایت کر رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میری ماں نے مجھے معاف کر دیا ہو۔

اور گھنٹوں اسی طرح گزر گئے۔ مجھے تعجب تھا کہ مجھے شادی مرگ کیوں نہیں ہو گیا۔ میں اسی طرح سجدے کے عالم میں کیوں نہ مر گیا۔ میں مر جانا چاہتا تھا تاکہ دنیا میں جا کر اور گناہ نہ کروں۔ میرے معبود! میرے معبود! پھر دل کو ڈھارس ہوئی۔ ایک آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی اور یہ آواز' یہ آواز مہا ڈالسنگ کی تھی۔ یہ آواز میری بیوی زیب النساء کی تھی جو یقیناً" نمازیں پڑھ کر میری کامیابی کی دعائیں مانگ رہی ہوگی۔

ہاں مجھے مرنا نہیں چاہیے' میری بیوی میری منتظر ہے۔ میں اس سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔ میں ایک شریف انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔ ایک ایسی زندگی جس میں میرا گھر ہو گا' میری بیوی ہوگی' میرے بچے ہوں گے۔

ترلوکا فنا ہو چکا ہے اور میں نے اس گھناؤنے انسان کو ختم کر دیا ہے جس سے پوری انسانیت کو خطرہ تھا۔

لیکن اب میرے احساسات جاگے۔ ترلوکا کی گمشدگی کو محسوس کر لیا جائے گا اور کہیں اس کے پیروؤں کو اس کی موت کا علم نہ ہو جائے۔ اس لیے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

لیکن ان پہاڑیوں کے درمیان سے نکلنے کا راستہ' قدرت میری راہنمائی کر رہی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے میرا خدا مجھ سے خوش تھا۔ فوراً" ہی میرے ذہن میں اس چٹان کا خیال آیا جس کے عقب سے زدا ... ل کر آیا تھا۔

اور میں دہانے کا لمبا چکر کاٹ کر اس چٹان کے پیچھے پہنچ گیا۔ زمین میں ایک سوراخ تھا۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو چند سیڑھیاں نظر آئیں اور میں سوراخ میں اتر گیا۔ سیڑھیوں نے مجھے ایک سرنگ میں پہنچا دیا اور میں اس تاریک غار میں چلتا ہوا بالآخر ایک کشادہ غار میں پہنچ گیا۔

غار حسب معمول عمدہ چیزوں سے سجا ہوا تھا۔ وہیں ایک طرف ایک بڑی مشین رکھی ہوئی تھی۔

یہ کوئی بڑا نشری نظام تھا اور یقیناً" یہیں سے ترلوکا اپنی آواز نشر کرتا ہو گا۔ میں اس مشین کے سامنے پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے بٹن آزمانے شروع کر دیے۔ مشین میں کئی چرخیاں گھومنے لگیں اور پھر بہت سی ملی جلی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اس کا مطلب تھا کہ یہ ٹرانسمٹر بھی ہے جو اپنی آواز نشر کرنے کے علاوہ دوسری طرف کی آوازیں سننے کے کام بھی آتا ہے۔ لیکن اس سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' میں نے مشین بند کر دی اور پورے غار کا جائزہ لینے لگا۔

بے شمار چیزیں تھیں لیکن سب کی سب الٹی سیدھی۔ میرے لیے بے مقصد اور بے کار۔ البتہ میں نے ایک سیاہ لبادے کو دلچسپی سے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پیلی پٹی رکھی ہوئی تھی جس میں درمیان میں ایک ہیرا جگمگا رہا تھا۔

مجھے جینگو یاد آ گیا اور اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب بھی آئی۔ میں نے وہ سیاہ لبادہ پہن لیا۔ پیلی پٹی اپنے ماتھے پر باندھی اور پھر اس مشین کے پاس جا بیٹھا۔ پھر دھڑکتے دل سے میں نے مشین کے چند بٹن آن کیے اور ترلوکا کی آواز کو ذہن میں رکھ کر اس کے بولنے کے انداز کو پوری طرح قابو میں رکھ کر بولا۔

"ترلوکا کے ہمنواؤ! میری آواز سنو۔ ہمارے درمیان ایک خوشخبری آئی ہے۔ میرا نائب جینگو موت کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس کی جگہ پر ہو گئی ہے۔ راجہ نواز اصغر میرا نیا جانشین ہے اس کی عزت کرو اور اس کی ہدایات پر عمل کرو۔ خبردار اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔ وہ میرے مشن کی تکمیل کرے گا۔ میں اسے تمہارے درمیان بھیج رہا ہوں اور اس کے احکامات کی تعمیل تم پر فرض ہے' کیا تم سمجھ رہے ہو؟؟"

"عظیم ترلوکا' مقدس ترلوکا" لاتعداد آوازیں ابھریں اور میں نے بٹن بند کر دیے۔ میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا' میری ذہانت پر مبنی نہیں تھا۔ ایک غیبی قوت میری قدم قدم پر رہنمائی کر رہی تھی۔

تب میں غار کے دوسرے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اور یہ ایک طویل سرنگ تھی۔ بے حد طویل لیکن اس کا اختتام بھی ترلوکا کی رہائش گاہ پر ہوا تھا۔ یہاں ترلوکا کے تین چار خادم موجود تھے اور یہ لوگ "ہا ہا کا ہا" انہی میں سے تھے جو میری آواز سن چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ مودب ہو گئے۔

"راجہ نواز اصغر!" ان میں سے ایک اٹھ کر آدھا جھک گیا اور میں نے اس کی جانب دیکھا۔ میرا یہ
ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کافی تھا اور بہر صورت کسی کی جرات نہیں تھی کہ مجھ سے ترلوکا کے
بارے میں معلوم کرے کیونکہ ترلوکا کے اپنے بھی کچھ مشاغل ہوں گے کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں
نہیں جانتے ہوں گے۔

"میں ترلوکا کے عظیم مشن پر جانے کی تیاریاں کرنا چاہتا ہوں۔ متعلقہ لوگوں کو میرے پاس بھیج دو"
میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ایک چوڑی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ ان میں سے دو آدمی باہر نکل گئے تھے
میں نے کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کرلیں اور اس وقت تک خاموش بیٹھا رہا جب تک کہ تین افراد ان
آدمیوں کے ساتھ میرے پاس نہ پہنچ گئے۔

ان میں ایک دراز قد تھا اور باقی دو اس کی نسبت خاصے پستہ قد تھے۔ دراز قامت شخص میرے
سامنے جھکا اور اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

"میرا نام لائڈ ہے مسٹر نواز! کیا حکم ہے؟"

"عظیم ترلوکا کے مشن کے لیے ہمیں پہلے یہاں سے نیویارک اور اس کے بعد گرین لینڈ روانہ ہونا
ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں فوری طور پر گرین لینڈ روانہ ہو جاؤں"۔

"بہت بہتر۔ تو سب سے پہلے آپ کے نیویارک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے" لائڈ نے سوال کیا

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تیاریاں فوراً" ہو جائیں تاکہ میں اپنے کام میں دیر نہ کروں" میں نے
کہا۔

"بہت بہتر جناب! آپ یہاں آرام کریں گے یا کسی اور رہائش گاہ پر؟"

"نہیں۔ مقدس ترلوکا نے مجھے یہیں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے"۔

"آپ کے ساتھ کتنے افراد جائیں گے مسٹر نواز؟"

"فی الوقت مجھے صرف آٹھ افراد کی ضرورت ہے' گرین لینڈ میں ہمارے شعبے کام کر رہے ہیں"
میں نے جواب دیا اور لائڈ نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے کہا "ان آٹھ آدمیوں کا انتخاب کرلیا جائے گا لائڈ
تم ان کے لیے فکر مند نہ ہو بلکہ اپنا کام کر کے جلد از جلد مجھے اطلاع دو"۔

"بہت بہتر جناب" لائڈ نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔

"ہمارے لیے کیا حکم ہے جناب؟" اندر موجود لوگوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"تم ترلوکا کے کسی نئے حکم کا انتظار کرو۔ مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں فی الحال دوسروں سے رابطہ
قائم نہ کروں"۔

"بہت بہتر" جواب ملا اور میں اس رہائش گاہ میں تنہا رہ گیا۔ وہی عجیب آوازیں میرے کانوں
گونج رہی تھیں۔ ایک خوشگوار مستقبل کی خوشبوؤں میں بسی ہوئی ہوائیں میرے ذہن و دل کو معطر کر

اس کے علاوہ میں آئندہ پروگرام پر بھی غور کر رہا تھا۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ ترلوکا کے اس
ٹھکانے کی نشاندہی ضروری تھی۔

لائڈ نے تیاریاں مکمل ہونے کی اطلاع تقریباً" تین گھنٹے کے بعد دی تھی۔ ان تین گھنٹوں میں کوئی
قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ بہرحال لائڈ میرے پاس پہنچ گیا اور میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تیاریاں مکمل ہوگئی ہیں جناب!"

"ہمیں کس طرح سفر کرنا ہے؟"

"یہاں سے کار کے ذریعے بروٹینا جائیں گے۔ بروٹینا کے ہیلی پورٹ کو آمد کی اطلاع دے دی گئی
ہے۔ وہیں ہیلی کاپٹر تیار ملے گا جو ہمیں الپاسو پہنچادے گا اور پھر الپاسو سے براہ راست ہوائی سروس سے نیو
یارک"

"نیویارک میں قیام کا بندوبست؟"

"بے شمار لوگ ہیں جناب لیکن ہم فورٹ ہل میں قیام کریں گے۔ وہی ہماری سب سے بڑی قیام
گاہ ہے"۔

اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔

ساتھ لے جانے والوں میں' میں نے لائڈ کا انتخاب بھی کیا تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی
تھی۔

تین لینڈ روورز ہمیں لے کر بروٹینا چل پڑی تھیں۔ کیلی لاس کے علاقے سے بروٹینا کا سفر تقریباً"
سات گھنٹے کا تھا۔ اس میں زیادہ تر علاقہ ایسا تھا جو عام گزرگاہ نہیں تھی۔ لیکن میرا کام یہ بھی تھا کہ میں ان
راستوں کی پوری پوری تفصیل ذہن میں رکھوں۔ اسی تفصیل کے تحت مجھے ایک نقشہ ترتیب دینا تھا۔

بہرصورت سات گھنٹے کا یہ طویل سفر خاصا بے آرام کن ثابت ہوا۔ کافی دیر کے بعد ہم پکی سڑک پر
آگئے اور اس سڑک کی نشاندہی بھی میں نے اپنے ذہن میں کرلی تھی اور اس کے بعد بروٹینا کا سفر۔

وہ لوگ میری بے حد عزت کر رہے تھے۔ خاص طور سے لائڈ میرا بے حد ممنون تھا کیونکہ وہ ایک
طویل عرصے سے کیلی لاس سے نہیں نکلا تھا اور یہاں کے ماحول سے بری طرح بور ہو چکا تھا۔ راستے میں اس
نے مجھ سے بے پناہ باتیں کیں جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ میرے بارے میں کافی کچھ جانتے ہیں۔

"بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جناب جنہیں یہ عرفان حاصل ہو جائے۔ آپ ترلوکا کے مخالف کی
حیثیت سے یہاں آئے تھے لیکن ترلوکا کی کیا بات ہے' اس کی آنکھوں کی کشش اس کی ایک آواز پہاڑوں
کے سینے میں سوراخ کر دیتی ہے اور ان کے دل بھی پانی بن جاتے ہیں۔ انسانیت کا اس سے بڑا ہمدرد روئے
زمین پر اور کوئی بھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ میں تو اس پر اندھا عقیدہ رکھتا ہوں۔ آپ یقین کریں جناب میں

ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں لیکن ترلوکا کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور آج بھی اگر میں اپنے عزیزوں سے ملنے کی کوشش کروں تو وہ لوگ مجھے کتے کی طرح دھتکار دیں گے لیکن وہ اس ... کی عظمت سے ناواقف ہیں" لائڈ راستے بھر بکواس کرتا رہا لیکن میں نے اس کی بکواس کا کوئی جواب نہ دیا تھا یہاں تک کہ بروٹینا پہنچ گئے۔

بروٹینا ایک حسین قصبہ تھا۔ جس کی آبادی نمک کی تجارت کرتی تھی۔ سالٹ لیک سے یہاں نمک آتا تھا۔ اور یہاں سے پورے امریکہ میں سپلائی ہوتا تھا۔ ایک مخصوص طور سے حسین مکانات پر مشتمل قصبہ بہت خوبصورت تھا لیکن ہمیں یہاں ذرا سی دیر رکنے کا موقع ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بڑا ہیلی کاپٹر آ... جس سے ہمیں الپاسو تک کا سفر کرنا تھا۔

ہیلی کاپٹر کا سفر بھی قابل ذکر نہیں تھا۔ الپاسو کے ہوائی مستقر سے ایک دیوہیکل طیارہ ہمیں لے کر نیویارک چل پڑا۔ میرے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ میرا مشن پورا ہو چکا تھا اور اب—— اب——— اب——— اس سے آگے سوچتے ہوئے دل کی دھڑکن رکتی تھی۔ ساری عمر کی بے ... سے نجات مل گئی تھی۔

بالآخر خوابوں کا شہر نیویارک آگیا۔ ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے بے شمار لوگ موجود تھے ہمیں گاڑیوں کے ذریعے فورٹ ہل پہنچایا گیا اور یہی میری قیام گاہ تھی۔ پہاڑیوں کی بلندی پر بنی ہوئی ایک حسین عمارت۔

لائیڈ نے قیام کرنے کے چھ گھنٹے بعد مجھ سے پوچھا۔ "آپ پہلا درس کب دیں گے نواز صاحب"

"میں اس کے لیے تیاریاں کروں گا۔ چند روز تک میری آمد کو خفیہ رکھا جائے"۔

"جو لوگ آپ کی حیثیت سے واقف ہو چکے ہیں' ان کی خواہش ہے کہ آپ کو دیکھیں' آپ سے کچھ سنیں"۔

"اس کے لیے انتظار کرنا ہو گا"۔

"تب میں ایک اجازت چاہتا ہوں"۔

"ہاں کہو"۔

"یہاں پر میرے عزیز دوست ہیں۔ اگر اجازت ہو تو دو ایک دن' ان کے ساتھ گزار لوں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسروں کو ہدایت کر دینا کہ جب تک میں ان کو طلب نہ کروں ... پریشان نہ کریں"۔

"بہتر ہے۔ میں ہدایت کر دوں گا" لائڈ نے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ میرے ذہن میں ... اپنی سوچ کی اس تبدیلی پر میں خود حیران تھا۔ میں نے ساری زندگی عورتوں کو ایک مخصوص حیثیت ... حالانکہ ایک سے ایک مظلوم عورت میرے سامنے آئی تھی۔ ایسے ایسے واقعات سے پُر کہ کوئی بھی ...

نظرانداز نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے آنکھوں پر پتھر رکھ لیے تھے اور انتہائی بے دردی سے انہیں ... راز کر دیا تھا۔

میریا ڈالسنگ جو اب زیب بن چکی تھی' اور مذہبی نقطہ نگاہ سے میری بیوی تھی۔ عام عورتوں ... نہیں تھی۔ میں اس سے جسمانی رشتہ بھی قائم کر چکا تھا۔ خواہ بیوی کی حیثیت سے سہی لیکن ... ذہن میں جو مقام اس نے حاصل کیا تھا' وہ آج تک کسی عورت نے نہیں کیا تھا۔ لائیڈ کے چلے جانے ... بعد وہ اچانک میرے ذہن میں ابھر آئی۔ وہ نیویارک میں تھی۔ نجانے کس حال میں ہوگی۔ اور نجانے ... لیے کیا سوچتی ہوگی۔ باقی رہا اس کے ذہن کا مسئلہ تو بے چاری لڑکی میری وجہ سے الجھنوں کا شکار ہوئی ... نہیں لیکن بہرصورت کچھ بھی ہو' میرے دل میں اس کے لیے محبت تھی اور اب جبکہ میں نیویارک ... تھا تو میرا دل اس کے لیے دھڑک رہا تھا۔ میں اسے یاد کر رہا تھا۔ یہ ایسی تبدیلی تھی جس پر جتنا بھی حیران ... لیکن میری ذات میں تو بے شمار تبدیلیاں آچکی تھیں۔ میں تو اپنی فطرت ہی بدل چکا تھا اور اس بدلی فطرت پر بہرحال مجھے مسرت تھی۔ میں میریا ڈالسنگ کو دل سے چاہنے لگا تھا۔ اور یہ چاہت اس وقت زیادہ بڑھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی جبکہ میں میریا ڈالسنگ کے شہر میں تھا۔ میں جلد از جلد اس سے ملنا چاہتا تھا۔ اپنی فطرت کی یہ تبدیلی خود میرے لیے حیران کن تھی۔

یوں لگتا ہے کہ میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں اور اس نئی زندگی سے مجھے جو مسرت ملی تھی جو خواب ملے ... میں بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن فی الحال جذباتی ہونا مناسب نہیں تھا۔ ابھی تو بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ فرصت ملتے ہی ... سے پہلے میں نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کھول لی۔ ڈائرکٹری میں مجھے اہم لوگوں کے نمبر تلاش کرنے تھے اور ... کے لیے بھی میں نے ذہانت سے کچھ فیصلے کیے تھے۔ میں اگر چاہتا تو انتظامیہ کے بڑے بڑے لوگوں سے ... قائم کر سکتا تھا لیکن میں نے محکمہ پولیس کے ایک ایسے افسر کا انتخاب کیا جو بہت بڑے عہدے کا مالک ... تھا۔ اس کا نام جین پاؤل تھا۔

"مسٹر پاؤل سے بات کرنا چاہتا ہوں" ٹیلی فون پر ایک بھاری آواز سن کر میں نے کہا۔

"میں پاؤل ہی بول رہا ہوں"۔

"میرا تعلق ایشیا کے ایک ملک سے ہے مسٹر پاؤل اور میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"فرمایئے میں کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"کیا امریکی حکومت میں ایسی لچک موجود ہے کہ کوئی شخص غیر قانونی طور پر پہاڑیوں میں اپنی ... قائم کرے؟ سائنسی ذرائع سے کام لے کر اسے آراستہ کرے اور ساری دنیا کے لوگوں کو وہاں جمع کر ... منشیات کا عادی بنائے اور اپنی تعلیمات کا پرچار کرے"۔

"ہرگز نہیں جناب۔ قانون امریکہ میں ایسی کوئی لچک نہیں"۔

"کیا امریکی حکام بداعمالیوں کا شکار ہیں؟" کیا وہ کسی ایسے شخص کو نظرانداز کر سکتے ہیں؟"
"براہ کرم آپ وضاحت کریں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"
"ایک ایسا شخص کیلی لاس کی پہاڑیوں میں اپنی جنت قائم کیے ہوئے ہے۔ بے شمار لوگ اس کے زیر اثر ہیں۔ وہ ہپناٹسٹ ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں پر قابو پا کر ان کو اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس نے زیر زمین غاروں میں ایسی ایسی چیزیں بنا رکھی ہیں جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر پاؤل میں نہیں جانتا کہ امریکی حکام کی نگاہ میں اس شخصیت کی کیا حیثیت ہے۔ لیکن بہرحال اگر قانون میں کوئی لچک نہیں ہے تو کوئی بھی شخص ہو اسے کسی بھی قیمت پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"
"یقیناً" "یقیناً" ------" پاؤل نے جواب دیا۔
"تو میں ایک ایسے ہی شخص کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس کے ہرکارے تقریباً" ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ حکومت امریکہ منشیات کو تباہ کرنے میں کروڑوں ڈالر خرچ کرتی لیکن اگر اس کا منبع خود اس کے ملک میں ہو تو کیا وہ اسے ختم کرنا پسند نہیں کرے گا؟"
"بلاشبہ' بلاشبہ" پاؤل کی آواز لرز رہی تھی۔
"مسٹر پاؤل! کیا آپ نے ترلوکا نامی کسی شخص کا نام سنا ہے؟"
"اوہ ------ ہاں! ہری کرشنا تحریک کا بانی ترلوکا ------" پاؤل نے سوال کیا۔
"ہاں میں اسی کی بات کر رہا ہوں"۔
"اوہ کیلی لاس کی پہاڑیوں میں تو وہی شخص ہے اور اس نے چند آوارہ گردوں کو اپنے گرد جمع کر ہے بلاشبہ یہاں منشیات استعمال کی جاتی ہیں لیکن کئی بار یہاں چھاپے مار کر منشیات برآمد بھی کی گئی لیکن آپ نے جو کچھ کہا ہے' وہ تعجب خیز ہے۔ ہم آوارہ گردوں کو جیل میں بھر دیتے ہیں۔ وہ بے ضرر باز ہوتے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی جرم نہیں ہوتا"۔
"کیا آپ یہ سب ختم کرنے کے خواہشمند ہیں؟"
"اگر اتنے بڑے پیمانے پر وہاں کوئی کوشش کی جا رہی ہے تو میرا خیال ہے امریکی حکام اس توجہ دینا پسند کریں گے"۔
"کیا آپ کے وسائل ان اختیارات کو حاصل کر سکتے ہیں؟"
"ٹھوس بنیادوں پر اطلاعات فراہم کی جائیں تو ایک کانسٹیبل بھی اس سلسلہ میں پورے اختیار رکھتا ہے"۔
"تو پھر آپ کوشش کریں"۔
"آپ مجھے شادی مرگ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں مسٹر! میری آپ سے کیا دشمنی ہے؟"
"فورٹ ہل نامی عمارت میں چند افراد موجود ہیں۔ آپ اپنے اختیارات سے کام لے کر ان

گرفتار کر لیں۔ میں بھی ان میں شامل ہوں' میں آپ کو سارے نقشے فراہم کر دوں گا۔ اور کیلی لاس تک آپ کی رہنمائی کروں گا"۔
"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"
"راجہ نواز اصغر!"
"براہ کرم ایک بار پھر بتا دیں۔ یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے؟"
"کوشش کر لیں۔ میرا خیال ہے آپ کو اس عمارت پر چھاپہ مارنے کے بعد ہی پتہ چل جائے گا"۔
"تو آج رات کو نو بجے" پاؤل نے کہا۔
"میں انتظار کروں گا" میں نے فون بند کر دیا۔
"اور ٹھیک نو بجے رات پولیس نے عمارت پر ریڈ کیا۔ پاؤل ایک پر رعب افسر تھا لیکن اس وقت اس کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ اس نے عمارت میں موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا اور ایک ایک سے پوچھتا پھر رہا تھا کہ کیا وہ نواز اصغر ہے؟"
"میری شکل دیکھ کر وہ اچھل پڑا۔ "تم ایشیائی باشندے ہو؟" اس نے کہا۔
"ہاں میرا نام ہی نواز اصغر ہے" میں نے جواب دیا۔ پاؤل کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے عمارت میں موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر کے قیدیوں کی گاڑی میں سوار کر لیا اور مجھے اپنے ساتھ پولیس پاؤل کار میں لے کر چل پڑا۔
"خدا کے واسطے مجھے اب بھی بتا دو یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے"۔
"نہیں مسٹر پاؤل اگر یہ مذاق ہوتا تو میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کرتا"۔
"تب تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا اور تمہارے پاس اس سلسلہ میں کیا ثبوت ہے؟"
"میں آپ کو پوری تفصیل بتا دوں گا۔ لیکن چند شرائط پر!"
"کیا شرائط ہیں؟"
میں خود اس گروہ کے جال میں پھنس جانے والا ایک شخص ہوں۔ بے وطن ہوں اور امریکہ کی شہریت کا طالب ہوں۔ یہاں میری بیوی بھی ہے۔ میں اپنے اور اس کے لیے یہاں کی شہریت چاہتا ہوں"۔
"اگر تمہاری اطلاعات درست ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں امریکہ کی شہریت دلا دوں گا" پاؤل نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا تھا اور پھر اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر رات کو تین بجے تک ہم کافی پیتے رہے۔ اور میں اسے تفصیلات بتاتا رہا۔ پاؤل کی حالت قابل دید تھی۔
اور اس کی یہ کیفیت طویل عرصہ تک رہی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی پولیس فورس جدید ترین اسلحے سے لیس ہو کر کیلی لاس چل پڑی۔ میں ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور وہ سب کچھ یہاں دستیاب ہو گیا جس کی میں نے نشاندہی کی تھی سوائے ترلوکا کے اور وہ ملتا بھی کہاں؟

امریکہ کے اخبارات کے لیے ایک ہفتے تک سنسنی خیز سرخیاں مہیا ہوگئی تھیں۔ اور بلاشبہ مقامی حکام کی پوری توجہ حاصل ہوگئی تھی۔ ترلوکا کی تلاش ملک بھر کے چپے چپے میں ہو رہی تھی اور اس پیروؤں کو قید کرلیا گیا تھا۔ بہرحال یہ پولیس کا کام تھا۔ میرا کام ختم ہوگیا تھا اور میں سرکاری مہمان تھا۔ میرا بہترین دوست میرا ممنون تھا اسے جو شہرت اور ترقی ملی تھی' وہ اسے میرے طفیل سمجھتا تھا۔ چنانچہ امریکی شہریت دلانے اور زیبی کو تلاش کرنے میں اس کی بھرپور کوشش شامل تھی۔

لیکن ہم امریکی حکومت کے لیے بوجھ نہ بنے۔ میری محبوب شوہر پرست بیوی زیبی نے زندگی ایک مخصوص مقام تک لانے کے لیے بے شمار منصوبے پیش کیے۔ اس نے ایک اسٹورز میں پانچ سال تک ملازمت کی۔ میں نے بھی دن رات ایک کردیے اور میری ان کوششوں میں پاؤل میرا مددگار تھا۔ اس حکومت سے مجھے انعام دلوانے کی سفارش کی لیکن میں نے وہ انعام قبول نہیں کیا۔ البتہ نیویارک کے ایک چھوٹے سے علاقے میں ہم نے اس کی طرف سے ایک فلیٹ قبول کرلیا تھا اور پھر تقدیر نے ہمارا ساتھ دیا۔ ہم نے پس انداز کی ہوئی رقم سے قالینوں کی چھوٹی سی تجارت شروع کردی اور تجارت چل پڑی اور اب خدا کے فضل سے نیویارک کی اہم مارکیٹ میں ہماری فرم زیبی کارپٹ کے نام سے خوب چل پڑی ہے۔ ہمارا خوبصورت مکان ہے اور ہم سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

میری اس کہانی کے چھپنے کے تقریباً" ایک سال بعد کی بات ہے کہ ایک شام مجھے ایک ایسی خوشی ملی جو بیان سے باہر ہے۔ میری یہ مسرت سردار علی تھا جو اپنی بیوی اپنی سردار کے ساتھ میرے گھر پہنچ گیا۔ مجھ سے لپٹ کر اس قدر رویا کہ بے ہوش ہوگیا۔ اس نے شکایات کے دفتر کھول دیے اور میں نے بھی خوب پیار کیا۔ سردار علی بفضل تعالیٰ ڈچ نیشنلٹی رکھتا ہے۔ ہاؤس آف ٹوائے کا کام اسی دن بند کردیا گیا جس دن اسے میرا خط ملا اور پھر وہ سالہا سال میری تلاش میں بھٹکتا پھرا۔ پھر اس نے ہاؤس آف ٹوائز کو کھلونے بنانے والی ایک فرم بنالیا۔ صرف اس امید پر کہ اگر میں کبھی واپس آؤں تو اسے تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ وہ ہالینڈ کا ایک بڑا آدمی ہے اور اب سال میں ایک ماہ کے لیے اپنے بیوی اور بچوں سمیت میرے پاس آتا ہے۔ اپنی اس کی زندگی میں کیسے آئی' یہ الگ داستان ہے۔ جسے اگر سردار علی ہی آپ کو سنائے تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔

زیبی اکثر ضد کرتی ہے کہ میں اسے پاکستان لے چلوں لیکن میں سوچ کر رہ جاتا ہوں کہ اپنے مقدس وطن جانے کے قابل بھی ہوں یا نہیں۔ آپ ہی کوئی مشورہ دیں۔

آپ کا

راجہ نواز اصغر

زوان کی تلاش
اول

ایک شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا۔

اُس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا،
اور سابقہ زندگی سے تائب ہو گیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی
زندگی سے پھر واپس اُس گناہ آلود زندگی کی طرف لوٹ جانے پر
مجبور کیا گیا تو۔؟

سرائے عالمگیر کا وہی جیالا راجہ نوزاصغر جو برائی سے نفرت کرتا تھا

غلام سیٹھ نے مجھے بے پناہ دولت دی تھی سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں آج بھی میرا اتنا سرمایہ محفوظ تھا کہ اگر میں چاہتا تو اس کے حصول کے بعد نیویارک جیسے شہر میں کسی ریاست کے نواب کی مانند زندگی گزار سکتا تھا۔ لیکن بُرے دنوں کی یادوں کو میں اتنی گہرائی میں دفن کر دینے کا خواہش مند تھا کہ وہ کبھی سر نہ اُبھار سکیں۔ اس کے لیے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ حالات اس حد تک بھی پہنچ جائیں کہ مجھے فاقے کرنے پڑیں تب بھی اس ناجائز سرمائے کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ میرے اس فیصلے نے ہمیں جو ذہنی سکون بخشا تھا اس کی کوئی قیمت متعین نہیں کی جا سکتی تھی۔

میں اور زیبی نہایت پُرسکون زندگی گذار رہے تھے اور ہماری فرم خوب ترقی کر رہی تھی۔ زیبی تعلیم یافتہ تھی جرمن نژاد تھی۔ اس نے پیش کش کی کہ میرے کاروباری بوجھ کو کم کرنے کے لیے وہ بھی فرم کے امور میں میرا ہاتھ بٹائے لیکن اس کی پیش کش کے جواب میں میں نے کہا۔

"زیبی! میرا دل بہت چاہتا ہے کہ تمہیں ایک بار اپنے وطن کی سیر کراؤں۔ وہاں کی زندگی دکھاؤں۔" میرے یہ الفاظ زیبی کی پیشکش سے بظاہر تعلق نہیں رکھتے تھے اس لیے اس نے کہا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا نواز؟"

"یہ تمہارے سوال کا جواب ہی ہے زیبی! میری زمین پر عورت کا ایک خاص مقام ہے۔ اب میں امریکہ میں رہتا ہوں، یہاں کے قوانین اور یہاں کے رسم و رواج سے میرا گہرا تعلق قائم ہو چکا ہے۔ یہاں کی عورت پر بھی میری نگاہ ہے لیکن یورپ اور امریکہ میں عورت بے وقعت ہے۔ یہاں تہذیب و ترقی اور ہمسری کے نام پر عورت کی عظمت کو بہت گرا دیا گیا ہے۔ مجھے اس عورت سے ہمدردی ہے۔"

"دلچسپ بات ہے۔ تھوڑی سی وضاحت کرو۔"

"تمہیں میرے وطن کی عورت کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"ہاں۔" زیبی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھلا کیا معلوم ہے؟"

"یہی کہ وہ عورت ہوتی ہے۔" زیبی کے الفاظ شرارت پر مبنی تھے۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہا۔ اسے عورت کی شکل میں پہچانا جاتا ہے۔ وہ عزت ہوتی ہے۔ عصمت ہوتی ہے۔ نگاہوں کے داغوں سے پاک ہوتی ہے۔ اس کا ایک مرد ہوتا ہے جو اس کا تحفظ کرتا ہے۔ وہ مرد کو اپنی پناہ اپنا سائبان سمجھتی ہے۔ کنواری لڑکی کے والدین انہیں اپنے شانوں کا بوجھ سمجھتے ہیں، جوانی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی انہیں اس کے لیے سائبان کی تلاش ہوتی ہے اور وہ اسے کسی محفوظ پناہ میں دے کر ہی اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں عصمت و عزت کو ایمان سمجھا جاتا ہے۔ ہم عورت کا احترام کرتے ہیں۔ وہ اگر بُری شکل میں نظر آتی ہے تو لاکھوں پیشانیاں شکن آلود ہو جاتی ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ لیکن میرے سوال کا جواب؟"

"میں تمہارا سائبان ہوں۔ تمہیں نگاہوں کے داغ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور زیبی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے متاثر لہجے میں کہا۔

"میں سمجھ گئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ناواقف سمجھ کر معاف کر دو گے۔ واقعی عورت مرد کی پہچان ہے۔ یہاں اسے وہ بڑا مقام حاصل نہیں ہے لیکن میں نے صرف ——"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن مطمئن رہو۔ اس گھر کو خوبصورت بنا دو۔ آج یہ تنہا ہے لیکن کل یہاں کچھ مہمان آئیں گے۔ ان کے لیے اسے اس قدر جاذب نگاہ بنا دو کہ ان کے چہروں پر پھول ہی پھول کھل جائیں۔ ان کی آنکھیں اس گھر کی روشنی کو جذب کر کے اس قدر چمکدار ہو جائیں کہ کوئی ان میں جھانک نہ سکے۔"

"کون آ رہا ہے؟ کیا سردار علی؟" زیبی نے معصومیت سے پوچھا۔

"ان کے نام تو ان کے آنے کے بعد ہی رکھے جا سکتے ہیں۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

زیبی تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی۔ میرے الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اور میرے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔

"بھئی، بتاتے کیوں نہیں کون آ رہا ہے؟ مجھے ان کے بارے میں بتا تو دو۔ میرا ان سے تعارف ہے یا نہیں۔ کم از کم میں ان کے شایانِ شان استقبال تو کر سکوں" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"آنے والوں یا والے کے بارے میں، میں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا زیبی۔ تاہم تمہیں پریشان کرنا بھی مقصود نہیں ہے۔ میں اپنے ان بچوں کی بات کر رہا ہوں جو آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں ہمارے درمیان آئیں گے ننھے ننھے خوبصورت مہمان جن کی معصوم قلقاریاں ہمارے گھر میں گونجیں گی تو اس گھر کی فضا میں حسن ہی حسن بکھر جائے گا۔"

میں نے کہا۔ اور زیبی کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی۔ حالانکہ وہ آزاد ماحول کی پروردہ تھی، پتہ نہیں کیوں، وہ اتنی قوت سے اس پر اثر انداز نہیں ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں اب بھی شرم و حیا پائی جاتی تھی یا پھر یہ میری محبت کا ثمر تھا کہ اس نے میرے

وجود کی لطافتیں قبول کر لی تھیں اور ذہنی طور پر مجھ سے ہم آہنگ ہوگئی تھی۔ ایک شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا۔

"ننھے مہمانوں کی فکر تم نے ابھی سے کیوں شروع کر دی۔ جب وہ آئیں گے تو ان کے استقبال کا بندوبست بھی کر لیا جائے گا۔"

"میری اس بات کا تعلق تمہارے ان جملوں سے ہے۔ جن میں تم نے کہا تھا کہ تم زیبی کارپٹس کی ذمہ داری سنبھالنے کی خواہش مند ہو۔ اگر تم وہاں معروف ہوگئیں تو ننھے مہمانوں کا کیا حال ہوگا جو تمہاری توجہ کے طالب ہوں گے؟"

"اچھا اچھا، میں اپنے الفاظ واپس لے چکی ہوں۔ اب ایسی باتیں مت کرو۔" اس نے کہا۔ اور ہم دونوں کے خوشگوار قہقہے فضاؤں میں گونجنے لگے۔

زیبی کی آنکھوں میں میں نے ایک نئی اُمنگ دیکھی تھی۔ غالباً اس سے پہلے اس کے ذہن میں ان ننھے مہمانوں کا تصور نہیں اُبھرا تھا۔

بہرطور ایک پُرسکون اور خوشگوار زندگی کے لیے بچوں کی موجودگی بے حد ضروری ہوتی ہے۔ اب جب کہ زندگی کے اس سفر میں مجھے خاصا وقت گزر چکا تھا تو میرے دل میں آہستہ آہستہ انسانی خواہشیں بیدار ہوتی جا رہی تھیں اور میں ایک گھریلو انسان کی طرح سوچنے لگا تھا۔

کاروباری امور بخیر و خوبی چل رہے تھے۔ میں نے کچھ دوسرے ممالک سے قالین امپورٹ کرنا شروع کر دیے تھے اور اس سلسلے میں میرا پہلا سودا ایران کی ایک فرم سے ہونے والا تھا۔ چنانچہ مجھے وہاں جانا تھا۔ تقریباً دنیا کے بیشتر ممالک میرے دیکھے بھالے تھے۔ اپنی مجرمانہ زندگی میں، میں نے کونسی جگہ ایسی باقی تھی جہاں تگلمہ نہیں کیا تھا۔ اسپین، ترکی، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، ایران، کابل اور نجانے کہاں کہاں۔

راجہ نواز اصغر کا نام کچھ عجیب نام سے گونجا تھا اور اگر آج میں اپنے ان پُرانے ساتھیوں کی تلاش میں نکلتا تو درحقیقت ایک بہت بڑا گروہ بنا سکتا تھا۔ لیکن اب یہ تصورات میرے ذہن کو چھو کر بھی نہیں گزرتے تھے۔ اب میں ایک شریف آدمی تھا۔ امریکا کے شہر نیویارک کا ایک معزز انسان جس کا اپنا ایک حلقۂ اثر تھا۔ دوست احباب تھے اور یہ تمام دوست احباب شریف لوگ ہی تھے۔ میں نے شرافت کی زندگی اپنانے کے بعد اپنی ان محرومیوں کو مٹانے کی کوشش کی تھی۔ جن کے تحت میں انسانوں کی صف سے بہت دور نکل گیا تھا۔

امریکا کی مختصر سی زندگی میں کچھ ایسے لوگ بھی میرے نزدیک آئے تھے۔ جن کا کردار اچھا نہیں تھا۔ ان کی شمولیت سے مجھے بہت فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ لیکن جس شخص نے کروڑوں روپے کا سرمایہ بینکوں میں چھوڑ دیا ہو اور محنت مزدوری کر کے اپنی ایک نئی دنیا بسائی ہو اسے چھوٹی موٹی رقموں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے قریب کسی ایسے انسان کو نہیں پھٹکنے دیا تھا جو کسی بھی طور کسی برائی کو لے کر میرے پاس پہنچا ہو۔

میرے فرم کا منیجر ایک پاکستانی نوجوان کاشف تھا جس کا تعلق سندھ کے ایک شہر سے تھا۔ کاشف بہت ایمان دار اور نفیس انسان تھا۔ اور "زیبی کارپٹس" کے تقریباً تمام امور میں نے اسی کے سپرد کر رکھے تھے، وہ صحیح معنوں میں میرا دستِ راست تھا۔ چنانچہ میں نے دوسرے دن کاشف سے مشورہ کیا تو اس نے یہی کہا کہ ان ایرانی قالینوں کی امپورٹ سے فرم کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے آرڈر موجود ہیں جن میں ایرانی قالینوں کی فرمائش کی گئی ہے۔

"تو بہتر یہ ہے کاشف! کہ میں خود ہی تہران چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہ سودا طے کر لوں بلکہ اپنی موجودگی میں ہی قالین پیک کرا کے یہاں بھجوا دوں تاکہ ہمیں ان کی وصولیابی میں دیر نہ ہو۔"

"اگر ایسا ہو سکے تو میرا خیال ہے ہم اس موقع سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر تم میرے گھر سے میرا پاسپورٹ وغیرہ لے لینا اور میری روانگی کی تیاریاں ایک دو دن میں کروا دو۔"

زیبی سے میں نے تہران جانے کا تذکرہ کیا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔

"اس مختصر سی زندگی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم پیدا ہی ایک ساتھ ہوئے ہیں اور ایک ساتھ ہی ہم نے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ میں تمہاری غیر موجودگی کیسے برداشت کروں گی؟"

"میرے دیس کی عورتوں کی طرح، دروازے پر نگاہیں جمائے ہونٹوں پر جُدائی کے گیت گاتے ہوئے۔"

"اوہ! مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا۔ جب تم مجھے پاکستان دکھا دو گے تو میں پوری طرح ایک پاکستانی عورت کے روپ میں ڈھل جاؤں گی۔ زیبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس سے قبل جو کچھ میں تمہیں بتاؤں۔ وہی کرتی رہنا۔ مجھے اطمینان ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، واپسی کب تک ہوگی؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتا زیبی، ممکن ہے پندرہ یا بیس دن لگ جائیں۔ ممکن ہے ان سے کچھ زیادہ۔" میں نے اسے کاروباری امور سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور وہ مطمئن ہوگئی۔

"ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہارا انتظار کر لوں گی۔"

تیسرے دن میں تہران روانہ ہوگیا۔ تہران ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد بہت سی یادیں ذہن میں تازہ ہوگئیں۔ ایک دن میں یہاں منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ ہیروئن کے گروہ در گروہ یہاں سے گزرتے تھے۔ لیکن ایران میں منشیات کے استعمال پر جس قدر پابندی تھی۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں دیا تھا لیکن اس کے باوجود یہاں بھی کچھ ہنگامے ہوئے تھے۔ وہ تمام یادداشتیں میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اور بعض اوقات ان کے بارے میں سوچ سوچ کر میں پریشان ہو جاتا تھا۔

تہران کے ایک خوبصورت ہوٹل میں میری ملاقات علی طلحہ سے ہوئی جو میرے کام میں میرے معاون تھے۔ علی طلحہ سے کاروباری امور طے ہوگئے اور انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے میرا یہ کام جلد از جلد انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد فوراً امریکا روانہ ہو جاؤں۔ کیوں کہ زیبی کی جدائی کا اب مجھے احساس ہو رہا تھا۔ زندگی کتنی عجیب شے ہے۔ انسان جب بُرائیوں کی دلدل میں غرق ہو جاتا ہے تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ اس کے اردگرد کتنا تعفن پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس تعفن کا عادی ہو جاتا ہے - - - - - - - - بلکہ اسے تعفن کی تلاش رہتی ہے اور وہ اسی ماحول میں خوش رہنا پسند کرتا ہے۔ ایک دور وہ بھی تھا۔ جب میں آوارہ گردوں کی مانند تھیلے لٹکائے سرداروں کے ہمراہ انہی غلاظتوں میں گھومتا پھرتا تھا لیکن آج میری شخصیت بالکل بدل گئی تھی اور زیبی میری زندگی کا ایک ایسا نقش بن گئی تھی۔ جس کو میں ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

میرے دوست نے حسبِ وعدہ میرے ساتھ تعاون کیا اور جس کام کے لیے میں نے تقریباً ایک ماہ کا تعین کیا تھا وہ دس یا گیارہ روز ہی میں مکمل ہوگیا۔ اپنا سامان بھجوانے کے بعد یہاں رکنا بے مقصد ہی تھا۔ چنانچہ میں واپسی کی تیاری کرنے لگا اور پھر ایک دن تہران سے واپس نیویارک چل پڑا۔

میرے دل میں خوشیاں اور مسرتیں جگمگا رہی تھیں۔ زیبی سے چند دن کی یہ جُدائی بہت بڑی شاق گزری تھی۔ روزمرہ کے معاملات میں وہ لمحہ لمحہ یاد آتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ مجھے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ اور ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں زیبی سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی سوچا کہ اگر زیبی کو اپنے ساتھ ہی تہران لے آتا تو کیا حرج تھا لیکن اس خیال پر خود ہی مجھے ہنسی آگئی۔ اب تمام کاروباری معاملات میں زیبی کو لیے لیے تو نہیں پھر سکتا۔ ایران سے میں نے زیبی کے لیے چند حسین تحائف بھی خرید لیے تھے جو میرے سامان میں محفوظ تھے۔ ذہن میں زیبی کا تصور تھا اور میرا سفر جاری تھا پھر جب طیارہ نیویارک ایئرپورٹ پر اترا تو میرا دل ایک دم خوشی سے کھل گیا۔

یہاں کی فضاؤں میں مجھے زیبی کی مہک محسوس ہو رہی تھی۔ اور دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ عورت میری سابقہ زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میرے شناسا جو مجھ سے واقف ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میرا کردار کیسا رہا ہے اور میں عورتوں کی دنیا میں کیا کیا شکلیں لیے گھومتا رہا ہوں۔ لیکن اب میں وہ راجہ نواز اصغر نہیں تھا۔ میں نے ایک شریف انسان کا چولا پہن لیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے زندگی کے وہ بھیانک لمحات ایک خواب کی مانند میری زندگی میں داخل ہوئے ہوں اور پھر ہمیشہ کے لیے معدوم ہوگئے ہوں۔

ہاں میں تو دریائے جہلم کے کنارے پھیلی ہوئی دلدل کے کنارے کھڑا ہوا وہی معصوم لڑکا تھا جو سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور پیلے پیلے پھولوں کو چومتا تھا۔

مجھے قطعی یہ احساس نہیں رہا تھا کہ زندگی کا ایک طویل حصّہ کن کن ہنگاموں میں گزر چکا ہے۔ ایئرپورٹ سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو کاشف میرا منتظر تھا۔ اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے تو اپنی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ پھر یہ کاشف یہاں کیوں موجود ہے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"ارے کاشف تم! خیریت ہے کسی کام سے ایئرپورٹ آئے تھے؟"

"نہیں جناب! بس آپ کو لینے کے لیے آیا تھا۔"

"مگر تمہیں میری اطلاع کیسے مل گئی؟" میں نے کاشف کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ کاشف بے انتہا پریشان ہے۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کاشف! تمہارے چہرے کا یہ سکوت مجھے عجیب عجیب سے خدشات میں مبتلا کر رہا ہے۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

کاشف نے نگاہیں اٹھائیں۔ اس کے چہرے پر شدید ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ پھر اس نے آنکھیں جھکا لیں۔

"کاشف! تم بلاوجہ سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کوئی

خاص بات ہے۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میری آمد کی اطلاع تمہیں کس نے دی ہے؟"

"جی۔ وہ میں نے تہران ٹیلکس بھیجا تھا۔ مجھے فوراً ہی اس کا جواب مل گیا اور جواب یہ تھا کہ آپ وہاں سے چل پڑے ہیں۔ جس فلائیٹ سے آپ چلے تھے اس کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہوگئیں۔ چنانچہ میں یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"اوہ! اچھا مگر ٹیلکس کیوں دیا تھا۔ میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔"

"کیا بات ہے؟"

"براہ کرم آپ تشریف لائیے۔ کار میں بیٹھئے۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔" کاشف نے کہا اور میں پریشان سا اس کے ساتھ چل دیا۔ پتہ نہیں کاشف اس قدر کیوں ہچکچا رہا تھا۔ عام حالات میں وہ ایک احترام کرنے والا نوجوان تھا اور ہمیشہ مستعدی سے میرے ہر سوال کا جواب دیا کرتا تھا گو اس وقت بھی جواب دینے میں وہ تساہل برت رہا تھا۔ بلکہ شاید کوئی ایسی بات تھی جو اس کے ہونٹوں سے نکل نہیں پا رہی تھی اور ایسی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

میرے سینے میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا چنانچہ جو نہی وہ میرے نزدیک آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

"وہ جناب ایک حادثہ پیش آ گیا ہے لیکن ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" کاشف نے جواب دیا۔

"او... اوہ؟" میرے لہجے میں اب غراہٹ پیدا ہو گئی تھی جس سے کاشف کو اندازہ ہو گیا کہ میں اب جھنجھلاہٹ کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"آپ کے گھر پر ہنگامہ ہوا ہے۔ اور... اور... بیگم صاحبہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"کیا؟" میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کاشف کے الفاظ سمجھ میں نہ آنے والے تھے۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو کاشف؟ واضح لہجے میں کہو۔ تم غور کر سکتے ہو اس بات پر کہ تمہارے گول مول الفاظ مجھے کس قدر شدید ہیجان کا شکار بنا رہے ہیں۔ کیا تمہیں میری حالت کا احساس نہیں ہے؟"

"جناب! میں بدقسمت ہوں کہ مجھے یہ دردناک اطلاع آپ کو دینی پڑ رہی ہے۔ لیکن یہ میرا فرض بھی تو تھا۔ آپ کے جانے کے بعد میں حسب ضرورت بیگم صاحبہ سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ اور ان سے پوچھتا رہتا تھا کہ انہیں کوئی الجھن یا پریشانی تو نہیں ہے۔ وہ پرسکون وقت گزار رہی تھیں اور انہوں نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں اگر کوئی ضرورت ہوئی تو وہ مجھے ٹیلی فون پر بتا دیں گی۔

پرسوں صبح کو ان سے میری آخری بار بات چیت ہوئی تھی۔ اور میں نے ان سے ان کی خیریت پوچھی تھی۔ بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ وہ بالکل بخیریت ہیں۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

لیکن اسی رات تقریباً ایک بجے پولیس اسٹیشن سے مجھے ایک فون کال موصول ہوئی جس میں مجھ سے کہا گیا کہ میں آپ کے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں فوراً پہنچ جاؤں۔ مجھے وجہ نہیں بتائی گئی تھی۔ بہر طور میں پولیس اسٹیشن پہنچا تو میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی۔ انسپکٹر جوزف نے مجھ سے عجیب و غریب سوالات شروع کر دیے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں زیبی کارٹیکس میں کام کرتا ہوں تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ تب انہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ مسٹر نواز اصغر کے مکان پر کچھ ہنگامہ ہوا ہے۔ پڑوسیوں نے ٹیلی فون پر اطلاع دی تھی۔ اور پولیس وہاں کا معائنہ کر چکی ہے۔

میں یہ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔ میں نے اسی وقت خواہش ظاہر کی کہ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انسپکٹر جوزف مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ میں نے آپ کے گھر داخل ہو کر وہاں کی صورتحال دیکھی۔ پورا مکان ابتری کا شکار تھا۔ دو پولیس مین وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ تمام گھریلو سامان توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔ الماریوں کے شیشے، شوکیس توڑ دیے گئے تھے۔ الماریوں میں موجود ایک ایک چیز باہر نکال دی گئی تھی۔ ایک دو جگہ خون کے دو چھوٹے دھبے بھی موجود تھے جو سوکھ کر سیاہ ہو چکے تھے۔ اور پورے گھر میں بیگم صاحبہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔"

"اور کام کرنے والی ملازمہ جوزی...؟" میں نے سوال کیا۔

"جوزی زخمی حالت میں ایک جگہ بندھی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور وہ ابھی تک ہسپتال میں موجود ہے۔ وہ ہوش میں نہیں آئی۔"

"اور... اور زیبی کا کہیں پتا نہیں تھا؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"مگر کل کا دن تو گزر چکا ہے۔ کیا پولیس اس کے بارے میں معلوم کرنے میں ناکام رہی۔" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں ابھی تک پولیس اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکی۔ میں برابر پولیس سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہوں۔ میں نے آپ کو ٹیلکس دیا تھا کہ آپ فوراً تشریف لے آئیں۔ لیکن بعد میں مجھے جواب موصول ہوا کہ آپ جا چکے ہیں۔"

"یہ واقعہ پرسوں رات کو پیش آیا۔ کل کا دن تم کیا کرتے رہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جناب عالی! بس پولیس ہی کے سلسلے میں معروف رہا۔ مجھے اتنی فرصت نہ مل سکی کہ کل میں آپ سے رابطہ قائم کر سکتا۔" کاشف نے جواب دیا۔

بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہر طور میں نے کاشف سے کہا کہ کار اسٹارٹ کرے اور کاشف نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔

گھر میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سے خوف اور سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا کیا حقیقت ہے یا کاشف جھوٹ بول رہا تھا۔ میرا ذہن سوچ رہا تھا۔

لیکن مکان کے چھوٹے سے برآمدے میں دو پولیس والوں کو دیکھ کر کاشف کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے پولیس مین مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کاشف نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز اصغر۔" پولیس والے نے گردن ہلا دی۔

"تالا کھولو یا پولیس کی سیل لگی ہوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آپ چاہیں تو مکان اندر سے دیکھ سکتے ہیں۔" پولیس والے نے کہا۔ اور اپنی جیب سے چابی نکال کر تالا کھول دیا۔ یہ میرا گھر تھا۔ جہاں میری حکومت تھی۔ لیکن یہ حکومت ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ میری دنیا اجڑ گئی تھی۔

اندر قدم رکھا تو ایک عجیب افراتفری نظر آئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے میرے گھر کی یہ حالت بنائی۔ تمام سامان بری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے اس سامان کو توڑ پھوڑ کرنے کے لیے ہی یہ ساری کارروائی کی گئی تھی۔ کوئی بھی چیز اپنی جگہ صحیح و سالم نہیں تھی۔

میں پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔ ہر کمرے میں وہی ابتری اور وہی افراتفری مجھے نظر آئی۔ خون کے وہ دھبے ابھی صاف نہیں کیے گئے تھے۔ جو یہاں موجود تھے۔ میرے ہوش و حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ چند لمحات کے لیے میں بالکل معطل ہو گیا تھا۔ اگر یہ سب کچھ ہو چکا ہوتا اور زیبی محفوظ ہوتی تو شاید مجھے اس کی پانچ فیصد بھی پرواہ نہ ہوتی۔ لیکن زیبی کی گمشدگی نے میرے حواس بری طرح متاثر کیے تھے۔ میں دیوانوں کی طرح ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا۔

کاشف میرے ساتھ تھا۔ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ دیواروں سے سر ٹکرانے لگوں زیبی کو چیخ چیخ کر آوازیں دوں لیکن یہ سب کچھ بے مقصد تھا۔ مجھے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا تھا۔ ورنہ مذاق بننے کے علاوہ اور کیا ہوتا۔ سارے گھر پر ایک عجیب سی خاموشی مسلط تھی۔ ہر کونے سے زیبی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں ان آوازوں کو سننا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ زیبی پر کیا گزری۔ لیکن آوازوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر جگہ سے زیبی کی یہی آواز ابھرتی۔

"دیکھو نواز! یہ کیا ہو گیا۔ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔" لیکن نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا وہ کون تھے جنہوں نے میرے گھر کو اس طرح برباد کیا تھا۔ جب تمام کمرے گھوم چکا تو ایک جگہ آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کاشف میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔

"سر آپ کو ذمہ داری اور ہمت سے کام لینا ہو گا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی بھی اندازہ لگایا نہیں جا سکتا۔ میرا خیال ہے آپ اگر پسند کریں تو انسپکٹر جوزف سے ملاقات کر لیں۔"

"انسپکٹر جوزف کو ٹیلی فون کرو کہ میں آ گیا ہوں۔" میں نے انتہائی حد تک خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور کاشف تیزی سے ٹیلی فون کی جانب دوڑ گیا۔

"ٹھہرو کاشف! مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔" کاشف ایک دم رک کر بولا۔

"کیا ٹیلی فون پر انگلیوں کے نشانات تلاش کر لیے گئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ پولیس یہاں کے چپے چپے پر فنگر پرنٹس تلاش کر چکی ہے۔ اور اب ٹیلی فون استعمال کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ تمام ترتیب جوں کی توں اس طرح رہنے دی گئی ہے کہ آپ ایک نگاہ اسے دیکھ لیں۔ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف نے اپنے آدمیوں کو خاص طور سے ہدایات دی تھیں۔"

"ہوں۔ تو پھر انسپکٹر کو ٹیلی فون کرو کہ میں آ گیا ہوں۔" کاشف ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اور دوسری طرف شاید جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"میں کاشف بول رہا ہوں۔ زیبی کارٹیکس کا جنرل منیجر اور میں راجہ صاحب کے مکان سے بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے پتہ نہیں انسپکٹر جوزف نے کیا کہا۔ لیکن کاشف کی آواز سنائی دی۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ وہ اس فلائٹ سے آنے والے تھے۔ چنانچہ وہ آگئے ہیں۔ میں نے خود انہیں ایئرپورٹ پر ریسیو کیا ہے۔"

"جی۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"بہتر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں۔" ٹیلی فون رکھ کر کاشف نے مجھے بتایا کہ انسپکٹر جوزف پہنچ رہا ہے۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔ کاشف پھر اسی لہجے میں بولا۔

"میں جانتا ہوں راجہ صاحب کہ آپ کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ لیکن براہِ کرم خود کو سنبھالیے ہمیں بیگم صاحبہ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن یہ کام پولیس کے علاوہ ہم کو بھی کرنا ہے۔ خاص طور سے آپ کو۔ چنانچہ آپ براہِ کرم اپنے ذہن و دل کو سنبھالیے۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں کاشف!" میں نے کہا۔

"اگر آپ فرمائیں تو میں کافی بنا لاؤں۔" کاشف بولا۔

"نہیں، شکریہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاز میں، میں نے کافی پی لی تھی۔" کاشف خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک ہم انتظار کرتے رہے پھر باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور چند لمحات کے بعد ایک بھاری بھرکم بدن کا خوبصورت انسپکٹر اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے دو ماتحت بھی تھے جو ایک جانب کھڑے ہو کر اطراف کا جائزہ لینے لگے۔ انسپکٹر میرے قریب پہنچ گیا تھا۔

"ہیلو! راجہ نواز اصغر!"

"ہیلو انسپکٹر!"

"کیا آپ میرے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلنا پسند فرمائیں گے؟" انسپکٹر نے کہا۔

"جی ہاں تشریف لائیے۔" میں آہستہ سے بولا۔

کاشف وہیں رک گیا تھا۔ میں انسپکٹر جوزف کے ساتھ اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا خواب گاہ کا حشر دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس خواب گاہ سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ میں ایک کرسی پر دھم سے بیٹھ گیا۔ انسپکٹر جوزف ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔

"راجہ صاحب! جو حادثہ ہوا ہے پہلے تو اس کے لیے میں افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کی ذہنی حالت بہت زیادہ خراب ہوگی۔ مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے لیکن جو کچھ ہو چکا ہے۔ ابھی اس کے لیے ہمیں مزید کوئی کارروائی کرنا ہوگی۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مکمل ضبط و سکون کے ساتھ مجھے میرے سوالات کا جواب دیں۔ تاکہ ہمیں اپنی تفتیش میں آسانی ہو۔"

"فرمائیے انسپکٹر صاحب! کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"راجہ صاحب! یہ جو کچھ ہوا آپ نے اسے ملاحظہ کر لیا؟"

"ہاں، میں سب دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا ایسی کوئی چیز ہماری نگاہوں سے بچ گئی ہے۔ جو مجرموں کی نشاندہی کر رہی ہو؟"

"میرے خیال میں نہیں۔ میں نے بھی ایسی کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں مجرموں کے بارے میں اندازہ لگا سکوں۔"

"آپ کا قیام اس مکان میں کب سے ہے؟"

"تقریباً ڈیڑھ سال ہوگیا۔"

"ہوں۔ ڈیڑھ سال قبل آپ کہاں تھے؟"

"میں اپنی زندگی کے تمام واقعات آپ کے ایک سینئر آفیسر مسٹر پاؤل کو بتا چکا ہوں۔ پہلے میں امریکہ کا شہری نہیں تھا۔ بلکہ مسٹر پاؤل کی کوششوں نے مجھے امریکہ کی شہریت دلوائی ہے۔ اس دوران ہم نے یہ فرم کھولی تھی۔ اور خدا کا احسان ہے کہ ہماری فرم بخوبی چل رہی ہے۔"

"اس کے باوجود میں یہ جاننا چاہوں گا کہ اس سے پہلے کی زندگی آپ کیسے گزار چکے ہیں؟"

"یہ داستان چند الفاظ میں نہیں سنائی جا سکتی۔ اس لیے براہِ کرم آپ اس سے گریز کریں۔ اور اگر اس کی ضرورت ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ مسٹر پاؤل سے رابطہ قائم کر کے آپ ان سے میرے بارے میں جو بھی سوال کرنا چاہیں کر لیں۔"

"اوہو۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر پاؤل سے آپ کے گہرے تعلقات ہیں۔"

"ہاں۔ اگر آپ مقامی حالات سے اور پولیس کی کارکردگی سے واقف ہوں تو پھر میں آپ کو کیلی لاس کی پہاڑیوں میں آباد جرائم کے اس اڈے کی طرف متوجہ کروں گا جہاں ہرے کرشنا تحریک کے بانی ترلوکا نے اپنا ڈیرہ بنا رکھا تھا اور جہاں سے وہ —— نا صرف امریکا بلکہ پوری دنیا میں ہرے کرشنا تحریک کا پرچار کر رہا تھا۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں مجھے علم ہے اور مسٹر پاؤل۔ اوہو! اوہو!" جوزف ایک دم خاموش ہوگیا پھر چند لمحات کے بعد بولا۔

"تو آپ وہ راجہ نواز اصغر ہیں جنہوں نے اس اڈے کی نشاندہی کی تھی۔"

"جی ہاں۔ میں وہی ہوں۔"

"بات کچھ بنتی نظر آتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ ہم آپ کے دشمنوں کا سراغ چاہتے ہیں۔ دراصل یہاں بہت سی ایسی قیمتی چیزیں بچی ہیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص چوری چکاری کی نیت سے یہاں یہ ابتری پھیلاتا تو پھر وہ ان چیزوں کو کسی قیمت پر نہ چھوڑتا لیکن انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا گیا۔ اور بیگم صاحبہ کو گم کر دیا گیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ ابتری کسی چوری کے ارادے سے نہیں بلکہ انتقامی مقاصد کی تکمیل کے لیے پھیلائی گئی تھی۔"

میرا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ جوزف نے جو کچھ کہا تھا کیا یہ حقیقت ہو سکتی ہے۔ میں نے سوچا اور میرے ذہن میں سناٹے ہونے لگے۔ ان واقعات کو میں کبھی بھول نہیں سکا تھا۔ جب میں نے ترلوکا کے اڈے کو فنا کیا تھا یہ بات مجھے اچھی طرح یاد تھی کہ ترلوکا فرار ہوگیا تھا۔ اس کے دوسرے تمام ساتھی یا تو مارے گئے تھے یا پھر گرفتار ہوگئے تھے۔ لیکن ترلوکا کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔ بعد میں میری ملاقات پاؤل سے بھی ہوئی تھی۔ اور مسٹر پاؤل نے یہی کہا تھا کہ وہ ترلوکا کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اور اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل سے اس سلسلے میں میری کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب ترلوکا کے آدمیوں کا کارنامہ ہے۔ یہ سوچ سوچ کر ذہن بہت پریشان ہو رہا تھا۔ اگر ترلوکا یا اس کے آدمیوں نے یہ حرکت کی ہے تو بات معمولی نہیں ہے۔ اور پھر زیبی کا حصول آسان بات نہیں ہے۔

ترلوکا نے ایک بار پھر مجھے چیلنج کر دیا تھا لیکن کیا۔ کیا میں اس قابل رہ گیا ہوں کہ ترلوکا کے چیلنج کو قبول کروں۔ تاہم اس سلسلے میں یہ آخری فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام تھا اور میرے خیال میں مناسب بھی نہ تھا۔ کیونکہ جب تک اس بات کی نشاندہی نہ ہو جائے کہ اس کارروائی میں ترلوکا ہی کا ہاتھ ہے۔ میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

انسپکٹر جوزف مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگا۔

"آپ نے تہران جانے کا پروگرام کب بنایا تھا؟"

"کافی دن پہلے کی بات ہے۔ میں نے وہاں سے کچھ مال خریدا ہے جو بک کر دیا گیا ہے۔ اور نیویارک پہنچنے والا ہوگا۔"

"اس مال کی نوعیت کیا تھی؟" انسپکٹر جوزف نے پوچھا۔

"قالین۔ وہ صرف قالین ہیں جو زیبی کا رپٹس کے لیے حاصل کیے گئے ہیں۔"

"کیا ان قالینوں کے سلسلے میں کوئی سودے کی بات چیت بہت پہلے چل رہی تھی؟"

"آپ کا کیا مقصد ہے انسپکٹر جوزف! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"معافی چاہتا ہوں راجہ نواز اصغر صاحب! دراصل امریکہ میں ہر قسم کے جرائم ہوتے ہیں۔ مجرم بڑی بڑی خوبصورت اسکیمیں لے کر منظر عام پر آتے ہیں۔ اور اپنی کارروائی کرتے ہیں۔"

اور پولیس کو انہی اسکیموں کا سراغ لگانا پڑتا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس جرأت کو یقیناً معاف کر دیں گے چونکہ یہ سب کچھ امریکی شہریوں کی بھلائی کے لیے ہی کیا جاتا ہے لیکن ہم یہ بات بھی سوچ سکتے ہیں کہ محترمہ زیبی کو راستے سے ہٹانے کے لئے ممکن ہے آپ ہی نے ایسا کوئی پروگرام بنایا ہو—؟"

"انسپکٹر۔" میرے حلق سے ایک غراہٹ سی نکلی "اپنی تفتیش کے سلسلے میں اس قدر آگے نہ بڑھو کہ میں اسے اپنی توہین محسوس کرنے لگوں—"

"میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں مسٹر نواز اصغر۔ لیکن کیا آپ مجھے تفتیش کا موقعہ نہیں دیں گے—؟"

"تفتیش کی ابتدا تم نے مجھ ہی سے کی ہے کیا صرف ایک میں ہی تمہیں مجرم نظر آیا ہوں—"

"یہ بات نہیں ہے جناب ہم ہر پہلو پر غور کر رہے ہیں ان ہی میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے—!"

"تو پھر تم تحقیقات کر سکتے ہو میرے پاس تمام کاغذات موجود ہیں۔ ہاں ان قالینوں کی خریداری کے لیے بہت پہلے سے سودا ہو رہا تھا اور بالآخر وہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ میری اس دن سے آج تک کی مصروفیات تمہیں تہران سے موصول ہو سکتی ہیں اور براہ کرم دوبارہ یہ الفاظ استعمال مت کرنا کہ زیبی کی گمشدگی یا اسے کوئی تکلیف پہنچانے میں میرا ہاتھ ہو سکتا ہے— ہاں اگر تمہاری تفتیش یہ بات ثابت کر دے تو میں تمہیں نہیں روکوں گا—" جوزف گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا—!

"میں بھی شادی شدہ ہوں جناب اور یقین جانیے کہ مجھے اپنی بیوی سے بے انتہا محبت ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمیں ایسے سوالات کرنا ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے والوں کو ناگوار گزریں میں اس کے لیے جتنی بار آپ چاہیں معافی مانگنے کو تیار ہوں لیکن اپنی تشفی کے لئے یہ تمام معلومات حاصل کرنا بے حد ضروری تھا—"

"میں مسٹر پاؤل سے ملنا چاہتا ہوں—" میں نے کہا۔

"اگر آپ کی خواہش ہے تو اس کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ ویسے آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکیں گے ۔۔؟"

"صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں انسپکٹر کہ زیبی کا ٹیس قائم کرنے کے بعد سے میں نے ایک پُرسکون اور کامیاب زندگی گزاری ہے اور میرا کوئی بھی کاروباری حریف نہیں پیدا ہو سکا نہ ہی میں نے اتفاقیہ اور غیر اتفاقی طور پر کسی سے دشمنی مول لینے کی کوشش کی ہے آپ میرے حلقۂ احباب سے میرے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کو چند ایسے نام دیتا ہوں جنہیں آپ نوٹ کر لیجئے اور ان سے یہ معلوم کیجئے کہ ہم لوگ کیسی زندگی گزار رہے تھے زیبی میری زندگی ہے انسپکٹر اس کے بغیر میں اپنی ہر سانس دو بھر محسوس کرتا ہوں اسے ملنا چاہیئے انسپکٹر اس کے بارے میں تمام تفصیلات ملنا ۔۔ چاہئیں۔ اس کے علاوہ براہ کرم مجھے یہ بھی بتائیے کہ اگر آپ یہاں سے نشانات حاصل کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہیں تو مجھے ان لوگوں کی تفصیلات بتائیں ۔"

"ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جو ہماری اس تفتیش میں معاون ثابت ہو سکے" انسپکٹر نے جواب دیا ۔ !

"ٹھیک ہے ۔ !"

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے آپ یہیں قیام کریں گے یا اس ابتری میں آپ رہنا پسند نہیں کریں گے ۔۔"

"نہیں ۔۔ میں ابھی یہیں موجود ہوں تم جب بھی چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے مسٹر پاؤل سے ملاقات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے ۔۔ ؟"

"میرا خیال ہے اگر آپ بہت ضروری سمجھتے ہیں تو ابھی رنگ کر لیں۔ میں آپ کو ٹیلی فون نمبر دیئے دیتا ہوں اور اگر مناسب نہ سمجھیں تو کل صبح کو آپ ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"کیا میں اس مکان میں رہ سکتا ہوں" میں نے سوال کیا ۔ !

"ہاں ۔۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم نے یہاں جس قدر چیزیں حاصل کرنا تھیں کر لی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی حالت درست کرا سکتے ہیں ۔ انسپکٹر جوزف نے جواب دیا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ چلتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ کل صبح پولیس اسٹیشن آ کر اپنا بیان درج کرا دوں" میں نے تھکے تھکے انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

پولیس اس سے زیادہ سرگرمی دکھا کر کیا کر سکتی تھی انہوں نے ایک عام کیس کی حیثیت سے اس کیس کو بھی درج کیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی سنسنی خیز بات نہیں تھی جو ان کے لیے بہت زیادہ قابل تشویش ہوتی۔ لیکن میری زندگی ایک دم تاریک ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے ہوش و حواس میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے کاشف ایک غم گسار کی حیثیت سے میرے ساتھ تھا اور بالکل خاموش تھا ۔۔ ظاہر ہے وہ بے چارہ اس سلسلہ میں کیا کر سکتا تھا ویسے بھی وہ ایک شریف نوجوان تھا' اور میرے حالات زندگی سے ناواقف تھا انسپکٹر جوزف نے ایک مکروہ بات کہی تھی کہ میں نے خود ہی تو کہیں زیبی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی۔

ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے اس کا یہ سوال قابلِ حیرت بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہاں جرائم کا انداز کچھ اس قسم کا تھا۔ شوہر بیویوں کے قتل کی فکر میں سرگرداں رہتے تھے بیویاں شوہروں سے نجات حاصل کرنے کے لیئے مختلف وارداتیں کرتی تھیں امریکی معاشرے میں یہ بات ایک عام حیثیت رکھتی تھی دولت اور دوسرے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کے لیئے یہاں بہت کچھ ہوتا تھا۔ اور بہر طور اب مجھے بھی امریکی شہری ہی کی حیثیت حاصل تھی ۔۔ چنانچہ جوزف کے یہ الفاظ میرے لئے ناگوار ضرور تھے لیکن میں ان سے بہت زیادہ نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ یہ یہاں کے معمولات میں شامل تھا۔

ساری رات اسی طرح گزر گئی کاشف سے میں نے کئی بار کہا کہ وہ واپس چلا جائے۔ لیکن اس نے کہا کہ جناب میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا ۔ اس وقت آپ کو کسی ساتھی کی ضرورت ہے بے چارے نے دو چار دفعہ مجھے کافی بھی بنا کر پلائی تھی۔ اور رات بھر میرے ساتھ جاگتا رہا تھا۔ صبح کو میں نے باتھ روم میں جا کر غسل کیا۔ ٹوٹی ہوئی الماری سے اپنا ایک سوٹ نکالا۔ اور اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ پولیس اسٹیشن جا کر مجھے اس سلسلے میں بیان دینا تھا' اور پھر مسٹر پاؤل سے ملاقات کر کے انھیں اس بارے میں مجبور کرنا تھا کہ جو کچھ میں نے ان کے لیے کیا اب مجھے اس کا جواب دیا جائے زیبی کی جدائی کا ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا۔ اس احساس نے روح تک فنا کر رکھی تھی کہ پتہ نہیں ان درندوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو ۔۔ کاش مجھے ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتے ۔۔ ناشتے وغیرہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کاشف میرے ساتھ ساتھ ہی پولیس اسٹیشن پہنچا تھا۔ اور میری کار ڈرائیو کرتا رہا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی اس نے پُر احترام انداز

میں میرا خیر مقدم کیا اور مجھے بڑے اخلاق سے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ "رات کو میرے اور آپ کے درمیان جو کچھ گفتگو ہوئی ہے اسے صرف پولیس کی کارروائی سمجھئے راجہ نواز اصغر میں مسٹر پاؤل سے آپ کے بارے میں گفتگو کر چکا ہوں۔ بلکہ میں نے مسٹر پاؤل کو اس سلسلے میں رپورٹ بھی پیش کی تھی ۔۔"

"کیا مسٹر پاؤل' کو اس کا علم نہیں تھا ۔ میں نے سوال کیا۔

"نہیں مکمل طور پر کوئی تفصیل انہیں نہیں بتائی گئی تھی"

"آپ نے یہ کہا کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں ۔"

"جی ہاں ۔۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ جوں ہی یہاں تشریف لائیں اور بیان وغیرہ دینے سے فارغ ہوں۔ آپ کو ان کے پاس ہیڈ کوارٹر بھیج دیا جائے وہ آپ کا انتظار کریں گے۔ میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد انسپکٹر جوزف ضابطے کی کارروائیاں کرتا رہا۔ اس نے مجھ سے ان مشکوک لوگوں کے بارے میں پوچھا جو ان واقعات کے ذمہ دار ہو سکتے تھے لیکن میں نے ان سے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ ابھی اس سلسلے میں میں کسی کی نشاندہی نہیں کر سکتا ۔ تاہم میرا کوئی دشمن نہیں ہے پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس نے معلومات حاصل کیں اور میں نے کہا کہ میرے تمام پڑوسی پُرامن لوگ ہیں اور مجھ سے ان کے اچھے تعلقات ہیں اس کے بعد میں نے اپنے دوستوں وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔ باہر نکل کر میں نے کاشف سے کہا کہ وہ ٹیکسی لے کر جائے اور کچھ لوگوں کا انتظام کر کے میرے گھر پہنچ جائے' تاکہ وہ اس کی ترتیب درست کر دیں۔ کاشف نے گردن ہلا دی تھی پھر میں اپنی کار میں بیٹھ کر پولیس ہیڈ کوارٹر چل پڑا۔ مسٹر پاؤل بڑے مہربان انسان تھے۔ کیوں کہ ان کی ترقی میں میرا بھی ہاتھ تھا اس لئے وہ میرا خصوصی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے پُرجوش انداز میں میرا خیر مقدم کیا۔ اور افسوس کرتے ہوئے بولے۔

"مجھے انتہائی افسوس ہے راجہ نواز اصغر کہ آپ کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا ۔ آپ ایک مثالی شہری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ کو کبھی نظرانداز نہیں کیا اور معافی چاہتا ہوں۔ اس بات کی کہ آپ کے بارے میں تفتیش بھی کرتا رہا ہوں' آپ کو ہر طرح سے میں نے ایک معزز اور قابل احترام شہری پایا ہے اور اس حیثیت سے نا صرف میری نگاہوں میں بلکہ ہمارے پورے عملے کی نگاہوں میں آپ کی عزت ہے۔ ہر وہ شہری ہمارے لیے قابلِ عزت ہے جو پُرسکون زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن آپ کے ساتھ ہونے والا یہ حادثہ انتہائی افسوسناک ہے اور سب سے پہلے جو بات مجھے آپ سے کرنی ہے وہ یہ ہے ۔۔۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح میری تمام اہم ذمے داریاں ہیں اور میں انھیں پوری کرتا ہوں۔ اس سے کہیں زیادہ میں اس بات پر توجہ دوں گا کہ آپ کے گھر میں ابتری پھیلانے والوں اور آپ کی بیوی کو اغواء کرنے والوں کا سُراغ لگاؤں اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر آپ کی بیوی آپ کو واپس دلا دوں ۔"

"مسٹر پاؤل یُوں سمجھ لیں کہ میری زندگی اس وقت جب میں زندگی کی تمام ہنگامہ آرائیوں سے تو بہ کر چکا تھا۔ ایک ایسے موڑ پر آ کھڑی ہوئی ہے۔ جہاں میرے لیے فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے" میں نے کہا ۔ !

"میں نہیں سمجھا ۔ !

"مسٹر پاؤل میں نے اپنے تھوڑے بہت حالات زندگی آپ کو بتا دیئے تھے اور اپنے آپ کو ان کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اگر میرے لیے کوئی سزا تجویز کی جائے گی تو مجھے اسے قبول کرنے سے کوئی انکار نہیں ہوگا۔ لیکن آپ کی مہربانیوں نے مجھے کسی ایسی ذہنی کوفت کا شکار نہ ہونے دیا۔ میں ساری زندگی آپ کی دی ہوئی مراعات سے فائدہ اٹھاتا اور یہاں کا ایک پُرانا شہری بن کر اپنا آخری سانس تک گزار دیتا لیکن جو کچھ مجھ سے چھینا گیا ہے وہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے اگر وہ دوبارہ مجھے حاصل نہ ہو سکا تو میں وعدہ نہیں کر سکتا ۔ مسٹر پاؤل کہ اپنے قدموں کو برائی کے راستوں کی جانب جانے سے روک سکوں گا۔"

"ایک اچھے انسان کو ضبط سے کام لینا چاہیئے۔ راجہ نواز اصغر صاحب پولیس آپ کی بھرپور مدد کرے گی۔ میں ذاتی طور پر آپ کے معاملے میں دلچسپی لوں گا' یہ میرا وعدہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے ایک اور وعدہ بھی لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے اور ایک اچھے شہری کی طرح پولیس کی مدد کرتے رہیں گے ۔"

ہاں اس وقت تک جب تک مجھ میں صبر و ضبط کی طاقت رہی اگر زیبی مجھے مل جاتی ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ ایک پُرسکون حیثیت سے رہوں گا' لیکن اگر وہ مجھے نہ ملی مسٹر پاؤل تو میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ۔"

"وہ ضرور مل جائیں گی وہ ضرور مل جائیں گی۔ اب براہ کرم آپ مجھے کچھ سوالات کا جواب دیجئے۔ پاؤل نے نرم لہجے میں کہا اور پھر میرے لئے کافی کا آرڈر دے دیا۔" دفعتاً وہ چونک کر بولا

"ارے ہاں راجہ صاحب آپ نے ناشتہ کیا۔ پاؤل نے پوچھا ۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی ۔"

"تب پھر میں آپ کے لیئے ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔
"نہیں مسٹر پاؤل آپ کا بہت بہت شکریہ کافی منگوائی ہے۔ آپ نے بس وہی ٹھیک ہے۔ میں نے جواب دیا اور مسٹر پاؤل میز پہ رکھے پیپرویٹ کو گھمانے لگے وہ پُرخیال انداز میں میری جانب دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں چھائے ہوئے تشویش کے آثار سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔ بہر طور میں نے ان کی تشفی کے لیئے کچھ نہ کہا میری اپنی ذہنی کیفیت تو خود اعتدال پر نہیں تھی۔ ذہن میں جوار بھاٹے اُٹھ رہے تھے طرح طرح کے خیالات دل میں اُٹھ رہے تھے اور ان خیالات کا عکس شاید میرے چہرے پر بھی نمایاں تھا۔ اور یہی عکس مسٹر پاؤل کو پریشان کر رہا تھا۔ کافی آگئی اور مسٹر پاؤل نے بڑی خوش اخلاقی سے کافی کا ایک کپ میرے سامنے پیش کیا۔

جلتی ہوئی سوندھی کافی کی پیالی اُٹھا کر میں نے اپنے ہونٹوں سے لگائی، حالاں کہ وہ اتنی تیز گرم تھی کہ اس کا ہونٹوں کو چھُو جانا ہی جلن کا باعث بن سکتا تھا' لیکن جو جلن میرے دل و دماغ میں موجود تھی اس کے آگے ہر طرح کی گرمی ہیچ تھی۔ مسٹر پاؤل نے کھولتی ہوئی کافی مجھے حلق سے اُتارتے ہوئے دیکھا۔ اور ان کی پیشانی کی شکنیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ گرم گرم کافی پینے کے باوجود میری آنکھوں میں جلن کی نمی نہیں نظر آئی تھی۔ اور مسٹر پاؤل چونکہ بہت بڑے پولیس والے تھے اور ان کا تجربہ بھی کافی وسیع تھا۔ اس لیئے انہوں نے اندازہ لگایا کہ جو شخص کھولتی ہوئی کافی سے متاثر نہیں ہوا وہ کیا شے ہو گی۔ انہوں نے اپنی کافی کا ایک چھوٹا سا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے احساسات بخوبی سمجھ رہا ہوں راجہ نواز اصغر دراصل مجھ پہ دوہری ذمّہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔"

"کیسی دوہری ذمّہ داریاں۔ میں نے سوال کیا۔"

"کیا میں آپ کو سگریٹ پیش کروں۔"

"جی نہیں میں نے سگریٹ چھوڑ دی ہے۔

"لیکن اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کو سگریٹ کی اشد ضرورت ہے۔ براہِ کرم اگر آپ پیتے رہے ہیں تو براہِ کرم ایک سگریٹ لیجیئے۔" مسٹر پاؤل نے اپنی میز کی دراز سے ایک اعلیٰ قسم کا سگریٹ باکس نکالا اور اس کا سیل پھاڑ کر اس میں سے ایک سگریٹ مجھے آفر کی۔ میں نے غیر اختیاری طور پہ سگریٹ قبول کر کے ہونٹوں میں لگائی اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس سے زیادہ گاڑھا اور گہرا دھواں آپ کے دل و دماغ میں رچا ہوا ہے۔"

"مسٹر پاؤل زیبی کو میں نے اپنی تمام بُرائیاں چھوڑ کر [illegible] تھا۔ اگر اسے میرے لیے ایک بُرائی بنا دیا جائے تو میری اپنی [illegible] کیا ہو گی۔" میں نے کہا۔

"اس بات سے مجھ سے زیادہ اور کون واقف ہو سکتا ہے جب کہ میں آپ سے چند الفاظ کہہ چکا ہوں۔"

"کون سے الفاظ۔؟"

"یہ کہ میری ذمّہ داریاں کچھ اور زیادہ ہیں۔ یعنی عام لوگوں سے کہیں زیادہ۔!"

"میں ان الفاظ کی وضاحت چاہتا ہوں۔"

"آپ نے ترلوکا کو گرفتار کرانے اور اس کی نام نہاد خانقاہ تباہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور ایک اتنے بڑے مجرم کو گرفتار یا ختم کرنے کے سلسلے میں میرے عہدے میں ترقی ہوئی تھی میں اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے آپ کے لیے امریکہ میں گرین کارڈ حاصل کیا تھا اور آپ کو امریکہ کی شہریت دلائی تھی گویا ان کاغذات میں جو آپ کو امریکی شہریت کے سلسلے میں دیئے گئے تھے ضمانت کے طور پر میرے دستخط موجود ہیں اور ان حالات میں اگر مسٹر نواز اصغر آپ کسی جذباتی لرزش کا شکار ہو کر کوئی ایسا اقدام کر بیٹھیں جو جرم میں شمار ہوتا تو اس کی ذمّہ داری آپ کی ضمانت دینے والے پر بھی آتی ہے۔" مسٹر پاؤل نے کہا۔ اور پھر اُن کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں مسٹر پاؤل زیبی نے اور میں نے شدید محنت کر کے امریکہ میں اپنی ایک پوزیشن بنائی ہے' نیو یارک کے اپنے حلقوں میں جو شریف سمجھے جاتے ہیں ہماری عزت ہے میں اس عزت کو تباہ کرنا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے میری زندگی کا ساتھی واپس مل جانا چاہیئے۔ جس کے ساتھ میں نے شرافت کی زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ نہ ملا تو پھر تو زندگی زندگی ہی نہیں اس میں شرافت یا بدمعاشی کا کیا ذکر آتا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں لیکن آپ مجھے مہلت دیں گے کہ میں محترمہ زیب النسا کی تلاش کے سلسلہ میں شدید محنت کروں اور اس وقت جب میں آپ سے اپنی ناکامی کا اعلان کروں تو میں آپ کو اجازت

دے دوں گا کہ آپ اپنے طور پہ کارروائی کریں۔ البتہ میری یہ درخواست مسلسل جاری رہے گی کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں۔ میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس بات کے امکانات تھے کہ پاؤل جیسا ذہین پولیس آفیسر ممکن ہے کوئی صحیح صورتحال معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے' ایسی شکل میں اگر میں جلد بازی میں کوئی قدم غلط اُٹھا بیٹھا تو پھر امریکہ میں میری شخصیت مجروح ہو جائے گی اور میں اپنی حیثیت کھو بیٹھوں گا۔ اس لئے جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں ہے۔ صورتحال کا مکمل تجزیہ کیا جائے۔ یہ پتہ لگایا جائے کہ زیبی کو اغواء کرنے والے اور میرے مکان کو تباہ کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔" چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر مسٹر پاؤل سے کہا۔!

"آپ مطمئن رہیں مسٹر پاؤل میں کوئی غیر قانونی اقدام نہیں کروں گا۔ لیکن میری بیوی مجھے مل جانی چاہیئے۔"

"یہ نا صرف ہمارا فرض ہے بلکہ میری ذاتی خواہش بھی ہے۔" مسٹر پاؤل نے کہا۔ تھوڑی دیر تک میں مسٹر پاؤل کے ساتھ بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد ان سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا۔ میں نے اپنے گھر ہی کا رُخ کیا تھا اس اچانک افتاد پڑنے سے میرے حواس منتشر تھے اور اس دوران میں ایک بار بھی سکون سے بیٹھ کر نہیں سوچ سکا تھا کہ زیبی کو اغواء کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔"

اگر گھر کی حالت میں یہ ابتری نہ ہوتی تو شاید ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال آ جاتا کہ زیب اپنے طور پہ کہیں چلی گئی ہے۔ چوں کہ میں اس سے کہہ کر گیا تھا کہ مجھے واپسی میں کافی وقت لگ جائے گا۔ ممکن اس نے سوچا ہو کہ اس دوران اپنے۔ شناساؤں سے مل لے۔ یا کسی کے ساتھ کچھ وقت گزارے لیکن گھر کی ابتر حالت اس بات کی نفی کرتی تھی اور پھر میری ملازمہ جوزی جو زخمی تھی اور ہسپتال پہنچ گئی تھی۔ گھر پہنچ کر میں جوزی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دِل تو یہی چاہا کہ ابھی ہسپتال جا کر جوزی سے ملاقات کر لوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کاشف نے گھر کی درستگی کے سلسلے میں کیا انتظامات کیئے ہیں۔ چنانچہ گھر پہنچ گیا۔"

کاشف دفتر کے چند آدمیوں کو لے آیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دو تین افراد اور بھی تھے جو میرے گھر کی بگڑی حالت کو درست کر رہے تھے جو چیزیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں انھیں اُٹھا کر ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا۔ ویسے کمال کی بات تھی اغواء کنندگان نے زیبی کو تو اغواء کیا ہی تھا۔ لیکن توڑ پھوڑ کی ضرورت انہیں کیوں پیش آ گئی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی نفرت کا اظہار کرنا چاہتے تھے اگر ایسی بات تھی تو میرے لیئے کوئی پیغام بھی ہونا چاہیئے تھا کم از کم پتہ تو چلنا چاہیئے تھا کہ وہ سورما کون ہیں جو مجھے للکارنا چاہتے ہیں۔ کاشف بڑی مستعدی سے تمام کام انجام دے رہا تھا۔ اس نے جو چیزیں مرمت ہونے کے قابل تھیں وہ مرمت کے لیئے ایک ٹرک میں لاد کر بھجوا دیں اور کچھ ایسی نئی چیزیں جن جن کی فوری ضرورت درکار تھی خریدنے کے لیے آدمیوں کو بھیج دیا تھا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ یہاں کی حالت درست کر دی گئی تھی اور میرے بیٹھنے کا بندوبست ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں اپنے بستر پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

تنہا زندگی کتنی عجیب لگ رہی تھی۔ میں تو صرف چند روز کے لئے زیبی سے جُدا ہوا تھا۔ لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زیبی مجھ سے طویل عرصے کے لیے جُدا ہو گئی ہو۔ اور طویل عرصے کی بات بھی صرف اپنے دِل کو بہلانے کے لیے تھی۔ اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ زیبی سے میری دوبارہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔

ہر چند کہ وہ میری ہم نسل نہیں تھی میرے وطن سے اس کا تعلق نہیں تھا۔ لیکن جرمن عورتیں ایشیائی عورتوں کا چربہ ہوتی ہیں۔ محبت وفاداری اور وفا شعاری میں بالکل ہماری اپنی عورتوں کی مانند کم از کم زیبی کے سلسلے میں میرا یہی نظریہ تھا۔ اس نے آج تک مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ کسی اور قوم اور مذہب سے تعلق رکھتی تھی اب تو وہ بالکل ہی میری زندگی کا ایک جزو بن کر رہ گئی ہے۔ اور اپنی ذات کے اس آدھے حصّے کے گم ہو جانے سے مجھے جس قدر اذیت ہو سکتی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ اذیت میں محسوس کر رہا تھا۔ لمحہ لمحہ دل میں اُبال سا اُٹھتا۔ جی چاہتا کہ زیبی کی تلاش کے سلسلے میں جس قدر قتل و غارت گری کر سکتا ہوں کروں۔ لیکن پھر عقل باز رکھتی اور میں سوچتا کہ اگر میری جلد بازی سے کوئی نقصان پہنچ گیا تو پھر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ اور کچھ میرے پاس نہیں رہے گا۔!

زیبی ممکن ہے مجھے مِل جائے لیکن میں امریکی شہریت سے محروم ہو جاؤں گا۔ مسٹر پاؤل مجھ سے رعایت برتنا چھوڑ دیں گے یہ ساری باتیں مجھے باز رکھ رہی تھیں۔ کافی دیر گزر گئی۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل آ گئے۔ مسٹر جیرڈ بھی ایک چھوٹے سے اسٹور کے مالک تھے اور میرے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ ڈیلے

پتلے بدن کے مسٹر رچرڈ نے مجھ سے ہمدردی کرتے ہوئے کہا۔

"حیرت کی بات ہے آخر وہ کون ہو سکتے ہیں جنہوں نے آپ کو یہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

"کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر رچرڈ کچھ نہیں کہہ سکتا —!"

"آپ جیسا شریف آدمی واقعی حیرت کی بات ہے۔"

مسٹر رچرڈ دیر تک بات چیت کرتے رہے پھر وہ رخصت ہو گئے میں نے کاشف سے کہا کہ میں کسی اور سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا کسی ایسے آدمی کو یہاں چھوڑ دو جو آنے والے آدمیوں کو یہاں سے ٹال سکے۔ کاشف اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا اس نے کہا کہ وہ ایک آدمی یہاں چھوڑ دے گا۔ لیکن وہ خود بھی یہیں موجود ہے۔

"نہیں کاشف تم واپس جاؤ بہت مصروف رہے ہو میرے ساتھ میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں —!"

"سر میں آپ کو اپنے دلی جذبات سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ ہم لوگ اور خاص طور سے صرف میں آپ سے اس لئے متاثر نہیں ہوں کہ آپ ہمارے باس ہیں بلکہ آپ ایک اتنے اچھے انسان ہیں اس لئے کہ آپ کے دکھ کو اپنا دکھ محسوس کر رہے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں میرے دوست میں جانتا ہوں جاؤ آرام کرو۔ کاشف چلا گیا۔ باہر اس نے جس شخص کو چھوڑا تھا وہ بھی فرم ہی کا ایک آدمی تھا اور اس کے سپرد یہ ذمہ داری کر دی گئی تھی کہ وہ آنے والوں کو ٹالتا رہے۔ چنانچہ اس کے بعد رات تک کسی ——— نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا۔ میں مسہری پر لیٹا خیالات کے بھنور میں ڈوبا رہا۔ بار بار ذہن ایک ہی طرف جاتا تھا اور وہ سمت تھی ترلوکا، ترلوکا کے بارے میں آپ کو یاد ہو گا کہ وہ کتنا خطرناک شاطر تھا اس نے ساری دنیا میں اپنے جال پھیلا رکھے تھے ہرے کرشنا، ہرے راما۔ تحریک کی جو بھی نوعیت ہو لیکن اس نے اس تحریک کی آڑ میں بڑے بڑے کے جواڈے بنا رکھے تھے منشیات فروش اور بھولے بھالے معصوم نوجوانوں کو منشیات کا عادی بنانا اس کا بہترین مشغلہ تھا اور اس طرح وہ دولت کے انبار لگا رہا تھا نا صرف دولت کے انبار لگا رہا تھا بلکہ اپنے نظریات کا پرچار کرتے ہوئے بے شمار نوجوانوں کو وہ زندگی سے محروم کر چکا تھا۔ اس نے انہیں بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس خطرناک ترلوکا کو گرفتار کرنے کے لیے پاؤل نے کوشش کی تھی۔ اس کے اڈے تباہ کر دیئے گئے تھے۔ لیکن ترلوکا بھاگ گیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے وسائل بھی معمولی نہیں ہوں گے۔ اب اتنے عرصے کے بعد اگر ترلوکا نے اپنے قدم جما کر اپنے اس دشمن کا قلع قمع کرنے کی سوچی تھی جس نے اسے تباہ کیا تھا تو یہ تعجب خیز بات نہیں تھی۔

ظاہر ہے وہ انتقام سے کیسے باز رہ سکتا تھا لیکن انتقام کے لیے اس نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بہت گھٹیا تھا میں نے خود ہی اپنے اس خیال کی ہنسی اڑائی کیا مجرم بھی ایسا اندازہ لگا کر سکتے ہیں جو اذیت سے بھرپور ہو ترلوکا نے جو انداز اختیار کیا وہ مجھے اذیت پہنچانے کے لیے ہے اور اس نے اپنی اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یعنی یقیناً اس نے میرے حالات معلوم کیے ہوں گے اور اسے پتہ چل گیا ہو گا کہ میں راجہ نواز اصغر امریکہ میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا ہوں اور میری زندگی میری محبوب بیوی میں ضم ہو چکی ہے۔

چنانچہ اس وقت اس سے زیادہ قیمتی شے میرے لئے اس روئے زمین پر اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس نے اس قیمتی شے کو مجھ سے چھین لیا اگر واقعی یہ ترلوکا کا کام ہے تو پھر زیبی کو حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں ہو گا۔ جتنا مسٹر پاؤل سمجھ رہے ہیں۔ تاہم میں مسٹر پاؤل کو موقعہ دینا چاہتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی اس سلسلے میں میرے ذہن میں کوئی بات طے بھی نہیں تھی۔

کاشف رات کو پھر آ گیا اور مجھے پرسکون رہنے کی تلقین کرنے لگا۔ اس نے مجھے کچھ کھلایا پلایا بھی اور اس کے مجبور کرنے پر میں نے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ چند سینڈوچز کافی کے ساتھ حلق میں اتارنے کے بعد میں کسی حد تک شکم سیر ہو گیا۔ کاشف نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی تو نہیں کی تو میں نے اسے جواب دیا۔ کہ میں کوٹھی سے نکلا ہی نہیں ہوں۔ تب اس نے کہا کہ وہ جوزی سے مل کر آ رہا ہے۔

"ارے ہاں — کیا کیفیت ہے، اس کی — ؟"

"ہوش میں آ گئی ہے —"

"اوہ کاشف — اگر وہ ہوش میں آ گئی ہے تو میں اس سے ابھی ملنا پسند کروں گا —"

"نہیں جناب ڈاکٹروں نے اس سے ملنے کی اجازت نہیں دی مجھے انہوں نے بس یہ اطلاع دی ہے کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے —"

"تو پھر مسٹر پاؤل سے گفتگو کرو —"

"ایس — مسٹر پاؤل کا ٹیلی فون نمبر" کاشف نے سوال کیا اور میں نے مسٹر پاؤل کے گھر کا نمبر بتا دیا۔ گھر پر مسٹر پاؤل ٹیلی فون پر

مل گئے تھے۔ کاشف نے ان سے رابطہ قائم کر کے ٹیلی فون کا رسیور مجھے تھما دیا تھا —

"نواز اصغر بول رہا ہوں —"

"کہیے نواب صاحب —!"

"میری ایک ملازمہ تھی جوزی — جو زخمی حالت میں گھر میں پڑی ہوئی ملی تھی اور اس وقت ہسپتال میں ہے اس کے بارے میں مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے کیا میں اس سے ملاقات کر سکتا ہوں —!"

"ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے آپ کی اس ملازمہ سے ملاقات کی ہے آپ یہ نہ سمجھیں مسٹر نواز اصغر کہ میں صرف چند الفاظ کہہ کر مطمئن ہو گیا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے سلسلے میں بھی میں مصروف ہوں —!"

"جوزی سے آپ کی ملاقات ہو گئی ؟" میں نے پوچھا —

"جی ہاں —!"

"کچھ بتایا اس نے — ؟"

"بہت مختصر — ؟"

"مجھے بتائیں گے آپ —!"

"بس اس کا کہنا ہے کہ وہ حملہ آوروں کو دیکھ نہیں سکی۔ وہ آنکھوں پر نقابیں لگائے ہوئے تھے اور یہ نقابیں اتنی چوڑی تھیں کہ ان کے چہرے نظر نہیں آتے تھے تاہم —!"

"ہاں تاہم — میں نے فوراً سوال کیا —!

"دیکھیے راجہ نواز اصغر ہمارے آپ کے درمیان جو معاہدہ ہے آپ اسے توڑیں گے نہیں —!

"نہیں توڑوں گا آپ مجھے بتائیے تاہم کے بعد آپ کیا کہنا چاہتے تھے — ؟"

"جوزی نے کہا ہے کہ وہ سب سر سے گنجے تھے" مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

"اوہ — اسکن ہیڈ" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں — یہی بتایا ہے جوزی نے لیکن یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے مسٹر نواز اصغر۔ پچھلے دنوں اسکن ہیڈ کے کچھ واقعات ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کسی نے ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو آپ سمجھتے ہیں کہ اس حلیے کو اختیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

میں نے کوئی جواب دیا۔ پھر میں نے کہا —!

"کیا میں جوزی سے مل سکتا ہوں — ؟"

"اگر آپ چاہیں تو ضرور مل سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آج کی رات آپ اسے اور چھوڑ دیں اور کل صبح ان سے ملاقات کریں۔ مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں رات بھر انتظار کروں گا۔ پھر رسمی الفاظ کے بعد ہم نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا میرے ذہن میں ایک بار پھر ہلچل پیدا ہونے لگی تھی۔ گنجوں کی کارروائی امریکہ کے مختلف شہروں میں ہوتی رہی تھی اور یہ کارروائی ایشیائیوں کے خلاف تھی۔ لیکن یہ بات بین الاقوامی طور پر زیر عمل تھی۔ اس کی ابتدا لندن سے ہوئی تھی۔

لندن کے بھرے پرے بازاروں میں گھٹے سر والوں نے کافی شرمناک کارروائیاں کی تھیں پھر انہی میں سے کچھ افراد امریکہ پہنچ گئے۔ اور وہاں شاید ایشیائیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام کرنے لگے۔ چنانچہ امریکیوں میں بھی اب گنجے سر والے پیدا ہو گئے تھے۔ اور ان گنجے سر والوں نے بہت سے ایشیائیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ ہر چند کہ پولیس نے ان کی روک تھام کے لیے خاص جدوجہد کی تھی۔ لیکن کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی کوئی واقعہ ہو ہی جاتا تھا۔ اگر یہ گنجے سر والوں کا کارنامہ ہے تو اس کا مقصد ہے کہ ترلوکا کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ایشیائیوں کے خلاف اقدامات کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے لیکن اگر جوزی کا کہنا درست ہے تو پھر ان تمام گنجے سر والوں کو دیکھنا پڑے گا لیکن سوال وہی پیدا ہوتا تھا کہ مسٹر پاؤل نے میرے ہاتھوں پیروں میں زنجیریں پہنا دی تھیں۔ وہ سوئے ہوئے نواز اصغر کو جاگنے سے روکنا چاہتے تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت سمجھتا تھا۔ آخر ترلوکا کو گرفتار کرانے والا کوئی معمولی شخص تو نہیں ہو گا۔ اور پھر میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں نے ان کے گروہ میں شامل ہو کر اس کی قلع قمع کرنے کی کارروائی کی ہے —

چنانچہ مسٹر پاؤل کو یہ اندازہ بھی ہو گا کہ ترلوکا کے خطرناک گروہ میں شامل کوئی معمولی شخص نہیں ہو گا۔ ممکن ہے میرے بارے میں چھان بین کرنے کے دوران انہیں علم ہو گیا ہو کہ میں کیسی زندگی گزار چکا ہوں اس لیے وہ میری طرف سے خوفزدہ ہوں اور امریکہ میں ایک اور مجرم کو پیدا ہونے سے روکنا چاہتے ہوں

رات گزاری صبح کو ناشتہ کیا اب میری حالت کسی قدر پرسکون تھی۔ وقت کے مرہم نے میرے گہرے گھاؤ پر ایک جھلی سی تان دی تھی۔ لیکن یہ جھلی بہت باریک تھی اور کسی بھی لمحہ یادوں کی ہوا سے ٹوٹ سکتی تھی۔ اور میں پھر منتشر ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ کام

میں نے صرف اپنے زخم سے رسنے والے خون کو روکنے کے لئے کیا تھا۔ البتہ زیبی کے معاملے کو میں کسی طور فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ کاشف جا چکا تھا۔ میں نے اپنی کار نکالی اور چل پڑا۔ میں نے پولیس ہسپتال کا رُخ کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس ہسپتال پہنچ گیا۔ جوزی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ روم نمبر سترہ میں ہے اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ روم نمبر سترہ کے دروازے سے ایک نرس باہر نکل رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دہشت کے آثار تھے وہ اتنے تیز قدموں سے آگے بڑھی اور ڈاکٹرز روم میں داخل ہو گئی کہ میں اسے روک بھی نہ سکا۔ ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹک کر رہ گیا تھا پھر میں کمرے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا نرس کے چہرے پر جو دہشت طاری تھی اس سے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا اور اندر پہنچ کر اس احساس کی تصدیق ہو گئی جوزی کا منہ کھلا ہوا تھا زبان باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں ایک ہی نگاہ میں دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے میرے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئیں گویا جوزی کو کوئی اور بیان دینے سے پہلے قتل کر دیا گیا ہے۔ ابھی میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ دو ڈاکٹر اور تین نرسیں دوڑتے ہوئے آئے اور کمرے میں گھس آئے ان کے ساتھ ہی وہ نرس بھی موجود تھی جو ابھی ابھی جوزی کے کمرے سے نکل کر گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سب ٹھٹک گئے نرسیں کچھ اس طرح خوفزدہ ہو گئیں۔ جیسے مجھے ہی قاتل سمجھ رہی ہوں اور انہیں احساس ہو جیسے ابھی ابھی میں نے جوزی کو قتل کیا ہے۔

”ڈاکٹروں نے ایک لمحے کے لئے ٹھٹک کر مجھے دیکھا اور پھر جوزی کی لاش کے قریب پہنچ کر اس کا معائنہ کرنے لگے ان میں سے ایک ڈاکٹر نے جوزی کے سینے پر ہاتھ رکھا کان لگائے اس کی آنکھوں کے پپوٹے اٹھا کر دیکھے اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی اور دوسرا ڈاکٹر کڑی نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے ترش لہجے میں سوال کیا۔

”میں آپ کی یہاں موجودگی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟“

”ڈاکٹر میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔“

”افسوس۔ میرا آپ سے تعارف نہیں ہے۔“ اس نے بدستور تند لہجے میں کہا۔

”مس جوزی میری ملازمہ تھیں۔ میں نے اس کی ترش روئی کے باوجود مدھم لہجے میں کہا۔“ اور ڈاکٹر نے چونک کر گردن ہلائی۔

”اوہ اچھا اچھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں آپ کا نام بتایا گیا تھا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ مس جوزی کو قتل کر دیا گیا ہے انہیں غالباً گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

”ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پولیس وغیرہ کا انتظام نہیں تھا۔“

”اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی بھلا ایک ایسی مریضہ کو کیا خطرہ ہو سکتا تھا جو زخمی ہونے کی وجہ سے ہوش میں بھی نہ آئی ہو۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

”تب پھر براہِ کرم آپ پولیس کو اطلاع دیجیئے۔“

”ضرور ضرور ویسے میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں کب سے موجود ہیں؟“

”یہ سوال آپ میرے بجائے اس نرس سے پوچھئے۔ میں نے نرس کی طرف اشارہ کر کے کہا اور نرس گلا صاف کرنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”جس وقت میں کمرے سے باہر نکل کر آپ کو اطلاع دینے کے لئے جا رہی تھی تو میں نے باہر ان صاحب کو دیکھا تھا یہ غالباً مجھ سے اس عورت کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے لیکن میں اس بُری طرح بدحواس تھی کہ انہیں کوئی جواب دیئے بغیر آپ کے پاس پہنچ گئی۔“

”اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ جس وقت مسٹر نواز اصغر تشریف لائے جوزی قتل ہو چکی تھی۔“

”جی ہاں۔“

”آپ کا کیا خیال تھا ڈاکٹر میں نے آکر جوزی کو قتل کیا ہے۔؟“

”نہیں نہیں۔ معذرت خواہ ہوں میں مگر آپ بھی دیکھئے کہ ہمارے لیے کتنی بڑی مشکل کھڑی ہو گئی ہے۔ ہسپتال میں کسی عورت کو قتل کر دیا گیا اس کی ذمہ داری ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ یال تم جاؤ پولیس کو ٹیلی فون کر دو۔“ اس نے دوسرے ڈاکٹر سے کہا اور دوسرا ڈاکٹر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پہلا ڈاکٹر دو تین بار پریشان نگاہوں سے جوزی کو دیکھنے کے بعد میری طرف متوجہ ہو گیا۔

”ویسے راجہ نواز اصغر صاحب مس جوزی کتنے عرصے سے آپ کے ہاں ملازم تھی۔؟“

”کافی عرصہ ہو گیا تقریباً ایک سال۔“ میں نے جواب دیا۔

”آپ کے خیال میں مس جوزی کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔؟“

”ڈاکٹر براہِ کرم آپ پولیس کا کام اپنے شانوں پر نہ ڈالیں پولیس کو آ جانے دیجیئے۔“ میں نے کہا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی نرسوں نے جوزی کا چہرہ ڈھک دیا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے تھے تھوڑی دیر کے بعد پولیس پہنچ گئی یہ پولیس آفیسر غالباً اس ہسپتال کے علاقے کا تھا اس لئے مجھے نہیں پہچانتا تھا اس نے ہم لوگوں سے سوالات شروع کر دیئے اور میں نے اس سے نرم لہجے میں کہا۔

”بہتر ہے کہ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف یا مسٹر پاؤل کو اطلاع دیں۔

”آپ مسٹر پاؤل کو کیسے جانتے ہیں۔؟“

”انسپکٹر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کرو فضول باتیں کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا اور انسپکٹر مجھے گھور کر دیکھنے لگا پھر اس نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا اور ماتحت باہر نکل گیا میں یہاں سے جا نہیں سکتا تھا اور جانا چاہیئے بھی نہیں تھا لیکن جوزی کو ہلاک کرنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ کچھ اور بھی بتا سکتی تھی اور یہ غلطی پولیس کی تھی کہ اس سے مکمل طور پر بیان لئے بغیر اسے چھوڑ دیا گیا اور اس کی حفاظت کے لیے پہرہ بھی نہیں لگایا گیا میری توقع کے خلاف نا صرف جوزف بلکہ مسٹر پاؤل بھی ہسپتال پہنچ گئے تھے اسپتال کے اس علاقے میں خاصی سنسنی پھیل گئی تھی لوگ اطراف میں جمع ہو گئے تھے پتہ چل گیا تھا کہ اس کمرے میں کوئی قتل ہو گیا ہے مسٹر پاؤل نے مجھے دیکھتے ہوئے سلام کیا اور مصافحہ کر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے جوزف نے جوزی کی لاش کو کھول کر دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر پاؤل کی طرف دیکھنے لگا۔

”گردن دبا کر ہلاک کیا گیا ہے۔؟“

”یہ انکشاف بہت پہلے ہو چکا ہے۔“ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”آپ۔ آپ جوزی سے کوئی بات چیت کر سکے۔؟“

”جی نہیں۔ میں اس سے معلومات کرنے کے لئے ہی آیا تھا لیکن یہاں اس کی لاش سے ہی ملاقات ہوئی پولیس کا خاصا معقول انتظام کیا تھا آپ نے مسٹر پاؤل۔؟“

”اس کے لئے پہرہ لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی“ پاؤل نے جواب دیا۔

”جی ہاں۔ اس پر پہرہ لگانے کی کیا ضرورت تھی قاتلوں کو تکلیف ہوتی۔“ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”راجہ صاحب آپ براہ کرم پولیس کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔“ جوزف سے میری طنزیہ گفتگو برداشت نہ ہو سکی تھی۔

”ٹھیک ہے میں پولیس کے معاملات میں مداخلت نہیں کر رہا لیکن پولیس کی کارکردگی پر تبصرہ ضرور کر سکتا ہوں۔ جوزی پر پہرہ لگانا چاہیئے تھا چونکہ وہ صحیح طور پر ہوش میں آنے کے بعد حملہ آوروں کی نشاندہی کرنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو سکتی تھی۔“ میں نے کہا جوزف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ پاؤل نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

”جوزف خود کو کنٹرول کرو۔“ مسٹر پاؤل نے کہا اور انسپکٹر جوزف نے خود کو سنبھال لیا۔

”ٹھیک ہے مسٹر پاؤل۔ زیبی کے سلسلے میں کچھ معلوم ہونے کی یہ اُمید بھی ختم ہو گئی۔ اب مجھے اجازت دیجیئے۔“

”مسٹر پاؤل میرے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔“ جب کوئی مجرمانہ کارروائی ہوتی ہے تو مُجرم پورا پلان بناتے ہیں ان کی تمام کارروائیاں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتی ہیں جبکہ پولیس ناواقف ہوتی ہے۔ حالات کے شواہد سے وہ جرم کے تانے بانے کا پتہ چلاتی ہے۔ تب کہیں جا کر اس کا کام بنتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے افسوسناک ہے۔ لیکن کیا ہم اس کے لئے پہلے سے تیار تھے۔؟

”ظاہر ہے۔“

”پھر وقت تو لگے گا مسٹر اصغر۔ جو کچھ ہونا ہے ہونے دیں۔ بہت جلد ہم اس پوزیشن میں آ جائیں گے کہ مجرموں کے خلاف پوری طرح عمل کر سکیں۔“

”ٹھیک ہے مسٹر پاؤل میں انتظار کروں گا۔ میں نے جواب دیا اور ہسپتال سے باہر نکل آیا میرا ذہن بُری طرح اُلجھا ہوا تھا الجھنا بھی چاہیئے تھا زیبی کے علاوہ میرا دنیا میں اور کون تھا ہسپتال سے نکلنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کہاں جاؤں بس یونہی گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا رہا ایک علاقے سے گذرتے ہوئے دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ نیلے رنگ کی ایک شیورلیٹ بہت دیر سے عقب نما آئینے میں نظر آ رہی ہے۔ ذہن ایکدم سے چونک پڑا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کچھ عرصے سے زندگی کے وہ ہنگامے چھوڑ چکا تھا جن کے تحت ان باتوں کا پوری طرح خیال رہتا تھا لیکن ایک بار پھر حالات مجھے اس لائن پر لے آئے تھے تو مجھے چاہیئے تھا کہ میں خود کو پوری طرح ہوشیار رکھوں۔“

”نیلی کار پر میں نے نگاہ جما دی سامنے کی سمت بھی دیکھ رہا تھا اور اس کار پر بھی غور کر رہا تھا اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ یہ صرف میرا وہم تو نہیں ہے میں نے کار کو ذرا تیز کر دیا اور ایک سنسان سڑک پر نکل آیا اس سنسان سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ نیلی کار میرا تعاقب کر رہی ہے اس کا مقصد ہے کہ تعاقب کرنے والے انہی لوگوں سے متعلق ہوں گے جنہوں نے زیبی کو اغوا کیا ہے اور جو اب میرے معمولات کے بارے میں واقف رہنا چاہتے ہیں۔“

”ذرا دلچسپ بات تھی اگر ایسا کوئی شخص میرے ہاتھ لگ جائے تو پھر میں اس راجہ نواز اصغر کو دوبارہ آواز دوں جس نے اپنے دشمنوں کو ہمیشہ نیچا دیکھنے پر مجبور کیا ہے۔ ایک چوراہے سے

گھومنے کے بعد میں ایک اور سڑک پر آ گیا اور پھر یہاں سے میں نے ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روک لی کار سے اتر کر میں جنرل اسٹور میں داخل ہو گیا اور بلاوجہ چند چیزیں خرید ڈالیں مقصد یہی تھا کہ ان لوگوں کا جائزہ لوں۔ نیلے رنگ کی شیورلیٹ میری کار سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی تھی اور اس میں جو کوئی موجود تھا انہیں دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی وہ گھٹے ہوئے سر والے دو آدمی تھے جیساکہ میرے پڑوسیوں سے پولیس کو معلوم ہوا کہ میری کوٹھی میں ہنگامہ کرنے والے اسکن ہیڈ تھے اور اب میرا تعاقب یہی لوگ کر رہے تھے چنانچہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میرے ذہن نے ایک منصوبہ بنا لیا۔

" اسٹور سے سامان خرید کر میں چل پڑا اور پھر اپنی کار میں آ بیٹھا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد میری کار زیبی کار پٹس کے سامنے رُکی تھی زیبی کارپٹ کے سامنے رُکنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ اب بھی یہاں موجود ہیں یا نہیں میں نے دیکھا کہ شیورلیٹ اطمینان سے ایک جگہ پارک ہو گئی تھی گویا وہ مستقل میرا تعاقب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے میں فرم میں داخل ہو گیا کاشف وہاں موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور میرے پاس پہنچ گیا۔

" کوئی خاص بات نہیں ہے کاشف، میں ذرا تمہاری کار استعمال کروں گا۔"

" ضرور جناب۔ آپ کی کار خراب ہو گئی ہے کیا۔ ؟"

" نہیں دوسرا مسئلہ ہے بتادوں گا تمہیں"، میں نے کہا اور کاشف نے اپنی کار کی چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد کاشف کی کار کی چابیاں لے کر نیچے اتر آیا میں نے پارکنگ کے عقبی حصے میں کھڑی ہوئی کاشف کی کار نکالی اور عمارت کے پچھلے حصے سے گذر کر ایک لمبا چکر کاٹ کر اس سڑک پر آ گیا جو زیب کارپٹس کے سامنے والی سمت کی سڑک تھی وہاں میں نے اس نیلی کار کو بدستور کھڑے ہوئے دیکھا اور اپنی کار اس سے کچھ فاصلے پر روک دی تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں انتظار کیا اس کے بعد ایک سُرخ رنگ کی کار میں نے وہاں آ کر رُکتے دیکھی دونوں گنجے اس دوسری کار کو دیکھ کر نیچے اتر آئے تھے کار میں شاید کوئی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی دور سے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس کے لباس سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے۔ فاصلہ میں نے اتنا رکھا تھا کہ میں اس کے خدوخال نہیں دیکھ پایا تھا۔ بہرطور لڑکی گنجوں سے باتیں کرنے لگی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ زیبی کارپٹس میں داخل ہو گئی۔

" میں دلچسپی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ لڑکی تقریباً بیس منٹ کے بعد وہاں سے برآمد ہوئی اور ادھر ادھر دیکھتی ہوئی نیلی شیورلیٹ کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے گنجوں سے کچھ کہا اور وہ بری طرح بدحواس ہو گئے۔ پھر لڑکی تو اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑی اور گنجوں نے اپنی کا اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اب میری کار ان کے تعاقب میں تھی۔"

میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ہوٹل پام گرو میں داخل ہوتے دیکھا، میں خود بھی پھرتی سے اتر کر ان کا تعاقب کرنے لگا تھا۔ پام گرو کے دوسری منزل کے کمرہ نمبر ستائیس میں وہ دونوں داخل ہوئے۔ مجھے انہیں نگاہ میں رکھنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور پھر کمرہ نمبر ستائیس کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا، میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ کھولنے والا انہیں میں سے ایک تھا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدحواس ہو گیا۔ اس نے پھرتی سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنا بدن دروازے میں پھنسا دیا تھا اور پھر میں نے زور لگایا تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور دروازہ پوری آواز کے ساتھ کھل گیا۔ اس دھینگا مشتی کی آواز نے دوسرے گنجے کو بھی میری طرف متوجہ کر دیا تھا مجھے دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں اب دروازے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا اور ان دونوں کے چہروں پر بدحواسی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ درمیانی جسامت کے لوگ تھے۔ سر ضرور گھٹے ہوئے تھے لیکن خطرناک نہیں نظر آتے تھے۔ میں ان کے سامنے کھڑا ہونٹ بھینچے انہیں گھور رہا تھا پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب تمام صورتحال اگل دو ورنہ تمہارے دانت تمہارے منہ میں نہ رہ سکیں گے۔"

"کک — کیا بکواس ہے کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" ان میں سے ایک نے سراسیمہ لہجے میں کہا۔

"دیکھو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ زیبی کہاں ہے؟"

" زیبی؟"

" ہاں — میری بیوی۔"

" شاید تم شراب پی کر یہاں آ گھسے ہو شرافت سے جاتے

ہو یا میں کسی کو بلاؤں" ان میں سے ایک نے سنبھل کر کہا۔

" گویا تم شرافت سے میرے سوال کا جواب نہیں دو گے"۔ میں نے ہاتھ کی آستین چڑھاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں مستعد ہو گئے۔ ان کی تیز نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

" تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

" اس طرح نہیں میرے دوستو۔ اس طرح نہیں"۔

" پھر کس طرح؟"

" مجھے میرے سوالات کا جواب دو"۔

" تم جانتے ہو۔ اس طرح کسی کے کمرہ میں گھس آنا جرم ہے"۔

" ہاں میں جانتا ہوں"۔

" اس کے باوجود"۔

" ہاں اس کے باوجود"۔

" ہم تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے"۔

" کیا واقعی؟"

" ہاں۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ ہم آرام کر رہے تھے کہ تم دھوکہ دے کر کمرے کا دروازہ کھلوا کر یہاں آ گئے اور اب ہمیں دھمکیاں دے رہے ہو"۔ ان میں سے ایک نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

چند لمحات وہ اسی طرح میرے سامنے کھڑے رہے اور پھر جیسے سنبھل گئے۔ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ ان کی پوزیشن خراب نہیں ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔

" تم شرافت سے یہاں سے جاتے ہو یا ہم تمہارے خلاف کوئی کارروائی کریں"۔

" کارروائی تو اب میں شروع کرتا ہوں، مجھے میری بات کا جواب دو، تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

" دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔ ہم اپنے ہوٹل کے کمرے میں آرام کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو ہم تمہارا تعاقب کر رہے تھے"۔

میرے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور پھر میں نے ان میں سے ایک کا گریبان پکڑ لیا۔ دوسرے نے عقب سے آ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن دفعتاً وہ نیچے بیٹھ گیا اور اس کا زوردار گھونسہ سامنے والے کے منہ پر پڑا۔ میں نے فوراً ہی نیچے جھک کر سامنے والے کی ٹانگیں پکڑ لی تھیں۔ اور پھر جب میں نے اس کی دونوں ٹانگیں کھینچیں تو وہ نیچے گر پڑا۔ پیچھے والا میری گردن پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن میں نے ہلکا سا جھک کر اسے الٹ دیا۔ اور وہ بھی اپنے ساتھی پر جا گرا۔ دونوں کے حلق سے وحشت ناک چیخیں نکلی تھیں۔ میں نے دونوں کے گریبان پکڑ کر انہیں اٹھایا اور پھر پوری قوت سے انہیں آپس میں ٹکرا دیا۔ تن و توش میں وہ بہت زیادہ نہیں تھے۔ ویسے بھی لڑائی بھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بدن نازک سے تھے۔ سر گنجا کرانے سے شکلیں تو خراب ہو گئی تھیں لیکن جسموں میں زیادہ توانائی نہیں تھی۔ میرے گھونسوں نے انہیں نڈھال کر دیا۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے۔ اور ان کی اس چیخ و پکار سے مجھے نقصان پہنچا۔

باہر سے دستک کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میں بوکھلا گیا۔ اس طرح ان لوگوں کی پٹائی کرنے کا کوئی جواز میرے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ اب ذرا پریشانی کی بات تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں دروازہ کھول دوں۔ کیونکہ باہر زیادہ بھیڑ بھاڑ جمع ہو سکتی تھی۔

میں پریشان سا دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اس طرح لیٹ گئے تھے جیسے بے ہوش ہو گئے ہوں۔ واقعی صورتحال بہت خراب ہو گئی تھی۔ پھر دروازے پر زوردار ضربیں پڑنے لگیں۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ اب وہ دروازہ توڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب کوئی ایسی کارروائی کروں جس سے اپنی جان بچا سکوں، اس وقت ان لوگوں کے چنگل سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

بہرطور میں دروازے کے قریب پہنچا، میں نے دروازہ کے پاس رک کر ایک رومال اپنی جیب سے نکالا اور اسے اپنے چہرے پر لگا لیا، اور دوسرا ہاتھ میں نے جیب میں ڈال لیا تھا پھر میں نے پھرتی سے دروازہ کھول دیا۔

باہر صرف تین یا چار آدمی تھے، ابھی تک زیادہ لوگ جمع نہیں ہو سکے تھے۔ میں نے کوٹ ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

" میری جیب میں ریوالور ہے۔ تم میں سے اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو وہ اپنی زندگی کھو بیٹھے گا"۔

میرے لہجے کی غراہٹ نے انہیں چونکنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے میرے کوٹ کی جیب میں ابھرے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور اس بات کا یقین کر لیا کہ میری جیب میں پستول موجود ہے۔ چنانچہ وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے میں راہداری میں دوڑتا ہوا سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ گیا اور جیسے پھر انہیں ہوش آ گیا اور وہ بری طرح چیخنے لگے۔

" پکڑو پکڑو — دوڑو پکڑو"۔ لیکن مجھے بس چند لمحات کی پھرتی

درکار تھی۔ میں تقریباً چار چار یا پانچ پانچ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا پہلی راہداری میں آگیا اور پھر وہاں سے ایک سمت گھوم کر اس چھوٹے زینے کے پاس پہنچ گیا، جو ذیلی زینہ سمجھا جاسکتا تھا یہاں پہنچ کر میں نے جلدی سے چہرے سے رومال ہٹا دیا اور اپنے آپ کو پرسکون بنانے کی کوشش کرکے نیچے اترتا چلا گیا۔ وہ سب بڑے زینے کی جانب بھاگ رہے تھے۔ اس طرح مجھے آسانی ہوئی اور میں نیچے پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

نیچے پہنچنے کے بعد میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اپنا کوٹ الٹ کر پہن لیا تھا، یہ حرف اتفاق تھا کہ اس وقت جو کوٹ میں پہنے ہوئے تھا وہ ڈبل سائیڈ کوٹ تھا، یعنی اسے الٹ کر بھی پہنا جاسکتا تھا۔ اس طرح کوٹ الٹ کر پہن لینے سے میری وقتی الجھن دور ہوگئی۔ دوڑنے والے دوسری سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی سیڑھی پر پہنچ گئے۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو اوپر کے ہنگامے کے بارے میں بتانے لگے۔ کسی کی توجہ میری جانب نہیں گئی تھی۔ میں بھی معلومات کرنے والے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہوگیا۔ چونکہ وہ لوگ میرا چہرا نہیں دیکھ سکے تھے اور پھر میرے لباس میں بھی تبدیلی ہوگئی تھی۔ اس لیے وقتی طور پر میری جان بچ گئی اور وہ ادھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنے لگے۔

ہوٹل کے منیجر کو بھی اس ہنگامے کی اطلاع مل گئی میں یہ معلوم کرکے یہاں سے جانا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر گنجوں نے ہوش میں آکر یا اس پوزیشن میں مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے فوراً پہچان لیں گے۔ چنانچہ میں زیادہ دیر وہاں نہ رکا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر آگیا۔

باہر آکر میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑا۔ میں ان کم بختوں کے بارے میں اور کچھ معلوم نہیں کرسکا تھا لیکن ان کی شکلیں میرے ذہن میں تھیں اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس کار کا نمبر بھی ذہن نشین کرلیا تھا جو اب بھی نیچے کھڑی ہوئی تھی کم از کم اس کار سے مجھے ان لوگوں کے بارے میں پتا چل سکتا ہے۔

میں کار اسٹارٹ کرکے واپس چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد زیبی کارپٹس پہنچ گیا۔ میرے حلیے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی سوائے اس کے کہ میں نے کوٹ الٹ کر پہنا ہوا تھا۔ میں اپنے دفتر میں بیٹھ گیا۔

کاشف بغور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا، شام کو میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے وحشت ہوئی تھی، زیبی کا خیال ذہن پر مسلط ہو جاتا تھا، ایک ایک گوشے سے اس کی آواز آتی تھی اور میرا دل تڑپ تڑپ کر رہ جاتا تھا۔ اس وقت میں نے جذباتی کوشش کی تھی، ان گنجوں پر فوراً ہی حملہ آور نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ ان کو نگاہ میں رکھنے کے بعد کسی ایسی جگہ ان سے معلومات حاصل کرنی چاہیے تھیں، جہاں یہ پوزیشن نہ ہوتی۔ اب تک جو یہ سب کچھ ہوا تھا، بلا وجہ ہوا تھا اور اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا جذباتی کوششیں میرے لیے نقصان دہ ہوسکتی ہیں۔ وقت گزرتا رہا، رات ہوگئی، اس وقت تقریباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ باہر سے بیل بجی اور میں چونک پڑا۔ میں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ انسپکٹر جوزف چند پولیس افسران کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے پھر اس نے کہا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، مسٹر نواز اصغر۔"

"جی فرمایئے۔"

"دراصل آپ کے خلاف ایک رپورٹ لکھوائی گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہیری اور جیکسن کو آپ نے شدید زخمی کرکے ہلاک کر دیا ہے۔"

"میں نے۔ میں نے۔" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں مجھے یہی تفصیل بتائی گئی ہے۔"

"آپ پتا نہیں کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر جوزف؟"

"راجہ صاحب مجھے افسوس ہے جس چیز کے لیے آپ کو منع کیا گیا تھا، آپ نے وہی کیا۔" جوزف نے کہا۔

"میں آپ کی ایک بات بھی نہیں سمجھا۔"

"مسٹر ہنری اور مسٹر ولسن کیری فرینگ نامی فرم میں ملازمت کرتے ہیں۔ ان کا مستقل قیام ایک ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل میں رہنے والوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اچانک اس کمرے سے چیخیں سنیں جس میں وہ دونوں رہتے تھے۔ اندر کچھ ہنگامہ ہو رہا تھا

انہوں نے دروازہ بجایا اور چند لمحات کے بعد اندر سے ایک شخص نکلا۔ جس کے چہرے پر رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ انہیں ہلاک کرنے کی دھمکی دے کر یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ پولیس کو اس سلسلے میں اطلاع دی گئی اور پولیس وہاں پہنچ گئی۔ پولیس کو کمرے میں ہنری اور ولسن کی لاشیں ملیں۔"

"لاشیں" میرا خون خشک ہوگیا۔

"جی ہاں۔ لاشیں۔ انہیں پہلے مارا گیا اور پھر گردن دبا کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔"

"اوہ۔" میرے حلق سے گہری سی اُف نکل گئی۔ ایک لمحہ کے لیے میری آنکھوں میں تاریکی چھاگئی تھی۔ لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ "اور یہ کیسے معلوم ہوا انسپکٹر کہ میں ان کا قاتل ہوں؟"

"یہ بٹن۔" انسپکٹر جوزف نے جیب سے آستین کا ایک بٹن نکال کر مجھے دکھایا۔ جو میرے کوٹ کی آستین کا ہی تھا۔ "یہ بٹن ان میں سے ایک کی مٹھی میں سے ملا ہے۔ دوسرا اہم ثبوت یہ کارڈ۔" اس نے جیب سے میرا کارڈ نکال کر دکھایا۔ "یہ کارڈ بھی وہاں پڑا ملا ہے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ میں انہیں قتل کرکے یہ کارڈ وہاں ڈال آیا۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"ڈالا نہیں مسٹر اصغر بلکہ یہ کارڈ وہاں گر گیا۔" انسپکٹر جوزف نے کہا۔

"گردن پر آپ نے انگلیوں کے نشانات ضرور تلاش کیے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"دونوں کا پوسٹ مارٹم ہوگیا ہے۔ گردن پر کوئی نشان نہیں ملا۔ غالباً رومال استعمال کیا گیا تھا یا پھر دستانے۔"

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر جوزف کہ اس ہنگامی حالت میں کسی کو قتل کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔"

"یہ سوال پولیس کے وکیل سے کر سکتے ہیں آپ۔"

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کی گرفتاری۔"

"ضابطے کی کاروائی کرکے آئے ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔ یہ تلاشی کا وارنٹ ہے اور یہ آپ کی گرفتاری کا۔" جوزف نے کچھ کاغذات نکال کر میرے سامنے کر دیے۔ اور پھر پستول نکال کر بولا۔

"مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگا دوں۔" میں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مجھے ہتھکڑی لگانے کے بعد جوزف نے کمرے کی تلاشی لی اور وہ کوٹ تلاش کر لیا جو میں صبح پہنے ہوئے تھا۔ کوٹ کی آستین کا بٹن موجود نہیں تھا۔ کوٹ برآمد ہونے کے بعد مزید کسی تلاشی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ میں جوزف کے ساتھ باہر نکل کر پولیس کی کار میں آبیٹھا۔ دماغ مفلوج ہو رہا تھا۔ کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ میری کہانی درست تھی سوائے اس کے کہ میں نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔ میرا کارڈ یقیناً میرے کوٹ کی اوپری جیب سے گرا تھا۔ بٹن بھی ٹوٹ کر ان میں سے کسی کے ہاتھ میں رہ سکتا تھا۔ چونکہ وہ آستین کا بٹن تھا۔ اس لیے اس وقت مجھے اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔ درحقیقت جلد بازی میں گردن پھنس گئی تھی۔

مجھے تھانے پہنچا دیا گیا۔ میں نے جوزف سے پوچھا۔ "کیا مسٹر پاؤل کو ان واقعات کی اطلاع دے دی گئی؟"

"مسٹر پاؤل کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میری خواہش ہے کہ انہیں اطلاع دے دی جائے۔"

"بہتر ہے۔"

"اس کے علاوہ میں اپنے منیجر کاشف سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ممکن ہے اس میں کچھ دیر لگ جائے۔ لیکن آپ کی اس خواہش کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔ میں آپ کا بیان لینا چاہتا ہوں۔"

"آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں۔"

"کیا آپ ان دونوں کے قتل کا اعتراف کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیا آپ ان دونوں سے واقف ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا آپ ہوٹل پام گرو گئے تھے؟"

"نہیں۔"

"صبح کو ہماری ملاقات ہسپتال میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ کی مصروفیات کیا رہیں؟"

"میں اپنی فرم میں رہا تھا۔"

"کس وقت تک؟"

"شام تک۔"

"آپ کی کار کہاں ہے؟"

"میرے منیجر کے پاس۔ میں اس کی کار سے آیا تھا۔"

"وجہ؟"

"منیجر میری کار لے گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کی وجہ؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے کی گاڑیاں استعمال کر لیتے ہیں۔ وہ میرا ملازم ہی نہیں میرا دوست بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہاں آپ کے کوٹ کا بٹن اور آپ کا کارڈ کیسے پایا گیا؟"

"مجھے پھنسانے کی کوئی کوشش ہی ہو سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور جوزف نے شکریہ ادا کرکے سوالات کا سلسلہ منقطع

کر دیا۔ اس کے بعد مجھے لاک اپ میں بند کر دیا گیا تھا۔ ساری رات لاک اپ میں گزر گئی۔ دوسرے دن دس بجے کاشف نے ایک وکیل کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی۔ ہمیں گفتگو کے لیے تنہائی دی گئی تھی۔ وکیل نے مجھ سے معلومات حاصل کیں اور میں نے اس سے بھی یہی کہا کہ میں بے قصور ہوں، قتل میں نے نہیں کیا" تب وکیل بولا

"آپ نے ہسپتال سے واپسی کے بعد کی جو مصروفیات بتائی ہیں۔ ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کاشف صاحب کے بیان کے مطابق آپ تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کی کار لے کر نکل گئے تھے۔ جبکہ آپ کے دوسرے اسٹاف نے بھی آپ کو اس کے بعد وہاں نہیں دیکھا کاشف نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ پولیس اس سے بیان لے چکی ہے اور اس غریب نے وہی بتایا ہے جو سچ تھا۔

"وکیل صاحب میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قتل میں نے نہیں کیا۔ حالات جو بھی ہوں آپ براہِ کرم کارروائی کریں"۔

"بہتر ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں"۔ وکیل خود بھی میرے بیان سے مطمئن نہیں تھا۔"

کاشف نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

"سر آپ اطمینان رکھیں۔ میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا" میں خاموش رہا اور وہ لوگ چلے گئے۔ کاشف اور میرے اسٹاف کے بیان نے بھی میری پوزیشن مزید خراب کر دی تھی۔ لیکن سب بے قصور تھے۔ قصور میرے نصیب کا تھا۔ لیکن بہر حال ان حالات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ باقاعدہ میرے لیے مصروف ہیں اور میری اس پرسکون دنیا میں ہلچل پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں"۔

لنچ کے بعد مجھے لاک اپ سے نکال کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور پھر گاڑی پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گئی۔ یہاں مجھے ایک خاص ہال میں پہنچایا گیا۔ جو تفتیش کرنے کا ہال تھا۔

یہاں میں نے مسٹر پاؤل کو دیکھا اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ اور وہ کسی قدر برہم نظر آ رہا تھا۔

"تو تم نے میری بات نہیں مانی اور صبر نہ کر سکے"۔ مسٹر پاؤل نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے کسی کو قتل نہیں کیا مسٹر پاؤل"۔

"ثبوت آپ کے خلاف ہیں"۔

"حالات کو میرے خلاف بنایا گیا ہے"۔

"میں نے اس پر بھی غور کیا ہے۔ لیکن حالات تمہارے خلاف ہیں۔ وہ اسکن ہیڈ تھے اور تمہیں ایسے لوگوں سے نفرت ہو گئی ہے"۔

"میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں"۔

"کیا تم اینی ڈمیل کو جانتے ہو؟"

"یہ کون ہے؟"

"ایک ڈیپارٹمنٹس اسٹورز کی منیجر۔ ڈمیل اسٹورز کراؤن ونگ

میں واقع ہے۔ اینی ڈمیل تمہارے اسٹوڈیو میں گئی تھی۔ اس نے کچھ قالینوں کی خریداری کے سلسلے میں تمہارے منیجر سے بات کی تھی اور پھر دوبارہ آنے کے لیے کہہ کر باہر نکل آئی۔ وہاں اس کی ملاقات ہیری اور رکسن سے بھی ہوئی اور پھر جب وہ روانہ ہو رہی تھی تو اس نے کار کو ان دونوں کی کار کے تعاقب میں دیکھا جو تمہارے منیجر کی ہے اور اس کا بیان ہے کہ تم اس کار میں موجود تھے۔ اسے حیرت ضرور ہوئی لیکن وہ مصروف تھی اس لیے اس وقت کوئی چھان بین نہیں کر سکی۔

"وہ مجھے جانتی تھی؟" میں نے مسٹر پاؤل سے پوچھا۔

"نہیں۔ اس نے تمہاری شکل کار میں دیکھی تھی۔

"پھر اس نے کیسے تصدیق کی کہ میں"

"تمہاری تصویر اسے دکھائی گئی تھی۔ اس نے پہچان لیا"

"میں اینی ڈمیل سے مل سکتا ہوں؟"

"مناسب وقت پر تمہیں اس سے ملا دیا جائے گا" مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

"اینی ڈمیل کا ان دونوں سے کیا تعلق ہے مسٹر پاؤل؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔ وہ انہیں اپنا دوست بتاتی ہے" پاؤل نے کہا اور میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر پاؤل۔ سابقہ تعلقات کی بنا پر میں آپ کو اپنا دوست گردانتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں۔ میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔ یوں سمجھ لیں میرے خلاف سازش کی گئی ہے اور سازش کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے میری بیوی کو اغوا کیا ہے۔ میں آپ سے اس بات کا خواہشمند ہوں کہ آپ خصوصی طور پر اس سلسلے میں کام کریں اور میری بے گناہی کو تسلیم کریں۔ میں نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا۔ میں اپنی پُرسکون زندگی کو درہم برہم کرنا نہیں چاہتا۔

پاؤل گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتا رہا پھر بولا "لیکن مسٹر نواز پھر آپ کا کارڈ اور آپ کے کوٹ کا بٹن وہاں کیسے پایا گیا؟"

"جو لوگ میری بیوی کو اغوا کر سکتے ہیں ان کے لیے یہ معمولی سا کام
ا مشکل تو نہ ہوگا"۔ میں نے کہا اور پاؤل سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی
یال نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں ایک
یب سی چمک تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہے
ر بہت سے حالات میں کام کر چکا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی اس
تجربہ کار نگاہیں میرے دماغ میں کچھ ٹٹول رہی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔
"مسٹر نواز اصغر۔ ہر چند کہ آپ اس جرم سے انکار کر رہے ہیں لیکن
لات و شواہد کا جہاں تک تجزیہ کیا جا سکتا ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کہیں
ہیں آپ ان دونوں کے معاملے میں ملوث ضرور ہیں۔ میرا ذاتی خیال
ھا کہ چونکہ آپ اس وقت جذباتی کشمکش کا شکار ہیں آپ کو اس بات
لم ہو چکا ہے کہ چند گنجے سر والوں نے آپ کی بیوی کے خلاف کارروائی کی
، اور اسے اغوا کیا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے آپ
ی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کے لیے آپ کا
شان ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں سے ملاقات کی
طیش میں آ کر انہیں قتل کر دیا۔ لیکن اس میں صرف چند باتیں ایسی ہیں جو
پ کے حق میں جاتی ہیں۔ مقصد یہ کہ ان لوگوں کو قتل کرنے سے آپ کا کوئی
صد حل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو اپنی بیوی کے بارے میں ان سے معلوم
چکا ہوتا تو آپ کی کیفیت مختلف ہوتی۔ بہرطور میں آپ سے انتہائی
صانہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ مجرم نہیں ہیں تو آپ کی بے گناہی
ت کرنے کے لیے میں پوری کوشش کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ
میرا اپنا جو فرض ہے جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ محترمہ زیب النساء
برآمد کرنا میری ڈیوٹی ہوگی اور آپ مطمئن رہیے مجھے اس جرم کے
سلسلے میں جس قسم کی بھی ذمہ داریاں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کی
ی کے حصول کے لیے میں اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دوں گا"۔
ا نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گیا۔ مسٹر پاؤل نے مجھے دوبارہ
کمرے میں بھجوا دیا تھا یعنی لاک اپ میں جہاں میں تنہا تھا۔ تنہائی میں
نے اپنے کمرے میں بیٹھ کر سوچا کہ حالات اس وقت میرے کافی خلاف
۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اپنا کارڈ اور آستین کا بٹن وہاں
ہی چھوڑ کر آیا تھا۔ خوشی کی بات یہ تھی کہ ہوٹل میں عام لوگ میری
خت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس وقت میں نے چہرے پر رومال لپیٹ
تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ باقاعدہ میرے خلاف جال بُن رہے
اور ان گنجوں کو ممکن ہے جان بوجھ کر میرے سامنے لایا گیا ہو تاکہ
گرفتار ہو جاؤں لیکن بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ زیبی
اغوا کرنے والوں کا مقصد کیا تھا؟ صرف میری دشمنی یا اس سے پس پردہ

اور کوئی کارروائی تھی لیکن کسی اور کارروائی کا فی الحال کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ میں امریکہ میں ایک بے ضرر زندگی گزار رہا تھا۔

بہت دیر تک غور و خوض کرتا رہا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرطور وقت گزرتا رہا۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا کاشف بے چارہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ میری ضمانت ہو جائے۔ لیکن قتل کا معاملہ تھا اور پھر وہ بھی دوہرے قتل کا اور قتل کی پیروی جس سمت سے کی جا رہی تھی ادھر بھی شاید کچھ زور لگایا جا رہا تھا۔

چنانچہ میری ضمانت نہیں ہو سکی۔ میرا وکیل مسٹر پیرے کئی بار مجھ سے مل چکا تھا اور مختلف امور پر گفتگو کر چکا تھا۔ لیکن وہ بھی اس سلسلے میں کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ پھر ایک دن مسٹر پاؤل اندر آئے اور انہوں نے مجھے لاک اپ سے باہر نکال لیا۔ لاک اپ سے باہر نکال کر مجھے ایک کمرے میں پہنچایا گیا جہاں پانچ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں تمام کے تمام ہی خطرناک شکلوں والے تھے۔ غالباً وہ جرائم پیشہ زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ ساتھ بٹھا دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر جوزف اور دوسرے ارکان ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ اندر آئے۔

لڑکی متناسب قد و قامت کی مالک تھی۔ وہ غالباً امریکی نژاد ہی تھی۔ وہ سہمی سہمی نگاہوں سے ہم سب کو دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات وہ ہم

سب کے سامنے کھڑی ہماری شکلیں دیکھتی رہی اور پھر اس نے میری طرف انگلی اٹھادی۔

"یہ تھے" اس نے اشارہ کرکے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اینی ہو سکتی ہے جس کے بارے میں مسٹر پاؤل نے مجھے بتایا تھا۔ بہرطور میری شناخت اس کے لیے مشکل نہیں تھی کیونکہ جو لوگ میرے خلاف کام کر رہے تھے انہوں نے اینی کو بھی اس سلسلے میں ہوشیار کردیا ہوگا۔ میں نے ایک لمحے کچھ سوچا اور پھر میں نے بہت ہی نرم اور شائستہ لہجے میں کہا۔

"محترمہ! آپ کس سلسلے میں میری جانب اشارہ کر رہی ہیں؟"

"تم — تم راجہ نواز اصغر! تم ہی ان دونوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور میں تمہیں پہچانتی ہوں۔"

"ہوں — ویسے مس اینی۔ میں آپ سے معلوم کرسکتا ہوں کہ آپ کون ہیں — ؟"

"میں ڈمپل اسٹورز کی منیجر ہوں۔ یہ دونوں میرے دوست تھے، جنہیں تم نے قتل کیا۔"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ زیبی کارپٹس سے آپ کس قسم کے قالین خریدنا چاہتی تھیں — ؟"

"نہیں مسٹر نواز اصغر۔ یہ تمام بحث صرف عدالت میں کی جاسکتی ہے۔ مس اینی ڈمپل کو صرف شناخت کے لیے یہاں لایا گیا تھا اور وہ اپنا کام مکمل کرچکی ہیں۔" جوزف نے کہا اور اینی کا بازو پکڑ کر بولا۔

"براہ کرم آپ تشریف لے آئیے۔" مسٹر پاؤل نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ جوزف بہت سخت پولیس انسپکٹر تھا۔ پتا نہیں وہ جان بوجھ کر میرے خلاف تھا یا پھر صرف اپنے فرض کی انجام دہی کے سلسلے میں وہ سختی برتنے کا عادی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے پھر لاک اپ میں پہنچا دیا گیا اور میں اینی ڈمپل کے بارے میں سوچتا رہا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ لڑکی بھی انہی لوگوں کی آلۂ کار ہے۔ لیکن اگر یہ لڑکی ان کی آلۂ کار ہے تو پھر ممکن ہے اسے زیبی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ زیبی اب میرے دل میں ایک حسرت بن کر رہ گئی تھی۔ ایک ہی حسرت کیا کم تھی میرے سینے میں کہ اپنے وطن سے دور ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے میں اپنی ہی نگاہ میں ملعون ہوچکا تھا اور کبھی وطن واپسی کا تصور بھی میرے ذہن میں آتا تھا تو میں یہ سوچ کر دل مسوس کر رہ جاتا تھا کہ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں۔

زیبی نے میری ذہنی کدورت کو دھو دیا تھا اور میں کم از کم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن تھا اور سوچتا تھا کہ برائیوں کے بعد اب مجھے وہ لمحات میسر ہوگئے ہیں کہ میں اپنی تمام برائیوں کا ازالہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرکے کردوں۔

لیکن زیبی مجھ سے دور ہوگئی تھی۔ اسے مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ ایک نئی اور شریف زندگی گزارنے کے تمام منصوبے خاک میں مل چکے تھے اور حالات پھر مجھے انہی راہوں پر گھسیٹ رہے تھے جنہیں چھوڑ کر یہاں پہنچا تھا۔ میں راجہ نواز اصغر۔ لوگ مجھے بھولے نہیں ہوں گے۔ زندگی کو مذاق سمجھنے والا۔ ہر چیز کو چٹکیوں میں اڑا دینے والا نواز اصغر آج بھی نواز اصغر ہی تھا۔ اس کی شخصیت پر شرافت کے جو لبادے آپڑے تھے وہ ان سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اگر حالات اسے انہی راستوں پر لانے کے لیے مجبور کر رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ پہلی بار ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا اور بس اپنی انا کی بقا کے لیے جدوجہد کرتا تھا۔ اس میں صرف تفریحی عناصر شامل تھے۔ لیکن آج میرے سامنے زندگی کا ایک مقصد آگیا تھا۔ اگر کچھ لوگ مجھے جرم کی راہ پر لانا ہی چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ میں انکار نہیں کروں گا۔

اور اگر مجھے امریکی پولیس کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملی تو میں یہی تصور کروں گا کہ یہ میرا وطن نہیں ہے اور یہاں میرے خلاف تعصب برتا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں اپنی برائیوں میں حق بجانب ہوتا لیکن اس کے لیے اب منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔ مسٹر پاؤل نے ہرچند کہ مجھ سے مخلصانہ وعدہ کیا تھا کہ وہ زیبی کو برآمد کرانے میں میری ہر ممکن مدد کریں گے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر زیبی برآمد ہوگئی اور میں موت کی آغوش میں جاسویا تو پھر ان تمام ہنگاموں میں کیا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ جو لوگ اتنی ٹھوس اور منظم کارروائیاں کر رہے تھے کیا وہ زیبی کو آسانی سے مسٹر پاؤل کے حوالے کردیں گے۔ یہ تصور ہی احمقانہ تھا چنانچہ اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی عمل کی دنیا میں آجاؤں اور عمل کی دنیا میں آجانے کے لیے امریکہ میں ایک مجرم کی حیثیت اختیار کرنا میرے لیے اب ناگزیر ہوگیا تھا چنانچہ میں نے انہی لائنوں پر سوچنا شروع کردیا۔

مسٹر پاول کے انداز میں میرے لیے اب کوئی خاص ہمدردی نہیں رہی تھی۔ وہ یا تو بیزاری کا شکار ہوگئے تھے یا پھر ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا۔ اب ایک مجرم کی مدد نہیں کی جاسکتی زیبی کا ملنا بھی اتنا آسان کام نہیں تھا۔

تقریباً دس دن کے بعد مجھے عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرے خلاف فردِ جرم عائد کردی گئی تھی اور عدالت میں پہلی بار میری پیشی ہوئی۔ فاضل جج کے سامنے دہرے قتل کا یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ سرکاری وکیل نے مجھ سے جرح کی۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ ان میں سے کسی سے شناسائی کا اظہار نہیں کروں گا کیونکہ اس کا مقصد ہے کہ کم از کم ایک حد تک میرا اس سلسلے میں ملوث ہونا شامل ہوجائے گا اور اس کے بعد گلوخلاصی تقریباً ناممکن ہوگی۔ میرے وکیل نے بھی بڑے پُرزور دلائل دیے جن میں جان بھی تھی — لیکن سرکاری وکیل نے ان تمام دلائل کو مسترد کردیا بلکہ جج سے بھی مسترد کرادیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میری گلوخلاصی اب

ممکن ہو۔ مسٹر پاؤل دوسری پیشی میں میری ہمدردی میں پیش ہوئے تھے۔ انہوں نے میرے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا کہ ماضی میں میں ایک اچھا انسان تھا اس کے علاوہ انہوں نے میرے بارے میں جو تحقیقات کی تھیں ان سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ میں برائیوں کے خلاف کمربستہ تھا اور میں نے ترلوکا جیسے خطرناک آدمی کو صرف امریکی مفاد میں تباہ کردیا۔

مسٹر پاؤل کی اس بحث سے جج کافی متاثر ہوا تھا۔ سرکاری وکیل نے مجھ سے اس سلسلے میں کچھ سوالات کیے ترلوکا کے بارے میں اس نے مجھ سے تفصیلات پوچھی تھیں لیکن ظاہر ہے میں ساری باتیں نہیں بتا سکتا تھا۔

میں نے ان سے یہی کہا کہ ترلوکا کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ وہ ہرے کرشنا تحریک کے لیے کام کر رہا ہے۔ کسی تحریک کے لیے کام کرنا میرے نزدیک کوئی بری بات نہیں تھی لیکن اس کے جو عزائم تھے جو مقاصد تھے وہ انتہائی گھناؤنے تھے اور میں نے صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے یہ بہتر سمجھا کہ پولیس کی مدد سے ترلوکا کو ختم کردیا جائے اور اس سلسلے میں جان کی بازی لگا کر میں نے یہ کارروائی کی تھی۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میری بیوی زیبی بنک جو ایک جرمن عورت تھی صرف اس لیے میری نگاہوں میں عزت و احترام حاصل کرلینے کا باعث بنی تھی کہ وہ خود بھی ترلوکا کے افکار سے متفق نہیں تھی اور پھر وہ مسلمان ہوگئی اور میری بیوی بن گئی۔

میں نے اپنی تمام رپورٹیں پیش کیں۔ میرے کچھ دوست بھی اس سلسلے میں شریک ہوئے اور انہوں نے میرے حق میں گواہی دی لیکن سرکاری وکیل ان گواہوں کو رد کرتا گیا۔ اس نے صرف اس بات پر زور دیا تھا کہ میرے کوٹ کا بٹن اور میرا وزیٹنگ کارڈ لاشوں کے نزدیک پایا گیا ہے اور مس اینی ڈمپل بہرطور ایک معزز شہری ہیں میرے خلاف ایک گواہی دی ہے۔

دوسری، تیسری اور پھر چوتھی پیشی ہوئی اور اندازہ یہ ہوگیا کہ اب میرے لیے مزاحمت ناگزیر ہے۔ چوتھی پیشی کے ساتھ مجھے جیل بھیج دیا گیا کیونکہ مقدمے کی کارروائی ایسی ہی نوعیت اختیار کرگئی تھی۔

جیل میں میں نے مسٹر پاؤل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور میری اس خواہش کی تکمیل کردی گئی۔ مسٹر پاؤل ہمدردانہ انداز میں مجھ سے ملے تھے ان کی آنکھوں میں میرے لیے تاسف کے آثار تھے۔

"کہیے نواز اصغر! میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

"زیبی کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟" میں نے سوال کیا۔

"افسوس کہ ابھی تک ہنوز سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں اغوا کرنے والے کون ہیں۔ جتنے حالات و شواہد ہمارے سامنے جمع ہوچکے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں کچھ لوگوں نے تخریبی انداز میں اغوا کرلیا تھا لیکن ان کا مقصد کیا ہے یہ ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا اور میں اس سلسلے میں آپ کو بھی مجرم گردانتا ہوں مسٹر نواز اصغر! اگر آپ جلد بازی سے کام لے کر یہ حرکت نہ کر بیٹھتے تو ممکن تھا کہ آپ کے دشمن یا محترمہ زیبی کے اغوا کنندگان آپ سے اپنے مقصد کا اظہار کرتے لیکن آپ نے پہلے ہی مرحلے پر یہ کارروائی کرکے ہمارے قدم روک دیے۔

"میں آپ سے بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا مسٹر پاؤل کہ میری بیوی کے بارے میں اب تک کیا ہوا؟"

"بہرطور میں نہیں جانتا کہ آپ کے مقدمے کا کیا فیصلہ ہوگا لیکن ایک بار پھر میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ پولیس اپنی جانب سے آپ کی بیوی کی تلاش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت — ؟" مسٹر پاؤل نے پوچھا۔

"جی نہیں شکریہ۔ بس میں آپ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ بہرطور اب صورتِ حال میرے بس میں نہیں تھی۔ میں یہ جان چکا تھا کہ اندر یا باہر اب کوئی میرا مددگار نہیں ہے — کاشف ایک شریف نوجوان تھا۔ اس سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرنا حماقت کی بات تھی اور پھر سچی بات یہ ہے کہ میں اپنی زمین کے اس معصوم سے نوجوان کو کسی ایسے معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جب بھی آتا اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوتے۔ میری اس کیفیت سے وہ بہت متاثر نظر آتا تھا اور الٹا مجھے اس کو تسلیاں دینا پڑتیں۔ اس نے کئی بار جذباتی انداز میں میرے بارے میں کچھ باتیں بھی کہی تھیں لیکن میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ کاشف اگر تقدیر میں رہائی ہے تو میں رہا ہوجاؤں گا ورنہ میرے لیے مزید کوئی کوشش نہ کی جائے۔ جیل میں میری ملاقات مختلف لوگوں سے ہوئی تھی لیکن اب میں نے نئے نظریے کے تحت اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کرنا شروع کردیا۔

میں چاہتا تھا کہ اب میں کوئی ٹھوس اور باقاعدہ کارروائی کروں اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اگر میں اپنی رہائی کے لیے کوئی جدوجہد نہ کرتا تو خاموشی سے موت کی کرسی تک جا پہنچتا۔ میرے لیے زندگی کی اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور راجہ نواز اصغر کے لیے زندگی کا یہ مرحلہ نہایت ہی ناخوشگوار تھا۔ زیبی کارپٹس میں نے امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ قائم کی تھی۔

لیکن تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور کسی نئے امتحان میں ڈالنے کی خواہشمند تھی۔ چنانچہ اگر امتحانات سے گزرنے کا مسئلہ ہی ہے تو میں پہلے بھی اس میں کبھی کمزور نہیں رہا تھا۔ ایک بار پھر سہی۔ میں نے اپنے لیے گولیور کو منتخب کیا تھا۔ گولیور بھی میری ہی طرح قتل کے جرم میں ملوث تھا اور اس کے خلاف تمام گواہیاں ہو چکی تھیں اور ثبوت مل چکے تھے کہ اس نے قتل کیا ہے۔ بڑا دلچسپ آدمی تھا نام تو کچھ اور تھا لیکن گولیور کے نام سے مشہور تھا۔ وہ گولیور اپنے آپ کو اس لیے کہتا تھا کہ اس نے بہت سے ممالک کی سیاحت کی تھی اور سیر و تفریح کا رسیا تھا۔ ویسے اس نے مجھے بتایا تھا کہ واقعی اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے اور یہ اس کی بس اکلوتی لغزش تھی۔ ورنہ اپنی مجرمانہ زندگی میں اس نے بہت سے کام کیے ہیں لیکن قتل نہیں کیا۔ ایک رات میں نے گولیور سے پوچھا۔

"کیا تم خاموشی سے موت کے آغوش میں جا سونا چاہتے ہو گولیور؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھلا اپنی مرضی سے کون وقت سے پہلے موت کو گلے لگاتا ہے۔ موت اگر حادثاتی طور پر آ جائے تو ظاہر ہے انسان کچھ نہیں کر سکتا یا پھر وہ اپنی عمر گزار چکا ہو۔ تب بھی اسے کوئی احساس نہیں ہوتا یا پھر ہوتا بھی ہو گا تو کم از کم وہ اس میں اتنی شدت نہیں پاتا لیکن اس طرح کی موت مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔"

"تو اس سلسلے میں کسی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتے تم؟" میں نے پوچھا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کارروائی؟"

"ہاں۔ خاموشی سے موت کو گلے لگا لینا تو کوئی عقلمندی نہیں ہے۔"

"میں بس اس امید و بیم میں مبتلا ہوں کہ شاید میرے بچاؤ کا کوئی بندوبست ہو جائے۔"

"کیا یہ حماقت نہیں ہے گولیور؟"

"ہے تو سہی لیکن۔ لیکن مسٹر نواز۔؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تم کوشش کر سکتے ہو اس سلسلے میں۔؟"

"کیسی کوشش۔ آخر کچھ بتاؤ تو سہی؟" اس نے کہا

"فرار کی کوشش۔ پولیس کے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش۔"

"یہ بھلا میں کیسے کر سکتا ہوں؟"

"تو پھر خاموشی سے موت کو گلے لگا لینا چاہتے ہو۔"

"نہیں بھائی کہہ چکا ہوں یہ نہیں چاہتا لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

اس کے لیے تمہیں ہمت کرنا ہو گی گولیور!"

"مگر کیسی ہمت بتاؤ تو سہی۔؟"

"پولیس کے چنگل سے فرار ہونے کی ہمت۔ میں اس سلسلے میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔" گولیور نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پریشان لہجے میں بولا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"یہ بتاؤ امریکہ میں تمہارے لیے کوئی ایسی جگہ موجود ہے جہاں اگر تم پولیس کے چنگل سے نکلو اور وہاں پہنچنے کی کوشش کرو تو تمہیں پوشیدہ رہنے کے لیے سہارا مل جائے۔"

"جرائم کی دنیا میں میں نے اپنے زیادہ ساتھی نہیں بنائے۔ لیکن امریکہ میں، میرا مطلب ہے یہاں نیویارک میں، میری ایک دوست لڑکی ایسی ہے جس کے پاس اگر میں پناہ لینے کی کوشش کروں تو وہ میری مدد کر سکتی ہے۔ اگر مستقل طور پر نہ سہی تو عارضی طور پر ہی وہ مجھے سہارا دے سکتی ہے۔"

"لڑکی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ میری محبوبہ ہے۔"

"کیا تم اس پر مکمل بھروسہ کر سکتے ہو۔؟"

"مکمل تو نہیں میرے دوست کیونکہ لڑکیوں کی فطرت کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن وہ میرے لیے بے انتہا پریشان رہی ہے اور وہ واحد لڑکی ہے جو اپنے محدود وسائل کے باوجود میرے لیے جدوجہد کرتی رہی ہے۔"

"کیا وہ تنہا رہتی ہے؟"

"ہاں۔ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے بس ایک جگہ ملازمت کرتی ہے اور اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ معمولی قسم کی شکل و صورت کی لڑکیاں پسند آتی ہیں۔ کم از کم وہ نخریلی نہیں ہوتیں اور محبت وغیرہ کے سلسلے میں بے حد فراخ دل ہوتی ہیں کیونکہ دوسرے لوگ انہیں گھاس نہیں ڈالتے۔"

"کیا نام ہے تمہاری محبوبہ کا؟"

"فیری جیکسن۔" مالبرد کے ایک معمولی سے علاقے میں رہتی ہے۔ کرائے کے فلیٹ میں۔ یہ فلیٹ اسے اسی کمپنی کی جانب سے ملا ہوا ہے جہاں وہ کام کرتی ہے۔"

کیا فلیٹ اس قابل ہے کہ اس میں پناہ لی جا سکے۔"

"ہاں۔ وقتی طور پر پناہ لینے کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے ویسے بھی معمولی لوگوں کا علاقہ ہے۔"

"اچھا بتاؤ کہ فیری جیکسن یہاں جیل میں تم سے ملاقات کرتی رہی ہے؟"

"صرف ایک بار مقدمے کے دوران وہ مجھ سے ملی تھی۔ بعد میں میں نے اسے منع کر دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کے لیے نہ آیا کرے۔ خود بھی سہمی سہمی سی لڑکی ہے۔ ان ہنگاموں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔

س پہ اس کی ہمت ہی نہیں پڑی ہو گی۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر تم فرار ہو کر اس کے ہاں چھپنے کی وشش کرو تو کیا پولیس کو اس بارے میں اطلاع نہیں مل سکتی کہ تم فرار ہو کر کہاں پہنچ سکتے ہو۔" گولیور کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے لہا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔ میری اس دوستی کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جو جانتے ہیں ان کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔"

"مقصد یہ کہ فیری جیکسن کو وہ لوگ جانتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اور تمہاری محبت کے بارے میں۔؟"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ فیری جیکسن کے بارے میں وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ میں اس پر مہربان ہوں۔ میں کون ہوں۔ کیا ہوں یہ کسی کو نہیں معلوم۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ حالات خاصے اطمینان بخش ہیں وڈیر گولیور۔ اگر تم فرار ہونا چاہتے ہو تو اپنی اس نئی پیشی کے دوران ہم رگ یہ کوشش کریں گے کہ آئندہ پیشی کی جو تاریخ پڑے وہ یکساں ی ہو اور اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر طے کیے لیتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے۔ تمہاری اب پیشی کی تاریخ کیا ہے؟" لیور نے پوچھا۔

"اٹھائیس فروری۔"

"ارے کمال ہے۔"

"کیوں؟"

"اٹھائیس فروری کو تو میری بھی پیشی ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ ستارے کچھ کچھ مل رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ستارے تو مل رہے ہیں میرے دوست مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا فرار اتنا آسان ہو گا۔؟"

"پولیس کی اس گاڑی میں جس میں ہم لوگوں کو عدالت لے جایا جاتا ہے عقبی حصے میں تین افراد ہوتے ہیں اور سامنے کے حصے میں دو۔ گاڑی جن جن علاقوں سے گزرتی ہے ان کا تجزیہ اگر تم اپنے ذہن میں کرو تو اندازہ لگا لینا مشکل نہیں ہو گا۔ یعنی فراگ لین کا وہ سنسان علاقہ جہاں چھوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں اور یہ سڑک قریباً چھ فرلانگ لمبی ہے۔ ان بنگلوں کے درمیان خاموش رہتی ہے اور اس طرف زیادہ ٹریفک بھی نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں اس راستے سے لے جایا جائے گا تو فراگ لین اس سلسلے میں بہترین جگہ ہے۔"

"ہوں۔" گولیور پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "لیکن پیچھے بیٹھے ہوئے تین کانسٹیبلوں کا تم کیا کرو گے؟"

"اگر ہماری گاڑی میں زیادہ افراد نہیں ہوئے اور صرف ہم دو ہی عدالت روانہ کیے جائیں تو میرا خیال ہے ان تینوں سپاہیوں پر قابو پانا زیادہ مشکل کام نہیں ہو گا۔ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی ہیں ان ہتھکڑیوں کو کھولنا تو ممکن کام نہیں ہے لیکن ہاتھ پیچھے کر کے نہیں باندھے جاتے۔ یہ بات آسانی کا باعث ہے۔ اگر تم چاہو تو ذرا سی ہمت کر کے اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہو۔ ہم رائفل بھی چلا سکتے ہیں اور ان لوگوں کی رائفلوں پر قبضہ کر لینا ہمارے لیے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

ویسے تو میں نے بعض اوقات کچھ معاملات میں حصہ لیا ہے۔ لڑائی بھڑائی کا مجھے کچھ زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ میں زیادہ ذہنی لڑائیوں کا ماہر ہوں۔ بس وہ قتل تو اتفاقیہ طور پر میرے ہاتھوں ہو گیا تھا ورنہ اگر ہوش و حواس کے عالم میں ہوتا تو کبھی کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہ کرتا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہیں کر سکتے تو زندگی دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"نہیں، نہیں یار۔ تم نے تو مجھے ایک دم خوفزدہ کر دیا۔ میں مرنا تو نہیں چاہتا۔"

"اگر مرنا نہیں چاہتے تو مارنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور گولیور تھوک نگلنے لگا۔ پھر بولا۔

"کسے مارنا پڑے گا؟"

"جو بھی تمہاری زندگی کی راہ میں رکاوٹ بنے۔" میں نے خونخوار لہجے میں جواب دیا۔

"یار نواز اصغر تم آدمی بہت خطرناک ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم فرار ہونے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"نہیں ہوئے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ میں دو آدمیوں کے قتل میں ملوث ہوں اور تم بھی قتل کے مجرم ہو۔ ہماری زندگی موت کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اگر مجھے دو آدمیوں کے قتل میں سزائے موت ملی تو اس سے بڑی سزا تو ان کے پاس نہیں ہے۔ تمہاری بھی یہی کیفیت ہے چنانچہ دو اور ایک نہ سہی تین چار آدمیوں کے قتل میں ہمیں سزائے موت ملے تو کیا خیال ہے منافع نہیں ہو گا۔" گولیور میری باتوں سے لرز رہا تھا لیکن میں اس کی ہمت بندھاتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو گیا۔

"کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ واقعی زندگی بچانے کی کوشش تو کرنا ہو گی۔"

"سو فیصدی کرنا ہو گی۔ اگر نہیں کرو گے تو مر جاؤ گے۔ کتے کی موت۔"

"کتے کی موت۔" گولیور نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"ہاں کتے کی موت۔"

"مم مم۔ مگر میں کتے کی موت مرنا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر ہمت کرنا ہو گی۔ اٹھائیس فروری کو ہم جب یہاں سے

پولیس وین میں چلیں گے تو پوری طرح ہوشیار اور مستعد ہوں گے۔ ہم فروگ اسکوائر پر پولیس پر حملہ کریں گے اور انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اس کے بعد ہم انہی بندوقوں سے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائر کریں گے اور انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار کر گاڑی میں نکل بھاگیں گے۔ میں نے اپنا منصوبہ پیش کیا اور گولیور پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہارے اشارے پر منتظر رہوں گا۔ لیکن اس کے بعد ——؟"

"اس کے بعد ہم فیری جیکسن کے فلیٹ پر چلیں گے اور وہاں روپوش رہیں گے۔ پھر جس طرح بھی ممکن ہو سکا امریکا اس کی کسی بھی ریاست میں چھپنے کی جگہ تلاش کریں گے۔ تم اپنی زندگی کا باقی مشن پورا کرنا اور میں اپنی زندگی کا۔" بمشکل تمام میں نے گولیور کو اپنے پروگرام کے لیے تیار کیا تھا۔ ویسے مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے بہتر ساتھی کا انتخاب نہیں کیا کہیں گولیور کسی مرحلے پر بزدلی نہ دکھا جائے لیکن میں زیادہ لوگوں کو اپنا شریکِ راز بھی نہیں بنا سکتا تھا ورنہ بات کسی نہ کسی طرح باہر نکل جاتی اور اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا۔ بہرطور میں اب تمام لوگوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ یہ سوچنا بھی حماقت کی بات تھی کہ مسٹر پاؤل میرے لیے کچھ کریں گے۔ وہ پولیس آفیسر تھے اور امریکی انتظامی محکمے میں اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے تھے۔ یہ درست تھا کہ انہیں میری وجہ سے ایک بہتر عہدہ ملا تھا اور میں ان کی ترقی کا ذریعہ بنا تھا۔ لیکن اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اس کے عوض وہ زندگی بھر میرے ممنونِ کرم رہتے اور میری کسی بھی مجرمانہ کارروائی میں میری مدد کرتے۔ چنانچہ کوئی سہارا نہیں رہا تھا۔ زیبی کا ریٹس کو ہم نے جس جانفشانی سے ترتیب دیا تھا اس کے بارے میں سوچتے ہوئے دل دُکھتا تھا۔ لیکن بدنصیبی ہی جب یہاں تک لے آئی تھی تو میں کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے ذہن میں اب وہی مجرمانہ احساسات گردش کر رہے تھے۔ جن سے میں طویل عرصے نبرد آزما رہا تھا۔ میں اب پولیس کے چنگل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اٹھائیس فروری کا انتظار شدت سے کیا جاتا رہا اور پھر وہ دن آ گیا جب ہمیں اپنے مقصد کے لیے تمام تیاریاں مکمل کر کے عدالت کی جانب سفر کرنا تھا گولیور ساری رات میرے پاس بیٹھا بڑبڑاتا رہا تھا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا اور اس بزدل آدمی پر بعض اوقات سخت غصہ بھی آنے لگتا تھا لیکن بس ایک وقتی سہارا درکار تھا۔ چونکہ اس سے کہہ چکا تھا اس لیے اب بات گول بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ عدالت کے فیصلے میں زیادہ تاخیر نہیں تھی۔ کسی بھی دن میری تقدیر کا فیصلہ کر دیا جانے والا تھا چنانچہ فیصلے کا انتظار حماقت تھی۔ مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا فوری طور پر کرنا تھا۔ دن کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہمیں جیل سے نکال لیا گیا اور پھر گاڑی میں پہنچا دیا گیا۔ میری توقع کے خلاف آج صرف دو آدمی ہمارے ساتھ وین کے پچھلے حصے میں بیٹھے تھے۔ دو آدمی آگے تھے جن میں ایک ڈرائیور تھا اور دوسرا اس کے نزدیک بیٹھا ہوا جیل کا سنتری۔ جیل کی گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ جالیوں سے ہم باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ہاتھوں میں معمول کے مطابق ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ گولیور کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا اور اس کی حالت بہت زیادہ خراب نظر آ رہی تھی۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا وہ مضطرب ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں یہ بدبخت سارا کھیل چوپٹ نہ کر دے اور ہمارے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس والے اس بات سے آگاہ نہ ہو جائیں کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی منصوبہ پرورش پا رہا ہے۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی بن کر گزر رہا تھا۔ کیفیت میری بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔ حالانکہ اگر غور کرتا تو پہلے کے اور اب کے حالات میں بہت فرق نظر آتا۔ پہلے میں خطرناک سے خطرناک حالات میں اپنے آپ کو سنبھالے رہتا تھا لیکن آج ایک معمولی سی کوشش سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئی جا رہی تھیں۔ بہرطور صورتِ حال کچھ بھی ہو مجھے اپنے آپ پر قابو رکھنا تھا۔ گولیور کمبخت اگر میرا ساتھ نہ دے پاتا تو نہ دے مجھے اب اس کی پروا نہیں تھی۔ بالآخر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہمیں اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی تھی۔ گولیور نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ گویا اب کام کا آغاز ہو جانا چاہیے تھا۔ میں نے اپنے طور پر بھی جس سمت میں بیٹھا ہوا تھا ادھر جالیوں سے باہر نگاہ ڈالی۔ توقع کے مطابق راستے سنسان تھے چھوٹے چھوٹے خوشنما بنگلے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ معزز لوگوں کی آبادی تھی اور معزز لوگوں کی آبادی میں ہنگامے نہیں ہوتے بلکہ وہاں کا ماحول پُرسکون ہوتا ہے۔ لیکن ایسے پُرسکون ماحول بعض اوقات ہم جیسے لوگوں کے لیے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ بالآخر میں نے گولیور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ میں اسے اپنی قوتِ ارادی سے مسحور کرنا چاہتا تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ کام کی تکمیل میں گریز نہ کر دے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمارا مدِمقابل ایک ایک تھا اگر ہم اچانک صحیح طور پر حملہ آور ہو جاتے تو پھر ہمارے لیے یہ کام مشکل نہ ہوتا کہ ہم اپنا مقصد پورا کر لیں۔ وقتِ مقررہ پر میں نے زور سے کی آواز نکالی اور اس کے ساتھ ہی اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس والے پر پل پڑا۔ پولیس مین اپنی رائفل سامنے رکھے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات یہ بھی تھی کہ یہ دونوں پولیس والے مجھے کئی بار جیل سے عدالت لا چکے تھے اور غالباً میرے بارے میں مطمئن تھے مجھے شریف قسم کے مجرموں میں شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آج اچانک ان پر یہ بپتا آ پڑے گی۔ میں نے

پہلی ہی کوشش میں اپنے شکار کو رگید کر رکھ دیا۔ میں نے پوری قوت سے اس کا سر وین کے فرش پر دے مارا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ سی نکل گئی۔ لیکن میں نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ کراہ کوئی تیز آواز اختیار کر سکے۔ خوش قسمتی سے گولیور نے بھی اپنے مدِمقابل کو زیر کر لیا تھا۔ حالانکہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ اسی کی جانب سے تھا۔ لیکن یہ بھی گولیور ہی کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا مدِمقابل زیادہ طاقتور نہیں تھا۔ اور اس کے دو تین گھونسوں نے جو گولیور نے نہایت بے تکے انداز میں اس کی گردن پر لگائے تھے اس کے مدِمقابل کو بے ہوش کر دیا تھا۔ میں نے اپنے شکار کو دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے گولیور کو اشارہ کیا کہ جلدبازی سے کام نہ لے اور رائفل اپنے قبضے میں کر لے۔ اس موقع سے میں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب ہم وین میں ہنگامہ کریں گے تو دونوں سپاہی اپنے طور پر مدافعت کریں گے اور اس سلسلے میں خاصی گڑبڑ ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم فوری طور پر آگے بیٹھے ہوئے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دیں گے اور اس کے بعد جو بھی نتیجہ نکلے۔ لیکن چونکہ ہمارے دونوں شکار بے آواز ڈھیر ہو گئے تھے اور آنے والوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی تھی اس لیے ہم اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔

میں نے پھرتی سے اپنے شکار کی تلاشی لی لیکن اس کی جیب سے ہتھکڑیوں کی چابی نہ نکلی تو پھر میں نے گولیور کے شکار کو ٹٹولا۔ اس کی بیلٹ میں ہتھکڑیوں کی چابی موجود تھی۔ گولیور میری یہ کارروائی حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی نظریں باہر کی جانب بھی لگی ہوئی تھیں۔ وین کی رفتار معمول کے مطابق تھی۔ نہ تیز نہ سُست۔ چنانچہ ہمیں اس لمبی سڑک کے ختم ہو جانے کا خدشہ بھی نہیں تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے گولیور کے ہاتھوں میں لگی ہوئی ہتھکڑی کھولی اور گولیور اپنے ہاتھوں کو آزاد پا کر یقین نہ کرنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دانت پیستے ہوئے ہتھکڑی کی چابی اس کی طرف بڑھائی اور وہ لرزتے ہاتھوں سے میری ہتھکڑی کھولنے لگا۔ ہم جانتے تھے اگر ہم اسی طرح فرار ہو گئے تو ہتھکڑیاں لگے بہت سے کام انجام نہیں دے سکیں گے لیکن اس وقت ہماری تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی تھی اور میں ہتھکڑیاں کھولنے کی کوشش میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ آگے بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی جائے۔ وین رکوائی تو نہیں جا سکتی تھی اور اگر یہ سڑک ختم ہو گئی تو ہمارے کام میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں چنانچہ میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور ہم نے اندر سے وین کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ گویا اب باہر نکلنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ گولیور میں نہ جانے کہاں سے اتنی چستی اور پھرتی آ گئی تھی۔ غالباً وہ اپنے پہلے کام کی تکمیل کے بعد اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ تقدیر اس کا ساتھ دے رہی ہے اور وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ میں نے سینے میں سانس بھری اور ہمت کر کے سامنے یعنی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنا دیا۔

رائفل سے گولی چلی اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست چیخ بلند ہوئی۔ گولی سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن میں سے گزر کر ونڈ اسکرین توڑتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ ڈرائیور نے وین کو بریک لگایا اور وین بری طرح لڑکھڑاتی ہوئی بائیں جانب سڑک سے اُتر گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے دوسری گولی داغ دی تھی۔ گولیور رائفل استعمال نہیں کر سکا تھا۔ بزدل۔ کم بخت۔ اگر اتنا موقع نہ مل جاتا تو وہ میری کوششوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیتا۔ دوسری گولی لگتے ہی وین زور سے ڈگمگائی اور پھر ایک فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دیوار سے جا ٹکرائی۔ لیکن چونکہ اس کی رفتار سُست ہو چکی تھی اس لیے بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ میں نے انتہائی برق رفتاری کے ساتھ پچھلے دروازے سے چھلانگ لگا دی تھی۔ چند لمحات کے بعد گولیور بھی میرے قریب باہر آ پڑا۔ لیکن اسے اُٹھانے کے لیے مجھے ہی سہارا دینا پڑا تھا۔ وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ غالباً اس کے پاؤں میں چوٹ آ گئی تھی۔

"گولیور رفتار تیز کرو۔ دیکھو لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر آنے لگے ہیں۔" میں نے کہا اور گولیور جیسے ایک دم سنبھل گیا۔ ہم نے برق رفتاری سے ایک پتلی سی گلی کی طرف دوڑ لگا دی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد ہم گلی میں داخل ہو گئے۔ علاقہ سنسان ضرور تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ لوگ کسی ایسے حادثے کو نظرانداز کر دیتے اور اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے۔ البتہ ہمیں یہ فائدہ ضرور حاصل ہو گیا تھا کہ لوگوں کو صحیح صورتِ حال نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ وہ ابھی وین کے حادثے پر ہی غور کر رہے ہوں گے یہ اندازہ نہیں ہو گا ان کو کہ وین میں چار لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ یا چند مجرم اس طرح وین میں پولیس والوں کو ہلاک کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ ان کی اس لاعلمی سے ہمیں پورا فائدہ حاصل ہوا اور ہم اس پتلی سی گلی کو عبور کر کے سڑک کے دوسری جانب آ نکلے۔ یہ ایک بالکل نئی سڑک تھی لیکن یہ بھی اتفاق سے سنسان تھی۔ قرب و جوار میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جسے ہم سواری کے طور پر استعمال کر سکیں۔ ہمارا انداز مشکوک تھا۔ اگر لوگ ہمیں دیکھتے تو کم از کم یہ اندازہ تو ضرور لگا لیتے کہ ہم کسی مجرمانہ کارروائی کے بعد فرار ہوئے ہیں۔ البتہ ہمارے پاس رائفلیں وغیرہ نہیں تھیں کیونکہ رائفل استعمال کرنے کے بعد وہیں وین میں پھینک دی تھی اور گولیور نے بھی میری تقلید کی تھی لیکن اس کی چال میں اب بھی لنگڑاہٹ تھی۔

"کیا تم دوڑ نہیں سکتے؟"

"دوڑ سکتا ہوں۔" گولیور نے کہا۔
"تو پھر مذاق کیوں کر رہے ہو؟"
"میں مذاق نہیں کر رہا۔ وین سے کودتے ہوئے میرا پاؤں بُری طرح مُڑ گیا ہے۔"
"ٹوٹ تو نہیں گیا؟"
"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک لمحے رُکو تو میں دو چار جھٹکے دے کر درست کر لوں۔"
"یہ ایک لمحہ ہی میرے لیے موت کا لمحہ ثابت ہو سکتا ہے اس لیے دوڑو اور بھول جاؤ کہ تمہارے پاؤں میں تکلیف ہے اس احساس کو تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔
زندگی بچانے کی جدوجہد میں گولیور مجھ سے کسی طور پیچھے نہ رہا۔ وہ اس وقت تک خوفزدہ تھا جب تک اس نے عمل کا آغاز نہیں کیا تھا لیکن اس کوشش کے بعد اب اس میں بھی ہمت پیدا ہو گئی تھی اور وہ بھرپور طور پر میرا ساتھ دے رہا تھا
میرا پلان اب تک بہت عمدہ رہا تھا۔ جس جگہ کا ہم نے انتخاب کیا تھا وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ اگر یہ کوئی بھری پُری سڑک ہوتی تو شاید ہم اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب نہ ہو پاتے لیکن سنسان راستوں پر ہمیں فرار کا موقع نصیب ہو گیا تھا۔ ہم دوڑ رہے تھے لیکن یہ خیال رکھ کر کہ کوئی ہمیں بھانپ نہ لے بالآخر ہم ایک عمارت کی آڑ میں رُک گئے۔ ہمارے سانس دھونکنیوں کی طرح چل رہے تھے۔
"گولیور!" میں نے کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "ہماری راہ میں بے شمار مشکلات ہیں۔"
"مجھے احساس ہے۔"
"فیری جیکسن کے فلیٹ تک پہنچنے کے لیے ابھی ہمیں بہت جدوجہد کرنی پڑے گی۔"
"یقیناً۔"
"ہم کوئی ٹیکسی بھی نہیں کر سکتے کیونکہ بل کی ادائیگی کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔"
"ہاں۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔
"کیا فیری اس وقت اپنے فلیٹ پر ہو گی؟"
"نہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک اسٹور پر ملازمت کرتی ہے۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر ہو گی۔"
"کس وقت آتی ہے وہ؟"
"شام کو پانچ بجے۔"
"اس کا مطلب ہے کہ اس کا فلیٹ بھی بند ہو گا۔"
"ہاں۔ لیکن میں اسے کھول سکتا ہوں۔ بشرطیکہ اس نے فلیٹ کے تالے کی مرمت نہ کرائی ہو۔" گولیور نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب۔۔۔؟"
"اس کے فلیٹ کا لاک خراب تھا۔ گھٹیا سا فلیٹ ہے۔ اور پھر بھی فیری کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے چوری ہو جانے کا خدشہ ہو۔ اس لیے وہ لاپرواہ ہے۔ یہ لاک ایک سال سے خراب ہے اور فیری صرف اخلاقاً ہی چابی استعمال کر لیتی ہے ورنہ اسے اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بارہا اس کی غیر موجودگی میں، میں اس کے فلیٹ میں آرام کر چکا ہوں۔۔۔"
"خدا کرے اس نے تالا بدلوا نہ لیا ہو۔"
"ہاں۔ خدا کرے۔"
"مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے کیا کیا جائے۔۔۔؟" میں نے کہا۔ گولیور نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہمارے سانسوں کی رفتار درست ہوئی تو ہم تن بہ تقدیر آگے بڑھ گئے۔ البتہ ہم نے اپنی چال میں اعتدال رکھا تھا تاکہ کسی کو اس پر شبہ نہ ہو سکے۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے لیکن اتنے بھی نہیں کہ کوئی ہم تک پہنچ نہ سکے۔ چنانچہ یہاں سے آگے بڑھنا ضروری تھا۔
ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ تھوڑے فاصلے کے ایک موڑ پر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ ہم نے ایک آڑ میں چھلانگیں لگائی تھیں۔ کھلے ہوئے پچھلے حصے والا ٹرک تھا جو اسی طرف آ رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی نظر آ رہا تھا۔ ہم اس کے گزر جانے کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر رُک گیا تھا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا اور ڈرائیور نیچے اُتر آیا۔ اس نے عقبی حصے میں آ کر ایک وزنی کارٹن اُٹھایا اور تھوڑے فاصلے پر بنی ہوئی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔
"کیا خیال ہے۔ کیا ہماری مشکل حل نہیں ہو گئی۔" گولیور نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"پتا نہیں وہ چابی ساتھ لے کر اُترا ہے یا اگنیشن میں لگی چھوڑ گیا ہے۔" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔
"دیکھوں؟" گولیور نے سوالیہ انداز میں کہا اور میں گردن اُٹھا کر بوڑھے شخص کو دیکھنے لگا۔ جس نے کارٹن اس عمارت کے دروازے پر رکھ کر عمارت کے سامنے لگی ہوئی کال بیل بجائی تھی۔ وہ پوری طرح اسی طرف متوجہ تھا اس لیے میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور گولیور پھرتی سے آگے بڑھ کر ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اگنیشن میں جھانکا اور پھر پُرمسرت انداز میں دبے دبے لہجے میں چیخا۔
"چابی موجود ہے۔" میں تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ گولیور انتظار کیے بغیر اوپر چڑھ گیا اور اس نے دوسری سمت کا دروازہ

کھول دیا۔ جدھر سے میں بھی ٹرک پر چڑھ گیا تھا۔ ٹرک کا انجن چونکہ بند کر دیا گیا تھا اس لیے اسے اسٹارٹ کرنا پڑا لیکن سیلف لگاتے ہی ڈرائیور نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گولیور نے ایک جھٹکے سے کلچ چھوڑ دیا۔ ٹرک نے ایک چھوٹی سی چھلانگ لگائی اور پھر تیز رفتاری سے دوڑنے لگا۔ ڈرائیور کافی دور تک پیچھے دوڑتا ہوا آیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اب ٹرک کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ابھی تک ہم صرف اپنی خوش بختی پر ہی بھروسہ کر رہے تھے۔ اگر پیچھے سے کوئی گاڑی آتی نظر آ گئی تو ٹرک ڈرائیور ضرور ہمارا تعاقب کرے گا۔ لیکن تقریباً دو تین فرلانگ چلنے کے بعد میں نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ سڑک دور تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ یہ وقت ایسا ہی تھا کہ کسی جگہ بھی زیادہ رش نہیں تھا۔ ورکنگ ڈے تھا۔ لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے اور زیادہ آمد و رفت نہیں تھی۔ میں نے سکون سے گردن ہلائی اور گولیور سے کہا کہ رفتار بڑھا دے۔ ٹرک اچھا خاصا تھا چنانچہ وہ تیز رفتاری سے سفر کرنے لگا۔ گولیور آگے جا کر دائیں سمت مڑ گیا اور پھر تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر بائیں سمت۔ اب ہمیں کسی قدر سکون محسوس ہونے لگا تھا۔ ابھی تک کی کارروائی نہایت تسلی بخش تھی۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ فیری جیکسن کا فلیٹ کھلا ہوا مل جائے یا کم از کم اس کا تالا ہی خراب ہو۔ گولیور نے مجھ سے پوچھا۔
"ٹرک کو کہاں چھوڑا جائے؟"
"بہتر یہ ہو گا کہ فیری جیکسن کے فلیٹ کے اطراف ہی میں کسی ایسی جگہ جہاں سے ہمیں تھوڑا پیدل چلنا پڑے اور ہم فلیٹ پر پہنچ جائیں یعنی کوئی اندازہ نہ کر سکے۔ ویسے بھی تم مجھے بتا چکے ہو کہ تمہارے اور فیری جیکسن کے تعلقات کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"
"اس وقت یہ چیز کام آئے گی۔" گولیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا
"گولیور پہلے کی نسبت تم بہت زیادہ پُرسکون نظر آ رہے ہو۔"
"میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں مسٹر نواز! مجرمانہ زندگی گزارتا رہا ہوں۔ بس ذرا قتل و غارت گری سے دور رہتا ہوں اور کسی انسان کی جان لیتے ہوئے میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ ویسے چونکہ جرائم کر کے اپنی زندگی پالتا رہا ہوں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ وہ ایک قتل مجھے اس قدر نڈھال کر چکا ہے کہ اب شاید میں آئندہ زندگی میں جرائم نہ کر سکوں۔ بشرطیکہ زندگی بچ جائے۔"
"اچھی بات ہے گولیور زندگیوں سے کھیلنا بہت ہی نفرت انگیز کام ہے لیکن بعض اوقات حالات اس طرح مجبور کر دیتے ہیں کہ آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔"
"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔" گولیور نے جواب دیا اور پھر ایک دم چونک کر بولا۔
"خدا کی پناہ کم از کم دو قتل تو ہم سے ہو ہی گئے۔ یعنی اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے پولیس والے ہماری گولیوں کا شکار ہو گئے۔"
"ہماری نہیں صرف میری گولیوں کا۔" میں نے کہا۔
"بات ایک ہی ہے میں اس وقت تم کو خود سے الگ نہیں سمجھ رہا۔ اتنا ذلیل انسان نہیں ہوں۔" گولیور نے جواب دیا۔
میرے لیے گولیور تنکے کا سہارا تھا اور میں اس سہارے کی عزت کرتا تھا۔ وقتی طور پر مجھے سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو پھر میں اپنے اندر سوئے ہوئے نواز کو مکمل طور پر بیدار کر لوں گا
اور اس کے بعد مقامی پولیس کو دانتوں تلے پسینہ آ جائے گا۔ مجھے گرفتار کرنا ان کے لیے معمول بات نہیں ہے۔ میری بیوی اغوا ہو گئی اور اس کے بعد سازشیوں نے مجھ پر قتل کا الزام لگا دیا۔ میں کسی کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ آخر میرا اپنا بھی تو کوئی وقار تھا۔ عزت تھی میں نے مجرمانہ زندگی سے توبہ کر کے شرافت کی زندگی اپنائی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قانون کے رکھوالے مجھ سے کھیلنا شروع کر دیں۔ مسٹر پاول تو کم از کم جانتے تھے کہ میں کس قسم کا انسان ہوں اگر میں ترلوک کے سلسلے میں اتنی مدد نہ کرتا تو وہ یہ ترقی نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں میرے ساتھ مروت برتنی چاہیے تھی۔ سفر جاری رہا مختلف سڑکوں سے مڑتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک چوراہا تھا۔ گولیور نے کہا۔

"اگر تم کہو تو میں اس چوراہے پر بائیں سمت رُخ کر کے ٹرک کھڑا کر دوں۔ جبکہ ہمیں بغلی سمت میں جانا ہے۔ اور یہ تنگ سی گلی عبور کر کے سڑک پر تقریباً دو فرلانگ پیدل چلنا ہے۔ تب کہیں ہم فیری جیکسن کے فلیٹ تک پہنچیں گے"

"مناسب جگہ ہے کم از کم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہیئے۔" میں نے کہا اور گولیور نے ٹرک سڑک کے کنارے کر کے اس طرح روک دیا جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو یہاں آبادی اچھی خاصی تھی۔ اور گاڑیاں وغیرہ بھی آجا رہی تھیں اس لیے ٹرک کا اس طرح چھوڑ کر اتنے فاصلے پر چلے جانا کسی کی نگاہوں میں مشکوک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ گولیور نے اس کا بونٹ اٹھا دیا۔ بونٹ اٹھانے کے بعد وہ چند لمحات ادھر اُدھر دیکھتا رہا انداز ایسا تھا جیسے اپنی پریشانی کا کوئی حل تلاش کر رہا ہو۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ ہماری جانب کوئی خاص طور سے تو متوجہ نہیں ہے۔ اور ہم نے محسوس کر لیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ تھوڑے فاصلے تک ہم سُست رفتار سے چلتے رہے۔ اور اس کے بعد رفتار تیز کر دی بالآخر وہ گلی عبور کرنے کے بعد دوسری سڑک پر آگئے اور پھر یہاں سے داہنے سمت چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ وہ جگہ اب قریب تھی جہاں فیری جیکسن کا فلیٹ تھا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد گولیور ایک عمارت کے سامنے رُک گیا۔ خاصہ لمبا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ حلیئے ویسے ہی خراب تھے چنانچہ ہم کسی کی نگاہ میں مشکوک ہو سکتے تھے۔ لیکن بس تن بہ تقدیر تھے۔ جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا فلیٹ کی دوسری منزل پر پہنچ کر گولیور نے راہداری میں دیکھا، راہداری سُنسان پڑی تھی ویسے فلیٹوں سے آوازیں آرہی تھیں۔ گولیور ایک فلیٹ کے سامنے رُک گیا۔ اُس نے دھڑکتے دل کے ساتھ فلیٹ کے تالے کی جانب دیکھا اور پھر دبی دبی مُسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"حالات زیادہ ہی موافق چل رہے ہیں مسٹر نواز"

"تالا وہی پرانا والا ہے۔"

"ہاں بشرطیکہ کہ اس کی مرمت نہ کرالی گئی ہو۔" گولیور نے کہا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر تالا کھولنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد اُس نے دروازے کو دھکیلا اور ہم دونوں غڑاپ سے اندر داخل ہو گئے خوش بختی ہمارے قدم بہ قدم چل رہی تھی اب تک کی کوششوں میں ہم نمایاں طور پر کامیابی حاصل کرتے رہے تھے۔ تین کمروں کا چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ معمولی سا فرنیچر مکان میں رہنے والے کی غربت کا اظہار کر رہا تھا۔ لیکن ہمارے لیے اس وقت یہ فلیٹ کتنا قیمتی تھا اس کا اندازہ ہم ہی کر سکتے تھے۔ فلیٹ کی بالکونی سے اس علاقے کی واحد سڑک کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ گولیور نے بالکونی کی کھڑکی کھول دی اور اُس کے ایک ـــ صوفے پر دھم سے بیٹھ گیا۔ میں نے بھی دوسرا صوفہ سنبھال لیا تھا۔ صوفے کے اسپرنگ ہمارے بیٹھنے سے بولنے لگے تھے۔ میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ فیری جیکسن بیچاری بہت ہی غریب قسم کی لڑکی ہے۔ بہر طور گولیور کا یہ انتخاب مجھے پسند تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس انتخاب کی وجہ سے ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل گیا تھا۔ گولیور مسکراتا ہوا بولا۔

"اپنے اس قلعے میں، میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر نواز اصغر لیکن افسوس میں آپ کی کوئی بہتر خاطر مدارات نہیں کر سکوں گا۔ دیکھتا ہوں کہ فیری کے مالی حالات کیسے چل رہے ہیں۔ اُس کے کچن میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود ہے یا نہیں۔"

"میں ذرا باتھ روم جاؤں گا۔" میں نے کہا اور گولیور نے مجھے باتھ روم کا راستہ بتلا دیا۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ حلیہ جس قدر سنور سکتا تھا۔ سنوارا اور اس کے بعد وہاں سے نکل آیا گولیور شاید کچن میں مصروف تھا۔ اور میں اس کا انتظار کرتا رہا تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اُس کے دونوں ہاتھوں میں کافی کی دو پیالیاں دبی ہوئی تھیں۔ اور بغل میں شاید بسکٹوں کا ڈبہ تھا۔ اُس نے کافی کی ایک پیالی میرے سامنے رکھی اور پھر اپنی پیالی رکھنے کے بعد ڈبہ کھولنے لگا۔ ڈبے میں عمدہ قسم کے بسکٹ موجود تھے۔

"فیری جیکسن کی طرف سے یہ حقیر سا نذرانہ قبول کیجئے مسٹر نواز"

"تم اسے حقیر سی چیز نہ کہو۔ مسٹر گولیور اس وقت یہ دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فیری ہمیں دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کوئی فیری کے ذریعے میرا پتہ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔" گولیور کافی کے دو تین گھونٹ مسلسل لینے کے بعد بولا۔ میں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا۔ دو بجے ہوں گے بسکٹوں کا یہ ڈبہ ہی ہمارا لنچ بنا تھا۔ کیونکہ شاید اور کوئی چیز یہاں موجود نہیں تھی۔ جیسے کھا کر ہم لنچ کر سکتے گولیور نے فلیٹ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ اور اب اُسے باہر سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔ اندر سے بند کرنے کے لیے اُس کے اوپری حصّے میں کچھ خاص قسم کی چٹخنیاں لگی ہوئی تھیں۔ وقت گزرتا رہا ہم صوفے پر ہی آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔ میں نے فیری کے فلیٹ کے دوسرے حصّے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے مجھے ان تمام چیزوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ گولیور بھی شاید اُونگھ گیا تھا۔ اور اب اس کی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ کتنا عجیب و غریب وقت تھا۔ میں ایک بار پھر خیالات میں کھو گیا۔ جو کچھ ہوا تھا اس کی توقع کبھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ زندگی کے کٹھن ترین لمحات گزارنے کے بعد کروڑوں روپے کی دولت چھوڑ کر جب میں ایک شریف آدمی کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کروں گا تو اس کا عرصہ اتنا مختصر ہو گا۔ ایک بار پھر میں مجرم بن گیا تھا۔ اور اب زندگی میں پھر وہی مجرمانہ جد و جہد شروع ہو گئی تھی جس کے لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب آخری سانس تک اس قسم کی کسی کاروائی میں حصّہ نہیں لوں گا۔ بہت بڑی قربانی دی تھی میں نے لیکن یہ قربانی رائیگاں گئی تھی۔ اگر زیبی مجھے نہ ملی تو میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری ذہنی

کیفیت کیا ہو جائے میں کہاں تک پہنچ جاؤں۔ نہ چاہنے کے باوجود تقدیر نے پھر اُسی راستے پر لا پھینکا تھا۔ جس پر ایک طویل عرصہ سفر کر کے میں نے ایک منزل تلاش کی تھی۔ زیبی کو اگر ہلاک کیا گیا تو کیا میں اُس کے بغیر زندہ رہ سکوں گا۔؟ کیا کرنا چاہیئے مجھے؟ کیا کروں امریکہ میں رہ کر پولیس کی نگاہوں سے بچنا کتنا مشکل کام ہو گا اس کا اندازہ مجھ سے زیادہ اور کون لگا سکتا تھا۔ مجھے ایک ایک چپے پر تلاش کیا جائے گا۔ مجھے اُن تمام جگہوں پر چیک کیا جائے گا جہاں اُن سرمنڈھے غنڈوں سے ملاقات ہو سکتی تھی جن کی نشاندہی مجھے کی گئی تھی۔ جو کچھ کرنا ہو گا بڑی احتیاط سے کرنا ہو گا۔ مسٹر پاؤل جانتے تھے کہ میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اور میں جیل سے فرار ہونے کے بعد اپنے دشمنوں کو تلاش کروں گا۔

یہ حقیقت تھی۔ زیبی کی تلاش ہی میری زندگی کا مقصد تھی اس کے علاوہ اب اس زندگی کا اور کوئی مصرف بھی تو نہیں تھا۔ لیکن امریکی پولیس سے نمٹنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے لیے مجھے نہایت ذہانت سے کام کرنا ہو گا۔

اور اگر زیبی نہ ملی تو ـــ یہ ایک خوفناک سوال تھا۔ اور اس سوال کا جواب میرا ذہن کسی طور نہ دے پا رہا تھا۔ دل سینے سے نکلنے لگتا تھا مگر احساس تھا کہ زیبی کا تعلق اب میری زندگی سے ختم ہو چکا ہے۔

وہ کیا یہ تعلق ختم ہو سکے گا ـــ کیا زندگی کے کسی موڑ پر میں اُسے ـــ بھلانے میں کامیاب ہو سکوں گا ـــ؟"

وقت گزرتا رہا۔ گولیور جاگ گیا۔ اُس نے تعجب سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے میں سو گیا تھا۔؟"

"ہاں ـــ نیند سولی پر بھی آجاتی ہے۔"

"اوہ ـــ" گولیور نے جلدی سے اپنی گردن ٹٹولتے ہوئے کہا۔ اور پھر جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ "پتا نہیں کیا وقت ہو گیا۔؟"

"پتا نہیں ـــ" میں نے اپنی سونی کلائی دیکھتے ہوئے کہا۔ میری قیمتی گھڑی سرکاری تحویل میں تھی۔ کوئی سند میرے پاس نہیں چھوڑی گئی تھی۔ گولیور بے چارے کی بھی یہی کیفیت تھی۔"

شام کے پانچ یا ساڑھے پانچ بجے ہوں گے جب گولیور کو کچھ یاد آیا اور اس نے صوفے سے چھلانگ لگا دی۔ میں اس کی اس حرکت سے چونک پڑا تھا۔

"کیا بات ہے ـــ؟" میں نے پھرتی سے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ایک منٹ ـــ ایک منٹ رُکو۔ ابھی آیا۔ اور ہاں سنو یہ کھڑکی جلدی سے بند کر دو۔" اس نے کہا اور جھپاک سے باہر نکل گیا میں تعجب سے اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

پھر جب مجھے اس کی ہدایت کا خیال آیا تو میں نے جلدی سے کھلی ہوئی کھڑکی بند کر دی۔ گولیور چند ثانیے کے بعد واپس آگیا تھا۔

"کیا ہوا ـــ؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں ـــ" وہ مُسکراتا ہوا بولا۔

"کوئی

"نہیں میرے بھائی۔ ایک غلطی ہونے جا رہی تھی۔ بروقت یاد آگیا ورنہ کہانی بہت دلچسپ ہو جاتی۔"

"کیا مطلب ـــ؟"

"کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ جو نیچے سڑک سے دیکھی جا سکتی ہے اور دروازہ اندر سے بند ہے۔ فیری کھلی ہوئی کھڑکی دیکھ کر چونکتی اور پھر سوچتی کہ شاید وہ جاتے وقت اسے بند کرنا بھول گئی ہے۔ لیکن پھر اوپر آکر دروازہ بھی اندر سے بند دیکھتی تو اسے یقین ہو جاتا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے اور ضرور کوئی چور اس کے فلیٹ میں قسمت آزمائی کر رہا ہے۔ وہ خود تو چور کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن نزدیکی پولیس اسٹیشن سے رجوع کرنا مشکل کام نہیں تھا پھر پولیس چور کی تلاش میں آتی۔ اور یہاں اُسے دو عمدہ قسم کے قاتل مل جاتے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ہمارے حلیئے تمام پولیس اسٹیشنوں اور گشتی اسکواڈ کو مل چکے ہوں گے۔ نتیجے میں پولیس والوں کی ترقی ہو جاتی ـــ چنانچہ میں دروازہ کھولنے گیا تھا۔"

"اوہ ـــ" میں نے حیرت سے کہا۔ "واقعی تم نے خوب سوچا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ سوچنے کا کام میں بخوبی کر سکتا ہوں ـــ" لیکن عمل کے خطرناک راستے ہمیشہ ٹیڑھے میڑھے ہوتے ہیں۔ اس لیے میں عمل سے گھبراتا ہوں۔"

گولیور اب دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔ ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دروازے پر آہٹیں سُنائی دی تھیں۔ پھر نرم و نازک قدموں کی چاپ جو اس طرف آرہی تھی۔

گولیور کھڑا ہو گیا۔ پھر جونہی لڑکی نے اندر قدم رکھا۔ گولیور نے اسے سنبھال لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے لڑکی کے منہ پر ہاتھ بھی جما دیا تھا تاکہ اس کی چیخ نہ نکل جائے۔

"میں گولیور ہوں فیری! پریشان نہ ہو۔" اُس نے کہا۔ اور لڑکی کے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس قدر بدصورت بھی نہیں تھی۔ جتنا گولیور کہہ رہا تھا۔ خاصے دلکش نقوش تھے۔ جنہیں غربت نے بگاڑ دیا تھا۔

"ہاں فیری یہ میں ہوں۔" گولیور نے کہا۔ میں نے کھنکھار کر انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ اور گولیور سنبھل کر بولا۔

"اور یہ میرے دوست رلجہ نواز اصغر۔"

حیرت کی وجہ سے فیری کی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ "شکر ہے اس روز تم نے اپنے تالے کی مرمت نہیں کرائی تھی۔"

"تم — تم —" بمشکل تمام فیری کی آواز نکلی۔

"جیل سے بھاگ آیا ہوں۔ تمہارے لیے۔" گولیور نے ٹکڑا لگایا۔

"مفرور —؟"

"ہاں — کیا تمہیں میرا آنا ناگوار گزرا ہے —؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو — مگر — پولیس تمہاری تلاش میں ہوگی —؟"

"ہم تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔ لیکن تمہارے علاوہ میرا کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں تھا۔ اگر تم پسند نہیں کرو گی تو میں چلا جاؤں گا۔"

"میں تمہارے لیے خود بھی پھانسی چڑھنے کو تیار ہوں۔ یوں اچانک تمہیں دیکھ کر پریشان ہو گئی ہوں۔ اس لیے ایسی باتیں منہ سے نکال رہی ہوں۔ براہ کرم میری کسی بات کو محسوس نہ کرنا۔ میں — میں تمہیں ہر وقت یاد کرتی رہی ہوں۔ بیمار ہو گئی ہوں تمہارے لیے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے

"بس بدقسمتی کہو۔ ساری زندگی جرائم کی آغوش میں گزارنے کے بعد جب تمہاری پُرسکون دنیا میں رہنے کا فیصلہ کیا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ اگر میرا دوست میری مدد نہ کرتا تو تمہاری صورت دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوتی۔" گولیور نے کہا۔

"اوہ — میرا تعارف تو کراؤ۔" فیری سنبھل کر بولی۔

"ہاں آؤ — یہ راجہ نواز اصغر ہیں۔"

"عجیب نام نہیں ہے —؟"

"تعلق ایشیا سے ہے۔"

"میں فیری ہوں جناب — اور یہ شخص ایک ایسا سادہ لوح انسان ہے جس نے مجھ جیسی بدنصیب لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

"گولیور مجھے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتا چکا ہے مس فیری اور میں اس شخص کو سادہ لوح نہیں سمجھتا جس نے آپ جیسی حسین دل کی مالک لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔"

"میں بہت بدنصیب ہوں جناب پوری دنیا میں بے سہارا تنہا۔ میں نے کہا تھا اس سے تنہائی میری تقدیر ہے۔ یہ اپنی تقدیر مجھ سے منسلک کر کے خود کسی عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔" وہ سسک پڑی۔

"میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں مس فیری۔ اس کے عمل نے اسے موت تک پہنچا دیا۔ آپ کی خوش نصیبی نے اسے دوبارہ زندگی بخشی ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا دوست سچ کہتا ہے۔"

"مسٹر نواز اصغر آپ —؟"

"میں بھی مجرم ہوں مس فیری۔ حالات کا مجرم — شریفانہ زندگی بسر کر رہا تھا لیکن —"

"آپ بھی جیل سے فرار ہوئے ہیں —؟"

"ہاں — اور اب تک ہمارا حلیہ اخبارات، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر نشر کر دیا گیا ہوگا۔"

"آہ — میں آپ لوگوں کے لیے کیا کروں —؟"

"پہلے صرف ایک بات کا جواب دیں۔" میں نے کہا۔

"جی — فرمائیے"

"آپ کی پُرسکون زندگی میں یہ مداخلت سو فیصدی ناجائز ہے۔ گولیور آپ کی محبت ہے لیکن میں جملہ معترضہ ہوں۔ آپ ہمیں پناہ دینا پسند کریں گی یا نہیں —؟"

"میری زندگی بھی اگر آپ لوگوں کے کام آجائے تو میں سمجھوں گی کہ کوئی تو مصرف نکلا اس بیکار زندگی کا — یہ حقیر سی جگہ اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ اسے پناہ گاہ بنائیں۔ تاہم اگر یہ آپ کے کام آسکتی ہے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔"

"آپ غور کر لیں مس فیری۔"

"فیری تنہا ہے۔ وقتی طور پر ہی سہی اگر میری تنہائی دور ہو جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"آپ کو ہمارے لیے جدوجہد بھی کرنی ہوگی۔"

"زندگی دے سکتی ہوں آپ کے لیے۔"

"خوفزدہ تو نہیں ہوں گی —؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔

"تمہارے کچن میں ہمیں صرف کافی، کریم اور بسکٹ کا ایک ڈبہ مل سکا تھا۔ اب ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔" گولیور نے کہا۔

"افسوس مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بس تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو — گولیور ڈیئر میں ابھی آتی ہوں۔"

"دروازہ معمول کے مطابق باہر سے بند کرتی جاؤ۔ یہاں کسی کے آنے کا خطرہ تو نہیں ہے —؟"

"یہاں کوئی نہیں آتا —" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔ گولیور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"سب گولیور کی طرح احمق نہیں ہوتے۔" میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا تھا۔ "تم دل ہی دل میں میرا مذاق اُڑا رہے ہو گے۔ نواز میرے گھٹیا ذوق کے بارے میں سوچ رہے ہو گے۔ لیکن میرے دوست جرائم کی دنیا میں بھی میرا اصول رہا ہے۔ اگر باقاعدہ مجرموں کا راستہ کاٹو گے تو اپنا کام نہیں کر سکو گے اور دشمنوں میں اُلجھ جاؤ گے اس لیے بہتر ہے کہ وہ کرو جسے دوسرے قابل اعتنا نہ سمجھیں۔ وہ چیز اُٹھاؤ جسے کوئی دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ اس لیے محبوباؤں کے انتخاب میں بھی میں اسی پالیسی پر عمل پیرا رہتا ہوں۔ ایسی محبوبائیں زیادہ وفاشعار اور قابل اعتماد ہوتی ہیں۔ جو بدصورت ہوں اور کوئی انہیں منہ لگانا پسند نہ کرے اب تم خود دیکھو۔ اگر یہ لڑکی خوبصورت ہوتی تو —"

"بس —" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ اور گولیور چونک کر مجھے دیکھنے لگا

"کیا بات ہے نواز —؟"

"میرا تم سے ثانوی سا رابطہ ہے گولیور — چند لمحات کے ساتھی ہیں ہم لوگ میں وقتی طور پر یہاں ضرور رہ لوں گا۔ اور پھر کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ اس لیے نہیں میرے دوست — شاید بہت پہلے میں بھی انسانیت کا اسی طرح مذاق اُڑاتا رہا ہوں۔ سچ کو نہیں کرتا رہا ہوں۔ میں تحقیر کرتا رہا ہوں۔ آدمیت کی لیکن پھر میں نے اپنے اندر کے انسان کو جگایا ضمیر کی آواز سنی۔ اور مجھے احساس ہوا کہ زندگی اس کا نام نہیں ہے۔ آنکھ بہت کمزور چیز ہے بہت سطحی دیکھتی ہے۔ دل کا حسن پرحق بھاری ہوتا ہے۔ خدا کے لیے اس معصوم لڑکی کا مذاق مت اُڑاؤ جس کے وجود میں محبت کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ تم موت کی آغوش تک پہنچ گئے تھے گولیور — زندگی نے شاید تمہیں انسان کہنے کا موقع دیا ہے۔ ماضی کے گولیور کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ہو سکے تو اس نئی زندگی کو کسی کے کام آنے دو — کسی ایسے کے کام — جسے تم صرف مذاق سمجھتے ہو۔ کیا وہ معصوم لڑکی اس قابل ہے کہ تم اسے دھوکہ دو — وہ جس نے زندگی میں کسی کے پیار کے بارے میں سوچا بھی نہیں وہ جو تمہارے لیے بیمار ہو گئی ہے۔ تم کہتے ہو تمہیں زندگیاں لینے سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ کیا ایک بے بس لڑکی کا قتل تمہیں گوارہ ہوگا —؟"

گولیور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں کھویا کھویا پن تھا۔ پھر اس پر تعجب کے نقوش اُبھرے۔

"تم کسی حسین لڑکی پر اتنا مکمل بھروسہ کر کے یہاں آسکتے تھے۔ کیا تمہیں اس کی امید نہ ہوتی کہ اس نے تمہارے بعد کوئی اور دوستی نہ کر لی ہوگی؟"

"شاید نہیں۔"

"اگر یہ سہارا نہ ہوتا تو کیا اب تک ہم پولیس کے ہاتھ نہ لگ گئے ہوتے —؟"

"ہاں — شاید —" وہ پھیکے لہجے میں بولا۔

"پرانے گولیور کو بھول جاؤ — تمہاری زندگی ختم ہو چکی ہے۔ خلوص دل سے اپنی زندگی کا بقیہ حصہ اسے سونپ دو شاید خدا تمہاری اس سچائی کو قبول کرے اور تمہیں نئی زندگی مل جائے۔"

گولیور خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے اندر نہ جانے کیا کیا احساسات جاگ رہے — فیری کے آنے تک وہ کچھ بھی نہ بولا۔ میں اس کے چہرے میں بڑی تبدیلیاں پا رہا تھا۔

"میں ایسی چیزیں لے کر آئی ہوں گولیور جو بہت جلد تیار ہو جاتی ہیں۔ بس تھوڑی دیر کی اجازت چاہتی ہوں۔" اس نے اندر آکر کہا۔ گولیور نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔

"تم ایک دم چپ کیوں ہو گئے دوست؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"تم نے اس کے اداس چہرے میں کوئی تبدیلی دیکھی ہے؟"

"ہاں — وہ بہت خوش ہے۔"

"ان مجرموں کو پناہ دے کر جن کی وجہ سے اس کی ساری زندگی تباہ ہو سکتی ہے۔"

"وہ — وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔ میں نے کبھی اس طرح نہیں سوچا واقعی میں نے کبھی اس طرح نہیں سوچا۔ خدا مجھے معاف کرے۔" گولیور کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"اگر تم خدا سے معافی کے طلبگار ہو گولیور تو عہد کر لو کہ فیری کو کبھی دھوکا نہ دو گے اگر حالات نے تمہیں نئی زندگی گزارنے کا موقع دیا تو اس میں فیری کو اپنی بیوی کی حیثیت سے شامل کر لو گے۔"

"کیا حالات مجھے یہ موقع دیں گے —؟"

"ممکن ہے گولیور، فیری کی تقدیر تمہیں اس کا موقع دے۔"

"مسٹر نواز — میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ جرائم کی زندگی مجھے پسند نہیں لیکن میں — میں بھی بس تنہا تھا۔ کبھی کسی کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔ کبھی نہیں سوچا۔ بس تقدیر جس راستے پر لے آئی۔ اُسی پر چل پڑا اور جرم و گناہ کے راستے انسانی اقدار کی روش لے ہی گزرتے ہیں۔ ہاں اگر کسی اور کی زندگی اور مستقبل کی ذمہ داری انسان پر پڑے تو پھر — تو پھر سوچ کے دھارے رُخ بدل لیتے ہیں۔ یہ ایک جوا ہے نواز صاحب — میں خود کو داؤ پر لگاتا ہوں۔ اگر زندہ بچ گیا اور دوبارہ پولیس کے ہاتھ نہ لگا تو — فیری کو شریک حیات بنا لوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

میری آنکھوں میں نمی آگئی۔ یہی تو میں نے کیا تھا۔ میں بھی بہت کچھ تھا۔ میرے پاس اتنی دولت تھی کہ میں ایک ریاست بنا سکتا تھا۔ لیکن راست بازی اور شرافت کا احساس جاگا تھا۔ کسی نے میرے لیے قربانی دی تھی تو میں نے ساری زندگی اسے سونپ دی تھی اور سب کچھ چھوڑ دیا تھا"

"پھر یہ سب کیوں ہوا — زیبی کہاں ہے —؟"

"نواز صاحب ہم اتنے دنوں سے ساتھ ہیں۔ مجھے کبھی آپ کی کہانی نہیں معلوم ہو سکی۔ وہ کون تھے جنہیں آپ نے قتل کیا —؟"

"کچا نہیں تھا میں جانتا تھا کہ اپنا راز کہہ دینے کے بعد اپنا نہیں رہ جاتا۔ لیکن دل کچھ اس طرح اُمنڈ رہا تھا کہ خود کو باز نہ رکھ سکا۔"

"میری کہانی بہت طویل ہے گولیور —؟"

"سننا چاہتا ہوں۔"

"پاکستانی ہوں۔ سرزمین پنجاب کا ایک بیٹا ہوں۔ وہ جو ماں کی بدبختی کا باعث بنا۔ حالات نے انہیں چھین لیا۔ اپنوں کے لگائے ہوئے — زخموں کی کسک نے چین نہ لینے دیا تو خودکشی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن زندگی ایک بار پھر اس دنیا میں گھسیٹ لائی۔ اسمگلروں کے ہاتھوں لگ گیا اور پھر برائیوں کی دلدل میں دھنستا چلا گیا لیکن ایک بار پھر میری زندگی میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور میں شریف آدمی بن گیا۔"

"یہ تبدیلی کیا تھی —؟"

"ایک عورت ــــ!" میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"محبوبہ تھی تمہاری ــ"

"ہاں ــ اس نے میرے لیے قربانی دی تھی۔ اس نے مجھے بہت بڑا سہارا دیا تھا۔"

"اوہ ــ تو تم بھی اس کے شکار ہو ــ؟"

"شکار نہیں ــ میں نے حقیقت پالی تھی۔ وہ مجھے برے راستوں سے واپس لے آئی تھی۔"

"پھر کیا ہوا ــ؟"

"میں نے امریکی شہریت حاصل کرلی۔ یہاں ایک فرم کھولی میں نے قالینوں کا کاروبار شروع کیا تھا۔ اچھی زندگی گزر رہی تھی۔ لیکن نظر لگ گئی ہمارے سکھ کو۔"

"کیا ہوا ــ؟" گولیور نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور میں نے اسے پوری کہانی سُنا دی۔ گولیور بے حد متاثر ہوگیا تھا۔ "گویا ــ گویا تم نے وہ قتل نہیں کیے ــ؟"

"ہاں گولیور ــ میں بے گناہ پھنس گیا۔ لیکن ثبوت میرے خلاف موجود تھے۔"

"تمہاری فرم کا کیا نام ہے ــ؟"

"زیبی کارپٹس ــ"

"اوہ ــ میں نے یہ فرم دیکھی ہے۔ اس کا بورڈ میں نے پڑھا ہے تم تو بہت بڑے آدمی ہو ــ" وہ متاثر ہو کر بولا۔

"کوئی اس دنیا میں بڑا آدمی نہیں ہے۔ گولیور ساری باتیں ــــ بے کار ہیں بڑا تو وہ ہوتا ہے جس کی تقدیر میں بے بسی کا کوئی لمحہ نہ ہو۔ جو کوشش کے باوجود اپنی اچھی خواہشات کی تکمیل بھی نہ کرسکے اس کے اندر کیا بڑائی ــ اگر دولت کی بڑائی کی بات کرتے ہو تو میں بہت بڑا آدمی ہونا چاہیئے تھا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں میرا اتنا بڑا سرمایہ موجود ہے کہ اگر اسے نکال لوں تو امریکہ کے ارب پتیوں میں شامل ہو جاؤں۔ لیکن میں نے وہ حرام کی کمائی اسی جگہ چھوڑ دی کیونکہ وہ مجھے میرے بُرے دنوں کی یاد دلاتی تھی۔ لیکن اب ــ اب وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے گولیور وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ راجہ نواز اصغر پھر زندہ ہو جائے۔ اور انہیں تمام راستوں پر نکل جائے جہاں سے واپسی میں اسے بڑی مشکل پیش آئی تھی۔" گولیور تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم اب زیبی کارپٹس سے رابطہ قائم نہیں کروگے۔ وہاں تمہارا اسٹاف تو ہوگا۔ تمہارے لوگ تو کام کرتے ہوں گے۔"

"ہاں ــ وہاں بہت سے لوگ موجود ہیں۔ ان میں میرا مینیجر بھی ہے۔ جو میرے لیے ہر وہ کوشش کرتا رہا ہے جو ایک شریف آدمی کر سکتا ہے۔ لیکن اب میں کسی کو اپنی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتا ــ میں نے فیصلہ کرلیا ہے گولیور کہ تقدیر نے مجھ سے جو امتحان مانگا ہے وہ تنہا ہی دوں گا اور اس طرح دوں گا کہ زمانہ یاد رکھے میں نے خود تو یہ کوشش نہیں کی مجھے وہ تمام سہارے نہیں ملے جو ملنے چاہیئے تھے جب میں اچھائیوں کے لیے کمر باندھ کر میدان میں آگیا تھا اور انسانیت کو میں نے ایک بہت بڑے عفریت سے بچا لیا تھا۔ تو پھر میرے بھی تو کچھ حقوق تھے۔ میری بھی تو خواہش تھی کہ مجھ سے اظہار ہمدردی کیا جاتا اور کہا جاتا کہ نہیں راجہ نواز اصغر تم بے گناہ ہو تم وہ سب کچھ نہیں کرسکتے جو سامنے ہے اگر تم ان لوگوں کے قتل کا اعتراف نہیں کرتے تو یقیناً تم نے انہیں قتل نہیں کیا ہوگا میں یہی اعتماد چاہتا تھا۔ لیکن مجھ پر اعتماد نہیں کیا گیا اور مجھے قاتل گردان لیا گیا عدالت میں مجھ پر مقدمے چلے میں کیسے بتاتا کٹہرے میں کھڑے ہو کر کہ ان دو آدمیوں کا قتل میرے لیے بہت معمولی چیز ہے میں اگر چاہوں تو نیویارک میں لاشوں کا انبار لگا دوں۔ اور ایسا ماحول پیدا کردوں کہ زیبی کو اغوا کرنے والے ہاتھ جوڑ جوڑ کر مجھ سے درخواست کریں کہ اپنی بیوی ہم سے واپس لے لو اور ہماری جان بخش دو۔"

"لیکن یہ سب کچھ نہیں مانا گیا یہ سب کچھ نہیں مانا گیا۔ گولیور اور مجھے دوبارہ اسی راستے پر لا کھڑا کیا گیا جہاں میں کبھی واپس نہیں آنا چاہتا تھا۔ گولیور چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"تم حق بجانب ہو نواز تم واقعی حق بجانب ہو انسان واقعی زیادہ سے زیادہ کیا کرسکتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے آپ پر جبر کرلے اور موت کی آغوش میں جا سوئے یا پھر دنیا کو موت کی آغوش میں سُلانے پر کمربستہ ہو جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا گولیور اب ایسا ہی ہوگا۔" تھوڑی دیر کے بعد فیری کھانا لے کر اندر آگئی بے چاری سے جلدی جلدی میں جو کچھ بھی ہوسکا تھا۔ پکا کرلے آئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی اس دوران میں اس کے لیے جو کچھ کرچکا تھا۔ فیری کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی ویسے خبر ہونی بھی نہیں چاہیئے تھی۔ اگر اسے یہ احساس ہو جاتا کہ گولیور میرے کہنے سے اس کی جانب راغب ہوا ہے تو ممکن ہے اس کی انا اسے قبول نہ کرتی ممکن ہے ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں یہ بال پڑ جاتا کہ گولیور اس سے فلرٹ کر رہا تھا۔ اور اس کے لیے سنجیدہ نہیں تھا ہم تینوں نے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی تھی۔ گولیور نے دو تین بار اس دوران فیری سے سوالات کیے وہ فیری کو پرکھ رہا تھا۔ لیکن میری طرف اس کی نگاہ نہیں تھی میں تو ایک نگاہ ہی میں اندازہ لگا چکا تھا۔ کہ وہ قربانی دینے والی لڑکیوں میں شامل ہے۔ مغربی ہونے کے باوجود اس کے سینے میں مشرق سجا ہوا ہے اور وہ اپنی محبت پر جان نثار کرنے کے لیے تیار ہے فیری نے تمام سوالوں کا تسلی ــــــــ

بخش جواب دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے معمولات میں تبدیلی پیدا کرلے گی۔ بیماری کا بہانہ کرکے چند روز کی چھٹیاں لے لے گی تاکہ ان لوگوں کے لیے کوئی مناسب بندوبست کرسکے۔

"میرا خیال ہے نہیں فیری۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم چھٹیاں نہ لو بلکہ مسلسل اپنی ڈیوٹی انجام دیتی رہو تم شاید اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ ہم جیل سے بھاگے ہوئے ہیں اور تلاش ہیں اور پھر چونکہ ہمارے پاس بالکل پیسے ویسے نہیں ہیں اس لیے ہم کوئی فوری کاروائی نہیں کر سکتے۔ پولیس ہماری تلاش ترک کر دے ہم اس قابل ہو جائیں کہ چوری چھپے باہر نکل سکیں تو پھر ہم کچھ کرسکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی گولیور۔ بات پیسوں کی ہے نا تو بے چاری فیری کو اس سلسلے میں ہم مزید تکلیف نہیں دے سکتے۔ پیسے تو ہر طرح سے مہیا ہوسکتے ہیں اگر زیب کارپٹس سے رابطہ قائم کرلیا جائے تو جتنا بھی روپیہ درکار ہوگا۔ ہمارے پاس پہنچ سکتا ہے لیکن ایسا مناسب نہیں ہے۔"

"کیوں ۔؟" گولیور نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں کاشف کو اس جھگڑے میں نہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔؟"

"بے حد قابلِ اعتماد ہے۔ لیکن چالاک نہیں ہے۔ سیدھا سادھا نوجوان ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ میں کہاں موجود ہوں تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا۔ اور اگر پولیس اس تک پہنچی تو وہ اپنے چہرے کے تاثرات چھپا نہیں سکے گا۔ نتیجے میں پکڑا جائے گا۔ یہاں کی پولیس بہت چالاک ہے۔ مسٹر پاؤل انسپکٹر جوزف اور اب تو یقیناً دوسرے بہت سے بھی ملوث ہو چکے ہوں گے اتنے زیرک ہیں کہ انسان کی آنکھوں کی رنگت دیکھ کر اس کی دلی کیفیت کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ کاشف کو اگر یہ علم ہوگیا کہ میں کہیں قرب و جوار میں موجود ہوں اور اس سے امداد چاہتا ہوں تو وہ مجھ سے مل تو نہیں سکے گا لیکن اس کے باوجود اس تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ کہ اب کیا کرے اور یہی چیز اس کی پریشانی کی وجہ بن سکتی ہے۔" گولیور سر ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے کچھ نہ کچھ کام چل جائے گا۔ فیری تم کتنے دن ہمارا خرچ اُٹھا سکتی ہو۔؟"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر گولیور یہ شعبہ میرا ہے۔ آپ میرے مہمان ہیں۔ میں آپ کے لیے سب کچھ کروں گی۔" فیری نے جواب دیا۔ اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

کھانا کھانے کے دوران وہ مسلسل غور کرتی رہی۔ میں اور گولیور دو تین بار اس کی شکل دیکھ چکے تھے۔ جب کھانا ختم ہوگیا اور فیری نے ہمارے سامنے کافی لا کر لگا دی تو گولیور نے کہا۔

"تم کس گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں فیری؟"

"ایں۔ کچھ نہیں ۔ نہیں کوئی خاص بات نہیں ۔"

"کوئی عام بات تو ہوگی ۔ گولیور نے سوال کیا ۔"

"میں مسٹر بکین کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"یہ مسٹر بکین کون ہیں ــ؟"

"میری فرم کے مالک۔ بس کیا بتاؤں تمہیں دنیا میں اچھے لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے گولیور ــ"

"کیا مطلب؟"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہم چہروں سے انسان کی صحیح شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر بکین بظاہر بہت شریف آدمی ہیں نیک نام اور نیک شخصیت کے مالک، لیکن ان کا پس منظر بھی کچھ اور ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایک ایسے گروہ سے منسلک ہیں جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور اعلیٰ پیمانے پر یہ تجارت ہوتی ہے مسٹر بکین کی اپنی فرم کا کاروبار اچھا خاصا چل رہا ہے۔ لیکن اتفاقیہ طور پر مجھے اس بات کا علم ہوگیا کہ وہ منشیات کی تجارت بھی کرتا ہے۔"

"اوہ ویری گڈ ــ تو کیا مسٹر بکین کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان کے کاروبار سے واقف ہوگئی ہو۔"

"ہاں۔ بس وہ ایک انوکھا دن تھا۔ پورا دن سردی اور کہر میں لپٹا ہوا تھا اور کارکن کام تو کر رہے تھے لیکن ایک کمی سی محسوس کی جارہی تھی۔ میں مسٹر بکین کے آفس میں کسی خاص کام سے گئی تو مجھے پہلی بار انکشاف ہوا کہ بکین کے خوبصورت آفس میں ایک چور دروازہ بھی ہے۔ مسٹر بکین وہاں موجود نہیں تھے۔ دفعتاً ایک چیخ کی آواز سُنائی دی اور میں پریشان ہوگئی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں۔ تب بے اختیار دوڑتی ہوئی میں اس چور دروازے سے اندر داخل ہوگئی تھی ــ"

"مسٹر بکین ایک اونچی جگہ سے گر پڑے تھے اور ان کے ٹخنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ اونچی جگہ اس چور دروازے کے اندر بنے ہوئے تہہ خانے میں تھی اور اس تہہ خانے میں بے شمار خوبصورت کھلونے رکھے ہوئے تھے میں نے کبھی یہاں کھلونے نہیں دیکھے تھے ان کھلونوں کو دیکھ کر میں حیران رہ گئی بہر طور پھر انہیں بھول کر میں مسٹر بکین کی طرف دوڑی اور انہیں سہارا دے کر

کر اٹھایا۔ مسٹر بیکن کے ہاتھ میں گہرے بھورے رنگ کا ایک بھالو تھا اور اچانک بھالو کی گردن ٹوٹ کر گر گئی تھی۔ اور اس میں سے پوڈر گر رہا تھا افیون کا، ایک خاص قسم کا پوڈر نکل کر نیچے گر پڑا تھا اور یہ پوڈر کھلونے کے اندر سے نکلا تھا مسٹر بیکن اپنے ٹخنے کی تکلیف سے سخت پریشان تھے۔ اچانک مجھے دیکھ کر ان کا چہرہ عجیب سا ہو گیا۔ انہوں نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

" دروازہ کیسے کھل گیا ؟ "

" در۔ در۔ وازہ کھلا ہوا تھا جناب ۔"

" اوہ اوہ ۔ تم یہاں کیوں آمریں ؟ "

" وہ میں آپ کے پاس کام سے حاضر ہوئی تھی سر! لیکن آپ اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھے اور یہ عقبی دروازہ کھلا ہوا تھا پھر مجھے آپ کی چیخ سُنائی دی اور میں خود کو باز نہ رکھ سکی ۔" میں نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔ مسٹر بیکن ایک نرم دل اور مشفق مالک ہیں۔ ہر شخص کے ساتھ ان کا رویّہ بہت اچھا ہوتا ہے کبھی کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے فطرتاً وہ بہت نرم دل ہیں لیکن اس وقت ان کی درشتگی میرے لیے بالکل اجنبی چیز تھی۔ چنانچہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ مسٹر بیکن نے ان آنسوؤں کو محسوس کیا انہوں نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے، تب انہوں نے کسی قدر نرم لہجے میں کہا۔

" اوہ سوری فیری! جلدی سے جاؤ اور پہلے میرے کمرے کا بیرونی دروازہ بند کر آؤ۔ فوراً ۔ پلیز، میں لرزتے قدموں سے آگے بڑھی اور پھر تہہ خانے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

" میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دوبارہ مسٹر بیکن کے پاس جاؤں، یا نہیں لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تنہا اس کمرے میں کھڑی کیا کرتی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرنے کا مطلب یہی تھا کہ مسٹر بیکن مجھے دوبارہ اسی کمرے میں واپس بلانا چاہتے تھے۔ میں نے چند لمحات کے بعد دوبارہ اس تہہ خانے میں قدم رکھا اور مسٹر بیکن نے مجھے آواز دی۔

" فیری! تم یہاں آؤ " میں ان کے نزدیک پہنچ گئی تو وہ آہستہ سے مجھ سے بولے ۔

" میرے ٹخنے کی ہڈی شاید ٹوٹ گئی ہے شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے میں اپنے اس ٹخنے کو کس کر باندھ دوں۔ میں نے جلدی سے اپنا اسکارف نکالا اور بیٹھ کر مسٹر بیکن کا ٹخنا کسنے لگی، میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ مجھے بغور دیکھ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

" یہ برادہ جو پھیل گیا اسے سمیٹ کر اس کھلونے کی گردن میں بھر دو اور اس گردن کو چند چوڑیوں کے ساتھ اندر لگا دو۔ میں نے مسٹر بیکن کی طرف دیکھا اور انہوں نے آہستہ سے گردن ہلا کر مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میں ان کی ہدایت کے مطابق یہ عمل کرنے لگی۔ میں نے ان کی مرضی کے مطابق کھلونا برابر کر دیا۔"

" اسے اس بکس میں ڈال دو۔ مسٹر بیکن نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نے کھلونے کو بکس میں رکھتے ہوئے دیکھا کہ اس میں بے شمار خوبصورت کھلونے بھرے ہوئے ہیں مسٹر بیکن میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

" اب مجھے سہارا دے کر اوپر لے چلو، اور مجھے میری کرسی پر بٹھا دو ۔"

" جی بہتر۔ میں نے کہا اور جب میں انہیں لے کر باہر آ رہی تھی تو نجانے انہوں نے کیا کیا کہ چور دروازہ ایک دم بند ہو گیا۔ وہاں ایک خوبصورت ڈیکوریشن پیس لگا ہوا ہے۔ جو اس طرح نظر آتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے پیچھے کوئی خفیہ دروازہ ہوگا۔ مسٹر بیکن کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا انہوں نے کہا۔"

" دیکھو، فیری انسان کو بعض اوقات ایسے اچانک حادثات پیش آتے ہیں کہ وہ انہیں برداشت نہیں کر سکتا یہ واقعہ جو تمہارے سامنے گزرا ہے جو کچھ بھی ہے، اس کی تفصیل میں تمہیں کسی مناسب وقت میں بتا دوں گا۔ بلکہ اس سلسلے میں تم سے بہت سی باتیں بھی کروں گا۔ لیکن فی الوقت تم اسے بھول جاؤ اور خبردار اپنے سائے سے بھی اس کا تذکرہ مت کرنا ورنہ تم مصیبتوں میں گھر جاؤ گی ۔"

" ٹھیک ہے مسٹر بیکن میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

" اب یوں کرتا ہوں کہ میں اپنی کرسی گرائے دیتا ہوں، اور لوگوں سے یہی کہو کہ مسٹر بیکن اُٹھ رہے تھے کہ اچانک لڑکھڑا کر گر پڑے۔ میری اس چوٹ کی وجہ یہی ہونا چاہیئے، سمجھ لیا تم نے"

" جی ہاں۔ میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکن نے اپنا ڈرامہ شروع کر دیا۔ ان کے گرتے ہی میں باہر دوڑی اور پھر میں نے چند لوگوں کو اندر بُلا لیا۔ اس کے بعد مسٹر بیکن ہاسپٹل چلے گئے ان کی مرہم پٹی وغیرہ ہوئی لیکن تیسرے دن وہ دفتر پھر آموجود ہوئے تھے۔ دفتر پہنچنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مجھے ہی بُلا لیا اور پہلی بار مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی، میں بیٹھ گئی تو وہ مُسکرا کر بولے۔

" تمہارا شکریہ! فیری میں تمہیں قابلِ اعتماد پاتا ہوں اور سچی

بات یہ ہے کہ قابل اعتماد لوگوں کی میرے دل میں بے حد قدر ہے۔ تم یہاں معمولی سی ملازمت کرتی ہو۔ لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں، اس ملازمت سے دس گنا زیادہ فائدہ بخش کام دے سکتا ہوں، لیکن اس کے لیے تمہیں مکمل رازداری کی ضرورت ہوگی۔

" جناب عالی! میں، میں خوش ہوں، مطمئن ہوں، مجھے کوئی دقّت نہیں ہے۔ میں نے کہا۔

" نہیں فیری! تمہارے چہرے، تمہارے لباس اور تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تم خاصی تکلیف دہ زندگی گزار رہی ہو، بہر طور فی الحال اتنا ہی کافی ہے میرے ہر راز کو راز ہی رہنا چاہیئے کبھی کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا پھر وہ مجھ سے میرا خاندانی پس منظر پوچھنے لگے۔ انہوں نے میرے فیملی ممبرز کے بارے میں پوچھا اور یہ جان کر کافی مطمئن ہو گئے کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں نے ان سے تمہارا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ میں خوفزدہ بھی تھی حالات کو سمجھتی تھی، جانتی تھی کہ اگر میں نے اپنا راز طشت از بام کر دیا تو ممکن ہے مسٹر بیکن مجھے اپنے لیے خطرناک سمجھنے لگیں۔ چنانچہ میں بالکل خاموش رہی ۔"

تقریباً پندرہ دن اس طرح گزر گئے۔ مسٹر بیکن کا پاؤں اب بالکل تندرست ہو گیا تھا اور وہ چلنے پھرنے لگے تھے۔ سولہویں دن انہوں نے پھر مجھے اپنے پاس طلب کر لیا اور یہ وقت وہ تھا جب دفتر کی چھٹی ہو چکی تھی انہوں نے بدستور نرم انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور اپنے سامنے بیٹھنے کی پیش کش کر دی پھر وہ بولے۔

" اگر تم میرے دوسرے کام میں باقاعدہ حصّہ لینا نہیں چاہتیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کرو کہ اپنی اُلجھنیں مجھے بتاؤ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں ۔"

" جناب عالی! میں بالکل مطمئن ہوں، کوئی ایسی اُلجھن مجھے درپیش نہیں ہے اگر ہوگی تو آپ سے ضرور عرض کروں گی۔"

" فیری۔ تمہارے ذہن میں یہ تجسّس ضرور اُبھرا ہوگا۔ کہ تہہ خانے کا راز کیا تھا ؟"

" جی ہاں جناب! میں نے سوچا ضرور تھا لیکن میں دوسروں کے معاملات میں بہت زیادہ ٹانگ اڑانے کی عادی نہیں ہوں، آپ کا ذاتی معاملہ تھا آپ نے مجھ سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کروں، یہ احساس ہمیشہ کے لیے میرے سینے میں چلا گیا اور اگر آپ مجھے ہمیشہ کے لیے یاد نہ دلائیں گے تو میں کبھی یاد نہ کروں گی کہ وہ سب کیا تھا۔"

یہ سب تمہاری بہت اعلیٰ ظرفی ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ لو فیری اگر تم کبھی کوئی اُلجھن محسوس کرو تو اپنی موجودہ پوزیشن سے ہٹ کر مجھے ضرور بتا دینا۔ تمہاری شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ میں منشیات کی تجارت کرتا ہوں، میں جو کچھ کرتا ہوں تم نے دیکھا ایک حقیقت ہے اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن بیٹی جن حالات میں، میں ان تمام کاموں کے لیے مجبور ہوا ہوں، انہیں بیان نہیں کر سکتا یوں سمجھ لو کہ زبردستی میری گردن پھنسائی گئی ہے، مجھے بلیک میل کر کے اپنے کام کے لیے مجبور کیا گیا ہے۔ ایک ایسا گروہ جو سر منڈے لوگوں پر مشتمل ہے، بڑے اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کر رہا ہے اور میں ہی نہیں بہت سارے لوگ اس سلسلے میں مصروفِ عمل ہیں۔ فیری کے ان الفاظ نے دفعتاً میرے ذہن میں دھماکہ کیا تھا۔

گولیور بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا غالباً گنجے سروں والوں کے ذکر نے اسے بھی چونکا دیا تھا۔

فیری ہم دونوں کی کیفیات سے بے خبر اپنی داستان سُنائے جا رہی تھی " میں نے آج تک مسٹر بیکن سے اپنے لیے کوئی مدد طلب نہیں کی، لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان سے تمہارے بارے میں تذکرہ کروں، اور تمہاری رہائی کے لیے کہوں۔ لیکن ایک اور احساس بھی میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ وہ آج تک مجھ پر اس لیے اعتماد کرتے تھے کہ وہ مجھے تنہا محسوس کرتے تھے۔ اگر انہیں یہ علم ہو جاتا کہ کوئی میرا اتنا قریبی شخص موجود ہے تو ممکن تھا ان کا یہ اعتماد ختم ہو جاتا۔

" گولیور گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا،" تم ٹھیک کہتی ہو فیری. ویسے تم یہاں سے ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔"

" اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر بیکن کو مجھ پر اعتماد ہے۔ میں بالکل ہی بیوقوف نہیں ہوں۔ میں نے بارہا اندازہ لگایا کہ مسٹر بیکن کہیں میری خفیہ نگرانی تو نہیں کرواتے۔ لیکن کبھی اس کا شبہ نہیں ہو سکا ۔"

" تم نے ان کے دفتر میں گنجے سر والوں کو آتے جاتے دیکھا ہے فیری ؟"

" ہاں۔ اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو اچھی خاصی شکل وصورت کے مالک ہوتے ہیں۔ عمدہ پرسنالٹی ہوتی ہے ان کی، لیکن سر منڈے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو مسٹر بیکن کو اس کاروبار کے لیے مجبور کرتے ہیں۔"

ہم خاموش ہو گئے۔

رات ہو گئی۔ فیری اور گولیور دوسرے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ میرے لیے انہوں نے اسی کمرے میں آرام کا بندوبست کر دیا تھا۔ رات کو بستر پر لیٹ کر میں فیری کی کہانی سوچنے لگا سر منڈے لوگوں کا تذکرہ میرے لیے دلچسپ تھا۔ راہ سے راہ نکلتی

آسانی تھی۔ فیری اگر مسٹر نیکن کے لیے اس قدر قابلِ اعتماد ہے تو پھر ہمارے لیے بھی وہ کارآمد ہوسکتی ہے۔

میں اس کے ذریعہ اگر اپنی کارروائی کا آغاز کروں تو برا نہیں ہوگا۔ ہاں اس کے لیے مجھے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی ردّو بدل کرنا ہوگی۔

گولیور کو فیری سے متاثر کرنے میں مَیں کامیاب ہوگیا تھا۔ فیری کی شرافت نے مجھے بیحد متاثر کیا تھا۔ اس کی شخصیت میں زیبی کی وفائیں جھلکتی تھیں اور زیبی جیسی فطرت کی مالک کوئی دوسری لڑکی بھی میرے لیے قابلِ احترام تھی۔ اب جبکہ گولیور اس بات کے لیے آمادہ ہوگیا تھا۔ تو میرا خیال تھا کہ میں یہاں سے خاموشی سے نکل جاؤں۔ گولیور کا ساتھ اس سے زیادہ میں نہیں دے سکتا تھا۔ وہ خود بھی اپنے لیے راستے تلاش کرسکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ فیری میرے مقصد کی تکمیل میں میری معاون بن سکتی تھی۔

اس سلسلے میں کچھ ایسے ضروری اقدامات کرنے تھے کہ ہم باہر کی دنیا میں نکل سکیں اور اس کے لیے ابتدائی ذریعہ میک اپ تھا۔ ظاہر ہے فیری پر بوجھ بنے رہنا بھی ناممکن تھا۔ اس کی پوزیشن ویسے بھی درست نہیں تھی۔

پولیس میرے ساتھ ساتھ گولیور کی تاک میں بھی ہوگی اور چونکہ ہم دونوں ساتھ ساتھ فرار ہوئے تھے، اس لیے ممکن ہے اسے میرا ساتھی قرار دے دیا جائے۔ ان دونوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ امریکہ چھوڑ دیں۔ میری بات اور تھی۔ مجھے تو ابھی نہ جانے کب تک حالات سے نمٹنا تھا۔

لیکن یہ سارے کام آسان نہیں تھے۔ ان کے لیے مجھے سخت جدوجہد کرنا تھی۔ سب سے پہلا مقصد یہ تھا کہ تھوڑی سی رقم ہاتھ آئے، چاہتا تو ٹیلیفون کرکے کاشف سے رقم طلب کرسکتا تھا۔ لیکن کاشف کو میں ذرا بھی ان معاملات میں ملوث نہیں کرسکتا تھا۔ فیری کو بھی اس سلسلے میں استعمال کیا جاسکتا تھا لیکن یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مقامی پولیس کی کارکردگی میرے ذہن میں تھی۔ اور میں جانتا تھا کہ زیبی کارپٹس کی بھرپور نگرانی کی جارہی ہوگی اور وہاں کے ایک ایک کارکن کا شجرہ نسب اور میرے تمام تعلقات کے بارے میں معلوم کرلیا گیا ہوگا۔ فون بھی ٹیپ ہوچکے ہوں گے۔ اور وہ لوگ ہر طرح سے یہ کرنے میں کوشاں ہوں گے کہ میں کس طرح ان کے روبرو ماتم کرتا ہوں۔ اس وقت زیبی کارپٹس کا رخ کرنا بھی حماقت تھی۔

پھر کیا کیا جائے۔ دیر تک سوچتا رہا۔ اور پھر یہی سوچا کہ ابتدا میں فیری کی مالی حالت بھی دیکھی جائے۔ بظاہر وہ بے چاری بہت مفلوک الحال معلوم ہوتی تھی لیکن ممکن ہے وہ کسی ذریعہ سے میری وقتی ضرورت پوری کرسکے۔

صرف وقتی طور پر کام چل جائے۔ اس کے بعد تو — راجہ نواز اصغر کو آپ بھولے نہیں ہیں تو آپ کو یاد ہوگا کہ وہ کیسی خوبیوں کا مالک تھا۔ زیبی کی شرافت اور اس کے پیار نے مجھے بدل دیا تھا۔ لیکن نئی زندگی کونسی مشکل تھی۔

دوسری صبح جب غسل وغیرہ سے فارغ ہوا تو گولیور میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"صبح بخیر مسٹر نواز۔"

"صبح بخیر گولیور۔ کہو رات کیسی گزری — ؟"

"بہت خوبصورت۔"

"فیری کہاں ہے ؟"

"ناشتہ تیار کر رہی ہے۔"

"یار گولیور۔ کیا ہم فیری پر بوجھ نہیں بن گئے ؟ اس کی مالی حالت کیا ہے۔"

"بہتر نہیں ہے۔ اسے زیادہ رقم نہیں ملتی۔ لیکن بہت خوددار بھی ہے کسی کی مدد قبول نہیں کرتی۔"

"تو کیا ہم اس پر بار نہیں بن رہے۔ ؟"

"میں اس موضوع پر اس سے بات کرچکا ہوں۔"

"کیا کہتی ہے ؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے ابتدا ہی سے کچھ رقم برے وقت کے لیے پس انداز کی ہے۔ کہتی ہے اس سے عمدہ مصرف اور کیا ہوگا کہ وہ اسے ہمارے لیے خرچ کردے۔" یہ وقتی معاملہ ہے اس کے بعد ہم خود کچھ نہ کچھ بندوبست کرلیں گے۔"

"کتنی رقم ہے اس کے پاس ؟"

"میں نے پوچھا نہیں، تمہیں چاہیئے ؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"وہ ابھی آتی ہوگی اس سے پوچھ لیں گے۔" گولیور بولا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیری چائے وغیرہ لے کر آگئی۔ اس نے ٹرے ایک جگہ رکھی اور میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور ان میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔

"ہیلو فیری بیٹھو۔" میں نے کہا۔ لیکن وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ "ارے کیا بات ہے۔ بیٹھو۔ میں نے پھر کہا۔ لیکن وہ جذباتی انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔"

"مسٹر نواز۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے جذبات

اظہار کس طرح کروں۔" قدموں میں سر رکھ دوں یا — یا — مجھے سب کچھ نہیں آتا۔ میں اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کروں ؟"

"اس کی وجہ فیری۔ ؟" میں نے پوچھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔"

"ارے گولیور۔ فیری کو کیا ہوا ؟"

"غلطی میری ہے برادر — میں نے فیری کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ سب کچھ جو تم نے مجھ سے کہا تھا —"

"اوہ۔ فیری ڈیر — میں نے تو گولیور کو سچائی کا راستہ دکھایا تھا اور ہیں، میں تمہیں اپنی بہن کی مانند دیکھتا ہوں۔ چلو آؤ ناشتہ کرو تم اسی قابل ہو —"

ہم ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ گولیور بولا۔ "فیری تمہارے پاس جو رقم جمع ہے ہمیں چاہیئے۔"

"میں ابھی ناشتہ کرکے بینک سے نکال لاتی ہوں۔ اس نے کہا۔" اور خاموشی چھاگئی۔

"رقم کتنی ہے فیری؟"

"تین سو ڈالر۔ اس نے جواب دیا۔" اور یہ ناشتہ کرنے کے بعد وہ فلیٹ سے چلی گئی۔"

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فیری واپس آگئی۔ "میں نے فون کردیا ہے کہ آج میں دفتر نہیں آؤں گی۔ اس نے کہا اور بینک سے نکالے ہوئے نوٹ میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔" پھر میں نے کہا۔"

"تمہارا شکریہ فیری۔" یہ رقم رات کو تمہیں واپس کردی جائے گی۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں نواز۔"

"بالکل درست کہا ہے میں نے۔ دراصل اپنے دیس کی روایات کو نہیں بھول سکا ہوں، جہاں بھائی بہنوں کو صرف دیتے ہیں ان سے کچھ لیتے نہیں۔"

"ان کا تذکرہ کبھی نہ کریں۔ مجھے دکھ ہوگا۔"

"تمہیں ہمارے لیے شاپنگ کرنی ہوگی۔ میں تمہیں فہرست بنائے دیتا ہوں۔ اس کے مطابق کچھ چیزیں ہمیں بازار سے لادو۔"

"ضرور۔"

"گرانگو منگ میں لوائل اسٹور ہے۔ لوائل اسٹورز سے تمہیں یہ چند چیزیں خریدنی ہیں میں ان کے نام لکھے دیتا ہوں۔ آرک پلاسٹک لوشن نمبر ۳۔ نیز وایرن گلاس کٹنگ۔ براؤن فورک کیلڈیڈ وگیں آٹھ نمبر کی اور پانچ رنگ کے لوشن اور برش۔" میں نے اسے ایک پرچہ بنا کر دے دیا۔

گولیور تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "یہ تو سب میک اپ کا سامان ہے۔"

"ہاں۔ تم اس کے بارے میں جانتے ہو ؟"

"صرف جاننے کی حد تک۔"

"کبھی ضرورت نہیں پیش آئی ؟"

"اگر کوئی وقتی ضرورت پیش آئی تو میں نے زیادہ سے زیادہ چشمہ اور نقلی مونچھیں استعمال کی ہیں۔ اسپرنگ والی۔"

"یہ وقتی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں پولیس کے سراغ رسانوں سے آنکھ مچولی کھیلنی ہے —"

"مگر تم خود میک اپ کروگے۔ ؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پھر فیری سے مخاطب ہوکر بولا۔ "اس کے علاوہ فیری۔ ہمیں دو عمدہ قسم کے سوٹ اور جوتے ٹائی وغیرہ کے ساتھ درکار ہوں گے۔ ایک میرے لیے اور دوسرا گولیور کے لیے۔ میرا سائز لکھ لو۔ میں نے فیری کو سوٹ کالر اور سوٹ کا سائز بتایا۔"

"رنگ اور ڈیزائن ۔ ؟ فیری نے پوچھا۔

"تمہاری اپنی پسند پر۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھ سے تو تم پوری طرح واقف ہو۔ گولیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔" اور فیری شرما گئی۔ جب وہ جانے کے لیے تیار ہوئی تو میں نے کہا۔

"ہرچند کہ کوئی تمہارے بارے میں کچھ سوچ بھی نہیں سکتا فیری لیکن اس کے باوجود امریکی پولیس کی جادوگری مشہور ہے اس لیے تمہیں ایک ایک لمحہ اپنے اطراف پر نگاہ رکھنی ہے۔

"آپ مطمئن رہیں۔ فیری نے جواب دیا۔" اور پھر وہ چلی گئی۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا —

"پروگرام کیا ہے نواز۔ ؟" گولیور نے پوچھا۔

"دولت کی فراہمی۔"

"کس طرح ؟"

"رات کو نکلیں گے۔"

"مگر کہاں۔ کیا دولت سڑکوں پر پڑی مل جائے گی۔"

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر جب اپنی پرانی زندگی میں واپس آگیا ہے۔ تو دولت اسے قدم قدم پر آواز دے گی۔ تمہیں آہستہ آہستہ ہی میرے بارے میں معلوم ہوگا۔" میں نے کہا۔ اور گولیور متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"حیرت انگیز ہو۔"

"اس کے علاوہ گولیور۔ بیچارے مسٹر بیکن کا کہنا ہے کہ وہ

جان بوجھ کر منشیات کی اسمگلنگ کے کاروبار میں نہیں پھنسے بلکہ انہیں بلیک میل کرکے اس کاروبار میں ملوث کیا گیا ہے۔ کیا ایک ایسے شریف انسان کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔۔ ؟"

"کیا مطلب ؟"

"مسٹر بیکن کے جھوٹ اور سچ کو پرکھنا ہوگا۔" اس نے جواب دیا۔ اور گولیور سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"گویا تم ان سے ملاقات کروگے۔"

"ہاں۔ ایک دلچسپ ملاقات۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ گولیور کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اگر یہ ملاقات فیری کے ذریعہ ہوئی تو فیری کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"تو پھر۔؟" گولیور پرُخیال انداز میں بولا۔

"فیری سے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ ہمیں کچھ نشانات مل گئے باقی کام ہمارا ہے ہم اسے ملوث نہیں کریں گے۔ کھیل لمبا ہے۔ گولیور لیکن میرا وعدہ ہے کہ تمہیں لطف آجائے گا۔ انہوں نے راجہ نواز اصغر کو مذاق سمجھا ہے لیکن آنے والا وقت یہ ثابت کردے گا کہ یہ مذاق کس کس کی زندگی کا آخری مذاق ہے۔ میری آواز کی غراہٹ کو گولیور نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

میں زیبی کی تلاش کا کام مقامی پولیس پر نہیں چھوڑ سکتا تھا اور زیبی کے بارے میں سوچتے ہی میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا مارے انتقام کی شدت کے میری مٹھیاں بھنچ گئیں تھیں۔ میں ہر صورت میں اپنی راہ میں آنے والی ہر دیوار کو مسمار کرنا تھا لاشوں کا ڈھیر لگا دوں گا میں۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ اچانک پولیس پیٹرولنگ کار کے سائرن کی آواز سُنائی دی۔ گولیور جو میرے میرے چہرے کے بدلتے تغیر پر لرزاں تھا۔ پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور لکڑی کے بوسیدہ سے دروازے کے بے شمار چھوٹے موٹے سوراخوں میں سے ایک سوراخ پر آنکھ لگا کر باہر دیکھنے لگا۔

"چار پولیس کاریں اور اُن کا رُخ اسی طرف ہے۔"

اس کی لرزش زدہ آواز سُنتے ہی میں اپنی جگہ سے تیزی سے اُٹھا کھڑا ہوا۔

"گولیور! گھبرانا نہیں، انہیں آنے دو۔ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

میں نے اس کی ہمت بندھائی۔

"مگر دوست وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلح بھی۔" وہ گھبرا گیا تھا، شاید وہ اتنی جلد کسی مصیبتِ ناگہانی کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اُسے ایک جھٹکے سے دُور کیا اور سوراخ سے باہر کی طرف کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کار سے دو پولیس مین دائیں ہاتھوں میں ریوالور تھامے تیزی سے فلیٹ کی طرف آرہے تھے۔ گولیور خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ میرا ذہن بے حد تیزی سے آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

★

گولیور کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ وہ مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا وہ لڑائی بھڑائی کا انسان نہیں ہے۔ صرف دماغی کاوشوں سے چھوٹے موٹے جرائم کرکے پیٹ پالتا رہا ہے، چنانچہ مجھے سب سے زیادہ فکر اس کی تھی۔ اس بے چارے کو میں اپنے ہنگامے سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ پولیس سے مقابلہ کرنے کے لیے میرے پاس ریوالور وغیرہ بھی نہیں تھا۔ جو جنون میرے ذہن میں سمایا ہوا تھا اس کے تحت اس وقت انسانی زندگی میری نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ جب بھی زیبی کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا میرا دل یہی چاہتا کہ میرے سامنے جتنے زندہ انسان موجود ہیں سب کو فنا کرکے رکھ دوں۔ ایک ایسا طوفان میرے دل و دماغ میں موجزن تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے فلیٹ کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ سے گولیور سے بولا۔

"گولیور! تم اس کھڑکی سے باہر نکل جاؤ، یہ جو چھوٹی پتلی راہداری نظر آرہی ہے، یہ بے شک مخدوش ضرور ہے لیکن تم یہاں سے دوسری کھڑکی میں داخل ہو سکتے ہو۔ وہ دیکھو۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ تم یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ فیری کو راستے ہی میں پکڑو اور پھر تم دونوں کہیں روپوش ہو جاؤ۔ جاؤ گولیور جلدی کرو۔"

"اوہ مسٹر نواز! بدقسمتی یہ ہے کہ بُرے کام کرنے کے باوجود میرے اندر وہ برائی ابھی تک پیدا نہیں ہو سکی جو بے حسی کی علامت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ میرے باپ کی رگوں میں کسی شریف باپ کا خون تھا اور میری اپنی رگیں شاید میرے اپنے باپ کے خون کو قبول کرتے ہوئے کام نہیں کر رہی تھیں۔ لیکن کسی نہ کسی رگ سے تھوڑا بہت خون اندر داخل ہو گیا ہوگا جس کی وجہ سے میں یہ کام نہیں کر سکتا جو تم کہہ رہے ہو۔" گولیور کی باتوں پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"میرے دوست! یہ مصلحت کا تقاضا ہے۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ نہیں پھنسنا چاہیے۔ ممکن ہے تم پولیس سے بچ کر میرے لیے کوئی بہتر کام انجام دے سکو۔"

"بس یہیں گڑبڑ ہو جائے گی۔ اگر تم یہی توقع رکھتے ہو تو یہ توقع فضول ہے۔ تم مجھے بھگا لائے جس کی وجہ سے میں بھاگ بھی آیا ورنہ میں تو ساری زندگی اسی طرح پڑا رہتا یا پھانسی پر چڑھ جاتا۔ اپنے میں یہ ہمت نہیں ہے بھائی صاحب کہ کسی کو بچا کر لا سکیں۔ بس یہیں پر گڑبڑ ہوگی اور گرفتار ہو جائیں گے۔" گولیور نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"اوہ فضول آدمی! ضد کیے جا رہے ہو۔ دیکھو وہ شاید فلیٹ کے دروازے تک پہنچ رہے ہیں۔" میں نے باہر قدموں کی آواز سن کر کہا۔ گولیور نے دروازے کے سوراخوں سے آنکھ لگا دی۔ وہ پولیس والوں کو دیکھ رہا تھا اور پھر اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

"کیوں۔ کیا پوزیشن ہے ؟"

"اسی طرف آرہے ہیں بالکل بالکل۔ انہیں شاید ہمارے بارے میں علم ہو گیا۔ اوہ میرا خیال ہے فیری پکڑی گئی۔ بہرطور کوئی نہ کوئی یہ بات تو جانتا ہوگا کہ میرے اس سے تعلقات ہیں۔"

"پھر آنے دو۔ دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور دروازے کے قریب دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ گولیور میری ہی مانند دروازے کے دوسری جانب کھڑا ہو گیا تھا۔ ہمارے دل سینوں سے نکل کر دماغ میں دھڑک رہے تھے۔ کانوں میں دھاڑ دھاڑ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ہر لمحہ ہمیں اس بات کی توقع تھی کہ اب پولیس والے دروازے پر دستک دیں گے اور ہماری طرف سے جواب نہ پاکر دروازہ توڑ دیں گے۔ فلیٹ کا یہ کمزور اور بوسیدہ دروازہ ان کی ٹکروں کی تاب نہیں لا سکے گا۔ پھر وہ پستول تانے اندر داخل ہوں گے اور یہی وہ لمحہ ہوگا جب ہمیں کچھ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ پولیس والے اگر پستول ہاتھوں میں لیے ہوئے آگے بڑھے تو پھر میں کم از کم ان میں سے ایک پولیس والے کا پستول اپنے قبضے میں ضرور کرلوں گا۔ اور یہ گولیور پتہ نہیں یہ احمق پھرتی سے کام دکھا سکے یا نہ دکھا سکے۔ اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ تاہم میں نے سرگوشی کے انداز میں گولیور کو اپنی اسکیم سمجھا دی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ نمایاں طور پر کانپ رہا ہے۔

"ارے بدھو! تیرا دم کیوں نکلا جا رہا ہے ؟"

"وہ دیکھو بھائی۔ میں پہلے ہی یہ کہہ چکا ہوں کہ میں ۔۔ البتہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں دبا ہوا پستول اپنی طرف کرکے اس کی انگلی ٹریگر پر دبا دوں۔ بس اس کے علاوہ مجھ سے اور کچھ نہیں ہوگا۔"

"شش۔ خاموش ہو جاؤ۔ وہ نزدیک آگئے ہیں۔" قدموں کی دھمک اب ہمیں اپنے بالکل قریب سنائی دے رہی تھی اور ہم ہر لمحہ اس بات کی توقع کر رہے تھے کہ اب دروازے پر دستک ہوگی اور پھر دھماکے ہوں گے۔ لیکن قدموں کی چاپ ایک دم رُک گئی تھی۔ چند لمحات کے لیے وہ رُکی رہی اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ پولیس والے ہمیں کس طرح گھیرے میں لینا چاہتے تھے۔ تاہم میں مکمل طور پر ہوشیار تھا۔ اور ہر لمحہ آنے والے طوفان کا انتظار کر رہا تھا۔ قدموں کی چاپ یہاں سے آگے بڑھ گئی۔ باہر ایک لمحے کے لیے سناٹا سا پھیل گیا تھا پھر بہت سی آوازیں سنائی دیں اور شور ہونے لگا۔ جانے یہ کیسا شور تھا۔ ہم دروازے سے کان لگا کر شور سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کوئی چیخ رہا تھا

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ تم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ وہ بے گناہ ہے۔ وہ بے قصور ہے۔" جواب میں شاید پولیس والوں نے بھی کچھ کہا لیکن وہ جواب ہماری سمجھ میں نہیں آسکا۔ ہم نے متحیرانہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں۔ گولیور اپنی کھوپڑی کھجانے لگا تھا۔ پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"بڑے بھائی! معاملہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ ایک بار پھر ہم نے دروازے کے سوراخوں سے آنکھیں لگا دیں۔ تب ہمارے سینوں سے گہری گہری سانسیں خارج ہو گئیں۔ پولیس والے ایک اچھے خاصے تن و توش کے آدمی کو دونوں بازوؤں سے پکڑے کھینچ کر باہر لا رہے تھے۔ وہ شخص شاید نشے میں تھا ——— اس لیے گرفتار ہو گیا تھا ورنہ اچھا خاصا جسیم اور قد آور آدمی تھا۔ اور اگر وہ ان پولیس والوں سے بھڑ جاتا تو ان کے لیے خاصی مشکل پیدا کر سکتا تھا۔ گولیور کے ہونٹوں سے ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ ایک دم خوش ہو گیا تھا۔

"بڑے بھائی، بچ گئے۔" میں نے ایک بار پھر اسے اسی انداز میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ کوئی سرگوشی بھی ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ پولیس والے آگے آگے اور ان کے پیچھے شاید اس شخص کے رشتے دار یا اہل خانہ شور مچاتے ہوئے چل رہے تھے۔ وہ بدستور پولیس والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور اس بے قصور آدمی کو چھوڑنے کی درخواست کر رہے تھے۔ لیکن پولیس والے شاید اسے بے قصور نہیں سمجھتے تھے۔ چند لمحات کے بعد وہ سیڑھیوں سے اتر کر باہر نکل گئے اور گولیور نے ایک قہقہہ لگا کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

"اب تم مجھے خاموش رہنے کے لیے نہیں کہو گے۔"

"اوہ گولیور۔ معاملہ کچھ اور ہی نکلا۔" میں نے بھی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ہے نہ بڑے بھائی کچھ اور معاملہ نکل آیا ورنہ سوچ لو سارا حساب کتاب اسی جگہ ہو جاتا۔ تم تو شاید کسی پولیس والے کا ریوالور قابو میں کر کے اسے گولی کا نشانہ بنا دیتے لیکن بہر طور پولیس سے کون جیت سکتا ہے۔ اس وقت تو پولیس کاریں خاصی گشت پر نکلی ہوئی ہوں گی۔ اگر ان میں سے ایک بھی بچ کر سیٹیاں بجا دیتا تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ تھا۔ بچ نکلنا آسان نہیں ہوتا اور میں جو زندگی میں پہلی بار ایک نیک کام کرنے کے لیے کمربستہ ہوا ہوں پھر بدی کی دلدل میں غرق ہو جاتا بلکہ غرق کیا ہو جاتا مجھے تو اس بار پھانسی پر لٹکا ہی دیا جاتا۔ اگر پولیس والوں کی گولیوں سے بچ جاتا تو۔" گولیور تمسخرانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ میں پیشانی مسلتا ہوا اس کمرے کی جانب آ گیا جس میں تھوڑی دیر قبل ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ گولیور اس واقعے کو یاد کر کے ہنس رہا تھا اور خود اپنا مذاق اڑا رہا تھا لیکن میں اس طرح غیر متوقع بچ جانے سے خوش تھا۔ فوری طور پر کوئی اقدام کیے بغیر گرفتار ہونا مجھے پسند نہیں تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ زیبی کے بارے میں کچھ پتا چل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ وہ زندہ ہے یا ——— یا ——— لیکن اس یا کے آگے ایک گہری کھائی تھی۔ گہری، تاریک اور سیاہ کھائی جس کی گہرائیوں میں شعلے چمکتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ گولیور بھی خاموش بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر فیری واپس آ گئی۔ اس نے دروازہ اپنے مخصوص انداز میں کھولا تھا۔ اور اندر داخل ہو گئی تھی۔ گو[illegible] نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو فیری۔ تمہیں دوبارہ زندہ دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

"دوبارہ زندہ دیکھ کر کیا مطلب؟ میں کیا پہلے بھی زندہ ہو چکی ہوں؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں۔ شاید میرا دماغی توازن ہی بہتر نہیں رہا ہے۔ میرا مقصد ہے تمہیں دوبارہ یہاں دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

"کیوں؟ آخر مجھے ہوا کیا تھا؟"

"تمہیں کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہمیں ہونے والا تھا۔" گولیور نے جواب [illegible]

"پتا نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ چلو اندر چلو۔" میں گو[illegible] کی باتیں سن سن کر ہنس رہا تھا۔ پھر میں نے فیری کو مزے لے لے کر سارا واقعہ سنایا۔ فیری کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔ وہ ہماری اس بات سے محظوظ نہیں ہوئی تھی بلکہ کسی قد[ر] خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"اس فلیٹ میں کون رہتا ہے فیری؟" میں نے فیری سے سوال کیا۔

"وہ ——— وہ ایک برا آدمی ہے جناب۔ بہت سے لوگ اس کی شکایت پولیس سے کر چکے ہیں۔ سب کو دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ لڑ[تا] جھگڑتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے آج اس کی شامت آ ہی گئی۔ ڈرِ[illegible] نام ہے اس کا۔"

"اچھا۔ مگر تم پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"ن۔ نہیں۔ بس سوچ رہی تھی کہیں ——— کہیں یہ حقیقت ہی نہ بن جا[تی]" میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر میں نے فیری سے پوچھا۔

"ہمارا سامان لے آئیں فیری؟"

"ہاں۔ آپ دیکھ لیجیے نواز صاحب! اپنی دانست میں میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک لائی ہوں۔" اس نے تین بڑے پیکٹ میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے پیکٹوں کے ریپر پھاڑے اور انہیں کھول کر دیکھنے لگا۔ [تمام] چیزیں فہرست کے مطابق تھیں۔ میں نے پرمسرت نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ پھر فیری نے آخری پیکٹ میں سے ہمارے سوٹ نکال کر ہمیں دکھائے۔ گولیور اپنا سوٹ اپنے بدن سے لگا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"واہ فیری ہو تو ایسی۔ اب دیکھو میرا خیال ہے یہ سوٹ میرے بدن پر ایک انچ اِدھر ہو گا نہ اُدھر۔ اور کیوں نہ ہو فیری جو خرید کر لائی ہے۔"

میں نے بھی اپنا سوٹ دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ یہ سوٹ اس قابل تھا کہ اسے پہن کر شریف لوگوں کے سے انداز [میں]

باہر نکلا جا سکے۔ تب میں نے گولیور سے کہا۔

"اب اپنے چہرے کی مرمت کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"مم مم ——— مرمت کیا مطلب؟ کیا تم گھونسے بازی کی مشق کرو گے اس پر؟"

"نہیں۔ میں اپنے فن کی مشق کروں گا۔ آ جاؤ پہلے تمہارا ہی حساب کتاب پورا کر دوں۔"

"تو پھر چلو۔" گولیور نے کہا اور ہم دونوں اندر آ گئے۔ فیری ہماری معاون ثابت ہوئی تھی۔ میں اسے میک اپ کی چیزیں تیار کرنے کی ہدایت دینے لگا اور وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ تب میں نے گولیور کا چہرہ اپنے سامنے کیا اور اس کی مرمت کرنے لگا۔ میں نے اس کی مونچھیں استرے سے ہلکی ہلکی صاف کر دیں اور قلمیں کافی اونچی کر دیں۔ جب کہ گولیور کی قلمیں کافی نیچی اور خوبصورت تھیں۔ اس نے اپنی قلمیں اونچی ہونے پر احتجاج کیا تھا۔ لیکن میں نے ایک گھونسہ اس کی پشت پر جما کر اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ گولیور کے چہرے پر میں نے ایک گندمی رنگ کا لوشن ملا اور پھر اس کے چہرے کو اسپینش لوگوں کے سے خدوخال دینے لگا۔ میں میک اپ کا ماہر تھا۔ اس بات کو آپ لوگ بخوبی جانتے ہوں گے۔ میک اپ کے سلسلے میں میں نے خاصی محنت کی تھی۔ اور یہ کام سیکھا تھا۔ چنانچہ گولیور کے چہرے کو ایک مثالی چہرہ بنانے پر میں نے اپنی تمام محنت صرف کر دی۔ میں چاہتا تھا کہ یہ نوجوان فیری کو لے کر کم از کم امریکہ سے نکل جائے اور اس کی جان بچ جائے۔ ان دونوں کے لیے میں اتنا ہی مخلص تھا۔ میں تقریباً پون گھنٹے تک گولیور کے چہرے پر مصروف رہا۔ اس دوران فیری حیرت سے ٹکٹکی باندھے اس کی شکل دیکھتی رہی تھی۔ پھر جب گولیور کا میک اپ مکمل ہوا تو فیری نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اگر یہ جادوگری میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہو رہی ہوتی تو گولیور کو دیکھ کر میں قیامت تک یقین نہ کرتی کہ یہ گولیور ہے۔"

"بھائیو۔ مجھے بھی آئینہ دکھا دو تاکہ میں بھی اپنے آپ پر قیامت تک یقین نہ کروں۔" گولیور نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور فیری نے جلدی سے ایک آئینہ اٹھا کر اس کے سامنے کر دیا۔

"ارے ارے بھائی، میں کہاں گیا۔ میں کہاں گیا؟" گولیور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا اور پھر اپنے چہرے کو دیکھ کر قہقہے لگانے لگا۔

"لے لے گولیور کیا حماقت ہے کیوں حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنس رہے ہو؟"

"سچ بتا دو۔ یہ میں ہی ہوں۔ میں ہی ہوں یہ؟"

"اب پاگل پن کی حرکتیں کیے جاؤ گے یا چین سے بیٹھو گے بھی؟"

"نواز! نواز! تم کیا چیز ہو آخر۔ بھائی تم تو اپنی سمجھ میں کبھی نہیں آؤ گے۔"

"اچھا اچھا۔ اب فضول باتوں میں وقت ضائع کرو۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو لو۔" میں نے کہا۔

"کیا منہ ہاتھ دھو لوں اور یہ میک اپ؟"

"یہ اگر تم پچاس بار منہ ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوؤ تب بھی نہیں صاف ہو گا۔ اس کے صاف کرنے کا ایک خاص ہی طریقہ ہے جو میں تمہیں پھر کبھی بتا دوں گا۔"

"پھر کبھی۔ ارے بھائی یہ نہ ہو کہ فیری میرا ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دے۔" گولیور نے کہا۔

"اس کے لیے ایک خاص ایسڈ آتا ہے۔ میں تمہیں اس کا نام لکھ کر دے دوں گا۔ جب بھی تمہیں میک اپ اتارنے کی ضرورت محسوس ہو وہ ایسڈ پانی میں گھول کر استعمال کر لینا۔ اس کے علاوہ دنیا کی کسی اور چیز سے میک اپ نہیں اتر سکتا۔"

"کمال کی بات ہے۔ بڑے بڑے میک اپ دیکھے ہیں لیکن اتنا شاندار میک اپ بہر طور نواز اصغر اب میں تمہارے بارے میں کوئی اور بات نہیں کہوں گا۔ تم نے مجھے بقول شخصے اپنا مرید بنا لیا ہے۔"

"اچھا تو مرید صاحب! اب مجھے اپنے چہرے کی مرمت تو کرنے دو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر آئینہ لے کر اپنے چہرے کی مرمت کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ تقریباً اتنا ہی وقت میں نے اپنے چہرے پر صرف کیا تھا۔ فیری اس دوران باورچی خانے میں چلی گئی تھی۔ اور پھر میرا اپنا میک اپ بھی پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اسپینش خدوخال نہیں دیئے تھے بلکہ مقامی لوگوں ہی کا میک اپ کیا تھا۔ گولیور دانت کٹکٹا کر کہنے لگا۔

"دیکھا دیکھا۔ اپنا چہرہ کتنا خوبصورت بنا لیا اور میری شکل کر دی ہے بندروں جیسی۔"

"نہیں گولیور تمہارے خدوخال تو بہت خوبصورت ہیں۔"

"مگر یہ بتاؤ کیا میک اپ مستقل ہو گا میرے چہرے پر ———؟"

"نہیں ممکن ہے آدھے گھنٹے کے بعد ہی ہمیں یہ بدلنا پڑ جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ایسڈ میں نے منگوا لیا ہے جس سے یہ میک اپ اترتا ہے۔ یہ دیکھو۔" میں نے ایک شیشی اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں جو پاؤڈر موجود ہے اسے ہم پانی میں گھولنے کے بعد ہم چہرے پر لگائیں تو چہرہ صاف ہو جائے گا ——— بالکل اس طرح صاف ہو جائے گا کہ میک اپ کا وجود بھی نہیں رہے گا۔"

"اور باقی کسی چیز سے یہ صاف نہیں ہو گا؟"

"قطعی نہیں۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"کمال ہے نواز اصغر، کمال ہے۔" گولیور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ شام ہو گئی تھی۔ ہم تمام معاملات سے فارغ ہو چکے تھے۔ بے چاری

فیری کی جو رقم ہمیں حاصل ہوئی تھی وہ خرچ ہو گئی تھی۔ اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ رقم حاصل کرنے کے لیے فلیٹ چھوڑ دیں۔ جب ہم سوٹ وغیرہ پہن کر تیار ہوئے اور باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے تو فیری نے پریشان نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر چند کہ آپ لوگوں کی شکلیں تبدیل ہو گئی ہیں اور شاید دنیا کا کوئی بھی شخص خواب میں بھی نہیں سوچ سکے کہ یہ آپ ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بتاتے جائیے کہ آپ کی واپسی کب ہو گی۔ میں آپ کے ساتھ تو چل نہیں سکتی لیکن آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

"فیری! بس تم یوں سمجھو کہ ہم صبح بھی آ سکتے ہیں۔ ممکن ہے کل ہمیں لنچ تک پہنچنے میں بھی دیر ہو جائے اس لیے ہمارا انتظار مت کرنا ہاں۔ وہ چابی گولیور کے پاس موجود ہے جو اس دروازے کو کھول سکتی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے ہمارے لیے۔ اگر جلدی واپسی ہو گئی تو تالا کھول کر اندر آ جائیں گے۔"

"گویا میں انتظار نہ کروں۔"

"بالکل نہیں۔"

"مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"خواب آور گولیاں کھا لینا، تمہارا نیند لینا ضروری ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں دروازے جھانکنے کے بعد راہداری سنسان دیکھ کر باہر نکل آئے اور چند لمحات کے بعد سیڑھیاں اُترتے ہوئے باہر پہنچ گئے۔ اب ہمیں سڑک پر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہم دونوں چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھتے رہے۔ سڑکیں پُر رونق ہو چکی تھیں۔ روشنیاں جلنے لگی تھیں۔ اور ہم تھوڑے ہی فاصلے پر گئے ہوں گے کہ شہر روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ ہم سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہوئے پیدل چلتے رہے۔ ابھی تک گولیور نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میرا ارادہ کیا ہے۔ لیکن میری نگاہیں اپنے مقصد کے لیے بھٹک رہی تھیں بعض جگہوں پر کافی بھیڑ بھاڑ تھی اور مجھے اس بھیڑ بھاڑ میں ہی اپنے شکار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی گولیور کو خیال آیا اور اس نے پوچھا

"بڑے بھائی پیدل کب تک چلتے رہو گے۔ یہاں ٹیکسیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔"

"ہوتی تو ہیں لیکن ان کا بل ادا کرنے کے لیے تمہاری جیبوں میں رقم موجود ہے؟"

"اوہ اوہ۔ رقم کا مسئلہ تو واقعی ٹیڑھا ہے لیکن میک اپ کر کے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد ہم بھلا رقم کا بندوبست کس طرح کر سکتے ہیں؟"

"کر سکتے ہیں، تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور گولیور دونوں شانے ہلا کر خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ پر رونق سڑکوں کے ہجوم میں میں ہم دو دکانوں کے شوکیسوں کے سامنے سے گزر رہے تھے اور میری نگاہیں اپنے مقصد کی شخصیت کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایک بہت بڑے اسٹور میں میں نے ایک بھاری بھر کم شخص اور ایک دُبلی پتلی لڑکی کو دیکھا بھاری بھر کم شخص لڑکی کو شاپنگ کرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے پرس نکالا اور اسے کھول لیا۔ میری نگاہیں اسے تاڑ رہی تھیں۔ پرس میں نوٹوں کی بہتات تھی اور یہ نوٹ یقیناً بڑے نوٹ تھے۔ اس نے ان میں سے چند نوٹ نکالے اور بھاری شاپنگ کا بل ادا کر دیا۔ میں نے گولیور کو اس کی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔ میں بھی دوسرے شوکیس کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ چیزیں دیکھنے لگا۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ تم انہیں کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"اوہ۔ گولیور ڈیر! کتنی خوبصورت چیزیں ہیں، بھلا دیکھنے میں کیا خرچ ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔ میری دزدیدہ نظریں برابر کے اسٹور میں لگی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ بھاری بھر کم آدمی باہر نکلا اور میں گولیور کا بازو پکڑ کر پلٹ پڑا۔

"میرے ساتھ آؤ اور اس طرف چلو۔" گولیور ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اسے موٹے تازے آدمی کی طرف دھکیلا تھا۔ تاکہ موٹے تازے آدمی کو سنبھلنا پڑے۔ گولیور کو سنبھالنے کے لیے میں جھکا اور اسی وقت میرا ہاتھ کام کر گیا۔ میں نے موٹے تازے آدمی کا پرس پار کر لیا تھا۔ گولیور نے موٹے تازے آدمی سے معافی مانگی اور وہ گولیور کو کڑی نگاہوں سے گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ان دونوں نے ایک چوڑی سڑک پار کی تھی اور پھر سڑک کے فٹ پاتھ پر پہنچ گئے۔ میں گولیور کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا اور پھر میں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک گلی کی طرف مڑ گیا جو دوسری سڑک پر نکلتی تھی۔ ہم دونوں خاصی تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ گولیور نے کہا۔

"آخر۔ آخر ہوا کیا۔ کیا پولیس۔۔؟" اس نے متوحش انداز میں پوچھا

"شاید۔" میں نے جواب دیا اور گولیور دوڑنے کے سے انداز میں گلی کے دوسرے نکڑ کی طرف چلنے لگا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ گولیور یہاں سے دور نکل جائے۔ ممکن ہے تھوڑے فاصلے پر جاتے ہی موٹے آدمی کو اپنے پرس کے گم ہونے کا احساس ہو جائے اور وہ شور مچا دے۔ چنانچہ ہم فوراً گلی کے دوسری طرف آ گئے۔ گلی کے دوسری طرف پہنچ کر گولیور نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر پولیس ہے تو اس نے ہمیں کیسے پہچان لیا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ پولیس۔ پولیس۔ ہم تو میک اپ میں ہیں۔"

"ارے اوہ۔ ہاں واقعی میں بے وقوف بن گیا گولیور۔ یہ بات تو مجھے یاد ہی نہیں رہی تھی۔"

"کمال ہے یار۔ تم نہ صرف خود بے وقوف بن گئے بلکہ مجھے بھی بیوقوف بنا دیا۔ ارے بڑے بھائی اگر پولیس نے ہم کو دیکھ بھی لیا تو ہم پر کیا شبہ کرے گی۔ یہ شاندار بیک اپ کیا ایسا ہے کہ پولیس ہم پر شبہ کرنے لگے۔"

"میں نے کہا نا یار۔ خیال ہی نہیں رہا تھا۔ بڑی بے وقوفی ہو گئی۔"

"مجھے تو تم نے خوف زدہ ہی کر دیا تھا۔ چلو خیر کوئی بات نہیں ہے آہستہ آہستہ ہی عادت پڑے گی۔" گولیور نے خود ہی مصالحت کی پیشکش کر دی۔ ہم تھوڑے سے اور آگے بڑھے۔ میں پرس میں بڑے نوٹ دیکھ چکا تھا۔ مجھے چھوٹے نوٹوں کی ضرورت تھی تاکہ ٹیکسی کا بل وغیرہ ادا کرنے کے لیے بڑا نوٹ نہ نکالنا پڑے۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رُکا اور میں نے ایک لمحے کے لیے گولیور سے اجازت مانگی۔

"او ہو۔ کیا زیبی کا ریٹ فون کرو گے؟"

"ابھی آیا۔ تم میرا یہاں انتظار کرو۔" میں نے جواب دیا اور ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر میں نے ہاتھ میں لیا اور خواہ مخواہ ایک نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ گولیور کو شبہ نہ ہو لیکن میں نے ہاتھ نیچے کر کے پرس کھولا تھا۔ پرس میں بہت بڑے کرنسی نوٹ تھے اور ان کی تعداد اتنی تھی کہ میری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ ان نوٹوں سے تو بڑے کام لیے جا سکتے تھے۔ شاید دکان میں انہوں نے جو خریداری کی تھی اس سے اسے چھوٹے نوٹوں کی واپسی بھی ہوئی تھی۔ چونکہ پرس میں کچھ چھوٹے نوٹ بھی موجود تھے۔ وہ نوٹ نکال کر میں نے کوٹ کی اوپری جیب میں رکھ لیے۔ نوٹوں کی گڈی نکال کر دوسری جیب میں رکھی اور پرس وہیں ٹیلی فون بوتھ میں پھینک دیا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ البتہ وہاں سے نکلتے ہوئے میں نے رومال سے ریسیور پر سے اور پھر ٹیلیفون بوتھ کے ہینڈل سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کر دیے تھے۔ پرس کو بھی میں نے صاف کیے بغیر نہیں پھینکا تھا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے چلتا ہوا گولیور کے پاس آ گیا۔

"آخر کس کو فون کیا تھا تم نے؟"

"بس کیا تھا کسی کو۔ اب یہاں سے آگے بڑھو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور گولیور میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ گولیور نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر کچھ بولا نہیں تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے اسے گولڈن پارک چلنے کے لیے کہا۔ گولڈن پارک درمیانے درجے کے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا۔ جہاں اعلیٰ پیمانے پر جوا ہوا کرتا تھا۔ لیکن شریف لوگ اس علاقے کا رُخ نہیں کرتے تھے۔ یہ علاقہ صرف لچوں اور لفنگوں کے لیے مخصوص تھا۔ گولڈن پارک کا نام سُن کر گولیور نے میری طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی نے ہمیں گولڈن پارک کے علاقے میں چھوڑ دیا۔ یہ علاقہ بہت ہی عظیم الشان تھا اور یہاں چاروں طرف بے ترتیبی سے ہوٹل اور نائٹ کلب بکھرے ہوئے تھے۔ خاصی رونق تھی لیکن ایک بھی اچھی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ بس فضول قسم کے لوگ اور ایسی ہی خواتین کی یہاں بہتات تھی۔ ہم ان سب سے لاپروا آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد گولیور نے مجھ سے پوچھا۔

"یہاں آنے کا مقصد میں نہیں سمجھا؟"

"جوا کھیلیں گے۔"

"ہوں میرے عزیز، جوا کرکٹ یا والی بال کی طرح نہیں کھیلا جاتا اس کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آؤ یار، تم سوالات بہت کرتے ہو۔" میں نے گولیور کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور گولیور شانہ ہلا کر رہ گیا۔

"تم کبھی سمجھ میں نہ آنے والے ہو۔ چلو کھیلو، کھیلو دیکھتا ہوں کیسے کھیلتے ہو۔" میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر میں نے ایک نائٹ کلب کے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ گولیور نے اب میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

بڑے بھائی۔ بڑے بھائی۔ کیوں مروانے لے جا رہے ہو۔ یہ پاگلوں کی رہائش گاہ ہے۔ دیوانے لوگ رہتے ہیں یہاں۔ ہم جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے یہاں میرے بھائی۔"

"آ جاؤ۔" میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا اور گولیور بے بسی سے شانہ ہلا کر رہ گیا۔ کلب کے کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے نوٹوں کی گڈی نکالی اور گولیور گرتے گرتے بچا۔ اس کی آنکھیں بری طرح چڑھ گئی تھیں اور وہ دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر بری طرح ڈول رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر سہارا دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے میرے نوٹوں کے اسٹیکرز مجھے دے دیئے تھے۔ اسٹیکرز لینے کے بعد میں نے گولیور کا گریبان پکڑا اور اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"حماقت کی حرکتیں مت کرو گولیور۔ سنو۔ اس میں سے آدھے اسٹیکرز تم لے لو۔ میں نے اسی لیے دو بیگ لے لیے ہیں جب میں تمہیں انگوٹھا اٹھا کر کھیلنے کا اشارہ کروں تو اپنے بند پتوں پر کھیلتے رہنا۔ کارڈ اٹھا کر مت دیکھنا۔ جو کچھ بھی لگا سکتے ہو لگا دینا جب تک کہ تمہارے مقابل شو نہ کرا دیں۔ اور جب میرا انگوٹھا اٹھا ہوا نہ ہو تو تم دو چار بازیاں لگانے کے بعد کارڈ پھینک دیا کرنا۔ سمجھ لو اس پورے گیم کے دوران میرے انگوٹھے پر تمہاری نگاہ رہے گی لیکن اس طرح کہ دوسرے لوگ تمہاری نگاہوں کے مرکز کو نہ پہچان سکیں۔"

"اس سے فائدہ؟"

"اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ تمہاری جیبیں نوٹوں سے بھری ہوں گی۔"

"کیا کیا واقعی۔۔؟"

"اب فضول باتوں سے گریز کرو۔ آؤ اندر چلیں۔" میں نے کہا اور اسے لے کر ہال میں پہنچ گیا۔ ہال میں لفنگوں کے اڈے جمے ہوئے تھے۔ یہ شریف قسم کے لباسوں میں ضرور ملبوس تھے لیکن ان کے چہروں پر شرافت کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ایسے لوگوں کے درمیان کھیلنا بھی خاصا خطرناک ہوتا تھا لیکن گولڈن پارک کے نائٹ کلبوں میں ایک قانون ضرور رائج تھا۔ وہ یہ کہ یہاں کبھی مارپیٹ نہیں ہوتی تھی۔ یہ لوگ سختی سے علاقے میں امن و امان کو برقرار رکھتے تھے تاکہ پولیس کو یہاں کے معاملات میں کوئی دشواری نہ ہو اور یہی ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ ایک سے ایک خطرناک آدمی آتا تھا لیکن اسے یہاں لڑنے جھگڑنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ گولیور کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آرہے تھے لیکن بہرطور میرے کہنے کی وجہ سے وہ مطمئن ہوگیا تھا۔ پھر ایک لمبی چوڑی میز کے سامنے ہم لوگ رک گئے۔ میز پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سرخ سبز اور سفید اسٹیکرز کی بہت سی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں۔ کارڈ کا کھیل ہو رہا تھا اور میں آج طویل عرصے کے بعد اس کھیل کو دوبارہ کھیلنا چاہتا تھا۔ ہمیں فوراً نشستیں مل گئیں۔ ہم نے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا تھا جہاں بڑے قسم کا کھیل ہو رہا تھا۔ گولیور بظاہر مجھ سے بے تعلق نظر آرہا تھا۔ ویسے بھی لوگوں نے ہمیں ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ہم لوگوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا۔ چند لمحات کے بعد ہم لوگ بھی کھیل میں شریک ہوگئے۔ میں نے پہلے ایک دو ہاتھ بہت معمولی انداز میں کھیلے اور کوشش یہ کی کہ کسی طرح کارڈ میرے ہاتھ میں آجائیں۔ چوتھے ہاتھ پر کارڈ میرے ہاتھ میں آگئے اور مجھے انہیں ڈیل کرنے کا موقع مل گیا۔ اب یہ موقع تھا کہ میں گولیور کو اشارہ کروں۔ کارڈ تقسیم کرنے کے بعد میں نے اس طرح کارڈ اٹھائے کہ میرا انگوٹھا خود بخود کھڑا ہوگیا۔ کھیل شروع ہوگیا۔ میرے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی ہم پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ لیکن ہم نے ایک موقع بھی ایسا نہیں دیا کہ کسی کو شبہ ہوسکے۔ البتہ گولیور میرے اٹھے ہوئے انگوٹھے کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ میں نے اپنے کارڈ اٹھائے اور انہیں دیکھنے کے بعد واپس رکھا اور ڈبل چالیں شروع کردیں۔ میں جانتا تھا کہ کون کون اس میں پھنسنے والا ہے۔ چھ آدمیوں میں سے چار آدمیوں کو پھنسنا تھا اور ان چار آدمیوں کو میں نے تاک لیا تھا۔ ان کے آگے اسٹیکرز کے سب سے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ایسے کارڈز دیئے تھے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو پھر انہیں پھینکنے کو دل نہ چاہے۔ چنانچہ گیم جاری رہا۔ گولیور نے اپنے کارڈ نہیں اٹھائے تھے۔ کافی دیر تک وہ رقمیں لگاتا رہا۔ اس کے سامنے رکھے اسٹیکرز کی ڈھیری میں کمی ہوتی گئی۔ دوسرے لوگ اب اس کی جانب متوجہ ہوگئے تھے۔ کارڈ چونکہ میں نے تقسیم کیے تھے اس لیے کسی کو یہ شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ گولیور نے کسی قسم کی چال چلی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں چالوں پر نگاہ رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے۔ یہ کہنہ مشق قسم کے شارپر جو ہر قسم کی شارپنگ کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اور کسی میز پر کوئی گڑبڑ ہو رہی ہوتی تھی تو وہ اسے درست کرلیا کرتے تھے لیکن میرے ہاتھ کا کمال ابھی ان کی سمجھ سے بہت دور کی بات تھی۔ گولیور نے کافی دیر تک بڑے بڑے اسٹیکرز کے ڈھیر آگے سرکانے کے بعد اس نے اپنے پتے اٹھائے۔ یہ ضروری تھا۔ اس نے بہت ہی احتیاط سے پتے دیکھے۔ انہیں رکھا اور چالیں ڈبل کردیں۔ دو آدمی کارڈ پھینک گئے۔ دو آدمی رہ گئے تھے۔ میں تو پہلے ہی اپنے پتے پھینک چکا تھا اور میرے ساتھ ایک اور شخص بھی۔ وہ دونوں آدمی کافی دیر گولیور کے ساتھ چالیں کرتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ اس کے کارڈ پھینکتے ہی آخر آدمی نے گولیور سے شو مانگ لیا اور گولیور نے کارڈ اس کے سامنے ڈال دیئے۔ دوسرے لمحے چاروں طرف سے ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہوگئیں۔ گولیور اسٹیکرز کی جس ڈھیری کو جیتا تھا اس کی مالیت تقریباً چوبیس ہزار ڈالر تھی۔ وہ جیت تو گیا تھا لیکن اسٹیکرز کی ڈھیری سمیٹتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں لرزش ہو رہی تھی اور وہ بری طرح کپکپا رہا تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا اور وہ سنبھل گیا۔ باقی تمام لوگ عجیب سی نگاہوں میں اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں کچھ لوگوں نے نوٹوں کی گڈیاں جیبوں سے نکالیں اور کنڈیکٹر کے حوالے کرکے مزید اسٹیکرز منگوائے۔ وہ گولیور کے کھیل کو دیکھنا چاہتے تھے۔

اس بار ڈیل گولیور کی تھی۔ اس نے کارڈ تقسیم کیے اور کھیل شروع کردیا۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا اور اب کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو گولیور پر شبہ نہ ہو۔ اس بار گولیور نے زیادہ رقم نہیں لگائی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ڈھائی تین ہزار ڈالر داؤ پر لگا دیئے تھے۔ یہ رقم بھی اچھی خاصی تھی۔ اس کے بعد گولیور نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ میں البتہ جم کر کھیلتا رہا۔ خاصی دیر کھیلنے کے بعد میں نے اپنے کارڈ پھینک دیے۔ اس بار جیتنے والا ان لوگوں میں سے ایک تھا جو پچھلی بار گولیور سے ہار چکے تھے۔ کارڈ اس نے ڈیل کیے یہی میرا فن تھا۔ جب اس نے کارڈ پھینٹنے کے بعد سیدھے کرکے انہیں ملایا تو میری نگاہیں ان کارڈز کو بخوبی دیکھ چکی تھیں اور مجھے اس بات کا علم ہوگیا کہ کس کس کے پاس کون سے کارڈ گئے ہیں اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس بار کارڈ میرے پاس آئے تھے یعنی اچھے خاصے کارڈ جن پر کم از کم میں اس حد تک کھیل سکتا تھا کہ جیت جاؤں۔ چنانچہ میں نے اس بار داؤ لگانے شروع کردیے۔ میں نے اپنا انگوٹھا نہیں اٹھایا تھا۔ زیادہ جم کر کوئی بھی نہیں کھیلا۔ لیکن ڈیل میرے ہاتھ میں آگئی تھی اور میں تقریباً سات ہزار ڈالر جیتا تھا۔ چنانچہ اس بار پھر گولیور کی قسمت کو چمکنا تھا۔

لوگ میرے ہاتھوں پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ میں نے بڑے سکون سے کارڈ ڈیل کیے تھے لیکن اپنا کام تو دکھانا ہی تھا۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ میری مشق میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور میں کارڈ کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا تھا۔ چنانچہ دوسری بار گولیور بھی ــــــ اتنی ہی رقم جیتا جتنی پہلی بار جیت چکا تھا۔ البتہ میں نے یہ محسوس کیا کہ اگر گولیور کو ایک آدھ ہاتھ اور کھیلنے کا موقع دیا گیا تو شاید اس کا ہارٹ فیل ہی ہوجائے۔ وہ اسٹیکرز اس سے سمیٹے نہیں سمیٹے جارہے تھے اور پھر اسی وقت اس کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم نے بے ایمانی کی ہے۔" اس نے کہا اور گولیور ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نے۔ میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے کہا

"اوہ بکواس مت کرو۔ تم نے بے ایمانی کی ہے۔"

بھاری تن و توش والا شخص کھڑا ہوگیا۔ اسی وقت دو آدمی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اسے سنبھالو یہ کہتا ہے میں نے بے ایمانی کی ہے۔"

"کیوں، تم لوگ کیا کہتے ہو۔؟"

"ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے۔ اے مسٹر تم پیچھے ہٹ جاؤ۔" نئے آنے والوں نے جو خاصی خطرناک شکل و صورت کے مالک تھے اس شخص سے کہا جو گولیور پر دست درازی کرنے کے لیے تیار تھا اور اس نے اپنا ہاتھ گھما دیا۔ اس کا الٹا ہاتھ ان میں سے ایک شخص کے منہ پر پڑا اور وہ شخص دو قلابازی کھا کر ایک طرف گر پڑا۔ اس کا مقصد تھا کہ گولیور کا مدِمقابل خاصا خطرناک آدمی ہے۔ ہم سب بھی گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ لیکن میں اپنی چال چل چکا تھا۔ اس بار اس طویل قامت آدمی نے اپنا رخ گولیور کی طرف کیا تھا لیکن میں اس طرح اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا تھا کہ میری کرسی اس کے پیروں میں آگئی اور کرسی کی جگہ سے وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ چنانچہ اوندھے منہ میز پر گر گیا۔ گولیور اس دوران تمام اسٹیکرز جیبوں میں بھر چکا تھا۔ وہ بھی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ گرنے والا ایک دم سنبھلا اور اچھل کر میز پر چڑھ گیا۔ اس نے اپنا ایک پاؤں گھمایا اور گولیور بری طرح الٹ کر پیچھے جا گرا۔ لیکن اس دوران وہاں چار پانچ آدمی پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے جیب سے لمبا سا چاقو نکال لیا۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ کلب کے منتظمین نے ایسے ہنگاموں کے لیے معقول بندوبست کر رکھا تھا۔

چنانچہ دس پندرہ غنڈے بیک وقت ہاتھوں میں اسٹکیں لیے نکل آئے۔ دفعتاً اس نے گولیور کی طرف چاقو پھینک کر مارا۔ اور گولیور ایک دم نیچے بیٹھ گیا۔ چاقو ایک غنڈے کے سینے میں پیوست ہوگیا تھا۔ اس کی دلخراش چیخ بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اسٹکوں سے اس طویل قامت شخص پر حملہ کردیا۔ میزیں الٹنے لگیں، کرسیاں گر گر کر ٹوٹنے لگیں۔ لوگ افراتفری میں دوڑ پڑے تھے۔ میں نے گولیور کا بازو پکڑا اور دوڑتا ہوا کاؤنٹر پر آگیا۔ کاؤنٹر کلرک بھی اس ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔ بہرطور ہم نے اسٹیکرز اس کے سامنے رکھ دیے۔

وہ اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ دوسرے کاؤنٹر سے بھی اسٹیکرز کیش کرائے جارہے تھے۔ جن لوگوں کے پاس اسٹیکرز تھے وہ انہیں کیش کرا رہے تھے۔ کاؤنٹر کلرک نے ہمارے اسٹیکرز گن کر ہمیں نوٹوں کی گڈیاں تھمادیں۔ گولیور کے حواس ایک بار پھر جواب دینے لگے تھے۔ لیکن میں نے ان میں سے کچھ گڈیاں لے کر جیبوں میں ٹھونسیں اور کچھ گولیور کی جیبوں میں ٹھونس دیں۔ پھر میں اس کا بازو پکڑ کر نائٹ کلب کے باہری حصے کی جانب چل پڑا۔ ابھی ہم نے دروازے سے باہر قدم رکھا تھا کہ دفعتاً باہر سے ہم نے آٹھ دس آدمیوں کو اندر آتے دیکھا۔ یہ سب خوفناک قسم کے آدمی تھے۔ ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کوئی باہر نہیں جائے گا۔ سب اندر چلو اندر کیا ہو رہا ہے۔ کس سے جھگڑا ہوا ہے؟" وہ شاید اس قد آور غنڈے کے ساتھی تھے۔ بات کچھ بڑھتی نظر آرہی تھی۔ میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور ہم مسمسی سی شکل بنا کر اندر چل پڑے۔

"جیسا آپ نے کہا ہے سر ویسا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔ غنڈوں میں سے ایک نے گولیور کو دھکا دیا اور گولیور گرتے گرتے بچا۔

"ہم آپ کی بات مان رہے ہیں جناب۔ آپ دھکا کیوں دے رہے ہیں؟" میں نے نہایت ادب سے کہا۔ وہ سب غراتے ہوئے اندر گھس آئے اور پھر وہ کرسیاں اٹھا اٹھا کر کلب کے غنڈوں پر پل پڑے۔ جنھوں نے ان کے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے پلٹ کر گولیور کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ دفعتاً عقب سے آواز آئی۔

"لینا۔ پکڑنا۔ وہ دونوں بھاگ رہے ہیں۔ پکڑو۔ پکڑو۔" اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم تیزی سے دوڑ پڑیں چنانچہ ہم برق رفتاری سے دوڑ پڑے۔ ہمارے پیچھے کچھ لوگ آرہے تھے۔ یہ یقیناً اسی قد آور غنڈے کے ساتھی تھے اور اس نے ہماری طرف متوجہ کردیا تھا۔ اب ہمیں جان توڑ کر بھاگنا تھا کیونکہ لڑنے بھڑنے کے لیے ہمارے پاس کوئی موقع نہیں تھا۔ گولیور دو تین کاروں کی آڑ لیتا ہوا ایک سمت میں نکل گیا لیکن میں اس کا تعاقب نہیں کرسکا تھا۔ دفعتاً میں نے ایک کار کی چھت پر کھڑے ہوکر اسے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے غنڈوں نے اپنی اپنی اسٹکیں پھینک کر مجھے ماریں۔ کئی اسٹکیں میرے

دائیں بائیں سے نکل گئی تھیں۔ دوسرے لمحے میں دوسری طرف کود گیا۔ پھر دوسری کار پر چڑھا اور نیچے چھلانگ لگا دی۔ کیونکہ یہاں راستہ نہیں تھا۔ کاریں اس طرح بھڑا بھڑا کر کھڑی کر دی گئی تھیں کہ ان کے درمیان سے نکلنے کی جگہ تک باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اب ان کی چھتوں پر کودتے ہوئے بھاگنا پڑ رہا تھا۔ وہ لوگ برابر میرا پیچھا کر رہے تھے۔ میں نے سمت کا اندازہ کیے بغیر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ گولیور کے لیے رُکنا اب بیکار سی بات تھی۔ یہاں تو اپنی زندگی خطرے میں پڑ رہی تھی۔ میں اندھا دُھند دوڑتا رہا اور کافی دور نکل آیا۔ یہاں اب کاروں کی پارکنگ لاٹ ختم ہو گئی تھی لیکن وہ بدستور چیختے چلاتے میرے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

دفعتاً تھوڑے فاصلے پر میں نے پولیس کی سیٹیوں کی آواز سنی۔ غالباً یہاں کے ہنگامے کی اطلاع پولیس کو ہو گئی تھی اور اب پولیس اس طرف دوڑ رہی تھی۔ پولیس کی نگاہوں سے بھی بچنا تھا چنانچہ میں تیزی سے ایک سمت چل پڑا اور پھر وہاں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا دوسرے لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بہت سے لوگ صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے رُک گئے تھے۔ پولیس والے ہمارے سامنے سے گزر کر اس طرف پہنچے تھے جس طرف کلب تھا۔ جونہی وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوئے، میں نے پھرتی سے قدم بڑھا دیے اور پھر وہاں سے کافی دور نکل آیا۔ بدقسمتی سے کوئی ٹیکسی وغیرہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ اس وقت ٹیکسی کی سخت ضرورت تھی تاکہ اس علاقے سے دور نکل جایا جائے۔

میں خود تو جان بچا کر یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن گولیور کا خدا ہی حافظ تھا۔ اگر وہ غنڈے دوڑتے ہوئے اس طرف نکل گئے ہوں گے تو انہوں نے گولیور کی چٹنی ہی بنا دی ہو گی۔ لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں واپس فلیٹ کی طرف چل پڑوں یا کسی اور طریقے سے گولیور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں لیکن اکیلا فلیٹ پر پہنچوں گا تو فیری کیا سوچے گی۔

اسی پریشانی میں پیدل ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے کسی کار کی تیز روشنیاں مجھ پر پڑیں۔ میں جلدی سے ایک سمت سمٹ گیا تھا۔ کار اچھی خاصی رفتار سے آ رہی تھی اور پھر اس کے بریک بھی خاصی تیز آواز میں چرچرائے تھے۔

میں ایک دم اُچھل پڑا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مارے گئے۔ کار ریورس ہو کر میری ہی طرف آ رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تاکہ اپنے لیے راہِ فرار اختیار کر سکوں، لیکن بدقسمتی سے میں جس فٹ پاتھ پر چل رہا تھا، اس کے دوسری طرف بند دکانوں کی قطاریں تھیں اور ان کے درمیان کہیں چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔

دفعتاً اسٹیئرنگ سے گولیور کی آواز سنائی دی۔ "بڑے بھائی جلدی کرو ہری اپ، پھرتی سے۔" گولیور کی آواز سن کر میں حیرت سے اُچھل پڑا تھا۔ اس کے بعد میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس کے نزدیک پہنچا۔ گولیور نے اس دوران کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں غڑاپ سے اندر داخل ہو گیا۔ گولیور نے کار گیئر میں ڈالی ہوئی تھی اور اس کا کلچ دبا ہوا تھا۔ چونکہ میرے بیٹھتے ہی اس نے ذرا زور سے کلچ چھوڑ دیا اور کار چھلانگ لگا کر آگے بڑھ گئی۔ میرا سر زور سے ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔

"لے لے عقل سے کام کر بے وقوف آدمی۔ ایکسیڈنٹ کر[ائے گا] کیا ۔؟"

"بڑے بھائی جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جانا ضروری ہے، چونکہ کار کا مالک مجھے کار میں بیٹھتے دیکھ چکا ہے اور جس جگہ سے یہ کار چرائی ہے، وہاں کاروں کی اتنی بڑی قطار موجود تھی کہ اگر ان میں سے دو چار بھی ہمارے پیچھے چل پڑیں تو ہمارا نکلنا دشوار ہو جائے گا۔"

"لعنت ہے۔ جو کام کیا خطرے سے بھرپور کیا۔" میں نے [کہتے] ہوئے کہا اور گردن گھما کر عقب نما شیشے سے دوسری طرف دیکھا۔ گاڑیاں آ رہی تھیں لیکن کوئی گاڑی اس طرح جلد بازی میں نہیں معلوم ہوتی تھی جس سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

"کار تم نے کہاں سے چُرائی تھی۔؟" میں نے گولیور سے پوچھا۔

"پارکنگ لاٹ کی [آخ]ری کار یہی تھی اور اس کا مالک بے چارہ جھُلاتا آ رہا تھا۔ وہ غالباً چار چھ گاڑیوں کے پیچھے تھا کہ میں نے چابی اس کے ہاتھ سے اُچک لی اور پھرتی سے اس کی پیکارڈ میں آ بیٹھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ پیکارڈ اسی کی ہے؟"

"اس نے اسی طرح اس کی طرف رُخ کیا تھا کہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس گاڑی کی طرف آ رہا ہے۔"

"بڑا رِسک لیا تم نے۔ اگر وہ چابی اس گاڑی کی نہ ہوتی تو پھر تم کیا کرتے۔؟"

"شرافت سے چابی اسے واپس کر دیتا اور کہتا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" گولیور نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

کار کافی تیزی سے جا رہی تھی۔ پھر ایک بھری پُری سڑک پر پہنچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"اب بہتر ہے کہ کار کا پیچھا چھوڑ دو۔ ویسے کیا تمہاری جیبوں میں نوٹ محفوظ ہیں؟"

"جان دے دیتا۔ نوٹ نہ جانے دیتا۔" گولیور نے کہا اور ایک بار پھر مجھے ہنسی آ گئی۔

ہم نے کار ایک فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی کر دی اور چابی اگنیشن میں لگی چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔ یہاں سے بائیں سمت گھومنے کے بعد ہمیں

بہت پُررونق علاقہ مل جاتا۔ یہاں ہمیں ٹیکسیاں ملنے میں کوئی دشواری [نہیں ہوئی] چنانچہ ہم تیز رفتاری سے اسی جانب چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد [ہم] ٹیکسی میں بیٹھے فیری کے فلیٹ کی جانب جا رہے تھے۔

حالانکہ رات کافی گزر چکی تھی لیکن فیری ہمارے انتظار میں جاگ رہی [تھی۔] دروازے پر دستک سن کر اس نے فوراً دروازہ کھول دیا اور ہم اندر [داخل] ہو گئے۔

"ارے فیری! تم سوئیں نہیں"؟ گولیور بولا۔

"نہیں۔ میں تم لوگوں کا انتظار کر رہی تھی۔ بہت دیر سے واپس آئے۔"

"ہاں، ماسٹر نواز دولت جمع کر رہے تھے۔" گولیور نے کہا اور فیری [مسکرا]تی ہوئی اندر آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈرائینگ روم میں بیٹھے [ہوئ]ے تھے۔

"کچھ ہو گے تم لوگ؟"

"نہیں ڈیر۔ اب کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ ذرا دیکھو [ہمار]ی ہماری جیبوں میں کیا ہے۔" گولیور نے کہا اور نوٹوں کی گڈیاں نکال [نکال] کر میز پر ڈھیر کرنے لگا۔ فیری کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"ارے! کیا تم لوگوں نے کوئی بینک لُوٹا ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز [میں] کہا۔

"نہیں، بینکرز کو لوٹا ہے"۔ گولیور نے جواب دیا اور پھر میری [طرف] دیکھ کر حیرت سے بولا

"ہاں ماسٹر نواز یہ بات تو میں تم سے پوچھنا ہی بھول گیا۔ یہ سب [ک]یا ہوا تھا، یہ نوٹ خود بخود ہماری طرف کیسے چلے آئے؟"

"میں تمہارے سامنے نوٹوں کے انبار لگا سکتا ہوں گولیور ایسی [کوئ]ی بات نہیں ہے۔"

"ماسٹر نواز، تم دنیا کے کسی کام میں رُکتے بھی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں گولیور۔ میرا ماضی ایسا ہی رہا ہے۔ میں واقعی ایک مخصوص [عرصے] تک تو لوگوں کے ہاتھوں کھیلتا رہا لیکن اس کے بعد لوگ میرے ہاتھوں [ک]ھیلنا شروع ہو گئے۔ اور پھر ــــ پھر کوئی چیز میری دسترس سے باہر [نہ]یں رہی، لیکن اس کے بعد میری زندگی میں ایک زبردست انقلاب آ گیا۔ [اس] انقلاب نے مجھے پھر سچائی کے راستے کی جانب موڑ دیا۔ میری خواہش [ت]ھی کہ اب عمر کی آخری منزل تک سچائی کی راہ پر چلتا رہوں لیکن مجھ [سے] میری محبوب بیوی چھین لی گئی ــــ کچھ لوگوں نے خواہ مخواہ میری پُرسکون [زن]دگی میں ہلچل مچانے کی کوشش کی۔ اور اب انہیں اس کا نتیجہ بھگتنا ہو گا۔" [م]یری آواز آخر میں غراہٹ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ گولیور پُرخیال انداز [میں] گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"بلاشبہ تم بہت بڑی چیز ہو۔ کاش میں بھرپور طور پر تمہارا ساتھ دے سکتا۔ میں تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر نواز، مجھے تمہاری شخصیت سے کچھ عقیدت سی ہو گئی ہے۔"

"گولیور! اگر تم تنہا ہوتے، فیری تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو میں ضرور تمہیں اس کا موقع دیتا اور ایک ساتھی کی حیثیت سے تمہارا ساتھ حاصل کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوتی لیکن میرے دوست زندگی میں صرف ایک بار کہیں سے سچی محبت مل جائے تو وہ انسان کے لیے دنیا کی سب سے قیمتی شے ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ کوئی بھی فیری کو تم سے چھین نہ سکے۔ اور میری دعا ہے کہ تم دونوں زندگی کا ساتھ ہنسی خوشی آخری دم تک نبھا دو۔"

فیری ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر گولیور نے کہا۔

"لیکن ماسٹر، اب کیا کریں گے۔ اچھا، یہ بتاؤ وہ گڈی جس سے تم نے اسٹیکرز خریدے تھے تمہارے پاس کہاں سے آئی ــ؟"

"میں نے کہا نا گولیور، دولت میرے ہاتھوں کی گرد ہے۔ اس کا حصول میرے لیے مشکل نہیں ہے۔ شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں میرے کروڑوں ڈالر پڑے سڑ رہے ہیں۔ وہ اکاؤنٹ ایک طویل عرصہ رہنے کے بعد بند ہو جائے گا اور وہ دولت ان بینکوں کی ملکیت بن جائے گی، لیکن وہ دولت جن ذرائع سے حاصل کی گئی تھی، وہ ذرائع مجھے ناپسند تھے۔ میں انہیں بھول جانا چاہتا تھا لیکن ــــ لیکن تقدیر نے ایک بار پھر مجھے انہی راستوں پر لا کھڑا کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر نواز! لیکن اس کے باوجود میں تمہارا ساتھ دینے کا خواہشمند ہوں۔"

"نہیں گولیور، اگر دوستی کی بات کرتے ہو تو اپنے وعدے پر قائم رہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم فیری کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ گے اور ساری زندگی اسے ساتھ رکھو گے۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں ماسٹر۔ میں نے انکار کب کیا ہے لیکن میرے حالات؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔؟ کیا یہ رقم تمہارے امریکہ سے نکلنے کے لیے ناکافی ہے۔؟"

"یہ ــ یہ ــ رقم ــ میرا اس سے کیا واسطہ۔؟" گولیور نے کہا۔

"تمہارا واقعی اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لاؤ یہ نوٹ اِدھر واپس کرو۔" میں نے گولیور سے کہا اور گولیور نے جلدی سے نوٹوں کی گڈیاں میری جانب کھسکا دیں۔ اس نے اپنی جیب سے وہ آخری گڈی بھی نکال دی جو شاید اس کی جیب میں پڑی رہ گئی تھی۔

میں نے تمام گڈیاں سمیٹیں اور پھر انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ فیری اپنی جگہ بیٹھی متعجبانہ انداز میں ان گڈیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اتنی ساری دولت شاید اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تب میں نے فیری سے کہا۔

"فیری۔ میں نے تمہیں اپنی بہن کہا تھا نا۔ اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ بھائی بہنوں سے کچھ لیتے نہیں انہیں دیتے ہیں۔ ہرچند کہ یہ میری جائز کمائی نہیں ہے بلکہ میں نے جوئے میں حاصل کی ہے لیکن اس کے باوجود میری بہن اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے۔ یہ میں تمہاری نذر کرتا ہوں" میں نے کہا۔

"مم۔۔۔میری۔۔۔" فیری کا منہ بوکھلاہٹ سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں۔ یہی کچھ نہیں بلکہ میں کچھ اور بھی تمہیں دوں گا۔ فی الحال انہیں میری طرف سے ایک حقیر سا تحفہ سمجھ کر قبول کرو۔"

"لل۔ لیکن۔۔۔ مم میں یہ سب۔۔۔ یہ سب تو بہت زیادہ ہیں۔"

"نہیں فیری۔ ایک بھائی کی محبت کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو میں یہ تمہیں دیتا ہوں۔۔۔ اور گولیور۔۔۔ مسٹر گولیور آپ کل سے اپنا ایک کام شروع کر دیں گے۔"

"وہ کیا؟" گولیور نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"اپنا نیا پاسپورٹ کسی میک اَپ میں بنواؤ۔ فیری کو ساتھ لو۔ اور یہاں سے ہالینڈ چلے جاؤ۔"

"ہالینڈ ہی کیوں۔۔۔؟" گولیور نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں ہالینڈ میں تمہیں اسی طرح مدد دے سکتا ہوں جس طرح کہ یہاں۔"

"وہ کیسے۔۔۔؟ آخر وہ کیسے۔۔۔؟" گولیور نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"ہالینڈ میں میرا ایک دوست ہے۔ سردار نام ہے اس کا، ٹولئے لینڈ نامی فرم کا مالک ہے۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہوگا۔ وہاں پہنچنے کے بعد تم ہر طرح محفوظ ہو جاؤ گے اور سردار تمہاری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح میں کر سکتا ہوں۔ وہ تمہیں ایک اچھی زندگی گزارنے کے بہترین مواقع مہیا کر دے گا۔ بہت ذہین آدمی ہے اور اس سلسلے میں یوں سمجھ لو کہ میرا جانشین ہے۔"

"اوہ، لیکن لیکن۔۔۔"

"کیا تم امریکہ چھوڑنا نہیں چاہتے؟"

"لعنت ہے، بھلا امریکہ میں ہی میرے لیے کیا رکھا ہے۔۔۔ لیکن میرے دوست۔ تمہیں میری وجہ سے بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے"

"ان باتوں کو بھول جاؤ۔ یوں سمجھ لو میں نے تمہیں کچھ نہیں دیا۔ فیری میری بہن ہے۔ میں نے اپنی بہن تمہیں سونپ دی ہے۔ اور گولیور ایک بات کو ذہن نشین رکھنا، میں بہت بُرا انسان نہیں ہوں۔ لیکن حالات نے مجھے اتنا بُرا بنا دیا ہے کہ تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے۔ اگر دوستی نبھا سکتے ہو تو ایک بار پھر میرے سامنے اقرار کرو کہ میری بہن کو تمہاری زندگی میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور اگر گولیور اسے کسی تکلیف کا سامنا تمہاری وجہ سے کرنا پڑا تو پھر میں تمہارے دوستوں میں شامل نہیں رہوں گا بلکہ میری تمہاری دشمنی کا آغاز ہو جائے گا۔"

"ارے نہیں بھائی، بھلا گولیور اتنا عقلمند کہاں ہے کہ کسی کی دشمنی مول لے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ فیری اب میرے لیے بھی بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ میں نے سچے دل سے اسے قبول کر لیا ہے۔"

"تو پھر گولیور کل سے تمہیں یہی کام کرنا ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمہاری اور فیری کی زندگی چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں سکون سے اپنا کام کر سکوں گا۔"

"لیکن میرا دل تمہارے لیے بے چین رہے گا۔"

"فکر مت کرنا۔ زندگی نے کبھی موقع دیا تو تمہارے پاس ہالینڈ ضرور پہنچوں گا۔ میں سردارے کے نام تمہیں ایک خط دے دوں گا۔ سردارے تمہیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا دے گا۔ بولو تم یہ سارے کام باآسانی کر سکتے ہو۔۔۔؟"

"اب میں اتنا نکما اور احمق بھی نہیں ہوں کہ یہ چھوٹا سا کام بھی نہ کر سکوں۔ میں اپنے اسی میک اپ میں اپنا نیا پاسپورٹ بنوا لوں گا۔ اس کے لیے ایجنٹوں کو کچھ رقم دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہاں سارے کام ہو جاتے ہیں۔ کون سا کام مشکل ہے۔ میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔۔۔!"

"بس تو تم اپنا اور فیری کا پاسپورٹ بنوا لو اور اس کے بعد یہاں سے ہالینڈ منتقل ہو جاؤ۔ یہ کام تم جتنی جلدی کر لو گے مجھے اتنی خوشی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"لیکن مسٹر نواز، آپ مسٹر بیکن کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟"

"ہاں، پہلے میرا یہی خیال تھا فیری، لیکن اب میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" فیری نے پوچھا۔

"مسٹر بیکن سے ملاقات ضرور کروں گا۔۔۔ ان سے فائدہ ضرور اٹھاؤں گا لیکن تمہارا سہارا لے کر نہیں۔ بھائی بہنوں کے سہارے نہیں لیا کرتے۔ میں تمہیں کسی اُلجھن میں نہیں ڈال سکتا۔"

"ارے نہیں نہیں، میں تمہارا کام کرنے کے لیے ہر اُلجھن مول لینے کو تیار ہوں۔" فیری بولی۔

"ٹھیک ہے۔ مگر میں تو تیار نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کافی دیر تک ہم لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ ان باتوں میں ایک دوسرے کے لیے خلوص تھا، کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ گولیور نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کل ہی اس مہم پر نکلے گا اور اپنا کام کر کے ہی واپس لوٹے گا

چنانچہ دوسرے دن میں فلیٹ پر پڑا اینڈتا رہا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا۔ درحقیقت کام کرنے کو دل تو چاہتا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں بدن پر ایک اینٹھن سی طاری تھی۔ زیبی کا تصور جب بھی دل میں آتا تو آنکھیں خون کے آنسو رونے لگتیں۔ لیکن مجبوری اور بے بسی کے سوا اور کیا تھا میرے پاس۔ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس اقدام نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگر میں شہر نیویارک کے تمام سر منڈے گنجوں کو قتل کرنے کا بیڑہ اٹھا لیتا تو یقیناً میں تباہی مچا سکتا تھا۔ لیکن اس سے فائدہ، کم از کم کوئی کام کا آدمی تو ہاتھ لگے۔ ممکن ہے مسٹر بیکن اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ کسی صحیح نکتے پر پہنچنے کے بعد ہی اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔

فیری اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی تھی۔ گولیور بھی موجود نہیں تھا۔ میں دن بھر وہاں رہا اور شام کو جب وہ دونوں واپس آئے تو میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ گولیور نے میرے ساتھ چلنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ساتھ نہیں لیا۔ اس دن مجھے اپنے سلسلے میں بہت سی کارروائیاں کرنی تھیں۔ میں سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ ویسے کوشش میں نے یہ کی تھی کہ پولیس کی نگاہوں سے بچا رہوں۔ میں جانتا تھا کہ امریکن پولیس جدید قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے اور بلاشبہ ذہین ترین پولیس ہے۔ اس لیے اس کی آنکھوں سے بچتے رہنا بے حد ضروری تھا۔

کافی دیر تک میں اِدھر اُدھر آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب میں جا بیٹھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں جوا کھیلا اور یہاں سے بھی میں نے خاصی رقم اکٹھی کی۔ یہ کلب ذرا سلیقے کا تھا اس لیے یہاں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میری جیبوں میں اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ وہاں سے میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مقصد کوئی نہیں تھا۔ بس دل یہ چاہ رہا تھا کہ سڑکوں پر کہیں کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جائے جو مجھے میری زیبی کا نشان بتا دے۔ میری آنکھیں حسرت و یاس سے چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دل میں بار بار یہ خیالات آ رہے تھے کہ ممکن ہے ایسی کوئی شکل نظر آ جائے جس سے زیبی کی جانب رہنمائی ہو جائے۔ میری بے بسی کی کوئی انتہا نہیں تھی اور جب دل کا یہ دھواں بہت زیادہ بڑھ گیا تو میں نے اپنے اُس اُجڑے دیار کی جانب رُخ کیا۔ یعنی میرا گھر۔۔۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ میرے گھر کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔ یقیناً پولیس نے اسے نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔ حالانکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو اب اس بات کا کوئی سوال نہیں تھا کہ میں اپنے گھر کا رخ کرتا۔ لیکن میرا خیال تھا کہ مسٹر پاؤل جیسا ذہین آدمی اس بات سے غافل نہ رہا ہوگا۔

اپنے گھر کے اطراف میں پہنچ کر میں نے جائزہ لیا۔ اور مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ پولیس میرے گھر کے نزدیک موجود ہے۔ ایک پولیس انسپکٹر دو کانسٹیبلوں کے ساتھ ایک جگہ براجمان تھا۔ میں نے ان لوگوں کو بڑی آسانی سے چکمہ دے دیا اور اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔

گھر کی حالت بے حد خراب تھی۔ چاروں طرف حسرت و یاس بکھری ہوئی تھی۔ پورا گھر مایوسیوں کی دھند میں لپٹا نظر آ رہا تھا۔ ہر کونے سے مجھے زیبی زیبی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ اور درحقیقت یہاں میں نے ایک گوشے میں چھپ کر کافی آنسو بہائے۔ زیبی کی یاد اب میری زندگی کا واحد سرمایہ تھی۔ میں نے وہاں قسم کھائی کہ زیبی اگر میں تجھے حاصل نہ کر سکا تو تیرا انتقام ضرور لوں گا۔ میں ان لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا جو تیرے لیے حادثے کا باعث بنے

کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پورے گھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے اس سلسلے میں نہایت احتیاط برتی تھی تاکہ باہر موجود پولیس کو میرے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن پولیس والے شاید بہت ہی ذہین تھے۔ ویسے بھی میں بتا چکا ہوں کہ امریکن پولیس کو بے وقوف سمجھنا خود بے وقوفی کی بات ہے۔ میں تاریک مکان میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے کچھ سرسراہٹیں محسوس ہوئیں اور میں چونک پڑا۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یہ پولیس والوں کے علاوہ کوئی اور نہ ہوں۔ ممکن ہے وہ خطرناک لوگ جنہوں نے زیبی کو اغوا کیا تھا کسی کام سے یہاں آئے ہوں۔

دوسرے لمحے میں ایک گوشے میں ساکت ہو گیا۔ میں نے کئی قدموں کی آوازیں سنی تھیں اور ان آوازوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کم از کم تین آدمی تھے۔۔۔ لیکن میرا دوسرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔

تاریکی میں۔۔۔ میں نے ان کے سایوں کو دیکھا تھا۔ یہ وہی پولیس انسپکٹر اور اس کے دو ساتھی تھے جو باہر اس مکان کی نگرانی کر رہے تھے۔ غالباً انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ مکان کے اندر کوئی موجود ہے۔ میں نے سوچا کہ اس گوشے میں کھڑے رہ کر اپنے آپ کو محفوظ رکھوں اور جب یہ لوگ واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل جاؤں۔ لیکن تقدیر کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

ان لوگوں نے ٹارچیں روشن کر لیں اور ٹارچوں کی تیز روشنیاں اِدھر اُدھر چکرانے لگیں اور پھر شاید میں کسی طور ان کے لیے شبہے کا باعث بن گیا۔ دوسرے لمحے میں نے ان تینوں کو محتاط ہوتے ہوئے دیکھا تھا، پھر پولیس کی کڑک دار آواز اُبھری۔

"خبردار۔ جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ آگے بڑھنے کی کوشش مت کرنا۔ میں بھونچکا سا رہ گیا تھا۔ پولیس انسپکٹر ہاتھوں میں پستول لیے اس ستون کی جانب بڑھ رہا تھا جس کی آڑ میں۔۔۔ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر کڑک دار آواز میں کہا۔

"باہر نکل آؤ، لیکن خبردار تمہارے ہاتھ اُٹھے ہوئے ہونے چاہئیں

اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو میں تمہیں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ستون کی آڑ سے باہر نکل آیا۔ انسپکٹر نے ٹارچ کی روشنی میں میرے سراپا پر نظر ڈالی اور آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"کون ہو تم؟"

"وہ — وہ سر — میں — میں — میں نے ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔ لہجہ میں نے خالص امریکن رکھا تھا تاکہ اپنے میک اپ کے ساتھ نبھ سکوں۔ پولیس انسپکٹر میرا سر سے پاؤں تک جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں آدمی آگے بڑھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ موڑ کر پشت پر کر دیئے اور پولیس انسپکٹر میری تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھ آیا۔

جیب میں نوٹوں کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر اسے شبہ ہو سکے۔ وہ پستول سامنے کیے ہوئے میری جیبیں تھپتھپاتا رہا اور اس نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈال دیں۔

ہوں، یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ تم چور ہو اور چوری کی غرض سے یہاں داخل ہوئے تھے۔ ہاں تمہارا تعلق ان ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اس گھر سے ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور کانسٹیبل سے بولا

"اس کے ہاتھ پشت پر کس دو۔

"نہیں انسپکٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"جس چیز کی ضرورت ہے اس کے بارے میں میں جانتا ہوں تم نہیں۔ چلو۔ جلدی کرو۔"

دونوں کانسٹیبلوں نے میرے بازو چھوڑ دیتے اور بس یہی موقع مجھے درکار تھا۔ جونہی انہوں نے میرے بازو چھوڑے میں دفعتاً تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور پھر میرا پاؤں پوری قوت سے انسپکٹر کے پستول پر پڑا — پستول تقریباً چھ سات فٹ اوپر اچھلا اور جب وہ نیچے گرا تو میں ایک چھلانگ لگا کر اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔ میں نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

"سنو۔ دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

"تم — تم پولیس کے ساتھ یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا —"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو انسپکٹر، ورنہ اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں ہوگا —" میں نے کہا اور پولیس انسپکٹر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"ہاں اب تم اپنے انسپکٹر کے ہاتھ کس کر باندھ دو۔

"وہ — وہ —"

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ جلدی کرو۔" میں نے کہا۔

لیکن ان لوگوں کے پاس انسپکٹر کے ہاتھ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً پولیس انسپکٹر نے بھی مجھے باندھنے کے لیے ان سے جو کہا تھا اس کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ گھر ہی میں کوئی چیز تلاش کر کے مجھے کستے۔ جب میں نے اطراف میں کوئی چیز نہ دیکھی تو ان سے کہا۔

"انسپکٹر کی ٹائی اتار دو اور اس کے ہاتھ اس میں کس دو۔"

"یہ کام کانسٹیبلوں کے لیے بڑا مشکل تھا۔ لیکن پستول کی جنبش پر انہوں نے یہی سب کچھ کیا۔ انسپکٹر کے ہاتھ اس کی ٹائی سے کس دیئے گئے۔ میں نے کڑک کر پولیس والوں کو یہ حکم دیا تھا کہ اگر ہاتھ ذرا بھی ڈھیلے ہوئے تو وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اپنی زندگی کے خوف سے انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا اور پولیس انسپکٹر کے ہاتھ کس کر باندھ دیئے۔"

انسپکٹر خونخوار انداز میں مجھے گھور رہا تھا، لیکن تاریکی کی وجہ سے مجھے اس کی آنکھوں کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں نے کانسٹیبلوں سے کہا۔

"تم دونوں بھی دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار۔ ہاتھ اپنے اوپر رکھو۔" وہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی منصوبہ تھا۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر ان کی تلاشی لینے کی بجائے پستول کے دستے سے ان کے سر پر چوٹیں لگائیں کانسٹیبلوں کی کراہیں گونجیں اور اس کے بعد وہ نیچے لڑھک گئے۔ میں نے ضربیں ایسی ہی جچی تلی لگائی تھیں کہ اس کے بعد وہ ہوش میں نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر میں انسپکٹر کی طرف مڑا۔

"انسپکٹر! تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا"

دوسرے لمحے میری ٹھوکر انسپکٹر کی پنڈلی پر پڑی۔

"میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا انسپکٹر، کیونکہ بلاوجہ قتل و غارتگری سے مجھے نفرت ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس مکان کی نگرانی کیوں کر رہے تھے — ؟"

"تم کون ہو یہ سوال کرنے والے؟" انسپکٹر نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور دوسری ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ انسپکٹر پہلی ٹھوکر تو برداشت کر گیا تھا لیکن دوسری ٹھوکر وہ برداشت نہیں کر سکا اور بری طرح چیخنے چلانے لگا۔ دوسرے لمحے وہ کراہتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ لیکن دونوں ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ بیٹھ تو نہیں سکا البتہ زمین پر لڑھک گیا

میں اس کے قریب پہنچا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے

بولا۔

"مجھے صرف جواب چاہیے انسپکٹر، صرف جواب چاہیے۔"

"میں تمہیں کوئی جواب نہیں دوں گا —"

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں تم سے کہ مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"میں بھی تم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں تمہاری بات کا جواب نہیں دوں گا۔"

میں نے اندازہ لگا لیا کہ انسپکٹر ضدی آدمی ہے۔ یوں بھی ان بے چاروں کو مارنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے یہ میرے لیے ہی ڈیوٹی انجام دے رہے ہوں گے — اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

انسپکٹر کا یہ پستول اور فالتو ایمونیشن میری ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ واقعی مجھے پستول کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو نیا خیال میرے ذہن میں آیا تھا وہ یہ تھا کہ انسپکٹر کی جسامت میری جسامت سے مطابقت رکھتی ہے۔ کیا پولیس کی یہ وردی میرے کام نہیں آ سکتی؟ یقیناً آ سکتی ہے لیکن اس بات کے اظہار کے لیے میں نے پولیس انسپکٹر سے کوئی بات نہیں کہی اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے لمحے میرا گھونسہ انسپکٹر کی کنپٹی پر پڑا۔ یہیں پر میں نے بس نہیں کیا بلکہ پستول کے دستے سے اس کی کھوپڑی بھی سہلا دی۔ انسپکٹر کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ ساکت ہو گیا۔

میں نے پھرتی سے اس کا لباس اتار لیا۔ کارتوسوں کی بیلٹ کھول کر اپنے بدن پر باندھ لی اور لباس مکمل طور پر تہہ کر کے اسے پیک کر لیا۔ پھر میں اس لباس کو ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

مکان سے نکل کر میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ پولیس انسپکٹر کا یہ لباس میں نے ایک خاص مقصد کے لیے حاصل کیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی اور میں اس ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے ہوتا ہوا بالآخر فیری کے فلیٹ تک پہنچ گیا۔

وہ دونوں میری وجہ سے جاگ رہے تھے۔ حالانکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ میں پہنچا تو انہوں نے میرا پرجوش استقبال کیا۔

"کہاں گئے تھے تم — ؟" گولیور نے سوال کیا۔

"ان سوالات کے جوابات مجھ سے مت مانگا کرو گولیور۔" میں نے پولیس انسپکٹر کا لباس ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا اور جیبوں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔

"اوہ اوہ — نوٹ تو یوں لگتا ہے جیسے تمہیں سڑکوں پر پڑے مل جاتے ہیں۔"

"تم جانتے ہو، اس لیے اس بارے میں بار بار سوال کرنا بے سود ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"میری ضرورت کی ایک چیز۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے ارے یہ پستول یہ کارتوس۔" گولیور نے ہکلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پولیس کا سروس پستول ہے، لیکن اب میری سروس میں آ گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو گویا تم نے کسی پولیس والے کو —"

"نہیں، میں بلاوجہ کسی کو قتل نہیں کرتا۔ البتہ یہ حاصل کرنے کے لیے مجھے تھوڑا سا انہیں زخمی کرنا پڑا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

فیری خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے ان کے پاس آ بیٹھا۔

"تم لوگ جاگ کیوں رہے ہو؟"

"بس تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے کب تک انتظار کرو گے۔ تھوڑے ہی دن کی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ گولیور آج تم نے کیا کیا؟"

"مجھے پرسوں تک دونوں پاسپورٹ مل جائیں گے اور ہالینڈ کے لیے ٹکٹ بھی۔ اس کے لیے میں نے ایک ٹریول ایجنسی سے بات کر لی ہے۔"

"کسی کو کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا؟"

"نہیں بھائی — میں نے تم سے کہا نا کہ ہاتھ پاؤں کا ماہر میں نہیں ہوں لیکن ذہن کی کارکردگی میری بہت اچھی ہے۔" گولیور نے جواب دیا۔

"کاش حالات اس کی اجازت دیتے۔ میں تم دونوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتا، لیکن سنو، زندگی میں اگر کبھی موقع ملا تو بعد میں ملاقات ضرور کریں گے، لیکن اس وقت جب زیبی میرے ساتھ ہوگی اگر وہ مجھے نہ ملی تو پھر میری زندگی بھی ناممکن ہے۔" فیری دکھ بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو جاؤ ڈیئر فیری، میں تمہیں ایک نئے مستقبل کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ کر سکا۔"

اور ہمیں نہایت دکھ ہے کہ ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکے۔" فیری نے افسردگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں فیری۔ یہ سب تقدیر کے کھیل ہیں۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مسٹر نواز۔ یہ آپ کے دوست سردار سے کس قسم کے انسان ہیں۔ کیا ان سے مل کر میں انہیں آپ کی پریشانی کے بارے میں بتا دوں؟"

"بتا دینا لیکن اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اپنا وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس بار کا کھیل مختلف ہے۔ میں اسے دستیاب نہ ہو سکوں گا۔" میں نے کہا۔

کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد وہ دونوں سونے کے لیے چلے گئے۔

گولیور اور ہنری تیسرے دن ہالینڈ کے لیے روانہ ہو گئے۔ گولیور نے نہایت پھرتی سے سارا کام کرالیا تھا۔ ایرپورٹ سے جب میں نے انہیں ہوائی جہاز میں سوار کرادیا تو سکون کی گہری سانس لی۔ گولیور خواہ مخواہ میری زندگی میں شامل ہو گیا تھا۔ فیری سے میں متاثر ہو گیا تھا اس لیے کہ یہ میری فطرت کی خاصیت رہی تھی۔ میں کچھ نیک کام بھی کرنا چاہتا تھا تاکہ کسی نیک کام کے عوض ہی مجھے میری زیب واپس مل جائے۔ ہر وہ کام کر لینا چاہتا تھا میں جس سے زیبی کا حصول میرے لیے ممکن ہو سکے۔

ان دونوں کو روانہ کرنے کے بعد دل کچھ خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔ ویسے بھی یہاں میرے لیے اب مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ فیری کا فلیٹ اس طرح مل گیا تھا کہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر لیا تھا۔ دولت کا حصول میرے لیے مشکل کام نہیں تھا۔ ویسے بھی اگر کاشف یا زیبی کارپنس سے رابطہ قائم کرتا تو دولت میرے لیے مشکل نہ ہوتی لیکن اس طرح پولیس کو اپنے راستے پر ڈالنا پڑ جاتا اور میں ابھی پولیس سے بچنا چاہتا تھا۔ بلاوجہ قتل و غارتگری سے گریز کرنا چاہتا تھا حالانکہ دل کی حالت کچھ اور ہی تھی۔

بہرطور اب میں کسی حد تک ٹھہراؤ محسوس کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں واپس آتی جا رہی تھیں۔ زیبی سے بچھڑے ہوئے بہت دن ہو چکے تھے اور اس کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سراغ آسانی سے نہیں لگ سکتا تھا۔ نیویارک جیسے شہر میں بہت سے ایسے سرمنڈے موجود ہوں گے جو اگر میرے انتقام کا نشانہ بن جائیں تو پھر بعد میں مجھے ہی افسوس ہوگا۔ ان میں صحیح آدمی کی تلاش کرنا مشکل تھا۔ بار بار میرا ذہن مسٹر بیکن کی طرف جاتا تھا۔ بہرحال میں نے اپنے قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ فیری کا فلیٹ اب میرے کسی کام نہیں آسکتا تھا۔ چونکہ وہ ایسی جگہ تھی جہاں پر لوگ میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے اور چونکہ وہاں فیری رہتی تھی اس لیے میرا وہاں موجود ہونا کسی حد تک تعجب خیز ہوتا۔ میں میک اپ کی وجہ سے خاصا مطمئن تھا، چنانچہ اسی میک اپ میں، میں ایک ایسے شخص سے ملا جو مکان دلانے کا کام کرتا تھا اور اس کے ذریعے میں نے ایک معمولی سی جگہ ایک چھوٹا سا فلیٹ حاصل کر لیا۔ یہ میرا پہلا کام تھا جو میں نے ایک ہی دن میں مکمل کر لیا تھا۔ کم از کم یہ جگہ میرے لیے پرسکون ہو گئی تھی اور اس وقت تک میں اپنی نئی شکل میں پولیس کی نگاہوں میں یا کسی اور کی نگاہوں میں مشتبہ نہ ہو جاؤں میں یہاں سے اپنا کام باآسانی انجام دے سکتا تھا۔ فلیٹ ایک ایسی جگہ تھا جہاں زیادہ گہما گہمی نہیں تھی۔ یہ عمارت نئی نئی ہی تھی اور بہت سے فلیٹ ابھی اس میں غیر آباد تھے۔ یہاں رہنے والے بھی ابھی تک ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہو سکے تھے۔ اور ویسے بھی نیویارک کی زندگی میں شناسائی بہت معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اپنے کام میں مصروف رہیں۔ کوئی دوسرا آپ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا۔

چنانچہ اب میں نے مسٹر بیکن سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس دن میں نے علی الصبح اٹھ کر ضروریات سے فراغت حاصل کی اور پھر پولیس انسپکٹر کی وہ وردی پہن لی جسے میں چرا کر لایا تھا۔ میں نے حتی الامکان اس پر سے ایسے نشانات مٹا دیے تھے جن سے اس کی شناخت ہو سکے۔ اور اس کے بعد میں نیچے اتر آیا۔ میں نے سفر کے لیے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔ حالانکہ ایک پولیس آفیسر کی وردی میں ٹیکسی میں سفر کرنا ذرا معیوب سا تھا لیکن بہرطور یہ خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ ریوالور میری پیٹی میں لگا ہوا تھا۔ بظاہر میں ایک پولیس انسپکٹر ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اب صرف شرط یہی تھی کہ خیریت کے ساتھ مسٹر بیکن کے پاس پہنچ جاؤں۔

راستے بھر میرا دل خدشات میں ڈوب رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مسٹر بیکن کے دفتر میں پہنچ گیا۔ ایک پولیس انسپکٹر آفیسر کی اس چھوٹے سے دفتر میں آمد کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ممکن ہے مسٹر بیکن سے اور بھی پولیس والے ملنے کے لیے آتے رہتے ہوں۔ چنانچہ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی البتہ میں نے جس شخص سے مسٹر بیکن کے بارے میں پوچھا اس نے بغور مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس شخص نے آہستہ سے کہا۔

"براہ کرم مسٹر بیکن کے سیکریٹری سے ملاقات کر لیجیے۔ کیا آپ کا پہلے سے اپائنٹمنٹ ہے؟"

"نہیں۔ بس ایک اتفاقیہ ضرورت کے تحت ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے سیکریٹری کا پتہ پوچھا اور ایک چھوٹے سے کیبن میں پہنچ گیا۔ درمیانے عمر کی ایک خاتون نے سادہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"انسپکٹر فرنینڈس، میں مسٹر بیکن سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں ان سے معلومات کر لوں جناب۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ ضرور۔ ضرور۔" سکریٹری نے انٹر کام پر مسٹر بیکن سے رابطہ قائم کیا اور میرا نام انہیں بتایا۔ مسٹر بیکن نے مجھے فوراً ہی طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ میں مسٹر بیکن کے شاندار آفس میں داخل ہو گیا۔ خاصا کشادہ اور وسیع آفس تھا۔

مسٹر بیکن درمیانی عمر کے آدمی تھے۔ بال سفید تھے لیکن صحت ٹھیک ٹھاک تھی۔ انہوں نے پُراخلاق انداز میں میرا استقبال کیا اور میں نے ان سے کہا۔

"مسٹر بیکن، میں ایک خاص سلسلے میں آپ سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم ہماری اس گفتگو میں کسی اور کی مداخلت نہ ہونے پائے۔"

"نہیں ہو گی۔" مسٹر بیکن نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن

سے دروازے پر ایک سرخ بلب روشن ہو گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"فرمایئے۔" مسٹر بیکن نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے مسٹر بیکن کہ میں کسی اچھے ارادے سے یہاں نہیں آیا۔" میں نے کہا

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ میری آمد آپ کے لیے خوشگوار نہیں ہو گی۔"

"پولیس کی آمد کو کسی کے لیے بھی خوشگوار نہیں ہوتی مسٹر فرنینڈس بہرطور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جو نظریہ اپنے ذہن میں لے کر آئے ہوں وہ غلط ہو۔ مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔" مسٹر بیکن نے حتی الامکان اپنی آواز کو پُرسکون رکھتے ہوئے کہا لیکن میں نے ان کی آواز کی گہرائیوں میں ایک ہلکا سا خوف محسوس کر لیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کے بارے میں ایک خاص طریقے سے تحقیقات ہو رہی ہے مسٹر بیکن! سنا گیا ہے کہ آپ کسی طرح منشیات کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔" مسٹر بیکن اپنے چہرے پر چھانے والی تاریکی کو نہ روک سکے تھے۔ ایک لمحے کے لیے وہ بوکھلا سے گئے۔ انہوں نے دونوں کہنیاں میز کی سطح پر رکھیں اور میری طرف جھک کر کہنے لگے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر فرنینڈس ۔۔۔؟"

"جی ہاں مسٹر بیکن۔ ہمیں اس سلسلے میں خاص اور اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"کسی نے غلط اطلاع دی ہے آپ کو۔ میں ایک شریف شہری ہوں۔ بہرطور تفتیش کرنا آپ کا کام ہے۔ آپ ضرور تفتیش کیجیے۔ مجھے بتایئے میں اس سلسلے میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر بیکن! میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اس کاروبار میں کہاں تک ملوث ہیں؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں انسپکٹر میرا پورا ریکارڈ صاف ستھرا ہے میں نے آج تک کوئی کام ایسا نہیں کیا جو قابلِ دست اندازی پولیس ہو آپ اپنا اطمینان ہر طرح سے کر سکتے ہیں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر بیکن کہ اس عمارت میں اس دفتر میں ناجائز منشیات کا ذخیرہ موجود ہے تو کیا آپ اس بات کو تسلیم کر لیں گے؟"

"ظاہر ہے یہ بات غلط ہے اس لیے تسلیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"دروازہ بند ہے مسٹر بیکن۔ بلکہ ٹھہریئے میں اسے اندر سے بند کیے دیتا ہوں۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس دوران میں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ مسٹر بیکن کوئی غلط حرکت نہ کر پائیں۔ لیکن جب واپس پلٹا تو میں نے مسٹر بیکن کو کانپتے ہوئے دیکھا۔

"آفیسر۔ میں دل کا مریض ہوں۔ کوئی ایسا صدمہ برداشت نہیں کر سکتا۔ براہِ کرم احتیاط کیجیے۔ براہ کرم احتیاط کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ایک بے گناہ کے قتل کا سبب بن جائیں۔" وہ بولا۔

"نہیں مسٹر بیکن۔ میں بغیر ثبوت کے ایسی کوئی بات نہیں کہتا۔ میں آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ کو چاہیئے کہ اسے صبر و سکون سے سنیں اور بہتر یہ ہو گا کہ میرے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ ممکن ہے میں آپ کی مدد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔" میں واپس مسٹر بیکن کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا۔ مسٹر بیکن کی آنکھوں میں اب خوف نمایاں تھا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بلاشبہ مجبوری کی وجہ سے کر رہے ہیں ورنہ فطرتاً وہ مجرمانہ ذہنیت کے حامل نہیں ہیں۔ مسٹر بیکن خشک ہونٹوں پر بار بار زبان پھیر کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

"ہاں مسٹر بیکن اب آپ فرمایئے۔ میرے سوال کے جواب میں آپ کیا کہتے ہیں۔۔؟"

"اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا آفیسر کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہوں مسٹر بیکن آپ کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ ہے۔ میرا مطلب ہے اسلحہ ۔۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے میرے پاس۔"

"کیا میں آپ کی میز کی دراز کی تلاشی لے سکتا ہوں مسٹر بیکن ۔۔؟"

"ضرور لے سکتے ہیں آفیسر۔ میں چاہتا ہوں آپ کی غلط فہمی دور ہو جائے۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں۔ اپنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ دیجیے۔" اور مسٹر بیکن نے بے اختیار میرے حکم کی تعمیل کی۔

"اب سنیئے مسٹر بیکن۔ آپ کے اس آفس کی پچھلی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ اس دروازے سے چند سیڑھیاں نیچے اترتی ہیں اور ایک چھوٹے سے ایسے کمرے میں جاتی ہیں جسے ہم تہہ خانہ کہہ سکتے ہیں اور اس تہہ خانے میں ناجائز منشیات کے ذخائر موجود ہیں غالباً خوبصورت کھلونوں کی شکل میں۔ آپ ان کھلونوں میں منشیات بھر کر یہاں سے باہر بھیجتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسی وقت آپ کا یہ ذخیرہ دریافت کر لوں اور آپ کو یہیں سے گرفتار کر کے لے جاؤں؟" مسٹر بیکن کی گردن لٹک گئی۔ وہ لرزتے ہوئے کرسی کی پشت سے جا ٹکے تھے۔ میں پُراطمینان نگاہوں سے ان کی صورت دیکھ رہا تھا۔ مسٹر بیکن کی حالت غیر سے غیر تر ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا میں آپ کو برانڈی پیش کروں؟" میں نے کہا اور میرے اس سوال کے ساتھ ہی مسٹر بیکن کی نگاہیں اپنی بائیں سمت اٹھ گئیں جہاں ایک ایک چھوٹی سی الماری بنی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس الماری میں برانڈی

موجود ہے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ پستول ہاتھ میں لیے الماری کے نزدیک پہنچا خطرہ یہ تھا کہ مسٹر بیکن کوئی جلد بازی نہ کر بیٹھیں اور کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں۔ لیکن مسٹر بیکن میں اب اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرتے۔ میں نے الماری سے برانڈی کی بوتل اور گلاس نکالا اور گلاس ان کے سامنے رکھ کر اس میں برانڈی اُنڈیل دی۔ مسٹر بیکن نے جلدی سے گلاس ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا تھا۔

"جی مسٹر بیکن۔ کیا فرماتے ہیں آپ ۔؟"

"میں ڈوب گیا ہوں آفیسر۔ مجھے یقین تھا کہ کسی نہ کسی دن یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی نشاندہی تمہیں کس نے کی ہے ۔ ؟"

"یہ پولیس کا اپنا کام ہے مسٹر بیکن، لیکن ابھی آپ ڈوبے نہیں ہیں۔"

"آہ۔ اب کیا ہو سکتا ہے ۔ ؟"

"کیا جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے ؟"

"انسپکٹر۔ تم نے بلا وجہ ہی یہ سب کچھ نہ کہا ہو گا۔ یقیناً تمہاری معلومات کے ذرائع اتنے ہی مضبوط ہوں گے۔ کیا باہر پولیس موجود ہے ۔؟"

"اس سوال کو جانے دیجیے مسٹر بیکن۔ پولیس اگر موجود ہے تو واپس بھی جا سکتی ہے۔" میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مطلب۔ کیا چاہتے ہو۔؟" انہوں نے پوچھا۔

"رشوت۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکن کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تازگی دوڑ گئی۔

"میں تمہیں تمہاری منہ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں انسپکٹر۔"

"گویا آپ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے بالکل درست کہا ہے ۔ ؟"

"اس کا اعتراف تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ جو شخص اتنی بڑی بات بتا سکتا ہے اس کے ذرائع لامحدود ہوں گے۔"

"ٹھیک کہا آپ نے واقعی میرے ذرائع لامحدود ہیں لیکن میں بھی اپنی ذات میں محدود ہوں مسٹر بیکن ۔!"

"کیا مطلب ۔ ؟"

"میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا ۔ ؟"

"مجھے وہ تمام تفصیل بتا دیجیے جو آپ کو معلوم ہے۔"

"کیا مطلب ۔ میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں مسٹر بیکن۔ کہ منشیات کی یہ تجارت آپ اپنے طور پر نہیں کر رہے۔ بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں آپ۔"

"آہ ۔ تم کون ہو۔ کیا واقعی ایک معمولی انسپکٹر ہو ؟"

"نہیں۔ میں معمولی انسپکٹر نہیں ہوں۔ اگر معمولی ہوتا تو اتنے وثوق سے آپ کو یہ تمام باتیں نہ بتاتا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں تم وہ کہہ رہے ہو جو میرے اور چند لوگوں کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم ۔ آہ ۔ کیا تم ۔ کیا تم وکٹر ویلبی کے آدمی ہو ؟"

"کس کا آدمی ۔ ؟"

"جھوٹ مت بولو۔ پولیس کو اس درجہ معلومات نہیں حاصل ہو سکتیں یقیناً تم وکٹر ویل بی کے آدمی ہو۔ اور میرا امتحان لینے آئے ہو۔"

"یہ نام میرے لیے کافی دلچسپ ہے مسٹر بیکن۔ یہ وکٹر ویل بی کون ہے؟"

"تم ۔ تم ۔ ایکٹنگ کر رہے ہو میرے سامنے۔ تمہارا تعلق پولیس سے نہیں معلوم ہوتا۔"

اگر نہیں ہے تو آپ کے سامنے ٹیلیفون رکھا ہے۔ پولیس ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیجیے اور میری شناخت کے لیے کسی کو بھی طلب کر لیجیے۔" میں نے کہا لیکن مسٹر بیکن نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر بولے۔

"اگر تم پولیس آفیسر ہو تو میں کہتا ہوں کہ تمہیں ایک معمولی انسپکٹر نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ بہرحال وکٹر ویل بی کا نام میں تمہارے سامنے لے چکا ہوں اور یقیناً تم اس نام کے سلسلے میں متجسس ہو گے۔"

"میں نے یہ بھی کہا ہے مسٹر بیکن کہ آپ براہ راست یہ سب کچھ نہیں کر رہے بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ کیا یہ غلط ہے ؟"

"نہیں۔ تم نے بالکل سچ کہا۔ مجھے تعجب ہے تمہاری معلومات کے ذرائع کیا ہیں ۔ ؟"

"وہ کون ہے جس کے ہاتھوں آپ کھیل رہے ہیں مسٹر بیکن ؟ کیا وکٹر ویل بی ۔ ؟"

"ہاں ۔ یہی وہ شخص ہے جس نے میری ساری زندگی تباہ کر ڈالی ہے۔ میں تو سکون سے اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں مست تھا۔ آرام سے اپنا کام کر رہا تھا لیکن بدقسمتی میرے آڑے آئی۔"

"ہوں ۔ اب ذرا اس وکٹر ویل بی کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیجیے۔"

"کیا کرو گے یہ سب مجھ سے معلوم کر کے۔ میں اپنی عزت، اپنا وقار تو کھو ہی چکا ہوں۔ اپنی زندگی بھی کھو بیٹھوں گا۔" وہ بولا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر بیکن کہ نہ تو مجھے آپ کے اس منشیات کے اڈے سے دلچسپی ہے جو آپ کی اس عمارت میں موجود ہے اور نہ ہی میں آپ کو اس بات سے روکوں گا کہ آپ وکٹر ویل بی کے لیے کام کرتے رہیے تو کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گے ؟"

"تم کہو گے تو یقین کر لوں گا لیکن بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" مسٹر بیکن نے صاف لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں جانتا ہوں یہ بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں

آئے گی۔ لیکن مسٹر بیکن میں آپ کو ایک پیشکش بھی کر سکتا ہوں۔ آپ یہ جاننے کے تجسس کا شکار نہ ہوں کہ میں کون ہوں اور ان تمام باتوں سے میرا مقصد کیا ہے۔ میں صرف آپ سے تعاون چاہتا ہوں اور اس تعاون کے صلے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا یہ راز افشا نہیں ہو گا۔"

"کمال کی بات ہے۔ اس کا مقصد ہے تم پولیس آفیسر نہیں ہو۔"

"چلیے، یہی سمجھ لیجیے۔ میں پولیس آفیسر نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو تم ؟"

"میں ۔ میں وکٹر ویل بی کا دشمن ہوں۔ میں اسے فنا کرنا چاہتا ہوں۔"

"آہ۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کیا ۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے ؟"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔"

"وکٹر ویل بی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ بہت بڑے گروہ کا سرغنہ ہے وہ، اور سچی بات یہ ہے کہ سرغنہ تو وہ بھی نہیں ہے۔ سرغنہ تو کوئی اور ہے۔"

"کون ہے ؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں میں نے صرف سنا ہے۔ میں اسے جانتا نہیں ہوں۔ اس کا نام بہت محدود ہے۔"

"کون ہے وہ ۔ ؟" میں نے مسٹر بیکن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک ایشیائی ہے۔ غالباً ہرے کرشنا تحریک کا بانی۔" اس نے جواب دیا اور میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

کیا نام ہے اس کا ؟"

"شاید ترلوکا۔" مسٹر بیکن نے جواب دیا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ گویا ۔ گویا میرے خیال کی تصدیق ہو رہی تھی۔ مسٹر بیکن نے ایک ایسا نام لے دیا تھا جو میرے رگ و پے میں ہیجان بن کر دوڑنے لگا تھا۔ میں چند لمحات تک سنسناہٹ محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"یہ بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی مسٹر بیکن ؟"

"بس مختلف ذرائع سے۔ میں تقریباً آٹھ سال سے مسٹر ویل بی کے لیے کام کر رہا ہوں۔ وکٹر ویل بی آوارہ گرد ہپیوں میں منشیات کے سب سے بڑے ڈیلر سمجھے جاتے ہیں اور ان سے بڑا منشیات کا کاروباری اس وقت کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے چھوٹے سے گروہ کو کنٹرول کر رہے ہیں لیکن امریکہ کی بے شمار ریاستوں میں پھیلے ہوئے گروہ کے مختلف سربراہان ہیں جنہیں صرف برانچ کا چیف کہا جاتا ہے۔ اصل حیثیت ایک اور شخص کی ہے اور اس کے بارے میں اُڑتی اُڑتی خبریں ملی ہیں کہ وہ ایک ایشیائی ہے۔ ہرے کرشنا ہرے رام تحریک کا بانی ترلوکا۔"

"وکٹر ویل بی کے آدمیوں کی کوئی خاص شناخت ہے مسٹر بیکن ؟" میں نے غرائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ سب سر منڈے ہوتے ہیں۔ سر منڈوں کا گروہ بنایا ہوا ہے انہوں نے اور یہ ان کی پہچان ہے۔"

"کیا ہرے کرشنا تحریک کے جتنے ارکان ہیں وہ سب سر منڈے ہی ہوتے ہیں ؟"

"ہاں۔ یہ اس تحریک کا نشان ہے۔"

"گڈ۔ اب یہ بتائیے کہ وکٹر ویل بی کے علاوہ اور کسی شخص کو آپ جانتے ہیں ۔ ؟"

"میرا تعلق صرف وکٹر ویل بی سے ہی رہا ہے۔ یہ لوگ بہت ہی شاطر ہیں۔ مختلف طریقوں سے بلیک میلنگ کے ذریعے بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو پھانستے ہیں اور ان کے ذریعے منشیات کا کام کراتے ہیں تاکہ ان کی اپنی پوزیشن محفوظ رہے اور انہیں آگے بڑھ کر کام نہ کرنا پڑے۔"

"مسٹر وکٹر ویل بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ کون سی برانچ کے سربراہ ہیں وہ ۔ ؟"

"لاس اینجلیس میں ۔ وہ لاس اینجلیس میں رہتا ہے اور وہاں کی مقتدر شخصیات میں سے ایک ہے۔"

"مثلاً امریکن ہیں ؟"

"نہیں، اس کا تعلق افریقہ سے ہے دوغلی نسل کا آدمی ہے۔ ماں امریکن اور باپ افریقی ہے۔"

"ہوں۔ اس کی کوئی تصویر وغیرہ ہے آپ کے پاس ؟"

"نہیں ۔ لیکن لاس اینجلیس میں وکٹر ویل بی کو بآسانی شناخت کیا جا سکتا ہے۔"

"گروہ کے کتنے افراد وہاں کام کر رہے ہوں گے ۔ ؟"

"میں نہیں بتا سکتا ۔"

"اچھا نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ کون ہے ؟"

"نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ ٹام گریس تھا لیکن وہ پولیس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اور فی الحال یہاں کوئی نیا سربراہ مقرر نہیں کیا گیا۔ یہاں کی پولیس ان لوگوں کے سلسلے میں خاصی مستعد ہو چکی ہے۔ لیکن لاس میں ایک ہنگامہ ہوا تھا وہیں پر دراصل اس تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہاں سے ہیڈ کوارٹر ختم ہونے کے بعد یہ تحریک کافی عرصے تک منتشر رہی اور اس کے بعد دوبارہ یہ لوگ جمع ہو گئے۔ ٹام گریس کو نیویارک میں سربراہ بنا دیا گیا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر زیادہ بلند آدمی نہیں تھا چنانچہ وہ پولیس کی زد میں آ گیا۔ اور اس کے بعد سے مقامی طور پر یہ گروہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں پر لاس اینجلیس ہی سے معاملات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اور یہاں کا علاقہ بھی مسٹر ویل بی ہی دیکھ رہے ہیں۔"

"یہاں ان کے چھوٹے چھوٹے برانچ آفس تو ضرور ہوں گے میرا مقصد ہے یہاں وہ غنڈے ضرور کام کر رہے ہوں گے ؟"

"باقاعدہ نہیں۔ ان سب کا رابطہ مسٹر ویل بی سے ہی رہتا ہے اور مسٹر ویل بی ہی اس سلسلے میں ان سب کو ہدایت جاری کرتے ہیں۔ جب ضرورت ہوتی ہے وہ لوگ یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لیکن فی الحال ان کا تعلق لاس اینجلیس ہی سے ہے۔"

"اچھا امریکہ کی دوسری ریاستوں میں اور جو لوگ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں آپ کو نہیں معلوم۔۔؟"

"نہیں۔ تم یقین کرو میرا تعلق صرف وکٹر ویل بی سے ہی رہا ہے۔" بیکن نے جواب دیا۔

"مسٹر بیکن آپ کی ان معلومات کا بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں۔" میں نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ یہ الیکٹرونک ٹیپ ریکارڈر تھا اور ایک چھوٹے سے سیل سے چلتا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر میں لگے ہوئے کیسٹ کو ریوائنڈ کیا اور پھر اسے آن کر دیا۔ مسٹر بیکن کے اور میرے درمیان ہونے والی تمام گفتگو انتہائی صاف آواز میں مسٹر بیکن نے سنی اور ایک لمحے کے لیے ان کا چہرہ پھر دُھواں دُھواں ہو گیا۔

"یہ۔۔یہ۔۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔۔؟" انہوں نے پوچھا۔

"ایک ضرورت کے تحت مسٹر بیکن۔ وکٹر ویل بی آپ کو بلیک میل کر کے منشیات کی تجارت کر رہا ہے لیکن میں اس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر کے اس تجارت کے خاتمے کی کوششیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میں مسٹر ویل بی کے گروہ کو ختم کرنے کا خواہشمند ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ منشیات کی یہ تجارت منظرِ عام پر لے آئی جائے۔"

"اگر تم ایسا چاہتے ہو تو میں تمہارا بھرپور ساتھ دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم میری زندگی کی ضمانت دو۔"

"میری زبان" سے کبھی آپ کا نام ادا نہیں ہوگا مسٹر بیکن۔ مگر شرط یہی ہے کہ آپ بھی کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم اگر لاس اینجلیس جا کر وکٹر ویل بی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد بھی کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا۔۔؟"

"لاس اینجلیس میں، میں نے ایک شخص کو ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متعین کیا ہوا ہے جو در اصل ایک پرائیویٹ جاسوس ہے۔ وہ نیویارک ہی میں رہتا تھا۔ میں نے اسے اپنے اخراجات پر لاس اینجلیس روانہ کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ انتہائی محتاط انداز میں اس گروہ کو پولیس کی نگاہوں میں لے آؤں اور ایلن کاربٹ وہاں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ وہ بہت ذہین نوجوان ہے لیکن ظاہر ہے جن لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ صاحبِ اقتدار ہیں اور بڑے منظم پیمانے پر اپنا کام کرتے ہیں۔"

منشیات کی تجارت انہی کھلونوں کے ذریعے ہوتی ہے۔۔؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ مجھے ان کھلونوں کی زیارت کرا سکتے ہیں۔۔؟"

"جب تم یہ جانتے ہو کہ یہاں منشیات کا ذخیرہ موجود ہے تو پھر بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" مسٹر بیکن نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔

"لیکن میں اب بھی تمہارے خلوص پر یقین نہیں کر سکتا۔ کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو یا مجھے بے وقوف بنا کر یہ ساری معلومات حاصل کر رہے ہو۔"

"نہیں مسٹر بیکن۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اٹھو۔ میں تمہیں اپنے تہہ خانے کی سیر کرا دوں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔ میں نے پستول ہاتھ میں لیے رکھا تھا تاکہ مسٹر بیکن کوئی حرکت نہ کرنے پائیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے تہہ خانے میں لے جا کر کسی ایسے جنجال میں پھانس دیتے جس سے میرا نکلنا مشکل ہو جاتا۔ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ احتیاط رکھنا ضروری تھی۔ تاہم میں مسٹر بیکن کے اس تہہ خانے کو دیکھنے چل پڑا لیکن مسٹر بیکن بہت زیادہ شاطر آدمی نہیں تھے۔ انہوں نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر مجھ سے تعاون کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس تہہ خانے میں موجود کھلونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی شناخت، ان کی بناوٹ کا بخوبی اندازہ کرنے کے بعد میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے ان سے کہا۔

"میں لاس اینجلیس جانا چاہتا ہوں۔"

"خدا کی قسم میں خلوصِ دل سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں جیسا تم کہو۔ میں اپنے طور پر تمہارے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو وہاں پہنچ کر ایلن کاربٹ سے بھی مل سکتے ہو۔ میں اسے اطلاع دے دوں گا۔ وہ تمہارا شایانِ شان استقبال کرے گا۔"

"آپ میرے لیے بہت متعاون شخصیت ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"اگر اس گروہ کے خاتمے کے لیے تم کمربستہ ہو تو میری اس بات سے اندازہ لگا لو کہ میں نے ایک پرائیوٹ جاسوس کی خدمات اس سلسلے میں حاصل کی ہوئی ہیں۔ اس سے تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں خود بھی اس گروہ کے خاتمے کا خواہشمند ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے مسٹر بیکن۔ میں آج رات کو آپ سے آپ کی

رہائش گاہ پر ملاقات کروں گا۔"

"یہ میرا کارڈ رکھ لو۔ تمہارے پاس میرے خلاف ایک ایسا ثبوت موجود ہے جو مجھے موت کی سیڑھی تک پہنچا سکتا ہے اس لیے اس بات کا بھی اندازہ کر لو کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش نہیں کروں گا۔ رات کو ساڑھے دس بجے میں اپنی خواب گاہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"میں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے بڑے پرجوش انداز میں مسٹر بیکن سے مصافحہ کیا تھا۔ ان سے مصافحہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ مسٹر بیکن سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خاصی اہمیت کی حامل تھیں۔

ایک ٹیکسی روک کر میں اپنی رہائش گاہ پر واپس لوٹ آیا۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ زیبی کو اغوا کرنے والے ترلوکا کے آدمی ہی تھے۔ ترلوکا کو میرے ہاتھوں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں تباہ ہونے کے بعد اپنے آپ کو دوبارہ منظم کیا۔ اور پھر سارے امریکہ میں اپنا جال پھیلا دیا۔ اور اس کے بعد اس نے مجھ سے انتقامی کارروائی کا آغاز کر دیا لیکن اس نے پہلا ہی وار ایسا کیا تھا کہ میں تلملا کر رہ گیا۔ اس نے میری شہ رگ پر انگلی رکھ دی تھی۔

لیکن ایک بات پر مجھے حیرت تھی۔ اس نے اتنا کلی قدم کیسے اٹھایا۔ وہ اگر چاہتا تو اپنی طاقت حاصل کرنے کے بعد مجھے اور زیبی کو بآسانی ختم کر سکتا تھا لیکن اس نے صرف زیبی کو اغوا کرنے پر اکتفا کیا تھا اور شاید اس کے بعد میری کارروائیوں پر بھرپور نگاہ رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

کیا وہ لوگ زیبی کو اغوا کر کے لاس اینجلیس لے گئے ہیں جیسا کہ مسٹر بیکن نے بتایا کہ نیویارک میں اس وقت ان کی کوئی باقاعدہ برانچ نہیں ہے۔ تو پھر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ لاس اینجلیس میں کام کر رہے ہیں۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے کسی اہم چہرے پر ہاتھ ڈالے بغیر میرا کام بننا مشکل ہے اور اس کے لیے مسٹر وکٹر ویلبی ہی سامنے آئے تھے۔ اس لیے میرے لیے بے حد ضروری ہے کہ میں لاس اینجلیس جاؤں۔

مسٹر بیکن کیا اس سلسلے میں مخلص ہیں۔۔؟ یہ دوسرا سوال تھا۔ بظاہر اس کی باتوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس بارے میں سچ بولا ہے لیکن جھوٹ اور سچ کی پرکھ کے لیے میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ مسٹر بیکن کی بات پر یقین کر لوں۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا اس سلسلے میں۔ آخری خیال زیبی کا آتا تھا اب جب حواس کسی حد تک درست ہو گئے تھے اور زیبی کی یاد ایک یاس بن گئی تھی تو میں غور کرنے کے قابل بھی ہو گیا تھا۔ ترلوکا نے اس بار خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے معقول انتظامات کیے ہوں گے اور وہ جس حیثیت کا انسان تھا اس کے تحت عام لوگ یا پولیس آسانی سے اس تک پہنچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اصولی بات تھی کہ ترلوکا زیبی کو ختم نہیں کرے گا۔

زیبی کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اگر وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کے لیے زیبی کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اس نے مجھے تڑپانے کے لیے زیبی کو ضرور زندہ رکھا ہو گا۔ میرے دل نے اس کی گواہی دی۔

بہرطور اب لاس اینجلیس سر پہ سوار ہو گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور نام آیا۔۔۔ اینی ڈمپل۔۔۔ ڈمپل اسٹورز کی منیجر۔۔۔ لیکن منیجر ہی کیوں۔۔۔ جب یہ اسٹورز اس کے نام سے منسوب ہے تو وہی اس کی مالک بھی ہو گی۔ اس لڑکی نے میری شناخت کر کے مجھے قاتل قرار دیا تھا۔ اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ واقعی وہ بھی ایک اہم شخصیت ہے اور اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔۔۔ اس نے بلاوجہ ہی تو مجھ پر جھوٹا الزام نہ لگایا ہو گا۔ اس کے پسِ پشت کوئی نہ کوئی شخصیت ضرور ہو گی۔"

لیکن اینی ڈمپل کے بارے میں سوچتے ہوئے کچھ دوسرے عوامل پر بھی نگاہ ڈالنا ضروری تھا۔ اول تو یہ کہ اس بات کے امکانات موجود تھے کہ اینی ڈمپل اس وقت نیویارک میں موجود نہ ہو۔ اس نے میرے خلاف گواہی دی تھی۔ اور اسی کی گواہی سے مجھ پر فردِ جرم عائد ہوئی تھی۔۔ اور میں جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ کیا یہ خبر اینی ڈمپل کے کانوں تک نہ پہنچی ہو گی اور کیا اس کے بعد اس کے تحفظ کا بندوبست نہ کیا گیا ہو گا۔ ممکن ہے اسے نیویارک سے نکال دیا گیا ہو۔ ممکن ہے اس کے اردگرد جال بچھا دیئے گئے ہوں۔ اس کے علاوہ مسٹر پاؤل بھی معمولی انسان نہیں تھے۔ انہوں نے مجھ پر ریسرچ کی ہو گی اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ انہوں نے خود ڈمپل پر نگاہ رکھی ہو۔

لیکن اس کے باوجود میں ڈمپل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ ڈمپل یہاں موجود بھی ہے یا نہیں۔ یہ کام مشکل نہیں تھا۔ میں نے دوسرے دن اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ دیر وقت گزاری کرتا رہا پھر ٹیلیفون ڈائریکٹری میں ڈمپل اسٹورز کے نمبر تلاش کیے۔ نمبر مل جانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ گھر کے ٹیلیفون پر میں ایسی کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ کافی فاصلے پر ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے ڈمپل اسٹورز کے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس پلیز۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈمپل اسٹورز۔"

"جی ہاں۔ فرمایئے۔"

"دیکھیئے میرا نام ڈک ہارورے ہے۔ میں میڈم اینی ڈمپل سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری۔ وہ موجود نہیں ہیں۔"

"وہ کہاں گئیں؟"

"وہ ساڑھے گیارہ بجے آئیں گی۔"

"کیا میں ساڑھے گیارہ بجے فون کروں؟"

"ضرور۔ اس وقت وہ آپ کو مل جائیں گی۔"

"بہت شکریہ — ویسے مجھے جلدی تھی۔ کیا آپ مجھے ان کے گھر کا فون نمبر دے سکتی ہیں؟"

"جی ہاں۔ ضرور۔"

"تو بتائیے —" میں نے کہا اور دوسری طرف سے بولنے والی نے مجھے ایک فون نمبر بتا دیا۔

"شکریہ —" میں نے کہا

"ان کے لیے کوئی پیغام ہے جناب —؟"

"نہیں۔ اب میں ان سے گھر پر بات کر لوں گا۔"

"او کے۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں کچھ سوچنے لگا۔ ایک بار پھر میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ اور میں نے دوبارہ ڈائریکٹری میں اینی ڈمپل کے گھر کا پتہ دیکھا۔ میرا خیال درست تھا۔ وہ ڈمپل اسٹورز کی مالک تھی۔ میں نے یہ پتہ ذہن نشین کر لیا۔ اب ذرا میک اپ تبدیل کرنا تھا۔ میک اپ کا سامان موجود تھا اس لیے مجھے دقت نہیں ہوئی۔ اور میں نے میک اپ تبدیل کر لیا۔ یہ میک اپ ایک بوڑھے آدمی کا تھا جس کی آنکھوں سے کیچڑ بہہ رہے تھے۔ اس شکل پر بہت مظلومیت تھی۔ اپنے میک اپ سے مطمئن ہو کر میں نے ایک مسلے ہوئے بوسیدہ لباس کا انتخاب کیا اور پھر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ اس کے بعد ایک بس میں سوار ہو کر راؤن رنگ کے علاقے میں پہنچ گیا۔ یہیں ڈمپل اسٹورز تھا۔

ڈمپل اسٹورز ایک خوبصورت عمارت میں پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسے باہر سے دیکھنے پر اکتفا کی۔ میں اس کے اطراف میں پولیس کی موجودگی کا اندازہ کرتا رہا تھا۔

لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔ ممکن ہے پولیس نے اس طرف توجہ ہی نہ دی ہو۔ اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری تھا۔ البتہ میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈمپل یہیں موجود ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں اس پتے پر چل پڑا جہاں اینی ڈمپل رہتی تھی۔ میں ایک مجہول سے بوڑھے آدمی کی اداکاری بخوبی کر رہا تھا۔ اس کی رہائش گاہ بھی عمدہ تھی۔

میں اس رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ اس طرح بیٹھ گیا جیسے سستانے کے لیے بیٹھا ہوں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس عمارت سے ایک کار نکلتی دیکھی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر دو گنجے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کاش میرے پاس ان کے تعاقب کا کوئی ذریعہ ہوتا لیکن مجبوری تھی۔ باقی دن میں نے اسی جگہ گزار دیا۔ البتہ میں نے اس عمارت کے گرد ایک دو بار چکر لگائے تھے اور ایک ایسی جگہ تلاش کر لی تھی۔ جہاں سے اندر داخل ہونے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آ سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جائزہ لیتا رہا تھا کہ اس عمارت میں کتنے افراد رہتے ہیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ عمارت میں زیادہ لوگ نہیں ہیں صرف ایک دو ملازم قسم کے لوگ نظر آئے تھے اور بس۔ اس کا مقصد ہے اینی ڈمپل یہاں تنہا رہتی ہے۔ یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔ میں نے آج رات مسٹر بیکن کے بجائے اینی ڈمپل کے سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسٹر بیکن سے پھر کسی وقت ملاقات کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ اب میں اس نئے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شام کو تقریباً سات بجے مجھے ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس جیگوار عمارت کے سامنے رکتی نظر آئی۔ ملازم نے گیٹ کھول دیا اور جیگوار اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اس میں اینی ڈمپل کی جھلک دیکھ لی تھی۔ میری آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا گئی۔ اینی ڈمپل نے کس صفائی سے میرے خلاف جھوٹ بولا تھا اور جھوٹی گواہی کے ذریعے وہ مجھے پھانسی کے پھندے تک لے آئی تھی۔ بہر طور میں اس سے انتقام لینے کی قسم کھا چکا تھا۔ اور پھر اس کا تعلق ان لوگوں سے تھا جو میری ربی کے اغوا کے ذمے دار تھے۔ اس لیے میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ انتظار کے یہ لمحات کتنے صبر آزما تھے۔ اس کا اندازہ مجھ سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اینی ڈمپل شام کی تفریحات کے لیے کہیں باہر نہ نکل جائے، لیکن وہ شاید محتاط قسم کی لڑکی تھی۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہی کار واپس آئی جس میں میں نے دو گنجوں کو پہلے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا اور میری پیشانی پر مایوسی کی لکیر پھیل گئی۔ اگر یہ رات کو یہاں رہے تو پھر مجھے میرے کام میں دشواری پیش آ سکتی ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے اگر یہ یہاں موجود بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ان سے بھی نمٹ لوں گا۔ یہ سوچنے کے بعد میں کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ میرے دوست پولیس آفیسر کا پستول میرے پاس موجود تھا اور میرے اس گندے لباس کے نیچے کارتوس کی پیٹی بھی موجود تھی۔ گویا اگر ضرورت پیش آتی میرے لیے اسلحے کی کمی نہیں تھی۔ نو — ساڑھے نو — دس بج گئے۔ اب اس علاقے میں مکمل سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ رہائشی علاقہ تھا۔ بس اکا دکا گاڑیاں کسی بنگلے کی طرف دوڑتی نظر آ جاتی تھیں۔ ورنہ اس کے علاوہ مکمل خاموشی تھی۔ سڑکوں پر روشنیاں جل اٹھی تھیں اس لیے یہاں زیادہ تاریکی نہیں تھی۔ میں نے اپنے کام کے لیے ساڑھے دس بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا۔ بنگلے کے احاطے میں داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ چند کمروں میں روشنی ہو رہی تھی۔ موسیقی کے ریکارڈ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اینی ڈمپل گھر ہی میں اپنی تفریحات میں مشغول ہے۔ پتا نہیں اس کی تفریحات کیا ہوں گی۔ میں نے انتہائی احتیاط سے قدم آگے بڑھا دیئے۔ اب میں ایک چاق و چوبند درندہ نظر آ رہا تھا وہ مجہول پن جو دن بھر مجھ پر طاری رہا تھا یک لخت ختم ہو گیا تھا اور میں عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ دونوں نیچے اسی عمارت میں موجود رہتے ہوں گے۔ سامنے کے حصے میں اینی ڈمپل کی کار بھی موجود تھی۔ اس کے علاوہ دوسری کار بھی جس میں میں نے دونوں گنجوں کو پہلے باہر نکلتے اور پھر اندر آتے دیکھا تھا۔ پھر ایک محفوظ جگہ رک کر میں نے عمارت کے سامنے کے حصے پر نگاہ ڈالی۔ برآمدے میں کوئی موجود تھا غور سے دیکھا تو وہی دونوں گنجے تھے۔ وہ کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس کا مقصد ہے رات کو وہ یہیں رہتے ہیں۔ غالباً اینی ڈمپل کے پہرے دار ہیں وہ لوگ۔ تو پھر پہلے پہرے داروں سے نمٹ لیا جائے یا ملازموں سے۔ میں اپنے طور پر کام اطمینان بخش طور پر انجام دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے سرونٹ کوارٹرز کی تلاش شروع کر دی جو احاطے کے بائیں سمت دیوار کے ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ اچھے خاصے کوارٹرز تھے۔ میں آہستہ آہستہ مہندی کی باڑھ سے ہوتا ہوا ان کوارٹروں کے عقب میں پہنچ گیا۔ پیچھے کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں اور ان کھڑکیوں سے جھانک کر اندر کا ماحول دیکھا جا سکتا تھا۔ دو ملازم تھے۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے تھے اور دوسرا کوارٹر خالی پڑا ہوا تھا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے رینگ کر بغلی سمت سے دروازے کے سامنے آ گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور دروازے کی چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ دونوں ملازم چونک پڑے۔ پھر ان میں سے ایک جلدی سے اٹھا اور دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ جونہی اس نے دروازہ کھولا میرا آہنی گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا اور وہ کسی مردہ چھپکلی کی طرح الٹ کر جا گرا۔ دوسرا ملازم ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن اب میں نے پستول نکال لیا تھا۔

"اگر تم دونوں میں سے کسی کے منہ سے کوئی آواز نکلی تو سمجھ لو تمہاری زندگی ممکن نہیں ہوگی۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور گرے ہوئے ملازم کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ ہلکا پھلکا سا آدمی تھا۔ ملازم ٹائپ ہی کا تھا۔ اس لیے زیادہ دیر بھی نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔

"تم ملازم ہو؟"

"جی ہاں جناب!"

"تمہارے علاوہ اور کتنے ملازم یہاں موجود ہیں؟"

"اور کوئی نہیں ہے۔"

"کوئی خادمہ بھی تو ہے یہاں۔"

"نہیں جناب۔ ہماری مالک کسی عورت کو رکھنا پسند نہیں کرتیں۔"

"تم لوگ کیا کام کرتے ہو یہاں؟"

"بنگلے کی صفائی ستھرائی اور یہ میرا ساتھی بٹلر ہے۔ کھانا وغیرہ یہی پکاتا ہے۔"

"تم لوگوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے؟"

"ملازم کوئی نہیں ہے۔ وہ مسٹر جوزف اور مسٹر ٹمپر البتہ یہاں رہتے ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟"

"میڈم کے ملازم ہیں یہ بھی۔ میڈم کے بیرونی کام کرتے ہیں۔"

"رات کو وہ نہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اچھا۔ اور اینی ڈمپل کے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہے؟"

"نہیں جناب۔ بس ہم پانچ آدمی ہیں جو رات کو یہاں رہتے ہیں مسٹر جوزف اور مسٹر ٹمپر دن میں کہیں چلے جاتے ہیں۔ مگر۔ مگر آپ کون ہیں؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں تمہیں اس بارے میں ضرور بتاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے ان سے کہا۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

"جناب۔ ہم ہم ہم۔" ملازم ہکلانے لگے۔ لیکن پستول کے اشارے نے انہیں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ لیکن مجھے ان کے اس طرح کھڑے ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں انہیں ہوش میں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ان کے قریب پہنچ کر میں نے ان دونوں کے سر دیوار سے ٹکرائے اور پھر ان کی کھوپڑی کے پچھلے حصوں کو تڑخا دیا۔ پستول کے دستے نے یہ کام بآسانی کر دیا۔ انہوں نے چیخنے کی کوشش کی لیکن میں نے پھرتی سے ان کے منہ بھینچ لیے تھے۔ ملازم دوسرے وار کی تاب نہ لا سکے اور دونوں بے ہوش ہو گئے۔ تاہم میں نے انہیں نیچے گرا کر ان کا منہ باندھ دیا تھا۔ اور پھر میں ان کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے انہیں کے لباس سے کس دیئے تاکہ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ چیخ پکار نہ مچا سکیں۔ پھر ان کی پتلونوں سے ان کی ٹانگیں بھی کس دیں۔ اب ان کے بدن پر صرف انڈرویر رہ گئے تھے۔

اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد میں باہر نکلا اور میں نے کوارٹر کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ فوری طور پر کوئی کارروائی عمل میں نہ آ سکے۔ اس کے بعد میں آہستہ سے باہر نکل آیا۔ اب ان دونوں گنجوں کو

دیکھنا تھا۔ ان کے سلسلے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ ان سے بھڑے بغیر ہی اندر داخل ہونے کی کوشش کروں یا پہلے ان سے نمٹ لیا جائے چند لمحات کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں کس کام آتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھایا اور پوری قوت سے گیٹ کی جانب اُچھال دیا۔ گیٹ پر سلاخ لگنے سے خاصی آواز ہوئی تھی۔ دونوں گنجے چونک کر اِدھر دیکھنے لگا۔ انہوں نے ایک دُوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ غالباً انہیں شبہ ہوا تھا کہ گیٹ پر کوئی موجود ہے۔ میں نے ان کے اس طرح آگے بڑھنے سے فائدہ اُٹھایا اور پھرتی سے اپنی جگہ سے نکل کر پورچ میں آگیا۔ جہاں دونوں کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ کاروں کے پیچھے کھڑے ہو کر میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ میں اپنے کام کے لیے تیار تھا۔ ویسے گنجوں کے تن و توش سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اچھے خاصے طاقتور لوگ ہیں اور ذرا احتیاط سے انہیں قابو میں کرنا ہوگا۔ اندر سے میوزک کی آوازیں بدستور اُبھر رہی تھیں۔ یقیناً یہ ریکارڈ ایمی ڈمپل کی خواب گاہ میں بج رہا تھا دونوں گنجے گیٹ پر پہنچے۔ گیٹ کھول کر باہر جھانکا۔ پھر وہ سلاخ اُٹھا کر دیکھنے لگے جو میں نے پھینکی تھی۔ وہ پریشان انداز میں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے اور اس کے بعد وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ سلاخ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ اسے لاپرواہی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

”دوست یہ سلاخ تمہارے ہی کام آئے گی۔ اچھا ہوا تم اُٹھا لائے۔“

میں ان کا انتظار کرنے لگا۔ پورچ سے برآمدے تک پہنچنے کے لیے انہیں سرخ جیگوار کے قریب سے گزرنا تھا۔ اور یہیں سے میری کارروائی کا آغاز ہونا تھا۔ چنانچہ میں سرخ جیگوار کے نیچے رینگ گیا اور اس طرف آگیا جس طرف سے ان کے گزرنے کا امکان تھا۔ سلاخ ایک گنجے کے ہاتھ میں لٹکی ہوئی تھی۔ جونہی وہ میرے قریب پہنچا۔ دفعتاً میں نے اپنی جگہ سے باہر رینگ کر سلاخ اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ گنجے کو اس طرح جھٹکے سے سلاخ چھیننے کا احساس ہو گیا تھا۔ لیکن اس دوران میں کھڑا ہو چکا تھا۔ میں نے سلاخ بلند کی اور ان میں سے ایک کی کھوپڑی پر دے ماری۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی اور وہ نیچے بیٹھ گیا۔ دوسرے نے پستول نکال لیا تھا۔ لیکن سلاخ کا اس سے بہتر مصرف اور کون سا ہو سکتا تھا کہ وہ اس شخص کے پستول والے ہاتھ پر پڑے۔ میں نے پوری قوت سے سلاخ پستول والے کے ہاتھ پر دے ماری اور اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کی چیخ بھی بڑی ہولناک تھی اور افسوس میں اس چیخ کو اس کے ہونٹوں میں دبا نہیں سکا لیکن میں فوراً ہی اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ وہ جس کے سر پر سلاخ پڑی تھی اب اس قابل نہیں رہا تھا کہ اُٹھ کر کھڑا ہو سکے۔ میں نے اس کے سر سے خون بھل بھل بہتے دیکھا۔ بہر طور مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں ان چیخوں کی آواز اندر نہ سن لی گئی ہو۔ لیکن میری قسمت ساتھ دے رہی تھی۔ اندر اگر ریکارڈ نہ بج رہا ہوتا تو یہ آواز ضرور ایمی ڈمپل کے کانوں تک پہنچ جاتی لیکن تیز ریکارڈنگ کی آواز جو یہاں تک آ رہی تھی ایمی ڈمپل اور ان چیخوں کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔ میں چند لمحے انتظار کرتا رہا۔ وہ شخص جس کا سر سلاخ کی ضرب سے پھٹ گیا تھا دونوں ہاتھ سر پر رکھے خون روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جاندار آدمی تھا اس لیے ابھی تک بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اور وہ جس کی کلائی ٹوٹی ہوئی تھی کلائی کو سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے ایک لات اس شخص کی پیشانی پر ماری جو اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور وہ ایک دہاڑ کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ میں نے اُچھل کر پوری قوت سے اپنا جوتا اس کے منہ پر رکھ دیا۔ اس کے دانتوں کی اگلی لائن صاف ہو گئی۔ میرے دانت بھنچ گئے تھے اور اب میرے سر پر خون سوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ پیچھے ہٹ کر میں نے اس طرح ٹھوکر ماری جس طرح فٹ بال پر کک لگائی جاتی ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اُچھلا اور کئی فٹ دور جا گرا اور اس کے بعد وہ ساکت ہو گیا تھا۔ پھٹے ہوئے سر والے نے آنکھوں پر خون صاف کر کے اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی تو لڑکھڑاتے انداز میں اُٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن اب بھلا میں اسے کہاں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے اُچھل کر ایک لات اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ماری اور وہ ڈکرا کر اپنے ساتھی پر گر گیا۔ اس کے بعد میں نے لگاتار ٹھوکروں سے ان کے سروں پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور میرا خیال تھا وہ ابتدائی ضربوں ہی سے بے ہوش ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان کو اچھی طرح ٹھوکریں مار مار کر زخمی کر دیا۔ پھر میں نے ان کے نیم مردہ بدن گھسیٹ کر ان گاڑیوں کے نیچے ڈال دیئے جو یہاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور برآمدے کی جانب بڑھ گیا۔ برآمدے کے آگے ایک دروازہ تھا۔ دروازے سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹا سا ہال ملتا تھا۔ ہال کے دوسرے سرے پر ایک اور دروازہ تھا جو ایک راہداری میں کھلتا تھا۔ راہداری کے پہلے ہی کمرے سے موسیقی کی آواز اُبھر رہی تھی۔ اور یہاں مدھم نیلی روشنی جل رہی تھی۔ اس کا مقصد ہے ایمی ڈمپل موسیقی سے محظوظ ہو رہی ہے میں نے دروازے کو تھوڑا سا دھکیل کر دیکھا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ موسیقی کی آواز خاصی تیز تھی۔ کھلے دروازے سے میں نے اندر جھانکا تو ایمی ڈمپل نظر آئی۔ اس کے نزدیک ہی ٹیپ ریکارڈر بج رہا تھا اور موسیقی کی دھنیں کمرے میں پھیل رہی تھیں۔ اور وہ ایک کتاب ہاتھ میں لیے صوفے پر نیم دراز تھی۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر پھرتی سے

دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے قدموں کی چاپ ایمی ڈمپل نے سنی ہو یا نہ سنی ہو لیکن اس نے میرے سائے کو ضرور محسوس کر لیا اور دوسرے لمحے وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی۔ پھر دفعتاً اچھل کر کھڑی ہو گئی میں نے اپنا پستول اس کے سامنے کر دیا تھا۔ اور ایمی ڈمپل نے پستول کی نال اپنی طرف اُٹھی ہوئی دیکھ لی تھی۔ چنانچہ وہ ایک دم ساکت ہو گئی۔ کتاب اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ ویسے میں نے محسوس کیا کہ اس کے اس پاس پستول یا کوئی دوسرا ہتھیار موجود نہیں ہے۔ وہ ہکا بکا سی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر اس کی چٹخنی چڑھا دی۔ ایمی ڈمپل اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے مسکرا کر پستول اپنی جیب میں رکھ لیا اور گردن خم کر کے بولا۔

”میڈم ڈمپل کی خدمت میں سلام۔“

”کون ہو تم؟“

”افسوس اپنے چہرے سے میک اپ نہیں اُتار سکتا۔ ورنہ تمہیں اپنے دوست کی شکل یاد آ جاتی۔“

”کون دوست —؟“ اس نے پوچھا۔

”نام بتاؤں اپنا؟“

”بتاؤ۔“ وہ بولی۔

”تو پھر مجھے راجہ نواز اصغر کہتے ہیں۔“ میرا یہ نام شاید اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ بہت زیادہ اس نام کو سن چکی تھی اور اس سے واقف تھی۔ اس لیے ایک دم میں نے اس کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے اس نے تھوک نگلتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا اور میں ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

”ایمی ڈیر اپنی معلومات کے لیے تم سے ملاقات کرنے آیا ہوں اُمید ہے تم میرے ساتھ تعاون کرو گی۔“

”کیا بکواس ہے۔ کون راجہ نواز اصغر۔ میں کسی نواز اصغر کو نہیں جانتی۔“

”کمال ہے۔ تم تو مجھے بخوبی پہچانتی تھیں۔ ایمی ڈارلنگ تم نے تو مجھے ان دونوں گنجوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ عینی گواہ تھیں تم ان کی۔“ میں نے کہا اور ایمی نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔ وہ بری طرح ہانپنے لگی تھی۔

”مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بس میں تو — میں تو —“

”ہاں ہاں تم تو۔ آگے کہو۔“ میں نے کہا۔

”مجھے ان تمام باتوں کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔

”کمال کی معصومیت ہے ایمی ڈمپل۔ تم نے ایک بے گناہ انسان کو موت کی کرسی تک پہنچانے کے لیے عدالت میں گواہی دی تھی اور اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟“

”میں کیسے یقین کر لوں کہ تم وہی ہو؟“

”یقین کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ بس میں نے تم سے کہا کہ میں، میں ہوں۔ تم یقین کر لو کہ میں ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ اور وہ۔ وہ۔“

”جوزف اور ٹیمپر کی بات کر رہی ہو؟“ میں نے کہا اور ایک بار پھر وہ چونک پڑی۔

”تم انہیں جانتے ہو؟“ کہاں مر گئے وہ دونوں۔ انہوں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔“

”وہ واقعی مر چکے ہیں۔ ایمی ڈمپل ان کی زندگی تم تک پہنچنے کے لیے میری راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی۔“

”اوہ تو تم نے انہیں قتل کر دیا۔؟“

”ہاں —! نہایت آسانی سے۔“

”لیکن میں نے گولی کی آواز نہیں سنی۔“ وہ بولی۔

”میرے ہاتھ ان دونوں کے لیے کافی تھے۔ پستول کو تکلیف دینا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔“

”یہاں کیوں آئے ہو؟“ وہ سنبھل کر بولی

”تم سے کچھ گفتگو کرنے۔“

”کہو۔ کیا بات ہے؟“ وہ پلٹی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں چند قدم آگے بڑھ کر اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ صوفے پر اس کا بیٹھنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے صوفے کے آس پاس کوئی پستول وغیرہ موجود ہو۔ میں اس پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

”ہوں۔ ایمی ڈمپل۔ تمہیں کس نے یہ گواہی دینے پر مجبور کیا تھا۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی —؟“

”میں کہہ چکی ہوں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”دیکھو ڈیئر۔ تم اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک ہو۔ اگر میں تمہارے سر کے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ کر اکھاڑ لوں تو تمہاری شکل کیسی لگے گی؟“

”کیا بکواس کرتے ہو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

”ہاں ہاں ہو سکتا ہے میں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکوں۔ لیکن یہ کام جو میں تم سے کہہ چکا ہوں ضرور کر سکتا ہوں۔ واہ کیا لطف آئے گا۔ تم بھی گنجوں کی اس کمپنی میں گنجی ہو کر شامل ہو جاؤ گی۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے بال آگے بڑھ کر مٹھی میں جکڑ لیے۔ خاصے ریشمی اور چمکدار بال تھے۔ ایمی کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میری کلائی پکڑ کر اپنے بال چھڑانے کی کوشش کی لیکن مجھ پر درندگی سوار تھی۔ میں نے پوری قوت سے ایک جھٹکا مارا اور بالوں کی ایک پوری لٹ میرے ہاتھ میں آ گئی۔ ایمی کی چیخ فضا میں

بلند ہوگئی تھی۔ یقیناً جہاں سے بال اکھڑے تھے وہاں سے آہستہ آہستہ خون بہنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اینی نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سر پر رکھ لی لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کے بال دوبارہ مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے۔

"ہاں اینی ڈیر۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ ضرور کر دیتا ہوں۔ تمہیں بالوں سے محروم کر کے مجھے بڑی مسرت حاصل ہوگی کیونکہ تم نے میری موت کا بندوبست کیا تھا۔"

"رک جاؤ۔ خدا کے لیے رک جاؤ۔" اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے رک گیا۔ اب بتاؤ تمہیں کس نے اس کے لیے مجبور کیا تھا؟"

"میں میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے ٹیلی فون پر یہ حکم ملا تھا"

"کس نے دیا تھا یہ حکم؟"

"میں اس کا نام نہیں جانتی۔"

"اینی، میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم ایک بہت بڑے اسٹور کی مالک ہو۔ اسے بہت اچھی طرح چلاتی ہو اور یہ دو گنجے یہاں تمہاری حفاظت کے لیے موجود تھے۔ اس کا مقصد ہے تم کوئی معمولی شخصیت نہیں ہو۔ مجھے بتاؤ ڈیر کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر ٹام زندہ ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ تم ٹام کی آلہ کار ہو لیکن ٹام تو مر چکا ہے۔"

"تم۔ تم ٹام کو کیا جانو۔؟"

"میں کیسے کیسے جانتا ہوں۔ اس کی اطلاع تمہیں کبھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ تم وقت ضائع کر رہی ہو۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ ممکن ہے یہاں تم نے ایسے انتظامات کر رکھے ہوں جن کی وجہ سے تم ان لوگوں تک یہ موجودہ صورت حال پہنچا سکو۔ میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا اس صوفے سے اٹھنے کی تمہیں اجازت نہیں ہے اور صوفے پر جو کچھ موجود ہے اگر وہ میرے لئے مشکل ثابت ہو سکتا ہے تو میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ میں تمہیں صرف چار منٹ دیتا ہوں۔ ان چار منٹ کے اندر اندر مجھے تفصیل بتا دو تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہوگی۔"

"میں نے تم سے کہہ دیا میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ اپنی ہتھیلی پر لگنے والے خون کو دیکھ کر بولی اور ایک بار پھر میں نے اس کے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے۔ اس بار میں نے اینی کی خوشامد پر کان نہیں دھرے تھے بلکہ میں نے اس کے بالوں کی ایک اور لٹ اکھاڑ دی اور اینی اوندھے منہ فرش پر آ گری۔ لیکن میں نے اسے نیچے گرنے نہیں دیا۔ دوبارہ بال پکڑ کر اسے اٹھایا اور بالوں کی ہی قوت سے اسے زمین سے اٹھا کر صوفے پر دھکیل دیا۔ اینی کے چہرے پر اب وحشت نظر آ رہی تھی۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ چھوڑ دو۔ میں بھی تو مجبور تھی۔ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔"

"اینی، بس میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔؟"

"جس کے لیے کام کر رہی ہوں اس کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"یہ بعد کی بات ہے۔ تمہارا جواب دینا ضروری ہے۔"

"تو پھر سنو۔ میں وکٹر ویل بی کی ملازم ہوں۔"

"یہ وکٹر ویل بی کون ہے؟"

"لاس اینجلس کا بہت بڑا آدمی ہے۔"

"وہاں وہ کیا کرتا ہے؟"

"میرے گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"تمہارا گروہ۔"

"ہاں گنجوں کا گروہ۔"

اور گنجوں کے اس گروہ کا شجرۂ نسب کیا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ وکٹر ویلبی سے اوپر کون ہے؟"

"جو کوئی بھی ہے تم اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔" اس نے پہلے کے سے انداز میں کہا۔

"کیا اس کا نام ترلوکا نہیں ہے؟" میں نے کہا اور اینی ڈمپل اپنی تمام تر تکلیف کے باوجود ایک بار پھر متحیر ہوگئی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"تو تو تم اسے بھی جانتے ہو۔؟"

"میں کیسے نہیں جانتا ڈیئر۔ اینی اب یہ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"مجھے معاف کر دو۔ دیکھو اگر تم ان لوگوں سے کوئی براہ راست دشمنی رکھتے ہو تو یقین کرو۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سی کارکن ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ بتاؤ تم ڈمپل اسٹور میں کیا کرتی ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"خدا کے لیے یہ سب مت پوچھو۔ مت پوچھو۔"

"کمال ہے اینی تم مجھے خدا کا واسطہ دے رہی ہو۔ تم جو مجھے موت تک پہنچانے کا باعث بنی تھیں۔ اگر میں فرار نہ ہو جاتا تو یقینی طور پر موت کا شکار ہو جاتا تو پھر بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیسے رحم اور انصاف کر سکتا ہوں۔؟"

"تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے۔؟"

ممکن ہے نہ کروں۔ بشرطیکہ تم مجھے صحیح صحیح جواب دے دو۔"

"ڈمپل اسٹور میں میں کچھ نہیں کرتی۔ لیکن یہاں میں ان کے مفادات کی تھوڑی بہت نگرانی کرتی ہوں۔"

"کس کے مفادات کی؟"

"وکٹر ویلبی کے گروہ کے مفادات کی۔"

"وہ گروہ یہاں کیا کرتا ہے؟"

"منشیات کی تجارت۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ۔ تم مجھ سے کب روشناس ہوئی تھیں؟"

"میں تمہیں نہیں جانتی تھی۔ بس مجھے تمہاری تصویریں دکھائی گئیں مجھ سے کہا گیا کہ میں عدالت میں بیان دوں گی کہ تم نے ان دونوں کو قتل کیا ہے۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ اس سے پہلے تم میرے اسٹور میں گئی تھیں۔ میرا مقصد ہے زیبی کارنیشن میں۔ وہاں سے تمہیں معلومات حاصل کرنی تھیں سو تم نے کیں اور اس کے بعد تم نے مجھے مجرم قرار دیا۔ ان دونوں کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"یہ بھی میں نہیں جانتی۔"

"اچھا، چلو، ٹھیک ہے۔ اسٹور میں کچھ نہیں ہوتا لیکن ناجائز منشیات کی تجارت کہاں سے ہوتی ہے؟"

"اس کے تو مختلف پوائنٹ ہیں۔ کسی ایک جگہ سے نہیں ہوتی۔"

"تم براہ راست مسٹر ویلبی کو جواب دہ ہو۔"

"نہیں، وکٹر ویلبی براہ راست مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ان کے بے شمار نمائندے یہاں نیویارک میں موجود ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ اب میرے بارے میں کسے اطلاع دو گی؟"

"م۔ میں کسی کو اطلاع نہیں دوں گی۔"

"دیکھو اینی تم نے پھر جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔" میں نے سفاک نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں ایک ٹیلی فون پر ان واقعات کی اطلاع دوں گی۔ فون کون ریسیو کرے گا مجھے نہیں معلوم۔"

"ٹیلی فون نمبر؟" میں نے سوال کیا اور اس نے ٹیلی فون نمبر دہرا دیا۔

"خیر۔ اب میں اس کی تصدیق تو نہیں کر سکتا کہ تم نے جو نمبر بتایا ہے درست بتایا ہے۔ بہرطور اینی میں تم سے آخری سوال پوچھ رہا ہوں۔ اسی سوال پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔ سنو، اگر تمہارا جواب ہاں میں ہوا تو تمہاری زندگی بچ جائے گی۔ اور اگر تمہارا جواب نفی میں ہوا تو پھر میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔" اینی متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے سر کے بالوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کی پیشانی پر آ گیا تھا۔ قطرے قطرے جمع ہو کر اچھی خاصی لکیروں کی شکل اختیار کر لیا تھا۔ وہ بار بار خون پونچھ رہی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں پھاڑ کر کہا

"پوچھو۔ کیا سوال ہے وہ؟"

"تمہیں علم ہے اینی کہ میری بیوی کو اغوا کیا گیا ہے۔ کس نے اسے اغوا کرایا ہے اور وہ کہاں موجود ہے۔؟" اینی خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

"جواب دو اینی۔" میں نے کہا ہے کہ اسی جواب پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔"

"تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ دوسری بات ہے ورنہ یقین کرو مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"میں نے تم سے کہا تھا اینی کہ مجھے اگر تم سے اس سلسلے میں معلومات حاصل نہ ہوئیں تو تمہاری زندگی میرے لیے بے مقصد ہو جائے گی۔ اگر تمہیں نہیں معلوم تو پھر تمہیں زندہ بھی نہیں رہنا چاہیے۔" میں نے پستول نکال کر دوبارہ ہاتھ میں لے لیا۔

"نہیں نہیں۔ تم یقین کرو میں مجبور ہوں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔" لیکن میرے پاس اس کے الفاظ سننے کے لیے کان نہیں تھے۔ زیبی کے انتقام کا لاوا میرے ذہن میں کھول رہا تھا۔ اینی اگر زیبی کے اغوا کنندگان میں سے نہیں تھی تو کم از کم ان کی مددگار ضرور تھی۔ مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے میں ان کی معاون تھی وہ۔ اسی کے ذریعے وہ لوگ مجھے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں نے پستول کا ٹریگر دبا دیا اور اینی کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ دوسرا سوراخ اس کی گردن میں ہوا اور تیسرا سوراخ اس کے دل میں۔ تین فائر ہوئے تھے۔ موسیقی کا ریکارڈ اب بھی بج رہا تھا لیکن بہرطور فائرنگ کی آواز ایسی نہیں تھی جو دور تک نہ پھیلی ہو۔ ہرچند کہ کمرہ بند تھا۔ تاہم میں اس احساس کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اور اب میرے لیے یہاں رکنا بے کار تھا۔ میں چاہتا تو اینی کے کمرے اور عمارت کے دوسرے کمروں کی تلاشی لے سکتا تھا لیکن ان ساری باتوں سے مجھے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں وکٹر ویلبی کا نام سن چکا تھا۔ اینی صرف ایک ایسی چیز تھی جس کے لیے میرے دل میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اس لیے میں اسے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنا کر ہی یہاں آیا تھا۔ البتہ میں نے ایک کام ضرور کیا۔ اینی کے پھڑپھڑاتے ہوئے بدن کے بہتے ہوئے خون میں اپنی انگلی ڈبوئی اور سامنے کی دیوار پر ایک چھوٹی سی تحریر لکھ دی۔

"مسٹر پاول۔ تم جانتے ہو۔ اسے کیوں قتل کیا گیا۔"

یہ تحریر لکھنے کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا اور میں باہر کسی بھی پیش آنے والے واقعے کے لیے مکمل تیار

تھا۔ لیکن باہر خاموشی تھی۔ میں برآمدے سے ہوتا ہوا ان دونوں کاروں تک پہنچا۔ کاروں کے نیچے ان دونوں کے بدن اب بھی پڑے ہوئے تھے اب یہاں زندہ رہنے والوں میں صرف وہ ملازم تھے جو اپنے کمروں میں بند پڑے تھے۔ بہر طور جہنم میں جائیں سالے کے سارے۔ میرے سینے میں آگ سلگ رہی ہے تو پھر میں کسی کی پروا کیوں کروں۔ چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور تاریکی میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ کافی دور جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس ٹیکسی کو بھی میں نے اس جگہ سے کافی فاصلے پر روکا جہاں سے مجھے پیدل چل کر اپنے مکان تک پہنچنا تھا۔ میرے سینے میں انتقام کا لاوا اور بھی بہہ رہا تھا۔ پورے بدن میں ایک کھولن تھی۔ تین افراد اس وقت میرے ہاتھوں قتل ہوئے تھے لیکن مجھے ذرا بھی اس کی پروا نہیں تھی۔ انہوں نے خود ہی مجھے اس راستے پر ڈالا ہے تو اب خود ہی انہیں بھگتنا بھی پڑے گا۔ میں تو زندگی سے بیزار تھا۔ زیبی کے بغیر زندگی گزارنے کا ہر تصور میرے ذہن سے ختم ہو چکا تھا۔

اپنے گھر واپس آنے کے بعد میں نے یہ میک اپ اُتار دیا اور دوسرا میک اپ کر لیا۔ یہ میک اپ پہلی دو شکلوں سے بالکل مختلف تھا۔ میں کسی کی نگاہ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا اس نئے میک اپ میں مسٹر بیکن بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ لیکن بہر طور کوئی حرج نہیں تھا۔ مسٹر بیکن سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔ کسی بھی شخص پر اس دور میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر بیکن اگر اچھے انسان بھی ہیں، تب بھی اپنی جان بچانے کے لیے وہ میرے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہو وہ صرف جان بچانے کی ایک کوشش ہو۔ ہر شخص سے ہی محتاط رہ کر کام کرنے میں فائدہ تھا۔ چنانچہ میں اپنے طور پر احتیاط رکھنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن میں نے اپنی اس رہائش گاہ میں گزارا۔ مسٹر بیکن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن تیسرے دن میں ان سے صبح ان کی رہائش گاہ پر ملا۔ مسٹر بیکن اپنی رہائش گاہ پر موجود تھے۔ میں نے ایک ملازم سے کہلوایا کہ ان کا ایک دیرینہ دوست ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہے مسٹر بیکن نے مجھے اپنے ڈرائینگ روم میں بُلا لیا تھا۔ جب وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے تو میں بڑے پُرتپاک اور پُر اخلاق انداز میں کھڑا ہو گیا۔ مسٹر بیکن کے چہرے پر اجنبیت کے آثار تھے۔

"آپ مجھے نہیں پہچانتے ہوں گے مسٹر بیکن لیکن میں آپ کا دیرینہ شناسا ہوں۔ بہت عرصے سے آپ کو جانتا ہوں اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند تھا۔"

"کہیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر بیکن، میں آپ سے ایک ایسے معاملے میں مدد چاہتا ہوں جس کا علم میرے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔"

میں آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔ مسٹر بیکن کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکا کہ میں کون ہوں۔

"فرمایئے، فرمایئے۔ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اور یہاں ہماری گفتگو کوئی نہیں سُن سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے مسٹر بیکن تو پھر میں آپ سے اپنا تعارف کرانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میرا نام نواز اصغر ہے۔"

"کیا ـ؟" مسٹر بیکن اُچھل پڑے۔

"جی ہاں۔ میں نواز اصغر ہوں اور آپ سے آپ کے اسٹور میں مل چکا ہوں۔"

"لیکن۔ لیکن آپ کی یہ شکل؟"

"میری تو پہلی شکل بھی میری شکل نہیں تھی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہ ـ" مسٹر بیکن نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر بولے "میں نے پرسوں رات پروگرام کے مطابق تمہارا انتظار کیا تھا لیکن تم شاید مجھ پر یقین نہیں کر سکے تھے۔ تم نے سوچا ہوگا کہ میں تمہارے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھاؤں۔"

"مسٹر بیکن! میں آپ کے خلوص کا اندازہ لگانے کا خواہش مند تھا۔ اس دوران میں آپ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ اور ان معلومات میں سے کچھ باتیں میرے لیے مشتبہ ہیں۔"

"دیکھو دوست۔ انسان کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ میں ناکردہ گناہوں کے جال میں پھنس گیا اور ان لوگوں کے لیے کام کرنے لگا۔ جرائم کی زندگی میرے لیے ناپسندیدہ تھی۔ لیکن جب مجھے اس جنجال میں پھنسا ہی دیا گیا تو میں نے کچھ ایسے ضروری کام کیے جو تمہاری نگاہ میں مشتبہ ہوں گے۔ لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ وہ صرف میری مجبوری تھی۔ اور اسی مجبوری نے مجھے خود میری نگاہوں سے گرا دیا۔ آج میری سماجی حیثیت ہے۔ نیویارک میں مجھے لوگ ایک شریف شہری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اگر کسی کو میری اصلیت پتہ چل جائے تو ـ" مسٹر بیکن نے ایک سسکی سی لی۔

"ہاں مسٹر بیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کی عزت خاک میں مل جائے گی ـ"

"مجھے خودکشی ہی کرنا پڑے گی۔ بات صرف میری ذات کی نہیں ہو گی بلکہ میرا پورا خاندان اس نحوست کا شکار ہو جائے گا۔ تم میری پوزیشن کا اندازہ کر سکتے ہو میرے دوست کہ میں کتنا پریشان ہوں۔" مسٹر بیکن کا لہجہ واقعی متاثر کن تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا۔

"لاس اینجلیس میں تمہارا آدمی ان لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں نے یہ بات صرف تمہیں بتائی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔"

"اگر یہ بات غلط نکلی تو ـ؟"

"تم جو سلوک چاہو میرے ساتھ کر سکتے ہو۔ میں خود اس زندگی سے عاجز ہوں۔ انہوں نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"تب مسٹر بیکن۔ میں لاس اینجلیس جانا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم پوری سنجیدگی سے ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری ہر مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ وہاں میرا جاسوس ایلن کاربٹ تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔ اگر تم مجھے اپنی روانگی کے بارے میں بتا دو تو میں اسے لکھ دوں۔ اور اگر تم وہاں کی پولیس کی مدد بھی چاہو تو میں مخصوص ذرائع سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے ایلن کاربٹ کو بھی وہاں آسانیاں دے رکھی ہیں۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی مسٹر بیکن جب آپ اس قدر با اختیار آدمی ہیں تو آپ نے پولیس کی مدد سے یہ سب کچھ کیوں نہیں کیا؟"

"میں گردن تک اس دلدل میں غرق ہوں۔ کبھی کھل کر ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ بس چوری چھپے اپنے ذرائع استعمال کر رہا ہوں۔ لاس اینجلیس میں انہوں نے موت کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ نشہ آور ادویات کا استعمال معصوم لوگوں کو کرا کے وہ انہیں موت کی سمت دھکیل رہے ہیں۔ اگر تم ان لوگوں کے خلاف کام کر کے اس گروہ کو توڑ دو تو یہ انسانیت کے لیے ایک بڑا کام ہو گا۔"

"بشرطیکہ آپ اس سلسلے میں میرے ساتھ پُر خلوص تعاون کرنا چاہتے ہوں ـ"

"اس کے لیے تمہیں مجھ پر یقین کرنا پڑے گا۔ میں اور کوئی ثبوت تمہیں فراہم نہیں کر سکتا۔ یا پھر ٹھہرو۔ تمہاری تسلی کے لیے میں کچھ اور بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

"کہو۔" میں نے کہا

"میں تمہارے لیے ایک خصوصی اجازت نامہ پولیس ڈیپارٹمنٹ سے حاصل کر سکتا ہوں جس کی مدد سے تم لاس اینجلیس میں بہ آسانی ان لوگوں کے خلاف کام کر سکتے ہو۔ ضمانت کے طور پر میں اپنی بیٹی اور بھتیجی کو تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ دونوں لڑکیاں وہاں تمہارے ساتھ تعاون کریں گی۔ دونوں بے حد ذہین ہیں اور ایڈوینچر پسند ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ میرے عدم تعاون کی شکل میں مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

اس گفتگو کے بعد مسٹر بیکن پر شک کرنا گناہ تھا۔ اس سے زیادہ وہ شخص اور کیا کر سکتا تھا۔

"کیا آپ میرے لیے یہ خصوصی اجازت نامہ حاصل کر سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ ایسا ہی ایک اجازت نامہ میں نے کاربٹ کے لیے بھی حاصل کیا تھا۔ جس سے اسے وہاں بہت سی آسانیاں حاصل ہیں ـ"

"اب مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے مسٹر بیکن۔ لیکن کیا آپ کی بیٹی اور بھتیجی اس کے لیے تیار ہو جائیں گی؟"

"خلوص دل سے۔ وہ بہت پُرجوش لڑکیاں ہیں اور تم دیکھو گے وہ کس طرح تمہاری معاون ثابت ہوتی ہیں۔"

"میں ان سے ایک ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"آج ہی رات کو دونوں کام ہو جائیں گے۔ تم ڈنر میرے ساتھ کرو۔ اور اس آخری شکل میں جس میں تم لاس اینجلیس کا سفر کرنا چاہتے ہو۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"میں بھی زندگی کا یہ آخری کھیل کھیلنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر رات کو آٹھ بجے۔"

"ہاں۔ میں تمہارا تعارف کس نام سے کراؤں ان لڑکیوں سے۔" بیکن نے پوچھا۔

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ چاہیں تو نواز کی حیثیت سے یا پھر کوئی بھی نام بتا دیں۔ اب مجھے آپ کی کسی بات پر اعتراض نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو مکمل اعتماد کے ساتھ ہو اور اس میں ہم لوگ ایک دوسرے پر کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں۔" مسٹر بیکن نے کہا

"جی ہاں۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اب میں آپ پر مکمل اعتماد کرتا ہوں، تو پھر اس سلسلے میں تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر رات کو تم میرے پاس پہنچ رہے ہو؟"

"یقیناً۔ میں آٹھ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا۔ "لیکن ایک منٹ ـ"

"ہاں، ہاں کہو ـ ابھی تمام باتیں طے کیے لیتے ہیں تاکہ بعد میں ہمیں کسی قسم کی کوئی دقت نہ اٹھانی پڑے۔"

"اپنی لڑکی اور اپنی بھتیجی سے آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟"

"ہاں۔ یہ ایک انتہائی ضروری سوال تھا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ وہ دونوں لڑکیاں ایڈوینچر پسند ہیں اور اس قسم کے ہنگاموں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ بے حد ذہین ہیں۔ لیکن ظاہر ہے لڑکیاں ہیں اس لیے میں ان کے اس شوق کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اپنے طور پر ہی جو کچھ کر سکتی ہیں، کر لیتی ہیں۔"

"بالکل بالکل، کیا نام ہیں ان کے ـ"

"میری بیٹی کا نام ٹریسا بیکن ہے اور میرے بھائی کی بیٹی

سونیٹا مورگن ہے یہ دونوں لڑکیاں جوان العمر ہیں۔ بہرطور ہم ان سے یہی کہیں گے کہ منشیات فروشوں کے خلاف ہم ایک مہم سرانجام دے رہے ہیں اور یہ مہم صرف انسانیت کی خدمت اور بھلائی کے لیے ہے۔ چنانچہ تم تینوں کو اس سلسلے میں لاس اینجلیس میں کام کرنا ہوگا

"نہایت موزوں بات ہے۔ ایلن کاربٹ کے بارے میں کیا خیال ہے ؟"

"میں تمہیں ایلن کاربٹ کی تصویر مہیا کردوں گا اور اس کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل بتادوں گا۔ ویسے جب تم روانہ ہوگے تو میں ایلن کاربٹ کو اپنے ذرائع سے اطلاع دے دوں گا کہ تم وہاں آئے ہو۔ وہ تمہیں بھی میرے ایک ساتھی اور دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہے گا۔ اس سے زیادہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ بہرطور میں نے اس پر بھی اتنی ہی حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے جتنی مناسب ہوسکتی تھیں۔" مسٹر بیکن نے کہا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلادی۔

میرے خیال میں ترلوکا کے خلاف مجھے اس مہم کے سلسلے میں لاس اینجلیس تو جانا ہی تھا۔ چونکہ اس کے بارے میں مجھے خاصی معلومات ہوچکی تھیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں لاس اینجلیس جانے کے بعد سیدھا ترلوکا کی گردن پر جا پہنچوں گا لیکن بہرطور مسٹر ڈکرڈ ویلبی سے مجھے اس بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو حاصل ہو ہی جائیں گی اور میں اس سلسلے میں بہت پُرجوش تھا۔ اگر مسٹر ویلبی میرے ہاتھ آجائیں تو کم از کم زیبی کا معاملہ تو حل ہو ہی جاتا کیونکہ زیبی کو نیویارک سے اغوا کیا گیا ہے۔ اور نیویارک میں کوئی کنٹرولر موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یقینی طور پر لاس اینجلیس ہی سے یہ کام کرایا گیا ہوگا۔ چونکہ مسٹر ویلبی بقول مسٹر بیکن کے نیویارک کے معاملات بھی کنٹرول کرتا ہے چنانچہ اس کے علم میں ضرور ہوگا کہ ترلوکا کے ایما پر زیبی کو اغوا کرکے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ یا پھر ممکن ہے زیبی مجھے لاس اینجلیس میں ہی مل جائے۔

یہ تمام احساسات دل میں ایک حسرت بن کر اُبھر رہے تھے۔ بہرطور میں مسٹر بیکن سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اب تو تمام معاملات مسٹر بیکن کے اوپر جاپڑے تھے۔ مجھے تو صرف پولیس کی نگاہوں سے محفوظ رہنا تھا اور یہ کام میں نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ امریکن پولیس بڑی ذہانت سے میری راہوں پہ دوڑ رہی ہوگی۔ لیکن بہرطور میں بھی معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ زندگی جس انداز میں گزری تھی اس میں مجھے یہ سب کچھ سمجھ میں آچکا تھا کہ کس طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ مشتبہ جگہوں سے بچا جائے اور ایسی تمام حرکتوں سے بچا جائے جو پولیس کو میری طرف متوجہ کرسکتی تھیں۔ اور میں یہی سب کچھ کررہا تھا۔

وقت مقررہ پر میں مسٹر بیکن کی کوٹھی میں جا پہنچا۔ کوٹھی کے پائیں باغ میں نیم تاریکی سی چھائی ہوئی تھی۔ پورچ میں چند کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ قرب وجوار میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مسٹر بیکن کے بارے میں اب دل میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا تھا۔ لیکن اس احتیاط کا کیا کرتا جو میری فطرت میں رچی بسی تھی۔

میں نہایت محتاط انداز میں آگے بڑھا اور اس برآمدے سے اندر جانے کے بجائے بغلی سمت کے دروازے سے اندر داخل ہوگیا، جس میں مجھے ایک راہداری سے گزر کر برآمدے کی عقبی راہداری میں پہنچ جانا تھا۔ اگر کوئی مشتبہ بات ہوگی تو مسٹر بیکن سامنے ہی کی سمت سے کچھ کریں گے اور اگر نہیں ہے تو پھر میرے لیے یہی راستہ مناسب تھا۔

چنانچہ میں عقبی راستے سے ہوتا ہوا بیچ والی راہداری میں پہنچا۔ اور وہاں سے مسٹر بیکن کی خواب گاہ کے دروازے پر۔ میں نے ڈرائینگ روم میں روشنی دیکھی۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ مسٹر بیکن اندر ہی موجود تھے اور ان کے ساتھ ہی وہ دونوں لڑکیاں بھی جن کا انہوں نے تذکرہ کیا تھا۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور وہ لوگ چونک پڑے۔

"ہاں۔ کیا بات ہے، آجاؤ۔ مسٹر بیکن کی آواز اُبھری اور میں اندر داخل ہوگیا۔ مجھے دیکھ کر وہ لوگ چونک پڑے تھے۔

"اوہو۔ آؤ آؤ مسٹر نواز۔ لیکن ملازمین نے مجھے تمہارے بارے میں اطلاع نہیں دی۔ حالانکہ میں نے انہیں سامنے کی سمت متعین کردیا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے تمہارے آنے کی اطلاع دی جائے۔"

"کوئی بات نہیں ہے مسٹر بیکن۔ "

"ان سے ملو۔ یہ میری بیٹی ٹریسا ہے اور یہ سونیٹا ہے۔ دونوں لڑکیاں جب سے میں نے اس مہم کے بارے میں بتایا ہے جوش مسرت سے بے قابو ہوئی جارہی ہیں۔ تم سے ملنے کے لیے نہایت بے چین تھیں ویسے میں نے انہیں بتادیا ہے کہ مسٹر نواز ایشیائی ہیں لیکن بہت ہی ذہین ہیں۔ بہت سے ایسے کارنامے سرانجام دے چکے ہیں جو سننے کے قابل ہیں۔ منشیات فروشوں کے گروہ ختم کرنے میں انہیں خاص مہارت حاصل رہی ہے۔" مسٹر بیکن نے یہ بات ان لڑکیوں کو بے وقوف بنانے کے لیے کہی تھی لیکن یہ سوفیصدی حقیقت تھی۔ میں نے اس سلسلے میں واقعی بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن اس کا اظہار غیر مناسب تھا۔

لڑکیوں نے بے تکلفی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ دونوں لڑکیاں خاصی خوش شکل تھیں۔ ٹریسا کے بال گہرے سیاہ تھے اور سونیٹا کے بالوں کی رنگت اخروٹی تھی۔ مزاجاً بھی دونوں خوش مزاج تھیں۔ انہوں

نے پُرمسرت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مسٹر بیکن نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سلسلۂ گفتگو کا آغاز ہوگیا۔ مسٹر بیکن نے کہا۔

"جب سے میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اس مہم کے بارے میں بتایا ہے یہ اس سلسلے میں بہت ہی پرجوش ہیں۔ میں نے انہیں تمام تفصیلات بتادی ہیں کہ کس طرح تمہیں لاس اینجلیس پہنچنے کے بعد اس گروہ کے خلاف کارروائیاں کرنی ہیں جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور بے شمار انسانوں کو موت کی نیند سلا چکا ہے۔ موت کے یہ سوداگر لاس اینجلیس میں ایک بہت بڑا گروہ قائم کیے ہوئے ہیں اور تم لوگوں کو اسی گروہ کو فنا کرنا ہے۔ بلاشبہ یہ کام حکومت کے تعاون سے براہ راست نہیں ہو رہا۔ لیکن حکومت کے چند محکموں کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی اور وہ سب لوگوں سے تعاون کریں گے۔ اب اس سلسلے میں تم طریقہ کار کا تعین کرو۔ کیوں کہ ان معاملات میں زیادہ ذہین آدمی نہیں ہوں۔ مسٹر بیکن نے کہا اور میں لڑکیوں سے گفتگو کرتا رہا۔

ٹریسا اور سونیٹا مجھ سے مختلف سوالات کرتی رہیں اور میں انہیں جواب دیتا رہا۔ وہ میرے جوابات سے خاصی مطمئن نظر آرہی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک نے مسٹر بیکن سے پوچھا۔

"ہم لوگ یہاں سے کب روانہ ہوں گے ؟"

"بہتر تو یہ ہوگا کہ کل ہی ــــ زیادہ دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں مسٹر نواز آپ اس سلسلے میں کچھ زیادہ وقت تو طلب نہیں کرتے؟"

"نہیں جناب، میں بالکل تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، تمام ضروری معاملات طے کرلو۔ اس کے بعد کل تمہیں روانہ ہو جانا ہے ــــ ویسے میرا خیال ہے مسٹر نواز کہ دونوں لڑکیاں اجنبی حیثیت سے تمہارے ساتھ جائیں، یعنی تم ایک دوسرے سے ربط کا اظہار مت کرو بلکہ الگ اپنا اپنا کام انجام دو لیکن ایک دوسرے سے رابطہ بھی قائم رکھو۔"

"میں بھی یہی چاہتی تھی ڈیڈی، اس طرح ہم کم از کم بیک وقت کسی کی نگاہ میں آنے سے بچ جائیں گے۔" ٹریسا بولی۔

"کیوں سونیٹا تمہارا کیا خیال ہے۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ مصلحت کے لحاظ سے یہ کارروائی بہتر ہے۔" سونیٹا بولی

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تیاریاں کیے لیتا ہوں۔"

"رات کے کھانے کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کی اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ میرے دل میں ٹھنڈک سی اُتر رہی تھی، نیویارک میں مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ میرے لیے خطرات زیادہ ہیں اور زیبی کے ملنے کی امید نہیں ہے۔ ۔ ۔ [illegible] اب میری نگاہوں میں لاس اینجلیس ناچ رہا تھا۔

دوسرے دن تمام تیاریاں کرنے کے بعد میں ایرپورٹ پہنچ گیا۔ مسٹر بیکن لڑکیوں کو چھوڑنے نہیں آئے تھے۔ بلکہ وہ اپنے طور پر سفر کے لیے تیار تھیں۔ البتہ ان میں سے ایک نے چالاکی سے مجھے ایک چھوٹا سا چرمی بیگ تھمادیا جس میں میری ضروریات کی چیزیں موجود تھیں یعنی اس میں وہ اجازت نامہ بھی تھا جو مقامی پولیس کے لیے تھا اور اس اجازت نامے کی رو سے ایرپورٹ کسٹم ہاؤس سے لے کر تقریباً تمام جگہوں پر میرے لیے تیاریاں کردی گئی تھیں اور مجھے کسی بھی جگہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

مسٹر بیکن کچھ ذاتی اثر ورسوخ بھی رکھتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس طرح دلدل میں پھنسے تھے کہ ان اثر ورسوخ سے کام لے کر بھی اپنی گلوخلاصی نہیں کراسکتے تھے لیکن بہرطور انہوں نے میرے لیے جو آسانیاں فراہم کی تھیں میں انھیں نظر انداز نہیں کرسکتا تھا۔ انھوں نے مجھے پہلے ہی بتادیا تھا کہ ایرپورٹ کسٹم پر بھی مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، چنانچہ اگر میں اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان لے جانا چاہوں جو کسی خاص نوعیت کا ہو اور ان لوگوں کے خلاف کام آسکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہرطور میں نے اپنے طور پر تیاریاں کرلی تھیں۔

لڑکیاں ایک طرف لاؤنج میں جا بیٹھیں۔ میں بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ پھر ہمیں اس طیارے میں بیٹھنے کا حکم ملا جو ہمیں لے کر لاس اینجلس کی طرف پرواز کرنے والا تھا۔ اور ہم طیارے میں پہنچ گئے میں نے اپنی آرام دہ نشست سنبھال لی تھی اور اس کے بعد میں خیالات کی دنیا میں کھوگیا۔

میرے ذہن میں زیبی کا چہرہ رقصاں تھا۔ میری زیبی نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ حیرت کی بات تھی میری زندگی کا پچھلا دور جس طرح گزرا اس کا ایک ایک لمحہ میں نے اپنے دوستوں سے پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ لیکن زیبی میری زندگی میں کچھ اس طرح داخل ہوئی تھی کہ اس کے بعد اس ساری کائنات میں کچھ نہ رہا۔ میں نے اس سے اتنی محبت کی تھی کہ محبت کا اس کے آگے تصور ہی ختم ہو جائے اور اب اس کی جدائی کے بعد یہ ساری دنیا مجھے خالی خالی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے احساس بھی نہ ہوا طیارہ کب فضا میں اُڑا اور کب اس نے اپنا یہ سفر طے کیا۔ نیویارک سے لاس اینجلس تک کا سفر بس انہی خیالات میں ڈوبے ڈوبے کٹا اور اس کے بعد جب ہمیں حکم ملا کہ طیارہ لاس اینجلس کے ہوائی اڈے پر اُترنے والا ہے تب میں چونکا۔ میں نے دوسرے مسافروں کی طرح حفاظتی بیلٹ باندھ لی اور گردن موڑ کر پچھلی سیٹوں پر نظر ڈالی۔ ٹریسا اور سونیٹا اُترنے کی تیاریاں کررہی تھیں۔ نہ جانے کس فطرت کی مالک تھیں۔ ابھی تک میری ان سے کوئی خاص نشست نہیں رہی تھی، جو میں ان کے بارے میں کچھ جان سکتا۔ ویسے دونوں لڑکیاں اپنی کشادہ پیشانی

اور ذہین آنکھوں سے ہوشیار، سمجھدار اور چالاک معلوم ہوتی تھیں اور میرا خیال تھا کہ شاید وہ میری مہم میں مکمل طور پر معاون ثابت ہوں گی۔

طیارے کے پہیے رن وے سے ٹکرائے تو میں نے ایلن کاربٹ کے بارے میں سوچا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایلن کاربٹ ہوائی اڈے پر میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ مجھے اس کی تصویر دکھا دی گئی تھی اور میں نے اس کا حلیہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ بقول مسٹر ہیکن کے اس کے پاس نہایت اہم اور ضروری معلومات موجود تھیں جن کے لیے اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مجھ سے ملاقات کر کے مجھے ان کی تفصیل بتا دے۔

طیارہ رکنے کو تھا۔ میں حفاظتی بیٹی کھول کر اٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دوسرے مسافر قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ میں ان سب کو پیچھے ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ میری اس حرکت پر بہت سے مسافروں نے ناک بھوں چڑھائی تھی لیکن کسی نے خاص طور سے کچھ نہ کہا۔

جہاز کا دروازہ کھلا۔ میں نے جہاز سے نکل کر متحرک پلیٹ فارم پر قدم رکھا۔ سامنے ہی ایک شخص کالے اوورکوٹ میں ملبوس ایک فضائی کمپنی کا بیگ اٹھائے نظر آیا۔ اس کا داہنا گال کنپٹی سے ٹھوڑی تک دوہرا تھا یعنی اس پر گہرے زخم کا نشان موجود تھا۔ میں نے اس پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ پلیٹ فارم کے آخری سرے پر چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ یہ ایلن کاربٹ تھا۔ درمیانی جسامت کا ذہین اور پھرتیلا شخص جس کو میں نے پہلی نگاہ میں پہچان لیا۔ لیکن میں نے اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا اور دوسرے معاملات سے نمٹنے کے بعد اب اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔

میں اس پر نگاہیں جمائے آگے بڑھتا رہا۔ لیکن دفعتاً میں نے ایک عجیب بات محسوس کی۔ وہ شخص جس کے گال پر زخم کا نشان موجود تھا، ایلن کاربٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس نے بیگ نیچے لٹکانے کے بجائے سینے تک اوپر اٹھا رکھا تھا اور یہی بات میری توجہ کا باعث بنی تھی۔ میں پریشان نگاہوں سے ایلن کاربٹ کی طرف دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ یہ سوچ کر میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا اور پھرتی سے اس شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن جیسے ہی اس خطرناک آدمی کے نزدیک پہنچا۔ وہ پھرتی سے مڑا اور بیگ پوری قوت سے میرے پیٹ پر دے مارا۔ فضائی بیگ عموماً نرم و نازک ہوتے ہیں، لیکن یہ بیگ تو جیسے لوہے کا تھا۔ ضرب پڑتے ہی میری آنکھوں کے سامنے ستارے سے ناچ اٹھے۔ میں شدت تکلیف سے دوہرا ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ایلن کاربٹ نے گھبرا کر ادھر ادھر نگاہ ڈالی مگر کوئی راہ فرار دکھائی نہ دی۔ پیچھے ہٹنا چاہا تو چند لمحے پہلے جو تین آدمی اس کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے انہوں نے راستہ روک لیا۔ وہ تینوں یقینی طور پر اس بیگ والے شخص کے ساتھی تھے۔

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ شخص اب ایلن کاربٹ کے نزدیک پہنچ چکا تھا اور بیگ کی آڑ سے پستول کی نال باہر نکلی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ ان حالات میں میرے لیے کاربٹ کی جان بچانا بے حد مشکل تھا۔ کاربٹ نے بھی بیگ کی آڑ میں چھپے ہوئے پستول کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے چہرے پر موت کے سائے رقص کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور نکالنا چاہا لیکن اجنبی نے اسے مہلت نہ دی اور فوراً ہی فائر کر دیا۔ ٹھس کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور اگلے ہی لمحے کاربٹ کے سینے سے خون کی سرخ دھار پھوٹ نکلی۔ وہ ڈگمگایا، پھر جھکا اور لہراتا ہوا منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ یہ سارا واقعہ اس قدر برق رفتاری سے رونما ہوا تھا کہ مجھے کچھ کرنے یا سوچنے کا وقت ہی نہیں مل سکا تھا۔

چند لمحات کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا — کاربٹ کے گرد اب بھیڑ لگ چکی تھی۔ اس کے نزدیک جانا اب بالکل بے مقصد تھا۔ وہ میری مدد سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ یہ سارا واقعہ کس طرح پیش آیا۔ کاربٹ کی طرف سے ان لوگوں کو شبہ کیسے ہوا۔ ایئر پورٹ پر ہی اسے کیوں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا —؟ اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ میرے بارے میں جانتے ہیں یا نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں — میں نے باہر جانے والے راستے پر نظر ڈالی۔ قاتل اطمینان سے ٹہلتا ہوا جا رہا تھا۔ جیسے قتل اس نے نہیں کسی اور نے کیا ہو — اور اسے اس حادثے کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ یوں بھی اس پر کوئی شک نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی شاہدوں میں صرف چار آدمی تھے۔ — ایک میں اور تین اس کے ساتھی جو قتل کے بعد فوراً بھیڑ میں شامل ہو گئے تھے۔

میرے متعلق شاید ان لوگوں کو ابھی کوئی فکر نہیں تھی اور ممکن ہے وہ یہ سوچ رہے ہوں کہ میں انہیں روک کر خواہ مخواہ کوئی مصیبت مول نہیں لوں گا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا قاتل کے پیچھے لپکا۔ وہ دروازے کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ میری آہٹ پا کر وہ تیزی سے مڑا اور اپنی خونخوار آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں — پھر اچانک اس نے ہاتھ بلند کیا۔ بیگ کی آڑ سے ریوالور دکھائی دیا۔ اس پر اب بھی سائلینسر چڑھا ہوا تھا۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔

میرا بھی حشر وہی ہونے والا تھا جو ایلن کاربٹ کا ہوا تھا۔ اپنے ہولناک انجام کے تصور سے میرے بدن میں جھرجھری سی آ گئی۔ میرا ریوالور سوٹ کیس میں تھا اور میں عجلت میں اس سے بہت [illegible] پڑا تھا۔

دفعتاً وہ گھبرا سا گیا۔ اس کی نگاہیں میرے [illegible] میں کچھ اور شے

ہوتی تھیں۔ میں نے گردن گھمائی۔ ایلن کاربٹ کے گرد اکٹھے ہونے والے کچھ لوگ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں اسے مجھ پر گولی چلانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس نے ریوالور والا ہاتھ نیچے کیا اور مڑ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

میں نے بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اگلی راہداری پاسپورٹ وغیرہ کاغذات کی چیکنگ کے لیے مخصوص تھی۔

میں لڑکھڑاتا ہوا پہلے کاؤنٹر کے پاس سے گزرا تو کسٹم حکام چوکنے ہو گئے۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ اس اثنا میں قاتل میری دسترس سے باہر جا چکا تھا۔ چنانچہ وہ سپاہی مجھے روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ قاتل کو پکڑنا ضروری تھا۔ میں نے سپاہیوں کو اپنے راستے سے ہٹایا اور بھاگتا ہوا دروازے تک جا پہنچا۔ ٹھیک اسی لمحے ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی اور بدحواسی میں میرے راستے میں حائل ہو گئی۔ میں نے اسے راستے سے ہٹانا چاہا۔ لیکن لڑکی مجھ پر اس طرح پل پڑی تھی جیسے وہ جان بوجھ کر میرا راستہ روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں پھر چونک کر رہ گیا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا اور زور سے چیخا۔

"ہٹو۔ راستے سے ہٹ جاؤ۔" لڑکی ایک بار پھر گر پڑی اور میں پروا کیے بغیر باہر نکل گیا۔

مگر اس عرصے میں قاتل لوگوں کے ہجوم میں غائب ہو چکا تھا۔ اس کا ملنا ناممکن تھا۔ لاچار میں منہ لٹکائے واپس ہو گیا۔

دروازے پر ہٹے کٹے سپاہی میرے منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ [illegible] ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہٹ جاؤ۔ اصل آدمی تم نے بھگا دیا۔ اب میرے نزدیک کیوں آ رہے ہو؟" میرا لہجہ خاصا تحکمانہ تھا۔ دونوں سپاہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر جھجک کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

وہ لڑکی جس نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ کاؤنٹر کے پاس کھڑی اپنی کنپٹی سہلا رہی تھی۔ اس نے ایک خوبصورت اسکرٹ پہن رکھا تھا۔ عمر کوئی بیس سال کے قریب ہو گی۔ میں نے اس کے قریب جا کر معذرت کی۔

"خاتون! میں شرمندہ ہوں۔ میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگ گئی۔ دراصل ایک قاتل کا پیچھا کر رہا تھا۔ افسوس وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔" دفعتاً ایک کسٹم آفیسر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر آ کھڑے ہوئے کہا۔

"میں یہاں کا انچارج ہوں۔ ہمیں قتل کی اطلاع مل چکی ہے۔ کیا تم مقتول کو جانتے ہو —؟"

"نہیں۔ مقتول میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یوں کسی مسلح قاتل کا پیچھا کرنا دانشمندی تو نہیں مسٹر —!"

"نواز۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"ہوں۔ تمہارے پاس ریوالور ہے؟" میں نے جلدی سے اپنے کوٹ کا بٹن کھول دیا۔ اس نے اطمینان کرنے کے بعد دوبارہ پوچھا۔

"قاتل اگر پکڑا جائے تو تم اسے پہچان لو گے —؟"

"افسوس نہیں۔ میں اس کی شکل اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔" پھر میں نے لڑکی کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بھی اس قاتل کو بھاگتے ہوئے ضرور دیکھا ہو گا۔ اگر آپ کا سامنا اس سے ہوا تو کیا آپ اسے پہچان لیں گی —؟"

"کیسے پہچان لوں گی میں۔ آپ نے مجھے دھکا دے کر نیچے گرا دیا تھا۔" وہ ٹھنک کر بولی۔

"ممکن ہے آپ نے اسے دیکھا ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی نہیں، سوری۔ میں اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی۔" اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔ غالباً اس کے جو چوٹ لگی تھی وہ اسے اب بھی تکلیف دے رہی تھی اور وہ تکلیف سے برے برے منہ بنا رہی تھی

"میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے چوٹ لگ گئی۔ لیکن آپ دیکھیے نا میں بھی تو مجبور تھا ایک قاتل میری نگاہوں کے سامنے قتل کر کے فرار ہو رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ویسے اگر آپ میری مدد کریں تو پولیس آفیسرز کا کام بن سکتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" لڑکی نے کہا

"ویسے میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں آپ یہاں کس سے ملنے آئی تھیں یا کسی کا استقبال کرنے۔" میں نے کہا۔ وہ جھنجلا کر بولی

"نہ جانے تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔ یہ سوال پوچھنے سے تمہارا مقصد —؟"

"مقصد —" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مقصد میرا یہی ہے خاتون کہ اگر آپ میرا راستہ نہ روک لیتیں تو شاید میں اس قاتل پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر اس قاتل کو آپ کی دسترس سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ وہ بگڑتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"نہیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا لیکن جو کچھ ہوا ہے اس سے آپ انکار بھی نہیں کر سکتیں۔"

"آپ دیکھ رہے ہیں جناب۔ یہ شخص کس طرح سے گفتگو کر رہا ہے۔" وہ تیز ہو کر قریب کھڑے ہوئے کسٹم آفیسر سے بولی اور کسٹم آفیسر نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"یہ مناسب نہیں ہے جناب، یہ اتفاقاً بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خاتون

اسی وقت دروازے سے داخل ہوئی ہوں جب آپ باہر نکل رہے تھے۔ اور پھر یہ تمام معاملات پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے چونکہ قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ آپ پولیس سے اپنی معلومات بیان کر دیں۔۔"

"ٹھیک ہے آفیسر۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جس طرح تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو، بہتر یہ ہوگا کہ ان خاتون کو بھی اس میں شامل کر لو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ دو آدمی اس قتل کے گواہ ہو جائیں گے۔"

"میں قتل کی گواہ کب ہوں۔ نہ میں نے قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے نہ قاتل کو۔ یہ تو صرف ایک اتفاقیہ بات تھی۔" لڑکی بولی۔

"اس کے باوجود خاتون، چونکہ میں اس بات پر شبے کا اظہار کر رہا ہوں کہ آپ نے میرے اور قاتل کے درمیان جان بوجھ کر حائل ہونے کی کوشش کی تھی اس لیے آپ کو اخلاقاً بھی اور قانوناً بھی میرے ساتھ پولیس آفیسر تک پہنچنا ہوگا۔" کسٹم آفیسر نے یہ صورت حال دیکھی تو پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"میرا خیال ہے یہ صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ اگر آپ اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت اس کام کے لیے صرف کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔" لڑکی بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسی دوران ثریا اور سونیا وہاں پہنچ گئیں۔ وہ کسٹم آفیسر سے اپنے کاغذات وغیرہ چیک کرانے لگیں۔ میری طرف انہوں نے صرف ایک نگاہ دیکھا تھا۔ ذہین اور سمجھدار لڑکیاں تھیں۔ شاید صورت حال کا انہیں کسی حد تک اندازہ ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ بے تعلق سی آگے بڑھ گئیں۔ چند لمحات کے بعد میں ایئرپورٹ کی پولیس برانچ کے آفس میں موجود تھا۔ میرے ساتھ وہ لڑکی بھی یہاں تک آئی تھی۔ لڑکی کو ایک طرف بٹھا دیا گیا تھا۔ آفیسر شاید لاش وغیرہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہمیں چند لمحات ان کا انتظار کرنا پڑا۔ کسٹم آفیسر نے میرے بارے میں انہیں اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ ایک پولیس آفیسر اندر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو تین ماتحت بھی تھے۔ اس نے بغور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔۔؟"

"جی ہاں۔ بس اتفاقیہ طور پر میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی تھی۔"

"کیا آپ مقتول کو جانتے ہیں؟"

"کمال کی بات ہے میں اس طیارے سے اترا ہوں۔ بھلا مقتول سے میری کیسے واقفیت ہو سکتی ہے۔ میں نے یہ اتفاقیہ حادثہ دیکھا۔ قاتل نے چونکہ مقتول پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر لی تھیں اور میں نے اسے دیکھ لیا تھا اس لیے اس نے اپنا وہ بیگ میرے پیٹ پر بھی مارا جس

گواہ دوسرے بہت سے لوگ ہوں گے۔ میں پیٹ کی تکلیف سے اگر گر نہ جاتا تو شاید قاتل کو قتل کرنے سے روک سکتا تھا۔"

"خیر۔ یہ تو ناممکن تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ دوسری گولی وہ آپ پر بھی چلا سکتا تھا۔"

"تاہم میں نے اپنا یہ قانونی فرض سمجھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہ میرے اپنے کچھ کاغذات ہیں۔ میں نے ہاتھ کی آرمی وہ خصوصی اجازت نامہ پولیس کے سامنے پیش کر دیا جو مسٹر بیکن نے فراہم کیا تھا۔ پولیس آفیسر کی نگاہ اس اجازت نامے پر پڑی تو وہ ایک لمحے کے لیے چونک سا پڑا۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر جب میری اس سے نگاہ ملی تو میں نے اسے آنکھ مار دی۔ پولیس آفیسر اس طرح میرے آنکھ مارنے سے مستعد ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے آپ کے کاغذات درست ہیں۔ ہاں تو خاتون۔ اب میں آپ سے اس سلسلے میں کچھ سوالات کر سکتا ہوں؟"

"میرے ساتھ تو یہ زیادتی ہو رہی ہے جناب۔۔؟"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ ویسے کیا آپ مجھے اپنا نام بتا سکتی ہیں؟"

"میرا نام گرین ہاؤچ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"شکریہ مس ہاؤچ۔ براہ کرم آپ اپنا نام اور پتہ ہمیں نوٹ کرا دیجیے ممکن ہے دوبارہ ملاقات کی ضرورت پیش آئے۔" لڑکی نے تنک مزاجی سے ٹیڑھے میڑھے انداز میں اپنا نام اور پتہ پولیس آفیسر کو لکھوا دیا اور پولیس آفیسر نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی۔ میں البتہ چند لمحات کے لیے وہیں رُک گیا تھا۔ تب پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا

"اس سلسلے میں ہمارے لیے کوئی اور خاص ہدایت جناب؟"

"نہیں آفیسر، شکریہ۔ بس اب مجھے بھی اجازت دیجیے۔۔!"

"اگر کسی بھی سلسلے میں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت پیش آئے تو ہم حاضر ہیں۔ میں آپ سے یہ سوال تو نہیں کروں گا کہ یہ خصوصی اجازت نامہ کس سلسلے میں ہے تاہم اس کی موجودگی میں ہم آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لیے حاضر ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے کہا اور پولیس آفیسر نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے وزیٹنگ کارڈ پر نگاہ ڈالے بغیر اسے اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔ مجھے ثریا اور سونیا کا خیال تھا۔ ممکن ہے وہ باہر میرا انتظار کر رہی ہوں۔ لیکن باہر نکل کر میں نے دیکھا تو ان دونوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پتہ نہیں یہ لڑکیاں کہاں

گئی تھیں۔ کہیں وہ بھی کسی مصیبت کا شکار نہ ہو گئی ہوں۔ چند لمحات کے لیے میرا ذہن اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ لاس اینجلس میں میرا یہ استقبال نہایت شاندار تھا جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور یہ استقبال مجھے اس بات کا احساس بھی دلا رہا تھا کہ یہاں میری آمد پوشیدہ نہیں رہی ہے۔ اب کس نقطۂ نگاہ سے مجھے دیکھا گیا ہے اور ان لوگوں نے میرے بارے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں اس کا اندازہ تو بعد میں ہی ہوگا۔ ممکن ہے اس کی وجہ صرف اور صرف ایلن کاربٹ ہو جس پر وہ لوگ سختی سے نگاہ رکھ رہے ہوں بہرطور ایلن کاربٹ ان کے خلاف کام کر رہا تھا۔ انہوں نے یہ اندازہ لگانے کی ضرور کوشش کی ہوگی کہ وہ ایئرپورٹ کس لیے آیا ہے۔ اور ممکن ہے اس قاتل نے یہ اندازہ لگا لیا ہو۔ کیونکہ میں واحد شخص تھا جو ایلن کاربٹ کی مدد کے لیے اس کی جانب دوڑا تھا۔ تاہم اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں فی الحال کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

○

ایئرپورٹ سے باہر کا ماحول بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی خنک ہوا چل رہی تھی۔ ہوائی اڈے سے نکل کر میں سیدھا ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچا۔ اور پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ مجھے کسی اچھے سے ہوٹل تک پہنچا دیا جائے چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور نے ہوٹل انڈریو کا انتخاب کیا اور میں اس کے انتخاب سے مطمئن ہو گیا۔

اینڈریو اعلیٰ اور پُرتکلف ہوٹل تھا۔ یہ لاس اینجلس کے پرانے شہر میں نہر کے کنارے واقع تھا۔ میں نے اپنا سوٹ کیس اُٹھایا اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے اسسٹنٹ منیجر کو اپنا پتا نام بتایا اور اسسٹنٹ منیجر نے خوش آمدید کہتے ہوئے چند رسمی جملے ادا کیے اور ایک رجسٹر میں ضروری اندراجات کے بعد ویٹر کو بلایا اور کہا۔

"ان صاحب کو ساتھ لے جاؤ چھٹی منزل۔ کمرہ نمبر چھ سو بارہ۔" ویٹر نے ہاتھ بڑھا کر میرا سوٹ کیس اُٹھا لیا اور میں شکریہ ادا کر کے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ویٹر میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اسسٹنٹ منیجر نے ازراہِ اخلاق دوبارہ کہا۔

"اگر کسی قسم کی کوئی تکلیف ہو جناب تو براہ کرم ہمیں اطلاع دیجیے۔"

"ٹھیک ہے منیجر۔ شکریہ۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا لیکن چند قدم کے فاصلے پر۔۔۔ پتہ نہیں میں نے کس خیال کے تحت پلٹ کر دیکھا تو اسسٹنٹ منیجر کو اپنی جانب متوجہ پایا۔ مجھ سے نگاہ ملتے ہی وہ ایک دم سنبھل گیا تھا۔ پتا نہیں کیوں میری چھٹی حس نے مجھے یہ احساس دلایا کہ۔۔ اسسٹنٹ منیجر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ بہرطور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ صورتِ حال کیا ہے۔ لاس اینجلس میں جس انداز میں یہ کارروائیاں ہوئی تھیں وہ میرے لیے بہت ہی حیرتناک بات تھی۔

لفٹ میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کیا اور لفٹ کے اوپر اُٹھنے سے پہلے ایک بار پھر کاؤنٹر منیجر پر نظر ڈالی تو اس کی پیشانی شکن آلود پائی وہ بڑی سنجیدگی سے ٹیلی فون اُٹھا کر کسی کا نمبر ڈائل کر رہا تھا لیکن اسی دوران لفٹ اوپر اُٹھ گئی۔ چھٹی منزل پر پہنچ کر میں لفٹ سے باہر نکلا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک محراب سی بنی ہوئی تھی جس میں ایک چھوٹی سی میز پر فون رکھا تھا۔ قریب ہی کرسی پر ہوٹل کی وردی پہنے ایک نوجوان ملازم بیٹھا ہوا تھا۔

ویٹر نے میری رہنمائی میرے کمرے تک کی اور میں اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ ویٹر نے اس چابیوں کے گچھے سے ایک چابی نکالی اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ بہرطور میں اندر داخل ہو گیا۔ ویٹر میرے پیچھے پیچھے ہی میرا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے اندر آیا تھا۔ سوٹ کیس اندر رکھنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت جناب؟" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور اس نے مجھے سلام کیا۔

"تھوڑی دیر کے بعد آنا۔ اگر کوئی ضرورت ہوئی تو میں تمہیں بتا دوں گا۔" میں نے کہا۔ کمرے میں داخل ہو کر میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ عام حالات میں تو کوئی خاص بات نہیں تھی۔ لیکن جن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا اس کے تحت یہ بات ضروری تھی کہ میں صورتِ حال پر پوری پوری نگاہ رکھوں۔ میں نے کمرے کی پوری تلاشی لی اور ایسی جگہیں تلاش کرنے لگا جہاں میرے لیے کوئی ایسی چیز ہو سکتی تھی جس سے میری گفتگو کہیں اور سُنی جا سکے لیکن پورے کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ حالانکہ اس ہوٹل میں، میں ٹیکسی ڈرائیور کے ایما پر آیا تھا۔ لیکن کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے ٹیکسی ڈرائیور ہی گڑبڑ ہو۔ اب تو ہر شخص پر شک کی نگاہ ڈالنا ضروری تھا۔ بہرطور میں تھوڑی دیر تک کمرے کی تلاشی لیتا رہا۔ پھر لباس تبدیل کرنے کے لیے میں نے سوٹ کیس کھول لیا سوٹ کیس سے ضروری سامان نکال کر میں نے مناسب جگہوں پر رکھ دیا اور نیا لباس پہن لیا جو آرام دہ تھا۔

یہ لباس پہننے کے بعد میں نے کچھ سوچا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ میں ٹہلتا ہوا راہداری کے اس سرے تک پہنچا جہاں محراب موجود تھی۔ محراب کے نیچے ہوٹل کا ملازم کرسی پر مزے سے بیٹھا ٹانگیں ہلا رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"جناب والا۔ میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ بس ایسے ہی۔ میں ہوٹل کا جائزہ لے رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"لاس اینجلس میں پہلی بار آئے ہیں جناب!" اس نے پوچھا۔

ہاں، پہلی بلڈی سمجھ لو۔ کیونکہ اس سے پہلے میں جب یہاں آیا تھا تو اس بات کو دس سال گزر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ دس سال میں تو لاس اینجلس کی کایا ہی پلٹ گئی ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت۔"

"اگر تم عمدہ سی کافی پلوا سکو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"ابھی لے کر حاضر ہوا جناب۔" اس نے کہا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوا تو میں نے جلدی سے اس میز کی درازیں ٹٹولنا شروع کر دیں جس کے پاس وہ بیٹھا ہوا تھا اور میرا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے دراز میں سے چابیوں ایک گچھا نکالا اور پھر یکے بعد دیگرے بیرونی دراز کے تالے پر آزمانے لگا۔ ان میں سے ایک چابی تالے پر لگ گئی۔ تب میں نے اسے گچھے سے علیحدہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا اور گچھا اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ پھر میں اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے کا ویٹر کافی لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے معذرت خواہ انداز میں کہا۔

"جناب عالی! میں حاضر ہونے ہی والا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ آپ کو کافی کی ضرورت ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور ویٹر کافی کے برتن رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کافی بنائی اور دو پیالیاں پینے کے بعد تازہ دم ہو گیا۔ پھر میں نے احتیاط سے اپنا ریوالور نکال کر کوٹ کی خفیہ جیب میں ڈالا اور دبے پاؤں اس دروازے تک جا پہنچا۔ چابی کے سوراخ سے جھانک کر میں نے راہداری کا جائزہ لیا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے دروازے کو اندر سے تالا لگایا۔ ہوٹل کی چابی جیب میں ڈالی۔ بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ باہر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ بالکونی کے جنگلے کا سہارا لے کر پھرتی سے اوپر پہنچ گیا اور بلی کی طرح دبے پاؤں قدم اٹھاتا ہوا اس دوسری راہداری کے سرے پر آگیا۔ جھانک کر نیچے دیکھا تو ایک سنسان و تاریک گلی نظر آئی۔ چند گز کے فاصلے پر آہنی زینہ موجود تھا جو آتشزدگی کی صورت میں آگ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس سے زینے کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچنا مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں زینے کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

تالا کھول کر میں سیڑھیوں کے راستے اس ہال میں جا پہنچا۔ چوروں کی طرح یوں باہر جانے کا یہ طریقہ بہت عجیب تھا لیکن میں احتیاطاً اپنا ہر طرح کا بچاؤ کر لینا چاہتا تھا۔ اگر یہ صورت حال پیش نہ آتی تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اب جب کہ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ لاس اینجلس میں میری آمد کچھ لوگوں کی نگاہ میں آچکی ہے تو پھر ہر قسم کی احتیاط ضروری تھی۔ ہال گاہکوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسسٹنٹ منیجر دکھائی نہ دیا۔ میں نے کمرے کی چابی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کی اور تیزی سے باہر نکل آیا۔ باہر نکلا تو بوندا باندی ہو رہی تھی۔ سڑکیں گیلی ہوتی جا رہی تھیں۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ بس ایسے ہی حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ بے فکرے اس بوندا باندی کے موسم میں بھی سڑکوں پر گشت کر رہے تھے۔ لاس اینجلس کا ماحول نہایت شاندار تھا۔ ہالی ووڈ بھی بہت ہی قریب تھا اس لیے اکثر یہاں فلمی ستارے بھی نظر آجاتے تھے۔ میرے ذہن میں ہالی ووڈ کے بارے میں ایک خاص احساس تھا لیکن جن حالات میں یہاں پہنچا تھا ان کے تحت اب کسی بھی چیز میں دلچسپی لینا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ذیبی کی یاد کچھ اور شدت پکڑ جاتی۔ پتہ نہیں یہاں میری آمد کو کس انداز میں دیکھا گیا تھا۔ ویسے اس بات کو حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا ہے کہ میری آمد کے چند لمحات کے اندر اندر ہی یہاں میرے بارے میں ان لوگوں کو معلومات حاصل ہو گئیں۔ نہیں اس کا ذریعہ کیا تھا۔ یہ بات ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ مجھے کس انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ کیا انہیں مجھ پر شبہ ہو گیا ہے۔ کیا انہیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ راجہ نواز اصغر ان کی راہ پر لگ گیا ہے۔ پتا نہیں کیا مقصد تھا۔ بہر طور جو کچھ بھی تھا اس وقت تو میں اپنی شخصیت ہی بدل لی تھی۔ راجہ نواز اصغر کے بجائے میں مسٹر بیگ ... نمائندہ تھا جو منشیات کی ناجائز تجارت کو روکنے کے لیے مصروف تھے اور مختلف جگہوں پر ان کے مختلف معاون کام کر رہے تھے۔

سڑکیں گیلی ہوتی جا رہی تھیں اور بوندیں اور موٹی ہو گئی تھیں لیکن میں بے فکروں کے سے انداز میں سیٹی بجاتا ہوا ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک میں بلا مقصد ادھر ادھر گھومتا رہا۔ پھر ایک بھرے پرے بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا کہ میرا تعاقب ہو رہا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ دراصل میں اطراف سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس لیے مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ یہاں کوئی بھی ایسی حرکت ہو سکتی ہے جو میرے لیے خطرناک ہو۔ بہر حال تعاقب کا احساس ہوتے ہی میں نے اپنا رخ بدل لیا اور ایک ایسی سمت چل پڑا جس طرف زیادہ رونق نہیں تھی۔ سڑکوں کے کنارے درخت لگے ہوئے تھے اور تیز ہوا سے جھول رہے تھے۔ بوندوں کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور محسوس ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد باقاعدہ بارش شروع ہو جائے گی۔ لوگوں کی رفتار میں تیزی آگئی تھی۔ میں ایک درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر خاکستری

بالوں والا ایک شخص بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک دوسرے درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ لیکن درخت کا تنا پتلا ہونے کی وجہ سے وہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایسے اوقات کے لیے اپنی جیب میں سگریٹ کا پیکٹ رکھ چھوڑا تھا۔ حالانکہ میں سگریٹ کا قطعی عادی نہیں تھا۔ لیکن اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لیے میں نے ایک مخصوص برانڈ کا سگریٹ بھی خرید لیا تھا۔ تاکہ میری فطرت کے بارے میں بہت کچھ جاننے والے میری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں اور اس بدلے ہوئے میک اپ میں مجھے کم از کم راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے نہ پہچان سکیں۔ میں نے سگریٹ سلگائی اور چند منٹ وہیں کھڑا سگریٹ کے کش لیتا رہا۔

دوسرا آدمی اس طرح اس درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے بارش سے بچنے کے لیے درخت کے نیچے کھڑا ہو لیکن وہ درخت جس کے نیچے وہ کھڑا ہوا تھا ایک تو چھوٹا تھا اور پھر اس کا اوپری حصہ اتنا زیادہ گھنا بھی نہیں تھا کہ بارش کو روک سکتا۔ چند ہی لمحات کے بعد بارش پھر ہلکی ہو گئی اور اب صورت حال ایسی تھی کہ یہاں زیادہ رکنا مناسب نہیں تھا۔ میرا تعاقب کرنے والا خاموش کھڑا تھا۔ وہ شاید ابھی مجھ سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحے انتظار کے بعد میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ایک جانب چل پڑا۔ ایک لمبا راستہ گھوم کر میں پھر اسی بازار میں آگیا جس سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا۔ دوکانیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں لوگ موجود تھے۔ بارش کم ہو جانے کی وجہ سے سڑکوں پر پھر رش ہونے لگا تھا۔ میں دوکانوں میں جھانکتا اور کھڑکیوں میں سجی ہوئی اشیاء کو دیکھتا ہوا ایک اور سڑک پر جا نکلا۔

پھر کتابوں کی ایک دکان میں گھس کر میں رسائل کی ورق گردانی کرتا رہا۔ چند لمحات اسی طرح ورق گردانی کرتا رہا۔ پھر باہر نکلا اور چند قدم چل کر ایک اور جگہ رک گیا۔ خاکستری بالوں والا بدستور میرا پیچھا کر رہا تھا۔ جب میں کسی دکان کے سامنے رکتا تو وہ بھی رک جاتا۔ ہمارا درمیانی فاصلہ بیس گز سے زیادہ نہیں تھا۔ پھر ایک نہر کا پل عبور کرنے کے بعد میں نے اپنی رفتار اچانک تیز کر دی اور دو تین جگہوں میں سے گزر کر ایک انڈونیشی ہوٹل کے لان میں جا گھسا۔ ہوٹل کا دربان ایک بوڑھا ریٹائرڈ فوجی تھا۔ اس نے بڑی خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا لیکن اپنے اسٹول پر جم کر بیٹھا رہا۔ میں دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ جلد ہی خاکستری بالوں والا دروازے کے سامنے سے گزرا۔ میں نے اس کی عمر کا اندازہ لگایا۔ اچھی خاصی عمر کا آدمی تھا لیکن حیرت انگیز طور پر چاق و چوبند تھا۔

جب وہ آگے نکل گیا تو میں پھر واپس آگیا۔ لیکن اب میں خود اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا۔ اس کام کے لیے میں نے پھرتی سے اپنا کوٹ الٹ کر پہنا۔ پہلے میرا کوٹ گہرے سرمئی رنگ کا تھا لیکن جب میں نے پلٹ کر اسے پہنا تو وہ نیلے اور سفید چیک کا کوٹ بن گیا۔ جو دور سے نمایاں نظر آتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک مخصوص قسم کی ٹوپی نکالی جو کوٹ کی اس اندرونی تہہ کی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ ٹوپی اپنے سر پر جمانے کے بعد میں نے ایک چشمہ نکالا اور اسے آنکھوں پر فٹ کر لیا۔ اب ایک نگاہ میں مجھے دیکھنے والا کم از کم یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ میں وہی شخص ہوں جو ابھی کچھ دیر پہلے سڑکوں پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس فوری تبدیلی نے کم از کم میرا چہرہ اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ میں پھرتی سے باہر نکل آیا اور اب میں اس شخص کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد وہ مجھے نظر آگیا۔ وہ مجھ سے تیس چالیس گز دور جا چکا تھا۔ میرے غائب ہو جانے سے وہ کافی بدحواس نظر آتا تھا۔ پھر وہ پلٹ پڑا۔ میں اس کی پریشانی محسوس کر کے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

پھر وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو اسے بآسانی چھاپ سکتا تھا لیکن میں تو اب اس کا تعاقب کر کے اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بوتھ سے باہر نکل آیا اور تیز تیز قدموں سے تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے بس اسٹاپ پر پہنچ گیا۔ میں حتی الامکان اس کی نظروں سے بچتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر جب وہ ایک بس میں سوار ہوا تو اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ سفر کروں لیکن وقتی طور پر میں نے جو حلیہ تبدیل کیا تھا اس کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

پھر میں اس کے ساتھ ہی نیچے اترا تھا۔ وہ خیالات میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ ایک بار بھی اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی تاریک تھی اور اس میں بوسیدہ اور پرانے طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ ایک عمارت کے فلیٹ میں داخل ہوا تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن جب میں اس سلسلے میں ایک فیصلہ کر کے واپس مڑا تو ٹھٹھک گیا۔ کوئی اور بھی تھا جو مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ یہ چار آدمی تھے جو ہاتھوں میں اسٹکیں تھامے مجھے گھور رہے تھے۔ ان کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ ان کے سر گنجے تھے۔ خطرے کا شدید احساس میرے ذہن میں جاگ اٹھا۔ مجھے بری طرح اس عمارت میں گھیر لیا گیا تھا۔ لیکن دفعتاً میرے اندر ایک طوفان اٹھا اور میری آنکھوں میں خون کی چادر رینگ آئی۔ یہ گنجے تھے اور ان کا تعلق میری ذیبی کو اغوا کرنے والوں سے تھا۔ خون۔ خون۔ چاروں طرف خون۔ میرے جبڑے بھنچ گئے۔ میں نے وحشتناک نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

❋

راجہ نواز اصغر جو کچھ بن گیا تھا اب وہ نہیں تھا۔ حالات نے اسے پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک بنا دیا تھا۔ بظاہر میں مسٹر بیکن کے مقصد کو پورا کرنے آیا تھا لیکن میرے دل کی گہرائیوں میں جو لاوا کھول رہا تھا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔

میری خوش قسمتی تھی کہ میں ان غنڈوں پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سب مجھ پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہے تھے۔ دفعتاً ان میں سے ایک نے ابتدا کر ڈالی۔ اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی اسٹک گھومی اور سنسناہٹ کی آواز بلند کرتی ہوئی میرے شانے کی طرف لپکی۔ میں نے بھی اس کے شانے کا خیال رکھا تھا۔ شانے کی ذرا سی جنبش نے اسٹک کا وار ناکام بنا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی سر منڈا غنڈا میرے نزدیک آ گیا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر فوراً اس کی اسٹک پر ہاتھ ڈالتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ایک خاص انداز میں میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اُٹھیں اور میں نے دو نوکیلی چھریوں کی طرح انھیں گنجے کی دونوں آنکھوں میں بھونک دیا۔ میری سخت اور تربیت یافتہ انگلیوں کا نشانہ بالکل درست تھا۔ پچاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں۔ میری انگلیوں کے دو دو پورے اس کی آنکھوں کے حلقوں میں اُتر گئے تھے۔

گنجا اس طرح چیخا جیسے اس کے منہ کے آگے مائیکروفون لگے ہوں۔ ہاکی اس نے خود پھینک دی اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن اس دوران وہ تینوں بھی ہاکیاں لے کر لپکے اور انھوں نے اپنی دانست میں مجھ پر وار کر دیا۔ میں اس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے اپنے پہلے شکار کو ان کے سامنے کر دیا۔ ان میں سے ایک کی ہاکی گنجے کے سر پر تڑ تڑاخ سے ٹوٹ گئی دوسرے کی اس کے شانے پر تیسرے کا وار البتہ خالی گیا تھا گنجے کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا تھا۔ اور اس کے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن اس دوران میں نے اپنے دوسرے شکار کو منتخب کر لیا تھا اور میرا دوسرا شکار وہ تھا جو اپنی ہاکی گنجے کے سر پر توڑ چکا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی کنپٹیوں پر مارے اور پھر حلق سے ایک غراہٹ کی آواز نکلی کہ میں نے اس کے دونوں کان پوری قوت سے کھینچ لیے۔ اس کے دونوں کان پرزے کی طرح چہرے سے ادھڑ گئے تھے۔ میں نے ایک زوردار لات مار کر اسے ان دونوں پر اُچھال دیا جو پینترہ بدل کر میرے عقب میں آ گئے تھے۔ دونوں اپنے ساتھی کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔

اس دوران مجھے موقع مل گیا اور میں نے قریب پڑی ہوئی ٹوٹی اسٹک اُٹھالی۔ جونہی ان میں سے ایک اُٹھا ٹوٹی ہوئی نوکیلی اسٹک اس کے کلیجے میں اُتر گئی۔ چوتھے پر میں نے خود چھلانگ لگا دی تھی اور اسے گھبراتا ہوا نیچے جا گرا تھا۔ اگر وہ بھی نہیں تھا۔ لیکن اب یہ اس کی بدبختی تھی کہ گرتے ہوئے اس کا سر زمین سے ٹکرایا تھا۔ اس لیے وہ ہوش و حواس برقرار نہیں رکھ سکا تھا۔ میں نے اس کی اسٹک اٹھائی اور پوری قوت سے اس کی پنڈلیوں پر ماری بے ہوش ہونے کے باوجود وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ باقی پہلے ہی مصیبت کا شکار تھے۔ ایک آنکھوں سے محروم ہو گیا تھا ایک کانوں سے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا جس کے پیٹ میں ہاکی گھسی ہوئی تھی وہ تقریباً دم توڑ چکا تھا چنانچہ میں اُن دونوں پر پل پڑا جو ابھی تک زندہ تھے لیکن جانکنی کی کیفیت کا شکار۔ میں نے ہاکی مار مار کر اُن کی پنڈلیوں کی ہڈیاں بھی توڑ دیں اور پھر ان میں سے ایک کو گریبان سے پکڑ کر اپنے قریب کرتا ہوا بولا۔

"اپنے سرغنہ کو بتا دینا کہ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔ میں نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ میں نے البتہ اس عمارت کو نگاہ میں رکھ لیا تھا جس میں میرا تعاقب کرنے والا داخل ہوا تھا اس وقت موقع نہیں تھا کہ میں اس عمارت کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکوں لیکن اب یہ عمارت میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی اور عمارت کے مکین بھی میری شناخت سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ کام کرنے کا مزا اسی شکل میں تھا کہ دشمنوں کے سینوں پر خوف کا سانپ بن کر لوٹتا رہوں وہاں سے واپس چل پڑا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔

پھر ان دونوں لڑکیوں کا خیال آیا یعنی ٹریسا بیکن اور سوٹیٹا مارگن ہمارے درمیان کچھ خاص قسم کی گفتگو پہلے ہی ہو گئی تھی اور ہم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے شناسا ہونے کے باوجود اجنبی بنے رہیں گے ویسے بھی لڑکیوں سے میں کوئی خاص فائدہ نہیں اُٹھا سکتا تھا بس چونکہ یہ مسٹر بیکن کی خواہش تھی اور انھوں نے اپنے خلوص کا ثبوت دینے کے لیے یہ پیشکش کی تھی اس لیے میں نے بھی اسے اس خیال کے تحت قبول کر لیا تھا کہ اگر مسٹر بیکن کے دل کی گہرائیوں میں کوئی سازش ہو تو انھیں اس سازش کا بھرپور مزا چکھاؤں۔

یہ تصدیق میں کر چکا تھا کہ ٹریسا مسٹر بیکن کی بیٹی ہے اور سوٹیٹا اس کی بھتیجی، چنانچہ ان دونوں کی موجودگی میں مسٹر بیکن کے خلوص پر پوری طرح یقین کیا جا سکتا تھا تاہم اگر مسٹر بیکن کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کریں گے تو کم از کم ان دو لڑکیوں کو زندہ نہیں پا سکیں گے لڑکیاں بہت خوش اخلاق تھیں میری ان سے مختصر ہی ملاقات ہوئی تھیں لیکن میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شوخ و شنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہیں۔ میں انھیں کسی خاص ہی موقع پر استعمال کرنا چاہتا تھا اس لیے ابھی اُن سے کوئی واسطہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

تاہم اتنا میں نے ضرور سوچا کہ ان سے ملاقات کر لوں۔ یہ وقت ایسا تھا کہ میں چاروں طرف سے مطمئن تھا یعنی وہ شخص جو میرا تعاقب

کر رہا تھا اب میرے تعاقب سے مایوس ہو کر اپنی آرام گاہ میں پہنچ چکا تھا اور یہ جو باقی لوگ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تھے میری سے لطف اندوز ہونے کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے مجھے اس بات کی قطعی پرواہ نہیں تھی کہ ان میں سے کتنے مر جائیں گے اور کتنے زندہ رہیں گے ویسے کم از کم میں اتنا تو کر چکا تھا کہ اب ساری زندگی وہ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے میں نے ان کے پیروں کی ہڈیاں چور چور کر ڈالی تھیں ممکن ہے صبح کو ان کی لاشیں ہی دستیاب ہوں۔ بہرطور وہاں سے میں ہوٹل پام گروو پہنچ گیا جہاں وہ دونوں لڑکیاں ٹھہری ہوئی تھیں دونوں نے ہی ایک کمرے میں قیام کیا تھا چنانچہ ان کا کمرہ نمبر معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی اور میں پر اطمینان قدموں سے چلتا ہوا سیڑھیوں پر پہنچ گیا لفٹ میں نے جان بوجھ کر استعمال نہیں کی تھی کیونکہ لفٹ کا مسئلہ ذرا خطرناک ہو جاتا ہے۔

لڑکیوں کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے آہستہ سے دستک دی دوسری دستک پر اندر سے آواز ابھری۔

"آ جاؤ" اور میں خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا' دونوں لڑکیاں آرام کرسی پر دراز تھیں مجھے دیکھ کر پھرتی سے اُٹھ کھڑی ہوئیں ان کے چہروں پر تجسس کے آثار نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔ ٹرلیسا نے جلدی سے آگے بڑھ کر میرے بدن کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"آپ کے اندر کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی مسٹر نواز۔؟"

"کیوں۔ آپ کو اس کا شبہ کیسے ہوا۔؟"

"اوہ۔ ہمارے دل میں تو پتہ نہیں کیا کیا خیالات تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم تو چند لمحات بھی یہاں کام نہیں کر سکیں گے۔"

"اس سے قبل کبھی اس قسم کے کاموں میں حصہ لیا ہے مس ٹرلیسا" میں نے سوال کیا۔

"بیٹھ جائیے مسٹر نواز براہ کرم بیٹھ جائیے آپ ہمیں تھوڑا سا وقت تو ضرور دیں گے۔"

"ہاں اس وقت میرے پاس تمھارے لیے کافی وقت ہے جتنا دل چاہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سونیتا ذرا خاموش طبع تھی۔

"ہاں مس ٹرلیسا" میں نے سوال کیا تھا آپ سے کہ اس سے قبل آپ نے ایسے کسی کام میں حصہ لیا ہے۔"

"دیکھیے ہم براہِ راست تو کبھی اس قسم کے معاملات میں ملوث نہیں ہوئے ایک مرتبہ اتفاقیہ طور پر ایک ایسے گروہ کے چکر میں جا پھنسی تھی جو لڑکیوں اور بچیوں کو اغوا کر کے ان کے عیوض رقومات وصول کرتا تھا میں نے اس گروہ کا قلع قمع کیا تھا اور یہ جو سونیتا ہے یہ ایک ایسے کلب کی ممبر رہ چکی ہے جو نہم جوئی کی تربیت دیتا ہے چنانچہ یہ بہت سی مہمات سرانجام دے چکی ہے تاہم مجرموں کے مقابلے پر آنے کا یہ ہمارا پہلا ہی موقعہ ہے وہ شخص جو ہوائی اڈے پر مارا گیا تھا۔ کون تھا۔ مسٹر نواز؟"

"تمھارے ڈیڈی کا کارکن ایلن کاربٹ۔" میں نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ ہم دونوں کا بھی یہی خیال تھا۔ کس بے دردی سے اسے قتل کر دیا گیا۔

"ہاں۔ اور قاتل اس لڑکی کی وجہ سے میری گرفت سے نکل گیا جس نے آگے بڑھ کر میرا راستہ روک لیا تھا۔"

"ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ لڑکی ان لوگوں کی ساتھی نہیں تھی۔"

"ہو سکتا ہے ایسی بات ہو۔"؟

"کیا آپ اس کا پتہ جاننا چاہتے ہیں۔" سونیتا پہلی بار مسکرا کر بولی اور میں واقعی چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔"؟

"ہم لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت علاقے کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہتی ہے بنگلے کا نام گرین والا ہے۔"

"گڈ' گڈ۔ لڑکی کا نام تھا۔"

"آپ کو کیسے معلوم۔"؟

"تھوڑا بہت میں نے بھی اس سے معلومات حاصل کر لی تھیں ویسے تمھاری اس کارکردگی پر میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ ہمیں کوئی کام سونپ کر دیکھیے' آپ کو مایوسی نہیں ہوگی مسٹر نواز۔" ٹرلیسا نے کہا۔

"ویری گڈ۔ واقعی اب تو ایسا ہی احساس ہو رہا ہے جیسے آپ لوگ کام کر رہے ہیں۔ آپ نے بہترین انتخاب کیا اور لڑکی کا پیچھا کر کے اس کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں وہ میرے لیے قابلِ قدر ہیں ویسے ہوائی اڈے سے آپ کا کسی نے پیچھا تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔ دلچسپ بات یہی ہے کہ ہم نے اس کا بھی خیال رکھا تھا یعنی لڑکی کا تعاقب کرنے کے لیے میں نے ایک ٹیکسی استعمال کی تھی اور ٹرلیسا دوسری ٹیکسی میں میرے پیچھے تھی تاکہ اگر کوئی شبہ ہو تو وہ مجھے آگاہ کر سکے۔"

"گڈ ویری گڈ... ویسے آپ لوگ وہاں سے سیدھی ہوٹل ہی آئی تھیں۔"

"ہاں۔"

"اس کمرے میں آپ نے اچھی طرح جائزہ لے لیا ایسے آلات تو نصب نہیں ہیں جن پر ہماری گفتگو سنی جا سکے۔"

"نہیں۔ ہم لوگوں نے یہاں آتے ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا۔"

"ویری گڈ۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ لوگ بہت زیادہ محتاط ہوں ویسے محتاط رہنا ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ہوائی اڈے پر اترتے ہی ہمارے ساتھ کیا ہوا میرا خیال تھا کہ ایلن کاربٹ سے مجھے کافی معلومات حاصل ہو سکیں گی لیکن ہمارے دشمن ہمارے پروگرام سے واقف تھے اور انھوں نے کاربٹ کو مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جو دشمن اتنے خبردار اور چوکس ہوں وہ تم دونوں کے وجود سے باخبر نہیں ہوں گے۔ بہرطور تمھیں محتاط رہنا چاہیے۔"

"آپ مطمئن رہیں اگر ایسی کوئی نوبت آئی تو ہم بوجھ ثابت نہیں ہوں گے۔" ٹرلیسا نے جواب دیا۔

"ٹھیک۔ ویسے میں بھی اپنے کام کا آغاز کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک چھوٹا سا واقعہ مجھے بھی پیش آ گیا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد اس واقعے کی تمام تفصیل ان لڑکیوں کو بتا دی' دونوں لڑکیوں کے چہرے پر دبے دبے جوش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ پھر ٹرلیسا نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز ہم آپ کے ساتھ کام کر کے بے پناہ خوشی محسوس کریں گے آپ کی شخصیت بے نظیر ہے اور میں اور سونیتا مسلسل آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے ہیں۔"

"میرے بارے میں گفتگو کرنے کے بجائے اس سلسلے میں کوئی بہتر ترکیب سوچیے مس ٹرلیسا۔ ہم کل شام سے اپنی باقاعدہ مہم کا آغاز کریں گے۔"

"آپ کے لیے کچھ منگواؤں۔"

"نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے تمھارے کمرے میں دیکھا جائے محتاط رہنا بے حد ضروری ہے۔"

"لیکن آپ کو کسی نے یہاں آتے نہیں دیکھا۔"

"میرا خیال ہے نہیں ویسے بھی میں لفٹ کے ذریعے نہیں بلکہ سیڑھیوں کے ذریعے یہاں پہنچا ہوں اور اس طرح کمروں کو تلاش کرتا یہاں تک آیا ہوں جیسے مجھے کسی خاص جگہ کی تلاش ہو۔"

"گڈ ویری گڈ۔ ہمیں تو بہت لطف آ رہا ہے اس کام میں۔"

"گڈ۔ لطف تو آنا ہی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنی احتیاط رکھنا بھی ضروری ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔" ان دونوں سے رخصت ہونے کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑا۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے خاصی بھوک محسوس ہو رہی تھی مرکزی ہال سے گزرنے کے بعد میں پہلے کی طرح عقبی زینے کے خفیہ راستے سے ہو کر چھت پر پہنچ گیا اور وہاں سے بالکونی کا چھجا پکڑ کر پاؤں نیچے لٹکائے اور چھلانگ لگانا چاہتا تھا کہ نتھنوں میں عجیب سی بُو محسوس ہوئی۔

کوئی قرب و جوار میں چرس پی رہا تھا۔ میں نے چھجے کا سہارا لے کر اندر جھانکا کمرے کے وسط میں کسی کے پاؤں کی دو انگلیاں اور سُلگتے ہوئے سگریٹ کی نوک دکھائی دی۔ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور چھت سے اُتر کر راہداری میں پہنچا۔ ہوٹل کی چابی تو کاؤنٹر کلرک کے پاس تھی۔ میں نے جیب سے اپنی چابی نکالی آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

میرے کمرے میں محراب کے نیچے ڈیوٹی دینے والا دربان کرسی پر بیٹھا نشے اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لگا رہا تھا۔ نشے کے عالم میں اس کی آنکھیں بند تھیں۔ داھنا ہاتھ ڈھیلے ڈھالے انداز میں گھٹنے پر رکھا تھا اور اس میں ایک پستول دبا ہوا تھا میں دروازہ بند کر کے دبے پاؤں اس کی پشت پر پہنچا۔ وہ اپنی دنیا میں مست تھا اسے میرے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ میں نے قریب پہنچ کر اس کا کندھا ہلایا اور وہ تڑپ کر جلدی سے اُٹھ گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اس طرح اس کے سر پر پہنچ جاؤں گا۔ جونہی اس نے ریوالور سیدھا کیا میں نے اس کے ریوالور پر ایک سیدھا ہاتھ مارا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا لیکن میں نے اسے زمین پر نہیں گرنے دیا تھا ریوالور اپنے ہاتھ میں سنبھال کر میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ متوحش انداز میں میری شکل دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے غالباً اس کے حواس گم ہو گئے تھے بیوقوف اگر چرس کی سگریٹ نہ پیتا تو محتاط ہوتا لیکن اس نے میرا انتظار کرنے کے لیے یہ وقت اس طرح گزارنا مناسب سمجھا تھا تاہم اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن میرا اٹھا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور اس کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ سی نکل گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا تھا میں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر موڑا اور پھر میری زوردار لات اس کی ریڑھ کی ہڈی پر پڑی وہ قلابازیاں کھا کر فرش پر جا گرا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح فرش پر پڑا رہا پھر کہنی کا سہارا لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس کے ہونٹوں سے غراہٹ نکلی۔

"تم۔ تم میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچ سکو گے۔"

"ہوں۔ تم مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔"

"بکواس مت کرو لاؤ میرا پستول مجھے واپس کر دو۔"

"اوہو واقعی۔" میں نے دلچسپ انداز میں مسکراتے ہوئے

کہا۔ اور اس کے پستول کی نال کھول کر چیمبر خالی کر دیئے پھر اس کا پستول اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"مجھے خود تمہارے اس پستول سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن تمہاری یہاں موجودگی اور میرے قتل کی وجہ پوچھنا میرا حق ہے کیا خیال ہے جواب دینا پسند کرو گے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم۔ تم"۔ وہ غصے سے دہاڑا اور پھر بولا۔

"لاؤ پستول کے کارتوس واپس کر دو۔"

"ارے ہاں۔ ہاں واقعی یہ کارتوس میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ ظاہر ہے تمہاری ملکیت ہیں" میں نے اس کی پستول کے کارتوس مٹھی میں پکڑے اور مٹھی اس کی جانب بڑھا دی وہ بے اختیار کارتوس لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن میرے دوسرے ہاتھ کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ ایک بار پھر وہ نیچے جا گرا اب میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اس کی پیشانی پہ پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دوست اب جواب دو۔ یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہے تھے؟ کس نے تمہیں مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔"

"میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اگر تم جواب نہیں دو گے تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا سمجھے تم۔"

"تم مجھے نہیں مار سکتے یہاں۔ یہاں میرے بہت سے ساتھی موجود ہیں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اس طرح جواب دیتے رہو میرے معصوم دوست کون کون ہیں تمہارے ساتھی۔" میں نے سوال کیا لیکن وہ محتاط تھا میں ایک لمحے کے لیے چونکا تھا کہ اس نے میرا پاؤں پکڑ کر پوری قوت سے موڑ دیا۔ میں سنبھل نہیں پایا تھا چنانچہ دوسرے لمحے میں نیچے گر پڑا۔ البتہ میں نے اپنا چہرہ زمین سے ٹکرانے سے روکا تھا اور پھر لیٹے لیٹے میں نے اپنا پاؤں گھما کر اس کی پیشانی پر مارا اس کا منہ بڑی زور سے زمین سے ٹکرایا تھا وہ کراہنے لگا لیکن اس کے فوراً ہی بعد اس نے پلٹ کر دوبارہ میری ٹانگ کھینچ لی۔ میں جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور زمین پہ آ رہا وہ بری طرح مجھ سے گتھم گتھا ہو گیا تھا خاصے جاندار بدن کا مالک ہو گا کسی وقت لیکن چرس بھری سگریٹوں نے اس کے بدن میں کچھ نہیں رہنے دیا تھا میں نے ایک لمحے میں اس پر قابو پا لیا اور اس کا دایاں بازو موڑ کر پشت سے لگا دیا پھر میں نے اسے اس طرح دھکیلا اور بالکونی تک لے آیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ کر میں نے بالکونی کے کٹہرے پر رکھ دی پھر نیچے جھک کر میں نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے اور اسے کٹہرے سے آدھا باہر نکال دیا۔

"بولو۔ میری باتوں کا جواب دینا پسند کرو گے یا تمہیں یہاں سے نیچے پھینک دوں ذرا نیچے کی گہرائی تو دیکھو۔ بالکونی سڑک سے بہت بلند تھی۔ وہ خوفزدہ آواز میں بولا۔

"نہیں۔ نہیں تم یہ نہیں کر سکتے۔"

"میں کر سکتا ہوں میرے دوست۔ اس وقت کسی کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ تم میرے کمرے میں ہو تم چرس پی چکے ہو تمہارے منہ سے چرس کی بو آ رہی ہے لوگ یہی سمجھیں گے کہ نشے کی ترنگ میں تم نے ہوا میں پرواز کرنے کی کوشش کی ہوگی اور بڑے اطمینان سے نیچے جا رہے ہو گے سمجھے۔" میں نے اسے کچھ اور آگے دھکیلا اور وہ نیچے کا منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"م۔ میں۔ تم یقین کرو میں نشے میں ہی یہاں آ گیا تھا۔"

"ارے ارے اتنا سچ مت بولو کہ مجھے ہنسی آنے لگے نشے کے عالم میں تم مجھے قتل کر دینے آئے تھے۔"

"اچھا۔ ایک منٹ۔ مجھے موقع دو۔ میں تمہیں سچ بتاتا ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔

"اب آئے راہ راست پر۔ چلو آ جاؤ اور بتاؤ تمہیں یہاں کس نے بھیجا تھا" میرا خیال تھا کہ اب شدت خوف سے اس کی قوت مزاحمت ختم ہو چکی ہوگی لیکن خلاف توقع وہ بڑا ہی سخت جان نکلا دفعتاً اس نے زور لگایا اور میری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے نیچے جھک کر اپنی پنڈلی پر بندھا ہوا چاقو نکال لیا تھا۔

دوسرے لمحے وہ انتہائی پھرتی سے مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن اب ظاہر ہے کہ میں اس جیسے عام لوگوں کے بس کی بات بھی نہیں تھا میں نے پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوری قوت سے لات اس کے پیٹ پر رسید کر دی پھر سنبھلنے کی مہلت دیئے بغیر میں نے دو چار گھونسے اس کی پیشانی اور کنپٹی پر جڑ دیئے۔

وہ کراہتے ہوئے فرش پہ گر پڑا میں نے جھک کر اسے کالر سے پکڑا اور زور سے جھٹکا دیا وہ سیدھا ہو گیا تھا لیکن اس عالم میں اس نے میری پیشانی پر ٹکر مارنے کی کوشش کی اور اب میرے اندر وہی وحشت و درندگی جاگ اٹھی تھی جو ایسے حالات میں جاگ جانی چاہیئے تھی۔ میں نے اس کی گردن دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور اسے ایک جھٹکے سے موڑ دیا۔ چٹاخ کی آواز ہوئی اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا تھا اس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے اور پھر نیچے گر پڑا۔ میں نے جھک کر اس کی نبض ٹٹولی۔ نبضیں ڈوبتی جا رہی تھیں غصے میں معلومات کے ایک ذریعے کو کھو بیٹھا تھا اسے مرنا تو تھا ہی لیکن

مجھے چاہیئے تھا کہ میں اسے اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک وہ میرے سوالات کا جواب نہ دے دیتا۔

بہرطور جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اس سے بہت سی چیزیں برآمد ہوئیں لیکن میری دلچسپی کا باعث صرف کاغذ کا ایک پرزہ تھا جس پر ایک خاص قسم کے اعداد ٹائپ کیے ہوئے تھے میں نے کاغذ کا یہ پرزہ احتیاط سے اپنی پتلون کی جیب میں رکھ لیا اور پھر اپنے کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا اس دھینگا مشتی میں کچھ چیزیں اپنی جگہ سے گر پڑی تھیں اور کچھ ایسے نشانات پیدا ہو گئے تھے جن پر اگر غور کیا جاتا تو میرے لیے مشکل کا باعث بن سکتے تھے۔

میں کمرہ ٹھیک کرنے میں مصروف ہو گیا ویٹر کا پستول میں نے اٹھا لیا اور اس میں کارتوس ڈال کر اس کی جیب میں رکھ دیا نشہ آور سگریٹ کے جو ٹکڑے یہاں پڑے ہوئے تھے انھیں میں نے اٹھایا اور واش بیسن میں ڈال کر پانی کھول دیا۔

کمرہ نشہ آور سگریٹ سے بالکل پاک ہو گیا تو میں نے ویٹر کی لاش دونوں ہاتھوں پر اٹھائی اور دروازے کے پاس لے آیا دروازہ کھول کر میں نے آہستہ سے باہر جھانکا راہداری سنسان پڑی تھی میں اس کی لاش کو لیے باہر نکل آیا اور خود کار لفٹ کے پاس پہنچ گیا بٹن دباتے ہی لفٹ اوپر آئی تو میں نے اس کا دروازہ کھول کر اس میں پاؤں اڑایا اور پھر ویٹر کی لاش لفٹ میں ٹھونس دی لاش کو لفٹ میں ٹھونسنے کے بعد میں چند لمحات وہیں کھڑا رہا لفٹ اس منزل پر رکی ہوئی تھی میں نے اس کا دروازہ بند کیا اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ آیا اب جو کوئی لفٹ کا بٹن دبائے گا وہ خود ہی لاش کو پائے گا مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں اس کے بارے میں کسی کو اطلاع دوں۔ اپنے کمرے کا دروازہ اس مخصوص چابی سے مقفل کر کے میں بالکونی کے راستے چھت پر چڑھا اور وہاں سے عقبی زینے سے اتر کر چپ چاپ ہال میں پہنچ گیا۔ کاؤنٹر منیجر کاؤنٹر پر موجود تھا میں نے اس کے نزدیک پہنچتے ہوئے کلرک سے اپنے کمرے کی چابی مانگی اور منیجر تیزی سے میری طرف پلٹ پڑا۔ وہ پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن پھر اس نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا اور کاؤنٹر کلرک سے بولا۔

"صاحب کو چابی دو۔" کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے چابی میرے حوالے کر دی۔ میں چابی لے کر پلٹا ہی تھا کہ دفعتاً کسی عورت کی تیز چیخ میرے کانوں سے ٹکرائی یہاں موجود دوسرے لوگوں نے بھی چیخ کی یہ آواز سن لی تھی چنانچہ بے اختیار بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے میرے قدم رک گئے تھے ایک لمحے میں، میں نے صورتحال کا اندازہ لگا لیا تھا، یقیناً کسی بدقسمت عورت نے ویٹر کی لاش والی لفٹ کا بٹن دبا دیا تھا اور اب لاش اس کے سامنے ہوگی، کاؤنٹر منیجر بھی بھاگتا ہوا میرے قریب سے گزر گیا تھا دوسرے بہت سے لوگ لفٹ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ میں بھی آہستہ آہستہ چابی گھماتا ہوا وہیں چل پڑا۔

لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو عورت لفٹ میں داخل ہونا چاہتی تھی وہ عورت بیہوش ہو کر وہیں لفٹ کے قریب ہی گر پڑی تھی۔ کاؤنٹر منیجر نے چند ویٹروں کو طلب کر کے بیہوش عورت کو وہاں سے اٹھوایا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں لوگوں کو پیچھے ہٹنے کی ہدایت کرنے لگا۔

"کیا بات ہے، کیا بات ہے۔؟" کسی نے سوال کیا۔

"لاش۔ لفٹ میں لاش موجود ہے۔ لاش کا نام سن کر بہت سی سراسیمہ آوازیں ابھری تھیں۔

"کون ہے۔؟ کس کی لاش ہے۔"؟

"ویٹر ہے۔" منیجر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں نے ایک بار صرف ایک بار منیجر کا چہرہ اپنی طرف گھومتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی میں نے اندازہ لگایا کہ منیجر صورت حال سے واقف تھا اور اب ویٹر کی لاش دیکھ کر اس کا ذہن یقیناً میری ہی جانب گیا تھا۔ دل ہی دل میں، میں نے سوچا۔

دوستوں۔ تم لوگوں سے نمٹ لوں گا ایک ایک کر کے بے فکر رہو۔ اس کے بعد میں نے کمرے میں جانا مناسب نہیں سمجھا بھوک کی شدت اب بھی اسی طرح تھی چنانچہ میں ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا، ایک میز پر بیٹھنے کے بعد میں نے اپنے لیے کھانا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے میرا مطلوبہ آرڈر میرے سامنے سپلائی کر دیا۔ اب ہر سلسلے میں محتاط تو نہیں رہا جا سکتا تھا۔ قدم قدم پر خطرات کا سامنا تھا لیکن اس وقت تک جب تک یہ لوگ پوری طرح میری طرف متوجہ نہیں ہوتے بلاوجہ کی حماقتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے کھانا شروع کیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی طلب کر لی اور ابھی کافی کے سپ لے ہی رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ ایک شخص کی جانب اٹھ گئی جو ایک میز پر بیٹھا ہوا تھا اس نے بھی مجھے دیکھا اور متحیرانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا دوسرے لمحے وہ اپنی میز سے اٹھ کر میرے پاس آ گیا۔

ابتداء میں تو میں اسے نہیں پہچان سکا لیکن جب وہ میرے قریب پہنچا تو میں نے بخوبی اسے پہچان لیا یہ وہی پولیس آفیسر تھا جسے میں نے اپنا وہ خصوصی اجازت نامہ دکھایا تھا اور جس سے میری ایئرپورٹ پر ملاقات ہوئی تھی اس نے میرے نزدیک پہنچ کر پُرمسرت انداز میں کہا۔

"آہا۔ آپ سے خوب ملاقات ہوئی مسٹر نواز میں آپ کے بارے

میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کا قیام اس ہوٹل میں ہے۔"

"شکریہ آفیسر، میں بھی آپ کو پہچان گیا ہوں تشریف رکھیے کیا پئیں گے آپ؟"

"بھئی یہ جو کچھ آپ پی رہے ہیں اس وقت میں بالکل اس کے موڈ میں نہیں ہوں آپ دیکھ رہے ہیں میرے جسم پر سرکاری وردی بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر میں آپ کے لیے اسکاچ منگاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ شکریہ۔" اس نے خوش اخلاقی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں نے چٹکی بجا کر ویٹر کو اپنے قریب بلایا چند لمحات کے بعد ویٹر نے میرے آرڈر پر اسکاچ کی بوتل، سائفن اور گلاس وغیرہ اس کے سامنے رکھ دیئے۔

"تعجب ہے آپ کافی پی رہے ہیں مسٹر نواز۔"

"میرے لیے کافی ہی کافی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ ہنس پڑا پھر اس نے اپنے لیے اسکاچ کا گلاس بنایا اور چھوٹے چھوٹے سپ لیتا ہوا بولا۔

"ابھی یہاں تھوڑی دیر قبل ایک حادثہ ہو چکا ہے آپ اس حادثہ سے واقف ہیں۔"

"ہاں۔ شاید کسی ویٹر کی لاش لفٹ میں ملی تھی۔"

"اور یہ ویٹر آپ ہی کی منزل پر متعین تھا۔"

"شاید۔ مجھے یہاں کے ویٹروں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔" میں نے انسپکٹر کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا انسپکٹر اس سلسلے میں مجھ پر کوئی شبہ رکھتا ہے لیکن وہ اطمینان سے اسکاچ کے سپ لینے میں مصروف تھا اس کے چہرے سے کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کس شبہ کی بنا پر یہ بات کہہ رہا ہے، بہرطور میں محتاط ضرور ہو گیا تھا تب میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا آپ یہاں اس ویٹر کی لاش کے سلسلے میں ہی تشریف لائے تھے مسٹر"۔ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"اوہ مجھے آپ مائیکل ہنٹر کہہ سکتے ہیں، ویسے میرے دوست مجھے ہنٹر کے نام سے جانتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر ہنٹر۔ میرا نام چونکہ آپ لے ہی چکے ہیں اس لیے میں آپ کو اپنا نام بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"ہاں۔ میں آپ کو جانتا ہوں مسٹر نواز۔ خاص طور سے وہ خصوصی اجازت نامہ دیکھنے کے بعد تو میں نے مسلسل آپ کے بارے میں سوچا ہے، بہرطور میں ڈیوٹی پر نہیں تھا بلکہ میں اکثر اس ہوٹل میں آتا رہتا ہوں۔ اس وقت بھی میں ڈائننگ ہال ہی میں موجود تھا جب باہر شور و غوغا کی آوازیں سنی گئی تھیں لاش میں نے بھی دیکھی تھی لیکن اس سے زیادہ میں نے اس کے سلسلے میں دلچسپی نہیں لی کیونکہ ہمارا واسطہ تو دن رات ایسی چیزوں سے پڑتا ہی رہتا ہے اب اس وقت جب میری ڈیوٹی نہیں تھی تو اس موقع سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا اگر میرے بدن پر پولیس کی وردی ہوتی تو پھر یہ میرا فرض بن جاتا تھا کہ میں اس لاش کے بارے میں چھان بین کروں ویسے بھی یہ میرا علاقہ نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تب ہنٹر میری جانب دیکھ کر بولا۔

"ایئرپورٹ پر جو شخص قتل ہوا تھا کیا اس سے آپ کا کوئی تعلق تھا۔"

"ہرگز نہیں میرا اس سے بس اتنا تعلق تھا کہ اس کو میری ہی نگاہوں کے سامنے قتل کیا گیا تھا۔ ویسے آپ نے تو یقیناً اس کے بارے میں چھان بین مکمل کر لی ہوگی۔"

"حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیل موصول نہیں ہو سکی، وہ کون تھا، کہاں سے آیا تھا، کہاں رہتا تھا اس کے لباس سے بھی کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی۔"

"پتا نہیں کیا سلسلہ ہو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ویسے میں ذاتی طور پر آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں مسٹر نواز۔"

"ضرور کہیئے۔" میں نے سوال کیا۔

"آپ کا خصوصی اجازت نامہ مختلف تصورات کا حامل ہے یہ اجازت نامہ عام لوگوں کو نہیں ملتا صرف وہی لوگ اسے اپنے پاس رکھنے کے حق دار ہوتے ہیں جو حکومت کے کسی اہم معاملے میں کام کر رہے ہوں، میں آپ کے بارے میں زیادہ چھان بین نہیں کرنا چاہتا چونکہ انتظامیہ کے لوگ مختلف انداز میں کام کرتے ہیں لیکن اتنا آپ سے ضرور پوچھنا پسند کروں گا کہ کیا آپ منشیات کے سلسلے میں کوئی کام کر رہے ہیں۔"

"یہ سوال آپ کے ذہن میں کیوں ابھرا مسٹر ہنٹر۔"

"اس لیے کہ آپ کے اجازت نامے پر جو خصوصی نکون بنا ہوا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ منشیات ہی کے اہم سلسلے میں یہاں پہنچے ہیں۔"

"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پرلطف بات یہ ہے کہ میرے سپرد بھی یہی خصوصی کام کیا گیا ہے ایئرپورٹ پر میری ڈیوٹی وہاں سے آنے والے مسافروں کو چیک کرنے کی تھی یعنی ایسے مسافروں کو جو منشیات کی اسمگلنگ میں

ملوث ہوتے ہیں آپ نہیں جانتے مسٹر نواز کو امریکہ کیسے حالات کا شکار ہے۔ ہماری نوجوان نسل تباہ ہوئی جا رہی ہے موت کے سوداگر موت فروخت کر رہے ہیں اور نوجوانوں کو نشہ آور ادویات کا عادی بنا کر زندگی سے محروم کر رہے ہیں آپ دیکھئے نا اتنا ترقی یافتہ ملک اور اتنی بڑی لعنت کا شکار۔ بیشک بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہیں لیکن نشہ آور ادویات کا استعمال ایک اتنی بڑی سازش ہے آپ جس کا تصور نہیں کر سکتے میں ذاتی طور پر ان لوگوں کے اتنا خلاف ہوں کہ دل چاہتا ہے جو بھی مجھے مل جائے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دوں" پولیس آفیسر کی مٹھیاں جوش سے بھنچ گئیں۔ پھر وہ بولا۔

"میں نے ایسے ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ آپ کو بتا نہیں سکتا بلکہ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر موقع ملے کل میرے دفتر تشریف لایئے میں آپ کو منشیات کے شکار نوجوانوں کی شخصیت سے متعارف کراؤں گا۔"

"ضرور حاضر ہوں گا کل کس وقت؟" میں نے سوال کیا۔

"دس بجے صبح میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ویسے اگر آپ اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں مسٹر نواز تو براہ کرم ہنٹر کی یہ پیش کش قبول فرمایئے کہ میں ہر طرح آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں خواہ وہ سرکاری نوعیت کا ہو یا غیر سرکاری نوعیت کا۔" میں نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اس سلسلے میں مجھے آپ کی ضرورت پڑی مسٹر ہنٹر تو آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کو ترجیح دوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں اس بات کے لیے خلوص دل سے مشکور ہوں۔"

"ویسے ہوائی اڈے پر جس لڑکی سے میری مڈبھیڑ ہوئی تھی کیا آپ کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ موجود ہے۔"

"اوہ۔ وہ لڑکی جو۔ میرا مطلب ہے جو آپ سے ٹکرائی تھی اور جس کے بارے میں آپ کا خیال تھا کہ اس نے جان بوجھ کر آپ کا راستہ روکا تھا تاکہ قاتل کو بھاگنے میں مدد ملے۔"

"ہاں۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں پتا کر کے بتا دوں۔" اس نے کہا۔

"میں آپ کو اس کا پتا بتا سکتا ہوں آپ صرف اس کے بارے میں خفیہ طور پر چھان بین کر لیجئے۔"

"اوہ۔ اوہو۔ گویا آپ کو۔ آپ کو اس کا پتا بھی معلوم ہو گیا۔" ہنٹر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"گرین کا بیچ مار لا برو کے علاقے میں ہے اور وہاں وہ لڑکی گرین ہاربر کے نام سے رہتی ہے۔"

"میرے خدا اس کا مقصد ہے یقیناً یقیناً میں تسلیم کرتا ہوں ظاہر ہے آپ نیویارک سے آئے ہیں کوئی معمولی شخصیت تو نہیں ہوں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور گلاس میں پڑی شراب حلق میں انڈیل لی پھر اس نے دوسرا گلاس بنایا اور ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

"تو پھر میں کل صبح دس بجے اپنے دفتر میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"ہاں یقیناً میں پہنچوں گا۔" میں نے جواب دیا ہنگامہ خیزیاں کسی قدر کم ہو گئی تھیں خاصی رات گئے میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر اپنے کمرے میں آ گیا یہ کمرہ میرے لیے بارود کا ڈھیر تھا لیکن میں بھی اپنے آپ کو آزمانا چاہتا تھا چنانچہ کسی قسم کی پرواہ کیے بغیر میں نے دروازے کھڑکیاں لاک کیں اور اپنے بستر پر جا لیٹا لیکن رات سکون سے گزر گئی تھی۔

اگلے دن صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے اپنے پروگرام پر غور کیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ہنٹر کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچ گیا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ ہنٹر اپنے آفس میں میرا منتظر تھا اس وقت اپنی وردی میں ملبوس تھا اور بہت شاندار نظر آ رہا تھا، ایئرپورٹ پر تو میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب اس کی شکل و صورت دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ذہین اور تجربہ کار آفیسر ہے بشرطیکہ میں اس کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں، بہرطور اس نے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں دیکھ کر بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں صحیح وقت پر واپس پہنچ گیا۔"

"واپس۔" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اور وہ ہنستا ہوا مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔ ایک واردات ہوئی ہے میرے علاقے میں بڑی بھیانک واردات ہے میں اس وقت بھی ان چاروں لاشوں کا تصور کرتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں پتہ نہیں انھیں کسی ایک آدمی نے ہلاک کیا ہے یا بہت سے آدمیوں نے۔ چار لاشوں کا تذکرہ سن کر میں چونکا تھا میں نے سوالیہ انداز میں ہنٹر کی طرف دیکھا تو وہ مجھے ان چاروں گنجوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا جو میرا ہی شکار تھے۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ان چاروں کو بہت برے طریقے سے قتل کیا گیا ہے پھر وہ رازدارانہ انداز میں بولا۔

"میں تمہیں وہ بات بتا رہا ہوں مسٹر نواز جو میں نے ابھی تک پولیس کے ریکارڈ میں بھی شامل نہیں کی۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیفرائن ویل پر جو چاروں لاشیں ملی ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی طور منشیات کی تجارت کرنے والے گروہ سے ضرور تھا۔ دراصل میں ان دنوں اس گروہ کے بارے میں شواہد جمع کر رہا ہوں۔ میں نے خاص طور سے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ جن لوگوں کے سر منڈھے ہوئے ہوتے ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی طور منشیات کی تجارت سے ضرور ہوتا ہے اور اب تک کی تمام رپورٹوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی شناخت ہے یعنی منڈھا ہوا سر۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بے شمار ایسے افراد ہیں جن کے اپنے عزیز و اقارب منشیات کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ خود بھی ان لوگوں کے بدترین دشمن ہیں چنانچہ ان چاروں کا قتل کسی ایسے ہی جنونی کا کارنامہ ہے جو ان لوگوں سے بری طرح نفرت کرتا ہو ورنہ قتل کرنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں، آپ یقین کریں کہ ان لوگوں کو اتنے وحشیانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے کہ شاید لاس اینجلس کی تاریخ میں یہ واقعہ چند ہی واقعات میں سے ایک کہا جا سکتا ہے۔" میں نے شانے ہلائے اور مصنوعی انداز میں بولا۔

"تو آپ وہیں گئے تھے مسٹر ہینبڑ۔"

"ہاں۔ وہ لاشیں پولیس کے ہسپتال پہنچانے کے بعد یہاں پہنچا ہوں، صبح ہی صبح اس سلسلے میں مصروف ہو جانا پڑا تھا۔"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ یہاں منشیات کی اسمگلنگ کی انسداد کے سلسلے میں خاصا زور دار کام ہو رہا ہے۔"

"ایسا ویسا زوردار۔ یوں سمجھیں کہ ہماری تمام تر کوششیں یہی ہیں کہ ہم اس کاروبار کو کسی طرح ختم کر دیں پورا امریکہ ہی آج کل منشیات کے ناجائز کاروبار کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اتنی بھاری مقدار میں یہ منشیات یہاں پہنچ رہی ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا میں اتنا پریشان ہوں کہ آپ کو بتا نہیں سکتا۔"

"کیا منشیات کی اسمگلنگ کا یہ سلسلہ کسی طرح روکا جا سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ منشیات درآمد کرنے والی تنظیمیں بلاشبہ بڑی منظم ہیں اور ان کے وسائل لامحدود ہیں ہم کسی ایک تنظیم کے ذمہ یہ الزام نہیں لگا سکتے کیونکہ کوئی ایک تنظیم اتنے منظم پیمانے پر یہ کام نہیں کر سکتی۔ چھوٹی چھوٹی بہت سی تنظیمیں ہیں اور پھر سچی بات یہ ہے کہ منشیات کی اسمگلنگ ہی آجکل راتوں رات کروڑ پتی بنانے کا واحد ذریعہ ہے۔ بہر طور ہم مختلف تنظیموں کے بیشتر کارندوں کو اپنی نگاہوں میں لا چکے ہیں لیکن الجھن یہ ہے کہ ابھی تک ان کی سپلائی طریقۂ کار کا پتا نہیں چل سکا مسلسل کوششیں کی جا رہی ہیں اور ہم ہر طرح سے اُن کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں لیکن کوئی ٹھوس اور جامع ثبوت ہمیں ابھی تک نہیں مل سکا اگر آپ منشیات کے استحصال کا شکار چند افراد کی لاشیں دیکھنا چاہیں تو میں آپ کو اُن کی زیارت ضرور کراؤں گا۔ براہ کرم میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور ہینبڑ کے ساتھ چل پڑا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں ایک مُردہ خانہ موجود تھا جو اس دفتر کی عمارت سے الگ ہٹ کر ایک عمارت میں تھا لیکن وہاں سے یہاں تک جانے کا راستہ براہ راست تھا۔ چنانچہ ہم اس وسیع ہال پر مشتمل ایک دوسری عمارت میں پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں سے ایک مخصوص کمرے میں جس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چاروں طرف پتھر کی بڑی بڑی سلیں لگی ہوئی تھیں اور ان پر شٹر ڈھکے ہوئے تھے۔ ہینبڑ نے آگے بڑھ کر ایک سل کا شٹر ہٹا دیا اندر سفید چادر سے ڈھکی ہوئی ایک لاش رکھی ہوئی تھی اس نے لاش کے پورے بدن سے کپڑا ہٹا دیا۔ لاش غالباً پانی میں ملی تھی کیونکہ اس کے اثرات اس کے چہرے سے نمایاں ہو رہے تھے چہرہ مسخ ہو چکا تھا اور بدن پر جگہ جگہ نشانات بنے ہوئے تھے ہینبڑ نے بھاری لہجے میں کہا۔

"اگر آپ اس کے بدن میں انگلی گڑائیں گے تو آپ کی انگلی سیدھی اس کے گوشت میں اتر جائے گی۔"

"اوہو۔ اس کی وجہ؟"

"اس کا پورا بدن گل چکا ہے۔"

"منشیات کے استعمال سے یا پانی سے اندازہ تو یہ ہو رہا ہے جیسے یہ لاش پانی میں پڑی رہی ہے۔"

"نہیں یہ منشیات کے استعمال کا شاہکار ہے۔" ہینبڑ بھاری لہجے میں بولا۔

"آئیے۔" اس نے شٹر بند کر کے ایک دوسرا شٹر کھولا۔ اس میں بھی ایک لاش رکھی ہوئی تھی کسی نوجوان لڑکے کی لاش جس کی عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی ہینبڑ ڈبڈبائی آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر اس نے تیسری اور چوتھی لاش دکھائی۔

پانچویں لاش ایک ایسی خوبصورت لڑکی کی تھی کہ اُسے دیکھ کر میرا بھی دل لرز گیا عمر سترہ اٹھارہ سال سے کم نہیں ہوگی ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے تھے۔

"یہ نشہ کے عالم میں آٹھ منزلہ عمارت سے نیچے کود پڑی تھی لیکن دیکھئے چہرہ کس طرح بچ گیا ہے البتہ ہاتھ پاؤں بالکل اپنی جگہ سے الگ ہو گئے تھے انہیں بمشکل تمام سی کر رکھا گیا ہے۔ یہ سب لڑکیاں اور ادویات

کا شکار ہیں اور مختلف حادثوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ہماری نوجوان نسل ہے جس پر مستقبل کا دارومدار ہوتا ہے لیکن اس نسل کی جو حالت بنائی جا رہی ہے اس کا اندازہ بس آپ خود ہی لگا لیجئے مُردہ خانہ میں اس طرح کی بے شمار لاشیں رونما آتی ہیں ہر روز بے شمار لوگ ہلاک ہوتے ہیں اور ان کی موت کے پیچھے یہی نشہ آور مادہ بات کارفرما ہوتی ہیں۔ ان کے قاتل بے دھڑک لوگوں میں زہر بانٹتے پھرتے ہیں لیکن افسوس ہم ابھی تک ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکے ہیں ہمیں بے حد ظالم اور سفاک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اور مسٹر نواز اب بھی اگر آپ اپنے آپ کو مجھ سے چھپانا پسند کریں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر منشیات کا انسداد کرنے کے سلسلے میں آپ عمل کر رہے ہیں اور کوئی بہتر سی صورتِ حال آپ کے علم میں آ جاتی ہے تو براہ کرم ہینبڑ کو اس سے ضرور آگاہ کیجئے میں نہ صرف اپنے فرائض کی بجا آوری کرتے ہوئے بلکہ اپنی انسانی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے ان کے خلاف جان کی بازی لگا دینے کو تیار ہوں۔" میں خاموشی سے ہینبڑ کی شکل دیکھتا رہا ظاہر ہے اپنے بارے میں، میں کبھی تفصیل سے نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ ان لوگوں کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ میرا مشن کچھ اور بھی تھا سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں خود امریکی پولیس کو مطلوب تھا ہر چند کہ میں نے یہاں نواز کے نام سے ہی اپنے آپ کو روشناس کرایا تھا لیکن ضروری نہیں تھا کہ پوری دنیا میں صرف ایک راجہ نواز اصغر ہی ہو اور پھر میں نے اپنا پورا نام راجہ اصغر نواز لکھوایا بھی نہیں تھا نہ ہی میں نے مسٹر بیکن سے یہ بات کہی تھی کہ وہ مجھے پورے نام سے روشناس کرائیں۔

نواز نام کے بے شمار افراد یہاں موجود ہوں گے اس لیے مجھے اس بات کی امید تھی کہ کسی کا شبہ مجھ پر نہیں جائے گا لیکن بہر طور میں خود بھی ان لاشوں کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا تھا اور میرا فرض کچھ اور زیادہ ہو گیا تھا میں کسی قیمت پر کمبخت ترلوکا کو نہیں چھوڑ سکتا تھا جس نے دنیا کو ایک عجیب سی مصیبت میں گرفتار کر رکھا تھا۔ اس نے ایک مذہبی تحریک کے نام پر جو بدعنوانیاں پھیلا رکھی تھیں ان کا سدِ باب ضروری تھا اور اگر کسی مناسب موقع پر مجھے ہینبڑ کی ضرورت پیش بھی آئے تو میں اس سے دریغ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ہینبڑ کو ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا اور اس سے کہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا خواہ میں اس سلسلے میں یہاں آیا ہوں یا نہ آیا ہوں لیکن اب یہ میرا فرض بن گیا ہے کہ ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے کام کروں اور جہاں بھی اس کی ضرورت پیش آئی میں آپ کو تکلیف ضرور دوں گا۔ ہینبڑ نے مجھ سے پُرخلوص انداز میں ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر نواز۔ آپ اس بات کو تکلیف نہ کہیں یہ تو میرے لیے خوشی کا مقام ہوگا کہ کچھ ذہین لوگ میرے کام میں میرے معاون ہیں۔" خاصی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے ہینبڑ نے میری خاطر مدارات کی اور اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا میرے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری تھا ایک لمحے کے لیے یہ خیال ذہن میں آیا تھا کہ جو لوگ اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سارے کام کر رہے ہیں کیا میں اُن کے خلاف تنِ تنہا رسہ کشی کر سکتا ہوں کیا مجھے اس میں کامیابی نصیب ہوگی لیکن پھر زیبی کا چہرہ خلاء میں دوڑتا نظر آیا اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی جیسے وہ مجھے یقین دلا رہی ہو کہ نواز تم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو گے اور پھر تمہاری انتہا میری ذات بھی تو ہے میں زندہ ہوں نواز اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ یہ ایک ایسا احساس تھا جس نے میرے بدن میں انگارے بھر دیئے ایک بار پھر میں جنونی ہو گیا۔

اگر میں چاہتا تو ہینبڑ سے ڈکرٹ ویل بی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن اب اتنی بے احتیاطی بھی نہیں کر سکتا تھا کہ فوراً ہی ایک ایسا نام لے دوں جو میرے لیے سو فیصدی قابلِ توجہ ہے لیکن لاس اینجلس میں رہنے والے لوگوں کے لیے وہ نام کسی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یقیناً ڈکرٹ ویل بی نے اپنے آپ کو اس طرح چھپا رکھا ہوگا کہ پولیس اور یہاں کے محکمۂ انتظامیہ کی توجہ اس کی طرف نہ جاتی ہو ورنہ ہینبڑ جیسا آدمی جس انداز میں اور جن خیالات کے تحت منشیات کے انسداد کے سلسلے میں کام کر رہا تھا اس کا ڈکرٹ ویل بی تک پہنچ جانا زیادہ مشکل کام نہ ہوتا۔

بہر طور اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ میں ہینبڑ کا ساتھ رکھوں اس شخص سے مجھے کام کی بات ہی معلوم ہو سکتی تھی میں وہاں سے نکل کر پیدل ایک جانب چل پڑا۔ ان حالات میں اگر میں چاہتا تو پولیس سے اور مراعات بھی حاصل کر سکتا تھا لیکن سوال وہی تھا یعنی یہ کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہوگا کہ میں درحقیقت کون ہوں تو پھر میری ساری حیثیت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد مجھے دوہرے دشمنوں میں گھر جانا پڑے گا مسٹر بیکن سے جو کچھ معلوم ہوا اس کے تحت اب اس بات میں شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ ڈکرٹ ویل بھی ترلوکا کا آدمی ہے خود مسٹر بیکن کی زبانی میں نے ترلوکا کا نام سنا تھا اور یہی نام مجھ سے اپنی ڈمپل نے بھی دہرایا تھا۔ چنانچہ ترلوکا تک پہنچنے کے لیے میں ڈکرٹ ویل بی کو پہلی سیڑھی سمجھتا تھا اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ترلوکا معمولی شخصیت کا مالک نہیں ہے۔ بس حالات میں گھر کر وہ میرے ہاتھوں اپنا وقار کھو چکا تھا لیکن خود اس کی اتنی بڑی پوزیشن تھی کہ وہ امریکی پولیس کے ہاتھ بھی نہیں لگا اور وہاں سے فرار ہو گیا۔

اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ان حالات میں گھرنے کے بعد پہلی کوشش یہی کرتا کہ کم از کم امریکہ سے نکل جائے لیکن وہ اتنی مضبوط سی شخصیت کا مالک تھا اور اس کے پیروکار اس طرح ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے کہ اسے اس خطرے کا کوئی احساس بھی نہیں ہوا اور اس نے امریکہ ہی میں دوبارہ اپنا کام شروع کر دیا۔

ہرے کرشنا تحریک کے سلسلے میں ان دنوں کوئی خاص کارروائی دیکھنے میں نہیں آئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ یہ تحریک فنا نہیں ہوئی اور اسے فنا کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے بیشک اس کا بانی ترلوکا تھا لیکن یہ تحریک تو اب منشیات کے عادی لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ چکی تھی اور وہ صرف اس جگہ محدود نہیں تھی۔ خود لندن میں میں اس کے مظاہرے دیکھ چکا تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے اپنے کام کس طرح شروع کرنا چاہیئے وہ ہوٹل تو میرے لیے بُری طرح مشکوک ہو چکا تھا جس میں میرا قیام تھا کم از کم وہ لوگ میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے تھے اس لیے یہ ضروری تھا کہ پہلے میں اپنے لیے ایسے مختلف ٹھکانے بناؤں جہاں میں خطرات کے وقت پناہ لے سکوں لاس اینجلس میں آنے کے بعد میرے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ وہ ویٹر جو میرے کمرے میں میرا انتظار کر رہا تھا اور اتفاقیہ طور پر ہی مجھے کچھ بتائے بغیر مر گیا تھا اور وہ چاروں گنجے، وہ عمارت بھی میرے ذہن میں آئی جسے میں رات کو دیکھ چکا تھا۔ لاشیں اس عمارت کے پاس پڑی تھیں اور پینٹر نے اس کا نام کیتھرائن ول بتایا تھا گویا اگر میں اس عمارت کو تلاش کرنا چاہوں تو کیتھرائن ول کے حوالے سے کر سکتا ہوں۔

ویسے وہ چاروں مر گئے تھے حالانکہ مجھے امید تھی کہ ان میں سے ایک آدھ ضرور زندہ بچ جائے گا لیکن بہرطور مجھے ان کی موت سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ یہ اچھا تھا کہ کم از کم ڈرٹی ویل بی کو اس طرح چونکنے کا موقع ملے گا اور میرا دشمن بھی باخبر ہو جائے گا۔

ایک باخبر دشمن گمشدہ دشمن کی نسبت زیادہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی طاقت کے زعم میں منظرِ عام پر آ جاتا ہے اور اسے تلاش کرنے کے لیے زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑتی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رک گیا اطراف کا ماحول دیکھا بظاہر تو یونہی محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی میرے تعاقب میں نہیں ہے لیکن اگر کوئی ہو بھی تو پھر اب کہاں تک محتاط رہا جائے۔

اگر وہ لوگ میری شخصیت سے واقف ہو ہی گئے ہیں تو ٹھیک ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں کرتے رہیں میں نے ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر ہوٹل پام گرو کا نمبر گھمایا اور آپریٹر سے وہ نمبر مانگا جو ٹرلیسا اور سوئیٹا کے کمرے کا تھا۔ دونوں لڑکیاں مجھے اپنے کمرے میں ہی مل گئی تھیں۔ پہلے سوئیٹا نے فون ریسیو کیا اور پھر فوراً ہی ٹرلیسا کو دے دیا ٹرلیسا کی آواز فون پر سنائی دی۔

"ہیلو نواز۔"

"ہیلو۔ کیسی ہو تم لوگ"؟

"بالکل ٹھیک سوچ رہے تھے کہ باہر نکلیں۔"

"کوئی خاص پروگرام"؟

"نہیں کمرے میں قید ہوئے کافی گھنٹے گزر گئے ہیں۔" ٹرلیسا نے جواب دیا۔

"اگر تم لوگوں کے ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے تو مصروفیت میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن صورتحال ذرا مختلف ہوگی۔"

"وہ کیا"؟ ٹرلیسا نے پوچھا۔

"تم دونوں کو الگ الگ کام کرنا پڑے گا۔"

"ان تکلفات میں نہ پڑو نواز ہم تمہاری ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"ہاں یقیناً۔ لاس اینجلس میں تم ہی میری آرمی کی حیثیت رکھتی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں اپنے سلیکشن پر افسوس کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔" ٹرلیسا بولی۔

"تو پھر ٹرلیسا تم سوئیٹا کو گرین کا تیج بھیج دو اس لڑکی پر نگاہ رکھنا ضروری ہے سوئیٹا جانتی ہے کہ کس طرح اسے ہوشیار رہ کر اس کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے تمہاری ڈیوٹی میں ایک مخصوص علاقے میں لگانا چاہتا ہوں جہاں کیتھرائن ول نامی ایک عمارت موجود ہے یہ عمارت ہماری توجہ کا مرکز ہے میں اس کے بارے میں مکمل رپورٹ چاہتا ہوں۔ یہ رپورٹ خود میں تم سے وصول کروں گا جس وقت میں مناسب سمجھا ویسے تمہاری ذمہ داری یہی ہے کہ اس عمارت کی پوری طرح نگرانی کرو اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔"

"براہِ کرم مجھے اس علاقے کا پتا نوٹ کرا دو۔" ٹرلیسا نے کہا اور میں نے ٹرلیسا کو کیتھرائن ول کے علاقے کا پتہ نوٹ کرا دیا تب ٹرلیسا بولی۔

"کیا اب میں فون سوئیٹا کو دے دوں"؟

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا اور چند ہی لمحات کے بعد سوئیٹا کی آواز سنائی دی۔

"میں نے آپ کی ہدایت ٹرلیسا کی زبانی سن لی ہیں جناب آپ مطمئن رہیں، میں آپ کی توقع کے مطابق ہی کام کروں گی۔"

"لیکن تم لوگوں کو ایک دقت ہوگی سوئیٹا۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا جناب"؟ سوئیٹا نے مؤدب لہجے میں پوچھا۔

"تم لوگوں کے پاس کوئی اپنی ذاتی سواری نہیں ہے۔"

"اس میں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی جناب پام گروں کی کاریں موجود ہیں، جو یہاں رہنے والوں کو کرائے پر فراہم کی جاتی ہیں ایک ایک کار حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"گڈ، یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن کیا ان کاروں پر پام گرو کے نام بنے ہوتے ہیں۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔ کیوں"؟

"نہ بنے ہوں تو زیادہ بہتر ہے، ویسے اگر بنے بھی ہوں، تب بھی یقین ہے کہ تم بہت احتیاط سے کام کرو گی اور کسی کی نگاہوں میں نہیں آ سکو گی۔"

"آپ مطمئن رہیں، ہم حتی الامکان یہی کوشش کریں گے کہ کام نہایت ہوشیاری سے انجام دیں۔" سوئیٹا نے کہا۔

"اوکے سوئیٹا، میں رات کو کسی بھی وقت تم سے مل کر تمہاری دن بھر کی رپورٹ طلب کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

ٹیلی فون بند کرنے کے بعد میں نے بوتھ میں لگے ہوئے شیشوں سے چاروں طرف جھانکا تمام لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں لگے ہوئے تھے کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آتا تھا جس کی توجہ میری جانب ہو۔ تو اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا اور پیدل ہی ایک جانب چل پڑا۔

یہ دونوں کام کرنے کے بعد مجھے خاصا اطمینان نصیب ہوا تھا، اب میں نے کسی ریسٹورانٹ میں بیٹھ کر اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں غور کرنا تھا، چنانچہ میری نگاہیں کسی ریستوران کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔

قرب و جوار میں کسی ریستوران کا بورڈ نظر نہیں آیا لیکن میں پیدل ہی چلتا رہا تھا، پھر ایک چھوٹے سے چوراہے سے بائیں سمت مڑا، تو مجھے وہاں پر بالٹی مور ریستوران کا بورڈ نظر آیا، میں تیز رفتاری سے اس کی جانب چل پڑا تھا۔

بالٹی مور ایک چھوٹا سا صاف ستھرا کیفے تھا اس کا ہال زیادہ بڑا نہیں تھا تقریباً بیس میزیں پورے ہال میں جمی ہوئی تھیں۔ کاؤنٹر پر ایک دبلا پتلا منحنی سا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی آنکھوں پر موٹے فریم کا چشمہ لگا ہوا تھا اور دور ہی سے دیکھنے پر یہ احساس ہو جاتا تھا کہ اس کی نگاہ بہت کمزور ہے، وہ ایک رجسٹر نگاہوں سے لگائے ہوئے تھا اور گہری مصروفیت میں غرق تھا۔ دو ویٹر ایک جانب بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں اندر داخل ہوا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہال میں صرف تین میزیں بھری ہوئی تھیں، جن میں سے دو میزوں پر تین تین آدمی تھے اور ایک میز پر ایک ہی شخص بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اپنے بیٹھنے کے لیے ایک مناسب جگہ منتخب کی اور چودہ نمبر کی میز کے قریب پہنچ گیا، یہ میز ذرا مجھے مناسب جگہ نظر آئی تھی۔

میز پر بیٹھنے کے بعد میں نے ویٹر سے ایک مشروب طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے نہایت نفیس برتنوں میں مشروب میرے سامنے سرو کر دیا۔ میں مشروب کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا۔

چند شخصیتیں میری نگاہ میں آئی تھیں، لیکن فی الحال ان میں کوئی بھی ایسی جامع شخصیت نہیں تھی، ہاں البتہ کیتھرائن ول سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، اس عمارت کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو میں اسے بڑی کامیابی تصور کروں گا۔"

وہ شخص بھی میری نگاہوں میں تھا جس نے میرا تعاقب کیا تھا اور جسے میں نے نہایت چالاکی سے دھوکا دے دیا تھا، اگر وہ مجھے دوبارہ نظر آیا تو میں اس کی مصروفیت پر نظر رکھوں گا اور اگر نہ بھی نظر آیا تو پھر اُسے تلاش کر کے اس پر نگاہ رکھوں گا اور معلومات حاصل کروں گا کہ وہ کیوں میرا تعاقب کر رہا تھا۔ ویسے گنجوں کی موت کی اطلاع مجھے پینٹر نے دی تھی اور میں اس بات پر بہت خوش تھا۔ یقیناً مسٹر ویل بی کو میرے بارے میں علم تو تھا ہی لیکن اب انہیں یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوئے یا پھر ممکن ہے ان کی توجہ اس طرف نہ گئی ہو۔ لیکن یہ مسٹر ویل بی، ان کے بارے میں کسی موثر ذریعے سے معلومات حاصل کرنی چاہئیں، اگر میں نے اس سلسلے میں پینٹر کا سہارا لیا تو یہ کسی طور موزوں نہیں ہوگا، میں پینٹر کی توجہ اس طرف مبذول نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ اسے اس بات کا تقریباً علم ہو چکا تھا کہ میں منشیات کے انسداد کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں اس طرح میں اپنی اصل شخصیت کو مشکوک نہیں کر سکتا تھا۔

ابھی کوئی موثر ذریعہ سوچ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً وہ شخص جو اپنی میز پر تنہا بیٹھا ہوا تھا اُٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

یہ بھی چھریرے بدن کا آدمی تھا، شکل سے کچھ احمق ہی سا معلوم ہوتا تھا، سر پر ایک مخصوص قسم کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا، جو اس کے سر پر منڈھی ہوئی تھی کوٹ بھی ذرا بوسیدہ سا تھا اور اس کی نچلی جیبیں پھولی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا وہ میری میز کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔
"بیٹھو۔" میں نے جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔
"میرا خیال ہے تم وقت سے کچھ پہلے آگئے ہو۔" وہ آہستہ سے بولا اور میں چونک پڑا۔ لیکن میں نے اپنے چہرے سے کسی قسم کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا، بلکہ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔
"میں مال لے آیا ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "مگر مجھے یہ وقت نہیں دیا گیا تھا۔!"
"کیا وقت دیا گیا تھا تمہیں۔"
"دیکھو نا ابھی تو صرف پونے بارہ بجے ہیں، مجھے ایک بجے آنے کے لیے کہا گیا تھا۔"
"تو پھر تم وقت سے پہلے کیسے پہنچ گئے؟" میں نے سوال کیا۔
"دراصل میں ادھر اُدھر گھومنے سے بچنا چاہتا تھا، مال لے کر سڑکوں پر گھومتے پھرنا کوئی عقلمندی کی بات تو نہیں ہے، میں نے سوچا یہیں کسی میز پر بیٹھ کر تمہارے آنے کا انتظار کروں۔"
"اوہ اچھا اچھا۔ چلو ٹھیک ہے، کوئی حرج نہیں ہے، کتنا مال ہے؟" میں نے پوچھا۔
"جتنا طلب کیا گیا تھا۔" اس نے جواب دیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔
"یہیں دوں۔"؟
"نہیں یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور پھر بولا۔
"کچھ پیو گے تم۔"
"پلا دو۔" اس نے ندیدوں کے سے انداز میں کہا۔
"کیا منگواؤں تمہارے لیے۔"
"یہی مشروب جو تم پی رہے ہو۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا۔ ویٹر قریب آگیا تو میں نے اس کے لیے بھی مشروب لانے کا حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد مشروب اس کے سامنے سرو ہو گیا۔
"مال کہاں ملے گا۔" اس نے پوچھا۔
"اس سے پہلے تم کہاں سے مال وصول کرتے رہے ہو؟" میں نے اس کے سوال کے جواب میں اُلٹا اس سے سوال کر دیا۔
"پچھلی دفعہ تو جہاں سے رقم ملی ہے، آرچ کلائیو ہی ابھی تک میری نگاہوں میں ہے۔ لیکن آخری بار مجھ سے کہا گیا تھا کہ اب رقم آرچ کلائیو سے نہیں ملے گی۔"
"ہاں ٹھیک ہے، آرچ کلائیو سے یہ رقم نہیں ملے گی، رقم لینے کے لیے تمہیں گولڈن ونگ آنا پڑے گا۔ میں نے ایک جگہ کا نام لے دیا۔
"گولڈن ونگ میں کس جگہ۔"؟
"وہاں ایک اسٹور ہے، غالباً ریڈ اسٹورز کے نام سے ہے۔" میں نے کہا۔
"اوہ ہاں ہاں، میں نے وہ دیکھا ہے۔" وہ بولا۔
ریڈ اسٹورز کا نام میں نے ایسے ہی نہیں لے دیا تھا اور نہ ہی گولڈن ونگ کا، چونکہ اس جگہ کو میں دیکھ چکا تھا اور ریڈ اسٹورز پر اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہ پڑ گئی تھی، چنانچہ فوری طور پر کچھ کہنا لینا تھا اور میں نے یہ نام لے دیا تھا۔
"ٹھیک ہے۔ تو رات کے ساڑھے آٹھ بجے تم ریڈ اسٹورز پہنچ جانا، وہاں تمہیں مال مل جائے گا۔"
"ٹھیک ہے، تو پھر یہاں پر یہ مال میں تمہارے حوالے نہ کروں۔"
"نہیں۔ تمہارے پاس گاڑی ہے۔"
"ہاں میری اپنی گاڑی موجود ہے۔"
"بس تو پھر گاڑی میں بیٹھ کر یہ مال میں تم سے لے لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس نے گردن ہلا دی۔
ابھی بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے اس لیے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا، یہ مال والی بات میرے لیے ذرا دلچسپ تھی اور میں اس موقع کو ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتا تھا، ویسے صورتِ حال کا مجھے کم قدر اندازہ ہو رہا تھا۔ یہ شخص جو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا کسی آدمی کو کسی قسم کا مال دینے آیا تھا اور غالباً اس کے لیے اسی میز کا انتخاب کیا ہوگا، یقیناً یہ اس شخص کی شکل و صورت سے واقف نہیں ہوگا بس اسے مال دینے سے غرض ہوگی۔ لیکن آرچ کلائیو کا نام ہی میرے لیے باعثِ دلچسپی تھا، بشرطیکہ یہ پتہ چل جائے کہ یہ مال کیا ہے اور کہاں سے لایا گیا ہے، اس کے لیے میں نے اپنے مشروب کے سپ لیتے ہوئے ایک چھوٹا سا مختصر پروگرام بنا لیا۔ لاس اینجلس کے کچھ مقامات کو میں اب تک دیکھ چکا تھا لیکن یہ صرف اتنا ہی تھا کہ کاروباری طور پر میں نے جو کچھ دیکھ لیا تھا دیکھ لیا تھا، کسی خاص مقام کے بارے میں مجھے کوئی مخصوص معلومات حاصل نہیں تھیں تاہم ایسی جگہ تلاش کی جا سکتی تھی جہاں میں اپنا مقصد پورا کر سکوں میں نے اپنے لیے ایک لائحہ عمل مرتب کر لیا کہ کس طرح مجھے عمل کرنا ہے اور اس پر میں پوری طرح کاربند ہونے کو تیار تھا۔
مشروب ختم کرنے کے بعد میں نے ویٹر کو طلب کیا اور پھر ویٹر کو بل ادا کرنے کے بعد ہم دونوں دوستانہ انداز میں اُٹھ گئے۔
"تم بڑی پابندی سے مال سپلائی کرتے ہو، تمہارے بارے

ری اچھی رپورٹس ہیں۔" میں نے اس کے ساتھ راستہ طے کرتے کہا۔ شخصیت کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی ن سا مہرہ ہی ہو سکتا ہے، چونکہ اس کی شکل و صورت سے ذہانت بلکہ حماقت ٹپکتی تھی۔
اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے ہ ایک کھٹارہ سی گاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ سیاہ رنگ کی یہ فورڈ ں قدیم طرز کی تھی اور غالباً کافی پرانی تھی، اس نے جیب سے نکال کر فورڈ گاڑی کا لاک کھولا، جو خاصی مشکل سے کھلا۔ میں ں سے آہستہ سے کہا۔
"پچھلا دروازہ کھول دو۔"!
"اوہ اچھا۔" اس نے کہا اور اندر ہاتھ ڈال کر پچھلا دروازہ ں دیا۔
میں گاڑی میں بیٹھ گیا، اطراف کے ماحول میں زیادہ گہما گہمی ں تھی، اکا دکا کاریں آتی جاتی نظر آ رہی تھیں، یوں بھی دوپہر ت تھا اس لیے سڑکیں اور دوکانیں زیادہ پُر رونق نہیں تھیں۔
ہم لوگ کار میں بیٹھ گئے اور جیسے ہی وہ کار میں بیٹھا، دفعتاً ہاتھ اس کی گردن پر جا پڑا۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن را ہاتھ میں نے اس کے منہ پر جما دیا تھا۔ گردن کی کچھ مخصوص رگوں اُو دبا لینے سے تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے جدوجہد ترک کر دی ے دونوں ہاتھ پھیل گئے تھے، آہستہ آہستہ وہ نیچے گر گئے، وہ وش ہو گیا تھا۔
تاہم احتیاطاً میں نے جلدی سے اس کے گلے سے ٹائی کھولی س کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے باندھ دیے اس کے بعد اس یں مزید ٹٹول کر میں نے اس میں سے رومال نکال لیا۔ یہ مال میں نے حلق تک اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا، اس کے یں نے اسے سیٹوں کے درمیان ڈالا اور اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا، جس اسے دروازہ کھولا گیا تھا وہی اگنیشن میں لگ گئی اور ایک ہی نڈ میں پرانی چھکڑا کار اسٹارٹ ہو گئی، اب مسئلہ یہ تھا کہ میں کہاں لے جاؤں، کونسی ایسی جگہ ہو، جہاں میں سکون سے ام کر سکوں۔
لیکن کار آگے بڑھانا بھی ضروری تھا، میں نے یونہی سوچے بغیر کار آگے بڑھا دی۔ کافی دور تک میں اس طرح مناسب رفتار سے چلتا رہا، پھر بائیں سمت کو ایک سنسان سی سڑک نظر آئی اور اس کی جانب چل پڑا۔
کافی فاصلے پر جانے کے بعد میں نے ایسی فیکٹریوں کی عمارتیں یکھیں جو مختلف قسم کے پُرزے بنایا کرتی تھیں ان عمارتوں پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے تھے، یہ علاقہ نسبتاً سنسان تھا، ایک جگہ سڑک گہرائی میں چلی گئی تھی، پھر کافی دور جانے کے بعد اُبھری تھی، لیکن گہرائی میں پہنچ کر بائیں سمت اس قسم کے درخت لگے ہوئے تھے، جیسے خودرو ہوں میں نے یہ جگہ غنیمت سمجھی اور فورڈ کو نیچے اُتار کر لے گیا۔ نیچے پہنچنے کے بعد میں نے اسے ان درختوں کی سمت موڑ دیا تھا جو ایسے درخت تھے اور ان درختوں کے درمیان گھنی جھاڑیں پھیلی ہوئی تھی، جگہ جگہ جھاڑ یاں بھی اُگی ہوئی تھیں، بڑا خوبصورت علاقہ تھا۔ پتہ نہیں کس مقصد کے تحت یہ درخت لگائے گئے تھے، قریب سے دیکھنے پر یہ اندازہ ہوا تھا کہ درخت خودرو نہیں ہیں لیکن بہرطور اس وقت میرے کام کے تھے۔
میں نے فورڈ ایک جھاڑی کے پاس کھڑی کر دی یہاں سے اطراف کا ماحول نگاہوں سے روپوش تھا، اس کے بعد میں نے کار میں پڑے ہوئے شخص کو کھینچ کر باہر نکالا۔ اس کے منہ سے کپڑا نکالا اور ہاتھ کھول دیئے۔
میں نے ہاتھ کھولنے کے بعد اسے سیدھا کیا اور دفعتاً میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ مر چکا تھا پتہ نہیں کس طرح، میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی، اس کی بے نور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اس کے سینے میں سانس کی کوئی رمق نہیں تھی۔
میں بوکھلاہٹ میں نارچ کر رہ گیا، یہاں تک آنا بے مقصد ہی رہا تھا، ویسے میں نے تو اس شخص کے ساتھ ایسی کوئی کاروائی نہیں کی تھی، جس سے اس طرح اس کی موت واقع ہو جائے لیکن چند لمحات کے بعد ہی مجھے صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا۔
یہ شخص بھی منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا اور منہ میں کپڑا ٹھنسے ہونے کی وجہ سے اسے سانس لینے میں دقت پیش آئی تھی۔ اس کے پھیپھڑے اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ ناک کے سانس کے ذریعے وہ اپنی زندگی بحال نہ رکھ سکا اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح میں نے اسے سیٹوں کے درمیان ٹھونسا تھا اس سے اس کی ناک بھی کسی سیٹ کے ساتھ لگ کر بند ہو گئی تھی۔ بہت ہی افسوسناک مقام تھا یہ۔ کمبخت کچھ بتائے بغیر ہی مر گیا تھا۔
میں نے پھرتی سے اس کے لباس کی تلاشی لی، اس کی جیبوں میں جو چیز موجود تھی، وہ کوکین کے پیکٹ تھے۔ کوکین کی بہت بڑی مقدار اس کی جیب میں موجود تھی، جس کا وزن تقریباً ڈیڑھ کلو کے قریب ہوگا۔ یہ کوکین خاص قسم کی تھیلیوں میں لپٹی ہوئی تھی، میں نے اسے کھول کر دیکھا، اور پھر اس کا اندازہ کرنے کے بعد اسے واپس اس کی جیب میں رکھ دیا، اس چیز کی مجھے ضرورت نہیں تھی، باقی جیبوں کی تلاشی لینے سے چند کرنسی نوٹ اور اس کا اپنا

کارڈ ملا۔ لیکن یہ تمام چیزیں اب میرے لیے بے مقصد ہو چکی تھیں۔ میں تو اس سے بس تھوڑی سی معلومات چاہتا تھا، اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس لاش کا کیا کروں اور اس کے سوا مجھے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اسے جھاڑیوں میں پھینک دوں، ویسے میں نے اسے اچھی طرح ٹٹول لیا تھا کہ کہیں یہ میرا شک تو نہیں ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

پرانی فورڈ کو واپس لاتے ہوئے، میں بڑی بددلی محسوس کر رہا تھا، اوّل تو فورڈ مشکل سے چڑھائی پر چڑھی تھی اور پھر میری ذہنی کیفیت بھی بحال نہیں تھی لیکن چڑھائی پر پہنچنے کے بعد دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، ابھی صرف بارہ بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے، اگر اس شخص کو ایک بجے پہنچنا تھا تو اس کا مقصد تھا کہ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ مجھے مل جائے، اس نئے خیال کے تحت میں نے اچانک فورڈ کی رفتار بڑھا دی اور اسے پوری قوت سے چلاتا ہوا واپس اسی کیفے کے نزدیک آ گیا جہاں مجھے پہنچنا تھا، تاہم اس سلسلے میں بھی کافی دیر لگ گئی تھی۔

گاڑی سے اتر کر میں کیفے میں داخل ہوا۔ چودہ نمبر کی میز پر ایک بدصورت سا آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کا قد پانچ سوا پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ لباس سلیقے ہی کا تھا، آنکھوں سے نیم غنودگی کی سی کیفیت جھلکتی تھی، اس کے دونوں ہاتھ میز پر رکھے ہوئے تھے اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں نے بس تکا لگانے کے لیے اس کی جانب رخ کیا اور اس کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اپنے نزدیک دیکھ کر اس نے اپنی نیم غنودہ سی آنکھیں اٹھائی تھیں اور پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کہو کیا بات ہے؟"

"مال لے آیا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"اوہو، بیٹھو بیٹھو، کہو کوئی دقت تو نہیں ہوئی تمھیں۔"

"نہیں۔ البتہ میں دوبار تمھیں کیفے میں دیکھ کر جا چکا ہوں۔"

"مگر ایک بجے کا وقت دیا گیا تھا۔"

"ہاں، میں کیا بتاؤں، بس بے چینی تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے، مگر مال یہاں نہیں وصول کیا جائے گا، آؤ باہر چلتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیفے سے تمھارا اس طرح اٹھ جانا مشکوک تو نہیں ہوگا۔" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"ذہین آدمی ہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے آ جاؤ، میں پہلے ہی بل ادا کر چکا ہوں کیا باہر تمھاری گاڑی موجود ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور پھر جب میں فورڈ کے قریب پہنچا تو اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ تم ایک... میں آؤ گے۔"

"آؤ اندر بیٹھو۔" میں نے کہا اور وہ اطمینان سے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے آہستہ سے کہا۔

"میں مال تمھیں یہاں نہیں دینا چاہتا، کیا کوئی ایسی محفوظ جگہ ہے تمھارے ذہن میں جہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔" میں نے کہا۔

"کیوں یہاں کیا بات ہے۔" اس نے سوال کیا۔

"بس یونہی، پتہ نہیں کیوں میں شبہ کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"اگر تم چاہو تو میرے فلیٹ پر چل سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"تمھارا فلیٹ یہاں سے کتنی دور ہے۔"

"زیادہ دور نہیں ہے، اتنی دور ہے کہ میں پیدل ہی چلتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا، زیادہ سے زیادہ بیس منٹ کا فاصلہ ہوگا اپنی اس گاڑی میں ہم دو منٹ میں پہنچ جائیں گے۔"

"تو پھر مجھے راستہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور وہ مجھے راستہ بتانے لگا۔ چند لمحات کے بعد میں نے پوچھا۔

"فلیٹ میں تمھارے علاوہ اور تو کوئی نہیں ہوگا۔"

"نہیں بھائی میں تنہا ہی رہتا ہوں۔" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں اس کے لہجے سے اس کی اکتاہٹ کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ لیکن کچھ نہ معلوم ہو سکا، ویسے اپنی شکل وصورت سے یہ شخص بھی نشیات کا عادی ہی معلوم ہوتا تھا، کم بختوں نے آدھا امریکہ تباہ کر کے رکھ دیا تھا، ہر بیشتر نوجوان بھی تو عادی نشہ باز نظر آتا تھا، حالانکہ اس شخص کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی لیکن چہرے پر مدقوقیت نمایاں تھی، اور ہلکی ہلکی زردی بھی یقیناً اس کے بدن میں خون کے سرخ ذرات ختم ہو چکے تھے اور اب وہ زندگی کی گاڑی گھسیٹ ہی رہا تھا۔

بہر طور وہ مجھے ایک بوسیدہ سی عمارت کے پاس لے گیا، جو قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی۔ عمارت کی دوسری منزل کے ایک فلیٹ کا تالا کھول کر اس نے مجھ سے اندر چلنے کے لیے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔

"مال کہاں ہے۔ کیا گاڑی میں ہے۔"؟

"نہیں نہیں، میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ شانے جھٹک کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کی چال میں بھی ہلکی سی لڑکھڑاہٹ پائی جاتی تھی، میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

فلیٹ سے اس کی بے ترتیبی کا احساس ہوتا تھا اور پتہ چلتا تھا کہ یہاں رہنے والا کسی اچھی اور صاف ستھری طبیعت کا مالک نہیں ہے، وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا۔ تب میں نے کمرے میں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مال کہاں ملے گا۔؟"

"مال تو وہیں ملتا ہے جہاں سے اس سے پہلے تمھیں ملتا رہا ہے۔"

"یعنی آرچ کلائیو سے۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ہماری سپلائی کا وہی اڈہ ہے اس کے علاوہ عام قسم کے لوگوں کو کہیں اور سے پے منٹ نہیں ہوتا۔"

"پستول ہے تمھارے پاس۔" میں نے یونہی روا روی میں پوچھا اور وہ چونک پڑا۔

"کیوں، کیا پستول چاہو گے۔" اس نے سوال کیا۔

"مجھے سنجیدگی سے جواب دو۔"

"نہیں بھائی، ہم جیسے لوگوں کے پاس پستول وستول کہاں ہوتا ہے، مگر کیوں آخر مسئلہ کیا ہے، تمھیں کس قسم کا شبہ تھا آخر تم نے مال مجھے وہاں کیوں نہیں دیا۔"!

"بس تم پر شبہ تھا میرے دوست، ذرا میں تمھارے لباس کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ مال لاؤ، رسید لو اور جاؤ۔" اس نے کہا۔ لیکن اب وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ فلیٹ کا تالا چونکہ اس نے میرے سامنے ہی کھولا تھا اس لیے اس بات کے بالکل امکانات نہیں تھے کہ اس کے علاوہ فلیٹ میں کسی اور سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے، چنانچہ میں آناً فاناً اس کے قریب پہنچ گیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ یہ شخص میرے ایک گھونسے کی تاب بھی نہیں لا سکے گا، لیکن میں اسے ہلاک کرنا بھی نہیں چاہتا تھا، البتہ جب میں نے اس کے لباس کی تلاشی لی تو وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بکواس ہے، تم مجھے کمزور مت سمجھو، یہ کیا حرکتیں شروع کر دیں تم نے، مال لاؤ، رسید لو اور دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔"

میرا تھپڑ پوری قوت سے اس کے منہ پر پڑا تھا اور اس قوت سے پڑا تھا کہ اس کی گردن دوسری طرف گھوم گئی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں وحشت نظر آنے لگی تھی۔

"گگ کیوں، کیوں، آخر کیوں۔" اس نے کہا۔ اسی دوران میں اس کے لباس کی تلاشی لے چکا تھا۔ کوئی چیز نہیں تھی اس کے لباس میں۔ ہتھیار نام کا چاقو بھی نہیں تھا۔ تب میں نے پریشان انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ میرے دوست، معافی چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ یہ بدتمیزی کا سلوک کیا، لیکن معاف کرنا میرے دوست، یہ ضروری تھا۔"

"کمال کے آدمی ہو، گروہ سے تعلق بھی نہیں رکھتے اور اس قسم کی حرکتیں بھی کرتے ہو۔ تم جانتے ہو اگر میں نے تمہاری شکایت کر دی تو تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود۔"

"ہاں اس کے باوجود۔ اس لیے کیونکہ میرا تعلق نہ تو تم لوگوں کے گروہ سے ہے اور نہ ہی ان لوگوں سے جو منشیات سپلائی کرتے ہیں۔"

"گگ... کیا مطلب؟"

"تم کوکین لینے آئے تھے نا۔"؟

"ہاں، یہی کہا گیا تھا مجھ سے کہ تم میرے پاس آؤ گے، مجھے پہچان لوگے، اور یہ کہ میں تم سے مال لے لوں اور رسید دے دوں۔"

"اب ذرا مجھے اس مال کی تفصیل بتاؤ، یعنی کوکین کی۔"

"گگ... کیا مطلب؟"

"میں وہ نہیں ہوں میرے دوست جس کا تم انتظار کر رہے تھے بلکہ وہ ہوں جسے تمہارا انتظار تھا۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"تت... تو... تم... تم۔ میرا مطلب ہے تو تم وہ نہیں ہو، تم مال نہیں لائے۔"

"نہیں، میں کوئی مال نہیں لایا، جو مال لایا تھا وہ موت کی نیند سو رہا ہے۔"

"تت تو تمہارا مطلب۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اب تم مجھے اپنے بارے میں اپنے گروہ کے بارے میں اور اس مال کے بارے میں پوری تفصیل بتا دو۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو۔ ورنہ تمہیں قتل کرنے میں مجھے ذرا بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"مم... میں... میں۔"

"دیکھو دوست بہتر یہی ہے کہ اپنی زندگی بچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں نہیں ماروں گا، بشرطیکہ تم سچ سچ بول دو۔"

"اگر میں نے سچ بول دیا تو تم نہیں مارو گے تو کوئی اور مار دے گا۔" اس نے کہا۔

"اب اس کے لیے میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا لیکن اگر زندگی کو کچھ اور طویل کرنا چاہتے ہو تو کم از کم اس وقت اپنی جان بچاؤ۔"

وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر دفعتاً اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز باہر نکال لی۔ لیکن میں نے جھپٹا مار کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"نہیں نہیں، میں خودکشی نہیں کر رہا۔ یہ... یہ ایک ایسی گولی ہے، جو مجھے تقویت دے گی۔" اس نے گولی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

سفید رنگ کی ایک ننھی سی گولی تھی، میں نے اس کی بو سونگھ کر محسوس کر لیا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ بہرصورت میں نے اسے گولی کھانے کی اجازت دے دی۔ اس نے گولی کھائی اور چند ساعت کے بعد اس کے چہرے پر بشاشت سی نظر آنے لگی تھی۔

"ہاں۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ مال لینے اور دینے کا سلسلہ کیا ہے؟"

"اگر تم ہمارے بارے میں معلومات رکھتے ہو تو تمہیں پتہ ہوگا کہ ہم یہاں منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں اس بات کا مجھے علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ تم چھوٹے موٹے لوگوں سے بھی منشیات خرید لیتے ہو۔"

"بالکل بالکل، مختلف لوگ مختلف ذرائع سے یہاں منشیات لاتے ہیں، اب بڑی بڑی کھیپ تو ہر جگہ وصول نہیں کی جا سکتی، لیکن چھوٹے چھوٹے لوگ ہمارے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ ہم ان سے بھی مال لے لیتے ہیں اور انہیں معقول رقم ادا کر دیتے ہیں۔"

"اس وقت جو شخص تمہارے لیے مال لے کر آنے والا تھا، وہ بھی تمہارے لیے پہلے کام کرتا رہا ہے۔"

"کئی بار ہمیں مال دے چکا ہے۔"

"تم اسے پہچانتے نہیں تھے؟"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم مال لانے والے کو پہچانیں بس ہمیں ہدایت کر دی جاتی ہے کہ فلاں جگہ سے مال لے لو اور پھر فلاں جگہ پہنچا دو۔"

"گڈ گڈ۔ میں اس فلاں جگہ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں معلوم تو ہو چکا ہے، مجھے اسی کیفے سے ایک آدمی سے منشیات وصول کرنی تھی۔ اس کے پاس غالباً ڈیڑھ کلو کے قریب کوکین تھی۔ میں اس سے منشیات وصول کرتا اور وہ مجھے یہ رسید اسے دے

دیتا۔" اس نے جیب سے ایک پرچی نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

پرچی پر کچھ مخصوص الفاظ لکھے ہوئے تھے، لیکن اس پر جو ایک نام چھپا ہوا تھا اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

"یہ مارکوس ٹریڈرز کیا ہے۔" میں نے اس سے پوچھا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"مارکوس ٹریڈرز کے بارے میں نہیں جانتے۔"؟

"نہیں۔"

"بس ایک اسٹور ہے، جہاں مال پہنچایا جاتا ہے اور جہاں سے رسید ملتی ہے۔"

"کہاں واقع ہے یہ اسٹور؟"

"کیتھرائن ول کی ایک عمارت میں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہو۔ وہ عمارت تو نہیں، جہاں چار لاشیں پائی گئی تھیں۔"

"ہاں، تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس ایسے ہی۔ دراصل اس عمارت کا نام میں نے انہی لاشوں کے سلسلے میں سنا تھا۔"

"مگر تم کون ہو۔؟"

"ابھی نہیں میرے دوست، ابھی تمہارے سوالات کا وقت نہیں آیا۔ پہلے یہ بتاؤ کیتھرائن ول کی یہ عمارت کس کی ملکیت ہے۔" میں نے سوال کیا اور اس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"تم مجھے۔ تم مجھے بالکل ہی فنا کرا دو گے، جو کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تمہیں بتانا پڑے گا میرے دوست، اگر نہیں بتاؤ گے تو میں تمہارے بدن میں اتنے سوراخ کر دوں گا کہ تم گن بھی نہ سکو گے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر بولا۔

"دیکھو میں کمزور اعصاب کا انسان ہوں، کوئی ایسی بات برداشت نہیں کر سکتا، جو۔ جو میرے لیے تکلیف دہ ہو۔ خدا کے لیے تم۔ تم۔"

"بس بس، خدا کا نام درمیان میں نہ لو، تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔ مجھے جواب دو، مارکوس ٹریڈرز کس کی ملکیت ہے۔"

"میں نہیں بتا سکتا، میں نہیں بتا سکتا، وہ نام لینے سے پہلے مر جانا ضروری ہوتا ہے۔ سمجھے تم مجھے قتل ہی کر ڈالو۔"

"نہیں میں تمہیں اس طرح قتل نہیں کروں گا، تمہیں زبان کھولنا پڑے گی، سمجھے تمہیں زبان کھولنا ہی پڑے گا۔"

"آہ ایک منٹ ایک منٹ رک جاؤ، میرے اعصاب بے قابو ہو رہے ہیں۔" اس نے ایک بار پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہی ننھی سی سفید گولی نکال لی۔ اس نے گولی نکال کر منہ میں رکھی اور پھر دفعتاً قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اور بولا۔

"یہ وہ گولی نہیں تھی، جو میں نے پہلے کھائی تھی، بلکہ وہ گولی تھی جو مجھے خاص طور سے اس لیے دی گئی تھی کہ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں تو اسے کھا کر زندگی سے نجات حاصل کروں۔"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے آگ سی دوڑ گئی تھی، دوسرے لمحے میں اس پر جھپٹا، لیکن اس نے پھرتی سے منہ بند کر لیا تھا، اور پھر وہ گولی نگل گیا۔

گولی کے اثرات انتہائی خطرناک تھے، وہ ایک لمحے تک مجھے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف لڑھک گیا۔

ایک اور قتل۔ ایک اور لاش، ایک اور خودکشی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ کمبخت سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی تھی، البتہ کیتھرائن ول کی اس عمارت کے بارے میں ایک انکشاف ہو گیا تھا جہاں مارکوس ٹریڈرز نامی کسی فرم کا گودام یا اسٹور تھا۔ بہرطور کچھ تو ہوا، میری یہ محنت مکمل طور پر رائیگاں نہیں گئی تھی، اب بہتر یہ تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل لوں، ورنہ کسی بڑی مشکل میں بھی گھر سکتا تھا، چنانچہ میں برق رفتاری سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ذرا سی دیر میں دو زندگیاں موت کی آغوش میں چلی گئی تھیں اور مجھے اس کا تھوڑا بہت افسوس بھی تھا۔

بہرطور نیچے آ کر میں نے فورڈ کو دوبارہ استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، باہر آ کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنے ہوٹل واپس چلا جاؤں، حالانکہ وہ ہوٹل بھی میرے لیے خطرات کا گڑھ تھا، لیکن اس سے پہلے کہ کچھ اور جگہوں کا بندوبست نہ ہو جائے، مجھے اسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا، خطرات تو قدم قدم پر بکھرے ہوئے تھے اب کون کون سے خطرے کو نگاہ میں رکھوں اور پھر بہتر تھا اس طرح سے ان لوگوں سے شناسائی تو حاصل ہو رہی تھی اور کم از کم اس شناسائی کے سہارے زندگی تو متحرک رہے گی۔

ٹیکسی میں ہوٹل جاتے ہوئے میں مختلف خیالات ذہن میں لیے سفر کرتا رہا اور پھر ہوٹل پہنچ گیا، جس وقت ہال میں داخل ہوا تو میں نے اسی کاؤنٹر منیجر کو کاؤنٹر کے نزدیک دیکھا جو میری نگاہوں میں مشکوک تھا۔ کاؤنٹر منیجر کی نگاہیں مجھ سے ملیں تو مجھے

اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے اس نے روح قبض کرنے والے فرشتہ کو دیکھ لیا ہو، بہر طور میرے قریب پہنچ کر وہ خواہ مخواہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنے لگا۔
"اوہ جناب فرمایئے۔"
"چابی۔" میں نے اس کی طرف انگلی بڑھاتے ہوئے کہا اور اس نے جلدی سے چابی نکال کر میرے حوالے کر دی۔
"اور کوئی خدمت جناب۔"
"نہیں۔ منیجر شکریہ، خدمات تو تم انجام دیتے ہی رہتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لفٹ کی جانب چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد لفٹ نے مجھے میری منزل پر چھوڑ دیا۔ میں کمرے میں داخل ہونے سے پہلے حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا، ایک ایک لمحہ احتیاط کا تھا کسی بھی لمحے کی غفلت موت سے ہمکنار کر سکتی تھی، لیکن کمرے کے حالات پرسکون تھے، غالباً ان لوگوں کو میرے بارے میں کوئی نئی ہدایت نہیں کی گئی تھی، اس لیے انھوں نے اب کوئی نئی کارروائی نہیں کی تھی۔

کمرے کا جائزہ لینے کے بعد میں نے دروازہ بند کیا اور آرام سے ایک کرسی پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا، جوتے اتارنے سے بڑی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو سورج اچانک بادلوں کی اوٹ میں آ گیا تھا بالکونی سے خنک سی ہوائیں اندر آ رہی تھیں اس کا مقصد تھا کہ بارش ہونے کے امکانات تھے، دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے پورے ماحول کو نگل لیا۔

اور اب فضا پر گھلاہٹوں کا راج تھا۔ لاس اینجلس کا موسم بھی بڑا عجیب ہے ذرا سی دیر میں موسم تبدیل ہو جاتا ہے۔ میں بالکونی میں کھڑا آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کو دیکھتا رہا اگر یہ برس گئے تو بہت زوردار بارش ہوگی ویسے میرا ذہن ٹریسا اور سونیا میں بھی الجھا ہوا تھا۔ دونوں لڑکیوں کو میں نے کام سے لگا تو دیا تھا لیکن یہ یقین نہیں تھا مجھے کہ وہ پوری دلجمی سے اپنا کام انجام دے لیں گی۔ بہر طور ان معاملات میں اجنبی تھیں اور واسطہ جن لوگوں سے تھا وہ بہت خطرناک تھے۔ کافی دیر میں اسی طرح کھڑا سوچتا رہا پھر میں نے سوچا کچھ دیر آرام کر لیا جائے چنانچہ میں اپنے بستر پر آ لیٹا۔ سہ پہر کا وقت اسی طرح گزر گیا۔ بارش نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ بادل بڑے زوردار تھے لیکن بارش ابھی تک نہیں ہوئی تھی البتہ شام کے تقریباً ساڑھے چھ بجے ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ میں اب شام کا پروگرام ترتیب دینا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ سب سے پہلے باہر نکل کر ٹریسا اور سونیا کے ہوٹل ان کو ٹیلیفون کروں اور ان سے معلوم کروں کہ

ان کی کارکردگی کیا رہی، ٹیلیفون یہاں بھی موجود تھا لیکن اس ٹیلی فون کو استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میرا ٹیلی فون بھی ٹیپ ہو چکا ہوگا یا نہیں، ویسے اصولاً ٹیلیفون پر ہونے والی ہر بات سنی جاتی ہوگی، اس لیے یہ رسک مول نہیں لے سکتا تھا، بہر طور تیار ہو کر کمرے سے باہر آیا میں پہنچا، ہال کا جائزہ لیا اور پھر ہال سے بھی باہر نکل آیا کہ کہیں کوئی میرا تعاقب نہ کرے لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ ہوٹل کے بائیں سمت ایک تنگ سی گلی گزرنے کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ تھا۔ میں یہاں سے گزر کر بوتھ میں داخل ہو گیا اور یہاں سے میں نے ٹریسا کے ہوٹل پام گرو ٹیلیفون کیا۔ ان کے کمرے کا نمبر مانگا تو جواب ملا کہ دونوں لڑکیاں کمرے میں موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ میں بوتھ سے باہر نکل آیا کہیں جانے کے بجائے میں ہوٹل ہی میں واپس پہنچ گیا تھا۔ ہوٹل کے ہال میں موسم کی مناسبت سے کافی رونق تھی، چاروں طرف قہقہے اور شیشوں کی کھنک سنائی دے رہی تھی، میں نے اپنی سیٹ سنبھال لی اور مسکراتی نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی حالانکہ اس میز کا فاصلہ کافی تھا لیکن میں نے فوراً ہی اس کی جھلک دیکھ لی تھی وہ گرینی ہاؤرج ہی تھی میری طرف سے رخ بدل کر بیٹھی ہوئی تھی لیکن میری نگاہیں جسے ایک بار دیکھ لیتی ہیں اسے کبھی نہیں بھولتیں، اور میں نے گرینی ہاؤرج کو فوراً ہی پہچان لیا تھا۔ اور پھر یہ لڑکی تو میرے لیے بڑی اہمیت کی حامل تھی اس نے جونہی مجھے اپنی طرف نگراں پایا فوراً ہی ایک اخبار اپنے چہرے کے سامنے کر لیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی میں ایک لمحے کے لیے سوچتا رہا تھا گرینی ہاؤرج کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے، کیا وہ میری نگرانی کر رہی ہے لیکن اگر وہ میری نگرانی کر رہی ہے تو پھر سونیا بھی یہیں کہیں آس پاس موجود ہوگی میں نے یونہی سرسری سی نگاہ پورے ہال پر ڈالی لیکن مجھے سونیا کہیں نظر نہیں آئی۔ اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرنا چاہیے گرینی ہاؤرج کے قریب پہنچ کر اس سے ملاقات کی جائے یا پھر، یا پھر چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ باہر نکل کر میں فٹ پاتھ کے کنارے ٹیکسی کے انتظار میں جا کھڑا ہوا چند لمحات کے بعد میں نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا کہ گرینی ہاؤرج بھی باہر آ رہی تھی۔ وہ بہت جلدی میں معلوم ہوتی تھی۔ پھر وہ بے اختیار ہی رک گئی میں نے تھوڑے فاصلے پر گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو ہاتھ کا اشارہ کیا اور ٹیکسی فٹ پاتھ سے چند گز آگے جا کے رک گئی۔ میں خراماں خراماں اس کی طرف چل پڑا۔

اصل گرینی کو اس کا موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ اطمینان سے اپنی کار لے پہنچ جائے۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا کہ مجھے یں ہی سڑکوں کی سیر کراتا رہے ڈرائیور نے چونک کر میری شکل دیکھی تاہم کچھ بولا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا واسطہ مجھ جیسے سرپھروں سے پڑتا رہتا ہوگا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے نیلے رنگ کی ایک خوبصورت کار اپنے تعاقب میں دیکھی غور سے دیکھنے پر بخوبی اندازہ ہو گیا کہ گرینی ہاؤرج کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے بہر طور ٹیکسی سڑکوں پر گھومتی رہی گرینی ہاؤرج میرے پیچھے لگی ہوئی تھی لیکن میری نگاہیں سونیا کو تلاش کر رہی تھیں اور ایک بار میری ٹیکسی ایک چوراہے سے مڑی تو میں نے ایک خاص زاویے سے اس نیلی کار کے عقب میں دیکھ لیا وہ ہوٹل پام گرو کی کار تھی۔ سرخ رنگ کی خوبصورت اسپورٹس کار اور اس پر پام گرو کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔ کار ڈرائیو کرنے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر جو شخصیت موجود ہے وہ سونیا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ مسٹر بیکن کی بھیجی ہوئی لڑکیاں واقعی کارآمد ثابت ہو رہی تھیں اور میری مرضی کے مطابق کام کرنا جانتی تھیں میں لرین ہاؤس کے بارے میں سوچتا رہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی رہی تقریباً پینتالیس منٹ تک ٹیکسی مختلف سڑکوں پر گھومتی رہی اور پھر ایک چھوٹے سے خوبصورت ریسٹورانٹ کا بورڈ دیکھ کر میں نے ٹیکسی رکوالی۔
"بس صاحب۔" ڈرائیور نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"ہاں تمھارا بل کافی بن گیا ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جیب سے رقم نکال کر ڈرائیور کے حوالے کر دی، ڈرائیور نے شکریہ کے ساتھ بل قبول کیا اور میں ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے اب گرینی ہاؤرج سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہوٹل میں داخل ہو کر میں دروازے پر ہی رک گیا۔ تھوڑے فاصلے پر راہداری تھی اور اس کے بعد ہال کا اصل دروازہ تھا۔ چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ گرینی ہاؤرج بھی ہوٹل کے دروازے کے قریب نظر آئی۔ میں نے شیشے میں سے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف آ رہی تھی عجیب تعاقب ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا اور جب گرینی ہاؤرج دروازہ کھول کر آگے بڑھ گئی تو میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اس نے صدر ہال کے دروازے پر رک کر شیشے سے اندر نگاہیں دوڑائیں اسی وقت میں عقب سے اس کے قریب پہنچ گیا۔
"اندر چلیے اندر چلیے میں اندر نہیں باہر ہوں۔" میں نے کہا اور وہ بری طرح اچھل پڑی، ایک لمحے کے لیے وہ مجھے اپنے پیچھے دیکھ کر نروس ہو گئی تھی لیکن پھر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا اور تیز لہجے میں بولی۔
"میں نہیں سمجھی آپ مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں۔"
"پلیز۔" میں نے اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا وہ چونکہ بدحواس تھی اس لیے کوئی تردد نہیں کر سکی اور میں اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے اندر لے آیا۔
"آیئے اس میز پر بیٹھیں گے۔" میں نے ایک میز منتخب کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ کسی معمول کی طرح میرے پیچھے پیچھے چلی آئی پھر میں نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گیا گرینی ہاؤرج بھی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔
"کیا پینا پسند کریں گی آپ۔"
"مم۔۔۔ میں، میں اجنبی لوگوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
"مگر میں آپ کے لیے اجنبی تو نہیں ہوں مس ہاؤرج۔"
"کیا مطلب۔۔۔؟"
"کمال ہے یعنی تعاقب کرنے کا سلیقہ آپ کو نہیں ہے اور الزام مجھ کو دے رہی ہیں۔"
"کیسا تعاقب۔۔؟" وہ تیز لہجے میں بولی۔
"پہلے یہ بتایئے آپ کیا پئیں گی، ٹھہریے میں خود ہی آپ کے لیے کوئی اچھا مشروب منگوائے لیتا ہوں۔" میں نے کہا اور ویٹر کو اشارہ کر کے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا اس وقت تک خاموشی چھائی رہی جب تک ویٹر نے مشروب کو لا کر نہیں رکھ دیا۔ گرینی کے انداز سے اضطراب کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخانے لگتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔
"دیکھیے شاید میں آپ کو پہچان نہیں سکی۔"
"ڈیئر گرینی ہم لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہیں نہ تم عمر کی اس منزل میں ہو کہ بچکانہ باتیں کرو اور نہ میں اتنا بے وقوف آدمی ہوں کہ اپنا وقت فضول ضائع کروں، تم میرے ہوٹل سے میرا تعاقب کر رہی ہو اور اس سے پہلے نہ جانے کہاں سے، میں نے سوچا کہ پہلے تمھیں اس پرلطف موسم میں سڑکوں کی سیر کرا دوں اس کے بعد ہم اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"
"مگر مگر۔"
"اجنبی ہوں نہ تمھارے لیے۔" میں نے کہا۔
"ظاہر ہے۔"
"یہ تم نہیں کہہ سکتیں ڈیئر گرینی، کیونکہ یادداشت اتنی خراب نہیں ہوتی بشرطیکہ آدمی صحیح الدماغ ہو ہماری ملاقات ایئرپورٹ پر ہو چکی ہے جہاں تم نے ایک قاتل کو راستہ دینے کے لیے میرا راستہ

رہ کا تھا۔ اور اس کے بعد تم یہ بھی نہیں کہہ سکتیں کہ تم تقریباً پینتالیس منٹ سے میرے پیچھے اپنی کار کا پٹرول ضائع کر رہی ہو۔ تمہاری کار وہی نیلے رنگ کی ہے جو باہر کھڑی ہوئی ہے۔ کیوں کیا میں نے غلط کہا۔"

"بالکل غلط۔ میں تمہارا تعاقب کیوں کرنے لگی۔"

"اب یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو، ویسے اطمینان رکھو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا جو بات انسان خوشی سے بتانا پسند کرے وہ تو ٹھیک ہے لیکن جو اس کی مرضی کے خلاف ہو میں اس کے لیے اُسے مجبور نہیں کروں گا ہاں اتنا ضرور کہوں گا تم سے کہ ہم اگر چاہیں تو بہترین معلومات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔"

"کس سلسلے میں۔"

"بھئی اگر یہ اطلاع تمہارے ذریعے اُن لوگوں تک پہنچے تو وہ چار گنجے جو ایک گلی میں موت کا شکار ہوئے ہیں، میرے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے تو تمہاری وقعت اُن کی نظر میں بڑھ جائے گی، دوسری بات یہ کہ ایک ریسٹورنٹ میں ایک شخص کوکین کے تھیلے لے کر آیا تھا اب اگر تم چاہو تو اس کی لاش فیکٹری والے کی جھاڑیوں میں تلاش کر سکتی ہو کوکین کے تھیلے بدستور اُس کی جیب میں موجود ہوں گے یقیناً وہ تمہاری ضرورت ہوں گے اور تم انھیں خریدنا چاہتی تھیں دوسری بات یہ کہ جس شخص کو یہ کوکین وصول کرنا تھی وہ بھی خودکشی کر چکا ہے۔ تو تم اس کے لیے بھی مجھے ہی ذمہ دار قرار دے سکتی ہو بات دراصل یہ ہے ڈیئر گرینی ہاورج کہ میں مسٹر وکٹر وبلی کے مقابلے پر آچکا ہوں اور وکٹر ول بی کو یہ بات سوچ لینی چاہیے کہ اب اس کی خیر نہیں ہے میں نے اُن چاروں گنجوں سے بھی یہ بات کہی تھی۔ کہ وکٹر ول بی کو میرا یہ پیغام دے دیں مگر وہ بڑے بے صبر نکلے اور اتنی پھرتی سے مر گئے کہ مجھے خود تعجب ہوا، تمھیں میری طرف سے حاصل شدہ معلومات کیسی ہیں۔" میں نے محسوس کیا کہ گرینی ہاورج کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ وہ شدید ہیجان کا شکار تھی۔ ابھی اس نے مشروب کے گلاس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ دفعتاً وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں فضول باتوں سے ہمیشہ بچتی ہوں میں نے سوچا تھا کہ اس ریسٹورانٹ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کروں گی اس لیے میں یہاں آئی تھی لیکن تم جیسے فضول آدمی سے میری ملاقات ہو جائے گی اس کی مجھے توقع بھی نہیں تھی میں جا رہی ہوں۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ پڑی۔ میں اطمینان سے مشروب کے گلاس کے سپ لیتا رہا۔

تقریباً ایک گھنٹہ میں اس ریسٹوران میں کاہلوں کے سے انداز میں بیٹھا رہا مشروب کے دونوں گلاس مجھے ہی پینا پڑے تھے۔

دراصل میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کر رہا تھا، اب تک جو کچھ ہوا تھا میں اسے قطعی نامکمل سمجھتا تھا، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ترلوکا کے ایک ساتھی کی نشاندہی ہو گئی تھی اور زیبی کو اغوا کرنے والوں کے بارے میں یہ بات ہاپنکیں کو پہنچ چکی تھی کہ وہ ترلوکا کے آدمی تھے اس بات کا بھی پتا چل گیا تھا کہ اُن لوگوں کا شناختی نشان گنجا ہوا سر ہے۔ اور اس بات کا بھی پتا چل گیا تھا کہ ترلوکا نے اس تھوڑے سے وقت میں اپنے بہترین اڈے بنا لیے ہیں۔ ہرے کرشنا ہرے رام تحریک پہلے بھی ایک ڈھکوسلہ تھی اور اب اس کی مزید حقیقت سامنے آگئی تھی، ممکن ہے کچھ لوگ کچھ سادہ دل اور معصوم لوگ اس تحریک سے متاثر ہو گئے ہوں اور وہ اس کے سلسلے میں مخلص ہوں لیکن اس کا بانی ترلوکا ایک جرائم پیشہ شخص تھا اور اس نے اپنی مجرمانہ کارروائیوں کے لیے یہ تحریک بنائی تھی۔ زیبی سے اتنا عرصہ ہو گیا تھا جدا ہوئے، لیکن اس کی یاد سینے میں اسی طرح تازہ تھی کہ جب بھی اس کا تصور آتا، دل کے زخموں میں ٹیسیں اُٹھنے لگتی تھیں، ہر لمحہ یہی احساس رہتا تھا کہ نجانے اس پر کیا بیتی ہو گی اور جب یہ خیال آتا کہ ممکن ہے میرے دشمنوں نے اس کے ساتھ ایسی نازیبا کارروائی کی ہو جس سے اُسے ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچی ہو تو بدن میں انگارے بھرتے چلے جاتے تھے، جی چاہتا تھا کہ جو کچھ سامنے نظر آئے اُسے جلا کر راکھ کر دوں۔ لیکن اس سے کوئی مقصد حل نہیں ہوتا تھا اس لیے اپنے آپ پر قابو پا لیتا تھا۔ بہر طور اب اس کے سوا میرے سامنے اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وکٹر ول بی تک پہنچوں اور اُسے اس بات کے لیے مجبور کروں کہ وہ زیبی کے اغوا کنندگان کے بارے میں بتائے یا پھر اگر خود اس نے نیویارک میں ٹام گریسی کی موت کے بعد ترلوکا کے لیے یہ کارروائی کی ہے تو زیبی کے حصول میں میری مدد کرے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر وکٹر ول بی کی موت بھی میرے ہی ہاتھوں مکمل ہوئی تھی۔ ہاں اگر وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہوا اور اس نے مجھے ہلاک کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ زندگی کا یہ مقصد بھی پورا ہو گیا۔ زیبی میری تقدیر میں نہیں تھی، موت تو ہر انسان کا آخری سہارا ہے، میرے لیے بھی بس موت ہی زیبی کو بھلانے کا ذریعہ بن سکتی تھی اپنے سینے میں کھولتے ہوئے لاوے پر قابو پانا بعض اوقات میرے لیے نہایت مشکل ہو جاتا تھا، لیکن مجھے اپنے آپ پر کنٹرول رکھنا ہی تھا تقریباً سوا گھنٹے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور باہر نکل آیا۔

مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ میں اپنے لیے بھی کوئی کنوینس حاصل کر ہی لوں۔ اس سلسلے میں پولیس آفیسر پینٹر میری مدد کر سکتا تھا، لیکن ابھی میں نے اسے بہت زیادہ زحمت دینا پسند نہیں کیا تھا۔ تاہم حالات سے یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ مجھے

قسم کے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔"

پینٹر بذاتِ خود بھی اس معاملے میں اتنا ہی پُرجوش نظر آتا نا میں، لیکن اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ منشیات کے سوداگروں لی کرے اور اس گروہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، لیکن بظاہر میرا مقصد بھی لگا ہوا میں ہی تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میرے سینے میں کچھ ی چھپا ہوا ہے۔

اِس وقت میں کوئی خاص پروگرام نہیں رکھتا تھا، موسم ندلاہٹیں اب بھی اسی طرح تھیں، حالانکہ رات ہو چکی تھی لیکن ں پر جلنے والی روشنیاں بھی دھندلائی ہوئی تھیں، بارش ابھی ہو رہی تھی، لیکن آثار تھے، موسم کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ یر تک میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا اس کے بعد ایک ٹیکسی روک ل پام گرو چل پڑا۔ ہوٹل پام گرو میں جس وقت میں داخل اصی رات ہو چکی تھی، لیکن ہوٹل کی رونق حسبِ معمول شباب ، میں جانتا تھا کہ اگر ٹرلیسا یا سوٹیٹا واپس پہنچ گئی ہیں تو ہوٹل بیپیوں میں حصہ نہیں لے رہی ہوں گی، میں جانتا تھا کہ وہ ش لڑکیاں زندگی میں پہلی بار ایسا کام انجام دے رہی تھیں یے انھوں نے اپنی دوسری تمام دلچسپیاں ترک کر کے صرف اسی یں دلچسپی لینا شروع کر دی ہو گی۔

میں نے کسی سے پوچھنے کی بجائے، اُن کے کمرے تک پہنچنا مناسب ا اور لفٹ نے مجھے اُن کی منزل پہنچا دیا جب میں کمرے کے ازے تک پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ اندر روشنی ہو رہی ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ واپس آ گئی ہیں۔"

میں نے آہستہ سے دستک دی تو دروازہ اندر کو دب گیا۔ نے اُسے تھوڑا سا کھولا۔ ٹرلیسا وہاں موجود تھی، مجھے دیکھ کر چونک ڑی ہو گئی، ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر تجسس کے آثار ے ہوئے تھے، لیکن دوسرے لمحے اس نے میری شکل دیکھی تو بحون ہو گئی۔

"اوہ ہیلو مسٹر نواز آئیے آئیے، ہم تو آپ کو ٹیلی فون کر ہی یں سکتے، بس آپ کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

"بہت جلد اس کے لیے میں مناسب بندوبست کر لوں گا س ٹرلیسا" میں نے کہا۔ ٹرلیسا نے دروازے کے نزدیک پہنچ روازہ اندر سے بند کر دیا تھا، وہ میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔

سُرخ رنگ کے سلیپنگ گاؤن میں وہ اس وقت بے حد بصورت لگ رہی تھی، لیکن کسی کے حسن و جمال پہ توجہ دینا رے لیے اب ممکن نہیں رہا تھا، حالانکہ آپ اس راجہ نواز اصغر کو نہیں بھولے ہوں گے جس نے اپنی طویل زندگی بچانے کیسے کیسے

ھنگاموں میں گزاری تھی، زندگی کی یہ تمام لطافتیں میرے قدموں میں پڑی رہتی تھیں اور میں اس دنیا سے اپنی ذات کے لیے پورا پورا خراج وصول کر رہا تھا، لیکن اب صورتِ حال دوسری تھی۔

میں خاصا تبدیل ہو چکا تھا، جس طرح میں نے خود کو پاکیزگی کی طرف مائل کیا تھا اس کے تحت میرا ضمیر اب کسی دوسری شخصیت کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ٹریسا نے پر اخلاق انداز میں مجھ سے کہا۔

"کچھ پئیں گے مسٹر نواز۔"

"نہیں ٹریسا ایک ریستوران سے اُٹھ کر آ رہا ہوں جہاں میں نے بہت کچھ کھا پی لیا ہے۔"

"ٹھیک تو پھر میں آپ کو اپنی رپورٹ پیش کروں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں، میں اس کا منتظر ہوں۔"

"آپ نے کیمبرائج ول کے لیے میری ڈیوٹی لگائی تھی میں نے کیمبرائج ول میں مارکوس ٹریڈرز کے بارے میں اپنی معلومات مکمل کر لی ہیں۔ مارکوس ٹریڈرز مختلف اشیاء سپلائی کرنے والی ایک فرم ہے، یہ اشیا وہ بیرونی ممالک سے امپورٹ کرتی ہے۔ ہالینڈ، بیلجیم اور اسی طرح کے دوسرے ممالک سے اس کے پاس مال آتا ہے جسے وہ مقامی طور پر دوسری فرموں میں سپلائی کر دیتی ہے، یہ لوگ ڈائریکٹ امپورٹ کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنا مال یہاں فروخت کرتے ہیں، اس فرم کا مالک ایک شخص مسٹر وکٹر ول بی ہے۔"

میری آنکھیں چمک اُٹھیں، گویا میرا اندازہ درست تھا مسٹر وکٹر ول بی کا نام اس بات کی ضمانت تھا کہ میں صحیح راستے پر ہوں۔

"اور کچھ معلوم ہو سکا اس کے بارے میں۔"

"اور کوئی خاص بات نہیں۔ فرم صبح کو دس بجے کھلتی ہے اور پانچ بجے بند ہو جاتی ہے اس کے بعد وہاں خاموشی چھائی رہتی ہے، اوپری منزل پر کچھ فلیٹ ہیں جو فرم ہی کے ملازموں کی ملکیت ہیں۔"

"مسٹر وکٹر ول بی کے بارے میں یہ بات معلوم ہو سکی کہ اُن کا قیام کہاں ہے۔"؟

"نہیں یہ تو میں نے معلوم نہیں کیا، ویسے بہت بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں اگر کوشش کی جائے تو ہمیں دقت نہیں ہوگی۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا مس ٹریسا کہ وہ بہت بڑا آدمی ہے"؟

"جن لوگوں کو میں نے اپنی معلومات کا ذریعہ بنایا تھا انہی نے" ٹریسا نے جواب دیا۔

"آپ اس عمارت کے اطراف کا جائزہ لے چکی ہیں۔"

"ہاں، زیادہ بڑی عمارت نہیں ہے، نچلی منزل میں ایک وسیع عریض گودام ہے جس کی اندرونی کیفیت کا مجھے کوئی علم نہیں ہے، عقبی دروازہ بھی ہے اس گودام کا جسے میں بخوبی دیکھ چکی ہوں اور اسی وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر چوری چھپے اس گودام میں گھسنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ دروازہ اس کے لیے نہایت موزوں ہے، ویسے میرا خیال ہے گودام کے مالکان نے بھی اُسے اسی نظریے کے تحت بنوایا ہے۔" میں ٹریسا کی باتوں پر غور کرتا رہا اور پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹریسا، تمھارے اس خیال کو میں عملی جامہ ضرور پہناؤں گا۔"

"میں نہیں سمجھی مسٹر نواز۔"

"اس گودام کا جائزہ لینا ضروری ہے، ممکن ہے ہم مسٹر ہنبز کے کام ہی آ سکیں۔"

"یہ مسٹر ہنبز کون ہیں۔"

"یہ ایک مقامی پولیس آفیسر ہیں، جو ہماری ہی طرح منشیات کے گروہ کے خاتمے کے لیے مصروف کار ہے۔"

"آپ کی اس سے شناسائی ہو گئی ہے۔"

"ہاں، تمھارے ڈیڈی کے فراہم کیے ہوئے اجازت نامے کے تحت مجھے یہاں بہت سی مراعات حاصل ہوئی ہیں۔" میں نے کہا اور ٹریسا گردن ہلانے لگی، پھر بولی۔

"لیکن مسٹر نواز ہم گودام میں کس طرح داخل ہوں گے"؟

"عقبی دروازے کا تالا کھول کر۔ ویسے یہ دروازہ کہاں کھلتا ہے"؟

"ایک پتلی سی گلی میں، جس کے دوسری جانب ایک رہائشی بلڈنگ ہے، اور اس سمت کی پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرف صرف سینیٹری پائپ لگائے گئے ہیں، کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں ہے، جس سے یہ خطرہ ہو کہ اُوپر کی کسی منزل سے نیچے دیکھا جا سکتا ہے۔"

"کیا گلی اتنی پتلی ہے کہ اس میں گاڑیاں وغیرہ بھی داخل نہیں ہو سکتیں۔"؟

"نہیں گاڑیاں اس میں باآسانی داخل ہو سکتی ہیں لیکن کوئی ہیوی ٹرک وغیرہ نہیں، اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ دس فٹ یا ممکن ہے اس سے کچھ کم ہو۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے یہ وقت مناسب رہے گا۔"؟

"ابھی۔ ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ جگہ تو سنسان ہی رہتی ہے۔"

"زیادہ دیر گزرنے پر ممکن ہے کچھ لوگ وہاں پہنچ جائیں۔"

"وہ کیسے۔"؟ ٹریسا نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اس وقت تو کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی غیر متعلق شخصیت گودام میں گھس سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو آپ درست کہہ رہے ہیں۔"

"تو پھر آؤ گودام چلتے ہیں۔"

"میں ذرا لباس تبدیل کر لوں۔" ٹریسا نے کہا۔

"ہاں ضرور ضرور۔ میں نیچے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔" میں
اب دیا۔

"نہیں ساتھ ہی چلتے ہیں بس آپ ذرا چند لمحات کے
ٹریسا بولی۔ لیکن میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا
ں اپنے ذہن میں کسی ایسے تصور کو جنم نہیں دے سکتا تھا
راستے سے بھٹکا دے، بیشک راجہ نواز اصغر کی پچھلی زندگی
آئی تھی۔ میں امن و صلح کے ماحول سے نکل چکا تھا، قتل و
گری کا دور چھوڑ دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے
کے مل جانے کے بعد ہر قسم کے گندے خیالات ذہن سے نکال
لیے، لیکن اب جب پچھلی زندگی لوٹ آئی تھی تو ممکن تھا کہ کچھ
ریاں بھی ذہن میں پیدا ہو جاتیں اور ان سے میں مسلسل بچنا
تھا، چنانچہ میں وہاں نہیں رُکا اور باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر
بعد میں نے ٹریسا کا استقبال نیچے پارکنگ لاٹ میں ہی کیا تھا
انگلی میں کار کی چابی جھلاتی ہوئی باہر آ رہی تھی، مجھے دیکھ کر
رادی، میں اس کی مسکراہٹ کی وجہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ کار میں
نے کے بعد بھی وہ ذرا خاموش خاموش سی تھی، لیکن بار بار اس
ہونٹوں پر مسکراہٹ سی پھیل جاتی تھی، چند لمحات کے بعد اس
کہا۔

"مسٹر نواز کچھ ذاتی گفتگو کروں، تو کوئی حرج تو نہ ہوگا، آپ
ن اُلجھا ہوا تو نہیں ہے۔"

"نہیں ٹریسا، کہو کیا بات ہے"؟

"آپ شکل و صورت سے کم از کم امریکی باشندے نہیں معلوم
تے، اس کے علاوہ آپ کا نام جو ہے وہ بھی ذرا مختلف ہے، میں
سوچتی اس سلسلے میں غور کرتی رہی ہیں، لیکن کیا کریں، ہماری
لومات دنیا کے بارے میں بہت محدود ہیں۔ آپ امریکی شہری ہیں،
ن کیا آپ کا تعلق کہیں باہر سے ہے"؟

"ہاں۔"

"کہاں سے"؟

"ایشیا سے۔"

"ایشیا کے کون سے ملک سے۔"

"ٹریسا میرے دل میں بے پناہ زخم ہیں، تمھارے یہ الفاظ
ن زخموں کو تازہ کر رہے ہیں، لیکن تم نے یہ سوال کیا ہے تو میں
پھر پیارے وطن کا نام لیے بغیر نہیں رہ سکتا، میں پاکستانی ہوں۔"

"اوہ پاکستانی۔" ٹریسا نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔"؟

"نہیں نہیں، پاکستان سے متعلق بہت سی کہانیاں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں، خاص طور سے میں اس پاکستانی جنگ کا تذکرہ کروں گی جو شاید ۱۹۶۵ء میں لڑی گئی تھی، ایک شاندار جنگ۔"

"میرا وطن جیالوں کا وطن ہے ٹریسا، تم میرے وطن کے بارے میں صحیح طور پر سوچ بھی نہیں سکتیں، میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے علاقے سرائے عالمگیر کا رہنے والا ہوں، دریائے جہلم کے کنارے آباد، میری یہ بستی حسن و عشق کی بستی ہے، وہاں ایسی ایسی رنگینیاں جنم لیتی ہیں کہ میں ان کا تصور بھی کرتا ہوں تو جھوم اُٹھتا ہوں، لیکن ٹریسا میں اپنا وطن بہت عرصہ ہوا چھوڑ چکا ہوں۔"

"تمھیں اپنے وطن کی یاد تو آتی ہوگی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ وطن کی یاد ہی تو میری زندگی کا سرمایہ ہے۔"

"یہاں امریکہ میں تم نے کیوں سکونت اختیار کر لی۔"

"بس حالات۔"

"یہاں شادی نہیں کی تم نے۔"؟ ٹریسا نے پوچھا۔

"کی تھی۔"!

"تھی سے کیا مراد ہے تمھاری۔"

"مطلب یہ کہ جس سے شادی کی تھی جسے زندگی کا ساتھی بنایا تھا اسے ایک سانحہ پیش آ گیا۔" ٹریسا نے اس سانحے کے بارے میں تفصیلات نہیں پوچھی تھیں، چند لمحات وہ خاموش رہی اور پھر بولی۔

"مجھے ایشیائی بہت پسند ہیں اور مسٹر نواز تمھاری شخصیت میں ایک ایسی انوکھی بات ہے کہ میں اکثر تمھارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔"

"میرے بارے میں نہ سوچا کرو ٹریسا، میں سوچنے کی چیز نہیں ہوں میں نے پہلے ہی مرحلے پر ٹریسا کو خبردار کر دینا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب۔"؟

"مطلب یہ ٹریسا کہ تم نے زندہ مُردے دیکھے ہوں گے۔"

"نہیں صرف سنا ہے اُن کے بارے میں۔" ٹریسا مسکرا کر بولی۔

"کیا سنا ہے۔"؟

"بس ایک افسانوی سی بات ہے ورنہ زندہ انسان زندہ ہی ہوتے ہیں اور مُردے مُردے ہی ہوتے ہیں۔"

"نہیں ٹریسا، جس کی آرزوئیں مر جائیں، جس کے احساسات

مرجائیں، جس کی زندگی میں کوئی خوشی ہی نہ ہو، اسے تم زندہ نہیں کہہ سکتیں، میں انہی میں سے ایک ہوں۔"

"لیکن ہوا کیا مسٹر نواز۔ کیا کوئی خاص بات۔"

"ہاں، بس خاص ہی بات ہے، وہ شخصیت جس نے مجھے بُرائی کی عمیق گہرائیوں سے نکال کر صاف ستھرا ماحول بخشا، وہ شخصیت مجھ سے چھین لی گئی ہے ٹریسا، وہ شخصیت مجھ سے چھن گئی ہے۔"

"کون تھی وہ۔"؟

"میری بیوی زیبی۔"

"زیبی۔ یہ بھی پاکستانی تھی۔"

"نہیں جرمن نژاد تھی ایک مثالی عورت۔"

"تو کیا ہوا اسے کیا وہ۔ میرا مطلب ہے۔" ٹریسا نے اپنے الفاظ پورے نہیں کیے۔

"شکریہ ٹریسا، براہِ کرم اس کے بارے میں کوئی ایسی بات مت کہنا، وہ مری نہیں زندہ ہے، لیکن کچھ لوگوں نے اسے اغواء کر لیا ہے۔"

"اوہ کون لوگ تھے وہ۔"؟

"شاید یہی لوگ، جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں۔"

ٹریسا غور سے میری شکل دیکھنے لگی تھی، کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی، پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تمھارے دل میں ان کے لیے انتقامی جذبہ بھی موجود ہے۔"

"ہاں، اسی جذبے کے تحت میں مسٹر بیکن کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔"

"افسوس ڈیڈی نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا میں آپ سے دلی ہمدردی رکھتی ہوں مسٹر نواز، اور۔ اور ٹریسا اچانک خاموش ہوگئی۔ میں نے اس اور کے آگے کے الفاظ نہیں پوچھے، یوں بھی مجھے اس سلسلے میں خاصے تجربات تھے، ٹریسا کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہوئی تھی جسے میں نے محسوس کر لیا تھا اور یہ احساس میرے لیے بڑا جانگسل تھا، میں اس احساس کو ہوا دینا نہیں چاہتا تھا، اچھا ہی تھا کہ میں ٹریسا کو اپنی شخصیت سے روشناس کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا، ورنہ بے وقوف لڑکی حماقتوں کی دنیا میں بھٹکتی رہتی اور کچھ حاصل نہ کر پاتی۔

بعد کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا تھا، ہم نے کار کیتھرائن وِل سے تھوڑے فاصلے پر زُٹ پاتھ کے سہارے ایک ایسی جگہ کھڑی کر دی جہاں دوسری کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں پھر اسے لاک کر کے ہم نیچے اتر آئے اور ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگے، لیکن ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور کسی ایسی شخصیت کا جائزہ لے رہی تھیں جو ہماری طرف متوجہ ہو لیکن ایسی کوئی شخصیت نہیں تھی جس پر ہمیں یہ گمان گزرتا کہ وہ ہمارا جائزہ لے رہی ہے بہرطور ہم اس گلی میں گھس گئے، جس کے بارے میں ٹریسا نے تفصیلات بتائی تھیں۔

میں اپنے ساتھ ایسی چیزیں لے آیا تھا جن سے تالے با آسانی کھولے جا سکتے تھے۔ یہ چیزیں بازار میں آسانی سے مل گئی تھیں چنانچہ میں نے ایک مخصوص قسم کی چابی جسے آپ "ماسٹر کی" کہہ سکتے ہیں اور ٹریسا کو اس کی ذمہ داریاں سونپ کر اس عقبی دروازے کی جانب بڑھ گیا جو مارکوس ٹریڈرز کا تھا۔

دروازے کا قفل بہت زیادہ اُلجھا ہوا نہیں تھا، اسے کھولنے میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی اور چند ہی لمحات کے بعد میں نے بے آواز دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولنے کے بعد میں نے ٹریسا کو آواز دی اور وہ میرے پاس پہنچ گئی، پھر کسی قدر حیرت سے بولی۔

"خدا کی پناہ، آپ نے یہ دروازہ کتنی آسانی سے کھول لیا مسٹر نواز۔"

"ٹریسا میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ ایک ایسی زندگی گزار چکا ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں، یہ ساری چیزیں میرے لیے معمولی نوعیت کی ہیں۔" ٹریسا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

ہمارے پاس ننھی منّی ٹارچیں موجود تھیں، ان کی روشنی میں اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے، ٹریسا نے اپنی ٹارچ سے کمرے کے دوسرے کونے کا جائزہ لیا اور اچانک اس کی سرگوشی سنائی دی۔

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔" میں اس کی طرف پلٹا تو وہ احتیاط سے قدم اُٹھاتی ہوئی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور اس کی نگاہیں سامنے ٹارچ کی روشنی کے دائرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیوں کیا بات ہے۔"

"ابھی۔ ابھی میں نے اس طرف کوئی تحریک محسوس کی ہے۔" میں نے پھرتی سے اپنی ٹارچ بجھائی اور ٹریسا نے بھی میری تقلید کی۔ تاہم تاریکی میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ میں ٹریسا کی بات کو اس کا وہم بھی سمجھ سکتا تھا، چونکہ دروازہ سامنے کی سمت سے بند تھا اور یہ تالا جسے کھول کر ہم اندر داخل ہوئے تھے، اس قسم کا تھا کہ باہر ہی سے کھل سکتا تھا، یعنی کوئی شخص اندر داخل ہو کر اسے دوبارہ بند نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ اس بات کے امکانات

ذرا کم ہی تھے کہ کوئی اندر موجود ہو۔ لیکن ٹریسا کی اس سرگوشی کے بارے میں بھی میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، ہم سانس روکے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ کیا واقعی وہاں کوئی موجود ہے۔ خاموشی اور سناٹے میں اگر کوئی موجود ہوتا تو اس کے سانسوں کی آواز ضرور سنائی دے جاتی۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور، ممکن ہے چوہا وغیرہ ہوں یہاں۔ میں نے دفعتاً اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک بڑی حماقت کر ڈالی تھی، اگر ہماری ٹارچوں کی روشنیاں دیکھ لی گئی تھیں تو پھر جو کوئی بھی اندر موجود ہے وہ ہمیں پستول کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ اسی جگہ کھڑے رہنا بڑی حماقت کی بات تھی البتہ میں ابھی اس ہال کمرے کا پوری طرح جائزہ بھی نہیں لے پایا تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ کون کون سی چیزیں کہاں موجود ہیں۔ ٹریسا کو نزدیک لا کر میں نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

"تمھیں یقین تھا کہ وہ کوئی انسان ہی ہے۔"

"نہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتی، بس ایک چیز ہلتی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔"

"ہوں ٹھیک ہے، لیکن میرا خیال ہے ہمیں ہمّت سے کام لینا چاہیے، تم یہاں رکو، میں اپنی جگہ تبدیل کر کے دوبارہ ٹارچ روشن کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور ٹریسا نے اثبات میں گردن ہلا دی، میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہاتھوں سے مختلف چیزوں کو ٹٹولتا ہوا ایک سمت بڑھنے لگا۔ دفعتاً میرے ہاتھ کسی قسم کی مخصوص پیٹی سے لگے اور میں اس کی آڑ میں اپنے بدن کو چھپا کر محفوظ ہو گیا۔ پھر میں نے ٹارچ کی روشنی کی اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا، لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ اسی وقت میری پشت پر سے دو ہاتھ میری گردن پر آ جمے لیکن بڑی احمقانہ حرکت تھی یہ۔ دوسرے لمحے وہ جو کوئی بھی تھا، نیچے زمین پر آ پڑا۔ میں نے فوراً ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔

"خبردار اگر منہ سے کوئی آواز نکالی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔" ٹارچ کی روشنی میں مجھے ایک درمیانی جسامت کا آدمی نظر آیا، جس کی آنکھیں بُری طرح پھٹی ہوئی تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور میرے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی، ٹریسا پھرتی سے میرے نزدیک پہنچ گئی تھی۔

"یہی تھا سو فیصد یہی تھا، مجھے اسی کا شائبہ ہوا تھا۔" ہم اس شخص کو غور سے دیکھنے لگے۔ لیکن اس کے مرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، دفعتاً میں نے اس شخص کے منہ سے جھاگ نکلتے دیکھے یقیناً اس نے کوئی زہریلی چیز نگل لی تھی۔ کمبخت کچھ بتائے بغیر ہی مر گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کی اوپری جیب سے ایک سنہری رنگ کا سکّہ برآمد ہوا جسے سونے کا بھی کہا جا سکتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک مڑا تڑا کاغذ بھی۔ میں نے اس کاغذ کو نکالا اور ٹارچ کی روشنی میں اسے دیکھنے لگا۔ کاغذ پر چند ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کلک ہوئی، ایسا ہی ایک کاغذ مجھے اس ویٹر کی جیب سے بھی ملا تھا جس پر یہ ہندسے لکھے ہوئے تھے اور یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی تھی کہ یہ وہی ہندسے ہیں جو اس کاغذ پر لکھے ہوئے تھے۔ یہ کیا چکر ہے۔ تاہم میں نے ٹریسا سے اس کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا اور کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ اس کی جیبوں سے اور کوئی قابلِ ذکر چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔ پھر ٹریسا گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن یہ مر کیسے گیا۔ کیا تم نے اسے۔"

"نہیں ٹریسا اس نے شاید خودکشی کی ہے۔"

"مگر کیسے۔؟"

"ایک خاص قسم کی گولی کے ذریعے، جو فوراً ہی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔"

"لیکن یہ یہاں اس بند دروازے میں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں کوئی انکشاف نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ ٹریسا چند لمحات گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔ غالباً اس موت نے اسے نروس کر دیا تھا، میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹریسا یہ جگہ کارآمد معلوم ہوتی ہے آپ پھرتی سے اس کی تلاشی لیں اس سے قبل کہ کوئی اور یہاں پہنچ جائے۔"

"اوہ۔ کیا کسی کے پہنچنے کے امکانات ہیں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے ٹریسا تم اس شخص کو دیکھو دروازے بند تھے اور اس طرح بند تھے کہ انھیں اندر سے کھولے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود یہ شخص یہاں موجود تھا اور اس نے خودکشی کرنے میں اتنی پھرتی دکھائی آخر کوئی جدوجہد تو کر سکتا تھا۔"

"اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"ہاں، ہتھیار نام کی کوئی چیز اس کے پاس موجود نہیں ہے میں اس کی تلاشی لے چکا ہوں۔ ٹریسا خاموش ہو گئی، اس کے بعد میں نے اسے سہارا دے کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اس کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا اگر ہوتا تو اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" ٹریسا نے آہستہ سے کہا اس کی آواز کی لرزش میں با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔ میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"اب تک تم جس ہمت اور دلیری سے میرے لیے کام کرتی رہی ہو ٹریسا اسے ہاتھ سے نکلنے دو سنبھلو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔"

"نہیں نہیں مسٹر نواز۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ٹریسا نے جواب دیا ویسے اس کے ٹھیک ہونے کا اندازہ اس کی آواز سے ہی ہو رہا تھا تاہم میں نے اس پر توجہ نہیں دی، سب سے پہلے ہم نے گھوم پھر کر اس پورے اسٹور کا جائزہ لیا اس میں پانچ بڑے بڑے کمرے تھے ان کمروں میں مختلف قسم کا سامان رکھا ہوا تھا اب اس سامان کی تلاشی لی جا رہی تھی ہم اسے دیکھتے رہے لکڑی کی پیٹیاں تھیں جس پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک پیٹی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر دیکھا اس میں مخصوص قسم کی مشینیں رکھی ہوئی تھیں چھوٹی ساخت کی یہ مشینیں پتہ نہیں کس کام آتی تھیں لیکن ان میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی پھر چھوٹے چھوٹے کارٹن دیکھے اور بہت سی چیزیں دیکھیں لیکن ایک جگہ جو کچھ ہمیں نظر آیا اسے دیکھ کر ہم ٹھٹک گئے یہ چھوٹے چھوٹے جو کو پیکٹ تھے اور ان میں سے ایک پیکٹ نے اصلیت ہمارے سامنے نمایاں کر دی تھی اس پیکٹ میں سے سفید رنگ کا ایک پاؤڈر چھلک کر باہر نکل آیا میں نے اس پاؤڈر کو انگلی پر لگا یا زبان پر رکھ کر دیکھا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ کوکین ہے۔ کوکین کا اتنا بڑا ذخیرہ میرے لیے بہت ہی متحیر کن تھا اور میں نے بہت سے پیکٹ تلاش کیے تقریباً پچاس پیکٹ ایسے یہاں موجود تھے جن میں کوکین بھری ہوئی تھی یہ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے اتنا بڑا کوکین کا ذخیرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں چاہتا تو اس پورے گودام کو تباہ کر دیتا لیکن میں نے سوچا کہ کچھ تھوڑی سی کارکردگی کا مظاہرہ بھی کیا جائے چنانچہ تھوڑی دیر تک وہاں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے ٹریسا کو واپس چلنے کا اشارہ کیا، ٹریسا میرے ساتھ خاموشی سے باہر نکل آئی تھی میں نے عقبی دروازے کا تالا بند کر دیا اور پھر وہاں سے تیزی سے سامنے کی سمت چل پڑا۔

گلی کو عبور کرنے کے بعد ہم نے اپنی رفتار سست کی اور میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں مسٹر نواز۔"

"کوئی ٹیلیفون بوتھ۔"

"کیوں کسی سے گفتگو کرنی ہے۔"

"ہاں۔"

"ٹیلیفون بائیں طرف والے حصے میں ہے آؤ اس طرف چلیں۔" ٹریسا بولی اور میں اس کے ساتھ تیزی سے اس طرف چل پڑا پھر اس نے اشارہ کیا تھا تھوڑی دیر کے بعد سڑک کے بیچوں بیچ ایک ٹیلیفون بوتھ لگا ہوا نظر آیا، میں بوتھ میں داخل ہو گیا اور میں نے مسٹر ہینبرٹ کے دیئے ہوئے ٹیلی فون نمبر ڈائل کیے جو انھوں نے مجھے دے دیئے تھے پہلی ہی کوشش میں مسٹر ہینبرٹ سے رابطہ قائم ہو گیا تھا میں نے ان سے کہا۔ "اگر میں کوکین کے ایک بڑے ذخیرے کی نشاندہی کر دوں مسٹر ہینبرٹ تو کیا آپ کے لیے کارآمد ہو گی"؟

"یقیناً مسٹر نواز، کیونکہ کوکین کا نام ہی بڑی حیثیت کا حامل ہے۔"

"تو پھر آپ کیمبرانٹ ول کے علاقے میں پہنچ جائیے یہ بلڈنگ ساؤتھ ایونیو کے نزدیک ہے اور اس کی نچلی منزل میں مارکوس ٹریڈرز نامی فرم ہے۔"

"اوہو۔ ہاں ہے میں دیکھ چکا ہوں۔" ہینبرٹ نے بے صبری سے کہا۔

"مارکوس ٹریڈرز میں چھوٹے چھوٹے پیکٹوں کی شکل میں کوکین کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ پیکٹ تقریباً پچاس ہیں اس کے علاوہ یہاں کیا کچھ ہے اس کا اندازہ آپ کو خود ہی لگانا ہو گا۔"

"آپ۔ آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔"؟

"مسٹر ہینبرٹ یہ باتیں میں آپ سے بالمشافہ ملاقات کر کے بتا دوں گا فی الحال اگر آپ اس ذخیرے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کے لیے موجود ہے۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔"

"میں اس جگہ موجود نہیں ہوں گا جہاں آپ یہ کارروائی کریں گے۔ ویسے اگر آپ مجھ پر تھوڑا بہت بھی اعتبار کرتے ہیں تو براہ کرم جلد از جلد یہ کام کر لیجیے اندر آپ کو ایک لاش بھی ملے گی جس نے خودکشی کی ہے۔ اس کا تجزیہ آپ خود کر لیجیے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے یا نہیں۔"

"ارے نہیں مسٹر نواز آپ یقیناً درست کہہ رہے ہوں گے کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ آپ کچھ وقت وہیں قیام کریں جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں۔"

"شاید یہ ممکن نہ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی ایسا خطرہ تو نہیں ہے کہ اس دوران وہ علاقہ صاف کر دیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے ابھی تک تو نہیں ہے لیکن آپ جس قدر جلد کام

کر یں ممکن ہے۔"

"تو پھر آپ سے ملاقات۔"؟

"کل صبح دس بجے حسب معمول میں آپ کے دفتر میں حاضری دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اب میں زیادہ وقت نہیں لوں گا آپ کے بتائے ہوئے پتے پر کام کرتا ہوں۔" ہینبرٹ نے جواب دیا اور میں ٹیلیفون ریسیور کو میں لٹکا کر بوتھ سے باہر نکل آیا۔ ٹریسا میرا انتظار کر رہی تھی اس نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے بولی۔

"اب۔"

"واپس پام گرو۔" میں نے جواب دیا اور اس نے پال ایک خاص انداز میں جھٹک کر کار آگے بڑھا دی۔ راستے میں اس نے پوچھا۔

"آپ نے کس کو ٹیلی فون کیا تھا؟"

"میں نے بتایا کہ اپنے ایک دوست پولیس آفیسر کو میں نے اس کو یہاں کی تمام پوزیشن بتا دی ہے۔" اس کے بعد ٹریسا نے کوئی بات نہیں کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پام گرو پہنچ گئے جب کمرے کے دروازے پر پہنچے تو اندر روشنی جل رہی تھی جس کا مقصد تھا کہ سونیا بھی واپس آگئی ہے۔

"اوہ شاید سونیا واپس آگئی ہے۔" میں نے اس کی بات کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ٹریسا نے آہستہ سے کہا ہم دروازہ کھول کر اندر پہنچ گئے، سونیا بستر پر دراز تھی ہم دونوں کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"ہیلو۔ آپ دونوں کو ساتھ دیکھ کر حیرت ہوئی ہے۔"

"ہاں سونیا ہم ایک مہم پہ گئے تھے۔"

"لطف آ رہا ہے واقعی۔ ان تمام معاملات میں تو۔" سونیا نے مسرور لہجے میں کہا۔

"چلیے اچھی بات ہے آپ لوگوں کو لطف تو آ رہا ہے ویسے مس ٹریسا میرے خیال میں کچھ نروس ہو گئی ہیں۔"

"ارے نہیں نہیں بس میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ لاش دیکھ کر میں ذرا الجھ گئی تھی ایسے معاملات سے ذرا کم ہی واسطہ پڑا ہے۔"

"کس کی لاش دیکھ کر۔" سونیا حیرت سے چونک پڑی۔

"پوری کہانی ہے سناؤں گی تفصیل سے" ٹریسا نے جواب دیا میں نے سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ سنائیے مس سونیا کہ آپ کی مہم کہاں تک کامیاب رہی۔"

"پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ اس وقت مجھے دیکھ چکے تھے جب وہ لڑکی میرا مطلب ہے وہ آپ کا تعاقب کر رہی تھی میرا مطلب ہے آپ کے ہوٹل تک۔"

"ہاں، میں تمھیں دیکھ چکا تھا اس سے پہلے کی بات بتاؤ۔"

"میں گرین کاٹیج کا جائزہ لے رہی تھی اور بدستور اس کی نگرانی کر رہی تھی۔ وہ ایک مخصوص وقت پر نکلی اور سیدھی آپ کے ہوٹل پہنچی۔ پہلے وہ آپ کے کمرے کے سامنے سے گزری لیکن آپ جب وہاں موجود نہ ملے تو پھر نیچے آ کر ڈائننگ ہال میں بیٹھ گئی۔ میں نے مسلسل اس کا تعاقب جاری رکھا تھا لیکن ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہونا میں نے مناسب نہیں سمجھا، میں نہیں چاہتی تھی کہ میں اس کی نگاہوں میں آ جاؤں، بہرطور پھر میں نے آپ کو اندر داخل ہوتے دیکھا اور اس کے بعد وہ لڑکی دوبارہ باہر نکل آئی تھی، میں حسب معمول اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔"

"گڈ۔ گڈ۔ اس کے بعد کے واقعات۔"

"بس کوئی خاص نہیں۔ وہ وہاں سے ایک چرچ میں گئی۔"

"چرچ۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ غالباً اس کا نام آرچ کلائیو ہے پرانے لاس اینجلس میں اس سڑک پر جو ہالی ووڈ جاتی ہے واقع ہے، آبادی سے ذرا الگ تھلگ ہٹ کر ہے تقریباً ایک گھنٹہ وہ وہاں رکی اور پھر واپس چل پڑی آرچ کلائیو کے بارے میں، میں زیادہ معلومات نہیں حاصل کر سکی کیونکہ میں اسے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتی تھی اس کے بعد وہ سیدھی گرین کاٹیج میں آئی تھی اور جب سے وہیں ہے، میں نے رات میں اس کی نگرانی کرنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر یہ بھی خیال تھا کہ آپ رپورٹ طلب کریں گے۔"

"ٹھیک ہے اس سے زیادہ نگرانی کی بھی نہیں جا سکتی ویسے آرچ کلائیو کا نام میرے لیے بڑی دلکشی کا حامل ہے کیونکہ یہ نام پہلے بھی میرے کانوں میں گونج چکا ہے۔"

"میرے لیے اور کوئی ڈیوٹی جناب۔" سونیا نے پوچھا۔

"نہیں فی الحال نہیں آج کا کام بہت کافی ہے تم دونوں نے نہایت کامیابی سے اپنا اپنا کام انجام دیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دن رات مصروف رکھیں کیوں ٹریسا تمھارا کام تمھاری توقع کے مطابق رہا۔"

"ہاں۔ میں بھی مطمئن ہوں۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"بہرطور میں جس وقت بھی آپ لوگوں کی ضرورت محسوس کروں گا آپ کو تکلیف دوں گا لیکن سب سے بڑا کام آپ کا یہی ہے کہ اپنی حفاظت کا مکمل انتظام رکھیں ممکن ہے آپ کی کارروائی کسی کی نگاہ میں آ چکی ہو یا آ جائے۔"

"اوکے۔ آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں ہم نے اپنے لیے بڑا معقول بندوبست کر رکھا ہے۔" ٹرلیسا نے جواب دیا۔

"بس۔ اب مجھے اجازت۔" میں نے پوچھا اور وہ دونوں کھڑی ہوگئیں، تھوڑی دیر کے بعد میں ان سے رخصت ہوکر باہر نکل آیا تھا۔

میں اگر چاہتا تو اپنے ہوٹل جاکر آرام کر سکتا تھا یا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں دوبارہ کیمرائن دل واپس چلا جاتا اور وہاں ہنٹر کی ہی کارروائیاں دیکھتا لیکن ان دونوں کاموں کو میں نے اس وقت مناسب نہیں سمجھا تھا اول تو وہ ہوٹل جس میں میرا قیام تھا میری نگاہوں میں بُری طرح مشکوک تھا اور میں سمجھتا تھا کہ زیادہ عرصہ میں وہاں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکوں گا کسی بھی لمحہ دن یا رات کے وقت کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہو سکتی ہے چونکہ وہ ہوٹل پوری طرح ان لوگوں کا اکھاڑا تھا لیکن ہوٹل اس وقت یوں بھی نہیں جانا چاہتا تھا کہ آرچ کلائیو کا نام دوسری بار میرے علم میں آیا تھا ذرا دیکھ تو لوں کہ یہ جگہ ہے کیسی اور اس کی کیا حیثیت ہے۔

چنانچہ وہاں سے چل پڑا ٹیکسی یہاں قدم قدم پر باآسانی مل جاتی تھی کوئی دقت نہیں ہوئی تھی مجھے اس میں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں نے ڈرائیور سے آرچ کلائیو چلنے کے لیے کہا۔ آرچ کلائیو اتنی غیر معروف جگہ بھی نہیں تھی کہ ڈرائیور مجھ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا البتہ جس راستے پر وہ چل پڑا تھا وہ خاصا سنسان تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے آرچ کلائیو کے سامنے اتار دیا میں نے ڈرائیور سے آرچ کلائیو کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی وہ چرچ تو مجھے دور ہی سے نظر آگیا تھا جس کی اوپری منزل پر ایک بلب روشن تھا اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔

اس چرچ کے بارے میں میری معلومات ابھی کچھ بھی نہیں تھیں تاہم میں اس سلسلے کسی الجھن کا شکار بھی نہیں تھا، ٹہلنے کے سے انداز میں، میں آگے بڑھتا رہا! اور تھوڑی دیر کے بعد چرچ کے بالکل قریب پہنچ گیا چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور گہرا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ چرچ کا دروازہ بند مگر غیر مقفل تھا میں نے اسے آہستہ سے دھکیلا اور وہ کھل گیا۔ میں خاموشی سے اندر داخل ہوگیا۔ پھر میں نے ٹارچ روشن کرکے اِدھر اُدھر روشنی پھینکی کوئی شخص دکھائی نہ دیا ایک طرف کونے میں ایک دروازہ سا نظر آیا اُسے کھولا تو تہہ خانے کی سیڑھیوں پر نظر پڑی۔

سیڑھیوں سے اتر کر نیچے پہنچا کمرہ خاصا وسیع تھا لیکن یہاں ایک تیز بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ افیون کی بو ہے۔ بجلی کا سوئچ تلاش کیا اور روشنی کر دی۔ وہاں چند ٹوٹی پھوٹی کرسیوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا صورتِ حال کی تحقیق کے لیے میں دائیں طرف چل پڑا ویسے میں پوری طرح تیار تھا افیون کی بو لمحہ بہ لمحہ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی مجھے یقین ہو گیا کہ میں صحیح سمت جا رہا ہوں پہلے دو کمرے خالی تھے تیسرے کمرے میں پہنچا تو کسی کو لمبے سانس لیتے سُنا میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا پھر اندر داخل ہوگیا سامنے میز پر ایک دُبلا پتلا نوجوان بے سُدھ پڑا ہوا تھا اس کے نزدیک رکھی ہوئی ایش ٹرے ادھ جلے سگریٹوں کے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی، میں اس کے قریب پہنچ کر اسے دیکھنے لگا۔ نوجوان نشے میں بُری طرح دُھت تھا جو سگریٹ ایش ٹرے میں بجھے ہوئے تھے ان سے بھی چرس کی بدبو اُٹھ رہی تھی۔

بہر طور اسے اس حال میں چھوڑ کر میں اس دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا جو یہاں سے قریب ہی تھا یہاں میں نے چھوٹے چھوٹے بہت سے پیکٹ دیکھے لیکن ابھی تک کسی ایسے شخص سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی جو میری راہ میں مزاحم ہوتا البتہ میں اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

پھر مزید تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں ایک بائیں سمت کی راہداری میں مڑ گیا، راہداری میں بھی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ جب میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں افیون کشید کرنے کا سامان دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ان کمبختوں نے عبادت گاہوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا میں یہ ساز و سامان دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اچانک پشت پر ہلکی سی آہٹ سنائی دی، میرے علاوہ کمرے میں اور کوئی شخص بھی موجود تھا اس نگرانی کا احساس ہوتے ہی ریڑھ کی ہڈی میں ایک لہر سی دوڑ گئی تاہم میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا اور اپنی کسی حرکت سے دلی پریشانی اور اضطراب کا اظہار نہ ہونے دیا بلکہ اس طرح مصروف ہوگیا جیسے کسی کی موجودگی کا احساس نہ ہوا ہو میں مختلف چیزیں اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

دراصل صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ اگر میں پلٹنے کی کوشش کرتا اور میرا دشمن مسلح ہوتا تو وہ باآسانی مجھ پر قابو پا سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری تمام حرکات دیکھ رہا ہے میرے چونکتے ہی وہ فوراً ہی فائر کر دے گا چنانچہ میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور افیون کشید کرنے والی ایک مشین کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن یہ میری چالاکی تھی مشین کو میں نے اچھی طرح تاڑ لیا تھا وہ ایسی تھی کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر اپنے آپ کو محفوظ کر سکتا تھا۔

میں پھرتی سے مشین کے پیچھے پہنچ گیا اور اب جو میں نے ذرا سی گردن نکال کر جھانکا تو ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے میری طرف آتا

ہوا نظر آیا اس کا رُخ میری ہی جانب تھا اب پس و پیش کی گنجائش نہیں تھی میں پوری طرح اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا جونہی وہ میرے قریب پہنچا دفعتاً میں نے مشین کے عقب سے اس پر چھلانگ لگادی اور اس کے پستول والے ہاتھ کو قابو کرکے اسے رگیدتا ہوا زمین پر آ رہا۔

میرا شکار غالباً لڑنے بھڑنے کے فن سے اچھی طرح واقف تھا کیونکہ اس نے فوراً ہی پلٹ کر میری گردن میں اپنے پیروں سے قینچی ڈالی اور ایک دم سے پلٹی کھائی، میں اس کی مہارت اور پھرتی کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا تھا اس نے اس طرح مجھے اُچھالا کہ میں فوراً ہی دور جا گرا، دوسرے لمحے اس نے پستول سنبھال کر مجھ پر گولی چلادی۔ میں نے فوراً ہی اپنی جگہ خالی کر دی گولی زمین پر لگی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ایک لمبی چھلانگ لگانی پڑی تھی میں اس مشین کی آڑ میں ہوگیا اس نے لگاتار تین فائر کیے۔

اور چوتھے فائر پر میں نے اپنے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکالی اور اس طرح زمین پر گر پڑا جیسے مجھے گولی لگ گئی ہو۔

میں زمین پر ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا اور میری اس حرکت سے وہ دھوکا کھا گیا کیونکہ فوراً ہی وہ میرے نزدیک پہنچ گیا اس نے پستول سیدھا کر رکھا تھا لیکن جیسے ہی وہ میری رینج میں آیا میں نے اس کی دونوں ٹانگوں میں ٹانگیں ڈال کر ایک دم سے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیے وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال پایا تھا لیکن گرتے گرتے بھی اس نے ایک اور فائر داغ دیا تھا لیکن اب میں اس کے قابو میں نہیں آ سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے ایک اُلٹی قلابازی کھائی اور اس کے ہاتھ پر بڑی قوت سے ٹھوکر لگائی، پستول میں اس کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا تھا چنانچہ اب ہم دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔

لیکن اس سلسلے میں وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا تھا بلاشبہ اس نے جوڈو کراٹے کے کئی داؤ مجھ پر آزمانے کی کوشش کی، لیکن اب میں سنبھل چکا تھا میں نے اس کا ہر وار خالی کیا اور مسلسل اس سے مقابلہ کرتا رہا پھر وہ میرے قابو میں آگیا میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر اس مشین سے ٹکرا دیا جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔

یہ ضرب خاصی کارگر ثابت ہوئی تھی مشین کا ایک اُبھرا ہوا پُرزہ اس کی پیشانی توڑ کر اندر داخل ہوگیا مجھے اس اُبھرے ہوئے پُرزے کے نوکیلے ہونے کا احساس نہیں تھا ورنہ میں اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرتا۔

لیکن وہی بدقسمتی کام کا ہر شخص موت کا شکار ہو جاتا تھا، پُرزہ اس کے سر میں گھسا اور دماغ میں دور تک اُتر گیا وہ ایک لمحے کے لیے وہیں پڑے پڑے ہاتھ پاؤں مار کر تڑپا اور پھر اسی میں لمحے کا شکار ہو گیا۔

میں حیرت سے گنگ رہ گیا تھا میرا خیال تو یہ تھا کہ اگر میں اس شخص پر قابو پالوں گا تو اس سے کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہو سکتی ہیں لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی میرا پیچھا نہ چھوڑا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ مقتول تنہا ہے اور اس کا اور کوئی ساتھی یہاں نہیں ہے مجبوری تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا یہ چرچ بھی انتہائی خطرناک تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گرین بارج یہاں کس سے ملنے آئی تھی۔ کیا اس شخص سے، کیا یہ شخص کوئی نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس لعنتو کے ساتھ. میں نے اس کے لباس کی تلاشی لی لیکن اتفاق کی بات تھی کہ اس کے پورے لباس میں ایک بھی چیز نہیں تھی۔

بڑی عجیب سی بات تھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے ہر لمحہ ایک نہ ایک آدمی قتل ہو جاتا تھا قتل و غارت گری کا یہ جال نہ جانے کتنا لمبا ہے اور کہاں تک جائے گا۔ میں بے گناہ انسانوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ لوگ بے گناہ نہیں تھے کسی نہ کسی طرح ان کا تعلق ڈکرڈ ویل بی سے تھا اور ڈکرڈ ویل بی وہ تھا جو ٹرلو کا ساتھی تھا اس کے تمام ساتھیوں کو اسی طرح کتے کی موت مر جانا چاہیے۔ میں نے اپنے دل میں پھر وہ احساس تازہ کیا جس سے میری طبیعت کی کوفت کسی حد تک کم ہوگئی۔

چند لمحات کے بعد میں نے یہاں کی بتیاں جلائیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا چرس کے پیکٹ یہاں بھی موجود تھے لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہاں اس شخص کے علاوہ بھی کوئی اور ہے یا نہیں، بہر طور چرچ کی پوری طرح تلاشی لینے کے بعد میں وہاں سے پلٹا یوں لگتا تھا جیسے اس پورے علاقے میں چرس کی تجارت ہوتی ہو اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن لاس اینجلس کی ذہین ترین پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکی تھی اس کے لیے صرف یہی سوچا جا سکتا تھا کہ پولیس خود بھی ان معاملات میں کسی نہ کسی حد تک دخل رکھتی ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ڈکرڈ ویل بی کے اختیارات کام کرتے ہوں۔

اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں نے اسے گھسیٹ کر ایک مشین کی آڑ میں کر دیا اور پھر وہاں سے واپسی کے راستے پر چل پڑا۔ میں اس مدہوش نوجوان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا جسے میں عقب میں دیکھ کر آیا تھا لیکن ابھی میں اس کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ دفعتاً میں نے روشنی میں ایک عجیب منظر دیکھا ایک شخص اس نوجوان کو بازوؤں میں اُٹھائے ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس نے بھی میری آہٹ محسوس کر لی اور دوسرے لمحے اس نے

نوجوان کو زمین پر رکھ دیا اور میری طرف گھوم گیا اس شخص کو روشنی میں دیکھ کر میرے ذہن کو ایک عجیب سا جھٹکا لگا تھا اس کے سینے پر داڑھی جھول رہی تھی لمبے لمبے بال بکھرے ہوئے تھے آنکھیں بہت بڑی اور بہت خوفناک تھیں قد تقریباً چھ فٹ کے قریب ہوگا اور اسی مناسبت سے اس کا تن و توش تھا۔

لیکن اس کے بدن پر ایک سیاہ لبادہ تھا جو پادریوں کا سا تھا اور سینے پر صلیب جگمگا رہی تھی وہ خونیں نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر پھیلا ہوا تھا پھر اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے بیٹے۔ کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو اندر یہ دھماکے کیسے تھے مجھے تو یوں محسوس ہوا جیسے یہ آوازیں گولیاں چلنے کی ہوں۔"

"اوہ فادر۔ آپ پادری ہیں یہاں کے۔"

"ہاں بیٹے۔ یسوع کے دربار میں رہتا ہوں۔"

"مگر۔ میں نے تو آپ کو پہلے نہیں دیکھا۔"

"میں چرچ کے برابر والے مکان میں رہتا ہوں یہ دھماکے سن کر اس طرف آنکلا تھا لیکن تم کون ہو۔؟" پادری نے بدستور نرم لہجے میں کہا لیکن میں اس کے لہجے میں چھپی ہوئی بھیڑیوں کی سی غراہٹ کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

"فادر میں اس نوجوان کی تلاش میں یہاں آیا تھا آپ اسے کہاں لیے جا رہے تھے۔"

"اوہ۔ یہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے میں اسے صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہوں۔"

"خوب۔ ذرا صحیح راستہ مجھے بھی دکھا دیں فادر۔ کون سا ہے؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور پادری کی مٹھیاں بھنچ گئیں وہ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"صحیح راستہ دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ۔" وہ واپس مڑ گیا لیکن میں اس کی طرف سے مشکوک ہو گیا اگر یہ پادری بھی تھا تو صحیح پادری نہیں تھا یقیناً پادری کی آڑ میں وہ کوئی اور ہی چکر چلائے ہوئے تھا کیا یہ ڈرگز ڈیل بی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن ڈرگز ڈیل بی کے بارے میں ایسے کوئی شواہد نہیں ملے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ پادری کے روپ میں رہتا ہے۔

وہ مڑ گیا تھا لیکن میں اپنی جگہ کھڑا ہی رہا تھا وہ مڑ کر ایک تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ریک کے پاس پہنچ گیا تھا ریک پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ بیٹے رک کیوں گئے تم صحیح راستوں کی تلاش میں ہو نا میں تمہیں یسوع تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہوں۔"

"بہتر یہ ہے کہ یہ راستہ آپ مجھے یہیں سے دکھا دیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پادری کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی اس کے سفید سفید دانت اس طرح جھانکنے لگے جیسے کوئی بھیڑیا غرا رہا ہو اور دوسرے لمحے ایک بجلی سی چمک گئی۔ پادری نے ریک کے عقب سے ایک کلہاڑی نکال لی۔

کلہاڑی کا تیز پھل بجلی کی روشنی میں بُری طرح چمکا تھا اور ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئی تھیں لیکن یہ چونکنا میرے لیے زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا تھا اگر تقدیر یاور نہ ہوتی تو ایک لمحے میں گردن شانوں سے اُڑ کر دور جا گرتی' چوڑے پھل والی کلہاڑی اس تیزی سے میری طرف لپکی تھی کہ میں حیران رہ گیا تھا' پادری نے گویا ہوا میں اُڑتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی اور مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔

لیکن قسمت ہی اچھی تھی کہ اس کا حملہ ذرا سا چوک گیا تھا۔ اور کلہاڑی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی ایک سمت نکل گئی تھی پادری کے بدن کی ٹکر میرے بدن کو لگی اور میں اس کی زد میں آکر گر پڑا۔ لیکن پادری نے فوراً سنبھلتے ہوئے دوسرا وار کیا تھا اس بار کلہاڑی میری طرف لپکی اور میں تڑپ کر دوسری طرف ہو گیا اور کلہاڑی ایک زوردار آواز کے ساتھ زمین سے ٹکرائی زمین سے چنگاریاں بلند ہوئی تھیں اور یقیناً کلہاڑی کا پھل کند ہو گیا تھا لیکن پادری نے اس پر اکتفا نہیں کیا کلہاڑی خاصی وزنی محسوس ہوتی تھی چونکہ اس کے ڈنڈے پر جو لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اس کا نچلا حصہ ہی تقریباً ڈیڑھ دو سیر سے کم نہیں ہوگا اس کے ٹھن کی آواز فضا میں گونجی تھی۔

پادری نے اسے دوبارہ سیدھا کر کے میرے سر کی طرف بڑھایا لیکن اب میں سنبھل گیا تھا میں نے لیٹے ہی لیٹے سوئپ کی اور پادری کے پیروں کو اُلجھا کر لینا چاہا لیکن کمبخت کسی ستون ہی کی مانند اپنی جگہ جما ہوا تھا۔

دوسرے لمحے ہی راجہ نواز اصغر جاگ گیا وہ راجہ نواز اصغر جس کی وجہ سے بہت سوں نے خودکشی کر لی میں اب اتنا چوپا بھی نہیں تھا کہ اس کے قبضہ میں آجاتا اس بار میں تن کر کھڑا ہو گیا۔ پادری نے بھی اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اس نے ایک ہاتھ سے کلہاڑی سنبھالی اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا اب وہ اپنا لبادہ اُتار رہا تھا' لبادے کے چند بند کھلتے ہی لبادہ اس کے بدن سے اُتر کر نیچے زمین پر آپڑا۔

اس کے بدن پر ایک چست قسم کا لباس تھا کمر پر بیلٹ بندھی

ہوئی تھی یہ اس کا اصلی روپ تھا گو داڑھی اب بھی ہل رہی تھی لیکن مجھے تو یوں ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ داڑھی بھی مصنوعی ہو میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور پادری کلہاڑا ہاتھ میں پکڑے ہوئے پینترے بدل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک خوفناک سناٹا طاری تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سامنے کوئی غیر انسانی شخصیت کھڑی ہو۔

دفعتاً اس نے کلہاڑے کو دونوں ہاتھوں میں گھمانا شروع کر دیا کبھی وہ اس کا سرا ایک ہاتھ میں لیتا کبھی دوسرے میں اس طرح جیسے جھکائی دے رہا ہو اور میں نے اس کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔

اس بار اس نے کلہاڑا سیدھے ہاتھ میں پکڑا اور پھر سیدھے ہاتھ کو اس طرح جنبش دی جیسے وہ کلہاڑا میرے پیروں کی طرف لانا چاہتا ہو لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی سے اُسے اُلٹے ہاتھ میں لے لیا اور جس طرف سے میں نے بچنے کی کوشش کی تھی اس طرف سے کلہاڑا میرے پیروں پر دے مارا لیکن تقدیر یہ ہی یاور تھی کہ اس بار بھی میں اُچھل گیا تھا اور کلہاڑا میرے پیروں کے نیچے سے نکل گیا تھا۔ لیکن اس نے فوراً ہی سنبھل کر ایک پینترا بدلا اور گھوم کر ایک بار پھر کلہاڑا میری کمر پر دے مارا۔

یہ کلہاڑا اس کے ہاتھ سے نکلنا چاہیے چونکہ وہ اُسے چلانے کا ماہر معلوم ہوتا تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے اس کی طرف چھلانگ لگائی اس بار وہ کسی قدر بوکھلا گیا تھا۔

یہ اندازہ تو اُسے بھی ہو گیا تھا کہ اس کا مدمقابل اتنا معمولی نہیں ہے جتنا وہ سمجھ رہا تھا ممکن ہے وہ لڑائی بھڑائی میں مہارت رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود میں اس سے بہترین مقابلہ کر رہا تھا۔

چنانچہ وہ اس طرح میرے قریب آنے پر بوکھلا سا گیا تھا میں نے اس کے بالکل نزدیک پہنچ کر کم از کم کلہاڑے کی زد سے نجات حاصل کر لی تھی اس کے ساتھ ہی میں نے ایک کھڑا ہاتھ اس کی پشت پر مارا اور وہ تھوڑا سا کراہتا ہوا میری طرف پلٹا اس نے پھر کلہاڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اس کے دستہ کو میری گردن میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن میں نے کلہاڑا اپنے ہاتھوں پر روک دیا تھا۔

اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان قوت آزمائی ہونے لگی لیکن ذرا سی دیر میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کمبخت واقعی فولاد کا بنا ہوا ہے وہ مجھ پر دباؤ ڈالتا ہی چلا آرہا تھا اور میرا بدن پیچھے کی جانب جھک رہا تھا لیکن اس سے نجات حاصل کرنے کا ایک طریقہ میرے ذہن میں آگیا میں نے پھرتی سے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور وہ دھوکا کھا گیا۔

وہ میرے اوپر اوندھا گرنے ہی والا تھا کہ میں اس کے نیچے سے نکل گیا اس بار پادری اوندھا گر گیا تھا۔ میں اب اس کی پشت پر سوار تھا، کلہاڑا اب بھی اس کے ہاتھوں میں تھا اور وہ اُسے میری زد سے نکالنے کے لیے زور لگا رہا تھا۔

آہستہ آہستہ میں اس کی پیٹھ پر بلند ہوتا چلا گیا۔ پادری اپنی خوفناک قوت کے بل پر اُٹھتا جا رہا تھا اور میں اس کی پیٹھ پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے بچے کبھی کبھی گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کرتے ہیں وہ آہستہ آہستہ اُٹھتا جا رہا تھا میں نے اس کی پیٹھ چھوڑ دی اور میں اس کے کندھوں پر پہنچ گیا، بچاری نے کھڑے ہوتے میں دیر نہیں لگائی تھی وہ مجھے اپنے کندھوں پر لادے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

لیکن اسی وقت میری نگاہ اوپر لگے فانوس پر پڑی فانوس لوہے کی راڈ میں لٹکا ہوا تھا اور اس میں اس قسم کی چیزیں موجود تھیں کہ میں اگر چاہتا تو انہیں استعمال کر سکتا تھا۔ میں نے بھی موقعہ غنیمت سمجھا دوسرے لمحے میں نے ہاتھ بلند کیے اور فانوس کی ایک راڈ پکڑ لی، پادری کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں یہ حرکت کر سکتا ہوں۔ وہ مجھے غالباً گرا کر مارنا چاہتا تھا لیکن جونہی اس نے ایک زوردار جھٹکا لیا میں نے فوراً اپنا بدن اس کے کندھوں کی گرفت سے آزاد کرا لیا اور پادری چونکہ جھٹکا لے چکا تھا اس لیے اپنے زور میں نیچے جا گرا۔ میں نے فوراً ہی اس پر چھلانگ لگا دی اس بار میں اس کی گردن پر گرا میرے دونوں پاؤں پوری قوت سے اس کی گردن سے ٹکرائے تھے جس کی وجہ سے اس کا منہ بھی زمین سے ٹکرا گیا' کلہاڑا پادری کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔

[illegible] بھی چاہتا تھا دوسرے لمحے میں نے کلہاڑے پر قبضہ کر لیا اور اُس دستہ پکڑ کر اسے پوری قوت سے پادری کی کمر پر دے مارا۔ کلہاڑے کا پھل تو اس کے نہیں لگا تھا لیکن اس کا پچھلا حصہ پوری قوت سے اس کی کمر پر پڑا۔ اور پادری کی ریڑھ کی ہڈی تڑخ گئی۔

وہ بھینسے کی طرح ڈکراتے ہوئے پلٹا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ اس نے ہاتھ ٹکا کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ریڑھ کی ہڈی چور چور ہو چکی تھی اس لیے اُٹھنا اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا۔ تاہم اس نے اپنا آدھا بدن اُٹھا لیا تھا کہ میں نے کلہاڑا پھر پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا اس بار کلہاڑے کا پھل اس کے سر پر پڑا تھا اور پھل اس کی پیشانی کی ہڈی توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔

میں نے قوت لگا کر کلہاڑے کو کھینچا اور پھر پے در پے اس کے بدن پر کئی وار کیے اس کے علاوہ اور کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی

تھی اگر میں کسی اور طریقے سے اس کو زیر کرنے کی کوشش کرتا تو پادری بلاشبہ قوت میں مجھ سے اتنا زیادہ تھا کہ وہ باآسانی مجھے مار لیتا۔

چنانچہ مجبوری تھی میں نے کئی وار کر کے اسے ٹھنڈا کر دیا اور پھر گہری گہری سانس لینے لگا۔ اس شدید جدوجہد میں میرا سانس پھول رہا تھا اور مجھے احساس ہو گیا تھا اور درحقیقت اگر یہ قدم نہ اٹھاتا تو میری زندگی محال تھی' اب تک جو کچھ بھی واقعات پیش آ چکے تھے یہ اُن میں سب سے خطرناک واقعہ تھا اور یہ پادری بھی بلاشبہ مجھ پر حاوی ہو سکتا تھا اس کی وجہ کہا ہے میں ایک لمحے اس کے بدن سے اُبلتے ہوئے خون کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد میں نے کلہاڑا ایک طرف پھینک دیا لیکن پھر مجھے کچھ خیال آیا چنانچہ میں نے جیب سے رومال نکالا اور کلہاڑے کے دستے سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کرنے لگا۔

کوئی ایسا نشان چھوڑنا مناسب نہیں تھا چونکہ بہر طور پولیس اس قتل و غارت گری کا حساب کسی سے بھی طلب کر سکتی ہے' بڑی دیر کے بعد میں نے اپنے سانسوں پر قابو پا لیا۔ پادری ٹھنڈا ہو چکا تھا میں کسی اور آفت کا منتظر تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں آفتیں ہوں تو سہی لیکن پوشیدہ ہوں اور ایک کے بعد ایک سامنے آتی ہو' دو آدمی چرچ آرچ کلائیو میں میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئے تھے' تیسرا یہ نوجوان تھا جو اب بھی زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے یہ میرے لیے کسی طور خطرناک نہیں ثابت ہو گا' پادری اس نوجوان کو کہاں لیے جا رہا تھا میں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن اب یہاں رکنا میرے لیے بہت زیادہ سودمند نہیں تھا' چرچ آرچ کلائیو کے پراسرار حالات سے میں واقف نہیں تھا کسی اور خوفناک واقعہ سے نمٹنے کی ہمت بھی اب مجھ میں نہیں رہی تھی۔

چنانچہ یہاں سے واپسی ہی بہتر تھی یہ بھی غنیمت تھا کہ میں یہاں سے اپنے پیروں پر زندہ واپس جا رہا تھا لیکن اس نوجوان کا کیا کروں' کیا اسے اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دوں پتا نہیں پادری کیا چاہتا تھا۔ میں نوجوان کے قریب پہنچ گیا تیز روشنی میں' میں نے اس بار غور سے اس کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شدید قسم کی نشہ آور ادویات کا عادی تھا' نجانے کس خیال کے تحت میں نے اس کا بازو کھول کر دیکھا بازو پر انجکشن کے نشانات موجود تھے وہی بات جو پہلے بھی سامنے آ چکی تھی اور جس کے لیے پیٹر بہت پریشان تھا۔

یہ منشیات کا عادی نوجوان گہری گہری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے بدن کی حالت سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بالکل کھوکھلا ہو چکا ہے۔

تاہم اسے یہاں نہیں رہنے دینا چاہیے کچھ بھی ہو' حالات کچھ بھی ہوں کسی خیال کے تحت میں نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا چند چیزیں اس کی جیب میں موجود تھیں' کچھ چھوٹی کرنسی کے نوٹ ایک انگوٹھی جس پر ایک نگینہ جڑا ہوا تھا ایک جیبی ڈائری' ڈائری میرے لیے باعثِ دلچسپی ہوئی چنانچہ میں نے اُسے نکال کر درمیان سے کھول لیا۔

ڈائری کے پہلے ہی صفحہ پر ایک ایڈریس لکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑا' اس ڈائری میں نوجوان کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ مائیکل ہاورچ اور اس کے ساتھ ہی گرین کاٹیج کا پتہ تھا' میں انگشت بدنداں رہ گیا کیا اس نوجوان کا تعلق کسی طرح گرین ہاورچ سے ہے' ایک لمحہ کے لیے میرے ذہن میں لاکھوں خیالات کی لہریں دوڑ گئیں۔ گرین ہاورچ' گرین ہاورچ یہ نام میرے ذہن میں بار بار چکرا رہا تھا۔

کیا گرین ہاورچ کا اس نوجوان سے کوئی تعلق ہے' مائیکل ہاورچ ممکن ہے یہ گرین ہاورچ کا بھائی ہو یا وہ' اگر ایسا ہوا تو۔ تو اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اس نوجوان کو یہیں چھوڑ دوں۔

لیکن جس قدر مشکلات کا سامنا مجھے کرنا پڑتا وہ بھی میرے سامنے تھیں اس بے سدھ نوجوان کو لاد کر کہاں لے جاتا ٹیکسی بھی واپس جا چکی تھی اور یہ علاقہ سنسان تھا پتا نہیں واپسی کے لیے ٹیکسی مل سکے یا نہیں۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے' خواہ کتنا ہی پیدل چلنا پڑے اس نوجوان کو یہاں سے لے جانا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے اُسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پھر احتیاط سے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے اب صورتِ حال کچھ بھی ہو اسے یہاں چھوڑنا میرے لیے کسی طور بھی ممکن نہیں تھا۔ مائیکل ہاورچ کو کندھے پر ڈالے ہوئے میں چرچ سے باہر نکل آیا اور تاریکیوں کی آڑ لیتا ہوا سڑک کی جانب چلنے لگا۔

میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں بنے ہوئے مکانات میں کون کون لوگ رہتے ہیں یہ سب کے سب ہی ورکڈ ولیم کے آدمی ہوں اس طرح میری زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی چنانچہ اس کا بہتر طریقہ یہی تھا کہ خاموشی سے پہلے سڑک پر پہنچ جایا جائے بلکہ یہاں سے جتنی دور نکل جایا جائے بہتر ہے اور اس کے بعد صورت حال کا اندازہ لگا کر کوئی کارروائی کی جائے' چنانچہ میں سڑک پر پہنچ گیا لیکن سڑک پر پہنچ کر میں رکا نہیں تھا بلکہ آرچ کلائیو سے دور نکل جانے کے لیے میں پیدل ہی راستہ طے کرنے لگا تھا سڑک روشن تھی اور اس پر سے اکا دکا ہی گاڑیاں گزرتی ہوئی نظر آ جاتی تھیں' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

میں کیا کروں۔ ایک بیہوش انسانی بدن کو کندھے پر لادے ہوئے تاریک رات میں سفر کرنا بھی بےحد خطرناک بات تھی۔

پولیس کم از کم مجھے اس سلسلے میں پریشان کر سکتی تھی' دوسری بات ہے کہ اس مصنوعی اجازت نامے کے ذریعے میں بعد میں اپنی گلوخلاصی کرا سکتا تھا لیکن اس طرح میرے راستوں میں رکاوٹ بھی پیدا ہو سکتی تھی' دفعتاً تھوڑے فاصلے پر ایک خالی ٹیکسی گزرتی نظر آئی اور میں زور زور سے سیٹیاں بجانے لگا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے میری آواز سن لی تھی اس نے ٹیکسی ریورس کی اور میری سمت آنے لگا۔ اس لمحے تک میں صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا ٹیکسی ڈرائیور میرے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے کندھے پر پڑے نوجوان کو۔

"تمھاری آنکھوں میں' میں شبہ کی جھلک دیکھ رہا ہوں دوست لیکن فکر مت کرو یہ نشے میں ہے۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے پر اطمینان انداز میں گردن ہلائی اور مسکرانے لگا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

"میں آپ کی کچھ مدد کروں جناب؟"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور کی مدد سے نوجوان مائیکل ہاورچ کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور اس کے فوراً ہی بعد میرے ذہن میں دفعتاً ایک خانہ روشن ہو گیا' ایک بہت ہی اچھی اسکیم ذہن میں آ گئی تھی اس طرح ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

چنانچہ میں نے بڑے اطمینان سے ٹیکسی ڈرائیور کے برابر کی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسے گرین کاٹیج کا پتا بتا دیا' بیشک یہ خطرہ مول لینے والی بات تھی لیکن خطرات مول لیے بغیر تو کوئی چارۂ کار ہی نہیں تھا۔

چنانچہ اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی کہ مائیکل ہاورچ کو گرین ہاورچ کے پاس پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد اس کے تاثرات کا جائزہ لیا جائے اپنے اس فوری فیصلے پر میں بڑا مطمئن تھا' ٹیکسی سفر کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ گرین کاٹیج کے پاس پہنچ گئی۔ گرین کاٹیج کا بیرونی حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اندر سے روشنی جھلک رہی تھی گرین ہاورچ یقیناً اس وقت اپنے گھر پر موجود تھی بہرطور میں نے نیچے اتر کر کال بیل پش کر دی اسی دوران ٹیکسی ڈرائیور بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ برآمدے کا بلب روشن ہو گیا اور میں نے روشنی کے سائے میں گیٹ سے اوپر نگاہیں دوڑا کر گرین ہاورچ کو دیکھا جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی وہ چند لمحات برآمدے میں کھڑی گیٹ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اس کی آواز اُبھری۔

"کون ہے؟"

"براہِ کرم دروازہ کھولو۔" میں نے زور سے کہا۔ اور گرینی ہاورچ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی پھر اس نے ذیلی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا مجھے وہ ایک لمحے تک پہچان نہیں سکی تھی لیکن اس کی نگاہیں کسی قدر حیرت زدہ انداز میں ٹیکسی کو ٹیکسی ڈرائیور کو اور مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"میڈم ہاورچ' مائیکل ہاورچ ٹیکسی میں موجود ہیں براہِ کرم اسے اندر لے چلنے میں میری مدد کیجیے۔" میں نے کہا۔

اور گرینی ہاورچ بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر شاید مجھے پہچان لیا' ایک لمحے کے لیے ٹھٹکی لیکن دوسرے لمحے گردن جھٹک کر دوڑتی ہوئی ٹیکسی کے قریب پہنچ گئی۔

ٹیکسی کی کھڑکی میں سے گردن ڈال کر اندر دیکھا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو صاف دیکھ لیا تھا جسے وہ اضطرار کے عالم میں چھپانا بھی بھول گئی تھی حالانکہ وہ خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار ہو کر آئی تھی اور یقیناً اس کے پستول میں اس وقت تمام چیمبر بھرے ہوئے ہوں گے لیکن مائیکل ہاورچ کا نام شاید اس کے لیے تعجب خیز تھا۔ چنانچہ وہ اس کی تصدیق کر لینا چاہتی تھی۔

اور پھر جب اس نے تصدیق کر لی تو متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر میں نے دروازہ کھول کر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"میرے دوست بیشک یہ تمھارے فرائض میں سے نہیں ہے لیکن کسی نشے میں ڈوبے ہوئے انسان کی مدد کرنا انسانی فرض بھی ہے براہِ کرم اسے اندر پہنچانے میں میری مدد کرو۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس وقت بھی خلوصِ دل کے ساتھ مائیکل ہاورچ کو اندر لے چلنے میں میری مدد کی تھی۔

گرینی ہاورچ پاگلوں کی طرح میرے پیچھے پیچھے چل رہی تھی برآمدے میں پہنچ کر میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کچھ نوٹ دیے جو اس کے بل کی رقم سے کافی زیادہ تھے۔

"ارے نہیں نہیں جناب۔ اتنا نہیں۔"

"پلیز رکھ لو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سلام کر کے نوٹ رکھ لیے۔ اور واپس مڑ گیا۔

گرینی ہاورچ ہم دونوں سے لاپرواہ زمین پر گھٹنے ٹکائے بیٹھی ہوئی مائیکل ہاورچ کو دیکھ رہی تھی اس کے بدن پر رعشہ طاری تھا۔

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے فارغ ہونے کے بعد اس کی اس اضطراری کیفیت کو دیکھا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کے پیچھے گیٹ کی طرف

چل پڑا۔

میں نے گیٹ بند کیا اور واپس گرینی ہاؤرچ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب مائیکل ہاؤرچ کے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"میرا بھائی۔ میرا بھیا۔ میرا بھیا۔" میں چند لمحات کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مس گرینی۔ اسے اندر لے چلیئے۔" وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آئی وہ اپنے بھائی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی تھی میں نے آگے بڑھ کر مائیکل ہاؤرچ کی بغلوں میں ہاتھ دیا اور اس سے کہا۔

"تم اس کے پاؤں پکڑ لو۔" گرینی ہاؤرچ نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ہم دونوں مائیکل ہاؤرچ کو لے کر اندر کی طرف چل پڑے۔ گرینی ہاؤرچ اب کسی قدر بہتر نظر آرہی تھی۔ وہ مجھے راستہ بتاتی رہی اور چند لمحات کے بعد ہم نے ایک خواب گاہ میں لے جا کر اسے بستر پر لٹا دیا۔ بستر میں لٹانے کے بعد گرینی ہاؤرچ نے اچھی طرح اس کا جائزہ لیا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

"یہ۔ یہ۔"

"ذرا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں گرینی ہاؤرچ تمام باتیں اپنی جگہ لیکن انسانی ہمدردی کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں خاموشی سے واپس چلا جاؤں میں اس وقت تم سے اس بارے میں ایک بھی سوال نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں پلیز۔ پلیز بیٹھئے۔ یہ۔ یہ میرا بھائی ہے مائیکل ہاؤرچ میرا بھائی۔ چار سال کے بعد میں اس کی شکل دیکھ رہی ہوں پورے چار سال کے بعد۔" اس نے کہا اور اس کی آواز ایک بار پھر سسکیوں میں ڈوب گئی۔ میں لوہے کو گرم محسوس کر رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خود کو سنبھالو گرینی، میرا خیال ہے اسے تمہاری توجہ کی ضرورت ہے۔" وہ کچھ اس طرح بے اختیار ہوئی کہ اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔ روتی ہوئی لڑکی کو سہارا دے کر میں نے ایک صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ بولی۔

"اس کی حالت خطرے میں ہے۔ یہ۔ یہ کس قدر لاغر نظر آرہا ہے کیا آپ یقین کریں گے کیا آپ یقین کریں گے یہ اپنے وقت کا صحت مند ترین نوجوان تھا کیا آپ یقین کریں گے کہ کہ یہ فٹبال کا بہترین کھلاڑی تھا اور ایک زمانہ میں اس کا نام فٹ بالر کی حیثیت سے امریکی نوجوانوں میں بہت مقبول تھا۔"

"ہاں گرینی ہو سکتا ہے۔ لیکن میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا جو کچھ بھی کہوں گا تم اسے غلط معنی پہنا سکتی ہو۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"نہیں کہئے۔ کچھ کہئے۔"

"اسے اس حالت میں پہنچانے والے وہ لوگ ہیں گرینی جن کی آلۂ کار تم ہو۔ تم صرف ایک مائیکل ہاؤرچ کی بات کرتی ہو امریکی نوجوانوں میں یہ وبا جس تیزی سے عام ہو رہی ہے اور جس طرح کے المیئے یہاں رونما ہو چکے ہیں شاید تم نے ان کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ دیکھ لو آج، اسی نوجوان کی تصویر دیکھ لو جس کے گال دھنسے ہوئے ہیں رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں تم اسے کس عمر کا نوجوان کہہ سکتی ہو گرینی ہاؤرچ لاکھوں نوجوان یہی شکل اختیار کر چکے ہیں اور زندگی کا بوجھ گھسیٹ رہے ہیں موت کے انتظار میں صرف موت کے انتظار میں۔ گرینی ہاؤرچ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا کافی دیر اسی طرح بیٹھی رہی پھر بے اختیار اٹھی اور مائیکل ہاؤرچ کے قریب پہنچ گئی۔

"یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔ کیا یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا آنکھوں سے پھر آنسو رواں ہو گئے تھے۔

"نہیں میرا خیال ہے ابھی یہ اتنی بُری حالت میں نہیں ہے یہ ہوش میں آسکتا ہے بشرطیکہ اسے صحیح طبی امداد مل جائے۔" میں نے کہا۔

"گرینی میں تمہاری ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہوں اگر میں تمہاری مدد نہ کرنا چاہتا تو اتنی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اسے یہاں تک کیسے لاتا۔"

"مگر۔ مگر میں خطرات میں گھری ہوئی ہوں موجودہ حالات میں تو میں بے انتہا خطرات کا شکار ہو گئی ہوں۔ آہ یہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں۔ وہ کھڑی ہو کر ہتھیلی پر گھونسے مارنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا نا بالکل بے فکر رہو اگر پولیس کی مدد کرنا چاہتی ہو تو میں حاضر ہوں اگر پرائیویٹ کچھ کرنے کی خواہش مند ہو تو بھی میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔" میں نے کہا۔

"پلیز میری مدد کرو۔ میں ٹوٹ چکی ہوں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہوں اب میرے وجود میں کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی جس کے ذریعے میں اپنی مدافعت کر سکوں مجھے تمہاری مدد چاہیئے۔ مجھے تمہاری مدد چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے تو کیا چاہتی ہو ہم اسے اسپتال لے چلیں۔"

"نہیں اسپتال غیر محفوظ ہیں میں جانتی ہوں کہ اگر ایسے لوگ ہسپتال پہنچ جاتے ہیں تو ان کا کیا حشر ہوتا ہے ان کی زندگی مختصر ترین ہو جاتی ہے تاکہ وہ کچھ کہہ نہ سکیں۔"

"پھر بتاؤ۔"

"کیا کہا۔ تم اسے میرے ساتھ ایک جگہ چلنے میں میری مدد کر سکتے ہو۔ ؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو گرینی، میں اس وقت مکمل طور پر تمہارے ساتھ ہوں میرے تمہارے درمیان جو اختلافات رہ چکے ہیں یا ہم جس طرح ایک دوسرے کی مخالف شخصیتوں کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں میں نے اس وقت ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ میں اس وقت ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔"

"پہلے ہم اس کا لباس تبدیل کرالیں۔"

"کیا اس کا لباس یہاں موجود ہے؟"

"اس کے سارے کپڑے یہاں موجود ہیں، میں لاتی ہوں ابھی۔" اس نے کہا اور پھر کمرے سے نکل گئی۔ میں پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا گرینی ہاؤرچ کی پوزیشن کسی حد تک سمجھ میں آرہی تھی ویسے یہ لڑکی اب موجودہ شکل میں میرے لیے کافی مددگار ہو سکتی تھی، لیکن اس کے لیے مجھے نہایت سمجھداری سے کام لینا تھا ورنہ جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی تھی مائیکل ہاؤرچ کے اس طرح نکل آنے سے خود اس کی اپنی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ گئی تھی صورت حال کافی حد تک سمجھ چکا تھا میں بہرطور میں نے خاموشی ہی اختیار کرنا مناسب سمجھا، وہ لباس لے کر پہنچ گئی اور مدد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے مائیکل ہاؤرچ کا لباس تبدیل کرانے میں اس کی مدد کی تھی مائیکل ہاؤرچ کو لباس وغیرہ تبدیل کرانے کے بعد اس نے کہا۔

"میں اسے اپنے ایک فلیٹ میں لے جانا چاہتی ہوں فلیٹ میں نے خود خریدا تھا ابھی تک اسے استعمال نہیں کیا وہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود نہیں ہیں لیکن ہم اسے وہاں باآسانی رکھ سکتے ہیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے گرینی ہاؤرچ۔ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوں لیکن چونکہ صورتحال صحیح طور پر میرے علم میں بھی نہیں ہے اس لیے میں اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک بار پھر ہم مائیکل ہاؤرچ کو وہاں سے نکال کر باہر لائے اس بار گرینی ہاؤرچ نے اپنی کار استعمال کی تھی اس کو کار میں ڈالنے کے بعد میں مائیکل ہاؤرچ کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ گرینی نے اسٹرنگ سنبھال لیا تھا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ پھر دفعتاً چونک کر بولی۔

"پستول ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں کیوں۔ ؟"

"نہیں ممکن ہے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آجائے براہ کرم چاروں طرف سے محتاط رہنا۔"

"تم فکر مت کرو ڈیئر گرینی میں محتاط ہوں۔" میں نے کہا۔ دل ہی دل میں، میں مسکرا رہا تھا اب سے کچھ دیر قبل میں اس کی طرف سے محتاط تھا لیکن اب اسے احتیاط کی ضرورت پیش آرہی تھی۔ بہرطور وہ کار ڈرائیو کرتی رہی کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا بہت سی سڑکیں طے کرنا پڑی تھیں اور اس کے بعد وہ ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گئی جو صرف چار منزلہ تھی خاصی کشادہ اور وسیع عمارت تھی فلیٹ شاید پوری طرح آباد بھی نہیں تھے شکر تھا کہ پہلی منزل پر اس کا فلیٹ تھا سیڑھیوں ہی کے ذریعے اوپر پہنچنا پڑا تھا یہاں لفٹ موجود نہیں تھی اس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ فلیٹ کافی کشادہ روشن اور ہوادار تھا لیکن رات کا وقت ہونے کی وجہ سے میں صحیح طور پر اسے دیکھ نہیں پایا تھا گرینی ہاؤرچ مائیکل ہاؤرچ کو لیے ہوئے ایک کمرے میں آگئی یہاں ایک بستر لگا ہوا تھا ایک طرف ڈائننگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی چند کرسیاں بھی موجود تھیں مائیکل ہاؤرچ کو ہم نے بستر پر لٹا دیا اور کرسی گھسیٹ کر مائیکل ہاؤرچ کے بالکل نزدیک بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں کیا کروں۔ میں کیا کروں۔ ؟"

"حوصلہ کرو گرینی۔"

"مجھے تو اب۔ مجھے تو اب کچھ بھی نہیں سوجھ رہا مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔" ؟ وہ روتے ہوئے بولی اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے گرینی ہاؤرچ۔ یہ صرف نشے میں ہے۔"

گرینی ہاؤرچ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس کی نگاہیں بار بار مائیکل ہاؤرچ کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ پھر میں نے کہا۔ "اب مجھے اجازت دو گرینی، میرا خیال ہے میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں اس کے باوجود تمہیں میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو بتا دو۔"

"کچھ دیر یا درانہیں بیٹھو گے۔ کوئی بہت ضروری کام ہے تمہیں؟" اس نے کہا۔

"میں یہاں ساری رات رُک سکتا ہوں لیکن گرینی ہماری تمہاری شناسائی جس انداز میں ہوئی ہے اس کے تحت میں خود کو تم پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں، اور یہ احساس میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ میں دشمن کو دشمن کی طرح مارنے کا عادی ہوں اور اس وقت تمہاری کیفیت دشمنوں کی نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں انسانی جذبات کے تحت یہ میرا فرض تھا کہ میں مائیکل ہاؤرچ کو تم تک پہنچاؤں سو میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس فرض کے

عوض میں تم سے کچھ رعایت حاصل کروں۔" میں نے کہا گرینی ہاوڈج نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"لیکن بعض اوقات دشمن دوست بھی تو بن جاتے ہیں۔"

"ہاں ایسا ہوتا ہے گرینی ہاوڈج لیکن اس وقت تم ایک معمولی سے انداز میں میرے کسی احسان کا شکار ہوگئی ہو میرا ظرف اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ میں فوراً ہی تم سے اس احسان کا طلب کروں۔"

"اور اگر میں تم سے ایک انسان کی حیثیت سے مدد مانگوں تو" گرینی ہاوڈج نے کہا اور میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"میری فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ اگر واقعی مائیکل ہاوڈج کے سلسلے میں تمھیں میری مدد درکار ہو تو میں اس سے انحراف نہ کروں۔"

"تو پھر تھوڑا سا وقت مجھے دو پلیز۔" اس نے عاجزی سے کہا اور میں نے دونوں ہلائے۔

"ٹھیک ہے اگر تمھاری مرضی ہے تو میں تو تم سے کہہ ہی چکا ہوں کہ رات میری اپنی ہے اور کوئی ایسی اُلجھن نہیں ہے مجھے کہ میں تمھارے ساتھ رُک نہ سکوں۔"

گرینی ہاوڈج نے ایک بار پھر نگاہیں اُٹھا کر مائیکل ہاوڈج کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔

"ذرا اسے قریب سے دیکھو تمھارے خیال میں یہ صرف نشے کا شکار ہے یا اور کوئی کیفیت بھی ہے اس کی؟"

"گرینی ہاوڈج میں تمھیں اس کے بارے میں اطمینان دلاتا ہوں بے شک نشہ آور ادویات نے اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے اور اس کے اندر قوت مدافعت بالکل باقی نہیں رہی ہے۔ تاہم ہوش میں آنے کے بعد یہ نارمل ہوگا۔ اس کی حالت خطرناک نہیں ہے۔"

"گویا میں ڈاکٹر سے رجوع نہ کروں؟"

"بہتر ہوگا کہ ابھی ایسا نہ کرو یہ ہوش میں آجائے تو اس سے گفتگو کر کے اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ یہ کس حد تک نشہ آور ادویات کا عادی ہوا ہے اور پھر اس حیثیت سے ڈاکٹر سے وہ دوائیں حاصل کرو جو اس کے لیے مناسب ہوں جب تم نشہ آور ادویات سپلائی کرنے والوں کی گروہ کی ایک رکن ہو تو کم از کم تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نشہ آور ادویات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیا ترکیبیں ہوتی ہیں۔"

"مجھ پر ذرا بھی طنز نہ کرو میں اس وقت گرینی ہاوڈج نہیں ایک بھائی کی بہن ہوں۔"

"ٹھیک ہے اگر ایسی کوئی بات تم نے محسوس کی ہے تو اس کے لیے میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ میرا اکلوتا بھائی ہے۔ چار سال پہلے اسے اغوا کر لیا گیا تھا یہ شاید خود بھی نشہ آور ادویات سپلائی کرنے لگا تھا بلکہ میری معلومات جہاں تک ہیں اُن کے تحت اس نے یہ کاروبار اپنے طور پر شروع کیا تھا۔ چونکہ ہمارے حالات بہتر نہیں تھے میں ایک سٹور میں سیلز گرل تھی اور مائیکل یہ بات پسند نہیں کرتا تھا اس کی خواہش تھی کہ میں فکرِ معاش سے آزاد ہو جاؤں لیکن بعد میں اس گروپ نے اس کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں ایک بار یہ شدید زخمی حالت میں گھر آیا تھا۔ مجھے تو اس نے کچھ تفصیل نہیں بتائی لیکن خود کافی دن تک روپوش رہا تھا۔ میں اسے سمجھاتی رہی کہ یہ ان چکروں میں نہ پڑے لیکن میری تقدیر مجھ پر ہنس رہی تھی مجھے کیا معلوم تھا کہ جس کام کے لیے میں اپنے بھائی کو منع کرتی ہوں وہ ایک دن مجھے بھی کرنا پڑے گا۔" میں دلچسپی سے گرینی ہاوڈج کی گفتگو سن رہا تھا چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

پھر ایک دن یہ روپوش ہوگیا۔ ایک ہفتہ تک تو میں اس کا خاموشی سے انتظار کرتی رہی یہی سوچ رہی تھی کہ کہیں مصروف ہوگیا ہوگا، اکثر ایسا ہوتا تھا لیکن دس دن کے بعد مجھے ٹیلیفون ملا۔ یہ اُسی گروہ کی طرف سے تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ مائیکل ہاوڈج ہمارے قبضے میں ہے اور اگر میں اُن لوگوں کے لیے کام کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئی تو مائیکل ہاوڈج کی لاش مجھے بھجوا دی جائے گی اپنے بھائی کے لیے میں دنیا کا ہر کام کرنے پر تیار تھی۔ اس کے علاوہ میرا اس دُنیا میں تھا ہی کون؟ چنانچہ میں آسانی سے اُن کے جال میں پھنس گئی اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے ہر طرح کے کام لینا شروع کر دیے گرینی ہاوڈج خود ہی اُن کے بارے میں شروع ہو گئی تھی۔ سمجھدار لڑکی تھی جانتی تھی کہ مجھے کس چیز سے دلچسپی ہوسکتی ہے اور وہ میرے احسانات کا پورا پورا صلہ ادا کر دینا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"یہ ہے ساری کہانی، یہ چار سال کے بعد مجھے ملا ہے میں نے ہر ممکن کوشش کی ہر طرح سے اُن کی منت سماجت کی کہ میں تو اب اُن کے لیے کام کرنے پر تیار ہوگئی ہوں میرا بھائی مجھے لوٹا دیا جائے لیکن اُن کے پاس سننے والے کان نہیں وہ صرف حکم دینا ہی جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے گرینی ہاوڈج اب تمھارا بھائی تمھیں مل چکا، جہاں تک میرا مسئلہ رہا میں تمھیں بتا دوں میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں چھوٹے سہارے نہیں تلاش کرتا تم بلاشبہ کئی بار میرے راستے میں آئی ہو یہ بھی جانتی ہو تم کہ آج ہی تمھیں میری نگرانی پر معمور کیا گیا تھا اور تم یہ کام کر رہی تھیں لیکن اس کے باوجود میں تم

سے اُن لوگوں کے بارے میں نہیں معلوم کروں گا جس لڑکی کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کا بھائی کہاں تھا وہ بھلا مجھے اس سے زیادہ کیا بتا سکتی ہے۔"

"میں بیشک تمھارے سامنے شرمندہ ہوں اور نہیں جانتی میری یہ شرمندگی دور ہونے کا کوئی ذریعہ ہے بھی یا نہیں تاہم اگر اس وقت مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہو تو میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔"

"نہیں گرینی میرے خیال میں یہ غیر انسانی حرکت ہے میں یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور گرینی مجھے دیکھتی رہی پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"یہاں تو میں تمھاری کچھ خاطر مدارات بھی نہیں کر سکتی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے گرینی، اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا میں تم اپنے بھائی کے ساتھ آرام کرو اور سنو یہاں ٹیلیفون ہے؟"

"میرے اس فلیٹ میں نہیں ہے لیکن ایک اور نمبر میں تمھیں دے سکتی ہوں جس کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔" اس نے کہا اور پھر ایک ٹیلیفون نمبر دوہرا دیا۔ میں نے اس نمبر پر ظاہر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اُسے ذہن نشین کر لیا تھا۔ گرینی پر یہ افتاد ڈال کر میں اُسے ایک لمبے راستے پر استعمال کرنا چاہتا تھا بشرطیکہ وہ میرے ہاتھ لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مائیکل ہاوڈج کی گمشدگی کے بعد گرینی ہاوڈج پر کیا بیتے گی۔" اور جاننا بھی نہیں چاہتا تھا میرا مقصد کچھ اور تھا ان جھگڑوں میں پڑنے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا مجھے چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اب تم آرام کرو اور سنو اگر یہاں کسی کو مائیکل ہاوڈج کی نگرانی پر مقرر کر سکتی ہو تو کر دو تمھارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنی آرام گاہ میں چلی جاؤ اور وہیں رُکو۔ اور کسی بھی طور اس بات کا اظہار مت کرنا کہ مائیکل ہاوڈج تم تک پہنچ چکا ہے یہی تمھارے اور تمھارے بھائی کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ مزید بہتر یہ ہوگا کہ تم بھی اس وقت تک اسی طرح ان لوگوں کے لیے کام کرتی رہو جس طرح کرتی رہی ہو جب تک تمھارا بھائی بہتر پوزیشن میں نہ آجائے اور تم اس کے ساتھ مل کر اپنے مستقبل کے لیے کوئی پروگرام ترتیب نہ دے لو، وہ لوگ ہر ممکن کوشش کریں گے یہ جاننے کی کہ کہیں تم اپنے بھائی کی آمد سے واقف تو نہیں ہوگئی ہو لیکن انھیں اس کا شبہ نہیں ہونا چاہیے اچھا اب میں چلتا ہوں۔" میں گرینی کو حیران و پریشان چھوڑ کر وہاں سے واپس چل پڑا۔ میں جانتا تھا کہ اس بات کے اثرات کیا ہوں گے تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا اپنے ہوٹل کی جانب جا رہا تھا۔ ہوٹل کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ بارود کا ڈھیر ہے اور میرے لیے انتہائی خطرناک لیکن یہ رات تو وہاں گزارنی ہی تھی اور شکر تھا اس رات کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو میرے لیے خطرناک ہوتا، وہ لوگ بھی میری شخصیت سے واقف ہو چکے تھے۔ اس لیے اب میرے خلاف کوئی سازش کرتے ہوئے انھیں سوچنا پڑتا تھا۔

دوسری صبح میں وقتِ مقررہ پر مسٹر پنبیر کے آفس پہنچ گیا۔

پولیس آفیسر مسٹر پنبیر اپنے دفتر میں بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آمد کی اطلاع اندر بھجوائی تو وہ خود ہی باہر نکل آئے اور مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میں نے ان کے چہرے پر گہری سُرخی چھائی دیکھی تھی۔

دفتر میں بیٹھنے کے بعد انھوں نے اردلی کو بلا کر کافی لانے کے لیے کہا اور اردلی باہر نکل گیا۔

"میں آپ کا انتظار کر رہا تھا مسٹر نواز۔ اور آپ کے انتظار میں میں نے کافی نہیں پی جبکہ میں شدت سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔"

"رات کی کارروائی کے بارے میں مجھے بتائیے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہت کامیاب رہی، آپ کی تمام فراہم کردہ اطلاعات درست نکلیں وہاں لاش بھی دستیاب ہوگئی اور منشیات کا بہت بڑا ذخیرہ بھی میں ساری رات مصروف رہا ہوں۔"

"کچھ گرفتاریاں ہوئیں۔؟"

"ہاں چند لوگوں کو گرفتار کیا ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟"

"بڑی اُلجھنیں پیش آگئی ہیں۔"

"مثلاً۔؟"

"مسٹر وکٹر ڈیل پی کا نام سنا ہے آپ نے؟"

"نہیں یہ کون ہے؟"

"لاس اینجلس کا بے تاج بادشاہ۔"

"اوہ۔ تو کیا یہاں کچھ بادشاہتیں بھی قائم ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ بھاری مشینری کے کئی بڑے بڑے کارخانوں کا مالک ہے کئی ہزار افراد ان کارخانوں میں کام کرتے ہیں بے شمار کاروبار ہیں اس کے اور سرکاری حکام سے اس کی خوب گاڑھی چھنتی ہے ویسے افریقی نژاد ہے۔"

"اس کا ذکر کیوں آگیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"مارکوس ٹریڈرز نامی کی ایک فرم کا اسٹور ہے۔"

"خوب۔ پھر۔؟"

"یہ مسئلہ بڑھی کمبھر بن گیا۔"
"امریکی پولیس بھی انہی حالات کا شکار ہے۔ یہ کیفیت تو پسماندہ ممالک کی ہوتی ہے۔"
"اس معاملے میں امریکہ سب سے زیادہ پسماندہ ہے تم نے یہاں موجود یہودی بزنس مینوں کے بارے میں سنا ہوگا۔ امریکہ کی معیشت کے بہت بڑے حصے پر قابض ہیں۔ یہ شخص بھی تو یقیناً یہودی ہے۔"
"خوب۔ دوآتشہ ہے بہرحال آپ نے اس سلسلے میں کیا کیا"؟ میں نے پوچھا۔
"مارکوس ٹریڈرز سے یہ سب کچھ برآمد کرنے کے بعد میں نے اس کی پوزیشن معلوم کی اور اس کے بعد وکڑ وہلی کا نام شکر مجھے اعلیٰ حکام سے رجوع کرنا پڑا۔
"پھر کیا ہوا"؟
"ٹائیں ٹائیں فش۔" ہینیڑ نے مایوسی سے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"رات کو چار بجے مجھے اطلاع ملی کہ مسٹر وہلی نے ان تمام واقعات کا خود سے کوئی تعلق ظاہر نہیں کیا۔
" وضاحت۔؟ اس نے کہا۔
"ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کسی دوسرے کا کام ہے۔ وہ اس طرح کے کاروبار نہیں کرتے۔"
"کیا صرف یہ کہہ دینے سے بات ختم ہو جاتی ہے"؟
"نام مسٹر وہلی کا ہو تو ختم ہو جاتی ہے۔"
"پھر گرفتار کسے کیا گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"مارکوس ٹریڈرز کے منیجر اور دوسرے چند لوگوں کو کیونکہ پولیس کی کارروائی بھی نہیں روکی جا سکتی۔" ہینیڑ نے کہا اور کافی کے آجانے کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کافی کے سپ لیتے ہوئے کہا۔
"اور اب آپ جانتے ہیں کیا ہوگا"؟
"نہیں یہ آپ کی باتیں ہیں مسٹر ہینیڑ۔ میں کیا جانوں"! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مارکوس ٹریڈرز کا منیجر اقرار جرم کرے گا اور کہے گا کہ اس نے ذاتی طور پر یہ کاروبار کر رکھا تھا۔"
"آپ کو یقین ہے"؟
"سو فیصدی۔"
منیجر کو کہاں تک سزا مل سکتی ہے؟"
"کہیں تک نہیں اسے آسانی سے آزاد کرا لیا جائے گا" ہینیڑ نے غم آلود لہجے میں کہا۔
"اور اس کے باوجود آپ منشیات کی تجارت کی لعنت کو ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور ہینیڑ افسردگی سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ پرجوش لہجے میں بولا۔
"یہ میرا فرض ہے مسٹر نواز۔"
"کس طرح پورا کریں گے آپ اپنا فرض"؟
"کسی بھی طرح۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے وکڑ وہلی اس میں ملوث ہو سکتا ہے"؟
"میں لاس اینجلس میں اجنبی ہوں۔ آپ اس بارے میں بہتر طور پر جانتے ہوں گے۔"
"ہاں میں جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔" ہینیڑ نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے "کس کی مجال ہے کہ ویل بی کی کسی فرم سے اس کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی کام کر سکے لیکن ایک کام میں کر سکتا ہوں۔ اور میں نے کر دیا ہے۔"
"وہ کیا"؟
"میں کچھ ایسے اخبارات کے بارے میں جانتا ہوں جو کسی کے تسلط میں نہیں ہیں اور خاص طور سے کچھ ایسے اخبارات جن سے مسٹر ویلی کی نہیں بنتی۔"
"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"وہ اخبارات ضرور میرا ساتھ دیں گے۔"
"کس طرح"؟
"چونکہ میں براہ راست مسٹر ویل بی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا لیکن جو واقعہ پیش آیا وہ تو اخبارات کو بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے خاص طور سے ان اخبارات کو یہ خبر دیدی ہے جو مسٹر ویل بی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔"
"گڈ۔ کیا خبر ہے؟"
"مارکوس ٹریڈرز کا نام میں نے انہیں پوری تفصیل کے ساتھ دے دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مسٹر ویل بی نے خود کو اس کاروبار سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ اس طرح کم از کم لوگوں کے علم میں تو آئے کہ ایک بڑا نام اس میں ملوث ہے۔ وہ لوگ جو اس بارے میں اپنے عزیزوں کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ منشیات کی اسمگلنگ اور فراہمی سے سخت نالاں ہیں وہ تو ویل بی کا نام جان جائیں گے، اور یہ بات حکومت کے تمام حکام کے کانوں تک پہنچے گی۔ تمہیں معلوم ہے مسٹر نواز کہ حکومت امریکہ منشیات کے استعمال اس کی آمد و رفت اور اس کی سپلائی کے خلاف مہم میں اربوں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ لوگوں کو اس کا اندازہ تو ہو جائے گا

کہ اس کی ناکامی کی وجہ کیا ہے؟"
ہینیڑ کا لہجہ پرجوش ہو گیا تھا۔
"دوسرے اخبارات اس کے قبضے میں ہیں"
"ہاں زیادہ تر۔"
"تمہاری پوزیشن خطرے میں پڑ جائے گی مسٹر ہینیڑ"
"میں جانتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں اخبارات کو خبر دے کر میں اپنی پوزیشن خطرے میں ڈال چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود مسٹر نواز میں یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"
میں ان واقعات سے اجنبی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اور اس خطرناک ماحول ہی میں یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے اس لیے ہینیڑ کی مجبوریاں میرے علم میں تھیں۔
"ٹھیک ہے مسٹر ہینیڑ۔ گویا آپ کی اجازت ہے کہ اگر میں اس بارے میں اور کچھ معلوم کر سکوں تو آپ کو اس کی اطلاع دوں"!
"میں آپ کا شکر گزار رہوں گا مسٹر نواز۔"
"لیکن مسٹر ہینیڑ مجھے آپ کی امداد کی ضرورت ہے"!
"میں آپ کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مسٹر نواز"!
"مجھے کوئی مناسب رہائش درکار ہے۔ اور ایک کار بھی تاکہ میں اپنا کام۔"
"میں سمجھ گیا۔ ہوٹل چھوڑ دیں گے آپ؟"
"نہیں، اسے بھی برقرار رکھوں گا۔"
"میں آپ کو ایک شاندار فلیٹ دے سکتا ہوں۔ ایک کار بھی۔ اس طرف سے بے فکر ہو جائیں!"
"بہت بہت شکریہ۔ اب آپ یہ دونوں کاغذ دیکھیے کیا آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں"! میں نے کاغذ کے وہ پرزے نکال کر ہینیڑ کے حوالے کر دیئے جو مجھے دو مختلف لوگوں سے ملے تھے۔ ہینیڑ اس پر مصروف ہو گیا۔ اس نے کافی اور منگوائی تھی تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔
"اوہ۔ مائی گاڈ۔ یہ۔ یہ صرف اتفاق ہے۔ یہ ہندسے دیکھیے یہ ایک شپ کے نمبر ہیں۔ اور یہ شپ ہے دی کونا، میں نے یہ جہاز بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز دیکھا ہے"!
"دی کونا"؟
"ہاں۔ سو فیصدی وہی۔"
"کون سی کمپنی اور کون سے ملک کا جہاز ہے یہ"؟ میں نے پوچھا تھا۔
"غالباً بلجیم کا۔ لیکن میں تصدیق کروں گا کیوں اس میں کوئی خاص بات ہے"؟
"ہاں بہت خاص بات"!
"کیا"؟ ہینیڑ نے پوچھا۔
"یہ میں ابھی خود بھی نہیں جانتا"!
"اوہ۔ بے فکر رہو، میں اس کے بارے میں تفصیل معلوم کر کے تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ اور اب آؤ میں تمہیں تمہارا فلیٹ دکھا دوں"۔
وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔
"ارے اتنی جلدی"؟
"میں تمہارے کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں مسٹر نواز۔ کوئی حرج نہیں۔" ایک خوبصورت اور فیشن ایبل علاقے کی عمارت کا ایک آراستہ فلیٹ مجھے مل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک لمبی سی کار بھی۔
میں نے خلوص دل سے ہینیڑ کا شکریہ ادا کیا تھا۔
"بلجیمی جہاز کے بارے میں معلومات کر کے میں تمہیں اطلاع دوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔" ہینیڑ مجھ سے رخصت ہو گیا۔ بڑی مشکل حل ہو گئی تھی اب میں نسبتاً زیادہ دلجمعی سے کام کر سکتا تھا۔
میں فلیٹ کا ایک ایک گوشہ دیکھا۔ یہاں دو ٹیلی فون تھے جن میں سے ایک کے بارے میں ہینیڑ نے بتایا کہ یہ خفیہ ہے اور صرف پولیس کے استعمال میں رہتا ہے۔ اس لیے اس کے نمبر کہیں سے حاصل نہیں کیے جا سکتے۔
کافی دیر میں نے فلیٹ میں گزاری شام کو پانچ بجے میں ہوٹل پہنچ گیا تھا تاکہ وہاں سے چند ضروری چیزیں لے آؤں، ساڑھے پانچ بجے میرے فلیٹ کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے دستک دینے والے سے اندر آ جانے کے لیے کہا۔
آنے والا پولیس آفیسر ہینیڑ تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی ایک اور شخصیت داخل ہوئی جسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا پورا وجود جھک سے اڑ گیا۔ مجھے اپنی بصارت پر شبہ ہونے لگا۔ یہ۔ یہ بہت خطرناک لمحات تھے میرے لیے۔ میری نئی زندگی کے لیے سب سے خطرناک لمحات۔ ایک ایسی شکل میرے سامنے تھی جو میرے اس سارے پروگرام کو تباہ کر سکتی تھی۔ ہاں ایک ایسی ہی شخصیت تھی وہ۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں کسی اندھے کنوئیں میں گر رہا ہوں۔ نیچے اور نیچے اور نیچے۔
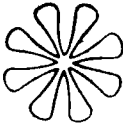
بمشکل تمام میں نے خود پر قابو پایا۔ اور میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے سامنے آنے والی شخصیت انسپکٹر پاؤل کی تھی۔ اب اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ میں پاؤل کو پہچاننے سے انکار کردوں یا اس سے اجنبیت کا اظہار کروں یہ ساری باتیں احمقانہ تھیں۔

انسپکٹر پاؤل میرے سامنے پہنچ چکا تھا اور اب بظاہر فرار کی کوئی راہ نہیں تھی۔ میں اپنے فوری بچاؤ کے لیے کوئی ہنگامی قدم بھی اُٹھا سکتا تھا لیکن میرے سامنے انسپکٹر پینٹر بھی تھا۔ جس کے فلیٹ میں، میں اس وقت موجود تھا اور ہم دونوں بہت اچھا وقت ساتھ گزار چکے تھے۔ گو ہمارا تعارف زیادہ پرانا نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود انسپکٹر پینٹر نے جس طرح میرے ساتھ تعاون کیا تھا، میں ایک لمحے بھی اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا، ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جلد بازی میں کیا ہوا کوئی بھی اقدام میرے سارے مشن کو ناکام بنا سکتا ہے بات اگر صرف میری ذات کی ہوتی، تو میں شاید کچھ بھی کر ڈالتا لیکن زیبی کا معاملہ بھی بگاڑ سکتی تھا۔ کم از کم انسپکٹر پاؤل کو ٹٹولنے کی کوشش تو کر دوں۔ دیکھوں تو سہی انسپکٹر پاؤل کیا چاہتا ہے۔

انسپکٹر پاؤل نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"راجہ نواز اصغر"

"انسپکٹر پاؤل۔ میں نے بھی اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور انسپکٹر پاؤل نے معانقے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔"

میں نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا ہمارے درمیان مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے انسپکٹر پاؤل۔ میرے اس سوال پر انسپکٹر پاؤل کے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔"

"ہاں کیوں نہیں راجہ نواز اصغر۔ اتفاق ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس ملاقات میں مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے۔"

"لیکن انسپکٹر پاؤل بدقسمتی سے میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے، جہاں مصافحہ بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے ہم صرف دوستوں سے ہاتھ ملاتے ہیں اور جب ہاتھ ملا لیتے ہیں تو پھر خواہ مخواہ ہمارے اُوپر کچھ فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اتنے دُور دراز کا سفر کر کے مجھ تک پہنچے ہیں اور آپ کو میری وجہ سے یہاں تک زحمت کرنا پڑی ہے تو اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی دوستانہ اور خوشگوار گفتگو ہو سکتی ہے۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے راجہ نواز اصغر کہ ہماری اس ملاقات میں ہمارے درمیان دوستی کی گنجائش ہے۔ انسپکٹر پاؤل نے کہا۔

"بھئی یہ تو اور بھی دلچسپ بات ہے کہ تم دونوں نے ہی مجھے نظر انداز کر دیا ہے۔ انسپکٹر پاؤل تم نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم راجہ نواز اصغر سے اتنی واقفیت رکھتے ہو، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے تمہاری ہی زبانی نواز اصغر کا پورا نام بھی سُنا ہے۔ تم دونوں میں کہاں سے شناسائی ہے۔"

انسپکٹر پینٹر کی یہ بات سُن کر مجھے قدرے حیرت ہوئی تھی۔ تب پاؤل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ سکون سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

ٹھہرو میں دروازہ بند کیے لیتا ہوں۔ اس نے خود ہی مڑ کر دروازہ بند کیا۔ میں نے اپنے آپ پر مکمل طور پر قابو پا لیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ حالات دیکھیے اب کونسا رخ اختیار کرتے ہیں۔

ہم تینوں فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے اور انسپکٹر پاؤل اطمینان سے صوفے پر دراز ہو گیا میرے لیے اس کا یہ اطمینان انتہائی حیرت انگیز تھا۔ کم از کم انسپکٹر پاؤل یہ بات جانتا تھا کہ میں جیل سے بھاگا ہوا ایک قیدی ہوں اور اس کے علاوہ قاتل بھی ہوں۔ کیا وہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے، یا پھر اس نے فلیٹ کے اطراف میں اتنا معقول بندوبست کر رکھا ہے کہ اسے میرے فرار کا خدشہ نہیں ہے۔ بہر طور میں خود بھی اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ تب پینٹر نے کہا۔

"ہاں اب تم لوگ اپنے درمیان واقفیت کا ذریعہ بتاؤ، کہاں تمہاری ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد بقیہ گفتگو کا آغاز ہو گا۔"

"انسپکٹر یوں سمجھ لو، راجہ نواز اصغر سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے ایک اتنا بڑا فائدہ حاصل ہو چکا ہے کہ میں کبھی اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا، لیکن ہم دونوں ہی کی بدنصیبی ہے کہ بہترین تعلقات ہونے کے باوجود کچھ ایسے نازک مراحل آئے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہونا پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہارے درمیان دشمنی موجود ہے۔"

"دشمنی تو نہیں، بس یوں سمجھو کہ فرض اور دوستی کا ٹکراؤ ہو گیا اور بہر طور فرض کو دوستی پر غالب آنا ہی تھا لیکن دل

نے کبھی یہ بات تسلیم نہیں کی کہ راجہ نواز افسر مجرم ہو سکتا ہے اور اس بات کو تم سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا پنیٹر کہ جب پولیس کسی سے دوستی ہے تو اس کی دوستی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، لیکن بدنصیبی سے ثبوت اگر اپنے دوست کے خلاف ہی مہیا ہو جائیں تو پھر دوستی کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔"

„مگر راجہ نواز اصغر۔"

„نواز اصغر کی کہانی اگر تم انہی کی زبانی سُن لو تو بہتر ہے۔"

„انسپکٹر پاؤل مجھے کہانیاں سنانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میری بو سونگھتے ہوئے یہاں تک کس طرح پہنچے اور باہر کتنی پولیس موجود ہے۔"

„ارے نہیں بھئی، اگر کوئی ایسا معاملہ ہے بھی تو راجہ نواز اصغر اس وقت تم یہ سمجھ لو کہ ہم دوستوں کی طرح تمہارے پاس آئے ہیں، البتہ اگر انسپکٹر پاؤل کے سینے میں کوئی دوسرا جذبہ پنہاں ہے تو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اپنے بارے میں، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہایت خلوص سے یہاں آیا ہوں اور میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ تم لوگ ایک دوسرے کے شناسا نکل سکتے ہو۔ البتہ اب مجھے شبہات ہو رہے ہیں، جس وقت میں نے پاؤل کے سامنے تمہارا نام لیا تھا تو ایک لمحے کے لیے یہ چونک پڑے تھے اور اس کے بعد انہوں نے خود کو پُرسکون کر لیا تھا، اور تم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔"

„تعجب کی بات ہے، بہر حال یہ بات آپ کہہ رہے ہیں انسپکٹر پنیٹر، اس لیے میں اس بات پر یقین ضرور کر لوں گا میرا خیال ہے میری کہانی اگر انسپکٹر پاؤل خود دہرانا چاہیں تو آپ کو بھی اس بارے میں بتا دیں۔ اور اگر نہیں تو میں بھی ان فضولیات میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ مسٹر پاؤل سے میں کچھ ذاتی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔

„کہانی سننے کے بعد۔ پاؤل نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ پھر بولا۔" تمہیں معلوم ہے مسٹر پنیٹر، کہ میں نے ایک ایسے گروہ کا خاتمہ کیا تھا، جو منشیات کی تجارت کے سلسلے میں بڑے زبردست پیمانے پر کام کر رہا تھا۔ کیلی لاس کی پہاڑیوں میں تباہ ہونے والے منشیات کے ہیڈکوارٹرز کو تم نہیں بھول سکے ہو گے اس نے میری شہرت میں چار چاند لگا دیے تھے، اور میں آج بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر راجہ نواز اصغر اس کی نشان دہی نہ کرتے اور میری مدد نہ کرتے، تو کیلی لاس میں منشیات کے اس بین الاقوامی تجارتی مرکز جس کا سربراہ ترلوکا ناجی ایک ہندو سادھو تھا، جس نے ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کی آڑ میں یہ کاروبار شروع کر رکھا تھا اور بڑے خوفناک جال پھیلا رکھے تھے، بدقسمتی سے ترلوکا ہمارے ہاتھ سے نکل گیا البتہ ہم اس کا اڈہ تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، لیکن اس کے بعد کچھ ایسے بدترین واقعات پیش آئے، جن پر مجھے آج بھی دلی افسوس ہے۔

راجہ نواز اصغر کی بیوی میڈم زیبی کو اغوا کر لیا گیا، حالانکہ راجہ نواز اصغر اس وقت نیویارک میں ایک معزز انسان کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مسٹر نواز کو میں نے آپ کے خلاف کارروائی کر کے کبھی خود کو مطمئن اور خوش نہیں محسوس کیا اور اس دوران میں مسلسل آپ کے بارے میں جہاں سے بھی حاصل ہو سکیں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ میری بدقسمتی ہے کہ ایسے بدترین حالات میں میرا آپ کا واسطہ پڑا، جن کے تحت ہم دونوں ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ انسپکٹر پنیٹر راجہ نواز اصغر کی بیوی کو اغوا کرنے والے گینگ تھے۔ میرا مطلب ہے اس گروہ کے افراد جو ناجائز منشیات کی تجارت کرتے ہیں، راجہ نواز اصغر نے ان میں سے دو افراد کو قتل کر دیا۔ یہ اپنی بیوی کی تلاش میں ذہنی طور پر مفلوج ہو گئے تھے اور تشدد پر اُتر آئے تھے۔

„ایک منٹ مسٹر پنیٹر۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کیا ہے۔ جس کی کہانی اگر انسپکٹر پاؤل کو معلوم ہو جائے تو یہ شاید اسے جھوٹ سمجھیں، اس پر یقین نہ کریں لیکن میں ایسے ثبوت مہیا کر سکتا ہوں، جو انہیں یقین دلانے پر مجبور ہوں گے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر پاؤل کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں راجہ نواز اصغر کا اربوں روپیہ پڑا ہوا ہے۔

ہاں مسٹر پاؤل اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے تو ہمارے اور آپ کے درمیان اس وقت تک مفاہمت رہنی چاہیئے، جب تک آپ میرے بیانات کی تصدیق نہ کر لیں۔ یہ اربوں روپیہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ میری اپنی ملکیت ہے، لیکن یہ اس دور کی یادگار ہے، جب میں خود بھی منشیات کا اسمگلر تھا اور منشیات کی دنیا میں میرا نام دہشت کی علامت سمجھا جاتا تھا، یہ روپیہ اس دور کا کمایا ہوا ہے، ترلوکا کے گروہ سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ ہم دونوں اتفاقیہ طور پر ہی سامنے آ گئے تھے، مذہباً میں مسلمان ہوں اور تعلق میرا سرزمین پنجاب سے ہے۔ جہاں پاکستان کی زمین پر بسنے والے جیالوں کا ایک نمایاں مقام ہے۔ ہم لوگوں نے ہر طرح اپنی سرزمین کا

نام اونچا رکھا ہے، لیکن خوبصورت گلاب کی شاخوں میں کانٹے بھی اُگ آتے ہیں۔ میں ایسا ہی ایک کانٹا تھا، جسے حالات نے برائیوں کے راستوں پر لا ڈالا۔ لیکن جب ترلوکا نے میرے دین کی توہین کی، تو میرے اندر کا وہ سویا ہوا نواز جاگ اُٹھا جس نے مولویوں سے واعظ سنا تھا اور جس کے سینے میں خدا زندہ تھا۔ میں نے صرف دین کے نام پر ترلوکا کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اُسے تباہ کر دیا جس کے نتیجے میں کیلی لاس کی پہاڑیوں میں آباد ترلوکا کی جنت اجڑ گئی۔

زیبی میری بیوی تھی۔ میری زندگی کا سب سے سنہرا ورق جسے میں نے مذہب کے نام پر اپنایا تھا۔ میں نے اور زیبی نے دن رات محنت و مشقت کر کے حلال کا رزق کمایا۔ اور اس کے بعد ہم نے اپنی تعبیر کے لیے نیویارک میں اپنے کاروبار کا آغاز کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو جو رقم ہمارے پاس تھی اور ہے اسے استعمال کر کے امریکہ کے متمول ترین لوگوں میں شمار ہونے لگتے لیکن جب ہمارے سینوں میں جذبہ انسانیت جاگا تو ہم نے اس ناجائز رقم کو خیرباد کہہ دیا اور اس پر لعنت بھیج دی، تو مسٹر پاؤل آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس نیک جذبے کا، جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں نے جتنے عرصے بھی یہاں کاروبار کیا اور جب میں نے اپنی زندگی کا رخ بدلا، تو حکومت امریکہ کو اس جگہ کو جہاں ہم رہتے تھے، کسی بھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اور اگر ہماری زندگی یونہی اس پُرسکون انداز میں چلتی رہتی، تو ہم اپنے آپ کو تازندگی ایک معزز اور پُرامن شہری ثابت کرتے میں مکمل طور پر کامیاب ہو جاتے، لیکن حالات ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ زیبی کو اغوا کر کے ان لوگوں نے سوئے ہوئے راجہ نواز اصغر کو جگا دیا، جو اپنی زندگی کے راستے بدل چکا تھا اور اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ ایک ایسا انسان جو اپنے وطن کی سرزمین چھوڑ چکا ہو، جو اپنے سینے میں صرف محبت اور انسانیت کے جذبے زندہ رکھے ہوئے ہو، اگر چھیڑا جائے تو کیا بن سکتا ہے۔ مسٹر پاؤل میں اب بھی آپ سے یہی کہتا ہوں کہ ان دو افراد کو میں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ یہ کارستانی میرے انہی دشمنوں کی تھی جو مجھے ایک بار پھر گھسیٹ کر انہی راستوں پر لانا چاہتے تھے اور میں آپ سے یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس کے پیچھے ترلوکا کا ہی ہاتھ ہے، جسے آپ گرفتار نہیں کر سکے۔ میں نے اپنی زندگی کے اس نئے دور میں داخل ہونے کے بعد پوری طرح چھان بین کی ہے اور یقینی طور پر کچھ ایسی معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، جن کے نتیجے میں۔ میں اس جگہ موجود ہوں۔

انسپکٹر پاؤل اور پنیٹر غور سے میری باتیں سن رہے تھے۔ جب میں چند لمحات کے لیے خاموش ہوا تو انسپکٹر پاؤل نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

„سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں راجہ نواز اصغر کا اربوں روپیہ موجود ہے۔

„ہاں، یہ میری تمام تر گفتگو پر یقین کرنے کے لیے ایک شرط ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے تو آپ میری سچائی پر یقین کر لیں۔ ورنہ اس کے بعد یوں سمجھیں کہ میں نا صرف آپ سے بلکہ آپ کی حکومت سے بھی فراڈ کر رہا ہوں اور میرا مقصد کچھ اور ہی ہے۔

انسپکٹر پاؤل چٹکی سے پیشانی مسلنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

„کیا گرینی ہاؤچ کو آپ نے ہی قتل کیا تھا۔؟" مسٹر نواز

„ہاں۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے میرے خلاف جھوٹا بیان دے کر میرے لیے موت کی سزا تجویز کروائی تھی، چنانچہ یہی سزا میں نے اس کے لیے تجویز کی اور وہاں آپ کے لیے پیغام چھوڑ دیا۔

„ہاں تمہارا وہ پیغام مجھے مل گیا تھا، لوگ مجھ سے پوچھتے رہے کہ میں اس بارے میں کیا جانتا ہوں، لیکن میں نے زبان بند رکھی اور تمہارا نام نہیں لیا۔

„میں اس سلسلے میں شکریے کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر پاؤل۔"

„بہر طور راجہ نواز اصغر تم یقین کرو کہ ایک انسان کی حیثیت سے میری تمام ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میں یہاں تمہاری گرفتاریوں کا ناگوار فریضہ انجام دینے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ یہ صرف اتفاق ہے کہ مسٹر پنیٹر سے دوران گفتگو تمہارا ذکر نکل آیا۔ خاص طور سے مارکوس ٹریڈرز کے مسئلے پر مسٹر پنیٹر نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تمہارا نام سُن کر میں چونکا۔ اور میں نے انسپکٹر پنیٹر کو کچھ نہ بتاتے ہوئے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ میری ملاقات تم سے کرا دی جائے۔

„لیکن کیا آپ کی یہاں آمد میری تلاش کے سلسلے میں نہیں ہے۔"

„نہیں۔ میں یہاں کسی اور مقصد سے آیا ہوں۔"

"اوہ میں نے ایک گہری سانس لی، پھر میں نے مسکرا کر کہا۔" لیکن میرے مل جانے کے بعد کیا اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی کریں گے آپ۔؟"

پاؤل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا "یہ درست ہے کہ مجھے اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیے یہ اپنے پیشے سے غداری ہے۔ لیکن ہم لوگوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں، میں اس وقت یہاں جس مقصد کی تکمیل کے لیے آیا ہوں صرف وہی انجام دوں گا۔ ویسے کچھ سوالات میرے ذہن میں اور تشنہ ہیں مسٹر انور۔"

"فرمائیے مسٹر پاؤل"۔ میں نے احترام سے کہا۔

"آپ لاس اینجلس کس طرح پہنچے اور وہ خصوصی اجازت نامہ آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ جس کے تحت لاس اینجلس کی انتظامیہ آپ سے تعاون کرنے پر مجبور ہو گئی۔!

"نیویارک ہی میں میرے ایک کرم فرما نے مجھے یہ مراعات دلوائی تھیں، دراصل اس بات کا مجھے علم ہو گیا تھا مسٹر پاؤل کہ ترلوکا کے ہرکارے زبردست پوزیشن رکھتے ہیں اور امریکہ کے مختلف علاقوں میں وہ اس کے کاروبار کی نگرانی کرتے ہیں مجھے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ ترلوکا کے اس گروپ میں شامل لوگوں کے سر گنجے ہوتے ہیں اور یہ ان کی شناخت ہے۔ چونکہ زیبی کے اغوا کے سلسلے میں ایسے ہی گنجے سر والوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ میں نے کڑیاں ملائیں تو فوراً ہی ترلوکا میرے ذہن میں آگیا۔ یہاں آکر میں نے مسٹر ہنیٹر سے اسی وجہ سے تعاون کیا کہ اس طرح میں مقامی سربراہ تک پہنچ سکوں۔

"کیا آپ مقامی سربراہ کے بارے میں کچھ معلومات کر چکے ہیں۔ پاؤل نے پوچھا۔؟"

"ہاں میرے علم میں مسٹر وکڑویل بی کا نام آیا ہے اور اس بات کے شواہد مل چکے ہیں کہ ویل بی ترلوکا کا ہی ہرکارہ ہے جو یہاں بہترین اختیارات رکھتا ہے اور جس کے تحت یہ سارے کام ہو رہے ہیں۔ یقینی طور پر ان علاقوں میں مسٹر ویل بی کا ہی عمل دخل ہے اور وہی زیبی کے اغوا کا باعث بنا ہے، چونکہ نیویارک میں جو شخص ان لوگوں کے انچارج کی حیثیت کے طور پر کام کرتا تھا وہ مارا جا چکا ہے۔

"وہ کون تھا۔" انسپکٹر پاؤل نے پوچھا۔ لیکن اسی وقت ہنیٹر نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ یہ تمام باتیں تم لوگ بعد میں بھی کر سکتے ہو۔ میں تو اس بات پر شدید حیران ہوں کہ راجہ نواز اصغر اتنی بڑی حیثیت کے مالک نکلے پاؤل مسکرانے لگا تھا، پھر اس نے کہا۔

"راجہ نواز" آپ کی محبت اور دوستی حاصل کرنے کے لیے فی الحال میں آپ کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی گرفتاری کا وارنٹ لے کر نہیں آیا اور نہ ہی اس سلسلے میں آپ سے کوئی تعرض کروں گا۔ ہاں اگر حکومت نے یہ اختیارات مجھے سونپے ادراس کی ضرورت محسوس ہوئی تو ممکن ہے کسی مرحلے پر مجھے یہ ناگوار فریضہ انجام دینا پڑے فی الحال ہم لوگ صرف ایک دوست کی حیثیت سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے سکون کی گہری سانس لی، انسپکٹر پاؤل اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا۔ کم از کم غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ میں فوری طور پر ان لوگوں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر زیبی کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہو جاتیں اور مجھے اپنی گرفتاری کے بعد پولیس کی مدد حاصل ہو سکتی تو میں انسپکٹر پاؤل کو اپنی گرفتاری ضرور پیش کر دیتا۔ بہر صورت اس وقت تقدیر نے مجھے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد انسپکٹر پاؤل سے کہا۔

"انسپکٹر پاؤل، آپ یہاں کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟

"میں منشیات کی روک تھام کے لیے اور ان گروہوں کا خاتمہ کرنے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہوں، نیویارک کے ایک بہت بڑے شخص کی بیٹی منشیات فروخت کرنے والوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکی ہے، مجھے بھی کچھ کڑیاں ملی تھیں، جن سے یہ پتا چلا کہ لاس اینجلس میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو منشیات سپلائی کرنے والے اس گروہ کو کنٹرول کرتا ہے، جو نیویارک تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ تو بہت وسیع ہے اور اس کا دائرہ کار بہت دُور تک مصروف عمل ہے۔ مسٹر ہنیٹر سے میری ملاقات اس سلسلے میں ہوئی تھی۔ وہ شخص کہاں ہے، یہ بات تو مجھے پتا نہیں چل سکی، لیکن اس کا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا جا رہا ہے۔ امریکہ کے معزز ترین لوگ اس کے ساتھیوں میں شامل ہیں۔ مسٹر ہنیٹر تم وکٹر ویلبی کو تو اچھی طرح جانتے ہو گے۔

"کیوں نہیں۔ بڑا مضبوط خول رکھتا ہے یہ شخص بھی تاہم جرائم پیشہ افراد اپنے گرد کتنا ہی خول چڑھا لیں پولیس آہستہ آہستہ یہ تمام خول توڑ دیتی ہے۔

"ہوں تو نواز اصغر یہ ہے میری آمد کی وجہ اور یہ ہے اتفاقیہ ملاقات کا مقصد، ویسے آپ اس سلسلے میں جو کارروائی کر رہے ہیں، وہ میرا خیال ہے کسی بھی طور پولیس کی کارروائی

سے کم نہیں ہے بلکہ انسپکٹر ہنیٹر کا کہنا تو یہ ہے کہ آپ بہت تیزی سے عمل کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں خاصی معلومات حاصل کر رہے ہیں چنانچہ میں فوری طور پر آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

اب میں نے اٹھ کر انسپکٹر پاؤل سے مصافحہ کیا تھا، پھر میں نے کہا۔

"انسپکٹر پاؤل ہم لوگوں کے پیش نگاہ ایک ہی مقصد ہے یعنی ان لوگوں کی بیخ کنی کرنا۔ میں زیبی کا حصول چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ترلوکا کا خاتمہ بھی، جس نے میری پرسکون زندگی کو تہہ و بالا کر دیا۔ اور میں یہ بھی فیصلہ کر چکا ہوں انسپکٹر پاؤل کہ اگر زیبی کو کوئی نقصان پہنچا تو میں ان میں سے ہر شخص کو چن چن کر قتل کر دوں گا، پولیس کو ثبوت اور شواہد کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں۔

"لیکن اس کوشش میں کچھ ایسے لوگ بھی آپ کے ہاتھوں مارے جا سکتے ہیں مسٹر نواز جن کی موت مناسب نہ ہو۔"

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں۔ لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کے خلاف مکمل معلومات حاصل کیے بغیر اسے ہلاک نہیں کروں گا۔

انسپکٹر پاؤل اور ہنیٹر کے ہونٹ سکڑ گئے تھے پھر انسپکٹر پاؤل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے راجہ نواز اصغر بہر طور جہاں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت ہو، وہاں آپ ہمیں نظر انداز نہ کریں۔

"شکریہ مسٹر پاؤل بے حد شکریہ۔ میں نے کہا۔ انسپکٹر پاؤل کی شخصیت کے اس رخ پر مجھے بے حد حیرت ہوئی تھی اس نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا تھا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسپکٹر پاؤل مجھ پر قابو پانے کے بعد اس طرح نظر انداز کر دے گا۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں کوئی گہرا منصوبہ ہو۔ بہر حال میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور اب میں نے سوچ لیا تھا کہ جیسا کہ پاؤل نے کہا ہے کہ وہ منشیات کے سلسلے میں کام کر رہا ہے اور اس کے لیے میرا تعاون چاہتا ہے، وہاں تک تو میں اس سے تعاون کروں گا اور جہاں مجھے اس کے ارادے میں کوئی کھوٹ محسوس ہوا، میں اس سے راہ فرار اختیار کر لوں گا۔ ظاہر ہے میں اب اپنی پرانی زندگی میں داخل ہو گیا تھا۔ تو ان لوگوں کے لیے ترنوالہ تب بھی نہیں تھا اور اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہو گئی تھی میرے ذہن میں کم از کم یہ احساس تھا کہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہوں بہر طور اب زیادہ دلجمعی سے اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں نے ذہن دوڑانا شروع کر دیا بلجیم کا وہ جہاز جس کا نام وکونا تھا میرے ذہن میں تھا اور میں جاننا چاہتا تھا کہ وکونا سے کس قسم کی کارروائیاں ہو رہی ہیں مسٹر وکٹر ویلبی کے بارے میں مفصل تفصیلات تو بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں پہلے میں اپنے طور پر اطراف کی خبر لینا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے دوسرے دن بندرگاہ کا انتخاب کیا بندرگاہ بے حد شاندار تھی غیر ملکی سیاحوں کی کثرت نظر آتی تھی اور بے شمار سیاح ارد گرد کے مناظر سے محظوظ ہونے کے لیے یہاں موجود ہوتے تھے لیکن اس وقت یہاں میری موجودگی کا سبب کچھ اور تھا اور میں دُوربین آنکھوں سے لگائے اس بحری جہاز کو دیکھ رہا تھا جو بندرگاہ میں تھوڑے فاصلے پر کھلے سمندر میں کھڑا تھا اس پر بلجیم کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ بہر طور یہ جہاز ہی میری توجہ کا مرکز تھا اور میں اس کے بارے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ قصہ کیا ہے یہاں چونکہ دوسرے سیاح بھی میری ہی طرح سمندر کا نظارہ کرنے میں مصروف تھے اس لیے کسی نے میری جانب کوئی خاص توجہ نہ دی جہاز کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نیچے اترا اور ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے چلا گیا۔ ابھی تک میری شخصیت کسی خاص شبے سے بالاتر تھی یہاں جو کچھ میں کر چکا تھا اس کے بظاہر خاص نتائج میرے سامنے نہیں آئے تھے میں جانتا تھا کہ مجھ پر مکمل نگرانی رکھی جا رہی ہے لیکن میری اصل حیثیت ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی ہاں جو کچھ میں کر چکا ہوں اس کے تحت مجھے خطرناک ترین انسان قرار دے دیا۔ گیا ہو گا۔

دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے تب میرے ذہن میں ٹریسا اور سوئیٹا کا خیال آیا، یہ دونوں کیا کہہ رہی ہیں میں نے سوچا کہ میں ان سے ملاقات کروں اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہنیٹر کی فراہم کردہ کار میں ہوٹل پام گرو کی جانب چل پڑا۔

ٹریسا اور سوئیٹا اپنے کمرے میں موجود تھیں مجھ سے مل کر دونوں ہی مسرت سے کھل اٹھیں۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔

"ہیلو ٹریسا۔ ہیلو سوئیٹا۔ کیسے حال ہیں تم دونوں کے۔"

"ٹھیک ہیں۔ آپ سنائیے مسٹر نواز۔"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"کیا اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی عمل میں آئی ہم تو بس آپ کا انتظار کرتے رہتے ہیں چونکہ آپ کے بغیر ہمیں مزہ ہی نہیں آتا۔

"میں اس کے لیے شکر گزار ہوں ویسے تم لوگوں نے جس ذہانت کا ثبوت دے کر میرے ساتھ تعاون کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔

"بہت بہت شکریہ" ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے سپرد کوئی نئی ذمّہ داری کر دیں۔

"ممکن ہے بہت جلد میں تمہیں اس سلسلے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤں۔

"مارکوس ٹریڈرز پر سنا ہے چھاپہ پڑا ہے۔

"ہاں چھاپہ پڑا تھا لیکن اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں ہو سکی۔

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ وہ ایسے صاحب اختیار لوگوں کے زیر اثر ہے کہ اس کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کی بھی نہیں جا سکتی"

"یہ تو بہت افسوس ناک خبر ہے"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہر طور یہ سب کچھ ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا"

"تو پھر آپ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں"

"جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کر رہا ہوں۔ میں نے ان دونوں کو اپنے بارے میں کچھ بتانا غیر مناسب سمجھا ظاہر ہے انہیں نہ صرف مسٹر پاؤل سے دلچسپی ہو سکتی تھی اور نہ پینیٹر سے اور نہ میرے معمولات سے وہ تو مجھے جس حیثیت سے جانتی تھیں بس اسی حیثیت سے ان کا جاننا مناسب تھا۔

تھوڑی دیر تک میں ان کے ساتھ رہا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا۔ خیال یہ تھا کہ اگر صورتحال بہتر ہو تو ایک بار گرین ہاؤچ سے ملاقات کی جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ اس کے اپنے حالات کیسے ہیں مائیکل کے بارے میں جاننا بھی ضروری تھا تھوڑی دیر تک مختلف سڑکوں پر چکر لگاتا رہا اپنی کار میں سفر کرتا رہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ کیونکہ گرینی ہاؤچ کی زندگی میری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی تھی وہ بے چاری جن حالات کا شکار ہوئی تھی اس کے تحت مجھے اس سے ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔

پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ میرا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے تو بھی میں نے احتیاط مناسب سمجھی اپنی کار روک کر میں ایک ریستوران میں داخل ہوا اور اس کے عقبی حصّے سے نکل کر پیچھے کی گلی میں آ گیا۔ اس ریستوران کو میں پہلے بھی اپنے لیے استعمال کر چکا تھا اس لیے اس کی جائے وقوع کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات معلوم تھی میں عقبی گلی سے نکل کر سڑک پر پہنچا اور پھر وہاں سے ایک ایسی ٹیکسی روکی جس میں کچھ سواریاں ابھی ابھی نیچے اتری تھیں اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ٹیکسی مشکوک نہیں ہو سکتی اس میں بیٹھ کر میں گرین ہاؤچ کے اس فلیٹ کی جانب چل پڑا جہاں وہ اپنے بھائی مائیکل ہاوچ کے ساتھ مقیم تھی جب میں گرین ہاؤچ کے فلیٹ پر پہنچا اور میں نے بیل بجائی تو چند لمحات کے لیے اندر بالکل خاموشی سی طاری رہی پھر آئی ہول سے باہر جھانکا گیا اور مجھے پہچان کر فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا۔ گرین ہاوچ کے ہاتھ میں پستول میں دیکھ چکا تھا میں نے مسکراتے ہوئے اس سے رسمی کلمات ادا کیے اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"میں تمہارے ہاتھوں میں پستول دیکھ چکا ہوں گرین اسے چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔

"سوری ڈیئر۔ تم جانتے ہو کہ اب میرے لیے کتنا ضروری ہو گیا ہے"

"ہاں گرین تمہارے معاملات سے مجھے تشویش ہے"

"مائیکل کی حالت اب خاصی بہتر ہو گئی ہے آؤ اس سے ملو۔ گرین ہاؤچ نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں اس کا بھائی مائیکل بستر پر دراز تھا اس کی حالت کافی خراب تھی گرین ہاوچ کہنے لگی۔

"میں نے خود ہی اس کا علاج شروع کر دیا ہے کچھ ایسے انجکشن دیے ہیں اسے جس سے اس کی نشے کی طلب کم ہو گئی ہے تاہم تھوڑی تھوڑی سی نشہ آور ادویات میں اسے اب بھی دے رہی ہوں تاکہ اس کی زندگی برقرار رہے مائیکل ہاوچ اس وقت پوری طرح ہوش میں تھا اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے کہا"

"آپ مسٹر نواز ہیں"

"ہاں مائیکل۔ تمہاری کیسی طبیعت ہے۔؟

"میں ٹھیک ہوں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے یہ انسانی ہمدردی بھی تھی اور میرا فرض بھی"

"میں راستے سے بھٹکا ہوا انسان ہوں جناب سمجھ میں نہیں آتا کس طرح اس کا سامنا کروں یہ جب بھی میرے سامنے آتی ہے میری نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔

"کیا تمہیں معلوم ہے مائیکل ہاوچ کے گرین ہاوچ کو تمہاری وجہ سے کن کن مصیبتوں کا شکار ہونا پڑا۔

"یہ مجھے کچھ نہیں بتاتی میں اس سے پوچھ رہا ہوں لیکن یہ پنے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہتی"

"مجھ سے سنو تمہاری وجہ سے یہ ان لوگوں کی آلۂ کار بن گئی جو بدترین جرائم پیشہ افراد ہیں وہ اسے طرح طرح سے مجبور رتے رہے یوں سمجھو کہ میری اور اس کی ملاقات بس دشمن کی طرح سے ہوئی تھی لیکن شکر ہے درمیان میں تم آ گئے اور ہمارے درمیان دشمن کے تانے خود بخود ٹوٹ گئے۔

"آہ۔ کاش میں یہ سب کچھ نہ ہوتا"

"اب افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا مائیکل ہاوچ مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے جیسے لاکھوں انسان ان کے چنگل میں دبے ہوئے سسک رہے ہیں اور گرین ہاوچ جیسی لاتعداد لڑکیاں ان کے پنجہ ستم کا شکار بنی ہوئی ہیں انہیں اس پنجہ ستم سے نکالنے کے لیے کیا بندوبست کیا جائے کیا تم اس کا کچھ حل بتا سکتے ہو۔؟

"میں ایک بے اوقات آدمی ہوں جناب بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں البتہ ایک بات میں آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں ممکن ہے آپ کے کام آ سکے۔

"ہاں۔ ہاں کہو"

"آپ یہ تو جانتے ہیں کہ میں صرف منشیات استعمال کرنے والا ایک شخص تھا ان کے لیے کام بس کرتا رہا ہوں یہاں سے مغربی سلسلے میں یعنی جس طرف سے ایک سڑک ہالی وڈ چلی جاتی ہے اگر داہنی جانب ایک غیر آباد سڑک پر چلے جائیے تو تھوڑی دُور چلنے کے بعد آپ کو ساحل مل جائے گا ساحل سے تھوڑے فاصلے پر ایک جزیرہ موجود ہے وہ جزیرہ ان لوگوں کا مرکز ہے اور وہاں سے یہ لوگ منشیات کی تجارت کے لیے موثر اقدامات کرتے ہیں اگر آپ اس کا جائزہ لے لیں تو ممکن ہے آپ کو کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ گرین ہاوچ غور سے یہ الفاظ سن رہی تھی اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا مسٹر انور"

"میں جانتا ہوں گرین وہ سب کو اپنی تمام باتیں تو نہیں بتاتے ہوں گے ممکن ہے مائیکل کو انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ یہ تو بے کار سا آدمی ہے تھوڑے عرصے بعد مر جائے گا اس لیے انہوں نے اس سے یہ بات چھپانے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو"

"یقیناً یہی بات ہے میں نے ان کے یہ الفاظ بھی سنے تھے۔ مائیکل نے جواب دیا"

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے گرین ہاوچ۔؟

"دل چاہتا ہے یہاں سے نکل جاؤں کہیں اور چلی جاؤں کسی ایسی جگہ جہاں سے میں اپنے بھائی کو مکمل طور پر زندگی کی جانب واپس لے آؤں لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ چپّے چپّے پر میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے اس لیے مجبوری ہے تاہم میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ جب بھی مجھے موقعہ ملا یہاں سے نکل جاؤں گی۔

"خدا تمہیں تمہاری کوشش میں کامیاب کرے ویسے ذاتی طور پر میری امداد کی جس قدر بھی ضرورت ہو میں حاضر ہوں"

"آپ جو کچھ مجھے دے چکے ہیں وہ میرے لیے اتنا ہے کہ میں آپ کے احسان کے بوجھ سے سر نہیں اٹھا سکتی"

"نہیں گرین ہاؤچ۔ اس کے علاوہ۔ اس کے علاوہ بھی میں تمہارے لیے بہت کچھ کرنے کو تیار ہوں"

"اگر مجھے کبھی آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کو ضرور تکلیف دوں گی۔ گرین ہاوچ نے آہستہ سے کہا"

"اور میں آپ کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں مسٹر نواز میری زندگی بے مصرف ہے اس سے کہو کہ یہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کرے میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا اندرونی نظام کس حد تک بگڑ چکا ہے۔ ممکن ہے میں زندہ نہ رہ سکوں۔

"میں تمہیں زندہ رکھوں گی مائیکل تمہارا علاوہ میرا اس دنیا میں ہے ہی کون۔؟

"تم دونوں ہی زندہ رہو گے بے فکر رہو مایوس کن خیالات کو ذہن و دل میں جگہ مت دو۔ میں نے انہیں تسلی دے کر کہا مائیکل ہاوچ سے جو کچھ معلوم ہوا تھا وہ میرے لیے قابل قدر تھا اور مجھے اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی کارروائی کر لینا چاہیئے تھا۔

چنانچہ ان لوگوں سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے فلیٹ پر واپس پہنچ گیا یہ فلیٹ میرے لیے واقعی ایک نعمت سے کم نہیں تھا یہاں سے میں اپنی تمام کارروائیاں کر سکتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے چہرے پر ہلکا پھلکا سا میک اپ کیا اور تیار ہونے کے بعد وہاں سے نکل آیا میں نے اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان بھی لے لیا تھا جس کے ذریعے میں اپنی اس کارروائی پر عمل کر سکتا تھا جو آج میرے ذہن میں تھی میری کار کا رخ اس سمت ہو گیا جدھر مائیکل ہاوچ نے مجھے اشارہ کیا تھا کار تیز رفتاری سے دوڑتی رہی میں اندازہ لگا رہا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا گیا اس سلسلے میں ہر وقت ہی محتاط رہنا پڑتا تھا اور یہی احتیاط

میرے لیے کامیابی کی ضمانت تھی۔

پھر جب میں نے اس طرف سے اطمینان کر لیا تو میں شہر سے باہر نکل آیا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد داہنے ہاتھ پر ایک غیر آبادسی سڑک نظر آئی سنگِ میل پر میکلو لکھا ہوا تھا میں نے کار اس روڈ پر ڈال دی راستے میں مجھے ایک چھوٹا سا قصبہ نظر آیا اس سے کچھ آگے جاکر میں نے درختوں کے ایک جھنڈ میں کار روک دی اور پیدل چل پڑا کافی دور کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک نہر نظر آئی جس کے پشتے پر پہنچ کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔

یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر وہ چھوٹا سا جزیرہ نظر آرہا تھا جس کا نام میکلو تھا اس جزیرے کے بارے میں مجھے مائیکل ہارچ نے بتایا تھا واقعی جزیرہ کیا تھا انجینئروں نے سمندر میں مٹی ڈال کر ایک چھوٹا سا خطہ بنالیا تھا یہاں کے بارے میں کوئی خاص اندازہ لگانا مشکل تھا بہر طور دور ہی سے وہاں پر وہ چھوٹی سی بندرگاہ بھی دیکھی جاسکتی تھی جس پر چھوٹی چھوٹی لانچیں لنگر انداز ہوسکتی تھیں بندرگاہ سے ہٹ کر باقی کا سارا علاقہ ویران پڑا ہوا تھا میکلو پر چھوٹے موٹے مکانات بھی بکھرے نظر آرہے تھے۔

میں ان کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا اگر اس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو اس میں بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔ بہر طور اس وقت صرف اس کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ چنانچہ میں اچھی طرح میکلو کا جائزہ لینے کے بعد واپس مڑا اور اپنی کار تک پہنچ گیا۔

لیکن دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا کار اگر یہیں درختوں کے جھنڈ میں چھوڑ دی جائے تو میرے کام آسکتی ہے۔ یہ بات میں نے اپنے منصوبے کے تحت سوچی تھی یہاں سے تھوڑے فاصلے پر پیدل چلنا پڑتا اور اس کے بعد مجھے ایک ایسی بس مل سکتی تھی جو مجھے شہر تک پہنچادیتی۔ کار کو اسی جگہ چھوڑنا مناسب تھا کیونکہ کسی غیر مناسب وقت میں مجھے یہاں سے سواری ملنا ممکن نہیں ہوتا۔

تھوڑے فاصلے تک چلنے کے بعد مجھے وہ بس مل گئی اور اس میں بیٹھ کر میں شہر آگیا پھر ایک ٹیکسی کر کے اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا باقی وقت میں نے سکون سے فلیٹ ہی میں گذارا تھا شام کو ہلکا پھلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا اور پھر اس وقت اٹھا جب رات کے تقریباً پونے بارہ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر اپنا لباس پہنا مخصوص قسم کے ربر سول کے جوتے پہنے ریوالور جیب میں ڈالا اور فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

میرا رخ اب بندرگاہ کی جانب تھا جہاں میں نے دیکونا کو دیکھا تھا۔ بندرگاہ کے مرکزی حصے میں پہنچا تو چاندنی چاروں طرف چھٹکی ہوئی تھی میں ایک جگہ رُک کر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا پچاس گز پیچھے ایک تاریک سی عمارت نظر آرہی تھی میں یونہی قدم اٹھاتا ہوا اس عمارت کی جانب چل پڑا۔ دفعتاً مجھے اس عمارت میں کچھ ہیولے سے نظر آئے تو میں چوکنا ہوگیا۔

میں نے دائیں طرف دیکھا تو ادھر سے بھی چند آدمی اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ مسلح تھے ابھی اتنا ہی جائزہ لے پایا تھا کہ ایک لمحے کے لیے چاند بادلوں میں چھپ گیا اور تاریکی چھا گئی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا یہ اندازہ تو میں لگا ہی چکا تھا کہ مجھے چاروں طرف سے گھیرا جارہا ہے بہر طور اس وقت انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا مناسب تھا ان لوگوں کو میرے بارے میں شبہ ہوگیا تھا چنانچہ ریوالور ہاتھ میں نکال کر میں پھرتی سے ایک طرف دوڑ پڑا کچھ دور جاکر پیچھے نظر ڈالی تو تعاقب میں آنے والوں کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے پایا ایک لمحے کے لیے میں ٹھٹکا تو مجھے دفعتاً پستول کے شعلے نظر آئے لیکن فائر کی آواز نہیں سنائی رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ ان کے پستولوں پر سائلنسر لگے ہوئے ہیں۔ میں فوراً زمین پر گر پڑا اور دو گولیاں میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئیں۔ بہت معمولی سا فرق رہ گیا تھا ورنہ شاید میری کھوپڑی میں دو سوراخ ہوجاتے میں پھرتی سے اب ایک اور عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا دوسرے لمحے عمارت کا احاطہ پھلانگ کر میں اندر پہنچ گیا اور احاطے ہی کے ساتھ دوڑتا ہوا دوسری سمت نکل آیا۔

میں ایک جگہ رک کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میرے تعاقب کرنے والوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں لیکن ذرا سی ہی دیر گزری تھی کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کچھ آوازیں بھی میرے کانوں سے ٹکرائیں۔

تاریکی کی وجہ سے وہ میرے بارے میں صحیح طور پر اندازہ تو نہیں لگا سکے تھے لیکن کم از کم یہ اندازہ انہوں نے ضرور لگا لیا تھا کہ میں اس عمارت میں داخل ہوا ہوں چاند ایک بار پھر نکل آیا تھا میں نے اوٹ سے جھانک کر دیکھا دو آدمی چوکنے انداز میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے باقیوں کا کوئی پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔

میں چند لمحات سوچتا رہا یہ دونوں آہستہ آہستہ اس سمت بڑھتے چلے آرہے تھے اگر میں ان دونوں کو اس جگہ قابو میں کر

لوں تو میرا خیال ہے مجھے آسانی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ میں نے پستول تو جیب میں رکھ لیا اور اپنی جگہ چپک کر ان کا انتظار کرنے لگا روشنی اس سلسلے میں خطرناک تھی اور مجھے خوف تھا کہ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو فوراً ہی مجھ پر گولیاں چلادیں گے لیکن چاند کی آنکھ مچولی میرے کام آرہی تھی اس بار جب چاند چند لمحوں کے لیے بادلوں کی اوٹ میں گیا اور تاریکی پھیلی تو میں نے دیر نہیں کی میں خاموشی سے اپنی جگہ سے ہٹا اور برق رفتاری سے ان پر جا پڑا۔

گو ان کے ہاتھوں میں پستول تھے، لیکن روشنی میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کی کیا پوزیشن تھی چنانچہ عقب سے جب میں نے انہیں چھاپہ تو وہ اوندھے منہ گر پڑے میں نے سب سے پہلے ان کی پستولوں پر ہاتھ ڈالا تھا اور دوسرے لمحے سائلنسر لگے ہوئے دونوں پستول میں ان کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔ اب دیر کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر ایک زوردار ہاتھ مارا اور تڑاخے کی آواز سنائی دی اس شخص کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی لیکن دوسرے نے انتہائی پھرتی سے میری گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی یہ میری خوش قسمتی تھی یا اس کی بدقسمتی کہ وہ اپنے ساتھی کے بدن سے ٹکرا کر نیچے گرا اور اس زور سے گرا کہ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی اس کے بعد میں بھلا اسے کہاں موقعہ دے سکتا تھا۔

میں نے اس کی گردن پر ہاتھ جما دیے اور اس وقت تک زور لگاتا رہا جب تک کہ یقین نہ ہوگیا کہ اب اس میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے ان کے پستول اپنے کے قبضے میں لے لیے کیونکہ میرے پستول پر سائلنسر نہیں تھا۔

اب ایک سائلنسر لگا ہوا پستول میری جیب میں تھا اور دوسرا ہاتھ میں تھا اس کے بعد میں احاطے کی عقبی دیوار پھلانگ کر دوسری طرف آگیا کچھ اور افراد بھی میری تلاش میں مصروف تھے لیکن تاریکی کی وجہ سے وہ ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ میں کہاں ہوں میں نے ایک اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک اسٹیمر نظر آیا جس کے قریب دو آدمی کھڑے ہوئے تھے اور اس کے مخالف سمت دو آدمی ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت خاموش تماشائی بن کر چھپے رہنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ میرے چاروں طرف گھیرا ڈال چکے ہیں اس سے قبل کہ وہ میرے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیں میں اپنے لیے راستہ بنالوں۔ میں نے قریبی شخص کا نشانہ لیا اور گولی چلادی گولی کھا کر وہ دفعتاً پانی میں جا گرا لیکن اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر دوسرے نے بھاگ کر اسٹیمر کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ ٹیلے پر کھڑے دونوں آدمی البتہ اپنے انجام سے بے خبر تھے دُور سے ان لوگوں کا نشانہ لگانا ممکن نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے تاک کر ایک گولی داغ دی اگلے ہی لمحے ایک بھیانک چیخ سنائی دی تھی اور وہ شخص اپنی ایک ٹانگ پکڑ کر اچھلتا ہوا ٹیلے سے نیچے جا گرا میں ایک اور فائر کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک سیاہ بادلوں نے چاند کو ایک بار پھر اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں نے تاریکی کو غنیمت جانا اور فائر کا ارادہ ترک کر کے گودام سے نکل کر ایک طرف دوڑ پڑا بمشکل دس گز کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ چاند پھر نکل آیا تعاقب کرنے والوں نے مجھے روشنی میں دوڑتے ہوئے بخوبی دیکھ لیا تھا اور پھر وہ چیخ کر ایک دوسرے کو آگاہ کرنے لگے۔ اب وہ چیخ پکار کرتے ہوئے میرے اطراف میں دوڑتے بھاگتے پھر رہے تھے اور مجھے گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے میں نے ان کا گھیرا توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے فرار کے سارے راستے بند کر دیے تھے اور مجھے قدم بہ قدم موت کی طرف بڑھنا پڑ رہا تھا صرف سمندر کی طرف جانے والا راستہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں جان بچانے کے لیے اس طرف دوڑتا رہوں۔

دوڑتے دوڑتے کسی عمارت یا کیبن کی آڑ لے کر ایک آدھ فائر داغ دیتا اور پھر بھاگنے لگتا میری تمام تر کوشش کے باوجود ان کا گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا جارہا تھا کیونکہ ان کی تعداد بہت تھی میں نے ایک ایک کر کے ریوالور کی ساری گولیاں ان پر خالی کر دیں اور پھر ریوالور ان کی جانب پھینک کر سمندر کی طرف دوڑ پڑا۔

کنارے پر پہنچا تو ایک ساتھ تین چار فائر ہوئے اور گولیاں سنسناتی ہوئی دائیں بائیں نکل گئیں دو گولیوں نے میرے کوٹ کی آستین میں سوراخ کر دیا تھا میں نے انہیں ایک چکر دینے کے لیے جھوٹ موٹ کی زوردار چیخ ماری اور ہاتھ لہرا کر یوں پانی میں چھلانگ لگادی جیسے گولیاں صحیح نشانے پر لگی ہوں اور میرا کام تمام ہوگیا ہو۔

لیکن پانی میں کودنے سے پہلے میں نے پھیپھڑوں میں اچھی طرح ہوا بھر لی تھی چند منٹ تک پانی کے اندر آہستہ آہستہ سانس خارج کرتا رہا اس طرح کے پانی کی سطح پر بلبلے پیدا ہونے لگے جو انہیں میرے ڈوب مرنے کا یقین دلانے کے لیے کافی تھے چند ہی لمحات کے بعد میں نے ٹارچوں کی روشنیاں دیکھیں جو

سطحِ آب پر پڑ رہی تھیں اور ٹارچ کی روشنی میں وہ لوگ بغور اس جگہ کا جائزہ لے رہے تھے جہاں میں ڈوبا تھا جب انہیں میرے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا تو وہ آہستہ آہستہ یکجا ہونے لگے اور پھر میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے پتا نہیں انہیں مجھ پر کیا شبہ ہوا تھا ممکن ہے صرف کسی اجنبی شخص کو وہاں دیکھ کر انہوں نے اسے گھیرنے کی کوشش کی ہو کیا کہا جا سکتا ہے اگر انہیں یہ شبہ ہو جاتا کہ کوئی اتنا ہی خطرناک آدمی یہاں موجود ہے تو وہ اس طرح مجھے نہ چھوڑ دیتے۔

بہر طور ان کے جانے کے بعد میں نے اپنا سر پانی سے نکالا اور خاموشی سے بائیں سمت لنگر انداز جہازوں کی جانب تیرنے لگا تھوڑی دیر تیرنے کے بعد میں ایک اسٹیمر کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اسٹیمر کا کنارا پکڑ کر میں نے اپنا پھولا ہوا سانس درست کیا ذرا حواس بحال کیے اور پھر سمندر کے اس حصّے کی جانب تیرنے لگا جو ایک ویران ساحل کی طرف لے جاتا تھا ساحل پر پہنچ کر میں ریت پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

میرا اپنا پستول بھی جیب میں موجود تھا وہ ناکارہ ہو گیا تھا میرا سارا لباس پانی میں شرابور تھا میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میں اس جگہ سے کتنے فاصلے پر ہوں جہاں سے میں یہاں آیا تھا۔ لیکن مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا چاند اس وقت بادلوں کی اوٹ میں کچھ گہرا ہی چلا گیا تھا میں انتظار کرتا رہا کہ روشنی ہو جائے تو صورت حال کا جائزہ لوں۔

اس دوران ذرا سا ستا بھی سکتا تھا چنانچہ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد میری یہ مشکل حل ہوئی میں نے اطراف میں دیکھا تو ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا جس جگہ میں موجود تھا وہاں سے دیکونا تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

یا تو دیکونا نے اپنی جگہ تبدیل کر دی تھی یا پھر دن کی روشنی میں، میں اس کا اچھی طرح جائزہ نہیں لے سکا تھا یا پھر اس کا یہ نزدیکی ساحل میری نگاہوں سے اوجھل رہا تھا چند لمحات میں سوچتا رہا میرے دل میں یہ خواہش شدید سے شدید تر ہو گئی کہ دیکونا کا قریب سے جائزہ لوں۔

کپڑے تو بھیگے ہوئے تھے بھلا اب مجھے کس بات کی پروا ہو سکتی تھی چنانچہ میں آہستہ آہستہ سمندر میں اُتر گیا اور تیرتا ہوا دیکونا کی جانب بڑھنے لگا دیکونا کے پچھلے حصّے کے قریب پہنچا تھا کہ اس کے بغلی حصّے میں مجھے ایک اسٹیمر جھولتا ہوا نظر آیا سفید اسٹیمر پانی کی لہروں میں ڈول رہا تھا میں مزید صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے غوطہ لگا کر اس کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس کے بالکل نزدیک پہنچ کر اس پر موجود لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

اسٹیمر یا لانچ دور سے دیکھنے پر اتنی وسیع نظر نہیں آ رہی تھی جتنا قریب پہنچنے پر محسوس ہوا میں نے اس کے کنارے پکڑ کر تھوڑا سا سر ابھارا اور اسے سنسان دیکھ کر ایک دم اس پر چڑھ گیا بس یہ اضطراری ہی حرکت تھی دیکونا کے قریب لنگر انداز اس اسٹیمر کا میں صحیح طور پر جائزہ لینا چاہتا تھا۔

اسٹیمر پر ایک جگہ کچھ بوریاں چنی ہوئی تھیں ایک طرف کچھ اور سامان چنا ہوا تھا لیکن مجھے کار آمد جو چیز نظر آئی وہ رسوں کا ایک ڈھیر تھا جو خاصا بلند تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا جہاز کے اوپر سے اگر نیچے جھانکا جاتا تو میری کارروائیاں باآسانی نظر آ سکتی تھیں اس لیے بہتر یہ تھا کہ اس رسوں کے ڈھیر میں چھپ کر میں اس جہاز کا جائزہ لوں۔

چنانچہ میں پھرتی سے آگے بڑھتا ہوا رسّوں کے ڈھیر کے قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد ان کے درمیانی خول میں داخل ہو کر پوشیدہ ہو گیا اب میری نظر اوپر کا بخوبی جائزہ لے سکتی تھیں پندرہ بیس منٹ یہاں بھی گزر گئے اور اس کے بعد دفعتاً اسٹیمر پر تیز روشنی پھیل گئی میں نے اس روشنی سے آنکھوں کو چکا چوند ہونے سے بچانے کے لیے نگاہیں جھکا لی تھیں لیکن روشنی کا زاویہ کسی حد تک بدل گیا تو میری آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو گئیں اُوپر سے اس کی سیڑھی لٹکائی جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے لانچ کو بالکل ہی خالی چھوڑ دیا تھا دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں یا تو لانچ پر زیادہ افراد تھے نہیں یا پھر سب کے سب اوپر چلے گئے تھے

چند ہی لمحات کے بعد اس کی سیڑھی سے دو آدمی نیچے اُترتے ہوئے نظر آئے اور اس کے بعد میں نے جہاز پر گھڑگھڑاہٹ کی ایک آواز سُنی۔ اس گھڑگھڑاہٹ کے بارے میں میرے حساس کانوں نے فوراً اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کرین چلنے کی آواز ہے۔ کرین سے کیا اتارا جا رہا ہے۔ میں نے سوچا اور خاموشی سے یہ منظر دیکھتا رہا اور پھر میری آنکھوں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا ایک عجیب سی ساخت کا بنڈل اوپر سے نیچے اُتارا جا رہا تھا ایک دو اور۔ تین بنڈل نیچے اتارے گئے اور پھر کرین کی آواز بند ہو گئی اس کی راڈ دوسری طرف مڑ گئی تھی ان بنڈلوں میں کیا ہے۔ میں نے سوچا لیکن سوچنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا کیوں کہ اسٹیمر ایک دم اسٹارٹ ہو چکا تھا اب اگر میں یہاں سے نکل کر سمندر میں کودنے کی کوشش کروں تو یقیناً مجھے دیکھ لیا جائے گا اور اس کے بعد میری زندگی ناممکن ہو جائے گی جہاز پر موجود لوگ غیر مسلح

نہیں ہوں گے دیکونا میری نگاہوں میں مشکوک تھا اور اسٹیمر پر جو دو افراد موجود تھے ان کے بارے میں بھی میرا اندازہ تھا کہ یہ باآسانی مجھے اپنا شکار بنا سکتے ہیں کیونکہ ایک آدمی بالکل فری تھا۔

میں اس کے بارے میں یہ اندازہ تو نہیں لگا سکا تھا کہ اس کے پاس ہتھیار کی کون سی قسم ہے لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ اس قسم کے کام کرنے والے غیر مسلح نہیں ہوتے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں رسوں کے درمیان چھپا رہوں ویسے یہ بھی عجیب صورت حال ہو گئی تھی اگر یہ اسٹیمر کسی لمبے سفر پر روانہ ہو گیا تو مصیبت کا شکار ہو جاؤں گا دیر تک سوچتا رہا لیکن پھر ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہی ہو جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

لیکن اسٹیمر کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک چلتا رہا اور اس کے بعد ایک جگہ لنگر انداز ہو گیا میں نے ان دونوں کی آہٹیں لینا شروع کر دیں وہ کسی سے باتیں کر رہے تھے پھر کچھ اور افراد بھی لانچ پر آ گئے اور انہوں نے وہ بنڈل اٹھا لیے جنہیں لے کر وہ یہاں تک آئے تھے مجھے بڑا تعجب تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے لیکن اگر ذہن دوڑاتا تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوتی کہ دیکونا سے کچھ ناجائز قسم کا مال یہاں منتقل کیا جا رہا ہے۔

بہر طور ایک بار مجھے موقع مل گیا اور میں رسوں سے باہر نکل آیا پھر چھپتا ہوا تھوڑا سا آگے بڑھا اور ان لوگوں کی کارروائی کا جائزہ لینے لگا بنڈل اٹھائے ہوئے یہ تمام ہی افراد ایک سمت بڑھ رہے تھے میں نے یہ جگہ جانی پہچانی محسوس کی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میکلو کے نزدیک ہی وہ قصبہ ہے جسے میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا گویا اگر میں پیدل اس جگہ پہنچنے کی کوشش کروں جہاں میری کار چھپی ہوئی تھی تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہو — حیرت انگیز طور پر میری دن کی کارروائی میرے کام آئی تھی۔

بہر طور میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا اسٹیمر جس جگہ لنگر انداز ہوا تھا وہ ایک کھاڑی تھیں جو سمندر سے اس طرف آئی تھی اور اس کھاڑی میں اسکے کیے ہوئے کنارے موجود تھے جہاں سے وہ لوگ باآسانی خشکی تک پہنچ سکتے تھے یہ کھاڑی بھی دن کی روشنی میں میری نگاہوں سے محفوظ رہی تھی۔

بہر طور جس طرف وہ چلے تھے اس سمت میں ان کا تعاقب کرتا ہوا پہنچ گیا چھوٹے سے قصبے میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی پتا نہیں یہاں کون رہتا تھا اسے قصبہ کہا — بھی جا سکتا تھا یا نہیں کیونکہ میں اس کی آبادی کا مکمل اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا دن کی روشنی میں تو بس یونہی سرسری نگاہ سا سے دیکھا تھا اور چند ہی مکانات مجھے نظر آئے تھے جس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی چھوٹا سا پہاڑی قصبہ ہے لیکن اس وقت دیکھنے سے یہ اندازہ ہوا کہ اسے قصبہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا چونکہ یہاں مکانات کی تعداد بہت ہی کم تھی اس کا مقصد ہے کہ یہ کوئی ایسی ہی آبادی ہے جس کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے میں آبادی کے مکانوں کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کھپریل کی چھت کے گودام کے نزدیک پہنچ گیا۔

اسے گودام ہی کہا جا سکتا تھا کیونکہ اس کی ساخت کچھ اس قسم کی تھی ان میں سے ایک نے گودام کا دروازہ کھولا اور پھر وہ تینوں بنڈل اندر پہنچا دیے گئے اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس اسٹیمر کی جانب چل پڑے تھے وہ دو آدمی جو اسٹیمر پہ سامان لے کر یہاں آئے تھے اسٹیمر میں بیٹھ کر واپس چل پڑے باقی تین افراد قصبے کے ایک مکان کی جانب چل پڑے تھے لیکن یہ مکان یا جگہ وہ نہیں تھی جہاں میں نے انہیں سامان رکھتے ہوئے دیکھا تھا ایک بہت ہی دلچسپ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی دل چاہتا تھا کہ اس سامان کا جائزہ لوں لیکن اب حد سے آگے بڑھنا مناسب نہیں تھا کم از کم یہ اطلاع تو پاؤں اور مسٹر ہنیپٹر تک پہنچا ہی دوں اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

چنانچہ اب واپسی کا سفر میرے لیے نہایت موزوں تھا یوں بھی بھیگے ہوئے لباس سے بدن کو شدید الجھن ہو رہی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں درختوں کے اس جھنڈ تک پہنچ گیا جہاں میری کار موجود تھی اس وقت اس کی کار کی موجودگی مجھے دنیا کی سب سے شاندار نعمت محسوس ہو رہی تھی اور میں اپنی ذہانت پر عش عش کر رہا تھا حالانکہ میں نے یہی سوچا تھا کہ ممکن ہے کبھی اس طرف آنا ہو جائے ایسے موقعے پر یہ کار میرے کام آ سکتی تھی لیکن یہ وقت اتنی جلدی آ جائے گا اس کا خود مجھے بھی گمان نہیں تھا۔ میں نے کوٹ اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر پھینکا ٹائی کھول کر ایک طرف ڈالی پتلون کے پائنچے چڑھا لیے اور پھر کار کے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی چند لمحات کے بعد میں درختوں کے جھنڈ سے کار نکال کر آگے بڑھ گیا اور پھر تیز رفتاری سے شہر کی جانب چل پڑا۔

ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کامیابی کی اس قدر امید نہیں تھی بس ایک اندازے سے یہ سب کچھ کیا تھا لیکن تیر نشانے پر بیٹھا تھا اب صورت حال یہ تھی کہ مجھے ان کا ایک اہم ٹھکانہ

معلوم ہو گیا تھا۔ اور خاص بات یہ تھی کہ حکومت امریکہ اس وقت منشیات کی اسمگلنگ اور امریکہ میں اس کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو ختم کرنے کے لیے پوری طرح مصروف عمل تھی اور اس سلسلے میں کافی دلچسپی لی جا رہی تھی مسٹر پاؤل نے مجھ سے تعاون کیا تھا میرے خیال میں یہ بہت بڑی بات تھی۔ ورنہ دوہرے سے لے کر تہرے قتل کے مجرم اور جیل توڑ کر خود فرار ہونے والے کو اتنی مراعات دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

مگر اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میکلو کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد اسے نظر انداز کرنا غیر مناسب تھا۔ ممکن ہے اس دوران وہ کچھ اور کارروائی کر ڈالیں ممکن ہے اس مکان سے منشیات کا وہ ذخیرہ ہٹا دیا جائے جس کا تعاقب کرتا ہوا میں بلجیمی جہاز ویکونا سے یہاں تک پہنچا تھا اتنی مشکل سے اتنی معلومات حاصل ہونے کے بعد اگر میں اپنی کوششوں سے ناکام رہتا تو یہ نہایت افسوس ناک بات ہوتی چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں فلیٹ پر پہنچ پر گیا ہر چند کہ رات کافی ہو چکی تھی اور میرا حلیہ بہت خراب ہو گیا تھکن سے بدن چور چور تھا لیکن دل میں ایک لگن تھی میں جانتا تھا کہ میں حکومت امریکہ کے لیے کچھ نہیں کر رہا اس میں کوئی شک نہیں کہ منشیات فروش موت کا سودا کرتے پھر رہے تھے بے شمار انسان ان کے ہاتھوں موت کا شکار ہو رہے تھے ان کی زندگی جانوروں سے بدتر ہو گئی تھی مسٹر پنیٹر نے مجھے جو کچھ اس مردہ خانے میں دکھایا تھا اسے دیکھ کر دل دہل جاتا تھا منشیات کے عادی نوجوان کتے بلیوں کی طرح ہلاک ہو رہے تھے ہر چند کہ ان کا تعلق میرے رنگ اور میری نسل سے نہیں تھا لیکن اگر نسلی تعصب کو نظر انداز کر دیا جائے تو انسانوں کی نسل تو یکساں ہی ہوتی ہے چنانچہ یہ مسئلہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں نے فلیٹ پہنچنے کے بعد آرام کرنا مناسب نہیں سمجھا ان لوگوں پر فوری ضرب لگائے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مسٹر پنیٹر سے میں نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا کافی دیر کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیو کیا گیا تھا مسٹر پنیٹر سو رہے تھے یہ فون ان کی اہلیہ نے ریسیو کیا تھا میں نے ان سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مجھے فوری طور پر مسٹر پنیٹر سے ملاقات درکار ہے۔

"بہتر ہے اگر فرض کا معاملہ ہے تو ظاہر ہے میں اس وقت شوہر پرستی کا ثبوت نہیں دوں گی۔ دوسری طرف سے خوش اخلاق لہجے میں کہا گیا۔"

"اگر کوئی ایسا موقعہ نہ ہوتا میڈم تو میں بھی آپ کے آرام میں خلل انداز نہ ہوتا۔ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور مسز پنیٹر آہستہ سے ہنس دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر پنیٹر کی بھرائی ہوئی آواز فون پر سنائی دی۔"

"اگر تمہارا نام نہ سن لیتا تو یقینی طور پر اس وقت انتہائی بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا۔ مسٹر پنیٹر نے کہا۔"

"شکریہ مسٹر پنیٹر آپ جانتے ہیں کہ میں ذاتی مقصد کے لیے کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتا۔

"ہاں۔ ہاں بھئی یہ رسمی الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہوگا جس کے لیے تم نے رات کے اس وقت مجھے فون کیا ہے۔

"جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ذہنی طور پر بھی منشیات فروشوں کے انسداد کے لیے اور یقینی طور پر اگر ان کے بارے میں آپ کو کوئی موثر معلومات فراہم کی جائیں تو آپ رات کے اس حصے میں جاگنا غیر مناسب نہیں سمجھیں گے۔"

"بس بس تکلفات کی ضرورت نہیں اگر صرف تمہارا نام ہی ہوتا مجھے جگانے کے لیے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں خوشی سے جاگنا نہ پسند کرتا۔

"کیوں نہیں جناب۔ میں اس سلسلے میں آپ کا اور خاص طور سے مسٹر پاؤل کا شکر گزار ہوں کیونکہ صورت حال آپ کے علم میں آنے کے بعد اس بات کے امکانات نہیں رہے ہیں کہ میں آپ کی نیک نفسی پر شبہ کر سکوں۔

"اچھا کہو۔ کیا بات ہے۔؟

"میں منشیات فروشوں کے ایک اور ٹھکانے کا پتا لگانے میں کامیاب ہوا ہوں بہتر یہ ہوگا کہ ہم ملاقات کر کے تفصیلی گفتگو کر لیں فون پر یہ تمام گفتگو مناسب نہیں ہو گی۔

"بالکل نہیں ہو گی۔ میں کہاں پہنچ جاؤں تمہارے فلیٹ پر۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں ویسے میرا خیال ہے کہ حالات کو سننے کے بعد آپ فوری طور پر کارروائی کرنا ضروری سمجھیں گے۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو تو پھر پولیس ہیڈ آجاؤ وہاں تو تمہیں دن کا سا سماں ملے گا اور اگر ہمیں واقعی کوئی ایسی اہم ضرورت پیش آئی تو پھر ہم وہیں سے اپنی ٹیم بنالیں گے۔"

"بہت مناسب تو میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔

"مگر یہ بتاؤ کہ تم کہیں سے آ رہے ہو یا کسی اور جگہ سے بول رہے ہو۔"

"نہیں بول تو میں اپنے فلیٹ ہی سے رہا ہوں مگر آپ کا کہا درست ہے یعنی میں تھوڑی دیر پہلے ہی کہیں سے آیا ہوں۔"

"اچھا۔ اچھا۔ دراصل نیند سے جاگا ہوں اس لیے حواس پوری طرح قابو میں نہیں ہیں بک بک کیے جا رہا ہوں جب کہ جانتا ہوں کہ فون پر مزید گفتگو کرنا مناسب نہ ہو گی۔"

"میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا مسٹر پنیٹر نے فون بند کر دیا یہی مناسب تھا اگر مسٹر پنیٹر کوئی بڑی کارروائی کرنے کے موڈ میں ہوتے تو پولیس ہیڈ کوارٹر سے اس سلسلے میں دوسرے انتظامات بھی کر لیں گے۔"

پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں مجھے آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں لگا تھا لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر چہرہ بھی کسی حد تک درست کر لیا تھا حالانکہ شکل پر بارہ بج رہے تھے جو کچھ کرتا رہا تھا اس نے بے حد تھکا دیا تھا، لیکن اس تھکن کو ذہن پر طاری کرنا مناسب نہیں تھا جس وقت میری کار ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئی تو میں نے سامنے ہی مسٹر پنیٹر کو بھی دیکھ لیا وہ اپنی کار کے عقبی حصے سے ٹیک لگائے کھڑے سگار پی رہے تھے غالباً نیند بھگانے کے لیے یہ موثر نسخہ تھا مجھے دیکھ کر مسکرائے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو"

"ہیلو مسٹر پنیٹر"

"آؤ میرے آفس میں آؤ۔ انہوں نے کہا اور مجھے لیے ہوئے اپنے آفس میں پہنچ گئے آفس میں داخل ہوا تو ایک دلچسپ منظر دیکھا یہاں مسٹر پاؤل بھی بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کے برتن سجے ہوئے تھے لیکن ابھی شاید انہوں نے کافی شروع نہیں کی تھی میں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا تو مسٹر پاؤل مسکراتے ہوئے بولے۔"

"بھئی کیا سمجھتے ہو تم لوگ تم ہی بہت زیادہ ان تمام معاملات میں مصروف عمل ہو، مسٹر پنیٹر نے تمہارا ٹیلی فون ملنے کے بعد مجھے فون کیا تھا اور دیکھ لو میں تم دونوں سے پہلے پہنچ گیا۔"

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مسٹر پاؤل بہر طور مجھے یقین ہے کہ میری اطلاع آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہونے دے گی کہ آپ نے رات کے اس حصے میں یہ سرگرمی دکھا کر کوئی غلط کام کیا ہے۔

"یقیناً یقیناً بیٹھو۔ میں نے تم لوگوں کے لیے کافی کا بندوبست کر لیا ہے۔ مسٹر پاؤل نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد۔ انھوں نے خود ہی ہم تینوں کے لیے کافی سرو کر دی۔"

کافی کے سپ لیتے ہوئے میں نے تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ میں نے بلجیمی جہاز ویکونا کے بارے میں بتایا وہ ان لوگوں سے کہا کہ کس طرح وہ لوگ مجھے نظر آئے تھے اور پھر مجھے مردہ سمجھ کر انہیں اطمینان ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے مزید کارروائیاں شروع کر دیں میں نے اس اسٹیمر سے میکلو کے اطراف میں پہنچنے کا پورا واقعہ اور پھر سامان وہاں منتقل کرنے کی روئیداد سنائی دونوں آفیسر بہت زیادہ پر جوش نظر آ رہے تھے مسٹر پاؤل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔"

"راجہ نواز اصغر کاش۔ کاش۔ ہمارے تمہارے درمیان ایک چھوٹی سی گڑبڑ نہ ہوتی لیکن۔ لیکن تم یوں سمجھ لو کہ اب یہ سب کچھ تمہاری راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا بس میں اس سلسلے میں کچھ بھی کروں گا لیکن تمہیں حکومت امریکہ کی نظروں میں سرخرو کر کے رہوں گا۔

"یہ بعد کی باتیں ہیں مسٹر پاؤل۔ اگر میں مجرم ثابت ہو جاؤں تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے سزا دے دیجیے لیکن جن حالات نے مجھے غلط راستوں کی طرف مائل کیا گیا اگر آپ ان کا تجربہ کر لیں اور آپ کا دل اس بات کی گواہی دے کہ مجرم میں نہیں ہوں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مجھے مجرم بنانے کے لیے دن رات سرگرداں ہیں تو پھر میری معافی کا حق بنتا ہے۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کرنا کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے مسٹر پاؤل کہ وہ لوگ مجھے مردہ سمجھ چکے ہیں انہیں خیال بھی نہیں ہوگا کہ میں ان کی کسی ایسی پوزیشن سے واقف ہو گیا ہوں سب سے پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میکلو کے علاقے کے اس مکان پر چھاپہ مار کر وہاں سے منشیات برآمد کر لی جائیں خاصی بڑی مقدار معلوم ہوتی ہے اچھا ہے یہ مقدار نشہ باز نوجوانوں میں نہ پہنچنے پائے ہم جس طرح بھی اس کا سدباب کر سکیں ہمارے لیے منافع بخش ہے ممکن ہے وہاں سے ہمیں کچھ اور کام کی باتیں بھی معلوم ہو جائیں۔"

"بڑی اچھی بات ہے میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیوں مسٹر پنیٹر کیا خیال ہے۔"

"بالکل۔ بالکل۔"

"تو پھر مسٹر پنیٹر ذہانت کے ساتھ آپ ایک پارٹی ترتیب دیجئے اس میں ایسے آفیسرز کو بھی شامل کیجئے جو بذات خود بھی کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں مقصد یہ کہ ممکن ہے ہمیں میکلو میں بھی داخل ہونا پڑے۔"

"میں یہی غور کر رہا ہوں میرا خیال ہے اس وقت ہیڈ لنگ

پر ہمارا اچھا خاصا اسٹاف موجود ہے میں کچھ ہیلی کاپٹرز طلب کر لیتا ہوں جنہیں تھوڑی دیر کے بعد میکلو پر گردش کرنا ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں فلائنگ اسکواڈ کو بھی اس بارے میں اطلاع دیے دیتا ہوں یہاں سے بھی ہمیں کچھ لوگ مل جائیں گے میرا خیال ہے کہ بندرگاہ کے علاقے کو بھی گھیر لیا جائے تاکہ ڈیکونا یہاں سے نکل نہ سکے۔

"سوچ لیجیے ڈیکونا ایک غیر ملکی جہاز ہے اس پر اس طرح ریڈ کرنا مناسب ہوگا یا نہیں۔ مسٹر پاؤل نے کہا اور پنیٹر سوچ میں ڈوب گیا چند لمحات وہ گردن جھکائے سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ایک اور کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"ڈیکونا پر باقاعدہ پولیس ریڈ نہ کیا جائے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کمانڈوز۔ پولیس کے ایک مخصوص قسم کے ایک ڈیپارٹمنٹ کو یہ اختیارات دیئے گئے ہیں اور اس کے پاس ایسے انتظامات ہیں کہ وہ خفیہ چھاپہ ماروں کی حیثیت سے جہاز پر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر آپ لوگ اس طرح ڈیکونا پر ریڈ کریں تو کیا حرج ہے۔

"براہ کرم ذرا کچھ اور تفصیلات بتائیے۔ آپ نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے پولیس ڈیپارٹمنٹ کا ایک مخصوص دستہ ایسا ہے جو مخصوص قسم کی وردیوں میں جن میں چہرے چھپانے کا خاص انتظام ہوتا ہے سمندری راستے سے جائے اور ڈیکونا پر چھاپہ مارے ڈیکونا پر اگر قابل اعتراض چیزیں فراہم ہوتی ہیں تو یہ معاملہ پولیس کا قرار دے دیا جائے گا اور قانونی طور پر ڈیکونا کو حراست میں لے لیا جائے گا اور پھر وہاں اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا تو پھر یہ جرائم کا چھوٹا موٹا سا واقعہ کہلائے گا اور ہم اس کی تفتیش میں مصروف ہوجائیں گے مسٹر پنیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ونڈر فل۔ کیا اس کے انتظامات ہیں۔"

"میں ابھی چند لمحات میں اس کے بندوبست کر لوں گا۔"

"مگر پھر ہونا یہ چاہیئے کہ ہم میں سے کوئی شخص ان لوگوں کو ہدایات بھی دے۔ کیا خیال ہے کیا آپ اس بارے میں کام کرنا پسند کریں گے۔"

"میری رائے اس سے ذرا مختلف ہے یوں کرتے ہیں کہ پہلے ہم میکلو کے اس علاقے کا جائزہ لے لیتے ہیں اگر وہ سب کچھ ہمارے قبضے میں آجاتا ہے تو پھر میکلو پر ریڈ کردیا جائے گا اور وہاں کے بارے میں چھان بین کی جائے گی اور اگر یہ سب کچھ بھی غیر موثر رہا تو پھر ڈیکونا پر بھی ایک منظم حملہ کیا جائے گا اس دوران اُن چھاتہ برداروں کو میرا مطلب ہے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اس خاص حصے کو یقیناً ان کا کوئی نام تو ہوگا۔

"ہاں آپ اسے زیرو فورس کہہ سکتے ہیں۔

"گڈ۔ تو پھر زیرو فورس کو بندرگاہ کے علاقے میں بھیج دیں خواہ کتنا ہی وقت صرف ہوجائے لیکن اس سلسلے میں یہ موثر کارروائی ہم سب کے حق میں بہتر رہے گی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ذرا مجھے اجازت دیجیے آپ لوگ کافی کی کچھ اور پیالیاں پیجیے۔ پنیٹر نے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا مسٹر پاؤل مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے تھے پھر انہوں نے کہا۔"

"یوں لگتا ہے راجہ نواز اصغر جیسے آپ ان معاملات میں خاصے تربیت یافتہ ہوں آپ مجھے بتا چکے ہیں کہ آپ اپنی ماضی کی زندگی میں بہت کچھ کرتے رہے ہیں یقیناً مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے لیکن راجہ نواز اصغر آپ کون کون سے گروہ میں شامل رہے ہیں کیا موجودہ گروہ سے بھی کبھی آپ کا تعلق رہا۔"

"نہیں۔ موجودہ گروہ سے کبھی میرا تعلق نہیں رہا اس گروہ کو تو آپ ترلوکا کا گروہ کہہ سکتے ہیں اور ترلوکا سے میری صرف دشمنی چلی کبھی میں نے اس کے ساتھ مل کر کام نہیں کیا۔"

"بہر طور۔ آپ ان معاملات سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔

"ہاں۔ کسی حد تک۔"

"آپ نے ان منشیات فروشوں کو بہت نزدیک سے بھی دیکھا ہوگا۔"

"ہاں بہت نزدیک سے۔"

"ان کی فطرت کا تجزیہ بھی کیا ہوگا آپ نے۔؟"

"ہاں۔ کسی حد تک۔"

"آپ کا کیا خیال ہے کیا ان کے ضمیر انہیں اس سلسلے میں ٹوکتے نہیں ہیں۔

"ضمیر فروشی ہی بہت سے جرائم کی بنیاد ہوتی ہے۔ انسان ضمیر کی آواز کی طرف سے کان بند کرلے تو پھر اسے دنیا کی کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی۔"

"ٹھیک کہا آپ نے واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے بہر طور مسٹر راجہ نواز اصغر میں آپ سے بہت متاثر ہوں آپ یقین کیجیے کہ اس سے پہلے اس وقت تک میں نے اصغر ڈمپل کی لاش دیکھی تھی میں آپ سے سخت متنفر تھا اور آپ کو گرفتار کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد میرے انداز میں اور میری سوچ میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں اگر آپ میرے موقف کے قائل ہو

گئے ہیں تو پھر آپ ہی مجھے بتائیے کہ میں نے اپنے طور پر کہاں بری زندگی اپنائی ہے۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں لیکن جرم بہر طور جرم ہے راجہ نواز اصغر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ مجرموں کی بیخ کنی کر رہے ہیں جو واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں کسی قیمت پر زندہ نہ رہنے دیا جائے لیکن اس کے لیے اگر قانون کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے تو مناسب ہوتا۔"

"کیا مجھے اس کے مواقعے فراہم کیے گئے تھے کیا میرے پاس اس کے ذرائع تھے کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا مسٹر پاؤل کہ زیبا کے بغیر میری زندگی ایک زخم کی مانند ہے زخم میں جب تکلیف ہوتی ہے تو انسان کراہتا ہی ہے ان کراہوں کے مختلف روپ ہوتے ہیں اقدر یہ میرے زخموں کی چیخ ہی ہے جو اس وحشت و درندگی میں ڈھل گئی ہے۔

"میں سمجھتا ہوں۔ مسٹر پاؤل نے پُر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تھوڑی دیر تک فکرآ انداز میں خاموش رہے پھر بولے۔

"میری دُعا ہے کہ جو کچھ بھی ہو بہتر ہی ہو میں تمہیں اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلاتا ہوں لیکن جو کچھ کرنا اس میں دیوانگی کو شامل نہ ہونے دینا میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر تم پر سے یہ جرم ہٹانے کی کوشش کروں گی۔"

"میں نہیں جانتا مسٹر پاؤل کہ میری منزل کتنی دور ہے اگر زیبا مجھے مل گئی تو آپ یقین کریں کہ میں اپنے کیے کی سزا بھی بھگتنے کو تیار ہوں اور اگر۔ اور اگر میں اسے پانے میں ناکام رہا تو پھر جب تک زندہ رہوں گا بہت کچھ کرنا پڑے گا مجھے اس کے لیے میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا مسٹر پاؤل کچھ کہنے ہی والے تھے کہ پنیٹر اندر داخل ہوا اس نے مستعدی سے کہا۔"

"کیا آپ لوگ تیار ہیں۔"

"ہاں۔ بالکل۔"

"تو پھر آئیے۔ اس کے الفاظ پر ہم دونوں باہر نکل آئے واقعی پنیٹر نے ذرا اس دیر میں بہترین بندوبست کر دیا تھا یوں بھی امریکی پولیس ان معاملات میں بہت ہی چاق و چوبند تھی بہت سے دستے یہاں پر کھڑے ہوئے تھے موٹر سائیکل سواروں کا ایک دستہ تھا اس کے علاوہ کاریں بھی تھیں اور سب کے سب پوری طرح مسلح تھے۔"

"ان لوگوں نے ضرورت کا تمام سامان ساتھ لے لیا ہے آئیے ہم اپنی کار کی طرف چلیں۔"

"تم نے واقعی بڑی پھرتی سے کام کیا مسٹر پنیٹر۔ پاؤل نے کہا اور ہم سب ایک جیپ میں آبیٹھے جیپ تیزی سے اسٹارٹ ہوکر چل پڑی اس کی چھت پر لگی ہوئی روشنی جل بجھ رہی تھی اور اس سے سائرن کی آواز ابھر رہی تھی۔"

تیز رفتاری سے ہم سفر کرتے ہوئے میکلو جانے والی سڑک کی طرف چل پڑے اور ہمارے ساتھ ساتھ تقریباً چودہ موٹر سائیکل سوار اور تین گاڑیاں بھی اس سمت جا رہی تھیں ماہر ڈرائیور بڑی برق رفتاری سے گاڑیاں دوڑا رہے تھے اور اس وقت آپس میں گفتگو کرنے کا موقع نہیں تھا بس کبھی کبھی ایک آدھ لفظ کسی کی زبان سے پھسل پڑتا تھا۔ فاصلہ طے ہوتا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہمیں جانا تھا میں نے ان لوگوں کی رہنمائی شروع کردی اور چند ہی لمحات کے بعد ہم نے اس بستی کو گھیر لیا چھوٹی سی بستی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کون سے مکان میں کون تعینات ہے۔"

رات کا غالباً آخری پہر تھا یہ بستی کے لوگ گہری نیند سو رہے تھے اس میں میری توقع کے مطابق کوئی اور نہیں موجود تھا سب سے پہلے یہ تینوں چند پولیس افسران کے ساتھ اس مکان میں داخل ہوئے تھے مکان باہر سے جتنا بوسیدہ اور نامکمل سا نظر آتا تھا اندر ایسی بات نہیں تھی اس میں اچھے خاصے دو تین وسیع کمرے تھے لیکن ہمیں اس کے نیچے تہہ خانہ تلاش کرنا تھا کمرہ میں ٹوٹا پھوٹا فرنیچر بھرا ہوا تھا جنہیں بیرونی طور پر دیکھنے کے بعد یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی اور چیز بھی موجود ہوگی لیکن ایک حماقت ان لوگوں سے ہوئی تھی کمرے بند ہونے کی وجہ سے اس کے فرش پر گرد جم گئی تھی اور اس گرد پر قدموں کے تازہ تازہ نشان نظر آرہے تھے اور انہی نشانات نے ہماری رہنمائی اس تہہ خانہ کی جانب کی جسے کھولنے کے لیے ایک شاندار میکنزم وہاں موجود تھا۔

اگر قدموں کی یہ نشان دہی نہ ہوتی تو ہم لوگوں کو بڑی اُلجھن کا شکار ہونا پڑتا لیکن جس جگہ یہ قدم جاکر ختم ہوئے تھے وہاں جو کچھ نظر آیا اسے ٹٹول کر دیکھا گیا معاملہ چونکہ چند تجربہ کار پولیس آفیسرز کے ہاتھوں میں تھا اس لیے میکنزم تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور دیوار میں ایک چوڑا خلا پیدا ہوگیا، ٹارچیں اور پستولوں لیے ہوئے ہم سب اس خلاء میں اُتر گئے جس میں پہنچنے کے لیے ہمیں آٹھ سیڑھیاں طے کرنا پڑی تھیں اور اس کے بعد اس مکان سے کہیں زیادہ وسیع کمرہ ہمیں نظر

آیا اس کمرے میں پیٹیاں اور تھیلے چنے ہوئے تھے ہم لوگوں نے خنجروں کی نوک سے تھیلے اور پیٹیاں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیں منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھ لگا تھا۔ پاؤل اور مسٹر پنیٹر کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ منشیات کے اس خزانے کی مالیت اربوں روپے کی مالیت ہو گی۔"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے یہ تازہ تازہ اس بلجیئی جہاز سے اترا ہے۔ پاؤل کہنے لگا۔"

"کمال ہے اتنا بڑا ذخیرہ اگر امریکہ کے مختلف شہروں میں پھیل جاتا تو آپ تصور کر لیجیے۔"

"ہاں میرا خیال ہے یہ اس صدی کا سب سے بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ پاؤل نے کہا تھوڑی ہی دیر کے بعد پولیس اس عمارت میں بھر گئی دوسری گاڑیاں بستی کے دوسرے مکانوں کی تلاشی لے رہی تھیں چھوٹا سا قصبہ ہی تھا ایک ایک فرد کو وہاں سے نکال لیا گیا اور سب کو حراست میں لے لیا گیا کچھ عورتیں بچے بھی ہاتھ لگے تھے جنہیں پولیس نے بحالت مجبوری اپنے ساتھ لے لیا تھا اس کے علاوہ مکانوں کے ایک ایک چپے کی تلاشی لی گئی لیکن اس مکان کے علاوہ یہاں اور کسی مکان میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ملی تھی۔"

حالانکہ پولیس والے بڑی جانفشانی سے یہ کارروائی کر رہے تھے اس کارروائی میں تقریباً صبح ہو گئی سورج نہیں نکلا تھا لیکن روشنی پھوٹ پڑی تھی پاؤل نے گہری نگاہوں سے پنیٹر کو دیکھتے ہوئے۔

"کیا خیال ہے۔ کیا اب میکلو پہنچ کر کارروائی کی جائے۔

"نہیں میکلو کے اطراف پوری طرح پولیس کے قابو میں ہیں۔

"مگر سمندری راستوں پر کیا کیا گیا ہے۔

"میں کبھی کچی گولیاں نہیں کھیلتا اس وقت ہماری دس لانچیں میکلو کے اطراف میں گردش کر رہی ہیں اور میکلو تک آنے جانے والی ہر چیز پہ پابندی لگا دی گئی ہے نہ وہاں سے کوئی نکل سکتا ہے نہ وہاں کوئی جا سکتا ہے گویا ہم میکلو پر کسی بھی وقت ریڈ کریں ہمیں وہاں کے حالات جوں کے توں ملیں گے ہاں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر منشیات کے ذخیرے وہاں بھی ہوں، تو انہیں ضائع کر دیا جائے۔"

"بہر طور یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی میرا خیال تو یہ ہے کہ انہوں نے میکلو کو مشتبہ رکھ کر یہاں اس قصبے میں اپنا یہ زبردست اسٹور بنایا ہوگا۔ اسٹور سے بہت سی چیزیں ہاتھ لگی تھیں ان میں کچھ کاغذات وغیرہ بھی ہاتھ لگے تھے جن کی جانچ پڑتال ابھی تک نہیں کی گئی تھی مزید پولیس یہاں بلوائی گئی تھی اور پورے کا پورا قصبہ گھیرے میں لے لیا گیا تھا ہر جگہ کی تلاشی ہو رہی تھی وائرلیس پر پنیٹر نے اپنے محکمے کے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کر دی گئی تھی ذخیرہ مل جانے کے بعد اب یہاں ہر طرح کی کارروائی ممکن ہو سکتی تھی۔

چنانچہ صبح ہی صبح پولیس کے بے شمار گاڑیاں یہاں پہنچ گئیں اور اطراف کے علاقے میں پولیس ہی پولیس نظر آنے لگی ہمارا کام تقریباً ختم ہو گیا تھا پولیس کا کام اب صرف یہ تھا کہ وہ ان مکانوں کو کھود کھود کر ان کی گہرائیوں میں تہہ خانے تلاش کرے اور وہاں منشیات کی موجودگی کا جائزہ لے۔

پنیٹر میں اور پاؤل واپس چل پڑے بڑی کامیاب کوشش تھی ہماری وہ دونوں مجھے اس سلسلے میں مبارک باد دے رہے تھے اور میری روح سرائی کر رہے تھے تب پنیٹر نے کہا؟

"دوسرے پروگرام کے لیے کیا ارادہ ہے میرا مقصد ہے کہ جہاز پر چھاپہ مارا جائے گا؟"

"اوہ۔ میں اس سلسلے میں تم سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا مسٹر پنیٹر کہ جہاز کی نگرانی کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔"

"مکمل طور پر۔ میں نے مسٹر لوانا صغر کے انکشاف کے بعد جو کچھ کارروائیاں کی تھیں اس میں کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا چنانچہ دیکونا کے اطراف میں جو تین جہاز کھڑے ہوئے ہیں وہاں پر ہمارے آدمی اب تک پہنچ چکے ہوں گے وہ دوربینوں اور مختلف ذرائع سے دیکونا کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور وہاں ہونے والی ہر نقل و حرکت کا جائزہ لیا جا رہا ہوگا میرا خیال ہے اس سلسلے میں دیکونا والوں کو ابھی تک کوئی خبر نہیں ہوئی ہو گی سوائے اس کے کہ اس چھاپے کی اطلاع ان کو مل گئی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ فوری طور پر دیکونا کو یہاں سے لے جانے کا بندوبست نہیں کر سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں مسٹر پنیٹر کہ آپ محکمہ جہاز رانی کو اس سلسلے میں ہدایات دے دیں اور ان سے کہہ دیں کہ دیکونا کو ابھی کسی قیمت پر کلیرنس نہ دیا جائے نہ ہی اس کی پوزیشن تبدیل کرنے کی اجازت ان کو ملنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے یہ بھی ہو جائے گا۔"

"تو پھر اب میرا خیال ہے کہ آپ ہم لوگوں کو آرام کی اجازت دیجیے بہتر یہ ہوگا کہ آپ بھی اپنی چھوٹی موٹی کارروائیوں سے فرصت پانے کے بعد تھوڑی دیر سو لیں تاکہ ہم دیکونا پر حملہ کرنے

کے لیے خود کو مستعد کر سکیں۔"

"گڈ۔ اچھی تجویز ہے آپ کی آئیے مسٹر نواز میں آپ کو آپ کے فلیٹ پر چھوڑ دوں اس کے بعد ہم دونوں چلے جائیں گے میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے مجھے اس بلڈنگ کے سامنے اُتار دیا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد وہ بلڈنگ تھی جس میں میرا فلیٹ تھا۔

آنکھوں کے پپوٹوں میں جلن سی ہو رہی تھی دماغ میں ہلکے ہلکے چکروں کا سا احساس ہونے لگتا تھا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ فلیٹ میں داخل ہو کر سب سے پہلے غسل کروں گا اور اس کے بعد آرام سے سو جاؤں گا میں فون کا ریسیور اُتار کر نیچے رکھ دوں گا تاکہ فون کی گھنٹی پریشان نہ کرے۔ سونا نہایت ضروری تھا۔

چنانچہ میں اطمینان سے فلیٹ کا تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا دروازہ بند کر کے میں جماہی لیتا ہوا اپنی خوابگاہ کی جانب چل پڑا باتھ روم ملحق تھا خوابگاہ میں داخل ہوا تو نجانے کیوں چھٹی حس نے ایک عجب سا احساس دلایا کوئی گڑبڑ تھی۔ کیا میں نے سوچا اور متجسسانہ نگاہوں سے کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا بظاہر کوئی خاص بات نظر نہیں آئی تھی۔

چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتارے اور غسل خانے کی جانب چل پڑا تھا سلیپر پہن کر میں باتھ روم کے دروازے تک پہنچا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دفعتاً ٹھٹھکنا پڑا یقیناً میری چھٹی حس نے مجھے جس چیز کا احساس دلایا تھا وہ بے معنی نہیں تھے باتھ روم کے ٹب میں ایک ہاتھ کنارے پر لٹکا ہوا نظر آ رہا تھا میں تیزی سے دوڑتا ہوا باتھنگ ٹب کے قریب پہنچ گیا پانی بھرا ہوا تھا اور پانی میں ایک لاش تیر رہی تھی۔

لیکن لاش پر نگاہ پڑتے ہی مجھے اتنی زور کا شاک لگا کہ اگر میں نل کی ٹونٹی نہ تھام لیتا تو یقینی طور پر گر پڑا ہوتا۔ جونہی میں نے ٹونٹی پر ہاتھ رکھا مجھے ایک سفید کاغذ کی چٹ نظر آئی جو ٹونٹی میں پھنسی ہوئی تھی۔

میں نے لڑکھڑاتی ہوئی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس چٹ کو ٹونٹی سے کھینچ لیا چٹ کھول کر دیکھا لکھا تھا۔

ہیلو۔ میں تم ہی سے مخاطب ہوں تم تھوڑے فاصلے پر یہ سوئچ بورڈ دیکھ رہے ہو اگر دو باریک تار اس سوئچ بورڈ میں پھنسا دیے جاتے اور ان کے دوسرے سرے نل کی اس ٹونٹی سے منسلک کر دیے جاتے اور سوئچ آن کر دیا جاتا تو تم خود سوچ سکتے ہو کہ اس وقت تمہارا کیا حشر ہو رہا ہوتا باتھنگ ٹب سے پانی نکل کر نیچے فرش پر پھیلا ہوا ہے اور تم ننگے پاؤں ہو اس حالت میں دیکھنے والوں کو یہاں صرف دو لاشیں نظر آتیں ایک باتھنگ ٹب کے اندر اور دوسری باہر لیکن ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے تھے نمونہ ارسال ہے ہمیں یقین ہے کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو گے بہر طور اس بات سے اپنے آپ کو اچھی طرح محسوس کر لو اور یہ جان لو کہ ہماری کیا حیثیت ہے۔

میں نے چکراتے ہوئے ذہن پر قابو پایا اور اس سوئچ بورڈ کی جانب دیکھنے لگا درحقیقت انہوں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا ساکٹ میں بجلی کے ننگے تار پھنسا کر اسٹیل کی اس ٹونٹی سے باندھ دیے جاتے اور سوئچ آن کر دیا جاتا تو یہ بالکل فطری بات تھی کہ اس وقت میں بجلی کے کرنٹ کا شکار ہو جاتا۔ چونکہ باتھنگ ٹب سے پانی نکل نکل کر نیچے ٹائلز کے فرش پر کافی پھیل گیا تھا۔ نالی جس سے پانی کو بہہ جانا چاہیے تھا خاص طور سے بند کر دی گئی تھی اس کے سوراخوں میں سیمنٹ پیپر پھنسا دیے گئے تھے۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور لاش کے قریب پہنچ گیا مائیکل ہاورچ کا مدقوق چہرہ میرے سامنے تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے گرینی ہاورچ کی سسکیاں بھی سنائی دے رہی تھیں گرینی ہاورچ بے چاری بالآخر اپنے بھائی کو بچا نہ سکی لیکن کتنی تشویش کی بات تھی کتنے دُکھ کی بات تھی کہ جس بھائی کے لیے اس نے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیا وہ نہیں بچ سکا تھا اور وہ بے چاری اس سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اگر مائیکل ہاورچ ان کے قبضے میں آ گیا ہے تو یقیناً گرین ہاورچ بھی ان کے پھندے سے نہ بچی ہو گی وہ تو بالکل ہی اجنبی جگہ چلی گئی تھی اور اپنی دانست میں ان لوگوں کے چنگل سے محفوظ ہو گئی تھی دوسرے لمحے میں دوڑتا ہوا کمرے میں آیا اور سوچا کہ گرین ہاورچ کو ٹیلی فون کر کے صورت حال معلوم کروں، چنانچہ فون کے قریب پہنچ کر میں نے ریسیور اُٹھایا، لیکن ایک بار پھر میرے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے تھے۔

ریسیور اٹھاتے ہی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ٹیلی فون ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، ریسیور کا تار اس دھماکے سے کٹ گیا تھا اور فون کا نچلا حصہ اس طرح بکھر کر نیچے گر گیا تھا کہ اس کی کوئی چیز سلامت نہیں رہی تھی، یقیناً یہ بم کا ہلکا سا دھماکہ تھا۔ اور بم کو اس طرح ریسیور کے بٹنوں سے منسلک کیا گیا تھا کہ جونہی ریسیور اپنی جگہ سے ہٹے، اور اس جگہ کے کلپ اوپر اٹھیں، بم کی پن ہٹ جائے اور فون دھماکے سے اڑ جائے، ہر چند کہ یہ دھماکہ

شدید نہیں تھا، لیکن میرے لیے بے حد اعصاب شکن تھا، خاص طور سے اس لیے کہ رات بھر جاگتا رہا تھا اور پھر مائیکل ہاؤچ کی لاش دیکھ کر ذہن پر ویسے ہی قابو نہیں رہا تھا۔

ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ میں نے ریسیور پھینک دیا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے فون کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا بہت سے پلاسٹک کے ٹکڑے بارود کے دھوئیں سے سیاہ ہو گئے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا فون کی باڈی میں سے نکل کر باہر گر پڑا تھا۔ تہہ کیا ہوا چھوٹا سا ٹکڑا۔ بڑی ڈرامائی پوزیشن اختیار کی تھی ان لوگوں نے۔ یقیناً کاغذ کے اس ٹکڑے میں میرے لیے کوئی اور پیغام موجود تھا۔

چند لمحات تو ہمت نہ ہوئی کہ اس کاغذ کو ہاتھ لگاؤں لیکن یہ جو کچھ ہو رہا تھا ایسا دلچسپ تماشہ تھا کہ میں صورت حال معلوم کیے بغیر چین سے نہیں رہ سکتا تھا، چنانچہ اعصاب کو قابو میں کر کے میں نے کاغذ کا ٹکڑا بھی اُٹھا لیا اور اُسے کھولا اس پر بھی ایک مختصر سی تحریر موجود تھی۔

"نہیں نہیں تمہیں اپنے آپ پر مکمل کنٹرول کر کے صرف وہی کرنا ہے جس کی تمہیں ہدایت کی جائے"۔ نہ کرنے کا نتیجہ اتنا خطرناک ہوگا کہ تم کسی کو اس بارے میں بتانے کے لیے زندہ نہ رہو گے۔ یہ بم خطا تو بھی ہو سکتا تھا اور جونہی تم ریسیور اُٹھاتے، تمہارے اپنے ٹکڑے بھی اسی طرح فضا میں بکھر جاتے، جس طرح مضبوط پلاسٹک کی باڈی کے ٹیلی فون کے ٹکڑے۔ چنانچہ اب تمہیں وارننگ دی جاتی ہے کہ اب تم اس فلیٹ میں قیام نہ کرو، بلکہ یہاں سے نکل کر واپس اسی ہوٹل میں پہنچ جاؤ جہاں تمہارا پہلے قیام تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ تم ہماری اس ہدایت پر عمل کرو گے۔"

میں نے کاغذ کا یہ پرزہ احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔ واقعی بڑا دلچسپ تماشہ شروع ہو گیا تھا، گویا ان لوگوں نے اس فلیٹ میں اپنی کارروائی خاصے اطمینان سے انجام دی تھی، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دونوں چھوٹے چھوٹے حادثے جو یہاں ہوئے تھے، بڑے اور جان لیوا حادثے بھی بن سکتے تھے اور شاید میں انہیں نہیں روک سکتا تھا چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ فلیٹ چھوڑنا یوں بھی اب ضروری ہو گیا تھا چونکہ یہ جگہ ان کے علم میں آ چکی تھی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ہوٹل پہنچنے کی ہدایت کیوں کی گئی تھی۔ کیا اس ہوٹل میں ان لوگوں نے میرے لیے کوئی خاص انتظام کیا تھا۔؟ چند لمحات تو ذہن کوئی فیصلہ نہ کر پایا کہ کیا جائے۔ لیکن پھر دل میں ایک اور احساس اُبھرا، دیکھنا چاہیئے کہ وہ لوگ میرے لیے کیا خیالات رکھتے ہیں۔ اگر قتل کرنا مقصود ہوتا تو یہ دونوں واقعے میری زندگی کو ختم کرنے کے لیے کافی ہو سکتے تھے، لیکن شاید وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے جس وقت میرے فلیٹ میں یہ کارروائی ہوئی ہو، نہ تو میکلو کے اطراف میں اس قصبے پر پولیس ریڈ ہوا ہو گا اور نہ ہی دیکونا کے خلاف یہ کارروائی ہوئی ہو گی۔ ممکن ہے اس وقت ان کی ذہنی حالت اس حد تک خراب نہ ہو اور انہوں نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہو لیکن اب صورتحال تبدیل ہو گئی تھی۔ خوف کی اس فضا میں، سانس لینا میرے لیے مشکل ہی تھا، میں عمل کی دنیا کا انسان تھا اور عملی طور پر ہر کام کرنے کا خواہش مند، میں نے سوچا کہ اُن کی ہدایت کے مطابق عمل کر کے دیکھ لیا جائے۔ سب سے بڑا خوف ٹرسیا اور سونیٹا کا تھا، اگر یہ دونوں بھی ان کی نگاہوں میں آ گئیں تو بے چاری لڑکیاں مصیبت کا شکار ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ گرینی ہاؤچ کے بارے میں اب یہ سوچا تو بالکل ہی احمقانہ سی بات تھی کہ وہ اپنے فلیٹ پر موجود ہو گی۔ جب مائیکل ہاؤچ ان کے قبضے میں آ چکا ہے تو گرینی ہاؤچ کی زندگی محال تھی۔ بے چاری لڑکی۔ میں نے دکھ بھرے انداز میں سوچا اور اس الماری کی جانب بڑھ گیا جس میں میرا لباس موجود تھا، کم از کم لباس تبدیل کر لیا جائے اس کے بعد سوچوں گا کہ آگے کیا کرنا چاہیئے چنانچہ الماری کے نزدیک پہنچ کر میں نے اس کا تالا کھولا اور پھر اس کا پہلا پٹ ہٹایا ہی تھا کہ تیز آواز کے ساتھ کوئی میرے اُوپر آ رہا۔ اس کی زد سے بچنے کے لیے میں نے چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن الماری سے نکل کر مجھ پر حملہ آور ہونے والا اوندھے منہ نیچے گر پڑا۔

چھلانگ لگانے کے بعد میں اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا اور اس بات کے لیے تیار تھا کہ اگر وہ دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہو تو میں اسے خاطر خواہ مزا چکھاؤں میں اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر کو صاف دیکھ چکا تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ گرنے کے بعد دوبارہ نہیں اُٹھا تھا اور اوندھے منہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔

چند لمحات میں اسی طرح کھڑا انتظار کرتا رہا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔ پھر جب وہ مسلسل پڑا رہا تو میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ وہ سیدھا ہو گیا۔ تب میں نے اس کے سینے میں ایک سوراخ دیکھا۔ اس سوراخ سے خون نہیں بہہ رہا تھا بلکہ خون جھانک رہا تھا، سوراخ گولی ہی کا تھا، لیکن غالباً اتنا پرانا تھا کہ اب خون اس کے مُنہ پر منجمد ہو چکا تھا۔

اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور شکل بے حد بھیانک نظر آ رہی تھی، بدن سے ہلکا ہلکا سا تعفن بھی اٹھ رہا تھا جس کا مقصد تھا کہ لاش تقریباً دس بارہ گھنٹے پرانی ہے میں ایک لمحے کے لیے صورت حال کو سمجھ نہیں سکا تھا، لیکن اس کے جس ہاتھ میں خنجر دبا ہوا تھا، اُسی میں کاغذ کا ایک پرزہ بھی دبا ہوا تھا۔

مجھے ہنسی آنے لگی، ان لوگوں نے کیا تماشہ کیا ہے۔ بہر طور کاغذ کے اس پرزے کی تحریر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی۔ میں نے بمشکل تمام اسے اس کی مٹھی سے نکالا اور کھول کر پڑھنے لگا۔

لکھا تھا۔

یہ شخص زندہ بھی ہو سکتا تھا اور یہ خنجر جو اس کے ہاتھ میں ہے، الماری کھلتے ہی تمہارے سینے میں اتر سکتا تھا۔ میرا خیال ہے اگر تم باقی معاملات سے روشناس نہیں ہوئے ہو، تو پھر اُن دونوں سے بھی روشناس ہو جاؤ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے جا کر اس ہوٹل میں مقیم ہو جاؤ۔ وہاں تم آرام سے رہ سکتے ہو ورنہ، ہوٹل پہنچانے میں ہمارا کوئی خاص مفاد وابستہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تم ہماری نگاہوں میں رہو اور ہم تمہاری آئندہ کارروائی کے بارے میں جانتے رہیں۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ فلیٹ سے نکلنے کے بعد تم بحفاظت کہیں اور پہنچ جاؤ گے، تو تم اس تصوّر کو ذہن سے نکال دینا اس وقت تم بے شمار رائفلوں کے نشانوں کی زد پر ہو۔ یہ پرچہ پڑھ کر میں نے گہری سانس لی واقعی اس دھمکی کو صرف دھمکی ہی نہیں سمجھا جا سکتا تھا، جن لوگوں نے یہ تمام کارروائی یہاں پر کی تھی، انہوں نے آگے کے بارے میں بھی جو کچھ کہا ہے، وہ سچ ہی ہو گا، چنانچہ اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسی ہوٹل میں مقیم ہو جاؤں پاؤل اور ہنیٹر کو اس بارے میں اطلاع دینا اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔

میں نے مختصر سا ضروری سامان اپنے ساتھ لیا اور فلیٹ کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ سیڑھیاں اتر کر میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ کار کھڑی ہوئی تھی، جو مجھے انسپکٹر ہنیٹر نے دی تھی میں نے اس کے استعمال میں کوئی قباحت محسوس نہ کی۔ دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔

ہوٹل میں میرا کمرہ جوں کا توں موجود تھا، چنانچہ اس تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقّت نہ ہوئی، میں اپنے ہوٹل کے اس کمرے میں مقید ہو گیا۔ ہاں میں اسے قید ہی کہہ سکتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ بے شمار آنکھیں میری نگرانی کر رہی ہیں میں نے راستے میں بھی محسوس کر لیا تھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اس میں کوئی بات غلط نہیں ہے۔ بہت سی کاریں میرے اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ باقاعدہ مجھے ہوٹل پہنچانے کے لیے متعین کی گئی ہوں۔

اس صورت حال سے نمٹنا انتہائی مشکل کام تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہوٹل تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد جو کچھ صورت حال ہو گی، دیکھا جائے گا۔

میں ہوٹل میں داخل ہوا، کاؤنٹر سے میں نے چابی طلب کی اور اس کے بعد اپنی منزل پر پہنچ کر ہوٹل کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کمرے میں کون کون سی مصیبتیں میری منتظر ہیں۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا اور بظاہر اس میں کوئی خاص تبدیلی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

میں تھکے تھکے سے انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ویسے اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ یہاں میرے لیے تمام انتظامات مکمل کر دیے گئے ہوں گے جب کوئی صورت حال ذہن میں نہ آئی تو ٹیلی فون کی جانب بڑھا اور ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھایا اور اسے کان سے لگا لیا۔ لیکن بے کار۔

یہاں ٹیلی فون میں بم تو نہیں رکھا گیا تھا لیکن اس کی لائن بے کار کر دی گئی تھی، گویا یہاں میں ایک قیدی تھا۔

کافی دیر تک میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔ اور میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"آ جاؤ۔ ایک ویٹر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کوئی سی چیز کی ضرورت جناب۔ اس نے مودبانہ انداز میں سوال کیا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ یہ شخص اپنے انداز و اطوار سے ویٹر نہیں معلوم ہوتا تھا، پڑھے لکھے آدمیوں کا سا چہرہ تھا، بس لباس ویٹر کا سا تھا۔ میں نے بنظرِ غائر اس کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔

"میرے لیے اب کیا ہدایت ہے۔؟ ویٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"صرف اتنی کہ آپ یہاں آرام کریں اور کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہ ہوں، میں آپ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کروں؟"

"جو چیز تم پیش کرو گے، یقینی طور پر وہ بہتر نہیں ہوگی۔"

"اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں، ویسے آپ کے لیے ایک خاص ہدایت یہ ہے کہ اب اس دروازے سے باہر قدم نہ رکھیں، ورنہ بے دریغ آپ کو گولی مار دی جائے گی۔ ویٹر نے کہا اور اطمینان سے گردن جھکا کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

میرے دماغ میں شعلے اٹھنے لگے تھے، چند لمحات کے لیے میرے اندر جنون سا ابھرا اور میری مٹھیاں بھینچ گئیں، لیکن میں

نے اپنے جنون کو روکا اور پھر آہستہ سے ویٹر کو آواز دی۔

"اچھا سنو۔ میرے لیے کوئی مشروب لے آؤ، کوئی ٹھنڈا مشروب۔

"بہتر ہے، اس نے جواب دیا اور باہر نکل گیا میں نے سوچا تھا کہ مشروب لے کر ویٹر واپس آئے گا تو اس کا خاطر خواہ بندوبست کر لوں گا۔ لیکن کم بخت بڑے چالاک لوگ تھے۔

اس بار جو ویٹر اندر آیا وہ، وہ نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آیا تھا، بلکہ ایک سادہ سی شکل کا آدمی تھا اور شکل و صورت سے ویٹر ہی نظر آتا تھا۔

"وہ پہلا ویٹر کہاں گیا، جو یہاں آیا تھا، میں نے اس سے سوال کیا۔

"جی۔ ویٹر حیرت سے بولا"

"اس سے پہلے ایک ویٹر آیا تھا یہاں پر"

"جی مجھے نہیں معلوم"

"تو پھر اس مشروب کے لیے تم سے کس نے کہا۔؟"

"جی کاؤنٹر منیجر نے۔ ویٹر نے جواب دیا اور میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلا دی۔

یہاں بھی کم بختوں نے کمینے پن کا ثبوت دیا تھا۔ میں نے مشروب کا گلاس ویٹر کو ایک جگہ رکھنے کے لیے کہا اور ویٹر گلاس رکھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اتنی بے بسی محسوس کر رہا تھا کہ خاصی پریشانی کا شکار ہو گیا تھا۔

بہت دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا کچھ سوچتا رہا، یہ مشروب پینا تو بالکل بے کار ہی تھا، جانتا تھا کہ اس میں کوئی ایسی چیز بھی ملی ہوئی ہو سکتی ہے، جو مجھے نقصان پہنچا دے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

کیوں نہ کوئی مناسب کارروائی کی جائے، ادھر ادھر دیکھا۔ دروازے کے قریب پہنچا، کی ہول سے آنکھ لگا کر باہر جھانکا اور پھر دروازہ کھول کر بھی دیکھا لیکن راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی کوئی موجود نہیں تھا میں نے احتیاط سے دروازہ بند کیا مشروب کے گلاس کے قریب پہنچا اور پھر اس میں سے تقریباً تین چوتھائی مشروب غسل خانے میں لے جا کر واش بیسن میں انڈیل دیا پھر میں گلاس رکھ کر اطمینان سے اپنے بستر پر آ لیٹا۔

تقریباً ایک گھنٹہ یونہی گزر گیا۔ مجھے واقعی نیند آ رہی تھی اور نجانے کب اور کس طرح میں گہری نیند سو گیا۔

جاگا تو شاید سورج ڈھل چکا تھا، سامنے ہی ایک گول روشن دان سے شام کی کجلاہٹیں جھانک رہی تھیں، نیند پوری ہو چکی تھی اور طبیعت میں فرحت کا سا احساس جاگزیں تھا۔

آہستہ آہستہ وہ واقعات مجھے یاد آتے گئے، مشروب کا وہ گلاس بھی یاد آیا جو میں نے نہیں پیا تھا۔ بلکہ جس کا مشروب میں نے گرا دیا تھا۔ لیکن جب گلاس پر نگاہ پڑی تو اسے اپنی جگہ سے غائب پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا، چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ تو میں نے اندر سے بند کیا تھا، پھر پھر گلاس کہاں گیا اور دروازے کو دیکھتے ہوئے میرا سر ایک لمحے کے لیے چکرا سا گیا۔

دروازہ اس جگہ نہیں تھا جہاں میں نے پہلے دیکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہو گیا کہ میں اس جگہ نہیں ہوں جہاں سویا تھا۔ گڑبڑ ہو گئی، بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ میں نے مشروب کا گلاس تو نہیں پیا تھا کہیں اس گلاس سے تو مجھ پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی تھی لیکن نیند کی جو بے ہوشی مجھ پر طاری ہوئی تھی اس نے میرا کام تمام کر دیا تھا۔

لاحول ولا قوۃ۔ میں نے دل ہی دل میں خود پر لاحول پڑھی، پھنس گیا اب ان لوگوں کے چکر میں۔ ویسے بھی بظاہر یہی محسوس ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے میرے بچنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا ہے۔

پاؤل اور پنیٹرا اپنے معاملات میں مصروف ہوں گے۔ ظاہر ہے انہوں نے اتنا بڑا کیس پکڑا تھا آسانی سے تو انہیں فراغت حاصل نہیں ہو سکتی تھی، ان حالات میں میری طرف توجہ کون دیتا اور کون یہ پتا چلانے کی کوشش کرتا کہ میں کس حال میں ہوں اور پھر اس کے علاوہ انہیں یہ گمان بھی نہیں ہو گا کہ میں اس طرح فلیٹ سے ہوٹل تک پہنچ گیا ہوں۔

کاش میں کاغذ کے کچھ پرزے ہی وہاں چھوڑ آتا، جن سے انہیں میرے فلیٹ کی تلاشی لینے کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا کہ مجھ پر کیا بیتی ہے۔ لیکن۔ لیکن یہ بھی ایک احمقانہ کوشش ہوتی۔

جو لوگ اس قدر چالاک ہوں اور جنہوں نے اتنی چالاکی سے یہ تمام کام انجام دیے ہوں، اگر کاغذ کے کچھ ٹکڑے وہاں پڑے مل جاتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، یا پھر باتھ روم میں مائیکل ہاؤچ کی لاش اور الماری کے پاس اس شخص کی لاش کو انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا ہو گا میرا خیال ہے اگر وہ لوگ میرے فلیٹ کی تلاشی لیں تو انہیں وہ فون بھی وہاں دستیاب ہو جائے گا، جو پرزے پرزے ہو چکا تھا، اس کی جگہ کوئی دوسرا فون رکھ دیا ہو گا تاکہ پولیس کو شبہ نہ ہو سکے۔

میں ابھی لیٹا حالات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے کہ دفعتاً بڑے زور کا

چکر سا آیا، میں لرزتے ہاتھوں سے اپنے اس بستر کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا جس پر لیٹا ہوا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ چکر نہیں ہے بلکہ کمرہ ہل رہا ہے، کمرے کے ہلنے پر غور کیا تھا تو ایک اور بھی احساس ہوا، یقیناً یہ لکڑی کا کمرہ تھا۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک ہی خیال آیا۔ ویکونا۔ کیا وہ لوگ وہاں سے اغوا کر کے مجھے ویکونا تک لے آئے ہیں۔

اس تصوّر کے ساتھ ذہن میں روشنی کی ایک کرن پیدا ہو گئی تھی۔ ویکونا تو پنیٹر کے آدمیوں کی نگرانی میں ہے، کیا کسی نے مجھے ان لوگوں کو یہاں لاتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔

واقعی۔ واقعی یہ خیال میرے لیے خاصا تسلی بخش تھا لیکن کچھ وسوسے بھی ذہن میں ابھر رہے تھے۔ ویکونا پر معمولی انتظامات نہیں کیے گئے ہوں گے۔ ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میکسیکو کے اطراف میں ان کا اڈہ پکڑا گیا ہے اور منشیات اب پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں، اس کے بعد انہوں نے ویکونا پر اس سلسلے میں معقول بندوبست ضرور کر لیا ہو گا۔ تو پھر پولیس کیا کر رہی ہے، کہیں یوں تو نہیں کہ ویکونا کے خلاف کارروائی ہو چکی ہو، اور پولیس کو یہاں سے کچھ نہ ملا ہو اور اس لیے اُسے بری الذمہ قرار دے دیا گیا ہو۔

بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے، کافی دیر تک یونہی لیٹا سوچتا رہا۔ پھر دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔ جھانکنے والی، ایک قبول صورت لڑکی تھی، اس نے مجھے جاگتے دیکھا تو اندر آ گئی۔ اندر آ کر اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہے۔؟"

"ہیلو۔ میں نے آہستہ سے کہا"

"میں نے پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہے۔؟ وہ اسی لہجے میں بولی۔

"بہت بد اخلاق ہو تم۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور لڑکی عجیب سے انداز سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"ہاں شاید تمہارا خیال درست ہے، میں واقعی بد اخلاق ہوں اگر اس کا جواب اس بار بھی مجھے نہ ملا تو پھر میں چلی جاؤں گی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"کھانا کھاؤ گے یا کوئی ہلکی پھلکی چیز پیش کروں؟ لڑکی نے پوچھا۔

"کیا وقت ہوا ہے۔ میں نے اپنی کلائی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ میری کلائی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے میری گھڑی اُتار لی تھی۔

"تقریباً پونے سات بجے ہیں"

"تو پھر ابھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ چائے یا کافی کے ساتھ کوئی ہلکی پھلکی چیز لا دو۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔ اس نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گئی، جب وہ دروازے تک پہنچی تو میں نے اُسے پھر آواز دی۔

"اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔ وہ ایک لمحے کے لیے رُکی اور پھر بولی:

"ڈمپل"

"کمال ہے ڈمپل نام کی لڑکیوں سے اس بار زیادہ واسطہ پڑ رہا ہے۔" اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے میں ہلکے اور نفیس سینڈوچز، کچھ خشک میوے اور کافی کا ایک جگ رکھے ہوئے اندر آ گئی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"ڈمپل انسان کی سب سے اہم ضرورت کیا ہوتی ہے جانتی ہو۔؟"

"فضول باتیں سننے کے لیے اور ان کا جواب دینے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"کمال ہے، شکل و صورت دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ تم اس قدر بد مزاج ہو گی، لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے کیا تمہیں ہدایت کر دی گئی ہے کہ مجھ سے کوئی سوال و جواب نہ کرو۔"

اس نے تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور واپس دروازے کی جانب مُڑ گئی۔

میں نے شانے اچکائے اور اس کی لائی ہوئی چیزوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں ساری پلیٹیں خالی کر دی تھیں میں نے۔ کافی کا بڑا سا جگ تھا جس میں اتنی کافی موجود تھی کہ پیٹ بھر جائے۔ میں نے سوچا جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا کم از کم پیٹ تو خالی نہ رکھا جائے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ اب سکون سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آنکھیں بند کیں اور خیالات میں کھو گیا۔ موجودہ حالات کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ میں انہی لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں جن کے خلاف نبرد آزما تھا یعنی مسٹر وکٹر ڈیل بی کے آدمیوں کے وکٹر ڈیل کی پوزیشن کا مجھے کافی حد تک اندازہ ہو گیا تھا وہ یہاں لاس اینجلس میں خاصی مستحکم پوزیشن کا مالک تھا۔ پولیس آفیسر مسٹر پنیٹر اور پاؤل جیسی شخصیت اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی کرتے

کے مجاز نہیں تھے مارکوس ٹریڈرز کا مسئلہ بڑی آسانی سے ختم کر دیا گیا تھا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ویل بی کے خلاف کوئی کارروائی آسانی سے ممکن نہیں ہے منشیات کی اسمگلنگ کا معاملہ صرف اس لیے میرے لیے قابل توجہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں یہاں کے لیے خصوصی اجازت نامہ دیا گیا تھا اور ایک طرح سے پولیس کی مدد بھی حاصل تھی۔

ورنہ ظاہر میں، میں تو اپنی ہی مصیبت میں گرفتار تھا کسی نئے مسئلے میں پڑنا میرے لیے کہاں ممکن تھا زیبی کی یاد اب میرے سینے میں ایک کسک بن کر رہ گئی تھی نجانے کیوں مجھے احساس ہونے لگا کہ اب زیبی کا حصول میرے لیے ممکن نہیں ہے اگر دل میں امید کی کوئی کرن کبھی کبھی پیدا ہوتی تھی تو صرف اس خیال کے ساتھ کہ ترلوکا مجھے اپنا مدمقابل مانتا ہے اگر صرف مجھ سے انتقام لینا مقصود ہوتا تو مجھے میرے مکان ہی میں قتل کیا جا سکتا تھا میرے ذہن میں یہ تصوّر بھی نہیں تھا کہ ترلوکا دوبارہ منظم ہو کر میرے سامنے آ سکتا ہے ایسی صورت میں اگر اس کے ساتھی گینگ کسی بھی جگہ مجھ پر گولیاں برسا دیتے تو ظاہر ہے میں انسان تھا سُپرمین نہیں تھا کہ ان سے بچ ہی جاتا زیبی کو اغوا کر کے ترلوکا نے ایک طرح سے مجھے چیلنج کیا تھا اور اس بات کی دعوت دی تھی کہ میں ایک بار پھر اس کے راستے میں آؤں اور وہ مجھے تھکا تھکا کر مارے بعض جرائم پیشہ افراد اور خاص طور سے وہ لوگ جو اپنے پاس کوئی قوّت رکھتے ہیں اپنے دشمنوں کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلنا پسند کرتے ہیں یہ ان کی صفت ہوتی ہے دشمن پر قابو پانے کے باوجود وہ اسے ہلاک نہیں کرتے بلکہ آواز چھوڑ کر اس کی بے بسی کا تماشہ دیکھنا پسند کرتے ہیں یہ خاص قسم کے لوگوں کی صفت ہوتی ہے اور عموماً وہ اپنی اس صفت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مدّمقابل کو کمزور سمجھ کر اس کے خلاف چوہے بلّی کا کھیل لبا اوقات انہیں لے ڈوبتا ہے اور شاید اسے ہی تقدیر کا کھیل بھی کہا جاتا ہے چنانچہ ترلوکا نے اپنے آپ کو منظم کرنے کے بعد زیبی کو اغوا کرایا تاکہ میں مشتعل ہو جاؤں اور پھر اس کی تلاش میں مارا مارا پھروں ممکن ہے اس نے زیبی کو زندہ رکھا ہو ممکن ہے اسے میری کارروائیوں کا علم ہو اس کا ثبوت اس طرح ملتا تھا کہ جب میں نیویارک سے لاس اینجلس پہنچا تھا تو ایئرپورٹ ہی سے میرے استقبال کی تیاریاں کر لی گئی تھیں۔

اور اس کے بعد سے میرے اور اس کے درمیان چوہے بلی کا کھیل ہو رہا تھا لیکن اس بات کا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ترلوکا براہ راست اس کھیل میں شامل ہے یا اس نے اپنے نمائندے اور اپنے ہرکارے ویل بی پر بھروسہ کیا ہے ویل بی کو میرے بارے میں کیا ہدایات ملی ہیں یہ بات بھی میرے لیے قابل دلچسپی تھی بہرطور ان لوگوں نے اگر مجھے ذہنی اذیت کا شکار کرنے کے لیے یہ کارروائی کی تھی تو بھی اس بات کا اعتراف کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ انہوں نے یہ کارروائی مؤثر انداز میں کی تھی اور میرے دل پر کاری ضرب لگائی تھی زیبی کے بجائے اگر میں ان کا شکار ہو جاتا تو شاید مجھے حالات کی ذرا بھی پروا نہ ہوتی لیکن زیبی کے علاوہ اب میری زندگی میں اور تھا بھی کیا۔ مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

جس جگہ میں قید تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ بخوبی ہوتا تھا کہ وہ کوئی سمندری جہاز لانچ یا بوٹ وغیرہ ہے کیبن کی بناوٹ سے اس بات کا جواب بھی مل جاتا تھا کہ کوئی چھوٹی بوٹ اتنے شاندار کیبن کی مالک نہیں ہو سکتی یقیناً یہ جہاز ہے اور اگر جہاز ہے تو پھر اس بات کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں تھا کہ یہ ویکوناہی ہے۔

کیا پاؤل اور پنیٹر ویکونا کے بارے میں کوئی کارروائی کرنے میں ناکام رہے ہیں ممکن ہے وہ ویکونا تک پہنچے ہوں اور انہوں نے اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی ہو جس سے ویکونا اور اس کے عملے کو مجرم قرار دیا جا سکے۔ اس کے بعد بھلا اس بات کے کیا امکانات تھے کہ ایک غیر ملکی جہاز پر قبضہ رکھا جاتا ممکن ہے ان کی کارروائی کے بعد ہی مجھے یہاں لایا گیا ہو۔

بہرطور اب میں ان کے چنگل میں تھا اس جہاز سے فرار آسانی سے ممکن نہیں تھا اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی کہ خاموشی سے انتظار کیا جائے چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب انتظار کروں گا سکون سے اپنا وقت گزاروں گا اور اپنی باری کا منتظر رہوں گا البتہ یہ تصوّر بار بار میرے ذہن میں ایک مضحکہ خیز سی کیفیت پیدا کر دیتا تھا کہ وہ مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے جانتے ہیں یا صرف اس حیثیت سے کہ میں منشیات کی اسمگلنگ کی روک تھام کے سلسلے میں پولیس کے ایک مددگار کی حیثیت رکھتا ہوں اگر وہ مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تو یہ بات میرے حق میں ہے میں کوشش کروں گا کہ اس حیثیت سے ان سے روشناس نہ ہو سکوں یہ تمام چیزیں ایک مبہم سی کیفیت کی حامل تھیں رات ہو گئی تھی جس کا اندازہ یونہی ہو جاتا تھا۔

روشنی جل اٹھی تھی اور کیبن جگمگا رہا تھا میں کچھ گھٹن سی محسوس کرنے لگا کافی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں

نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا دو تین ہی ہاتھ مارے ہوں گے کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص نے سامنے آ کر کہا۔

"کیا بات ہے کیا چاہتے ہیں آپ؟" اس کا لہجہ نرم تھا۔

"کسی ایسی بااختیار شخصیت سے ملاقات جس سے میں اپنے موضوع پر بات کر سکوں۔"

"ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ آرام کیجیے۔" اس شخص نے کہا۔

"میں یہاں شدید گھٹن محسوس کر رہا ہوں اگر یہاں کچھ دیر اور بند رہا تو مر جاؤں گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے آپ مر جائیے۔" اس نے کہا اور دروازہ بند کر دیا میں اس کے اس پرسکون انداز پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا ابھی میں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً کیبن کی پچھلی دیوار کے اوپری حصّے میں دو روشن دان کھل گئے اس سے قبل ان روشن دانوں پر نگاہ نہیں پڑی تھی ویسے بھی ان کی ساخت ایسی تھی کہ اگر وہ بند ہو تو محسوس ہی نہ ہوں۔ انہوں نے میری گھٹن کا انتظام کر دیا تھا میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا اور ایک بار پھر اپنی مسہری پر دراز ہو گیا کافی دیر اس طرح گزر گئی دفعتاً مجھے اپنا بدن ہلتا ہوا محسوس ہوا اس کے ساتھ ہی باہر جہاز کے انجن کی وسل سنائی دی تھی میرا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکا اور پھر ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں میرے منہ سے خارج ہو گئیں جہاز چل پڑا تھا گویا میری زندگی کا ایک اور دور شروع ہو چکا تھا۔

اگر اس جہاز نے ساحل چھوڑ دیا تو پھر میں مکمل طور پر ان کے رحم و کرم پر ہوں یقیناً مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے کہیں لے جایا جا رہا ہے ابھی میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور وہی لڑکی ڈمپل اندر داخل ہوئی اس بار وہ کھانے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی تھی۔

بڑی سنجیدہ اور خاموش سی لڑکی تھی چہرے پر ایک پُراسرار سی کیفیّت طاری تھی میں نے سپاٹ سی نگاہوں سے اسے دیکھا اس نے خالی برتن پر نگاہ ڈالی اور پھر بولی۔

"یہ آپ نے اچھا کیا کہ کھانا پینا شروع کر دیا بسا اوقات ایسے لوگ بڑے خسارے میں رہتے ہیں جو اس طرح اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کریں۔"

"تم مجھے ذلیل کرنا چاہتی ہو ڈمپل۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"نہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"تم کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ بحالت مجبوری میں تم لوگوں کے رحم و کرم پر آ پڑا ہوں۔"

"مجبوریاں ایسی ہی ہوتی ہیں آپ اپنے پسند کی کوئی چیز ہو تو بتا دیجیے یہ کھانا میں آپ کے لیے لائی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ڈمپل تم کہہ چکی ہو کہ تم ضروری باتوں کے علاوہ مجھ سے اور کوئی بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اس لیے میں تم سے کوئی مزید بات نہیں کروں گا۔" اس نے پھر ایک بھرپور نگاہ مجھ پر ڈالی اس نگاہ میں اضطراب تھا میری گہری آنکھوں نے اسے محسوس کر لیا پھر وہ میرے قریب پہنچ گئی۔

"میں بھلا تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔؟"

"مجھ سے باتیں تو کر سکتی ہو۔"

"اس کی مجھے اجازت نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں پریشانی میں ڈالوں۔"

"لیکن میں اندازہ کر چکی ہوں کہ یہاں ہماری گفتگو سننے کے لیے انتظامات نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"تم آہستہ لہجے میں مجھ سے باتیں کر سکتے ہو مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں کھانا کھلانے کے بعد برتن لے آؤں۔"

"بولو بولو بتاؤ کیا چیزیں تمہارے ذہن میں اضطراب پیدا کر رہی ہیں۔"

"مجھے مضطرب کرنے کے لیے تو میری یہ قید ہی کافی ہے لیکن کچھ سوالات میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔ جلدی کہو۔"

"مجھ سے واقف ہو۔"

"نہیں۔ صرف اس حد تک واقف ہوں کہ تم مسٹر ویل بی کے قیدی ہو۔"

"اوہ۔ تمہارا شکریہ۔ ڈمپل تم نے مجھے اس شخص کا نام تو بتایا جو میری قید کا ذمّہ دار ہے۔"

"ہاں۔ تم شاید مسٹر ویل بی کے گروہ کے خلاف پولیس کے کارکن کی حیثیّت سے کام کر رہے ہو۔" وہ بولی۔

"میرا نام بھی نہیں جانتیں تم۔"

"نہیں۔"

"اچھا اس جہاز کا کیا نام ہے۔"

"ویکونا۔"

"اس کا تعلق بلجیم سے ہے۔"

"ہاں۔ بلجیم سے ہے لیکن یہ مسٹر ویل بی کی ملکیت ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اب تفصیل میں نہ جاؤ یوں سمجھ لو کہ ایک بہت بڑے آدمی کا معاملہ ہے مسٹر ویل بی کا دنیا کے بہت سے ممالک میں کاروبار ہے۔"

"کیا وکٹر ویل بی کسی اور شخص کے لیے کام کرتا ہے۔" میں نے سوال کیا اور وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم بھی بہت کچھ جانتی ہو۔" میں نے اس کے انداز میں کہا اور وہ مسکرا دی۔ پھر بولی۔

"کاش۔ میں تم سے زیادہ دیر تک گفتگو کر سکتی لیکن زندہ رہنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں ڈمپل۔ گویا تم بھی بحالتِ مجبوری ان کے ساتھ ہو۔"

"بڑے راستوں پر خوشی سے چلنا کون پسند کرتا ہے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فطرتاً مجرم ہوں یا جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہوں۔ عام طور سے مجبوریاں ہی انسان کو اس زندگی میں لے آتی ہیں۔"

"تمہاری کیا مجبوری ہے ڈمپل۔"

"نہ پوچھو بلا وجہ کی طویل داستانیں ہیں ان تمام داستانوں کی ایک ہی کیفیت ایک ہی نوعیت ہوتی ہے اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی تم یوں سمجھ لو کہ میں بھی حالات کا شکار ہوں اور ان لوگوں کے لیے مخلصانہ کام کرنے کے لیے مجبور۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ بہر طور تمہارا شکریہ ڈمپل میں خود غرض انسان نہیں ہوں کہ اپنی انا کی تسکین کے لیے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالوں۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کھانا کھاؤ۔"

"پلیز ڈمپل۔ میں کھا لوں گا۔ بس اب تم جاؤ۔"

"ارے کمال کی بات ہے کہاں تو تم مجھ سے بہت سارے سوالات کرنے کے لیے بے چین تھے اور اب مجھ سے کہہ رہے ہو کہ جاؤ۔"

"پلیز ڈمپل جاؤ میں تمہاری زندگی کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" میں نے جواب دیا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں پیدا ہو گئی" چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اس لیے کہ مجھے تمہاری مجبوری کا احساس ہو گیا ہے اور میں اپنی خود غرضی کے تحت کسی بھی قیمت پر تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"کھانا کھا لینا۔" اس نے آہستہ سے کہا اور واپس کیبن کے دروازے کی جانب مڑ گئی میں خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا تھا یقیناً اس کی اسے ہدایت ہو گی لیکن میں اس کی شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا میں جانتا تھا گرینی ہاؤچ کا معاملہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا وہ بے چاری صرف اپنے بھائی کے لیے اس مصیبت میں پڑ گئی تھی سب سے زیادہ فکر مجھے ثریا اور سونیتا کی تھی جب میں الجھن میں پڑ گیا تھا تو کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بھی مصیبتوں کا شکار ہو گئی ہوں۔ کاش ایسا ہی ہوتا کہ میں پاؤل یا مسٹر ہنیٹر کو ان کے بارے میں بتا دیتا کم از کم وہ ان کی مدد تو کر سکتے تھے لیکن اب یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا مسٹر بگین نے مجھ پر اعتماد کر کے انہیں میرے حوالے کیا تھا لیکن افسوس میں ان کا تحفظ نہیں کر سکا البتہ دل میں موہوم سے خیالات یہ بھی تھے کہ لڑکیاں چالاک ہیں ممکن ہے صورت حال کو محسوس کر کے وہ اپنے تحفظ کا خود ہی بندوبست کر لیں۔

بہر طور سونیتا اور ثریا کا احساس بہت دیر تک میرے ذہن پر حاوی رہا لیکن مجبوری کے ان لمحات میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا عمدہ چیزیں تھیں لیکن چونکہ ایک ہی جگہ بند رہا تھا اس لیے کھانے سے زیادہ رغبت نہیں ہو سکی۔

تاہم میں نے تھوڑا بہت کھا لیا پانی پیا اور اس کے بعد ٹرالی ایک طرف سرکا کر کیبن میں چہل قدمی کرنے لگا ہاتھ پاؤں کو بالکل ہی چھوڑ دینا مناسب نہیں تھا چہل قدمی کرنے کے بعد میں آرام کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا کافی دیر تک کیبن میں گھومتا رہا آئندہ کے لیے کوئی فیصلہ کرنا قطعی ناممکن تھا چونکہ حالات کا اندازہ مجھے بالکل نہ تھا۔

جب کافی چہل قدمی کر چکا تو بستر پر جا بیٹھا رات خاصی ہو گئی تھی پتا نہیں ان کمبختوں نے گھڑی غائب کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا اگر گھڑی ہوتی تو کم از کم وقت کا پتا تو چلتا رہتا بستر پر لیٹا کیبن کی چھت کو گھورتا رہا روشن دان اب بھی کھلے ہوئے تھے اور ان سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ ساتھ ہلکے ہلکے شور کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں وکیونا کا سفر نجانے کس سمت تھا، اس کا کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

کافی دیر تک یونہی لیٹا سوچتا رہا اور پھر سونے کی کوشش شروع کر دی سوچنا ہی میرے مفاد میں تھا ورنہ خیالات تو ذہن کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتے تھے زیبی کا تصور ذہن

میں لیے بالآخر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ اور زیبی کو خواب میں دیکھنا شروع کر دیا۔ خواب میں بھی میرے ذہن میں یہی تاثر رہا تھا کہ زیبی میرے پاس نہیں ہے نجانے کن کن حالات میں اسے دیکھا نجانے کس کس طرح اس کی کیفیات کا تجزیہ کرتا رہا اور پھر رات کا شاید آخری پہر تھا کیونکہ روشندانوں سے ہلکی ہلکی روشنی چھننے لگی تھی صبح کی آمد آمد کا پیغام تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنا بازو ایک سمت رکھا ہوا تھا لیکن جب احساس جاگا تو اندازہ ہوا کہ کوئی میرے قریب ہے ایک لمحے کے لیے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی میں چونکہ زیبی کے خواب دیکھتا رہا تھا اس لیے دل کو ایک عجیب سے جذبے کا احساس ہوا کیا زیبی واپس آ گئی ہے میں بری طرح اچھل پڑا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا کوئی میرے نزدیک سو رہا تھا ناممکن بات تھی ناقابل یقین۔ میں نے بے چینی سے اس کی شکل دیکھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا اور دوسرے لمحے میرے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

یہ گرینی ہاؤچ تھی جو میرے بستر میں میرے بالکل نزدیک سو رہی تھی لیکن۔ لیکن کہیں میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہی تھیں کہیں میں کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گیا میں اس کے چہرے پر جھکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا تب مجھے ایک اور احساس ہوا گرینی ہاؤچ کا تنفس جاری نہیں تھا اور اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی ایک اور جھٹکا میرے ذہن کو لگا اور میں پیچھے ہٹ گیا میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے گرینی ہاؤچ کی پیشانی کو ٹٹولا۔ پیشانی سرد تھی پھر میں نے اپنا ہاتھ اس کی ناک کے سامنے کر دیا سانسوں کی آمد و رفت کا کوئی احساس نہیں تھا میرے ذہن نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ گرینی ہاؤچ زندہ نہیں ہے یہ اس کی لاش ہے جسے میرے نزدیک لٹا دیا گیا ہے ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی جاگنے کے فوراً بعد اس سانحے سے دوچار ہوا تھا اور یہ سانحہ اعصاب شکن تھا چنانچہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا گرینی ہاؤچ کی شخصیت میرے ذہن میں آ گئی بے چاری بالآخر موت کا شکار ہو گئی بھائی کو نہیں بچا سکی تھی خود بھی نہیں بچ سکی دل اس کے لیے رو رہا تھا بار بار میں اس کی نبضیں ٹٹول رہا تھا لیکن کہیں بھی میرے وہم کی نفی نہیں ہوتی تھی یہ وہم نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی یہ گرینی ہاؤچ کی لاش تھی ان کم بختوں نے میرے ساتھ ایک بدنما مذاق کیا تھا اور ان کے مذاق نے مجھے چند لمحات کے لیے ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔

ایک بار پھر میرے سینے میں شعلے بھڑکنے لگے دل چاہا کہ اس جہاز کو آگ لگا دوں سب کچھ تباہ کر دوں لیکن جہاز کو تباہ کرنے سے ترکو ما تو ختم نہیں ہو جائے گا زیبی کی زندگی نہیں بچ جائے گی گرینی ہاؤچ زندہ نہیں ہو سکے گی اور وہ بے شمار افراد جو ان لوگوں کے ہاتھوں لقمہ اجل بن چکے ہیں واپس نہیں آ جائیں گے انہیں نیست و نابود کرنا ضروری ہے انہیں جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہے اور اگر اس کوشش میں کبھی زندگی موت کی آغوش میں پہنچ جائے تو سودا مہنگا نہیں ہو گا۔

صبر و سکون کا ایک بے پایاں احساس میرے وجود میں تیرنے لگا میں نے اپنی اعصابی قوتوں کو بحال کر لیا تھا خاموشی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور چادر گرینی ہاؤچ کے مردہ بدن پر ڈال لی اس کے بعد میں پھر کیبن میں ٹہلنے لگا کیبن سے ملحق ایک چھوٹا سا باتھ روم تھا میں اس میں پہنچ کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا اور پھر کپڑوں سمیت ہی شاور کے نیچے بیٹھ گیا۔

ٹھنڈا یخ پانی میرے سر سے بہہ کر پورے بدن کو بھگوتا رہا لیکن مجھے اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا میرے وجود میں جو بے پناہ جلن تھی وہ اس ٹھنڈے پانی کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی پورا لباس بُری طرح بھیگ گیا تھا شرابور ہو گیا تھا لیکن میں اب بھی شاور کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ باہر سے دروازہ کھٹکنے کی آواز سنائی دی پھر ایک اور ہلکی سی آواز۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر شاور بند کیا اور باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ میرا اندازہ درست تھا یہ ڈمپل ہی تھی جو پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی گرینی ہاؤچ کو دیکھ رہی تھی میں جس حلیئے میں اس کے سامنے پہنچا وہ اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

"یہ۔ یہ۔" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"ہاں۔ ڈمپل۔ اس لڑکی کا نام گرینی ہاؤچ ہے۔"

"مگر۔ تم نے اسے کیوں قتل کر دیا۔ تم نے اس سے۔ اس سے انتقام لیا ہے تم نے۔" میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں ڈمپل۔ یہ میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کیا گیا ہے یہ لڑکی میری شناسا تھی پہلے اس کے بھائی کی لاش میرے ہوٹل کے کمرے میں پہنچائی گئی اور اب اسے مردہ حالت میں رات کو میرے کمرے میں لا کر لٹا دیا گیا غالباً وہ مجھے اعصابی خلل کا شکار بنانا چاہتے ہیں ان کے ذہن میں میرے لیے نفرت کے جذبات ہیں اور وہ اپنی نفرت کا اظہار اس طرح کر رہے ہیں کہ مجھے توڑ دیں لیکن ڈمپل یہ ممکن نہیں ہے۔ ڈمپل اپنی جگہ کھڑی

گرینی کی لاش کو دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"مگر یہ لڑکی کون ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"ہاں۔ اس کا نام گرینی ہاؤچ ہے انہی لوگوں کے لیے کام کرتی تھی انہوں نے اس کے بھائی کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور اسے منشیات کا عادی بنا کر اپنے جال میں پھانس رکھا تھا اور گرینی ہاؤچ ان کے لیے کام کرتی تھی ڈمپل کی آنکھوں میں اس کے لیے عجیب سے تاثرات نظر آئے ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ناشتہ پہنچا دوں تمہیں؟"

"ناشتہ کھانا۔ اس کے علاوہ تمہاری زندگی میں اور کچھ نہیں ہے ڈمپل؟"

"بہت کچھ ہے لیکن ڈمپل اب صرف ایک نام ہے اور نام کی کوئی حیثیت نہیں ہے" اس نے کہا۔ اور واپس جانے کے لیے دروازے کی جانب مڑ گئی میں تیزی سے آگے بڑھا اور میں نے اس کا راستہ روک دیا۔

"کیا اس وقت بھی تم خطرات سے دوچار ہو ڈمپل؟" اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"مطلب۔ میں سمجھی نہیں۔"

"مجھ سے بات نہیں کرو گی؟"

"کیا آپ کے پاس دوسرا لباس موجود ہے؟"

"نہیں۔"

"مگر آپ کا یہ لباس۔ سردی خاصی ہے۔"

"میرے وجود میں شعلے بھڑک رہے ہیں ڈمپل میں جل رہا ہوں اور اس جلن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے میں نے اپنا وجود پانی میں بھگو دیا ہے۔"

"لیکن اس طرح بیمار ہو جاؤ گے۔"

"میں ذہنی طور پر بیمار ہوں۔ میں ان سب کو ختم کر دینا چاہتا ہوں انہیں فنا کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے تم تنہا ہو اس جہاز پر۔" ڈمپل آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔ میں تنہا ہوں لیکن تم میرے ان الفاظ کو یاد رکھنا ڈمپل کہ بالآخر میں ایک دن ان کی موت کا باعث بنوں گا میں ہی ان کی موت کا باعث بنوں گا۔" ڈمپل نے بے چینی سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی میں اس کی بے چینی کی وجہ سمجھتا تھا میں جانتا تھا کہ گرینی ہاؤچ کی طرح وہ بھی ایک مجبور لڑکی ہو گی لیکن۔ اب۔ اب کچھ کرنا ضروری تھا گرینی ہاؤچ کی لاش انہوں نے میرے نزدیک ڈال کر میرے جذبات کو بھڑکا دیا تھا اگر میں چاہتا تو ڈمپل کے ساتھ ساتھ کیبن سے باہر نکل سکتا تھا اور ہنگامہ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتا تھا اس طرح بے چاری ڈمپل عقاب کا شکار ہو جاتی چنانچہ میں نے صبر کیا۔

میں نے ناشتے کے لیے منع کر دیا تھا اس لیے ناشتہ نہیں لایا گیا گرینی ہاؤچ کی لاش کو دیکھ کر میری وحشت بڑھتی جا رہی تھی پھر اس وقت میرے اندازے کے مطابق دن کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے جب چند افراد کیبن کا دروازہ کھول کر اندر آ گئے ایک بھاری بھرکم شخص نے اپنے ساتھ آنے والے لوگوں کو اشارہ کر کے کہا۔

"لاش اٹھا لو۔" اور وہ لوگ گرینی ہاؤچ کی لاش کی جانب بڑھ گئے میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا بھاری بھرکم شخص کو دیکھ رہا تھا میرا حلیہ اب بھی بہت زیادہ خراب تھا کپڑے کسی حد تک خشک ہو گئے تھے لیکن بالکل خشک نہیں ہوئے تھے۔

"یہ تمہارا لباس کیسے بھیگ گیا۔؟" بھاری بھرکم آدمی نے سوال کیا۔

"میں صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں تم سے گرینی ہاؤچ کی لاش میرے کیبن میں کیوں ڈالی گئی تھی؟"

"تمہاری تفریح طبع کے لیے۔"

"تم کون ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہ احمقانہ سوال ہے" اس شخص نے کہا۔

"میں ہر سوال کا جواب چاہتا ہوں۔"

"اور جواب نہ ملا تو؟"

"تو۔ میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا اور اس شخص نے پستول نکال لیا۔

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس سلسلے میں صرف احکامات کے پابند ہیں۔"

"میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" اس شخص نے غیر متوقع طور پر کہا اور ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا بہرطور یقین کرنے کے بعد میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا وہ میری پشت پر آ گیا تھا۔

"چلو دروازہ کھولو اور باہر نکلو۔" اس شخص نے کہا اور میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا باہر نکلنے کے بعد میں نے گہری گہری سانسیں لیں ایک راہداری تھی جو سیدھی چلی جاتی تھی اور جس کے دونوں جانب کمروں کے دروازے بنے ہوئے تھے میں اس راہداری سے گزر کر ایک کھلی جگہ آ گیا۔ بھاری بھرکم شخص نے مجھے ایک طرف مڑنے کے لیے کہا اس دوران وہ ایک لمحے کے لیے غافل نہیں ہوا تھا پستول اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کا رخ میری ہی جانب تھا میں جانتا تھا کہ اس تنہا شخص کو میرے پاس بھیجنے کا مطلب کیا ہے۔

اگر میں کوئی کوشش کرتا تو یقینی طور پر مجھے گولی مار دی جاتی چنانچہ کسی حماقت کا ثبوت دینا مزید حماقت ہوتی وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک ہال نما کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا اور چند لمحات کے بعد میں اندر تھا یہ ایک کیبن تھا لیکن کافی بڑا اور کشادہ ایک جانب تھوڑا سا سامان رکھا ہوا تھا یقیناً یہ جہاز کا ناکارہ سامان تھا ویسے بھی یہ کشادہ کیبن زیادہ صاف ستھرا نہیں تھا ایک طرف ایک میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دو آدمی کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کا سامان رکھا ہوا تھا بھاری بھرکم آدمی نے مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا ایک شخص ان میں سے نمایاں شخصیت کا مالک تھا لمبے تن و توش کا مالک یہ شخص کپتان کی وردی پہنے ہوئے تھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ وحشت نظر آ رہی تھی فرنچ کٹ داڑھی اور گھنی مونچھوں میں وہ کافی حد تک خطرناک معلوم ہوتا تھا اس نے اپنی بڑی بڑی خونخوار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر نرم لہجے میں بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔ اشارہ ایک کرسی کی جانب کیا گیا تھا جو ان لوگوں سے چند گز فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔"

"میں تم لوگوں کے احکامات ماننے کا پابند نہیں ہوں۔"

"دیکھو۔ ہر احمق آدمی احمقانہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی حرکات کرتا ہے بیٹھ جاؤ۔ ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔"

"دوستانہ فضا اور تمہارے ساتھ؟"

"تم پاگل کیوں ہو رہے ہو آخر۔؟"

"اس لڑکی کو کیوں قتل کر دیا گیا۔ اور اسے میرے بستر پر کیوں ڈالا گیا۔"

"تم اس سے کوئی جذباتی لگاؤ رکھتے تھے" کیپٹن کے لباس میں ملبوس شخص نے کہا۔

"میں ہر اس شخص سے جذباتی لگاؤ رکھتا ہوں جو تمہارے مظالم کا شکار ہے۔"

"بے وقوف آدمی ہو ہمارے کچھ سوالات کے جواب دو اور فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"ہوں۔ فرمائیے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم نیویارک پولیس کے کون سے ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہو۔" کیپٹن نے پوچھا اور اس کے اس ایک سوال نے مجھے ایک لمحے میں ساری حقیقت سے روشناس کرا دیا۔ وہ لوگ مجھے [illegible] اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے بلکہ مقامی انتظامیہ کا کوئی فرد سمجھتے تھے ایک لمحے کے لیے میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ مجھے کیا کرنا چاہئیے اپنی اصل شخصیت کو ان کے سامنے لاؤں یا پھر ان کی سوچ کے مطابق ہی خود کو رہنے دوں۔ دوسرے ہی لمحے میں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں تو انہیں غلط فہمی کا شکار رہنا چاہئیے میری اصل پوزیشن ان کی نگاہ میں آ گئی تو پھر صورت حال تبدیل ہو جائے گی۔

"سوالوں کا تبادلہ زیادہ مناسب رہے گا مسٹر کیپٹن یہ الفاظ میں آپ کے لباس کو دیکھ کر ادا کر رہا ہوں۔"

"اوہو۔ گویا تم بھی سوالات کرنا چاہتے ہو ٹھیک ہے۔"

"آپ نے مجھے کس حیثیت سے گرفتار کیا ہے؟"

"تمہارے ذریعے ہمیں جو نقصانات پہنچے ہیں وہ ناقابل تلافی ہیں اور ان کے سلسلے میں ہمیں تم سے باز پرس کرنا ہی تھی۔" کیپٹن نے گول مول سے انداز میں جواب دیا۔

"ایلن کاربٹ کو کیوں قتل کیا گیا؟"

"تمہارا تعلق ایلن کاربٹ ہی سے تھا نا لیکن وہ تو ایک پرائیویٹ جاسوس تھا تمہارا اس سے کیا تعلق تھا؟"

"تم نے اُسے کیوں قتل کیا اور مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟"

"چلو ٹھیک ہے ہم تمہارے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ ایلن کاربٹ پرائیویٹ جاسوس کی حیثیت رکھتا ہے کم از کم ہمارے علم میں یہی تھا ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ ممکن ہے وہ پولیس کے لیے بھی کام کر رہا ہو۔ چنانچہ ہم اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن ہم نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جب ہم نے اسے ایئرپورٹ پر دیکھا کہ وہ کس کا انتظار کر رہا ہے تو اس سے قبل کہ وہ اپنی معلومات تم تک منتقل کرتا ہم نے اسے قتل کر دیا۔"

"مارکوس ٹریڈرز مسٹر ویل بی ہی کی ملکیت ہے؟"

"ہاں۔ تمہاری معلومات خاصی آگے بڑھ چکی تھیں اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ تمہیں ٹریس کر لیا جائے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"بس۔ تو پھر تم سوچ سکتے ہو کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

"یہ تو سوچ لیا گیا ہے تمہارے بارے میں بہر طور تمہیں تمہاری موت کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے کیونکہ اب تم ہمارے لیے ایک بالکل

بے کار مہرے بن کر رہ گئے ہو۔"

"مجھے قتل کر کے شاید تم لوگوں کو شدید ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑے مسٹر ویل بی سے میری ملاقات کرادو میں ان کے لیے بہت ہی کارآمد شخصیت ثابت ہوں گا۔" میں نے کہا اور کیپٹن اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔

دیکھا بھئی تم نے۔ اب مسٹر وکٹر ویل بی کے لیے اس قسم کے تھرڈ کلاس لوگ بھی کارآمد ہو سکتے ہیں۔"

"تم بے کار اپنا وقت ضائع کر رہے ہو کیپٹن اپنا کام انجام دو۔" دوسرے آدمی نے کھردرے لہجے میں کہا اور کیپٹن نے گردن ہلا دی چند لمحات کے بعد اس نے باہر کی طرف رخ کر کے کسی کو آواز دی اور ایک ساتھ سات آٹھ لوگ آدمی اندر آ گئے۔"

ٹھیک ہے اسے لے جاؤ اور سمندر میں ڈبو دو۔" کیپٹن نے اس طرح کہا جیسے کسی معمولی کام کی ہدایت کر رہا ہو آنے والوں نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ کم بخت کیپٹن نے اس طرح اچانک یہ حکم دے دیا تھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ چاروں قوی ہیکل آدمی تھے جنہوں نے مجھے جکڑ لیا تھا اور پھر وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اگر مجھے سوچنے سمجھنے کا موقعہ مل جاتا تو شاید اس طرح میں ان کے چنگل میں نہ پھنستا اور کم از کم ویکونا پر اپنی کچھ نہ کچھ کارروائی تو ضرور کرتا اگر بچ نہ سکتا تو ان میں سے دو چار کو ہلاک تو ضرور کر دیتا لیکن میں اس طرح بے دست و پا ہو گیا تھا کہ کوئی ترکیب ہی سمجھ میں نہیں آ تی تھی وہ چاروں جب مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لائے تو عقب سے دو آدمی اور نکل آئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں پستول تھامے ہوئے تھے ان کے گھسیٹنے کے انداز میں اتنی درندگی تھی جیسے میں انسان ہی نہ ہوں میں ایک لمحے کے لیے سچ مچ بوکھلا گیا تھا زندگی اس طرح ختم ہو جائے گی کبھی سوچا بھی نہ تھا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ اب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا تھا وہ مجھے باہر کھلے عرشے پر لے آئے۔ چاروں طرف سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگیں ایسی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی جس سے میں اپنی جان بچا سکوں ویسے ویکونا نے ساحل کو چھوڑ دیا تھا لیکن بہت زیادہ دور نہیں نکلا تھا۔ نگاہ کی آخری حدود پر کچھ سرمئی لکیریں نظر آ رہی تھیں جو یقیناً لاس اینجلس کا ساحلی شہر تھا لیکن اتنی دُور تک تیر کر پہنچنا ناممکنات میں سے تھا اور پھر ابھی تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا جدوجہد کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تھا ان چاروں نے مجھے کسی جانور کی طرح زمین پر گرا دیا اور پھر میرے ہاتھ پاؤں باندھنے میں مصروف ہو گئے بے بسی کا احساس میرے رگ و پے میں شدت سے گردش کر رہا تھا میں کچھ اس طرح معطل ہو گیا تھا کہ جدوجہد بھی نہیں کر سکا انہوں نے مضبوطی سے میرے دونوں پاؤں رسیوں سے باندھ دیے اور پھر دونوں ہاتھ پشت پر کر کے انہیں بھی اس طرح کر دیا کہ میں جنبش تک نہ کر سکوں۔

اب میں ساکت ہو گیا تھا اگر خدا کی یہی مرضی تھی کہ اس طرح مجھے موت نصیب ہو تو پھر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا میری آنکھوں میں زیبی کا تصور رقصاں ہو گیا زیبی اگر زندہ ہے تو ساری عمر میرے لیے ترستی رہے گی ویسے میں یہ بات جانتا تھا کہ اگر کیپٹن میری حقیقت کو سن لیتا تو شاید مجھے خود قتل کرنے کے بجائے وکٹر ویل بی کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس وقت ذہن کوئی فیصلہ نہیں نہ کر پا یا تھا جب میں کیپٹن کے سامنے تھا۔

اس کے فوراً بعد صورت حال بری طرح بگڑ گئی تھی میں ان کمبختوں کی درندگی سے اس طرح مفلوج ہو گیا تھا کہ اب ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے لوہے کے دو وزنی ٹکڑے میرے کمر سے باندھ دیے۔ گویا یہ اس لیے تھے کہ میں سمندر کی تہہ میں پہنچ جاؤں بے بسی کا شدید احساس میرے وجود میں بس گیا تھا انہوں نے مجھے اٹھایا اور کنارے پر لے گئے۔

"دیکھو" میں نے حواس مجتمع کر کے ان سے کہا۔ "مجھے وکٹر ویل بی کے سامنے پیش کر دو، ورنہ میری موت کے بعد تم لوگ بھی بدترین سزاؤں سے دوچار ہو گے۔" لیکن سننے والا کوئی نہیں تھا انہوں نے مجھے اٹھایا اور پھر ایک دم سمندر میں اچھال دیا۔

پانی کی چوٹ میرے بدن پر زور سے لگی تھی ایک لمحے کے لیے حواس معطل ہو گئے لوہے کے جو وزنی ٹکڑے میرے بدن سے باندھے گئے تھے انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور انتہائی برق رفتاری سے میں پانی کی تہہ میں بیٹھنے لگا سانس روکنے کی کوشش بھی نہیں کر پایا تھا اوپر سے گرتے ہوئے بس حواس ایسے ہی معطل تھے اور اب کوئی امکان نہیں تھا کہ میری زندگی بچ جائے میں پانی میں نیچے ڈوبتا چلا جا رہا تھا اور دل ہی دل میں اپنی زندگی کی ان آخری گھڑیوں کا احساس کر رہا تھا پانی آہستہ آہستہ میرے حواس چھینتا جا رہا تھا ناک کے راستے پانی کچھ اندر چلا گیا تھا منہ میں نے سختی سے بھینچ رکھا تھا دفعتاً میرے کانوں میں ایک سرسراہٹ سی ابھری یقیناً یہ پانی کی شرر

تھی۔

نجانے کیا تھا یہ۔ نجانے کیا چیز تھی میں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن آنکھیں مجسم طور پر ساتھ نہ دے سکیں ایک سایہ سا میں نے اپنے آپ پر جھپٹتے ہوئے محسوس کیا تھا اور پھر دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے نیچے گرنے کی رفتار تھم گئی ہے ایک خنجر کی چمک میری آنکھوں کے سامنے لہرائی تھی لیکن اس خنجر نے وہ رسیاں کاٹ دی تھیں جو میری پشت پر بندھے ہوئے لوہے کے ٹکڑوں سے منسلک تھیں اور یقیناً نیچے بیٹھنے کی رفتار اس وجہ سے مدھم پڑ گئی تھی پھر دو ہاتھ میرے نزدیک پہنچے انہوں نے مجھے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں سنبھل نہ سکا البتہ چند ہی لمحات کے بعد میں نے اپنی پشت پر خنجر کی چبھن محسوس کی اور اس کے فوراً بعد میرے دونوں ہاتھ رسیوں سے آزاد ہو گئے۔

غالباً خنجر استعمال کرتے وقت میری پیٹھ میں اس کی نوک چبھ گئی تھی ہاتھ آزاد ہوتے ہی میں نے جدوجہد شروع کر دی لیکن یہ ایک ناکام جدوجہد تھی کیونکہ پاؤں اب بھی کسے ہوئے تھے البتہ میں نے اپنے بدن پر ہاتھ محسوس کیا جو مجھ پر سے گزر کر میرے پیروں پر پہنچ گیا پانی اب میرے اندر کافی حد تک داخل ہو گیا اور سانس بند ہونے لگی تھی لیکن میں نے اپنے ہوش کے آخری لمحات میں اپنے پیروں کی رسیوں کو بھی کٹتا ہوا محسوس کیا اب میرے ہاتھ پاؤں دونوں آزاد ہو گئے تھے۔

اس کے بعد میں نے کسی کے بازو کی گرفت اپنی کمر کے گرد محسوس کی اور خود ہی اُوپر پہنچنے کے لیے جدوجہد کرنے لگا یہ میری قوت برداشت کی انتہا تھی کہ پیٹ میں پانی بھر جانے کے باوجود اور سانس بند ہونے کے باوجود میں اُوپر پہنچنے کی مسلسل جدوجہد کر رہا تھا لیکن جو شخص اس وقت میرا مددگار بنا تھا وہ مجھے پانی کی سطح تک پہنچنے سے روک رہا تھا اور اس نے خود ہی میرے بدن کو سنبھالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میرا سر پانی کی سطح سے ابھر آیا لیکن سانس اب بھی بحال نہیں ہو سکا تھا میرے مددگار نے مجھے تھوڑی دیر تک گھسیٹا اور پھر بازوؤں میں اٹھا کر ایک کشتی میں اچھال دیا میں نے اس کشتی کو بخوبی محسوس کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی وہ شخص بھی اوپر چڑھ آیا اس نے مجھے اوندھا لٹا دیا اور میرے ہاتھ اور پاؤں موڑ موڑ کر منہ سے پانی نکالنے کی کوشش کرنے لگا تقریباً دس منٹ کی مسلسل جدوجہد کے بعد میری سانس واپس آ سکی اور میں اکھڑی اکھڑی سانسیں لینے لگا اس نے اب مجھے چت کر دیا میں خاموش نگاہوں سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا عجیب سی شکل و صورت کا آدمی تھا عمر کا کوئی تعین نہیں ہو سکا تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں لیکن بدن خاصا مضبوط تھا بلکہ اگر ایک طرح سے یہ کہا جائے کہ اس کا تن و توش خاصا اچھا تھا تو یہ غلط نہیں ہو گا۔

وہ ہمدردانہ نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہا تھا چند لمحات کے بعد میں نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو وہ آہستہ سے بولا۔

"لیٹے رہو، لیٹے رہو۔ جہاز ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہے اگر کچھ لوگوں نے عرشے پر کھڑے ہو کر ہماری اس کشتی کو دوربین سے دیکھنے کی کوشش کی تو تم ان کی نگاہوں میں آ جاؤ گے۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور خاموشی سے لیٹا رہا اس نے فوراً اس کشتی کا انجن اسٹارٹ کیا اور اسے ایک سمت موڑ دیا اب اس نے اسٹیئرنگ سنبھال کر موٹر بوٹ کو تیزی سے ساحل کی جانب چھوڑ دیا تھا موٹر بوٹ اپنے پیچھے سفید جھاگوں کی ایک لکیر سی بناتی ہوئی دوڑ رہی تھی اور میں دزدیدہ نگاہوں سے تھوڑی سی گردن اٹھا کر ویکونا کو دیکھ رہا تھا جو ایک مخصوص سمت میں بڑھتا چلا جا رہا تھا اس کا عرشہ خالی تھا ان لوگوں نے مجھے پھینکنے کے بعد غالباً اس بات کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی کہ چھان بین کریں کہ میں مر چکا ہوں یا نہیں جو وزن انہوں نے میری کمر سے باندھے تھے وہ یقینی طور پر مجھے کبھی نہیں ابھرنے دے سکتے تھے کیونکہ وہ خاصے بھاری تھے۔

موٹر بوٹ ساحل کی طرف دوڑتی رہی اور چند منٹوں کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گیا میرے بیٹھنے پر میرے ساتھی نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور پھر سامنے کی سمت نگاہیں جما دیں میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس سے بات چیت کروں لیکن کیفیت ایسی تھی کہ کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا اس وقت اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ شخص میرے لیے مسیحا ثابت ہوا تھا خدا نے یہ غیبی امداد بھیجی تھی ورنہ موت میں کوئی فاصلہ نہیں رہ گیا تھا اور یہ لمحات ایسے تھے کہ میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچ سکتا تھا کہ بس میری موت نزدیک آ گئی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد موٹر بوٹ ساحل سے جا لگی یہ ایک تفریحی ساحل تھا جہاں چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے اور ان کیبنوں پر موٹر بوٹ کرائے پر دینے والی کمپنیوں کے نام لکھے ہوئے تھے غالباً یہ کرائے کی بوٹ تھی جس پر یہ شخص سیر

کرتے نکلا تھا یا حمکن ہے اس کا کوئی اور مقصد ہو بہر طور اس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

”کیا تم بہتر حالت میں ہو۔“

”ہاں میرے دوست میں ٹھیک ہوں۔“

”چل پھر سکتے ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”ہمارے لباس بری طرح بھیگے ہوئے ہیں لیکن کوئی بات نہیں اس کی جواب دہی بھی کرلیں گے ہم دونوں سمندر کی سیر کو گئے تھے خیال رکھنا اس چیز کا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ میرے ساتھ نیچے اتر آیا۔ حالت واقعی تباہ ہو رہی تھی زمین پر قدم رکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے بدن کا توازن درست نہیں رہ سکے گا لیکن میں نے اپنی قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اپنے قدموں کو مضبوط رکھا اس نے موٹر بوٹ ساحل سے لگا دی تھی فوراً ہی ایک اٹینڈنٹ ہمارے پاس پہنچ گیا اس نے اٹینڈنٹ کو موٹر بوٹ کے انجن کی چابی سپرد کر دی اور اٹینڈنٹ نے ایک ٹوکن اس کی جانب بڑھا دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ آہستہ سے بولا اور میرے ساتھ چلتا ہوا آگے بڑھ گیا لوگ تفریحات میں مشغول تھے موٹر بوٹ کرائے پر لے کر سمندر میں سیر کرنے والے اچھی خاصی تعداد میں یہاں موجود تھے جوڑے مختلف سمتوں میں رواں دواں تھے لیکن وہ شخص آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک سیاہ رنگ کی فورڈ ویگن کے پاس پہنچ گیا۔

”آؤ۔“ اس نے کہا اور جیب سے چابی نکال کر فورڈ کا دروازہ کھول دیا پھر مسکرا کر بولا۔

”میرے لباس میں جو کچھ تھا وہ بُری طرح بھیگ چکا ہے لیکن مجبوری ہے کیا کیا جا سکتا ہے تمہیں تھوڑی دیر تک اسی حالت میں رہنا پڑے گا۔“ میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا اور اس کے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھا۔

”تمہارے حواس قابل تعریف ہیں ان حالات میں تو کوئی شخص ہوش میں نہیں رہ سکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہترین قوت ارادی کے مالک ہو۔“

”شاید۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟“ اس نے سوال کیا۔

”تم مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتے ہو۔“ میں نے جواب دیا اب ہر شخص کو اپنا نام بتانا مناسب نہیں تھا اب تک میں نے جو حماقت کی تھی اس کا خمیازہ بھگت لیا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

”میرا نام ایڈن کومبی ہے تم مجھے کومبی کے نام سے پکار سکتے ہو۔“

”شکریہ مسٹر کومبی دل تو چاہتا ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کروں کیونکہ آپ نے اس وقت میری جان بچائی ہے لیکن میرا خیال ہے تکلفات کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔“

”ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا واقعی تکلفات کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔“ اس نے کہا اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے فورڈ برق رفتاری سے دوڑتی رہی اور پھر لاس اینجلس کے پر رونق بازاروں سے گزرتی ہوئی بالآخر پرانے شہر کی جانب بڑھ گئی پرانے شہر کی بوسیدہ بلڈنگ کے سامنے کار روک دی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔

”آؤ۔“ وہ آہستہ سے بولا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسری منزل کے ایک فلیٹ کا تالا کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔

”میں تمہارے لیے لباس کا بندوبست کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی کافی کا پانی بھی رکھ دیتا ہوں دراصل یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اس لیے مجھے ہی یہ سب کچھ کرنا ہوگا۔“

”میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟“ میں نے پوچھا۔

”اوہ۔ نہیں نہیں تم صرف میری یہ مدد کرو کہ اندر جا کر آرام سے لیٹ جاؤ میرا خیال ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور سنو جس کمرے میں تم جاؤ گے میرا مطلب ہے وہ سامنے والے دروازے کی طرف وہاں کولڈ ڈرنک بھی موجود ہے اگر مناسب سمجھو اور ضرورت محسوس کرو تو تھوڑی سی لے لینا۔“

”شکریہ۔“ میں نے جواب دیا اور وہ ایک دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا جس کمرے کی طرف اس نے مجھے اشارہ کیا تھا میں اس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اندر بوسیدہ سا فرنیچر پڑا ہوا تھا اس شخص کی مالی حالت زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتی تھی ایک سائیڈ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جس پر برانڈی کی بوتل اور گلاس وغیرہ رکھے ہوئے تھے برانڈی کی بوتل تقریباً پوری بھری ہوئی تھی لیکن میں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی اور اس مسہری کی جانب بڑھ گیا جو سنگل بیڈ کی شکل میں تھی۔

اس کے بعد میں آرام سے لیٹ گیا گزرے ہوئے واقعات کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن پر ہتھوڑی بن کر برس رہا تھا سچی

بات یہ ہے کہ میں ختم ہو چکا تھا اگر میں اس نئی زندگی کا تصور کرتا تو یہ صرف اس شخص کی بچائی ہوئی تھی جس کا نام کومبی تھا لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال بار بار ـــــ آ جاتا جب تک میرا وقت پورا نہیں ہو جاتا کوئی مجھے کوئی نہیں مار سکے گا کومبی کی مدد شامل حال ضرور تھی لیکن میرا ایمان اسے غیبی امداد کہتا تھا مگر یہ کومبی کون ہے اور وہاں کیا کر رہا تھا بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد کومبی ایک ٹرے ہاتھوں میں تھامے اندر پہنچ گیا اس پر ایک پلیٹ میں تھوڑے سے بسکٹ موجود تھے اور کافی کے دو بڑے بڑے جگ رکھے ہوئے تھے اس نے بڑے اہتمام سے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں اور بولا۔

”تم شروع کرو میں تمہارے لیے لباس لے آؤں یقیناً تم اس لباس میں شدید الجھن محسوس کر رہے ہو گے۔“

”کیا تمہارے پاس ایسا کوئی لباس موجود ہے مسٹر کومبی جو میرے بدن پر آ سکے۔“

”ہاں۔ میرا خیال ہے ـــــ میرا اور تمہارا ناپ یکساں ہے میرا لباس تمہارے بدن پر آ جائے گا۔“

”تو پھر کوئی حرج نہیں ہے تھوڑی دیر انتظار کر لیں اب تو کپڑے کسی حد تک سوکھ بھی چکے ہیں۔“ میں نے کہا اور وہ پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا اب میں نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا میرا ہمدرد یہ شخص کچھ عجیب سی شخصیت کا مالک تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں لیکن تن و توش چہرے سے مطابقت نہیں رکھتا تھا اس کے علاوہ میں نے محسوس کیا کہ اس کے خدوخال میں کچھ اجنبیت سی ہے میری گہری نگاہوں نے فوراً ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے چہرے پر میک اپ ہے۔ یقیناً اس کے چہرے پر میک اپ تھا لیکن۔ لیکن کیا میں اس سے کوئی سوال کروں اس بارے میں یا خاموشی اختیار کر لوں۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا اس دوران میں بسکٹ اٹھا اٹھا کر چباتا رہا تھا کومبی کافی کے چند گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

”انہوں نے تمہیں ویکونا سے نیچے پھینکا تھا۔“

”اوہ۔ ہاں مسٹر کومبی میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا آپ نے۔ آپ نے۔“

”میں اپنی موٹر بوٹ میں موجود تھا اور ویکونا کی نگرانی کر رہا تھا ویکونا ساحل سے رخصت ہونے کے بعد وہ رفتار نہیں پکڑ سکا تھا جس سے اسے سفر کرنا چاہیئے تھا اور پھر اس کے علاوہ اس نے اتنے دور تک کا چکر لگایا تھا اور گھوم پھر کر ساحل کے نزدیک پہنچ گیا تھا میں پچھلی رات سے اس کی تاک میں تھا۔“

”کوئی خاص وجہ مسٹر کومبی۔“

”ہاں کوئی بھی کام وجہ کے بغیر نہیں ہوتا لیکن کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔“

”میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا مسٹر کومبی بس یوں سمجھیے کہ میں ویکونا کے بارے میں مشکوک تھا ویسے آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ویکونا کس کی ملکیت ہے۔“ کومبی میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

”مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو دوست ایک بات سن لو کومبی نے تمہیں صرف اس لیے بچایا کہ تمہیں ویکونا سے نیچے پھینکا گیا تھا اور یقیناً جن لوگوں نے تمہاری جان لینے کی کوشش کی وہ تمہارے دشمن ہی ہوں گے۔ ویکونا جس کی ملکیت ہے بس یوں سمجھ لو کہ اس کے ایک ایک شخص سے مجھے نفرت ہے اس کے ایک ایک آدمی سے میں دلی نفرت کرتا ہوں اور اسے فنا کر دینے کا جذبہ رکھتا ہوں۔“

”اس کی وجہ مجھے بتائیں گے مسٹر کومبی۔“ میں نے کومبی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اس کا بے تاثر چہرہ تو مجھے کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا لیکن آنکھیں بہر طور جواب دے دیا کرتی ہیں لیکن اس کی آنکھوں سے بھی میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا پھر اس نے کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا ویکونا سے کیا تعلق تھا۔؟“

”میں نے کہا نا کہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا یوں سمجھو کہ مجھے اغوا کر کے ویکونا تک پہنچایا گیا تھا۔“

”اغواء کس نے۔“

”ہاں۔“

”مگر اغوا کرنے کی کوئی وجہ تو ہو گی۔“

”ہاں۔ ویکونا منشیات کی ناجائز تجارت کے سلسلے میں ملوث تھا اور میں نے پچھلے دنوں اس منشیات کے کاروبار کے خلاف بہت سی حرکتیں کر چکا ہوں حوالہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے مارکوس ٹریڈر پر پولیس کا چھاپہ ڈلوایا اس کے علاوہ میکلو نامی جزیرے کے آس پاس جو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں سے ان لوگوں کا ایک بہت بڑا گودام پکڑوایا اور اس سلسلے میں ان کے کئی آدمی میرے اور پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔“

”کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔؟“ اس نے سوال کیا اور

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا۔
"نہیں مسٹر کومبی میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے بلکہ میرا ان سے ذاتی معاملہ ہے۔"
"مثلاً۔ کیا تم ان لوگوں سے متعلق رہ چکے ہو۔"
"نہیں۔ میں ہمیشہ ان کے خلاف رہا ہوں اور اس کے نتیجے میں انہوں نے میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا ہے جس کی وجہ سے میں ان کا دشمن بن چکا ہوں۔"
"میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اگر تم ان لوگوں کے دشمن ہو تو پھر لاس اینجلس میں تمہیں کومبی سے اچھا کوئی دوست نہیں مل سکے گا۔ میرے سینے میں انتقام کا الاؤ روشن ہے اور میں اپنی زندگی کی قیمت پر ان لوگوں کو فنا کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں میں انہیں ہر حالت میں تباہ برباد کر دینا چاہتا ہوں۔"
"اس کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں مسٹر کومبی۔؟"
"وجہ"۔ کومبی نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکالی اور چھت کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔
"تم میرا جو چہرہ دیکھ رہے ہو وہ اصلی نہیں ہے۔"
"میں جانتا ہوں اس پر میک اپ ہے"۔ میں نے کہا اور کومبی ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
"یہ تم نے کیسے جانا اس لیے مسٹر کومبی کہ آپ کے چہرے کے تاثرات آپ کے ذہنی تاثرات سے ہم آہنگ نہیں ہیں آپ نے شاید اپنی آنکھوں پر بھی میک اپ کیا ہوا ہے کیونکہ آپ کی آنکھوں پر بھی ان تاثرات کا پتا نہیں چلتا جو آپ کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔"
"اس کا مقصد ہے کہ تم ایک ذہین آدمی ہو پہلے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دو اس کے بعد کومبی تمہیں بہت کچھ بتائے گا میرے اس جملے سے یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں کس طور اپنے آپ سے کم سمجھتا ہوں بس یوں سمجھو کہ اتفاقات نے ہمیں ایک ہی کشتی کا سوار بنا دیا ہے کہ تم مجھے بتاؤ گے کہ ان لوگوں سے تمہاری کیا پرخاش ہے۔"
"لمبی کہانی ہے مسٹر کومبی"۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا کومبی پر یقین کرنے کو دل چاہ رہا تھا اور پھر اپنے اس حادثے کے بعد میں محسوس کرتا تھا کہ میری ذہنیت میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے بس خواہ مخواہ ہی ذہن پر ایک عجیب سا احساس طاری ہو گیا تھا تب میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"مسٹر کومبی میرا اصل نام راجہ نواز اصغر ہے سرزمین پاکستان کا رہنے والا ہوں لیکن طویل عرصے سے نیویارک کا شہری ہوں یوں سمجھو کہ میری زندگی کا تین چوتھائی حصہ۔ اس قسم کے لوگوں میں گزارا ہے برائیوں میں پھنس کر میں تمام اقدار بھول گیا تھا لیکن بالآخر حالات نے مجھے ایک ایسے راستے پر لا ڈالا جہاں سے میں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا ایک جرمن لڑکی ماریہ ڈومینگ مسلمان ہو کر میری بیوی بن گئی اور میں نے اس کا نام زیبی رکھا زیبی اور میں نیویارک میں زیبی کارپٹس کے نام سے ایک فرم کھول کر اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان دیرینہ دشمنی چل رہی تھی جس کی بنیاد پر میری بیوی کو اغوا کر لیا گیا نیویارک میں، میں ایک مجرم بن گیا اور میں نے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا وہاں سے بھاگ کر لاس اینجلس آیا کیونکہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ وکٹر ویل بی نامی شخص میرے ان دشمنوں میں سے ایک ہے جو میری بیوی کے اغوا کا باعث بن گئے ہیں میں بھی دل میں یہی منصوبہ لیے یہاں پہنچا تھا مسٹر کومبی کہ ان لوگوں سے ٹکراؤں اور انہیں فنا کر دوں میں نے اپنے طور پر کچھ کارروائیاں بھی کیں لیکن اس جگہ مجھے ان حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور بالآخر ایک مرتبہ میں ان کے ہاتھوں دھوکا کھا گیا اور ان حالات میں تم نے میری مدد کی ہے مسٹر کومبی تم جو کوئی بھی ہو تمہارا تعلق کسی سے بھی ہو میرا ضمیر مجھ سے کہتا ہے کہ میں اپنے بارے میں تمہیں لاعلم نہ رکھوں۔ کومبی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی گردن کے نچلے حصے میں کچھ ٹٹولا اور وہ ماسک اتار کر میرے سامنے رکھ دی جو اس کے چہرے پر چڑھی ہوئی تھی اب میرے سامنے ایک پروقار شخص کا چہرہ تھا یہ شخص بھی عمر رسیدہ تھا لیکن اس کے چہرے کی سرخی اور تن و توش سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس عمر میں بھی وہ کافی طاقتور اور سخت گیر طبیعت کا مالک ہے میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن کومبی کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی وہ غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔
"مسٹر نواز اصغر بلکہ مسٹر فرینڈس بہتر یہی ہے کہ میں تمہیں تمہارے اصل نام سے پکارنے کے بجائے فرینڈس کے نام سے مخاطب کروں تاکہ تمہاری شخصیت پوشیدہ رہے میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا ہوں میرا نام جیسا کہ میں نے بتایا ایڈن کامبی ہی ہے اور میں یہاں لاس اینجلس میں بھاری مشینری کی درآمد برآمد کا کاروبار کرتا ہوں۔ میں نے ایک

ہری شخصیت اختیار کی ہوئی ہے اور میری موجودہ شخصیت
ری پہلی شخصیت سے بالکل مختلف ہے میرے پاس دولت اور
فع کی کمی نہیں ہے لیکن میرے سینے میں سلگتی ہوئی آگ مجھے اس
ت کے لیے مجبور کر دیتی ہے کہ میں ایک عام آدمی کی حیثیت
ے ان کے پیچھے لگا رہوں اور جس طرح بھی ممکن ہو ان میں زیادہ
ے زیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ جس شخص کا نام
نے لیا یعنی وکٹر ویل بی انتہائی مکار چالاک شخص ہے بے حد
ک شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود منظر عام پر نہیں
ہیں آتا کونوں کھدروں میں چھپتا پھرتا ہے میکلو میں اس کی
موصی رہائش گاہ ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ اکثر میکلو میں پایا
تا ہے لیکن میکلو کے اطراف اس نے سیسہ پلائی ہوئی دیواریں
ڑی کر رکھی ہیں اور ان تک پہنچنا ایک مشکل کام ہے میکلو ایک
رح سے اس کی ملکیت بن کر رہ گیا ہے حالانکہ یہ ایک سرکاری
زیرہ، جزیرہ بھی کیا ہے بلکہ یوں سمجھو کہ اسے بنوایا گیا ہے لیکن
ب اس پر مکمل طور پر وکٹر ویل بی کا قبضہ ہے اور وہاں وہ اپنی
عمانی زندگی گزارتا ہے بہت سی داستانیں اس کے نام سے
سوب ہیں تو میں تمہیں وکٹر ویل بی کے بارے میں بتا رہا تھا کہ
ہیں یہاں بلکہ یوں سمجھو کہ امریکہ میں منشیات کی تجارت میں
ف اول کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے امریکی نوجوان
ہائی تباہ حال ہو چکے ہیں وہ اخلاقی قدروں سے اتنے گر
ے ہیں کہ اب ان میں انسانیت کی کوئی رمق باقی نہیں رہ گئی
ے میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی انہی کمبختوں کا شکار ہو گئے
ں انہوں نے ان دونوں کو منشیات کا عادی بنایا اور منشیات
عادی بنا کر مجھ سے لاکھوں ڈالر وصول کیے ہیں انہوں نے
ری بیٹی اور بیٹے کے ذریعے بلیک میل کر کے اور جب میں
ہ انہیں مزید رقم دینے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف
ارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ تو۔ تو"۔ کومبی کی آواز بھرا گئی۔
"تو کیا ہوا مسٹر کومبی۔؟"
"انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا میں جانتا تھا کہ۔
اس اینجلس میں پولیس وکٹر ویل کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی گروہ
ے چھوٹے موٹے افراد مارے بھی گئے تو اس سے کیا فرق پڑتا
ہے چنانچہ میں نے چند افراد کو جمع کر کے ان لوگوں کے خلاف
ارروائی کا آغاز کیا اور جہاں بھی مجھ سے ممکن ہوتا ہے میں
ن لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں وینکونا کے
ارے میں میرا خیال تھا کہ یہ بلجیئم کا ضرور ہے لیکن اس کا تعلق
کٹر ویل بی سے ہے چنانچہ میں اس کے سلسلے میں مصروف تھا
اور اس کی کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتفاقیہ طور پر تم مجھے نظر آ گئے میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے سمندر میں گرتے ہوئے دیکھا تمہارے بہت سے بندھے ہوئے وزن اس بات کے غماز تھے کہ تمہیں قتل کیا جا رہا ہے اور اس لیے میں نے تمہاری مدد کی"۔ کومبی نے آخری الفاظ کہے اور ایک بار پھر کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی تھی چند لمحات وہ اسی طرح خاموش رہا پھر اس نے آنکھوں کے پورے پونچھتے ہوئے سیدھے بیٹھ کر مجھ سے کہا۔
"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری بیوی زندہ ہے کیا وہ بھی منشیات کی عادی بنا دی گئی تھی۔"
"نہیں۔ منشیات کی عادی اسے نہیں بنایا گیا تھا بس دیرینہ انتقام کی بنیاد پر ان لوگوں نے اسے اغواء کیا۔"
"کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ اسے وکٹر ویل بی نے ہی تے اغوا کیا۔"
"وکٹر ویل بی کا سلسلہ جس شخص سے جا کر ملتا ہے وہ ویل بی سے کہیں زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔"
"یعنی ترلوکا"۔ کومبی نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
"اوہ۔ تو تم ترلوکا کو جانتے ہو۔؟"
"ہاں۔ میں نے اس دوران ان سب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں اور مجھے علم ہو گیا ہے کہ ہرے کرشنا، ہرے رام تحریک کا بانی ترلوکا ان کا پشت پناہ ہے مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ترلوکا نے کیلی لاس کے علاقے میں ایک اڈا بنا رکھا تھا جیسے کسی شخص۔ دفعتاً کومبی خاموش ہو گیا وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا اور پھر وہ چونک کر بولا۔
"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا۔؟"
"تمہارا خیال درست ہے مسٹر کومبی میں ہی راجہ نواز اصغر تھا جس نے نیویارک کی پولیس کو اس اڈے کی جانب متوجہ کیا۔ جس میں ترلوکا نے اپنی جنت بنا رکھی تھی، لیکن افسوس پولیس ریڈ میں ترلوکا نہ پھنس سکا، وہ ان لوگوں کے چنگل سے نکل گیا اور پھر کچھ عرصہ روپوش رہ کر اس نے خود کو دوبارہ منظم کر لیا۔ اس کے بعد اس نے میرے خلاف دوبارہ کارروائی کی"۔ ترلوکا کے بارے میں۔ میں تمہیں بتا دوں مسٹر کومبی کہ وہ بین الاقوامی حیثیت کا مالک ہے، یورپ کے تمام ملکوں میں اس کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں، اس سے پہلے نیویارک میں بھی اس کا ایک نمائندہ موجود تھا، جو بعد میں کسی طرح پولیس کے ہاتھوں مارا گیا اور اب نیویارک کے معاملات بھی وکٹر ویل بی ہی کنٹرول

کرتا ہے۔"

کومبی خاموشی سے میری بات سن رہا تھا اُس کی آنکھوں میں خون کی سرخی پھیلی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ تانبے کی طرح تپ رہا تھا۔

"تمہاری معلومات بھی بہت شاندار راجہ نواز اصغر اور میں جانتا ہوں کہ تم یقینی طور پر ان معاملات میں کیا کیفیت رکھتے ہو، اگر میں تم سے دوستی کی درخواست کروں، تو کیا تم اسے قبول کر لو گے۔؟"

"تم دوستی کی بات کر رہے ہو مسٹر کومبی، میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس وقت میری زندگی تمہاری رہینِ منت ہے۔"

"تم بھروسہ کرو میرے دوست، میں نے یہ سب کچھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کیا تھا۔ اگر تم ویکوناک بجائے کسی اور جگہ بھی اس طرح مصیبت کا شکار ہوئے ہوتے تو شاید میں تمہاری زندگی بچانے سے دریغ نہ کرتا۔ اب یہ تو ہم دونوں کی خوش قسمتی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار نکلے تم وکٹر ویلبی کے خون کے پیاسے ہو، تو سنو اگر اسے قتل کر دو تو اس کی لاش میرے حوالے کر دینا اور اس کے بدلے میں تم مجھ سے جو کچھ مانگو گے میں خاموشی سے تمہیں دے دوں گا، میں اس کا خون پینا چاہتا ہوں، یہ میری زندگی کا سب سے بڑا عہد ہے اور اس عہد کو پورا کرنے کے لیے میں اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں مسٹر کومبی ہم مضبوط دوستوں کی حیثیت سے یہاں کام کریں گے۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور کومبی نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، پھر بولا۔

"تم اب تک تنہا ہی کام کرتے رہے ہو۔؟"

"نہیں۔ یہاں میرا ایک اور ساتھی جس کا نام انسپکٹر ہنیر تھا میرے ساتھ کام کر رہا تھا، اس کے علاوہ وہ شخص جس کا نام پاؤل تھا اور جس کے سامنے میں نے ترلوکا کی نشان دہی کی تھی وہ بھی میرے ساتھ لاس اینجلز میں کام کر رہا ہے۔ میں نے ان دونوں ہی سے مارکوس ٹریڈرز اور میکلو کے قریبی دیہات پر ریڈ کرایا تھا۔"

"مگر تم کہہ چکے ہو کہ نیویارک میں تم سے کچھ قتل بھی ہو گئے تھے۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد مجھے موت کی سزا دے دی گئی۔ لیکن میں ایک مفرور قیدی ہوں۔"

"اور اس کے باوجود پولیس والے تمہاری مدد کر رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔ صرف اس چکر میں کہ میرے ذریعے وہ منشیات کی تجارت کا انسداد کر سکیں گے۔"

"بڑی دلچسپ اور بڑی عجیب بات ہے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری بات پر کسی قسم کا شک کر رہا ہوں بعض اوقات حالات ایسے بھی ہو جاتے ہیں کہ کسی بڑے مفاد کے لیے چھوٹے مفاد کو قربان کر دیا جاتا ہے، ممکن ہے وہ لوگ تم سے مخلص ہوں لیکن تمہیں ان کی امداد کیسے حاصل ہوئی۔؟"

جواب میں میں نے مسٹر بگین کی کہانی سنائی اور یہ بھی بتایا کہ سوئیٹا اور ٹرسیا نامی دو لڑکیاں ہوٹل پام گرو میں مقیم ہیں، جو میرے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

"فکر مت کرو، میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا تم مطمئن رہو۔ میرا اور تمہارا ساتھ ان سب کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ویسے میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں بھی بتانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور کہو، میں سن رہا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مسٹر نواز میری شخصیت کا ایک پہلو، جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں، نہایت مخفی ہے اور لوگ مجھے ایک باعزت شخص کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت پر میں نے کسی قسم کے جوش کا اظہار پولیس کے سامنے نہیں کیا چونکہ میں جانتا تھا کہ پولیس ہر معاملے میں مجھ سے ہمدردی کر سکتی ہے لیکن وکٹر ویلبی کے خلاف وہ کوئی ایسا عمل کرنے میں ناکام رہے گی جو میرے لیے سود مند ہو۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی قسم کی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ نہ کر کے خاموشی سے ویلبی کے خلاف مصروفِ عمل رہوں اور اس سلسلے میں میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔ ویلبی کا دست راست ہیڈن برگ ہے، ہیڈن برگ کو تم نہیں جانتے اتنا بڑا سوٗر ہے وہ لاس اینجلس میں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ بھی ایک رنگا سیار ہے، خاموشی سے شکار کرتا ہے اور کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ لیکن اس بار میرے ہاتھوں میں اس طرح پھنسا ہے کہ لطف آ گیا ہو گا اسے بھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں نے ہیڈن برگ کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اس کی بیٹی اینی برگ میرے قابو میں ہے۔ میں اینی برگ سے اپنے بچوں کا انتقام تو نہیں لے سکتا، چونکہ وہ لڑکی ان تمام معاملات سے بالکل ناواقف اور بے قصور ہے، میں نے اُسے بڑی چالاکی سے اپنے چنگل میں رکھا ہوا ہے، لیکن ہیڈن برگ کو اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت ہے، چونکہ وہ اس کی اکلوتی بیٹی ہے ہیڈن

برگ یہاں وکٹر ویلبی کا دست راست سمجھا جاتا ہے اور وہ ویلبی کے تمام گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے یہ مسٹر کومبی کہ ہمارے اور آپ کے درمیان بہترین معلومات کا تبادلہ ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں تمہاری اپنے ساتھ شمولیت سے بے پناہ خوش ہوں، تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ویسے میرے ساتھ بے شمار آدمی ہیں، لیکن وہ سب کرائے کے لوگ ہیں اور صرف اس لیے میرے ساتھ کام کر رہے ہیں کہ میں انہیں اس کا معقول معاوضہ ادا کرتا ہوں، لیکن جس کے دل میں ویلبی کے خلاف جذبہ موجود ہو، اور جو میری ہی طرح ان جذبات کا شکار ہو، وہ میرے لیے زیادہ قابلِ قدر ہے چنانچہ میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔"

"گڈ تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہم تم دونوں گہرے دوست ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس دوستی کو نباہوں گا۔ ویسے یہ ہیڈن برگ بے حد خطرناک آدمی ہے، بے شمار مجرم اس کے تحت کام کرتے ہیں اور اس کے تنخواہ دار ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم اسے بھی دیکھ لیں گے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور تھوڑی دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی، پھر کومبی مجھ سے کہنے لگا۔

"اب تو ہم تم دونوں مستقل ساتھی بن گئے ہیں ہمارے تمہارے مفادات یکساں ہیں، چنانچہ میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کرتا ہوں، تمہیں ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ دراصل میں خود بھی بے شمار الجھنوں کا شکار ہوں اپنی اس موجودہ پوزیشن کے بارے میں فکر مند بھی۔"

"وہ کیوں۔؟"

"وہ اس لیے کہ میری مصروفیات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں، اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت کے بعد میں کافی دن تک گوشہ نشین رہا، لیکن میرے دوست پھر مجھے باہر کی دنیا میں کھینچ لائے، ان میں بہت سے ایسے ہیں جو میری دلجوئی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں عموماً ان سے دور رہتا ہوں اور وہ یہ ہی سمجھتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے اور بیٹی کا غم برداشت نہیں کر سکا اور یہ اس کی وجہ سے میرے معمولات میں تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ میرے قریب رہیں، اور جب وہ مجھے کہیں نہیں پاتے تو پریشان ہو اٹھتے ہیں، ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ میرا اصل کام یہ ہے، تمہاری موجودگی سے میری کم از کم ایک مشکل ضرور حل ہو جانے کی وہ یہ کہ میں تمہیں اپنے دست راست کی حیثیت سے سامنے رکھوں گا اور ہم دونوں مل کر اس سلسلے میں کام کریں گے، جب کہ میں اپنے دوستوں کو بھی وقت دے سکتا ہوں، غالباً تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔؟"

"بخوبی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست میری اس بات کو محسوس تو نہیں کرو گے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ فلیٹ اس معمولی میں جگہ میں نے اسی مقصد کے تحت لے رکھا ہے کہ میں ان کی نگاہوں میں نہ آ سکوں اور اپنا کام انجام دے سکوں۔ یہاں سے ہم پچھلے دروازے سے نکل کر چلیں گے، پیچھے میری کار موجود ہے، میں تمہیں ایسی جگہ لے جاؤں گا جہاں تمہیں میک اپ وغیرہ کا سامان بھی مل سکے گا، اگر چہرے میں تبدیلی کر سکتے ہو، تو بہت اچھی بات ہے اور اگر نہیں تو اس کی مشق میں تمہیں کرا دوں گا۔ میں نے بہت سی وگیں تیار کی ہیں بہت سے میک اپ ماسک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے کچھ یقیناً تمہارے چہرے پر مناسب ہوں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر کومبی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں خود بھی اس بری دنیا کے راستوں کا مسافر رہ چکا ہوں، چنانچہ یہ سارے کھیل مجھے آتے ہیں۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے، مجھے واقعی تم جیسے کسی ساتھی کی تلاش تھی راجہ نواز"

"ویسے آپ کا کیا خیال ہے مسٹر کومبی، کیا یہ شخص ہیڈن برگ وکٹر ویلبی کے معاملات سے پوری طرح سے واقفیت رکھتا ہو گا۔؟"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ وکٹر ویلبی دراصل اُسی کے کاندھوں پر سوار ہو کر سفر کرتا ہے۔"

"گڈ، اس کا مقصد ہے کہ میں اس سے زیبی کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر سکتا ہوں۔؟"

کومبی کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"بہترین آئیڈیا ہے، تمہارا کیا خیال ہے راجہ نواز اصغر کیا وکٹر ویلبی یہ بات جانتا ہے کہ اب ــ اس کے خلاف جو لوگ کام کر رہے ہیں اُن میں سرفہرست نام راجہ نواز اصغر کا ہے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جب ویکوناک کے کیپٹن نے مجھے پانی میں گرایا تھا تو میں نے اس قسم کی کوشش کی تھی کہ اُسے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں، میں جانتا ہوں کہ اگر وہ میرا نام سُن لیتا اور وکٹر ویلبی سے ملاقات کرتا اور یہ بات بتا دیتا، تو شاید ویلبی

مجھے قتل کرنے کی اجازت نہ دیتا چونکہ میں براہ راست ترلوکا کا شکار ہوں اور ترلوکا مجھ سے انتقام لینے کے لیے نجانے کون کون سے منصوبے بنا چکا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ، تو پھر یہ نیا نام سامنے لاؤ، کومبی بولا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب ہے راجہ نواز اصغر یہ نام اس کے لیے اجنبی نہ ہوگا کیونکہ ترلوکا نے اس بارے میں اسے تفصیلات ضرور فراہم کی ہوں گی۔ اور اگر زیبی کو وکٹر ویل بی نے ہی اغوا کرایا ہے تو پھر اینی برگ کے ذریعے تمہارا کام بخوبی بن سکتا ہے، ہیڈن برگ کو مجبور کرو کہ وہ زیبی کو اینی کے عوض تمہارے حوالے کر دے اگر زیبی اس کی دسترس میں نہیں ہے تو پھر یہ اس کا کام ہوگا کہ وہ زیبی کو حاصل کرے، کیونکہ اسی شکل میں اسے اپنی ہیڈن برگ واپس مل سکتی ہے، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔؟"

میں کومبی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، بلاشبہ یہ بہترین تدبیر تھی، کومبی تو واقعی میرے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوا تھا۔ میں نے اس کی یہ بات منظور کر لی، پھر میں نے پوچھا۔

"اینی برگ کہاں ہے۔؟"

"میں جس کوٹھی میں تمہیں لے چل رہا ہوں وہیں اینی برگ کو رکھا گیا ہے۔ لیکن سنو، میں نے اس سے صحیح بات نہیں کہی، دراصل اس بچی پر مجھے بھی رحم آتا ہے، وہ بے قصور ہے۔ میں نے اسے یہی بتایا ہے کہ اس کے باپ ہیڈن برگ نے تحفظ کے لیے اسے میرے حوالے کر دیا ہے اور میں اُسے اس کے دشمنوں سے بچا کر اس جگہ پوشیدہ رکھے ہوئے ہوں اور یہ سب کچھ اس کے باپ کے ایما پر ہی ہو رہا ہے۔"

"گڈ، یہ بھی اچھی بات ہے۔"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اسی عمارت میں رہائش اختیار کرو اور اس طرح تم اینی برگ پر نگاہ بھی رکھ سکتے ہو اور وہیں سے دوسرے معاملات بھی کنٹرول کر سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری اس اعانت کو ضرور قبول کروں گا مسٹر کومبی"، میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اٹھو۔ ہم یہاں سے چلتے ہیں، کومبی نے اس بار فلیٹ سے نکلنے کے بعد سامنے کے دروازے کا رخ نہیں کیا تھا بلکہ وہ عقبی سمت سے ہوتا ہوا ایک شاندار شیورلیٹ کار میں آبیٹھا۔ مجھے بھی اس نے اپنے قریب بیٹھنے کی دعوت دی اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ہم لوگ خاموشی سے سفر کرتے رہے، فورڈ وہیں چھوڑ دی گئی تھی جس کے بارے میں کومبی نے مجھے بعد میں بتایا کہ وہ اسی جگہ کھڑی رہتی ہے اور جب وہ خود فورڈ کو استعمال کرنا چاہتا ہے، وہیں سے اٹھا لیتا ہے۔

ہم لوگ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد بالآخر ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے، جو شہر کے مغربی کنارے پر واقع تھا یہاں فارم ہاؤس ٹائپ کی ایک خوبصورت عمارت موجود تھی جس کا احاطہ بے حد وسیع تھا اور جس میں بہت سے خوبصورت حصے نظر آرہے تھے درمیان میں وہ سفید عمارت تھی جسے کومبی نے کوٹھی کا نام دیا تھا۔ دو آدمی یہاں موجود تھے، جو شیورلیٹ کو دیکھ کر مستعد ہو گئے تھے، کومبی بڑے اہتمام سے نیچے اترا اور میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ کومبی نے یہاں حفاظت کے مناسب انتظامات کر رکھے ہیں۔ احاطوں کے آخری حصوں پر مجھے کچھ ایسے افراد نظر آئے، جو مسلح تھے اور مخصوص انداز میں گشت کر رہے تھے۔

عمارت میں داخل ہو کر بالآخر ہم ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے، جس سے ملحق ایک اور کمرہ تھا۔ کومبی نے مجھے دوسرا کمرہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری خوابگاہ ہے مسٹر نواز، یہاں ٹیلی فون موجود ہے اور دیکھو یہ ایک خاص ٹیلی فون ہے اس کا تعلق کسی ایکسچینج سے نہیں ہے نہ اسے ٹیپ کیا جا سکتا ہے نہ اس پر ہونے والی گفتگو کہیں اور سنی جا سکتی ہے۔"

"اوہ گڈ، مجھے اس کی ضرورت تھی"، میں نے خوش ہو کر کہا

"اور یہ مسٹر ہیڈن برگ کا فون نمبر ہے"، کومبی نے ایک نمبر میرے سامنے کر کے کہا۔ میرا مطلب تم سمجھ رہے ہو گے۔؟

"اچھی طرح"، میں نے جواب دیا۔ پھر میں نے کہا "ایک بات اور بتاؤ مسٹر کومبی۔

"پوچھو جان من ضرور پوچھو۔

"اینی برگ کو اغوا کرنے کے بعد تم نے ہیڈن برگ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں صرف ایک بار۔"

"کیا گفتگو ہوئی؟"

"میں نے اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی بیٹی اب میرے قبضے میں ہے کومبی نے جواب دیا۔

"اس نے تمہارے بارے میں پوچھا؟"

"طاقت کے نشے میں چور تھا۔ فوراً بولا کہ ایک لمحہ ضائع بغیر میں اینی برگ کو واپس پہنچا دوں ورنہ میرے خاندان کا نشان تک مٹا دیا جائے گا"، میں نے ہنس کر فون بند کر لیا تھا۔

"اس نے تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی"

"نہیں۔"

"نہ یہ پوچھا کہ اس کے عوض تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا تھا کہ وہ طاقت کے نشے میں چور ہے یہاں ے سارے خطرناک غنڈے اس کے قبضے میں ہیں اس نے پوچھا ہوگا کہ فوراً میرا پتا چلا لے گا اور اینی برگ کے حصول میں اسے کوئی دقت نہیں ہو گی۔

"اس کے بعد کوئی رابطہ نہیں ہوا"

"نہیں۔"

"تمہارے خیال میں اس کی توجہ تم تک جا سکتی ہے۔؟"

"مشکل ہے۔ عام حالات میں، میں ایک مرنجان مرنج قسم ا آدمی ہوں اور ایسی کسی کارروائی میں ملوث نہیں ہو سکتا ہ لوگ میرے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور پھر اس انداز میں ہلاک ہونے والے صرف میرے ؟ ہی نہیں یہاں بے شمار وگ ان کے شکار ہیں اور ایسے المیہ سے دوچار ہو چکے ہیں یں تنہا ہی نہیں ہوں۔

"گڈ مسٹر کومبی تمہارا نقطہ نگاہ ۔؟ تھا لوگوں کی تباہی ہے۔؟ یا اس کے علاوہ اور کچھ۔؟"

"میں ان لوگوں کو فنا کرنا چاہتا ہوں جو بے شمار خاندانوں ں تباہی کا سبب ہیں۔"

"تم نے کہا ڈیر کومبی کہ کچھ کرائے کے لوگ تمہارے تحت ام کر رہے ہیں ان میں کوئی کالی بھیڑ تو نہیں ہو گی۔"

"میرے خیال میں نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ یہ سب مختلف ریاستوں سے آئے ہوئے وگ ہیں اور مقامی غنڈوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

"گویا پوزیشن مضبوط ہے۔"

"ہاں بظاہر میرے پلان میں خامی نہیں ہے۔

"وہ سب تمہیں مسٹر کومبی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔

"نہیں مسٹر ڈیڈ کی حیثیت سے۔"

"تو کیا تم یہاں اپنی اصل شکل میں ہو؟"

"نہیں دوست۔ میری اصل شکل یہ بھی نہیں ہے۔ میں ڈبل میک اپ میں تھا"، کومبی کے جواب پر اور میں حیران رہ گیا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کومبی اب آپ کا مشن میں نے سنبھال لیا، اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اور آپ کے مفادات کو ہمیشہ مد نگاہ رکھوں گا آپ کی وجہ سے مجھے جو بہترین سہولتیں حاصل ہوئی ہیں انہیں میں کبھی نظر انداز نہیں کروں گا۔"

"میں صرف وکٹر ویل بی اور اس کے گروہ کی تباہی چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اور اس کے لیے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں بار ہا میرے ذہن میں یہ خیالات بھی آئے کہ میں اپنے حلقۂ اثر میں ایک دوسری حیثیت سے متعارف ہوں اگر کبھی منظر عام پر آیا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اپنا اور آپ کا مشن ایک دیکھنے کے بعد میری یہ مشکل جس طرح حل ہوئی ہے آپ اس کے بارے میں بہتر طور سے سمجھ سکتے ہیں اور اس لیے آپ میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔"

"تو پھر اب ہم اپنے معاملات کس طرح سنبھالیں گے۔"

"میرے جو آدمی یہاں موجود ہیں انہیں ہدایت کر دی جائے گی کہ ہر لمحہ آپ کے احکامات کی پابندی کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو جو تمام سہولتیں درکار ہوں گی میں فراہم کروں گا آپ اپنے طور پر کام کرنے کے لیے آزاد ہیں ہاں اگر کوئی مشکل صورت حال درپیش ہو اور آپ محسوس کریں کہ یہاں آپ کو میری ضرورت ہے تو میں اس کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں آپ جب چاہیں مجھے اپنا شریک کار بنا لیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر کومبی۔ اب آپ مطمئن ہو جائیں اینی ہیڈن برگ کے مسئلے کو بھی میرے کنٹرول میں دے دیں ویسے اینی آپ کی صورت سے واقف تو ہو گی۔"

"کیوں نہیں۔ وہ اچھی طرح یہ بات جانتی ہے کہ میں اس کے باپ کے وفاداروں میں سے ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے اسے یہاں رکھ چھوڑا ہے۔"

"آئیے۔ کیوں نہ ایک نگاہ اینی کو دیکھ لیا جائے۔ میں نے کہا اور مسٹر کومبی نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ آپ اس سے مل سکتے ہیں ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور عمارت کے ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئے جہاں کومبی نے اینی ہیڈن برگ کو ایک مخصوص جگہ رکھا ہوا تھا کمرے کے دروازے پر دو آدمی پہرہ دے رہے تھے کومبی نے ان سے صورت حال دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ سب کچھ ٹھیک ہے چنانچہ ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے اینی ہیڈن برگ اداس سی شکل بنائے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھی تھی ہم دونوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے شکل و صورت سے معصوم لڑکی

لگتی تھی آنکھوں میں ماداسی کی چمک بھی شوخیاں سی لیے ہوئی تھی بلاشبہ اس لڑکی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جا سکتی تھی اس نے کومبی کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔"

"انکل اس عمارت میں فون کے تار تو موجود ہیں فون کیوں نہیں ہے۔؟"

"کیوں۔ تم فون۔ کروگی بے بی۔ کومبی نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں ڈیڈی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ مناسب نہیں ہوگا ظاہر ہے مسٹر ہیڈنبرگ نے تمہیں خود سے جدا رکھ کر تمہاری حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے اگر تم ان سے فون پر گفتگو کروگی تو پھر پوشیدہ کہاں سے رہ سکوگی۔"

"مگر میں یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں مجھے یقین نہیں ہے کہ تم۔ تم ڈیڈی کے آدمی ہو۔" اس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"کیوں بے بی۔ تمہیں کیوں یقین نہیں ہے۔؟"

"اگر تم ڈیڈی کے آدمی ہوتے تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔ ڈیڈی کے کسی آدمی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ۔ وہ مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔"

"لیکن۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کی بے بی۔" کومبی نے کہا۔

"بدسلوکی نہیں تو کیا ہے یہاں فون نہیں ہے جبکہ میں فون کی خواہش مند ہوں۔"

"یہ اس لیے ہے کہ مسٹر ہیڈنبرگ یہ پسند نہیں کریں گے کہ تم ان سے رابطہ قائم کرو اور ان کے دشمن اس فون کال کے سہارے تم تک پہنچ جائیں تم سمجھتی کیوں نہیں بے بی یہ سب تمہاری بہتری کے لیے کیا گیا ہے تمہارے نقصان کے لیے نہیں۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے میں کسی بھی قیمت پر ڈیڈی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کسی نہ کسی طرح ان سے تمہاری گفتگو کرا دوں گا۔" کومبی نے جواب دیا۔

"اوہ انکل۔ میں اس بات کے لیے تمہاری شکرگزار ہوں گی اس نے جواب دیا پھر بولی۔

"تو تم کب میری گفتگو ڈیڈی سے کرا رہے ہو۔"

"بہت جلد۔"

"یہ کون ہیں۔؟" اس بار وہ میری طرف رخ کر کے بولی اور میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں بھی تمہارے ہمدردوں میں سے ہوں بے بی۔ تم بے فکر رہو جس وقت بھی تمہارے دشمنوں کا خطرہ ٹل گیا ہم تمہیں مسٹر برگ تک پہنچا دیں گے انہی کے ایماء پر ہم نے تمہیں یہاں رکھا ہے۔"

"مگر میں تنہا بور ہوتی ہوں۔ یہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے میں بات کر سکوں اب دیکھو نا تنہائی کتنی تکلیف دہ چیز ہوتی ہے حالانکہ یہاں میری بے شمار دوست ہیں کیا تم ایسا نہیں کر سکتے کہ میری کچھ دوستوں کو بھی یہاں لے آؤ۔"

نہیں بے بی بات پھر جوں کی توں رہ جائے گی یعنی تمہارے دشمن تمہاری کسی دوست کے ذریعے تمہارا حال معلوم کر سکتے ہیں۔"

"ایسا کرو۔ میں تمہیں بتاؤں۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی تم کیٹی پارک سنی اور میری خاص دوست بریندا کو خاموشی سے اٹھا کر یہاں لے آؤ انہیں بھی یہیں بند کر دو اور ان کے والدین کو بھی نہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں بڑا لطف آئے گا جب وہ مجھے یہاں دیکھیں گی اور پھر ان دونوں کی موجودگی میں، میں بور بھی نہیں ہوں گی۔ کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو۔؟"

"اگر نہیں جانتے تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے تم بے فکر رہو اس کے لیے بھی مسٹر ہڈگ سے اجازت لینا ضروری ہوگی۔" کومبی نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسے سمجھا بجھا کر باہر نکل آئے باہر نکلتے ہوئے کومبی نے کہا۔

"اب تم بتاؤ وہ بدنصیب شخص اس معصوم لڑکی کا باپ ہے کیا اس کے جرائم کے پاداش میں اس لڑکی کو کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔"

"ہرگز نہیں مسٹر کومبی، میں کسی بھی قیمت پر اس معصوم لڑکی کو کوئی نقصان پہنچانے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"میں بھی اتنا درندہ نہیں ہوں یا یوں سمجھو کہ ذہنی طور پر مجرم نہیں ہوں حالانکہ اس لڑکی کو اغوا کرتے وقت میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس کا ایک ایک عضو پارسل کر کے ہیڈنبرگ پہنچا دوں لیکن تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ محسوس کر لیا کہ میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، میں اس قابل نہیں ہوں۔" کومبی نے جواب دیا۔

"بس مسٹر کومبی اب آپ آرام کریں میں اپنے طور پر سارے کام سنبھال لوں گا۔"

"تمہارا شکریہ بے فکر رہو یہاں اس جگہ تم ہر طرح محفوظ ہو اور تمہارا سامان تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا اور —— اگر تمہیں ضرورت محسوس ہوئی تو میرے کسی بھی آدمی سے کہہ دینا

یہ لوگ ایسے کاموں میں ماہر ہیں غرض یہ کہ جس طرح بھی تمہیں جس چیز کی ضرورت پیش آئے اس کا بندوبست بآسانی کیا جا سکتا ہے میں تم سے فون پر رابطہ قائم کروں گا لیکن اس فون پر جہاں کوئی گفتگو دوسری جگہ نہیں سُنی جا سکتی اب مجھے اجازت دو۔" میں نے مسٹر کومبی کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا تھا کومبی واقعی میرے لیے بہت ہی بڑی چیز ثابت ہوا تھا اور پھر اس شخص نے ایسے تباہ کن حالات میں میری مدد کی تھی کہ میں اپنی موت کا یقین کر چکا تھا اس کے بعد اس شخص کے خلاف کوئی بات نہیں سوچی جا سکتی تھی کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد میں نے اس ٹیلی فون پر جس کا لیں ایکس چینج سے تعلق نہیں رکھتی تھیں وہ نمبر ڈائل کیا جس پر ہیڈنبرگ کے مل جانے کی امید تھی چند ہی لمحات کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ کون بول رہا ہے۔؟"

"تمہارا دوست ہیڈنبرگ۔"

"کون بدتمیز ہے تمیز سے گفتگو کرنا سیکھو۔"

"افسوس۔ میں ایک بدتمیز آدمی ہوں اگر بدتمیز نہ ہوتا تو تمہارے سینے میں سوراخ نہ کرتا۔"

"میں کہتا ہوں۔ کون ہو تم۔" ہیڈنبرگ کسی بھیڑیے کی طرح غرایا۔

"جو کچھ بھی تم سمجھو تو تمہاری مرضی ہے ویسے اگر تم چاہو تو حوالے کے لیے میں تمہیں ایمی ہیڈنبرگ کا حوالہ دے سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ کتے۔ تو اپنی موت یقینی بناتا جا رہا ہے میں دیکھوں گا تو میرے ہاتھ سے کس طرح بچ سکتا ہے میں دیکھوں گا تو کتنا چالاک ہے اور کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو دیکھتے رہو ویسے۔ تم نے مجھے جو گالیاں دی ہیں ان کا حساب کتاب تم سے الگ لوں گا۔"

"تو کیا چاہتا ہے آخر کیا چاہتا ہے تو ایمی کہاں ہے؟" ہیڈنبرگ نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرے پاس موجود ہے اور ابھی تک خیریت سے ہے مگر تم اس کے لیے گہری سے گہری قبر تیار کرتے جا رہے ہو جوں جوں تم میرے معاملے میں تاخیر کروگے اس کی خیریت خطرے میں پڑتی جائے گی تم اب تک اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہو میں جانتا ہوں کہ وکٹر ویل بی کے غنڈے اس شہر کے چپے چپے پر میری تلاش میں سرگرداں ہیں اور تمہاری بیٹی کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں لیکن اتنے دن کی ناکامی کے بعد بھی تمہارے عقل ٹھکانے نہیں آئی بے وقوف انسان اب بھی میں تمہیں موقعہ دے رہا ہوں اس سے قبل کہ ایمی برگ کی لاش کے ٹکڑے تمہارے پاس پہنچائے جائیں بہتر ہوگا کہ تم عقل سے کام لو اور مجھ سے تعاون کرو جس آواز کو میں نے ٹیلی فون پر سنا تھا اس سے اس کے مالک کی شخصیت کا اندازہ لگا سکتا تھا اور پھر جیسا کومبی نے بتایا تھا کہ ہیڈنبرگ ان لوگوں میں سے ہے جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے اگر ان کے لیے یہ الفاظ کہے جائیں تو ان کی ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے میرا اندازہ تھا کہ وہ اس وقت غصے سے کھول رہا ہوگا یا پھر ہو سکتا ہے اس ٹیلی فون کال کے سلسلے میں کوئی کارروائی کر رہا ہو پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"تم کیا چاہتے ہو۔" اس بار اس کے لہجے میں نرمی تھی اور آواز کافی حد تک بدلی ہوئی تھی۔

"تمہاری بدقسمتی ہے ہیڈنبرگ کہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو اگر تم میرا نام سنو گے تو تمہارے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

سناؤ سناؤ اپنا نام سناؤ آج کل تو لاس اینجلس کے کتے بھی آسمان کی طرف منہ کر کے بھونکنے لگے ہیں۔" اس نے کہا

"لاس اینجلس کے کتے میں تمہی سے یہ بات کہہ رہا ہوں غور کر، میرا نام سن اور اس کے بعد اپنا جوتا اٹھا کر اپنے سر پر بیس بار مار لے تاکہ خود تمہیں اپنی بے وقوفی کا احساس ہو جائے میں راجہ نواز اصغر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وکٹر ویل بی میرے جوتوں کی خاک سے زیادہ نہیں ہیں میرا براہ راست مقابلہ اس گندے انسان سے ہے جس کا نام ترلوکا ہے میں وہی ہوں ہیڈنبرگ جس نے ترلوکا کی جنت کو اجاڑ دیا اور کیلی لاس کی پہاڑیوں میں اس کے آدمی چوہوں کی طرح پکڑ کر بل میں بند کر دیے۔ میں وہی راجہ نواز اصغر ہوں جس نے ترلوکا کے سینے میں سوراخ کر کے اسے کتوں کی طرح دربدر مارا مارا پھرنے پر مجبور کر دیا لیکن اس کے بعد میں نے سکون کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ترلوکا کی بدنصیبی ایک بار اسے پھر میرے سامنے لے آئی ہیڈنبرگ ابھی تو میں نے ابتدا کی ہے اور اس ابتداء کے نتیجے میں تمہارا مارکوس ٹریڈرس تباہ ہو چکا ہے اور میکلو کے اطراف میں تم نے جو منشیات کا اڈا بنا رکھا ہے وہاں سے کروڑوں روپے کی نشہ آور ادویات پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں ابھی تک میں نے یہاں قتل عام نہیں شروع کیا ہے اور اس انداز میں کام کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ زیادہ سے زیادہ خون سے رنگین نہ ہو سکیں لیکن تم لوگ سن لو اگر میری بیوی عزت و احترام کے ساتھ مجھے واپس نہ کی گئی تو میں تم

میں سے ایک ایک کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ زمین آسمان کانپ اٹھیں گے میرا نام نواز اصغر ہے اور اگر تم ترلوکا کے کتوں کی حیثیت سے کام کرتے ہو تو یہ نام تمہارے لیے اجنبی نہیں ہو گا۔" دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی تھی سانس لینے کی آواز البتہ ریسیور سے سنائی دے رہی تھی۔ کافی دیر اس طرح گزر گئی تو پھر میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا تمہارا ہارٹ فیل ہو گیا ہیڈنبرگ۔"

"سنو سنو راجہ نواز اصغر سنو واقعی مجھے یہ اندازہ تھا کہ یہ تم ہو سکتے ہو واقعی مجھے یہ اندازہ نہیں تھا مسٹر نواز اصغر لیکن تم۔ تم یہاں لاس اینجلس میں اور تم نے۔ میرا مطلب ہے یہ سب کارروائی۔ مجھے تو اطلاع یہ ملی تھی۔ ہینڈنبرگ کے انداز میں جو نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی وہ بہت ہی عجیب سی تھی اس کی آواز کی ہلکی سی کپکپاہٹ کو میں اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا۔ میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر کہا۔

"میں تمہارے سپرد چند ذمہ داریاں کر رہا ہوں ہینڈنبرگ اینی برگ کو اس قیمت پر حاصل کر سکتے ہو کہ زیبی مجھے واپس مل جائے۔"

"مم۔ مگر۔ مگر۔ یہ میرا معاملہ نہیں ہے۔ میں نے۔ میں نے۔"

"میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہے زیبی کو تین دن کے اندر اندر میرے پاس پہنچ جانا چاہیے اس وقت تمہیں اینی برگ بھی مل جائے گی لیکن ایک بات پر غور کر لو جو کچھ زیبی کے ساتھ ہوا ہو گا وہ ہی اینی برگ کے ساتھ بھی کیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد ان تین دنوں میں وہ بالکل محفوظ رہے گی اس لیے بہتر ہے کہ تم فوری طور پر زیبی کے حصول کے لیے کوشش کرو تاکہ تمہاری بیٹی بچ جائے میں چند لمحات خاموش رہا اور ہیڈنبرگ کے جواب کا انتظار کرتا رہا ہیڈنبرگ کے انداز میں اب نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی اس نے کہا۔"

"سنو راجہ نواز اصغر یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں ترلوکا کے ساتھیوں میں سے ہوں لیکن میری پوزیشن بہت بڑی نہیں ہے میں ترلوکا کے بہت ہی معمولی آدمیوں میں شمار ہوتا ہوں۔ یہاں کا انچارج وکٹر ویل ہے تم مجھے اس بات کا موقعہ دو کہ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں تین دن کی مہلت کسی کام نہیں آ سکتی اتنی جلدی میں کچھ نہیں کر سکتا تم نے جو کچھ کیا ہے وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے ابھی تک ان لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کارکردگی کی پشت پر راجہ نواز اصغر ہے میں تم سے یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر ویل بل کو تمہارے بارے میں ہدایات ملی تھیں لیکن نیویارک میں تمہاری بیوی کے اغوا کے سلسلے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں رہا یہ کام کسی اور کے سپرد کیا گیا تھا البتہ مجھے اس کی بھنک ضرور مل گئی تھی میں ذاتی طور پر تمہیں یہ بتا دینا پسند کرتا ہوں کہ تمہاری بیوی کم از کم وکٹر ویل بی کے پاس نہیں ہے البتہ چونکہ وہ وکٹر ویل بی کے ذریعے اغوا ہوئی ہے اس لیے ویل بی اس کے بارے میں ضرور جانتا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ زیبی کو ترلوکا کے حوالے کر دیا گیا ہو گا۔"

"ترلوکا کا قیام کہاں ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" ہینڈنبرگ نے کہا۔

"اگر تمہیں نہیں معلوم مسٹر ہیڈنبرگ تو یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم معلومات حاصل کرو وکٹر ویل بی کے بارے میں مجھے تو کافی تفصیلات درکار ہوں گی لیکن میں تمہیں اس کی مہلت دیتا ہوں کہ تم اپنے طور پر کارروائی کر کے یہ معلومات حاصل کرو کہ زیبی کس جگہ ہے۔"

"میرے دوست تم اس تمام کارروائی کے لیے مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو میں تمہیں تفصیلات معلوم کر کے بتانے کی کوشش کروں گا لیکن میری بیٹی کو چھوڑ دو۔"

تم جانتے ہو ہیڈنبرگ کہ تمہارے یہ الفاظ حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں میں یہ کام تم ہی سے لے سکتا ہوں تم

جس طرح اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لو گے کوئی اور نہیں کر سکتا یہ بات کان کھول کر سن لو کہ اگر زیبی کے بارے میں مجھے معلومات حاصل نہ ہوئیں تو تمہاری بیٹی تمہیں کبھی نہیں مل سکے گی اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے زیبی کے عوض میں ایسی ایسی ہزاروں لڑکیوں کو قتل کر سکتا ہوں۔

"نہیں۔ خدا کے لیے نہیں۔" ہیڈنبرگ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"میں تمہیں پھر فون کروں گا ہیڈنبرگ اور اس کے بعد تمہیں مزید ہدایت دوں گا اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔" میں نے فون بند کر دیا۔

ایڈلن کومبی میرے اقدامات سے بہت خوش تھا۔ واقعی دوہری شخصیت کا مالک یہ شخص میرے لیے بے حد کارآمد تھا۔ اس کے سینے میں سلگتے ہوئے انتقام کے شعلے اس کے چہرے پر نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن میں اس کے دل میں جھانک چکا تھا۔ اس کے دل میں انگارے ہی انگارے تھے۔

"تم غور کرو راجہ نواز اصغر! میرے دو ہی بچے تھے۔ میرے پاس بے انتہا دولت ہے۔ ہر انسان اپنے بچوں کے لیے ہی سب کچھ کرتا ہے۔ میں ایک امن پسند انسان تھا۔ لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہوا، کیا اس کے بعد انسان رہنے کی کوئی گنجائش ہے؟"

"مجھے آپ کے دکھوں کا احساس ہے مسٹر کومبی!"

"میں خودکشی کر لیتا۔ کوئی دلکشی نہیں رہ گئی میرے لیے اس دنیا میں۔ لیکن کومبی کو زندہ سمجھنے والے بے وقوف ہیں۔ اب کومبی نہیں صرف اس کی شکل میں انتقام زندہ ہے۔"

میں نے اس کے الفاظ میں شدید تپش محسوس کی تھی۔ میں نے اس کی تائید کی۔

"اس کے باوجود ابھی تک ہیڈن برگ کی بیٹی زندہ ہے لیکن میں اپنے جنون سے خوفزدہ ہوں۔ کون جانے کس وقت وہ لڑکی میرے ہاتھوں ہلاک ہو جائے۔ بارہا میرا دل چاہا ہے کہ اس کے بدن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دوں اور پھر ان ٹکڑوں کو کسی نہایت گنجان مقام پر اس طرح سجاؤں کہ ان سے میرے بچوں کے نام لکھ جائیں۔ تب پتا چلے گا ہیڈن برگ کو کہ دل کا درد کیا ہوتا ہے۔"

"آپ اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں مسٹر کومبی! لیکن آپ نے اپنے بچوں کی یاد میں ایک مشن اپنایا ہے۔"

"مشن؟" وہ بولا۔

"ہاں، منشیات کے تاجروں نے نوجوان نسل کے خلاف ایک مہم چلا رکھی ہے۔ نہ صرف آپ کے بچے بلکہ ان کی عمر کے دوسرے بچے بھی ان کا شکار ہو رہے ہیں۔ آپ ان کے لیے کام کریں۔"

"وہی تو کر رہا ہوں۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے آپ کو ہیڈن برگ سے ہونے والی گفتگو سنا دی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، تم نے اسے تین دن کا الٹی میٹم دیا ہے۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ تمہاری بیوی کو تلاش کرے گا؟"

"مشکل ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ایسی شکل میں تم کیا کرو گے؟" کومبی نے سوال کیا۔

میں چند لمحات کے لیے سوچ میں ڈوب گیا اور پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

"میں فیصلہ نہیں کر سکتا مسٹر کومبی! کہ اس کے بعد میں کیا کروں گا۔ باقی جہاں تک مسئلہ رہا این کا تو میرا خیال ہے کہ اس کا قتل کسی طور مناسب نہیں ہو گا۔ تاہم اس بات کے امکانات ہیں کہ میں طویل عرصے تک این برگ کو ہیڈن برگ کے حوالے نہ کروں۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ بلکہ اگر مناسب ہوا تو میں این برگ کو امریکہ سے نکال دوں گا اور ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں اسے کوئی تکلیف تو نہ پہنچے اور پرسکون زندگی بسر کرے لیکن ہیڈن برگ اسے دوبارہ نہ حاصل کر سکے۔"

میں کومبی کی دلی کیفیات کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اپنے دونوں بچے کھونے کے بعد اسے بھلا کسی ایسے شخص سے کیا دلچسپی رہ سکتی ہے جو اپنی بچی کے لیے تڑپ رہا ہو جب کہ اس کا شمار انہی لوگوں میں ہو جنہوں نے اس کے بچوں کو اس سے دور کر دیا ہو۔

میں کومبی پر اپنا کوئی فیصلہ مسلط بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی دلی کیفیات کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ بہر طور اب یہ تین دن گزارنے تھے۔ اور اس دوران چند ضروری کام کر لینا بھی نہایت ضروری تھے۔ کومبی اپنے کاروبار کو بھی سنبھالتا تھا حالانکہ یہ صرف ایک ضمنی کارروائی تھی۔ اس جیسے شخص کو اب بھلا کاروبار وغیرہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ لیکن انتقام کا جو جذبہ اس کے سینے میں پروان چڑھ رہا تھا۔ اس نے اسے بہت زیادہ محتاط کر دیا تھا۔ این برگ اسی عمارت میں تھی اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے جو انتظامات کیے تھے۔ میں ان کا بخوبی جائزہ لے چکا تھا۔ اندازہ تو یہی تھا کہ کسی کو اس بات کا شبہ نہیں ہو سکتا کہ این برگ یہاں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی صورتحال پیش آ گئی تو اس کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔

کومبی چلا گیا اور میں اس کی آرام دہ رہائش گاہ میں موجود اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ زیبی کی طرف سے اب کسی قدر قرار سا آ گیا تھا درد جب حد سے گزر جاتا ہے تو اس کی دوا خود بخود ہی ہو جاتی ہے۔ یہی کیفیت اب میری تھی۔ جب بھی زیبی کی یاد آتی دل میں اک ہوک سی اٹھتی لیکن اب یہ احساس ایک خوفناک انتقام کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

زیبی کے بارے میں اب یہ بھروسہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ دوبارہ مجھے مل ہی جائے گی لیکن یہ بات بھی ذہن میں موجود تھی کہ اگر وہ نہ ملی تو اپنی زندگی ختم کرنے سے پہلے کم از کم ترلوکا کو اس روئے زمین سے مٹا دوں گا۔ جتنا بھی خون کرنا پڑے گا کروں گا اور اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔

اپنی دانست میں ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور بظاہر اس میں کامیاب بھی ہو گئے تھے لیکن اب انہیں

سنبھالنا ضروری تھا اور اس کے لیے بہتر یہ تھا کہ میں اپنے طور پر ہی عمل کر دوں۔ یعنی بینیڈا اور انسپکٹر پاؤل سے جب تک معاملات چل سکیں ٹھیک ہیں نہ چلیں تو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

تنہائی جب ذہن کو ڈسنے لگی تو دل چاہا کہ این برگ سے ہی کچھ گفتگو کر لوں اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ معصوم لڑکی کو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ ایک ایسے درندہ صفت باپ کی بیٹی ہے۔ اس نے سپاٹ اور سادہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یقیناً تمہارا دل گھبراتا ہوگا این؟"

"میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میری دو سہیلیوں کو میرے پاس پہنچا دو۔ کیا تم یہ کام نہیں کر سکتے؟"

"نہیں این! کیا جا سکتا ہے یہ کام۔ لیکن ڈیئر یہ تو سوچو کہ تمہارے باپ نے تمہیں ساری دنیا سے چھپا کر یہاں محفوظ کیا ہوا ہے۔ اس شکل میں تمہارے بارے میں کسی کو معلوم ہونا مناسب نہیں ہے۔"

"میں ان تمام باتوں کو نہیں مانتی، میری بات کراؤ میرے ڈیڈی سے۔"

"نہیں بے بی۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ فون ٹیپ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تم کیوں اپنی زندگی کی دشمن بن گئی ہو۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم ہی بات کرو مجھ سے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"تم مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"یوں سمجھ لو کہ تمہارے باپ کا ملازم ہوں۔"

"مگر پہلے میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے میں کبھی تمہارے سامنے آیا بھی تو نہیں۔" میں نے جواب دیا اور این خاموش ہو کر گردن ہلانے لگی۔

کافی دیر تک میں این برگ سے باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے چلا آیا۔ اس وقت دل میں باہر جانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو میک اپ کر کے باہر نکل سکتا تھا لیکن طبیعت پر کاہلیت سی سوار ہو گئی تھی۔ کوئی خاص منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ بس یونہی ایک بیزاری کی سی کیفیت دل پر طاری تھی۔ رات کو ساڑھے سات بجے کومبی کا ٹیلی فون ملا اور اس نے مجھ سے میری خیریت پوچھی۔

"سب کچھ ٹھیک ہے مسٹر کومبی! آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"میرے پاس کچھ کرنے کو ہے ہی کہاں۔ بس کاروباری معاملات ہیں۔ جنہیں بحالتِ مجبوری دیکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ دل تو نہیں چاہتا۔" کومبی نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "تم بھی یہ تین دن یونہی گزارو گے یا کوئی خاص منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟"

"نہیں مسٹر کومبی! کوئی خاص منصوبہ نہیں ہے۔ ویسے میں اس دوران کوئی نہ کوئی پروگرام ضرور ترتیب دوں گا۔ آپ سے کب ملاقات ہوگی؟"

"میں کل صبح ناشتہ تمہارے ساتھ ہی کروں گا اور تھوڑی دیر کچھ تبادلہ خیال بھی رہے گا۔ اور اس کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں گا۔" کومبی نے جواب دیا۔

فون بند ہونے کے بعد میں تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ گھر میں پڑے رہنے سے بہتر ہے کہ کچھ کیا جائے۔ اس وقت سوشا اور ٹریسا میرے ذہن میں آئیں۔ ان لڑکیوں کو یہاں خطرے میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں تھا۔ براہِ راست مڈبھیڑ ہو چکی تھی ان لوگوں سے۔ اس لیے بہتر یہی تھا کہ انہیں یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔

کومبی اس سلسلے میں میری بآسانی مدد کر سکتا تھا اور پھر بات کچھ تھی بھی نہیں۔ صرف ان کے لیے سیٹیں درکار تھیں۔ البتہ انہیں سمجھانا ضروری ہوگا۔ یونہی دل چاہا کہ ان سے ملاقات کروں چنانچہ پہلے میں نے اس ٹیلی فون پر جس کے نمبر ڈائریکٹری میں موجود نہیں تھے، ان کے ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا۔ دونوں ہی اپنے کمرے میں موجود تھیں۔

فون ٹریسا نے ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو ٹریسا! میں بول رہا ہوں۔"

"ہیلو! کہاں ہو تم؟ میں تم سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ایسی خاص بات کوئی نہیں ہے۔ بس ہم لوگ شدید بوریت کا شکار ہیں۔ کوئی ایسا کام بھی نہیں مل رہا جو ہمارے لیے دلچسپی کا باعث ہو۔"

"ٹھیک ہے یہ بتاؤ اطراف کی پوزیشن کیا ہے۔"

"ابھی تک تو سب کچھ ٹھیک ہے لیکن کب تک ٹھیک رہیں گے۔ یہاں رہنے کا کوئی جواز تو ہونا چاہیے۔"

"تو بہتر ہے کہ تم کسی عمدہ سے ہوٹل کا نام بتا دو مجھے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں۔"

"کہیں اور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں آ جاؤ۔ ہم ڈائننگ ہال میں مل جائیں گے اگر تم کمرے میں نہ آنا چاہو تو۔"

"نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اچھی بات ہے۔ میں تمہارے کمرے میں ہی پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میں ان کے کمرے میں ان کے

سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں تک پہنچتے ہوئے میں نے اطراف پر پوری طرح نگاہ رکھی تھی کہ کہیں میرا تعاقب وغیرہ نہ کیا جا رہا ہو۔ سوشا اور ٹریسا واقعی تھکی تھکی سی نظر آ رہی تھیں۔ ٹریسا نے کہا۔

"ہمیں بالکل عضوِ معطل کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ کیا ہمارے لیے کوئی کام نہیں ہے؟"

"ڈیئر سوشا! مسٹر ہگین نے تم لوگوں کو میری ذمہ داری پر یہاں بھیجا تھا۔ اور صورتِ حال سے تم نے اندازہ لگا ہی لیا ہوگا کہ میرے معاملات کس قدر خطرناک ہیں۔ دراصل میں یہ نہیں چاہتا کہ تم دونوں کو کوئی نقصان پہنچاؤں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار بھی ہوں۔ اس وقت میں تمہارے پاس ایک خاص کام سے آیا ہوں۔"

"کہو کہو۔ کام کا نام تو لو۔"

"اتفاق سے وہ کام ایسا ہے کہ تمہیں پسند نہیں آئے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ایسی کیا بات ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں واپس چلی جاؤ۔"

"ہم بھی یہی بات سوچ رہی تھیں کہ تم ہم سے اکتائے ہوئے ہو۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔"

"ڈیئر! اکتانے کی بات نہیں ہے۔" میں نے نرم لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ "بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یہاں سے جانا پڑ رہا ہے۔"

"کہاں؟"

"میں نہیں کہہ سکتا کہ کس جگہ۔ کچھ نئے لوگ میرے ساتھی بنے ہیں۔ میں ان کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور ڈیڈی کے کام کا کیا رہا؟" سوشا نے پوچھا۔

"مسٹر ہگین سے کہہ دینا کہ انہوں نے جس سلسلے میں مجھ پر اعتماد کیا ہے، اس کی تکمیل کے لیے میں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔"

"تو ہماری روانگی کے علاوہ اور کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ ہم یہاں رک جائیں۔"

"نہیں۔ تمہارا یہاں رکنا قطعی مناسب نہیں ہوگا۔" دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر سوشا بولی۔

"ہم تو بہت کچھ سوچ کر آئے تھے یہاں پر لیکن اب تم نہیں چاہتے تو تمہاری مرضی۔"

"تو پھر بتاؤ میں تمہارے لیے کیا انتظامات کروں؟"

"لیجیے، یہاں سے واپس جانا بھی کوئی مسئلہ ہے۔"

"تو پھر تم کب روانہ ہو رہی ہو؟"

"کل کسی بھی وقت ہم اپنی سیٹیں بک کرا لیں گے۔ ڈیڈی کے لیے کوئی پیغام ہے؟"

"ہاں، مسٹر ہگین سے کہنا کہ میں انہیں کامیابی کی اطلاع سنانے کے لیے بہت جلد ان تک پہنچوں گا۔"

لڑکیوں سے کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد اور یہ وعدہ لینے کے بعد کہ وہ اب یہاں سے چلی جائیں گی۔ میں وہاں سے واپس چل پڑا۔

بینیڈا اور پاؤل کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ ویسے یہ جانتا تھا کہ وہ لوگ میرے منتظر ہوں گے لیکن وکونا پر جو واقعات پیش آ چکے تھے، اس کے بعد یہ بات حماقت تھی کہ میں ان لوگوں سے ملاقات کی کوشش کروں۔ وہ لوگ اپنے طور پر کام کرتے رہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں کرتا رہوں گا۔ ہاں اگر کبھی ایسا ہی کوئی مسئلہ درپیش آ گیا جس میں ان کی مدد کی ضرورت ہوئی تو پھر ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ این کے بارے میں پوچھنے پر پتا چلا کہ وہ سو چکی ہے۔ چنانچہ میں بھی ہلکا پھلکا کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں لاتعداد خیالات کیڑوں کی طرح کلبلا رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی تسلی بخش کام نہ ہو سکا ہو۔ ترانکا نے وار کر دیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک میری بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بالکل یوں لگ رہا تھا مجھے کہ جیسے وہ مجھے ہزار آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ مجھ پر مسکرا رہا ہو۔ کیا بگاڑ لیا تھا میں نے ان کا کچھ بھی تو نہیں۔ اسے کیا نقصان پہنچا تھا ابھی تک۔ کچھ بھی نہیں۔ میں ہی پاگل کتے کی طرح مارا مارا پھر رہا تھا۔

پھر کیا کروں۔ کیوں نہ قتلِ عام کروں۔ کیوں نہ ہر اس شخص کو قتل کر دوں جس پر ذرا بھی ترانکا کے ساتھی ہونے کا شبہ ہو۔ ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے۔ یہ امن پسندوں کی حماقت ہے۔ ہاں راجہ نواز اصغر ابھی سو رہا ہے۔ اسے جاگا ہوا نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کے لیے اس کے لیے۔ لعنت ہے اس شرافت پر۔ لعنت ہے اس بے بسی پر۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ یوں ہوا تو کیا ہوا۔ بات کچھ اونچے پیمانے کی ہو۔ میرے بدن میں چنگاریاں سی بکھر گئیں۔

ساری رات میں بے سکون رہا تھا۔ دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ کومبی آ گیا۔

"ہیلو مسٹر کومبی!"

"ہیلو فرینڈس!"

"کیسے مزاج ہیں؟"

"میں تو حسبِ معمول ہوں۔ تم سناؤ کیسی گزری؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا پروگرام ہے؟" کومبی نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں۔ انتظار کرنا ہوگا۔"

"ہاں یہی مناسب ہے۔" کومبی نے جواب دیا۔

رات ہی کو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کچھ کروں گا کسی دوسرے کو اس کا رازدار نہیں بناؤں گا۔ کومبی اپنا رونا روئے گا اور مجھے سمجھائے گا کہ جلد بازی مناسب نہیں ہے لیکن میرا دل جانتا تھا کہ میں کیسے کرب سے گزر رہا ہوں۔ اسی لیے میں نے کومبی کو اپنا پروگرام نہیں بتایا۔

کومبی نے میرے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے تیاریاں کیں اور باہر نکل آیا۔ میرے ارادے خطرناک تھے۔ سب سے پہلے مجھے ایک گاڑی کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک پارکنگ لاٹ کا رُخ کیا۔ بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں کسی نئی گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ پانچ منٹ کے بعد مجھے ایک کار پسند آئی، اور میں نے اس کے اترنے والے کو غور سے دیکھا۔ اس نے کار روکی اور چابی جیب میں رکھ کر آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ میں پھرتی سے آگے بڑھا اور اس سے ٹکرا گیا۔ بریف کیس اس درمیانی عمر کے آدمی کے ہاتھ سے گر گیا۔

میں نے انتہائی معذرت اور شرمساری کے انداز میں بریف کیس اٹھا کر اسے دیا لیکن اس دوران اس کی کار کی چابی میرے ہاتھ آگئی۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی میں نے کار کا دروازہ کھولا اور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ابھی گاڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نہیں نکلی تھی کہ دفعتاً ایک چوڑے چکلے بدن کا آدمی جس کے بائیں گال پر زخم کا نشان تھا۔ نزدیک آگیا۔ اس کے سامنے آجانے کی وجہ سے کار روکنی پڑی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اگلے چوراہے تک پارٹنر۔ پلیز۔" وہ لجاجت سے بولا۔ اور میں نے اسٹیئرنگ کے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ بیٹھا تو میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور پھر رفتار تیز کر دی۔

"میرا نام جیکب ہے۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"چاقو کا کاریگر ہوں۔" وہ پھر بولا۔ اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر نگاہ سامنے جما دی۔

"سمجھے نہیں پارٹنر!" وہ پھر بولا۔

"تمہیں اگلے چوراہے تک جانا ہے نا؟" میں نے کہا۔

"سو فیصدی۔" اس نے جواب دیا۔

"تو اتنے سے فاصلے تک سفر کرنے کے لیے تم اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتے؟"

"ذرا مجبوری ہے پارٹنر!"

"کیا مجبوری ہے پارٹنر؟"

"یہی کہ میری زبان بند نہیں رہتی۔"

"تو پھر میں گاڑی روک رہا ہوں۔ اتر جاؤ۔" میں نے کہا اور بریک پر پاؤں ڈال دیا۔

"ارے۔ نہیں نہیں پارٹنر! چلتے رہو چلتے رہو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں چاقو کا کاریگر ہوں۔" اور اب اس کی بات میری سمجھ میں آئی تھی۔

اس نے اپنے لباس سے ایک پتلی سی دھار کا پتلے سے پھل والا چاقو نکال لیا جو کمانی دار تھا اور ایک چھوٹا سا بٹن دبانے سے کھل گیا تھا۔

"اوہ۔ لوٹنا چاہتے ہو مجھے؟"

"نہیں پارٹنر! لوٹنے کا کیا سوال ہے۔ اپنی برادری کے آدمی ہو۔ آپس میں کوئی ایک دوسرے کو کہاں لوٹتا ہے؟" میں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا اور سیدھا دیکھنے لگا۔ اس کے الفاظ اب میری سمجھ میں آرہے تھے۔ لیکن اسے مجھ پر شبہ کیونکر ہوا؟ میں نے سوچا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے چاقو بند کیا اور میری گود میں ڈال دیا۔

"مقصد یہ نہیں تھا کہ یہ کاریگری تمہیں ہی دکھاؤں۔ بس یوں سمجھ لو کہ اس جدید دور میں بھی، میں پستول وغیرہ کا قائل نہیں۔ دھماکہ بھی ہوتا ہے اور پھر خواہ مخواہ کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چاقو کی بات ہی دوسری ہے۔ پارٹنر! اس طرح بدن کو چھوتا ہوا نکل جاتا ہے جس طرح بادِ صبا اور آدمی کو اس وقت پتا چلتا ہے جب اس کی آنتیں باہر آجاتی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس بات پر مجھے حیرت ہوئی تھی کہ اس نے چاقو میری گود میں ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"مقصد بتاؤ گے؟"

"پارٹنر! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے تمہیں اس کی جیب سے چابی اڑاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ آج میرا بھی یہی پروگرام تھا۔ کہ کوئی کار اٹھاؤں گا اور فروخت کر دوں گا۔"

"اوہ، یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم نے اپنا کام کیوں نہیں کیا؟"

"جب اپنی لائن کا آدمی مل جاتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ مل جل کر کھایا جائے۔"

"گاڑی کہاں فروخت کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"جیکب ہے میرا نام پارٹنر! اور تقریباً پندرہ سال سے یہاں کے چپے چپے کی خاک چھان رہا ہوں۔ بھلا یہ بات مجھے کیونکر معلوم ہوگی کہ گاڑیاں ہاتھوں ہاتھ کہاں بکتی ہیں گو رقم زیادہ نہیں ملتی لیکن کام بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ گاڑی ہمیں اچھی خاصی رقم دے جائے گی۔ اگر تم چاہو تو ففٹی پرسنٹ۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اور اگر میں نہ چاہوں تو؟"

"نہیں پارٹنر! چاہنا تو ہوگا۔ ایک سے دو بہتر ہوتے ہیں۔ جیکب بڑے کام کی چیز ہے، ارے ارے اس طرف کہاں۔ چوراہا تو اس طرف ہے۔"

"ذرا تم سے مکمل تعارف حاصل کر لیا جائے۔" میں نے کہا اور کار ایک ایسی سڑک پر موڑ دی جو کافی حد تک سنسان نظر آرہی تھی۔

"تعارف تو ہو گیا۔ میرا نام جیکب ہے۔ تم ہی نے اپنا نام نہیں بتایا کہ کب سے یہ کام کر رہے ہو؟"

"آج ابتدا کی ہے کہ درمیان میں تم ٹپک پڑے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری عقابی نگاہیں کسی ایسی سنسان جگہ کی تلاش میں تھیں جہاں میں اسے سبق سکھا سکوں۔ گو اس نے چاقو میری جیب میں ڈال کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن کسی ایسے آدمی کو منہ لگانا میرے لیے ممکن نہیں تھا جو چھچھورے قسم کا چور اچکا ہو۔ آخر ایک ایسی جگہ مجھے نظر آ ہی گئی اور میں نے پھرتی سے کار کا رخ موڑ دیا۔ جیکب نے اپنے بدن کو سنبھالنے کے لیے کھڑکی پکڑ لی تھی۔ اور جب میں نے کار کو بریک لگایا تو اس کا سر ونڈ اسکرین سے ٹکرا گیا۔

"ارے ارے پارٹنر خطرناک موڈ میں نظر آرہے ہو۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے انجن لاک کر دیا۔ اور پھر میں نے کار کی چابی اپنی انگلی میں گھماتے ہوئے کہا۔

"آؤ مسٹر جیکب! ذرا تعارف ہو جائے۔"

"ارے ارے پارٹنر! بات یہ نہیں تھی۔ مم۔ میں۔ تو میں تو۔"

"لو اپنا چاقو سنبھالو۔ میں ذرا تمہاری کاریگری دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے درمیان سے اس کی بات کاٹی اور چاقو اس کی جانب بڑھا دیا۔

جیکب منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔ اس کے دانت ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اور یوں لگتا تھا جیسے مٹھی بھر کر اس کے منہ میں گیسٹر ڈال دیے گئے ہوں۔ حالانکہ خد و خال خوبصورت تھے اور اگر چہرے پر وہ زخم کا نشان نہ ہوتا تو اسے ایک حسین آدمی کہا جا سکتا تھا۔ بدن بھی خاصا تندرست اور توانا تھا۔ اس کے ہنسنے پر مجھے غصہ آگیا۔ میں نیچے اتر آیا۔ وہ بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔

"دیکھو پارٹنر! استاد نے کہا تھا کہ اگر چاقو کو للکارا جائے تو کبھی نہ چوکنا۔ حالانکہ تم سے ملاقات کا مقصد یہ نہ تھا۔ لیکن چاقو کی بات مت کرو۔ اگر میرے پاس پستول ہوتا اور تم اسے چیلنج کرتے تو میں خاموش ہو جاتا اور اپنی ہار مان لیتا۔ لیکن استاد کنگ لوئی بڑی نایاب چیز تھے۔

"کون؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کنگ لوئی چینی تھے۔ ستر سال کی عمر میں بھی چاقو کا وار ایسا کرتے تھے کہ بس یوں سمجھ لو کہ پتا بھی نہ چلے اور دو ٹکڑے ہو جائیں مجھے چاقو کا وار انہوں نے ہی سکھایا تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ پستول کا استعمال بے وقوفوں کا کام ہوتا ہے۔ چاقو کی بات ختم کر دو پارٹنر اور یاری کی بات کرو۔"

"پہلے تمہارے چاقو کی جھلکیاں دیکھ لی جائیں پھر یاری بھی کر لی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"دن کا وقت ہے پارٹنر! لوگ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"تو پھر بھاگ جاؤ۔ فضول قسم کی باتوں سے گریز کرو۔ میں گدھے قسم کے لوگوں کو زیادہ منہ نہیں لگاتا۔"

"اوہو، پارٹنر! گڑبڑ کر رہے ہو، باز آجاؤ۔ دیکھو چاقو کا کھیل اچھا نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے پاس چاقو موجود ہے؟"

"اگر تم ڈر رہے ہو تو میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ فوراً بھاگ جاؤ۔"

"نہیں پارٹنر! یہ بات نہیں ہے۔ آجاؤ، میں تمہارے بدن کو زخمی نہیں کروں گا۔ بس تمہیں کچھ کھیل دکھاؤں گا۔ مثلاً تمہاری یہ قمیض اس سرے سے اس سرے تک کٹ جائے۔ یا یہ آستین اوپر سے نیچے تک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر مان لینا اپنے یار کو اور اگر نہیں کر سکا تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ میرے جبڑوں کی ہڈیاں توڑ دینا۔" اس نے کہا اور کمانی دار چاقو ایک جھٹکے سے کھل گیا۔

میرے لیے یہ ایک نیک شگون تھا۔ راجہ نواز اصغر کی واپسی کا اندازہ بھی کرنا چاہتا تھا میں۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا اس پر خود اپنے آپ سے جھلاہٹ ہو رہی تھی۔ جتنا بڑا کام کرنے کے لیے نکلا تھا اپنے بُرے بہانے پر ابھی تک کچھ نہ کیا تھا۔ اس کم بخت سے نمٹ لیا جائے، اپنی قوتوں کو آزما لیا جائے۔ اگر

یہاں پر ناکامی ہوئی تو پھر سوچ لوں گا کہ زیبی ہمیشہ سے میری زندگی سے نکل چکی ہے۔

جیکب چاقو ہاتھ میں لیے ادھر سے ادھر گھما رہا تھا۔ اس کے بے ترتیب دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"لو پارٹنر! سنبھالو چاقو۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ پھرتی سے آگے بڑھا لیکن میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اور آنکھیں کبھی دھوکا نہیں دیتیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ جس سمت سے وار کر رہا ہے۔ اس سمت سے وار نہیں کرے گا۔ لیکن میں بھی اس کے لیے بخوبی تیار تھا۔ وہ کسی بھی سمت سے آتا۔ میرے داؤ سے نہیں بچ سکتا تھا۔

جوں ہی اس نے چاقو بائیں ہاتھ میں لینے کے بعد میری طرف وار کیا اور پھر پلٹ کر چاقو دائیں ہاتھ میں لے لیا۔ عین اسی وقت میں نے اس کے دائیں ہاتھ کے نیچے سے بغل پر ایک فلائنگ کک لگائی تھی۔ وہ اچھل کر تین چار فٹ دور جا گرا اور پھر فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"زندہ باد استاد زندہ باد۔ استاد کیا بات ہے۔ بالکل صحیح چیک کیا تو نے۔ اس کے ساتھ ہی وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوئپ لگا کر میرے پیروں کو الجھانے کی کوشش کی لیکن بدنصیب تھا بے چارا۔ پنڈلی کی ہڈیوں پر پڑنے والی ٹھوکر گئی تھی اس کے حلق سے کریہہ آوازیں نکال دی تھیں۔ میں نے اسی پر اکتفا نہ کیا اور ایک دم سے قلابازی کھا کر اس کی رانوں پر پہنچا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھوں پر۔ پہلے پنڈلی پر ٹھوکر لگی تھی چنانچہ اس کے دونوں ہاتھ پنڈلی پر آئے، پھر رانوں پر اور اس کے بعد وہ ایک دم بُت ہو گیا۔

جونہی وہ چت ہوا میرا داہنا پاؤں اس کی کلائی پر پڑا جس میں چاقو دبا ہوا تھا اور دوسرے لمحے اس کی مٹھی کھل گئی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر چاقو اٹھا لیا تھا اور پھر چاقو کو میں نے ذرا مختلف انداز میں اپنی مٹھی میں پکڑ لیا۔

وہ حیران سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"کمال ہے، کمال ہے۔ نام تو بتا دو بھائی! اب تو نام بتا دو۔"

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے چاقو ایک عجیب انداز میں اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا لیکن میرا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ اس کے پیچھے ہٹتے ہی میں نے زمین پر بیٹھ کر ایک سوئپ لگائی اور وہ میرے داؤ میں آ گیا۔ اس سے قبل کہ وہ اچھلتا میں نے چاقو کا ایک دوسرا وار اس کے پیٹ پر کر دیا اور درحقیقت میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کی قمیض کاٹ دوں لیکن ہوا یہی۔ اس کی قمیض بائیں سے دائیں سمت اس طرح کٹ گئی تھی کہ اس کے پیٹ تک خراش نہیں آئی تھی۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد اپنی کٹی ہوئی قمیض کو اور پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

"یہ بتاؤ کنگ لوئی سے ملاقات ہوئی ہے کبھی؟ تم چونکے تھے اس کے نام پر۔" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"نہیں۔ مگر میں تمہاری اس سے ملاقات کر دیتا ہوں۔ کیا وہ زندہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نہیں بھائی۔ اگر تم اگلے جہاں میں بھیج کر میری اس سے ملاقات کرانا چاہتے ہو تو یہ تصور ذہن سے نکال دو۔ کیونکہ کنگ لوئی زندہ ہے اور اس وقت جاپان میں ایک بہت بڑا کلب کھولے لوگوں کو تربیت دے رہا ہے۔ مگر کیا صفائی ہے۔ واقعی یہ صفائی تو میرے ہاتھ کی بھی تھی مگر چاقو میرے ہاتھ سے نکال لینا تمہارا فن ہے۔ گویا ایک فن میں تم میرے باپ ہوئے۔ پلیز باپ! اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔ اور کچھ اس قدر تمسخرانہ انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔

"دیکھو باپ! میں شروع ہی سے تم سے دوستی کا مظاہرہ کرتا رہا ہوں۔ بھائی اپنے پروفیشن کے آدمی ہو اگر ذرا سی ففٹی ففٹی کی بات کر لی تو کیا مصیبت آ گئی۔ چلو پچیس پرسنٹ دے دینا۔ تمہاری واقفیت بھی ہو گی کار خریدنے والوں سے۔ لیکن اگر ایک غریب آدمی کو بھی اس میں شامل کر لو تو کیا حرج ہے؟"

میں خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اس بار میں نے اس کی آنکھوں کو پڑھ کر اندازہ لگایا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے غلط نہیں کہہ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے چاقو بند کر کے اس کی طرف اچھال دیا اور بولا۔

"تمیز سے بات کرنا چاہو تو واقعی میں تیار ہوں۔"

"واقعی میں بالکل تمیز سے بات کروں گا پارٹنر! مجھے موقع تو دو۔ ویسے تم نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے یقین کرو کنگ لوئی کے بعد ایسا صاف ہاتھ پہلی بار دیکھا ہے۔ اور ایک فن میں تو تم بہر طور مجھ سے آگے نکل گئے۔"

"دیکھو جیکب! ایک فن کی بات مت کرو۔ تم جس طرح چاہو مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ اگر مقابلے میں جیت جاؤ تو یہ گاڑی تم لے جانا۔ میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"پارٹنر، پارٹنر! جیکب نے بڑی محنت کی ہے لیکن ایک چیز سے پرہیز کیا ہے۔ جسے دوست کہہ دیا اسے کہہ دیا۔ اس سے لڑائی جھگڑا کبھی نہیں کیا۔ ابتدا تم نے ہی کی تھی اگر چاقو کی بات نہ کرتے تو میں کبھی اس پر راضی بھی نہ ہوتا۔"

"ہوں، گویا تمہارا مقصد ہے؟"

"ہاں چیف! بہت کچھ سیکھا ہے مگر چلو تم سے ہار مانے لیتا ہوں۔ ہارنے میں بھی فائدہ ہے۔"

"تو پھر یہ بتاؤ کہ اس کار کی قیمت کتنی وصول ہو سکے گی؟"

"دیر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ ویسے اس پارکنگ لاٹ پر جتنی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی ہوتی ہیں جو دفاتر میں کام کرتے ہیں اور اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے دوپہر تک کے لیے روپوش ہو جاتے ہیں۔ ہمارے پاس دوپہر تک کا ٹائم ہے۔ اس دوران ہم یہ گاڑی بیچ سکتے ہیں۔"

"گاڑی کی کتنی قیمت مل جائے گی؟"

"اب جتنی بھی ملے۔ یہ تو وہاں چل کر پتا چل جائے گا۔ ویسے اصل قیمت کی چوتھائی قیمت لگتے ہیں۔ رسک بھی تو ہوتا ہے۔"

"چوتھائی رقم کتنی ہو گی؟"

"کم از کم پانچ ہزار ڈالر۔" اس نے کہا اور میں اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اتنی رقم تو میرے پاس بھی نہیں تھی۔ لیکن خاصی رقم نکل آئی۔ میں نے یہ رقم اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بطور ایڈوانس قبول کرو اور یوں سمجھو کہ مجھے گاڑی نہیں بیچنی۔ تمہاری باقی رقم رات کو ادا کر دی جائے گی۔" میں نے کہا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"فروخت نہیں کرو گے گاڑی؟"

"نہیں۔ کافی دیر تک نہیں۔"

"اوہو ہو۔ جلدی یا دیر کا معاملہ ہے تو دوسری بات ہے۔ تم یوں کرو اپنا کام کر لو اس کے بعد ہم یہ گاڑی بیچ دیں گے۔ ویسے بھی دیکھو دوپہر تک یہ گاڑی ہمارے پاس رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد پولیس اسے یقیناً تلاش کرے گی اور پولیس سے تو خدا ہی بچائے۔ ذرا سی دیر میں اندازہ لگائے گی کہ گاڑی کہاں ہے؟"

میں نے چند لمحات غور کیا۔ اور پھر میں نے کہا۔ "مگر جیکب! مجھے خود بھی گاڑی چاہیے۔"

"کس کام کے لیے؟ کوئی ڈاکہ واکہ ڈالنا ہے کیا؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"یہی سمجھ لو۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اس گاڑی کو جتنی دیر تک تمہیں ضرورت ہے اپنے ساتھ رکھو۔ اس کے بعد اسے بیچ دیں گے۔ اور یہ رقم بھی تم اپنے پاس ہی رکھو۔ تمہاری جیب سے رقم لینا مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھے گاڑی مستقل چاہیے۔"

"مستقل تو نہیں پارٹنر، ویسے شہر کی ساری گاڑیاں اپنی ہیں جب چاہو گے اٹھا لیں گے۔ تمہیں کام کیا کرنا ہے؟ یہ بتاؤ۔"

اب میں اسے کیا بتاتا کہ مجھے کیا کرنا ہے لیکن آدمی کچھ مزیدار معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی بات مان لی اور جوہر بازار جا کر گاڑی فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عجیب و غریب مارکیٹ پہنچ گئے۔ بظاہر عمدہ قسم کی نظر آنے والی یہ دکانیں اس قسم کا کاروبار بھی کرتی ہوں گی، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔

جیک نے مجھے وہیں بیٹھے رہنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دراز قامت شخص کو لے کر آیا۔ جس نے ادھر ادھر سے گاڑی دیکھی۔ اس کی نمبر پلیٹ دیکھی اور پھر جیکب سے گفتگو کرنے لگا۔ جیکب نے گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب جیکب واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں نوٹوں کے بنڈل دبے ہوئے تھے۔ جن میں سے تین چوتھائی رقم اس نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"پارٹنر، میں نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔"

"جیکب! یہ رقم بھی رکھو۔ مجھے تم سے کچھ اور بھی کام ہے۔"

"ارے پارٹنر! نہیں، ایسی بات نہیں۔"

"اچھا تو پھر ففٹی پرسنٹ ٹھیک ہے۔ کام چونکہ تم نے کیا ہے اس لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"یہ تمہاری مہربانی ہے پارٹنر! دس ہزار ڈالر کی رقم کافی عرصہ تک چل جائے گی۔ میں ذرا آرام پسند قسم کا آدمی ہوں۔ اگر پیسے جیب میں آ جاتے ہیں تو پھر کام کرنا پسند نہیں کرتا میرا مطلب ہے کم از کم کار چوری کرنا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے چلو کوئی ٹیکسی پکڑ لو کسی ہوٹل میں بیٹھیں گے اور کچھ بات وغیرہ کریں گے۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، تمہارے بارے میں جاننا بے حد ضروری ہے۔ حالانکہ تم نے مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔"

"مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتے ہو۔" میں نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

ہوٹل کا سیالون کے ریفریشمنٹ ہال میں، میں اور جیکب بڑے ٹھاٹ سے داخل ہوئے تھے اور پھر ہم ایک میز پر جا کر بیٹھ گئے۔ جیکب نے خاصی چیزوں کا آرڈر دے دیا تھا۔ وہ پیٹو قسم کا آدمی تھا۔ میں نے تھوڑی سی چیزیں ان میں سے لیں۔ وہ بڑے اطمینان سے

صاف کرتا رہا اور جب کھا پی چکا تو بولا۔

"ہاں پارٹنر، میرا مطلب ہے فرینڈس! کتنے عرصے سے یہاں کام کر رہے ہو؟"

"گاڑی چرانے کا کام میں نے کبھی نہیں کیا۔"

"پھر کیا کرتے ہو؟ ویسے یہ چاقو کی صفائی والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تم مجھے بتاؤ اگر یہ قمیض میں پینٹ تلے دبا لیتا تو یقیناً اس وقت مجھے کھلے پیٹ پھرنا پڑتا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہاری قمیض ضائع ہوئی لیکن اب کسی اسٹور سے کپڑے خرید لینا۔"

"یہاں سے اٹھنے کے بعد یہی کروں گا۔ ویسے یہ قمیض بھی چل جائے گی۔ چونکہ نیچے سے کٹی ہے۔ اگر اوپر سے کٹی ہوتی تو نظر آتا اور مجھے فوراً ہی کپڑے تبدیل کرنا پڑتے۔ چونکہ لوگوں کی نظریں بلاوجہ ادھر اٹھتی رہتیں۔"

"جیکب! میں یہاں اجنبی ہوں۔" میں نے کہا۔ اور جیکب چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اس جگہ کا باشندہ نہیں ہوں۔"

"باہر سے آئے ہو اور گاڑیاں چرانے کا کام کر رہے ہو۔"

"گاڑیاں چرانے کا کام میں نہیں کرتا۔ مجھے اس گاڑی کی ضرورت تھی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں۔"

"اچھا اچھا، میں بھول گیا تھا۔ خیر، یہ تو بتاؤ یہاں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"بہت سے کام ہیں۔ لیکن تم اپنے بارے میں بتاؤ کیا تم کسی کی دوستی قبول کر کے اس دوستی کو نباہنے کا فن بھی جانتے ہو؟"

"جانتا تو بہت کچھ ہوں پارٹنر مگر اس میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ بہتر یہ ہوتا کہ ایک آدھ دن کی یاری رہے اور پھر ختم کر دی جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، ہمارا ہمارا کام ہو گیا۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جائیں گے۔" میں نے کہا۔ اور جیکب کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر آہستہ سے بولا۔

"فرینڈس! تمہاری طرف دل کچھ کھنچ رہا ہے مگر ایسے تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گے۔ کوئی کام بتاؤ۔ یا جو کام تم کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اس میں شریک کر لو۔ وعدہ ہے کہ پارٹنر شپ نہیں ہو گی۔ یہ کام صرف تمہارے لیے کروں گا میں۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

"ماربر واٹھارہ۔" اس نے جواب دیا۔

"میں ان علاقوں سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں اپنا فلیٹ دکھا دوں گا۔ بڑا فرسٹ کلاس فلیٹ رکھا ہوا ہے میں نے اور اس میں ایک شریف آدمی کی رہائش گاہ کا پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے میں نے۔ اور جب میں وہاں جاتا ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت ہی شریف قسم کا آدمی دفتر سے ملازمت کر کے واپس آ رہا ہے۔ تھکا ہارا اور بے سدھ اور لوگ میری تنہائی پر افسوس بھی کرتے ہیں۔ لیکن یقین کرو پارٹنر! میں نے آج تک کسی کو منہ نہیں لگایا۔ دراصل بہتر کام کرنے والے کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ جس محلے میں بھی رہے، وہاں اپنے آپ کو شریف سے شریف تر ظاہر کرے تاکہ اگر پولیس کبھی وہاں تک پہنچ بھی جائے تو محلے والے گواہی دے سکیں کہ ایک شریف آدمی سے ان کا آج تک واسطہ پڑ رہا ہے۔"

جیکب کی باتیں خاصی دلچسپ تھیں۔ مجھے یہ نوجوان پسند آیا۔ تب میں نے اس سے کہا۔

"جیکب! تمہاری تو خاصی واقفیت ہو گی یہاں؟"

"اسے کون نہیں جانتا جیکب کو۔ جس جگہ نکل جاتا ہوں لوگ پیار سے پکارتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتا۔ عام طور سے اپنے آپ کو تمام معاملات سے پیچھے ہٹا لیتا ہوں۔ اب اگر تم غصے سے یہ بات کرتے کہ میں گاڑی سے نیچے اتر جاؤں اور پارٹنر شپ کی بات نہ کروں تو یقین کرو کہ شاید میں تیار ہو جاتا، چونکہ جھگڑے کا قائل ہی نہیں ہوں۔ اب دیکھو نا انسان اپنی زندگی جھگڑے میں گزار دے تو پھر کوئی مزے کی بات ہے۔ لطف تو یہی ہے کہ دوستی زیادہ سے زیادہ اور دشمنی کا کوئی تصور نہ ہو۔"

"مگر میری دشمنی تمہیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

"میں مہنگی سستی کی پروا نہیں کرتا دوست۔ جسے دوست کہہ دیا سو کہہ دیا۔"

"تو پھر یوں سمجھو جیکب! مجھے ایک بہت خطرناک کام کرنا ہے۔ ایک اتنا خطرناک کام جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"میں منشیات کی اسمگلنگ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور دفعتاً جیکب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے۔ تھوڑی دیر تک وہ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس کے انداز میں ایک اضمحلال کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے کہا۔

"سوری پارٹنر۔ اس سلسلے میں جیکب تمہارا ساتھ نہیں دے سکے گا۔"

"کمال ہے۔ ابھی دوستی کا دم بھر رہے تھے اور ایک اتنی

سی بات کے لیے پیچھے ہٹ رہے ہو۔" "میں پیچھے نہیں ہٹ رہا۔ منشیات کی اسمگلنگ سے میرے دل کا درد وابستہ ہے۔ تم یقین کرو میں اس کے ہاتھوں اجڑا ہوں۔ جیکب نے کہا۔ اور میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

چند لمحات میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مجھے اپنی کہانی نہیں سناؤ گے جیکب!"

"بس کیا سناؤں پارٹنر، بس یوں سمجھو پڑھا لکھا آدمی ہوں ایک فرم میں ملازمت کرتا تھا۔ ایک بھائی تھا اپنا۔ مجھ سے دو سال چھوٹا تھا۔ ماں باپ بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کی محبت بے مثال تھی۔ وہ پڑھ رہا تھا اور میں اس کے لیے ملازمت کرتا تھا۔ وہ غلط صحبت میں پڑ گیا۔ نشہ آور ادویات کا عادی ہو گیا۔ اور پڑھنے لکھنے سے بھاگ کر برائیوں کے راستے پر چل پڑا۔ میں آوارہ گرد بن گیا تھا۔ میں اس کی شکل دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ دراصل اس کا ستیاناس منشیات نے مارا ہے۔ چنانچہ میں نے اس پر سختی شروع کر دی اور مجھ سے بارہا وعدہ کرنے کے باوجود نشہ آور ادویات کے استعمال سے باز نہ رہ سکا۔ اور پھر ایک دن میری سرزنش سے تنگ آ کر اس نے خودکشی کر لی۔ ہاں فوسٹر مر گیا۔ اور میری دنیا ویران ہو گئی۔ بس یوں سمجھ لو پارٹنر اس دن کے بعد سے میرا اس دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ اب ایسے ہی زندگی گزارتا ہوں جیسے تنہا لوگ گزارتے ہیں۔ بھائی تھا تو زندگی سے دلچسپی بھی تھی۔ لیکن اب ادھر ادھر کے لوگ رہ گئے ہیں۔ دوستی کا قائل ہوں جھگڑے نہیں کرتا کسی سے۔ بس چھوٹا موٹا کام کرتا ہوں اور زندگی گزار رہا ہوں۔"

"کبھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا جیکب! کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو، جو تمہارے بھائی کی موت کی وجہ بنے ہیں۔"

"بھلا میرے بھائی کی موت کا ذمہ دار اور کون ہو سکتا ہے میرے علاوہ؟" اس نے کہا۔

"کیا وہ نہیں جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں؟" میں نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"ہاں، وہی ہیں۔ لیکن یہ تو ان کا کاروبار ہے۔ میں بھلا انہیں ان کے کاروبار سے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"خواہ اس کاروبار سے فوسٹر جیسے کئی افراد موت کے گھاٹ اتر جائیں؟"

"مگر تم کہہ کیا رہے ہو پارٹنر۔ تم تو خود یہ کام کرتے ہو؟ کیا میں تم سے انتقام لوں گا؟"

"نہیں، جیکب! میں یہ کاروبار نہیں کرتا۔"

"ارے، ابھی تو تم کہہ رہے تھے؟"

"نہیں یار! میں تو تمہیں آزما رہا تھا۔ تمہیں جاننا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر سمجھ لو کہ دنیا میں برے کاموں میں سے سب سے برا کام مجھے یہی لگتا ہے کہ انسان کو زندگی سے دور کر دیا جائے۔"

"ہم زندگی سے دور کرنے والے افراد کو زندگی سے دور کر دیں گے جو اس کے ذمہ دار ہیں۔"

"مگر کیسے؟ میں کسی کو قتل بھی نہیں کر سکتا۔"

"نہیں کر سکتے۔ مگر میرا ساتھ تو دے سکتے ہو۔"

"وہ کیسے پارٹنر؟"

"تمہارا زیر زمین دنیا سے تعلق رہا ہو گا؟"

"تعلق نہیں رہا۔ لمبے کاموں سے میں گھبراتا ہوں۔ کئی بار مجھے لمبے کام سونپنے کی کوشش کی گئی لیکن میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔" جیکب بولا۔

"ایسے لوگوں کو جانتے ہو جو اسلحہ سپلائی کرتے ہیں؟"

"کیا بات ہے، ضرورت ہے اس کی؟"

"ہاں۔"

"کیا چاہیئے؟"

"بہت کچھ۔ اسٹین گن، ہینڈ گرینیڈ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔"

"ارے باپ رے۔ کیا کسی محاذ پر جا رہے ہو؟" اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"بس یہی سمجھ لو جیکب!"

"مل سکتا ہے۔ سب کچھ مل سکتا ہے۔ لیکن پارٹنر بات ذرا کچھ گڑبڑ ہے۔ لوگ پوچھیں گے نہیں کہ جیکب تجھے ان چیزوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہے۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے، اگر تم دوستی چاہتے ہو جیکب تو پھر یہ چیزیں مجھے مہیا کر دو۔"

"لیکن کرو گے کیا؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟"

جیکب کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ یہ کام مشکل نہیں ہے میرے لیے۔ مسٹر کنٹیلو کو جانتا ہوں جو اسلحہ کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ ذرا سنکی قسم کا آدمی ہے۔ لیکن میں انہیں ہینڈل کر لیتا ہوں۔ البتہ ہینڈ گرینیڈ کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان کے پاس ملیں گے یا

نہیں۔ اسٹین گن تو یوں سمجھ لو کہ تمہارے قبضے میں آ گئی۔ ویسے کیا یہ بات سچ کہہ رہے ہو کہ تم منشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہو، یا کسی بنک میں ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہو۔ ہینڈ گرنیڈ تو بنک کے لاکرز کو توڑنے کے کام بھی آ سکتے ہیں۔"

"احمق آدمی کبھی بنک لوٹتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنا کاروبار تو بس یہی ہے کہ چھوٹا موٹا کام کرتا ہوں۔ چھوٹی موٹی ضرورتیں ہیں جو ان کاموں سے پوری ہو جاتی ہے لیکن یہ بتاؤ تمہیں اسلحہ کب چاہیے؟"

"اگر آج مل جائیں تو آج ہی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آجاؤ، ہم اس مطلوبہ شخص کے پاس چلتے ہیں۔" جیکب نے جواب دیا۔

جیکب پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ اور پھر ہم مختلف گلیوں، سڑکوں اور راستوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے قدیم راستے میں جا نکلے جہاں کی عمارتیں بوسیدہ تھیں۔ اس خوبصورت شہر کا نیا رُخ تھا جو آج پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔

جیکب ایک عمارت کے گراؤنڈ فلور میں پہنچ گیا اور یہاں اس نے بیل بجا کر ایک شخص سے ملاقات کی جو اسلحے کی سپلائی کے سلسلے میں ہمارے کام آ سکتا تھا۔ یہ شخص بھی مدقوق سی شکل کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جیکب کو دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور مسکرا کر بولا۔

"اندر آجاؤ۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ ہمیں بٹھانے کے بعد وہ شخص ہم سے ہماری آمد کا مقصد پوچھنے لگا اور جیکب نے کہا۔

"ہاں میرے محترم بزرگ ہمیں کچھ اسلحہ درکار ہے۔"

"جیکب! تمہیں جو اسلحہ چاہئے ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ تیرا پُرانا سامان کیا ہوا؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"تم جانتے ہو۔ میں صرف چاقو استعمال کرنے کا قائل ہوں۔ چنانچہ اس آتشیں اسلحے کی ضرورت مجھے نہیں۔"

"پھر اسلحہ کسے چاہیئے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"میرے گہرے دوست مسٹر فرینڈس کو، وہ اسلحہ استعمال کرنے کے سختی سے قائل ہیں۔"

"خوب بہت خوب۔ تو کیا چاہیئے انہیں؟"

"ہینڈ گرنیڈ۔ کیا تم انہیں عمدہ قسم کے ہینڈ گرنیڈ فراہم کرسکتے ہو۔ جیکب نے کہا۔

"خود ساختہ ہیں۔ بہترین استعمال ہے ان کا۔ دل چاہو جس کے مقابلے پر رکھ لو۔ مگر تم ان کا کرو گے کیا؟"

"میں نے کہا کہ مجھے نہیں، میرے پارٹنر کو ان کی ضرورت ہے۔"

"دیکھو جیکب بات یہ ہے کہ پولیس کے کانوں میں میرے بارے میں بھنبک پہنچ چکی ہے۔ اکثر پولیس والے بھی کبھی کبھی مجھ سے اسلحہ خریدنے آجاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ یہ نگاہ بھی رکھتے ہیں کہ میں نے کس کو کیا دیا؟"

"جو کچھ تم سے لیا جائے گا وہ انتہائی صیغہ راز میں رہے گا۔ ہینڈ گرنیڈ دکھا دو۔ جیکب نے کہا اور بوڑھے شخص نے تھوڑی دیر کے بعد اندر سے عام سائز سے کچھ چھوٹے سائز کے ہینڈ گرنیڈ نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیے۔

"بہترین کارکردگی رکھتے ہیں یہ۔ افسوس یہاں تجربہ نہیں کرسکتا۔ ورنہ تمہیں دکھاتا۔"

"یہ تجربہ ہم خود کرلیں گے۔ آپ یہ بتایئے کتنی قیمت ادا کی جائے آپ کو؟"

"دو ہزار ڈالر۔ یہ چھ ہینڈ گرنیڈ ہیں اس کی قیمت دو ہزار ڈالر ہوئی۔"

"ہمیں ایک اسٹین گن بھی درکار ہے۔"

"جیکب تم تو ان چیزوں کے قائل ہی نہیں تھے۔ میں نے کہا تھا نا تمہارے مطلب کا اسلحہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں اب بھی ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، میرا پارٹنر تمہیں ان چیزوں کی ادائیگی کرے گا۔ اسٹین گن بھی دکھا دو۔"

اور تھوڑی دیر کے بعد جب ہم وہاں سے لوٹے تو وہ دونوں چیزیں خرید چکے تھے۔ جنہیں اس نے نہایت نفاست سے پیک کر دیا تھا۔

جیکب کچھ خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اگر ہم اس سارے سامان سمیت پکڑے گئے تو یقین کرو کہ ضمانت بھی ناممکن ہو جائے گی۔"

"مگر ہم پکڑے کیوں جائیں گے؟"

"بس یونہی ڈر لگتا ہے فرینڈس، اب یہ بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"فی الحال کچھ نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ تمہاری اس دوستی کا میں کیا معاوضہ ادا کروں۔"

"ادا کرو گے؟" جیکب نے سوال کیا۔

"ہاں دل تو یہی چاہتا ہے۔ تم نے جس طرح بے لوث

میرے لیے کام کیا ہے۔ وہ میرے لیے بہت ہی متاثر کن ہے۔ ہماری تمہاری ملاقات کو زیادہ وقت نہیں گزرا، لیکن تم نے میرے دل میں اپنے لیے مخصوص جگہ بنا لی ہے۔"

"بس تو یہ سمجھو اپنا معاوضہ پورا ہو گیا۔" اس نے کہا۔

"نہیں جیکب! پھر بھی کچھ تو۔"

"نہیں پارٹنر! مسئلہ یہ نہیں ہے۔ لوٹوں کی بات درمیان میں نہ لاؤ۔ یہ بتاؤ تم رہتے کہاں ہو۔ کہاں لے جاؤ گے اس اسلحہ کو اور کس جگہ استعمال کرو گے؟"

"جہاں میں استعمال کروں گا جیکب! افسوس، تمہیں وہاں نہیں لے جا سکتا۔ نہیں نہیں دکھا سکتا کہ میری ضرورت کیا ہے۔ لیکن بہرطور میں تم سے ملاقات ضرور کرتا رہوں گا۔"

"نہیں نہیں میرے فلیٹ چلو۔ تھوڑی دیر میرے ساتھ رہو اس کے بعد واپس چلے جانا۔"

"کیا تم مجھے اپنے فلیٹ لے جانا پسند کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میری نسبت تمہارا لباس بہت ہی شاندار ہے۔ لوگ مجھے غنڈہ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن تمہیں کون سمجھے گا؟" جیکب نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جیکب کے فلیٹ کی جانب چل پڑے تھے۔

جیکب کی وجہ سے مجھے جو آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔ وہ بے مثال تھیں اور اس اتفاق پر میں دل ہی دل میں بہت مسرور تھا۔ ٹیکسی بالآخر ایک جگہ رک گئی۔ اور ہم بل ادا کر کے چل پڑے۔

فلیٹ بہت خوبصورت بے حد کشادہ تھا۔ اس کا فرنیچر بھی نہایت نفاست سے آراستہ تھا میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جیکب میرے لیے کچن میں چائے بنانے چلا گیا تھا۔

"یہاں تمہارے ساتھ کوئی اور نہیں رہتا؟"

"پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اک بھائی کے علاوہ دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ بھلا کون رہے گا میرے ساتھ؟" جیکب نے جواب دیا۔

"اتفاق کی بات ہے جیکب کہ اس چھوٹے سے واقعے نے ہمیں اتنا قریب کر دیا۔"

"مگر میں خود کو تم سے قریب محسوس نہیں کرتا۔" جیکب نے جواب دیا۔

"ہاں، ظاہر ہے اتنی جلدی یہ کیسے ممکن ہے؟" میں بولا۔

"نہیں پارٹنر، یہ بات نہیں ہے۔ تم نے خود مجھے اپنے آپ سے دور رکھا ہے۔ اب تم بتاؤ اپنے آپ کو اچھا آدمی یا ایک مخلص دوست ثابت کرنے کے لیے انسان مزید کیا کچھ کر سکتا ہے۔ کیا اتنی جلدی کوئی کسی کے دل تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں وہ کوشش بھی کر ڈالتا لیکن تم مجھے اس کا موقع نہیں دے رہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو جیکب؟"

"یہی کہ تم مجھے اپنے دوستوں میں شمار نہیں کر رہے جو کچھ کرتا رہا ہوں اب تک میں ہی کرتا رہا ہوں۔"

"نہیں جیکب! اس امداد کے بعد تو میں تمہیں اپنا دوست سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا پروگرام ہے تمہارا؟"

"جیکب! میرا پروگرام بہت خراب ہے۔ مجھے کل وہ سب کچھ کرنا ہے جس میں، میں تمہیں شریک نہیں کر سکتا۔"

"کیا کرنا ہے کم از کم یہ تو بتا دو اگر دولت کے حصول کا کوئی معاملہ ہے تو چلو وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں سے کمیشن نہیں مانگوں گا۔ مانگوں تو گولی مار دینا۔ اب تو تمہارے پاس اسٹین گن وغیرہ موجود ہے۔"

"اگر کمیشن کی بات ہوتی تو میں تمہیں بخوبی کمیشن دینا پسند کرتا لیکن جس کام کے لیے میں یہ سب کچھ جمع کیا ہے وہ دولت کا معاملہ نہیں ہے۔"

"اچھا اچھا چلو ٹھیک ہے جیکب کو تمہاری دوستی عزیز ہے۔ البتہ ایک وعدہ تو کرلو اگر کسی الجھن کا شکار ہو جاؤ تو جیکب سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"ہاں جیکب! یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

"یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ کہاں رہتے ہو؟"

"ہاں، فی الوقت یہ بھی نہیں بتاؤں گا۔ البتہ ایک بات ہے۔ جب میں اپنا کام مکمل کرلوں گا تو وعدہ کرتا ہوں کہ سیدھا تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں اس بارے میں تفصیل بتا دوں گا۔"

"واہ! میں مطمئن ہو گیا اور اب مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" جیکب نے چٹکی بجا کر کہا اور پھر بولا۔

"پارٹنر اگر کوئی صحیح جگہ نہ ہو تمہارے پاس رہنے کے لیے تو پھر جیکب کے اس فلیٹ کو اپنا ہی فلیٹ سمجھو۔ دل چاہے جب یہاں آجانا بلکہ میرے پاس دو چابیاں ہیں اس فلیٹ کی تم چاہو تو تم بھی یہاں آ سکتے ہو۔ میں چند لمحات جیکب کو دیکھتا رہا اتنا مخلص انسان تھا کہ یقین نہیں آتا تھا اس دنیا میں خلوص کہاں ملتا ہے۔ گو یہ بھی تو تھا جس نے میرے ساتھ مخلصانہ سلوک کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ایک احسان کے جواب میں یہ سب

کچھ کیا تھا لیکن جیکب، اس پر تو میں نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔

بہرطور میں نے شکریہ کے ساتھ اس سے چابی قبول کر لی اور جیکب میرے اعتماد پر مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

"دیکھو جیف! میں دوست قسم کا آدمی ہوں۔ دوستوں کے لیے بخوشی جان دے سکتا ہوں اور جب ایک ہی مقصد کے دو آدمی مل جائیں تو پھر زیادہ لطف آتا ہے۔ میں جو کچھ تم سے کہہ چکا ہوں اس میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جیکب بزدل آدمی ہے اور صرف چھوٹے موٹے کام کر کے زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن دوستوں کے لیے وہ بھی بہت کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ تم نے یہ اسلحہ بے مقصد ہی نہیں حاصل کیا ہوگا لیکن تم اس کے بارے میں مجھے نہیں بتانا چاہتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ جیکب کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو اس سے احتراز نہ کرنا۔ جیکب ہر وہ کام کر سکتا ہے۔ جو اس کے لیے ممکن ہو۔"

رات تک میں جیکب کے ساتھ رہا اور پھر میں نے اس سے واپسی کی اجازت مانگی۔ اپنا یہ اسلحہ اور سامان وغیرہ میں نے جیکب کے فلیٹ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ بس اب اسے ساتھ لے جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ واپس ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔

دن بھر کی جو کارکردگی رہی تھی وہ بڑی دلچسپ تھی حالانکہ سب کچھ اتفاقات کے سہارے ہوا تھا۔ جیکب اگر مجھے کار چرلاتے نہ دیکھ لیتا تو یقیناً اس سے ملاقات نہ ہوتی چونکہ وہ خود بھی اسی لائن کا آدمی تھا اس لیے اس نے یہ نئی کارروائی کی تھی اور اس نئی کارروائی سے مجھے بے حد فائدے حاصل ہوئے تھے کیونکہ بڑی رقم کا مسئلہ میرے لیے فی الحال مشکل ہی ہو جاتا۔ ظاہر ہے اس کے لیے مجرمانہ کارروائی کرنی پڑتی۔ یہ جو کچھ ہوا تھا وہ بہت دلچسپ تھا۔

جیکب کی وجہ سے میں ایک ایسے کام سے روشناس ہو گیا تھا جو آئندہ بھی باآسانی کیا جا سکتا تھا۔ مسٹر کومبی کی اس نئی رہائش گاہ میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ این برگ سے ملا۔ وہ حسب معمول اداس اور خاموش تھی۔ مجھ سے کہنے لگی کہ اس کا دل یہاں نہیں لگ رہا۔ یہ ڈیڈی بلاوجہ دشمن پال بیٹھے ہیں۔ ان کی وجہ سے اسے یہاں قید ہونا پڑا ہے۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

پچھلی رات بے سکون رہا تھا۔ اس لیے آج نیند ذرا گہری آئی۔ دوسری صبح جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ مسٹر کومبی کو غالباً یہی وقت ملتا تھا۔ چنانچہ صبح کے ناشتے پر وہ پھر میرے ساتھ موجود تھے۔

"ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا ہے مسٹر نواز احمد!" وہ کا

پھر بولا۔ "میرا خیال ہے ہم نے اسے تین دن تک کا وقت دے کر غلطی کی ہے۔"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے۔ مسٹر کومبی! آپ کو تھوڑا سا صبر کرنا ہوگا۔ جب آپ میرے سلسلے میں مجھ سے اس قدر تعاون کر رہے ہیں تو اتنا تعاون اور سہی۔"

"ارے نہیں، میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ یہ بات میں نے بس یونہی کہہ دی تھی۔" مسٹر کومبی نے کہا۔ اور پھر بولا۔ "اس کے علاوہ تو کوئی خاص پروگرام نہیں بنایا تم نے؟"

ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ مسٹر کومبی کو اپنے آج کے پروگرام سے آگاہ کر سکیں۔ لیکن پھر پتہ نہیں کیوں زبان رک گئی۔ ممکن ہے مسٹر کومبی کوئی اور مشورہ دے ڈالے اور میرا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے۔

چنانچہ میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔ مسٹر کومبی تھوڑی دیر کے بعد حسب معمول واپس چلا گیا۔ اور میں منصوبہ بندی کرنے لگا۔ جیکب کو اپنے پروگرام میں شامل کر لوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور پھر ایک ایسے آدمی کی ضرورت بھی ہے جو میری مدد کر سکے۔ چنانچہ میں نے فوراً گھر سے نکل جانے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا جیکب کے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں جیکب نکل نہ گیا ہو۔

لیکن وہ اپنے فلیٹ ہی میں موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور دروازے سے ہٹ گیا۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔

"اتفاق کی بات ہے۔ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا مسٹر فرینڈس!"

"کیا سوچ رہے تھے جیکب؟"

"یہی کہ تم خاصے عجیب آدمی ہو۔"

"کہیں نکلے نہیں تم؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ فی الحال کوئی پروگرام نہیں ہے ابھی۔ میرے پاس جو رقم موجود ہے۔ وہ کافی دن تک مجھے گھر میں سکون دے سکتی ہے۔ اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اس قسم کا آدمی ہوں۔ لمبے لمبے ہاتھ مارنے اور دولت جمع کرنے کا مجھے شوق نہیں ہے۔"

"تمہیں تنہائی کی زندگی پسند ہے جیکب؟"

"تنہا رہتا کون ہے۔ رات کو میری محبوبہ آ رہی ہے۔ ہم نے ایک عمدہ سے ہوٹل میں ڈنر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے بعد ہم لوگ ساتھ ہی رہیں گے۔"

"اوہو۔ اوہو۔ گویا تم کوئی محبوبہ بھی رکھتے ہو؟"

"کوئی۔ یوں کہو کتنی؟" جیکب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری اس صفت کے بارے میں تو مجھے معلوم ہی نہیں ہوا۔"

"تم نے معلوم کرنے کی کوشش ہی کہاں کی پارٹنر بس اپنے آپ میں مست رہنے کے عادی ہو تم۔"

"سوری جیکب! اس کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ مذاق کر رہا تھا میں تو۔ ویسے یہ تنہائی کی زندگی کیسے گوارہ کر لیتے ہو تم؟"

"بس جیکب کرنی پڑ جاتی ہے لیکن تم نے اپنی محبوبہ کو دن ہی میں کیوں نہ بلایا؟"

"یہی کہا تھا۔ مگر وہ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کرتی ہے۔ شام کو پانچ بجے میرے پاس پہنچے گی۔"

"او اچھا اچھا، یہ بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جیکب نے مجھے کافی بنا کر پلائی اور کافی کے دوران میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

"تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں جیکب!"

"ہاں ہاں، یہ ہوئی نا کام کی بات۔ بولو بولو، کہو کیا کام لینا چاہتے ہو؟" جیکب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً تمہیں بوٹنگ سے دلچسپی ہوگی؟"

"ارے، تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ شاید تمہیں یہ جان کر خوشی ہو کہ میں دو بار کشتی رانی کا مقابلہ جیت چکا ہوں۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے۔ جیکب! یقیناً کرایے کی کشتیاں بھی یہاں مل جاتی ہوں گی؟"

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ساحل پر بوٹنگ کمپنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ہزار کشتیاں چاہو تو حاصل کر لو۔ ایک ھی کی کیا بات کرتے ہو۔"

"تو پھر تیاری کرو ہمیں چلنا ہے۔" میں نے کہا۔ اور جیکب سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کچھ کچھ کھل رہے ہو پارٹنر! کہاں چلنا ہے؟ کیسے چلنا ہے؟ کم از کم اتنا تو تمہیں بتانا ہی چاہیئے۔"

"سمندر میں مجھے ایک کارروائی کرنا ہے جیکب اور مجھے اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ یوں سمجھ کہ تمہارے علاوہ اس وقت میرا کوئی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔"

"شرمندہ مت کرو جیکب کو جب دوست کہہ دیا ہے تو مدد نہیں بلکہ جو کچھ تم کرو گے وہ میرا بھی فرض ہوگا۔" جیکب بولا۔

"اس کے لیے میں تمہارا شکرگزار ہوں بس یوں سمجھ لو مجھے ایک جہاز کے خلاف کارروائی کرنی ہے۔"

"جہاز کے خلاف؟" جیکب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔"

"مگر کیا کارروائی کرنی ہے تمہیں؟"

"جیکب! براہ کرم تفصیلات اس وقت پوچھنا جب میں اپنا کام مکمل کر لوں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ تم جیسے دوست کی دوستی مجھے بہت عزیز ہے۔" جیکب نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں نے جیکب سے اور کچھ فرمائشات کیں اور شرم بھی آ رہی تھی۔ اس بے چارے مخلص شخص کو بار بار تکلیف دیتے ہوئے۔ لیکن اس کا سہارا میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

تمام دستی بم پلاسٹک کے ایسے لفافوں میں محفوظ کیے گئے۔ جو واٹر پروف تھے اور سمندر میں ان پر پانی کے اثرات نہیں ہو سکتے تھے۔ اسٹین گن کو بھی پلاسٹک کے ایک ایسے ہی بیگ میں محفوظ کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے بدن پر باندھنے کے انتظامات کیے۔ جیکب دلچسپی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پھر جب میں اپنے ساتھ لایا ہوا پلاسٹک سوٹ پہننے لگا تو جیکب نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"خوفناک منصوبہ معلوم ہوتا ہے اور تم جیکب کو اس میں شریک نہیں کر رہے تھے۔"

"میں تمہاری دوستی سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا جیکب! لیکن کیا کروں تم خود ہی میرے ساتھ آ کودے۔"

"بہرطور پارٹنر! تمہارے ساتھ رہ کر سب کچھ کر سکتا ہوں۔ بڑی محبت ہو گئی ہے تم سے۔ رات کو تمہارے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ تمہاری شخصیت میں ایک ایسی کشش ہے جو انسان کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ ورنہ جیکب ہمیشہ جھگڑوں سے گھبراتا رہا ہے۔ بہرطور تم فکر مت کرو جو کام تم میرے سپرد کرو گے۔ میں خلوص دل سے اسے انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس کے لیے میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گا جیکب! کیونکہ شکریہ ادا کرنا دوستی کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔"

جیکب خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو جیکب! اب ہمیں چل دینا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے میں کپڑے تبدیل کر لوں۔"

"ہاں" میں نے کہا اور جیکب لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔

درحقیقت جیکب کی معیت میرے لیے بڑی سود مند تھی۔ میں جتنی بے تکلفی سے اس شخص سے اپنی کیفیت کا اظہار کر دیتا تھا۔ وہ کسی اور سے ممکن نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ مسٹر کو بھی اس انداز میں میرا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔

ہم دونوں چل پڑے۔ سائمو بیچ تک پہنچنے کے لیے ہم نے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔ یہ ایک تفریحی ساحل تھا لیکن دن کے وقت یہاں خاموشی اور سناٹے کا راج ہوتا تھا۔ سوائے ان رومانی جوڑوں کے جو باہر کی دنیا کی گہماگہمی سے اکتا کر اس طرف نکل آتے تھے۔ اس وقت بھی کچھ لوگ یہاں نظر آ رہے تھے جن میں کچھ خواتین بھی تھیں۔ سمندر میں موٹر لانچیں اور بادبانی کشتیاں منڈلا رہی تھیں۔ ایک کمپنی سے ہم نے بھی ایک موٹر لانچ حاصل کی چھوٹی سی اس لانچ کو جیکب ہی نے پسند کیا تھا۔

اور اس کے بعد ہم لانچ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ جیکب نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ اور بولا۔

"عجیب انسان، تو اپنا پروگرام بتا دو۔ یا اب بھی مجھے گومگو کے عالم میں رکھے رہو گے؟"

"جیکب! وہ اس طرف دیکھو۔" میں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس دوران میری نگاہیں بھٹکتی رہی تھیں اور میں نے اس رخ کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا۔ جدھر ویکونا نامی جہاز لنگر انداز تھا۔ حالانکہ ویکونا نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہ وہ اس سمت بھی ہو سکتا ہے

"ہاں، ٹھیک ہے دیکھ لیا۔"

"بس اس طرف رخ کرنا ہے۔"

"اس کے پاس!" جیکب نے موٹر لانچ کا رُخ اس جانب کر دیا۔

"ہمیں سمندر میں ویکونا نامی جہاز کو تلاش کرنا ہے۔"

"گڈ۔ تلاش کرنا ہے پھر—؟" جیکب نے سوال کیا۔

"ویکونا تک سفر کرتے ہوئے مجھے لانچ میں پوشیدہ رہنا پڑے گا تاکہ اگر اوپر کوئی لانچ کی طرف دیکھے تو اسے اندازہ ہو جائے کہ لانچ میں صرف ایک آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے لانچ میں ایک ہی آدمی ہے۔" جیکب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"پھر تم لانچ کو اس طرح سے ویکونا کے پاس سے گزار کر لاؤ گے کہ اوپر والوں کی نگاہوں سے لانچ چند لمحات کے لیے روپوش ہو جائے۔"

"لائیں گے۔ اس کے بعد۔؟" جیکب نے پھر اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"بس، اس کے بعد میں سمندر میں اتر جاؤں گا۔"

"اور پھر ویکونا جہاز پر جاؤ گے۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

"ہاں۔"

"مگر کس طرح جاؤ گے؟ اوپر سے کوئی سیڑھی تو نہیں لٹکائی جائے گی تمہارے لیے۔"

"اس کا اندازہ بھی کر لیں گے جیکب!"

"بہت خطرناک کام کرنے جا رہے ہو میں صرف تمہیں دعائیں ہی دے سکتا ہوں۔ بہرطور، اس کے بعد بتاؤ میرا کیا مصرف ہوگا؟" جیکب نے پوچھا۔

"جیکب! تم لانچ لے کر دور نکل جانا۔ ویکونا پر ہنگامہ ہوگا، اور اس کے بعد میں موقع پا کر نیچے کود جاؤں گا۔ تمہاری لانچ اتنے فاصلے پر رہنی چاہیے کہ میں تمہیں بآسانی دیکھ سکوں۔ اطراف میں کشتیاں وغیرہ ضرور ہوں گی اور پھر سمندر میں کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوگی جو دوسری کشتیوں کو نقصان پہنچائے۔ صرف میں اپنا کام کروں گا۔ اور اس کے بعد وہاں سے ہم راہِ فرار اختیار کریں گے۔"

"تو تم ویکونا کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"خیر، ان چند دستی بموں سے اتنا بڑا جہاز تو تباہ نہیں ہوگا لیکن میں وہاں کچھ لوگوں کو سبق دینا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں کو جنہوں نے میری زندگی لینے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہو۔ کیا ایسی کوئی کارروائی پہلے بھی ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔"

"کون لوگ تھے وہ؟"

"منشیات کے اسمگلر۔"

"ہوں۔ تو پھر ٹھیک ہے میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں، پوری طرح خلوصِ دل سے۔" جیکب نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

ہمارا رخ اسی جانب تھا جدھر دوسرے جہاز بھی لنگر انداز تھے۔ اور یہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ویکونا اسی طرح لنگر انداز تھا جہاں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس نے وہاں سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جیکب نے بھی ویکونا کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے میرے شانے میں انگلی چبھوتے ہوئے کہا۔

"وہ اس طرف۔"

"ہاں جیکب! وہی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم لانچ لے ویکونا کے نزدیک پہنچنے کی کوششیں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویکونا کے پاس پہنچ گئے۔ ویکونا کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہم آگے بڑھ گئے تھے۔ میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ویکونا کے اوپری حصے پر کوئی موجود ہے یا نہیں۔

حالات پُرسکون تھے۔ ظاہر ہے ویکونا والوں کو اس قسم کا کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ کوئی اس تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے وہاں پوری طرح سکون تھا۔ میں نے لنگر کی وہ زنجیر بھی دیکھ لی تھی۔ جو ویکونا سے نیچے نکلی ہوئی تھی۔ دو لنگر پڑے ہوئے تھے لیکن ان لنگروں کے ذریعے ایک مخصوص مقام تک پہنچا جا سکتا تھا اور اس کے بعد ویکونا کے اوپری حصے پر جانا تھا جس کے لیے تھوڑی سی جدوجہد کی ضرورت تھی۔ لانچ میں لنگر انداز کرنے کے لیے رسی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ایک بڑے سے ٹکڑے کو کاٹا اور میں نے اس کا ایک پھندا سا بنا لیا پھر اس کے اوپری حصے پر میں نے ایک خاص قسم کی ناٹ لگائی جس سے پھندا بنایا جا سکتا تھا۔

اپنے طور پر یہ تمام کارروائی مکمل کرنے کے بعد میں نے آخری بار ویکونا کے گرد ایک چکر لگایا اور میں نے جیکب کو اشارہ کیا۔ جیکب لانچ کو برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا ویکونا کے قریب پہنچا۔ ویکونا سے تھوڑے ہی فاصلے پر اس نے انجن ایک دم بند کر دیا تھا۔ تاکہ ویکونا کے بالکل قریب کسی لانچ کی موجودگی کو محسوس نہ کیا جا سکے۔ وہ ایک ماہر ملاح تھا۔ میں اس دوران پوشیدہ ہی رہا تھا۔

اپنے پروگرام کے مطابق تاکہ مجھے اوپر سے دیکھا نہ جا سکے اور پھر سمندر میں اترنے میں بھی میں نے انتہائی پھرتی کا ثبوت دیا تھا۔ میں پانی میں کود گیا اور لانچ تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جیکب نے انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔ میں تیرتا ہوا لنگر کی زنجیر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

دن کی روشنی نہ ہوتی تو میرا یہ کام مشکل نہ ہوتا لیکن بعض معاملات میں یہ وقت مناسب بھی تھا لیکن کسی کو یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ دن کی روشنی میں کوئی شخص اتنی زیادہ دلیری سے اس طرح ویکونا پر آنے کی کوشش کرے گا شرط یہ تھی کہ مجھے اطراف سے نہ دیکھا جا سکے۔ بہرطور میں لنگر کی زنجیر سے چمٹا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر اس کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔

میں نے وہ جگہ ذہن نشین کر لی تھی جہاں مجھے رسی کا پھندا بنا کر پھینکنا تھا جس کے ذریعے میں اوپر پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے انتہائی مہارت کے ساتھ پیروں کو زنجیر سے لپٹایا اور پھندا اوپر اچھال دی۔

میری پہلی ہی کوشش کارگر رہی تھی اور اس کے بعد میں اس سے لٹک رہا تھا آہستہ آہستہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھتا ہوا میں ویکونا کے عرشے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے اوپر پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

عرشے پر پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھا اور ادھر دیکھنے لگا تھوڑے ہی فاصلے پر دو آدمی ٹہل رہے تھے۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا کینوس کا ایک بڑا پردہ ایک سمت پڑا ہوا تھا۔

غالباً اس کے نیچے کچھ سامان رکھا ہوا تھا میں پھرتی سے اس طرف دوڑا اور پردے کی اوٹ میں ہو گیا۔ یہ بڑے بڑے ترپال تھے جو کچھ چیزوں پر ڈھکے ہوئے تھے جنہیں شبنم سے بچانا مقصود تھا لیکن فی الحال یہ میرے پوشیدہ ہونے کے کام کے تھے

ترپال کی اوٹ میں رک کر میں اطراف کا جائزہ لینے لگا اور یہیں میں نے اپنے آپ کو اس لباس سے آزاد کر لیا جسے پہن کر میں یہاں تک آیا تھا لیکن اب وہ سامان نکالنے میں مجھے دقت نہیں ہوئی تھی جو واٹر پروف پلاسٹک میں بند تھا۔

میں نے اس سامان کو احتیاط سے ایسی جگہوں پر رکھ دیا جہاں سے اسے نکالنے اور استعمال کرنے میں زیادہ دقت نہ ہو اور اس کے بعد میں اطراف کا جائزہ لے کر ان سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا جو نچلی منزل میں جاتی تھیں۔ اوپر موجود ملاحوں کو میں نے نظر انداز کر دیا تھا۔

نچلے حصوں میں صرف پانچ کیبن بنے ہوئے تھے تھوڑے ہی فاصلے پر وہ سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں جو کیپٹن کے کیبن تک جاتی تھیں۔ کیپٹن کا یہ کیبن کنٹرول روم سے ملحق تھا اور بہت بڑے شیشے سے مجھے اندر کا منظر نظر آ رہا تھا۔

اندر تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک یقیناً وہی قوی ہیکل کیپٹن تھا جس نے نہایت بے دردی سے میری موت کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔ میں نے اسٹین گن چیک کی اور اس کے بعد پھرتی سے پوزیشن لیتا ہوا کیپٹن کے کیبن کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس کیبن کے سامنے تھا میں نے کوشش کی تھی کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے اور میں اس میں کامیاب رہا تھا پھر جب میں نے کیبن کے دروازے پر لات مار کر اسے کھولا تو اندر موجود تینوں آدمی بری طرح اچھل پڑے وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ ایک لمحے کے لئے ان کے چہرے

پرحیرت کے نقوش نظر آئے لیکن پھر ان میں سے ایک نے نہایت پھرتی سے زمین پر لوٹ لگائی اور اپنے لباس سے پستول نکالنے کی کوشش کی۔ بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا میں نے اس وفادار شخص کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ کیپٹن اور دوسرا آدمی خوفزدہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے تھے میں مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہیلو کیپٹن! مجھے پہچاننے میں تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوئی ہوگی۔؟"

"کک۔ کون ہو تم۔؟" کیپٹن نے ہکلاتے انداز میں پوچھا۔

"کمال ہے۔ کیا لوگوں کی زندگی موت تمہاری آنکھوں میں اس قدر ارزاں ہے کہ تم موت کے حوالے ہونے والوں کی شکلیں بھی نہیں پہچانتے؟"

"تت۔ تم۔ تم۔ میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں جسے تم نے انتہائی دلیری سے سمندر میں غرق کرا دیا تھا۔"

"مگر۔ مگر تم۔ میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں! میں روح کی شکل میں واپس آ گیا ہوں البتہ تمہیں اس بات پر حیرت ضرور ہوئی ہوگی کہ ایک روح اسٹین گن کیسے چلا سکتی ہے تو دیکھو میرا خیال ہے میں تمہیں اس کا نمونہ دکھا دوں۔ کیونکہ اب میں عقب میں آوازیں سن رہا ہوں یقیناً اسٹین گن کے برسٹ کی آواز جہاز پر سنائی دی ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد دیر کرنے کا کیا موقع تھا چنانچہ میں نے ان کے پورے جسموں میں لائنوں کی شکل میں سوراخ بنا دیئے کیپٹن کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا یہی کیفیت اس کے دوسرے ساتھی کی ہوئی تھی۔

چند ملاح دوڑتے ہوئے کیبن کی جانب آ رہے تھے میں پھرتی سے ایک آڑ میں ہو گیا۔ ملاحوں نے آوازیں تو سنی تھیں لیکن شاید صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔

چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ تقریباً سات افراد ان سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر پہنچ چکے ہیں جو شیشے سے صاف نظر آتی تھیں تو میں نے پھرتی سے اسٹین گن کی نال سے شیشے کو توڑا اور اس کے بعد ان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ ایسی کھلی جگہ تھے وہ لوگ کہ ان کے لئے چھپنے کا موقع نہیں تھا اور پھر اسٹین گن زیادہ دیر نہیں لیتی۔

چنانچہ ان کے بدن فضا میں اچھلے اور نیچے گر گر پڑنے لگے۔ میں چھلانگ لگا کر باہر آ گیا تھا کیونکہ اب پورے جہاز پر اس ہنگامہ خیزی کی اطلاع ہو چکی ہوگی۔ پتہ نہیں کتنے افراد یہاں موجود تھے۔ میرا باہر نکل آنا ان کے لئے سود مند ثابت ہوا کیونکہ کم از کم میں انہیں دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو اِدھر اُدھر سے جمع ہو کر اس سمت آ رہے تھے اس کے فوراً بعد میں نے ایک دستی بم کا سیفٹی کیچ ہٹا کر اسے ان لوگوں پر اچھال دیا۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اس کے ساتھ ہی بے شمار انسانی چیخیں سنائی دیں۔ اسی دوران میں دوسرے بم کا سیفٹی کیچ بھی ہٹا چکا تھا۔ دوسرا بم پھینکنے کے بعد میں پھرتی سے نیچے اترا اور اسٹین گن سے گولیاں برساتا ہوا جہاز کے دوسرے حصے کی طرف دوڑنے لگا۔

وقفے وقفے سے میں دستی بم بھی استعمال کر رہا تھا۔ میں نے کنٹرول کیبن پر ایک بم پھینک کر اڑا دیا اور پھر ان کیبنوں پر تین بم پھینکے جو ایک قطار میں بنے ہوئے تھے۔ کیبن بری طرح اڑ گئے تھے اس کے ساتھ ہی کنٹرول کیبن میں آگ لگ گئی تھی۔ تیز ہواؤں کی وجہ سے جہاز کے دوسرے حصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتی چلی آ رہی تھی۔ پھر کیبنوں میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔

انسانی شور جہاز پر بری طرح سنائی دے رہا تھا اوپر جو ملاح موجود تھے ان بے وقوفوں نے سمندر میں کودنے کے بجائے نیچے آ کر حالات کا جائزہ لینا مناسب سمجھا تھا اور اس طرح وہ بھی موت کا شکار ہو گئے تھے۔

میں نے جتنی پھرتی سے یہ کام کر لیا تھا اس کی مجھے خود بھی توقع نہیں تھی۔ یہ کام خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا وکیونا پر مرنے والوں کی تعداد کا مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود یقین تھا کہ کم از کم پینتیس چالیس افراد اس خوفناک تباہی کا شکار ہوئے ہیں۔

جہاز کے نچلے حصے میں جو کارروائی ہوئی تھی اس کے اوپر کیا اثرات ہیں اس کا جائزہ لینا ضروری تھا اور پھر یہ بھی دیکھنا تھا کہ میرے اس جہاز سے بچ کر فرار ہونے کے کیا امکانات ہیں۔ بہرحال میں برق رفتاری سے دوسرے حصے میں پہنچا اور ـــــ اوپر کی طرف چل پڑا۔

عرشے پر پہنچ کر میں نے سمندر پر نگاہ دوڑائی۔ اندازہ

لگانا چاہتا تھا کہ آس پاس کے دوسرے جہازوں پر اس ہنگامے کی خبر پہنچ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ بالکل قریب کوئی جہاز موجود نہیں تھا اور چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے دستی بموں کے دھماکوں کی آوازیں بھی دب گئی تھیں اس لئے کوئی اس طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں پھرتی سے اس طرف دوڑا جہاں سے میں اوپر آیا تھا جیکب کی لانچ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

اس وقت آرام سے اترنے کا موقع نہیں تھا اس لئے تھوڑا سا نیچے اتر کر میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی آن کی آن میں جیکب میرے پاس پہنچ گیا۔ اور میں لانچ پر چڑھ گیا۔ جیکب نے برق رفتاری سے لانچ آگے بڑھا دی تھوڑی دور پہنچ کر میں نے جہاز سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے تھے۔

"تم نے تو جہاز تباہ ہی کر دیا۔" جیکب نے آگے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں جیکب یہ ضروری تھا۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی پروگرام نہیں آگے بڑھ جاؤ۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح جہاز کی تباہی کا منظر دیکھیں گے۔" میں نے کہا اور جیکب نے ٹھنڈی سانس لے کر لانچ آگے بڑھا دی۔ اب پورا جہاز آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور سمندر میں چاروں طرف ہلچل مچ گئی تھی۔ بے شمار موٹر کشتیاں جہاز کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ سمندر میں وکیونا آگ کے ایک گولے کی مانند نظر آ رہا تھا اور اب کوئی کوشش اسے تباہ ہونے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے جیکب سے کہا۔

"اوکے جیکب واپس چلو۔" جیکب نے خاموشی سے لانچ کا رخ کی طرف کر دیا تھا۔

راستے میں وہ بالکل خاموش رہا۔ ہم نے لانچ واپس کی اور پھر ایک ٹیکسی کر کے واپس چل پڑے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایک اور جگہ کا پتہ بتا دیا تھا۔ یعنی یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں جیکب کا فلیٹ تھا۔

جیکب نے صرف میری طرف دیکھا تھا وہ اس بارے میں کچھ بولا نہیں تھا۔ جب ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے تو میں نے ٹیکسی سے اتر کر بل ادا کیا اور ٹہلنے کے انداز میں جیکب کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"یہاں کوئی کام ہے؟" جیکب نے پوچھا

"ہاں۔"

"اوہ اب کہاں چلو گے؟"

"کسی عمدہ سے ریستوران میں۔" میں نے جواب دیا اور جیکب گہری گہری سانس لینے لگا۔

"ایسی جگہ چلو جہاں بار بھی ہو۔" اس نے کہا۔

"تم نروس ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بے حد۔ میں نے زندگی میں کوئی قتل نہیں کیا۔" جیکب نے میرے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ریستوران میں داخل ہو گئے جہاں بار بھی تھا۔ جیکب نے اپنے لئے مشروب اور میرے لئے کافی منگوائی تھی۔

مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا "جہاز خالی تو نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس میں انسان بھی ہوں گے۔"

"تم انہیں انسان کہتے ہو جن کی نگاہوں میں دوسروں کی زندگی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔"

"گویا وہاں لوگ موجود تھے۔"

"میں خالی جہاز تباہ کرنے کو نہیں گیا تھا۔"

"کتنے افراد تھے وہاں۔"

"بہت تھے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"سب مر گئے ہوں گے آگ بہت زوردار تھی۔ زندہ جل گئے ہوں گے وہ لوگ۔"

"نہیں۔ جلنے سے پہلے وہ مر چکے تھے۔" میں سنگدلی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو۔ تو تم انہیں قتل کر چکے تھے۔"

"ظاہر ہے جیکب! ویسے جیکب آج بھی ہم مسٹر کیٹلو کے پاس چلیں گے۔" میں نے کہا اور جیکب کو مشروب کا پھندہ لگ گیا۔ اس نے گلا صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب کس لئے؟"

"مجھے ان سے کچھ اور درکار ہوگا۔"

"کیا۔؟"

"وہی جو ان کے پاس ہوتا ہے۔"

"اب کیا پوری بندرگاہ تباہ کرنے کا ارادہ ہے؟" جیکب نے پوچھا۔

"نہیں جیکب وعدہ کرتا ہوں کہ کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں صرف ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو انسانیت کے قاتل ہیں۔ صرف ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے میں نے جو میرے سینے میں خنجر گھونپنے کے ذمہ دار ہیں۔

"تم کوئی جنونی قاتل ہو۔ خدا کے لئے اپنے انتقام کا یہ روپ بدل دو۔" جیکب نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"اسی جہاز سے جیکب! میرے بدن میں لوہے کے وزن باندھ کر مجھے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس ہستی کو مجھ سے چھین لیا جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی تڑپ رہا ہوں میں اس کے لئے۔ تم میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتے جیکب۔

جیکب خاموشی سے مشروب پیتا رہا۔

"یہاں سے ہم مسٹر کیٹیلو کے پاس چلیں گے جیکب۔" میں پھر بولا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" جیکب آہستہ سے بولا اور میں مسکرانے لگا۔ بہر حال ہم مسٹر کیٹیلو کے پاس ہی گئے تھے اور پھر اس وقت جب جیکب اپنی محبوبہ کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں ڈنر کر رہا ہوگا۔ میں مارکوس ٹریڈرز میں معروف تھا۔ رات کو پونے نو بجے مارکوس ٹریڈرز کی عمارت خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ یہی نہیں پیٹرول بموں نے اس میں آگ بھی لگا دی تھی۔

ساڑھے نو بجے گرانڈ پارک کے قریب تین گنجے گولیوں کا نشکار بنا دیئے گئے اور ساڑھے دس بجے ہوٹل نیویارک کے لان پر ایک دستی بم پھٹا اور چار گنجے اپنی کار میں ہلاک ہو گئے آج کا کوٹا پورا ہو گیا تھا۔

کوئی سوا گیارہ بجے میں مسٹر کومبی کی رہائش گاہ پہنچا تھا مسٹر کومبی وہاں موجود تھے۔ ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے لیکن اس مسکراہٹ میں پھیکا پن تھا۔

"اس وقت مسٹر کومبی؟" میں نے سوال کیا۔

"سنا ہے صبح سے غائب ہو۔"

"کوئی کام۔" میں نے آرام کرسی میں دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایک خیال کھینچ لایا ہے۔"

"کب آئے آپ؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ کچھ خبریں سن کر آیا ہوں۔ یہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ تم صبح سے موجود نہیں ہو۔"

"جی ہاں گیا ہوا تھا۔"

"کیا میں یہ عظیم الشان کارنامے تمہارے نام سے منسوب کر دوں۔"

"کون سے کارنامے؟"

"ویکونا لاکھ کوشش کے باوجود غرق ہو گیا۔ وہ مکمل تباہ ہو چکا ہے۔ بہت سی لاشیں سمندر میں گم ہیں لیکن جو مل سکی ہیں وہ یا تو گولیوں سے چھلنی ہیں یا پھر بم کے ٹکڑے ان کے بدن میں پیوست ہیں۔"

"خوش خبری نہیں ہے آپ کے لئے؟"

"مارکوس ٹریڈرز کی عمارت زمین بوس ہو گئی ہے آس پاس کی عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔"

"باقی دو خبریں آپ کو صبح ملیں گی۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی چونک پڑے۔

"وہ۔ وہ کہاں ہیں؟"

"گرانڈ پارک کے نزدیک تین گنجے ہلاک ہوئے۔ ہوٹل نیویارک میں چار گنجوں کو ان کی کار میں اڑا دیا گیا۔ وقت ختم ہو گیا تھا مسٹر کومبی ورنہ دل تو بہت کچھ کرنے کو چاہ رہا تھا۔"

"میرے خدا تو تم نے ؟"

"ہاں۔ یہ وارننگ تھی ہیڈن برگ کے لئے۔ اس خاموشی کے موقع میں بالکل معطل ہو کر بیٹھ جانا بھی تو ٹھیک نہیں تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مسٹر کومبی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگے تھے۔

"کیا مسٹر کومبی آپ کچھ پریشان ہو گئے؟" میں نے کہا۔

"پریشان؟" مسٹر کومبی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! کیا آپ کو یہ کھیل پسند نہیں آیا؟"

"میں واقعی پریشان ہو گیا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم نے یہ طوفانی مہم کیوں انجام دی۔ بلکہ اس لئے کہ تمہاری اس شاندار کارکردگی کو نظر نہ لگ جائے۔ ان وارداتوں کی طرف پولیس بھی متوجہ ہو جائے گی اور تمہیں دوہری دشمنی سے واسطہ پڑے گا۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"مجھے ہے۔ میں ہر قیمت پر تمہارا تحفظ چاہتا ہوں۔ تم میرے لئے کس قدر قیمتی ہو اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے۔ فرنینڈس۔" مسٹر کومبی نے کہا۔

"آپ بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں مسٹر کومبی لیکن میں آپ جیسی سمندری فطرت نہیں رکھتا۔ میں زیبی کے بغیر زیادہ عرصہ جینا بھی نہیں چاہتا اور یہ تو ابتدا ہے۔ میں نے اپنے ذہن کے بند دروازے کھول دیئے ہیں اور اب ہر دروازے سے آگ نکل رہی ہے۔ میں شہر بھر میں قتل عام کروں گا۔ گنجے سر کے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ میرا عہد ہے۔ آخر خود کام آ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"مگر اس میں خطرات ہیں۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میرا خیال تھا تھوڑا انتظار کر لو۔ کل آخری دن ہے اگر ہیڈن برگ کوئی امید افزا جواب دیتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر اس قتل عام میں میں بھی تمہارا شریک ہوں گا۔"

"آج کا کوٹا ختم ہو گیا ہے۔ کل میں ہیڈن برگ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"کل کس وقت؟"

"جب آپ کہیں۔"

"میرا خیال ہے کل صبح ناشتے کے بعد ہم اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اس کے بعد ہم ایک لائحہ عمل بنائیں گے۔"

"ایک بات کہوں مسٹر کومبی۔" میں نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"آپ کی فطرت میں ٹھہراؤ ہے۔ اپنے بچوں کی موت کے بعد آپ نے جس طرح انتظار کیا وہ عام لوگوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جذبات ایک طوفانی دھارے کی طرح ہوتے ہیں۔ طوفان کے سامنے بند باندھنا بہت صبر آزما کام ہے میں نے اپنے اس پروگرام سے اسی لئے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا کہ آپ مجھے نصیحتیں کریں گے روکنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ۔ یہ عمر کا فرق بھی ہے فرنینڈس۔ میں یہ لمحہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اگر اپنے مقصد سے قبل ہی موت آ جائے تو ہم اسے عقلمندی تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارا دشمن بہر حال بچ جاتا ہے۔"

"آپ کی یہ منطق بھی درست ہے۔"

"بہر حال یہ وعدہ ہے تمہارا۔ کل سے قبل کچھ نہیں کرو گے۔"

"یقیناً۔ آج رات میں صرف سونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر کومبی ایک محدود انسان تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھتا تھا چنانچہ میں نہایت احترام سے ان سے گفتگو کرتا تھا اور پھر اس شخص کا مجھ پر احسان تھا اس نے میری زندگی بچائی تھی۔ اس لئے میں بھی اس سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا جو اس کی طبع نازک پر گراں گزرے۔ مسٹر کومبی کا اپنا ایک مقام تھا میری نگاہ میں کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھے رہے اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس پر عمل کروں گا۔ اس کے بعد مسٹر کومبی رخصت ہو گئے۔

رات کو میں خاصا مطمئن تھا آج کے ہنگاموں میں جو کچھ ہوا وہ اطمینان بخش تھا اور وہ وکٹر ویل بی کو سوچنے پر مجبور کر دینے کے لئے کافی تھا۔

بہر طور دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتے کے لئے تیار ہوا ہی تھا کہ مسٹر کومبی حسب ارادہ پہنچ گئے۔ وہ پرسکون تھے میں نے مزاج پرسی کے بعد ان کے ساتھ ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد مسٹر کومبی نے مجھے ہدایت کی کہ بہتر ہے میں ہیڈ برگ سے گفتگو کر لوں۔

ایبی برگ عموماً الگ ہی ناشتہ کرتی تھی اور اس کی ذہنی کیفیت کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ہیڈ برگ سے میرا فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا اور میری آواز سننے کے بعد اس نے بے چینی سے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ مسٹر مسٹر۔ میں بے چینی سے آپ کے ٹیلیفون کا انتظار کر رہا تھا۔ براہ کرم بتائیے کیا کل کی وارداتوں میں آپ ہی کا ہاتھ ہے کل جو کچھ ہوا ہے۔"

"ہاں۔ مسٹر ہیڈ برگ آپ کو غور کرنے کے لئے محتاط کرنا ضروری تھا۔ میں نے جواب دیا۔

"جلد بازی کی آپ نے۔ جلد بازی کی ہم بہتر انداز میں آپ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔"

"مجھے تم سے کوئی بہتری نہیں چاہیئے یہ آخری وقت ہے جب تمہیں فیصلہ کر لینا ہے میں جواب چاہتا ہوں۔"

"دراصل مسٹر نواز اصغر آپ شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ میں ان تین دنوں میں خود کو سولی پر لٹکتا ہوا محسوس کرتا رہا ہوں میں جن لوگوں کے زیر نگین کام کر رہا ہوں وہ جس قدر طاقتور ہیں اس کا اندازہ کسی حد تک آپ کو بھی ہوگا۔ میں یہ بات مانتا ہوں کہ میں اہم کارکن ہوں ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے والا، لیکن میرے لئے بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ زیب النساء یا زیبی کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی البتہ صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں میں کہ مسٹر ویل بی اس سلسلے میں

ہمارے گرانڈ چیف کے معاون کار رہے ہیں۔ مسٹر ویل بی بذات خود یقیناً آپ کو آپ کی بیوی کا صحیح پتہ بتا سکیں گے مجھے اس کی امید نہیں ہے کہ اس وقت بھی وہ ان کی تحویل میں ہو۔ براہ کرم میری باتوں پر یقین کیجئے گا اس سے زیادہ میں کچھ اور معلومات حاصل نہیں کر سکا تھا۔"

"مسٹر وکٹر ویل بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں آپ کو ایک ایسی جگہ کا پتہ بتا رہا ہوں جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے بظاہر مسٹر وکٹر ویل بی یہیں رہتے ہیں اور ان کا تمام کاروبار اسی جگہ پھیلا ہوا ہے لیکن یہاں سے تقریباً سو میل دور ایک قصبہ چیسٹر میلو ہے۔ چیسٹر میلو میں وکٹر ویل بی کی خصوصی رہائش گاہ ہے اور بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسٹر ویل بی درحقیقت وہیں سے یہاں کے معاملات کنٹرول کرتے ہیں بہت کم ہی وہ کسی خاص تقریب میں یہاں نظر آجاتے ہیں ورنہ وہیں پر وہ رہائش رکھتے ہیں۔ وکٹر ویل بی ایک طرح سے چیسٹر میلو کے مالک ہیں وہاں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی لیکن اس بات کا خیال رکھئے گا کہ وہاں جتنے مکانات ہیں وہ سب ہی مسٹر ویل بی کے آدمیوں کے ہیں اور کسی مقامی شخص سے آپ کو مدد حاصل ہونا تقریباً ناممکن ہوگا بلکہ یوں سمجھئے کہ وہاں پہنچ کر آپ کو انتہائی خطرناک حالات سے دوچار ہونا ہوگا اجنبی لوگ وہاں آتے جاتے رہتے ہیں کسی اجنبی کو بہت ہی مشکل سے نہیں گزرنا ہوتا لیکن وہاں کے مقامی لوگ وکٹر ویل بی کے نمک خوار ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو وہاں وکٹر ویل بی کو تلاش کر سکتے ہیں۔"

"آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں مسٹر برگ؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ جو بھی کہیں لیکن آپ یوں سمجھئے کہ آپ کی مدد کرنے کا مقصد ہے کہ میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔"

"ہوں اور اگر مسٹر ویل بی سے وہاں ملاقات نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر آپ جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہیں اس کے لئے حق بجانب ہوں گے۔"

"آپ نے اچھی طرح سوچ لیا ہے؟"

"ہاں۔ میں اپنی بیٹی کی زندگی کو دنیا کے تمام مفادات پر ترجیح دوں گا اگر آپ میری اس معلومات کے صلے میں مجھے میری بیٹی واپس کر دیں گے تو میں زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔"

"شاید آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں مسٹر ہیڈن برگ، این برگ آپ کو اسی وقت ملے گی جب زیبی میرے قبضے میں آجائے گی۔"

"سنیئے تو سہی مسٹر نواز اصغر! سنیئے تو سہی پلیز۔ پلیز" ہیڈن برگ چیختا رہا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ مسٹر کومبی مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ٹیلیفون رکھ کے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر مسٹر کومبی سے کہا۔

"اس نے ایک قصبے کا نام لیا ہے جس کا نام چیسٹر میلو ہے۔"

"اوہ میلو۔ میلو سے ویل بی کا کیا تعلق۔؟" کومبی نے سوال کیا۔

"ویل بی کے بارے میں ہیڈن برگ نے یہی بتایا ہے کہ وہ وہیں رہتا ہے اور بہت کم یہاں آتا ہے وہیں سے وہ یہاں کے معاملات کنٹرول کرتا ہے۔"

"امکانات ہیں اس بات کے۔"

"بس تو ٹھیک ہے مجھے چیسٹر میلو ہی میں ویل بی سے ملاقات کرنا ہوگی۔"

"تنہا جاؤ گے؟" کومبی نے سوال کیا۔

"ہاں! بالکل تنہا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں مسٹر کومبی براہ کرم آپ این برگ کی نگرانی رکھیئے گا مجھے وہاں تنہا ہی جانا چاہیئے۔"

"مگر۔ مگر وہاں اس کے آدمی بھی ہوں گے تم وہاں تنہا رہ جاؤ گے۔"

"نہیں میں جو کچھ بھی کروں گا تنہا رہ کر ہی کروں گا آپ کو میری طرف سے مطمئن ہی رہنا چاہیئے۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے اور پھر بولے۔

"میں کسی بھی کام کے لئے ضد نہیں کرتا لیکن تم سے ایسی انسیت ہو گئی ہے کہ تمہاری زندگی ہر قیمت پر سلامت چاہتا ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں میں آسانی سے موت کا شکار ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کوئی خدمت بتاؤ میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"ابھی میں اپنے پروگرام پر غور کروں گا یہ اندازہ لگاؤں

گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور اس کے بعد میں آپ کو تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

مسٹر کومبی کی یہ نصیحت آمیز گفتگو مجھے سخت ناپسند تھی اول میں ان سے اس بارے میں متفق نہیں تھا کہ میں میلو جاتے ہوئے بہت زیادہ احتیاط رکھوں بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے مسٹر کومبی کو ایک طرح سے ٹال دیا تھا یہ کہہ کر کہ میں ابھی پروگرام بنا رہا ہوں یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وکٹر ویل بی سے زیبی کا پتہ چل سکتا ہے میں بھلا کیوں کر اپنے آپ پر قابو پا سکتا تھا۔ مسٹر کومبی کافی دیر تک میرے ساتھ بیٹھے مجھ سے گفتگو کرتے رہے میلو کے بارے میں وہ اپنی جغرافیائی معلومات مجھے بہم پہنچا رہے تھے اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے لیکن اس کے بعد سارا کام میرا اپنا تھا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ این برگ کب تک یہاں رہتی ہے لیکن مجھے اپنے کام کے سلسلے میں کچھ ضروری انتظامات فوری طور پر کرنا تھے۔

مسٹر کومبی کے جاتے ہی میں فوراً اپنی جگہ سے نکل آیا اور اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں مجھ پر کوئی نگاہ نہ رکھی جا رہی ہو سفر کرنے لگا۔

بازار سے میں نے بے شمار اشیاء خرید لی تھیں خصوصاً میلو تک کا سفر کرنے کے لئے میں وہ تمام ذرائع معلوم کئے تھے جو اس سلسلے میں ممکن تھے مجھے معلوم ہوا کہ چیسٹر میلو راستے میں پڑتا ہے اور وہاں تک جانے کے لئے بس کا سفر بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور یہی سفر میں نے سب سے بہتر تصور کیا تھا۔

جیکب سے ملاقات کا خیال بھی دل میں آیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ ضروری اشیاء اب مسٹر کیڈلو سے براہ راست بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور پھر اس وقت تو مجھے کسی خاص چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بس اپنی حفاظت کے لئے چند اشیاء درکار تھیں اور مسٹر کیڈلو نے اس سلسلے میں مجھ سے عدم تعاون نہیں کیا کیونکہ وہ مجھے پہچان چکے تھے ویسے اس شخص کے بارے میں میری کیفیت عجیب سی تھی یہ بوڑھا آدمی یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسلحے کا شہنشاہ تھا کوئی بھی چیز اس سے حاصل کر لو حاضر سٹاک میں مہیا نہیں ہوتی تو دوسرے دن کا وعدہ کر لیتا۔ میں نے کئی خطرناک قسم کے لوگوں کو اس سے ہتھیار خریدتے دیکھا تھا۔

پتہ نہیں اس کاروبار کی قانونی حیثیت کیا تھی مجھے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیڈلو سے رخصت ہونے کے بعد میں واپس آگیا یہاں کے حالات بدستور تھے یہاں پہنچ کر میں نے اپنے سامان سے ایک کٹ نکالی اور پھر آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔ آج میں نے طویل عرصے کے بعد اپنے ہاتھوں سے میک اپ کیا تھا اور یہ میک اپ میری تمامتر مہارت کا نتیجہ تھا۔ میں اپنے چہرے کو مکمل طور پر تبدیل کر لینا چاہتا تھا اور اس طرح کہ آسانی سے میری شناخت نہ ہو سکے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں آخری پروگرام کے تحت نکل آیا اور پھر اس طرف چل پڑا جہاں سے چیسٹر میلو کے لئے بس چلتی تھی۔

شاندار ائیر کنڈیشن بس لمبے راستوں پر سفر کرتی تھی بھانت بھانت کے مسافر اس میں موجود تھے میں ان کے درمیان اجنبی بن کر سفر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ لوگوں سے گھل مل کر گفتگو کرتا ہوا میں چیسٹر میلو کی جانب چل پڑا۔

مسافروں سے گفتگو کر کے میں اپنے ذہن کو پرسکون رکھنا چاہتا تھا چیسٹر میلو کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لیکن میں نے جس انداز میں کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے تحت میں ہر وہ اقدام کر سکتا تھا جو میرے مفاد میں ہو اور وکٹر ویل بی سے زیبی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں ہو۔ بس خاصی تیز رفتاری سے سفر کر رہی تھی اور میں اپنا چھوٹا سا بیگ سنبھالے کبھی کبھی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھنے لگتا تھا بیگ میں میری ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں جو چیسٹر میلو میں میرے کام آسکتی تھیں۔

ان میں پستول اس کے فالتو راؤنڈ اور میک اپ کا سامان نمایاں حیثیت رکھتا تھا جس کی مجھے کسی بھی جگہ ضرورت پیش آسکتی تھی۔ چیسٹر میلو پر بس رکی اور میں نیچے اتر گیا۔ چاروں طرف سر سبز میدان بکھرے ہوئے تھے باغات جگہ جگہ نظر آرہے تھے اور یہاں کا موسم ان درختوں کی وجہ سے انتہائی خوشگوار ہو گیا تھا۔

بس سے اترتے ہی تھوڑے فاصلے پر ایک آبشار نظر آیا جو کہ بلندی سے نیچے گر رہا تھا اور اس کے دامن میں

ایک ایسا سبزہ زار پھیلا ہوا تھا جسے دیکھ کر آنکھیں دنگ رہ جائیں یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں اترا تھا۔ چھوٹی سی جگہ تھی جہاں بازار پھیلا ہوا تھا۔ بازار میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اس بلندی سے جو اس جگہ تھی پیسٹر میلو کا قصبہ دور دور تک نظر آتا تھا۔ مکانات مخصوص طرز کے بنے ہوئے تھے جن کے چھتوں پر خاص طور سے گھاس ڈالی گئی تھی اس کے علاوہ کھپریل کی چھتیں بھی نظر آ رہی تھیں لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

آتش دانوں کی چمنیاں دھواں اگل رہی تھیں اور جگہ جگہ دھوئیں کی پتلی لکیریں فضا میں منتشر ہوتی نظر آتی تھیں پتلی پتلی سڑکیں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں جن پر سفر کرتے ہوئے واقعی لطف آتا ہوگا چونکہ ان کے دونوں طرف سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے بلاشبہ وکٹر ویل لی نے اس علاقے کو اپنے لئے جنت نظیر بنا رکھا تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اب اس جنت میں میرا ٹھکانہ کون سی جگہ ہونا چاہیئے اور اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے یہاں کے لوگوں میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔ تو ایک اجنبی کو صاف طور پہ پہچان لیا جائے گا۔

چنانچہ کوئی ایسی حرکت کرنا تھی جو میری اجنبیت کو چھپا سکے۔ شام کے سائے پھیلتے جا رہے تھے اور بہت دور سے روشنیوں کی جگمگاہٹ ابھرنے لگی تھی میں نے سڑک سے ہٹ کر سنسان راستے اختیار کئے تھے تاکہ ایک اجنبی کی آمد کی شہرت فوری طور پر دور دور تک نہ پھیل جائے اس بات کے بھی امکانات تھے کہ وکٹر ویل لی یہاں نئے آنے والوں پر نگاہ رکھتا ہوگا۔

بہرطور یہ سفر اس وقت تک جاری رہا جب تک بستی کا پہلا مکان نہ آ گیا اس پہلے مکان تک جب میں پہنچا تو آسمان تاریک ہو چکا تھا اور چاروں طرف تاریکی کا راج تھا البتہ قصبے کی روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ کہیں کہیں مویشیوں کے چھوٹے چھوٹے فارم بھی نظر آ رہے تھے۔ یہاں رات گزارنے کے لئے ایسی جگہ کی تلاش مشکل نہیں تھی جہاں چھپ کر وقت گزارا جا سکے۔

اور فی الحال میں نے یہی مناسب سمجھا چنانچہ میں پہلے مکان کے احاطے میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔

احاطے کے ایک طرف مویشیوں کا باڑہ بنایا گیا تھا جس میں آسٹریلوی طرز کی گائیں موجود تھیں ایک سمت کچھ بھیڑیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ان بھیڑوں کے درمیان سفید ایپرن پہنے ہوئے ایک خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا جو خدوخال نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اس کی عمر کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا.....

چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی تھی وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی اور پھر شاید اس نے مجھے دیکھ لیا میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا لیکن وہ مجھے دیکھ کر نہ گھبرائی نہ ہی اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوئے۔ سامنے ہی لگی ہوئی روشنی کی جھلک اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی جس سے اب اس کے خدوخال نمایاں ہو گئے تھے اور میرے اندازے کی تصدیق ہو جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے سترنم آواز میں پوچھا۔

"کوئی چور ہو تم؟" میں چونک پڑا اس جملے اور اس لہجے میں کوئی ہم آہنگی نہیں تھی اگر وہ مجھے چور سمجھ رہی تھی تو اسے خوفزدہ ہو جانا چاہیئے تھا لیکن ایسی کوئی کیفیت اس کے انداز میں نہیں تھی تب میں نے نرمی سے کہا۔

"نہیں بے بی۔ میں چور نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھ لو مصیبت کا مارا ہوں اور پناہ لینے کے لئے یہاں آ گیا ہوں پتہ نہیں تم مجھے کیا سمجھو لیکن بعض اوقات مجبوریاں انسان کو پتہ نہیں کیا کیا کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔"

"مصیبت زدہ تو میں بھی ہوں میری ماں مجھ پر بہت مظالم کرتی ہے اور میرا باپ وہ ہر وقت نشے میں ڈوبا رہتا ہے اب دیکھو ناں ان بھیڑوں کی دیکھ بھال بھی میرے ذمے ہے بھلا یہ کام کرنے سے مجھے کوئی خوشی ہوتی ہوگی۔" لڑکی میرے مطلب کی نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا کیا نام ہے بے بی؟"

"ڈینی۔ ڈینی پلوشو۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ پلوشو کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے بس یہ میرا پورا نام ہے۔ میری ماں مجھے ڈینیا کہتی تھی لیکن میری سوتیلی ماں نے میرا نام صرف ڈینی رہنے دیا۔ کیونکہ ایک ملازم کو اس نام سے بآسانی پکارا جا سکتا ہے۔"

سی حسین لڑکی اور اس طرح پریشانی کا شکار ہو میرے
اس سے غم ناک اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا مجھے؟"

"فرینڈس ہے میرا نام۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر فرینڈس آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کس
ییبت کا شکار ہیں؟"

"بس کیا بتاؤں ڈینی کچھ لوگ میرے دشمن بن گئے ہیں
مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں اس لئے میں اپنا مکان چھوڑ
بھاگا ہوں۔"

"اوہ۔ یہ انسان کس قسم کے ہوتے ہیں بھلا کسی کی زندگی
نے سے انہیں کیا ملے گا لوگ تو خود بخود مر جاتے ہیں پھر انہیں
نے کے لئے یہ جدوجہد کیا معنی رکھتی ہے۔" وہ فلسفیانہ
داز میں بولی۔

"مجھے افسوس ہے ڈینیا میں نے تمہیں پریشان کیا میں
اپس چلتا ہوں۔" اور وہ چونک پڑی۔

"سنو۔ سنو۔ تم نے مجھے ڈینیا کے نام سے پکارا ہے؟"

"ہاں۔ چونکہ تمہارا نام یہی ہے۔"

"تم نے مجھے میری ماں کی یاد دلا دی ہے کچھ دیر رکو گے
ہیں اور تم چھپنے کے ارادے سے یہاں آئے تھے۔"

"اب کیسے چھپوں گا تم نے تو مجھے دیکھ لیا ہے۔"

"ارے واہ۔ تو کیا میں تمہاری دشمن ہوں جو تمہارے بارے
یں لوگوں کو بتا دوں گی۔"

"ڈینیا میں تمہارے لئے اجنبی جو ہوں بھلا اجنبیوں کے
ساتھ لوگ اچھا سلوک کہاں کرتے ہیں۔"

"میں کروں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں شکر گزار نگاہوں
سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم غور کرو میں ہنس رہا ہوں بول رہا ہوں تم سے باتیں
کر رہا ہوں اور میرے دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اگر وہ
مجھے مار ڈالیں گے تو پھر میں کہاں بول سکوں گا یہ دنیا ختم ہو جائے
گی میرے لئے۔"

"وہ تمہیں کبھی نہیں مار سکیں گے۔ میں تمہیں یہاں پوشیدہ
رکھوں گی۔"

"تمہیں تکلیف ہوگی ڈینیا۔"

"نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی آؤ میرے ساتھ۔" اس نے
کہا اور پھر مجھے عمارت کے عقبی حصے میں لے گئی سامنے کا
حصہ خاصا خوبصورت تھا لیکن عقبی حصہ بدنما اور بدصورت تھا
وہیں پھر ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جا کر اس نے مجھے
بیٹھنے کے لئے کہا۔

"یہ کمرہ سب سے الگ تھلگ ہے کوئی یہاں نہیں آتا اس میں جو یہ دروازہ ہے یہ میرے کمرے میں کھلتا ہے یہاں دراصل پرانا سامان پڑا تھا لیکن ہم نے سارا سامان بیچ دیا ہے اور اب یہ کمرہ بیکار پڑا ہوا تھا۔ تمہارے چھپنے کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ اس مکان میں میری سوتیلی ماں میرا بوڑھا نشے میں ڈوبا ہوا باپ اور میں صرف تین افراد رہتے ہیں یا پھر وہ دونوں ملازم جو صبح ہی صبح یہ بھیڑیں لے کر نکل جاتے ہیں اور پھر یہاں واپس پہنچانے کے بعد چلے جاتے ہیں ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انہی کا کام ہے لیکن یہاں میری ماں کی وجہ سے صفائی رہتی ہے وہ لوگ بھیڑوں اور گایوں کے معاملات میں دوسری جگہ کام کرتے ہیں۔"

"تمہیں جو تکلیف میں نے دی ہے ڈینیا اس کے لئے مجھے بے حد شرمندگی ہے۔"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اچھا اب تم رکو میں جا رہی ہوں آخری کام کرنے کے بعد میں رات کو اس دروازے سے نکل کر تمہارے پاس آ جاؤں گی پھر ہم بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"کسی کو شک نہیں ہوگا؟"

"کبھی نہیں ہوگا نشے میں ڈوبا ہوا شخص اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد گہری نیند سو جائے گا

"اچھا اب میں جاتی ہوں تم دروازہ اندر سے بند کر لو دونوں طرف سے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

ایک لمحے کے لئے مجھے سکون سا محسوس ہوا تھا کم از کم یہاں پوشیدہ رہنے کے لئے کوئی جگہ تو مل گئی یہی میرے حق میں بہتر تعاون کی روشنی میرے کام کے لئے معاون ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن رات کی تاریکیوں میں، میں اپنا کام کر سکتا تھا اور یہ ضروری نہیں تھا کہ میں یہاں آنے کے بعد فوراً ہی مصروف عمل ہو جاتا۔

چنانچہ کچھ وقت سکون سے گزار لینا غیر مناسب نہیں تھا۔ رات کو تقریباً گیارہ بجے لڑکی میرے پاس اس درمیانی دروازے سے پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک بڑے اٹھائی ہوئی تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں لگی ہوئی تھیں میں اس کی توقع کر رہا تھا جس انداز کی وہ لڑکی مجھے نظر آئی تھی اس سے یہ بات پہلے سے سوچی جا سکتی تھی کہ وہ میری اس ضرورت کو نظر انداز نہیں کرے گی۔ میں نے ایک بار پھر شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر بولا۔

"ڈینیا۔ تمہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

"دیکھو میں خود بھی پریشان حال ہوں تم نہیں جانتے کہ میں کن حالات سے گزر رہی ہوں اگر جوئن کا سہارا مجھے نہ ہوتا تو شاید میں مر ہی جاتی لیکن جوئن ایک ایسا لڑکا ہے جس نے ہمیشہ مجھے زندہ رہنے کی تلقین کی ہے اور کہا ہے کہ زندگی میں یہ اس قسم کے مراحل تو آتے ہی رہتے ہیں کبھی نہ کبھی یہ مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔"

"اوہ۔ یہ جوئن کون ہے۔؟"

"میرا دوست ہے بہت ہی مخلص انسان ہے اگر موقع ہوا تو تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تم جوئن سے محبت کرتی ہو۔؟"

"بے پناہ۔ اس کے علاوہ میں ساری دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی دنیا نے مجھے دیا ہی کیا ہے۔"

"تو پھر میرا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟"

"ایک ہمدرد انسان کی حیثیت سے میں تمہاری مدد کر رہی ہوں۔ باقی بھلا میرے اور تمہارے درمیان اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔"

"میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں ڈینیا۔ واقعی میں بھی صرف تمہاری ہمدردی کا ہی خواہاں ہوں۔"

"کھانا شروع کرو میں اس سے زیادہ اور کچھ تمہارے لئے نہیں لا سکتی کیونکہ یہاں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔"

"یہ تو بہت کچھ ہے ڈینیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کے معاملات کیسے ہیں۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب ہے چیسٹر میلو میں کیا ہوتا ہے۔؟"

"ارے۔ تو کیا تم اس قصبے کے رہنے والے نہیں ہو۔؟"

"نہیں۔ میں نے کہا تا میرے دشمن میری تلاش میں سرگرداں تھے اور میں ان سے بچتا ہوا یہاں آنکلا ہوں۔"

"اوہ۔ میں تو یہی سمجھی تھی کہ تمہارے وہ دشمن اس قصبے سے تعلق رکھتے ہیں اور تم خود بھی۔"

"نہیں ڈینیا۔ میں شہر سے آیا ہوں۔"

"اچھا اچھا تبھی تو ورنہ تم چھپنے کے لئے یہ جگہ منتخب نہ کرتے۔" وہ خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ میں نے کھانا شروع کر دیا تھا وہ مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"یہاں تمہیں زیادہ آرام نہیں مل سکے گا لیکن تم اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو جاؤ گے جب تم محسوس کرو گے کہ تمہارے دشمن یہاں سے چلے گئے ہیں تو پھر تم یہاں سے چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے ڈینیا۔ لیکن تمہیں میرے لئے یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی کم از کم ہم لوگ اتنے قلاش نہیں ہیں میری ماں بہت کچھ کما لیتی ہے۔"

"وہ کیسے۔؟"

"وہ یہاں ملازمت کرتی ہے۔"

"یہاں ملازمت؟ کیسی ملازمت۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ تم مسٹر ویل بی کو نہیں جانتے، مسٹر ویل بی بہت بڑے آدمی ہیں یوں سمجھ لو کہ یہ قصبہ زیادہ تر انہی کے آدمیوں پر مشتمل ہے دوسرے لوگ بھی یہاں رہتے ہیں لیکن ان میں زیادہ تر لوگ وہی ہیں جو مسٹر ویل بی کے آدمیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔"

"اچھا۔ یہ مسٹر ویل بی پورا نام کیا رکھتے ہیں۔؟"

"وکٹر ویل بی۔ بہت بڑا کاروبار ہے ان کا شہروں میں لیکن وہ قیام یہیں کرتے ہیں۔"

"کیا تم نے انہیں کبھی دیکھا ہے۔؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ کئی بار اکثر وہ چہل قدمی کرتے ہوئے نظر آجاتے ہیں۔"

"اس قصبے میں کس طرف رہتے ہیں۔؟"

"یہاں سے بائیں سمت چلے جاؤ گے تو آخری سرا انہی کے مکان کا نظر آتا ہے اور ان کا مکان کیا ہے محل ہے پورا مسٹر ویل بی بہت شاندار شخصیت کے مالک ہیں بے شمار ملازم ہیں ان کے۔ ان کے مکان کے اطراف میں ملازمین کے ہی اتنے کوارٹر بکھرے ہوئے ہیں جتنی یہاں آدمی آبادی کے۔"

"خوب خوب بہت بڑے آدمی کا نام بتایا تم نے مجھے اچھا تمہارا بوائے فرینڈ جوئن کیا کرتا ہے۔؟"

"وہ بھی وکٹر ویل بی کے خاص آدمیوں میں سے ہے محل ہی میں رہتا ہے اور اس کی دیکھ بھال پر متعین ہے۔"

"خوب۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں وکٹر ویل بی کا محل دیکھ سکوں۔"

"جوئن یہ کام کر دے گا لیکن عام لوگوں کو اس محل میں

جانے کی اجازت نہیں ہے اگر میں جوئن سے سفارش کر دوں گی تو وہ تمہارا یہ کام کر دے گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ جوئن وکٹر ویل بی کو میرے بارے میں بتا دے۔"

"کبھی نہیں بتائے گا جو کام میں اسے منع کر دوں گی وہ کبھی نہیں کرتا۔ یوں سمجھ لو مجھے اس پر اتنا اعتماد ہے جتنا اپنی ذات پر۔"

"یہ [illegible] اچھی بات ہے لیکن جوئن سوچے گا تو سہی کہ تم مجھ پر اس قدر کیوں [illegible] ہو۔"

"جوئن کبھی نہیں کہے گا یہ بات تم اسے نہیں جانتے۔" ڈینیا نے بڑے اعتماد سے کہا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کا مقصد ہے کہ تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ وکٹر ویل بی کے مکان تک پہنچنا مشکل نہیں ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد ڈینیا چلی گئی اور میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا اگر واقعی جوئن میرے لئے کارآمد ہو سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی اور ترکیب بھی کی جا سکتی ہے لیکن پتہ نہیں وہ کس ٹائپ کا آدمی ہو۔ لڑکی تو معصوم سی ہے لیکن اس کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں تھا البتہ اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسرا دن میں نے اسی جگہ نہایت سکون سے گزارا تھا اور ڈینیا نے میرا ہر طرح خیال رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مجھے چائے بھی پہنچاتی رہی تھی۔

رات کو تقریباً دس بجے جوئن ڈینیا کے ساتھ یہاں آیا اور اسے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ اس کی عمر بھی پچیس تیئس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ پوری طرح مونچھیں بھی سیاہ نہیں ہوئی تھیں اور شکل و صورت میں بھی وہ خاصا خوبصورت تھا۔

"ڈینیا مجھے تمہارے بارے میں بتا چکی ہے مسٹر فرننڈس تم بالکل بے فکر رہو ڈینیا نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں اور اپنی خدمات بھی تمہیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم دونوں کتنے اچھے انسان ہو۔ میں تو اس دور میں ایسے انسانوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے شاید ڈینیا سے مسٹر ویل بی کا محل دیکھنے کی خواہش کی تھی۔"

"ہاں۔ ڈینیا نے کچھ اس طرح تعریف کی تھی اس جگہ کی کہ میں اس کے لئے مجبور ہو گیا۔"

"میں تمہارے لئے بندوبست کر سکتا ہوں بڑی دلچسپ بات ہے یہ مجھے آج ہی اس بات کی ہدایت ملی تھی کہ کسی آدمی کو محل میں کام کرنے کے لئے لے آؤں۔ یہ شخص محل کی دیکھ بھال میں میرا معاون ثابت ہو گا کیا تم ایک ایسے شخص کی حیثیت سے وہاں رہنا پسند کرو گے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم وہاں زندگی گزار دو جب تک ملازمت کرنا چاہو کر لینا اس طرح تم اپنے دشمنوں سے بھی محفوظ رہ سکو گے اور جو شخص مسٹر وکٹر ویل بی کے محل میں ملازم ہو جائے بھلا کس کی مجال ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔"

"اوہ ڈیئر جوئن تم نے ایک اتنی بڑی بات کہی ہے مجھ سے کہ میرا دل خوشی سے پھولا نہیں سما رہا کیا اتنی آسانی سے یہ سب کچھ ہو جائے گا کیا لوگ یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں۔"

"نہیں۔ کیونکہ تمہیں میرے ساتھی اور میرے معاون کی حیثیت سے وہاں رہنا ہو گا جس شخص کو میں منتخب کر لوں بھلا اس کام کے لئے کسی اور کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر تم کب مجھے اس شکل میں وہاں روشناس کراؤ گے۔"

"مسٹر فرننڈس کو اگر اعتراض نہ ہو تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ڈینیا نے جواب دیا۔

"ڈینیا میں تم لوگوں کا جس قدر شکر گزار ہوں کم ہے تم نے میرے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ میں تمہیں اس کا صلہ کبھی نہیں دے سکتا۔"

"دے سکتے ہو۔" ڈینیا نے جواب دیا۔

"ہمارے دوست بن کر جب بھی تم کو فرصت ہو ہمارے ساتھ کھانا پینا اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔" ڈینیا نے بڑے خلوص سے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

جوئن سے میری کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی یہ فرشتہ صفت لوگ میرے لئے بڑے کارآمد تھے جن سے میری اس طرح ملاقات ہو گئی تھی بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ یہاں اس قصبے میں مجھے اتنا بڑا سہارا حاصل ہو گیا تھا۔

جوئن نے مجھے ایک جگہ بتا دی جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ محل لے جائے گا۔ اس نے مجھے بڑا اعتماد دلایا تھا اور میں یہ خطرہ مول لے لینا چاہتا تھا۔ اس سے اچھی ترکیب تو کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس طرح وکٹر ویل بی کے محل میں داخل ہو جاؤں

ممکن ہے جوئن سچ ہی کہہ رہا ہو بہر طور مجھے اپنے طور پر بھی جائزہ لے لینا تھا۔

میں نے دوسری صبح اپنے سامان کا تھیلا اٹھایا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں کا جوئن نے مجھے پتہ دیا تھا زیادہ دیر انتظار میں نہیں گزری تھی کہ جوئن میرے پاس پہنچ گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"آؤ" اس نے کہا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ جوئن کے ساتھ چلتا ہوا وکٹر ویل بی کے مکان نما محل کی جانب بڑھنے لگا۔

ویل بی کی رہائش گاہ واقعی شاندار تھی۔ بے شمار ملازم موجود تھے یہاں اور ملازموں کی اس فوج میں کسی ایک آدمی کا گم ہو جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ جو شخص یہاں کام کرتا تھا اسی کے سپرد سارے کام تھے اور کوئی دوسرا اس معاملے میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔ جوئن نے مجھے میرا کام سمجھایا۔ عمدہ کام تھا اس طرح مجھے ویل بی کے سامنے جانے کا موقع مل سکتا تھا۔

یہاں آ کر میں نے چند فیصلے کئے تھے۔ جلد بازی نقصان دہ ہوگی مناسب وقت میں اور صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لے کر کام کروں گا تاکہ کوئی خطرہ نہ رہے۔

جوئن میری ذمہ داریاں میرے سپرد کر کے مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نے تندہی سے اپنا کام شروع کر دیا اور جو ذمے داریاں میرے سپرد تھیں انہیں انجام دینے لگا۔ رہنے کے لئے جوئن نے مجھے ایک جگہ دے دی تھی۔ جوئن کا کہنا درست تھا کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

تین دن گزر گئے میں نے یہی وطیرہ اختیار کیا کہ کام کرنا اور رات کو آرام سے سو جانا تاکہ کسی نے اگر مجھ پر نگاہ بھی ڈالی ہو تو وہ مطمئن ہو جائے۔ چوتھے دن جوئن نے کہا۔

"مسٹر فرنینڈس! آپ بے حد عجیب انسان ہیں"

"کیوں جوئن؟"

"آپ نے خود کو اس قدر محدود کیوں کر لیا ہے؟"

"تو پھر کیا کروں۔؟"

"یہاں تفریح گاہیں بھی ہیں، زندگی کی دوسری دلچسپیاں بھی موجود ہیں مناسب جگہ میں"

"مجھے اپنے دشمنوں سے خطرہ ہے جوئن"

"اوہ کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ نشان جو آپ کے سینے پر آویزاں ہے آپ کے تحفظ کی ضمانت ہے اس کی موجودگی میں آپ کی طرف آنکھ اٹھانے والا ہمیشہ کے لئے اندھا ہو سکتا ہے"

"کیا واقعی۔؟"

"سو فیصدی"

"تب ٹھیک ہے" میں نے کہا اور چوتھے دن میں نے میلو کے پورے علاقے کی سیر کی۔ اس دن میں ڈینیا سے بھی ملاقات کی اور وہ میرے اطمینان سے بہت خوش ہوئی۔ اس نے مجھے چائے پلائی اور بہت سی باتیں بھی کیں اس نے۔ کافی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ اسی شام میں نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار وکٹر ویل بی کو دیکھا۔ اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عام سا آدمی تھا۔ بہر حال شکل و صورت سے کیا ہوتا ہے۔

ایک ہفتہ میں نے نہایت سکون سے گزارا۔ اب میں اندرونی علاقے میں فروکش تھا اور زیادہ سے زیادہ اندر رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ ایک شام کی بات ہے میں ویل بی کے رہائشی حصے کی صفائی کر رہا تھا۔ اس دن اتفاق سے باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لے لیا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ویل بی کے خاص رہائشی کمرے کا جائزہ لوں گا۔ اور موقع غنیمت جان کر میں ویل بی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر نہایت پھرتی سے وہاں رکھی چیزوں کو ٹٹولنے لگا۔ ابھی میں نے یہ کام شروع ہی کیا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک آہٹ ہوئی اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ایک پوری دیوار اپنی جگہ سے غائب ہو گئی تھی اور دیوار کے دوسری طرف ایک وسیع ہال مجھے نظر آ رہا تھا۔ ہال میں ایک کرسی پر ویل بی بیٹھا ہوا گہری نگاہ سے مجھے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تلاش کر رہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"میں صرف صفائی کر رہا تھا مسٹر ویل بی"

"جھوٹ مت بولو۔ دلیر لوگوں کی طرح بات کرو تم کون ہو میں جاننا چاہتا ہوں"

"مم۔ آپ کا ایک ادنیٰ ملازم ہوں جناب" میں نے کہا۔

"نہیں دوست۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایک بے خبر

ت مند ہوں جو اپنی اس رہائش گاہ کے حالات سے قطعی
نف رہتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے میں ایک ایک فرد
گاہ رکھتا ہوں"

"میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مسٹر ویلبی؟"

"کسی خاص مقصد سے یہاں آئے ہو۔ ورنہ چہرے پر
ـ اپ نہ ہوتا"

"میک اپ"

"ہاں عمدہ میک اپ ہے۔ لیکن میں خود ہر طرح کے
ـ اپ کا ماہر ہوں اس لئے میں نے اندازہ لگا لیا"
ہوں۔ اس کا مقصد ہے آپ سے کھل کر بات کرنا پڑے گی"
میں اس کی دعوت دیتا ہوں تمہیں"
میری اصلیت جاننے کے بعد آپ اس قدر پر سکون نہ
ں گے مسٹر ویلبی" میں نے کہا
ممکن ہے ایسا ہو۔ لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو تم کیا کر لوگے؟"
میں آتنا بے بس بھی نہیں ہوں، کم از کم تمہیں ضرور ختم
ا ہوں"
بہت بڑی بات کہی ہے تم نے۔ مجھے پسند بھی آئی ہے
یل رکھے ہوئے ہیں جن سے تم ناواقف ہو اس لئے
سے مار کھا سکتے ہو۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں
یں سے کوئی چیز استعمال نہیں کروں گا اور صرف جسمانی
روں گا تم سے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس کی ضرورت بھی
ئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی مفاہمت ہو جائے"
ب۔ تمہارے لئے یہ کام مشکل ہوگا"
ن ہے مشکل نہ ہو"
سٹر ویلبی۔ سب سے پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں
ـ کر تمہیں خوشی ہوگی"
اؤ"
ں خادم کو راجہ نواز اصغر کہتے ہیں۔ میں نے اس کے
نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ ویلبی اچھل پڑا تھا۔ پھر وہ
بولا۔
ائی گاڈ۔ واقعی مجھے حیرت ہوئی میں کچھ اور ہی سمجھا
یال تھا تم ان دوسرے پاگلوں میں سے ہو جو اپنے
ی موت کے بعد مجھ سے انتقام لینے کی کوششوں
ل رہتے ہیں۔ مگر تم۔ تم میرے خدا۔ تم یہاں

"لمبی کہانی ہے مسٹر ویلبی! مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے نام سے اجنبیت کا اظہار نہیں کیا"

"ایک بات بتاؤ۔ یہاں کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"کچھ کرم فرماؤں سے جن کی زندگی خطرے میں ڈالنا میرے لئے ممکن نہیں ہے"

"راجہ نواز اصغر! میں نے تم سے کسی اجنبیت کا اظہار نہیں کیا کیونکہ تم کسی تعارف کے محتاج نہیں ہو۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"زیبی کہاں ہے۔؟"

"تمہاری بیوی۔؟"

"ہیں؟" میں نے جواب دیا۔

"وہ ترلوکا کی تحویل میں ہے"

"اسے تم نے اغوا کرایا تھا؟"

"ہاں یہ ذمہ داری مجھے دی گئی تھی"

"مقصد۔؟"

"تمہاری ترلوکا سے دشمنی۔ کیلی لاس میں ترلوکا کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے میں تمہارا ہاتھ تھا۔ ترلوکا تمہیں سبق دینے کے لئے بے چین تھا"

"اور یہ سبق اس طرح دیا گیا"

"ہاں۔ تم تلملاتے پھر رہے ہو۔ نیویارک میں تمہاری ہنگامہ خیزیوں کی خبر ہمیں ملتی رہی تھیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں تک آ پہنچے ہو"

تب تمہاری معلومات نہایت ناقص ہیں۔ مارکوس ٹریڈرز پر پولیس ایڈ اور پھر اس کی تباہی ویکونا کی تباہی کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں۔؟" میں نے کہا اور وہ حیران ہو گیا۔

"تو کیا۔ تو کیا۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے ویلبی! تمہیں زیبی کو اغوا کرنے کی سزا ملے گی۔ تمہیں بتانا ہوگا کہ ترلوکا کہاں ہے۔؟"

"ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں مقیم ہے اس بار اس نے جس جگہ کا انتخاب کیا ہے وہاں پوری امریکی حکومت بھی نہیں پہنچ سکتی تمہاری اوقات ہی کیا ہے" ویلبی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

سان انتونیو۔ ٹھیک ہے مسٹر ویلبی۔ زیبی کو اغوا کر کے تم

نے اسے یہاں پہنچا دیا ہے اس سے تو بعد میں حساب کتاب ہو جائے گا۔ یہاں میں تمہارے لئے آیا ہوں۔"

"میرے لئے۔" ویلبی ہنسا "کم ازکم میرے بارے میں مکمل معلومات تو حاصل کر لیتے۔ میں نے یہ تمام اپنی محنت سے حاصل کیا ہے مسٹر نواز اصغر، تمہارے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے آؤ حسرت پوری کر لو۔ میرے گھر میں مجھے سزا دو یہ تجربہ میرے لئے کافی دلچسپ رہے گا۔" ویلبی نے کہا۔

میں نے غور سے اسے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا "ہاں مسٹر ویلبی۔ تمہارے بارے میں یہی سنا تھا کہ تم ایک نامی عفریت ہو جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تمہارا کھیل ختم کر دیا جائے۔"

حالانکہ کھیل میں ختم کرتا ہوں۔ لیکن یہ کھیل میں ختم نہیں کروں گا کیونکہ۔"

"ہاں کیونکہ۔؟"

"کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"کوئی نئی سوجھی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم احمق ہو راجہ نواز اصغر! مجھے تعجب ہے ترلوکا نے تمہیں اتنی اہمیت کیوں دی ہے۔"

"تفصیل بتا دو جان من! میں نے کون سی حماقت کی ہے۔" میں موڈ میں ہوتا جا رہا تھا۔

"ترلوکا تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو پھر۔؟"

"اگر وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تو کہیں بھی کسی بھی جگہ تمہارے بدن میں لاتعداد سوراخ کئے جا سکتے تھے۔"

"پھر وہ کیا چاہتا ہے۔؟"

"میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن چونکہ تم نے اس کے ایک ٹھکانے کو تباہ کیا ہے۔ اور اسے تمہاری وجہ سے کچھ پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں اس لئے شاید اس نے تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچا ہے۔"

"وقت ضائع کر رہے ہو ویلبی! کسی کا انتظار ہے شاید۔" میں نے کہا اور ویلبی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ میرے پیچھے جھک گیا اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

میری نگاہیں بغور اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن سے کس حد تک واقف ہے۔ مجھے سدھے ہوئے بدن کا مالک تھا جو پینترے بدل رہا تھا وہ ماہرانہ تھے۔ گویا مقابلہ برابر کا ہوگا۔

دفعتاً اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی کوئی اور ہوتا تو یقیناً اس چھلانگ سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتا اور فوراً ہی پینترہ بدل لیتا کیونکہ اس کا اندازہ ایسا ہی تھا لیکن میں اس کی ٹانگوں کی جنبش سے اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ چھلانگ صرف دھوکہ ہے دراصل وار اس کے بعد ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ وہ دوبارہ اور پھر تیسری بار اسی انداز میں اچھلا لیکن میں نے جنبش نہیں کی۔ البتہ چوتھی بار اس نے انداز بدل دیا اور میری طرف آیا اور اس بار میں نے اسے شاندار جواب دیا تھا۔ میں خود بھی اچھلا اور فضا میں ہمارے پاؤں وزنی ستونوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ویلبی کو اس بار سنبھلنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑی تھی کیونکہ اس نے وار کیا تھا اور اس کی قوت مدافعت کرنے کے لئے اطمینان بخش نہیں تھی۔ اس لئے اس کا چوٹ کھا جانا یقینی تھا لیکن جب وہ زمین پر گرا اور اس کا گرنا میرے لئے تسلی بخش ثابت نہ ہوا تو میں سنبھل گیا۔ یقیناً وہ عام قسم کا آدمی نہیں تھا حالانکہ اس سے قبل میں نے اسے عام سا آدمی سمجھا تھا اور یہ سوچا تھا کہ وہ لڑنے بھڑنے کے لئے بہت زیادہ موزوں نہیں ہے لیکن بعض لوگ ظاہری شخصیت سے جو نظر آتے ہیں باطن میں وہ نہیں ہوتے۔ ویلبی بے حد چست اور پھرتیلا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کھڑا ہو گیا البتہ اس کے ہونٹوں پر مجھے مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"گڈ۔ گڈ ویری گڈ۔ میں اپنا ارادہ بدلتا جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب مسٹر ویلبی؟" میں نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

بظاہر میرا اندازہ ایسا نہیں تھا جیسے میں اس سے جنگ کر رہا ہوں بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کسی خاص قسم کے کھیل میں مصروف ہوں۔

"تم نے بہترین قوت مدافعت کا اظہار کیا ہے بے شک میں اس بات کی تعریف کئے بغیر نہیں رہوں گا کہ ان حملوں سے بچنا عام آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"چلو مسٹر ویلبی آ جاؤ ہم دونوں کو تھوڑی سی پریکٹس اور کرنی ہے۔" میں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور ویلبی اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھما کر سیدھا ہو گیا اس نے کئی بار پینترے بدلے اور اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا پھر اس

ے دفعتاً اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھمانا شروع کر دیئے اور
نا میں ایک سنسناہٹ کی آواز پھیل گئی اس کے ہاتھ فولاد
ی چھڑیاں محسوس ہو رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہوا ان
ے ٹکرا کر کٹ رہی ہو اور جب ویلبی ان ہاتھوں کو گھما کر آگے
ہ آیا تو میں نے اپنے آپ کو ان سے بچانے کے لئے بھرپور
نبش کی میں اس کی ایک جنبش پر نگاہ رکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن ہاتھوں کو گھمانے کے
ماز سے میں سمجھ چکا تھا کہ وہ کس انداز میں مجھ پر حملہ کرے گا
میں اس کا کوئی ایسا ہی شاندار جواب دینا چاہتا تھا کہ ویلبی
لطف آ جائے۔ چنانچہ جب ویلبی سامنے سے میری سمت
و دفعتاً میں سیدھا زمین پر لیٹ گیا اور لیٹنے کا یہ انداز
دلی نہیں تھا میں نے اسے بڑی محنت سے سیکھا تھا یعنی
ن پر نہ تو ہاتھ ٹکیں نہ بدن کا کوئی دوسرا حصہ۔ بلکہ صرف پاؤں
ذریعے زمین تک آیا جائے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھا
ئے۔

جب اس کے ہاتھوں کی پہنچ مجھ تک نہ ہوئی تو وہ بے
ار آگے بڑھ آیا اور میرے لئے یہی موقع غنیمت تھا۔ میں
ونوں پاؤں ویلبی کے پیروں میں پھنسائے اور ایک زوردار
ٹ بدل کر اسے پلٹ دیا۔

لیکن ویلبی نے پھرتی سے زمین پر ہاتھ ٹکائے اور
رے لمحے وہ ہاتھوں کے بل الٹا کھڑا ہو گیا یعنی اب اس
ونوں پاؤں اوپر تھے اور ہاتھ نیچے تھے۔

یعنی وہ اگر یہ نہ کرتا تو بلاشبہ زمین پر جا پڑتا میں اس
ں فن کی تعریف کئے بنا نہ رہ سکا۔ اتنا خوبصورت مقابل
ھے نہیں ملا تھا واقعی اس سے جنگ کرنے میں لطف آ رہا
ر وہ ہاتھوں کے بل نہ کھڑا ہو جاتا تو میں نے اسے دو منٹ
ں زیر کر لیا تھا۔

لیکن ہاتھوں کے بل کھڑے ہونے کے بعد اس نے
ر قلابازی کھائی یعنی ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اچھلا اور
ا کھڑا ہو گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی
گڈ ویری گڈ۔ واقعی راجہ نواز اصغر۔ راجہ نواز اصغر ہے
ے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

مگر تم بھی تو مجھ پر حملہ کرو۔ ابھی تک تم صرف حملے روک
ہو۔"

مناسب وقت آنے دو مسٹر ویلبی کہیں تمہارے کوئی
حسرت نہ رہ جائے میں تمہیں پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔"
میں نے کہا اور ویلبی نے فوراً پینترا بدل لیا اس نے ایک چکر لگا کر فضا میں چھلانگ لگائی اور دونوں ٹانگیں میری طرف اچھال دیں۔ لیکن میں تو صرف اسے طرح دے رہا تھا۔ میں دونوں ٹانگوں کے بیچ سے دوسری جانب نکل گیا۔

پھر میں نے پہلا وار اس کی گردن پر کر دیا۔ اس بار ویلبی بوکھلا گیا تھا وہ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا لیکن اس نے دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکرا دیئے تھے اور سانپ کی طرح پلٹ رہا تھا۔

اب اس کے چہرے کی مسکراہٹ کافور ہو گئی تھی ایک بار پھر اس نے کوشش کی لیکن میں نے پھر اسے ناکام بنا دیا اور اس کے بعد وہ میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ویری گڈ۔ اگر ہم دشمنوں کے انداز میں سامنے نہ آتے تو میں تم سے یہ داؤ سیکھنے کی کوشش کرتا۔"

"سیکھ لو سیکھ لو اب بھی کیا حرج ہے جہنم میں تمہارے کام آئے گا۔" میں نے کہا۔

"آؤ فاصلے گھٹائیں۔" اس نے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا یہ چیلنج بھی قبول کر لیا اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں انگلیاں پھنسائیں۔ ویلبی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ اپنے آپ کو اس سلسلے میں بہت طاقتور سمجھتا تھا اس نے بہت پھرتی سے میری انگلیاں موڑنے کی کوشش کی لیکن پنجہ کشی تو ہمارا خاندانی ورثہ ہے۔

سرزمین سرائے عالمگیر کے جوان زندگی کی کڑی دھوپ سے گزرتے ہیں اور ان کے فولادی ہاتھ ناقابل تسخیر ہوتے ہیں۔ میں وہ تو نہیں تھا لیکن میری رگوں میں دوڑنے والا خون سرزمین پنجاب سے تعلق رکھتا تھا۔

اور پنجاب کی قسم میں نے ویلبی کے دونوں ہاتھوں کو اس طرح موڑا کہ اس کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح میرے ہاتھوں میں آ پھنسے گا۔ میری انگلیاں اس کے ہاتھوں میں پیوست ہو گئی تھیں اور اب صرف ایک ہی کام ہو سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ ناکارہ ہو جائیں۔ میں انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس نے دفعتاً

میرے ہاتھوں کے وزن پر اُٹھ کر میرے پیٹ پر گھٹنا مارا یہ ضرب زوردار تھی لیکن میں اسے برداشت کر گیا اور جواب میں میرے حلق سے ایک غراہٹ نکلی میں نے اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر اس طرح انہیں اونچا کر دیا کہ وہ جوڑ کی طرف اونچے اٹھ گئے اور اس کے بعد میں نے ایک خوفناک جھٹکا دیا اور ویلبی کے حلق سے کٹے ہوئے بکرے کی سی آواز نکل گئی۔

اس کی دونوں کہنیاں ٹوٹ گئی تھیں اسے شاید موت کے بعد بھی اس بات کا افسوس رہا ہو گا کہ اس نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ کیوں ڈالے تھے وہ بری طرح پلٹا اور نیچے گر پڑا۔

لیکن نیچے گرنا تکلیف کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس بار بھی وہ چال چل گیا تھا اس نے دونوں پاؤں پوری قوت سے میری پنڈلیوں پر مارے اور اس بار میں اس کی ضرب سے نیچے گر پڑا تھا وہ پھرتی سے اٹھا اور بے اختیار اس دروازے کی جانب دوڑ پڑا جہاں سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔

غالباً بازو ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ بے بس ہو چکا تھا اور اب اس میں لڑائی کی سکت نہیں تھی لیکن مجھے اس کے اس طرح بھاگ نکلنے کی امید نہیں تھی۔ میں نے بھی ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ ویلبی ہاتھوں سے دروازہ نہیں کھول سکا تھا لیکن اس نے اپنے پیروں سے اس پھرتی سے دروازہ کھولا کہ میں حیران رہ گیا اور پھر دوسرے لمحے وہ باہر نکل گیا۔ اگلے لمحے میں بھی اس دروازے سے باہر تھا۔

ویلبی اس قدر برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا پھر وہ اس بڑے ہال میں گھس گیا جہاں میں پہلی بار اس سے ملاقات کی تھی اس نے دروازہ بھی اس پھرتی سے بند کیا تھا یقیناً وہ اب اپنی جان بچانے کے چکر میں تھا لیکن میں اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے ایک چوڑا روشندان نظر آیا تھا اس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔

بہرطور میں اس روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور میں نے وہیں سے ویلبی کو دیکھا وہ ہال کے اندر موجود تھا اور بڑی بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو جنبش دے رہا تھا۔ لیکن اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ چکے تھے اور اس طرح جھول رہے تھے کہ اب انہیں سنبھالنا اس کے لئے مشکل تھا۔

میں روشندان سے اندر کود گیا اور ویلبی خوفناک نگا(ہوں) سے مجھے دیکھنے لگا اس حال میں شاید وہ اضطراری کیف(یت) ہی میں گھس آیا تھا ورنہ یہ جگہ اس کے لئے مناسب (نہیں) تھی میں بند دروازہ کے سامنے آ جما۔

وکٹر ویلبی متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ ر(ہا تھا) بھاگنے کی کوئی راہ اس کے سامنے نہیں تھی پھر اس نے (کانپتی) ہوئی آواز میں کہا۔

"سنو۔ سنو۔ بات سنو۔ مذاق ہی مذاق میں کھیل لمبا ہو گیا تم نے میرے دونوں ہاتھ ناکارہ کر دیئے ہیں تمہیں خود سے برتر تسلیم کرتا ہوں لیکن اب یہ کھیل ختم کرو"

"ہاں۔ مسٹر ویلبی کھیل ختم ہی کرتا چلا آیا ہوں میں تک ترلوکا تک براہ راست پہنچنے کا طریقہ بتاؤ مجھے۔"

"میں۔ میں تمہیں اس تک لے چلوں گا لیکن وہاں تم کیا کرو گے۔؟"

"مجھے اپنی بیوی کی تلاش ہے۔"

"ترلوکا نے اسے اپنے لئے ایک چیلنج بنا لیا ہے آسانی سے تمہاری بیوی تمہیں واپس نہیں کرے گا۔"

"میں اس مشکل کو آسان بناؤں گا مسٹر ویلبی فی الحال تمہیں رخصت کرنا ہے۔"

"سنو سنو مجھے ہلاک نہ کرو میں اس وقت بے بس ہوں مجھے موقع دو کہ میں تمہارے لئے کچھ کر سکوں۔"

بہتر یہ ہو گا کہ اب تم اپنی روحانی قوتیں استعمال کرنا ... کے بعد سنا ہے کہ روحانی قوتیں بڑھ جاتی ہیں" میں اس طرف بڑھتا ہوا بولا۔ میری آنکھوں میں خوف جھلک (رہا) تھا۔ ویلبی کو چھوڑ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ (میں) جانتا تھا کہ وہ سانپ ہے اور سانپ کی فطرت ڈسنا ہے۔ وہ مجھے ضرور ڈس لے گا۔ ترلوکا پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو (جائے) گا اور پھر اس چیلنج کو پورا کرنا بھی میرے لئے ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر ویلبی پر حملہ کر دیا اس ... اب بھی اپنے پیروں کو استعمال کرنا چاہا اور میں اس با(ت) کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا کہ ٹوٹے ہوئے ہاتھوں والا یہ شخ(ص) پیروں سے اپنی بہترین مدافعت کر رہا تھا۔

بلاشبہ وہ اپنے فن کا ماہر تھا لیکن مجھ پر خون سوار تھا میں بھلا اسے کہاں چھوڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے بالآخر اسے

پکڑ لیا اور اس کے بعد میں نے وکٹر ویلبی کے نرخرے پر اپنے انگوٹھے جما دیئے۔ میں اس کی گردن دبا رہا تھا اور ویلبی کی آنکھیں اور زبان باہر نکلی چلی آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ تو مدافعت کے لئے بالکل ناکارہ تھے۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد ہو گیا وہ مر چکا تھا وکٹر ویلبی کی موت یقینی طور پر لاس اینجلس کے لئے ایک عجیب و غریب حادثہ ہو گی۔

لیکن بہرطور میرے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا میں یہ کرنے کا دل سے خواہش مند تھا۔ اسے ہلاک کرنے کے بعد اب چیسٹر میلو میں میرا رکنا بے سود تھا۔ یہاں میرے کچھ دوست بھی تھے جن کی مدد سے مجھے یہاں پہنچنا نصیب ہوا تھا لیکن جذباتی حماقتیں اب میرے لئے ضروری نہیں تھیں ان سے ملنا ضروری نہیں تھا۔ بہتر یہ تھا کہ چیسٹر میلو سے نکل جاؤں۔

پہلا مسئلہ وکٹر ویلبی کی رہائش گاہ سے نکلنے کا تھا میں نے واپس پلٹ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ راہداری سنسان تھی۔ پہلے میں راہداری میں کوئی نہیں تھا کیونکہ یہ خاص ویلبی کا علاقہ تھا اس لئے لوگ یہاں آتے ہوئے کتراتے تھے کافی دیر تک میں ویلبی کی اس رہائش گاہ میں چکراتا رہا۔

نکلنے کے لئے کوئی مناسب موقع دیکھ رہا تھا اور پھر جونہی مجھے موقع ملا میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ویلبی کی رہائش گاہ کے احاطے میں تھا یہاں کاریں کھڑی ہوتی تھیں۔ چونکہ میں یہاں ایک خاص آدمی کی حیثیت سے روشناس ہو چکا تھا اس لئے مجھ پر زیادہ نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی۔

میں ان کاروں میں ایک ایسی کار تلاش کرنے لگا جس میں چابی لگی ہوئی ہو۔ لیکن ایسی کوئی کار یہاں موجود نہیں تھی دفعتاً ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا یہ ڈرائیور کی وردی میں تھا اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تلاش کر رہے ہو۔؟"

"مجھے کار چاہیئے۔" میں نے کہا

"کیا مطلب۔؟"

"مسٹر ویلبی نے ایک ضروری کام میرے سپرد کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ کوئی بھی کار لے کر میں نکل جاؤں۔"

"کار تو میری بھی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مطلوبہ جگہ لے جا سکتا ہوں۔"

"جلدی چلو مسٹر ویلبی نے ایک اہم کام میرے سپرد کیا ہے" میں نے اس شخص سے کہا اور باوردی شخص نے جیب سے جلدی سے چابی نکال کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا۔ میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں چلنا ہے۔؟"

"شہر۔" میں نے جواب دیا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور مسٹر ویلبی نے کیا کام میرے سپرد کیا ہے۔ کار برق رفتاری سے چیسٹر میلو سے لاس اینجلس کی طرف بڑھ گئی تھی اور میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ میں نے ایک اہم کام سرانجام دے دیا تھا۔ کار جب ایک ایسی ہی سنسان جگہ پہنچی جہاں میں اپنا کام کر سکتا تھا تو دفعتاً میں نے ڈرائیور کو مخاطب کر کے کہا....

"مسٹر"

"جناب کیا بات ہے۔"

"براہ کرم ذرا کار روکو۔"

"کوئی خاص بات ہے۔؟"

"ہاں۔ میں ذرا جھاڑیوں کی سمت جاؤں گا۔ میں نے ایک مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ جیسے ہی اس نے بریک لگا کر کار کا انجن بند کیا میں نے دفعتاً پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کے اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔

اور پھر اس شخص کو بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ میں نے اسے ہلاک کرنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھولا اور پھر اسے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ان جھاڑیوں کی طرف چل پڑا جن کی طرف میں نے اسے اشارہ کیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں نے اسے جھاڑیوں میں اچھال دیا۔ اب کار میں بیٹھ کر شہر تک آنے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آ سکتی تھی چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے چل پڑا۔

ویلبی کی موت کے بارے میں متعدد خیالات ذہن میں آ رہے تھے دل چاہ رہا تھا کہ کس طرح ہینڈرا اور مسٹر پاؤل کو اس بارے میں اطلاع دوں لیکن یہ دونوں حضرات بہت خطرناک ثابت ہو سکتے تھے اب میرے لئے اور پھر انسپکٹر پاول کے بارے میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے ذہن

میں کیا ہے۔ میں ایک خطرناک مجرم تھا۔ قتل کئے تھے میں نے جیل سے بھاگا ہوا تھا۔ پاؤل نے بے شک مجھے اس بات کا موقع دیا تھا کہ میں ویلبی کے خلاف کام کروں اور یہاں سے منشیات کی اسمگلنگ کا سلسلہ ختم کردوں۔

لیکن یہ کام ختم کرنے کے بعد وہ نہایت معذرت کے ساتھ مجھ سے کہے گا کہ وہ قانون سے مجبور ہے اور مجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

میں ان تمام جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا سان انتونیو کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ کم از کم میں اپنے اس مشن کو نامکمل نہیں کہہ سکتا تھا۔ سان انتونیو کی پہاڑیوں میں ترلوکا کو تلاش کرنا اب میرے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

وکٹر ویلبی کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا اس لئے اس نے جوش میں آکر مجھے یہ بات بتادی تھی کہ ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں موجود ہے لیکن اب یہ اطلاع میرے لئے نہایت کارآمد تھی اور میں اپنی پہلی فرصت میں سان انتونیو جانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں شہر میں داخل ہو گیا۔ کار کو اس جگہ تک لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جہاں میری رہائش گاہ تھی۔ مجھے مسٹر کومبی کے اس مکان پر جانا تھا جہاں میں مقیم تھا۔ کار چھوڑنے کے بعد میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اس جگہ چل پڑا جہاں مسٹر کومبی کا مکان تھا۔

مکان کی کیفیت حسب معمول تھی۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ مسٹر کومبی یہاں موجود نہیں تھے میں اینی برگ کے کمرے کی جانب چل پڑا اس سے ملنا چاہتا تھا ویسے ہیڈن برگ نے جس طرح میری رہنمائی مسٹر ویلبی تک کی تھی اس کے لئے میں اس کا شکر گزار تھا اور اب اینی برگ کو چھوڑ دینا برا نہیں تھا چونکہ ویلبی ہلاک ہو چکا تھا۔

ہاں اگر مسٹر کومبی ہیڈن برگ کو بھی ہلاک کر دینا چاہتے تھے تو پھر دوسری بات تھی لیکن اس کے لئے ان سے کم از کم مشورہ کر لینا ضروری تھا۔ اینی برگ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

کمرے میں داخل ہوا تو اینی برگ موجود نہیں تھا بہت ہی حیرت ہوئی تھی مجھے اس بات پر۔ کیا مسٹر کومبی نے اینی برگ کو چھوڑ دیا یا اینی برگ خود ہی نکل گئی۔ میں نے کچھ ملازموں کو بلایا اور ان سے این کے بارے میں پوچھا۔

"سر وہ مسٹر کومبی کے ساتھ ہی کہیں چلی گئی تھیں۔"

"کہاں۔؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"اوہ اچھا اچھا" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا یہاں سے میں نے مسٹر کومبی کو ان کے آفس ٹیلی فون کیا دفتر پر مسٹر کومبی سے رابطہ قائم ہو گیا تھا میری آواز سن کر انہوں نے حیرت سے کہا۔

"اوہ۔ واپس آگئے مسٹر فرنینڈس۔؟"

"ہاں۔"

"کیا رہا۔؟"

"کیا آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی مسٹر کومبی۔؟"

"کیوں نہیں ہو سکتی جہاں کہو وہاں آجاؤں۔"

"بہتر ہے یہیں آجائیں۔"

"مگر فون پر مجھے کچھ تو بتادو تمہیں کامیابی ہوئی یا نہیں۔"

"ہاں۔ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

اوہ۔ گڈ ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ مسٹر کومبی کا لہجہ عجیب سا تھا جس پر میں نے اس وقت غور نہیں کیا تھا۔

بہر حال تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کومبی وہاں پہنچ گئے بہت ہی بدحواس نظر آرہے تھے چہرے پر سخت تجسس اور جوش کے آثار تھے میرے کمرے میں داخل ہوئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا پھر وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے اور پھر انہوں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم چیسٹر میلو گئے تھے۔؟"

"ہاں۔ وہیں گیا تھا میں آپ کو بتا دیا تھا میں نے۔"

"ہاں۔ وہ تو بتا دیا تھا لیکن۔ لیکن کامیابی کے بارے میں کیا بات ہے کیا رپورٹ ہے۔؟"

"میں نے وکٹر ویلبی کو قتل کر دیا۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر کومبی جیسے سکتے میں رہ گئے۔

"کیا واقعی۔؟" تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا مسٹر کومبی! میں نے آپ کے بدترین دشمن کو قتل کر دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ توڑ دیئے اور اسے ایسی موت مارا کہ موت کے بعد بھی اسے افسوس رہے گا۔"

"مگر تم۔ مگر تم وہاں تک پہنچے کس طرح۔؟"

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ جدوجہد کبھی مایوس نہیں کرتی۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" مسٹر کومبی اڑے اڑے سے لہجے میں بولے اور پھر وہ مجھ سے وکٹر ویلبی کی موت کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنا دی تھی۔ مسٹر کومبی کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوش ہیں کہ ناخوش۔ لیکن بہر طور میں جانتا تھا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہوگی۔ ذرا غیر جذباتی قسم کے آدمی تھے کسی بھی بات پر پرجوش نہیں ہوتے تھے یہ ساری باتیں کرنے کے بعد میں نے ان سے پوچھا

"آپ نے اینی برگ کو کہاں چھوڑ دیا۔"

"میں نے اسے اس کے باپ ہیڈن برگ کے پاس واپس پہنچا دیا۔"

"کیوں اتنی جلدی کیوں۔؟"

"اس لئے کہ ہیڈن برگ اپنا کام کر چکا تھا۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں ہے مسٹر کومبی۔؟"

"میرا خیال ہے عجیب نہیں ہے کیا تم اسے رکھنا چاہتے تھے؟" مسٹر کومبی نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ابھی اس سلسلے میں سوال کرنا ضروری تھا۔" میں نے کہا۔

"اب کیا معلوم کرنا چاہتے تھے۔؟"

"ترلوکا کے بارے میں۔" میں نے کہا

"ترلوکا کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے تھے۔؟"

"بس ہیڈن برگ اس سلسلے میں ہماری کیا مدد کر سکتا تھا۔ یہی اس سے پوچھنا تھا لیکن بہر طور مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ نے اپنے طور پر کوئی کام کر لیا ہے تو بھلا مجھے اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے مجھے ایک ایسی خبر سنائی ہے کہ میں بدحواس ہو گیا ہوں۔" مسٹر کومبی پیشانی ملتے ہوئے بولے۔

"کیا آپ کی یہ خواہش نہیں تھی مسٹر کومبی۔؟"

"بے شک تھی لیکن۔ لیکن تمہاری کامیابی پر۔ تمہاری کامیابی پر۔ میں کچھ نروس سا ہو گیا ہوں۔"

"نا صرف یہیں تک مسٹر کومبی بلکہ میں مسٹر ویل بی کی زبان تک کھلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مجھے علم ہو چکا ہے کہ ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں موجود ہے اور اس بار اس نے اپنا یہ اڈا بنایا ہے۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر کومبی کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر آہستہ سے بولے۔

"میرے خدا، میرے خدا۔ لاجواب تمہاری معلومات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آخر تم نے اس شخص کی زبان کس طرح کھلوائی وہ ایسا انسان تو نہیں تھا جتنی آسانی سے اس نے تمہارے سامنے یہ سب کچھ اگل دیا۔"

"یہ میرا اپنا کام تھا مسٹر کومبی! بہر طور اب ترلوکا کے بارے میں ہم جان چکے ہیں اور ہمارا کھیل یہیں پر ختم نہیں ہوتا مسٹر کومبی آپ کو مزید محنت کرنا ہوگی اپنا انتقام لینے کے لئے آپ کو میرا ساتھ دینا پڑے گا۔"

"میں خلوص دل سے تیار ہوں راجہ نواز اصغر میں خلوص دل سے تیار ہوں واقعی تم نے مجھے حیران کر دیا ہے۔" مسٹر کومبی نے جواب دیا کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ ساتھ بیٹھے رہے مسٹر کومبی مجھ سے اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے تھے میں نے ان سے اینی برگ کی واپسی کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور مسٹر کومبی مجھے تفصیلات بتانے لگے۔ میں نے اس بات پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کومبی نے مجھ سے واپسی کی اجازت مانگی اور کہنے لگے۔

"میرے خیال میں تم اب آرام کرو۔ یا کوئی اور پروگرام ہے؟"

"نہیں کوئی پروگرام نہیں ہے۔"

"پھر میں چلتا ہوں کچھ ضروری کام رہتے ہیں۔؟"

"اوکے مسٹر کومبی!" میں نے جواب دیا اور پھر میں انہیں رخصت کرنے دروازے تک آیا تھا۔

شام تک سوتا رہا تھا تقریباً چھ بجے جاگا غسل کیا اور پھر باہر نکل کر ایک ملازم کو پکارا۔

"جناب عالی۔"

"چائے کے ساتھ کوئی ہلکی پھلکی چیز۔ مسٹر کومبی نے تو فون نہیں کیا۔؟"

"کیا تھا جناب۔"

"کوئی پیغام میرے لئے۔"

"نہیں بس آپ کے بارے میں پوچھا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ انہیں آرام سے سونے دیا جائے۔ رات کا کھانا وہ آپ کے ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"جاؤ۔ چائے لگا دو۔" میں نے کہا اور ملازم نے چائے لگا دی ساڑھے آٹھ بجے مسٹر کومبی آگئے تھے۔

"ہیلو فرینڈس!"
"ہیلو مسٹر کومبی!"
"خوب آرام کیا، تھکن اتر گئی ہوگی!"
"ہاں!"
"شہر کی پوزیشن معلوم ہے۔؟"
"کوئی خاص بات!"
"ہاں مسٹر وکٹر ویلبی کی موت کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔ اخبارات نے راجہ نواز اصغر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے شام کے اخبارات بہت سنسنی خیز ہیں!"
"اوہ۔ اخبارات کو نواز اصغر کے بارے میں اطلاع کیسے مل گئی!"
"پولیس آفیسر مسٹر باؤل نے بیان دیا ہے۔ انہوں نے تم سے اپیل بھی کی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو ان سے ملاقات کرے۔ یہ بہت ضروری ہے!" مسٹر کومبی نے کہا۔
"خوب۔ مسٹر باؤل کو اپنی خیریت بھی خطرے میں نظر آ رہی ہوگی!"
"وہ کیوں۔؟"
"ظاہر ہے وہ بھی اس قاتل کا ساتھ دے چکے ہیں انہیں خدشہ ہوگا کہ میں کسی اور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر کہیں ان کے بارے میں تفصیلی بیان نہ دے دوں!"
"اوہ۔ یہ معاملہ ہے!"
"آپ کا کیا خیال ہے۔؟"
"ہاں اس بات کے امکانات تو ہیں، پھر تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟" مسٹر کومبی نے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"احمق ہیں وہ لوگ۔ میرا مشن اتنا مختصر تو نہیں ہے، ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے!"
"یقیناً!" مسٹر کومبی نے کہا اور بولے "میرا خیال ہے اب ہمیں آئندہ کا طریقہ کار تعین کر لینا چاہیئے!"
"کس سلسلے میں!"
"تم سان انتونیو جانے کا ارادہ رکھتے ہو نا۔"
"ہاں مسٹر کومبی۔ میری زندگی کا تو اب ایک ہی مقصد ہے!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟"
"مجھے معلومات حاصل کرنا ہوں گی انتظامات کرنے ہوں گے اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے!"

"میں نے کچھ اور ہی سوچا ہے!"
"کیا۔؟"
"میں تمہیں آسانی سے سان انتونیو پہنچا سکتا ہوں!"
"وہ کیسے مسٹر کومبی!" میں نے سوال کیا۔
"میں نے ایک شخصیت کو رات کے کھانے پہ مدعو کیا ہے وہ اس سلسلے میں ہمارے لئے بے حد کارآمد ہوگی!"
"کون ہے وہ۔؟"
"تمہارے لئے اجنبی نہیں ہے ملاقات کرو گے تو حیران رہ جاؤ گے!" مسٹر کومبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ سسپنس پیدا کر رہے ہیں مسٹر کومبی!"
"بات اتنی ہی دلچسپ ہوگی تمہارے لئے کہ مجھے لطف آئے گا جب تم اس شخصیت کو دیکھو گے!"
"کیا میں اس سے پہلے بھی مل چکا ہوں؟"
"بہت اچھی طرح!"
"ٹھیک ہے، اگر آپ بچوں کی طرح کھیلنا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر کومبی، کیونکہ بڑی سے بڑی شخصیت بعض اوقات بچوں کی سی حرکتیں کرتی ہیں!"
"بھئی دراصل میں تمہارے اس کارنامے پر اس قدر خوش ہوں کہ بے اختیار میرا دل قہقہے لگانے کو چاہتا ہے تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے ویلبی کی موت سے کتنی خوشی ہوئی ہے اور بات صرف میری نہیں ہے، مقامی پولیس اور انتظامیہ کے اہم ترین عہدے داران اس بات پر دل ہی دل میں بے پناہ خوش ہیں کہ ویلبی جیسے عفریت سے انہیں نجات مل گئی۔ یہاں کون نہیں جانتا تھا کہ منشیات کی اس زبردست اسمگلنگ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، لیکن وکٹر ویلبی نے اس طرح اپنے پنجے حکومت میں گاڑ رکھے تھے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ اس سلسلے میں بڑے بڑے لوگوں نے کوششیں کیں اور فنا ہو گئے۔ گو مسٹر ویلبی کو ایک بہت بڑے صنعت کار اور تاجر کی حیثیت سے اہمیت دی جاتی تھی، لیکن انتظامیہ کے وہ نیک نفس عہدے دار جو منشیات کی اسمگلنگ کے خاتمے کی خواہش رکھتے تھے، اس سلسلے میں بے بس تھے اور انہیں اب اس بات پر بے پناہ خوشی ہوگی کہ ویلبی جیسا خطرناک شخص فنا ہو گیا۔ باقی رہی اس کے گروہ کی بات تو وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے انتظامیہ اس سے نمٹ لے گی بلکہ میں تمہیں بتا دوں جگہ جگہ چھاپے مارے جا رہے ہیں اور

منشیات کے ذخیرے پکڑے گئے ہیں کیونکہ اس بات کا علم تو انتظامیہ کو تھا کہ سپلائی کہاں کہاں سے ہوتی ہے اور جس قدر المناک واقع رونما ہوئے ہیں، وہ کس کے ذمے ہیں لیکن بس ہاتھ ڈالتے ہوئے سب ہی گھبراتے تھے جانتے تھے کہ ویلبی کی دشمنی کس قدر مہلک ہوگی ان کے لئے اس لئے کسی نے کوشش نہیں کی تھی۔ ویلبی کی موت کے فوراً بعد سب ہی مصروف عمل ہو گئے، میں تو انسپکٹر باؤل اور پینٹر کے بارے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر ان کی تم سے ملاقات ہو تو شاید وہ تمہارا شکریہ ادا کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک قاتل کی حیثیت سے وہ دوبارہ تمہیں گرفتار کر لیں۔ قانون اپنی جگہ اور شکر گزاری اپنی جگہ۔ مسٹر ویلبی نے کہا اور ہنس پڑے۔
اس وقت باہر سے ملازم نے آکر اطلاع دی کہ معزز مہمان پہنچ گئے ہیں۔ مسٹر کومبی نے گردن ہلائی اور ملازم کو ہدایت کی کہ مہمانوں کو آرام سے بٹھایا جائے۔ ملازم فوراً ہی واپس پلٹ گیا تھا، اس کے جانے کے بعد مسٹر کومبی نے مجھ سے کہا۔
"آؤ اب ہم اپنے مہمانوں سے ملتے ہیں!" میں ان کے ساتھ اٹھ گیا۔ مسٹر کومبی ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے ایک مخصوص کمرے کی طرف چل پڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔
"اس طرف کہاں؟"
"وہ لوگ وہیں بیٹھے ہوں گے، چونکہ ہماری یہ نشست خاص پرائیویٹ ہے اس لئے میں نے ملازموں کو حکم دے دیا تھا کہ مہمانوں کو اسی جگہ بٹھایا جائے!"
مسٹر کومبی کی اس بات پر میں نے زیادہ توجہ نہ دی اور ان کے ساتھ اس اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن جسے میں دیکھ چکا تھا۔
مسٹر کومبی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا، میں اندر چلا گیا لیکن واقعی مسٹر کومبی نے جو کچھ کہا تھا وہ درست ہی کہا تھا۔ ان مہمانوں میں سے ایک کو دیکھ کر کم از کم میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں مجھے اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا یہ کیسے ممکن ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے!
وہ اینی برگ تھی، ہاں وہی معصوم لڑکی جسے مسٹر کومبی نے یرغمال بنا رکھا تھا اس کے ساتھ ہی ایک بھاری جبڑوں والا ایک پستہ قامت آدمی تھا جو عمدہ سوٹ میں ملبوس تھا دونوں مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، میں نے پلٹ کر مسٹر کومبی کی طرف دیکھا اور مسٹر کومبی مسکرانے لگے۔
"ہاں یہ اینتا برگ ہیں، تم انہیں اینی برگ کہہ سکتے ہو اور یہ مسٹر ہیڈن برگ ہیں، وہی جن سے تم گفتگو کرتے رہے ہو!"
"ہیلو!" ہیڈن برگ نے گردن خم کر کے کہا۔
"ہیلو!" میں چکرائے ہوئے انداز میں بولا اور پھر میں نے آگے قدم بڑھا دیئے، وہ ایک میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ مسٹر کومبی نے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں اس پر بیٹھ گیا، لیکن میرا ذہن اس وقت واقعی کام کرنا چھوڑ چکا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے تب مسٹر کومبی نے کہا۔
"کیوں مسٹر فرینڈس یا راجہ نواز اصغر آپ کو ان دونوں مہمانوں کو دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔؟"
"یہ کھیل میری سمجھ میں واقعی نہیں آ سکا مسٹر کومبی!" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"ہم آپ کو سمجھا دیں گے مسٹر راجہ نواز اصغر، مکمل طور پر سمجھا دیں گے!" مسٹر کومبی بولے اور پھر انہوں نے ہیڈن برگ کی طرف رخ کر کے کہا۔
"کیا خیال ہے مسٹر ہیڈن برگ کھانا کھا لیا جائے یا ابھی آپ گفتگو کرنا پسند کریں گے۔؟"
"ہماری گفتگو اب کھانے کی میز پر ہی ہو تو زیادہ بہتر ہے اینی کہتی ہے کہ اسے بھوک لگ رہی ہے!" مسٹر ہیڈن برگ نے کہا۔
"لیکن میں پہلے اس بارے میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں مسٹر کومبی!"
"فکر نہ کرو ڈیئر! ساری تفصیل تمہیں معلوم ہو جائے گی اور وہ تمہارے لئے غیر دلچسپ نہیں ہوگی!" مسٹر کومبی نے کہا۔
"نہیں مسٹر کومبی ان تمام معاملات میں پہلی بار آپ کی پوزیشن میری نگاہوں میں مشکوک ہوئی ہے اور جب تک میرا ذہن آپ کی طرف سے صاف نہیں ہو جائے گا کچھ اور نہیں کہا جا سکتا!" میں نے کہا اور مسٹر کومبی عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگے، پھر وہ گہری سانس لے کر بولے۔
"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں مسٹر نواز اصغر! کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ؟"
"اینی برگ آپ کی قیدی تھیں اور مسٹر ہیڈن برگ

وہ تھے جنہیں آپ بلیک میل کر رہے تھے۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی گردن ہلانے لگے۔

"افسوس یہ دونوں باتیں غلط تھیں۔" کومبی نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔؟"

"بات ذرا تفصیل سے بتانا پڑے گی راجہ نواز اصغر۔ یعنی وہاں سے جب تم وکونا پر پہنچے تھے اور وہاں سے تمہیں کیپٹن نے سمندر برد کر دیا تھا اور درحقیقت یہ کیپٹن کی بہت بڑی غلطی تھی اور اس غلطی کے محرک مسٹر وکٹر ویلبی ہی تھے۔ ترلوکا نے انہیں یہ ہدایات دی تھیں کہ راجہ نواز اصغر کو کبھی اس طرح نقصان نہ پہنچایا جائے۔

•

بلکہ اس کی زندگی کا تحفظ کیا جائے کیونکہ وہ ترلوکا کا شکار ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ لوگ تمہارے بارے میں نہیں جان سکے تھے اگر وہ جانتے تو تمہیں ہلاک نہ کرتے وہ تمہیں پولیس کا آدمی ہی سمجھتے تھے۔"

کومبی ایک لمحے کے لئے رکا۔ اور پہلی بار مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ میرے بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں اور میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی۔ بہرحال میں نے خود کو پرسکون رکھا اور خاموش بیٹھا رہا۔

"لیکن۔ ترلوکا نے اپنے خصوصی اسکواڈ کو ہدایت کر دی تھی کہ تم پر نگاہ رکھے۔"

"خصوصی اسکواڈ۔" میں نے کہا۔

"یہ لوگ اس وقت سے تمہارے پیچھے تھے مسٹر نواز جب تم نے زیبی کی گمشدگی محسوس کی تھی۔"

اب مجھے اس بات کا کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ مسٹر ایڈن کومبی وہ نہیں ہیں جو آج تک نظر آتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت کچھ اور ہی تھی۔

انہوں نے کہا۔ "تو مسٹر نواز یہ خصوصی اسکواڈ مستعد تھا کہ اگر کہیں سے آپ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ آپ کی مدد کرے اور آپ کو محفوظ رکھے۔ چنانچہ آپ کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی کیونکہ اس جگہ انتظامات کر لئے گئے تھے جہاں سزائے موت دی جانے والی تھی۔ لیکن آپ نے خود ہی اپنا بچاؤ کر لیا اور پولیس کے چنگل سے نکل گئے۔"

"ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹر کومبی۔؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ضرور۔"

"آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں۔؟"

"اوہ۔ یہ سوال وقت سے کچھ پہلے کر رہے ہیں مسٹر نواز۔" کومبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ ضروری ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آپ کی اس کہانی سے دلچسپی ختم ہو جائے گی۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ براہ کرم آپ اس کی وضاحت کر دیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ کو یہ سن کر شاید خوشی ہو گی کہ میں اس خصوصی اسکواڈ کا انچارج ہوں۔"

"آپ۔" میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"جی ہاں۔"

"گویا آپ۔؟"

"ہاں۔ میں ترلوکا کے خصوصی اسکواڈ کا چیف کومبی ہوں۔" مسٹر کومبی نے جواب دیا اور میرا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف رینگ گیا۔ پستول میری جیب میں موجود تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے باہر نکال لیا۔

"بقیہ کہانی میں ذرا مختلف انداز میں سنوں گا مسٹر کومبی۔" میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرا تعلق ترلوکا کے خصوصی اسکواڈ سے ہے اور ترلوکا نے بلاوجہ یہ منصب مجھے نہیں دیا۔ تمہارے بارے میں مجھے مکمل ہدایات مل چکی ہیں اور میں نے ہر لمحہ تم پر نگاہ رکھی ہے۔ تمہارا پستول اس وقت خالی کر دیا گیا تھا جب تم سو رہے تھے۔"

"اوہ۔" میں نے پستول کے وزن کو محسوس کیا اور پھر اسے میز پر ڈال دیا۔ وہ واقعی خالی تھا۔

"باقی کہانی سنانے کی اجازت ہے۔" کومبی نے کہا۔

"ضرور۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ یہ ذہنی جھٹکا برداشت کرنا بڑا مشکل کام تھا لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ مسٹر کومبی نے کہا۔

"بات یہیں تک محدود نہیں ہے مسٹر نواز۔ ایک نگاہ عقب میں بھی ڈال لو۔" میں چونک کر پلٹا۔ عمارت کے دو ملازم دروازے پر موجود تھے جانے پہچانے لوگ تھے اس سے قبل یہ میری خدمت کرتے رہے تھے۔ لیکن اس وقت دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں اور وہ مستعد تھے۔ کومبی نے کہا۔

"آپ مسٹر ہیگن سے ملے۔ معمولی سے کارکن تھے ان کے موجودگی میں آپ یہاں پہنچے اور ہمیں بھی آپ کے ساتھ سفر کرنا

پڑا۔ اس کے بعد آپ کی کارکردگی پر نگاہ رکھی گئی۔ مسٹر ویلبی کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی لیکن وہ آپ پر نگاہ رکھنے میں ناکام رہے جس کے نتیجے میں وہ ترلوکا کی نگاہوں سے گر گئے۔ ایک بے خبر انسان کو ترلوکا جیسے شخص کا خادم نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ویلبی کو اس منصب سے ہٹا دیا جائے۔ آپ کو انہوں نے ——— جہاز سے نیچے پھینک دیا اور میں نے آپ کو بچا لیا اور یہاں لے آیا ہیڈن برگ وکٹر ویلبی کے نہیں میرے ساتھیوں میں تھے اور اینتا برگ بھی میرے لئے کام کر رہی تھیں۔ پھر منصوبے کے تحت آپ کو ویلبی کے راستے پر لگایا گیا۔ لیکن وکونا کی تباہی سات گنجوں کا قتل اور مارکوس ٹریڈرز کی تباہی ہماری غفلت کے نتیجے میں ہوئی میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اب آپ میرے قبضے میں ہیں اور میرے بغیر کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن آپ نے مسٹر نواز مجھے بتلائے بغیر یہ کام کر ڈالا۔ بہرطور یہ نقصان افسوسناک تھا لیکن برداشت کرنا پڑا۔ ہیڈن برگ نے آپ کو ویلبی کا پتہ بتا دیا اور آپ نے ویلبی کو ختم کر دیا۔ ترلوکا بہت بڑا انسان ہے وہ کیا کرتا ہے اس کا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ آپ کے لئے اس کی ہدایت ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

میں سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ شدید دکھ تھا اس بات کا کہ کومبی نے مجھے بڑے اطمینان سے بے وقوف بنایا تھا لیکن بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آسانی سے آپ کو سان انتونیو پہنچا سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ تو اب تم مجھے ترلوکا کے پاس بھجواؤ گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ اس کا حکم ہے۔"

"ترلوکا وہاں کیا کر رہا ہے۔؟"

"وہ کیا کرتا ہے کسی کو نہیں معلوم۔"

"تم اس کے غلام کیوں بنے ہوئے ہو۔؟"

"اس لئے کہ اس کی غلامی کسی ملک کا وزیراعظم ہونے سے کہیں بہتر ہے اس کے خادموں کو جو اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ بڑے بڑوں کو حاصل نہیں ہوتے۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ تینوں مسکرانے لگے۔ زہر رنگ رہی تھی ان کی مسکراہٹ مجھے لیکن اس وقت واقعی بے بس تھا۔

اینی برگ نے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ سان انتونیو جاؤں گی۔ مسٹر نواز۔"

"کب جانا ہے ہمیں وہاں۔؟"

"ابھی۔ آج ہی۔ یہ معلومات آپ کو فراہم کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ فوری عمل کیا جائے۔" اینی برگ نے کہا اور دفعتاً اس نے اپنا وہ ہاتھ سامنے کر دیا جو میز کے نیچے تھا۔ اس ہاتھ میں لپ اسٹک دبی ہوئی تھی اس نے لپ اسٹک کا پچھلا حصہ دبایا اور اس سے ایک بھورے رنگ کا غبار سا نکل پڑا جس کا رخ میرے چہرے کی طرف تھا۔ مجھے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن۔ یوں لگتا تھا جیسے میرے ہاتھ میرے نہ رہ گئے ہوں۔ پورا بدن بے جان ہو گیا تھا اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

جس وقت ہوش آیا تو چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا ایک لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہوا لیکن پھر احساسات جاگنے لگے واقعات یاد آئے اور میں اچھل پڑا۔ پھر میں نے اپنے بدن کے نیچے کی جگہ ٹٹولی۔ کوئی بستر ہی تھا نرم اور آرام دہ بستر۔ اور غور کیا تو ایک تیز ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ کانوں میں ایئرکنڈیشنر چلنے کی آواز آ رہی تھی لیکن یہ اندھیرا۔ کیا میں اندھا ہو گیا ہوں۔ روشنی کی کوئی رمق بھی تو نہیں تھی۔

میں نے پاؤں زمین پر رکھے قالین تھا اتر کر کھڑا ہو گیا اور اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ تاریکی میں سیدھا آگے بڑھا اور ایک دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیوار ٹٹولی تو سوئچ بورڈ پر ہاتھ پڑا تین بٹن تھے ایک ایک کر کے دبائے تو ایک بٹن سے کمرے میں روشنی ہو گئی۔

ہاں اسے کمرہ ہی کہا جا سکتا تھا لیکن گول اور ناہموار دیواریں قدرتی تھیں یعنی پتھروں کی۔ اور یہ جگہ یقیناً غاروں میں تھی۔

فوراً ہی ایک نام ذہن میں ابھرا۔ سان انتونیو۔ یقیناً مجھے بے ہوش کر کے سان انتونیو میں ہی لایا گیا تھا۔ دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگر یہ جگہ سان انتونیو ہی ہے تو پھر ممکن ہے زیبی بھی یہاں موجود ہو۔ میں بلاشبہ ترلوکا کی تحویل میں آ گیا تھا۔ کیا وہ آسانی سے زیبی کو میرے حوالے کر دے گا۔ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ بے شمار خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ غاروں کی یہ دنیا مجھے بڑی عجیب لگ رہی تھی، گو پہلی بار اس قسم کے واقعات سے واسطہ نہیں پڑا تھا اس سے قبل بھی بعض اوقات ایسا ہوا تھا لیکن اس بار صورت حال کچھ مختلف تھی۔

میں سوچ رہا تھا کیا اب ترلوکا مجھے زندہ چھوڑ دے گا میرے اور اس کے درمیان ابھی بہت سے حسابات باقی تھے بہر طور زندگی کی اتنی پرواہ نہیں تھی۔ بات صرف زیبی کی تھی اور اس کے لئے مجھے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

کافی دیر تک غار میں کھڑا یہی تمام باتیں سوچتا رہا پھر غور کیا کہ یہ ائیرکنڈیشنر کہاں چل رہا ہے ہوا کہاں سے آرہی ہے غار کی دیواروں میں مجھے چھوٹے چھوٹے تین تین سوراخ دو تین جگہ نظر آئے اور تیز سرد ہوا اسی جانب سے آرہی تھی نیچے فرش پر موٹا سرخ قالین بچھا ہوا تھا، جس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے۔ ایک جانب بڑی خوبصورت سی رائٹنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی، دو آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک بیڈ۔ اس چھوٹے سے گول غار میں نہایت ہی مناسب انتظام کیا گیا تھا۔

پھر مجھے اس کے دروازے کی تلاش ہوئی اور ایک سمت دروازہ بھی نظر آگیا۔ گول سوراخ تھا جس کے اوپر سیاہ رنگ کا ایک خوبصورت بٹن لگا ہوا تھا، میں نے اس کے قریب پہنچ کر بٹن پر انگلی رکھی تو پتھر یلا دروازہ اتنا بے آواز کھلا کہ ہلکی سی سرسراہٹ بھی محسوس نہ ہو سکی، گول سوراخ جس کا قطر چھ فٹ سے کم نہیں تھا کھل گیا۔

اس میں سے بآسانی باہر نکلا جا سکتا تھا، سوراخ کھلنے کے بعد دوسری طرف ایک روشن جگہ نظر آئی، گویا مجھے قید نہیں کیا گیا تھا۔ اگر ان لوگوں نے اس بات کا انتظام نہیں کیا تھا تو پھر مجھے کیا پڑی تھی کہ اس غار میں پڑا ہوا سڑتا رہتا۔ چنانچہ باہر نکل آیا۔

یقیناً رات کا وقت تھا اور رات بھی غالباً اتنی کہ شاید اس کا دوسرا پہر گزر چکا ہو۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو دو بجے تھے، میرا اندازہ درست تھا۔

غار کے باہر ایک لمبی سی راہداری تھی جسے راہداری کہا جا سکتا تھا، ورنہ درحقیقت وہ ایک سرنگ سی تھی، سرنگ کے دونوں طرف پتھریلی اور سپاٹ دیواریں تھیں، البتہ چھت پر تقریباً دس فٹ کی بلندی پر بلب لگے ہوئے تھے ہر بلب تقریباً دو سو واٹ کا تھا اور ان سے تیز روشنی ہو رہی تھی۔

سرنگ کا اختتام ایک بڑے سے ہال میں ہوا تھا جہاں روشنی تھی یہ ہال بھی قدرتی غار ہی تھا۔ سامنے بھی ایک دروازہ نظر آرہا تھا میں تجسس میں ڈوبا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پیچ در پیچ راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس غاروں کی دنیا کا آخری دروازہ تھا۔ تازہ ہوا کے جھونکے اندر آرہے تھے۔ اب تک مجھے کوئی انسان نہیں ملا تھا جس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اتنی آزادی سے میں یہاں آگیا تھا۔ یہ انوکھی بات تھی۔

میں باہر نکل آیا سر پر تاروں بھرا کھلا آسمان تھا چاند نہیں نکلا تھا اس لئے بس تاروں کی مدھم روشنی میں یہ جگہ دروازے کی مانند نظر آرہی تھی۔

جگہ جگہ روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ایک عجیب سی آواز کانوں میں آرہی تھی۔ ہاں یہ آواز اس وقت مجھے عجیب ہی لگی تھی حالانکہ ایک طویل عرصہ اس آواز سے میرا واسطہ رہا تھا۔ یہ گٹار کی آواز تھی۔

نہ جانے اس آواز نے کیا سحر طاری کیا مجھ پر کہ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جگہ جگہ آوارہ گردوں کے گروہ نظر آرہے تھے۔ چرس اور دوسری منشیات کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی پرانی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ اس ماحول ان آوازوں نے مجھے کچھ یاد دلا دیا تھا۔ ماضی کے اوراق کھلنے لگے تھے۔

دل میں ایک عجیب احساس لیے آگے بڑھتا گیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں آوارہ گرد نشے میں ڈوب کر رقص کر رہے تھے درمیان میں ایک سوکھا مدقوق سا شخص گٹار بجا رہا تھا۔ میں ان کے درمیان آکھڑا ہوا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں کھڑا گٹار سنتا رہا۔ پھر نہ جانے دل میں کیا آئی کہ آگے بڑھ کر میں نے گٹار بجانے والے کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"لاؤ۔ گٹار مجھے دے دو۔" میں نے کہا۔

"ضرور لو" اس نے خوش اخلاقی سے کہا اور گٹار میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ آوارہ گرد رک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ میں نے گٹار کے تار چھوئے۔ انہیں ترتیب دیا۔ اور پھر برسوں پرانا ایک نغمہ گٹار سے پھوٹ پڑا۔ میں اس نغمے میں گم ہو گیا اس سے قبل بھی گٹار بجایا تھا۔ ماہر تھا میں اس فن کا لیکن آج جو نغمہ میں نے اس گٹار پر بجایا اس سے قبل کبھی نہ بجایا تھا۔ آج میرا دل رو رہا تھا۔ میں ٹوٹا ہوا تھا۔ میں قیدی تھا چنانچہ گٹار رو رہا تھا اور آوارہ گرد ساکت تھے۔

میں گٹار بجا رہا تھا۔ مست ہو گیا تھا اس کی دھن میں پھر میں اس وقت چونکا جب کسی نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ رکھ دیا۔

ایک نوجوان لڑکی تھی حسین خدوخال کی مالک۔ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "لاؤ گٹار مجھے دے دو۔ کتنا رلاؤ گے۔"

اس نے گٹار میرے ہاتھ سے لے لیا

رلانے والے کہاں سے آگیا تو۔" ایک طرف سے آواز ابھری "ہم پیدا ہوئے تھے تو روئے تھے۔ ہوش سنبھالا تو رو رہے تھے ہم نے بڑی مشکل سے آنسو روکے تھے۔ تو نے ہمیں پھر رلا دیا کون ہے تو۔" ایک اور آواز ابھری۔

"آج تو نے ہمیں غمزدہ کر دیا۔"

"کون ہے تو۔؟"

"موسیقی کے دیوتا۔ ہمارے ڈوبے ہوئے دلوں کو تازہ کر دے ایک نغمہ ہمارے لئے۔"

"ایک نغمہ ہمارے لئے۔"

چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں میں سنبھل گیا خواہ مخواہ جذباتی ہو گیا تھا۔ واقعی اپنے ساتھ ان بے چاروں کو رلانے سے کیا فائدہ۔ میں اب اس منزل میں کہاں تھا کچھ سوچا اور گٹار لڑکی کے ہاتھ سے لے لیا۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ گٹار پر میری انگلیاں اب بھی اسی انداز میں چل سکتی ہیں۔ میں نے ایک نغمہ چھیڑا ایک مست کن نغمہ۔ اور ذرا سی دیر میں آوارہ گردوں پر سرور چھا گیا وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ چاروں طرف سے سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔

وہ لڑکی میرے شانے سے شانہ لگائے کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں حیرت کی چمک تھی۔ دیر تک میں گٹار بجاتا رہا۔ میں نے وہی دھن شروع کر دی تھی جو میری ہی پیدا کردہ تھی۔ پھر میں نے گٹار اس شخص کے حوالے کر دیا جس سے لیا تھا۔

"نہیں فنکار۔ یہ میرا نہیں ہے" وہ عاجزی سے بولا۔

"کیا مطلب۔؟"

"یہ گٹار میرا نہیں ہے۔ اب تک اس نے یہ سحر نہیں پھونکا تھا۔ اس نے اپنے نغمے چھپا رکھے تھے مجھ سے۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"جونس الباغو۔"

"ڈیئر جونس۔ ان تاروں کو اپنا پیار دے دو۔ یہ تمہارے لئے نغمے تخلیق کریں گے۔ تمہارے پیار میں کمی ہو گی۔"

"وہ پیار کہاں ہے۔؟"

"تمہارے دل میں۔ اپنا دل ان تاروں میں شامل کرو تمہیں مایوسی نہ ہو گی۔"

"میں اسے تمہارا عطیہ سمجھ کر وصول کرتا ہوں" اس نے کہا اور بڑی عقیدت سے گٹار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔

میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے بارے میں تعریفی فقرے کہہ رہے تھے۔ کافی دور چل کر میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرے پیچھے آرہا ہے۔ پلٹ کر دیکھا تو وہی لڑکی تھی جس نے گٹار میرے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"ہیلو۔ میں رک گیا اور وہ خاموشی سے میرے قریب آگئی۔ "کیا بات ہے۔؟"

"میرا دل تمہاری انگلیوں میں رہ گیا ہے۔ واپس کر دو گے" وہ بولی۔

"نہیں بے بی۔ زندگی خوابوں کا نام نہیں ہے۔"

"خواب زندگی ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ تمہارے خواب دیکھے ہیں"

"زندگی جاگتی آنکھوں میں پلتی ہے۔ خواب دھوکہ ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں دھوکہ کھانا چاہتی ہوں۔"

"ہوش آئے گا تو دکھی ہو جاؤں گی۔"

"ہوش میں نہیں آؤں گی۔" اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا پھر آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے ساتھ آرہی تھی۔

"کیا نام ہے۔؟"

"گیتلو۔" اس نے کہا۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پیروں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

"تنہا ہو۔؟"

"ہاں۔"

"یہاں کب سے ہو۔؟"

"ایک ماہ سے۔ ایک ٹولی کے ساتھ آئی تھی۔ یہاں ہرے کرشنا ہرے راما کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔"

"کیا نام ہے اس جگہ کا۔ کونسی جگہ ہے یہ۔؟"

"تم نہیں جانتے۔؟"

"تم بتا دو۔"

"سان انتونیو۔" اس نے کہا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شبہ تو پہلے بھی تھا لیکن اب یقین ہو گیا تھا۔

●

سان ان تونیو کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھی گیتو سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن جو کچھ بھی کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ پہاڑی غار میں جہاں مجھے

ہوش آیا تھا میری ضروریات کا تمام سامان موجود تھا اور اس کے بعد مجھ پر کوئی پابندی نہیں رکھی گئی تھی۔ ترلوکا کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اس سے یہ اندازہ تو بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دنیا کا مغرور ترین آدمی ہے اور کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ میرے ساتھ اس نے جو بے بلی کا کھیل شروع کیا تھا اگر وہ چاہتا تو جس طرح زیدی کو اغوا کیا گیا تھا اسی طرح ہم لوگوں پر گولیوں کی بارش بھی ہو سکتی تھی اور یوں اس کے دشمن راجہ نواز اصغر کا کھیل ختم ہو جاتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے اور شاید یہ انتقام اسی طرح ہو کہ مجھے اپنی شدید بے بسی کا احساس ہو جائے اور میں خود کو اس کے سامنے ایک نحیف اور لاغر انسان کی حیثیت سے پیش کروں یقیناً ایسی ہی بات تھی اور اس لیے اس نے میرے خلاف لئے گہرے جال بچھائے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ میں نے سوچا کہ اپنی انا کو برقرار رکھنا ضروری نہیں ہے یہاں اس ماحول میں آنے کے بعد یہ تو دیکھا جائے کہ ترلوکا کتنے پانی میں ہے اور اس کے لیے میں نے اپنے دل میں ہی فیصلہ کیا کہ میں یہاں ایک انسان کی حیثیت سے رہوں گا۔ نواحی علاقے کافی سرسبز و شاداب نظر آرہے تھے۔

سان ان تونیو کا یہ حصہ صرف پہاڑیوں پر ہی مشتمل نہیں تھا بلکہ یہاں آوارہ گردوں کے لیے کیمپنگ بھی بنائی گئی تھی اور بہت دور ایک جگہ سڑک بھی نظر آرہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس سڑک کی طرف نکلا جائے پتہ تو چلے کہ ترلوکا مجھے یہیں قید رکھنا چاہتا ہے یا اس نے مجھے ذہنی طور پر معطل کرنے کے لیے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں۔ چنانچہ گیتو سے خاصی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ گیتو نوجوان تھی گیتوں سے پیار کرتی تھی اور میرے گٹار کی کشش اسے میرے نزدیک لے آئی تھی۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے خاصی محنت کرنا پڑی اور اس کے بعد میں سڑک کی سمت نکل آیا۔ میں نے سڑک کے کنارے کنارے سفر شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سڑک کہاں جاتی ہے ممکن ہے یہ مجھے کسی آبادی تک لے جائے ممکن ہے یہاں سے نکل لینے کا خمیازہ راستے ہی میں بھگت لینا پڑے لیکن تجربات تو اب زندگی میں شامل ہو گئے تھے اس سے آگے جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں چلتا رہا ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کوئی فکر خود پر مسلط نہیں کی تھی بس میں نے محسوس کر لیا تھا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ دنیا کے جھمیلوں سے آزاد کھانے پینے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں تھی لیکن مجھے کوئی فکر نہیں تھی اب ترلوکا کو آزمانا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر باغات نظر آئے جہاں پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے اطمینان سے پھل کھائے اور وہاں سے آگے بڑھ گیا ابھی تک مجھے کسی نے روکنے کی جدوجہد نہیں کی تھی

تا حدِ نگاہ خشک پہاڑ اور ویرانے نظر آرہے تھے۔ کوئی سواری مجھے سڑک پر چلتی ہوئی نظر نہیں آئی تھی۔ یہاں تک کہ کافی وقت گزر گیا۔ بھوک لگ رہی تھی کیونکہ اس دوران کھانے پینے کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا بہرطور غم کھانے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ زیدی کا تصور ذہن میں آیا تو میں نے اپنے ذہن کے تمام راستے بند کر لیے۔ اس وقت اسے یاد کرنا مناسب نہیں تھا۔ ترلوکا نے مجھے اپنے مدِ مقابل طلب کر لیا تھا اور اب جو کچھ کیا جانا تھا وہ اس طرح کیا جانا تھا کہ ترلوکا خود اپنی اس بلندی کا شکار ہو جائے۔

نہ جانے کتنا وقت مزید گزر گیا پھر دائیں ہاتھ پر ایک پہاڑ نظر آیا جس کی چوٹی پر سفید برف جمی ہوئی تھی لیکن مجھے پہاڑ کے دامن میں کچھ سیڑھیاں بھی نظر آئیں۔ یہ مخصوص انداز کی سیڑھیاں تھیں۔ پیاس شدید لگ رہی تھی میری نگاہیں پانی کی تلاش میں بھٹکنے لگیں بہرطور میں نے سڑک چھوڑ دی اور ان سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ چوٹی کے ایک مخصوص حصے تک پہنچنے کے لیے کافی سیڑھیاں طے کرنی پڑی تھیں مشکل چڑھائی تھی لیکن میں اوپر پہنچ گیا اوپر پہنچنے کے بعد مجھے ایک دلچسپ جگہ نظر آئی۔ ایک چٹان سائبان کی طرح جھکی ہوئی تھی اور اس کے نیچے کافی ٹھنڈک تھی۔ میں اس مسطح جگہ بیٹھ گیا بس یوں لگتا تھا جیسے کوئی پلیٹ فارم ہو۔ تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد نیچے اترا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دلچسپ بات تھی گویا ترلوکا نے مجھے پوری پوری آزادی دی تھی۔ میں سست رفتاری سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی سورج چھپ گیا۔ بہت دیر سے آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے دھوپ کی شدت میں کمی ہو گئی تھی۔ اب میرے دونوں سمت گہری گھاٹیاں شروع ہو گئی تھیں البتہ یہ سڑک سیدھی تھی اور ہموار چل رہی تھی۔ پھر کانوں کو ایک تبدیلی کا بھی احساس ہوا غالباً کسی گاڑی ہی کے انجن کی آواز تھی۔ اتنے طویل سفر کے دوران پہلی بار اس سڑک پر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھی۔ میں رک کر دیکھنے لگا۔ ایک خوبصورت کار تھی جس کے انجن کی آواز بہت مدھم تھی لیکن اطراف کے سناٹے میں بخوبی سنائی دے رہی تھی میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔ جھٹپٹا ہو چکا تھا اس لیے ڈرائیونگ کرنے والے کی شکل نظر نہیں آرہی تھی لیکن بہرطور وہ میرے قریب آتی جا رہی تھی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ میں نے اس پر نگاہ ڈالی لیکن رکنے یا لفٹ لینے کی کوشش نہیں کی وہ میرے قریب سے آگے بڑھ گئی لیکن پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد رک گئی میں اپنی جگہ کھڑا رہا تھا کار ریورس ہوئی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں بے شمار خیالات آئے اتنی دیر کے بعد اور اتنے لمبے سفر کے بعد یہ گاڑی ادھر سے گزری ہے یقیناً ان لوگوں نے

کل ہی نظر انداز تو نہ کر دیا ہے۔ ممکن ہے کسی خاص ذریعے سے نگاہ رکھی جا رہی ہو اور اب وہ مزید کوئی قدم اٹھانے کے خواہش مند ہوں۔ فیصلہ تو کر ہی چکا تھا کہ خود کو اس طرح معصوم بنا لوں کہ ترلوکا کو اپنے راستے کی تمام مزاحمتیں ختم ہونے کا احساس ہو جائے۔ سمجھا جائے وہ محسوس کرے کہ میں گویا اس کی دعوت پر پہنچا ہوں اور عیش سے زندگی گزار رہا ہوں۔ بہرطور میں کھڑا رہا۔ کار کی کھڑکی سے کسی نے منہ نکال کر میری طرف دیکھا اور میں دو قدم آگے بڑھ گیا۔ کار کے اندر جو کوئی تھا اس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ وہ ایک خوبصورت نقش و نگار کی لڑکی تھی جس کے بال گہرے سنہرے تھے اور اس سے اندازہ ہوتا کہ جرمن نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

ہیلو!" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

ہیلو!" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

آ جاؤ۔" اس نے شاید مجھے کوئی آوارہ گرد ہپی سمجھا تھا اور انداز سے اختیار کرنا تھا کیونکہ ان علاقوں میں ہپیوں ہی کا گزر اس نے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اطمینان سے اندر داخل اس کے برابر کی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اندر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ سی لباس پہنے ہوئے تھی شانوں پر سمور کی کھال پڑی ہوئی ان حیرت انگیز طور پر اس کے بال لمبے تھے۔ جرمن لڑکیاں بال بہت کم رکھتی ہیں۔ بدن سے کوئی اعلیٰ قسم کی خوشبو اٹھ میرے اندر بیٹھنے کے بعد اس نے کار آگے بڑھا دی۔

کہاں سے آ رہے ہو؟" تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

سان ان تونیو سے۔" میں نے جواب دیا۔

کہاں سے؟"

سان ان تونیو۔" میں نے پھر کہا اور وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر پڑی۔

کیوں۔؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

اس سے پہلے ان علاقوں میں نہیں آئے شاید" اس کے پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

میں اب بھی نہیں سمجھا مس۔"

شیلی۔ میرا نام شیلی ہے۔"

شکریہ مس شیلی۔ میرا نام فرنینڈس ہے۔"

اوہ۔ اچھا اچھا مسٹر فرنینڈس آپ ان علاقوں میں شاید آئے ہیں۔"

یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں آپ نے یہ الفاظ کیوں کہے۔"

اس لیے کہ سان ان تونیو کوئی محدود علاقہ نہیں ہے۔ آپ اگر چار دن اور چار رات اسی طرح سفر کرتے رہیں تب بھی سان ان تونیو کی مکمل وسعتوں میں نہیں گھوم سکتے۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے۔" میں ہنس پڑا۔

"ہاں اب بتائیے آپ نے کیوں کہا کہ آپ سان ان تونیو سے آ رہے تھے۔"

"دراصل میں جن پہاڑیوں میں موجود تھا میں انہیں ہی سان ان تونیو کی پہاڑیاں سمجھتا تھا۔"

"کوئی کیمپنگ ہوگی شاید۔" لڑکی نے کہا۔

"شاید۔"

"ویسے آپ مجھے تارک الدنیا معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر فرنینڈس"

"نہیں۔ گم کردہ دنیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے اس کا پاؤں ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا۔ پتہ نہیں یہ کوئی اضطراری کیفیت تھی یا صرف اتفاق۔ کیونکہ دوسرے لمحے گاڑی نے پھر موشن بنا لیا تھا۔

"عجیب جواب دیا تھا آپ نے۔ آوارہ گردوں کا عموماً یہ خیال تو نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں جانتا کہ لوگ کس کس انداز میں سوچتے ہیں۔ میں صرف حالات کا قائل ہوں حوادث کا قائل ہوں ہمارا رشتہ صرف ماحول سے ہے ہم حالات کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ نظر آنے والے تاروں کی حرکت سے متحرک۔ خود ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ہم وقت کے غلام ہیں اور غلاموں کی سوچ اپنی نہیں ہوتی۔ میں نے صحیح کہا کہ میں تارک الدنیا نہیں گم کردہ دنیا ہوں۔ میں نے خود اپنی منزل کھو دی ہے اور اب مجھے خود پتا نہیں کہ کتنا سفر کرنا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے مس شیلی کہ زندگی صرف ایک سفر ہے۔ سفر کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک خطۂ زمین کے چھوٹے سے مکان میں رہ کر بھی سفر جاری رہتا ہے اور دنیا گردی میں ہر قسم کے راستوں سے گزر کر بھی۔ بالآخر یہ سفر ختم ہو جاتا ہے اور زندگی شاید سکون کی وادیوں میں جا سوتی ہے"

"فلاسفر ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔

"زندگی کا فلسفہ یکساں ہی ہے۔ تم مجھے اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤ کیا تمہاری زندگی کے سفر کا رخ کسی اور جانب ہے یا تم ساکت ہو۔"

"مجھے بوجھل باتیں ناپسند ہیں۔" وہ بولی

"اوہ۔ معافی چاہتا ہوں۔ واقعی لڑکیوں کو اتنی بوجھل باتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"میں لڑکی ہوں لیکن جاہل نہیں ہوں۔ البتہ مجھے گھٹے گھٹے ماحول کی باتیں پسند نہیں ہیں شاید تمھاری زندگی کے ساتھ کوئی گہری کہانی وابستہ ہے۔"

"نہیں تمام کہانیاں بھول چکا ہوں صرف یہ سڑک یاد ہے جو سیدھی چلی جا رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس سڑک کے راستے کس کس طرف منقطع ہوتے ہیں۔"

"آگے ایک بستی ہے۔ گرہنو، خوبصورت علاقہ ہے تمھیں پسند آئے گا۔"

"تم کہاں جا رہی ہو۔؟"

"بس یوں سمجھ لو فی الحال گرہنو تک لیکن یہ بھی ممکن ہے اس سے آگے بڑھ جاؤں۔"

"تم بھی آوارہ گرد ہو۔"

"ہاں یہ کہہ سکتے ہو، تمھارے فلسفے کی زبان میں، میں بھی آوارہ گرد ہی ہوں۔ اس نے گول مول سا جواب دیا۔ میں اس جواب کو بخوبی سمجھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کون ہے لیکن خود کو بہلاوہ دینے کے لیے میں اس سے احمقانہ گفتگو کر رہا تھا۔ اور اگر وہ عقل مند ہے اور میرے بارے میں جانتی ہے تو اس کے دل میں بھی یہ خیال موجود ہوگا کہ میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کی شخصیت کو سمجھ نہ سکوں تاہم میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے کہ حالات کو سطحی نگاہ سے دیکھو اور نظر انداز کرتے رہو۔

"تمھارا شکریہ کہ تم نے اپنی کار میں مجھے کسی آبادی تک جگہ دی۔"

"گرہنو سے تقریباً ایک میل پہلے ایک خوبصورت جھیل ہے۔ دراصل تم نے مجھے میرے سوالوں کا جواب نہیں دیا ویسے یہ جواب مجھے خود مل گیا ہے۔"

"بڑی اچھی بات ہے لیکن میں تمھارے الفاظ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"میں نے کہا نا تم سے میں پوچھ رہی کہ سان ان تو کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ لیکن اس سے پہلے ہی تم نے مجھ سے ایک بات کہی تھی جس سے میں سمجھ گئی کہ ان علاقوں کے بارے میں تمھاری معلومات نہ ہونے کے برابر ہے۔ ویسے تم ذرا مختلف قسم کے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل بھی میں کئی آوارہ گردوں کو لفٹ دے چکی ہوں۔ سب کے سب چرس کے نشے میں ڈوبے ہوئے دنیا سے بیزار قابلِ رحم لیکن تمھاری یہ خوبی ہے کہ تم ان آوارہ گردوں کی طرح گندے نہیں ہو۔ اُن میں سے بعض تو ایسے تھے کہ مجھے اپنی حماقت پر شرمندہ ہونا پڑا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے ایک خوبصورت جگہ گاڑی روک دی۔ سامنے ہی ایک خوبصورت جھیل نظر آ رہی تھی جس کے کنارے درختوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے اور پاؤں پھیلا کر ایک انگڑائی لی اور آہستہ سے بولی۔

"خوب تھک گئی ہوں لیکن ابھی تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آئے گا اور یوں محسوس ہوگا کہ یہ جھیل اس چاندی کا ایک ٹکڑا ہے، ساری جھیل چاندی سے جگمگائے گی تو ماحول میں پھول ہی پھول کھل جائیں گے اور اس وقت یہ علاقہ اتنا خوبصورت ہو جائے گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولی۔

"بھوکے ہو؟" میری آنکھوں میں مسکراہٹ آ گئی۔

"محسوس تو یہی ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، ایک منٹ۔" وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ کار کی ڈگی میں کافی گنجائش تھی اور پوری ڈگی بھری ہوئی تھی۔ خوراک کے ڈبے، پیٹرول کے ٹن اور نہ جانے کیا کیا۔ اس نے پکی ہوئی خوراک کے چند ڈبے، ڈبل روٹی اور پانی کا ٹن نکال لیے اور پھر ایک چھوٹی سی دری نکالی اور اُسے قریب ہی زمین پر بچھا دیا۔

"بیٹھو۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔ اور پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا لیکن ستاروں کی مدھم روشنی میں اُس کے خدوخال بے حد حسین نظر آ رہے تھے۔ وہ ٹن کٹر سے ڈبے کاٹنے لگی۔ میں نے کٹر اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر وہ ہنس پڑی۔

"کیوں؟" میں نے ایک ڈبہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم موجود نہ ہوتے تو مجھے ہی یہ کام کرنا پڑتا۔ دراصل مرد خود کو عورت سے برتر سمجھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اچھے اور بُرے انداز میں وہ خود کو عورت پر فوقیت دیتا ہے اور اس برتری پر وہ مطمئن ہوتا ہے۔ حالانکہ عورت جسمانی طور پر مرد سے طاقت ور ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" میں نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔ اور اس طرح وہ مجھے دیکھنے لگی جیسے میرا جملہ سمجھ نہ پائی ہو۔ میں نے خاموشی سے ڈبے کھول کر اس کے سامنے رکھے تو وہ بول پڑی۔

"تم کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔"

"نہیں میں جملہ پورا کر چکا ہوں۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"تم نے عورت کی جسمانی قوت کو تسلیم کیا تھا آخر کیوں؟"

"چھوڑو شبلی۔ بیکار باتیں ہیں۔" میں نے کہا۔ اور دفعتاً وہ [illegible] پڑی۔

"اوہ۔ اوہ۔ اب سمجھی میں۔ اب سمجھی۔ بڑی دلچسپ بات ہے۔"

"ویسے کیا شبلی تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟"

"بھئی میں اس سلسلے میں تجربات نہیں رکھتی۔" اس نے کہا [illegible]قہقہہ لگایا۔ کھانے کے بعد ہم نے سرد کافی پی اور خالی ڈبے [illegible] طرف اُچھال دیے۔ پھر کھڑے ہو کر چادر اُٹھائی اور اُسے ڈگی میں [illegible]س کر باقی بچا ہوا سامان بھی رکھ دیا گیا۔ لڑکی نے ایک کارٹن [illegible]تی سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا اور میری طرف رُخ کر کے بولی۔

"پیتے ہو۔"

"نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بدقسمتی سے پیتا نہیں ہوں۔"

"پھرے ہوئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں پیتا نہیں ہوں۔"

"تعجب کی بات ہے۔ ویسے میں پی لیتی ہوں۔" اس نے کہا اور [illegible]ہرے کش لینے لگی۔ چرس کی ہلکی ہلکی بو فضا میں پھیل گئی تھی۔ [illegible]نے کھڑکیوں کے شیشے چڑھا کر دروازے لاک کیے اور آگے بڑھ [illegible]ں اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ ہم دونوں جھیل کے کنارے کنارے قدمی کرنے لگے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ان آوارہ گردوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔ آوارہ [illegible]یا زندگی سے اکتاہٹ کیا زندگی کی نشاندہی کرتی ہے۔"

"پتہ نہیں۔ بس یہ لوگ انسانی تہذیب کا مذاق اُڑاتے [illegible]ن کا خیال ہے کہ پچھلے دور کا انسان زیادہ مہذب اور امن [illegible]ا اور اس دور کا انسان غیر مہذب اور وحشی ہے۔ موجودہ تہذیب [illegible]ں کی تہذیب ہے۔ یہ خود کو فریب دیتے ہیں۔ نشہ آور دوا [illegible]د کو غرق کر کے اپنے آپ کو بھول جانے کے خواہش مند ہوتے [illegible]ونکہ یہ دنیا سے اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کر سکتے اس لیے [illegible]ی طرح آنکھ بند کر لینے پر انحصار کرتے ہیں۔ حالانکہ آنکھ بند کر لینے [illegible]قدار نہیں بدل جاتے شبلی۔ سوائے اس کے کہ انسان دنیا سے [illegible]لگ ہو جاتا ہے۔"

"صحیح کہا تم نے۔ بڑی خوبصورت بات ہے۔ میں خود بھی ان [illegible]ق نہیں ہوں کیا ضرورت ہے کہ سر جھاڑ منہ پھاڑ بنا کر دنیا [illegible]عل پر بھول کر سڑکوں پر گلیوں میں، شہروں میں آوارہ [illegible]تے پھرو، بھوکے پیٹ رہو، چرس کے کش لگاتے رہو اور [illegible] بعد خود کو ایک نسل سمجھ لو۔ میں تو اس نسل کو بدترین نسل تصور کرتی ہوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم دونوں کافی دیر تک جھیل کے کنارے چہل قدمی کرتے رہے اور پھر پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے سر ابھارا اور پھر مسکراتا ہوا باہر آ گیا۔ اس کی حسین روشنی نے زمین کو منور کر دیا۔ تاریکی چھٹی اور مناظر اُجاگر ہو گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کہیں سے سازوں کی آواز ابھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔ گٹار کی آواز تھی بے ہنگم اور بے سر النغمہ۔

"یہ کون ہے۔" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اور شبلی مسکرانے لگی تھی۔

"تمھارے خیال میں کون ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہاں تو اس جھیل اور جھیل کے اطراف بکھرے ہوئے درختوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

"گویا تمھارے خیال میں یہ کوئی آفاقی نغمہ ہے۔" اس نے سوال کیا۔ روحوں کی کارستانی۔ ویسے کیا تم روحوں پر یقین رکھتے ہو۔"

"روح ہی تو کائنات کی سب سے لطیف شے ہے۔ بھلا روحوں پر کون یقین نہیں رکھتا۔"

"ویسے یہ مجھے اسی نسل کے لوگ معلوم ہوتے ہیں ان اطراف میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں ان کے لیے کوئی بھی جگہ ان کی پسند کی ہو سکتی ہے ضروری نہیں ہے کہ آبادیاں قریب ہوں۔ ویسے گرہنو میں کئی منشیات کے اڈے موجود ہیں اور وہاں سے ہی انھیں منشیات حاصل ہو سکتی ہے۔ آؤ چلیں دیکھیں یہ جیسے بھی ہوتے ہیں انھیں دیکھ کر لطف آتا ہے۔" میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ ہم دونوں اس آواز کی سمت بڑھ رہے تھے۔ میں سست رفتاری سے چل رہا تھا اس بات پر اس نے مجھے چونک کر دیکھا اور ہنستے ہوئے بولی۔

"تمھارے قدموں میں روانی نہیں ہے۔ تم واقعی شاید روحوں کی حقیقت پر غور کر رہے ہو۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اس نے صحیح سمت رُخ کیا تھا تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں کچھ روشنی نظر آئی۔ راستے میں اس کے بعد کوئی تبصرہ نہیں کیا اور روشنی میں نگاہیں جمائے آگے بڑھتے رہے۔ وہاں مشعلیں روشن تھیں اور اس روشنی میں آوارہ گردوں کا ایک ہجوم نظر آ رہا تھا مرد نما عورتیں اور عورت نما مرد۔ دم لگ رہے تھے غم مٹ رہے تھے، چاندنی میں غلیظ دھواں گندگی پیدا کر رہا تھا اور چاندنی دھوئیں کو کاٹ رہی ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔ اطراف میں چھوٹے چھوٹے چٹان نما ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی ایک ٹیلے کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اس طرف کوئی مشعل روشن نہیں تھی۔ ہم ان لوگوں کو دیکھنے لگے ایک بڑا

قدآور آوارہ گرد گٹار بجا رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔ دوسرے آوارہ گرد رقص کر رہے تھے۔ دفعتاً شیلی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"تمھیں موسیقی سے دلچسپی ہے۔"

"کیوں نہیں موسیقی کسے ناپسند ہوتی ہے۔"

"مجھے گٹار بہت پسند ہے لیکن یہ آدمی یا تو نشے میں ہے یا پھر اسے گٹار بجانا نہیں آتا۔"

"تمھیں گٹار پسند ہے۔" میں نے کہا۔

"بے حد۔ میں خود بھی بجاتی ہوں لیکن اتفاق سے میرا گٹار ٹوٹ گیا ہے۔"

"اور یہ نغمہ تمھیں ناپسند ہے۔"

"یہ کوئی نغمہ ہے میں نے کہا نا یہ گٹار کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔"

"تو پھر میں اس شخص سے درخواست کرتی ہوں کہ تم گٹار بجاؤ۔"

"ارے نہیں نہیں۔ میں نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے فرمائش کرے گی اور یہ خیال اس وجہ سے تھا کہ اگر اس کو میرے پیچھے لگایا گیا ہے تو یہ بھی بتایا گیا ہوگا کہ گٹار میرے ہاتھوں میں آنے کے بعد کچھ اور بن جاتا ہے۔ لیکن اس کے انداز سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ ویسے یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ میرے بارے میں بتاتے ہوئے اسے میرے گٹار بجانے کی تفصیل بھی بتائی گئی ہو بہرطور وہ میری فرمائش پر آگے بڑھی اور ہم دونوں ان آوارہ گردوں میں شامل ہوگئے۔ دراز قد اپنے نغمے کی آخری دھن بجا رہا تھا۔ پھر اس نے نغمہ ختم کیا۔ گلے سے گٹار کی ڈوری نکالی اور اسے رکھنے لگا۔ لیکن میں نے آگے بڑھ کر گٹار تھام لیا تھا۔ اس نے بوجھل آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فراخ دلی سے گٹار میرے حوالے کر دیا۔ میں نے گٹار بڑے احترام سے شیلی کو پیش کر دیا تھا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی گٹار کی ڈوری گلے میں ڈال کر گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ آوارہ گردوں نے تالیاں بجائی تھیں اس کے بعد شیلی نے ایک نغمہ چھیڑ دیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ گٹار بجانے کے سلسلے میں کس قدر مہارت رکھتی ہے۔ لیکن مجھے اندازہ ہوگیا کہ بس کام چلانے والی بات ہے۔ آوارہ گرد اس کا نغمہ سن رہے تھے بہرطور یہ اس دراز قامت سے اچھا نغمہ تھا چنانچہ وہ جھوم رہے تھے شیلی نے ایک نغمہ سنانے کے بعد گٹار کی ڈوری اپنے گلے سے نکالی لیکن آوارہ گرد اس سے فرمائش کرنے لگے کہ وہ کچھ اور نغمے سنائے۔

"ارے نہیں نہیں۔ بس میں زیادہ نہیں جانتی۔" اس نے کہا اور میں نے گٹار کی ڈوری اپنے گلے میں ڈال لی شیلی میرے اس انداز کو دیکھ کر چونک پڑی تھی۔ بہت ہی عرصہ کے بعد میں نے گٹار پر وہ دھن چھیڑی۔ جس کا تعلق میری روح سے تھا جس کا تعلق میرے وطن سے تھا اور جس کو چھیڑنے کے بعد خود مجھے اپنے ہوش و حواس پر قابو نہیں رہتا تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ گٹار کے تاروں پر لال میری پت رکھیو کی دھن شروع کر دی۔ اب اس کے سُر دوسرے تھے جبکہ گٹار وہی تھا نشے میں بدمست ہپّی بھی چونک پڑے۔ دھن ہی ایسی تھی کہ دلوں کو بند کر دیتی تھی۔ نغمہ بلند ہوتا گیا اور مُردوں میں زندگی دوڑ گئی کسی نے میری طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی سب رقص میں مصروف ہو گئے تھے۔ لال میری پت رکھیو۔ میری آنکھوں سے نہ جانے کب آنسوؤں کی لڑی بہنے لگی۔ لال شہباز قلندر۔ دل میں درد تھا دُکھن تھی ایک تصور تھا اس کا جو میری زندگی بن گئی تھی اور جو نہ جانے کہاں گم تھی ان پہاڑیوں میں یا کہیں اور کیا اب زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ زیبی جو میری آنکھوں میں دہکتی ہوئی آگ بن گئی تھی میرے دل میں سلگتا ہوا انگارہ بن گئی تھی اب میری نگاہوں سے اتنی دور تھی کہ میں اس کا صرف تصور کر سکتا تھا اور یہی تصور گٹار کے تاروں میں درد بن کر سما گیا تھا۔

میں گٹار بجاتا رہا شیلی پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی دفعتاً کسی طرف سے ایک لڑکی آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

درمیانے قد و قامت کی وہ لڑکی میرے بالکل قریب تھی۔

لیکن میں نے ان آوارہ گردوں میں اچھی خاصی زندگی گزاری تھی چنانچہ اس حرکت پر مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا۔

بدمست آوارہ گرد گٹار کی دھن پر سر دھنتے رہے، رقص کرتے رہے اور پھر نغمہ ختم ہوگیا پیر رُک گئے عجیب آوازیں سنائی دینے لگیں۔

لیکن فوراً بعد میں نے ایک اور دُھن شروع کر دی تھی۔ یہ ایک طربیہ دھن تھی سسکاریاں ہیجان خیز آوازیں کھنڈرات میں گونجنے لگیں دیوانے مست ہوگئے وہ ناچنے لگے اور تھوڑے فاصلے پر شیلی خاموش کھڑی مجھے دیکھتی رہی نغمہ آخری مرحلے میں داخل ہوا اور پھر رُک گیا۔ ناچتے بدن رُک ہوگئے جیسے چابی ختم ہوگئی ہو پھر میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے آہستہ سے سر اٹھایا اور اُس کی آواز اُبھری۔

"ایک اور، صرف ایک اور۔" میں نے اس کی جانب دیکھا۔ پھیکا لمبوترا چہرہ اُلجھے ہوئے بال لیکن یہ شکل میری جانی پہچانی

تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا پھر آہستہ آہستہ مجھے یاد آگئی اس کا نام لیلی فرینکلین تھا آوارہ گرد ہی تھی۔ کہیں کسی جگہ مجھے ملی تھی مگر یہ اس دور کی بات تھی جب میں بھی کچھ اور تھا۔

اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات مجھے یاد آگئے۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے اٹھایا اور آہستہ سے بولا۔

"لیلی۔"

"پہچانتے ہو مجھے۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ مگر تم میں بہت فرق ہوگیا ہے۔"

"ہاں۔ میں مر چکی ہوں۔ میں بہت پہلے مر چکی ہوں۔ نواز میں مر چکی ہوں۔"

"کیسی ہو لیلی۔"

"ایک روح کیسی ہوتی ہے تمھارے سامنے ہے۔"

"کس چیز کی ضرورت ہے تمھیں۔"

"نہیں۔ موت چاہیے صرف موت۔"

"نہیں اسی کیمپ میں ہو۔" میں نے چور نگاہوں سے شیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں نہیں ملتی ہوں۔"

"میں تم سے پھر ملاقات کروں گا۔" لیلی کچھ نہ بولی۔ میں نے گٹار واپس اس کے مالک کو دے دیا اور وہ نشیلے لہجے میں بولا۔

"نہیں فنکار نہیں۔ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں، ان تاروں سے جو نغمے نکل چکے ہیں وہ ان ہی میں قید ہو کر رہ جائیں گے دوبارہ یہ نغمے ان تاروں سے نہیں نکلیں گے اس لیے اسے اپنے ساتھ لے جاؤ جب بھی میں یہ گٹار بجاؤں گا مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوگا۔

"نہیں دوست۔ یہ تمھاری ملکیت ہے۔ میں نے گٹار کی ڈوری اس کے گلے میں ڈال دی اور اس کے شانے پر تھپکی دی وہ گردن جھکا کر کھڑا رہ گیا تھا۔ پھر میں شیلی کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔

"آؤ شیلی واپس چلیں۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے میرے قدموں سے قدم ملا کر چلنے لگی۔ میں اس کی گہری خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر میں نے کہا۔

"کیا بات ہے شیلی کوئی اُلجھن ہے تمھیں۔"؟

"اوہ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ چونک کر مسکرا دی۔

"کیا سوچنے لگی تھیں۔"؟

"بس انہی لوگوں کی زندگی کے فلسفے پر غور کر رہی تھی، کہ آخر یہ لوگ کس طرح زندہ ہیں کیوں زندہ ہیں، ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے بظاہر ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے۔ چھوڑو ان باتوں کو، لیکن یہ گٹار اتنا خوبصورت گٹار کیسے بجا لیتے ہو۔"؟

"تمھیں پسند آیا۔" میں نے پوچھا۔

"تم پسند آنے کی بات کرتے ہو، میں نے اتنا خوبصورت گٹار کبھی نہیں سُنا، کاش میرا گٹار میرے پاس ہوتا تو میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر رات بھر تم سے نغمے سنتی۔"

"کوئی بات نہیں ہے، زندگی طویل ہے اور لوگوں کے کہنے کے مطابق دنیا گول، ممکن ہے کبھی ہماری تمھاری ملاقات اس طرح ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گٹار موجود ہو۔"

"وہ لڑکی کون تھی۔"؟

"ایک پرانی شناسا۔ یونہی کبھی کسی ایسی آوارہ زندگی کے سفر میں مل گئی تھی۔"

"بہت بے تکلف معلوم ہوتی تھی تم سے۔" شیلی کے لہجے میں عورت اُبھر آئی۔

"نہیں شیلی ایسی بات نہیں، ان لوگوں کی اپنی دنیا ہوتی ہے اور اس دُنیا میں وہ اپنے ساتھیوں کا تعین کر لیتے ہیں۔"

"اس نے تمھیں اپنا ساتھی بنایا تھا۔"؟

"جس انداز میں تم سوچ رہی ہو اس انداز میں نہیں۔"

"نہیں نہیں۔ میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

ہم دونوں کار کے نزدیک واپس پہنچ گئے، چاندنی شباب پر تھی، میں کار سے ٹک کر کھڑا ہوگیا اور جھیل کے چمکتے ہوئے پانی کی طرف دیکھتا رہا شیلی کے انداز میں، میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ یہ بے وقوف لڑکی میرا تعاقب کرنے کے لیے میرے پیچھے لگائی گئی ہے لیکن اگر اگر یہ میرے جال میں پھنس جائے تو کیسا ہو، ممکن ہے مجھے اس کے ذریعے نرلوکا کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو سکیں، کام مشکل تھا، لیکن کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا، چنانچہ میں نے اپنے ذہن میں منصوبہ بندی کر لی۔

بہت عرصہ ہوا تھا، جب دل آوارہ تھا، کوئی پاس نہیں تھا، تنہائی تھی لیکن اب جبکہ زیبی نے میری زندگی میں ٹھہراؤ پیدا کر دیا تھا، تو میرے ذہن سے پُرانی باتیں بالکل نکل چکی تھیں، اور میں خود کو ایک ٹھہرا ہوا انسان سمجھتا تھا جسے اپنی پچھلی زندگی پر بار بار شرم محسوس ہوتی تھی۔

زیبی نے میری زندگی میں آنے کے بعد دوسری تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا تھا لیکن آج زیبی کے حصول کے لیے ہی میں

ایک بار پھر انہی راستوں کی طرف سفر کر رہا تھا، ہاں راجہ نواز اصغر کو انہی راستوں پر لوٹا دیا گیا تھا جہاں سے وہ کبھی کا گزر چکا تھا یہ راستے قتل و غارت گری کے راستے تھے۔ یہ وہ راستے تھے جن کے بارے میں، میں نے سوچا تھا کہ اب کبھی ان پر واپسی نہیں ہوگی میں نے زیبی سے ایک دن کہا تھا۔

"زیبی انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آئندہ اس کی زندگی کیا ہوگی"؟

"یہ خیال کیوں آیا نواز"؟

"تمھارے ساتھ یہ زندگی گزارتے ہوئے"

"یہ زندگی تمھیں پسند ہے نواز"؟

"ہاں زیبی اور میری دعا ہے کہ زندگی میں کبھی ان راستوں پر دوبارہ سفر نہ کروں"۔ میں نے خلوصِ دل سے کہا تھا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے وہ راستے یاد ہی نہیں رہے تھے شیلی کے بارے میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کا موڈ خاصا بگڑا ہوا ہے جس طرح اس لڑکی

سے ملا تھا اس کو دیکھتے ہوئے شیلی کے اندر کی عورت جاگ اُٹھی تھی۔ حالانکہ میرا اس کا رشتہ ہی کیا تھا۔

بہرطور یہی عورت اپنے آپ کو مرد کے ہم پلہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اپنے بگڑے ہوئے موڈ کا ثبوت اس نے اس طرح دیا کہ کار میں داخل ہو گئی اور اندر داخل ہو کر تمام شیشے چڑھا لیے۔ کار کی سیٹ کھولی اور لیٹ گئی۔

میں چند لمحات اپنی جگہ کھڑا اس کی کارروائی دیکھتا رہا اور پھر جھیل کے کنارے کی جانب بڑھ گیا۔ میں اب خود بھی اُسے دوسرے طریقوں سے مارنا چاہتا تھا میں نے جھیل کے کنارے ایک جگہ پسند کی اور لیٹ گیا۔

میری نگاہیں چاند پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن آہستہ آہستہ ماضی کی طرف لوٹ رہا تھا یہی چاند میرے گھر کے آنگن میں بھی نظر آتا تھا۔ چوڑا چکلا آنگن جہاں دوسری چارپائیاں بھی بچھی ہوئی تھیں بارش کے موسم میں بھیگی بھیگی ہوائیں ہمارے آنگن میں اُبھر آتی تھیں۔

ڈیوڑھی سے حقّے کی آوازیں اُبھرتی تھیں اور پھر شیرے ملے ہوئے تمباکو کی سوندھی سوندھی خوشبو پورے آنگن میں چکراتی ہوئی پھرتی تھی۔

اس وقت جب ڈھلے ہوئے آسمان سے بادل چھٹتے تو چاند کی مسکراہٹ کیسی پاکیزہ ہوتی تھی۔ ہنستا ہوا کیسا بھلا لگتا تھا وہ لیکن آج کا چاند داغ دار تھا۔ یہ داغ دل کے داغ تھے میرے

یہ داغ بلند ہو کر چاند کی پیشانی پر جا چپکے تھے۔ کل اور آج میں بہت فرق تھا۔ چاند سے نگاہیں نہ ملائی گئیں۔

زیبی یاد آ رہی تھی۔ موجوں کا طوفان اُبل رہا تھا اگر یہ طوفان کناروں سے بہہ نکلا تھا تو پھر کبھی نیند نہیں آ سکے گی ان طوفانوں کو رُکنا چاہیے۔ اس سیلاب کو دل سے جھٹک دینا چاہیے جو زندگی کا روگ بن جاتے ہیں۔ زیبی جہاں بھی ہو خدا کرے زندگی کی دلچسپیوں سے بہرہ ور ہو، خدا کرے اُسے کوئی ذہنی کرب نہ ہو۔

لیکن یہ دعا بھی اپنے آپ کو ایک شرم کی حیثیت سے محسوس ہو رہی تھی۔ زیبی مجھ سے کم متردد نہیں ہوگی۔ اگر وہ زندہ ہے تو یقینی طور پر اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہ ہوگی۔

میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا جھیل کی طرف سے چلنے والی ہوائیں فرحت بخش تھیں۔ ہواؤں کا جادو سر چڑھا اور آنکھوں میں بھاری پن پیدا ہو گیا اور پھر آنکھ جھپک ہی رہی تھی کہ پشت پر قدموں کی چاپ محسوس ہوئی اور میں فوراً چونک پڑا۔

کوئی جانور بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک انسانی بدن میرے قریب آ چکا تھا۔ میں نے اُسے غور سے دیکھا فرینکلین ہی تھی۔ بکھرے ہوئے بال، بہکی بہکی چال، چاندنی رات میں وہ ایک چڑیل معلوم دے رہی تھی۔

حالانکہ یہ حسین ماحول سنسان کنارہ، رومان پرور فضا ذہن میں دوسرے خیالات پیدا کرنے کے لیے کافی تھی اور یہ لڑکی جانی پہچانی تھی۔ اس کے خطوط آنکھوں میں بسے ہوئے تھے اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

"نواز!"

"کیا بات ہے"۔ میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا میرا سارا منصوبہ فیل ہوا جا رہا تھا۔ جانتا تھا کہ شیلی کار کے شیشوں میں سے مجھے ضرور دیکھ رہی ہوگی۔ وہ رُک گئی۔ اس نے بوجھل پلکیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"نواز۔ میں تمھارا ساتھ چاہتی ہوں"

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔ کیسا ساتھ"۔ میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"نواز۔ میں بے سہارا ہوں مجھے زندگی میں اتنے داغ ملے ہیں کہ اب میں داغ داغ ہوں"

"شیلی۔ سوری مس فرینکلین، میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں اب وہ نواز نہیں ہوں جو کبھی تمھیں ملا تھا"۔

"میں پرانے نواز کو واپس لانا چاہتی ہوں"

"کیا بکواس کر رہی ہو تم۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ میری دنیا بدل گئی ہے"

"نواز۔ میں تمھارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ نواز میں گزرے ہوئے لمحات کو لوٹانا چاہتی ہوں"

"بدقسمتی سے میں مشرق کا باشندہ ہوں مس فرینکلین ہم لوگ سرپھرے ہوتے ہیں جو آنسو آنکھ سے ٹپک جائے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ایمان ہے تم عورت کے معیار سے گری ہوئی شخصیت ہو۔ بس پلیز چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں"

وہ مجھے دیکھتی رہی لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تب وہ آہستہ آہستہ اُٹھی اور کھڑی ہو گئی۔

"سنو۔ میں تمھیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی کچھ بھی ہو جائے، مجھے زندگی کے وہ لمحات واپس چاہئیں جو تم میرے ساتھ گزار چکے ہو"

"میں کہتا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں"۔

"میں بھی تمھارے قدموں میں سو جاؤں گی"۔ اس نے کہا۔

"میں تمھیں اُٹھا کر جھیل میں پھینک دوں گا"۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سہم گئی، تھوک نگلنے کی آواز بار بار سنائی دی تھی۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تمھارے پاس تھوڑی سی چرس ہوگی"۔ میرا دل چاہا کہ ایک زوردار تھپڑ لگاؤں اس کے منہ پر آخر وہ اپنی اصلیت پر آ گئی تھی۔

"چرس نہیں ہے لیکن تم اس رقم سے چرس خرید سکتی ہو"۔ میں نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اُس کے حوالے کر دیے۔

"اوہ تھینک یو ڈیئر۔ تھینک یو۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ تھینک یو" اس نے پیسے لیتے ہوئے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی لیکن اس انداز میں پلٹ پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی کہ جیسے میں اسے آواز دوں گا۔

پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے گہری سی سانس لی اور سوچنے لگا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مس فرینکلین کے ساتھ میرا بہترین وقت گزرا تھا۔

لیکن۔ لیکن وہ میرا پلان فیل کر گئی تھی کمبخت۔ شیلی نے اس کی وجہ سے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور اب تو وہ اور بھی بگڑ گئی ہوگی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں لیکن ابھی اتنا ہی سوچنے پایا تھا کہ دوسری طرف سے پھر آواز اُبھری اور میں چونک پڑا دہشت زدہ ہو کر دیکھا۔

شیلی مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی اس نے اپنے طویل بال پیچھے کر کے باندھ لیے تھے اور اس انداز میں وہ خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک پیک مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو شیلی نیند نہیں آئی"۔

"چاندنی رات میں کار کی چھت کے نیچے نیند کیسے آئے گی"؟

"میں نے سوچا تم سو گئی ہو"

"ایک سائے کو تمھارے قریب دیکھ کر آ گئی۔ میں نے سوچا وہ تمھیں نقصان نہ پہنچا دے"

"شکریہ"۔ میں نے مختصراً کہا اور وہ گھاس پر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ کافی دیر تک خاموش رہی اور اس کے بعد کہا۔

"وہ لڑکی تمھیں کسی اور نام سے مخاطب کر رہی تھی"۔

"ہاں۔ نواز کے نام سے، اس وقت میرا یہی نام تھا۔

"اس وقت"؟

"ہاں۔ ماضی کی باتیں ہیں۔ ماضی ہی میں رہنے دو۔ ان کو حال میں لائیں گے تو مجھے دُکھ ہوگا"

"کوئی بات نہیں ہے، بس یوں سمجھ لو کہ میں نے سب کچھ بھلا دیا، لیکن میں تم سے اپنے سلوک کی معافی چاہتی ہوں۔ ذہن کچھ اُلجھ سا گیا تھا میری نگاہوں میں تمھاری وقعت بڑھ گئی ہے"

"شرمندہ نہ کرو شیلی۔ تم نے میرے اوپر احسانات کیے ہیں"

"میں نے"

"ہاں بس تم مجھے وہاں سے یہاں تک لائی ہو اور تم نے خواہ مخواہ ایک اجنبی کو اتنی حیثیت دی ہے"۔ میں نے کہا اور وہ آہستہ سے مسکرا دی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

بدمست آوارہ گرد غل غپاڑہ مچا رہے تھے۔ گٹار کی دھنیں فضاؤں کے دوش پر تیرتی ہوئی یہاں تک پہنچ رہی تھیں شیلی جھیل کے پانی پر نگاہیں جمائے بیٹھی ہوئی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ زیبی سے غداری تو نہیں ہے"

لیکن میرے دل نے اندر سے کہا کہ زیبی کے حصول کے لیے ہی تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے ورنہ راجہ نواز اصغر کی تو زندگی کا رُخ ہی بدل گیا تھا۔

رات کے آخری پہر میں، میں نے شیلی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساری رات آنکھوں میں گزر چکی ہے شبلی کیا تمھیں نیند نہیں آ رہی۔"

"اوہ۔ ڈیئر فرینڈس تمھاری موجودگی میں نیند کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سو گئی تو آنکھ کھل جائے گی یہ لمحات مجھے خوابوں سے الگ نہیں محسوس ہو سکتے۔ میرے چہرے پر کرب کے آثار ابھر آئے جو سو فیصدی اداکاری پر مبنی تھے شبلی نے اس کیفیت کو محسوس کر لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ارے میں نے کوئی ایسا جملہ تو نہیں کہا تھا جس سے تم اداس ہو جاتے۔ کیا بات ہے۔؟"

"کچھ نہیں شبلی بس ایسے ہی ذرا بے وقوف قسم کا آدمی ہوں۔"

"فرینڈس ڈیئر۔ کیا بات ہے پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"جو تصور میرے ذہن میں ابھرا ہے شبلی۔ تم اسے الفاظ کی شکل میں برداشت نہیں کر سکو گی۔"

"میں سمجھی نہیں۔" وہ ایک بار پھر بولی۔ اس کے دراز بال کھل گئے تھے

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"شبلی۔ زندگی میں کچھ دوست اس طرح ملتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ دل و جان کے اس قدر قریب ہو جائیں گے کیا ہم اپنے ان چند لمحات کو کوئی اور نام دے سکتے ہیں۔"

"نہیں۔"

"بعض اوقات دھوکا کھانے کو جی چاہتا ہے بعض دھوکے ایسے حسین ہوتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو ان میں لپیٹے رکھنا چاہتا ہے لیکن جب یہ احساس ہو جائے کہ یہ سب کچھ ایک وقتی کیفیت کا نتیجہ ہے تو تم خود سوچو کہ دل کے ٹوٹنے کی آواز کتنی دور تک پھیلتی ہو گی۔"

"تمھارا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"شبلی۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گی کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو۔" میرے ان الفاظ پر وہ ایک دم سیدھی ہو گئی اس نے اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹ لیے میں اس کے چہرے کی ہیجان انگیز کیفیت بخوبی دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا میرے لفظوں نے اس پر کاری ضرب لگائی تھی۔ وہ کسی قدر نگاہیں چرا کر بولی۔

"میں۔ میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"ڈیئر شبلی۔ زندگی ایک بار جاتی ہے ایک بار ملتی ہے لیکن بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی ان پر قربان کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ تم صرف ایک بار صرف ایک بار یہ کہہ دو کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو اور یہ بھی کہہ دو شبلی کہ یہ تمھاری مجبوری ہے اور اس کے بعد مجھے قتل کر دو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ یہ پیش کش میں خود تمھیں کر رہا ہوں تمھیں شبلی۔ یہ سب کچھ میں کہہ رہا ہوں تم سے۔"

شبلی ایک دم سنبھل گئی تھی پھر اس نے کہا۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو فرینڈس۔"

"بس یہی دکھ کی بات ہے شبلی۔ اتنے سچے الفاظ سن کر بھی تم مجھ پر یقین نہیں کر سکتیں کیونکہ۔" کہ دلوں میں خاموش ہو گیا۔ وہ نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔

"اگر تم میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو میں چاہتی ہوں کہ اسے دل سے نکال دو۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا میں نے آنکھیں بند کر لیں چند لمحات اسی طرح خاموش رہا۔ اس نے مجھے اتنی طویل خاموشی میں مبتلا پا کر پھر مخاطب کیا۔

"فرینڈس۔"

"ہاں شبلی۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"وہ سوچ رہا ہوں شبلی جو سوچنا نہیں چاہتا لیکن ذہن کمبخت ہے کہ خیالات سے باز نہیں آ رہا۔ چلو ٹھیک ہے جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہو۔ مگر۔ مگر میرے سامنے صاف ستھری شخصیت اختیار کرو شبلی۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔"

"اور میں بھی تم سے متاثر ہوں فرینڈس۔"

"نہیں شبلی تمھارے یہ الفاظ حقیقتوں پر مبنی نہیں ہیں کچھ کہنا چاہتی ہو کچھ جاننا چاہتی ہو تو سنو میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا۔"

"کہو۔ فرینڈس۔"

"میرے بارے میں تم اچھی طرح جانتی ہو شبلی کہ میں کون ہوں اور میں بھی یہ بات جانتا ہوں کہ ترلوکا نے تمھیں میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں شبلی کہ میں ترلوکا کے جال میں آ پھنسا ہوں اور یہاں سان ان تونو میں پہنچنے کے بعد میں قدم قدم پر اس کے رحم و کرم پر ہوں شبلی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے یہ لمحات جس انداز میں بھی گزارے ان کے حسن سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن۔ لیکن شبلی میں تمھارے بارے میں جذباتی انداز میں سوچنے لگا ہوں۔ میں ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں کوئی عورت میری زندگی کی منزل نہیں بن سکتی۔ تم۔ تم شبلی تم میرے وجود میں بہت دور تک اتر گئی ہو شاید تمھیں اس بات پر یقین نہ آئے۔ اگر تم ساری حقیقتوں کو جانتی ہو تو تم اس

بات پر شبہ ضرور کرو گی لیکن شبلی میں۔ میں تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں۔"

شبلی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں حیرت تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔

"فرینڈس۔ ان ساری باتوں کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سب کچھ سمجھنے کے بعد انکار کرتی رہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ذہن کو بھٹکنے سے بچانا چاہتی ہو پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمھارے خیال میں میرا کردار کیا ہے۔"

"شبلی بس۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ میں کیا کہوں۔"

"تو پھر سنو فرینڈس میں تمھیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں تمھاری ذات کے نقوش کو اپنے احساسات میں جذب کر لینا چاہتی ہوں میں اس زندگی میں کسی آلودگی کو پسند نہیں کرتی میرا خیال تھا کہ شاید تم اس حد تک نہیں جاؤ گے لیکن۔ لیکن۔"

"بہر طور جو کچھ بھی ہوا شبلی میں اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم نے میرے پندار کو شکست دی ہے فرینڈس۔ اس کے بعد ممکن ہے میں کسی ایسی مصیبت میں پھنس جاؤں کہ میری زندگی بھی ممکن نہ ہو لیکن میں اتنی بے کردار بھی نہیں ہوں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔"

"کوئی الجھن اپنے ذہن پر سوار نہ ہونے دو شبلی جذبات کے بھنور سے نکل آؤ" میرے دل میں ایک بات آئی تھی کہے بغیر نہ رہ سکا میں بس یوں سمجھ لو کہ۔ کہ۔" میں خاموش ہو کر جھیل کے پانی کی طرف دیکھنے لگا شبلی خاموشی سے میری شکل دیکھ رہی تھی اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ غالباً میری نگاہوں سے بچنا چاہتی تھی۔ میں نے بھی تعرض نہیں کیا۔ دانہ ڈال دیا تھا اور اب اس کے بعد دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

شبلی نے پھر میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اطراف میں اجالا پھیل گیا۔ شبلی نیم دراز تھی۔ جب سورج کی کرنیں براہ راست ہم دونوں پر پڑنے لگیں تو ہم اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ جھیل کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور خوب اچھی طرح اپنے آپ کو صاف ستھرا کرنے کے بعد میں شبلی کی طرف بڑھ گیا۔

"ظاہر ہے کہ یہ نہیں پوچھ سکتا میں تم سے کہ تم سوئی تھیں یا نہیں۔"

"نیند کا کیا سوال ہے اور پھر وقت ہی کتنا رہ گیا تھا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"آؤ کچھ کھا لو۔ اس کے بعد گرینو چلیں گے جو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے خاموشی سے عمدہ قسم کا ناشتہ کیا۔ جس کا بندوبست شبلی کے پاس تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا اور شبلی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ آگے سڑک خاصی وسیع تھی۔ اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ یہاں کی کچھ تاریخی عمارتیں ہیں۔"

میں نے ان عمارتوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تاریخ ہے ان کی۔"

"مجھے اس سلسلے میں تفصیلات نہیں معلوم بس ایک دو بار ادھر سے گزری تھی اور ان عمارتوں کے بارے میں یہی پتا چلا تھا مجھے آؤ کیوں نہ ایک نگاہ ان پر قریب سے ڈال لی جائے۔"

"نہیں، تم جانتی ہو، گم کردہ راہ ہوں، کوئی خاص منزل نہیں ہے، کہیں بھی چلا جاؤں، میری زندگی کا مقصد تمھارے علم میں ہے۔"

شبلی نے کار ایک طرف اتار دی اور پھر اسے ان کھنڈرات کے پاس لے جا کر روک دیا۔ میں نے سفر کے دوران ایک اور کار کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس پر غور نہیں کیا تھا۔ کھنڈرات کے نزدیک شبلی نے کار روکی اور نیچے اتر گئی۔ میں اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ پیچھے ہٹ رہی ہے اور پھر چند ہی لمحات کے بعد میں نے دوسری کار کے انجن کی آواز سنی۔

وہ بہت برق رفتاری سے اس طرف آئی تھی اور پہنچتے ہی کار کا دروازہ کھلا اور اس میں سے تین آدمی نیچے اتر آئے۔ وہ تینوں تنومند تھے اور عمدہ سوٹوں میں ملبوس تھے، وہ سب میرے اطراف میں آ کر کھڑے ہو گئے، شبلی پیچھے ہٹ گئی تھی، وہ تینوں تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، اور پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگے۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا شبلی نے اپنی اصلیت نمایاں کر دی تھی، یہ جان کر کہ میں اس کی طرف سے ....

مشکوک ہو گیا ہوں اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ مجھے سزا دے۔

تینوں آدمی اس طرح میرے نزدیک کھڑے تھے جیسے کہ مجھے ہمیں ہی ڈالیں گے لیکن جیسے ہی وہ مجھ پر حملہ آور ہونے میں جھکائی دے کر گھوم گیا۔ میں نے ان میں سے ایک کی پنڈلی پر ٹھوکر ماری اور وہی پاؤں دوسرے کی ٹھوڑی پر، ایک نیچے بیٹھ گیا اور دوسرا دو قدم آگے بڑھا میں نے اچھل کر اسے گردن سے پکڑ لیا، پھر میں نے اسے جھکایا اور اپنی لات تیزی سے اس کی پنڈلی پر ماری، وہ وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ایک گھٹنا اس جھکے ہوئے شخص کی ٹھوڑی پر مارا۔ وہ اپنا منہ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس سے فارغ ہوا تو ایک لات اس کے سر پر رسید کر دی۔ جو پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا اور پھر ایک گھونسا اس کی ناک پر جمایا جو گرنے کے بعد اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

ان تینوں کو بے کار کرنے میں، میں نے زیادہ وقت نہیں لگایا تھا۔ وہ مسلح تھے اور میں نہتا۔ لیکن میں ان کے پستول خاطر میں نہیں لایا تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ اندھا دھند فائرنگ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، کیونکہ شیلی بھی ان کی زد میں آ سکتی تھی۔

شیلی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے ان تینوں کے پاس جا کر باری باری ایک ایک کو دیکھا اور پھر اس نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"آؤ۔" میں اطمینان سے اس کے ساتھ واپس چل پڑا تھا۔ وہ کار میں جا کر بیٹھ گئی اور اس نے پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"یہ انتہائی دلچسپ معاملہ تھا۔ وہ ان تینوں آدمیوں کی ناکامی پر متردد نہیں تھی اور نہ ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کر کے کہا۔

"خوبصورت کھنڈرات تھے شیلی۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"مجھے اب ان کھنڈرات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں خاموشی سے سڑک پر دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوب صورت سے قصبے میں داخل ہو گئی۔

قصبہ بڑا آئیڈیل تھا اس میں حسین ترین عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ شیلی نے ایک انتہائی حسین عمارت کے پورچ میں کار روک دی۔ میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ شیلی مجھے ان حالات کے باوجود یہاں لے آئی تھی اس کا مقصد تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی بات ضرور ہے۔

عمارت کے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے سنجیدگی سے میری شکل دیکھی اور بولی۔

"اطمینان سے بیٹھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

"اطمینان۔" میں مسکرایا۔

"تمہیں مجھ پر اطمینان کرنا ہوگا۔"

"واقعی اس کے لیے تم نے بڑی محنت کی ہے۔"

"طنز کر رہے ہو مجھ پر۔"

"ارے نہیں نہیں ایسی بھی کیا بات ہے۔"

"دیکھو۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں تھا تو پھر میرے کہنے پر یہاں تک چلے کیوں آئے۔"

"اس لیے کہ مجھے تم پر اعتبار تھا۔"

"کافی پیو گے۔؟"

"نہیں شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی میں گہری نگاہوں سے ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگا۔ لڑکی کا رویہ دلچسپ تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر مسلط کی گئی ہے اور وہ ان تین حملہ آوروں سے بے خبر بھی نہیں تھی لیکن یہ بھی ٹھیک تھا کہ اس نے ان تینوں کی کوئی مدد نہیں کی تھی اور خود نیوٹرل رہی تھی مجھے بہت پہلے کی وہ نرس یاد آ گئی جس نے اس طرح میری مدد کی تھی اور کیلی لاس کی پہاڑیوں میں ترلوکا کو شدید ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

میں سمجھتا تھا کہ یہ ترلوکا کی دوسری حماقت ہے کم از کم اسے لڑکیوں کو میرے راستے پر نہیں ڈالنا چاہئیے تھا یا پھر وہ اتنا مغرور اور خود کو بلند سمجھنے کا عادی ہے کہ اس نے اس بارے میں غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔

تھوڑی دیر کے بعد لڑکی ایک خوبصورت لباس میں میرے سامنے آ گئی اس کے بدن سے بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی لباس بھی نہایت پرکشش تھا وہ میرے نزدیک آ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں ڈیئر نواز اصغر اب تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"میرا نام فرینڈس ہے۔"

"نہیں۔ اب یہ ساری باتیں بے کار ہیں۔ چونکہ میں اور تم ایک دوسرے سے بے خبر نہیں رہے ہیں۔"

"تب پھر تبادلۂ معلومات ہو سکتا ہے ڈیئر شیلی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ عمارت کافی حد تک محفوظ ہے میں اگر خوفزدہ تھی تو انہی تینوں آدمیوں سے جو ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔"

"چلو۔ یہ بات ہے تو مجھے ان تینوں آدمیوں کے بارے میں بتاؤ وہ کون تھے۔؟"

"کیا یہ بات اب تم سے چھپی ہوئی ہے؟"

"نہیں ڈیئر شیلی تبادلہ معلومات کی بات ہے تو پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سوالات کا جواب دینا ہوگا۔"

"ترلوکا ہی کے آدمی تھے۔" لڑکی نے کہا۔

"اور تم۔"

"میں بھی اس کے ایما پر تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہوں۔"

"تم نے مجھے کہاں دیکھا۔؟"

"اس کیمپنگ میں نواز، جہاں تم موجود تھے تمہاری خواہش ہے تو میں ان تمام الفاظ کو دہرانے میں عار محسوس نہیں کرتی جن کے بارے میں تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم اس وقت سان انتونیو کے علاقے میں ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ ترلوکا اب یہاں کے چپے چپے پر چھا چکا ہے وہ صرف منشیات کا اسمگلر ہی نہیں ہے بلکہ لاتعداد جاہل اور تعلیم یافتہ لوگوں کا روحانی رہنما بھی ہے۔ ترلوکا کی شخصیت میں نواز اصغر کچھ ایسی قوتیں بھی پوشیدہ ہیں کہ ہم سب ان سے خوفزدہ رہتے ہیں وہ دلوں کا حال جان لیتا ہے میں تمہیں صرف اپنے بارے میں بتاؤں گی میں بھی اس کا ایک مہرہ ہوں ایک بہت اچھے خاندان سے میرا تعلق ہے اور یہ مت سمجھو کہ وہ خاندان بے دست و پا ہے اس سلسلے میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جو اگر چاہیں جو اگر چاہیں تو ان علاقوں میں تباہی مچا دیں۔"

"لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ترلوکا کی قوتیں ان سب پر حاوی ہیں اور میں خود بھی ایک ایسے ہی جال میں پھنسی ہوئی ہوں اور اس کی بنیاد پر ترلوکا کے لیے کام کرتی ہوں شیلی کے انداز میں اب ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس سے مجھے یہ معلوم کرنے میں دقت نہیں ہوئی کہ وہ اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے اس کے اندر کی عورت بول رہی تھی پتا نہیں اس کے ذہن کا کون سا خانہ متاثر ہو گیا تھا جس نے اسے یہ سب کچھ سچ سچ کہنے پر مجبور کر دیا تھا ورنہ عام حالات میں وہ ترلوکا کی ہرکارہ ہونے کی حیثیت سے مجھے کچھ نہ بتاتی۔"

"اگر ایسی بات ہے شیلی۔ تو مجھے افسوس ہے۔"

"نہیں افسوس کرنے کی بات نہیں ہے میں تم سے مفاہمت چاہتی ہوں۔"

"مگر یہ بات ترلوکا کے خلاف ہو گی۔"

"اس کے خلاف میں نہیں جا سکتی نواز اصغر کیونکہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں تاہم اگر میرے ذریعے تمہارا کوئی کام بن سکا تو اس بات پر دل چاہے تو یقین کر لو کہ میں تمہاری مدد ضرور کروں گی میں ذہنی طور پر تھکی ہوئی ہوں جو کچھ کر رہی ہوں اس سے خوش نہیں ہوں۔"

"تو پھر۔ یہ بتاؤ کہ پہلے میری کہانی سنو گی یا مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گی۔"

"تمہاری کہانی سے کسی حد تک مجھے واقفیت حاصل ہے۔ یعنی تم ترلوکا کے خلاف بہت کچھ کر چکے ہو تمہاری شخصیت خطرناک قرار دے دی گئی ہے لیکن ترلوکا تمہیں جو ہے کی موت مار دینے کا خواہش مند ہے شاید کسی موقعے پر وہ تم سے یہ بات کہے کہ وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرے گا بلکہ تمہیں خودکشی کرنا ہو گی۔"

"اوہ خودکشی۔ میں نے کہا۔"

"ہاں۔ اس کا یہی عہد ہے کہ وہ تم جیسے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارے گا بلکہ خودکشی پر مجبور کر دے گا۔"

"تو پھر یہ تینوں آدمی یہاں کس لیے آئے تھے؟"

"میں نہیں جانتی ان کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ انہوں نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کیوں کی لیکن اس کی مجھے ہدایت مل چکی تھی شاید وہ تمہیں مار مار کر ادھ مرا کر دیتے اور اس کے بعد تمہیں یہاں آزاد چھوڑ دیا جاتا سان انتونیو کے کسی بھی علاقے میں چلے جاؤ تم ترلوکا کی نگاہوں سے دور نہیں رہو گے۔"

"دلچسپ بات ہے بہر طور شیلی میں تمہیں اپنے بارے میں ضرور بتائے دیتا ہوں میرا نام راجہ نواز اصغر ہے پاکستان کا رہنے والا ہوں سرزمین پنجاب کا باشندہ ہوں ایک شریف انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتا تھا لیکن تقدیر نے اس کے مواقع فراہم نہیں کیے اور برائیوں کے راستے پر چل نکلا اسمگلنگ کے بہت سے گروہوں سے منسلک رہا زندگی ہنگاموں میں گزاری اور اس کے بعد ترلوکا کی راہ پر آ پڑا۔ ترلوکا نے کچھ ایسی گفتگو کی تھی کہ اپنے دین کی توہین برداشت نہ کر سکا اور اس کے خلاف صف آرا ہو گیا جس کے نتیجے میں اسے کیلی لاس میں میرے ہاتھوں تقریباً اپنے گروہ کا خاتمہ ہی برداشت کرنا پڑا اس کے بعد وہ روپوش رہا اس دوران ایک لڑکی جس نے ترلوکا کے خلاف میری مدد کی تھی میری زندگی میں داخل ہو گئی اور میں نے اس سے شادی کر کے نیویارک میں اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا۔"

"ترلوکا اس دوران پتا نہیں کیسے کیسے حالات اور مصائب سے گزرا اور اس کے بعد اس نے اپنے قدم جما کر میرے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا اور اس کی ابتدا یہ کی کہ زیبی کو اغوا کر لیا زیبی میری زندگی میں بہت بڑا دخل رکھتی ہے اور میں اس کے بغیر خود کو نامکمل سمجھتا ہوں۔ بس یہ ہے میری کہانی۔"

"تم ترلوکا کے کئی آدمیوں کو قتل کر چکے ہو شاید وکٹر ویلی بی

کو بھی جو لاس اینجلس میں ترلوکا کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔“

”ہاں۔ یہ میرے دل میں خواہش ہے کہ میں اُسے اتنے نقصانات پہنچاؤں کہ وہ بدحواس ہو جائے۔“

”ہوں۔ راجہ نواز اصغر تم تنہا ہو نا۔“

”ہاں۔ میں سمجھا نہیں۔“

”تنہا ہونے کے باوجود تم ترلوکا سے ٹکرانے کی ہمت کر رہے ہو۔ کیلی لاس میں ترلوکا اگر تمہارے ہاتھوں دھوکا کھا چکا ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ یہ صرف اس کی بدقسمتی تھی ورنہ اس کا کیا سوال ہے حکومتیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ پا رہیں تو ایک شخص کیا بگاڑے گا۔“

”ہونہہ۔ مجھے تم جیسی ذہین لڑکی کی ضرورت ہے پہلے میں تمہارے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن اب اگر تم چاہو تو۔“

”مجھے کیا ملے گا اس سے میں کیا کروں گی اپنی زندگی کھو کر۔“

”مقصد۔ میں نہیں سمجھا۔“

”مجھے بھی تو زندگی میں ٹھوس راستے چاہئیں بولو۔ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو اور پھر تمہارے ذہن میں ایک ایسی لڑکی موجود ہے جو تمہاری بیوی بھی بن چکی ہے پر میرے لیے کیا رہ جاتا ہے۔“

میں اس کے ان الفاظ پر دنگ رہ گیا تھا یہ لڑکیاں کہیں بھی ہوں میرا تجربہ ہے کہ احمق ضرور ہوتی ہیں بتائیے مجھ جیسا بے کار آدمی جو کسی طور اس کے لیے کارآمد نہیں تھا اس کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا صرف اس کی رفاقت میں پتا نہیں اس کی کیا وجہ تھی تاہم میں نے اس سے کہا۔

”تم کہنا کیا چاہتی ہو شیلی۔“

”کچھ نہیں بے کار ہے۔“ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”تم جس انداز میں سوچ رہی ہو کیلی مجھے شاید ان راستوں پہ آنے میں قطعی ناکامی ہو گی۔“

”نہیں نہیں اب میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی مجھ سے کیا چاہتے ہو یہ بتاؤ۔“

”شیلی میں تو تم سے کچھ بھی نہیں چاہتا تھا تم بھی میری ہم سفر بن گئی تھیں اور اس کے بعد جو کچھ کیا تم نے ہی کیا تم مجھ سے اگر کہہ دیتیں تو میں ان تینوں آدمیوں کے ہاتھوں زخمی ہو جاتا بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ میں تمہارے ساتھ یہاں تک آتا تم خود مجھے یہاں تک لائی ہو اس کے بعد جو بھی تم چاہو۔“ لڑکی کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

”اگر میں تمہارے ساتھ مل جاؤں تو کیا تم میری مدد بھی کرو گے۔“

”مگر تم تو کہتی ہو کہ ترلوکا سے بچنا کسی طور ممکن نہیں ہے پھر کیا فائدہ میرا ساتھ دے کر۔“

”اب تم خود ایسی گفتگو کر رہے ہو آخر کچھ تو حاصل ہو مجھے میں بھی تو کچھ لوگوں کو جواب دہ ہوں۔“

”اچھا ایک بات بتاؤ“ میں نے کہا۔

”کیا۔؟“

”کیا ترلوکا سے تمہاری براہ راست ملاقات ہے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بڑے بڑے اسے نہیں دیکھ سکتے تو میں کیا چیز ہوں وہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ راجہ نواز اصغر اتنی بڑی قوت کے مجھے تعجب ہے کہ کیلی لاس میں اُسے تمہارے ہاتھوں نقصانات کیسے ہو گئے۔ بہر طور شاید تمہیں یہ سن کر دلچسپی ہو کہ تمہیں سان انتونیو لے آیا گیا ہے وکٹر ویل بی کو ترلوکا خود ختم کرنا چاہتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اس طرح کامیاب نہ ہو پاتے۔ یہ کام تمہارے ہاتھوں کرانے کے بعد ترلوکا نے تمہیں یہاں لا ڈالا ہے۔ اور اب تمہارے لیے کوئی خاص ہدایت نہیں ہے سوائے اس کے کہ تمہیں سان انتونیو میں آزاد گھومنے دیا جائے بس اتنا کہا ہے اس نے کہ تمہارے مشاغل پر نگاہ رکھی جائے۔“

”اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ تین آدمی بھی میرے پیچھے لگا دیے بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی شیلی۔“

”میں جھوٹ نہیں بول رہی اگر تم تیار ہو تو تمہارے لیے میں یہاں ایک مصروفیت تلاش کر دوں۔“

”کیا۔“

”تم میری مدد کرو میرا ایک کام کرنا ہو گا تمہیں۔“

”کیا کام ہے۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”چند لوگوں کو تمہارے ذریعے بے وقوف بنانا چاہتی ہوں اس کے لیے ایک پروگرام ہے میرے ذہن میں۔“

”میرے ذریعے؟“

”ہاں۔ تمہارے ذریعے۔“

”کون لوگ ہیں وہ۔ اور اس کا مقصد کیا ہو گا۔“

”بہت معمولی سا۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

”لیکن میری حیثیت کیا ان لوگوں کو یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ میں کون ہوں۔“

”تم ذہین آدمی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں آسانیاں بھی فراہم کروں گی۔“

”ہوں۔ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

”اس کا صلہ مجھے کیا ملے گا شیلی۔ دیکھو نا ہم دونوں ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور مجھے کم از کم یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے مقصد میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہوں۔“

”اس سلسلے میں تمہارا جو کام ہے وہ میں کروں گی۔“

”مطلب۔“

”تم اپنی بیوی کی تلاش میں یہاں آئے ہو نا یہ بتاؤ اگر ترلوکا کو ختم کرنے کا تصور تمہارے ذہن سے نکل جائے اور تمہاری بیوی تمہیں مل جائے تو کیا تم یہ بات تسلیم کر لو گے۔“

میں کسی سوچ میں ڈوب گیا کم از کم اس لڑکی کے ذریعے اگر یہی کام ہو جائے کہ زیبی کے بارے میں پتا چل جائے تو کیا حرج ہے۔ ترلوکا کا مسئلہ بعد میں بھی نمٹا جا سکتا تھا۔ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

”یہ ممکن ہے۔“

”اس کے علاوہ میں تمہیں ایک بڑا معاوضہ بھی پیش کر سکتی ہوں۔“

”جو معاوضہ تم مجھے دو گی اس کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت مجھے نہیں رہتی۔“

”پھر بھی۔ میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی۔“

”چلو چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ کام کیا ہو گا۔ میں نے کہا اور وہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر کہنے لگی۔

”بتا دوں گی اس کے بارے میں اب تم یہاں دوستوں کی مانند رہو۔“

”کیا ترلوکا کو اس بات کا پتا نہیں چل سکے گا کہ ان تینوں کو زخمی کرنے کے بعد تم نے میرا ساتھ دیا ہے۔“

”نہیں نہیں۔ تم اس سلسلے میں فکر مت کرو میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گی۔“ میں پرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا یہاں آ کر لڑکی کچھ الجھنے لگی تھی اس کے خیال میں بلکہ اس کے الفاظ میں ترلوکا وہ آدمی تھا جو سان انتونیو کے چپے چپے کی نگرانی رکھتا تھا لڑکی نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کہیں بھی ہوں ترلوکا کی نگاہیں مجھ پر ہوں گی اور اس کے بعد وہ مجھے کسی ایسے کام میں ملوث کر رہی تھی جو ایک ذاتی نوعیت کا حامل تھا۔

اس وقت ترلوکا کی نگاہیں کہاں بھٹک جائیں گی یہ بات سمجھ میں نہ آنے والی تھی اگر لڑکی کسی طور فراڈ کر رہی ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ وہ مجھے زیبی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بتا بھی دے۔

میں نے پہلا نظریہ جو قائم کیا تھا لڑکی کے بارے میں اس میں رخنے پڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے یہ بات کم از کم ذہن کو مطمئن نہیں کرتی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب کیا کیا جائے سان انتونیو کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل ہو سکتی تھیں وہ اس لڑکی سے حاصل کی جا چکی تھیں اگر شیلی کسی نئے ہنگامے میں مجھے پھنسانا چاہتی ہے تو پھر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں ان ہنگاموں میں پھنسوں یا نہ پھنسوں۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کوئی خاص بات نہیں شیلی۔ بس ایسے ہی کچھ الجھنیں ذہن میں آ گئی ہیں۔“

”میرا تو یہی مشورہ ہے کہ تمام الجھنوں کو ذہن سے نکال دو۔“

”کیا تم مجھے اپنا کام نہیں بتاؤ گی۔ اگر تم اپنا کام مجھے بتا دو تو میں اس کے لیے ایک نظریہ تو قائم کر لوں کہ مجھے کیا کرنا ہو گا۔“

”اتنی جلدی بھی کیا ہے ڈارلنگ۔ آرام سے رہو یہ گھر محفوظ ہے تمہارے لیے۔“

”تمہارے الفاظ کے مطابق تو میں پورے سان انتونیو کو ہی اپنے لیے محفوظ سمجھتا ہوں اچھا چلو یہ بتا دو کہ ترلوکا کا قیام کہاں ہو گا۔؟“

”سان انتونیو کے علاقے ہی میں ہے۔ کبھی کہیں ہوتا ہے اور کبھی کہیں۔“

”کیا یہاں باقاعدہ درس نہیں ہوتا۔“

”درس!“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں۔ لیکن لاس اینجلس کی پہاڑیوں میں تو ترلوکا ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے پیروکاروں کو باقاعدہ درس دیتا تھا انسانیت کے بارے میں بتاتا تھا۔“

”میرے خیال میں اب ایسا کوئی درس نہیں دیا جاتا۔ وہ خاموشی سے اپنے کام میں معروف ہے۔“ شیلی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا پھر شیلی آہستہ سے بولی۔

”اب اٹھو یہاں سے اٹھو۔ میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں میں کچھ فیصلے کر رہی ہوں اور اس کے بعد تمہیں ان فیصلوں سے آگاہ کر دوں گی۔“ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کی بات مان لیتا۔

اس نے جو آرام گاہ مجھے دکھائی وہ انتہائی نفیس اور آرام دہ تھی ملحقہ باتھ روم میں غسل کرنے کے بعد میں اس بستر پر آ کر لیٹ گیا جو میرے لیے ہی تھا۔ لڑکی چلی گئی تھی پہلے تو میں نے اس کے بارے میں یہی سوچا تھا کہ وہ میرے بارے میں سنجیدہ ہو گئی ہے لیکن کیا کہا جا سکتا ہے اس کی الجھی ہوئی گفتگو پر یقین کسی طور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی کیا تھا میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اگر ترلوکا نے اس لڑکی کے ذریعے مجھ پر یہ جال پھینکا ہے اور میرے سلسلے میں کوئی پروگرام ترتیب دیا گیا ہے تو سچی بات یہی تھی کہ اس وقت میں اسے اس کی کارروائیوں سے نہیں روک سکتا تھا بہتر یہی تھا کہ میں اپنے طور پر اس کا آلۂ کار بنا رہوں اور جب بھی مجھے موقعہ ملے میں کوئی داؤ کھیل جاؤں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں آرام کی نیند سو جاؤں اور میں نے یہی کیا۔

صبح کو جاگا تو شیلی میرے لیے ناشتہ تیار کر چکی تھی اس کے چہرے پر اب شگفتگی ہی شگفتگی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ تر و تازہ ہو گئی ہو میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

"ہیلو۔ رات کیسی گزری؟"

"بہت خوب گزری بڑی آرام دہ۔ طویل عرصے کے بعد اتنی آرام دہ نیند نصیب ہوئی ہے۔"

"ہم آج یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

"کہاں چلو گی۔؟"

"میڑوول۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ سان انتونیو کا ہی کوئی علاقہ ہے۔"

"ہاں۔ ایک نو آباد شہر لیکن انتہائی جدید اور اعلیٰ خصوصیات کا حامل۔"

"وہاں کیوں چلنا ہے ہمیں۔؟"

"بس میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم میری مدد کرو گے۔ اور میں تمہاری اس وقت تک جب تک مجھے تم سے کوئی نقصان نہ پہنچے یہ بات ذہن نشین رکھنا کہ میں دل سے تمہاری ہمدرد ہوں ممکن ہے ہمیں کچھ ایسے واقعات پیش آئیں جو تمہاری سمجھ میں نہ آتے ہوں لیکن یوں سمجھ لو کہ میں اس سلسلے میں تمہاری رہبر رہوں گی۔"

"شیلی۔ اس انداز میں میں نے کبھی کام نہیں کیا زندگی بھر لیکن تم پہ بھروسہ کر رہا ہوں۔"

"مطمئن رہو جو کچھ ہو گا تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔" شیلی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا میں سوچ رہا تھا کہ احمق لڑکی اپنی دانست میں مجھے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔

"جن لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑے گا اس سلسلے میں نواز اصغر وہ بہت خطرناک لوگ ہیں ممکن ہے تمہیں ان پر اپنا فن دکھانے کی ضرورت پیش آئے۔"

"شیلی۔ میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی ترلوکا نے کیا اپنے کارکنوں کو اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ملوث رہیں؟"

"یہ ذاتی معاملہ میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے بس یوں سمجھ لو کہ اگر میرا یہ کام ہو جاتا ہے تو میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہوں۔"

"اور تم مجھے کام کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔"

"پلیز نواز اصغر ابھی کچھ نہیں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

شیلی اپنے طور پر کارروائیاں کرتی رہی میں چونکہ دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اس کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دوں گا اس لیے میں صرف ایک خاموش تماشائی بنا رہا۔

دوپہر کو گیارہ بجے کے قریب وہ ضروری تیاریوں کے ساتھ باہر نکل آئی میں اس کے ساتھ تھا اور اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت رکھتا تھا۔

کھانے پینے کا سامان اس نے ساتھ لے لیا تھا اس کا مقصد تھا کہ میڑوول کا سفر بھی لمبا ہی ہے بہر طور ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے شیلی ڈرائیو کر رہی تھی اور میں پرسکون نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا خاصا خوبصورت علاقہ تھا جس سے کار گزر رہی تھی دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے ان کے اختتام پر باغات نظر آ رہے تھے جن میں جھولتے ہوئے پھلوں کی خوشبو ہواؤں کی روش پر تیرتی ہوئی سڑک پر پھیل رہی تھی اور موسم بڑا خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔

سفر جاری رہا ایک طرح سے پکنک کا انداز تھا پھر راستے میں ایک جگہ شیلی نے کار روکی یہاں ہم نے لنچ کیا لنچ کے دوران شیلی کہنے لگی۔

"ہم ایک ایسی جگہ چل رہے ہیں میڑوول کے بارے میں تو میں تمہیں بتا ہی چکی ہوں لیکن میڑوول میں ایک شخص چارلس نامی ہے جو کافی خطرناک ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مقابلہ چارلس سے ہو جائے۔"

"شیلی اچانک تم نے یہ فیصلہ کیوں کر لیا کہ مجھے اپنے کام میں اس طرح شریک کر لو۔"

"اس کی وجہ ہے ان تین آدمیوں کی تم نے جس طرح پٹائی کی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم ذہن کے ساتھ ساتھ ہاتھ پاؤں کا استعمال بھی بخوبی جانتے ہو۔"

"کیا تمہیں یہ خدشہ نہیں ہے کہ میں بالآخر تمہارے راز سے

اقف ہو جاؤں گا۔"

"دیکھو نواز اصغر صرف ابتدائی باتیں ہیں جن کے
رے میں تمہیں بتانا چاہتی بس یوں سمجھ لو کہ کچھ ایسے لوگ ہیں
ی سے میرا ذاتی معاملہ چل رہا ہے اگر وہ لوگ زیر ہو جاتے
یں تو میں ترلوکا کی نگاہوں میں بہت بڑی حیثیت کی مالک بن کر جاؤں گی
لوکا کے کام کہیں بھی رکے نہیں رہتے لیکن بعض اوقات وہ
با ہاتھ ڈالنا پسند نہیں کرتا اس لیے کہ کچھ لوگوں سے وہ جھگڑا
ول لینا نہیں چاہتا اگر یہ کام میں کر لوں تو تم یقین کرو کہ ترلوکا
س کے عوض مجھے بہت کچھ دے سکتا ہے اور اگر مجھے اس کی قربت
اصل ہو گئی تو اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ میں زیبی کو مانگ
وں یا اگر یہ نہ بھی ہو سکا تو بھی کم از کم یہ پتا لگا لوں کہ زیبی ہے
ہاں۔" میں خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔

دل ہی دل میں، میں سوچ رہا تھا کہ بے وقوف لڑکی ایک
قت ایسا آئے گا جب تم اپنی تمام تر چالوں سمیت میرے ہاتھوں
ہی فنا ہو جائے گی اگر ترلوکا کے مسئلے میں تو نے میری مدد نہیں کی
تو میں اپنے اس وقت کے ضائع ہونے کا تجھ سے پورا پورا صلہ
وصول کروں گا چنانچہ میں نے پوری طرح خاموشی اختیار کر لی تھی۔

میں اس شخص چارلس کے بارے میں سوچ رہا تھا جس
کا حوالہ مجھے دیا گیا تھا بالآخر ہم میڑوول پہنچ گئے دیکھنے کے قابل
جگہ تھی صاف کشادہ سڑکیں وسیع و عریض جگہ جگہ سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا
تھا۔ خوبصورت طرز کے دو منزلہ مکان بنے ہوئے تھے یہاں تیسری
منزل کسی مکان کی نہیں تھی ایک مثالی قصبہ آباد کیا گیا تھا جس کا
حسن قابل دید تھا اطراف میں پہاڑ پھیلے ہوئے تھے جن کی دھندلی
چوٹیوں پہ برف پھیلی ہوئی تھی۔

بادل پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے اترے ہوئے تھے اور ماحول میں خنک خنک سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔

ہم نے ایک انتہائی خوبصورت جگہ قیام کیا یہاں ایسے مکانات مل جاتے تھے جو یہاں آنے والوں کے لیے بنے ہوئے تھے اور ان کا معقول کرایہ وصول کیا جاتا تھا۔

شیلی نے ایک ایسی ہی جگہ پسند کی تھی اور وہاں وہ فروکش ہو گئی۔

کمرہ ہوٹل نما نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اسے گیسٹ ہاؤس کہا جا سکتا تھا نیچے کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر ایک معمر عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال سفید تھے سروس بہت عمدہ تھی ضرورت کی ہر چیز یہاں فراہم کر دی جاتی تھی۔

یہاں تک کہ کھانے وغیرہ کا انتظام بھی اسی انداز میں کر دیا جاتا تھا جیسے ہوٹلوں میں ہوتا تھا شیلی بہت مستعد نظر آ رہی تھی اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک عمدہ ساخت کا پستول نکال کر مجھے دیا اور میں پستول کے چیمبر چیک کرنے لگا۔

"یہ کس لیے شیلی۔؟"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا یہاں ہماری آمد پوشیدہ ہو گی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کچھ لوگوں کو ہماری آمد کا علم اس سے پہلے کہ ہم شہر میں پہنچیں ہو چکا ہو گا۔"

"او ہو کون ہیں وہ لوگ۔"

"چارلس اور اس کے ساتھی۔"

"یہ چارلس ہے کیا چیز۔؟"

"بہت بڑی چیز ہے بس یوں سمجھ لو کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ترلوکا بھی ہاتھ نہیں ڈالتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ترلوکا کے راستے میں مزاحم نہیں ہوتے۔"

"گویا۔ بات وہیں پہ پہنچ جاتی ہے کہ یہ صرف تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ہاں۔ ایک طرح سے ذاتی ہی سمجھ لو لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ در پردہ ترلوکا ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا یوں سمجھ لو ایک تنظیم ترلوکا کی ہے تو دوسری تنظیم ان لوگوں کی ہے۔"

"ان لوگوں کی تنظیم کا کیا نام ہے۔؟"

"کوئی نام نہیں ہے بس تنظیم کہلاتی ہے۔"

"ان کا کام کیا ہے۔" میں نے سوال کیا اور شیلی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے معذرت آمیز انداز میں گردن ہلائی۔

"اگر یہ بات صرف میری زندگی کی ہوتی تو میں تمہیں اپنا رازدار بنا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے تمہیں بہت سی الجھنوں سے گزرنا ہو گا جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ۔"

"حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی کسی عورت کے احکامات پر اس طرح عمل نہیں کیا شیلی لیکن میں اپنی فطرت کے خلاف تمہارے ساتھ یہ رعایت برت رہا ہوں۔"

"میں اس کے لیے زندگی بھر تمہاری شکرگزار رہوں گی۔" شیلی نے جواب دیا۔

یہ پورا دن ہم نے اس قیام گاہ ہی میں گزارا میں اور شیلی مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ رات ہو گئی، ہوٹل یا ہوٹل نما مکان کا کاروبار بند ہو گیا اس کی مالکن نے ہم سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا اور جب ہم نے اس

سے اس کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ اب کوئی چیز درکار نہیں ہے تو وہ چلی گئی گویا اب ان لوگوں سے رابطہ نہیں قائم ہو سکتا تھا۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ہمارے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شیلی چونک پڑی اس کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں اس الماری کے پیچھے ہوئی جاتی ہوں دیکھو کون ہے۔"

میں مستعد ہو کر دروازے کی جانب بڑھ گیا پستول میرے پاس موجود تھا اور میں کسی بھی لمحے اسے نکال سکتا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا اور ایک لمحہ کے لیے ساکت ہو گیا۔ بھاری بدن کا ایک شاندار اور صحت مند آدمی میرے سامنے کھڑا تھا لیکن اس کے ہاتھ سیاہ پستول کی نال میری پیشانی سے آکر چپک گئی تھی۔

"پیچھے ہٹو" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ دفعتاً عقب سے کوئی ایسی حرکت جس کی وجہ سے ہلکی سی آواز ہوئی اور آنے والا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا یہی ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری اور جیسے ہی اس کا ہاتھ بلند ہوا میں نے اس کی کلائی کو گرفت میں لے کر اس کے ہاتھ کو اونچا اٹھا دیا۔ بھاری بھرکم شخص نے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی وہ اگر چاہتا تو فائر بھی کر سکتا تھا لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ یہاں گولی چلانا اس کے حق میں نہیں ہوگا چونکہ اطراف میں اور بھی لوگ مقیم تھے اس کی یہ کمزوری میرے لیے بہتر ثابت ہوئی میں نے پوری قوت سے گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا اور پھر اس کی گردن پر دوسرا گھونسا رسید کر دیا۔ اس طرح ریوالور پر اس کی گرفت مضبوط نہ ہو سکی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ وہ زمین پر جا پڑا تھا پیٹ پر پڑنے والی ضرب نے اسے خاصی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا میں اب اس کو موقع نہیں دے سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے گریبان سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے ایک طرف دھکیل دیا وہ دیوار سے جا ٹکرایا تھا اس درمیان شیلی بھی باہر نکل آئی اور اس نے اندر آنے والے کا پستول اپنے قبضے میں کر لیا میرا شکار بری طرح دیوار سے ٹکرایا تھا اس نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا لیکن کھڑا ہونے کی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی وقت شیلی اس کے نزدیک پہنچ گئی اس نے پستول کی نال آنے والے کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو، چارلس! کیسے مزاج ہیں تمہارے۔"

"ہاں ہاں! خبردار اپنے ہاتھوں کو جنبش مت دو ورنہ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گی"۔ شیلی کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ آنے والے نے جس کا نام چارلس لیا تھا اور جس کا تذکرہ شیلی مجھ سے پہلے ہی کر چکی تھی قہر آلود نگاہوں سے شیلی کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔

"تم جانتی ہو تم مجھے کبھی گولی نہیں مار سکتیں"۔ اس نے کہا۔

"نہیں چارلس وقت بدل گیا ہے مجھے تمہاری زندگی سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"جھوٹ بول رہی ہو اگر ایسا ہوتا تو تم سب سے پہلا کام یہی کرتیں کہ مجھے ختم کر دیتیں"۔ میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا تھا اور میری نگاہیں معنی خیز انداز میں دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کہیں یہ سب کچھ ڈرامہ تو نہیں ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا تھا وہ خاصا مناسب تھا۔ چارلس کے ہونٹوں پر خون جمع ہو گیا تھا اس نے اپنی آستین سے خون پونچھا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر! کیا یہ لڑکی مجھے گولی مار سکتی ہے"۔ میں نے گہری نگاہوں سے چارلس کو دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا اور پھر میری بھرپور ٹھوکر اس کے پیٹ پر پڑی وہ تھوڑا سا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا لیکن اس ٹھوکر نے اسے اوندھا کر دیا اور وہ سر کے بل نیچے آ گیا۔

"یہ تمہیں گولی مار سکتی ہو یا نہ مار سکتی ہو لیکن میں ٹھوکریں مار مار کر تمہیں ختم کر دوں گا"۔ میں نے کہا لیکن اس بار وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ اس طرح اوندھا گرا کہ مجھے یہ گمان گزرے کہ اس کے پیٹ میں سخت تکلیف ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے وہ اوندھا ہوا ہے لیکن نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور میرے ٹخنوں کو اپنی گرفت میں لے کر پھرتی سے کھینچ لیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے بھی انتہائی ذہانت اور مہارت سے کام لیتے ہوئے الٹی قلابازی کھائی تھی ورنہ اس طرح گرتا کہ کھوپڑی کا پچھلا حصہ شاید بالکل چور چور ہی ہو جاتا۔ میں الٹی قلابازی کھا کر پھر پیروں کے بل نیچے آ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اسے سزا بھی دینی تھی چنانچہ جیسے ہی میرے دونوں پاؤں زمین پر جمے میں نے اچھل کر ایک ٹھوکر اس کے گھٹنے میں رسید کر دی۔ البتہ یہ ٹھوکر ہلکی پڑی تھی چونکہ وہ بھی کچھ پیچھے ہو گیا تھا البتہ اس بار اس نے جو حرکت کی وہ میرے لیے متوقع نہیں تھی وہ اس طرح اچھلا تھا جیسے مجھ پر حملہ آور ہو رہا ہو لیکن ہوا یوں کہ اس کی دونوں ٹانگیں شیلی کی کمر کے گرد لپٹ گئیں اور اس نے عقب سے شیلی کے ریوالور والے ہاتھ کو جکڑ لیا۔ میں ٹھٹک کر رہ گیا صورت حال یکایک تبدیل ہو گئی تھی اب اس صورت حال سے نجات کا ذریعہ

صرف شیلی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ شیلی بالکل ہی احمق لڑکی نہیں تھی۔ چونکہ چارلس کا پورا وزن اس کے بدن پر آ پڑا تھا اس لیے وہ اس طرح ڈگمگائی جیسے گر رہی ہو لیکن وہ پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی تھی اتنی کہ وہ چارلس کو لیے ہوئے دیوار تک پہنچ گئی اور پھر اس نے پوری قوت سے چارلس کو پیچھے سے رگڑ دیا۔ میرے لیے بس اتنا ہی موقع کافی تھا میں پھرتی سے اچھلا اور چارلس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر دیوار پر دے مارا۔ شیلی کو فوراً ہی اس سے نجات مل گئی تھی لیکن سر کی یہ ضرب اس کے حواس چھیننے کا باعث بن گئی اور وہ دیوار پر گہری خون کی لکیر چھوڑ کر نیچے آ رہا۔ شیلی نے اپنا پستول اس کی گردن پر رکھ دیا تھا لیکن چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں کو احساس ہو گیا تھا کہ درحقیقت وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور شیلی کی طرف متوجہ ہو گیا جو خونی نگاہوں سے چارلس کو گھور رہی تھی۔ کمرے میں خاموشیاں چھائی ہوئی تھیں ہماری ہنگامہ خیزیاں اتنی محدود تھیں اور اس مہارت سے کی گئی تھیں کہ ابھی اطراف میں رہنے والوں کو اس کمرے میں ہونے والی کسی واردات کی کوئی اطلاع نہیں ہو سکی تھی تاہم میں غور سے باہر کی آوازیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی جاگ نہ گیا ہو۔ بہر طور چھوٹے موٹے دھماکے تو ہوتے ہی تھے لیکن آس پاس کے لوگ بے خبر ہی تھے کسی کو اس ہنگامہ خیزی کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی۔ شیلی نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر چارلس کی طرف متوجہ ہو گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا یہ یہاں تنہا آیا ہوگا نواز اصغر؟"

"یہ بات تم ہی بتا سکتی ہو شیلی"۔ میں نے بیزاری کے انداز میں کہا۔

"اوہ میرا خیال ہے یہ تنہا نہیں ہوگا"۔

"تو پھر؟"

"تمہیں تکلیف ہو گی تمہیں باہر جانا ہوگا"۔

"او کے۔ میں دیکھتا ہوں"۔ میں نے کہا اور خاموشی سے دروازے سے باہر نکل آیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا اندر کے ڈرامے کے بارے میں نے کوئی اندازہ نہیں لگایا تھا کہ وہ کسی حد تک ہے لیکن جو کچھ ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم چارلس کی حد تک کہ ڈرامہ نہیں ہے کیونکہ وہ بڑا خونخوار ہو رہا تھا

اور ہر قیمت پر شیلی پر قابو پا لینا چاہتا تھا۔ میں نے دروازہ احتیاطاً باہر سے بند کر دیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں باہر نکل آیا۔ دروازے کا چوکیدار دروازے پر موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن جھکائی اور میں سر ہلاتا ہوا فٹ پاتھ پر نکل آیا۔ باہر آکر میں نے دونوں اطراف کا جائزہ لیا کوئی مشکوک شخصیت نظر نہیں آئی تھی البتہ تھوڑے ہی فاصلے پر سڑک کی دوسری جانب ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی میں نے دروازے کی طرف دیکھا چوکیدار میری جانب ہی متوجہ تھا میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ کار کس کی ہے"۔ میں نے سوال کیا۔

"ابھی ایک صاحب اندر گئے ہیں"۔ چوکیدار نے جواب دیا۔

"اوہ اوہ اچھا اچھا۔ دراصل وہ میرا دوست ہے اور میرے ہی پاس آیا تھا مجھے اس کی کار سے کچھ سامان نکالنا ہے"۔ میں نے کہا اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ چوکیدار نے میری جانب توجہ نہیں دی بہر طور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شخص کار میں تنہا آیا ہے تو کیا کار کی تلاشی لے لینا مناسب ہوگا۔ میں نے اندر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر اوپر پہنچ گیا۔ جب میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو شیلی چارلس کو ایک مضبوط رسی سے باندھ کر فارغ ہو چکی تھی۔ میری آہٹ پا کر اس نے مستعد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"کیا پوزیشن ہے"۔ اس نے پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے"۔

"گڈ۔ میں عقبی کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھ چکی ہوں ادھر بھی کوئی نہیں ہے۔ بہر طور یہ شخص تنہا ہی آیا ہے اور مجھے اس بات پر حیرت ہے"۔

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہیں یہ حیرت کیوں ہے"۔ میں نے جواب دیا اور شیلی ہنسنے لگی۔

"ہاں میں جانتی ہوں کہ تمہارا ذہن بے پناہ الجھنوں کا شکار ہوگا لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے لیے مجھے تم معاف کر دو گے"۔

"بہت پہلے معاف کر چکا ہوں۔ اب اس کے بارے میں کیا خیال ہے"۔

"ہونا تو یہ چاہیے کہ میں پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگا دوں اس کی زندگی میرے لیے بے حد خطرناک ہے لیکن ایک خطرہ بھی ہے"۔

"وہ کیا؟"

"سورڈی۔ سورڈی ایک خطرناک عورت ہے یوں سمجھ لو کہ وہ اس کی محبوبہ ہی نہیں اس کی دست راست بھی ہے"۔

"خوب! یہ کون خاتون ہیں؟"

"بتا چکی ہوں۔"

"تو اب آپ کو سورڈی کی فکر ہے۔"

"ہاں، میں اس کو باآسانی ٹھکانے لگا سکتی ہوں، لیکن صورتِ حال کا مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو سورڈی کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہو گا۔ تم یوں کرو کہ اگر تم کو سورڈی کا ٹھکانہ معلوم ہے تو تم اس کے پاس چلی جاؤ۔ اس شخص کو میں سنبھالے رکھوں گا۔"

"نہیں میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے۔"

"کیا؟"

"میں تمھیں ایک فون نمبر دیتی ہوں تم اسے فون کر کے یہاں بلا لو۔"

"کمال ہے شیلی۔ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی لیکن اب میں اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ فون نمبر بتاؤ۔" میں نے کہا۔ اور شیلی نے ایک فون نمبر مجھے بتا دیا۔ میں نے ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ کر شیلی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ اور دوسری طرف سے فوراً ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔

"ہیلو۔"

"کون؟ مس سورڈی بول رہی ہیں۔"

"ہاں! کیا بات ہے؟"

"میں چارلس کا دوست ہوں۔ براہ کرم آپ میرے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچ جائیں چارلس آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

"اس وقت اسے کیا مصیبت درپیش آ گئی۔ کہاں ہے، پتہ بتاؤ۔" میں نے یہ پتہ دوہرا دیا اور پھر فون بند کر دیا۔ شیلی اس دوران میری گفتگو سن رہی تھی۔ چارلس آہستہ آہستہ ہوش میں آتا جا رہا تھا لیکن جونہی اس نے آنکھیں کھولیں شیلی نے تیزی سے پستول کا دستہ اس کے سر کی پشت پر مار دیا اور چارلس پھر بے ہوش ہو گیا۔ تب شیلی آہستہ سے بولی۔

"میرا خیال ہے ہم اسے باتھ روم میں بند کیے دیتے ہیں اس کا سامنے ہونا مناسب نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر چارلس کو کھینچتا ہوا باتھ روم میں لے گیا۔ اس کے ہاتھ وغیرہ تو بندھے ہوئے تھے اس لیے خطرہ نہیں تھا کہ وہ باتھ روم میں کوئی کارروائی کر سکے گا۔ چنانچہ میں اسے خوب ٹٹول کر باتھ روم میں ڈال آیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شیلی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اندر آنے والی ایک بھرے بھرے بدن کی عورت تھی یقیناً یہی سورڈی تھی۔ شیلی کے اشارے پر وہ خاموشی سے اندر آ گئی اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور میں دروازہ بند کر کے اس کی متوجہ ہو گیا۔

"ہیلو مس سورڈی۔"

"کون ہو تم؟" اس نے اچانک خطرے کا احساس کر لیا تھا۔

"چارلس کا وہی دوست جس نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"چارلس کہاں ہے؟"

"چارلس! اس کے بارے میں تو میڈم ہی بتا سکیں گی۔" میں نے شیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کون چارلس؟ یہاں کوئی چارلس نہیں ہے۔" شیلی نے جواب دیا اور لڑکی کسی قدر سراسیمہ سی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے ایک دیوار سے ٹکتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"کہاں جانا چاہتی ہو ڈیئر سورڈی۔"

"تم لوگ مجھے کیسے جانتے ہو۔ چارلس کو کیسے جانتے ہو؟"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تو ڈاکٹر ڈی کو بھی جانتی ہوں تو تم کیا محسوس کرو گی۔" میں نے شیلی کی زبان سے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کون ہے اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔

"ہوں اس کا مقصد ہے کہ تم لوگ کوئی بہت چالباز ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلومات اور ان کاغذات کا پتہ جو تمہارے پاس محفوظ ہیں۔"

"کون سے کاغذات؟"

"بزنس ٹو۔" شیلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ میری کھوپڑی ہوا میں گھومنے لگی تھی۔ یہ شیلی تو آفت لڑکی ہے۔ نہ جانے کیا کیا جھگڑے پال رکھے ہیں اس نے بہر طور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فی الحال تو اس کا ساتھ ہی دوں گا۔

"تمھیں پتہ نہیں کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔"

"ڈیئر تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کون ہوں! بچنے کی کوشش کر رہی ہو وہ دوسری بات ہے بزنس ٹو کے کاغذات میرے ہاتھ لگنے ہی چاہئیں ورنہ یہ سمجھ لو کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گی بلکہ تمہاری زندگی ممکن نہیں ہے۔ اگر بزنس ٹو کے کاغذات تم میرے حوالے کر دو تو شاید میں تمھیں زندہ بھی چھوڑ دوں گی۔"

"فضول بکواس مت کرو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تب تم ہمارے بارے میں جان چکی ہو اور بہتر یہی ہے کہ تم سے نجات حاصل کر لی جائے۔ جہاں تک معاملہ رہا بزنس ٹو کا تو میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر ڈی وہ کاغذات میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"ہوں اگر ایسی بات ہے تو تم نے سیدھا ڈاکٹر ڈی پر ہی ہاتھ کیوں نہیں ڈالا۔"

"اس لیے کہ اسے ہماری یہاں آمد کا علم ہو گیا ہے اور ابھی وہ اسی چکر میں ہو گا کہ ہم کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو مسٹر چارلس یہاں آنے کی کوشش نہ کرتے۔"

"یہاں۔" سورڈی پھر چونک پڑی۔

"ہاں وہ غسل خانے میں آرام کر رہے ہیں۔" شیلی نے کہا اور سورڈی بے اختیار غسل خانے کی طرف جھپٹ پڑی۔

"جونہی وہ غسل خانے میں داخل ہوئی میں نے شیلی کو تیر کی طرح غسل خانے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ غسل خانے کا دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور اسے کھول کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن شیلی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا پھر میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں آنے لگیں جیسے شیلی اور سورڈی آپس میں لڑ پڑی ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے ایک لمحہ کے لیے تو دل چاہا کہ یہاں سے نکل بھاگوں لیکن اس طرح فرار ہو جانا بھی عقل کی بات نہیں تھی۔ میں اپنے آپ کو آزمانا چاہتا تھا دیکھتا ہوں وہ کب تک نہیں کھلتی۔ تھوڑی دیر تک اندر ہنگامہ ہوتا رہا اور اس کے بعد دروازہ کھلا شیلی باہر نکل آئی لیکن میں اس کی حالت دیکھ کر چونک پڑا اس کے بال الجھے ہوئے تھے لباس بے ترتیب تھا آنکھیں دیوانگی کے تاثر سے خوفناک ہو گئی تھی۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا مجھ سے نگاہ ملی تو اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت نظر آئی پھر وہ آہستہ آگے بڑھی اور پھر میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں شیلی کے بارے میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ جو کچھ نظر آتی ہے اس سے کہیں آگے کی چیز ہے۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا میرے نزدیک آ کر وہ بیٹھ گئی اور اپنے سانسوں کو اعتدال پر لانے لگی میں خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"باہر کا تو سب معاملہ ٹھیک ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ لیکن تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہاں میں اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"لڑکی کا کیا ہوا؟"

"میں نے ان دونوں کو ٹھکانے لگا دیا۔"

"دونوں کو!" میں چونک پڑا۔

"ہاں دونوں کو، میں اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑ سکتی، سمجھے تم، ایک بھی نشان میں نہیں چھوڑنا چاہتی۔"

"شیلی میں تمہاری مزید کیا مدد کر سکتا ہوں۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا گھورتی رہی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے۔

"ارے ارے! کمال کی عورت ہو بھئی۔ ابھی ابھی دو انسانوں کا خون کر کے آ رہی ہو اور اب معصوم لڑکیوں کی طرح رو رہی ہو۔"

"ہاں میں معصوم لڑکی ہی تو تھی سمجھے تم نواز اصغر میں معصوم لڑکی تھی لیکن مجھ سے میری معصومیت چھین لی گئی۔ ساری دنیا میں میرا کوئی نہیں تھا سوائے ایک بھائی کے۔ صرف ایک بھائی ہی تھا میرا جس پر میں جان چھڑکتی تھی سنا نواز اصغر، اب میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی۔ اب تک جو فریب تم سے کرتی رہی ہوں اس پر شرمندہ ہوں۔ ان لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ان لوگوں نے مجھے بے سہارا بنا دیا۔ میں حسن و عشق کی وادیوں میں ہلکورے لے رہی تھی۔ میں محبت کے جھولے جھول رہی تھی ایک نوجوان سے میری دوستی تھی بہت ہی خوبصورت آدمی تھا وہ جان چھڑکتا تھا مجھ پر لیکن میں نے اس کی ضد پر اسے فنا کر دیا۔ کیونکہ اب میرے سینے میں انتقام کی آگ روشن تھی مجھ سے میرا پیارا بھائی چھین لیا گیا تھا مجھ سے میرا جی چھین لیا گیا تھا اور اسے چھیننے والے کون لوگ تھے؟ جانتے ہو، یہی ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی کا گروہ بہت بڑا ہے وہ دنیا کا ہر بُرا کام کرتا ہے۔ خود ڈاکٹر ڈی کسی بل میں چھپے،

کی طرح چھپا رہتا ہے کبھی سامنے نہیں آتا۔ اس کے گروہ کے آدمی مختلف علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے رہتے ہیں۔ تو امریکی ریاستوں میں ان کا عمل دخل ہے۔ اور میرے لیے اتنے بڑے گروہ سے نبٹنا آسان کام نہیں تھا۔ مجھے کسی ایسے گروہ کی تلاش تھی جس میں شامل ہوکر میں ڈاکٹر ڈی کے خلاف کام کرسکوں ہاں نواز اصغر میں تمہیں اپنی زندگی کا وہ راز بتا رہی ہوں جو اس سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتایا۔ ہم لوگ بے پناہ دولت رکھتے تھے میرا بھائی جمی اس دولت کا وارث تھا اور ہم سکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں نے جمی کو اپنے جال میں پھانس لیا اور اس دولت کے لیے اسے موت کی نیند سلا دیا۔ یہاں ایک بہت بڑی فیکٹری موجود ہے جو کسی دور میں میری ملکیت تھی۔ میرے سینے میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اور پھر مجھے ترلوکا کے گروہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ سان ان ٹونیو میں ڈاکٹر ڈی اور ترلوکا کے درمیان کئی معرکے ہوئے اور اس میں ترلوکا کے آدمیوں نے ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں کو نیچا دکھایا۔ چنانچہ میں ترلوکا کے گروہ میں شامل ہوگئی۔ ایسے ایسے کام کیے میں نے ترلوکا کے گروہ کے لیے کہ وہاں میری ایک وقعت ہوگئی مجھے ایک باقاعدہ سیکشن کا انچارج بنا دیا گیا، ہاں راجہ نواز اصغر مجھے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات پہلے ہی بتا دی گئی تھیں میں نے اب تک تم سے جھوٹ بولا تھا تم میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ میں نے بڑی کاوشوں کے بعد ترلوکا اور ڈاکٹروں کے درمیان ٹھنوا دی اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوگئے۔ اکثر ان گروہوں میں ہنگامہ خیزیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر ڈی کے آدمی بھی مارے جاتے ہیں اور ترلوکا کے آدمیوں کا بھی نقصان ہوتا ہے لیکن ترلوکا کے نام سے نہیں بلکہ منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے، کیونکہ ڈاکٹر ڈی بھی بعض اوقات منشیات کی سپلائی میں دلچسپی لے لیتا ہے۔ سمجھے تم یہ ہے میری کہانی اور اس کے جو اہم نکات ہوں گے۔ وہ میں تمہیں بتا دوں گی راجہ نواز اصغر میں باقاعدگی سے ترلوکا کے آدمیوں کے ذریعے اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کروا سکتی۔ نہ ہی میں نے ان پر اپنا مافی الضمیر واضح کیا ہے۔ لیکن جس طرح بھی در پردہ ہوسکتا ہے میں اپنا کام انجام دیتی رہتی ہوں۔ مجھے تمہارے پیچھے لگایا گیا تھا مجھے تمہاری کہانی نے بہت متاثر کیا تھا اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ کس طرح بھی میں تمہارا کیس ترلوکا سے اپنے ہاتھ میں لے لوں گی۔ میں نے ترلوکا کے متعمدِ خاص سے بات کی ہے اور اس نے مجھے یہ کیس دے دیا ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ جو کچھ بھی ہوگا میں تمہیں نگاہوں میں رکھوں گی۔ ترلوکا کی خواہش ہے کہ ابھی تمہیں سان ان ٹونیو میں آزاد چھوڑ دیا جائے جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ وہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ تمہیں خودکشی پر مجبور کردے۔ میرے سپرد یہی ذمہ داری کی گئی ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے میں تمہیں نچاتی رہوں اور جب تم بالکل ہی زندگی سے عاجز آ جاؤ تو تمہیں ترلوکا کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ ترلوکا کچھ ایسے پروگرام بنائے ہوئے ہے جن کی وجہ سے تمہیں موت بھی اپنانی پڑے گی۔"

"اوہ اگر یہ بات ہے تو تمہیں زیبی کے بارے میں بھی معلومات ہوں گی۔"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتی لیکن جو کچھ بھی میں نے تم سے کہا ہے اس میں بھی جھوٹ نہیں ہے۔ میں زیبی کے بارے میں تمہیں معلومات کرکے بتاؤں گی۔ یہ کام میرے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگا لیکن اگر تم میرا مقصد پورا کر سکے۔" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا ایک نیا معاملہ میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا مجھے اپنے ان سوالوں کے جواب بھی مل گئے تھے جو میرے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے یعنی یہ کہ بقول شیلی کے ترلوکا مجھے نگاہوں میں رکھے ہوئے بھی ہے اور یہ کہ اگر میں شیلی کے معاملے میں کام کروں تو ترلوکا سے محفوظ رہ سکوں گا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ شیلی میرے سلسلے میں انچارج بنا دی گئی تھی لیکن اس کے دل میں کچھ اور تھا اب اس بات میں کوئی تردد نہیں رہا تھا میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"پہلے ہمیں ان دونوں لاشوں کو ٹھکانے لگا دینا چاہیئے۔" شیلی میری طرف دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"کیا تم نے میری باتوں پر یقین کرلیا ہے۔"

"ہاں شیلی۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا۔ اور اس کی آنکھوں سے تشکر کے آثار جھانکنے لگے۔ پھر وہ بولی۔

"راجہ نواز اصغر اگر تم میری مدد کرو گے تو میں اپنی زندگی تمہارے مقصد کے لیے وقف کردوں گی۔ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیئے سمجھے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ فریب پر

مبنی تھا۔ میں تو اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے قربان کرچکی ہوں اب میرے سینے میں ایک انتقام روشن ہے جسے میں ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ذریعے ان لوگوں کو فنا کرنے میں کامیاب ہوگئی اور وہ کاغذات میرے ہاتھ لگ گئے تو سمجھ لو کہ تمہاری بیوی کی دستیابی بھی میری ذمہ داری ہوگی۔"

"میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں ایک پروگرام ترتیب دینے لگا۔ ہوٹل کا تمام حصہ خالی تھا سوائے گیٹ کے چوکیدار کے لاشوں کو کسی دوسری سمت سے دفعتاً میرے ذہن میں اس عقبی کھڑکی کا خیال آیا جو سامنے کی سمت کھلتی تھی نیچے سے سپاٹ دیوار تھی اور میرا ذہن روشن ہوگیا میں نے شیلی کو اس سلسلے میں ملوث کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا چنانچہ میں غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ غسل خانے میں آکر میں نے ان دونوں لاشوں کو دیکھا تو میرے پورے بدن میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ انسانی زندگی میرے اپنے ہاتھوں میں فنا ہوچکی تھی۔ میں بھی قاتل تھا لیکن جو منظر میں نے یہاں دیکھا وہ رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی تھا۔ لڑکی کا خوبصورت چہرہ اس قابل نہیں رہ گیا تھا کہ اس کو کسی عورت کا چہرہ کہا جا سکے اس کے ہونٹ ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئے تھے دانت سرے سے غائب تھے رخسار بری طرح پھٹ گئے تھے اور وہ انتہائی خوفناک لاش کی شکل میں نظر آرہی تھی۔ یہی کیفیت مرد کی بھی تھی۔ بہرطور میں نے اس کو اس احساس سے الگ کیا مرد کا کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ فلیٹ ہیٹ اتار کر چارلس ایک جگہ رکھ چکا تھا۔ ان دونوں چیزوں کی مجھ کو ضرورت تھی۔ اس کے بعد میں نے اس رسی سے جس سے شیلی نے چارلس کو باندھا تھا ان کی لاشیں کھڑکی سے نیچے لٹکائیں اور نیچے تک پہنچا دیں۔ دونوں لاشوں کو میں نے کھڑکی سے نیچے پہنچا دیا۔ اور کھڑکی بند کردی۔ اس کے بعد میں دروازے کی سمت چل پڑا تھا۔ دروازے پر میں نے رک کر شیلی سے کہا۔

"اگر تم چاہو تو آرام کر سکتی ہو۔ میں تھوڑی دیر تک واپس جاؤں گا۔" شیلی نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے چارلس کا کوٹ پہنا اور فلیٹ ہیٹ لگا کر اس انداز میں آگے بڑھنے لگا کہ چوکیدار یہی سمجھے میں وہی شخص ہوں جو کسی سے ملنے آیا تھا اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا اور میں خاموشی سے باہر نکل کر کار کے قریب پہنچ گیا پھر میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے ایک طرف تیزی سے گھماتے ہوئے عمارت کی عقبی سمت میں لے آیا جہاں دونوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں لاشوں کو ڈگی میں ڈالنے کے بعد میں کار اسٹارٹ کرکے چل پڑا اس علاقے کے بارے میں مجھے معلومات نہیں تھیں بس جس طرف منہ اٹھا چل پڑا تھا لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہتا تھا کہ فاصلہ زیادہ نہ ہو تاکہ کہیں واپسی میں میں راستہ نہ بھول جاؤں چارلس کا کوٹ اور ہیٹ اتار کر میں نے ایک سمت رکھ دیا تھا پھر مجھے ایک تیز رفتار نالہ نظر آیا اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ لاشوں کو اس نالے میں ڈال دوں۔ نالہ کہاں جاتا ہے کہاں سے آیا ہے اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اطراف سے بے خبر تھا لیکن چاروں طرف خاموشی اور ویرانی کا راج تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے دونوں لاشیں اٹھائیں اور پانی میں ڈال دیں۔ چھپاکے کی آواز ہوئی اور دونوں لاشیں تیزی سے میری نگاہوں کے سامنے بہتی ہوئی بہت دور نکل گئیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں تھیں۔ میں نے ان لاشوں کے ساتھ ہی چارلس کا کوٹ اور ہیٹ بھی پھینک دیا تھا اور اس کے بعد میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے لے کر نالے کی بالکل مختلف ہی سمت ایک کنارے کے قریب پہنچ گیا عمارت کے عقب میں میں نے کار کھڑی کی اس پر سے اپنی انگلیوں کے نشان وغیرہ صاف کیے۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اس کے بعد واپسی کا سفر میں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔ میں اندر پہنچا تو باتھ روم میں پانی گرنے کی آوازیں آرہی تھیں اور شیلی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ جب وہ باہر نکلی تو میری نگاہیں ایک لمحے کے لیے اس پر جمی کی جمی رہ گئیں۔ شب خوابی کے لباس میں وہ بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔ لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالنے کامیاب ہوگیا تھا۔ البتہ شیلی کی نگاہوں کی کیفیت بہتر نہیں تھی۔ اس کے چہرے سے اس کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے شیلی بے فکر ہو جاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ تو وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

"بہرطور یہ سب کچھ ضروری تھا شیلی اب میرا خیال ہے آرام کرو تم تھک گئی ہوگی۔"

"ہم لوگ اس سلسلے میں مزید کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ میں جو کچھ کر چکی ہوں وہ میری بساط سے باہر کی چیز تھی۔ لیکن بس جب اپنے بھائی کا تصور میرے ذہن میں آتا ہے میں بے قابو ہو جاتی ہوں۔"

"شیلی واقعی اب ان خیالات کو ذہن سے نکال دو اور آرام کرو۔" شیلی نے ایک بار پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور میں نے اس کی طرف سے رُخ بدل لیا۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے تک ہم لوگ اپنی رہائش گاہ میں رہے۔ پھر شیلی نے کہا۔

"میرا خیال ہے معاملات واقعی ٹھیک ٹھاک ہیں کسی کو صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا شیلی، میں نے جو کچھ کیا ہے پورے اطمینان کے ساتھ کیا ہے۔"

"تو پھر آؤ میٹرو ویل کے مناظر سے لطف اندوز ہوں۔ اس علاقے کے بارے میں تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہ کافی خوبصورت ہے۔ صرف یہی نہیں اس کے اطراف میں ایسی قدرتی انداز کی چیزیں بنائی گئیں ہیں کہ انسان وہاں پہنچ کر ان مناظر میں گم ہو جاتا ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے شیلی، چلو۔" میں نے جواب دیا۔ ذہن میں رات کے واقعات چکرا رہے تھے لیکن خود کو سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ شیلی کی خوبصورت کار میں بیٹھ کر ہم لوگ موٹر گیراج پہنچے جہاں شیلی نے کار پارک کی تھی۔ پھر کار کو اسٹارٹ کر کے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پٹرول پمپ سے پٹرول بھرایا اور اس کے بعد وہ چل پڑی۔ شاید اسے اس علاقے کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم تھیں۔ سفر کرتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"شیلی تم نے یہ تو بتایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے انتقام کی پیاسی ہو، لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ پیاس کیسے بجھے گی؟"

"خون سے، صرف خون سے، اتنا خون پینا چاہتی ہوں ان کا کہ میری پیاس بجھ جائے۔ اور اگر ڈاکٹر ڈی میرے ہاتھ لگ جائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ میرا مقصد ہی پورا ہو جاتا ہے۔"

ڈاکٹر ڈی کی کہانی میں جس حد تک سن چکا تھا بس اس سے زیادہ سننے کی خواہش نہیں تھی۔ ہم لوگ میٹرو ویل کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے۔ شیلی نے میٹرو ویل کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی حقیقت تھی۔ حسین ترین قدرتی مناظر سے بھرا ہوا یہ علاقہ بے مثال لگتا تھا۔ مصنوعی جھیلوں اور آبشاروں سے اسے سجایا گیا تھا۔ ہم نے جھیل کے کنارے بنے ہوئے ایک ریسٹورنٹ پر دوپہر کا کھانا کھایا اور اس کے بعد جھیل کی ایک شاخ سے ترتیب دیئے ہوئے سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھے۔ وہاں پر نہانے والوں کی خوش فعلیاں دیکھتے رہے۔ اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھے۔ اور ایسے اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے جہاں چھوٹے چھوٹے مختلف کھیلوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ شیلی نے مجھے ایک نئے کھیل سے روشناس کرایا جو بہت دلچسپ تھا میں اور وہ یہاں پہنچ کر گویا گزرے ہوئے لمحات کو بھول گئے تھے۔ شام ہونے کا پتا ہی نہ چل سکا اور جب سورج رات کی تاریکی میں گم ہو گیا تو ہم واپسی کے راستے پر چل پڑے اتنی دور نکل آئے تھے میٹرو ویل کی شہری آبادی سے کہ واپسی کا سفر بھی تین ساڑھے تین گھنٹے سے کم نہیں تھا۔ شیلی نے اس وقت ڈرائیونگ میرے ہی حوالے کر دی تھی اور خود میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ واپسی کے سفر میں ہم نے کسی جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور سست رفتاری سے چلتے رہے۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا جو تھوڑی دیر بعد نکل آیا اور ہر طرف نکھری نکھری چاندنی پھیل گئی۔ مناظر کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ میں پرخیال انداز میں سامنے سڑک پر نگاہیں دوڑائے کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ عقب نما آئینے پر جا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ چند ٹرک اسی جانب آ رہے ہیں اُن کی رفتار خاصی تیز تھی نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے اعلان کیا کہ حالات ہمارے موافق نہیں ہیں اور پھر دفعتاً ہی میں نے تیز چیخوں کی آوازیں سنیں۔ بے اختیار ہی میرا پاؤں بھی بریک پر پڑ گیا۔ پتا نہیں یہ چیخیں کیسی تھیں۔ میں نے کار سڑک کے کنارے اُتار کر روک دی شیلی نے بھی شاید یہ چیخیں سن لی تھیں اس نے پھرتی سے اپنا پستول نکالا اور عقب میں دیکھنے لگی۔

"تم اسی جگہ کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرو شیلی۔ میں ذرا دیکھتا ہوں۔" میں نے پھرتی سے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔ اور پھر سڑک کی ڈھلان پر دوڑتا ہوا ٹرکوں کی طرف بڑھنے لگا جو رک گئے تھے۔ میں نے ٹرکوں کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ چند افراد کچھ لوگوں پر رائفل تانے کھڑے ہوئے ہیں۔ اُن کی تعداد خاصی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی دفعتاً فائرنگ شروع ہو گئی کسی اور طرف سے ان لوگوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ میں اس ہنگامے میں جانے بوجھے بغیر کوئی حصہ لینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن صورتِ حال میری توقع کے مطابق نہیں رہی دفعتاً مجھے عقب میں ایک آواز سنائی دی اور میں نے اُسے دیکھے بغیر فوراً ہی پلٹ کر گولی چلا دی میرے عقب میں صرف دس فٹ کے فاصلے پر ایک شخص موجود تھا میری چلائی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ دوسرے لمحے وہ گر گیا۔ اسی وقت دائیں سمت سے ایک گولی آئی اور وہ سنسناتی ہوئی اور میرے بالوں کو چھوتی گزر گئی۔ میں نے پھرتی سے زمین پکڑ لی تھی لیکن جوں ہی مجھے سڑک پر ایک سایہ نظر آیا میں نے فوراً ہی فائر کر دیا اور میری یہ کوشش بھی ناکام نہیں رہی تھی دوسرا آدمی بھی سڑک کی ڈھلان سے لڑھکتا ہوا بالکل میرے قریب آ گیا تھا میں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا پتا نہیں کون سے علاقے کا آدمی تھا اچھے خاصے تنو توش کا مالک تھا۔ ایک بار پھر مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں کسی سانپ کی مانند پلٹ پڑا لیکن اسی وقت شیلی کی آواز اُبھری۔

"نہیں، یہ میں ہوں۔ میں۔" میرے قریب پہنچ کر نیچے گر پڑی اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"اوہ شیلی تمہیں اس طرف نہیں آنا چاہیئے تھا۔"

"وہ، وہ۔ دراصل میں اس جگہ محفوظ نہیں تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"آؤ ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیئے۔" میں نے کہا اور ہم لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ پتہ نہیں ادھر کیا ہو رہا تھا بہرطور کوئی ایسی ہی بات تھی جو خاصی خطرناک تھی، میں تو بلاوجہ ہی اس میں ملوث ہو گیا تھا۔ دفعتاً میں نے ٹرک اسٹارٹ ہونے کی تیز آوازیں سنیں اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ تمام ٹرک آگے بڑھ گئے۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں وہ میری کار نہ دیکھ لیں اور اُسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں لیکن ایسا نہیں ہوا میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا اور پھر شیلی کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پہنچ گیا۔

"پتہ نہیں کون لوگ تھے۔"

"ڈاکٹر ڈی کے آدمی۔" شیلی نے جواب دیا۔

"تم پورے وثوق سے یہ بات کیسے کہہ رہی ہو؟"

"چاندنی رات تھی ایک ٹرک پر ایک بڑا سا مونوگرام بنا ہوا تھا ڈی اینڈ کو کا نام میں نے صاف پڑھ لیا تھا۔"

"مگر یہ لوگ ہماری سمت تو نہیں آ رہے تھے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"میں نے ایک اور منظر دیکھا تھا ان لوگوں نے کچھ دوسرے لوگوں کو رائفل کی نال سے کور کر رکھا تھا۔ غالباً یہ ہمارا معاملہ نہیں تھا شیلی۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے چارلس کی موت کی اطلاع ان لوگوں کو مل گئی ہوگی۔"

"بہت پہلے مل چکی ہوگی اور یقینی طور پر وہ اس کے قاتلوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔"

"بہرطور اس بات کا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہمارا سراغ نہ پاسکیں گے۔"

"نہیں ڈیئر یہ مت کہو وہ بہت چالاک لوگ ہیں میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ میٹرو ویل میں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، کوئی بھی اجنبی اگر یہاں آتا ہے تو وہ اس کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر معاملات خاصے پریشان کن ہو سکتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"وہ اب تک ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے ہماری رہائش گاہ تک پہنچ گئے ہوں گے۔" شیلی نے سختی سے میرے شانے کو دبوچ لیا اور ایک بار پھر مجھے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈالنا پڑا۔ "کیا ہوا شیلی" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ۔ نوازا صغر ہوا کچھ نہیں ہے تمہاری اس بات نے میرے ذہن کو اچانک جھٹکا دیا ہے۔"

"اور تم نے میرے شانے کو جھنجھوڑ دیا۔" میں نے مسکراتی ہوئی آواز سے کہا۔ شیلی بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی اور مجھ سے معذرت کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے بالآخر اس جگہ پہنچ گئے ہوں گے جہاں ہمارا قیام ہے۔ مجھے یقین ہے اس بات پر۔"

"اچانک اس یقین کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کہا۔

"وجہ کوئی خاص نہیں ہے بس میں جانتی ہوں کہ ڈاکٹر ڈی کوئی احمق آدمی نہیں ہے چارلس کی موت اس کی محبوبہ کی گمشدگی اور پھر یہاں ٹرکوں کے نزدیک یہ ہنگامہ اس کے لیے بہت تعجب خیز ہوگا اور اس جیسے شخص کے لیے یہ معلوم کر لینا مشکل نہ ہوگا کہ میٹرو ویل میں داخل ہونے والے اجنبی کون ہیں اور ان کا قیام کہاں ہے۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے شیلی؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تاہم نہ جانے کیوں میرا دل ڈر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی اس رہائش گاہ سے نکل آئیں اور

پھر کوئی گمنام گوشہ اپنا لیں۔"

"وہاں چلنا ہے یا نہیں۔" میں نے سوال کیا۔

شیلی چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اپنا سامان تو لینا ہی ہوگا۔" میں نے کار آگے بڑھا دی ان راستوں کی تھوڑی بہت شناخت مجھے بھی ہوگئی تھی چنانچہ با آسانی ہم اپنی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کار سے اُتر کر اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"کیا کوئی ایسا گوشہ تمھاری نگاہ میں ہے شیلی۔" شیلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہوٹل کی مالکہ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ سفید فام عورت کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی ہماری ہی جانب دیکھ رہی تھی۔ شیلی کی خاموشی پر میں نے چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا ہوٹل کی مالکہ ہماری جانب دیکھ ضرور رہی تھی لیکن اس کے بدن میں ذرا بھی جنبش نہیں تھی۔ وہ ساکت و جامد نظر آ رہی تھی اس کی آنکھوں کی پتلیاں غیر متحرک تھیں۔ میں شیلی سے پہلے اس کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے جھک کر اُسے مخاطب کیا۔ لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ اس کا چہرہ خوف و دہشت کا مظہر نظر آ رہا تھا میں نے اُسے چھو کر دیکھا تو وہ ایک جانب لڑھک گئی یقیناً وہ مُردہ تھی اسی وقت اچانک روشنی چلی گئی اندھیرا پھیل گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی فائرنگ کی آواز اُبھری۔ سامنے کی طرف سے چلائی گئی گولی، کاؤنٹر کی لڑکی میں پیوست ہوگئی اور دوسری میرے سر پر سے گزر گئی میں پھرتی سے نیچے گر پڑا اور رینگتا ہوا دروازے کی جانب بڑھنے لگا دفعتاً میرے ہاتھ شیلی کے پاؤں سے ٹکرائے اور شیلی کی چیخ اُبھری تھی لیکن پھر مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے قریب سے گزر رہا ہے۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شیلی نہیں ہے۔ تاریکی میں میں نے ایک بار پھر شیلی کو ٹٹولنے کی کوشش کی لیکن وہ دوبارہ میرے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے یقین تھا کہ حملہ آوروں نے عمارت کا مین سوئچ بند کر دیا تھا ورنہ اس طرح تاریکی نہ پھیل جاتی۔ باہر بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے اس تاریکی میں تو میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا تاہم میرے قدم دروازے ہی کی جانب بڑھ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں دروازے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر ان کے ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ شیلی کے بارے میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اس کی پراسرار خاموشی یہ بتا رہی تھی کہ یا تو وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے یا پھر یہاں موجود ہی نہیں ہے۔ نہ جانے کسی طرح میں ٹٹولتا ہوا دروازے تک پہنچا۔ کہ دفعتاً اندھیرے میں کسی پستول کی آہنی نال میری گردن سے آ لگی اس کے ساتھ ہی کسی نے مجھے بالوں سے پکڑا اور اندر کھینچ لیا۔ لیکن اب جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لیے انتظار حماقت ہی ہوتا۔ حالانکہ اس شخص نے میرے بال پکڑے ہوئے تھے لیکن میں نے پھرتی سے قلابازی کھائی اور اس کی پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔ دروازہ قریب ہی تھا میں عجلت اور گھبراہٹ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اسے ڈاج دے کر ایک اور کوشش دروازے سے باہر نکلنے کی کروں تو کام بن سکتا ہے لیکن میرا مدِ مقابل بھی پھرتیلا تھا۔ اس نے اپنا پستول والا ہاتھ پھرتی سے پیچھے کھینچ لیا اور اس کے ساتھ ہی پوری قوت سے میرے چہرے پر گھونسہ رسید کر دیا۔ بھرپور چوٹ تھی میں کراہ کر پیچھے الٹ گیا۔ لیکن میرا مدِ مقابل شاید الو کی نسل سے تھا اور رات کی تاریکی میں بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے مجھے زمین پر گرنے سے پہلے ہی گریبان سے تھام لیا شاید اسی اثناء میں اس نے اپنا پستول جیب میں رکھ لیا تھا چونکہ اب اس نے ایک ہاتھ سے میرا گریبان پکڑا ہوا تھا اور اس کا دوسرا ہاتھ میرے جبڑوں پر گھونسے برسا رہا تھا۔ گھونسوں کی وحشیانہ بوچھار نے میرے اوسان خطا کر دیئے وہ ایسے تاک تاک کے نشانے لگا رہا تھا کہ میں اس کی زد سے نکل نہیں پا رہا تھا۔ تاہم میں نے سنبھل کر اپنا چہرہ بچاتے ہوئے اس کے پیٹ میں پوری قوت سے ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے کریہہ آواز نکلی مگر وہ پیٹ کی ضرب کو سہہ گیا۔ میں نے دو تین مرتبہ اس کے چہرے کو زخمی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کمبخت کسی سائے کی طرح اپنے قدموں پر جھولتے ہوئے میرے وار خالی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے میری کنپٹی پر ہتھوڑے نیچے کی سمت میں ایک زوردار گھونسہ لگایا اور اس بار میری آنکھوں میں زرد زرد روشنیاں لہرانے لگیں میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھال سکا اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ آنکھ کھلی تو شاید یہ تکلیف کی شدت ہی تھی جس نے مجھے جگا دیا تھا۔ درد کہاں کہاں ہو رہا ہے اس کے بارے میں اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا مگر چہرہ چھونے سے پتہ چلا کہ میرا پورا چہرہ سوجا ہوا ہے۔ جبڑے شدید درد کر رہے تھے البتہ بدن کے نیچے فرش کی بجائے نرم بستر موجود تھا میں دیر تک بستر پر خاموش پڑا انگلیوں سے اپنے جبڑوں کی مالش کرتا رہا۔ درد کی شدت بتا رہی تھی کہ مزا ہی آ گیا ہے۔ جلد کئی جگہ سے ادھڑی ہوئی تھی اور خون جم گیا تھا گردن گھمانا بھی

دشوار ہو رہا تھا۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح میں کروٹ لے کر اس کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک مدھم بلب روشن تھا۔ کمرہ زیادہ کشادہ نہیں تھا اس کی دیواروں کا رنگ اکھڑا ہوا تھا اور اس کی شکل و صورت یوں محسوس ہوتی تھی جیسے قدیم عرصے کے بعد اس کو استعمال کیا گیا ہو لیکن میرے نیچے جو بستر تھا وہ بہتر تھا۔ غالباً بعد میں اُسے اس کمرے میں ڈالا گیا تھا۔ بے ہوشی سے قبل کے واقعات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے اور مجھے شیلی یاد آئی۔ پھرتی سے اپنے بدن کو جنبش نہیں دے سکتا تھا لیکن پھر بھی کمرے کے دونوں طرف نگاہیں دوڑائیں کہ ممکن ہے کہیں شیلی بھی نظر آ جائے لیکن ایسا نہیں تھا اسی وقت کسی طرف سے قدموں کی چاپ اُبھری اور پھر دروازہ کھول کر ایک لڑکی میرے کمرے میں آ گئی خوش شکل لڑکی تھی چہرے پر نرمی کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ میں بغور لڑکی کا جائزہ لے رہا تھا لڑکی خوش لباس اور خوبصورت تھی وہ میرے بستر سے چند قدم کے فاصلے پر رُک گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہیلو کیسے مزاج ہیں تمھارے؟"

"بہت عمدہ۔ بہت حسین ماحول ہے یہ۔" میں نے خوش مزاجی سے کہا۔

"کیا بات تھی؟ کسی سے جھگڑا ہوا تھا؟" اس نے سادگی سے سوال کیا۔

"ہاں! موت کے فرشتے تھے اکھاڑ پچھاڑ ہوئی ان کے درمیان۔ مگر ایک ہاتھ ایسا پڑ گیا کہ انھیں بھاگنے کا موقع مل گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن مجھے تعجب ہے کہ تم اتنے زخمی کیسے ہوئے۔"

"اور مجھے تعجب ہے کہ تم اتنی معصوم کیوں ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمھیں یہ نہیں معلوم کہ میرے چہرے کا ڈیزائن کیوں تبدیل ہوا ہے۔"

"مجھے۔ مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ میں ڈاکٹر ہوں۔" اس نے تعجب سے کہا اور میرے چہرے پر طنزیہ انداز اور زیادہ گہرا ہو گیا۔

"کیونکہ تمھاری عمر ابھی بہت کم ہے۔"؟ میں نے سوال کیا۔

"مسٹر یہ ہسپتال ہے۔" وہ کسی قدر خشک لہجے میں بولی اور اب میرے چونکنے کی باری تھی۔ میں نے ایک لمحے تک اسے دیکھا اور پھر معذرت آمیز انداز میں بولا۔

"اوہ سوری۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے ویسے کیا اب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ کیسے زخمی ہوئے۔"

"افسوس میرے دماغ میں کوشش کے باوجود وہ لمحات یاد نہیں آ رہے جب میں زخمی کیا گیا تھا۔ ویسے مجھے یہاں لانے والا کون ہے؟"

"وہ لوگ اس ہسپتال کے مالکان میں شمار ہوتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"کون لوگ ہیں وہ۔؟"

"اس بارے میں، میں نہیں جانتی؟"

"تو پھر کون جانتا ہے۔"؟

"بس ہماری چیف ڈاکٹر اس سلسلے میں معلومات رکھتی ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تمھیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے۔"؟

"کسی نے نہیں میری ڈیوٹی ہے۔"

"ویسے کیا تم بتا سکتی ہو کہ میرے چہرے کے زخم کس نوعیت کے ہیں۔"

"یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے تم نے دیواروں سے ٹکر مار مار کر اپنا چہرہ سجایا ہے۔"

"اوہ نہیں۔ یہ ایک باکسر کا کمال ہے۔"

"کیا مطلب؟ باکسر۔"

"کیوں ہاں۔ اس بات پر تم نے حیرت کا اظہار کیوں کیا؟"

"کچھ نہیں۔ میرے ذہن میں ایک نام آ گیا تھا۔"

"کیسا نام۔"؟

"ڈاکٹر ڈی۔" اس نے جواب دیا اور میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیوں اس کا نام کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"سوری میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں خاموشی اختیار کر دوں، تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔"

"دوست مجھے تمھاری ہمدردی کی ضرورت ہے۔ اگر تم میرے ساتھ ہمدردی کرو گی تو میں تمھارا احسان مانوں گا۔"

"تم نہیں سمجھتے۔ تم نہیں سمجھتے۔ ڈاکٹر ڈی بہت خونخوار آدمی ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے بہتر یہ ہوگا کہ تم اس کا تذکرہ مت کرو۔" اس نے کہا اور میں

خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"جیسے تمہاری مرضی بہر طور اب تم جو بھی میرے ساتھ سلوک کرنا چاہو کر سکتی ہو۔"
"میں تمہاری معالج ہوں کوئی تکلیف ہو تو بتاؤ۔"
"نہیں ویسے تو میں ٹھیک ہوں لیکن بس ذہن پریشانیوں کا شکار ہے" ابھی ہم یہی گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بھاری بدن کی عورت ایک وارڈ بوائے کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ وارڈ بوائے دواؤں کی ٹرالی کو دھکیلتا ہوا لا رہا تھا' بھاری بدن کی عورت نے میرے زخموں کا جائزہ لیا اور میرے زخموں پر مرہم لگانے لگی اس کے ساتھ ہی اس نے میرے بازو پر ایک انجکشن بھی دیا تھا۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ وہ مسیحا ہی تھی اس وقت کیونکہ انجکشن لینے کے بعد میں نے کافی سکون محسوس کیا تھا پھر جب وہ واپس گئی تو میری ہمدرد لڑکی بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل گئی تھی البتہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دیا گیا تھا اور مجھے کوئی ہدایت نہیں کی گئی تھی کہ میں کمرے میں موجود رہوں چنانچہ میں اطمینان سے بستر سے اتر کر باہر نکل آیا۔ سامنے ایک کشادہ راہداری نظر آ رہی تھی۔ راہداری کی ایک سمت ایک دیوار بنی ہوئی تھی جبکہ دوسری سمت دروازے بنے ہوئے تھے۔ اختتام پر ایک بڑا سا دروازہ لگا ہوا تھا جو شاید باہر سے مقفل تھا یہی وجہ تھی میرے کمرے کو کھلا چھوڑ دینے کی یعنی میں باہر تک آ سکتا لیکن میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ تب مجھے ان تینوں کمروں کا خیال آیا اور میں نے سوچا کہ ذرا ان کا جائزہ لے لوں چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے تمام دروازے کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ دروازہ باہر سے مقفل ہے اور پھر شیشے کی جگہ مضبوط آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں تاکہ کوئی شیشہ توڑ کر کمروں میں داخل نہ ہو سکے۔ میں راہداری کے بیرونی دروازے کے قریب فرش پر بیٹھ گیا اور پرخیال نگاہوں سے دیوار کو دیکھنے لگا۔ بظاہر یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی شیلی کے لیے میرے دل میں بے پناہ احساسات تھے۔ پتہ نہیں اس بے چاری کو کیا ہوا ویسے کچھ جانے بوجھے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش فضول تھی سان ان ٹونیو میں آ پھنسا تھا اس وقت ٹرلو کا شکار تھا اور اب شاید ڈاکٹروں کا چنانچہ میرے لیے تو دونوں ہی یکساں تھے۔ اب حالات کا تجزیہ کر کے کوئی فیصلہ کیا جا سکتا تھا ظاہر ہے یہاں سے نکلنے کا معاملہ آسان نہیں ہوگا دیکھتا ہوں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ میں نے اپنی ہمدرد نرس کا نام نہیں پوچھا تھا۔ وہ لڑکی مجھے خاصی نرم اور خلیق نظر آتی تھی۔ کیا فائدہ اسے کسی مصیبت میں ڈالنے سے بہتر یہی ہے کہ وقت کا انتظار کروں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد واپس کمرے میں آ گیا ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میری ہمدرد نرس میرے لیے کچھ پھل اور دودھ کا ایک گلاس لے کر آئی اور اس نے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔
"کھا لو۔"
"اور اگر دل نہ چاہے تو۔"؟
"تو بھی کھا لو" لڑکی نے جواب دیا۔ اس وقت اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سفیدی سی جھلک رہی تھی۔ میں نے یوں ہی اس کی طرف نگاہیں اٹھائیں تو اس بات کو محسوس کر لیا۔ وہ مجھے اپنی جانب نگراں پا کر بوکھلا سی گئی پھر وہ واپس مڑتی ہوئی بولی۔
"برتن یہیں رکھ دینا بعد میں اٹھا کر لے جاؤں گی۔"
"مصروف ہو۔"؟ میں نے سوال کیا۔ اور وہ دروازے تک پہنچتے پہنچتے ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے جھجکتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔
"کہو کیا بات ہے؟"
"تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
"مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔" وہ رخ بدل
"کیا مطلب؟"
"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سے کسی قسم کی گفتگو نہ بلکہ ممکن ہے اس کے بعد میری تم سے ملاقات بھی نہ ہو۔"
"کس نے حکم دیا ہے۔"؟
"بس اس بارے میں، میں تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتی سوری۔" اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ پہلے جب وہ آئی تھی تو اس کا انداز کچھ اور ہی تھا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس بھاری بدن کی عورت نے یہ جان لیا تھا کہ وہ مجھ سے لگاوٹ سے بات کر رہی ہے لعنت ہو کمبخت ان عمر رسیدہ عورتوں پر۔ خود تو زندگی کے تمام مراحل سے گزر چکی ہوتی ہیں اور اس کے بعد صرف ایک چوکیدارن کر رہ جاتی ہیں۔ گزرے ہوئے دور کی انہیں ساری باتیں یاد ہوتی ہیں اور وہ تمام ان ہتھکنڈوں سے واقف ہوتی ہیں جو خود اپنی اس عمر کے اس دور میں استعمال کر چکی ہوتی ہیں۔ میں غصے میں دودھ کا پورا گلاس اٹھا کر حلق میں انڈیل گیا اور آہستہ آہستہ پھل چبانے لگا۔ اس وقت غالباً دوپہر کے دو بجے تھے جب دفعتاً ایک بھاری بھرکم شخص میرے پاس پہنچ گیا بہت عمدہ تراش کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اس کے دانتوں کے گوشے میں سگار دبا ہوا تھا اور اس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کو دیکھا تو اس نے زنانہ سی آواز میں کہا۔

"تمہارے جبڑے کیسے ہیں؟" یہ آواز اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھی لیکن اس کے لہجے کی حقارت کا مجھے اندازہ ہو رہا تھا۔
"ٹھیک ہے تم کون ہو۔"؟
"خادم کو ڈاکٹر ڈی کہا جاتا ہے۔" اس نے جواب دیا اور ایک لمحے کو میرے اعصاب تن گئے لیکن میں نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا تھا۔
"مجھے یہاں کیوں رکھا گیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔
"آرام کرنے کے لیے۔ میں چاہوں تو تمہاری ساری عمر اسی جگہ گزر جائے۔"
"مسخرے لگتے ہو شکل سے ہم، مگر آواز تو بالکل ہی زنانہ ہے۔"
"ہاں لیکن تمہارے جبڑے ان گھونسوں سے آشنا ہیں۔" اس نے اپنا مکا فضا میں لہراتے ہوئے کہا اور اس بات کا مقصد میں بخوبی سمجھ سکتا تھا یعنی یہ وہی شخص تھا جس سے میرا اس رہائش گاہ پر مقابلہ ہوا تھا۔ تب میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔
"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"
"تم میں رکھا کیا ہے جو تم سے چاہا جائے۔ آؤ ایک بار پھر سے باکسنگ میں مقابلہ کرو۔ اس بار تمہارا پورا بدن نہ پچکا دوں تو ڈاکٹر ڈی نام نہیں ہے"
"یہ ڈاکٹر ڈی کیا ہے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا وہ ہنسنے لگا اور پھر دفعتاً سنجیدہ ہو گیا۔
"بس گھٹیا قسم کے لوگوں کو میں اس سے زیادہ منہ نہیں لگاتا"
"کمال ہے اتنے گھٹیا لوگوں سے تم ملاقات کرنے تو آ سکتے ہو" میں نے کہا۔
"ہاں مجھے اپنے شکار دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے اگر میں تمہارا شکار ہوں تو میں نے اب اس سے انکار کیا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ڈاکٹر ڈی کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے۔"
"ہے دشمنی میرے دوست لیکن ذرا مشکوک ہے۔"
"کیا مطلب۔"؟
"یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس کتیا سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"
"توبہ توبہ توبہ، مجھے اتنے گھٹیا ذوق کا مالک سمجھ لیا ہے تم نے کیا کوئی لڑکی مجھے نہیں مل سکتی۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی بے اختیار مسکرا دیا۔
"پسند آئی لیکن اس کے باوجود تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ کیا اس نے تمہیں کرائے پر حاصل کیا ہے۔"
"میں تمہیں کرائے کا ٹٹو لگتا ہوں۔" میں ڈاکٹر ڈی کی فطرت کو سمجھتا جا رہا تھا اور اس کے انداز میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔
"ٹٹو تو تم لگتے ہو اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ کرائے کے ہو یا کوئی اور تعلق ہے تمہارا اس سے۔"
"پتہ نہیں کس کی بات کر رہے ہو؟"
"احمق بنانے کی کوشش کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔"
"نہیں دوست۔ میں نے کہا میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا ہے پہلی بار تمہارا نام سنا ہے پھر میری تمہاری کیا دشمنی ہے۔"
"شیلی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"
"وہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ تھی۔"
"ہاں۔"
"تم سمجھ سکتے ہو ڈاکٹر ڈی کہ کسی خوبصورت لڑکی سے کسی کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ بس اپنے خرچ پر اسے گھما پھرا رہا تھا۔ یہاں آئی اور یہ جگہ اتنی حسین تھی کہ میں نے بھی کچھ عرصہ یہاں پر گزارنا پسند کیا۔"
"چارلس اور اس کی محبوبہ کو کس نے قتل کیا؟"
"قتل۔" میں تعجب خیز لہجے میں بولا۔
"بننے کی کوشش مت کرو ان کی کار ایک جگہ کھڑی ملی ہے اور وہ دونوں لاپتہ ہیں۔"
"میرے محترم دوست ڈاکٹر ڈی میں کسی چارلس اور اس کی محبوبہ کو نہیں جانتا سوائے اس بیوقوف لڑکی کے جس نے یہاں مجھے نہ جانے کس جنجال میں پھنسا دیا ہے۔"
میں نے اتنے اعتماد سے یہ الفاظ کہے تھے کہ وہ ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے بھاری لہجے میں کہا۔
"آؤ میرے ساتھ۔ کہیں اور بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے دل ہی دل میں 'وہ مارا' کا نعرہ لگایا۔ اور پھر میں نہایت سعادت مندی سے اس کے پیچھے پیچھے نکل آیا۔
باہر دو آدمی موجود تھے جو شاید باڈی گارڈز کی حیثیت رکھتے تھے بہترین قسم کی وردیوں میں ملبوس تھے اور ان کے ہولسٹروں میں پستول جھول رہے تھے۔
میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں نے جلد بازی

سے کام نہیں لیا تھا اگر اندر میں ڈاکٹر ڈی کو تنہا پا کر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرتا، مجھے شدید خطرات سے دوچار ہونا پڑتا۔ بہرطور وہ ہمارے پیچھے پیچھے باہر نکل آئے۔

باہر ایک خوبصورت سفید رنگ کی کار کھڑی تھی، دونوں باڈی گارڈز نے موٹر سائیکلیں سنبھال لیں اور باوردی ڈرائیور نے کار کے پچھلے دونوں دروازے کھول دیئے اور میں ڈاکٹر ڈی کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کار چل پڑی۔ اس سفر کا اختتام ایک خوبصورت عمارت پر ہوا تھا جو انتہائی خوبصورت تھی۔ اور اس کے چاروں طرف خوشنما درخت جھول رہے تھے۔ ڈاکٹر ڈی بلاشبہ ایک خوش مذاق انسان تھا۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ خوبصورت اور چمکدار فرش تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گا۔ تم آرام کرو ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ اس پر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

"نہیں مسٹر ڈی۔" میں نے جواب دیا۔ ڈاکٹر ڈی نے اپنے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے قیام کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے۔ اور میں اس کے آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

یہاں بھی میرے لیے ایک پُرسکون اور آراستہ رہائش گاہ مہیا کر دی گئی۔ اس کمرے میں منتقل ہونے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں سوچا۔ اس طرح آرام کا مشورہ دینا تعجب خیز تھا کیونکہ وہ مجھ سے یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرے گا۔

بہرحال میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر چھت کو گھورنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اپنی یہاں آمد سے میں کیا فائدے حاصل کر سکتا ہوں۔ کمبخت شیلی کے بارے میں بھی تو یقین نہیں تھا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ اگر اس نے ترلوکا اور ڈاکٹر ڈی کے بارے میں مجھے غلط اطلاعات دی ہیں تو خواہ مخواہ نئی اُلجھنوں سے دوچار ہو جاؤں گا۔ اگر یہ اندازہ ہو جائے کہ ڈاکٹر ڈی اور ترلوکا میں ٹھنی ہوئی ہے تو پھر میرے لیے یہ کام آسان تھا کہ میں ڈاکٹر ڈی کو ترلوکا کے بارے میں معلومات فراہم کروں اور خود اس سے فائدہ اُٹھاؤں لیکن جلد بازی حماقت تھی تمام تر معلومات حاصل کیے بغیر کوئی قدم اُٹھانا میرے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ خاموشی ہی اختیار کی جائے اور ڈاکٹر ڈی کی گفتگو کا انتظار کیا جائے وہ خود اس سلسلے میں میرے بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے اس کا اندازہ کرنا ضروری تھا۔

انوکھے واقعات تھے جن میں میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ اگر کوئی اور سچویشن ہوتی تو شاید میں ان واقعات سے آشنا اُلجھتا

لیکن صورتِ حال غیر یقینی تھی کوئی بات پورے وثوق سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ میں دشمنوں کے درمیان تھا اور اس کائنات میں، میں یک و تنہا تھا۔

لے دے کر ایک زیبی تھی۔ نجانے کہاں چلی گئی وہ۔ دل سے دھواں سا اُٹھنے لگا تھا۔ اس کی یاد ہی اب میرے تنہا لمحوں کی ساتھی تھی۔ اور کچھ نہیں تھا میری زندگی میں۔

اس آرام دہ کمرے میں داخل ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو آدمی اندر داخل ہو گئے انھوں نے میرے چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر اپنے ساتھ لائے ہوئے باکس میں سے انتہائی جدید ساخت کی کچھ چیزیں نکالی تھیں۔

ایک سائفن سے میرے چہرے پر پھواریں ماری گئیں پھر اُسے تولیہ سے خشک کر کے اس پر ایک لوشن کی ہلکی ہلکی مالش کی گئی اور آخر ایک بار پھر سائفن سے میرے چہرے پر پھواریں ماری گئیں پھر ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ بدن کے جن جن حصوں میں درد ہے اُن کے بارے میں تفصیلات بتاؤں میں نے بلاتامل انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اور انھوں نے میری بہترین نگہداشت شروع کر دی۔

وقت پر کھانا ملا، چائے ملی، چہل قدمی کے لیے پائیں باغ میں دعوت دی گئی۔ رات کو ڈنر کے بعد کچھ گولیاں دی گئیں جنھیں کھا کر میں گہری نیند سو گیا دوسرا دن بھی جوں کا توں تھا البتہ اس دن صبح کو جب میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی چونکہ میں بڑی تیزی سے نارمل ہوتا جا رہا تھا۔ چوٹوں کی تکلیف تو جیسے سرے سے غائب ہی ہو گئی تھی اس طرح تقریباً چار دن گزر گئے۔

ڈاکٹر ڈی نے مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن پانچویں دن وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"ہاں ڈیئر۔ تم ابھی تک میری نگاہوں سے روپوش ہو۔"

"میں نہیں سمجھا ڈاکٹر۔" میں نے جواب دیا۔

"تمھاری اصلیت مجھے نہیں معلوم ہو سکی۔ تم کون ہو آخر؟"

"ڈاکٹر۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ایک قطعی غیر متعلق آدمی ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجئے ایک سیاح اور آوارہ گرد تھا لیکن ہپیوں کی مانند، عورت انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے اور ایک عورت ہی مجھے یہاں تک لانے کا باعث بنی تھی۔

"یعنی شیلی۔"

"ہاں۔ اُس نے اپنا یہی نام بتایا تھا۔"

"مگر وہ گئی کہاں اور اس کے مشاغل یہاں کیا کیا رہے ہیں کچھ شکوک و شبہات میرے ذہن میں ہیں دوست، البتہ اگر تم انھیں رفع کر دو تو میں تمھیں وہ تمام آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گا ڈاکٹر کہ آپ کو مطمئن کر دوں آپ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس میں بہت ممنون ہوں۔"

"نہیں۔ میرے ہاتھوں تمھاری جو درگت بنی تھی مجھے خوشی ہے کہ میرے ہی ذریعے تمھاری یہ چوٹیں درست ہو گئیں مجھے خود ان کا افسوس ہے لیکن وہ لڑکی۔ مجھے وہ لڑکی درکار ہے۔"

"کیا۔ کیا۔ وہ آپ کے قبضہ میں نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نہیں نہیں۔ وہ نکل گئی کمبخت۔ اتنی چالاک ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ مجھے تو یہی تعجب ہے کہ وہ تمھارے ساتھ اس انداز میں کیوں وقت گزار رہی تھی۔"

"واقعی اب تو مجھے بھی تعجب ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے، میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے۔ فرمائیے۔"

"اس لڑکی کو تلاش کرو، اسے تلاش کر کے میرے حوالے کر دو۔ اس کے نتیجے میں تم جو چاہو گے میں تمھیں دوں گا۔" اس نے ایک سمت اشارہ کیا اور ایک آدمی سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے بریف کیس کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ بریف کیس میں نوٹ ہی نوٹ بھرے ہوئے تھے اس نے یہ گڈیاں نکال کر میرے سامنے سجا دیں اور کہنے لگا۔

"یہ سب تمھاری ملکیت ہے چاہو تو ابھی لے جاؤ، چاہو تو انھیں بطور امانت میرے پاس رہنے دو۔ کام پورا ہو جانے پر یہ تمھاری ہوگی۔"

"کام۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں ایسی اداکاری کر رہا تھا جیسے اتنی بڑی رقم دیکھ کر میرے حواس گم ہو گئے ہوں۔

"اس لڑکی کو تلاش کرو صرف اور صرف اس لڑکی کو تلاش کر کے مجھ تک پہنچا دو۔"

"اس کا طریقہ کیا ہوگا؟"

"باہر جاؤ۔ ان میں سے کچھ نوٹ اپنے پاس رکھ لو یہاں عیش و عشرت سے وقت گزارو اور اُسے تلاش کرو میرا خیال ہے وہ یہاں سے باہر نہیں گئی لیکن میٹروویل کوئی چھوٹی جگہ نہیں ہے بے شمار چھپنے کے مقامات ہیں ممکن ہے وہ تمھارے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

"اوہ۔ میں یہ کام بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔"

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے بس اپنا کام شروع کر دو۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کی یہ پیشکش منظور کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میرے وہاں سے نکلنے کے انتظامات کر دیئے گئے۔ میں اس عمارت سے باہر نکل آیا اور پیدل ہی ایک سمت چل پڑا۔

اس وقت کہرا اتری ہوئی تھی اور خاصی گاڑھی ہو گئی تھی یہ کہر۔ میں ایک فٹ پاتھ پر تیز رفتاری سے چلتا رہا، اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر مجھے جو پہلا موڑ نظر آیا اس میں گھوم گیا۔ اور اس کے بعد بچے بعد بچے کہر آلود سڑکوں پر آگے بڑھتا رہا۔ تقریباً بیس منٹ سفر کرنے کے بعد ایک ذیلی شاہراہ پر نکل آیا۔ جہاں میں نے رفتار سست کر دی۔ اس جگہ اکا دکا افراد کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا مگر ان میں مجھے کوئی ایسا چہرہ نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا اس سڑک پر کچھ دور چل کر ایک ویلیباری رہائشی ہوٹل نظر آیا جیسے میں، میں پہلے قیام کر چکا تھا اور وہاں میں نے پہلے کی مانند ایک کمرہ حاصل کیا اور خوشگوار حرارت میں لپٹے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گیا۔

کمرے میں مقیم ہو کر میں نے کافی طلب کی اور کافی پیتے ہوئے میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا زیبی کی تلاش کا سلسلہ جو انھیں اختیار کر چکا تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ساری زندگی اس طرح گزر جائے گی اور مجھے زیبی کی شکل نظر نہیں آئے گی لیکن یہ بھی میری وفا کا امتحان تھا۔ میں ساری زندگی اس کی تلاش میں صرف کر سکتا تھا البتہ افسوس صرف یہ تھا کہ ترلوکا مجھ پر قابو پا چکا تھا اور اس وقت میں اس کے لیے فٹ بال بنا ہوا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں بس دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے بہرطور کچھ بھی ہو جائے۔ میں اپنا کام نہیں چھوڑوں گا۔

آزادی عیش و عشرت کی زندگی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ مجھ پر نوٹوں کی جو گڈیاں ڈاکٹر ڈی نے مجھے دی تھیں وہ ہی کافی تھیں کہ میں یہاں طویل وقت گزار سکتا تھا باہر نکلتا تو کبھی کسی کو اپنے قریب نہ پایا۔ گویا میری نگرانی یا تعاقب بھی نہیں ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے یہ احسانات مجھے اس بات پر مجبور کر رہے تھے کہ میں اس پر اعتماد کر لوں اور ترلوکا کے خلاف اس کی مدد حاصل کروں۔

لیکن اس کے لیے ابھی میری ہمت نہیں پڑی تھی اور میں جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہتا تھا۔ میٹروویل کے مختلف

علاقوں میں گھومتا رہتا تھا جو میں شیلی کے ساتھ گھوم چکا تھا اب میرے لیے جانے پہچانے تھے چنانچہ اس طرف بھی کئی بار گیا لیکن شیلی نظر نہیں آئی۔ اُس رات اُس کا نکل جانا واقعی تعجب خیز تھا جبکہ میں اُن لوگوں کے نرغے سے نہیں نکل سکا تھا۔

بہر طور شیلی کے اپنے وسائل تھے وہ ان علاقوں سے اچھی طرح باخبر تھی۔

غالباً چوتھے دن میں باہر سے گھوم کر واپس آیا ہال میں داخل ہوا تو زیادہ میزیں آباد نہیں تھیں اور کچھ لوگ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی پر میری نگاہ جا لگی اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے انداز میں جانی پہچانی سی کیفیت محسوس ہوئی۔ لڑکی بھی میری طرف گھومی اور ایک دم مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ چند لمحات وہ مجھے اسی طرح گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"چلتے رہو۔ چلتے رہو کہاں جا رہے ہو تم؟" اس نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ شیلی کی آواز کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔

"تم۔؟"

"ہاں! کیا تمہارا قیام یہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں!"

"تو پھر چلتے رہو رکو نہیں ورنہ دوسرے لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

میں آگے بڑھتا رہا اور چند لمحات کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے۔ شیلی نے غالباً چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا لیکن یہ بہت ہی ہلکا میک اپ تھا جس سے اس کی شکل تھوڑی سی تبدیل تو ضرور ہو گئی تھی لیکن اسے پہچانا جا سکتا تھا وہ میرے کمرے میں آ گئی اور گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمہارے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یا تو تم اب تک مر چکے ہو گے یا ڈاکٹر ڈی کے عتاب کا شکار ہو گے۔"

"گڈ۔ گویا تمہیں ان دونوں باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو راجہ نواز اصغر! میں تمہارے لیے جس قدر پریشان رہی ہوں تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے ہو۔"

"شاید مجھے تو تمہیں یہاں دیکھ کر تعجب ہی ہوا ہے میرا خیال تھا تم یہاں سے نکل چکی ہو گی۔"

"اگر تم یقین کر سکتے ہو تو کر لو کہ میں صرف تمہاری وجہ سے یہاں رکی ہوئی ہوں۔"

"کمال ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز اصغر کیا تمہارے دل میں میرے لئے کوئی بُرائی پیدا ہو چکی ہے۔" اس نے سوال کیا۔

"ارے نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں میرے ذہن میں تو اب کسی کے لئے کوئی برائی کبھی پیدا نہیں ہوتی میں ان تمام چیزوں کا عادی ہو گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی صورت بنا کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور وہ اچھل پڑی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو مجھے دروازے میں ایک دراز قد آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا اور اس کی نال کا رخ شیلی کی جانب ہی تھا۔ شیلی نے شاید پہلے ہی وہ کھڑکی تاڑ رکھی تھی جو اس نے اندر داخل ہوتے ہی کھول دی تھی اور جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔

اس شخص نے اپنے پیچھے کچھ اور لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ برق رفتاری سے اندر گھس آئے لیکن اتنی ہی برق رفتاری سے میں نے شیلی کو کھڑکی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اگر میں زد میں نہ ہوتا تو یقیناً دراز قد آدمی گولی چلا دیتا میری وجہ سے اس نے گولی نہیں چلائی تھی اور شیلی نے اسی سے فائدہ اٹھایا تھا وہ کھڑکی سے دوسری طرف نکل گئی۔

اور دراز قد آدمی دوڑتا ہوا کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے ہی تین آدمی اور بھی آئے تھے۔ انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور پھر دراز قد آدمی نے دوسروں کو اشارہ کیا وہ خود دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے اور دراز قد آدمی اوپر سے نیچے کود گیا تھا حالانکہ کھڑکی سے نیچے کافی گہرائی تھی۔

میں ایک لمحے کے لئے بدحواس سا ہو گیا تھا اور کھڑکی کے قریب کھڑا باہر کا منظر دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً دروازے سے کوئی اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہونے والی شیلی ہی تھی میرا سر چکرا کر رہ گیا۔ میں یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ شیلی کھڑکی سے باہر نکل کر دروازے سے کیسے اندر داخل ہو گئی۔ اس کا مقصد ہے کہ اس نے ان لوگوں کو خاصا لمبا چکر دیا ہے اور وہ دراز قد آدمی یقیناً حماقت کا شکار ہو گیا ہے۔

لیکن میرا یہ نظریہ غلط تھا شیلی ابھی اندر داخل ہوئی ہی تھی کہ وہی دراز قد آدمی عقب سے نمودار ہو گیا۔ وہ بھی کسی طور شیلی سے کم نہیں تھا۔ شیلی ایک لمحے کے لئے رکی ہوئی اور دوسرے لمحے اس نے دراز قد آدمی کے پستول

والے ہاتھ پر جھپٹا مارا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب وہ شیلی کے قبضے میں تھا اس نے دونوں پستول ہم دونوں کی طرف کر کے کہا۔

"چلو۔ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" اس کا لہجہ سرد تھا۔ اس وقت وہ بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی اس نے یہ الفاظ میرے لئے بھی کہے تھے۔ پہلے تو میں ایک لمحے کے لئے حیران ہوا لیکن پھر میں نے اندازہ لگا لیا کہ شیلی کا مقصد کیا ہے۔

دراز قد آدمی نے حقارت آمیز انداز میں زمین پر تھوک دیا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ بنا دوں گا۔"

"اس وقت وہی کرو جو میں کہہ رہی ہوں۔" وہ زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کتیا! تو ڈاکٹر ڈی سے ٹکرائی ہے میں۔" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً شیلی نے حیرتناک پھرتی سے چھلانگ لگائی اور دراز قد آدمی پر سوار ہو گئی۔ دراز قد آدمی غالباً اپنی جیب سے دوسرا پستول نکال رہا تھا۔

لیکن شیلی نے اس سے وہ پستول بھی چھین لیا۔ شیلی کا یہ روپ میرے لئے انتہائی حیرت ناک تھا۔ اس نے پستول چھیننے کے ساتھ ہی دراز قد آدمی کی پسلیوں پر بھی ایک کاری ضرب لگائی تھی اور وہ اذیت کے عالم میں زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے تمہارے ساتھی کو ہلاک کر دوں؟" اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھ دبا دی۔

"اوہ۔ اسے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے۔ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔" میں نے فوراً ہی شیلی کا انداز سمجھ لیا تھا وہ سرد نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

لیکن اس وقت دراز قد آدمی نے اسے دبوچنے کی کوشش کی۔ اس نے فضا میں اچھل کر نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ دراز قد آدمی کی بائیں کنپٹی پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک طویل کراہ کے ساتھ لمبا ہو گیا غالباً وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے ٹٹولا اور اس کے لباس کا جائزہ لینے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کے تین ساتھی اور بھی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں! مجھے پتہ ہے لیکن اب میں یہاں نہیں رکوں گی وہ گدھے بھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم بھی تھوڑی دیر کے لئے بے ہوش ہو جاؤ۔ میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں اس وقت اس کا موقع نہیں ہے کہ میں تم سے اس درمیان کی معلومات کروں۔ چنانچہ دوسری ملاقات پر یہ سب کچھ ہو گا۔"

میں نے طویل سانس لے کر گردن ہلائی اور شیلی پھرتی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کے بعد وہ کسی چھلاوے کی طرح ہی غائب ہو گئی تھی۔ اس کا یہ انداز دیکھ دیکھ کر مجھے چکر آ رہے تھے یہ لڑکی اس قدر خطرناک ہو گی میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔

زندگی کے ان طویل راستوں میں اور خاص طور سے ماضی کی ہنگامہ خیزیوں میں جو وقت گزارا تھا وہ جرائم کی دنیا ہی میں گزرا تھا۔

بہت سے لوگ میری زندگی میں آئے تھے اور ان سے میرا واسطہ رہا تھا مگر شیلی کی شخصیت دوسری ہی تھی میں اس کے بارے میں جس قدر سوچتا حیران ہوتا چلا جاتا بہر طور ان واقعات میں کوئی ربط نہیں تھا یا اگر ربط تھا بھی تو کم از کم میں اپنے مقصد سے اتنا دور ہٹ گیا تھا کہ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک پتنگ ہے جو بغیر کسی ڈور کے فضا میں اڑتی پھر رہی ہے یا ایک فٹ بال ہے جو صرف دوسروں کے رحم و کرم پر ادھر اُدھر آ جا رہی ہے۔

کیا میں واقعی ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے قابل ہوں۔ کیا میری اپنی صلاحیتیں مردہ ہو گئی ہیں۔ بے شک میں سان انتونیو میں ہوں لیکن ہوں تو راجہ نواز اصغر، میں اتنا سست کیوں پڑ گیا ہوں۔

کیا ترلوکا نے مجھے اغوا کرنے کے بعد یہاں ذہنی طور پر معذور کرنے کے لئے بلایا ہے۔ اگر نہیں تو پھر میں اس کے خلاف ابھی تک کوئی مؤثر کارروائی کیوں نہیں کر سکا۔

وکٹر ویل بی کے قتل کے بعد سے لے کر اب تک میں کچھ بھی تو نہیں کر سکا ہوں بلکہ پتہ یہ چلا کہ وکٹر ویل بی کا قتل بھی ترلوکا کی مرضی کے مطابق ہوا ہے۔

اب تک میں نے ترلوکا کے جتنے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا وہ اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا اور ترلوکا جیسا آدمی اپنے مقصد کے لئے ان جیسے ہزاروں کو میرے ہاتھوں قتل کرا سکتا تھا۔

اور اس کے بعد سے لے کر اب تک میں جو کچھ بھی

کرتا رہا ہوں وہ ایسا نہیں ہے کہ اس سے ترلوکا کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ نہیں راجہ نواز اصغر ہرگز نہیں اگر صورتحال یہی ہے تو تمہارے لئے بہتر ہے خودکشی کر لو۔

ہاں خودکشی جو ترلوکا کی خواہش ہے۔ مدمقابل پر قابو نہ پاسکو تو شکست کا اعتراف کر لینا ہی بہادری کی علامت ہے اور اگر یہ نہ ہو تو واپس اپنی اسی پرانی زندگی پر آجاؤ مرجاؤ یا مار دو۔ یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے۔

بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی اور ایک بار پھر دماغ پر خون سوار ہو گیا۔ زیبی کو اغوا کرنے والے زندہ نہیں رہیں گے۔ ہاں انہیں زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔

بہت دیر تک بیٹھا پروگرام بناتا رہا اور پھر تیار ہو کر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دیر تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کی رہائش گاہ کی جانب رخ کیا۔ ڈاکٹر ڈی نے میرے لئے یہاں خاصی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔

چنانچہ اس کی اس رہائش گاہ پر مجھے خوش آمدید کہا گیا میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ موجود نہیں ہے۔

چنانچہ میں اس کی آرام گاہ کی جانب بڑھ گیا۔ مقصد یہی تھا کہ اس کا انتظار کروں۔ ہر چند کہ اس نے مجھے آزادی دے دی تھی لیکن اس سے رابطہ قائم کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں تھی چنانچہ میں جس کمرے میں بیٹھا تھا وہ ڈاکٹر ڈی کی خوابگاہ کے بالکل قریب تھا۔

ایک ملازمہ نے مجھ سے میری خواہش کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس سے ایک ٹھنڈا مشروب طلب کر لیا چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد مشروب سرو کر دیا گیا۔

مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے نجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا اطراف بالکل سنسان پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ڈاکٹر ڈی کی خوابگاہ کے دروازے کو دبا کر دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا چند لمحات کے بعد میں اندر داخل ہو گیا دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں نے پھرتی سے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے ہی لوہے کا ایک ریک رکھا ہوا تھا اس کے قریب پہنچ کر میں نے ریک کی درازیں کھولیں اور جلدی جلدی ان میں رکھے ہوئے کاغذات کا مطالعہ کرنے لگا۔

وہاں کوئی کام کی چیز نہیں ملی تو میں ایک کونے میں لگی ہوئی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کی درازیں ٹٹولنے لگا۔ رائٹنگ ٹیبل پر کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے جن کے مطالعے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وقت کافی گزر چکا تھا اس لئے میں وہاں سے واپسی کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک طرف سے ایک ہلکی سی آواز ابھری ایک مخصوص قسم کی اشارتی آواز تھی میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیوار میں ایک چوکور سا خانہ روشن ہوتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں حیرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے اس کے قریب پہنچ کر میں نے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی کہ یہ سب کیا قصہ ہے تو مجھے دیوار میں تین ننھے ننھے بٹن لگے ہوئے نظر آئے جن میں سے ایک پر آن دوسرے پر آف اور تیسرے پر ٹیون لکھا ہوا تھا۔ میں نے آن کا بٹن دبا دیا اور دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی۔ شیلی اسپیکنگ" ایک لمحے کے لئے میں ششدر رہ گیا۔ شیلی کی آواز اور اس کا نام میرے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن جس انداز میں ڈاکٹر ڈی کو پکارا گیا تھا وہ تعجب خیز تھا۔ میں نے پھرتی سے جیب سے رومال نکال کر منہ پر رکھا اور ڈاکٹر کے انداز میں بھاری لہجے میں بولا۔

"ہیلو شیلی! کیا بات ہے۔؟"

"ونگ نمبر تین پر مال اترنے والا ہے۔ اس کے بارے میں کیا ہدایت ہے؟"

"مال کب اتر رہا ہے شیلی؟" میں نے ڈاکٹر ڈی کے انداز میں سوال کیا۔

"اس کے صحیح وقت کا تعین تو نہیں کیا گیا لیکن یہاں سے یہ مال اترتے ہی فوری طور پر کیمپ پہنچا دیا جائے گا۔ ترلوکا کی یہی ہدایت ہے۔"

"کوئی الجھن ہے شیلی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ مجھے دس آدمی درکار ہوں گے دراصل ڈبل کام کرنا پڑ رہا ہے ڈاکٹر ڈی! ایک طرف اس بے وقوف آدمی کو چکر دینے پڑ رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں یہ مصیبت میرے ہی سر کیوں ڈال دی گئی ہے کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے مجھے میرے کام میں دقت ہو رہی ہے اور اسے سنبھالے رکھنا مشکل ہو رہا ہے میرے لئے۔"

"راجہ نواز اصغر کی بات کر رہی ہو؟" میں نے ڈاکٹر ڈی کے لہجے میں پوچھا۔

"اور کیا گدھا آدمی ہے بلکہ میں تو اسے آدمیوں کی نسل

ہی سے نہیں سمجھتی۔ اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے اسے جاری رکھنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر ڈی میری خواہش ہے کہ اب کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے۔"

"اس سلسلے میں ترلوکا سے بات کرنی پڑے گی شیلی!" میں نے جواب دیا۔

"پلیز میرا یہ کام کر دیا جائے اور ہاں وہ آدمی مجھ تک کب پہنچ جائیں گے؟"

"ان کی تم پرواہ مت کرو دس کیا بیس آدمی دے سکتا ہوں میں تمہیں۔ اس سلسلے میں تم سے کل بات کروں گا۔ مال پہنچنے کا تعین تو نہیں ہو سکا ہے اگر کوئی جلدی ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"او کے چیف!" جواب ملا اور اسکرین تاریک ہو گیا میں نے آف بٹن دبا دیا تھا لیکن اس وقت میرا دماغ ہوا میں اڑ رہا تھا۔ میری شریانوں میں خون کی جگہ پارہ دوڑنے لگا تھا اتنا ہیجان پیدا ہو گیا تھا میرے ذہن میں کہ بیان سے باہر ہے میرے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ میری رگ رگ میں چنگاریاں بھر گئی تھیں۔ اتنا شدید غصہ آرہا تھا مجھے اس وقت کہ اگر شیلی یا ڈاکٹر ڈی میں سے کوئی ہوتا تو میں اپنے دانتوں سے ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ آہ کمبخت عورت نے کتنا لمبا جال بچھایا تھا کس طرح بے وقوف بناتی رہی تھی مجھے یہ کہتی رہی تھی کہ ڈاکٹر ڈی سے اس کی دشمنی ہے اس نے اپنی کہانی سنائی تھی اتنی زبردست اداکارہ آج تک میری نگاہوں سے نہیں گزری تھی اور مجھے اعتراف کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ لڑکی نہیں شیطان کی خالہ ہے بلکہ ممکن ہے شیطان کی تربیت بھی اسی نے کی ہو۔ میں نے اپنے آپ کو انتہائی احمق اور گدھا محسوس کیا تھا اور شیلی کے ان الفاظ سے متفق تھا میرے دل و دماغ میں دھواں ہی دھواں بھر گیا اور اس لئے میں اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ مشروب کا گلاس ابھی آدھا باقی تھا میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر اسے حلق میں اتار لیا۔ میرا سینہ جل رہا تھا میرا سارا وجود پھونک رہا تھا بمشکل تمام میں نے اپنے کو ٹھنڈا کیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ مشروب کے ایسے دس گلاس آجائیں تو میں انہیں حلق سے اتار لوں۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے مجھے ذہنی اذیت ہوئی تھی اور یہ معلوم کر کے میں شدید حیرت کا شکار ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر ڈی بھی ترلوکا کی ایک شاخ ہی تھا۔ ترلوکا نے میرے لئے بڑی عظیم منصوبہ بندی کی تھی۔ بلاشبہ میں دل سے اس کا قائل ہو گیا تھا کہ میں ابھی اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا اس نے اتنے لمبے جال پھیلائے ہوئے ہیں کہ جب تک میں اس کی زد سے اتنی دور نہ نکل جاؤں کہ وہ میری گرد بھی نہ پا سکے میں ان جالوں میں الجھا رہوں گا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ساری دنیا ترلوکا ہی کی پیروکار ہے۔ سارا نظام اسی کے اشاروں پر چل رہا ہے اگر پورے امریکہ میں نہیں تو کم از کم سان انتونیو میں ترلوکا کے پنجے سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ ان حالات میں میں بھلا ترلوکا سے کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ ڈاکٹر ڈی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں دروازے سے باہر نکل آیا جونہی باہر نکلا میری ملاقات ایک ملازم سے ہو گئی جو اس طرف سے گزر رہا تھا۔ میں نے اشارے سے اسے قریب بلایا تو وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"جناب عالی!" اس نے گردن خم کر کے پوچھا۔

"ابھی تک ڈاکٹر ڈی نہیں آئے؟" میں نے سوال کیا

"نہیں۔ ابھی تک تو وہ تشریف نہیں لائے۔"

"اچھا دوست! تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے۔"

"جی فرمائیے۔"

"ڈاکٹر ڈی آجائیں تو انہیں میرا یہ پیغام دے دینا کہ میں کسی بھی وقت انہیں ٹیلیفون کروں گا۔ بلکہ اب سے چار پانچ گھنٹے بعد میں ٹیلی فون پر اسے مخاطب کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہ آگئے تو ٹھیک ہے ورنہ میں دوبارہ انہیں پھر رنگ کر لوں گا۔"

"بہت بہتر جناب!" اس نے جواب دیا اور میں باہر نکل آیا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد میں اپنے طور پر کچھ خاص کارروائیاں کرنے کا خواہشمند تھا اور مجھے یہ موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ میں پہلی بار میٹروویل کے بازاروں کی سیر کرنے کے لئے نکل گیا اس سے قبل بھی میں بازاروں سے گزرا تھا لیکن ظاہر ہے کہ مجھے خریداری سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی کوئی چیز مجھے درکار تھی چنانچہ میں نے ان بازاروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اب جب میں نے گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں جدید ترین دوکانیں ہیں جن میں ضروریات زندگی

کے تمام سامان مہیا ہو سکتے ہیں۔ البتہ میں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ اب تو شیلی کی طرف سے بھی ذہن قابو میں رکھنا تھا۔ وہ کسی بھی صورت میں کسی بھی شکل میں مل جائے میرے لئے ایک خوفناک ناگن سے کم نہیں تھی۔ یہ خطرہ مجھے مول لینا پڑا تھا کیونکہ میں شیلی سے ڈاکٹر ڈی کی حیثیت سے گفتگو کر چکا تھا بدقسمتی سے اگر ڈاکٹر ڈی اور شیلی کے درمیان کوئی ملاقات ہو گئی تو شیلی ضرور اسے بتائے گی کہ ٹیلیفون پر اس نے کیا بات کی ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر ڈی محتاط ہو جائے گا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ فوراً میرے بارے میں سوچنے لگے گا لیکن اس کے خیال میں یہ سوال ضرور پیدا ہو جائے گا کہ وہ کون شخصیت ہے جس نے اس کی آواز میں اس کا ٹیلیفون ریسیو کیا تھا اور پھر ملازموں سے اسے یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ جب شیلی کا ٹیلیفون آیا تھا میں یہیں دوسرے کمرے میں موجود تھا۔ چنانچہ اس طرح وہ مجھ پر شبہ بھی کر سکتا ہے لیکن خطرہ مول لئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ ہو ہی جائے گا۔ بازار کی ایک بہترین دوکان سے میں نے میک اپ کا سامان خریدا اور جو کچھ منصوبہ بندی میرے ذہن میں ہوئی تھی اس کے تحت اب میں صورتحال کو بالکل تبدیل کر لینے کا خواہشمند تھا۔ اور ان لوگوں کو ایک ایسا سبق دینا چاہتا تھا کہ یہ لوگ بھی زندگی بھر یاد رکھیں سب کچھ اسی انداز میں کرنا تھا لیکن اس سلسلے میں سارے معاملات تقدیر پر چھوڑ دیئے تھے میں نے۔ تقدیر اگر ساتھی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اور کبھی کبھی تقدیر کو آزما لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا اس طرح کم از کم انسان اپنے راستوں کا تعین کر سکتا ہے۔

میک اپ کا یہ سامان خریدنے کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کر لیا تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے میک اپ کی مہارت کو آزمانا شروع کر دیا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس کام میں صرف کیا۔ میں ڈاکٹر ڈی کا ہم شکل بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ بازار سے خریدا ہوا سامان میرا معاون تھا اس طویل ترین وقت میں میک اپ کرنے کے بعد میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ پتہ نہیں یہ میری خوش فہمی تھی یا حقیقت کہ میں اپنے اس میک اپ کو اپنی زندگی کا بہترین میک اپ قرار دے سکتا تھا اور صورت حال کچھ یوں تھی کہ اگر ڈاکٹر ڈی بھی میری شکل دیکھ لیتا تو ششدر رہ جاتا میں نے نیا لباس تبدیل کر لیا اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر ڈی کو ٹیلیفون کیا۔ دوسری طرف سے ملازم ہی نے ٹیلیفون ریسیو کیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر ڈی ابھی واپس نہیں پہنچا ہے چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور اپنی اس رہائش گاہ سے واپس نکل آیا۔ میں نے سر پر ایک چوڑا فلیٹ ہیٹ پہنا ہوا تھا جیسے ڈاکٹر ڈی پہنتا تھا یہ فلیٹ ہیٹ وغیرہ بھی میں نے بازار ہی سے خریدے تھے۔ فلیٹ ہیٹ کے گوشے لمبے ہونے کی وجہ سے کسی نے میری شکل غور سے نہیں دیکھی اور میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ میں نے فلیٹ ہیٹ کا گوشہ سر پر جھکا رہنے دیا تھا۔ اسی انداز میں کافی دور تک چلتا رہا اور پھر ایک ٹیکسی لے کر بازار پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے میٹر ڈویل کے بارے میں مکمل نقشے وغیرہ خریدے تھے۔ ایک ریسٹورنٹ کے کیبن میں بیٹھ کر میں ان نقشوں پر غور کرنے لگا اور میٹر ڈویل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ رات ہو چکی تھی اس وقت تقریباً سوا نو بجے تھے اس وقت میں نے ایک ٹیلیفون بوتھ سے ڈاکٹر ڈی کو دوبارہ فون کیا اور اس بار وہ ٹیلیفون پر مل گیا۔

"ہیلو ڈاکٹر ڈی۔"

"ہیلو کون بول رہا ہے۔؟"

"آپ کا خادم ڈاکٹر۔"

"اوہ تم۔ میں نے سنا ہے کہ تمہیں میری ضرورت تھی تم یہاں آئے تھے۔؟"

"ہاں ڈاکٹر ڈی! کچھ ایسے دلچسپ معاملات ہیں جو تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا ہیں وہ۔؟"

"ملاقات ہو سکتی ہے ڈاکٹر۔؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں آ جاؤ۔"

"نہیں ڈاکٹر میرا خیال ہے آپ کیر وسین کیبن کے علاقے میں پہنچ جائیں میں آپ کو ایسی چیز دکھانا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر آپ بھی حیران رہ جائیں گے۔"

"کیر وسین کیبن کے علاقے میں کیوں۔؟" ڈاکٹر ڈی نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ڈاکٹر ڈی اگر آپ یہاں تشریف لے آئیں تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہو گی۔"

"او کے۔ میں آ رہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور پھر بولا۔

"کیر وسین کیبن کے علاقے میں تمہیں کہاں تلاش کروں۔؟"

"بلیک کارنر پر۔" میں نقشوں کی مدد سے دیکھے ہوئے علاقوں کے بارے میں اسے بتانے لگا۔

"او کے میں پہنچ رہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ میری رگوں کا سارا خون میرے چہرے پر جمع ہو گیا تھا۔ بس اب مسئلہ یہ تھا کہ ڈاکٹر ڈی تنہا وہاں پہنچے اور اسے میرے اوپر شبہ نہ ہوا ہو۔ میں نے خود بھی اس علاقے کو نہیں دیکھا اس لئے ضروری تھا کہ میں فوری طور پر کیر وسین کے علاقے میں پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کیر وسین کیبن کے علاقے کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ یہ علاقہ خاصا سنسان تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آئیل ریفائنری تھی جس کی چمنی سے ایک اونچا شعلہ نکل رہا تھا اس لئے شاید یہ علاقہ کیر وسین کیبن کے نام سے مشہور تھا۔ بلیک کارنر ایک چھوٹا سا گارڈن تھا جس کے بارے میں مجھے نقشے کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا اس چھوٹے سے گارڈن کے عین درمیان ایک پانی کی جھیل بنی ہوئی تھی جو کافی خوبصورت تھی۔ سنگ مرمر کی میزیں اس کے چاروں طرف بچھی ہوئی تھیں۔ میں اسی جگہ پہنچ گیا یہاں سے بلیک کارنر کے گیٹ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ میں بے چینی سے گھڑی میں وقت دیکھنے لگا اگر ڈاکٹر ڈی فوراً ہی وہاں سے چل پڑا ہے تو پھر اسے دس منٹ کے اندر اندر بلیک کارنر پہنچ جانا چاہیئے۔

درخت کی آڑ میں کھڑا کھڑا میں صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا دس منٹ کے بعد بلیک کارنر کے گیٹ کے باہر کسی کار کی روشنیاں چمکیں اور اس کے بعد گاڑی کا انجن بند ہو گیا۔ پھر مجھے ڈاکٹر ڈی کا منحوس وجود نظر آیا وہ اپنے خاص لباس میں ملبوس پُر اطمینان انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ابھی تک تو اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرا کام ہو ہی جائے گا۔ اس وقت تو شاید ڈاکٹر ڈی کے اپنے باڈی گارڈ بھی ساتھ نہیں آئے تھے۔ پتہ نہیں اس نے اس سلسلے میں کیا نظریہ قائم کیا تھا یا پھر میری خوش بختی تھی۔ اگر باڈی گارڈز اس کے ساتھ آئے ہوتے تو مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر ڈی آگے بڑھتا ہوا جھیل سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ اس نے اپنا فلیٹ ہیٹ اتار کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں نے خود بھی اپنا فلیٹ ہیٹ اور کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر درخت کی آڑ سے نکل کر ڈاکٹر ڈی کے پاس پہنچ گیا وہ قدموں کی چاپ سن کر ہی چونک پڑا تھا مجھے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی۔

"ہیلو!" وہ بھاری آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"ہیلو ڈاکٹر!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے تم مجھ سے ملاقات کے لئے خاصے بے چین نظر آتے تھے کافی دیر تک تو میرا انتظار کر چکے تھے گھر پر۔ خیریت تو ہے۔؟"

"نہیں ڈاکٹر خیریت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔

"یہ بتایئے کہ شیلی آپ کو مل گئی۔"

"نہیں کیوں۔" میں نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا ہے۔

"کب سے آپ سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں علم ہے وہ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے وہ کتیا بھلا مجھ سے کیا ملاقات کرے گی۔"

"اوہ ڈاکٹر ڈی براہ کرم اپنے باڈی گارڈز کو بلوایئے۔" میں نے کہا۔

"کیوں آخر کیا بات ہے؟"

"میں آپ کو بتا دوں گا ڈاکٹر براہ کرم بلوایئے مجھے ایک ضروری کام ہے۔"

"اوہ مگر وہ اس وقت میں انہیں ساتھ نہیں لایا۔"

"ڈرائیور ہی کو بلوایئے ایک اہم مسئلہ ہے ڈاکٹر۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے بتاؤ کار میں ڈرائیور موجود نہیں ہے میں تنہا ہی آیا ہوں تمہارے اس طرح بلانے پر مجھے بھی تعجب ہوا تھا

اس لیئے میں تنہا ہی چلا آیا۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا۔

"تب تو بڑی مشکل ہو گئی۔" میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا بولا....

اس بات سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تقدیر یاور ہے اور معاملات میرے حق میں جا رہے ہیں بشرطیکہ پرانا نواز اصغر آج بھی زندہ ہو سکے وہ جس نے اپنے مدِ مقابل کو کبھی سامنے نہیں ٹکنے دیا تھا۔

"اس جھیل میں ایک لاش موجود ہے ڈاکٹر ڈی۔" میں نے آہستہ سے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک پڑا۔

"لاش!" اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں لاش!"

"کس کی لاش ہے؟"

"اس کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ڈاکٹر ڈی۔ آؤ اس بات کا فیصلہ کر لیں۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ڈاکٹر ڈی۔ اس جھیل میں اگر لاش موجود نہیں ہے تو تھوڑی دیر بعد ضرور موجود ہو گی میری یا تمہاری لاش۔" میں نے جواب دیا۔ میری عقابی نگاہیں ڈاکٹر ڈی پر جمی ہوئی تھیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک دم چونکا ہے۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ بغلی ہولیسٹر کی طرف گیا لیکن چوک جانے کا یہی لمحہ تھا اور میں اس لمحے میں چوکنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور جیسے ہی ہولیسٹر سے ڈاکٹر ڈی کا پستول باہر نکلا میری جچی تلی ٹانگ اس کی کلائی پر پڑی۔ پستول کو میں نے فضا میں اچھلتے ہوئے دیکھا اور یہ میری خوش بختی تھی کہ وہ جھیل ہی میں گر گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈی نے سانپ کی طرح لوٹ لگائی اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بار اس نے لیٹتے ہی دوسرا پستول نکال لیا تھا مجھے اس بات کی توقع تھی کہ اس جیسا آدمی ایک پستول اپنے ساتھ نہیں رکھتا ہو گا اور اسی تصور نے مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ چونکہ دوسرا پستول نکالتے ہی میں اچھل کر ڈاکٹر ڈی کے شانے پر جا بیٹھا تھا اور میں نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ مروڑ کر اوپر کر لیا تھا۔ پستول سے ایک فائر ہوا لیکن دوسرے فائر کی نوبت نہیں آئی اور یہ پستول بھی ڈاکٹر ڈی کے ہاتھ سے نکل کر جھیل میں جا پڑا۔ تب میں نے پھرتی سے اس کے کندھے پر سے نیچے چھلانگ لگا دی اور اب میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

آسمان پر چاند نکل رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر ڈی پوزیشن بنائے ہوئے کھڑا تھا اور اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھا لیکن پھر جیسے ہی روشنی میں اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اس کی نگاہیں حیرت سے پھیل گئیں غالباً اس نے پہلی بار میری شکل پر غور کیا تھا۔

"تم ہم۔ یہ سب کیا ہے آخر؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ڈاکٹر ڈی کہ جھیل میں ایک لاش موجود ہے، میری یا تمہاری اور یہی فیصلہ کرنا ہے مجھے اس وقت کہ وہ لاش کس کی ہو گی۔"

"کیا تم پر اس وقت جنون کا دورہ پڑا ہے۔" اس نے خونخوار لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی مجھ پر جنون کا ہی دورہ پڑا ہے شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ڈاکٹر ڈی کہ تم جس کے جوتے چاٹتے ہو میں اس کا خانہ خراب کر چکا۔ شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ترلوکا مجھے براہِ راست اپنا دشمن سمجھتا ہے اور میری وجہ سے اسے کیلی لاس کی پہاڑیوں سے چوروں کی طرح بھاگنا پڑا تھا۔ تمہیں یقیناً یہ بات نہیں معلوم ہو گی ڈاکٹر ڈی ورنہ تم اتنے احمقانہ انداز میں راجہ نواز اصغر کا سامنا نہیں کرتے۔ تم کیا سمجھتے ہو گدھے۔ کیا تم راجہ نواز اصغر کو اپنے قابو میں رکھ سکتے تھے۔ تمہاری یہ مجال تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا میں وہ کتیا اور تم مل کر میرے ساتھ ایک اچھا خاصا ڈرامہ کر چکے ہو لیکن یہ نہیں سوچا تم نے کہ بالآخر اس ڈرامے کا راز فاش ہو جائے گا اور اس کے بعد تمہارا کیا حشر ہو گا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو گیا۔" ڈاکٹر ڈی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی سب معلوم ہو گیا مجھے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ تم اور شیلی مل کر اپنی دانست میں مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ لیکن ترلوکا نے تمہیں میرے بارے میں ہدایت دیتے ہوئے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں

تمہارے لئے کتنی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوں گا۔"

"گڈ۔ گڈ۔" ڈاکٹر ڈی پنجوں سے اچھلتے ہوئے بولا۔ "میں ہر ٹیڑھی کھیر کو سیدھا کر لینے کی مشق رکھتا ہوں چلو آ جاؤ ایک بار پہلے بھی تم میرے گھونسوں کا مزا چکھ چکے ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ناک کو نشانہ نہیں بناؤں گا لیکن تمہارے یہ جبڑے ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دوں گا۔" ڈاکٹر ڈی نے کہا۔

"ہاں ہاں ڈاکٹر آ جاؤ مجھے معلوم ہے کہ باکسر ہو اور ممکن ہے کہ تم اپنے حلقے میں اچھے باکسروں میں شمار ہوتے ہو لیکن تمہیں آج تمہاری زندگی کا مزا آ جائے گا۔" میں نے ایک باکسر ہی کے انداز میں پوز بنا لیا لیکن یہ صرف ڈاکٹر ڈی کو دھوکا دینے کی بات تھی باکسنگ سے مجھے واقفیت ضرور تھی لیکن کسی پیشہ ور باکسر سے مقابلہ کرنا میں نہیں جانتا تھا۔ البتہ اس انداز میں میں اسے دوسری طرف سے ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور یہی باور کرانے کا خواہش مند تھا کہ میں بھی باکسنگ ہی کا مقابلہ کروں گا۔ اس نے پینترے بدلے اور گھونسے ہلاتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنا رائٹ پنچ آگے بڑھایا لیکن اس کے لئے وہ تیار نہیں تھا کہ میری ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑے جوں ہی اس کا رائٹ پنچ میرے چہرے کی طرف لپکا میں نے اس کی پنڈلی پر ایک ٹھوکر لگائی پھر دوسری پنڈلی پہ دوسری ٹھوکر۔ اور ڈاکٹر ڈی حلق سے عجیب سی آواز نکالتا ہوا زمین کے نیچے طرف جھک گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ چاروں شانے چت گرا۔

"کیسی رہی ڈاکٹر۔ کیسا تھا میرا گھونسہ۔" میں نے کہا ڈاکٹر ڈی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔

"تم نے بد عہدی کی ہے تم کیا سمجھتے ہو جوڈ و سے صرف تم ہی واقف ہو۔"

"نہیں نہیں تم بھی واقف ہو ڈاکٹر ڈی۔ میں کب منع کرتا ہوں آ جاؤ آ جاؤ۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر باکسنگ ہی کی کیفیت بنا کر میں اس کے سامنے کھڑا ہو گیا لیکن اس بار ڈاکٹر ڈی میرے دھوکے میں نہیں آیا اس نے ایک سوئیپ لگائی اور میری ٹانگوں کو الجھانے کی کوشش کی لیکن میرے خیال میں یہ ایک معمولی سا داؤ تھا میں نے اس کے پھیلے ہوتے پاؤں پہ ایک زوردار ٹھوکر لگائی اور ڈاکٹر ڈی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا اوندھا ہو گیا یہ ٹھوکر پہلے سے زیادہ زبردست تھی۔ تیسری بار میں نے اس کی ران کو نشانہ بنایا تھا اور درحقیقت میرا یہ وار کامیاب ہو جاتا تو ڈاکٹر ڈی میں اٹھنے کی سکت نہ رہتی۔ لیکن میرا پاؤں اچکتا ہوا اس کے پاؤں پر پڑا تھا وہ ایک دم پیچھے ہٹا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اس بار اس نے کسی ریسلر کے انداز میں فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی لیکن میں بھی اس کے شایانِ شان مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ میں نے نیچے بیٹھ کر اس کی فلائنگ کک خالی دی لیکن اسے زمین پر نہ گرنے دیا بلکہ اس کے نیچے جھک کر اسے اپنی پشت پر سنبھال لیا اور اس کے بعد میں نے اس کو پلٹ کر زمین پر اوندھے منہ دے مارا۔ زمین پر گرتے ہی میں اچھلا اور اپنی دونوں ٹانگیں اس کی کمر پر ریڑھ کی ہڈی کی جگہ ماریں۔ ڈاکٹر ڈی زمین پر لوٹ لگانے لگا تھا یہ ضرب اتنی سخت تھی کہ اس کے لئے اٹھنا مشکل تھا اس لئے میں نے اسے اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا وہ جس طرف بھی سرکتا اسی طرف سے میری ٹھوکر اس کے منہ یا بدن کے کسی حصے پر پڑتی۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کو فٹ بال بنا لیا تھا اس کی ہر کوشش کو میں نے ناکام بنا دیا چنانچہ جب بھی اس کے ہاتھ زمین پر ٹکتے اس کے حلق سے ایک دھاڑ ضرور نکلتی چونکہ میرے پاؤں کی ٹھوکر اس کے ہاتھوں پر پڑتی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ڈی! میں نے اپنے ہاتھوں کو ترلوکا کے لئے مخصوص کر رکھا ہے یہ ہاتھ میں اس پر استعمال کروں گا۔ تم جیسے معمولی انسان کو ہاتھوں سے مارنا مجھے پسند نہیں۔" ڈاکٹر ڈی کے منہ سے گالیاں نکل رہی تھیں اب وہ بالکل ایک عام آدمی بن گیا تھا۔ بڑے ہنگامے تھے اس کے نام کے لیکن اگر کوئی اس وقت اسے پٹتے ہوئے دیکھ لیتا تو ڈاکٹر ڈی کو زندگی بھر برا بھلا کہتا رہتا جس نے خواہ مخواہ لوگوں کو اپنے نام سے پریشان کر رکھا تھا۔ اب اس کے منہ ناک اور کان دونوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی اس کے ساتھ ایسے تلے وار کئے تھے کہ اس کی کئی پسلیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان ٹوٹی ہوئی پسلیوں کے بارے میں میں نے خود اندازہ لگایا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کو اپنی زندگی کے

سب سے بدترین واقعہ سے دوچار ہونا پڑا تھا وہ اب نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا لیکن میں اب اس سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بس اسی بات کا خواہش مند تھا کہ وہ نیم مردہ ہو جائے تو میں اس پر آخری وار کر دوں اور اس کے بعد میں نے آخری وار اس کی گردن پر کیا۔ میں نے اس کی گردن پر کھڑے ہو کر زور سے گھوما اور ڈاکٹر ڈی کی گردن کے کئی منکے ٹوٹ گئے۔ اس کے حلق سے آخری ہچکیاں نکلیں اور پھر اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ اپنے بدترین دشمن کا میں صفایا کر چکا تھا۔ ڈاکٹر ڈی اپنی تمام تر چالاکیوں کے ساتھ موت کی آغوش میں جا سویا تھا۔ میں نے جھک کر اس کے لباس کی تلاشی لی اور ہر وہ چیز نکال لی جو اس کے لباس میں موجود تھی۔ پھر ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد میں نے اِدھر اُدھر اپنی ضرورت کی چیزوں کے لئے نظریں دوڑائیں۔ کافی بڑے بڑے پتھر اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے ان پتھروں کو جمع کر کے ڈاکٹر ڈی کے کوٹ کے اندر بھرا اس کی ٹائی اتاری اور ایک بڑا وزنی پتھر اس میں احتیاط سے باندھ کر اسے بمشکل تمام جھیل میں غرق کر دیا۔ اس طرح ڈاکٹر ڈی کی کہانی انجام کو پہنچ گئی۔

ڈاکٹر ڈی کی موت کے بعد میرے سامنے پھر ایک خلا تھا۔ میں ڈاکٹر ڈی کی شکل میں ابھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن فیصلہ یہ کرنا تھا کہ کیا کروں۔

شیلی کو بھی اس کے فراڈ کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اب اس شکل میں اسے موت کے گھاٹ اتارنا میرے لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں تھا لیکن صورت حال وہی تھی۔ شیلی کی موت سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ زیبی تو اس کے ذریعہ کسی طور نہیں مل سکتی تھی ترلوکا نے اپنی دانست میں مجھے سان انتونیو میں پھانس لیا تھا۔ ممکن ہے اب تک وہ میری تمام نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہو۔ لیکن اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اس وقت میں اس کی نگاہ میں نہیں ہوں۔

کیونکہ اس جھگڑے میں الجھنے کے بجائے پہلے اس کی نگاہوں سے دور ہونے کی کوشش کروں۔ میں پہلے اس خطرے کو ٹال دوں اس کے بعد ہی کچھ مدد کرنا مناسب ہوگا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ میں خود کو یکسر بدل لوں۔ کسی بھی طرح۔ شیلی کو بعد میں دیکھ لوں گا پہلے اس سلسلے میں کچھ کروں۔

ڈاکٹر ڈی کی کار لے کر میں سفر کرتا رہا۔ میں نے اس کی کوٹھی میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور میرے ذہن میں بے شمار منصوبے ترتیب پا رہے تھے۔

اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے تحت میں نے ڈاکٹر ڈی کی کار ایک کھڈ میں گرا دی اور پیدل وہاں سے آبادی میں واپس آ گیا۔ میک اپ کا سامان میرے پاس موجود تھا۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کا میک اپ بدل دیا۔ اب میں پھر سے راجہ نواز اصغر کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ اس بار میں نے جو میک اپ کیا تھا وہ ایک خطرناک شکل کے غنڈے کا تھا۔ اس میک اپ میں بھی میں نے بہت محنت کی تھی۔ لباس وغیرہ بھی اسی طرح کے استعمال کئے تھے اور اس کے بعد میں نے سان انتونیو کے مختلف حصوں کی سیر شروع کر دی۔ میرا مسکن یہاں جرائم کے اڈے ہوتے تھے۔ میں مجرموں کی دنیا میں اپنا ایک مقام بنانا چاہتا تھا جوئے خانے شراب خانے اور ایسی ہی جگہیں۔ وہیں میری ملاقات گرینی سے ہوئی۔ ایک نڈر بے خوف اور لاپرواہ لڑکی۔ اسے شیشے میں اتارنے کا فن مجھے آتا تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب سے کارآمد چیز دولت ہے۔ میں تاش کا فن جانتا تھا اور اسی فن کے ذریعہ میں نے دولت اکٹھی کرنی شروع کر دی۔ گرینی کو اس رقم کا بڑا حصہ مل جاتا تھا اس لئے وہ بہت خوش تھی۔ اس طرح میں نے اپنے کچھ دشمن بھی بنائے تھے اور یہ سب ضروری تھا اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لئے۔ ترلوکا کی نگاہ سے بچنے کے لئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس طرح مجھے کافی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

گرینی میری دستِ راست تھی ایک سودے باز عورت میں نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ میں اسے پسند بھی کرتا ہوں۔ لیکن میری پسند سے زیادہ اسے میرے ہاتھوں کی کمائی سے بھی دلچسپی تھی۔

اس شام بھی اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ "ہم ڈیپرو چل رہے ہیں تیار ہو جاؤ"

"یہ ڈیپرو کیا ہے۔؟"

دولت کی کان تمہارے جیسوں کے لئے۔

سمجھائیں:

"سمجھ لیا سمجھ لیا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو تیار ہو۔؟"

"تمہارا حکم ہو اور میں تیار نہ ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لباس وغیرہ تبدیل کر لو" اس نے کہا اور میں تیاری کرنے لگا۔ گرینی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ تھوڑا سا حلیہ بھی بدل لیا جائے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ میک اپ کے اوپر ایک اور میک اپ کر لیا اور گرینی مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔

"کمال ہے اتنا عمدہ میک اپ"

"تمہیں پسند ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں، بہت زیادہ" گرینی مسکراتی ہوئی بولی اور پھر اس کے بعد ہم ڈیپرو چل پڑے۔ ڈیپرو کے بارے میں گرینی نے جو کچھ بتایا تھا وہ بالکل درست تھا۔ یہاں خاصا رش تھا تاہم ہمیں کونے کی ایک خالی میز مل گئی اور ہم دونوں اس کے گرد بیٹھ گئے۔ بہت سی نگاہیں ہمارا طواف کر رہی تھیں۔

گرینی سے گفتگو کے دوران میں نے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ طرح طرح کے لوگ یہاں موجود تھے۔ میں نے گرینی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تم تو یہاں آتی رہی ہوگی"

"ہاں! اکثر"

"یہاں کس پیمانے کا جوا ہوتا ہے؟"

"بہت اعلیٰ پیمانے کا۔ ہر طرح کے لوگ یہاں آتے ہیں کچھ لوٹ کر جاتے ہیں اور کچھ لٹ کر جانے والوں میں شامل ہوتے ہیں"

"کیا اس کی حیثیت قانونی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہی تو نہیں ہے اس کی وجہ سے یہاں کا کھیل پرکشش ہوتا ہے"

"اوہ۔ گڈ۔ لیکن غیر قانونی جوئے کے لئے ان لوگوں کو کوئی دقت پیش نہیں آتی"

"نہیں! ہر شخص اپنا اپنا کام چلا ہی لیتا ہے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے لئے بندوبست کر رکھا ہے لیکن جوئے خانے میں جانے کے لئے ذرا کچھ دشواریاں پیش آتی ہیں اس کے لئے شناسائی ضرور قرار دی گئی ہے"

"تو پھر ہم کیسے داخل ہوں گے؟" میں نے سوال کیا اور گرینی مسکرانے لگی۔

"میں یہاں چند دوستوں کے ساتھ آ چکی ہوں اور یہاں پر موجود لوگ مجھے جانتے ہیں"

"تو پھر آؤ گرینی! شروع کرتے ہیں"

"کچھ ہیو گے نہیں"

"میرا خیال ہے کھیل کے درمیان ہی" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

گرینی کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ عام قسم کی لڑکی ہے اور اس میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے جس سے وہ مختلف قرار پائے لیکن میرے مقصد کی چیز تھی اس لئے سب کچھ چلتا تھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"میرے دوست!" گرینی نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ پہلی بار" کاؤنٹر مین کے لہجے میں تشویش کی جھلک تھی۔

"باہر سے آئے ہیں" گرینی مسکرائی اور کاؤنٹر مین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گرینی نے ہاتھ کاؤنٹر پر رکھا اور اس کی درمیانی انگلی کاؤنٹر پر دستک کے انداز میں کھٹ کھٹ کرنے لگی۔ کاؤنٹر مین نے اس کی انگلی کی طرف دیکھا۔ میں بے تعلق سا کھڑا تھا لیکن میری آنکھیں کاؤنٹر مین اور گرینی کے درمیان ہونے والی اشارے بازی دیکھ رہی تھیں۔ ان اشاروں کا صاف مطلب یہی تھا کہ وہ ان کے لئے ایک شکار لائی ہے اور اس شکار کو جلد از جلد حلال کرنے کی اجازت دی جائے۔

کاؤنٹر مین نے میری طرف گردن خم کر کے کہا۔

"ہم آپ کی میزبانی کو فخر سمجھتے ہیں جناب"

"شکریہ"

"اگر ستارے عروج پر ہوں تو کچھ اور لوگوں کو بھی اپنی خوش قسمتی میں شامل کر لینا مناسب ہوتا ہے" کاؤنٹر مین بولا

"ٹھیک ہے میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا" میں نے جواب دیا اور کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

ہم لوگ کاؤنٹر سے ہٹ کر ایک عقبی کمرے میں آ گئے یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ چند لوگ اپنے چہروں پر نقابیں

لگا رہے ہیں۔ یہاں کھیلنے والوں کے لئے شاید یہ آسانیاں فراہم کر دی گئی تھیں کہ اگر وہ چاہیں تو نمایاں ہو کر کھیلیں اور نقابیں اپنے چہروں پر لگالیں۔ چنانچہ یہاں سے نقابیں فراہم ہوتی تھیں۔

میں نے اور گرینی نے بھی اپنے اپنے چہروں پر نقابیں لگالیں۔ گرینی مسکرا کر بولی۔

"ویری گڈ۔ یہ ان لوگوں نے ایک نیا آئیٹم شروع کیا ہے ورنہ اس سے پہلے یہاں پر یہ سب کچھ موجود نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا بالکل نئی بات ہے؟"

"ہاں! چند روز قبل ہی شاید انہوں نے ایسا شروع کیا ہے۔"

"بہر طور بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم ایک عقبی دروازے کے دوسرے حصے سے اندر داخل ہو گئے۔ گرینی میرے آگے آگے چل رہی تھی تھوڑی دیر بعد ہم اس زینے تک پہنچ گئے جہاں ایک بلب روشن تھا۔ یہاں آتے ہی تہہ خانوں جیسی محسوس ہونے لگی تھی۔ میں نے ناک بھوں چڑھائی۔

"غلیظ جگہ ہے۔"

"ہاں۔ لیکن اس کے باوجود یہاں داخلہ آسان نہیں ہوتا۔" اس نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ویسے کیا خیال ہے کیا میں کھیل میں تمہاری حصہ دار بنوں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے درمیان سو سے بازی مکمل ہو جانی چاہیئے۔"

"اوہ۔" میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا حالانکہ اسے بہت کچھ مل چکا تھا مجھ سے لیکن اس وقت اس کا یہ تقاضا کچھ عجیب تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔۔۔

"کیا چاہتی ہو تم؟"

"آدھی۔ آدھی۔"

"اور ہارنے پر کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"تم ہارنا نہیں جانتے۔"

"ٹھیک ہے۔ اوکے۔" میں نے جواب دیا۔ کسی قدر اکتاہٹ سی طاری ہو گئی تھی اور گرینی کی صورت مکروہ نظر آنے لگی تھی حالانکہ میں نے جب بھی اس کا ساتھ حاصل کرتے ہوئے جوئے میں کچھ رقم جیتی تھی تو ہمیشہ اس کا بڑا حصہ اس کے حوالے کر دیا تھا لیکن وہ پُر ہوس عورت اس وقت نہ جانے کیوں مجھ سے دولت کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ اس طرح اس کی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے عریاں ہو جاتی تھی۔ بری لڑکی تھی اچھی باتیں کیسے کر سکتی تھی۔

ہم جوئے خانے کے بڑے ہال میں داخل ہو گئے بہت سی نگاہوں نے یہاں بھی ہمارا استقبال کیا تھا۔ چند لوگوں نے گرینی پر بھی جملے کسے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ گرینی اسی قسم کے لوگوں کے درمیان کی چیز ہے ان سے الجھنا بے معنی تھا۔

میں نے ایک نگاہ میں پورے جوئے خانے کا جائزہ لے لیا۔ وسیع و عریض ہال میں بے شمار میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ ماحول میں گھٹن ہی گھٹن تھی۔ منشیات کے دھواں کی خوشبو فضا میں چکرا رہی تھی۔ ایک طرف ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے ساتھ دو ہیبت ناک صورت آدمی کہنیاں ٹکائے شراب کے گھونٹ لے رہے تھے ان کے نزدیک ہی ایک سرخ رنگ کا اونچا سا بیگ رکھا ہوا تھا جس میں نہ جانے کیا تھا۔

ہم کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر ہی اپنی نشست کی جانب آئے تھے اور دفعتاً میں نے محسوس کیا وہ دونوں میری جانب متوجہ ہو گئے ہیں۔ میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا تھا لیکن مجھے حیرت تھی بے پناہ حیرت تھی میں نقاب میں بھی تھا اور اس کے نیچے میک اپ بھی کیا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان لوگوں نے میری طرف توجہ کیوں دی ہے۔ تاہم میں آہستہ سے آگے بڑھ گیا۔ اسی وقت ان میں سے ایک نے گرینی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف مخاطب کیا اور گرینی کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اس آواز کو سن کر میں بھی پلٹ گیا تھا۔

"اوہ۔ بہت اچھل رہی ہو آج۔ کوئی نیا مرغا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شٹ اپ۔ تمہیں یہ باتیں کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔" گرینی نے میرا بازو تھام کر مجھے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے نہ الجھوں۔ لیکن میں ان کی

طرف دیکھ رہا تھا۔

"اگر یہ مرغا تمہیں بکرا بنا دے اور تمہاری گردنوں پر چھری پھیر دے تو کیا رہے گا۔" میں نے سوال کیا اور وہ دونوں ایک دم سیدھے ہو گئے۔ ان کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اور ان میں سے ایک نے گرینی کو راستے سے ہٹا دیا۔

"ہاں! میں بکرا بننا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں قصائی کا فرض بھی انجام دینے کی اہلیت رکھتا ہوں۔" میں مسکرا کر بولا۔ گرینی ہم دونوں کے درمیان پھر آگئی تھی۔

"پلیز۔ پلیز ایسا نہ کہو۔" دفعتاً اس شخص نے گرینی کے بال پکڑے اور اسے زور سے جھٹکا دے کر ایک طرف دھکیل دیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی سرخی جھلک رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب تھا اور وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم کون ہو؟ اگر پہلی بار یہاں آئے ہو تو تمہیں یہ معلوم کر کے اندر آنا چاہیئے تھا کہ مجھ سے گفتگو کا انداز کیا ہوتا ہے۔"

"تم مجھے بکرے نظر آئے تو میں نے تمہیں ذبح کرنے کی بات کر لی بس۔ اس میں جاننے یا نہ جاننے کی کیا بات پیدا ہوتی ہے۔"

"اوہ۔ تم! تم۔" وہ پھرتی سے آگے بڑھا لیکن اس کے دوسرے ساتھی نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"نہیں نہیں۔ بیکر نہیں یہاں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہوگا۔ تم جانتے ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ یہاں نہ سہی لیکن باہر کی دنیا بہت وسیع ہے۔"

"چلو ڈیئر۔ تمہارا نام مجھے معلوم ہو گیا۔ بیکر ہے نا تمہارا نام؟ باہر کی دنیا میں واقعی اس قسم کے کھیل زیادہ مزیدار ہوتے ہیں فی الحال کیا پروگرام ہے۔"

"تم کس پروگرام سے آئے ہو؟ کیوں چڑیا کیوں لے آئی ہے اس کو یہاں پر مرغا بنانے کے لئے۔"

"ہاں۔ مرغا ہی بنانے کے لئے لائی ہے یہ مجھے۔ مگر بدقسمتی سے یہاں مجھے کوئی ایسا گدھا نظر نہیں آتا جو مجھے مرغا بنائے۔" میں نے کہا۔

"گڈ۔ گڈ! تو پھر آؤ دیکھتے ہیں۔" بیکر نے کہا اور اپنے ساتھی کی طرف رخ کر کے بولا۔

"تم اس چوہیا کو اپنے ساتھ لے جاؤ میں اسے بھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔"

"نہیں دوست! یہ غلط ہے۔ اسے یہیں رہنے دو یہ میرے ساتھ آئی ہے۔" میں نے کہا اور بیکر ایک بار پھر خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن پھر اس نے شانے ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے آؤ! نوٹ نکالو۔" میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر میز پر رکھ دی اور ہم سب میز کے گرد بیٹھ گئے لیکن گرینی کی حالت ٹھیک نہیں تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر! یہ جو کچھ ہوا ہے ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ آؤ چلیں یہاں سے چلیں۔"

"بیٹھو بیٹھو۔" میں نے اسے شانے سے نیچے دباتے ہوئے کہا۔ کارڈ آئے اور فوراً ہی کھیل شروع ہوا۔ بیکر خود ہی کارڈ تقسیم کر رہا تھا۔ کارڈ آئے تو مجھے ایک خاص بات محسوس ہوئی مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ نئی پیکنگ نہیں تھی اور کارڈ یقینی طور پر بنائے ہوئے تھے چنانچہ کھیل کے آغاز میں مجھے چند بازیاں ہارنی پڑیں۔

گرینی کی بے چینی ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی لیکن اب میں کھیل کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں انہیں چکر دے رہا تھا اور نئے تاشوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ دونوں جوئے کے ماہر نہیں تھے البتہ شرارتیں ضرور کر رہے تھے۔

جس تاش سے کھیل ہو رہا تھا وہ مشکوک تھے اس لئے کھیل درست ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ میں کافی رقم ہار گیا۔ اس دوران ان لوگوں کو ذرا سکون ہوا تھا اور ان کے ذہن سے وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی جو میرے خلاف تھی۔ اتنی بڑی رقم وہ جیت چکے تھے کہ کوئی پریشانی انہیں نہیں رہ گئی تھی ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمہارا ستارہ کچھ ساتھ نہیں دے رہا دوست۔"

"پرواہ نہ کرو کھیلتے رہو۔"

"اب تو تمہارے پاس بہت کم رقم رہ گئی ہے۔"

"ہاں۔ کوئی بات نہیں یہ خالی کر دوں گا تو تم سے معذرت کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور کنکھیوں سے گرینی کی طرف دیکھا اس کا چہرہ کسی تاش کی طرح سفید نظر آ رہا تھا۔ شاید

آج کی بدنصیبی کو وہ دل ہی دل میں کوس رہی تھی۔ پتہ نہیں کونسا بُرا وقت تھا جب اس نے ڈیرہ آنے کا فیصلہ کیا تھا۔

میں نے اب یہ تاش سمجھ لیا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ ذرا سا موقع مل جائے تو بازی اپنے حق میں تبدیل کرلوں۔ اور یہی ہوا کارڈ تقسیم کئے گئے تھے لیکن اس بار میں اپنا کام دکھا گیا تھا۔ دو کارڈ جو کٹنگ کے دوران میرے ہاتھ میں رہ گئے تھے میری گڈی میں آ شامل ہوئے اور باقی دو کارڈ جو میری گڈی میں شامل تھے واپس اس گڈی میں شامل ہوگئے۔ یہ کام ہر چند کہ بہتر نہیں تھا لیکن اس وقت یہ سب کچھ کرنا مجبوری تھا کیونکہ بے ایمانی انہوں نے ہی شروع کی تھی۔ چنانچہ اب میں اپنی آخری پونجی لگا دینا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ کس کس کے پاس کیا موجود ہے۔ کھیل شروع ہوگیا اور جب شو ہوا تو ان کے چہرے حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جو کارڈ انہوں نے دیئے تھے وہ کہاں گئے۔

گڈی میرے ہاتھ میں آگئی تھی وہ لوگ شاید اس بار کو اپنی حماقت ہی تصور کررہے تھے اور ان کے چہروں پر تعجب کے آثار نظر آرہے تھے۔ دوبارہ کارڈ تقسیم ہوئے اس بار تو کارڈ مجھے ہی بانٹنے تھے چنانچہ میں نے بڑے اہتمام سے کام دکھا دیا اور بازی الٹ کر رکھ دی۔ اب میں وہی حربے ان دونوں پر آزما رہا تھا جنہیں وہ شروع کھیل سے مجھ پہ آزماتے آرہے تھے۔

انہیں ابھی تک احساس نہیں ہورہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہورہا ہے وہ بہترین کھلاڑی تھے تو میں نے بھی ایک زندگی اسی دلچسپی میں گزاری تھی۔ میں نے ان کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش بڑھتے ہوئے دیکھے اور ان کے چہرے بھیانک ہوگئے۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اس وقت میں ایک خوفناک جگہ بیٹھا ہوا ہوں جو قاتلوں کا مسکن معلوم ہوتا ہے اور یہاں اطراف میں تمام لوگ ایسے ہی موجود ہیں جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے۔

میں نے اس میز کی طرف دیکھا جو میری میز کے بالکل قریب تھی اور یہاں بھی پورے زور شور سے جوا ہورہا تھا پھر جیتا ہوا کھلاڑی نوٹوں کو جیب میں ٹھونس کر اٹھ کھڑا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسی وقت گرینی نے مجھے کہنی مار کر سرگوشی کی۔

"بس اب اٹھ جاؤ۔"

"اوہ۔ نہیں گرینی اب تو میں نے جیتنا شروع کیا ہے" میں نے جواب دیا۔

"گرینی تم خاموش بیٹھو اور اپنے اس دوست کو سکون سے کھیلنے دو۔ قسمت اس پر مہربان ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ بیکر ہمیشہ قسمت کے ہاتھ سے شکست چھین کر اپنی جیت میں بدل لیا کرتا ہے۔"

"اوہ۔ یقیناً یقیناً مسٹر بیکر! آپ کی شکل ایسی ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"مذاق مت کرو" اس کے ساتھی نے مجھے مشورہ دیا۔ یہ کوئی بھی آسانی سے برداشت نہیں کرسکتا۔

"رفتہ رفتہ ٹھیک ہوجائے گا" میں نے کارڈ انگلیوں میں تھامے اور پھر پوری قوت سے ان کے پھینکے ہوئے پتوں پر دے مارا۔ یہ بہت بڑی بازی تھی جو میں نے جیتی تھی۔ پھر میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بہت وقت ہوگیا کیوں بیکر؟" میرا یہ طنز بیکر کو بہت ناگوار گزرا کیونکہ میں نے اس کے آگے سے نوٹوں کی گڈیاں ختم ہوتی ہوئی دیکھیں تھیں۔

"ہاں۔ اب اٹھنا چاہیئے" بیکر نے ناگواری سے کہا۔

"حالانکہ یہ کھیل کے اصول کے خلاف ہے" میں نے کہا۔

"اصول۔ بیکر کے تمام اصول اس کے خود بنائے ہوئے ہوتے ہیں سمجھے تم"

"نہیں سمجھے" بیکر کا ساتھی بولا۔

"بجائے اس کے کہ کئی بازیاں لگائی جائیں کیوں نہ جو کچھ بھی پاس ہے ایک ہی بار داؤ پر لگا دیا جائے"

"واہ۔ کیا ترکیب ہے" میں نے تسلی کے انداز میں گردن ہلائی۔

"تو پھر ہوگیا طے"

"بالکل طے" میں نے کہا اور آخری بازی کی تیاری ہونے لگی۔ اس بار وہ دونوں مطمئن اور پر اعتمادی کا شکار نظر آرہے تھے۔ بیکر کے ساتھی کا چہرہ بھی خوش مزاجی کے تاثرات پیش کررہا تھا لیکن یہ آخری بازی بھی وہ ہار گئے اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ بیکر دفعتاً جھلا کر کھڑا ہوگیا۔

"دانت کیوں نکال رہے ہو۔ مذاق اڑا رہے ہو میرا!" اس نے پستول نکال لیا۔ دوسرے آدمی نے بھی اس

کی پیروی کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔ جوئے خانے کی فضا میں ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ گرینی خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئی اور اپنے حلق سے نکلنے والی چیخ بمشکل تمام روک سکی تھی۔

بیکر اور اس کا ساتھی پستول تانے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے گرینی کی چیخ نکل گئی صورتحال کا جائزہ سب ہی لوگ لے چکے تھے اور ایک لمحے میں میں نے ہال خالی ہوتے ہوئے دیکھا۔ دفعتاً بیکر نے پھرتی سے میز الٹ دی اگرچہ میں ان کی طرف سے ہر حرکت کی توقع کررہا تھا لیکن میز الٹتے ہی کوئی چیز میری ٹھوڑی پر لگی۔ یہ بیکر یا اس کے ساتھی کا گھونسا ہی ہوسکتا تھا یا پھر ممکن ہے میز الٹتے وقت اس کا کنارا ٹکرا گیا ہو۔

میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے اپنا ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ فضا میں دھندلاہٹ تھی میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ گرینی ایک سمت کھڑی ہوئی تھی اور بیکر اور اس کا ساتھی گرینی کی آڑ لے چکے تھے۔ میں نے میز کی طرف متواتر گولیاں چلائیں اور ہال گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ یہ سب کچھ چند لمحات میں ہوگیا تھا میز کے پرخچے اڑ گئے لیکن ان دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا البتہ مجھے فوراً ہی اچھل کر کاؤنٹر کے پیچھے پناہ لینی پڑی تھی حالانکہ ان دونوں کی طرف سے کوئی فائر نہیں ہوا تھا جو میرے لئے حیران کن تھا۔ انہوں نے میز الٹتے ہی صرف پوزیشن لی تھی۔ حالانکہ ریوالور میں نے ان کے ہاتھوں میں پہلے ہی دیکھ لئے تھے۔ پتہ نہیں انہوں نے گولی کیوں نہیں چلائی۔ میری یہ الجھن جلد ہی دور ہوگئی وہ مجھے اور گرینی کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن میری فائرنگ کے بعد اندازہ ہوگیا تھا کہ انہوں نے میرے بارے میں جو بھی سوچا وہ غلط ہی تھا۔ میں کوئی عام قسم کا جواری نہیں تھا بلکہ ایک ایسا آدمی تھا جس کے پاس پستول بھی ہوسکتا ہے اور صرف پستول ہونا ہی کچھ نہیں تھا بلکہ اسے استعمال کرنے میں بھی میں نے کوتاہی نہیں کی تھی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی پوزیشن تبدیل کرکے فائرنگ شروع کردی اور اسی وقت گرینی کو بھی عقل آگئی اور اس نے اسی وقت خود کو فرش پر گرا دیا اور لڑھکتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ورنہ کوئی نہ کوئی گولی اب تک اسے چاٹ چکی ہوتی۔

کاؤنٹر کی اوٹ میں آکر میں نے کوئی فائر نہیں کیا بلکہ جنگ کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے میں نے ایک اور ترکیب کی۔ میں نے اپنے پستول کی چرخی گھمائی اور تین ہول سامنے کرلئے جن سے فائرنگ ہوچکی تھی اس کے بعد میں نے پھر فائرنگ کی اور کیچ کیچ کی آوازیں بلند ہوکر رہ گئیں۔ اس بات سے یہ تاثر دینا تھا کہ میرا پستول خالی ہوگیا ہے اور گھوڑا بار بار خالی چیمبر سے ٹکرا رہا ہے۔ یہ ایک چال تھی جس کی کامیابی کا انحصار ان دونوں کے ردعمل کے علاوہ اس بات پر بھی تھا کہ انہیں میرا پستول خالی ہونے کا احساس ہوجائے اور میری یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔ دفعتاً وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پستول ان کے ہاتھ میں موجود تھے پھر بیکر کی آواز سنائی دی۔

"باہر آجاؤ تمہارا کھیل ختم ہوگیا ہے" اس کے لہجے میں فتحمندی کا تاثر تھا اور میں نے اس کے لہجے میں سفاکی بھی محسوس کرلی لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا اور ان کے اقدامات کا انتظار کررہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ فرنیچر راستے سے ہٹاتے ہوئے میرے نزدیک آرہے ہوں لیکن جیسے یہ آوازیں قریب آئیں میں نے کاؤنٹر کے دروازے کی طرف لوٹ لگاتے ہوئے دو فائر کئے ایک گولی کارگر ہوئی کیونکہ اس کے جواب میں ایک چیخ ابھری تھی۔ میں نے فرش پر رینگتے ہوئے کاؤنٹر کی آڑ سے نکل کر دیکھا تو ایک دلچسپ منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا بیکر فرش پر جھکا ہوا تھا اور اس کے پیچھے ہی مجھے گرینی نظر آرہی تھی جس کے دائیں ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ غالباً اس چیز سے اس نے بیکر کی کھوپڑی پر ایک ضرب لگائی تھی...

"کیا یہ مر گیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں!" گرینی کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ بیکر کا ریوالور نیچے پڑا ہوا تھا جسے میں نے اٹھا کر گرینی کے حوالے کردیا اور اس نے کانپتے ہاتھوں میں ریوالور تھام لیا۔

"اس کا دوسرا ساتھی مرچکا ہے" وہ بڑبڑائی۔

"تم کیوں چیخی تھیں" میں نے ہنس کر کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔

"اور تم ہنس رہے ہو؟"

"تو پھر کیا کروں۔ ان میں سے کوئی بھی میرا عزیز نہیں

تھا۔"

"نکل چلو یہاں سے۔ نکل چلو ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

"اوہ۔ واقعی۔" میں نے بیکر کی طرف دیکھا وہ اب فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا اس کے ساتھی کی لاش کاؤنٹر کے بالکل پاس موجود تھی۔ وہ میز کئی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ جہاں ہم بیٹھے کھیل رہے تھے اور جسے ان لوگوں نے آڑ بنانے کی کوشش کی تھی۔ نوٹوں کی گڈیاں نیچے بکھر گئی تھیں اور ہوا سے اڑ کر دور تک پہنچ چکی تھیں۔ بیکر کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ غالباً گرینی کی ضرب نے اسے ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ گرینی نے کس چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی ہے تو میری نگاہ گرینی کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل پر پڑی جسے وہ ابھی نیچے نہیں پھینک سکی تھی۔

"تو ڈیئر گرینی اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے۔"

"ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ ہم اپنے دوست کو بھی ساتھ لے جائیں۔"

"اسے۔" گرینی نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن لیکن یہ ممکن نہیں ہے اور تم اس کا کرو گے بھی کیا۔؟"

"اچھا چلو یہ نوٹ ہی سمیٹ لو۔"

"نوٹ۔ میرا خیال ہے۔ اوہو وہ دیکھو سرخ بیگ اس میں کیا ہے۔" دفعتاً گرینی نے کہا اور میری نگاہیں بھی اس بیگ کی جانب اٹھ گئیں جو میں نے کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوئے دیکھا تھا اور وہ زمین پر ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔

"گڈ۔ گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے تمہارا۔" میں نے کہا اور بیگ کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیگ کی زپ کھول کر دیکھی تو اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے تھے۔

"واہ ہمیں کیا معلوم تھا اگر یہ بات تھی تو پھر تاش کھیلنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی۔"

"چلو اٹھاؤ۔" میں نے گرینی کو اشارہ کیا اور گرینی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹوں کا بھرا ہوا بیگ اٹھا لیا اس کے قدم لرز رہے تھے اور وہ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر بہت زیادہ نروس ہو گئی تھی۔

"چلو! یہاں سے نکل چلیں اور بہتر یہی ہے کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے لیا جائے۔" میں نے جھک کر بیکر کا گریبان پکڑا اور اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے پستول کی نال اس کی کمر سے لگا دی۔

"اگر تم ہمارا ساتھ باہر تک نہ دے سکے تو اس سے بہتر یہی ہو گا کہ میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ کر دوں۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ۔" بیکر یہ بمشکل تمام کہہ سکا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں اور گرینی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد ہم اس ہال سے باہر آ گئے لیکن باہر نکلنے کے لئے ہم نے وہ راستہ نہیں اختیار کیا تھا جس سے یہاں تک آئے تھے بلکہ گرینی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"اس سمت کو چلو ہم الٹے ہاتھ کو گھوم جائیں گے۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ بیکر لڑکھڑاتے قدموں سے آگے چل رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ اس جگہ سے باہر نکل آئے۔ میں نے بیکر کو ایک دیوار کے سہارے کھڑا کر کے گرینی کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو سنبھالے رہے اور پھر عقبی گلی کا جائزہ لینے لگا۔ یہ ایک بدبودار گلی تھی اور اس میں ہر طرف کوڑا کرکٹ پھیلا ہوا تھا۔ بائیں جانب بھی ایک عمارت کا عقبی حصہ اسے بند کر دیتا تھا جبکہ دائیں طرف ایک میدان دکھائی دے رہا تھا۔

"چلو! یہی سمت مناسب رہے گی۔" میں نے کہا۔ اور ایک بار پھر بیکر کو آگے بڑھانے لگے۔ وہ بدستور آہستہ آہستہ قدموں سے چل رہا تھا۔ گرینی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جاگتی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کا بدن بار بار کانپنے لگتا تھا۔ بہرطور ہم اس میدان میں پہنچ گئے میں نے گرینی سے کہا۔

"میرا خیال ہے گرینی تم یہاں رکو۔ میں کار اسی طرف لے آتا ہوں۔" گرینی نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن ہلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ بیگ تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔"

"اوہ احمق لڑکی اسے تم اپنے پاس رکھو۔" میں نے کہا اور گرینی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

میں جانتا تھا کہ لالچی لڑکی صرف دولت کے لئے میرے سے چپکی ہوئی ہے اس کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن میں اس کے ذریعے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے کار کے قریب پہنچ گیا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھ کر چابی اگنیشن میں لگائی۔ کار اسٹارٹ ہو گئی تو میں اسے لے کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میں چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ میدانی حصے کو پار کر کے میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

گرینی پریشانی کے عالم میں انگلیاں مروڑ رہی تھی اس کے نزدیک ہی بیکر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بیکر کو اس حالت میں دیکھ کر میں نے گرینی کو تعجب سے دیکھا اور وہ آہستہ سے بولی۔

"یہ گڑبڑ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ تم نے۔"

"ہاں! میں نے اس کا سر سہلا دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں جھکا اور بیکر کو سہارا دے کر کار کی سیٹ پر ڈال دیا۔ اس کے بعد میں ڈرائیونگ سیٹ کی طرف چل پڑا۔ گرینی بھی میرے پیچھے ہی پیچھے تھی لیکن میں نے اسے عقبی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیکر کے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے اسے سیٹ کے نیچے لڑھکا دو۔ تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑ سکے۔"

"او۔ کے۔" گرینی نے کہا اور بیکر کو سیٹ کے نیچے دھکیل دیا۔ کار آہستہ روی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں میدان میں اسے آگے ہی آگے دوڑاتا رہا۔ مجھے ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن بہرطور اس وقت یہاں سے دور نکل جانا مناسب تھا۔ دفعتاً گرینی بولی۔

"بائیں سمت سے لے لو درختوں کی طرف۔" اور میں نے کار کا رخ اسی جانب موڑ دیا۔ درختوں سے نکلتے ہی ایک کچی سڑک مل گئی عمارتوں کے کنارے بنے ہوئے اس کچے راستے پر کار دوڑاتا ہوا میں جلد وہاں سے کافی دور نکل آیا۔ پھر میں نے ایک جگہ گاڑی روکی اور پلٹ کر گرینی کی طرف دیکھنے لگا۔ گرینی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔

"گرینی!" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا تم کسی ایسی جگہ تک رہنمائی کر سکتی ہو جہاں بیکر کے ساتھ کچھ وقت تنہائی میں گزارا جا سکے؟" میں نے سوال کیا اور گرینی پُرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"مگر۔ مگر۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟"

"گرینی میرا خیال ہے تمہیں میری زندگی میں ابھی اتنا دخل نہیں حاصل ہوا ہے کہ تم مجھ سے میرے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی پوچھنے لگو۔"

"اوہ۔ میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ بیکر سے تمہارا کوئی ذاتی معاملہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اس کا فیصلہ میں ہی کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں راستہ بتا سکتی ہوں لیکن ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں۔"

"کہیئے! وہ بھی کہیئے۔" میں نے گرینی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ لوگ بہت خونخوار ہیں۔"

"ہوں! میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے یکایک لہجہ بدل کر کہا اور گرینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے خشک ہونٹوں کو تر کرنے لگی۔

"تم میرا مطلب ہے کہ ——— مگر تم کون ہو؟" وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

"گرینی۔ بہت دیر کے بعد تمہیں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ میں کون ہوں۔ میرا خیال ہے ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں اس سے کچھ معلومات حاصل کر سکوں۔"

"تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ یہاں تک کوئی بات نہیں ہے ہم نے ان لوگوں کے ذریعے رقم حاصل کر لی ہے۔ بیکر نے گڑبڑ کی تھی اسے نقصان اٹھانا پڑا لیکن اگر اس سے آگے کوئی کام کیا گیا تو نہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا نہ میرے حق میں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو تم نے دولت کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے ایک لمحے میں فیصلہ کر لو تمہیں کیا کرنا ہے اگر ایسی کوئی جگہ تمہارے ذہن میں ہے تو اس کی نشاندہی کرو اور اس کے بعد جو چاہتی ہو وہ لے کر اپنا راستہ ناپو۔ تمہارے بارے میں میرا نظریہ ذرا کچھ غلط ثابت ہوا۔"

"کیا نظریہ تھا تمہارا؟" وہ چونک پڑی۔

"بس گرینی تم اپنے آپ کو وہ ثابت نہ کر سکیں جس کی مجھے توقع تھی۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھو ڈیئر! تم جو کوئی بھی ہو میں اس بات کو کہنے میں عار نہیں سمجھتی کہ تمہارے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پائی ہوں لیکن میں کسی بھی طرح تمہارے نقصان میں نہیں رہ سکتی۔ تم ایک حیرت انگیز انسان ہو۔ اچھا! چلو چھوڑو یہ

بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کرسکتی ہوں۔"
"تم سے ایک بات پوچھی تھی اس کا تم نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔"
"اوہ۔ ہوں! ایک جگہ ہے جہاں تم اسے لے جاسکتے ہو۔"
"تو پھر جلدی بتاؤ۔" میں نے کہا۔ اسی وقت عقب سے پولیس سائرن کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ غالباً ڈیرو کے ہنگامے کی اطلاع پولیس کو مل ہی گئی تھی۔ گرینی یہ آواز سن کر جلدی سے بولی۔
"شہر سے باہر ویرانہ ہے۔"
"مجھے ایسے ہی کسی مقام کی ضرورت ہے۔ چلو جلدی سے راستہ بتانا شروع کردو۔"
"سیدھے ہی چلتے رہو آگے تھوڑے فاصلے پر ایک پل آئے گا اس سے بائیں سمت گھوم جانا۔" اس نے کہا اور میں نے کار اسٹارٹ کرکے ایک دم تیز کردی۔ میں خاصی برق رفتاری سے اس طرف جارہا تھا۔ گرینی کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ اب اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

بہرطور کار اس کے بتائے ہوئے راستے پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پل پر سے گزر کر ایک ویران علاقے میں پہنچ گئے۔ بالآخر ایک جگہ میں نے گاڑی روک دی اور پلٹ کر گرینی کی جانب دیکھنے لگا اب اس کے چہرے پر خاصا اطمینان نظر آرہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لئے تجسس تھا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا تم واقعی وہی ہو جو ظاہر کرتے ہو؟"
"مقصد! میں نے تم پر کیا ظاہر کیا ہے۔"
"مجھے تمہاری شخصیت بالکل نئی نئی لگ رہی ہے۔ اب تک میں نے تمہیں اس انداز میں نہیں دیکھا تھا۔"
"پھر کس انداز میں دیکھا تھا تم نے مجھے۔"
"بس ایک لاابالی سا انسان پایا تھا جسے کسی سے اس حد تک دشمنی نہیں ہوسکتی۔"
"تو تمہارا کیا خیال ہے گرینی! میں اس شخص کا دشمن ہوں۔"
"نہیں! میرا یہ مقصد نہیں اگر تمہیں اس سے کچھ اور نہیں معلوم کرنا تھا تو پھر تم اسے اس طرح کیوں لے آئے۔"
"ہوں! سوال ذہانت کا ہے اور اس سوال نے مجھے بھی کچھ سوچنے پر مجبور کردیا ہے گرینی۔"
"اوہ۔ نہیں نہیں! میرے بارے میں کسی غلط انداز میں مت سوچنا۔"
"یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا کہ میں تمہارے بارے میں غلط انداز میں سوچ رہا ہوں۔"
"میں تم سے بحث بھی نہیں کرسکتی۔"
"تمہیں کرنی چاہیئے بحث! جب ہم لوگ ایک دوسرے کے بارے میں ذاتی معلومات حاصل کرنے کے خواہش مند ہوگئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرلینی چاہیئے۔"
میرے بدلے ہوئے لہجے کو گرینی نے بھی محسوس کیا تھا وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی کسی حد تک نروس نظر آرہی تھی اس ویرانے میں خود مجھے لے کر آئی تھی اور کم ازکم یہ دیکھ چکی تھی کہ میں عام قسم کا آدمی نہیں ہوں بلکہ اپنے دشمنوں پر قابو پانے کی سکت رکھتا ہوں۔ اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوگئی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کافی چالاک لڑکی ہے یہ سب کچھ میرے ذہن میں فوراً ہی آیا تھا بس ذہن کی ایک گرہ کھل گئی تھی اور اسی کھلی ہوئی گرہ نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔
چنانچہ اب میں گرینی اور بیکر کو ٹٹولنا چاہتا تھا میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
"ویسے یہ علاقہ خاصا خوبصورت ہے گرینی! کیا خیال ہے۔"
"آں۔ ہاں۔ ہاں! نہیں خوبصورت کہاں ہے؟ ویران ہے بالکل۔" میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک فارم نظر آرہا تھا لیکن شاید اب یہ آباد نہیں تھا۔ ایک احاطہ تھا جو ٹوٹا پھوٹا تھا کبھی یہاں خاردار تاروں کی باڑیں لگی ہوں گی اب صرف وہ لکڑیاں لگی رہ گئی تھیں اور ان میں کہیں کہیں باڑھ الجھی ہوئی تھی۔
"گرینی تمہیں تو ایسی بہت سی جگہوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔"
"کیا مطلب؟"
"تم جس پیشے سے تعلق رکھتی ہو اس میں بھی یہی فائدہ ہے۔"
"اوہ۔ تم مجھ پر طنز کررہے ہو۔؟"
"نہیں! ڈیئر طنز کی بات نہیں ہے مقامات کی تبدیلیوں کو جتنا تجربہ تم جیسی عورتوں کو ہوتا ہے عام عورتوں کو تو نہیں ہوتا۔ اب یہی جگہ دیکھ لو اس ویرانے میں بھلا کون کبھی آیا ہوگا لیکن تم اس بارے میں جانتی ہو۔"
"تم مجھ پر مسلسل طنز کئے جارہے ہو یہ علاقہ میرا بار رہا

...یا ہے۔" شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ بہت عرصے پہلے ان...ں سے میرا گہرا تعلق تھا۔"
"اچھا اچھا گڈ چلو خیر۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے! تم اپنے بارے میں کسی حد تک بتا چکی ہو۔ اس ...یں مزید پوچھنا نہیں چاہتا۔ آؤ ذرا مسٹر بیکر سے ملاقات کریں۔ میرا خیال ہے تمہارا ہاتھ کچھ سخت ہی پڑگیا تھا۔" میں نے کہا اور ساتھ ہی پچھلی سیٹ سے بیکر کو اٹھالیا۔ میں نے اسے اچھی طرح ٹٹولا اور کندھے پر اٹھائے ہوئے اسی فارم ہاؤس کی طرف بڑھ گیا جو اب ویران پڑا تھا۔

باقی دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا

سلسلہ: اُس اِنسان کی کہانی جِس نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا، اور سابقہ زندگی سے تائب ہو گیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی زِندگی سے پھر واپس اُس گناہ آلود زندگی کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کیا گیا تو ۔؟

سر دے عالمگیر کا وہی جیالا راجہ دو رامعز جو بڑے بے نیازی سے کرتا

نروان کی تلاش

ایک حوصلہ مند شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوّتوں کا مالک تھا

احاطہ کا دروازہ اب ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوا تھا ممکن ہے کبھی یہاں کوئی پھاٹک لگا ہوا ہو لیکن اس وقت اس پھاٹک کا نام و نشان نہیں تھا ضرورت مند اس پھاٹک کو یہاں سے اٹھا لے گئے ہوں گے۔

سامنے ہی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت نظر آ رہی تھی میں اس عمارت کے دروازے کی طرف چل پڑا۔ گرینی میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی، چند لمحات کے بعد وہ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے آئی جس کی حالت کافی بہتر تھی۔ فرش صاف ستھرا تھا۔ دیواریں البتہ خراب ہو چکی تھیں چھت بھی سلامت تھی اور ضرورت کا تھوڑا بہت سامان موجود تھا۔ ایک طرف ایک پلنگ پڑا ہوا تھا جس پر چادر وغیرہ نہیں تھی۔ میں نے بیکر کو پلنگ پر لٹا دیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے گرینی کی طرف دیکھا۔ گرینی کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات تھے کبھی وہ خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگتی اور کبھی خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ رقم کا بیگ البتہ اس نے بڑی احتیاط سے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اسے اپنی جان کے ساتھ لگائے لگائے پھر رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بولی۔

"اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"بس پرسکون جگہ ہو۔ بیکر یہاں موجود ہے۔ تم ہو، زندگی یہیں گزار دوں تو کیا حرج ہے؟"

"نہیں۔ براہ کرم۔ سنجیدگی سے، پتہ نہیں کیوں میں تم سے خوفزدہ ہو رہی ہوں؟"

"اوہ۔ اوہ۔ اب ایسا بھی نہیں۔ مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو کہ میں کیا ہوں؟" میں نے اس کی آنکھوں تک دیکھتے ہوئے کہا اور وہ پھر پھیکے ——

انداز میں مسکرا دی۔

"ہوں! لیکن لیکن۔ بہرطور میں کچھ پریشان ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس کے مسئلے سے نپٹنے کے بعد جلدی سے یہاں سے چل پڑیں؟"

"نہیں ڈیئر۔ اب ایسا بھی نہیں۔ اس جگہ سے تو تم واقف ہو۔ یہاں کیا کیا چیز سلامت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"اس کمرے کے علاوہ بھی کوئی اور کمرہ ایسا ہے جو قابلِ رہائش ہو؟"

"کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"اوہ۔ ہو! دراصل مجھے بڑے بڑے سوال کرنے والی لڑکیاں بالکل پسند نہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی۔

چند لمحات کے بعد بیکر کے جسم میں حرکت پیدا ہونے لگی اس کے حلق سے دو تین کراہیں نکلیں اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں لیٹا پلکیں جھپکاتا رہا جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ پھر اس کے حواس آہستہ آہستہ جاگتے گئے اور اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ نیچے ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کے ہاتھ پاؤں نہیں باندھے تھے۔ بس میں جانتا تھا کہ اس پر قابو پانا میرے لئے مشکل نہیں ہو گا اور پھر اس کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ بھی نہیں تھا۔

گرینی خاموشی سے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"ہوش میں آ گیا۔" میں نے گردن ہلا دی اور ہم دونوں کی آوازوں پر ہی بیکر کی نگاہیں ہم دونوں کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں کہاں ہوں؟"

"یقیناً دنیا میں ہو۔ اگر آخرت کی جانب چل پڑے ہوتے تو تمہاری یہ حالت نہیں ہوتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ عجیب نگاہ سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم لوگ۔ تم لوگ مجھے یہاں کیوں لے آئے؟" اس

نے سوال کیا۔

"ڈیئر بیکر! کسی بُری نیت سے نہیں لائے ہیں اور پھر تمہیں فکر کی ضرورت بھی نہیں۔ شاید تم یہ بات بھول رہے ہو کہ تم ایک نوجوان، قوی ہیکل مرد ہو کوئی نازک اندام حسینہ نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ بیکر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔

"میرا کوئی ساتھی بھی کیا یہاں موجود ہے؟"

"نہیں! بے کار تھا ان لوگوں کو یہاں لانا۔ تم ہی کارآمد ہو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا غالباً اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور اس سے یہ باتیں کیوں کر رہا ہوں بالآخر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس مرتبہ بھی اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"معقول سوال ہے۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ڈیئر بیکر لیکن شرط یہی ہے کہ ہر سوال کا جواب صحیح دوگے اگر غلط جواب دیا تم نے تو یہ ایک ویرانہ ہے اور تم یہ اندازہ لگا چکے ہو کہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں اور طاقت ہمیشہ سوال پوچھنے کا حق رکھتی ہے۔ جواب دینے کا نہیں!"

وہ خاموشی سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے سچویشن کو اور ڈرامائی بنانے کے لئے اپنے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو کھول لیا۔ بیکر کے ساتھ ساتھ ہی گرینی کی نگاہیں اس چاقو کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ اس نے بیکر کی طرف دیکھا اور بیکر نے اس کی طرف اور اس ایک لمحے میں مجھے یہ احساس ہوا کہ اس وقت گرینی کی سوچ پہلے سے ذرا مختلف ہو گئی ہے۔

بیکر کو لوٹتے وقت گرینی نے اس سلسلے میں ذرا بھی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ بیکر کے لئے دل میں ہمدردی رکھتی ہو یا اگر یہ بات نہ بھی ہو تو ان دونوں کا آپس میں کوئی نہ کوئی ایسا تعلق ضرور ہے جو اب تک میرے علم میں نہیں آسکا ہے۔

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں بہت سے خانے کھل گئے یہ کوئی نئی بات تو نہیں تھی۔ آج تک جو بڑی بڑی شخصیت میرے سامنے آتی رہی تھیں ان میں تضاد ہی پایا جاتا تھا۔ ان میں سب کی سب مشکوک تھیں، فراڈ تھیں۔ کوئی بھی سچ نہیں بولتا تھا تو پھر میں گرینی سے یہ توقع کیوں رکھوں کہ وہ میرے لئے ایک اچھی شخصیت ثابت ہوگی

۔ لیکن اگر بیکر اور اس کے درمیان کوئی ایسا سلسلہ ہے تو پھر گرینی سے بھی پوری طرح محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

گرینی کے ذہن میں جو کچھ تھا اس وقت میں اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ بہرطور اس ویران علاقے میں میرا کام مشکل نہیں تھا۔ اور میں ان دونوں پر باآسانی قابو پا سکتا تھا بشرطیکہ گرینی کھل کر ظاہر ہو جائے۔ البتہ یہ فیصلہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ اگر گرینی نے کھلم کھلا کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کی تو میں اسے اپنے شبہات سے دور رکھوں گا۔ بیکر کی جانب سوالیہ نگاہوں سے میں نے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر بیکر! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ترلوکا کہاں ہے؟"

یہ سوال بیکر کے سر پر بم کی طرح پھٹا تھا وہ ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گیا لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا۔

"کون ترلوکا؟" اس نے کہا لیکن میں اس جھانسے میں نہیں آسکتا تھا کیونکہ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ کیفیات دیکھ لی تھیں جن سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ترلوکا ہی سے نہیں بلکہ اس کے شجرے میں نسب سے واقف ہے۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ پوری طرح پر کوئی ایسی ترکیب سوچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے لیکن اب یہ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے میری ذات پر کوئی شبہ ہوا تھا یا نہیں۔ بہرحال وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے چاقو کی نوک کو انگلی پر پھیرا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے قدم آہستہ آہستہ بیکر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اور اس کے چہرے پر دہشت پھیلتی جا رہی تھی۔ البتہ اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے تھے۔ وہ ذہنی طور پر خود کو سنبھالنے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی اب اس کے انداز سے سفاکی نہیں جھلک رہی تھی جو اس کے چہرے کا ایک حصہ

تھی۔ بہرطور میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔

"ڈیئر بیکر! سوال کا صرف جواب درکار ہے مجھے۔ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا۔" اس نے جواب دیا اور دوسرے لمحے چاقو کی نوک اس کی پیشانی پر ایک نشان بناتی ہوئی گزر گئی۔ پیشانی کی اس لکیر سے خون بہنے لگا تھا جو لیٹے ہونے کی وجہ سے بیکر کی دونوں کنپٹیوں کی جانب چل پڑا تھا لیکن بیکر کے منہ سے سسکاری بھی نہیں نکلی۔ میں نے چاقو کی نوک ہٹائی اور پھر خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ترلوکا کہاں ہے؟" اس بار میں نے چاقو کی نوک اس کی گال پر لگا دی تھی۔ اچھا خاصا گہرا گھاؤ بن گیا تھا اس کے گال پر لیکن بیکر کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ بس یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے تمام اعضا کا حس ختم کر چکا ہو اور کوئی تکلیف اس کے لئے تکلیف نہیں رہ گئی ہو۔ لیکن وہ میرے سامنے اپنی قوت ارادی کا مظاہرہ کر رہا تھا جس کے سینے میں آگ کا ایک جہنم کھول رہا تھا اس آتش فشاں میں پگھلے ہوئے پتھروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ بھلا میرے دل میں اس کے لئے کوئی گنجائش کیسے ابھر سکتی تھی۔

میں نے دفعتاً چاقو کی نوک اس کے داہنے بازو میں اتار دی۔ اب انسان ہی تھا اتنی قوتِ برداشت بھی نہیں تھی کہ وہ اس زخم کو نظر انداز کر دیتا۔ گال کا زخم پیشانی کا زخم برداشت ہو گیا تھا لیکن چاقو کی تقریباً ایک انچ نوک اس کے بازو میں اتر کر باہر نکل آئی تھی۔ چاقو کا اتنا حصہ نشان زدہ ہو گیا تھا میں نے بڑے اطمینان سے اسے اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"پسلیوں کے درمیان اگر یہ چاقو دو یا تین انچ نیچے اتر گیا تو تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے بیکر! میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ سنو! ترلوکا کے بارے میں تمہیں بتانا ہوگا۔ وہ کہاں ہے؟ اگر تم نہ بتا سکے بیکر تو صرف اور صرف تمہاری موت واقع ہوگی۔"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا۔"

"نہیں ڈیئر! اس علاقے میں جتنے بدمعاش ہیں ترلوکا کے ہی بل پر زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ڈی جیسی شخصیت جسے ترلوکا کا مخالف سمجھا جاتا تھا ترلوکا ہی کی غلام تھی۔ سان انتونیو میں ڈیئر بیکر اگر کوئی شخص جرائم پیشہ زندگی گزار رہا ہے تو یوں سمجھ لو کہ وہ ترلوکا ہی کا آدمی ہے۔"

"تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو؟" بیکر نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ڈیئر گرینی! شاید تم بھی نہیں جانتیں لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں اور تم اس شخص کو بتا دو کہ ترلوکا کا اس روئے زمین پر مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہیں ہے۔"

"تب کیا؟" گرینی بے اختیار بلبلا کر بولی۔

"ہوں۔ تمہیں بھی یقیناً اس بات پر تعجب ہوا ہوگا بہرطور بیکر میرا یہ سوال مسلسل ہے اور تمہیں اس کا جواب دینا ہوگا۔ دوسری ایک بات میرے لئے ذرا اور تعجب خیز ہے جس کے بارے میں تم ہی سے پوچھ لینا مناسب ہے یہاں ترلوکا کے ٹریڈ مارک کیوں نظر نہیں آتے؟"

"ٹریڈ مارک" بیکر نے بے اختیار کہا۔

"ہاں۔ وہ گنجے سر والے جوان علاقوں میں دہشت گردی کراتے رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں بھی ہیں ترلوکا کے پیروکار ہیں۔"

"مگر میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"پھر بہکے۔ پھر بہکے۔" میں نے چاقو سیدھا کرتے ہوئے کہا اور اسے بیکر کے سینے پر دبانے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ٹھہرو۔ تم اس درندگی سے کچھ نہیں حاصل کر سکتے۔ تم یہ درندگی مت کرو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر بتاؤ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں بالکل نہیں جانتا۔" وہ چیخ پڑا۔

"میں بالکل نہیں جانتا۔ کون جان سکتا ہے تو جانتی ہے۔" اس نے گرینی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اوہ۔ بیکر کتے! مجھے کیوں اس سلسلے میں ملوث کر رہا ہے۔"

"بکواس مت کر! تو بھی اس کی برابر کی شریک ہے۔ سنو مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو صرف میں واحد نہیں ہوں جو ترلوکا کو جانتا ہے اور جو اس کے لئے کام کرتا ہے یہ لڑکی بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ یہاں پھیلی ہوئی بے شمار لڑکیاں اور جرائم پیشہ لوگ صرف ترلوکا ہی کے لئے کام کرتے ہیں۔ کسی کی مجال ہے کہ ترلوکا کے حکم کے بغیر کسی قسم کی حرکت کر جائے۔"

"ہاں۔ہاں بیکر! تم ٹھیک کہتے ہو۔میں اس بات کو مانتا ہوں لیکن گرینی کا معاملہ دوسرا ہے۔میرے اور اس کے درمیان ایک اور رشتہ ہے جس کی بنا پر میں اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا اور گرینی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"تو پھر ڈیئر بیکر! کیا خیال ہے؟"

"سنو! میں۔میں۔کچھ نہیں جانتا اس بارے میں۔ تم میرے اوپر تشدد کرتے رہو۔کوشش کرو کہ تم مجھ سے کچھ معلومات حاصل کر لو لیکن تم ان ہونٹوں سے کوئی آواز نہیں سن سکو گے۔"

"اوہ۔اچھا اچھا۔دیکھتا ہوں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور ایک زوردار ٹھوکر بیکر کی پسلی پر رسید کر دی لیکن اس بار مجھے واقعی حیرت ہوئی کہ اس ٹھوکر سے تو اچھے اچھے چیخ پڑتے تھے لیکن بیکر خاموش تھا۔اس کے چہرے پر اب خونخوار تاثرات ابھرتے آرہے تھے جبڑے ایک دوسرے پر جم گئے تھے آنکھوں میں شکست ہی کے آثار تھے لیکن دل سے اس نے اپنی شکست نہیں مانی تھی۔

بہرطور اسے قتل کرنا میرے لئے فائدہ مند نہیں تھا البتہ اس سے معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔بیکر کی آنکھوں میں کبھی خوف ابھر آتا کبھی وہ اپنے آپ کو سخت بنا لیتا۔خون مسلسل اس کے زخموں سے بہہ رہا تھا۔تب میں نے آخری بار اس سے پوچھا۔

"بیکر اس سوال کے بعد میں تمہیں گردن پر چاقو پھیر کر قتل کر دوں گا اس کے بعد مجھے تم سے اور کوئی سوال نہیں کرنا۔آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ترلوکا کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے اگر تم ہرے راما ہرے کرشن تحریک کے بانی ترلوکا کے بارے میں سوال کر رہے ہو تو یہ تو میں تمہیں بتا سکتی ہوں مگر تمہارا اس سے کیا واسطہ؟"

گرینی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔میں ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا تھا اور پھر میری توجہ گرینی کی طرف ہو گئی۔

"تم مجھے اس کے بارے میں کیا بتا سکتی ہو؟"

"پہلے میں تم سے ایک سوال کروں گی ڈیئر! تم اس کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا نا گرینی یہ سوال مجھے پسند نہیں۔میں صرف جواب چاہتا ہوں۔"

"اوہ ہو۔دیکھو یہ شاید۔یہ شاید۔" گرینی نے دفعتاً چونک کر بیکر کی جانب اشارہ کیا اور میں بیکر کی طرف دیکھنے لگا لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ کمبخت چوہیا اتنا بڑا اقدام کر بیٹھے گی۔وہ شاید کوئی انتظام کر چکی تھی۔میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا چونکہ میری توجہ بیکر ہی کی جانب تھی۔دوسرے لمحے میرے سر کی پشت پر قیامت ٹوٹ پڑی۔اتنی زوردار ضرب تھی کہ سر کا پچھلا حصہ غالباً کھل ہی گیا تھا۔میرے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے چاقو کی نوک زمین میں پیوست ہو گئی اور میں اوندھے منہ نیچے آرہا۔دوسری ضرب نے میرے حواس بالکل ہی چھین لئے تھے اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہیں رہا۔

نہ جانے کتنی دیر اسی عالم میں گزری وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن مجھے یقین تھا کہ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے میں ہوش میں آگیا۔سر کا پچھلا حصہ خون میں ڈوبا ہوا تھا ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔میں نے ادھر ادھر ٹٹول کر اپنے آپ کو سہارا دیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔بیکر مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ دھلے ہوئے لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا گرینی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ یقیناً یہاں سے فرار ہو گئی تھی۔اوہ۔کمبخت عورت ایک بار پھر مجھے دھوکہ دے گئی تھی۔مسئلہ ہی غلط ہے سارے معاملات اپنی جگہ لیکن اس پر اس قدر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے تھا مجھے۔اور خاص طور سے ان حالات میں جبکہ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس معاملے سے واقفیت رکھتی ہے۔

میں نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا۔سر کے زخم کا خود بخود علاج ہو گیا تھا چونکہ خون گاڑھا ہو کر بالوں میں چپک گیا تھا اور اس نے اپنے راستے خود ہی بند کر دیئے تھے۔ بیکر کو دیکھا اس کے زخموں نے بھی خون اگلنا بند کر دیا تھا اور چپکا ہوا کالا خون نظر آرہا تھا ـــــ البتہ زمین پر خاصا خون جما تھا جو اس کے زخموں سے بہا تھا۔

گرینی کے بارے میں تو ابھی سوچنا ہی بے کار تھا کہ وہ یہاں موجود ہو گی۔چنانچہ میں بیکر کی جانب متوجہ ہو گیا

میں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا وہ بھی بے ہوش تھا خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہو گئی تھی۔بہرطور میرے ہلانے جلانے سے ہوش میں آگیا آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔پھر رفتہ رفتہ اس کے حواس واپس آگئے اور وہ ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"یہ سب کیا ہو گیا دوست۔تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟" اس نے سوال کیا۔میں خاموشی سے بیکر کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے میرے بدن سے کافی خون نکل گیا ہے یوں لگ رہا ہے جیسے صحیح طور پر ہل جل بھی نہیں سکوں گا!"

"اٹھنے کی کوشش کرو" میں نے کہا اور وہ میری ہدایت پر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا اس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔میں اپنے سر کو زور زور سے جھٹک رہا تھا اس نے غالباً میری پشت پر خون کے دھبے دیکھ لئے تھے اور ایک بار پھر اس کا قہقہہ نکل گیا۔

"تو وہ تمہیں بھی دھوکہ دے گئی" اس نے کہا۔دفعتاً میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔میں رقم کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو گرینی کے پاس تھا۔بیگ یہاں موجود نہیں تھا۔میں نے گہری سانس لی اور بیکر ہنستا ہوا بولا۔

"رقم لے گئی وہ"

"تم بار بار ہنس کیوں رہے ہو"

"نہیں میں ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس کر رہا ہوں تم مجھ سے ترلوکا کے بارے میں پوچھ رہے تھے نا"

"ہاں۔اس میں عجیب و غریب کیفیت کی کیا بات ہے" میں نے سوال کیا۔

"شاید تمہیں یہ سن کر ہنسی آجائے کہ ترلوکا کا اصل ساتھی میں نہیں گرینی تھی"

"کیا مطلب؟"

"ہاں۔وہ منشیات کے ان اڈوں پر گاہکوں کو تلاش کرتی ہے جو ترلوکا کے کھولے ہوئے ہیں اور پھر انہیں نشہ آور دوائیں استعمال کراتی ہے اور انہیں عادی بنا دیتی ہے۔اس قسم کی بے شمار لڑکیاں ترلوکا نے چھوڑی ہوئی ہیں"

"اور تم کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں! کرائے پر ترلوکا کے لئے ہر کام کر لیتا ہوں۔ تم مجھ سے اس کا پتہ پوچھ رہے تھے اگر تمہیں ترلوکا کا پتہ درکار ہے تو میں تمہیں بتاؤں دوست کہ کم از کم مجھ جیسی قسم کے لوگوں سے اس بارے میں آئندہ مت پوچھنا میری طرح انہیں بھی ہنسی آئے گی۔کیا ترلوکا اتنی معمولی شخصیت ہے کہ ہم عام قسم کے لوگ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہوں۔وہ کہیں بھی نہیں ہوتا لیکن ہر جگہ ہوتا ہے"

"بس۔بس میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں سننا چاہتا لیکن یہ گرینی۔ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو وہ میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گی"

"پتہ نہیں کیوں تم سے بہت سارے سوالات کرنے کو جی چاہتا ہے۔میں شاید تمہیں مطمئن نہیں کر سکوں گا کیونکہ میرے پاس اس کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں میری مدد لے سکتے ہو"

"کس سلسلے میں؟"

"اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو کہ تم ترلوکا کو کیوں تلاش کر رہے ہو؟ اور تمہارا معاملہ کیا ہے۔نہ بتانا چاہو تب بھی میں اس کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں"

"وہ کیسے؟"

"کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں بس یوں سمجھ لو کہ میں ذاتی طور پر اس سے نفرت کرتا ہوں بے شک میں اب تک اس کے لئے کام کرتا رہا ہوں لیکن وہ صرف اس لئے کہ مجھے ان علاقوں میں زندہ رہنا تھا"

"اب تم غالباً مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین دلا سکوں۔ حالانکہ میرا تمہارے ساتھ مخلص ہونا کسی طور ممکن نہیں میں تمہارے ہاتھوں شدید زخمی ہو چکا ہوں اور ان حالات میں کوئی بھی شخص کسی کا دوست نہیں ہو سکتا لیکن پتہ نہیں کیوں اندر سے ایک آواز ابھرتی ہے میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کا خواہش مند ہوں"

"وہ کمبخت گرینی کہاں گئی؟"

"غالباً وہ ہم دونوں کو اس لئے چھوڑ بھاگی ہے کہ..."

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں دور سے کوئی آواز آئی تھی لیکن یہ کیسی آواز تھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ہم لوگ خاموشی سے مزید آہٹوں

کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں ابھری تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب کب تک یہاں پڑے رہوگے ؟ صورت حال کہیں خطرناک نہ ہو جائے۔ میرے ذہن میں شدید ٹیسیں ہو رہی تھیں۔ گرینی کمبخت دھوکہ دے کر نکل بھاگی تھی بہر طور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ دفعتاً مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ ریوالور موجود نہیں تھا البتہ وہ چاقو اسی طرح زمین میں پیوست تھا جس سے میں نے بیکر کو زخم لگائے تھے۔

کمرے میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

بیکر! میں آج تک جس پر بھی بھروسہ کرتا آیا ہوں اس سے مجھے نقصان اٹھانا پڑا ہے یہ کتیا بھی ان ہی میں سے ایک تھی۔"

"ایک بات بتاؤ! تاش کے کھیل کا کیا معاملہ تھا؟" بیکر نے سوال کیا۔

"مطلب ؟"

"یہ تو حقیقت نہیں ہے کہ تم ایمان داری سے وہ سب کچھ جیتے تھے۔"

"چلو چھوڑو۔ بے ایمانی ہی سہی مگر اب تو ہو گئی۔"

"ہاں۔ جو گزر گیا سو گزر گیا۔ موجودہ حالات نے ہمیں ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔ میں ترلوکا کے سلسلے میں تمہاری جو کچھ بھی مدد کر سکتا ہوں اس کے لئے تیار ہوں اگر دل چاہے تو مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا لیکن اس طرح کہ دوسروں کو کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔ وہ چھیا کم از کم یہ تو بتا ہی سکے گی کہ میرے بدن پر لگنے والے زخم تمہارے ہاتھوں کے ہیں۔"

"گرینی کی بات کر رہے ہو۔"

"ظاہر ہے اور کس کی۔"

"تو پھر اس سے کیا فائدہ ہوگا ؟"

"فائدہ یہ ہوگا کہ وہ ہم دونوں کو دوست نہیں سمجھ سکے گی اور ہم دونوں کو اظہار بھی ایسا ہی کرنا ہے۔ زخمی ہونے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے دوست تصور کئے جا سکتے ہیں لیکن ویسے نہیں۔ ویسے ظاہر ہے ہمارا دشمنی کا ہی رشتہ رہے گا۔"

"اور تم یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ۔"

"ہاں۔ میں یہ سب کچھ کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم مجھے کوئی ایسی بات مت بتاؤ جس کا بتانا تمہارے حق میں بہتر نہ ہو۔ لیکن اگر تم ترلوکا کے خلاف کمر بستہ ہو تو یوں سمجھ لو کہ میں بھی تمہارا ساتھی ہوں۔"

"کیا دشمنی ہے تمہاری ترلوکا سے ؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نے مجھے بتایا۔"

"نہیں اور میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا۔"

"تو پھر مجھ سے پوچھنے کی بھی کوشش مت کرو۔ مگر کبھی محسوس کرو کہ میرے ذریعے کوئی کام بن سکتا ہے تو اس میں تکلف مت کرنا۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ تم مجھے چھوڑ دو اور معاف کر دو۔ اگر تم ان باتوں پر راضی نہ ہو تو آئندہ اقدامات تمہارے ہاتھ میں ہیں جو چاہو کرو۔"

میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ کرنا کیا تھا میں تو خود چکر میں پھنس گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں آہستہ سے بولا۔

"وہ یقیناً کار میں گئی ہوگی۔"

"ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہاں سے جا کیسے سکتی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر میری نگاہ اس کھڑکی پر جم گئی جو اس کمرے کی عقبی دیوار میں بنی ہوئی تھی اور اس وقت بند تھی۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ کھڑکی کھول کر میں نے باہر دیکھا باہر ویرانہ تاریک تھا اور آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ اس کے علاوہ اطراف میں کچھ اور نہیں تھا۔ ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی دفعتاً میں نے کھڑکی کی چوکھٹ پکڑی اور اس کی پچھلی جانب کود گیا۔ پھر میں نے وہیں سے بیکر کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تم یہاں رکو بیکر! میں ذرا باہر نگاہ دوڑا لوں۔" میں باہر نکل آیا لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کار وہیں موجود تھی جس میں ہم یہاں تک آئے تھے۔ یہ بات ناقابل یقین تھی۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کا مطلب ہے کہ گرینی یہیں موجود ہے۔

اس بات کا تو مجھے یقینی طور پر اندازہ ہو چکا تھا کہ گرینی ہی نے میرے سر کی پشت پر ضرب لگائی تھی۔ اس کے علاوہ بھلا یہاں اور کون موجود تھا لیکن وہ کار کیوں نہیں لے گئی اس طرح دو ہی باتیں سامنے آتی تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ یہیں آس پاس موجود ہے یا پھر کسی اور کار میں رخصت ہوئی ہے لیکن دوسری کار کہاں سے آئی اس سلسلے میں میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

اگر یہ سوچتا کہ کوئی اور کار بھی ہمارا تعاقب کرتی رہی ہے اور گرینی اس سے واقف تھی تو میرا خیال ہے کہ اس طرح مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے کان اس آہٹ کو سن چکے تھے جو تھوڑی دیر پہلے یہاں ابھری تھی۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ گرینی کو یہیں تلاش کرنا چاہیئے۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ فارم ہاؤس اس چھوٹی سی عمارت پر مشتمل تھا جو خستہ اور بوسیدہ تھی اور جس کا بیشتر حصہ تباہ ہو چکا تھا لیکن اندر تین کمرے ایسے موجود تھے جو ابھی ناقابل استعمال سمجھے جاتے تھے۔ ایک تو وہی جس سے میں نکل کر آیا تھا اور اب اس میں بیکر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ برابر کے کمرے میں بھی کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا اگر وہاں کوئی موجود ہوتا تو شاید ہمیں اتنی آسانی سے آزاد نہ ہونے دیتا۔ اب رہ گیا وہ تیسرا کمرہ جو یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا۔

میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کافی تیز تھی اور قدموں کی آواز میں اس کی سنسناہٹ میں گم ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود میں انتہائی محتاط انداز میں چل رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے کے قریب پہنچ گیا یہ ایک الگ تھلگ کمرہ دوسرے کمروں کی طرح تاریک تھا۔ میں اس کے دروازے سے کان لگا کر اندر کی سن گن لینے لگا لیکن اندر بالکل خاموشی تھی اس کمرے میں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب یہاں میرے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہے۔ یہ بات میں نے اس لئے سوچی تھی کہ میں بیکر کو جس انداز میں چھوڑ آیا تھا اگر وہ عقلمند آدمی ہے تو اب تک بھاگ چکا ہوگا۔

ترلوکا کے سلسلے میں اس نے جس طرح اپنے تعاون
کی پیش کش کی تھی۔ میں نے یقین نہیں کیا تھا بیکر
مجھے چکر بھی دے سکتا تھا۔ بہر طور میں واپس اسی کھڑکی کے قریب آ گیا جس سے باہر نکلا تھا اور پھر میں نے اندر جھانک کر دیکھا بیکر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

میں نے آہستہ سے سانس لی اور کھڑکی کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو بلند کرنے لگا۔ اس دوران بیکر کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں کیا رہا ؟" اس نے پوچھا۔

"پورا مکان خالی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس فارم ہاؤس کے احاطے میں بھی کوئی نہیں ہے۔"

"نکل گئی۔ وہ کتیا نکل گئی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔"

"بہر طور اب جو کچھ بھی ہوا بیکر۔ تم یہاں سے فرار نہیں ہوئے ؟" میرے اس سوال پر بیکر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اصولاً یہ بھی حماقت کی بات ہوتی کیونکہ یہاں سے فرار ہونے کے لئے کوئی سواری نہیں ہے ہمارے پاس۔" بیکر نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"بات تو تم ٹھیک کہتے ہو بیکر چلے آؤ ہم پیدل ہی یہ راستہ طے کرنے کی کوشش کریں گے۔" بیکر میرے ساتھ اسی کھڑکی کے راستے باہر نکل آیا اور ہم فارم ہاؤس کے بے ترتیب احاطے کی جانب چل پڑے جسے صرف احاطہ اس لئے کہا جا سکتا تھا کہ یہاں لکڑی کے لمبے لمبے ستون لگے ہوئے تھے جن کے درمیان کبھی تار لپٹے ہوئے ہوں گے۔ ایک گیٹ بھی تھا جو اب صرف اپنی نشانیاں چھوڑ گیا تھا۔

ابھی ہم اس گیٹ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ دفعتاً دور سے تیز روشنیاں نظر آئیں جن کا رخ اتفاق سے ہماری ہی جانب تھا اور کچھ اس طرح کسی موڑ سے وہ سامنے آئی تھیں کہ ہم ان کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ یقینی طور پر ہمیں کار سے دیکھ لیا گیا ہوگا۔

ایک لمحے کے لئے تو ہم ٹھٹک کر رہ گئے تھے لیکن دوسرے لمحے میں نے بیکر کا ہاتھ پکڑا اور واپس اسی مکان کی طرف دوڑنے لگا جہاں سے نکل کر باہر آیا تھا۔ بیکر نے میرے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔

"کیوں اندر کیوں ؟ اگر وہ لوگ آ رہے ہیں تو ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"

"آ جاؤ بیکر آ جاؤ۔ دیکھو تو سہی یہ لوگ ہیں کون ؟" میں نے

کہا۔ اور ہم پھرتی سے احاطے کے اندر بنے ہوئے مکان کی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ بیکر کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ وہ شاید کسی طرح نروس ہو گیا ہے اور میرے ساتھ کو بہتر سمجھتا ہے۔ یہاں سے ہم احاطے کے سامنے والے حصے کی سمت دیکھ سکتے ہیں جس پر وہ کار تیزی سے اچھلتی کودتی چلی آ رہی تھی اس کی روشنیاں بار بار منتشر ہو رہی تھیں کچے راستے میں پڑے ہوئے گڑھوں کی وجہ سے کار کا اگلا حصہ بار بار جھک رہا تھا۔

"کون ہو سکتا ہے اس کار میں؟" میں نے کہا۔

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ ممکن ہے وہ اپنے ساتھیوں کی امداد لینے گئی ہو؟" بیکر نے آہستہ سے کہا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کوئی اور ہو۔"

"ہاں: ہو سکتا ہے لیکن گرینی بہت ہی خطرناک عورت ہے۔"

"کہیں وہ پولیس نہ ہو۔"

"پولیس۔ یہاں آ کر کیا کرے گی؟" بیکر بولا۔

"ہو سکتا ہے ترلوکا کے آدمی ہوں۔"

"ترلوکا براہِ راست اپنے آدمیوں کو اس طرح نہیں بھیجتا لیکن تم۔ تم! میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا چکر چلا رکھا ہے تم نے۔ اگر ترلوکا سے تمہاری دشمنی ہے تو پھر گرینی تمہاری مخالفت پر کیوں آمادہ ہوئی ہے؟"

"کیا مطلب؟" بیکر کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"دیکھو دوست اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم تم اچھے حالات میں ایک دوسرے سے نہیں ملے اور ہمارے درمیان اعتماد کا رشتہ کسی طور قائم نہیں ہو سکتا لیکن اس وقت ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ یہاں میں نہیں جانتا کہ تمہاری کیا پوزیشن ہے لیکن میں خود کو تمہارے جنگل میں پھنسا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ تاہم میں تمہیں یہ بتا دوں کہ گرینی مشکوک شخصیت کی حامل ہے۔ وہ ترلوکا سے زیادہ ڈینگو کی ساتھی سمجھی جاتی ہے اور اگر ڈینگو کا نام لیا جاتا ہے تو اس بات پر بھی یقین کر لیا جاتا ہے کہ وہ ترلوکا کے دشمن ہیں۔"

"اوہ۔ کوئی نئی کہانی، کوئی نیا کردار۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

ہماری نگاہیں باہر تاریکی میں روشن کار کی ہیڈ لائٹوں پر جمی ہوئی تھیں اور ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے۔

"شاید تمہارے لیے یہ کہانی نئی ہو لیکن سان ان تونیو کے رہنے والے جانتے ہیں کہ سان ان تونیو کے تمام ہی لوگوں نے ترلوکا کی برتری قبول نہیں کی۔ وہ روحانیت کا چکر نہ چلائے ہوئے ہوتا تو تم دیکھتے کہ اس علاقے میں اس کی کامیابی کتنی مشکل ہو جاتی۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ شعبدہ گر نے شعبدوں کے ذریعے لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ کرائے کے غنڈوں سے زیادہ اس کے معتقدین کی تعداد ہے اور یہ سب وہ خطرناک لوگ ہیں جو جرائم کرنے سے پہلے توہمات کا سہارا لیتے ہیں اور اس کے بعد جرم کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے انہیں کسی روحانی پیشوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو ترلوکا ان کا روحانی پیشوا ہے لیکن چند لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان کی برتری قبول نہیں کی۔ انہی میں ڈینگو بھی ہے۔ ڈینگو کا گروہ گو زیادہ بڑا نہیں ہے لیکن خطرناک لوگوں پر مشتمل ہے اور پھر اس نے ایک اور چکر چلا ڈالا ہے۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"اس نے اپنے آدمیوں کو ترلوکا کے گروہ میں ٹھونس دیا ہے۔ وہ اسی گروہ میں رہتے ہوئے ڈینگو کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور اس طرح ترلوکا کو ایک عجیب دشمن سے سابقہ پڑا ہے۔ ڈینگو کے آدمی ترلوکا کے سینے پر بیٹھ کر اپنا کام کرتے ہیں۔ یہاں ان علاقوں میں ترلوکا کے دو ہی بدترین دشمن تھے۔ ایک پر وہ حاوی ہو گیا یعنی ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی اس کے حاشیہ برداروں میں مجبوراً شامل ہو گیا لیکن ڈینگو آج تک اس کے قابو میں نہیں آیا۔"

"وہ ڈاکٹر ڈی پر حاوی ہوا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں، ڈاکٹر ڈی خطرناک آدمی تھا۔ اچھا خاصا گروہ رکھتا تھا لیکن ترلوکا کے ہتھکنڈوں میں پھنس کر وہ بالآخر اس کے غلاموں میں شامل ہو گیا۔" بیکر نے جواب دیا اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ کار اب بالکل قریب آ گئی تھی۔

ہم تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کار کے اندر موجود لوگوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے رہے۔ روشنیاں جل رہی تھیں لیکن خاموشی طاری تھی۔ بیکر کی سانسیں میری گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ میری ہی طرح اس کار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"بیکر!"

"ہاں کیا بات ہے؟" اس نے سرگوشی کی۔

"کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

"اگر ممکن ہو سکے تو کر ہی لو۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔"

"تو پھر سنو بیکر! میں تمہارا بہترین دوست ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں تم طاقتور آدمی ہو جو کچھ کہو گے سچ کہو گے۔"

"تو پھر جب تک میں تمہیں واضح اشارہ نہ کروں اپنی جانب سے کوئی حرکت نہ کرنا۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں تم سے مکمل طور پر تعاون کروں گا۔"

"کار سے ابھی تک کوئی نہیں اترا۔"

"ہاں۔ پتا نہیں وہ کون ہے شاید وہ۔" بیکر نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً کار کا دروازہ کھلا اور ایک سایہ سا نیچے اترتا ہوا نظر آیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز ابھری اور اس کے بعد سایہ ایک لمحے کے لیے ساکت سا وہیں کھڑا رہا غالباً وہ اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اسی عمارت کی طرف جمی ہوئی تھیں لیکن ہم دونوں اس کی نگاہوں میں نہیں آ سکتے تھے۔

چند لمحات کے بعد وہ وہاں سے آگے بڑھ آیا اور پھر جب وہ کار کے سامنے سے گزرا تو روشنیوں کی زد میں آ گیا جنہیں اس نے بند نہیں کیا تھا اور ان کے ذریعے عمارت کے اس حصے کو روشن کیا ہوا تھا۔ ہمیں ایک لمحے کے لیے اس کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ جسم پر سوٹ تھا۔ چست پتلون جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ سر پر سیاہ فلیٹ اور ایک ہاتھ اس نے کوٹ کی جیب میں ٹھونس رکھا تھا۔ یقیناً اس کی انگلیاں ریوالور کے دستے پر جمی ہوئی ہوں گی۔

"کیا تم اسے پہچانتے ہو؟" میں نے سرگوشی میں پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا لباس ہی دیکھا جا سکتا ہے شکل کہاں نظر آئی۔" بیکر نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو گیا۔ ہماری نگاہیں اس متحرک سائے پر جمی ہوئی تھیں۔ جو آہستہ آہستہ بڑی احتیاط سے مکان کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں بے چینی نہیں تھی۔ بالکل ٹہلنے کا سا انداز تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سب سے زیادہ احساس پستول کے نہ ہونے کا تھا۔ کم بخت گرینی میرا پستول لے گئی تھی۔ اگر میرے پاس اس وقت کوئی ہتھیار ہوتا تو میرے کام میں بڑی آسانیاں ہو سکتی تھیں۔

بیکر بھی خاموش کھڑا سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ سایہ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کس طرف جا رہا ہے لیکن اس سے زیادہ انتظار میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے بیکر کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے اندھیرے میں ایک طرف رینگ گیا۔

اب میں اس سائے کا تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ ہواؤں کے شور میں قدموں کی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دیوار کے ساتھ ساتھ میں آگے بڑھتے ہوئے بہت محتاط تھا اور پوری طرح چوکنا بھی تاکہ کوئی بھی افتاد پڑے تو اس سے نمٹنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو لیکن بیکر کے بارے میں میرا یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں موجود ہے۔

میں چند لمحات دم سادھے کھڑا رہا مجھے اس سائے کے قدموں کی آہٹ کا انتظار تھا لیکن وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بیکر غالباً کسی دوسرے حصے کی جانب چلا گیا تھا کیونکہ اس کی موجودگی بھی قریب محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے ایک نیا نام مجھے بتایا تھا یعنی ڈینگو۔ پتا نہیں اس میں کوئی فراڈ ہے یا حقیقت۔ لیکن ابھی ان تمام باتوں کے سوچنے کا وقت نہ تھا۔

میں اپنی جگہ بدل کر آگے بڑھا اور اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ جو اس کمرے کی تھی جس میں ہم موجود تھے۔ کھڑکی سے اندر آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اور باہر چونکہ تاریکی تھی اس لیے یہ خطرہ نہیں تھا کہ مجھے دیکھ لیا جائے۔ میں نے کمرے میں جھانکا تو مجھے نظر آ گیا۔ دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ وہ خاصے لمبے قد کا مالک تھا۔

اس کی کھوپڑی پر رکھے ہوئے فلیٹ کا اوپری حصہ دروازے کو چھو رہا تھا۔ اور اب اس روشنی میں مجھے اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک خشک چہرے والا آدمی تھا۔ بدن کی نسبت اس کا چہرہ چھوٹا تھا لیکن آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔ وہ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہاتھ میں ریوالور موجود تھا۔ وہ چند لمحات اس طرح کھڑا رہا اور پھر دفعتاً چونک کر دروازے کی سمت مڑا۔ دروازے پر دفعتاً مجھے بیکر نظر آیا جسے نہ جانے کہاں سے ایک رائفل مل گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔ رائفل کی نال اس شخص کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ بیکر شاید یہ رائفل اس کی کار سے نکال لایا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اس کا مقصد تھا بیکر کام کا آدمی ہے۔ اور اس وقت تو اس نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی میرا پیچھا کرنے کے بجائے اس نے سوچا تھا کہ پہلے کار کا جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس میں کوئی کام کی چیز مل جائے دفعتاً بیکر کی آواز ابھری۔

"ہاتھ اٹھا لو اور یہ ریوالور نیچے پھینک دو۔ اگر تم نے پلٹنے کی کوشش کی تو یہ تمہاری زندگی کی آخری حرکت ہوگی۔ میں تمہارے بدن کی ہلکی سی جنبش پر بے دریغ گولی چلا دوں گا۔"

اس وقت اس طویل القامت آدمی کا چہرہ میری طرف یعنی کھڑکی کی طرف تھا۔ بیکر کی آواز سن کر اس کی سانپ جیسی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ لیکن۔ بیکر کی ہدایت کے مطابق اس نے ریوالور نہیں پھینکا تھا اور نہ ہی پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کوئی نڈر اور سخت لڑا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے خطرناک تیوروں سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ بیکر اس پر آسانی سے قابو نہیں پاسکے گا۔

بہرحال نازک صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ بیکر کی طرف سے مجھے توقع تھی کہ شاید وہ اس موقع پر صبر سے کام نہ لے اور گولی چلا دے۔

لیکن یہ شخص مجھے زندہ درکار تھا اور اس کے لیے میں نے موزوں طور پر خود بھی اس معاملے میں مداخلت کرنا مناسب سمجھا۔

"تم دونوں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔ ریوالور پھینک دو ورنہ تمہارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔" یہ الفاظ میرے لیے خطرناک ثابت بھی ہوسکتے تھے اور وہ آواز پر نشانہ لگا سکتا تھا۔ چونکہ اس کا رخ میری جانب تھا۔ لیکن بیکر اس کی ہر جنبش پر گولی چلانے کے لیے تیار تھا۔

میرا بولنا ضروری تھا کہ بیکر کو میری موجودگی کا اندازہ ہو جائے۔ میری اس آواز کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ طویل القامت اس آواز کو سن کر چونک پڑا۔ اور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

لیکن اب اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ کسی حد تک متحیر نظر آنے لگا تھا۔

"ریوالور پھینک دو۔" میں نے پھر سخت لہجے میں کہا لیکن وہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ شاید اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی فیصلہ کر رہا ہے۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ آخری وقت تک ہار ماننے والوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"میں کہتا ہوں کہ ریوالور پھینک دو صرف ایک لمحہ۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔" بیکر بولا اور دوسرے لمحے اس نے آہستہ سے گردن گھمائی۔

"کون گولی مار دے گا۔ تم۔۔؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔"

"مگر پستول۔ پستول کہاں ہے تمہارے پاس؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پوری طرح اس نے بیکر کو نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ بڑے یقین سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ ہم دونوں غیر مسلح ہیں۔

یقیناً اسی معاملے میں اسے ایک ہی شخصیت اطلاع دے سکتی تھی اور وہ تھی گریسی جو ہمارے پستول لے گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" بیکر نے کہا اور گولی چلا دی لیکن نشانہ لمبا آدمی نہیں تھا بلکہ اس نے دیوار کا نشانہ لے کر گولی چلائی تھی اور اس دھماکے نے لمبے آدمی پر خاطر خواہ اثر کیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے لہراتے دکھائی دیے اور پلٹ گیا۔ اس کی حیرت قابل دید تھی۔

یقیناً گریسی نے اس سے جو کچھ کہا تھا یہاں اس سے مختلف ہوا تھا۔

چنانچہ اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر ریوالور پھینک دیا۔

میں نے کھڑکی کی اوٹ سے کہا اور وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا۔

"اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے پھر کہا اور اس نے اس بات پر بھی عمل کیا۔ غالباً اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی ملی ہوئی اطلاع غلط ہے یا پھر اس نے یہ اندازہ بھی لگا لیا ہوگا کہ یہ رائفل اسی کی کار سے حاصل کی گئی ہے۔

یہاں وہ مات کھا گیا تھا چنانچہ اب وہ ہمارے احکامات پر عمل کر رہا تھا میں نے بیکر سے کہا۔

"بیکر! اس کا ریوالور اٹھا لو۔" بیکر نے پھرتی سے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا۔ اور پھر دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

"باہر کار میں اور کوئی تو نہیں ہے بیکر؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

"نہیں، یہ تنہا ہے۔" بیکر نے جواب دیا۔

دراز قد آدمی دیوار کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔ میں نے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے اس پر نگاہ ڈالی اس کے ہاتھوں میں بار بار تشنج کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ غالباً غصے کی زیادتی سے اس کا برا حال تھا۔ میں اب بھی کھڑکی کے اندر دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیکر! یہ ریوالور مجھے دے دو۔"

بیکر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے قریب آگیا اور اس نے کھڑکی میں سے ریوالور میری طرف بڑھا دیا۔

اب تم اس کی تلاشی لو۔ یہ ریوالور کی زد پر ہے اور بیکر نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ رائفل کو پشت کی طرف کر کے آگے بڑھا اور دیوار کی طرف منہ کیے کھڑے ہوئے آدمی کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی اور وہ بیکر کو گھور رہا تھا پھر اس کی نگاہیں میری جانب اٹھیں۔ ان آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے جنہیں میں کوئی مفہوم نہ دے سکا۔

وہ ہم دونوں کو مسلسل گھورے جا رہا تھا اور پھر اس کے حلق سے غراہٹ ابھری۔

"کون ہو تم لوگ؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"نہیں۔ نہیں۔" بیکر کسی قدر ہکلانے لگا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب وہ اس آدمی سے مرعوب ہوگیا ہو اور یہ صورت حال بہتر نہیں تھی۔ لیکن اب میں اس صورتِ حال کو سنبھالنے کے لیے اندر موجود تھا۔

"ڈینگو کا نام سن کر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ بیکر نے تھوڑی دیر پہلے ہی اس کا تذکرہ کیا تھا۔

"مسٹر ڈینگو! میں آپ کو پہچانتا ہوں۔"

"میں پوچھتا ہوں کون ہو تم۔ کیا ڈاکٹر ڈی کے آدمی ہو؟"

"نہیں مسٹر ڈینگو! میں کسی کا آدمی نہیں ہوں۔ ڈاکٹر ڈی یا ترلوکا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ کون ہے؟" اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ تم اس سے پوچھ سکتے ہو؟" بیکر نے جواب دیا۔ اور ڈینگو میری جانب گھوم گیا۔ ڈینگو کا چہرہ اس کے بدن ہی کی طرح شاندار تھا ہر چند کہ بدن کی جسامت کے مطابق یہ چہرہ چھوٹا تھا۔ لیکن جو سفاکی اس کے چہرے سے جھلکتی تھی۔ اس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ڈینگو کیا چیز ہے۔

"ہوں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم دونوں مجھ سے اپنا تعارف کرا دو۔" وہ بولا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے مسٹر ڈینگو کہ ہمیں آپ کی آمد پر حیرت ہے۔ میرا ساتھی بیکر مجھے آپ کے بارے میں بتا رہا تھا اور یہ سن کر حیرت ہوئی تھی کہ آپ ترلوکا جیسی خطرناک شخصیت سے ٹکرانے والوں میں سے ہیں۔"

"ترلوکا۔ وہ بہروپیا وہ مکار، وہ غنڈہ، وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے والا تم دیکھ لینا ایک دن ڈینگو ہی اس کی موت کا باعث بنے گا۔"

میں اس کے چہرے اور اس کے انداز سے اس کی اندرونی کیفیت کا جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"حیرت کی بات ہے مسٹر ڈینگو! حیرت کی بات ہے اس خوفناک ماحول میں سان انتونیو میں ایک ایسی شخصیت بھی موجود ہے جو ترلوکا کے قتل کا ارادہ رکھتی ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔ ڈینگو کو نہیں جانتے۔ ڈینگو کے دشمن راتوں کو سکون سے نہیں سو سکتے۔ نا صرف راتوں کو بلکہ دن کو بھی وہ چین نہیں پا سکتے۔"

"لیکن مسٹر ڈینگو! ترلوکا۔۔"

"بس۔ بس۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور ترلوکا کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو؟"

"اس سے بھی بدتر مسٹر ڈینگو! جو آپ کے ذہن میں ہے۔"

"وجہ؟" ڈینگو نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"وجہ اتنی مختصر نہیں ہے جو ایک لمحے میں آپ کو بتا دی جائے۔" ڈینگو مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے بیکر کی طرف رخ کر کے کہا۔

"کیا یہ آدمی سچ کہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا مسٹر ڈینگو! میرا اس کا واسطہ زیادہ پرانا نہیں ہے۔ ہم دونوں دو دشمنوں کی طرح ملے ہیں۔ لیکن حالات نے ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"پارکو!"

"ہوں۔ مسٹر پارکو! یہ شخص جسے تم بیکر کہہ کر مخاطب کر رہے ہو سان انتونیو کا باشندہ معلوم ہوتا ہے لیکن تم کون ہو؟"

"میں ان علاقوں میں اجنبی ہوں۔"

"آوارہ گرد۔" ڈینگو نے سوال کیا۔

"جن معنوں میں آوارہ گردی کے بارے میں تبصرہ کیا جاتا ہے ان میں نہیں۔"

"ترلوکا کے دشمن کیوں ہو؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔"

"ہوں۔ تو پھر کیا ارادہ رکھتے ہو ترلوکا کے بارے میں؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں آپ کے بارے میں اپنے دل میں فیصلہ کرنا ہے مسٹر ڈینگو! ذرا یہ تو پتا چل جائے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں؟"

"تم سے ملنے کے لیے۔" ڈینگو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"شاید تقدیر نے ہم دونوں کے لیے دوستی متعین کر دی ہے۔" ڈینگو نے کہا۔

"لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا مسٹر ڈینگو کہ ہم یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں؟"

"تمہاری نگرانی کی جا رہی تھی۔"

"کون کر رہا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا آدمی۔ جس طرح تم لوگ اپنے معاملات میں اپنے آپ کو محتاط رکھتے ہو ڈینگو بھی چاروں طرف نگاہ رکھتا ہے۔"

"لیکن یہاں آپ کچھ غلط بول رہے ہیں۔ مسٹر ڈینگو!"

"کیوں؟" ڈینگو کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔

"نگرانی کرنے والا آدمی تھا یا عورت تھی؟"

"عورت۔" ڈینگو ایک لمحے کے لیے متحیرانہ انداز میں بولا۔

"ہاں عورت۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو مجھے نہیں معلوم۔"

"اس عورت کا مسٹر ڈینگو جو ہمیں یہاں لائی تھی۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔"

"میرا خیال ہے یہاں تم جھوٹ بول رہے ہو مسٹر ڈینگو۔"

"سنو۔" ڈینگو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں عام قسم کے لوگوں کے سامنے جھوٹ بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جن لوگوں کو دوست بنانے کا تہیہ کر چکا ہوتا ہوں۔ ان کے سامنے نرم رہتا ہوں۔ ورنہ یہ لمحات نہیں آ سکتے تھے۔ تم ڈینگو کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو۔ اگر تم ترلوکا سے نفرت کرتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ ڈینگو بھی اس کے خون کا پیاسا ہے۔"

"مسٹر ڈینگو! سب سے پہلے تو آپ، یہ فرمائیے کہ گرینی کا تعلق آپ سے ہے یا نہیں۔"

"جب کچھ باتیں اس طرح رہنے دی گئی ہیں تو یہ سوال مجھ سے نہ کرو۔ بہر طور میں صرف ایک بات یہ بتا سکتا ہوں کہ ترلوکا کی موت کے سلسلے میں مجھ سے زیادہ تمہارا مددگار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"مانتا ہوں تسلیم کیے لیتا ہوں لیکن گرینی کا تم سے تعلق ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ اس نے براہِ راست اطلاع نہ دی ہو لیکن کسی نہ کسی طرح تمہیں یہ اطلاع ضرور ملی ہے کہ ہم لوگ یہاں موجود ہیں اور گرینی ہمیں یہاں پھنسا کر فرار ہوئی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے میں اپنے ایک آدمی ہی سے اطلاع ملی ہے لیکن میں یہاں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔" اس کے لہجے میں اب دوستانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

"اگر تم کسی خطرناک ارادے سے نہیں آئے تھے مسٹر ڈینگو! تو تم نے باہر ہی سے ہمیں پکارنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے سوال کیا۔

"یوں نہیں بلکہ یوں سوچو کہ اگر میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا تو تنہا یہاں نہ آتا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مکان کے گرد پھیلے ہوئے اندھیرے میں تمہارے اور ساتھی موجود نہ ہوں۔"

"اگر تمہیں گھیرنا چاہتا تو اس کے دوسرے ذرائع بھی ہو سکتے تھے۔ مجھے تم اب بھی یہ نہیں جانتے کہ تم کتنے چکروں میں پھنسے ہوئے ہو۔"

"گڈ۔ گڈ۔ میرے بارے میں تمہاری معلومات خاصی وسیع معلوم ہوتی ہیں۔ بہر طور کوئی بات نہیں ہے صرف اس بات پر میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں کہ تم ترلوکا کے دشمن بھی ہو۔"

"نا صرف دشمنی بلکہ دشمن نمبر ایک۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تو پھر ہمارا تمہارا تعاون کیا گل کھلائے گا۔"

"بہت کچھ۔ میں تمہاری دوستی اور تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ ترلوکا کی ہلاکت میری زندگی کا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ میرا اپنا گروہ بھی یہاں کافی مضبوط ہے۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے وہ ذرا مختلف بات ہے۔"

"بیکر مجھے اس بارے میں بتا چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ کیوں بیکر! کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں مسٹر ڈینگو! میں نے مسٹر بارکو کو اس بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو۔ اگر اس وقت یہ مناسب نہ سمجھو تو بیکر! تم میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہو یا نہیں۔ تو میں تمہیں بتا

دوں کہ سان فلورو میں کوٹھی نمبر ایک سو بیس میری ملکیت ہے۔ وہاں پہنچ کر تم مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔" ابھی میں اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے بہت سی گاڑیاں اچانک اس طرف سے نکل آئی ہوں۔ ڈینگو ایک دم محتاط ہو گیا۔ وہ پھرتی سے اس کھڑکی کے قریب آیا جس سے باہر کا منظر دیکھا جا سکتا تھا ہلکی ہلکی روشنیاں ہم دونوں نے بھی دیکھ لی تھیں۔ ڈینگو بولا "کوئی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں اوہ۔ فارم ہاؤس کو گھیر لیا گیا ہے۔" میں اس بات پر چونک پڑا تھا۔ میں نے ڈینگو کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار دیکھے تھے۔ اس کے جبڑے سختی سے بھنچ گئے تھے اور وہ کچھ سوچنے میں مصروف تھا۔ دفعتاً بیکر کی آواز ابھری۔

"مسٹر ڈینگو! یہ سب کیا ہے؟"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا۔"

"مگر پھر کون ہو سکتے ہیں؟" اسی وقت باہر سے میگافون پر ایک آواز ابھری۔

"تم سب ہمارے گھیرے میں ہو جہاں ہو اور جس جگہ پر ہو اپنی جگہ سے جنبش مت کرو ورنہ تمہارے بدن چھلنی ہو جائیں گے۔"

"کیا یہ تمہارے آدمی نہیں ہیں؟" بیکر غرایا۔

"اوہ۔ ہرگز نہیں میرے آدمی ہوتے تو — چلو میرا پستول واپس کر دو ہمیں ان سے مقابلہ کرنا ہو گا۔"

"نہیں مسٹر ڈینگو! یہ ممکن نہیں ہے۔" میرے بجائے بیکر نے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"میں کہتا ہوں موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اس وقت تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے۔"

اسی وقت باہر سے پھر آواز ابھری۔

"میں کہتا ہوں ہتھیار باہر پھینک دو ورنہ ہم فائرنگ شروع کرتے ہیں۔" ڈینگو میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"رائفل اور پستول باہر اچھال دو۔ ایک پستول رہنے دو ہم اس سے کام چلا لیں گے۔ میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"بے کار باتیں مت کرو۔ اس وقت یہ سب ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں بیکر! مسٹر ڈینگو کا کہنا درست ہے۔ ہمیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔" میں نے کہا چونکہ میں اندازہ لگا پایا تھا کہ اب صورتِ حال بہتر نہیں ہے۔ اگر وہ ڈینگو کے آدمی نہیں بھی ہیں تو بہر طور ہم گھر چکے ہیں اور اگر ڈینگو ہی کے آدمی ہیں تو بھی نکلنا مشکل ہے انہیں کھل کر سامنے آنا چاہیے۔" میری اس بات پر بیکر نے میری طرف دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لے کر رائفل اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دی۔ اس کے بعد پستول پھینک دیا گیا تھا۔ ڈینگو نے میری طرف دیکھا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"سوری مسٹر ڈینگو! میں اس حسین شے سے محروم ہوں۔"

"کیا مطلب؟" ڈینگو تعجب سے بولا۔

"مطلب بعد میں بتا دوں گا پہلے ان لوگوں سے نمٹ لیا جائے۔" میں نے کہا۔ اور ڈینگو اس طرف متوجہ ہو گیا۔

باہر سے اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ آہٹیں بھی معدوم ہو چکی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے چند لمحات کے لیے ان سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ڈینگو، میں اور بیکر خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ ہم ایک ایک لمحے کے لیے چوکنے تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ لوگ آخر کون ہیں جنہوں نے اس طرح یہاں آ کر ہمیں گھیرا ہے۔ ویسے اس رات کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ پے در پے ایسے واقعات پیش آ رہے تھے جن کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ڈینگو کا ذکر بیکر نے تھوڑی دیر پہلے کیا تھا۔ تو ڈینگو موجود ہوا اور اب یہ نئے لوگ۔ بہر طور چند لمحات اس طرح خاموشی سے گزر گئے۔ اس کے بعد ہمیں کھڑکی میں چند چہرے نظر آئے اس کے ساتھ ہی رائفل کی نالیں اندر جھانکنے لگیں۔

"خبردار! تم لوگ اپنے ہاتھ بلند کرو۔"

"ہمارے ہتھیار تمہارے پاس موجود ہیں۔ پھر ہاتھ بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" ڈینگو نے کہا۔

"اس کے باوجود اپنے ہاتھ بلند کرو۔"

ہم تینوں کھڑکی کی طرف متوجہ تھے۔ کہ دفعتاً دروازے پر ایک زور دار لات پڑی۔ دروازہ چونکہ بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے با آسانی کھل گیا اور پھر بہت سے آدمی دھڑنا مار کر اندر داخل ہو گئے۔ ان سب کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے اور ان کے خدوخال نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔

ڈینگو کینہ توز نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا اور پھر اس نے ان کی خواہش پر اپنے ہاتھ بلند کر دیے۔ میں نے اور بیکر نے بھی ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اندر والوں میں سے ایک آدمی ذرا پست قامت اور بھاری بدن کا مالک تھا۔ اس نے ذرا طنزیہ انداز

میں کہا۔

"اوہ! امید نہیں تھی کہ یہاں اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"کون ہو تم؟"

"ظاہر ہے کہ اگر ہمیں یہ بتانا ہوتا مسٹر ڈینگو! تو ہمارے چہرے نقابوں میں نہیں چھپے ہوتے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"آپ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہاں سے لے جانے کے خواہش مند ہیں۔"

"تم جانتے ہو کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟"

"نہیں۔ ہم نہیں جانتے مسٹر ڈینگو!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے وہ تمام نتائج سے آگاہ ہے۔"

"اوہ میں اس خبیث کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس خبیث کے متعلق جاننا اتنا آسان نہیں ہے۔ تو کیا آپ حضرات ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟ مگر ٹھہریے۔" پستہ قد آدمی نے کہا اور اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

"اس کے باوجود کہ ان حضرات نے ایک عدد رائفل اور پستول باہر پھینک دی ہے ہم ان کی تلاشی لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کم از کم پستولیں تو تین ہونی چاہئے تھیں۔ کیوں مسٹر! کیا خیال ہے آپ کا؟"

اس بار اس نے میری طرف رُخ کر کے کہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ میں ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان میں سے چند افراد ایسے تھے جو مجھے شبہ کا شکار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے لوگ جو نقاب پہنے ہوئے تھے ان کے سروں پر کچھ ابھرے ہوئے نشانات نظر آ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر بال موجود ہیں لیکن چند افراد ایسے تھے جن کے سر چکنے اور سپاٹ نظر آ رہے تھے۔ اگر سپاٹ سر والے ترنوکا کے آدمی ہوئے تو اس کا مقصد ہے کہ مجھے ان کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ اور یہی احساس مجھے ایک لمحے کے لیے خاموشی پر مجبور کر رہا تھا۔

بہرطور ہماری تلاشی لی گئی اور اس کے بعد انہوں نے ہمارے ہاتھ پشت پر کس کر باندھ دیئے گئے۔ لیکن چُوک ہو گئی تھی ان سے۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ باندھتے وقت ہاتھ سختی سے نہ جڑ جائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گئی ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رسّی کسنے کی کوشش کی تھی، وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی کہ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھوں۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر نگاہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری اس بات کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ پھر جب وہ ہاتھ باندھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو معمولی سی جنبش دے کر دیکھا۔ باآسانی رسّی میں اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے دیا۔

فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے احکامات پر عمل کر رہا تھا۔ اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیکر اور ڈینگو ان کے ساتھ کیا رویّہ رکھتے ہیں۔

ڈینگو بدستور کینہ توز نگاہوں سے اس شخص کو گھورے جا رہا تھا۔ جو پستہ قامت تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پشت پر کس دیئے گئے تھے۔ بیکر بھی باندھ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی گئی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کمروں کی تلاشی لینے بھر رہے تھے، چونکہ جس وقت ہم باہر نکلے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ بہرطور ہم احاطے میں آ گئے۔

احاطے میں عمدہ قسم کی کئی جیپیں کھڑی تھیں۔ جیپوں کے آس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گھیرے میں لینے کے لیے آ گئی ہو۔

ہمیں ایک جیپ میں بٹھا دیا گیا۔ پستہ قد نقاب پوش اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اسی جیپ میں آ بیٹھا تھا۔ جیپ بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنجائش تھی۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ساخت کچھ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیدھی سی جگہ تھی۔

ڈینگو خاموش نگاہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر واپس مڑی تو دوسری گاڑیاں بھی ان لوگوں نے سنبھال لیں۔ اور سب کی سب قافلے کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے مین سڑک تک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈینگو بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں ایک اضطراب سا محسوس

ہو رہا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی اور بیکر کی شکل دیکھتا رہا۔ میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے ذہنوں میں کیا بات ہے۔ لیکن وہ دونوں بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ نقاب پوش نے اس کے بعد سے اب تک کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ وہ اس طرح نیم غنودہ سے ہو گئے تھے جیسے رات کے اس پہر انہیں نیند نے آن گھیرا ہو۔

وہ ہمارے بندھے ہوئے ہاتھوں کی وجہ سے ہماری طرف سے بہت زیادہ مطمئن معلوم ہوتے تھے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی کارروائی کی جائے جس سے میں ان لوگوں کے چنگل سے فرار ہو سکوں۔ اپنی اس کوشش میں بظاہر مجھے کامیابی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں خاموشی سے ان تمام حالات کا تجزیہ کر رہا تھا۔

بیکر کا یہ شبہ درست بھی ہو سکتا تھا کہ ڈینگو نے خود ہی کوئی لمبا جال پھیلایا ہو ممکن ہے یہ لوگ ڈینگو ہی کے آدمی ہوں۔ ویسے ڈینگو کی کیفیت سے میرے اس خیال کی نفی ہو رہی تھی کیونکہ وہ خود ہی اتنا پریشان نظر آ رہا تھا کہ اس کا احساس مجھے آسانی سے ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے اسٹیئرنگ ہاتھوں سے سنبھال کر سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبا لیا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تھی میں خاموشی سے ڈرائیور کو سگریٹ سلگاتے دیکھتا رہا چند کش لینے کے بعد اس نے سگریٹ ہونٹوں سے نکال لیا اور اُسے گاڑی کے سامنے لگی ہوئی ایش ٹرے میں رکھ دیا۔

میں کسی قدر بے چینی کا اظہار کرنے لگا لیکن اس دوران میں نے اپنے ہاتھ اس رسّی سے نکال لیے تھے جس میں مجھے جکڑ دیا گیا تھا۔ گو اب بھی میرے دونوں ہاتھ پیچھے تھے لیکن یہ بات صرف میں ہی جانتا تھا کہ میں آزاد ہوں۔ نقاب پوش نے میری بے چینی بھی محسوس کر لی اور میری طرف رُخ کر کے بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟"

"نہیں۔ دراصل سگریٹ کی بو مجھے مجبور کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے تقریباً آٹھ گھنٹے سے سگریٹ نہیں پیا۔ بس کچھ ایسی ہی بدقسمتی تھی۔"

"سگریٹ پینا ضروری نہیں ہے۔" پستہ قامت نے تلخ لہجے میں کہا۔

"یہ بات بہتر تو نہیں ہے اگر تم چاہو تو مجھے سگریٹ کے چند کش دے سکتے ہو۔"

"اوہ۔ کوئی حرج نہیں ہے سگریٹ دے دو۔" پستہ قامت کے برابر بیٹھے ہوئے دوسرے نقاب پوش نے کہا۔

"لیکن یہ پیئے گا کیسے؟" پستہ قامت بولا۔

"سگریٹ سلگا کر اس کے ہونٹوں میں دبا دو چند کش لے لیگا اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔" دوسرے نقاب پوش نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ کم از کم میرے ہمدرد نے میری ایک مشکل آسان کر دی تھی۔

میں نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پستہ قامت نے اپنے لباس کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اعلیٰ قسم کا سگریٹ تھا پھر اس نے نقاب کے اندر ہی اندر سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر اسے لائٹر سے سلگایا اور اس کے بعد اسے میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! میں تمہارا یہ احسان یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور سگریٹ کے کش لے کر دھواں منہ سے نکالنے لگا۔ میں جس جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ دروازے کے بالکل ہی قریب تھی۔ نقاب اور ڈرائیور کی قمیض کے کالر کے درمیان گردن کا تقریباً چھ انچ حصہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت میری ایک ہی کوشش کارگر ہو سکتی تھی۔

میں اپنے کام کے لئے تیار ہو گیا۔ میں چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں سے مجھے فرار میں آسانی ہو تب میں اپنا کام کروں سگریٹ کے کش میں بڑی مہارت سے لے رہا تھا اور ان لوگوں کو میرے منہ سے سگریٹ نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دور سے ایک پل نظر آیا۔ یہ پل تنگ تھا اور گاڑیاں کسی قدر سست رفتاری سے یہاں سے گزر سکتی تھیں یہ جگہ میرے کام کے لیے سب سے موزوں تھی چنانچہ میں تیار ہو گیا صرف ایک لمحہ صرف ایک لمحہ مجھے ہمت کرنا تھی سگریٹ میرے ہونٹوں میں دبی ہوئی تھی اور آدھی سے زیادہ جل چکی تھی اس کا گل نیچے گر رہا تھا اور دھواں جیپ میں پھیلا ہوا تھا پھر دفعتاً میں نے برق رفتاری سے اپنا چہرہ جھکایا اور سگریٹ کا جلتا ہوا سرا ڈرائیور کی گردن پر رکھ دیا۔

ڈرائیور کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کا پیر بریک پر جا پڑا بس میرے لیے یہی لمحہ کافی تھا ہاتھ تو میرے کھلے ہوئے تھے میرا ایک گھونسہ پستہ قامت کی پیشانی پر پڑا اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیپ کے عقبی حصے میں چھلانگ لگا دی اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ سکیں میں نے جیپ کے ہڈ کا پچھلا حصہ پکڑا اور اب صرف ایک اور بھرپور چھلانگ لگانی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پل کے نیچے جو دریا بہہ رہا ہے اور جس کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں وہ کتنی گہرائی میں ہے بس ایک اندھی چھلانگ تھی چنانچہ میں جیپ کے اوپر سے گزرتا ہوا پل کی دیوار پر پہنچا اور

پھر وہاں سے دریا کے پانی کی طرف گرنے لگا۔
غالباً ان میں سے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ایسا کوئی حادثہ ہو سکتا ہے اس لیے کوئی بھی اس کے لیے تیار نظر نہیں آتا تھا یہ قدم اتنا خطرناک تھا کہ شاید ڈینگو اور بکر بھی اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے۔ ان لوگوں کو اتنا بھی موقع نہیں مل سکا کہ مجھ پر فائر ہی کر دیتے۔ میں چند لمحوں تک ہوا میں کسی پتھر کی طرح نیچے گرتا رہا اور پھر میرا بدن پانی سے ٹکرایا۔ پانی سے ٹکراتے ہی میں ڈوبتا چلا گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمام جیپیں اب تک رک چکی ہوں گی۔ اور وہ سب پھرتی سے اتر کر پل کے نزدیک آ رہے ہوں گے اس لیے پانی سے سر ابھارنا اس وقت موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا البتہ پورے لباس اور جوتے کی وجہ سے پانی کے اندر تیرنا بہت مشکل تھا لیکن دریا کے تیز بہاؤ نے میری یہ پریشانی خود بخود دور کر دی۔
میں بہاؤ کے سہارے اپنے آپ کو چھوڑ کر تیزی سے دور تک بہتا چلا گیا۔ سانس گھٹنے کی وجہ سے سینے پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب نہیں تھی کہ ان لوگوں کے چنگل سے دور نکل جاؤں۔
مجھے تیرتے ہوئے دو تین منٹ گزر گئے اور اس کے بعد ضروری ہو گیا کہ میں پانی کی سطح پر سر ابھاروں۔ چنانچہ ایک لمحہ کے لیے میں نے پانی سے سر ابھارا اور عقب میں دیکھا۔ پتہ نہیں پل کتنی دور رہ گیا تھا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن یقینی طور پر دریا کی تیز رفتاری نے فاصلہ اتنا کر دیا تھا کہ اب پل پر سے مجھ پر گولیاں چلائی جاتیں تو مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔
جوتوں میں پانی بھر گیا تھا لباس کی تمام جیبیں ضائع ہو چکی تھیں اور بدن خاصا وزنی وزنی محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کنارے کی جانب بڑھوں کیونکہ پانی کے تیز بہاؤ کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھے کہاں سے کہاں لے جائے گا تاہم کوشش کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ میں دریا کے تیز دھارے کو کاٹتا ہوا کنارے کی جانب بڑھنے لگا۔ کافی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ سکا کیونکہ ایک تیز پانی کو کاٹنا آسان کام نہیں تھا اس سلسلے میں مجھے بہت سخت محنت کرنا پڑی تھی۔
کنارہ پانی سے اتنا بلند تھا کہ اس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تاہم میں نے ہمت کر کے کنارے تک چڑھنے کی کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ گیا۔ بدن کچھ اس طرح تھکن سے چور ہو گیا تھا کہ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنے آپ کو حواس میں نہیں رکھ سکوں گا۔

کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی، دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، بہر طور میں زمین نے رخسار چپکا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ ہوا کے تیز جھونکے میرے بدن سے ٹکرا رہے تھے اور کوشش کے باوجود پلکیں جڑی جا رہی تھیں یہاں تک کہ آنکھیں بند ہو گئیں اور میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ یہ نیند نہیں بلکہ میں اسے بیہوشی کہہ سکتا تھا کیونکہ نیند اس طرح نہیں آ جاتی خطرات چاروں طرف منڈلا رہے تھے کسی بھی لمحہ مجھے تلاش کرنے والے یہاں تک پہنچ سکتے تھے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔
بہر طور اب تو کچھ کہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ
یہ تمام چیزیں میں نے ہوش میں آنے کے بعد سوچی تھیں ہاں ہوش مجھے دریا کے کنارے ہی آیا تھا۔ اچھا خاصا گھنا جنگل تھا۔ اطراف میں پرندوں کی چہچہاہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ سورج ابھی پوری طرح طلوع بھی نہیں ہوا تھا گویا رات گزر چکی تھی صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔
میں ایک کراہ کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس بے ہوشی یا نیند نے کم از کم بدن سے وہ تھکن دور کر دی تھی جس نے مجھے رات کو نڈھال کر رکھا تھا۔
دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ میرے آس پاس کوئی اور موجود ہو۔ یہ احساس ایک حسین خوشبو سے پیدا ہوا تھا اور خوشبو یقیناً پھولوں کی نہیں تھی بلکہ عمدہ قسم کے سینٹ کی تھی میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تب ہی میری نگاہ ایک رنگین شئے پر پڑی۔ یہ رنگین شئے مجھ سے تقریباً دس پندرہ گز کے فاصلے پر ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔
گہرے سنہرے گھونگھریالے بال ان کے نیچے ایک سرخ و حسین چہرہ جو کسی قسم کے میک اپ سے عاری تھا لیکن انتہائی روشن روشن۔ میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگا وہ بھی میری جانب ہی متوجہ تھی۔ اس اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی شاید وہ میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی لیکن یہ جنگل کی بلا ہے کون اور یہاں اس خاموشی اور اطمینان کے ساتھ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی کیوں ہے۔ میں نے سوچا ہماری نگاہیں ایک دوسرے کی آنکھوں میں الجھی ہوئی تھیں۔ پھر وہ لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔
"ہیلو۔"
"ہیلو۔" میں نے بھی خوش مزاجی سے کہا۔
"کیسے مزاج ہیں؟"
"بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں اپنے آپ کو ہلکی ہلکی ٹھنڈی

ہوائیں اور ان کے ساتھ ساتھ تمہارے بدن سے اٹھتی ہوئی یہ خوشبو۔ بس یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے الف لیلیٰ کی وادیوں میں گھوم رہا ہوں۔"
"یہ الف لیلیٰ کیا ہوتا ہے؟" اس نے سوال کیا۔
"ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ افسوس تمہارے یہاں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"میں نے کہا نا الف لیلیٰ کا مطلب صرف الف لیلیٰ ہے اسے کوئی دوسرے معنی دینا اچھا نہیں لگے گا۔"
"اوہ۔ تمہارے سر میں کہیں چوٹ لگی ہے۔"
"ہاں۔ الف لیلیٰ کا تذکرہ بظاہر پاگل پن ہی محسوس ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔"
"بہت خوب! بہر طور میں تمہاری الف لیلیٰ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔"
"خود تمہاری الف لیلیٰ کیا ہے۔" میں نے سوال کیا اور لڑکی پھر الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔
میں اب پوری طرح سنبھل گیا تھا اس ویران مقام پر اس حسین لڑکی کی موجودگی عارضی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سنبھل کر گفتگو کرنی چاہیے۔ اس کی الجھی ہوئی نگاہوں کے جواب میں، میں نے اس سے کہا۔
"سوری! دراصل میں یہ پوچھ رہا تھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے آ گئیں۔"
"بس یوں سمجھ لو میں آوارہ گرد ہوں اور احمق بھی ہوں شاید میرے اہل خانہ کا یہی خیال ہے۔ تفریح کرنے نکل آتی ہوں آج بھی بہت صبح اس وقت جب روشنی پھوٹی بھی نہیں تھی میں اس طرف نکل آئی شاید اس لیے کہ یہاں تم مل جاؤ گے۔"
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے قہقہے میں بہت حسن تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا کھلنڈری قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی، بہر طور اس کے باوجود میں یہ یقین کر سکتا تھا کہ اس کی آمد بے مقصد ہو لیکن محتاط رہنا تھا۔ حالات میرے لیے جو راستے منتخب کر رہے تھے ان پر چلنے کے سوا اور چارہ کار تھا ہی کیا۔
"بہر طور میں تمہیں سورج کی پہلی کرن کہہ سکتا ہوں۔"
"اوہ۔ اگر دل چاہے تو کہہ لو مجھے کیا اعتراض ہوگا۔"
"ویسے نام پوچھ سکتا ہوں تمہارا؟"
"سورج کی پہلی کرن۔" اس نے جواب دیا۔
"ہمارے یہاں ایک نام کرن بھی ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے اپنا

نام نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں کرن کہہ کر پکاروں گا۔"

"بہت خوبصورت نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔"

"تھینک یو مس کرن۔ اب فرمایئے اس کے بعد کیا ہونا چاہیئے۔"

"سب سے پہلے آپ اپنے جوتے اُتار دیجئے بھیگ کر عجیب سی شکل اختیار کر گئے ہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ۔ ہاں! واقعی۔" میں نے اپنے جوتوں کی طرف دیکھ کر کہا جن میں اب تک پانی بھرا ہوا تھا میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"اور کپڑوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بس جوتوں ہی سے کام چل جائے گا کپڑے خشک ہو چکے ہیں۔" وہ ہنستی ہوئی بولی اور میں نے جوتے اُتار کر ایک طرف اُچھال دیئے اب میں ننگے پاؤں تھا۔

"اب آپ اسی طرح میری جیپ تک تشریف لے چلیئے۔ جو تھوڑے فاصلے پر آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"اچھا! آپ جیپ بھی رکھتی ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔ ظاہر ہے اتنا فاصلہ پیدل تو طے نہیں کیا ہوگا میں نے۔"

"ٹھیک ہے! مجھے انکار نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں پر ایک سفید رنگ کی خوبصورت جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے مجھے جیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بغیر کسی تردد کے بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار تھا بھی نہیں۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا ایک بار پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں جسم اتنا دکھ رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کسی نے ہتھوڑے مار مار کر ہڈی پسلی ایک کر دی ہو لیکن ذہن بیدار تھا اور یہ سوچ کر سکون ہو رہا تھا کہ کم از کم صورتِ حال تبدیل ہو گئی۔

"اب آپ سوتے ہی رہیں گے یا کچھ گفتگو بھی کریں گے۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔"

"بات چیت کر کے اپنے بارے میں بتا کر۔ میرا نام تو آپ نے کرن رکھ دیا میں آپ کو کیا کہوں؟"

"سورج کہہ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ زبردستی نہیں چلے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ نے ابھی مجھے سورج کی کرن کہا تھا گویا ایک خوبصورت نام دیا تھا مجھے لیکن مجھے اپنے بدن کا ایک حصہ بنا کر آپ نے اپنے آپ کو مجھ سے برتر کر لیا۔"

"ڈیئر! یہ کام تو صدیوں پہلے ہوا تھا حضرت آدم نے بھی تو کیا تھا۔ عورت مرد کے بدن کا ایک حصہ ہی تو ہے۔"

"فلسفہ نہ بگھارو۔ نام بتاؤ اپنا۔"

"پارکو۔"

"اوہ۔ چلو۔ ٹھیک ہے۔ چل جائے گا۔"

جیپ ناہموار راستے پر سفر کر رہی تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا رُخ کس طرف ہے لیکن اندازہ یہ تھا کہ ابھی ہم مضافات ہی میں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

"آؤ۔ نیچے اترو۔" لڑکی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی میں اُٹھ گیا۔

"یہاں کہاں مس کرن!" میں نے کہا۔ لیکن اسی وقت کسی کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر کچھ انسانی قدموں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں اور اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں کاہلوں کی طرح کار کی عقبی سیٹ پر پڑا رہوں۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اس سے پہلے کہ میں لڑکی سے اس سلسلے میں سوال کرتا، ایک مضبوط بدن کا درمیانی عمر کا آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتے کی زنجیر تھی اور کتا اس سے زیادہ تیز رفتاری سے دوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ جیپ کے نزدیک پہنچ گئے اس شخص نے آتے ہی میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

"ہیلو ڈیڈی یہ ایک پریشان حال آدمی ہیں۔ میں انہیں ازراہِ ہمدردی یہاں لے آئی ہوں۔"

"پریشانی اس شخص کے چہرے ہی سے ٹپک رہی ہے لیکن کون ہے یہ؟"

"دریا کے کنارے اُگے تھے اور وہیں پڑے سڑ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اتنی خوبصورت چیز دریا کے کنارے ضائع نہیں ہونی چاہیئے اسے اپنے ساتھ لے آئی۔"

"تم فضول باتیں نہ کیا کرو۔" اس شخص نے پیار بھرے انداز میں کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تم! مسٹر تم! تمہارا لباس دیکھ کر واقعی یہ محسوس ہوتا ہے کہ تم دریا کے کنارے اُگے ہو۔"

"جی ہاں! فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر آؤ میرے ساتھ، آؤ میں تمہیں صاف ستھرا کر دوں۔" اس نے کہا۔ کتے نے اب زور لگانا بند کر دیا تھا اور لڑکی کے قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

صورتِ حال میرے لیے ناقابلِ فہم تھی اس جگہ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ خاصی اونچی اونچی گھاس اُگی ہوئی تھی جس کی دوسری طرف نہیں دیکھا جا سکتا تھا لیکن گھاس کے درمیان ہی ایک پگ ڈنڈی بنی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اس پگ ڈنڈی پر آگے بڑھنے لگے اور تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک خوبصورت عمارت نظر آگئی۔

لڑکی کے بارے میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ درمیانی عمر کا یہ شخص چہرے مہرے سے پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا ایک اچھے لباس میں ملبوس تھا۔ کتا بھی بہت خوبصورت اور مہذب سا لگتا تھا۔ ہم تینوں آگے بڑھتے ہوئے عمارت کے بالکل سامنے پہنچ گئے اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مس کرن کم از کم یہ تو بتا دیجئے، یہاں میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں۔"

"کرن۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"بہتر ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ہم عمارت کی سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔" لڑکی نے معمر آدمی سے کہا۔

"انکل آپ چلیں میں ذرا ان کے لیے۔"

"نہیں۔ یہ کام میں کیے لیتا ہوں۔"

"نہیں۔ انکل پلیز آپ جایئے۔" لڑکی بولی اور معمر شخص نے ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے کتے کی زنجیر کھینچے ہوئے ایک سمت چل پڑا۔

"آؤ۔" لڑکی بولی اور میں اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک راہداری میں چلتی رہی تھی اور پھر ہم ایک لیے کمرے میں پہنچ گئے جس کا دروازہ کھول کر لڑکی اندر داخل ہوئی تو میں نے اسے اچھا خاصا سجا ہوا پایا۔ لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ سامنے الماری ہے اس میں بہت سے لباس موجود ہیں شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو۔ کہ یہ سارے کے سارے لباس میرے انکل کے ہیں۔"

"کون انکل۔؟"

"یہی جن سے تم ملے تھے انکل جون۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یقیناً، ان کی جوانی کے لباس یقیناً دلچسپ ہونگے۔"

"ہاں۔ ان میں دلچسپی ضرور ہو گی کہ وہ تمہیں اس بھیگے ہوئے لباس سے نجات دلا دیں۔" اس نے کہا اور پھر دروازے کی طرف منہ کر کے بولی۔

"لباس تبدیل کر لو میں ابھی واپس آتی ہوں۔"

میں نے لاپروائی سے شانے ہلائے اور اسے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے کپڑوں کی الماری کھولی اور اس میں سے ایک ایسا لباس منتخب کر لیا جو میرا جسم ڈھک سکتا تھا۔

بہرطور اس وقت بدن ڈھکنا ہی مقصود تھا۔ گیلے کپڑوں سے نجات پا کر میں نے آئینے کے سامنے پہنچ کر اپنے بال وغیرہ سنوارے۔ عجیب سی شکل ہو کر رہ گئی تھی بہرطور تھوڑی دیر کے بعد میں ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ میں نے گیلے کپڑے ایک سمت ڈال دیئے اور تھوڑے

فاصلے پر پڑی ہوئی ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

چند لمحات گزرے تو ایک ملازمہ کافی کے برتن ہاتھ میں اٹھائے اندر آ گئی۔ اس نے کافی میرے سامنے رکھی اور میرے میلے کپڑوں کو اٹھا کر لے گئی۔ میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ اٹھ کر کافی بنائی اور اس کے گھونٹ لیتے ہوئے صورتِ حال پر غور کرنا شروع کر دیا۔

لڑکی اور معمر آدمی ابھی تک میری نگاہوں میں تھے جس انداز میں وہ مجھے لے کر آئی تھی وہ خاصا تعجب خیز تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ بات معمولی نہیں ہے۔ سان ان ترینو میں کیا کیا چکر چلے ہوئے ہیں ان کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے۔

بہرطور کافی دیر تک میں اس طرح بیٹھا رہا پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی اور اس کے بعد وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"ہیلو کرن"۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا اس نے بھی لباس تبدیل کر لیا تھا۔

"ہیلو! ناشتہ تیار ہے تشریف لے چلیئے"۔

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ"۔ میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا وہ مجھے لے کر ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئی میز پر معمر شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"میں تمہارا تعارف انکل جون سے کرا چکی ہوں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انکل جون یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ تم دریا کے کنارے ملے تھے"۔

"انکل جون سمجھدار آدمی ہیں"۔ میں نے جواب دیا ناشتہ شروع ہوا ہی تھا کہ ایک ملازم اندر داخل ہوا اور اس نے جھک کر معمر آدمی سے کچھ کہا معمر آدمی نے آہستہ سے گردن ہلائی مقصد یہی تھا کہ بھیج دو۔

"کون تھا انکل؟" لڑکی نے سوال کیا لیکن اس سے قبل کہ انکل جون کوئی جواب دیتا ایک شخص اندر داخل ہو گیا اور اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں یہ ڈینگو تھا وہ اندر داخل ہوا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلو پارکر۔ کیسے ہو تم"؟ میں حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ ڈینگو کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"بھئی ناشتہ بہت عمدہ نظر آ رہا ہے اس وقت تمہارا اس طرح دیکھنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا"۔

میری نگاہ اس لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ڈینگو نے بڑی بے تکلفی سے ناشتہ کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور پھر بولا۔

"باقی ساری باتیں بعد میں ہوں گی پہلے ناشتہ کیا جائے۔

اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خاموشی سے ناشتہ کروں۔ ڈینگو کو دیکھ کر اتنا اطمینان ہوا تھا کہ میں کم از کم ترلوکا کے کسی جال میں نہیں پھنسا ہوا ہوں یہ جو کچھ بھی معاملہ ہے ڈینگو کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

غور کرنے سے ساری صورتِ حال خود بخود ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھی اور اب ڈینگو کے علاوہ کسے معلوم تھا کہ میں کہاں مل سکتا ہوں اور اس نے اس کے لیے اس لڑکی کو ہی استعمال کیا لیکن یہ لڑکی۔ میں نے تمام باتیں ذہن سے جھٹک دیں اور ناشتہ میں مصروف ہو گیا۔

بوڑھے کے انداز سے بھی ایسا ہی لگ رہا تھا کہ ڈینگو کی آمد اس کے لیے تعجب خیز نہ ہو بلکہ وہ اس کا انتظار ہی کرتا رہا ہو۔ ہم ناشتہ سے فارغ ہو گئے تو ڈینگو نے مجھ سے کہا۔

"آؤ۔ اب ذرا یہاں سے ہٹ کر تھوڑی دیر کسی جگہ بیٹھیں۔ کیوں مسٹر جون آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا"۔

"نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ جون نے اس طرح کہا جیسے کہہ رہا ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ کرن نے بھی اس سلسلے میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

ڈینگو مجھے لیے ہوئے عمارت کے ایک الگ تھلگ کمرے میں پہنچ گیا اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اس وقت بھی اس کی آنکھوں میں وہی چمک لہرا رہی تھی جو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا عجیب سی چمک تھی یہ ہونٹوں کی مسکراہٹ دوستانہ تھی۔

"کہو دوست! کیسے مزاج ہیں"؟ اس نے بے تکلفی سے میرے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں! لیکن تم مجھے حیران کرنے میں کامیاب ہو گئے"۔

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟" اس نے کہا۔

"تو پھر بہتر ہوگا کہ مجھے تمام تفصیلات خود بخود بتا دو"۔ وہ ہنسنے لگا اس کے ہنسنے کے انداز سے زندہ دلی جھلک رہی تھی۔

پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم سے مجھے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ بلاشبہ اس وقت تم نے بہترین کارنامہ انجام دیا اور ہماری بھی رہائی کے باعث بنے لیکن یہ بات میری ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہارے ہاتھ کس طرح کھل گئے تھے۔"

"کوئی اتنی اہم بات نہیں تھی کہ جس کا سمجھنا زیادہ ضروری ہو"۔

"پھر بھی تمہارے اس فن سے میں بے پناہ متاثر ہوا۔ جبکہ ہمیں اس سلسلے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا"۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"سسیل سے ملے"۔

"کون سسیل؟" میں نے سوال کیا۔

"ارے تم سسیل کو نہیں جانتے"۔ وہ تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ بھائی میرا تعارف آج تک کسی سسیل سے نہیں ہوا"۔

"وہ لڑکی! اس نے کیا نام بتایا ہے تمہیں اپنا"۔

"کون۔؟"

"ارے بھئی وہی جو تمہیں یہاں تک لائی ہے"۔ ڈینگو بولا۔

"اوہ۔ اس نے مجھے اپنا کوئی نام نہیں بتایا البتہ میں اسے کرن کے نام سے مخاطب کرتا رہا ہوں"۔

"گڈ۔ گڈ۔ خوبصورت نام ہے۔ ویسے وہ سسیل ہے جانتے ہو وہ کون ہے"؟

"بدقسمتی سے نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔

"وہ میری بہن ہے"۔ ڈینگو بولا اور اس بار میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

"بہن"۔ میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ ساری دنیا میں میرا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے"۔

"اور یہ مسٹر جون"۔ میں نے سوال کیا۔ یہ جان کر مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی کہ کرن یا سسیل ڈینگو کی بہن ہے۔ بہرطور میری نگاہیں ڈینگو پر جمی رہیں۔

"انکل جون! میرے والد کے دوست ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ہمارے ساتھ ہی گزارا ہے۔ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو ہم دونوں بہن بھائی بہت چھوٹے تھے والد کی جائیداد بے پناہ تھی مرتے وقت انھوں نے اپنے دوست انکل جون کو ہمارا نگراں مقرر کیا اور سب کچھ انھیں دے گئے۔ انھوں نے ہم دونوں کی پرورش کی اور بلاشبہ ہمیں ایک باپ ہی کی طرح چاہنے لگے۔ ہم دونوں بھی انھیں بہت عزیز رکھتے ہیں"۔

"لیکن کیا انکل جون جانتے ہیں ڈینگو کہ سان ان ترینو میں تمہاری کیا حیثیت ہے"۔

"ہاں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں دراصل معاملات کچھ ایسے الجھے ہوئے تھے کہ میں تمہیں کیا تفصیل بتاؤں۔ میرے والد کا تعلق ایک ایسے گروہ سے تھا جو خطرناک مقاصد رکھتا تھا۔ ترلوکا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا لیکن بہرطور ترلوکا سے ان کا تعلق قائم ہو گیا اور وہ یوں سمجھو ترلوکا کے جال میں پھنس گئے۔ ہم نے اس سلسلے میں کبھی کچھ معلومات حاصل نہیں کی تھیں لیکن بعد میں والد صاحب کے بارے میں جب یہ پتہ چلا کہ وہ ترلوکا کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا شکار ہوئے ہیں تو میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور میں نے بھی وہی راستہ اپنا لیا لیکن میرے سینے میں ترلوکا کے خلاف انتقام کی آگ سلگ رہی ہے۔ مجھ سے تعلق رکھنے والے نہیں جانتے کہ انکل جون کا اور میرا کیا تعلق ہے یا یہ کہ سسیل میری بہن ہے میں ان معاملات کو ان لوگوں سے الگ ہی رکھتا ہوں اور یوں سمجھو یہاں ہمیشہ چھپ کر آتا ہوں"۔

"اوہ۔ تعجب کی بات ہے"۔

"ہاں۔ شاید تم اس بات پر تعجب محسوس کر رہے ہو ویسے تمہیں یقیناً اس بات سے دلچسپی ہوگی کہ تم سسیل کے پاس پہنچ جانے کے بارے میں معلوم کرو۔ سسیل بعض معاملات میں میری دست راست ہے تم دریا میں کود گئے تھے تمہارے ساتھ ساتھ ہی میں اور بیکر بھی ان لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اس کے بعد میرا ایک ہی کام باقی رہ گیا تھا کہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں جو کہ اس وقت ممکن نہیں تھی لیکن بعد میں، میں نے اپنے اہم ذرائع سے یہ بات معلوم کر لی کہ تم ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگے۔ تیز رفتار دریا کا دھارا تمہیں کافی دور لے گیا تھا اس لیے وہ لوگ بھی تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے اس سلسلے میں سسیل کا سہارا لیا بالآخر سسیل تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ کیونکہ وہ اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہے اور بس اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں"۔ ڈینگو نے کہا اور خاموش ہو گیا تھا۔

میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ڈینگو نے میرے ساتھ واقعی مہربانی کا سلوک کیا ہے کم از کم اس وقت میں اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے جواب میں وہ کیا چاہتا ہے یہ بات میرے ذہن میں الجھی ہوئی تھی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"تمہارے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا مسٹر ڈینگو لیکن مجھے بتاؤ اب مجھے تمہارے لیے کیا کرنا چاہیے"۔

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر پارکر! کیا میں نے تمہیں اس لیے بچایا ہے کہ تم میرا کوئی کام انجام دو۔ نہیں مسٹر پارکر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہر اس شخص سے دلچسپی رکھتا ہوں جو ترلوکا کا دشمن ہے اور اس کی وجہ اب تم بخوبی جان چکے ہو"۔

"ہاں مسٹر ڈینگو۔ لیکن پھر بھی میں تم سے ترلوکا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں گا"۔

"مثلاً۔" اس نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ ترلوکا کے قتل کے سلسلے میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے بلکہ بیکر یہ بات بتا رہا تھا کہ تمہارے آدمی خفیہ طور پر ترلوکا کے آدمیوں میں شامل ہیں کیا ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ترلوکا کے بالکل قریب ہو اگر ایسا کوئی آدمی ہمیں مل جاتا ہے مسٹر ڈینگو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے کام میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"یہ بات تم مجھ پر چھوڑ سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر ایک سوال میرے ذہن میں بھی ابھرتا ہے مسٹر بارکو کہ تم ترلوکا کے دشمن کیوں ہو؟"

"اس سلسلے میں ابھی مجھ سے معلوم مت کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تم مجھے ترلوکا کے نزدیک پہنچنے کا کوئی مؤثر ذریعہ بتا دو۔"

"گویا میں تمہارے لیے قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔" ڈینگو نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر ڈینگو ایسا مت سوچو بعض اوقات کچھ باتیں، چھپانا ہی بہتر ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ تو پھر میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں تفصیلات فراہم کرو۔"

"دیکھو مسٹر بارکو! ہماری تمہاری ملاقات بہت مختصر ہے اور جس طرح تم مجھ پر ابھی مکمل طور پر اعتماد نہیں کر سکتے اسی طرح میں بھی اپنے معاملات سے محتاط ہوں البتہ آنے والا وقت ہمارے اور تمہارے درمیان مفاہمت کے راستے فراہم کرے گا اور ممکن ہے اس وقت میں تم پر مکمل اعتماد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور یہ کام بھی اسی وقت ممکن ہے میرا مطلب ہے اپنے کسی ایسے آدمی کے بارے میں تمہیں بتانا۔"

ڈینگو نے صاف گوئی سے اپنا مقصد بیان کر دیا تھا۔ میں اسے اس سلسلے میں حق بجانب پاتا تھا۔ اب ظاہر ہے ہر شخص کو میں اپنا رونا رو کر میں اپنے آپ کو ہلکا نہیں کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ یہ ضروری نہیں تھا کہ کوئی بھی شخص مجھ سے متاثر ہو جائے۔

چنانچہ ڈینگو کو میں نے اس سلسلے میں تفصیل نہ بتا کر اچھا ہی کیا تھا اگر وہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سان ان تونیو میں میں اپنا کام اپنے طور پر ہی کر سکتا تھا اور اس وقت ڈینگو کو یہ بات بتانا بالکل مناسب نہیں تھا کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔

کافی دیر تک ڈینگو میرے ساتھ رہا اس نے مجھے ہر طرح کی پیش کش کی تھی بڑا دوستانہ رویہ تھا اس کا سیسل بھی آگئی اور وہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ اس کی آنکھوں اور ہونٹوں پر شراب کا تاثر جھلکتا رہتا تھا لیکن آنکھوں کی گہرائی میں مچلتے ہوئے جذبات بھی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھے۔

میں ایک بار بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ وہ ڈینگو کی بہن تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈینگو وہاں سے چلا گیا۔ البتہ سیسل میرے پاس ہی بیٹھی رہ گئی تھی وہ چند لمحوں تک میری طرف دیکھتی رہی تھی پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار ابھر آئے۔

"میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں۔" اس نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

"شاید تم نہیں جانتے کہ میں اپنے بھائی سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ اگر تم ترلوکا کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو اپنے بھائی سے ہٹ کر میں بھی کچھ کر سکتی ہوں۔" ایک لمحہ کے لیے میں چونکا پھر سنبھل گیا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مثلاً۔ سیسل تم میری کیا مدد کر سکتی ہو۔"

"میں تمہیں بتا سکتی ہوں کہ ترلوکا کا اصل ٹھکانا کہاں ہے؟"

"کہاں؟"

"وہ تمہیں عشبین کی عبادت گاہ میں ملے گا۔ عشبین کا علاقہ خاصہ مشہور ہے لیکن ترلوکا وہاں اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے وہ وہاں ایک ہندوستانی سادھو کے روپ میں رہتا ہے اور وہیں پر آوارہ گردوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اگر تم اسے پہچان سکتے ہو تو ضرور پہچان جاؤ گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کے بارے میں جانتے ہیں۔"

"اوہ۔ عشبین کا یہ علاقہ یہاں سے کس سمت ہے؟"

"سان ان تونیو کے شمال میں راون بیس کے بائیں جانب سے گزرنے کے بعد تم عشبین کیمپ پہنچ سکتے ہو۔" سیسل نے کہا۔ اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ اس سے زیادہ موقع نہیں مل سکتا تھا کیونکہ ڈینگو یہاں پہنچ گیا تھا۔

کافی دیر تک ڈینگو میرے پاس بیٹھا رہا اور اس کے بعد مجھے آرام کرنے کے لیے کہا گیا۔ سیسل میرے ساتھ مکمل تعاون کرنے پر تیار تھی۔ چنانچہ میں نے اس لڑکی سے تھوڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور یہ سوچا کہ اگر کچھ وقت اس کے ساتھ گزر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"یہ باقی وقت میں نے سیسل کو شیشے میں اتارنے میں صرف کیا تھا۔ یہ ایک انتہائی سنسنی خیز تجربہ تھا۔

عشبین کیمپ کی طرف رُخ کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا لیکن سچی بات ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب مجھے ترلوکا کے بارے میں صحیح صحیح نشانیاں فراہم ہوئی تھیں۔

ڈینگو چلا گیا سیسل کو اس نے میرے بارے میں ہدایات کر دی تھیں کہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن سیسل بذاتِ خود بھی اچھی تھی انکل جون بھی ٹھیک ٹھاک آدمی تھے۔ پھر دوسرے دن میں نے وہاں سے واپسی کا پروگرام بنایا۔ سیسل نے میرے لیے کچھ ایسی چیزیں فراہم کر دی تھیں جن کا میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اعشاریہ ۴۔۰ کے دو پستول اور اُن کے بہت سے کارتوس بھی اب میرے لباس میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔

بہرطور عشبین کیمپ کی جانب سفر کا آغاز ہو گیا۔ میں نے سیسل کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں وہاں طویل وقت گزاروں گا یا میرا منصوبہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اگر ممکن ہو سکے تو ڈینگو کو میرے راستے کے بارے میں نہ بتائے۔

عشبین کیمپ کی جانب سفر زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آوارہ گردوں کی ایک رنگین گاڑی مل گئی جس پر طرح طرح کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اور میں اُن کے درمیان پہنچ گیا۔ گو میرا حلیہ آوارہ گردوں کا سا نہیں تھا لیکن میرے لیے بھلا کیا مشکل تھا کہ میں اُن کی سرشت اپنا لوں۔

واقعی میں آوارہ گردوں کے درمیان رہ کر عشبین کیمپ میں بآسانی اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ یقینی طور پر میرے لیے س سے عمدہ کوئی اور راستہ نہیں تھا کہ میں آوارہ گردوں کا حلیہ اختیار کر کے عشبین کیمپ جاؤں لیکن گٹار کا استعمال لوگوں کو ہوشیار کر دیتا تھا۔ ہر چند کہ میرا چہرہ بدلا ہوا تھا لیکن اگر میں گٹار بجاتا تو پہچاننے والے میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے گویا میں ہی راجہ نواز اصغر کی نشانی بن چکی تھی۔

اب حلیہ تبدیل کرنا بھی ضروری تھا۔ میں نے ابھی تک مسٹر جون ے وہ پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے جو انتہائی قدیم طرز کے تھے ماس ور میں اس قسم کے کپڑوں کا استعمال ہی مضحکہ خیز تھا لیکن آوارہ ۔دوں میں سب کچھ چلتا تھا۔

عشبین کیمپ کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے ںد میرے ذہن میں یہ منصوبہ بندی ہوئی تھی اس میں یہ بات یقینی ں کہ میں ترلوکا تک آوارہ گردوں کے ہی روپ میں پہنچ سکتا ۔ں اور یہی اب میرے لیے مناسب چیز تھی۔

ایک بار پھر خود کو ان ہنگاموں کے لیے تیار کرنا تھا۔ ریبی یارسے میں اب سوچتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی بھولی بسری کہانی ہو جو یاد آ گئی ہو۔ نگاہوں میں ایک شکل اُبھرتی اور پھر معدوم ہو جاتی۔ نہ جانے ریبی کب ملے گی۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہے، زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے۔

بہرطور دل خون ہو جاتا تھا جب اس کے بارے میں سوچتا تھا اور اس وقت دیوانگی سی طاری ہونے لگتی تھی اپنے آپ۔

بہت سے کاموں کے لیے دل چاہتا تھا لیکن دل مسوس کر رہ جاتا تھا۔ رقم کا حصول میرے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ برائٹل کیرین نامی ایک چھوٹے سے قصبے کے ایک چھوٹے سے جوئے خانے میں بیٹھ کر میں نے ایک بڑی رقم جیتی تاکہ سفر کی مشکلات میں دقت نہ ہو۔

عشبین کیمپ کے بارے میں تفصیلات بھی راستے سے معلوم ہوتی رہی تھیں اس دوران داڑھی بڑھ گئی تھی، بال بڑھ گئے تھے۔ میک اپ جو کیا ہوا تھا وہ خود بخود ہی صاف ہو گیا تھا اور اب میں اپنی اصلی شکل میں تھا لیکن اتنی تبدیلیاں ہو گئی تھیں مجھ میں کہ اب مزید کسی میک اپ کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

میری شکل و صورت آوارہ گردوں جیسی ہو چکی تھی اور اب کوئی بھی آوارہ گرد مجھے خود میں شامل دیکھ کر کسی حیرت کا اظہار نہیں کرتا تھا۔

اس دوران بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی چند ایک سے دوستی بھی ہو گئی جن میں ہیرن بھی شامل تھا۔ ایک سنجیدہ صورت نوجوان جس کی سوچ خاصی بہتر تھی۔

لیکن جب وہ نشے میں ہوتا تو اپنی پچھلی شخصیت سے بالکل مختلف ہو جاتا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ ہی لگا رہا تھا اور میرے تمام کام کر دیا کرتا تھا۔

اس بار ہم پھر ایک قصبے میں پہنچے تھے ہیرن میرے ساتھ ہی تھا قصبے کا نام جون فراگ تھا۔ خاصہ خوبصورت علاقہ تھا حسین مناظر چاروں طرف بکھرے پڑے تھے ہم کسی بھی جگہ ٹھہر سکتے تھے لیکن میرے ذہن میں کوئی اور ہی مقصد تھا اس لیے میں نے قصبے کی کیمپنگ تلاش کی کیمپنگ جنگل کے دامن میں تھی اور توقع کے مطابق یہاں بھی کافی سیاح موجود تھے جن میں لڑکیاں اور مرد دونوں شامل تھے۔

میں نے کیمپنگ کے بارے میں مختصر معلومات حاصل کیں۔ خیمے وغیرہ کرائے پر مل جاتے تھے اور خریدے بھی جا سکتے تھے۔ بہرطور کرائے پر خیمہ حاصل کر لیا گیا ہیرن کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا ایک اچھا انسان تھا اور ایک خادم کی طرح خدمت بھی کرتا رہتا تھا۔

ایران کے بادشاہ پرویز نے اپنے ایک مخلص مقرب سے ناراض ہو کے اُسے قید میں ڈال دیا۔ کسی کو قیدی کے قریب جانے یا اُس کی مدد کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی تاہم دربار کے ایک مطرب باربد نے ہمت کی۔ وہ روزانہ قیدی کے لیے کھانے پینے کی اشیا لے کر جانے لگا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی۔ اُس نے باربد کو طلب کر کے سوال کیا: ”باربد! جو شخص ہمارا معتوب ہے، اُس کی خبر گیری اور مدد کا تجھے کیسے حوصلہ ہوا؟“ باربد نے دست بستہ کہا: ”عالی جاہ! آپ نے اپنے اسیر کو جو کچھ بخش رکھا ہے، اُس کے مقابلے میں میری یہ خدمت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔“ بادشاہ نے پوچھا: ”ہم نے اُسے کیا بخش رکھا ہے؟“ باربد نے جواب دیا: ”جان جیسی اَن مول شے۔ جان کے مقابلے میں میری کھانے پینے کی چیزیں کیا بساط رکھتی ہیں۔“ باربد کی حاضر جوابی کے طفیل بادشاہ نے قیدی کو معاف کر دیا۔

خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب جگہ منتخب کر دی تھی۔ چنانچہ ہم خیمے میں فروکش ہو گئے چنانچہ لمحے گزر جانے کے بعد بیرن نے حسبِ معمول سنجیدگی سے کہا۔

”جگہ واقعی اچھی ہے۔“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔ اطراف میں بکھرے ہوئے لوگ زندہ دل نظر آتے ہیں۔

”زندگی! ان آوارہ گردوں میں زندگی کہاں ہے بیرن۔“

”نہیں۔ باس ان کی زندگی اس وقت تک سوئی رہتی جب تک ان کے دماغ نشے سے خالی ہوں۔“

”یہ بھی کوئی زندگی ہے جو خود کو بھلا کر حاصل کی جائے۔“

”زندگی تو خود کو بھول جانے ہی کا نام ہے۔ چیف! ورنہ اگر ہوش و حواس کی دنیا میں رہو تو پھر دکھوں کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔“

”خاصے دکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔“

”شاید۔“ اس نے جواب دیا اور پھر ایک دم ہنس پڑا۔

”کن چکروں میں پڑ گئے چیف اطراف میں دیکھو بڑی اچھی اچھی شکلیں نظر آتی ہیں مجھے کیا تمہیں حسین لڑکیوں سے دلچسپی نہیں ہے۔“

”نہیں۔ بیرن جس انداز تم ان پر تبصرہ کر رہے ہو اس انداز میں نہیں ہے۔“

”مجھے بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ اچھے چہرے زندگی پر اچھے تاثرات چھوڑتے ہیں۔“

”شاید۔ ویسے ہمارے پڑوسی خیمے بھی میرے نہیں ہیں۔“

ہاں۔ شاید۔“ میں نے جواب دیا اور بیرن ہنسنے لگا تھوڑی دیر ہم خیمے میں رہے اور اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عجیب سا شور تھا باہر نکل کر ہم نے دیکھا آواز پڑوس کے ایک خیمے سے آ رہی تھی۔

ہمارے علاوہ شاید کوئی اور اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا ہم نے ان ــــ آوازوں کو سنا۔ وہ لڑکیوں کی آوازیں تھیں۔ دونوں کس قدر چیخ رہی تھیں۔ بیرن نے مجھے متحیرانہ انداز میں ــ دیکھا۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے چرس بھری ایک سگریٹ پی تھی اس لیے اس وقت اس کا دماغ روشن تھا چنانچہ وہ آہستہ سے بولا۔

”چیف! میرا خیال ہے ہمیں ان مظلوم لڑکیوں کی مدد کرنی چاہیئے۔“

”مگر ان پر ظلم کیا ہو رہا ہے یہ تو پتا چلے۔“ میں نے کہا اور ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ دونوں لڑکیاں ایک بوڑھے آدمی کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ بوڑھا آدمی ایک پاؤں پر کھڑا ہوا غصیلے انداز میں کہہ رہا تھا۔

”وہ ایک ظالم شخص ہے روم اس کی وجہ سے تباہ ہو جائے گا۔ میں روم کی تباہی نہیں چاہتا بہتر یہ ہے کہ ہمیں وقت سے پہلے اس کا بندوبست کر لینا چاہیئے۔“

”اوہ۔ پپا۔ پلیز پپا!“ دونوں لڑکیاں طویل القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

”میں نہیں رُک سکتا۔ میں نہیں رک سکتا روم نیرو کی ملکیّت نہیں ہے اسے کوئی حق نہیں ہے کہ وہ روم کو جلا کر خاکستر کر دے۔ نہیں ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔ ہم اب نہیں رُک سکتے۔ یہ سرزمین میری ہے یہ سرزمین میری ہے۔“

”چیف!“ بیرن نے آہستہ سے کہا۔

”بوڑھا جذباتی ہو گیا ہے میرا خیال ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔“

”ہوں۔ آؤ دیکھیں لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔“

”ہاں چیف۔ انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے۔“ بیرن بولا اور ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔

”ہاں۔ کیا بات ہے۔ نیرو کے حاشیہ بردارو کیا تم میری گرفتاری کا منصوبہ بنا کر یہاں پہنچے ہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے نیرو ایک ظالم حکمران ہے ظلم کی تاریخ میں اس کا نام سرفہرست

ہوگا۔“

”نہیں مسٹر سرفہرست اس کا نام نہیں ہوگا۔“ بیرن نے آگے بڑھ کر کہا۔

”ہوگا۔ یہ فہرست میں ترتیب دوں گا۔“

”میں تمہارا قلم چھین کر بھاگ جاؤں گا۔“ بیرن نے آہستہ سے کہا اور بوڑھا اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

”قلم! ارے میرا قلم کہاں گیا۔ لڑکیوں نہایت نامعقول ہو تم میرا قلم لے کر آؤ میں تاریخ لکھنا چاہتا ہوں۔“

”ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں لاؤ گی تمہارا قلم۔“ بیرن پر بھی شاید نشہ کچھ زیادہ ہی اثر کر گیا تھا۔

”سنو! نیرو کو شکست دینا کچھ آسان نہیں ہے لیکن میں اسے قلم سے ماروں گا۔“

”کمال ہے! بھلا قلم سے اسے کیا چوٹ لگے گی۔“ بیرن بولا۔

”لگے گی کیسے نہیں۔ اگر تم قلم میرے ہاتھ میں دے دو تو میں تمہیں بتاؤں۔“

”نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں قلم تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔“ بیرن بولا اس کا آؤٹ ہو جانا بڑا تعجب خیز تھا کیونکہ مجھے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ بھی ایک دم کھسک جائے گا۔ دونوں لڑکیاں سنجیدہ ہو گئی تھیں اور اب وہ بیرن کو گھور رہی تھیں ایک نے میری طرف بھی دیکھا۔

”سنا تم نے جاؤ واپس جاؤ نیرو سے کہہ دو کہ روم اس کے باپ کی ملکیت نہیں ہے۔“

”تو پھر کس کے باپ کی ملکیت ہے۔“ بیرن بولا۔

”ارے تم میرے باپ کو نہیں جانتے۔“ بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

”ہاں۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے جانتا ہوں تمہارے باپ کو لیکن روم اس کی ملکیت بھی نہیں ہے۔“ بیرن نے کہا۔

”اوہ۔ بیرن! ہوش میں آؤ۔ کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے تم نے۔“ میں نے اسے ڈانٹا۔

”نہیں چیف! یہ نیرو کو برا کہہ رہا ہے آپ خود سوچیں نیرو زیرو۔ تم دونوں میں کیا فرق ہے۔“

”آپ لوگ آپ لوگ کون ہیں۔“ اس لڑکی نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

”ہم روم نہیں جلانے دیں گے یہ فیصلہ کر کے آئے ہیں ہم۔“ بیرن بولا اور دفعتاً بوڑھا چونک پڑا۔

”تو میں اور کیا کہہ رہا ہوں کوئی جلا کر دیکھے روم کو۔ اے لڑکی تمام ماچسیں چھپا دو۔“ بوڑھے نے کہا اور لڑکیاں پریشانی سے بوڑھے کو دیکھنے لگیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”کیا آپ بھی نشے میں ہیں جناب۔“

”شاید۔ میں بھی نشے ہی میں ہوں لیکن یہ قصہ کیا ہے۔“

”اوہ۔ آپ پپا کی حالت دیکھ رہے ہیں اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو پپا کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ کہیں سے غلط مل گئی ہے۔“ لڑکی پریشانی سے بولی۔

”اور اگر خالص پیتے ہیں تب۔“ میں نے پوچھا۔

”کبھی نشہ نہیں ہوتا۔“

”کمال ہے۔“ میں نے شانے اچکائے۔

”آپ کے ساتھی بھی شاید غلط شراب پی گئے ہیں دونوں مل کر ہنگامہ نہ شروع کر دیں۔ براہِ کرم پپا کو سنبھالیئے ہماری مدد کیجیے۔“ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

”مگر ان پر نیرو کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”یہ بہت بڑے تاریخ دان ہیں پینے کے دوران روم کی تاریخ پڑھ رہے تھے۔“

”بہت خوب! لیکن خطرناک تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔ ہاتھا پائی نہیں کرتے۔ آپ کوشش تو کریں۔“ لڑکی نے کہا اور میں نے بیرن کو آواز دی تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔

”اوہ۔ جاسوس۔ جاسوس نمبر ۱۔ یقیناً یہ اتحادی جاسوس ہے۔ کرنل اسے پکڑ لو یہ اتحادی جاسوس ہے۔“ اس نے بیرن سے کہا اور پھر اپنی کمر پھیر کر بولا۔

”ارے میری اسٹین گن کہاں گئی۔ ارے ارے۔“

”وہ کمرہ میں ہے۔“ بیرن نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرے ہونٹوں پر ــــ بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی نے بھی اس کا یہ جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی ردِ عمل نہیں ہوا۔

”ارے۔ اسے پکڑو یہ ہماری فوجوں کے راز لے جائے گا۔“ بوڑھا رو ہانسی آواز میں بولا۔

”میں اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی لیے چلتا ہوں جنرل۔ آپ بے فکر رہیں۔“

”ہاں۔ شاباش ہوشیاری سے حملہ نہ کر دے۔ شاباش۔“ بوڑھا خود پینترے بدلنے لگا اور بیرن میرے پاس پہنچ گیا۔

”آؤ چیف! اب گرفتار ہو جاؤ عمدہ موقع ہے۔“ اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔

"خبردار چلو! پیدل چلو" اس نے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ چونکہ اس دوران وہ خیمے کے دروازے سے باہر نکل آیا تھا اس لیے ہم دروازے ہی پر اسے دیکھنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

خیمہ خاصا کشادہ اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گیا اب وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے بیرن کو مخاطب کر کے کہا۔

"ارے۔ تم کون ہو۔؟"

"روم کے وفاداروں میں سے ایک ہوں"۔

"روم۔ یہ روم کہاں آ گھسا ہمارے درمیان"۔

"تو۔ تو پھر؟ بیرن نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"اوہ۔ تمہارا تعلق روم سے ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے بہر طور ہم اس شخص سے اتحادی فوجوں کے بارے میں معلوم کریں گے"۔

"تو کیا اب آپ کا تعلق جرمنی سے ہو گیا ہے"۔

"تعلق! ہم جرمنی ہی میں پیدا ہوئے۔ ہماری وہیں پرورش ہوئی۔ لیکن تم شاید نہیں جانتے نہیں ہم ہٹلر کے نواسے ہیں"۔ بوڑھے نے جواب دیا۔

"جھوٹ بولتے ہو تم ہٹلر کا کوئی نواسہ نہیں تھا"۔

"ابے تم خود جھوٹے۔ جب چنگیز خان کا پوتا ہو سکتا ہے تو ہٹلر کا نواسہ کیوں نہیں ہو سکتا"۔ بوڑھے نے بیرن کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا اور بیرن کسی سوچ میں ڈوب گیا"۔ ہاں یہ تو سچ ہے ہٹلر کا پوتا ضرور تھا چنگیز خان کا نواسہ کیوں نہیں ہو سکتا"۔ میں نے تعجب سے بیرن کی طرف دیکھا میرا خیال تھا وہ بھی مزاق کر رہا ہے لیکن بیرن بھی شاید کھسک ہی گیا تھا۔

بہر حال اس صورت حال نے تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے اداسی اور پریشانی کی گرد صاف کر دی تھی اور مجھے اس گفتگو میں لطف آ رہا تھا۔ بوڑھے نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اے گرفتار شدہ قیدی۔ تم ہمیں اتحادی فوجوں کے راز بتاؤ۔ تمہاری زندگی صرف اسی میں چھپی ہوئی ہے کہ تم اتحادی فوجوں کے بارے میں تفصیلات مجھے بتا دو"۔

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو"۔ بیرن بولا۔

"اتحادی فوجیں کہاں ہیں؟"

"اس وقت کسی شاپنگ سینٹر میں شاپنگ کر رہی ہیں"۔ بیرن نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا خرید رہی ہیں۔؟"

"غالباً فیشن کا سامان"۔

"گڈ۔ گڈ۔ پوائنٹ نوٹ کیا جائے۔ اس فیشن کے سامان میں اتحادی فوجیں جرمنی کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہیں"۔ بوڑھے نے کہا۔

"پپا! براہِ کرم ہوش میں آئیں کیا تماشہ بنوا رکھا ہے آپ نے"۔ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

"خاموش! خاموش۔ مفید معلومات حاصل ہو رہی ہیں"! بوڑھے نے کہا اور پھر بیرن کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ہاں۔ شروع رہو جواب دو"۔

"پلیز آپ لوگ! آپ لوگ پپا کا مذاق مت بنائیں"۔ لڑکی براہ راست ہم سے بولی اور پھر دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی۔

"تم پپا کو اور پلاؤ ان کا سو جانا بہتر ہے"۔

"اگر وہ نہ سوئے تو پھر باقاعدہ یا تو نیرو پر چڑھائی کر دیں گے یا اتحادی فوجوں کا تیہ پانچا کر کے رکھ دیں گے"۔ دوسری لڑکی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"تم ہنس رہی ہو"۔ پہلی نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہنسوں پپا خود اپنا تماشہ بنوا رہے ہیں۔

"تم سب جہنم میں جاؤ"۔ پہلی لڑکی نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ بیرن خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ میں چند ساعت رکا پھر میں بھی باہر نکل آیا تھا۔ اپنے عقب میں میں نے بوڑھے کی بھرائی آواز سنی تھی۔

"اوہ۔ اتحادی جاسوس فرار ہو گیا۔ کیا تم اسے پکڑو گے نہیں نوجوان؟

"نہیں۔ میں پکڑ دھکڑ کا قائل نہیں ہوں"۔ بیرن کی بھرائی آواز بھی سنائی دی تھی۔

بہر حال میں وہاں نہیں رکا اور وہاں سے باہر نکل آیا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ دفعتاً عقب سے آواز آئی وہی لڑکی مجھے مخاطب کر رہی تھی۔

"جی فرمائیے"۔ میں نے پوچھا۔

"آپ! آپ۔ میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں"۔

"فرمائیے"۔

"کیا آپ اس طرف نہیں گے"۔ لڑکی بولی۔ اس کا اشارہ ایک پتھر کی طرف تھا جو وہیں پڑا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے

اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں پتھر پر بیٹھ گئے تھے۔

"وہ میرے پپا"۔ لڑکی نے کہا۔

"یقیناً ہیں"۔

"یہ ان کی کمزوری ہے کہ بعض اوقات بہک جاتے ہیں لیکن کسی بہکے ہوئے آدمی کو تفریح کا ذریعہ بنانا کہاں کی شرافت ہے"۔

"واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو گی لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں اس میں شریک نہیں تھا میرا ساتھی نشے میں تھا"۔

"ہاں۔ اور میری بہن بھی بہت بدتمیز ہے۔ شریر اور کھلنڈری ہر چیز میں دلچسپی لیتی ہے خواہ وہ کتنی سنجیدہ کیوں نہ ہو"۔

"بہر طور میں اپنے ساتھی کو روک سکتا ہوں"۔

"نہیں چھوڑئیے۔ پپا خود بھی تو تماشہ بن جاتے ہیں"۔ اس نے نرم لہجے میں کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"پھر جیسے آپ کی مرضی"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا خیمہ کہاں ہے"۔ اس نے پوچھا۔

"آپ کے بالکل سامنے۔ وہ اس طرف"۔

"اوہ۔ تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہوئے"۔ وہ مسکرائی۔

"ہاں"۔

"اور کون ہے آپ کے خیمے میں"۔

"بس ہم دونوں ہی ہیں"۔

"وہ آپ کا دوست ہے"۔

"ہاں"۔

"کیا نام ہے آپ کا"۔ لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک بے تکلف ہو گئی تھی۔

"پارکو"۔ میں نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی کا؟"

"اس کا نام بیرن ہے۔ ویسے اپنے الٹے سیدھے نام بتاتا رہتا ہے اسے جنون ہے"۔

"دلچسپ آدمی ہے مگر مجھے پپا کا مزاق اڑانے والے بالکل پسند نہیں آتے۔ میری بہن کا نام ٹینی ہے۔ ٹینی مارکوس اور میرا نام یوجین مارکوس ہے"۔ لڑکی نے بتایا۔

آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس یوجین ویسے آپ کے پپا کی یہ حالت کب سے ہے۔؟

"بس۔ بس پپا کو نجانے کیا ہو گیا ہے عام حالات میں وہ اچھے خاصے آدمی سے ہیں لیکن بس بہک جاتے ہیں اب میں کیا کہوں ان سے۔؟

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر"۔ میں نے کہا۔

"شکریہ۔ ویسے آپ اپنے ساتھی کی نسبت زیادہ پر اخلاق ہیں۔

"لیکن آپ لوگ اس کیمپنگ میں ان آوارہ گردوں کے ساتھ یہاں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں"۔

"تفریح۔ سیر و تفریح۔ ہم سیاحت کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔

"خوب۔ بہر طور آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس یوجین۔

"آپ سے تو ملاقات ہوتی رہے گی"۔

"کیوں نہیں بشرطیکہ آپ پسند کریں"۔

"نہیں آپ کے بارے میں، میں کہہ چکی ہوں کہ آپ مجھے پسند آئے ہیں۔ نرم مزاج اور خوش اخلاق لوگ مجھے ہمیشہ متاثر کرتے ہیں۔ میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا دفعتاً وہ بولی"۔

"آپ شادی شدہ ہیں مسٹر پارکو"۔

"نہیں"۔

"اور آپ کا ساتھی"۔

"میرا خیال ہے وہ بھی شادی شدہ نہیں ہے"۔ میں نے جواب دیا"۔

"آپ نے کہاں کہاں کی سیاحت کی۔؟"

"مختلف جگہوں کی۔ میں اسے یونہی اپنی تفریحات کے بارے میں بتانے لگا اور پھر میں نے اسے اپنے خیمے میں چلنے کی پیش کش کی وہ بے تکلفی سے اٹھ کر میرے خیمے میں آ گئی تھی۔ یہاں بھی ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد جب یوجین نے مجھ سے اجازت مانگی تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا خیمے کے عین سامنے بیرن۔ ٹینی کے ساتھ نظر آ رہا تھا ان کا رخ خیمے ہی کی جانب تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ دونوں ٹھٹک گئے اور پھر ٹینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیبی ادھر بھی وہی کیفیت ہے۔ وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے"۔

"چیف۔ یہ لڑکیاں تو بہت دلچسپ ہیں اور ان کے پپا وہ تو انتہائی نفیس آدمی ہیں۔ ٹینی نے میری دوستی قبول کر لی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ یوجین تمہارے ساتھ ہے اب مسٹر مارکوس تو شراب کے نشے میں نجانے کب تک سوتے رہیں گے چنانچہ ہم نے طے کیا ہے کہ یہاں سے نکل کر اطراف کی سیر کر لی جائے ــــ سان انتونیو کے اس علاقے میں خاصی خوبصورت آبادیاں ہیں میں نے یوجین کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلا کر مسکرا دی"۔

"کوئی ہرج نہیں ہے اس میں چنانچہ ہم ان علاقوں کی

سیر کو چل پڑے انس چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکانات تھے پرسکون اور پھولوں سے لدے ہوئے ان مکانوں کی طرز تعمیر انتہائی خوبصورت تھا تقریباً سب ہی کے سامنے چھوٹے چھوٹے احاطوں میں باغیچے لگے ہوئے تھے۔ آبادی کے بیچوں بیچ ایک چھوٹی سی پرسکون ندی بہہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کے خوبصورت پل بنے ہوئے تھے پلوں کے ساتھ پانی کی سطح کے قریب پن چکیاں رواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوتی تھی وہاں سے جو کے کھیت شروع ہو جاتے تھے اور کھیتوں سے پرے پہاڑی سلسلے نظر آرہے تھے جن کی چوٹیوں پر نیل گوں مائل برف جمی ہوئی تھی۔

ہم کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی پگڈنڈی سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے دونوں لڑکیاں بہت خوش نظر آرہی تھیں۔ ہمارے درمیان خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی اور ہم اس طرح آپس میں گھل مل گئے تھے جیسے صدیوں کے ساتھی ہوں لوجین نے آہستہ سے کہا۔

"پارکو۔ کیا تم نے پہلے یہ علاقہ نہیں دیکھا؟"

"نہیں اس سے پہلے میں اس طرف نہیں آیا؟"

"یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت نہر ہے جو اس پرسکون ندی سے نکالی گئی ہے اس طرف کا علاقہ بے حد خوبصورت ہے آؤ اس طرف چلتے ہیں" میں خاموشی سے اس کی اس خواہش پر عمل کیا اور ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ بیرن اور ٹینی اب ہم سے کافی دور چلے گئے تھے بلکہ شاید انہوں نے جان بوجھ کر رخ بدل لیا تھا۔

نہر کے دوسرے کنارے پر کافی دور تک مٹی کا پشتہ پھیلا ہوا تھا دفعتاً اس پشتے کے عقب سے ہم نے دو آدمی برآمد ہوتے ہوئے دیکھے وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے پشتے پر چڑھ آئے پھر نہر کی طرف اترنے لگے۔ ان کا رخ ہماری ہی جانب تھا پھر جب ان کی نگاہ ہم پر پڑی تو وہ ٹھٹک گئے فاصلہ باقی تھا۔

لیکن میں نے اتنا ضرور دیکھ لیا تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے کو کوئی اشارہ کیا تھا یہاں اطراف میں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے اس لیے مجھے ان کی یہ اشارہ بازی عجیب سی لگی میں نے بغور انہیں دیکھا ان میں سے ایک تو اچھے خاصے قدو قامت کا آدمی معلوم ہوتا تھا اور دوسرا کسی قدر پستہ قد تھا۔

پستہ قد آدمی لمبے آدمی کی نسبت زیادہ مضبوط معلوم ہوتا تھا اس کا بدن گینڈے ہی کی طرح پھیلا ہوا تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستین چڑھا رکھی تھی اس کے بال شانوں سے نیچے بکھرے ہوئے تھے داڑھی بھی تھی جو تھوڑی سے شروع ہو کر خاصے نیچے تک لٹک گئی تھی اور اس کے بال گھونگریالے تھے۔

دوسرا دراز قد آدمی ذرا بہتر لباس میں تھا اس کی مونچھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں چند لمحات وہ ہماری طرف دیکھتے رہے پھر آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگے لوجین کو بھی شاید اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ ہماری طرف آرہے ہیں چند لمحات کے بعد وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ کر رک گئے۔

وہ دونوں میری طرف نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ ان کا رخ لوجین کی طرف تھا اور ان کی آنکھوں میں بڑی گندگی نمایاں تھی۔

"ہیلو۔ ان میں سے ایک نے مکروہ لہجے میں کہا۔ لوجین بدحواس سی ہو کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

"ہیلو۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ لیکن اس شخص نے میری طرف دیکھے بغیر۔ مجھے ہاتھ سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ مجھے اپنی جگہ سے ہلانے میں ناکام رہا تھا۔

تب وہ چونک پڑا۔ اور اس کا رخ بدل گیا۔

"کون ہے یہ تمہاری" اس نے کہا۔

"میری نہیں تمہاری ہے" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"اوہ عقل آگئی تمہیں"

"یہ نہیں پوچھا تم نے کہ یہ تمہاری کیا ہے"

"کیا ہے۔؟ اس نے سوری کہا

"تو" میں نے جواب دیا۔

"غلط۔ تو۔ اتنی خوبصورت نہیں ہوتی۔

"اندازہ لگانا چاہتے ہو"

"ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا۔ لیکن جملہ پورا ہونے سے پہلے میں نے اس کے جبڑے پر گھونسہ رسید کر دیا تھا۔ اور یہ گھونسہ میں نے اس کے تن و توش کا اندازہ رکھتے ہوئے مارا تھا۔

وہ اچھل کر پیچھے جا پڑا۔ اس کے ساتھی نے پھرتی سے چاقو نکال لیا تھا۔ لوجین کی چیخ نکل گئی۔ میں سنبھل کر پلٹا اور اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس سے لڑوں۔

راجہ نواز اضطراب بھی کمزور نہیں تھا ذیبی کے پیار نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ ورنہ اب بھی اس کے نس میں بجلیاں کوندتی تھیں۔ آج بھی وہ پہلے کی مانند جنگ کر سکتا تھا۔

میں نے ان دونوں کی پٹائی شروع کر دی۔ چاقو والے نے مجھ پر وار کیا میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال کر اسے الٹ دیا اور پھر اس کی کمر پر اتنی زوردار لات رسید کی کہ وہ اچھل کر دور تک قلابازیاں کھاتا چلا گیا اس دوران دوسرا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اسے امید نہیں تھی شاید کہ میں اتنی پھرتی سے اسے دوبارہ زمین چٹا دوں گا۔ میں نے پوری توجہ اس شخص پر مرکوز کر دی اور مار مار کر اس کا حلیہ خراب کر دیا۔

لوجین حیرت سے منہ پھاڑے میری ان کوششوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ناکارہ کر دیا اور وہ لڑھکتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے تو لوجین آہستہ آہستہ چل کر میرے نزدیک پہنچ گئی اس کی آنکھوں میں تشکر کے جذبات تھے اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا یہ نیا روپ بھی میرے لیے تعجب خیز ہے!"

"نیا روپ" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا!

"عام حالات میں تم ایک نرم و نازک سے انسان نظر آتے تھے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس طرح دو خطرناک آدمیوں کے لیے مصیبت بن جاؤ گے"

"لوجین تم میری ساتھی ہو۔ مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں تمہارا تحفظ کروں"

"آہ۔ اس فرض کو جاننے والے اب کہاں ملتے ہیں"

"اس کی کچھ وجوہات ہیں لوجین"

"کیا" اس نے سوال کیا۔

"میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جس میں خواتین کا بے حد احترام کیا جاتا ہے شاید تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو گی"

"ہاں۔ شاید" اس نے آہستہ سے جواب دیا لہجہ دکھ بھرا تھا۔

"کیوں۔ کیا بات ہے لوجین۔ تم کچھ دکھی سی ہو گئی ہو۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے بس یونہی مجھے خیال آگیا تھا کہ ہمارا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پپا کو تم دیکھ چکے ہو وہ ایک بے کار سے انسان ہیں ہمارے لیے کیا وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہیں لوگ بس یوں سمجھو کہ پپا کے لیے گھر بار چھوڑ کر آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا مجھے اس کے دکھ کا احساس ہو گیا تھا یہ بالکل درست تھی اسے اداس ہونا ہی چاہیئے تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بیرن اور ٹینی سے جا ملے وہ دونوں خوش نظر آرہے تھے ہمارے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا پھر کیمپنگ میں واپس ہو گئی بیرن بہت خوش نظر آرہا تھا کہنے لگا۔

"چیف۔ یہ لڑکیاں تو خاصی خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں ٹینی نے مجھے پیش کش کی ہے کہ میں اس کے ساتھ ہی وقت گزاروں اور چیف میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ لڑکیاں واقعی کسی سہارے کی ضرورت مند ہیں تو پھر میں سوچتا ہوں کہ کیوں نہ انہیں سہارا دے ہی دوں"

"اچھا آئیڈیا ہے بیرن اگر ٹینی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے تو میرا خیال ہے تمہیں اس کا ساتھ دینا چاہیئے"

"تمہاری طرف سے اگر اجازت ہو تو۔ بیرن نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں میں نے جواب دیا اور بیرن خوش ہو گیا۔

میرا اس کا ساتھ ہی کیا تھا بس وقت گزاری کے لیے ایک آدمی مل گیا تو میں نے اسے قبول کر لیا تھا بیرن رات ہی کو چلا گیا مجھے اب اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی کہ وہ کس طرح وقت گزارتا ہے۔

بلکہ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ میں یہاں سے ہٹ ہی جاؤں اس طرح کم از کم مجھے ان کے دکھوں کو برداشت تو نہ کرنا پڑے گا۔ بے چاری لڑکی نجانے کس تصور کے تحت اس نے مجھ سے اپنے بارے میں تفصیل بتائی ہے۔

چنانچہ میں نے وہ جگہ رات ہی کو چھوڑ دی اور وہاں سے کافی فاصلے پر ایک جگہ قیام کیا یہ کیمپنگ بھی خاصی دلچسپ تھی چھوٹے چھوٹے منشیات کے اڈے بنے ہوئے تھے جہاں آوارہ گردوں کے لیے ہر شئے مہیا ہو جاتی تھی رات گزارنے کے لیے اب میرے پاس کوئی خیمہ نہیں تھا چنانچہ میں نے ایسے ہی ایک اڈے کا رخ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

منشیات کے دھوئیں سے پورا ماحول لپٹا ہوا تھا چاروں طرف لفنگے نظر آرہے تھے ہلکی ہلکی موسیقی بکھری ہوئی تھی نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدمست آوازیں بدمست قہقہے چاروں طرف ابھر رہے تھے۔ میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی یہاں بے شمار آوارہ لوگ موجود تھے اور کوئی میز خالی نہیں تھی۔

بہت سے لوگ دیواروں سے ٹکے ہوئے نشہ آور اشیا سے شغل کر رہے تھے میں بھی ایک دیوار سے جا ٹکا اور ایک

ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"یس سر ویٹر اٹینشن ہو گیا۔"

"کچھ نہیں۔ یہ تمہارا انعام ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ فارغ ہو چکے ہیں۔" ویٹر نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا لیکن اتنی دیر میں، میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔

میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ کر ایک نشہ آور شے طلب کی جب یہاں آ گیا تھا تو اتنا غیر متعلق نہیں رہنا چاہیے تھا کہ کسی کو شبہ ہو جائے۔

ویٹر چلا گیا اور چند لمحات کے بعد وہ میری مطلوبہ شے لے آیا۔

میں نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور ویٹر وہاں سے آگے بڑھ گیا تھوڑی دیر تک میں ادھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر میں نے اس نشہ آور سیال کو آہستہ آہستہ نیچے گرانا شروع کر دیا۔

بدمست آوارہ گردوں کی یہ مستیاں بڑھتی جا رہی تھیں ان میں سے ایک نے میز پر کھڑے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی تو دو آدمی آگے بڑھ آئے دونوں ہی صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے وہ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے رقص کرنے والے کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر انہوں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

"بس، اب تمہارے اندر گنجائش نہیں ہے اس لیے باہر نکل جاؤ۔

"ہائے ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل بھی نہیں ہوئی مجھے مدہوش ہو جانے دو۔" نشے میں ڈوبا ہوا شخص مچلنے لگا لیکن ان لوگوں نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا اور باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اندر آ گئے تھے پھر ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی آؤٹ ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ ایک لمحے کے لیے کلبلوں جیسی بھنبھناہٹ تھی اور اس کے بعد لوگ پھر اپنے مشاغل میں گم ہو گئے۔ میں دزدیدہ نگاہوں سے اس پورے ماحول کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ تی تھی آخر میں اب کوئی قدم اٹھاؤں تو کس طرح۔ کیا کرنا چاہیئے مجھے۔

عیشن کیمپ کے بارے میں مجھے پتا چلا تھا کہ ترلوکا یہاں مل سکتا ہے لیکن ابھی تک مجھے اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا میں ہر قیمت پر اسے تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔

ذہن پر جنون سا سوار ہونے لگا دل چاہا کہ یہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو قتل کر دوں ان میں سے کوئی بھی مجھے ترلوکا کا پتا نہیں بتا رہا۔ یونہی ذہن پر بوجھل پن سا طاری ہوتا چلا گیا اور پھر میرے اندر ایک نئے انسان نے جنم لیا۔ میں نے سوچا کہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے اس ویٹر کو اشارہ کیا جو ابھی مجھے سیال کی پیالی فراہم کر کے گیا تھا ویٹر میرے نزدیک پہنچا تو میں نے ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر اور رکھ دیا۔

"اور چاہیئے لارڈ۔" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی معلومات۔؟" اس نے نوٹ دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک اور نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا تو ویٹر کے حواس درست ہو گئے وہ اٹینشن ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"کہیئے کیسی معلومات درکار ہیں آپ کو۔!"

"مجھے اس عظیم ہستی کی تلاش ہے جو لوگوں کے دلوں سے دُکھ دور کر دیتی ہے جس کا درس ہم جیسے انسانوں کے لیے بہت عظیم ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ آہ۔ ترلوکا۔ عظیم ترلوکا کی بات کر رہے ہیں آپ شاید۔"

"ہاں۔ یہی مقدس نام مجھے یہاں تک کھینچ کر لایا ہے یہی عظیم نام میری توجہ کا مرکز ہے۔"

"ترلوکا کسی ایک جگہ نہیں ہوتا اس کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ یہاں اکثر اس کا دیدار ہو جاتا ہے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو ان دنوں وہ یہیں موجود ہے۔"

"آہ۔ مجھے اس سے ملنے کے لیے کیا کرنا ہو گا۔"

"اس سے کسی طرح ملا نہیں جا سکتا بس انتظار کرو کہ وہ درس دینے کے لیے منظر عام پر آئے اور تم اس سے مل لو۔"

"ایسا کب ہوتا ہے۔"

"کوئی وقت نہیں طے کیا جا سکتا بس وہ اچانک ہی نروان کی تلاش میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا ہے انہیں زندگی کا سبق دیتا ہے اور پھر کہیں روپوش ہو جاتا ہے۔

میں نے جیب سے کچھ نوٹ اور نکالے اور ویٹر کی طرف بڑھائے

ویٹر نے تھوک نگلتے ہوئے ان نوٹوں کو دیکھا اور اس کے لرزتے ہوئے ہاتھ نوٹوں کی جانب بڑھے لیکن میں نے انہیں مٹھی میں بھینچ لیا۔

"تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے اور یہ نوٹ تمہاری جیب میں ہوں گے۔"

"مم، میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ لارڈ۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی ایسا نام بتاؤ۔ کوئی ایسا پتا بتاؤ جس کے ذریعے میں ترلوکا تک پہنچ سکوں۔"

"آہ۔ مگر ٹی زو تمہیں اس کا موقعہ کیوں فراہم کرے گا وہ اپنی مرضی کا بادشاہ ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہے وہ۔"

"ٹی زو کون ہے۔؟"

"وہ۔ وہ تمہیں گری چاؤ میں مل جائے گا۔ گری چاؤ ایک نشہ خانہ ہے وہاں جا کر تم ٹیزو کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ٹیزو کے اطراف میں جو لوگ پھیلے ہوئے ہیں وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ یہ ضرور جاننا چاہیں گے کہ آخر تم ٹیزو سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

"خواہ میں انہیں یہ بتا دوں کہ میرا مقصد کیا ہے پھر بھی۔"

"ہاں ترلوکا سے آسانی سے ملاقات نہیں کی جا سکتی ٹیزو کے علاوہ میں تمہیں کسی اور کا پتا نہیں بتا سکتا۔ میں نے ٹیزو کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں گری چاؤ کا پتا پوچھا اور کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔

اس کا مقصد ہے کہ کچھ کام بن سکتا ہے اگر میں ٹیزو کو ترلوکا کا پتا بتانے کے لیے مجبور کر دوں تو شاید شاید میری تقدیر کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے وہ نوٹ ویٹر کو دیئے اور پھر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا یہاں سے باہر نکل آیا۔

میرے ذہن میں آگ سلگ رہی تھی بس یونہی آوارہ گردی کرتا رہا بیرن یا لیوجین وغیرہ کی طرف جانے کا تصور بھی میرے ذہن میں ______ تھا یہ لوگ ذہن کو بوجھل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ ______ چنانچہ میں نے کسی ایسی ویران سمت کا رخ کیا جہاں سکون کے چند لمحات گزار سکوں۔

گری چاؤ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی وقت چاہیئے تھا اور دوسری صبح سے اس کا آغاز کرنا چاہتا تھا تاکہ ٹیزو اور گری چاؤ کی مکمل تفصیل میرے علم میں آ جائے۔

ایک جگہ میں نے مجمع دیکھا یہاں کچھ لوگ رقص و موسیقی میں مصروف تھے بس خواہ مخواہ ہی قدم اس جانب اٹھ گئے تھے لیکن یہاں پہنچنا میری زندگی کا ایک اہم مرحلہ تھا ان لوگوں کے درمیان میں نے ایک شخص کو دیکھا، ایک بے ہنگم شخص کو جو گٹار پر ایک الٹی سیدھی دھن بجا رہا تھا، ایک ایسی دھن جس کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا اور آوارہ گرد اس پر قہقہے لگا رہے تھے۔ لیکن میں ___ ہزاروں لوگوں میں اس شخص کو پہچان سکتا تھا ہاں لاکھوں انسانوں میں، میں اس کی شناخت کر سکتا تھا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کیا یہ وہی ہے۔ کیا یہ واقعی وہی ہے۔ یہ میرا دوست سردارے تھا میرا عزیز ترین دوست۔

آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سردارے کبھی اس طرح اچانک یہاں مجھے مل سکتا ہے لیکن جو کچھ دیکھ رہا تھا اسے نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا وہ سردارے ہی تھا سو فیصدی سردارے، وہی رنگ و روپ وہی انداز وہی ڈھنگ بیتی بنا ہوا تھا لیکن ان میں نمایاں نظر آ رہا تھا۔ میں نے اپنے جوش و جذبات بمشکل تمام قابو میں کیے اور گٹار بجانے تک نغمہ ختم ہو جانے کا انتظار کرتا رہا، پھر اس نے نغمہ بند کر دیا اور گردن جھکائے وہاں سے واپس پلٹ پڑا، بیتی اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ جب وہ وہاں سے کافی دور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے تو میں نے تیزی سے اس کا پیچھا کیا اور اس کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ سردارے کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے خود بھی کھڑا ہو گیا تھا لیکن میرے چہرے کو وہ پہچان نہیں سکا تھا وہ خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اب مجھے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ سردارے ہی ہے۔ چنانچہ میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت کسی قسم کی اداکاری کرنا بے مقصد تھا دوسرے لمحے میں اس سے لپٹ گیا کچھ اسی طرح لپٹا تھا میں اسے کہ گٹار سردارے کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تب میں نے رندھی آواز میں کہا۔

”سردارے، یہ میں ہوں راجہ نواز اصغر۔“ اس کی حالت مجھ سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اس طرح بھینچے رہے جیسے اب کبھی جدا نہ ہوں گے۔ کافی دیر تک ہمارے دل کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہیں اور پھر سردارے آہستہ سے علیحدہ ہو گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ظالم کسی بھی کیفیت میں ہے شکل تو دکھا دے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”سردارے میک اپ اتارنے میں ذرا دقت ہو گی خاصا مضبوط میک اپ ہے لیکن تم چشم تصور سے مجھے دیکھ سکتے ہو۔“

”ہاں۔ میں تیری آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں راجہ نواز اصغر آؤ میرے ساتھ آؤ۔“ اس نے کہا اور ہم دونوں ایک سنسان گوشے کی طرف چل پڑے۔ یہاں ایک پتھر پر بیٹھ کر سردارے نے میری شکل دیکھی اور ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گیا میں نے بھی اسی گرمجوشی سے اس کی محبت کا جواب دیا تھا۔ سردارے سے مل کر میرے روئیں روئیں میں خوشی کی لہریں دوڑ گئی تھیں دیر تک ہم جذبات میں کھوئے رہے پھر میں نے کہا۔

”لیکن تم یہاں اس جگہ۔؟“

”تیری تلاش میں ہی آیا تھا جانِ من اس کے علاوہ میری زندگی میں اور ہے کیا۔“؟ سردارے کی اردو اب پہلے سے کہیں زیادہ صاف ستھری ہو گئی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”تو اس دوران ہالینڈ میں رہا ہے میرے یار یا لکھنؤ میں۔“

”میں نے تجھے یاد رکھنے کے لیے اس زبان کو بھی یاد رکھا ہے نواز اصغر لیکن مجھے تجھ سے بڑی شکایت بھی ہے۔“

”کیا۔؟“ میں نے پوچھا۔

”کس پریشانی کا شکار تھا تو سردارے کے علاوہ اور کوئی ہو سکتا تھا جو تیری محبت میں دوڑا چلا آتا۔“

”اوہ۔ سردارے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کسی پریشانی کا شکار ہوں۔“

”تم نے یہ نہیں سوچا کہ آخر میں یہاں تک پہنچ کیسے گیا۔“!

”میں تو اس پر حیران ہوں۔“

”گوبیور میرے پاس پہنچ گیا تھا تمھارا ہی آدمی تھا نا وہ۔؟“

”اوہ تو گوبیور نے تمہیں ساری صورتحال بتا دی۔“

”ہاں اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا تم کیا سمجھتے ہو نواز، میں کب سے تمھاری تلاش میں سرگرداں ہوں، اسے پوچھو کہ کون کون سی جگہ نہیں چھان ماری، پورا امریکہ گھوما ہے میں نے تمھارے لیے بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں اور یہاں کیا کیا سوانگ رچاتا رہا ہوں تمہیں کیا معلوم۔؟“ میں نے ایک بار پھر سردارے کو چوم لیا۔

”میرے یار بس تجھے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا، تیری پرسکون زندگی میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔“

”یہ تم نے غیرت کی بات کی نواز اصغر۔“

”چل اب چھوڑ معاف کر دے تنہا آیا ہے نا۔؟“

”تو اور کیا۔ تمھاری تلاش کے لیے اور کسے ساتھ لاتا۔ اب سردارے اتنا بزدل اور کمزور بھی نہیں ہوا ہے کہ اپنے نواز کے لیے فوج لے کر آتا۔“

”مگر تیرا یہاں پہنچ جانا سردارے میری عقل سے باہر کی بات ہے۔“

”بس یوں سمجھ لے تیرے وجود کی لہریں مجھے یہاں کھینچ کر لائی ہیں، میں تیری بو سونگھتا ہوا یہاں پہنچ گیا ہوں یقین کر نواز، میں اپنے دل کی کیفیت بتا نہیں سکتا اور یہ بھی یقین کر لے کہ اگر تو مجھے نہ ملتا تو میں اپنی زندگی ختم کر دیتا یہ میں نے طے

کر لیا تھا۔ سردارے کی جذباتی کیفیت کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا اپنے دوست کے مل جانے سے جو مسرت مجھے نصیب ہوئی تھی اس نے تھوڑی دیر کے لیے میرے ذہن سے تمام کیفیات دھو ڈالی تھیں۔ کافی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ پھر سردارے نے کہا۔

”مجھے گوبیور سے ساری صورتِ حال معلوم ہو گئی ہے یہ بتاؤ بھابھی کا پتہ چلایا نہیں۔“

”ابھی تک نہیں؟“

”کچھ تو معلوم ہوا ہو گا۔؟“

”ہاں صرف یہ کہ اس کے اغوا میں ترلوکا کا ہاتھ ہے اور ترلوکا یہیں اس علاقے میں موجود ہے۔“

”اوہ۔ وہ بدمعاش زندہ ہے ابھی تک۔؟“

”ہاں۔ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اب اس کی تنظیم پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور ہے۔“

”تو پھر یہ بھی لکھ لو نواز کہ ہم دونوں آدمی مل کر اسے اور اس کی تنظیم کو فنا کر دیں گے۔ یہ ہمارا عہد ہے۔“

”تو آ گیا ہے سردارے میری ہمت بڑھ گئی ہے۔ میرے وجود کی طاقت ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے۔“

”لیکن اس کے باوجود ہمیں ہوشیاری سے کام لینا ہو گا نواز۔“

”کوئی ہشیاری نہیں ہمیں صرف اندھے اقدامات کرنے ہوں گے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیں گے ہم، اتنی تباہی پھیلائیں گے کہ ترلوکا کے تصور سے باہر ہو گی۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ایسا ہی ہو گا میرے یار ایسا ہی ہو گا۔“ سردارے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا اور پھر ہم دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے۔ میں نے اسے اب تک کی تمام کارروائیوں کے بارے میں بتایا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”تو بھابھی کی غیر موجودگی نے تمہیں درندہ بنا دیا ہے۔ ٹھیک ہے آجکل دنیا صرف گولی کی زبان سمجھتی ہے لیکن اب تمھارا نیا اقدام کیا ہو گا۔؟“

”سردارے مجھے دو نام معلوم ہوئے ہیں گرے جاؤ، ایک منشیات کا اڈہ ہے اور تیزو وہاں کا سربراہ، تیزو کے بارے میں یہ پتہ چلا ہے کہ وہ ترلوکا کے بارے میں تمام حقیقتوں سے واقف ہے۔“

”تو پھر ہم اسے دیکھ لیں گے۔“ سردارے نے کہا اور ہم لوگ گرے جاؤ کے بارے میں مسلسل گفتگو کرتے رہے۔

دوسرے دن ہم نے اس سمت کا رخ کیا جہاں گرے جاؤ واقع تھا۔ گرے جاؤ جس علاقے میں واقع تھا وہ یہاں سے کافی فاصلے پر تھا اور یہ باقاعدہ بستی تھی جس میں کشادہ سڑکیں اور خوبصورت مکانات بکھرے ہوئے تھے اس بستی کا نام گرینی ٹاؤ تھا۔ مجھے گرے جاؤ کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں تھیں اس لیے مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ گرے جاؤ یہاں سے کافی فاصلے پر ایک آبادی میں ہے۔ گرینی ٹاؤ ایک نواحی شہر تھا جہاں زندگی کی تمام جدید ضرورتیں موجود تھیں، ہم نے گرے جاؤ کا معائنہ کیا اعلیٰ درجے کی عمارت میں موجود بظاہر ایک بار نظر آتا تھا لیکن مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ باقاعدہ سٹے بازوں کا اڈہ ہے اس کے اطراف میں بھی آوارہ گردوں کے کیمپ پھیلے ہوئے تھے پھر باقی وقت تیزو کے بارے میں معلومات حاصل کرتے گزر گیا۔ اور تقریباً تین چار گھنٹے کے اندر اندر ہم نے تیزو کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ تیزو اس نشے خانے کا مالک بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ترلوکا کے نام پر اپنے مریدوں میں ترلوکا کی تعلیمات کی تبلیغ بھی کرتا تھا وہ ایک راہب نما آدمی تھا، لمبے چوڑے بدن کا مالک اور انتہائی سفاک و خونخوار، تیزو کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خاصی دلچسپ تھیں سردارے نے اسے بہت سی گالیاں دی تھیں پھر اس نے کہا۔

”کیا خیال ہے چیف۔؟ کیوں نہ اس گدھے کو بالکل درست کر دیا جائے۔“

”ہاں یہ بھی کرنا پڑے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں ذرا اس سے کچھ اور صاف صاف بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر کہاں ملاقات کرو گے اس سے۔“؟

”میرا خیال ہے اس کی اس عبادت گاہ میں جہاں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا پرچار کرتا ہے۔ لیکن سردارے ہم دونوں کو الگ الگ رہنا ہو گا اور یہ بتاؤ کہ کیا تم اسلحہ وغیرہ رکھتے ہو۔“

”فکر نہ کرو چیف۔ تمام تیاریاں مکمل کر کے آیا ہوں۔“ سردارے نے اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں بیٹھ کر ہم گرے جاؤ تک پہنچے تھے۔

”اس گاڑی میں ایک پورا اسلحہ خانہ موجود ہے۔ ضرورت کی کوئی چیز طلب کرو، میں تمہیں پیش کر دوں گا۔“

”مگر تم یہ کہاں سے لائے؟“

”یہیں امریکہ آنے کے بعد میں نے یہ گاڑی تیار کرائی تھی بہت کچھ سوچتا اور کرتا رہا ہوں چیف اس بارے میں اب تمہیں تفصیلات کیا بتاؤں۔“ میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے سردارے کو دیکھا اور پھر ہم عبادت گاہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس عبادت گاہ کا ہم نے بہت اچھی طرح جائزہ لے لیا۔ یہاں اس وقت تمام دروازے بند تھے اور ان کے کھلنے کا وقت شام کا تھا چنانچہ ہمیں شام کا انتظار

کرنا تھا، کافی دیر تک ہم لوگ اِدھر اُدھر گھومتے رہے اور پھر شام کو ٹھیک ساڑھے چھ بجے ہم عبادت گاہ کے سامنے والے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازے پر دو نگران موجود تھے انھوں نے جسموں پر عجیب قسم کا گیروا لباس پہن رکھا تھا گھٹے ہوئے سروں پر چوٹیاں نظر آرہی تھیں اور دور ہی سے پتہ چل جاتا تھا کہ یہ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے رکن ہیں، میں سردار سے الگ ہٹ کر ٹہلتا ہوا دروازے کی جانب پہنچ گیا۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے پیروکاروں کی بہت تعداد تھی یہاں پر، یہ لوگ دروازے سے اندر جا رہے تھے قریب پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ نگراں اندر جانے والوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہیں اس کا مطلب تھا کہ وہاں جانے والوں پر بھی پوری پوری نگاہ رکھی جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد جب میں آگے بڑھا تو وہ دونوں ہی کسی دیوار کی طرح میرے سامنے آگئے۔

"تم۔ تم مختلف شکل اور مختلف لباس کے مالک ہو اندر کہاں جا رہے ہو۔ ؟"

"کیوں۔ کیا لباس اور شکل و صورت عظیم ترلوکا کی تعلیمات کے حصول کے لیے سنوارنا ضروری ہے۔ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن تم۔ تم کسی اور کے ساتھ آئے ہو۔ ؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم اندر نہیں جا سکتے۔ ؟"

"باقی لوگ کیوں جا رہے ہیں۔"

"یہ ترلوکا کے مرید ہیں۔"

"میں بھی اس کا پرانا مرید ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا وہ لوگ ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھتے رہے اور پھر خاموش ہو گئے میں تیز رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا اندر پہنچ گیا اور ایک تنگ سی راہداری سے گزر کر ایک اور جگہ پہنچ گیا یہاں کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور آنے والوں کو باری باری اندر بھیج رہے تھے کافی پُراسرار ماحول تھا، مجھے حیرت تھی کہ کس طرح ٹیبز و نے اس ماحول کو یکجا کیا تھا۔ میں اندر پہنچ گیا اور ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں بے شمار افراد موجود تھے، لوگ اپنی اپنی کرسیاں سنبھال رہے تھے، ہال میں ہزاروں کی تعداد میں کرسیاں موجود تھیں۔ ٹھیک سوا سات بجے ہال کے عقبی حصے کا دروازہ کھلا اور ایک طویل القامت آدمی جو گیروا لباس میں ملبوس تھا گھٹے ہوئے سر کا مالک تھا اور اس کے گلے میں خاص قسم کی مالا پڑی تھی اندر آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا پھر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا سردار مجھے نظر نہیں آرہا تھا شاید اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا اور وہ اندر نہیں پہنچ سکا تھا۔ ٹیبز و نے اسٹیج پر آکر سب کو عجیب و غریب دعاؤں سے نوازا، اور پھر اپنی بکواس کرنے لگا۔ وہ عظیم ترلوکا کے بارے میں بتا رہا تھا اور اس کی تعلیمات کی پیروی کر رہا تھا نجانے کتنی دیر وہ اپنی یہ اُلٹی سیدھی تقریر جاری رکھے رہا مجھے بار بار سردار کا خیال آرہا تھا جو بے چارہ کسی بھی طرح اندر نہیں آسکا تھا آخر میں اس کا کام ختم ہو گیا اور لوگ ایک ایک کر کے دروازے سے باہر نکلنے لگے۔ کافی دیر بعد دفعتاً ٹیبز و کی نگاہ میری طرف اُٹھی اور وہ مجھ پر نگاہیں جمائے کھڑا رہا مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی تھی اس شخص کو مجھ پہ کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں خاموشی سے وہیں کھڑا رہا انداز ایسا تھا جیسے دوسرے لوگوں کے بعد میں بھی باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اسی وقت ٹیبز و نے کسی کو اشارہ کیا اور ایک آدمی اس کے قریب پہنچ گیا ٹیبز و نے اس سے کچھ کہا اور چند لمحات کے بعد وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اس نے آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"عظیم ٹیبز و تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"مجھ سے۔ ؟"

"ہاں۔"

"کیوں کیا کوئی خاص بات ہے۔"

"یہ میں نہیں جانتا تم اس سے مل لو بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ٹیبز و ملتا ہے۔" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور آگے بڑھ گیا وہ مجھے ایک کمرے میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔

کمرہ خالی تھا لیکن یہاں فرنیچر موجود تھا میں ایک تپائی پر بیٹھ گیا چند لمحات کے بعد ٹیبز و ایک اندرونی دروازے سے اندر داخل ہو گیا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ اُبھری، لیکن آنکھیں جذبات سے عاری نظر آرہی تھیں۔

"کس پریشانی کا شکار ہو میرے بچے۔ ؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"عظیم ترلوکا کے عظیم پیروکار تم اس بات کو جانتے ہو۔"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں ترلوکا نے میری آنکھوں میں وہ روشنی بھر دی ہے جو انسانوں کو پہچان سکے لیکن میرے بچے جس غلط فہمی کا شکار ہو کر تم یہاں تک آئے ہو اسے اپنے دل سے نکال دو۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ اگر تم سب کچھ جانتے ہو تو پہلے میں اپنا نام تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"فقیروں کے منہ نہ لگو۔"

"تم جیسے فقیروں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں مسٹر ٹیبز و بہت اچھی طرح تم نشہ آور ادویات کی تجارت بھی کرتے ہو اور روحانی تبلیغ

بھی۔"

"انسان کی ضرورت کہاں کہاں اسے رسوا نہیں کرتی ہم نے ان رسوائیوں کو محدود کر دیا ہے۔"

"کیسا چل رہا ہے آجکل دھندا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہی سب کچھ کہنا چاہتے ہو تو مجھے تمھاری زبان پر اعتراض نہیں ہے۔" میں اس دوران اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ شخص کتنا گہرا ہے پھر میں نے کہا۔

"تو تمھیں میرے آنے کا مقصد معلوم ہے۔"

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر میں جانتا ہوں کہ تم ایک اہم معاملے میں یہاں آئے ہو، بتاؤ کیا چاہتے ہو کیا میں تمھاری کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔"

"جب تم راجہ نواز اصغر کے بارے میں جانتے ہو تو زیبی یا زیب النساء بھی تمھارے ذہن سے اوجھل نہ ہوگی۔"

"کیوں نہیں۔ میں سن چکا ہوں، مجھے علم ہے کہ وہ تمھارے پاس سے چلی گئی ہے۔"

"چلی نہیں گئی اسے اغواء کرایا گیا ہے۔"

"میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں مل جائے۔"

"مجھے دعا کی نہیں مسٹر ٹیبز و دوا کی ضرورت بھی ہے۔"

"کاش میں تمھارے لیے کچھ کر سکتا۔"!

"تم میرے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو ٹیبز و یہ بتاؤ زیب النساء کہاں ہے ؟"

"تم سے کس نے کہا کہ میں اس کی رہائش گاہ سے واقف ہوں۔"

"تم اپنے علم کے ذریعے بھی بتا سکتے ہو تم ویسے بھی بتا سکتے ہو وہ ترلوکا کے پاس ہے ترلوکا ہی وہ شخص ہے جس نے زیبی کو اغواء کیا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں ایک دم سختی محسوس کی تھی اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سنو نواز۔ ترلوکا کے بارے میں تمھاری معلومات بہت کم معلوم ہوتی ہیں تم پہلے بھی اس کے خلاف کام کر چکے ہو، لیکن وہ عظیم ہے بُرائی کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ زیبی کو اغواء کرنے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی وقف کیے ہوئے ہیں، ویسے میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ اب زیبی کو بھول ہی جاؤ۔"

"اس مشورے کے پس منظر میں کیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔ میری مٹھیاں اب بھنچنے لگی تھیں اسے دیکھ کر میرے دل میں نفرت کے طوفان اُمنڈ رہے تھے۔

"بس جو کچھ میں نے تم سے کہا وہی تمھیں کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ٹیبز و جو کچھ تم نے کہا وہ میں نہیں کروں گا میں جاننا چاہتا ہوں کہ زیبی اس وقت کہاں ہے اور زیبی نہیں تو ترلوکا کہاں ہے۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ اُبھری جس میں نفرت کی پرچھائیاں صاف نظر آرہی تھیں پھر اس نے کہا۔

"تم سوجھ بوجھ چھوڑتے جا رہے ہو۔ تم ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رہے ہو اور ایسی صورت میں تمھاری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم کچھ کیے بغیر یہاں سے واپس نہ جاؤ، لیکن میں تمھارے ساتھ دوستانہ انداز ہی میں پیش آؤں گا۔" اس نے کہا۔ اور ایک کرسی پر جا بیٹھا پھر اس کی آنکھیں چھت کی جانب اُٹھ گئیں۔

"تم بہت گستاخ بھی ہو ترلوکا کا نام اس طرح لیتے ہو کہ مجھے غصہ آنے لگتا ہے، لیکن میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں غصے سے پرہیز کروں۔" اس نے کہا اور ہنس پڑا۔

"کیوں ہنس رہے ہو، کیا زندگی کی آخری ہنسی محسوس کر کے۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں ڈیئر ایسی بات نہیں ہے میری زندگی کب ختم ہوگی اس کا مجھے علم ہے۔"

"تو پھر تم سن لو، اگر تم اس کا پتہ نہیں بتاؤ گے تو شاید اس وقت میرے ہاتھوں سے نہ بچ سکو۔"

"تم اپنے فیصلے پر نظرِثانی نہیں کر سکتے" میرے معصوم بچے، مجھے تم سے ہمدردی ہے جاؤ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے اس سلسلے میں زندگی بھر دُکھ رہے گا۔"

"اب تم ہر دُکھ سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

"ہاں تمھیں باہر جانے کا راستہ یاد ہے۔" اس بار اس نے قدرے رکھائی سے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا ٹیبز و سے جو کچھ گفتگو ہو چکی تھی وہ کافی تھی اس کے بعد جو صورتِ حال پیش آئے گی اس کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اس وقت جلدبازی سے کام نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے کے باہر کوئی محافظ موجود نہیں تھا بس رفتہ رفتہ آگے بڑھتا ہوا ایک اور دروازے کی جانب پہنچ گیا ابھی میں باہر بھی نہیں نکل پایا تھا کہ دفعتاً دو مسلح افراد مجھے باہر سے اپنی سمت آتے ہوئے نظر آئے ان کی آنکھوں میں نفرت کے آثار صاف نظر آتے تھے مجھے اندازہ ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر میری گردن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ۔؟"

"چلو۔ یہاں سے نکل جاؤ اور اس کے بعد کبھی ادھر کا رُخ نہ کرنا ٹیمبرز نرم دل ہے ورنہ تمہاری وہاں سے واپسی ممکن نہ ہوتی"

میں ایک لمحے کے لیے خاموش رہا اور پھر اس انداز میں آگے بڑھا کہ انہیں یہ محسوس ہو کہ میں دروازے سے باہر نکل رہا ہوں لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے ہی میں نے اچانک ریوالور نکال لیا ریوالور کا دستہ قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے جبڑے پر پڑا۔ اور میری بائیں ہتھیلی دوسرے کی گردن پر۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی جس شخص پر میں نے ریوالور کا دستہ استعمال کیا تھا وہ ابھی جھول ہی رہا تھا جبکہ جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹی تھی وہ اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اور اس کا بدن بری طرح زمین پر تڑپ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دوسرے کی گردن پر ایک بھرپور ہاتھ مارا اور اس بار یہ چوٹ پہلے سے زیادہ شدید تھی پھر میرے بائیں پیر کی ٹھوکر دوسرے کی کنپٹی پر پڑی۔ یوں ان دونوں کی کہانی ختم ہو گئی میں ایک لمحے کے لیے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب ٹیمبرز کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ میں پھرتی سے اندر کی طرف چل پڑا۔ میں نے جھری سے جھانک کر دیکھا۔ ٹیمبرز کمرے میں ایک میز کے سامنے یوں کھڑا تھا کہ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ وہ غالباً کسی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھائے ہوئے تھا اور بھاری آواز میں کسی سے کہہ رہا تھا۔

"ہاں۔ وہ یہاں موجود ہے تم گدھے ہو تم اسے پہچان نہیں سکے اس کا یہاں تک پہنچ جانا کتنا خطرناک تھا۔ اس کا تمہیں اندازہ نہیں ہے، میں اسے قتل کرا سکتا ہوں، لیکن وہ پاگل ہو چکا ہے اور اسے سمجھانا بیکار ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے اور ہم اسے مزید اجازت نہیں دے سکتے" تم۔ کہہ دو کہ اب اس کی زندگی مناسب نہیں ہے۔" میں اس کی ساری باتیں سن رہا تھا چند لمحات کے بعد اس نے ٹیلیفون رکھ دیا اور میں آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا۔ میرا ریوالور والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب اسے اچانک میرے قدموں کی چاپ کا احساس ہوا اور وہ کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو میرے بچے۔ لیکن یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں۔ کیا تمہاری جان کسی طوطے وغیرہ میں ہے۔"

"نہیں میرے بچے نہیں۔ سنو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مجھے صرف ایک بات بتاؤ ٹرلوکا کہاں ہے۔؟"

"تو تم ایسے نہیں مانو گے۔" اس نے کہا اور میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے اس کی پیشانی کا رُخ کر کے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ اس کی پیشانی میں ایک سوراخ ہو گیا تھا۔ اور پھر خون کی چادر اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ خون کی سرخ نقاب پہنے چند لمحوں خاموش کھڑا رہا اور پھر منہ کے بل فرش پر آ رہا۔ میں نے ٹھوکر سے پلٹ کر اسے دیکھا وہ مر چکا تھا گولی اس کی پیشانی سے گھس کر عقبی حصے سے پار ہو گئی تھی اور نیچے زمین پر خون پھیلتا جا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد میں پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دونوں محافظ وہیں پڑے ہوئے تھے۔ باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں لکڑی کی ایک باڑھ پھلانگ کر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں خاصی تاریکی پھیل گئی تھی۔

سردارے ایک بار پھر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا اور وہ کہاں گیا اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس جگہ تاریکی تھی اور ہلکی ہلکی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً کوڑا کرکٹ کی بدبو تھی۔ چند قدم آگے بڑھا تو خالی ڈبے بار بار میرے قدموں سے کھڑکھڑانے لگے۔ میں احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ کافی دیر چلنے کے بعد میں اس علاقے سے باہر نکل آیا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں' سردارے کو کہاں تلاش کروں سردارے کو اصولاً یہاں کہیں آس پاس ہی موجود ہونا چاہیے تھا بہرطور میں کم از کم اس جگہ سے دور نکل جاؤں کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد یہاں محافظوں کو اپنے آقا کی موت کا علم ہو جائے گا میں تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں لیکن میں چلتا جا رہا تھا۔ دفعتاً ہی ایک گلی سے سردارے نکل آیا اور میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ سردارے۔"

"ہاں چیف۔ کہاں گم ہو گئے تھے۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"تم کہاں رہ گئے تھے۔؟"

"چیف۔ میں تو اندر داخل ہی نہیں ہو سکا تھا کم بختوں نے کسی قیمت پر مجھے اندر نہیں جانے دیا ہر ممکن کوشش کی میں نے لیکن ناکام رہا۔ ویسے تم ٹھیک تو ہو۔"

"ہاں۔ میں ٹھیک ہوں لیکن ٹیمبرز اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"میں جانتا تھا مجھے یقین تھا آؤ۔" اس نے کہا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑی گاڑی کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا تب اس نے کہا۔

"جبزو تو مر چکا ہے اب تم کیا کرو گے ؟"

"کچھ نہیں ترلوکا کو تلاش کروں گا۔" میں نے کہا سردارے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ ہم باہر کے مناظر دیکھتے رہے۔ دفعتاً عقب میں مجھے کچھ خاص روشنیاں نظر آئیں جو یقینی طور پر ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔ میں چونک کر ان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ سردارے نے بھی دوسرے ہی لمحے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔ اس نے کار کی رفتار بڑھا دی چونکہ ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے اس آبادی سے دور نکل جانا بہتر تھا۔

ہم تھوڑی دیر کے بعد آبادی سے دور نکل آئے تعاقب میں آنے والی کاریں اب بھی ہمارے تعاقب میں مسلسل لگی ہوئی تھیں۔ میں پستول ہاتھ میں لیے انتظار کر رہا تھا کہ کب مجھے اپنا کام کرنے کی ضرورت پیش آجائے، انسانی زندگی اب میری نگاہوں میں بالکل بے وقعت ہو گئی تھی اور میں کسی بھی لمحے خون کا دریا بہانے پر مجبور ہو سکتا تھا۔

آگے راستہ پرخطر ہوتا جا رہا تھا اور میں دور سے آتی ہوئی ان کاروں کی آوازیں سن رہا تھا جو مسلسل ہمارے تعاقب میں تھیں۔ میں اس دوران خاموش رہا۔ سردارے بھی خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا وہ شاید صورت حال کا صحیح جائزہ لینے میں مصروف تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"استاد کیا خیال ہے ؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کار کے پچھلے شیشے سے باہر کی طرف جھانکا، راستہ خاصا الجھا ہوا تھا دور سے آتی ہوئی کاریں نشیب میں نظر آرہی تھیں کیونکہ ہماری کار خاصی بلندی پر پہنچ گئی تھی اس وقت بھی ہمارا ان کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ فرلانگ رہا ہوگا۔ اس راستے کے دونوں طرف اجاڑ اور بے آب و گیاہ چٹانیں تھیں اور ان چٹانوں پر یہ سڑک بنی ہوئی تھی، جگہ جگہ خطرناک موڑ نظر آتے تھے اور یہاں تیز رفتاری برقرار نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی اس کے لیے اب زیادہ بہتر یہی تھا کہ یہاں سے آگے نہ بڑھا جائے سردارے بھی یقیناً ان راستوں سے واقف نہیں ہوگا راستے جتنے خطرناک تھے اس کا ہمیں قدم قدم پر اندازہ ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور اس نے کار روک دی۔

"میں بس یہی فیصلہ کر رہا تھا چیف کہ اب ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔"

"ہوں آؤ نیچے اتریں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے۔ ہم تیزی سے آگے بڑھ کر ایک ایسی چٹان کے عقب میں پہنچ گئے جہاں سے ان کاروں کو بدستور دیکھا جا سکتا تھا۔ کاریں آہستہ آہستہ ہمارے قریب آتی جا رہی تھیں اور میرے ذہن میں سنسنی دوڑ رہی تھی پھر کاریں پستول کی رینج میں آگئیں۔ اور دوسرے ہی لمحے ہم دونوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی کاریں چونکہ خاصی رفتار سے آرہی تھیں اس لیے ہمارے پہلے ہی نشانے صحیح ثابت ہوئے اور ان دونوں کاروں کے ٹائر پھٹ گئے۔

ہر چند کہ وہ دونوں کاریں آگے پیچھے تھیں لیکن نشانے اس حد تک سچے تھے اور اتنی عمدگی سے لگائے گئے تھے کہ وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور دوسرے لمحے دو زوردار دھماکے سنائی دیے کاریں چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی تھیں اور ان میں آگ لگ گئی تھی۔

ہم گہری گہری سانسیں لے رہے تھے پھر دوسرے دھماکے بھی سنائی دیے اور کھیل ختم ہو گیا۔ سردارے خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا۔

"راستہ بند ہو گیا سردارے اب کار کو آگے لے جانے میں مشکل ہوگی۔"

"ہاں استاد یہ تو ہے۔ آؤ کار کے پاس چلیں اور کچھ سوچیں۔ ہم واپس اپنی کار کی جانب چل پڑے۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ میں نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کی کوشش کی تو سردارے بولا۔

"چیف کچھ دیر انتظار کر لینا بہتر نہیں رہے گا، ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔"

"وجہ ۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے چیف۔ بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"نہیں سردارے، یہ لوگ ختم ہو چکے ہیں۔ اب بھلا یہاں رکنا کہاں کی دانش مندی ہے۔" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلا کر کار کا اسٹیئرنگ پھر سنبھال لیا۔

جگہ بہت تنگ تھی، لیکن سردارے ایک ذہین اور ماہر ڈرائیور تھا۔ اس نے کار کو موڑ لیا اور ہم واپسی کا سفر طے کرنے لگے اور پھر بلندی سے نیچے اتر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ہمیں کچھ اور روشنیاں نظر آئیں۔ ایک کار اسی طرف چلی آرہی تھی، اس سڑک پر اس جگہ کسی کار کا آنا بعید از عقل تھا یقیناً یہ کار بھی اس کار کے تعاقب میں ہی اس طرف چلی ہوگی۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں سردارے کو دیکھا اور سردارے آہستہ سے بولا۔

"گڑبڑ ہو گئی چیف، آسان بات نہیں ہے ان لوگوں کے درمیان سے نکل جانا، چونکہ راستہ بہت پتلا ہے۔" اس کے بعد اس نے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا اور اسے ریورس گیئر میں ڈال کر تیزی سے پیچھے چلاتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں تباہ شدہ کار موجود تھی۔ ایک بار پھر ہمیں اپنی کار سے نیچے اترنا پڑا تھا۔

دوسری کار میں سے شاید اس تباہ شدہ کار کو دیکھ لیا گیا تھا چنانچہ اس کی رفتار بھی سست ہو گئی اور پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہمیں ایک ایسی چٹان نظر آئی جس کے نیچے اندھیرا پھیلا ہوا تھا، پناہ لینے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی تھی۔ اور یہاں کسی اور طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔

میں سردارے کے ساتھ اس چٹان کے نیچے آگیا، میں نے محسوس کر لیا تھا کہ دوسری کار سے اترنے والے پہلی کار کا جائزہ لینے کے بعد اب چاروں طرف منتشر ہو گئے ہیں، لیکن ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ چار یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتے تھے۔ بہرحال اب اور کوئی ترکیب تو تھی نہیں، ان لوگوں سے بھی نمٹنا ہی ہے، موت کا کھیل ایک بار پھر کھیلنا پڑے گا، ہمارے پستول تیار تھے اور ہم ہر قسم کی مدافعت کے لیے پوری طرح آمادہ۔

دفعتاً ہمیں اپنے سامنے کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی اور کوئی اس طرف سے گزرا، لیکن ہمارے آنکھیں پھاڑنے کے باوجود کوئی نظر نہیں آیا تھا، یہ ان لوگوں کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا، جیسے وہ لوگ ہمارے ردعمل کا انتظار کر رہے ہوں، ایسے موقعوں پر اعصاب کو سختی سے قابو میں رکھنا پڑتا ہے اور ہم دونوں میں سے کوئی بھی اتنا کچا نہیں تھا جو ان لوگوں کی اس احمقانہ چال میں آجاتا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر وہ لوگ خود ہی جھنجھلا گئے، انھوں نے ہماری کار پر نشانہ بازی شروع کر دی۔ وہ اسی طرح اپنا انتقام لے رہے تھے۔ گولیوں کی بوچھاڑ سے کار کے شیشے چھلنی ہو گئے، اور کئی گولیاں کار کی باڈی اور پہیوں میں پیوست ہو گئیں۔ اس پر بھی جب ہماری طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہ ہوا تو پہلی مرتبہ ایک آدمی کی آواز سنائی دی، وہ چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو گولیاں چلانے سے منع کر رہا تھا، سمجھدار آدمی معلوم ہوتا تھا، اس کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں چلنی بند ہو گئیں اور پھر وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار وہ ہمیں مخاطب کر رہا تھا۔

"بیوقوف لوگو۔ ہم نے تمھیں دیکھ لیا ہے، باہر آجاؤ ورنہ بھون دیے جاؤ گے۔"

میں نے سردارے کا شانہ دبایا اور سردارے ہلکی سی آواز میں ہنس پڑا۔

"گدھے معلوم ہوتے ہیں باس کیسے للکار رہے ہیں یہ۔"

"میں آخری بار کہتا ہوں کہ باہر آجاؤ۔" وہ شخص ایک بار پھر چیخا۔ اس بار اس کی آواز کچھ قریب سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ وہ ہماری سمت کا اندازہ تو کر نہیں سکا تھا، لیکن ہم نے اس کی سمت کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور پھر میرے ہاتھ میں دبی ہوئی پستول کا ٹریگر دبا، ایک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیانک چیخ فضا میں گونج گئی۔

یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ وہ شخص میری گولی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے گرنے کی آواز سنائی دی اور ایک لمحے کے لیے خاموشی طاری ہو گئی لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں نے شعلے سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہم لوگ کہاں موجود ہیں۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم اپنی یہ جگہ چھوڑ دیں۔ لیکن یہ جگہ چھوڑنے سے پہلے کوئی ایسی مناسب جگہ تلاش کرنا ضروری تھی جو اس کا نعم البدل ثابت ہو۔ میں نے سردارے کو زمین پر جھکا دیا اور خود بھی اوندھے منہ زمین پر لیٹ گیا۔ ہم دونوں جس جگہ تھے وہاں اپنی پوزیشن تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس مجبوری کے عالم میں دشمن بڑی آسانی سے ہماری سمت کا اندازہ لگا کر ہمیں گولیوں کی زد پر رکھ سکتا تھا، اور پھر میری گولی نے ان کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے یہ لوگ اپنے ساتھی کی موت سے بوکھلا گئے ہوں کیونکہ ابھی تک مسلسل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ البتہ یہ خاموشی زیادہ طویل ثابت نہیں ہوئی۔

اس بار انھوں نے جو گولیوں کی بارش کی تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پاگل ہی ہو گئے ہوں، میں ان بے پناہ گولیوں سے کس طرح بچا، یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بہرطور میں نے جوابی فائرنگ نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کا موقع تھا، کئی گولیاں میرے سر کے بالکل قریب سے سنسناتی ہوئی گزر گئی تھیں، واقعی ان لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد سردارے کی آواز ابھری تھی۔

"چیف یہاں رہنا اب خطرناک ہو گیا ہے، وہ لوگ نیچے ہاتھ کر کے گولیاں چلا رہے ہیں۔ کوئی بھی گولی ہمیں چاٹ سکتی ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"تو چیف پیچھے کھسکیں۔"

"لیکن اس چٹان کی آڑ سے نکلنے کے بعد اگر ہم کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش نہ کر سکے تو۔"

"تو دیکھا جائے گا باس، چٹان کے پاس بھی تو موت آنی ہی ہے" سردارے نے بے خوفی سے کہا۔ میں اس کی بات سے متفق تھا۔ چنانچہ میں پیچھے کھسکنے لگا۔ ہم لوگ پیچھے کھسکتے ہوئے کافی دور نکل آئے گولیاں اب بھی ہمارے آس پاس سے گزر رہی تھیں، لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر ہمیں ایک چٹان کے پاس ایک غار سا محسوس ہوا، ہمارے پاؤں اس غار کے اندر خود بخود گزر گئے تھے۔ بعد میں احساس ہوا کہ ہم کھسکتے ہوئے غار کے منہ کے قریب پہنچ چکے ہیں گویا یہ ہمارے لیے ایک سنہری موقع تھا کہ ہم ان کی اندھیرے میں چلائی ہوئی گولیوں سے بچ سکیں چنانچہ ہم غار میں داخل ہوگئے۔ یہاں گولیوں سے بچاؤ ہوگیا تھا۔ لیکن اتنی سخت تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ غار کتنا کشادہ اور کتنا وسیع ہے۔

کچھ دور اندر جانے کے بعد احساس ہوا کہ غار کافی کشادہ ہے اس میں بڑی آسانی سے کھڑا ہوا جا سکتا تھا۔ پتہ نہیں یہ غار قدرتی تھا یا مصنوعی، بہرطور اس وقت اس نے ہمیں اپنے دامن میں پناہ دے دی تھی۔ البتہ میں سوچ رہا تھا کہ وہ یقیناً ہمارے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے ہوں گے۔ ہم غار کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگے، لیکن میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر انھوں نے اپنے ایک دو ساتھیوں کو پہلے سے اس طرف کھڑا رکھا ہو تو پھر یقیناً یہ غار ہمارے لیے چوہے دان ثابت ہوگا، اور ہم بے بس چوہوں کی طرح گھر جائیں گے۔"

اس وقت کی صورت حال ضرورت سے زیادہ سنگین ہوگئی تھی۔ غار کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، بہرحال ہم ایک ایک انچ آگے کھسکتے رہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ لیکن ابھی ہم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ ہمیں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ ہمارے عقب سے ہی آئی تھی۔ گویا وہ غار کے قریب پہنچ چکے تھے، لیکن غار میں قدم رکھنا موت کے منہ میں داخل ہونا تھا۔

دفعتاً ایک ہلکی سی روشنی غار میں پیدا ہوئی یقیناً کوئی ٹارچ جلائی گئی تھی لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ اس کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ لیکن یہ صورتِ حال بے حد خطرناک تھی، اگر ٹارچ کی روشنی ہم تک پہنچ گئی اور انھیں یہ اندازہ ہوگیا کہ ہم غار میں موجود ہیں تو پھر وہ اپنی ساری قوت اس طرف صرف کر دیں گے اور ہمارا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ روشنی ختم کر دی جائے اندازہ تو انھیں اس طرح بھی ہو جاتا لیکن کم از کم انھیں غار سے باہر بھاگنا پڑتا۔ اس دوران ہم کوئی بہتر ترکیب سوچ لیتے، چنانچہ میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور سردارے آہستہ سے بولا۔

"وہ اندر آ رہے ہیں چیف۔"

"ہاں سردارے، میرا خیال ہے ان سے نمٹ لینا زیادہ بہتر ہے، جو بھی اندر آئے اسے ہلاک کر دو۔"

"او کے چیف" سردارے نے قلقاری لگا کر کہا اور ہم اپنی جگہ سانس روک کر کھڑے ہوگئے۔

آنے والے پتہ نہیں کتنے تھے، لیکن روشنی صرف ایک ہی کے پاس تھی، اور اس مدھم روشنی میں ان کے ہلکے ہلکے سائے محسوس ہو رہے تھے، جونہی وہ ہمارے نشانوں کی زد پر آئے میں نے اور سردارے نے اندھا دھند گولیاں چلا دیں۔ غار میں چلنے والی گولیوں کی آواز کافی خوفناک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی ہولناک چیخیں بھی بہت ہی ڈراؤنی تھیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے دوسری طرف تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا، اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔

لیکن ہماری یہ کوشش ہمارے لیے کارگر ثابت ہوئی چند ہی لمحوں کے بعد ہم غار کے دوسرے سرے پر کھڑے تھے، میں نے سر نکال کر باہر جھانکا۔ دور دور تک گہرا سناٹا طاری تھا، بے آب و گیاہ چٹانوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس طرف کوئی دکھائی نہیں دیا، غالباً دشمنوں نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا، یہ لمحے ہمارے حق میں بہت بہتر ثابت ہو سکتے تھے، تقدیر ہمارا ساتھ دے سکتی تھی سردارے اور میں تیزی سے ایک طرف چل پڑے۔ ہم جس راستے پر چل رہے تھے، وہ ایک پتلی سی پگڈنڈی تھی جو بل کھاتی ہوئی ایک طرف کو چلی گئی تھی، ہم اس پگڈنڈی پر بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلتے رہے حتیٰ کہ اس پگڈنڈی نے ہمیں ایک نیم پختہ راستے پر پہنچا دیا۔

"ارے چیف یہ تو وہی راستہ ہے۔" سردارے نے چونک کر کہا۔

"ہاں شاید۔ یا تو ہم لوگ غار کے راستے سے گھوم کر ان کی کار سے آگے نکل آئے ہیں یا وہ کار ہمارے آگے ہے۔"

وہاں کھڑے ہو کر ہمیں صحیح راستوں کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا اور یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ جس راستے پر ہم نے اپنی کار چھوڑی تھی وہ کس طرف ہو سکتا ہے۔

"اگر ہم لوگ اس طرف پہنچ جائیں تو دشمن پر وار کرنے میں آسانی رہے گی۔" سردارے بولا۔

"آؤ پھر۔؟" میں نے کہا اور ہم لوگ آگے بڑھنے لگے۔!

"ہمیں سمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، تیز ہوائیں چل رہی تھیں، اس کے ساتھ ہی گولیاں بھی مسلسل برسائی جا رہی

تھیں، وہ لوگ صرف ہواؤں میں فائر کر رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ آوازیں مشرقی سمت سے آ رہی ہیں اور فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے گویا دشمن ابھی غار کے آس پاس ہی منڈلا رہا ہے اور غالباً وہ لوگ اپنے ہی سایوں پر گولیاں برسا رہے ہیں یا پھر انھوں نے غار میں جا کر معلوم کر لیا ہوگا کہ ہم وہاں موجود نہیں ہیں، یوں ایک ساتھی کو کام پر مامور کر دیا ہوگا کہ وہ وقتاً فوقتاً گولیاں چلاتا رہے، باقی لوگ غار کے دوسرے حصے کی طرف روانہ ہوگئے ہوں گے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم لوگ راستے کے دوسری طرف نشیب میں اتر گئے۔ ہم نے مشرق کا رُخ اختیار کیا تھا۔ گولیوں کی سمت کا تعین کرنے کے بعد مجھے یقین ہوگیا تھا کہ دشمن کی کار ایک ڈیڑھ فرلانگ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ انھوں نے اسے سڑک کے درمیان اس طرح کھڑا کیا ہوگا کہ دوسری کاروں کو راستہ نہ مل سکے، جلد ہی ہمیں مطلوبہ کار نظر آ گئی۔ یہ ان لوگوں کی حماقت تھی کہ کار کی نگرانی کے لیے انھوں نے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا۔ دراصل انھوں نے اپنی دانست میں ہمیں پوری طرح سے گھیر لیا تھا۔ میں نے کار کی طرف دیکھا۔ ہماری اپنی کار تو تباہ ہو چکی تھی اور واپسی کے سفر کے لیے ہمیں ایک کار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سے بہتر صورتحال اور کیا ہو سکتی تھی۔ میں نے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور پھر سردارے کو لے کر کار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ مجھے ٹھٹھک جانا پڑا۔

وہ لوگ ہماری تلاش میں ناکام ہو کر واپس آ رہے تھے اور ہم نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ ہمارا اور ان کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اگر ہم کار لے کر نکل جانے کی کوشش کرتے تو ان کی چلائی ہوئی گولیوں سے بچ سکتے۔ چنانچہ اب یہ مجبوری تھی کہ انھیں ٹھکانے لگائے بغیر ہم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم لوگ کار کے دوسری جانب پہنچ گئے۔ ہماری نگاہیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور ہمارے پستول تیار تھے۔

ہم انتظار کر رہے تھے کہ وہ ہماری رینج پر آ جائیں اور ہم ان سے نمٹ لیں، یہ راستہ عام شاہراہ سے ہٹ کر تھا اس لیے اس پر آمد و رفت کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً نہ تو وہ لوگ اتنی دلیری سے کام کر سکتے، نہ ہی ہمیں کچھ آسانی پیدا ہوتی چند لمحات اسی طرح گزر گئے اور اس کے بعد وہ ہماری رینج پر آ گئے۔

یہ تین آدمی تھے اور تینوں ہی مسلح تھے، رات کی تاریکی میں ہم ان کے خد و خال تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ جس انداز میں چوکنے ہو کر چل رہے تھے اس سے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں ہمارے کسی بھی جگہ مل جانے کی امید ہو۔

میں نے سردارے کے کان میں سرگوشی کی۔" سردارے ہمارے فائر ضائع نہیں ہونے چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے باس، اس کی تم فکر ہی مت کرو۔" سردارے نے کہا۔ اور دوسرے لمحے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ میری چلائی ہوئی گولی نے مطلوبہ شخص کا بھیجہ اڑا دیا تھا۔ اس کے بدن کو میں نے فضا میں کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ میرے ساتھ ساتھ ہی سردارے نے بھی اپنے سامنے والے کے سینے میں گولی اتار دی تھی اور اب تیسرا اور آخری آدمی باقی رہ گیا تھا، جس نے ایک دم ہی ایک سمت چھلانگ لگا دی تھی لیکن میں نے اسے بھی نہ چھوڑا۔ میرے ریوالور کی دو گولیاں یکے بعد دیگرے اس کی پشت میں پیوست ہوگئیں اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا ایک سمت جا گرا۔ یوں ان تینوں کا کھیل ختم ہوگیا تھا، گولیوں کی بازگشت کے بعد گہرا سناٹا محسوس ہونے لگا، فی الحال ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ ہم نے اپنے دشمنوں کو ختم کر دیا تھا اور اب سب سے پہلا کام یہی ہونا چاہیے تھا کہ ہم کار لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ دوسرے لوگ اس طرف دوڑنے کی کوشش کریں لیکن ابھی ان کا فاصلہ کافی ہوگا، دوسرے لمحے ہم کار کی جانب بڑھ گئے۔

ابھی سردارے نے کار کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک فائر ہوا اور کار کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا، بدقسمتی تھی اس شخص کی جس نے فائر کیا تھا کیونکہ اس کا نشانہ زیادہ اچھا نہیں تھا، ورنہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی اس کی گولی کا شکار ضرور ہو جاتا۔ کار کی پچھلی سمت کا شیشہ ٹوٹا تھا۔ اور ہم دونوں بچ گئے تھے، کار میں داخل ہونا خاصا مشکل ثابت ہو رہا تھا، چونکہ یکے بعد دیگرے گولیاں چل رہی تھیں۔

ہم خاموش رہے، تین چار گولیاں چلانے کے بعد دوسری طرف بھی خاموشی چھا گئی تھی۔ ہمیں یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ گولیاں ایک ہی ریوالور سے چلائی جا رہی ہیں، اس کا مقصد ہے کہ وہ شخص تنہا ہی ہے، بس اب اس تنہا شخص ہی کو دیکھنا تھا اس کی موت سے پہلے ہم کار کو نہیں لے جا سکتے تھے، کیونکہ وہی صورتحال اب بھی درپیش تھی۔ کار کو سیدھا کرنا تھا اور اس کے بعد آگے بڑھانا تھا اتنی دیر میں بازی الٹ سکتی تھی۔

سردارے چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔"استاد میں ابھی آیا۔"

"کہاں۔؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"بس ایک منٹ استاد۔"

"سردارے گڑبڑ مت کرو، کہیں پہلے کی طرح تم مجھے حراست

ہو جاتا۔"

"نہیں اُستاد میں ابھی آیا۔" اس نے کہا اور ایک سمت رینگ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بہر طور بڑی عجیب صورتِ حال تھی۔ دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور اِدھر سردارے کسی چکر میں پڑا ہوا تھا۔ پتہ نہیں کیا کرنے گیا تھا وہ ایک لمحہ کے لیے ذہن اُس کی جانب بھٹک گیا، اس کا آنا ہی میرے لیے بڑا تعجب خیز تھا، پتہ نہیں کس کس طرح میرا پتہ لگاتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوگا کیسے اس کے آنے سے دل کو جس تقویت کا احساس ہوا تھا اُسے میں کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ سردارے بلاشبہ میرا ایک ایسا دوست، ایک ایسا ساتھی تھا جس پر جتنا بھی ناز کرتا کم تھا میں جانتا تھا کہ گوبورنے اسے جا کر میری بپتا سنائی ہوگی۔ اور اس کے بعد بھلا سردارے چین سے کہاں بیٹھ سکتا تھا، وہ میری تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن جن نامساعد حالات سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا اُن کے تحت میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی شخص میری بُو سونگھتا ہوا یہاں تک آ جائے گا، یہ سردارے ہی تھا، جس نے یہ ناقابلِ یقین کارنامہ سرانجام دیا تھا۔

مگر وہ کمبخت کہاں گیا۔ میں تاریکی میں دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگا، لیکن سردارے کا کہیں نام و نشان نہیں ملا تھا۔ دفعتاً ایک کربناک چیخ نے میری محویت توڑ دی، چیخ کی آواز کس سمت سے آئی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن نہ جانے کون تھا۔ ؟

سردارے کا خیال آیا، ذہن پر زور دیا تو اندازہ ہوا یہ چیخ کم از کم سردارے کی نہیں ہو سکتی۔ کافی دیر تک اسی طرح خاموشی چھائی رہی، پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں کسی سانپ کی طرح پلٹ کر کار کی اوٹ میں ہو گیا۔ سردارے موجود نہیں تھا اس لیے اب فائر کرنے میں بھی ذرا احتیاط سے کام لینا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد سردارے کی آواز سنائی دی۔

"اُستاد گولی مت چلانا میں ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، سردارے چلا آ رہا تھا۔ تاریکی میں بھی میں اس کا ہیولا دیکھ سکتا تھا لیکن کچھ عجیب سی شکل تھی اس کی، پتہ نہیں کس رُخ سے چل رہا تھا، یا کیا صورتِ حال تھی، جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے اُس کے اوپر لدے ہوئے ڈھیر کا اندازہ لگایا۔ اس ڈھیر کی وجہ سے ہی سردارے کے حجم میں کچھ تبدیلی ہو گئی تھی۔ سردارے کے شانے پر کوئی شخص لدا ہوا تھا۔

"ارے یہ کون ہے ؟"

"کام کی چیز ہے سردار۔ گاڑی میں رکھ لو کام آئے گی۔" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"او بیوقوف آدمی، کون ہے یہ اور اس لاش کا تم کیا کرو گے ؟"

"لاش نہیں ہے اُستاد، بس یوں سمجھ لو لاش بنتے بنتے رہ گئی۔"

"کیا مطلب ؟"

"بے ہوش ہے یہ، میں نے اسے بیہوش کر دیا ہے۔"

"اوہ، مگر کیوں ؟"

"اُستاد کبھی کبھی شاگردوں کو بھی کچھ کام کرنے دیا کرو۔ چلو ابھی تو بیہوش ہے، لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد ہم اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیں گے، اس وقت یہاں سے نکل جانا ضروری ہے، کیا کہا جا سکتا ہے کہ اطراف میں کتنے آدمی چھپے ہوئے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے اُستاد۔ یہ لوگ صرف دو گاڑیوں میں آئے تھے، ایک گاڑی تو ہمارے سامنے ہی تباہ ہو گئی تھی اور اُس کے تمام لوگ مر گئے تھے لیکن اس دوسری گاڑی میں میرا مطلب ہے اس گاڑی میں جو اس وقت تمھارے پاس موجود ہے کتنے افراد آ گئے، ان کی تعداد تو کافی معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، ممکن ہے کچھ لوگ پہلے ہی سے یہاں موجود ہوں۔"

"اس کے کیا امکانات ہیں باس۔ ؟"

"خیر امکانات کو چھوڑو، اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"

"ٹھیک ہے باس، میں اس کے اوپر بیٹھا جاتا ہوں، تم گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے لے چلو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے اُس شخص کو پچھلی سیٹ پر ڈال کر خود اُس کے اُوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی مضحکہ خیز حرکتیں آج بھی جوں کی توں تھیں۔ وہ اتنی ہی زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہا تھا، بہر طور کار اسٹارٹ ہو کر آگے چل پڑی، میں نے اُسے پوری رفتار سے چھوڑ دیا تھا، بہترین کار تھی اور اس کا انجن اتنا شاندار اور بے آواز تھا کہ چلتا ہوا محسوس ہی نہ ہوتا تھا، ہم آن کی آن میں کافی دور نکل آئے کسی نے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی یا تو وہ تمام کے تمام لوگ مارے گئے تھے یا پھر اب وہ ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے اس بات پر مجھے اب بھی حیرت تھی کہ اس کار سے اُترنے والے زیادہ سے زیادہ تین یا چار آدمی ہو سکتے تھے یا پھر بہت ہی زیادہ ہوتے تو پانچ افراد ہو سکتے تھے لیکن ہم تو بہت سے لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنا چکے تھے، یہ لوگ کہاں سے آئے ؟"

ذہن غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ سردارے اس دوران اپنا

کام کر چکا تھا، اس نے غالباً بیہوش آدمی کے کپڑوں سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے اور منہ میں کپڑا بھی ٹھونس دیا تھا اس کے بعد وہ پچھلی نشست سے اُچھل کر اگلی نشست پر آ گیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

"اب کیا کرنا ہے چیف۔ ؟ اب یہ بتاؤ اس تحفۂ درویش کو کہاں لے چلو گے۔"

"میں خود بھی اُلجھا ہوا ہوں سردارے، مگر تم نے اسے اپنے پیچھے کیوں لگا لیا ہے۔"

"ممکن ہے باس اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہو ہی جائے۔" سردارے نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"ارے ہاں یہ خیال تو میرے ذہن میں آیا ہی نہیں تھا۔" میں نے کہا

"کوئی بات نہیں، سردارے کے ذہن میں آ گیا تھا، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب اسے کہاں لے جائیں۔" ؟

"کسی بھی جگہ لے چلتے ہیں بستی میں پہنچنے کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔"

"اوہ استاد معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا، بستی میں داخل ہونے کے بعد تو یہ کار بھی شناخت کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں ہو اور اجنبی لوگوں کو چلاتے دیکھ کر دوسرے لوگ چونک پڑیں۔"

سردارے کی یہ بات بھی وزنی تھی، میں نے کار کی رفتار سُست کر دی تو سردارے چونک کر بولا۔

"ارے نہیں نہیں باس چلتے رہو چلتے رہو۔ اور وہ دیکھو وہ بائیں سمت روشنی کیسی نظر آ رہی ہے۔" اس نے کہا۔

ابھی بستی دور معلوم ہوتی تھی، لیکن بائیں سمت ایک مدھم سی روشنی جاگ رہی تھی، میں سردارے کی طرف دیکھنے لگا اور سردارے میری طرف۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے، قسمت آزماتے ہیں، اللہ مالک ہے۔" ہم نے کار کا رُخ اس روشنی کی جانب موڑ دیا۔ راستہ کچا اور ناہموار تھا، کار اُچھلتی کودتی اس پر جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنی کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ایک چوڑا احاطہ تھا جس میں لکڑی کے گٹھے باندھ کر ایک باڑھ باندھی گئی تھی۔ اندر ایک چھوٹی سی کھپریل کی عمارت نظر آ رہی تھی شاید یہ کوئی فارم تھا، اطراف میں کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ یقیناً یہاں کھیتوں کے نگراں رہتے ہوں گے، لیکن صورتِ حال بڑی پریشان کن تھی، تاہم خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ کوئی شخص غالباً ہمیں دیکھ رہا تھا، چونکہ جب ہم نے کار اس احاطے کے سامنے روکی تو ہمیں ایک ٹارچ کی روشنی نظر آئی جو ہم پر ڈالی جا رہی تھی۔

میں اور سردارے نیچے اُتر آئے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے، اسی وقت ایک غراتی آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم لوگ۔ ؟ کیا بات ہے ؟"

"مسافر ہیں ہم، راستہ بھٹک کر اس طرف آ گئے ہیں کیا ہمیں رات کے ان چند لمحات کے لیے پناہ مل سکتی ہے۔"

دوسرا آدمی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آیا اور ہمارے حلیوں کا جائزہ لینے لگا، ہم بھی اس دوران اس کا جائزہ لیتے رہے تھے۔ درمیانی عمر کا آدمی، لیکن ذرا کمزور سا ہاتھ پاؤں کا مالک۔

"مگر تمھارا حلیہ تو عجیب ہو رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"بابا سینکڑوں مصائب سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں، یہ کونسی جگہ ہے۔"

"یہ ایک فارم ہاؤس کی عمارت ہے۔"

"کس کا ہے یہ فارم ہاؤس۔" ؟

"میرے مالک کا۔ میں ملازم ہوں ان کا۔"

"اوہ کیا یہاں تم اکیلے رہتے ہو بابا۔" سردارے نے سوال کیا۔

"ہاں میں اس علاقے کا محافظ ہوں۔"

"بہر طور ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے ہم تو تھوڑی دیر کے لیے پناہ چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنی گاڑی احاطے میں لے آؤ۔ میں تمھارے لیے برآمدے میں ہی بندوبست کر سکتا ہوں، اندر کی عمارت کو میں خود بھی استعمال نہیں کر سکتا، اجازت نہیں ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہمیں اندر کی عمارت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ کہیں بھی ہمارا انتظام کر دیں، ہم تھوڑی دیر گزارنے کے بعد صبح ہی صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے مکاری سے کہا اور سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے کار اندر لے آیا تھا۔

کار ہم نے اس برآمدے کے قریب ہی کھڑی کر دی جس کے بارے میں بوڑھے نے ہم سے کہا تھا کہ وہ اسے ہماری رہائش گاہ بنا سکتا ہے۔ برآمدے سے ملحق ایک بہت ہی چھوٹا کمرہ تھا جو غالباً اس بوڑھے کی رہائش گاہ تھا۔

فارم کے اندر کی عمارت بہت ہی خوب صورت نظر آتی تھی، لیکن باہر سے اس میں تالا لگا ہوا تھا اور یقیناً یہ تالا مالک کی

آمد ہی کھولا جاتا ہو گا۔

بوڑھے نے اندر سے کچھ سامان نکال کر باہر ڈال دیا، بستر، کمبل، تکیے وغیرہ تھے۔ پھر اس نے ہم سے کہا۔

"کار بند کر کے یہاں لیٹ جاؤ۔ میں مزید تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"بابا جس قدر مدد آپ نے کر دی ہے، وہی کیا کم ہے۔" میں نے اور سردارے نے کہا۔

بوڑھا ہمارے تکیے رکھ کر ایک بار پھر اپنی کوٹھری میں چلا گیا تھا اور سردارے اس کے پیچھے ہی پیچھے دروازے تک پہنچا تھا پھر جیسے ہی بوڑھا واپس آیا سردارے نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور اس کے بعد بھلا بوڑھے کے ہوش و حواس کہاں قائم رہ سکتے تھے۔ سردارے نے اسے بے ہوش کر کے ایک سمت ڈال دیا اور احتیاط کے ساتھ جھک کر اس کی شکل دیکھنے لگا، بوڑھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ سردارے نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُسے اس کی کوٹھری میں ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے بوڑھے کی ٹارچ سے بوڑھے کی کوٹھری کا جائزہ بھی لے لیا تھا لیکن یہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے خطرہ محسوس ہو، عمارت بھی بند تھی، اگر یہ شخص اکیلا نہ ہوتا تو خطرہ پیش آ سکتا تھا، بہرطور ہمیں ایک عارضی رہائش گاہ مل گئی تھی اور اب اس کار سے فوری طور پر چھٹکارہ پا لینا ضروری تھا، کیونکہ یہ کار ہی ان کی سراغ رسانی کر سکتی تھی۔

میں نے سردارے سے کہا کہ وہ اس کار کو لے جا کر ایسی جگہ چھپا دے جہاں سے اسے آسانی سے تلاش نہ کیا جا سکے۔ اسے اس وقت تباہ کرنا مناسب نہیں ہو گا، چونکہ ممکن ہے اطراف میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہوں جو کار کا دھماکہ سُن کر اس طرف تفتیش حال کے لیے دوڑے چلے آئیں۔

سردارے نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے مجھے بھی ہدایات دیں کہ میں یہاں کے معاملات کو پوری طرح کنٹرول کروں اور اس کے بعد وہ کار لے کر نکل گیا۔

برآمدے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی لائٹ کے لیے یہاں غالباً جنریٹر کا انتظام کیا گیا تھا، کیونکہ ہلکی ہلکی جنریٹر کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ فارم ہاؤس کی اس عمارت میں جنریٹر لگانے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرطور میں نے اس پر غور بھی نہیں کیا۔ بوڑھا بے ہوش پڑا ہوا تھا جو اس فارم ہاؤس کا نگران تھا، اس کے بعد میں اس بے ہوش شخص کی طرف متوجہ ہو گیا جسے ہم اغوا کر لائے تھے، وہ اب بھی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی ہوش میں نہیں آئے گا۔

بہرطور فی الحال یہ جگہ ہمارے لیے مناسب تھی، میں سردارے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے واپس آ گیا، اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی۔

"چھپا دی۔"

"ہاں چیف کام تمھاری مرضی کے مطابق ہو گیا۔"

"کیا اطراف میں کوئی ایسی جگہ موجود ہے۔؟"

"ساری جگہیں ہی ایسی ہیں چیف۔ گھنی جھاڑیوں کے جھنڈ یہاں سے بائیں سمت تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پھیلے ہوئے ہیں، یہ جھاڑیاں ایسی ہیں کہ یہاں اگر تم چاہو تو ٹرک بھی چھپا سکتے ہو، دور سے دیکھنے پر پتہ بھی نہ چل سکے۔"

"گڈ۔ کار کی تلاشی لے لی تھی۔"

"ہاں چیف اس سے تو بڑی کام کی چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"پیش کروں۔" سردارے نے کہا اور میں اس کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ سردارے کے بدن پر تو کوئی ایسی چیز نہیں تھی جب میں نے اس سے وہ چیزیں پیش کرنے کے لیے کہا تو وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور فارم ہاؤس کی عمارت کے احاطے کے نزدیک سے دو لمبی لمبی رائفلیں اُٹھا لایا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ دستی بم وغیرہ بھی تھے۔ میں نے حیرت و دلچسپی کی نگاہوں سے انھیں دیکھا تھا۔ پھر سردارے نے دو پستولیں میرے سامنے ڈال دیں۔

"کمبختوں نے کار کی ڈگی میں پورا اسلحہ خانہ بنا رکھا تھا اور یہ بہتر ہی ہوا باس، کیونکہ میری کار میں کافی سامان موجود تھا جو ان بدبختوں نے تباہ کر دیا۔" سردارے بولا۔

"ہاں واقعی یہ رائفلیں ہمارے کام آ سکتی ہیں۔"

"لیکن چیف اب پروگرام کیا ہے۔" سردارے نے پوچھا

"تم اس شخص کو کس مقصد کے لیے لائے ہو؟"

"اسے ہوش میں لا کر اس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"تب پھر عمارت کا اندرونی دروازہ کھول لو۔" میں نے کہا اور سردارے عمارت کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عمارت کا دروازہ کھول لیا تھا۔

جنریٹر کی وجہ اب میری سمجھ میں آئی تھی عمارت میں باقاعدہ لائٹ کا انتظام تھا، چار کمرے تھے۔ چاروں انتہائی اعلیٰ پیمانے پر آراستہ تھے۔ ہر قسم کا فرنیچر اور کھانے پینے کا سامان بھی وہاں موجود تھا۔ ایک کچن تھا، باتھ روم تھا۔ غرض رہائش کے لیے تمام ضروری اشیا یہاں موجود تھیں۔ میں نے آہستہ سے سردارے سے کہا۔

"سردارے کیا یہ جگہ ہماری پناہ گاہ کے طور پر موزوں نہیں

ہو گی۔"

"استاد اسے دیکھ کر تو یہی لگتا ہے جیسے یہ ہمارے لیے ہی بنائی گئی ہو۔"

"لیکن ممکن ہے یہاں فوراً ہی کسی سے سابقہ پڑ جائے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"فارم ہاؤس کا مالک کب یہاں آتا ہے، کس طرح آتا ہے اس کے بارے میں کیسے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"استاد یہ کونسی مشکل بات ہے۔ یہ بوڑھا محافظ ہمیں بتائے گا۔" سردارے نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"تمھارا دماغ اب بھی اسی طرح چلتا ہے سردارے تم سے تو اب تک کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔"

"باتیں کریں گے استاد، اچھی طرح باتیں کریں گے، پہلے ان معاملات سے نمٹ لیں، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سردارے زندہ ہو اور زیبی بھابھی ان لوگوں کے پھندے میں پھنسی رہیں۔ ویسے اُستاد تم اس دوران خاصی خونریزی کرتے رہے ہو، تمھاری فطرت میں تو یہ بات نہیں تھی اور دوسرے معاملات کا کیا ہے۔؟"

"دوسرے معاملات سے تمھاری کیا مراد ہے۔"

"میرا مطلب ہے وہی۔" سردارے نے کہا اور معنی خیز انداز میں ہنسنے لگا۔

"زیبی سے اپنی زندگی وابستہ کرنے کے بعد سردارے میں نے اپنی زندگی مکمل پُرسکون کر لی تھی۔ اگر یہ ہنگامہ خیزی نہ ہوتی تو شاید میں زندگی میں کبھی اس طرف راغب نہ ہوتا، لیکن ان لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا اور بے شمار انسانی جانیں میرے ہاتھوں سے ضائع ہو گئیں۔"

"اب اس کے لیے مجبوری ہے استاد کیا کیا جا سکتا ہے، ویسے یہ کم بخت ترلوکا پھر اُتنا ہی مضبوط ہو گیا ہے۔"

"ہاں تمھارا کیا خیال ہے ہم پر یہ حملے کیوں ہوئے، کیا ٹیزو کے قتل کا مسئلہ حل ہو گیا۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ بات چھپی نہیں رہی ہو گی۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ اُس آدمی کو اندر لے آیا جو ابھی تک بے ہوش تھا۔ یہاں لانے کے بعد اُسے ہوش میں لانے کی کوششیں کی گئیں۔ باہر کی طرف سے ہم قطعی غافل نہیں رہ سکتے تھے چنانچہ دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم میں سے ایک ایک آدمی باہر آ کر دروازے کا جائزہ لیتا تھا لیکن چاروں طرف ہولناک سناٹے اور ویرانی کے علاوہ کچھ نہیں تھا تب سردارے نے کہا۔

"استاد یہ دروازہ بند کر دینا زیادہ مناسب ہے بلکہ بہتر ہو گا کہ باہر کی روشنی بھی بند کر دی جائے۔ چونکہ جس طرح ہم لوگ اس فارم ہاؤس کی عمارت کی جانب متوجہ ہوئے ہیں، اسی طرح دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

بات معقول تھی اس لیے میں نے سردارے کی ہدایت پر عمل کیا، البتہ بوڑھے بے ہوش محافظ کو بھی ہم اسی کمرے میں اُٹھا لائے تھے۔ پھر سردارے نے اس شخص پر طبع آزمائی شروع کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوش میں آ گیا۔ وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ پر اور سردارے پر نگاہ پڑتے ہی اُس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، اس نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تت۔ تم۔ تم۔؟"

"ہاں۔ ہم۔ ہم۔" سردارے اس کے انداز میں بولا اور ہنس پڑا۔

وہ شخص عجیب نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا، آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں زندگی واپس آنے لگی اور پھر اس نے ایک دم اُٹھنے کی کوشش کی، لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے ایک طرف لڑھک گیا۔

"واہ میری جان، خوب اُچھل کود کر لیتے ہو تم تو لیکن ذرا غور کرو، ابھی تمھاری گردن پر ایک تیز چھری پھر جائے گی اور تمھارا نرخرہ کٹ جائے گا، اس سے خون کی دھاریں پھوٹ کر اس قالین کو سُرخ کریں گی، لیکن ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی، کیونکہ یہ قالین ہمارے باپ کی ملکیت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا بکواس ہے۔" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم۔ یہ دیکھو۔" سردارے نے اپنی آستین میں سے ایک لمبی چھُری نکال لی جس پر چمڑے کا خول چڑھا ہوا تھا۔ اس نے خول نکالا تو چھُری کی تیز چمک نگاہوں کے سامنے لہرا گئی، اس شخص نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"مگر تم۔ تم مجھے قتل کیوں کرو گے؟"

"اس لیے میری جان کہ تم ہمیں قتل کرنا چاہتے تھے۔" سردارے نے کہا۔

"اوہ تو تم لوگ۔ تم لوگ وہی ہو۔ وہی ہو تم لوگ۔" وہ شخص بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"ہاں وہی ہیں ہم لوگ۔ کیا سمجھے اب بولو۔"

"مم۔ میں کیا بولوں۔"

"جو ہم کہیں وہی بولو۔ بولو کیا بولو گے۔" سردارے بھی اُس

سے اُلجھا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے کبھی مجھے کبھی سردارے کو دیکھنے لگتا۔ سردارے نے چھری اُس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بتاؤ، کون ہو تم اور کس نے تمھیں بھیجا تھا؟"

وہ کانپ گیا۔ اس کی آنکھوں میں دہشت اُبھر آئی تھی۔ اُس نے سردارے کے ہاتھ میں دبی ہوئی چھری کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"مم۔ میں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"جان لوگے۔ جان لوگے، ہم تمھیں سب کچھ بتانے پر مجبور کر دیں گے، کس طرح، پہلے یہ جان لو سردارے نے اس کی پیشانی پر کنپٹی سے لے کر دوسری کنپٹی تک ایک لکیر بنا دی۔ اس لکیر سے خون کی دھار پھوٹ پڑی حالانکہ بہت ہلکا سا نشان تھا لیکن خون تیزی سے بہنے لگا تھا اس شخص کے حلق سے کرب ناک چیخ نکلی اور وہ دہشت سے کانپنے لگا، اس نے گردن ادھر اُدھر جھٹکی، لیکن یہ بھی اس کے لیے ہی نقصان دہ ثابت ہوا۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا، سردارے مسکرا رہا تھا، میں نے سردارے کے انداز میں بڑی سفاکی محسوس کی اس سے پہلے وہ اتنا سفاک نہیں تھا، پتہ نہیں اس کی زندگی اس دوران کس طرح گزرتی رہی ہو۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سردارے میری ہی مانند پر سکون زندگی گزارتا رہا ہو لیکن اس وقت جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ میرے لیے ذرا اجنبی تھا۔

خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں پر آنے لگا تو سردارے نے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے خون پونچھ دیا۔

"ہاں اب ذرا غور کرو، یہ چھری تمھارے جسم کے کسی اور حصے پر مثلاً ناک۔ ہاں اگر میں تمھاری ناک کا ذرا سا سرا کاٹ دوں تو کیسا رہے گا لیکن دوست ساری زندگی تم نکٹے پھرتے رہوگے، بہتر یہ ہے کہ مجھے اس کا موقع نہ دو۔"

"مار ڈالو، مجھے جان سے مار ڈالو، پلیز مجھے جان سے مار ڈالو" اس نے کہا۔

"ماردیں گے، ماردیں گے۔ ہم تمھاری ہر خواہش پوری کر دیں گے، لیکن اس وقت تک نہیں جب تک تم اپنی زبان نہیں کھولوگے۔"

وہ تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف اُبھر آیا تھا، سردارے کی سفاک گفتگو اس کے لیے اعصاب شکن ثابت ہوئی تھی۔ چند لمحات وہ خاموش رہا، اُس کی ایک ایک حرکت سے اُس کے شدید خوف کا اظہار ہو رہا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے کس نے بھیجا ہوگا۔"؟

"دیکھو عزیز من ہم پہیلیاں نہیں بوجھ رہے، صاف گفتگو کرو، ورنہ تمھارا حشر خراب ہو سکتا ہے۔"

"میں۔ میں۔ میں۔ میں ترلوکا کا آدمی ہوں۔"

"ہاں یہ ہوئی نا بات لیکن یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ تم ترلوکا کے آدمی ہو۔ کیا تمھیں براہ راست ترلوکا نے ہی ہمارے پیچھے لگایا ہوا ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر کون ہے وہ۔؟"

"ٹیبزو۔"

"اوہ، کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ ٹیبزو مارا جا چکا ہے۔"

"ہاں اس کی موت کی اطلاع ہمیں مل گئی تھی اور ہم فوراً ہی عمل میں آ گئے تھے، یہ ہماری ڈیوٹی تھی کہ ہم تم پر نگاہ رکھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم لوگوں کو جگہ جگہ چیک کیا جاتا رہا ہے۔ تم تو نئے آدمی ہو اور تمھارے بارے میں ہمارا ایک شعبہ تحقیقات کر رہا ہے کہ تم کون ہو سکتے ہو لیکن یہ۔ یہ۔" اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہاں میں تمھاری نگاہوں میں ہوں۔"

"ہاں۔ ہمارا ایک پورا ڈیپارٹمنٹ تمھارے ایک ایک لمحے کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"لیکن تم لوگوں نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"یہ ترلوکا کا حکم تھا۔" اس نے جواب دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ حقیقت تھی اس سے پہلے بھی مجھے اس بات کے شواہد مل چکے تھے کہ ترلوکا پوری طرح مجھ پر نگاہ رکھ رہا ہے۔ لیکن بعد میں، میں اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ اب میں ترلوکا کی نگاہوں سے محفوظ ہو گیا ہوں۔ لیکن یہ کمبخت۔ یہ کمبخت کیا کہہ رہا ہے، اب میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہوں ترلوکا میرے بارے میں کیا کیا جانتا ہے۔"

"تم راجہ نواز اصغر ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں ہوں۔"

"اور تم ترلوکا کے مخالفوں میں سے ہو۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"بس وہ یہ جانتا ہے، تمھارے معاملے میں ایک ایک جگہ کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ ہر اس جگہ جہاں تم موجود ہوتے ہو، ہمارے آدمی تمھارے بارے میں ٹیبزو کو اطلاعات فراہم کرتے رہتے تھے۔"

"اور ٹیبزو ان اطلاعات کو ترلوکا تک پہنچاتا ہوگا۔"

"ہاں یہ اس کی ذمہ داری تھی۔"

"گویا اس پورے علاقے کو ٹیبزو ہی کنٹرول کرتا تھا۔"

"ہاں۔"

"اس کی موت کے بعد کیا ہوگا۔؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں تو ایک معمولی کارکن ہوں۔"

"ٹھیک ہے، یہ تو تم ضرور جانتے ہوگے کہ میری بیوی زیبی کہاں ہے۔؟"

"یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔ یہ بات تو شاید مسٹر ٹیبزو بھی نہیں جانتے ہوں گے۔"

"میں اس کو تسلیم نہیں کرتا۔"

"تمھیں تسلیم کرنا ہوگا۔ میں یہ بات جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ یہ سب کچھ تمھیں بتا کر میں نے اپنی موت کے کاغذ پر دستخط کر دیے ہیں اب مجھے کسی قیمت پر نہیں چھوڑا جائے گا۔"

"ترلوکا کہاں ہے۔" میں نے سوال کیا اور وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو۔ دیکھو مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ معلوم کرو۔"

"ٹھیک ہے تم نہ معلوم کرو چیف میں معلوم کیے لیتا ہوں۔" سردارے نے چھری کی نوک ایک بار پھر اس کی گردن پر رکھ دی۔ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"سنو بات سنو، مجھے قتل کر کے تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اگر کچھ معلوم ہی کرنا چاہتے ہو تو جاؤ گیری کوپ کے بارے میں چلے جاؤ، گیری کوپ کے بارے میں تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"!

"واہ یہ تم نے قصہ حاتم طائی شروع کر دیا کہ یہاں سے پہنچو وہاں چلے جاؤ، وہاں سے پہنچو یہاں چلے جاؤ، میرے دوست تمھیں صحیح طور سے بتانا ہوگا کہ گیری کوپ کے بارے میں ہمیں کیا مل سکتا ہے۔"

"ترلوکا، وہاں تمھیں ترلوکا مل سکتا ہے۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر ایک دم اپنا منہ بند کر لیا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے بدن سے سارا خون نچڑ گیا ہو، جیسے یہ الفاظ کہہ کر اس نے اپنی موت کو آواز دے لی ہو۔ لیکن اب ہم اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔

گیری کوپ کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم ہونی چاہئیں تھیں ہمیں نے اُس کا بازو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"تمھیں گیری کوپ کے بارے میں تفصیلات بتانا ہوں گی۔"

"تم خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔" اس نے کہا اور دفعتاً اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ سردارے جواب تک اُس کی گردن پر چھری رکھے ہوئے تھا اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا ایک جھٹکے سے چھری آدمی کے قریب اس کی گردن میں پیوست ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ اُبل پڑا تھا، سردارے کے حلق سے ایک آواز سی نکل کر رہ گئی تھی۔

اس نے یہ خودکشی کیوں کی تھی، غالباً اُسے یقین تھا کہ اس انکشاف کے بعد اس کی موت اس سے کہیں زیادہ کربناک ہوگی۔

سردارے نے پھرتی سے چھری اس کی گردن سے کھینچ لی اور اس پر جھک گیا۔

"اب بتادو، اب تو بتادو۔ تم نے خود ہی تو خودکشی کی ہے۔ میں نے تو تمھیں قتل نہیں کیا۔" اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی، لیکن آواز کی نالی کٹ چکی تھی اس کے حلق سے خرخراہٹ کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔ اور چند لمحات کے بعد اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

سردارے ایک گہری سانس لے کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "کم بخت نے خوفزدہ ہو کر خودکشی کر لی۔ کاش یہ ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور بتا سکتا۔ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا تھا، سردارے بھی افسردہ ہو گیا تھا، بہر طور اب اس کے بعد ہمیں یہاں اور کوئی کام نہیں تھا، لیکن رات کے اس آخری حصے میں کہیں جانا بھی ممکن نہیں تھا، چنانچہ آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رات ہمیں یہیں گزارنی چاہیے۔"

میں نے سردارے سے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے سردارے؟"

"کس سلسلے میں چیف۔؟"

"بقیہ زندگی یہیں گزاروگے؟"

"جگہ تو ایسی ہی ہے چیف۔ مگر اب نہ وہ نواز اصغر ہے اور نہ وہ سردارے۔"

"کیا مطلب؟"

"یاد نہیں ہے۔ ہر جگہ اپنی جاگیر ہوتی تھی جہاں پھیل گئے وہیں ڈیرہ جما لیا۔"

"ہاں سردارے۔ زندگی واقعی بڑی عجیب چیز ہے۔ بہرحال رات تو یہاں ہی گزارنی پڑے گی۔"

"اس وقت جائیں گے بھی کہاں چیف۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فارم ہاؤس کا محافظ بوڑھا اسی جگہ بے ہوش پڑا ہوا تھا، ہمارے شکار کی گردن سے بہا ہوا خون نیچے بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو گیا تھا چونکہ قالین ہلکے رنگ کا تھا اس لیے خون اس پر نمایاں نظر آ رہا تھا اس آدمی کی موت کا ہم دونوں کو کوئی افسوس نہیں تھا سوائے اس کے کہ اگر گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور تفصیلات معلوم ہو جائیں تو ہمیں ہمارے کام میں آسانی ہوتی۔

کافی دیر اس طرح گزر گئی میں اور سردارے وہیں فرش پر دراز ہو گئے تھے باہر کے معاملات کو اب کہاں تک کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔

البتہ ہمارے ہتھیار ہمارے پاس موجود تھے جن کے ذریعہ اگر کوئی واقعہ پیش بھی آجاتا تو ہم اپنی حفاظت کر سکتے تھے حالانکہ بدن تھکن سے چور ہو رہا تھا لیکن نیند نہیں آئی کافی دیر تک لیٹے رہنے کے بعد سردارے ایک دم اُچھل پڑا۔

"چیف" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہاں۔ کیا بات ہے سردارے۔؟"

"چیف بالکل خاموش لیٹے ہوئے ہو کیا نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں۔ میرا بھی خیال تھا اس لیے میں نے تمھیں آواز دے لی تھی۔"

"کوئی خاص بات تمھارے ذہن میں آئی ہے سردارے"

"ہاں چیف۔"

"وہ کیا۔؟"

"گیری کوپ کہیں کوئی فرضی کردار تو نہیں ہے۔؟"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے جواب دیا پھر میں ہی بولا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یہ آدمی خودکشی نہ کرتا" سردارے کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو چیف۔ یہ خوف کی انتہا تھی کہ اس نے خود ہی مر جانا پسند کیا۔ مگر کاش یہ ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا دیتا۔ تاہم میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔"

"کیا سردارے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"چیف۔ کیا یہ بوڑھا ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" میں سردارے کی اس بات پر اُچھل پڑا تھا۔ چند لمحات خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"ہاں سردارے۔ اس کے امکانات ہیں سو فیصدی امکانات ہیں۔"

"ہاں چیف، میرا خیال ہے اگر وہ کوئی مشہور شخصیت ہے تو بوڑھا اسے ضرور جانتا ہوگا۔"

"کیا یہ زبان کھول سکے گا۔"

"ہم اچھے اچھوں کی زبان کھلوا لیتے ہیں چیف" سردارے نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ رات آہستہ آہستہ بہتی رہی۔ ہم لوگوں نے تھوڑی دیر کے لیے پلکیں جھپکائیں تھیں لیکن نیند خود بخود اُچٹ گئی اور ہم جاگ گئے، صبح کی روشنی پھوٹ چکی تھی۔ سردارے اپنی جگہ سے اُٹھا اور کچن کی جانب دیکھا اور پھر اندر سے اس کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے چیف جیسے ان لوگوں نے ہمارے لیے سارے انتظامات کر کے رکھے ہیں ارے یہاں تو بہت کچھ موجود ہے۔"

"بھوک لگ رہی ہے سردارے جو کچھ ہے لے آؤ بہتر" میں نے کہا۔ اور سردارے کچن میں مصروف ہو گیا اندر سے مختلف آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور سردارے کسی گھریلو عورت کی طرح سارے کام کر رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے سنبھالے ہوئے اندر آ گیا جس میں رکھے ہوئے برتنوں سے کافی کی سوندھی خوشبو اُٹھ رہی تھی مختلف اقسام کے بسکٹ موجود تھے اور کچھ خشک میوے بھی، جو اس وقت نجانے کتنے لذیذ محسوس ہوئے۔ ہم نے سب کچھ ہی چٹ کر ڈالا تھا کیونکہ یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے بعد ہمیں کب کھانا وغیرہ نصیب ہو۔ بوڑھا بھی شاید ہوش میں آ گیا تھا لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ اتفاقاً ہی ہماری نگاہ اس کی طرف اُٹھ گئی تو ہم نے اُسے پلکیں جھپکاتے ہوئے پایا وہ خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا تب سردارے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"شریف آدمی کچھ کھاؤ گے۔؟"

"تم۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو" اس نے کہا۔

"فی الحال ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ناشتہ کر لو۔ کیا خیال ہے میں تمھارے لیے ناشتہ لاؤں۔"

"آہ۔ شاید تم نے عمارت کا تالا کھول لیا یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"کیا اچھا کیا ہے کیا بُرا کیا ہے اس کے بارے میں ابھی تمھیں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی فی الحال تم یہ بتاؤ کہ تمھیں کچھ کھانے کے لیے پیش کیا جائے یا پھر تم ہم سے گفتگو کرنے پر تیار ہو۔"

"تم۔ میں۔ اگر تم چور ہو تو رات کو یہاں سے بھاگ کیوں نہیں گئے۔"

"اور اگر چور نہیں ہیں تو۔؟"

"تو پھر یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ یہ ہوئی نا بات تم سے صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں بزرگوار اور ہمیں یقین ہے کہ تم اس کا ہمیں سچ سچ جواب دے دوگے۔"

"کیا مطلب کیا چاہتے ہو تم۔؟"

"اُٹھ کر بیٹھو، ذرا یہ دیکھو ہم تمھارے لیے کیا تحفہ لائے ہیں۔" سردارے نے اسے سہارا دے کر بٹھا دیا اور تب اس کی نگاہ اس لاش پر پڑی۔ بوڑھے کا منہ کھلا اور کھلے کا کھلا رہ گیا وہ ایک بزدل آدمی معلوم ہوتا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اِدھر اُدھر جھومنے لگا۔

"نہیں اگر تم بے ہوش ہوئے تو پھر زندگی میں کبھی ہوش میں نہ آ سکو گے۔" بوڑھے نے پھرتی سے آنکھیں کھول لی تھیں پھر وہ خوفزدہ لہجے میں بولا

"ہاں تم کیا چاہتے ہو۔؟"

"گیری کوپ کہاں رہتا ہے۔؟" میں نے سوال کیا اور بوڑھا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں تفصیل نہیں جانتا لیکن اس کی دیہاتی قیامگاہ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تقریباً دو میل چلنے کے بعد بستی کے آخری سرے پر ہے۔"

"ہوں۔ ہمارے جانے کے بعد تم اپنے مالک سے کس طرح رابطہ قائم کرو گے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم اِن حالات کے بارے میں بتانے تو جاؤ گے۔"

"نہیں میرے جانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں یہاں سے کہاں جاؤں گا۔؟"

"تو پھر اس لاش کا کیا کرو گے۔؟"

"اس کے۔ اس کے بارے میں تم ہی فیصلہ کر سکتے ہو۔"

"ہم نے تو یہی فیصلہ کیا ہے کہ اُسے یہیں چھوڑ جائیں۔"

"تو پھر چھوڑ جاؤ۔"

"تمھارے مالک سے رابطہ قائم کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

"کوئی ذریعہ نہیں جب وہ لوگ خود یہاں آتے ہیں تو۔ تو۔"

"یہ بتاؤ میرے دوست کہ اب تم اسے اطلاع دینے کے لیے کیا بندوبست کرو گے۔"

"دیکھو اطلاع دینا تو ضروری ہے چونکہ میری بھی گردن پھنس جانے کا معاملہ ہے لیکن تم بے فکر رہو میں اس بارے میں تمھارا نام نہیں لوں گا۔"

"کیا واقعی۔؟"

"ہاں۔ میں غریب آدمی ہوں مجھے قتل کرنے سے تمھیں کچھ نہیں ملے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اُن سے یہی کہوں گا کہ رات کو کچھ لوگ اس طرف آئے تھے اور ایک لاش چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ کون تھے کیا تھے اور انھوں نے مجھ سے کیا گفتگو کی اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا چونکہ اس طرح میری بھی گردن پھنستی ہے۔" بوڑھا دہشت زدہ لہجے میں یہ تمام باتیں کہہ رہا تھا۔ سردارے نے میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے سردارے، لیکن گیری کوپ کے بارے میں ابھی اسے کچھ اور بتانا چاہیے۔"

"قسم لے لو مجھ سے میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تم آگے بڑھو گے تو تمھیں اس کی دیہی رہائش گاہ خود بخود نظر آ جائے گی۔" اس نے کہا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے کو ہلاک کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔

بہرطور اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے اور ہم اُسے فارم ہاؤس کے دروازے تک لائے۔ یہاں سے اُس نے ہمیں وہ سمت بتائی جہاں سے گزر کر ہم گیری کوپ کی قیام گاہ تک پہنچ سکتے تھے اور اس کے بعد ہم چل پڑے بقیہ سفر آرام سے گزرا تھا کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابلِ ذکر ہو۔ گیری کوپ کی قیامگاہ دیہاتی طرز کی ایک عمارت تھی لیکن اس کے اطراف کے علاقے بے حد حسین تھے کافی فاصلے پر ایک بستی نظر آ رہی تھی جس میں چھوٹے موٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے آخری سرے پر شاید کچھ بڑے مکانات بھی تھے اور اس کے بعد کیا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہ عمارت بستی کے آخری سرے پر ہی بالکل الگ تھلگ واقع تھی اس عمارت سے قریب ترین عمارت کا فاصلہ بھی تین چار میل سے کم نہیں رہا ہوگا۔ اور سڑک سے کافی دور یہ قیام گاہ دیکھنے کی چیز تھی۔

بہرحال یہ اندازہ نہیں ہو پایا کہ گیری کوپ خود بھی اس عمارت میں موجود ہے یا نہیں ہمیں اس کے لیے پورا دن گزارنا تھا، اور رات کو ہم اپنی کارروائی کر سکتے تھے چنانچہ دن گزارنے کے لیے عمارت سے کافی فاصلے پر ایک کھیت تلاش کر لیا گیا جس میں گھنے درخت بھی تھے۔ میں نے اور سردارے نے طے کیا ہم سارا دن ان گھنے درختوں میں گزاریں گے اور پھر ہم نے ایک مناسب جگہ تلاش کر لی، طبیعت کافی مضمحل ہو رہی تھی اور نیند کی وجہ سے ذہن و دل پر غبار چھا رہا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ جھاڑیوں میں گھس کر سو گئے اور پھر اس وقت جاگے جب شام کو اپنے اپنے گھونسلوں کی جانب پرواز کرنے والے پرندے چیخ رہے تھے۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا اور طبیعت پر ایک عجیب سی اُداسی چھائی ہوئی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد جب ہم نے ہلکی سی ورزش کی تو ہمارا بدن تر و تازہ ہو گیا۔ نیند پوری ہو گئی تھی۔ ہمارے ہتھیار وغیرہ ہمارے پاس موجود تھے جس کا مقصد تھا کہ ابھی تک کوئی نہ تو ہم تک پہنچا ہے اور نہ ہی اُس نے ہمارے بارے میں کوئی اندازہ لگایا ہے۔

گیری کوپ کی عمارت یہاں سے صاف نظر آتی تھی عمارت میں اندرونی حصوں میں روشنیاں جل اُٹھی تھیں اور اب ہمیں اس عمارت کے بارے میں اندازہ لگانا کہ گیری کوپ کیا چیز ہے اور اندر کیا کچھ موجود ہے۔ میرے اور سردارے کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ سردارے باہر رہ کر صورتِ حال پر نگاہ رکھے گا اور میں اندر کا جائزہ لوں گا۔ دونوں کا ایک جگہ جا کر پھنسنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ اس تمام کارروائی کے بعد ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔

عمارت روشن ہوتی جا رہی تھی۔ البتہ ایک حصہ تاریک تھا۔ یہ عقبی حصہ تھا میں آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت کے چاروں طرف

لکڑی کی باڑھ لگی ہوئی تھی، میں نے دور ہی دور سے عمارت کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر لکڑی کی باڑھ کو پار کرکے اندر داخل ہوگیا۔ میں نے داخلے کے لیے عقبی حصہ ہی استعمال کیا تھا جہاں تاریکی تھی۔

اس طرف اونچے گھنے گھنے درخت لگے ہوئے تھے یہ اس قدر گھنے تھے کہ ان کے درمیان باآسانی چھپا جاسکتا تھا۔ میں ان کے سائے سائے چلتا ہوا عمارت کے بائیں حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اس طرف ایک سوئمنگ پول نظر آرہا تھا بہت خوبصورتی سے یہ جگہ بنائی گئی تھی مجھے اندازہ ہوگیا کہ گیری کوپ جو کوئی بھی ہے بہر طور اچھے ذوق کا ہی مالک ہے۔ سوئمنگ پول میں اس وقت کوئی نظر نہیں آرہا تھا البتہ اس سے تھوڑے فاصلے پر بنچ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ یہ شخص کسی حد تک میرے کام کا آدمی ثابت ہوسکتا تھا بشرطیکہ اس پر قابو پانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو چنانچہ میں دبے پاؤں اس طرف بڑھنے لگا، پودوں کی باڑھ نے مجھے چھپائے رکھا تھا اور میں عقب ہی عقب میں چلتا ہوا اس جگہ تک پہنچ سکتا تھا جہاں سے بنچ تک کا فاصلہ دس بارہ گز سے زیادہ کا نہ تھا۔

میں دبے قدموں چلتا ہوا اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا لیکن جب میں اس کے پاس پہنچا تو دفعتاً مجھے ایک چیز نظر آئی یہ بنچ پر اس کے برابر رکھی ہوئی ایک اسٹین گن تھی اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میں متحیر رہ گیا مجھے اس کی امید نہ تھی، اگر وہ شخص ذرا بھی قدموں کی چاپ سن لیتا تو اسٹین گن اٹھا کر مجھ پر برسٹ مار سکتا تھا چنانچہ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی اس پر حملہ کردوں۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر پوری قوت سے پستول کا دستہ اس کے سر کے پچھلے حصے پر مارا اور اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اسے عقب سے بنچ کے پیچھے کھینچ لیا تھا نیچے گرنے کے بعد میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور پوری قوت سے اس کی گردن مسل دی اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح پھیلے اور اس کے بعد ساکت ہوگئے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسٹین گن اٹھالی تھی اسٹین گن لوڈ تھی۔

اس کے بعد میں اندرونی عمارت کی طرف چل پڑا۔ یہاں سے میں نے سامنے ہی کا رخ کیا تھا میں اندر داخل ہوگیا یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کتنے افراد ہیں لیکن ایک کمرے سے چند لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں میں اسے نظر انداز کرتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا اسٹین گن اب میرے پاس تھی اور میں باآسانی اس کا استعمال کرسکتا تھا چند لمحے کے بعد میں ایک بڑے سے کمرے کے سامنے پہنچا جس سے روشنی چھن رہی تھی جب میں اندر داخل ہوا تو میری نگاہ ایک عورت کی پشت پر پڑی وہ آئینے کے سامنے کھڑی غالباً اپنا میک اپ سنوار رہی تھی لیکن اس نے آئینے میں مجھے دیکھ لیا چنانچہ وہ پھرتی سے پلٹی پہلے تو اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا پھر اس پر دہشت طاری ہوگئی وہ خاموش اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبی ہوئی اسٹین گن کو دیکھ رہی تھی۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اسٹین گن کی نال اس کے سینے پر رکھ دی۔

"غور کرو تم۔ غور کرو۔ اس اسٹین گن میں سے نکلی ہوئی گولیاں تمھارے اس خوبصورت بدن کو چھلنی کردیں تو کیسا رہے گا۔" اس کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی اس کی خوبصورت آنکھیں کسی مردے کی مانند نظر آنے لگیں دہشت کی زیادتی کی وجہ سے اس کے خدوخال تک خراب ہوگئے تھے وہ لہرائی اور فرش پر گر گئی بے ہوشی نے اس کے خوف و دہشت پر غلبہ پالیا تھا۔ لیکن یہ صورت حال میرے لیے غیر معمولی تھی میں اس کی بے ہوشی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اسے ٹٹول کر دیکھا وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی میں جانتا تھا کہ وہ زیادہ دیر بیہوش نہیں رہ سکے گی میں نے آگے بڑھ کر وہ دروازہ بند کردیا۔ اور اندر کی بتی بجھا کر مدہم بلب روشن کردیا۔

پھر میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ جلد ہی اس کے ہونٹوں میں پھڑپھڑاہٹ شروع ہوگئی اور پھر آنکھیں کھل گئیں لیکن وہ ذہنی طور پر اب بھی غیر حاضر تھی اس کی آنکھوں میں خالی خالی سے تاثرات ابھرے ہوئے تھے پھر اس کا چہرہ ایک دم خوف و دہشت کا آئینہ بن گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبی اسٹین گن کو دیکھ رہی تھی میں نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

"سنو۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں تمھارے علاوہ اور کون کون ہے اور کتنے آدمی یہاں موجود ہیں۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کچھ کہنا چاہا لیکن منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی چند لمحات تک وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"پانچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔؟"

"ان پانچوں کا گیری کوپ سے کیا تعلق ہے۔؟"

"وہ سب۔ وہ سب اس کے ملازم ہیں۔" میں نے اندازہ لگایا کہ ان پانچ میں سے چند آدمیوں کو تو بے ہوشی کی نیند سلا چکا ہوں باقی جو کوئی بھی ہے کم از کم یہاں موجود نہیں ہے۔" پھر میں نے اس سے سوال کیا۔

"تم کون ہو۔ گیری کوپ سے تمھارا کیا تعلق ہے۔؟"

"میں۔ میں اس کی۔؟"

"ہاں بولو بولو۔"

"بس میں اس کی دوست ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"گیری کوپ اس وقت کہاں ہے۔؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"مم مگر تم کون ہو۔؟" اس کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اچھل کر دور جا گری۔ اس کے چیخنے سے پہلے میں نے ایک بار پھر اس کی گردن پر اسٹین گن کی نال رکھ دی تھی۔

"تمھارے منہ سے آواز نکلی اور میں نے یہ آواز ہمیشہ کے لیے بند کی۔" وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"گیری کوپ اپنے بار میں ہوگا۔ وہ یہاں بہت کم آتا ہے کیلی لاس کے انتہائی سرے پر ترلوکا کے غاروں کے قریب اس کا بار ہے اور اور۔ وہ وہیں ہے۔"

"ہوں ہوں۔ بس میں یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ غار کس سمت ہیں میرا مطلب ہے گیری کوپ کا وہ بار کس طرف ہے؟"

"کیا تم نہیں جانتے۔ تم ہو کون۔؟" اس نے سوال کیا لیکن اس کے جواب میں پھر ایک تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا۔

"مجھے صرف جواب چاہیے۔" میں نے کہا۔ اور وہ بتانے لگی۔

"جلدی بتاؤ۔ میں نے پھنکارتی آواز میں کہا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور اس کا بدن دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ غالباً اسے یقین ہوگیا تھا کہ مجھے بتائے بغیر اس کی گلوخلاصی ممکن نہیں ہے۔ بہر طور وہ مجھے گیری کوپ کے بار کے بارے میں تفصیلات بتانے لگی اور میں اس کے چہرے سے اس کی سچائی کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم۔ تم گیری کوپ سے کس قدر قریب ہو۔؟ کیا تم اس کے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی کچھ جانتی ہو؟"

"نہیں۔"

"بکواس بالکل بکواس میں جانتا ہوں کہ تم۔ تم گیری کوپ سے کیا تعلق رکھتی ہو بلاوجہ یہاں نہیں آگھسا تھا تم سے بہت ساری معلومات کی توقع لے کر یہاں تک پہنچا تھا لیکن تم شاید زندگی ہی کھونا چاہتی ہو۔"

"نہیں نہیں، اب میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی لعنت ہے مجھ پر کہاں پھنس گئی۔ تم کون ہو۔؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"اگر میں تمھیں اپنا نام بتادوں تو کیا تم مجھے حقیقت حال سے آگاہ کرو گی۔"

"کوشش کروں گی۔"

"تو پھر سنو۔ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر اپنے ان الفاظ کا ردعمل دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ایک دم چونک پڑی تھی، اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار ابھر آئے۔

"تم۔ تم۔ تم نواز اصغر ہو۔"

"ہاں۔ جانتی ہو مجھے۔" اس نے گردن ہلادی تھی اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"تمھارے سلسلے میں ایک اہم میٹنگ ہونے والی ہے غالباً تم۔ تم۔"

"ٹھیک ہے یہ میٹنگ کہاں ہوگی؟"

"وہیں گیری کوپ کے بار میں، شاید ترلوکا بھی وہیں پہنچ جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ میں ذرا تمھارے اور ساتھیوں کو دیکھ لوں۔" میں نے کہا اور اس کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگادی۔ وہ اس ضرب کی متوقع نہیں تھی چنانچہ لہرا گئی میں نے اسے فرش پر گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا اور مسہری پر اچھالتا ہوا دروازے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا اب خاموشی سے یہاں سے نکل جانا تھا اگر یہ عورت گیری کوپ سے رابطہ قائم کرکے اسے میرے بارے میں بتاتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے ظاہر ہے ان لوگوں کو میرے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہیں۔ میں ان لوگوں کی تلاش میں جو اس عمارت میں موجود تھے یہاں وقت نہیں ضائع کرسکتا تھا البتہ ہال سے باہر نکلتے ہی دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آواز سنی اور میں سنبھل گیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ایک بار پھر میں گولیاں چلاؤں چنانچہ جو پہلا شخص میرے سامنے آیا اسٹین گن کی نال نے ایک گولی اگل دی اور اس کا بدن تڑپ کر فضا میں اچھلتا ہوا نیچے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے لوگ جو تھے وہ سنبھل گئے تھے چنانچہ انھوں نے مقابلہ شروع کردیا۔ تڑتڑ تڑ کی آواز کے ساتھ بہت سی گولیاں ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی اسٹین گن سے نکلیں اور چھت میں پیوست ہوگئیں لیکن وہ گولیاں چونکہ بدحواسی کے عالم میں چلائی گئی تھیں اس لیے ان سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا البتہ میرے دوسرے برسٹ نے ان سب کو خاموش کردیا تھا اندر موجود عورت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا اتنے لوگوں کو قتل کرچکا تھا تو پھر اس عورت کی زندگی بھی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ ہاں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا اب کم از کم اس طرف سے یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ مزید کوئی شخص مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کرے گا میں نے اس عورت پر جو کرنے کا ہاتھ لگایا تھا وہ ایک آخری کوشش تھی اور میرا خیال تھا وہ اس کوشش سے بیہوش ہوگئی ہے لیکن وہ بھی چالاک ہی معلوم ہوتی تھی جب میں اندر

پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک دم آنکھیں بند کر لی ہیں یقیناً مجھ سے چوک ہو گئی تھی میں اس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اسے اونچا کر لیا اور اس کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ نکل گئی اور میرے حلق سے قہقہہ۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم بے ہوش نہیں ہوئی ہو۔"

"باہر۔ باہر کیا ہو رہا تھا۔؟"

"ان سب سے نجات حاصل کی جا رہی تھی جو میرے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔"

"تت۔ تو۔ تو۔ تم نے ان سب کو مار دیا۔"

"ہاں۔ یہ ضروری تھا جان من اور اب تمہاری باری ہے۔"

"نہیں خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل کر کے تمہیں کیا مل جائے گا۔"

"ملے گا تو نہیں لیکن تمہاری زندگی سے مجھے بہت سے نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"وعدہ کرتی ہوں، وعدہ کرتی ہوں جیسا تم کہو گے ویسا ہی کروں گی تم مجھے ہلاک نہ کرو۔" اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"وعدہ کیا تم نے؟"

"ہاں۔"

"اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ راجہ نواز اصغر کو کس حد تک جانتی ہو۔"

"زیادہ نہیں جانتی بس ان لوگوں کی زبانی تمہارے چرچے سنے ہیں خاص طور سے گیری کوپ کی زبانی۔ گیری کوپ ایک مرتبہ تمہارا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو اور ترلوکا کو ایک بار شدید نقصان پہنچا چکے ہو اور دوبارہ اس کی راہ پر لگ گئے ہو۔ ترلوکا گیری کوپ کے ذریعے تم پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا بس یہ سنا ہے میں نے۔"

"تمہیں راجہ نواز اصغر اور ترلوکا کی دشمنی کی وجہ نہیں معلوم۔"

"نہیں مجھے کیا معلوم۔ میرا بھلا اس سے کیا تعلق؟"

"تو پھر زیب النساء کے بارے میں تمہیں ضرور معلوم ہو گا۔"

"یہ کون ہے؟"

"راجہ نواز اصغر کی بیوی۔؟"

"اوہ۔ میں میں اس کے بارے میں یقین کرو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"سوری لوڈ برڈ۔"

"میں زندگی سے موت کی طرف نہیں جانا چاہتی اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس وقت تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"

"لیکن میرے یہاں سے نکلنے کے بعد گیری کوپ کو اطلاع دینا تو تمہارا سب سے پہلا کام ہو گا۔"

"نہیں دوں گی۔"

"اس پر کیسے یقین کروں۔؟"

"تم یقین کر لو مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ اور میں نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا تو وہ اس طرح گڑگڑا رہی تھی کہ اس کی زندگی لینا اب مجھے اچھا نہیں معلوم ہو رہا تھا جو لوگ مقابلے پر آ جائیں انہیں ہلاک کرنا مشکل کام نہیں ہوتا لیکن جو گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگیں انہیں قتل کر دینا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے چنانچہ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے باہر نکل آیا۔

سردارے کو باہر میں نے مستعد پایا لیکن وہ کافی پریشان تھا مجھے دیکھ کر اس نے سکون کی گہری سانس لی اور بولا۔

"جانتا ہوں استاد۔ اتنے بوڑھے نہیں ہوئے ہو اس لیے مطمئن تھا ورنہ گولیوں کی آواز نے تو میرے حواس ہی خراب کر دیئے تھے اور خاص طور سے اسٹین گن کی گولیوں کی آواز نے۔"

"آؤ سردارے واپس چلیں۔"

"کام ہو گیا۔؟"

"کسی حد تک اب ہمیں گیری کوپ کے بار کی تلاش ہے یوں سمجھو کہ تقریباً ترلوکا تک پہنچ گئے۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی، ہمیں اب گیری کوپ کے بار کی تلاش تھی۔

سردارے نے مشورہ دیا کہ ہمیں کوئی نیا رُخ اختیار کر لینا چاہیے کیونکہ ان علاقوں میں ہم پر نگاہ رکھی جا رہی ہے

میں نے کئی بار سردارے سے کہا کہ وہ میرے معاملے میں اتنا زیادہ ملوث نہ ہو اس کی زندگی ایک مخصوص ڈگر پر آ چکی ہے اور اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ ہر لمحہ میرا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اپنے اہل خاندان کو چھوڑ کر کیوں یہاں آ گیا ہے۔ لیکن جواب میں سردارے کی وہی پیار بھری ڈانٹ سنائی دیتی تھی۔

"راجہ نواز اصغر کیا سردارے کو آتنا ذلیل سمجھ لیا ہے تم نے ارے ہم نے زندگی کا آدھا وقت ساتھ گزارا ہے تو بقیہ وقت کو ہم سے کون چھین سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود سردارے میں چاہتا ہوں کہ تم واپس چلے جاؤ۔"

"نہیں جائیں گے تو تیری بھابھی کیسے کر اہی جائیں گے۔"

سردارے نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم نے حلیہ تبدیل کر لیا اور ہپیوں کا حلیہ اختیار کرنے کے لیے کسی خاص چیز کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ہم آوارہ گردی کرتے رہے ادھر اُدھر بھٹکتے رہے، کبھی کبھی آوارہ گردوں سے کسی سے معلومات حاصل کر لی جاتی تھیں یہاں

تک کہ ایک دن ہم ایک ایسے پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئے جس کے اطراف میں خیموں کا ایک شہر آباد تھا یہیں پر لکڑی کی عمارتیں بھی بنی ہوئی تھیں بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی عمارتیں جہاں سے آوارہ گردوں کو منشیات سپلائی ہوتی تھی اور پھر خیموں کی اس بستی میں ہمیں ایک جگہ گیری کوپ لکھا ہوا نظر آ گیا۔ ایک بہت بڑے پہاڑی ٹیلے کے دامن میں لکڑی کی ایک خوبصورت عمارت بنی ہوئی تھی جس کا سامنے کا حصہ ہی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ باقی شاید غاروں کے اندر واقع تھا ہم آوارہ گردوں کے روپ میں اس عمارت سے تھوڑے ہی فاصلے پر فروکش ہو گئے۔ یہاں کسی آوارہ گرد کو قیام کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی بس کرنسی ہونی چاہیے ہر چیز دستیاب تھی چنانچہ ہم بھی یہاں سکون کے لمحات گزارتے رہے۔ اس دوران میں اور سردارے گیری کوپ کے اس شراب خانے یا منشیات خانے کا جائزہ لیتے رہے۔ یہاں سے بڑی بڑی سپلائی ہوتی تھی ہر وقت آوارہ گردوں کے لیے منشیات مل جاتی تھی۔ اور اس سلسلے میں بے شمار کاؤنٹر بنے ہوئے تھے ہم نے مخصوص قسم کے گیروا لباس میں ترلوکا کے خاص آدمیوں کو بھی یہاں دیکھا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ یہ مرید ایک پہاڑی غار کے دہانے میں جاتے تھے اور یہی دہانہ ترلوکا کا مسکن تھا گویا اب ہم ترلوکا کی شہ رگ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سردارے نے ایک دن مجھ سے کہا۔

"چیف یہ جو خاص قسم کے مرید ہوتے ہیں۔ یہ با آسانی غار میں داخل ہو جاتے ہیں اور میں نے ایسے دو مریدوں کو تاکا ہے جو بہت ہی محترم اور معتبر سمجھے جاتے ہیں وہ جدھر سے بھی گزرتے ہیں لوگ ان کے احترام میں جُھک جاتے ہیں تمہارے خیال میں کیا یہ ترلوکا کے خاص جانشین نہیں ہیں۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔؟"

"تو پھر آج شام کو غور کرنا میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں گا۔ آؤ ذرا بڑے دہانے کے پاس تھوڑا سا وقت گزاریں۔ میں سردارے کے ساتھ چل پڑا اور پھر میں نے بھی ان دونوں مریدوں کو دیکھا لمبی داڑھیوں والے مخصوص قسم کے لوگ تھے لیکن جس چیز نے مجھے ان کی طرف متوجہ کیا وہ ان کا قد و قامت اور جسامت تھی سردارے شاید انہی لائنوں پر سوچ رہا تھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں چیف۔ دونوں اپنے ہی بھائی بند معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تمہاری طرح اور ایک میری طرح۔"

"لیکن سردارے؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں چیف آج رات کو یہ کام کرنا ہے۔"

"اور میک اپ کا سامان۔"

"وہ تم سردارے سے حاصل کر لینا ایسی کیا بات ہے۔؟"

"مگر یہاں۔"

"سردارے بہت کچھ کر سکتا ہے چیف آج بھی وہ اتنا ہی جادوگر ہے جتنا کبھی پہلے تھا۔"

"اگر تم نے ایسا کر لیا تو مجھے تعجب ہو گا۔"

"بالکل تعجب نہیں ہو گا چیف۔ میں سارے انتظامات کر لوں گا تم بالکل بے فکر رہو۔" میں نے سردارے پر اعتبار کیا اور اس رات سردارے تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے پاس پہنچ گیا اس سے پہلے وہ غائب رہا تھا۔

"چیف۔ آ جاؤ ایک بڑا شاندار موقعہ مل گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ دونوں بے وقوف یہاں سے کافی فاصلے پر ایک چٹان پر بیٹھے غالباً تپسیا کر رہے تھے غالباً اپنی اہمیت جتانا چاہتے ہوں گے لیکن دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس چٹان کے آس پاس ایسی خاصی گنجائش موجود ہے جہاں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میں سمجھ گیا کیا وہاں آوارہ گردوں کے گروہ نہیں ہیں۔"

"دنیا کو تیاگ دینے والے دنیا سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں وہ سنسان جگہ کا انتخاب کرتے ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ لوگ اس سنسان جگہ پر بھی انہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں" سردارے کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے چلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ سردارے واقعی کام کا آدمی تھا اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی مجھے پہلے بھی اس کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل تھیں اس نے جس سلسلے میں بھی قدم اُٹھایا تھا اس میں کامیابی ضرور حاصل کی تھی میں اس کی ذہانت کا دل سے قائل تھا ہم یہ طویل سفر طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ہم چٹان پر بیٹھے ہوئے ان دونوں مریدوں کو دیکھ سکتے تھے صورت حال واقعی شاندار تھی سردارے نے اپنی جیب سے رسی کا ایک لچھا نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ ہونا یہ چاہیے کہ رسہ بالکل ان کی گردن میں فٹ ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ارے چیف کیا تم ایک پھندہ نہیں ڈال سکتے ان کی گردن میں۔"

"مگر۔ مگر۔"

"پھندہ بالکل فٹ آنا چاہیے اور اس کے بعد ہم انہیں نیچے

کھینچ لیں گے۔ اس طرح یہ براہِ راست آسمان میں پرواز کر جائیں گے۔"
"خطرناک کام ہے اگر وہ ہوشیار ہو گئے تو۔؟"
"تو اس کے بعد بھی دیکھ لیا جائے گا چیف۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔؟"
"مگر دونوں کو ایک ساتھ کیسے۔؟"
"ایک رسی میرے پاس ہے۔" سردارے نے رسی کا ایک لچھا اپنی جیب سے نکال کر دکھایا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ سردارے کا ہر کام مکمل ہوتا تھا اپنے ساتھ وہ ایک کٹ بیگ بھی لایا تھا جس میں یقینی طور پر میرے اندازے کے مطابق میک اپ کا سامان ہوگا۔

میں نے پھندہ تیار کیا اور اس کے بعد ہم دونوں بڑی ہی احتیاط سے یہ پھندہ ان کی گردن کی طرف پھینکنے کے لیے تیار ہو گئے میں نے پھندا اچھالا اور ان میں سے ایک مرید کی گردن میرے پھندے میں آ گئی دوسرے لمحے میں نے ایک جھٹکا مارا اور وہ نیچے آ رہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سردارے نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔ دونوں کے بدن بھد سے نیچے گرے تھے۔ گردن کے پھندے کچھ زیادہ ہی سخت ہو گئے تھے۔ یا پھر ہمارے کھینچنے میں گڑبڑ ہو گئی تھی کیونکہ نیچے گرنے کے بعد ان کے جسموں نے حرکت نہیں کی تھی ہم نے انہیں ٹٹول کر دیکھا تو وہ دونوں مر چکے تھے ان کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔

"ارے ترلوکا کے مرید اور اتنے کچے، مر گئے چیف یہ دونوں۔"
"ہاں شاید۔" میں نے پھسپھسی آواز میں کہا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔
"کیوں باس۔ کیا میرے اس منصوبے سے تم متفق نہیں ہو۔"
"نہیں سردارے۔ بس ایسے ہی پتہ نہیں کیوں ان کی موت ذہن پر بوجھ بنی ہے۔"
"نہیں چیف یہ کرشنا ہرے راما تحریک کے متوالی پیارے رنگے سیار ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں ان کی موت پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔ اب آؤ جلدی سے ذرا ان کے لباس وغیرہ دیکھ لیں۔"
"لیکن ان کی لاشوں وغیرہ کا کیا کرو گے؟"
"انتظام کر لیا ہے چیف۔ وہ دیکھو اس گہری کھائی کو دیکھ رہے ہو اس میں بڑے بڑے پتھر بھی پڑے ہوئے ہیں اس کھائی کی طرف کوئی رخ بھی نہیں کرتا، میرا خیال ہے اگر ہم ان لاشوں کو اس کھائی میں اچھال دیں تو۔"
"مگر۔ مگر۔"
"مگر کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔" سردارے نے کہا اور جیب سے ایک استرا نکال لیا۔ اس نے ان دونوں کی داڑھی مونچھیں اور بھنویں مونڈ دی تھیں اس کے بعد ان کے لباس وغیرہ اتار لیے گئے۔ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ہم یہاں مصروف رہے تھے میک اپ کرنے کے لیے بھی سردارے نے سارے انتظامات کر لیے تھے۔ اس میک اپ کٹ میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو میرے لیے ناقابلِ یقین تھیں۔ پتہ نہیں یہ سب اس نے کہاں سے حاصل کی تھیں۔

بہرطور ہم وہاں سے واپس پلٹے تو ہماری تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی تھیں اور اب ہمیں ان غاروں میں داخل ہونا تھا جو ترلوکا کے غار تھے۔ سردارے نے غار میں داخل ہونے کے بعد مجھ سے کہا۔

"چیف۔ میرے خیال میں ہم دونوں کو اپنے اپنے طور پر کام کرنا چاہیے مقصد پہلا تو یہ ہے کہ زیبی بھابھی کی تلاش اور دوسرا یہ ہے کہ ترلوکا کے مشاغل پر نگاہ رکھنا۔ تو میرا اپنا خیال ہے کہ پہلے زیبی بھابھی کو تلاش کر لیا جائے اور ہم دونوں اس سلسلے میں جتنا بھی وقت صرف کر سکتے ہیں کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں اور سردارے رخصت ہو گئے۔ رخصت ہوتے وقت ہم نے ایک مخصوص جگہ ملنے کا پروگرام بنایا لیکن کام ہونے کے بعد اس سے پہلے ہم انہی غاروں میں مل سکتے تھے اور اپنا اپنا کام دوبارہ شروع کر سکتے تھے۔ ابھی ترلوکا سے مڈبھیڑ کرنا مقصود نہیں تھا۔

میں نے سردارے سے الگ ہونے کے بعد اس عظیم الشان پہاڑی غاروں کے سلسلے کو دیکھا ایک پوری دنیا آباد تھی یہاں چھوٹے چھوٹے غاروں میں لوگ فروکش تھے۔ یہ سب عابد و زاہد اور ہر وقت عبادت کرتے رہتے تھے ہر ملک اور ہر قوم کے لوگ تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ترلوکا نے یہ جال کس طرح اور کتنا وسیع پھیلایا ہوا ہے۔ میں ان غاروں میں لڑکیوں کو بھی دیکھ گیا تھا حسین لڑکیاں دیوداسیوں کے لباسوں میں ادھر سے ادھر گھومتی پھرتی تھیں اور مجھے ان کے چہروں پر تقدس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا ترلوکا کی شخصیت کے بارے میں مجھے پہلے بھی اندازہ ہو چکا تھا اور زیبی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کتنا اوباش فطرتِ انسان ہے۔

دنیا کا بہترین حسن اس نے یہاں جمع کر رکھا تھا۔ بڑی عجیب و غریب صورتِ حال تھی۔ میں ان کے درمیان زیبی کو تلاش کرتا رہا پہلا دن گزر گیا رات گزر گئی دوسرے دن تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس دوران نہ تو کسی نے میری طرف توجہ دی تھی اور نہ مجھے کوئی ایسی الجھن پیش آئی تھی، کھانے پینے کا انتظام یہیں ہو جاتا تھا کوئی بھی شخص کسی بھی جگہ ہوتا چاندی کے تھال اس کے سامنے آ جاتے جن میں کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوتی تھیں۔ اور وہ کہیں بھی بیٹھ کر کھانا کھا سکتا تھا۔ میں نے اپنے جیسے بے شمار لوگوں کو غار میں دیکھا تھا یہ سب نمایاں حیثیت کے حامل تھے لیکن ابھی تک مجھے زیبی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ میری آنکھیں ایک ایک دیوداسی میں اسے تلاش کرتی تھیں ایک ایک غار میں، میں نے اسے ڈھونڈا تھا لیکن مجھے اس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا۔

بڑی عجیب و غریب کیفیت پیش آ گئی سردارے سے اس دوران ذرا بھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی، حالانکہ میں اس کے لیے فکرمند تھا لیکن غاروں کی اس وسیع و عریض دنیا میں کسی ایک آدمی کو تلاش کر لینا ناممکن تھا سوائے اس کے کہ ہم غاروں سے باہر نکلنے کے بعد ہی ایک دوسرے سے ملاقات کرتے، چنانچہ دوسرا دن گزارنے کے بعد میں اس رات کو غار سے باہر نکلا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سردارے سے ملاقات کا مسئلہ طے ہوا تھا لیکن سردارے یہاں موجود نہیں تھا تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد میں واپس پلٹ رہا تھا کہ سردارے میرے قریب پہنچ گیا۔

"اوہ۔ یوں سمجھو کہ دل کی کشش ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے۔ کیا رہا استاد۔ کوئی پتہ چل سکا۔"
"نہیں سردارے۔ بالکل نہیں۔"
"استاد تم یقین کرو میں خود بھی بڑی کوششیں کی ہیں لیکن ابھی تک سراغ نہیں مل سکا ویسے میرا خیال ہے ممکن ہے میں کچھ کامیابی حاصل کر لوں۔"
"وہ کیسے سردارے؟"
"بس چیف۔ ایک چکر چلایا ہے۔؟"
"کیا۔؟"
"تم نے غاروں میں ہونے والی حرکتیں دیکھی ہیں۔"
"نہیں۔"
"توبہ توبہ انسانیت کانپ اٹھتی ہے ان تمام چیزوں پر ایسے ایسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں چیف کہ بتا نہیں سکتا۔"
"تعجب ہے۔" میں نے نہیں دیکھا۔
"تم شریف آدمی ہو۔" سردارے بولا۔
"خیر چھوڑو ان باتوں کو ترلوکا کے بارے میں یہ باتیں تو ہم پہلے بھی جانتے تھے لیکن تم نے کیا کوشش کی ہے۔؟"
"چیف۔ ایک دیوداسی میری معتقد بن گئی ہے۔ ویسے میرا نام پرتھورا ہے اور تمہارا نام۔"
"مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔"
"خیر مجھے پرتھورا کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے اور دیوداسی ترلوکا کی خاص داسیوں میں سے ہے۔ میرا خیال ہے آج رات میں اس سے زیبی بھابھی کے معاملے میں تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل کروں۔"

"اوہ۔ میں شدت سے اس بات کا انتظار کر رہا ہوں سردارے۔"
"بات اصل یہ ہے چیف کہ تم یہ سارے کام نہیں کر سکتے ہو اب اس دیوداسی سے اس کے منہ کی بات ویسے ہی تو نہیں اگلوائی جا سکتی۔" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔
"پلیز سردارے۔ مذاق مت کرو۔ میں اس وقت بالکل بھی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا اور سردارے سنجیدہ ہو گیا۔
"چیف میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ زندگی میں پتہ نہیں کیا کیا مراحل آتے ہیں سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو تھکا ہوا محسوس نہ کرے تم لڑ رہے ہو چیف لڑتے رہو اور اپنا مقصد حاصل کیے بغیر دم نہ لو یہ تھکا تھکا سا لہجہ اکتاہٹ کا نشان ہوتا ہے اگر ابھی سے تم اکتاہٹ سوار ہو گئی تم پر تو پھر زیبی بھابھی کے حصول کے لیے تم کچھ نہیں کر سکو گے میں خاموشی سے سردارے کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔
"ٹھیک ہے سردارے تم اپنا کام جاری رکھو میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔"
"فکر مت کرو چیف۔ بس اب تم جاؤ۔ ہم ایک ایک کرکے پھر ان غاروں میں داخل ہو گئے۔ یہاں ہمارے داخلے پر کوئی پابندی نہیں تھی یہیں کسی ایک جگہ رکے رہنا بھی ضروری نہیں تھا جن غاروں میں جانا چاہتے جا سکتے تھے۔ میں اپنی ان کاوشوں میں مصروف رہا وہ رات بھی گزر گئی اور پھر دوسرا دن بھی۔ اس وقت شام کے تقریباً سات بجے تھے۔ غاروں میں مشعلیں روشن ہو گئی تھیں کسی خاص طریقے سے یہ مشعلیں بنائی جاتی تھیں چونکہ نہ تو ان میں دھواں تھا اور نہ کوئی ایسی بدبو جو چربی وغیرہ جلنے سے پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ روشنی بھی تیز تھی۔

ترلوکا نے یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے بڑی محنت کی تھی، اس کے سارے انتظامات میں دیکھ رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کمبخت نے اپنی ایک باقاعدہ حکومت قائم کر لی ہو تعجب کی بات یہ تھی کہ امریکہ جیسے جدید ملک میں اس قسم کی کوئی تنظیم کام کر رہی تھی اور ترلوکا ویسے بھی امریکی حکام کی نگاہوں میں آ چکا تھا لیکن اس کے باوجود کیلی لاس کی ان پہاڑیوں میں آوارہ گردوں کی اس کارروائیوں کو تشویش کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا بلکہ ان کے لیے خاص مراعات موجود تھیں پتہ نہیں یہ سب کچھ کیوں تھا۔

بہرطور سات یا سوا سات بجے کا وقت ہوگا کہ دفعتاً ایک

بہت بڑے غار ہیں، میں نے ترلوکا کو دیکھا، ہاں اس منحوس شخصیت کو جسے میں اچھی طرح پہچانتا تھا جس سے ایک بار میری مڈبھیڑ بھی ہو چکی تھی جو بے پناہ مغرور بھی تھا اس وقت بھی ترلوکا اپنے چند مریدوں میں گھرا ہوا غار میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے مرید اس سے کچھ کہہ رہے تھے میں نے ایک لمحے کے لیے سنسنی سی محسوس کی، ترلوکا کے اتنے قریب پہنچ جانے کے بعد میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ پا رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی تک کسی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ میں کس حیثیت سے کس جگہ موجود ہوں ترلوکا کی روشن آنکھوں میں پتہ نہیں کیا کیفیت تھی اس کے مرید اس کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کہیں ترلوکا کی آنکھوں میں ہپناٹزم کی قوت نہ ہو اگر ایسا ہے تو میری صورتحال بھی خراب ہو سکتی ہے چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ترلوکا کی آنکھوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔

ترلوکا اپنے ساتھیوں کے اجتماع میں بیٹھا ہوا کچھ گفتگو کر رہا تھا اور وہ سب گردن جھکائے اس کی باتیں سن رہے تھے پھر ترلوکا نے آخری الفاظ کہے۔

"میں جاؤں گا میں دیکھوں گا اور میں پتہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ اصل صورتِ حال کیا ہے۔" یہ الفاظ میں نے بخوبی سنے تھے وہ کہیں جانے کا پروگرام بنا رہا ہے اس کے بعد ترلوکا پر نگاہ رکھنا ضروری تھا میں غار کے سامنے سے گزرا تو دفعتاً ترلوکا نے اپنے ایک مرید سے کچھ کہا اور مرید باہر نکل آیا۔

"مسٹر شیفو۔ شیفو۔" اس نے آواز دی اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا چنانچہ میں سمجھ گیا کہ یہ مجھے ہی مخاطب کیا جا رہا ہے چنانچہ میں گردن جھکا کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"عظیم ترلوکا آپ کو طلب کرتا ہے۔" اس نے پھر کہا۔ اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی لیکن میں نے وہاں سے ہٹنے میں دیر نہیں لگائی تھی، ترلوکا کے سامنے پہنچ کر میں اسی طرح تعظیم کے لیے جھکا جیسے دوسرے لوگ جھکتے تھے۔ ترلوکا نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اس نے آہستہ سے کہا۔

"شیفو۔ کل شام کو سورج چھپنے سے پہلے تمہارے میرے ساتھ کہیں چلنا ہے میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے اس انداز میں گردن خم کی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"بس یہی کہنا تھا تم سے۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سنسنی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔

لیکن بے چینی میرے وجود پر پوری طرح مسلط تھی، ترلوکا مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ ویسے مجھے اب پہلی بار اپنا نام معلوم ہوا تھا میرا نام شیفو تھا۔ بہر طور کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ترلوکا کے ساتھ جانے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن کچھ ہوا بھی تو نہیں تھا ترلوکا اگر جا رہا ہے تو کیا اس کی غیر موجودگی میں زیبی کو تلاش کرنے میں کچھ آسانی ہو سکتی ہے۔ اب مجھے بے چینی سے سردارے کا انتظار تھا۔

سردارے دوسرے دن ہی مجھ سے مل سکا کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار نظر آ رہا تھا۔ ویسے ہم اس جگہ نہیں ملے تھے جہاں ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا بلکہ سردارے کو تلاش کرنے کی کوشش کارآمد ہو گئی تھی اور وہ مجھے نظر آ گیا تھا، میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک پہنچ گیا پھر ہم دونوں ٹہلتے ہوئے غاروں سے باہر نکل آئے۔ یہ کوئی نئی اجنبی بات نہیں تھی، پہلے بھی ہم نے ان دونوں کو غار سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا، سردارے سے میں نے کہا۔

"یہ شکر ہے سردارے کہ ابھی تک ان دونوں کی لاشیں دستیاب نہیں ہوئیں۔ ورنہ پول کھل جاتی۔"

"چیف بڑی عجیب خبر ہے۔" سردارے نے کہا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میرا دل دھڑکنے لگا تھا سردارے کے چہرے پر ایسی ہی سنجیدگی طاری تھی، نجانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے بمشکل تمام میں نے پوچھا۔

"کیا خبر ہے سردارے۔"

"چیف زیبی بھابھی یہاں نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں وہ ان غاروں میں نہیں ہیں، میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں ایک چکر چلا رہا ہوں، ممکن ہے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے، مجھے کامیابی حاصل ہوئی ہے چیف۔ مگر اچھی خبر کے ساتھ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جس لڑکی کو میں نے اپنے جال میں پھانسا ہے اس کا کہنا ہے کہ زیبی کافی دن تک ترلوکا کے ساتھ رہی ترلوکا ہپناٹزم کا ماہر ہے، اس نے زیبی کو اپنی مخصوص تعلیمات دینا شروع کر دیں، وہ اپنے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ رکھتا تھا، مجھے اس لڑکی نے بتایا کہ ترلوکا کی بہت سی داسیاں دنیا کے مختلف حصوں میں ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے سلسلے میں کام کرتی ہیں اور مختلف طریقے سے لوگوں کو اس تحریک کی طرف راغب کرتی ہیں، ایک عجیب جال ہے چیف اس آدمی کا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کم بخت کیا چکر چلائے ہوئے ہے۔"

"تو پھر سردارے آگے کہو۔"

"کچھ عرصے پہلے زیبی بھابھی کو ایشیا بھیجا گیا ہے وہ ایشیا کے کون سے ملک میں ہیں اس کے بارے میں تو صحیح تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں، لیکن یہ ضرور سنا گیا ہے کہ وہ تھائی لینڈ کی طرف گئی ہیں، یہ بھی نہیں اندازہ ہو سکا کہ وہ تھائی لینڈ میں ہی ہیں یا وہاں سے بھی کہیں آگے روانہ کر دی گئی ہیں۔"

"سردارے کیا اس لڑکی نے تم سے سچ کہا ہے۔"

"ہاں چیف، اس میں کوئی شک نہیں ہے، مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر۔" میں نے رندھی آواز میں کہا۔

"خود پر قابو رکھو چیف، میں ایک بات پر ایمان رکھتا ہوں، زیبی بھابھی ہمیں ضرور مل جائیں گی اور ہم انہیں ضرور حاصل کر لیں گے۔"

"مگر اب۔ اب کیا کیا جائے۔" یہ تو بڑی پریشانی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔!

"میں ابھی یہاں سے جاؤں گا نہیں چیف۔ بلکہ مختلف ذرائع سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ زیبی بھابھی کو بھیجا کہاں گیا ہے اور پھر وہاں چل کر ہم انہیں حاصل کر لیں گے۔"

میں خاموش رہا، سردارے کی اس بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، نجانے کیوں میرا دل کہہ رہا تھا کہ اب زیبی کا حصول میرے لیے ممکن نہیں رہا ہے، لیکن پھر ایک خیال میرے ذہن میں ابھرا کہ ترلوکا مجھے کہیں لے جا رہا ہے، اگر کوئی ایسا موقع مل جائے جہاں وہ میرے ہاتھ لگ سکے، تو پھر۔ تو پھر۔ اور میرے ذہن میں ایک خوفناک منصوبہ جنم لینے لگا لیکن اس منصوبے سے سردارے کو آگاہ کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ خود بھی میرے ساتھ لگنے کی کوشش کرے گا اور میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا، چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

سردارے کافی دیر تک مجھے سمجھاتا رہا تھا وہ میری ذہنی کیفیت سے واقف نہیں تھا، ایک مخلص دوست کی طرح اس نے مجھے بہت سے مشورے، بہت سی ہدایتیں دیں اور پھر مجھ سے رخصت ہو گیا۔

مجھے اب شام ہونے کا انتظار تھا جب مجھ سے کہا گیا تھا کہ مجھے ترلوکا کے ساتھ کہیں چلنا ہے۔ میں نے اس دوران اپنی تیاریاں جاری رکھی تھیں اور ان تیاریوں کے تحت اس وقت میرے پاس بہترین اسلحہ موجود تھا میرے لباس میں ایک آٹومیٹک پستول چھپا ہوا تھا جس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں اس کے ساتھ ساتھ ہی میں دو پتلے خنجر بھی حاصل کر چکا تھا۔ میں ترلوکا پر جال ڈالنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔

شام کو مقررہ وقت پر میں ترلوکا کے پاس پہنچ گیا، وہ اپنے مریدوں میں بدستور گھرا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور ایک سمت بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ اپنے آدمیوں سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد وہ لوگ ایک ایک کرکے وہاں سے باہر نکل گئے۔

اب ترلوکا کے پاس صرف میں رہ گیا تھا۔ اس نے کہا۔

"شیفو ایک اہم مسئلے میں ہمیں یہاں سے کچھ فاصلے پر جانا ہے تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"عظیم ترلوکا کا حکم۔" میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا اور گردن خم کر دی۔ ترلوکا کو میری آواز پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔

مزید پندرہ منٹ گزارنے کے بعد ہم اس غار سے نکل آئے ترلوکا میرے ساتھ ساتھ آگے چل رہا تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھا ترلوکا نے باہر جانے کے لیے وہ راستہ استعمال نہیں کیا تھا جو غار کے دہانے سے باہر نکلتا تھا بلکہ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد وہ ایک سرنگ میں داخل ہو گیا تھا۔

میں اس کے قدموں کی آواز پر اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا سرنگ تاریک تھی، راستہ میں ترلوکا نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی یہ ایسا موقع تھا کہ اگر میں چاہتا تو ترلوکا کو اس سرنگ میں ہی ٹھکانے لگا سکتا تھا، لیکن یہ اس کا علاقہ تھا اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس سرنگ کے اثرات کیا ہیں، اگر میں ایسی کوئی کوشش کرتا تو پھر یہاں سے نکلنا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہوتا، چنانچہ میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں دہانہ نظر آیا، ترلوکا اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں طے کرنے لگا تھا، جب وہ باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ یہ ان پہاڑوں کا دوسرا رخ تھا جن میں یہ غار بنے ہوئے تھے کم بخت نے نہ جانے کون کون سے جال بچھا رکھے ہیں۔ اس وقت وہ کہاں جا رہا تھا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، میں تو بس اپنی دھن میں اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ مزید کچھ دور چلنے کے بعد رک گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گول سا میدان نظر آ رہا تھا، جو پہاڑوں کے درمیان بنا ہوا تھا اور اس میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹر دیکھ کر گہری سانس لی، یقینی طور پر ترلوکا اس ہیلی کاپٹر سے ہی سفر کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے یہ سفر کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے اور میں اسی جگہ اس سے نمٹنے کی کوشش کروں، جہاں وہ جا رہا ہے، یا پھر کسی ایسی مناسب جگہ جو کم از کم یہاں سے دور ہو اور ترلوکا کو اس جگہ کوئی مدد نہ مل سکے۔

ہیلی کاپٹر کے قریب ہی اس کا پائلٹ کھڑا ہوا تھا، یہ ایک سفید فام اور چھوٹے قد کا آدمی تھا، وہ ترلوکا کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آیا، اس نے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور ترلوکا اندر بیٹھ گیا اس کے بعد اس کے اشارے پر میں اس کے نزدیک ہی جا بیٹھا۔

ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کے دروازے بند کر دیئے اور پھر اس کی مشین اسٹارٹ ہو گئی، چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں

بلند ہو رہا تھا، وہ ایک مخصوص سمت اختیار کرکے چل پڑا۔ میری نگاہیں نیچے بھٹک رہی تھیں، تاحدِ نگاہ خیمے پھیلے ہوئے تھے اور خیموں کے دوسری جانب پہاڑی سلسلے تھے، کہیں کہیں جنگل بھی نظر آ رہے تھے پھر ہم تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر طے کرکے ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں تھوڑے فاصلے پر مکانات وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ غالباً امریکا کا کوئی عظیم الشان شہر تھا کیونکہ ان مکانات سے ہٹ کر اونچی اونچی بلڈنگیں بھی نظر آ رہی تھیں، لیکن کونسی جگہ تھی اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہیلی کاپٹر یہاں بھی رکنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور یقینی طور پر وہ اس شہر سے گزر جائے گا، لیکن آبادی ابھی کافی دور تھی اور اس طرف چٹیل میدان پھیلا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں دیوانوں کی طرح اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میرے ہاتھ احتیاط سے اپنے لباس کی جانب بڑھے اور میں نے پستول نکال لیا۔ اس دوران انتہائی احتیاط سے میں ترلوکا کے بدن کو ٹٹول کر دیکھ چکا تھا کہ اس کے لباس میں کوئی چیز چھپی ہوئی تو نہیں ہے، لیکن اس کی جو سمت میرے پاس تھی اس کا ہی میں جائزہ لے چکا تھا، دوسری سمت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا ممکن ہے بغلی ہولسٹر میں کوئی ایسی چیز موجود ہو۔

جب پستول مضبوطی سے میرے ہاتھ میں آ گیا تو میں تھوڑا سا پیچھے کھسکا اور اس کے بعد میں نے انتہائی خوفناک آواز میں کہا۔

"پائلٹ ہیلی کاپٹر یہیں اسی جگہ نیچے اتار لو ورنہ میں اس کا انتظار نہیں کروں گا کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی سے میں بھی زندگی سے جاؤں گا۔"

پائلٹ نے غالباً میری بات نہیں سنی، لیکن ترلوکا تعجب سے اچھل پڑا تھا، اس نے میری طرف گھور کر دیکھا لیکن میں نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"ہاں ترلوکا یہ پستول بھرا ہوا ہے، نہیں تم اپنے دونوں ہاتھ سامنے رکھو، میں اس کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں اتار دوں گا صرف ایک گولی باقی رکھوں گا جو اس پائلٹ کے لیے ہوگی۔"

"شیفو کیا تو پاگل ہو گیا ہے، میری طرف دیکھو۔"

"نہیں ترلوکا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ پائلٹ سے ہیلی کاپٹر نیچے اتارنے کے لیے کہو۔"

"نہیں، میں اسے یہ حکم نہیں دوں گا۔" میں نے پستول ایک سائڈ کرکے اپنا وہ لمبا چاقو نکال لیا جو میں نے اپنے لباس میں محفوظ رکھا تھا، ترلوکا نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میں نے چاقو کی نوک اس کی کمر پر رکھ دی۔

"یہ چاقو بڑے آرام کے ساتھ تمہاری پسلیوں کے پار ہو سکتا ہے۔"

"کیا تو پاگل ہو گیا ہے شیفو، مجھے بتا تجھے ہو کیا گیا۔ تو میری طرف تو دیکھ۔"

"ترلوکا مجھے تیری آنکھوں سے اچھی طرح واقفیت حاصل ہے، نیچے اتر اس کے بعد میں تجھے ساری تفصیلات بتا دوں گا اور اگر تو نے ذرا سا بھی تساہل سے کام لیا تو اب تیری زندگی ممکن نہیں رہے گی میرا مقصد صرف تیری موت ہے۔" میں نے چاقو کا آنا دیا، ڈالا کہ وہ نوکیلا آدھا انچ ترلوکا کی پسلیوں میں اتر گیا اور اس نے کرب زدہ انداز میں پائلٹ کو مخاطب کیا۔

"ہیلی کاپٹر نیچے اتار دو نیچے، یہیں اسی جگہ۔" ترلوکا نے کرب زدہ لہجے میں اسے حکم دیا اور پائلٹ نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے ہیلی کاپٹر نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر ایک ایسی جگہ رک گیا جہاں ایک تیز رفتار نالہ نظر آ رہا تھا، نالے کی چوڑائی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اس کے بہنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ اطراف کا علاقہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ غالباً یہ شہر سے کافی فاصلے کی جگہ تھی، اس لیے یہاں کوئی موجود نہیں تھا ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گیا لیکن اس کی مشین اب بھی چل رہی تھی۔ میں نے پائلٹ کو حکم دیا کہ وہ مشین بند کر دے اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کا رخ اس کی کھوپڑی کی طرف کر دیا تھا۔ پائلٹ نے بوکھلا کر مشین بند کر دی۔ ترلوکا کے بدن کے اس حصے سے خون بہہ رہا تھا جہاں میں نے چاقو کی نوک گھسیڑی تھی اور وہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا، پھر اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا اس کے ساتھ ہی پستول کے اشارے پر پائلٹ بھی نیچے اتر گیا تھا، لیکن میں نے پائلٹ کا خطرہ مول نہیں لیا اور نیچے اترتے ہی اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ پائلٹ کے بھیجے کے چیتھڑے اڑ گئے تھے میری اس حرکت نے ترلوکا کو کسی قدر بدحواس کر دیا تھا اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں، لیکن میں نے ان آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نگاہیں جھکائے کھڑا رہا تھا، حالانکہ اس کی ایک ایک جنبش میری نگاہ میں تھی۔ خاص طور سے اس کے ہاتھوں کا عمل

پھر جب اس نے اپنا ایک ہاتھ بائیں سمت بڑھانے کی کوشش کی تو میں نے پستول سے ایک اور گولی داغ دی جس سے اس کے پاؤں کا انگوٹھا شدید زخمی ہو گیا۔

"ترلوکا میں اپنے بدن پر ہزار آنکھیں رکھتا ہوں، سمجھا، اس چٹان پر بیٹھ جا، اس کے بعد میرے اور تیرے درمیان گفتگو ہوگی اور سن، اگر ذرا بھی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی، تو ابھی اس پستول میں

کافی گولیاں باقی ہیں۔"

"کون ہے تو، کیا چاہتا ہے، تو شیفو نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں میں شیفو نہیں ہوں، میں تیرا پرانا دوست ہوں ترلوکا، جس کے لیے تو نے اپنی ساری قوت صرف کر دی تھی، مجھے پہچان ترلوکا میں نواز ہوں، راجہ نواز اصغر۔"

ترلوکا کے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری پیدا ہوئی تھی اور پھر وہ ساکت ہو گیا تھا، میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی اور اس کی بائیں سمت کا جائزہ لینے لگا، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اس کے اس طرف بھی کوئی ہتھیار وغیرہ موجود نہیں تھا، وہ جس قسم کا لباس پہنے ہوئے تھا اس میں ہتھیار چھپانے کی کوئی خاص گنجائش نہیں تھی اور اگر کوئی چیز ہوتی تو فوراً ہی سامنے آ جاتی جب میں نے اس کی تلاشی لے لی تو مجھے اطمینان ہو گیا۔ اب وہ کوئی فوری کارروائی کرنے سے قاصر تھا، ہاں اگر اس کے پاس ہتھیار تھا تو صرف ایک اور وہ تھیں اس کی آنکھیں۔ جن سے میں اب تک بچتا رہا تھا۔

ترلوکا میری ہدایت کے مطابق پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پہچان لیا ہوگا تو نے مجھے ترلوکا۔ اپنے قدیم دشمن راجہ نواز اصغر کو اچھی طرح پہچان لیا ہوگا۔ کیا تجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں ایک بار تیرے قدم کاٹ چکا ہوں دوسری بار تو نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کیوں کی۔"؟

"راجہ نواز اصغر اس وقتی کامیابی پر احمق مت بن تو ہر لمحہ میرے رحم و کرم پر تھا، جس وقت بھی چاہتا تیری روح قبض کر لیتا اور تجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ موت کے فرشتے کہاں سے آئے۔ لیکن میں تجھے تیری اوقات کا احساس دلانا چاہتا تھا، ایک احمقانہ کامیابی پر خوش ہو کر تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ترلوکا کو شکست ہو گئی، کیا تجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ترلوکا کے قدم اس زمین کے ایک ایک گوشہ میں جمے ہوئے ہیں، کہاں کہاں سے تو ان قدموں کو اکھاڑ سکتا تھا۔"

"ترلوکا تو نے دیکھ لیا۔ میں نے تجھے ایک جگہ سے تباہ کیا اور اب تو اپنی اس عظیم الشان پناہ گاہ میں بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکا۔ کتنے لوگوں کو تو نے مجھ پر مامور کیا تھا لیکن کیا وہ تیرا بچاؤ کر سکے۔"

"میں خود اپنا بچاؤ کرنا جانتا ہوں احمق آدمی یہ پستول اپنی جیب میں رکھ لے اور بتا کیا چاہتا ہے۔؟"

"ترلوکا میری بیوی کہاں ہے؟"

"اوہ، وہ تیری بیوی ہونے سے پہلے میری کنیز تھی۔"

"لیکن اب وہ میری بیوی ہے۔"

"نہیں تو اسے مجرمانہ طور پر میرے پاس سے لے گیا تھا میں نے اسے واپس حاصل کر لیا میں نے اسے علم دیا ہے میں نے اسے گیان دیا ہے اور اب وہ ایک جگہ میرے گیان کا پرچار کر رہی ہے وہ کام کی عورت بن چکی ہے۔"

"افسوس تو نے جس گیان کا پرچار کرنے کے لیے اسے بھیجا ہے اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں تیرا گیان تجھے کیسے بچاتا ہے۔"

"بکواس بند کر، چل یہاں سے نکل چل۔ تو نے جو کچھ کیا ہے اس کی بدترین سزا تجھے دی جائے گی لیکن ابھی میں چاہتا ہوں کہ تیری زندگی کے کچھ لمحات باقی ہیں۔"

"مجھے زیبی کے بارے میں تفصیل بتا وہ کہاں مل سکتی ہے"؟
"جہنم میں۔ تو کبھی اُسے نہیں پاسکے گا۔"
"تو ٹھیک ہے اُسے میں بعد میں تلاش کرلوں گا جس جہنم کا تونے حوالہ دیا ہے اب تو خود اس کی جانب روانہ ہوجا۔"
"حماقت مت کرلوانہ میری زندگی تیرے لیے کارآمد ہے اگر کبھی میں تجھ سے خوش ہوگیا تو زیبی تیرے حوالے کرسکتا ہوں ورنہ تو کبھی اسے نہیں پاسکے گا۔"
"فی الحال تو، تو اپنی زندگی کی فکر کر ترلوکا۔" میں نے کہا۔ لیکن یہ بات میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ ترلوکا اس چٹان سے عقب میں چھلانگ لگادے گا۔ وہ بھاری بدن کا آدمی تھا اس لیے میں اس سے کسی پھرتی کی توقع نہیں رکھتا تھا دوسرے لمحے وہ دوڑنے لگا۔ میں نے برق رفتاری سے چٹان کی دوسری سمت چھلانگ لگادی تھی۔

ترلوکا ابھی مجھ سے تقریباً پچاس گز ہی دور نکلا تھا۔ میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔
"ترلوکا۔ رُک جا۔ ورنہ میں گولی چلادوں گا"۔ مگر وہ نہ رُکا۔ وہ دوڑتا رہا اور میں اس کا پیچھا کرتا رہا چند ہی لمحات کے بعد میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔
"میں تجھ سے کہتا ہوں کہ رُک جا۔ یہ تیری زندگی کے آخری لمحات ہیں بہتر ہے مجھے زیبی کے بارے میں بتادے شاید میں تجھے چھوڑدوں ہاں ترلوکا میں تجھے چھوڑدوں گا۔ میں اس ہیلی کاپٹر کے پاس تجھے چھوڑکر واپس چلا جاؤں گا یہاں سے لیکن تجھے زیبی کے بارے میں بتانا ہوگا۔"

"پستول پھینک دے۔" دفعتاً ترلوکا عجیب آواز میں چیخا اور مجھے اپنے ذہن میں کرنٹ سا دوڑتا محسوس ہوا میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔

"میں کہتا ہوں پستول پھینک دو۔" ترلوکا نے پھر کہا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے قدم ڈگمگانے لگے ہیں ترلوکا اپنی تنویمی قوتوں کا اثر آواز کے ذریعے اپنی سماعت پر ڈال رہا تھا میں نے کان بند کرلیے۔

"پستول پھینک دے راجہ نواز اصغر۔" اس نے کہا اور دفعتاً میں نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے چاقو کی نوک اپنے بازو میں اُتارلی درد کی ایک تیز لہر میرے بازو میں دوڑ گئی اس کے ساتھ ہی میرا ذہن ترلوکا کے سحر سے آزاد ہوگیا۔ میں نے اپنے بازو کے اس زخم کو بُری طرح نوچ ڈالا اور شدید تکلیف کے عالم میں ترلوکا کی طرف دیکھنے لگا ترلوکا نے مجھے خونی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ہاں ترلوکا۔ اب بتا اب میرے ذہن کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر اپنے زخم پر ناخن سے نشان ڈال دیا۔ شدید تکلیف کی بنا پر میرا ذہن تکلیف کی طرف راغب ہوگیا تھا اور ترلوکا کی تنویمی قوت مجھ پر بے اثر ہوگئی تھی۔
"بول ترلوکا۔ زیبی کہاں ہے۔؟" ترلوکا کو اس صورت حال سے تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی لیکن وہ اپنے لیے خوفناک لمحات کا تعین کرچکا تھا چنانچہ دفعتاً اس نے پھر بھاگنا شروع کردیا لیکن اس بار میں نے اسے نہیں چھوڑا تھا میں نے چاقو اس کی پنڈلی پر پھینک کر مارا اور میرا پھینکا ہوا چاقو اس کی پنڈلی میں اندر تک دھنس گیا ترلوکا کے حلق سے ایک کراہ نکلی لیکن لنگڑاتے ہوئے بھی اس نے بھاگنا شروع کردیا۔
تب مجبوراً میں نے اس پر دو گولیاں چلائیں، دونوں گولیاں اس کی رانوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھیں۔ ترلوکا نے ٹھوکر کھائی لیکن اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے غائب ہوگیا ایک لمحے کے لیے میں بھونچکا سا رہ گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میں اس طرف دوڑا اور تب مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ کہاں غائب ہوگیا ہے۔
نیچے کافی گہرائی تھی، تقریباً پچیس یا تیس فٹ کی گہری کھائی اچانک ہی آگئی تھی اور ترلوکا اس کھائی میں اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور نیچے اُترنے کا راستہ تلاش کرنے لگا ایک جگہ سے مجھے نیچے اُترنے کا موقع مل گیا اور میں نیچے اُترنے لگا میرے بازو سے خون بہہ رہا تھا، ترلوکا کو میں تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا، پتھروں پر کچھ خون پڑا ہوا تھا اور ترلوکا ان کے درمیان اینٹھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں اس کے قریب پہنچا تو ایک عجیب منظر میرے سامنے تھا، ترلوکا کی آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں اور وہ دم توڑ چکا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان چھوٹے چھوٹے زخموں نے اسے موت کے گھاٹ کیسے اُتار دیا لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ اوپر سے گرتے ہوئے اس کے دماغ میں کوئی ایسی چوٹ لگ گئی ہے جس سے اس کی فوری موت واقع ہوگئی۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولیں، سینے کی دھڑکن محسوس کی اور پھر میرے حلق سے ایک ٹھنڈی سانس خارج ہوگئی، ہاں ترلوکا مرچکا تھا اور زیبی۔
زیبی میری نگاہوں سے اوجھل تھی، زیبی مجھے اب بھی نہیں ملی تھی، ترلوکا عظیم ترلوکا موت کے گھاٹ اُتر گیا تھا۔ وہ اس ویرانے میں دم توڑ چکا تھا۔

ترلوکا مرگیا تھا ایک تاریخ ختم ہوگئی تھی ایک خونخوار عفریت سے دنیا کو نجات مل گئی تھی۔ وہ ایک بدترین مجرم تھا۔ قانون کا سماج کا۔ لاکھوں گھرانوں کو اس نے تباہ کیا تھا۔ آج اس کی لاش لاوارث پڑی تھی۔ کوئی اس کا پرسان حال نہیں تھا۔
لیکن مرنے کے بعد بھی اس نے میرے دل کو ایک اور گھاؤ دیا تھا، زیبی کے بارے میں معلومات نہیں مل سکی تھیں۔ وہ زیبی کے راز کو اپنے سینے میں لے گیا تھا۔
آہ زیبی۔ انسان کی بدنصیبی کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی۔ ایک آوارہ منش اوباش انسان کو جس نے اپنے دیس کی قدروں کو پامال کردیا تھا جس نے اپنے آپ کو اس قدر پستیوں میں گرایا تھا کہ مثال ملنا مشکل تھی۔ زیبی نے پھر سے انسان بنایا تھا۔ ہاں اسے پھر انسان بنا دیا گیا تھا۔ ایک کمزور انسان۔

راجہ نواز اصغر جب اس حالت میں تھا تو اس کا کوئی ثانی ہی نہیں تھا۔ وہ وحشت و بربریت میں بے مثال تھا۔ اور جب وہ انسان بنا تو عام انسانوں کی مانند کمزور ہوگیا۔
اب کیا کروں۔ کہاں زیبی کو تلاش کروں۔ کاش میں ترلوکا کی لاش سے پوچھ سکتا۔ کاش اس سے کہہ سکتا۔ بدبخت انسان مرنے سے پہلے مجھے میری منزل کا پتہ تو بتادے۔
جو کچھ اس نے کہا تھا اس پر بھی کس طرح یقین کیا جاسکتا تھا ممکن ہے کمبخت نے جھوٹ بولا ہو۔ بہرحال اب میرے پاس اس کے الفاظ کے سوا کچھ نہیں تھا۔
زیبی اس کی تعلیمات کا پرچار کررہی ہے۔ ناقابل یقین بات تھی لیکن ترلوکا جیسے شخص کے لیے یہ مشکل بھی نہیں تھا پراسرار قوتوں کے مالک اس وحشی نے نہ جانے کس طرح زیبی کو یہ شکل دی ہوگی اس

کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اس کی تلاش میں بقیہ زندگی صرف کر دوں، جہاں سے بھی ہو اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔

امریکہ میں رہنا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ سروارے ہالینڈ سے صرف میرے لیے آیا تھا۔ لیکن اب میں کسی کا دلدار نہیں تھا۔ اب میں کوئی دوستی نہیں نبھا سکتا تھا۔ میرے دل کی کائنات تہہ و بالا ہو چکی تھی۔ میں اپنے وجود میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

آہ زیبی تجھے کہاں تلاش کروں۔

بہرحال۔ یہ زندگی اب میرے لیے نہیں ہے۔ دل میں خیال آیا خودکشی کر لوں۔ لیکن اس طرح کیوں جس دنیا نے میرا سکون چھینا ہے اسے بے سکون کر کے کیوں نہ مروں۔ میری موت زیبی کی تلاش میں ہونی چاہیے اس طرح میں اپنے پیار کو خراج پیش کر سکتا تھا۔

یہاں سے میری زندگی کا رُخ بالکل بدل جانا چاہیے۔ تڑپ بے سکونی، بے چینی سینے کے خول میں بند ہو جانی چاہیے۔ اب اس کا اظہار صرف عمل ہی کی صورت میں ہو۔ صرف عمل کی شکل میں۔

ایک پاگل۔ ایک جنونی وہاں سے چل پڑا۔ کوئی منزل نہیں تھی، کوئی رہگذر نہیں تھی۔ بس ایک طوفان تھا جو خاموش تھا ایک آگ کا ذہن تھا جو آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ ہاں ایک آتش فشاں ٹھنڈی آگ سینے میں سجائے آگے بڑھ رہا تھا۔

اب میں ذی ہوش تھا۔ زندگی میں پوری دلچسپی لینے کے لیے تیار تھا لیکن دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ میں زندہ ہوں مجھے ہر ماحول میں ضم ہو جانا چاہیئے۔ دوستی کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانیت کوئی چیز نہیں ہے۔ سب کھیل دل کے ہیں جو دل چاہے کرو۔ اور بس۔ کسی کے جال میں نہ پھنسو۔ کسی کے پیار میں نہ اُلجھو۔ دل چاہے تو کسی خارش زدہ کتے کو سر پر بٹھاؤ اور دل چاہے تو کسی کے لیے کچھ نہ کرو۔ ایک آگ تھی جو پورے وجود میں سلگ رہی تھی۔

میں دور نکل آیا۔ سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا۔ اب کسی شے سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں ایک نئے انسان کی تخلیق چاہتا تھا۔ ایک بالکل نئے انسان کا جنم چاہتا تھا۔ نئے ساتھی جو اجنبی ہوں اور مجھے نئے روپ میں دیکھیں۔

عالم ہوش تھا یا عالم دیوانگی۔ دن اور رات کے گزرنے کا کوئی احساس نہیں ہو سکا تھا۔ نجانے کون کون راستے میں ٹکرایا نجانے کس کس کے ساتھ وقت گزارا۔ نجانے کس نے مجھے کس انداز میں دیکھا، لیکن وہ لڑکی جو میرے ساتھ تھی کچھ عجیب سی محسوس ہوئی تھی اس کے نقوش دل کے کچھ ایسے گوشوں کو چھوتے تھے جو نجانے کیوں نرم ہو گئے مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ اس نے کس طرح مجھے پایا ہاں جب حالات کا تھوڑا تھوڑا سا احساس ہونے لگا تو سونیتا کو اپنا سب سے بڑا ہمدرد اور غمگسار پایا۔ میں ایک اسپتال میں تھا بظاہر کوئی بیماری نہیں تھی۔ جسم تندرست و توانا تھا اور ہاتھ پاؤں پوری طرح مضبوط لیکن بس کچھ لمحات کھو گئے تھے۔

یہ لمحات میں نے کس طرح گزارے اس کے مٹے مٹے سے نقوش میرے ذہن پر واضح تھے اور سونیتا کا چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا شاید اس کا تعلق اسپین سے تھا اس کے تیکھے تیکھے نقوش، کسی قدر سانولاہٹ لیے چہرہ، اور سب سے زیادہ حسین اس کی آنکھیں میرے ذہن پر کندہ تھیں اس کے احسانات بھی مجھے یاد تھے لیکن وہ کون تھی اور مجھ تک کس طرح آئی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا جب میں نے پہلی بار اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تو اس کے چہرے پر اس قدر مسرت کے آثار اُبھرے کہ بیان سے باہر ہیں۔

"تو تم واپس آ گئے۔؟" اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"میں کہاں چلا گیا تھا۔"

"نجانے کہاں۔ نجانے کہاں۔؟" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ میں اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے لیے موسمی کا جوس لے آئی تھی جسے اس نے بڑے پیارے سہارا دے کر مجھے پلایا۔ میں اس پیار اس لمس کا عادی تھا کب اور کس طرح ہو گیا تھا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا تھا میں راجہ نواز اصغر تھا جو خود کو بھول جانا چاہتا تھا اور میں نے اپنی یہ کیفیت برقرار رکھی جوس پینے کے بعد اس نے مجھے لٹا دیا۔

"اس کا مقصد ہے کہ اب ہم چل سکتے ہیں۔"

"ایں۔" میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

"پلیز۔ اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ دو کیرائل میں تمہیں پھر سے نہیں کھونا چاہتی۔"

"کیرائل۔" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں۔ تمہارا نام کیرائل ہے۔"

"شاید تمہیں۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"شاید۔ اگر تمہیں یہ نام پسند نہیں ہے تو جس نام سے کہو میں تمہیں مخاطب کروں۔"

"مگر۔ عزیزہ میں کیرائل نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو گے۔ میرے لیے کیرائل ہی ہو۔"

"تم کہاں میری مصیبت پال بیٹھیں پریشان ہو جاؤ گی میرے ہاتھوں۔"

"میں پریشان ہونا چاہتی ہوں۔"

"مگر میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیوں۔؟" اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"اس لیے کہ تم۔ تم میرے ذہن میں نجانے کیوں مجھے تمہاری طرف کھنچاوٹ محسوس ہوتی ہے دیکھو سونیتا میرا ماضی بہت بُرا ہے میں تمہیں اس بُرے ماضی میں شامل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔"

"ایک درخواست کر سکتی ہوں کیرائل۔"

"مجھے کیرائل نہ کہو۔"

"نہیں۔ تم کیرائل ہو۔ میں تمہیں کیرائل ہی کہوں گی مجھے تم مجھ سے میرا حق نہ چھینو۔" سونیتا نے جواب دیا اور میں متعجبانہ انداز میں اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو نجانے کس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ پھر دفعتاً میرے سینے میں ایک طوفان اُٹھا۔ راجہ نواز اصغر پھر احمق بن رہا ہے تو تو تو اس دنیا سے صرف انتقام کا فیصلہ کر چکا تھا۔ کوئی بھی یہاں غرض سے خالی نہیں ہے۔ یہ لڑکی اگر تجھے کیرائل بنانا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی پس منظر بھی ہوگا کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تو اس کو دیکھ۔ وقت گزارنے کے لیے کوئی اور راستہ تو ہے نہیں۔ اگر یہ ساتھی تجھے اس حیثیت میں رکھنا چاہتا ہے تو تجھے اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ تو مکمل طور پر کیرائل بن جا۔ حالات کا تجزیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ واقعات کسی بھی شکل میں پیش آئیں اسے اپنائے ہاں اُسے اپنائے اور دفعتاً میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اُسے دیکھ کر اُس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سوری سونیتا سوری۔"

"اوہ۔ تم۔ تم کیرائل ہو۔"

"ہاں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری ذہنی قوتیں بحال ہوتی جا رہی ہیں۔" میں نے کہا اور سونیتا ایک لمحے کے لیے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن مجھے اس کی حسین آنکھوں میں مسکراہٹ نظر آئی۔

"بس تو تمہیں وہ کرنا ہے جو میں کہوں۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تمہاری طبیعت اب بالکل ٹھیک محسوس ہوتی ہے میں تمہیں آج ہی اسپتال سے گھر لے چلتی ہوں اور اس کے بعد ہم وارنٹن چلیں گے۔"

"وارنٹن۔" میں نے زیر لب بڑبڑا کر کہا۔

"ہاں۔ اب تم مجھ سے پوچھو گے کہ وارنٹن کہاں ہے۔؟"

"اور تم مجھے نہیں بتاؤ گی۔"

"ہاں۔ میں نہیں بتاؤں گی کیونکہ تم اب خود کو میری تحویل میں دے چکے ہو۔"

"چلو منظور ہے مجھے۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد سونیتا نہ جانے کیا کیا کارروائی کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے ایک خوبصورت کار میں بٹھا کر جس عمارت میں لائی وہ نہایت حسین تھی۔ عمارت تین منزلہ تھی۔ اس کی درمیانی منزل کے ایک خوبصورت فلیٹ میں سونیتا رہتی تھی۔ اس خوبصورت فلیٹ میں میرے لیے ایک آرام دہ کمرہ کا بندوبست کر دیا گیا میرے بدن کی تمام قوتیں بحال تھیں۔ اب میں ذہنی طور پر بھی ٹھیک ٹھاک ہی تھا چنانچہ میں نے اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ مجھے کیرائل کہہ رہی ہے تو ٹھیک ہے، اگر وہ وارنٹن جانا چاہتی ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ سونیتا نے دو دن تک مجھے یہاں رکھا اس دوران اس نے میری اتنی خاطر مدارات کی تھی کہ میں اس کا شکر گزار ہو گیا لیکن اوپری دل سے اندر ہی اندر میں اپنے طور پر سمجھے ہوئے تھا کہ جب میرا دل اس لڑکی سے اکتائے گا اور جب بھی مجھے یہ معاملات غیر دلچسپ محسوس ہوں گے میں اسے خیرباد کہہ دوں گا۔ زندگی کے لیے اب کوئی راستہ نہیں ہے، ہاں اگر کبھی کسی راستے میں زیبی مل گئی تو میں اسے حاصل کر لوں گا۔ اور اس کے بعد ممکن ہے راجہ نواز اصغر اپنی زندگی میں واپس آ جائے اس وقت تو میں کیرائل تھا سو فیصدی کیرائل۔ حالات جو کچھ بھی ہوں گے خود بخود میرے علم میں آتے ہی رہیں گے اس کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے چنانچہ ہم نے تیسرے دن اپنے سفر کا آغاز کر دیا سونیتا مجھے وارنٹن لے جا رہی تھی کیوں اور کس لیے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس نے مجھے وارنٹن کے راستے بتائے اور خود میرے ساتھ ایک عجیب سی شکل اختیار کر کے آ بیٹھی۔ اس نے راستے میں مجھے تھوڑی سی تفصیلات بتائی تھیں اور یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے کس طرح معاملات کو آگے بڑھانا ہے۔ ان مختصر تفصیلات میں ایک دلچسپ کہانی چھپی ہوئی تھی لیکن میں نے اس پر بہت زیادہ غور نہیں کیا تھا جب سونیتا سے تعاون کی بات تھی تو پھر ان تمام چیزوں کے بارے میں جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ ہم ایک سنسان سڑک پر سفر کرتے رہے۔ اور کافی دور پہنچ گئے جب ہم سڑک کے مخصوص حصے سے گزر رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ مسلح اور قوی ہیکل آدمی ہمارا راستہ روکے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کار روکنے کی کوشش نہیں کی اور ان کے قریب ہی جا کر رُکا۔ سونیتا نے بھی اس دوران کچھ نہیں کہا تھا بس وہ خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

وہ لوگ چند قدم آگے بڑھ آئے اور کار کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ شکل و صورت سے اور لباس سے وہ فوجی معلوم ہو رہے تھے

قوی ہیکل اور خطرناک شکلوں والے، پتہ نہیں ان کا تعلق کون سے ملک سے تھا۔ غالباً اسپین سے کیونکہ ان کے خدوخال اس قسم کا اظہار کرتے تھے۔

"کیا بات ہے جناب سڑک کیوں بند ہے۔؟" میں نے پوچھا۔ لیکن میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ دونوں آدمی کار کے نزدیک آئے اور جھانک کر اندر دیکھا۔ سونیتا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں رومال تھا۔

"سڑک کیوں بند ہے۔؟" اس نے رومال سے ناک رگڑتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں جارہے ہو۔؟" آنے والوں میں سے ایک نے سوال کیا۔

"وارٹھن، کیوں کیا کوئی خاص بات ہے۔" سونیتا گلوگیر لہجے میں بولی۔ اس کے چہرے کی تبدیلیوں پر میں حیران تھا۔ راستے میں وہ خوش و خرم تھی اور ہنستی مسکراتی مجھ سے گفتگو کرتی آئی تھی۔ لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے اس سے زیادہ غمزدہ لڑکی اس روئے زمین پر موجود نہ ہو۔

"وارٹھن کیوں جارہے ہو؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"اپنے بچھڑے ہوؤں سے ملنے۔" سونیتا کی آواز غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"براہِ کرم صحیح جواب دو۔ آگے بڑھنے سے قبل یہ ضروری ہے۔" مسلح شخص نے کسی قدر نرم آواز میں کہا۔

"آپ نے ہمیں کیوں روکا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اس سڑک کی نگرانی کی جارہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میں وارٹھن کے قبرستان جارہی ہوں وہاں میرے کچھ عزیز دفن ہیں۔"

"کون سے علاقے میں۔؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"برفانی وادیوں میں یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا وہیں میرے اُن عزیزوں نے موت کو گلے لگایا تھا کیا تم اس زلزلے سے ناواقف ہو جو وارٹھن کے اطراف میں آیا ہے۔"

"اوہ۔ سوری میڈم سوری۔ بہر طور بات یہ ہے کہ اس موسم میں یہ سڑک خطرناک ہوجاتی ہے۔ آپ نہایت احتیاط سے سفر کریں۔" وہ راستے سے ہٹ گیا۔

"چلو۔" سونیتا نے مجھ سے کہا۔ اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ یہ تمام کہانی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی اور میں اس میں گم تھا۔ جب ہم کافی دور نکل آئے تو سونیتا نے اچانک ایک قہقہہ لگایا۔

"تم نے دیکھا کیرائل میں نے کس طرح انھیں بیوقوف بنا دیا۔"

"اب میں اگر تم سے اس بارے میں کچھ پوچھوں گا تو تم کہہ دو گی کہ میں اپنے ذہن پر زور نہ ڈالوں۔"

"نہیں نہیں۔ کیوں نہیں۔ دراصل راستے واقعی خطرناک ہیں اور ہم جس سے ملاقات کرنے کے لیے جارہے ہیں وہ عام شخصیت نہیں ہے۔ کیرائل میں تمھیں تمام تفصیل سے آگاہ کردوں گی اس وقت صرف میرا ساتھ دو۔"

"میں نے کب منع کیا ہے۔ مگر تم کس سے ملنے جارہی ہو۔؟" میں نے سوال کیا۔

"پیڈرو سے۔" وہ بولی۔

"پیڈرو کون ہے؟"

"ہمارا محب، ہمارا ہمدرد۔ ہمارے بھلے راستے کا انتخاب کرنے والا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہمارا راستہ کیوں روکا گیا تھا۔"

"اوہ۔ شاید کچھ لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ مسٹر پیڈرو انہی علاقوں میں موجود ہیں۔"

"لیکن کیا کچھ لوگ مسٹر پیڈرو سے پرخاش رکھتے ہیں۔"

"ہاں۔ چلو تم چلتے رہو۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔

یہ لڑکی کافی پراسرار محسوس ہوتی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ اس نے اپنے کسی مقصد کے لیے مجھے استعمال کیا ہے۔ میں نے بھی دل میں فیصلہ کرلیا کہ جو کچھ وہ کہے گی اسی پر آمنا و صدقنا کہتا رہوں گا خواہ کچھ بھی ہوجائے میری زندگی اگر کسی اور حادثے سے دوچار ہونے جا رہی ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تو ہے ہی حادثے کی آغوشوں میں۔ چند لمحات کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیا ان اطراف میں زلزلہ آیا ہے۔؟"

"ہاں۔ ابھی تھوڑے دن پہلے کی بات ہے کچھ عرصہ پہلے یہاں زلزلے نے خاصی تباہی پھیلائی ہے۔"

"ہوں۔ تو یقیناً تم نے اس کے بارے میں پہلے سے معلومات حاصل کرلی ہوں گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، لیکن اب کیا پروگرام ہے۔"

"بس کوئی پروگرام نہیں ہے پہلے ہم اس علاقے میں چلیں گے جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں تاکہ اگر کسی

نے ہم پر نگاہ رکھی ہو تو اسے شبہ نہ ہونے پائے اور اس کے بعد ہم مسٹر پیڈرو سے ملاقات کریں گے۔ میں نے تمھیں جو تھوڑی بہت تفصیلات بتائی ہیں براہِ کرم ان کے تحت ہی پیڈرو کے سامنے اپنے آپ کو کیرائل کی حیثیت سے پیش کرنا ورنہ ہمارے لیے مشکلات پیش آئیں گی۔"

"میں اب تم سے یہ نہیں پوچھوں گا سونیتا کہ معاملہ کیا ہے بس تم جو کچھ کہو گی وہی کروں گا۔"

"اور ایک بات تم بھی ذہن نشین کرلو کہ میں جو کچھ کروں گی وہ ہم دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔" سونیتا نے جواب دیا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ میرے حق میں کیا بہتر ہوگا اور کیا نہیں، اس کے بارے میں سونیتا کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہر طور میں نے اس سے تعاون کا فیصلہ کرلیا جو مختصر معلومات اس کے ذریعے حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ اس کے پاس کوئی ایسا راز تھا جو بہت سے لوگوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہوسکتا تھا۔ میں اس کے راز میں اس کا شریک تھا اور اس سلسلے میں میرے ذہن کو اذیتیں دے کر معطل کردیا گیا تھا سونیتا نے مجھے دوبارہ حاصل کیا اور حاصل کرنے کے بعد اس نے میرا علاج کرایا تاکہ میں ٹھیک ہوجاؤں تو وہ اپنے پاس موجود راز کو بیچ کر دولت کماسکے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سونیتا کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے یا تو وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے ممکن ہے۔ اس کا ساتھی، کیرائل میرا ہی ہمشکل ہو اور اب اس دنیا میں اس کا وجود نہ ہو اس کے امکانات تھے کیونکہ سونیتا جس طرح مجھ سے مخاطب تھی اور جو تفصیلات اس نے بتائی تھیں اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے۔

بہر طور اگر ایسی کوئی بات تھی تو میں سونیتا کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا تفصیلات مجھے کسی حد تک معلوم ہوگئی تھیں اور میرے دل میں اچانک ان حالات سے دلچسپی لینے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ نئی زندگی کے لیے جو فیصلہ میں نے کیا ہے اس سے مجھے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ اب میں ان معاملات میں پوری طرح ملوث ہوگیا اس کے سہارے میں نے آہستہ آہستہ ایک پروگرام ترتیب دیا اور اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کرلیا کہ اس راز کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوگی اُسے میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کروں گا اور سونیتا کو بھی اس کا ایک بڑا حصہ دوں گا۔"

چنانچہ میں پوری طرح اب اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا اور وارٹھن میں مسٹر پیڈرو سے ملاقات کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرچکا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ "آپ کا کیا خیال ہے مس سونیتا جو راز ہمارے پاس موجود ہے دوسرے لوگ بھی اس سے واقف ہیں کیا۔؟"

"ہاں۔ اس کے لیے دنیا کے کئی ممالک تگ و دو کر رہے ہیں اور کیرائل تم یقین کرو کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ ہم اس راز کو ایسی قیمت پر فروخت کریں گے کہ اس کے بعد ہمیں اپنی زندگی میں کسی اور چیز کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہم اور تم اطمینان سے ایک حسین زندگی بسر کریں گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

ویسے میں اس سلسلے کا تانا بانا اپنے ذہن میں مرتب کر رہا تھا اور جاننا چاہتا تھا کہ آگے مجھے کیا کرنا ہوگا۔

"اگر یہ لوگ راستے میں اس طرح کی نگرانی کر رہے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ کسی نہ کسی طرح انھیں ہمارے بارے میں بھنک مل چکی ہے۔" سونیتا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"ہوں۔ ممکن ہے۔ ویسے کیا انھیں معلوم ہے مس سونیتا کہ پیڈرو یہاں موجود ہے۔"

"ہاں۔ مجھے اس بات سے بھی تشویش ہوگئی ہے اور یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ تمھاری حکومت بھی اس معاملے میں کافی دلچسپی لے رہی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا اور سونیتا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن اُٹھا کر کہا

"ہمیں انتہائی احتیاط کرنا ہوگی۔"

"مثلاً۔" میں نے سوال کیا۔

"میں نے ان لوگوں سے جو کچھ کہا ہے وہی کرنا لازمی ہے ہم سب سے پہلے اس قبرستان میں چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سونیتا مجھے راستہ بتاتی رہی اور میں کار ڈرائیو کرتا رہا پھر جب ہم ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی کے نزدیک سے گزرے اور ایک پرانے اور کائی لگے کلیسا کی دیواروں کے ساتھ مڑ کر ایک اور سڑک پر پہنچ گئے۔

بستی کے دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف جمی ہوئی تھی

"کیا تم اس جگہ سے واقف ہو جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی قبروں کو تعمیر کیا گیا ہے۔"

"ہاں مجھے پہلے سے اس کے بارے میں اندازہ ہے۔"

"تو پھر مجھے اس طرف گائیڈ کرو۔"

"کیوں نہیں۔ آگے چل کر ایک دوشاخہ سڑک نظر آئے گی ہمیں بائیں سمت مڑنا ہے، زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور کار اس دوسرے راستے پر

ڈال دی۔ یہ سڑک ایک کلیسا پر جاکر ختم ہوگئی تھی لیکن ان راہوں پر بے پناہ برف تھی جس کی وجہ سے کار کی رفتار سست ہوگئی تھی کلیسا کے سامنے جاکر میں نے گاڑی روک دی اور نیچے اتر آیا لیکن تعاقب کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے، نہ ہی کلیسا کے قرب و جوار میں کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اُن لوگوں نے یہاں تک ہمارا تعاقب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، بہرطور ہم نیچے اُتر آئے اور سونیتا میرے ساتھ آگے بڑھ گئی کلیسا کے دروازے پر برف جمی ہوئی تھی جسے ہٹا کر ہمیں دروازہ کھولنا پڑا تھا۔

لکڑی سے بنا ہوا کلیسا اندر سے بالکل تاریک اور سنسان تھا لکڑی کی کرسیوں اور بنچوں سے ایک ناگوار سی بو اُٹھ رہی تھی۔ سامنے دیوار پر حضرت عیسیٰ کا مجسمہ نصب تھا اس کے نیچے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کے نام کندہ تھے۔

سونیتا نے میز پر پڑے موم بتیوں کے بنڈل سے ایک موم بتی نکال کر روشنی کی اور چند ساعت عبادت کرتی رہی۔ میں اس دوران بالکل بے تعلق کھڑا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فارغ ہوگئی اور مسکراتی ہوئی میری جانب دیکھ کر بولی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حالات ہمارے حق میں جا رہے ہیں۔"

"اس کا اندازہ تم خود کرو سونیتا، تم جانتی ہو میرا ذہن پوری طرح حاضر نہیں ہے۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ بہرطور ہمیں سخت احتیاط کرنا ہوگی مسٹر ہیڈ رو بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"احتیاط۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"کیوں تمھیں کوئی اعتراض ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا ہم اپنے پیچھے لگے ہوئے لوگوں سے نمٹنے کے لیے کوئی وسیلہ رکھتے ہیں۔"

"مثلاً کیا۔؟"

"ہتھیار ہیں کیا ہمارے پاس۔؟"

"اوہ کیوں نہیں۔ کار کی سیٹوں کے نیچے خفیہ خانوں میں اسٹین گن اور دستی بم موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے آجاؤ۔" میں نے کہا۔ اور وہ میرے ساتھ کار میں آبیٹھی۔ پھر میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔

"اب تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا اُن لوگوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔"

"کن لوگوں کو؟"

"وہی جنھوں نے ہمیں راستے میں روکا تھا۔ اور جن کے بارے میں ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ بلاوجہ وہاں موجود نہیں ہوں گے۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے انھیں ہم پر شبہ نہیں ہو سکا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن اُن چالاک لوگوں کے لیے اگر ہم تھوڑا وقت مزید برباد کریں تو کیا حرج ہے۔"

"جیسی تمھاری مرضی۔ میں کسی کام پر اعتراض نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری شکر گزار ہوں کیرائل اور تم پر بے حد اعتماد کرتی ہوں۔ چلو، کار دلپس سڑک پر لے جانے کے بجائے تھوڑی دیر تک ان میدانی حصوں میں چلاؤ۔ سڑک کافی خطرناک ہے اور خاص طور سے اس موسم میں۔ میدان کے دوسرے سرے پر ہم اس سڑک پر دوبارہ پہنچ جائیں گے۔"

"میدان ہموار ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے اس کی خواہش کے مطابق کار کا رُخ میدان کی طرف کر دیا۔ وہ میرے ساتھ ہی آبیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی پھر گئی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن چند لمحات کے بعد اس نے ایک چھوٹی اسٹین گن نکال کر میرے برابر والی سیٹ پر رکھ دی۔ "ہمیں حالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ میں نے اسی لیے نکال لیا ہے۔" وہ بولی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

میدان میں برف جمی ہوئی تھی اور میں احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، چند لمحات کے بعد سونیتا نے مجھے مخاطب کیا۔

"رفتار اس سے تیز نہیں کی جا سکتی۔؟"

"میرا خیال ہے برف سے ڈھکے میدان کے ایک ایک حصے سے واقفیت مشکل ہے، اور میں تو اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا۔"

"ٹھیک ہے میں بھی بہت زیادہ نہیں جانتی لیکن میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ دھند نیچے اترتی آرہی ہے۔" سونیتا نے کہا۔

"میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ پہاڑوں کی دھند اب نیچے اتر رہی تھی اور ماحول میں تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ پھر ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی۔ بارش کی وجہ سے یہاں سردی کا احساس مزید بڑھ گیا تھا جبکہ اس سے پہلے بھی خاصی سردی تھی، لیکن بارش کی وجہ سے ماحول میں ٹھٹھرن سی پیدا ہوگئی تھی، میں نے رفتار تھوڑی سی بڑھا دی۔ خوب ہچکولے لگ رہے تھے، لیکن بہرحال کار شاندار تھی۔

سونیتا کئی بار چور نگاہوں سے دیکھ چکی تھی اس کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا، میں نے محسوس کیا شاید وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی

ہو، بہت ہی عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔ وہ کشمکش کا شکار معلوم ہوتی تھی۔ بالآخر اُس نے کہا۔

"کیرائل۔"

"ہوں، کہیے۔؟"

"تمہیں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ یاد نہیں آتا۔؟"

"میری پچھلی زندگی کے بارے میں آپ نہیں جانتیں مس سونیتا؟" میں نے کہا۔

"یہ اچانک تمہاری گفتگو میں تکلف کیوں پیدا ہوگیا ہے۔؟"

"اس کی وجہ بھی آپ کو معلوم ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ ہی جانتی ہیں!" میں نے کہا۔ اور وہ خاموش ہوگئی۔ وہ کس قدر زرد سی نظر آنے لگی تھی، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس نے خود کو سنبھالا اور بولی۔

"کیرائل انسان کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں، جب وہ دوسروں سے سہارا لینے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے، بس میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گی، اور یہ بات بھی میں تمہیں بتا دوں کہ اس وقت تم میرے لیے بہت بڑا سہارا ہو۔"

"تم نے میرا انتخاب کس طرح کیا سونیتا۔" میں نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا۔

"دل کے تقاضوں کے ہاتھوں۔ کاش میں تمہیں گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں کچھ بتا سکتی۔"

"جب بتانے کی پوزیشن میں ہو تو اس موضوع پر بات کر لینا، فی الحال خاموشی ہی مناسب رہے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اُس نے آہستہ سے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"میرا خیال ہے ہم سڑک پر آگئے ہیں، لیکن برف میں اس کی تمیز کرنا مشکل ہو گی۔"

"ہاں سڑک برف سے ڈھکی ہوئی ہے، لیکن درختوں کی قطاروں سے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔" میں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

بڑی خطرناک سڑک تھی، ایک طرف پہاڑیاں بلند ہوتی چلی گئی تھیں، جن پر برف ہی برف نظر آرہی تھی۔ دوسری طرف درختوں کی قطاریں تھیں جن کی دوسری سمت گہری ہوتی چلی گئی تھیں۔

ہم برف کی موٹی تہہ پر سست رفتاری سے سفر کرتے رہے اور کافی دُور نکل آئے، لیکن اب آگے کا سفر بہت مشکل ہوگیا تھا، کیونکہ دھند نے تاریکی پھیلا دی تھی۔ اور رفتہ رفتہ ایسا ماحول پیدا ہوگیا کہ اب چند گز دُور کی چیز بھی نظر نہیں آرہی تھی۔

سونیتا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلنے لگے میں نے روشنی جلا دی، لیکن بے حد تیز روشنیاں بھی کوئی خاص اثر نہ کر سکیں۔

"میرا خیال ہے سونیتا سفر جاری نہیں رہ سکتا۔" میں نے کار روکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ان علاقوں میں موسم ہمیشہ خراب ہی رہتا ہے۔" سونیتا تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

"پھر کیا ارادہ ہے۔؟"

"یہاں تو قیام بھی ممکن نہیں۔"

"لیکن کار کو آگے لے جانا کافی خطرناک ہو سکتا ہے، ممکن ہے سڑک آگے چل کر کسی طرف مڑ جائے اور ہم سیدھے کسی کھائی میں جا گریں۔" میں نے جواب دیا۔

"پیچھے ہٹنا بھی بے مقصد ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ رات یہیں گزاری جائے۔"

"لیکن یہ سڑک۔؟"

"مجبوری ہے۔" میں نے شانے ہلائے اور سونیتا میری طرف دیکھنے لگی، پھر اچانک ہی میں نے اس کے چہرے پر تغیر محسوس کیا، وہ آہستہ سے بولی۔

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ ہو، مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، اس خطرناک موسم میں کوئی اور بے وقوف نہیں ہوگا جو ہماری طرح سفر کرے، اس لیے کسی گاڑی کے ٹکرانے کا خوف نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاطاً ہم روشنیاں جلائے رکھیں گے۔"

"کب تک۔؟" میں نے سوال کیا۔

"جب تک بیٹری ساتھ دے۔" وہ ہنس پڑی

"لیکن صبح کو کیا ہوگا محترمہ۔؟"

"صبح کی بات صبح دیکھی جائے گی۔ چھوڑو اب ان پریشان کن خیالات میں وقت مت ضائع کرو اور انجن بند کر دو۔" اس نے کہا اور میں نے گاڑی کو جس حد تک ممکن ہو سکا سائیڈ میں لگا کر کھڑا کر دیا۔ نیچے اتر کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور اطمینان کر لیا کہ آگے کوئی کھائی نہیں ہے۔ پھر ہم نے گاڑی کے شیشے بند کر لیے، سونیتا ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہٹی اور کار کی ڈکی سے سامان نکالنے لگی، اس نے اس سفر کے لیے مکمل

انتظام کرلیا تھا، اور ابھی تک ہمیں اس سامان میں سے کوئی چیز استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ اس نے مجھے عمدہ سینڈوچ اور کافی نکال کر دی جو اس وقت اس موسم میں اتنی لذیذ معلوم ہوئی تھی کہ بیان نہیں کرسکتا۔

دھند نے اب ہر چیز چھپالی تھی، یوں بھی شام کے ساڑھے سات بج رہے تھے، میں نے کار کی دونوں سیٹیں کھول لیں اور ہم اُن پر دراز ہوگئے۔

"زندگی میں بعض لمحات کتنے عجیب ہوتے ہیں۔" سونیتا گہری سانس لے کر بولی۔

"کس طرح۔؟"

"جیسے اس وقت۔"

"ہاں سونیتا، اس وقت ان لمحات کو ہم واقعی عجیب کہہ سکتے ہیں، ہم دونوں کتنے قریب ہیں، لیکن لیکن۔!"

"لیکن کیا۔؟"

"لیکن آگے کے حالات تم تو جانتی ہو۔"

"کیا تم ان حالات کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔؟"

"ایک شکل میں سونیتا۔"

"وہ کیا شکل ہوگی۔؟"

"تم اس کا اعتراف کرلو۔" میں نے جواب دیا۔ اور سونیتا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔

"تمہیں کچھ نہ کچھ تو یاد ہوگا۔؟ تم ہسپتال کیسے پہنچے تھے۔؟"

"کاش مجھے یاد ہوتا۔"

"تو اس کے بعد تم یہ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ تم کیرائل ہو؟"

"میں نے کب انکار کیا ہے!"

"اقرار بھی نہیں کیا۔ بس یوں سمجھ رہی ہوں میں کہ جیسے تم نے کسی خاص وجہ سے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہو۔"

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے سونیتا! باقی تمہارا دوسرا خیال درست ہے۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، ہم اجنبی ہی سہی، کیرائل ہم اجنبی ہی سہی، لیکن تمہارا وجود مسلم ہے۔"

"ایک فلسفیانہ بات ہے جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔!"

"تم۔ تم ہو کیرائل، سمجھے، تم تم ہو، یہ دوسری بات ہے کہ تم نہیں ہو۔"

"یہ دوسرا فلسفہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پلیز۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"تو میں نے کب انکار کیا ہے اس سے مس سونیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر مجھے تمہارا سہارا مل جائے تو مجھے اور کسی چیز کی تمنا نہیں رہے گی۔"

"آپ اپنی زندگی میں کسی سے متاثر ہوئی ہیں۔؟"

"اس سے قبل نہیں ہوئی تھی۔"

"اس سے قبل، کیا مراد۔؟"

"آپ اگر یقین کریں مسٹر کیرائل تو میں یہ کہوں کہ میں تم سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہوں اور تمہارے قرب نے مجھے ایک عجیب سا احساس دلایا ہے۔"

"کیسا احساس۔؟"

"کاش تم وہ ہوتے جو میرے ذہن میں تھے۔"

"بہرطور بہت سے کام کوشش کرنے سے نہیں ہوتے۔" میں نے جواب دیا اور سونیتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات نظر آرہے تھے جنہیں سمجھنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ سرائے عالمگیر کا راجہ نواز اصغر جس دور اور جس ماحول سے گزر چکا تھا اس میں ان چیزوں کو جانچنے کی اسے چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن کچھ بھی ہو جاتا میں اب اس دور کا انسان نہیں رہا تھا میری زندگی وہ نہیں رہی تھی جواب سے کچھ عرصے قبل تھی۔ ایک حسین لڑکی نے میری زندگی کا رُخ بدل دیا تھا اور میں ایک ایسا انسان بن گیا تھا جو اس کے سوا کسی کو دیکھنے کا قائل نہیں تھا۔"

"ہاں زیبی میری زندگی کا سب کچھ تھی اس سے دور رہ کر بھی میں اس کے احساس کو اپنے ذہن سے فراموش نہیں کرسکتا تھا" چنانچہ سونیتا کی نگاہوں کے جواب میں میں نے گردن جھکالی سونیتا نے مختلف انداز سے اپنی کیفیات کا اظہار کیا لیکن میری طرف سے خاموشی پاکر اس نے جیسے اپنے آپ کو مطمئن کرلیا ہو۔ رات آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی باہر کا ماحول اتنا خوفناک تھا کہ چند گز چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ ہمیں کافی دیر ہوگئی، میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں سونیتا بھی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی، لیکن میں تھا کہ وہ نہیں ہے۔

کافی دیر تک اسی طرح وقت گزرتا رہا پھر سونیتا کی سانس گہری ہونے لگیں میرا خیال تھا کہ تھک ہار کر وہ سو گئی ہے کافی دیر اس طرح گزر گئی اور اس کے بعد دفعتاً مجھے ایک سفید سی شے نظر آئی۔ میں چونک پڑا میں نے گردن اٹھا کر دیکھا عقب میں جو کچھ نظر آیا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ غالباً

کسی کار کی روشنیاں تھیں۔ سونیتا کو اس وقت غافل رکھنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا وہ پوری طرح سوئی نہیں تھی ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات ہے۔؟" اس نے سوال کیا۔

"پیچھے دیکھو سونیتا۔" میں نے کہا اور وہ عقب میں دیکھنے لگی پھر اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"غالباً کسی کار کی روشنی ہے۔"

"ہاں ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے۔؟"

"وہ کوئی بھی ہوں سونیتا ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہمارے دشمن بھی ہوسکتے ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں واقعی۔" سونیتا نے دو تین بار سر کو جھٹکا اور پھر بولی۔

"جلدی سے نیچے اتر آؤ۔ ہم زیادہ دُور نہیں جاسکیں گے لیکن کار کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ ہمارے مخالف نہ ہوئے تو واپس آکر کار میں بیٹھ جائیں گے۔ لیکن تھوڑی سی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے آؤ۔" میں نے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔ کار کی گرمی ایک دم ختم ہوگئی تھی۔ باہر کا ماحول ایک دم سرد تھا ہم نے کار کے شیشے وغیرہ بند کیے ہوئے تھے اور اندر موجود ہیٹر چلا رکھا تھا اس لیے ہمیں زیادہ سردی نہیں لگ رہی تھی لیکن باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ دھند میں نظر نہیں آرہا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔ بہرطور سڑک سے تھوڑا سا نیچے۔ اتر کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں پہنچ گئے جہاں سے ہم سڑک پر نگاہ رکھ سکتے تھے سفید روشنیاں انتہائی طاقتور تھیں اس لیے اس دھند میں بھی کامیابی سے اپنا سفر کررہی تھیں ورنہ اس وقت عام روشنیاں تو نظر بھی نہیں آسکتی تھیں۔

بالآخر وہ ہمارے قریب پہنچ گئیں لیکن وہ ایک گاڑی نہیں تھی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی گاڑیاں تھیں اور خاص قسم کی تھیں اب ہماری کار ان روشنیوں کی زد میں تھی کار کی روشنیاں بجھائی نہیں گئی تھی ان کے سائے میں ہم نے چند افراد کو نیچے اترتے دیکھا جو خاص قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے وہ ہماری کار کے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے تیز روشنی والی ٹارچوں سے اندر کا ماحول کا جائزہ لینا شروع کردیا۔ سونیتا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولی۔

"یہ لوگ ہمیں ہی تلاش کررہے ہیں۔"

"ہاں۔ ایسا ہی لگتا ہے۔"

"میں نیند کے عالم میں تھی کیرائل، ورنہ اسٹین گن ضرور اٹھالاتی۔"

"لو۔" میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھا دی اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"ارے ... یہ ... یہ۔"

"ہاں۔ میں تمہارے فراہم کیے چھوٹے دستی بم بھی اپنی جیب میں ڈال لایا ہوں۔"

"تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"اسلحے کا استعمال تو کرسکتی ہونا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت سے اُسے استعمال نہ کرنا جب تک اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔" میں نے جواب دیا اور سونیتا نے گردن ہلادی۔

ہم دونوں خاموشی سے ان کا جائزہ لینے لگے وہ اطراف میں پھیل کر ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ٹارچوں کی لمبی زبانیں ہمیں چاروں طرف تلاش کر رہی تھیں اور ان کی تعداد کے بارے میں صرف ٹارچوں سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

چھ ٹارچیں تھیں اور یقینی طور پر وہ چھ ہی افراد تھے پھر ان میں سے دو آدمی ٹرک کے کنارے کی طرف بڑھے جس طرف ہم موجود تھے اگر تھوڑا سا اور آگے بڑھ آتے تو ہمارا ان کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ ہم تیار ہو گئے اگر اس جگہ سے واقفیت ہوتی تو ہم یقیناً ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر کہیں دور نکل جانے کی کوشش کرتے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ صورتِ حال اس وقت ہمارے حق میں نہیں تھی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ خطرہ قریب آتا گیا اور پھر وہ دونوں ٹارچیں روشن کیے ہوئے اس ٹیلے کے عقب میں پہنچ گئے جہاں ہم موجود تھے لیکن اس سے زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا جیسے ہی ٹارچ کی روشنی ہم پر پڑی سونیتا نے فائر کھول دیا۔ ویران ماحول میں اسٹین گن کی آواز کئی گنا بڑھ کر معلوم ہو رہی تھی سارے پہاڑ چیخ پڑے تھے اور اس میں انسانی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ٹارچیں جلتی ہوئی ہاتھوں سے گر پڑی تھیں وہ دونوں شکار ہو گئے تھے جو ہم تک پہنچے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم کس طرف ہیں

چنانچہ وہ چیختے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑنے لگے تھے اور پھر پستولوں سے ہوائی فائر ہوئے اور سناٹے میں شگاف پڑ گیا۔

میں جانتا تھا کہ وہ اس فوری حملے سے بُری طرح بوکھلا گئے تھے ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن میں جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ منظم ہو جائیں اور اس کے بعد یہ جگہ ان کی نگاہوں سے دور نہیں رہ سکے گی چنانچہ ہم اپنے آپ کو ان کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔ چونکہ اگر وہ مختلف حصوں میں پھیل کر ہم پر فائرنگ کریں گے تو اس ٹیلے کے پیچھے بچنا ممکن نہیں ہو گا۔

"کیرائل۔" سونیتا کی آواز ابھری۔

"ہوں۔"

"تم سن رہے ہو نا ان کی آوازوں کو۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"وہ ہمیں تلاش کر لیں گے وہ ہمیں یقیناً تلاش کر لیں گے۔ یہ جگہ اب ہمارے لیے مناسب نہیں رہی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔"

"تو پھر اب کیا کریں، کیا انہیں یہی سے نشانہ بنائیں یا اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کریں۔"

"میرا خیال ہے جگہ تبدیل کر لی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔" وہ بولی۔ اور ہم دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے ان کے کسی اقدام سے قبل ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی تھی ورنہ ہم مارے جاتے۔ میں اوپر کی طرف رینگنے لگا گاڑی زیادہ دور نہیں تھی پھر میں نے ایک دستی بم کا سیفٹی پن ہٹایا اور اسے اپنی گاڑی کی جانب اچھال دیا ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے شمار چیخیں سنائی دیں لیکن وہ نہیں ہوا جو میں چاہتا تھا۔

میں نے دوسرا بم استعمال کیا اور میری کوشش کارآمد رہی اس بار ہونے والا دھماکہ پہلے دھماکے سے زیادہ خوفناک تھا اور پھر پے در پے دھماکے ہونے لگے برف کا طوفان فضا میں بلند ہو گیا اور یہی میری اسکیم تھی۔

ان دھماکوں نے ان کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔ وہ اوّل تو میرے پھینکے ہوئے دستی بموں کا شکار ہو گئے تھے اور جو بچے تھے وہ بُری طرح ایک سیدھ میں دوڑ پڑے تھے میں چند لمحات ان کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے سونیتا کو پکارا لیکن سونیتا اپنی جگہ موجود نہیں تھی اُسے اس کی جگہ نہ پا کر ایک لمحے کے لیے میں پریشان ہو گیا یہاں تک اس کے ساتھ آیا تھا اب اُسے کھونا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں بے اختیار اِدھر اُدھر اسے تلاش کرنے لگا۔

لیکن برف کی سفید چادر میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آ رہا تھا میں حیران و پریشان قدم جما جما کر چل رہا تھا کہ ایک جگہ سے برف میرے قدموں کے نیچے سے نکل گئی اور میں لڑکھڑا گیا بمشکل تمام میں نے خود کو گرنے سے بچایا تھا پتہ نہیں کتنی گہرائی تھی جہاں میں جا رہا تھا میرے قدم جم گئے تو میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر اِدھر اُدھر دیکھا اور اس گہرائی میں آنے کے بعد مجھے تھوڑے فاصلے پر کسی متحرک شے کا احساس ہوا۔ میں اپنے آپ کو سنبھال کر اس طرف چل پڑا تا حدِ نگاہ برف ہی برف تھی۔ کہیں کہیں برف سے ڈھکے ہوئے درخت نظر آ رہے تھے بہرطور میں اس متحرک دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا وہ سونیتا ہی تھی، لیکن شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔ غالباً وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی اور طرف دوڑنے کے سلسلے میں گہرائیوں کا شکار ہو گئی تھی لیکن خوش نصیبی

تھی ہم دونوں کی کہ یہ جگہ زیادہ گہری نہیں تھی میں اس کے قریب پہنچ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ حواس بحال کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

سردی سے اس کا بدن یخ ہو گیا تھا اور کافی خراب حالت میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے اُسے سنبھالا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم ٹھیک ہو کیرائل۔" اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔ تمہاری کیا کیفیت ہے۔؟"

"ٹھیک ہوں۔ گر پڑی تھی کسی جگہ سے۔"

"میرا خیال ہے اٹھ کر بدن کو جنبش دو کہ کچھ گرمی پیدا ہو۔" میں نے کہا اور وہ اُٹھ گئی۔ غیر معمولی قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی تھوڑی دیر میں اس نے خود کو پوری طرح درست کر لیا اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا صورتِ حال ہے۔؟"

"میرا خیال ہے ہمارے حق میں مناسب۔"

"کیا تم۔ کیا تم سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔؟"

"سب کو نہیں لیکن باقی اس طرف کا رُخ نہیں کریں گے۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ میں نے انہیں بہت دور بھگا دیا ہے۔"

"اس غلط فہمی کا شکار نہ رہو وہ واپس آئیں گے، ہمیں تلاش کرنے کے لیے زیادہ قوتوں کے ساتھ۔"

"تو پھر کیا جائے۔؟"

"اب کار کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"کار کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ ویسے بھی تباہ ہو گئی ہو گی۔"

"اور ان کی گاڑیاں۔؟"

"ان کے سلسلے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اس کے باوجود میں اس طرف نہیں جاؤں گی آؤ اس طرف چلیں۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ بہت سست رفتار سے چل رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے داہنے ٹخنے میں شدید چوٹ آئی ہے چلنے میں سخت دِقت محسوس ہو رہی ہے۔"

"لاؤ۔ میں تمہیں سہارا دوں۔" میں نے کہا اور اسے اپنے شانے کا سہارا دے کر آگے بڑھانے لگا۔ اس کی چال کی لڑکھڑاہٹ کو۔ خوب محسوس کر رہا تھا۔

کافی دیر تک ہم برف کی اس چادر پر سفر کرتے رہے ہلکی ہلکی بوندا باندی اب بھی ہو رہی تھی۔ کہر اتنی گہری تھی کہ تھوڑے فاصلے پر دیکھنے کے لیے بھی محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ اس وقت شاید آسمان پر چاند سے بادل سرک گئے تھے جب برف کی سفیدی میں مجھے سونیتا کا بدن نظر آیا تھا غالباً یہ قدرت کا ایک اشارہ تھا اور اسے اس کی زندگی مقصود تھی۔ ورنہ اس گاڑھے کہر اور شدید سردی میں آنکھیں تک ٹھٹھری ہوئی تھیں۔

سونیتا حسبِ توفیق میرا ساتھ دیتی رہی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"کیرائل۔ میرا بدن سرد ہوتا جا رہا ہے ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں کیا تمہاری بھی یہی کیفیت ہے۔؟"

"مجھے اپنی کیفیت کا کوئی اندازہ نہیں سونیتا چلتی رہو اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہو۔"

"میں جتنی کوشش کر رہی ہوں تم اندازہ نہیں لگا سکتے ویسے ایک بات سوچ رہی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"بُری ہوئی ہمارے ساتھ۔ ہم دارتھن آتے ہی مصیبتوں کا شکار ہو گئے مجھے اس کی امید نہیں تھی کہ یہ کیفیت اور یہ صورتِ حال پیش آئے گی۔"

"حالات جو کچھ پیش آنا ہوتے ہیں سونیتا کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔"

"لیکن لیکن اب کیا ہو گا۔؟"

"ہم چلتے رہیں گے۔"

"ممکن ہے کیرائل۔ میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں۔"

"نہیں سونیتا اگر تم چلنے میں تکلیف محسوس کر رہی ہو تو میں تمہیں اپنے شانوں پر بھی اٹھا سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور سونیتا گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"یہ سب کچھ تم میرے لیے کیوں کرو گے کیرائل۔؟"

"انسانی ہمدردی کی بنیاد پر۔"

"صرف انسانی ہمدردی۔"

"ہاں یہی سمجھو۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ جب اُس کی خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں تم اور کیا سننا چاہتی تھیں مجھ سے۔؟"

"نہیں کچھ نہیں پلیز۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ زندگی بہت مختصر ہوتی جا رہی ہے میری، میرے بدن میں شدید درد اٹھ رہا ہے کیرائل۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گئی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں مر جاؤں ایسے حالات میں تم اپنے ذہن میں پتہ نہیں کیا کیا تصورات لے کر زندہ رہو گے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو تم اتنی باہمت لڑکی ہونے کے باوجود ہمت ہارتی جا رہی ہو۔"

"وہ حالات یہی کہہ رہے ہیں کیرائل۔ میں میں اب تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی کیرائل، درحقیقت صورت حال کچھ عجیب سی ہے۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ تمہارا نام کیرائل نہیں ہے۔ یہ نام میں نے رکھا تھا۔ میں عجیب و غریب زندگی گزارتی رہی ہوں۔ ایک ایسی زندگی جو میری اپنی پسندیدہ نہیں تھی پتہ نہیں کیسے کیسے حالات کا شکار رہی ہوں جرائم پیشہ لوگوں میں، میں نے پرورش پائی ہے اور پھر انہی جیسی ہو کر رہ گئی۔ پہلے، میرا تعلق ایک گروہ سے تھا لیکن اس کے بعد میں نے گروہ کو چھوڑ دیا اور ان میں سے دو افراد کو قتل کر کے نکل آئی کیرائل میرا بچپن کا ساتھی تھا ایک شریف النفس آدمی جو زندگی کو شرافت کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا وہ مجھے بھی ایک اچھی لڑکی سمجھتا تھا، لیکن جب اس پر یہ ظاہر ہوا کہ میں غلط راستوں پر بھٹک کر اتنی دور پہنچ گئی ہوں کہ اب میری واپسی ممکن نہیں ہے۔ تو وہ کشمکش کا شکار ہو گیا۔ وہ فیصلہ کرنے لگا کہ اسے میرا ساتھ دینا چاہیئے یا مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیئے لیکن میری محبت اسے مجبور کرتی رہی اور بالآخر اس نے ایک دن میرے سامنے گردن جھکا دی۔ تب ہم نے پیڈرو کی نشاندہی پر ایک ایسا راز حاصل کیا جس کی قیمت ہمیں کئی ملکوں سے مل سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ قیمت ہم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا، لیکن تقدیر کیرائل کا ساتھ نہ دے سکی۔ وہ ایک ہنگامے کے دوران سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ میں اسے کسی طور نہیں بچا سکی تھی۔ راز میرے پاس موجود تھا اور میں کیرائل کی موت کے بعد بھی اپنا مستقبل بنانے کی خواہاں تھی۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ تم مجھے نظر آ گئے اور شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو مسٹر۔ تمہارا نام جو کچھ بھی ہے کہ تم کیرائل سے اس حد تک ملتے ہو کہ تمہیں دیکھ کر کوئی بھی دھوکہ کھا سکتا تھا۔ ہاں۔ میں نے تمہیں کیرائل کی جگہ پایا میں نے تمہیں اس جگہ دیکھا تھا جہاں میں پہلی بار تم سے ملی اور مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا کہ تم ایک ذہنی مریض ہو۔ آوارہ گردی کرتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں دستیاب تھے اور تمہیں اس اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ تمہارے اسپتال والوں کے پاس بھی کوئی ریکارڈ نہیں تھا چنانچہ نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تمہیں کیرائل دیا۔"

"تم جس قسم کے انسان تھے اس سے میں نے انداز لیا کہ تم میرے لیے کارآمد ہو سکتے ہو اور اس کے بعد خود غرضی تمہیں یہاں تک لے آئی ہے۔ تم جو کوئی بھی تم سے تمہارا نام نہیں پوچھوں گی بلکہ اگر خوش قسمتی سے بچ گئی تو آخر تک تمہیں کیرائل ہی کہتی رہوں گی۔ لیکن وہ سب کچھ طلب نہیں کروں گی جو کیرائل سے حاصل کر تھی۔ میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں مر جاؤں تو م کر دینا۔ اور زندہ رہوں تو تم جو چاہو میرے ساتھ کر

میں اپنے سینے میں ہلکا سا گداز محسوس کرنے لگا۔ زندگی گمشدگی کے بعد میری ذہنی کیفیت جو ہو گئی تھی اس تحت نے فیصلہ کیا تھا کہ کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں کروں گا لیکن دل کم بخت پھر پگھل جاتا تھا۔ ناممکن۔ ناممکن۔ میں اپنے آپ کو سہارا دینے کی کوشش کی اور پھر جھوٹی تس کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ اگر اس لڑکی کے ذریعے مجھے حاصل ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے، اسے زندہ رکھنے کوشش کرنا ضروری ہے اس کے ساتھ ایک شاندار وابستہ ہے۔ وہ دولت حاصل کرنا چاہتی ہے اگر وہ رہے۔ تو پھر یہ سب کچھ ہونا ہی چاہیئے۔ تاہم میں نے سے پوچھا۔

"وہ راز کہاں ہے۔؟"

"دوسرا جملہ میرا بھی اسی سلسلے میں ہوتا۔ میرے لباس میں سینے کے بالکل قریب ایک چھوٹا سا چوکور بندھا ہوا ہے۔ میری موت کے بعد اسے کھول لینا اور سمجھو تو کیرائل کی حیثیت سے پیڈرو سے ملاقات کر

"اوہ بہرطور میں تمہاری موت نہیں چاہتا مجھیں اگر نہیں پا رہی ہو تو آؤ میرے شانوں پر آ جاؤ۔"

"کیرائل پلیز ــــ مجھے زندگی کے خواب نہ دکھا آنکھوں میں تاریکی پھیلتی جا رہی ہے لیکن میں چلوں گ تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔ میں ابھی تمہارے شا بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ ہاں جب گر پڑوں اور جب میرا

میرا ساتھ دینا چھوڑ دیں تو پھر تمہیں اختیار ہے جو دل چاہے کرنا۔ اس نے چلنا شروع کر دیا۔ راستے میں بے پناہ خوفناک مراحل آئے۔ ایک بار برف کے درمیان ایک جھیل نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اور میں پریشانی سے اس کے دوسرے سرے کی تلاش میں چل پڑا۔ کافی دور پہنچ کر ہمیں کنارہ مل سکا لیکن اس دوران ہم برف کے میدانوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔ برف کا ایک عظیم الشان ویرانہ تھا اور ہم دو تنہا مسافر جن میں سے ایک زندگی کی بازی ہارتا جا رہا تھا۔ رات گذر گئی اور سورج کی روشنی نمودار ہو گئی۔

سورج کے ساتھ ساتھ دھند بھی چھٹ گئی تھی۔ دور دور تک کسی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس وقت سردی بھی کسی حد تک کم ہو گئی تھی۔ سونیتا کی حالت اب پہلے سے کسی حد تک بہتر نظر آ رہی تھی۔ غالباً صاف موسم نے اس پر اثرات ڈالے تھے۔ لیکن دوپہر کے بعد جب ہم کافی سستا کر دوبارہ سفر کا آغاز کرنے ہی والے تھے۔ دفعتاً پھر ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ اور یہ ہوائیں ہماری سانسوں کے لیے آخری ضرب ہو سکتی تھیں۔ میں ان سے بچنے کی کوئی تدبیر سوچنے لگا لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

بھوک کے مارے برا حال تھا۔ پیاس کا البتہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دو تین بار میں نے برف ہاتھوں میں لے کر پگھلائی اور اس سے حلق تر کیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور میں کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ جہاں ہم ہواؤں سے بچ سکیں۔

ایک بار پھر دھند پہاڑوں سے نیچے اترنے لگی۔ اور آن کی آن میں گہرا اندھیرا پھیل گیا۔ ہوائیں خوفناک آواز میں سفر کر رہی تھیں۔ سردی ہڈیوں میں اترتی جا رہی تھی۔ لیکن ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ سونیتا کی قوت برداشت میرے لیے حیرت انگیز تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کیرائل کہ تم۔ تم اپنے طور پر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو۔ میری وجہ سے یہ سفر بہت سست رفتاری سے گذر رہا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو سونیتا میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دوں گا۔ جب تک میرے سینے میں سانس ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم مایوس کن خیالات ذہن سے نکال دو۔ ہمیں یقیناً ہماری منزل مل جائے گی۔" سونیتا خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ رک گئے۔ یہ بھی برف کا ایک تودہ ہی تھا۔ سونیتا پر غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ یہ نقاہت اور تکلیف کا نتیجہ بھی ہو سکتی تھی۔

ہوائیں اب بھی براہ راست ہمارے جسموں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اور ہمارے بدن برف کی مانند سرد تھے۔ یہ رات جتنی تکلیف دہ تھی۔ اس سے پہلے ایسی کسی خوفناک رات کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ آسمان سے ایک بار پھر سفیدی جھلکنے لگی۔ لیکن شریانوں میں خون جما ہوا تھا۔ جسم اس طرح اکڑ گیا تھا کہ سیدھا کرنا مشکل تھا۔ دھند چھٹ گئی تھی۔ لیکن پوری طرح نہیں ہلکی ہلکی دھند اب بھی فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سونیتا کو دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور سانسیں بے ترتیب میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن مجھے احساس ہوا کہ اب وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ موت اس کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن دکھ کا شکار ہو گیا۔ سونیتا کا اس طرح مر جانا بہتر نہیں تھا۔ بہرحال میں اسے شانے پر لاد کر چل پڑا اس سے قبل میں نے اس سے اتنی ہمدردی کبھی نہیں محسوس کی تھی۔ برف کے ویرانے کا سفر جاری رہا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں نے کتنا فاصلہ طے کیا بس یہی محسوس ہو رہا ہے کہ میں چل رہا ہوں اور سونیتا کو شانے پر لادنے کی وجہ سے میرے بدن میں گرمی سی دوڑتی جا رہی تھی۔

پھر اس وقت نجانے کیا وقت تھا کون سا پہر تھا جب مجھے اپنے کانوں میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ میری آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سونیتا اب بھی میرے بدن پر لدی ہوئی تھی۔ لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تمام احساسات دھندلاتے جا رہے

تھے اور اس کے بعد میرے ارد گرد تاریکی پھیل گئی گہری تاریکی۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ہوش آیا تو صورتحال میرے ذہن میں اجاگر ہو گئی۔ لیکن آنکھیں کچھ اور ہی منظر پیش کر رہی تھیں۔ اب میں برف کے اس ویرانے میں نہیں تھا بلکہ میرے بدن کے نیچے نرم گرم بستر تھا۔ اوپر بھی ہوا یا سردی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ کمرے کا ٹمپریچر غالباً میری وجہ سے بڑھا دیا گیا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ہیٹر سلگ رہا تھا۔

میں اپنے اطراف کا یہ ماحول دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات میرے ذہن میں ابھرتے آ رہے تھے۔ گاڑی کے انجن کی آواز یقیناً میری سماعت سے ٹکرائی تھی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ لیکن کچھ ہو گیا تھا اس دوران کیا؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

پھر مجھے اپنے عقب سے ایک مترنم آواز سنائی دی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ سفید لباس میں ملبوس ایک نرس سرہانے کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اب جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔ بڑا خوبصورت چہرہ تھا اس کا اور اس کی آنکھوں میں انسانیت کروٹ بدل رہی تھی۔

"ہیلو"۔ اس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو"۔ میں نے بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں سسٹر"۔ نجانے کیوں میرے منہ سے یہ لفظ نکل گیا۔

"میں ڈاکٹر کو آپ کے بارے میں اطلاع دوں"۔ اس نے سوال کیا۔

"دے دیں لیکن اب تو میں ٹھیک ہوں"۔ میں نے کہا۔

"صرف چند لمحات ابھی آئی"۔ وہ بولی اور باہر نکل گئی پھر ایک بھاری بھرکم شخص کے ساتھ اندر آئی۔ اس کے گلے میں اسٹیتھسکوپ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسٹیتھسکوپ میرے سینے پر اور میرے جسم کے مختلف حصوں پر لگا کر میرا جائزہ لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"اب یہ بالکل ٹھیک ہیں"۔

"ڈاکٹر ان کے لیے کوئی اور بندوبست؟"

"ہاں۔ انہیں سوپ پلاؤ"۔ اس نے کہا اور ایک بار پھر میری طرف رُخ کر کے بولا۔

"نئی زندگی کی مبارکباد قبول کریں مسٹر کیرائل"۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا مقصد تھا کہ میں کسی ایسی جگہ ہو[ں] جہاں مجھے کیرائل کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ڈاکٹر باہر نکل[ا] نرس بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد و[ہ] لے کر اندر آ گئی تھی۔ اس نے بڑے احترام سے مجھے اٹھ[ایا] اور تکیے کے سہارے بٹھا دیا۔

"سوری نرس"۔

"نہیں یہ تو میری ڈیوٹی ہے جناب"۔ نرس نے نر[م] لہجے میں کہا اور پھر مجھے چمچے سے سوپ پلانے لگی۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے کئی دن سے بھوکا ہوں"۔ م[یں] نے کہا۔

"آپ کئی دن سے بھوکے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"تیسرے دن تو آپ کو ہوش آیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں پورے تین دن تک آپ شدید بے ہوش ر[ہے] ہیں۔ ڈاکٹر آپ کے بارے میں شدید تشویش کا شکار ت[ھے]"

"اوہ"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور اس و[قت] میرے ذہن میں سونیتا ابھر آئی۔ میں نے چونک کر پو[چھا]

"سسٹر میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی؟"

"آپ مس سونیتا کی بات کر رہے ہیں؟"

"ہاں"۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"سونیتا بالکل ٹھیک ہیں لیکن انہیں بھی آرام کرنے [کے] لیے کہا گیا ہے۔ آپ لوگوں کی زندگی واقعی بڑی حیرت [انگیز] ہے۔ آپ پر سردی کا شدید حملہ ہوا تھا"۔

"سونیتا کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے"۔ نرس نے کہا۔ اور ا[س کے] چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں سوپ پیتے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"سسٹر آپ کی اس مسکراہٹ کی کوئی خاص وج[ہ]"

"اوہ۔ نہیں نہیں"۔ نرس ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"مجھے آپ کی سنجیدگی پسند نہیں آئی سسٹر۔ آپ جس[ے] مسکرا رہی تھیں، مسکراتی رہیں۔ میں نے شاید ہی زندگ[ی میں] کبھی کسی کو سسٹر کہا ہو لیکن آپ کو دیکھ کر نجانے کیوں [میرے] منہ سے یہ لفظ نکل گیا ہے۔ شاید اس میں آپ کی صور[ت کی] پاکیزگی کو دخل ہے"۔

"تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ"۔ وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ تین آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں آگے والا دراز قامت غیر ملکی تھا۔ غالباً اس کا تعلق یا تو آئرلینڈ سے تھا یا پھر کہیں اور کا باشندہ تھا۔ سرخ ناک چوڑا چکلا بدن، ذہین آنکھیں میرے نزدیک آ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا نام پیڈرو ہے"۔

"اوہ مسٹر پیڈرو۔ میں۔ میں"۔

"جی فرمائیے۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"مم۔ میرا نام"۔

"ارے۔ آپ کو اپنا نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سونیتا ہمیں آپ کے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہے۔ میں سونیتا کی زندگی کی حفاظت کرنے کے لیے ذاتی طور پر آپ کا شکر گذار ہوں مسٹر کیرائل آپ نے واقعی جس جواں مردی اور ذہانت سے اپنے دشمنوں پر قابو پایا اور سونیتا کی جان بچائی اس کی داد نہیں دی جا سکتی۔ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے آپ نے۔ خوش قسمتی ہے ہماری کہ ہم عین اس وقت وہاں پہنچ گئے جب آپ سردی کی وجہ سے موت کی آغوش کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ اور ہم اس بات پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے کہ ہم نے آپ کو صحیح وقت پر مدد فراہم کی"۔

"اوہ۔ جی میں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ بس وہ میرا آخری احساس تھا"۔

"آپ اس وقت تک خود پر قابو رکھے رہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہر طور ہم اس تعاون کے دلی طور پر شکر گذار ہیں۔ آپ نے ہمیں دوسروں پر ترجیح دی۔ میں یہی کوشش کروں گا مسٹر کیرائل کہ میرے اور آپ کے درمیان سارے معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں۔ میں اس تعاون کا دلی طور سے شکر گذار ہوں"۔ میں نے خاموشی سے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ پتا نہیں وہ کون سے تعاون کا شکریہ کر رہا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ میرا ذہن صاف ہوتا گیا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سونیتا کیرائل کی مدد سے جس راز کا سودا کرنا چاہتی تھی۔ غالباً پیڈرو سے ملاقات اس سبب سے تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پیڈرو نے مجھ سے میری تمام ضروریات کے بارے میں پوچھا اور میں نے اسے یہ کہا کہ یہاں مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تب وہ بولا۔

"مس سونیتا بخیریت ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ان سے شاید ملاقات کی اجازت بھی دے دی جائے۔ فی الحال آپ آرام کریں۔ کیوں سسٹر آپ کا مریض آپ کے خیال میں بہتر ہے"۔ اس بار اس نے نرس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور نرس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کی مکمل دیکھ بھال کریں گی اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گی"۔

"آپ مطمئن رہیے جناب عالی۔ یہ میری ڈیوٹی ہے"۔ سسٹر نے جواب دیا۔ پیڈرو چلا گیا تھا۔ نرس کے اخلاق سے کافی متاثر ہوا تھا۔

اس کے بعد میری حالت دم بہ دم درست ہوتی چلی گئی۔ پھر سونیتا دوسری رات مجھ سے ملنے آئی۔ اسے بھی تیز چلنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ دو نرسیں اس کے ساتھ آئی تھیں۔ میرے نزدیک آ کر وہ میرے بستر پر بیٹھ گئی اور اس نے نرسوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ باہر جائیں میں کیرائل سے گفتگو کروں گی"۔ نرسیں چلی گئیں۔ سونیتا نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر میرے نزدیک آ بیٹھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"کیرائل جس طرح تم نے میری زندگی بچائی ہے۔ اس طرح کوئی بھی کسی کے لیے نہیں کرتا۔ اصل کیرائل بھی ہوتا تو یقیناً اس سے زیادہ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اپنے سینے میں تمہارے لیے کون سا مقام رکھتی ہوں۔ بس کوئی فیصلہ نہیں کر پاتی میں اس بارے"۔

"چھوڑو سونیتا۔ بہر طور تمہاری زندگی میرے لیے اہم تھی"۔ میں نے جواب دیا۔

"اور تمہاری زندگی میرے لیے اہم ہے"۔ سونیتا نے معنیٰ خیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"مقصد یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کا سہارا ہیں"۔

"شاید"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے اپنی زندگی کا سہارا یاد آ گیا تھا۔ لیکن اس لڑکی کو ابھی مایوس کرنا مناسب نہیں تھا۔ نجانے حالات کون کون سے رخ اختیار کریں اور

میں اپنی اس نئی زندگی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جس سے میرا دل بہل گیا تھا۔

"پروگرام کیا ہے سونیتا؟"

"مسٹر پیڈرو ہمارے صحت یاب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم سے کاروباری گفتگو شروع کر دی جائے گی۔ اور سنو کیرائل۔ یہ گفتگو وہ تم ہی سے کریں گے۔ صورتحال کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ تم اصلی کیرائل ہو۔ اور دراصل اصلی کیرائل ہی اس معاملے میں سودے بازی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ اس راز کے سلسلے میں تم ہی ان سے گفتگو کرو۔ یہ معاملہ حکومتوں کا ہے جیسا کہ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اس راز میں کئی ملک دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور ہمارے دشمن جنہوں نے ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ انہی میں سے کسی ملک سے تعلق رکھتے ہیں یقینی طور پر یہ فوجی وردی جو انہوں نے استعمال کی تھی۔ یہ دھوکا دہی کے لیے تھی ورنہ اصل معاملہ دوسرا تھا۔"

"ٹھیک ہے سونیتا مجھے بتادو کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"راز کے سلسلے میں تم ہی مسٹر پیڈرو سے سودے بازی کرو گے۔ اور جس طرح بھی صورتحال ہمارے حق میں بہتر ہو، کر لینا۔"

سونیتا مجھے اس بارے میں آہستہ لہجے میں تفصیلات بتاتی رہی اور میں نے وہ تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔ کیونکہ اب میں سونیتا کے سلسلے پوری طرح ملوّث ہو چکا تھا۔ اسی لیے اس سے روگردانی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔

سونیتا کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک الگ کمرے میں مقیم ہے اور اب صورتحال ایسی ہے کہ وہ جلد از جلد مجھ سے ملتی رہے گی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ چند روز اس طرح گذر گئے۔ اب مجھے کمرے سے باہر نکلنے کی بھی آزادی تھی۔ چہل قدمی کرتا تھا۔ جس عمارت میں ہمارا قیام تھا وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اور میری رہائش گاہ بھی اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھی۔ ہر چیز سے نفاست کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی شام پیڈرو نے چائے کی میز پر مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔

"ہر انسان تھوڑا سا خود غرض ہوتا ہے مسٹر کیرائل۔ حالانکہ آپ کو ابھی ایک ہفتہ اور آرام کرنا چاہیے۔ اور اصولاً آپ کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو تو بہتر ہے۔"

"نہیں مسٹر پیڈرو۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

"شاید" پیڈرو نے آہستہ سے کہا۔

"میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں۔ اب اس میں تساہل سے کام نہ لیں۔ میں اپنے طور پر اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتا ہوں۔"

"دراصل میرے اوپر بھی دباؤ ہے مسٹر کیرائل۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"تو کیا آپ اس بات کے لیے تیار ہیں کہ ہمارے درمیان کاروباری گفتگو ہو جائے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"میں اس کے لیے انتہائی شکر گذار ہوں جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے آپ اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ دراصل بے شمار افراد اس سلسلے میں کوشاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آ جائے جس کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں۔"

"ٹھیک ہے آپ اپنے طور پر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر ہم آپ کو زحمت دیں گے۔"

"ہر طرح سے تیار ہوں میں۔" میں نے جواب دیا۔

اس بارے میں گفتگو کرنے کے لیے اور صحیح فیصلے کرنے کے لیے چند افراد کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں میرا نمبر تیسرا ہے۔ ہمارے دو اعلیٰ افسران آخری گفتگو کرنے کے لیے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آپ کے ساتھ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔"

"آ گئے ہیں وہ لوگ؟"

"ہاں۔ مسٹر کیل اور مسٹر فلورنیس یہ دو بڑے افسر بڑے بڑے اختیارات رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ جب یہ گفتگو کرنا چاہیں میں تیار ہوں۔"

"اگر آج ہی رات ممکن ہو سکے تو۔ تاکہ کل ہی وہ دونوں واپس چلے جائیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ آج رات ہی ہم کسی مناسب مقام پر گفتگو کے لیے نشست رکھیں گے۔ میں احتیاط کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پیڈرو نے مہ شکریہ ادا کیا۔ میں سونیتا سے اس موضوع پر بات کر لینا چاہتا تھا۔ حالانکہ اس نے مجھے مکمل اختیارات دیے تھے کہ میں

جب بھی چاہوں اور جس طرح چاہوں اس سلسلے میں ان لوگوں سے گفت و شنید کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں سونیتا سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے جب ان لوگوں سے اس بات کی خواہش کی تو انہوں نے بتایا کہ سونیتا سے اس وقت ملنا ممکن نہیں ہے۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے جب میں ان کے فراہم کردہ گرم کپڑوں میں ملبوس تیار ہو گیا تھا۔ پیڈرو میرے پاس آ گیا۔

"آپ تیار ہیں مسٹر کیرائل؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر ہمیں یہاں سے کچھ دور چلنا پڑے گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے میں سفر کے لیے تیار ہوں۔ سونیتا سے چونکہ ملاقات ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے زیادہ منظر عام پر نہ لاؤں بلکہ فلیش بیک ہی میں رہنے دوں تاکہ وہ اپنے طور پر اپنی کوششیں جاری رکھے۔"

چنانچہ میں نے اس کے سلسلے میں کسی خاص تردد کا اظہار نہیں کیا۔ ایک بڑی لینڈ روور میں مجھے بٹھا کر لے چلے۔ پیڈرو بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ لینڈ روور کچے راستوں پر اچھلتی چلی جا رہی تھی۔ باہر گہری تاریکی پھیلی تھی اور باہر کا منظر بخوبی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تقریباً ہم ایک گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہ عمارت کسی قدر بلندی پر واقع ہوئی تھی۔ چونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ لینڈ روور چڑھائی چڑھ رہی ہے۔ اس کی رفتار کافی سست ہو گئی تھی۔

یہ عمارت بھی خوبصورت تھی باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر سکون کی گہری سانسیں لینے لگے اور پیڈرو نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

"آپ تو شدید سردی سے گذر چکے ہیں مسٹر کیرائل۔"

"ہاں۔ اس کا احساس کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔"

"بہر صورت تشریف لائیے۔ آپ کو کیل اور فلورنیس سے مل کر خوشی ہو گی۔" ہم لوگ ایک ایئر کنڈیشن ہال میں داخل ہو گئے۔ یہ ہال کافی خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا اور وہاں پر چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

پیڈرو نے انہیں مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر ان لوگوں سے مجھے متعارف کرایا جو کیل اور فلورنیس تھے۔ ایک تیسرا شخص بھی تھوڑی دیر بعد اندر آیا اور اس نے آ کر مسٹر کیل سے کہا۔

"سارے معاملات درست ہیں جناب اور میں باہر دروازے پر تعینات ہوں۔"

"بہتر۔" کیل نے جواب دیا۔ ہم لوگ اس بڑی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ جس پر کیل اور دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے شراب کے برتن سجا دیئے گئے۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنے آپ کو شراب پینے کے قابل نہیں پاتا۔

"بہر طور۔ آپ کے لیے کچھ اور منگوایا جائے" کیل نے پوچھا۔

"نہیں مسٹر کیل بہت بہت شکریہ۔"

"تو پھر مسٹر کیرائل ہمیں معاملات پر گفتگو کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہو چکا ہے وہی کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور کیل نے فلورنیس کی طرف دیکھا جو کسی قدر خاموش طبع معلوم ہوتا تھا۔ فلورنیس نے کوٹ کی جیب سے ایک سگار بکس نکال کر سامنے رکھا چند لمحات سوچتا رہا پھر سگار بکس کا ڈھکنا کھول کر اس نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ہم میں سے کسی نے اس بات پر کوئی خصوصی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا پستول تھا۔ جس کے سامنے کے حصے پر نفیس قسم کا سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ایک ٹھس کی ہلکی سی آواز بلند ہوئی۔ پیڈرو کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لمحے میں کیا تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔

پیڈرو کے دونوں ہاتھ میز پر تھے اور اس کا سر میز سے جا ٹکا۔ دوسرے لمحے کیل اور فلورنیس اٹھ کھڑے ہوئے۔ فلورنیس نے اس بار پستول کا رخ میری جانب کر دیا تھا۔ پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"اگر اپنی جگہ سے کوئی جنبش کی یا حلق سے کوئی آواز نکالنے کی کوشش کی تو تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہو گا" میں ساکت و جامد بیٹھا رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ میری توقع کے بالکل خلاف تھا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آ سکتی ہے۔ چند لمحات کے بعد فلورنیس میری جانب بڑھا اس نے میری طرف بڑھ کر میرے منہ پر ایک رومال رکھ دیا۔

رومال کی تیز بو میرے دماغ تک پہنچی۔ یقیناً وہ کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال تھا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں گم ہو گیا اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہ رہا۔

بہرطور ہوش تو آنا ہی تھا اور جس طرح آنا تھا اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یعنی ایک نئی جگہ نئے کمرے البتہ کمرہ بالکل خالی نہیں تھا۔ میری طبیعت زیادہ خراب نہیں تھی کلوروفارم کی بو سے ذہن پر ایک برا اثر طاری تھا۔ کافی دیر تک میں سوچتا رہا پھر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اتنا غیر متوقع تھا کہ شاید کوئی بھی سوچ نہیں سکتا تھا۔ میں ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا تھا۔ ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ اب جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔

لیکن پیڈرو کی موت کا مجھے افسوس تھا۔ چند ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس شخص سے لیکن اچھا آدمی تھا بہرطور زندگی کے اس دلچسپ مرحلے میں کچھ اور نئے تجربات حاصل ہو رہے تھے میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیل اور فلورینس کے سلسلے میں پیڈرو کو کیسے دھوکا ہوا تھا لیکن ایک معمولی سا دھوکا اس کی موت کا باعث بن گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"نہیں۔ تمہارا شکریہ۔ لیکن میں زیادہ عرصے یہاں رہنا نہیں چاہتا۔"

"اس کا فیصلہ کچھ اور لوگ کریں گے۔"

"مثلاً ہم"۔ جواب ملا اور دروازے سے دو آدمی اور اندر داخل ہو گئے۔ یہ کیل اور فلورینس تھے۔

"ہیلو مسٹر کیرائل۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"تم۔ تم لوگ میں تمہیں قتل کر دینا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا۔

"اوہ سوری فی الحال ہم آپ کو اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"میں تمہاری اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔"

"اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"نہیں۔ فائدہ ہونا چاہیے۔"

"وہ کیسے؟"

"پتہ تو چلے کہ تم نے ایک شریف انسان کو دھوکا کس طرح دیا۔"

"دراصل جن معاملات سے ہم گزر رہے ہیں مسٹر کیرائل آپ ان کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔ اس میں عمل کرنے والا ذہین کہلاتا ہے دھوکے باز نہیں۔"

"مقصد؟"

"مقصد یہ کہ ہم اپنے ملک کی طرف سے اس راز کو خریدنا چاہتے ہیں جبکہ پیڈرو اپنے ملک کے لیے کام کر رہا تھا۔"

"لیکن اس نے تو یہ کہا تھا کہ تم دونوں کا تعلق اسی کے ملک سے ہے۔"

"ہاں۔ ہم دونوں کا نہیں بلکہ ان دونوں کا جن کے میک اپ میں اس وقت ہم موجود ہیں۔"

"ہوں۔ تو تم لوگ میک اپ میں ہو۔"

"یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا ہے بہرطور آپ اس سلسلے میں فیصلہ کر لیں۔ ہم اپنے کئی آدمیوں کو اس سلسلے میں قربان کر چکے ہیں۔ اگر آپ اس وقت ہمارے ہاتھ لگ جاتے جب برف پر آپ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں تھے تو شاید صورتحال بدلی ہوئی ہوتی۔ اور شاید پیڈرو کو موت کے گھاٹ بھی نہ اترنا پڑتا۔"

"اوہ۔ تو وہ آپ ہی کے آدمی تھے جنہوں نے ہمیں برف پر گھیرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اور تم جن کے چنگل سے صاف نکل آئے تھے۔ نہ صرف نکل آئے تھے بلکہ ان میں سے چند کو ہلاک بھی کر دیا تھا۔ ہم یہ نقصان صرف اس شرط پر برداشت کر سکتے ہیں مسٹر کیرائل کہ آپ ہم سے سودا کر لیں۔" صورتحال میری سمجھ میں آ چکی تھی اور سونیتا کی غیر موجودگی میں اب مجھے اپنے طور پر ہی سب کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ ایک لمحے میں میں نے اپنے ذہن میں فیصلے کر لیے اور ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"دوستو! جو کچھ ہوا ہے اور جس طرح ہوا ہے۔ اگر میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں تو شاید تم یقین نہیں کرو گے۔"

"کوشش کریں گے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تو پھر سنو۔ درحقیقت میں کیرائل نہیں ہوں۔"

"واہ۔ کیا انکشاف کیا ہے خوشی ہوئی ہے یہ سن کر۔ لیکن تم یہ مذاق کب تک جاری رکھ سکتے ہو؟"

"حقیقتوں کو مذاق کہنے سے حقیقتیں تبدیل نہیں ہو جاتیں بہتر یہ ہے کہ پہلے تم میرے متعلق اپنی تحقیقات مکمل کر لو۔ میں کیرائل نہیں ہوں بلکہ ایک قطعی غیر متعلق شخص ہوں۔ ایک ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ سونیتا نامی لڑکی مجھ تک پہنچی اور میری شکل سے دھوکا کھا گئی۔ اس نے مجھے کیرائل کہہ کر

مخاطب کیا لیکن میں نے اپنی حقیقت اس پر بھی واضح کر دی۔ تب اس نے مجھ سے درخواست کی کہ وہ کچھ ایسے حالات کا شکار ہے جن سے نکلنا اس کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ میں اگر کچھ دیر کے لیے کیرائل بن جاؤں تو وہ میری احسان مند ہو گی۔"

"دوستو! بس یوں سمجھو کہ میں بھی اپنی زندگی میں کچھ تبدیلیوں کا خواہش مند تھا۔ میں نے اس صورتحال میں خود کو ضم کر دیا۔ اور کیرائل کی حیثیت سے اس کے ساتھ سفر کیا۔ راستے میں تمہارے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی اور اس وقت صرف اس لڑکی کے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں نے کچھ کارروائیاں کی تھیں۔ باقی ان معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جس سودے کی بات کر رہے ہو اس کا ذکر مسٹر پیڈرو نے بھی مجھ سے کیا تھا۔ لیکن صرف سونیتا کی وجہ سے میں نے انہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اب چونکہ میری زندگی کو خطرہ درپیش ہے اس لیے میں اپنے آپ کو چھپا بھی نہیں سکتا۔ میں بالکل بے کار آدمی ہوں تمہارے لیے، اگر اپنا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے جب تک چاہو مجھے قید رکھو یا جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہو۔ لیکن تمہیں مجھ سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

وہ لوگ میرے لہجے کی سنجیدگی اور چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتے رہے۔ آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کی شکلیں بھی دیکھی تھیں اور میں نے صاف محسوس کیا تھا۔ کہ وہ کسی تردد کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر ان میں سے ایک بھاری بدن والے شخص نے کہا۔

"یہ شخص خود کو بہت زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم اس کی چھان بین کر سکیں۔ البتہ اگر یہ کیرائل نہیں بھی ہے تب بھی سونیتا کا ساتھی ضرور ہے۔ اور اس کے ہاتھوں ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ اسے بند کر دو۔ اور سونیتا کی جستجو کرو۔ پیڈرو کی موت کے بعد سونیتا یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے گی۔ اسے قابو میں کرنا تمہارا کام ہے۔ اور مسٹر تم۔ تمہارا اصل نام کیا ہے؟" اس بار اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نام سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ بس صرف یہ معلوم کرو کہ میں کیرائل ہوں یا نہیں؟ میرا خیال ہے اصل کیرائل مارا جا چکا ہے اور سونیتا کو بھی اس کا علم ہے۔ یا اگر پہلے نہیں تھا تو بعد میں ہو گیا ہے۔ یہ تمہاری اپنی کوششیں ہیں کہ تم صحیح بات معلوم کر لو اور اس کے بعد تم اپنے کام کے سلسلے میں آزاد ہو گے۔ انہوں نے مجھے اس کمرے میں بند کر دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ یہ نئی رہائش گاہ اس قابل تھی کہ کچھ وقت یہاں آرام سے گزار لیا جائے۔ میں ایک بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اور گزرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کرنے لگا۔

سونیتا کے جال میں پھنس کر الجھنیں ہی الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں جبکہ مجھے ان معاملات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کے ہاتھوں سے کسی طرح رہائی مل جائے تو اس کے بعد زندگی کو کسی اور رخ پر ڈالنے کی کوشش کروں گا لیکن موجودہ صورتحال سے نمٹنا بظاہر میرے لیے ممکن نہیں تھا کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بستر پر لیٹ گیا۔ نجانے کتنی دیر اس طرح گزری تھی۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔ آنے والی ایک سادہ سی شکل و صورت کی مالک لڑکی تھی۔ عمر تقریباً چوبیس یا پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ ہاتھوں میں ایک ٹرے لیے ہوئے تھی۔ جس میں چائے کے برتن اور دیگر لوازمات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چائے کی ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور خود سامنے کرسی پر جا بیٹھی انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بولی۔

"پلیز۔ چائے پئیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"گرائنا" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم میرا ایک پیغام ان لوگوں تک پہنچا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں فرمائیے؟" لڑکی نے کہا۔

"ان سے کہو کہ سونیتا سے ایک بار میری ملاقات کرا دیں۔ اس کے بعد مجھے ان کی یہ شرط منظور ہو گی۔"

"سونیتا کون ہے؟" گرائنا نے پوچھا۔

"تم اسے نہیں جانتیں؟"

"نہیں۔"

"وہ جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارا پیغام انہیں دے دوں گی لیکن میں تم سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ ضرور کہو۔ کیا بات ہے؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بہت خطرناک لوگوں کے درمیان ہو، جو کچھ یہ تم سے چاہتے ہیں پورا کردو، ورنہ تمہیں نقصانات سے دوچار ہونا پڑیگا۔"
"کیا واقعی؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔
"ہاں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں بہت دنوں سے ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اور ان کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اتنے خطرناک لوگ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں۔" وہ بولی۔
"تمہاری زندگی کتنی طویل ہے گرائنا؟" میں نے سوال کیا۔
"مم۔ میں نہیں سمجھی۔" وہ متعجبانہ انداز میں بولی۔ کس قدر بے وقوف سی لڑکی تھی۔ غالباً انہوں نے اس سے یہ بات کہی تھی کہ مجھے سمجھایا جائے اور وہ جس انداز میں مجھے سمجھا رہی تھی وہ میرے لیے کافی دلچسپی کا باعث تھا۔
"میرا مطلب ہے تمہاری زندگی کل کتنی ہے؟"
"میں۔ میں اکیس سال کی ہوں۔"
"اور اس اکیس سالہ زندگی میں تم نے اس سے زیادہ خطرناک لوگ کبھی نہیں دیکھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کبھی نہیں۔ یقین کرو کبھی نہیں۔"
"اچھا یہ بتاؤ اور کیا کہا انہوں نے؟"
"بس یہی کہ کہ، کہ تمہیں سمجھاؤں اور اس بات کے لیے آمادہ کروں کہ تم وہ سب کچھ انہیں دے دو۔ جو یہ چاہتے ہیں۔"
"مثلاً وہ کیا چیز ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"یہ تو میں نہیں جانتی۔" لڑکی پُرخیال انداز میں بولی۔ اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔
"لو بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"
"کچھ نہیں بے بی کچھ نہیں۔ تم جاؤ انہیں میرا پیغام دے دو۔"
"اور تم میری بات نہیں مانو گے کیوں؟" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔
"تمہاری بات مان لینے کو جی تو بہت چاہتا ہے۔ لیکن تم خود ہی بتاؤ کہ جو کام میں نہیں کرسکتا ہوں۔ وہ کیسے کروں؟"
"کیا چاہتے ہیں آخر وہ تم سے؟"
"ان کا خیال ہے کہ میں کیرائل ہوں۔ بات دراصل یہ تھی بے بی کہ میں بیمار پڑا ہوا تھا ایک ہسپتال میں۔ ایک لڑکی جس کا نام سونتیا تھا میرے پاس آئی اور اس نے مجھے کیرائل کے نام سے پکارا۔ اس وقت میں ایسی ذہنی کیفیت میں تھا کہ نہ تو میں یہ بات اس سے منع کرسکا کہ میں کیرائل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اقرار کرسکا۔ بالآخر وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑی ہم سفر کے درمیان تھے۔ راستے میں ہمارا مقابلہ کچھ لوگوں سے ہوا لڑکی کا کہنا تھا کہ یہ اس کے دشمن ہیں۔ اور اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ان سے مقابلے پر آمادہ ہوگیا اور شاید میرے ہاتھوں ان میں سے چند لوگ ہلاک بھی ہوگئے۔"
"یہ انہی کے آدمی تھے۔ آہ کئی آدمی ہلاک ہوگئے ہیں۔" لڑکی نے درد بھرے انداز میں بتایا۔
"مگر وہ میری مجبوری تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اصل صورتحال کیا ہے۔ بس میں تو ایک نیک جذبے کے تحت یہ کام کررہا تھا۔"
"اچھا پھر کیا ہوا؟" لڑکی اپنی کہانی بھول کر میری کہانی میں گم ہوگئی۔
"پھر کسی پیڈرو نامی آدمی نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد وہ آدمی پیڈرو تک پہنچے اور ہم ان کے جال میں پھنس گئے۔ یہ کیبل اور فلو نہیں تھے۔
"آہ۔ یہ پیڈرو کے ساتھی تو نہیں ہیں۔"
"نہیں پیڈرو کے ساتھی نہیں ہیں لیکن کیا ان کا نام فلورنز ہی ہے۔"
"نہیں۔ وہ ماسٹر دن اور ماسٹر ٹو کہلاتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔
"تو پھر تم خود سوچ لو۔ کہ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر وہ لوگ مجھیں یہ بتادیتے ہیں کہ میں ان کے لیے کیا کرسکتا ہوں تو پھر میں ماننے کو تیار ہوں جو کچھ تم کہوگی اس پر آمادہ ہوجاؤں گا۔"
"وعدہ کرتے ہو۔؟"
"ہاں بالکل۔"
"ٹھیک ہے۔ میں ان سے بات کروں گی۔" لڑکی نے کہا اور میں مسکرائی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ بولی۔
"اچھا میں چلتی ہوں۔ تم آرام کرو۔ اور ہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی بجا دینا۔ میں تمہاری سروس پر ہوں۔"
"بہت بہت شکریہ اچھی گرائنا۔ مجھے تم بہت نیک لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ میں تمہاری عزت کرنے لگا ہوں۔" وہ چند لمحات دروازے میں رُک کر مجھے دیکھتی رہی اور پھر گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔ واقعی معصوم لڑکی تھی۔ پتہ نہیں ان کمبختوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئی۔
بہرحال یہ دلچسپ صورتِ حال میرے لیے بڑی عجیب تھی ان

تمام واقعات سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ پیڈرو کس طرح دھوکا کھا گیا اور جس وقت وہ ہمیں برف کی سرزمین سے واپس لے کر آیا تھا تو اس وقت وہ راز جس کا تذکرہ سونتیا نے کیا تھا کہاں تھا پیڈرو کو اس کے بارے میں کچھ پتہ چل سکا تھا یا نہیں وہ۔ وہ اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں اگر کامیاب ہوگیا ہوتا تو پھر یقینی طور پر ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا جو اس نے کیا۔ لیکن یہ مسئلہ کیا تھا آخر وہ راز کہاں غائب ہوگیا تھا۔
بہرطور میری زندگی اب میری اپنی نہیں تھی۔ زیبی کے نہ ملنے سے کسی قدر مایوسی ذہن پر طاری ہوگئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب میں کبھی اُسے نہ پاسکوں گا۔ لیکن زندگی کا مفہوم بھی تو کوئی نہیں رہا تھا۔ سردارے کو ایک بار پھر چھوڑ دیا تھا اور اب اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ بیچارہ اچھا خاصا گھریلو آدمی بن گیا تھا میری طرح بدنصیب نہیں تھا کہ ٹھوکریں کھاتا پھرتا پھر میں کیوں اُسے دربدر پھراتا، اپنی دوستی کا یہ صلہ میں کس سے وصول نہیں کرسکتا تھا۔
چنانچہ میں نے خود ہی اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اور اب ان کے چنگل میں آپھنسا تھا۔ اگر میں چاہتا تو ان کے چنگل سے نکلنے کے لیے بھرپور کوشش کرسکتا تھا، لیکن میرے دل میں اس کی خواہش بھی نہیں تھی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ حالات کونسا رُخ اختیار کرتے ہیں بس یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس وقت میں ایک ڈمی کی حیثیت رکھتا تھا۔ راجہ لوانا صغیر تو کہیں جاسویا تھا شاید زیبی کے ساتھ ہی گم ہوگیا تھا کہیں ان خلاؤں میں، جس طرح میں ان لوگوں کے جال میں پھنسا تھا اگر کوئی اور ہوتا تو سخت بددل ہوگیا ہوتا خاص طور سے اس شکل میں کہ میرے لیے کوئی ایسی بات سامنے نہیں تھی جو میری دلچسپی کا باعث ہوتی۔
بہرطور آرام کرتا رہا اور اس کے بعد نجانے کب آنکھ لگ گئی۔
تیسری بار جب آنکھ کھلی تو میری طبیعت میں جھنجھلاہٹ سی تھی۔ میں خاموشی سے اپنے بستر پر پڑا رہا۔ اور پھر پہلی شکل جو مجھے نظر آئی وہ گرائنا ہی کی تھی۔ وہ چوروں کی طرح میرے پاس آئی تھی۔ شاید اس نے میری کھلی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔
"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ ایک دم اُچھل گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرادی۔ اس مسکراہٹ میں بھی ایک خوف کا احساس تھا۔
"تم پھر مجھے سمجھانے آئی ہوگی۔" میں نے کہا۔
"آپ۔ آپ جاگ رہے ہیں مسٹر کیرائل۔"
"میں کیرائل نہیں ہوں۔"
"ہاں۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔"
"لیکن کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔
"وہ۔ وہ بس میں آپ کو اور کس نام سے پکاروں۔"
"ٹھیک ہے۔ تم اسی نام سے پکارتی رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے ان لوگوں سے میرے بارے میں بات کی یا نہیں۔"
"ہاں کی تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"پھر کیا جواب دیا انھوں نے۔"
"کچھ نہیں۔ کوئی جواب ہی نہیں دیا۔"
"اور تم میرے پاس چلی آئیں۔"
"وہ تو۔ وہ تو میں تھیں۔"
"لڑکی دیکھو۔ حماقت کی باتیں مت کرو، مجھے بھی غصہ آسکتا ہے۔"
"تو تم ہی مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" اس نے بے بسی سے کہا۔
"کیا مطلب۔؟"

وہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں تم سے اس راز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں اور تم۔ تم الگ ڈانٹتے ہو۔" اس نے بسورتے ہوئے کہا اور میرے دل میں نرمی سی پیدا ہوگئی۔

"بے بی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ راز کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کیرائل ہی نہیں ہوں اصلی کیرائل کو تلاش کرو صورتِ حال تمھارے سامنے آجائے گی یا پھر سونیتا اس کی نشاندہی کرسکے گی۔"

"جہنم میں گئی سونیتا مجھے نہیں معلوم وہ کہاں مرگئی۔" لڑکی نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا

"اچھا یہ بتاؤ۔ ہم اس وقت کہاں ہیں۔؟"

"یہ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"کیوں۔؟"

"منع جو کردیا ہے انھوں نے۔"

"لیکن اگر میں تمھاری گردن دبادوں تو۔ کیا تم زبان کھولنے کے بجائے مرنا پسند کروگی۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔" وہ سکون سے بولی۔

"کیا مطلب۔ کیا ایک ہی بات ہے۔"

"نہ بتانے پر تم مار ڈالو گے اور بتانے پر وہ ہلاک کردیں گے تمھیں شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہم اب ان دونوں کی تحویل میں نہیں ہیں۔"

"کن دونوں کی۔"؟

"وہی جو تم سے فلورینس اور کیبل کی حیثیت سے ملے تھے۔"

"اوہ تو پھر ہم کس کی تحویل میں ہیں۔؟"

"کنگ ٹوبوسو اب ہمارا انچارج ہے۔"

"خوب۔ اچھے اچھے نام سنا رہی ہو تم مجھے۔ یہ ٹوبوسو کیا افریقی ہے۔؟"

"ہاں۔ اسے کالی موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"سبحان اللہ۔ اب یہ کالی پیلی موت میرے سر پر مسلط ہوگئی۔ لیکن یہ ہوا کیسے۔؟"

"کچھ نہیں۔ بس کنگ ٹوبوسو ان سب کا انچارج تھا اور تم اسے نہیں جانتے۔ وہ موت کا دوسرا نام ہے۔"

"کالی موت کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

"لیکن لڑکی تم مجھے ضرور بتاؤ گی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔"

"سنو۔ بتادینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ میرا خیال ہے میں ان لوگوں کی ساتھی ہوں لیکن کسی طور تمھیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ تم براہِ کرم تم۔ تم کیوں میری زندگی کے دشمن ہوگئے ہو۔ میں اگر تمھیں بتادوں گی تو ماری جاؤں گی بلاوجہ زندہ رہوں گی تو ممکن ہے تمھارے لیے کچھ راستے ہموار کرسکوں۔"

میں خاموشی سے اُسے دیکھنے لگا۔ لڑکی کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ غلط نہیں ہے سچ بولنا چاہتی ہے سچ بولنا ہی پسند کرتی ہے۔ بہرطور اب یہ کنگ ٹوبوسو کا معاملہ آگیا تھا جو کالی موت تھا۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیوں آئی تھیں۔؟"

"آخری بار تم سے یہ کہنے کہ انھیں اس راز کے بارے میں بتادو اس کے بعد میرا کام ختم ہوجائے گا۔"

"اور اگر میں تمھیں یہیں ختم کردوں تو۔"

"تو کردو نا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ میں تو ویسے بھی ماری جاؤں گی۔" اس نے اس معصومیت سے کہا کہ مجھے پھر ہنسی آگئی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"جاؤ گرائنا۔ واپس چلی جاؤ۔ میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ میرا نام کیرائل نہیں ہے میں نواز اصغر ہوں اگر تم چاہو تو یہ نام انھیں بتادو بتادو ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ کیرائل کے بارے میں انھیں چاہیے کہ خود ہی پتہ لگائیں میں ان کے لیے بے مقصد وجود ثابت ہوں گا۔ اس کے باوجود وہ اگر مجھے قید رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے میں دیکھوں گا کہ وہ لوگ کیا کرسکتے ہیں۔"

لڑکی چند ساعت کھڑی مجھے گھورتی رہی پھر خاموشی سے وہاں سے چلی گئی میں اب کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا یہاں رُکنا اب مجھے ناپسند تھا چنانچہ کچھ نہ کچھ کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا میں نے سوچا اور اپنے ذہن میں کوئی ایسا پروگرام ترتیب دینے لگا جس سے یہاں سے گلوخلاصی ہو۔ اگر مجھے علاقے کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں یہ تصور کرسکتا تھا کہ میں کس طرح یہاں سے نکل سکتا ہوں لیکن علاقے کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں تاہم میں نے اب کوئی نہ کوئی ٹھوس قدم اُٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔

کافی دیر کے بعد ایک بار پھر چند افراد میرے کمرے میں آئے اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور میں خاموشی سے اُن کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ دیکھوں تو سہی وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں بہرطور میں اُن کے ساتھ ایک بڑے ہال میں داخل ہوگیا جس کے ایک حصے میں ایک میز پڑی ہوئی تھی اُس کے پیچھے چوڑے شانوں والا ایک شخص چشمہ لگائے بیٹھا تھا اُس کی آنکھیں نظر نہیں آرہی تھیں لیکن اُس کی سُرخ ناک دور ہی سے دیکھی جاسکتی تھی۔ مجھے لانے والے

اس کے سامنے لے گئے اور دونوں سمت ہٹ کر ادب سے کھڑے ہوگئے۔

"میرا نام ٹوبوسو ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ٹوبوسو۔"

"مگر تمھارے چہرے پر جو سفیدی جھلک رہی ہے، وہ تمھیں لاکاماؤ سے ظاہر کرتی ہے۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

"مذاق کرنے کی کوشش کررہے ہو، کوئی بات نہیں ہے میں بُرا نہیں مانتا۔"

"نہیں مسٹر ٹوبوسو۔ میں مذاق نہیں کررہا۔ آپ کا نام سننے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ آپ افریقی نژاد ہوں گے لیکن آپ کا رنگ کافی کھلتا ہوا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ لوگ آپ کو کالی موت کیوں کہتے ہیں۔"

"تم تو میرے بارے میں ہی معلومات کرنے کے لیے بحث کرنے لگے۔" اس شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

"بہرطور مسٹر ٹوبوسو۔ میں آپ کی اس پیاری سی بچی سے کہہ رہا تھا کہ آپ کو بتادیا جائے میرا نام کیرائل نہیں ہے اور آپ لوگ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں۔ پوری کہانی بھی میں بارہا سنا چکا ہوں اگر آپ نے نہ سنی ہو تو آپ کو بھی سنادوں۔

"گویا تم اب بھی تسلیم نہیں کروگے کہ تم کیرائل ہو۔"

"اگر انسان اپنے بچپن اور اس کے بعد کے گزرے ہوئے دور کو بھلا سکتا ہے تو پھر آپ جو چاہیں میرا نام تجویز کردیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ میں اگر کیرائل ہوتا تو تسلیم کرلیتا لیکن میں تمام صورتِ حال بتاچکا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ دوسرے لوگوں کی مانند حماقت کا ثبوت نہ دیں بلکہ میرا مشورہ ہے کہ آپ اصل کیرائل کو تلاش کریں مجھے یہ سب کچھ معلوم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں محسوس ہوتا آپ کیرائل کو تلاش کرلیں۔ اس دوران میں رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو آپ کی قید میں رکھنے کے لیے تیار ہوں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ خواہ مخواہ میرا دماغ خراب نہ کیا جائے ہاں اگر کیرائل نہ ملے تو پھر آپ میرے سلسلے میں جو چاہیں کرسکتے ہیں۔" میرے لہجے پر شاید ٹوبوسو کو حیرت ہوئی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنی بہادری سے اس کے سامنے بول سکتا ہوں۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا پھر نرم لہجے میں بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو ہم کیرائل کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے لیکن تمھیں ایک آخری بات بتادی جاتی ہے کہ اگر کیرائل ہمیں نہ مل سکا یا اس بات کی تصدیق نہ ہوسکی کہ تم اصل کیرائل نہیں ہو تو ہم تمھیں قتل کردیں گے۔ اگر یہ راز ہمیں نہ معلوم ہوسکا تو ہم یہ بھی نہیں پسند کریں گے کہ وہ کسی اور کو معلوم ہوجائے اس کے بعد جو صورتِ حال ہوگی وہ سامنے آہی جائے گی چنانچہ تم اس چیز کو ذہن میں رکھنا۔"

"مجھے منظور ہے ٹوبوسو۔ لیکن براہِ کرم اب مجھے کیرائل نہ کہا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن تمھیں اپنے بارے میں بھی تفصیل بتانا ہوگی۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ۔؟"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ تمھارا تعلق کون سے ملک سے ہے۔"

"پاکستان سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"اوہ۔ ایشیائی ہو۔ میرا اندازہ تمھارے بارے میں غلط تھا۔ میں تمھیں اسپینش سمجھتا تھا۔"

"نہیں، ایشیا کا باشندہ ہوں نام راجہ نواز اصغر ہے پاکستان کے ایک پرثمر علاقے سرائے عالم گیر کا رہنے والا ہوں، نیویارک میں ایک خوبصورت شوروم کھولا ہوا تھا جس کا نام زیبی کارپٹس تھا چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر اسے چھوڑ چکا ہوں اور اب یوں بھٹکتا ہوا پھر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ تمام تفصیلات نوٹ کرلی جائیں اور مسٹر کیرائل یا آپ نے اپنا جو نام بتایا۔ کیا نام بتایا تھا آپ نے۔؟"

"نواز اصغر۔"

"سوری۔ مجھ سے نہیں بنتا۔ بہرطور مسٹر آسکر آپ کو اس دوران ہمارا مہمان بن کر رہنا ہوگا کوشش یہ کریں گے کہ آپ کو کوئی خاص تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن میری شرائط آپ کے سامنے ہیں۔ اگر اصلی کیرائل مل گیا تو آپ کو باعزت یہاں سے روانہ کردیا جائے گا اور اگر نہیں ملا تو میں آپ سے دوسری بار گفتگو نہیں کروں گا۔ جاؤ انھیں لے جاؤ۔ اور کسی پُرفضا مقام پر بند کردو۔ جہاں انھیں خصوصی تکلیفوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ گردن جھکا کر میرے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے شانے پر ہاتھ دھر کر آگے چلنے کا اشارہ کیا اور باہر لے آئے۔

اس مرتبہ مجھے اس عمارت میں نہیں رکھا گیا۔ البتہ عمارت سے نکلنے سے قبل میری آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی گئی تھی جس سے مجھے بالکل نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر شاید کسی گاڑی میں مجھے سفر کرنا پڑا اور کافی دیر تک یہ گاڑی ناہموار راستوں پر دوڑتی رہی اس کے بعد وہ کسی جگہ رُک گئی۔ مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اُتارا اور میری آنکھوں کی پٹی اُتار دی گئی۔

میں نے اپنے اطراف میں دیکھا عجیب ویران سا علاقہ تھا سامنے ہی چٹانوں میں تراشی ہوئی بوسیدہ سیڑھیاں تھیں جن کے کنارے ٹوٹے ہوئے تھے۔

"ادھر چلو۔" کسی نے مجھ سے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ وہ تمام

لوگ جو میرے ساتھ آئے تھے میری پشت پر موجود تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں کسی طرح ان سے نمٹ سکوں۔ چنانچہ میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ پھر ایک بلند چٹان پر پہنچ گیا جس کے کنارے پر ریلنگ لگی ہوئی تھی اس کے تین اطراف سمندر کا نظارہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یہ کوئی سمندری علاقہ ہے شاید پرانے زمانے کا کوئی ایسا علاقہ جو کسی وجہ سے ناقابل استعمال ہو گیا ہو۔

چٹان پر جو عمارت نظر آ رہی تھی وہ بھی عجیب و غریب تھی۔ ایک سمادھی کی سی شکل تھی جو سرخ پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ ایک دروازہ بھی نظر آ رہا تھا وہ لوگ مجھے لیے ہوئے اُس دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایک بار پھر مجھے سیڑھیاں طے کرنی پڑیں اور میں سمادھی کے اُوپری حصے میں پہنچ گیا۔

"ہم۔ ایک وسیع اور گول کمرے میں داخل ہوئے جس میں ایک بوسیدہ سی چارپائی پڑی ہوئی تھی ایک گول میز بھی تھی جو سمندر کی نمکین ہواؤں سے اپنا رنگ و روپ کھو چکی تھی اور ساتھ ہی اٹیچ باتھ روم بھی تھا جس کا دروازہ نہیں تھا۔

یہ میری نئی رہائش گاہ تھی مجھے لانے والوں نے مجھے یہاں پر چھوڑ دیا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنو۔ یہاں تمھیں کھانے پینے کی تمام چیزیں باآسانی مل جائیں گی لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہو گی اُس وقت تک جب تک مسٹر ٹوبوسو تمھارے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہ کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ باہر چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا اُن کے جانے کے چند منٹ تک میں اُسی جگہ کھڑا رہا۔ کمرہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ قید خانہ بہت ہی انوکھا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں میری زندگی کس طرح گزر سکے گی اور میں کتنے دن اس سلسلے میں زندہ رہوں گا لیکن اس سلسلے میں سوال کس سے کرتا۔ میں نے اس کمرہ کا جائزہ لیا کمرہ میں تین کھڑکیاں بھی تھیں لیکن انسانی قد سے بلند، میز پر چڑھ کر ہی اُن سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے یہی کوشش کی میز سرکا کر ایک کھڑکی کے نیچے رکھی۔ میز سال خوردہ ضرور معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود مضبوط تھی۔

کھڑکی سے سمندر کے نظارے صاف نظر آتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے سفید پرندے فضاؤں میں پرواز کر رہے تھے۔ ماحول میں گھٹن کا ذرا بھی احساس نہیں تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر میز سے اُتر آیا اور پھر پلنگ پر لیٹ گیا قید خانے میں، میں نے پہلا دن اسی طرح سے گزارا۔

اس دن مجھے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا گیا تھا۔ رات کو بھی بے سکون رہا۔ اور شدید غصے سے کھولتا رہا۔ یہ تو حماقت ہو گئی تھی۔ اُن لوگوں نے اگر یہاں مجھے اسی طرح بھوکا، پیاسا مار دیا کیا ہو گا۔ حالانکہ ٹوبوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھے گا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ لیکن یہ پہلا دن ہی بھوک پیاس میں گزر گیا تھا۔ یہاں کوئی ہے بھی یا نہیں۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مضبوط دروازے کو آزمایا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ دروازہ صرف لکڑی کا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے باہر پتھریلی چٹانوں کا بھی کوئی سلسلہ موجود ہے۔

رات بھی گزر گئی اور اب واقعی نقاہت محسوس ہو رہی تھی دوسرے دن دوپہر کو نیچے کی منزل میں کچھ آوازیں پیدا ہوئیں اور میں انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی نظر آئے جو اسٹین گنوں سے مسلح تھے اور پوری طرح چوکس تھے اُن کے پیچھے دو آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں کچھ برتن تھے۔

"یہ تمھاری خوراک ہے۔ کم از کم تین دن تک تمھیں یہ خوراک چلانی ہو گی۔ یہاں ہم تمھیں روزانہ تازہ خوراک مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ پانی ہے اسے تم پینے کے لیے استعمال کرو گے اور یہ کاغذ اور قلم ہے اگر تمھارے ذہن میں آ جائے کہ تم غلط راستے پر ہو تو اس پر لکھ کر کھڑکی سے نیچے پھینک دینا ہمیں مل جائے گا۔" اس نے کہا۔

"اٹیچ باتھ روم میں پانی کا کیا انتظام ہے؟" میں نے غرّائے لہجے میں پوچھا۔

"وہاں پائپ لائن موجود ہے تم اُس سے سمندر کا نمکین پانی حاصل کر سکتے ہو۔"

"ٹوبوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے معزز مہمان کی حیثیت سے احترام دے گا۔ کیا معزز مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔"

"اس سے بہتر سلوک اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ میرے دوست آرام کرو۔"

"لیکن یہ سب کچھ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔"

"اس کا فیصلہ مسٹر ٹوبوسو ہی کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر مجھے اُن سے ایک بار پھر ملاؤ۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔"

"لیکن میں یہاں وقت نہیں گزار سکتا۔"

"تو پھر دیوار یں موجود ہیں۔ ان سے ٹکرا کر سر پھوڑ لو۔" اُن میں سے ایک نے کہا اور میں تلملا کر رہ گیا۔ کیا کر سکتا تھا خاموشی کے سوا۔ وہ لوگ واپس چل پڑے۔ دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ میں سخت بھوکا تھا اس لیے دوسری باتیں بھول کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھانا نہایت گھٹیا تھا لیکن بھوک میں سب چلتا ہے پانی پینے

کے بعد ہاتھ پاؤں میں سرسراہٹ ہونے لگی اور میں لیٹ گیا پھر نیند آ گئی۔ نجانے میں کب تک سوتا رہا۔ اس وقت شاید آدھی رات گزر چکی تھی جب آنکھ کھلی چاند آسمان کی بلندیوں میں تھا کیونکہ ایک کھڑکی سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ میں نے ایک انگڑائی لی اور اٹھ کر میز پر بیٹھ گیا سمندر کی آواز سنائی دے رہی تھی اور چاند بادلوں کی اوٹ میں سفر کر رہا تھا۔

ماحول کی خاموشی پانی کے شور سے مجروح ہو رہی تھی اور میرے اندر اکتاہٹ کا سمندر موجزن تھا۔ نجانے کتنا وقت یہاں گزرے کس طرح۔ یہ وقت گزاروں گا کیا کروں گا۔

لیکن آہستہ آہستہ یہ وقت گزرتا ہی رہا میں بُری طرح اُکتا رہا تھا۔ زندگی دوبھر معلوم ہو رہی تھی اس قید خانے میں میرا دل پھڑپھڑا رہا تھا لیکن یہاں جب بھی سکون سے بیٹھ کر سوچتا تو بہت سی باتیں ذہن میں آنے لگتیں۔ یہ تقدیر کا کون سا رُخ تھا۔

مجھے کس گناہ کی سزا مل رہی تھی، میں نے درحقیقت بُرائیاں کی تھیں اور اگر زندگی ہی میں بُرائیوں کی سزا ملتی ہے تو میں ان بُرائیوں کی سزا ہی کہہ سکتا تھا۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ ماحول اور کیا ہو سکتا ہے۔ زیبی بچھڑ گئی تھی۔ اپنی خوبصورت زندگی کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ دربدر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ دربدر ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا کیا کروں، کیا کرنا چاہیے۔ کس طرح میں اُن لوگوں سے اپنی گلوخلاصی کراؤں۔ یہ تفریح تو نہ رہی تھی۔ لیکن۔ لیکن کیا یہ سب کچھ مناسب ہے۔ کیا مجھے اس طرح ان لوگوں کا غلام بن کر رہنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا اب۔ اب تو کچھ کرنا ہی ہو گا۔

میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ کاغذ پر میں نے ایک تحریر لکھی اور اُسے کھڑکی سے نیچے گرا دیا۔

میں نے اس میں لکھا تھا کہ میں مسٹر ٹوبوسو کو کچھ ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں بے چینی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ رات ہوئی تو کچھ آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں انسانی ہی تھیں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس دروازے ہی کی جانب آ رہا تھا۔

پھر دروازہ کھلا اور چند مسلح افراد میرے کمرے میں گھس آئے۔

"آؤ۔" ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔ اور میں سکون کی سانس لے کر باہر نکل آیا۔ اس منحوس قید خانے میں واپس آنے سے بہتر ہے کہ زندگی کی بازی لگا دی جائے یہی سوچ کر میں باہر نکلا تھا لیکن یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا میں نے۔ کہ پہلے اپنے طور پر کوئی مناسب کاروائی کرنے کی کوشش کروں گا اگر ان لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے میں کامیاب ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دیکھا جائے گا۔

وہ لوگ باہر نکل آئے اور مجھے لے کر ایک ہال میں پہنچ گئے عمارت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ پہلے میں نے اُسے ایک چھوٹی سی عمارت سمجھا تھا لیکن وہ مختلف حصوں میں بنی ہوئی تھی، جس ہال میں وہ لوگ مجھے لے کر گئے تھے وہاں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں ایک لیمپ روشن تھا اور ایک کرسی پر مسٹر ٹوبوسو بیٹھے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ میں اُن کے سامنے جا کھڑا ہوا اس نے پہلی بار چشمہ اُتار کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھیں بلاشبہ بے حد خوفناک تھیں۔

"ہیلو مسٹر کیرائل۔" ٹوبوسو نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہیلو مسٹر ٹوبوسو۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے خاص طور سے اس لیے کہ آپ وہ ہیں جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔"

"مثلاً۔"

"مجھے واقعی آپ نے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا تھا۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"ہاں۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"میں نے فیصلہ کیا ہے مسٹر ٹوبوسو کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ میں معاملات طے کر لینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔" ٹوبوسو نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ میں آپ کو اس فیصلے پر مبارک باد دیتا ہوں لیکن اس کے لیے آپ کی کیا شرائط ہوں گی۔"

"آزادی۔ صرف آزادی۔"

"یہ کوئی ایسی شرط نہیں ہے جسے ماننے میں کوئی عار ہو لیکن ایک بدقسمتی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی مسٹر نوازا سکر۔" ٹوبوسو نے کہا اور میں متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"سمجھایا جا سکتا ہے آپ کو۔" ٹوبوسو نے کہا اور ایک طرف رُخ کر کے ہاتھ اُٹھا دیا۔ چند افراد اندر داخل ہو گئے اور اُن کے ساتھ ایک آدمی موجود تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اُسے روشنی میں لایا گیا اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ۔ وہ میرا ہمشکل تھا۔ ہاں تقریباً میری ہی جیسی شکل کا مالک۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اُس کی رنگت میں ذرا سی تبدیلی تھی اور وہ یورپین خدوخال رکھتا تھا تب ٹوبوسو نے کہا۔

"ان سے ملو۔ یہ مسٹر کیرائل ہیں۔" میں خاموشی سے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہ گیا تھا میرا ہمشکل مسمی سی شکل بنائے

کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی میں جس طرح اسے دیکھ کر چونکا تھا وہ مجھے دیکھ کر اس طرح نہیں چونکا تھا۔
"ہاں۔ تو مسٹر نواز اصغر۔ اچانک آپ کو یہ شبہ کیسے ہو گیا کہ آپ مسٹر کیرائل ہیں۔"
"شبہ۔ شبہ نہیں یہ حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"کمال ہے جب ہم حقیقت آپ کی زبانی کہلوانا چاہتے تھے تو آپ اتنی بحث کر رہے تھے اور آج جب ہمیں اصل آدمی مل گیا ہے تو آپ ہمیں حقیقت بتانے پر مصر ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی ہنسی بے حد خوفناک تھی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔
"سنو۔ کیا تم کیرائل ہو؟"
"نہیں جناب میرا نام پیئرڈ ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔
"تو پھر یہ بات تم مسٹر ٹوبوسو کو بتاؤ۔"
"تم لوگ کیا سمجھتے ہو مجھے۔ دونوں کو گردنیں دبا کر یہیں اسی جگہ پھینک دوں گا اور لاشیں یہاں سڑتی رہیں گی۔ اسے تم جواب دو۔ تم میں سے اصلی کیرائل کون ہے۔؟"
"میں ہوں۔ جب میں آپ سے اعتراف کر رہا ہوں مسٹر ٹوبوسو کہ میں اصلی کیرائل ہوں اور جب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں وہ راز آپ کے حوالے کر دوں گا تو پھر آپ اس شریف آدمی کو کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" ٹوبوسو کی آنکھوں میں حیرت نظر آنے لگی تھی غالباً وہ اس بات پر شدید حیران تھا کہ اچانک میری کایا پلٹ کیسے ہو گئی ہے۔
"تو پھر وہ راز کہاں ہے۔؟"
"وہ میرے پاس ہے وہ میں تمہیں دے سکتا ہوں۔"
"کیا بکواس کر رہے ہو۔ اب تک تم نے اس کے بارے میں مجھ سے بات چیت کیوں نہیں کی۔"
"میں بتانا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔
"تمہاری موت ہی آئی ہے۔ اے تم بتاؤ کیا تم کیرائل نہیں ہو؟" ٹوبوسو نے اس شخص سے پوچھا۔
"نہیں جناب میں پیئرڈ ہوں ایک غریب آدمی آپ لوگوں نے بلاوجہ مجھے پکڑ لیا ہے آپ یقین کریں میں سو فیصدی پیئرڈ ہوں۔ آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔ بس ایک غریب آدمی ہوں جناب اور بڑی مشکل سے زندگی بسر کر رہا تھا کہ آپ مجھے پکڑ لائے۔" اس کے اس جواب پر ٹوبوسو کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا اور وہ خونخوار انداز میں کھڑا ہو گیا پھر وہ خونی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور بولا۔
"سنو! تمہیں مر جانا چاہیئے۔ تم دونوں کو مر جانا چاہیئے مجھے تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا تم دونوں مجھے احمق سمجھتے ہو۔ میں، میں تمہیں صرف بیس گھنٹے دیتا ہوں ان بیس گھنٹوں کے اندر تم فیصلہ کر لو کہ تم میں سے اصل کیرائل کون ہے اور کون مجھے وہ راز دے رہا ہے اگر تم یہ فیصلہ نہ کر سکے تو تم دونوں کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دوں گا اور اس کے بعد اصل کیرائل کو تلاش کروں گا۔" ٹوبوسو کی آواز برف کی مانند سرد تھی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔
"ان کی زندگی صرف بیس گھنٹے کی ہے اس کے بعد اگر یہ لوگ آپس میں فیصلہ نہ کر سکیں تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا سمجھے، انہیں گولی مار دینا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔"
"مگر مسٹر ٹوبوسو۔ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ وہ راز میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تو پھر آپ اس سلسلے میں تعرض کیوں کر رہے ہیں۔؟"
"کوئی تعرض نہیں کر رہا وہ راز تم مجھے کب کہاں دے سکتے ہو۔؟"
"میں تمہیں ہی دوسرے سفر پر روانہ کیے دیتا ہوں۔ مجھے اس ہنگامے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" ٹوبوسو شاید بُری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ جھنجھلاتے ہوئے انداز میں وہاں سے باہر نکل گیا۔
ہمارے محافظوں نے ایک بار پھر ہمیں پکڑ کر ایک ہی جگہ اسی کمرے میں بند کر دیا تھا جہاں ہم پہلے سے قید تھے۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے ہمشکل کو دیکھا اور بولا
"کیوں بھائی پیئرڈ۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"
"مسٹر نواز اصغر یہی نام لے رہے تھے وہ لوگ، آپ کا۔"
"ہاں۔"
"یہ حقیقت ہے کہ میرا نام پیئرڈ ہے۔"
"اوہ۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ چالاک نکلے مسٹر کیرائل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیرائل نہیں۔ میں کیرائل نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"تھوڑے دن پہلے میں بھی یہی کہتا تھا۔" میں نے جواب دیا اور وہ بے اختیار ہنس پڑا۔
"اچھی بات ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"
"تم ان لوگوں کے چنگل میں کس طرح پھنس گئے۔"
"بس یار۔ بدقسمتی ہی کہی جا سکتی ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہا اور دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔
"پلنگ پر آرام کرو۔ میں تو یہاں رہتے رہتے اکتا چکا ہوں۔"
"فکر نہ کرو بہت جلد ہمیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔" اس نے کہا۔
"کس طرح۔"
"یہی گولی مار دیں گے وہ لوگ ہمیں۔ اور اس طرح ہماری روحیں آزاد ہو جائیں گی۔ کیا وہ ہماری روحوں کو یہاں رکھ سکتے ہیں۔؟"
"خوب۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو موت کے شکنجے میں پھنس جانے کے بعد بھی مسکرانے والے، مجھے ایسے لوگ پسند ہیں۔"
"اور مجھے بھی آپ جیسے لوگ پسند ہیں مسٹر نواز اصغر۔" اس نے کہا۔
"تمہارا نام کیرائل ہی ہے نا۔؟"
"نہیں، یہ بات میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں کہ میں کیرائل نہیں ہوں۔"
"کیا۔ لیکن۔ لیکن پھر تم میرے ہمشکل کیوں ہو۔"
"کہاں ہوں بھائی۔ ہوں نہیں بنا دیا گیا ہوں۔" اس نے کہا اور میں متحیرانہ نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔"
"ہائے کیا سمجھاؤں تمہیں، بس یہی سمجھ لو یہاں تمہارے لیے بھیجا گیا ہوں۔ صرف تمہارے لیے۔"
"ایک بار پھر میں وہی سوال کروں گا۔؟"
"میں جانتا تھا۔ جواب بھی تیار ہے۔ میڈم سونیتا نے مجھے تمہاری تلاش میں روانہ کیا ہے۔"
"اوہ۔ وہ خیریت سے ہے۔"
"نہ ہوتیں تو بات یہاں تک نہ پہنچتی۔"
"کہاں ہے وہ۔؟"
"جہاں بھی ہیں انہیں یہ امید نہیں ہو گی کہ تم اتنی دور سے آ گئے ہو۔ خدا کی پناہ میرا سفر نہ جانے کتنا طویل تھا۔"
"سونیتا سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"
"کم از کم وہ نہیں ہے جس کے اظہار پر تم مجھے ان لوگوں سے پہلے قتل کرنے کی کوشش کرو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
"نہیں دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیا مطلب۔؟"
"سونیتا سے میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہو۔"
"لڑ رہے ہو۔ کہہ دو گے تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ہمیں اور پھر میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہوں۔"
"کیا اندازہ لگا چکے ہو۔؟"
"مسٹر اصغر! سونیتا کو میں طویل عرصہ سے جانتا ہوں اتنا بے چین گو میڈم کبھی کسی کے لیے نہیں ہوئی جتنی تمہارے لیے بے چین تھیں۔ طویل عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا تھے۔ انہوں نے خصوصاً مجھے طلب کیا اور اس کے بعد یہ ذمہ داری میرے سپرد کی۔ میرے چہرے پر کیرائل کا میک اپ کیا گیا ان کا خیال تھا کہ جن لوگوں نے تمہیں کیرائل کی حیثیت سے اغوا کیا ہے انہیں یہ پتہ چل گیا ہو گا کہ تم اصلی کیرائل نہیں ہو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اصلی کیرائل بنا کر ان کی بھینٹ چڑھا دیا اور اب میری زندگی بھی صرف بیس گھنٹے کی رہ گئی ہے۔"
میں دنگ رہ گیا تھا سونیتا نے میرے لیے اتنا بڑا کام کیا

تھا میں نے اس کی شخصیت میں ایک انوکھی بات محسوس کی تھی لیکن میں جن راستوں کا راہی نہیں تھا ان کے سلسلے میں کسی کو بھی کوئی مدد نہیں دے سکتا تھا۔ میں تو خود ایک لٹا ہوا انسان تھا۔ چنانچہ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پیٹر ووڈ میری شکل دیکھ رہا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"اب بھی اعتراف نہیں کرو گے مسٹر اصغر۔"

"سوری پیٹر ووڈ سونیتا کے ذہن میں اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے کہ اسے مایوسی ہو گی۔"

"یار تم تو سنجیدہ معلوم ہوتے ہو۔" پیٹر ووڈ نے بے تکلفی سے کہا۔

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں پیٹر ووڈ۔"

"مگر کیا سونیتا کو اس بات کا احساس نہیں کہ تم اس کی جانب متوجہ نہیں ہو۔"

"میں نہیں جانتا۔ ہمارے درمیان کبھی اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور پھر ہماری ملاقات تو بہت مختصر سی ہے۔"

"اصولاً۔ ایسا ہونا تو نہیں چاہیے لیکن زندگی کے ان بیس گھنٹوں میں سے اگر ہم کچھ دیر آپس کی گفتگو کریں تو کوئی حرج ہے۔ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے سے ذہنی قربت بھی حاصل کر لیں گے۔"

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا۔ یہ شخص جو پیٹر ووڈ کی حیثیت سے لایا گیا ہے درحقیقت کہیں ٹوبوسو کا آدمی تو نہیں ہے اس طرح ممکن ہے ٹوبوسو نے میری کھوج لینے کے لیے اسے مقرر کیا ہو۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پیٹر ووڈ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اس کے باوجود اگر کوئی ایسا ہی مسئلہ ہے جسے تم نہ بتانا چاہو تو میں تمہیں کبھی اس کے لیے مجبور نہ کروں گا۔"

"نہیں پیٹر ووڈ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"بتاؤ گے کیا۔؟"

"یہ کہ کہیں تم ٹوبوسو کے آدمی تو نہیں ہو اور مجھ سے میرا راز لینے تو نہیں آئے۔" پیٹر ووڈ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے۔

"خدا کی قسم باقی چاہے کچھ بھی ہو۔ میں تم سے اب ایک لفظ نہیں پوچھوں گا تمہارے بارے میں، لیکن ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ذہین آدمی ہو بہت اچھے انداز میں سوچتے ہو۔ نہ بتاؤ اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا انسان کے اپنے اپنے معاملات ہوتے ہیں لیکن دوست ہمیں ان بیس گھنٹے پورے ہونے سے پہلے یہاں سے نکلنے کا بندوبست کرنا ہے۔" پیٹر ووڈ کے لہجے میں ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سی آ گئی تھی۔ میں بغور اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"پیٹر ووڈ کم از کم تم میری صاف گوئی کا احساس ضرور کرو گے اور اس سے ناراض نہیں ہو گے۔"

"نہیں، نہیں بے شک اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تم چاہتے تو اپنے دل کی یہ بات مجھ سے چھپا سکتے تھے لیکن بات کھری ہے اور اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں ہے ہر انسان کو اپنے اپنے طور پر اپنا دفاع کرنے کا حق پہنچتا ہے۔"

"تم ناراض ہو گئے۔"

"نہیں بھائی نہیں ہوا۔ مجھ سے چاہو تو میری کہانی سن سکتے ہو۔ انٹرنیشنل آدمی ہوں۔ ہندوستان میں پیدا ہوا اور میں پلا بڑھا۔ اس کے بعد ایسٹ افریقہ چلا گیا پھر وہاں سے ہنگری پہنچا۔ ہنگری میں کچھ جرائم پیشہ لوگوں سے چپقلش ہو گئی تین آدمی قتل ہو گئے میرے ہاتھوں، وہاں سے بھاگا اور اس کے بعد کافی عرصے سے مس سونیتا کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔ جیسا میں تمہیں بتا چکا ہوں میرا نام نواز اصغر ہے پاکستان کا رہنے والا ہوں ابتداء ایک عجیب سے انداز میں ہوئی تھی یوں سمجھ لو کہ زمانے کا ستایا ہوا خودکشی کرنا چاہتا تھا کہ کچھ لوگوں کے ہاتھوں لگ گیا ایک دوسرے کردار کی حیثیت سے انہوں نے مجھے اسمگلنگ کے لیے استعمال کیا۔ وہاں سے نکلنے کا موقعہ مل رہا تھا باہر کی دنیا میری نگاہوں کے سامنے تھی چنانچہ میں نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور اس کے بعد شاہراہ حشیش پر سفر کرتا ہوا بالآخر امریکہ پہنچ گیا اس دوران زندگی ایک ایسے انسان کی حیثیت سے گزاری جس کا کوئی کردار شخصیت نہیں ہوتی اپنے آپ کو کھو چکا تھا کہ واپس اپنی پیاری سرزمین پر جاؤں۔ لیکن ایک ایسا موقعہ آ گیا کہ مجھے اپنی کھوئی ہوئی شخصیت یاد آ گئی۔ ترلوکا نامی ایک شخص جو ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی تھا میرے دین کا مذاق اڑا رہا تھا مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں اس کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں ایک لڑکی نے میرا ساتھ دیا اور میں نے ترلوکا کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔ کیس لاس کی پہاڑیوں میں ترلوکا کا

سب سے بڑا ہیڈ کوارٹر تھا جو میری وجہ سے تباہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ لڑکی میری زندگی کی سب سے بڑی ساتھی بن گئی۔ میں نے اس کا نام زیب النساء رکھا اور نیویارک کے ایک فیشن ایبل علاقے میں زیبی کارپٹس کے نام سے ایک شوروم کھول لیا لیکن ترلوکا بچ کر بھاگ گیا تھا اس نے زیبی کو اغوا کیا اور اس کے بعد میری زندگی پھر بری راہ پر آ لگی اور اس کے بعد سے میں اپنی کھوئی ہوئی جنت کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ ترلوکا میرے ہاتھوں سے جا چکا ہے اور" میں نے پیٹر ووڈ کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر شدید سنسنی پھیلی ہوئی تھی اس کا منہ متحیرانہ انداز میں کھلا ہوا تھا۔

"تو تم کیا۔ پچھلے دنوں۔ پچھلے دنوں۔"

"ہاں میں ترلوکا سے بھڑا ہوا تھا۔"

"اوہ۔ خدا کی پناہ، تو وہ نواز اصغر ہو۔ کیا سونیتا کو یہ بات معلوم ہے۔؟"

"نہیں۔ کبھی کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔"

"مجھے معلوم ہے میں جانتا ہوں تمہیں میکلینو مسٹر میکلینو کے بارے میں جانتے ہو۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔ میکلینو سے میری زندگی کا ایک طویل عرصہ وابستہ رہا تھا میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور بولا۔

"تم میکلینو کو جانتے ہو۔؟"

"کیوں نہیں۔ میں میکلینو کے گروہ میں کام کر رہا ہوں۔ بہت عرصے کی بات ہے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ ایک زمانے میں مس سونیتا بھی میکلینو کی ساتھی تھیں لیکن اس کے بعد میکلینو کا انتقال ہو گیا اور ہم نے اپنی الگ آرگنائزیشن بنا لی۔"

"اوہ۔ میرے خدا تو یہ مسئلہ ہے اس کا مقصد ہے کہ تم تو مجھے جانتے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن کیسی دلچسپ بات ہے مذاق ہی مذاق میں تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتا گئے۔"

"نہیں پیٹر ووڈ مذاق مذاق میں نہیں بس تم پر اعتماد کرنے کو جی چاہا تمہیں کچھ سنجیدہ سنجیدہ سا دیکھا اور یہ محسوس کیا جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے تم پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے میں نے تمہیں اپنے بارے میں بتایا ہے۔"

"نہیں میرے دوست میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے میرا نام پیٹر ووڈ ہی ہے چہرے پر کیرائل کا میک اپ ہے اور سونیتا ہی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ بہرطور اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اور کیا کرنا چاہیے راجہ نواز اصغر۔"

"یہ فیصلہ تو تم ہی کرو تو بہتر ہو گا۔"

"واقعی ہمیں خاصے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے کیا ہم باآسانی ان لوگوں کے چنگل سے نکل سکتے ہیں۔"

"کوشش کیے بغیر تو ہم باز نہیں رہ سکیں گے۔ بے وقوف لوگوں نے ہمیں بیس گھنٹے دیے ہیں چنانچہ ان سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مسٹر ہیڈرو کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔؟ مس سونیتا نے یہ بات مجھے بتائی تھی۔"

"ٹھیک بہرطور اب صورت حال یہ ہے کہ ہم دوست ہیں اور ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔"

"تو پھر اب کیا کرنا چاہیے۔ فرار کے کوئی راستہ تمہارے ذہن میں ہے۔"

"جن راستوں سے ہم گزر کر آئے ہیں ان میں فرار کی گنجائش کہاں ہے۔"

"گنجائش کی بات نہیں راستے پہلے سے تیار نہیں ہوتے بنائے جاتے ہیں۔"

"افسوس یہاں بنانے کے لیے بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"یہ سوراخ۔ میرا مطلب ہے یہ کھڑکیاں جو کھلی ہوئی ہیں اور جن کے تعطل کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا" میں نے کہا۔

"مگر ان کے نیچے سینکڑوں فٹ گہرے کھڈ ہیں کہ اگر اوپر سے کودنے کی کوشش کی جائے تو ہمارے ہاتھ پاؤں ٹوٹ سکتے ہیں۔"

"ہوں" میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"دوست۔ ایک طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے کیا ہم ان لوگوں سے نمٹنے کی کوشش نہ کریں جو ہمیں خوراک پہنچاتے ہیں۔ بیس گھنٹے میں آخر ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت تو ہو گی۔"

"یہ لوگ اخلاقیات کی ان باتوں سے نابلد ہیں اور اگر انہیں یاد نہ رہے تو کھانے وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں کرتے۔"

"تو پھر اس دروازے پر ہی قسمت آزمائی کی جائے۔"

اس نے کہا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔
"ہاں اگر دروازے کو توڑنے کی کوشش کی جائے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں۔"
"تو پھر آؤ شروع کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور ہم نے اس سلسلے میں چاروں طرف کا جائزہ لیا میز کے علاوہ یہاں اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کارآمد بنایا جاسکے یا پھر یہ چارپائی تھی جس کے پائے نکال کر دروازے پر کوشش کی جاسکے۔
چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ چارپائی کو کھول لیا اس کے تمام انجر پنجر الگ کر دیئے اور اس کے بعد دروازے پر مصروف ہو گئے۔ دروازے پر ہماری ضربیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن اس سلسلے میں زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی تھوڑی ہی دیر بعد باہر سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔
"اگر تم لوگ دروازے کے پاس سے نہ ہٹے تو ہم لوگ اسٹین گن کے فائر کھول دیں گے۔"
"دروازہ کھولو! ہم میں سے ایک آدمی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔" پیروڈ نے کہا اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دونوں محافظ اسٹین گن لیے ہوئے اندر آئے تھے۔ میں فرش پر اوندھا لیٹ گیا تھا۔ پیروڈ کی یہ چال مجھے بہت پسند آئی تھی۔
"کیا ہوا۔ ؟ کیا ہو گیا اُسے۔ ؟"
"پتہ نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ہی ٹھیک ٹھاک تھا اچانک ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔" ان میں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دوسرے نے اسٹین گن سنبھالی اور پیچھے جا کر دروازے سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اور پہلا آدمی اپنی اسٹین گن اس کے ہاتھوں میں تھما کر میری طرف آیا اس نے مجھے سیدھا کیا لیکن اس دوران مجھے کام کرنا تھا۔
جونہی میرا بدن سیدھا ہوا میں نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر پوری قوت سے اس پر ماریں۔ نشانہ اس طرح رکھا تھا کہ وہ پوری قوت سے اپنے ساتھی پر جا کر گرے اسٹین گن کی آوازیں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کا جس کو میں نے اچھال کر دوسرے کی طرف پھینکا تھا بدن گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ میں نے اسے موقعہ نہیں دیا تھا پیروڈ نے اپنی جگہ چھوڑی اور میں نے عقب سے اس کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر ضربیں لگائیں وہ ایک لمحے کے لیے جھول سا گیا تھا اور اسی لمحے

پیروڈ نے وہ فالتو اسٹین گن اس کے ہاتھ سے لے لی جسے آدمی نے اس کے ہاتھوں میں تھمایا تھا دوسرے لمحے پیروڈ کی اسٹین گن سے گولیاں نکلیں اور یہ پہلا شخص بھی ڈھیر ہو گیا۔
"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ تجربہ نہایت کامیاب رہا۔ اب باہر کی طرف چلتے ہیں۔" پیروڈ بولا اور ہم دونوں برق رفتاری سے نکل آئے پیروڈ نے تعریفی انداز میں کہا۔
"تم ذہین بھی ہو اور پھرتیلے بھی۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا سفر بہت شاندار رہے گا۔"
"چلو۔ چلو۔ ہم ایک دوسرے کی تعریف و توصیف میں لگ گئے۔" میں نے کہا ہم عمارت سے باہر آ گئے تعجب کی بات تھی کہ یہاں اس عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی ہو گی اس کی۔ پورا چاروں طرف برف کے ویرانے نظر آ رہے تھے۔ اس سمارت نما عمارت کے آس پاس اور کوئی عمارت نہیں تھی اور نہ اس کے پاس نشانات پائے جاتے تھے۔
بڑا پُرہول منظر تھا ہمارے اطراف میں۔ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔
"کاش ہمارے پاس سمندری سفر کا کوئی بندوبست ہوتا۔" میں نے کہا۔
"میرے ذہن میں بھی یہی خیال تھا۔"
"بہر طور زندگی تو جدوجہد ہی کا نام ہے۔ ہم ضرور یہاں سے نکل جائیں گے۔ تم مایوس تو نہ ہو۔"
"مایوس نہیں ہوں میرے دوست کاش میں تمہارے لیے اس سے زیادہ آسانیاں فراہم کر سکتا۔"
"خیر۔ خیر بے کار باتیں مت کرو۔ آؤ ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیئے ویسے کیا تم نے راستے کا کوئی تعین کیا ہے پیروڈ۔"
"نہیں۔ کیا تم اس بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے ہو؟"
"افسوس نہیں۔ مجھے بھی یہاں بند گاڑی میں لایا گیا۔"
"کچھ ایسی ہی کیفیت میری تھی۔"
"پھر تم اس طرف کیوں چل رہے ہو۔"
"صرف۔ احتیاط۔ دوسرا راستہ ان کی گزرگاہ ہے یقیناً یہاں موجود ہوں گے۔ ہمیں دیکھنا نہیں چاہیئے۔"
"ہاں۔ یہ تو درست ہے لیکن۔"
"لیکن کیا۔ ؟"

"یہ بلندیاں دشوار گزار ہوں گی اور یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ ان کے دوسری طرف کیا ہے۔"
"پرواہ مت کرو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ جب اس خوفناک جگہ سے باہر نکل آئے ہیں تو آئندہ بھی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اب تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے تھے اور درحقیقت بات یہ ہے پیروڈ، کہ تنہا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک سے دو ہو جائیں تو نہ جانے کتنے بن جاتے ہیں۔"
"گیارہ۔" پیروڈ نے مزاحیہ انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔
"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک سے دو آدمی زیادہ باہمت ہو جاتے ہیں۔ بہر طور پیروڈ ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقعہ مل گیا ہے تو ہم اسے گنوا نہیں سکتے اور خوش قسمتی سے ہمارے پاس اسٹین گن بھی موجود ہیں۔"
"بے شک۔ لیکن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی وہ نہیں ہے۔" پیروڈ نے کہا۔
"مثلاً۔"
"مثلاً اس برف پر سفر کرنے کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہے بہر طور آؤ چلتے ہیں ہم لوگ بلندیوں کی طرف سفر کرتے رہے، کافی دور تک ہم اس طرح چلتے رہے اور اس کے بعد پیروڈ نے کہا۔
"کافی دیر ہو گئی ہمیں چلتے ہوئے میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کر لینا چاہیئے۔"
"ابھی نہیں پیروڈ! ہم بلندیوں کے اس طرف ہیں۔ اس عمارت سے ہمیں دیکھا جاسکتا ہے۔ میں چوٹی کے دوسری طرف پہنچ کر ہی دم لوں گا تاکہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے میں مدد ہو۔"
"اوہ۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن چوٹی ابھی اتنی دور ہے۔"
"بہر طور۔ اس کے باوجود ہمیں وہاں پہنچنا ہو گا۔" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی پیروڈ میرا ساتھ دے رہا تھا۔ میں نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"پیروڈ اگر ذرا بھی تھکن محسوس کرو تو مجھے بتا دینا۔"
"ارے نہیں میں بھی بڑا سخت جان آدمی ہوں۔" پیروڈ نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔
سردی بے پناہ تھی اور ہمارے بدن کپکپاہٹ محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر اپنی تھکن یا سردی کا احساس ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔
برف کی بلندیاں طے ہوتی رہیں اور پھر دفعتاً پیروڈ کے منہ سے غراہٹ سی نکلی۔
"کیا تم بادلوں کے اس غول کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اندر سیاہی سمیٹے اوپر چڑھ رہا ہے۔" اس نے کہا۔
"نہیں۔" میں نے مڑ کر کہا۔ اور اس کے اشارے کی طرف دیکھا سیاہ بادلوں کے دل کے دل جمع ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہیں خوفناک آگ لگ گئی ہو اور دھوئیں کے پہاڑ بن رہے ہوں۔ اس خوفناک منظر نے دل ہلا دیا تھا مصائب کا ہولناک سمندر ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور ہم اس سفر کے تنہا مسافر۔ آنے والے لمحات کیا ہوں گے۔

"آسمان کے رنگ بدلے ہوئے تھے۔" پیٹر نے تشویش انداز میں بولا۔

"یہ بادل خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں اگر بارش ہو گئی تو کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔" میں نے کسی قدر پریشان سے انداز میں کہا۔ بہرطور ہم دونوں رُکے نہیں تھے اور ہم نے رفتار مزید تیز کر دی تھی۔ بلندیاں دشوار گزار تو نہیں تھیں لیکن بہرحال چوٹیاں کافی بلند تھیں اور ہم اُن کی جانب سفر کرتے ہوئے بُری طرح تھکن محسوس کرنے لگے تھے۔

یکساں رفتار سے ان بلندیوں پر چڑھتے رہنا معمولی بات نہیں تھی، بادلوں کی سیاہ فوج نے پہاڑوں کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا اور خطرہ سر پہ آ گیا پھر اچانک بجلی چمکنے لگی۔ کڑک ایسی خوفناک تھی کہ برفانی ٹیلے بھی جگہ چھوڑنے لگے تھے اور سرد ہوائیں طوفان کی شکل اختیار کر چکی تھیں اور اُن کے تھپیڑے ہمارے جسموں پر کوڑوں کی طرح برس رہے تھے پھر بارش شروع ہو گئی ایسی طوفانی بارش تھی کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا ابتدائی چھینٹوں ہی میں ہمارے کپڑے بھیگ گئے اور سرد ہوائیں ہمارے بدن کے آر پار ہونے لگیں۔ ہمارے بدن اب نمایاں طور پر کانپ رہے تھے۔ پیٹر وڈ کے ہونٹوں پر نیلاہٹ دوڑتی جا رہی تھی، لیکن اس نے ابھی تک کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

بارش کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی پیٹر نے چیخ کر کہا۔

"کیا خیال ہے مسٹر اصغر۔ کیا ہمیں رُکنا نہیں چاہیے تاریکی پھیلتی جا رہی ہے اور برف پر پھسلن ہو رہی ہے کاش ہمارے پاس کوہ پیمائی کے جوتے ہوتے۔"

"یہاں کھلے علاقے میں بیٹھنا بھی تو خطرناک ہے جس جگہ ہم رکیں گے ممکن ہے برف وہاں سے پگھل جائے اور پھر اس بارش سے کس طرح فرار حاصل کیا جا سکتا ہے آگے بڑھیں ممکن ہے ہمیں کوئی پناہ مل جائے۔" میں نے کہا۔

چنانچہ پیٹر میرے ساتھ آگے بڑھتا رہا جوں جوں بارش کی شدت اور بڑھ گئی تھی بادل گرجتے تو پہاڑ ہل جاتیں اور قدم جمانے مشکل ہو جاتے آوازیں اس قدر بھیانک ہو گئی تھیں کہ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ ہر لمحہ پہلے لمحے سے زیادہ خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔ پیٹر نے کہا۔

"رُک جانا مناسب ہے مسٹر اصغر۔ ورنہ ہم کسی حادثے کا شکار ہو جائیں گے۔"

"ہم اب ڈھلانوں پر ہیں پیٹر۔ ممکن ہے ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے۔" اچانک میں خاموش ہو گیا مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے آگے کچھ ہو۔ بارش کی تیزی اول تو آنکھیں ہی کھولنے نہیں دے رہی تھی پھر آنکھیں کھلی بھی تو کچھ نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولا اور میرے ہاتھ کسی چیز سے ٹکرائے یہ کوئی برفانی ٹیلا تھا، میں نے چیخ کر پیٹر سے کہا۔

"کچھ دیکھ رہے ہو پیٹر۔"

"کیا۔ کچھ بھی تو نظر نہیں آ رہا۔"

"آگے آؤ۔" میں نے کہا اور اسے برفانی ٹیلے کا احساس دلایا۔ پیٹر کا بدن بُری طرح سرد ہو گیا تھا اور اس کی آواز میں بھی کافی لرزش ہے لیکن بہرطور ہمیں اس مشقت کا پھل مل گیا یہ ایک ایسی محفوظ جگہ تھی جو تین طرف سے ڈھکی ہوئی اور اندر سے کھوکھلی تھی اس وقت اس سے بہتر پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی نہیں ہو سکتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ چٹان اسی وقت کے لیے بنائی گئی ہو۔ ہم اس کے درمیان گھس گئے۔ اندر آ کر میں نے اطمینان کی سانسیں لیں اور پیٹر کو بھی کھینچ لیا۔

"کمال کی بات ہے۔ اس وقت اس جگہ کا مل جانا بھی ایک معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"بہرطور یہ ہماری مدد کر سکتی ہے۔"

"خدا کی پناہ بارش ہے کہ قیامت اور پھر ہواؤں کے یہ جھکڑ آہ میرے دوست تمہاری کیا حالت ہے۔ بلاشبہ تم ہمت ترین آدمی ہو معمولی بات نہیں ہے۔"

"اور تم۔؟" میں نے سوال کیا۔

"بس یوں سمجھو میں تمہارا ڈپلی کیٹ ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پیٹر کی گفتگو میں زندگی پائی جاتی تھی اور مجھے اس کا ساتھ بے حد دلچسپ محسوس ہو رہا تھا اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ یخ بستہ طوفانی ہوائیں بارش کے بعد بھی جاری رہیں گی، ہمارا یہ ٹھکانہ کیا دیرپا ثابت ہو سکتا ہے۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور مضبوط چٹان کو ٹٹولنے لگا نہ جانے کتنی برف یہاں دفن تھی بہرطور میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ پیٹر ہم اسے اپنا دیر تک کے لیے ٹھکانہ بنا سکتے ہیں کل دن کی روشنی میں ہم یہاں سے باہر نکلیں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرا خیال ہے یہ سرد جگہ ہمارے لیے کافی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ہم رات بھر اسی ویرانے میں رُکے رہے تو کل صبح ہماری لاشیں نظر آئیں گی ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری لاشوں کا یہاں کوئی پتہ ہی نہ چل سکے۔"

"تو پھر۔" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"بس میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کیوں نہ ہم یہ سفر جاری رکھیں۔"

"ناممکن پیٹر ناممکن۔ آخر تم نے یہ اچانک فیصلہ کیسے کیا؟"

"بس یونہی میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ہمیں تلاش کرنے نکلیں تو ممکن ہے یہاں تک پہنچ جائیں۔"

"دیکھا جائے گا۔ ہمیں مستقبل کے اندیشوں سے آزاد رہنا چاہیے۔ ہواؤں کا شور اور بارش کی آواز جاری رہی۔ یہ شور اس قدر شدید تھا اور چٹان کی دیواروں سے اس طرح ٹکرا رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اس یخ بستہ اور طوفانی ہواؤں میں خاموشی بھی عجیب سی محسوس ہو رہی تھی اور ہم دونوں ہی اسے بُری طرح محسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پیٹر نے کہا۔

"تمہاری یہ خاموشی یقیناً کسی سوچ کی حامل ہو گی۔"

"ہاں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ انہیں کتنی دیر میں ہمارے بارے میں اطلاع ہو جائے گی۔"

"تم مجھ سے پہلے سے یہاں موجود ہو مسٹر اصغر، تمہارا کیا خیال ہے وہ لوگ کتنے کتنے عرصے کے بعد یہاں آتے ہیں۔"

"مسئلہ ان بیس گھنٹوں کا تھا بیس گھنٹے ختم ہونے کے بعد یقیناً کوئی کارروائی عمل میں آئے گی اور وہ یہاں کا جائزہ لیں گے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ بیس گھنٹے تک ہم محفوظ ہیں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اور ذریعہ ہو جس سے وہ ہمارے فرار کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں ویسے میں جانتا ہوں کہ ہماری گمشدگی ان کے لیے سخت تشویش کا باعث ہو گی اور وہ ہمیں پوری قوت سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔" پیٹر سر ہلانے لگا۔ باہر بارش آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی یوں بھی دن باقی نہیں رہ گیا تھا اس لیے ہمیں رات گہری ہونے سے قبل زیادہ سے زیادہ سفر کا موقعہ مل جاتا: بہتر تھا پہاڑ کی چوٹی پر اس جگہ قیام کرنے کے بعد یہ سوچا تھا کہ یہ ہمارے لیے ایک بہتر پناہ گاہ ہے لیکن اب حالات کا تجزیہ کر کے اس کا احساس ہوا کہ یہاں سے نکل جانا بہت ضروری ہے ممکن ہے ڈھلانوں پر ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے جس کو ہم بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔ بارش کچھ اور کم ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ بند ہو گئی۔

لیکن ہوائیں اب بھی سرسراتی ہوئی گزر رہی تھیں ہمارے لباس بھیگے ہوئے تھے اگر ہم غیر معمولی قوت برداشت کا مظاہرہ نہ کرتے تو سردی میں یقیناً کسی خطرناک حادثے کا شکار ہو چکے تھے۔

بہرطور ہم وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے مطلع اب صاف ہو گیا تھا اور آسمان سے چاند جھانکنے لگا تھا۔ ہم اپنے سفر کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کرتے رہے اور اس کے بعد دفعتاً پیٹر وڈ ایک لمحہ کے لیے رُک گیا۔

"مسٹر لواز اس طرف دیکھ رہے ہو؟"

"کہاں؟"

"وہ اس طرف، ایک سیاہی سی نظر آتی ہے۔ ڈھلانوں کے آخری سرے پر بائیں جانب۔" اس نے کہا اور میں اس کے اشارے کی جانب دیکھنے لگا۔

"شاید جنگل ہے۔" میں نے تھوڑی دیر تک اس طرف دیکھنے کے بعد کہا۔

"اگر ہم کسی طرح اُس جنگل میں داخل ہو جائیں تو کم از کم سردی کی شدت سے بچ سکتے ہیں۔" وہ بولا۔

"بیشک۔ ہمیں اس طرف بڑھنا چاہیے۔" میں نے چونکہ اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا تھا اس لیے ہم دونوں برق رفتاری سے اُسی سمت چل پڑے۔

لیکن ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ دفعتاً فضا میں ایک آواز اُبھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"یہ آواز۔ یہ آواز۔" پیٹر وڈ نے کہا۔

"ہیلی کاپٹر کی آواز ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے ہماری تلاش شروع ہو گئی۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور انھیں اس سمت کا شبہ بھی ہو گیا ہے۔"

"اس کے امکانات ہیں لیکن اب کیا کیا جائے ہم برف کی اس سفید چادر پر بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔" میں نے کسی قدر سراسیمہ انداز میں کہا۔ اور اسی وقت ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے میں روشنی ہو گئی گو ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا لیکن ایک تیز روشنی فضا میں پھیل گئی تھی۔ پیٹر وڈ نے آہستہ سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"کیا ہیلی کاپٹر اسٹین گن کی رینج میں ہے۔" میں نے پوچھا۔

”نہیں کچھ بلندی ہے۔“ پیٹر نے کچھ مایوسی سے کہا۔
”اچھا یہیں رکو۔ میں کچھ اوپر چلا جاتا ہوں۔“ میں نے جلدی سے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا اور اس کی بات کا جواب دیئے بغیر اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ پیٹروڈ سفید برف پر چت لیٹ گیا تھا۔ گو اس کا بدن اوپر سے ایک دھبے کی مانند صاف دیکھا جا سکتا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ البتہ میں ایک اونچی جگہ پہنچ گیا تھا یقیناً یہ ایک برفانی ٹیلا تھا میں نے اسٹین گن ہاتھ میں سنبھالی۔ اور ہیلی کاپٹر کی روشنی پر نگاہیں جما دیں ہیلی کاپٹر چند لمحات کے بعد ہمارے سروں پر پہنچ گیا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر تھوڑی دور جا کر دوبارہ روشنی کی گئی میں نے گہری سانس لی تھی اتنی دور سے دیکھا جانا مشکل تھا۔ گو ہم روشنی کی زد میں تھے لیکن ابھی خطرہ دور نہیں ہوا تھا کاپٹر ایک چکر لگا کر ضرور واپس آئے گا۔ میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور ایک اور محفوظ جگہ پہنچ گیا بڑی ہوشیاری سے کام کرنا تھا ہمارا اندازہ درست تھا۔ ڈھلانوں کے اختتام پر جنگل تھا تو پھر ہیلی کاپٹر فوراً ہی واپس آئے گا کیونکہ جنگل میں کسی کا دیکھ لیا جانا ممکن نہیں ہے اور اس کی تصدیق تھوڑی ہی دیر بعد ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی دوبارہ نظر آئی اور اس کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ اسی طرف آ رہا تھا اور اس سے بار بار روشنی خارج ہو رہی تھی۔

پھر وہ ہمارے سروں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا لیکن اتفاق کی بات تھی کہ اس نے ہم سے چند گز آگے جا کر دوبارہ روشنی پھینکی تھی ایک لمحے کے لیے تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید اب میں دیکھ لیا جاؤں گا لیکن ہیلی کاپٹر ایک سیدھ میں آگے بڑھ گیا۔ میں دل ہی دل میں عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا مگر انھوں نے ہمیں نہیں دیکھا تھا تو پھر یہ تقدیر کی خوبی ہی ہو سکتی تھی۔
لیکن میرا خیال غلط نکلا اس میں تقدیر کی کوئی خوبی نہیں تھی کیونکہ چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر دوبارہ پلٹا اس بار وہ کافی نیچے جھک کر آیا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا میری انگلیاں اسٹین گن کے ٹرائیگر پر مستعد ہو گئیں ہیلی کاپٹر والے شاید ابھی تک الجھن میں تھے اور اس بات کی تصدیق نہیں کر سکے تھے کہ ہم یہاں موجود ہیں یا انھیں کوئی شبہ ہوا ہے ورنہ وہ اس طرح دھوکا نہ کھاتے وہ صرف جائزہ لے رہے تھے کہ کیا ان کا اندازہ درست ہے لیکن اس جائزے میں وہ مار کھا گئے، انھیں ہیلی کاپٹر نیچے نہیں لانا چاہیے تھا جونہی ہیلی کاپٹر اور نیچے ہوا میں نے اسٹین گن سے فائرنگ کر دی اور بے تحاشا گولیاں برسانے لگا۔
ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا تھا اور اس کے انجن کی آواز بے ترتیب سی ہو گئی تھی البتہ وہ ہمارے سروں سے آگے بڑھ گیا اور چند ہی گز دور جانے کے بعد اس پر سے فائرنگ شروع ہو گئی لیکن وہ لوگ اپنا توازن نہ سنبھال سکے تھے شاید کوئی گولی انجن میں لگی تھی کیونکہ ہیلی کاپٹر سے بھورا دھواں سا اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر وہ زمین کی طرف آنے لگا۔ میں نے اپنے کان بند کر لیے تھے پتہ نہیں پیٹر کی کیا کیفیت تھی وہ یقینی طور پر اس صورت حال سے واقف ہو گا۔ ہیلی کاپٹر برف سے ٹکرایا اور ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ برف پر نارنجی شعلے پھیل گئے۔ میں نے مسرت کی آواز حلق سے نکالی تھی دوسری طرف سے پیٹر کی آواز سنائی دی۔
”زندہ باد مسٹر نواز اصغر زندہ باد۔“ ہیلی کاپٹر کافی دور گرا تھا لیکن میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا کہیں کسی کے زندہ بچنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔ بہر طور میں اپنی جگہ سے ہٹ کر پیٹر کے پاس پہنچ گیا۔ پیٹر نے پرجوش انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔
”تم۔ تم راجہ نواز اصغر تم بلاشبہ معمولی آدمی نہیں ہو یقیناً تم صورت حال پر پوری طرح قابو پا سکتے ہو۔“
”شکریہ پیٹر۔ یوں سمجھ لو کہ ہم بال بال بچے ہیں۔“
”مجھے اندازہ ہے۔“
”کیا ان میں سے کوئی زندہ بچ سکا ہو گا۔“؟
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔“ پیٹر نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔
”گویا اب صبح تک کے لیے خطرہ ٹل گیا ہے دوسرا ہیلی کاپٹر ابھی تو نہیں آ سکے گا۔“
”اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟“
”کیوں۔؟“ میں نے سوال کیا۔
”ممکن ہے اطراف میں کچھ اور انتظامات بھی کیے ہوں اُن لوگوں نے بہرحال ہمیں اپنے دشمنوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔“
”جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ میں نے کہا اور پیٹر بولا۔
”نواز۔ میں نے ایک کام کیا ہے؟“
”کیا۔؟“ میں نے سوال کیا۔
”ہیلی کاپٹر سے جو روشنی پھینکی جا رہی تھی اس سے میں نے قرب و جوار کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ڈھلان صاف ستھرے ہیں اور اس انداز کے معلوم ہوتے ہیں جیسے برف پر پھسلنے والے

یقین کے لیے بنائے جاتے ہیں اس طرح اگر ہم برف کے اس پر سے نکل کر جنگل میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہو گی۔“
”ٹھیک ہے۔ میں تم سے متفق ہوں۔“
”تو پھر میرا خیال ہے مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔“
”چلو۔“ میں نے کہا اور ہم برف کے ان ڈھلانوں سے نیچے آنے لگے جنگل اتنا قریب نہیں تھا جتنا ہم سمجھ رہے تھے۔ چاند کے سفر کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر بھی جاری رہا۔ اور پھر جب چاند نے منزل طے کر چکا تب ہم جنگل میں پہنچے۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے پہنچ کر ہم نے گہری گہری سانسیں لیں۔
”اُف بڑی بری طرح تھک گیا ہوں۔“
”تھکن کیا چیز ہوتی ہے پیٹر۔ بدن کتنا ہی تھک جائے جب ذہن اس تھکن کو قبول نہ کرے تو انسان کا کچھ نہیں بگڑتا۔“ پیٹر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بہرحال برف کے اس ویرانے سے درخت کی چھاؤں بے حد پرسکون تھی۔ بقیہ رات ہم نے اس درخت کے نیچے گزار دی۔ صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ لیکن موسم کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔ بادلوں کے ٹکڑے پھرے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے۔ پیٹر کے چہرے پر تشویش کے آثار پیدا ہو گئے تو لیے سردی سے اس کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اس کا چہرہ بھی اترا ہوا تھا میں جانتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے بہر طور ہمارے پاس خوراک کا بھی کوئی بندوبست نہیں تھا بھوک سے آنتیں قل ہو واللہ پڑھ رہی تھیں لیکن سب کچھ بیکار تھا کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس جنگل میں ہمیں کھانے پینے کی کوئی چیز مل سکے گی یا نہیں۔
کافی دیر تک ہم لوگ یہاں رہے وقت گزرتا رہا اور اس کے بعد پیٹر نے کہا۔
”ہم جنگل کے ابتدائی سرے میں ہیں مسٹر نواز اگر انھوں نے ہماری تلاش کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا تو یہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہو گی۔“
”آئیڈیا بالکل درست ہے پھر کیا خیال ہے۔؟“
”کیوں نہ ہم کسی اندرونی علاقے میں کوئی بہتر پناہ گاہ تلاش کریں۔“
”مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا تھا۔ اور ایک بار پھر ہم نے سفر شروع کر دیا ہم سفر کرتے رہے۔ گھنے جنگلوں میں سفر کرنا بھی خاصا مشکل کام ہوتا ہے جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ راستہ روک رہے تھے لیکن ہمارے عزم کے سامنے بے بس ہو جاتے تھے۔ بہرحال یہی شکر تھا کہ بادل ہونے کے باوجود بارش نہیں ہوئی تھی اگر بارش شروع ہو جاتی تو بے شک جنگل گھنے تھے لیکن اس کے باوجود یہ سفر مشکل ہو ہو جاتا۔
کافی طویل و عریض جنگل تھا اور اسے عبور کرنے میں ہمیں کئی گھنٹے لگے تھے لیکن ایک دلچسپ صورت حال اس وقت پیش آئی جب جنگل کے ایک خاص حصے میں ہمیں پیلے رنگ کے کچھ پھلوں کے درخت نظر آئے جن کے بارے میں ہمیں کچھ اندازہ نہیں تھا۔ کہ یہ کون سے پھل تھے۔
بہر طور احتیاطاً انھیں چکھ کر دیکھا گیا اور چند لمحات انتظار کیا گیا اور جب پھیکے اور بدمزہ پھلوں نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ تو ہم نے انھیں کافی مقدار میں توڑ لیا اور ان سے اپنے پیٹ کی آگ بجھائی۔
پھلوں کے بارے میں تھوڑی ہی دیر کے بعد ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ نقصان دہ نہیں بلکہ اس کی نسبت بہت بہتر ہیں کیونکہ ان سے پانی کی کمی بھی مل جاتی تھی۔ ان ہی پھلوں نے ہمارے جسموں میں نئی زندگی پیدا کر دی اور اس کے بعد بعد کا سفر ہمارے لیے زیادہ آرام دہ اور پرسکون رہا۔
راستوں کا کوئی تعین نہیں تھا تھا بس ایک نامعلوم منزل کی جانب سفر جاری تھا جنگل میں داخل ہونے کے بعد یہ احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والے اب بھی ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔ غالباً ہیلی کاپٹر کے حادثے کے بعد ان لوگوں کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ ہمیں تلاش کریں، جنگلوں کا سلسلہ نجانے کتنا طویل و عریض تھا اس کے بعد اُن کا اختتام ایک چوڑی ندی پر ہوا۔ ندی کی رفتار کافی تیز تھی اس کے دوسری طرف گھنی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان گھنی جھاڑیوں میں ہمیں ندی کے اس کنارے ہی سے حشرات الارض دوڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے سروں پر خوفناک گھڑیالوں کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے کئی ایسے ہولناک مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے آئے جنھوں نے ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ ان گھڑیالوں کے انبوہ عظیم میں کبھی کوئی جانور پہنچ جاتا تو آن کی آن میں اُن کا نوالہ بن جاتا۔ پیٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔
”اس کا مقصد ہے کہ آگے راستہ ختم ہے۔“
”ہاں پیٹروڈ۔ ہم اس راستے سے کہیں نہیں جا سکتے۔“
”تو پھر یہاں سے واپس جانا بھی تو ممکن نہیں ہے۔“
”ایک بات بتاؤ پیٹروڈ تم سے میرے سلسلے میں کیا کہا گیا تھا۔“
”اوہ۔ دراصل سوینتا کو خود ان کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ

صورتِ حال آگے چل کر کیا ہو جائے گی اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اگر میں یرغمال کی حیثیت سے اُن لوگوں کے سامنے آیا تو وہ لوگ مجھے کہاں لے جائیں گے یقینی طور پر سوہنیا بھی ان تمام چیزوں سے ناواقف تھی ورنہ وہ اس طرح مجھے جہنم میں نہ جھونکتی۔ ہیر وڈ کے لہجے میں ایک ہلکے سے خوف کا احساس نظر آتا تھا۔"

"تو پھر اب کیا کرو گے ہیر وڈ۔"

"ہمارے پاس اسٹین گنیں ہیں اور ان میں گولیاں موجود ہیں جب تک زندہ رہ سکے زندہ رہیں گے اور اس کے بعد جب یہ محسوس کیا کہ اب زندگی ممکن نہیں ہے تو پھر موت کو گلے لگا لیں گے۔"

میں نے چونک کر ہیر وڈ کی طرف دیکھا۔ آہنی آدمی کی آنکھوں میں شکست خوردگی کے آثار نظر آرہے تھے تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیر وڈ! میں نے اپنی زندگی سے شکست نہیں مانی ہے۔"

"ہاں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری نسبت تم سخت جان اور باہمت آدمی ہو۔" ہیر وڈ نے جواب دیا۔

"لیکن میں تمھیں بھی اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم زندگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی کوشش کرو۔"

"میرے دوست اب کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ میں اب تک تم سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ پایا۔ دراصل سردی نے میرے اعضا کو مفلوج کر دیا ہے اور میرے بدن کے کئی حصے سُن ہو رہے ہیں۔"

"اس کے باوجود ہم یہاں سے زندگی کی تلاش میں سفر کریں گے۔"

"مگر کس طرح۔؟"

"کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا اور ہیر وڈ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ صورتِ حال واقعی بے حد پریشان کُن تھی۔ اس دریا کے دوسرے کنارے پر جانا موت کو دعوت دینا تھی اور اگر یہیں بیٹھے تو بھی خوفناک موت ہماری منتظر تھی۔ کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جسے اپنا کر اس مصیبت سے نجات حاصل کی جا سکے۔

ہیر اب تک جس ہمت سے میرا ساتھ دیتا رہا تھا اب وہ مفقود ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے کی مردنی صاف کی جا سکتی تھی۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ ہیر پر غنودگی طاری ہو گئی تھی لیکن وہ سو نہیں رہا تھا۔ اس وقت میری نگاہیں بھٹکتی رہی تھیں۔ اس ناگہانی کے لیے میں کسی طور تیار نہیں تھا لیکن سچی بات یہ تھی کہ مجھ پر مردنی طاری نہیں ہوئی تھی اور یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ میرے سامنے زندگی اور موت کوئی مسئلہ نہیں تھی۔ زیبی کے بغیر زندگی موت سے ابتر تھی۔ کبھی بھی مر جاتا کیا فرق پڑتا تھا۔ ہاں ہیر وڈ کی زندگی میں نہ جانے کون کون تھا۔

کافی دیر کے بعد ہیر کے بدن میں جنبش ہوئی اور وہ مجھے گھورنے لگا۔ میں مسکرا رہا تھا لیکن اس کے جواب میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

"مجھے تم پر تعجب ہے ہیر۔"

"کیا۔؟"

"تم اچانک ہمت ہار گئے ہو۔"

"ہاں!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں۔؟"

"بس۔ یوں سمجھ لو کہ۔ آہ۔ کہ مجھے اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی ہے۔"

"ہم زندہ رہیں گے ہیر بھروسہ رکھو ہم زندہ رہیں گے۔ میں اپنی جان دے کر بھی تمھیں زندہ رکھوں گا۔"

"مسٹر نواز۔ میرے سینے میں سخت درد ہے۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"اوہ۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"تمھاری اُلجھنوں میں اضافہ کرنے سے کیا فائدہ۔" اس نے کہا۔ اور میں تشویش زدہ انداز میں کچھ سوچنے لگا۔ جو کچھ مجھے کرنا تھا اس کے لیے ہیر کی صحت اور بھی ضروری تھی اگر وہ دل ہار بیٹھا تو پھر۔

میں نے ادھر اُدھر دیکھا۔ لباس میرے پاس بھی مختصر تھا۔ اس طرح میں ہیر کی مدد نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک ترکیب میری سمجھ میں آ گئی۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر گھنے درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ ان کی جڑوں میں خشک گھاس نظر آ رہی تھی۔ میں نے گھاس سمیٹی اور کافی تعداد میں اسے لے کر ہیر کے پاس آ گیا۔ پھر میں نے یہ گھاس اس کے لباس کے نیچے اچھی طرح لپیٹ دی اور پھر اسے لباس سے کس دیا۔ ہیر نے کچھ آرام محسوس کیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

رات ہو گئی۔ میری نظریں تیزی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ پھر ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ ہیر نیم بیہوشی کی کیفیت میں تھا۔ اسے سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ خود کسمپرسی کی حالت میں تھا۔ نکلا تھا کیا کرنے اور کیا ہو گیا تھا۔ حالات پر جب کوئی بس نہ رہے تو خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ممکن ہے میری موت کے لیے یہ جگہ متعین کی گئی ہو۔

بہرحال دوسری صبح سے میں نے کام شروع کر دیا۔ زمانۂ قدیم کے انسانوں کی طرح میں نے خشک لکڑیاں جمع کیں اُنھیں ہیر کے گرد چُنا اور چقماق کی مدد سے آگ روشن کر دی۔ اس کے بعد حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

بے سروسامانی کے عالم میں تھا جو کچھ کرتا تھا اپنے ذرائع سے کرتا تھا۔ چنانچہ بڑی بڑی درخت کی شاخیں میں نے صرف اپنی جسمانی قوت کے بل پر توڑی تھیں۔ پھر نوک دار لکڑیوں سے درخت کی چھال کاٹی اور اس کی رسیاں بٹنے لگا۔ اسٹین گنیں ابھی محفوظ تھیں اور میں نے اُنھیں گھاس میں چھپا دیا تھا تاکہ خراب نہ ہوں۔ بُرے وقت کے ساتھی وہ پھل تھے جنھیں میں نہایت احتیاط سے خرچ کر رہا تھا۔ بمشکل تمام چند پھل ہیر کو کھلائے اور چند خود کھائے اور دن رات کام میں مشغول رہا۔ لکڑیوں اور چھال کی مدد سے میں نے دو مضبوط لکڑیوں کے جال بنائے اور تین دن کی مسلسل محنت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ ہیر کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ دو دن سے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

بہرحال تیسرے دن میں نے پہلا جال پانی میں اُتار دیا ہیر کو میں نے چھال کی رسیوں کی مدد سے جال میں باندھ دیا تھا۔ پھر دوسرا جال میں نے اس پر رکھا اور خود بھی درمیان میں آ گیا۔ ایک لمبی اور نوک دار لکڑی کی مدد سے میں نے جال کی رسی کھولی اور تیز رفتار پانی نے ہماری اس عجیب کشتی کو آن کی آن میں کنارے سے دور کر دیا۔

بہاؤ کافی تیز تھا۔ اور میں آنکھیں تک نہ کھول پا رہا تھا۔ دماغ سنسناہٹ کا شکار تھا۔ دیر تک میں اس کیفیت کا مقابلہ کرتا رہا اور پھر میرا ذہن تاریکیوں میں کھو گیا۔ اسے نیند کی نہیں کہا جا سکتا تھا صرف بیہوشی تھی جو کافی طویل رہی۔ ہوش آیا تو آسمان تاریک تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ٹٹول کر ہیر کو دیکھا تو وہ بول پڑا "مسٹر نواز۔"

"اوہ۔ ہیر۔ کیسی طبیعت ہے۔"

"کافی بہتر ہے۔ آپ کا کیا حال ہے۔؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ٹھیک ہیں آپ۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"ہاں بالکل ٹھیک۔"

"اسی لیے کل دن بھر بیہوش رہے ہیں۔"

"کیا۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"بے ہوش۔"

"کیا کہہ رہے ہو ہیر۔؟"

"اچھا بتا سکتے ہیں ہم کہاں ہیں۔؟"

"ہم کشتی میں ہیں میری بنائی ہوئی کشتی میں۔"

"اور یہ کشتی کہاں ہے۔؟"

"دریا میں۔"

"جی نہیں۔ یہ سمندر میں ہے۔"

"کیا۔؟" ایک بار میں پھر اُچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ دریا سمندر میں اُتر گیا تھا۔ ہم نہ جانے کس طرح بچ گئے کوئی بات عقل میں نہیں آتی۔"

"اور ایک دن گزر چکا ہے۔"

"ہاں کل سمندر میں تیز دھوپ میں رہے ہیں اسی وجہ سے میری حالت بہتر ہو گئی ہے۔"

"میں سخت حیران ہوں ہیر۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تمھاری حالت بہتر دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں کل کی دھوپ نے بڑا کام کیا ہے۔ آپ کی طبیعت واقعی بہتر ہے یا اپنی بے پناہ ہمت سے کام لے رہے ہیں۔"

"کل کی بے ہوشی خود میرے لیے ناقابلِ یقین ہے یا پھر ممکن ہے یہ طویل نیند ہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ہیر کی اس کیفیت نے میرا دل خوش کر دیا تھا۔ وہ موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ اس طرح پالنے والے ہاتھ پر میرا یقین پختہ ہو گیا تھا۔ خدا کی وحدت اور اس کی برتری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ آسمان پر مہیب بادل جمع ہو رہے تھے۔ دور تک سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی نظر آ رہی تھیں۔

"یہ کشتی حیرت انگیز ہے۔" ہیر بولا۔

"ہاں۔ یہ ہمارے عزم کی ہے۔"

"اتنی تیزی سے گرنے کے باوجود یہ نہیں ٹوٹی۔"

"خدا کی قدرت ہے ہیر۔ وہ ہماری زندگیاں بچانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"لیکن اب کیا ہو گا۔؟"

"فکر کیوں کرتے ہو ہیر۔ مستقبل بھی اس کے پاس محفوظ ہو گا جس نے ہمیں اتنے مصائب سے گزار کر یہاں تک پہنچایا ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

صبح کی پہلی کرن بہت سے امیدیں ساتھ لائی تھی لیکن روشنی پوری طرح جاگی تو ہم نے ایک ہولناک منظر دیکھا اس منظر کو دیکھ کر ہماری آنکھیں خوف سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہمارے اطراف میں سینکڑوں شارک مچھلیاں سفر کر رہی تھیں ان کے خوفناک جبڑے کھلے ہوئے تھے۔

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں ہر لمحہ یہی خیال تھا کہ اب مچھلیاں ہمیں اپنے جبڑوں میں دبوچ لیں گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسٹین گنوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ اس طوفانی سفر میں وہ بھلا کہاں ساتھ رہ سکتی تھیں بہرحال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا یہ سفر نہ جانے کب تک جاری رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی، بدن جھلس رہا تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لیں۔ پیٹر ہوش میں ہی تھا۔

"کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔؟" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں کرے گا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ بھوک سے بدن نڈھال ہو رہا تھا اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور تاریک سمندر پر ہول ہو گیا اور نہ جانے کب غشی طاری ہو گئی۔ گردش آسمان جاری تھی۔ دوسری صبح پھر آنکھ کھلی۔ اب بینائی بھی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح پیٹر کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس کے حواس چھین لیے۔ پیٹر میرے پاس ہی موجود تھا لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور اور دونوں پاؤں کہاں تھے۔

خون کے چھینٹے ضرور اڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو دیا تھا۔ پیٹر کی گردن اور سر اس کے شانوں پر موجود نہیں تھا۔ کسی شارک مچھلی نے اس کی گردن کاٹ لی تھی دونوں پاؤں رانوں کے پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور بے سر کا دھڑ کشتی سے بندھا ہوا تھا۔

"پیٹر۔" میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی اور پھر ہوش گم ہو گئے۔ دن۔ رات دن رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چمڑا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا چاہتی تھی۔ کیوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے جمع ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظریں ان پر جم جاتیں۔ کاش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھلسا بدن تپتا رہتا لیکن کوئی احساس نہیں تھا۔

اور پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن کوئی وقت یکساں نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی اس وقت تک کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا کہانیاں اس بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے۔ لیکن ناقابل یقین سے۔ ہاں یہ تو ایک عمدہ سا کمرہ تھا اور میرے بدن کے نیچے بستر بھی تھا اور ناک میں آکسیجن کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں اور۔ شاید گلوکوز چڑھایا جا رہا تھا۔ جسمانی کیفیت بھی بُری نہیں تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" میں نے سوچا۔ غور کرنے سوچنے کی صلاحیتیں جاگ رہی تھیں۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھما کر ادھر اُدھر دیکھا تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آ رکا۔

"جنبش نہ کرو۔" ایک آواز ابھری۔ میں نے گہری سانس لے کر دیکھا۔ نرس تھی سفید مخصوص انداز کے کپڑے اس کے بارے میں اظہار کر رہے تھے۔

میں ساکت ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہسپتال کیسے پہنچ گیا ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ صرف حالات کا تجزیہ کروں گا تقدیر کے اس نئے رُخ کو دیکھوں گا

نرس نے تھوڑی دیر کے بعد میرے چہرے سے آکسیجن ماسک ہٹا دی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" اس نے سوال کیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "بولو۔ جواب دو۔" وہ پھر بولی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس وقت کوئی اندر آ گیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو نرس۔؟"

"ہیلو کیپٹن۔"

"آکسیجن ہٹا دی۔"؟

"ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔"

"اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے۔"

"جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔"

"میرا خیال تھا بچ گیا۔"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر فوسٹر نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔" نرس نے جواب دیا۔

"کوئی بات کی اس نے۔؟"

"جواب نہیں دیتا۔"

"ابھی اس کے ذہن کو نہ چھیڑو۔ فوسٹر سے مشورہ کر لو۔

جانے کون ہے بے چارہ۔ گلوکوز کب تک لگے گا۔"

"یہ بوتل خالی ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں رہے گی۔"

"اوکے۔ میں چلتا ہوں۔" اس شخص نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی میں کسی جہاز پر تھا یقیناً مجھے سمندر میں سے نکال لیا گیا تھا۔ لیکن بے چارہ پیٹر۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا۔ میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور پیٹر کی زندگی اتنی ہی تھی اسے اسی طرح مرنا تھا۔

آنکھوں کی کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپک پڑے اپنے اس دوست کو اس وقت میں یہی خراج پیش کر سکتا تھا۔ اب میری زندگی میں کوئی کہانی شروع ہوگی۔ کونسی کہانی؟

حیات کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ پیدا ہوئے پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سائے تلے محدود رہے غم اور فکر نامی کسی شے کا اس کائنات میں کوئی وجود نہیں لیکن چند حقائق آہستہ آہستہ سامنے آتے گئے اور تبدیل ہونے لگے زمانے کے بدلے ہوئے اصولوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن خودکشی کرنے نکلا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آتے گئے۔ حالات بھٹکاتے ہوئے نجانے کہاں سے کہاں لے گئے، اور کیا تھا کیا بن گیا، اپنی سرزمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصور ہی ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غلیظ آدمی کا اس پاک زمین سے کیا تعلق، بس یہی سوچا تھا اور پھر نہ یہی زندگی میں آ گئی، زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آنے والے کس طرح خواب بن جاتے ہیں، یہ کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔

سرد و گرم دن اور رات بدلے ہوئے موسم مجھے کہاں سے کہاں لے آئے تھے، سمندر کی لہروں سے نکال کر ان لوگوں نے مجھے اس جہاز پر گھسیٹ لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام وہیں ہو جانے دیتے۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں، پھر یوں محسوس ہوا جیسے یہاں جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور رکھتا ہے۔ ورنہ ایک بے یار و مددگار شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے بعد کے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد نرس نے پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ذہن پر کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں نرس شکریہ، میں ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

"کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں۔"

"پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے تجسس اگر انسان کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"جانے دو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں۔"

"سمندر میں کہاں سے آ گرے تھے۔!"

"شاید آسمان سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہاں آسمان سے گرا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر ہی سمندر تھا میرے سامنے۔"

"اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے۔"

"کہاں کی ہے نرس، کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی نہ کرنے دی۔"

"زندگی ایک مختصر سی چیز ہے اسے ضائع کر دینا اچھی بات تو نہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کیا جان لیا نرس۔"

"کچھ نہیں، لیکن جاننے والوں کی باتیں تو سنی ہیں۔ نرس بولی۔

"ہاں باتیں صرف باتوں کی حد تک ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہے، وہی جانتے ہیں۔"

"میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔!"

"دل چاہے تو کر دو۔"

"ہاں ہاں بولو ضرور۔"

"بس مجھ سے دلجوئی کی باتیں کرو۔"

"اوہ تم خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو، زندگی کھونا اچھی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"نرس مجھے کس طرح بچایا گیا۔"

"سمندر سے نکالا گیا تھا تمہیں، ہمارے کپتان نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔"

"یہ جہاز۔"

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں ہر لمحہ یہی خیال تھا کہ اب مچھلیاں ہمیں اپنے جبڑوں میں دبوچ لیں گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسٹن گنوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ اس طوفانی سفر میں وہ بھلا کہاں ساتھ رہ سکتی تھیں بہرحال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا یہ سفر نہ جانے کب تک جاری رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی، بدن جھلس رہا تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لیں پیٹر ہوش میں ہی تھا۔

"کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔؟" اس نے کہا

"کیا مطلب؟"

"زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں کرے گا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ بھوک سے بدن نڈھال ہو رہا تھا اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور تاریک سمندر پر ہول ہو گیا اور نہ جانے کب غشی طاری ہو گئی۔ گردش آسمان جاری تھی۔ دوسری صبح پھر آنکھ کھلی۔ اب بینائی بھی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح پیٹر کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے گردن اُٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس کے حواس چھین لیے۔ پیٹر میرے پاس ہی موجود تھا لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور دونوں پاؤں کہاں تھے۔

خون کے چھینٹے ضرور اُڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو دیا تھا پیٹر کی گردن اور سر اس کے شانوں پر موجود نہیں تھا کسی شارک مچھلی نے اس کی گردن کاٹ لی تھی دونوں پاؤں رانوں کے پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور بے سر کا دھڑ کشتی سے بندھا ہوا تھا۔

"پیٹر" میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی اور پھر ہوش گم ہو گئے۔ دن۔ رات دن رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چمڑا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا چاہتی تھی۔ کیوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے جمع ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظریں ان پر جم جاتیں۔ کاش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھلسا بدن تپتا رہتا لیکن کوئی احساس نہیں تھا۔

اور پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی لیکن کوئی وقت یکساں نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی اس وقت تک کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا کہانیاں اس بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے لیکن ناقابل یقین سے۔ ہاں یہ تو ایک عمدہ سا کمرہ تھا اور میرے بدن کے نیچے بستر بھی تھا اور ناک میں آکسیجن کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں اور۔ شاید گلوکوز چڑھایا جا رہا تھا جسمانی کیفیت بھی بُری نہیں تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" میں نے سوچا۔ غور کرنے سوچنے کی صلاحیتیں جاگ رہی تھیں۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھما کر ادھر اُدھر دیکھا تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آ رکا۔

"جنبش نہ کرو۔" ایک آواز اُبھری۔ میں نے گہری سانس لے کر دیکھا۔ نرس تھی سفید مخصوص انداز کے کپڑے اس کے بارے میں اظہار کر رہے تھے۔

میں ساکت ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہسپتال کیسے پہنچا کیا ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر۔ میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ صرف حالات کا تجزیہ کروں گا تقدیر کے اس نئے رُخ کو دیکھوں گا۔

نرس نے تھوڑی دیر کے بعد میرے چہرے سے آکسیجن ماسک ہٹا دی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" اس نے سوال کیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "بولو۔ جواب دو۔" وہ پھر بولی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس وقت کوئی اندر آ گیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو نرس۔؟"

"ہیلو کیپٹن۔"

"آکسیجن ہٹا دی۔"؟

"ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔"

"اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے۔"

"جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔"

"میرا خیال تھا بچ گیا۔"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر ڈوسٹر نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔" نرس نے جواب دیا۔

"کوئی بات کی اس نے۔؟"

"جواب نہیں دیتا۔"

"ابھی اس کے ذہن کو نہ چھیڑو۔ ڈوسٹر سے مشورہ کر لو۔ جانے کون ہے بے چارہ۔ گلوکوز کب تک لگے گا۔"

"یہ بوتل خالی ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں رہے گی۔"

"او کے۔ میں چلتا ہوں۔" اس شخص نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی میں کسی جہاز پر تھا یقیناً مجھے سمندر میں سے نکال لیا گیا تھا لیکن بے چارہ پیٹر۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور پیٹر کی زندگی اتنی ہی تھی اسے اسی طرح مرنا تھا۔

آنکھوں کی کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے پھسل پڑے اپنے اس دوست کو اس وقت میں یہی خراج پیش کر سکتا تھا اب میری زندگی میں کوئی کہانی شروع ہو گی۔ کونسی کہانی؟

حیات کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ پیدا ہوئے پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سائے تلے محدود ہے غم اور فکر نامی کسی شے کا اس کائنات میں کوئی وجود نہیں لیکن چند حقائق آہستہ آہستہ سامنے آتے گئے اور تبدیل ہونے لگے زمانے کے بدلے ہوئے اصولوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن خودکشی کرنے نکلا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آتے گئے۔ حالات بھٹکاتے ہوئے نہ جانے کہاں سے کہاں لے گئے، اور کیا تھا کیا بن گیا، اپنی سرزمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصور ہی ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غلیظ آدمی کا اس پاک زمین سے کیا تعلق، بس یہی سوچا تھا اور پھر نئی ہی زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آنے والے کس طرح خواب بن جاتے ہیں، یہ کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔

سرد و گرم دن اور رات بدلے ہوئے موسم مجھے کہاں سے کہاں لے آئے تھے، سمندر کی لہروں سے نکال کر کن لوگوں نے مجھے اس جہاز پر گھسیٹ لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام واپس ہو جانے دیتے۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں، پھر یوں محسوس ہوا جیسے یہاں جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور رکھتا ہے۔ ورنہ ایک بے یار و مددگار شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے بعد کے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد نرس نے پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ذہن پر کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں نرس شکریہ، میں ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

"کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں۔"

"پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے تجسس اگر انسان کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"جانے وہ ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں۔"

"سمندر میں کہاں سے آ گرے تھے۔!"

"شاید آسمان سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہاں آسمان سے گرا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر ہی سمندر تھا میرے سامنے۔"

"اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے۔"

"کہاں کی ہے نرس، کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی نہ کرنے دی۔"

"زندگی ایک مختصر سی چیز ہے، اسے ضائع کر دینا اچھی بات تو نہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کیا جان لیا نرس۔"

"کچھ نہیں، لیکن جاننے والوں کی باتیں تو سنی ہیں۔ نرس بولی۔

"ہاں باتیں صرف باتوں کی حد تک ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہے، وہی جانتے ہیں۔"

"میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔!"

"دل چاہے تو کر دو۔"

"ہاں ہاں بولو ضرور۔"

"بس مجھ سے دلجوئی کی باتیں کرو۔"

"اوہ تم خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو، زندگی کھونا اچھی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"نرس مجھے کس طرح بچایا گیا۔"

"سمندر سے نکالا گیا تھا تمہیں، ہمارے کپتان نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔"

"یہ جہاز۔"

"ہاں اس کا نام ڈوسل ہے۔"
"کہاں سے تعلق رکھتا ہے۔؟"
"ہانگ کانگ کی ایک کمپنی سے اس کا تعلق ہے۔"
"مسافر بردار ہے۔"
"ہاں۔"!
"کتنے مسافر ہیں اس پر۔؟" میں نے پوچھا۔
"اس وقت اس پر زیادہ مسافر نہیں ہیں کیونکہ ایک مخصوص سلسلے میں جا رہا ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"کسی بڑے آدمی نے اسے کسی مقصد کے لیے حاصل کیا ہے، میرا مطلب ہے کرائے پر اور بس اسی کی تکمیل کے لیے یہ سفر ہو رہا ہے۔"
"کہاں جا رہا ہے یہ جہاز۔؟"
"یقین کرو۔ مجھے خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" نرس نے جواب دیا۔ اور میں چونک پڑا۔ کچھ پراسراری بات تھی،

میں نے چند لمحات خاموش رہ کر پھر نرس سے سوال کیا۔
"اور اس کے مسافر کہاں جا رہے ہیں۔؟"
"کسی نامعلوم منزل کی جانب کسی کو شاید اس کا پتہ نہیں ہے۔"
"عجیب بات نہیں ہے نرس۔ تمہارے یہ الفاظ تو مجھے حیرت کا شکار کر رہے ہیں۔"
"نہیں حیرت کی بات نہیں ہے۔ اکثر بہت بڑے بڑے لوگ پورے پورے جہاز کو کرائے پر حاصل کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، شاید ایسا ہی کوئی مشن اس بار ہمیں بھی درپیش ہے۔"
میں خاموش ہو گیا اس سلسلے میں زیادہ تجسس بے کار تھا۔ نرس کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس کے بعد کسی کام سے باہر چلی گئی۔
میں ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ پتہ نہیں کہاں میری نئی منزل ہے، لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اب اس نئی منزل کے
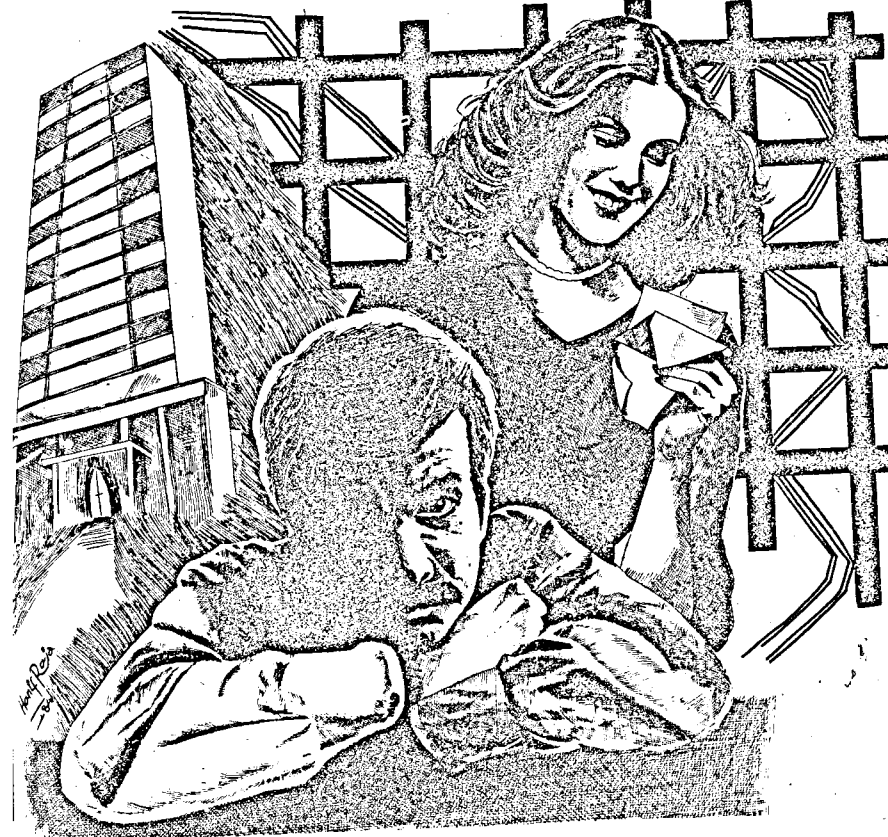
لیے مجھے کوئی تردد نہیں تھا، اگر زیبی کا نشان میرے سامنے ہوتا تو میں شاید ابھی زندگی میں کوئی جدوجہد پاتا لیکن وہ جو خلاؤں میں گم ہو گئی تھی، وہ جو نجانے کہاں تھی اسے تلاش کرنا آسان کام تو نہیں تھا۔ دنیا اتنی وسیع ہے اور اس وسیع دنیا کے کسی بھی گوشے میں نکل جاؤ، ظاہر ہے زندگی کے سانس پورے کرنے ہیں۔ اگر کوئی منزل سامنے ہو تو انسان اس کی جانب بڑھتا ہے۔ میرے سامنے تو کہیں کوئی منزل ہی نہیں تھی، نا ہی اس کا نشان باقی تھا چنانچہ خود کو حالات کے دھارے پر بلکہ سمندر کے دھارے پر چھوڑ دیا۔
آہستہ آہستہ صورتحال ٹھیک ہو گئی۔ پیٹر کی یاد اب دل سے نکال پھینکی تھی۔ نجانے کون کون بچھڑ گیا تھا ایک پیٹر کا ہی بچھڑ جانا تو کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ جب میری حالت بالکل بہتر ہو گئی تو پہلی بار میں نے باہر قدم رکھا۔
جہاز پر خلاصی کام کر رہے تھے، مسافروں کی تعداد واقعی بہت کم معلوم ہوتی تھی اور بظاہر عرشے وغیرہ پر کوئی نہیں تھا میں ٹہلتا ہوا عرشے پر نکل آیا اور ایک ریلنگ پر جھک کر سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگا، کسی نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے کچھ فاصلے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور آنے والے کو دیکھ کر کسی قدر محتاط سا ہو گیا تھا۔
درمیانے قد کا ایک شخص تھا، تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے دانتوں میں سگار دبائے، گنجا سر، سیاہ چہرہ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ رہا تھا، اور اس کی بڑی بڑی ابھری ہوئی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا یہ شخص۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ کر رک گیا اور پھر اس نے اپنی پراسرار آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"راجہ لوانا اصغر۔"!
یہ ایک بم تھا جو میرے کانوں کے پاس پھٹا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی مجھے میرے نام سے مخاطب کرے گا۔ آنے والے کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ تب اس نے سگار کے دو تین گہرے گہرے کش لیے اور پھر پُراطمینان انداز میں بولا۔
"اپنا نام میرے منہ سے سن کر تمہیں یقیناً حیرت ہوئی ہو گی، لیکن یہ دنیا حیرتوں کا سمندر ہے، کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔"
میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ تب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
"لیکن تم مجھے کیسے جانتے ہو۔؟"
"دوران گفتگو یہ بات تمہیں معلوم ہو جائے گی۔" اس نے کہا میں ہمہ تن دلچسپی بن گیا تھا، بڑے تعجب کی بات تھی آخر اس شخص کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا تھا تب میں نے آہستہ سے کہا۔
"تم دیر لگا کر میرا تجسس بھڑکا رہے ہو۔؟"
"اگر تم میرا تعارف چاہتے ہو تو پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں مجھے پروفیسر ٹارگو کہتے ہیں۔"
"ٹارگو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں ٹارگو۔"
"عجیب نام ہے، کون سے ملک سے تمہارا تعلق ہے۔" میں نے اس سے پوچھا۔
"میرا تعلق اسی زمین سے ہے اور بس اس سے کچھ زیادہ جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔"
"لیکن مسٹر ٹارگو اب پھر میں وہی سوال کروں گا کہ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔؟"
"جانتے نہیں ہیں ڈیئر بلکہ یوں کہو ایک جنگ چل رہی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان۔ اس وقت سے جب سے تم اس عظیم ہستی کے پیچھے لگے تھے جو تمہاری دسترس سے بہت باہر کی چیز ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"نام لوں گا تو تم شاید مجھے سمندر میں اٹھا کر پھینکنے کی کوشش کرو گے۔ تاہم اپنے آپ کو اپنے ماضی میں لے جاؤ۔ جب راجہ لوانا اصغر کا نام لیا جا سکتا ہے تو پھر عظیم ترلو کا نام نہ لینا کیا معنی رکھتا ہے۔"
میرے ہوش و حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ یہ بدبخت نام ایک بار پھر میرے سامنے آ گیا تھا۔ میں خاموشی سے پستہ قامت شخص کو گھورتا رہا اور اس کی ابلتی ہوئی آنکھیں میرے بدن کا طواف کرتی رہیں۔ تب میں نے کہا۔
"ترلو کا مر چکا ہے۔" جواب میں وہ شخص استہزائیہ انداز میں ہنسا اور اس نے کہا۔
"ایک عظیم مشن کبھی مر سکتا ہے، تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ جو کائنات کو نئی نئی کہانیاں سناتے ہیں اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتے ہیں، انسانی ہاتھوں سے فنا ہو سکتے ہیں۔ نہیں میرے ننھے منے سے دوست تم صرف منشیات کے اسمگلروں کے آلۂ کار بنے رہے ہو۔ ایک احمقانہ سی جدوجہد کرتے رہے ہو تم آج تک، کیا تمہیں

اس کا اندازہ نہیں کہ جس سے تم ٹکرائے تھے وہ لاتعداد روحانی قوتوں کا مالک بھی ہے اور وہ جو روحانی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں وہ کسی تحریک کے بانی ہوتے ہیں کسی انسان کے ہاتھوں فنا نہیں ہوتے وقت انھیں نہیں مار سکتا وہ لافانی ہوتے ہیں' اور ان لافانیوں کا نام روئے زمین پر ہمیشہ باقی رہتا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم میں تمھاری کوئی بات نہیں سمجھا۔"

"راجہ نواز اصغر زندگی کے کون کون سے موڑ پر شکست کھاؤ گے تم اپنی دانست میں ترلوکا کو مار چکے ہو بے شک ایک چالاک آدمی کی حیثیت سے تم نے اس پر کئی وار کیے' اور تمھاری آخری کوشش کیلی لاس میں اسے قتل کرنے کی تھی۔ لیکن کیا تم بھول گئے تھے کہ وہ حبس دم کا ماہر ہے' وہ ایک منٹ' ایک گھنٹہ' ایک دن ایک ہفتہ' ایک مہینے تک اپنا سانس بند کیے مردہ حالت میں رہ سکتا ہے' اس وقت بھی وہ اتفاقیہ طور پر تم سے دھوکا کھا گیا تھا' لیکن تمھیں احمق بنانے کے لیے اس نے اپنا سانس بند کر لیا اور تم اسے مُردہ سمجھ کر چلے آئے۔ اے بے وقوف شخص کیا تمھارے خیال میں ایک اتنی بڑی ہستی تمھارے منحنی اور ناپاک ہاتھوں سے مر سکتی ہے۔"

"ہیں۔ میں واقعی تمھیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔"

"نہیں میرے بچے' یہ سب کچھ تمھارے لیے ممکن نہیں ہے تم غور کرو اس کے بعد تم کہاں کہاں بھٹکتے رہے کیسے کیسے معاملات میں ملوث رہے' لیکن ہماری نگاہیں تم پر مرکوز رہیں۔ یہ انسانی قوت نہیں بلکہ روحانی قوت کا کرشمہ ہے۔ تم کسی انسان سے نہیں بلکہ لاتعداد قوتوں کے مالک ترلوکا سے بھڑے ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ تمھارے بس کی چیز نہیں۔"

"تو وہ زندہ ہے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ اس کی زندگی تو ابدی ہے' ترلوکا ایک انسان نہیں ایک مشن ہے ایک تحریک ہے' ایک عزم ہے' ایک ولولہ ہے جو اس دنیا سے کیا گیا ہے' لیکن اس کی موت کیا معنی رکھتی ہے۔"

"لیکن تمھاری موت کوئی نہ کوئی معنی ضرور رکھتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تو چلو پہلے یوں کرو کہ مجھے ہلاک کر دو۔" اس نے کہا اور مجھ پر جنون سوار ہو گیا' میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور میں نے کسی بھینسے کی طرح اس شخص کو ٹکر ماری لیکن مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ میرا سر کسی نرم فوم میں دھنس گیا ہو۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔ "یوں کرو مجھے اٹھا کر پانی میں پھینک دو۔" اور واقعی اس بار میں نے یہ کوشش بھی کر ڈالی لیکن اپنی حماقت پر مجھے بعد میں خود ہی شرمندگی ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں زمین میں پیوست کسی ستون سے لپٹ گیا ہوں۔

"کوشش کر کے تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا۔" اس نے سگار کا گہرا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا اور میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا' میرا سانس تیز ہو رہا تھا۔ یہ نئی ہیجان خیز کیفیت میرے لیے جان لیوا تھی لیکن آہستہ آہستہ میں نے خود کو پرسکون کر لیا۔

عجیب الخلقت شخص اس پر اطمینان میں کھڑا مجھے گھور رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے خود کو پرسکون کر لیا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"کیا یہ بات قابلِ حیرت نہیں کہ تم اس جہاز پر موجود ہو جس پر سے مجھے اچانک بچایا گیا ہے۔"

"تمھاری نگاہ میں یہ قابلِ حیرت ہوگی میری میں نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ تمھیں یہاں تک لایا گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ جو کچھ تم پر بیتی تمھارا جو ساتھی تمھارے ساتھ موت کا شکار ہو گیا جن معاملات میں تم پڑے ان میں سے کوئی ہماری نگاہ سے اوجھل نہیں تھی۔ ایک ایک لمحہ ہم تو تم پر نگاہ رکھ رہے تھے۔"

"اوہ۔ بات ناقابلِ یقین ہے لیکن اب تو تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔"

"نہیں دوست تمھیں آئندہ اس کا تجربہ ہو جائے گا۔ بہرحال تمھیں ایک دلچسپ بات بتاؤں تمھیں لطف آئے گا۔"

"کیا۔؟"

"یہ جہاز ایک نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے اس پر سفر کرنے والے نہیں جانتے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ ان کے راستے مختلف ہیں سمتیں مختلف ہیں اور وہ مختلف انداز میں اس جہاز پر سوار ہوئے ہیں' لیکن سب کی منزل ایک ہے سمجھے سب کی منزل ایک ہے۔"

"میں نہیں سمجھا پلیز۔ میں نہیں سمجھا۔"

"یہ سب وہ ہیں جو کسی نہ کسی طرح ترلوکا کو درکار ہیں۔ وہ ان کے ساتھ اپنا کھیل کھیلنا چاہتا ہے چنانچہ انھیں مختلف راستوں سے یکجا کیا گیا ہے اس جہاز پر اپنی مرضی ہی سے پہنچے ہیں اپنے اپنے معاملات کی تکمیل کے لیے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ان سب کو ایک جگہ جانا ہے اور اس جگہ ان سب کو لایا گیا ہے۔ میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا موٹے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر تمھیں کچھ عرصے کے بعد اس کا یقین بھی آ جائے گا۔"

اور ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ تمھاری بات اور ہے تمھیں یہ سب کچھ بتا دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے کیا میں تمھارے ساتھ تعاون کروں گا۔" میں نے سوال کیا۔

"مطلب۔؟" موٹے آدمی نے سگار منہ سے نکال کر کہا۔

"مطلب یہ کہ میں ان سب کو وقت سے پہلے آگاہ کر دوں گا اور اس کے بعد یہ سب جہاز کے کپتان کو قبضے میں لے لیں گے تم مجھ پر قابو پا سکتے ہو ان سب پر نہیں۔" موٹا آدمی ایک بار پھر ہنس پڑا اس نے کہا۔

"یہ تمھاری خام خیالی ہے لوگ جان چکے ہیں کہ تم سمندری سفر میں پاگل ہو چکے ہو لہٰذا ایک پاگل جو کچھ بھی کہے گا اس پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی ویسے کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دلچسپ بات ہے کوشش کر دیکھو۔ اس نے اتنا اعتماد سے کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"بہرطور تم سے ملاقات کرنا ضروری تھی اور تم واحد شخص ہو جسے اب حالات کا علم ہے کوشش کرو کہ حالات کو اپنے حق میں کر سکو ترلوکا ایسے کھیل دلچسپی سے دیکھتا ہے اور اس طرح کے کھیل کھیلتا رہتا ہے۔"

"سنو مسٹر ٹارگو۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو اب تک ہم مذاق کرتے رہے ہیں۔ ٹارگو نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اور پھر ہنس پڑا اس کی ہنسی مجھے زہر محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔ براہ کرم سنجیدگی سے۔"

"ٹھیک ہے کہو۔ اگر سنجیدگی سے کوئی بات کہہ رہے ہو تو میں ضرور سنوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو۔ ترلوکا سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے کیلی لاس کی پہاڑیوں میں جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے ایک ردِعمل تھا اور انسان اس کے لیے مجبور ہوتا ہے ترلوکا سے کہو کہ میری زیبی مجھے واپس کر دے میں اپنی دنیا میں پرسکون ہو جاؤں گا اور میرے اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔"

"لیکن وہ جھگڑے پالنے کا عادی ہے یہ اس کا دلچسپ مشغلہ ہے تم ایک ہی طرح سے اس کے قابو میں آئے ہو یعنی زیبی کے لیے تم اس کی تلاش میں سرگرداں رہو گے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ تمھیں قید بھی نہیں کر رہا گرفتار بھی نہیں کر رہا' آزادی دے رکھی ہے اس نے تمھیں تاکہ تم اس کے لیے جو کچھ کرنا چاہو کرتے رہو۔ بہت سے نقصانات کیے ہیں تم نے اس کے لیکن وہ ان نقصانات کا عادی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں ان دلچسپ کھیلوں کو جاری رکھنا چاہتا ہے چونکہ اس کے خیال میں یہی کھیل زندگی کا باعث ہوتے ہیں۔" پروفیسر ٹارگو نے جواب دیا۔ چند لمحات مجھے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اسی طرح مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا' انداز میں ایک عجیب شانِ بے اعتنائی تھی' درحقیقت یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتا ہو لیکن میرے لیے وہ سورج کا ایک پہاڑ چھوڑ گیا تھا یہ سب کچھ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی ترلوکا زندہ تھا۔ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہا تھا اور میری خوش فہمی حد سے آگے بڑھ گئی تھی اس کے بعد وہ اس حد تک مجھ سے واقف تھا کہ سمندر کے خوفناک سفر کے باوجود اس نے مجھے حاصل کر لیا۔ کیا وہ انسان تھا یقیناً اس بات میں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ کہ کچھ پراسرار قوتیں اس کے ہمرکاب تھیں۔ یقیناً میرا واسطہ کسی ایسی ہستی سے نہیں تھا جو صرف دنیاوی حیثیت رکھتی تھی بلکہ ترلوکا جیسا شخص یقیناً کالے جادو کا ماہر ہی ہوگا اور یہ جادوئی قوتیں ہی تھیں جو اب تک مجھے نچا رہی تھیں۔ کیا ان جادوئی قوتوں سے نمٹنا آسان کام ہوگا کیا اس کے لیے مجھے آسانی سے کوئی راستہ مل سکے گا اب تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی میری اپنی نہ رہ گئی ہو اور وہ صرف ترلوکا کے رحم و کرم پر آگے بڑھ رہی ہو۔

کیا کرنا چاہیئے اگر جہاز کے مسافروں کو آنے والے اس خطرے سے آگاہ کر دوں جو انھیں درپیش ہے تو کیا وہ واقعی اس پر یقین کرلیں گے ویسے یہ بات ناممکن نظر آتی تھی جیسا کہ موتی تارنگھ نے کہا تھا کہ مجھے پاگل قرار دے دیا جائے گا اور ایک پاگل کی بات وہ کیسے مانیں گے تاوقتیکہ انھیں اس بات کا بھرپور تجربہ نہ ہو۔

عرشے پر ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے میں نے ایک فیصلہ کیا کہ مجھے جلدبازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ انتظار کرنا چاہیے کہ کیا ظہور میں آتا ہے اور اس کے بعد کام کے لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ بہرطور اگر ترلوکا نے مجھے اپنے راستے پر چیلنج کیا ہے تو میں بھی موت سے ہار ماننے والا نہیں تھا اور اس کے خوف سے اپنے آپ کو ترلوکا کی سرکوبی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اگر اس کوشش سے جان چلی جائے تو کوئی بات نہیں ہے چنانچہ ان خیالات نے مجھے مطمئن کر دیا اور میں خاموشی سے پیش آنے والے حالات کا انتظار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ رات کو میری ملاقات جہاز کے مسافروں سے ہوئی شام ہوتے ہی وہ باہر نکل آئے تھے اور اپنی اپنی تفریحات میں مشغول ہو گئے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ تھے مختلف ملکوں اور مختلف رنگوں اور نسلوں سے تعلق رکھتے تھے کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور میں ان کے درمیان گردش کرتا رہا۔

سفر جاری رہا دو دن اور دو راتیں گزر گئے کھانے کے لیے اچھی خوراک ملتی تھی۔ جہاز کا کپتان ہم لوگوں کا خیال رکھتا تھا۔ اور کوئی خاص تکلیف نہیں دی گئی تھی ہمیں یہاں پر اور پھر ایک رات جب ہم سوئے تو بہت دیر سے جاگے اتنی دیر سے اور اتنی اجنبی دنیا میں کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے جب ہوش میں آ کر اپنے چاروں اطراف دیکھا تو میرے چاروں طرف سبزہ زار بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان بڑی بڑی چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ ننگی اور بھوکی چٹانیں جنھیں دیکھ کر آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا۔

میں نے آنکھیں ملیں اور اپنے بدن میں چٹکیاں کاٹیں یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ عالم ہوش میں ہوں یا دیوانگی طاری ہے یا پھر میں کسی اور دنیا میں نکل آیا ہوں سوچتا رہا دیکھتا رہا اٹھ کر بیٹھا اور پھر حقیقت کا یقین کر لینا پڑا۔

''ہاں نہ اب جہاز تھا نہ اس کے مسافر بس میں تنہا اس ویرانے میں ان چٹانوں کے نزدیک سبزہ زار پر پڑا ہوا تھا اطراف میں درخت جھول رہے تھے جن پر پرندے چہچہا رہے تھے منظر بے حد خوشگوار تھا آسمانوں پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ خداوند عالم یہ کون سی جگہ ہے جہاز سے یہاں تک کا سفر کس طرح طے ہوا میں کس طرح یہاں آ گیا۔

اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔ اور دفعتاً ہی مجھے اپنے بدن کے لباس کا احساس ہوا۔ یہ لباس۔ یہ لباس۔ میں نے چونک کر اپنے لباس کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں شدید حیرت سے پھیل گئیں۔

میرے بدن پر سفید رنگ کا عجیب سا لباس تھا بالکل اس قسم کا جیسے ہندو جوگی پہنے ہوتے ہیں۔ سر پر ٹھنڈ محسوس ہوئی تو سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ پورا سر گھٹا ہوا تھا اور یہ دیکھ کر میں شدت حیرت سے پاگل ہو گیا۔ میرا حلیہ ہی تبدیل کر دیا گیا تھا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا اور پھر ایک جوہڑ کے کنارے پہنچ گیا۔ جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہی چمک رہا تھا شفاف پانی میں اپنی شکل دیکھی اور میری آنکھیں بند ہوتے ہوتے بچیں شکل ہی تبدیل ہو گئی تھی پیشانی پر چندن اور تلک ہوا تھا سر گھٹا ہوا تھا بالکل ہندو جوگیوں کی سی شکل بنا دی گئی تھی میری۔ اور یہ سب کچھ آسانی سے نہیں ہوا تھا۔

شدتِ حیرت سے میں دیوانہ ہوا جا رہا تھا میرے حلیے میں یہ تبدیلی کر کے مجھے کہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔ آہ میری زندگی کے ساتھ ایک اور مذاق کیا گیا تھا اور یہ مذاق کرنے والے میرے بدترین دشمن تھے۔

میں پریشانی کے عالم میں آگے بڑھتا رہا۔ اب یہاں رکنا بھی بے مقصد تھا دیکھوں تو سہی کیسی جگہ ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک عمارت نظر آئی جو ایک مندر کی قسم کی بنی ہوئی تھی۔ میرے قدم اس کی جانب بڑھ گئے۔ مندر کے صحن میں میرے ہی جیسے بہت سے پنڈت پجاری بیٹھے پوجا کر رہے تھے دل تو چاہا کہ ایک بڑا سا پتھر لے کر ان سب کے سر کچلتا ہوا چلوں اور یہاں قتلِ عام کر دوں لیکن خود کو سنبھالا اس ذہنی بحران کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا مجھے اس طلسم کدے میں اپنی جگہ تلاش کرنی تھی۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ اس سے ان لوگوں کا مقصد کیا ہے جو مجھے یہاں تک لائے ہیں۔

ان ساری چیزوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر مندر کے پاس سے بھی دور نکل آیا ایسے مندر یہاں دور دور تک بکھرے نظر آ رہے تھے۔ دوری سے ان کی چوٹیاں نظر آ جاتی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے یہاں مندروں کی کوئی بستی ہے پوجا پاٹ کرنے والوں پر میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن زیادہ دور نہیں چلا تھا کہ ایک لڑکی مجھے نظر آئی دیوداسیوں کا لباس پہنے ہوئے تھی لیکن چہرہ ہی سے غیر ملکی نظر آتی تھی اس کے چہرے پر جو خوف و دہشت

منجمد تھے اسے دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آہستہ آہستہ میں اس کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی اور پھر اس نے اپنا منہ چھپا لیا وہ دہشت زدہ سی نظر آ رہی تھی دفعتاً وہ چیخ کر بولی۔

''چلے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں کہتی ہوں کہ مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ البتہ میں نے اس کے پاس سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی تھی تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح منہ چھپائے روتی رہی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

''میرا تماشا دیکھنا چاہتے ہو۔ تماشا دیکھنا چاہتے ہو میرا۔'' اس نے چیخ کر کہا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

''کون ہو تم؟'' میں نے سوال کیا۔

''تمھارا شکار۔ تمھارا شکار ذلیل آدمی۔ تمھاری شکار ہوں۔''

''نہیں بے بی۔ تم میری شکار نہیں ہو۔ اگر تم میری ہی طرح حالات کا شکار ہو تو ہم دونوں ایک ہی راستے کے ہم سفر ہیں۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

''کیا مطلب؟''

''میں تمھیں تمھاری کہانی سناؤں۔'' میں نے سوال کیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔

''تم کہیں سے لائی گئی ہو غالباً تمھیں یہاں چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کے بعد۔ اس کے بعد جب تم جاگی ہو گی تو تمھارے جسم پر یہی لباس ہو گا اور تمھارے اطراف میں یہ عجیب و غریب سبزہ زار پھیلے ہوں گے۔'' وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر نفرت بھرے لہجے میں بولی۔

''اور یہ تم اجنبی بات بتا رہے ہو مجھے۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو مجھے یہاں لائے تھے۔''

''نہیں بے بی تمھیں شاید یہ جان کر حیرت ہو گی یا شاید یقین نہ آئے کہ میں بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہوا ہوں ایک جہاز پر سفر کر رہا تھا اور جب آنکھ کھلی تو یہاں موجود تھا۔''

''جہاز۔'' وہ چونک پڑی۔

''ہاں۔''

''کیا ڈوسل نامی جہاز پر۔''

''ہاں۔'' میں نے کہا۔

''میں بھی تو اسی پر تھی۔ میں۔ میں۔'' وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی اور پھر بولی۔

''لیکن میں تم پر یقین کس طرح کروں۔؟''

''تمھاری مرضی ہے یہاں میری بھی وہی کیفیت ہے جو اس وقت تمھاری نظر آ رہی ہے لیکن کیا بتاؤں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا تم سے یقین کرو یا نہ کرو۔'' میں واپس پلٹا تو وہ دفعتاً چیخی۔

''آہ سنو۔ سنو تو سہی کسی ایسے بے سہارا شخص کو۔ کسی ایسی بے سہارا ہستی کو جیسے دنیا میں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تم اس طرح چھوڑ کر جانا پسند کرو گے یہی مردانگی کہلاتی ہے۔''

''میں نے تم سے باتیں کرنا چاہی تھیں لیکن تم اس پر یقین نہیں کر پا رہیں۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''خدا کے لیے میری مدد کرو۔ خدا کے لیے میری مدد کرو۔''

''کیا نام ہے تمھارا بے بی۔؟''

''جولی۔ جولی پیٹرس۔'' اس نے جواب دیا۔

''میرا نام نواز ہے اب تو اتنا ہی مختصر ہو کر رہ گیا ہوں میں۔''

''مگر تم۔ تم۔''

''ہاں جولی میں ان میں سے نہیں ہوں میں بھی ڈوسل ہی پر سفر کر رہا تھا تم چاہو تو مجھ سے اس کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔ اور اب آنکھ کھلی تو ایک چٹان کی آڑ میں پڑا ہوا تھا۔''

''لیکن یہ سب کیا ہے۔؟''

''ہاں اس بارے میں، میں تمھیں کچھ بتا سکتا ہوں۔''

''بتاؤ۔ خدا کے لیے بتاؤ۔''

''یہ بتاؤ ترلوکا نامی کسی ہندو جوگی سے جو ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی ہے تمھارا کوئی جھگڑا رہا ہے۔''

''ترلوکا۔'' اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''ہاں۔ ترلوکا۔''

''مگر۔ مگر۔ اس کا اس جگہ سے کیا تعلق ہے۔''؟

''ہم سب اس کا شکار ہیں جولی۔'' اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں سے خوف کی پرچھائیاں مٹ گئیں اور پھر وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

''سمجھ گئی بالکل سمجھ گئی۔ تمھارا کہنا درست ہے واقعی تمھارا کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔ میں ترلوکا ہی کی شکار ہوں۔ اس کے گروہ میں کام کرتی تھی منشیات کی اسمگلنگ کرتی تھی میں اس کے لیے، لیکن پھر مجھ پر اچھی زندگی گزارنے کا خبط سوار ہوا۔ میں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مجھے دھمکیاں دی گئیں کہ ترلوکا سے علیحدگی کا سبب موت ہے، لیکن میں نے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور انھیں دھوکا دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ یقیناً یہ ترلوکا ہی کی کوشش ہو سکتی ہے پھر مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہاں اس

جزیرے میں پھینک کر مجھے سزا دی گئی ہے۔"

"بے بی جس جہاز پر ہم لوگ سفر کر رہے تھے اس پر ایسے ہی لوگ شامل تھے۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں مجھے وہاں پیڈرو بھی ملا تھا وہ بھی کہتا تھا کہ ترلوکا ان لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔"

"پیڈرو کون تھا؟"

"اسمگلروں کے گروہ کا ایک کارکن وہ بہت خطرناک آدمی تھا لیکن ترلوکا کے ہاتھوں بے بس ہو کر چوہے کی طرح بلوں میں چھپتا پھر رہا تھا اس وقت بھی وہ اپنے مستقبل سے پریشان تھا۔" جولی نے بتایا۔

"آؤ بیٹھو جولی ہم بیٹھ کر بات کریں گے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ کر ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔

"تم مجھے ترلوکا کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتی ہو۔؟"

"وہ کیا ہے؟"

"روئے زمین پر شیطانی قوتوں کا سب سے بڑا مظہر۔ وہ اس دور کا شیطان ہے۔"

"آہ اس کی موت نہیں ہے۔؟"

"ہاں شاید وہ آبِ حیات پی گیا ہے۔"

"نہیں جولی۔ ہر شیطان بالآخر فنا ہو جاتا ہے تاریخ اس کی گواہ ہے۔"

"شاید۔ لیکن وہ وقت ہماری زندگی میں نہیں آئے گا۔ وہ روحانی قوتیں بھی رکھتا ہے۔؟"

"ہاں کمبخت جدید بھی ہے اور قدیم بھی اس کے گروہ کی تعداد ناقابلِ یقین ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے آدمی کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔"

میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ بلاشبہ میں اس کے سامنے احساسِ کمتری کا شکار تھا میری اوقات ہی کیا تھی اس شیطان کے سامنے بارہا اس کا تجربہ کر چکا تھا۔ کیا کبھی زندگی میں اس کی قوت کا خاتمہ کر سکوں گا۔ بظاہر ناممکن ہی نظر آتا تھا۔ لیکن امید پر دنیا قائم ہے۔ میں بھی جب تک زندہ ہوں اس کے خلاف کام کرتا رہوں گا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اس جگہ کے بارے میں تمھیں کچھ معلوم ہے۔؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے ابھی تھوڑی دیر قبل ہوش آیا ہے۔"

"ہوں۔ یہاں لا کر وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔"

"خدا جانے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر بولی۔

"تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔؟"

"نواز۔"

"ان حالات میں نواز تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا۔؟"

"کچھ سوچنے کی گنجائش ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا زندگی اب ہمارے تابع ہے۔ کیا ہم اس کے جال میں نہیں آ پھنسے اور کیا یہاں سے نکلنا آسان ہوگا۔"

"ہمیں بلاوجہ ہی تو یہاں قید نہ کیا گیا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل تم نے ایسے کھلے قید خانے دیکھے ہیں۔ یہاں آس پاس کوئی نہیں ہے بظاہر یوں لگتا ہے جیسے کوئی ہماری نگرانی بھی نہیں کر رہا۔" جولی نے کہا۔

"ہاں جولی۔ لیکن ترلوکا شیطان کا دوسرا روپ ہے۔ اس کا ہر کام ایسا ہی ہوتا ہے اور اس کی گہرائی نہ جانے کیا ہوتی ہے۔"

"تمھیں اس کا کافی تجربہ معلوم ہوتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ جولی۔"

"جی۔"

"کیا تم پروفیسر ٹارگو نامی کسی آدمی کو جانتی ہو۔؟"

"ٹارگو۔"؟

"ہاں۔"

"ترلوکا سے تعلق ہے۔؟"

"سو فیصدی۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتی۔ یوں بھی کون اس کے سارے آدمیوں کو جانتا ہے۔" جولی نے جواب دیا۔

"بہرحال اس قید خانے سے فرار کا تصور تو حماقت ہے۔ لیکن اگر تم چاہو تو یہاں تنہائی کے بجائے میرا ساتھ قبول کرو۔" میں نے پیشکش کی اور جولی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اور گہری سانس لے کر بولی۔

"مجھ سے دغا تو نہیں کرو گے۔؟"

"جس کے ساتھ زمانے نے دغا کی ہو جولی وہ کسی سے کیا دغا کرے گا۔" میں نے ٹوٹے ہوئے دل سے کہا۔ اور جولی خاموش ہو گئی۔

دفعتاً دور سے کہیں گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور ہم چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ لیکن ہم نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تب دو سائے ہماری طرف آتے نظر آئے۔ چہروں سے وہ بھکاری محسوس ہو رہے تھے۔ دونوں نے ہمارے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑے۔

"بھوجن نہ کرو گے مہاراج۔؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ دونوں شکل سے ایشیائی نظر آ رہے تھے اور انھوں نے یہ بات اردو میں کہی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"بھوجن کا گھنٹہ بجا ہے۔ جب بھی گھنٹہ بجے آپ جہاں بھی ہوں کسی بھی بھوجن شالہ پہنچ جایا کریں۔ ہاں بھوجن کو من نہ کرے تو یہاں درختوں پر پھل پات بہت ہیں۔"

"کہاں ہے بھوجن شالہ۔؟"

"بہت سے ہیں۔ وہ سامنے ہی ہے اس نے ایک مندر نما عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے کہا۔ جولی حیرت سے ہمیں دیکھ رہی تھی جب وہ چلے گئے تو اس نے کہا۔

"کیا بک رہے تھے یہ۔؟" میں نے ان کی بات دوہرائی تو وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "تم جاؤ۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"آؤ جولی۔ ہمیں زندہ رہنا ہے۔ میرے اصرار پر وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ اور ہم مندر کے اس صحن میں پہنچ گئے جہاں ہم جیسے بے شمار لوگ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بہت بڑے بڑے پتر رکھے ہوئے تھے اور ان پر کھانا رکھا جا رہا تھا۔ ان میں غیر ملکی بھی تھے اور ملکی بھی۔ سب بے چارے پیٹ کا شکار تھے۔

ہم بھی ان کے درمیان تھے۔ کھانا مختلف قسم کا تھا اور خوب پیٹ بھر کر دیا گیا تھا ہم خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور دفعتاً لاؤڈ اسپیکر پر ایک آواز ابھری۔

"سجنو۔ جہان ترلوکا کی اس یاترہ میں نئے آنے والوں کا ہم سواگت کرتے ہیں۔ انھیں کچھ بتانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یدی وہ ہر جگہ گھوم پھر سکتے ہیں یہاں کی ہر چیز ان کی ہے مگر اتر کی کالی پہاڑی کی طرف جانا ان کے لیے خطرناک ہوگا۔ وہاں وحشی رہتے ہیں اور وہ تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا تمھارا فرض ہے۔"

"کیا کہہ رہا ہے یہ۔؟" جولی نے پھر پوچھا۔ لیکن مجھے بتانے کی ضرورت نہیں پیش آئی کیونکہ اس بار انگریزی میں یہی الفاظ کہے گئے تھے۔ جولی نے گہری سانس لی تھی۔

یہاں کے دن رات عجیب تھے۔ کہیں بھی سو جاؤ کہیں بھی پڑ رہو کوئی پابندی نہیں تھی یہاں رہنے کا بظاہر کوئی تصور نہیں تھا۔ جولی میرے نزدیک ہی لیٹ کر سو گئی تھی۔

دوسری صبح ہم نے ویسی ہی ایک بھوجن شالہ سے ناشتہ کیا اور پھر آوارہ گردی کے لیے چل پڑے جب ہم ایک جگہ سے گھومے تو ہمیں سامنے ہی کالی پہاڑیوں کا سلسلہ نظر آیا۔ غالباً یہ سنگِ موسیٰ کے پہاڑ تھے۔ جولی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"یہی شاید کالی پہاڑیاں ہیں؟"

"ہاں یہی لگتی ہیں۔"

"چلیں اس طرف۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے بھی نہیں ہے۔ آؤ دیکھیں تو سہی۔ اور ہم اس جانب چل پڑے۔ جولی بھی مست مولا معلوم ہوتی تھی۔ ہم پہاڑیاں عبور کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ لیکن ابھی ہم نے دوسری طرف قدم ہی رکھا تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے انسانی غرّاہٹیں سنائی دیں اور دوسرے لمحے میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ وہ سب انتہائی قدآور اور خوفناک تھے۔ لباس نام کی کوئی چیز ان کے بدن پر نہیں تھی۔ سب زمین پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے دوڑ میں حصہ لینے والے اسٹارٹ لینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ہوشیار ہوتے انھوں نے دوڑ لگا دی۔

وہ طوفان کی طرح ہم پر آ پڑے۔ لیکن ان میں سے کسی نے میری طرف رخ نہیں کیا تھا۔ ان سب کی توجہ کا مرکز جولی تھی اور وہ آن کی آن میں اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔

"بچاؤ۔" جولیا کی دلدوز چیخ ابھری اور میں سنبھل گیا۔ میں نے لپک کر ایک وحشی پر حملہ کر دیا اور اسے اٹھا کر دوسرے پر دے مارا۔ تیسرے وحشی کی گردن پکڑ کر میں نے ایک چٹان سے اس کا سر ٹکرا دیا اور اس کا سر پھوٹ کی طرح کھل گیا۔ چوتھا وحشی جولیا کو کتوں کی طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ تین وحشیوں سے نمٹ کر میں نے اس کی طرف توجہ دی اور جولی کو بمشکل اس کے چنگل سے چھڑایا۔ اس نے پلٹ کر میرے شانے میں منہ مارا اور میں نے اس کے وار سے بچتے ہوئے اس کا سر بھی چٹان سے ٹکرا دیا۔ گرتے ہوئے اس کے حلق سے ایک عجیب آواز نکلی۔ اور اس کے جواب میں چٹانوں کی دوسری طرف سے ایک خوفناک شور بلند ہو گیا۔ بہت سے وحشی ہمیں اپنی طرف دوڑتے نظر آئے۔ میں نے جولی کا ہاتھ پکڑا لیکن اسی وقت ہمارے عقب سے کچھ آوازیں سنائی دیں اور چند لوگ ہاتھوں میں عجیب ساخت کی رائفلیں لیے یہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے رائفلوں کا رخ وحشیوں کی طرف کر کے فائر کیے۔ رائفلوں سے آگ کے شعلے نکلے اور دوڑتے ہوئے آدم خور وحشی رک گئے۔ وہ خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ اور پھر پلٹ کر بھاگ نکلے۔

"چلو یہاں سے۔" ہمارے مددگاروں میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

اور ہم واپس چل پڑے۔ "تم یہاں کیوں آئے تھے۔ کیا تم نے وارننگ نہیں سنی تھی۔" دوسرے نے کہا۔ ہم خاموش رہے تھے۔ کالی پہاڑیوں سے کافی دور لا کر انھوں نے ہمیں چھوڑا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ جولی اپنے خوابیدہ لباس کو دیکھ کر شرما رہی تھی۔

"لباس کا میں کروں نواز" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یہاں کسی سے رابطہ بھی تو قائم نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"آہ سب کی نگاہیں مجھ پر پڑیں گی۔" جولی بولی "میرے ذہن میں بھی کوئی حل نہیں۔" میں نے اوپری لباس کی ایک چادر اسے دے کر کہا۔

"اس میں تم مضحکہ خیز ضرور نظر آؤ گی جولی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"لاؤ یہ عارضی طور پر مجھے دے دو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔" جولی نے کہا۔ اور میں نے چادر اسے دے دی۔ اس سے جولی کا بدن کسی حد تک ڈھک گیا تھا۔ رات کو جب ہم موجن شالہ پہنچے تو ایک سادھو ہمارے پاس آ گیا۔

"اس لڑکی کو لباس چاہیے۔"

"ہاں۔ اس کا لباس پھٹ گیا ہے۔"

"آؤ۔ میں اسے لباس دوں۔ آ جا لڑکی۔" وہ بولا لیکن جولی مجھے دیکھنے لگی تھی۔ شاید وہ سادھو کے ساتھ اکیلے جانے کے لیے تیار نہ تھی "تم بھی آ جاؤ۔ کوئی بات نہیں ہے۔" سادھو نے کہا۔

سادھو کے انداز میں نرمی اور محبت تھی چنانچہ ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔ رُخ مندر کے اندرونی علاقے کی جانب تھا، مندر کے صحن سے گزر کر ہم لوگ اندر پہنچے اور سادھو ہمیں ایک کمرے میں لے گیا، اس کمرے میں ایک دروازہ اور بھی تھا۔ سادھو نے آہستہ سے کہا۔

"وہ دیوکنیاؤں کا کمرہ ہے، تم وہاں جا کر اپنے لیے کوئی بھی لباس نکال لو بالکی اور بالک تم یہیں رُکو، جب وہ واپس آ جائے تو تم دونوں چلے آنا۔ یہ دھرم کی جگہ ہے۔ یہاں کسی کے ساتھ کوئی اپنائے نہیں ہوتا۔"

وہ واپس چلا گیا اور جولی مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا، دوسری طرف سے سادھو یہ دروازہ بھی اندر سے بند کر گیا تھا جس سے گزر کر مجھے اندر لایا تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں اس سلسلے کی کوئی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں جانتا تھا کہ میں ترلوکا کے جال میں ہوں اور یہ پُراسرار طلسم کدہ ترلوکا کا ہی تخلیق کردہ ہے۔

یہاں امن کے پجاری نظر آ رہے تھے، یوں لگ رہا تھا جیسے ترلوکا درحقیقت اب اپنی مملکت میں ہو، یہ کون سی جگہ تھی، کیا تھی، اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن یہاں جس انداز میں مندر بنے ہوئے تھے اور جس طرح ایشیائی باشندے آتے جاتے نظر آ رہے تھے اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایشیائی علاقہ ہو، لیکن کون سا؟ اس کے بارے میں معلوم کرنا ابھی میرے بس کی بات نہیں تھی اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہاں پر موجود کوئی بھی شخص اس کے بارے میں کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں ہے، چنانچہ اپنی اس کوشش کو میں نے کچھ دن کے لیے ملتوی کر دیا تھا، ذرا یہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لے لوں اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ مجھے آئندہ کیا قدم اُٹھانا چاہیے۔

لیکن دفعتاً ہی مجھے محسوس ہوا کہ یہاں میرے قیام کی مدت طویل ہو گئی ہے، جولی ابھی تک اپنا لباس تبدیل کر کے واپس نہیں آئی تھی، یوں تو عورتوں کو لباس کے معاملے میں بڑی الجھنیں درپیش ہوتی ہیں، خواہ کیسی ہی حالت میں ہوں، کہیں بھی ہوں اگر بہت سے خوبصورت لباس ان کے سامنے آ جائیں تو پھر ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا انتہائی مُشکل کام ہوتا ہے کہ وہ ان میں سے کون سے لباس کا انتخاب کریں۔ لیکن ایسے حالات میں جولی کو لباس کے انتخاب پر توجہ نہیں دینی چاہیے تھی بلکہ سب سے پہلے اُسے نکل کر میرے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا، اُسے دیر ہو گئی تو میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

میں نے دروازے پر دستک دی تو مجھے احساس ہوا کہ دروازہ جو اوپر سے لکڑی کا نظر آ رہا ہے، دراصل لکڑی کا نہیں ہے بلکہ جست کا یا کسی ایسی ٹھوس دھات کا بنا ہوا ہے جس پر انگلی مارنے سے انگلی کو تکلیف پہنچتی تھی، مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔

جولی نے یہ دروازہ خود ہی بند کیا تھا، لیکن مندر کے اس حصے میں جست کے دروازے کی موجودگی کیا حیثیت رکھتی تھی؟ میں نے اسے کھٹکھٹا کر دیکھا، لیکن دروازہ تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار ہی کا ایک حصہ ہو، وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ تب میں نے اسے زور زور سے تھپتھپاتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"جولی جلدی آؤ دیر نہ کرو۔" نہ جانے کس خیال کے تحت میں اس دروازے کی طرف بڑھا جس سے گزر کر خود اندر آیا تھا اور جسے جوگی جاتے ہوئے بند کر گیا تھا، اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دروازہ بھی لکڑی کا نہیں بنا ہوا تھا بلکہ ویسا ہی تھا جیسا میرے اور جولی کے درمیانی دروازے میں تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ہزاروں وسوسے دوڑ گئے

کیا کھیل شروع ہو گیا، کوئی چوٹ ہو گئی۔ میں نے سوچا اور پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، دفعتاً میں نے اپنے سامنے کی دیوار اپنی جگہ سے سرکتی ہوئی دیکھی، دروازہ اسی طرح بند تھا، کمرہ مختصر تھا، لیکن دیوار کے ہٹ جانے سے اب مجھے یہ کمرہ کافی لمبا اور دُور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا، بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک راہداری ہو، اور یہ راہداری دور تک جا کر بائیں سمت گھوم گئی تھی۔ میں متحیرانہ انداز میں ان تمام چیزوں کو دیکھتا رہا۔ میری سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس طرح مجھے یہاں اچانک لانے کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ لوگ چاہتے تو کسی بھی جگہ مجھ پر قابو پا کر مجھے اپنی تحویل میں لے سکتے تھے، لیکن اس طرح، بہرطور میں نے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ جولی اس کمرے میں قید ہو گئی تھی، پتہ نہیں اس بے چاری پر کیا بپتا پڑی۔ لباس تبدیل کرنے کے لیے گئی تھی، لیکن یہاں صورتِ حال بالکل ہی تبدیل ہو گئی تھی، تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا اور پھر اس راہداری کی جانب چل پڑا کیونکہ باہر نکلنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا اور یہاں پڑے پڑے زندگی کو زنگ لگانا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں اس طویل راہداری میں آگے تک بڑھتا رہا، اور پھر دوسری طرف گھوم گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ راستہ کس سمت جاتا ہے؟ یا اس کی ساخت کس نوعیت کی ہے؟ بظاہر تو مندر اتنا وسیع معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن چند لمحات کے بعد میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ راہداری گہرائیوں کی سمت جا رہی ہے میرے پاؤں خود بخود زمین پر تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اس کا مقصد ہے کہ راستہ آگے جا کر زیر زمین ہو جاتا ہے۔

اس تحیر کن ماحول میں، میں آگے بڑھتا رہا ترلوکا کم بخت نے جو یہ جال پھیلائے ہوئے تھے ان کے بارے میں سوچتا تو یوں محسوس ہوتا کہ خواہ مخواہ حماقت ہی کی تھی۔ پتہ نہیں کس طرح امریکہ میں وہ میرے جال میں پھنس گیا تھا، لیکن اس کم بخت کا جال تو بے پناہ وسیع ہے اور نجانے کیا کیا ہنگامے کیے ہوئے ہیں اس نے، کیا میں ان ہنگاموں سے کبھی نمٹ سکوں گا۔

میں آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔

یہ حال شفاف تھا اور اس کی دیواروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ہلکی سی سیٹی کی آواز فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔ تب میں نے محسوس کیا کہ سیٹی کی یہ آواز تو بہت دیر سے آ رہی ہے اور میرے کان اس کے عادی ہو گئے ہیں لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد جب میں ہال میں پہنچا تو اچانک سیٹی کی آواز پرسکون ہو گئی ہے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کائنات کی گردش رک

بڑی دیر تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا، اپنی جگہ کھڑا خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر زمین پر بیٹھ گیا، اعصاب میں اس قدر تناؤ تھا کہ کسی بھی لمحے یہ تنے ہوئے اعصابی تار ٹوٹ جانے کو تھے۔ میں نے اس نئے قید خانے کو کئی بار متحیرانہ نگاہوں سے دیکھا تھا اور اب مجھے کسی نئی افتاد کا انتظار تھا۔

بیٹھے بیٹھے میں زمین پر لیٹ گیا، اور اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد نتائج ہولناک بھی ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے ترلوکا براہ راست مجھ تک پہنچے، میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے لیکن ابھی تک کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ یہاں خاص گرمی تھی، میں پسینے میں شرابور ہو رہا تھا، بہرطور میں لیٹا رہا اور وقت گزرتا رہا۔

آنکھیں بند کیے لیٹے رہنے سے ذہن پر گردی چھا گئی، اور پھر غیر محسوس انداز میں آنکھیں بند ہو گئیں، غالباً مجھے نیند نے آ لیا تھا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا، گرمی اور حبس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی، سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا، میں نے گھبرا کر اپنے اس قید خانے کو چاروں طرف سے دیکھا۔ آہ یہاں قید کر کے وہ لوگ مجھے بھول گئے تھے، لیکن میرا اندازہ غلط نکلا۔ پتھروں کے کسی دروازے کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور پھر کئی آدمیوں کے قدموں کی چاپ، آنکھیں بند کیے ہونے کی وجہ سے میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اندر آنے والے کون لوگ تھے اور کیا چاہتے تھے۔ وہ میرے نزدیک آ کر خاموش کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی ہیں، لیکن میں بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ ایک بار جی میں یہ بھی آیا کہ ان سے لپٹ پڑوں، جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن کیا فائدہ تھا، ابھی مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ قدموں کی آہٹ کچھ دیر بعد واپس جاتی ہوئی سنائی دی اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

وہ کیوں آئے تھے اور کیوں واپس چلے گئے اس بارے میں، میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بہرطور میں چھت کو گھورتا رہا، ذہن کو تھکن کے عالم میں خالی رکھنے کا مطلب نیند کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بار پھر میری پلکیں جڑ گئیں۔ جب میں جاگا تو واقعی میری حالت ایسی تھی جیسے میں ایک طویل مدت کی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوں۔ اس قید خانے میں ایک طرح سے مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا تھا لیکن اگر اس قید کا مقصد میرے علم میں آ جاتا تو شاید مجھ پر اتنی بُری کیفیت طاری نہ ہوتی بہرطور میں خاموشی سے اپنی جگہ پڑا رہا۔

ایک بار پھر کسی وقت دروازہ کھلا اور قید خانے کی دھندلی روشنی میں کچھ تیزی ہو گئی — اندر آنے والی کو دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ جولی ہی تھی، انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس، اس انداز میں اندر آئی تھی جیسے چھپ کر آئی ہو اور اس نے اس طرح مجھے اشارے کیے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ عقبی راہداری میں کوئی موجود ہے۔

دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا اور وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ گئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

"اوہ جولی تمہارے لیے کتنا پریشان تھا میں تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

"کیوں۔؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"یہ سوال کر رہی ہو مجھ سے۔؟"

"ہاں کوئی حرج تو نہیں ہے اس سوال میں!"

"جس طرح تم وہاں بند ہو گئی تھیں اور جس طرح مجھے دوسری جانب قید کر دیا گیا تھا کیا تمہیں اس کا احساس نہیں ہے؟"

"ہے۔"

"اور اس پر بھی تم پریشان نہیں ہو۔"

"نہیں اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ہم لوگ جس طرح طلسم کدے میں پھنس گئے ہیں اس میں اگر ہم نے اپنے ذہن میں پریشانیوں کو جنم دیا تو ہم کچھ نہیں کر سکیں گے، میں تو پرسکون ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا، اور پھر جب دوسرے دروازے کو آزمایا تو پتہ چلا کہ وہ تو دروازہ ہی نہیں ہے بلکہ دیوار کا ایک حصہ تھا جو اپنی جگہ سے سرک گیا تھا اور مجھے اپنی اس قید سے بے پناہ خوف محسوس ہوا، لیکن اس کے بعد ——— میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور آنے والی صورت حال کا انتظار کرنے لگی۔"

"پھر مجھ سے کچھ لوگوں نے رابطہ قائم کیا اور بہت ہی پرخلوص انداز میں پیش آئے — ترلوکا کے آدمی تھے وہ کیا تم مسٹر جوزف کو جانتے ہو۔؟"

"جوزف۔" میں نے سوال کیا؟

"ہاں پروفیسر جوزف ٹارگو۔"

"اوہ میں اُسے صرف پروفیسر ٹارگو کے نام سے جانتا ہوں۔ موٹی سی جسامت کا عجیب و غریب انسان۔" میں نے کہا۔

"ہاں اسی کی بات کر رہی تھی میں۔"

"تو پھر۔؟"

"بس پروفیسر ٹارگو نے مجھے بڑی نرم روی سے اپنے پاس بلایا، مجھ سے کچھ گفتگو کی اور اس کے بعد تمہارے پاس بھیج دیا۔"

"ہوں، کوئی منصوبہ لے کر۔؟"

"ہاں ایک منصوبہ ہے پروفیسر ٹارگو کے ذہن میں، اور یقینی طور پر وہ منصوبہ ان کا نہیں ہے بلکہ ترلوکا کی طرف سے انہیں اس کے بارے میں کچھ ہدایات ملی ہیں۔"

"منصوبہ کیا ہے۔؟"

"عجیب و غریب باتیں ہیں نواز شاید تم ان باتوں پر یقین نہ کرو۔"

"بتاؤ مجھے پلیز بتاؤ، میں سب کچھ معلوم کر لینا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم ترلوکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے راجہ نواز اصغر۔؟" جولی نے پوچھا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"یہ تم مجھ سے سوال کر رہی ہو یا مجھ پر طنز کر رہی ہو، یا ترلوکا کا مذاق اڑا رہی ہو۔؟"

"میں تم سے صرف یہ بات معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا تم ترلوکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے۔؟"

"عقیدت مندوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟"

"تمہارا سر گھٹا ہوا ہے۔ تمہارا جسم بھی ہندو سادھوؤں کی مانند ہے اگر تمہارا دل بھی اسی طرح کا ہو جائے تو کیا ہرج ہے، ترلوکا کی قوتوں کو تم دیکھ چکے ہو، اور ترلوکا کی بڑائی کو تم نے دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ تو پھر اب اس کے مسلک کا اعلان کیوں نہیں کر دیتے۔ تم اس کے خاص آدمیوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ وہ تمہیں بہت بڑا درجہ دے گا، بہت بڑی مراعات دے گا تمہیں۔" جولی کہہ رہی تھی اور متعجبانہ انداز میں شکل دیکھ رہا تھا۔

ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا، نا جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ جولی اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔ اس سے قبل اس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا اس میں سچائی تھی۔ لیکن اب یہ محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی اندر کوئی اور قوت بول رہی ہو۔ اور ترلوکا کی روحانی قوتوں کے بارے میں مجھے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں، اور اس قوت کو کسی بھی طرح جولی کے ذہن میں اتارا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جولی اس وقت اپنے آپے میں نہ ہو، بظاہر اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"جولی کیا تمہیں فوراً یہاں سے واپس جانا ہے۔؟"

"نہیں میں تمہارے پاس اسی مقصد کے تحت آئی ہوں تاکہ ہم لوگ مل کر کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں۔!"

"تو بیٹھو کیا یہ قید خانہ ہے ہمارے لیے۔؟"

"اگر ترلوکا کی عقیدت اپنے سینے میں اتار لو تو پھر یہی قید خانہ تمہارے لیے نہ جانے کیا بن سکتا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکو گے تو پھر یہ قید خانہ تمہارے لیے جہنم کا در بن جائے گا۔" جولی نے کہا۔

"ہم کچھ دیر تو یہاں رُک سکتے ہیں۔؟"

"ہاں کیوں نہیں!" وہ بولی اور میں ایک طرف بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ جولی نے دفعتاً چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جو ہال کے بغلی سمت میں تھا اور پھر آہستہ سے بولی —

"یہاں کچھ نہیں لیکن اگر تم آرام کر کے کچھ سوچنا چاہو تو اسی دروازے کے دوسری جانب خوبصورت آرام گاہ موجود ہے۔"

"مجھے سہارا دو جولی دو پتہ نہیں کیوں میں اپنے آپ میں ایک عجیب سی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور جولی ہمدردی سے اُٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی اس نے سہارا دے کر مجھے اُٹھایا اور پھر اسی ملحقہ دروازے میں داخل ہو گئی درحقیقت اس طرف ایک خوب صورت خواب گاہ بنی ہوئی تھی۔ ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی وہاں موجود تھیں اندر داخل ہونے کے بعد جولی نے دروازہ بند کر لیا اور مسہری پر میرے پائنتی آ بیٹھی۔

"میں تمہارے لیے ہر سہولت فراہم کرنے کو تیار ہوں راجہ نواز اصغر بولو کیا چاہتے ہو؟"

"جولی ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں پوچھو۔؟"

"تھوڑی دیر قبل جب تم میرے ساتھ تھیں اور ہم پہاڑوں میں بھٹک رہے تھے اور میں نے تمہیں وحشیوں سے بچایا تھا تو تمہارے سینے میں ترلوکا کے لیے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، اور اب اس خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر ہندوستانی مندروں کی دیوداسی کی شکل میں آ کر تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کیا تم اس کی وجہ بتا سکتی ہو۔" جولی آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگی پھر بولی۔

"انسان کو جس وقت بھی عقل آ جائے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بس یوں سمجھو کہ مجھے عقل آ گئی ہے۔"

"خوب۔ بھلا وہ کس طرح۔؟"

"اول تو ترلوکا سے انحراف ناممکن ہے۔ میں اس کے گروہ کے لیے کام کر رہی تھی مجھے کرتے رہنا چاہیئے تھا۔ خواہ مخواہ ایک اچھی اچھی زندگی کو چھوڑ کر برائیوں کی طرف دوڑی بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے، کہ تلاش معاش میں آوارہ گردی کرتے پھرو، لوگوں کی ڈانٹیں پھٹکاریں کھاؤ اور اپنے آپ کو اعلیٰ ظرف کا نام دے دو۔ اعلیٰ ظرفی کیا چیز ہے۔ ظرف کیا ہوتا ہے، دل کیا ہوتا ہے، ذہن کیا ہوتا ہے تم خود سوچو انسان کے جسم کی ضروریات سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد روتا ہے اُسے دودھ درکار ہوتا ہے اُسے ماں کی آغوش چاہیئے ہوتی ہے۔ گویا انسان روز اول ہی سے طلب گار ہے۔ اور طلب اس کی زندگی کا خاصہ ہے، اس کے بعد وہ آگے بڑھتا ہے اس کے سینے میں، اس کے ذہن میں اقدار ٹھونسے جاتے ہیں۔ اسے تہذیب سکھائی جاتی ہے اُسے پتہ نہیں کیا کیا سکھایا جاتا ہے اور وہ چوں چرا کا مربہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ فطری طور پر وہ ایک برہنہ انسان تھا۔ لباس نام کی چیز اس کے بدن پر صرف اسی لیے ڈالی گئی کہ یہ تہذیب اور اقدار کے علم برداروں کی پسند کی چیز ہے، اگر تم سلسلہ نمود کی ماہیت پر غور کرتے ہو تو کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ تمہیں لباس میں ملبوس کر کے بھی پیدا کیا جا سکتا تھا اس کا مقصد ہے کہ زندگی کی ضرورتوں میں لباس شامل نہیں ہے۔ لیکن اقدار، اور سماج اور معاشرہ جو راستے تمہارے لیے متعین کر دیتا ہے۔ اگر تم انہیں اپنا کر بھی آگے بڑھو تو پھر بھلا ان چیزوں کے حصول کے لیے تمہیں اخلاقیات کا تعین کیوں کرنا پڑتا ہے جو تمہاری ضرورتیں ہیں دیکھو ترلوکا کی تعلیمات یہی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انسان معصوم ہے نہ اپنی مرضی سے پیدا ہوتا ہے نہ اپنی مرضی سے مرتا ہے تو پھر اس کے اوپر یہ جا بوجھ کیوں لاد دیئے جاتے ہیں وہ کیوں اقدار اور اخلاقیات کو اپنائے اتنی کمزور بے بس چیز پر یہ اتنے سارے وزن تو ظلم کے مترادف ہیں۔ سماج اور معاشرے کے بنائے ہوئے اصول تو بالکل بے کار ہیں۔ اور انہیں جاری نہیں رہنا چاہیئے، بہرطور اس کے ساتھ ساتھ ہی ترلوکا یہ بھی کہتا ہے کہ ہم اُن حدود کو پار نہیں کر سکتے

ہیں جو ہماری فطری خواہش ہوتی ہے۔"

"تمہاری اُلجھی ہوئی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"آہستہ آہستہ سمجھ میں آجائیں گی، اس کے لیے اتنی جلدی ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک میری تبدیلی کا معاملہ ہے بس یوں سمجھ لو کہ مجھے روشنی مل گئی ہے۔"

"یہ روشنی تمہیں کہاں سے ملی ہے جولی، میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔؟"

"اوہ کن فضول باتوں میں پڑ گئے، یہ بتاؤ کیا کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟" جولی نے پوچھا۔

"ہاں بھوکا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں لاتی ہوں کھانا تمہارے لیے۔" وہ بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، جولی کی اس کیفیت میں میں ایک بات محسوس کر رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا انداز کچھ مشینی سا ہو، اور میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ اس وقت اس کی ذہنی حالت کسی اور کے کنٹرول میں تھی، بہرطور وہ میرے لیے عمدہ قسم کا کھانا لے کر واپس آگئی۔ میں نے کھانا کھایا۔ سب کچھ کھانے پینے کے بعد، میرے ذہن میں عجیب وغریب خیالات اُمنڈنے لگے، میں اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا وہ میرے راستے کا تعین نہیں تھا، چلتے ہوئے ذہن کو سکون دینے کے لیے کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیئے، کوئی ایسی چیز کوئی ایسی ترکیب جس سے کم از کم میری ذہنی رو ہی بٹ جائے جس طلسم کدے میں آ پھنسا تھا اس میں پھنسنے کے بعد زندگی کو کچھ اور راستے درکار تھے جو یہ میرے پاس موجود تھی اور مدبھری آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جولی میرا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے مجھے تمہارا سہارا چاہیئے۔"

"میں سر سے پاؤں تک تمہارے لیے سہارا ہوں۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ اور میری آنکھیں جھک گئیں۔ میں جولی کا سہارا قبول کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر چکا تھا۔

ذہن و دل کی گہرائیوں میں زیبی کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں، لیکن میں نے دل و دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے، وہ خود بھی تو مجھ سے اتنی دور چلی گئی تھی اسے بھی تو چاہیئے تھا کہ میرا سہارا بنتی، نجانے کس جال میں پھنس گئی ہے، زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے، اب میں اپنے آپ کو زندگی کی ان اذیتوں سے کب تک دو چار رکھوں، کچھ نہ کچھ تو اپنے جینے کا سہارا کرنا ہوگا اور اس کے لیے ایک بار پھر مجھے اس پرانے نواز اصغر کو آواز دینا پڑے گا جو تقدیریں بدل دینے کا ماہر تھا، جو حالات کو قابو میں کرنے کے لیے اپنے آپ کو مستعد رکھتا تھا، اور میں زیبی سے شرمندہ تھا، برائیاں جب مجھے ان راستوں پر ان حدود تک لا چکی تھیں تو پھر اجتناب کیسے کروں، میرا قصور نہیں تھا۔ ہاں میرا قصور نہیں تھا۔

جولی کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طور ہپناٹائز کر دی گئی ہے، بہرحال وقت گزرتا رہا اور اس کے بعد جولی نے مجھ سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔

"ٹھیک ہے جولی تم میرے لیے کچھ وقت طلب کر لو، ممکن ہے میں فیصلہ ترلوکا ہی کے حق میں دوں۔" اس نے جواب میں سر ہلایا اور جلدی واپس آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں کوئی ایسا اقدام کرنا چاہتا تھا جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو۔ لیکن اس کے لیے اچھی طرح سوچنا سمجھنا ضروری تھا۔

جولی کو ہپناٹائز کر دیا گیا تھا، یہ کوشش مجھ پر بھی آزمائی جا سکتی تھی اور مجھے اس سے محفوظ رہنے کے لیے انتظامات کرنے تھے۔

خلافِ توقع وہ جلد ہی واپس آگئی اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ آنکھوں میں تفکرات کے سائے لہرا رہے تھے۔ وہ بے تابی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ چند لمحوں تک وہ مُنہ کھولے مجھے گھورتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"اوہ تمہارے لیے ایک بُری خبر ہے راجہ نواز اصغر۔"

"ترلوکا نے تم پر خصوصی نگاہ رکھنے کے لیے کہا ہے اور اس کے لیے جے راج مہاراج کو بلایا ہے۔"

"یہ ... یہ راج کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی ــــ لیکن بس مجھے یوں ہی محسوس ہوا ہے۔ جیسے وہ کوئی بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔" جولی نے کہا۔

"اور تم اپنے احساس کے سہارے مجھ تک چلی آئی ہو۔"

"ایں۔" وہ چونک پڑی۔ چند لمحات پریشانی کے عالم میں میری شکل دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"میں ... میں کچھ نہیں جانتی، بس ـ شاید میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

میں نے جولی کی آنکھوں میں دیکھا اور اس نے گردن جھکا

ـــ وہ بُری طرح اُلجھی ہوئی نظر آ رہی تھی تب میں نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا، مجھے یوں ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس وقت وہ ہپناٹزم کے ٹرانس میں نہیں ہے، تب میں نے اس کا رُخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"جولی تم جانتی ہو کہ ماضی میں تم کیا کر چکی ہو۔؟"

"کیوں کیا ہوا۔؟ کیا کوئی خاص بات ہو گئی۔؟" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بتاؤ تھوڑی دیر پہلے اس وقت جب تم یہاں سے گئی تھیں تو تمہاری اپنی کیا کیفیت تھی۔؟"

"یہاں سے گئی تھی۔؟" جولی نے سوال کیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ تم کافی وقت میرے ساتھ گزار چکی ہو۔؟"

"کافی وقت۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی اور مجھے افسوس ہونے لگا۔

جولی کے ساتھ جو ہوا تھا وہ زیادتی تھی بہرطور اب اس کا کوئی ازالہ نہیں تھا، چنانچہ میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"جولی مجھے اس وقت کے بعد کے واقعات بتاؤ جب تمہیں لباس تبدیل کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا تھا۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم، مجھے کچھ نہیں معلوم، میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ جے راج آگیا ہے، جے راج آگیا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔؟"

"کچھ ہوگا۔ وہ لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں ترلوکا نے تمہارے لیے کچھ خصوصی ہدایات دے کر تمہارے لیے بھیجا ہے۔"

"تو بس ٹھیک ہے جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"مگر میں۔ میں، نجانے کیوں میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔"

"تمہارا شکریہ جولی۔ جو کچھ تم چاہتی ہو اس کے لیے میں تمہارا احسان مند ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک مشورہ دے سکتا ہوں، اگر تم قبول کرو۔"

"کیا۔؟"

"میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جولی، ذرا غور سے سنو، وہ لوگ تمہیں ہپناٹائز کر رہے ہیں۔ اور ہپناٹزم کے زیرِ اثر تم جو لمحات میرے ساتھ گزار چکی ہو، وہ تمہارے ذہن میں محفوظ نہیں رہے، اگر تم اپنے آپ کو ہپناٹزم سے بچانا چاہتی ہو اور اپنے طور پر ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہو تو تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا۔؟"

"اپنے جسم کے کسی حصے پر کوئی زخم لگا لو، ایک ایسا زخم جو تازہ رہے اور اس کے لیے تم کوئی ایسی چیز مخصوص کر لو، جو ان کے سامنے پہنچنے پر تمہیں درد سے تڑپاتی رہے، اس طرح تمہارا ذہن تقسیم ہو جائے گا، لیکن جو کچھ وہ ہپناٹائز کرنے کے بعد تمہیں کہیں گے، تم اسے ضرور سنو گی اور انہی کے انداز میں وصول بھی کرتی رہو گی، مقصد یہ ہے کہ وہ یہی سمجھیں کہ تم ان کے زیرِ اثر ہو، لیکن تمہارا اپنا ذہن بھی حاضر رہنا چاہیئے، بولو کیا یہ کام کر سکتی ہو۔؟"

"کیوں نہیں۔ میں احمق نہیں ہوں ہاں میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرے ساتھ کچھ بیتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرا کچھ وقت کھو گیا ہو، آہ تو یہ ان کم بختوں کا شیطانی عمل تھا۔" جولی اب پوری طرح ہوش میں آگئی تھی۔

"جولی تمہیں ٹرانس میں لانے والے یقینی طور کچھ خطرناک لوگ ہوں گے، ان سے ہوشیار رہنے کے لیے تمہیں بہت کچھ کرنا ہے، لیکن سوچ لو، اپنی زندگی خطرے میں مت ڈالو، میرے لیے کچھ مت سوچو، میرا تو جو کچھ ہوگا وہ میں نمٹ ہی لوں گا، لیکن تمہیں کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

جولی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اپنے آپ کو مردہ تصور کرتی ہوں۔ نقصان کہاں تک پہنچے گا مجھے، لیکن تم نے جو ترکیب بتائی ہے مجھے بہت اچھی لگی ہے۔ کوئی ایسی چیز جو میرے زخم کو تکلیف دے، حاصل کرنا ہوگی، ہم اپنی خوراک میں سے کچھ ایسی مرچیں حاصل کریں گے لیکن زخم میں کہاں لگاؤں جو انہیں نظر بھی نہ آئے۔"

"میرا خیال ہے ران کے پاس ٹھیک ہوگا، لباس کے اوپری حصے کی سمت اور وہاں سے لباس تھوڑا سا کھلا ہوا ہوگا۔ تم چالاکی سے اپنے زخم پر وہ تکلیف دہ چیز لگا لیا کرو گی اس طرح کم از کم ان کے ٹرانس میں آنے سے بچ جاؤ گی۔"

"اور اگر ان کے سامنے میرے چہرے پر تکلیف کے آثار پیدا ہوئے تو۔؟"

"اس کے لیے تمہیں اعصابی ہمت سے کام لینا ہوگا ورنہ ہمارا کھیل ادھورا رہ جائے گا۔ ہمیں ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اور پھر جولی شاید تم نہیں جانتیں، تم نہیں جانتیں کہ ہم کچھ لغزشوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ جولی میں کبھی تفصیل سے

تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا، بس یوں سمجھ لو کہ میری زندگی کا صرف یہی ایک مشن ہے لیکن ابھی اس کے لیے وقت نہیں ہے!"

"شاید کوئی آ رہا ہے۔" جولی نے کہا، لیکن کوئی نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جولی وہاں سے چلی گئی وہ میری ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے گئی تھی۔

"جولی کے جانے کے بعد کافی دیر تک ان حالات کے بارے سوچتا رہا میری صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ ذہن ہر لمحہ نئے نئے فیصلے کرنے لگتا۔

کبھی دل چاہتا کہ واقعی سب کچھ چھوڑ کر نرلوکا کی تعلیمات ہی اپنا لوں کیا رکھا ہے اس زندگی میں، کم از کم اس طرح ذہنی کی تلاش کے لیے راستے تو کھل جائیں گے لیکن دل کی گہرائیوں سے ایک آواز نکلتی۔ کیا ایک عورت کے لیے اپنے دین اپنے مذہب کو چھوڑا جا سکتا ہے اس سے پہلے ہی میں کون سی کم برائیاں کر چکا ہوں۔ کہ کچھ نئی برائیوں کو بھی اپنا لوں، ذہن و دل میں جنگ جاری رہی۔ اور بالآخر فیصلہ۔ ہو گیا میں نے طے کر لیا تھا کہ مر جاؤں گا لیکن برائیوں کے راستے پر اتنی دور نہیں نکلوں گا کہ خود اپنی صورت ہی مسخ ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ اب نرلوکا کو دھوکے ہی سے مارا جا سکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی انتظام نہیں کیا جا سکتا تھا ممکن ہے جولی اس سلسلے میں میری بہترین معاون ثابت ہو جائے۔

جولی کے تصور کے ساتھ ایک عجیب سا احساس ذہن میں ابھرنے لگتا تھا میں نے سوچا تھا کہ کم از کم اس لڑکی کے ساتھ اتنا تو ضرور کیا جائے کہ اسے کربناک زندگی سے نجات دلا دی جائے اس کی پوری طرح مدد کی جائے۔

وقت اسی طرح آگے بڑھتا رہا جولی میرے پاس بہت دیر سے نہیں آئی تھی لیکن جب وہ رات کو میرے پاس پہنچی تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارا بتایا ہوا منصوبہ کارآمد رہا راجہ نواز اصغر۔"

"کیا مطلب۔؟"

"تمہارا خیال درست تھا وہ لوگ مجھے ہپناٹائز کرنے کی کوشش کر رہے تھے میں ان کے ٹرانس میں آ بھی گئی اور انہوں نے مجھے صرف اتنا کہا کہ راجہ نواز اصغر کے دل کی گہرائیوں میں جھانکوں اس کے ساتھ رہ کر اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر سکوں۔

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔

ویسے نواز یہ ایک مندر ہے جس کی گہرائیوں میں تہہ خانے پھیلے ہوئے ہیں اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کیا ہے لیکن ان لوگوں نے جو نظام یہاں قائم کیا ہے وہ جدید ترین ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہندو دھرم کی آڑ میں یہاں اتنا زبردست کام ہو رہا ہے منشیات کی سپلائی کا سلسلہ یہاں بھی جاری ہے بلکہ یہاں سے لوگوں کو منشیات کے بڑے بڑے ذخیرے فراہم کیے جاتے ہیں اور یہ جگہ ان ذخیروں کی ترسیل کا گڑھ ہے یہاں لوگوں کو ان ذخیروں کا عادی بھی بنایا جاتا ہے۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہے میں بہت کچھ معلوم کر سکی ہوں ان کے بارے میں۔ اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔؟"

"ابھی تو ہم کسی پوزیشن میں نہیں ہیں اگر یہ لوگ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ بہت کچھ کام بن جائے گا۔"

"لیکن اس کے لیے وہ تمہیں ٹرانس میں لانے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں۔"

"البتہ ایک بات میں تمہیں بتا دوں وہ شخص جو جے راج کے نام سے یہاں پہنچا ہے نرلوکا کا دوسرا روپ بھی ہو سکتا ہے عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں نے بس اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ البتہ مسٹر جوزف ٹارگو اس کے معاون ہیں اور وہ مسلسل اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اس شخص نے میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ شخص آسانی سے قابو میں آ جائے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ جھوٹا ہے اور فریب کر رہا ہے اس کے لیے پہلے امتحانات کے مراحل رکھے جائیں۔ اگر وہ ان تمام امتحانات میں پورا اترتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر آسانی سے وہ اس کام کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس کے ذہن میں کسی منصوبے نے جنم لیا ہے۔"

"اوہ۔ یہ تفصیل بتا کر تم نے مجھ پر احسان کیا ہے جولی!"

"لیکن کیا تم واقعی اتنے خطرناک ہو راجہ نواز اصغر میں نے ان کے لہجے میں تشویش کی جھلک پائی ہے۔" جولی نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ بھی ہوں جولی۔ اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا فی الحال تو یوں سمجھو کہ میں اپنی زندگی کا ناکام ترین دور گزار رہا ہوں۔" اور جولی خاموش ہو گئی پھر مسکرا کر بولی۔

"لیکن میرے وجود کی حد تک تو تم ناکام نہیں ہو۔"

"نہیں جولی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"مگر مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے گردن خم کر لی۔ پھر جولی بولی۔

"میں اب ان کا اعتماد حاصل کر چکی ہوں اور مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے مجھ پر کوئی نگرانی نہیں رکھی جاتی گویا مجھے ٹرانس میں لانے کے بعد وہ میری طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مجھے مکمل اعتماد میں رکھیں مجھے آنے جانے پر بھی کوئی پابندی نہیں۔"

"جولی۔ مجھے کچھ اسلحہ مل سکتا ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"اسلحہ۔ میں کوشش کر سکتی ہوں۔"

"اس کے لیے تم شدید کوشش کرو۔"

"مگر کیوں۔؟"

"میں ان لوگوں کی توقع پر پورا اترنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولی کچھ نہ سمجھ لینے والے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہیں کچھ اسلحہ فراہم کر سکوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جولی کافی دیر تک میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔"

نجانے کتنا وقت مجھے یہاں اس قید خانے میں گزر چکا تھا جولی سے میری چار ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے میری ذہنی جلن دکھن کو کم کر دیا تھا اس کی دلجوئی کی باتیں میرے لیے زندگی کی پیغام بر ہوتی تھیں۔ پھر اس نے مجھے ایک پستول اور کافی فالتو راؤنڈز بھی لا کر دیئے اس نے بتایا کہ یہ اس نے اس عمارت ہی سے حاصل کیے ہیں اور بہرطور میرے لیے بڑے کام کی چیز تھی میں نے پستول اپنے لباس میں چھپا لیا اور پھر ایک رات جب جولی واپس گئی تو میں نے اس سے کہا کہ وہ دروازہ باہر سے کھلا چھوڑ دے کیونکہ اسے ہدایت تھی کہ میرے کمرے سے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر دیا کرے۔

جب وہ چلی گئی تو میں خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا میں بہت کچھ بھول گیا تھا شاید میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے چونکہ میں اس اجنبی جگہ سے فرار کی کوشش کرنے کے لیے باہر نکل آیا تھا۔

بہرطور جب میں ایک بڑے ہال میں پہنچا تو میرے سامنے چند ہی قدم کے فاصلے پر دروازے میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال میرے سینے کو گھور رہی تھی اس کی آنکھوں اور چہرے پر سختی کے تاثرات تھے۔ ریوالور پر اس کا ہاتھ جما ہوا تھا اور ٹریگر پر انگلی بہت سخت تھی۔ وہ کسی بھی لمحے ٹریگر دبانے والا ہے۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ دفعتاً میری آنکھیں، دروازے میں کھڑے شخص کی آنکھوں سے ٹکرائیں اور میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ میں نے اس قسم کا اظہار کیا جیسے ریوالور دیکھ کر میں ڈر گیا ہوں۔ میں نے جائزہ لیا کہ وہ شخص میرے جال میں آ گیا اس کے ہونٹوں سے خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگی تھی۔ بہرحال میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے آ لگا تھا اور اسی وقت میں نے اپنے نزدیک پروفیسر مسٹر ٹارگو کو دیکھا جو عقب سے میرے نزدیک آ گئے تھے اور اب ان کا بدن میرے بدن سے مس ہو رہا تھا۔ بظاہر اس قسم کا انداز تھا جیسے مجھے ان کی موجودگی کا پتہ نہیں ہو۔ مسٹر ٹارگو بھی یہی سمجھ رہے تھے چنانچہ میں ذرا سا پیچھے ہٹا تو میرا لڑکھڑانا ضروری تھا اور میرے ذہن میں ترکیب بھی یہی تھی۔ میں لڑکھڑایا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ کمرہ فائر کی آواز سے گونج اٹھے گا۔

گولی میرے اوپر سے گزر گئی میں لڑکھڑا کر ٹارگو پر گر گیا گرتے گرتے میرا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ میں نے ریوالور نکالتے میں ذرا بھی سستی نہیں کی ریوالور نکالتے ہی میں نے مسٹر ٹارگو کی گردن کو پکڑا اور ریوالور کی نال اُن کی کھوپڑی پر رکھ کر کہا۔

"ہاں۔ دوسرا فائر بھی ضرور کرو میرے اوپر، لیکن مسٹر ٹارگو کے جسم کے پیچھے میری کوئی حیثیت نہیں ہے یقیناً گولی ان کے بدن میں سوراخ کر دے گی۔" ٹارگو بُری طرح بدحواس ہو گیا تھا اسے اُمید نہیں تھی کہ میں اس طرح اسے اپنی ڈھال بنا لوں گا اور اس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ گردن پر گرفت اتنی سخت ہے کہ اس بار وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا اور پھر پستول کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کیا معنی رکھتا تھا جبکہ اس سے پہلے جہاز کے عرشے پر وہ مجھے چیلنج کر چکا تھا اور میں نے خود بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ جسمانی طور پر وہ کسی گینڈے سے بھی مضبوط ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کے اندر پھرتی نہ ہو، میری اس کوشش کا ردِعمل سامنے والے پر خاطر خواہ ہوا اور اس کا پستول والا ہاتھ لٹک گیا۔ میں یہی چاہتا تھا اس نے تو میرے ساتھ رعایت کی تھی لیکن میں اس کے ساتھ رعایت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے پستول کی نال سے ایک شعلہ نکلا اور اس کی پیشانی کے چیتھڑے اڑ گئے۔

وہ بے جان ہو کر منہ کے بل گر گیا تھا اور ریوالور اس کے

ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ میں نے پھرتی سے مسٹر ٹارگو کو دھکا دیا اور اچھل کر ریوالور اپنے قبضے میں کر لیا اب میرے انداز میں دیوانگی پیدا ہو گئی تھی۔ میں جو کچھ کر چکا تھا اس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

ٹارگو کو اس صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہوگا لیکن میں وقتی طور پر حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ٹارگو کو پھرتی سے دھکا دیا اور چونکہ اچانک دھکا دیا تھا اس لیے وہ اپنا توازن نہ قائم رکھ سکا اور اوندھے منہ نیچے جا پڑا۔ میں نے پستول کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی تھی اور غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو اس وقت تمہاری طاقت کام نہ آسکے گی۔" وہ خوف زدہ انداز میں اس طرح لیٹا رہا، اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ بہر طور اب مجھے آگے راستوں کی تلاش کرنا تھی۔ جولی کے بارے میں، میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ لیکن میرے دل میں آرزو تھی کہ اسے بھی کسی نہ کسی طرح سے نکال لوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں سے نکل کر میں کہاں تک پہنچ سکتا ہوں لیکن اپنی جیسی کوشش تو کرنی ہی تھی اور پھر ترلوکا نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد بھی نہیں کر سکتا تھا اگر میں اس کے ہاتھ لگ بھی گیا تو بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے میں اپنی سی تمام کوششیں کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ سوچ کر میں ایک بار مسٹر ٹارگو کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ میں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا اور پھر ایک ٹھوکر مار کر اُسے سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ تکلیف دہ انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"سنو مسٹر ٹارگو صورتِ حال اتفاقیہ طور پر تمہارے خلاف ہو گئی ہے میں اگر چاہوں تو اسی وقت اس پستول کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں خالی کر دوں۔"

"نہیں نہیں ... مم ... میں ... میں ..." مسٹر ٹارگو نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم یہ نہیں چاہتے تو میں تم سے جو معلومات حاصل کروں اس کا صحیح صحیح جواب دو۔"

"کک ۔ کیا معلومات ۔؟"

"کون ہو تم ۔؟"

"میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں ۔ میرا نام پروفیسر جوزف ٹارگو ہے ۔"

"یہ کون سی جگہ ہے جہاں اس وقت ہم لوگ موجود ہیں۔"

"یہ ۔" مسٹر ٹارگو نے خوف زدہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولے۔

"یہ ایک جزیرہ ۔ جزیرہ کیا تم اسے ایک یاترا کہہ سکتے ہو، یہاں ہندو یاتری، یاترا کے لیے آتے ہیں۔ ان کا علاقہ بالکل الگ بنا ہوا ہے۔ کافی وسیع جزیرہ ہے یہاں ہم لوگوں نے ایک جال پھیلا رکھا ہے۔"

"ہوں ۔ یہ ہوئی نہ بات ۔ کیسا جال ۔؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو نواز ۔ تم اس بارے میں سب کچھ جانتے ہو۔ پھر کیوں مجھ سے معلوم کر رہے ہو۔"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں کتنی دیر میں کتنے آدمی پہنچ جائیں گے اور میں ان سے نمٹ سکوں یا نہ نمٹ سکوں لیکن کم از کم اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ تمہیں ایک لمحے میں فنا کر دوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ مختصر وقت میں مجھے اس جگہ کے بارے میں بتا دو۔"

"بتا تو رہا ہوں ۔ یہ ایک جزیرہ ہے اور یہاں آنے والے یاتریوں کو منشیات کا عادی بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ ہمارے غلام بن کر پورے ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں اور ہماری منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔"

"ہندوستان ۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا اور ٹارگو اس طرح مجھے دیکھنے لگا جیسے اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ میں نے شدید حیرانی کے عالم میں پوچھا۔

"تو یہ ہندوستان ہے۔"

"ہاں تم کیا سمجھتے ہو۔ تم اس وقت ہندوستان میں ہو۔"

"اوہ ۔ میرے خدا ۔" میں نے ایک لمحے کے لیے ذہنی طور پر معطل ہو کر کہا۔ "اتنا طویل سفر طے کر کے میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔ بات ناقابلِ یقین سی تھی۔ کیا کہا جا سکتا تھا۔ میں نے سمندر میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا اور اس کے بعد نجانے کیا کچھ ہوا تھا مجھ سے تو میری زندگی کے بے شمار دن گم ہو چکے تھے مگر یہ جان کر کہ میں ایشیا میں ہوں۔ ہندوستان میں ہوں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی تھی حالانکہ مندر اور سادھوؤں کو دیکھ کر بارہا میرے ذہن میں یہ گمان گزرا تھا کہ ممکن ہے میں ایشیا کے کسی خطے میں ہوں لیکن پھر میں نے یہ سوچا تھا کہ ہندو یاتری تو کہیں بھی آسکتے ہیں۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی ترلوکا دنیا کے مختلف حصوں میں اپنا جال پھیلائے ہوئے ہے وہ کسی بھی جگہ کسی بھی علاقے کو ہندوستان جیسا بنا سکتا ہے لیکن میں درحقیقت یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ یہ میرے لیے تعجب خیز بات تھی۔ یہیں تھوڑے ہی فاصلے پر بہت مختصر فاصلے پر میرا پاکستان تھا اور وہاں سے میری لاتعداد یادیں وابستہ تھیں۔ فضاؤں میں، میں اپنے جہلم کی خوشبو سونگھ سکتا تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دل کشمکش کا شکار ہو گیا۔ اور اُسی لمحہ کو مسٹر ٹارگو نے اپنی بقا کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن میں سنبھل گیا۔ میں نے پوری قوت سے پستول کا دستہ ان کے سر کی پشت پر دے مارا، اور وہ کسی بھینسے کی طرح دھاڑتے ہوئے زمین پر جا پڑے۔ ان کا سر کھل گیا تھا اور اب وہ بے ہوش ہو گئے تھے لیکن اس کے نتیجے میں دوسری طرف سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ میں نے پھرتی سے دونوں ریوالور سنبھالے اور جونہی یہ آوازیں میرے سامنے پہنچیں میں نے فائرنگ شروع کر دی۔ سامنے سے آنے والے تین آدمی تھے جو انتہائی تیزی سے پلٹے اور ان میں سے ایک میری گولی کا شکار ہو گیا دوسرا بھی شدید زخمی ہو لیا وہ ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ تیسرے نے اپنا ریوالور استعمال کیا لیکن گھبراہٹ میں چلائی ہوئی گولی میری طرف آنے کے بجائے ایک دیوار پر لگی۔ میں نے بیک وقت پھر فائر کیے اور وہ فضا میں لہراتا ہوا زمین پر گر گیا۔

دوسرے لمحے میں نے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔ اور اس کے بعد میں دوڑتا چلا گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ راستے میرے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ اور ایک لمبی سرنگ سے نکلنے کے بعد میں جھاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اب پہاڑی چٹانیں میری دسترس سے زیادہ دور نہیں تھیں میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عقب سے گولیوں کی آوازیں باقاعدہ آنے لگیں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ گولیاں چلاتے ہوئے اسی سمت آرہے ہیں چنانچہ میں نے ایک چٹان کی آڑ لے لی۔

کچھ لوگ میری تلاش میں آرہے تھے۔ میں نے غور سے ان دوڑتے ہوئے آدمیوں کو دیکھا اور پھر دفعتاً ایک دھماکہ، اور ان میں سے دو بُری طرح اچھل کر نیچے گرے۔ یہ دھماکہ میں نے نہیں کیا تھا۔ میں حیران تھا اب میدانی حصے میں صرف ایک آدمی نظر آرہا تھا جس کا نشانہ لینے میں مجھے ابھی وقت تھی۔ وہ چٹانوں کی آڑ لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر دبے قدموں اپنی جگہ چھوڑ دی ممکن ہے کچھ اور لوگ بھی میری سمت کا اندازہ کر کے مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں دفعتاً دائیں طرف کی جھاڑیوں میں ایک ہلچل سی محسوس ہوئی اور میں نے کسی کو ان جھاڑیوں میں گھستے ہوئے دیکھا میں آہستہ آہستہ خود بھی انہی جھاڑیوں کی طرف چل پڑا تھا۔ جھاڑیوں کی باڑھ کے سائے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا میں اس کے قریب پہنچ گیا اور جھاڑیوں کی سرسراہٹ یکایک ختم ہو گئی میں رُک گیا تھا۔

مجھے وہ شخص نظر نہیں آرہا تھا لیکن ایک بار پھر سرسراہٹ سنائی دی اور اس کے بعد ہی فوراً فائر ہوا انسانی چیخ کی آواز میرے بالکل قریب سے آئی تھی۔ اور میں نے ایک شخص کو اچھل کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ یقیناً یہ فائر بھی جھاڑیوں میں سے کیا گیا تھا اور گولی غالباً اس شخص نے چلائی تھی جو تھوڑی دیر پہلے میرا معاون بنا تھا۔

بہر طور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میرا وہ معاون کون ہے، جو اس وقت میری مدد کر رہا ہے۔ ذہن جولی کی طرف ہی جا رہا تھا ممکن ہے جولی بھی اس صورتِ حال کا اندازہ لگا کر باہر نکل آئی ہو۔ بہر طور میں آہستہ آہستہ اپنی پوزیشن تبدیل کرتا رہا تاکہ کسی ایک جگہ مجھے گھیر کر نہ مارا جا سکے۔

ساتھ ساتھ ہی میں اپنے اس نادیدہ ہمدرد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بے چارا میری وجہ سے مصیبتوں کا شکار تھا اگر وہ جولی ہی تھی تو اس وقت اسے میری مدد کی سخت ضرورت تھی۔

میں جھاڑیوں کی آڑ لے کر آگے بڑھتا رہا، اندازہ لگا رہا تھا کہ اب میرے دشمن مجھے کس طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ایک بار دل ہی دل میں، میں مسکرایا بھی تھا۔ اسی خیال کے تحت کے ترلوکا یا وہ شخص جو جے راج کے نام سے یہاں آیا تھا میرا جائزہ لینا چاہتا تھا یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میں ان کے ساتھ دھوکا کر رہا ہوں یا پھر میں ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ یہ تجربہ انہیں خاصا مہنگا پڑا تھا اور اس کے نتیجے میں نجانے اب تک کتنے آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ اور اب وہ میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ صورتِ حال ایسی نہیں ہے کہ میں کسی جگہ رُکوں بلکہ شاید ان لوگوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ میں یہاں سے نکل سکتا ہوں اور اس وجہ سے وہ لوگ میری تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔

میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا رہا اطراف میں اپنے آس پاس

آدمیوں کو دوڑتے ہوئے محسوس کر رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ یہ سب میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کتنے آدمی جنگلوں میں دوڑ رہے ہیں۔

بہرطور ایک جگہ رُک کر میں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا اور خیال کیا کہ اب کچھ اور لوگوں کو کم ہو جانا چاہیے، کم از کم کچھ نہ کچھ کرنے کے بعد ان کے ہاتھوں لگنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں وہیں رُک کر انتظار کرتا رہا۔ اور پھر دو سائے میرے سامنے سے گزرے تو میں نے ان دونوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا ایک بار پھر بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں کہاں ہیں۔ ہاں اب گولیاں چلنے لگی تھیں۔ دفعتاً میں نے اپنے قریب ہی ایک چیخ سنی اور میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا۔ یہ چیخ جولی کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔ میں اس طرف دوڑا اور چند لمحات کے بعد اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں مجھے چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔

ریت کے ایک ٹیلے کے قریب ہی جولی گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سینے میں سوراخ ہو گیا تھا اور خون نکل نکل کر زمین پر جمع ہو رہا تھا۔ میں نے جولی کے شانے پہ ہاتھ رکھا اور درد بھرے لہجے میں بولا۔

”آہ جولی۔ تم... تم۔“

”میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا نواز اصغر۔ کچھ نہ کچھ مقصد تو نکلنا ہی چاہیئے تھا، اس زندگی کا۔“ اس نے کہا۔

”اوہ جولی۔ جولی تم جلدی کر گئیں۔ جلدی کر گئیں تم۔ تمہیں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔“ میں نے کہا۔ اور اس وقت کچھ اور گولیاں سنسناتی ہوئی میری طرف آئیں اور میرے کان کے قریب سے گزر گئیں تھیں، لیکن جولی ان کا شکار ہو گئی وہ لہرا کر پیچھے گری اور پھر خاموش ہو گئی۔

اب فائرنگ بھی بند ہو گئی تھی البتہ دوڑتے قدموں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔ جولی دم توڑ چکی تھی۔ میں نے اس کا حشر دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ گزرے ہوئے چند واقعات میری نگاہوں میں گردش کرنے لگے اور پھر میں دانت کچکپاتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ میں نے ٹیلے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا ایک شخص تیزی سے اس طرف دوڑتا ہوا ہوا آ رہا تھا چند قدم آنے کے بعد وہ بُری طرح حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ فاصلے اور تیز ہواؤں کی وجہ سے میں اس کی آواز تو سُن رہا تھا لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے، میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا وہ اور آگے نکل آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ چیخ کیوں رہا ہے، لیکن دفعتاً اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ اس کے الفاظ کو میں سمجھ نہ سکا تھا لیکن اتنا اندازہ میں نے لگا لیا کہ وہ ہر قیمت پر مجھے ختم کر دینا چاہتا ہے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں ٹریگر دبا دوں۔ میں نے اسے زد میں لے کر ٹریگر دبا دیا اور دھماکے کے بعد ایک دل دوز چیخ سنائی دی اور وہ اچھل کر نیچے گر گیا اس کا جسم چند لمحوں تک تڑپتا رہا اور پھر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

میں اب ان لوگوں کو چھوڑ کر وہاں سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا کہ جہاں ان کی رسائی مجھ تک نہ ہو سکے اور دفعتاً میرے ذہن میں ان وحشیوں کے علاقے کا خیال آیا جو ایک بار میں جولی کی وساطت سے دیکھ چکا تھا اگر میں اس طرف نکل جاؤں اور وحشیوں سے محفوظ رہوں تو شاید ترلوکا یا اس کا دستِ راست بُدھ راج میری گرد بھی نہیں پا سکے گا میں تھوڑی دیر تک یہ سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ جگہ چھوڑ دی۔ کافی دیر تک میں آگے بڑھتا رہا۔ اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کون سا رُخ اختیار کروں۔

لیکن پھر میرے کانوں میں سمندر کی لہروں کی آواز اُبھری لہریں شور مچا رہی تھیں اور اس آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ساحل قریب ہے۔ کیا کروں۔ کیا نہ کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی اگر میں کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں تو ترلوکا کے مُنہ پر ایک شدید تھپڑ پڑے گا۔ اتنا بڑا تھپڑ کہ وہ اس کی آواز عرصے تک اپنے ذہن میں محفوظ کرتا رہے گا۔

کافی دیر تک میں یہی سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے اپنا رُخ تبدیل کر دیا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ میں آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ جب میں سمندر کے بالکل نزدیک پہنچا تو دفعتاً میں نے دہاں کسی سائے کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں اُچھل پڑا تھا۔ میں نے پستول کا رُخ اس کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے گولی اس کے جسم سے پار ہو کر دوسری طرف نکل گئی ہو۔ دوسرا اور تیسرا فائر کرنے کے بعد میرا پستول خالی ہو گیا۔ اور اب میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں نے اس شخص کے چہرے پر غور کیا۔ وہ ہندو جوگی ہی نظر آتا تھا۔ اوپری جسم ننگ دھڑنگ، گلے

میں جنیو پڑا ہوا، لمبے لمبے بال جٹاؤں کی صورت بکھرے ہوئے، نچلے بدن پر دھوتی، وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں بزدل نہیں تھا اور نہ ہی مجھے اپنی موت کا خوف محسوس ہوا لیکن اس شخص کو دیکھ کر نجانے کیوں میرے ذہن میں سرسراہٹ سی ہو رہی تھیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے تھے تب اس کی آواز اُبھری۔

”نواز اصغر۔ میں تمہاری ہمت کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔“ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور اس کے چہرے سے اس کی حیثیت کا اندازہ لگانے لگا۔

”تم نے مجھے ایسا دھوکا دیا ہے کہ شاید کسی اور نے نہ دیا ہو۔“ اس کی آنکھوں سے نفرت جھانک رہی تھی۔ پھر وہ بولا۔

”لیکن شاید تم بھول گئے کہ ترلوکا تمہارے بس کی چیز نہیں۔ تم نے کتنی بار اسے آزمایا ہے۔ کتنی بار اُسے آزماؤ گے نواز اصغر نجات ترلوکا کے قدموں ہی میں ہے۔ اس کے بغیر تمہارے لیے کہیں نجات نہیں۔“

”تم ترلوکا ہو۔؟“ میں نے سوال کیا اور جواب میں وہ آہستہ سے ہنس پڑا، ایک حقارت آمیز ہنسی۔

”میں ترلوکا کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔ میں بُدھ راج ہوں۔“

”اگر تم اس کے قدموں کی خاک نہیں ہو تو پھر ہو کیا۔؟“

”بس اس کا ایک غلام ایک خادم جس کے سپرد فی الحال ترلوکا نے جو ذمہ داری کی ہے وہ تمہاری نگرانی ہے۔“

”اور تم یہ بھی جانتے ہو گے ترلوکا کے خادم۔ ترلوکا کے غلام ایک بار میری زد میں آ کر موت کے مُنہ میں آتے آتے بچا ہے۔“

”ہاں۔ بعض اوقات کوئی چھوٹا سا دشمن بھی بہت بڑا کام کر جاتا ہے ترلوکا نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا تھا لیکن تم نے دیکھا کہ کتنی آسانی سے تمہارے ہاتھوں سے بچ گیا تھا اور تم اتنے احمق تھے کہ تم اس فتح کو فتح میں تبدیل نہ کر سکے بلکہ بعد میں وہی تمہاری شکست بن گئی۔“

”خیر اب تم یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”واپس چلو۔ ترلوکا اپنے بدترین دشمنوں کو زندہ رکھنا چاہتا ہے کیونکہ یہیں سے اس کی شناخت ہوتی ہے اگر تم مر گئے تو ترلوکا کو دُکھ ہوگا کیونکہ خطرناک دشمن کم ہی ہوتے ہیں اور بہرطور تمہیں خطرناک دشمن تسلیم کر لیا گیا ہے۔“

”بکواس مت کرو۔ میں تم لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں تمہاری بات نہیں مانتا۔“

”نہیں نواز اصغر اس کے بعد تمہارے لیے صرف موت رہ جاتی ہے اور موت تم سے زیادہ دُور نہیں ہے۔“

”کچھ بھی ہو میں ترلوکا کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔“

”میری آنکھوں میں دیکھو۔ اُسے ماننا پڑے گا تم اُسے مان لو گے۔“ میں نے بدھ راج کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک تیز چمک اس کی آنکھوں سے نکل کر میرے ذہن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں نے صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا اور دوسرے لمحے میرا ہاتھ نیچے جھکا اور میں نے اپنی ران میں اتنی زور کی چٹکی لی کہ میرے حلق سے چیخ کی آواز نکلتے نکلتے رہ گئی۔

ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرا ذہن اس کے اثر سے آزاد ہو گیا ہو، لیکن میں اس تکلیف کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ایک بار پھر اپنے جسم کو نوچا اور میری حالت غیر ہونے لگی وہ میری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ تب اس نے کہا۔

”ترلوکا کی خدمت میں ہی نجات ہے وہ اس سنسار کا نجات دہندہ ہے یم۔ تم اس کی رہبری قبول کر لو۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں انداز ایسا تھا جیسے اس کے ٹرانس میں آ گیا ہوں لیکن میں نے یہ بات دیکھ لی تھی کہ وہ اس وقت جس چٹان پر کھڑا ہوا ہے وہ سمندر سے خاصی بلند ہے اور اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے بدھ راج کو اگر دھکا دے دیا جائے تو اسے اپنا بدن سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”مہاراج، بدھ مہاراج۔ میں آپ کے چرنوں کی دھول ہوں۔ میں ترلوکا کے چرنوں کی دھول ہوں۔ مجھے آشیرباد دیجیئے۔“ میں جھکا اور دوسرے لمحے میری ٹکر پوری قوت سے بدھ راج کے پیٹ پر پڑی۔

میرا اندازہ درست تھا۔ بدھ راج اپنا توازن نہ سنبھال سکے، لیکن ٹکر مارنے کے بعد خود میرے لیے سنبھلنا بھی مشکل تھا چنانچہ ہم دونوں ہی اس بلند و بالا چٹان سے نیچے گرنے لگے۔ جہاں خوفناک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

بدھ راج کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا میرا سر ایک نوکیلی چٹان

نے نکسایا اور دوسرے لمحے میری آنکھوں کے گرد تاریکی چھا گئی۔

سمندر کی لہریں میرے بدن سے کھیلتی ہوئی نجانے کہاں سے کہاں لے آئیں نجانے کتنا وقت گزرا۔ ہوش آیا تو اپنے گرد بے شمار آوازیں پھیلی ہوئی سنائی دی تھیں میرے، سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور میں کسی نرم چیز پر لیٹا ہوا تھا۔

احساس ہوا ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے بلکہ آزاد تھے بے یقینی کے انداز میں میں ادھر اُدھر گردن گھمانے لگا تب میری نگاہ ایک دراز قامت عورت پر پڑی۔

خالص مشرقی انداز کی عورت تھی۔ سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس، مانگ میں سیندور بھرا ہوا چہرہ نہایت سادہ اور پاکیزہ عمر تقریباً پینتالیس پچاس سال کے درمیان ہوگی۔ وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر والہانہ وار اپنی جگہ سے اُٹھی اور میرے نزدیک آگئی۔

"کاشی۔ میرے کاشی۔ ہوش میں آگیا۔ ارے سنتے ہو لالہ جی۔ میرا کاشی ہوش میں آگیا لالہ جی۔ ارے کہاں مر گئے تم سب جلدی آؤ جلدی آؤ۔ کاشی کو ہوش آگیا۔" وہ چیخنے لگی اور اس نے میرا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

ممتا کا ایک ہی روپ ہوتا ہے صرف ایک ہی روپ اور ممتا بھرے سینے کا لمس ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ یہ لمس شاید کبھی بچپن میں ملا ہو، لیکن اس کے بعد کبھی اس کا اندازہ نہیں رہا تھا۔ اس لمس نے میرے دل میں ان گنت بے چینیاں جگا دیں۔ میرے رخساروں پر اس معمر عورت کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اور اس کی سسکیاں مجھے بے چین کر رہی تھیں۔ نجانے کیوں میری جلتی ہوئی آنکھوں کی کوریں بھی بھیگ گئیں اور طویل عرصے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری جلن اور تپش میری آنکھوں کے راستے باہر نکل رہی ہے۔

میرے دل کی گہرائیوں میں ایک نمی سی اُبھری۔ ایک عجیب سی کیفیت میرے سینے میں پیدا ہوگئی۔ معمر عورت کی آنکھوں کا سیل رواں میری آنکھوں کو بھگو رہا تھا اور میرے دل میں میٹھی میٹھی کسک سی ہو رہی تھی ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سرائے عالمگیر کے کھیتوں سے خوشبوئیں اٹھ رہی ہوں اور میری چھوٹی سی ننھی سی جھونپڑی میں میری ماں میرا سر اپنی آغوش میں لیے بیٹھی ہو۔ دریا کے سوندھے سوندھے پانی کی ہلکی ہلکی بُو ان آنسوؤں میں رچی ہوئی ہو اور مجھے سکون بخش رہی ہو۔

ممتا بھری آغوش میں مجھے جو سکون محسوس ہوا میرا جی چاہا کہ اس کے بعد کی بقیہ زندگی اس پُرسکون آغوش میں گزر جائے اس نے مجھے کاشی کہہ کر لپٹایا تھا اس سے کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہے اور اپنا کاشی سمجھ بیٹھی ہے پتہ نہیں کیوں اسے یہ احساس ہوا تھا، سمجھ نہیں پا رہا تھا لیکن قسمت کی ستم ظریفی پر حیران ضرور تھا۔ زندگی کس قدر دھوکے باز ہوتی ہے۔ انسان کو کیسے کیسے فریب دیتی ہے اور انسان کتنی معصومیت اور بے بسی سے یہ فریب کھاتا رہتا ہے۔ میری زندگی میں بے شمار موڑ آئے تھے۔ نجانے کیا کچھ ملا تھا مجھے، اتنا کچھ تھا کہ اب تو ان کرداروں کے نام بھی یاد نہیں رہے تھے۔ جو مجھ میں آکر ضم ہو گئے تھے لیکن ایسا کردار، ایسا میری زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا۔ میرا ذہن فیصلے کر رہا تھا میں، میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں اس آغوش سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا یہ میری ایک ایسی تڑپ بن گئی جسے میں فریب اور دھوکے سے بھی جاری رکھنا چاہتا تھا، اس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اپنی مرضی سے اس آغوش کو چھوڑ دوں، ہاں تقدیر اگر کچھ نئی راہیں دکھائے تو دوسری بات ہے۔

یہ کچھ لوگ ۔۔۔ دوڑتے ہوئے اندر آگئے میری نگاہیں ان کا جائزہ نہیں لے پا رہی تھیں کیونکہ معمر عورت نے اپنا سر میرے سینے میں چھپایا ہوا تھا۔ زخمی دل پرانے زخموں سے تڑپ رہا تھا سہارا ملا اور وہ بھی ماں کے روپ میں۔ تو مجھے یہ احساس ہوا کہ میں بھی اسی زمین کا انسان ہوں۔ پتہ نہیں یہ لوگ کب مجھے اپنے آپ سے جدا کریں گے زندگی کی یہ تڑپ ہمیشہ ہی دل میں باقی رہے گی۔ میں نے آہستہ سے اس معمر عورت کے بدن سے اپنے آپ کو الگ کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سمندر نظر آرہے تھے اور رخساروں پر موتیوں کی قطاریں بہہ رہی تھیں۔

"کاشی۔ میرے کاشی۔" بھرائی ہوئی آواز میرے دل میں اتر گئی اور میں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ماں۔" میں نے بے قابو ہوتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر اس نے میری گردن میں اپنی باہیں ڈال دیں۔ آنے والوں میں سے ایک معمر شخص تھا جو خاصا پُر رعب نظر آرہا تھا ہی معلوم ہوتا تھا۔

کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں دو نوجوان اور دو لڑکیاں تھیں کل چھ افراد تھے۔ جنہیں میں نے ایک ایک کر کے بغور دیکھا معمر عورت نے میری طرف دیکھ کر ادھیڑ عمر شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اپنے بابا رام سہائے کے سینے سے نہیں لگو گے کاشی۔ یہ تمہارے بابا ہیں۔ کہاں گم ہو گئے تھے تم۔ کیا ہو گیا تھا کچھ تو بتاؤ تو ہمیں پتہ چلے۔"

میں خاموشی سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔ بوڑھے کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آرہے تھے۔ سب ہی کی کیفیتیں عجیب سی ہو رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہے بھگوان۔ ہے بھگوان تیری لیلا نیاری ہے۔" اس کے بعد اس نے بھی مجھے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ پھر معمر عورت بولی۔

"لالہ جی۔ اب اسے آرام کرنے دو۔ سر کا زخم بڑا گہرا ہے آرام کرنے دو۔ اور سُن۔ تو سُن۔ پدما او پدما۔ جا جلدی سے گرم دودھ لے آ۔ میرا بیٹا دودھ پیئے گا۔" ایک جوان لڑکی باہر نکل گئی تھوڑی دیر بعد ایک بڑا گلاس لیے ہوئے اندر داخل ہوگئی۔ گلاس میرے ہونٹوں سے لگا دیا گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اس لیے اس وقت اس غذا کو غنیمت جانا اور گلاس پینے کے بعد اپنی جگہ لیٹ گیا۔

بوڑھی عورت اپنی ساڑھی کے پلو سے میری پیشانی پر ہلکا مساج کرنے لگی، اور نجانے کیا لمس تھا اس مساج میں کہ میری پلکیں خود بخود ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ شاید میں گہری نیند سو گیا تھا۔

پتہ نہیں یہ نیند تھی یا گہری بے ہوشی، کیونکہ ان حالات میں جب ذہن کے لیے کوئی سکون نہ ہو، نیند کا تصور بڑا عجیب ہے، لیکن میں تھوڑی ہی دیر کے بعد گہری نیند سو گیا تھا، بے خبری کا یہ عرصہ نجانے کتنا طویل رہا، اس کے بعد مجھے ہوش آیا لیکن ہوش میں آنے کے بعد بھی ذہن میں ایک عجیب سی سنسناہٹ رہی تھی، میں نے آنکھوں میں تھوڑی سی درز پیدا کر کے اطراف کے ماحول کو دیکھا اور مجھے سب کچھ یاد آگیا۔ ان لوگوں نے مجھے کاشی کے نام سے پکارا تھا۔ میں زخمی ہونے کے بعد سمندر میں نجانے کتنا طویل سفر طے کر کے نجانے کہاں پہنچا تھا ویسے قرائن سے یہ جگہ کوئی تیرتھ یاترا ہی معلوم ہوتی تھی، ان لوگوں کے الفاظ، ان کا انداز مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا، یہ محسوس ہوتا تھا۔ جیسے یہ خاندان اپنے کسی کھوئے ہوئے کی تلاش میں سرگرداں ہو اور میری شکل میں ان کا بچھڑا ہوا بیٹا مل گیا ہو، ان کے نام بھی میرے ذہن میں آہستہ آہستہ اُبھر رہے تھے۔ میں آنکھیں بند کیے ان کے بارے میں سوچتا رہا کہ کیا کروں، مجھے کیا کرنا چاہیے، یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ خاندان کون ہے اور اس کے مسائل کیا ہیں اگر خود کو اس خاندان میں ضم کرنے کی کوشش کروں تو ممکن ہے۔ وقتی طور پر کچھ آسانیاں فراہم ہو جائیں اور میں اپنے لیے کوئی بہتر راہ سوچ سکوں۔ ترلوکا سے پیچھا چھوٹنے کا تصور بڑا عجیب سا لگتا تھا، اس سے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے گرد انسانوں کے ہجوم لگا رکھے ہوں، جہاں کہیں جاتا، جس جگہ ہوتا، وہ کسی نہ کسی طرح مجھ تک پہنچ جاتا، ایسا لگتا تھا، جیسے اس کی روحانی آنکھیں مسلسل میرا جائزہ لیتی رہی ہوں اور ان آنکھوں سے چھٹکارہ پانا بے حد مشکل تھا۔

مجھے اپنے اطراف میں چاروں طرف آنکھیں ہی آنکھیں محسوس ہوتی تھیں اور اب میں ان آنکھوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ زیبی کا تصور تو اب میرے دل میں ایک کسک بن کر رہ گیا اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی میں وہ مجھے کبھی نہیں ملے گی۔ ہاں اگر یہ یقین ہو جاتا کہ وہ مر چکی ہے تو بڑی خوشی سے موت کو گلے لگا لیتا تاکہ دوسری دنیا میں اس سے ملاقات کر سکوں۔

لیکن دل کے گوشوں میں یہ احساس بھی جاگزیں تھا کہ وہ زندہ ہے اور پھر ترلوکا نے مرتے ہوئے یہ اشارہ بھی دیا تھا، لیکن اس کم بخت کا کیا بھروسہ، پتہ نہیں اس نے کون سی بات سچ کہی تھی اور کون سی جھوٹ، بہرطور یہ تمام باتیں سوچنے کے لیے تھیں اور ان کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

موجودہ صورت حال تو دوسری تھی۔ اس خاندان کو مطمئن کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیئے، کیا میں اس بات کا اعتراف کر لوں کہ میرا ہی نام کاشی ہے اور اگر یہ اعتراف کر لوں تو مجھے اس سے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، تھوڑی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہی سوچا کہ ان کی بات مان لینی چاہیئے، لیکن اپنے آپ کو ان حالات میں ضم کرنا ذرا مشکل ہی ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ صورت حال کا صحیح طور سے اندازہ نہ ہو جائے اور اس بات کا پتہ نہ چل جائے کہ قصہ کیا ہے۔

بہرطور ان باتوں پر غور کر لینے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے ہوش میں آجانا چاہیئے۔ چاروں طرف جھٹپٹا سا پھیل چکا تھا، دور کہیں سے مندروں کی گھنٹیاں بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور پھر ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔!

وہ سب میرے ارد گرد جمع تھے، تھوڑی دیر تک میں

خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا ۔ پھر معمر عورت میرے پاس آگئی۔
”اٹھو بیٹا کاشی کچھ کھا پی لو، پتہ نہیں کب سے بھوکے ہو سر کی چوٹ کیسی ہے ۔؟“
”ٹھیک ہے ماں“، میں نے جواب دیا۔
”بیٹھو بیٹھو، اری پدما، او پھول وتی کچھ لے کر تو آ بٹیا کے لیے، دیکھتی نہیں کہ کمزور ہو رہا ہے“ تھوڑی دیر کے بعد تھالی میں میرے سامنے کھانا رکھ دیا گیا، نہایت عمدہ اور لذیذ کھانا تھا۔ میں نے کھانا کھایا، معمر عورت خود ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا رہی تھی۔
کھانا کھاتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں ان بے چاروں کا اور میرا ساتھ کب تک ہے، بہر طور ان کی کہانی جاننے کی خواہش میرے دل میں بھی پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا، کھانا ختم ہو چکا تھا۔
”بتائے گا نہیں بیٹا، کہاں چلا گیا تھا تو ہمیں چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا ۔؟“
”ماں مجھے کچھ یاد نہیں، مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ غور کرتا ہوں تو میرے سر میں تکلیف ہونے لگتی ہے“ میں نے کرب زدہ انداز میں کہا ۔ اور معمر عورت کے قریب ہی بیٹھا ہوا شخص تڑپ اٹھا، شاید وہ اس عورت کا شوہر تھا اور کاشی کا باپ. اس نے کہا۔
”ارے رہنے دو نا لیلاوتی، کیوں خواہ مخواہ کی باتیں کرتی ہو، ابھی اتنی جلدی کیا ہے تم دیکھو نا تم یاترا کو آئی تھیں تم نے منت مانی تھی، اب پوجا پاٹ کرو تمھارا بیٹا تمھیں مل گیا ہے“۔
”ہاں بھگوان تیری کرپا ہے، مجھے میرا بیٹا مل گیا ہے“
”مگر ماں میں گم کہاں ہو گیا تھا“، میں نے سوال کیا۔
”ہم کیا جانیں بیٹا، بس تو ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا تھا اس کے بعد سے تیرا پتہ ہی نہ مل سکا کہاں کہاں نہ تلاش کیا ہم نے تجھے، بڑی بڑی منتیں مانیں یہاں بھی یاترا کو آئے تھے۔ اور بھگوان نے ہماری سن لی“ معمر عورت نے کہا اور میں حیرت اور افسوس سے سوچنے لگا کہ کیا بھگوان نے واقعی اس کی سن لی ہے کہاں سنی ہے بھگوان نے اس کی، بھلا میری زندگی کا کیا ٹھکانہ ہے کب تک ان کے ساتھ ہوں اور کب یہاں سے کہیں چلا جاؤں گا کوئی اندازہ نہیں تھا۔
بہر طور رات ہو گئی اور ان لوگوں نے یونہی مجھے محبتوں کی آغوش میں سلا دیا، چونکہ کافی نیند بھر کے سو چکا تھا اس لیے اس وقت کوئی خاص نیند نہیں آ رہی تھی۔
میں بہت دیر تک جاگتا رہا اور پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا، میں نے سونے کی بہت کوشش کی اور ایک ہلکی سی غنودگی مجھ پر طاری ہو گئی۔ بخانے کتنی دیر گزری تھی کہ دفعتاً میرے کانوں سے ایک دلدوز چیخ ٹکرائی۔
اس نسوانی چیخ نے میرے بدن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
پہلے تو صورت حال میری سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ میری آنکھیں کسی قدر خمار آلود ہو گئی تھیں اطراف میں تیز چاند پھیلی ہوئی تھی ۔ پھر میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا اور میری نگاہ ایک شخص پر جم گئی۔
یہ سادھو ہی کے لباس میں تھا لیکن اس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا اور ریوالور کی نال لالہ رام سہائے کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ یہ منظر میرے لیے انتہائی تعجب خیز تھا۔ لالہ رام سہائے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔
میں نے ادھر ادھر دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ اس سادھو کے کچھ اور ساتھی تو ادھر ادھر چھپے ہوئے نہیں ہیں میں نے دیکھا کہ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ کم و بیش پانچ چھ آدمی تھے، سارے کے سارے سادھوؤں کے لباس میں اور مختلف سمتوں میں کھڑے ہوئے تھے۔
ان کے آس پاس کچھ چٹائیں بھی تھیں اور ان میں سے ایک درخت کی آڑ میں کھڑا تھا بہر طور وہ شخص جو لالہ رام پر پستول تانے کھڑا ہوا تھا کافی خطرناک صورت کا مالک نظر آتا تھا، گھٹا ہوا سر، بڑی بڑی مونچھیں اور کڑی آنکھیں میری سمجھ میں یہ صورت حال نہیں آئی۔ میں لالہ رام سہائے کے خاندان کو کچھ سمجھا تھا یہاں تو اس کا کچھ مختلف معاملہ نظر آتا تھا۔ بہر طور غیر محسوس انداز میں آگے بڑھنے لگا اور پستول والا سادھو گھوم کر میری طرف متوجہ ہو گیا۔
”اے تو اپنی جگہ کھڑا رہ، ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا“ سادھو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن جونہی میں نے ایک قدم آگے بڑھایا اس نے فائر جھونک دیا۔
گولی کی آواز دور تک گونج اٹھی تھی اور مجھے اپنے پیروں سے تھوڑے فاصلے پر مٹی اڑتی نظر آئی میں وہیں رک گیا تھا ۔ اس کا مطلب تھا کہ میری مزید کوئی کوشش میری موت کا سبب بھی بن سکتی تھی ۔ دل کی دھڑکنیں کچھ بے ترتیب ہو گئی تھیں، لالہ رام سہائے کے خاندان والے اس فائر کی آواز سے جاگ اٹھے تھے اور خوفزدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے ان کے چہروں پر بھیانک خوف پھیلا ہوا تھا۔ تب ریوالور والے نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔
”رام سہائے جی، کب تک چھپتے رہو گے ہم سے بولو کیا فیصلہ کیا ہے تم نے“
”تت تم ۔ تم کون ہو۔ میں تمھیں نہیں جانتا“ رام سہائے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
”جاننا ضروری ہے لالہ جی۔ ہاں یا نہیں میں جواب دو“
”میں نے ۔ میں نے تمھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا، آخر تم ہو کون“۔ رام سہائے جی آہستہ آہستہ اپنے خوف پر قابو پاتے جا رہے تھے۔
”دیکھو لالہ جی زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اگر ادھر ادھر کی باتیں کیں تو پھر میرے لیے تمھیں مار دینا مشکل نہیں ہوگا۔ اس نے پستول والا ہاتھ سیدھا کر لیا۔
”آخر تم چاہتے کیا ہو“ معمر عورت نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ آئی۔
”کیا تم ڈاکو ہو، لوٹنا چاہتے ہو ہمیں، ہائے رام رام، رام، سادھو کے بھیس میں ڈاکو۔ بھگوان کے لیے اپنا یہ چولہ تو اتار دو اس چولے کی آڑ میں تم دھرم کو بدنام کر رہے ہو“ پستول والے سادھو نے بھیانک قہقہہ لگایا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور لیلاوتی کے سامنے کھڑا ہوا اس کے انداز میں بے حد شیطنیت تھی اور یہ عورت جس نے چند لمحات کے لیے مجھے ماں کا سکون دیا تھا میرے لیے بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئی تھی اور میں اس کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا، دل کے گوشوں میں چھپی ہوئی کچھ آرزوئیں زندہ ہو گئی تھیں اور ماں کے روپ میں اس عورت کا احترام میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا۔
میں نے ایک لمحے میں اس ریوالور والے شخص کو سبق دینے کا فیصلہ کیا، لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگ دوسرے ہی لمحے مجھے زخمی کر دیں گے۔ اگر میں اس وقت کوئی جذباتی اقدام کر لیتا تو اس کے نتیجے میں فوری موت میرا مقدر بن جاتی، لیکن وہ بدبخت سادھو آگے بڑھا اور لیلاوتی کے پاس پہنچ گیا، جو میری ماں کی حیثیت رکھتی تھی۔
”بڑھیا فضول باتوں سے گریز کر۔ ورنہ۔“
”ورنہ کیا پاپیو۔ کم از کم اس شبھ لباس کو تو بدنام نہ کرو۔ ڈاکو لٹیرو“ بوڑھی غرائی اور اسی وقت ریوالور والے کا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا وہ ایک تیز چیخ کے ساتھ الٹ کر گر گئی۔

میرا خون کھول اُٹھا تھا لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کوئی فوری قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ ابھی تک تو میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ ممکن ہے یہ ریوالور والا اور اس کے ساتھی، میرے لیے یہاں پہنچے ہوں لیکن اب قرائن سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ لوٹا رام سہائے خود کسی مصیبت کا شکار تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں لیلاوتی تھپڑ کھانے کے بعد پستول والے کی جانب بڑھی، انداز سے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پستول کی پرواہ کیے بغیر اس پر حملہ کر دے گی، لیکن اس شخص نے چند قدم پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے اپنا پاؤں لیلاوتی کے پیٹ پر مارا۔ اور وہ ہائے رام کہہ کر نیچے گر پڑی۔ وہ تکلیف سے تڑپ رہی تھی لیکن کم بخت پستول بردار نے آگے بڑھ کر اپنا پاؤں پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر رکھ دیا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دم گھٹنے لگا تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، زندگی کی بازی لگا کر ان لوگوں پر ٹوٹ پڑوں یا مصلحت سے کام لوں لیکن سینے میں چھپے ہوئے جذبوں نے سکون نہ لینے دیا اور میں نے چھلانگ لگا دی۔ جب میں ریت پر گرا تو کئی گولیاں میرے آس پاس ٹکرائیں اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ چیخیں بھی سنائی دی تھیں، یہ چیخیں ان لڑکیوں اور ان کے ساتھ موجود نوجوانوں کی تھیں۔ میں ریوالور والے کے نزدیک پہنچ گیا تھا، لیکن مجھے اُٹھنے کی مہلت نہیں ملی کیونکہ وہ شخص میرے اندازے سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا تھا، اس کا پاؤں میرے پیٹ پر جم گیا اور اس قوت سے اس نے اپنے جوتے کی ایڑی پیٹ پر گھمائی کہ میں بل کھا کر رہ گیا۔ بے پناہ طاقت ور آدمی تھا اور اس کے پاؤں کا زخم ناقابلِ برداشت تھا۔ لیکن اس دوران میں سمجھ چکا تھا کہ صورتِ حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے، یقینی طور پر چلی ہوئی گولیوں نے ان لوگوں کو زخمی یا ہلاک کر دیا ہے، مجھ سے کچھ فاصلے پر پڑی لیلاوتی خون میں لت پت تڑپ رہی تھی اس کے بدن میں کئی گولیاں پیوست ہو گئی تھیں اور اس پر سکتے کی کیفیت طاری تھی۔

میں نے اس کے پاؤں کو پکڑ کر اپنے پیٹ پر سے ہٹانے کی کوشش کی، اور پھر اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اُسے پوری طاقت سے گھمایا اور وہ شخص گھوم گیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر مجھ پر گولیاں برسائی گئی تھیں، اب مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی، اور میں بھول گیا تھا کہ میرے اطراف میں کیا کچھ ہے، میں نے اُٹھنے کی دیوانہ وار کوشش کی، لیکن دوسرے لمحے مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا، کسی نے رائفل کا بٹ میرے سر پر دے مارا تھا۔ میں نے فضا میں ہاتھ پاؤں مار کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن نہ سنبھال سکا۔ تاریکی میرے اطراف میں پھیلتی گئی، کیونکہ سر پر پہلے ہی زخم تھا اور اسی زخم پر دوبارہ ضرب پڑی تھی اس لیے فوراً ہی مجھے بے ہوش ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

بہرطور نجانے کب تک بیہوش رہا۔ اس کے بعد پھر ہوش آ گیا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ میرا ذہن میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ نجانے کب تک میں اسی طرح لیٹا رہا اور اس کے بعد میری ذہنی قوتیں آہستہ آہستہ بیدار ہونے لگیں۔

آسمان کی وسعتوں میں پرندے پرواز کر رہے تھے۔ ہر فکر، ہر غم سے بے نیاز تھے، جن کی اُڑان میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔ یہ معصوم پرندے جو بظاہر چند لمحات کی زندگی لے کر آتے ہیں اور اس کے بعد موت کی آغوش میں جا سوتے ہیں کس قدر آزاد اور بے فکر ہیں، انسان اس زمین پر سب سے مضبوط مخلوق ہے، لیکن اس کی ذات کے لیے کتنی اُلجھنیں کتنی مصیبتیں مقرر کر دی گئی ہیں، کاش میں ایک چھوٹا سا ننھا سا پرندہ ہوتا۔

ذہن انہی سوچوں میں گم رہا اور تھوڑی دیر بعد مجھے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے جنھیں یاد کر کے میں چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ سر میں بڑی زور کا چکر آیا تھا لیکن حالات ایسے ہی تھے کہ مجھے ... تھا۔ میں نے اُٹھ کر اطراف کے ماحول کو دیکھا اور میری آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئیں میرے اردگرد لاشیں بکھری ہوئی تھیں لیلاوتی کی لاش، رام سہائے کی لاش، اور ان دو نوجوانوں کی لاشیں، قریب ہی ان میں سے ایک لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ جو اس خاندان کی دو لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ اطراف میں نگاہیں گھما کر میں نے دوسری لڑکی کو تلاش کیا۔ شاید وہ جس کا نام پدما لے کر پکارا گیا تھا لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی۔ یہ مظلوم خاندان یہ بدنصیب خاندان ابھی چند لمحات قبل ہی تو مجھ سے روشناس ہوا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح اپنے آپ کو ان سے چھپاؤں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ خود ہی میری نگاہوں سے روپوش ہو گئے تھے۔

دوسری لڑکی کی لاش، میں نے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں اور میرے ذہن میں معاً یہ خیال اُبھرا کہ کہیں وہ کم بخت اُسے اُٹھا کر نہ لے گئے ہوں، اپنی حالت خود ہی خراب تھی اس وقت جذبۂ انتقام یا جذبۂ جوش کام نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ہوش و حواس کو سنبھال کر اس کی تلاش شروع کر دی اور دفعتاً مجھے زمین پر کوئی چیز نظر آئی۔

یہ ایک لمبی سی لکیر تھی جو مٹی میں کسی کے گھسٹنے کی وجہ سے بن گئی تھی اور یہ لکیر درختوں کے جھنڈ میں جا کر غائب ہو جاتی تھی، میں نے اس لکیر پر خون کے دھبے بھی پڑے ہوئے دیکھے۔ اور معاً میرے ذہن میں یہ خیال اُبھرا کہ ممکن ہے پدما یہاں سے گھسٹتی ہوئی درختوں کے اس جھنڈ کی جانب گئی ہو اپنی جان بچانے کے لیے، چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس لکیر کے سہارے جھنڈ کی جانب بڑھنے لگا۔

جب میں جھنڈ میں پہنچا، تو مجھے درختوں اور گھاس کے درمیان ایک پاؤں باہر نکلا ہوا نظر آیا، گورا سا خوبصورت پاؤں یقیناً یہ پدما ہی تھی۔

میں بے اختیار اندر گھس گیا اور پھر میں نے اس کے بدن کو اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ وہ بے ہوش تھی۔ گولی اس کی پنڈلی میں لگی تھی اور خون کی دھار اسی سے بہی تھی، باقی جسم صحیح سلامت تھا گویا یہ اس بدنصیب خاندان کی واحد لڑکی تھی جو دنیا کے غم اُٹھانے کے لیے زندہ بچ گئی تھی۔

اس کا جوان بدن اپنی آغوش میں لیتے ہوئے میرے سینے میں کوئی سفلی جذبہ نہیں اُبھرا تھا، حالانکہ وہ بے حد حسین تھی اور اس سے قبل بھی میں نے اس کی طرف دیکھ کر یہی سوچا تھا کہ یہ لڑکی بلاشبہ ہزاروں میں ایک ہے۔ لیکن اس وقت میرے دل میں اس لڑکی کے لیے صرف محبت اور مخلصانہ جذبے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

میں نے اس کے بال صاف کیے، پیشانی سے مٹی جھاڑی اور اس کے پاؤں کے زخم کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے اسے درختوں کے جھنڈ سے باہر نکال لیا تھا، گولی پنڈلی کا گوشت پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ زخم سے خون کافی بہہ گیا تھا، صرف کمزوری تھی، ورنہ اور کوئی بات نہیں تھی۔

اس کی سانس مناسب چل رہی تھی۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا پھر اس کے لباس سے ایک پٹی پھاڑ کر اس کی پنڈلی کے زخم پر باندھ دی، خون بہنا تو ویسے ہی بند ہو گیا تھا، کیونکہ خون خود زخم پر جم چکا تھا اور اس نے سخت ہو کر اندر سے نکلنے والے خون کو روک دیا تھا۔

میں نے اطراف میں دیکھا۔ مندر دور تھے اور یہ جگہ قطعاً سنسان تھی اور چونکہ ساحل کے قریب تھی اس لیے اس طرف لہروں کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اب کیا کروں اس لڑکی کے لیے کیا بندوبست کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس خاندان پر کیا مصیبت نازل ہوئی بہرطور اس بات کا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی وجہ میں نہیں ہوں۔

کھانے پینے کی اشیاء ان لوگوں کے پاس موجود تھیں جنھیں یونہی چھوڑ دیا گیا تھا۔ پتہ نہیں یہ کم بخت سادھو لالہ رام سہائے سے کیا چاہتے تھے اور انھوں نے بھرے پُرے خاندان کو کیوں اس طرح تباہ و برباد کر دیا تھا، بہرحال کھانے پینے کی چیزوں میں سے پانی تلاش کیا اور پانی ایک پیتل کی گڑوی میں لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے پدما کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے اور آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آ گئی۔ میں نے اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا تھا۔ پدما نے اپنی بڑی بڑی حسین آنکھیں میری آغوش میں کھولیں۔ اور اندھوں کی طرح میرے چہرے کو گھورتی رہی۔ غالباً اس کا ذہن اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی ذہنی قوتیں واپس آئیں تو اس کے چہرے پر عجیب سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

وہ ایک دم ہڑبڑا اُٹھی اس نے میرے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس کے دانت بھنچ گئے۔

"پدما۔ پدما۔ تم۔ میں۔ میں کاشی ہوں۔ ہوش میں آؤ پدما ہوش میں آؤ۔ میں کاشی ہوں۔" وہ بُری طرح اپنی مٹھی میں میرے گریبان کو بھینچے رہی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آتی گئی۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ وہ سسک سسک کر رونے لگی۔ اس نے اپنا چہرہ میرے سینے میں چھپا لیا۔ لمبے لمبے سیاہ بال میرے بدن پر بکھر گئے تھے، میں نے اسے سینے میں بھینچ لیا۔

"صبر کرو پدما صبر کرو، جو کچھ ہوا ہم اسے ٹال نہیں سکتے تھے، صبر کرو پدما صبر کرو۔"

"ہے رام سب مر گئے، سب مر گئے، ہے رام ہے رام۔"

"ہاں پدما ان بدمعاش سادھوؤں نے ہمارے پورے پریوار کو ختم کر دیا مگر پدما تمھیں ہمت سے کام لینا چاہیے تمھیں ہمت سے کام لینا چاہیے۔"

"ہے رام۔ ہے رام۔" وہ روتی رہی اور دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ روتے روتے ایک دم خاموش ہو گئی ہے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں، لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی دیوانگی نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے آنسو خشک کیے اور آہستہ سے اٹھ بیٹھی۔ پاؤں کی پنڈلی جتنی زخمی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کھڑی بھی نہ ہو سکے گی لیکن دوسرے لمحے میں نے اسے تن کر کھڑے ہوتے دیکھا۔

"کاشی سب مر گئے نا۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا پھر اس نے نگاہیں گھما کر دور پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھ گئی۔

اس نے ان تمام لاشوں کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی، پھر آہستہ سے بولی۔

"ہم انھیں بچا نہ سکے کاشی، ہم انھیں بچا نہ سکے۔"

"ہاں پدما میرا وجود ہی منحوس ہے، جو تم لوگوں کے درمیان پہنچتے ہی تمھیں اس حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔"

"نہیں کاشی ایسی باتیں مت کرو، تم نہیں جانتے، تم نہیں جانتے۔"

"کیا نہیں جانتا۔"

"بس خاموش ہو جاؤ کاشی ہمیں ان کا کریا کرم کرنا ہے۔"

"مم مگر پدما۔"

"نہیں کوئی بات نہیں، تم چلے جاؤ مندر جا کر پجاری کو بتاؤ کہ ہم پر یہ بپتا پڑی ہے، میں یہاں موجود ہوں۔ تم یہی کہنا کہ ہمیں ڈاکوؤں نے گھیر لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے پدما سے کہا اور اس کے کہنے کے مطابق وہی کچھ کیا۔ اور چند ہی لمحات کے بعد ان لاشوں کے گرد ایک بڑا مجمع جمع ہو گیا۔

پولیس نے ان لاشوں کو تحویل میں لینے کے بعد تمام کارروائیاں کیں، ہندو دھرم کے مطابق ان لاشوں کا کریا کرم کیا گیا اور نہ جانے کیا کیا ہنگامے ہوئے۔ لیکن میں ان ہنگاموں سے متاثر نہیں تھا۔ میں نے خود کو وقت کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ مظلوم خاندان میری آنکھوں کے سامنے فنا ہو گیا تھا، ابھی تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ پدما سے میرا کیا رشتہ ہے یعنی یہ کہ وہ کاشی کی سگی بہن تھی یا کوئی رشتے کی بہن، تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پدما میرے ساتھ ساتھ واپس آ گئی ہم اپنی اسی خیمہ گاہ میں پہنچ گئے" جو یاتریوں کے لیے لگائی گئی تھی۔ پدما خاموش اور ویران بیٹھی ہوئی تھی اس کی آنکھوں کے سوتے خشک تھے۔ اور اب اس کی آنکھوں میں ایک آگ سی جلتی محسوس کر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا۔

"کاشی کیا ہم اب بھی خاموش رہیں گے۔؟"

"میں نہیں سمجھا پدما۔"

"چاچا جی میرے سرپرست بھی تھے اور میرے باپ بھی میرے ماتا پتا کے دیہانت کے بعد چاچا جی نے مجھے جس طرح پرورش کیا میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی، شاید صورت حال تمھارے ذہن سے بالکل ہی نکل چکی ہے کاشی۔"

"ہاں پدما میں بہت کچھ بھول چکا ہوں، بس تم لوگوں کے چہرے مجھے یاد تھے، اس کے علاوہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بڑی بپتا پڑی ہے، تم یہ کہتے ہو کہ تمھیں اپنے گزرے ہوئے واقعات یاد نہیں ہیں لیکن کاشی میں تمھیں بتا سکتی ہوں کہ تمھارے ساتھ کیا کیا ہوا ہے۔؟" پدما نے کہا۔

"پدما مجھے میری شخصیت سے روشناس کرا دو میں اپنے آپ کو بھول چکا ہوں، میں خود کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن یاد نہیں کر پاتا۔" میں نے کہا اور پدما خاموشی سے گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی، میں اس کے چہرے پر پھیلتے ہوئے مد و جذر کو بخوبی محسوس کر رہا تھا لیکن میں نے اسے بیچ میں ٹوکنا پسند نہ کیا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خود ہی بولے پھر اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

"اتنا تو تمھیں یاد ہو گا کاشی رام کہ ہم لوگ دہلی میں رہتے تھے۔"

"ہاں۔ مجھے کچھ کچھ یاد ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم انہی پاپیوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ خود چاچا جی کا بھی یہی خیال تھا کہ تمھیں انہی نے اغوا کیا اور انہی نے چاچا جی کے سینے میں چھرا گھونپا ہے۔"

"کون ہیں وہ۔؟"

"بھگوان جانے کون ہیں وہ پاپی بہت بڑا گروہ ہے ان کا۔ بھگوان جانے انھوں نے کہاں کہاں چکر چلا رکھا ہے۔ چاچا جی

کے پیچھے وہ بہت عرصے سے پڑے ہوئے تھے میں نہیں جانتی کہ وہ کیا چاہتے تھے پر تمھیں یاد ہو گا کاشی کہ میرے ماتا پتا مرنے سے بہت بڑی دولت چھوڑ گئے تھے ہمارے لالہ جی لالہ رام سہائے بھی معمولی انسان نہیں تھے دولت کا ایک بڑا حصہ انھیں بھی ملا تھا مگر میری وجہ سے باقی دولت بھی لالہ جی کو ہی مل گئی تھی۔ پر انھوں نے میری اپنی دولت میرے لیے سنبھال کر رکھ دی تھی اور مجھے اپنی پرتیما ہی کی طرح پروان چڑھایا تھا تمھارے دونوں بھائی کاشی رام مجھے بہن ہی کی طرح چاہتے تھے کبھی انھوں نے مجھے یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ میں کوئی دوسری شخصیت ہوں۔ پھر تمھیں اغوا کر لیا گیا تم اچانک ہی غائب ہو گئے اس کے بعد تم پر پتہ نہیں کیا بیتی، میں جانتی ہوں کہ انھوں نے تمھیں شدید ذہنی اذیتیں دی ہوں گی۔ تمھارے سر کا زخم بھی یہی بتاتا ہے۔ ہم لوگ تمھاری تلاش میں نجانے کہاں کہاں پھرے، بڑی بڑی تیرتھ یاترا کیں منتیں مانیں پر تمھارا کہیں پتہ نہیں چلا تب ہم یہاں پہنچے اور تمھارے بارے میں یہاں منتیں مانیں اور تم اچانک مل گئے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تمھارے سامنے ہے۔ مگر کاشی تمھارا کیا خیال ہے کیا ہمارے پریوار کو ختم کرنے کے بعد ہمارے دشمن ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"میں نہیں جانتا پدما کہ وہ لوگ کیا کریں گے میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ہیں کون؟"

"کچھ یاد کرنے کی کوشش کرو تم نے کسی کو دیکھا ہو تم پر کیا بیتی کچھ تو یاد کرو۔ اگر تمھیں یاد آ جائے کاشی تو پھر ہم اپنے دشمنوں سے اپنا بدلہ لے سکتے ہیں۔"

"ابھی مجھے کچھ یاد نہیں پدما لیکن لیکن میں جانتا ہوں کہ مجھے سب کچھ یاد آ جائے گا بھگوان نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہمارے ماتا پتا چھین لیے سب چھین لیا ہم سے۔ لیکن پدما۔"

"ہاں کاشی یہی میں بھی تم سے کہنا چاہتی تھی۔"

"کیا پدما۔؟"

"یہی کہ ہم جیتے ضرور ہیں مگر مر چکے ہیں ہمارے من میں اب صرف بدلہ ہے دشمنوں سے بدلہ۔"

"میں تمھارا ساتھ دوں گا پدما۔ ماتا جی نے مجھے سینے سے لگایا تھا تو اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے سارا سنسار ہی مجھے مل چکا ہو لیکن میرا سنسار مجھ سے ایک بار پھر چھین لیا گیا ہے اور میں اب اس چھنے ہوئے سنسار کو دوبارہ نہیں پا سکوں گا لیکن میں اب ان لوگوں کو بھی جینا نہیں رہنے دوں گا جنھوں نے مجھے میرے سنسار سے دور کر دیا ہے۔" میں نے کہا اور پدما کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کاشی ہم دونوں بس انتقام لیں صرف انتقام۔"

"ہاں پدما۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد ہم مستقبل کا پروگرام بناتے رہے پدما نے مجھے پیشکش کی کہ میں اب دہلی چلوں اور میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے اپنے اطراف میں بکھرے ہوئے ماحول کا پوری طرح سے اندازہ تھا ورنہ اب تک میں صرف بھٹکتا ہی رہا ہوں اب یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی کہ میں ہندوستان آ چکا ہوں۔

کس طرح میں یہاں تک آیا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، بس تقدیر تھی جس نے مجھے گھیر گھار کر ان علاقوں میں لا پھینکا تھا غور کرتا تو بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار ہو جاتا تھا۔

بہرطور اس تیرتھ یاترا سے ہم دہلی کی جانب چل پڑے۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں پدما میرے ساتھ تھی یہ حسین لڑکی اب پہلے سے کہیں زیادہ شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ ہر چند کہ اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں رقصاں نظر آتی تھیں لیکن جب اس احساس سے نکلتی تو کافی شگفتہ مزاج ہوتی تھی۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے علم تھا کہ وہ میرے تایا کی بیٹی ہے یعنی میری وہ حیثیت جو کاشی رام کی تھی اس کے رشتے سے وہ میرے تایا کی بیٹی لگتی ہے۔ بہرطور اس کے دل میں میرے لیے کیا تھا اس کا مجھے ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا تھا راستے میں ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔

"کیا تم اس بات کو نظر انداز کر دو گے کاشی کہ اس خطرناک گروہ کے لوگ اس کے بعد ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"نہیں۔ میرا خیال ہے جس مقصد کے لیے انھوں نے یہ سب کچھ کیا ہے اسے پورا کیے بغیر وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔؟"

"میرا خیال ہے پدما ہم اپنے طور پر ان کے خلاف ایک محاذ بناتے ہیں تم دہلی چلنے کے بعد مجھے اس کے سلسلے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤ گی۔"

"مجھے جتنا معلوم تھا میں نے تمھیں بتا دیا۔ ظاہر ہے چاچا جی کے معاملات میں، میں بہت زیادہ دخل نہیں رکھتی تھی ہماری جائیداد لاکھوں روپے کی ہے۔ بہت سے لوگوں سے ہماری نسل چلتی ہے مگر ہم کیا کر سکتے ہیں یہ بتاؤ۔"

"پدما میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"ہمیں اصل حیثیت سے دہلی نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دشمنوں کو ہم تک پہنچنے میں آسانی ہوگی لیکن ہمیں کچھ ایسی کارروائی کرنا چاہیے کہ ہماری شکلیں تبدیل ہو جائیں۔"

"اگر تم ایسا سمجھتے ہو کاشی تو ضرور ایسا کرو۔"

"دہلی پہنچ کر ہم اپنی کوٹھی میں نہیں جائیں گے بلکہ کسی ہوٹل میں قیام کریں گے اور وہاں آرام سے رہ کر ماحول کا جائزہ لیں گے۔ میں اس تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو ہمارے ماتا پتا کی موت کا سبب بنی ہے۔"

"ٹھیک ہے اب میں تمہارے ساتھ ہوں جس طرح من چاہے کرو۔" پدما نے جواب دیا۔

ٹرین دہلی کے شاندار اسٹیشن پر پہنچ گئی اور ہم لوگ نیچے اُتر آئے ہم نے عام مسافروں کی طرح ہوٹل کا رُخ کیا اور ایک شاندار ہوٹل میں ہم نے ایک کمرہ حاصل کر لیا۔

بڑا سا کمرہ تھا جس میں ہم دونوں پہنچ گئے۔ پدما نے اور میں نے یہاں اپنے نام غلط لکھوائے تھے۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہم سکون سے بیٹھے اور مستقبل کے پروگراموں پر غور کرنے لگے۔ پدما نے کہا کہ ہم دوہری شخصیت گزاریں گے ہم ایسے سمے کوٹھی جائیں گے جب ہمیں اندازہ ہو کہ ہمارے دشمن ہم سے ناواقف ہوں گے میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

چنانچہ اس رات ہم تقریباً گیارہ بجے اپنی کوٹھی میں داخل ہوئے بہت عالیشان کوٹھی تھی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اندر کی بتیاں بند تھیں باہر البتہ روشنی تھی اور نوکر ادھر اُدھر آجا رہے تھے۔ ایک موٹے لمبے قامت آدمی نے ہمیں دیکھا اور دوڑتا ہوا وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"ہے رام بٹیا۔ ہے رام کاشی جی۔ کیا ہو گیا۔ کیا ہو گیا آپ مل گئے۔ ہم نے سنا تھا مگر ہم نے یہ بھی سنا کہ لالہ جی اور لالائن۔" وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا تمام نوکروں نے رونا پیٹنا مچا دیا تھا۔ پدما نے انھیں ڈانٹا۔

"بس جتنا تمھارا کام ہے اتنا ہی کرو جو کچھ ہوا ہے تمھارے کانوں تک پہنچ گیا اب اس میں کچھ کیا نہیں جا سکتا۔ جاؤ اپنا کام کرو۔" ہم اندر پہنچ گئے۔

اندر پہنچنے کے بعد پدما نے مجھے کوٹھی دکھائی تمام صورتحال سے آگاہ کیا کچھا ہم دستاویزات اور کاغذات اپنے قبضے میں کیے اور آہستہ سے بولی۔

"اب ہمیں خاموشی سے یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

"نوکروں کو کچھ نہیں بتاؤ گی پدما۔"

"بتانا مناسب نہیں ہے یہ سارے کاغذات دولت اور جائیداد کے ہیں جو میرے علم میں تھے بھگوان کا شکر ہے کہ یہ ابھی ہمارے دشمنوں کے ہاتھ نہیں لگے۔"

"مگر پدما۔ ان کی حفاظت کیسے کرو گی۔"

"انھیں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے اور آہستہ آہستہ اپنا کام کریں گے۔ ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پدما نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون اٹھا لیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ہیلو۔"

"کون بول رہا ہے۔؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں نے بھی پدما کے کان سے کان ملا دیا۔

"پدما بول رہی ہے۔"

"اوہ۔ بٹیا تم ہو۔ تم اپنے پتا کے دوست ساجن داس کو تو جانتی ہو گی۔"

"ساجن داس۔"

"ہاں بٹیا بڑا لمبا چکر چل رہا تھا میرے اور تمھارے پتا جی کے درمیان اور دیکھ لو اس چکر میں تمھارے پتا جی مارے گئے۔"

"تو تم۔ تو تم ساجن داس، تم۔ تم نے میرے پتا کو مارا ہے۔"

"نہ بٹیا نہ ہم کہاں مار سکتے ہیں۔ اصل میں تمھارے پتا بڑے غلط لوگوں کے جال میں پھنس گئے تھے تم کا معلوم نہیں بٹیا کہ ساجن داس کیا چیز ہے ہم سورج گرہن تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں سورج گرہن کے بارے میں اگر تم چاہو تو تمھیں تمھارے پتا کے کاغذات میں معلوم ہو جائے گا۔ بڑا لمبا اوہار سوہار ہے اپنا اور اس کے نتیجے میں تمھارے پتا کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے مگر ہم ایک بات تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا۔؟" پدما نے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کیا ہم نے جو سنا وہ سچ ہے۔"

"کیا سنا ہے تم نے۔؟"

"رام سہائے کا بیٹا کاشی رام تمھارے پاس جیتا جاگتا پہنچ گیا ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو۔؟"

"نہ ہی بٹیا نہ ہی تمھیں دھوکا ہو رہا ہے کاشی رام تو ہمارے ہاتھوں مارا جا چکا ہے ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ٹکڑے کیے ہیں پھر وہ بھلا تمھارے پاس کیسے پہنچ گیا۔"

"اس کی روح ہمارے پاس آ گئی ہے اور وہی روح اب تمھیں موت کے گھاٹ اتارے گی ساجن داس۔"

"ارے رام رام۔ ساجن داس تو بڑا ہی برہم چاری آدمی ہے اسے مارنا اتنا آسان کام نہیں ہوگا لیکن تم سن لو اگر وہ جیتا جاگتا تمھارے پاس پہنچ گیا ہے تو پھر وہ، وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو وہ کوئی اور ہی ہوگا۔"

"ہوگا تمھیں کیا۔؟"

"بس بٹیا ہم تم سے ایک سودا کرنا چاہتے ہیں۔ زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اور اگر تم اسے بچانا چاہتی ہو تو غور کر لینا میں تمھیں پھر فون کروں گا۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا اور پدما کی آنکھوں سے خوف جھلکنے لگا۔

"آؤ کاشی ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" وہ بولی۔ میں چونکہ اس کے کان سے کان لگائے ساری گفتگو سن رہا تھا اس لیے ساری آوازیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دھڑکا تھا کہیں پدما میری طرف سے بدگمان نہ ہو جائے لیکن یوں لگتا تھا جیسے پدما کو ان تمام باتوں کا یقین نہ آیا ہو۔ بہرطور اس کے بعد ہم خاموشی سے وہاں سے نکل آئے اور پھر ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ کر پدما نے وہ سارے کاغذات کھول کر سامنے رکھ لیے جو وہ اپنے پتا جی کے سیف سے لائی تھی۔ ان کاغذات میں ہم ساجن داس کے بارے میں کوئی تفصیل تلاش کرنے لگے۔

کاغذات میں ہمیں ساجن داس اور سورج گرہن نامی تنظیم کے بارے میں ساری معلومات حاصل ہو گئیں یہ تنظیم بہت وسیع پیمانے پر سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی اور اس کے کارندے بڑے بڑے سیٹھوں کو بلیک میل کر کے ان سے دولت سمیٹا کرتے تھے۔ ساجن داس کا اور پدما کے باپ کنہیا لال کا کوئی لمبا جھگڑا چل رہا تھا اور ساجن داس اس تنظیم کا نمائندہ تھا۔

چنانچہ اب یہ بات طے ہو گئی تھی کہ ان لوگوں کے قتل میں اسی تنظیم کا ہاتھ ہے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے خوشی کا احساس ہوا تھا کہ کم از کم میں اس وقت ترلوکا کی نظروں سے بالکل ہی محفوظ ہو گیا ہوں اور ایک بالکل نئے جھگڑے میں پڑ کر ایک نئی حیثیت اختیار کر چکا ہوں اگر اس کا موقع مل جائے تو پھر شاید میں اپنے آپ کو سنبھال کر ترلوکا کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکوں لیکن اب فی الحال تو اس نئی تنظیم سورج گرہن کے بارے میں دیکھنا تھا اس عورت کا لمس میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا اور اس لمس کا خراج مجھے ادا کرنا ہی تھا۔ پدما نے تمام کاغذات سمیٹے اور پھر بولی۔

"ان کاغذات کو اگر ہم چاہیں تو پولیس کے حوالے کر سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی تم جانتے ہو کاشی رام، کہ پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی ہے تنظیم کے بارے میں جو معلومات اس تھوڑی سی مدت میں ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت ہی خطرناک لوگ ہیں۔ اور ان پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہ ہوگا چنانچہ کیوں نہ ہم آرام آرام سے کام کریں۔ ہم لوگ اپنا حلیہ تبدیل کیے لیتے ہیں بھگوان کا شکر ہے کہ دولت کی ہمارے پاس کوئی کمی نہیں ہے جہاں بھی ضرورت ہوگی ہم اپنے اپنے طور پر کام کریں گے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ ہم لوگوں کو ہوٹل بھی بدل دینا چاہیے تاکہ ہمیں ساتھ نہ دیکھا جا سکے ہم لوگ اپنے اپنے طور پر کام کرتے ہیں جو کچھ میں چاہوں گی میں کروں گی تم چاہو تم کرنا۔ جب بھی ہمیں ایک ساتھ رہنے کی ضرورت ہو ہم لوگ ساتھ رہ جائیں گے ویسے میرا خیال ہے کہ میری یہ بات قابلِ غور ہے۔"

"نہیں پدما۔ بات تو قابلِ غور ہے لیکن ہمارا دور دور رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"انتقام کے لیے۔ صرف انتقام کے لیے ورنہ ہم لوگ دور کہاں ہیں؟" اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے شرم کی سُرخی لہرا گئی۔

"ٹھیک ہے پدما وقتی طور پر میں یہ دوری قبول کیے لیتا ہوں لیکن زیادہ عرصے کے لیے نہیں۔ ہاں جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں مجھے اطلاع ضرور دے دینا۔"

"اور جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں بھی مجھے اطلاع دینا۔" پدما نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں تمھیں ہر بات سے آگاہ رکھوں گا۔"

دوسرے دن سب سے پہلا کام ہم نے یہ کیا کہ وہ تمام کاغذات ایک بینک کے لاکر میں رکھوا دیے اور اس کے بعد ہم نے اپنا حلیہ تھوڑا تھوڑا تبدیل کر لیا۔ پدما اسی ہوٹل کی نچلی منزل کے ایک کمرے میں مقیم ہو گئی۔ یہ وقتی بات تھی اس نے کہا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ رابطہ نہ رکھیں تاکہ ہم پر کسی کو شبہ نہ ہو ساجن داس یقیناً ہماری تلاش میں ہوگا۔" پدما نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ساجن داس نے مجھے فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی۔ تو میں نے اُسے جواب دیا کہ ممکن ہے اس میں اُس کا کوئی مفاد وابستہ ہو۔"

زندگی ان ہی حالات سے عبارت ہو گئی تھی تو پھر اس پر جمود

طاری رکھنا کیا معنی رکھتا تھا۔ میں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا اور اس میں اب تساہل برتنا میرے بس میں نہیں تھا۔ سورج گرہن تنظیم کو منظرِ عام پر لانا آسان کام نہیں ہوتا لیکن میرے ذہین دماغ نے اس کا ایک حل سوچ ہی لیا اور میں نے اس پر عمل کرنے کے لیے کارروائیاں شروع کر دیں۔ پدما سے دور رہنے کے لیے ہم دونوں نے کوششیں کی تھیں لیکن ہمیں چند ہی روز کے اندر یہ احساس ہو گیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے دور نہیں رہ سکتے۔ پہلے یہ طے کیا گیا تھا کہ ہم الگ الگ ہوٹلوں میں رہیں گے اس کے بعد صرف دوسری منزل تبدیل کر لی گئی لیکن دو ہی دن گزرے تھے کہ ہماری حالت درست ہو گئی۔ پدما خود ہی میرے پاس آ گئی اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا کاشی میں تم سے دور رہ کر ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے اب سنسار میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

"میں تمہارا ہوں پدما فکرمند کیوں ہوتی ہو۔ آرام سے رہو کوئی تکلیف ہو تو مجھے بتاؤ بلکہ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ تمہارا ان حالات میں پڑنا ٹھیک نہیں ہے تم لڑکی ہو اور مانوں بھری۔ جب تمہارے سلسلے میں، میں کام کرنے کو تیار ہوں تو پھر تم کیوں پریشانی اٹھاؤ۔"

"نہیں۔ میں ہر جگہ تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔"

"پدما میری خواہش ہے کہ تم کوئی شاندار مکان لے کر اس میں کسی نئی حیثیت سے رہنے لگو مجھے جب بھی تمہاری ضرورت ہو گی میں تمہیں ضرور تکلیف دوں گا۔"

"نہیں کاشی۔ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔ پلیز مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔" پدما نے کہا اور میں خاموش ہو گیا لیکن دل ہی دل میں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پدما کو ان معاملات سے جس حد تک ہو سکا دور ہی رکھوں گا۔ وہ میرے اتنے قریب آ گئی تھی کہ اب مجھے اُسے دھوکا دیتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی لیکن کر بھی کیا سکتا تھا۔ پھر ایک دن میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا میں نے اس کی تفصیل پدما کے سامنے رکھ دی تھی۔

"دیکھو پدما۔ سورج گرہن تنظیم کو سامنے لانا آسان کام نہیں ہو گا۔ میں اس کے لیے ایک پروگرام بنا چکا ہوں اور آج سے اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"پروگرام کیا ہو گا؟"

"تمہیں۔ اس سلسلے میں میری سکریٹری کی حیثیت سے کام کرنا ہو گا۔"

"میں بخوشی تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے ایسے چند لوگوں کے نام اور پتے دو جو یہاں کے دولت مند لوگ ہوں اور میں اُن سے اپنے کام کا آغاز کر سکوں۔"

"اُن سے کیسے آغاز کرو گے۔؟"

"بس تم دیکھتی جاؤ مجھے پہلے کوئی ایسا نام بتاؤ جو بہت دولت مند ہو۔"

"بہت سے لوگ ہیں سیٹھ کالی چرن، سیٹھ دھونی داس، سیٹھ حاجی اللہ بخش۔ مادھولال اور ایسے بہت سے نام ہیں میرے ذہن میں۔"

"کالی چرن کے بارے میں مجھے تفصیلات بتاؤ۔"

"یہاں کی کپڑا ملوں کا مالک ہے۔ کروڑپتی آدمی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے اُس کا فون نمبر۔"

"میں تمہیں ڈائریکٹری میں تلاش کر کے دے دیتی ہوں۔" پدما نے کہا۔ اور اس نے پھر ڈائریکٹری میں سے دیکھ کر مجھے کالی چرن کا فون نمبر بتایا۔

ہم نے ہوٹل سے باہر نکل کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں ٹیلیفون موجود تھا یہاں سے یہ پتہ نہیں لگایا جا سکتا تھا ٹیلی فون کہاں سے کیا جا رہا ہے۔ میں نے ٹیلی فون پر کالی چرن کے نمبر معلوم کیے پہلے نمبر پر وہ نہیں ملا وہیں سے مجھے دوسرا نمبر ملا اور دوسرے کے بعد تیسرا نمبر جس پر کالی چرن موجود تھا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ کالی چرن ایک میٹنگ میں مصروف ہے لیکن میں اپنے کام کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا چند لمحات کے بعد مجھے دوسری طرف سے ایک پھٹی پھٹی سی آواز سنائی دی۔

"ارے کون ہے رے بھوا کا بات ہے ہمار سکریٹری نے تم کو بولا نہیں کہ ہم میٹنگ میں ہے۔ اس کے بعد بھی تم ہمیں پھون پر پھون کیے جا رہے ہو؟"

"کالی چرن سورج گرہن کے لیے کوئی ایک جگہ مخصوص نہیں ہوتی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"کا بکت ہو بھائی۔ کون سورج گرہن ہم کا تو سورج گرہن کو نہیں جانت ہیں۔" کالی چرن نے کہا اور میں سمجھ گیا یہ میرے کام کا آدمی نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور پدما سے دوسرا نمبر مانگا۔ دوسرا نمبر مادھولال کا تھا سیٹھ مادھولال سے پہلی ہی کوشش میں ملاقات ہو گئی اور میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کون سیٹھ مادھولال جی بول رہے ہیں۔"

"ہاں تم کون ہو؟"

"سورج گرہن۔" میں نے کہا اور دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"کیا مطلب؟ ابھی چند روز قبل ہی تو تم نے مجھ سے ایک لاکھ روپیہ وصول کیا ہے۔"

"چند روز بہت وسیع ہوتے ہیں سیٹھ مادھولال جی۔" میں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر تم نے کہا تھا کہ اب مجھ سے رقم آئندہ ماہ کی دو تاریخ کو وصول کی جائے گی۔"

"اگلے ماہ کی دو تاریخ بہت دور ہے سیٹھ جی۔ مجھے دو لاکھ روپے فوری چاہئیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں اب تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا۔"

"آپ سوچ لیں سیٹھ جی۔"

"میں نے سوچ لیا۔ میں رگھولال سے ملوں گا۔ اُس سے بات کر کے کوئی جواب دوں گا۔ رگھولال تمہارا ایجنٹ ہے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے بعد دو تاریخ ہی کو پیسے مانگے جائیں گے۔"

"مل لو سیٹھ جی مگر تمہیں نقصان ہو گا۔"

"جو کچھ بھی ہو میں رگھولال سے ملے بغیر کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ہوں۔"

"کب مل رہے ہو رگھولال سے؟"

"آج ہی شام کو میں آٹھ بجے کلیا مائی پہنچ جاؤں گا۔ مجھے پتہ ہے کہ رگھولال سے کلیا مائی ہی میں ملاقات کی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ جی۔ مل لیں رگھولال سے۔ لیکن سوچ لیں کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ ہو جائے۔"

"ارے اب میں کسی نقصان سے نہیں ڈرتا۔ تم نے مجھے کنگال کر دیا ہے تمہیں کیا معلوم کہ میری اپنی کاروباری حالت کیا ہے میں خود پریشان ہوں۔"

"آپ کی مرضی سیٹھ جی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں نے پدما کی طرف دیکھ کر آہستہ سے گردن ہلائی۔ پدما میری چالاکی پر عش عش کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ اب تم کیا کرو گے۔"

"مثلاً۔"

"تم یقیناً اب مادھولال کا پیچھا کرو گے۔ اور پھر اُس کے ذریعے سورج گرہن تنظیم تک پہنچو گے۔ کیوں یہی بات ہے نا۔"

"اس کا مطلب ہے پدما کہ تم تو واقعی شاندار ساتھی ثابت ہو سکتی ہو۔"

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ دیکھنا میں کیا کر کے دکھاتی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ رات کو ہماری کار تم ہی ڈرائیو کرو گی۔" میں نے کہا اور پدما مسکرا دی۔

مادھولال کے بارے میں ہم نے دن میں کافی معلومات حاصل کر لیں اور پھر ٹھیک پانچ بجے ہم نے اُسے اس کے آفس سے باہر نکلتے دیکھا۔ پدما نے بتایا کہ یہی مادھولال ہے۔ پدما نے ایک خوبصورت کار حاصل کر لی تھی اور یہی کار ہمارے استعمال میں آ رہی تھی۔

چنانچہ اس وقت جب مادھولال کی کار وہاں سے آگے بڑھی تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد مادھولال کی کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔

"یہ مادھولال کی کوٹھی ہے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ ہمیں اب اس کوٹھی کی چوکیداری کرنا ہو گی۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ وہ رات کو آٹھ بجے ہی رگھولال سے ملے گا۔"

"چلو کوئی بات نہیں ہے ہم دونوں بات چیت کرتے رہیں گے۔" میں نے کہا اور کار ایک ایسی جگہ کھڑی کرا دی جہاں سے یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ کوئی تعاقب کرنے والی کار ہے۔ پتہ نہیں ہمارے فون کرنے کے بعد مادھولال کی کیا حالت ہے اور پھر مادھولال نے کسی اور سے رابطہ قائم کیا یا نہیں۔

بہرطور تقریباً ساڑھے سات بجے مادھولال اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اور پدما نے کار آگے بڑھا دی۔ ہم لوگوں نے اس دوران تمام معاملات کی تیاری کر لی تھی اور ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے یہ انتظامات ہمارے لیے کافی سودمند ثابت ہو سکتے ہیں۔

کار دوڑتی رہی کلیا مائی کے بارے میں پدما بھی جانتی تھی مجھے اس کے بارے میں تفصیل نہیں معلوم تھی۔ جمنا کنارے ایک چھوٹی سی بستی تھی جسے کلیا مائی کہا تھا۔ چنانچہ کلیا مائی پہنچ کر مادھولال نے اپنی کار ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے روک دی۔ میں نے پدما کی طرف دیکھا اور پدما نے میری طرف پھر میں نے پدما سے کہا۔

"پدما میں اندر جاؤں گا۔"

"ہوشیاری سے کاشی کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے درمیان پھنس جاؤ۔ ظاہر ہے خطرناک لوگ ہیں۔"

"تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس ہتھیار موجود تھے پستول جو چھ گولیوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے مکان کا احاطہ عبور کیا۔ مادھولال اس

دوران مکان میں داخل ہو چکا تھا اور پھر میں خاموشی سے رینگتا ہوا اس کمرے کی جانب بڑھ گیا جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ ڈرائنگ روم ہو سکتا ہے۔ یہیں پر مادھولال اور رگھولال موجود تھے۔ رگھولال کسی قدر پستہ قامت زیادہ سے زیادہ پانچ یا سوا پانچ فٹ کا آدمی ہوگا لیکن اس کا بدن پھیلا ہوا تھا۔ چہرہ خاصا کالا تھا اور نقوش تیکھے تھے۔ مادھو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کھڑکی سے کان لگا دیئے۔ جہاں سے اندر کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں مادھولال جی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہوا ہے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"اگر ایسا ہے تو میرا خیال ہے کسی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ٹھہریئے میں ساجن داس سے بات کرتا ہوں۔" رگھولال نے کہا۔

میری انتہائی خواہش تھی کہ کسی طرح ساجن داس کا فون نمبر مجھے معلوم ہو جائے لیکن ظاہر ہے اتنی دور سے فون نمبر دیکھنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ بہر طور اس پر صبر کیا۔ چند لمحات کے بعد رگھولال نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ساجن لال جی ہیں۔"

"نہیں ہیں۔ کہاں گئے ہیں؟"

"اچھا کب تک واپسی ہو جائے گی۔" وہ باتیں کرتا رہا اور پھر فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مادھولال سے کہا۔

"سیٹھ جی آپ اطمینان رکھیں جب تک میں ساجن داس جی سے اس بارے میں معلومات حاصل نہ کر لوں آپ کسی کو ایک پیسہ بھی نہ دیں چاہے آپ کو کتنی ہی دھمکیاں دی جائیں بلکہ اگر ایسا ہو تو آپ اُن سے صاف صاف کہہ دیں کہ میں رگھولال جی سے بات کر چکا ہوں اور رگھولال کا جواب ملے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔"

"مگر کہیں وہ لوگ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں رگھولال۔"

"سیٹھ جی۔ میرے ہوتے آپ کو کس بات کی چنتا ہے آپ بالکل چنتا نہ کریں جب تک میں آپ سے نہ کہوں۔ آپ انہیں ایک پیسہ بھی نہ دیں بس اس بات کا خیال رکھیں۔"

"تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے مگر یقین کرو رگھولال میں آج کل ویسے ہی بڑا پریشان ہوں۔ میں کہاں سے انہیں دو لاکھ روپے دوں گا۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بعد وہ کب مجھ سے دوبارہ پیسے مانگنے لگیں۔"

"آپ کسی کو ایک پیسہ نہ دیجئے سیٹھ جی بس اس کا سارا انتظام میں کر لوں گا۔"

"تو پھر میں جاؤں۔"

"جی۔ آپ آرام سے جایئے اور چین کی نیند سویئے۔ رگھولال آپ کا دوست ہے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دیگا۔" مادھولال نے عجیب سی نگاہوں سے رگھو کو دیکھا۔ اور پھر باہر نکل گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں پر اطمینان نظروں سے مادھولال کو باہر جاتے دیکھتا رہا اور پھر جب وہ دور نکل گیا تو میں ایک فیصلہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

رگھولال مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"کون ہو تم؟ بغیر اجازت اندر کیوں گھس آئے؟"

"تم سے کچھ کام ہے رگھولال۔" میں نے جواب دیا۔ اور رگھولال کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھا لیکن میں نے فوراً اپنا پستول نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

"نہیں رگھولال جی۔ تمہاری بدقسمتی سے میرے پاس بھی اس کا انتظام ہے۔ ہاتھ اوپر رکھو ورنہ۔"

رگھولال کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ اُسے اپنی جیب میں ڈال کر میں نے اس کے باقی لباس کی تلاشی بھی لے ڈالی لیکن اس پستول کے علاوہ اُس کے پاس کچھ اور ہتھیار نہیں تھا جسے وہ میرے خلاف استعمال کر سکتا۔ اس کے بعد میں نے اُسے دھکا دے کر ایک کرسی پر بٹھا دیا رگھولال خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو رگھولال جی پہلے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں آپ سے اُمید ہے آپ صحیح صحیح جواب دیں گے۔"

"تم جو کوئی بھی ہو اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"دعوتیں دیتے رہنا چاہئیں رگھولال جی اس طرح سے محبتیں بڑھتی ہیں مجھے اپنی موت سے بہت محبت ہے۔ ہاں اگر آپ کو اپنی زندگی سے محبت ہے تو پھر سچ بولیے صرف سچ۔ رگھولال بدستور اسی انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"پہلا سوال یہ ہے مہاراج کہ آپ کے علاوہ اس عمارت میں اور کون کون ہے۔؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

"اور اگر کوئی ہوا تو؟"

"میں نے تم سے کہا نا اور کوئی نہیں ہے۔"

"چلو۔ یہ میری خوش قسمتی ہے رگھولال جی کہ یہاں آپ سے باتیں کرنے کا ایک بہترین موقع مجھے نصیب ہو گیا تو صورت حال یہ ہے رگھولال جی کہ سورج گرہن میں آپ کتنے عرصے سے شامل ہیں اور کیا

کیا کام آپ نے انجام دیئے ہیں۔" میں نے سوال کیا اور رگھولال بری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بدحواس ہوا لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

"چور ہو چوری کرو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہ فضول باتیں کیوں کر رہے ہو۔"

"کیوں رگھولال جی ان فضول باتوں سے خوف محسوس کر رہے ہو۔"

"میں ڈروں گا تم جیسے چوہے سے جو پستول کے زور پر مجھ سے بکواس کر رہا ہے۔"

"ارے ارے رگھولال جی آپ کا خیال ہوگا کہ اب مجھے فلمی قسم کا جوش آ جائے گا۔ اور میں پستول جیب میں رکھ کر کہوں گا۔ آ رگھولال میں تجھے نہتے ہاتھوں مارنا چاہتا ہوں آ میرے مقابلے پر آ۔ نہیں رگھولال جی میں دراصل کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں اور نہ ہی آپ ولن چنانچہ سیدھے سیدھے میری باتوں کا جواب دیجئے ورنہ آپ کو ختم کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔"

رگھولال نے بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بے بسی سے بولا۔

"مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"سورج گرہن کو سب جانتے ہیں۔"

"کیا سورج گرہن۔ پہلے کافی دنوں سے تو کوئی بھی سورج گرہن نہیں پڑا۔"

"اب پڑ جائے گا رگھولال جی لیکن اس کا شکار آپ ہوں گے۔ میں صرف تین تک گنتی گنتا ہوں اس کے بعد مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔"

"ایک۔" میں نے کہا اور رگھولال خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"دو۔" میں پھر بولا۔

"ارے۔ ارے تمہارا دماغ خراب ہوا ہے آخر تم چاہتے کیا ہو۔"

"سورج گرہن کے بارے میں معلومات۔"

"کیوں۔؟" رگھولال نے پوچھا۔

"یہ سوال کرنے کا حق آپ کو نہیں ہے رگھولال جی۔"

"سورج گرہن کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ پہلے اس بات کا جواب دو۔"

"اچھا۔ اچھا چلیے یونہی سہی وہ ایک خطرناک تنظیم ہے۔"

"اور تم کون ہو۔؟"

"پھر بکواس پر اُتر آئے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس کی پنڈلی پر ایک زوردار لات رسید کی رگھولال کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ وہ جھکا لیکن میرے گھونسے نے اُسے پھر سیدھا کر دیا اور وہ کرسی کی پشت سے جا ٹکا۔ اس گھونسے ہی سے اُسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ صورت حال اس کے حق میں کتنی خوفناک ہے۔ چنانچہ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں شروع ہو جاؤ۔ وہ تنظیم ہے اور کیا جاننا چاہتے ہو اس کے بارے میں۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔"

"میں اس کا ایک رکن ہوں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"کیا کام۔؟"

"لوگوں سے بلیک میلنگ کی رقم وصول کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ رگھولال جی خوشی ہوئی آپ کی یہ بات سن کر بہتر یہ ہے کہ جب انسان بے بس ہو جائے تو وہ سچ سچ اُگل دے۔ ہاں تو رگھولال جی اس تنظیم کے افراد کے بارے میں تفصیلات۔"

"اگر تم تنظیم کے بارے میں تھوڑا بہت بھی جانتے ہو تو تمہیں اس بات کا علم ہوگا کہ سورج گرہن کے ارکان کے بارے میں تفصیلات کسی کو نہیں معلوم ہوتیں۔ وہ انتہائی پوشیدہ تنظیم ہے اور اپنے آپ کو انتہائی محفوظ رکھتی ہے۔"

"واہ رگھولال جی واہ۔ گویا آپ کا مطلب ہے کہ آپ اس تنظیم کے اور کسی آدمی کو نہیں جانتے۔"

"نہیں۔ بس ٹیلی فون وغیرہ پر ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔" رگھولال نے کہا۔

"نہیں مانتا بالکل نہیں مانتا صحیح صحیح صورت حال بتا دو ورنہ جان سے جاؤ گے کیوں بلاوجہ ایڑیاں رگڑ رہے ہو۔" میں نے کہا۔ میرے اندازِ گفتگو نے اب رگھولال کو بالکل نروس کر دیا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"تم یقین کرو ہم لوگ بس ایک دوسرے سے ضرورت پڑنے پر ہی رابطہ قائم کر سکتے ہیں ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہوتیں۔"

"جو کچھ تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہی بتا دیجئے رگھولال جی۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"مثلاً۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو تم۔"

"مثلاً یہ کہ آپ وصول شدہ رقومات کسی نہ کسی کو تو دیتے ہوں گے۔"
"ہاں۔"
"کسے دیتے ہیں۔"
"چنگ ہاؤس کے کاؤنٹر مین کو۔"
"چنگ ہاؤس۔"
"ہاں۔ چنگ ہاؤس۔" رگھولال نے جواب دیا۔ "گرین روڈ پر ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔"
"کچھ نہیں۔ مجھے تنخواہ ملتی ہے باقاعدہ میرا تعلق چنگ بار ہی سے ہے۔ چنگ بار کا کاؤنٹر مین بھی ان لوگوں کا ایجنٹ ہے میری طرح اور اسی طرح ہم لوگ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔"
"اس کے علاوہ اور کوئی رگھولال۔" میں نے سوال کیا۔
"نہیں تم یقین کرو اس کے علاوہ میری اور کسی سے واقفیت نہیں ہے۔ اگر کبھی کوئی کام ہوتا ہے تو کچھ اجنبی چہرے میرے سامنے آجاتے ہیں اور اس کے بعد دوسری بار ان سے ملاقات نہیں ہوتی۔"
"سورج گرہن کا سربراہ کون ہے۔؟"
"یہ ایک مزاحیہ سوال ہے۔" رگھولال نے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ سورج گرہن کے سربراہ کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے۔ اور پھر کوئی ایک سربراہ ہو اس کا ہر شخص پتہ نہیں کیا کیا نظر آتا ہے۔" اس نے کہا اور میں گہری سانس لے کر اُسے گھورنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
"ساجن داس کون ہے۔؟" میرے اس سوال پر رگھولال میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔
"شہر کا ایک بڑا آدمی۔"
"سورج گرہن سے اس کا کیا تعلق ہے۔؟"
"وہ بھی سورج گرہن کا ایجنٹ ہے۔"
"تم تو کہتے تھے کہ تم کسی کو نہیں جانتے۔"
"ایسے کچھ اور نام بھی میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن اس کی حیثیت بھی بس میری ہی طرح ہے۔ بہت بڑی حیثیت کے مالک نہیں ہیں وہ۔" رگھولال نے کہا۔
"چلو وہ نام ہی بتا دو۔" اور رگھولال نے میرے سامنے کئی نام دوہرائے جنھیں میں نے اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا چنگ ہاؤس کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں اس کے علاوہ رگھولال سے کچھ اور معلومات حاصل کرنا میرے لیے ممکن بھی نہیں تھا۔ کیونکہ سچی بات یہ ہے کہ سورج گرہن نامی تنظیم کے بارے میں تفصیلات مجھے بھی نہیں معلوم تھیں چنانچہ اب یہاں پر میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ اور اگر میرا کام ختم ہوا تھا تو پھر رگھولال کا کام بھی ختم ہو جانا چاہیے تھا چنانچہ میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر پستول کا ٹریگر دبا دیا اس کی کھوپڑی تڑخی۔ گولی اندر گھس گئی اور رگھولال دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اسی طرح اوندھے منہ فرش پر آ رہا۔ ایک ہی گولی نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ میں اطمینان سے پستول جیب میں رکھ کر باہر نکل آیا۔

پدما میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں امید وبیم کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ جب میں کار میں بیٹھا تو اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
"کیا رہا۔؟" اس نے سوال کیا۔
"کام ہو گیا پدما۔" میں نے جواب دیا۔
"اندر کون تھا؟"
"رگھولال۔ تم نے مادھولال کو واپس جاتے دیکھا ہوگا۔"
"ہاں دیکھا تھا۔ مگر رگھولال سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں اس سلسلے میں۔"
"ہاں پدما۔ ایک عمارت کا پتہ لگا ہے جس کا نام چنگ ہاؤس ہے۔"
"چنگ ہاؤس۔ شاید یہ تو کوئی ریستوران ہے۔" وہ بولی۔
"تم نے دیکھا ہے"؟
"ہاں۔ گرین روڈ پر موجود ہے۔"
"مادھولال کا تعلق چنگ ہاؤس سے ہے چنگ ہاؤس کو وہ بلیک میلنگ کی رقم ادا کرتا ہے وہاں کا کاؤنٹر مین ہمارے کام کی چیز ہے۔" میں نے کہا اور پدما عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔
"ہوٹل واپس چلو پدما۔ ہم کچھ نئے فیصلے کریں گے۔"
"چنگ ہاؤس نہیں چلو گے۔؟"
"ابھی نہیں۔ ابھی انتظار کرنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور پدما خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے میں نے نئے پروگرام کے تحت کچھ نئے فیصلے کیے تھے۔ چنانچہ میں نے پدما کے ساتھ چائے پیتے ہوئے کہا۔
"ہمارے لیے اب یہ ہوٹل بالکل موزوں نہیں ہے کیا تم ایسی کسی عمارت کا انتظام نہیں کر سکتیں جہاں رہ کر ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں۔"

"دہلی میں بے شمار عمارتیں ہماری اپنی موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی میں جانا ٹھیک تو نہیں ہوگا کیونکہ لوگ ہمیں جانتے ہیں۔"
"ہاں پدما ایسی کسی عمارت میں ہم نہیں جائیں گے۔"
"تو پھر کوئی عمارت خرید لیتے ہیں۔"
"خریدنے کی ضرورت نہیں کرائے پر بھی تو مکانات مل جاتے ہوں گے۔"
"ارے ہاں کیوں نہیں۔" پدما نے جواب دیا۔
"تو پھر کسی مناسب سی جگہ پر کوئی مکان کرائے پر حاصل کر لو یہ پدما کہ اب تو سورج گرہن کے خلاف ہمارے مشن کا آغاز ہو ہی گیا ہے اس کے بعد تو بڑے ہنگامے ہوں گے۔"
"یہ کام ہم آج ہی کیے لیتے ہیں۔"
"ہاں۔ ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی پھر دفعتاً اس نے چونک کر کہا۔
"تم نے نہیں بتایا کہ رگھولال کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا؟"
"وہی جو کرنا چاہیے تھا۔ میں نے جواب دیا اور پدما ۔۔کر مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔
"میں نہیں سمجھی۔"
"مجھے بتاؤ تو سہی کاشی۔ آخر کیا کیا تم نے۔"
"اسے آسمانوں کی طرف روانہ کر دیا۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ۔ ختم کر دیا۔"
"ہاں پدما۔ کیا تمھیں اس بات سے افسوس ہوا۔"
"افسوس اور مجھے ان لوگوں کی موت پر جو میرے پورے خاندان کے قاتل ہیں تم کیسی باتیں کرتے ہو کاشی ہم۔ ہم ان کے ہاتھوں ستائے ہوئے ہیں ہمیں بھلا ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔"
"پدما۔ میں سورج گرہن تنظیم کے دل میں ایسی دہشت بٹھاؤں گا کہ تم بھی یاد کرو گی۔ سورج گرہن کے لوگ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں نا۔ میں انھیں بتاؤں گا کہ ناقابل تسخیر کون ہے۔"
"کاشی ایک سوال کروں تم سے۔؟" پدما نے کہا۔
"ہاں ضرور۔"
"تم پہلے تو ایسے نہ تھے۔"
"پہلے یہ سب کچھ ہوا بھی تو نہیں تھا پدما ان لوگوں نے مجھے ایک بار پھر ویران کر دیا ہے محبت کرنے والی ماں جس کی آغوش کے ایک لمس کے لیے میں ساری زندگی تڑپا ہوں وہ ماں صرف ایک لمس مجھے دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی وہ

خود نہیں گئی اُسے مجھ سے چھین لیا گیا۔ میں اس ماں کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ پدما جس نے مجھے میری پیاسی زندگی میں پہلی بار سکون کے کچھ لمحات دیئے تھے میں تو اپنی ساری زندگی اس کی آغوش میں بسر کر دینا چاہتا تھا مگر وہ آغوش مجھے کتنی دیر کے لیے ملی کیا اس کے بعد وہ لوگ قابل رحم ہیں۔ نہیں پدما نہیں۔ انہیں زندہ در گور کرنا اب میرا کام ہے۔ تم دیکھتی رہو میں ان کے لیے کیا کرتا ہوں۔" پدما خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"چلو۔ اب ہمیں اپنا باقی کام کر لینا چاہیئے۔ اور ہم دونوں ایک بار پھر کار میں بیٹھ کر نکل آئے۔

میں نے اپنے بارے میں غلط نہیں کہا تھا میری زندگی اب ایک کٹی پتنگ کی مانند تھی جو کبھی اس طرف گرتی تھی اور کبھی اس طرف ایک بے سہارا زندگی جس کی ڈور کسی سے نہیں بندھی تھی راستے میں ہمسفر آجاتے تھے ان کے ساتھ کچھ لمحات گزر جاتے اور اس کے بعد میں آگے بڑھ جاتا۔ میں نے اپنے آپ کو ہوا کے دوش پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ ہوا مجھے بہا کر جدھر بھی لے جائے میری اپنی کوئی منزل نہیں تھی کوئی راستہ نہیں تھا اس دنیا میں بے کار کسی گوشے میں کہیں تنہا بیٹھ کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی تھی۔

چنانچہ اپنے آپ کو باعمل رکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت تک جب تک دشمن کی گولی میرے سینے میں سوراخ نہ کر دے۔ ہاں میں نے اپنے سینے کو کشادہ چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں کے لیے جس کا دل چاہے مشق ستم کرے ایک بے مصرف آدمی کے لیے اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

اب یہ سب راستے میں آگئے تھے البتہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ معمر عورت نے جو محبت مجھے دی تھی وہ کسی کے طفیل ہی سہی لیکن اس لمس کو میں اپنی زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ کہہ سکتا تھا جب مجھے ایک ماں کا پیار ملا تھا آہ۔ میں کتنا ترسا ہوا تھا ان ساری چیزوں کو پدما کے ساتھ میں نے کوشش کر کے ایک عمدہ سا مکان حاصل کر لیا تھا۔

یہ مکان ہماری توقع کے عین مطابق تھا اور یہاں رہ کر ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کر سکتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم نے مختلف ذرائع سے کچھ اور خریداریاں بھی کی تھیں پدما بھی میری طرح انتقام کی بھٹی میں سُلگ رہی تھی اور اس کے سینے میں سورج گرہن کے ایک ایک فرد کا خاتمہ ہو جائے ابھی تک ہمیں ساجن داس کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہو سکی تھیں لیکن اس سے پہلے جینگ ہاؤس میرے لیے قابل توجہ تھا۔

رگھو لال نے مرتے ہوئے بتایا تھا کہ ساجن داس ایک بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں بھی ہم نے معلومات حاصل کی تھیں لیکن کسی ایسے ساجن داس کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا جو کسی بڑی شخصیت کا مالک ہو اور کاروباری حیثیت رکھتا ہو بہرطور اس کے بعد جینگ ہاؤس ہماری نگاہوں کا مرکز تھا۔ میں نے خاصا سوچ سمجھ کر چند فیصلے کیے اور پھر ایک ... ہم دونوں تیار ہو کر جینگ ہاؤس کی جانب چل پڑے۔ ایک خطرناک مہم کا آغاز ہو گیا تھا اور زندگی کے اس انوکھے موڑ پر خود کو آزمانا چاہتا تھا۔

پدما خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی اور کار گرین روڈ کی جانب دوڑ رہی تھی۔ تب میں نے پدما سے کہا۔

"ایک بات میرے ذہن میں بار بار آ رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"تمہارا ہر لمحہ میرے ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں بے شک ہم دونوں مل کر کام کر رہے ہیں لیکن کیا ضروری کہ ہم ہر جگہ ایک ساتھ دیکھے جائیں۔" پدما کسی سوچ میں پڑ گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بات کسی حد تک ٹھیک ہے۔"

"تو پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ ظاہر ہے ہمیں کسی سلسلے میں کو اعتراض تو نہیں ہو سکتا۔"

"میرا خیال ہے پدما تم مجھے جینگ ہاؤس کے قریب چھوڑ کر کہیں اور نکل جاؤ۔"

"کہیں اور کیوں میں باہر تمہارا انتظار کیوں نہ کروں"

"نہیں میرا انتظار کرنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"اگر تم اسے بہتر سمجھتے ہو تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے لیکن اچانک تم نے اپنے فیصلے میں یہ تبدیلی کیوں کی"

"اس لیے کہ اگر ہم میں سے ایک پھنس جائے تو دوسرا اس کی مدد کر سکے۔ اگر دونوں ہی ایک ساتھ پھنس گئے تو بڑی مصیبت بن جائے گی اس کے علاوہ ایک اور بات بھی میرے ذہن میں ہے۔ وہ یہ کہ اگر اُن لوگوں کو ہماری تلاش ہوئی تو دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ لیا جائے گا ہونا یہ چاہیئے کہ ہم الگ الگ رہیں۔"

"یہ تم نے پہلے بھی کہا تھا لیکن اس کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیا تھا۔"

"اُس وقت کی بات اور تھی پدما اب صورت حال مختلف ہے۔"

"تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تمہیں تنہا چھوڑ رہی ہوں لیکن حالات سے مجھے آگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں تمام صورت حال سے تمہیں باخبر رکھوں گا۔" پدما نے گرین روڈ پر پہنچ کر جینگ ہاؤس سے تھوڑے فاصلے پر کار روک دی اور کہنے لگی۔

"کار کی یہ چابی تم رکھ لو میں ٹیکسی سے جاؤں گی اور بے فکر رہو دوسری کار کا انتظام با آسانی ہو جائے گا۔"

"گڈ۔ ہو سکتا ہے مجھے اس کی ضرورت پیش آجائے۔" میں نے کہا۔ اور پدما مجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی۔ میں کار کو جینگ ہاؤس کے سامنے والے پارکنگ لاٹ پر لے آیا یہاں میں نے ایسی جگہ کار پارک کی جہاں اُسے نکالنے میں دشواری نہ ہو اور اس کے بعد چابی ہلاتا ہوا جینگ ہاؤس کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

خاصی عمدہ جگہ تھی بڑا خوبصورت سا ریسٹوران تھا میں اندر پہنچ گیا۔ ریسٹوران میں زیادہ رش نہیں تھا اندر داخل ہو کر میں نے اندر کا جائزہ لیا۔ ایک ایک چہرے کو گہری نگاہوں سے دیکھا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں میں خود بھی تو کسی کی نگاہوں کا مرکز تو نہیں ہوں لیکن ایسا کوئی اندازہ مجھے نہیں ہو سکا اور میں ایک میز پر جا بیٹھا۔

رگھو لال کی موت کے اثرات کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ...طور میز پر بیٹھ کر میں نے کاؤنٹر مین کی جانب دیکھا چہرے ...سے خاصا خطرناک آدمی نظر آتا تھا گھنی مونچھیں بہت بڑی بڑی تھیں ٹھوڑی پر زخم کا ایک نشان تھا وہ انتہائی شریف ...ی نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کافی خطرناک آدمی محسوس ہوتا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً میری نگاہیں ایک ...رے کی جانب اُٹھ گئیں۔ بڑی اچھی شکل کی عورت تھی اور ...ری ہی جانب دیکھ رہی تھی میری نگاہیں اس سے چار ہوئیں ...اُس نے منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ میں ...ری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

مقامی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن انتہائی پُرکشش سادہ ...ے لباس میں ملبوس تھی۔ چند لمحات میں اُسے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گیا زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ عورت اپنی جگہ سے اُٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ایکسکیوزمی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر۔"

"تشریف رکھیئے میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" میں نے اجنبی انداز میں کہا۔

"ضروری نہیں ہے کہ دوستی ملنے والے پہلے سے آپس میں شناسا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوہ یقیناً آپ نے صحیح کہا شناسائی کے لیے تو قدم آگے بڑھانا ہی پڑتا ہے۔"

"بیشک۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش تھی۔

"آپ کے لیے کیا منگواؤں۔؟"

"جو دل چاہے منگوا لیجئے۔ اب تو آپ کی مہمان ہوں۔" اُس نے کہا اور میں نے ویٹر کو بلا کر ایک مشروب کا آرڈر دے دیا۔ اس کے بارے میں گہرے انداز میں سوچ رہا تھا عمر ستائیس اٹھائیس کے درمیان ہوگی چنانچہ اُسے لڑکی نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن چہرہ انتہائی پُرکشش اور جسم متناسب اور بھرا بھرا تھا لباس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی جو کوئی خاص اشارہ کرتی ہو اس کی آمد کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی نہ جانے کیوں وہ مجھ سے شناسائی حاصل کرنا چاہتی تھی مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے اُس نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"میں خود ہی اپنا تعارف کراؤں یا آپ مجھ سے میرے بارے میں پوچھیں گے۔"

"اوہ سوری۔ بس آپ کی شخصیت میں گم ہو کر میں یہ بات بھول گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام کوشل ہے۔"

"اور مجھے کاشی کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"کیوں؟"

"ہمارے نام کے کچھ لفظ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ "اب میرے ذہن میں یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی کاروباری عورت ہو۔ اور اس طرح اپنے لیے شکار تلاش کرتی ہو۔ بہرحال میں اس کا شکار کسی قیمت پر نہیں بن سکتا تھا۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"مسٹر کاشی آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"بس آوارہ گرد ہوں۔ کوئی خاص مشغلہ نہیں ہے۔"

"براہ کرم ہاتھ آگے بڑھایئے۔" اُس نے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"پلیز۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں نے اپنا ہاتھ اُس کے

سامنے پھیلا دیا۔ چند لمحات وہ میرے ہاتھ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"اوہ۔ گویا میرا خیال درست ہی تھا آپ کے بارے میں۔"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر کاشی حالانکہ کسی سے کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہیے۔ میں اپنے فن کو بار بار آزماتی ہوں۔ اپنے آپ کو آزماتے رہنا چاہتی ہوں۔ اور بعض اوقات مجھے اس سلسلے میں نقصانات بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ میں آپ کا چہرہ دیکھ ہی اس طرف آئی تھی اور آپ کے چہرے پر میری نگاہ کسی خاص وجہ سے نہیں اٹھی تھی۔ بلکہ بس اتفاق محض اتفاق۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں مس کوشل۔"

"مجھے مس نہ کہیں۔ بیوہ ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ بہت افسوس ہوا یہ سن کر لیکن میں پھر اپنا سوال دہراتا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ قاتل ہیں۔ مسٹر کاشی آپ قاتل ہیں۔ آپ کے چہرے کی لکیریں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ آپ نے اپنی اس زندگی میں لاتعداد نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بڑے بڑے خطرناک لمحات سے گزرے ہیں آپ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کے ہاتھ کی بناوٹ بتاتی ہے کہ آپ کے ہاتھوں بے شمار قتل ہوئے ہیں اور شاید حال ہی میں آپ نے کسی کو پھر قتل کیا ہے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک بات ہے مسٹر کاشی، کیونکہ میرا یہ کہنا میرے لیے بھی موت کا سبب بن سکتا ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں میں اپنے فن سے انصاف برتنا چاہتی ہوں کہ آپ نے حال ہی میں ایک اور قتل کیا ہے۔" میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ میں اس جادوگر عورت کی جادوگری کو تو خیر تسلیم نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک بات میں نے اپنے طور پر ضرور سوچی۔ یقیناً اس کا تعلق سورج گرہن سے ہے۔

میں نے گہری نگاہوں سے اس خوبصورت عورت کو دیکھا اور سوچا، بیوقوف لڑکی تیری یہ غیب دانی ہی تیری موت بن جائے گی غلط آدمی سے ٹکرا گئی ہے لیکن اب میرا کیا قصور ہے۔ جو کچھ تیرے مقدر میں ہے۔"

وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے مسٹر کاشی۔"

"تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"یہی کہ کتنی بے وقوف عورت ہے کسی قاتل کو یہ بتا کر وہ قاتل ہے اپنی جان مصیبت میں پھنسا بیٹھی ہے۔" اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"نہیں کچھ اور۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"بتانا پسند کرو گے؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم نے کتنی آسانی سے ایک شریف آدمی کو قاتل بنا دیا۔"

"میں نے نہیں مسٹر کاشی حالات نے۔"

"کیا ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی اچھی چیز ہوتی ہے" میں نے اُسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اچھی بھی ہوتی ہے اور بُری بھی۔"

"میرے خیال میں اس میں اچھائی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"بعض اوقات نفع نقصان نظرانداز کرنا پڑتا ہے مگر" اس نے کہا۔ میری نگاہیں گہرائی سے کوشل کا جائزہ لے رہی تھیں یہ عورت مجھ سے کیا چاہتی ہے۔" پھر میں نے کہا۔

"بہرحال اگر آپ بہت ذہین ہیں تو میں اس سے متاثر ہو سکتا۔"

"مگر میں تمہیں متاثر کرنا چاہتی ہوں۔" اس بار وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"بہت خوب۔ اس سے آپ کیا حاصل کریں گی۔"

"ساری باتیں ایک ساتھ پوچھ لو گے۔؟" وہ انداز شوخی سے بولی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ میں نے سوچا کہ آپ بہت بڑی مزاج شناس ہیں، چہروں کو دیکھ کر ہی یہ اندازہ لگا لیتی ہیں کہ کس شخص نے کیا کیا ہے۔ دل ہی دل میں اس بات کو میں نے ضرور سراہا تھا کہ اس نے مجھے قاتل سمجھ لیا اور یہ تک کہہ دیا تھا کہ میں نے حال ہی میں کوئی قتل کیا ہے۔ شناسی کے عجوبات کا میں قائل تھا، ساری زندگی ہی عجائبات میں گزری تھی، بھانت بھانت کے لوگ اپنی صلاحیتوں کے میرے سامنے آئے تھے، چنانچہ میں اس فن کو مانتا تھا اور میں کوشل کی اس قیافہ شناسی کو تسلیم کر لیا تھا، لیکن میرے سلسلے میں وہ مار کھا گئی تھی، یہ انداز محبوبیت میرے سینے میں اب کوئی جگہ نہیں رکھتا تھا۔ میں نے تو اتنا کچھ دیکھا تھا کہ اب دیکھنے کی ہوس بھی ختم ہو رہی تھی۔

وہ چند لمحات پُرخیال انداز میں میز کی سطح کھٹکھٹاتی رہی پھر اُس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور دیر تک دیکھتی رہی پھر ایک گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔

"تم لمحہ لمحہ میرے مزاج پر حاوی ہوتے جا رہے ہو۔"

"کیا یہ کمال کی بات نہیں ہے کوشل۔" میں نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"ہاں کچھ لوگوں کو کسی پر قابو پا لینے میں کمال حاصل ہوتا ہے اور تم ان ہی میں سے ایک ہو۔"

"میں نے کس پر قابو پا لیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھ پر۔"

"اوہو۔ اتنے مختصر وقت میں"؟

"قابو پانے کے لیے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔" اُس نے کہا۔

"میرے لیے یہ انکشاف ہے کوشل۔"

"مذاق اُڑاتے جاؤ گے میرا۔ کیا سمجھتے ہو مجھے یہ بتاؤ۔"

"اوہ۔ میں آپ کو ایک قابلِ احترام خاتون سمجھتا ہوں اور بس۔"

"ظاہر ہے ابتدائی ملاقات میں کسی کے بارے میں صرف اتنا ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"دیکھو کاشی۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ یہاں چنگ ہاؤس میں ہماری ملاقات ہو گئی مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے قدم ہی وجہ سے مجھے چنگ ہاؤس لائے تھے کہ تم سے ملاقات ہو جائے۔"

"مگر محترمہ اس مختصر ملاقات میں مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔"

"بہت کچھ۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔

"تو ذرا فرما دیجیے۔"

"میری صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتے ہو یا اپنے شبہے کی تصدیق کر لینے کے خواہش مند ہو۔"

"شبہہ۔"

"ہاں شبہہ۔"

"کیسا شبہہ۔؟"

"یہ میں نہیں جانتی لیکن مجھے یوں اندازہ ہوتا ہے جیسے تم میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔ ذرا ایک بار پھر اپنے ذہن میں وہ باتیں لاؤ جو تم ابھی میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔" اس نے کہا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ میرے ذہن میں وہی خیالات اٹھے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت سورج گرہن سے متعلق ہے اور پھر جب وہ بولی تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"دیکھو میں جادوگر نہیں ہوں، مگر میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ دنیا کے مختلف علوم سیکھنے میں گزارا ہے میں جانتی ہوں کہ ایک کمزور عورت ہونے کی وجہ سے میں ان علوم سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکی اور اپنے طور پر ہی انہیں استعمال کرتی رہی ہوں۔ لیکن شاید تمہیں یہ سن کر تعجب ہو کہ ان علوم کے حصول کی وجہ سے ہی مجھے اپنے تمام قیمتی سرمائے کھو دینا پڑے۔"

"دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے۔ ایک کے بعد ایک نیا انکشاف کر رہی ہیں آپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں کاشی ہاں۔ تم پر یہ تمام انکشافات نئے ہیں میرے دل سے پوچھو ان کی حقیقت۔"

"کوشل۔ آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔؟" اس بار میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کاشی مجھے تمہارے وجود میں ایک بھٹکا ہوا انسان نظر آتا ہے میں تمہارے تجربے کی زندگی کو چیلنج نہیں کر سکتی۔ میں جانتی ہوں تمہاری آنکھوں کا انداز تمہارے چہرے کی ایک ایک شکن بتاتی ہے کہ اس میں تجربات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں لیکن نجانے کیوں تم میری طرف سے لاپرواہی برت رہے ہو تو میں کہہ رہی تھی کہ میں تمہیں ایک بھٹکا ہوا انسان سمجھتی ہوں۔ وہ جو کسی کی تلاش میں سرگرداں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے کاشی، انسان اس دنیا میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا لیکن سب ایک دوسرے کی مدد کے سہارے زندہ رہتے ہیں انسانی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لو یہ جذبہ یہ احساس تمہیں ہر جگہ ملے گا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اتفاق سے یہ ملاقات کے لمحات میرے لیے ایک مقصد کا باعث بن گئے ہیں تو کیا تم اسے فریب کہو گے۔ مجھے بتاؤ کہ تم میرے بارے میں اپنے ذہن میں کیا شبہہ رکھتے ہو اگر تم اس بات کا جواب دے دو گے تو میں اس کے بعد آگے کی بات کروں گی۔"

"تم نے ابھی مجھے قاتل کہا۔"

"ہاں کہا اور اس سے کبھی بھی انحراف نہیں کروں گی۔"

"جبکہ میں قاتل نہیں ہوں۔"

"اگر تم قاتل نہیں ہو تو میں اپنے اس فن پر لعنت بھیجتی ہوں جس نے مجھے غلط راستوں پر بھٹکایا اور اگر ہو تو مجھ سے آگے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرو۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں اپنے ذہن میں وہ باتیں دہراؤں جو میں نے تمہارے بارے میں سوچی تھیں یا جو کچھ میرے ذہن میں ہے کیا اندازہ لگایا اس احساس سے تم نے کیا تم ٹیلی پیتھی کی ماہر ہو۔"

"نہیں قطعی نہیں، ٹیلی پیتھی ایک الگ فن ہے اور میرا فن اس سے مختلف ہے۔"

"مطلب؟"

"ذہن میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں چہرے کے عضلات اُن کا اثر قبول کرتے ہیں۔ وہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے چہروں کو سپاٹ رکھنے پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ذہن سوچ کا عکس ہم چہروں کی لکیروں پر پڑتا ہے اور میں اُنہی لکیروں کو پڑھنے کی

ماہر ہوں۔"

"کیا یہ ایک نیا اور اجنبی فن نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں ہے۔ ابھی دنیا اس سے قطعی روشناس نہیں ہوئی لیکن اس کی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں۔ بات واقعی درست ہے چہرے کے تاثرات دماغی سوچ سے متعلق ہوتے ہیں۔ میرے بارے میں کیا اندازہ لگایا ہے تم نے؟"

"سنو گے تو بھڑک اٹھو گے۔ میں تمہیں بھڑکانا نہیں چاہتی۔"

"چلو وعدہ کوشل نہیں بھڑکوں گا اب کہو۔"

"تم میرے بارے میں شک و شبہات رکھتے ہو۔ یہاں چنگ ہاؤس میں تم کسی خاص مقصد سے آئے ہو۔ تم اپنی زندگی کے کسی ایسے مشن میں مصروف ہو جس میں تمہیں مکمل ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔" اس نے کہا اور اب میرے بیے چونکنے کی باری تھی۔

"کون ہے یہ عورت کون ہے۔ کتنا جانتی ہے میرے بارے میں کیا اس کا فن اسے سب کچھ بتا رہا ہے۔ یا یہ صرف مجھے بیوقوف بنا رہی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس بے وقوف بنانے والی عورت سے اچھی طرح نمٹنا ضروری ہوگا۔"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں تمہیں بے وقوف نہیں بنا رہی ہوں تم سے فراڈ نہیں کر رہی جس طرح چاہو مجھے آزما لو۔ انتقامی کارروائی یا کوئی غلط ذہنی جذبہ رکھ کر میرے بارے میں برے انداز میں سوچنا مناسب نہیں ہوگا۔" وہ بولی اور میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ گویا اب میرا چہرہ اس کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھا اور وہ اسے پڑھ کر اس کے سامنے تفصیل دوہرا رہی تھی۔

"آنکھیں بند کرنے سے کچھ نہیں ہوتا چہرے کی لکیریں جوں کی توں رہتی ہیں۔" وہ بولی اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم واقعی خطرناک عورت ہو۔"

"نہیں ہرگز نہیں مجھے آزما کر تو دیکھو۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے مجھ سے کیا چاہتی ہو۔"

"اتفاق سے مجھے اپنی پسند کا ایک شخص مل گیا ہے۔ میں تم سے امداد کی خواہاں ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"ان لوگوں سے انتقام لینے کے سلسلے میں جنہوں نے میری زندگی برباد کر کے رکھ دی ہے۔"

"تمہاری زندگی کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔؟"

"ایک لمحہ میں اتنی تفصیل معلوم کر لینا مناسب نہیں ہوگا مجھے تمہارے جیسے کسی شخص کے تحفظ کی ضرورت ہے۔"

"تمہیں یہ کیسے یقین ہوگیا کہ میں اتنا ہی فارغ آدمی ہوں۔"

"پھر وہی سوال کر رہے ہو جس کا جواب ابھی ابھی دے چکی ہوں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ کیا تم یہ بھی بتا سکتی ہو کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔"

"نہیں۔ میں نے کہا نا لفظ بہ لفظ تو سب کچھ نہیں بتا سکتی البتہ کوئی ایسا جذبہ کوئی ایسا احساس تمہیں یہاں لایا ہے جو انتقامی کیفیت رکھتا ہے اور جس میں تم ایک الگ انداز میں کچھ کرنا چاہتے ہو۔ اب میں نے دل میں اس عورت کو تسلیم کر لیا تھا پھر میں نے کہا۔

"میرے دل میں تمہارے بارے میں ایک خیال آیا تھا۔"

"ہاں۔ وہ یہ کہ شاید میرا تعلق بھی تمہارے ان دشمنوں سے ہے جن سے تم نبرد آزما ہو۔"

"بالکل ٹھیک یہی سوچا تھا۔"

"میں ان میں سے نہیں ہوں بس یوں سمجھ لو کہ چنگ ہاؤس اکثر آتی رہتی ہوں اپنے ان خطرناک دشمنوں کی تلاش میں جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ممکن ہے ہم دونوں مل کر اپنے اپنے دشمنوں کا خاتمہ کر لیں۔ بولو کیا تم میری اس حیثیت کو قبول کر لو گے کیا تم مجھ سے دوستی کر سکتے ہو۔"

"ہم دوست تو بن چکے ہیں کوشل میرا خیال ہے یہ کافی ہے۔" میں نے کہا۔

"تم ایک بات کو ذہن میں رکھو۔ میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اگر ہم دونوں کا مقصد ایک ہو جائے تو پھر ہم ایک دوسرے کے لیے کارآمد ہو سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے چنگ ہاؤس میں، میں ایک خاص مقصد کے لیے آیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ تم سے ملاقات کرنے کے بعد میرا کوئی اور مقصد نہیں رہا میرے ذہن میں۔"

"تو پھر آؤ اٹھیں یہاں سے۔"

"کہاں؟"

"میری کوٹھی پر چلو۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو میرے پاس میری کار موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"میری کار کا تعاقب کرنا۔" وہ بولی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔

باہر نکل کر میں نے پدما کے بارے میں سوچا۔ پدما بیشک ایک بہترین معاون تھی لیکن ذہنی طور پر وہ اتنی برتر نہیں تھی کہ میرے قدم بہ قدم چل سکے۔ میرے ذہن میں اب جو منصوبہ آیا تھا وہ مختلف

تم کا تھا اور میں اس سلسلے میں اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا چاہتا تھا پدما ے ذریعے مالی مسئلے حل ہو جاتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی ایسی ات نہیں تھی پدما کو الگ رکھ کر میں زیادہ موثر انداز میں کام یتا تھا پہلے بھی میں نے اس بارے میں سوچا تھا لیکن پھر یہ دچ کر نظر انداز کر دیا تھا کہ پدما بے چاری تنہا کہاں رہے گی ین اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ کوشل اگر واقعی میرے لیے کارآمد ت ہو سکتی ہے تو یہ زیادہ خطرناک عورت ثابت ہوگی اور اس ، ذریعے میں اپنے مسائل حل کر سکوں گا۔

پدما سے اس سلسلے میں معذرت کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا اسے بس یہ بتانا کافی ہوگا کہ میں سورج گرہن کے راستے پر بڑھ ا ہوں اور اب اس سے علیحدگی ہی مناسب ہے۔ پدما کے سینے ں انتقام کی آگ روشن ہے جہاں بھی اس کی ضرورت پیش آئی ں اسے ضرور تکلیف دوں گا لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ میں کوشل ے ساتھ مقیم ہوں عورت کا معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے پدما اچھی اصی راستہ پر چل رہی ہے لیکن جب اسے یہ علم ہوگا کہ میں کوشل ے ساتھ وقت گزار رہا ہوں تو شاید وہ مجھ سے برگشتہ ہو جائے ام تر تجربات یہی کہتے تھے کہ ہمیشہ انسان کو ذہانت سے کام لینا ہیئے۔

کوشل کی کوٹھی میری توقع سے کہیں زیادہ شاندار تھی وسیع و ریض گیٹ سے گزرنے کے بعد ہم پورچ میں پہنچ گئے دونوں نے کاریں روکیں اور میں کوشل کے ساتھ اندر کی جانب چل پڑا ند ملازم قسم کے لوگ نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جو پدما پر حاوی ہوتی وہ مجھ کو لیے ہوئے ڈرائنگ روم یں پہنچ گئی۔

"یہ میری رہائش گاہ ہے۔"

"تمہارے ذرائع آمدنی کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں کوشل۔"

"ہاں۔ میرے مرحوم شوہر کی چھوڑی ہوئی کروڑوں روپے لی جائیداد میری ملکیت ہے لوگ مجھے ایک عیاش بیوہ سمجھتے ہیں مختلف پارٹیوں اور فنکشنوں میں آتی جاتی رہتی ہوں۔ زندگی کے کئی روپ اپنا رکھے ہیں میں نے جس میں سے ایک تم نے اس وقت دیکھا اگر کوئی مجھے اس حالت میں چنگ ہاؤس جیسی بدنام جگہ دیکھ لیتا تو کبھی یقین نہ کرتا کہ میں کوشل ہوں۔"

"کوشل تمہارے شوہر کا نام کیا تھا؟"

"رام سہائے۔" اس نے جواب دیا۔

"گویا تمہیں کوشل رام سہائے کے نام سے جانا جاتا ہوگا۔"

"ہاں۔ تمہارا کہنا درست ہے۔"

"اور تم سماجی حلقوں کی ایک بہت بڑی شخصیت ہوگی۔"

"یہ بھی کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ کچھ لوگ میری زندگی کے درپے ہیں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"وہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میری طویل دشمنی چل رہی ہے اور میری زندگی کا ایک خاص مقصد ہے۔"

"اچھا چلو۔ اب ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ کون لوگ ہیں وہ۔؟"

"ان کا تعلق ایک بہت بڑی تنظیم سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"اور اس تنظیم کا نام سورج گرہن ہے۔ میں ساکت ہو گیا تھا کوشل میرے چہرے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک دم سے چونک پڑی۔

"ارے کیا واقعی۔ کیا واقعی۔؟"

"کیا۔؟" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"گویا تمہارے اور ہمارے مشترکہ دشمن ایک ہی ہیں۔" اس نے سوال کیا۔

"ایسا ہی لگتا ہے کوشل۔ ایسا ہی لگتا ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہوئی کاشی۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہوئی اس سے اچھی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"کوشل۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سورج گرہن کے بارے میں مجھ سے زیادہ ہی جانتی ہو۔ گی تمہاری ذہانت اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ تم نے ابتک اپنے کام میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہوگی۔"

"نمایاں نہ کہو بس تھوڑا بہت اس سلسلے میں معلومات حاصل کر سکی ہوں عورت ہوں نا بے شمار راستوں پر میرے قدم رک جاتے ہیں مجھے ایسے کسی ٹھوس اور مضبوط سہارے کی ضرورت تھی جو میرے اس مشن میں میرا معاون ثابت ہو۔"

"اگر سورج گرہن کے خلاف تمہارا مشن جاری ہے تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں تمہارا ساتھی ہوں۔"

"تو پھر ہاتھ ملاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ بھینچ کر چھوڑ دیا تھا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کوشل کہ سورج گرہن کے سرکردہ لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں۔

"اگر تم سورج گرہن کے کسی ایک آدمی کو اس تنظیم کا سربراہ

کہتے ہو تو یہ تمھاری غلطی ہے مختلف لوگ اس تنظیم میں ترا کردار رکھتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ انھیں کنٹرول کرنے والا ایک ہی شخص ہے۔“

”تم نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں؟“

”ابھی کچھ زیادہ نہیں لیکن بہت جلد میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گی۔“

”اچھا یہ بتاؤ ساجن داس نامی کسی آدمی کو جانتی ہو؟“ میں نے سوال کیا۔ اور کوشل کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔

”ساجن داس۔“ وہ کرخت لہجے میں بولی۔

”ہاں۔“

”جانتی ہوں اچھی طرح جانتی ہوں۔“

”کیا اس کا تعلق۔؟“

”یہ شخص تنظیم کے بڑوں میں شامل ہے۔“

”کہاں رہتا ہے۔؟“

”کہیں نہیں۔“ کوشل نے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“

”یہ بہت کم سامنے آتا تھا اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ یہ کہاں رہتا ہے بس اس کا نام منظر عام پر ہے۔“

”تم بھی اسے نہیں جانتیں۔“

”ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں لیکن صرف شکل کی حد تک وہ کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہے۔“

”ہوں۔ تو گویا اسے تلاش کرنا ہو گا۔“

”یقیناً۔ اور ہم اپنی اس کوشش میں بلاشبہ کامیاب ہو جائیں گے۔“ کوشل نے کہا پھر بولی۔

”کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔“

”کوشل اب جب یہاں تک تفصیلات ہم نے ایک دوسرے کو بتا دی ہیں تو پھر میں تمھیں کچھ اور بھی بتانا چاہوں گا۔“

”ہاں کہو۔“ وہ بولی اور پھر میں اسے اپنی کہانی سنانے لگا لیکن میں نے اپنی ذاتی کہانی اسے نہیں سنائی تھی یہ نہیں بتایا تھا اسے کہ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے بلکہ میں نے اسے کاشی رام کی حیثیت سے ہی اپنی پوری داستان سنائی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے پدما وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور کوشل پُر خیال انداز میں میری شکل دیکھتی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

”واقعی بات بڑی دلچسپ ہے پدما کو بھی اگر تم چاہو تو یہیں بلا لو کہیں اور وہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔“

”نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پدما الگ ہی رہے لیکن ہم اس کی خبر گیری کرتے رہیں۔“

”اس سلسلے میں ہمیں کیا دقت ہو سکتی ہے لیکن تم یہیں قیام کرو۔“

”ٹھیک ہے میں پدما سے اس موضوع پر بات کر لوں گا اس کے بعد۔“

”نہیں۔ تم اس موضوع پر بات کر کے فوراً یہاں واپس آجاؤ پلیز۔ یہ میری درخواست ہے تم سے۔“ میں کوشل کی شکل دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ پدما سے ملاقات ہونے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی وہ میری طرف دیکھ رہی میں نے اسے بتایا تھا کہ چینگ ہاؤس جانے کے بعد مجھے ایسے معاملات سے واسطہ پڑا ہے جس کی مستقل چھان بین ہو گی اس سلسلے میں بہتر یہ ہو گا کہ پدما مجھے تنہا چھوڑ دے اور خود کسی ایسی جگہ قیام کرے جہاں اس کا دل بھی لگ جائے۔ جب تک کوئی موثر کارروائی نہ کر لوں اس سلسلے میں مصروف رہوں گا۔“ پدما چونکہ ہر معاملہ میں مجھ سے تعاون کرتی تھی اس لیے وہ اس بات پر بھی آمادہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

”اس طرح تنہا کسی ہوٹل میں رہنا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔ یہاں میری بہت سی سہیلیاں ہیں جن کے ساتھ میں آرام سے رہ سکتی ہوں۔ اگر تم ایسی ہی ضرورت محسوس کرتے ہو تو میں ان میں سے کسی کے ہاں چلی جاتی ہوں اور اس کے بارے میں تمھیں اطلاع دے دوں گی۔“

”شکریہ پدما۔ میں اس تعاون کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔“

”مگر تم مجھ سے کبھی کبھی ملتے رہو گے کاشی۔ تم جانتے ہو۔“

”یہ کوئی کہنے کی بات ہے پدما۔ یہ تو میرا فرض ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ پدما کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو گیا تھا چنانچہ اس کے بعد میں واپس کوشل کے پاس پہنچ گیا اور کوشل نے میرے لیے ایک آراستہ کمرہ منتخب کر دیا جہاں میں قیام کر سکتا تھا۔

کوشل کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ ابھی تک قائم نہیں ہو سکا تھا، اس نے بتایا تھا کہ اس کے شوہر کی بے پناہ دولت اس کی معاون ہے، درحقیقت اس کی کوٹھی کو دیکھ کر بھی اندازہ ہوتا تھا، لیکن کوٹھی میں عام قسم کے ملازموں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

رات کو ہم لوگ ڈنر کے بعد دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے، میں نے کوشل سے پوچھا کہ اب مجھے اس کے ساتھ رہ کر کیا کرنا ہے وہ کہنے لگی۔

”دیکھو کاشی سورج گرہن تنظیم بہت خطرناک ہے اس کی جڑیں نہ جانے کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں، اس کے بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں۔ میں نے ایک جال چلی ہے جس کے تحت سورج گرہن کے بڑے بڑے ارکان میری نگاہ میں آسکتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو تلاش کروں گی اور تم ان کا صفایا کر دو گے، کیونکہ تم قتل کرنے میں دقت محسوس نہیں کرتے۔“

”گویا اب میں ایک کرائے کا قاتل ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیسی باتیں کرتے ہو کاشی، میں نے تمھیں اپنی زندگی میں اتنا بڑا مقام دیا ہے اور تم اپنے آپ کو صرف کرائے کا آدمی سمجھتے ہو میں تمھیں کچھ دے تو نہیں رہی یہ تو ہمارا ایک مشترکہ مشن ہے۔“

”میں نے مذاق میں کہہ دیا تھا کوشل، تم اس چیز کو محسوس نہ کرو۔“

میرے ذہن میں ایک بڑا منصوبہ ہے، بہت بڑا منصوبہ مگر ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں نے جال پھیلا رکھے ہیں، تم یوں سمجھو کہ میں بھی اس سلسلے میں معمولی کردار ادا نہیں کر رہی۔ میرے نمائندہ بھی پھیلے ہوئے ہیں جو سورج گرہن کے لوگوں کو جال میں پھانس پھانس کر میرے پاس لاتے ہیں لیکن ابھی تک ان میں مجھے کوئی ایسا کام کا آدمی نہیں مل سکا، جس سے میں اپنا انتقام لے سکتی۔“

میں نے دلچسپ نگاہوں سے کوشل کو دیکھا اور پھر کہا۔

”آئیڈیا تو بہت اچھا ہے، تمھارے اس طریقۂ کار سے مجھے خوشی ہوئی کوشل میں چاہتا ہوں کہ ساجن داس کو تلاش کیا جائے، یہ کوئی بہت ہی اونچی چیز ہے۔“

”مل جائے گا وہ بھی مل جائے گا۔“

”لیکن تمھارے لیے کام کرنے والے۔؟“

”ہاں یہاں کے کچھ چھٹے ہوئے غنڈے ہیں، جو میرے اشارے پر میرے مطلوبہ لوگوں کو اغوا کر کے یہاں لے آتے ہیں“ اس کوٹھی کے نیچے میں نے ایک ایسی جگہ بنا رکھی ہے جہاں ان لوگوں کی زبانیں کھلوائی جاتی ہیں اور پھر انھیں گونگا بہرہ کر کے یہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔“ میں ایک لمحہ کے لیے چونک پڑا تھا۔

”گونگا بہرہ کر کے؟“

”ہاں۔ تاکہ وہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہ بتا سکیں۔“

”تو کیا تم ان کی زبانیں کاٹ دیتی ہو۔“

”نہیں۔“ کوشل مسکرائی۔

”پھر۔؟“

”اس کے لیے میں نے ایک خاص طریقۂ کار سوچ رکھا ہے۔“

”یعنی۔“

”بس میں ان کا برین واش کر دیتی ہوں ان کے ذہن سے وہ لمحات نکال دیتی ہوں جو انہوں نے میرے ساتھ گزارے ہیں۔“

”گویا گویا عام حالات میں وہ اپنی اصل حیثیت میں رہتے ہیں۔“

”ہاں۔ میں عام قسم کے لوگوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتی۔ تم خود بتاؤ۔“

میں تو ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا تھا گونگے بہرے سے میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم شاید ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرتی ہو جو انسانیت سوز ہو۔

”عام لوگوں کے ساتھ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی لیکن اگر سورج گرہن کا کوئی نمائندہ میرے ہاتھ لگ جائے جو بہت بڑی حیثیت رکھتا ہو تو پھر میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گی۔

”ٹھیک ہے میں تم سے متفق ہوں۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر مجھے بلانے کے لیے ایک خوبصورت سی لڑکی آئی تھی اس کا نام بندو تھا چھوٹے سے قد کی حسین لڑکی مجھے بڑی دلکش لگی اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چپکی رہتی تھی۔

”مالکن بلا رہی ہیں صاحب جی۔ اس نے کہا۔

”کون ہو تم۔؟

”بندو ہیں جی ہم۔ وہ بولی۔

”اچھا اچھا۔ تم تو واقعی بندو ہو۔ چلو ٹھیک ہے میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگیا سفید رنگ کی ایک خوبصورت سی ساری میں ملبوس کوشل میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور رات کی نسبت وہ مجھے اس وقت بہت زیادہ دلکش محسوس ہوئی کیونکہ اس کا چہرہ ہر قسم کے میک اپ سے بے نیاز تھا آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکنا کسی عام آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا ایک عجیب سی کشش تھی اس کی آنکھوں میں مجھے لمبے بال کھلے ہوئے تھے اس نے مجھے ایک ادا سے مخاطب کیا اور بیٹھنے کی پیشکش کی میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔
"رات کی نسبت میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔"

"کل ایک آدمی ہمارے ہاتھ لگ رہا ہے میرے آدمیوں نے مجھے اطلاع دی ہے۔
"کمال کی چیز ہو تم کوشل۔
"بس اب یہ کمال ہم دونوں مل کر کریں گے۔ وہ مسکرائی۔
بقیہ دن ہم دونوں نے ساتھ ہی گزارا کوشل کے انداز میں بڑی دلکشی تھی ہار رہا میں نے اپنے آپ کو اس سے متاثر ہوتے ہوئے محسوس کیا اس کی بعض باتوں سے میں پگھل جاتا تھا لیکن ایک بات اور بھی محسوس کی تھی میں نے کہ وہ مجھے متاثر کرنے کے لیے یہ سب کچھ نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے کردار میں کوئی لرزش ابھی تک تو نہیں پائی تھی آئندہ کے بارے میں، میں کہہ نہیں سکتا تھا۔
شام کو ہم دونوں گھومنے کے لیے نکلے کوشل نے میرے لیے کچھ لباس منگوائے تھے اور خود ہی ان کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے اپنی پسند کا لباس مجھے پہنایا اور اس کے بعد میں کوشل کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ہم لوگ مختلف علاقوں میں سیر و تفریح کرتے رہے اس کے بعد ایک کلب میں آ بیٹھے تقریباً بارہ بجے تک ہم کلب میں رہے اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑے کوشل میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی میں ڈرائیونگ کر رہا تھا تب وہ آہستہ سے بولی۔
"جب کوئی مرد ڈرائیونگ کرتا ہے تو کتنا اچھا لگتا ہے۔
"کیا مطلب۔؟"
میں بھی ڈرائیونگ کر لیتی ہوں لیکن اگر کوئی ساتھ بیٹھا ہو بشرطیکہ وہ ڈرائیور نہ ہو تو بہت عجیب سا لگتا ہے ایک تحفظ کا سا احساس ہوتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم سارے کاموں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا کوشل کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے لیکن ان جذبات کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کوٹھی پہنچنے کے بعد وہ انتہائی مخلصانہ انداز میں بولی۔
اچھا اب آرام کرو۔ کل ہمیں کام کرنا ہے میں خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا کوشل کے کردار نے ذہن پر عجیب سا اثر ڈالا تھا اب آہستہ آہستہ اس کے سلسلے میں میرے دل سے شکوک و شبہات ختم ہوتے جا رہے تھے ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی ایک کارآمد شخصیت ہے کے ذریعے اپنا مقصد ضرور حاصل کر لوں گا اصل مقصد میں نے کوشل کو ہوا تک نہیں لگنے دی تھی میں اسے نہیں چاہتا تھا کہ میرے دل کے گوشوں میں کون سا کرب ہے اور در حقیقت میں کیا چاہتا ہوں اور یہ سب بتانے کا نہیں تھا۔
میرا کرب میری ذات سے متعلق تھا کون جان سکتا تھا کہ سرائے عالمگیر کا راجہ نواز اصغر جو کل تک ایک تھا اب صرف محبت میں ڈوبا ہوا ایک ایسا شخص ہے بچھڑے ہوئے قافلوں کی تلاش ہے۔ زیبی میرے دل درد بن چکی تھی ترلوکا نے در حقیقت مجھ پر ایسا کاری وار کیا کہ اس کے بعد مزید کچھ سہنے کی گنجائش نہیں تھی میرے میں اب صرف انتقام کی مشعل روشن تھی اور اس میں اس مشعل روشن رکھنا چاہتا تھا کوشل کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے کئی گزر گئے۔
اس دوران خاموشی کے ساتھ وقت گزرتا رہا تھا ہم لوگ دو اچھے دوستوں کی مانند زندگی گزار رہے تھے کوشل کی مصروفیات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے سلسلے میں مجھے کچھ سوچنا پڑتا پدما سے اس دوران ایک دو بار گفتگو ہوئی تھی لیکن وہ صبر کرنے والی لڑکی تھی اور در حقیقت میں اسے ان معاملات میں زیادہ ملوث کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔
کاشی کی حیثیت سے وہ مجھے چاہتی تھی لیکن میں کاشی نہیں تھا حالانکہ ساجن داس نے اسے اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ میں کاشی کے روپ میں کوئی اور ہوں لیکن پدما کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی یا تو وہ کاشی کو کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتی تھی اور یہ تسلیم کر بیٹھی تھی کہ اگر میں کاشی نہیں بھی ہوں تب بھی اس کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہے یا پھر وہ کوئی گہرا کھیل کھیل رہی تھی لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ گہرا کھیل کھیلنے کی ماہر ہو۔
گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس سے میری دلچسپی کسی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی اور کوشل کی جانب رغبت تھی۔ لیکن ذہن کے کسی گوشے میں کوشل کے لیے وہ جگہ نہیں تھی۔ جو زیبی کے لیے موجود تھی۔
چند روز اسی انداز میں مزید گزر گئے اور پھر ایک

شام کو کوشل نے مجھ سے کہا۔
ایک شخص مجھ سے ملنے آ رہا ہے میرے لیے اجنبی ہے بظاہر میرے کاروبار سے متعلق معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نام بڑے ذرا قابل غور ہے تم میرے ساتھ رہو گے کاشی بال رکھنا۔
"کون ہے وہ۔؟ میں نے متجسس انداز میں سوال کیا۔
"اس نے اپنا نام رچرڈ سنگھا بتایا ہے نام ہی ذرا عجیب ہے۔
"رچرڈ سنگھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا یہ عیسائی ہے یا سردار۔
"یہ تو کچھ سامنے آنے کے بعد ہی غور کیا جا سکتا ہے۔"
"اس کا پیغام کہاں سے ملا ہے۔"
"بنکاک سے۔ وہ بنکاک سے یہاں مجھ سے ملاقات کرنے آ رہا ہے۔"
ملاقات کی کوئی وجہ تو ہو گی۔
"اس نے کہا ہے کہ وجہ وہ وہیں آ کر بتائے گا۔ میں خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔
"کب اس نے آنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے پوچھا۔
"اس نے یہ کہا ہے کہ وہ بہت جلد مجھ سے ملاقات کرے گا ممکن ہے آج شام ہی۔"
"اس کا مطلب ہے کہ وہ بنکاک سے یہاں پہنچ چکا ہے۔"
"ممکن ہے۔" بہرحال ہم انتظار کرتے رہے اس شام کوئی نہیں آیا تھا لیکن دوسرے دن صبح کو ٹیلی فون ملا کہ رچرڈ سنگھا آج شام کو کوشل سے ملنے آ رہا ہے۔
ہم دوپہر کو باقاعدہ انتظار کرنے لگے اور پھر تقریباً ایک ڈیڑھ بجے ایک شاندار کار کوشل کی کوٹھی میں داخل ہوئی لمبی اور قیمتی کار تھی ڈرائیور نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا دبلے پتلے جسم کا ایک آدمی سوٹ پہنے ہوئے نیچے اترا۔ لیکن یہ رچرڈ سنگھا نہیں تھا کیونکہ اس کے فوراً بعد ہی ایک طویل القامت آدمی نیچے اتر آیا اس کا لباس اور حلیہ دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا تھا کہ کسی تھیٹر سے متعلق آدمی ہے لمبے قد و قامت کا خوبصورت آدمی تھا۔ باریک باریک تلوار مار کہ مونچھیں تھیں جو اس زمانے میں رائج نہیں ہیں۔
بہت خوبصورت سلک کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہوئے تھا چال میں ایک مخصوص تمکنت تھی جسے بناوٹی چال بھی کہا جا سکتا تھا ہم دونوں نے مکان کے برآمدے میں اس کا استقبال کیا رچرڈ سنگھا کی آنکھیں بہت عجیب تھیں بڑی بڑی لیکن پھیلی پتلیوں والی آنکھیں وہ صاف اردو بول رہا تھا۔ برآمدے میں اس نے رک کر کہا۔
"کیا میں میڈم کوشل سے مخاطب ہوں۔
"میرا نام کوشل ہے۔ کوشل نے جواب دیا۔
"اور یہ"
"میرے سیکرٹری مسٹر کاشی رام۔ کوشل نے پھر کہا۔
"میں معذرت خواہ ہوں کہ اس پر طرح، پراسرار حالت میں یہاں پہنچا لیکن میڈم کوشل آپ سے ملنا میرے لیے اتنا ہی ضروری تھا بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں بنکاک سے یہاں تک کا سفر طے کر کے صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے ملاقات کر لوں۔
"تشریف لائیے۔ کوشل نے پر تکلف انداز میں کہا اور رچرڈ سنگھا کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی میں اس شخص کو بغور دیکھ رہا تھا کم بخت عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا اس کے انداز میں بڑی شاہانہ سی کیفیت تھی۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قدیم دور کا کوئی بادشاہ اس دور میں آ گیا ہو صوفے پر بیٹھ کر اس نے کوشل کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف پھر آہستہ سے بولا۔
کاروباری معاملات میں بے شک سیکرٹری رازدار ہوتے ہیں لیکن کیا نجی زندگی میں بھی ان کی شمولیت ضروری ہوتی ہے ہاں کم از کم مسٹر کاشی میری زندگی میں ہر چیز سے واقفیت رکھتے ہیں۔
"ٹھیک۔ بہر طور میڈم کوشل۔ میں آپ سے سائیکا بانا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔
"سائیکا بانا۔ کوشل نے سرسراتی آواز میں کہا میں نے کوشل کے چہرے پر چونکنے کے آثار دیکھے تھے۔ پھر وہ سنبھل کر بولی۔
"میں سمجھی نہیں۔ سائیکا بانا کیا چیز ہے کس جگہ کا نام ہے۔
ہاں۔ وہی جگہ جہاں کوئلے کی کھدائی ہو رہی تھی لیکن رچرڈ سنگھا نے الفاظ ادھورے چھوڑ دیئے۔
اوہ۔ اچھا اچھا۔ آپ وہاں کی بات کر رہے ہیں کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔؟

"میڈم کوشل دراصل وہ علاقہ میری قدیم ملکیت ہے شاید آپ کو یہ سن کر دلچسپی محسوس ہو کہ سائیکا بانا کا علاقہ ایک انتہائی بنجر اور بیکار علاقہ تھا وہاں دور دور تک آبادی نہیں تھی چونکہ ساحلی علاقہ تھا اس لیے کبھی کبھی کچھ جہاز وہاں رک جاتے تھے وہیں پر ایک بحری قزاق کا نام بہت مشہور ہوا تھا جو دابان سنگھا کے نام سے مشہور تھا دابان سنگھا بہت خونخوار تھا۔ اور بحری قزاقی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا لیکن ایک یورپین عورت نے اس کی زندگی بدل دی۔ یہ یورپین عورت ایک تباہ شدہ جہاز سے دابان سنگھا تک پہنچی تھی۔ بعد میں سنگھا سے اس نے شادی کر لی اور سنگھا نے بحری قزاقی چھوڑ کر سائیکا بانا آباد کر لیا۔

وہ اچھا انسان بنا تو پھر اتنا اچھا انسان بنا کہ اس کی مثال دی جانے لگی۔ سائیکا بانا کے اس علاقے میں اس نے اپنا خاندان محدود کر لیا۔ لیکن یہ ساری زمینیں اس کی اپنی ملکیت تھیں۔ اس نے ان زمینوں کو آزاد کر دیا بنجر زمینیں تھیں حکومت نے کوئی توجہ نہ دی کوئی کام نہیں ہوا وہاں پر سوائے اس کے کہ سائیکا بانا وہاں آباد رہا اور بہت تھوڑے سے لوگوں کی اس آبادی نے وہاں رہ کر اچھی خاصی ترقی کی۔

پھر وہاں کے ٹھیکے اٹھنے لگے ہم لوگ آج بھی وہیں آباد ہیں میری ماں مر چکی ہے باپ بھی مر چکا ہے میں دابان سنگھا کا بیٹا رچرڈ سنگھا ہوں۔ رچرڈ کا نام میری ماں نے رکھا تھا اور سنگھا کا نام میرے باپ سے منسوب ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی کوتلے کی اس کان میں جس میں ہیرے برآمد ہوئے ہیں میرا اتنا ہی حصہ ہے مادام کوشل جتنا آپ کا۔

"ہوں۔ تو آپ حصہ وصول کرنے آئے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں آپ کو اپنا بہترین تعاون پیش کرنے آیا ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں حصہ کسی طور نہیں حاصل کر سکتا میرا کوئی قانونی حق نہیں ہے لیکن اگر آپ ان کانوں سے ہیرے حاصل کرنا چاہتی ہیں تو اس کے لیے آپ کو رچرڈ سنگھا کی مدد حاصل کرنا ضروری ہوگی۔ وہ لوگ جو ان کانوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں میں جانتا ہوں کہ ان کے مقاصد کیا ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ آپ کو قتل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہو جائیں رچرڈ سنگھا ایک ایسی شخصیت ہے جو آپ کو ان سے بچا سکتا ہے دوسری شکل میں آپ نقصان اٹھا جائیں گی میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہیرے میری معرفت فروخت ہوں اور میں ان کا کمیشن وصول کروں میں جہاں چاہوں ان ہیروں کو پہنچاؤں آپ صرف کان کی مالک ہیں ہیروں کی سیل ایجنسی مجھے دے دی جائے"

رچرڈ سنگھا کی باتیں بڑی دلچسپ تھیں میں نے کوشل کی طرف دیکھا کوشل پرخیال انداز میں گردن ہلا رہی تھی تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اور اگر میں اس بات سے انکار کر دوں تو؟"

"تو بھی کچھ نہیں ہوگا میڈم میں مزید کوشش کرتا رہوں گا میرا خیال ہے میں آپ کو اس سلسلے میں مزید کچھ ایسی چیز پیش کروں جو آپ کے لیے باعث دلچسپی ہو" اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔ اور دبلے پتلے جسم کا آدمی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس موجود تھا رچرڈ سنگھا نے بریف کیس اس کے ہاتھ سے لے لیا اسے کھولا اور چند لمحات کے بعد جب اس نے بریف کیس میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک ریوالور تھا جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا میں حیرت سے اچھل پڑا کیونکہ رچرڈ سنگھا نے یہ کام اتنی آسانی اور اتنی ہوشیاری سے کیا تھا کہ ہم لوگ تصور تک نہیں کر سکے تھے کہ اب وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔

کوشل ساکت رہ گئی تھی ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے تھے لیکن پھر وہ سنبھل گئی تھی۔

"خوب، خوب یہ غالباً معاہدے کے سلسلے میں پہلا قدم ہے۔"

"مناسب سمجھیں آپ میڈم اب اگر آپ غور کریں میں آپ کو گولی مار کر ہلاک کر دوں اور آپ کے ساتھ ہی آپ کا یہ سیکرٹری بھی موت کے گھاٹ اتر جائے تو کیا آپ ہیروں کی ان کانوں سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہیں بس انسان اس دنیا سے گیا تو اس کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔"

"ہوں لیکن اس طرح معاہدے نہیں کیے جا سکتے۔ مسٹر سنگھا۔"

"یقیناً میں جانتا ہوں۔ سنگھا نے کہا میں اس دوران آہستہ آہستہ اپنی جگہ تبدیل کر رہا تھا رچرڈ سنگھا میری طرف بھی متوجہ تھا لیکن وہ اصل بات نہیں سمجھ پایا تھا میرے پاؤں کے تھوڑے فاصلے پر ایک سائیڈ ٹیبل رکھی ہوئی تھی

چھوٹے سائز کی تھی اور میں چاہتا تھا کہ میرا پاؤں اس کے نیچے تک پہنچ جائے آہستہ آہستہ کھسک کر میں سائیڈ ٹیبل کے پاس پہنچ گیا میرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور رچرڈ سنگھا یہ دیکھ رہا تھا کہ میں کوئی جنبش تو نہیں کر رہا۔ لیکن اب اس بات کو وہ کیا کرتا کہ دفعتاً میرے پاؤں میں پھنسی ہوئی ٹیبل پوری قوت سے فضا میں اچھلی اور اس کے اوپر اس شاندار نشانے کے ساتھ اس کے پستول پر لگی کہ مجھے خود بھی حیرت ہوئی اس کا پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز بلند ہوئی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور پستول پر جا پڑا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ میں یہاں چوک گیا پستول اس کے سینے کے نیچے دبا ہوا تھا اس نے ذرا سا بدن اٹھا کر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی پسلیوں پر پڑی۔ اور پستول اس کے ہاتھ نہ آسکا البتہ وہ اچھلا تو میں نے جھک کر پھرتی سے پستول اٹھا لیا۔ رچرڈ سنگھا ایک دم سیدھا ہو گیا تھا لیکن دفعتاً ایک کریہہ چیخ سنائی دی دبلا پتلا سیکرٹری جو پیچھے سے مجھ پر حملہ کرنے آ رہا تھا کوشل کے ہاتھ میں دبے ہوئے اس بید کا شکار ہو گیا جس کی موٹھ چاندی کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

رچرڈ سنگھا اب کھڑا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں بے حد خوفناک نظر آ رہی تھیں اس نے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور پرسکون انداز میں کوشل کی طرف رخ کر کے بولا۔

"میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے یہ سب کچھ جو ہوا صرف ایک نمونہ تھا۔"

"اوہ۔ سوری مسٹر سنگھا میں سمجھا واقعی حقیقت ہے کیونکہ ایسے نمونے میں نے اس سے قبل نہیں دیکھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ گڈ۔ اب میں پرسکون انداز میں بیٹھ کر گفتگو کرنی چاہیے۔"

"آپ تشریف رکھیے مسٹر سنگھا آپ تشریف رکھیے" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور سنگھا مجھے گھورتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا سیکرٹری زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن ایک بار بھی سنگھا نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ ڈرائیور باہر ہی موجود تھا میں دلچسپ نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے کوشل کی طرف دیکھا کوشل بہت مطمئن اور کسی حد تک مسرور نظر آ رہی تھی غالباً اس نے میرے سلسلے میں جو محسوس کیا تھا میں اس کے معیار پر پورا اترا تھا۔

رچرڈ سنگھا خاموش بیٹھا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اس کی جلد کے نیچے دوڑتے ہوئے خون کی گرمی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر رچرڈ سنگھا نے کہا۔

"ہاں مس کوشل میں آپ سے جو گفتگو کرنے آیا ہوں وہ یقیناً آپ کے لیے مناسب نہیں ہوگی۔"

"اگر آپ نے یہ محسوس کیا تھا مسٹر سنگھا تو پھر آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟"

"یہ ضروری تھا۔! رچرڈ سنگھا نے جواب دیا۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے سورج گرہن اب آپ کی غلط کاریوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہ بات ہوئی نا مسٹر سنگھا۔ کوشل نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر تو کیا کہ آپ کا تعلق سورج گرہن سے ہے؟"

"اور میں بھی اس بات پر خوش ہوں کہ تم نے سورج گرہن سے لاعلمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ رچرڈ سنگھا نے کہا۔ میں البتہ کسی قدر خاموش ہو گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کوشل نے سورج گرہن کو تسلیم کر کے کچھ بہتر — نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اب خاموشی ہی مناسب سمجھی، پھر کوشل بولی۔"

"خیر تم کیا چاہتے ہو مسٹر سنگھا۔"

"ایسا کوئی درمیانی معاہدہ جو ہم دونوں کے لیے باعث سکون ہو۔"

"کیوں کیا ایک معمولی سی عورت کی وجہ سے سورج گرہن بے سکون ہو گئی ہے، کوشل نے سوال کیا اور رچرڈ سنگھا کے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ !"

"سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات اس کا مقصد ہے کہ بہت معمولی ہیں۔"

"ہاں ایسا ہی سمجھ لیجیے مسٹر سنگھا، دراصل میں کسی بھی چیز کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل کرنے کی شائق نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ معلومات خود بخود چل کر مجھ تک

پہنچ جائیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا اور میرا خیال ہے کہ سورج گرہن میرے سلسلے میں بھی ایسی ہی معلومات رکھتا ہے۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ اگر رچرڈ سنگھا کی ذاتی بات ہو تو ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں، لیکن بات اگر سورج گرہن کی ہے تو پھر معاف کیجیے گا سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات بالکل ناقص ہیں۔ میں یہاں آپ کے پاس سورج گرہن کا ایک پیغام لے کر آیا تھا۔ آپ کے اس نام نہاد ساتھی نے تھوڑی سی جمناسٹک کا مظاہرہ کیا اور اپنی قوتیں دکھائیں، لیکن یہ سب کچھ سورج گرہن کے نام پر نہیں ہوا تھا اگر سورج گرہن کی بات کرتی ہیں تو پھر یہ لیجیے۔ اس نے کہا اور دفعتاً دونوں ہاتھ اٹھا دیئے، اسی وقت دروازے سے چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے دو کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔

وہ سب کے سب اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ تنومند اور توانا آدمی تھے۔ اندر آتے ہی انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔

رچرڈ سنگھا مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔" تو پھر آپ دونوں حضرات سورج گرہن کے نام پر میرے ساتھ چلیے۔

کوشل کے چہرے پر ہراس پھیل گیا تھا اس نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس صورتحال سے بھونچکا سا رہ گیا تھا رچرڈ سنگھا کی پٹائی کرنے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب اور کوئی نہیں ہے ظاہر ہے کوئی ہوتا تو اس کی مدد کے لیے ضرور آتا۔ لیکن یہ سب کچھ جس ڈرامائی انداز میں اچانک ہوا تھا وہ میرے لیے بھی تعجب خیز تھا۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے ہاتھ بلند کرنے کے لیے کہا اور میں نے ہاتھ اٹھا دیئے دوسرے لمحوں میری جیبوں کی تلاشی لی گئی۔ اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا نکال لیا گیا۔ تب رچرڈ سنگھا نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تشریف لائیے میڈم آپ کو یقیناً اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور آپ بھی مسٹر۔

میں خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے اس وقت کوئی احمقانہ دلیری دکھانا مناسب نہیں تھا، چنانچہ ہم لوگ دروازے کی سمت بڑھ گئے کوشل آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ سنگھا نے چند لمحات کے بعد خوش گوار لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ بڑے پرسکون انداز میں باہر نکلیں گے، چار آدمی ہیں جو نا، چار سو آنکھوں کے مالک ہیں ذرا سی جنبش ہوئی اور آپ کے بدن میں سوراخ ہی سوراخ ہوں گے باہر نکل کر آپ میری گاڑی میں تشریف رکھیے گا کسی قسم کا تردد ہرگز نہ پیدا ہونے پائے، یہ لوگ اطراف کی نگرانی کریں گے، آپ بھی ہیں نا مسٹر اور آپ بھی میڈم۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ زندگی کو اس وقت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جب تک کہ بالکل ہی موت کا سامان قریب نہ آ جائے۔

ہم لوگوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر آگے بڑھنے لگے بے ہوش سیکرٹری کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن اس وقت یہ بات میری سمجھ میں آ گئی جب دونوں خالی ہاتھ نقاب پوشوں نے اسے اٹھا لیا۔ اسٹین گن والے ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور پھر وہ کافی پیچھے رہ گئے۔

ہم باہر نکل آئے، چوکیدار گیٹ پر تھا ہم کار میں سوار ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد کار وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور پرسکون انداز میں کار ڈرائیو کر رہا تھا، پچھلی سیٹ پر کشادہ تھی کہ ہم بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ گئے تھے۔

ڈرائیور کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے اس صورتحال پر قطعی کوئی حیرت نہ ہو۔ نہ تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نہ ہی کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھوڑی دیر کے بعد گاڑی گیٹ سے باہر نکل آئی۔

ہم خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ بھری پری شہر کی سڑکیں تھیں لیکن ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں اطمینان سے نشست سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا کیونکہ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب اس وقت کچھ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پیچھے جو کار آ رہی تھی وہ بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی اس میں اسٹین گن والے بیٹھے ہوئے تھے اور اگر میں یہاں پر کچھ کرنے کی کوشش کرتا تو ایک لمحے میں وہ میرے پیچھے پہنچ کر کوئی نہ کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ کار کا سفر خاصا تیز تھا لیکن طویل ہوتا جا رہا تھا۔ ہم سب بالکل خاموش ہو گئے تھے انجن کی مدھم سی سرسراہٹ کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں ایک لمحے کے لیے ذرا سا اپنی جگہ سے سرکا تو رچرڈ سنگھا نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں ڈیئر کچھ کرنے کی کوشش تمہارے لیے صرف ت کی پیامبر ثابت ہوگی چنانچہ بہتر یہ ہے کہ خاموش

"مگر ہم چل کہاں رہے ہیں"؟

"یہ پوچھنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔

تہے۔ میں نے جواب دیا"

"بھلا وہ کیوں۔"

"اس لیے کہ میں میڈم کوشل کا سیکرٹری ہوں"

"مگر دوست وفاداری دکھانے کا موقع ختم ہو گیا ہے وقت تمہیں اس قسم کی کوئی بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے میڈم کوشل بھی یہ جانتی ہیں کہ جب آدمی بے بس ہو جائے تو بھلا وہ کیا کر سکتا ہے۔

میں خاموش ہو گیا، کوشل بھی سڑک پر نگاہیں جمائے ئے تھی۔ ہم ایک مضافاتی علاقے کی جانب جا رہے تھے دور پہنچنے کے بعد گاڑی نے مین روڈ چھوڑ دی اور ایک ئیڈ روڈ پر چل پڑی۔ کچی سڑک تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے ند وہ ایک پکی سڑک سے جا ملی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا اور پھر کار ایک ب اور نیم پختہ سڑک پر دوڑنے کے بعد ایک عمارت ے سامنے رک گئی۔

عمارت قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی۔ لال لکھوری اینٹوں ایک قلعہ نما مکان ہمارے سامنے تھا جس پر لگے ہوئے رے سے گیٹ میں پیتل کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، باہر ایک اسا تالا لٹک رہا تھا۔ رچرڈ سنگھا نیچے اتر آیا اس نے جیب سے چابیوں کا ایک بڑا سا گچھا نکال کر ڈرائیور کی طرف اچھال یا۔ اور اس نے آگے بڑھ کر گیٹ کا وہ بڑا سا تالا کھول یا۔ جو قدیم طرز کا تھا۔ رچرڈ سنگھا نے ہمیں اشارہ کیا۔

بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ عمارت طویل عرصے سے ویران پڑی ہوئی ہے لیکن اندر جانے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہ ویران نہیں ہے۔ تمام عمارت کشادہ اور صاف ستھری تھی، عقبی حصے میں دالان بھی تھا تالا گیٹ میں لٹکانے کے بعد رچرڈ سنگھا نے چابیاں جیب میں ڈالیں اور ہمیں اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ دونوں اسٹین گن بردار اب پھر ہمارے پیچھے آئے تھے، وہ دوسری کار بھی اس کار کے برابر آ کر رک گئی تھی۔

گھاس کے درمیان ایک پختہ راستے پر چلتے ہوئے ہم قدرے اونچائی پر بنی ہوئی اصل عمارت تک پہنچے لیکن رچرڈ یہاں بھی نہیں رکا تھا۔ وہ کئی دروازوں سے گزرتا چلا گیا عمارت کے ایک کونے میں پہنچ کر بیسمنٹ کی کشادہ سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔ اور ہم اس کے اشارے پر سیڑھیاں اترنے لگے۔ میں ایک لمحے کے لیے رکا تو اس نے رک کر میری سمت دیکھا پھر پیچھے اشارہ کر کے بولا۔

"ان لوگوں کو ذہن میں رکھو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے"

ہم سیڑھیاں اتر کر کسی ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوٹھی میں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر لکڑی کا ایک دروازہ تھا رچرڈ نے دروازہ کھولا اور ہاتھ بڑھا کر کوئی سوئچ دبا دیا۔ یہ ایک وسیع و عریض تہہ خانہ تھا۔ انتہائی صاف ستھرا اور اتنا وسیع کہ اس کی دوسری دیوار بھی نظر نہ آئے۔ شاید یہ تہہ خانہ پوری عمارت کے نیچے پھیلا ہوا تھا۔

چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ روشندان کی ایک قطار تھی مگر ان میں ایسی جالیاں لگی ہوئی تھیں کہ روشنی نہیں صرف ہوا اندر آ رہی تھی۔ البتہ اس ہوا کی وجہ سے نہایت خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی۔

وسیع و عریض تہہ خانے کے ایک حصے میں فرنیچر بھی لگا ہوا تھا اور یقیناً یہاں ضروریات زندگی کی وہ تمام چیزیں موجود تھیں، جن کی ضرورت ہو سکتی تھی۔

ہم اندر آ گئے اور تیز روشنی میں یہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگے۔ رچرڈ سنگھا نے کہا۔

"یقیناً یہ جگہ آپ دوستوں کی پسند آئی ہوگی لیکن میڈم کوشل یہاں آپ کو مہمان نوازی کے لیے نہیں بلایا گیا ہے بلکہ یہاں آپ سے بہت سارے حسابات لیے جانے ہیں آئیے تشریف لائیے۔ اس نے کہا اور کرسیوں کی جانب بڑھ گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار دروازے پر جم گئے تھے۔

کوشل نے میری طرف دیکھا اور میں گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کوشل اس وقت میری ہدایت کے مطابق کام کرے۔ وہ میرا مقصد سمجھ گئی تھی چنانچہ ہم سب آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رچرڈ سنگھا کہنے لگا۔

"میڈم کوشل آپ نے اس شخص کو غالباً نیا نیا ملازم رکھا ہے، اس کی کیفیت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ کون ہے اور اس

کا مقصد کیا ہے۔"

"تم نہایت بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو رچرڈ سنگھا سیکرٹریوں کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ یہ شخص۔"

"نہیں میڈم کوشل آپ کے بارے میں ہم نے تمام معلومات حاصل کی ہیں، آپ سیکرٹری پالنے کی عادی نہیں ہیں، یقیناً یہ شخص اس کے علاوہ اور کوئی حیثیت رکھتا ہے، کیا آپ کا۔ رچرڈ سنگھا نے مسکراتے ہوئے کہا اور کوشل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ظاہر ہے تم اس قسم کی باتیں کر سکتے ہو، تمہیں کرنا بھی چاہیے، تم جیسے چھچھورے لوگ۔

"نہیں میڈم نہیں، دیکھیے میں نے آپ سے کوئی بدزبانی نہیں کی۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی کوئی ایسی بات نہیں کریں گی، جو ہمارے درمیان دوستانہ فضا کو ختم کر دے۔

"ہونہہ دوستانہ فضا۔ کوشل نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کی طرف سے نہ سہی، کم از کم میں ابھی آپ کے لیے دوستانہ جذبات رکھتا ہوں، بہتر یہ ہو گا میرے ان جذبات کو ٹھیس نہ پہنچایئے۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔"

"وہ سبز فائل، جو آپ نے نہایت چالاکی سے سیٹھ بانکے داس کے پاس سے غائب کی ہے آپ سمجھتی ہیں کہ اس کی وجہ سے سورج گرہن کو کتنا عظیم نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بانکے داس تو ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن فائل اس کے دفتر سے نہیں ملی جب کہ آپ کو اس کے آس پاس دیکھا گیا ہے

پاگل معلوم ہوتے ہو تم۔ میں بانکے داس سے کاروباری تعلقات رکھتی تھی کسی سبز فائل کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

"یہی تو دکھ کی بات ہے، لوگ اس وقت تک زبان نہیں کھولتے جب تک کہ ان کے حواس درست نہ کر دیئے جائیں اب یہ جگہ آپ دیکھ رہی ہیں۔ کتنی پرسکون کتنی عمدہ ہے لیکن اگر آپ اس کے اس گوشے کی طرف نگاہ ڈالیں تو آپ کو کچھ عجیب چیزیں نظر آئیں گی، آیئے آیئے میں آپ کو دکھا دوں، آپ کو یقیناً وہ چیزیں پسند آئیں گی۔

"کیا فضول باتیں ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ تم ان احمقانہ باتوں کے لیے ہی مجھے یہاں لاتے ہو اگر ایسی بات ہوتی تو میں تم سے ملنے کی بات ہی نہ کرتی۔

"نہیں میڈم۔ رچرڈ سنگھا کے سلسلے میں آپ کو کوئی دھوکا نہیں ہوا۔ آپ جانتی تھیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آ رہا ہوں، مجھے تعجب ہے کہ آپ نے میرے شایان شان استقبال کے انتظامات نہیں کیے۔ دراصل ان لوگوں کو میں نے باہر اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ پہلے اطراف کا جائزہ لے لیں اور پھر مجھ سے ملیں۔ میرا خیال ہے آپ کو اپنے سیکرٹری پہ بہت زیادہ اعتماد تھا کیوں نہ پھر پہلے اسی کا حساب کتاب کر لیا جائے۔

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ یہ آپ کا سیکرٹری ہی نہیں باڈی گارڈ بھی معلوم ہوتا ہے۔

"یہ سب تمہارے اپنے اندازے ہیں۔

"پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اس باڈی گارڈ کو تھوڑا سا سبق دے دیا جائے اور اس کے بعد کچھ اور کیا جائے۔

مجھے سبق دینے کے لیے یہ اسٹین گنیں کافی ہیں میں نے رچرڈ سنگھا سے کہا اور وہ میری شکل دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ ان اسٹین گنوں سے تم مجھے چھلنی کرا دو اس کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

"نہیں میرے دوست، ایسی بات نہیں چارہ تو میرے پاس بہت سارا ہے۔ اسے تم لوگ واپس جاؤ اور خبردار حالات کچھ بھی ہوں تم اندر نہیں آؤ گے اور نہ ہی اس پر فائرنگ کرنے کی کوشش کرو گے۔

"تو کیا تم مجھ سے مقابلہ کرو گے۔؟ میں نے سوال کیا۔

"ہاں دراصل میڈم کوشل کو یہ بتانا ہے کہ ہم لوگ اتنے نرم نہیں ہیں جتنا انہوں نے سمجھ لیا تھا۔ سورج گرہن کو چھوٹے چھوٹے سہارے لینے کی ضرورت پیش نہیں آتی اس کا ہر شخص اپنی جگہ ایک مکمل کارکن ہے۔

"مگر اے مکمل کارکن تم تو میرے ہاتھوں مار کھا چکے ہو کیا خیال ہے تمہارا۔"

"وہ۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ صرف نمونہ ہے اصل چیز اب دیکھو گے۔"

اس نے تالی بجائی اور ہال کے ایک حصے سے دو آدمی

باہر نکل آئے۔ دونوں تنومند اور طاقتور تھے ان کے بدن کی بناوٹ اور انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں جوڈو کراٹے کے ماہر ہیں گویا اب یہ تماشہ ہو گا۔

رچرڈ سنگھا کے حکم پہ دوسرے لوگ پہلے ہی واپس جا چکے تھے اب صرف ہم پانچ آدمی تھے۔ رچرڈ سنگھا وہ دونوں میں اور کوشل۔

میرے لیے آزمائشی لمحات آپہنچے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہرحال کچھ نہ کرنا تھا۔ رچرڈ سنگھا نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اگر آپ نے دس سکنڈ کے اندر اندر فائل کے بارے میں نہ بتایا تو سب سے پہلے آپ کے اس سیکرٹری کی مرمت کی جائے گی اور اس کے بعد آپ کو اس گوشے میں لے جایا جائے گا جہاں اذیت انسانی کے آلات نصب ہیں اور یہ آلات مردوں کی زبان بھی کھول دیتے ہیں۔"

کوشل نے اس طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"ظاہر ہے مادام۔ آپ کسی فائل کے بارے میں کچھ بتانا پسند نہیں کریں گی۔"

"اوہ۔ وہ۔" کوشل ہچکچا کر بولی۔

"پہلے مجھے مار کھا لینے دیں اس کے بعد آپ تفصیل کے بارے میں فیصلہ کریں۔ آؤ دوستو۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا رچرڈ سنگھا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے زور سے کہا:

"مارو۔ اسے اچھی طرح مارو۔

دونوں لڑاکے پینترے بدلنے لگے۔ رچرڈ سنگھا مجھے دیکھنے لگا میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں خطرناک آدمی میرے اطراف چکرانے لگے کوشل کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

دفعتاً ان دونوں نے اپنی ٹانگیں میری طرف بڑھائیں یہ کوشش میری توقع کے مطابق تھی۔ میں نے نہایت پھرتی سے ان کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں گھما دیا۔ یہ داؤ ان کے لیے بالکل غیر متوقع تھا لیکن ان حالات میں میرے لیے پھرتی ہی ضروری تھی۔ گھومنے والے بری طرح زمین پر چکراتے ہوئے گرے۔ ہونا اس داؤ کے جواب میں اچھل کر ہی ان کی زد سے نمٹنا چاہیے تھا لیکن ٹانگوں کو پکڑ کر گھمانا اس اصول کے خلاف تھا جس کی انہیں کوئی توقع نہیں تھی گرنے کے بعد بھی انہوں نے کئی قلابازیاں کھائی تھیں لیکن اس کے بعد انہوں نے اٹھنے میں بہت پھرتی دکھائی تھی۔"

صورت حال میری نگاہوں کے سامنے واضح تھی اگر ایک لمحے کی تاخیر کرتا تو چوٹ کھا سکتا تھا اور پھر یہ بھی جانتا تھا کہ دروازے کے باہر ہی دو اسٹین گن بردار موجود ہیں چنانچہ جو کچھ کرنا ہے اتنی پھرتی اور برق رفتاری سے کر لیا جائے کہ دشمن کو موقعہ ہی نہ مل سکے اور اسی میں میری جیت تھی چنانچہ میں نے فوراً کھڑے ہو کر ایک شخص کو تاکا اور پھر میری بھرپور لات اس کے منہ پر پڑی۔

وہ کراہ کر الٹ گیا تھا لیکن دوسرا شخص میرے پاؤں کی ضرب سے بچ گیا اس نے دو تین قلابازیاں کھائیں اب وہ بہت زیادہ خونخوار نظر آ رہا تھا دیکھنے میں ہی وہ بہت تنومند معلوم ہوتا تھا اور پہلے شخص سے کافی زیادہ مضبوط تھا رچرڈ سنگھا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور مجبوراً کوشل کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا تھا کیونکہ جو صورت حال سامنے آئی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اچھل کر ان کے اوپر گر سکتا ہے۔

دوسرے لمحے دوسرے قوی ہیکل آدمی نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا اور میری گردن میں دونوں پاؤں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ میں زمین پر بیٹھ گیا اور وہ میرے اوپر سے اچھلتا ہوا ایک صوفے پر جا کر گرا۔

صوفہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی میں نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ وہ کس طرح گرا اور اسے اٹھنے میں کتنی دیر لگے گی میں تو پھر اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو زمین پر ہاتھ ٹکائے بیٹھا ہوا اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے پھرتی سے اس کے منہ پر ایک لات رسید کی اسی دوران پچھلا آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن اس آدمی کے لات رسید کرنے کے فوراً بعد ہی میں نے سینٹر ٹیبل اٹھائی اور اس شخص پر دے ماری۔

میرا مقصد حل ہو گیا تھا میز بہت وزنی تھی اور پوری قوت سے اس کے سر پر لگی تھی چنانچہ وہ لمبا ہو گیا اب مسئلہ رچرڈ کا تھا رچرڈ کو یہ تصور بھی نہیں تھا کہ ان دونوں سے نمٹنے کے بعد میں اس کی طرف بھی رخ کروں گا لیکن ایک پھرتی کے ساتھ میں نے الٹی چھلانگ لگائی اور رچرڈ کے اوپر جا پڑا۔

اب ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے رچرڈ فرش پر چت پڑا تھا اور میں اس کے نزدیک موجود تھا میں نے اس

کے سینے پر کراٹے کا وار کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ناقابل یقین پھرتی سے اس نے میرے سینے پر لات رسید کر دی۔

میں الٹ کر پیچھے جا گرا ضرب اتنی شدید تھی کہ عام آدمی شاید اس کو برداشت نہ کر سکتا ایک لمحے کے لیے تو میں بھی چکرا گیا تھا لیکن مجھے سنبھلنا پڑا چونکہ وہ دونوں آدمی بھی بہر طور جوڈو کراٹے کے ماسٹر تھے اور اپنے باس کے لیے لڑ رہے تھے چنانچہ وہ سنبھل کر میری سمت دوڑ پڑے تھے۔

رچرڈ چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ اٹھا اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اسے ہی ڈھال بناؤں چنانچہ میں نے بھرپور ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کیا اور اس کو عقب سے پکڑ لیا۔

جوں ہی وہ دونوں سامنے آئے میں نے رچرڈ کو ان پر دھکیل دیا اور رچرڈ بری طرح ان پر جا گرا انتہائی خوفناک جنگ ہو رہی تھی وہ بپھرے ہوئے سانڈ کی مانند مجھ پر حملہ کر رہے تھے اور پھر ان تینوں نے بیک وقت مجھے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے دیوار کی طرف لے گئے دیوار کے ساتھ چپکا کر انہوں نے پوری قوت سے میری پسلیوں میں گھونسے مارنے چاہے مگر میں ان کی گرفت سے پھسل گیا اور ان کے گھونسے دیوار سے ٹکرائے

یہ چوٹ اچھے بھلے مضبوط آدمی کے ہاتھ بے کار کر دینے کے لیے کافی تھی لیکن ان کی کیفیت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ ان میں سے ایک تو بالکل ہی کراہنے لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ پکڑا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ رچرڈ اور دوسرا لڑاکا مجھے مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت ایسی صورتِ حال ہو گئی تھی کہ رچرڈ کو یہ احساس بھی نہ ہوا کہ وہ اپنے دونوں اسٹین گن برداروں کو آواز دے لے۔ چونکہ صورتحال کافی خراب ہو گئی تھی۔ اس نے ان دونوں کو مداخلت کے لیے منع کر دیا تھا لیکن اگر وہ خود انہیں آواز دیتا تو ظاہر ہے کہ وہ آنے میں دیر نہیں کر سکتے تھے۔

دفعتاً رچرڈ اچھلا۔ اس نے میرے فلائنگ کک رسید کی جو میرے لیے بالکل ہی غیر متوقع تھی۔ میں گرا اور گرتے ہی دیوار سے جا ٹکرایا۔ ایک لمحے کے لیے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا لیکن اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا ضروری تھا ورنہ موت اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اگر میں اسی طرح ان لوگوں کو مارتا رہا تو رچرڈ مجبور ہو کر اسٹین گن برداروں کو آواز دے لے گا اور اس کے بعد صورتحال مختلف ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہاں کی سچویشن میرے کنٹرول میں رہے۔ چنانچہ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر میں اس طرح زمین پر لیٹتا چلا گیا جیسے اب میرے اندر سکت نہ رہی ہو اور رچرڈ کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا۔

کوشل متوحش انداز میں سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی یہ خوفناک جنگ دیکھ رہی تھی۔ رچرڈ میرے نزدیک آ کر اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ کوشش اسی پر الٹ سکتی ہے۔ میں نے اپنے بدن کو موڑا اور پھر دونوں پاؤں پوری قوت سے اس کے سینے پر رسید کیے۔ اس بار رچرڈ کو لطف ہی آگیا ہو گا۔

وہ زمین پر پوری قوت سے گرا اور کافی زور سے آواز ہوئی لیکن اس طرح گرا وہ کہ پھر اٹھ نہ سکا دونوں لڑاکے البتہ مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو جھکائی دے کر ایک اور تماشہ کیا۔ ان دونوں کی کچھ ایسی پوزیشن تھی کہ جونہی وہ مجھ پر جھکے ان کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرائے اور ان کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئیں۔ اس کے بعد ان میں سکت نہ تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے۔ دونوں زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ رچرڈ کی حالت کافی خراب تھی۔

دفعتاً میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر ایک ہلکا سا ہاتھ رسید کیا۔ ہاتھ ایسی شدت رکھتا تھا کہ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے حواس معطل ہو جائیں۔

سب سے پہلے میں اپنے آپ کو ان اسٹین گن برداروں سے محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ رچرڈ کی یہ کیفیت بنانے کے بعد میں نے پھرتی سے اس بڑے دروازے کی جانب دوڑ لگائی جس سے گذر کر ہم لوگ یہاں تہہ خانے میں آئے تھے۔

دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر باہر موجود اسٹین گن برداروں کی سن گن لی۔ اسٹین گن برداروں کی کوئی چاپ نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس کے باوجود

میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مضبوط دروازہ توڑنا بھی ممکن نہیں تھا اور اس کو توڑنے کے لیے بھی ہتھیاروں اور اوزاروں کی ضرورت پیش آتی چنانچہ اس طرف سے بھی کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا۔ کم از کم اس تہہ خانے میں اب فوراً ان اسٹین گن برداروں کی آمد کی امید نہیں تھی۔ رچرڈ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ تب کوشل میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"اوہ — تم نے — تم نے ان سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ کاشی!" وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

"نہیں ابھی کہاں میڈم کوشل! ابھی تو بہت کچھ باقی ہے۔"

"یہ — کمینہ شخص — یہ کمینہ شخص" کوشل آگے بڑھی اور اس نے رچرڈ کے بال پکڑ لیے۔ وہ غصیلے انداز میں اس کے بالوں کو جھنجوڑتی ہوئی بولی۔

"کمینے — کتے — اب بولو کہاں گئی تمہاری اکڑفوں" لیکن دوسرے لمحے وہ متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ چونکہ بال پکڑنے سے رچرڈ کے چہرے سے ایک خول سا اتر آیا تھا۔ اس کے نیچے سے ایک اور نیا چہرہ برآمد ہوا تھا جو غیر ملکی نہیں تھا وہ سو فیصدی ملکی تھا۔ گویا اب تک وہ اپنے چہرے پر میک اپ ماسک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے بھی چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ حالت خراب ہو چکی تھی اس شخص کی لیکن شکل وصورت سے وہ کوئی مقامی باشندہ نظر آ رہا تھا۔ کوشل اور میں کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ رچرڈ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دوست تمہارا وہ اذیت خانہ اب تمہارا ہی انتظار کر رہا ہے آؤ مجھے ذرا اس کی سیر کروا دو۔" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا۔ رچرڈ میں اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کوئی مدافعت کر سکتا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اتنے ڈھیلے ہو رہے تھے لیکن میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ میں اسے گھسیٹتا ہوا اس گوشے کی جانب لے چلا جہاں اذیت رسانی کے آلات موجود تھے بلاشبہ یہاں بڑی عجیب وغریب چیزیں تھیں ایسے ایسے شکنجے اور دوسری ایسی چیزیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے اس جگہ کو باقاعدہ ایک اذیت گاہ بنا دیا گیا ہے۔

رچرڈ بدحواس انداز میں میری اور کوشل کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں۔ نہیں۔ پلیز نہیں۔ مجھ میں اب مار کھانے کی سکت نہیں ہے۔"

"تو پھر اب تم یہ بتاؤ کہ اصل میں تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے رچرڈ سنگھا کا نقاب تو اتر چکا ہے۔"

"میرا۔ میرا نام ساجن داس ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لیے سناٹے میں رہ گیا۔

ساجن داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ وہ مجھے نہ پہچان سکا چونکہ پدما کے خیال کے مطابق اور اس کے خاندان کے مطابق میں کاشی ناتھ کا ہمشکل تھا۔

مجھے اس بات پر حیرت ضرور تھی لیکن میں اس بات پر حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوشل کے سامنے یہ تمام باتیں ٹھیک نہیں تھیں۔ البتہ اب میں اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔

پہلے میں نے یہ سوچا تھا کہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس شخص کو قتل کر کے نکلنے کی کوشش کروں گا لیکن اب اس کی زندگی ضروری تھی۔ یہ آدمی تو بڑے کام کا تھا اس کی تلاش کے لیے میں نے کافی کوشش کی تھی اور اس میں ناکام رہا تھا۔ کوشل دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جس طرح صورتحال کو تبدیل کر دیا تھا۔ اس سے وہ بڑی خوش نظر آتی تھی چنانچہ اس نے کہا۔

اب اسے مار ڈالو — مار ڈالو۔ اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ کسی بھی لمحے یہ اپنے آدمیوں کو آواز دے سکتا ہے۔

نہیں کوشل! اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک نہیں بلکہ ضروری ہے۔ تم ساجن داس کے نام پر غور نہیں کر رہیں

"کیوں نہیں — میں خود بھی اس شخص کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں لیکن لیکن موجودہ سچویشن ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔"

"ہم اس سچویشن کو بہتر بنائیں گے کوشل۔"

"کیسے؟"

"اس کا جواب تمہیں ابھی مل جاتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر ساجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اب یہ بتاؤ ساجن داس کہ موت کو اسی وقت گلے لگانا چاہتے ہو یا کچھ زندگی چاہتے ہو۔"

"نہیں نہیں۔ صورت حال اس وقت میری بجائے تمہارے ہاتھ میں ہے لیکن ایک بات کو ذہن نشین کرلو۔ تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔"

"میں یہاں سے نکلوں گا ساجن داس اور تمہاری مدد سے نکلوں گا۔"

ہاں صرف یہی ایک ذریعہ ہے، ساجن داس کی آنکھوں میں ایک چمک نظر آئی اور میرے ہونٹوں سے بے اختیار ایک قہقہہ نکل گیا۔

خوب خوب۔ لیکن تم جس انداز میں سوچ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے ساجن داس۔

"کیا مطلب؟"

"تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہیں ڈھال بنا کر یہاں سے نکلوں گا اور تم غیر محسوس انداز میں اپنے اسٹین گن برداروں کو اشارہ کر دو گے کہ وہ ہم دونوں کو چھلنی کر دیں۔ یہی سوچ رہے ہو نا تم۔"

"نن۔ نہیں۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔"

نہیں میرے دوست ایسے نہیں۔ ہمارے ساتھ تم ضرور ہو گے لیکن اس راستے سے ہم باہر نہیں نکلیں گے جس سے گذر کر اندر آئے ہیں۔

"کیا مطلب؟ یہاں اور کون سا راستہ ہے؟"

تم بھول رہے ہو ساجن داس! تمہارے یہ دونوں لڑاکے اندرونی کمرے سے آئے تھے۔" میں نے کہا اور ساجن داس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے پھر تاریک ہو گیا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"یہ اندرونی حصہ ہے یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود میں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

"سنو! میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں اور اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ میں بذاتِ خود تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ اپنے جھگڑے کو ہم اگر اس جگہ نمٹا لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"یہ ساری پیشکشیں پہلے کی تھیں ساجن داس! اب صورتحال تبدیل ہو چکی ہے اور پھر تم سے ذرا کچھ اور بھی حساب کتاب کرنا ہے چلو اٹھو!"

"میں اٹھ نہیں سکتا۔"

میں اٹھا سکتا ہوں تمہیں۔ میں نے کہا اور ساجن داس کی جیب سے لائیٹر نکال لیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا میری نگاہ اس لائیٹر پر اتفاقیہ طور پر ہی پڑ گئی تھی۔ میں نے لائیٹر روشن کیا اور ساجن داس کے بدن کے کھلے حصے پر لگا دیا۔ وہ پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا خیال ہے ساجن داس! اب تو تم کھڑے ہو سکتے ہو۔" اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"آؤ!" میں اس دروازے کی جانب چل پڑا۔ جدھر سے گذر کر وہ دونوں لڑاکے اندر آئے تھے۔ میں نے ساجن کو آگے رکھا تھا لیکن اس طرح اس پر نگاہ رکھی تھی کہ اگر ذرا بھی وہ کوئی حرکت کرتے تو اسے سنبھال سکوں۔ ویسے اب وہ اتنا زخمی تھا کہ اس سے کسی پھرتی کی توقع ذرا مشکل بن سکتی تھی۔

دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔

"اس کے دوسری طرف کیا ہے؟" میں نے سوال کیا

"چلو۔ باہر چلو۔" ساجن داس بولا اور ہم کمرے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ باہر ایک پتلی سی راہداری عمارت کے عقبی حصے کی سمت گئی تھی۔ اس طرف کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑا سا فاصلہ عبور کرنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سی بستی کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں رک کر میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور کوشل اچھل کر دیوار پر چڑھ گئی۔ اس نے دیوار کے دوسری طرف کا منظر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

میں نے ساجن داس کو اوپر چڑھنے کا اشارہ کیا۔ کوشل دوسری طرف کود چکی تھی۔ ساجن داس بھی دوسری طرف کود ا پر کودنے کے ساتھ ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی یہ دوسری بات تھی کہ زخمی ہونے کی وجہ سے زیادہ بھاگ نہیں سکا اور تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے اسے جا دبوچا اور پھر میرے چند گھونسوں نے اس کے حواس درست کر دیے تھے۔

"تم صرف شرافت سے چلتے رہو گے۔"

"لیکن پیدل۔ پیدل کتنی دور چلو گے تم یہاں سے۔"

"اس کا بھی انتظام کر لیں گے ساجن داس! تم ذرا درختوں کے اس جھنڈ کے قریب چلو۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں، ساجن داس اور کوشل درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پہنچ گئے جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا یہاں میں نے کوشل کو دیکھا اور پھر ساجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

اب میں اپنی کارروائی شروع کرتا ہوں ساجن داس۔ دیکھو کیا تماشے دکھاتا ہوں میں۔ اس طرف دیکھو۔ میں نے اشارہ کیا اور وہ اس طرف مڑ گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی گدی پر پڑا اور ساجن داس لہراتا ہوا زمین پر آ رہا۔ کوشل اچھل کر پیچھے ہٹ گئی اسے میرے اس اقدام کی توقع نہ تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے؟"

"اسے بے ہوش کرنا ضروری تھا، ہوش میں رہتا تو ہمارے لیے تکلیف دہ بن جاتا۔ اب میں گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں کوشل! تم آرام سے یہاں اس کی نگرانی کرو اور ہاں دیکھو کوئی بھی حرکت کرے تو تمہیں اس کے لیے محتاط رہنا ہے۔

"بے فکر رہو۔" کوشل نے کہا میں ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر عمارت کے سامنے کی سمت میں پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے عمارت کا جائزہ لیا۔ گاڑی پورچ میں کھڑی نظر آ رہی تھی اب اس تک پہنچنا اور اسے اسٹارٹ کر کے لانا ایک اہم مسئلہ تھا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ یہاں ایسے مسلح لوگ موجود ہیں جو خاصے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا اور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے دیوار پھلانگ کر اگر میں اندر جاتا تو گاڑی تک پہنچنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی۔ میں نے یہی کیا دیوار پھلانگ کر گاڑی تک پہنچا۔ لیکن اس وقت میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اسٹین گن ہاتھوں میں لیے باہر نکل رہا تھا یہ انہی اسٹین گن برداروں میں سے ایک تھا جنہوں نے مجھے کور کر رکھا تھا۔ میں گاڑی کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ شخص باہر نکل کر گاڑی کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ پتہ نہیں کیا کام تھا اسے۔ ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ جھکا اور گاڑی میں سے کچھ نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اسے وقت اسے ناپ لیا۔ میرا گھونسہ اس کی گدی پر پڑا اور اسے بری طرح زمین پر رگیدنے لگا۔ میں نے چند ہی لمحات میں اس کے ہوش درست کر دیے تھے۔ اور

اسٹین گن تو میرے گھونسے کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اس کے بعد جلد ہی میرے گھونسوں نے اس کے ہوش چھین لیے اور اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اسٹین گن اٹھا کر میں نے اپنے قبضے میں کی۔ اس وقت یہ میری اہم ترین ضرورت تھی اور پھر میں گاڑی میں جا بیٹھا اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کر کے ریورس کیا اور ریورس کرتے ہوئے ہی گیٹ سے باہر نکال لی۔ اس کے بعد میں نے اسے پوری قوت سے اس طرف دوڑایا جہاں درختوں کا جھنڈ تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں کوشل ساجن داس کے ساتھ موجود تھی۔

ساجن داس ابھی تک بے ہوش تھا۔ میرا ہاتھ اتنا جچا تلا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ ساجن داس اتنی جلدی ہوش میں نہیں آ سکے گا۔ میں نے ساجن داس کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا۔ پھر میں اور کوشل گاڑی میں بیٹھ گئے کوشل نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو پچھلی سیٹ پر رکھا تھا تاکہ ساجن داس اگر ہوش میں آئے تو وہ اسے سنبھال سکے۔ ڈرائیونگ میں کر رہا تھا اور کچھ دیر کے بعد ہم کوشل کی کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔

کوشل کی کوٹھی میں پہنچ کر ہم ساجن داس کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ کوشش یہ کی تھی کہ ملازموں تک کو اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہونے پائیں۔ کوشل نے میری راہنمائی بالکل اندرونی کمرے تک کی تھی اور پھر کہنے لگی۔

"اگر تم مناسب سمجھو تو اسے تہہ خانے میں لے چلو۔"

"تہہ خانہ۔؟" میں نے سوال کیا

"ہاں۔ یہاں ایک ایسا تہہ خانہ موجود ہے جہاں ہم اسے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ کوشل گویا تم نے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کر لیں اپنے لیے۔" میں نے کہا اور کوشل نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں بڑی نرمی اور محبت تھی۔ میں ساجن داس کو شانے پر لادے ہوئے اس کے ساتھ اس تہہ خانے میں پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور وسیع تھا اور جہاں کسی کو قید کرنے کے لیے تمام بہتر لوازمات موجود تھے۔ کوشل نے مجھے اس تہہ خانے کے بارے میں بتایا اور میں نے محسوس کیا کہ تہہ خانہ کافی محفوظ ہے اور کوئی یہاں اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

"یہ بہترین جگہ ہے مجھے پسند آئی ہے۔"

"میں نے سوچا تھا کہ یہاں ایک شاندار لائبریری بناؤں گی۔ ایسی لائبریری جہاں کبھی فرصت کے لمحات میں بیٹھ کر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو سکوں۔"

"کیا تمہیں کتابوں سے دلچسپی ہے ؟" میں نے سوال کیا۔

"بے حد۔"

"کس قسم کی کتابیں پڑھنا پسند کرتی ہو۔ ؟"

"اب تو صرف ایک ہی کتاب میرے سامنے ہے، کتاب انتقام!" اس نے کہا اور میں مسکرانے لگا پھر میں نے کہا۔

"کوشل! تم میرے بارے میں کیا کچھ جانتی ہو ؟"

"اب تو کچھ جاننا نہیں چاہتی بس اتنا معلوم ہے کہ تم میرے ہمدرد اور۔ اور۔ وہ خاموش ہو گئی۔

"جملہ پورا کرو کوشل!" میں نے کہا

"نہیں رہنے دو، بعض باتیں ادھوری ہی اچھی لگتی ہیں" وہ آہستہ سے بولی اور پھر کہنے لگی۔ "تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔"

"واہ۔ بڑی جلدی میری چوٹوں کا خیال آ گیا۔"

"سوری ڈیئر سوری۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی اس نے میرے قریب پہنچ کر مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور میں مسکراتا رہا۔

"میرا سوال ابھی تشنہ ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بڑی اپنائیت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا ورنہ میں تم تک نہ پہنچتی۔ تم میرے اندازوں سے کہیں بلند ہو میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جاننا چاہتی صرف اس حد تک کہ تم کاشی ہو۔"

"وہ تو میں ہوں لیکن بہرطور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں اس سلسلے میں پریشان کروں۔ ہاں اب یہ بتاؤ کہ اس شخص کے لیے کیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں۔"

"ہوش میں آ جائے تو اس سے معلومات حاصل کریں گے۔" کوشل نے کہا اور میں ساجن داس کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ایک اور شخصیت ہے کوشل! جو اس شخص میں بڑی دلچسپی رکھتی ہے۔"

"کون۔ ؟"

"پدما۔ !"

"پدما کون ہے ؟"

"میری کزن، بلکہ یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی آس لگائے ہوئے ہے۔" میری اس بات پر کوشل بری طرح چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر ایک جذبہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خدا تم دونوں کو مبارک کرے۔"

"نہیں کوشل! یہ دعا نہ دو مجھے۔"

"کیوں۔"

"اس لیے کہ میں پدما کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔" کوشل کی آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ یک بیک جل اٹھے۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"مطلب، مطلب یہ کہ تم۔ تم۔"

"ہاں۔ وہ میری کزن ہے۔ میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اس کے مقاصد کی تکمیل چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور میں نے کبھی نہیں کیا۔"

"کیا وہ تمہیں چاہتی ہے۔"

"اس کے انداز سے یہی لگتا ہے۔ بچپن میں بزرگوں نے ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا تھا۔ میں اپنے ذہن میں اس کے لیے کبھی وہ جگہ نہیں پا سکا جو وہ چاہتی ہے لیکن بہرطور وہ ایسے مصائب کا شکار رہی ہے کہ میں ابھی اس سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔" کوشل کچھ دیر سوچتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"کسی کو دھوکے میں رکھنا اچھا نہیں ہوتا کاشی!"

"کچھ بھی ہو، میں ابھی اسے اس بارے میں نہیں بتاؤں گا۔ یہ شخص ساجن داس اس کے باپ کا قاتل ہے۔"

"کیا مطلب ؟" کوشل چونک پڑی۔

"ہاں۔ کنہیا لال جس کو اس نے قتل کیا اور پدما اس کے انتقام کے لیے پیاسی ہو رہی ہے۔"

"تو ہم اسے پدما کے حوالے کر دیں گے۔" کوشل نے فراخدلی سے کہا۔

"میں یہی کہنا چاہتا تھا کوشل کہ کیا پدما کو ہم یہاں بلا سکتے ہیں۔"

"اگر وہ تمہارے لیے قابلِ اعتماد ہے تو اس میں کیا حرج ہے!"

"لیکن ایک بات اور بھی ہے!"

"وہ کیا۔ ؟"

میں نہیں چاہتا کہ پدما کو ہمارے بارے میں پتہ چل سکے۔"

کوشل کچھ دیر سوچتی رہی پھر گردن ہلا کر بولی "تم ٹھیک ...ہو۔ مناسب نہیں ہو گا، واقعی مناسب نہیں ہو گا۔"

"تو پھر پدما کی ساجن داس سے ملاقات کہاں کرائی جائے ؟"

اس کے لیے تم جو بھی فیصلہ کرو گے مجھے منظور ہو گا۔ میرے ...رد جو ذمہ داریاں کرو گے وہ بس میں پوری ایمانداری کے ساتھ ...ام دوں گی۔

...کوشل! میں چاہتا ہوں کہ پدما کو پراسرار ذرائع سے یہاں ...جائے اور یہاں وہ میری موجودگی میں ساجن داس سے ...قات کرے اور اس وقت تم یہاں موجود نہ ہو۔

"میں نے کہا نا میں صرف وہ کروں گی جو تم کہو گے۔"

"خیر ابھی ہمیں اس کی جلدی نہیں ہے۔ پہلے یہ ہوش میں ...جائے۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں ...سے صرف اجازت لینا چاہتا تھا۔"

"ایک بات سنو! کاشی اب تم مجھ سے کسی بات کی اجازت ...ت لیا کرو سمجھے ؟ میرے اور تمہارے درمیان اب اجازت ...والی معاملہ نہیں ہے۔"

"اس اعتماد کا بہت بہت شکریہ" میں نے جواب دیا اور ...نل مسکرانے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

بعض اوقات انسان بہت چھوٹا ہو جاتا ہے اتنا چھوٹا کہ ...خود اگر اپنے آپ پر غور کرلے تو اسے اپنے آپ پر ہنسی آئے۔

"یہ کس سلسلے میں کہہ رہی ہو۔ ؟"

"سو فیصدی اپنے بارے میں کہہ رہی ہوں لیکن ابھی بتاؤں ...نہیں کچھ۔"

"یہ عادت اچھی نہیں ہے۔"

"پلیز۔ ویسے تم جو کچھ بھی کہو گے میں کبھی اس سے انکار ...نہ کروں گی لیکن یہ بات بس یہ بات میں ابھی نہیں بتاؤں ...گی۔" اس نے کہا اور مسکرانے لگی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں مجبور نہیں کروں گا۔ اب اسے ...ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشل نے کہا اور ساجن داس کے نزدیک ...پہنچ گئی۔

ساجن داس بدستور بے ہوش تھا۔ ہم نے اس کے لیے مناسب بندوبست کر لیا تھا۔ لباس وغیرہ تو پہلے ہی تلاش کر لیا گیا تھا تاکہ کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے وہ۔ اس کے علاوہ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے میں نے مناسب انتظام کر لیا تھا چند منٹوں کے بعد ہم اسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ تھوڑی دیر زمین پر چت پڑا رہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی وحشت زدہ نگاہیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں میں نے اس کے سامنے آ کر کہا۔

"ساجن داس! تم جانتے ہو کہ بعض اوقات کھیل غیر متوقع طور پر ختم ہو جاتا ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے۔ ؟" اس نے سوال کیا۔

"کم از کم وہ نہیں جہاں تم ہمیں بہلا پھسلا کر لے گئے تھے بلکہ یہ بالکل نئی اور اجنبی جگہ تمہارے لیے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں لیکن۔ لیکن ؟"

"لیکن یہ کہ کھیل الٹا ہو گیا ہے جناب ساجن داس صاحب پارسگھا آپ نے اپنی دانست میں بہت بڑا تیر مارا تھا۔ لیکن آپ کو اندازہ نہیں تھا کہ بعض اوقات وہ کچھ بھی ہو جاتا ہے جو انسان کبھی نہیں سوچتا۔"

"ہاں میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"اب ضروری یہ ہے مسٹر ساجن داس کہ آپ اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔"

"میں۔ میں۔ میں تمہیں کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ اپنا نام بھی میں نے ہی بتایا تھا تمہیں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق سورج گرہن سے ہے۔"

"گڈ! سورج گرہن کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"

"یہ کوئی چھوٹی موٹی جماعت نہیں ہے بہت بڑا گروہ ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اسے کئی آدمی کنٹرول کرتے ہیں اور ان سب کا انچارج ایک شخص ہے۔"

"گڈ میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہوں گا۔"

"یقین کرو تم دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جاؤ اس شخص کے بارے میں نہیں جان سکو گے۔"

"کیا مطلب ؟"

"اسے جاننے والے اس روئے زمین پر شاید نہیں ہیں، سوائے اس کے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ تم ایک وفادار آدمی ہو اپنے گروہ کے سربراہ کو اس طرح چھپا رہے ہو۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں لیکن دوست یہ بھی جانتے ہو کہ میں اس کا دشمن ہوں اور اسے ہر قیمت پر

منظرِ عام پر لانا چاہتا ہوں۔"

"زیادہ سے زیادہ میرے ٹکڑے کردو گے اور کیا کرو گے لیکن میری بات کی سچائی پر غور کرو۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو جب ہار جاتے ہیں تو پھر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا سچ کہا۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں لیکن سورج گرہن کے پروگرام کیا ہوتے ہیں؟"

"پروگراموں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے اس کا طریقۂ کار اس کا مقصد۔؟"

"کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم لوگ زیادہ تر منشیات کی اسمگلنگ کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منشیات کا کاروبار پھیلاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں کئی ملکوں کا تعاون بھی حاصل ہے جو اپنے ہاں سے منشیات بیرونی ممالک بھجواتے ہیں غالباً کوئی سیاسی چکر بھی اس میں شامل ہے لیکن ہم لوگوں کو اس سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہم اسمگلنگ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے مؤثر منصوبہ بندی کریں اور اس سلسلے پر عمل کریں۔"

"اسمگلنگ کے علاوہ تمہارا اور کوئی کاروبار ہے؟"

"سارے کاروبار جو ایک جرائم پیشہ گروہ کر سکتا ہے۔"

"مطلب!"

قتل و غارت، لوٹ مار، بلیک میلنگ تمام کام ہوتے ہیں ہمارے ہاں۔ لیکن ان کا ایک باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ اور سربراہ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی سربراہ خود حکم دیتا ہے کہ اب بینکوں کو لوٹا جائے اور اس سلسلے میں پوری دنیا میں کام شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے پروگرام بڑے دلچسپ اور عجیب و غریب ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہم ان پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔

"سربراہ رہتا کہاں ہے یہ تو معلوم ہوگا۔!"

"زمین اور آسمان کے درمیان۔ کسی بھی جگہ۔ ممکن ہے کہ وہ زمین پر رہتا ہو یا ممکن ہے اس نے آسمان پر اپنے لیے کوئی جگہ بنا رکھی ہو چونکہ اگر وہ انسانوں کے درمیان ہوتا تو کہیں نہ کہیں اس کا نام اور پتہ تو ملتا۔"

"دلچسپ بہت دلچسپ، کیا بلیک میلنگ بھی کرتے ہو تم لوگ۔"

"ہاں کیوں نہیں!۔"

"کنہیالال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کنہیالال!" ساجن داس پر خیال انداز سے بولا۔

"ہاں کنہیالال۔"

"مجھے یاد نہیں اس نام کا کوئی شخص۔"

"نہیں ساجن داس میں اس کنہیالال کی بات کر رہا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا اور جس سے تمہارا تنازعہ چل رہا تھا۔"

"اوہ۔ تم کنہیالال کاپڑیا کی بات کر رہے ہو؟"

"یقیناً وہی ہوگا۔"

"تم۔ تم، ارے تمہاری شکل تو مجھے جانی پہچانی نظر آرہی ہے۔ تم۔ میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں۔ میں وہ ہوں جسے تم نے قتل کر دیا تھا۔"

"کاشی۔ کاشی ناتھ۔" ساجن داس کی آنکھوں میں شدید خوف و حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"ہاں کاشی ناتھ۔"

"مگر تم اصلی کاشی ناتھ تو نہیں ہو۔ یہ بات تو تم تسلیم کرو گے۔؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اصل کاشی ناتھ تو ہمارے ہاتھ مارا گیا تھا۔"

"نہیں ساجن داس! تم غلط فہمی کا شکار تھے۔ اصل کاشی ناتھ میں ہوں۔"

"میں ہرگز نہیں مان سکتا چونکہ اس وقت میں بھی وہیں موجود تھا جب کاشی ناتھ کو قتل کیا گیا۔"

میں نے ایک قہقہہ لگایا اور کوشل کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تب تو پھر کوشل ہم دونوں میرا مطلب ہے کم از کم میں تو زندہ نہیں ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" کوشل ہنس پڑی۔ ساجن داس کوشل کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تم آخر ہمارے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے"

"یہ تم ابھی نہیں جان سکو گے۔ شاید اس وقت تک نہیں جب تک کہ میرا مقصد پورا نہ ہو جائے۔"

"تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"یہ بھی تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تمہاری مرضی۔ بہرحال اب یہ بتاؤ کہ میرے سلسلے میں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"ہم ابھی تمہارے بارے میں مزید تفصیلات جاننا چاہتے

یں۔" میں نے کہا

"میں بچپن سے بگڑا ہوا آدمی ہوں۔ مجھے شروع ہی سے غنڈہ گردی کی عادت تھی۔ برے لوگوں کی صحبت میسر آگئی اور میں مختلف سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا اور ان سرگرمیوں میں میں نے بڑی ترقی کی لیکن ان سرگرمیوں میں میری اپنی لائن بن گئی۔ میں ایسے معروف اور ممتاز افراد کے قتل یا اغوا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ جن پر عام لوگ ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"کوشل کے پاس تم رچرڈ سنگھانی بن کر گئے تھے۔ کیوں؟"

"مجھے اوپر سے حکم ملا تھا۔"

"کتنی اوپر سے۔؟" میں نے ہنس کر سوال کیا۔

"تم ڈومر کو جانتے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں بھائی! ہمارا کسی ڈومر سے کوئی تعارف نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"یہ کام ڈومر نے میرے سپرد کیا تھا اور ڈومر ہماری پارٹی میں ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ڈومر نے یہ کام تمہارے سپرد کیوں کیا تھا؟" میں نے پھر سوال کیا۔

بس اس کے احکامات کو ماننا ہمارا فرض ہے۔ تم جب سورج گرہن کے بارے میں معلومات حاصل کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ سورج گرہن کیا ہے؟۔ عجیب سی روایات ہیں اس کی۔ ہر وہ کام یہاں کر لیا جاتا ہے جس کے بارے میں عام لوگ توقع بھی نہیں کر سکتے۔ ڈومر کو شاید بہت پہلے ہی سے ہدایت ملی ہوئی تھی کہ وہ کوشل کو کسی طرح اپنے قابو میں کر لے، کوشل کو قتل کی دھمکی دی جانے والی تھی بلکہ اس طرح اغوا کر کے اسے قید کر دیا جاتا اور پھر اس سے کہا جاتا کہ وہ فلاں کام کر دے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

"یہ فلاں کام کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا

"یہ صرف ڈومر جانتا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہمارے آدمی ہر وہ کام کر لیتے ہیں جو منافع بخش ہو۔ شاید کسی نے ڈومر کو اس سلسلے میں حاصل کیا ہو۔ تم سمجھتے ہو نا ایسے لوگ خود کسی قسم کا کام نہیں کرنا چاہتے اور معاوضہ دے کر اپنے دشمنوں کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ہم سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے ڈومر کو کوشل کے سلسلے میں کوئی ٹھیکہ ملا ہو۔"

"ٹھیکہ دینے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔ وہ کون ہے؟ اس سلسلے میں صرف وہی جانتا ہوگا۔"

"ڈومر نے تم سے کیا کہا تھا۔؟"

"صرف یہی کہ کوشل کو کسی نہ کسی طرح اپنے قابو میں کر لے"

"اور میرے بارے میں کیا حکم تھا۔؟"

"تمہارے لیے تو کچھ بھی نہیں تھا تمہارے بارے میں تو کسی کو علم ہی نہ تھا کہ تم کوشل کے سیکرٹری ہونے کے باوجود اتنے خطرناک آدمی ہو ورنہ وہ تمہاری طرف توجہ ضرور دیتے۔"

"کوشل کو اس سے پہلے بھی کبھی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔"

"متعدد بار۔ کام بہت مشکلات سے گزرنے کے بعد ہی میرے سپرد کیا گیا ہے ورنہ عام لوگ چھوٹے موٹے طریقے سے کوشل کے بارے میں کام کرتے رہے۔ وہ تو کوشل کی قسمت اچھی تھی ان پر غلط وقت پر حملے ہوتے رہے۔ اور ہر مرتبہ یہ بچ گئیں پھر سننے میں آیا کہ انہوں نے ایک آدمی بھی رکھ لیا ہے۔ وہ آدمی تم ہو۔ بہرطور ڈومر کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ تم کیا ہو گے، بہرطور یہ میرا اپنا مسئلہ تھا۔ اب اس سلسلے میں تم خود ہی جانتے ہو۔"

"اگر کوشل کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس وقت اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟"

"اُسے۔ اُسے۔" وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔

"بولتے رہو ساجن داس تمہاری زبان کھلوانے کے لیے بہت ہی عمدہ بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ گر تم پر آزمائے جائیں تو پھر ہم اس پر اعتراض نہیں کریں گے اور تمہاری خواہش پوری کریں گے۔"

"سنو تو سہی۔ سنو تو سہی مجھ پر تشدد کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوشل کو تقریباً ایک ہفتہ اپنے پاس رکھتا، تمہیں ٹھکانے لگا دیتا اور اس کے بعد اسے، اسے۔"

"دیکھو ساجن داس رکنے کی ضرورت نہیں" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے بعد اسے پھول گڑھی پہنچا دیا جاتا پھول گڑھی میں راجہ پورن سنگھ کی شکارگاہ پھیلی ہوئی ہے اور دور دور تک کے علاقے سرسبز و شاداب بنا لیے گئے ہیں جنگلوں میں جانور

دہاڑتے پھرتے ہیں۔ اس شکارگاہ میں ایک عمارت ہے جس میں کوشل کو پہنچا دیا جاتا۔"

"پھول گڑھی!"، میں نے پرخیال انداز میں کوشل کو دیکھا کوشل کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار نظر آرہے تھے۔ پھر وہ بولی۔

"میں نے اس جگہ کا نام بھی نہیں سنا۔"

"اور راجہ پورن سنگھ کا؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کون ہے؟" کوشل آہستہ سے بولی

"ہوں! راجہ پورن سنگھ ویسے کہاں رہتا ہے؟"

"بھگوان کی سوگند مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا لیکن شکارگاہ راجہ پورن سنگھ کے نام سے مشہور ہے۔ میں ہی نہیں بے شمار لوگ جانتے ہیں۔ پھول گڑھی کا پورا علاقہ ہی راجہ صاحب کی ملکیت ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اچھا یہ بتاؤ ڈومر اس سلسلے میں کب تم سے ملاقات کرتا ہے؟"

"میں اسے کوشل کے بارے میں اطلاع دیتا کہ وہ اب میرے قبضے میں ہے۔ ویسے ہمارے درمیان یہ طے ہو گیا تھا کہ ایک ہفتے تک ہم یہ دیکھیں گے کہ کوشل کی تلاش کے سلسلے میں کون کیا کارروائی کرتا ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ بھی خبریں تھیں اور ڈومر میری اس رہائش گاہ پر کوشل کی آمد کے بعد پہرہ لگا دیتا۔ یہ سب اس کی ذمہ داری تھی۔ میں نے اس سے بات کرلی تھی۔"

"گویا ڈومر ہی راجہ پورن سنگھ تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"پورن سنگھ کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟"

"راجہ پورن سنگھ کو میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن وہ ایک عیاش طبع آدمی ہے اور اس نے اپنی اس شکارگاہ کو بڑا محفوظ بنا رکھا ہے۔ پورن سنگھ کے نام پر بہت سے کام ہوتے رہے ہیں اور اس کے بہت بہترین معاوضے سورج گرہن کو ملتے رہے ہیں۔ چنانچہ تمام پروگرام اسی انداز میں طے پاتے ہیں۔"

"ہوں تو یہ سلسلہ ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں ڈومر نے کیا دیا ہے؟"

"ایک لاکھ روپے۔ مجھے ایک لاکھ روپے ایڈوانس دیے گئے ہیں۔" ساجن داس نے بتایا

"اچھا ساجن داس! یہ بتاؤ کہ اگر کوشل کو کامیابی سے اغوا کرلیتے تو ڈومر کو تم کہاں اطلاع دیتے؟"

"میں اطلاع نہیں دیتا، آج رات کو بارہ بجے وہ خود میرے پاس آنے والا تھا۔" ساجن داس نے بتایا اور میں پرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ چند لمحات میں غور کرتا رہا۔ اس سلسلے میں اب ذرا کچھ اور سوچنا تھا ڈومر کو قابو کرنے کے لیے کوئی ایسی کارروائی کرنا تھی جو موثر ہوتی۔ اس کا فیصلہ میں کوشل بعد میں کر سکتے تھے چنانچہ میں نے ساجن داس سے کہا۔

"بہر طور ساجن داس! تمہارا ایک اور قرض باقی ہے اس کی ادائیگی تمہیں کرنی ہے۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کرلیا جائے گا۔ فی الحال تم یہاں آرام سے رہو۔ چاہو تو بہت سی چیزیں یہاں مرنے کے لیے موجود ہیں۔ نکلو گے تو زبردست کرنٹ تمہارا استقبال کرے گا۔ فیصلہ کرنا خود تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور فی الحال تمہیں یہاں کھانے کی کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ اب ہم چلتے ہیں۔" میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور ہم تہہ خانے سے باہر آگئے۔

جو کچھ میں نے کہا تھا کوشل اس سے مطمئن نظر آتی تھی لیکن اس کے چہرے پر عجیب و غریب آثار نظر آرہے تھے اپنے ڈرائینگ روم میں پہنچ کر وہ بولی۔

"یہ تو مسئلہ حل ہوا پدما کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"ابھی میں نے یہ پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔ ساجن داس سے گفتگو کرنے کے بعد پہلے ذرا اس ڈومر کو دیکھ لیتے ہیں یہ کون بے شرم ہے؟" میں نے کہا اور کوشل لفظ بے شرم پر ہنس پڑی۔

"لیکن ڈومر بارہ بجے آئے گا۔ اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"یہی تم سے گفتگو کرنا تھی کوشل!" میں نے کہا

"یقیناً چالاک آدمی ہو گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی ترکیب کریں جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"بے شک! اب مجھے تمہارے ان آدمیوں کی ضرورت ہے جن کا ابھی تم تذکرہ کر چکی ہو۔"

"وہ تمہیں مل جائیں گے۔"

"کتنے آدمی ہو سکتے ہیں۔" میں نے سوال کیا

"دس، پندرہ، بیس، پچیس۔ تم جتنے چاہو۔ تمہیں مل سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ، اس کا مطلب ہے کوشل! ہمارے ہاتھ بھی خاصے لمبے ہیں۔"

"لمبے کرنے پڑے ہیں کاشی! اب بتاؤ پروگرام کیا ہے تمہارے ذہن میں؟"

"ہمیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جس کے چہرے پر ہم میک اپ کرکے اسے ساجن داس کی شکل دے دیں اور اس کے ساتھ تمہیں کوشل کی حیثیت سے وہاں رکھوں۔ میں خود بھی ساتھ رہوں۔ بارہ بجے ہم ڈومر کا انتظار کریں۔ اور اس کے بعد جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"اوہ! اچھا پروگرام ہے لیکن میک اپ کے سلسلے میں کیا کرو گے؟"

"میں میک اپ کرلوں گا۔ کیا تم میک اپ کا سامان مہیا کر سکتی ہو؟"

"یقیناً کر سکتی ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے۔"

"تو پھر کوشل اس سلسلے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہم نے ایک پراسرار آپریشن کیا۔ ساجن داس کی رہائش گاہ کے اردگرد پھیلا دیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شخص کو جو ساجن داس کے تن و توش کا آدمی تھا ساجن داس کی شکل دے دی گئی اور اس کے بعد ہم کوشل کو لیے ہوئے اس کوٹھی میں داخل ہو گئے جو کچھ عرصہ قبل ساجن داس کی ملکیت تھی لیکن اب وہاں ہمارا مکمل قبضہ تھا کوشل کے ہاتھ پشت پر باندھ کر اسے کرسی پر بٹھا دیا تھا لیکن ہاتھ اس طرح باندھے گئے تھے کہ کوشل جب چاہے انہیں کھول لے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس ایک پستول بھی موجود تھا۔ وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا وہ آزادی سے گھوم پھر رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کرلیں تھیں۔

میک اپ کا سامان مل گیا تھا تو اب اس سلسلے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی تھی اور اس کے بعد ہم انتظار کرنے لگے۔ کوٹھی کے ایک خاص حصے میں بیٹھ کر ہم ڈومر کے منتظر تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک کار کوٹھی میں داخل ہوئی اور ہمیں اس کے بارے میں اطلاع مل گئی۔ ہم سب انتظار کرنے لگے اور چند ہی لمحات کے بعد ایک شخص جو اچھے خاصے تن و توش کا تھا وہ اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے دیکھا اجنبی شکل تھی۔ وہ اندر داخل ہو کر ساجن داس کے ہم شکل کو دیکھنے لگا اور پھر اس نے کوشل کی طرف رخ کرکے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کماری کوشل کی خدمت میں آداب!" کوشل منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

"کماری جی۔ بڑی مشکل سے آپ ہاتھ لگی ہیں۔ راجہ صاحب آپ کے لیے پاگل ہو رہے ہیں۔ کیا خیال ہے راجہ صاحب سے کوئی واقفیت ہے یا نہیں؟" کوشل نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس بات پر ڈومر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

خیر کوئی بات نہیں۔ جن لوگوں سے راجہ صاحب کی واقفیت نہیں ہوتی راجہ صاحب ان سے خود ہی اپنا تعارف کرا دیتے ہیں۔ بھئی ساجن داس! تم نے راجہ صاحب کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے صلے میں تمہیں اتنا انعام ملنا چاہیے کہ تم خوش ہو جاؤ۔ میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے معاوضے کے علاوہ بھی تمہیں بہت کچھ ملے گا۔ وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا خاموش رہا۔ تب ڈومر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم خود ہی اس کا تحفظ کر سکو گے یا میں اسے اپنی تحویل میں لے لوں"۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور کوشل کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے کوشل کے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھے لیکن ان ہاتھوں پر اسے کوئی شبہ نہ ہو سکا تھا۔ میں اس دوران پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ ڈومر ایک مرتبہ پھر ساجن داس سے بولا۔

"کیا کہتے ہو ساجن داس! تم نے جواب نہیں دیا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" ساجن داس کے میک اپ میں موجود شخص بولا اور ڈومر چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے ساجن داس کی طرف دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر کماری کوشل کے نزدیک پہنچا اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا

"تم۔ تم" اور پھر دفعتاً اس نے پیچھے ہٹ کر پستول نکال لیا۔ پستول کا رخ اس نے ایک دم ساجن داس کی طرف کر دیا تھا۔

"ساجن داس تمہاری آواز کو کیا ہوا؟" اس نے کہا لیکن اب اس کا موقعہ نہیں تھا کہ میں اسے مزید مہلت دیتا۔ میں نے پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا تھا اور میری کوشش یہی تھی کہ سب سے پہلے مرحلے پر پستول اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور ایسا ہی ہوا پستول اچھل کر دور جا پڑا۔

ڈومر ایک دم زمین پر بیٹھ گیا تھا اور میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور اس کے اوپر سے ہوتا ہوا آگے آرہا۔ ڈومر نے عقب سے میری گردن پکڑ لی تھی لیکن میں اسے اٹھائے ہوئے

کھڑا ہو گیا اور پھر دھوبی پاٹ کے ذریعے اسے نیچے پٹخ دیا۔ ڈومر بہت پھرتیلا اور جنگ وجدل کا ماہر تھا۔ نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگیں اٹھا کر میرے سینے پر دے ماریں اور مجھے کئی قدم پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ ڈومر کوئی سہارا لیے بغیر پھرتی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اب اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ اس نے پستول کی طرف جھپٹا مارا لیکن ساجن داس کے میک اپ میں جو شخص تھا وہ بھی لڑاکا ہی تھا اس نے اس طرف سے ڈومر کو سنبھال لیا۔ اور ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ ڈومر سنبھلا تو میں نے عقب سے اس کا کالر پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا اور اس کے بعد میں نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ لاتوں اور گھونسوں نے اس کی حالت خراب کر دی۔

چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں نے مل کر اسے بے بس کر دیا۔ کوشل اس دوران ہاتھ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر وہ پستول اٹھا لیا جو ڈومر کے ہاتھ سے گرا تھا۔

"کھیل ختم ہو گیا مسٹر ڈومر" میں نے کہا۔ ڈومر اب بھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"تم کون ہو؟ ساجن داس کہاں ہے؟"

"ساجن داس سے ملنا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا بکواس ہے۔ یہ سب کچھ۔ تم کیا سمجھتے ہو میں اکیلا آیا ہوں یہاں"

کوئی بھی تمہارے ساتھ آیا ہو ڈومر اب تمہاری مدد کو نہیں آسکے گا۔ چلو پکار لو انہیں۔ ہم تمہیں اس کی اجازت دیتے ہیں"

"کیا مطلب؟"

"اس عمارت کے گرد ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں"

"مگر تم کون ہو؟"

"کوشل کماری کا ایک ادنیٰ خادم" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ سازش ہوئی ہے۔ ساجن داس اور اس کے آدمی کہاں مر گئے سب کے سب، سب کے سب تمہاری تحویل میں آسکتے ہیں"

"ہاں مسٹر ڈومر اب تمہارے آدمی بھی ہمارے قبضے میں ہوں گے"

"میرے ساتھ کوئی آدمی نہیں ہے۔ بدقسمتی ہے میری کہ آج میں تنہا ہی آیا ہوں"

"ارے واہ! تب پھر تم ہمیں دھوکا دے رہے تھے لیکن مسٹر ڈومر اگر تم دھوکا نہ بھی دیتے اور تمہارے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تو کوئی فرق نہ پڑتا بلاوجہ بے چارے مارے جاتے" میں نے کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی کچھ نہیں ذرا اطمینان سے بیٹھ کر باتیں ہوں گی۔ آئیے!" میں نے کہا۔

"کہاں؟"

"وہاں جہاں ساجن داس موجود ہے"

"تم لوگ نقصان اٹھاؤ گے"

"ہو سکتا ہے لیکن ہم نقصان اٹھانے کے عادی ہیں" میں نے کوشل کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور کوشل مسکرا دی۔ ہم تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈومر کو بالکل ہی بے بس کر دیا گیا۔ اور ہم اسے بھی ایک بند گاڑی میں لیے ہوئے کوشل کماری کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی تہہ خانے میں تھا۔ ساجن داس نے اسے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"تم۔ تم ساجن داس۔ تم یہاں؟"

"ہاں مسٹر ڈومر! ضروری نہیں ہے کہ سارا کھیل ہماری مرضی کے مطابق ہو۔" ساجن داس نے کہا۔

"اوہ۔ بے وقوف احمق آدمی تیری وجہ سے میں مارا گیا ورنہ میں اتنی آسانی سے ان کے جال میں نہیں پھنس سکتا تھا"

"گالیاں دینا چاہتے ہو تو دے لو لیکن اب تو تم بھی پھنس چکے ہو"

"یہ سب۔ یہ سب تیرے حساب میں رہے گا ساجن داس!"

"حساب کتاب تو ہم دونوں ہی کا ہو جائے گا ڈومر! جن لوگوں نے تم جیسے آدمی کو قابو میں کر لیا۔ میں بھلا ان کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہوں" اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"دیکھو دوستو! اب جو کچھ بھی تم کرنا چاہتے ہو کر لو لیکن تم سے میری ایک درخواست ہے کہ مجھے اس شخص کے ساتھ قید نہ کرنا۔ میں اس شخص کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا"

"تو پھر تم اسے قتل کر دو ساجن داس!" میں نے دلچسپ... کیا مطلب؟" ساجن داس نے بوکھلا کر کہا۔

"تم دونوں ایک ہی جگہ رہو گے اگر تم چاہتے ہو کہ ڈومر قتل نہ کرے تو پھر تم ڈومر کا کام تمام کر دو اور یہی ... گلوخلاصی کا ذریعہ ہے"

"نہیں میں یہ نہیں کر سکتا"

"تو پھر ڈومر اپنے مسئلہ میں آزاد ہے کیوں مسٹر ڈومر کیا خیال تمہارا؟" جواب میں ڈومر گالیاں بکنے لگا میں اور کوشل ... نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ دو اور ... بھی اس تہہ خانے میں آئے تھے جنہوں نے ڈومر کے ہاتھ ... پشت پر کس دیے۔ اس کے بدن سے جو کچھ بھی مل سکا ... ل کر لیا گیا۔ اب اس کے لباس میں کچھ نہیں تھا چنانچہ ... نے ڈومر سے کہا۔

"مسٹر ڈومر ساجن داس بالآخر اس بات کے لیے مجبور ... جائے گا کہ تمہاری ہڈیاں توڑ دے اور ہم اس کی مدد کریں ... سنا ساجن داس! اگر تم اب بھی کوئی خطرہ محسوس کرتے ... تو ڈومر کو ختم کر دو۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں"

"میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا"

"ساجن داس! سب کچھ تیری وجہ سے ہوا میں تجھے چھوڑوں ... نہیں"

"دیکھو ڈومر! بلاوجہ ان لوگوں کے جال میں نہ پھنسو ہم ... اور تم مل جل کر کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے۔ لیکن اگر تم اشتعال ... میں آگئے تو پھر دونوں ہی کا نقصان ہو گا" بات ڈومر کچھ ... سمجھ گیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگا

"اس کے باوجود کہ تم دونوں گٹھ جوڑ کر لو گے مسٹر ڈومر کو ہمیں ... بتانا ہو گا کہ پورن سنگھ کا پروگرام کیا ہے"

"تم احمق ہو اگر تم تشدد کر کے مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کی کوشش کر لو باقی رہا پورن سنگھ کا معاملہ تو پورن سنگھ ... کا کوئی معاملہ نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ خوبصورت عورتوں کا ... شائق ہے اور جس طرف اس کی نگاہ اٹھ جاتی ہے اسے ہر قیمت پر ... حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ کوشل کا بھی یہی کیس ہے۔ کوشل اس ... کی نگاہوں میں آچکی ہے اور وہ کوشل کو اپنی شکار گاہ میں دیکھنا ... چاہتا ہے"

"ہوں" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ... کوشل کے چہرے پر خجالت کے آثار نظر آرہے تھے۔ اس نے خونی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تم لوگوں نے مجھے اتنا ہی نرم چارہ سمجھا تھا۔ کیوں؟ بکواس کرتا ہے یہ سب سورج گرہن کے آدمی ہیں اور سورج گرہن سے میری پرانی دشمنی ہے۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں اگر زندہ رہوں گی تو ایک نہ ایک دن ان کے سربراہ تک پہنچ جاؤں گی اور سربراہ مختلف طریقوں سے مجھے نقصان پہنچانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ یہ ان کے لیے ممکن نہ ہو گا میں کم از کم ان کے ہاتھوں نہیں مروں گی۔ یہ میرا عہد ہے"

"تم بالکل نہیں مرو گی ان کے ہاتھوں کوشل! تم کیا سمجھتی ہو کہ کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا"

"ڈومر! سربراہ کے بارے میں بتاؤ؟"

"سورج گرہن کے سربراہ کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ کم از کم یہ بتاؤ کہ پورن سنگھ کا تعلق بھی سورج گرہن سے ہے؟"

"پورن سنگھ کا تعلق سورج گرہن سے اگر ہے تو یہ بات تم اس سے معلوم کر سکتے ہو۔ کیا تم اس کی شکار گاہ میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتے؟" ڈومر نے سوال کیا۔

کوشل جی! اس شخص کے تیور ذرا کچھ زیادہ اچھے نظر آتے ہیں چنانچہ بہتر ہو گا کہ ہم اس کی زبان کھلوانے کے لیے کچھ کریں۔

"جیسا تم مناسب سمجھو"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈومر! آپ کچھ دیر آرام کریں۔ اس کے بعد آپ کے لیے کوئی مناسب کارروائی کر لی جائے گی۔ ہم دونوں وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ ڈومر کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے رہنے دیے گئے تھے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ ساجن داس کو اس سے کوئی نقصان پہنچ جائے ہاں اگر ساجن داس خود ہی اس کے ہاتھ کھول دے تو دوسری بات ہے۔ باہر نکل کر کوشل نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں چند لوگوں کو یہاں اس تہہ خانے میں آس پاس پہرے کے لیے مقرر کیے دیتی ہوں۔ تاکہ یہ لوگ نکل کر بھاگ نہ سکیں"

"مناسب خیال ہے ایسے اعتماد کے لوگ"

"یہی لوگ کافی ہیں جو ہمارے ساتھ تہہ خانے تک آئے ہیں" کوشل نے آہستہ سے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بات کرنے لگی وہ لوگ کوشل کی ہدایت پر اس کی خواہش کی تکمیل کرنے کے لیے

بخوشی تیار ہو گئے تھے۔

ہم انہیں وہاں چھوڑ کر اپنے ڈرائنگ روم میں آگئے۔ پھر ڈرائینگ روم میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت رات ہو چکی ہے کیا خیال ہے آرام کیا جائے؟"

"نیند نے نہیں آئے گی کوشل۔ لیکن میں تمہارے چہرے پر تھکن کے آثار محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہاں بہت تھک گئی ہوں۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تب پھر تم آرام کرو۔" تھوڑی دیر کے بعد کوشل اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔

مجھے اس بارے میں اب بہت کچھ سوچنا تھا۔ بستر پر لیٹنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور میرا برق رفتار ذہن خیالات کے سمندر میں کسی ہائی اسپیڈ بوٹ کی مانند دوڑنے لگا۔

بہت کچھ سوچنا تھا، بہت کچھ کرنا تھا، کوئی فیصلہ کرنا تھا اس سلسلے میں، میں نے جو یہ مصیبتیں اپنے گلے میں پال لی تھیں انہیں بے مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ میں اتنے گہرے انداز میں سوچ رہا تھا کہ خود بعض اوقات اپنے آپ پر بھروسہ نہیں رہتا تھا کیا میں ان مراحل کو طے کر کے اس حد تک جا سکوں گا جو میں نے اپنے لیے متعین کی ہے اور اگر میں چلا بھی جاؤں تو پھر کیا میرا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھے ان بلندیوں تک پہنچنے کے سلسلے میں نجانے کون کون سے مراحل سے گزرنا ہو گا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا۔ ایک بہت بڑا منصوبہ سورج گرہن کے سہارے اگر میرے اس مقصد کی تکمیل ہو جائے تو مجھے نئے سرے سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ اور اگر یہ سب کچھ نہ ہو سکا اور میں راستے ہی میں رہ گیا تو موت تو اب میرے لیے ایک معمولی سی بات رہ گئی تھی۔ زیبی کے بارے میں اب میں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ نجانے کیوں دل کو یہ یقین سا ہو چلا تھا کہ اب وہ مجھے کبھی نہیں مل سکے گی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو مضبوط کر لیا تھا اور اب اس کا خیال صرف ایک احساس بن کر دل کو چھوتا ہوا گزر جاتا تھا۔ ہاں اگر یہ احساس اگر کوئی روپ اختیار کر سکا تو وہ انتقام کا روپ تھا۔ ترلوکا کی زندگی کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ اس کا گروہ باقی تھا۔ ہرے راما ہرے کرشنا تحریک زندہ تھی۔ یہ تحریک کوئی بھی چلائے میرا معاملہ تو صرف ترلوکا سے تھا۔ میں ترلوکا کی موت چاہتا تھا اور اس کے لیے میں اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں یہی منصوبہ تھا کہ کسی طرح کوئی آرگنائزیشن بنا لوں کہ ترلوکا کے مقابلے پر آ سکوں۔ زیبی کا بہت بڑا سرمایہ تو نہیں تھا لیکن اچھی خاصی رقم تھی برائیوں کی جانب راغب ہونے کے لیے مجھے سوئیزرلینڈ اپنا پیسہ بھی نکالنا پڑتا تو مجھے اس سے کوئی تعرض نہ تھا پچھلے دنوں میں نے یہ سوچا تھا کہ اب اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے میں وہ ناجائز رقم سوئیزرلینڈ کے بنکوں سے نکالوں گا، جو میں نے بالکل اسی طرح چھوڑ دی تھی۔ لیکن اب یہ بڑی خوش اسلوبی سے طے کرنے تھے۔ راجہ پورن سنگھ کی ترکا میرے ذہن میں تھی کوشل کو وہاں پہنچانے کے بعد راجہ پور کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ مگر میں کوشل کو داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ خاصی رات گئے تک جاگتا رہا۔ منصوبے بناتا مسترد کرتا رہا اور اس کے بعد چند ٹھوس باتیں اپنے ذہن میں جمع کریں اور اس کے بعد سو گیا۔

دوسری صبح گیارہ بجے تک سوتا رہا۔ کوشل نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے میں خود ہی تیار ہو کر باہر نکلا تو کوشل میرے سامنے آگئی۔ وہ شب خوابی لباس میں ملبوس تھی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"نہیں اگر اپنی شکل آئینے میں بغور دیکھو تو مجھ سے مختلف نہیں آؤ گے۔"

"کیا مطلب میری شکل تم جیسی ہو گئی ہے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری آنکھوں میں رات کا خمار نظر آ رہا ہے، ظاہر ہے تم بھی نہیں سو گئے۔"

"مجھے تو واقعی نہیں سونا چاہیے تھا کوشل! آؤ کہیں بیٹھیں۔ چائے کے لیے کہہ دیا گیا؟"

"تمہیں دیکھنے آ رہی تھی کہ جاگے یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے تم بھی ابھی جاگی ہو۔"

"ہاں بس غسل بھی نہیں کیا، منہ ہاتھ دھو کر تمہاری طرف میں نکل آئی یہ سوچ کر کہ کہیں تم بور نہ ہو رہے ہو۔ ملازموں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ ابھی تک تم کمرے سے باہر نہیں نکلے، واپس جا رہی تھی کہ تم کمرے سے باہر نکلتے نظر آئے۔" ہم دونوں

ڈائننگ روم میں جا بیٹھے۔ ایک ملازم نے فوراً ہی چائے کے برتن ہمارے سامنے سجا دیے۔ کوشل نے اسے ناشتے کے لیے بھی کہہ دیا اور ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر چائے پینے لگے۔ کوشل نے کہا

ملازموں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ باہر موجود پہریداروں کے ہاتھ ان دونوں کو ناشتہ بھجوا دیا جائے۔

"یہ لوگ جنہیں تم نے پہرے پر مقرر کیا ہے قابلِ اعتماد ہیں نا۔؟"

"ہاں میرا خیال ہے یہ کسی طور پر دغا نہیں کریں گے۔"

"گڈ۔ ویسے اب پروگرام کیا ہے کوشل؟"

"ایک بات کہوں کاشی۔ کسی غلط انداز میں مت سوچنا پلیز!"

"ارے نہیں اب میں تمہاری کسی بات کو غلط انداز میں نہیں سوچ سکتا۔"

"اس اعتماد کا شکریہ! میں نے یہ سوچا ہے کہ اب اپنے آپ تمہارے حوالے کر دوں۔"

"اوہ۔ بڑی خطرناک بات سوچی ہے کوشل!"

"پلیز کاشی میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ غلط انداز میں مت سوچنا۔ اگر تم ایک عورت کی حیثیت سے میرا تجربہ کرنا چاہتے ہو تو سنو۔ میرے دل میں محبتوں کا وجود ضرور ہے لیکن اب ان محبتوں کو وہ رنگ کبھی نہیں مل سکتا جو۔" کوشل کا چہرہ جھک گیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"میں مطلب تمہیں زندگی کے کسی حصے میں نہیں بتا سکتی بس اس بات کا خیال رکھنا میری ذات سے صرف یہی ایک تردد پہنچے گا تمہیں!"

"کوشل! کیا میں ہمیشہ تمہارے وجود کی کتاب کھولنے میں ناکام رہوں گا۔"

"میرے وجود کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں ایک کھلی کتاب ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے ساتھ کچھ ایسی زیادتیاں ہوئی ہیں۔ کہ میں عام عورتوں سے مختلف شے بن کر رہ گئی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں اس سے زیادہ تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔"

"اچھا یہ بتاؤ کوشل کہ تمہاری اپنی زندگی کا مطمح نگاہ کیا ہے؟"

"یوں تو ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی صرف ان لوگوں سے انتقام کے لیے وقف کر دی ہے یوں سمجھ لو کہ سورج گرہن والوں کے ہاتھوں مجھے کچھ ایسے نقصانات پہنچے ہیں کہ جنہیں میں اب کبھی واپس نہیں لا سکتی۔ جو گذر گیا سو گذر گیا۔ بس اب میں گذرے وقت کا انتقام ہوں۔"

"تعجب ہے ایسی کون سی بات ہوئی تمہارے ساتھ۔ بہرحال کوشل میں اس سلسلے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا جہاں تک میرا معاملہ ہے میں بھی تمہیں یہ بتا دوں کہ سورج گرہن کے ذریعے اپنے راستے طے کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک ہی منزل کے راہی بن گئے ہیں۔ اور ہماری منزل یکجا ہے۔"

"خدا کرے ہم کامیاب ہوں۔" کوشل نے کہا

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے آج میں پدما کو ساجن داس سے ملا دوں ویسے کیا خیال ہے کوشل یہ دو نومہرے اب ہمارے لیے بیکار ہیں۔؟"

"ہاں ہیں تو بے کار لیکن کرو گے کیا ان کا؟"

"زندگی مناسب نہیں ہو گی ان کی کوشل! ہمیں مجبوراً انہیں قتل کرنا پڑے گا۔"

"میں بلاوجہ قتل و غارت گری سے منحرف ہوں لیکن اگر کسی بڑے مقصد کے لیے ایسا ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتی۔ ظاہر ہے اگر یہ آزاد ہو گئے تو ہمارے بارے میں مکمل طور پر اطلاع دے دیں گے اور اسی کے بعد ہمیں ہی نقصان پہنچے گا۔"

"ایک بات کہوں کوشل کچھ ایسے خطرات مول لینے کی ہمت کر سکو گی۔ جس میں تمہاری زندگی بھی جا سکتی ہے۔"

"بالکل۔ میں اب ایسے خطرات مول لے سکتی ہوں۔ کہو!" کوشل نے سوال کیا۔

"تو پھر اس سلسلے میں، میں تمہیں بعد میں تفصیل سے بتاؤں گا۔ آج میرا خیال ہے پدما کو ساجن داس کے سامنے لے آؤں تاکہ وہ اپنا حساب کتاب طے کر لے۔"

"ساجن داس مرد ہے!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں پدما کی مدد کے لیے موجود رہوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پدما پر ایک اور انکشاف

بھی کروں گا۔"

"وہ کیا ہے۔؟" کوشل نے سوال کیا۔

"بھئی دیکھو! اب ہمارے درمیان کچھ باتیں راز رہنا ضروری ہیں تو پھر میری کچھ باتیں بھی راز رہنے دو۔" کوشل نے عجیب انداز میں مجھے دیکھا اور پھر خاموش ہوگئی۔

"ٹھیک کہتے ہو تم میں اس کا کوئی حق نہیں رکھتی۔"

ناشتے کے بعد میں تیار ہوگیا اور کوشل کو ہدایات دے کر باہر نکل گیا۔ پدما سے ملاقات کرنے کے لیے مجھے اس کی نئی رہائش گاہ پہنچنا پڑا۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کرکے میں بالآخر اس تک پہنچ گیا۔

پدما مجھے دیکھ کر عجیب سے انداز میں کھڑی ہوگئی۔ وہ دیر تک میری شکل دیکھتی رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔

"پچھلی رات سے میرا دل نجانے کیوں گھبرا رہا ہے کاشی!"

"کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی۔ بس ایک عجیب سی بے چینی اور بے کلی ذہن پر سوار ہے۔"

"خود کو سنبھالو پدما! تمہیں تو ابھی اپنی زندگی کا ایک بڑا مقصد پورا کرنا ہے۔"

"ہاں وہی مقصد تو مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ورنہ میری زندگی میں بہت زیادہ دلکشی نہیں رہ گئی ہے۔ بہت یاد آتے ہیں سب کے سب۔" پدما نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

میں خاموشی سے پدما کی شکل دیکھتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"خود کو سنبھالو پدما، زندگی انہی حادثات کا نام ہے، یاد آنے والے تو ہمیشہ یاد آتے رہیں گے، تمہیں اپنے راستے نہیں کھونے چاہئیں۔"

"میں صرف انتقام چاہتی ہوں، میں ساجن داس کو قتل کردینا چاہتی ہوں، میری دلی خواہش ہے کہ میں اُسے اپنے ہاتھوں سے موت کی نیند سلا دوں اس کے بعد میرے انتقام کی آگ سرد ہو جائے گی اور کاشی اور۔ اور۔" وہ جذبات بھری آواز میں خاموش ہوگئی۔

"پدما میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لے کر آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"خوش خبری۔" پدما نے آنکھیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔

"ہاں۔"

"کیا خوشخبری ہے سناؤ۔" وہ بولی۔

"میں نے ساجن داس کو تلاش کر لیا ہے۔"

"کیا۔؟" پدما کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ۔؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میرے قبضے میں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اوہ پلیز اُسے میرے حوالے کردو۔ میں۔ میں اپنی زندگی کا وہ کھیل کھیلنا چاہتی ہوں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کھیلا۔"

"میں تمہارے پاس اسی لیے آیا ہوں پدما، اپنے انتقام کی آگ سرد کرلو، چلو چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہوں۔" اس نے کہا۔

میں نے نہایت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا تھا، پدما کی کہانی میں ختم کردینا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے میں کاشی نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو پدما کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تھا، میں اب اُسے اپنی حقیقت بھی بتا دینا چاہتا تھا۔

پدما میرے ساتھ چل پڑی۔ کوشل کی طرف سے اجازت مل گئی تھی، میں نے اُسے تمام صورت حال سمجھا دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ کوشل نے اس وقت تک ڈومر کو وہاں سے نکال لیا ہوگا اور اب تہہ خانے میں صرف ساجن داس ہوگا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں پہنچ گیا، کوشل ہم دونوں کے سامنے نہیں آئی تھی، میں نے منع کر دیا تھا، پدما کو لیے ہوئے میں سیدھا اُس تہہ خانے کے قریب پہنچ گیا جہاں ڈومر اور ساجن داس موجود تھے، اُس وقت تہہ خانے والے کمرے میں چار آدمی موجود تھے جنہیں میرے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہوگئے۔ انھوں نے سلام بھی کیا تھا۔

"ڈومر کو یہاں سے ہٹا دیا گیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں جناب۔" اُن میں سے ایک نے جواب دیا اور میری ہدایت پر تہہ خانہ کا دروازہ کھول دیا۔ پدما حیران نظر آ رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد ہم تہہ خانے میں اُتر گئے۔ سامنے ہی ساجن داس موجود تھا۔

پدما اُسے بغور دیکھنے لگی، پھر اُس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"تم ساجن داس ہو؟" ساجن داس کی آنکھوں میں

لمحہ کے لیے حیرت کے آثار نظر آئے، چند لمحہ وہ کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں میں ہی ساجن داس ہوں۔"

"کنہیا لال کو تم نے کیوں قتل کیا تھا؟"

"تم۔ تم۔ تم پدما ہو نا۔" ساجن داس آہستہ سے بولا۔

"پہچانتے ہو مجھے۔"

"ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہارے باپ سے میری بہت پرانی دشمنی چل رہی تھی اس کا قتل کردینا میرے لیے ضروری تھا، لیکن میں تم سے اب بھی ایک بات کہتا ہوں مجھے کوئی بھی سزا دو میں کاروائی کی، لیکن یہ آدمی۔ یہ آدمی کاشی داس نہیں ہے۔ کاشی داس میرے ہاتھوں مارا جاچکا ہے۔ چنانچہ تم اس شخص کے ہاتھوں احمق بن رہی ہو۔" ساجن داس نے اپنی دانست میں میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا تھا۔ جو مجھے زندگی بھر اذیت میں مبتلا رکھے لیکن وہ احمق نہیں جانتا تھا کہ اس نے تو میری ایک بڑی مشکل آسان کردی تھی۔

پدما نے میری طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ وہ ساجن داس کو گھورتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"اب تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو ساجن داس؟"

"میں کسی سے کوئی توقع نہیں رکھتا لڑکی۔ بس جو کچھ مجھے کہنا تھا میں نے کہہ دیا۔ میں ہار چکا ہوں، لیکن ہارنے کے باوجود میں نے اپنے آپ کو ابھی ختم نہیں سمجھا ہے۔"

"میں تمہیں ختم کردوں گی۔" پدما نے کہا، اُس کی آنکھوں میں کسی خونخوار بلی کی سی چمک نظر آ رہی تھی، ساجن داس اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تو کیا تم مجھے اس کے ہاتھوں مروا دوگے۔؟"

"ساجن داس یہ فیصلہ اسے ہی کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بے بس کرنے کے بعد کسی کے ساتھ یہ سلوک کرنا اچھا تو نہیں ہے۔"

"تم اُن شریف انسانوں میں سے نہیں ہو ساجن داس جو اس قسم کی باتوں کا خیال رکھتے ہیں اور جو اس قسم کی رعایت کے مستحق ہوتے ہیں۔"

پدما نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر اپنے لباس سے ایک لمبا چاقو نکال لیا، یہ چاقو یقیناً اس وقت اس نے اپنے پاس رکھا ہوگا جب وہ مجھ سے ایک لمحہ کی اجازت لے کر گئی تھی۔ چاقو کھول کر وہ اس کی دھار پر اُنگلی پھیرنے لگی، ساجن داس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نظر آئے، وہ عجیب سے انداز میں بولا تھا۔

"سنو اس لڑکی کو یہاں سے لے جاؤ، یہ دیوانی ہو رہی ہے، میں۔ میں اسے معاف نہیں کروں گا، مجھے بھی اپنی زندگی بچانے کا حق ہے۔"

"کیوں پدما کیا چاہتی ہو تم۔"

"میں۔ میں اپنی اور اس کی زندگی کا فیصلہ خود کروں گی، میں تم سے استدعا کرتی ہوں کاشی کہ اس مسئلے میں نہ تو تم میری مدد کرنا اور نہ ہی میرا راستہ روکنا۔" اس نے کہا۔

"تمہاری مرضی۔ چلو شروع ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور پدما چاقو سنبھال کر آگے بڑھنے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پدما اس سلسلے میں کہاں تک کامیاب ہوسکتی تھی لیکن بہرطور میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس وقت وہ شدید جنون کے عالم میں ہے اور ساجن داس کے لیے بڑی کٹھن ثابت ہوگی۔ پدما نے اس کے سامنے پہنچ کر چاقو کو سیدھا کیا، پھر اُسے اُچھال کر دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ ساجن داس پھرتی سے پینترا بدل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھا اگر یہ لڑکی میرے ہاتھ سے ماری گئی تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہوگا۔ تم اسے روک لو، اسے لے جاؤ یہاں سے۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے کاشی اس میں تم دخل نہیں دوگے۔"

اس نے کہا اور پھرتی سے چاقو ساجن داس کے پیٹ کی طرف بڑھایا۔ ساجن داس اُچھل کر کھڑا ہوگیا تھا لیکن پدما سے مجھے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی، اس نے پہلی بار تو صرف جھکائی دی تھی دوسری بار وہ پوری قوت سے آگے بڑھی اور اس نے چاقو ساجن داس کے پیٹ میں اُتار دیا۔

ساجن داس کو غالباً پدما جیسی لڑکی سے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ ایک ایسی لڑکی جس نے اپنی زندگی میں چاقو کا کھیل کبھی نہ کھیلا ہو اس انداز میں کسی کو ہلاک کردے معمولی بات نہیں تھی لیکن پدما پر تو جنون طاری تھا اور اس جنون نے اسے نہ جانے کتنی قوتیں بخش دی تھیں۔

ساجن داس کے پیٹ سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اس نے پھرتی سے اپنا ایک ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا اور دوسرے لمحے دہاڑتا ہوا پدما کی طرف بڑھا، لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اب دوسرا وار کس پھرتی سے اُس کے دل کے مقام پر ہوگا۔ اس بار چاقو اس کی ہڈیوں میں گھس کر پھنس گیا تھا۔ پدما اُسے کھینچنے کے لیے زور لگا رہی تھی لیکن کامیاب نہ ہوسکی اور پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی۔

چاقو ساجن داس کے سینے میں پھنسا ہوا تھا اور ساجن داس کی کراہیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ میں نے آسودہ نگاہوں سے پدما کو دیکھا، وہ پیچھے ہٹ گئی تھی اور کوئی ایسی چیز تلاش کر رہی تھی جس سے ساجن داس پر مزید حملے کر سکے۔ چاقو اس طرح پھنسا تھا کہ نکل ہی نہ رہا تھا۔

میں خاموشی سے ساجن داس کو دیکھتا رہا جو پیچھے ہٹتا ہٹتا دیوار سے جا لگا تھا اور اب آہستہ آہستہ نیچے بیٹھتا جا رہا تھا پدما کو کسی اور چیز سے وار کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی، چاقو کا وار اتنا کاری تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ساجن داس نے دم توڑ دیا۔

"یہ تو کچھ نہ ہوا۔ کچھ نہ ہوا۔ یہ مر گیا کم بخت۔ کیا یہ مر گیا کاشی؟"

وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ہاں پدما، تم نے ایک ماہر چاقو باز کی طرح دوسرا وار اس کے دل پر کیا ہے اور دل میں پیوست ہونے والا چاقو اس کی زندگی کے خاتمہ کا باعث بن گیا اب مردہ جسم سے کوئی انتقام لینا عقل کی بات نہیں ہے تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہو۔"

پدما اُسے دیکھنے لگی اور دوسرے لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بھگوان کی سوگند زندگی میں کبھی سوچا بھی نہ تھا لیکن میں کتنی خوش ہوں، کاشی میں کتنی خوش ہوں تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے، میں اب، میں اب سُرخرو ہوں، مجھے دنیا کی کسی اور چیز کی پرواہ نہیں ہے کاشی، اب میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے، یہی تو چاہتی تھی میں، یہی تو میں چاہتی تھی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ قتل کرنے کے بعد عورت کی جو کیفیت ہو سکتی تھی، اس وقت پدما انہی کیفیات سے گزر رہی تھی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں، پدما مجھے اپنے بارے میں یہی انکشاف کرنا تھا، اس وقت اُس پر جو کیفیت طاری ہوگی اس کا مجھے اندازہ تھا، لیکن بہرطور یہ ناگوار فرض مجھے انجام دینا ہی تھا۔ میری زندگی کا مقصد کچھ اور تھا۔ میں اُسے دھوکا دینا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں اُسے سہارا دے کر وہاں سے نکال لایا۔

کوشل یا اُس کے کسی آدمی نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ میں نے باہر نکل کر کہا۔

"میڈم کو اطلاع دے دینا ساجن داس قتل ہو چکا ہے۔"

وہ چاروں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں پدما کو ساتھ لیے ہوئے باہر نکل آیا تھا اور پھر میں وہاں نہ رکا۔ کار میں بیٹھ کر میں پدما کے ساتھ اُس کی رہائش گاہ پر واپس آگیا تھا۔ یہ وہی رہائش گاہ تھی جو پدما کی ذاتی ملکیت تھی۔ پدما نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا، رہائش گاہ میں ملازم موجود تھے، ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ میں نے پدما سے کہا کہ وہ ملازموں سے معلوم کرے کہ یہاں کوئی اور تبدیلی تو نہیں ہوئی چنانچہ پدما نے خادمہ کو طلب کر لیا۔

خادمہ نے اُسے بتایا کہ تمام معاملات جوں کے توں ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں پدما کے ساتھ اس کے کمرے میں آ بیٹھا۔ پدما اب خوف کا شکار نظر آ رہی تھی چند لمحات کے بعد اُس نے کہا۔

"وہ کون سی جگہ تھی کاشی جہاں تم مجھے لے گئے تھے۔"

"پدما میں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد بنایا تھا، اس میں سے پہلے مرحلے میں، میں کامیاب ہو گیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمھیں وہ دینے میں کامیاب ہو گیا جو تم چاہتی تھیں۔ پدما تم اسے میری طرف سے اپنے لیے خراجِ عقیدت سمجھ لو، یا کچھ ایسے لوگوں کی محبتوں کا بدل، جنھوں نے میری مدد کی تھی۔ میں رام سہائے جی کی بات کر رہا ہوں۔"

"کاشی رام سہائے جی کے بارے میں تم ایسے بات کر رہے ہو جیسے۔ جیسے۔"

"ہاں پدما میں یہ ناخوشگوار بات تم سے اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی ناخوشگوار بات۔" پدما کسی قدر متوحش ہو گئی تھی پھر وہ بولی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں تم مجھے لے گئے تھے۔ تم نے ساجن داس کو وہاں کس طرح قید کیا تھا اور اس کے جواب میں تم مجھے عجیب سی باتیں سنا رہے ہو تم کہنا کیا چاہتے ہو کاشی، تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں پدما کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"

"کیا۔؟" پدما بُری طرح اُچھل پڑی۔

"ہاں، میں کاشی نہیں ہوں، ساجن داس نے تم سے جو کچھ کہا تھا درست کہا تھا۔"

"کیا ہو گیا تمھیں؟ اچانک تمھیں کیا ہو گیا۔" پدما نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"پدما یہ بات تمھیں بتا کر میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہوں۔

[تم] جانتی ہو کاشی داس کی حیثیت سے میں نے تم سے کبھی وہ فائدے [حا]صل کرنے کی کوشش نہیں کی، جو میں باآسانی حاصل کر سکتا [تھا] پدما دراصل اس وقت جب میں پہلی بار رام سہائے جی کو ملا [او]ر ماتا جی سے میری ملاقات ہوئی میں اتنی بُری طرح حالات [کا] شکار تھا کہ میری زندگی کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا تھا۔ [می]ں موت کی آغوش کے قریب تھا۔ پدما جب ماتا جی نے مجھے سہارا [د]یا سینے سے لگایا، یہ دوسری بات تھی کہ میں اُن کے بیٹے کاشی [کا] ہم شکل تھا انھوں نے مجھے کاشی سمجھا۔ میرا جی نہ چاہا پدما کہ میں [ان]ھیں دھوکا دوں لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں [نے ص]رف اُن کی آنکھوں میں جلتے ہوئے چراغوں کو نہ بجھنے دینے [کے] لیے اپنے آپ کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔ ہاں انسان دنیا میں [س]ب کو دھوکا دے سکتا ہے کسی ماں کو نہیں، اُس وقت ایک [م]اں کی آرزوئیں اُمنگیں بول رہی تھیں اور وہ بھی ایک ایسی ماں [کی] آرزوئیں جس کے سامنے اُس کا بیٹا نہیں تھا وہ بیٹے کی تلاش [می]ں سرگرداں تھی۔"

"میں کون سا جگلا تا پدما کہ اُن کا دل توڑ دیتا سو میں [نے] اپنے آپ کو کاشی مان لیا۔ یقین کرو پدما کہ اس بات میں کوئی [ج]ھوٹ نہیں ہے، میرے دل میں اُن کے ساتھ کسی بددیانتی کا [تص]ور بھی نہیں تھا۔ میں نے صرف ایک ماں کو نراش نہ کرنے کے [ل]یے اپنے آپ کو کشٹ میں ڈال لیا تھا۔ میں نے اس ماں کا دل نہ [تو]ڑنے کے لیے خود کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔"

"نہیں کاشی پلیز نہیں، پلیز ایسا مت کہو پلیز۔" پدما ایک [د]ل دوز چیخ کے ساتھ بولی۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے صبر و سکون سے سنو پدما، یہ [ض]روری ہے، بہت ضروری ہے۔"

"نہیں کاشی نہیں۔ اگر تم۔ تم کاشی نہ ہوئے تو پھر میرے لیے اس سنسار میں کچھ نہیں رہ جاتا۔ تم کاشی ہو مذاق نہ کرو مجھ سے، کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو۔"

"زندگی انسان کے ساتھ ایسے مذاق اکثر کرتی رہتی ہے پدما میں سچ مچ کاشی نہیں ہوں، یہ دوسری بات ہے کہ میں کاشی کا ہم شکل ہوں، ساجن داس نے کاشی کو قتل کر دیا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی اُمنگیں اُس کے ساتھ تھیں۔ میں کسی بھی قیمت پر کاشی کو نہ مرنے دیتا اگر میں موجود ہوتا میں اپنے آپ کو اُس کی جگہ پیش کر دیتا کیونکہ پدما، کیونکہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔"

"کون ہو تم؟ پھر کون ہو تم؟" پدما نے اندوہناک لہجے میں پوچھا۔

"یہ میں کون ہوں پدما۔ اس بارے میں جان کر تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں تمھیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حقیقتوں کی دُنیا میں جینا سیکھو، جو چلا گیا وہ واپس نہیں آ سکتا۔ اب تمھیں اپنے آپ کو اپنی اس نئی زندگی میں ایڈجسٹ کرنا ہے، پدما کاشی موجود نہیں ہے، تمھارے پتا جی کا ایک بدترین دشمن موت کے گھاٹ اُتر چکا ہے ساجن داس کو قتل کر کے تم نے نہ صرف اپنے پتا جی کا بلکہ کاشی کا بھی بدلہ لے لیا ہے۔ میں تمھاری بس یہی خدمت کر سکتا تھا پدما اس سے زیادہ میرے لیے کچھ اور ممکن نہیں تھا۔ میری اپنی زندگی کسی اور راستے پر سفر کر رہی ہے میں ایک دوست کی حیثیت سے بھی تمھارا ساتھ نہیں دے سکتا اب تمھیں اپنے طور پر اپنی زندگی گزارنی ہوگی۔"

"نہیں کاشی نہیں، اب بھی مان جاؤ کہہ دو کہ تم جھوٹ بول رہے ہو مجھے نہ بتاتے تو کیا حرج تھا، ایک موہوم سہارے پر زندہ تو رہتی۔ تم۔ تم اب تو میرا دل تمھیں کاشی کہہ کر پکارنے کو بھی نہیں چاہتا۔ تم میرے کاشی نہیں ہو، تم میرے کاشی نہیں ہو۔"

"جو حقیقتیں ہیں انھیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"

"تو پھر تم یہ تو بتا دو کہ آخر تم کون ہو؟ کاشی کے ہم شکل کیوں ہو تم۔؟"

"یہ اس دنیا کے کھیل ہیں پدما، کوئی کسی کا ہم شکل ہو کر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن تم دیکھ چکی ہو کہ میں نے تم سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بس اب مجھے اجازت دو۔"

"کاشی، کاشی۔" پدما پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، لیکن میں نے اُسے سہارا دینے کی کوشش نہیں کی تھی، میں جانتا تھا کہ اُس کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی، لیکن میں بھی کیا کرتا، اوّل تو میں کاشی نہیں تھا، وہ ہندو تھی میں مسلمان تھا اور اگر ہندو بھی ہوتا تو میرے دل کے تنہا گوشوں میں نیہی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کاش اس دور کا راجہ نواز اصغر ہوتا، جب زندگی کسی اور راستے کا سفر کر رہی تھی تو شاید میں یہ کبھی نہ کہتا کہ میں کاشی نہیں ہوں بلکہ موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا، لیکن اب، اب یہ ممکن نہیں تھا، اب مجھے حقیقتوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا تھا۔ میں کسی کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ بیچاری پدما کو میں کیا سہارا دے سکتا تھا، اس جیسی ہزاروں لڑکیاں میری زندگی میں

آ چکی تھیں۔
"میں اجازت چاہتا ہوں پدما۔" میں نے کہا۔ اور اُٹھ کھڑا ہوا۔
"نہیں نہیں بھگوان کے لیے نہیں۔" پدما اُٹھ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ مجبوراً مجھے جھک کر اُسے سہارا دینا پڑا۔ میں نے اُسے اُٹھایا۔ وہ بُری طرح رو رہی تھی۔ آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی اُس کی آنکھوں سے، میں نے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا۔
"پدما میں کاشی نہیں ہوں۔ تم کاشی کی امانت تھیں تمھارے دل میں کاشی ہمیشہ زندہ رہے گا، میں تمھارے دل میں موجود کاشی کو تم سے چھین نہیں سکتا۔ لیکن کیا تمھارا ضمیر اس بات کو قبول کرے گا کہ تم مجھے ایک اجنبی کو اپنی زندگی میں قبول کرو۔"
پدما ایک دم چونکی، سنبھلی اور پیچھے ہٹ گئی۔ "نہیں۔" اُس نے سنجیدہ اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔
"میں جانتا ہوں، تم اسی کردار کی لڑکی ہو، لیکن پدما ایک مشورہ بھی ضرور دے سکتا ہوں تمھیں۔" آہستہ آہستہ اس کے آنسو رُکتے چلے گئے۔ وہ خاموش ہو گئی، پھر وہ تھکے تھکے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔
"میرا مشورہ یہ ہے پدما کہ زندگی گنوانے کی چیز نہیں ہوتی ہم سے جو کچھ چھن جاتا ہے ہماری قوت اسے واپس نہیں لا سکتی اگر سنسار کی بڑی سے بڑی قیمت دے کر کسی شے کو دوبارہ حاصل کیا جا سکتا تو شاید کوئی بھی محبت کرنے والا اپنے محبوب کو حاصل کر لیتا۔ یہ سب کچھ ہمارے بس میں نہیں ہے پدما پھر ہمیں حالات سے سمجھوتہ کرنا چاہیے۔ ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں میرا مشورہ ہے کہ اپنی زندگی کے لیے کوئی نیا...."
"خاموش ہو جاؤ، مجھے کوئی مشورہ نہیں چاہیے پلیز تم جا سکتے ہو، جاؤ۔" اُس نے کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔
"بہر صورت پدما، میں اپنے دل میں تمھارے لیے اچھی خواہشات رکھتا ہوں، کوئی داغ لے کر نہیں جا رہا اپنے ضمیر پر۔ حقیقتوں سے روشناس کروانا میرا فرض تھا اگر میں چاہتا تو اپنے مشن کی تکمیل کے بعد تم سے پورا فائدہ اُٹھا سکتا تھا میرے بارے میں جب بھی سوچو تو اس بات کو ضرور یاد رکھنا۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور پھر وہاں ایک لمحے نہ رُکا میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا تھا۔

دل میں بہت سے دُکھ تھے، پدما کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو قدم روک رہے تھے، لیکن آنکھوں میں نرملی کا چہرہ بھی نظر آ رہا تھا۔ کون سے دل سے کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرتا۔ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور اس کے بعد کوشل کی کوٹھی پر ہی آ کر دم لیا۔
کوشل نے برآمدے میں میرا استقبال کیا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ آہستہ سے بولی۔
"میں نے ساجن داس کی لاش ٹھکانے لگا دی ہے اور ڈومرکو وہیں تہہ خانے میں پہنچوا دیا ہے غلط تو نہیں کیا۔"
"نہیں۔ کیا ڈومرکو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ساجن داس ختم ہو گیا ہے۔؟"
"ہاں اُسے بتا دیا گیا ہے۔"
"اس نے کچھ سوالات تو کیے ہوں گے؟"
"نہیں۔ میں براہِ راست اس کے پاس نہیں گئی تھی، بلکہ جب اُس نے میرے آدمیوں سے سوال کیا تو میں نے اُن سے یہی کہلوا دیا کہ ڈومرکو بتا دیا جائے کہ ساجن داس اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے کوشل۔" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔
"کیا بات ہے، کچھ پریشان سے ہو۔"؟
"نہیں۔" میں نے کہا اور کوشل کے ساتھ کمرے میں آ بیٹھا کوشل میری صورت دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔
"کوئی بات تو ضرور ہے۔؟"
"نہیں کوشل ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا۔"
"کیا۔؟"
"اب کیا پروگرام ہے؟"
"جو تم پسند کرو۔"
"کوشل، بات دراصل یہ ہے کہ میں تمھارا مقصد آج تک نہیں سمجھ سکا ہوں اور اب طبیعت کسی قدر اُلجھن کا شکار ہو گئی ہے۔"
"میں نہیں سمجھی۔" کوشل نے کہا۔
"کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ اب میں تمھارے بارے میں تفصیل جان لوں۔" میں نے کہا۔
"دیکھو کاشی میں وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔ اگر وقت نے میرا ساتھ دیا تو میں تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی، یہ وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔" اس نے کہا۔

"نہیں کوشل اب میں کاشی نہیں ہوں۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"
"کیا۔؟" وہ تعجب سے بولی۔
"تفصیل میں ابھی نہیں بتاؤں گا تمھیں، یوں سمجھ لو میں جس حیثیت سے تمھیں ملا تھا میری حیثیت وہ نہیں ہے۔"
"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔"
"میں کچھ سمجھانا نہیں چاہتا کوشل، میں کچھ کرنا چاہتا ہوں، کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے میں اپنے مقصد کی طرف چند چار قدم اور آگے بڑھوں۔"
"اوہ۔ صورتِ حال بہت عجیب سی ہو گئی ہے لیکن تمھاری یہ بات کہیں تم مجھ سے غلط تو نہیں کہہ رہے۔"
"ہاں میں کاشی نہیں ہوں، جس کے لیے میں کاشی بنا تھا اُسے بھی میں نے کہہ دیا کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"
"کس کے لیے کاشی بنے تھے۔؟"
"اس لڑکی کے لیے جس کے ساتھ میں یہاں آیا تھا اور جس کے ہاتھوں میں نے ساجن داس کو قتل کرا دیا۔"
"اس کی کہانی کیا تھی؟" کوشل نے پوچھا۔ اور میں نے اس وقت سے اب تک کی داستان اس کے سامنے دوہرا دی جب میں رام سہائے جی کے ہاتھ لگا تھا اور مجھے کاشی سمجھ لیا گیا تھا کوشل متحیرانہ انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی پھر وہ آہستہ سے بولی۔
"میں تم سے کسی خاص حیثیت سے نہیں ملی تھی اس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ تمھارا نام کیا ہے۔ لیکن آج یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کاشی نہ ہو کر تم میرے لیے اجنبی سے ہو گئے، کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے، کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے۔"
"کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے کوشل کہ میں تمھارے بارے میں کچھ جانے بوجھے بغیر تمھارے ساتھ ہوں اور وہ سب کچھ کر رہا ہوں جو خاصی اہمیت رکھتا ہے آخر کس حساب میں۔ جواب دینا پسند کرو گی کوشل کس حساب میں۔"
"اوہ گویا۔ گویا تم، تم مجھ سے اس بات کا جواب چاہتے ہو۔"
"ہاں کیوں نہیں، تم کیا سمجھتی ہو کوئی ڈمی ہوں میں، صرف اس لیے تمھارے ساتھ لگا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہمدردی سے پیش آئی ہو، یقین کرو کوشل پدما کے پاس اتنی دولت تھی اگر اس کے ذریعے میں اپنے راستوں کو ہموار کرنا چاہتا تو مجھے کوئی دقت نہ ہوتی، تمھارے پاس جو کچھ ہے اس سے بھی مجھے ذرہ برابر دلچسپی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمھارے ساتھ رہ کر میں تمھارا دست نگر رہوں، شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میری کروڑوں روپے کی دولت سوئٹزرلینڈ میں محفوظ ہے، میں جب چاہوں اُسے حاصل کر سکتا ہوں اور آنے والے وقت میں یہ ضروری ہے کہ میں اس دولت کو استعمال کروں کوشل میں بالکل مختلف شخصیت کا مالک ہوں، میں ایک الگ چیز ہوں کوشل میں تمھیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا اپنا ایک مشن ہے جس کے لیے میں عمل کر رہا ہوں، کچھ لوگوں نے مجھ پر احسان کیا تھا ایک ایسا احسان جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ سب میری ہی آنکھوں کے سامنے مارے گئے، اور انھیں ہلاک کرنے والا ساجن داس تھا میں نے اُس خاندان کی ایک لڑکی کا وہ دلی مقصد پورا کر دیا جس کے لیے وہ بے چین تھی، وہ خود بھی مجھے کاشی سمجھ رہی تھی۔ لیکن اب میں نے اُسے بتا دیا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ مجھے سمجھ رہی ہے، وہ کاشی کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ یہ جان کر کہ میں کاشی نہیں ہوں اُسے اتنا دُکھ ہوا کہ بیان سے باہر ہے، لیکن حقیقت کو اُس کے سامنے لانا ضروری تھا۔ چونکہ ایک انتہائی بُرا آدمی ہونے کے باوجود میں اپنے ضمیر پر مزید داغ برداشت نہیں کر سکتا۔"
کوشل خاموشی سے میری باتیں سُن رہی تھی پھر وہ مدھم لہجے میں بولی۔
"میں نے طے کیا تھا کہ اپنے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی سمجھے تم، اور میں جانتی ہوں کہ میری حقیقت جاننے کے بعد تم میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔ میں اب تمھیں کاشی کے نام سے مخاطب بھی نہیں کر سکتی اجنبی نفرت تو میری تقدیر ہے اور میں اپنی تقدیر کو نہیں بدل سکتی۔ میرے بارے میں جانے بغیر اگر میرے لیے کچھ کر سکتے تو کر دیتے، جان لو گے تو شاید میں خود بھی تمھیں اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کروں کیونکہ دو ہی صورتیں ہوں گی یا تو تم مجھ سے نفرت کرو گے یا پھر ہمدردی۔ کوئی اچھا خیال میرے بارے میں کبھی تمھارے ذہن میں نہیں آئے گا مجھے ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے اجنبی، میں تو صرف اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی تھی، کسی ایسی شخصیت کے ذریعے جو میرے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا ہو۔ سمجھے میں تمھیں اپنی کہانی سنائے دیتی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں تم سے ایک درخواست بھی کرتی ہوں۔"
میں تعجب سے کوشل کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پتھروں جیسی سختی ابھر آئی تھی، میں نے آہستہ سے کہا۔

”کوشل کیا درخواست ہے؟“

”میری کہانی سننے کے بعد یہاں نہ رُکنا چلے جانا یقین کرو اس کے بعد میں تمہارے ساتھ ایک لمحہ بھی نہ رہ سکوں گی۔ میں چاہتی تھی کہ تمہیں ٹالتی رہوں اور میرا کام پورا ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔“

”اگر یہ بات ہے کوشل تو پھر میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا اگر اتنی ہی جذباتی ہو تم اپنی کہانی کے سلسلے میں۔ تو میں تمہاری کہانی نہیں سننا چاہتا۔“

”نہیں۔ جو کچھ تم کہہ چکے ہو اس کے بعد میرے لیے ضروری ہے کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں۔ اب بھی اگر تم نے میری کہانی نہ سنی تو میں اپنے ذہن میں شرمندہ رہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے بارے میں الجھن کا شکار ہو گے دل سے دل کے راستے ہموار ہونا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اجنبی۔ لیکن۔ لیکن۔“

”ٹھہرو کوشل تم مجھے مسلسل اجنبی کہے جا رہی ہو، کاشی میرا اپنا نام نہیں تھا۔ کاشی میری اپنی شناخت نہیں تھی، وہ صرف ایک فرد کا نام تھا۔ ایک مقصد کا نام تھا جو پورا ہو گیا تم اگر چاہو تو مجھے اصغر کہہ سکتی ہو، نواز اصغر۔ میں راجہ نواز اصغر ہوں، تمہارے سرحدوں سے ملتا ہے میرا وطن، پاکستان کا باشندہ ہوں لیکن میرا وطن بھی مجھ سے اسی طرح چھن گیا ہے جس طرح میرا اپنا محبوب کوشل میں نے تمہیں اپنا نام بتا دیا ہے، تم مجھے میرے نام سے پکار سکتی ہو۔ باقی رہا تمہاری کہانی کا تعلق تو ٹھیک ہے میں اس وقت تمہاری کہانی سنوں گا جب تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔“

”نہیں نواز نہیں اب وہ وقت گزر چکا ہے۔“

”تمہاری مرضی ہے کوشل اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں ایک لمحہ بھی پریشان نہیں کروں گا، اجازت دو۔“ میں کھڑا ہو گیا۔

کوشل نے میرے چہرے کی جانب دیکھا، چہرہ شناس تھی، قیافہ آرائی کی ماہر تھی اور اس کی پیشن گوئیاں حرف بحرف صحیح ہوتی تھیں اس لیے اس نے اندازہ لگا لیا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے اور اس شکل میں مجھے تسخیر کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی اور میرے قریب پہنچ کر بولی۔

”نہیں نواز، تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی میں۔ لیکن اس طرح نہیں جانے دوں گی۔ مجھے سن لو، مجھے جان لو پھر چلے جانا میں تمہیں نہیں روکوں گی۔“

”کوشل میری اپنی زندگی دکھوں کا گھر ہے۔ خود کو زندہ رکھنے کے لیے دنیا سے لڑ سکتا ہوں لیکن اپنے وجود کی گہرائیوں سے اٹھنے والی آوازوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا میری زندگی ایک جنگ ہے صرف جنگ۔ تمہاری کہانی بھی دکھ بھری ہوگی۔ اور کتنے دکھ اٹھاؤں۔ رہنے دو کوشل کوئی کہانی نہ سناؤ مجھے۔“

”میرا نام کوشل نہیں ہے نواز۔ اور۔ اور میں شادی شدہ نہیں ہوں میں کسی کی بیوہ نہیں ہوں میں نے اپنا ایک فرضی شوہر تخلیق کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔“

”کوشل۔؟“ میں نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”بیٹھ جاؤ نواز بیٹھ جاؤ۔ سن لو میری داستان، سن لو نواز“ وہ بلک بلک کر رو پڑی اور میرا دل دُکھنے لگا۔ میں اس کے پاس آ بیٹھا اور ایک دُکھ بھری داستان ایک اور کہانی۔

X

کائنات کو جس رنگ میں دیکھا دُکھ بھری نظر آئی۔ ڈالیوں پر ہنستے ہوئے گلاب، جن کی مسکراہٹ دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو جائے، آنکھوں کو فرحت اور دل کو تازگی کا احساس ہو اور یوں لگے جیسے یہ ہنسنے والے کبھی نہ روئیں گے، لیکن ہوا کے تیز جھونکے ان کی بکھری ہوئی پتیوں کا منظر پیش کر دیتے ہیں اور ان کی اس لمحاتی زندگی پر غم کے آنسو آنکھوں میں بکھر جاتے ہیں۔

کوشل مجھے جس انداز میں ملی تھی اُس کے تحت میں نے نہ جانے اُس کے بارے میں کیا کیا سوچا تھا پُرعزم اور مضبوط کردار کی عورت نما لڑکی یا لڑکی نما عورت پہلے پہل مجھے بے حد خطرناک لگی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس کی شخصیت کے وہ نرم و گداز پہلو میرے سامنے آئے تھے جنھوں نے مجھے احساس دلایا کہ انسان کتنے ہی سخت خول میں بند ہو جائے اُسے اندر سے ٹٹولو تو اُس کے وجود کے خول میں آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

وہی کوشل میرے سامنے بلک بلک کر رو رہی تھی، ماضی کے زخم ہرے ہو گئے تھے، ضبط کے بند ٹوٹ گئے تھے اور آنسو وہ پوری داستان سینے میں نمایاں کر رہے تھے جو اس کی زندگی سے وابستہ تھی۔

آنسوؤں کی تحریر پڑھنے والا اگر کوئی ہوتا تو یہ جان لیتا کہ اُوپر سے ایک سخت خول میں نظر آنے والی یہ لڑکی کس قدر مظلوم ہے۔ میں نے اُسے رونے دیا، آنسوؤں کی یہ داستان میرے دل ...ہی تو تھی میں کسی کو کیا بتاتا کہ خود میں کون کون سی صعوبتوں سے ...ر زندگی کے اس ماحول تک پہنچا ہوں، میرے اپنے دل ...ں دکھوں کے کتنے انبار ہیں، میری اپنی کہانی بھی اتنی ہی غم انگیز ہے جتنی کوشل مجھے سنانے والی تھی۔

جب وہ دل بھر کر رو چکی اور سینے کے بوجھ میں کچھ کمی ہو گئی ...اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”دل چاہ رہا ہے کہ ایک بار پھر ماضی میں کھو جاؤں۔ دل ...چاہ رہا ہے کہ اس خوبصورت سے گھر کے آنگن میں لگے ہوئے پیپل ...کے درخت کی شاخ میں لگے ہوئے جھولے پر ایک بار پھر ہچکولے ...لوں سرمئی پھواروں کے بیچ، ہمجولیوں کے گیتوں میں کھو جاؤں، ...واز کیا زندگی اتنی ہی بے رحم چیز ہے، انسان آرزوؤں کی آغوش ...میں جاگتا ہے اور مایوسیوں کے اندھیر دل میں جا سوتا ہے، زندگی ...کی کہانی اتنی ہی مختصر اور اتنی ہی بھیانک ہے۔“

”ہاں کوشل، زمین کے رہنے والے دُکھوں کے انبار ہیں جس ...ٹٹولو اُس کے سینے میں ایک زخم نظر آتا ہے کون ہے جو ان زخموں ...سے عاری ہو۔“

”میرے زخم زیادہ ہی گہرے ہیں نواز، میرے دل کی دُنیا ...میں جس قدر ویرانی ہے، کاش کوئی اُس میں جھانک کر دیکھ لے ...میں وہ ہوں نواز جس کی زندگی میں کوئی روشن کرن نہیں ہے۔ ...میں تو صرف ایک انتقام ہوں جو زندہ ہے کسی بھی وقت موت ...مجھے اپنی آغوش میں لے لے، یقین کرو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، مجھے تو زندگی سے گلہ ہے کہ کیوں بار بار مجھے اپنے راستے پر لا ڈالتی ہے۔ میں اس راستے پر ایک قدم نہیں بڑھنا چاہتی لیکن زندگی۔“

”ہمیں اپنی یہ سانسیں پوری کرنا ہوں گی کوشل، ان سے فرار ممکن نہیں ہے۔“

”آہ یہ کیسی قید ہے، بدن کے خول میں پھڑپھڑاتا ہوا قیدی اپنی مرضی سے آزاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں خودکشی کروں گی نواز، میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔“

”تم اپنی آرزوؤں کی خودکشی کر چکی ہو کوشل، تم نے جن الفاظ میں اپنی داستان کا آغاز کیا ہے وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تمھارے وجود میں اب زندگی باقی نہیں ہے، بے شک میں تمھیں ایک انتقام سمجھتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک کہا تم نے نواز، ٹھیک کہا۔ میں واقعی ایک انتقام ہوں۔ گھر تھا میرا، بھرا پُرا، سب تو تھے، ہمارے بابو ایک راکھشس کے ہاں کارندے تھے اس راکھشس کا نام کنور رادھن سنگھ تھا، وہ چھوٹی سی ریاست تھی چندر گڑھ، یہاں اس پاپی کا سارا پریوار رہتا تھا، بڑی سی حویلی تھی اُس کی اور اُس حویلی کے گیت گائے جاتے تھے، کیونکہ کنور رادھن سنگھ بڑے دیالو تھے اُن کے ماتا پتا جی تو اپنی بستی کے رہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہی تھے، بڑی ذمہ داری تھی اُن کی بہت بڑی آمدنی تھی، مگر اس آمدنی کا بہت بڑا حصہ چندر نگر کے باسیوں کے کام آتا تھا

یہ روایت تھی اُس حویلی کی ڈیوڑھی کی کہ جو بھی وہاں جا کر ہاتھ پھیلاتا خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ کنواریوں کی شادیاں کرائی جاتیں، بوڑھوں کی زندگی بنا دی جاتی۔ وہ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا حویلی اُن کا سب سے بڑا سہارا ہوتی اور اُسی حویلی کے ایک سپوت کنور رادھن سنگھ بھی تھے۔

رادھن مہاراج نوجوانی کی عمر میں ہی سنت بن گئے تھے بھگوان نے انھیں گیان دے دیا تھا، بڑے ہی دیالو بڑے ہی دھرماتما۔ ماتا پتا کی آنکھوں کے تارے تھے۔ شادی کے لیے کہا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور بڑے ہی غم بھرے لہجے میں بولے۔

"ماتا جی تمھاری یہ خواہش میں کبھی پوری نہیں کر سکوں گا، میرا جیون سنسار کے لوبھ سے خالی ہے میں تو آکاش کی گہرائیاں جاننا چاہتا ہوں، سنسار میں بکھرے ہوئے اُن غم نصیبوں کی زندگی سے واقف ہونا چاہتا ہوں، جو اپنے جیون کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔"

اس برہم چاری کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ عظیم الشان حویلی کے ایک بڑے حصے میں اس کے لیے ایک بڑا خوبصورت مندر بنوا دیا گیا۔ اکلوتے بیٹے کی خواہش تھی ماں باپ کوششوں کے باوجود نہ ٹال سکے اور یہاں تک کہ کنور رادھن سنگھ مہاراج سادھو بن گئے۔

بڑے مہان سادھو تھے یہ، بڑی بڑی بپتاؤں میں بلائے جاتے، وہاں دان پُن دیتے، ماتا پتا نے جو کاروبار بزرگوں سے شروع کیا ہوا تھا بھلا وہ اُسے کیسے پیچھے رہنے دیتے، تھوڑے ہی دنوں کے بعد کنور رادھن سنگھ کا ڈنکا بج گیا، لوگ دور دور سے اُن کے پاس آنے لگے۔ جس کی جو منوکامنا ہوتی محال تھا کہ کنور جی پوری نہ کرتے، لوگ کوسوں میل پیدل چل کر ان کے درشن کرنے پہنچتے تھے یوں بھی اکلوتے بیٹے تھے۔ مگر بہنیں تین تھیں۔ دو بہنوں کی شادی ہو چکی تھی ایک بہن ابھی چھوٹی تھی رادھن جی سے چودہ سال چھوٹی تھی وہ۔"

"بہرحال رادھن جی کی دیالو طبیعت کے باعث لوگ باگ ان کا دم بھرنے لگے، بستی اور بستی کے آس پاس میں چھوٹے موٹے جھگڑے تو ہوتے ہی رہتے ہیں بہت سی داستانیں بہت سی کہانیاں وہاں بکھری ہوئی تھیں اور ان کہانیوں میں ایک کہانی سب سے نمایاں تھی۔

چندر گڑھ کے اطراف میں جیون پور نامی گاؤں کی ایک لڑکی چترا اپنی رہائش گاہ سے گم ہوئی اور اس کے بعد جنگل میں اس کی بچی ہوئی لاش پڑی ہوئی ملی۔

خوبصورت چترا کا پریمی گردھر ناتھ تھا جس نے قسم کھائی تھی کہ وہ چترا کے قاتلوں سے بدلہ لے کر چھوڑے گا چنانچہ وہ اپنی تگ و دو میں لگا رہا۔ اور پھر ایک دن جب اس نے دبی زبان سے لوگوں سے کہا کہ چندر نگر کا راکھشس رادھن سنگھ اس لڑکی کی موت کا باعث ہے تو لوگوں نے مار مار کر اُسے ادھ مرا کر دیا۔ بھلا رادھن سنگھ جیسے آدمی کے بارے میں یہ بات کسی کو ہضم ہو سکتی تھی۔ اس بدنصیب نے آتم ہتیا کر لی اور کہانی ختم ہو گئی۔

لیکن یہ کہانی ختم ہوئی تھی، بہت سی ایسی کہانیاں اس دوران جنم لیتی رہیں۔ لیکن اس دوران کوئی یہ کہنے نہ آ سکا کہ کنور رادھن سنگھ نے یہ کھیل کھیلا ہے۔"

رادھن سنگھ جی اپنے مندر میں رہتے تھے اور زیادہ تر لوگ انھیں پوجا پاٹ میں ہی مصروف دیکھتے تھے جہاں کہیں دان پُن کا کام ہوتا راجہ جی آگے بڑھ کر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے یہاں تک کہ ان کے پتا جی کا دیہانت ہو گیا۔ پھر ماتا جی بھی بھگوان کو پیاری ہو گئیں۔ چھوٹی بہن جوانی کے قریب پہنچ گئی تھی مگر رادھن جی کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ بہن کی طرف دیکھتے، انھوں نے تو بھگوان سے لو لگائی ہوئی تھی۔

"میرے پتا جی جن کا نام کرن لال تھا اپنے پرکھوں سے اس خاندان کے نمک خوار تھے۔ وہ بڑے مہاراج کی موت کے بعد بھی اپنی جگہ کام کرتے رہے، عہدہ ان کا دیوان جی کا تھا اور ریاست کا سارا خزانہ ان کے ہاتھ میں تھا اور پچھلے دنوں سے وہ خاصے سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے تھے۔

زمینوں کی آمدنی، جائدادوں کی رقم، ملوں اور فیکٹریوں کا جو سرمایہ یہاں لمبے عرصے سے آ رہا تھا اب اس کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی تھی، حساب کتاب اپنی جگہ تھے لیکن کچھ ایسے کھاتے بھی کھولے گئے تھے، جو اس سارے حساب کتاب سے الگ تھے اور اس اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے جمع کیے جا رہے تھے، یہ پیسے کہاں سے آ رہے تھے دیوان جی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔

بہرطور یہ کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں تھی جس پر دیوان جی پریشان ہوتے، جب بھی کوئی ضرورت ہوتی وہ رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچ جاتے، وہاں ان سے بات کرتے اور کنور جی نہایت نرم اور پُراخلاق لہجے میں انھیں مختلف تفصیلات بتلاتے رہتے تھے۔

پھر ایک مرتبہ شہر سے ایک نمائندہ بیس لاکھ روپے کی رقم مانگنے آیا۔ اس نے کہا کہ یہ رقم اس کو صبح بھرنی ہے اور اگر یہ نہ بھری گئی تو خواہ مخواہ بدنامی ہو گی جو کنور رادھن جیسے مہاتما اور مہان پُرش کے لیے مناسب نہیں تھی کیونکہ اپنے جوگ کے

باوجود انھیں اپنی ریاست کا کاروبار تو سنبھالنا ہی تھا۔

پتا جی مجبور ہو گئے کہ وہ کنور جی کے مندر میں چلے جائیں حالانکہ اس وقت سمے نہیں تھا، لیکن پتا جی کی فرض شناسی انھیں اندر لے گئی۔

مندر کے باہر کوئی پہرے دار نہیں تھا، دروازہ پتہ نہیں کیسے بند ہونے سے رہ گیا تھا۔ بھلا مندر کے باہر پہرے داروں کی ضرورت ہی کیا ہوتی ہے۔ چنانچہ پتا جی اندر داخل ہو گئے۔

پورا مندر ویران اور سنسان پڑا ہوا تھا، پوجا کے بعد یہاں کوئی نہیں رہتا تھا سوائے رادھن جی مہاراج کے۔ سو میرے باپو کرن لال جی بدنصیبی کا شکار ہو کر ان کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اور یہاں انھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا جسے دیکھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور یہاں انھوں نے ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا جو اپنی زندگی کی آخری سانسیں پوری کر رہی تھی اسے گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کیا گیا جسے دیکھ کر انسانیت کانپ اُٹھے اور یہ سلوک کرنے والے کنور رادھن سنگھ تھے۔

پتا جی کے پاؤں جکڑ کر رہ گئے، کنور جی نے بھی انھیں دیکھ لیا اور اس کے بعد ان کی آنکھوں میں جیسے وحشت بھر گئی۔

"تم۔ تم یہاں کیسے آ گئے۔" انھوں نے کرخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"مہاراج میں۔ میں ایک کام سے آیا تھا۔"

"اوہ دیوان جی۔ کیا کام تھا آپ کو ہم سے۔" کنور جی نے وحشت زدہ انداز میں کہا۔

"وہ بیس لاکھ۔ بیس لاکھ۔" کرن لال جی ہکلا کر بولے۔

"سکون سے کہیے، اطمینان سے کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔" کنور جی نے فوراً ہی خود کو سنبھال دیا۔ اب ان کا لہجہ اعتدال پر آ گیا تھا۔

"وہ راجہ صاحب بیس لاکھ۔ بیس لاکھ۔" میرے باپو کی حالت اب بھی غیر تھی، وہ تو اس مظلوم لڑکی کو دیکھ رہے تھے جس نے بالآخر دم توڑ دیا تھا اور اس نے آخری ہچکی ان کے سامنے ہی لی تھی۔ دم توڑتی ہوئی لڑکی کو راجہ کنور جی نے بھی دیکھ لیا لیکن وہ پُرسکون ہی رہے تھے۔ پھر وہ بولے۔

"ہاں تو دیوان جی، بیس لاکھ کی کیا بات ہے۔"

"یہ کون ہے۔؟" باپو سب کچھ بھول کر بولے۔ انسانی ہمدردی ان کے سینے میں اُبھر آئی تھی۔

"ایک کنیا ہے بے چاری، کچھ مانگنے آئی تھی ہم سے، دے دیا، پر جیون نہ دے سکے، ہم اسے، مر گئی بے چاری۔" رادھن سنگھ نے مکاری بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر مہاراج مگر مگر۔ یہ تو۔ یہ تو۔"

"ہاں ہاں دیوان جی کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"اسے آپ نے مارا ہے رادھن سنگھ جی اسے آپ نے مارا ہے۔"

"مارنا اور جلانا تو بھگوان ہی کا کام ہے۔ بس جس کی جب بھی موت آ جائے۔" رادھن سنگھ جی ہنس کر بولے۔

"یہ آپ نے پاپ کیا ہے، آپ نے۔ آپ نے یہ کیا کیا۔ آپ تو بڑے مہاتما ہیں، بڑے دھرماتما ہیں، آپ تو بڑے مہان لوگوں کی اولاد ہیں، آپ جیسا سنیاسی آپ جیسا دیالو یہ پاپ کرے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"ارے چھوڑو دیوان جی، کہاں کی باتیں کرتے ہو۔ آتما کی بات بھی تو کرو، اور آتما کی بات کرو گے تو ہم تمھیں بتلاتے ہیں کہ ہماری آتما بھی سب کچھ چاہتی ہے اور آتما جس سے جو کچھ مانگے اس کی مانگ پوری کرنا ضروری ہوتا ہے، ہماری آتما بھی سب کچھ چاہتی ہے اور اگر سچ جانو دیوان جی تو اب تک ہماری آتما کی یہ مانگ پوری ہوتی رہی ہے۔ ہم تمھیں اپنے ساتھ شریک ہونے کا موقع دیتے ہیں۔ جن آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا، اور جن کانوں نے یہ سب کچھ سُن لیا ان کا جیون ضروری تو نہیں ہے، مگر تم ہماری ریاست کے پُرانے دیوان ہو، ہمارے راستے میں آنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ ہم جو کچھ ہیں تمھیں اس کا اندازہ بخوبی ہو چکا ہو گا۔ دیوان جی ہم نہیں چاہتے کہ تم جیسے اچھے آدمی کو ہم کوئی نقصان پہنچائیں، لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ تمھاری زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جانی چاہیے۔"

"تو کیا۔ تو کیا۔ وہ لاشیں بھی۔ وہ لاشیں بھی آپ ہی کی درندگی کا شکار ہوئی تھیں۔ رادھن مہاراج جو جنگلوں، کنوؤں اور دوسری جگہوں پر پائی گئی تھیں۔" میرے باپو نے چونک کر پوچھا۔

"زبان سنبھالو دیوان جی، اسے درندگی نہ کہو، وہ سب پاک استھان پر پہنچ گئیں، بھلا ہماری آغوش میں آنے کے بعد کسی کو سورگ نہ ملے، یہ کیسے ممکن ہے۔"

"مگر مگر یہ تو ہتیا ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ رادھن سنگھ جی آپ ابھی تک اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں۔ میں تو بھگوان سے ڈر رہا ہوں، کتنے مہان لوگوں کی اولاد ہیں آپ اور کیسے راکھشس، اگر آپ کے مہان ماتا پتا کی آتمائیں یہ سب کچھ دیکھ لیں تو نہ جانے ان کا کیا حال ہو۔ بھگوان آپ کو معاف کرے راجہ رادھن سنگھ جی بھگوان آپ کو شما کرے۔"

"دیوان جی، جیون نہیں چاہتے کیا، اپنے پریوار اپنے کٹم کا

جیون تمھیں پسند نہیں کیا۔"

"نہیں مہاراج رادھن سنگھ یہ نہ کہو بھگوان نے چاہا تو میرا پریوار بچے گا میرا جیون بھی بچ جائے گا، مگر تم جیسے راکھشس کو میں نہیں چھوڑ سکتا، کس کی بیٹی ہے یہ کس کی اولاد ہے یہ۔"

"ہوں تو دیوان جی اس سے پہلے کہ تمھاری دیوانگی اپنے عروج پر پہنچے، تمھارا علاج کرنا ضروری ہے۔" رادھن سنگھ نے پھرتی سے ایک جگہ رکھا ہوا پستول نکال لیا اور اس کا رخ میرے پتا جی کی طرف کر دیا۔ پتا جی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ رادھن سنگھ انھیں گھورتا رہا، پھر بولا۔

"تمھیں ایک منٹ میں مار دیا جاتا، دیوان جی مگر پرکھوں کا خیال آتا ہے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ جس طرح تم نے ہماری ریاست کا کام سنبھال رکھا ہے، اس کو بھی ہمیں سامنے رکھنا ہوتا ہے اب ہمیں نئے آدمی رکھنا پڑیں گے۔"

"پتا جی اس دوران یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ ان کا جیون یہاں محفوظ نہیں ہے۔ دیوان اور اس لڑکی کی مظلومیت ان کے رویں رویں میں بس گئی تھی، لیکن اس وقت عقل نے ساتھ دیا انھوں نے سوچا کہ اس راکھشس کو ایسے نہیں مارا جا سکتا، اگر ان کی کہانی اسی جگہ ختم ہو گئی تو پھر وہ تو مر جائیں گے، اور کوئی نہیں جان سکے گا کہ راجہ کنور رادھن سنگھ جیسا راکھشس کیا کیا کرتا پھر رہا ہے، چنانچہ وہ بے اختیار مسکرا پڑے۔

"دیکھنا چاہتا تھا کنور جی کہ میرے دل میں تمھارے لیے کتنی گنجائش ہے۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب مہاراج؟"

"مطلب یہ کہ یہ سب کچھ بڑا ہے اچھا نہیں ہے لیکن کیا کروں تمھارے پتا جی کا نمک کھاتا رہا ہوں اپنی عادت سے مجبور ہوں تمھیں نصیحت تو کرنا ہی تھا، مگر بالک کیا ضروری تھا کہ تم اس کی ہتیا بھی کرتے۔"

"اوہ، اس کا مقصد یہ ہے کہ تمھیں عقل آ گئی ہے۔"

"میرے ساتھ یہی سب کچھ رہا ہے تمھیں رادھن سنگھ جی۔"

"نہیں ہم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بڑا مان ہے آپ کا ہمارے من میں، مگر آپ کی باتیں ہی ایسی تھیں۔"

"بہک گیا تھا۔ اب سنبھل گیا ہوں۔" پتا جی بولے۔

"سنبھل جانے میں جو مزہ ہے دیوان جی بہکنے میں نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ تم کبھی نہیں بہکو گے۔"

"میرے ساتھ ایسی باتیں مت کرو رادھن۔ میں نے جیون کا ایک بڑا حصہ تمھارے ساتھ بتایا ہے، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سب کچھ ہو بھی گیا ہے تو اس ہتیا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ضروری ہے آپ سمجھتے نہیں ہیں دیوان جی، ان کے لیے ہم اپنی عزت بھینٹ نہیں چڑھا سکتے۔ چنانچہ ہم یہ بھی کرتے ہیں۔"

"مگر مہاراج مجھے آپ کی اس حرکت سے اختلاف ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ اگر چاہیں تو کھلے عام بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، جاگیرداروں اور راجاؤں کی حویلیوں میں تو یہی کھیل ہوتے رہتے ہیں، آپ کو کون روکے گا۔"

"رام رام۔ ہم جیسے مہان پرش جن کے پاس لوگ اپنی اچھائیں لے کر آتے ہیں، اپنی ناریوں اور استریوں کو لے کر دعائیں کرانے آتے ہیں بھلا اس سے اچھا موقع اور کوئی مل سکتا ہے۔ نہیں دیوان جی۔ بوڑھے ہو گئے ہو، جوانی کے کھیلوں سے ناواقف ہو بھلا ایسی عورتیں بھی کسی قابل ہوتی ہیں۔ جو ویشیائیں ہوں جگہ جگہ ناچتی پھریں، ہمیں تو ان کچی کلیوں سے دلچسپی ہے، ہمیں تو یہی سب کچھ اچھا لگتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ یہ ہمارا کھیل ہے مگر دیوان جی تمھارے لہجے کی اچانک تبدیلی ہمیں شبہ کا شکار کر رہی ہے۔"

"بیکار باتیں مت کریں رادھن سنگھ جی، میں اپنی زبان بند کر لوں گا۔" میرے باپو نے مصلحت کے تحت کہا۔

"اور اگر زبان کھولی تو دیوان جی تو تم یہ سمجھ لو کہ ہمارے ہاتھ چھوٹے نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے رادھن ٹھیک ہے مجھے ہی دھمکیاں دے کر تم اپنی بڑائی جتا سکتے ہو۔"

"ارے نہیں دیوان جی، ہم نے تو ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے، چلیں اب یہ لاش بھی آپ ہی ٹھکانے لگائیں۔"

"کک۔ کیا۔؟" باپو نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں دیوان جی۔ اب تو آپ ہمارے کام میں شریک ہو ہی گئے ہیں، یہ لاش اپنے کاندھے پر لاد کر لے جائیں اور میٹھی باؤلی میں ڈال دیں میٹھی باؤلی تو آپ نے دیکھی ہی ہو گی۔ جائیں جائیں جلدی کریں۔" میرے باپو کو جیون بچانے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ جو کچھ ہوا تھا اس پر ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لیکن رادھن سنگھ سے ٹکر لینا ان کے بس کی بات نہیں تھی پورا پریوار چل رہا تھا ان کے گھر سے۔ بھلا میرے باپو کہاں ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔ ہاں یہ انھوں نے ضرور سوچ لیا تھا کہ کسی نہ کسی موقع پر اس راکھشس کو بے نقاب ضرور کر دیں گے لیکن ایسے سمے جب وہ رنگے ہاتھوں پکڑا جائے، ویسے تو وہ جانتے تھے کہ اس کے بارے میں اگر ایک بھی لفظ کہا تو لوگ ان کی بوٹیاں

اڑا دیں گے۔ صورت حال کی نزاکت کا انھیں پورا پورا احساس تھا۔

انھوں نے لاش کندھے پر ڈالی اور چور دروازے سے نکل میٹھی باؤلی کی طرف چل پڑے لیکن ابھی زیادہ دور نہیں چلے تھے کہ بہت سی روشنیاں ان پر پڑنے لگیں۔ ایک کے بعد ایک کے بعد ایک روشنی کا جھماکہ ہوتا۔ پتا جی اتنے بیوقوف بھی نہیں تھے کہ یہ نہ سمجھ پاتے کہ ان کی تصویریں لی جا رہی ہیں۔ یہ تصویریں رادھن جی کے اشارے پر ہی لی گئی تھیں۔ اور اب پتا جی کی صورت حال بہت عجیب ہو گئی تھی ان کا خون خشک ہو گیا تھا لڑکی کی لاش ان کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی اور ان کی تصویریں بنائی گئی تھیں وہ کسی سے کچھ بھی کہتے پھرتے لیکن یہ ذمہ داری ان پر ہی عائد ہوتی تھی۔ آخر وہ لاش کو کندھے پر لے کر کیوں جا رہے تھے۔"

"ان کا دل روتا رہا اور انھوں نے لاش میٹھی باؤلی میں پھینک دی، یہ باؤلی بہت گہری تھی اور اس میں گرنے والی کسی چیز کا کبھی پتہ نہیں چلتا تھا۔ پھینکنے سے پہلے لاش کے بدن میں پتھر بھی باندھنے پڑے تھے۔

باؤلی کے بارے میں سنا تھا کہ اس میں مگرمچھ بھی رہتے ہیں جو کسی بھی زندہ یا مردہ انسان کو آن کی آن میں ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ہر طرح سے اطمینان کر لیا تھا اس پاپی نے۔ چنانچہ پتا جی یہ کام کرنے کے بعد گھر واپس آ گئے۔ مگر ہلکان ہو رہے تھے وہ گھر میں ماتا جی اور میری ایک بہن تھی اس کے علاوہ ہمارے چچیرے اور تہیرے بھائی بہن بھی ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے، کارندے ہونے کی حیثیت سے پتا جی کو بہت اچھی تنخواہ ملتی تھی تھوڑی سی زمینیں تھیں ہماری یہ زمینیں انعام ہی میں رادھن سنگھ کے پرکھوں نے ہمارے خاندان کو بخشی تھیں اور اب ہمارا ان پر پورا پورا حق تھا۔

اس طرح سے ہمارے حالات بہت بہتر چل رہے تھے مجھے تو اس بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا اور نہ ہی میری چھوٹی بہن روپا کو لیکن پتا جی کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ انھوں نے ماتا جی کو ساری تفصیلات بتا دیں اور ماتا جی بری طرح سہم گئیں انھوں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہے بھگوان اب کیا ہو گا؟"

"یوں سمجھو کہ میں مر چکا ہوں روپا کی ماں۔ میرے جیون میں اب کچھ نہیں رہا ہے۔ پتہ نہیں کس کی اولاد تھی وہ میرا من مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ میں کبھی شانت نہیں ہوں گا۔"

"خود کو سنبھالو ناتھ، بھلا ہم جیسے معمولی لوگ رادھن سنگھ سے ٹکرا سکتے ہیں، ہائے رام میں نے تو کئی بار اس کی آرتی اتاری ہے، بڑے سچے من سے میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح چاہا ہے وہ اتنا مورکھ ہے اتنا پاپی ہے۔ کیسے مان لوں۔"

"نہ مانو روپا کی ماں۔ تم نہ مانو گی تو کیا ہو گا مگر میں کیا کروں، میرا دل چاہ رہا ہے کہ سو جاؤں، اتنی گہری نیند کہ پھر کبھی نہ جاگوں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر کل صبح میں اپنے کام پر نہ پہنچا تو رادھن سنگھ کو شک ہو جائے گا اور اس کے بعد روپا کی ماں۔ نہیں نہیں۔ سنو تم کوشل اور روپا کو اس سنسار کی نگاہوں سے چھپا کر رکھو، ہماری اس بستی میں ایک راکھشس گھس آیا ہے، اور اب کسی کی بہو بیٹی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ تو ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمارے یہ مہاتما جن کے بارے میں ہم ہمیشہ یہ سوچتے تھے کہ یہ بھگوان کے اوتار ہیں اور بھگوان نے اپنے اس اوتار کو ایک ایسی جگہ اتارا ہے جہاں دولت ہی دولت ہے لیکن دولت کے انبار رکھ کر بھی وہ اپنے اس بھگوان کو نہ بھول سکا۔ کتنا مان تھا ہمیں اس پر کتنا بڑا مان تھا مگر سوچو تو سہی روپا کی ماں، سوچو تو سہی۔ گاؤں میں، جنگلوں میں کنوؤں پر، ڈھوروں پر، نہروں میں جو لاشیں ملتی رہی ہیں وہ اسی پاپی کے ہاتھوں ہلاک ہوئی تھیں۔ آہ۔ آج اگر میں بستی کے چوک میں کھڑے ہو کر یہ بات لوگوں کو بتاؤں تو میں جانتا ہوں لوگ مجھے سنگسار کر دیں گے پتھر مار مار کر میرے پورے وجود کو فنا کر دیں گے لیکن کاش کوئی اس کی درندگی اپنی آنکھوں سے دیکھتا۔

ماتا جی انھیں سمجھاتی رہیں صبح کو پتا جی تیار ہو کر چل پڑے۔ انھوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا جیون بچانے کے لیے کام پر جانا بہت ضروری تھا۔

تب ماتا جی نے رات کی باتیں مجھے بتائیں اور مجھے ہدایت کی کہ نہ تو میں خود باہر جاؤں اور نہ ہی روپا کو جانے دوں۔ میں نے ماتا جی سے پوچھا۔

"ماتا جی گھروں میں قید رہنے سے کیا بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ رہتی ہے؟ آج اس کے ہاتھ گھر سے باہر تک ہیں تو کل گھروں کے اندر بھی پہنچ سکتے ہیں کیا راکھشس کو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔ تب ماں نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ کہ میں بے وقوفی کی باتیں نہ کروں جو کام ہم نہیں کر سکتے اس کی بات ہی کیوں کی جائے۔

پر میرا من نہیں مانتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ رات کو باپو سے بات کروں گی۔ رات کو جب باپو واپس آئے تو میں ان کا انتظار کر رہی تھی، ان کا چہرہ اترا ہوا تھا صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دل کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ میں ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے بیٹیا؟" انھوں نے سوال کیا۔

"آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی باپو کہ وہ لاش کس لڑکی کی تھی؟"

"کیا تجھے تجھے کیسے معلوم ہوا۔؟"

"باپو۔ ماں کہتی تھی میں آپ پر سنسار میں آپ سے بڑا کوئی نظر نہ آتا تھا مجھے لیکن یہ کیا ہوا آپ کو، آپ اتنے چھوٹے کیوں ہو گئے۔ اچانک آپ اتنے چھوٹے کیوں ہو گئے باپو۔ جان کیوں نہ دے دی آپ نے اپنی، جیون کیوں نہ لے لیا آپ نے اس راکھشس کا۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور باپو کی گردن جھک گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے، پھر انھوں نے کہا۔

"تیرا باپ بے غیرت نہیں ہے کوشل، اتنا نردوئی نہیں ہے وہ مگر عقل کی جنگ ہاتھ پیروں کی جنگ سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اگر نادانی کا ایک لمحہ اور گزر جاتا تو شاید اپنے باپو کی لاش دیکھنا بھی تجھے نصیب نہ ہوتی، اری پگلی یہ کیسے سوچ لیا تو نے کہ میں نے اپنی اس بیٹی کو بھلا دیا ہوگا جس کی لاش میں اپنے کندھے پر ڈال کر باؤلی میں پھینک آیا ہوں۔ میں تو مرتے سمے تک اُسے نہیں بھول سکتا، میں اپنے اس پاپ کا پراشچت کچھ نہیں کر سکتا، ہاں میں اس راکھشس کو اس سنسار سے مٹانے کا تہیہ کر چکا ہوں، تو میری بیٹی ہے کوشل، بھگوان نے مجھے کوئی بیٹا نہیں دیا، جو میرے بعد میرے اس پریوار کو سنبھال سکتا، لیکن غور سے سن، میں اُسے چھوڑوں گا نہیں بھگوان کی سوگند اپنے پریوار کی سوگند، تیری سوگند میں اُسے نہیں چھوڑوں گا لیکن اس کے لیے مجھے سمے چاہیے ہوگا جیسا میں کہوں ویسا کرنا تم لوگ، اگر تم نے ذرا بھی کوئی ایسی ویسی بات کر دی تو وقت سے پہلے مارے جاؤ گے۔ میں اپنے اس عزم کو کبھی نہیں بھولوں گا مگر اس کے لیے سمے چاہیے مجھے تمھیں وہ واقعات یاد ہوں گے جب کسی نے اس کے لیے زبان کھولی اور لوگوں نے اُسے خود ہی مار مار کر ختم کر دیا۔ بڑا گہرا اثر ڈالا ہوا ہے اُس نے، اس کے علاوہ بٹیا! ایک بات تمھیں اور بتاؤں اُس کمبخت کے پُرکھے بڑا اچھا جیون گزار چکے تھے وہ سچے اور نیک لوگ تھے لیکن، لیکن یہ بات میں جانتا ہوں کہ بے شمار روپیہ آ رہا ہے۔ راتوں کو عجیب عجیب قسم کے لوگ آ آ کر اس سے ملتے ہیں وہ کون ہیں اور کیوں ملتے ہیں اس سے اور یہ کرتا کیا ہے، اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم، میری اس سے کبھی لڑائی نہ ہوتی کیونکہ میں نے اس کے باپ دادا کا نمک کھایا ہے اور اُس کا بھی، میں تو یونہی سر جھکا کر جیون بتا دیتا لیکن حالات یہ کہہ رہے ہیں بٹیا کہ اب مجھے اُس کے سامنے آنا ہی پڑے گا میں زیادہ مضبوط آدمی نہیں ہوں لیکن میرے ساتھ سچائی کی شکتی ہے تم لوگ میرے لیے دُعا کرو، ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا کہ میں جیتا رہوں مجھے یہ حالات معلوم ہو جائیں اور اس کے بعد میں خاموشی اختیار کر لوں گا۔"

باپو کے الفاظ بڑے مضبوط تھے میرے دل کو ڈھارس ہو گئی میں نے باپو سے کہا کہ وہ مجھے کوئی کام سونپیں مگر باپو نے کہا کہ بیٹی تو خاموشی سے گھر بیٹھ یہ سارے کام تیرے نہیں ہیں مجھے اس بات پر بہت افسوس تھا کہ میں باپو کا بیٹا نہ ہوئی۔

بہر طور میں نے خاموشی اختیار کی دیوان کرن لال اپنے دل میں ان برائیوں کے خلاف ایک عزم لیے اپنے کام میں لگے رہے وہ دن رات رادھن سنگھ کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ ویسے رادھن سنگھ ان جیسے کسی آدمی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اس کے پاؤں بڑے مضبوط تھے چنانچہ اس نے اس واقعے کو بھی نظر انداز کر دیا دیوان کرن داس کے بارے میں اس نے ایک بار بھی نہ سوچا لیکن میرے باپو مسلسل اس کی تاک میں لگے رہے وہ ان لوگوں کو جانچتے رہے جو اس سے ملنے آتے تھے اور اس کے بعد انھیں جو علم ہوا وہ بے حد خوفناک تھا انھیں پتہ چلا کہ رادھن سنگھ صرف ایک عیاش طبع آدمی ہی نہیں ہے بلکہ اس نے شہر شہر میں اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ شہریوں کو ناجائز شراب اور نشے کی دوسری چیزیں بھی فراہم کرتا تھا اس کے علاوہ اس کے بے شمار غنڈے جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اور پتہ نہیں کیا کیا کاروائیاں انجام دے رہے تھے ان کاروائیوں کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات باپو کو حاصل ہوئیں ملک ملک سے لڑکیاں لائی جاتی تھیں کئی بار کئی غیر ملکی لڑکیوں کو رادھن سنگھ کے مندر میں دیکھا گیا۔ باپو کو سب سے زیادہ اس بات کا افسوس تھا کہ وہ کمبخت سادھو سنتو کے بھیس میں آ کر یہ تمام گناہ کر رہا تھا اور یہ بڑی افسوسناک بات تھی کم از کم اُسے اپنی شکل ہی نمایاں کر دینی تھی بستی والوں اور گاؤں والوں کو خوش رکھنے کے لیے اس نے وہی تمام کاروائیاں کی تھیں جو اس کے باپ دادا کرتے چلے آئے تھے اور وہ لوگ واقعی اس سے بہت خوش تھے کیونکہ اب دولت کی ریل پیل باہر سے بھی تھی صرف زمینوں جائیدادوں سے کام نہیں چلایا جا رہا تھا حالانکہ ان کی کمی ہی نہیں تھی اور ان کے ذریعے بھی کام چلایا جا سکتا تھا۔ لیکن پوری بستی کو خوشحال بنا دیا گیا تھا بستی کے سارے مکانات بنتے چلے جا رہے تھے اس کے لیے کنور جی سے قرضہ ملتا تھا بستی والے ان کے نام پر مر مٹنے کو تیار رہتے تھے ایسے پاپی کو بھی زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔

باپو کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی باقاعدہ محاذ نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ وہ تاک میں لگے رہے اور پھر ایک دفعہ انھیں باہر جانے کا موقعہ مل گیا کسی کام سے رادھن سنگھ ہی نے انھیں باہر بھیجا تھا۔ باپو دارالحکومت گئے وہاں رادھن سنگھ کے کام کے ساتھ ساتھ

وہ اپنے طور پر کاروائی بھی کرنے لگے۔ انھوں نے ایک بہت بڑے پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کیا اور ان سے ذاتی طور پر ان کے مکان پر ملاقات کی۔ پولیس آفیسر نے باپو کا استقبال رادھن سنگھ کے دیوان ہی کی حیثیت سے کیا تھا۔

مختلف باتیں کرنے کے بعد باپو نے کہا۔

"صاحب۔ میں آپ کو ایک اہم بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں بات یہ ہے کہ دولت کی بھوک ہر شخص کے من میں ہوتی ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ صرف اس لیے جیون نہ بتائے کہ اسے روٹی کپڑا ملتا ہے ان کے من میں کچھ اور آشائیں بھی ہوتی ہیں اچھائیوں اور برائیوں کی آشائیں۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر کرن لال۔؟" بڑے پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"میں کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتا ہوں جنھیں سُن کر آپ میرے منہ پر تھوکنا پسند کریں گے مگر میں کیا کروں اپنے دل سے مجبور ہوں۔"

"نہیں دیوان کرن لال جی آپ بزرگ آدمی ہیں میں آپ کی عزت کرتا ہوں جو بات کہنا ہو دل کھول کر کہیں۔"

"مہاراج یہ خاندان جہاں اس وقت میں دیوان کی حیثیت سے نوکر ہوں میرے لیے اوتاروں اور دیوتاؤں کا خاندان رہا ہے ان لوگوں کے ہاں میرے پُرکھوں نے جیون بتایا ہے ان کی بُرائی چاہنا نمک حرامی ہے اور اس طرح انسان خود اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔"

"بے شک۔ اس میں کیا شک ہے۔" بڑے پولیس آفیسر نے جواب دیا۔

"مگر میں اس خاندان کے خلاف ہی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟" آفیسر تعجب سے بولے۔

"ہاں مہاراج۔ جو کچھ میں بتا رہا ہوں اسے سُن کر آپ مجھ پر لعنت بھیج سکتے ہیں لیکن اس سمے جب آپ صورتِ حال کا صحیح اندازہ لگا لیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔؟" بڑے پولیس آفیسر نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رادھن سنگھ جی اچھے راستوں کے راہی نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" پولیس آفیسر کی آواز میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے پُرکھوں کی ریت سے ہٹ گئے ہیں آپ نے چندر نگر کے اطراف میں ہونے والی وارداتوں کے بارے میں سنا ہوگا لڑکیوں کی لاشیں جو جگہ جگہ پائی گئیں۔"

"ہاں سُنا ہے۔"

"میں نے ان لاشوں کا راز معلوم کر لیا ہے۔"

"وہ کیا راز ہے ان کا۔" افسر صاحب دلچسپی سے آگے جھک آئے تھے۔

"انھیں ان کی آبرو ریزی کرنے کے بعد ختم کر دیا جاتا ہے۔"

"وہ تو میڈیکل رپورٹ سے بھی معلوم کر لیا گیا ہے مگر یہ سب کون کرتا ہے۔"

"کنور رادھن سنگھ۔"

"کیا۔" افسر صاحب کا لہجہ چونکا ہوا تھا۔

"ہاں مہاراج۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے سادھو کے بھیس میں کنور رادھن بہت بُرا کر رہے ہیں مہاراج میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اچھا نہیں ہے۔ میں نے اس کے لیے جان کی بازی لگائی ہے لیکن میری خواہش ہے کہ آپ اس کی تحقیقات کریں یہی نہیں بلکہ کنور رادھن سنگھ جی کچی شراب اور نشے کی دوسری چیزوں کا بیوپار بھی کرتے ہیں، بہت سارے ملکی اور غیر ملکی لوگ یہاں آتے ہیں اور اس کے بعد یہ سب کچھ ہوتا ہے۔" افسر صاحب تعجب کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، وہ اسی طرح مجھے دیکھتے رہے پھر انھوں نے کہا۔

"کیا آپ نے اس سلسلے میں کسی اور پولیس آفیسر سے بات کی"

"نہیں مہاراج بڑا سوچ بچار کرتا رہا ہوں جس کا نمک کھاؤں اس کے خلاف یہ سب کچھ کروں۔ دل یہ تسلیم نہیں کر رہا تھا لیکن وہ لاش جسے میرے کاندھے پر لاد کر باؤلی میں گرایا گیا آج تک میری نگاہوں میں گھوم رہی ہے میں اُسے بھول نہیں سکتا مہاراج وہ میری بیٹیوں کی طرح تھی۔"

"کیا مطلب؟" افسر صاحب نے پوچھا اور باپو نے انھیں پوری کہانی سنا دی۔ افسر صاحب گردن ہلاتے رہے تھے۔ پھر انھوں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اس کہانی کا کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس۔؟"

"مہاراج۔ ثبوت تو ہزاروں مل جائیں گے اپنے کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج دیں میں انھیں دکھاؤں گا کہ حویلی میں کیا کیا ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ دیوان جی آپ نے یہ اطلاع دے کر بڑا اچھا کیا میں اس کی پوری تحقیقات کروں گا آپ بالکل بے فکر رہیں۔ لیکن ایک بات آپ ذہن میں رکھیں اگر آپ نے یہ باتیں دو چار جگہ اور کہہ دیں تو پھر آپ کی اپنی زندگی ممکن نہ ہوگی اگر آپ کے کہنے کے مطابق رادھن سنگھ جی اتنے خطرناک آدمی ہیں اور سادھو کے بھیس میں آ کر وہ یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ بہت لمبے ہوں

گے آپ کی جان جائے گی اس لیے خاموشی سے اپنے گھر جائیے آرام سے بیٹھیے۔ آپ نے مجھے اطلاع دی میں اس سلسلے میں پوری پوری تحقیقات کروں گا اور آپ کی بات سچ نکلی تو پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے۔"
آفیسر کا یہی کہنا کافی تھا۔ باپو مطمئن ہو گئے۔ وہ خود بھی دور رہ کر یہی کام کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اپنے انداز میں بھی بڑی کشمکش تھی کیونکہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں جن لوگوں کا نمک کھایا تھا ان کے خلاف کچھ کرتے ہوئے انھیں افسوس ہو رہا تھا لیکن فرض کی ایک زندگی الگ سے ہوتی ہے چنانچہ وہ چندر گڑھ واپس آ گئے۔ پتا جی اپنے من کا بوجھ ہلکا کر آئے تھے لیکن انھیں شانتی نہیں ملی تھی۔

دو دن اسی طرح گزر گئے، پتا جی کی کیفیت دیکھ کر میرے اپنے دل میں بڑی عجیب سی کش مکش پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جو کچھ سن لیا تھا اس کے بعد نہ جانے کیوں میرا دل ڈرنے لگا تھا
یہ تیسرے دن صبح کی بات ہے۔ صبح ہی صبح ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں دروازہ کھولنے چلی گئی۔ رادھن سنگھ مہاراج کو میں نے اس سے پہلے کئی بار دیکھا تھا لیکن وہ جتنی بڑی شخصیت تھے اسے سوچتے ہوئے میں کبھی بھول کر بھی خیال نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ہمارے گھر کے دروازے پر بھی آ جائیں گے۔ اس وقت وہی ہمارے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں ہکا بکا رہ گئی۔ رادھن سنگھ جی خود بھی مجھے حیرت سے دیکھتے رہ گئے تھے۔ پھر انھوں نے بڑی نرم اور میٹھی آواز میں کہا۔
"دیوان کرن لال جی موجود ہیں؟"
"ہاں مہاراج۔"
"سنو تم پتری ہو ان کی؟"
"ہاں مہاراج۔"
"اکیلی بیٹی ہو۔؟"
"نہیں مہاراج میری ایک بہن بھی ہے۔"
"ہوں۔ چھوٹی ہے تم سے۔"
"ہاں مہاراج۔"
"کیا نام ہے تمھارا۔؟"
"کوشل۔"
"اور تمھاری بہن کا۔"
"روپا۔"
"ٹھیک ہے جاؤ۔ اپنے پتا جی کو اطلاع دو کہ ہم آئے ہیں۔"
میں واپس مڑی لیکن مجھے رادھن سنگھ کی نگاہیں اپنی پشت میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی مجھے اندر سے ٹٹول رہا ہے۔ یہ آنکھیں بڑی عجیب تھیں جب تک میں ان کے سامنے سے گزرتی رہی مجھے یہ احساس رہا۔
پتا جی کو آ کر یہ بات بتائی تو وہ حیرت سے اچھل پڑے اور پھر دوڑ کر چلے گئے۔ کچھ بھی تھا بہر طور رادھن سنگھ جی ان کے مالک تھے۔
پتا جی بڑی عزت و احترام کے ساتھ انھیں اندر لے کر آئے۔ رادھن سنگھ جی مسکراتے ہوئے بولے۔
"کرن لال جی ہم آپ کے من سے اپنے بارے میں کدورت دور کرنا چاہتے ہیں اور اسی لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔"
"مہاراج میرے من کو کیا ہو گیا" پتا جی نے خود کو سنبھال کر کہا۔ وہ رادھن سے آنکھیں نہیں ملا سکے تھے کیونکہ ان کے من میں جو کچھ تھا رادھن سنگھ کو ابھی اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔
"نہیں کرن لال جی، دیکھو ہمیں دیکھو ہم بڑے اور چھوٹے اور بڑے میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ تم ہمارے دیوان ہو تمام طور سے ہمارے پرکھے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں لیکن وہ کبھی کسی کے گھر نہیں گئے ہوں گے، ہمیں دیکھو ہم سادھو سنت آدمی ہیں دنیا کے لوبھ سے بالکل دلچسپی نہیں رکھتے ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے تمھارے گھر کا دروازہ آیا تو یہاں آ گئے، دیوان جی، تم نے ہم سے ہمیشہ دوری رکھی ہے۔"
"ہم نہیں سمجھے مہاراج۔"
"کبھی اپنے پریوار کے ساتھ ہمارے گھر نہیں آئے۔"
"بس مہاراج ویسے ہی" میرے باپو نے جواب دیا۔
"اور سناؤ تمھارے وچار کیسے ہیں۔"
"بس ٹھیک ہیں مہاراج، کوئی خاص بات نہیں آپ کو کوئی جل پانی۔"
"نہیں دیوان جی، صبح صبح ہم جل پانی نہیں کرتے۔ بس ایسے ہی آ گئے تھے تمھارے دوار" رادھن سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک شیطنت تھی جسے میں دور ہی سے محسوس کر سکتی تھی، میں اس شخص کا چہرہ دیکھ رہی تھی، سادھوؤں کے روپ میں یہ آدمی راکھشس ہی محسوس ہوتا تھا۔ خدوخال بھی بھدے تھے بلکہ خوفناک ہی نظر آتے تھے۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا لیکن باپو کو بے پناہ پریشانیوں کا شکار کر گیا۔ وہ پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر آہستہ سے بولے۔
"تو۔ تو کیا کر رہی ہے کوشل۔" دروازہ کھولنے تو گئی تھی۔
"ہاں پتا جی۔"
"کیوں گئی تھی بیوقوف کہیں کی۔ بھلا تجھے کیا ضرورت تھی جانے کی، ہر آواز پر دروازہ کھولنے کے لیے دوڑی چلی جاتی ہے۔ جب میں گھر میں موجود تھا تو تو کیوں گئی، نوکر بھی موجود تھے رام رام پتہ نہیں کیا کرنے والی ہے تو، کیا کر کے دکھائے گی، جب سمجھا دیا ہے تو وہی کر جو میں کہتا ہوں۔"
پتا جی بلاوجہ ہی مجھ پر بگڑنے لگے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی، بے وقوف نہیں تھی میں، حالات کا اندازہ مجھے بھی ہو چکا تھا اور جو کہانی پتا جی نے سنائی تھی اس کے تحت اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی کہ پتا جی میرے لیے کیوں پریشان ہیں۔ پھر انھوں نے کہا۔
"رادھن سنگھ جی نے تجھ سے کوئی بات کی تھی۔؟"
"ہاں۔"
"کیا بات کی تھی؟"
"بس نام پتہ پوچھا تھا میرا، یہ معلوم کیا تھا کہ کتنی بہنیں ہیں۔"
"بھائی کے بارے میں پوچھا۔"
"نہیں۔"
"اوہ تجھے نہیں جانا چاہیے تھا تجھے نہیں جانا چاہیے تھا۔"
"ایسا کیا ہو گیا پتا جی، میں کوئی حلوہ تو نہیں ہوں جو مجھے کوئی کھا جائے گا۔"
"تو نہیں سمجھتی پگلی تو نہیں سمجھتی۔"
"سب سمجھتی ہوں پتا جی۔ آپ ایک بات کا اطمینان رکھیں میری طرف سے۔"
"کیا۔؟" پتا جی چونک کر بولے۔
"بس پتا جی میں آپ کے سامنے زبان نہیں کھول سکتی لیکن اس بات کو ذہن میں رکھ لیجیے کہ کوئی میری عزت سے، کوئی میرے جیون سے نہیں کھیل سکتا۔"
"بھگوان کرے ایسا ہی ہو" پتا جی نے فکرمند لہجے میں کہا۔

روزمرہ کی طرح آج بھی وہ ضروری تیاریاں کرنے کے بعد حویلی روانہ ہو گئے۔ کوئی خاص بات نہ ہوئی شام ہو گئی۔ رات کے تقریباً دس بجے تھے جب ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔
پتا جی بیٹھے اس وقت حقہ پی رہے تھے، دستک کی آواز سن کر حقہ کی نے ان کے منہ سے نکل گئی۔ وہ بڑی تک سہمی ہوئی نگاہوں سے وہ دروازے کی طرف تکتے رہے پھر لرزتے ہوئے قدموں سے وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ ہمیں چونکہ انھوں نے دروازے پر جانے سے منع کر دیا تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی دروازہ کھولنے نہیں گیا تھا۔
پتا جی نے دروازہ کھولا اور کسی سے باتیں کرنے لگے پھر انھوں نے کہا۔
"آ جاؤ۔ اندر آ جاؤ بھائی" اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔
میں اُسے پہچانتی تھی، لبنی کا ہی آدمی تھا۔ شاید گووند نام تھا۔ پہلے ہمارے محلے میں رہتا تھا پھر اپنے بال بچوں کے ساتھ شہر چلا گیا تھا۔
"کہو بھائی گووند کیسے حال ہیں۔ کب آئے شہر سے۔"
"ابھی ابھی آیا ہوں اور بُری طرح سے بھاگا ہوا آیا ہوں۔ ابھی واپس چلا جاؤں گا۔"
"کیوں کیوں خیریت، ابھی آئے ہو ابھی واپس چلے جاؤ گے۔"
"آپ کے پاس آیا تھا۔ دیوان کرن لال جی۔ آپ جانتے ہیں میں پولیس میں حوالدار ہوں۔"
"ہاں جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔"
"دیوان جی مجھے کچھ سوالات کے جواب چاہئیں۔"
"کیا پولیس کی طرف سے یہ سوال کر رہے ہو؟"
"نہیں دیوان جی۔ میں اگر پولیس کی طرف سے کچھ سوال کر رہا ہوتا تو سادہ لباس میں نہ آتا پولیس کی وردی پہن کر آتا۔"
"کہو بھئی کہو کیا بات ہے۔"
"کیا آپ رادھن سنگھ جی کے خلاف پولیس میں کوئی رپورٹ درج کرانے گئے تھے۔" اس نے کہا اور پتا جی بُری طرح چونک پڑے تھے۔
"میں جو پوچھ رہا ہوں، مجھے اس کا جواب دیجیے۔"
"ہاں گیا تھا۔"
"بہت بُرا کیا آپ نے دیوان جی، بہت بُرا کیا۔ کیا آپ کو رادھن سنگھ جی کے تعلقات کا علم نہیں ہے۔"
"تعلقات اپنی جگہ، میں تو پولیس کو ایک جرم کی اطلاع دینے گیا تھا۔"
"جرم کیسی باتیں کرتے ہیں آپ دیوان کرن لال جی۔ آپ نے اتنا جیون بتا دیا ہے آپ جانتے ہیں کہ بُرائی اگر غریب آدمی کرتا ہے تو وہ جرم بن جاتی ہے اور یہی بُرا کام اگر کوئی بڑا آدمی کرتا ہے تو وہ یا تو پالیسی ہوتی ہے یا اس کے پس پشت

کوئی بڑا کام ہوتا ہے۔"

"لیکن جو کام رادھن سنگھ کررہا ہے کیا وہ بھی تمھاری نگاہوں میں بہت بڑا ہے۔"

"میری نگاہوں میں نہیں میرے افسروں کی نگاہوں میں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں آپ کے رپورٹ کرنے کے بعد پولیس افسروں نے کیا کیا ہوگا۔؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں تحقیقات شروع کردی ہوں گی۔ اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہوں گے کہ اُن لاشوں کا راز کیا ہے اور کس نے انھیں قتل کیا ہے۔"

"نہیں مہاراج یہی تو بھول ہے آپ کی؟"

"کیا مطلب؟"

"پولیس نے سب سے پہلے رادھن سنگھ کو اس بارے میں اطلاع دی اور انھیں بتایا کہ اُن کے خلاف رپورٹ درج ہوچکی ہے۔ پولیس افسر نے رادھن سنگھ جی سے ملاقات کرکے کہا کہ دیوان کرن لال نے اُن پر قتل کا الزام لگایا ہے اور اُن کے خلاف ایسے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں کہ وہ حیران ہیں۔"

"پھر۔ رادھن سنگھ نے کیا کہا؟"

"یہ نہیں کیا معلوم، ایک معمولی حوالدار کو افسروں کی باتیں کہاں معلوم ہوسکتی ہیں، لیکن آپ کو ایک اطلاع دینے آیا ہوں صبح ہی صبح یہاں پولیس فورس پہنچے گی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے۔"

"مم۔ مجھے۔ مجھے کیوں؟" باپو نے خوفزدہ لہجے میں سوال کیا۔

"دیوان کرن لال جی آپ نے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی ہے، میں آپ کو ایک مشورہ دے سکتا ہوں، آپ فوراً یہاں سے فرار ہوجائیے بستی کی بات ہے، میں جانتا ہوں کہ آپ بہت نیک آدمی ہیں۔ اور آپ نے رادھن سنگھ جی کے خلاف جو کچھ کہا ہے وہ اپنی نیک دلی سے متاثر ہوکر ہی کہا ہوگا، لیکن آپ کو نہیں پتہ کہ صورت حال کیا ہے۔ رادھن سنگھ جی جو کچھ بھی ہیں لیکن اپنی پیٹھ بڑی محفوظ رکھتے ہیں۔"

"میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"یہ آپ کی مرضی ہے، آپ جیسے ایماندار بے وقوف اسی طرح مصیبتوں کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو اس بات سے آگاہ کردوں، حالانکہ پولیس کا آدمی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ آپ کے خلاف جو کچھ کیا جارہا ہے وہ رادھن سنگھ کے کہنے پر کیا جارہا ہے۔ اور آپ نردوش ہیں۔ میں اپنے ضمیر کو اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے چلا آیا تھا۔ آگے آپ کی اپنی مرضی ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد حوالدار گووند چلا گیا۔ پتا جی کا چہرہ دھواں دھواں ہورہا تھا۔ میں نے اور ماتا جی نے بھی یہ ساری باتیں سن لی تھیں۔ روپا بے چاری الھڑ تھی وہ ان باتوں کو کیا جانتی۔ اپنے کمرے میں مزے سے سو رہی تھی۔

پتا جی ماتا جی کی طرف دیکھ کر پُر خیال انداز میں بولے۔

"سنو میری ایک بات سنو۔"

"ہاں بولو۔"

"تم نے سنا گووند کیا کہہ رہا تھا۔؟"

"ہاں سُن لیا اچھی طرح سُن لیا، کیا یہ سچ ہے کہ تم رادھن سنگھ جی کے خلاف رپورٹ درج کرانے گئے تھے۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ رادھن سنگھ کیا چیز ہے۔ میرا من نہیں مانتا، میں اس پاپ میں حصہ نہیں لے سکتا، میں اُس کی نوکری نہیں کرسکتا، یہ مانتا ہوں میں کہ پرکھوں سے ہم اُسی کا نمک کھاتے چلے آرہے ہیں لیکن اپنے سامنے یہ ظلم ہوتے دیکھ کر میں خود کو نہیں روک سکتا، مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا روپا کی ماں، اب کچھ بھی ہو نتیجہ کچھ بھی نکلے۔"

"تو پھر یہاں سے بھاگ چلو۔"

"کیا کہتی ہو، کہاں بھاگ جاؤں، کیسے بھاگ جاؤں۔ ایک جرم کی اطلاع دی ہے میں نے خود تو کوئی جرم نہیں کیا ہے میں کیوں بھاگ جاؤں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہم رادھن سنگھ جی سے کیسے ٹکرا سکتے ہیں بھلا۔"

"بھگوان تو ہمارا ساتھی ہے۔ البتہ ایک خیال میرے من میں آیا ہے۔"

"کیا۔؟"

"دونوں لڑکیوں کو کچہری پہنچا دو، وہاں بابو موہن لال ان کی دیکھ بھال کریں گے۔ ہم صورت حال سے ابھی تک واقف نہیں ہیں کہ کیا ہونا ہے کیا ہوگا اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔"

"مگر راتوں رات بچیوں کو کچہری کیسے پہنچا دوں۔" ماتا جی نے پوچھا۔

"جیسے بھی ممکن ہوسکے۔ کوئی اُپلٹے کرو کوئی ترکیب کرو۔"

"اگر تم کہو تو میں چندو سے بات کروں۔ چندو اپنی بیل گاڑی جوت لے اور لڑکیوں کو کچہری لے جائے۔"

"ہاں ہاں چندو سے بات کرلو دس بیس روپئے بھی دے دینا۔ بچیوں کا یہاں سے چلا جانا ضروری ہے اور چندو سے بھی کہہ دینا کہ خبردار کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی چندو کے گھر جاکر بات کرتی ہوں۔"

ماتا جی باہر چلی گئیں۔ میں پریشان سی باپو کی شکل دیکھ رہی تھی پھر میں نے کہا۔

"باپو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم سب ہی یہاں سے نکل چلیں۔"

"نہیں بٹیا۔ تو خود سوچ، ایک برائی کے خلاف میں نے قدم اُٹھایا ہے میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا، جو کچھ بھی بھگوان کی مرضی ہے دیکھا جائے گا۔"

"مگر پتا جی۔"

"نہیں بٹیا اگر مگر نہیں، اگر تو کرسکتی ہے تو میری ایک مدد کر، اپنی اور اپنی چھوٹی بہن کی حفاظت کرنا، بابو موہن لال ہمارے ماما جی ہیں بڑے اچھے آدمی ہیں، وہاں تم دونوں کا دل لگ جائے گا اور تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

"مگر اچانک۔"

"ہاں ہاں میں بابو موہن لال کو خط لکھ دوں گا، وہ تیری اچھی طرح سے دیکھ بھال کریں گے، اپنا زیور وغیرہ سمیٹ لے، جا جلدی کر اپنے کپڑے باندھ لے۔ دیر کرنا اچھا نہیں ہوگا۔"

میں تیار ہوگئی۔ روپا کو سوتے سے اُٹھا کر جب یہ بتایا گیا کہ ہم کچہری چل رہے ہیں تو وہ خوشی سے اُچھل پڑی۔ راستے میں گاڑی میں بیٹھ کر وہ مجھ سے فضول باتیں کرتی رہی۔ کہنے لگی کہ تایا کو ہم پر دیا کیسے آگئی۔ انھوں نے ہمیں کچہری بھیجنے کا فیصلہ کیسے کرلیا۔ اب میں اس بیوقوف کو کیا بتاتی کہ صورت حال کیا ہے ہر طور ہم کچہری پہنچ گئے۔

پتا جی کے بارے میں ساری تفصیلات مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ پتا جی صبح تک انتظار کرتے رہے۔ اور صبح جبکہ سورج بھی نہیں نکلا تھا پولیس کی گاڑی ہمارے دروازے کے پاس آکر رکی۔ پولیس آفیسر باہر نکلا اور اس نے دروازے پر دستک دی۔ پتا جی نے دروازہ کھولا اور پولیس افسر کو دیکھ کر سنبھل گئے۔ وہ بے چارے گووند پر کوئی الزام نہیں دینا چاہتے تھے۔ پولیس افسر نے انھیں دیکھ کر کہا۔

"دیوان کرن لال جی آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔"

"مگر کیوں مہاراج؟"

"یہ بات تو تھانے چل کر ہی معلوم ہوگی۔"

"مہاراج رادھن سنگھ کو میری گرفتاری کی اطلاع دے دی جائے۔" پتا جی نے کہا۔ اور پولیس افسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ہاں دے دی جائے گی۔ آپ چنتا نہ کریں آئیے۔"

پتا جی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور تھانے لے کر انھیں بند کردیا گیا۔ ابھی تک پتا جی کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ رادھن سنگھ جی نے انھیں کس الزام میں گرفتار کرایا ہے، ہاں گووند نے انھیں جو کچھ بتایا تھا اس کے تحت وہ اتنا جانتے تھے کہ اس گرفتاری میں رادھن سنگھ کا ہاتھ ہے۔

دوسرے دن پتا جی کو لاک اپ سے نکال کر تھانے دار کے کمرے میں پہنچایا گیا اور تھانے دار نے انھیں بتایا کہ انھیں قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔

"قتل، کیسا قتل۔"

"ثبوت مل چکے ہیں دیوان کرن لال جی، ثبوت بھی مل چکے ہیں۔"

"کیا مطلب میں نہیں سمجھا۔ براہ کرم مجھے سمجھایا جائے۔"

اور جو کچھ انھیں سمجھایا گیا اس نے پتا جی کی آنکھیں کھول کر رکھ دیں یہ کچھ تصویریں تھیں جن میں پتا جی ایک لاش کو اپنے کندھے پر لاد کر لے جارہے تھے۔ جگہ کا اندازہ بھی ہورہا تھا۔ پتا جی نے یہ فوٹو گراف فوراً ہی پہچان لیے۔ یہ وہ لاش تھی جو رادھن سنگھ جی نے ان کے حوالے کی تھی اور کہا تھا کہ لے باؤلی میں پھینک آئیں، پتا جی کو روشنیوں کے وہ جھماکے بھی یاد تھے، جو ان پر ہوئے تھے اور جن پر وہ غور نہیں کرسکے تھے، لیکن یقیناً وہ فلیش لائٹ والے کیمرے تھے، جن کے ذریعے پتا جی کی تصاویر لی گئی تھیں۔ اور اسی طرح رادھن سنگھ نے انھیں مکڑی کے جال میں پھانس لیا تھا۔

ان تصویروں کو دیکھ کر پتا جی ششدر رہ گئے۔ پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہیے دیوان کرن لال جی ان تصویروں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ میں نے رادھن سنگھ کے کہنے پر کیا تھا۔۔"

"بڑی اچھی بات ہے گویا آپ نے رادھن سنگھ کے جرم کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ لاش کو آپ نے جاکر باؤلی میں پھینک دیا تھا۔"

"م۔ مجھے۔ مجھے مجبور کیا گیا تھا۔۔"

"کمال کی بات ہے، مجبوراً جرم نہیں کیا جاتا آپ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک سادھو منش انسان پر الزام لگا رہے ہیں۔ دیوان کرن لال جی، آپ بھی بال بچوں والے ہیں، اس کے بعد آپ پر یہ وحشت کیوں سوار ہوتی تھی آپ جیسے مجرموں کو تو کتے

کی موت مرنا چاہیے۔" افسر بگڑنے لگا۔ پتاجی کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ واقعی انھوں نے رادھن سنگھ کے خلاف رپورٹ درج کرائی تھی۔ یہی پولیس افسر تھا جس سے انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں کہا تھا اور اسی پولیس افسر نے انھیں گرفتار کر لیا تھا، لیکن ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ۔

اور اس ثبوت کی تردید پتاجی کے لیے ممکن نہیں تھی۔ وہ زبانی سب کچھ کہتے رہے لیکن پولیس افسر نے کہا کہ یہ ثبوت اُن کی زبان سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، یہ بات صحیح ہی تھی، پتاجی کو یہ سب کچھ کہہ کر اپنی بے عزتی ہی کرانی تھی کیونکہ ثبوت اُن کے خلاف موجود تھے۔ پتاجی کو باقاعدہ جیل میں بند کر دیا گیا اور اس کے بعد ہماری بستی میں یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ دیوان کرن لال جی کو نہ جانے کتنا بُرا بھلا کہا گیا۔ میری ماتاجی کو اُن کے گھر سے نکال دیا گیا۔ اور اس سلسلے میں تمام کارروائی رادھن سنگھ کی طرف سے ہوئی۔ رادھن اپنے چشم دید دشمن کو نیست و نابود کر چکا تھا۔ پتاجی کی زندگی کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ماما موہن لال یہ تمام خبریں سُن کر حیران رہ گئے تھے اخبار میں پتاجی کی تصویر دیکھ کر وہ ہمارے پاس پہنچے اور انھوں نے کہا۔

"کوشل بیٹا یہ سب کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں ماماجی۔ پتاجی کے خلاف ایک بڑی سازش ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر یہ تصویریں تو سازش نہیں ہیں۔ ان میں تو کوئی کیمرہ ٹرک بھی نظر نہیں آتی۔" ماماجی بولے۔ "میں نہیں جانتی بھگوان کی سوگند میں نہیں جانتی۔" ماماجی پریشان ہو گئے۔ بستی پہنچے اور وہاں سے ماتاجی کو ساتھ لے آئے۔ ماتاجی کی حالت پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ جس وقت وہ ہمارے پاس پہنچیں، سخت بخار میں مبتلا تھیں اور ہذیان بک رہی تھیں۔ انھیں بہت سمجھانے بجھانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ یہی کہتی رہیں کہ اب پتاجی کی زندگی نہیں بخشی جائے گی۔ ماتاجی کو کچھ ایسی بیماری لگی کہ ہفتہ بھر کے اندر اندر ہی وہ ہڈیوں کی ڈھانچہ ہو کر رہ گئیں ان پر ہمیشہ غنودگی طاری رہتی تھی اور پھر اس واقعہ کے بیس دن بعد ایک صبح ماتاجی کی سانس بند ہو گئی، ہمارے اوپر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ ہمارے بھرے پُرے گھر کو آگ لگ گئی تھی، میں اور روپا بُری طرح رو پیٹ رہے تھے۔ بابو موہن لال جی سب کو چُپ کرا رہے تھے لیکن وہ خود بھی بہت پریشان تھے۔ سمے گزرتا گیا۔ پتاجی کے بارے میں بس ماما جی سے ہی کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ پتاجی پر مقدمہ چل رہا تھا سب کو منع کر دیا گیا تھا کہ کوئی ان کی پیروی نہ کرے۔ پوری بستی میں سے کوئی بھی پتاجی کے حق میں گواہی دینے کو تیار نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک ہرکارہ بابو موہن لال جی کے پاس بھی پہنچ گیا اور رادھن سنگھ کی طرف سے انھیں یہ پیغام دیا گیا کہ بُرائی کے خلاف انھیں حق کا ساتھ دینا چاہیے اور رشتہ داری کی بنا پر ایک مجرم کو بچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ بے چارے موہن لال جی ایک اسکول میں ماسٹر تھے اُن کی کیا حیثیت تھی کہ وہ پتاجی کی طرف سے مقدمہ لڑنے کی کوشش کرتے نتیجے میں پتاجی کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ ہم دونوں نے یہ خبر سُنی تو ہمارے دل دہل کر رہ گئے۔ اب اس سنسار میں ہمارا کوئی نہیں تھا، کوئی نہیں تھا ہمارا۔ بابو موہن لال جی سخت پریشان تھے۔ ہمارا بوجھ اُن پر آن پڑا تھا گھر میں جو سامان تھا اُس پر رادھن جی کی طرف سے قبضہ کر لیا گیا تھا نجانے کتنے دن گزر گئے پھر ایک دن چندو ہمارے پاس آیا اُس کی حالت خراب ہو رہی تھی اس نے آکر بابو موہن لال جی کو بتایا کہ بالآخر رادھن سنگھ مہاراج کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ دونوں لڑکیاں بابو موہن لال جی کے پاس ہیں انھوں نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ میں نے انھیں یہاں پہنچایا ہے۔ مجھے پکڑ کر حویلی بلایا گیا اور خوب مار پیٹ کی گئی۔ تو میں نے ساری صورتِ حال اُگل دی مگر دیوان جی بہت دیالو آدمی تھے۔ ہم پر بڑے احسان تھے اُن کے میں اپنی زندگی کی قیمت پر آپ لوگوں کو یہ بات بتانے آیا ہوں کہ اب روپا اور کوشل یہاں محفوظ نہیں ہیں۔"

"مگر رادھن سنگھ کی دشمنی تو دیوان کرن لال سے تھی۔ وہ بے چارے اب اس دُنیا میں نہیں رہے۔ اُن کی بیٹیوں نے کیا قصور کیا ہے۔"

"آپ سوچ لیجیے موہن لال جی سب کچھ آپ پر ہی منحصر ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" چندو نے کہا۔

"خیر چندو جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ جیسی بھگوان کی مرضی۔"

میں نے یہ ساری باتیں سنیں، میری ذہنی کیفیت ان دنوں بہت خراب تھی۔ ماتا پتاجی چلے گئے تھے گھر اُجڑ گیا تھا۔ ہم لاوارثوں کی طرح ماماجی کے گھر میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ تمام چیزیں میرے سینے میں آگ بھڑکاتی تھیں اور میں سوچتی تھی کہ کسی طرح مجھے رادھن سنگھ سے انتقام لینے کا موقع مل جائے لیکن کمزور ہستی بھلا اُس کے خلاف کیا کر سکتی تھی۔ دل ہی دل میں جھلستی رہی اور سوچتی رہی کہ اب کیسے جیون بتاؤں گی۔ روپا کی زندگی میرے سامنے تھی۔ ماماجی بے چارے سخت پریشان تھے اور سوچتے تھے کہ اب اُن کا کیا بنے گا ان بچیوں کو نکالا بھی نہیں جا سکتا اور اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگائی جا سکتی۔ میں اُن کی پریشانی محسوس کر رہی تھی۔ میرا دل جانتا

اکہ ماماجی کی کیفیت کیا ہے۔ ایک دن ایک ترکیب میرے
ن میں آگئی۔ اور میں نے ماماجی سے کہا۔

"ماماجی ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانیں گے۔"

"کہو۔" انھوں نے سرد لہجے میں کہا۔ اِن دنوں اُن کا رویہ
ے ساتھ خاصا سرد ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً وہ یہ سوچ چکے تھے
ن لڑکیوں سے نجات پا کر اپنی زندگی بچانا چاہیے۔ اُن کا بھی اپنا
اسا خاندان تھا جو رادھن سنگھ کی دشمنی کی وجہ سے تباہ ہونے
تھا۔ ایک تباہ شدہ خاندان کا وہ حشر دیکھ چکے تھے اور اپنے
دان کے ساتھ وہ یہ سلوک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انھیں یہ علم ہو
تھا کہ رادھن سنگھ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کرن لال
یٹیاں اُن کے گھر میں ہیں۔ بہرحال وہ میری شکل دیکھتے رہے۔
نے اُن سے کہا۔ "ماماجی اگر رادھن سنگھ کے آدمی مجھے لینے آئیں
ب اس سلسلے میں کوئی تعرض نہ کریں۔ روپا تو ابھی چھوٹی ہے
، تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس کی طرف توجہ بھی نہیں
جائے گی لیکن اگر وہ مجھے حاصل کرنے آئیں تو آپ منع نہ کریں۔"
جی یہ سُن کر چونک پڑے۔ شاید اُن کی غیرت جاگ اُٹھی تھی۔ وہ
تہ سے بولے

"نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کوشل تو میری بہن کی نشانی
ہیں کیا کروں۔ آہ میں کیا کروں میں ایک غریب اسکول
، بھلا ایک اتنے بڑے آدمی سے کیسے ٹکر لے سکتا ہوں میں
ن بھی تو کہاں جاؤں۔ میرے حالات اتنے خراب ہیں۔ میں
ا کہہ سکتا کہ اب ہمارا جیون کیسے گزرے گا۔"

"ماماجی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں آپ اس کو ذہن میں
ں مجھے اگر کوئی لینے آئے تو مجھے چلا جانے دیں۔" ماماجی خاموشی
ردن جھکا کر کچھ سوچنے لگے پھر بولے۔

"میرا من نہیں مانتا دیکھو بھگوان کیا کرتا ہے۔" ماماجی
ش ہو گئے۔ میں اپنے ذہن میں کچھ منصوبے بنا رہی تھی اور اُس
لیے میں نے اپنے آپ کو آہستہ آہستہ تیار کر لیا میں اپنا جیون
کر اپنے پتا اور ماتاجی کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ ایک لمبی سی چھری
ل کر کے میں نے اپنے لباس میں چھپا لی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے
ن تھا کہ میرے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ زندگی اس عمر میں بھی
اہوں کو پہچانتی تھی اور پھر یہ بات پتاجی سے معلوم ہو چکی تھی
ھن سنگھ ایک پاپی آدمی ہے اور نوجوان لڑکیوں کا رسیا ہے
نے مجھے دیکھا تھا اور اپنے دشمن کی بیٹی کو وہ بھول نہیں سکتا تھا
ردے اُس نے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ مجھے کچہری پہنچا دیا ہے
ہرا اندازہ غلط نہیں نکلا ایک دوپہر کو چند گھوڑے سوار بابو موہن لال جی کے مکان پر پہنچ گئے۔ موہن لال جی اسی وقت اسکول سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ یہ گھوڑے سوار چندر گڑھ سے کچہری پہنچے تھے۔ موہن لال جی اُن سے بات کرتے رہے اور اُس کے بعد ہانپتے کانپتے میرے پاس آگئے۔

"رادھن سنگھ کے آدمی آئے ہیں کوشل۔ کہتے ہیں کہ دیوان کرن لال جی رادھن سنگھ جی کے ملازم تھے۔ وہ مر چکے ہیں، اُن کی اولاد کو پرورش کرنا رادھن سنگھ جی کا کام ہے چنانچہ انھوں نے دونوں بیٹیوں کو بلوایا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں۔؟"

"میں پہلے ہی کہہ رہی تھی ماماجی۔ مگر دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ روپا کو حفاظت سے آپ اپنے ساتھ رکھیے میں چلی جاتی ہوں۔"

"مگر وہ چاہتے ہیں کہ دونوں۔"

"میں اُن سے بات کیے لیتی ہوں۔" میں نے کہا اور روپا کا بازو پکڑ کر باہر نکل آئی۔

میں نے اُن میں سے اُس شخص کو دریافت کیا جو نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اُن میں سے وہی شخص میرے سامنے آگیا۔ میں نے اُس سے کہا۔

"روپا کو میں نے یہاں کے اسکول میں داخل کر دیا ہے وہ ابھی پڑھ رہی ہے بچی ہے تم دیکھ لو۔ میں رادھن سنگھ جی کے چرنوں میں چلی جاتی ہوں، میں اُن سے بات کر لوں گی۔ تم اس کی چنتا مت کرو۔" میری بات اُن لوگوں نے مان لی اور پھر مجھے ایک رتھ میں بٹھا کر واپس چندر گڑھ میں لایا گیا۔

میں دل ہی دل میں رو رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ میرے ساتھ اب کیا سلوک ہونے والا ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں اُس کی بدسلوکی کا شکار ہوں میں اپنا جیون بلیدان کر دینا چاہتی تھی۔ وہ لوگ مجھے لے کر رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچ گئے۔ ساہو منش آدمی ایک مرگ چھالہ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اُس نے میرے عقب میں دیکھا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"اس کی بہن کو نہیں لائے تم۔"

"مہاراج وہ آٹھ سال کی بچی ہے اور سُنا ہے کہ وہاں کے اسکول میں داخل ہو گئی ہے۔" اس لڑکی نے کہا کہ یہ آپ سے بات کرے گی۔"

"اوہ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ ہم اس سے بات کر لیں گے۔" پھر وہ آہستہ سے بولے۔

"پتری، کرن لال جی ہمارے دیوان تھے اور بڑے اچھے انسان تھے، ہمیں ان کی موت کا بڑا افسوس ہے۔ سُنا ہے تمھاری ماتاجی بھی مر گئیں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رادھن سنگھ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر بولا۔

"بہر طور چنتا مت کرو۔ ہم بڑے دیالو ہیں کسی بھی انسان کو دُکھ میں نہیں دیکھ سکتے۔ تمھاری بہن اگر کچہری میں پڑھ رہی ہے تو پڑھنے دو، تم یہاں رہو۔ اس کے بعد جب وہ بڑی ہو جائے گی تو ہم اسے بھی یہاں بلوا لیں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں اُسے کوستے ہوئے کہا کہ پاپی اس سمے تک تیرا جیون ہی نہ ہوگا جب میری روپا کو کوئی نقصان بھی پہنچے گا۔"

دوسرے لوگ چلے گئے تو رادھن سنگھ نے کہا۔

"اب تم یہیں اسی حویلی میں رہو گی کوشل، ہم تمھیں رانیوں کی طرح رکھیں گے، دیوان جی نے بُرا کیا تھا ہمارے خلاف رپورٹ درج کرانے گئے تھے وہ اور تم خود سوچو ہمارا کھاتے ہیں وہ ہمارے خلاف کیسے کام کر سکتے ہیں۔"

میں نے اب بھی جواب نہ دیا۔ تو وہ کسی قدر درشت لہجے میں بولا۔

سنو اگر تم مجھ سے نفرت کرتی ہو تو یہ تمہارے حق میں برا ہوگا ہمیں چاہو، ہم سے محبت کرو، ہم مہان ہیں ہمارے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ تمہارا جیون بنا دے گا اور دوسرا لفظ تمہیں اس سنسار سے مٹا دے گا۔

میں مہاراج کی داسی ہوں۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مکاری سے کام لینا ضروری تھا۔ جانتی تھی کہ میری طاقت اس راکشس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اس لیے ہوشیاری سے کام لینا تھا جیون دان کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی تو اب ان ساری باتوں سے کیا حاصل، مجھے مکاری سے کام لینا چاہیے تاکہ میں اپنا کام پورا کر سکوں، رادھن سنگھ جی نے کہا کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ یہاں مندر ہی میں رہنا ہوگا اس کے بعد وہ میرے لیے حویلی میں کوئی مناسب بندوبست کر دیں گے اور میرا وظیفہ جاری ہو جائے گا اور میں عیش و عشرت سے زندگی گزار سکوں گی۔

جس حجرے میں مجھے پہنچایا گیا وہ کسی مندر کا حجرا نہیں معلوم ہوتا تھا وہ تو ایک باقاعدہ عیش گاہ تھی جہاں موٹے موٹے قالین بچھے ہوتے تھے۔ بہترین ریشمی پردے لہرا رہے تھے دنیا کی ہر چیز وہاں موجود تھی پھل برتنوں میں سجے ہوئے تھے، عجیب وغریب مجسمے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے جو عجیب بے حیائی اور بے شرمی کا مظہر تھے ایک بڑی سی مسہری ایک طرف پڑی ہوئی تھی، جس پر بڑا موٹا سا گدا تھا اور پر فانوس لگے ہوئے تھے جس میں شمعیں روشن تھیں۔

میں نے اس عیش کدے کو دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا کہ وہ پاپی جو رادھن سنگھ کو ایک سادھو سمجھتے ہیں اگر یہاں آکر اس کی یہ رہائش گاہ دیکھ لیں تو صورتحال ان پر کھل جائے لیکن اتنے بڑے آدمی پر یہ الزام کون لگا سکتا تھا کون اس کی اس عیش گاہ تک پہنچ سکتا تھا اور پھر پتا جی کے کچھ اور الفاظ بھی مجھے یاد تھے رادھن سنگھ اپنی جگہ محدود نہیں تھا۔ اس کی زمینداری چندر گڑھ تک محدود نہیں تھی بلکہ پتاجی کے کہنے کے مطابق کچھ روپیہ باہر سے بھی آتا تھا لیکن کہاں سے اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا! چنانچہ اس شخص کے بارے میں سوچتے ہوئے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور اسے مارنا آسان کام نہیں ہوگا مجھے مکاری سے کام لینا ہوگا تاکہ میں اس راکشش پر قابو پا سکوں

میں اس حجرے میں بیٹھی وقت کا انتظار کر رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد دو عورتیں آئیں۔ وہ اچھی خاصی قدوقامت کی تھیں چہرے ہی سے فاحشائیں معلوم ہوتی تھیں، ان کا انداز گفتگو بھی بڑا واہیات تھا، مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگیں اور پھر ان میں سے ایک مجھ سے شرمناک گفتگو کرنے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں نے زندگی میں کبھی کسی لڑکے سے تو محبت نہیں کی، کبھی کوئی میرے بالکل قریب پہنچا یا نہیں۔

میں نے ان پر لعنت بھیجی اور ان سے کہا کہ وہ عورت ہیں عورتوں کی حیا اپنے پاس رکھیں، جس پر وہ دونوں میرا مذاق اڑانے لگیں، پھر بولیں۔

ہاں ہم عورت ہیں اور اپنی ساتھی عورتوں میں انداز دیکھنا چاہتی ہیں۔ چلو تمہیں دلہن بنا دیں۔

کیا بکواس کرتی ہو، کیسی دلہن۔

آجاؤ، اچھے کپڑے پہن کر اچھی شکل بنا کر تم بڑی سندر لگو گی۔ ویسے بھی بڑی حسین ہو۔ اگر من موہ لیا رادھن سنگھ جی کا تو شاید۔ تو شاید وہ کچھ نہ ہو، جو ہوتا آرہا ہے۔

میں ان کی باتوں کا مطلب سمجھ رہی تھی، لیکن انجان بن رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا وہ یہ کہ میں اس چھری کو کسی طرح چھپا دوں۔ چنانچہ اس وقت بالکل موقع نہیں تھا میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا باتھ روم جانا چاہتی ہوں انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر باتھ روم تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہ چھری باتھ روم میں کسی مناسب جگہ چھپا دوں کیونکہ وہ کم بخت میرا لباس تبدیل کرانے کے لیے تیار تھیں اور لباس تبدیل کرانے کی صورت میں چھری کا دوسروں کی نگاہوں میں آجانا لازمی تھا۔

باتھ روم میں پہنچ کر میں نے ایک مناسب جگہ کی تلاش کی اور چھری خلا میں رکھ دی میں اس چھری کو باآسانی دوبارہ حاصل کر سکتی تھی، یہاں پاس میں یہی ایک باتھ روم تھا جس کی وجہ سے مجھے اطمینان تھا کہ میں دوبارہ بھی یہاں آسکتی ہوں۔

بہر طور چند منٹ کے بعد میں واپس آگئی اور انہوں نے مجھے ایک حسین لباس پہنا دیا میرے چہرے پر لالی لگائی گئی۔ طرح طرح سے مجھے سنوارا گیا۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا اور اس کے بعد میں دلہن بن کر بیٹھ گئی۔

میں اپنی تقدیر کو کوس رہی تھی۔ دل میں تو نجانے کیا کیا تھا لیکن تقدیر نے یہاں ایسی جگہ لا چھوڑا تھا جو ایک بن بیاہی دلہن کی خواب گاہ تھی۔

اور پھر وہ منحوس راکشش کمرے میں داخل ہو گیا منہ سے شراب کے بھبکے اڑ رہے تھے، آنکھوں میں شیطنت چھائی ہوئی تھی۔ وہ میرے قریب آکر کہنے لگا۔

پہلی ہی نگاہ میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کتنی سندر ہو ولہ دیوان کرن لال جی مر گئے، لیکن ایک ایسا انعام ہمیں دے گئے کہ انہیں عرصے تک نہیں بھول سکیں گے۔

میں نفرت بھری نگاہوں سے اس منحوس انسان کو دیکھتی رہی۔ اسے بدترین سبق دینا چاہتی تھی۔ دل میں طوفان اٹھ رہے تھے۔ لیکن ان طوفانوں کو دبانا ضروری تھا۔ جلد بازی کام بگاڑ دیتی۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھال لیا۔

تم اتنی سندر کیوں ہو سندری۔

میں کیا جانوں مہاراج ؟ میں نے کہا۔

دیوان کرن جی لال عجیب آدمی تھے کیا کمی تھی انہیں ہمارے ہاں آرام سے جیون گذار رہے تھے۔ سماج سدھارک من میں آئی اور ہم سے بیر باندھ لی۔ چنتا مت کرو۔ وہ نہیں ہیں۔ ہم تو ہیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اپنے جیتے جی تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ یہاں رہ کر تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔

نہیں مہاراج۔

کسی نے کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں کی۔

بالکل نہیں مہاراج۔

ہماری مانتی رہو۔ تم دیکھو گی سب تمہارا حکم مانیں گے کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

میں بے سہارا رہ گئی ہوں مہاراج۔

ارے نہیں سندری ہم جو تمہارا سب سے بڑا سہارا ہیں ہم پر پورا پورا وشواش کر سکتی ہو۔ ہمارے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔؟

پتا سمان ہیں آپ مہاراج میں آپ کو اپنے پتا کی جگہ سمجھتی ہوں میں نے ایسے حالات میں بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں کمی نہ کی۔ وہ چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔

کیا کہتی ہو سندری ذرا غور سے دیکھو ہمیں اچھی طرح غور کرو ہم ہیں، ہم تمہارے پتا تو کہیں سے نہیں لگتے ہم تو تمہارے چاہنے والے ہیں چاہتے ہیں تمہیں۔

آپ جو کچھ بھی کہیں مہاراج میرے من میں آپ کے لیے یہی جگہ ہے۔

بکواس مت کرو بے وقوف لڑکی تمہارے یہ الفاظ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔

حقیقت تو کہنا ہی ہو گی مہاراج آپ جو کچھ بھی سوچ لیں۔

میں کہتا ہوں بکواس مت کرو کم بخت ذلیل تو نے میرا سارا موڈ چوپٹ کر دیا ہے۔ رادھن سنگھ جی جھلاتے ہوئے حجرے سے باہر نکل گئے دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ کیا اس طرح میری زندگی بچ سکتی ہے امید نہ تھی جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد اس کمینہ صفت آدمی کے پاس پہنچی تھی کیا یہ مجھے اتنی آسانی سے نکل جانے دے گا۔

رات گذر گئی دوسرا دن بھی خاموشی سے گذرا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے تکلیف دہ ہوتی لیکن دوسری شام تقریباً ایک سوکھا سڑا آدمی میرے پاس پہنچا اس کے چہرے سے خباثت ٹپک رہی تھی آنکھوں میں مکاری کی چمک تھی۔ میرے نزدیک بیٹھ کر وہ بڑے پیار سے بولا۔

"بیٹیا۔ کوشل ہے نا تمہارا نام۔؟"

"تم کون ہو؟"

ہمدرد ہیں تمہارے کیا بتائیں بے چارے کرن لال جی سے ہماری کیسی دوستی تھی بچپن کے دوست تھے ہم دونوں۔

کیا نام ہے تمہارا

چوکھے لال۔

بہر طور کہو چوکھے لال مجھے کیا کرنا ہے کیا کہنے آئے ہو میں نے کہا دل ہی دل میں، میں نے انداز لگا لیا تھا کہ چوکھے لال دراصل رادھن سنگھ کا آدمی ہے ورنہ اگر وہ پتا جی کا کوئی دوست ہوتا تو پتا جی کی زبانی وہ کم از کم اس کا نام ان کی زبانی ضرور سنتی اور اس کی شکل سے بھی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک مکار صفت آدمی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت ہی یہاں آیا ہے۔

بیٹا۔ کرن لال جی اس سنسار میں نہیں ہیں تمہاری ماتا جی بھی مر چکی ہیں بہن ہے تمہاری ایک چھوٹی، کیا تم یہ نہیں چاہو گی کہ تمہاری بہن آرام سے جیون گزارے پڑھے لکھے عیش کرے بولو کیا تمہارا من یہ نہیں چاہتا۔

اپنے مطلب کی بات کرو چوکھے لال جی۔

میں نے سنا ہے کہ تم نے رادھن سنگھ جی کو ناراض کر دیا ہے بے وقوف ہو تم بڑے بڑے لوگ یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں راھن سنگھ جی کی نظر انتخاب حاصل کریں اور تم ہو کہ انہیں پریشان کر رہی ہو میری مانو بیٹا تو انہیں خوش کرو جیسا وہ کہیں ویسا کرو انہیں بے کار باتوں سے ناراض نہ کرو۔

ہوں۔ چوکھے لال تمہاری کوئی بیٹی ہے۔

نہیں ہے۔

تو پھر تم سے کچھ کہنا ہی بے کار ہے جاؤ دفعہ ہو جاؤ میری نگاہوں کے سامنے سے۔

مگر بیٹا۔

میں کہتی ہوں جاؤ نکل جاؤ یہاں سے ورنہ۔

سوچ لو بیٹا اچھا نہیں ہو گا تمہارے حق میں بھی اور تمہاری بہن کے حق میں بھی۔

جو کچھ ہو گا وہ میری تقدیر ہو گی تم یہاں سے دفع ہو جاؤ خبیث بوڑھے۔ میں نے پاؤں کی جوتی اتاری اور بری طرح چوکھے لال کے منہ پر دے ماری۔ خاصی زوردار ضرب تھی چوکھے لال کا ہونٹ کٹ گیا اور وہ جلدی سے بھاگ کھڑا ہوا دروازے پر رک کر اس نے مجھے گھورا اور کہنے لگا۔

تو۔ یہ سوچ لے کہ تو اپنی تقدیر پر سیاہی پھیر چکی ہے اب جو کچھ ہو گا اسے بھگتنے کے لیے تیار ہو جا۔

جاتا ہے یا دوسری جوتی اتاروں میں نے کہا اور دوسری جوتی اٹھا لی وہ ایسا غائب ہوا کہ پھر نظر نہ آیا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی رات کو دس ساڑھے دس بجے کے قریب رادھن سنگھ شراب کے نشے میں دھت میرے کمرے میں پہنچ گیا آج وہ اپنے حواس کو کھو کر آیا تھا چنانچہ میرے تمام الفاظ اس کے سامنے بے اثر تھے میں نے اسے پھر اپنے پتا سمان کہا تو اس نے ہنس کر کہا۔

نہیں۔ میں صرف اس کا پتا ہوں جو میری بیوی کی کوکھ سے پیدا ہوئی باقی اور کسی کا پتا نہیں ہوں میں بے وقوف مت بنا مجھے لڑکی۔ تو مجھے بے وقوف مت بنا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آج اپنے تمام احساسات شراب میں ڈبو کر آیا ہے۔ اور اب میرے لیے زیادہ خطرناک ہو گیا ہے اس کی دراز دستیاں بڑھتی چلی گئیں اور میں اس کے سامنے بے بس ہو گئی تو میں نے کہا۔

میں ابھی آتی ہوں۔

کہاں جا رہی ہو؟

ذرا باتھ تک۔ میں نے کہا۔

اوہ اچھا۔ اچھا ضرور جاؤ، ہم انتظار کریں گے۔

باتھ روم میں پہنچ کر میں نے وہ چھری نکالی جو اس وقت میری ہمدرد و معاون تھی اس چھری کو اپنے لباس میں چھپائے میں اندر آ گئی اور رادھن کے سامنے پہنچ گئی شیطان میرے سامنے سینہ چوڑا کیے بیٹھا تھا اس خبیث انسان کی شکل دیکھ کر کراہت ہوتی تھی میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہمت کی اور اس کے نزدیک پہنچ گئی رادھن سنگھ کی بے باکیاں بڑھ گئیں تو میں نے احتیاط سے چھری اپنے لباس سے نکال لی اور پھر اس کا دستہ پکڑ کر پوری قوت سے اس کی پشت میں بھونک دیا رادھن سنگھ کے حلق سے ایک خوفناک چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں میں چاہتی تھی کہ چھری کھینچ کر اس پر تین چار وار اور کر دوں لیکن ایسا کرنے سے قبل ہی مجھے دبوچ لیا گیا اور پھر کسی نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا میری ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ لگی تھی اور ایک لمحے کے لیے زمین و آسمان گڈمڈ ہوتے ہوئے محسوس ہوتے اس کے بعد میری نگاہوں میں تاریکی چھا گئی اس چوٹ نے مجھے بے ہوش کر دیا۔ ہوش آیا تو میں ایک ایسی جگہ پڑی ہوئی تھی جہاں زمین پر کچھ نہیں تھا سامنے دروازے میں سلاخیں نظر آ رہی تھیں اور چاروں طرف ایک مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

چند لمحات حالات کا انتظار کرتی رہی اور دفعتاً مجھے گذرے ہوئے واقعات یاد آ ئے تو میں اچھل کر بیٹھ گئی موٹی موٹی سلاخوں اور اس کے باہر پڑے ہوئے تالے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی قید خانے میں قید ہوں میں نے رادھن سنگھ پر چھری سے حملہ کیا تھا۔ آہ کاش میں اس کے پورے بدن کو اس طرح کاٹ سکتی جس طرح آلو کے ٹکڑے کاٹے جاتے ہیں لیکن میری باہوں میں اتنی قوت نہیں تھی کم بخت نے اپنے آدمیوں کو پہلے سے متعد کر رکھا تھا اور وہ عیاش طبع لوگ اس کی خلوتوں میں موجود رہتے تھے انہوں نے مجھے پکڑ لیا کاش کاش وہ مر گیا ہو کاش میرا انتقام پورا ہو گیا ہو میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن یہاں کوئی موجود نہیں تھا جس سے میں رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی۔

سلاخوں والے دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ باہر کی سمت دیکھا ایک چوڑا سا کمرہ نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ میری آواز اس دروازے سے باہر نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ کمرہ خاصا وسیع تھا اور دروازہ مضبوط، تھک ہار کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھی اور اپنے حال پر غور کرنے لگی تقدیر نے مجھے کس بیابان میں لا پھینکا تھا اور اب نجانے کون سے راستے مجھے دکھانے والی تھی۔

بھوک پیاس سے آٹھ گھنٹے گزر گئے ان آٹھ گھنٹوں میں میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی تھی زندگی بچنا تو ٹھیک نہیں ہے میں بھلا ان حالات کا کیا مقابلہ کر سکوں گی۔ مجھے کیسے کیسے واقعات سے سابقہ پڑے گا اس سے بہتر تو یہ ہے کہ موت مجھے اپنا لے آتم ہتیا نہیں کر سکتی تھی اتنی ہمت نہیں تھی لیکن مر جانا چاہتی تھی کاش کوئی مجھے قتل کر ڈالے میرے دل میں یہی آرزو تھی رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا اس دوران کوئی یہاں آیا ہی نہیں تھا لیکن نویں گھنٹے میں دروازہ کھلا اور پھر کچھ لوگ سلاخوں والے دروازے کے قریب آتے نظر آئے ان میں دو آدمی تھے اور ایک عورت عورت کی عمر تقریباً چالیس یا پینتالیس سال تھی چہرے ہی سے خوفناک لگتی تھی میرے سامنے آ کر رک گئی اور مجھے خونی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

لو یہ کھانا کھا لو۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا تمہیں بہت بڑا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

یہ بتاؤ رادھن سنگھ بچ گیا یا مر گیا۔

چلو اس نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں کو اشارہ کیا کھانے کی ٹرے وہ سلاخوں والے دروازے کے سامنے رکھ گئے تھے میں اس میں سے صرف ہاتھ نکال کر کھانا کھا سکتی تھی ٹرے اندر تک نہیں کھینچ سکتی تھی دروازہ پھر بند ہو گیا عورت کی کیفیت دیکھ کر مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور یقیناً رادھن سنگھ کے خاص ساتھیوں میں سے ہے۔

کھانے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی میں نے لیکن جب مزید کچھ وقت گزر گیا تو میں نے سوچا کہ بغیر کھائے پیئے زندگی گزارنا ممکن نہیں جب تک سانسوں کی تار ایک دوسرے سے بندھی ہوتی ہے مجھے زندگی کی وہ تمام ضرورتیں پوری کرنی پڑیں گی جو انسان کا مقدر کر دی گئی ہیں لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جو امید کی کوئی کرن دکھاتا۔

میں نے بے چارگی کے عالم میں سلاخوں میں سے ہاتھ نکال نکال کر کچھ چیزیں معدے میں بھریں اور زمین پر جا کر لیٹ گئی زندگی کے گزرے ہوئے لمحات یاد آنے لگے بڑا تحفظ حاصل تھا، ماں باپ کی زندگی میں، لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کائنات میں دشمنوں کے علاوہ اور کسی کا وجود نہ ہو کیا ہو گا کیا ہونے والا ہے میرا، کاش اس کم بخت رادھن سنگھ کے بارے میں پتا چل جاتا کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا چھری تو دستے تک اس کے بائیں شانے کے نیچے پیوست ہو چکی تھی یقیناً پسلیوں کے جوڑ سے اندر گھس گئی ہو گی کیا اس کے بعد بھی وہ بچ سکے گا۔

بہر حال اس سوال کا جواب مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا دوسرا دن، تیسرا دن اور پھر بہت سے دن گزر گئے قید خانے میں پڑے پڑے میرے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے کبھی خون کی گردش رکنے لگتی تو اسی قید خانے میں دوڑ لگاتی کھانے پینے میں بھی میں تکلف سے کام لینا چھوڑ دیا تھا لباس میلا چیکٹ ہو گیا تھا بالوں میں گرد اٹ گئی تھی اور سر بھاری بھاری ہو رہا تھا۔

لیکن کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اپنے وجود کو ان غلاظتوں سے پاک کر سکوں پتہ نہیں کیوں مجھے یہاں قید کر دیا گیا تھا جو لوگ کھانا لاتے وہ میری کسی سوال کا جواب نہ دیتے تھے۔ وہ

بد تماش عورت ہمیشہ ان کے ساتھ آتی تھی اور میری طرف کڑی نظروں سے دیکھتی رہتی تھی کئی بار میں نے اس سے سوالات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نفرت سے منہ پھیر کر واپس چل دیتی تھی۔

مجھے اندازہ نہیں رہا تھا کہ مجھے یہاں کتنے دن ہو گئے تھے غالباً مہینہ یا ڈیڑھ مہینہ گذر چکا ہو گا اب میری حالت وحشی جانوروں جیسی ہو گئی تھی تب ایک دن میری تقدیر میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی اس بار اس عورت کے ساتھ دو مردوں کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی تھیں لیکن آج وہ کھانا نہیں لائے تھے مجھے روز آنہ کھانا دینے والی عورت نے کہا۔

چلو باہر نکلو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کا تالا کھول دیا تھا میں وحشت زدہ سی باہر نکل آئی میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

کہاں لے جا رہے ہو مجھے۔

میں نہیں جانتی اس نے جواب دیا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑی وہ عورتیں جو اس کے ساتھ آئی تھیں مجھے آگے دھکیل ـــــ رہی تھیں پتہ نہیں یہ فرق کیوں رکھا گیا تھا اگر مرد ہی مجھے گھسیٹ کر لے جاتے تو کوئی ایسی بات نہ ہو جاتی یہاں کون سی میری قدر کی جا رہی تھی۔

وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک کمرہ میں آئیں کشادہ اور آرام دہ کمرہ تھا یہاں ضروریات کی تمام چیزیں موجود تھیں تب اس عورت نے اشارہ کیا۔

جاؤ غسل کر لو۔ میں غسل کرنے کے لیے بے چین تھی جو حالت ہو رہی تھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر لباس اتار کر نل کے نیچے بیٹھ گئی۔

میں نے اپنے بدن سے ایک ڈیڑھ ماہ کی غلاظت اتاری اور یوں محسوس ہوا جیسے نیا جنم لیا ہو لیکن لباس اس میلے اور چیکٹ لباس کو پہننے کو میرا جی نہیں چاہ رہا تھا دفعتاً دروازہ کھلا اور وہی عورت اندر داخل ہو گئی۔ مجھے حیرت ہوئی میں نے تو دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا لیکن پھر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ اس قسم کا لاک ہے جسے باہر سے بھی کھولا جا سکتا ہے۔ میں اسے دیکھ کر اپنا بدن چرانے لگی تو وہ ایک مکروہ سی ہنسی ہنس دی۔

لو یہ کپڑے پہن لو کپڑے لائی ہوں تمہارے لیے

اس نے کہا سلک کا ایک ریشمی لباس تھا مجھے اس وقت دوسرے لباس کی ضرورت تھی چنانچہ میں نے اس پر غور نہیں کیا اور لباس اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر اپنے آپ کو اس میں چھپا لیا عورت ہنستی ہوئی باہر نکل گئی تھی اس مہربانی کی وجہ میری سمجھ میں آ رہی تھی لیکن لیکن کیا وہ کم بخت ٹھیک ہو گیا کیا رادھن سنگھ زندہ ہے کاش مجھے اس بات کا جواب مل جاتا۔

لیکن اس میں بھی بہت زیادہ دیر نہ لگی کمرے میں واپس آئی تو کمرہ کا دروازہ باہر سے بند پایا گویا فی الوقت مجھے یہاں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

میں ایک کونے میں بیٹھی اپنی تقدیر پر آنسو بہاتی رہی یہ سوچتی رہی کہ اب میرے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے رات ہو گئی اس وقت تقریباً دس بجے تھے جب وہی عورت اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھوں میں ایک ریشمین لبادہ تھا یہ انتہائی باریک کپڑے کا لباس تھا اور اسے بدن ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔

لو یہ لبادہ پہن لو۔

"یہ۔ یہ میں نے کیا۔

اٹھو۔ وہ سرد لہجے میں بولی۔ لیکن میں اس باریک کپڑے کے لبادے کو نہیں پہننا چاہتی تھی۔

میں اس لباس میں ٹھیک ہوں۔

میں کہتی ہوں اٹھ جاؤ مجھے تشدد کرنے پر مجبور نہ کرو۔

مگر سنو تو سہی۔ سنو تو سہی۔ میں نے کہنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس نے میرے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیے اور مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

اگر وقت سے پہلے مرنا نہیں چاہتیں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کرو۔

لیکن اس لباس میں مجھے غیرت محسوس ہو گی۔

جو کچھ بھی ہو یہ پتا ہے تمہیں۔ اس نے کہا میں نے مزید تعرض کیا تو دفعتاً اس نے میرے گریبان میں ہاتھ ڈال کر میرا لباس نیچے تک پھاڑ دیا اس لباس کے نیچے کچھ نہ تھا۔ میں غیرت سے زمین میں گڑ گئی۔

لیکن وحشی عورت نے میرے اوپر ایک گھونسہ مارا اور میں نیچے گر پڑی تب اس نے زبردستی میرا یہ لباس اتار دیا اور مجھے وہ لبادہ پہننے کے لیے کہا ریشمی لبادہ پہننا نہ پہننا

برابر ہی تھا دھوئیں کی طرح اس کی کیفیت تھی مجھے احساس ہی نہ ہو سکا تھا کہ میں کوئی لباس پہنے ہوئے ہوں۔

آؤ میرے ساتھ۔ اس نے کہا اور ایک بار پھر میں سہم گئی۔

کک۔ کہاں کہاں۔ آؤ میں کہتی ہوں آؤ براہ کرم میرے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے مجھے تمہارے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑے۔

میں سمجھ گئی تھی کہ اب اس کے ساتھ جانا ہی ہے ویسے بھی کم بخت دیو قامت عورت تھی پتہ نہیں کون سی نسل سے تعلق رکھتی تھی بہر حال وہ مجھے لیے ہوئے ایک راہداری میں آگے بڑھتی رہی یہی شکر تھا کہ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا راہداری بائیں سمت گھوم گئی تھی کافی طویل راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔

جاؤ۔ دوسری طرف تمہاری آرام گاہ ہے۔ اس نے کہا اور میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر جلدی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

دوسری طرف مکمل طور پر اندھیرا تھا اس تاریکی میں عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں یہ آوازیں کس قدر گہرائی سے آ رہی تھیں میں نے متعجبانہ انداز میں دیکھا لیکن کچھ سجھائی تو دیتا البتہ دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا میں دروازہ پیٹنے لگی تھی۔

دروازہ کھولو یہاں مجھے کچھ نظر نہیں آتا یہ کیا جگہ ہے لیکن دروازہ نہیں کھلا البتہ دوسرے لمحے کمرے میں اتنی تیز روشنی ہو گئی کہ آنکھیں بند ہوئی جاتی تھیں اس کے ساتھ ہی بے پناہ قہقہے فضا میں بکھر گئے ان قہقہوں کو سن کر میرا خون رگوں میں منجمد ہو گیا تھا یہ کون لوگ تھے بمشکل تمام آنکھیں کھولیں تو اپنے اطراف مخصوص قسم کی نشستیں لگی پائیں۔ بہت ساری نشستیں لگی ہوئی تھیں اور لوگ ان پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ کون لوگ تھے۔ دیہاتی جاہل قسم کے لوگ جن کے چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہ ان نشستوں پر بیٹھے میری جانب نگراں تھے میں شرم سے پانی پانی ہو گئی میں بری طرح بوکھلا گئی اور زمین پر بیٹھ گئی میرے اس طرح بیٹھنے سے وہ لوگ پھر ہنس پڑے تھے۔

دفعتاً ایک کونے سے ایک شخص نمودار ہوا اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا تھا سر پر بڑی سی چوٹی جھول رہی تھی ہاتھ میں ہنٹر تھا میرے قریب پہنچ کر اس نے ہنٹر زمین پر مارا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

کھڑی ہو جاؤ

کک۔ کیا مطلب۔ ؟ مم میں

چلو اس نے مجھے گردن سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا آگے لے گیا چند لمحات کے بعد میں ایک دائرے میں پہنچ گئی جس کے گرد یہ تمام لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس سے قبل میں نے اس دائرے پر غور نہیں کیا تھا دفعتاً میری نگاہ سامنے کی سمت اٹھ گئی سامنے میں نے جس شخص کو دیکھا اسے دیکھ کر میری ساری رگوں میں خون منجمد ہو گیا میرے بدن نے کام کرنا چھوڑ دیا میرے اعصاب شل ہو گئے یہ رادھن سنگھ تھا کنور رادھن سنگھ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اوپری بدن پر کوئی لباس نہ تھا البتہ نچلے بدن پر اس نے مخصوص قسم کا لباس پہن رکھا تھا سینے سے پشت تک ایک پٹی بندھی ہوئی تھی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کم بخت بچ گیا ہے وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے چابک والے شخص سے کہا

راگن۔ یہ لبادہ اس کے بدن پر کیوں ہے۔

معافی چاہتا ہوں مالک، ہنٹر والے نے کہا اور دوسرے لمحے میرا دھواں جیسا لبادہ کسی کاغذ کی طرح لپٹ کر میرے بدن سے اتر گیا میری کبھی یہ بے عزتی ہو گی زندگی میں خیال میں بھی نہیں سوچا تھا قہقہے تیز ہو گئے اور اس کے بعد اس کے بعد وہ کچھ ہوا جس کا کوئی شریف زادی تصور نہیں کر سکتی۔

مجھے ان لوگوں کے درمیان رقص کرنا پڑا رقص کیا تھا کوڑوں کی مار سے بل کھا رہی تھی اپنا آپ کو چرا رہی تھی اور کافی دیر تک یہ رقص اسی انداز میں جاری رہا پھر میزوں پر بیٹھے ہوئے وحشی بھیڑیے مجھ پر ٹوٹ پڑے اپنی نسوانیت کی یہ توہین میرے لیے ناقابل برداشت تھی یوں بھی سارا بدن زخمی ہو گیا تھا اس لیے میں اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکی زمین پر گری اور بے ہوش ہو گئی مجھے پتا نہیں بے ہوشی کے عالم میں میری کیا درگت بنائی گئی لیکن جب ہوش آیا تو ایک اسپتال میں تھی پورا وجود پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھے زندہ آگ میں جلا دیا گیا ہو میں اپنے حواس پر قابو نہ پا سکتی تھی میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں تو ایک نرس میرے پاس پہنچ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے ؟"
نرس کیا یہ اسپتال ہے
ہاں۔ اس نے جواب دیا۔
کیا یہاں زہر مل سکتا ہے
کیا مطلب ؟
نرس تم نے زندگی میں کسی پر کوئی احسان کیا ہے۔
کیا کہنا چاہتی ہو۔
مجھے ایک زہر کا انجکشن دے دو میں اس زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔
نہیں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔
نرس پلیز بھگوان کے لیے میری مدد کرو مجھے زہر چاہیئے نرس مجھے زہر چاہیئے۔
میں نے کہا نا یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے ہم زندگی دیتے ہیں لیتے نہیں۔
مگر کسے ایک کوڑھی کو زندگی دینا چاہتے ہو تم ایک ایسے وجود کو جس میں اب کوڑھ کے سوا کچھ نہیں ہے مجھے اپنی ذات سے تعفن محسوس ہو رہا ہے نرس مجھے موت چاہیئے مجھے موت چاہیئے۔
اچھا ٹھہرو۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کیے دیتی ہوں نرس نے کہا اور چند لمحات کے بعد وہ ایک انجکشن لے کر میرے پاس پہنچ گئی۔
تم خود آتم ہتیا کر رہی ہو یہ سوچ لو میرا کوئی دوش نہیں ہوگا۔
نہیں نرس۔ میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی۔ میں نے کہا اور نرس نے انجکشن میرے بازو میں لگا دیا مجھے بڑا سکون محسوس ہوا تھا یوں لگا تھا جیسے میں نے اپنی زندگی کا مقصد پا لیا ہو ہاں موت ہی میری زندگی کا مقصد رہ گئی تھی اب ورنہ اس پامال وجود میں اور کیا باقی تھا۔
آہستہ آہستہ میری آنکھیں بند ہو گئیں میں موت کی آغوش میں جا رہی تھی اور اس بات کا مجھے پورا پورا احساس تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں ہر احساس سے عاری ہو گئی۔
موت نہیں آئی تھی نرس نے مجھے زہر کا انجکشن نہیں دیا تھا بلکہ بے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا چونکہ جب انجکشن کا اثر زائل ہوا تو پھر میرے حواس جاگ اٹھے اور اس کے بعد پھر وہی درد وہی کرب لیکن اب مجھے عموماً بے ہوش رکھا جاتا تھا نجانے کتنے دن اس اسپتال میں لگے اور اس کے بعد ایک بار جب مجھے ہوش آیا تو میرے وجود کے سارے دکھ ختم ہو چکے تھے میں اپنے آپ کو مطمئن محسوس کر رہی تھی نرس بدل گئی تھی اس وقت ایک اور نوجوان سی لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قدر نرمی کے آثار دیکھے اور اس سے کہا۔
تم۔ تم نئی آئی ہو ڈیوٹی پر۔
ہاں اس نے جواب دیا۔
"مجھے جانتی ہو۔ ؟"
"ہاں تم ہماری مریضہ ہو۔ !"
"کیا تکلیف ہے مجھے۔ ؟"
"یہ مجھے نہیں معلوم ڈاکٹر بھلہ جانتے ہیں!"
"یہ ڈاکٹر بھلہ کون ہیں۔ ؟
اس اسپتال کے انچارج ہیں۔
یہ اسپتال کہاں ہے ؟
تمہیں نہیں معلوم۔
نہیں میں نہیں جانتی۔
میں ڈاکٹر بھلہ کو بلا کر لاتی ہوں پتہ نہیں کیوں مجھ سے منع کر دیا گیا تھا کہ تم سے کوئی سوال و جواب نہ کیا جائے۔
سنو نرس سنو یہ اسپتال جہاں کہیں بھی ہے کیا تم مجھے یہاں سے رہائی دلا سکتی ہو۔
کیا مطلب۔
میرا مطلب ہے کیا یہاں میری نگرانی کے لیے لوگ تو موجود نہیں ہیں۔
نہیں ایک مریض کی نگرانی کیا معنی رکھتی ہے۔
اوہ میں نے آہستہ سے کہا اور میرا ذہن خیالات کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا مجھے یہاں پہنچانے کے بعد ان لوگوں کا کیا مقصد رہ گیا تھا کم بخت رادھن سنگھ زندہ تھا اس نے مجھے میری جرأت کی یہ سزا دی تھی کہ مجھے ان کتوں کے حوالے کر دیا تھا جنہوں نے میرے وجود کو بھنبھوڑ کھایا تھا اور اس کے بعد مجھے اسپتال میں بھیج دیا گیا تا کہ یہاں تندرست ہونے کے بعد میں زندگی بھر اذیتوں کا شکار رہوں لیکن لیکن کیا مجھے مر جانا چاہیئے کیا مجھے خودکشی کر لینا چاہیئے اور اس وقت میرے دل میں ایک نیا عزم جاگا میں زندہ رہوں گی مجھے زندہ رہنا چاہیئے رادھن سنگھ کی چیرہ دستیاں صرف مجھ تک ہی محدود

نہ ہوں گی میرے بعد نجانے کتنی لڑکیاں اس کی اس درندگی کا شکار ہوں گی اور اگر اس کی بات نہ مانیں گی تو میری طرح سزا پائیں گی کیوں نہ میں اپنی زندگی رادھن سنگھ کے لیے وقف کر دوں ہاں یہ زندگی کا بہترین مصرف تھا موت تو میری پہلی آرزو تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی رادھن سنگھ کو ختم کرنا میری زندگی کا بڑا مقصد بن کر رہ گیا تھا اگر زندہ رہتی ہوں تو اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دوں ورنہ موت تو میرا مقدر ہے اور اس احساس نے میرے اندر ایک نئی روح پھونک دی میں نے سوچا کہ نرس سے مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے مجھے ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے اگر تقدیر نے نکلنے کا موقعہ دیا ہے تو پھر مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیئے مجھے رادھن سنگھ کے چنگل سے نکل کر اس کے خلاف برسر پیکار ہو جانا چاہیئے۔
اور اسی رات جب اسپتال میں خاموشی طاری تھی میں اس کی عقبی کھڑکی سے کود کر باہر نکل آئی ایک چھوٹے سے لان سے گزر کر میں دروازے سے باہر نکل آئی تھی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے وہ بنجر اور ویران سا پڑا ہوا تھا کہیں کہیں چھدرے چھدرے درخت نظر آ رہے تھے ان درختوں کے پس منظر میں چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں پھیلی ہوئی تھیں گویا کوئی گاؤں یا قصبہ وغیرہ ہے لیکن کون سا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔
میں آگے بڑھتی رہی تھوڑے فاصلے پر ایک نشیب آیا اور میں ملگجے اندھیرے میں اس نشیب میں اتر گئی چاروں طرف ویرانی پھیلی ہوئی تھی میرے سامنے کوئی سڑک نہیں تھی بس تا حد نگاہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا یہ جھونپڑیاں بھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں جو ستاروں کی مدھم چھاؤں میں کبھی نمایاں ہو جاتیں اور جب بادل آسماں پر پھیلے ہوئے ستاروں کو کبھی اپنی آغوش میں لے لیتے تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتیں لیکن تھوڑی دور پہنچنے کے بعد مجھے ایک پگڈنڈی نما سڑک نظر آ گئی۔ میں بری طرح اس سڑک پر دوڑنے لگی اس جگہ سے اتنی دور نکل جانا چاہتی تھی کہ کوئی میرے بارے میں سراغ نہ لگا سکے بھاگتے بھاگتے سانس بری طرح پھول گیا تھا لیکن کھلی ہوا پھیپھڑوں کو تقویت بخش رہی تھی۔
یہ پگڈنڈی ایک نہر کے ساتھ ساتھ گزرتی تھی نہر کے پل کے پاس میں رکی مجھے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ پل پر پہنچنے کے بعد مجھے یہ پل عبور کرنا چاہیئے۔ یا اس طرح آگے بڑھتی رہوں لیکن پھر میں نے فیصلہ کیا کہ پل عبور کر ہی لیا جائے ممکن ہے میں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔
پل عبور کرنے کے بعد تقریباً ایک فرلانگ چلی تھی کہ درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا آگے بڑھ کر یہ درخت گنجان ہوتے جا رہے تھے ان کے درمیان اندھیرا اترا ہوا تھا اور مجھے اندازہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ آگے کیا ہے۔
لیکن میں ہر خوف سے بے نیاز آگے بڑھ رہی تھی خوف کا احساس تو اسے ہوتا ہے جس میں زندگی کی امنگ ہوتی ہے میں تو اپنی زندہ کی لاش کو گھسیٹ رہی تھی جس میں زندگی پانے کی کوئی آرزو نہیں تھی۔
نجانے کتنی دیر تک میں سفر کرتی رہی اور اس کے بعد میری قوت ایک بار پھر جواب دے گئی میں آہستہ آہستہ ایک درخت کے تنے کے ساتھ بیٹھ گئی اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اطراف میں ہولناک آوازیں ابھر رہی تھیں کبھی کبھی گیدڑ کے چیخنے کی آوازیں بہت قریب سے محسوس ہوتی اور کبھی کسی اور جانور کی دھاڑ سنائی دیتی ان آوازوں پر میرے کان متوجہ ہوتے دل میں خوف کی ایک ہلکی سی لہر اٹھتی لیکن پھر وہی احساس مجھے دبوچ لیتا ویرانی اور بے بسی کا احساس۔
مجھے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کا احساس بھی نہ ہو سکا بے بسی کے احساس نے میرے دل کو خوف کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا تھا کس قدر تنہا تھی میں اس دنیا میں جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس میں میرا قصور کہاں تک تھا۔
میں سوچتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میرے اندر ایک نئے وجود نے جنم لیا' میں نے دل میں سوچا کہ اس دنیا کے رہنے والوں نے مجھ سے میرا گھر بار چھین لیا ماں باپ چھین لیے سب کچھ چھین لیا یہاں تک کہ میری آبرو بھی لٹ گئی تو پھر دنیا سے مجھے کیا ہمدردی ہونی چاہیئے کس کو انسانیت کا علمبردار سمجھو اور کسے شیطاں کا پجاری یہاں تو سب ہی یکساں ہیں مجھے بھی ان کے درمیان ہی اپنی جگہ بنانی چاہیئے میں انتقام کا جو احساس دل میں لیے اسپتال سے فرار ہوئی تھی اسے زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ایک وحشی درندے کا روپ کا لوں ہر چند کہ میں ایک عورت تھی لیکن میرے عزائم بلند تھے رفتہ رفتہ میرے دل سے خوف کا ہر احساس نکل گیا

اور اپنے اندر کی اس نئی ہستی کو میں تحسین کی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

درندے اس کائنات میں ہر جگہ بکھرے ہوتے ہیں ان سے اپنا تحفظ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیونکہ اب اس پامال وجود میں کیا رہ گیا ہے ہاں کم از کم ان درندوں کو مٹانے کے لیے کارروائی کرنا چاہیئے۔

جنگل میں گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن موجودہ وجود میں خوف کی ہلکی سی سرسراہٹ بھی نہیں تھی میں اپنا آئندہ پروگرام منتخب کر رہی تھی مجھے بڑی ہوشیاری اور ذہانت سے اپنا کام کرنا ہوگا وہ معصومیت اور وہ سادگی جو کبھی میری زندگی میں شامل تھی رخصت کر کے اپنے لیے نئے راستے بنانے ہوں گے اور اب مجھے صبح کا انتظار تھا۔

اس صبح کا سورج طلوع ہوا تو میں نے اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھا اس وقت ایک معصوم اور سادہ سی کوشل یہاں موجود نہیں تھی بلکہ اس کی خونخوار عورت جنم لے چکی تھی دفعتاً مجھے قرب و جوار میں کہیں ایک مشین کی ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی شاید کوئی کار اس طرف آ رہی تھی لیکن جنگل میں کار کی آمد کیا معنی رکھتی ہے مشین کی گڑگڑاہٹ تھوڑی دیر تک گونجتی رہی اور پھر کانوں سے دور ہو گئی لیکن ہلکی ہلکی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ پھر اسی طرح مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔ یہ کیا ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگی میرے بائیں سمت جنگل کے درخت کچھ ہلکے ہوتے جا رہے تھے میں اسی سمت چل پڑی تقریباً آدھے فرلانگ چلنے کے بعد مجھے اس آواز کی سمت معلوم ہو گئی۔

جنگل کا سلسلہ یہاں ختم ہو گیا تھا اب یہاں کھیت پھیلے ہوئے تھے ایک ٹریکٹر تھا جو زمین کی مٹی ہموار کر رہا تھا میں اسے دیکھتی رہی ایک درمیانی عمر کا آدمی اسے چلا رہا تھا وہ جدید لباس میں ملبوس تھا بڑی بڑی مونچھیں تھیں سرخ و سفید چہرہ تھا میں آہستہ آہستہ کھیت کے کنارے جا کھڑی ہوئی اور اس بار جب وہ میرے قریب سے گزرا تو اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں دوسرے لمحے ٹریکٹر کو بریک لگا اور وہ رک گیا اس کا انجن اب بھی اسٹارٹ تھا اور وہ شخص متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کی نگاہیں میرے پیروں پر جھک گئیں اور اس نے آہستہ سے کہا۔

پچھل پیری تو نہیں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

کیا کہا تم نے مجھے پچھل پیری۔

ارے نہیں نہیں غلط فہمی ہو گئی تھی وہ عجیب سے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

ہاں تمہیں غلط فہمی ہی ہوئی ہے میں پچھل پیری نہیں ہوں بلکہ ایک مصیبت کی ماری ہوں۔

مصیبت کی ماریوں کے لیے ہمارے دل میں ایک خاص جگہ ہے۔ بولو ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں اس نے کہا گفتگو سے بس عجیب سا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس وقت مجھے کسی بھی سہارے کی ضرورت تھی اپنی عقل اور ہوشیاری سے کام کر کے میں اپنے لیے ایک جگہ بنانا چاہتی تھی۔ میری فطرت میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں انہوں نے مجھے ہر طرح کے خوف اور وسوسوں سے بے نیاز کر دیا تھا جو کچھ بیت چکی تھی وہ اگر بار بار بیتتی رہے تو مجھے بھلا اب اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی انسان کی اپنی زندگی میں اس کی اپنی ذات کے لیے چند ہی لمحات ہوتے ہیں ورنہ زیادہ تر زندگی دوسروں کے سہارے گزرتی ہے بچپن میں ماں باپ کے رحم و کرم پر جوانی میں شادی ہو جانے کے بعد پتی کے رحم و کرم اور اس کے بعد اپنے بچوں کے اوپر لیکن مجھے یہ تینوں سہارے اب حاصل نہیں تھے تو میرے اندر ایک نیا عزم ایک نئی ہمت پیدا ہو گئی تھی اور پھر چونکہ میری نگاہوں کے سامنے ایک مقصد بھی تھا اس لیے اب میں نے اپنے جیسے انسانوں سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا۔ موت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی باقی دوسری چیزیں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہی رہتی ہیں۔

چنانچہ میں اس شخص سے بے تکلفی سے باتیں کرنے لگی۔

اگر تمہارے پاس مصیبت کے ماروں کے لیے کوئی جگہ ہے تو میں اس کی سب سے زیادہ حق دار ہوں۔

ہوں پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہو۔ اس نے کہا۔

شکل سے تو تم بھی کسان نہیں لگتے۔ میں نے فوراً کہا اور وہ ہنس پڑا۔

ٹھیک کہتی ہو تم میں درحقیقت کسان نہیں ہوں یہ زمینیں میری ہیں اور میں اپنی زمینوں کو غیروں کا خون دینے کے بجائے اپنا پسینہ ہی دینا پسند کرتا ہوں۔

مجھے پناہ دو گے۔

تمہاری شکل و صورت دیکھ کر دل میں تمہارے لیے ہمدردی کے جذبے جاگ اٹھے ہیں کام کر رہا تھا مگر کوئی بات نہیں چلو آؤ میرے ساتھ وہ ٹریکٹر سے نیچے اتر آیا میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی اس نے راستے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا ایک موڑ پر آ کر اس نے پگڈنڈی چھوڑ دی اور دائیں ہاتھ کی طرف چل دیا اب ہم ایک کچے میدان میں چل رہے تھے جہاں غالباً کچھ وقت پہلے بارش ہوئی تھی مٹی کی نمی یہی بتاتی تھی۔

زخمی پیروں تلے نرم نرم نم مٹی کا لمس مجھے اچھا لگا ہمیں میدان عبور کرنے میں خاصی دیر لگی اور اس کے بعد ہم میدان کے دوسرے سرے پر درختوں کے قریب پہنچ گئے اس کے دوسری طرف نیم پختہ مکان کی چار دیواری نظر آ رہی تھی دروازے میں پہنچ کر اس نے دستک دی اور اندر سے کسی نے دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے والا دھوتی اور کرتے میں ملبوس گٹھے ہوئے بدن کا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اس نے پہلے میرے ساتھی کو اور پھر مجھے دیکھا اور اس کے بعد پیچھے ہٹ گیا ہم اندر داخل ہو گئے چھوٹی سی ڈیوڑھی کے بعد بڑا سا صحن تھا اس کے بعد برآمدہ اور برآمدے کے دوسری طرف قطار میں بنے ہوئے چند کمروں کے دروازے برآمدے میں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں مجھے لانے والے نے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہا۔

گومل ہماری مہمان کے نہانے دھونے کا بندوبست کرو اور تم سنو لڑکی میں نے ابھی تک تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا کیا نام ہے تمہارا؟

بدنصیبی کا کوئی نام نہیں ہوتا تم جس نام سے چاہو مجھے پکار سکتے ہو۔

اپسرا کہوں تو کیسا لگے گا۔ وہ ہنس کر بولا۔

اپسراؤں کی توہین کرنے سے کیا فائدہ کیا دشمنی ہے تمہیں ان سے۔

نہیں نہیں بات یہ نہیں ہے میری آنکھیں بہت دور تک دیکھتی ہیں اس مٹی اور گرد سے اٹے ہوئے چہرے کے پیچھے ایک اپسرا ہی چھپی ہے۔

یہ صرف تمہاری بھول ہے مجھے تم کامنی کے نام سے پکار سکتے ہو۔

واہ۔ ہوئی نا بات ویسے میرا نام پریم کمار ہے اپنے نام کے ساتھ ساتھ وہی صفات بھی رکھتا ہوں پریم کرنا میری عادت ہے میں خاموش رہی گومل نام کا ملازم آدمی مکان کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بالٹیاں ایک غسل خانے میں جا کر رکھ دیں جو صحن میں ایک سمت بنا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ پھر چلا گیا پریم کمار کہنے لگا۔

دیکھو کامنی یہ جگہ تمہارے لیے بہت مناسب ہے تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی میرے پاس اچھے لباس وغیرہ تو نہیں ہیں لیکن کچھ ساڑھیاں پڑی ہیں تم یقیناً اس لباس کو بدل کر کوئی ساڑھی پہننا پسند کرو گی گومل ابھی تمہیں ساڑھی لا کر دے گا نہا دھو کر فارغ ہو جاؤ میں تمہارے لیے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور غسل خانے کی طرف چلی گئی غسل خانے میں دروازہ لگا ہوا تھا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ یہ دروازہ بند کروں اب میرے وجود کے سارے دروازے کھل گئے تھے تو یہ لکڑی کا دروازہ بند کرنے سے کیا فائدہ اپنے آپ کو انتہائی پسماندہ اور حقیر شے سمجھ رہی تھی جس کے وجود سے اس کی تمام اہمیت چھین لی گئی ہو جس کے پندار کو داغ دار کر دیا گیا ہو وہ مٹی کا ایک بے جان ڈھیر ہی رہ جاتا ہے سو میں بھی اب صرف ایک ڈھیر ہی تھی۔

بہرحال غسل خانے کا دروازہ بند کر کے اچھی طرح نہائی اور پھر دروازے پر دستک دی تو گومل نے ایک رنگین ساڑھی مجھے پیش کر دی تھوڑا سا دروازہ کھول کر میں نے یہ ساڑھی لے لی ساڑھی کے ساتھ بلاؤز نہیں تھا۔

ایک لمحے سوچتی رہی اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بغیر بلاؤز کے ساڑھی پہن لی۔

اس طرح مجھے ایک عجیب سی غیرت کا احساس ہو رہا تھا یہ غیرت اب تک میرے سینے میں زندہ تھی کیا فائدہ بار بار مردہ چیزوں کو زندگی کی سانس لینے کا۔

بہرطور اپنے دل کی اس زندہ آرزو کو سینے میں دبا کر باہر نکل آئی پریم کمار برآمدے ہی میں بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچی تو وہ چونک کر کھڑا ہو گیا اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور پھر وہ آہستہ سے

کرسی پر بیٹھ گیا۔

بیٹھو کامنی۔ اس بار اس کا لہجہ سنجیدہ تھا

شکریہ پریم جی آپ نے میری مدد کی ہے بھگوان آپ کو اس کا صلہ دے گا۔

بھئی بھگوان تو ہمیں اس کا صلہ دے چکا ہے اس نے کہا۔

کیا مطلب۔؟

کچھ نہیں کچھ نہیں تم سوچو گی کتنا کمینہ آدمی ہے ذرا سا احسان کر کے فوراً ہی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے سنو کماری کامنی تم بے حد خوبصورت ہو تم جب غسلخانے سے برآمد ہوئیں تو مجھے یقین ہی نہ آیا کہ یہ تم ہی ہو جسے میں چند لمحات پہلے ایک عجیب و غریب حلیے میں دیکھ چکا ہوں تم بڑی سندر ہو۔

کیا یہ نہیں ہو سکتا پریم جی کہ آپ میری سندرتا کو نظر انداز کر دیں۔

ہاں۔ ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں وعدہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد گومل نے ہمارے سامنے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں رکھ دیں اس کے ساتھ چائے بھی تھی میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب ڈر اور خوف سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا میرا بے تکان کھاؤں پیوں اگر اس کے سامنے نیم عریاں ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے جب میری تقدیر میں یہی سب کچھ لکھ دیا گیا ہے تو پھر میں اسے کیسے ٹال سکتی ہوں۔

چنانچہ اپنے آپ سے بے نیاز ہو کر کھانے پینے میں مصروف ہو گئی۔ چائے کے دو تین کپ پینے کے بعد میرے بدن میں خاصی توانائی آ گئی تھی ویسے بھی اسپتال میں میری بہتر دیکھ بھال ہوئی تھی جس کی وجہ سے مجھے خاصا سکون ملا تھا۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے پریم کمار سے اس کے بارے میں پوچھا۔

یہ گھر خالی کیوں ہے پریم کمار۔

بس ہے یوں سمجھ لو میں نے اپنے زندگی کے لیے کچھ خاص راستے منتخب کیے ہیں۔ میں نے شہر میں تعلیم حاصل کی ہے کافی اور خاصا تعلیم یافتہ ہوں شادی بیاہ کے جھگڑے میں نہیں پڑا گھر ہے میرا یہاں اس بستی میں لیکن میں گھر والوں سے عموماً الگ رہتا ہوں بس کبھی کبھی جا کر ان کی خبر لیا کرتا ہوں۔

"شادی نہیں کی تم نے بیوی بچے نہیں ہیں تمہارے ہیں"

نہیں۔ لیکن میرے بھائیوں نے شادیاں کی ہیں ان کے خوب بیوی بچے ہیں اور وہ سب کے سب مل کر میرے بھائیوں کی زندگی حرام کیے رہتے ہیں بھائیوں میں آپس کے ہنگامے چلتے رہتے ہیں اب تم خود سوچو آدمی جب ان تمام چیزوں سے واقف ہو جائے تو بھلا اسے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے آزاد زندگی سب سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ زمینیں میرے حصے کی ہیں میں نے اپنی زندگی گزارنے کے لیے ایک مخصوص لائحہ عمل منتخب کیا ہے میں نے یہ اپنا مکان بنایا ہے درختوں کی چھاؤں تلے یہ زمین بھی میری ہے یہاں میں اپنی پسند کی زندگی گزارتا ہوں میں کسی کی ملازمت نہیں کرتا لیکن زندگی گزارنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے میں اپنی بستی اور اس کے اطراف کی زمینوں سے بہتر فصلیں اگاتا ہوں اس میں میری اپنی کوشش شامل ہوتی ہیں میری تعلیم شامل ہوتی ہے اور اس طرح میں ایک پرسکون زندگی گزار رہا ہوں۔

میں تمہیں دعائیں ہی دے سکتی ہوں پریم کمار کہ بھگوان تمہاری زندگی کو پرسکون ہی رکھے ورنہ اس دور میں ایک پرسکون انسان کو دیکھ کر لوگ بہت جلتے ہیں۔

"دکھی معلوم ہوتی ہو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی"

"نہیں میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو"

"لیکن پھر بھی یہ تو سوچنا پڑے گا کہ جسے میں نے پناہ دی ہے اس کی اپنی حیثیت کیا ہے"

میں تمہارے سر پر مستقل سوار نہیں رہوں گی بس تھوڑا سا سمے یہاں گزار لینے دو اس کے بعد اپنی منزل کی جانب بڑھ جاؤں گی۔

کہاں ہے تمہاری منزل۔

میں نے کہا نا اپنے بارے میں اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔

بڑی عجیب بات ہے کوئی ایسا ہی گہرا چکر چلا ہے تمہارے ساتھ جس کی وجہ سے تمہیں اتنی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن میرا خیال ہے خوبصورت لڑکیوں کی ایک ہی منزل ہوتی ہے وہ بھی تم جیسوں کی۔

میں نہیں سمجھی۔ میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں ے لگا میں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی اور لچھ میرا ذہن بتاتا تھا وہ صرف ایک ہی بات تھی بدقسمتی یں ایک اور بھیڑیئے سے آ ٹکرائی ہوں اور اس اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے بہر طور ہی کے اس دور میں، میں ہر طرح سے اپنے آپ کو تیار تھی وہ کہنے لگا۔

سندری۔ بڑے سکون و آرام سے میرے اس کچھار ہو تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی گومل میری اس ن کا خیال رکھنا انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

جی مہاراج۔ گومل جو ایک گوشے میں کھڑا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

کامنی۔ تم اس کمرے میں چلی جاؤ گومل تمہارے لیے انتظام کر دے گا اور ہاں گومل وہ ساڑھیاں کامنی کو ے دو شاید ہم نے اس کے لیے رکھی تھیں۔

جی مہاراج۔

اس کے علاوہ کامنی تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلفی سے مجھے بتا دینا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ اس شخص کو میں یہ ساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ اس کے لیے میرے دل میں کوئی ی بات جنم لے چکی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اسے کچھ کام کرنے تھے دھومل نے مجھے ایک کمرہ بتا دیا جو اچھا اصا آراستہ کمرہ تھا ایک بستر موجود تھا یہاں ضروریات زندگی تمام چیزیں موجود تھیں دیوار پر ایک رائفل لٹک رہی تھی جدید ساخت کی تھی غالباً پریم کمار شکار وغیرہ کا شوق بھی رکھتا ا بستر میں پہنچنے کے بعد میں اس پر گر پڑی میری آنکھوں سے ایک ھر آنسوؤں کا سمندر رواں ہو گیا تھا مجھ جیسی گھریلو لڑکی کی زگی میں یہ کیا بپتا آ پڑی تھی کوئی ساتھی کوئی سہارا نہیں تھا دل ں اگر کوئی خیال تھا تو بس ایک روپا کا تھا جو ماما جی کے ہاں رش پا رہی تھی میں چاہتی تھی کہ میری بہن کی زندگی پر کوئی آنچ نہ ئے میں تو پامال ہو چکی ہوں لیکن روپا کا جیون بچانا میرا کام تھا ا کروں اس کے لئے کیا کروں دیر تک آنکھیں آنسو بہاتی رہیں اور پھر وڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ آنسوؤں کے سوتے خشک ہو گئے ا اب میری آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہ رہے تھے اور جب آنکھوں ا آنسو باقی نہیں رہتے تو پھر ان سے آگ نکلتی ہے۔ میرا سارا وجود ا پتش میں جھلسنے لگا میں نے اپنے اندر بڑی بے چینی محسوس کی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے جی چاہا کہ گومل سے پانی مانگوں لیکن ہمت نہ پڑی دیر تک یوں ہی پیاس سے تڑپتی رہی پھر خود ہی اٹھی باہر نکل اور ایک جگہ رکھے ہوئے مشکوں سے پانی نکال کر پیا میں نے اتنا پانی پیا کہ مجھے خود حیرت ہوئی لیکن میرے وجود کی جلن سرد نہیں ہوئی تھی یہ جلن کیوں ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا بستر پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھی میں اپنے مستقبل پر غور کر رہی تھی اس بات میں اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ رادھن بچ گیا تھا۔ رادھن سنگھ کی موت میری زندگی کا اختتام ہوتی۔ اس کے بعد مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی چاہے کسی طرح زندگی گذرتی لیکن رادھن سنگھ کے بچ جانے کا مطلب یہ تھا کہ میرے اور اس کے درمیان مسلسل چل گئی ہے میں سوچنے لگی کہ رادھن سنگھ نے مجھے وحشی کتوں کے حوالے کرنے کے بعد کیا پروگرام بنایا تھا۔ کم از کم ہسپتال پہنچانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے مارنا ہوتا تو وہیں کہیں کسی جگہ آرام سے مجھے ہلاک کیا جا سکتا تھا زندہ رکھ کر وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اور میرے ذہن نے خود ہی اس سوال کا جواب دے دیا۔ میں نے رادھن سنگھ کا اپمان کیا تھا اس جیسے بھیڑیے کے لئے یہ اپمان بہت بڑی بات تھی جبکہ وہ تو اپنی زندگی میں ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا رہا تھا۔ میں نے اسے نا صرف ٹھکرایا تھا بلکہ اسے شدید زخمی بھی کر دیا تھا اور اس کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہیں تھا۔

لیکن اب میری اپنی ذات باقی ہی نہیں رہ گئی تھی جو میں اس کے بارے میں سوچتی۔ خوف تھا تو صرف روپا کا یہی سوچا دل میں کہ کسی طرح روپا کو ماما جی کے گھر سے بھی نکال کر کہیں اور روپوش کر دیا جائے لیکن کہاں، میرے وسائل ابھی محدود تھے رفتہ رفتہ میرے ذہن میں روشنیاں ہونے لگیں میں جو کچھ بن گئی ہوں اس کے بعد یہ سوچنا کہ میری زندگی کا کچھ مقصد ہو گا بے کار سی بات تھی ہاں اگر میں اپنی انا کا کچھ مقصد بنا لوں تو پھر میری زندگی میں کچھ خوشگوار لمحات آ سکتے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے رادھن سنگھ کو فنا کر دوں اس کی ایک ایک چیز جلا دوں اس کے پورے وجود کو شراب میں ڈبو دوں اس کو ایسی اذیتیں دوں کہ وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو جائے اور اس کے لئے مجھے اپنی ان تمام پوشیدہ قوتوں کو آواز دینی تھی جن سے اس سے قبل میں خود بھی روشناس نہیں تھی بہت دیر تک سوچتی رہی پھر پریم کمار کا خیال ذہن میں آیا۔ بھیڑیوں کی اس کچھار میں وہ بھی ایک بھیڑیا ہی ہے کہہ گیا تھا کہ میری کچھار میں آرام کرو۔ کچھار کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھیڑیا سمجھتا ہے۔ ہنہ بھیڑیا۔ اسے یہ اندازہ نہیں، ہے کہ ایک زخمی شیرنی اس کے مد

مقابل ہے وہ مجھے پہچان نہیں سکا ہے اسے یہ احساس نہیں ہے کہ میرے سارے شریر میں زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے میں ایک بل کھائی ہوئی ناگن ہوں ایسے تمام لوگوں کی موت میری زندگی کا مقصد بن جانا چاہیئے جو عورت کو صرف بری نگاہ سے دیکھتے ہیں جن کی نظروں میں ماں بہن بیٹی کا تصور اس طرح کھو جاتا ہے کہ وہ انسانیت سے بالکل دور چلے جاتے ہیں میں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی کیونکہ ایسے لوگوں کی زندگی بے شمار میری جیسیوں کے لئے موت کا پیغام لاتی ہے ان کے گھر اجڑ جاتے ہیں ان کے ماں باپ ان کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔ نہیں پریم کمار تم بھی بھیڑیے ہو اور کسی بھیڑیے کا سامنا ہونے پر میں اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اور رائفل دیوار سے اتار لی اسے چیک کیا رائفل بالکل ٹھیک ٹھاک تھی اس میں تیل لگا ہوا تھا۔

پھر میں نے اسی کمرے میں کارتوسوں کی تلاش شروع کر دی اور مجھے دقت نہ ہوئی ایک میز کی دراز کے نچلے حصے میں مجھے کارتوسوں کا پیکٹ مل گیا میں نے رائفل میں کارتوس ڈالے اور اس کے بعد اسے بستر پر رکھ کر لیٹ گئی۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا میں سونے کی کوشش کرنے لگی اور مجھے نیند آگئی سارا دن سوتی رہی تھی شام کمرے کے روشن دانوں سے باہر جھانک رہی تھی جب میری آنکھ کھلی چاروں طرف ویرانی اور سناٹے کا راج تھا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی احساس ہوا کہ یہ سناٹا تو میرے دل و دماغ میں بسا ہوا ہے میں نے رائفل کو ٹٹول کر دیکھا وہ میرے پاس ہی تھی میں نے کمرے سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس کمرے میں مجھے آرام کرنا چاہیئے میں نے سوچا تقریباً رات ہو چکی تھی اس وقت جب میرے کمرے کا دروازہ پیٹا گیا میں نے آگے بڑھ کر پرسکون انداز میں دروازہ کھول دیا تھا پریم کمار ہی تھا نشے میں دھت آنکھوں میں لالی حلیہ بگڑا ہوا وہ اندر آگیا۔

ارے تم ابھی تک سو رہی ہو اجڑی اجڑی سی مگر، مگر نہیں تم اجڑی اجڑی کہاں ہو تم تو میرے خوابوں کی تکمیل ہو۔ وہ اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

یہ کیا کر رہے ہو پریم کمار۔

کچھ نہیں کاروبار کیا تھا منافع وصول کرنا چاہتا ہوں۔

کیا مطلب

دیکھو کامنی۔ میں نے تمہیں سہارا دیا بہت برے حالات تھے تمہارے اس کے باوجود میں نے تمہیں سہارا دیا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو کہاں سے آئی ہو کن حالات کا شکار ہوئی ہو اگر تم اپنے دشمنوں سے چھپ کر یہاں تک پہنچی ہو تو وہ دشمن یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ میں ان حالات میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کامنی۔ تم تم یہاں سکون سے رہو جب تک جی چاہے رہو۔ سال دو سال پانچ سال یہاں تمہیں ہر طرح کی آسانیاں ملیں گی لیکن تمہیں میری حیثیت کو ایک خاص انداز میں قبول کرنا ہو گا یہی تمہارا مصرف ہے اور یہی میرا معاوضہ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

میں یہاں مستقل قیام نہیں کرنا چاہتی پریم کمار تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔ حالانکہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا کہ میں یہاں صرف تھوڑا سا وقت لوں گی تم سے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاؤں گی بات یہ نہیں ہے پریم کمار کہ میں تمہاری خواہش سے اجنبی ہوں میں تو ایک پامال ہستی ہوں جس کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا گیا کہ اس کے وجود کو روندا جاتا رہے لیکن میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں کہ انسان کے ذہن میں اچھائیوں کا ہر تصور مٹ گیا ہے کیا ہر انسان ایک ہی انداز میں سوچنے کا عادی ہوتا ہے ایسا ہے تو کیوں ہے مجھے اس کیوں کا جواب دے دو میں تمہاری ہر خواہش کی تکمیل کروں گی۔

سنو لڑکی۔ میں اس وقت بالکل سوال و جواب نہیں کر سکتا میرے ذہن میں جو کچھ ہے میں اس کا حصول چاہتا ہوں۔

اس حصول کی شکل بدل بھی تو سکتی ہے پریم کمار میں نے کہا۔

کیا مطلب؟

مطلب یہ کہ اگر تم اچھائیوں کی طرف رجوع کرو تو تمہیں یہ احساس ہو گا کہ کسی بے بس انسان کو سہارا دے کر اس کی زندگی کو برائیوں سے بچانا کتنا بڑا کام ہے۔

اوہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کیا میں اپنے آپ کو چھپانے کا عادی نہیں ہوں کہہ رہا ہوں تم سے کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں اور سنو میں نے تم سے پہلی بار یہ نہیں کہا تھا کہ میں کوئی دھرماتما ہوں بس میرا وقت مت ضائع کرو مجھے میرے مقصد کی طرف آنے دو۔

تو پھر سنو پریم کمار بے شک تمہارے گھر نے مجھے تھوڑا سا سہارا دیا ہے لیکن میں اس کی اتنی بڑی قیمت ادا کرنے

یار نہیں ہوں تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے تو میری گی کا بھی ایک مقصد ہے۔

کیا چلو وہی بتا دو۔

تم جیسے بھیڑیوں کو ہلاک کرنا۔ میں نے کہا اور دوسرے میں نے قریب رکھی ہوئی رائفل اٹھا لی پریم کمار کو اس امید نہیں تھی وہ اس وقت نشے میں تھا لیکن رائفل دیکھ چونک پڑا۔

یہ کیا کر رہی ہو تم۔

وہی جو مجھے کرنا چاہیئے میں نے جواب دیا پریم کمار نے کر دیوار کی طرف دیکھا اور پھر یہ اندازہ کرنے کے بعد اسی کی رائفل ہے اس کا چہرہ فق ہو گیا لیکن وہ نمایاں کا تھا میرے سامنے اور اب سانپ کو موقع دینا بہت حماقت ہوتی چنانچہ میں نے اس کا نشانہ لے کر رائفل گھوڑا دبا دیا ایک دھماکہ ہوا اور پریم کمار کے بھیجے کے ٹکڑے کر دیئے قریب سے چلائی ہوئی گولی نے اس کا سر ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا لیکن احتیاطاً میں نے ایک فائر کے سینے پر اور کر دیا پریم کمار زمین پر گرا اور ایک لمحے ٹھنڈا ہو گیا وہ اپنی تمام ناپاک ہوس کے ساتھ جہنم تک گیا تھا۔ میں نے رائفل کی نال نیچی کر لی اور اس کے بعد میرا رکنا کسی طور مناسب نہیں تھا گو رات ہو چکی تھی اور میں بستی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن بستی کا رخ ہی کیا جائے۔

کچھ سوچ کر میں نے کچھ اور کارتوس نکال کر ایک پوٹلی باندھی اور پھر اس کمرے کا جائزہ لینے لگی چونکہ مکان بستی دوسرے مکانوں سے الگ تھلگ تھا اس لیے مجھے امید رائفل کے فائروں کی آوازیں دور تک نہ سنی گئی ہوں لوگوں کو اس کا اندازہ نہ ہو سکا ہو گا۔

لیکن میں گومل کو بھول چکی تھی وہ یا تو اس گھر میں موجود تھا یا تھا تو اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ اس نے فائروں آوازیں نہیں سنی تھیں۔

چند لمحات تک آہٹیں لینے کے بعد میں اس کمرے سے آئی بدن کی ساڑھی مجھے سب سے زیادہ تکلیف رہی تھی لیکن اس کا انتظام میں نے کر لیا میں نے ایک قمیض اپنے بدن پر پہنی اور اس کے اوپر ساڑھی باندھ لیا میری عریانیت چھپ گئی تھی یہ مردانہ قمیض ڈھیلی ڈھالی ضرور تھی لیکن میرا کام پورا کرتی تھی میں پریم کمار کا قیمتی سامان تلاش کرتی رہی مجھے اس میں صرف رقم کی ضرورت تھی لیکن یہاں مجھے کچھ نہ ملا تو میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پھر دوسرے کمرے میں جو پریم کمار کی خوابگاہ تھا مجھے نوٹوں کی اچھی خاصی تعداد مل گئی۔ اور ان نوٹوں نے میرے دل کو ڈھارس دی میں نے انہیں بھی احتیاط سے اپنے لباس میں ٹھونس لیا اور رائفل ہاتھ میں لیے باہر نکل آئی کوئی مجھے دیکھتا تو عجیب سا محسوس کرتا میرا حلیہ عجیب و غریب ہو رہا تھا مردانہ ڈھیلی ڈھالی قمیض اس کے اوپر اچھی خاصی رنگین ساڑھی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی اس مضحکہ خیزیت کو میں نے دل میں بھی محسوس کیا تھا لیکن اس وقت یہ قمیض میرے بدن پر نہیں تھی بہر طور میں باہر نکلی بستی میں رکنا اب میرے لیے خطرناک تھا میں دروازے پر پہنچی اور جیسے ہی دروازہ کھول کر باہر نکلی دفعتاً کوئی میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔

ہے رام ہے رام کیسی آوازیں ہیں یہ۔ کیسی آوازیں ہیں مجھے گومل کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ گومل سے مقابلہ کروں وہ آگے بڑھا تو میں نے رائفل کی نال اس کے حلق پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا اور پھر پوری قوت سے یہ نال ہی اس کی ناک پر ماری۔

گومل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ رائفل کی نال مارنے سے کچھ نہیں ہو گا چنانچہ میں نے اسے نال کی طرف سے پکڑ لیا اور پھر پوری قوت سے رائفل گھمائی جو گومل کی کنپٹی پر پڑی گومل چکرا کر دیوار سے ٹکرایا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے دوسرے وار نے اس کا بھیجا پاش پاش کر دیا وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اوندھے منہ زمین پر آرہا خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں لیکن میں اپنی ساڑھی کو خون کی ان چھینٹیوں سے بچانا چاہتی تھی اس کے بعد اور کوئی دقت نہ رہی میں وہاں سے تیزی سے باہر نکل آئی کسی منزل کا یقین نہیں تھا کسی راستے کا اندازہ نہیں تھا جس طرف منہ اٹھا چل پڑی مکان سے کافی دور نکل آنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اردگرد دور تک سناٹا طاری ہے میں چاہتی تو اس وقت مکان میں بھی رہ سکتی تھی۔ اور دن کا انتظار کر سکتی تھی لیکن یہ کسی طور مناسب نہیں تھا میں برق رفتاری سے آگے بڑھتی رہی بستی کے دھندلے دھندلے مکان بہت دور نظر آرہے تھے لیکن میں نے وہ راستہ کاٹ

دیا اور دوسری سمت چل پڑی۔

تقریباً آدھی رات تک میں اسی طرح سفر کرتی رہی رات کے ہولناک سناٹوں میں مجھے کسی وقت بے پناہ خوف محسوس ہوتا تھا لیکن آج میں ہر خوف سے عاری تھی تھوڑی دیر کے بعد دھندلا دھندلا چاند نکل آیا بادلوں نے آسمان پر بسیرا کیا ہوا تھا لیکن ان کی تہہ بہت ہلکی تھی اور چاند ان کے اوپر سے ہی جھانک رہا تھا کبھی کبھی سفر کرتے ہوئے بادلوں کا کوئی ٹکڑا چاند پر سے ہٹ جاتا تو چاندنی تیز ہو جاتی میری آنکھوں کے سامنے ویران راستے پڑے ہوئے تھے کوئی سڑک نہیں تھی بس اطراف میں کھیت ہی کھیت بکھرے ہوئے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آیا ان میں اس کو بھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی میں جتنی جلدی ہو سکتا یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

یہ سفر تقریباً صبح چار بجے تک جاری رہا اور میں تھک گئی پتہ نہیں کتنا فاصلہ طے کر لیا تھا میں نے اور جب میں نے اپنے لیے کسی مناسب جگہ قیام کے لیے نگاہ دوڑائی تو مجھے ریلوے لائن نظر آئی۔ چمکتی ہوئی لکیریں جو چاندنی میں نمایاں ہو رہی تھیں مجھے اپنے قریب آنے کی دعوت دے رہی تھیں۔

اور میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال پیدا ہوا۔ میرے پاس نوٹ تو کافی تعداد میں موجود ہیں ہاں یہ رائفل میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی اور اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ خطرات سے نکل آئی تھی ابھی تو نجانے زندگی میں کتنے خوفناک واقعات سے سامنا پڑا اگر میں اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتی کرتی اسٹیشن پر جا نکلوں تو وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر کہیں روانہ ہو جاؤں گی۔ کوئی منزل سامنے نہیں تھی کوئی مقصد نہیں تھا بس دشمنوں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی تاکہ اپنے آپ کو سنبھال سکوں اور اس کے بعد کنور رادھن سنگھ سے مقابلہ کرنے کے بہتر انتظامات کر لوں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے میں کافی دور نکل آئی دن کی روشنی پوری طرح نمودار ہو گئی تھی میں تو آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ان دو چمکتی ہوئی پٹڑیوں نے مجھے دعوت عمل دی تھی کہ میں سفر کرتی رہوں۔

اور کوئی ایسی منزل تلاش کر لوں جو مجھے دو گھڑی سکون دے سکے اب تک کی بے سکون زندگی میں اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا ہی بھول گئی تھی مجھے کیا کرنا چاہیے اور کس طرح اپنا آئندہ وقت گزارنا چاہیے۔

دل میں آگ ہونٹوں پر تپش آنکھوں میں ویرانی میرا مقدر بنی ہوئی تھی۔ میں اپنے آپ کو تقدیر کی اس گردش سے نکالنے کی خواہش مند تھی اور ایک انسان کو اس کا پورا پورا حق پہنچتا ہے بشرطیکہ اسے انسان سمجھا جا سکے۔

بہر طور ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ میں نے اپنا یہ سفر جاری رکھا اور پھر ریلوے اسٹیشن تو مجھے نہ مل سکا البتہ بائیں سمت بہت دور مجھے ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں میں جا کر کچھ وقت گزار سکتی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی دھرم شالا تھی جو مسافروں کے لیے راستوں میں بنا دی جاتی ہے۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور ریلوے لائن کا راستہ چھوڑ کر ویران دھرم شالا کی جانب بڑھ گئی۔

میں نے دھرم شالا کے صحن میں قدم رکھا پورے صحن میں پیپل کے پتے بکھرے ہوئے تھے سامنے ہی ایک اونچا سا دلان نظر آ رہا تھا جس کے سامنے دو کوٹھریاں تھیں دلان میں مجھے کوئی نظر آیا تو میرا دل ایک دم دہشت سے دھڑک اٹھا جن بھوتوں کا تصور ایک دم میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔

اس ویرانے میں اس دھرم شالا میں جن بھوت ہی قیام کر سکتے تھے میں ایک لمحے کے لیے کانپ کر رہ گئی لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالا جو نظر آ رہا تھا وہ ایک چادر اوڑھے بیٹھا پتہ نہیں کیا کر رہا تھا میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا اور میری ہی جیسی کیفیت خود اس کی بھی تھی یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور معمولی سی دھوتی کرتے میں ملبوس تھا چند لمحات وہ وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر خوفزدہ انداز میں بولا۔

ہے بھگوان ہے بھگوان کون ہے ری تو کیا چاہتی ہے ایک لمحے کے لیے مجھے گزرا ہوا وقت یاد آ گیا پریم کمار نے بھی مجھے چھل پیری اور چڑیل سمجھا تھا اور شاید یہ شخص بھی مجھے اسی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا دل میں ہنسی آئی کہ دیکھو حالات نے کیا سے کیا بنا دیا ہے ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ میری خوبصورتی کی تعریفیں کیا کرتے تھے اور آج یہ وقت ہے کہ مجھے بھوت اور چڑیل سمجھا جا رہا ہے بہر طور یہ بات قابل اطمینان تھی کہ وہ شخص بذات خود بھوت نہیں ہے اور کوئی میرا جیسا ہی جیتا جاگتا انسان ہے میں آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ گئی جیسے جیسے میں آگے بڑھتی جا رہی تھی وہ

شخص اپنے آپ کو سمیٹ رہا تھا جیسے بس اب اس پر حملہ ہونے ہی والا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا تو اس نے خوف زدہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف اٹھا دیئے۔

بابا۔ میرے بارے میں کچھ غلط سوچ رہے ہو تم میں چڑیل یا چھل پیری نہیں ہوں۔

ارے نہیں نہیں ہم یہ کہاں سوچ رہے ہیں بیٹیا بوڑھے نے کسی قدر مطمئن انداز میں کہا اور پھر بولا۔

اوپر آجا۔ اوپر آجا۔ کون ہے تو؟ قسمت کی ماری کیا راستہ بھٹک گئی ہے کیا ہوا ہے۔

ہاں بابا۔ میں زندگی کا راستہ بھٹک گئی ہوں۔

کوئی بات نہیں میں تجھے صحیح جگہ پہنچا دوں گا آجا اوپر میں تین ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں کے سہارے اوپر پہنچ گئی تو بوڑھے نے مجھے چادر دیتے ہوئے کہا۔

لے یہ اوڑھ لے سردی لگ رہی ہو گی تجھے ہمدردی اور اپنائیت کے یہ الفاظ میری آنکھوں کو آنسوؤں میں ڈبونے کا باعث بن گئے۔ پتہ نہیں کیوں میرا دل بھر آیا تھا۔ چادر اوڑھ کر میں بیٹھ گئی تو بوڑھے نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

کسی اچھے گھر کی لگتی ہے شکل دیکھو جیسے چندرما زمین پر اتر آئی ہو لیکن حالات نے تیری آنکھوں میں تھکن پیدا کر دی کیا ہوا کیا ہے تجھے پتی نے چھوڑ دیا ماتا پتا نے گھر سے نکال دیا کوئی بھول ہو گئی ہے تجھ سے کیا ہوا ری کچھ تو بول۔

بابا۔ بتا دوں گی ابھی مجھے دو گھڑی سکون تو لینے دو۔

ہاں۔ ہاں یہ ستو ہے۔ میرے پاس گڑ بھی ہے پانی بھی ہے میں اس میں سے نکال لاتا ہوں جی چاہے تو کھا لے

نہیں بابا۔ تمہارا بہت شکریہ شکریہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے

ٹھیک ہے تیری مرضی مگر بھوک لگے تو مجھ سے مانگ لیجیو۔

یہاں کیا کر رہے ہو بابا۔

ارے بس بڑھاپا ہے بیٹیا تھک گئے ہیں جیون کا بوجھ اکیلے ہی اٹھانا پڑ رہا ہے کون ساتھ دیتا ہے ایسے میں بس یہ سمجھ لے یوں ہی کہیں سے آ رہے تھے اپنی بستی جا رہے تھے تھک گئے۔ تو سوچا کہ دھرم شالا میں کچھ سمے گزار لیں اس کے بعد آگے بڑھ جائیں گے۔

تمہاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے میں نے سوال کیا۔

اس جگہ سے بارہ کوس ہے ری اگر بارہ کوس نہ ہوتی تو ہم سفر بیچ میں نہ روکتے۔

"کیا نام ہے تمہارا بابا۔ میں نے سوال کیا؟

بدری ناتھ۔ بوڑھے نے جواب دیا اور پھر سوال کیا۔

تیرا کیا نام ہے

کامنی کہہ سکتے ہو بابا

بھگوان سکھی رکھے پتہ نہیں کیا بپتا پڑی ہے۔

بے چاری پر بوڑھے کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ میں اس ہمدردی سے مسلسل متاثر ہو رہی تھی۔ بہر طور میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

تمہارا اندازہ درست ہے بابا۔ میں زمانے کی ستائی ہوئی ہوں میری کہانی پوچھنے کی کوشش نہ کرنا بس یوں سمجھ لو کہ میرا اس سنسار میں اب کوئی نہیں رہا۔

ہے بھگوان ہے۔ بھگوان کیسی انوکھی بات ہے ایسا سندر چہرہ اتنا اچھا شریر یہ کہتی ہے سنسار میں کوئی نہیں ہے کوئی بات نہیں بیٹا ہم ہیں تیرے بدری ناتھ کاکا کو اپنا سمجھ لے سنا ہم تیری سا تھیا کریں گے۔ بدری ناتھ نے کہا اور میں شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی اس وقت تو تنکے کا سہارا بھی کافی تھا۔

دوران گفتگو بدری ناتھ کاکا نے بتایا کہ اس کی بستی کا نام سولی ہے میں سوچنے لگی کہ اگر بدری ناتھ مجھے کچھ وقت کے لیے سہارا دے دو تو میں کسی گمنام گوشے میں پڑ کر کم از کم کچھ عرصے کے لیے رادھن سنگھ کی نگاہوں سے روپوش ہو جاؤں میں جانتی تھی کہ حالات ابھی میرے لیے بڑے ناسازگار ہیں میرے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کسی طرح اپنی بہن روپا کو ماما جی کے ہاں سے نکال لاؤں اور پھر اس کی پرورش کا صحیح بندوبست کرنے کے بعد کچھ وقت اس طرح گزار لوں کہ میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے پھر روپا کو اس کے مستقبل کے لیے ایک اچھا سہارا دے کر میں رادھن سنگھ سے اپنا انتقام لینے نکل پڑوں لیکن اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ مجھے کچھ بہتر سہارے مل جائیں میں نے بدری ناتھ کاکا سے پوچھا کہ اب وہ اپنی بستی کے لیے کب روانہ ہوں گے تو انہوں نے کہا کہ بیٹا ویسے تو میں اکیلا

تھا اور سوچ رہا تھا کہ کافی دیر تک یہاں آرام کرنے کے بعد دوبارہ سفر کا آغاز کروں لیکن اب تو مل گئی ہے تو تیرے لیے مجھے چلنا ہی ہو گا۔

بدری کاکا کی باتوں میں کوئی ایسی بات نہیں تھی ویسے بھی شکل و صورت سے وہ سیدھا سادھا آدمی نظر آتا تھا چنانچہ میں مطمئن ہو گئی میں نے سوچا کہ سولئی ہی سہی مجھے ایک ٹھکانہ مل جائے گا بدری ناتھ تھوڑی دیر بیٹھا رہا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

کیا خیال ہے چلیں بٹیا۔

ہاں کاکا۔ میں چاہتی ہوں کہ جلدی سے تمہاری بستی پہنچ جاؤں لیکن تمہارے گھر میں اور کون کون ہے۔

اری بٹیا۔ بس ہیں میری دھرم پتنی ہے میرے چار بیٹے ہیں پانچ وہ ہوتے چھٹا میں اب ساتھ میں تو ہو جائے گی بیٹی نہیں ہے کوئی میری ہاں اس لیے بھگوان نے مجھے بیٹی بھی دے دی تو چنتا مت کر کسی قسم کی یہ بات بھی میرے سکون کا باعث تھی کم از کم بدری ناتھ شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے سفر کا آغاز کر دیا بارہ کوس کا سفر معمولی بات نہیں تھی مجھے راستے میں بھوک لگی تو بدری کاکا نے مجھے ستو اور گڑ نکال کر دے دیئے چار و ناچار یہی سب کچھ زہر مار کرنا پڑا زندگی کی گاڑی تو ڈھکیلنا ہی تھی اور اب ظاہر ہے میرا وہ وقت نہیں رہا تھا جب میں سکون کی آغوش میں سانس لیتی تھی اور میرے ماتا پتا میرے ناز نخرے اٹھاتے تھے۔

بارہ کوس کا یہ سفر کئی گھنٹے میں طے ہوا اور اس کے بعد بدری کاکا بالکل تھک گیا مجھے اسے سہارا دے کر لے جانا پڑا بوڑھا آدمی تھا دبلے پتلے ہاتھ پاؤں جھلسا ہوا سا چہرہ، لیکن بہرطور میرے لیے اس وقت وہ بہت بڑی نعمت تھا۔

بہرطور خدا خدا کر کے ہم سولئی بستی میں داخل ہوئے لوگوں نے بدری کاکا کو دیکھا ان سے ان کی خیریت معلوم کی مجھے ان لوگوں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا تھا بدری کاکا نے بتایا کہ میری بھانجی ہے جسے میں دوسری بستی سے لے کر آیا ہوں اور اس کے بعد کسی نے اس پر تعرض نہ کیا بدری کاکا مجھے لے کر اپنے گھر پہنچ گئے۔ بدری کاکا کی نسبت ان کی دھرم پتنی بہت ہی موٹی تازی اور ہٹی کٹی تھیں چہرے سے خاصی درشت اور بدمزاج معلوم ہوتی تھیں انہوں نے مجھے دیکھا اور پھر بدری کاکا سے پوچھا۔

یہ کون ہے۔ کہاں سے لائے ہو اسے۔

ارے بھگوان بیٹھنے تو دے اسے تھوڑا سا آرام تو کرنے دے لمبا سفر طے کر کے آئی ہے تھوڑا سا کچھ جل پان تو کرا اسے۔

ہوں۔ جل پان۔ چلو اندر چلو۔ میں نے اس موٹی اور تندخو عورت کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس خوف کا شکار ہو گئی کہ یہ مجھے سکون کے سانس نہ لینے دے گی میں سوچنے لگی کہ کس طرح اس عورت کو ہینڈل کروں۔

بہرطور میں خاموشی سے اندر چلی گئی دلان میں بٹھانے کے بعد انہوں نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا اور پوچھا

بتا تو سہی کون ہے تو۔

میں کہتا ہوں تو کیوں اس کی جان کھا رہی ہے آرام کرنے دے اس کو۔ بدری کاکا نے موٹی عورت کو ڈانٹ دیا اور وہ خونخوار نگاہوں سے انہیں گھورنے لگی پھر ہنہ کر کے باہر نکل گئی حالات کا یہ رخ میرے لیے ذرا ناخوشگوار تھا لیکن کچھ بھی ہو جاتے خواہ موٹی عورت کے پاؤں دھو دھو کر پینا پڑیں لیکن یہاں کچھ وقت تو گزارنا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے باہر نکل کر اس سے کہا۔

چاچی جی۔ میں، میں ایک اناتھ ہوں بے سہارا ہوں بدری کاکا مجھے سہارا دینے کے لیے لے آئے ہیں میں آپ کی سیوا کروں گی آپ کے سارے کام میں خود سنبھالوں گی سنا ہے آپ کی کوئی بیٹی نہیں ہے آپ کی بیٹی بن کر سارے کام کروں گی موٹی عورت کچھ پسیج گئی اس نے کہا۔

"نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں جاؤ۔ آرام کرو تم تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ لاتے ہیں۔ میرے چند میٹھے الفاظ نے موٹی عورت کا موڈ بدل دیا تھا اور اس کے بعد حالات قدرے پرسکون ہو گئے مجھے رہنے کے لیے ایک کوٹھری دے دی گئی۔ بدری کے چاروں بیٹوں کا کوئی پتہ نہیں تھا رات ہو گئی لیکن کوئی بیٹا گھر واپس نہیں آیا تھا بدری بک جھک رہا تھا۔

سارے کے سارے نکمے ہیں سسرے کام چور میرا ہاتھ ہی نہیں بٹاتے نہ کوئی کما کر دیتا ہے اب تم بتاؤ میں کیا کروں۔ مخاطب مجھ سے تھا۔

آپ، آپ کے بیٹے کتنے بڑے بڑے ہیں بدری ناتھ کاکا۔

ارے سانڈ کے سانڈ ہیں مگر اپنی ماں کے بگاڑے ہوتے ہیں۔

دیکھو دیکھو جی تم نے پھر میرا نام لیا۔

نہیں لیتا بھاگوان اپنا ہی نام لیتا ہوں سارا کیا دھرا تیرا ہی ہے۔ بدری کاکا نے پریشان لہجے میں کہا۔ میں نے محسوس کیا کہ بدری کاکا کے ذرائع آمدنی کچھ ٹھیک ٹھاک ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ گھر میں تقریباً تمام ہی چیزیں موجود تھیں اگر ان کے بیٹے کام وام نہیں کرتے تو پھر یہ پیسہ کہاں سے آیا میں نے اس سلسلے میں بدری کاکا سے پوچھ لیا۔

آپ کیا کرتے ہیں بدری کاکا۔

قسمت کو روتا ہوں اور کچھ نہیں کرتا۔

میرا مطلب ہے آپ کی زمینیں وغیرہ ہیں۔

ہاں ہیں تھوڑی بہت زمینیں مگر ان سے آتا کیا ہے سبزی ترکاری بوئی ہوئی ہے بیٹے اگر دیکھتے تو بہت سارے کام ہو جاتے لیکن کیا کہوں کس سے کہوں۔

اوہ آپ ہی ان کی دیکھ بھال کرتے ہوں گے۔

ارے کہاں بٹیا۔ ہم میں اب اتنی ہمت نہیں ہے بس کسی نہ کسی طرح کام چلا لیتے ہیں میں خاموش ہو گئی مجھے جو کمرہ سونے کے لیے دیا گیا تھا وہ ٹھیک ٹھاک تھا بہرطور یہاں کم از کم سکون ذرا محسوس ہوا تھا وہ خوفناک کیفیت نہیں تھی جو پریم کمار کے گھر جا کر مجھے محسوس ہوئی تھی چنانچہ اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا آرام سے گہری نیند سو گئی۔

دوسری صبح جاگی تو حالات ہی بدلے ہوئے تھے چاچی کا موڈ بہت اچھا تھا مسکراتی ہوئی میرے کمرے میں داخل ہوئیں۔

بٹیا چل منہ ہاتھ دھو لے۔ ناشتہ کر لے۔ میں نے ان کی اس محبت و مہربانی کو عجیب سی نگاہ سے دیکھا ہر چند کہ میری گفتگو نے انہیں کچھ نرم ضرور کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ان کی فطرت میں تندی نظر آتی تھی وہ مجھ سے متاثر نہیں ہوئی تھیں لیکن اس وقت ان کی شکل بالکل بدلی ہوئی تھی میں نے زیادہ غور کرنا مناسب نہیں سمجھا ممکن ہے بدری کاکا نے انہیں سمجھایا بجھایا ہو اور اس کے بعد ان کے رویے میں یہ تبدیلی رونما ہو گئی۔

ناشتے کے لیے گاڑھا گاڑھا دودھ اور باجرے کا ملیدہ میرے سامنے لا کر رکھا گیا۔ بہرطور بھگوان کا شکر ادا کر کے میں نے ناشتہ کیا اور اس کے بعد بدری کاکا کے اس چھوٹے سے مکان میں میرا پہلا دن گزرا۔

دوسری رات کو بدری کاکا کے بیٹے واپس آ گئے تھے تھوڑی سی ہنگامہ خیز یاں ہوئیں یہ اوباش فطرت لڑکے تھے سب سے بڑے لڑکے کی عمر تقریباً تیئس سال تھی باقی اس سے دو دو تین تین سال چھوٹے تھے لیکن شکل و صورت ہی سے لفنگے اور آوارہ نظر آتے تھے مجھ پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی تھی بدری کاکا کے ذرائع آمدنی کے بارے میں میری کچھ معلومات نہیں تھیں وہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کیے ہوتے تھے میرے ساتھ البتہ ان سب کا رویہ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ پھر تیسرے دن بدری کاکا چلے گئے وہ مجھے بتا کر نہیں گئے تھے۔ ہاں چاچی نے بتایا کہ وہ دو تین دن میں واپس آجائیں گے۔

تیسرے دن بدری کاکا واپس آئے اس دوران میرا اپنا ذہن بہت پرسکون ہو چکا تھا وہ مجھ سے ملے اور مسکرا کر کہنے لگے۔

سندر سی بٹیا کے لیے ہم سندر سندر سی چیزیں لائے ہیں۔ یہ دیکھو انہوں نے کچھ ساڑھیاں اور ہلکے پھلکے زیورات نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے جو پیتل کے بنے ہوئے تھے لیکن بہرطور یہ ان کی محبت کا مظہر تھا زیورات میں نے ایک طرف رکھ دیئے اور بدری کاکا سے کہا کہ ان تمام چیزوں کے لیے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

بس بٹیا۔ ہم نے سوچا کہ ہماری بیٹی آئی ہے تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے۔ میں اب ان لوگوں کی محبت سے بہت متاثر ہو گئی یہاں رہتے ہوئے مجھے کافی دن گزر گئے تھے اور یہ دن میرے بڑے پرسکون گزرے تھے اس دوران مجھے بہت کچھ سوچنے کا موقعہ ملا تھا۔

دل چاہا کہ بدری کاکا سے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں اور ان سے اس سلسلے میں بھی مدد مانگوں چنانچہ

اسی رات میں نے ان سے اپنی داستان کہہ سنائی بدری کاکا کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے انہوں نے کہا۔

اچھا۔ بڑی عجیب داستان سنائی تم نے تو بٹیا ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ سب کچھ ہے وہ بہت دیر تک غور کرتے رہے اور پھر کہنے لگے۔

جو کچھ بھی ہوا بٹیا اب تو اس کی چنتا مت کر جو کچھ بھی ہو گا اچھا ہی ہو گا۔ میں نے کوئی خاص بات محسوس نہ کی لیکن اسی رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں پریشانی کے انداز میں باہر نکل آئی۔

باہر تاریکی چھائی ہوئی تھی صرف بدری کاکا کے کمرے میں روشنی تھی پتہ نہیں وہ جاگ رہے تھے یا روشنی جلا کر سونے کے عادی تھے لیکن پہلے تو میں نے ایسی بات نہیں دیکھی تھی یوں ہی خواہ مخواہ میرا دل چاہا کہ ان کی طرف نکل جاؤں۔

کمرے کے سامنے پہنچی تو اندر سے بدری کاکا اور چاچی جی کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں حالانکہ یہ معیوب بات تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل ان باتوں کو سننے کو چاہا جو وہ لوگ کر رہے تھے اور میں نے دروازے کی جھری سے کان لگا دیئے بدری کاکا کہہ رہے تھے۔

"بڑی عجیب بات ہے بڑی ہی عجیب۔"

"مگر ہمارے لیے تو اچھی ہے۔"

"ہاں۔ بہت اچھی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے جب رادھن سنگھ مہاراج اسے دیکھیں گے تو اچھل پڑیں گے مجھے تو معلوم ہی نہ ہوتا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں اتنا بڑا کام اتنی بڑی بات بھگوان کی سوگندیوں سمجھو کر تقدیر پلٹ گئی رادھن سنگھ کا نام سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے پھر چاچی جی نے پوچھا۔

"تم نے رادھن سنگھ سے بات کی۔"

"بات کیا کی۔ بھئی ہم لوگوں کو تو حکم ہے کہ حسین لڑکیاں لائیں اور انعام لیں میں نے تم سے کہا تھا نا مدھ بھری کہ یہ لڑکی ہماری تقدیر پلٹ دے گی اس وقت میں نے یہ سوچ کر ہی یہ بات کہی تھی کہ اچھی خاصی سندر لڑکی ہے مہاراج کے چرنوں میں پیش کر دوں گا تو مہاراج کوئی بڑا انعام دیں گے بڑے دیالو اور دل کھلے ہیں وہ ایک دفعہ میں نے جوہار بستی کی ایک لڑکی ان کے سامنے پیش کی تھی تو آج تک ہم اس کا کھا رہے ہیں اب میں نے یہی سوچا تھا اور تو تو مانتی ہی نہ تھی مدھ بھری کہتی تھی کہ اسے نکال باہر کر دو گھر میں کسی جوان لڑکی کا رہنا اچھا نہیں ہے لیکن میں نے جب اسے دھرم شالا میں دیکھا تھا اسی لمحے سوچ لیا تھا کہ یہ لڑکی ہمارے لیے پھر سال دو سال کا بندوبست کر دے گی اب اور کیا کروں لڑکے بالے تو نکمے اور ناکارہ ہیں مجھے ہی سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے یہی کام کر کے اپنا جیون بِتا سکتا ہوں۔ ہاں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کبھی لڑکے اس قابل ہو گئے تو پھر دیکھ لیا جائے گا۔

"مگر تم تو کہتے ہو کہ یہ رادھن جی مہاراج کی دشمن ہے۔"

"اسی لیے تو اس کی قیمت بڑھ گئی اس لڑکی نے رادھن سنگھ مہاراج کو زخمی کیا اور ان کے چنگل سے نکل بھاگی رادھن سنگھ کے لیے وہ کتنی دلچسپ و دلکش ہو گی میں ان کی عادت اچھی طرح جانتا ہوں وہ اس کے لیے بیتاب ہو رہے ہوں گے۔ میں نے تو یہی کہا تھا کہ میں ایک سندر لڑکی ان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ کہنے لگے کہ مجھے منہ مانگا انعام ملے گا مگر اب جب ان کی دشمن ان کے سامنے جائے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس کے بعد مدھ بھری یوں سمجھ لے کہ ہماری تقدیر ہی پلٹ جائیگی۔"

"مگر۔ مگر رادھن سنگھ جی کے پاس کب لے جاؤ گے اسے۔"

"میں تھوڑا ہی لے جاؤں گا رادھن سنگھ جی کے آدمی پہنچ گئے ہوں گے اور شاید آج ہی رات وہ مجھ سے مل لیں ان ہی کا تو انتظار کر رہا ہوں۔" میرے ہوش و حواس گم ہو گئے۔

"یہ کیا ہو گیا یہ میرے اس چھوٹے سے پرسکون گوشے میں کہاں سے آگ لگ گئی بدری ناتھ کاکا بدری ناتھ شکل صورت سے معصوم نظر آنے والا بوڑھا لڑکیوں کا دلّال ہے یہ کم بخت رادھن سنگھ سے رابطہ رکھتا ہے اور اس نے رادھن سنگھ کو میرے بارے میں بتا کر میرا سودا کر لیا ہے۔ شروع ہی سے یہ میرے لیے دل میں کھوٹ رکھتا ہے۔ آہ اس دنیا میں کوئی اچھا انسان ہے یا نہیں۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ ایک بار پھر میں ایک برے انسان کے ہاتھ لگ گئی تھی بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ یہ تو پریم کمار سے بھی برا انسان تھا وہ ہوس پرست تو مجھے دوسرے طریقے سے اپنے چنگل میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ شخص، یہ شخص مجھے میرے دشمن کے پاس پہنچائے دے رہا تھا۔

یقیناً اس رات کی بات مجھے یاد آ گئی جب صبح کو عورت کا موڈ بدلا ہوا تھا۔ بدری ناتھ نے اسے بتایا ہو گا کہ وہ مجھے کس غرض سے یہاں لایا ہے اور عورت خوش ہو گئی ہو گی کہ جلد میرے ذریعے دولت آئے گی۔ یہ تھی چاچی اور یہ تھا سنسار۔ سمجھے

راجہ نواز اصغر۔ یہ تھا ہمارا سنسار یہ تھا ہمارا جیون ایسے تھے ہمارے لوگ بتاؤ ان لوگوں سے نفرت کی جائے یا محبت۔؟

میں وحشت کے عالم میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا کروں اچانک ہی میرے سر سے یہ آسمان بھی چھن گیا تھا جس کے نیچے بیٹھ کر میں نے سوچا تھا کہ اب میری زندگی کے لیے بہتر راستے نکل آئیں گے میں نے بدری کاکا کو اپنی کہانی اسی لیے سنا دی تھی کہ وہ مجھ پر اور زیادہ رحم کریں اور یہ سوچ کر میں کتنی مظلوم لڑکی ہوں لیکن یہاں تو بات ہی الٹ گئی تھی وہ اس سے پہلے ہی رادھن سنگھ کے پاس جا کر میرا سودا کر چکے تھے۔

آہ۔ کتنی بدنصیب ہوں میں کتنی بدنصیب ہوں اور اس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہاں سے نکل بھاگوں ابھی میں پلٹنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ باہر سے کنڈی بجنے کی آوازیں سنائی دیں اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب میں کیا کروں بھاگنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا بدری کاکا کمرے سے باہر نکل آئے مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔

ارے تو یہاں کیا کر رہی ہے۔

بدری ناتھ۔ کتے میں نے تیری ساری گفتگو سن لی ہے ذلیل انسان کاش تیرے کوئی بیٹی ہوتی کاش تو سچے دل سے کسی کو بیٹی کہتا مگر تو کیا جانے بیٹی کیا چیز ہوتی ہے۔

ہرے رام۔ ہرے رام ارے پاگل ہوئی ہے تو کیا بک بک لگا رکھی ہے اسی وقت آوازیں سن کر بدری ناتھ کے چاروں بیٹے باہر نکل آئے۔

"کیا بات ہے کاکا؟ ان سے سے ایک نے پوچھا۔"

ارے پکڑ اس سسری کو گالیاں دے رہی ہے مجھے ارے ہمارا ہی کھا رہی ہے اتنے دن سے اور ہمیں ہی گالیاں دے رہی ہے۔

میں مار ڈالوں گی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی میں نے خونخوار شیرنی کی طرح بدری ناتھ پر لپکتے ہوئے کہا لیکن اس کے چاروں اوباش بیٹوں نے مجھے پوری قوت سے جکڑ لیا بالآخر اتنی طاقتور و توانا نہیں تھی کہ ان چاروں شیطانوں کا مقابلہ کر سکتی۔

بدری ناتھ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور اس نے اندر سے کنڈی کھول دی یہ رادھن سنگھ کے آدمی تھے آٹھ نو آدمی آئے تھے رات کا وقت تھا شاید بدری ناتھ نے یہی کہا تھا کہ رات کو مجھے یہاں سے لے جایا جائے وہ سب کے سب اندر گھس آئے۔ بدری ناتھ نے کہا۔

پکڑ لو اسے پکڑو۔ یہ تو بڑی عجیب کہانی ہے چلو میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گا مہاراج کو یہ کہانی سناؤں گا۔

بارہ آدمی ایک مظلوم اور بے بس لڑکی کو بے بس کرنے میں بھلا کیا دقت محسوس کر سکتے تھے انہوں نے مجھے بری طرح کس کر باندھ لیا میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا اور میں بے دست و پا ہو گئی۔

اس کے بعد وہ لوگ مجھے باہر نکال لائے باہر چار گھوڑوں کی بگھی کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مجھے بگھی میں ڈال دیا میرے ہاتھ اور پاؤں بری طرح کسے ہوئے تھے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اتنی سخت بندش تھی کہ ہل بھی نہیں سکتی تھی وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے کچھ لوگ اس بگھی کو چلا رہے تھے اور میرے آس پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے بے بسی سے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آہ۔ ابھی میری مصیبتوں کا دور ختم نہیں ہوا تھا ابھی میری زندگی کی کتاب میں کچھ اور پریشانیاں لکھی ہوئی تھیں کاش موت ہی آ جاتی میں پھر اپنے دشمن کے ہاتھوں میں جا رہی تھی اس بدترین دشمن کے ہاتھوں میں جس نے میری زندگی کو داغ دار کر دیا تھا جس نے میرے وجود میں چنگاریوں کے علاوہ اور کچھ نہ بھرا تھا سفر جاری رہا بدری کاکا بھی ہمارے ساتھ ہی تھا اور پھر اس وقت بدری کاکا بھی ہمارے ساتھ ہی، رادھن سنگھ کی حویلی میں داخل ہوا۔ مندر کے پاس مجھے بگھی سے اتارا گیا اور پھر اسی طرح لٹکائے لٹکائے اندر لے جایا گیا۔ رادھن سنگھ کم بخت اپنے حجرے میں موجود تھا۔ مجھے اسی انداز میں اس کے حجرے میں پہنچا دیا گیا بدری کاکا بھی ساتھ تھے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

مہاراج کچھ بھول ہو گئی۔ رادھن سنگھ شراب پی رہا تھا اس کے جسم پر وہی سا دھوؤں جیسا لباس تھا بڑی بڑی آنکھوں میں سرخی چمک رہی تھی اس نے بدری کاکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کیوں۔ کیا ہوا بدری ناتھ جی کیا بھول ہو گئی ہے تم سے۔

مہاراج بھول ہو گئی اور ہم خوش بھی ہیں۔

فضول باتوں سے گریز کرو۔ اسے اس لڑکی کو اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے تم نے۔ چلو اس کا چہرہ

کھول دو کیا ظلم کر رہے ہو۔ تم لوگ اس پر رادھن سنگھ نے اپنے آدمیوں سے کہا اور میرے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے۔ میں بھوکی شیرنی کی طرح رادھن سنگھ کی طرف لپکی تو اس کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اب رادھن سنگھ نے مجھے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار پھیل گئے۔

ارے بدری یہی لڑکی لائے ہو تم۔ یہی لڑکی۔

ہاں مہاراج۔

یہ کہاں سے ملی تمہیں۔

مہاراج لمبی کہانی ہے بڑی مشکل سے ہمارے ہاتھ آئی تھی اور بڑی حفاظت سے ہم نے اسے رکھا ہوا ہے۔

بدری ناتھ کیا اس لڑکی نے تمہیں بتایا کہ یہ ہماری دشمن ہے۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے بتایا تھا مہاراج اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ ہم مہاراج کے دشمن کو ان کے چرنوں میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہوں۔ یہ لڑکی میرے اس مقصد کے لیے تو نہیں ہے جس کے لیے میں نے تم سے کہا تھا لیکن بہرطور میری دشمن ہے میرے ہاتھوں سے نکل گئی تھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اور جو ہمارے دشمن ہوتے ہیں ہم ان کی قیمت عام لوگوں سے زیادہ ہی دیتے ہیں بدری ناتھ کو اس کی منہ مانگی رقم ادا کر دی جائے اور تم لوگ اسے چھوڑ دو۔ رادھن سنگھ نے کہا اور اس کے آدمیوں نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر مجھے ایک کرسی میں دھکا دے دیا گیا۔ رادھن سنگھ میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کے آدمی اس کے اشارے پر باہر نکل گئے لیکن میں جانتی تھی کہ وہ دروازے کے باہر موجود ہیں۔

دل چاہ رہا تھا کہ دانتوں سے رادھن سنگھ کو چبا کر پھینک دوں لیکن میں جانتی تھی کہ میری یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی میں نے اس سے نگاہیں ملا کر کہا۔

اب تو کیا چاہتا ہے رادھن سنگھ اب کیا چاہتا ہے شیطان۔

بہت کچھ چاہتا ہوں دلوی۔ بڑی عجیب عجیب عادتیں ہیں میری اپنے دشمن کو میں موت نہیں دیتا میرے دشمن دراصل مجھے جینا سکھاتے ہیں میں ان کی چالوں سے بچتا ہوں ان پر اپنا تسلط قائم رکھتا ہوں چوہے بلی کا کھیل مجھے دنیا کا سب سے دلکش کھیل لگتا ہے تو جیتی رہے گی تو اب بھی جیتی رہے گی کوشل میں زندہ رکھوں گا تجھے تو نے مجھے زخمی کیا تھا تو نے میرا اپمان کیا تھا اس کا نتیجہ بھگتنا ہی ہو گا۔

نتیجہ تو اتنا بھگت چکی ہوں اب اور کیا کرنا چاہتا ہے ظالم کتے۔ میں نے کہا اور رادھن سنگھ ہنس پڑا۔

یہ گالیاں میرے دشمن کے منہ سے نکلی ہیں اور دشمن گالیاں ہی دیتے ہیں۔ دعائیں نہیں دیتے۔

تو نے میرے ماتا پتا کو ہلاک کر دیا تو نے میرا جیون برباد کر دیا جو کچھ تو نے کیا اس کا تجھے اندازہ ہے۔

میں نے تو تجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا تھا۔

مگر میری بدنصیبی کے میں دوسرا وار نہ کر سکی۔

بس تیری بدنصیبی میری خوش بختی ہے اور اب میں تیرے ساتھ وہ سلوک کروں گا۔ جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی۔

میں جانتی ہوں کیا کرے گا تو۔

نہیں جانتی بالکل نہیں جانتی۔ میں تجھے زندہ رکھوں گا مگر مردوں سے بدتر سمجھی کوشل ابھی تو تیری بہن جوان ہو رہی ہے کم از کم اس وقت تک تو تجھے جینا پڑے گا۔ جب تک تیری بہن تیرے بدلے میں میرے اس حجرے تک نہ پہنچ جائے اور مجھے تیری آنکھوں کے سامنے سوئیکار نہ کرے سمجھی یہ میرا عہد ہے اور اس کے لیے مجھے چاہے کتنا ہی انتظار کرنا پڑے۔

نہیں پاپی اس کا نام نہ لے۔ اس کا نام نہ لے وہ تو معصوم ہے۔

میں اس کی معصومیت کو داغدار نہیں کر رہا ابھی کچھ وقت دوں گا اسے بڑی ہو جانے دے تیری آنکھوں کے سامنے ہی بڑی ہو گی وہ۔

کہاں ہے وہ؟

ابھی میں اسے لایا نہیں کیا فائدہ یہاں سہم سہم کر جیے گی وہ ابھی جوان ہو رہی ہے جہاں تو نے اسے چھوڑا ہے سمجھی لیکن اس کی جوانی کا پہلا دن اسے میری خلوت میں لے آئے گا۔

رادھن سنگھ جیسے مکروہ آدمی کے منہ سے یہ الفاظ میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا روپا کی معصوم ...یرے سامنے آگئی اور میری آنکھیں آنسوؤں کی ...ت کرنے لگیں لیکن کسی کے اس وحشی درندے کے ...نے رونے سے کوئی فائدہ نہیں تھا وہ میری کیفیات ...لطف اندوز ہو رہا تھا پھر اس نے کہا۔

ہاں کوشل ـــــ یہی تیرا مقدر ہے تو نے ہمیں ٹھکرا ...بڑا نقصان کیا ہے اپنا اس کا تجھے کوئی اندازہ نہیں ...لیکن تم لوگ پاگلوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ ...ن کرن لال میرے پرکھوں کا نوکر تھا اس کے خاندان ...بڑے احسان کیے ہیں ہم نے لیکن ان کا صلہ اس نے ...یا۔ دوڑا تھا اپنی آتما کی شانتی کے لیے میں نے اس ...آتما تو شانت کر دی میرا خیال تھا کہ اگر تو مجھے قبول کر ...تو شاید میں تم لوگوں کی سرپرستی کر لیتا لیکن تو نے مجھے ...کرنے کی کوشش کی اتنا بڑا گھاؤ ڈال دیا میری پیٹھ میں ...اس کے بعد کیا تو مجھ سے اس بات کی توقع رکھتی ہے کہ میں ...ے ساتھ کوئی بھلائی کروں گا۔ یہ تیری تقدیر بن چکی ہے میں ...مجھے یہی سب کچھ بتانے کے لیے بڑا انتظار کیا ہے۔

شما کر دے ہمیں۔ پاپی شما کر دے معاف کر دے ...ارے گناہوں کو میری بہن کو پامال نہ کر مجھے جو چاہے ...سزا دے لے مگر میری بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔

تیرے لیے اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے ...اب اسی آگ میں جلتی رہ کوشل اسی آگ میں جلتی رہ۔ اس نے ...تالی بجائی اور باہر موجود اس کے خادم اندر آ گئے۔

سنو اسے بند کر دو اور اگر اس بار یہ نکل گئی تو تم میں ...سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑا جائے گا۔ میں اب کچھ بھی کر سکتی ...نہیں تھی بے دست و پا تھی اس کے سامنے ایک کوٹھری میں ...مجھے قید کر دیا گیا۔

اس نے مجھے جس اذیت کا شکار کر دیا تھا اس کا کوئی ...بدل نہیں تھا میں اپنے آپ کو اس روگ سے نہیں نکال سکتی تھی۔

کوٹھری میں میرا وقت گزرنے لگا چار یا پانچ دن اسی طرح گزر گئے اسی دوران سوائے ان لوگوں کے اور کوئی نہ ملا تھا جو مجھے کھانا دیتے تھے زندہ رہنے کے لیے تھوڑا بہت کھانا ضروری تھا میں چاہتی تھی کہ میں مر جاؤں لیکن پھر دل اکساتا تھا کہ زندہ رہ کر اگر اپنی بہن کو بچا سکی تو شاید کچھ کام بن جائے اس کے لیے میں زندہ رہنا چاہتی تھی۔ ہاں اب اپنی بہن روپا کے لیے میری زندگی مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔

لیکن بالکل بے کار ناکام میں چاہتی تھی کہ کوئی تحریک ہو کچھ ہو تو شاید میرا اپنا مقصد پورا ہو جائے اور اس کے لیے میں وقت کا انتظار کر رہی تھی گزرنے والے حالات نے مجھے بتا دیا تھا کہ اب میں ایک عورت نہیں ہوں مجھے عورت بن کر زندگی گزارنے کا کوئی حق نہیں ہے مجھے بہت کچھ کرنا ہے اور یہ کرنے کے لیے اپنی بہن کو اس ظالم کے چنگل سے بچانے کے لیے مجھے فولاد بننا ہو گا ایک ایسا فولاد جس کا کوئی توڑ نہ ہو اور اس کے لیے میں دل ہی دل میں پروگرام بناتی رہی۔

میرے سینے میں اب ایک پتھرائی ہوئی سی کیفیت محسوس ہوتی تھی ڈر اور خوف میرے دل سے گویا نکل گیا تھا اب تو میں ان حالات سے خوفزدہ ہونا بھی چھوڑ چکی تھی میرے دل میں بس ایک ہی آرزو تھی ایک دفعہ اس قید خانے سے نکل بھاگوں اس کے بعد میں دنیا سے نفرت کروں گی صرف نفرت کوئی بھی انسان قابل رحم نہیں ہے وہ کم بخت پریم کمار ملا تھا اگر مجھے سہارا دے دیتا تو شاید میں اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد کسی پرسکون گوشے میں بیٹھ کر زندگی گزار دیتی لیکن ہوس کے بیٹے قدم قدم پر نظر آتے تھے اور ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا جو ایک معصوم بوڑھے کی شکل میں آیا تھا اور جس نے مجھے بیٹی کہا تھا سچی بات تو یہ ہے کہ بدری ناتھ سے زیادہ ذلیل شخص میرے سامنے اس وقت کوئی نہیں تھا۔ کہتا تھا بیٹی سے محروم ہوں اور تجھے بیٹی بنا کر رکھوں گا لیکن اس کم بخت نے میرا سودا کرنے کے لیے اپنے قابو میں کیا تھا اور اس کے بعد اس نے میرے حالات سے بے نیاز ہو کر وہی کیا جو اس کی خواہش تھی اس نے انسانی رشتوں کو بھلا دیا۔ سب ہی لوگ اس دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو انسانی رشتوں کی قدر نہیں کرتے انہیں صرف اپنا مفاد عزیز ہے تو پھر میں اس دنیا کے ساتھ رحم کیوں کروں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس ساری کائنات میں بھیڑیئے ہیں بھیڑیئے بکھرے ہیں۔ اور میں ان بھیڑیوں کے درمیان خوف و ہراس کی زندگی گزار رہی ہوں۔ لیکن اب یہ خوف و ہراس بے مقصد تھا ان بھیڑیوں

کو ہلاک کرنا ہی اپنا جیون بچانے کا کام دے سکتا ہے مجھے
موقعہ ملا اور تقدیر انسان کو اس کی خواہش کے مطابق موقع
ضرور فراہم کرتی ہے راجہ نواز اصغر ایک دن مجھے دوپہر کو
اپنے قید خانے سے باہر نکالا گیا۔ اور رادھن سنگھ کے
سامنے پیش کیا گیا۔ رادھن سنگھ نے طنزیہ انداز میں
مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور پوچھا۔

کہو کوشل کیسی ہو۔

دیا ہے پنڈت جی مہاراج کی میں نے پرسکون لہجے
میں جواب دیا۔

اوہو۔ ہو ہم سچ سچ سب پر ہی دیا کرتے ہیں دیکھو وہ
دیارام جی آ گئے اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اسی
وقت ایک پولیس آفیسر پولیس کی وردی میں ملبوس دو آدمیوں
کے ساتھ اندر داخل ہو گیا بڑے احترام سے اس نے رادھن
سنگھ کو پرنام کیا۔

اپنے ان آدمیوں کو باہر بھیج دو دیارام جی۔ ذرا آپ
سے کام ہے مجھے۔ دیارام نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور
وہ باہر نکل گئے۔ تب رادھن سنگھ میری طرف متوجہ ہوا اور
مسکرا کر بولا۔

اسے پہچانتی ہو دیوی جی۔ یہ پولیس آفیسر دیارام ہیں
وہی جن سے تمہارے پتاجی میری شکایت کرنے گئے تھے اور جس
نے مجھے اطلاع دے کر تمہارے پتاجی کا سارا کچا چٹھا کھول
دیا اور پھر اسی نے تمہارے پتاجی کو گرفتار کر کے جیل میں ٹھونسا
اور پھانسی دلوائی یہ وہی دیارام ہے میرا خاص آدمی میرا چیلا
بڑی عقیدت رکھتا ہے مجھ سے، میں نے نفرت بھری نگاہوں
سے اس پولیس آفیسر کو دیکھا اور وہ مسکرایا۔

لڑکی تو کٹ کھنی معلوم ہوتی ہے کون ہے یہ۔

اوہو ہو۔ دیارام سمجھے نہیں یہ مہاشے دیوان کرن
لال کی بڑی بیٹی کوشل۔ دیوان کرن لال جی تو تمہیں یاد ہی
ہوں گے دیارام بڑے دیالو تھے لیکن اندر سے بڑے
دھرماتما رے وہی جن کی تصویریں ہم نے تمہیں بھوائی
تھیں جو ایک سندر سی ناری کو مار کر باؤلی میں پھینکنے
جا رہے تھے اور باؤلی میں ان کی لاش مل گئی تھی۔

اوہو سمجھ گیا مہاراج تو ان کی پتری ہیں یہ۔

ہاں بھئی بڑی مہان ہیں یہ ہمارے پاس آئیں ہم
سے اپنے پتاجی کا بدلہ لینے کی کوشش کی دوسری
طرف منہ کیے ہوئے بیٹھے تھے ہم یہ پیچھے
آئیں اور ہمارے شریر میں چھری گھونپ دی بڑ
زخمی ہو گئے تھے ہم نہیں تو معلوم ہی ہے۔

اوہ تو یہ ہے وہ جس نے آپ کو زخمی کیا تھا
چنتا نہ کریں میں، میں اسے ساری زندگی جیل میں س
دوں گا۔

نہیں، نہیں ساری زندگی نہیں بس تھوڑے د
کے لیے اس وقت تک جب تک ہمارا ایک کام نہ ہو
اور سنو ہماری طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ہے ال
لیے بھلا ہم اپنے پرکھوں کے وفادار کی بیٹی کو جیل
کرا سکتے ہیں ہماری بات ہم جانیں، ہمیں اس کی چنتا
ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا، کیا بس ہم یہ چاہتے ہی
کہ تھوڑے دن یہ سرکاری مہمان بن جائے بڑی آرزو
ہے لوگوں کے دلوں میں کہ وہ کہیں کسی کے مہمان بنیں سو
دیارام اسے لے جاؤ اور اسے تھانے میں بند رکھو۔
ذمہ داری ہماری، تھانے میں اسے کوئی تکلیف نہ ہونے
پائے بس یوں سمجھو کہ تم ہمارا کام۔ بناؤ گے پڑی رہے گی
بے چاری سرکاری کھانا کھائے گی خوش رہے گی۔

رادھن سنگھ۔ تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو اور
تم سے کہتی ہوں صرف تم سے، میں نے پولیس آفیسر کی طر
رخ کر کے کہا۔

تم انسانوں کی رکھشا کرتے ہو انہیں مجرموں کے ہاتھوں
سے بچاتے ہوئے جہاں کہیں بھی وہ پریشان ہوں یا انہیں
پریشان کیا جائے وہاں تمہارا کام شروع ہوتا ہے تم اپنا
فرض بیچ کر اس جیسے نیچ آدمیوں کی حاشیہ برداری کیوں
کر رہے ہو حقیقت تمہارے سامنے ہے میرا باپ بھی غلط
نہیں تھا اس نے اس کے کالے کرتوتوں کو منظر عام پر لانے کی
کوشش کی تھی تم نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اسے
پھانسی دے دی بولو کیا تم نے اپنے فرض سے غفلت نہیں
کی پولیس آفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس
نے آہستہ سے کہا۔

دیوی جی، منش کا فرض کیا ہوتا ہے کیا آپ مجھے بتا
سکتی ہیں۔

جو کام اس کے سپرد کر دیا جائے حکومت نے تمہارے
سپرد ہم لوگوں کی حفاظت کی ہے اور تم الٹا کام کر رہے ہو

کیا تم اس بات پر اس آدمی کو گرفتار نہیں کر سکتے۔
بد آدمی تو ہو دیوی جی یہ تو مہاتما ہیں تو اتنے بڑے آدمی ہیں کہ ان تک پہنچنے کے لیے انسان کو نجانے کتنے فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں۔
فرض کے فاصلے طویل نہیں ہوتے وہ کسی کی راہ میں نہیں آتے آفیسر غور کرو میری جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو تم ایسا ہی کرتے۔
اسی لیے۔ میں نے شادی نہیں کی دیوی جی بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب انسان کی اپنی بیٹی ہو۔
مجھے اپنی بیٹی سمجھ سکتے ہو۔ میں نے کہا۔
نہیں بن ماں کے بیٹی بھلا کیسے ہو سکتی ہے پہلے مجھے میری پتنی سے ملواؤ اس کے بعد میں تمہیں اپنی بیٹی سمجھ سکتا ہوں کم بخت دل کا بالکل ہی کالا تھا اس کے سینے میں انسان کا دل ہی نہیں تھا کوئی احساس ہی نہیں جاگتا تھا اس کے وجود میں، میں نے اس پتھر سے سر پھوڑنا مناسب نہیں سمجھا کیا فائدہ آدمی کو کسی سے ایسی بات کہنے سے جو اس کے دماغ میں نہ آئے چنانچہ میں تن بہ تقدیر ہو گئی میں نے گردن جھکالی اور رادھن سنگھ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
بڑا اسبق دینے کی کوشش کی اس لڑکی نے تمہیں اس سے اندازہ لگا لو دیا رام کہ یہ کیا چیز ہو سکتی ہے لیکن تمہیں احتیاط سے اس کی حفاظت کرنی ہے یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔
مہاراج نے کبھی کوئی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی تو میں نے اسے پورا نہیں کیا۔
کیوں نہیں کیوں نہیں ہمیں تم پر پورا پورا بھروسہ ہے رادھن سنگھ نے کہا میری آنکھوں میں تاریکی چھائی ہوئی تھی رادھن سنگھ کا وار کاری تھا اس نے اپنے جیسے ایک شیطان کو میرے لیے منتخب کر دیا تھا اور میں جانتی تھی کہ یہ شیطان اب میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔
پولیس آفیسر اور رادھن سنگھ کے درمیان کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد پولیس آفیسر نے اٹھتے ہوئے کہا۔
تو مہاراج اب مجھے آگیا دیجیے اب میں چلتا ہوں۔
ضرور۔ ضرور ہمارے اس تحفے کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ اور سنو اس کے لیے تمہیں اجازت ہے جس طرح اسے چاہے رکھنا بس ذرا تکلیف نہ ہونے دینا کم از کم میں اس وقت تک اسے جیتا دیکھنا چاہتا ہوں جب تک میں اپنا کام پورا نہ کر لوں۔۔
ایسا ہی ہوگا مہاراج ایسا ہی ہوگا۔ پولیس آفیسر نے ہاتھ جوڑ کر کہا اور پھر میری طرف رخ کرتے ہوئے بولا۔
چلو دیوی جی کہو تو ہتھکڑیاں ڈال دیں تمہارے ہاتھوں میں شرافت سے چلنا ہو تو بتا دو۔
میں بھلا اب کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے بے چارگی سے کہا لیکن میرے ان جملوں کے پیچھے ایک گہری وحشت چھپی ہوئی تھی۔ میں فیصلہ کر چکی تھی کہ اس کم بخت کے ساتھ زندہ تو شہر نہیں جاؤں گی۔ اپنے طور پر کوشش کروں گی اور اسے اس کی کمینگی کا مزا چکھاؤں گی لیکن لہجے میں، میں نے وہی بے چارگی اور نرمی پیدا کر لی تھی جو اس وقت میرے لہجے سے ظاہر ہونی چاہیے تھی۔ پولیس آفیسر ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے کہا۔
ہم بھی نہیں چاہتے کہ تم جیسی سندر ناری کو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے جائیں ویسے تو ہم تم پر کوئی بھی الزام لگا کر تمہاری بڑی گت بنا سکتے ہیں لیکن مہاراج نے کہا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لیے ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہے۔
تو میں کب تم سے انحراف کر رہی ہوں۔ میں نے جواب دیا اور پولیس آفیسر ہنستا ہوا باہر نکل آیا تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس آفیسر کی گاڑی میں بیٹھی شہر کی جانب جا رہی تھی۔
پولیس کی گاڑی میں آفیسر کے علاوہ تین اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے یہ معمولی سپاہی تھے میں نے ان سب کو دیکھا دنیا کی قدر اب میری نگاہوں میں نہیں تھی۔ انسانی زندگی سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی جب اس دنیا کے رہنے والے میری جان کے لاگو ہو گئے تھے۔ میری عزت میری غیرت میرے گھر سب کو تباہ کر دیا تھا انہوں نے تو، پھر مجھے ان لوگوں سے ہمدردی کرنے کی کیا ضرورت تھی ہاں نواز اصغر مجھے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی تھی ساری دنیا سے۔
چنانچہ میں ان لوگوں کی زندگی سے کھیل جانا چاہتی تھی اپنی زندگی ختم کر کے انہیں ہلاک کرنا چاہتی تھی اور

ن کے لیے میں تاک میں تھی پولیس انسپکٹر جیپ کے پچھلے حصے میں میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا باقی تینوں سپاہی آگے بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس قسم کی اداکاری شروع کر دی جیسے مجھے نیند آ رہی ہو اور میں جھونکے لینے لگی۔ پولیس جیپ برق رفتاری سے شہر کی جانب دوڑ رہی تھی۔
دو تین بار جھونکے لیتے ہوئے میرا سر پولیس آفیسر کے شانے سے ٹکرایا اور اس نے چونک کر مجھے سیدھا کر دیا۔
نیند آ رہی ہے دیوی جی سو جاؤ۔ سو جاؤ کوئی بات نہیں ہے سیٹ سے ٹیک لگا لو۔ وہ نرم لہجے میں بولا اور میں نے اس کی بات پر عمل کیا اس طرح مجھے میرے کام میں آسانی ہو سکتی تھی میری نگاہیں اس کی کمر پر اڑسے ہوئے پستول پر جمی ہوئی تھیں جس کا دستہ باہر جھانک رہا تھا بس ذرا سی محنت کر کے پھرتی سے اس پستول کو نکالنا تھا اور اس کے بعد میری مشکل آسان ہو جائے گی۔
میں تاک میں رہی آنکھیں بند کر لیں تھیں پولیس افسر نے مجھے ایک دو بار دیکھا اور اطمینان سے بیٹھ گیا وہ یہی سمجھا تھا کہ میں سو چکی ہوں ایک دو بار میں لڑھک کر اس کے قریب پہنچی لیکن وہ نہیں چونکا تو میری ہمت بندھ گئی۔
اور پھر اس بار جب میں اس سے ٹکرائی تو میرا ہاتھ اس کے پستول کے دستے پر جا پڑا دوسرے لمحے میں نے پستول کھینچ لیا۔ پولیس آفیسر کو گمان بھی نہیں تھا کہ میں کوئی ایسی حرکت کروں گی لیکن وہ اچھل پڑا میں نے پستول اپنی گرفت میں لے کر اپنے آپ کو سمیٹ لیا تھا اور اس سے قبل کہ وہ میری جانب ہاتھ بڑھاتا میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر پستول کا گھوڑا دبا دیا۔
دھماکہ ہوا اور پولیس آفیسر کی پیشانی کے پرخچے اڑ گئے ڈرائیونگ کرنے والے سپاہی کا ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گیا اور جیپ آگے بڑھ کر ایک کچی سڑک پر اتر گئی کچھ اور آگے جا کر وہ ریت میں دھنس گئی دونوں سپاہی میری طرف متوجہ ہوتے ہی تھے کہ میں نے دو گولیاں ان کے سینوں پر داغ دیں ڈرائیونگ کرنے والا گاڑی سے کود کر بھاگا تھا۔ لیکن اب ان میں سے کسی کو چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے اس بھاگتے ہوئے آدمی پر بھی گولی چلا دی اور وہ اچھل کر ہائے رام کہہ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔
باقی دونوں سپاہیوں کو میں نے قریب سے گولی چلا کر ہلاک کیا تھا اس لیے انہیں تو سانس لینے کا موقع بھی نہ ملا تھا پولیس آفیسر بھی مر چکا تھا اور خون کے چھینٹے فضا میں اڑ رہے تھے میں تیزی سے جیپ سے اتر آئی تاکہ میرا لباس خون سے خراب نہ ہو لیکن پھر بھی کچھ چھینٹے میرے لباس پر پڑ ہی گئے تھے یہ اچھی بات تھی کہ میرا لباس گہرے رنگ کا تھا جس میں وہ خون کے چھینٹے چھپ گئے۔
میں دانت بھینچتے ہوئے پیچھے ہٹ آئی یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ان میں سے کوئی زندہ تو نہیں بچا لیکن اندازہ یہ ہوا کہ اب ان میں سے کوئی زندہ نہیں تھا میں نے پستول ایک طرف پھینک دیا اب اس کی ضرورت فی الحال مجھے نہیں تھی اب تو صرف یہ ضرورت تھی کہ میں یہاں سے کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلوں کچی سڑک سے بڑی سڑک پر آئی اور بڑی سڑک پر پہنچنے کے بعد دوسری طرف اتر گئی سڑک پر چلنا مناسب نہیں تھا ممکن ہے کوئی اور گاڑی ادھر سے گزرے جیپ کو دیکھ لے اور پھر مجھے دیکھ لے ضرور مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور پھر سارا کچا چٹھا کھل جائے گا ایک بار پھر مجھے آزادی مل گئی تھی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ میری منزل کہاں ہے بالآخر میں چل پڑی ایک ایسے ٹھکانے کی تلاش میں جہاں رہ کر میں اپنے مقصد کی تکمیل کر سکوں۔
ہاں میرے سینے میں انتقام کا جو جوالا بھڑک رہا تھا اسے صرف ایک ہی چیز سرد کر سکتی تھی اور وہ تھی رادھن سنگھ کی موت، اس کے بعد میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے زندہ رہنا ہے یا مر جانا ہے میں چلتی رہی میں چلتی رہی ہر احساس سے بے نیاز ہو کر قدم لڑکھڑا رہے تھے لیکن عزم ساتھ دے رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک بستی دیکھی بستی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن گزر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسٹیشن نظر آ رہا تھا جس پر دھول پور لکھا ہوا تھا۔

پہاڑوں کی بلندیوں سے گرتے ہوئے حسین آبشاروں گنگناتی ہوئی ندیوں لہلہاتے ہوئے سرسبز جنگلوں، کے درمیان کلیلیں کرتے ہوئے رنگ برنگے جانوروں حسین وشاداب چہروں سے بھرے ہوئے شہروں اور باغوں میں کھلے ہوئے پھولوں کی اس دنیا کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ جنت صرف ایک اشارہ ہے نیکیوں کی طرف راغب کرنے کا ورنہ جنت اسی زمین پر تشکیل کر دی گئی ہے۔

لیکن انسانوں کے مسکراتے چہروں کے پیچھے چھپی ہوئی کرب کی لکیریں اس خیال کی نفی کرتی ہیں۔ ان کے سینوں میں دکھ کے جہنم چھپے ہوئے ہیں۔ کسی جہنم کو کرید کر دیکھو دنیا کی شادابی چھپ جاتی ہے۔ کوشل کی کہانی نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے۔ وہ مجھے ہوٹل میں ملی تھی متضاد خیالات تھے اس کے بارے میں میرے، لیکن اس کی جونہی شکل میرے سامنے آئی تھی اس نے مجھے احساس دیا تھا کہ میری داستانِ حیات اس دکھوں کی ماری کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ میں تو مرد تھا زندگی کی صعوبتوں کو جھیل گیا۔ اپنا گھر بار چھوڑنے کے بعد سرلئے عالمگیر کی حسین وادیوں سے نکلنے کے بعد مجھ پر جو بیتی وہ بہت دردناک تھی لیکن غلام سیٹھ کے لیے کام شروع کرنے کے بعد میری زندگی میں عیش وآسائش اور عشرت کے سامان مہیا ہو گئے۔ میں نے ملک ملک کی سیر کی گو بُرے راستوں پر ہی چل کر ہی سہی لیکن زندگی کی وہ تمام دلکشی اور دلچسپیاں حاصل کر لیں جو کسی انسان کی خواہش ہو سکتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ ضمیر کے کچھ گوشے ابھی تک روشن تھے اور برائی کو برائی کا احساس دکھوں کی شکل میں ڈھالتا رہا تھا یہ سب کچھ کر کے میں خوش نہ تھا میری جگہ اگر کوئی بے ضمیر شخص ہوتا تو اتنی دولت حاصل کرنے کے بعد دنیا کے کسی بھی ملک میں اپنے لیے جنت بنا سکتا تھا لیکن زیبی سے ملاقات ہوئی اور اس سے ملنے کے بعد میں اپنی پرانی زندگی کو بھول گیا۔ میں نے زیبی سے اپنے آپ کو چھپایا نہیں تھا وہ بھی مجھے جانتی تھی اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنایا تھا اور ایسا اپنایا تھا کہ زندگی کی تمام خوشیاں میری جھولی میں ڈال دی تھیں۔

اب یہ میری بدنصیبی تھی زیبی کی بدقسمتی تھی یا حالات کی ایک ہولناک کروٹ کہ مجھ سے زندگی کا وہ سکون چھن گیا تھا۔ تکلیف تھی تو صرف یہ کہ میری محبوب بیوی مجھ سے چھن جا چکی تھی اور اس کے حصول کا کوئی اور ذریعہ مجھے نظر نہیں آتا تھا اور اس احساس نے مجھے درندوں کی صف میں لا کھڑا کیا

کیا تھا کوشل، کوشل تو ایک عورت تھی ایک لڑکی ایک معصوم لڑکی میرے دل میں اس کے بارے میں جاننے کی شدید خواہش تھی وہ خاموش ہو کر زمین کریدنے لگی تھی میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خاموش کیوں ہو گئیں کوشل؟" اس نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بولی۔

"انسان کی کمزوری ہے جب کوئی ہمدرد کوئی سننے والا اس کے سامنے ہوتا ہے تو اس کے دل کے تمام آبلے پھوٹ پڑتے ہیں۔ میری بھی یہی کیفیت ہے۔ راجہ نواز اصغر تم کو ہمدرد پایا تم نے دلداری کی تو دل نے چاہا کہ اپنا دکھ انڈیل دے لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس طویل کہانی سے تم بور ہو جاؤ گے۔ کون کسی کی سنتا ہے۔ کون کسی کے بارے میں اس قدر تفصیل سے جاننے کا خواہاں ہوتا ہے۔ میں تم پر الزام نہیں رکھ رہی نواز لیکن یہ دنیا ہی ایسی ہے مجھے اس دنیا کے تجربے ہوئے ہیں۔ بہت کچھ دیکھا ہے میں نے اس کائنات میں، بہت کچھ۔"

کوشل بے شک کسی ایسے شخص کو تم اپنی کہانی سنانے کی کوشش کرتیں جسے تمہارے وجود سے زیادہ تمہارے وجود کی دلکشی سے پیار ہوتا تو یقیناً وہ تمہاری اس کہانی سے اکتا جاتا۔ مجھے تم سے اختلاف ہے کوشل تم خود غور کرو تم نے میری ذات میں کیا کیا چیزیں پائی ہیں۔ ایک دکھ بھرا دل دوسرے کے دکھ کو سمجھ سکتا ہے مجھے اپنی کہانی سناؤ کوشل ایک ایک ورق سناؤ اس کتاب کا جو تمہاری زندگی کی کتاب ہے مجھے اس میں اپنی کہانی نظر آ رہی ہے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوشل کی جگہ میں خود ان مصائب کا شکار۔ کوشل کی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر سر رکھ دیا اور کہنے لگی۔

"نواز؛ دل کے پھپھولے پھوڑ لینے دو مجھے اپنی بپتا سنا لینے دو مجھے سنو۔ میں نے کسی کو اپنی داستان نہیں سنائی تم پہلے انسان ہو آج میری زندگی کے تمام اوراق الٹ جانے دو مجھے سکون ملے گا۔"

"سناؤ کوشل۔ سناؤ۔ تم دھول پورہ پہنچ گئی تھیں۔ تمہیں دھول پورا اسٹیشن نظر آیا تھا" میں نے اسے یاد دلایا۔ کوشل نے آنکھیں خشک کیں چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"میں بے یار و مددگار بے آسرا دنیا کی صعوبتوں کا شکار

اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی چند خوانچے والے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی ٹرین نہیں آ رہی تھی۔ ان کی نگاہیں مجھ پر پڑیں لیکن سیدھی سادھی دنیا کے سیدھے سادھے لوگ تھے کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کسی نے مجھ پر غور نہ کیا میں ایک گوشے میں جا بیٹھی، میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کرلی جہاں عام لوگوں کی نگاہیں مجھ تک نہ پہنچیں۔ ویسے یہاں بظاہر کچھ خطرات نہیں تھے جو کچھ کر کے آئی تھی اس کا احساس تھا لیکن دل کو بڑا سکون تھا۔ مجھے اپنے کسی دشمن کو ہلاک کر کے اس قدر فرحت حاصل ہو سکتی تھی۔ اور ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی فہرست میں چند نام لکھ لیے تھے دیارام کم بخت مارا جا چکا تھا بدری ناتھ تھا اس کے بیٹے تھے کچھ اور لوگ بھی تھے جنہیں میں اپنے سینے میں سلگتا ہوا پاتی تھی لیکن میرے حالات ابھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں ان سے انتقام لوں۔ اس گوشے میں بیٹھے بیٹھے نجانے کتنی دیر گذر گئی۔

دفعتاً میں نے دور سے ٹرین کی آواز سنی اور میرے دل میں ایک خیال آیا کیوں نہ میں اس ٹرین میں بیٹھ جاؤں، کہیں بھی چلی جاؤں یہاں سے دور۔ بہت سی باتیں تھیں اس سلسلے میں سوچنے کے لیے لیکن میری سوچ اب بے مقصد تھی میری اپنی سوچ سے کیا ہوتا تھا چنانچہ میں بھی پلیٹ فارم پر آگئی اور پھر ایک کمپارٹمنٹ میں گھس گئی۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کون سی کلاس کا ڈبّہ ہے بس مجھے تو اپنی جان بچانے کے لیے کسی جگہ کی ضرورت تھی۔ کمپارٹمنٹ کے ایک گوشے میں ایک چھوٹا سا خاندان سفر کر رہا تھا۔ ایک معمّر عورت تھی دو نوجوان خوبصورت سی لڑکیاں تھیں بڑے عمدہ لباس پہن رکھے تھے۔ انہوں نے ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

میں سیٹ پر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھا، دیکھتی رہیں پھر ایک لڑکی اٹھ کر میرے پاس آگئی۔ اس وقت ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی۔ لڑکی میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"تم پریشان معلوم ہوتی ہو بہن۔" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہی تو وہ پھر بولی۔

"آؤ ادھر آؤ ماں جی تمہیں بلاتی ہیں۔" میں نے ان کی ماں جی کی طرف دیکھا۔ دراز قامت تھیں عجیب سا چہرہ تھا جسے پررعب بھی کہا جا سکتا تھا۔ اور اس میں کوئی ایسی بات بھی تھی جسے میں الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتی تھی۔ میں اٹھ کر ان کے پاس چلی گئی۔

"پریشان حال ہو۔ دکھ کی ماری معلوم ہوتی ہو، کہاں جا رہی ہو؟" میں نے گھبرائی نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی دوسری لڑکی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"اگر تم کسی بھی طرح سے پریشان ہو تو فکر مت کرو اچھا ہوا تم اس ڈبے میں آگئیں۔ میں نے ایک بار پھر انہیں دیکھا اس لہجے اور ان الفاظ پر اب مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں محتاط ہو گئی۔ یہاں تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ساری دنیا ہی رگھو سنگھ کے لیے کام کر رہی ہے۔ ہر شخص جیسے رادھن سنگھ کا چیلا نظر آتا تھا۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں؟ کہیں یہ عورت بھی..... میں کیا کروں؟ اپنے آپ کو اس سے چھپانا چاہیے۔ میں خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی تو معمّر عورت کہنے لگیں۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹی؟"

بیٹی کے لفظ نے میرے دل کے نجانے کون سے تار چھیڑ دیے تھے۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ رہی ہوں۔ اس زمانے میں ہزاروں لڑکیاں اس طرح دکھوں کی ماری ہیں۔ پتا نہیں تم کس دکھ کا شکار ہو یہ بتاؤ کہاں جا رہی ہو کوئی ٹھور ٹھکانہ سوچ کر بیٹھی ہو یا یوں ہی گھر سے بھاگ آئی ہو، سوتیلی ماں نے تنگ کیا ہے یا بوڑھے باپ نے، کہیں شادی کر دینا چاہتا ہے تمہاری گھر سے کیوں بھاگ آئی ہو؟"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ میری کہانی نہ پوچھیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر کسی قسم کی پریشانی تمہارے ذہن میں ہے تو اسے وقتی طور پر بالکل دل سے نکال دو۔ مجھے بتاؤ تم کہاں جانا چاہتی ہو، کہیں کا ٹکٹ خریدا ہے یا یوں ہی اس کمپارٹمنٹ میں آ بیٹھی ہو؟"

اب اچانک مجھے احساس ہوا کہ ٹرین میں بیٹھ کر میں نے

ایک اور خطرہ مول لیا ہے۔ ٹکٹ تو ہے ہی نہیں میرے پاس ان حالات میں کیا دقت نہ ہو جائے گی اس دوران میرے پاس پیسے وغیرہ کچھ نہ تھے ظاہر ہے اس کا موقعہ نہیں ملا تھا جو کچھ کر کے آئی تھی اس میں کوئی باقاعدہ سوچی سمجھی اسکیم تو تھی نہیں بس یوں ہی سب کچھ کر کے نکل پڑی تھی۔ میں نے ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

"ماں جی! میری کوئی منزل نہیں ہے بس کہیں بھی چلی جاؤں گی۔ آپ اگر مجھ پر دیا کرنا چاہتی ہیں تو صرف اتنا کریں کہ کسی بھی جگہ کے لیے میرا ایک ٹکٹ خرید دیں۔"

"ضرور خرید دوں گی تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ ٹکٹ چیکر آئے گا تو میں اس سے تمہارا ٹکٹ بنوا دوں گی۔ لیکن کسی بھی جگہ سے کیا مطلب ہے کیا تم کسی خاص جگہ جانے کے لیے نہیں نکلی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔"

"بیٹی ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں ماں جی، کہیں۔"

"کیا تم اس سے پہلے کبھی تنہا سفر کر چکی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔"

"ٹرین میں پہلے بیٹھی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو سنو۔ دنیا دکھوں کا گھر ہے یہاں برائیاں زیادہ ہیں اور نیکیاں کم تم جوان ہو کسی بھی غلط ہاتھ میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہ کر سکتی ہو۔ تم اگر چاہو تو میں تمہاری مدد کروں؟"

"ماں جی آپ؟"

"ہاں، ہاں۔ میں تمہیں سہارا دوں گی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔" ماں جی نے کہا۔ اور میں ممنون انداز میں انہیں دیکھنے لگی اس کے بعد میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو داؤ پر لگانے پر مجبور کر لیا۔ یہ معمّر خاتون کہیں بھی ہوں کیسی بھی ہوں۔ فی الحال مجھے ایک ٹھکانہ چاہیے تھا۔ ایک ایسا ٹھکانہ جو میری زندگی کے لیے ایک سہارا بن جائے۔ مجھے بہت کچھ کرنا تھا۔ اپنی اس زندگی میں، ایسے حالات میں ان خاتون کی شکل میرے لیے فرشتوں جیسی تھی۔ میں نے ان کی معیت قبول کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد خاتون نے کھانے پینے کا پروگرام بنایا لڑکیوں نے کھانے پینے کا سامان نکال لیا اور مجھے بھی اصرار کر کے شریک کر لیا گیا۔ تب ماں جی نے میرے بدن پر پہنے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا۔

"تمہارے لباس سے خوش سلیقگی ظاہر ہوتی ہے۔ انداز گفتگو بھی جاہلوں کا سا نہیں ہے یقیناً تم کسی اچھے گھرانے ہی کی معلوم ہوتی ہو بیٹی تمہارا لباس بہت خراب ہو گیا ہے تم اگر چاہو تو کامنی تمہیں اپنے نئے کپڑے دے دے گی کوئی حرج نہیں ہے اسے اپنی بہن ہی سمجھ لو۔ ماں جی نے کہا۔

"ہاں کوشل، پلیز تم کپڑے تبدیل کر لو کتنی اچھی شکل و صورت کی مالک ہو اور کیسے خراب کپڑے پہنے ہوئے ہو۔ آؤ میں تمہیں اپنے کپڑے دوں۔" کامنی نے کہا۔ یہ بھی ایک خوبصورت سی لڑکی تھی۔ اس نے اپنا سوٹ کیس کھول ایک لباس نکالا اور مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"ادھر چلی جاؤ ہم لوگ رخ موڑ لیتے ہیں۔ ٹرین چل رہی ہے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے ان کی بات مان لی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ساڑھی میں ملبوس ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ماں جی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"اپنی کہانی اگر سنا دیتیں تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا لیکن کوئی بات نہیں ہے میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گی بلکہ سنو اس وقت ہی نہیں ہمیشہ جب بھی مجھ سے ملو یا جیسے بھی حالات ہوں تم اس کے لیے اپنے آپ کو مجبور مت سمجھنا کہ تم مجھے اپنی کہانی سناؤ جو کچھ تم پر بیت چکی ہے وہ تمہارے اپنے سینے ہی میں پوشیدہ رہنا زیادہ مناسب ہے۔ میں صرف بے لوث تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں پونا جا رہی ہوں۔ پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کرو اور اس کے بعد جہاں دل چاہے چلی جانا۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تم نے ابھی ابھی مجھ سے کہا ہے کہ تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔"

"ہاں ماں جی۔ مجھے سہارا چاہیے۔ مجھے ایک سہارا چاہیے۔"

"سنو بیٹی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دینا چاہتی ہوں بہت بُری عورت ہوں میں، اتنی بری کہ سماج اور معاشرے کی پیشانی کا ناسور سمجھی جاتی ہوں میں طوائف ہوں۔" ماں جی نے کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگی میری آنکھوں میں حیرت کے نقوش ابھر آئے اور پھر ایک ہلکا سا خوف میرے سینے میں جاگزیں ہو گیا معمّر عورت کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی طاری تھی پھر انہوں نے سرد لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"ہاں میں نے تمہیں دھوکے میں نہیں رکھا۔ اس سے سمجھو کہ

میں تمہارے بارے میں مخلص ہوں۔ یہ میری دونوں بیٹیاں ہیں۔ یہ دونوں تعلیم حاصل کر رہی ہیں بمبئی میں۔ میں نے انہیں اپنی راہ پر نہیں ڈالا۔ میری کہانی طویل ہے لیکن جس طرح میں نے تم سے تمہاری کہانی نہیں پوچھی ہے میں تمہیں اپنی کہانی نہیں سناؤں گی۔ پونا میں میرا اپنا اڈا ہے رقص و موسیقی ہوتی ہے۔ بے شمار لڑکیاں وہاں ہیں۔ لیکن میں نے اپنی بیٹیوں پر اس علاقے کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیا۔ تم اگر چاہو تو پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کر سکتی ہو۔ اس کے بعد تم منزل تلاش کر لینا۔ لیکن سنو۔ طوائفوں کے بارے میں کہانیاں مشہور ہیں کہ بھولی بھالی لڑکیوں کو پھانس کر وہ اپنے دام میں لاتی ہیں اور اس کے بعد انہیں اپنا ذریعہ معاش بنا لیتی ہیں۔ میں اس لیے یہ سب کچھ نہیں کرتی اور اس لیے یہ سب کچھ نہیں کروں گی کہ میں خود بھی انہیں حالات کا شکار ہو کر طوائف بنی تھی۔ میرا خاندان بہت اچھا تھا بیٹی۔ لیکن میں حالات کے ہاتھوں بھٹک گئی۔ اور بالآخر اس عہدے پر جا پہنچی جو آج سماج کی پیشانی کا ناسور سمجھا جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے جیسی لڑکیاں ان حالات کا شکار ہوں۔ اس سے قبل بھی میں دو تین لڑکیوں کو اس طرح گندی زندگی سے بچا چکی ہوں۔ شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے۔ کہ طوائف ہونے کے باوجود میں ایسی لڑکیوں کو جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری طوائفوں کے پاس تھیں۔ اپنے پیسے سے خرید کر ان کو آزاد کیا ہے ان کی شادیاں کرائی ہیں۔ میں اپنے آپ کو دھرماتما نہیں ظاہر کر رہی ہوں بیٹی۔ بس یہ تو انسانی کام ہیں جس سے جو کچھ بھی ہو جائے۔" میرے دل میں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت سچ بول رہی ہے تو یہ تو واقعی پوجنے کے قابل ہے۔ ایک عجیب سا احترام اس کے لیے میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل کی طرف دیکھا اور مجھے احساس ہوا کہ جو بات اس کی شکل کی میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی وہ اب سمجھ میں آ گئی ہے۔ یہ عورت بری ہونے کے باوجود ایک اچھی عورت تھی۔ ایک لڑکی کا نام کامنی اور دوسری کا نام ودیا تھا۔ دونوں مجھ سے گھل مل گئیں۔ اور کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک چھوٹے سے خاندان میں آ گئی ہوں اور یہ خاندان میرا اپنا خاندان ہو۔ معمر عورت پر مجھے یقین ہو گیا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ بمبئی ہی میں رہتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو بمبئی ہی میں ان کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ فی الحال وہ ہوسٹل میں ہیں لیکن ماں جی کا کہنا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک چھوٹی سی رہائش گاہ مہیا کر دیں گی اور اس کا بندوبست تقریباً ہو چکا ہے۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئی۔ ٹرین کا سفر جاری رہا اور یہ سفر بہت طویل تھا۔ دن رات دن اور اس کے بعد ہم پونا پہنچ گئے۔ ایک حسین دنیا، ایک نیا ماحول اپنی آبادی سے بہت دور میں اس نئی زندگی میں آ کر اپنے آپ کو بے حد عجیب محسوس کر رہی تھی۔

دونوں لڑکیاں اور معمر خاتون مجھے لے کر ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں آ گئیں۔ معمر خاتون جن کا نام کنول کماری تھا اس بنگلے میں آنے کے بعد تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ رہیں پھر کہیں چلی گئیں۔ کامنی اور ودیا نے بتایا کہ وہ اپنے اڈے پر گئی ہیں۔

"تو کیا ان کا اڈا یہاں سے کہیں اور ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، اس کاروبار کے لیے وہ اپنی اس پوتر جگہ کو گندہ نہیں کرتیں۔ یہاں بھگوان کی مورتیاں رکھی رہتی ہیں۔" ودیا نے جواب دیا۔

"بہت عظیم ہیں تمہاری ماں جی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میری ماں جی واقعی بہت عظیم ہیں کاش وہ ان حالات میں زندگی جاری رکھنے کے لیے مجبور نہ ہو جاتیں۔" ودیا بولی۔

یہاں مجھے زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کر دی گئی تھیں تین دن تک ودیا اور کامنی میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد انہیں بمبئی جانا پڑا۔ اب میں یہاں تنہا رہ گئی تھی۔ جب بھی موقع ملتا کنول کماری مجھ سے ملنے آ جاتی تھیں۔ ہر طرح سے میرا خیال رکھا جاتا تھا۔ یہاں اس بنگلے میں دو ملازم تھے، ایک بوڑھی عورت اور ایک بوڑھا آدمی۔ ان دونوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں فی الحال تنہائی کے دن کاٹ رہی تھی۔ ایک دن کنول کماری کہنے لگی۔

"کوشل! اگر تم یہاں اکتاہٹ محسوس کرتی ہو تو بمبئی چلی جاؤ وہاں کامنی اور ودیا موجود ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا اچھا وقت گذر جائے گا حالانکہ وہ تعلیم میں مصروف ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں تمہیں تعلیم بھی دلا سکتی ہوں۔"

"نہیں ممی! ایسی کوئی بات نہیں ہے بس مجھے یہیں رہنے دیں۔ وہاں جاؤں گی تو ان دونوں کی تعلیم میں بھی حرج ہو گا۔ کنول کماری نے مجھے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگیں۔

"سچ ہے کسی اچھے گھر کی لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ یقیناً اپنے محسنوں کا خیال رکھنا جانتی ہو۔ کاش میں تمہاری کچھ اور مدد کر سکتی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں زندگی کی خوشیاں فراہم کر دوں۔ پتہ نہیں دل کیوں تمہاری طرف کھنچتا ہے۔" میرے ذہن کو ایک مجرمانہ سا احساس ہونے لگا، اس شریف عورت نے آج تک میرے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا، اپنا قول نبھا رہی تھی۔ لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ اب اسے اپنی کہانی سنا دوں اور کہانی سنانے کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور لالچ بھی آ رہا تھا، ایک اور احساس بھی جنم لے رہا تھا ممکن ہے کنول کماری جیسی شریف عورت اس سلسلے میں میری مدد کر سکے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ممی! میں آپ کو اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور بتائیں۔ میں نے تو صرف اس لیے آج تک اپنی زبان کو خاموش رکھا ہے کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کسی بات پر مجبور کرنا نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے دل میں کوئی ایسا احساس پیدا ہو جس سے تم یہ سوچو کہ میں تم پر یہ چھوٹا سا احسان کر کے اس کی قیمت وصول کرنے کی خواہش مند ہوں۔"

"نہیں ممی! آپ اتنی عظیم ہیں کہ اب اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتی ہوں آپ کے سامنے۔"

"ارے کیوں مجرم کیوں؟" انہوں نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔

"آپ کو اپنے بارے میں نہ بتا کر۔"

"نہیں بیٹی۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ تمہارا دل چاہے گا تو تم اپنے بارے میں خود بخود بتا دو گی ورنہ میں تو تمہارے ساتھ صرف یہ اچھا سلوک کرنے کی خواہش مند تھی۔ میری خواہش ہے کہ میں تمہیں اچھی زندگی دوں۔ اپنی کامنی اور ودیا کے لیے بھی میں یہی چاہتی ہوں۔ اور تم ان دونوں سے مختلف نہیں ہو میرے لیے۔"

"ممی آپ بہت عظیم ہیں۔"

"نہیں بیٹی! میں بہت گنہگار انسان ہوں۔ میری اصل حیثیت تم دیکھو تو مجھ سے نفرت کرنے لگو۔"

"ممی! میں آپ سے زندگی بھر نفرت نہیں کر سکتی۔"

"شاید۔" کنول کماری کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ پھر انہوں نے آنسو پونچھ لیے اور کہنے لگیں۔

"ہاں تم اپنے بارے میں بتانا چاہتی تھیں مجھے؟"

"ہاں ممی! اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک اور احساس بھی ہے۔ میں یوں سمجھ لیجیے کہ میں آپ کی شرافت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتی بلکہ اگر ایک مجبور لڑکی اگر کسی سہارے کو پا لے تو پھر اس کے دل میں بے شمار خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

"اگر مجھ سے کوئی کام ہے بیٹی تو ضرور کہو مجھے تمہاری کوئی بھی خدمت کر کے مسرت ہو گی۔" کنول کماری جی نے جواب دیا اور میں نے انہیں اپنے بارے میں وہ تفصیلات بتا دیں جو ضروری ہو سکتی تھیں۔ کنول کماری جی میری اس کہانی سے بہت متاثر نظر آ رہی تھیں۔ دفعتاً انہوں نے چونک کر کہا۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے پنڈت رادھن سنگھ؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔"

"کیوں ممی۔ کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟" میرے دل میں بے شمار وسوسے جاگ اٹھے تھے۔

"نہیں۔ میں براہ راست نہیں جانتی۔ لیکن تمہارے جیسی ایک اور لڑکی اس کم بخت کا شکار ہو کر میرے پاس پہنچی تھی۔ میرے پاس بھی نہیں پہنچی تھی بلکہ کسی دلال نے اسے ایک طوائف کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ طوائف مر گئی۔ اور لڑکی میرے کوٹھے پر آ گئی۔ وہیں پر اس نے رقص و موسیقی کا کام شروع کیا لیکن مجھے اس کے چہرے میں چھپا ہوا کرب نظر آ رہا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے مجھے اپنی داستان بتائی جس میں رادھن سنگھ کا ذکر تھا۔ لیکن کیا تم یہ جانتی ہو کوشل کہ وہ کم بخت رادھن سنگھ ایک زبردست تنظیم کا کارکن ہے۔"

"تنظیم؟"

"ہاں۔ مجرموں اور پیشہ ور قاتلوں کی تنظیم۔ جس کا نام سورج گرہن ہے۔"

"میں نہیں جانتی ممی۔"

"یہ تنظیم بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی ہے جگہ جگہ اس کے کارکن پھیلے ہوئے ہیں یہیں نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں مشرق وسطیٰ میں اور نجانے کہاں کہاں اس تنظیم کے ارکان پھیلے ہوئے ہیں اور مجرمانہ کاروائیاں انجام دیتے ہیں۔ رادھن سنگھ بہت محفوظ آدمی

ہے اور آسانی سے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔"

"آہ ممی! مگر میں۔ میں۔"

"ابھی اپنے آپ کو قابو میں رکھنا کونل تم نے یہ کہانی سنا کر مجھے ذرا سا پریشان کر دیا ہے لیکن روپا۔ روپا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"ممی! میں اس کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"سمجھ گئی — کہاں ہے وہ؟ مجھے جلدی بتاؤ میں اپنی زندگی کی بازی لگا کر اسے حاصل کروں گی۔" اور میں نے اپنے ماموں جی کا پورا پتا بتا دیا۔ کنول کماری کہنے لگیں۔

"تم فکر مت کرو۔ ممکن ہے بہت جلد میں روپا کو بھی یہیں بلا لوں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں ممی۔ بڑی مسرت ہوگی مجھے۔" میں نے جواب دیا۔

اگر روپا اس طرح بچ جائے تو ممکن ہے میری زندگی کو بہت بڑا سہارا مل جائے اور اس کے بعد میں صرف کنول کماری کی بات مان کر دنیا کے کسی پرسکون گوشے میں اپنے لیے آئندہ مستقبل گذارنے کا فیصلہ کر لوں۔ لیکن روپا کے آجانے کے بعد جب تک روپا اس کم بخت ظالم کی نگاہوں میں تھی مجھے اس سے بے پناہ خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ کنول کماری جی بہت دیر تک میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد مجھ سے بہت سے وعدے کر کے چلی گئیں۔

پھر ایک دن دوپہر کے وقت وہ آئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے روپا کی بازیابی کے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اور ان کے چند آدمی اسے لینے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ مجھے دھیرج رکھنی چاہیے۔ جب وہ جانے لگیں تو میں انہیں چھوڑنے ان کی کار تک آئی۔ ان کا ڈرائیور ایک ہٹا کٹا لمبے چوڑے قد کا آدمی تھا بڑی بڑی مونچھوں کا مالک شکل ہی سے اوباش لگتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا دیکھتا رہا نجانے کیوں مجھے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی تھی میں نے بہر طور غور نہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئی تقریباً دو گھنٹے کے بعد کسی نے میرے دروازے پر دستک دی تو میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہی مونچھوں والا ڈرائیور میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر میرے بدن میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"میں اندر آسکتا ہوں دیوی جی؟"

"تم اندر آئے کیسے؟"

"کنول جی کا ملازم ہوں میرے لیے اتنی روک ٹوک نہیں ہے مگر آپ پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"میں۔ نہیں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ایک بہت ضروری کام ہے دیوی جی بڑا ضروری کام ہے۔" اس نے جواب دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچتی رہی پھر میں نے سوچا کہ مجھے اس طرح خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ اندر آگیا اور جارحانہ انداز میں دروازہ بند کر دیا۔

"سنو! کیا بدتمیزی ہے یہ سب کچھ کیا کیا ہے تم نے؟"

"معاف کیجئے گا دیوی جی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا میں کچھ بھی نہیں کہوں گا آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بس صرف باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔" میں نے کرخت نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"دیوی جی! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ایک ایسا کام جو بے شمار لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے انجام دینے کا موقع مل رہا ہے۔ آپ کنور رادھن سنگھ جی کو جانتی ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میری آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں جانتی ہیں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ میں بھی ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ کیا تم ممی سے اجازت لے کر یہاں آئے ہو؟"

"نہیں۔ اجازت لے کر نہیں بلکہ ان سے چھٹی لے کر۔ بڑا مشکل معاملہ ہے میرے لیے چھٹی میں نے اس لیے لی ہے کہ مجھے ایک ضروری کام سے بمبئی جانا ہے بمبئی میں میرے بیوی بچے رہتے ہیں۔"

"تو مجھ سے کیا واسطہ ہے؟"

"واسطہ نہیں دیوی جی۔ بس آپ کو ذرا بمبئی لے جانا چاہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تمہارے اندر اتنی جرأت ہے کہ تم مجھے بمبئی لے جا سکو؟"

"ہاں دیوی جی ہے۔ اور یہ جرأت اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ جس لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے آپ کی ماتا جی نے یعنی کنول کماری نے اپنے آدمیوں کو بھیجا ہے وہ بمبئی پہنچ چکی ہے یعنی روپا۔" اس نے کہا اور میرا دل دھک سے رہ گیا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی ڈرائیور عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"کیا تم سچ کہتے ہو؟ سچ کہتے ہو تم؟"

"دیوی جی اگر دل چاہے تو میرے ساتھ بمبئی چلیے اور اسے دیکھ لیجیے۔ بمبئی تو چلنا ہی ہے آپ کو۔"

"لیکن۔ لیکن تم۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کیا تم رادھن سنگھ کے رادھن سنگھ کے۔"

"ہاں دیوی جی۔ میں رادھن سنگھ کا داس ہوں۔ آپ کو یہ بات تو معلوم ہو گئی ہو گی کہ رادھن سنگھ جی کوئی ایسے ویسے آدمی نہیں ہیں۔ پورے ہندوستان میں ان کا سکہ چلتا ہے تنظیم کے نمبر دو ہیں سمجھیں آپ' اور اب آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ رادھن سنگھ جی کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ بڑی گہرائی میں چھپی تھیں آپ مگر دیکھ لیجیے آپ ہمیں مل گئیں نہ۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟"

"میں نے تو آج ہی دیکھا تھا دیوی جی لیکن آپ کی تصویر اور آپ کے بارے میں اطلاعات کئی دن پہلے میرے پاس پہنچ چکی تھی ہم سب سے کہا گیا ہے کہ آپ کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں تلاش کریں۔"

"تو پھر اب۔ اب کیا چاہتے ہو تم؟"

"آپ میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیں تو میں آپ کو بتاؤں آپ کے فائدے ہی کی بات ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ دیوی جی کہ میں تنظیم سے بغاوت بھی کر سکتا ہوں۔"

"مطلب یہ کہ آپ میرے ساتھ چلیے کچھ عرصہ ہم بمبئی کی سیر کریں گے گھومیں گے پھریں گے اور اس کے بعد میں آپ کو جہاں چاہیں گی واپس بھیج دوں گا۔ یا پھر یوں کریں کہ کنول کماری جی سے بھی اجازت لے لیں اور بمبئی میں ان کی لڑکیوں کے پاس جا کر رہیں گے لیکن اصل میں آپ میرے پاس رہیں گی۔ وہیں پر آپ کو روپا سے بھی ملوا دیا جائے گا۔"

"ظالم کتے۔ روپا کو تم نے کیوں اغوا کر لیا ہے؟"

"بس دیوی جی رادھن سنگھ مہاراج کا حکم تھا ہم تو حکم کے غلام ہیں مگر آپ کو دیکھ کر دل نے کچھ اور سوچا ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کہ آپ کے ساتھ کچھ لمحے گذارے جائیں اور اس کے بدلے آپ کے راز کو راز رکھا جائے۔ سنیے دیوی جی بہتر یہی ہوگا کہ کنول کماری جی سے آپ یہ اجازت لے کر بمبئی جائیں اور اس کے بعد بمبئی میں میری کھولی میں رہیں۔ کچھ دن ہم لوگ ساتھ رہیں گے۔ میں آپ کو بمبئی کی سیر کراؤں گا۔ روپا کو آپ کے حوالے کر دوں گا اور آپ روپا کو لے کر یہاں آجائیں۔ میں تو یہ نوکری چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ میرے لیے نوکری کی کہیں کمی نہیں ہے۔ آپ کہہ سکتی ہیں کہ میں نے آپ کو بہکایا تھا۔ سوچ لیجیے بہت چھوٹا سا سودا ہے لیکن اس سودے میں آپ کا جیون برقرار رہے گا۔ اگر آپ رادھن سنگھ کے ہاتھ لگ گئیں تو رادھن سنگھ جی آپ کا کیا کریں گے۔ یہ تو آپ ہی زیادہ بہتر جانتی ہیں۔" میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگی تھی۔ رادھن سنگھ کے بارے میں یہ بات مجھے معلوم ہوئی تھی کہ سورج گرہن نامی کسی تنظیم کا رکن ہے لیکن اس کے فوراً ہی بعد یہ مسئلہ میرے سامنے آگیا تھا، کیا کرنا چاہیے۔ کیا کنول کماری سے کہہ دوں کہ ان کا ڈرائیور ایک بہت ہی غدار آدمی ہے اور یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے لیکن اس طرح روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی جو ان کم بختوں کے ہاتھوں لگ گئی ہے۔ یا پھر یوں کروں کہ انتظار کر لوں تھوڑا سا، ممکن ہے یہ جھوٹ بول رہا ہو۔

لیکن اگر جھوٹ بول رہا ہو تو روپا کے بارے میں اتنی تفصیلات اسے کیسے معلوم ہوئیں۔ عجیب سے مخمصے میں پڑ گئی تھی۔ وہ میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔ اگر آپ بمبئی جانے کے لیے تیار ہیں تو آج رات ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پر پہنچ جائیے۔ بمبئی جانے والی ٹرین ٹھیک پونے نو بجے جاتی ہے۔ آپ اس ٹرین سے سفر کر کے بمبئی جائیں گی۔ اسٹیشن پر میں آپ کو اتار لوں گا۔ بلکہ کوئی اور پروگرام ترتیب دے لوں گا جو ابھی آپ کو نہیں بتایا جا سکتا۔ کچھ دن تک آپ وہاں رہیں گی۔ اس کے بعد کامنی اور ودیا سے جا ملیں گی۔ روپا کو اس دوران میں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ یہ کہہ کر یہاں آجائیے کہ آپ راستہ بھٹک گئی تھیں اور نجانے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی رہیں زیادہ سمے نہیں لگے گا دیوی جی بس زیادہ سے

زیادہ دس پندرہ دن بھی کافی ہوں گے۔ وہ اوباش انداز میں مسکرایا۔

میں اس وقت اس سے کسی قسم کا انحراف نہیں کر سکتی تھی بہن کا معاملہ تھا۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔ تو۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے میں تو لٹ ہی چکی تھی تباہ و برباد ہو ہی گئی تھی۔ یہ وقت اور سہی یہ سخت لمحات اور سہی کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک پائمال زندگی کو اور پائمال ہونے میں کیا عار ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پہنچ جاؤں گی۔"

"بڑی اچھی بات ہے دیوی جی لیکن ایک بات سوچ لیجیے۔ اگر کوئی حرکت ہوئی تو آپ کا تو جو بگڑے گا سو بگڑے گا ہی۔ لیکن آپ کی کسر روپا سے پوری کر لی جائے گی سمجھیں آپ۔" اس نے کہا اور خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ایک ایسی ہولناک دھمکی دے گیا تھا وہ کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میری روپا۔ میری روپا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے بہہ نکلے۔ ایک بار پھر میری دنیا میں آگ لگ گئی تھی۔ ایک بار پھر یہاں میرے لیے عذاب کا سامان پیدا ہو گیا تھا ایک بار پھر مجھ پر قیامتیں ٹوٹ پڑی تھیں لیکن برداشت کرنا تھا سب کچھ برداشت کرنا تھا تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ تو ہونا ہی ہوتا ہے بے چاری کنول کماری میرے لیے اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے وہ خود بھی مصیبتوں کا شکار ہو جائے اگر یہ کم بخت رادھن سنگھ کا آدمی ہے تو یہ اطلاع رادھن سنگھ تک بہت جلد پہنچ جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دماغ شدید ترین پریشانیوں کا شکار تھا۔ دل میں لاکھوں وسوسے اٹھ رہے تھے۔ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ ایک دل کہتا تھا کم از کم کنول کماری کو یہ تو بتا دیا جائے کہ میں کسی کام سے جا رہی ہوں۔ ان کے احسانوں کا یہ صلہ بھی تو مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی ذات کے لیے انہیں اس طرح حیران و پریشان چھوڑ دوں۔ کیا سوچیں گی وہ میرے بارے میں ممکن ہے ان کے نظریات ہی میری طرف سے بدل جائیں اور وہ یہی سوچیں کہ کوئی گندہ خون گندگی میں جا ملا۔

میرے بارے میں کون جانتا تھا میری بدنصیبی کس کے علم میں تھی میری تقدیر میں تو یہی لکھا تھا کہ سڑک پر پڑے ہوئے پتھروں کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکتی رہوں۔ کوئی بھی ٹھوکر مار کر مجھے کہیں بھی پہنچا دے۔

"ہاں جی! میں بے قصور ہوں تقدیر کے اس کھیل میں آپ بلاوجہ الجھ گئیں اگر میں نصیبوں والی ہوتی تو پھر میرا ابھرا پرا گھر کیوں اجڑتا۔ سب ہی تو تھے اس گھر میں ماتا۔ پتا، چھوٹی اسی پیار کرنے والی بہن، لیکن یوں بچھڑ گئے تھے سب کے سب جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو تمہارہ گئی تھی میں۔ یہ سب بہت یاد آتے تھے مجھے لیکن ایک راکشش نے ہمارے گھر کا سکون نگل لیا تھا۔"

بہت دیر تک سوچتی رہی۔ صورت حال بہت پریشان کن تھی۔ اگر روپا کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس کمینے سے اچھی طرح نمٹ لیتی لیکن اب میرے سامنے میری معصوم بہن کی شکل تھی۔

دل میں بہت سے فیصلے کیے۔ کنول کماری کو صورت حال بتانا کسی طور ممکن نہیں تھا۔ وہ میرے اچانک بمبئی جانے کے فیصلے سے حیران ان جائیں۔ ممکن ہے وہ اس پروگرام میں کوئی تبدیلی کریں اور روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔

نہیں نہیں روپا کی زندگی کسی طور خطرے میں نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ اس کے لیے کنول کماری جیسی دیوی کو بھی دھوکا دینا تھا مجھے۔ چنانچہ میں نے انہیں کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کیا۔ اور رات کو خاموشی سے وہاں سے نکل گئی۔ اسٹیشن پر پہنچنا میرے لیے مشکل نہ تھا۔

اسٹیشن پر کافی رش تھا۔ بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے۔ پونے نو بجے ٹرین آ گئی۔ اس دوران کم بخت ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ابھی میں پریشان ہو رہی تھی کہ ٹرین میں بیٹھوں یا نہ بیٹھوں کہ وہ مجھے نظر آیا۔

"چلو ٹرین میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے ٹکٹ خرید لیے ہیں" اس نے کہا۔ اور میں اس کے پیچھے چل پڑی۔ ایک ڈبے میں ہم دونوں جا بیٹھے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں دیوی۔"

"کیوں؟" میں نے کہا۔

"تم نے کسی کو خبر نہیں کی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں سوچ رہا تھا تم ضرور ایسا کرو گی۔ اسی لیے تو میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔"

"کہاں تھے تم؟"

"آٹھ بجے سے اسٹیشن پر موجود تھا۔ اور ہر راستے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا کہ کہاں سے تم پولیس کو لاتی ہو۔"

"میں تمہارے ہاتھوں مجبور ہوں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم مجھے ناتھورام کہہ سکتی ہو۔"

میں خاموش رہی تھی تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"روپا کہاں ہے ناتھورام؟"

"ہماری قید میں۔"

"اسے کوئی تکلیف تو نہیں دی تم نے؟"

"نہیں اس بے چاری کو کوئی تکلیف نہیں دی گئی۔ تم اس بارے میں بالکل چنتا مت کرو۔"

سفر جاری رہا۔ دفعتاً اس نے پوچھا۔

"تم نے کنول جی کو اس بارے میں کیا کہا؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ انہیں نہیں معلوم کہ میں نے ان کا بنگلہ چھوڑ دیا ہے۔"

"اوہ واقعی تم تو ذہین ہو یہ اچھا کیا تم نے۔ بعد میں کوئی کہانی گھڑ کر سنا دینا انہیں تم پر وہ پورا پورا وشواش کریں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بالآخر بمبئی اسٹیشن آ گیا میں اس کے ساتھ نیچے اتر آئی تھی۔

"ماما کی چال میں ہماری کھولی ہے۔ خبردار جب تک یہاں رہو کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

"یہاں لوگ تمہیں جانتے ہیں؟"

"ہاں اپنی کھولی ہے یہاں۔ میں لوگوں سے یہی کہوں گا کہ تم میری گھر والی ہو۔ تمہیں بھی یہی بتانا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن ایک شرط ہو گی۔"

"کیا؟"

"تمہاری بات ماننے سے پہلے میں روپا کو دیکھوں گی۔"

"اس کی ضد مت کرنا۔ ورنہ روپا کو خطرے میں ڈال دو گی۔ دس راتیں تمہیں میرے ساتھ گذارنا ہوں گی۔ اس کے بعد میں چاہ کی سے روپا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور تم اسے لے کر نکل جانا۔ کبھی کسی کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ تم کہاں ہو۔"

میرے لیے اس کی بات کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا اس لیے میں تن بہ تقدیر ہو گئی۔ ہم ماما کی چال پہنچ گئے۔ بمبئی کی عجیب زندگی میرے سامنے تھی۔ کھولی بوسیدہ مگر رہنے کے قابل تھی۔ میں یہاں آ گئی تو ناتھورام نے کہا۔

"تم اس کی صفائی وغیرہ کرو۔ یہاں سب میرے جاننے والے ہیں۔ میں ان سے مل آؤں۔ مگر میری بات کا خیال رکھنا۔" میں نے گردن ہلا دی۔ زندگی کے اس نئے رخ کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ کھولی کی صفائی میں مصروف ہو گئی۔ چند منٹ کے بعد مجھے مصیبت بھگتنا پڑی۔ آس پاس کی عورتیں مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہی تھیں۔

"ہاں بے چاری کتنی سندر ہے۔"

"ہاں ماسی۔ پتہ نہیں کون ماتا پتا تھے۔"

"بھاری ہو گی ان پر۔"

"کیا بات ہے کیا کہہ رہی ہیں آپ لوگ؟" میں نے پوچھا۔

"تیرے ماتا پتا نے ناتھورام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ری؟"

"کیوں؟"

"زمانے بھر کا لچا لفنگا ہے وہ شرابی جواری۔ آوارہ۔ بھگوان اس سے سب کو بچائے۔"

میں نے ان میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے لگی۔ مجھے اس بے غیرت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ناتھورام رات کو ایک بجے شراب کے نشے میں دھت واپس آیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے جیب سے نوٹوں کے انبار نکال کر میرے سامنے لگا دیے۔

"جے مہالکشمی جے مہالکشمی۔ تو میرے چال میں کہاں سے اتر آئی۔ ارے دیکھ لوٹ لایا سنسار۔ دیکھ کتنی دولت ہے۔ جیون میں اتنی دولت میں نے نہیں دیکھی۔"

"کہاں سے آئے یہ نوٹ؟"

"تیرے چرنوں کی برکت ہے۔ لکشمی دیوی۔ سب تیرا مان ہے تیرے نام سے جو بازی لگائی جیت گیا۔"

"جوئے میں جیتے ہیں؟"

"وہاں آج تو سب حیران ہو گئے۔ پتہ پڑ رہا تھا۔ ہر بازی اپنی تھی۔ اب عیش کریں گے۔"

"آرام کرو ناتھورام۔ تم نے زیادہ شراب پی لی ہے۔"

"جے دیوی جے مہالکشمی۔ لے لے۔ اس میں سے جو تیرا دل چاہے لے لے۔"

"مجھے دھن دولت نہیں چاہیے ناتھورام۔ مجھے تو روپا کی شکل دکھا دو۔ کر سکتے ہو تو یہ احسان میرے اوپر کر دو۔ مجھے سب

کچھ مل جائے گا؟"

"روپا۔ کون روپا؟" اس نے نشے کے عالم میں کہا۔

"میری بہن اور کون۔"

"ارے وہ۔ ناتھورام ہنس پڑا۔ جھوٹ بولا تھا تجھ سے میں نے۔ تیری بہن کیسی روپا۔ میں تو کسی روپا کو جانتا بھی نہیں۔"

"کیا ——؟" میں اچھل پڑی۔

"ہاں رانی مجھے تو تیرے روپ نے پاگل کر دیا تھا۔ یہ کہانی تو میں نے کنول کماری سے سنی تھی۔ اس سے جب وہ تیری روپا کو لینے کے لیے آدمی بھیج رہی تھی۔ میں نے یہ کہانی سن لی۔ اور تیرے لیے پلان بنالیا۔ کون رادھن سنگھ اور کیسی سورج گرہن بس یہ میرا پلان تھا۔" ناتھورام شراب کے نشے میں سچ بول پڑا۔

لیکن یہ ایک لمحہ۔ یہ ایک لمحہ میری زندگی کا سب سے انوکھا لمحہ تھا۔ میرا دماغ تاریک ہو گیا۔ اس جھوٹ نے مجھے ایک احساس دلایا۔ میرے دل نے کہا۔ کوشل! یہ دنیا بہت عجیب ہے۔ کسی کمزور کو یہاں ایک لمحہ جینے کا حق نہیں ہے۔ جینا چاہتی ہو تو اپنے وجود کو بدل ڈالو۔ اس طرح جیو جیسے یہ دنیا جیتی ہے۔ اس طرح اس دنیا کو بے وقوف بناؤ جس طرح یہ دنیا تمہیں بنا رہی ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔ ہاں ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔

اور میں اسی لمحہ مر گئی نواز۔ اسی وقت میں مر گئی۔ میرے اندر ایک نئی شخصیت نے جنم لیا۔

"تم یقین کرو نواز یہ میں نہ تھی۔ میں اس زمانے سے اتنی کہاں روشناس تھی لیکن یہ نئی عورت۔ یہ نئی کوشل بہت کچھ جانتی تھی۔ اتنا کچھ کہ میں اس پر خود حیران تھی۔

"کیا سوچنے لگیں جانِ من؟" ناتھورام کی آواز مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔

"کچھ نہیں ناتھورام۔"

"سوچ رہی ہو گی کہ ناتھورام کتنا کٹھور ہے۔" اس نے شرابیوں کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سوچ رہی ہوں ناتھورام۔"

"چلو چھوڑو رانی۔ میں بہت خوش ہوں۔ عورت اور دولت ایک ساتھ ملی ہے۔"

"تم بہت دیر سے آئے ناتھورام۔ دیکھو نا کتنا وقت گذر چکا ہے۔

"اب انتظار نہ کراؤ رانی۔"

"ایک بات بتاؤ ناتھورام۔ صرف ایک بات۔"

"پوچھو۔"

"روپا سچ مچ تمہارے پاس نہیں ہے؟"

"میں نے مذاق کیا تھا تم سے کوشل۔"

"واقعی تم بے حد شریر ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ناتھورام کو اپنے ساتھ اندر لے آئی۔ کمرے میں میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ دن میں میں نے یہاں کی صفائی کی تھی مجھے معلوم تھا کہ کون سی چیز کہاں ہے۔ چنانچہ پلنگ کے پاس سے میں نے لمبی رسی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس کے سرے دونوں ہاتھوں میں لپیٹ لیے۔

ناتھورام بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ میں اس پر جھکی اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے جیسے اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی ہوں۔ لیکن اصل میں رسی اس کی گردن میں جا پڑی تھی۔ جسے ناتھورام محسوس نہ کر سکا۔ میں نے ہنستے ہوئے رسّی اس کی گردن پر کس دی۔

"یہ کیا کر رہی ہو رانی؟"

"میں بھی بہت شریر ہوں ناتھورام۔ شرارت کر رہی ہوں۔" میں نے یقین کر لیا لیکن ناتھورام کو دوسرے ہی لمحے میری شرارت کا احساس ہو گیا۔ رسّی اس کی گردن پر کس گئی تھی۔

"یہ۔ یہ کیا؟" اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اور میں نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"ہاں ناتھورام۔ میری شرارت ذرا مختلف ہے۔" میں نے پوری قوت سے رسّی کے دونوں سرے کھینچ دیے اور ناتھورام کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا۔

میں اس وقت اس کی گردن پر طاقت صرف کرتی رہی۔ جب تک اس کے بدن میں زندگی کی ذرا سی بھی رمق رہی۔ اور پھر میں اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔ اس قتل پر میں ذرا بھی خوش نہیں تھی۔ اور اس وقت میری ذہنی صلاحیتیں عروج پر تھیں۔ میں نے اطمینان سے اپنی جگہ چھوڑی۔ اس کھولی میں کوئی قیمتی سامان نہیں تھا۔ سوائے ان نوٹوں کے جو ناتھورام لایا تھا اور اس وقت یہ نوٹ میرے لیے بے حد قیمتی تھے۔

میں نے نوٹ سمیٹے انہیں احتیاط سے ایک جگہ جمع کیا اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگی۔ ناتھورام کی موت چھپی نہ رہ سکے گی۔ پولیس کو اس کی لاش دستیاب ہو گی اور چال کے لوگ بتائیں گے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا تھا۔ بیوی غائب ہو گی۔ اگر میں کنول کماری کے پاس واپس چلی جاؤں

تو بہرحال پولیس وہاں بھی ضرور پہنچے گی کیونکہ ناتھورام ان کا ڈرائیور تھا۔ اگر میں یہاں بھی رکی —— تو پولیس آسانی سے مجھے پکڑ لے گی۔

"نہیں ہرگز نہیں۔ اب تو جو کچھ کرنا ہے اپنے ہاتھ سے کرنا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں یہ جگہ چھوڑ دوں۔ اس میں وقت نہ ضائع کروں۔

بمبئی میرے لیے اجنبی تھی۔ لیکن اگر جیب میں نوٹ ہوں تو کوئی جگہ اجنبی نہیں ہوتی صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ اور یہ ہمت میرے لیے جنم لے چکی ہے۔ میں اس دنیا میں وقت گزارنے کے لیے صحیح آنکھ پا چکی تھی صحیح سوچ حاصل کر چکی تھی۔

اپنا کوئی نشاں میں نے وہاں نہ چھوڑا۔ نوٹ سنبھال کر رکھے —— اور پھر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ صبح سے پہلے یہاں سے نکلنا خود کو مشکوک کرنا تھا۔

ناتھورام کی لاش کو میں نے بہت سے کپڑوں میں لپیٹ کر مسہری کے نیچے چھپا دیا تھا۔ صبح ہو گئی۔ دن کے دس بجے میں کھولی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

چال کے مرد اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے تھے۔ عورتیں گھروں کے کاموں میں مشغول تھیں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی اور میں وہاں سے دور نکل آئی۔ پھر مجھے ایک آٹو رکشہ نظر آیا اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔

"کہاں چلوں؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"چلتے رہو۔ بتا دوں گی۔" میں نے جواب دیا ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

بازو کھلنے لگے تھے اور آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے۔ میں نے رکشہ ایک بھرے ہوئے بازار میں رکوا لیا۔ اتر کر ڈرائیور کو بل ادا کیا اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے چل پڑی۔

ایک معصوم گھرانے کی کسی لڑکی کے بارے میں تم اس انداز سے سوچ سکتے ہو نواز اصغر۔ لیکن میرے اندر جو شخصیت ابھری تھی وہ انوکھی۔ وہ اس زمین یہاں کے بسنے والوں کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ اس کے اندر بے پناہ قوت تھی۔

"انسان کے اندر بہت سی قوتیں پوشیدہ ہوتی ہیں کوشل اور خاص حالات میں یہ قوتیں خود بخود ابھر آتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس وقت وہی قوتیں ابھر آئی تھیں۔ میں خود کو مطمئن اور دنیا شناس سی سمجھ رہی تھی۔ ایک بڑے اسٹور میں داخل ہو کر میں نے اپنے لیے جدید ترین لباس خریدے۔ میک اپ کا سامان اور دوسری چیزیں خریدیں۔ ایک خوبصورت اٹیچی کیس ایک پرس وغیرہ بھی اس کے بعد پھر باہر نکل آئی۔

اس کے بعد میری رہائش ہوٹل منزل تھی۔ یہ درمیانہ درجے کا ہوٹل تھا۔ وہاں کے رجسٹر میں میں نے اپنا نام پونم لکھوایا تھا۔ ہوٹل کا کمرہ بہت پُرسکون تھا۔ یہاں آ کر مجھے ایک طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید انسان خود پر بھروسہ کرنا سیکھ لے۔ تو اسے سکون ضرور ملتا ہے۔

"ہاں شاید۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ بہت کچھ کرنا تھا ابھی۔ اگر کم بخت ناتھورام نے جھوٹ نہیں بولا تھا اور اس کی دوسری کہانی سچی تھی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ روپا کسی نہ کسی طرح کنول کماری کے پاس پہنچ جائے گی۔ یہ بہت اچھا ہو گا اب کنول کماری کے پاس واپسی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن ایک بار صرف ایک بار اسے دیکھنے ضرور جاؤں گی۔ اگر وہ اطمینان بخش حالات میں ہوئی تو پھر میں اپنا کام شروع کر دوں گی۔ ہاں میں اپنے گھر کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ مجھے انتقام لینا تھا خون کا انتقام۔"

وقت گذرتا گیا۔ ہوٹل میں گھسے رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا باہر نکلنا ضروری ہے۔

لیکن باہر نکلنے کے لیے میں نے خود کو بدلنا ضروری خیال کیا۔ اتنی تبدیلی پیدا کر لینا تھی خود میں کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ میں نے تیاریاں کیں۔ بمبئی کے بارے میں جاننا بھی چاہتی تھی۔ اور اس کے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ میں نے میک اپ کیا خوبصورت لباس پہنا اور خود کو آئینے میں دیکھا تو چونک پڑی۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی اور میرے سامنے کھڑا ہے۔ لیکن یہ میں ہی تھی۔ بالکل بدلی ہوئی شکل میں۔ اور اس شکل میں مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر میں دیر تک فٹ پاتھ پر چلتی رہی۔ طرح طرح کے مناظر آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے سب ان سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ پھر ایک بک سٹال کے قریب پہنچ کر میں رکی۔ یہاں بہت سے لوگ موجود تھے۔ چست لباس میں ملبوس ایک شخص ایک فلمی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ میں نے بک سٹال والے سے بمبئی کا نقشہ طلب کیا تو چست لباس

والے نے مجھے دیکھا۔ میری نگاہیں اس سے ملیں تو میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے محسوس کیا کہ اس کا چونکنا بے معنی نہیں ہے۔

بہرحال میں نے توجہ نہیں دی اور نقشہ خرید کر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے چور نگاہوں سے عقب کا جائزہ لیا تو چست لباس والے کو اپنے پیچھے پایا۔

میں کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ پھر اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب رک گئی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔

"کہاں جانا ہے میم صاحب"۔ ڈرائیور نے پوچھا۔

"جوہو"۔ میں نے بے ساختہ جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں نے پشت کی سیٹ سے سر ٹکا دیا اور عقب نما آئینے کی طرف دیکھنے لگی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا چہرہ اس میں نظر آیا۔ وہ میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میں سنبھل گئی۔

جوہو کے بارے میں میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ بس نقشے میں اس نام پر میری نگاہ پڑی تھی۔ اس لیے یہ نام آسانی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ بہرحال میرا سفر جاری تھا۔

کافی سفر طے ہو چکا تھا۔ میں نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کوئی کار یا ٹیکسی تعاقب تو نہیں کر رہی لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ میں نے دوبارہ پشت سے سر ٹکا لیا۔

ٹیکسی اس وقت جس سڑک سے جا رہی تھی۔ اس کے دائیں طرف ریلوے لائن تھی جس پر ایک ٹرین گزر رہی تھی۔ آگے ایک پل تھا پل سے دوسری طرف مڑ کر ٹیکسی ایک سنسان راستے پر چل پڑی۔ اور دفعتاً ہی مجھے ایک احساس ہوا۔ ٹیکسی ڈرائیور کے انداز اچھے نہیں لگے مجھے اس کا عقب نما آئینے میں گھورنا یاد آ گیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے اسے دیکھا تو اس وقت بھی اس کی نگاہ مجھ پر تھی۔

میرے ذہن میں خطرے کا احساس پوری طرح جاگ اٹھا لیکن یہ تو اس نئی شخصیت کا پہلا امتحان تھا۔ جو میرے وجود میں انگڑائی لے کر جاگی تھی۔ یہ تو اس کی پہلی آزمائش تھی۔ اور میں نے اسے پوری طرح اس امتحان کے لیے تیار پایا۔ میرے اندر بے پناہ قوت تھی۔

دفعتاً ٹیکسی نے ایک جھٹکا لیا اور رک گئی۔ یہ جگہ بالکل سنسان تھی۔ میں نے اطراف میں دیکھا اور کہا۔

"کیا بات ہے ڈرائیور؟"

"شاید پیٹرول ختم ہو چکا ہے"۔ اس نے کہا اور پلٹ کر مجھے دیکھنے لگا۔ "اب کیا کریں میم صاحب؟"

"اس سوال کا جواب مجھے دینا ہو گا ڈرائیور؟"

"مجبوری ہے"۔ اس نے کہا۔

"جوہو۔ یہاں سے کتنی دور ہے"؟ میں نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

"جوہو"۔ اس نے کہا اور ہنس پڑا تھا "جوہو تو اس طرف نہیں ہے میم صاحب"؟ وہ ہنسا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک چاقو نکال کر کھول لیا۔

"کیا چاہتے ہو ڈرائیور"؟ میں نے سکون سے پوچھا۔ لیکن میری سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ کوئی آسمانی قوت نہیں تھی میرے اندر بس میں اپنی ہمت سے کام لے رہی تھی۔

"بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے"۔ وہ ہنس پڑا۔

"مطلب"؟

"تمہیں چاہتے ہیں میم صاحب۔ اس کے بعد تم جہاں کہو گی پہنچا دیں گے"۔

"ہوں۔ اسی جگہ"؟ میں نے سوال کیا۔

"تو اور کہاں"؟

"وہ دیکھو۔ ادھر جھاڑیاں ہیں۔ ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دو"۔ میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ارے جیتی رہو رانی۔ آؤ۔ میں نے کہا۔

"مگر ٹیکسی"؟

"یہ سڑک عام نہیں ہے۔ ٹیکسی اسی جگہ رہنے دو"۔ اس نے کہا اور جھک کر میرے دروازے کا ہینڈل کھول دیا۔ میں نے اس طرح رخ موڑا جیسے نیچے اتر رہی ہوں۔ وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دروازے

کا ہینڈل کھولا اور ایک پاؤں باہر نکال لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے زور سے نیچے دھکا دے دیا وہ قلابازی کھا کر گرا تھا اس کے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی لیکن میرے لیے بھی اب ٹیکسی میں بیٹھے رہنے کا جواز نہیں تھا چنانچہ میں بھی پھرتی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ پھر میں نے ایک طرف چھلانگ لگائی لیکن ڈرائیور باقاعدہ جرائم پیشہ معلوم ہوتا تھا اور لڑنے بھڑنے کے فن سے واقف تھا اس نے فوراً پلٹ کر ٹانگ اڑا دی اور میں اس کی ٹانگ میں الجھ کر بری طرح گر پڑی چہرہ بمشکل تمام زمین سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور سیدھا مجھ پر آیا۔ لیکن میں لوٹ لگا کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ دھپ سے زمین پر گرا اس بار کی چوٹ زوردار تھی۔ اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی، میں نے لیٹے ہی لیٹے ایک لات اس کی کمر پر جما دی اور وہ دور جا گرا یہ میرا کام نہیں تھا یقیناً یہ میرا کام نہیں تھا۔ وہی قوت مصروف عمل تھی جو میرے وجود میں بیدار ہوئی تھی۔

اس بار موقع مل گیا تھا۔ میں اٹھ کھڑی ہوئی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے جوتے کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر مار دی اور وہ ڈکرا کر رہ گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

میں نے لپک کر چاقو اٹھا لیا۔

"شاید یہ تمہاری زندگی کا آخری جرم تھا"۔ میں خوفناک لہجے میں بولی۔

ڈرائیور کے بدن پر خاطر خواہ چوٹیں لگ چکی تھیں۔ وہ نروس ہو گیا تھا۔ چاقو میرے ہاتھ میں تھا اور میں ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"معاف کر دو بھگوان کے لیے ایک بار معاف کر دو۔ مجھے اچھا سبق مل گیا ہے"۔

"ابھی سے۔ ہا"۔ میں نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھگوان کے لیے۔ میرے تین بچے ہیں۔ میرے سوا ان کا کوئی نہیں ہے"۔ وہ گھگھیایا۔

"میرے بارے میں کیوں نہیں سوچا"۔

"بس ایک بار دیوی بھگوان کے لیے بس ایک بار"۔ اس کی آنکھوں میں زبردست ہراس تھا۔

"تم اس قابل تو نہیں ہو لیکن اگر تین بچے ہیں تمہارے تو تم انہیں دعا دو کہ انہوں نے تمہیں بچا لیا"۔

"بس ایک بار جیون دے دو۔ اس کے بعد بھگوان کی سوگند کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا"۔

"اٹھو"۔ میں نے کہا اور وہ کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا میرے اشارے پر وہ اٹھ کر ٹیکسی میں جا بیٹھا تھا۔ "چلو ٹیکسی اسٹارٹ کر کے یہاں سے واپس چلو"۔

ڈرائیور نے بے چون و چرا میری ہدایت پر عمل کیا تھا اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔ پھر راستے میں اس نے پوچھا۔

"جوہو چلوں میم صاحب؟"

"اب نہیں۔ مجھے کسی بھی جگہ اتار کر دفعان ہو جاؤ اور سنو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ آئندہ"۔

"میرے باپ کی توبہ میم صاحب"۔

ٹیکسی تیزی سے واپسی کا سفر طے کر رہی تھی۔ ایک جگہ میں نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر گئی۔ ڈرائیور کا چاقو میں نے واپس کر دیا پھر اسے بل ادا کرنے کے لیے پرس کھول رہی تھی کہ وہ ٹیکسی لے بھاگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری زندگی کا یہ پہلا امتحان کامیاب تھا۔

ایک اور ٹیکسی کر کے میں سبھاش پہنچ گئی۔ اور چند لمحات کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔ ایک بار پھر وہی چست لباس والا میرے ذہن میں آ گیا۔ وہ کون تھا اور کیا چاہتا تھا لیکن اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

اس رات میں اپنے مستقبل کے لیے بہت سے فیصلے کرتی رہی کا تھور کی چھینی ہوئی رقم تو کافی تھی لیکن کب تک ساتھ دے گی میرے سامنے مستقبل کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کنول دیوی کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتی تھی زندگی گزارنے کے لیے رقم انتہائی ضروری ہوتی ہے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ لوگوں کو بے وقوف بناؤں اور زندگی گزاروں۔ یوں بھی اب میں کوئی شریف لڑکی نہیں تھی۔ قاتل تھی خطرناک تھی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ رادھن سنگھ جیسے درندہ صفت انسان سے بدلہ لینے کے لیے شرافت تو بے معنی چیز تھی۔ مجھے وہی کچھ بننا ہو گا جو وقت کی ضرورت ہے۔

اور رات گئے تک میں نے بہت سے فیصلے کر لیے تھے۔ میں اب ایک پختہ حیثیت سے اس شخص کے سامنے آنا چاہتی تھی۔ دوسرے دن میں تقریباً تین بجے تک ہوٹل میں رہی، دوپہر کو بہت ہلکا کھانا کھایا اور پھر ایک خوبصورت لباس پہن کر خوبصورت میک اپ کیا اور باہر نکل آئی۔

کاؤنٹر پر چابی دی تو کاؤنٹر کلرک نے مسکراتے ہوئے ہیلو کہا۔ میں چونک کر رک گئی "کیا بات ہے۔؟" میں نے سنجیدگی سے اس سے پوچھا اور وہ نروس ہو گیا۔

"کچھ نہیں میم صاحب۔؟"

"جو کچھ دل میں ہے کہو۔"

"کک۔ کچھ نہیں میم صاحب۔ آپ یقین کریں کچھ بھی نہیں"

"تمھاری مرضی۔ کوئی بات ہے تو ضرور کہو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"معاف کیجئے گا میم صاحب۔ وہ سنہا صاحب آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"کون سنہا صاحب۔؟"

"بڑے آدمی ہیں۔ رتن سینما کے مالک۔"

"اوہ۔ وہ۔ کیا کہہ رہے تھے؟"

"بس کھوج کر رہے تھے آپ کے بارے میں" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔ میں نے پرس سے دس دس روپے کے چند نوٹ نکالے اور اس کے سامنے رکھ کر بولی۔

"کیا کہہ رہے تھے مسٹر سنہا۔؟" کاؤنٹر کلرک نے عجیب سی نگاہوں سے نوٹ دیکھے اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"معاف کیجئے گا۔"

"نوٹ اٹھالو۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"شکریہ۔ وہ کہہ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔"

"اٹک اٹک کر بات مت کرو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"انھوں نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ آپ کے کمرے کے بارے میں پوچھا تھا۔ پھر انھوں نے کہا کہ آپ کال گرل ہیں۔ ان کی سابق محبوبہ۔ پوچھ رہے تھے کہ کب سے اس ہوٹل میں ہیں۔"

"اور۔؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"بس اتنا ہی پوچھ رہے تھے۔"

"سنو۔ مجھ سے جو بات ہوئی ہے اسے بھول جانا۔ ہاں ایک بات اور بتادوں۔"

"جی میم صاحبہ۔"

"سنہا صاحب کیا یہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔؟"

"کبھی کبھی۔"

"تمھیں کیسے معلوم کہ وہ رتن سینما کے مالک ہیں۔؟"

"جی میں جانتا ہوں انھیں۔"

"میری بات کا خیال رکھنا۔ اگر زبان کھولی تو۔ میں کال گرل کے علاوہ اور کچھ بھی ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آئی۔ یہ سنہا صاحب کون ہیں۔ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں کیوں میری کھوج میں ہیں۔ رتن سینما۔ میں نے دل ہی دل میں دہرایا۔ دفعتاً ذہن کے گوشے کھل گئے۔ بمبئی میں خالی ہاتھ تو بیٹھنا نہیں ہے کوئی اور شغل بھی سامنے نہیں ہے اس لیے کچھ شناسائی کی ضرورت ہے پھر ایک اور خیال ذہن میں آیا۔ اگر کاؤنٹر کلرک درست کہہ رہا ہے تو میری تصویر اس کے پاس کہاں سے آگئی۔

یہ بات حلق سے نہیں اترتی تھی۔ تصویر کی بات یقیناً جھوٹ تھی اس میں سچائی نہیں تھی۔ بہرحال اگر کاؤنٹر کلرک نے جھوٹ بولا ہے تو بچ کر کہاں جائے گا۔

لیکن مجھے ایک مشغلہ مل گیا تھا۔ رتن سینما کے بارے میں معلومات حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ میں پیدل چلتی رہی اور پھر ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے رک گئی۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک شریف صورت احمد آبادی بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ایک فون کرنا چاہتی ہوں۔"

"کر لو بیٹی۔" اس نے نیلی فون اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔

"ڈائرکٹری چاہیئے۔" میں بولی۔

"یہ لو۔" اس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری میرے سامنے رکھ دی۔ رتن سینما کا نمبر تلاش کرنے میں مجھے زیادہ دقت نہ ہوئی اور میں نے رتن سینما کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"رتن سینما۔"؟

"ہاں کس سے بات کرنی ہے۔"

"کیا سنہا صاحب موجود ہیں؟"

"نہیں جی۔ وہ اس وقت یہاں نہیں ہوتے۔"

"دیکھیے میں ان کی ایک رشتے دار بول رہی ہوں دہلی سے آئی ہوں مجھے بتایئے وہ اس وقت کہاں ملیں گے۔"

"اس وقت تو پتہ نہیں کہاں ہوں گے۔ ہاں شام کو وہ ریس کورس میں ضرور ملتے ہیں۔"

"اوہ۔ یہاں کب آتے ہیں؟"

"رات کو نو بجے کے قریب۔"

"ضرور آتے ہیں یا کبھی کبھی۔"؟

"نہیں جی رات کو تو ضرور آتے ہیں۔"

"روزانہ۔"؟

"جی ہاں۔ روزانہ۔"

"ان کے گھر کا پتہ کیا ہے۔؟"

"وہ تو بی بی ہوٹل گیلارڈ میں رہتے ہیں، روم نمبر ستر ہی ان کی مستقل رہائش گاہ ہے۔"

"اوکے۔ شکریہ۔" میں نے کہا۔

"کوئی پیغام ہو تو بتا دیں۔"

"نہیں میں ان سے مل لوں گی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ جیب سے ایک روپیہ نکال کر سامنے رکھا تو شریف صورت دوکاندار نے شکریہ کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

میں مسکراتی ہوئی واپس پلٹ پڑی تھی لیکن تھوڑی دور چل کر سنہا پھر میرے ذہن میں آگھسا۔ کون ہے یہ؟

بہرحال یہ تو رات کو ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ البتہ ہوٹل واپس آنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ سنہا سے رتن سینما میں ملاقات کرنے کے بجائے اگر اس کے ہوٹل کی رہائش گاہ ہی میں مل لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اس کے لیے مجھے پہلے سے گیلارڈ میں پہنچنا ہوگا۔

رات کو دس بجے میں اپنے ہوٹل سے باہر آئی تھی۔ اس وقت کاؤنٹر پر دوسرا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ میں چابی اسے دے کر باہر آگئی اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل چل پڑی۔

گیلارڈ میری توقع سے شاندار تھا۔ پتہ نہیں اس ہوٹل سے اس کا کیا تعلق تھا بہرحال سنہا جو کوئی بھی تھا اس پر کسی شریف آدمی ہونے کی توقع تو کی نہیں جا سکتی تھی۔ وہ آدمی شریف کیسے ہو سکتا تھا جو ایک سینما کا مالک ہونے کے باوجود کسی ہوٹل میں رہتا ہو۔

اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں اعلیٰ درجے کا جوا ہو رہا تھا۔ اعلیٰ درجے کے لوگ رقمیں ہار رہے تھے۔ اعلیٰ درجے کی شراب پی جا رہی تھی اور اعلیٰ درجے کی کال گرل شکار کی تلاش میں سرگرداں پھر رہی تھیں۔

میں ایک میز پر جا بیٹھی اور ایک ویٹر میرے پاس آگیا۔

"وہسکی۔" میں نے کہا اور وہ چلا گیا۔ وہسکی کی بوتل میرے سامنے آگئی۔ میں اب بہت کچھ بن گئی تھی۔ اپنا ماحول اپنی ریت بھول گئی تھی۔ میں اس نئی دنیا میں ایک نئے انسان کی حیثیت سے ہی رہا جا سکتا تھا پرانوں کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

نشے میں دھت ایک نوجوان میرے سامنے بڑی بیباکی سے آبیٹھا۔ اور میں کرخت نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میرا نام ونود ہے۔ تم نے مجھے فلموں میں دیکھا ہوگا تنہا لوگوں کو دیکھ کر میرا دل روتا ہے۔"

"میرا نام ملک الموت ہے۔ تم نے مجھے لوگوں کی روح قبض کرتے دیکھا ہوگا۔ زیادہ اسمارٹ بننے والوں کی کھوپڑی پر بوتل دے مارتی ہوں میں۔"

"واہ۔ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

بہک گیا تھا بے وقوف اس لیے بے ضرر تھا۔ میرے ذہن میں ایک اور ترکیب آگئی۔ میں نے کہا۔

"مجھے بھی خوشی ہوئی۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ وہسکی پی رہی ہو؟"

"تم پیو گے۔؟"

"منع کرنا کفر ہوگا۔ کیا نام بتایا تھا تم نے۔"

"اوشا کرن۔"

"ہوشا۔ ہیج۔ یا کرن۔ کچھ بھی ہو سب ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ میں نے شراب کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اور پھر میں اسے شراب پلاتی رہی۔ اس طرح میری جان بھی بچ گئی تھی۔

ہوٹل کی دوسری تفریحات شروع ہو گئی تھیں۔ میرا ساتھی بوتل ختم کرنے کے بعد اٹھ گیا اور رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو کر تنہا ہی رقص کرنے لگا۔

میں جوئے کی میزوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اب آہستہ آہستہ میں اپنے کام کے بارے میں قدم بڑھا رہی تھی چنانچہ باہر نکل کر میں اوپر جانے والے راستے پر چل پڑی۔ اس کے لیے میں نے لفٹ نہیں استعمال کی تھی بلکہ زینوں کا راستہ اپنایا تھا۔

روم نمبر ستر اس منزل کے آخری سرے پر تھا۔ اس وقت وہ تاریک نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر گھوم کر اس کمرے کے عقبی حصے میں پہنچ گئی۔ یہاں ایک بڑی کھڑکی موجود تھی لیکن وہ اندر سے بند تھی۔

میں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ اور پھر بیرونی راہداری میں آگئی۔ کم از کم اس کمرے سے واقف ہو گئی تھی۔

رات کو ساڑھے گیارہ بجے جب میں دوبارہ راہداری کی طرف گئی تو مجھے کمرہ نمبر ستر میں روشنی نظر آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ سنہا صاحب سینما سے واپس آگئے ہیں۔

دبے قدموں چلتی ہوئی میں کمرے کے سامنے پہنچ گئی۔ یہاں رک کر تھوڑی دیر تک حالات کا جائزہ لیتی رہی اور پھر عقبی راہداری میں آگئی۔ یہاں مجھے سنبھلنا پڑا کیونکہ کھڑکی کھل گئی تھی۔ لیکن مجھے آسانی بھی ہو گئی تھی اس طرح مجھے اندر کا جائزہ لینا مشکل نہ ثابت ہوا۔

میں نے احتیاط سے اندر جھانکا۔ اور موجود شخص کو فوراً پہچان گئی۔ یہ وہی چست لباس والا تھا جو بک اسٹال پر مجھے دیکھ کر چونکا تھا۔ تو یہ ہیں سنہا صاحب۔

وہ کمرے میں تنہا تھا اور ایک رائٹنگ ٹیبل کے پاس بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ میں چند لمحات سوچتی رہی پھر میں نے واپس راہداری کی طرف قدم اٹھا دیئے۔ اپنے دل میں کچھ فیصلے کر چکی تھی۔ بہت بڑا قدم اٹھانا تھا مجھے۔

بیرونی راہداری میں آکر میں نے پرس سے ایک لمبی لپ اسٹک نکالی اور اس کا ڈھکنا کھول کر پیچھے لگا لیا۔ لپ اسٹک اور لمبی ہو

گئی تھی۔ پہلی نگاہ میں اسے پستول کی نال سمجھا جا سکتا تھا۔ میں نے اسے پرس کی آڑ میں کر لیا اور پھر دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے اندر آ جاؤ۔" سنہا کی آواز سنائی دی۔ اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر شاید پہچان لیا۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ میز کی طرف بڑھا لیکن میں نے لات مار کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ اوپر رکھو مسٹر سنہا۔ وقت سے پہلے مرنا چاہتے ہو تو تمھاری مرضی۔" میں نے لپ اسٹک پرس کی آڑ سے تھوڑی سی نکال دی۔ سنہا کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ ساکت رہ گیا۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر میز پر رکھ دیئے۔ میں نے پلٹے بغیر دروازہ بند کر دیا۔ وہ سراسیمہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

میں لپ اسٹک پرس کی آڑ میں کیے آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ گئی۔ پھر میں نے اس کے عقب میں آ کر لپ اسٹک اس کی کھوپڑی سے لگا دی اور ہاتھ بڑھا کر دراز کھول لی۔ اوپری دراز میں ایک سیاہ رنگ کا پستول نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا اور پیچھے ہٹ گئی۔

"پستول کے لیے بہت بہت شکریہ سنہا۔" یہ کہہ کر میں نے لپ اسٹک اس کے سامنے ڈال دی۔ سنہا کے ہونٹ کھلے اور بند ہو گئے وہ تلملا کر رہ گیا تھا۔ میں اس کے سامنے آ گئی۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ میز کے پیچھے سے نکل ہی آئیں۔ اٹھو۔" میں نے دوسرا جملہ کرخت لہجے میں کہا تھا وہ اٹھ گیا۔ "اس طرف۔" میں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتی ہو۔؟"

"مجھے بھول گئے مسٹر سنہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری تصویر اس وقت بھی آپ کی جیب میں موجود ہوگی۔" سنہا کا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف اٹھا پھر نیچے گر گیا۔

"نکال لیں۔ نکال لیں تصویر۔ ذرا میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ میرے پاس نہیں ہے۔" وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کہاں گئی؟"

"تم آخر چاہتی کیا ہو کون ہو؟"

"وہی مسٹر سنہا جسے تم تلاش کر رہے ہو۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔ ورنہ موت تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"آج کا دن ہی منحوس ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"رات اس سے بھی زیادہ منحوس ثابت ہوگی۔ ویسے دن کیوں منحوس ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں ریس میں چھ لاکھ روپے ہار گیا۔"

"اسی کا حساب کر رہے تھے شاید۔"

"ہاں۔"

"اس وقت زندگی ہار جانے کا خطرہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس منحوس دن کو ہوشیاری سے ٹال دو۔" میں نے کہا۔

"کیا چاہتی ہو تم۔؟"

"کس نے تمھیں میرے پیچھے لگایا ہے۔؟"

"رام داس نے۔"

"یہ کون ہے؟"

"سورج گرہن کا مقامی کنٹرولر۔"

"کیا چاہتا ہے وہ؟"

"تمھاری بازیابی۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟ بولتے رہو۔"

"مجھے تو کچھ اور بتایا گیا تھا۔ تصویر بھی۔"

"بولتے رہو سنہا بولتے رہو۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ تم ایک دیہاتی ٹائپ کی لڑکی ہو۔ اس لیے تمھیں بک اسٹال پر دیکھ کر الجھن میں پڑ گیا تھا۔"

"رام داس میری بازیابی کیوں چاہتا تھا۔؟"

"یہ اسے ہی معلوم ہوگا۔"

"کتنے آدمی کام کر رہے ہیں میرے لیے۔؟"

"بے شمار۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔"

"ان کے نام اور پتے بتاؤ۔"

"یقین مانو مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم۔ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح تمھاری تلاش میں تھا۔"

"سبھاش ہوٹل میں میری قیام گاہ کے بارے میں تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایک ٹیکسی ڈرائیور سے پتہ لگا تھا۔"

"اور کچھ سنہا صاحب؟"

"بس اور کچھ نہیں۔ البتہ تم اگر چاہو تو بتا دو کہ سورج گرہن سے تمھاری کیوں ٹھن گئی ہے۔" اس نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ صوفے کی پشت کی طرف جا رہا ہے۔ میں صورت حال سے پوری طرح آگاہ تھی سنہا کے بارے میں یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ میرا دشمن ہے اور سورج گرہن کی طرف سے یہاں میری گرفتاری یا قتل پر معمور کیا گیا ہے۔ میرے اور سورج گرہن کے درمیان چونکہ باقاعدہ ٹھن چکی تھی اور رادھن سنگھ اب میرا بدترین دشمن تھا اس لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اپنے دشمنوں کو ختم کر کے اپنا راستہ صاف کرتی چلوں چنانچہ میں نے اس پہ بے دریغ گولی چلا دی۔

سنہا کا ہاتھ پیچھے بڑھتے بڑھتے رکا اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا تھا دوسرے لمحے میں نے ایک اور گولی اس کے سینے پر داغ دی یہ دو فائر کرنے کے بعد میرا یہاں ایک لمحہ کو رکنا بھی مناسب نہ تھا چونکہ فائرنگ کی آواز یقیناً باہر سن لی گئی تھی۔ اگر میں یہاں پھنس گئی تو اس کے بعد میرا نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔

چنانچہ میں پھرتی سے باہر نکل آئی۔ یہ بھی نہیں دیکھا میں نے کہ سنہا زندہ ہے یا مر گیا اور اس کے بعد میرے لیے اس ہوٹل سے باہر نکل جانا مشکل نہیں ہوا۔ البتہ میں نے ہوٹل میں افراتفری دیکھی تھی یقیناً فائرنگ کی آواز سن لی گئی تھی۔ لیکن لوگ ابھی تک یہ نہیں جان سکے تھے کہ فائرنگ کہاں ہوئی ہے۔

اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی باہر نکل آئی اور اس کے بعد مجھے ایک گلی کے کنارے پر ٹیکسی مل گئی سنسان سی گلی تھی اور اس طرف سے نکلنے میں، میں نے عافیت سمجھی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی میرے قریب روک دی اور میں اس میں بیٹھ گئی لیکن میں نے اسے فوراً ہی اپنے ہوٹل کا پتہ نہیں بتایا تھا کم از کم اتنی احتیاط رکھنا چاہتی تھی۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیوروں سے میری صورت حال پتہ چل جاتی، چنانچہ میں ایک بھرے بازار میں اتر گئی۔ وہاں سے ایک دوسری ٹیکسی لی اور اس کے بعد ہوٹل سبھاش پہنچ گئی۔

سبھاش کے کمپاؤنڈ میں سناٹا تھا چند کاریں کھڑی نظر آ رہی تھیں میں کاؤنٹر پر پہنچی یہ ہوٹل میری نگاہوں میں پہلے ہی مشکوک ہو چکا تھا کاؤنٹر کلرک گو اس وقت دوسرا تھا اور اونگھ رہا تھا۔ لیکن نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا۔ جیسے میرے کمرے کا نمبر بتلانے پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا ہو۔

بہرطور میں چابی لے کر اوپر پہنچ گئی۔ راہداری تاریک پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور ابھی میں اندر قدم رکھنے بھی نہ پائی تھی کہ دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ بتی جلانے سے پہلے ہی میں اس احساس کے تحت سنبھل گئی اور دوسرے ہی لمحے میں کمرے میں داخل ہونے کے بجائے راہداری میں بھاگ آئی اسی وقت لٹس کی آواز کے ساتھ فائر ہوا اور گولی میرے بائیں شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔

یقیناً یہ سائلینسر لگے ہوئے پستول سے فائر کیا گیا تھا اب یہ سوچنا حماقت تھی کہ فائرنگ کرنے والے کون ہیں ظاہر ہے میرے دشمن یہاں جگہ جگہ موجود تھے چنانچہ اس وقت میرے لیے یہی بہتر تھا کہ میں فوری طور پر یہاں سے جتنی دور ہو سکے نکل جاؤں۔

وہ لوگ میرے پیچھے دوڑ رہے تھے اور میں راہداری میں اتنی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی کہ اس سے پہلے کبھی نہ دوڑی ہوں گی زینوں پر پہنچ کر میں گرتے گرتے بچی، زینے اترنے میں بھی خاصی دقت پیش آئی تھی میں نے اب روشنی میں ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا ان کی تعداد تین کے قریب تھی یا ممکن ہے ان کے پیچھے بھی کچھ لوگ موجود ہوں۔ بہرطور مجھے اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر میں گیٹ کی طرف دوڑی وہ میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے اور بار بار گولیاں چلا رہے تھے۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے کس طرح جان بچاؤں، بہرطور اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ جس طرح ممکن ہو سکے میں بھاگتی رہوں اب مصیبت میں تو پھنس ہی گئی تھی کیا کر سکتی تھی۔

کمپاؤنڈ سے باہر نکلنے کے بعد میں نے تنگ و تاریک راستوں کی تلاش شروع کر دی۔ گولیاں اب بھی چل رہی تھیں اور کوئی بھی گولی، کسی بھی وقت میرے وجود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر دیتی۔ تاریکی میں دوڑتے قدموں کی آوازیں مجھے اپنے پیچھے سنائی دے رہی تھیں تھوڑے فاصلے پر جانے کے بعد دفعتاً مجھے بائیں سمت ایک پتلی سی گلی نظر آئی اور میں اس میں داخل ہو گئی، گلی خاصی تاریک اور سنسان تھی غالباً یہ دو عمارتوں کا درمیانی حصہ تھا یہاں گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کوڑا کرکٹ کھانے پینے کی سڑی گلی اشیاء اور دوسری ایسی ہی چیزیں۔

کسی پھل کے چھلکے پر میرا پاؤں پھسلا اور میں اوندھے منہ زمین پر گری پیشانی تھوڑی سی زخمی ہو گئی تھی لیکن اس وقت کسی زخم کی پرواہ کرنا حماقت تھی مجھے صرف دوڑنے ہی میں زندگی نظر آ رہی تھی چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اٹھی اور پھر دوڑنے لگی۔

پھر گلی کے دوسرے کنارے پر پہنچی تو دفعتاً ایک سیاہ رنگ کی بڑی سی گاڑی گلی کے عین سامنے رکی اور چونکہ میں بے اختیار گلی سے نکلی تھی اس لیے بری طرح اس گاڑی سے ٹکرا گئی۔

ٹکراتے ہی دفعتاً مجھے اپنے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہوئے محسوس ہوئے میری زخمی پیشانی پر دوبارہ چوٹ لگی تھی آخری احساس یہی تھا کہ کچھ گولیاں اس گاڑی کی باڈی سے ٹکرائی ہیں اور اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا لیکن زندگی تھی تو ہوش بھی آنا تھا جاگی تو خود کو ایک صاف و شفاف وسیع اور کشادہ کمرے میں پایا۔ اندازہ نہیں ہو سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے لیکن جب بائیں سمت نظر پڑی تو ایک نرس میرے نزدیک کھڑی ہوئی تھی۔ ہسپتال میرے ذہن نے ایک نعرہ لگایا۔ پھر میرا سر گھوم گیا۔ داہنی طرف ایک کرسی پر جس شخص کو میں نے بیٹھے ہوئے دیکھا اسے دیکھ کر میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے وہ سفید سوٹ پہنے ہوئے تھا چہرہ سانولے رنگ کا تھا اور

خدوخال بگڑے ہوئے ان خدوخال کو دیکھ کر ذہن میں ایک دہشت کا تاثر اُبھرتا تھا بائیں گال پر آنکھ سے لے کر تھوڑی تک ایک گہرا زخم تھا نجانے وہ کریہہ شکل آدمی کون تھا اس کی آنکھیں میری جانب نگراں تھیں میرا بدن لرز کر رہ گیا چند لمحات میں کچھ سوچتی رہی اور دفعتاً نرس نے میرے قریب آکر کہا۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟"

"جی۔" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا اور کریہہ صورت آدمی چونک پڑا۔

"ہوش آگیا۔" اس کی خوفناک بھاری آواز اُبھری۔

"یس سر۔"

"ٹھہرو۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور میرے نزدیک آگیا۔ قدوقامت میں خاصا تھا اور دیو ہیکل آدمی کافی ہیبت ناک نظر آتا تھا اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے میری کلائی پکڑ لی اور آہستہ سے بولا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بہن۔" اس کے چہرے مہرے اور جسامت و شکل کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کی خوفناک آواز دل میں سوراخ کر دے گی لیکن اس وقت اس کا نرم لہجہ اور پھر ایک لفظ بہن مجھے بہت عجیب سا محسوس ہوا تھا میں متعجبانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"فکر کرنے کی بات نہیں۔ بہن تم اب خطرے سے باہر ہو۔" اس نے کہا۔ اور میں مسلسل اس کی شکل دیکھتی رہی، پھر وہ نرس سے بولا۔

"کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے نرس چیک اپ کرو۔"

"نہیں جناب۔ میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔"

"میں مکمل اطمینان چاہتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اگر آپ کہیں تو میں ڈاکٹر فیروز کو بلا لاؤں۔"

"ہاں۔ اُسے بُلا لاؤ۔ اس سے کہو کہ اس کو چیک کرے اور مجھے بتائے کہ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے۔" نرس باہر نکلنے ہی والی تھی ایک دراز قامت آدمی اندر داخل ہو گیا۔ دُبلے پتلے بدن کا مالک تھا اور لباس سے ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا اس کے گلے میں اسٹیتھسکوپ بھی پڑا ہوا تھا اُس کے اندر پہنچتے ہی خوفناک شکل کا آدمی اُس سے کہنے لگا۔

"ڈاکٹر ہوش آگیا ہے معائنہ کرو اور مجھے بتاؤ کیا صورتحال ہے۔"

"میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے قادر صاحب تشویش کی کوئی بات نہیں ہے کوئی بھی زخم ایسا نہیں ہے جو قابل تشویش ہو گولی شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی ہے اس نے ہڈی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا آپ بالکل مطمئن رہیں یہ اگر آج رات یہاں رہ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ آپ انھیں لے جا بھی سکتے ہیں۔"

"نہیں ڈاکٹر اس کا مکمل علاج یہیں ہونا چاہیے۔" جس شخص کا نام قادر لیا گیا تھا اور جو خوفناک شکل کا آدمی تھا اس نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں یہاں انھیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور کریہہ صورت آدمی میرے نزدیک بیٹھ کر بولا۔

"بہن کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی تمھارا دشمن ہے تو یقین کرو اُسے زندگی بھر اس دشمنی کا افسوس رہے گا۔ بلکہ شاید موت کے بعد بھی وہ اس دشمنی کا افسوس کرتا ہے۔ میرا نام قادر ہے۔ ایک بُرا آدمی ہوں لیکن جب تمھیں بہن کہا ہے تو یہ الفاظ نبھا دوں گا کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔" میرے دل کو ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا میرے لیے ہر چند کہ یہ الفاظ یہ ماحول یہ نام بے معنی ہو کر رہ گئے تھے لیکن ایک بات میں ضرور جانتی تھی کہ اگر کوئی بُرا آدمی کوئی بات کہتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے کہی جاتی ہے اور اس کی سچائی پر کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی میری نگاہوں میں ممنونیت کے آثار تھے۔ تب اس نے ہاتھ اُٹھا کر ڈاکٹر اور نرس سے کہا۔

"جاؤ تم لوگ باہر نکل جاؤ۔ میں اپنی بہن سے کچھ باتیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے قادر صاحب۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور نرس کو اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔ خوفناک شکل کا آدمی میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل پریشانی ہوتی۔ میں نے دو تین بار اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔

"میرا نام قادر ہے بمبئی کے غنڈوں میں شمار ہوتا ہوں۔ لیکن پورے بمبئی میں ایم۔ اے پاس غنڈہ ایک ہی ہے وہ جس کا نام قادر ہے۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"دنیا بھر میں دُکھوں کی کہانیاں یکساں ہوتی ہیں تمھاری کہانی بھی ان جیسی ہی ہوگی۔ میں تم سے تمھارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ بس مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔؟"

"میں تمھیں کہاں ملی تھی؟"

بائی کلہ کے علاقے میں شاید تم پر کوئی گولیاں برسا رہا تھا اور تم دوڑتے دوڑتے گر کر بیہوش ہو گئی تھیں۔ میرے آدمی اُدھر سے گزر رہے تھے تمھیں اُٹھا کر لے آئے میں تمھیں ایک بات اور بتا دوں لڑکی کیونکہ تمھارا نام مجھے معلوم نہیں ہے شاید میں اتنا رحم دل نہ بنتا لیکن بہت عرصے کے بعد میرے دل میں گداز پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم میری بہن کی ہمشکل ہو۔ ہاں بہن، میں نے اسی لیے تمھیں بہن کہا ہے اور ہم جیسے لوگ جب کسی کو بہن کہہ دیتے ہیں تو پھر اپنا فرض نبھا دیتے ہیں۔ میں تمھارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا مگر تم جہاں کہیں بھی جانا چاہو جو کچھ تمھاری خواہش ہو مجھے بتا دو۔" ہمدردی کے لاتعداد الفاظ میں نے مختلف زبانوں سے سُنے تھے اور سچ بات تو یہ ہے کہ اب میں اتنی پختہ کار ہو چکی تھی کہ ان الفاظ پر جذباتی نہیں ہو سکتی تھی۔ دنیا نے مجھے یہ سکھایا تھا کہ اگر کوئی ایسی صورتحال پیش آئے اور کوئی مخلص ہونے کی کوشش کرے تو نہایت ہوشیاری سے اُس سے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی جائے جذباتی ہو کر اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینے سے ہمیشہ نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تاہم میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"بھائی میں ایک پریشان حال لڑکی ہوں کچھ لوگ نامعلوم وجوہات کی بناء پر میرے دشمن بن گئے ہیں۔ مجھے بہت سی بار ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن تقدیر مجھے ان سے بچاتی رہی میں یہ اندازہ نہیں لگا پائی کہ وہ کون لوگ ہیں اور کیوں میری جان کے گاہک بن گئے ہیں کاش مجھے اس کا اندازہ ہو جاتا۔"

"تمھارا کوئی گھر۔؟" اس نے سوال کیا۔

"بدقسمتی تو یہی ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے میرا مجھے کسی کا سہارا حاصل نہیں ہے۔"

"نہیں ایسی بات نہ کہو مجھے دُکھ ہوگا تم نے میری بہن کی شکل پائی ہے۔ میں تمھیں در بدر نہیں ہونے دوں گا سنو بہن اپنا نام کبھی نہ بتانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں بس ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔ کچھ لوگ میرے لیے کام کرتے ہیں جب اور جہاں جانا چاہو تندرست ہونے کے بعد میری ذمہ داری پر چلی جانا بھائی سے جس چیز کی ضرورت ہو طلب کر لینا بس اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا میرا نام قادر ہے یہاں کے سب لوگ مجھے جانتے ہیں ڈاکٹر سے کہنا کہ مجھ سے بات کرے وہ تمھیں میرا فون نمبر بتا دے گا۔ اور جب تم چاہو گی مجھ سے بات کرا دے گا۔"

"میرا نام کوشل ہے بھیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس اعتماد کا شکریہ۔ ویسے فکر مت کرنا وہ جو کوئی بھی ہیں اب تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے میں اُن سب کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ میں جیتا ہوں اور مجھے یقین ہے وقتی طور پر ہی سہی تم اپنے بھائی پر اعتبار کرو گی۔ وہ اُٹھا اور باہر نکل گیا۔ میں خاموشی سے کھلے دروازے کو دیکھتی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر واپس آگیا اور نرس نے میرے بازو میں ایک انجکشن دیا اور دوا کی ایک خوراک بھی مجھے پینا پڑی۔ اس کے بعد میری آنکھوں میں غنودگی طاری ہو گئی شاید دوا میں کوئی خواب آور چیز شامل تھی۔ ویسے یہ میرے حق میں بہتر ہی ہوا کیونکہ میں اب ان ہنگاموں سے تھک کر چور ہو گئی اور تھوڑی دیر سکون سے سو جانا چاہتی تھی لیکن یہ نیند خاصی طویل ثابت ہوئی۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے آنکھ کھلی۔ نرس نے مجھے دیکھا تو مسکرا دی۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"ٹھیک ہوں۔ کیا وقت ہو گیا سسٹر۔؟" میں نے پوچھا۔

"گیارہ بج چکے ہیں۔ باتھ روم ہو آیئے۔ میں آپ کے لیے ناشتہ لاتی ہوں۔"

"شکریہ سسٹر۔" میں نے کہا اور بیڈ سے اُتر گئی تھوڑی دیر بعد ناشتہ میرے سامنے آگیا۔ میں ناشتہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے بارے میں سوچنے لگی جو میرے دشمن تھے۔ اور یہاں بھی مجھے چین نہیں لینے دینا چاہتے تھے۔ سورج گرہن تنظیم رادھن سنگھ کا فیور کرتی تھی اور اس تنظیم کے بارے میں مجھے اتنی معلومات حاصل ہو چکی تھیں کہ ملک گیر ہے اور خاصے لمبے ہاتھ رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے میرے دشمن اب تک میرے اس نئے ٹھکانے سے واقف ہو چکے ہوں اور کسی کارروائی کے بارے میں سوچ رہے ہوں۔ میں نے خود کو اُن کی جگہ رکھ کر سوچا اور پھر کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ میرے بستر کے بائیں سمت ایک کھڑکی موجود تھی نہ جانے یہ کھڑکی کہاں کھلتی ہے مجھے خطرہ تھا وہ مجھے ہلاک کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوں گے اور خاص طور سے اُن کے ایک اہم آدمی کے قتل کے بعد تو وہ میری جان کے لاگو ہو گئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ بمبئی میں ان کے وسائل کتنے ہیں اور اگر میں قادر کو اُن کے پیچھے لگا دوں تو وہ ان کے مقابلے میں کیا ثابت ہوگا لیکن سورج گرہن کا معاملہ خاصا پریشان کن تھا اس بارے میں سوچتی تو ذہن کو کسی قدر خوف کا احساس ہونے لگتا تھا۔ نرس مجھے ناشتہ دے کر باہر جا چکی تھی۔ کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور کھڑکی کے نزدیک جا کھڑی ہوئی میں نے کھڑکی کھول کر دوسری طرف دیکھا ہسپتال کی چاردیواری زیادہ دور نہیں تھی۔ کھڑکی کے دوسرے طرف کا رپارکنگ تھی۔ لیکن یہ جگہ ذرا

اونچی تھی۔ یعنی دوسری طرف زمین پر کھڑے ہو کر کھڑکی میں نہیں جھانکا جا سکتا تھا البتہ اوپر چڑھا جا سکتا تھا۔ دفعتاً میرے ہونٹ سکڑ گئے اُس طرف ایک آدمی موجود تھا اور اس انداز میں کھڑا ہوا تھا جس سے مجھے خوف محسوس ہوا، غالباً اُس نے بھی کھڑکی کی طرف دیکھ لیا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ مسکرا دیا میرے چہرے پر خوف کے آثار شاید اس نے محسوس کر لیے تھے، چنانچہ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔ میں سنسنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔

"کسی قسم کی فکر نہ کرنا بہن جی۔ میں اُستاد قادر کا آدمی ہوں اور آپ کی حفاظت کر رہا ہوں"۔ میں نے ایک گہری سانس لی میرے دل میں قادر کے لیے احسان مندی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے کسی قدر سکون ہو گیا۔ قادر واقعی قول کا دھنی ہے۔ وقت گزرتا رہا اور دن کے تقریباً دو بجے ڈاکٹر میرے پاس آیا۔

"ہیلو کیسی ہیں آپ؟" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہوں ڈاکٹر۔ کوئی خاص بات نہیں ہے"۔

"اس کے باوجود چند روز آپ کو ہسپتال میں رہنا ہوگا زخم معمولی سے ہیں لیکن استاد قادر کا کہنا ہے کہ مکمل علاج کے بعد ہی آپ کو ہسپتال سے جانے دیا جائے"۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب"۔ میں نے جواب دیا۔

"قادر، میرا مطلب ہے اُستاد قادر کہتے ہیں کہ آپ اُن کی بہن ہیں"۔

"ہاں ایسی ہی بات ہے"۔

"میں کچھ زیادہ پوچھنا نہیں چاہتا، لیکن مجھے یہ لگتا نہیں ہے کہ آپ؟"

"ڈاکٹر بعض اوقات حقیقتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں"، میرے اس گول مول جواب نے ڈاکٹر کو خاموش کر دیا۔ وہ چلا گیا اور میں اُن تاریک چہروں اور پُر نور دل والوں کے بارے میں سوچنے لگی جو پتہ نہیں کہاں چھپے ہوتے ہیں اور جب نظر آ جاتے ہیں تو انسان کے لیے نیکیوں کا باعث بن جاتے ہیں قادر نے میری حیثیت جانے بغیر میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ اور میں اُس کے اس احسان کو بھول نہیں سکتی تھی۔ شام ہو گئی ہسپتال میں روشنیاں جل اٹھی تھیں میں نے پورا دن کسی خاص واقعے کا انتظار کیا تھا لیکن دن سکون سے گزرا تھا۔ ممکن ہے میرے دشمن میری اس رہائش گاہ کے بارے میں کچھ جان نہ سکے ہوں، ممکن ہے وہ اپنی کارروائی کے لیے رات کا انتظار کر رہے ہوں مجھے بہر طور محتاط رہنا ہوگا۔ رات کے ہلکے پھلکے کھانے کے بعد نرس نے مجھے آرام کا مشورہ دیا۔ اور چلی گئی لیکن میرے وجود میں ایک بے سکونی سی تھی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھنے سے کوئی فائدہ نہیں، یوں کب تک انتظار کرتی رہوں گی۔ لیکن کیا کیا جائے اب بظاہر کوئی ایسا راستہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں راؤھن سنگھ کے راستوں پر پہنچ سکوں۔ میں اپنی زندگی کو ان چیزوں کے لیے وقف کر چکی تھی۔ تو اس وقت تک تو مصروف عمل رہنا تھا جب تک یا تو راؤھن سنگھ کا خاتمہ نہ ہو جائے یا پھر میری اپنی زندگی موت کی آغوش میں نہ پہنچ جائے۔ انہی ذہنی اُلجھنوں میں گھری ہوئی کھڑکی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اور میں نے کھڑکی کھول لی باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، احاطے میں کھڑے درخت جھوم رہے تھے۔ ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور کہیں سے بھینی بھینی پھولوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ دیر تک میں اس بھینی بھینی خوشبو سے لطف اندوز ہوتی رہی اور پھر واپس پلٹی ہی تھی کہ کوئی شے سنسناتی ہوئی میری گردن کے قریب سے گزری اور سامنے دیوار پر لگا ہوا شیشہ چھنا چور ہو گیا۔ شیشے کے ٹوٹنے کی آواز دور دور تک پھیل گئی میرے کان اس سنسناہٹ سے ناآشنا تھے یقیناً مجھ پر گولی چلائی گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں بیٹھ گئی اور دوسری گولی کا انتظار کرنے لگی لیکن دوسرا فائر نہیں کیا گیا البتہ باہر کچھ فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن کے سارے روشن ہو گئے، میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ بالآخر میرے دشمن میرے ٹھکانے سے واقف ہو گئے تھے آہ۔ وہ یہاں تک پہنچ گئے۔

"اب کیا ہوگا۔ کیا قادر کے آدمی چلے گئے۔ کیا ان لوگوں پر قابو پا لیا گیا۔!

ایک بار پھر خود کو غیر محفوظ خیال کیا۔ اور اپنی بے بسی کے احساس سے آنکھوں میں نمی پیدا ہو گئی۔ اب کیا ہوگا۔ یقیناً گولی چلانے کے بعد اب وہ اس کا نتیجہ دیکھنے آئیں گے اور پھر"

میں نے سراسیمہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تھی سوائے دروازے کے لیکن دروازے کے باہر کیا دروازے کے باہر وہ موجود نہ ہوں گے۔

دل سینے میں اُچھل رہا تھا لیکن پھر حواس بحال ہو گئے اور مجھے اپنی اس بدحواسی پر خود ہی غصہ آنے لگا۔ میں نے خود کو سمجھایا یہ کیا بے وقوفی ہے۔ بار بار یہ دل بزدلی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ یہ بزدلی کیا مجھے کامیاب ہونے دے گی۔

خود کو سنبھالا۔ اور دروازے کے پاس آ گئی۔ اس وقت میں نے کچھ آوازیں سنیں۔

"ہاں اسی کمرے سے آئی ہے"۔ کسی مرد نے کہا۔

"تمہیں یقین ہے۔؟" یہ نسوانی آواز تھی جو نرس کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"ہاں سسٹر"۔

"مگر کیسی آواز تھی"۔

"شیشہ ٹوٹنے کی"۔

"آؤ دیکھیں اس کمرے میں تو ایک اہم مریض ہے ڈاکٹر صاحب نے اس کے لیے خاص طور سے ہدایت کی تھی"۔ یہ الفاظ میرے لیے باعث سکون تھے شیشہ ٹوٹنے کی آواز دور دور تک سنی گئی تھی اس لیے کہ ایک نرس اور وارڈ بوائے میرے کمرے میں گھس آئے انھوں نے تعجب سے شیشے کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگے۔

"کسی نے۔ کھڑکی سے کوئی چیز پھینکی ہے جو اس شیشے میں آ کر لگی۔

میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور وارڈ بوائے کھڑکی کی طرف دوڑے۔ پھر ان میں سے ایک اس اونچی کھڑکی سے نیچے کود گیا، نرس مجھ سے میری خیریت دریافت کر رہی تھی اور دوسرا وارڈ بوائے اس چیز کو تلاش کر رہا تھا جس سے شیشہ ٹوٹا تھا پھر اُس نے جو شے تلاش کی اُسے دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا یہ ریوالور کی گولی تھی۔

وہ نرس کو گولی دکھانے لگا اور نرس خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کسی نے۔ کسی نے آپ پر گولی چلائی ہے"۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھ پر۔ نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔ میں نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کی لیکن تھوڑی دیر بعد وہ وارڈ بوائے دروازے سے اندر داخل ہو گیا جو کھڑکی سے کود کر نیچے گیا تھا۔

"بڑا ہنگامہ ہوا ہے باہر خوب گولیاں چلی ہیں غالباً بدمعاشوں کی دو ٹولیاں تھیں جن میں جھگڑا ہوا ہے دونوں فرار ہو گئے۔

"اوہ۔ تو یہ فائرنگ انہی کے درمیان ہوئی ہو گی، خدا کا شکر ہے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا"۔ نرس نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے"۔ تھوڑی دیر تک میری دلجوئی کرتی رہی پھر باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آرام کرسی پر بیٹھ گئی لیکن دس بارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ قادر کا ایک آدمی دروازے سے اندر آ گیا اس کے پیچھے وہ ڈاکٹر بھی تھا۔

"اُستاد قادر نے کہا ہے کہ آپ کی طبیعت اگر ٹھیک ہو تو پھر یہاں سے چلیں۔ بے کار رکنے سے کیا فائدہ"۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے آنکھ سے اشارہ بھی کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں"۔ ڈاکٹر نے شانے ہلا دیئے اور پھر مزید تھوڑی دیر لگی کچھ دیر بعد میں ایک لمبی فورڈ میں اُس شخص کے ساتھ آ بیٹھی۔ اُس نے میرے لیے پچھلا دروازہ کھول لیا تھا اور خود اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا کار آگے بڑھ گئی۔

"قادر نے کیا کہا ہے میرے لیے"۔

"ادھر آپ پر گولی چلایا گیا تھا نامیم صاحب ادھر ہمارے آدمی بھی موجود تھے۔ انھوں نے جوابی حملہ کیا اور ان میں سے ایک کو گرا لیا گیا۔ دوسرے بھاگ گئے، مگر ان میں بھی ایک زخمی ہو گیا ہے"۔

"جسے گرا لیا گیا تھا وہ مر گیا"۔ میں نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"نہیں ٹانگ میں گولی مارا تھا اس کا ایک ٹانگ خلاص ہو گیا مگر وہ زندہ ہے۔ استاد کے پاس پہنچا دیا گیا ہے اُسے"۔

"گڈ۔ رفتار تیز کر دو کہیں وہ کم بخت کچھ بتانے سے پہلے نہ مر جائے"۔ میں نے کہا اور اس نے کار کی رفتار میں تیزی کر دی میں دل ہی دل میں قادر کی ممنون تھی وہ کھلے دل سے میری مدد کر رہا تھا اور مجھ پر توجہ دے رہا تھا ورنہ بڑی مشکلات پیش آتیں یہ شخص بغیر کسی لالچ کے اس حد تک میری مدد پر آمادہ تھا کہ میرے دل میں اس کا احترام پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ بمبئی میں بے یار و مددگار تھی کوئی ایسا سہارا نہیں تھا جس سے اپنے لیے بہتر راستے تلاش کر سکتی چنانچہ قادر کو ہمراز بنانا ہی ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں قادر کے پاس پہنچ گئی عجیب سی جگہ تھی، بڑی سی عمارت جس کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ تھا بعد میں چند کمرے بنے ہوئے تھے احاطے میں بنچیں پڑی ہوئی تھیں اور وہاں عجیب عجیب قسم کے لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔

مجھے احترام سے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں قادر موجود تھا اس کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے۔

"جاؤ تم لوگ میں اپنی بہن سے باتیں کروں گا"۔ قادر نے کہا اور میں نے دیکھا کہ ان سب نے آنکھیں جھکا لی ہیں۔ قادر کی اس بات کے بعد ان میں سے کسی نے میری صورت دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی چند لمحات کے بعد کمرے میں میرے اور قادر کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا۔

"ایک چور پکڑ لیا ہے میں نے۔ پتہ چل گیا ہو گا"۔

"ہاں۔ کہاں ہے۔؟"

"اندر بند ہے گولی لگی ہے اس کی ٹانگ میں گولی نکلوا دی

گئی ہے اب تم بتاؤ اس کے بارے میں۔ کیا کرنا ہے۔"
"کیا میں اس کو دیکھ سکتی ہوں۔"
"یقیناً تمھارے لیے محفوظ کیا ہے میں نے۔ مجھے اس حد تک اندازہ نہیں تھا کہ وہ ہسپتال بھی پہنچ جائیں گے۔ بہرطور یہ بڑے آدمی وہاں موجود تھے۔"
"آپ کو قادر آپ کو۔۔؟"
"بس، بس ایسا کوئی لفظ تو کم از کم منہ سے نہ نکالو۔ میں اس کے علاوہ اور تو کچھ نہیں کہتا۔" قادر نے کہا اور میں شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔

بہرطور وہ مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا جہاں بستر پر ایک خوفناک آدمی پڑا ہوا تھا اس کا اوپری ہونٹ گھنی مونچھوں میں چھپا ہوا تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے پر سخت کرب کے آثار نمایاں تھے۔
"خدا کے لیے۔ خدا کے لیے مجھے ہسپتال بھجوا دو میں مر رہا ہوں مجھے پولیس کے حوالے کر دو مجھے پولیس کے حوالے کر دو میں مرا جا رہا ہوں۔"
"ابھی کہاں دوست ابھی تو تمھیں مرنا پڑے گا تمھیں ہر لمحہ مرنا پڑے گا تمھیں بتانا پڑے گا کہ تم کون ہو۔؟"
"دادا۔ میں تمھیں جانتا ہوں دادا۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ تمھاری کوئی ہے ورنہ ہم لوگ ایک دوسرے کا خیال کرتے ہیں۔" وہ بولا اور قادر اسے دیکھنے لگا۔
"کون سے اڈے کے ہو۔"
"کسی اڈے کا نہیں دادا بس اپنا کام کرنے میں مجھے جیل بھجوا دو یا اسپتال بھجوا دو۔"
"تم فکر مت کرو دوست۔ اسپتال ادھر ہی آ جائے گا بس تم سچ اُگل دو۔ یہ بتاؤ تم نے اس پر گولی کیوں چلائی تھی۔"
"مجھے۔ مجھے پانچ ہزار روپئے ملے تھے اس کا معاوضہ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔"
"اور کون تھا تمھارے ساتھ۔"
"کوئی بھی نہیں دادا۔ کوئی بھی نہیں۔ مجھے اسپتال بھجوا دو۔ میں مر رہا ہوں۔"
"مرتے رہو مرتے رہو ہم نے تمھیں مارنے کے لیے ہی یہاں بلایا ہے۔" قادر نے سفاک لہجے میں کہا اور پھر ہنس پڑا۔
"یہ جھوٹ بول رہا ہے قادر۔ اس کے ساتھ دوسرے بھی تھے ان میں سے ایک اور بھی زخمی ہوا ہے۔" میں نے کہا۔
"مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے مسٹر اچھی طرح معلوم ہے ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔"
"ٹھیک ہے مجھے ان میں سے کسی ایک کی ضرورت تھی باقی کام میں کر لوں گی۔" میں نے اپنے شکار کو گھورتے ہوئے کہا اور قادر ہنسنے لگا۔
"دیکھا۔ یہ میری بہن ہے جو کچھ چاہے گی تمھیں بولنا پڑے گا۔ سمجھے۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گئی۔ وہ مجھ سے نگاہیں ملاتے ہوئے گھبرا رہا تھا پھر میں پلٹی اور میں نے قادر کی پیٹی میں اُڑسا ہوا خنجر نکال لیا اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے تھے خنجر لیے ہوئے میں اس کے قریب پہنچی اور اس کی نوک اس کے گال پر پھیرتی ہوئی بولی۔
"ہاں۔ تو تمھیں پانچ ہزار روپے دے کر مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔"
"نہیں نہیں۔ میں مر جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔"
"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ تم مر جاؤ سمجھے۔ سنو بات سنو۔ تم کیا سمجھتے ہو سورج گرہن کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔ اور اس شخص نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔
"تم یقین کرو۔ تم یقین کرو کہ میرا تعلق براہِ راست سورج گرہن سے نہیں ہے۔ ہاں میں نے اس کا نام سنا ضرور ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ جس سے تمھارا تعلق ہے تم اس کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کون ہے۔؟ کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ سنہا میرے ہاتھوں سے مارا جا چکا ہے۔" اس نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں کھولیں اور پھر آہستہ سے بولا۔
"ہاں مجھے معلوم ہے۔"
"تو پھر یہ بھی سوچ لو کہ تمھیں قتل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہو گی۔ یہ خنجر کی نوک پہلے تمھارے آنکھوں کے پپوٹوں کو کاٹے گی پھر تمھارے گالوں کو ادھیڑے گی اور آخر میں، میں اسے تمھاری گردن پر پھیر دوں گی۔"
"نہیں۔ سنو۔ نہیں۔ سنو تو سہی۔ سنو تو سہی۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔
"ڈنگو کا آدمی ہوں اور تم جانتی ہو کہ ڈنگو رام داس کے لیے کام کرتا ہے۔"
"کیا نام لیا تم نے ڈنگو۔" دفعتاً قادر دہاڑ کر بولا۔
"ہاں۔ میں ڈنگو کا آدمی ہوں۔"
"تب تو تم صحیح جگہ پہنچے دوست، ڈنگو سے تو ہماری بڑی پرانی رشتہ داری ہے۔"
"آپ ڈنگو کو جانتے ہیں قادر بھیا۔" میں نے سوال کیا اور

میرے اس اندازِ تخاطب پر قادر جھوم اُٹھا۔

"جی خوش کر دیا۔ جی خوش کر دیا کوشل بہن اس انداز میں بھیا کہا ہے جس طرح کبھی میری بہن مجھے کہا کرتی تھی۔ ہاں۔ میں ڈنگو کو جانتا ہوں، بدمعاش ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔ گوشت پوست کا پہاڑ۔"

"وہ کہاں رہتا ہے؟"

"یہیں تھوڑے فاصلے پر اس کا علاقہ ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے میں تمھیں اس بارے میں بہت کچھ بتاؤں گی قادر بھیا۔ اس آدمی سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" قادر کسی سوچ میں ڈوب گیا جب وہ کافی دیر تک کچھ نہ بولا تو میں نے اُسے خود ہی مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے قادر بھیا۔ کیا سوچنے لگے تھے۔"

"کچھ نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کریں۔"

"کیا یہ تمھیں پہچانتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں مجھے کون نہیں جانتا۔"

"اگر یہ ڈنگو کے پاس جاکر بتا دے کہ مجھے قادر کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے تو ڈنگو کا کیا ردِعمل ہوگا۔"

"جو کچھ بھی ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔" قادر نے گہرا سانس لیا اور بولا۔

"مگر ایک بات ضرور ہے؟"

"وہ کیا۔؟"

"اگر تم مجھے ساری بات بتا دو کوشل تو میں اس سلسلے میں کوئی بہتر اقدام کر سکتا ہوں۔ آخر تمھاری دشمنی کی کوئی وجہ ضرور ہوگی تم نے ابھی ابھی کسی سورج گرہن کا نام لیا ہے۔ میں نے کہیں یہ نام ضرور سنا ہے لیکن کہاں یہ یاد نہیں آ رہا۔ میں یہی سوچ رہا تھا۔"

"ہاں۔ قادر بھیا۔ میں آپ کو اس سلسلے میں ضرور بتاؤں گی بڑا ہی مختلف کام ہے لیکن تم نے جس طرح میری مدد کی ہے۔ اس کا احساس میرے دل میں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمھیں کسی بڑی مصیبت میں گرفتار کروں۔"

"میں تمھیں تمھاری مرضی کے خلاف کبھی بھی مجبور نہیں کروں گا تمھارا دل چاہے مجھے کچھ بتاؤ دل نہ چاہے مت بتاؤ۔ مگر ایک بات ضرور سن لو جب تم میرے سامنے آئی تھیں تو میرے دل میں تمھارے لیے بہن کی محبت جاگ اُٹھی تھی چونکہ تم میری بہن کی ہم شکل ہو۔ میری بہن۔ میری بہن۔" قادر کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ بڑی کسمپرسی کے عالم میں مری ہے وہ۔ میں آج بھی اُسے نہیں بھول سکا میں اُسے نہیں بھول سکا۔ میں بہت بُرا انسان ہوں مگر میں نے کسی کو بہن نہیں کہا۔ اس لیے نہیں کہا کہ اس کا کردار مجھے نہیں معلوم اپنی بہن کا کردار اچھا ہی ہونا چاہیے لیکن تمھیں جانے بوجھے بغیر میں نے بہن کہہ دیا ہے اب مرتے دم تک اس لفظ کا خیال کروں گا۔ آگے تمھاری مرضی ہے جو بات دل چاہے بتاؤ اور جو دل نہ چاہے نہ بتاؤ۔" قادر کے الفاظ بڑے متاثر کن تھے۔ میں ان سے متاثر ہو گئی پھر میں نے کہا۔

"میں اپنے بارے میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی بھیا۔ میں بھی انسان ہوں اور انسانوں سے محبت کرنا چاہتی ہوں میں، میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گی آؤ۔ مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں تمھیں اپنی کہانی سنا دوں۔ میرے دل میں بھی نمی پیدا ہو گئی تھی۔ قادر سے مزید کچھ چھپانا بے سُود تھا اس کی کیفیت میرے سامنے کھُل گئی۔

سخت دل آدمی اندر سے بہت ہی نرم دل تھا میں چند لمحات ڈبڈبائی نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہی ہم دوسرے کمرے میں آ گئے تھے۔ قادر میرے سامنے بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنی داستانِ غم اس کے سامنے بیان کرنا شروع کر دی۔ جب میں نے اپنی داستان ختم کر کے نگاہیں اُٹھائیں تو قادر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ بالکل بچوں کی طرح رو رہا تھا تھوڑی دیر تک اُس کی یہی کیفیت رہی پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آہستہ سے بولا۔

"میں نہیں جانتا بہن۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس حد تک تمھاری مدد کر سکوں گا میں، میں تمھیں اپنے بارے میں کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ ہم دو بہن بھائی تھے میں بہت اچھا انسان تھا لوگ تعریفیں کیا کرتے تھے میری، لیکن میری تقدیر میں ایک اچھا انسان بنے رہنے کی خواہش نہیں تھی۔ تقدیر نے مجھے بُرے راستوں پر لاکھڑا کیا۔ بہن مجھ سے جدا ہو گئی تو اس کے بعد اس دنیا کے لیے میرے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اس انتقام کے لیے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ میں ایک بُرا آدمی بن جاؤں جرائم کرتا ہوں، زندگی گزارتا ہوں لیکن۔ لیکن تم میری زندگی میں آ گئی ہو جُرم تو میں کرتا رہوں گا کیونکہ اب میری زندگی میں گہرائیوں تک داخل ہو گئے ہیں لیکن تمھاری حفاظت کرنا اب میرا فرض ہے تم فکر نہ کرو میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ راد من سنگھ سے انتقام لینے کے لیے میں تمھارے ساتھ کوئی بہت بڑا احسان کر سکتا ہوں لیکن ہاں بہن جہاں تمھیں میری مدد کی ضرورت ہوگی قادر تمھارے کام ضرور آئے گا اور سنو میں تمھاری حفاظت کے لیے کچھ اور بندوبست کروں گا۔ پہلے میں تمھیں رہنے کے لیے ایک

ٹھکانہ دوں گا تاکہ تم کو ابتدائی طور پر سکون کے کچھ لمحات گزارنے کا موقع ملے۔"

"مجھے۔ واقعی کسی سہارے کی ضرورت ہے قادر بھیا۔ میں نے اپنا دل کھول کر تمھارے سامنے رکھ دیا ہے اور اب۔ اور اب۔"

"کچھ نہیں۔ بس اب کچھ مت کہو چلو۔ اب میں تمھیں تمھاری نئی رہائش گاہ دکھا دوں۔"

"اسی وقت۔"

"ہاں اسی وقت۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" کافی دیر تک قادر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد وہ خود مجھے لے کر چل پڑا۔

وہی فورڈ لمبی گاڑی تھی جس میں بیٹھ کر میں یہاں تک پہنچی تھی۔ اس بار قادر خود میرے ساتھ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت علاقے کے ایک خوبصورت فلیٹ میں پہنچ گئے۔

تیسری منزل کا فلیٹ تھا اور سامنے ہی سمندر نظر آ رہا تھا سمندر کے کنارے اس فلیٹ کی قیمت پتہ نہیں کتنی ہوگی لیکن بہرطور یہاں کا علاقہ بے حد پُرسکون تھا مجھے یہ جگہ بے حد پسند آئی۔ ٹیلی فون بھی تھا میں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا۔

"اب تم یہاں اکیلی رہو گی۔"

"ہاں۔ فی الحال اکیلی رہوں گی لیکن بہت جلد مجھے کچھ، آدمیوں کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

"جتنے آدمی تم چاہو میں یہاں چھوڑ سکتا ہوں لیکن یہ دوسرے آدمیوں کا علاقہ ہے سب تمھارے بارے میں عجیب سے انداز میں سوچیں گے البتہ ایک آدمی میں یہاں ضرور بھیج دوں گا۔"

"وہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنا آدمی ہے پورے بھروسے کا۔ وہ یہاں چوکیداری کرے گا زبان کا سچا اور نشانہ کا پکا آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے اُسے بھیج دو۔" میں نے جواب دیا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت۔ کوشل تمھاری مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں اب تمھارے اوپر پورا بھروسہ کر چکی ہوں قادر بھیا اس لیے ایسی کوئی بات مت کیا کرو۔ فی الحال مجھے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہیں رہوں گی اور پُرسکون رہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

جب قادر چلا گیا تو میں نے اس مکان کا جائزہ لیا۔ بڑا خوبصورت اور بہت ہی عمدہ فلیٹ تھا چار کمروں پر مشتمل زندگی کی تمام ضرورتوں سے آراستہ۔ کچن میں گئی تو کھانے پینے کی اشیاء بھری ہوئی تھیں۔ میں نے پہلی بار سکون سے بیٹھ کر قادر کے بارے میں سوچا، ایک بے کردار انسان، لیکن اس بے کردار انسان کے اندر چھپی ہوئی شرافت لاکھوں صاحب کردار انسانوں کا مذاق اُڑاتی تھی۔ اس نے بے لوث میری کتنی مدد کی تھی۔ اس کی میں تہہ دل سے ممنون تھی۔ نجانے وہ کیا کیا چکر چلاتے ہوئے ہے نجانے یہ مکان اس نے کس ضرورت کے تحت خریدا ہے۔ بہرطور میں اس وسیع مکان یا فلیٹ میں تنہا تھی۔

بیڈروم میں جاکر بچے بچھائے بستر پر لیٹ گئی۔ ممبئی میں آنے کے بعد جن واقعات اور حالات نے میرا استقبال کیا تھا اُن کی مجھے ذرا بھی توقع نہیں تھی۔ میں بوکھلا کر رہ گئی تھی حالانکہ اگر پہلے سے سوچے ہوئے منصوبے کے تحت یہ سب کچھ ہوتا تو شاید میں اپنے طور پر پوری طرح تیار ہوتی لیکن ان چند گھنٹوں میں، میں انھیں چند گھنٹے ہی کہوں گی کیونکہ بہت مختصر وقت میں سب کچھ ہوا تھا ان چند گھنٹوں میں پے در پے واقعات اس طرح رونما ہوئے تھے کہ کسی بھی انسان کی پریشانی فطری تھی لیکن اس وقت میں پہلی بار خود کو پُرسکون محسوس کر رہی تھی۔ اور اب میں دل جمعی سے اپنے آئندہ پروگرام ترتیب دے سکتی تھی۔

اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں ہوٹل سے اپنا سامان اُٹھا لاؤں چنانچہ تیار ہو کر میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور باہر نکل آئی۔ سڑک پر کچھ دور میں چلتی رہی اور پھر ایک ٹیکسی نظر آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے سہائش کا پتہ بتایا اور ٹیکسی چل پڑی۔

تمام خطرات میرے ذہن میں تھے۔ یہ بھی ممکن تھا اُن لوگوں نے ہوٹل سے میرا سامان کسی طرح اُڑا لیا ہو یا پھر ممکن ہے میرے کمرے کی نگرانی کی جا رہی ہو، لیکن سامان کے حصول کے لیے خطرہ مول لینا ضروری تھا کیونکہ میرے سامان میں ایسی تمام چیزیں موجود تھیں جو مجھے درکار تھیں۔

ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار رُکی اور میں ڈرائیور کو ایک نوٹ تھما کر آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور حیرانی سے اُس نوٹ کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

میرا اندازہ درست نکلا جوں ہی چابی لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی میں نے محسوس کیا کہ کاؤنٹر کلرک نے کسی کو اشارہ کیا ہے۔ یہ اشارہ میں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا اور پھر میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو پھرتی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا تھا۔

میں نے گہری سانس لی۔ اب میں ہر خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے کمرہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل

ہوگئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دروازہ بند کر لیا تھا اور پھر دوسرے لمحے میں نیچے بیٹھ گئی۔ کی ہول سے آنکھ لگا کر میں نے باہر کا جائزہ لیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ چند ساعت کے بعد دو پاؤں میرے دروازے کے نزدیک آکر رک گئے۔

میں پوری طرح تیار تھی۔ کمرے کا میں نے جائزہ لیا اگر وہ ایک سے زیادہ افراد ہوئے تو دقت پیش آسکتی تھی بہرحال کچھ بھی عمل کرنا تو ضروری تھا۔ میں سامان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی اور ان کے کسی عمل کا انتظار کرنے لگی۔ اور پھر مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے دروازے پر دستک سنائی دی۔

"کون ہے؟" میں نے ٹھنڈی اور نرم آواز میں پوچھا۔

"ویٹر۔" باہر سے آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی نجانے ان لوگوں نے مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھ رکھا تھا بہرصورت میں نے دروازہ کا ہینڈل پکڑا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی میرا ہاتھ پوری قوت سے اندر آجانے والے شخص کی ناک پر پڑا۔ اور اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ وہ پیچھے پلٹا ہی تھا کہ میں نے گریبان پکڑ کر اُسے اندر گھسیٹ لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ چھوڑ دیا وہ کمرے کے وسط میں آگرا تھا لیکن میں دروازہ کی جانب متوجہ نہ ہوئی بلکہ ایک چھلانگ لگا کر اُس کے قریب پہنچ گئی پھر اس کے اُٹھتے ہوئے ہاتھ پر ایک ٹھوکر پڑی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر باتھ روم کے دروازے کے ساتھ جا ٹکرایا اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ٹھوکر اُس کی پسلیوں پر رسید کر دی تھی اُس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ٹھوکر چند لمحات اُسے سنبھلنے نہیں دے گی چنانچہ میں نے دروازے کی سمت چھلانگ لگائی اور تیزی سے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اب وہ اُٹھ کر دوانے کی جانب جھپٹے گا اور میرا یہ اندازہ درست ہی ہوا۔ اس نے پسلی کی چوٹ کی پرواہ کیے بغیر اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور تیزی کے ساتھ ہاتھ ٹیک کر اُٹھا اٹھنے کے ساتھ ہی اُس نے پستول کی جانب چھلانگ لگائی تھی لیکن اب میں پوری طرح سے تیار تھی۔

میں اُس کے نزدیک پہنچی اور دوسرے لمحے اُس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ پر میری ٹھوکر پڑی۔ میں نے نہایت مشاقی سے یہ ٹھوکر اس کے ہاتھ پر رسید کر دی تھی۔ اور یہ ٹھوکر پہلی ٹھوکر سے زیادہ سخت اور خطرناک تھی۔ اتنی زبردست چوٹ تھی کہ وہ دل خراش کراہ کے ساتھ دوسری جانب اُلٹ گیا وہ اپنی کلائی پکڑے ہوئے تھا میں نے اس کا پستول اُٹھا لیا۔

"اگر اب تمھارے حلق سے کوئی آواز نکلی تو پستول کی گولی حلق سے داخل ہو کر گردن سے باہر نکل جائے گی۔ تمھیں اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اُسے کرنے میں دریغ نہیں کروں گی۔" اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔ آواز شاید نکلنا چاہتی تھی لیکن میرے ان جملوں کو سن کر بند ہو گئی۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت میں وہی بن چکی تھی جو مجھے ہونا چاہیے تھا۔ میرے اندر ایک اعتماد اُبھر رہا تھا میں نے جو کچھ کیا تھا وہ درحقیقت مجھ جیسی لڑکی کے لیے ایک انہونی سی بات تھی لیکن میرے وجود میں جو شخصیت اُبھر آئی تھی اس نے مجھے نہ جانے کس طرح اُن بہت سارے فنون سے واقف کر دیا تھا۔ ہاں شاید میرے اندر کی شخصیت مجھ سے زیادہ طاقت ور تھی۔ میں نے خونخوار انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھا اور آہستہ سے اُس کے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اچھا خاصا جوان اور خوبصورت آدمی تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو کاؤنٹر کلرک کے اشارے پر اُٹھا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے اُسے دیکھ کر کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تم نے چیخنے کی کوشش نہیں کی۔" میں نے کہا اور اُس کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکلی۔ تب میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"مقامی آدمی معلوم ہوتے ہو۔" میں نفرت زدہ لہجے میں بولی۔ اُس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کس لیے آئے تھے؟" میں نے سوال کیا اور وہ پھر منہ کھول کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ پوچھ رہی ہوں اُس کا جواب دو۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اور وہ ایک دم جھرجھری لے کر سیدھا ہو گیا۔

"مم۔ میں۔ میں۔"

"میں۔ میں مت کرو۔ ورنہ یہ تمھارے تمام دانت حلق میں چلے جائیں گے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ سنو میری بات تو سنو۔"

"ہاں۔ میں تمھاری بات ہی سُن رہی ہوں۔ بتاؤ کون ہو تم کیسے یہاں آئے۔؟"

"میں تمھاری نگرانی کر رہا تھا۔"

"کس کے حکم سے۔؟"

"یہ۔ یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"ہوں۔ میں نے پستول کھول کر اس کے چیمبر میں سے کارتوس نکالے اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ میرے اس فعل کا اثر اس کے اوپر خاطر خواہ ہوا اور وہ کسی قدر سدلیر ہو گیا اب اس کے چہرے پر پہلے جیسے سہمے ہوئے نہیں تھے وہ مجھے کرخت نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تم۔ تم کیا سمجھتی ہو تم نے مجھے کمرے میں بلایا اور اب اس کے بعد مجھے لوٹنا چاہتی ہو۔" اس نے کسی قدر ہکلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میری بھنویں تن گئیں۔

"بہت خوب۔ بڑی گھٹیا سوچ کے مالک معلوم ہوتے ہو تمھارا کیا خیال ہے اس طرح تم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے لیکن تم یقین کر لو اب تم اپنے پیروں سے کمرے سے باہر نہیں جاؤ گے۔ اُٹھو میں عورت ہوں میں نے تمھیں بلایا ہے تا یہ تم خود ملنے ہو گے اب میں تمھیں لوٹ لینا چاہتی ہوں۔ آؤ لٹو آ جاؤ۔" میں نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے اور وہ سہارا لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ کلائی کی چوٹ کی تکلیف شاید کسی قدر کم ہو گئی تھی اور اب وہ نڈر نظر آرہا تھا۔

پھر دوسرے لمحے وہ آگے بڑھا اور میری جانب جھپٹا میں نے دونوں ہاتھ سیدھے کر لیے اور اس طرح اسے روکا کہ اُسے احساس بھی نہ ہو لیکن میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی دونوں پنڈلیوں کو زخمی کر گئی تھی وہ ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹا لیکن میں تو بہت کچھ کرنے کو تیار تھی۔

غالباً اس ضرب سے اسے شدید تکلیف ہوئی تھی اس نے اپنے گرتے ہوئے بدن کو سنبھالا اور سر جھٹکنے لگا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے پھر ایک ٹھوکر اس کے سر پر رسید کر دی تھی۔

"ہاں ہاں آؤ آگے بڑھو۔" میں نے کہا۔ "اب میں تمھارے استقبال کو تیار ہوں۔" وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے دروازے کو دیکھنے لگا۔

"اوہ۔ کوئی اور بھی ہے تمھارے ساتھ۔ آگے بڑھو دروازہ کھولو اور اُسے اندر بلا لو۔" میں نے حکم دیا اور وہ مضمحل سا ہو گیا شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کے سامنے ایک عورت ضرور ہے لیکن یہ عورت عام عورت نہیں ہے اور اس احساس نے اُسے مضمحل کر دیا تھا تب وہ لڑکھڑائے انداز میں آگے بڑھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہوں۔ گویا اب تمھیں عقل آنے لگی۔" میں نے کہا اور اس کے انداز سے بے بسی نظر آنے لگی۔

"مجھے جانے دو۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"کمال کے آدمی ہو، ایک مرد ہو کر ایک لڑکی سے جانے کی اجازت طلب کر رہے ہو تعجب کی بات ہے۔"

"مم۔ میں جا رہا ہوں۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور میں نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن پلٹ پلٹ کر کئی بار مجھے دیکھ چکا تھا جب وہ دروازے کے بالکل قریب پہنچا تو میں نے ایک بار پھر اُس پر چھلانگ لگائی۔ اس بار میں نے اُس کے بال پکڑ کر اُس کا سر دیوار سے دے مارا تھا۔ یہ ٹکر اتنی زوردار تھی کہ اُس کی نکسیر پھوٹ گئی۔ اُس کے دونوں نتھنوں سے خون بہہ نکلا۔ اُس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن چیخنے کی تو اُسے اجازت ہی نہیں تھی میں نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے کھلے ہوئے منہ پر رسید کر دیا اور اُس کی آواز نکلتے نکلتے بند ہو گئی۔

"میں تمھیں اسی طرح آہستہ آہستہ مار دوں گی کتے تمھارے حق میں بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمھیں جانے کی اجازت دے دوں گی۔"

اب وہ مجھے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اُس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بار بار اپنا خون صاف کر رہا تھا لیکن مجھے اُس کے بہتے ہوئے خون کی ذرا پرواہ نہیں تھی۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا اور سوال کیا۔

"ہاں کس نے بھیجا تھا تمھیں یہاں۔"

"اگر میں نے اُس کے بارے میں بتا دیا تو میری زندگی مشکل میں پڑ جائے گی۔"

"تمھاری زندگی تو اب بھی بہت مشکل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میرے سوالوں کا جواب دے دو اس طرح تمھیں زندگی کے چند لمحات تو مل ہی جائیں گے۔ زندگی یہاں ہے وہاں نہیں لیکن میرا مطلب ہے اس وقت تو تمھیں موت کا سامنا ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد یعنی یہاں سے جانے کے بعد تم اپنے بچاؤ کا کوئی انتظام کر ہی لو۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ شاید اس لہجے کے اندر چھپی ہوئی سفاکی کو بہتر طور پر سمجھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا تعلق ڈنگو سے ہے۔"

"اوہ۔ پھر ڈنگو۔ یہ ڈنگو بہت آگے کی چیز معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ معمولی انسان نہیں ہے تمھیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کو نوٹ کر لو۔"

"ہاں ہاں۔ میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ بہت سی باتیں میں نے نوٹ کر لی ہیں۔ لیکن میں تم سے کچھ اور پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"سنہا سے تمھارا کیا تعلق تھا؟"

"سنہا۔ وہ ایک الگ آدمی تھا۔ وہ معاوضہ پر ہم سے کبھی کبھی کام لیا کرتا تھا۔"

"واہ۔ بڑے اچھے انسان ہو۔ ہاں ذرا یہ بتاؤ کہ سنہا تم سے کیا کام لے رہا تھا۔" میں نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم یقین کرو یہ ساری باتیں مجھے نہیں معلوم۔ ہم لوگ تو مناسب معاوضہ پر سب کے لیے کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سنہا بھی ہمارا ایک گاہک تھا۔ اس کے بارے میں صرف ڈنگو جانتا ہے۔"

"غلط۔ بکواس سنہا کے قتل کے بارے میں تمھیں علم ہے۔"؟

"قتل۔ سنہا۔ نہیں مجھے نہیں معلوم۔"

"صرف تمھیں۔ یا ڈنگو کو بھی نہیں معلوم۔"

"اس بارے میں، میں نہیں جانتا۔"

"اچھا یہ بتاؤ یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"تمھیں قتل کرنے۔"

"تنہا ہو؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک۔ اور یہ قتل کا حکم تمھیں تمھارے اُستاد ڈنگو نے ہی دیا ہوگا۔"

"ہاں۔ اُس نے کہا تھا کہ تمھیں مار دیا جائے۔"

"اور وہ کاؤنٹر کلرک کیا وہ تمھارا ساتھی نہیں ہے۔ میں نے اُسے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"وہ۔ وہ۔ وہ میں نے اس سے کچھ اور کہہ دیا تھا۔"

"کیا۔؟"

"بس میں نہیں بتا سکتا۔" اس نے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔

"بتانا تو پڑے گا تمھیں میرے شیر۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنی خوراک وصول کرکے بتاؤ۔" میں اس کی طرف بڑھی۔

"اوہ۔ تم۔ تم۔" وہ دانت پیس کر بولا۔ "میں نے اس سے کہا تھا کہ تم ایک آوارہ فطرت لڑکی ہو اور میں تمھاری تاک میں ہوں سو روپے کا ایک نوٹ دے کر میں نے اسے اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ اگر میں کسی وقت یہاں موجود نہ ہوں تو وہ تم پر نگاہ رکھے اس وقت بھی میں نے تمھیں نہیں دیکھا تھا اسی نے مجھے اشارے سے تمھارے بارے میں بتایا تھا۔

"ہوں۔ یہ بات تھی کیا خیال ہے اسے بھی تھوڑا سا وقت دے دوں۔" میں نے سوال کیا اور وہ منہ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کی ناک سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا اور وہ خاصی تکلیف میں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسے اس تکلیف سے نجات دلا دینی چاہیے۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس کے تصور میں بھی وہ بات نہیں تھی جو میں نے کی، میں نے ایک ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کی اور اس کے حلق سے آخری چیخ نکل گئی اس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ ایک طرف لڑھک گیا مجھے یقین تھا کہ وہ اب کئی گھنٹے تک ہوش میں نہیں آئے گا چنانچہ میں نے اطمینان سے اپنا سامان سمیٹا اسے چیک کیا کہ کہیں انھوں نے میرے سامان میں تو کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے لیکن شکر ہے کہ ان کا ذہن ابھی اس طرف نہیں گیا تھا۔ میں نے سامان کا بیگ اُٹھایا اور نیچے اُتر آئی۔ کاؤنٹر کلرک کے سامنے پہنچ کر میں نے کاؤنٹر پر ایک زوردار گھونسہ مارا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہوں۔ تو تم یہ کاروبار بھی کرتے ہو۔"

"کک۔ کیا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور میں اس کی آنکھیں دیکھنے لگی اس نے جلدی سے آنکھیں جھکا لی تھیں۔

"چلو۔ یہ بتاؤ میرا بل کتنا بنا ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے لگا میرے بارے میں اسے اس کی اُمید نہیں تھی۔ کہ میں یوں براہِ راست اس سے سوال کر ڈالوں گی۔ بہر طور بل ادا کر کے میں مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی تھوڑی دیر تک پیدل چلتی رہی پھر کافی آگے نکل جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ٹیکسی میرے قریب آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا جائزہ میں نے لے لیا تھا۔ سیدھا سادھا شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں بی بی۔" اس نے نرم لہجے میں پوچھا اور میں نے اسے اپنے فلیٹ کے علاقے کا پتہ بتا دیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور اپنا سفر طے کرنے لگی میں نے اطراف میں نگاہ رکھی تھی اور اس کے بعد میں اپنے اوپر غور کرنے لگی۔ دفعتاً مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا یہ۔ یہ۔ یہ میں ہی تھی۔ میں کوشل ایک معمولی سی لڑکی میرے اندر یہ قوتیں یہ سفاکیاں کہاں سے پیدا ہو گئیں۔ ہاں راجہ نواز اصغر یقین کرو کہ مجھے خود اس کا احساس نہیں تھا کہ میں کیا کرتی رہی ہوں مجھے یاد آیا کہ میں نے اس قوی ہیکل آدمی کو کس طرح مارا پیٹا تھا میں تو ایک ماہر فن لڑاکے کی طرح اس سے مقابلے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ یہ شاید یہ شاید انسان کے اندر چھپی ہوئی پوشیدہ قوت تھی جسے مخصوص حالات میں جاگنے کا موقع ملتا ہے اور اب میرے اندر یہ قوتیں جاگ اُٹھی تھیں جو مجھے میرے دشمنوں سے مقابلے پر آمادہ کر رہی تھیں میں اپنی ان قوتوں کو بیدار رکھنا چاہتی تھی۔

میرے مکان کے قرب و جوار میں کافی رونق تھی میں نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی اور نیچے اُتر کر فلیٹ کی جانب بڑھ گئی، تیسری منزل کے اس فلیٹ میں پہنچنے کے بعد میں اطمینان سے اندر داخل ہو گئی اور یہاں آکر مجھے کافی سکون کا احساس ہوا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری زندگی اب کسی قدر بہتر راستوں کی جانب گامزن ہو گئی ہے۔

بڑی دیر تک میں ایک کمرے میں بیٹھی ان حالات پر غور کرتی رہی دل میں صرف ایک ہی احساس تھا رادھن سنگھ سے اپنے اُجڑے ہوئے گھر کا انتقام لوں گی اور بس اس کے علاوہ میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں رہ گیا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور باتیں بھی سوچنی تھیں ڈنگو ذہن میں آیا تھا جس کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا تھا اس کے علاوہ رام داس، ہاں راجہ نواز اصغر وہی شخص جو تمھارے ہاتھوں شکار ہو گیا۔

"میں تمھیں بتا چکی ہوں راجہ نواز اصغر کہ سورج گرہن سے میری صدا کی دشمنی ہے اس وقت کی جب میرے پتا جی کو ہلاک کیا گیا تھا اور رادھن سنگھ سورج گرہن ہی کا آدمی تھا اگر رادھن سنگھ اس تنظیم میں شامل نہ ہوتا تو یقین کرو کہ مجھے اس سے کوئی دشمنی نہ ہوتی لیکن اگر سورج گرہن رادھن سنگھ کی پشت پر تھی۔ تو مجھے اس کے بھی ایک ایک فرد سے نفرت تھی اس نے رادھن سنگھ کو اتنی قوت بخشی تھی کہ رادھن سنگھ اپنے سے کمزور لوگوں کے ساتھ ظلم و بربریت کیا کرتا تھا ہاں مجھے سورج گرہن کے ایک ایک فرد سے نفرت تھی جو لوگ اس کے لیے کام کرتے تھے ان سے بے پناہ گھن آتی تھی مجھے اور میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں بڑے عجیب و غریب خیالات پیدا ہو گئے تھے میرے ذہن میں اور میں سوچ رہی تھی کہ مجھے اس کے لیے اپنی حیثیت میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنا پڑے گی مظلومیت کا وہ لبادہ اُتار کر پھینک دینا پڑے گا جو مجھے نڈھال رکھتا ہے۔

میرے اندر اگر ایک نئی عورت نے جنم نہ لیا تو پھر میں اپنا مقصد پورا نہیں کر سکوں گی، مجھے بہت کچھ کرنا چاہیے بہت کچھ سیکھنا چاہیے فی الحال ان لوگوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں ترک کر کے اگر میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لیے مکمل تیاریاں کروں، تو سورج گرہن کے مقابلے پر رادھن سنگھ کی موت کے سلسلے میں، میں زیادہ محنت اور دلچسپی سے کام کر سکتی ہوں۔

اس فلیٹ میں میرے تین دن گزر گئے۔ اس دوران شاید میرے دشمنوں کو میرا پتہ نہیں معلوم ہو سکا تھا، چوتھے دن، قادر نے مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا تو میں نے اسے سلام وغیرہ کرنے کے بعد کہا۔

"قادر بھائی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"جس طرح کہو بہن، یہاں آؤ گی یا میں تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔"

"آپ جیسا مناسب سمجھیں۔"

"میں دن کی روشنی میں تمھارے پاس نہیں آؤں گا۔ چونکہ وہ باعزت لوگوں کا علاقہ ہے اور تمھارا یہ بھائی۔"

"نہیں قادر آپ ایسا نہ کہیں، میں آپ کو ان تمام نام نہاد لوگوں سے بلند تر سمجھتی ہوں، ان سے زیادہ باعزت سمجھتی ہوں جو صرف اپنی دنیا میں مست رہنے کے عادی ہیں۔ انھیں کسی کے مسائل سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ آپ نے جس طرح ایک بے یار و مددگار لڑکی کو۔۔"

"ایسا نہ کہو۔ اب تو ایسا نہ کہو، تم خود کو بے یار و مددگار کہہ کر اپنے بھائی کو کوس رہی ہو۔" قادر نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتی ہوں بھیا، لیکن آپ دن کی روشنی میں ہی آئیے، آپ جو کچھ بھی ہیں، جیسے بھی ہیں میرے ہی ہیں۔"

"نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ تمھاری طرف متوجہ ہوں اس بات کو محسوس نہ کرو، میں رات کو تم سے ملنے آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گی۔ اور قادر بھیا ایک بات اور کہوں۔"؟

"ہاں ہاں کہو۔"

"رات کو کھانا میرے ساتھ ہی کھائیے۔"

"ٹھیک ہے میں آجاؤں گا۔" قادر نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آمادگی ظاہر کر دی تھی۔

تقریباً آٹھ بجے وہ خاموشی سے میرے فلیٹ پر پہنچ گیا اور میں نے کسی بہن ہی کی طرح اس کا استقبال کیا۔ قادر کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو نظر آ رہے تھے۔

"بہت عرصہ ہو گیا بہن بہت عرصہ ہو گیا، ہم تو اس دنیا کو ہی بھول گئے، ہمیں تو صرف لچوں اور لفنگوں کی دنیا یاد ہے۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی بہن اس بھائی کو اس طرح بلائے گی۔ تم نے اپنی طرف سے میری تمام کوششوں کا معاوضہ ادا کر دیا ہے کوشل بہن۔ تم نے۔ تم نے میرا مان رکھ لیا ہے، بڑا خوش ہوں میں اتنی اچھی بہن کا بھائی بن جانے سے۔"

میں نے قادر کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ کھانا خود میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا، قادر خوش ہو ہو کر ایک ایک چیز کی تعریف کرتا رہا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "آپ سے ملاقات میں ایک خاص مقصد کے تحت کرنا چاہتی تھی۔"

"دراصل کوشل بہن میں محتاط رہتا ہوں، تمھارے سلسلے میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ کہیں ایسی بات نہ کہہ بیٹھوں، جو تمھارے ذہن کو ناگوار گزرے، اور تم سوچو کہ ایک چھوٹا سا احسان کر کے

یہ شخص میری ذات پر مسلط ہونا چاہتا ہے۔"

"نہیں قادر بھائی، کیا اب اس بات کی گنجائش ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"بالکل گنجائش نہیں ہے، میں خود بھی اپنے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ رکھنا نہیں چاہتا، میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہیں وہ تمام سہولتیں اور وسائل مہیا کر دوں جو تمہاری ضرورت ہیں۔ مجھے بتاؤ مجھ سے کیا چاہتی ہو۔؟"

"بھیا میں آپ کو تمام کہانی سنا چکی ہوں میری زندگی کا اب صرف ایک ہی مقصد ہے، وہ یہ کہ میں سورج گرہن سے نمٹ لوں، رادھن سنگھ کو کیفرِ کردار تک پہنچاؤں۔ اور یہ کام میں کسی مدد سے نہیں اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینا چاہتی ہوں، مجھے اس طرح سکون ملے گا۔"

"قادر اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہے۔" قادر نے سوال کیا۔

"بھیا میں ایک سادہ سی زندگی گزارتی رہی ہوں، حالات نے مجھے بہت سی باتیں سکھا دی ہیں، میرے اندر بڑا حوصلہ بڑا عزم پیدا ہو گیا ہے، لیکن اس کے باوجود میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بعض معاملات میں کمزور ہوں مجھے صحیح طور پر پستول کا استعمال نہیں آتا۔ نشانہ بازی نہیں آتی۔ اور۔ اور۔"

"میں سمجھ گیا، تم یہ سب کچھ سیکھنا چاہتی ہو۔"

"ہاں بھیا۔ میں ایک مضبوط قوت بن کر ابھرنا چاہتی ہوں تاکہ سورج گرہن کے مقابلے پر کسی طرح کمزور ثابت نہ ہوں۔"

"قادر اس سلسلے میں تمہاری جو مدد کر سکتا ہے حاضر ہے۔"

"میں مارشل آرٹس سے واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہوں بھیا میری خواہش ہے کہ آپ مجھے مارشل آرٹس کے کچھ ماہرین سے روشناس کرائیں اور ان سے مجھے تربیت دلوائیں۔"

"واہ یہ ہوئی نا بات، خدا کی قسم جی خوش کر دیا قادر کا تم نے۔ بے شک بہن انسان کو اتنا طاقتور ہونا چاہیے کہ اگر کبھی کسی کی مدد کے بغیر کچھ کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ مار نہ کھائے میں تمہاری بھرپور مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بولو، کون کون سے فنون سیکھنا چاہتی ہو۔"

"بس بھیا مارشل آرٹس سے متعلق جو بھی چیزیں ہوں، میں انہیں سیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تو میں اس کے لیے بندوبست کر دوں گا۔ وہ بدمعاش کس دن کام آئے گا جو مجھ سے ہمیشہ کہتا ہے کہ قادر خان تم کوئی کام بتاؤ۔"

"کون بدمعاش۔؟"

"اس کا نام لائی ینگ ہے، مارشل آرٹس کا ماہر ہے جاپان سے کسی کو قتل کر کے بھاگا تھا۔ یہاں مقیم ہو گیا، میں نے اس کی پوری پوری مدد کی تھی اور اب مجھے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"وہ کرتا کیا ہے۔؟"

"بظاہر اس نے دندان سازی کی دوکان کھولی ہوئی ہے، اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن مجھے اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"تو پھر بھیا میرا یہ کام کرا دو۔ کیا وہ اس پر تیار ہو جائے گا۔"

"ارے ہاں کیسے نہ تیار ہو گا۔ بس ایک دو دن میں ہی تیرا یہ کام کر دوں گا۔"

"شکریہ بھیا بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور وہ مجھے ناراضگی سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"بھیا بھی کہتی ہے اور شکریہ بھی ادا کرتی ہے۔"

"اوہ۔ میں معافی چاہتی ہوں بھیا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔"

"چل ٹھیک ہے، اچھا اب میں چلتا ہوں اور تجھے کل ہی لائی ینگ کے بارے میں بتا دوں گا۔" قادر نے کہا اور پھر وہ چلا گیا تھا۔

لائی ینگ چھوٹے سے قد کا ایک جاپانی باشندہ تھا اس نے مجھے بتایا کہ اس کی ماں جاپانی تھی اور باپ چینی اس لیے اس کا نام لائی ینگ ہے، بڑا خوش مزاج آدمی تھا مقامی زبان اچھی طرح جانتا تھا اس نے مجھے جوڈو کراٹے کی تربیت دینا شروع کر دی وہ اپنے فن میں یکتا تھا، ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگا۔

"بے بی شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے بھی تم جیسی شاگرد سے مزہ آ رہا ہے۔"

"لائی ینگ میں سمجھی نہیں۔"

"تمہارے اندر انتہائی زبردست لپک اور لگن ہے کہ میں بعض اوقات خود حیران رہ جاتا ہوں جو کچھ میں بتاتا ہوں تم اتنی جلدی سیکھ لیتی ہو کہ میں مجھے تعجب ہوتا ہے۔"

"لائی ینگ میرے سینے میں ایک جذبہ پروان چڑھ رہا ہے ایک مشن ہے میرا اس کی تکمیل کے لیے میں یہ سب کچھ چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے،" استاد قادر نے مجھے منع کر دیا تھا کہ تم سے اس بارے میں بات نہ کروں اس لیے میں نے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھی ہے اور میں اس بارے میں کچھ جاننا نہیں چاہتا البتہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دینا چاہتا ہوں۔"

لائی ینگ کی تربیت تقریباً تین ماہ جاری رہی۔ یہ تین ماہ میں نے بمشکل تمام خاموشی اور سنجیدگی سے گزارے تھے اپنے

مقصد کی تکمیل کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا تھا جتنا کچھ لائی ینگ سے سیکھ سکی سیکھا، بمبئی کے مختلف حصوں میں، میں نے اس سے تربیت حاصل کی، کبھی کسی پارک میں، کبھی کسی کھلے میدان میں کبھی سمندر کے کنارے اور کبھی کسی اور جگہ۔ ہم ہمیشہ ایسی جگہوں کا انتخاب کرتے تھے جہاں کسی اور کی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو۔

لائی ینگ میری تربیت سے بہت خوش نظر آتا تھا، میں نے اس سے نشانہ بازی کا گُر بھی سیکھا اس کے لیے استاد قادر نے مجھے ایک اور کلب میں بھی داخل کردیا تھا۔ جہاں میں رات کو جاتی تھی۔ میں نے اپنے حلیے اور چہرے مہرے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کرلی تھیں۔ بہر طور جوڈو کراٹے اور مارشل آرٹس کے دوسرے فنون سے مجھے کافی واقفیت حاصل ہوگئی، تو ایک دن لائی ینگ نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا، جو کچھ ہمارے پاس تھا تمھیں دے چکے اور ایک بات ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یوں تو مارشل آرٹس کے ماہرین دنیا کے گوشے گوشے میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن تم اپنے کام کے لیے اب مکمل ہوچکی ہو۔"

"شکریہ لائی ینگ، میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔"

"چنانچہ آج سے ہمارا کام ختم، کیا ہم استاد قادر سے کہہ دیں کہ تم ہمارے کام سے مطمئن ہو۔"

"ہاں ضرور۔ ویسے ایک بار پھر شکریہ قبول کرو، میں تمھارے اس احسان کو زندگی بھر یاد رکھوں گی لائی ینگ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد لائی ینگ رخصت ہوگیا۔

اسی رات استاد قادر پھر میرے پاس آیا وہ مجھ سے میرے بارے میں پوچھنے لگا اور میں نے کہا۔

"تمھاری مہربانیوں سے میں بہت کچھ بن چکی ہوں قادر بھیا اور اب مجھے اجازت دو کہ میں اپنے طور پر عمل کی دنیا میں آؤں۔"

"قادر تمھارے ساتھ لمحہ لمحہ ہے۔"

"جب بھی تمھاری ضرورت ہوئی قادر بھیا میں تمھیں ضرور بتاؤں گی، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، اُسے مجھے تنہا کرنے کی اجازت دے دیں۔"

"میں تمھیں ہر طرح کی اجازت دیتا ہوں، لائی ینگ سے میری بات ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے جسمانی طور پر تمھیں بہت فٹ کردیا ہے اور ویسے بھی بہن تم یقین کرو کہ جس وقت تم مجھے ملی تھیں اُس وقت میں اور اس وقت میں زمین آسمان کا فرق ہے اب تمھارے چہرے سے اعتماد جھلکتا ہے، تمھارے انداز میں پختگی پیدا ہوگئی ہے۔"

"اور یہ سب تمھارا ہی عطیہ ہے بھیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور قادر فخریہ انداز میں مسکرانے لگا۔ اسے میری مدد کرکے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اور اب میرے سامنے ایک طویل منزل پڑی تھی۔ اس مسافت کو طے کرنے کے بعد ہی میں اپنی منزل تک پہنچ سکتی تھی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے نئے شکار کا انتخاب کیا اور میرا یہ نیا شکار ڈنگو کے علاوہ اور کون ہوسکتا تھا۔

ڈنگو کے بارے میں قادر نے کہا تھا کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے اس شخص نے جسے میں نے سبھاش کے کمرے میں زخمی کیا تھا مجھے بتایا تھا کہ ان معاملات سے ڈنگو ہی واقف ہے، سنہا مر چکا تھا، تنظیم کا سربراہ مقامی طور پر رام داس ہی تھا، لیکن رام داس تک پہنچنے کے لیے ڈنگو کا سہارا ضروری تھا چنانچہ سب سے پہلے میں ڈنگو ہی کو تکلیف دینا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے اپنے آپ کو آزمانا بھی ضروری تھا، چنانچہ اس دن میں نے خاصی تیاریاں کیں، اپنا چہرہ وغیرہ دیکھا اور اطمینان سے باہر نکل آئی۔

سڑک پر آکر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ اور ٹیکسی میرے قریب آکر رُک گئی، میں دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ پھر میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"چوپاٹی۔" اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھادی۔

میں اطمینان سے ٹیکسی میں سفر کرتی رہی، سڑک پر ٹریفک کا ہجوم تھا، بمبئی کی زندگی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ غربت بے نیاز غربت، بے لباس عورتیں، جو زندگی کی گاڑی کو دھکیلنے کے لیے مزدوریاں کرتی تھیں۔ گانے بجانے والے، بھیک مانگنے والے، بے شمار رکشائیں موٹریں، بسیں اور دوسری سواریاں دوڑ رہی تھیں۔

میں خاموشی سے زندگی کے یہ مناظر دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات رقصاں تھے۔ طویل فاصلہ طے ہوگیا اور بالآخر میں چوپاٹی پر پہنچ گئی۔

تاحدِ نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا، سمندر کا یہ حصہ تفریح کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور مجھے اس وقت سمندر کے کنارے کنارے سفر کرنے میں خاصا لطف آرہا تھا، بہت دیر تک میں اِدھر اُدھر گشت کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر چل پڑی تھی۔

ڈنگو کے اڈے کے بارے میں اس دوران میں نے معلومات حاصل کرلی تھیں، تھوڑی دور چلنے کے بعد میں وہیں پہنچ گئی جہاں ڈنگو کا اڈہ تھا۔ یہ اڈہ بھی سمندری علاقے میں ہی تھا۔

میلی سی بوسیدہ سی عمارت کے سامنے میں نے ٹیکسی رکوائی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس عمارت کی طرف بڑھ گئی۔

باہر سے یہ عمارت واقعی بوسیدہ تھی۔ ایک بہت ہی پرانا سا دروازہ لگا ہوا تھا جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں دروازے سے اندر داخل ہوئی تو اس کے آخری سرے پر ایک اور دروازہ نظر آیا اس دروازے سے اندر داخل ہوکر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بوسیدہ اور بدنما عمارت کے اندر کا ماحول ایسا ہوگا۔

ایک بڑا سا ہال تھا جس میں مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور بہت سارے لوگ یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور چرس اور دوسری منشیات سے شغل کر رہے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ میری آمد یہاں اجنبی نگاہوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ایک لمحہ میں کھڑی اِدھر اُدھر دیکھتی رہی اور اسی وقت ایک ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اس طرف آجاؤ۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ویٹر شکل ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس جیسی جگہوں پر ایسے ہی لوگوں کا کام ہے۔

اس نے ایک میز تک میری رہنمائی کی اور میں ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"کیا لاؤں۔؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا کیا ملے گا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور ویٹر نے عجیب سے انداز میں منہ کھول دیا اُس کی نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرائی تھیں، لیکن اس وقت سنبھلنا ضروری تھا

"کیا کیا ملتا ہے یہاں۔" میں نے پوچھا اور اس نے منشیات کی ایک فہرست گنوادی۔

"سنو میرے لیے ہیروئین کے انجکشن لاؤ۔" میں نے کہا اور ویٹر آگے بڑھ گیا۔

میں نے ناقدانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا، جو کچھ یہاں نظر آرہا ہے قانونی حیثیت تو نہ رکھتا ہوگا اس کا مطلب ہے کہ ڈنگو خاصا با اثر آدمی ہے اور قانون شکنی جانتا ہے۔

میں نشے میں بدمست لوگوں کو دیکھتی رہی، لیکن لوگ نشے میں ہونے کے باوجود آؤٹ نہیں ہو رہے تھے، یا پھر ممکن ہے کہ یہاں کا نظم و ضبط ہی ایسا ہو، کئی مسٹنڈے قسم کے لوگ آس پاس گھومتے نظر آرہے تھے۔ ابھی ویٹر میرے آگے سروس بھی نہ کرپایا تھا کہ دفعتاً ایک طویل القامت شخص اپنی میز سے اٹھ کر میرے پاس آگیا اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔

"تمھاری اجازت سے۔ وہ دانت نکالتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اب تک کہاں تھیں؟" اس نے پوچھا۔

"جہنم میں۔ اور اگر تم بھی وہیں جانا چاہتے ہو تو میں تمھیں آسانی سے وہاں پہنچا دوں۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ چند صیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا کہا تم نے۔" وہ بہکی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے کہا ہے کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔"

"واہ، واہ، واہ شریف زادی کیا قیمت ہے تمھاری۔" اس نے کہا اور جیب سے پرس نکال لیا لیکن دوسرے لمحے میرا تھپڑ اس کے گال پر پڑا تو وہ منہ پھاڑ کر رہ گیا، پھر اس کی آنکھوں میں مجھے دیوانگی نظر آئی۔ وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا اور اس نے چاقو نکال لیا تھا۔

"مجھے جانتی ہے میں کون ہوں۔؟" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن اس وقت چند آدمی آگے بڑھے اور انھوں نے پیچھے سے اُسے پکڑ لیا۔

"چھوڑ دو مجھے، میں اسے قتل کردوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا اس شریف زادی کو۔ لیکن اسی وقت پیچھے سے پکڑنے والوں میں سے ایک نے زوردار گھونسہ اس کے منہ پر رسید کیا اور چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ نشیلے انداز میں بولا۔

"دیکھو دیکھو مجھے بھی غصہ آجائے گا، میں بھی۔ میں بھی۔" اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی، لیکن دوسرا گھونسہ اس کے منہ پر پڑا۔ اور وہ میز پر اُلٹ گیا۔

ان لوگوں نے باقاعدہ اس کی پٹائی شروع کردی تھی، اور چند لمحات کے بعد وہ اسے لٹکائے ہوئے باہر لے گئے اور شاید باہر پھینک آئے۔ چند لمحات کے لیے ماحول میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی اُس کے بعد پھر وہی ماحول۔ ویٹر میرے پاس آگیا۔ اس نے ایک ٹرے میں سرنج اور انجکشن میرے پاس رکھ دیئے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور ویٹر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تب میں نے انجکشن توڑ کر ان کی دوائی سرنج میں کھینچی اور اس طرح اپنی کلائی کے نزدیک کی جیسے میں انجکشن لگا رہی ہوں لیکن انجکشن میرے بدن میں انجکٹ نہیں ہوئے تھے۔ یہ تو میری یہاں بیٹھنے کی ایک کوشش تھی میں خود کو اس انداز میں پیش کرنا چاہتی تھی جیسے کہ یہاں لوگ آتے تھے تھوڑی دیر بعد ویٹر بل لے آیا میں نے بل کی رقم ٹپ کے ساتھ اسے دی اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ میری نگاہ اُن میں سے ایک شخص پر پڑی جس نے اس آدمی کو مارا تھا اور میں مسکرا دی وہ میری طرف ہی دیکھ رہا تھا مجھے مسکراتا دیکھ کر وہ میری طرف بڑھ آیا۔ "اجازت ہو تو بیٹھ جاؤں یا میرا حشر بھی اس جیسا ہوگا۔" اُس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلادی

"ہاں بھئی ڈرنے کی بات ہے۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "بہرطور وہ میرے کام کی چیز ثابت ہو سکتا تھا۔"

"ہاں لنٹے میں بہک کر لوگ زیادہ ہی آؤٹ ہو جاتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کو ٹھیک کرنے کے لیے ہمارے پاس کا خاص حکم ہے یہاں سب کچھ ہوتا ہے مگر ہر شخص یہاں اپنی پسند کے مطابق کام کرتا ہے۔ اگر تم نہیں چاہتی تھیں کہ وہ تمھاری میز پر بیٹھے تو اس کی کیا مجال تھی کہ وہ بیٹھ جاتا۔ ہمیں گاہکوں کا احترام کرنا پڑتا ہے۔"

"تمھاری شکر گزار ہوں۔"

"نہیں یہ تو ہمارا فرض تھا۔"

"شکریہ۔"

"پہلی بار یہاں آئی ہو۔"

"ہاں، پہلی بار ہی آئی ہوں۔"

"اس سے پہلے کہاں تھیں۔"

"کہیں بھی نہیں، ممبے سے باہر کی چیز ہوں۔"

"اوہ یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تب تو بڑی دلچسپ شخصیت ہے تمھاری، نام کیا ہے۔"

"کوئی بھی نام دے سکتے ہو، جو تمھارا دل چاہے۔"

"مجھے شیرو کہتے ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور میرا نام تمھاری پسند پر۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" دوستی کرنی ہے تو نام بھی بتاؤ۔"

"تم مجھے سہیلی کہہ سکتے ہو۔"

"اوہ کرسچن ہو۔"

"انسان ہوں اور بس۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی دلچسپ انسان ہو۔ کہاں رہتی ہو۔"

"کہیں نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ، شاید آج ہی کسی شپ وغیرہ سے آئی ہو۔ میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"مدد، جو دل چاہے کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"یہاں قیام کا بندوبست ہو سکتا ہے۔"

"لیکن میرے پاس زیادہ کرنسی نہیں ہے۔"

"کرنسی تو تم خود ہی ہو۔ کاغذ کے نوٹ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے تعرض نہیں کیا بہرطور مجھے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔

"ہم لوگ اپنے ساتھی بھی یہیں رکھ لیتے ہیں، کم از کم کتنے دن قیام کرو گی۔"

"تقریباً دو ماہ۔"

"دو سو روپے روز، کھانا اور تفریح علیحدہ، گدھوں سے جو کچھ وصول کرو، اس کا پچاس فیصد۔ کیا خیال ہے۔"

"عمدہ۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر آ جاؤ۔ سائن کر لو، ہم ذرا باقاعدہ کام کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گئی۔ وہ مجھے کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا جو آفس کے طور پر استعمال ہوتا تھا، ایک موٹی سی اینگلو انڈین عورت وہاں بیٹھی تھی۔ شیرو نے اس سے رجسٹر مانگا اور پھر میرا نام وغیرہ اس میں داخل کر لیا گیا۔

"آج تو میں بزی ہوں ہنی، کل میں تمھیں ممبے کی سیر کراؤں گا پہلی بار جو آئی ہو یہاں۔"

"ٹھیک ہے بہرطور تمھاری مرضی۔" میں نے جواب دیا۔ کافی دیر وہ میرے ساتھ رہا، پھر اس نے بتایا کہ وہ ڈنگو کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔" اس نے کہا ڈنگو بمبئی کا سب سے خطرناک آدمی ہے اور ہم لوگ اس کے دست راست کہلاتے ہیں سب کچھ کرتے ہیں اس کے لیے۔ وہ مجھ سے باتیں کرتا رہا اور پھر دفعتاً اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کو کسی قدر بدحواس دیکھا لیکن ڈنگو کو میں تعجب سے دیکھتی رہ گئی تھی، جو کچھ اس کے بارے میں سنا تھا وہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ دُبلے پتلے بدن کا ایک مریل سا آدمی، جس کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا تھا کہ اگر ایک زوردار ہاتھ اس کے اوپر پڑ جائے تو وہ شاید مر جائے لیکن میں نے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ وہ خاص ہی حیثیت رکھتا ہے۔

"کون ہے یہ۔۔؟"

"میں ابھی آیا ذرا حاضری دے آؤں۔"

"مگر یہ کون ہے۔؟"

"ڈنگو دادا۔" اس نے جواب دیا اور میں متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی، یہ ڈنگو دادا تو میری توقع کے بالکل ہی برخلاف نکلا تھا۔

زندگی ایک نیا رُخ اختیار کر چکی تھی اور اس نئے رُخ میں اس زندگی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ جو میں نے اہل خاندان کے ساتھ گزاری تھی۔ لیکن وقت، راجہ نواز اصغر وقت انسان کو کیا بنا دیتا ہے روپا کے بارے میں بھی کچھ نہیں جان سکی تھی روپا کو میں نے

بھگوان کے حوالے کر دیا تھا مجھے یاد تھا کہ کامنی اور روپا بھی یہیں رہتی ہیں۔ لیکن میں اس حالت میں اُن سے نہیں مل سکتی تھی۔

کوشل خاموش ہو گئی، میں اس کی کہانی میں اس طرح جذب ہو گیا تھا کہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ بڑی پُردرد کہانی تھی اس کی، میں اپنی داستان بھول گیا تھا اپنے غم مجھے اس کے سامنے ہلکے محسوس ہو رہے تھے۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"میری کہانی بہت طویل ہو گئی ہے نواز اصغر، تم بھی بور ہو گئے ہو گے، کیا سوچتے ہو گے میرے بارے میں کہ داستان لے کر بیٹھی ہوں تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی، لیکن دل کے اُن آبلوں کو کیا کروں جو پھوٹے ہیں تو ان سے بدبودار پانی بہتا ہی جا رہا ہے، لیکن یہ روانی اب رُکنے کی نہیں جب تک کہ یہ اپنی آخری منزل تک نہ پہنچ جائے۔ مجھے معاف کرنا راجہ نواز اصغر مجھے معاف کرنا۔

نہیں کوشل کیسی باتیں کر رہی ہو تم، یہ کہانی تو مجھے سبق دے رہی ہے، میری منزل کو آسان بنا رہی ہے تم اپنی کہانی جاری رکھو۔

راجہ نواز اصغر میں نے اپنے سینے کے یہ زخم بڑی احتیاط سے چھپا رکھے تھے یہی خیال تھا میرے دل میں کہ اس داستان کو لے کر موت کی وادیوں میں گم ہو جاؤں، لیکن تم نے میرے دل کے نجانے کون سے تار چھو لیے کہ میں اپنے آپ کو تم پر عیاں کرنے پر مجبور ہو گئی، میری داستان سن لو راجہ نواز اصغر، اب اس کہانی میں کچھ نہیں ہو گا، یہ کہانی اس سے آگے نہیں بڑھے گی، یہاں میں اس داستان کو ختم کرتی ہوں۔

میں نے چونک کر کوشل کی شکل دیکھی، اس کی آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی دھاریں بہنے لگی تھیں۔

کوشل تم لمحات میں کھو گئی ہو، مجھے اپنی داستان سناؤ ممکن ہے ایک مخلص دوست کی حیثیت سے میں تمھیں بہتر مشورہ دے سکوں۔

"نہیں نواز اصغر کیا اب یہ ممکن ہے کہ میں زندہ رہوں؟"

"کیوں تمھارے سینے میں انتقام کا جوالا سرد ہو چکا ہے کیا، کیا رادھن سنگھ کو قتل کر چکی ہو تم۔" میں نے سوال کیا۔

"اگر میں یہ بتا دوں تو میری کہانی بے اثر ہو جائے گی۔"

"اسی لیے میں یہ سب کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتا، لیکن خود کو جذبات میں گرفتار نہ کرو۔ ہمت سے کام لو کوشل ہمت سے کام لو۔ دیکھو میں خود بھی تو ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں کوشل۔"

مگر میں۔"

"ہاں کہو۔ کیا ہے دل میں۔؟"

"کیا میرے بارے میں اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی تم میری عزت کرو گے۔؟"

"کوشل اتنی سمجھدار ہو کر، اتنی ذہین ہو کر تم یہ بات سوچ رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس داستان نے تو میرے دل میں تمھارے لیے ایک مقام پیدا کیا ہے۔ ایک نئی شخصیت بنائی ہے تمھاری اس میں تمھاری توہین کا پہلو کہاں نکلتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ایک پامال شدہ عورت ہوں۔"

"نہیں کوشل، تم ایک معصوم عورت ہو جسے حالات نے پامال کیا ہے۔ جذبات نے نہیں۔"

"میرا دل رکھنے کے لیے یہ کہہ رہے ہو۔؟"

"یہ میرے دل کی آواز ہے کوشل۔"

"نواز۔!" وہ رندھی آواز میں بولی۔

"خدا کی قسم کوشل سچ بول رہا ہوں۔" میں نے کہا اور کوشل جذباتی ہو گئی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں اسے دلاسے دیتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "اپنی کہانی جاری رکھو کوشل۔"

اس نے خود کو سنبھالا اور پھر بولی۔ "شیرو سے یہ دوستی میں نے اس لیے کی تھی کہ اس سے ڈنگو کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں اور ڈنگو کو میں کسی طرح اپنے قابو میں لا کر سورج گرہن کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی گو میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ لیکن اب مجھے خود پر کافی اعتماد ہو گیا تھا۔

شیرو نے مجھے اس عمارت کے ایک کمرے میں جگہ دی۔ مجھے وہاں کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ حالات کی ماری ہوئی یا پھر جذبات کے ہاتھوں بھٹکی ہوئی لڑکیاں یہاں آ کر اپنے کاروبار کرتی تھیں یہاں انہیں تحفظ فراہم کیا جاتا تھا۔ اور یہ لوگ ان لڑکیوں کو ملازم رکھ لیتے تھے۔ میری زندگی کا مشن بہت طویل تھا نواز، میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے زندگی کو کس منزل تک جانا ہو گا۔ لیکن یہ مقصد مجھے زندہ رکھے ہوئے تھا اور میں جینا چاہتی تھی۔

شیرو نے مجھے دو دن آرام کرنے کے لیے دیئے تھے۔ تیسرے دن موسم ابر آلود تھا۔ شیرو مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔

"سوری ڈارلنگ ان دو دنوں میں، میں بہت مصروف رہا۔"

"مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی شیرو۔"

"میں بھی یہی پوچھنا چاہتا تھا۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ تمھیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔"
"کیا خیال ہے اس موسم کے بارے میں۔؟"
"عمدہ ہے۔"
"اور تم دو دن سے یہاں قید ہو۔"
"میں قید تو نہیں ہوں؟"
"باہر بھی نہیں نکلیں تم۔"
"ہاں کہاں جاتی؟"
"یہ بات تمھیں ایک اچھی لڑکی ثابت کرتی ہے۔ آؤ آج تمھیں جنت کی سیر کرائی جائے۔"
میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ شیرو نے مجھے تیار ہونے کے لیے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ شیرو کے پاس ایک عمدہ کار تھی ہم بمبئی کی سڑکوں کی سیر کرتے رہے کئی بار بوندا باندی ہو چکی تھی لیکن تیز بارش ایک بار بھی نہیں ہوئی تھی۔
رات ہوئی تو شیرو مجھے سمندر کے کنارے ایک خوبصورت ہٹ میں لے آیا۔ ہٹ خوش سلیقگی سے آراستہ تھا۔ "یہ کس کا ہٹ ہے؟"
"میرا ہی سمجھ لو۔"
"سمجھ لو سے کیا مراد ہے؟"
"استاد ڈنگو کا ہے۔ گاہکوں کو ایسی جگہوں کی سہولت بھی دی جاتی ہے۔ ہم لوگ بھی اسے استعمال کر سکتے ہیں۔"
"مجھے ڈنگو کے بارے میں بتاؤ شیرو۔"
"چھوڑو جانِ من میرے بارے میں معلوم کرو۔" شیرو بوتل اور گلاس لے کر میرے سامنے آ بیٹھا۔
"میں نہیں پیتی شیرو۔" میں نے کہا۔
"تمھاری پسند کی چیز بھی یہاں مل جائے گی۔"
"کیا۔؟"
"ہیروئن۔ میں نے تمھیں انجکشن لیتے ہوئے دیکھا تھا۔"
"اس وقت موڈ نہیں ہے۔"
"تعجب ہے تم شراب نہیں پیتیں۔"
"تمھیں پلا سکتی ہوں۔" میں نے کہا اور شیرو خوش ہو گیا۔
"یہ ہوئی نا بات۔ ہاں تو اے حسین ساقی بہلا جام تیرے نام۔" اس نے کہا اور میں نے شراب انڈیل دی۔ میں اسی طرح اپنا بچاؤ کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں اسے بڑی اداؤں کے ساتھ شراب پلاتی رہی ایک بار پھر میں نے اس سے ڈنگو کے بارے میں پوچھا۔
"بادشاہ ہے وہ بمبئی کا بادشاہ ہے۔ بڑا نام ہے اس کا بڑا کام ہے۔"
"سورج گرہن سے کیا تعلق ہے اس کا؟"
"کس سے۔؟"
"سورج گرہن سے۔" میں نے سوال کیا اور شیرو کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے سر جھٹک رہا تھا۔ "بتاؤ شیرو۔ سورج گرہن سے اس کا کیا تعلق ہے۔"
"اسے تو نے اتنی پلا دی ہے چھمیا کہ اب اس کی آواز بھی نہیں نکل سکتی۔" دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔ اور میں بے اختیار پلٹ پڑی۔ میں نے دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ دروازے میں ڈنگو کھڑا تھا۔
"تم۔؟"
"مجھے ضرور پہچانتی ہوگی تو۔ میرا نام ہے ڈنگو ہے۔"
میں ساکت رہ گئی تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ڈنگو اس طرح آ جائے گا۔ اس کی اچانک آمد سے میں ششدر رہ گئی تھی۔ "شیرو" ڈنگو نے اسے آواز دی تھی اور شیرو نے گردن ڈال دی۔
"دراصل جسے ڈنگو کہتے ہیں وہ ہزار کان اور ہزار آنکھیں رکھتا ہے مجھ سے کچھ غلطی ہو گئی تھی۔ چندہ باہر آ جا اطمینان سے باتیں کریں گے" اس نے کہا۔ اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ پتہ نہیں اسے اتنا اعتماد کیوں تھا خود پر۔ بہرحال صورت حال معلوم کیے بغیر کوئی حرکت بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔
باہر تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ ڈنگو مجھے ایک لمبی گاڑی میں لے کر وہاں سے چل پڑا۔
"کیا معلوم کر رہی تھی شیرو سے۔؟"
"تمھارے بارے میں۔"
"کیوں۔؟"
"بتاؤں گی جلدی کیوں ہے۔"
"خوب بڑی بات ہے کہ کوئی ڈنگو سے اس طرح گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ ٹھیک ہے باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" وہ مجھے ایک شاندار عمارت میں لایا تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پکڑی اور ایک شاندار کمرے میں آ گیا۔
"بول چڑ۔" وہ بولا۔
"کیا بولوں۔"
"میرے بارے میں یہ معلومات کیوں حاصل کر رہی تھی؟"
"نہ بتاؤں تو۔؟"
"کوئی فرق نہیں پڑتا میں جانتا ہوں۔"
"کیا جانتے ہو؟"
"رام داس کے مقابلے پر ہے۔ رام داس میرا دوست ہے۔ تجھے یاد ہے جب تو شیرو کے پاس پہنچی تھی تو میں آ گیا تھا۔"

"تمھارے ہوٹل میں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"تیری شکل دیکھ کر میں اس وقت کھٹکا تھا۔"

"وہ کیوں۔؟"

"رام داس کے پاس تیری تصویر دیکھی تھی مگر مجھے یاد نہیں آیا۔ بہت دیر میں تو مجھے یاد آئی۔ چل چھوڑ ان باتوں کو، تیرا جسم لیٹن ہے کیا یہاں۔"

"کیا مطلب ؟"

"کرائے کی عورت ہے تو۔"

"نہیں ڈنگو اگر تمھارے دل میں ذرا بھی انسانیت ہے تو میرے بارے میں ہمدردی سے سوچو۔ میں ایک مصیبت زدہ لڑکی ہوں۔"

"مگر میرے دل میں انسانیت نہیں ہے۔ میری انسانیت چوپاٹی کے سامنے سمندر میں ڈوب چکی ہے کیا سمجھی ؟"

"تب پھر میں تم سے کیا کہوں۔" میں نے اداسی سے کہا۔

"میں تجھ سے کچھ پوچھ بھی تو نہیں رہا۔" وہ ہنستا ہوا آگے بڑھا۔ میں نے ایک اُلٹی قلا بازی کھائی تھی۔ ڈنگو ہنس پڑا۔ "اب تو مجھے تماشے دکھائے گی۔ چل ٹھیک ہے تیری مرضی۔" اس نے کہا اور اچانک مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی لیکن وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ میرے جگہ چھوڑتے ہی اس نے بھی رُخ بدل دیا۔ میں اس بار اس کی زد سے تو نہ بچ سکی لیکن میں نے پلٹ کر جوڈو کا ایک ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔

"موت ہی آگئی ہے تیری تو دوسری بات ہے۔" اس نے کہا اور اس بار اس نے بڑے بھرپور انداز میں مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اور مجھے دبوچ لیا۔ میں بہرحال اس سے ہار نہیں ماننا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس کی گرفت میں آتے ہی میں نے دونوں کہنیوں سے اس کی پسلیوں پر ضرب لگائی اور اس کی گرفت سے پھسلتی ہوئی مسہری سے نیچے آگئی۔ ڈنگو نے ہاتھ بڑھا کر مجھے روکنا چاہا لیکن نہ روک سکا۔ اور اب میں مسہری کے نیچے گھس گئی۔ ڈنگو غصے سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ میں اس کے دوسرے اقدام کا انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ نیچے جھک کر مجھے جھانکنے لگا میں نے اس کے بال پکڑ کر پوری قوت سے زمین سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے مقابلہ کرنے کے بجائے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈنگو کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔

وہ دہاڑتا ہوا اُٹھا لیکن میں دروازہ کھول کر نکلنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ میرے باہر نکلتے ہی ڈنگو زور سے دہاڑا۔

"پکڑو اسے روکو۔" وہ شاید میرے پیچھے دوڑا بھی تھا لیکن خون کی چادر اس کے چہرے پر رینگ آئی تھی اس لیے راہ میں کوئی چیز آ جانے کی وجہ سے گر پڑا۔

لیکن اس کی آواز باہر سن لی گئی تھی۔ دو آدمی میری طرف لپکے لیکن لائی بینگ کی تربیت کام آئی۔ میں نہ صرف انھیں گرانے میں کامیاب ہو گئی تھی بلکہ میں نے ان میں سے ایک کا پستول بھی جھپٹ لیا تھا۔

ڈنگو کی دہاڑیں اب باہر سنائی دے رہی تھیں۔ میں برآمدے سے بھی نکل آئی۔ یہاں پھر میرا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن اب میرے پاس پستول موجود تھا اور اس کا صحیح استعمال بھی۔ چنانچہ دو فائر ہوئے اور وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔

میں گیٹ سے باہر نکل آئی۔ سڑک سامنے تھی۔ میں نے ایک لمحے رُک کر اس جگہ کا اندازہ کیا۔ بے شمار لوگ میرے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ اور سیدھے بھاگتے ہوئے ان کی گولیوں اور ان کی زد سے بچنا ممکن نہیں تھا اس لیے میں نے ذہانت سے کام لیا اور اس عمارت کی دیوار کے سہارے دوڑنے لگی۔ پھر ایک نئے خیال نے ذہن میں جنم لیا اور میں دیوار کود کر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اسی عمارت میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا جو میرے لیے مخدوش تھی۔ یعنی ڈنگو کی یہ کوٹھی اور میں آگے بڑھتی چلی گئی۔

اندر خوب دھما چوکڑی مچی ہوئی تھی۔ میں چونکہ ان کے خیال میں باہر نکل گئی تھی اس لیے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں واپس آ گئی ہوں گی چنانچہ میں نے چھپنے کے لیے ایک جگہ تلاش کر لی۔ اس کمرے میں کافی کباڑ بھرا ہوا تھا اس کے درمیان میں نے جگہ بنا لی۔ اور وہاں آرام سے بیٹھ گئی۔ میرا ذہن اب نئے فیصلے کر رہا تھا۔ رام داس نہ ہی نام اب میرے سامنے تھا۔ لوانا صفر اور میں سوچ رہی تھی کہ سورج گرہن کے ایک ستون کو بھی گرا دوں۔ رادھن سنگھ تک رسائی تو ابھی مشکل تھی لیکن اس طرح اگر میں سورج گرہن کے ستون گراتی رہی تو تنظیم رادھن سنگھ سے برگشتہ ہو جائے گی اور اس کے بعد ممکن ہے رادھن سنگھ کے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں۔ پہلے میں دشمن کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتی تھی اور اس کے بعد اس پر وار کرنے کی خواہش مند تھی۔

رات تک میں یہاں رہی۔ وہ لوگ میری تلاش سے مایوس ہو گئے تھے۔ اور اب نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ ڈنگو کے بارے میں قادر نے کہا تھا کہ وہ خطرناک آدمی ہے لیکن میں نے اسے دو کوڑی کا کر دیا تھا۔ ایک لڑکی نے اسے بدترین شکست دی تھی جسے وہ کبھی نہ بھول سکے گا۔

رات کو میں نے یہ جگہ چھوڑ دی اور دیوار کود کر باہر نکل آئی۔ پھر ایک لمبا راستہ طے کر کے سڑک پر آئی اور وہاں سے مجھے ٹیکسی مل

گئی۔ نہ جانے کیوں اس وقت سیدھے قادر کے اڈے پر جانے کو جی چاہا تھا۔ اس لیے میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو قادر کا پتہ بتا دیا۔

قادر اڈے پر موجود تھا۔ میرے بارے میں اسے اطلاع مل گئی تھی چنانچہ وہ باہر ہی آ گیا۔

"سب سے پہلے خیریت بتاؤ۔"

"ٹھیک ہوں قادر بھیا۔"

"کہاں چلی گئی تھیں کتنا پریشان ہوں تم سوچ نہیں سکتیں۔"

"کام کر رہی تھی قادر بھیا۔"

"کہاں تھیں ؟"

"پہلے ڈنگو کے اڈے پر۔ اور پھر۔ اس کے گھر میں۔"

"ڈنگو کے اڈے پر۔" ؟

"ہاں۔"

"وہ تو۔ وہ تو بہت بُری جگہ ہے۔"

"جانتی ہوں بھیا لیکن ڈنگو کے قریب جانا ضروری تھا اسے اس کی اوقات بتانا ضروری تھا۔"

"کیا مطلب ؟"

"میں ڈنگو کی اچھی طرح پٹائی کر کے وہاں سے نکل آئی ہوں۔"

"اوہ کیا واقعی۔ ؟"

"تم نے جو کچھ مجھے دیا ہے اسے استعمال کر رہی ہوں بھیا لیکن تمھاری قسم اپنی ماں کی قسم کسی گندگی میں ملوث نہیں ہوئی۔"

"یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا بہن تم نے قسم کیوں کھائی اس کے بجے مجھے پوری کہانی سناؤ۔" قادر نے کہا اور میں نے اسے پوری داستان سنا دی۔ قادر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"منہ کالا ہو گیا سسرے کا خود کو بہت عظیم کہتا تھا لیکن اب اس سے کیا چاہتی ہو ؟"

"رام داس کا پتہ۔ رام داس کی موت۔"

"یہ بات تمھیں قادر ہی بتا سکتا ہے۔"

"ہاں۔!"

"تو پھر میں تمھارے کام آ سکتا ہوں۔ ایک کارڈ ہے میرے ہاتھ میں۔" قادر نے کہا۔

"کیا۔؟"

"ڈنگو سے تو تم مل ہی چکی ہو۔"

"ہاں۔"

"اس کا حشر دیکھ لیا ہے تم نے۔"

"ظاہر ہے۔"

"معاف کرنا اب اس کی محبوبہ سے بھی مل لو۔ عجیب کیس ہے ڈنگو بظاہر ٹھیک ٹھاک ہے۔ ذہین ہے سمجھدار ہے لیکن عشق ایک ایسی عورت سے کرتا ہے جو ایک آدھ ٹن کے قریب ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دیکھو گی تو پتہ چلے گا۔" قادر ہنس پڑا۔

"ایسی کیا بات ہے بھیا۔"

"ڈنگو اس کے لیے بہت جذباتی ہے وہ اس سے سچا عشق کرتا ہے دیوانہ ہے اس کے لیے بڑی خوبصورت کوٹھی دے کر دے رکھی ہے اسے۔ دیوانہ وار چاہتا ہے۔ اگر تم کسی طرح مالا کو قبضے میں کر لو تو یوں سمجھو ڈنگو قبضے میں ہے۔"

"اوہ کیا واقعی۔ ؟" میں خوشی سے اُچھل پڑی۔

"یقین کرو بہترین تجویز ہے۔ اور یہ کام تم بہترین انداز میں کر سکتی ہو بس اس عورت پر کسی طرح قابو پا لو۔"

"ہوں۔ میں کچھ سوچنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔ "میں ضرور اس تجویز پر عمل کروں گی۔ اس کا پتہ۔؟"

"۲۷ مارل برو۔ بہترین علاقہ ہے۔"

"او کے۔"

"میں تمھیں اس کا فون نمبر بھی دے سکتا ہوں۔ اس طرح تمھیں آسانی ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بھی اگر اس سلسلے میں میری کوئی ضرورت پیش آ جائے تو۔"

"او کے بھیا اب مجھے اجازت دو۔"

"ٹھہرو میں تمھیں ٹیکسی منگا دوں۔" قادر نے مجھے ٹیکسی منگا دی اور میں وہاں سے اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑی۔ راستے میں میں قادر کی باتوں پر غور کر رہی تھی۔ واقعی اس نے کام کی بات بتائی تھی اور مالا میرے جال میں پھنس جائے تو پھر ڈنگو کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

دوسری صبح میں بہت جلد جاگ گئی۔ سورج ابھی ٹھیک سے نکلا بھی نہ تھا۔ فلیٹ کی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا۔ زندگی کے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔ لوگ زندگی کے لیے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کے قریب پہنچ کر ریسیور اٹھا لیا پھر میں نے قادر کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

چند منٹ کے بعد ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔ "ہیلو۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مس مالا۔"

"خدا نہ کرے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سوری میڈم۔ منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اوہ۔ آپ کون ہیں؟"

"مس روپ مالا کی بیوٹی ایکسپرٹ۔" جواب ملا۔

"روپ مالا۔؟"

"جی ہاں۔ آپ نے ان کا آدھا نام لیا تھا۔"

"خوب۔ آئندہ پورا نام لوں گی۔"

"اس کے بعد بھی طبیعت سیر نہ ہو گی۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور دفعتاً میرے ذہن میں قادر کے الفاظ ابھرے۔ قادر نے بتایا تھا کہ ڈنگو کی محبوبہ موٹی تازہ ہے۔ یہ عورت یا لڑکی جو کوئی بھی ہے اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔

میں ہنس پڑی۔ "آپ کا نام کیا ہے۔؟"

"بیوٹی ایکسپرٹ۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ مس روپ مالا سے بات کرا دیں۔"

"ناممکن ہے۔"

"کیوں۔ کیا وہ سو رہی ہیں۔؟"

"اگر سو رہی ہوتیں تو ضرور جگا دیتی۔"

"کیا مطلب؟"

"اس وقت وزن زلزلے کی زد میں ہے۔ معاف کیجیے گا وہ دوڑ لگا رہی ہیں یعنی صبح کی ورزش میں ہیں۔"

"اور آپ۔؟"

"لان کے برآمدے میں بیٹھی خدا کی قدرت دیکھ رہی ہوں۔"

"اور فون۔؟"

"برآمدے میں بھی ہے غسل خانے میں بھی اس کی بات نہ کریں۔"

"صبح خیزی کے عادی ہیں آپ لوگ۔"

"جی ہاں۔ ورزش جو کرنا ہوتی ہے۔"

"اس کے بعد مس مالا کے کیا پروگرام رہتے ہیں۔؟"

"ہلکا سا ناشتہ کرتی ہیں جو صرف دس انڈوں چھ پراٹھوں اور آدھ سیر بالائی پر مشتمل ہوتا ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"بہت دلچسپ خاتون ہیں آپ؟"

"کھٹی نہیں ہوتی جا رہی ہوں۔ آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"

"ملنا ہے۔ اس وقت ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"ضرور ہو سکتی ہے۔ تشریف لے آئیے۔" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ تیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ چائے کی ایک پیالی بنا کر پی اور پھر باہر نکل آئی۔ کاروباری زندگی پوری طرح شروع بھی نہیں ہوا تھا تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی مل گئی اور میں نے اسے مارل برو چلنے کے لیے کہا۔

بمبئی کی نئی اور جدید ترین آبادی تھی۔ خوبصورت سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ دو رویہ درخت بہار دکھا رہے تھے۔ کوٹھی نمبر ۲ تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی۔ میں گیٹ سے کافی دور اتر گئی اور پھر جب گیٹ کے دوسری طرف جھانکا تو مس روپ مالا کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کرشمۂ قدرت میرے سامنے تھا۔ چہرہ فٹ بال کی طرح گول، بال دو چوٹیوں میں گندھے ہوئے اور بدن کا پھیلاؤ عظیم الشان تھا۔ بے حد مضحکہ خیز شخصیت کی مالک تھی وہ لیکن عمر زیادہ نہ تھی۔ اس وقت سیاہ و سرخ پھولوں والا گون پہنے ہوئے ناشتہ کر رہی تھی لیکن وہ بیوٹی ایکسپرٹ وہاں موجود نہ تھی۔

اس نے مجھے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ دیر تک مجھے گھورتی رہی اس دوران میں اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"مجھے مس روپ مالا سے ملنا ہے۔"

"میں ہی ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا مس روپ مالا میں خواتین کے ایک رسالے کی ایڈیٹر ہوں بمبئی کی بہت بڑی بڑی عظیم شخصیتوں کے انٹرویو کر چکی ہوں، آپ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔"

"انٹرویو۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

"جی ہاں۔"

"تصویر بھی چھپے گی میری۔؟"

"ضرور آپ کی ایک خوبصورت تصویر سرورق پر ہو گی اور اندر انٹرویو ہو گا۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ مجھے بہت شوق ہے۔ آئیے تشریف رکھیے۔" اس نے کہا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ اس نے ملازم کو آواز دے کر میرے لیے بھی پلیٹ لگانے کا اشارہ کیا میں نے معذرت کر لی لیکن چائے پینی پڑی تھی۔

"مجھے تو انٹرویو دینا نہیں آتا۔!" اس نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کی مدد کروں گی۔" میں نے کہا اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس خوشی میں وہ سالم انڈے نگل رہی تھی اور میں حیرت سے ڈنگو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ڈنگو کی یہ عظیم الشان دلچسپی کسی طور میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

نروان کی تلاش
حصہ سوم

روپ مالا کا تعلق اگر ڈنگو سے نہ ہوتا تو میں اس معصوم سی عورت کو کسی قیمت پر دھوکا دینا پسند نہ کرتی۔ وہ اتنی ہی معصوم تھی کہ اس کی شخصیت بُری طرح متاثر کرتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ انٹرویو دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سا اشتیاق جھلک رہا تھا جس میں بچوں کا سا تجسس تھا۔ اپنے انٹرویو کے سلسلے میں وہ بہت زیادہ جذباتی ہو گئی تھی۔ میں نے چند لمحات کے بعد سوال کیا۔

"آپ کا نام؟"

"گنگاوتی۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ مم میرا مطلب ہے۔ روپ مالا۔ وہ بدحواسی سے انداز میں بولی۔

"گنگاوتی عرف روپ مالا۔ یا صرف روپ مالا۔ میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں نہیں کون گنگاوتی، کیسی گنگاوتی، میرا نام تو روپ مالا ہی ہے بچپن سے یہی ہے۔ اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ لیکن جھوٹ کے تاثرات اس کے چہرے سے عیاں تھے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے پرانے نام کو چھپانا چاہتی ہے۔ پھر میں نے اس موضوع کو ٹال دیا۔

"آپ شادی شدہ ہیں۔؟ میں نے دوسرا سوال کیا اور وہ چھوئی موئی کی طرح لجا گئی۔

"نہیں۔ اس نے جواب دیا۔"

"کیوں ابھی تک آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"کرلیں گے۔ جلدی کیا ہے؟"

"کیا آپ نے شادی کے لیے اپنا کوئی ساتھی چن لیا ہے؟

"کیوں نہیں۔ دل میں جھانکنا آتا ہو تو ہمارے دل میں جھانک لو۔ کبھی کبھی آتے ہیں وہ ہمارے پاس، میں تمہیں ان کی تصویر دکھا سکتی ہوں، وہ شرماتے ہوئے بولی لیکن اس کے انداز میں بے پناہ محبت جھلک رہی تھی میرے ذہن میں شرارتیں کلبلانے لگیں بہر طور میں روپ مالا سے مختلف سوال کرتی رہی اور وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی پھر اس نے مجھ سے رازداری سے کہا۔

"میری تصویر اخبار میں چھپے گی نا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ اس کے بغیر تو گزارہ ہی نہیں ہے۔

"تو میرے ساتھ اس کی تصویر بھی چھپوا دو۔ وہ کہنے لگی۔

"کس کی؟"

"میرے محبوب کی۔ اس نے کہا اور دوہری ہونے کی کوشش کرنے لگی جس میں وہ ناکام رہی تھی۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

"میں اس کی تصویر لے کر ابھی آتی ہوں۔ اور میرے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ باہر نکل گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اس سمت دیکھنے لگی تھی۔ جدھر سے روپ مالا باہر گئی تھی۔

یہ جسمانی طور پہ بہت زیادہ، لیکن ذہنی طور پر بہت کم تھی لیکن عورت ڈنگو کو بہت چاہتی تھی، لیکن یہ جوڑا میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ڈنگو مچھر اور یہ ہاتھی پتہ نہیں یہ ڈنگو کا مذاق تھا یا اس کا۔ پتہ نہیں دونوں میں سے کسی نے کس کے ساتھ مذاق کیا تھا یا پھر شاید یہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہی ہوں گے۔

بہر طور مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ کم از کم روپ مالا ڈنگو کے سلسلے میں غیر سنجیدہ نہیں ہے۔ چند ساعت کے بعد وہ واپس آ گئی۔ ڈنگو کی تصویر اس کے ہاتھ میں تھی اس میں ایک ڈیڑھ جوڑا کھڑا نظر آرہا تھا۔ ایک سمت روپ مالا کھڑی تھی۔ اور اس کے نزدیک ہی ڈنگو موجود تھا۔ لیکن دونوں کے چہرے سے جو تاثرات نظر آتے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں ہی بے حد مسرور ہیں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مذاق نہیں کر رہا۔

روپ مالا میرے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُسے مایوس نہیں کیا اور بڑے متاثر لہجے میں بولی۔

"بڑی پیاری جوڑی ہے تم دونوں کی۔ تم لوگ شادی کرلو۔ ابھی تک تم نے شادی کیوں نہیں کی۔؟

"کرلیں گے۔ ہم تو پیدا ہی ایک دوسرے کے لیے ہوئے ہیں۔ روپ مالا نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگی۔

"مسٹر ڈنگو بھی آپ کو بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ میں نے سوال کیا؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔

"ٹھیک ہے میں آپ لوگوں کی یہ تصویر آپ کے انٹرویو کے ساتھ اخبار میں چھپوا دوں گی، ویسے ذاتی طور پر بھی مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں نے کہا۔

"تو میری دوست بن جاؤ نا۔"

"مشکل ہو جائے گا۔"

"کیوں؟"

"اگر میں نے آپ کا انٹرویو اخبار میں چھپوا دیا، تو پھر میری

اور آپ کی دوستی نہیں ہو سکے گی۔ لوگ یہی سوچیں گے کہ میں نے جان بوجھ کر یہ کہا ہے۔

" اگر ایسی بات ہے تو انٹرویو کو چھوڑو، تم میری دوست بن سکتی ہو، تمہاری باتیں بڑی اچھی ہوتی ہیں، بڑے پیار سے تم نے مجھ سے ڈنگو کے بارے میں معلومات حاصل کی ہے۔

" اس کا فیصلہ ہم کر لیں گے، ویسے یہ انٹرویو ہفتے دو ہفتے بعد ہی آ سکتا ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ تم کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔

" ٹھیک ہے میں کسی سے نہیں کہوں گی۔ میرا وعدہ، لیکن تم مجھ سے دوبارہ ملو گی ضرور۔"

" ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد تم سے دوبارہ ملاقات کروں گی۔ میں نے کہا۔ روپ مالا مجھے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی، اس نے بڑی محبت سے مجھے رخصت کیا۔ یقیناً اس کے انداز میں کسی قسم کی بناوٹ نہیں تھی، معصوم سی عورت یا لڑکی تھی، بہر صورت میں واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گئی۔

بستر میں لیٹ کر میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا، میں سو جانا چاہتی تھی۔ اس وقت اگر ذہن میں کوئی خیال آتا تو پھر نیند مشکل تھی، سو گئی اور خوب سوئی۔ جاگی تو شام ہو چکی تھی۔ طبیعت بے حد بھاری بھاری تھی۔ ذہن میں سنسان ہوائیں چل رہی تھیں۔ بڑی ویران سی کیفیت تھی دل و دماغ کی، اپنی اس کیفیت کے بارے میں بیٹھی سوچتی رہی اور نجانے کیسے کیسے خیالات میرے ذہن کو چھوتے ہوئے گزرتے رہے۔ اپنی چھوٹی سی بستی یاد آئی اپنا چھوٹا سا گھر یاد آیا۔ وہ ماحول یاد آیا۔ جہاں میں ایک معصوم لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھی، میرے رکھوالے تھے، میرے محافظ تھے، اور میں سکون کی زندگی بسر کر رہی تھی لیکن زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے میرا یہ سکون چھین لیا اور مجھے در در بھٹکا دیا۔ اور آج میری شخصیت اس قدر مسخ ہو کر رہ گئی تھی کہ اپنے بارے میں غور کرتی تو خود کو مضحکہ خیز محسوس کرتی تھی۔ آہ ان تمام کوششوں میں میرا تو کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ ظالم رادھن سنگھ نے اپنی ہوس کے ہاتھوں ہمارے چھوٹے سے گھر کو تباہ و برباد کیا تھا۔ اور اب اس گھر میں رہ کون گیا تھا، کوئی بھی نہیں — کوئی بھی تو نہیں۔ صرف روپا تھی میری بہن۔ میری بیٹی۔ میری معصوم بچی۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس کو دیکھے ہوئے، اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اب کہاں ہے۔

کنول کماری سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی ابھی بالکل منزل لگتی تھی۔ کم از کم، کچھ وقت تو صرف ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں میرے اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے دشمنوں کا کوئی حل تو ہو میرے سامنے۔ رادھن سنگھ کم بخت کے ہاتھ اتنے وسیع تھے کہ یہاں بھی مجھے نہیں چھوڑا گیا تھا۔

میرے ہونٹ بھنچ گئے، میرے دانت سختی سے ایک دوسرے پر جم گئے۔ رادھن سنگھ کم بخت میں تجھ تک ضرور پہنچوں گی، لیکن پہلے تیرے ارد گرد پھیلے ہوئے ان محافظوں کی قطار کو ختم کر دوں۔ ذہن میں پھر ڈنگو ابھر آیا۔ وہ عورت روپ مالا ذہن میں آئی۔ لیکن کسی پر رحم کرنا یا کسی کے بارے میں کچھ سوچنا اس وقت میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں خود جن حالات کا شکار تھی، اس میں قابل رحم تھی، بھلا میں کسی کے ساتھ رحم کا انداز کیسے اختیار کر سکتی تھی۔ دماغ پر جنون سا سوار ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اب میں وہ نہیں تھی جو کچھ عرصہ پہلے تھی، زمانے نے مجھے جو کچھ دیا تھا۔ وہ میں زمانے کے سامنے لانا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور خوب صورت سا میک اپ کرنے کے بعد باہر نکل آئی۔

اب میرا رخ ڈنگو کے اڈے کی جانب تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک مکروہ شکل اختیار کیے ہوئے فحاشی اور بدکاری کے اس اڈے پر پہنچ گئی، منشیات کا دھواں اور مکروہ قہقہے چاروں طرف سے ابھر رہے تھے۔ میں نے کسی خالی سیٹ کے لیے نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک طرف بڑھ گئی، اس اڈے پر آ کر میرا خون کھولنے لگا تھا۔ ذہن میں اپنا ماضی تازہ تھا۔

میں نے ان لوگوں کو نگاہوں میں رکھا جو یہاں پر منتظموں کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی کارکردگی دیکھنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگا لیا تھا، تاکہ میں اسی روپ میں نظر آؤں، جو میں نے اختیار کر رکھا ہے میں سگریٹ کے کش، لیتی رہی اور ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

" جی۔ اس نے پوچھا۔؟"

" پیتھڈین۔ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔"

" او کے میڈم۔ اس نے گردن خم کی اور چند قدم پیچھے ہٹا اور رک کر مجھے دیکھنے لگا۔

" کیا بات ہے؟ " میں نے اس کے رکنے پر اس کی شکل دیکھی۔ ویٹر کے چہرے پر شیطانیت پھیلی ہوئی تھی۔

" میرے پاس اس وقت بہترین آسامی ہے میڈم! چالیس فیصد اڈے کا کمیشن، بیس فیصد میرا۔ لیکن باقی چالیس فیصد اتنا

ہو گا کہ تمہیں گھاٹا نہیں ہو رہے گا۔ ویٹر نے کہا۔

" جاؤ، جو کچھ میں نے تم سے منگایا ہے۔ وہ لے آؤ۔ میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔

" او ہو تو آپ پہلے ہی اپنا شکار حلال کر چکی ہیں۔ او ورٹائم لگا لیں میڈم، گھاٹے میں نہیں رہیں گی۔ اس نے کہا۔

" جاؤ، جو میں نے کہا ہے صرف وہی کرو، تمہارا باس میرا دوست ہے۔ اس لیے مجھ سے بدتمیزی سے پیش مت آؤ۔ میں نے سرد مہری سے کہا اور ویٹر ایک دم سنبھل گیا۔

" سوری میڈم مجھے معلوم نہیں تھا۔"

" کوئی بات نہیں ہے جاؤ۔ میں نے نرم لہجے میں کہا، اور ویٹر وہاں سے چلا گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک اور شخص سے بات کرنے لگا تھا، یہ شخص ایک گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ لیکن یہ سوٹ اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ وہ شکل و صورت سے ایک خطرناک آدمی نظر آتا تھا۔

ویٹر نے میری طرف اشارہ کیا اور وہ شخص میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ میری میز کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا، پتہ نہیں ویٹر نے اسے میری طرف کیوں متوجہ کیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

" تم ڈنگو کی دوست ہو۔؟ اس نے کہا۔

" ہاں، کیوں خیریت؟" میں نے جواب دیا۔

" ہاں خیریت ہی ہے۔ ڈنگو کو ایک ایسی لڑکی کی تلاش ہے، جو اپنے آپ کو اسکا دوست ظاہر کرے۔ وہ خونخوار انداز میں مسکرایا اور ڈنگو کی پیش گوئی کے مطابق تم نے اس بات کا اظہار کیا ہے۔

" جاؤ بھاگ جاؤ، اگر تمہاری شامت نہیں آئی تو۔؟"

" شامت شاید تمہاری آئی ہے۔ اس نے کہا اور جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا رخ میری جانب تھا۔ میں ایک لمحے تک سوچتی رہی، اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ کچھ ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں آہستہ سے مسکرائی اور میں نے کہا۔"

" بیٹھو تم خاصے معذور معلوم ہوتے ہو، میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گی اسے سن کر شاید تم اپنے ہوش و حواس پر قابو نہ رکھ سکو۔

" کیا مطلب؟"

" بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔ میری نگاہیں اس کے ہاتھ پر لگی ہوئی تھیں۔ جونہی وہ بیٹھا، پستول کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ گئی، دوسرے لمحے میرا کھڑا ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا، اور پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر آ پڑا۔ وہ حیران سا ہو گیا تھا پھر اس نے پستول پر جھپٹا مارا لیکن اب پستول میرے ہاتھ میں تھا۔

" کتیا۔ میں۔ میں۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ میرے ہاتھ کی انگلی پستول کے ٹریگر پر دب گئی اور اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔

میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی، فائر کی آواز پر سب اچھل پڑے تھے۔ میں وہاں سے کھسک کر آگے بڑھ گئی۔ متجسس لوگ چاروں طرف دیکھ رہے تھے، پھر کسی کی چیخ ابھری۔

میں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ پیچھے ہٹ کر کاؤنٹر پر کھڑے آدمی پر فائر کر دیا اور اس کی دلخراش چیخ نے افراتفری مچا دی۔ لوگ خوفزدہ انداز میں میزیں چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں نے اب بھی سکون کا مظاہرہ کیا تھا۔ دراصل ابھی تک لوگوں کو صحیح صورت حال معلوم نہیں ہو سکی تھی اور میں اس سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔

میں نے سنگ مرمر کے کاؤنٹر پر تیسرا فائر کیا اور اپنے مقصد میں مجھے مکمل کامیابی ہو گئی، اب شدید افراتفری پیدا ہو گئی تھی، اور بھگدڑ مچ گئی تھی۔ میں چاہتی تو اس صورت حال سے فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ لیکن میرے دل میں آگ سلگ رہی تھی۔

میں نے پستول کا آخری فائر بھی ایک خاص آدمی پر کر دیا۔ اور پھر وہاں سے پر اطمینان قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی، دو تین آدمی ہلاک ہو گئے تھے اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہاں خاصی افراتفری پھیل گئی ہے۔

آج کا کام بس اتنا ہی تھا۔ چنانچہ میں نے باہر کا رخ کیا۔ اور وہاں سے نکل آئی، میں نے دل کی آگ بجھانے کے لیے اب یہی طریقہ کار اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ ان کو مر جانے کی حد تک بے بس کر دوں اور پھر اس سے رام داس کا پتہ پوچھوں اور رام داس کو ٹھکانے لگا دوں۔ میں ان میں سے کسی بھی شخص کو رادھن سنگھ کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی، اگر ڈنگو اس مقصد کے لیے بہتر ثابت ہوا تو میرے لیے اچھی بات تھی اور اس لیے میں ان دنوں ڈنگو پر

توجہ دے رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پہلے میں ڈنگو کو خوب اچھی طرح پریشان کروں اور اس کے بعد روپ مالا کے سلسلے میں کوئی موثر کاروائی کر سکوں۔

دوسرے دن میری ملاقات قادر سے ہوئی۔ میں نے ٹیلیفون پر اس سے رابطہ قائم کر کے اسے ایک جگہ پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ قادر نے میری بات پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا، جہاں میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ حسبِ معمول مسکراتے ہوئے بڑے خلوص سے مجھے ملا تھا۔

"کہو کوشل بہن کیسی گزر رہی ہے۔؟"

"بالکل ٹھیک قادر۔ میں اپنے پروگرام میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہوں۔"

"کیا تمہاری ملاقات روپ مالا سے ہو گئی۔ قادر نے پوچھا۔"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے۔؟"

"بڑا عجیب کیس ہے قادر۔ میں نے کہا اور قادر ہنس پڑا۔"

"ہاں مینٹل کیس ہی ہے، واقعی تمہیں ان دونوں کے فرق کا اندازہ ہوا ہوگا۔"

"ڈنگو اس معصوم لڑکی کے ساتھ کوئی مذاق تو نہیں کر رہا؟"

"نہیں۔ مذاق تو نہیں ہے، کیونکہ یہ بات کافی مشہور ہے کہ ڈنگو اس کے لیے پاگل ہے۔"

"تعجب کی بات ہے۔ بہرطور قادر مجھے تم سے کچھ اور بھی کام ہیں۔"

"قادر سے جو کام ہو، اس کے لیے تمہید مت باندھا کرو، بس کام بتا دیا کرو۔"

"کچھ لوگوں کی ضرورت ہو گی مجھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک عمدہ سی جگہ کی بھی، جہاں میں ڈنگو کی محبوبہ روپ مالا کو رکھ سکوں۔"

"کیا مطلب؟" قادر نے تعجب سے پوچھا۔"

"اس کی مکمل تفصیل تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے یہ بتاؤ مجھے کچھ لوگوں کی مدد حاصل ہو سکتی ہے؟"

"جتنے آدمی کہو، بھیج دوں۔"

"نہیں، نہیں، ایسے ویسے آدمی نہیں چاہئیں۔ بلکہ کام کے آدمی چاہئیں۔"

"فکر مت کرو کوشل بہن، جو آدمی میں تمہیں دوں گا۔ وہ کام کے آدمی ہی ہوں گے۔"

"تو پھر مجھے ان لوگوں سے رابطے کا ذریعہ بتاؤ۔؟"

"ٹھیک ہے، میں انہیں تمہارے لیے مخصوص کر دوں گا۔ ایک ٹیلی فون نمبر دیے دیتا ہوں۔ جب بھی دل چاہے انہیں رنگ کر کے ان سے رابطہ قائم کر لینا اور انہیں ہدایت دینا۔ وہ تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کریں گے۔ ان میں سے ایک کا نام میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ تم اسے شمشاد کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے تمہاری اس پیش کش سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گی قادر۔ شمشاد نام بتایا ہے نا تم نے؟"

"ہاں۔ یوں سمجھو وہ اب تمہارے غلاموں کی حیثیت سے تمہارے لیے کام کرے گا۔"

"بہت مناسب ہے، میں تمہیں بہت جلد اپنے پروگرام کی تفصیل بتا دوں گی۔ اور اس جگہ کا کیا ہوگا۔"

"جگہ کا انتخاب تم خود کر لو۔"

"کیا مارل برد کے علاقے میں کوئی ایسا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ میرا مطلب ہے وہاں جہاں وہ رہتی ہے۔"

"روپ مالا۔ قادر نے پُرخیال انداز میں تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔"

"ہاں۔"

"ہو جائے گا۔ یقیناً ہو جائے گا، بلکہ یوں سمجھ لو کہ ستائیس مارل برد سے تھوڑے ہی فاصلے پر چالیس مارل برد میں یہ کام ہو سکتا ہے۔ چالیس مارل برد دراصل میرے ایک اسمگلر دوست کی کوٹھی ہے، وہ جب بھی غیر ملک کے دورے سے واپس آتا ہے وہاں قیام کرتا ہے اور وہاں اُس کا اڈہ ہے، میں اس کے ساتھیوں میں شمار ہوتا ہوں۔ آج کل وہ یہاں موجود نہیں ہے اس وقت تک جب تک وہ واپس نہ آجائے، تم چاہو تو اس کوٹھی کو استعمال کر سکتی ہو، ایک اسمگلر کی کوٹھی ہے اور اس میں وہ تمام انتظامات موجود ہیں جو تمہارے مقصد کے لیے کام آسکتے ہیں۔"

اس سے اچھی تو کوئی بات ہی نہیں ہے لیکن تمہارے اس اسمگلر دوست کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہم بُرے لوگوں میں یہی تو اچھی بات ہے کہ جب ہم ایک دوسرے سے مخلص ہوتے ہیں تو پھر کسی بات کی پردہ داری نہیں رہ جاتی۔"

"شکریہ، بس تو پھر ٹھیک ہے۔"

"اور کچھ بہن؟"

"نہیں میں تم سے بہت ناجائز فائدے اٹھا رہی ہوں، لیکن اگر زندگی رہی تو قادر بھیا تمہیں اس کا صلہ ادا کروں گی۔"

"بھائیوں کے لیے اس سے بڑی گالی اور کوئی نہیں ہوتی بہن، کہ وہ بہنوں سے اپنی محبت کا صلہ وصول کریں۔ قادر نے محبت سے کہا اور میں اس عظیم شخص کی شکل دیکھتی رہ گئی، بلاشبہ بُرے آدمی کا تصور میرے ذہن میں کچھ اور تھا لیکن جو اچھے تھے وہ بُرے نکلے اور جو بُرا تھا وہ ایک مخلص انسان تھا اور بے لوث میری مدد کر رہا تھا۔

دوسری صبح پروگرام کے مطابق میں بہت جلد جاگی اور اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آئی۔ میں فاصلہ طے کر کے مارل برو کے علاقے میں پہنچ گئی اور پھر اس کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئی، جو ڈنگو کی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کہیں ڈنگو روپ مالا کے پاس آیا ہوا نہ ہوا۔ اس بات کے امکانات ہو سکتے تھے، لیکن گیٹ پہ ہی مجھے روپ مالا نظر آگئی، وہ لان پہ ورزش کر رہی تھی، میں مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی، اور اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ میری طرف لپکی تھی۔

"اوہ تم ڈارلنگ تم۔ آؤ۔ بڑی بے مروت ہو تم۔ اس نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔"

"کیوں بے مروتی کی کیا بات تھی۔ میں نے پوچھا۔"

"بس تم آئیں کیوں نہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا۔"

"میں مصروف ہوں ڈیئر روپ مالا! تم جانتی ہو کہ اخبارات کی ملازمت کرتی ہوں، کام کرنا ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔"

"ٹھیک ہے جب بھی تمہیں فرصت ہوا کرے آجایا کرو۔"

"اور سنائیے کیا حال ہیں آپ کے مسٹر ڈنگو کے؟"

"ٹھیک ہیں، کل آئے گا میرے پاس، ملو گی اس سے؟ روپ مالا نے پوچھا۔"

"کیوں نہیں، تم ملاؤ گی تو ضرور ملوں گی، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"تو بس کل شام کی چائے ہمارے ساتھ پینا۔"

"ضرور۔ لیکن تمہارے اپنے مشاغل کیا ہیں۔ میں نے سوال کیا۔"

"کیوں یہ بات تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"بس ایسے ہی، تمہاری محبت دل میں گھر کر گئی ہے، جی چاہتا ہے کچھ زیادہ وقت گزاروں تمہارے ساتھ۔ یہاں اس علاقے میں میری ایک بہت اچھی دوست بھی رہتی ہے۔ کبھی وقت ہو تو تمہیں اس سے ملاؤں گی۔"

"کبھی کا کیا سوال ہے۔ آج ہی کیوں نہیں۔؟"

"چلو گی میرے ساتھ۔ میں نے پوچھا۔؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ جب تم چاہو۔"

"تب پھر یوں کرتے ہیں۔ کل تو تمہارا ڈنگو آرہا ہے آج تم میرے ساتھ چلنا۔ دوپہر کے بعد میں تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آئی۔ قادر سے رابطہ قائم کیا اور مارل برد کی اس کوٹھی کے بارے میں پوچھا تو قادر نے کہا کہ چالیس مارل برد پہنچ جاؤں وہاں اس نے تمام انتظامات کر دیئے ہیں۔

چالیس مارل برد ایک عظیم الشان کوٹھی تھی اور بے انتہا خوبصورت، اس میں چند ملازم بھی تھے۔ میں نے اُسے اچھی طرح دیکھا، ملازموں نے نہایت احترام سے میرا استقبال کیا تھا، غالباً قادر نے اپنی تمام صورت حال بتا دی تھی۔ پھر میں نے شمشاد کو فون کر کے اپنے مطلوبہ آدمی طلب کیے اور وہ سب کے سب میرے پاس پہنچ گئے ان کی تعداد پندرہ کے قریب تھی، وہ سب کے سب نہایت مستعد نظر آتے تھے، ان تمام انتظامات کے بعد میں مقررہ وقت پر روپ مالا کے پاس پہنچ گئی روپ مالا میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ تیار ہو جائے اور وہ اندر چلی گئی۔ میں کس قدر تشویش کے عالم میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی، اس مخلص عورت کے ساتھ یہ سلوک مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا، لیکن مجبوری تھی، اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی میرے لیے باعث تشویش تھی کہ کل ڈنگو یہاں آئے گا۔ ممکن ہے روپ مالا اس سے میرا تذکرہ کرے اور ڈنگو ہوشیار ہو جائے۔ اور وہ یہ ضرور سوچے گا کہ وہ کون عورت ہے جو یہاں تک پہنچ گئی ہے، بہرطور اس کے بارے میں، میں نے سوچا کہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال روپ مالا کے سلسلے میں اپنا کام کر لیا جائے۔

روپ مالا واپس آئی تو میری ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی۔ شوخ رنگوں کے ایک خوبصورت لباس میں وہ بہت عجیب سی لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اسے ساتھ لے کر چل پڑی، راستہ ہم نے خاصی تیز رفتاری سے

طے کیا تھا ویسے میں نے اس علاقے میں کوٹھیوں کے سامنے گزرنے سے احتراز کیا تھا۔ اور ان کے عقب کے راستے اختیار کیے تھے، تھوڑی دیر کے بعد ہم نمبر چالیس کے سامنے پہنچ گئے۔ میں روپ مالا کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئی۔ وہ اس خوبصورت کوٹھی کو دیکھ رہی تھی۔

"بڑی حسین کوٹھی ہے تمہاری سہیلی کی؟ یہ تو شاید ابھی کچھ روز قبل ہی تعمیر ہوئی تھی۔"

"ہاں زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ اور روپ مالا کو لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔

"تمہاری سہیلی کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ میں ذرا ملازموں سے پوچھتی ہوں۔ جب میں اُسے چھوڑ کر باہر پہنچی تو قادر وہاں موجود تھا، شاید شمشاد نے اُسے اطلاع دے دی تھی۔ قادر نے پُرتشویش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"روپ مالا کو یہاں لے آئی ہو۔؟"

"ہاں۔

"مگر اس میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگی؟"

"کیسی گڑبڑ قادر۔؟"

"میرا مطلب ہے یہ کوٹھی اسی علاقے میں ہے۔"

"اس ہاتھی نما لڑکی کو زیادہ دور تک لے جانا ممکن بھی تو نہیں تھا۔

"ہوں، بہرطور تم نے جو کچھ سوچا ہوگا۔ بہتر سوچا ہوگا۔ میں تو بس یہ دیکھنے آیا تھا کہ یہاں تمہارے مطلب کی تمام چیزیں موجود ہیں یا کس چیز کی کوئی کمی رہ گئی ہے۔

"نہیں سب ٹھیک ہے، بس ذرا سی اُلجھی ہوئی ہوں میں۔

"کیوں؟"

"دراصل یہ روپ مالا اس قدر معصوم اور سیدھی سادھی عورت ہے کہ مجھے اس کے ساتھ فراڈ کرتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے، میں چاہتی ہوں کہ اس کے خیالات میری طرف سے خراب نہ ہوں، بہرطور اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کروں گی۔ تھوڑی دیر تک میں قادر سے باتیں کرتی رہی اور پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئی۔

"بڑی عجیب بات ہے، اتفاق سے میں نے اس لڑکی سے تمہارا تذکرہ نہیں کیا تھا، میں نے سوچا تھا کہ اچانک ہی تمہیں اس سے ملاؤں گی، لیکن وہ کہیں چلی گئی ہے ملازمین نے بتایا ہے کہ وہ ایک آدھ ہفتے کے اندر اندر واپس آئے گی۔

"اوہ تو یہ بہت بُرا ہوا۔"

"نہیں اس میں برائی کی کوئی بات نہیں، وہ میری اتنی گہری سہیلی ہے کہ اس کی یہ کوٹھی میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ آؤ پہلے تمہیں کافی وغیرہ پلواؤں، اس کے بعد اس کوٹھی کی سیر کراؤں گی۔

"جیسا تم مناسب سمجھو، میں تو تمہارے ساتھ آئی ہوں اور اب تمہاری مہمان ہوں، روپ مالا نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں نے اپنی نگرانی میں کافی تیار کروائی اور کافی میں بیہوشی کی دوا شامل کر دی گئی۔ عمارت کے بارے میں قادر مجھے تمام تفصیلات مجھے بتا چکا تھا۔ میں نے اور روپ مالا نے کافی پی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی پلکیں جھکنے لگیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صوفے پر دراز ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

کوٹھی میں ایک خاص قسم کا تہہ خانہ موجود تھا جس میں شاید اسمگلنگ وغیرہ کا سامان رکھا جاتا ہوگا لیکن اس میں آرام دہ بستر اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی موجود تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے شمشاد کے آدمیوں کو اندر بلوا لیا۔

"اسے اٹھوا کر تہہ خانے میں لے چلو۔ میں نے کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔"

"کیوں کیا بات ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں میڈم۔ دراصل ہم یہ سوچ رہے تھے کہ کتنے آدمی مل کر اُسے اٹھا سکیں گے؟" ان میں سے ایک شخص نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"چلو جتنے آدمی مل کر اُسے اٹھا سکتے ہو، اٹھاؤ لیکن احتیاط سے، ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔ میں نے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑے۔

بہرطور اس کے بعد ان میں سے بہت سے آدمیوں نے مل کر روپ مالا کو اٹھایا اور اس تہہ خانے کی جانب چل پڑے۔ میں ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد روپ مالا کو تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔

میں اسے یہاں لے تو آئی تھی۔ لیکن اس کے سلسلے میں بے حد پریشان تھی، اس سے نگاہیں چار کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا، کیونکہ اتنی معصوم عورت تھی وہ کہ بس اسے دیکھ کر

حیرت ہوتی تھی۔

بہرطور میں نے اپنے دل میں کچھ فیصلے کیے، ان لوگوں سے میں نے کہا جو شمشاد کے آدمی تھے کہ اسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ دو آدمی یہاں موجود رہیں۔ میرے بارے میں اگر وہ کوئی سوال کرے تو تم لوگ یہی کہو گے کہ تم میری شکل و صورت کی کسی لڑکی کو نہیں جانتے۔ میری طرف سے قطعی لاعلمی کا اظہار کرنا یہ تمہارے لیے ضروری ہے ورنہ حالات کی ذمہ داری تم پر ہوگی اُن لوگوں کو یہ ہدایت دینے کی بعد میں وہاں سے نکل آئی۔ ذہن عجیب و غریب خیالات کا شکار تھا لیکن اس وقت میں نے اپنی ساری توجہ ڈنگو پر ہی مرکوز کر دی تھی اور یہی مناسب تھا۔ ممکن ہے اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں بہرحال اس کے لیے دوسری بہت سی تیاریاں بھی کر لی تھیں اور اب فی الحال اسی کوٹھی کو مجھے اپنا مستقل اڈہ بنانا تھا۔ بے چاری روپ مالا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس کا مجھے افسوس تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ میں وقت گزارتی رہی، اپنے ان ساتھیوں کو میں نے خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں۔ کافی وقت گزر گیا۔ پہلا دن گزر گیا۔ شام کو میں نے ان لوگوں سے روپ مالا کے بارے میں پوچھا تو وہ جو روپ مالا کی خدمت کے لیے مخصوص کر دیے گئے تھے، پیٹ پکڑ کر ہنسنے لگے۔"

"کیا بدتمیزی ہے۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں، مجھے اس کا جواب دو۔"

"بس میڈم کیا بتائیں بڑی مضحکہ خیز عورت ہے وہ ایسی ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ ہمارا ہنستے ہنستے بُرا حال ہو جاتا ہے۔"

"ہونہہ۔ بہرطور اسے آرام سے رکھنا۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اُسے پریشانی ہو جائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں ان لوگوں نے جواب دیا، دوسرے دن شام کے پانچ بجے کے قریب مجھے میرے آدمیوں نے بتایا کہ ڈنگو کوٹھی پر آ گیا ہے اور کوٹھی میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہے۔ میں سمجھ گئی کہ ڈنگو کو روپ مالا کی گمشدگی کی اطلاع ہو گئی ہے۔ بہرطور میرے آدمی مجھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے بارے میں معلومات فراہم کرتے رہے اور میں اپنے طور پر ایک پروگرام بناتی رہی۔ میں ڈنگو سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں اس کوٹھی سے فون کرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ڈنگو جرائم پیشہ آدمی تھا اور اس کے لیے یہ بات معلوم کر لینا مشکل نہیں ہوگی کہ اُسے کہاں سے فون کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں ایک خطرناک پروگرام بنا کر یہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ حالانکہ میرا یہ قدم خاصہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچ رہی تھی، اب تو حالات ایسے تھے کہ میں اپنے آپ کو ہر خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں اس کوٹھی کے عقب میں پہنچ گئی، جہاں روپ مالا رہتی تھی، اور پھر مجھے اس کوٹھی میں داخل ہونے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی، میں دوسروں کی نگاہوں سے بچتی ہوئی اس سمت جانے لگی۔ جہاں ان لوگوں کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے تھے چونکہ یہ کوٹھی میری دیکھی ہوئی تھی اس لیے میں با آسانی اس کے ایک مخصوص حصے میں پہنچ گئی۔ ڈنگو ڈرائنگ روم کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بہت زیادہ بدحواس نظر آ رہا تھا۔ اس کی حالت خراب معلوم ہوتی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بار بار بھنچ رہی تھیں۔ غیظ و غضب کی وجہ سے اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ اس کے ساتھی اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور ان سب کے چہرے اُترے ہوئے تھے کئی عورتیں بھی ان میں شامل تھیں۔ جو بُری طرح کانپ رہی تھیں۔

"کیا تم لوگوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے، ڈنگو کی آواز میں خوفناک غراہٹ تھی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میں تمہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے۔"

"چیف ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے ہم بالکل نہیں جانتے کہ یہ سب کیسے ہوا جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ بڑا عجیب ہے۔"

"کیا عجیب ہے؟"

"دو تین دن پہلے کی بات بتائی گئی ہے، ایک خوبصورت سی لڑکی مادام کے پاس آئی تھی، اور اس نے کافی وقت ان کے ساتھ گزارا تھا۔"

"کون تھی وہ؟"

"کچھ نہیں معلوم، کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"کچھ اور معلوم ہوا اس لڑکی کے بارے میں؟"

"وہ تو آج بھی آئی تھی سر! ایک اور لڑکی بول پڑی۔"

"آج بھی آئی تھی؟ ڈنگو خوفناک لہجے میں دھاڑا، اس کا مقصد ہے۔ اوہ۔! میں سمجھ گیا اس کا مطلب ہے، روپ مالا کو دھوکا دے کر یہاں سے لے جایا گیا ہے، مگر وہ کون ہو

سکتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا چیف، میں نہیں جانتا۔"

"جاؤ اُسے تلاش کرو ورنہ میں تم سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ جاؤ مجھے پتا نہ چلے کہ تم کون سے کمرے میں ہو، وہ سب بدحواس ہو کر وہاں سے منتشر ہو گئے، اب ڈنگو کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے ان حالات پر غور کیا، باہر کی صورت حال کافی مخدوش تھی، لیکن ڈنگو یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ روپ مالا مارل برو ہی کے کسی علاقے میں ہو گی۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ اس عمارت میں ہی کسی نہ کسی طرح چھپ چھپا کر صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔"

"ہر چند کہ اس میں بے پناہ خطرات تھے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا ڈنگو واپس مڑا اور اپنے عقب کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ بہرطور میں اپنے طور پر آزاد تھی اور یہاں سے اپنا کام شروع کر سکتی تھی۔ میں نے ایک کمرے کا انتخاب کیا اور اس کا دروازہ بند کر کے اطمینان سے بیٹھ گئی، پھر میں نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر گھمایا اور ریسیور کان سے لگا لیا، ڈنگو جسامت کا ہلکا پھلکا ضرور تھا لیکن اس کی آواز بے حد خطرناک تھی، میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔"

"ہیلو مسٹر ڈنگو۔"

"کون ہے تو، کیا بکواس کر رہی ہے، ڈنگو خونخوار لہجے میں بولا۔" میں آہستہ سے ہنس پڑی۔"

"میرا خیال ہے مسٹر ڈنگو تمہارے پاگل ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ دوسری طرف چند ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی تھی، ڈنگو یقیناً اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون شخصیت ہو سکتی ہے جو اُسے اس انداز میں مخاطب کر رہی ہے پھر وہ دھاڑا۔"

"اپنے بارے میں بتا دے ورنہ میں ریسیور رکھ دوں گا۔"

"تو جانتا ہے ڈنگو میں کون ہو سکتی ہوں، یہ تو اچھی طرح جانتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا تیرے بارے میں کیا تو وہی ہے، جس نے روپ مالا کو اغوا کیا ہے۔"

"پہچان لیا نا اور ان لمحات کو بھی تو نے یقیناً پہچان لیا ہو گا۔ جب میں نے تیری مرمت کی تھی۔"

اوہ۔ اوہ تو ہے، ڈنگو کی آواز سے میں اس کے احساسات کا اندازہ لگا سکتی تھی۔"

"ہاں ڈنگو میں ہی ہوں۔"

"سن لڑکی سب سے پہلے مجھے ایک بات بتا کیا مالا کو تو نے اغوا کیا ہے۔؟"

"یقیناً ڈنگو یقیناً۔"

"ڈنگو میں چاہوں تو تجھے قتل کر سکتی ہوں اور یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ہو گا، لیکن روپ مالا سے ملنے کے بعد میرے دل میں کشمکش پیدا ہو گئی ہے۔ اگر تو نے میری ہدایات پر عمل کیا تو میں نہ صرف تجھے معاف کر دوں گی، بلکہ روپ مالا کو بھی رہا کر دوں گی، لیکن یہ اس شکل میں ہو گا جب تم میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گے، یہ بھی سُن لے ڈنگو کہ تیرا ایک جھوٹ روپ مالا کی لاش کئی ٹکڑوں میں تجھ تک پہنچا دے گا، میں تجھے اس کی پوری لاش بھی نہیں دوں گی، میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ اور ڈنگو سہم گیا۔"

"نہیں نہیں تو اسے کچھ نہیں کہنا۔ جب تک مجھ سے آخری بات نہ کرے اسے کچھ مت کہنا، میں تیری منت کرتا ہوں، میں نے آج تک کسی سے اتنی عاجزی سے بات نہیں کی۔"

"تو ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں ڈنگو اگر تو مجھ سے تعاون کرے گا تو میں بھی تجھ سے تعاون کروں گی، لیکن شرط یہ ہے کہ تو حالات کو اچھی طرح سمجھ لے۔"

"دیکھ میں اعتراف کر رہا ہوں۔ میں تجھے اپنی کمزوری بتا رہا ہوں، میں ساری دنیا میں صرف روپ کو چاہتا ہوں، میں اس کے بغیر ایک پل کو زندہ رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں، اپنے سارے مفادات اس کی زندگی کے لیے قربان کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیری ہر بات کی تعظیم کروں گا میں نے اپنے دل میں مسرت کی لہریں پیدا ہوتی ہوئی محسوس کی تھیں۔

"ٹھیک ہے ڈنگو میں تجھ سے جو سوالات کر رہی ہوں اس کے ٹھیک ٹھیک جواب دے۔"

"ہاں۔ پوچھ۔ پوچھ۔"

"تو رادھن سنگھ کا آدمی ہے؟"

"ہاں میرا تعلق سورج گرہن سے ہے۔"

"رادھن سنگھ کہاں ہے اس وقت؟"

"وہ اپنے علاقے میں ہے یہاں موجود نہیں ہے۔"

"مسٹر سنہا رادھن سنگھ کے خاص آدمی تھے۔"

"رادھن سنگھ کے آدمی نہ کہو وہ تو سورج گرہن کا نمائندہ تھا۔؟"

"اور رام داس؟"

"رام داس بھی سورج گرہن کا نمائندہ ہے، لیکن میرا دوست ہے۔"

"رام داس کہاں ہے اس وقت۔"

"وہ پتا نہیں کہاں ہے ممکن ہے پونا میں ہو۔ ممکن ہے ہیں اور مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"سورج گرہن کے کتنے افراد ہندوستان میں موجود ہیں۔"

"میں نہیں جانتا، ہم میں سے کسی کو اتنا زیادہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ تھوڑا تھوڑا سب کو بتا دیا جاتا ہے۔ یعنی اتنا جتنی ضرورت ہوتی ہے۔"

"سُن ڈنگو یہ بتا کہ سورج گرہن میں تیرا کیا مقام ہے!"

"میں ان لوگوں کے لیے ایک مصروف آدمی ہوں، وہ ھے بہت سارے معاملات دیتے رہتے ہیں جن کی تکمیل مجھے رنا ہوتی ہے۔"

"ڈنگو! روپ مالا میری تحویل میں ہے، وہ تیری امانت ے طور پر میرے پاس رہے گی۔ لیکن اس کے لیے تجھے ایک کام کرنا ہو گا؟"

"کیا؟"

"رادھن سنگھ کا خاتمہ۔"

"کیا کہہ رہی ہے، کیسی عجیب بات کہہ رہی ہے کیا تو جانتی ہے کہ رادھن سنگھ کیا ہے، کنور رادھن سنگھ کو قتل کرنا کسی ب آدمی کے بس کی بات نہیں ہے وہ سورج گرہن کی ناک ہے۔"

"میں اس ناک کو کاٹ دینا چاہتی ہوں۔"

"اور یہ کام تو مجھ سے لے گی؟"

"ہاں تو کہہ چکا ہے کہ ساری دنیا میں تو سب سے زیادہ ی کو چاہتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو تجھے یہ کام کرنا ہو گا۔"

"مگر یہ کام اتنا آسان تو نہیں ہو گا۔"

مشکل ہو یا آسان مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے میں تیرے منے آ بھی سکتی ہوں، ایک ہزار بار آ سکتی ہوں، لیکن ایسی کل میں کہ اگر میرا بال بھی بیکا ہوا تو روپ مالا کو اسی جگہ ے کر دیا جائے گا جہاں وہ موجود ہے۔

"سن تو سہی سن تو سہی۔ بات تو سُن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تو اُسے میرے حوالے کر دے، اس کے بعد میں تیرے ساتھ مل کر کام کروں، دیکھ میری بات سُن لے اگر میں اس کی شکل نہیں دیکھتا تو میں کسی کام کا نہیں رہتا۔ مجھ سے زندگی کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، تو نہیں جانتی وہ میرے بچپن کا پیار ہے، وہ میری زندگی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتی ہے جو کوئی نہیں رکھتا۔ میں اس کے بغیر بالکل ناکارہ ہوں اب اگر میں یہاں سے نکل بھی گیا تو دل جمعی سے وہ کام نہیں کر سکوں گا جو تو میرے حوالے کر دے گی، دوسری شکل میں میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے تعاون کروں گا۔"

"تیرے سپرد میرے قتل کی ذمہ داری ہے نا۔"

"ہاں مجھ سے کہا گیا ہے کہ تجھے ہلاک کر دیا جائے، ہر جگہ سورج گرہن کے نمائندوں کو تیری تصویر دکھا کر یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ جہاں بھی تو نظر آئے، یا تو تجھے قتل کر دیا جائے یا گرفتار کر کے رادھن سنگھ کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"ڈنگو، تجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ اتنا کچھ کرنا ہے تجھے کہ تو تصور بھی نہیں کر سکتا، روپ مالا میرے پاس ایک آخری کارڈ کے طور پر ہے، میں تجھ سے اس کی زندگی کا وعدہ کر سکتی ہوں، اُسے تیرے حوالے نہیں کر سکتی جب تک کہ تو میرا کام نہ کر دے۔"

"آہ۔ تو نے بہت مشکل کام میرے سپرد کیا ہے۔" میں زندگی کی قیمت پر بھی تیرا ہر کام کرنے کو تیار ہوں، لیکن یہ تو میری زندگی سے بھی آگے کی بات ہے۔"

"ڈنگو تو بے پناہ قوت کا مالک ہے، میں جانتی ہوں کہ تو بے پناہ قوت کا مالک ہے، تو معمولی شخصیت نہیں ہے، تو میرا یہ کام کر دے، روپ مالا تجھے مل جائے گی۔ ورنہ دوسری شکل میں میرے لیے ممکن نہ ہو گا۔"

"تو پھر۔ تو پھر تو مجھ سے رابطہ قائم رکھ، میں تیری امداد کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن وعدہ کر کے میری روپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں ڈنگو کہ جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر عمل کروں گی تو کہاں سے بول رہی ہے؟"

"مجھ سے ملاقات کر، مجھ سے مل لے، اب جبکہ روپ مالا تیرے قبضے میں ہے، میں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس نے کہا۔ لیکن میں ابھی کوئی جواب نہ دینے پائی تھی، کہ میرے کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی، اور پھر ایک دھاڑ سنائی دی۔"

"کون ہے اندر، دروازہ کھولو کون ہے اندر، میں ایک لمحہ کے لیے سٹپٹا گئی۔ میں نے فون کا ریسیور رکھ دیا اور جلدی سے ریوالور نکال لیا یہ انتہائی خطرناک لمحات تھے میرے لیے، دستک پھر سنائی دی اور میں نے قرب و جوار میں نگاہ دوڑائی، میں اس وقت بری طرح پھنس گئی تھی۔ اگر میں چاہتی تو دروازے پر فائرنگ کرکے ایک آدھ کو ٹھنڈا کر سکتی تھی، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا، یہاں میں تنہا تھی اور ڈنگو کے بے شمار ساتھی، کوٹھی کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے، ایسی صورت میں کوئی خطرہ مول لینے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بہتر یہ تھا کہ میں نکل جانے کی کوشش کرتی، کیونکہ ڈنگو سے اس وقت ہونے والی گفتگو کا ردِ عمل دیکھنا بھی ضروری تھا، لیکن موجودہ صورت حال بخانے باہر موجود لوگوں کو کیا شبہ ہوا ہے، کمرے میں کوئی ایسی کھڑکی وغیرہ بھی نہیں تھی، جس کے ذریعے باہر نکلنے کی کوشش کی جاتی، دیوار کے اوپری حصے میں ایک خوبصورت روشندان دیکھ کر کچھ امید بندھی، روشندان پر شیشہ لگا ہوا تھا۔ اور درمیان میں پٹ کو روکنے کے لیے ایک سفید سلاخ تھی۔ اگر یہ سلاخ نکل جائے تو پھر میرے بدن کو روشندان سے نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی لیکن روشندان تک پہنچنے کا مسئلہ تھا، یہ سب کچھ چند لمحات میں کرنا تھا اور میرے تیز رفتاری سے کام کرنے والے ذہن نے ایک فیصلہ کر لیا، باہر سے آواز آئی۔"

"میں کہتا ہوں کہ دروازہ کھولو ورنہ میں فائر کر دوں گا۔" میں دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دیوار کی سمت رینگتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچ گئی۔"

"میں۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی، میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔"

"کون ہو تم، اندر کیا کر رہی ہو، باہر سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔"

"میں۔ میں مسٹر ڈنگو کے غصے کا شکار ہوں انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں خود کو ان کی نگاہوں سے دور کر دوں، ورنہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔"

"دروازہ کھولو وہ اس وقت اپنے کمرے میں ہیں، میں نہیں کھولوں گی۔ میں نے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ شخص بھی ٹلنے والا نہیں ہے، چنانچہ اس بات کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ میں نے وہ میز اٹھائی جو میرے سامنے رکھی تھی، اور اسے روشندان کے نیچے رکھ دیا۔ اس کے بعد میز پر کرسی رکھی اور آہستہ سے اس پر چڑھ گئی، دوسری طرف سے اس شخص کی آواز مسلسل آ رہی تھی، بخانے وہ کیا کیا اول فول بک رہا تھا، لیکن میں نے اس کی بکواس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے کام میں مصروف رہی، روشندان کی درمیانی سلاخ بھی کمزور نہیں تھی، پہلے میں نے اسے روشندان میں بنے ہوئے سوراخوں سے نکالنے کی کوشش کی، اور جب اس میں ناکام رہی تو انگلیاں ٹیڑھی کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے سلاخ کو درمیان سے اس طرح نیچے کرنا شروع کیا کہ اس کے سرے ڈھیلے ہو جائیں، اور کافی دیر تک میں اس سلسلے میں کوشش کرتی رہی۔ میں تقریباً چالیس پچاس سیکنڈ کے اندر اندر اپنے اس کام میں کامیاب ہو گئی۔ چنانچہ میں نے سلاخ کو باہر نکالا اور دونوں ہاتھ چوکھٹ پر رکھ کر باہر چھت پر نکل گئی لیکن چھت کے سرے پر رکنا حماقت کی بات تھی۔ میں نے سوچا دیکھوں کہ دروازے پر کھڑے ہوئے لوگ کیا کر رہے ہیں، چنانچہ میں بے آواز رینگتی ہوئی دروازے پر آ گئی، اور بہتر ہی ہوا کہ بروقت میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی تھی، دروازے کے سامنے اب کئی افراد جمع ہو چکے تھے، اور آپس میں کھڑے چہ میگوئیاں کر رہے تھے، پھر ان میں سے ایک نے پیچھے ہٹ کر زور سے داہنے شانے سے دروازے پر ٹکر ماری، لیکن یہ آدمی اتنا طاقتور نہیں تھا کہ ایک ہی ٹکر میں دروازہ اکھاڑ کر پھینک دیتا، اس ناکامی کے بعد دوسرے آدمی نے کوشش شروع کی۔ مجھے یقین تھا کہ چند آدمی مل کر دروازہ ضرور اکھاڑ پھینکیں گے، لیکن اب میرا یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ وہ یہ اندازہ بھی لگانے کی کوشش کریں گے کہ میں روشندان سے فرار ہوئی ہوں۔ اور اس کے بعد وہ تجسس کا شکار ہو جائیں گے۔

سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ باہر ان کے آدمی پھیلے ہوئے تھے اور پوری طرح کسی کی تلاش میں مستعد تھے اگر یہاں سے نکل کر میں باہر کا رخ کرتی ہوں تو پھنس جانے کا اندیشہ ہو گا اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس عمارت ہی میں، میں انہیں چکر دیتی رہوں۔ چنانچہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں چھت کے داہنی سمت چل پڑی، یہاں سے اترنے کے لیے راستہ تلاش کیا اور انتہائی خطرناک راستے سے نیچے اتر گئی۔ حالانکہ بلندی زیادہ نہیں تھی لیکن میں نے اس راستے کو خطرناک اس لیے کہا کہ نیچے کودنے کی آواز بھی پیدا ہو سکتی تھی اور یہی ہوا غالباً انہوں نے یہ آواز سن لی تھی۔ دوسرے لمحے چند

افراد اس دروازے سے باہر نکلے جسے وہ توڑ کر اندر داخل ہو چکے تھے اور غالباً صورتِ حال ان کی سمجھ میں آ گئی۔

"وہ رہی۔ کسی نے زور سے آواز لگائی اور میں برق رفتاری سے ایک راہداری میں گھوم گئی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں مجھے اپنے پیچھے سنائی دے رہی تھیں۔ راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر میں ٹھہر رکی وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے تھے یہاں ایک پائپ لگا تھا جو اوپری منزل تک پہنچتا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور دوسرے لمحے میری انگلیاں پائپ پر جم گئیں، میں اتنی تیزی سے اوپر چڑھی تھی کہ مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔

پائپ شاید عمارت کی پشت پر گندے پانی کی نکاسی کے لیے تھا۔ میں اس پر چڑھتی ہوئی اس کھڑکی تک پہنچ گئی جو کھلی ہوئی تھی اور پھر میں کھڑکی میں گھسنے میں کامیاب ہو گئی یہ کچن تھا۔ فینسی اور آراستہ، عمدہ کچن جو عمدہ قسم کی چیزوں سے بھرا ہوا تھا لیکن مجھے بھلا ان چیزوں سے کیا دلچسپی ہوتی، میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور پھر مجھے دوبارہ ایک راہداری میں دوڑنا پڑا۔ میں ان لوگوں کو اتنا پریشان کرنا چاہتی تھی کہ وہ زندگی سے عاجز آ جائیں۔ چنانچہ اوپر رکنے کے بجائے میں سیڑھیاں تلاش کرکے دوبارہ نیچے اتر آئی۔ اب میں ایک ہال میں تھی وسیع اور کشادہ ہال میں، جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کے اندر دو دروازے تھے میں نے فیصلہ کیا اور پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئی، دروازے کے دوسری طرف راہداری تھی اس راہداری میں ایک کھلا صحن تھا اور کمروں کی قطار بائیں سمت نظر آ رہی تھی۔ بہت سے دروازے تھے جن میں سے ایک کا میں نے انتخاب کیا اور اس میں داخل ہو گئی۔ یہ چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں معمولی فرنیچر پڑا ہوا تھا اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا اور تیز سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی ویسے اب اس بات کے امکانات تھے کہ پستول کے استعمال کی نوبت بھی آ جائے چنانچہ میں نے پستول نکالا اور اس کے چیمبر چیک کرکے ایک کرسی پر بیٹھ گئی میں جانتی تھی کہ وہ فوراً ہی اس کمرے کا رخ نہیں کریں گے۔ بلکہ ابھی تو وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ میں کس طرف گئی ہوں ممکن ہے اوپری چھت۔ ابھی میں اتنا ہی سوچ پائی تھی کہ میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

چھت کے اوپر بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں تمہارے ہاتھ آسانی سے نہیں آؤں گی۔ تمہیں میرے سلسلے میں کافی پاپڑ بیلنا پڑیں گے اپنی اس نئی زندگی پر میں بہت مطمئن و مسرور تھی۔ میرے استاد لی ینگ نے مجھے جو کچھ سکھایا تھا ابھی تک اس کے استعمال کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن اس ورزش نے مجھے جوڈو کراٹے کے سلسلے میں کرنی پڑی تھی میرے جسم میں بے انتہا پھرتی پیدا کر دی تھی اور اب درحقیقت میں وہ کوشل نہیں رہی تھی جو کبھی زمانے کی چیرہ دستیوں کا شکار تھی۔

میں سوچنے لگی کہ جب تک وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے آرام کیا جا سکتا ہے چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر لیں، پستول میری گود میں رکھا ہوا تھا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ آنے والے وقت کے لیے فیصلے کر رہی تھی دفعتاً میں چونک پڑی، میں نے دل میں سوچا کہ اب تک میں تو حماقت کر رہی ہوں میرے پاس ایک بہترین ذریعہ موجود ہے۔

دوسرے لمحے میں اچھل کر کھڑی ہو گئی چنانچہ اس سے عمدہ ترکیب میرے ذہن میں کوئی اور نہیں آ سکتی تھی میں پستول ہاتھ میں لیے دروازے کے نزدیک پہنچی اور دروازے سے کان لگا کر میں نے باہر کا جائزہ لیا۔ اس طرف کوئی آواز نہیں تھی، چنانچہ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور پھر انتہائی برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی راہداری کے سرے پر پہنچ گئی لیکن اب میں سرے پر ہی تھی کہ اس طرف سے مجھے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں پھر کسی کمرے میں گھس جاؤں چنانچہ سرے کے نزدیک جو آخری کمرہ تھا میں نے آہستگی سے اس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

اندر داخل ہو کر میں نے بے آواز انداز میں دروازہ بند کر لیا، دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں کمرے کے سامنے سے گزر گئی تھیں۔ وہ لوگ غالباً اب اس طرف متوجہ ہوئے تھے اور یہ ان کی حماقت سمجھی جا سکتی تھی یا پھر بدحواسی کہ انہوں نے سب سے پہلے اسی کمرے کا دروازہ کھولا، جس میں، میں چند ساعت پہلے موجود تھی۔ دروازہ کھول کر وہ سب اندر گھس گئے میں نے دروازے سے جھانکا، احمق لوگ سب کے سب دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ اگر ان میں سے ایک آدھ باہر رہتا تو شاید مجھے اس کمرے کے دروازے سے نکلتا ہوا دیکھ لیتا۔

مگر اس قسم کے لوگ ایسی حماقتیں نہ کریں تو ہمارے لیے بے حد مشکلات پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ دروازہ کھول کر میں باآسانی راہداری کے دوسرے سرے پر رینگ گئی۔ اب میں اس کمرے تک باآسانی پہنچ سکتی تھی جس میں ڈنگو موجود تھا میرا اندازہ

درست نکلا۔ ڈنگو اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہوا اور بے چینی سے اِدھر اُدھر کان لگا رہا تھا۔ غالباً آوازیں سننے میں مصروف تھا پھر اس نے دھاڑ کر کہا۔

" سور کے بچو۔ کیا دھما چوکڑی مچاتے پھر رہے ہو میرے پاس آؤ۔" لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس سے چند گز کے فاصلے پر موجود تھی اور بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس وقت خطرہ یہ تھا کہ کوئی ڈنگو کی دھاڑ سن کر اس طرف آجائے چونکہ اس کی آواز معمولی نہیں تھی۔ پھر شاید میری قسمت ہی یاور تھی کہ وہ چند قدم آگے بڑھ کر ایک سمت چل پڑا۔ اس نے پھر خونخوار لہجے میں کہا۔

" میں کہتا ہوں کہاں مرتے پھر رہے ہو تم سب لوگ صورت حال کیا ہے ؟" اس کی خونخوار آواز اُبھری۔ لیکن اس کا دروازے سے ہٹ آنا میرے حق میں بہت مفید ثابت ہوا، میں پھرتی سے اس کمرے میں گھس گئی جس میں چند لمحات پہلے وہ موجود تھا۔ میں نے اُسے آواز تک نہ محسوس ہونے دی تھی اور اب میں اپنے خیال میں ایک محفوظ مقام پر تھی۔ ڈنگو کے اس کمرے میں مجھے جو تحفظ مل سکتا تھا۔ وہ کہیں اور نہیں مل سکتا تھا۔

کمرے میں ایک مسہری بچھی ہوئی تھی۔ خاصا وسیع و کشادہ کمرہ تھا۔ جسے یقیناً خوابگاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ میں اطمینان سے مسہری کے نیچے رینگ گئی اور آرام دہ قالین پر چت لیٹ گئی، پستول میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا۔

مسٹر ڈنگو۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اب اگر مجھے رات بھی یہاں ہوجائے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ دیکھتی ہوں تمہارے آدمی مجھے کہاں کہاں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ میں نے سوچا اور اطمینان سے لیٹی باہر کی آوازوں پر کان لگائے رہی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ڈنگو دوبارہ کمرے میں واپس آگیا وہ دروازے کی چوکھٹ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کی دھاڑیں سن کر غالباً چند افراد اس کے پاس پہنچ گئے۔

" تم۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟" ڈنگو وحشیانہ انداز میں چیخا۔

" جج۔ جناب۔ وہ۔"

" کتے۔ بے غیرت میں کتنی دیر سے آوازیں دے رہا ہوں۔ اور تم خرگوشوں کی طرح دوڑتے پھر رہے ہو۔ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر کیا مجھے یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔" ڈنگو وحشیانہ انداز میں دھاڑا۔"

" اوہ۔ چیف۔ چیف وہ۔"

" میرے نزدیک آ۔ تو میرے نزدیک آ۔" ڈنگو خونخوار لہجے میں بولا۔

" معافی چاہتا ہوں جناب!۔ دراصل ایک عجیب واقعہ پیش آگیا ہے۔"

" میں نے کہا ہے کہ میرے نزدیک آ۔" ڈنگو دہاڑا اور وہ آدمی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے مسہری کے نیچے سے جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد کچھ عجیب گھٹی گھٹی سی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک چٹاخ کی آواز کے ساتھ وہ شخص زمین پر گر پڑا اور ڈنگو نے اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔

" اب بول کیا بکواس کر رہا تھا۔؟"

" وہ۔ وہ جناب۔ ایک کمرے سے عجیب سی آوازیں سنائی دیں۔ ہم نے دروازے کے نزدیک پہنچ کر دیکھا تو دروازہ اندر سے بند تھا اور جب وہ دروازہ توڑا گیا تو وہ۔ وہ روشندان سے باہر نکل گئی تھی۔

" کون۔؟" ڈنگو دھاڑا۔"

" پتہ نہیں، کون تھی جناب؟ لیکن وہ اجنبی تھی۔ ہم نے اس کی شکل پہلے اس کوٹھی میں کبھی نہیں دیکھی۔

" تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ پاگل ہوگیا ہے کیا تو۔؟" ڈنگو دھاڑا۔

" معاف کردے چیف میرا کوئی قصور نہیں ہے ہم لوگ پریشانی میں اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

" کون تھی وہ۔ اور اس عمارت میں کیسے گھس آئی۔"

" پتہ نہیں جناب وہ ہمیں ساری عمارت میں چکر دیتی پھر رہی ہے۔"

" اوہ۔" ڈنگو کچھ دیر تک خاموش رہا اور پھر اس نے کہا۔"

" باقی لوگ بھی اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

" ہاں چیف۔ وہ اس عمارت میں موجود ہے باہر جانے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن نجانے کمبخت کہاں کہاں چھپتی پھر رہی ہے اب مجھے اجازت دیں ہم سب اسے تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔

" مگر وہ کون ہوسکتی ہے۔" ڈنگو خود بخود بڑبڑایا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اس کی بڑبڑاہٹ میں نے بھی سنی تھی۔ وہ شخص جس

کی ڈنگو نے مرمت کی تھی شاید موقعہ پا کر کھسک گیا تھا۔ میں مسہری کے نیچے لیٹی حالات پر غور کر رہی تھی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ چند ساعت کے بعد ڈنگو مسہری پر آبیٹھا مجھے تلاش کرنے والے یقیناً اب بھی ساری کوٹھی میں بھاگتے پھر رہے ہوں گے میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا خطرہ مول لینا چاہیئے یا نہیں اگر ڈنگو میری رہائی پر آمادہ نہ ہوا تو میں واقعی مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ لیکن یہاں آنے سے قبل میں نے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہوجائے میں روپ مالا کو اپنا شکار بنائے رکھوں گی چونکہ ڈنگو اسی کے ذریعے میرے قبضہ میں آسکتا ہے چند لمحات میں اپنی جگہ سے نکلی اور میں نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ ڈنگو اس وقت کس پوزیشن میں ہے ڈنگو شاید مسہری پر لیٹ گیا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ اس کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔ لیکن جب میں نے دروازہ بند کیا تو وہ اُچھل کر بیٹھ گیا۔

" کون ہو تم۔؟ تم۔؟ اور دوسرے لمحے اس نے شاید مجھے پہچان لیا لیکن پستول کا رُخ اس کی کھوپڑی کی طرف تھا۔ میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔

" میں ہوں ڈنگو۔ تم مجھے پہچانتے ہو۔"

" اوہ تم۔ تم۔ یہاں کیسے گھس آئیں۔"

" میں اسی عمارت میں تھی ڈنگو جب میں نے تمہیں ٹیلی فون کیا تھا میں تم سے بات کر رہی تھی کہ تمہارے آدمی اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے، جہاں میں موجود تھی۔ مجبوراً مجھے وہاں سے روشندان کی سلاخ توڑ کر نکلنا پڑا۔ اور اس کے بعد میں نے تمہارے کمرے میں آکر پناہ لی۔

" خدا کی پناہ۔" تو عورت ہے یا شیطان۔ میں نے تیری جیسی شیطان فطرت عورت کبھی نہیں دیکھی۔

" اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ سکو گے ڈنگو۔ لیکن اب ہمیں ایک دوسرے سے ذرا مختلف انداز میں گفتگو کرنی چاہیئے۔ چونکہ ہمارے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ ہوچکا ہے اگر تم اس کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے میرے بارے میں سن لو، میں ہر قیمت پر یہاں سے نکل جاؤں گی تمہارے یہ چوہے مجھے قابو میں نہیں کرسکتے۔ لیکن اس کے بعد معاہدے کی خلاف ورزی پر تمہیں جو نقصان اٹھانا پڑے گا، اس کا تم خود تصور کرلو۔ دیکھو ڈنگو انسان بعض مجبوریاں کسی طور نظر انداز نہیں کرسکتا اور ان مجبوریوں میں سب سے بڑی مجبوری محبت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس معصوم لڑکی کو چاہتے ہو جس کا نام روپ مالا ہے۔ میں نے کہا۔

" ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں تجھ سے تعاون کروں گا۔ بول کیا چاہتی ہے ؟"

" بس کچھ نہیں، میرے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے میں اس وقت تک اس کی پابندی کروں گی۔ جب تک تم کرتے رہو گے۔ وہ میرے قبضے میں ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر میں ایک مخصوص وقت تک وہاں نہ پہنچ جاؤں تو پھر اس کے ساتھ بہتر سلوک نہ کیا جائے جب انہیں یہ علم ہوگا کہ مجھے قتل کر دیا گیا ہے تو وہ اس کی لاش بھی تیرے سامنے پیش کر دیں گے۔

" نہیں نہیں، یہ تجھے کیسے اندازہ ہوا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن اب جب تو میرے سامنے آگئی ہے تو براہ کرم مجھ سے بیٹھ کر بات کر، یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ آئے گا تو میں بھگا دوں گا۔ ڈنگو نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے اپنے اس شاندار کارنامے پر فخر ہو رہا تھا جس کے تحت میں نے ڈنگو کو قبضے میں کر لیا تھا اگر روپ مالا میرے قبضہ میں نہ ہوتی تو یقینی طور پر ڈنگو اس طرح میرے قابو میں نہ آتا۔ اس جیسے وحشی انسان کو قابو میں لانے کے لیے مجھے جو پاپڑ بیلنا پڑے تھے میں ہی جانتی تھی۔ بہر طور میری محنت کامیاب ہوئی تھی۔ میں نے اسے ناکارہ کر دیا تھا اور اس وقت وہ بے بس چوہے کی مانند میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا بہر طور چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے۔ پھر میں نے ڈنگو سے کہا۔

" جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے ڈنگو۔ کیا تم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو؟"

" پہلے مجھے روپ مالا کے بارے میں بتاؤ۔ اسے تو نے کس طرح اغوا کیا۔ وہ زخمی تو نہیں ہوئی۔" ڈنگو ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔"

" نہیں۔ اس کے بدن پر ایک خراش بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس جیسی معصوم لڑکی کے ساتھ یہ سلوک کرسکتی ہوں۔ یقین کرو اپنے مشن کی تکمیل کے لیے میں تم جیسے ہزاروں انسانوں کو قتل کرسکتی ہوں لیکن روپ مالا کی محبت کے سامنے مجھے تمہاری زندگی کی حفاظت بھی کرنی پڑے گی۔ محبت ایسی ہی عظیم چیز ہوتی ہے۔

" اوہ۔ تو ٹھیک کہتی ہے واقعی محبت کے ہاتھوں انسان بالکل گدھا بن جاتا ہے۔ مجھے یہ بتا کہ اگر رادھن سنگھ کے

خلاف میں تیری مدد نہ کر سکا تو پھر کیا ہوگا۔

"میں جانتی ہوں ڈنگو کہ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟" اگر کسی کام کے سلسلے میں مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ تم اسے خلوص سے انجام دینے کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو میں تمہیں ذمہ دار نہیں ٹھہراؤں گی۔

"اس بات کے لیے تیرا شکریہ، لیکن رُوپ مالا کو کس چیز کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے، تجھے جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے لے لے اس کی صحت کا پوری طرح خیال رکھنا اس کی صحت میں کوئی خرابی نہ ہو۔

"تم اس کی کوئی فکر نہ کرو ڈنگو۔ جب تک تم میرے لیے خلوص سے کام کرتے رہو گے وہ میرے لیے معزز رہے گی۔ ویسے یہ سب کچھ تمہارے اوپر ہے۔

"تو بے فکر رہ، جو کچھ تو مجھے بتائے گی اس کی انجام دہی کے سلسلے میں، میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ ڈنگو نے عاجزی سے کہا۔ اس کے تمام کس بل نکل گئے تھے۔ ویسے محبت کے ہاتھوں اس کی بے بسی قابل دید تھی۔ مجھے اس پر ہنسی بھی آرہی تھی اور تھوڑا سا افسوس بھی تھا۔

"رادھن سنگھ سے تمہارا براہِ راست رابطہ رہتا ہے ڈنگو؟"

"کبھی کبھی۔" جب یہاں اسے کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔

"فی الحال وہ یہاں کیا کام کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس آج کل اس کے سر پر تمہارا ہی بھوت سوار ہے۔ اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ کسی بھی قیمت پر تمہیں حاصل کر کے اس کے حوالے کریں۔

"تمہیں ایک کام کرنا ہے۔ ڈنگو ایک خصوصی کام۔"

"کیا۔؟"

"سُنو۔ پونا میں ایک عورت کنول کماری کے نام سے رہتی ہے۔ تمہیں کنول کماری سے مل کر یہ معلوم کرنا ہے کہ روپا اُس کے پاس پہنچ گئی یا نہیں۔ اگر روپا اس کے پاس پہنچ گئی ہے ڈنگو تو تم کنول کماری سے مل کر روپا کے تحفظ کا بندوبست کر دو گے۔ روپا دراصل میری بہن ہے۔ میں تمہیں اپنی پوری کہانی نہیں سناؤں گی ڈنگو۔ بس یوں سمجھ لو کہ پہلے میں یہ سب کچھ نہیں تھی۔ رادھن سنگھ نے میرے پورے پریوار کو ختم کر دیا۔ اور اس کے بعد میں اس سے انتقام پر آمادہ ہوگئی اور اب میرے اور اس کے درمیان چل رہی ہے۔ روپا میری بہن ہے لیکن ایک بات سُن لو ڈنگو کہ اگر مجھے یا میری بہن کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری بھی تم پر عائد ہوگی۔ تم براہِ راست رادھن سنگھ پر اگر قبضہ نہیں پا سکتے تو کم از کم اس کا تو انتظام کر سکتے ہو کہ مجھے اس کی کارروائی سے آگاہ کرتے رہو۔ یہ بتاتے رہو کہ یہاں کون کون میری زندگی کے درپے ہے۔

"مگر۔ مگر کوشل دیوی۔ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا رادھن سنگھ تو تمہارا دشمن ہے۔ تمہارا دشمن رہے گا۔

"میں تم سے یہی بتانا چاہ رہی ہوں ڈنگو، میں اپنے اس دشمن کا خاتمہ چاہتی ہوں۔ سورج گرہن سے مجھے اور کوئی پرخاش نہیں ہے۔ اگر سورج گرہن سے رادھن سنگھ کا نام ختم کر دیا جائے تو پھر اس سے میرا کوئی تعلق نہیں رہ جاتا۔ میں تو صرف رادھن سنگھ کی دشمن ہوں، تم سب سے پہلے تو مجھے اور روپا کو تحفظ دو گے، اور اس کے بعد رادھن سنگھ کے خاتمے کے سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ تم اگر سورج گرہن کے آدمی ہو تو کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں سورج گرہن کے خلاف ہوں کیونکہ میں سرے سے اس کے خلاف ہی نہیں ہوں۔ ہاں اگر رادھن سنگھ میرا شکار بن جائے تو پھر میں اپنا کام با آسانی کر سکتی ہوں۔

مگر اس دوران۔ میرا مطلب ہے روپ مالا کا کیا ہوگا۔

"وہ میرے قبضے میں آرام سے رہے گی تم جتنی جلدی میرا کام کرا دو گے اتنی ہی جلدی روپ مالا کو میں تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"نہیں، نہیں میں اُسے دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔ بس اس سے، میں اُس سے۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو اگر ہمارے اور تمہارے درمیان بہتر تعلقات قائم ہوگئے ڈنگو تو ممکن ہے میں تمہیں اس کو دکھانے یا اس کی آواز سنانے کا بندوبست کر دوں۔ ڈنگو بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ اب اس کی آنکھوں میں ڈھیلا پن پیدا ہوگیا تھا پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"مجبور ہوں اس کے لیے، حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ رادھن سنگھ سے میرا کوئی دلی رشتہ نہیں ہے۔ بس وہ تنظیم کا آدمی ہے اور تنظیم کے بڑوں کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ تنظیم سے مجھے بھی بے شمار فائدے ہیں لیکن یہ نہیں ہے کہ میں رادھن سنگھ سے کوئی خاص عقیدت رکھتا ہوں۔ اگر تمہاری اس سے دشمنی ہے تو تم ضرور اسے قتل کر دو، میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اس سلسلے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔ لیکن روپ مالا کو میرے حوالے کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے اپنی تمام دشمنی ختم کر کے یہ لمحات بھول جاؤں گا اور تمہارے ساتھ اسی طرح کام کرتا رہوں گا۔ جس طرح کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ لیکن روپ مالا مجھے دیدو۔ مجھے اس کی جدائی برداشت نہیں ہوسکتی۔

"تم سمجھتے ہو کہ یہ میرے لیے ناممکن ہے ڈنگو۔ میں بھی بہت سے لوگوں سے جُدا ہوگئی ہوں۔ میرے اپنے بھی مجھ سے جُدا ہو گئے ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں ہیں جنہیں میں چاہتی ہوں، تم میرا کام کرتے رہو میں تمہارا کام با آسانی کر دوں گی۔ تم اطمینان رکھو، میرے پاس اگر اس کے علاوہ کوئی ذریعہ ہوتا تو میں یقیناً تمہاری محبت کو تم سے نہ چھینتی۔ مجھ سے تعاون کرو ڈنگو۔ ہم دوست بھی بن سکتے ہیں۔ میں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ وعدہ کرتی ہوں کہ روپ مالا تمہاری نگاہوں سے دور ضرور رہے گی اور وہ بھی اس لیے کہ میں بے بس اور بے سہارا ہوں لیکن اس کے بعد روپ مالا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں جس طرح بھی ممکن ہوسکا اسے عزت و احترام سے رکھوں گی، اور تمہارے حوالے کر دوں گی، لیکن بس میرا یہ کام کر دو۔ ڈنگو کے چہرے پر ڈھیلا پن پیدا ہوگیا تھا وہ چند لمحات تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو بھی ٹھیک کہتی ہے۔"

"تو جو کچھ میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ وہ تم کر لو گے نا؟"

"ہاں۔ مجھے ذرا کنول کماری کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا۔ ڈنگو بولا۔ اور میں اسے کنول کماری کی تفصیل بتانے لگی۔ تب وہ کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے کیا میں اُسے یہ تفصیل بتاؤں کہ تو یہاں ہے اور کچھ کر رہی ہے۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ بس صرف یہ معلوم کر لو کہ میری بہن روپا کنول کماری کے پاس پہنچ چکی ہے یا نہیں۔ ڈنگو نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ پھر وہ کہنے لگا۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"بس اب یہاں سے میرے جانے کا بندوبست کر دو اور اپنے آدمیوں کو یہ بھی ہدایت کر دو کہ میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ وہ اپنی موت کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں تمہیں بھی بدعہدی کا مجرم قرار دوں گی۔ میں نے کہا۔

ڈنگو اُٹھ گیا۔ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ کھولا اور پھر اس کی آواز گونجی۔

"کیا تم لوگ ابھی تک بھاگ دوڑ میں مصروف ہو بے وقوف کے بچو اندر آؤ۔"

"چیف، وہ باہر نہیں گئی ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے زمین میں سما گئی ہے یا آسمان میں پرواز کر گئی ہے کہیں کوئی نشان نہیں مل رہا۔ کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نشان۔ ڈنگو کی غراہٹ اُبھری۔ کاش! میں تم جیسے ناکارہ لوگوں کا نشان مٹا سکتا جن کی لاپروائیوں نے مجھے اس حال میں پہنچا دیا۔ اندر آجاؤ۔ وہ واپسی کے لیے مڑا اور کوئی اور اس کے پیچھے اندر داخل ہوگیا اس کی روح قبض ہو رہی تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ بے اختیار اُچھل پڑا۔

"یہ رہی۔ یہ رہی۔ اس کے حلق سے ہیجانی آواز نکلی اور یہ اس کی بدبختی تھی کہ وہ جھونک میں میری طرف بڑھ آیا تھا ڈنگو نے راستے ہی میں اس کی گردن دبوچ لی تھی اور اس کا بھرپور گھونسہ اس شخص کے پیٹ پر پڑا۔

"میرے کمرے میں آکر ہی تو تمہاری صلاحیتیں جاگتی ہیں۔ نمک حرامو۔ اس نے زور سے اس شخص کو دھکا دیا اور اس نے فرش پر کئی قلابازیاں کھائیں۔ پھر سہم کر کھڑا ہوگیا۔

"اُٹھو۔ ڈنگو دھاڑا اور پھر بولا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور عزت کے ساتھ کوٹھی سے باہر چھوڑ آؤ۔ دوسرے کتوں سے بھی کہہ دینا کہ اس کا تعاقب نہ کریں اپنی اعلیٰ کارکردگی کو اپنے پاس رکھیں۔ ورنہ ایک ایک مارا جائے گا۔ میرے ہاتھوں۔ اندر آنے والے کے چہرے کی کیفیت قابل دید تھی۔ وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا، پھر ڈنگو کی دھاڑ سُن کر اچھل پڑا۔

"سنا تو نے میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں چیف۔ ہاں چیف۔ وہ جلدی سے بولا۔"

"او کے کوشل۔ جاؤ اب میں کسی طور تمہارے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ جب تک تمہیں ثبوت نہ مل جائے، مجھ سے بدگمان مت ہونا۔ ڈنگو نے کہا اور میں اس شخص کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس کے لقبیہ ساتھی کوٹھی کے لان پر ملے تھے۔ لیکن میرے ساتھ آنے والے نے انہیں ڈنگو کے احکامات

سنائے اور وہ منہ کھول کر رہ گئے ان میں سے ایک نے کہا۔
"چیف نشے کے عالم میں تو یہ بات نہیں کہہ گیا۔"
"ممکن ہے ایسا ہو۔ جاؤ تم تصدیق کر آؤ۔ دوسرے نے جلے بھنے لہجے میں کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑی۔ اس کے بعد کوئی کچھ نہیں بولا تھا میں کوٹھی سے باہر نکل آئی اور اطمینان سے چل پڑی لیکن اطراف سے بے خبر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی احمقانہ اقدام کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ ایک پر رونق جگہ آکر میں نے ٹیکسی تلاش کی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔ مارلبرو کے علاقے سے نکل کر میں کافی دور آگئی اور پھر وہاں سے مختلف حصوں میں چکر لگاتی رہی جب مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ ڈنگو کے آدمی نے اس کے احکامات کی تعمیل کی ہے تو میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس مارلبرو چل پڑی، میری نئی رہائش گاہ میں قادر کے ساتھ چند دوسرے لوگ بھی پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے پُرسکون دیکھ کر قادر نے اطمینان کی سانس لی اور کہنے لگا۔
"واقعی کوشل بہن انسان رشتوں کے چکر میں پھنس کر ناکارہ ہو جاتا ہے ابھی ان لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ ڈنگو کی کوٹھی میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ اس کے آدمی کوٹھی کے چاروں طرف کچھ تلاش کرتے پھر رہے ہیں بس میں پریشان ہو کر رہ گیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کوٹھی کی جانب دوڑ پڑوں۔ بس تمہاری ہدایت میرے قدم روک رہی تھی ورنہ میں ایسا ہی کرتا۔
"ہاں قادر۔ جب تک میں نہ کہوں بھیا کوئی ایسا کام نہ کرنا اگر مجھے کسی کام کی ضرورت پڑی تو میں خود تم سے کہہ سکتی ہوں اگر تم نے اپنے طور کوئی کوشش کی تو وہ میرے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔
"مجھے معلوم ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک تو پتہ نہیں نجانے کیا کیا ہو چکا ہوتا۔"
"بس تم آرام کرو، کیسے آ گئے تھے اس وقت۔"
"بس تمہارے لیے پریشان ہوں ڈنگو کی کوٹھی میں کیا کرنے گئیں تھیں۔"
"اپنا کام کر رہی ہوں قادر! اپنی مصیبتوں کا حل تلاش کرتی پھر رہی ہوں بس دیکھنا یہ ہے کہ کب میری مصیبتوں کا یہ دور ختم ہوتا ہے۔ ہاں میں نے تمہیں بھی اتنا ہی پریشان کیا ہے قادر۔ میں تمہارے ان احسانات کا صلہ نہیں دے سکتی۔
"ذلیل نہ کرو۔ میں تمہارے لیے کر ہی کیا رہا ہوں میری جان بھی اگر تمہارے لیے چلی جائے تو مجھے مسرت ہوگی زندگی میں ایک ہی بہن تو بنائی ہے میں نے۔ قادر نے جذباتی لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گئی۔ قادر تھوڑی دیر بعد چلا گیا۔ میں نے روپ مالا کی خیریت معلوم کی میرے آدمیوں نے مجھے بتایا کہ روپ مالا تھوڑی سی متردد ضرور ہے۔ وہ اکثر روتی بھی رہتی ہے لیکن کھانے پینے میں اس نے کبھی کوئی تکلف نہیں کیا اس کے سامنے جتنا بھی کھانا پہنچ جائے ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ اس سے اس کی ضرورت پوچھی جاتی رہیں اور اُسے کسی بھی چیز کی تکلیف نہ ہونے دی جائے، اس کے بعد میں اپنی اس نئی رہائش گاہ کے اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ میں شدید تھک گئی تھی اتنی بھاگ دوڑ کی تھی اور اتنے شدید خطرات مول لیے تھے کہ میرا بدن تھکن سے چور چور ہو گیا۔ اپنے کمرے میں آکر میں پُرسکون انداز میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ ذہن میں متعدد خیالات چکرا رہے تھے۔ رادھن سنگھ کتا ابھی تک زندہ تھا۔ میں بس اس کی موت چاہتی تھی اور روپا کی بازیابی۔ میں نے جو کچھ ڈنگو سے کہا تھا۔ غلط نہیں کہا تھا اس سے زیادہ میرا کچھ اور مقصد نہیں تھا میری تو صرف یہی خواہش تھی کہ مجھے اب کچھ نہ سہی میری بہن روپا ہی مل جائے اور میں اس کے ساتھ کسی گمنام گوشے میں زندگی گزار دوں، اب تک کی تمام کاوشیں اسی لیے تھیں۔
لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں رادھن سنگھ کی زندگی کا خاتمہ بھی چاہتی تھی میری دلی خواہش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے رادھن سنگھ کو فنا کے گھاٹ اتار دوں وقت گزرتا رہا۔ دو تین دن نہایت پُرسکون گزرے اس دوران میں نے ڈنگو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی چوتھے دن البتہ میں نے ایک پروگرام کے تحت ڈنگو سے رابطہ قائم کیا۔ ڈنگو اپنے اڈے پر ملا تھا۔ میں نے اپنی کوٹھی سے نکل کر ایک ٹیلی فون بوتھ سے یہ رابطہ قائم کیا تھا۔ ڈنگو نے میری آواز پہچان لی اور پریشان لہجے میں بولا۔
"آپ، آپ کہاں غائب تھیں اتنے دنوں سے مادام کوشل میں نے آپ کو ہر ممکن جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔
کوئی خاص بات ؟ میں نے سوال کیا۔"
"ہاں۔ خاص بات ہے۔"
"کیا۔ ؟"
"میں پونا گیا تھا۔ کنول کماری کے بارے میں معلومات حاصل کرنے۔
"کیا معلوم ہوا ؟ میں نے بے اختیار پوچھا۔

"روپا نامی کوئی لڑکی کبھی کنول کماری کے پاس نہیں آئی۔ اور کوشل۔ کوشل بہن کنول کماری کو قتل کر دیا گیا۔"
"کیا۔ ؟"
"ہاں۔ ان کی لاش ان کے کمرے میں پائی گئی، ان کی گردن نرخرے سے کٹی ہوئی تھی۔
"یہ کب کی بات ہے ؟ میں نے پوچھا۔"
"اس بات کو تقریباً دس یا بارہ دن ہو گئے۔ ڈنگو نے جواب دیا۔ میرے پورے بدن میں سنسناہٹیں دوڑنے لگی تھیں۔ یہ کیا ہوا۔ کیسے ہوا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے حلق میں ایک گولہ سا بنا اور منہ تک آگیا۔ مجھے کنول کماری کے قتل کی اطلاع سن کر ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ایک بار پھر میری ماں کو قتل کر دیا گیا ہو۔ میری آواز رندھ گئی ڈنگو نے چند لمحات کے بعد کہا۔
"ہیلو۔ کوشل دیوی۔"
"ہاں میں بول رہی ہوں ڈنگو۔"
"آپ یقین کریں کوشل دیوی کہ میں نے اس سلسلے میں آپ کے ساتھ کوئی بد عہدی نہیں کی۔ پوری تفصیلات معلوم کی ہیں روپا کے بارے میں، میں نے پوری چھان بین کی ہے اور مجھ پر ایک انکشاف بھی ہوا ہے۔
"کیسا انکشاف ؟"
"کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گی، جو میں کہوں گا ؟"
"کہو ڈنگو۔ جلدی سے کہو۔"
"رادھن سنگھ کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ رادھن سنگھ سورج گرہن کا خاص آدمی ہے اور اس کے احکامات کی تعمیل کے لیے وہ دنیا کے مختلف حصوں میں کام کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ بُرا انسان ہے۔ اس نے برائیوں کے بہت سے اڈے کھول رکھے ہیں۔ ڈیرا دون چھوٹی سی جگہ ہے لیکن وہاں پر رادھن سنگھ نے جدید طریقے پر ایک ایسی جگہ تعمیر کی ہے جسے گان کلب کہا جاتا ہے لیکن جو درحقیقت کچھ اور ہی خوبیوں کا مالک ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ رادھن سنگھ اکثر وہاں پایا جاتا ہے اس کلب کی مالکہ ایک عورت سارا دیوی ہے وہ عورت بھی بہت خطرناک ہے رادھن سنگھ سے اس کے بہت قریبی تعلقات ہیں یہ بات مجھے ایسے ذرائع سے معلوم ہوئی ہے۔ جو ناقابل تردید ہیں۔ آپ یقین کریں کوشل دیوی۔ میں نے آپ کو بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کی ہے اگر میری بات غلط نکل آئے تو آپ میرے ساتھ جو دل چاہے سلوک کر سکتی ہیں۔
"ڈنگو۔ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو میں اس کی تصدیق کروں گی۔"
"جو دل چاہے کر لیں۔ مجھے اب اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہاں اگر مناسب سمجھیں تو میرا ایک کام کر دیں۔ ڈنگو کی آواز میں عجیب سی بے چارگی تھی۔
"کہو ڈنگو۔"
"ایک بار مجھے صرف ایک بار روپ مالا کی آواز سُنا دیں۔ میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میں تمہارے لیے وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گیا کوشل، جو میرے بس میں ہے میں اپنی جان دے سکتا ہوں مگر۔ مگر ڈنگو کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں اس کے درد کو سمجھ رہی تھی اور اب میں اس سے متاثر ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں ریسیور ہاتھ میں تھامے خاموش بیٹھی رہی۔ پھر میں نے کہا۔
"ڈنگو انسان ایک معصوم بچے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے اس کے اندر کوئی برائی نہیں ہوتی میں نہیں جانتی کہ تمہاری زندگی کن کن راستوں سے گزر کر جرائم کی اس انتہا تک پہنچی ہے لیکن ایک بات میں جانتی ہوں کہ انسان ازل سے معصوم ہے اور ابد تک معصوم رہے گا اس دوران اس کی زندگی میں جو واقعات و حادثات پیش آئیں۔ وہ اسے کچھ سے کچھ بنا دیں لیکن تمہاری کیفیت سے میں بے حد متاثر ہوئی ہوں ڈنگو۔ کیا تم روپ مالا کو بہت زیادہ چاہتے ہو۔
"ہاں دیوی۔ آپ یقین کریں۔ میری کہانی بہت عجیب ہے۔ میرا پورا خاندان ختم ہو چکا ہے وہ میرے اس وقت کی ساتھی ہے۔ جب میں معصوم تھا وہ کیا تھی۔ کیا بن گئی یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اس کا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور یوں بھی سمجھ لیجیے کوشل دیوی کہ میں نے جرائم کی زندگی اسی کے لیے اختیار کی۔ عام زندگی میں میں کبھی اُسے وہ خوشیاں وہ سکون نہیں دے سکتا تھا جو اس زندگی میں آکر میں نے اس کے لیے فراہم کیے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا چکی ہوں گی کہ جرائم کی یہ زندگی میں نے اس کے لیے اپنائی ہے میں اُسے ساری دنیا سے زیادہ چاہتا ہوں کوشل دیوی میں اس کے بغیر مر جاؤں گا آپ کاش۔ آپ میری اس محبت کا تجزیہ کر سکیں۔
"کیا تم اس بات کا تجزیہ کر سکو گے ڈنگو کہ میں بھی ایک دیہات کی معصوم سی لڑکی تھی۔ میری زندگی کو بھی آگ کے شعلوں

پر لانے والا یہی شخص رادھن سنگھ تھا اس نے میرے معصوم پتا کو قتل کر دیا۔ میری ماں کو مار ڈالا میری زندگی پر ایسے ایسے زخم لگائے ہیں۔ اس نے کہ جب بھی وہ زخم دھواں دینے لگتے ہیں۔ میں آگ ہو جاتی ہوں اور اس وقت میرے دل میں انتقام کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے ہاں ڈنگو اس دنیا میں میری ایک بہن روپا ہے صرف روپا۔ اور وہی میری زندگی کا مقصد ہے اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں اس ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔ ڈنگو میں سب کچھ تباہ کر دوں گی۔

"روپا کے بارے میں میری جو اطلاعات ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ سارا دلوی تک پہنچ چکی ہے۔"

"یہ سارا دلوی ہے کیا چیز۔ ؟"

"فحاشی کے ایک اڈے کی مالکہ ہے اور انتہائی جدید پیمانے پر گان کلب کو چلا رہی ہے۔ بظاہر وہ گان کلب کہلاتا ہے لیکن اس کی اصل شکل تمہیں وہاں جا کر ہی معلوم ہو سکے گی۔"

"ڈنگو۔ ٹھیک ہے تمہیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ اب میری کیفیت کیا ہے۔ ٹھیک ہے ڈنگو میں صرف روپ مالا کی آواز ہی تمہیں سنانے کی کوشش نہیں کر رہی بلکہ میں اسے تمہارے پاس بھجوائے دیتی ہوں۔ میں محبت کے نام پر ڈنگو صرف تمہاری محبت کے نام پر یہ کام کر رہی ہوں اس کے بعد تم چاہو تو مجھے دھوکا بھی دے سکتے ہو۔ ڈنگو بری طرح رو پڑا۔

نہیں دلوی۔ میں اب تجھے دھوکا نہیں دوں گا ڈنگو انسان بن گیا ہے۔ ڈنگو واقعی انسان بن گیا تھا میں مجبور ہوں کہ سورج گرہن کے لیے کام کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کے بغیر میری زندگی ناممکن ہے لیکن۔ لیکن اب میری نفرت سے وہ وحشت کم ہو گئی ہے۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ محبتوں کے چھن جانے سے کیا فرق پڑتا ہے اگر تو یہ ایثار کر رہی ہے، اگر تو یہ احسان کر رہی ہے میرے اوپر کوشل دلوی۔ تو میں صرف ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ اس کی محبت کے نام پر میں تیرے ساتھ کوئی دھوکہ، کوئی فریب، نہیں کروں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔

"ڈنگو اپنی کوٹھی کو خالی کرا دو۔ ایک آدمی بھی وہاں موجود نہیں ہونا چاہیئے۔ میں آج ہی شام تک روپ مالا کو تمہاری کوٹھی تک واپس پہنچا دوں گی۔ بس یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔ اور سنو ایک بات، اگر کسی بھی لمحے مجھے تمہاری ضرورت پیش آئی تو میں تم سے کہوں گی، ضرور میرے لیے کچھ کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے۔"

کوشل۔ کوشل دلوی۔ ڈنگو کی جذبات سے بھری آواز سنائی دی اور میں نے فون بند کر دیا۔

یہ الفاظ میں نے غلط نہیں کہے تھے اس میں کوئی جھوٹ کوئی فریب نہیں تھا۔ روپا کے بارے میں یہ معلوم کرنے کے بعد میری اپنی زندگی کا رُخ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا۔ میں بہت کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن یہاں آکر میں بالکل بے بس ہو گئی تھی چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کافی کے ذریعے روپ مالا کو بے ہوش کر دیا جائے اور پھر اسے اس کی کوٹھی میں پہنچا دیا جائے۔ میری اس ہدایت پر عمل شروع ہو گیا۔

روپ مالا کو میں نے اپنی نگرانی میں اس کی کوٹھی تک پہنچایا تھا کوٹھی درحقیقت مجھے خالی ملی تھی۔ ڈنگو نے شاید فوراً ہی اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کر دیئے تھے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں واپس اپنی عمارت میں آگئی اب میرے دل میں عجیب سے سناٹے در آئے تھے۔

قادر کے لیے سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس سے کس طرح تذکرہ کروں۔ میرے لیے اب یہاں رُکنا ممکن نہیں تھا رام داس کے مسئلے کو بھی اسی طرح چھوڑنا تھا۔ اصل چیز تو رادھن سنگھ تھا اگر جیسا کہ ڈنگو نے مجھے بتایا ہے رادھن سنگھ نے ڈیرہ دون میں یہ انتظام کر رکھا ہے تو پھر مجھے گان کلب کو دیکھنا ہو گا۔ ہاں میں نے اس سلسلے میں خاصی دیر تک غور و خوض کیا اور اس کے بعد میں نے اپنے طور پر تیاریاں کر لیں۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور میں نے اس خیال کے تحت ڈنگو کو اسی عمارت سے فون کیا۔ ڈنگو نے فون ریسیو کر لیا تھا۔

"ڈنگو۔ میں اپنا وعدہ پورا کر چکی ہوں۔"

"کیا۔ کیا۔ ؟ وہ۔"

"ہاں۔ اگر تم چاہو تو جا کر اس سے مل سکتے ہو۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔ میں ابھی جا رہا ہوں تیرے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میرا تجھ سے وعدہ ہے۔"

"ڈنگو۔ ایک اور احسان کر سکتے ہو مجھ پر ؟"

"اب تو دل کھول کر کہہ دے کوشل دلوی، جو دل چاہے مانگ لے۔ ڈنگو کی جان مانگ لے ڈنگو کو تو نے وہ دے دیا ہے جس کی وہ توقع نہیں کرتا تھا آہ مجھے جلدی بتا کیا چاہتی ہے تو مجھ سے ؟"

"ڈنگو! کامنی اور ودیا نامی دو لڑکیاں یہاں بمبئی میں رہتی ہیں تمہیں ان کا پتا بتا سکتی ہوں۔ یہ کنول کماری کی لڑکیاں ہیں۔ اور کنول کماری جی نے میرے اوپر اتنے احسانات کیے ہیں کہ میں ان کا صلہ نہیں اتار سکتی۔ میری خواہش ہے ڈنگو کہ تم ان لڑکیوں کا خیال رکھنا اور جس طرح بھی ممکن ہو انہیں امداد فراہم کرتے رہنا خواہ اس سلسلے میں تم اپنے نام کا اظہار کرو یا نہ کرو۔"

"اور کچھ کوشل دلوی۔ اور کچھ ؟"

"نہیں بس اتنا ہی چاہتی ہوں۔ میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میرے لیے یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ قادر کو اس بارے میں تفصیلات بتانے کی میں نے ضرورت نہ محسوس کی۔ میں جانتی تھی کہ وہ میرے راستے روکے گا چنانچہ میں نے تیاریاں کیں اور ڈیرہ دون کے لیے روانہ ہو گئی۔

ٹرین نے مجھے ڈیرہ دون پہنچا دیا۔ بہت خوبصورت پہاڑی مقام تھا۔ یہاں سیاحوں کے لیے جدید ترین ہوٹلوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ بہت سی عمدہ پرائیویٹ رہائش گاہیں بھی یہاں موجود تھیں۔ اس وقت بھی یہاں خاصی گہما گہمی تھی۔ میں نے ڈیرہ دون کے خوبصورت ہوٹل میں قیام کیا اور اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگی۔ زندگی جن جن راستوں سے گزر رہی تھی بس اس کا حال میں ہی جانتی تھی۔ جو کچھ تقدیر نے لکھ دیا تھا اسے بھلا کس طرح ٹالا جا سکتا تھا۔

بہرحال اپنے ہوٹل میں رہ کر میں گاف کلب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگی، اور مجھے کافی معلومات حاصل ہو گئیں۔ ڈیرہ دون جیسی پُرسکون جگہ پر سیاحوں کے لیے جو کچھ کیا گیا تھا وہ میرے لیے باعث تعجب بھی تھا ایک الگ ہی زندگی اور ایک الگ ہی دنیا معلوم ہوتی تھی۔ یہ جس جگہ کا مجھے پتہ ملا تھا وہ شہر کے مشرقی علاقے میں کافی دور بنی ہوئی تھی ایک نواحی علاقہ تھا اور ایک خوبصورت جگہ پر یہ عمارت بنی ہوئی تھی یقیناً اسے عام جگہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس طرف آنے والے بھی عام لوگ نہ ہوتے ہوں گے۔ میں اندر چل پڑی۔

اندرونی حصہ بھی بے حد حسین تھا۔ تاحد نگاہ کشادہ پارک پھیلا ہوا تھا سوئمنگ پول بھی نظر آرہے تھے ایک طرف الیشین نیون سائن جگمگا رہا تھا۔ میں اس طرف چل پڑی ریسپشن پر ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی بے حد خوبصورت لیکن اس کے علاوہ بھی بہت کچھ نظر آرہی تھی وہ۔

"ہیلو! میں نے اسے مخاطب کیا۔" اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے ؟"

"کیا اجنبی لوگوں کو اندر جانے میں مشکلات پیش آتی ہیں ؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"لوگوں کو نہیں، صرف مردوں کو۔ تم پہلی بار یہاں آئی ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا یہ بتا سکتی ہو کہ تم نے گاف کلب کا رُخ ہی کیوں اختیار کیا ؟"

"اس لیے کہ جس لیے یہاں آیا جاتا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ۔ تو پھر تمہیں گاف کلب کا ممبر بنایا جا سکتا ہے۔ تمہاری عمر اور تمہارا حسن تمہاری سفارش کرتا ہے۔ سنو لڑکی یہاں ہر طرح کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہماری مدد چاہتی ہو تو تمہیں یہاں کی ممبر شپ دیدی جائے گی اس کا کوئی چارج نہیں ہو گا۔ یہاں تمہیں ہر طرح کی سہولت ہو گی جو دل چاہے کھاؤ پیو تمہارے لیے ساتھی بھی مہیا کرنا ہمارا ہی کام ہو گا اگر کوئی ساتھی نہ مل سکا تو تمہارا الاؤنس تمہیں دے دیا جائے گا باقی اخراجات کچھ بھی نہیں اگر ساتھی مل جائے تو پھر یہ تمہاری ذہانت ہو گی کہ اس سے کیا حاصل کر سکتی ہو۔ ہماری طرف سے پچیس فیصد کمیشن اور تم اس سے جو کچھ چاہو اس میں سے تیس فیصد ہمارا یہ تو ہوئی ہماری ممبر شپ کی بات اس کے بعد بات آتی ہے ذاتی کاروبار کی تو اس کی قیمت ایک ہزار روپے، باقی اندر کے اخراجات الگ اور تمہیں جو کچھ حاصل ہو جائے یا تم اگر اپنا کاروبار کرنا چاہو تو کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔

"ہوں۔ میں مسکرا دی۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، خاصی بڑی بات ہے۔ کچھ وقت یہاں ضائع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کے علاوہ ممکن ہے یہاں کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے چنانچہ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے مس! آپ مجھے اپنے ہاں کا ممبر بنا لیں۔"

"بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے ؟ لڑکی نے جلدی سے ایک رجسٹر نکالا اور اس میں میرا نام پتہ درج کرنے لگی۔ میں نے اُسے ایک فرضی نام بتا دیا اور رہائش گاہ بھی فرضی بتائی تھی۔ اس نے اپنا کام کر کے مجھ سے دستخط کرائے اور پھر کہنے لگی۔

"کچھ باتیں تمہارے گوش گزار کرنا ضروری ہیں یہاں ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی سیاح بھی اور صرف تفریح پسند بھی۔ اب تم خود سوچو یہاں آنے والے ایسے لوگ تو نہیں کہ وہ ایماندار ہوں بعض اوقات ان میں سے بہت سے لوگ غلط بھی نکل آتے ہیں۔ کچھ لیتے دیتے بھی نہیں، اور مصیبت بن جاتے ہیں ایسے اوقات میں کلب کا اسٹاف ہماری کارکن کا تحفظ کرتا ہے اور خود ہی ان لوگوں سے نمٹ لیتا ہے جو کچھ ان سے وصول

کرنا ہوتا ہے کر لیا جاتا ہے اور کارکن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بعض اوقات کچھ ایسے سر پھرے بھی آ جاتے ہیں جو کارکن کو ساتھ لے جانے کی فکر میں ہوتے ہیں اب تم سوچو نہ شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے لوگ انسانیت سے کتنی دور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں سے بہترین تحفظ یہ ہوتا ہے کہ ہماری ممبر شپ اختیار کر لی جائے۔ لڑکی نے ایک فارم میرے حوالے کر دیا اور کہنے لگی۔

" یہ تم اپنے پاس رکھو اب تم ہماری کارکن ہو۔ میں نے مُسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہلا دی۔

" بہت بہت شکریہ۔ میں اب کیا کروں ؟"

" بس سیدھی چلی جاؤ، گیٹ پر تمہیں ایک آدمی ملے گا۔ باقی سارا کام وہ خود کرے گا۔ لڑکی نے جواب دیا اور میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گئی۔

سارا دیوی کے بارے میں ابھی تک مجھے کچھ نہیں معلوم ہوا تھا ویسے یہ اندازہ مجھے ہو چکا تھا کہ گاف کلب نامی جگہ یقینی طور پہ رادھن سنگھ جیسے آدمی کے زیر اثر ہی ہو سکتی ہے ورنہ اتنے شاندار پیمانے پر کام کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے مجھے تھوڑا سا دکھ بھی ہوا کیسے کیسے لوگ ہماری اس بستی میں بستے ہیں جنہوں نے ہماری روایات کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے کاش میں ان لوگوں کو فنا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

میں اندر داخل ہو گئی یہاں وہ شخص مجھے مل گیا جس کے بارے میں مجھ سے کہا گیا تھا میں نے اپنا فارم اس کی طرف بڑھایا اور اس نے گردن جھکا کر فارم وصول کر لیا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار نہیں تھے اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور بڑے مؤدب لہجے میں بولا۔

" تشریف لائیے۔ میں آپ کے لیے کسی موزوں جگہ کا انتخاب کر دوں کیا آپ یہاں پہلی بار آئی ہیں۔؟"

" ہاں۔ میں نے جواب دیا۔ اس نے اس بات پر بھی گردن جھکائی پھر جس دروازے سے وہ داخل ہوا تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔

اندر کا ماحول بے حد سحر زدہ تھا۔ دھیمی دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ سُنائی دے رہی تھی، جب میری آنکھیں پوری طرح دیکھنے کے قابل ہوئیں تو میں نے اس حسین ماحول کو دیکھا۔ موسیقی کی لہریں بدمست قہقہوں پر حاوی تھیں لوگ بیٹھے ہوتے مختلف چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ لڑکیاں بھی تھیں مرد بھی تھے مجھے لانے والے نے ایک لمحے میری طرف دیکھا پھر بولا۔

" آپ آرام کرنا پسند کریں گی۔ یا یہاں رُکیں گی۔"

" نہیں۔ یہیں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا۔"

" تب اس طرف تشریف لائیے۔ وہ مجھے میز کے پاس لے گیا۔ اور کرسی گھسیٹ کر میرے لیے جگہ خالی کر دی، میں بیٹھ گئی۔

چند لمحات کے بعد اس نے میرے سامنے مشروب کا ایک جگ اور گلاس لا کر رکھ دیا۔ میں نے سونگھ کر دیکھا ٹھیک ٹھاک تھا۔ چنانچہ میں نے مشروب گلاس میں انڈیل لیا اور دل کی بے چینی میں کسی قدر کمی محسوس ہونے لگیں۔ مجھے اس ماحول سے بے پناہ نفرت ہو رہی تھی لیکن بعض اوقات برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ان میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ یہی میری کیفیت تھی مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو افراد میرے پاس آ گئے ان میں ایک بھاری بدن کا سیاہ رو تھا جس کی عمر پچاس سال سے کم نہیں ہو گی۔ دوسرا غالباً یہاں کا ویٹر تھا۔ ویٹر نے جُھک کر ہم دونوں کا تعارف کرایا اور بھاری آدمی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

ویٹر جھکا تو اس نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے سامنے ڈال دیا اور ویٹر سلام کر کے چلا گیا تب وہ بھاری بھرکم آدمی میری طرف رُخ کر کے بولا۔

" ہیلو۔"

" ہیلو سر۔ میں نے خوش اخلاقی سے کہا بہر حال میں اپنے مشن کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

" میرا نام رام پرشاد ہے تمہارا کیا نام ہے ؟"

" داسی کنیز۔ جو بھی نام آپ چاہیں مجھے دے لیں۔ اگر کچھ تعریف کرنا چاہتے ہیں تو اسپرا کہہ دیں۔ سائیکی کہہ لیں۔

" اوہ۔ میں تمہارا اصل نام پوچھ رہا ہوں۔"

" میرا اصل نام کچھ نہیں ہے۔ میرا اصل نام صرف عورت ہے۔"

" کمال کی بات ہے۔ بڑی عجیب گفتگو کر رہی ہو۔"

" آپ مجھے اپنی پسند کا نام دے دیں مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔"

" ہوں۔ ٹھیک ہے ہم بھی تمہیں اسپرا یا، سائیکی کا نام ہی دیں گے۔ سائیکی زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔ یہ کیا پی رہی ہو؟"

" ایک مشروب ہے پیش کروں۔"

" نہیں تمہاری موجودگی میں یہ سادی سی چیز بے کار ہے کچھ اور منگواؤ۔ وہ بولا۔

" بہتر ہے۔ جو حکم۔ میں نے کہا اور میز پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ ویٹر نے اس بار بھی آنے میں دیر نہیں لگائی۔ رام پرشاد نے خود ہی ویٹر کو آرڈر دے دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شراب آ گئی اور میں اسے گلاسوں میں انڈیلنے لگی تو جام بنا کر میں نے ایک اس کی طرف کھسکا دیا۔ اور اس نے مُسکراتے ہوئے گلاس اُٹھا لیا۔

" تمہارے نام۔ اس نے شراب کا گھونٹ حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا اور میں آہستہ سے ہنس پڑی، میں نے اپنا جام اٹھا لیا۔ لیکن وہ میرے ہونٹوں تک پہنچا ضرور البتہ شراب میرے ہونٹوں کو چھو کر بھی نہ گزری اور وہ جام میں نے انتہائی احتیاط سے زمین پر بہا دیا۔

" ہاں تو ڈیئر سائیکی۔ تم بہت ضدی معلوم ہوتی ہو۔"

" شاید۔"

" اپنا اصل نام بتا دیتیں تو آئندہ بھی تمہیں مخاطب کیا جا سکتا تھا۔

" سائیکی ہی ٹھیک ہے۔ کیا حرج ہے ؟"

" تو پھر ٹھیک ہے۔ ویسے تم تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو۔

" شاید۔"

" کتنی تعلیم حاصل کی ہے ؟"

" بہت۔ میں نے جواب دیا۔"

" اس لائن میں کیوں آ گئیں ؟"

" کوئی کہانی سُننا چاہتے ہو ؟"

" اوہ۔ نہیں نہیں میرا موڈ خراب ہو جائے گا۔"

" تب موضوع بدل دو۔"

" ٹھیک ہے میں تمہارے حسن کی تعریف کروں گا۔ اور تم مجھے شراب پلاتی رہو۔ میں نے اس موقعے کو غنیمت جانا پھر اس کے بعد جب وہ وہاں سے اٹھا تو اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ مجھے اس سے کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ رہا ہمیں ایک کمرے کی چابی دے دی گئی اور میں اس منحوس شکل انسان کو لے کر اس کمرے میں آ گئی۔ کلب کی طرف سے مجھے یہی ہدایت کی گئی تھی لیکن کمرے میں آنے کے بعد بھی میں نے اسے خوب شراب پلائی اور اس کے بعد وہ اطمینان سے اوندھے منہ ایک جگہ جا گرا۔

اس پر ہوس دولتمند کے لیے میرے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا ایسے لوگوں کے لیے یہی سزا کافی تھی چنانچہ اس کے بعد میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے پروگرام پر غور کرتی رہی۔ میں نے ذہن میں بہت سے پروگرام بنائے تھے اور یہ پروگرام بناتے بناتے میں سو گئی۔ صبح کو تقریباً پونے سات بجے آنکھ کھلی۔ چند لمحات تو ماحول کو یاد کرنے میں لگ گئے اور پھر رام پرشاد یاد آیا اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور اسی طرح پڑا ہوا تھا۔ میں اطمینان سے اٹھ گئی اور پھر میں نے اس کی جیبیں ٹٹول کر تمام رقم نکال لی اور اُسے اپنے پرس میں ٹھونس کر آرام سے ایک طرف اسے رکھ دیا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل کرنے کے بعد میں نے بال وغیرہ درست کیے اور پھر رام پرشاد کو جگا دیا۔ وہ کراہتا ہوا اُٹھ گیا۔

" ہیلو۔ میں نے مُسکراتے ہوئے کہا اور منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اسی طرح مجھے دیکھتا رہا اور پھر بڑے عجیب سے لہجے میں گویا ہوا۔

" کیا صبح ہو گئی ؟"

" ہاں۔ میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔"

" لل۔ لیکن مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

" کیوں خیریت ؟ میں نے تعجب سے پوچھا اور وہ دونوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

" رات کی کوئی بات مجھے یاد نہیں ہے کیا میں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔

" زیادہ تو نہیں۔ آپ کیا محسوس کر رہے ہیں مسٹر رام پرشاد ! ؟"

" کچھ نہیں۔ کچھ نہیں اب میں ٹھیک ہوں۔ چلتا ہوں اس نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر وہ چونک پڑا۔

" ارے باہر جانے کا راستہ بند ہے۔"

" وہ اس طرف ہے آئیے آپ کو باہر چھوڑ دوں میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور وہ تھکے تھکے سے انداز میں میرے ساتھ دروازے تک آیا اسے چلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ بہر حال میرا کام اسے دروازے تک چھوڑنا ہی تھا چنانچہ اسے باہر نکال کر میں نے دروازہ بند کر دیا اب ان لوگوں کی طرف سے کسی کاروائی کا انتظار تھا۔

لیکن میں انتظار ہی کرتی رہی اور کچھ بھی نہ ہوا، ہاں دن کو دس بجے کے قریب ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا یہ

بھوری آنکھوں والا اسمارٹ سا آدمی تھا اس سے پہلے میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

"میرا نام ڈینی ہے۔! ڈینی اس کلب کا منیجر ہے آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہوا تھا۔ آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی بہرطور میں بھی آپ کو یہاں خوش آمدید کہتا ہوں میڈم! آپ کی رات کی آمدنی کی کیا پوزیشن ہے۔

" مسٹر ڈینی۔ یہ رقم مجھے حاصل ہوئی ہے۔ میں نے رام پرشاد سے حاصل کی ہوئی تمام رقم اس کے سامنے ڈال دی۔ اور ڈینی کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

" اتنی رقم۔"

" ہاں۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ڈینی ایک لالچی آدمی ہے۔ چنانچہ ایسے آدمی سے بڑا کام بن سکتا تھا۔"

" میڈم! اس میں سے آپ ہمارا کمیشن نہیں دے دیجیے اس کے انداز میں بڑا لالچ تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

" مسٹر ڈینی۔ مجھے دولت سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے آپ یہ تمام رقم اٹھا لیجیے اور آپ کا جو دل چاہے کیجیے، میری زندگی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں یہاں آرام سے بسر کر رہی ہوں۔ ڈینی نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر وہ پُرمسرت لہجے میں بولا۔

" اوہ۔ میڈم سائیکی۔ یہ۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اگر اپنی خوشی سے مجھے کچھ دینا چاہتی ہیں تو دے دیجیے۔ ورنہ میں اسے مانگنے کا حق نہیں رکھتا۔

" رکھ لو ڈینی! بے کار باتیں مت کرو۔ میں نے لاپرواہی سے کہا اور ڈینی نے وہ ساری رقم اٹھا کر اپنی جیب میں ٹھونس لی۔ اب وہ مجھ سے بہت زیادہ مخلص نظر آ رہا تھا۔

" آپ۔ آپ اطمینان رکھیے میڈم! کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ڈینی خصوصی طور پر آپ کا خیال رکھے گا۔

بہت بہت شکریہ ڈینی۔ اب میں آرام کر سکتی ہوں۔ میں نے کہا۔

" شام تک۔ ڈینی نے جواب دیا اور اُٹھ گیا۔ غالباً وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اب میں اس سے گلو خلاصی چاہتی ہوں چنانچہ وہ چلا گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں ہو گئی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر ڈینی تمہیں پھانس کر تو میں بہت سارے کام لے سکتی ہوں چنانچہ بقیہ دن میں نے آرام کیا دوپہر کو سو گئی اور پھر چار بجے جاگی۔

اس دوران مجھے کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا ساڑھے چار بجے کے قریب میرے لیے عمدہ قسم کی چائے ہلکے پھلکے ناشتے کے ساتھ آگئی۔ میں نے خالی چائے پی لی اور اس کے بعد میری ملاقات ایک اور لڑکی سے ہوئی جو مقامی تھی، اس نے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا اور کہنے لگی۔

" میں مسٹر ڈینی کی اسسٹنٹ ہوں انہوں نے مجھے خصوصاً آپ کے بارے میں ہدایت دی ہے اور کہا ہے کہ آپ کا خیال رکھا جائے میک اپ وغیرہ کے لیے جو چیزیں آپ کو درکار ہوں مجھے بتا دیجیے، میں سب فراہم کر دوں گی۔

" اوہ ہاں۔ کس نام سے پکاروں آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا نام روبی ہے۔"

" مس روبی! مجھے میک اپ فراہم کر دیجیے۔"

" ابھی لائی۔ روبی نے جواب دیا اور باہر نکل گئی۔ میں دل ہی دل میں ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہی تھی بڑا پُراسرار جال پھیلا رکھا ہے گاف کلب والوں نے۔ اگر یہ کلب رادھن سنگھ کی ملکیت ہے تو رادھن سنگھ کی مکروہ شخصیت کا ایک اور پہلو میرے سامنے آگیا تھا۔

وہ سب کچھ ہو سکتا تھا جس فطرت کا وہ انسان تھا اس کے تحت وہ دنیا کی ہر بُرائی کو اپنا سکتا تھا۔ یہ چیز بھلا کیا حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن مجھے تعجب تھا کہ کم بخت سادھوؤں کے بھیس میں ساری دنیا کے ساتھ فراڈ کر رہا ہے خدا اسے غارت کرے۔

بہرطور روبی نے میرے لیے میک اپ کا سامان پہنچا دیا اور میں تیاریاں کرنے لگی۔ جب میں وہاں سے نکل کر ہال میں آئی تو میں نے ہال کی تمام میزیں بھری ہوئی دیکھیں ایک ویٹر نے خالی میز کی جانب میری رہنمائی کی جو شاید میرے لیے ریزرو کر دی گئی تھی میں اپنی میز پر جا کر بیٹھی ہی تھی کہ روبی میرے پاس آگئی۔

وہ خود بھی ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی اچھی خاصی دلکش لڑکی تھی لیکن چہرے میں ایک مکروہ کیفیت چھپی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے اس کاروبار میں پوری طرح ماہر ہے اور اس کی شخصیت سے شرافت کا ہر عنصر مٹ چکا ہے وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر کہنے لگی۔

" مسٹر ڈینی بہت اچھے انسان ہیں دوستوں کے دوست، پتا نہیں آپ سے کیوں اس قدر متاثر ہو گئے ہیں۔ آپ ہی کی باتیں کرتے رہے تھے کہنے لگے کہ میں آپ کے لیے آج کا ساتھی منتخب کروں۔

" اوہ مس روبی۔ آپ بھی ان معاملات میں خاصی ماہر معلوم ہوتی ہیں۔

" ہاں کیوں نہیں۔؟ ظاہر ہے زندگی انہی لوگوں کے درمیان گزری ہے۔

" کیا آپ پیدا بھی اسی کلب میں ہوئیں۔ میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا لیکن روبی نے اس طنز کو محسوس نہیں کیا اور ہنس پڑی۔

" نہیں۔ پیدا تو کہیں اور ہوئی تھی۔ پیدائش سے لے کر اس وقت تک کے واقعات یاد رکھنا ضروری نہیں ہوتے مس سائیکی! جب انسان اپنی زندگی میں آتا ہے۔ ہاں اگر آپ میری عملی زندگی کا تجربہ پوچھیں تو یوں سمجھ لیجیے۔ کہ میری عمر اس وقت اٹھائیس سال ہے اور میں تقریباً چودہ سال سے یہاں ہوں۔"

" گڈ ویری گڈ۔ گویا آپ نے ہوش ہی یہیں سنبھالا۔"

" ہوش سنبھالا نہیں۔ بلکہ کسی نے مجھے ہوش دلایا تھا۔"

" کس نے؟"

" بھول گئی اُسے۔ روبی نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں ایک کرب کی لہر اٹھی تھی۔ میں نے اس کے بعد اس سے کوئی سوال نہیں کیا جانتی تھی کہ کوئی المیہ کہانی سامنے آجائے گی۔ انسان فطرتاً بُرا نہیں ہوتا۔ حالات اُسے بُرائی کی طرف لاتے ہیں اور پھر اگر کوئی سہارا دینے والا نہ ملے تو اس کے بعد وہ بُرائی کا تصور ہی ذہن سے مٹا دیتا ہے اور ان بُرائیوں میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ اس کے ذہن سے یہ خیال ہمیشہ کے لیے مٹ جاتا ہے کہ نیکی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ یہ لڑکی روبی بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہو گئی۔ میں اپنے آپ کو دیکھ کر دوسروں کا اندازہ لگا سکتی تھی بھلا کسی کے لیے جاننے کی کوشش کیا مشکل ہو سکتی ہے اگر انسان خود اپنا تجزیہ کرے میرے ذہن میں اب کسی کی کہانی سننے کا کوئی تصور نہیں اُبھرتا تھا۔ کسی بھی غم زدہ چہرے کو دیکھ کر میں یہ اندازہ لگا لیتی تھی کہ اس سے اس کے سہارے چھین لیے گئے ہوں گے اور پھر اُسے دنیا میں چھوڑ دیا گیا ہوگا۔

اب ظاہر ہے ایک تنہا انسان جو کٹی پتنگ کی طرح ڈولتا پھر رہا ہو اپنے اوپر اقتدار کے خول کب تک چڑھائے رکھتا ہے۔ روبی بیٹھی رہی دفعتاً اس کی نگاہ دروازے کی طرف اُٹھ گئی اور اس نے ایک شخص کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے مجھ سے کہا۔"

" اسے دیکھو۔ وہ پرنس دلاور ہے۔"

" یہ کون صاحب ہیں؟"

اس علاقے کا دل پھینک ترین آدمی" باہر سے آیا ہے۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے سارے ہندوستان کی دولت سمیٹ لایا ہے، اس طرح بانٹتا ہے لوگوں کو کہ یقین نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ آج تم اُسے متاثر کرو۔ میرے دل میں ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار پیدا ہو گئے تھے ہر شخص رام پرشاد نہیں ہوتا کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے جس سے ہر شخص کو رام پرشاد بنایا جا سکے کوئی غلط آدمی ٹکرا گیا تو زندگی کی حیثیت کھو بیٹھوں گی جہاں تک اور جس حد تک مجھے زندگی نے لوٹا تھا اس حد تک تو مجبوری تھی لیکن اگر خود اپنے آپ کو کسی کے حضور پیش کروں تو اپنا ضمیر کیا کہے گا۔

روبی اپنی جگہ سے اٹھی اور پرنس دلاور کے قریب پہنچ گئی۔ پھر اس نے اُسے میری جانب متوجہ کیا۔ پرنس دلاور درمیانی عمر کا خوش رو اور صحت مند آدمی تھا چہرے ہی سے عیاش طبع معلوم ہوتا تھا مسکراتا ہوا میری طرف آیا اور قریب پہنچ کر بولا۔

" ہیلو!۔"

" ہیلو سر۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔"

" یقیناً آپ مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت دیں گی۔ کیوں مس روبی؟"

" ہاں یقیناً بیٹھیے پرنس۔ آپ کے لیے بھلا کہاں پابندی ہے؟"

" ہم پہلی بار ان خاتون کو یہاں دیکھ رہے ہیں۔"

" جی ہاں۔ یہ ہماری نئی ساتھی ہیں۔"

" ہماری ساتھی بھی بن سکتی ہیں۔ پرنس دلاور نے پوچھا۔"

" کیوں نہیں آپ کا ساتھ بھلا کیسے ناپسند ہوگا۔ کیوں مس سائیکی۔؟

" سائیکی۔ میرے بجائے پرنس دلاور بول اٹھا۔"

" ہاں سائیکی۔"

" ڈائریکٹ یونان سے آئی ہیں یا آسمانوں سے یہاں ڈیرا دون میں اُتری ہیں۔"

" آپ جہاں سے سمجھ لیں۔"

"ہم کیوپڈ بن سکتے ہیں۔"

"آپ تو ہیں ہی کیوپڈ۔ مسٹر پرنس دلاور۔ روبی نے جواب دیا۔"

"مس روبی آپ کی باتیں بہت دلکش ہوتی ہیں لیکن ہم نے ابھی اپنی نئی ساقی کی آواز بھی نہیں سُنی۔

"یہ میری ترجمانی کر رہی ہیں پرنس دلاور۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کچھ نہ کچھ تو بولنا ضروری تھا۔ خاموش رہنا تو حماقت ہوتی۔

"گڈ۔ گڈ ویری گڈ۔ بڑی مسرت ہوئی اور خاص طور سے مس روبی آپ کا بے حد شکریہ، لیکن مزید شکریہ کا موقع آپ ہمیں اس اشکال میں دیں کہ۔ ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔

"ظاہر ہے۔ روبی نے فراخدلی سے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔"

"ہاں تو مس سائیکی! آپ کی کیا خدمت کی جائے۔"

"شکریہ پرنس کوئی خاص نہیں۔"

"عام ہی سہی۔"

"بس آپ سے گفتگو کر لوں گی، یہی ہی کافی ہے۔"

"کیا پئیں گی آپ؟"

"میں شراب نہیں پیتی؟"

"ارے واہ۔ کیا خوبصورت بات ہے پرنس دلاور کے بارے میں یہاں لوگ بڑا تعجب کرتے ہیں کیونکہ شراب میں بھی نہیں پیتا۔"

"کیا۔؟" میرا دل دھک سے ہو گیا۔

"ہاں۔ مس سائیکی میں شراب نہیں پیتا۔ بس زندگی کی دوسری دلچسپیوں میں حصہ لیتا رہتا ہوں۔

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔ یہ موقعہ تو ہاتھ سے جا رہا تھا رام پرشاد کو تو میں نے پلا پلا کر انٹا غفیل کر دیا تھا۔ اب اس شخص کا کیا کروں گی بڑی دیر تک غور کرتی رہی لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کلب کی تفریحات مسلسل جاری تھیں پرنس دلاور کے ساتھ میں پوری طرح جال میں پھنس گئی تھی کافی دیر تک ہم وہاں بیٹھے رہے پھر پرنس دلاور نے کہا۔

"کیا خیال ہے؟ اب آرام کیا جائے۔"

"جی۔ میں نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔ آج مجھے اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی، مجھے اپنا وقار سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا بہر طور کمرے تک آنا ہی پڑا۔ پرنس دلاور بہت ہی عجیب سا انسان معلوم ہوتا تھا اس کی گفتگو میں ایک نفاست تھی ایک کشش تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اتنا بُرا آدمی کیسے ہو سکتا ہے۔

بہرحال بہت سے بُرے آدمی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ میں اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئی پرنس دلاور کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو میرے ذہن میں چبھ رہی تھی۔ وہ ایک کُرسی پر بیٹھ گیا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں خود بھی خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"کچھ گفتگو کیجئے مس سائیکی۔ آپ بالکل خاموش ہیں۔"

"جی۔ جی نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں۔"

"بہرحال کوئی بات ہے ضرور۔" میں نے آپ کی شخصیت میں کچھ عجیب سی کیفیت پائی ہے۔ یہاں گاف کلب میں آپ نئی نئی معلوم ہوتی ہیں۔

"جی ہاں۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا مجھے۔"

"ہاں، میرا تو خیال ہے ایک دو دن ہی ہوئے ہوں گے آپ کو؟"

"جی ہاں۔"

"اس سے قبل کہاں تھیں۔؟"

"بمبئی میں۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اوہ اچھا اچھا۔ گویا آپ وہاں اپنے حسن کے جوہر کھلا رہی تھیں۔ اور ہم یہاں مجبور بیٹھے ہوئے تھے۔

"نہیں پرنس دلاور یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"یوں سمجھ لیجئے میں اس پروفیشن میں نئی آئی ہوں میں نے کہا اور پرنس دلاور خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا اس کے چہرے پر ایک لمحے میں بے شمار رنگ تبدیل ہو گئے تھے پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں آئی ہیں؟" اس سوال پر میں نے چونک کر اُسے دیکھا پرنس دلاور کے چہرے کے ان اثرات کو تو میں کوئی صحیح الفاظ نہیں دے سکتی تھی۔

"کوئی کہانی سُننا چاہتے ہیں پرنس؟"

"ہاں، مجھے کہانیاں سُننے کا بہت شوق ہے۔"

"لیکن کہانیاں من گھڑت ہوتی ہیں؟"

"من جو چیز گھڑتا ہے اس میں کہیں نہ کہیں حقیقت چھپی ہوئی ہوتی ہے۔"

"آپ حقیقتوں کو جاننے کے خواہاں کیوں ہیں؟"

"بس یونہی۔ میں نے کہا نا نت نئی کہانیاں سُننے میں مجھے بہت مزہ آتا ہے۔"

"دوسروں کی کمزوریوں سے لطف اندوز ہونا ٹھیک نہیں ہے پرنس۔"

"کمزوری نہیں مس سائیکی کوئی بھی کمزوری انسان کو اس کی ذات سے اتنا نیچے نہیں گرا سکتی۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ ہے۔ مجھے معاف کیجئے۔ یہ سب کچھ کہنے کا حق مجھے نہیں ہے لیکن ٹھہریئے ایک منٹ مجھے آپ کی خدمت میں کیا پیش کرنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے معاف کیجئے گا آپ کی قیمت؟"

"جو دل چاہے لگا دیجئے، بھلا ہم جیسوں کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے۔

"آپ نے کچھ مقرر تو کی ہے۔"

"دنیا نے کچھ مقرر کیا ہے آپ کو اس کا علم تو ضرور ہو گا۔

"ہوں۔ بہر طور یہ لیجئے۔ یہ دس ہزار روپے ہیں اس نے سو سو کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میرے سامنے رکھ دی، پھر بولا۔

"میرا خیال ہے یہ آپ کی توقع سے زیادہ ہوں گے؟"

"ہاں۔ بہت زیادہ ہیں۔"

"لیکن یہ سب آپ کے۔ اور مس سائیکی میں گلفام نہیں ہوں کہ آپ کے دل میں میرے حصول کی خواہش اُبھر آئی ہو گی۔ ایک عام سا آدمی بلکہ عام سطح سے بھی گرا ہوا آدمی ہوں۔ بہ حیثیت ساتھی آپ میرے لیے تڑپ نہیں رہی ہوں گی آپ کو صرف ان لمحات کی قیمت ادا کرنی ہے نا؟ تو کیا مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں وہ قیمت اپنے طور پر وصول کر دوں۔

"آپ کو پورا پورا حق پہنچتا ہے۔ پرنس دلاور۔"

"تو پھر مجھ سے گفتگو کیجئے، یوں سمجھئے کہ اس وقت آپ کا یہ وجود سر سے پاؤں تک میرا ہے اور میں اس سے اپنا معاوضہ وصول کرنا چاہتا ہوں مجھے آپ کی زبان کی جنبش درکار ہے۔ اب آپ کو اعتراض نہیں ہو گا۔

"جی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ اب میں اس عجیب شخص کی دل سے قائل ہوتی جا رہی تھی۔"

"تو پھر سُنائیے اپنی کہانی، بتلائیے مجھے کہ آپ یہاں تک کیونکر پہنچیں۔"

"وہ کہانی سچ نہیں ہو گی؟" آپ میری ہر شئے خرید سکتے ہیں، سر سے پاؤں تک میں آپ کو آپ کی پسند کے مطابق ڈھال سکتی ہوں لیکن میرے وجود کی سچائیوں کی قیمت کیا آپ ادا کر سکتے ہیں۔ پرنس دلاور نے چونک کر مجھے دیکھا دیکھتا رہا اور پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"وجود کی سچائیوں کی قیمت تو اس کائنات کی ہر شئے سے زیادہ ہے۔ بھلا اسے کون ادا کر سکتا ہے۔"

"تو پھر جھوٹی کہانی سُنانے کے لیے مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں۔"

"بہر طور اگر کچھ سچائیاں ہی میرے حصے میں آ جائیں تو میں سمجھوں گا کہ میری خرچ کی ہوئی قیمت وصول ہو گئی۔"

"عجیب انسان ہیں آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں اسے پورا کیجئے اور جائیے۔"

"جس مقصد کے لیے آیا ہوں اُسے ہی پورا کر رہا ہوں، مس سائیکی اور یوں سمجھ لیجئے۔ مجھے آپ کی تلاش تھی۔"

"کیا۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ آپ جیسی کسی سچی لڑکی کی۔ یہاں کاروباری لڑکیاں تو بہت مل جاتی ہیں۔ عموماً مجھے ملتی رہی ہیں لیکن میری آنکھوں نے آپ کو شناخت کرنے میں غلطی نہیں کی ہے۔ آپ نے خود بھی اس سچائی کا اعتراف کیا ہے کہ آپ اس پروفیشن میں نئی نئی آئی ہیں مجھے اپنے اس پروفیشن میں آنے کی وجہ بتا دیجئے۔"

"اس سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا؟"

"مس سائیکی پلیز۔ یہ میری درخواست ہے آپ سے؟"

"بہر طور پرنس دلاور اپنے بارے میں ساری حقیقت نہیں بتاؤں گی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ انسان برائیوں کی طرف کسی نہ کسی مجبوری کے تحت راغب ہوتا ہے یہ برائیاں بعض اوقات اس کی زندگی میں بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں اور وہ خلوصِ دل سے انہیں نہیں اپناتا لیکن حالات اسے مجبور کر دیتے ہیں۔

"اچھا چھوڑیئے یہ بتائیے کہ گاف کلب کا مالک کون ہے؟ پرنس دلاور کے ان الفاظ پر میں چونک پڑی تھی۔

"کیا آپ کو نہیں معلوم؟"

"سارا دیوی۔ پرنس دلاور نے سوال کیا۔"

"ہاں، یہ نام میں نے سُنا ہے۔"

"صرف سُنا ہے یا سارا دیوی کو دیکھا بھی ہے۔"

"نہیں۔ میں نے کہا نا مجھے یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا، بمبئی سے آئی ہوئی ہوں۔ یہاں نئی نئی ملازم ہوئی ہوں، سارا دیوی سے ابھی تک میری ملاقات نہیں ہوئی۔"

"ٹھیک۔ لیکن کیا آپ اس بات کا وعدہ کر سکتی ہیں، پرنس دلاور سے کہ آپ اُسے اس کلب کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کریں گی۔"

"کیوں پرنس دلاور آپ یہ معلومات کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"مس سائیکی۔ اگر آپ یہ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔"

"میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اس کی حقیقت جان لینا نہایت ضروری ہوتا ہے۔"

"لیکن میں آپ کو اپنا رازدار نہیں بنا سکتا۔"

"تو پھر میں آپ کو اپنا رازدار کیسے بنا سکتی ہوں پرنس دلاور۔"

"آپ مس سائیکی، آپ دراصل میں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ لغرض عیاشی یہاں نہیں آیا ہوں۔ بلکہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کلب کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔"

"یہ ذمہ داری کس شکل میں ہے کیا آپ کا تعلق پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔"

"نہیں مس سائیکی نہیں۔ پولیس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میرا تعلق کس سے ہے اور کیونکر ہے اس کے بارے میں، میں کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ لیکن اگر آپ میری مدد کر سکتی ہیں تو اتنی ضرور کر دیں کہ مجھے اس کلب کے اصل مالک کا نام معلوم کر کے ضرور بتا دیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

"اور آپ یہ نہیں بتائیں گے مجھے کہ آپ یہ نام کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں اس کے لیے مجبور ہوں۔"

"پرنس دلاور اگر میں آپ سے تعاون کروں تو مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا۔"

"روزانہ دس ہزار روپے، جب تک آپ مجھے یہ ساری معلومات فراہم نہ کر دیں۔"

"اوہ۔ اور یہ رقم آپ بلاوجہ خرچ کریں گے۔"

"نہیں۔ میں نے کب کہا کہ بلاوجہ خرچ کروں گا اس کا ایک مقصد ہے کچھ لوگ اس کلب کے اصل مالک کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

"مگر اس کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا؟"

"میں اپنی پسند کے لوگوں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ آپ کی ذات میں مجھے ایک ایسی چیز نظر آگئی جس نے مجھے اس بات کا حوصلہ بخشا کہ میں آپ سے یہ کام لے سکوں، دیکھیے مس سائیکی آپ کو ان لوگوں کو ایک مناسب معاوضہ ادا کرنا ہے اور آپ اپنے ضمیر کے خلاف اس کام کے لیے مجبور ہوئی ہیں، میں ان بے ضمیر لڑکیوں سے کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا جو شوقیہ اس پروفیشن میں آتی ہیں اور اس کے بعد غلاظتوں کی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ میں آپ کی پاکیزگی آپ کی شخصیت کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں، انسان زندگی کے جس مرحلے پر بھی اپنے آپ کو سنبھال لے وہ بُرا نہیں ہوتا۔ گزرے ہوئے واقعات کو فراموش بھی کیا جا سکتا ہے آج سے بہت سا وقت آپ مجھے سونپ دیں۔ آپ کا اپنا ضمیر بھی داغدار نہیں ہو گا اور مس سائیکی اگر آپ چاہیں گی تو میں اس کے بعد بھی آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔

"پرنس دلاور اگر آپ مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دیتے تو شاید میں اطمینان سے یہ کام انجام دے سکتی تھی۔

"اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ ہاں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر وقت آیا اور تم میرے لیے کام کی لڑکی ثابت ہوئیں تو شاید میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں۔ پرنس دلاور نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی یہ پیشکش قبول کرتی ہوں۔"

"اس کے بعد ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے۔ زندگی سے گندگی کا تصور نکال دو۔ تم میری دوست ہو۔ پرنس دلاور نے کہا اور پھر تاش کی ایک گڈی نکال لی۔

"لو یہ تاش اپنے ہاتھ میں لو۔"

"یہ کیا ہے؟"

"پرنس دلاور تمہیں کچھ دینا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں ان باون کارڈز کا بادشاہ ہوں۔ یہ باون تاش تمہاری زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دیں گے سائیکی اور اپنا یہ فن تمہیں اس لیے دے رہا ہوں کہ تم فطری طور پر بُری نہیں ہو۔ اس وقت جب میرا یہ کام ہو جائے اور جب تم سے دور چلا جاؤں تو تمہیں جسم فروشی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی یہ باون غلام میں نے تیری تحویل میں دیدیئے، یوں سمجھو کہ یہ غلام میری پوری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ یہ میرے اشارے پہ

عمل کرتے ہیں دنیا کے جس حصے میں جس خطے میں ہوں یہ میرا ساتھ دیتے ہیں اور میں اپنا یہ فن تمہیں دے رہا ہوں سائیکی، اور اس سے بڑا تحفہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ میرے بارے میں سُنو۔ میں اگر چاہوں تو روزانہ لاکھوں روپے کما سکتا ہوں، مجال ہے کسی کی جو میرے سامنے تاش کے کھیل میں جیت سکے، ان حالات میں تم یوں سمجھ لو کہ اپنے طور پر ایک بہترین زندگی گزار سکتی ہو۔ میرے بدن میں سنسنی ہو رہی تھی زندگی کا یہ رُخ میرے لیے بڑا عجیب، بڑا دلچسپ اور بڑا ہی دلکش تھا۔

حالانکہ میں جو کچھ تھی وہ نہیں رہ سکتی تھی لیکن اس کے باوجود زندگی کا یہ نیا انداز پتہ نہیں مجھے کہاں لے جائے گا اور کیا کیا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں نے پرنس دلاور سے اس تحفے کو قبول کر لیا۔ اس نے تاش کی گڈی میرے سامنے ڈال دی اور پھر مجھے ایک ایسے انداز میں ایک ایسے عجیب و غریب انداز میں تاش کے گُر بتانے لگا۔ کہ میں ششدر رہ گئی، اس نے مجھے بتایا کہ کوئی بھی نئی گڈی کھول لی جائے۔ کس طرح اُسے مارک کیا جا سکتا ہے۔ کس طرح اس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کس طرح تاشوں کو اپنے احکامات پر چلایا جا سکتا ہے تقریباً صبح سات بجے تک وہ مجھے تاش کے کھیل بتاتا رہا، میرا امتحان لیتا رہا اور میں اتنی محو ہو گئی تھی اس میں کہ ہر بات بھول گئی تھی۔

صبح کے سات بجے، اور کھڑکیوں سے روشنی پھوٹ کر اندر آئی تو میں چونکی پرنس دلاور کی شکل دیکھ کر میں نے حیرت سے کہا۔

"ارے صبح ہو گئی ہے۔"

"ہاں ڈیئر صبح ہو گئی ہے۔ کیا تم اپنے آپ کو مطمئن پاتی ہو۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میں ساری زندگی تاشوں کے اس کھیل میں گزارتی چلی آ رہی ہوں۔"

"اس کے سہارے تمہیں کسی بھی بُرائی سے بچنے کا موقعہ ملے گا تم اس سے اپنا کام چلا سکتی ہو۔ ہر جگہ دنیا کے ہر گوشے میں اس کی مانگ ہے اپنا کام پورا کرو۔ اور سُنو یہ میری ہدایت ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ کبھی نہ کھیلو۔ بس اتنا کھیلو کہ تمہاری ضرورتیں پوری ہو جائیں۔

"میں خیال رکھوں گی پرنس دلاور۔ لیکن آپ نے۔ آپ نے مجھے اتنا حیران کر دیا ہے کہ اب میں آپ کے بارے ہی میں سوچتی رہوں گی۔

"میں تم سے پھر ملوں گا، اس دوران کوشش کرو کہ اس کلب کے اصل مالک کا پتہ لگا سکو۔

"پرنس دلاور۔ آپ نے مجھ پہ اتنا اعتماد قائم کر لیا ہے چلتے چلتے میں آپ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"میں خود بھی اس کلب کے اصل مالک کا پتہ لگانے آئی ہوں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کلب کا اصل مالک رادھن سنگھ ہے۔ میرے ان الفاظ پہ پرنس دلاور بشدت حیرت سے چونک پڑا تھا۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا رہا پھر اچانک ہنس پڑا۔

"کیوں آپ ہنسے کیوں؟"

"ساری رات جھک مارتا رہا ہوں اور تم اب مجھے بتا رہی ہو کہ اس کلب کا مالک رادھن سنگھ ہے۔

"یہ صرف میرا خیال ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔"

"لیکن سائیکی تم کیوں رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئی تھیں۔"

"یہ ایک الگ کہانی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ دوسری رات بھی، مجھے تمہارے ساتھ ہی گزارنا ہو گی۔ پرنس دلاور ہنس کر بولا۔

"آپ تشریف لائیں پرنس دلاور میرے اور آپ کے درمیان اب دوستی کا رشتہ قائم ہے۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے میں کوشش کروں گا کہ آج رات کو بھی تمہارے ساتھ وقت گزار سکوں تم مجھے رادھن سنگھ کے بارے میں تفصیل بتانا۔ اس کے بعد وہ جانے کے لیے مڑ گیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی، تھوڑی دیر کے بعد ہی میرے لیے ناشتہ آ گیا۔ ناشتے کے ساتھ ساتھ ہی ڈینی بھی اندر آ گیا تھا۔ لالچی نوجوان دولت کا رسیا معلوم ہوتا تھا۔ دس ہزار روپے کی گڈی یونہی پڑی ہوئی تھی اس نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"خوب۔ خوب۔ پرنس دلاور جیسی شخصیت سے دس ہزار روپے وصول کر لینا معمولی بات نہیں ہے۔"

"اٹھاؤ ڈینی اور انہیں جیب میں رکھو۔"

"نہیں۔ میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا اس میں سے تھوڑی سی رقم تم بھی رکھ لو۔ باقی اگر تمہاری پسند ہو اور تمہاری مرضی ہو تو

مجھے دے دو۔ میں نے ایک ہزار روپے کے نوٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیے اور باقی نو ہزار ڈینی کو دے دیئے۔ ڈینی تو میرا بے دام غلام بن گیا تھا بہرطور چونکہ رات بھر جاگی تھی۔ اس لیے دس ساڑھے دس بجے کے قریب ناشتہ کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی اور پھر شام تک سوتی رہی۔ دوپہر کا کھانا گول ہو گیا تھا بھوک لگ رہی تھی میرے لیے تو اب یہاں عیش ہی عیش تھے۔ ڈینی بذاتِ خود میرا مداح بن کر رہ گیا تھا۔

چنانچہ شام کو بھی وہ ناشتے کے ساتھ میرے پاس آیا۔
ہلکا کھانا کھا لیجیے مس سائیکی اور اس کے بعد رات ہی کو کھانا کھائیے۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے جواب دیا اور ناشتہ کرنے کے بعد میک اپ وغیرہ کرنے لگی اسی وقت روبی آگئی۔"

"ہیلو۔ کچھ ہم پر بھی تو نظر عنایت ہو جایا کرے مس سائیکی ڈینی کو تو آپ نے دولت سے نواز دیا ہے۔ میں نے ایک ہزار روپے کے وہ نوٹ اٹھا کر روبی کے سامنے ڈال دیئے۔"

"ارے ۔ یہ ۔ یہ روبی متحیرانہ انداز میں بولی۔"

"رکھ لو۔ رکھ لو۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میں تو زندگی سے اکتائی ہوئی لڑکی ہوں۔ دولت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ہیں۔ میں تمہارے بارے میں کچھ جان سکتی ہوں مجھے تم بہت عجیب و غریب لگی ہو۔

"ہر شخص میرے بارے میں کچھ نہ کچھ جاننے کا خواہاں ہے چھوڑو روبی کن چکروں میں پڑی ہوئی ہو۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی ویسے بتاؤ پرنس دلاور کیسا آدمی ثابت ہوا۔

"جیسے آدمی ہوا کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔"

"کوئی انفرادیت نہیں تھی اس میں۔"

"نہیں مجھے نہیں محسوس ہوئی، کیوں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا میں نے، پتہ نہیں کیوں مجھے یہ شخص کچھ عجیب سا لگتا ہے۔"

"میں نے اس کے اندر کوئی عجیب بات نہیں پائی۔ روبی کے جانے کے بعد میں نے تاش کی گڈی اٹھائی جو پرنس دلاور یہیں چھوڑ گیا تھا اور پرنس دلاور کے بتائے ہوئے طریقوں سے انہیں تقسیم کرنے لگی۔ بڑی حیرت کی بات تھی ہی ، ایسے گر سکھائے تھے اس نے مجھے کہ میں ابھی تک حیرت زدہ تھی، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ چلو کم از کم اس کی مشق ہی رہے کچھ نہ کچھ ہو جایا کرے گا اور رقم کے حصول کے لیے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ بہت سی باتیں سوچ رہی تھی میں، ان لوگوں پر مکمل اعتماد کر لینا چاہتی تھی اس کے بعد اپنا کام کر سکوں، ابھی تک روپا کے سلسلے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں مل سکی تھی۔ میرا دل تڑپتا تھا۔ اس کی یاد میرے سینے میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ اب ساری دنیا میں اگر کسی کو اپنا سمجھ سکتی تھی تو وہ روپا تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا لیکن ابھی تک مجھے روپا کا کوئی نشان نہیں مل سکا تھا۔ ہاں اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کلب سے کسی نہ کسی طرح رادھن سنگھ کا تعلق ہے ضرور، البتہ پرنس دلاور کے بارے میں سوچتی تو ذہن الجھ جاتا۔ اس کا مقصد ہے کہ پرنس دلاور بھی کسی سے رادھن سنگھ کی تلاش میں ہے کیا وہ پولیس کا آدمی ہو سکتا ہے لیکن یہ بات حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی چونکہ جانتی تھی کہ رادھن سنگھ کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ پولیس تو ایک طرح اس کی مٹھی میں ہے اگر وہ کوئی ذاتی سلسلہ ہے تو پھر پرنس دلاور میرا رازدار بن سکتا ہے مجھے آج بھی اس کی آمد کا انتظار تھا۔ شام کو میں تیار ہو کر نیچے کلب میں آ گئی اور بہت دیر تک پرنس دلاور کا انتظار کرتی رہی۔ وہ مجھ سے وعدہ کر گیا تھا کہ آج بھی آئے گا لیکن وہ نہیں آیا تھا پتہ نہیں کیوں میں کافی دیر تک اس کا انتظار کرتی رہی اور پھر روبی میرے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو۔ اس نے میرے سامنے کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو روبی۔ آج تو بہت خوبصورت نظر آ رہی ہو۔ میں نے اس کے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور روبی نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا پھر بولی۔

"تنہا بیٹھی ہو۔"

"ہاں۔ پرنس دلاور کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"کیوں اس نے آنے کے لیے کہا تھا؟"

"ایک بات بتاؤ روبی۔ کیا وہ روز آتا ہے؟"

"نہیں، موڈی آدمی ہے جب دل چاہتا ہے چلا آتا ہے ورنہ نہیں آتا۔"

"مجھے امید تھی کہ آج وہ آئے گا۔"

"ممکن ہے اگر تم سے وعدہ کیا ہے تو آ جائے ابھی تک تو نظر نہیں آیا۔

"میں اس دوران دوسرے لوگوں سے بچنا چاہتی ہوں۔"

"اوہو۔ اور اس کے باوجود تم کہہ رہی تھیں کہ پرنس دلاور میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اس نے چونکہ مجھ سے وعدہ کیا تھا اس لیے میں ابھی کسی اور کا ساتھ نہیں چاہتی۔

"تو پھر ٹھیک ہے یہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس جگہ تنہا بیٹھنے والی لڑکیوں کی طرف بے شمار نگاہیں اٹھتی ہیں جبکہ کہیں اور یہ سب کچھ نہیں ہے۔ کوئی بھی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ کوششیں کر سکتا ہے لیکن اگر تم یہاں نہیں ہو گی تو پھر کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔

"تو پھر کہاں جاؤں؟"

"دوسری سمت آ جاؤ۔ گیمز روم میں تمہارے لیے خاصی تفریحات موجود ہوں گی۔ تاش کے کھیل سے کچھ واقفیت رکھتی ہو۔ اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میں چونک گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اگر میں تاش کھیلنا شروع کر دوں اور پرنس دلاور آ جائے تو یہی سوچے گا کہ میں بھی عام سطحی لڑکیوں کی طرح ہوں۔

اور فوراً ہی اس کے دیئے ہوئے فن سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوشاں ہو گئی ہوں، لیکن پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر پرنس دلاور آ گیا تو اس سے کہوں گی کہ صرف اس کا انتظار کرنے کے لیے میں تاش کے کھیل میں مصروف ہو گئی تھی، تاکہ دوسرے لوگوں کو ٹالا جا سکے وہ یقیناً میری مجبوریوں کو سمجھ لے گا۔ اس خیال کے تحت میں روبی کے ساتھ اٹھ گئی، ابھی تک میں نے گاف کلب کے دوسرے شعبے نہیں دیکھے تھے، روبی جس دروازے سے مجھے دوسری طرف لے گئی، وہاں کی فضا بھی ہنگامہ خیز تھی، بہت سی میزیں بچھی ہوئی تھیں، جن پر جوا ہو رہا تھا۔ شراب کی ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں، اور ضرورت مند ان میں سے اپنی پسند کا جام اٹھا لیتے تھے، ہم دونوں ایک میز پر پہنچ گئے اور کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئے، روبی نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر ویٹر کو دی اور وہ اس کے اسٹیکرز لے آیا۔ میں اپنے قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا کھیل دیکھ رہی تھی، سب آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے پورے تھے، بڑی بیدردی سے کھیل رہے تھے، ہم بھی ان میں شامل ہو گئے روبی میری رہنمائی کر رہی تھی اس نے میرے لیے کارڈ لیے تھے اور بہر حال مجھے جیتنا تھا، لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں ہونا چاہتی تھی، چنانچہ میں نے پہلے مسلسل تین ہاتھ ہارے، پرنس دلاور نے مجھے تاش کا صحیح طریقہ سکھا دیا تھا، میں ان تینوں ہاتھوں میں نہایت بے دردی سے داؤ لگا چکی تھی اور آدھے سے زیادہ اسٹیکرز چلے گئے تھے، چوتھے ہاتھ میں میں جم گئی، اور میں نے دوسری کوشش شروع کر دی۔ میرے مقابل کھیلنے والے چار افراد تھے، میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا اور پھر اس نے فخریہ انداز میں داؤ لگانے شروع کر دیئے۔ میں آرام آرام سے کھیل رہی تھی، اور دوسرے لوگوں کو اس پر سخت طیش آ رہا تھا، چالیں بڑھتی گئیں اور میرے سامنے رکھی ہوئی ساری گوٹیں ختم ہو گئیں، وہ لوگ اپنے اپنے کارڈ پھینکتے چلے گئے تھے۔ اور آخری آدمی وہی رہ گیا تھا، جسے میں نے مخاطب کیا تھا، بس آخری ہاتھ میں اس نے مجھ سے شو لیا تھا اور نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ میرے کارڈ اس سے کہیں بڑے تھے، چنانچہ اسٹیکرز کا ڈھیر میں نے اپنے سامنے سرکا لیا اور روبی کا سانس بند ہو گیا، بہت بڑی رقم آ گئی تھی میرے پاس، اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔"

"بڑا خوفناک کھیل کھیل رہی ہو تم، میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا کر روبی کی طرف دیکھ کر رہ گئی، تقریباً ایک گھنٹے تک میں کھیلتی رہی، اس دوران میرے سامنے ہزاروں روپے کے اسٹیکرز جمع ہو گئے تھے۔ تب روبی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔"

"اوہ۔ تم تم بس کرو۔ پلیز پلیز بس کرو۔ اب ان لوگوں کو معاف کر دو، میں ہنس کر وہاں سے اٹھ گئی، روبی نے دوبارہ ویٹر کو بلایا اور اسٹیکرز نوٹوں میں بدل لیے، پھر وہ میرے ساتھ اٹھ گئی، اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔"

"کیوں روبی کیا بات ہے؟"

"تم۔ تم تو قیامت ڈھا دو گی، مجھے تمہاری یہ صفت تو معلوم ہی نہیں تھی۔"

"لو اس میں سے آدھی رقم تمہاری، میں نے اس سے کہا۔ اور روبی کا سانس ایک بار پھر بند ہو گیا۔"

"یہ، یہ بہت زیادہ ہے، وہ کپکپاتے لہجے میں بولی۔"

"کوئی بات نہیں، رکھ لو روبی نے بری طرح ان نوٹوں پر جھپٹا مارا تھا، میرے پاس خاصی رقم تھی جو میرے لیے ایک طرح سے بے مقصد تھی، لیکن ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا تھا،

اس کلب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرلے کے لیے ان لوگوں کو مالی فائدہ پہنچانا ضروری تھا، چنانچہ ہم بھیڑ بھاڑ سے نکل آتے اور تھوڑی دیر بعد اپنی میز پر پہنچ گئے، روبی میرے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی، اس نے کہا۔"

" اگر تم چاہو تو میں۔ میں تمہارے لیے بہت کچھ کرسکتی ہوں۔"

"کیا ؟ میں نے سوال کیا۔"

" مقصد یہ کہ۔ کہ چھوڑو روبی یہ ساری باتیں بعد کی ہیں۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں، دل چاہتا ہے کہ تم سے تمہاری زندگی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔"

" میں۔ میں بس یوں سمجھ لو کہ وہی باتیں میں اس وقت بھی کہونگی ساری باتیں بے کار ہیں، انسان کو حال دیکھنا چاہیئے۔ پرنس دلاور آج شاید نہ آئیں۔ اب ان کا وقت گزر چکا ہے میں خاموش ہوگئی تھوڑی دیر بعد روبی چلی گئی۔ میرا اب یہاں بیٹھے رہنا ضروری نہیں تھا، کیونکہ پرنس دلاور نہیں آیا تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے میں آگئی۔ جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو اس کے چند منٹ بعد ہی ڈینی میرے پاس پہنچ گیا۔"

"کیوں میڈم سائیکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا ؟"

" ہاں ڈینی کچھ تھکن ہے۔"

— " میں نے سُنا ہے کہ آج آپ گیمبز روم میں نکل گیئں تھیں اور وہاں آپ نے قیامت ڈھا دی۔"

" ہاں تمہارا حصہ محفوظ ہے ڈینی! میں نے کافی نوٹ اس کے سامنے رکھ دیئے اور ڈینی خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔"

" گویا۔ گویا یہ، یہ ۔"

" ہاں، میں نے جیتے ہیں۔"

" کمال ہے۔ بہر طور بڑی عجیب شخصیت ہے تمہاری، میں تمہیں دنیا کی سب سے حیرت انگیز لڑکی کہہ سکتا ہوں۔"

" نہیں ڈینی میں تو معمولی شخصیت کی مالک ہوں، میں نے جواب دیا اور خاموش ہوگئی۔"

" آیئے اگر بور نہ ہو رہی ہوں تو میرے ساتھ تھوڑی دیر نیچے بیٹھیے، ابھی سے آپ لیٹ کر کیا کریں گی۔"

" نہیں مجھے رہنے ہی دو ڈینی، آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

" پلیز۔ تھوڑی دیر تو میرے ساتھ باہر بیٹھیے کیا کریں گی آپ' آیئے میرے آفس میں چلیے، ڈینی کے مجبور کرنے پر میں اس کے ساتھ اس کے آفس پہنچ گئی، اس کا آفس بہت شاندار تھا۔

ڈینی متحیرانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر بولا۔"

" اگر آپ کے بارے میں سارا دیوی کو معلوم ہو جائے تو میرا خیال ہے۔ ؟"

" سارا دیوی کون ؟"

" اس کلب کی مالکہ۔"

" وہ اس کلب کی مالکہ ہیں۔ لیکن میں نے تو سُنا ہے اس کلب کا مالک کوئی اور ہے ؟"

" نہیں۔ سارا دیوی ہی اس کی مالکہ ہیں، ڈینی نے جواب دیا۔"

" خوب ۔"

" کیا آپ سارا دیوی سے ملاقات کرنا پسند کریں گی، میرا خیال ہے اگر میں آپ کے بارے میں انہیں بتاؤں تو وہ بھی حیران رہ جائیں گی۔"

" بتا دیجئے کیا حرج ہے ؟"

" میں تو یہ کہتا ہوں، مس سائیکی کہ اگر آپ ان لوگوں کو بیوقوف بنانے کے بجائے اگر تاش کا کھیل کھیلتی رہیں تو لاکھوں کما سکتی ہیں، میرا تو یہی مشورہ ہے کہ آپ سارا دیوی سے باقاعدہ مل جائیں، تاکہ آپ کو اس سلسلے میں مکمل تحفظ بھی مل جائے، اور آپ ان فضولیات سے بھی بچ جائیں، ہاں اگر زندگی میں کبھی تفریح کو دل چاہے تو پھر اُس میں پسند کی شخصیت کا بھی دخل ہوتا ہے۔"

" ٹھیک ہے اگر آپ چاہیں تو میں سارا دیوی سے مل سکتی ہوں۔"

" ایک منٹ، ڈینی نے کہا اور ایک فون قریب کھسکا کر اس پر نمبر ڈائل کرنے لگا، میں نے نمبروں پر خاص طور سے دھیان دیا تھا اور انہیں ذہن نشین کر لیا تھا۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔"

" میڈم سارا دیوی موجود ہیں، میں اُن سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

" کون صاحب بول رہے ہیں، دوسری طرف سے آواز آئی۔"

" ڈینی۔"

" چند لمحات توقف فرمایئے، ادھر سے کہا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد فون پر کسی کی آواز سنائی دی۔"

" میڈم میں ڈینی بول رہا ہوں، ایک خاتون کے بارے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، بڑے کام کی چیز ہیں، جی ہاں تاش کی ماسٹر کیا، آپ یقین کریں گی کہ آج انہوں نے اپنے کھیل سے قیامت

ڈھا دی ہے، میں آپ سے ان کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جی ہاں وہ ہماری مستقل ممبر بن چکی ہیں بس یوں سمجھ لیجیے، دولت کی کان ہیں، جی، جی ڈینی اس سے بات کر رہا تھا۔ شاید اس عورت نے آنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ میں اپنے کام میں ایک قدم اور آگے بڑھ گئی ہوں۔ اگر اس طرح سارا دیوی کی توجہ حاصل ہو جائے تو لطف ہی آجائے گا۔ واقعی پرنس دلاور نے مجھے ایک بہت بڑا افن دے دیا تھا لیکن خود وہ نجانے کہاں غائب ہوگیا تھا، ممکن ہے کہیں مصروف ہو میرے دل میں بار بار اس کا خیال آتا رہا اور میں سوچتی رہی، لیکن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی، وہ بے حد پُر اسرار شخصیت کا مالک تھا، کافی دیر تک میں ڈینی کے پاس بیٹھی رہی، پھر دفعتاً انٹر کام پر اُسے اشارہ موصول ہوا اور اس نے انٹر کام سوئچ آن کر دیا۔"

" ہاں ڈینی آجاؤ، ایک بھاری اور گونج دار آواز سُنائی دی جو تھی تو کسی عورت ہی کی لیکن اتنی پاٹ دار اور عجیب تھی کہ میں اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی، ڈینی ایک دم مودب ہو گیا۔"

" میں پہنچ رہا ہوں میڈم، اس نے کہا اور میری طرف رُخ کر کے بولا۔"

" آیئے سارا دیوی آپ کو یاد کر رہی ہیں، اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اُٹھ گئی، ڈینی میرے ساتھ جس کمرے میں داخل ہوا وہ گاف کلب کی مالکہ کے شایان شان ہی تھا، کمرہ کیا عظیم الشان حال تھا جس میں قیمتی ترین فرنیچر موجود تھا اور جاپانی طرز پر بے حد خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، طویل میز کے پیچھے اعلیٰ درجے کی کرسی پر ایک طویل القامت عورت بیٹھی تھی، وہ کافی خوبصورت تھی، لیکن اس لحاظ سے اس کے بدن کا پھیلاؤ بھی تھا، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اسے موٹوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا تھا بس عظیم الشان عورت تھی، میں نے ایک نگاہ میں اس کا جائزہ لیا، غرور و نفرت میں ڈوبی ہوئی ایک عجیب سی عورت، جسے واقعی اس کلب کی مالکہ کے طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔ میرے سلام کے جواب میں وہ سرد وسپاٹ آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی، گردن کو خم کر کے اس نے میرے سلام کا بوجھ اتار دیا تھا، ڈینی مجھے ساتھ لیے لیے اس طویل میز کے سامنے پہنچ گیا، اور سارا دیوی آہستہ سے بولی۔"

" بیٹھو، ڈینی نے میرے لیے کرسی کھینچ دی تھی میں بیٹھ گئی مجھ سے ایک کرسی چھوڑ کر ڈینی بھی بیٹھ گیا تھا، اب سارا دیوی نے میز کی دراز سے ایک غیر ملکی سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ ہونٹوں سے لگا کر سونے کے ایک لائٹر سے اُسے سلگانے لگی، ڈینی نے جلدی سے ایش ٹرے اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی، سارا دیوی نے سگریٹ کے دو تین گہرے گہرے کش لیے اور گاڑھا دھواں چھوڑتے ہوئے بولی۔"

" سُنا ہے کہ تم نے ہمارے کلب میں تہلکہ مچا دیا ہے۔"

" نہیں میڈم! میں تو خاموشی سے یہاں وقت گزار رہی ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

" ہونہہ۔ کیوں سارا دیوی نے سوال کیا ؟"

" بس مسٹر ڈینی خواہ مخواہ مجھ سے متاثر ہو گئے ہیں حالانکہ اس عظیم الشان کلب میں مجھ جیسی نجانے کتنی لڑکیاں آتی ہوں گی، مجھ میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

" خوب انکساری سے کام لے رہی ہو، ڈینی نے تمہاری کچھ خصوصیات بتائی ہیں مثلاً تاش کے کھیل میں تم اپنے مقابل کو جیتنے نہیں دیتی۔"

" میں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی، اب اس کو کیا کروں، یہ بادن کاغذ کے ٹکڑے مجھ سے بڑی انسیت رکھتے ہیں، اور جب مجھ تک پہنچتے ہیں تو مجھے مایوس نہیں ہونے دیتے، میں نے جواب دیا۔"

" خوب ۔ خوب اس بار سارا دیوی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مُسکراہٹ پھیل گئی تھی، اس نے کہا۔"

" کسی بہت بڑے ماہر فن کی شاگرد معلوم ہوتی ہو۔"

" آپ یہی سمجھ لیں میڈم میں تردید نہیں کروں گی، کیونکہ میں کسی بھی معاملے میں بحث کی قائل نہیں ہوں۔"

" تمہاری گفتگو کا انداز بڑا عجیب ہے، لیکن میں تم سے چند سوالات کرنا چاہتی ہوں۔ سارا دیوی نے کہا۔

" ضرور میڈم! مسٹر ڈینی نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں اس لیے میں حاضر ہو گئی۔"

" تمہاری اصل شخصیت کیا ہے، سارا دیوی نے سوال کیا، اور ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک چھناکہ سا ہوا، لیکن میں نے اپنے تاثرات کا اظہار چہرے سے نہیں ہونے دیا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔"

" کیا مجھ جیسی عورتوں کی بھی کوئی اصل شخصیت ہوتی ہے ؟"

" نہیں میرا مقصد ہے زندگی کس طرح گزارتی رہی ہو ؟"

" بس شہر شہر آوارہ گردی میرا مصرف ہے، میں نے اپنی زندگی کو ایک لا اُبالی حیثیت دے دی ہے اور کوئی خاص روگ

نہیں پالا اس کے لیے بس یوں ہی زندگی گزارتے ہوئی ڈیرہ دون نکل آئی اور یہاں گاف کلب جیسی جگہ میرے لیے انتہائی مناسب تھی خوش قسمتی سے مجھے یہاں کا ممبر بنا دیا گیا، سارا دیوی نے ایگلیون میں دبی ہوئی سگریٹ کو گھورا اور اسے ایش ٹرے میں رگڑ دیا۔ حالانکہ اس نے اُس کے دو تین کش ہی لیے تھے، یہ غالباً اس کی بیزاری کیفیت کا اظہار تھا۔ ڈینی خاموشی سے بیٹھا ہوا ہماری گفتگو سن رہا تھا، اس نے اس دوران اس گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا تھا، سارا دیوی تھوڑی دیر تک خاموش رہی، اس کے بعد اُس نے دوسرا سگریٹ نکال لیا، اس کے اس انداز میں غرور اور تمکنت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، وہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ بہت عظیم عورت ہے بہرطور تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔"

" تم ہم سے تعاون کرو میں تمہیں یہاں ہر طرح کی مراعات دے سکتی ہوں۔"

"کیوں نہیں ظاہر ہے مجھے مراعات کے سوا کیا درکار ہے میں نے جواب دیا۔"

" اگر تاش کا کھیل نہ پسند کرتی ہو تو جس شکل میں چاہو یہاں رہو، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن اگر کبھی ضرورت پیش آئے تو تم تاش کے کھیل میں ہمارا ساتھ دو گی۔"

" مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، میں نے جواب دیا۔"

" اگر تم چاہو تو میں تمہارا امتحان لوں، میرا مقصد ہے کہ میں بھی تمہارا کھیل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

" جیسا میڈم پسند کریں۔ میں نے جواب دیا اور سارا دیوی ڈینی کو مخاطب کرکے بولیں۔"

" سنو کیا گرداس موجود ہے۔"

" پتہ نہیں میڈم اگر آپ کہیں تو میں اُسے ڑائی کر سکتا ہوں؟"

" ہاں اگر وہ موجود ہو تو اُسے بلوالو، سارا دیوی نے کہا اور ڈینی اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گیا، سارا دیوی خاموشی سے سگریٹ کے کش لیتی رہی، پھر اُس نے کہا۔

" تمہاری شخصیت نے مجھے متاثر کیا ہے، بہرطور میں تمہارا، تاش کا فن دیکھنا چاہتی ہوں، اس کے بعد ممکن ہے میں تمہیں اپنے خصوصی ساتھیوں میں شامل کرلوں، ڈینی کا کہنا اگر درست ہے تو واقعی مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو تم جیسے ہوں۔"

" مجھے کسی بھی سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا ڈینی چند لمحات میں واپس آگیا، اس نے بتایا کہ گرداس ابھی تھوڑی دیر کے بعد پہنچنے والا ہے، ہم انتظار کرتے رہے، پھر تھوڑی دیر بعد سالولے سلونے رنگ کا ایک نوجوان جس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی، اندر داخل ہو گیا اُس نے ادب سے سارا دیوی کو سلام کیا، اور میز کے پاس آ کھڑا ہوا۔"

" بیٹھ جاؤ گرداس تاش کھیلتے ہیں، سارا دیوی نے کہا، اور گرداس تعمیل حکم کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔ انداز ایسا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار سارا دیوی کے ساتھ بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہوا ہو، سارا دیوی نے میز کی دراز سے تاش کی ایک گڈی نکالی اور اس کا کور پھاڑنے لگی، پھر اس نے تاش میز پر ڈالی۔ اور نوٹوں کی گڈی نکال لی۔"

" تم لوگوں کے پاس کچھ ہے اُس نے ڈینی وغیرہ سے پوچھا۔"

"کیوں نہیں مادام ڈینی نے جواب دیا اور جیب سے کافی نوٹ نکال لیے اگرداس نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سارا دیوی نے تاش کی گڈی خود اپنے ہاتھوں سے شغل کی تھی اور پھر میری طرف کاٹنے کے لیے بڑھا دی۔ میں نے لاپرواہی سے چند تاش کاٹ کر رکھ دیئے سارا دیوی نے تاش تقسیم کیے، رقم لگنے لگی اور میں لاپرواہی سے اپنے ساتھ رکھے نوٹ درمیان میں پھینکنے لگی۔ سارا دیوی اور گرداس مجھے رقم اس انداز میں پھینکتے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

میز پر نوٹوں کی گڈیوں کے انبار کافی اونچے ہو گئے تو سب سے پہلے سارا دیوی نے اپنے کارڈ اٹھائے اور مطمئن انداز میں نیچے رکھ کر پھر کھیلنے لگی، ان کی دیکھا دیکھی گرداس نے بھی اپنے کارڈز اُٹھا لیے تھے، ڈینی بھی کھیل رہا تھا۔ ڈینی نے اپنے کارڈز اٹھا کر دیکھے اور نیچے پھینک دیئے البتہ گرداس کچھ دیر تک جما رہا۔ پھر اس نے کارڈز اپنی گڈی میں شامل کر دیئے اور پیچھے ہٹ گیا، اب میں اور سارا دیوی رہ گئے تھے۔ سارا دیوی مسکراتے ہوئے رقم لگانے لگیں اور جب کافی رقم میز پر ڈھیر ہو گئی تو میں نے لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

" میڈم بہتر یہ ہے کہ اب آپ میرے کارڈز کو دیکھیں اور کم از کم اس بازی کو ختم کر دیں۔ میں نے کہا۔

" اوہ۔ ابھی سے۔ ابھی تو تمہارے پاس کافی رقم ہے، سارا دیوی نے اپنی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"

" جی ہاں اور ابھی مزید نوٹ میرے پاس آجائیں گے آپ خواہ مخواہ اپنے پیسے کیوں ضائع کر رہی ہیں۔ کارڈز دیکھ لیں۔ میں نے کہا اور سارا دیوی نے میری بات مان لی۔

" میرے پاس ٹرسٹ راؤنڈ ہیں۔ انہوں نے کہا اور اپنے

پتے میز پر پھیلا دیئے۔ یکہ، بادشاہ، اور بیگم تھے، لیکن مختلف رنگوں ہیں۔ میں نے بھی اپنے کارڈ اٹھائے۔ گرداس کی نگاہیں میرے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں، تب میں نے کلر راونڈ کے پتے میز پر ڈال دیئے۔ سب کے چہرے سکڑ کر رہ گئے تھے گرداس بے چین نظر آنے لگا۔

" یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ بڑبڑایا۔"

" آپ نے تو کارڈ دیکھے بھی نہیں تھے؟"

" اس کا جواب میڈم دیں گی۔ میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔"

" گرداس میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی، واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے۔"

" کارڈ بھی آپ نے بانٹے تھے میڈم، گرداس بولا۔

" ہاں۔ اور تم جانتے ہو۔ میں کوئی گڑبڑ نہیں کر سکتی۔"

" تب اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے گرداس نے کہا اور پھر بولا۔ ذرا کارڈ مجھے دیں۔ سارا دیوی نے کارڈز اٹھا کر گرداس کو دیئے اور گرداس گڈی سمیٹ کر اُسے شغل کرنے لگا، پھر اس نے کارڈز میز پر ڈال دیئے۔

" آپ ہی کاٹیے محترمہ۔!"

" نہیں اس بار یہ فرض مسٹر ڈینی انجام دیں گے، ورنہ ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ میں نے کچھ گڑبڑ کر دی ہے۔ میں نے کہا لیکن اس دوران میں اندازہ لگا چکی تھی کہ کون سے کارڈز کہاں ہیں۔

" اس بار آپ گڑبڑ نہیں کر سکیں گی۔ گرداس مسکرا کر بولا۔

" کہہ چکی ہوں کہ میں کوئی گڑبڑ نہیں کرتی۔ تاش میرے ساتھ ایماندار ہیں اور میں ان کے ساتھ۔ مجھے علم ہے کہ آپ نے کارڈ لگا دیئے ہیں لیکن یہ مجھے دھوکا نہیں دیں گے۔ میں نے اعتماد سے کہا اور سارا دیوی کے اشارے پر ڈینی نے کارڈ کاٹ دیئے، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کس کے پاس کیا جا رہا ہے۔ گرداس نے بقیہ گڈی اٹھائی اور کارڈ تقسیم کرنے لگا۔ سارا دیوی کے چہرے پر بہت زیادہ دلچسپی کے آثار تھے۔ کھیل شروع ہو گیا اور میں اُسی لاپرواہی سے کھیلنے لگی، اس بار بھی خاصی رقم جمع ہو گئی تھی، مجھے اندازہ تھا کہ کس کے پاس کیا ہے، اس بار گرداس نے اپنے پاس بہترین پتے رکھے تھے، لیکن یہ بھی اتفاق تھا کہ میرے پاس اس سے بڑے کارڈز تھے۔ بہرطور میں اُس سے ہار کیسے مان سکتی تھی، چنانچہ وہ بڑے یقین سے بھاری رقمیں لگاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی آخری پونجی بھی لگا دی اور مسکراتا ہوا بولا۔

" اب مجبوری ہے، تاش کے کھیل میں ادھار حرام ہے ورنہ میں کچھ قرض مانگنے کی کوشش کرتا۔"

" چلو پتے شو کرو۔ سارا دیوی بے چینی سے بولی اور پھر اس نے خود ہی گرداس کے پتے الٹ دیئے۔"

" تین غلام تھے"

" ٹریل۔ سارا دیوی اُچھل پڑی۔"

" میرے لیے بھی آپ ہی زحمت کریں میڈم" میں نے ہنس کر کہا اور سارا دیوی نے بے صبری سے میرے کارڈ اٹھا لیے۔ پھر ان کا چہرہ فق ہو گیا۔ ایک لمحے تک تو وہ کارڈ ہاتھ میں لیے پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہیں۔ ڈینی اور گرداس سخت بے چین تھے۔"

" تین بیگمیں۔ انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا اور پتے میز پر ڈال دیئے۔

" ناممکن۔ میں نے انہیں تین تگیاں دی تھیں گرداس نے سرسراتی آواز میں بولا۔

" تب اسے جادوگری ہی کہا جا سکتا ہے۔ سارا دیوی نے کہا۔"

" نہیں مسٹر گرداس آپ نے تین تگیاں نہیں دی تھیں، یہ پتے اس جگہ سے اٹھا لیجیے، جہاں سے میں اشارہ کروں میں نے کہا اور گرداس نے وہ پتے اس جگہ سے اُٹھا لیئے۔"

" اب انہیں تقسیم کر دیجیے، چار آدمیوں میں تین تگیاں سارا دیوی کے پاس جائیں گی۔ میں نے کہا اور گرداس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ چند ہی لمحات کے بعد اُن سب نے دیکھا کہ سارا دیوی کے سامنے سے تین تگیاں اٹھائی گئی تھیں۔

گرداس حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔ " مجھے حیرت ہے میں نے تاش جس جگہ لگائے تھے، وہاں سے تین تگیاں ہی آپ تک آنی چاہئیں تھیں۔"

" بہرطور اب کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا سارا دیوی متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں پھر وہ آہستہ سے بولی۔

" میں نے۔ میں نے اس سے زیادہ عظیم کھیل کبھی نہیں دیکھا۔"

" میں اپنے دوستوں کے درمیان ہوں، سارا دیوی اور یہ کھیل صرف مظاہرے کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس جیتی ہوئی رقم سے میں کچھ قبول نہیں کروں گی۔"

"اوہ نہیں ڈیئر یہ مناسب نہیں ہے، سارا دیوی بے چینی سے بولی۔ وہ اتنی دولت مند ہونے کے باوجود کافی لالچی معلوم ہوتی تھی۔"

"اصول کی بات ہے۔ میں نے کہا۔"

"کاش تم ہمیشہ کے لیے ہم لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاش کی ایسی جادوگری سے تو ہم دنیا کے امیر ترین لوگ بن سکتے ہیں۔ تم نے کبھی کسی دوسرے ملک میں بھی جوا کھیلا ہے۔"

"نہیں میڈم میں صرف اپنے ہی ملک میں رہی ہوں، بیرونی دنیا میری نگاہوں سے اوجھل ہے۔"

"اوہ میں تمہیں۔ میں تمہیں ساری دنیا کا دورہ کرا سکتی ہوں میں۔ میں نجانے کیا کچھ کر سکتی ہوں، تمہارے ساتھ مل کر، سارا دیوی پُرجوش لہجے میں بولی۔ اس کی شخصیت کا غلاف اُتر گیا تھا اور اب وہ ایک عام عورت نظر آ رہی تھی۔

میں نے یہ بازی بھی جیت لی تھی، لیکن اس بات کو میں نظرانداز نہیں کر سکتی تھی کہ اس سلسلے میں میرا معاون وہ انوکھا انسان تھا جس کا نام پرنس دلاور تھا۔ وہ کون ہے اور یہاں کیا چاہتا ہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا کہ اگر پرنس دلاور دوبارہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں کوشش کروں گی کہ اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں، کچھ اور محبت کی، پینگیں بڑھاؤں گی، اس کے ساتھ، تاکہ ہم دونوں یکجا ہو کر کوئی کام کر سکیں۔

میڈم سارا دیوی نے مجھے خاصی دیر تک اپنے ساتھ رکھا اور پھر وہ اٹھ گئیں۔

"تم سے مل کر واقعی دلی مسرت ہوئی ہے مس سائیکی اور میں محسوس کرتی ہوں کہ تم نے میرے دل میں اپنے لیے ایک خاص مقام بنا لیا ہے، یہاں جس طرح چاہو قیام کرو، تمہیں اپنے دل پر کوئی بوجھ لادنے کی ضرورت نہیں ہے، اب تم میرے دوستوں میں شامل ہو۔ اس لیے تمہاری حیثیت منفرد ہو گی، سُنو ڈینی میری بات سُن چکے ہو۔ میں اطمینان رکھوں کہ تم سائیکی کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دو گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میڈم آپ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے میڈم۔"

"گڈ، اب مجھے اجازت دو۔ وہ اٹھ گئیں، اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم لوگ بھی اُٹھ گئے تھے ۔ میں اپنے کمرے میں آ گئی اور اُس کے بعد آرام کرنے لگی۔ میں نے اپنے کمرے کے سامنے موجود ویٹر سے کہہ دیا تھا کہ اب کوئی بھی مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ بستر پر لیٹ کر نجانے کب تک میں بہت دیر تک سوچتی رہی تھی اُس کے بعد میں سو گئی۔

دوسرا دن حسبِ معمول تھا، کوئی خاص بات نہیں تھی، ڈینی میرے کمرے میں آیا اور مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا وہ اس بات کا اظہار کر رہا تھا کہ میں نے تو یہاں آ کر سب کو اپنے دام میں پھانس لیا ہے، بہرطور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لنچ کے وقت روبی میرے پاس آ گئی، وہ کچھ مؤدب سی تھی۔

"کیوں روبی خیریت۔ تمہارا انداز کچھ خاموش خاموش سا ہے۔"

"اب تو میں تمہارے سامنے ایک کمتر حیثیت رکھتی ہوں، مس سائیکی۔ اس نے کہا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم مالکوں کے معیار کی عورت ہو، وہ پھیکے انداز میں مسکرائی۔

"اونہہ۔ میرا کوئی معیار نہیں ہے، اگر تم اچھی انسان ہو تو میری نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ برتر ہو تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہو گا کہ میں دولت سے مرعوب ہونے والوں میں نہیں ہوں۔"

"تم بے حد عجیب ہو سائیکی۔ تم واقعی بے حد عجیب ہو، میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچتی رہی ہوں۔"

"کوئی ایسی بات نہیں بلاوجہ ہی تم میرے بارے میں سوچ سوچ کر وقت ضائع کرتی رہی ہو۔ ارے ہاں پرنس دلاور کا پتہ نہیں چلا۔"

"اس کا پتہ چل ہی نہیں سکتا، موڈی آدمی ہے، جب دل چاہے آئے۔ جب دل چاہے نہ آئے، بھلا اُسے کون مجبور کر سکتا ہے۔

"ہوں ٹھیک ہے لیکن وہ آدمی تھا دلچسپ میں نے کہا، اور روبی خاموش ہو گئی۔"

"روبی اگر تمہیں کچھ رقم کی ضرورت ہے تو میرے پاس کافی نوٹ بے کار پڑے ہوتے ہیں، براہ کرم انہیں لے لو۔

"اب شرمندگی ہوتی ہے، میں بے شک ایک لالچی لڑکی ہوں۔ ظاہر ہے دنیا کا ہر انسان دولت حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہے، میں بھی انہی میں سے ہوں، لیکن تمہاری شخصیت نے کچھ ایسا مسحور کر دیا ہے مجھے، کہ اب میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔

"اچھی بات ہے لو یہ رکھ لو، میں حکم دے رہی ہوں تمہیں، میں نے اچھی خاصی رقم اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور روبی کے ہاتھ لرزنے لگے۔

"میں نے اتنی رقم کبھی نہیں دیکھی، بلاشبہ تم عجیب و غریب ہو، لوگ اس طرح اپنی دولت برباد نہیں کرتے۔ اس نے کہا۔ کافی دیر تک وہ میرے ساتھ رہی اور پھر چلی گئی۔"

تین چار دن اسی طرح گزر گئے اس دوران صرف ایک بار میں کھیلی تھی اور وہ بھی بلاوجہ، کوئی شخص آ گیا تھا۔ ڈینی نے مجھ سے کہا کہ اچھی خاصی آسامی ہے اُسے کاٹنا ضروری ہے اور یہ سارا دیوی کا حکم ہے، چنانچہ میں ان کی طرف سے کھیلی اور جو رقم میں نے جیتی، وہ سارا دیوی کے حوالے کر دی، لیکن اس میں سے آدھی رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع کر دی گئی تھی۔ جس کی سلپ مجھے دے دی گئی، میں نے کہا بھی تھا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ڈینی نے کہا کہ نہیں یہ سارا دیوی کا حکم ہے کہ جو کچھ تم ہمارے لیے کھیل کر جیتو، اس میں سے آدھی رقم تمہارے حساب میں جمع کرا دی جائے، میں نے شانے اچکائے تھے، ڈینی کی آنکھوں میں ہوس کے سائے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اُس سے کہا۔

"ڈینی تم جس وقت چاہو، اس رقم میں سے اپنا حصہ وصول کر سکتے ہو، میں تمہیں بلینک چیک دے دوں گی۔"

"نہیں میڈم، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ اس نے کہا۔"

سارا دیوی نے اس کے بعد مجھ سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی، پتہ نہیں کیا سوچ رہی تھی، وہ میرے بارے میں، میں ہر رات پرنس دلاور کا انتظار کرتی، لیکن اس دن کے بعد سے میں نے پرنس دلاور کو آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اس رات بھی میں ایک کھڑکی میں کھڑی شہر کی روشنیاں دیکھتی رہی۔ اور جب اس بات سے دل اکتا گیا تو کمرے کی روشنیاں بجھا کر بستر پر آ گئی، سونے کی کوشش میں ناکام نہیں ہوئی تھی۔ لیکن سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً دروازے پر زور کی آوازیں سنائی دیں، کوئی دروازہ پیٹ رہا تھا۔

میں چونک کر اٹھ گئی، تیز روشنی کر کے میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

"کون ہے۔ میں نے بلند آواز میں پوچھا۔ لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو میں نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے اچھل کر پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ جو کوئی تھا دروازے سے اس طرح لگا کھڑا تھا، کہ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا وہ اندر آ پڑا۔ تیز روشنیوں میں میں نے اسے دیکھا اور تعجب سے اُچھل پڑی۔

یہ پرنس دلاور تھا۔ لیکن اس کے سینے سے اُبلتا ہوا خون قالین پر نمایاں نظر آ رہا تھا، غالباً سینے پر پستول سے گولی چلائی گئی تھی، لیکن اس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔

میں بُری طرح بدحواس ہو گئی۔ لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا اور اس صورت حال پر غور کرنے لگی۔ اسی وقت کہیں سے قدموں کی چاپ اُبھری اور میں چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی، پرنس دلاور شاید آخری بار کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر جھکی اور اس سے پوچھنے لگی کہ اسے کس نے ہلاک کیا ہے، لیکن وہ بول نہیں پایا اور خاموشی سے اس نے دم توڑ دیا۔ میرے دل کو شدید دھچکا لگا تھا اتنے دن کے بعد وہ ملا بھی تو اس طرح کہ اس میں زندگی باقی نہیں رہی تھی۔

میں ابھی یہی سب کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ چند افراد میرے سامنے پہنچ گئے، دروازہ کھلا ہوا تھا اس لیے انہیں اندر داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ بڑی پریشان کن صورت حال تھی، مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں کسی بڑی اُلجھن میں پھنسنے والی ہوں، سو کر جاگی تھی اس لیے ذہن چوکس بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ میرے قریب پہنچ گئے، پھر انہوں نے دروازے سے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی دلاور کی لاش دیکھی، ان میں سے ایک نے کمرے کے دروازے کا نمبر دیکھا۔

"روم نمبر بھی یہی ہے۔ وہ شخص بولا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ واردات ہو چکی ہے۔" آگے آنے والے شخص نے کہا۔ جو وردی پر لگے ہوئے نشانات کی وجہ سے انسپکٹر معلوم ہوتا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک سے کہا۔

"جاؤ، کلب کی انتظامیہ کے کسی ذمہ دار شخص کو بُلا کر لاؤ۔

ایک سپاہی دوڑتا چلا گیا۔ میں ششدر رہ گئی تھی، اسی وقت ہوٹل کی انتظامیہ کے دو افراد وہاں پہنچ گئے، ان میں ڈینی شامل نہیں تھا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر صاحب، ان میں سے ایک نے پوچھا اور پھر لاش دیکھ کر چونک پڑا۔"

"اسے خون۔"

"کیا ہوٹل کا منیجر یا کوئی اور ذمہ دار شخص یہاں موجود نہیں ہے۔ انسپکٹر نے پوچھا۔ وہ کڑی نگاہوں سے ان دونوں کو

دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں مسٹر ڈینی موجود ہیں ۔ لیکن وہ آرام کرنے چلے گئے ہیں۔"

"انہیں بلاؤ۔ قتل کی واردات ہے۔" انسپکٹر نے کہا اور انتظامیہ حرکت میں آگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈینی کمرے میں پہنچ گیا تھا، اس نے حیرت سے پرنس دلاور کی لاش دیکھی اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"یہ ۔۔ یہ ۔" اس نے کہا اور پھر ایک دم سنبھل گیا۔ اُسے احساس ہو گیا تھا کہ انسپکٹر کے سامنے اسے مجبوراً ۔۔۔ رکاوٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے، چنانچہ وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"انسپکٹر صاحب معاملہ گاف کلب کا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ گاف کلب احمقوں کا اکھاڑہ نہیں ہے اس لیے میں بتاتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو بھی محتاط کر لیں۔"

"ٹھیک ہے ہم احتیاط رکھیں گے۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد وہ مختلف لوگوں کے بیانات لیتا رہا۔ اس نے جب مجھ سے پرنس دلاور کے بارے میں پوچھا تو میں نے اُسے بتا دیا کہ یہ شخص ایک بار مجھ سے پہلے ملاقات کر چکا ہے لیکن جس حیثیت سے اس نے مجھ سے ملاقات کی، وہ مسٹر ڈینی ہی بتا سکیں گے، البتہ ابھی ابھی یہ میرے دروازے پر آیا تو اس کی یہ کیفیت تھی۔ پولیس انسپکٹر نے میرا بیان لیا اور اس کے بعد مجھے لے کر چل پڑا۔ تمام لوگ ہکا بکا رہ گئے تھے۔ روبی موجود نہیں تھی ڈینی کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آرہے تھے۔ پولیس جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی، میں خواب کے سے عالم میں تھی، یہ سب کچھ جو کچھ ہوا تھا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کا محرک کون ہے، کیا صورت حال ہے، بڑی ہی شدید ذہنی اذیت سے گزر رہی تھی میں۔

جیپ نے ایک چھوٹا سا موڑ کاٹا تو اچانک کسی گلی سے ایک ٹرک نکل آیا۔ وہ جیپ کے عین سامنے آگیا تھا اس لیے جیپ کو پورے بریک لگانے پڑے۔ انسپکٹر گالیاں بکتا ہوا نیچے اتر گیا۔ ایک کانسٹیبل نے میرا بازو پکڑ لیا اور دو کانسٹیبل انسپکٹر کے ساتھ نیچے اتر گئے۔ چونکہ جیپ کا آدھا حصہ ٹرک سے لگ گیا تھا ٹرک کے قریب ہونے والی گفتگو تو مجھے سُنائی نہیں دی لیکن چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی رائفلیں سیدھی کیے ہوئے جیپ کے پچھلے حصے کے پاس آگئے، جن میں سے ایک نے رائفل کی نال سنتری کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو نیچے اتارو اُسے ۔" اور بے چارے کانسٹیبل نے جلدی سے میرا بازو چھوڑ دیا۔

میں نیچے اتر آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ انسپکٹر اور دوسرے دو کانسٹیبلوں کو بھی چند لوگوں نے قابو میں کیا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ سر سے بلند تھے، شاید انسپکٹر کا پستول اور کانسٹیبلوں کی بندوقیں بھی چھین لی گئی تھیں۔ بڑی ڈرامائی تبدیلیاں ہو رہی تھیں، مجھے ٹرک پر چڑھا لیا گیا اور پھر وہ لوگ انسپکٹر اور اس کے ساتھیوں کو نشانے پر لیے ہوئے اوپر چڑھ گئے۔ ٹرک جیپ سے رگڑتا ہوا برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ لیکن یہ مجھے کوئی منظم سازش معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی، میں دیکھنا چاہتی تھی کہ کیا حالات پیش آتے ہیں اگر کوئی خطرناک صورت حال پیش آئی تو پھر کچھ کروں گی۔

پولیس جیپ نے پیچھا کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی ممکن ہے اس کے ٹائر وغیرہ ناکارہ کر دیئے گئے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرک ایک عمارت میں داخل ہو گیا اور پھر جب مجھے عمارت کے کمپاؤنڈ میں اُتارا گیا تو اسے دیکھ کر میں حیرت سے گنگ رہ گئی۔ یہ گاف کلب ہی کی عمارت تھی!

ٹرک مجھے اتار کر واپس چلا گیا، صرف ایک شخص میرے ساتھ عقبی دروازے سے اندر آگیا تھا اور پھر ایک مخصوص ہال میں ڈینی نے ہی میرا استقبال کیا۔ اس کا چہرہ سُتا سُتا سا تھا۔ میں نے بھی چند لمحات میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے، ڈینی مجھے لے کر آگے بڑھ گیا، اس کے انداز میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس نے مجھے ایک مخصوص کمرے میں پہنچا دیا۔

"ڈینی یہ سب کیا ہے ؟"

"تم نہیں سمجھ سکیں مس سائیکی ؟" ڈینی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔"

"میں کیا سمجھ سکتی ہوں ڈینی ؟"

"تمہارے خلاف سازش کی گئی ہے۔" ڈینی اسی انداز میں بولا۔

"مگر کس نے ؟" میں نے پریشانی سے کہا۔

"سارا دیوی نے ۔" ڈینی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا ۔۔؟" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"یہاں آکر بھی یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔" ڈینی کے لہجے میں ہمدردی تھی۔

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا ڈینی۔" میں نے سر پکڑتے ہوئے

"بیٹھ جاؤ سائیکی۔ کافی منگواؤں تمہارے لیے۔ یہ تمہیں سکون ۔۔ ضرورت ہے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔ میں حیران و پریشان ۔۔ بیٹھی رہی تھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے، سارا دیوی ۔۔ نے ایسا کیوں کیا، میرے تو ان سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ڈینی واپس آگیا میری پریشانی سے وہ دکھی تھا۔ اس کے ۔۔رے سے اس کا اظہار ہو رہا تھا اس نے مجھے تسلی دینے والے ۔۔ انداز میں کہا۔

"یہ جو کچھ ہوا ناگزیر تھا سائیکی لیکن اب تم کسی اور مصیبت ۔۔ نہیں پھنسو گی۔ لیکن اب تمہیں سارا دیوی کے غلاموں کی حیثیت ۔۔ سے رہنا پڑے گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ پولیس کی نگاہوں میں، میں ایک قاتل ۔۔ بن گئی ہوں۔" میں نے ہراساں لہجے میں کہا۔"

"اس سے مطمئن رہو۔ سارا دیوی بڑے جوڑ توڑ کی عورت ہے۔ یوں سمجھ لو اس وقت تم پوری طرح محفوظ ہو جب تک اس ۔۔ ہدایت پر عمل کرتی رہو گی، ہاں بس اس کے احکامات سے انحراف ۔۔ کرنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔"

"گویا اب میں اُس کے جال میں پھنس گئی ہوں۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔" تم اس کے لیے سونے کی چڑیا ہو۔ ۔۔ تمہارے ذریعہ دولت کے انبار لگائے گی۔"

"لیکن یہ سب کچھ۔"

"سمجھی نہیں ہو تم۔ اب تم قاتل ہو۔ اور صرف سارا دیوی کی ۔۔ پناہ میں رہ سکتی ہو۔ اگر تم نے اس سے انحراف کرنے کی کوشش ۔۔ اور یہاں سے فرار ہونا چاہا تو ظاہر ہے تمہیں ایک قاتلہ کی ۔۔ حیثیت سے گرفتار کرا دیا جائے گا۔ یہی اس کا پروگرام تھا۔

میں سوچنے لگی۔ بات صرف اتنی نہیں تھی اس سے آگے ۔۔ بہت کچھ تھا۔ میرے ہاتھوں قتل ہونے والا پرنس دلاور ۔۔ کیوں تھا کسی اور کا بھی انتخاب کیا جا سکتا تھا۔ پرنس دلاور ۔۔ سارا دیوی کے چکر میں تھا۔ کاش وہ مجھے اپنے بارے میں تفصیل ۔۔ بتا دیتا۔ اب یہ بات ہمیشہ کے لیے راز رہ گئی۔

ایک بار پھر میں تاریکی میں آگئی تھی۔ سارا دیوی کے بارے ۔۔ پرنس دلاور بہت کارآمد ہو سکتا تھا لیکن اب میں پھر تنہا ۔۔ گئی تھی اور میرے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔

ڈینی نے مجھے کافی پلائی پھر بولا۔ "آؤ میں تمہیں تمہارے ۔۔ کمرے میں پہنچا دوں، مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہیں صورت حال سے ۔۔ آگاہ کر دوں۔ تم سارا دیوی کی پناہ میں ہو۔ پھر وہ سرگوشی کے

دوسرے دن گیارہ بجے کے قریب سارہ کے آنے کی اطلاع ملی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے سامنے میری طلبی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر غرور کے آثار تھے۔

"سائیکی کیسی ہو تم۔ ؟"

"ٹھیک ہوں سارا دیوی آپ نے مجھے چاروں شانے چت کر لیا۔ میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور سارا دیوی قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔"

"یہ ضروری تھا ڈیئر۔ تم سونے کی چڑیا ہو۔"

"مگر میں اُڑ تو نہیں رہی تھی۔ میں نے شکایتی انداز میں کہا۔"

"مجھے خطرہ تو تھا۔" اس نے کہا۔

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں ؟"

"سیدھی سی بات ہے ڈیئر کہ تم گاف کلب میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو، تمہیں یہاں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ بس تمہارے ذریعہ میں اُن لوگوں کا غرور توڑوں گی، جو خود کو بہت شاطر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہیں کچھ اور نہیں کرنا پڑے گا"

"لیکن پولیس ۔۔؟" میں نے کہا۔

"یہ کیا چیز ہوتی ہے۔" اس نے کہا پھر بولی۔ "پولیس اس وقت تک تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گی، جب تک میں چاہوں تم اس شہر کی سڑکوں پر سیر کرتی پھرو، میرا وعدہ ہے کوئی تمہاری طرف آنکھ بھی نہیں اُٹھائے گا۔ لیکن صرف اس وقت تک جب تک تم میری پناہ میں ہو۔ مجھ سے غداری، مجھ سے انحراف تمہارے لیے موت ہو گا۔ سمجھیں موت ۔۔۔" اس کے لہجے میں ایسی سفاکی تھی کہ میں کانپ کر رہ گئی۔ لیکن ۔ آہستہ آہستہ میرے بدن میں شرارے اُبھرنے لگے۔ میں نے دل میں کہا۔ "اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا سارا دیوی آنے والا وقت ؟"

میں خاموشی سے سارہ دیوی کی شکل دیکھ رہی تھی۔ انوکھی عورت تھی وہ۔ پھر اس نے ڈینی کو طلب کر لیا۔ ڈینی کے اندر آنے پر وہ بولی۔

"ڈینی یہ ہماری نئی دوست نئی ساتھی مس سائیکی ہیں۔ تو ہوا یوں ہے کہ مس سائیکی اب ہمارے ساتھ مستقل طور پر منسلک ہوگئی ہیں اور ہماری اہم رکن ہیں۔ ان کے لیے ضروری نہیں ہے کہ یہ اپنی راتیں کسی کے پہلو میں گزاریں، اس بات کی ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، ہاں اگر یہ اپنی مرضی سے کسی کا انتخاب کرلیں تو دوسری بات ہے، ہماری طرف سے انھیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تمھاری ڈیوٹی ہے۔"

"یس میڈم۔" ڈینی آہستہ سے بولا۔

"اب تم آرام کرو مس سائیکی اور ہاں اپنے آپ کو اس پر بھی آمادہ کرو کہ کسی بھی طرح ہمارے ساتھ خود کو ایڈجسٹ کرلو، بہرطور یہاں تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، زندگی گزارنے کے اگر ا... نئے انداز کرنا چاہو تو ہم اس سلسلے میں تمھاری مدد کریں گے۔ اب تم آرام کرو۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا گیا، میں مطمئن تھی۔ کوئی تردد نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہاں کے حالات معلوم کروں، اور میں نے اپنی کاروائی کا آغاز کر دیا۔ سارہ دیوی کے ساتھ تعاون پر میں بڑی مشکل سے آمادہ ہوئی تھی، حالانکہ خود میرے ذہن میں بھی یہی پروگرام تھا۔ البتہ میں نے نہایت چالاکی سے یہ اعتماد حاصل کیا تھا، اب کم از کم وہ مجھے مشکوک نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

گاف کلب میں اب صحیح معنوں میں میری کاروائی جاری ہوئی تھی۔ مجھے خاص طور سے یہ معلوم کرنا تھا کہ رادھن سنگھ اور سارہ دیوی کا آپس میں کیا تعلق ہے اور ان دونوں کی ملاقاتیں کس طرح سے ہوتی ہیں۔ رادھن سنگھ کو میں نے کبھی یہاں نہیں دیکھا تھا بہرطور میں ان کے لیے مصروف ہوگئی، میرا کام مشکل نہیں تھا۔ بے چارہ پرنس دلاور مجھے جو کچھ دے ... تھا۔ اس نے میری مشکل حل کر دی تھی ایک عام فاحشہ کی حیثیت سے تو میں یہاں عام ہی حیثیت سے زندگی گزار سکتی تھی اور کسی بھی طرح سارہ دیوی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی، لیکن پرنس دلاور نے ایک رات میں میری مشکل آسان کر دی تھی اور خود موت کی وادیوں میں جا سویا تھا۔

اس کے بارے میں جلنے کا احساس بھی دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے، لیکن ظاہر ہے ابھی یہ سب کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

پہلی بار مجھے دو آدمیوں کے ساتھ کھیلنا پڑا اور خاصا لمبا جوا ہوا تھا۔ وہ دونوں بے چارے اپنی جیبیں جھاڑتے ہوئے اٹھ گئے تھے، ظاہر ہے مجھے وہی کچھ کرنا تھا جو سارہ دیوی چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ میں راتوں کو سارہ دیوی کے ہوٹل میں قیام گاہ اور ایسی دوسری جگہوں کی چھان بین بھی کرتی رہتی تھی۔ یہاں مجھے اس بات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ رادھن سنگھ یہاں آتا ہے یا نہیں۔

پھر ایک رات سارہ دیوی نے مجھے طلب کیا۔ اس وقت وہ بہت خوش تھی، بات بات پر ہنس رہی تھی۔ لباس بھی بہت شوخ پہنا ہوا تھا اور ضرورت سے زیادہ گہرے میک اپ میں تھی۔

"سائیکی آج تمھارے فن کا سب سے بڑا امتحان ہے میرا ایک دوست کھیلنے آ رہا ہے۔ تمھارا تذکرہ اس سے ہو چکا ہے اور وہ تمھاری طرف سے ہوشیار رہے گا، اس لیے تمھیں بھی محتاط رہنا ہوگا۔"

"جی۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"وہ خود کو بہت بڑا شاطر سمجھتا ہے، بے حد چالاک انسان ہے، لیکن تاش کے کھیل میں تمھیں اس کے چھکے چھڑانے ہیں۔"

"جی مادام میں خیال رکھوں گی۔ کھیل کہاں ہوگا۔؟"

"یہیں میرے کمرے میں وہ عام آدمی نہیں ہے، میں کہہ چکی ہوں کہ وہ میرے خاص آدمیوں میں سے ہے۔"

"کون کون کھیلے گا۔" میں نے پوچھا۔

"تم، میں ڈینی، رام داس اور ایک اور شخصیت یہ بھی بہت بڑی ہستی ہے۔" سارہ دیوی نے کہا اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ رام داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا، بہرطور وہ وقت آ گیا تھا جب سورج گرہن کے ایک رکن سے میرا سامنا ہوتا تھا، خطرناک رام داس کو میں اچھی طرح جانتی تھی، لیکن مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ مجھے میری شکل میں پہچان نہ لے، بہرطور مجھے خاصی پریشانی ہوگئی تھی۔ سارہ دیوی نے مجھے خاص لباس پہننے کی ہدایت کر دی، میں وہاں سے چلی آئی، لیکن اعصاب پر تھکن سوار تھی، میں اندر سے ٹوٹتی جا رہی تھی، لیکن میں نے اس کیفیت پر جلد ہی قابو پا لیا۔ میں نے خصوصاً اپنے چہرے پر ایسا میک اپ کیا کہ میرے خدوخال میں نمایاں تبدیلیاں ہو جائیں۔ میں نے پوری طرح اپنے آپ کو اس بات پر تیار کر لیا تھا کہ خود کو رام داس کی نگاہوں سے محفوظ رکھوں، بہرطور اس میں میں کافی حد تک کامیاب ہوگئی تھی، آئینہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا۔ اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ڈینی میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔

"آج پھر سارا دیوی تم سے جل جائے گی۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو اس لباس میں۔"

"لعنت بھیجو خوبصورتی پر مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کھانا کھا لیا۔" ڈینی نے پوچھا۔

"دل نہیں چاہ رہا تھا، شام کے ناشتے کے بعد بس سینڈوچ لے لیے تھے۔"

"تیار ہو۔"

"ہاں۔"

"تو پھر چلو، وہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"وہ لوگ آ گئے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں آئے لیکن بس پہنچنے ہی والے ہیں، البتہ سارا دیوی وہاں موجود ہے۔" ڈینی نے کہا اور ہم دونوں اس کمرے سے نکل کر سارا دیوی کے خوبصورت دفتر کی جانب چل پڑے۔ سارا دیوی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور گردن ہلانے لگی۔ اسی وقت انٹرکام پر ایک آواز سنائی دی۔ اور اس نے انٹرکام آن کر دیا۔

"ہاں کیا بات ہے۔؟"

"آپ کے محترم مہمان تشریف لے آئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے انھیں احترام کے ساتھ میرے دفتر میں لے آؤ۔" سارا دیوی نے کہا اور پھر ڈینی کو کچھ ہدایت دینے لگی۔ ڈینی کمرے سے باہر نکل گیا تھا میں اور سارا دیوی انتظار کرتے رہے۔ چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور دو افراد اندر داخل ہوگئے، ان میں ایک رام داس تھا اور دوسرا ایک بھاری بھرکم شخص تھا، لیکن بڑی جاذب نظر شخصیت کا مالک تھا، سارا دیوی نے اس کا تعارف سیٹھ اشرف علی کہہ کر مجھ سے کرایا تھا اس آدمی کی جامہ زیبی دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ کم عمر نہیں تھا لیکن بہت خوبصورت لباس پہنے ہوا تھا۔ اور بڑا جچ رہا تھا، ان لوگوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ سارا دیوی نے میرا تعارف سائیکی کی حیثیت سے ہی کرایا تھا۔ بہرطور اشرف علی کی شخصیت نے میرے دل میں عجیب سے تاثرات پیدا کر دیئے تھے۔ اس کے چہرے کی بناوٹ سے سخت گیری کا احساس ہوتا تھا، اور آنکھوں میں ایک وحشیانہ سی چمک تھی، اس کی مسکراہٹ بھی خوفناک تھی، مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بڑے عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا، اس کے علاوہ رام داس کی نگاہیں بھی مجھ پر جمی ہوئی تھیں، اور میں ہوٹل میں رہنے والیوں کے سے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی، میں نے اس کی مشق کی تھی، آنکھوں کی بے باکی اور وہ انداز ان بازاری عورتوں میں پایا جاتا ہے، جو ایسی جگہوں پر موجود ہوتی ہیں، لیکن میرے لیے یہ سب کچھ کرنا معمولی بات نہیں تھی، بہرطور میں اپنے آپ کو اچھی خاصی تربیت دے چکی تھی، اس لیے ان معاملات میں دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ حضرات سے مل کر۔" میں نے آواز میں ایک کھنک اور لوچ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ رام داس نے بھی گردن ہلا دی تھی۔ اور وہ کمبخت اشرف علی دس پندرہ سیکنڈ میرے ہاتھ کو جکڑے کھڑا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ نجانے کیوں مجھے اس سے بڑا خوف سا محسوس ہو رہا تھا لیکن اب ایسی بات بھی نہ تھی، بڑے بڑے خوفناک لوگوں سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں نے اپنے اندر کوئی تبدیلی نہ ہونے دی۔ ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تو یہ ہیں وہ محترمہ۔" رام داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی ہیں۔"

"تعجب کی بات ہے حسین چہرے اگر کوئی ایسی خوبی بھی رکھتے ہیں تو پھر کیا کہنا، ان کی شکل وصورت ہی ایسی ہے کہ انسان اپنا سب کچھ ہارنے پر آمادہ ہو جائے۔" رام داس نے کہا۔ اور میں مسکرا دی، اشرف علی بدستور ہونٹ بھینچے مجھے اسی طرح گھور رہا تھا جیسے ابھی ابھی مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ نہ جانے کیوں اس شخص کی وجہ سے میرے ذہن میں ایک چبھن سی پیدا ہونے لگی تھی، بس ایک احساس تھا جس کا میں ابھی تک تجزیہ نہیں کر پائی تھی لیکن سارا دیوی نے اسے میری طرف متوجہ نہیں ہونے دیا، اور خود اس سے مخاطب ہو کر بولی۔

"جی سیٹھ اشرف صاحب آپ بھی لٹنے کے لیے تیار ہو کر آئے ہیں۔"

"ہاں تیار ہو کر آئے ہیں کہو، اب تو لٹ چکے ہیں۔" سیٹھ

اشرف نے کہا اور سارا دیوی ہلکا سا قہقہہ لگا کر خاموش ہوگئی۔

بس ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ میں نے خود کو مکمل قابو میں رکھا تھا۔ بلاشبہ دنیا کا خطرناک ترین شاطر میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا شراب کے لوازمات بھی سامنے آ گئے۔ چار گلاس تھے۔ ایک خوبصورت ملازمہ سروس کے لیے آ گئی تھی۔ اس نے چاروں گلاس میں شراب انڈیل دی اور پھر نہایت نفاست سے انھیں ہمارے سامنے رکھ دیا۔ میں آہستہ سے ہنس پڑی۔

"آپ مجھے بھی شراب پلا رہی ہیں مادام"۔ میں نے سارا دیوی سے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں پیوگی"۔ اس نے پوچھا۔

"ضرور پیوں گی آپ کے حکم سے لیکن ہوتا یوں ہے کہ صرف دو پیگ مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ اب سے بس صرف چند روز قبل کیا تھی بڑے عجیب عجیب خیالات آتے ہیں میرے دل میں اگر تیسرا پیگ بھی لے لوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ آسمانوں پر سفر کروں اور نیچے کبھی نہ اتروں، راجہ اندر کا اکھاڑا بھی دیکھنا چاہتی ہوں میں"۔ میں نے کہا اور سارا دیوی ہنس پڑی۔

"ارے۔ ارے یہ تو بہت خوفناک بات ہے، ہم یہاں آسمان کہاں سے لائیں گے۔ میرے لیے ایک مشروب کی بوتل آ گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تاشوں کی چند گڈیاں بھی یہاں پہنچ گئیں لیکن اشرف علی نے ہاتھ بڑھا کر تاشوں کی گڈیاں پیچھے سرکا دی تھیں۔

"کیوں۔ ؟"

"اس وقت یہ گڈیاں استعمال ہوں گی"۔ اس نے دو گڈیاں نکال کر نیچے ڈال دیں۔

"ضرور۔ ضرور رام داس جانتے ہیں کہ میں ان سے مخلص ہوں"، سارا دیوی نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر اشرف علی کی یہ خواہش پوری کر دو۔" رام داس کہنے لگا۔

"کیوں میڈم سائیکی۔ آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا"۔ اشرف علی کہنے لگا۔

"تاش دنیا کے کسی ملک میں بنے ہوں یا کسی ملک کی کسی بھی فیکٹری میں بنے ہوں ہمیشہ میرے غلام رہتے ہیں، یہ باون پتے میرے باون غلام ہیں۔ خواہ یہ کسی کی جیب سے برآمد ہوئے ہوں"۔ میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ اور اشرف علی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بہت خوب، اس اعتماد کی میں دل سے قدر کرتا ہوں" کھیل شروع ہو گیا نوٹوں کی گڈیاں فاحشاؤں کی طرح جوئے کے اس بازار میں سج گئیں اور دولت کا مذاق اڑنے لگا۔

میں بڑے اعتماد سے کھیل رہی تھی۔ سارا دیوی کے چہرے پر تحسس تھا وہ میرے فن سے اس دوران کافی مطمئن ہو گئی تھیں لیکن شاید وہ اشرف علی کی طرف سے پریشان تھی۔ اشرف علی واقعی پراسرار شخصیت کا مالک تھا اس کی نگاہیں میرے ہاتھوں کی ہر جنبش پر تھیں اس بات کو نا صرف میں نے بلکہ سارا دیوی نے بھی محسوس کیا تھا۔ چنانچہ یہ تجسس اور بڑھ گیا۔

میں اپنی تمام تر ذہنی قوتوں کو استعمال کر رہی تھی اور صحیح معنوں میں کارڈز پر محنت کر رہی تھی اور جب پہلی بار کارڈز شو ہوئے تو رام داس اور اشرف علی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے جو کارڈز پھیلائے وہ ان سب کے کارڈز سے بڑے تھے اور رام داس نے شانے ہلائے اور اشرف علی کی طرف دیکھنے لگا۔ اشرف علی بھی متعجب تھا دفعتاً رام داس بولا۔

"کمال ہے واقعی کمال ہے۔ ذرا یہ تاش مجھے دیجیے اور میں نے تاش کی گڈی اس کی جانب بڑھا دی اس بار رام داس نے تاش خوب پھینٹے اور پھر انھیں تقسیم کر دیا۔

"اب آپ کا کیا خیال ہے مس سائیکی ؟" اس نے پوچھا۔

"اگر سارہ دیوی کی اجازت ہو تو آپ لوگ دیکھ لیں کہ میرے کارڈز آپ سب سے بڑے ہیں"

"ایسے نہیں"۔ رام داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے جو حرکت کی تھی میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ کارڈز اس وقت بھی میرے ہی بڑے تھے۔ رام داس نے چونکہ کارڈ لگائے تھے لیکن بس کٹنگ میں ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ میں نے خود یہ کارڈ کاٹے تھے اور اس کے بعد مجال تھی کہ کارڈ میرے فیور میں نہ ہوں رام داس اس بار بھی دل کھول کر کھیلا اور دولت کا انبار میز کے درمیان جمع ہو گیا اور اس کے بعد جب شو ہوا تو رام داس کا منہ تعجب سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اشرف علی کے انداز میں ہلکی سی غراہٹ پیدا ہو گئی۔

"کیا حماقت ہے رام داس میں مطمئن نہیں ہوں۔ لاؤ گڈی مجھے دو"۔ رام داس نے اس بار گڈی اشرف علی کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اشرف علی نے ایمانداری سے کارڈ تقسیم کیے تھے لیکن جیتنا میری ہی تقدیر میں لکھا تھا۔ وہ سب ششدر رہ گئے تھے کھیل رہے تھے لیکن اب وہ بڑی بڑی بازیاں نہیں لگا رہے تھے بلکہ صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ کون سا گر ہے جو میں

استعمال کر رہی ہوں لیکن یہ جان لینا ان کی بس کی بات نہیں تھی بالآخر رام داس نے یوں کیا کہ اپنے سامنے اور اشرف علی کے سامنے رکھی ہوئی ساری رقم میرے سامنے سرکا دی۔

"آہستہ آہستہ رقم تمھاری ہی طرف منتقل ہونی ہے سائیکی تو پھر کیا ضروری ہے کہ ہم اس میں وقت ضائع کریں ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا اس لیے بہتر یہی ہے کہ سب کچھ تمھارے حوالے"، رام داس بولا۔ سارا دیوی ہنس رہی تھی حالانکہ ہنسنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ عورت کمبخت نوٹوں کی اس قدر لالچی تھی کہ نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

"واقعی مس سائیکی آپ بڑی خوفناک چیز ہیں حالانکہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک بار بھی تاش تقسیم نہیں کیے۔

"لطف کی بات تو یہی ہے رام داس گڈی آپ کی ہوئی آپ ہی شغل کریں آپ ہی کاٹیں آپ ہی بانٹیں اور آپ ہی ہار جائیں یہی تاش کا اصل گیم ہے ورنہ پھر کھیلنے سے فائدہ"۔

"کمال ہے۔ سونا بنانے کے فن کے بارے میں سنتے آئے تھے لیکن اب وہ اس فن کے سامنے ہیچ ہے آپ تو دنیا کی دولت مند ترین خاتون ہو جائیں گی مس سائیکی"۔ اشرف علی نے کہا۔

"شاید۔ ایسا ہو لیکن مجھے دولت سے اتنی دلچسپی نہیں ہے بس زندگی گزارنے کی حد تک کما لیتی ہوں"

"خوب۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے"۔ اشرف علی بولا۔

"اگر آپ سائیکی سے متاثر ہوئے ہیں مسٹر اشرف علی تو یہ آپ کی دوست بھی بن سکتی ہیں"، سارہ دیوی نے پیشکش کی۔

"یہ میری خوش قسمتی ہوگی لیکن آسمان پر نہیں بلکہ زمین پر میں ان کی ہم نشینی پسند کروں گا"، اشرف علی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی"

"مقصد یہ کہ انھیں اس زمین پر ہی میرا دوست بننا پڑے گا۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔"

"تو پھر کب ؟"

"جب آپ پسند کریں"، سارہ دیوی نے اس انداز میں کہا جیسے میری مالک ہو۔ میں نے دل ہی دل میں اسے گالیاں دی تھیں پھر سارہ دیوی بولی۔

"بس اب تم آرام کرو سائیکی جاؤ۔ اور میں اٹھ گئی۔ وہاں سے آنے کے بعد میں خاصی پریشان ہو گئی تھی۔ رام داس میرے سامنے آ گیا تھا اور یہ اشرف علی یہ کون ہے میں اس کے بارے میں مسلسل سوچے جا رہی تھی۔ بہرطور یہ میرے لیے ایک نیا کردار تھا معمولی آدمی نہیں لگتا تھا۔ چہرے ہی سے کوئی اونچی چیز معلوم ہوتا تھا۔ کیا کوئی جرائم پیشہ ہے اور اس جگہ سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے۔ بہرطور جیتی ہوئی رقم میں اپنے ساتھ ہی اٹھا لائی تھی اور جانتی تھی کہ وہ میری ملکیت نہیں ہے سارہ دیوی اس میں سے اپنا حق ضرور وصول کرے گی۔

لیکن مجھے بھلا اس رقم کا کرنا بھی کیا تھا میں تو سارہ دیوی سے اشرف علی کے بارے میں معلومات کرنے کی خواہش مند تھی۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد اس نے مجھے طلب کیا اور میں نے رقم اس کے سامنے رکھ دی وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"اس میں سے جتنی دولت چاہو اٹھا لو سائیکی تم نے میری ناک اونچی کر دی ہے۔ بڑے شاطر بنتے تھے دونوں سر کھجا کر رہ گئے۔

"شکریہ مادام۔ میں رقم رکھ کر کیا کروں گی میرے سارے اخراجات تو یہاں سے پورے ہو جاتے ہیں۔ ہاں ایک سوال میرے ذہن میں ضرور ہے"

"کیا ؟"

"مجھے کب تک یہاں رہنا ہوگا۔"

"کیوں۔ کیا کوئی تکلیف ہے یہاں ؟"

ظاہر ہے کسی کلب میں زندگی گزارنا میرا مقصد نہیں تھا میں تو دنیا گردی کی خواہش مند تھی۔

"تم اپنا یہ فن کسی کو دینے کی خواہش مند بھی نہیں ہو۔" سارہ دیوی نے پوچھا۔

"آپ نے اب تک شاید میری بات کا یقین نہیں کیا ہے میڈم۔"

"کون سی بات کا ؟"

"یہی کہ یہ کوئی فن نہیں ہے۔ تاش میری تقدیر کے ساتھ منسلک نہیں ہیں وہ ہمیشہ میرا فیور کرتے ہیں"

"ناقابل یقین سی بات ہے بہرحال رام داس تم سے بہت متاثر ہے۔ ویسے وہ خود بھی بہت ذہین انسان ہے"

"میں نے جھوٹ نہیں کہا آپ چاہیں تو کسی سے تجربہ بھی کرا سکتی ہیں"

"بہرحال سائیکی۔ ہم اس سلسلے میں ایک معاہ

کرسکتے ہیں تم مجھے ایک کروڑ روپیہ کما کر دے دو یا جس طرح بھی چاہو ایک کروڑ روپیہ فراہم کر دو اس کے بعد میں تمھیں اس ملک سے نکال دوں گی۔"

"ایک کروڑ۔" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں ایک کروڑ۔ اس سے ایک پائی بھی کم نہیں اس دوران تمھارا تحفظ کیا جائے گا تمھیں ہر سہولت دی جائے گی تمھاری ہر ضرورت پوری کی جائے گی لیکن جو تصور میں ہے مانگ لینا کسی شے کی کمی نہیں پاؤ گی۔"

"مگر اس میں تو بہت عرصہ لگ جائے گا۔"

"ذہانت سے کام کرو گی تو نہیں لگے گا۔" اشرف جیسے لوگ ہی تمھیں بہت کچھ دے سکتے ہیں۔"

"کیا آپ مجھے اس کی کوٹھی پر جانے کی اجازت دیں گی۔"

"خود سے نہیں۔ اسے تمھارے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں اگر وہ خود تمھیں طلب کرے گا تو میں منع نہیں کروں گی۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"اس میں سے چوتھائی رقم تم رکھ لو اور جس طرح چاہو اس کو خرچ کرو کل تمھارا کھاتہ کھل جائے گا اور ایک لاکھ روپئے بطور قرض تمھیں کھیلنے کے لیے دیئے جائیں گے ان لاکھ کے ایک سوا ایک لاکھ کرنا تمھاری اپنی ذمّہ داری ہوگی اس کے علاوہ اپنے لیے تم جو کچھ بھی کرسکو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اوکے میڈم۔" میں نے کہا اور ایک بڑی رقم منتقل کرکے یہاں سے اپنے کمرے میں آگئی اس گفتگو میں ایک کام کی بات معلوم ہوئی تھی وہ یہ کہ اشرف میرے حالات سے واقف ہے صاف بات تھی کہ اشرف خود بھی اس میں ملوث ہوسکتا ہے اور سارا دلوی کی حمایتوں میں اس کا نام بھی شامل ہے رام داس سے اس کی اس قدر بے تکلفی تھی اس سے یہ اظہار بھی ہوتا تھا کہ رام داس اس کا پرانا ساتھی ہے۔

بہرحال ان تمام چیزوں میں ابھی تک مجھے رادھن سنگھ کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا اور میں صرف اس بات کے لیے پریشان تھی کہ کس طرح رادھن سنگھ تک پہنچوں اس کا ذریعہ سارا دلوی بھی ہوسکتی تھی اشرف علی بھی اور رام داس بھی۔ مجھے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا سارا دلوی میرے چنگل میں آچکی تھی اور مجھے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ سارا دلوی کے ذریعے ہی میں اپنا مقصد حل کرسکتی تھی۔

بہرطور میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ ابھی سارا دلوی سے تعاون جاری رکھوں گی۔ دولت کی لالچی اس عورت کی خواہش پوری کی جاتی رہے تو ممکن ہے میرا کام بھی بن جائے لیکن جلد بازی نہیں کروں گی آہستہ آہستہ رادھن سنگھ کی طرف بڑھے بڑھاؤں گی تاکہ سکون سے اپنا کام کرسکوں بےشمار خیالات تھے میرے ذہن میں۔ بہرطور میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ابھی میرا یہاں قیام کرنا بے حد ضروری ہے۔

دوسرے دن مجھے کلب کے اکاؤنٹ سے ایک لاکھ روپئے کے ٹوکن دے دیئے گئے۔ اور اس وقت میں نے کلب میں تباہی مچا دی۔ دو لاکھ ستر ہزار روپئے میں نے آنکھوں کے اندھوں سے سمیٹے تھے اور جوا کھیلنے والوں میں ہل چل مچ گئی تھی۔ لوگ مجھے پاگلوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد میں جوئے کے ہال سے باہر نکل آئی اب کسی ساتھی کا انتخاب میرے لیے ضروری نہیں تھا چونکہ میں یہاں دوسری حیثیت اختیار کرچکی تھی پورا دن بڑے اطمینان سے گزرا تھا۔ دوسرے دن میں سو کر بھی نہیں اٹھی تھی کہ سارا دلوی کا بلاوا آگیا۔ وہ صبح ہی صبح کلب آگئی تھی۔ دن کی روشنی میں یہ کلب کوئی آسیب زدہ محل نظر آتا تھا جہاں منحوس روحوں کا بسیرا ہو۔

"سارا دلوی اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی، وہ سگریٹ کے کش پر کش لگائے جا رہی تھی میرے داخلے پر اس نے رک کر مجھے دیکھا اور نجانے کیوں مضطربانہ انداز سے دیکھتی رہی پھر سگریٹ نے اس کی انگلیوں کو چھوا تو وہ چونک گئی اور اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"ہیلو۔" میں نے حسبِ معمول مسکرا کر اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں، ٹھیک تو ہو نا تمھارے کل کے کھیل کی تو بڑی تعریف ہو رہی ہے۔"

"یس میڈم۔ جو کچھ آپ نے میری ذمّہ داری لگائی ہے اسے پورا کرنا تو میرا فرض ہے۔"

"بالکل ڈیئر۔ اور میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تمھیں پریشان ہونے کی ذرہ برابر ضرورت نہیں تم اس وقت تک ہماری پناہ میں ہو جب تک ہماری ساتھی ہو۔"

"شکریہ۔"

"تمھاری فطرت اور تمھارے بہترین تعاون کی وجہ سے میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا ہے۔"

"وہ کیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمھیں باہر جانے کی آزادی دی جاتی ہے رات کو آٹھ بجے تک جہاں چاہو سیر و تفریح کرو تم پر اب کوئی پابندی نہیں ہے لیکن آٹھ بجے کلب میں واپس آجانا۔" اور میں تعجب سے انھیں دیکھنے لگی۔

"یہ کیسے ممکن ہے میڈم؟"

"کیوں؟" وہ نخوت سے بولی۔

"پولیس۔ پولیس میری تلاش میں ہے۔"

"تم نے ابھی تک شاید سارا کی قوتوں کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ پولیس تمھارے قریب سے گزرے گی تمھیں پہچان لے لیکن تم پر ہاتھ نہیں ڈالے گی۔" سارا دلوی نے کہا۔

"نہیں میڈم۔ میں باہر نہیں جاؤں گی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ساتھی۔ یہ میری انا کا معاملہ ہے۔ میں اس طرح اپنا امتحان لیتی ہوں براہِ کرم مجھ سے تعاون کرو۔ اس طرح تمھیں میری قوتوں کا اندازہ بھی ہوجائے گا۔"

"مجھے اندازہ ہے مادام۔"

"میری ہر ہدایت پر عمل کرو یہ تمھارا فرض ہے۔" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"اور اگر پولیس نے مجھ پر ہاتھ ڈال دیا تو۔"

"تو میں خودکشی کرلوں گی سمجھیں تم۔" وہ غرائی۔

"جی۔" میں نے گردن ہلائی۔ لیکن میں نے اب بھی اپنے چہرے پر خوف کے آثار قائم رکھے تھے۔

"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی کہنی ہے۔" سارا بولی۔

"جی۔"

"پچھلی رات تم نے بہت بڑی رقم جیتی ہے کئی میزوں پر کھیلی ہو۔"

"جی ہاں۔"

"اس سے احتراز کرو۔ دوسرے تیسرے دن کھیلو اور صرف اتنا کھیلو کہ کسی کو شبہ نہ ہوسکے اگر ان لوگوں کو یہ احساس ہوگیا کہ تم صرف جیتتی ہو تو لوگوں کو پتہ نہیں چلے گا لیکن وہ مشکوک ضرور ہوجائیں گے اور یہ بات کلب کی ساکھ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔"

"جی مادام۔؟"

"اب تم دو تین دن تک ہارتی رہوگی جان بوجھ کر۔"

"ایسا نہ ہوسکے گا مادام۔ نتائش یہ کبھی پسند نہیں کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے مختلف طریقے ہیں جو تمھیں سمجھا دیئے جائیں گے۔"

"بہتر۔" میں نے کہا۔

"بس اسی لیے تمھیں تکلیف دی تھی۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلائی اور وہاں سے چلی آئی آج کی باتیں بھی سوچنے والی تھیں سارا پریشان تھی۔ کیوں آخر کیوں؟ اتنی صبح وہ گھر سے نکل آئی تھی اور پھر یہ ہدایات بھی بہرحال میں کوئی فیصلہ نہیں کرپائی لیکن محتاط ضرور ہوگئی اور اس دوپہر میں تیار ہوکر باہر نکل آئی۔

کوئی خاص مقصد نہیں تھا، پرس میں ہزاروں روپئے پڑے ہوئے تھے۔ میں عام سی لڑکی رہنا چاہتی تھی اور اس بات کو تو کوئی احمق بھی سوچ سکتا تھا کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ لوگ مجھے یوں نہیں چھوڑیں گے اس کا اندازہ بھی جلد ہی ہوگیا۔

ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے سرخ رنگ کی ایک کار دیکھی جو میرے پیچھے لگی ہوئی تھی ایک بازار میں، میں ٹیکسی اتر گئی اور میں نے ایک دوکان سے بھاری خریداری کی۔ جمنی کی دکان سے بھی کچھ ہلکے پھلکے زیور خریدے اور ساری چیزیں چھوٹے سے پرس میں رکھ کر آگے بڑھ گئی چند لمحات کے بعد میں نے ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں۔؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"کسی بھی پرسکون جگہ۔" میں نے جواب دیا۔

"آخر کون سی جگہ بی بی۔"

"جہاں تنہائی ہو خاموشی ہو سبزہ زار ہوں اور پھول کھلے ہوں۔" میں نے جواب دیا ڈرائیور نے منہ موڑ کر مجھے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے آگے بڑھا دی اس وقت میں نے اس کی مسکراہٹ پر غور نہیں کیا تھا لیکن جب ڈرائیور نے ایک خوبصورت علاقے میں ٹیکسی موڑی تو میں ہوشیار ہوگئی ڈرائیور نے میری بات سے غلط نتیجہ اخذ کیا تھا لیکن میں خاموش بیٹھی رہی میں اس بے اعتماد معاشرے کو کوس رہی تھی جو ساری اقدار کھو بیٹھا تھا ٹیکسی دوڑتی رہی، ڈرائیور نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک دکان کے سامنے ٹیکسی روک دی۔

"بی بی ذرا سگریٹ لے لوں۔"

"ہاں لے لو۔" میں نے افسردگی سے کہا اور دل میں ایک فیصلہ کرلیا اور سبق دوں گی ڈرائیور کو کہ زندگی بھر یاد رکھے گا اور ہر لڑکی کو تنہا دیکھ کر اس کی رال نہیں ٹپکے گی اس طرح تمھیں اور تمھارے لواحقین کو نقصان تو ضرور پہنچے گا لیکن بہت سی کمزور لڑکیاں محفوظ ہوجائیں گی۔ ڈرائیور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ وہ ایک سنسان راستے کی

طرف جا رہی تھی۔ پتہ نہیں یہ کون سی جگہ تھی۔ میں ان علاقوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتی تھی۔

عام دن تھا راستے میں کوئی زیادہ رش بھی نظر نہیں آیا تھا پھر ایک پرسکون سے علاقے میں ڈرائیور نے گاڑی روک دی یہاں ایک چھوٹی سی گنگناتی ہوئی آبشار بہہ رہی تھی جو کسی پہاڑ سے بہتی ہوئی آئی تھی۔

"یوں لگتا ہے تم شہر سے بہت دور نکل آئے ہو ڈرائیور" میں نے کہا۔

"آپ کی پسند کی جگہ ہے"

"ہاں۔ مگر سنسان ہے"۔ میں نے کہا۔

"زندگی کا لطف تو یہاں ہی آتا ہے"۔ ڈرائیور بولا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو"۔ میں نے پوچھا اسی وقت پیچھے سے کسی موٹر سائیکل کی آواز ابھری اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگی موٹر سائیکل بھی ٹیکسی کے پاس آکر رک گئی تھی ایک بدمعاش ٹائپ کا آدمی اس سے اتر کر آ گیا۔ میں اس صورتحال سے انجان نہیں تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے شاید سگریٹ کی دکان پر اس شخص کو شاید دعوت دی تھی اور یہ موٹر سائیکل لے کر آ گیا۔ کمال ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس شخص کو بغور دیکھنے لگی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" اس نے سوال کیا۔

"بس عیش ہو رہے ہیں تم اپنی کہو"

"میں اپنی کیا کہہ سکتا ہوں یہ لڑکی کون ہے؟"

"خوبصورت لڑکی ہے اور خوبصورت لڑکیوں کا اس سے زیادہ تعارف اور کوئی نہیں ہوتا"

"ٹھیک ہے۔ ہم اس خوبصورت لڑکی سے تعارف حاصل کریں گے"۔ اس شخص نے بے ڈھنگے انداز میں کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے نیچے اتار لیا۔

میں بھی زندگی کے اس تنہا رخ سے تنگ آ گئی تھی دل میں بہت سی خواہشیں بہت سے جذبے دفن ہو چکے تھے لیکن اب اس طرح میں انسانوں کے ہاتھوں لٹنا پسند نہیں کرتی تھی بلکہ میں ان لوگوں کو صحیح طور پر جواب دینا چاہتی تھی جو تربیت میں نے حاصل کر لی تھی اس کے استعمال کا اس سے بہتر موقعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ میں اطمینان سے اس کے ساتھ نیچے اتر آئی وہ آدمی بڑا خوش تھا ٹیکسی ڈرائیور میرے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد میں نے ایک مناسب جگہ منتخب کر لی۔

یہ گھاس کا ایک گول سا قطعہ تھا جس کے اطراف میں پھول کھلے ہوئے تھے۔

"کیسی جگہ ہے"۔ میں نے مسکرا کر کہا وہ دونوں خوشی سے پاگل ہو گئے۔

"بہت ہی خوبصورت۔ چاروں طرف پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں ان پر برف جمی ہوئی ہے ہوائیں چل رہی ہیں اور جان من ہواؤں کے اس موسم میں"۔ اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نے دفعتاً اپنا ایک پاؤں گھما کر ڈرائیور کے منہ پر مارا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے پاؤں کی پوری ضرب اس کے منہ پر پڑی تھی اس کے تین دانت ٹوٹ گئے اور منہ سے خون ابلنے لگا۔ وہ اچھل کر دوسری طرف جا گرا دوسرا آدمی حیران رہ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو خون اگلتے دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے ذرا ان ٹھنڈی ہواؤں سے اسے روشناس کرایا تھا۔ دیکھو نا پہاڑوں پر کیسی برف جمی ہے"۔ اس نے ایک گندی سی گالی دی اور آگے بڑھا۔ ٹیکسی ڈرائیور اس دوران سنبھل گیا تھا۔

"تو رہنے دے میں اسے ٹھیک کرتا ہوں"۔ وہ آگے بڑھا اس بار میں نے اس کے سر پر ٹھوکر رسید کی تھی اور جب وہ گرنے لگا تو میں نے خود ہی گریبان پکڑ کر اسے روک دیا اور ایک زبردست ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا اس ہاتھ نے کام دکھایا اور ڈرائیور کے نیچے کے تین دانت بھی ٹوٹ گئے اس کی شکل بگڑ گئی تھی ہونٹ پھٹ گئے تھے لیکن ابھی نہیں۔ میں نے ایک بار پلٹ کر اس کی پنڈلی پر ایک زوردار کک لگائی اور وہ ڈھیر ہو گیا۔

اسی وقت دوسرے آدمی نے مجھے پیچھے سے کسنے کی کوشش کی اور میں نے سدب ہو کر اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کر لیا۔ پھر میں نے اس کے بازو پر ہاتھ ڈال کر اسے فلائنگ کک لگا کر نیچے گرا دیا۔ نیچے گرتے ہی میں نے اپنے جوتے کی ایڑی اس کی آنکھوں پر رکھ کر مسل دی اور اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلنے لگیں لیکن میرا جنون ختم نہیں ہوا تھا میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگ کی ہڈی توڑ دی دوسرے کا بازو اور دونوں کو سامنے کے دانتوں سے محروم کر دیا۔

وہ دونوں چند لمحات کے بعد ہی بے ہوش ہو گئے تھے انہیں ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں سنبھلی تو مجھے دوسری

آہٹ محسوس ہوئی۔ یہ دو افراد تھے جن میں ایک مرد اور دوسری لڑکی تھی۔ مرد کے ہاتھوں میں کیمرہ تھا۔ دونوں مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ آئے۔

"آپ۔ آپ شاید کسی حادثے کا شکار ہوئی ہیں"۔ مرد نے کہا۔ میں اسے جواب دینے ہی والی تھی کہ تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک کار مجھے نظر آ گئی۔ یہ کار۔ یہ کار پہلی بار مجھے نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے اس دوران میرا تعاقب کیا تھا۔ میں نے ایک لمحہ میں خود کو سنبھال لیا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔؟"

"مم۔ میرا مطلب ہے آپ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہیں"۔

"ہاں۔ یہ بدمعاش مجھے دھوکا دے کر یہاں لے آئے ہیں" میں نے کہا۔

"کوئی نقصان تو نہیں پہنچا آپ کو؟"

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں"

"ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں؟" اس بار لڑکی نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں مخل ہوئی"۔

"نہیں۔ ہم واپس جانے کے لیے تیار تھے"۔

"تب مجھے بھی شہر کے کسی علاقے میں چھوڑ دیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی"۔

"آپ نے ان کی اچھی مرمت کر دی شاید آپ مارشل آرٹس کی ماہر ہیں"۔ نوجوان نے کہا۔

"ہاں۔ میں تھوڑا بہت جانتی ہوں"۔

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر"۔ مرد نے کہا۔

"میرا نام سائیکی ہے"۔

"ان لوگوں نے آپ سے کچھ چھینا تو نہیں"۔

"نہیں۔ میرا پرس ٹیکسی میں پڑا ہے بس اسے نکال لینا ہے"۔ میں نے کہا اور ٹیکسی کی طرف بڑھ گئی۔

ٹیکسی لاک تھی، میں نے زمین سے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور پوری قوت سے بیک مرر پر دے مارا۔ شیشہ ریزہ ریزہ ہو گیا تب میں نے ایک اور بڑا پتھر اٹھایا اور ونڈ اسکرین پر دے مارا۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو شاید میں ٹیکسی کو آگ لگا دیتی تاکہ ڈرائیور اس نقصان کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔ ان دونوں نے میری حرکت پر کوئی تعرض نہیں کیا۔ بہرحال ان کاموں سے فارغ ہو کر میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ دونوں اسی کار میں آئے تھے جو میرا تعاقب کر رہی تھی۔ میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ میں ان لوگوں سے اگر سوالات کرتی تو ان کی شخصیت فوراً مشکوک ہو جاتی کیونکہ وہ عجیب سے انداز میں میرے سامنے آئے تھے اور میری مدد پر آمادہ ہو گئے تھے۔

راستے میں کسی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی شہر پہنچ کر لڑکی نے کہا۔

"آپ کو کہاں چھوڑ دیں میڈم۔؟"

"بس کسی ایسی جگہ جہاں سے ٹیکسی مل جائے"۔ میں نے کہا اور مرد نے ایک گزرتی ٹیکسی کو اشارہ کر کے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ میں ان دونوں کا شکریہ ادا کر کے ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ لڑکی اور مرد کا چہرہ میرے لیے نیا تھا لیکن اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ سارا ہی کے آدمی تھے ہاں ٹیکسی ڈرائیور اور اس کے ساتھی کے اس ڈرامے کی ذمہ دار میں کسی طرح سارا دیوی کو نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔

بہرحال میں نے اس نئی ٹیکسی کو کلب کا پتہ بتا دیا اور ٹیکسی چل پڑی، تھوڑی دیر کے بعد میں داخل ہو رہی تھی، پہلے میں اپنی رہائش میں گئی اور اس کے بعد لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔

کلب کا ماحول جوں کا توں تھا کوئی خاص بات نہیں تھی اس ماحول میں رات کو سارہ دیوی سے ملاقات ہوئی اس کا موڈ زیادہ بہتر نہیں تھا مجھ سے بھی سرد مہری سے پیش آئی پھر اس نے مجھے اطلاع دی۔

"اشرف علی نے تمہیں ڈنر پر بلایا ہے۔ نو بجے تک وہاں پہنچ جاؤ"۔ اس نے کہا۔

"اوہ۔ کیا یہ ضروری ہے مادام"۔ میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔

"مطلب یہ کہ اشرف علی کے پاس جانا میرے لیے اتنی اہمیت نہیں رکھتا"۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں جانا ہے"۔

"مگر میں نہیں جانا چاہتی"۔

"نہیں سائیکی تمہیں ضرور جانا چاہیے۔ وہ معمولی شخصیت کا انسان نہیں ہے اس کی دعوت ایک اہمیت رکھتی ہے"۔

"لیکن مادام"۔

"تم ضرور جاؤ گی"۔ سارا دیوی نے سرد لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گئی میں نے یہ سب کچھ بس یونہی کہہ دیا تھا میں

تو خود اشرف علی سے ملنا چاہتی تھی ممکن ہے کوئی کام ہی بن جائے۔ لیکن فوراً ہی آمادگی کا اظہار کر کے سارا دیوی کو شبہے میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

بہر طور چونکہ اس نے سختی سے یہ بات کہی تھی اس لیے میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور لونیکے میں روانگی کے لیے تیار تھی میں نے ایک عمدہ لباس پہنا اور مجھے اطلاع ملی کہ باہر گاڑی آگئی ہے میں نیچے اُتر آئی۔

باہر ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جس کے نزدیک ہی ڈرائیور موجود تھا اس نے میرے لیے عقبی دروازہ کھول دیا اور میں کار کا منظر ذہن نشین کر کے اندر بیٹھ گئی کار چل پڑی۔

مختلف راستے طے کرتی ہوئی کار بالآخر ایک خوبصورت علاقے میں داخل ہوگئی اور ایک نہایت حسین عمارت کے سامنے پہنچ کر پورچ میں رُک گئی۔ پورچ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا شخص سیڑھیاں اُتر کر میرے نزدیک آگیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور گردن خم کر کے بولا۔

"تشریف لائیے مالکن۔ اور میں اس کے ساتھ اندر چل پڑی۔ اس نے مجھے خوبصورت سے ڈرائنگ روم میں پہنچایا جہاں اشرف علی نے میرا استقبال کیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت گاؤن پہنے ہوئے تھا اور اس کی شخصیت اتنی ہی پُراسرار نظر آ رہی تھی جتنی میں نے پہلی بار محسوس کی تھی۔

"تاش کی جادوگر کی خدمت میں سلام۔" اس نے کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

"تشریف رکھیے۔ اس نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گئی۔

"سنایئے مزاج کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"اب تک تو آپ سارا کو کروڑ پتی بنا چکی ہوں گی۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"ہے نہیں تو ہو سکتی ہے۔ آپ ایسی ہی شخصیت کی مالک ہیں مس سائیکی کہ ہر شخص کی آپ پر رال ٹپکتی ہے۔"

"یہ آپ کی عزت افزائی ہے۔"

"نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ اگر آپ سارا کے ہاتھ نہ لگتیں تو میں آپ کو اپنا ساتھی بنانے کی کوشش کرتا۔"

"دولت کے حصول کے لیے۔" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ دولت تو میرے پاس بہت ہے بس یوں کہیں کہ آپ ایک انوکھی خوبی کی مالک ہیں۔ میں خوبصورت اور پُراسرار چیزوں کا عاشق ہوں بہر طور میں تنہائی میں آپ سے ملنا چاہتا تھا آپ کا شکریہ کہ آپ یہاں آگئیں۔"

"آپ کی دعوت تھی اور سارا دیوی کا حکم میں بھلا کیسے منع کر سکتی تھی۔"

"بہر طور مس سائیکی۔ آپ کے بارے میں میرے دل پر بہت سے خیالات ہیں کیا مجھے ان کے اظہار کا موقعہ دیں گی؟"

"آپ یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں سیٹھ اشرف علی میں آپ کی مہمان بھی ہوں اور سچ پوچھیں تو خادم بھی ہوں۔"

"نہیں۔ میں آپ کو اپنا خادم نہیں کہہ سکتا لیکن دوسری بات ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بہت سی مشکلات سے بچا سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھو میری نیت پر شبہ مت کرنا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حالات کے تحت کہہ رہا ہوں میرے دل میں تمھاری عزت ہے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا ہے میرے وجود میں تمھارے لیے اور میں ذرا اسی قسم کا آدمی ہوں کہ اپنے آپ پر قابو نہیں پا جس چیز کا چاہتا ہوں اظہار کر دیتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے اظہار کر دینے والے لوگ بُرے نہیں ہوتے۔"

"اگر میں تم سے سارا دیوی کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہوں جو اس کے حق بہتر نہ ہوں تو تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمھیں دولت کے لیے احمق بنا رہا ہوں بلکہ اس میں میرے دلی جذبات بھی شامل ہیں۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"؟

"میں تمھیں سارا کے چنگل سے نکال سکتا ہوں ورنہ وہ لالچی عورت تمام عمر تمھارا خون چوستی رہے گی اور کبھی تمھاری جان نہیں چھوڑے گی۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے باوجود تم کسی دوسرے کی ہمدردی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے تیار نہیں ہو۔" اشرف علی بولا۔

"میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا۔" میں بھرآئی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں۔ سائیکی۔ اس بات سے تم خود بھی انکار نہیں کر سکتیں کہ تمھارا کمال دیکھ کر کون متاثر نہ ہوا ہوگا۔ تم لوگ خود بھی دُنیا کے بیشتر ممالک میں جوا کھیل چکے ہیں نامی شاطروں سے بھی واسطہ پڑا ہے لیکن تاش کی جادوگری آپ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہماری

سمجھ میں کبھی نہیں آئی آپ میرے لیے بے حد دلکش ہیں اس کے علاوہ آپ کی شخصیت اس قابل ہے کہ اس سے قرب حاصل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے سارا دیوی سے تعلقات کا فائدہ اُٹھایا اور آپ کو اس طرح سے یہاں تنہا بلوا لیا۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں اشرف صاحب۔"

"کوئی خاص نہیں۔ میں تمھیں کسی سلسلے میں مجبور نہیں کروں گا۔ اپنے بارے میں اگر مناسب سمجھو تو مجھے آگاہ کر دو ورنہ کرنا چاہو تو مجبور نہیں کروں گا۔ ہاں یہ جاننا ضرور چاہتا ہوں کہ تم سارا دیوی کو چھوڑنا ناپسند کرو گی۔"

"میں اپنی مرضی سے اس کے ساتھ نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن تم بے شمار غلط فہمیوں کا شکار ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔" میں نے کہا۔

"جس طرح اس نے تمھیں پھانسا ہے وہ سب کچھ فراڈ ہے جس میں میرے چند آدمیوں کو بھی استعمال کیا گیا تھا تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔"

"جی میں کچھ نہیں سمجھی۔"

"وہ شخص جسے تمھارے ہاتھوں قتل کرایا گیا در حقیقت قتل نہیں ہوا۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ زندہ ہے اور اگر تم چاہو تو میں ابھی اسے تمھارے سامنے لا سکتا ہوں وہ میرے ہی آدمیوں میں سے ایک تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ سارا کس کے لیے یہ سارا ڈرامہ رچا رہی ہے۔ وہ مجرمانہ ذہنیت کی مالک ہے اکثر لوگوں کے خلاف کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہے اور اس سلسلے میں اکثر و بیشتر آدمی میرے اس کے لیے کام کرتے ہیں کیونکہ وہ میرے لیے خوبصورت ماحول مہیا کرتی ہے چنانچہ سائیکی وہ شخص تمھارے پاس پہنچا اور قتل ہو گیا اس کے بعد پولیس کے چند افراد وہاں پہنچے اور انھوں نے تمھیں گرفتار کر لیا راستے میں تمھیں ان سے چھین بھی لیا گیا۔"

"جی۔ جی۔" میں نے تحیر کے عالم میں کہا۔ "آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔"

"ہاں۔ میں اس سازش میں براہ راست تو شریک نہیں تھا لیکن سارا نے میرے چند آدمیوں کو استعمال کیا تھا یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ تم خود کو ایک قاتلہ محسوس کرو اور ہمیشہ اس کے احسان کے نیچے دبی رہو حالانکہ پولیس میں ایسا کوئی کیس درج نہیں ہے۔ میں تمھیں پچھلے دو ماہ کے اخبارات مہیا کر سکتا ہوں کسی اخبار میں اس کیس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر تم چاہو تو پولیس اسٹیشن چل کر تمھاری تسلی کرا سکتا ہوں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح تم بلیک میل کی جا رہی ہو وہ سب کچھ فراڈ ہے وہ سب مصنوعی لوگ تھے اور یہ جال تمھیں پھانسنے کے لیے بچھایا گیا تھا۔" اشرف علی نے کہا اور میں متحیر رہ گئی۔ چند لمحات کے بعد میں نے گردن جھکا کر افسردہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر اشرف۔ آپ مذاق تو نہیں کر رہے۔ آپ نے مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے۔"

"دی ہے نا۔" اشرف علی نے قہقہہ لگایا۔ "میں نے کہا نا کہ اس احمق عورت کو چھوڑ کر میرے ساتھ رہو میں کائنات کی تمام خوشیاں تمھارے دامن میں ڈال دوں گا۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو میں تیار ہوں۔ میں خود بھی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔" میں نے کہا اور اشرف علی مسکرانے لگا۔ اس وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور اشرف علی نے آواز لگائی۔

"آ جاؤ بھئی آ جاؤ۔ یہاں کوئی غیر نہیں ہے۔ دوسرے لمحے جو شخص اندر داخل ہوا وہ رام داس تھا اس نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور میں نے اسی طرح اس کا استقبال کیا۔

"اوہ۔ مس سائیکی موجود ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں بھئی۔ اور بڑی بڑی کام کی باتیں ہوئی ہیں ان سے آئندہ یہ ہمارے لیے کام کریں گی۔"

"اور سارا کا کیا ہوگا۔؟" رام داس نے پوچھا۔

"چھوڑو۔ اس چالاک عورت کو روزانہ لاکھوں روپے کما رہی ہے اور بہت جلدی کروڑ پتی اور پھر ارب پتی بن جائے گی اب تو ہمارا مسئلہ ہے۔ اشرف علی نے کہا اور رام داس ہنسنے لگا پھر بولا۔

"کیا سائیکی اس بات کے لیے تیار ہو گئی ہیں کیا سارا نے جو کچھ کیا ہے ایک فراڈ ہے۔ وہ بہت خوش ہوئی ہیں اور ہماری شکر گزار ہیں۔ ویسے رام داس تمھارا کیا خیال ہے سائیکی کا ہمارے ساتھ شامل ہو جانا ہمارے لیے نیک فال نہیں ہے۔"

رام داس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"ہے تو سہی لیکن کچھ مشکلات پیش آ سکتی ہیں اشرف علی۔"

"وہ کیا؟"

"کنور جی کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"کنور رادھن سنگھ کی۔" رام داس نے کہا۔ اور دوسرے

لمے میرے ذہن میں کئی دھماکے ہوئے۔
"ہاں کیوں نہیں۔ کنور رادھن سنگھ سے میں اچھی طرح سے واقف ہوں۔"
"کنور رادھن سنگھ کی زندگی میں کچھ انوکھے واقعات پیش آئے آپ ان کی شخصیت کو تو جانتے ہیں مسٹر اشرف علی لیکن شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ رادھن سنگھ جی جس کے پیچھے پڑ جائیں تو اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ناکامی کا ہی منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔"
"کیا کہنے ہو تمہاری باتیں میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"
"آپ رادھن سنگھ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ رادھن سنگھ جی کے شکار آسانی سے اپنی زندگی نہیں بچا سکتے انھوں نے پوری زندگی ہی شکاروں میں صرف کی ہے اور پھر ان تمام حالات کے تحت بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مس سائیکی یا رام داس رکا۔" اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "یا پھر مس کوشل اتنی آسانی سے اپنی گردن بچا سکیں۔"
"تمہاری کوئی بات جو میری سمجھ میں آ رہی ہو کیا بہت زیادہ پی کر آگئے ہو۔"
"نہیں۔ بلکہ آپ کا نشہ اتارنا چاہتا ہوں اشرف علی صاحب یہ خاتون جو مس سائیکی کے نام سے یہاں مشہور ہیں دراصل ان کا نام کوشل ہے اور جو ترقیاں انھوں نے کی ہیں وہ نا صرف میرے لیے بلکہ کنور جی ان کے بارے میں سنیں گے تو خود بھی حیران رہ جائیں گے۔ کنور جی کو ان کی تلاش ہے۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے مسٹر اشرف علی کہ مس سائیکی یعنی مس کوشل بمبئی سے ڈیرا دون آگئیں۔ یقیناً گاف کلب کے بارے میں انھوں نے معلومات حاصل کی ہوں گی اور انہی معلومات کی بنیاد پر وہ یہاں پہنچیں بڑا لمبا جھگڑا ہے ان کا کنور رادھن سنگھ جی سے، لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں انھیں جس روپ میں دیکھ رہا ہوں وہ میرے لیے بڑا حیران کن ہے۔ شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں سیٹھ اشرف علی کہ مس سائیکی یعنی مس کوشل ایک دیہاتی لڑکی ہیں اور ایک ایسے باپ کی بیٹی جو کنور رادھن سنگھ کے ہاں معمولی ملازمت کرتا تھا۔ دیہات سے نکلیں تو نجانے کہاں کہاں گھومتی پھریں ساری باتیں اپنی جگہ، ان کا بمبئی پہنچ جانا اپنی جگہ لوگوں کو انھوں نے ہلاک کیا وہ اپنی جگہ، سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مارشل آرٹس سے واقف ہو چکی ہیں اور نشانے کے کھیل میں ان کا اپنا کوئی ثانی نہیں۔ رہا مجھے سب زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ انھوں نے یہ ترقی یہ تمام چیزیں کہاں سے حاصل کریں بہر طور سیٹھ اشرف علی میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں اور جب میں نے واقعات کی کڑیاں ملائیں تو میں اچھل پڑا میرا انھیں پہچاننا ایک فطری بات تھی۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ انھوں نے کئی ایسے آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے جو میرے لیے اور کنور رادھن سنگھ جی کے لیے کام کرتے تھے سورج گرہن کے تماشے عام حیثیت نہیں رکھتے لیکن اس نے ان سب کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟" اشرف علی خاموشی سے رام داس کی بات سن رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس کا کہ یہ وہی لڑکی ہے۔"
"کمال ہے۔ یہ ثبوت آپ کو خود رادھن سنگھ جی فراہم کریں گے میں نے بڑی عجیب سی کیفیت میں انھیں پایا ہے۔ ویسے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں خود بھی یہ ثبوت فراہم کر سکتا ہوں۔"
اشرف علی خاموش نگاہوں سے رام داس کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔
"مگر رام داس۔ اتنی کام کی لڑکی کو تم کنور جی کے حوالے کر دو گے۔ کیا یہ بات مناسب ہوگی۔"
"رادھن سنگھ جی کا مسئلہ ذرا مختلف ہے سیٹھ اشرف ٹھیک یہ لڑکی بڑے کام کی چیز ہے لیکن ہم اسے چھپا بھی تو نہیں سکتے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ سارا دیوی کا رادھن سنگھ سے کیا تعلق ہے۔"
"سارا کا جو کچھ تعلق ہے وہ تو میں جانتا ہوں، لیکن تمہارا بھی تو رادھن سنگھ سے تعلق ہے کیا سارا کے ساتھ تم نے اس سلسلے میں فراڈ نہیں کیا۔" سیٹھ اشرف نے رام داس سے کہا۔
"نہیں سیٹھ اشرف صاحب۔ میں دنیا کے ہر شخص سے فراڈ کر سکتا ہوں بات اگر صرف سارا کی ہوتی تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن اب یہ نئی صورت سامنے آئی ہے اس کے تحت میرے لیے مشکل ہے کہ میں رادھن سنگھ سے سب کچھ چھپا لوں۔"
"ہوں۔ یہ بات ہے تو پھر اب کیا پروگرام ہے۔" سیٹھ اشرف نے سنجیدگی سے کہا۔
"مجبوری ہے۔ دراصل رادھن سنگھ جی کو اس لڑکی کی تلاش ہے اس کے ہاتھوں انھیں بڑے نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ انھوں نے بہت کچھ کیا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسے رادھن سنگھ جی سے چھپا نہیں سکتے اور اس طرح انھیں اپنا

دشمن بنا لیں گے۔"
"اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کیا جا سکتا ہے۔"
"نہیں سیٹھ اشرف۔ اس سلسلے کو آپ رہنے ہی دیں میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" سیٹھ اشرف تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا میں چہرہ سخت بنائے ان لوگوں کی گفتگو سن رہی تھی اور یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے سیٹھ اشرف تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں دیوی جی۔ آپ کا کیا ارادہ ہے۔" میں مضطربانہ انداز میں ہونٹ کھول کر رہ گئی تھی۔ سیٹھ اشرف ہنس پڑا پھر اس نے رام داس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے رام داس ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اس سلسلے میں تم سے تعاون کریں لیکن تمھیں بھی ہم سے تھوڑا سا تعاون کرنا ہوگا۔"
"ہاں۔ ہاں میں آپ کا دوست ہوں سیٹھ اشرف ایسی کیا بات ہے؟"
"تو پھر کیا خیال ہے۔ ہو جائے تھوڑی سی۔" سیٹھ اشرف نے کہا۔ اور رام داس اس کا مطلب سمجھ کر مسکرا پڑا میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ مجھے اس سلسلے میں کیا اقدام کرنا چاہیے۔ سیٹھ اشرف نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک ملازم اندر داخل ہو گیا۔
"شراب کا سامان تیار کرو۔ انھوں نے کہا اور ملازم گردن خم کر کے باہر نکل گیا۔ رام داس اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ مسکراتی نظروں سے مجھے مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔
"کیوں کوشل جی آپ نے اس مسئلے میں کوئی تائید یا تردید نہیں کی۔ میں نے پھر کوئی جواب نہیں دیا سیٹھ اشرف اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔
"ٹھیک ہے بھئی۔ اب کیوں اس بے چاری کو پریشان کر رہے ہو تھوڑی دیر کی مہمان تو رہنے دو ہمارے پاس۔" یہ کہہ کر سیٹھ اشرف ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے کچھ نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور انھیں لے کر میز پر آگیا۔
"کیا خیال ہے مس سائیکی۔ میں تو تمھیں مس سائیکی ہی کہوں گا۔ تھوڑا سا کھیل ہو جائے۔"
"میں ان حالات میں نہیں کھیل سکتی۔" میں نے جواب دیا۔
"تو پھر کچھ تو بولو۔ کوئی فیصلہ کرو۔ کیوں بھئی رام داس تمہارا کیا خیال ہے۔؟"
"ہاں بھئی۔ میں جانتا ہوں کہ مس کوشل اب پریشان ہوں گی اور آپ ان کی طرف سے اتنے غافل بھی نہ رہیں یہ بہت خطرناک لڑکی ہے۔ ماحول کو پوری طرح سمجھتی ہے اس لیے ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔" میں نے نفرت سے رام داس کی طرف دیکھا اور پھر سیٹھ اشرف کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن اسی وقت سیٹھ اشرف نے مجھے ایک غیر محسوس سا اشارہ کیا تھا ایسا اشارہ جسے میں سمجھ نہ سکی، میں اسی اشارے میں الجھی ہوئی تھی رام اس گفتگو کر رہا تھا وہ بہت خوش تھا اس بات پر کہ اب رادھن سنگھ کے سامنے سرخرو ہوگا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ بدقسمتی نے اس لڑکی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اگر یہ واقعی سائیکی ہوتی تو وہ اسے سر آنکھوں پر رکھتا لیکن اب یہ ضروری ہے کہ سارا دیوی کو بھی اس کے بارے میں سب کچھ بتانا ہوگا۔ سیٹھ اشرف نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔
"جو تمہاری مرضی آئے کرو بھئی اب تو میں اس سلسلے میں کچھ بول ہی نہیں سکتا۔" شراب کے برتن سامنے سج گئے اور سیٹھ اشرف نے سب کے سامنے شراب بنا کر پیش کر دی اس نے مجھے جب جام دیا تو میں نے نفرت سے کہا۔
"میں نہیں پیتی۔"
"ارے ہاں۔ کلب میں بھی تم نے اس بات کے لیے منع کیا تھا۔ چلو خیر کوئی حرج نہیں ہے ہم ہی پیتے ہیں۔ چلو رام داس تمہاری کامیابی کے لیے ایک جام۔" سیٹھ اشرف نے رام داس کے جام سے جام ٹکرایا اور رام داس نے ایک ہی گھونٹ میں ساری شراب حلق میں انڈیل لی لیکن ابھی شراب اس کے معدے میں گئی ہی تھی کہ دفعتاً وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر اذیت کے آثار نظر آ رہے تھے، اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے اور وحشت زدہ نگاہوں سے سیٹھ اشرف کو دیکھتا ہوا بولا۔
"یہ۔ یہ کیسی شراب تھی۔؟ ارے میرا سینہ بری طرح جل رہا ہے۔ اندر ہی اندر نجانے کیا ہو رہا ہے۔"
"میرے شکار کو حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے رام داس تم نے پرانی دوستی ختم کر کے خود ہی اپنے لیے نقصان خریدا تھا میں کیا کروں۔"
"کیا مطلب؟"
"شراب میں زہر تھا اور اب تمہاری کہانی خاموشی سے اسی چھت کے نیچے دفن ہو جائے گی۔ دو چار آدمیوں کو قتل کر کے دفن کر دینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ رام داس نے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے اس کی آنکھیں چڑھتی جا رہی تھیں

میں چونک کر کھڑی ہوگئی۔ سیٹھ اشرف نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم میری پناہ میں آگئی ہو کوشل اب فکر مت کرو۔ رادھن سنگھ سورج گرہن کا بہت بڑا آدمی ہے لیکن اشرف، اشرف اپنی دنیا کا بادشاہ ہے اور اب تمھیں کسی بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔" میں متوحش نگاہوں سے سیٹھ اشرف کو اور رام داس کو دیکھتی رہی رام داس نے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اپنا سینہ مسلنا شروع کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ وہ اوندھا زمین پر لیٹ گیا۔ اب اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ شاید وہ مر چکا تھا۔ اشرف علی کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی تب اس نے کہا۔

"دراصل کوشل۔ میں اسی قسم کا آدمی ہوں اپنے بارے میں آپ کو تھوڑا بہت بتا دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو میرے سلسلے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو میری زندگی مجرمانہ کارروائیوں کے دوران گزری ہے اپنی اس مختصر سی زندگی میں بہت سی تنظیموں سے وابستہ رہ چکا ہوں، یورپ میں خاص طور سے میں ایک گروہ میں شامل تھا۔ جو میکلارنس کا گروہ کہلاتا تھا میک لارنس ایک درندہ صفت آدمی تھا۔ اور ذہنی طور پر جنونی بھی تھا اس کے لیے زندگی موت ایک کھیل کی حیثیت رکھتی تھی۔ میرا اس گروہ سے تقریباً تین سال تک تعلق رہا اور اس کے بعد جب اپنا وطن دیکھنے کی خواہش دل میں آئی تو میں اسے چھوڑ چھاڑ کر یہاں چلا آیا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے خاصی تگ و دو کی کئی ایسے چھوٹے موٹے کیس کیے جن سے مجھے اچھی خاصی رقم حاصل ہوگئی۔ میں کھانے اور اُڑانے کا عادی ہوں۔ میری زندگی آزاد گزری ہے، گروہ بنا کر نہیں رہتا بلکہ یہ خیال رکھتا ہوں دل میں کہ گروہ کی وجہ سے آدمی بہت جلدی مصیبت میں پھنستا ہے۔ سورج گرہن کے بارے میں مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے کہ اس کا تعلق سورج گرہن سے ہے البتہ سورج گرہن کے دوسرے افراد کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں، میں اس تنظیم کے بارے میں خاصی کوششوں میں مصروف رہا کہ اس کی کچھ تفصیلات میرے علم میں آئیں، مقصد کوئی خاص نہیں تھا صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تنظیم کی کیا حیثیت ہے اور کس انداز میں کام کر رہی ہے۔"

"اتفاق کی بات یہ کہ کچھ ذرائع سے سارا دلوی تک رسائی حاصل ہوگئی اور مجھے پتہ چل گیا کہ گاف کلب دراصل تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس تک رسائی حاصل کروں کہ یہ رام داس مل گیا میرا پرانا واقف کار تھا اور اس سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ خود بھی سورج گرہن کے لیے کام کرتا ہے سورج گرہن سے میرا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن تمھاری کہانی مجھے متاثر کر رہی ہے دراصل مس کوشل اب میں تمھیں سائیکی نہیں مس کوشل ہی کہوں گا کیونکہ مجھے تمھارا اصل نام معلوم ہو گیا ہے۔ میں ذرا لاابالی قسم کا آدمی ہوں اپنی زندگی میں، میں نے بہت سے علوم سے واقفیت حاصل کی ہے، بے شمار زبانیں جانتا ہوں اور بہت سے ملکوں میں رہ چکا ہوں میں نے دنیا کو دوسری نگاہ سے دیکھا ہے دنیا عیش کرنے کی جگہ ہے انسان اپنے اوپر مصیبتوں کا پہاڑ لاد لے تو پھر ان مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے چنانچہ بہتر یہی ہے کہ دنیا کو ہلکی نگاہ سے دیکھا جائے رشتے محبتیں تعلقات اچھی چیز ہیں اور انسان ہمیشہ سے ان کے لیے مجبور رہا ہے لیکن جب یہ مجبوری بے لبسی بن جائے تو پھر انسان کو رشتے ترک کر دینا چاہییں میں نہیں کہتا کہ تمھاری اپنی کیا داستان ہے لیکن میں تمھیں مشورہ یہی دے سکتا ہوں کہ اپنے آپ میں جیو دنیا کے لیے جینے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" میں خاموشی سے اشرف علی کی طرف دیکھتی رہی اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

"غالباً یہ لاش تمھارے ذہن پر بُرا اثر ڈال رہی ہے ٹھہرو میں اسے ٹھکانے لگا دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور جھک کر لاش دونوں ہاتھوں پر اُٹھالی اور خاصا قوی ہیکل آدمی تھا اور وہ لاش کو اُٹھائے ہوئے باہر نکل گیا۔ میں وہیں بیٹھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، ایک مصیبت سے نکلی اور دوسرے عذاب میں گرفتار ہوگئی یہ اشرف علی کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے، اپنے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ صحیح ہے یا غلط، کیا حیثیت ہے اس کی کس حد تک جا سکتا ہے کوئی بات معلوم نہیں تھی۔ البتہ اس نے جس طرح رام داس کو قتل کر دیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سخت دل آدمی ہے اور کسی بھی کام کو کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہوگی اسے، بہت جلدی میں چند فیصلے کرنے تھے اور اشرف علی کے واپس آنے سے پہلے ہی مجھے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں تعین کر لینا تھا اور میں نے یہی سوچا کہ اگر اشرف علی سے کچھ کام بن سکتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے مجھے اسے شیشے میں اُتار لینا چاہیے۔ چنانچہ اس خیال سے میں کسی حد تک مطمئن ہوگئی تھوڑی دیر کے بعد اشرف علی واپس

آ گیا۔

"میں نے تمھارے لیے کافی منگوائی ہے۔ میرا خیال ہے اس وقت کافی تمھارے ذہن کو سکون دے گی۔ میں نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم نے کافی کے برتن لاکر ہمارے سامنے سجا دیے۔ سیٹھ اشرف علی نے خود ہی آگے بڑھ کر کافی بنائی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس وقت تم میری مہمان ہو۔ میں تمھارے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں وہ کر کے مجھے بے حد خوشی ہوگی کیا یہ ممکن ہے مس کوشل کہ تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"

"میری تفصیل کچھ نہیں ہے مسٹر اشرف علی۔" میں نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ رام داس کا کہنا درست تھا ایک دیہاتی ماحول کی پروردہ ہوں۔ زندگی بہت ہی سادہ اور آسان سی تھی یہ نہیں معلوم تھا کہ زندگی میں ایسے ہنگامے داخل ہو سکتے ہیں۔ رادھن سنگھ سورج گرہن کا آدمی ہے اور سورج گرہن کی تنظیم ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ شاید کچھ اور ممالک میں بھی پھیلی ہوئی ہے میں اس کے بارے میں ابھی تک مکمل معلومات نہیں حاصل کر سکی، رادھن سنگھ کے ذریعے میرے خاندان کی تباہی ہوئی میرے پتا جی کو مار ڈالا گیا۔ میری اور میری بہن کی زندگی تلخ کر دی گئی، ماتا جی مر گئیں اور میں دربدر ہوگئی۔ رادھن سنگھ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا ہے چونکہ میں نے اس کی بے عزتی کی تھی اور اب وہ مجھ سے اس کا بدلا لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے مجھ پر زندگی تلخ کر دی ہے۔ اس نے میری حیثیت مجھ سے چھین لی ہے بھگوان جانے کن کن حالات سے گزرتی ہوئی میں یہاں تک پہنچی ہوں۔ سارا دلوی کے اس اڈے گاف کلب پر میں یہی معلومات حاصل کرنے کے بعد پہنچی تھی کہ یہاں رادھن سنگھ سے ملاقات ہو سکتی ہے ابھی تک تو وہ مجھے نہیں ملا اور درمیان میں یہ ساری چیزیں آ گئیں ایک طرح سے آپ کا مل جانا اور مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا میرے حق میں بُرا تو نہیں ہے اشرف صاحب چونکہ اس طرح میں اپنے مقصد سے دور ہو گئی ہوں میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے اپنی بہن رویا کا حاصل کرنا اور رادھن سنگھ کو قتل کرنا اس کے بعد میں دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہوں" اشرف علی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"سارا دلوی کے اس اڈے کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔"

"رادھن سنگھ اگر یہاں آ سکتا ہے تو میرا خیال ہے مجھے اس میں رہنا چاہیے میں تو اس سلسلے میں یہاں پر موجود تھی۔"

"کب تک انتظار کرو گی اس کا۔"

"جب تک کہ وہ یہاں پہنچ نہ جائے۔"

"مشکل ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رادھن سنگھ جیسا آدمی ان چھوٹی موٹی جگہوں پر نہیں آتا ہوگا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں اشرف صاحب۔"

"بس میرا خیال ہے، اتنی بڑی چیز ہے وہ تو یقینی طور پر اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہوگا۔"

"پھر اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔؟" میں نے سوال کیا اور اشرف کچھ سوچنے لگا۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کی وہ عجیب سی کیفیت مجھے اس وقت بھی پراسرار محسوس ہوئی تھی اور تھوڑی دیر تک وہ گردن جھکائے بیٹھا رہا پھر اس نے کہا۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ رادھن سنگھ سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دو اور اپنی زندگی کے لیے کچھ کرو تو کیا تم اس کے لیے تیار نہیں ہو جاؤ گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ میری زندگی کا ایک ہی تو مقصد ہے اور اسی مقصد کے لیے میں زندہ ہوں ورنہ زندگی کی دلچسپیوں میں حصہ لینے کے لیے میں کوئی بھی قدم اُٹھا سکتی ہوں فطرتاً تو میں ایک گھریلو قسم کی لڑکی ہوں شاید تمھیں اس بات کا یقین نہ آئے اور اب مجھے اپنے بارے میں یہ الفاظ کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں گھریلو ہوں گھریلو پن تو میرے اندر رہا ہی نہیں ہے۔ حالات نے مجھے پتہ نہیں گھر سے کتنی دور لا پھینکا ہے۔ بہرطور ان تمام باتوں کے باوجود اگر میرا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو میں کسی گمنام سے گوشے میں زندگی بسر کر کے عمر تمام کر دیتی۔ لیکن۔ لیکن۔" میری آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی اور اشرف سیٹھ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے گردن اُٹھا کر کہا۔

"بہرطور رام داس سے میں نے یہی کوشش کی تھی کہ وہ اس مسئلے میں ٹانگ نہ اڑائے لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ وہ نہ صرف میرے لیے بلکہ تمھارے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے تو میں نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا بے وقوف اگر میری بات مان لیتا تو

زندگی سے ہاتھ نہ دھونا اس سے تم یہ اندازہ لگا لو کوشل کہ میں تمھارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ تم میری بات مان لو۔"

"اگر آپ اس سلسلے میں میری مدد کرنے کو تیار ہیں سیٹھ اشرف تو میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔"

"یہ بتاؤ تم چاہتی کیا ہو۔؟"

"رادھن سنگھ اور روپا۔ میری زندگی کے صرف دو ہی مقصد ہیں۔"

"روپا کے بارے میں مجھے بتاؤ کہ میں اُسے کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔"

"آہ۔ کنول کماری اس کے لیے موت کا شکار ہو گئیں یہی تو میں نہیں جانتی یہی تو مجھے معلوم نہیں۔"

"تو پھر ایک ایسی چیز جس کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں معلوم تم اُس کے لیے کیا کر سکتی ہو۔؟"

"کوشش۔ صرف کوشش۔"

"کب تک یہ کوشش جاری رکھو گی۔؟"

"جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں۔"

"ہوں۔ بہرطور کوشل اگر تم مجھ سے تعاون کرنے کی خواہش رکھتی ہو اور میرے تعاون سے اپنا مقصد حل کرنا چاہتی ہو تو بہتر یہی ہے کہ مجھے سوچنے کا موقع دو لیکن اس دوران تمھیں میری تحویل میں رہنا ہوگا۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اشرف صاحب اگر میرا یہ کام ہو جاتا ہے تو اس کے لیے میں دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم یہاں نہیں رہو گی میں تمھیں اسی شہر کے ایک اور گوشے میں منتقل کر دوں گا تمھارے چہرے پر میک اپ کر دیا جائے گا اور اس دوران میں کوشش کرتا ہوں یہ معلومات حاصل کر دوں گا کہ کس طرح رادھن سنگھ پر قابو پایا جا سکتا ہے کس طرح روپا کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔" میں نے اس بات پر خوشی سے آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ کافی دیر تک اشرف کے ساتھ رہی اور اس کے بعد رات کے دوسرے پہر سیٹھ اشرف علی مجھے لے کر چل پڑا۔ ایک چھوٹے سے پہاڑی بنگلے میں اس نے میرے لیے ایک رہائش گاہ بنا دی۔

چھوٹا سا یہ خوبصورت بنگلہ ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ سیڑھیاں نیچے تک جاتی تھیں دامن سے ایک سڑک نکلتی ہوئی بھول بھلیاں بناتی ہوئی کہیں گم ہو جاتی تھی بہت خوبصورت جگہ تھی، اطراف کے نظارے بھی بے حد حسین تھے۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی یہاں سیٹھ اشرف نے میری رہائش گاہ کا بندوبست کر دیا تھا۔

دوسرے دن دوپہر کو بارہ بجے کے قریب وہ میرے پاس آیا اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ اس نے میرے چہرے پر میک اپ کیا اور میرے خدوخال خاصے تبدیل کر دیے یہاں اس بنگلے میں میرے ساتھ دو ملازماؤں کو چھوڑ دیا گیا تھا جن کو ہدایت تھی کہ میرا ہر طرح خیال رکھیں ایک گاڑی بھی بھجوا دی گئی تھی جس میں مجھے شہر میں آزادی سے گھومنے پھرنے کی اجازت تھی۔ ان تمام چیزوں سے میرے پروگرام پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا اس لیے میں نے سیٹھ اشرف کی یہ پیشکش قبول کر لی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ اب وہ اس سلسلے میں کیا کرتا ہے۔

بہرطور اشرف سیٹھ کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ تو نہیں تھا لیکن اتنا میں ضرور جانتی تھی کہ میری شارپنگ نے اسے میری طرف متوجہ کیا ہے اور وہ مجھے اسی سلسلے میں استعمال کرنا چاہتا ہے چونکہ مجھ پر خود بھی کوئی پابندی نہیں تھی اس لیے میں کئی بار گاف کلب کی طرف سے گزر چکی تھی ہاں گاف کلب میں کسی عورت کا تنہا داخل ہونا مناسب نہیں تھا کوئی بھی بات شک و شبے کی ہو سکتی تھی۔

گاف کلب کو دیکھ کر میرے دل میں شدید نفرت کا طوفان اُمنڈ آتا تھا یہاں سارا دیوی تھی جو رادھن سنگھ کو جانتی تھی۔ کاش کسی طرح مجھے اس تک رسائی حاصل ہو سکے اشرف سیٹھ بھی مسلسل اپنی کوششوں میں مصروف تھا پتہ نہیں اس دوران وہ کہاں کہاں کیا کیا کوششیں کرتا رہا چھ سات دن کے بعد وہ ایک رات خصوصی طور پر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"آج رات کا کھانا میں تمھارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ تم میری میزبان ہو۔" میں نے اس بات پر خوشی آمادگی ظاہر کر دی۔ کھانا تیار کرانے میں، میں نے ملازماؤں کی مدد کی اور اس کے بعد اشرف کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئی۔

"تمھارے لیے کوئی خوش خبری تو نہیں لا سکا لیکن ایک فیصلہ کر کے آیا ہوں۔"

"کیسا فیصلہ۔؟"

"سارا دیوی تمھاری گمشدگی کے سلسلے میں مجھ پر شبہ کر رہی ہے حالانکہ میں نے اس سے ملاقات ہونے پر یہ بات کہہ دی تھی کہ ایک رات میری مہمان رہنے کے بعد صبح تم گاف کلب کے لیے روانہ ہو گئی تھیں میں نے تمھیں پہنچانے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن تم نے کہا تھا کہ تم چلی جاؤ گی پتہ نہیں تمھارے ذہن میں کیا تھا۔ بہرطور میں جانتا ہوں کہ سارا دیوی میرے سلسلے میں مشکوک ہے ان دنوں میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اردگرد بہت سے لوگ چکراتے رہے ہیں لیکن میں بھی ایک ہی کائیاں آدمی ہوں۔ سارا دیوی صرف اس گاف کلب تک محدود ہے لیکن میں نے یورپ کی خاک چھانی ہے اس کے آدمیوں کو ڈاج دے کر یہاں پہنچا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہے اور اس سلسلے میں کوئی خاص پروگرام ترتیب دے رہی ہے۔"

"تو پھر۔؟" میں نے متوحش لہجے میں پوچھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ ایک آخری فیصلہ کیا ہے۔"

"کیا فیصلہ۔؟"

"سارا دیوی کو یہاں اُٹھا لاؤں گا۔"

"کیا یہ اتنا آسان کام ہوگا۔؟"

"اشرف کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں مجھے کس طرح کام کرنا ہے اور اس کے بعد تم سارا دیوی سے خود ہی معلومات حاصل کر لینا۔"

"ٹھیک ہے اشرف صاحب۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔ تو۔"

"بس تو پھر انتظار کرو آج بالکل سارا دیوی تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔ کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہنے کے بعد اشرف علی چلا گیا۔ اور میں خیالات میں ڈوب گئی کہ سارا دیوی سے اس معاملے کی تفصیلات معلوم ہوں گی کیا وہ اپنی زبان کھول دے گی۔ بہرطور اشرف کی کوشش یقینی طور پر شاندار تھی بشرطیکہ وہ اس میں کامیاب ہو جائے۔

اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا دوسرے ہی دن شام کو چار بجے کے قریب سیٹھ اشرف کو میں نے اوپر کی کھڑکی سے اپنی کار میں آتے دیکھا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ سارا دیوی اس کے ساتھ تھی۔ پتہ نہیں وہ کس طرح سارا دیوی کو یہاں تک لایا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس کی کار اندر داخل ہو گئی اور پھر میں نے اُسے سارا دیوی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آتے دیکھا۔ سارا دیوی اندر آ گئی تھی اشرف علی کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا پروگرام رکھتا ہے لیکن چند منٹ کے بعد ایک ملازمہ میرے پاس پہنچ گئی اور اس نے کہا۔

"مس کامنی۔ آپ کو اندر بلایا جا رہا ہے۔ اشرف علی نے مجھے یہاں کامنی کے نام سے رکھا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ اشرف علی مجھے کامنی کی حیثیت سے سارا دیوی سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ سارا دیوی نے چونک کر مجھے دیکھا، دیکھتی رہی اور پھر اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ میری منگیتر کامنی دیوی ہیں۔ ان کا تعلق لکھنؤ سے ہے بہت ہی نفیس طبیعت کی مالک ہیں اور کامنی یہ میری دیرینہ دوست سارا دیوی ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ یہاں کی سب سے بڑی ہستی ہیں اور ان کے مقابلے پر کسی کو آنے کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔"

"ہیلو کامنی" سارا دیوی نے کہا۔

"ہیلو۔ میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ سارا دیوی پھر اشرف علی کی طرف دیکھنے لگیں اور پھر بولیں۔

"مگر کامنی مجھے اس لڑکی کے بارے میں کیسے بتا سکتی ہے۔"

"کیوں مس کامنی۔؟ سارا دیوی کو سائیکی کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔" اشرف علی نے مسکراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا میں دل ہی دل میں جزبز ہو کر رہ گئی تھی پتہ نہیں اس کمبخت نے سارا دیوی سے کیا کہا ہے اچانک مجھ سے سوال کر بیٹھا ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ مجھے تمام تفصیلات بتا دیتا اشرف علی کہنے لگا۔

"دراصل کامنی۔ سائیکی ان کے ادارے میں ایک خاص حیثیت رکھتی تھی گاف کلب کی ایک خصوصی ممبر کی حیثیت سے وہ سارا دیوی کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی سارا دیوی نے اس پر بڑی رقومات خرچ کی تھیں لیکن وہ انھیں چکمہ دے کر بھاگ گئی۔ بدقسمتی یہ تھی کہ میں بھی اس میں تھوڑا بہت ملوث تھا سارا دیوی مجھ پر شبہ کرنے لگیں ان کا خیال تھا کہ میں نے اس دولت بے بہا کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے کامنی تم اس کے بارے میں بتاؤ کیا تم اس کی صحیح طور پر نشاندہی کر سکتی ہو۔ ایک منٹ میرا خیال ہے یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے آیئے ہم اندرونی کمرے میں چلتے ہیں یہاں ملازم وغیرہ ہماری گفتگو سن لیں گے۔" اشرف علی بولا۔ میں سمجھ گئی کہ اشرف علی کیا چاہتا ہے میرے سامنے سارا دیوی کو لانا مقصود تھا اور اب وہ سارا دیوی کے لیے کوئی چال چل رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بنگلے کے اوپری منزل میں ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جہاں تالا لگا رہتا تھا اس سے قبل اشرف علی نے یہ کمرہ نہیں کھولا تھا۔ مجھے ابھی اس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی کیونکہ میں بنگلے کے بارے میں جاننے کی خواہش مند

نہیں تھی۔ اشرف علی نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا۔ اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ عجیب و غریب کمرہ تھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ خود سارا دیوی بھی چونک سی پڑی تھی۔ کمرے میں اذیت رسانی کے آلات رکھے ہوئے تھے اور عجیب و غریب چیزیں وہاں موجود تھیں ایک آتش دان بھی تھا جو شاید الیکٹرک کا تھا اور بجلی کے سوئچ سے اس آتش دان میں گرمی پیدا کی جاتی تھی۔

عجیب سی جگہ تھی۔ سارا دیوی نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر کہنے لگیں۔

"یہ۔ یہ۔"

"کیوں پسند نہیں آئی یہ جگہ" اشرف علی کا لہجہ بدل گیا تھا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ سارا دیوی کہ اس جگہ میں آپ کو خاص طور سے لایا ہوں ہم آپ کی ضیافت کا مناسب بندوبست کریں گے"

"کیا کہنا چاہتے ہو اشرف علی۔" سارا دیوی نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"کیوں کامنی۔ کیا تم اسے نہیں بتاؤ گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں" اشرف علی کے بدلے ہوئے لہجے اور انداز تخاطب کو اب سارا دیوی نے پوری طرح محسوس کر لیا تھا چنانچہ ایک لمحے میں وہ پیچھے ہٹی اور دوسرے لمحے اس نے پرس کھول کر پستول نکال لیا۔

"اشرف علی مجھے تمھاری باتوں میں شرارت کی بو آتی ہے کیا تم مجھے اتنا ہی چوہا سمجھتے ہو کہ میں آسانی سے تمھارے قبضے میں آ جاؤں گی۔"

"مطلب؟" اشرف علی نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"یہ بتاؤ یہاں کیوں لائے ہو تم مجھے؟"

"سائیکی سے ملانے۔ سائیکی تم انھیں بتاؤ کہ تم کامنی نہیں سائیکی ہو اور پھر جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم کامنی نہیں سائیکی ہو تو پھر میں سارا دیوی کو بتاؤں گا کہ دراصل سائیکی سائیکی نہیں بلکہ کوشل ہے۔"

"کیا؟" سارا دیوی اس بار بری طرح اچھل پڑی تھی۔

"ہاں۔ یہ کوشل ہے اور یقیناً آپ کے کانوں تک اس کا نام ضرور پہنچا ہو گا۔"

"کک۔ کوشل۔" سارا دیوی ہکلاتی ہوئی بولیں۔

"ہاں۔ میں کوشل ہوں اور تم یقینی طور پر مجھے رادھن سنگھ کے حوالے سے جانتی ہو گی۔" سارا دیوی مجھے متوحش نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے پستول کی نال میری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم کوشل ہو تو پھر اچھا ہوا کہ تم میرے سامنے آ گئیں اس طرح میں اپنا ایک بڑا مقصد حل کر سکتی ہوں۔"

"اس سے پہلے کہ تم ان سے اپنا بڑا مقصد حاصل کر ان کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دو میں تمھارا شکر گزار ہوں گا۔"

"تم۔" سارا دیوی نے اشرف علی کی طرف رخ کر کے کہا "تم تو۔ تم تو غدار نمبر ایک ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے ساتھ ایسا ڈبل گیم کھیلو گے تم آخر ہو کیا چیز؟"

"آپ کی حماقت۔" اشرف علی نے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔ ورنہ پستول کی چھ گولیاں تمھارے حلق میں اتار دوں گی۔"

"اوہو ہو۔ اگر آپ چھ گولیاں میرے مغز میں اتار دیں گی تو پھر سائیکی کا کیا کریں گی میرا مطلب ہے کوشل کہ آپ کو یہ اندازہ تو ہو ہی چکا ہو گا کہ کوشل بھی معمولی حیثیت نہیں رکھتی اور آپ کے پاس رادھن سنگھ کے خلاف مسلسل عمل کر رہی ہے۔"

"اوہ۔ تو اس نے سب کچھ بتا دیا ہے تمھیں مگر اشرف علی تم کون ہو اور اس کی ہمدردی کیوں کر رہے ہو۔؟"

"اس لیے سارا دیوی کہ سونے کی یہ کان میں اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہوں۔" اشرف علی نے جواب دیا۔

"مگر افسوس تمھیں اس میں کامیابی نہیں ہو گی یہ سونے کی کان ہے بھی تو اب ہم دونوں کے لیے بے مقصد ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد یہ کوشل ہے میں خود بھی اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی بلکہ میرا پہلا فرض یہ ہو گا کہ اسے رادھن سنگھ کے پاس پہنچا دوں۔"

"شکر ہے سارا دیوی کہ آپ نے زیادہ رد و قدح نہیں کی اور آپ نے یہ بات تسلیم کر لی کہ آپ کا تعلق رادھن سنگھ سے ہے چلو کوشل تمھارا کام تو ہو گیا اب یہ سارا دیوی جب اتنا جانتی ہیں کہ تم کوشل ہو اور رادھن سنگھ کو تمھاری ضرورت ہے تو پھر روپا کے بارے میں بھی یہ سب کچھ جانتی ہوں گی۔"

"کون روپا؟"

"بکواس مت کرو ذلیل عورت، تمھیں روپا کے بارے میں بتانا ہو گا تمھیں رادھن سنگھ کے بارے میں بتانا ہو گا۔" میں نے کہا اور سارا دیوی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"اس بات پر میں تمھاری زبان ہمیشہ کے لیے بند کر سکتی تھی اگر تم رادھن سنگھ کی ضرورت نہ ہوتیں۔"

"اے بے وقوف عورت، تو جس کا نام سارا دیوی ہے احمق ہے تو بالکل، بالکل ہی بے وقوف اس بے چاری کو تو مصیبت میں پھنسانے کے بعد یہ سمجھتی تھی کہ اس پر قابو پا لے گی۔ اس کے ذریعے ایک مصنوعی قتل کرایا تو نے۔ اور تو خود بھی جانتی ہے کہ وہ مصنوعی قتل میرے ہی ایک آدمی کا تھا میرا وہ آدمی موجود ہے جو مقتول کی حیثیت رکھتا تھا تو نے خواہ مخواہ اس پر رعب ڈالا ہوا ہے مگر اب یہ بے چاری لڑکی میری ساتھی ہے اور تیری زندگی کے لیے یہی مناسب ہے کہ تو رادھن سنگھ اور روپا کے بارے میں بتا دے۔"

"تو پھر تو ہی اس دنیا سے چلا جا" سارا دیوی نے کہا اور پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ ٹرچ کی آواز نکل کر رہ گئی اور اشرف علی ہنس پڑا۔

"احمق۔ معاف کرنا کوشل عورتیں خواہ مخواہ مریخ پر جا بیٹھیں لیکن رہیں گی احمق ہی اب آپ بتائیے اس بے وقوف عورت کو کہ جب میں اسے یہاں لا رہا تھا تو کیا یہ مناسب تھا کہ اس کے پستول میں گولیاں بھی رہنے دی جاتیں پستول البتہ اس لیے اس کے بیگ میں چھوڑ دیا گیا کہ بیگ کا وزن قائم رہے اور اسے کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ لیکن گولیاں" اشرف علی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول کی چھ گولیاں نکال کر سارا دیوی کے سامنے کر دیں اور سارا دیوی کا چہرہ دھواں ہو گیا۔

"ہاں۔ تو اب تم اس کمرے کو ذرا غور سے دیکھو سارا دیوی اصل میں اسے دیکھنے کا لطف اب آئے گا اس سے پہلے تو تم پستول کے بل پر بہت خوش تھیں اور اس کی طرف توجہ ہی نہیں دے رہی تھیں مجھے بڑی شرمندگی ہو رہی ہے کہ اتنی محنت سے میں نے اذیت رسانی کے یہ آلات جمع کیے اور یہ سوچا کہ انھیں دیکھ کر کوئی بھی مجرم دہشت سے کانپ سکتا ہے یا کوئی بھی میرا مخالف خوف سے مر سکتا ہے لیکن تم انھیں لفٹ ہی نہیں دے رہیں اس کی وجہ یہ پستول ہی تھا نا چلو اب پستول تمھارے ہاتھ سے نکل چکا ہے مطلب یہ کہ اب وہ بیکار ہے دوبارہ گولیاں ڈالنے کی کوشش میں تم کامیاب نہیں ہو سکو گی اور پھر دوسری گولیاں تمھارے پاس ہیں بھی نہیں۔ ان حالات میں تمھیں اندازہ ہو گا کہ تم کس طرح جال میں پھنس گئی ہو دراصل کوشل میں مس سارا دیوی کو ایک اہم راز کے انکشاف کے لیے لایا تھا میں نے انھیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ سائیکی میرے پاس نہیں ہے بلکہ اس کی شناسا ایک اور عورت سے میں ان کی ملاقات کرا سکتا ہوں جو سائیکی کے بارے میں تمام تر تفصیلات بتا دے گی اور سارا دیوی سے میں نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اس سلسلے میں اگر وہ تنہا ہی مناسب سمجھیں تو میرے ساتھ چلیں چونکہ کسی کا ساتھ کچھ لوگوں کو محتاط کر دے گا اور کوشل یا سائیکی ان کے ہاتھ نہیں آ سکے گی بے چاری اتنی معصوم صفت ہیں کہ فوراً ہی میرے ساتھ چلی آئیں اور خاص طور سے کسی کو ہدایت بھی نہیں کی کہ وہ کہاں جا رہی ہیں دراصل بعض اوقات فوراً خود اعتمادی انسان کے لئے کتنی بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں اس ہو جائے گا سارا دیوی اپنی خود اعتمادی کے جال میں گرفتار ہو چکی ہیں بہر طور سارا دیوی مجھے آپ سے ہمدردی ہے ہاں تو اب ان تمام باتوں کے بعد میں آپ کو یہ بتانا پسند کروں گا کہ کوشل ہر قیمت پر آپ سے رادھن سنگھ اور روپا کا پتہ چاہتی ہے اگر آپ ان دونوں کے بارے میں تفصیلات بتا سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ بہتر یہی ہو گا کہ آپ کی زندگی ہی ختم کر دی جائے گی اور اس کے بعد ہم اپنے کام کا آغاز دوبارہ کریں۔ سارا دیوی کسی شکست خوردہ بھیڑیے کی طرح ہمیں دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا انداز میں خوفناک بن تھا۔ لیکن بے بسی تھی کچھ کر نہیں سکتی تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور اشرف علی کہنے لگا۔

اس کمرے سے نکلنا ناممکن ہے دروازے پر جست کی ایک شیلڈ آپڑی ہے۔ جس نے اس کمرے کو ساؤنڈ پروف بنا دیا ہے تم اگر حلق پھاڑ کر بھی چیخو گی تو تمہاری ہلکی سی آواز بھی باہر نہیں جا سکے گی اور یہ دیکھو یہ الیکٹرک کا آتش دان ہے وہی کام دیتا ہے جو کوئلوں کا آتشدان کام دیتا ہے اب دیکھو میں نے اس میں یہ سلاخیں بھی رکھ دیں۔ اور اشرف علی نے قریب رکھی ہوئی دو سلاخیں آتش دان پر ڈال دیں۔

"اور دیکھو یہ سوئچ آن کر دیا اب یہ سلاخیں چند لمحات میں سرخ ہو جائیں گی اور پھر تمہارا خوبصورت بدن، میں پہلے کوشل سے کہوں گا کہ وہ تمہاری گردن کو داغے اس کے بعد تمہاری پیشانی سے لے کر ٹھوڑی تک ایک سیاہ لکیر بنا دے۔ اس کے بعد یہ سلاخ تمہارے سینے میں بھونک دے۔ میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہو گا لیکن اگر تم اس اذیت کو بھی برداشت کر گئیں اور اپنا۔ ازنہ اگلا تو پھر یہاں بہت سی دلچسپ چیزیں موجود ہیں۔ جیسے یہ مخصوص قسم کا آرجیے زبان کھلوانے والا کہتے ہیں یہ تمہارے بدن کے کسی بھی حصے سے مس ہو گا تو تمہارے پورے بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں گی تمہارا بدن سرخ ہونے لگے گا اور اس وقت تم پر ہذیانی کیفیت طاری ہو جائے گی دماغ آزاد ہو جائیں

پورا بدن بے جان ہو چکا ہوگا اور اس قدر اذیت ہوگی تمہیں کہ تم موت کو آواز دینا پسند کرو گی لیکن موت نہیں آنے گی چونکہ اس میں کوئی مضر یا ضرر رساں چیز نہیں ہے یہ بس اذیت دینے والا آلہ ہے۔ میں نے اسے مغربی جرمنی سے خریدا تھا شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ اس کی ایجاد دوسری جنگِ عظیم میں ہوئی تھی اتحادی جاسوسوں کی زبان کھلوانے کے لیے جرمن سائنس دانوں نے اسے ایجاد کیا اور اس کی زیادہ تعداد بھی نہیں ہے صرف چند جگہ پر یہ موجود ہے میں نے اسے حاصل کیا ہے بھئی میرے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش مت کرنا چونکہ جتنی گہرائی میں جاؤ گی اشرف علی اتنی ہی گہرائی میں تمہیں جھانکتا ہوا نظر آئے گا اور اس کے نیچے بھی وہ بہت کچھ ہوگا۔ سارا دہلوی تھکے تھکے سے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گئی جو اذیت گاہ کے ایک گوشے میں پڑا ہوا تھا۔

"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟" اس نے کہا۔

"رادھن سنگھ کہاں ہے؟"

"سورج گرھن کا بہت بڑا آدمی ہے وہ اتنی معمولی حیثیت نہیں رکھتا کہ عام قسم کے لوگ اس کے بارے میں جانتے ہوں۔"

"روپا کہاں ہے؟" اس نے سوال کیا اور سارا دہلوی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم میں کسی روپا وہ پا کو نہیں جانتی۔"

"کوشل کو جانتی تھیں تم۔"

"ہاں۔"

"تو پھر روپا کو بھی جانتی ہوگی۔ یہ بتاؤ کنول کماری کو کس نے قتل کیا۔" سارا دہلوی کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت کے آثار نظر آئے لیکن اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

"کون کنول کماری؟"

"اشرف صاحب۔ میرا خیال ہے یہ عورت شرافت سے نہیں مانے گی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم سلاخ اٹھا سکتی ہو وہ گرم ہو گئی ہوگی لیکن ٹھہرو پہلے میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دوں تاکہ تمہیں کوئی دقت نہ ہو۔" اشرف علی اپنی جگہ سے اٹھا تو سارا دہلوی ایک دم اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"تم یہ بدتمیزی نہیں کر سکتے۔"

"مجھے کون روکے گا سارا دہلوی۔" اشرف علی نے کہا آگے بڑھ کر سارا کے قریب پہنچ گیا اسے اندازہ تھا کہ اذیت گاہ میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں جب کہ سارا دہلوی اس کے بارے میں نہیں جانتی تھی وہ مقابلہ کرنے کے لیے میں کھڑی ہو گئی اس نے دونوں ہاتھ سامنے کر لیے غالباً جوڈو کراٹے بھی جانتی تھی۔ اشرف علی ہنسنے لگا۔ اس نے رخ ہٹ کر مجھ سے کہا۔

"یہ خاتون مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن یہ جملے سارا دہلوی کو بھٹکانے کے لیے تھے چونکہ دوسرے اشرف نے اپنے جوتے کی ایڑی اس کی پنڈلی پر ماری دہلوی کا انداز بدلا تو اشرف نے لپک کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور اسے دھکیلتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ اس نے ہاتھ اس طرح اوپر کیے کہ سارا دہلوی کو پہلے پر اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے لیکن چند لمحوں کے بعد سارا دہلوی کی دونوں کلائیاں ان ہتھکڑیوں میں جکڑی جا چکی تھیں جو دیواروں میں نصب تھیں۔ اور کسی خاص بٹن کے دبانے سے بند ہو جاتی تھیں۔ اشرف علی انہیں اس طرح جکڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ سارا دہلوی مچلنے لگی اس کا پورا بدن پھڑک رہا تھا پھڑک رہا تھا۔ اور ان زنجیروں کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن چند ہی لمحات میں اس کی کلائیاں زخمی ہو گئیں اور ان سے خون بہنے لگا ظاہر ہے زنجیریں اتنی کمزور نہیں تھیں کہ اس نازک سی عورت کے ہاتھوں سے ٹوٹ جاتیں جب وہ خوب تڑپ پھڑک چکی تو اشرف علی نے کہا۔

"اب تم اپنا کام شروع کرو کوشل۔ میں آتش دان کے قریب پہنچی آتش دان میں جو سلاخیں رکھی ہوئی تھیں۔ در حقیقت وہ گرم ہو گئی تھیں ان کے دستے لکڑی کے تھے اور برابر ہی دو خاص قسم کے رومال رکھے ہوئے تھے مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ رومال کس لیے ہیں میں نے رومال کی مدد سے لکڑی کے دستے کو پکڑ لیا دونوں سلاخیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔ میں انہیں لیے ہوئے آگے بڑھی در حقیقت اب سارا دہلوی کے لیے میرے دل میں کوئی گنجائش نہیں تھی نا ہی میں کوئی خوف زدہ عورت تھی جو ان سلاخوں کے استعمال سے گریز کرتی۔ دونوں دہکتی ہوئی سلاخیں لے کر میں سارا دہلوی کے نزدیک پہنچ گئی اور پھر میں نے ایک سلاخ اس کے بازو سے چھلاتے ہوئے

"ہاں روپا کہاں ہے؟" سارا دہلوی کے ہوش اڑ گئے تھے۔ غالباً اس نے زندگی میں کبھی اس قسم کے لمحات کا تصور نہ کیا ہوگا وہ وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اس کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔

"تو۔ تو کتیا کی بچی اس طرح ماری جائے گی میرے ہوں کہ سوچ بھی نہیں سکتی اتنی اذیتیں دے کر ماروں تجھے کہ موت کے بعد بھی تجھے یاد رہے گا میں نے دوسری سلاخ بھی اس کے بازو پر رکھ دی اور اسے کئی سینڈ تک نہ ہٹایا سارا دہلوی تھر تھر کانپ رہی تھی اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکل رہی تھیں اور اشرف علی تھوڑے فاصلے پر کھڑا پرسکون نگاہوں سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا میں نے سلاخ ہٹائی تو سارا دہلوی کا پورا چہرہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

"تو۔ تو۔ مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے گی کچھ بھی کوشش کر۔ کوشش کر دیکھ میں کچھ نہیں بتاؤں گی تجھے۔"

"اگر تم کچھ نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں ختم کر دوں گی۔ کیونکہ جانتی ہوں کہ تم رادھن سنگھ کی آلہ کار ہو۔"

"ٹھیک ہے مار ڈال مجھے۔ میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں نہیں بتاؤں گی کہ رادھن سنگھ کہاں ہے۔"

"تجھے بتانا پڑے گا۔ میں نے اس بار سلاخ اس کی پیشانی پر رکھ دی اور سارا کی حالت خراب ہو گئی۔ اشرف علی پُرسکون گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھ پر بھی جنون طاری ہو گیا تھا۔ یہ عورت نہیں جانتی تھی کہ میرے دل پر کیا بیت رہی ہے۔

"مار ڈال کتیا کی بچی، مجھے مار ڈال نہیں بتاؤں گی۔ نہیں بتاؤں گی اس نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے ... بڑھا کر سلاخ اس کے سینے میں بھونک دی۔ بالکل سینے میں دل کے مقام پر میں نے یہ سلاخ بھونکی تھی۔ ایک لمحے کے لیے سارا دہلوی تڑپی اور اس کے بعد اس کی گردن لٹک گئی۔ وہ مر چکی تھی۔ اشرف علی آہستہ قدموں سے آگے آیا اور اس نے اس کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مر گئی یہ۔"

"ہاں مر گئی۔ یہ روپا کے بارے میں جانتی تھی لیکن ضد کر رہی تھی۔ اسے مر ہی جانا چاہیے تھا۔"

"ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ مر گئی سو مر گئی۔ لیکن زبان نہیں کھولی۔ کم بخت نے لیکن خیر کچھ نہیں۔ کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ اور ہیں گے۔ کچھ اور دیکھیں گے۔ تمہیں بہت زیادہ غصہ آ گیا تھا۔ میں اشرف علی کو دیکھنے لگی۔ آہستہ آہستہ میرے حواس نارمل ہوتے جا رہے تھے اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں نے کتنی بے دردی سے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن ضروری تھا میرے لیے یہ ضروری تھا۔ میرے دشمن روپا کے دشمن جتنی اذیت سے مریں اتنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اشرف علی پُرخیال انداز میں کھوڑی کھجاتا ہوا بولا۔

"اب ہمیں کچھ اور کرنا پڑے گا۔ ٹھیک ہے جاؤ تم آرام کرو کوشل آرام کرو۔ میں اس کی لاش کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں بیٹھ کر گفتگو کریں گے میں تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل آئی۔ دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی جسم پر ایک کہولت ایک بوجھ سا طاری ہوتا جا رہا تھا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں بستر پر لیٹ گئی میرے چاروں طرف

سناٹے ہی سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ میری روپا کہاں ہے۔ آہ۔ میری روپا کہاں ہے۔ میری روپا کہاں ہے۔ میں سوچ رہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اشرف علی واپس آ گیا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

" بھئی آج ہم تمہاری ہمت کے بھی قائل ہو گئے اس کا مقصد ہے کہ تم ہمارے ہی لیے پیدا کی گئی ہو۔ مجھے ایسے ہی ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور تم اس معیار پر پوری طرح فٹ ہو کوشل۔ تم فکر مت کرو۔ رادھن سنگھ ہم سے بچ کر جائے گا کہاں۔ روپا اگر زندہ ہے تو یقیناً کبھی نہ کبھی ہمیں مل جائے گی۔ میں ابھی مزید کوشش کروں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ رادھن سنگھ نے روپا کو کہاں رکھا ہے۔ تم اس سلسلے میں مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو۔

تقریباً پندرہ دن میں انتظار کرتی رہی اشرف علی اس دوران دو تین بار مجھ سے ملنے آیا اور اس نے کہا کہ اس کا اپنا کام جاری ہے پھر ایک دن وہ میرے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔

" کوشل۔ میں نے ہر ممکن کوشش کر لی رادھن سنگھ کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں یہاں نہیں ہے۔ بلکہ ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ روپا کا البتہ کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ اب تم بتاؤ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔

" میں تو اپنی ساری زندگی روپا کی تلاش میں صرف کروں گی۔ اشرف صاحب!۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے اتنی مصیبتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔

" میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے زندگی تو پانے کی چیز ہے کھونے کی نہیں۔

" مطلب۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔"

" مطلب یہ کہ اب کب تک انتظار کرتی رہو گی۔"

" جب تک روپا نہ مل جائے۔"

" مگر مجھے اس سے کیا فائدہ ہو گا یہ بتاؤ۔"

" تم کیا فائدہ چاہتے ہو اشرف؟ میں نے سوال کیا۔

" دیکھو کوشل۔ بہت دن گزر گئے میں اپنی کوششوں میں مخلص تھا اگر کامیابی کی کوئی امید ہوتی تو میں مزید کچھ وقت یہاں گزار سکتا تھا۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے اب ہمیں کامیابی مشکل ہی سے ملے گی زندگی کھونے کی چیز نہیں ہوتی ذرا اسے

بنانے کی کوشش کرو۔ دنیا وسیع ہے بے شک روپا کا دل پر تازہ رہے گا۔ اور تم اس طرح ساری زندگی گز

" ہاں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

" مگر میں تمہاری زندگی کو با مقصد بنانا چاہتا

" کس طرح آخر کس طرح۔"

" اپنی زندگی میں شامل کر کے۔ ہم یورپ چلیں ہماری شکارگاہ ہو گا تمہارا فن ہم یورپ میں استعم گے۔ میں تمہارا پشت پناہ رہوں گا۔ اور تم دولت لگا لو گی۔ خاصی دولت کمانے کے بعد ہم ایک بار گے اور سورج گرہن کے مقابلے پر ڈٹ جائیں گے

اشرف صاحب آپ نے بے شک میرے اوپر کیے ہیں لیکن میں بد قسمت ہوں کہ آپ کے ان ا صلہ نہیں دے سکتی۔

" دیکھو کوشل۔ سورج گرہن معمولی تنظیم نہ دوران میں اس سلسلے میں جتنی ممکن کوششیں ہو وہ کر چکا ہوں۔ اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ سو کے مقابلے پر آنا آسان کام نہیں ہے تم شاید اس یقین نہ کرو کہ میں رادھن سنگھ کے بارے میں بھی م ہوں۔ وہ بے حد شاطر اور بے حد خطرناک آدمی ہے اپنے ارد گرد اتنے مضبوط جال پھیلا رکھے ہیں کہ ا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ تم کوشل مجھے معاف کرنا مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو۔ اگر مجھے اس بات کا ایک بھی اندازہ ہوتا کہ ہم تھوڑی سی کوشش کر کے راد کو اپنے قبضے میں لا سکتے ہیں۔ تو میں تم سے کبھی یہ کہتا اور یہ کوشش کرتا کہ پہلے تمہیں مطمئن کر دو بعد تمہیں اور روپا کو اپنے ساتھ یہاں سے یورپ اور وہاں اپنا مقصد پورا کر دوں، لیکن جب میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ کام ہم دونوں کے بس کا نہیں میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں۔ کوشل میں تمہارے کے انبار لگانا چاہتا ہوں یہ میرا شوق ہے۔ یوں تمہیں اس سلسلے میں میری معاونت کرنا ہو گی۔

" روپا کے بغیر نہیں اشرف۔ روپا کے بغیر نہیں

" مگر روپا اتنی آسانی سے نہیں ملے گی۔ یہ کہہ چکا ہوں۔"

" پھر بھی۔ میں روپا کو حاصل کیے بغیر یہاں

ں گی۔

" سوچ لو۔ اچھی طرح سوچ لو کیا خیال ہے۔ اب یہاں کرنا بیکار ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ گاف کلب کر دیا گیا ہے وہ بند ہو گیا ہے اور اس کے تمام ملازم منتشر لیے ہیں اب وہاں تالا پڑا ہوا ہے اس طرح یہاں رکنا تو بالکل ہی بے کار ہے۔

" ہاں۔ اگر یہ بات ہے تو ہم یہاں نہیں رکیں گے لیکن ین۔

" ہاں۔ لیکن کیا؟"

" لیکن میں بمبئی میں رک کر اپنا کام جاری رکھوں گی۔"

" یہ مناسب نہیں ہو گا۔ کوشل ضد نہ کرو۔

" اشرف یہی مناسب ہے میں بمبئی چلتی ہوں۔ تمہارے وہاں کے کلبوں میں تمہارے لیے جوا کھیلوں گی اور جتنی رقم تعین کر دو گے اتنی رقم تمہیں کما کر دے دوں گی۔ لیکن میرا تمہارے ساتھ یورپ جانا مناسب نہیں ہے۔

" کیسی باتیں کرتی ہو کوشل۔ گویا تم مجھے اپنے ہمدرد دوں تسلیم نہیں کرتیں۔

" کیوں نہیں کیوں نہیں۔ میں اس بات کے لیے تمہاری بیحد شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن جہاں ان معاملات کا تعلق ہے اس میں مجھے آزاد رہنے دو۔

" نہیں۔ میں انتظامات کر چکا ہوں بمبئی جا کر تمہیں میرے ساتھ سفر کرنا ہو گا۔

" نہیں اشرف۔ پلیز نہیں۔"

" اب مجبوراً مجھے ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نکالنا پڑے گا۔ تم مجھے اس بات کے لیے مجبور کر رہی ہو۔"

" کیا مطلب؟"

" مطلب یہ کہ میں تمہیں اس کے لیے مجبور کروں گا کہ تم میرے ساتھ یورپ چلو۔"

" میں مجبور نہیں ہوں گی۔"

" اس کا مقصد ہے کہ تم نہایت ناسپاس اور ذلیل قسم کی لڑکی ہو۔"

" شاید ایسا ہی ہو لیکن میں اپنی مجبوریوں کے لیے ہر چیز برداشت کر سکتی ہوں۔

" میں ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا جو میری مخلصانہ کوششوں کی پذیرائی نہ کریں۔

" تو پھر مجھے مار دو اشرف علی۔ بہتر یہی ہو گا۔"

" تو کیا سمجھتی ہے کیا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اشرف آپے سے باہر ہو گیا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اسے دیکھتی رہی۔ اور پھر میں نے دل میں یہی فیصلہ کیا کہ اشرف اس دنیا میں ہر انسان اپنے مطلب کا بندہ ہے اور اپنے ہی لیے سوچتا ہے، تم نے میری جو کچھ مدد کی ہے اس میں تمہارا اپنا مقصد بھی پنہاں تھا لیکن اب تم اپنی قوت برداشت کھو چکے ہو۔ روپا کے بغیر میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی اور تم مجھے لے جانے کی کوشش کرو گے۔ اس کے لیے مجھے مجبوراً دنیا ہی کا سا رویہ اختیار کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں اشرف علی کی طرف دیکھنے لگی۔ اشرف علی اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا تھا اس نے میرے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

" بول کتیا میرے ساتھ یورپ جائے گی یا نہیں۔"

" نہیں اشرف علی۔ میں نے جواب دیا اور اس نے ایک زوردار تھپڑ میرے رخسار پر رسید کر دیا۔ میں گرتے گرتے بچی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے میرے بال پکڑ کر مجھے پھر کھڑا کر دیا۔ خاصی تکلیف ہوئی تھی مجھے۔

" بول یورپ جائے گی یا نہیں۔"

" نہیں اشرف علی۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ یہ تمام چیزیں بھلا مجھ پر کیا اثر انداز ہو سکتی ہیں۔"

" تو پھر مر جا۔" اس نے کہا اور زور سے مجھے زمین پر دھکا دے دیا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اپنا گھٹنہ میرے سینے پر رکھ کر میری گردن دبانے لگا۔ میں نے اسے دیکھا اور اس کی دونوں کلائیوں پر اپنے ہاتھ ڈال کر پوری قوت صرف کی اشرف علی کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے میری گردن سے ہٹ گئے تھے۔

" دیکھو اشرف علی تمہارے احسانات کے بوجھ سے میں دبی ہوئی ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ مجھے مجبور مت کرو۔

" تیری مجبوریاں میں ابھی ہمیشہ کے لیے ختم کیے دیتا ہوں"

اس پر دیوانگی طاری تھی۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا۔ اسے یا تو مجھ سے بد دل ہو کر وہ بالکل ہی مایوس ہو گیا تھا یا پھر اس پر کوئی جنونی کیفیت طاری تھی۔ وہ پھر میری گردن پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس بار میں نے اس کی کلائیاں نہیں چھوڑی تھیں میں نے بالکل سنجیدگی سے کہا۔

" اشرف علی مجھے اس کے لیے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے

احسانات کو ٹھکرا دوں۔

"کیا کرلے گی تو میرا۔؟" بول۔ کیا کرے گی۔ اس نے کہا اور پوری قوت سے اپنے ہاتھوں کو میری کلائیوں کی گرفت سے آزاد کرانے لگا۔ لیکن اب میرے لیے بھی یہ لازم تھا کہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کروں۔ چنانچہ میرے پاؤں غیر محسوس انداز سے اٹھے اور پوری قوت سے میرے پیروں کی ٹھوکر پیچھے سے اشرف علی کے سر پر پڑی۔ وہ اس بات کا متوقع نہیں تھا۔ ٹھوکر نے اسے آگے کی طرف جھکایا تو میں نے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اس کے سینے پر بوجھ ڈال کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔ اشرف علی نیچے گر گیا تھا اور اب میں جانتی تھی کہ میرے اور اس کے درمیان صرف دشمنی کا رشتہ ہے چنانچہ مجھے اپنی زندگی بچانے کے لیے بھی کوشش کرنی تھی۔ اور میں سیدھی کھڑی ہوگئی۔

میں نے جو کچھ سیکھا تھا اسے جگہ جگہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ اور درحقیقت یہ میرے کام کی چیز تھی اشرف دونوں ہاتھ ٹکا کر کھڑا ہوا تو میں نے پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے سینے پر ماری اور یہ ٹھوکر خاصی زوردار تھی۔ اس کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آرہا اس کے بعد میرے لیے یہ لازم نہیں تھا کہ میں اسے زندہ رہنے دوں۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ میری نشاندہی کرنے والا وہی شخص ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کی پے در پے مرمت شروع کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ہاں میں نے اسے بھی ہلاک کر دیا تھا۔ اپنے محسن کو۔ لیکن مجھے بتاؤ کہ میں کیا کرتی۔ مجھے بتاؤ میں کیا کرتی۔ ان تمام چیزوں کو مجھ پر مسلط کیا گیا تھا۔ راجہ نواز اصغر تم مجھے بتاؤ میں کیا کرتی۔ میں خاموشی سے اس کی کہانی سن رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے میں کسی اور ہی دنیا میں کھو گیا ہوں۔ میرے سینے میں عجیب عجیب سے احساسات جنم لے رہے تھے۔ آہ۔ دنیا میں یہی تمام کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ ان کہانیوں میں کہیں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ بہرطور میں کوشل کی شکل دیکھتا رہا۔ اس نے چند لمحات کی خاموشی کے بعد پھر کہنا شروع کیا۔

"اس کے بعد میں وہاں سے چلی آئی۔ بمبئی پہنچی۔ بمبئی پہنچنے کے بعد میں نے کچھ جوئے خانوں میں جوا کھیل کر تھوڑی سی رقم اپنے پاس اکٹھی کی اور اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑی۔ میرے قدم رادھن سنگھ کی تلاش میں اٹھنے دن رات یہی تمام کارروائیاں کر رہی تھی میں لیکن اس میں ناکام رہی اور آج تک ناکام ہوں راجہ نواز مجھے اپنی بہن کی تلاش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں سورج گرہن کی تنظیم پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو لیکن میرے عزائم بھی کمزور نہیں پڑے۔ میری زند صرف ایک ہی آرزو ہے۔ ایک بار۔ ایک بار۔ صرف ا روپا کو دیکھ لوں۔ ایک بار اس سے مل لوں۔ اور اس اپنی گردن خود ہی دبا لوں گی۔ خود ہی زہر کھا لوں گی۔ م روپا کو اپنی زندگی میں کچھ دے کر مرنا چاہتی ہوں۔ یہ آرزو ہے۔ کوشل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ پھ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا کہ مظلوم عورت ہے یہ کیسی دردناک کہانی ہے اس کی طاقتور ہے یہ بہت کچھ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ا سینے میں صرف زخم ہی زخم ہیں تھوڑی دیر تک وہ ر رہی۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے دل کا غبار نکل جائے جب اس کے آنسو خشک ہوئے تو میں نے اس کی طرف سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوشل تمہاری کہانی اتنی دلدوز اتنی دردناک کہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ بہت عرصے نہیں رویا کوشل۔ لیکن تمہارے لیے رو رہا ہوں۔ ہاں تم لیے رو رہا ہوں۔ کاش۔ کاش اس دنیا میں انسانیت ہوتی۔ کاش ہر شخص جانور نہ بن جاتا۔ کاش۔" کوشل آنسو خشک کر لیے اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑی۔ ا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگی۔

"کہانی ختم ہوگئی راجہ نواز اصغر، کہانی ختم ہوگئی کی آواز میں ہزاروں سسکیاں چھپی ہوئی تھیں۔ میں اس آواز کی کیفیت کو محسوس کیا اور پھر بے تکلفی سے آ بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو کوشل۔ ابھی کہاں۔ ابھی ک کوشل۔ ابھی کہانی کہاں ختم ہوئی ہے۔ بعض کہانیاں ہوتی ہیں جن کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہوگئیں۔ لیکن درحقیقت وہیں سے ان کا آغاز ہوتا نے زندگی میں تنہا جدوجہد کی ہے۔ تم مسائل کی چکی میں

رصرف اپنے آپکو بھروسہ کرنے کی کیفیت میں آگئی ہو لیکن کوشل وہ لوگ کبھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے جو تم جیسے نہ ہوں گھائل کی گت گھائل ہی جانتا ہے کوشل۔ تمہاری کہانی میں مجھے اپنی کہانی نظر آتی ہے اور جب میری کہانی ختم نہیں ہوئی تو تمہاری کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے۔ کوشل آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں کوشل۔ کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے مجھے بتاؤ کہانی کیسے ختم ہو سکتی ہے روپا کہاں ہے؟؟"

"روپا۔" کوشل کے حلق سے پھر ایک سسکی نکل گئی۔

"ہاں روپا۔ تمہاری بہن۔ میری بہن۔ تم مجھے بتاؤ کوشل، تم نے یہ جملے کیسے کہے۔ کہانی کیسے ختم ہوگئی۔ میں بھی جذباتی ہو رہا تھا۔

"میں کیا کروں؟ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں بے دست و پا ہوں۔ بس پتہ نہیں کیوں تمہاری طرف ذہن راغب ہوا تھا تم سے ایک عجیب سی انسیت محسوس ہوئی تھی۔ دل نے یہ کہا تھا کہ تمہارے چہرے کی لکیروں میں کوئی ایسی شخصیت چھپی ہوئی ہے جس کے سامنے میں اپنا دل کھول سکتا ہوں۔ سو میں نے یہی کیا۔ دل کے بند سوتے کھل جائیں تو طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی تمہاری معیت سے یہی فائدہ ہوا ہے راجہ نواز اصغر۔ اور میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے بعد اپنی حقیقتوں کا اظہار کرنے کے بعد میں کون سی آنکھ لاؤں گی جو تمہارے سامنے کھلے گی۔

"مطلب؟"

"مجھ جیسی عورت کو، مجھ آبرو باختہ کو، مجھ بے سہارا اور گھٹیا شخصیت کو اس کے بعد کون احترام کی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا تم؟"

"تم اپنی سوچ کو مکمل کیوں سمجھتی ہو کوشل! تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ جو تمہارے ذہن نے سوچا ہے۔ وہ آخری بات ہے۔ کیا تم دوسروں کو سوچنے کی گنجائش نہیں دیتیں۔ کیا تمہارے وجود میں اب ایسی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے جو اعتماد کے نام سے یاد کی جا سکے۔

"نہیں راجہ نواز اصغر۔ یہ بات نہیں ہے۔ درحقیقت یہ بات نہیں ہے۔ لیکن میری ٹوٹی ہوئی شخصیت۔

"تم قادر کو بھول گئیں۔ مجھے بتاؤ قادر کو کیوں بھول

گئیں۔ اس نے تو بے لوث ساتھ دیا تھا تمہارا۔

" ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن تم مجھے بھی یہ بتاؤ کہ میرا اپنا وجود قادر کے لیے مناسب تھا۔ کیا میں اس قابل تھی کہ ہر شخص کو اپنی مصیبتوں کا شکار بنا سکوں۔ میں بہت سی باتوں سے ناواقف ہوں نواز۔ لیکن ایک بات اپنے بارے میں ضرور جانتی ہوں کہ میری شخصیت انتہائی منحوس ہے۔ دوسروں کے لیے ہمیشہ تکلیف دہ ثابت ہوئی ہے خود میرے اپنے ماں باپ میری نحوست کا شکار ہو گئے۔ کوئی نہیں بچ سکے گا میری اس نحوست سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔

" حالات نے شاید تمہیں بہت زیادہ پریشان کر دیا ہے۔ نہ کرو ایسی باتیں کوشل نہ کرو۔ کیوں سوچتی ہو ایسی احمقانہ باتیں کہ تمہاری کہانی سننے کے بعد تمہارے وجود میں کوئی کمی آگئی ہے۔ یا میرے دل میں تمہارے لیے کوئی بری بات پیدا ہو سکتی ہے۔ ارے کوشل، دل والوں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا کیا؟ یہ کہانی تو خون کے آنسو رلاتی ہے۔ یہ کہانی تو اپنی کہانیاں بھلا دیتی ہے اور تم کہتی ہو کہ میں تم سے نفرت کروں گا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس داستان کو سننے کے بعد میرے دل میں دوسری ۔ ۔ ایک جذبہ پیدا ہوا ہے پہلی بار ایک ایسی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا جس سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جو صرف ایک نرس تھی اور میری تیمارداری کے لیے مجھ تک پہنچی تھی۔ لیکن اس کے اندر چھپے ہوئے انسان نے مجھے اس کی طرف راغب کیا اور پھر اس انسان کے علاوہ میری دنیا میں کچھ نہ رہا۔ ہاں راجہ نواز اصغر کی دنیا میں کچھ نہ رہا اس شخص کی دنیا میں جس کی کہانی پہاڑوں کی ایک بستی سے شروع ہوئی تھی اور اس طرح بے سہارا ہو گئی تھی کہ وہ موت کے قریب جا رہا تھا جب وہ موت کی وادیوں میں پہنچنے ہی والا تھا کہ زندگی کے ہاتھ نے اسے لپک لیا۔ اور پھر اپنی مٹھی میں بند کر کے ایک ایسے راستے پر چھوڑ دیا جس کا اس نے کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ وہ میں تھا۔ کوشل وہ میں تھا۔ میری زندگی کا آغاز معصومیت اور محبت کے درمیان ہوا تھا۔ میں بھی انسانوں جیسا تھا تم جیسا تھا۔ ایک دیہاتی ایک سادہ لوح دیہاتی۔ میرے لیے نفرت کی زمین میرا گھر ہی بن گیا تھا۔ میری سوتیلی ماں نے مجھے میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا جس کی بنا پر میں نے دنیا میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر کے گھر سے باہر قدم نکال دیے اور خودکشی کا ارادہ کیا۔ لیکن میری تقدیر میں خودکشی نہیں تھی۔ بلکہ بہت سوں کی موت تھی۔ میں وہاں سے آگے بڑھا کچھ بڑے لوگوں کے درمیان پڑا اور انہوں نے مجھے اپنا لیا اور اس کے بعد تم تصور نہیں کر سکتیں کوشل کہ میں نے دنیا سے کیسا بھیانک انتقام لیا۔ میں نے نجانے کہاں کہاں کس کس کے ساتھ کیا کیا کیا۔ اور ایک عظیم الشان سفر کرتا ہوا کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ میرے کچھ دشمن میری راہ پر آئے اور میں ان کے چنگل میں پھنس گیا۔ تب ایک جذبہ میرے سینے میں اٹھا۔ ایک ایسی بات سن کر جو میرے دین کے خلاف تھی۔ جو میرے مذہب کے خلاف تھی۔ میں ایک گناہگار انسان مذہب کی یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور ان لوگوں کے راستے پر ڈٹ گیا اور اس کے بعد میں نے انہیں تقریباً فنا کر دیا اور اس سلسلے میں میری معاون انہیں کی ایک ساتھی نرس تھی اور اس نرس کو میں نے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ ہاں مجھے بھی کسی کی تلاش ہے تمہیں روپا کی تلاش ہے وہ تمہاری بہن ہے۔ اور مجھے اپنی کھوئی ہوئی جنت کی تلاش ہے۔ کوشل ہم دونوں کی کہانی کس قدر یکساں ہے تم خود سوچو زیبی میرا سکون تھی۔ میرا وجود تھی میرے اندر کے پھوڑے پر مرہم تھی جو زمانے نے میرے وجود میں پیدا کر دیا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ زندگی کے ہر سفر میں ثابت قدمی سے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن زیبی کو مجھ سے دور کر کے ایک بار پھر مجھے اسی جہنم میں دھکیل دیا گیا جہاں سے نکل کر میں زیبی کی زلفوں کی جنت میں پہنچا تھا۔ سمجھیں تم کوشل ہماری کہانیاں کس قدر یکساں ہیں ہم دونوں کو تلاش ہے۔ ہم دونوں کی آنکھیں پیاسی ہیں ہم ان آنکھوں کی پیاس بجھائے بغیر سکون سے نہیں بیٹھیں گے کوشل۔ آئندہ مجھ سے نہ کہنا کہ کہانی ختم ہو گئی۔ کیسے ختم ہو سکتی ہے یہ کہانی حالات نے ہمیں جو فولاد بخشا ہے کیا ہم اس سے ہتھیار نہیں بنائیں گے کیا ہم ان ہتھیاروں سے اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کریں گے تم سن لو اس بات کو کوشل۔ تم سن لو اس بات کو۔ روپا کی تلاش اب تمہارا ہی مسئلہ نہیں میرا بھی ہے کوشل خاموشی سے آنسو بہاتی رہی اس کی آنکھیں ساون بھادوں بنی ہوئی تھیں۔ وہ ان روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو خشک کر دیے۔

" بس کوشل۔ اتنے ہی آنسو کافی ہیں۔ آنسوؤں کی زندگی میں جگہ جگہ ضرورت پڑتی ہے ہمیں اس طرح انہیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اگر یہ آنسو ہماری آنکھوں سے بہہ گئے تو پھر آئندہ ہماری آنکھیں کسی قابل نہیں رہیں گی تم ان آنکھوں کو خشک کر لو اور اپنے وجود میں آگ اتار لو۔ ہاں کوشل ہم دونوں ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔ کوشل کے آنسو خشک ہو گئے وہ تھوڑی دیر تک عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر لی۔

" تم نے شاید مجھے نئی زندگی دی ہے۔ نیا عزم اور نیا حوصلہ دیا ہے۔ ہاں سچ تو یہ ہے حالات نے ہمیں فولاد بنا دیا ہے۔ میں بھی۔ میں بھی دنیا سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مجھے زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے نواز بالکل پرواہ نہیں ہے میں۔ میں تو موت کو ہر لمحہ گلے لگانے کے لیے تیار ہوں۔

" یہی بات میرے اندر ہے مجھے بھی زندگی سے نفرت ہے۔ وہ زندگی کیا معنی رکھتی ہے جو زیبی کے بغیر ہو گندگی اور غلاظتوں میں تو عمر ہی گزری ہے۔ سچائی کی ایک ہی مورت نگاہوں کے سامنے آئی تھی تو میں اس کی پوجا کیوں نہ کرتا اور اب جب یہ مورت مجھ سے چھین لی گئی ہے میں جانتا ہوں میرا بت کسی کی قید میں ہے تو پھر زندگی سے ہار ماننا کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کی رہائی میرا فرض ہے اور یہی کیفیت روپا کی ہے۔ تمہیں روپا کو بھی حاصل کرنا ہے کوشل، سوچ لو اس چیز کو ذہن میں رکھو۔

" اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے میں اس بات کو مانے لیتی ہوں۔

" اچھا اب یہ ساری باتیں تو ختم ہو گئیں۔ ہمیں آئندہ کے لیے اپنا پروگرام ترتیب دینا ہے۔

" نواز۔ کیا تم بے اپنے لمبے چوڑے وجود کے سائے میں مجھے کچھ دیر آرام نہ کرنے دو گے۔

" میں نہیں سمجھا کوشل۔

" اتنی تھک گئی ہوں، اتنی تھک گئی ہوں کہ سکون کا تصور بھی ذہن سے مٹ گیا تھا لیکن اب۔ اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس درخت کی چھاؤں تلے کچھ سکون مل رہا ہے۔ مجھے سو جانے دو نواز مجھے سو جانے دو۔

" آؤ کوشل۔ تم سو جاؤ میں تمہارے اوپر سایہ کیے ہوئے کھڑا رہوں گا۔ میں نے کہا اور اسے ساتھ لیے ہوئے اس کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ کوشل بستر پر لیٹ گئی۔ بڑا اعتماد نظر آ رہا تھا بہت ہی پرسکون نظر آ رہی تھی۔ وہ ہلکی پھلکی جیسے زندگی کے سارے بوجھ اتر گئے ہوں۔ اور اب وہ پرسکون ہو۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی سانسیں گہری ہو گئیں۔ میں اس کے نزدیک ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھتا رہا۔ ہاں۔ وہ حسین تھی۔ اب بھی حسین تھی نوجوان تھی۔ لیکن میرے ذہن میں برائی کا کوئی جذبہ نہیں ابھرا۔ ذرا برابر برائی نہیں تھی میرے ذہن میں۔ اس کے لیے۔ بلکہ ایک احترام تھا ایک مقدس احترام۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس کی حفاظت کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں۔ انسان بھی انوکھی چیز ہے۔ پتہ نہیں کیسے کیسے حالات سے گزرتا ہے اور کیا کیا کیفیتیں اس پر اس طرح حاوی ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنا مقصد تک بھول جاتا ہے۔ کوشل سوتی رہی میں اس کے نزدیک بیٹھا رہا پتہ نہیں۔ کیسے کیسے منصوبے آتے رہے تھے میرے ذہن میں، رات آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ مجھے رات کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا اور جب صبح کی پہلی کرن نے کمرے کی کھڑکیوں سے اندر داخل ہو کر اپنی آمد کا اعلان کیا تو میں چونک پڑا۔ سورج کی یہی کرن کوشل کی آنکھوں پر پڑی تو اس نے بھی آنکھیں پٹپٹا کر کھول دیں۔ رات کی گہری اور پرسکون نیند نے اسے شگفتہ کر دیا تھا۔ اس کا چہرہ مسرتوں کا آئینہ نظر آ رہا تھا۔ ایک نئی لڑکی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اس نے سورج کی کرن سے اپنے چہرے کو بچا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں۔ ایک لمحے کے لیے وہ مجھے دیکھتی رہی اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے وہ بہت تیزی سے اچھل کر بیٹھ گئی تھی۔

" تم۔ تم نواز تم۔ کب آئے؟ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے میری آنکھوں کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے جیسے اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ہو۔ وہ جلدی سے اٹھ کر میرے قریب آ گئی۔

" تم۔ تم گئے نہیں نواز۔ تم سوئے نہیں۔"

" میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے تناور وجود کی چھاؤں میں سو جاؤ۔ کیسے جاتا۔

" اوہ۔ دیوانے ہو۔ بالکل دیوانے ہو۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی لیٹ جاتے آرام کرتے۔ یہیں میرے پاس اسی بستر پر۔ اس نے کہا اور پھر پر اعتماد انداز میں بولی۔

"ہاں۔ تم اس بستر پر سو سکتے ہو نواز۔ اس لیے کہ مجھے تم پر اتنا ہی اعتماد ہے۔ جتنا اپنے وجود پر یا اپنے دھرم پر۔"

"شکریہ کوشل۔ چلو غسل کر لو اور پھر ذرا جلدی سے مجھے ناشتہ وغیرہ کراؤ مجھے زبردست بھوک لگ رہی ہے۔"

"تم جاگتے رہے ہو۔ مجھے اس کا بڑا افسوس ہے۔ بڑے جذباتی ہو تم بھی۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔"

"اچھا اب جاؤ باتھ روم میں جاؤ۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔

"رات بھر جاگ کر تم نے کچھ نہ کچھ ضرور سوچا ہوگا۔ کوئی پروگرام ہے ذہن میں۔"

"ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے سوچتا ہی رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کوشل رادھن سنگھ کے بارے میں تازہ ترین رپورٹ کیا ہے۔"

"کچھ نہیں۔ اس نے وہ علاقہ چھوڑ دیا ہے اب وہ ان بستیوں میں نہیں رہتا۔ جہاں اس نے اپنی تباہ کاریاں پھیلائی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ بستی کے لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ ایک بار بستی کے لوگوں نے اس کی رہائش گاہ پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن تقریباً بیس آدمیوں کو مارنے کے بعد وہ روپوش ہو گیا۔ حکومت کو بھی بظاہر اس کی تلاش ہے بیس آدمیوں کے قاتل کی حیثیت سے، لیکن میں جانتی ہوں کہ رادھن سنگھ کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ اس وقت بھی وہ اگر کسی اعلیٰ پولیس آفیسر کی کوٹھی میں بیٹھا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بظاہر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے رادھن سنگھ کے لیے کوششیں کی گئی ہوں گی اور اس کے بعد یہ کہہ کر کیس ختم کر دیا گیا ہوگا کہ وہ دستیاب ہی نہیں ہو سکا۔ ان بیس آدمیوں کو اس نے چنے مٹر کی طرح بھون دیا تھا۔ اور اطمینان سے نکل گیا تھا ایسا ہے وہ خوفناک آدمی اب اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔"

"سورج گرہن کے بارے میں کوئی نئی رپورٹ؟"

"ہاں۔ اس کے افراد آہستہ آہستہ سامنے آتے رہتے ہیں، یہ نہیں پتہ چل سکا کہ سورج گرہن کا سرغنہ اس وقت کون ہے، لیکن چند افراد سے ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔ اور تمہیں بھی اس کا اندازہ ہوگا۔"

"ہوں۔ کوشل میں نے تمہیں اپنی کہانی میں شاید یہ تفصیل نہیں سنائی کہ سوئٹزرلینڈ میں میرا ایک بہت بڑا سرمایہ جمع ہے اتنی دولت جمع ہے۔ یہ دولت بڑی کمائی ہے کوشل۔ منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں جو کمیشن مجھے دیا جاتا تھا وہ سوئٹزرلینڈ میں ہی جمع ہوتا تھا اور میں نے کبھی اپنی اس بڑی رقم کو اپنی اچھی زندگی پر صرف کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بے کار پڑی ہوئی ہے وہ کیوں نہ ہم اسے استعمال کے لیے یہاں منگوا لیں۔"

"کوئی منصوبہ ہے ذہن میں۔"

"ہاں۔ بالکل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"رقم کا مسئلہ میں بھی تمہیں بتا سکتی ہوں۔ میرے پاس ٹکسال ہے۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں جوا کھیل کر میں بھی اچھی خاصی رقم جمع کر سکتی ہوں اگر اس کی ضرورت نہ پیش آئے تو اُسے وہیں رہنے دو۔ یہاں کام چل جائے گا۔"

"نہیں کوشل اب میں تمہیں اس سلسلے میں اجازت نہیں دوں گا۔ کہ تم کلبوں یا ہوٹلوں میں جوا کھیلو، اس طرح تم بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں آ جاؤ گی۔ رادھن سنگھ نے یقیناً تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا ہوگا اور اب بھی اس کے آدمی تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ اس ٹائپ کے لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو چھوڑ کر اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اور اس بات سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ کہ کہیں لوگ ان پر انگلیاں نہ اٹھا لیں۔ چنانچہ تمہارے لیے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ اور پھر ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں کھیل کر کتنی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ لاکھ دو لاکھ یا بقول سارا دلوی کے ایک کروڑ لیکن اس سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہوگا میں فوری طور پر اس سلسلے میں انتظامات کرتا ہوں اور اپنی رقم سوئٹزرلینڈ سے یہاں ٹرانسفر کرائے لیتا ہوں اور اس کے لیے کوشل درحقیقت ہمیں بہت ہی محتاط انداز میں کام کرنا ہوگا۔ تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہ میں ہی نہیں میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی جانتے ہوں گے چنانچہ یہ خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا ہم اپنی شخصیت کو بے شمار روپ دیں گے۔ کہیں ہم معمولی لوگوں کی طرح لوگوں کے سامنے آئیں گے کہیں ہماری اپنی حیثیت کچھ ہوگی اور کہیں کچھ، اس طرح ہم سورج گرہن کو چکر دے سکتے ہیں میں نے ایک فیصلہ کیا ہے کوشل۔؟"

"کیا۔" کوشل نے پوچھا؟

"سب سے پہلے سورج گرہن کا نام و نشان یہاں سے مٹانا ہوگا۔"

"وہ کس طرح؟"

"بس جس طرح بھی ممکن ہو سکا ہم سورج گرہن کے لوگوں کو توڑیں گے۔ انہیں اتنی دولت دیں گے کہ وہ بھی یاد رکھیں۔ دولت ہی کے لیے انسان برائیوں کی طرف آمادہ ہوتا ہے اور اگر ہم بڑے لوگوں کو زیادہ دولت دے کر اُن بُرے لوگوں سے توڑ لیں تو تم یقین کرو کہ سورج گرہن لنگڑی ہو جائے گی اور اس لنگڑی تنظیم کو ہم آسانی سے ہڑپ کر سکتے ہیں۔"

"اتنا بڑا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں۔"

"ہاں۔ اتنا ہی بڑا منصوبہ ہے لیکن اس کے لیے ہمیں اپنی شخصیت کے کئی روپ دھارنے ہوں گے۔"

"دلچسپ ماحول ہو جائے گا۔ میں تیار ہوں۔"

"تو پھر اب ہمیں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔ ایسے ہوٹل میں جہاں بڑے لوگوں کا گزر کبھی نہ ہوتا ہو۔ اس کے علاوہ ہم کچھ اور تیاریاں بھی کریں گے۔"

"میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔"

"میری زندگی میں چند اور لوگ آ گئے تھے کوشل، لیکن اب ان سے کنارہ کشی ہی زیادہ مناسب ہے ایک لڑکی تھی جو اتفاقیہ طور پر میری بہن بن گئی تھی۔ اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے اب اسے اپنے آپ [illegible] کرنا مصیبتوں میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ اب میں ہر شخص سے اپنے آپ کو کنارہ کش کر لوں گا۔ ایک بار پھر راجہ نواز اصغر کو زندہ کروں گا لیکن اس بار اس کے ساتھ کوشل بھی ہوگی۔"

"میرا سارا وجود میرے احساسات و جذبات میری محبت میری زندگی سب کچھ تمہارے حوالے ہے۔ راجہ نواز اصغر اطمینان رکھو مجھ میں کبھی کوتاہی نہیں پاؤ گے جو حکم دو گے اس پر عمل کروں گی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ ہمیں بہت سارے انتظامات کرنے ہیں۔" تقریباً دو گھنٹے تک ہم مسلسل تیاریوں میں مصروف رہے۔ شہر کے مختلف حصوں میں چکراتے رہے اور اس کے بعد ایک ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔

چھوٹے سے ہوٹل کا یہ کمرہ بڑا پُرسکون تھا اور یہاں سے باہر کا نظارا بھی بے حد حسین تھا میں نے کوشل سے کہا۔ کہ اس حیثیت سے میں جو کارروائی کروں گا۔ وہ لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک نہیں ہوگی البتہ اپنی اصل حیثیت سے کام لیتے ہوئے میں سوئٹزرلینڈ سے سب سے پہلے اپنی رقم نکلوا کر یہاں کے بینکوں میں سے ٹرانسفر کراؤں گا۔ اور اس کے لیے مجھے راجہ نواز اصغر کے نام کو زندہ کرنا ہوگا۔

"یقیناً ظاہر ہے۔" کوشل نے کہا۔

ہم نے اپنی اس کارروائی کا آغاز اسی دن سے کر دیا۔ مجھے بے شمار کاغذات تیار کر لینے تھے اپنے طور پر سوئٹزرلینڈ سے رجوع کرنا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں میں کچھ لوگوں سے ملا یہ وکیل اور بین الاقوامی امور پر کام کرنے والی ایجنسیوں کے افراد تھے ان لوگوں سے تعلقات قائم کر کے میں نے اپنے باس یعنی راجہ نواز اصغر کے ایک مقصد کے لیے ان لوگوں سے بات چیت کی اور راجہ نواز اصغر کے سلسلے میں جتنی کاغذی کارروائیاں اور قانونی کارروائیاں ہو سکتی تھیں انہیں کرنے کے لیے ان لوگوں کو پیشکش کی۔ ایک دولت مند آدمی کے نمائندے کی حیثیت سے میرا اچھی طرح استقبال کیا گیا اور اس کے بعد ایک ایجنسی سے میرا رابطہ قائم ہو گیا اور اس ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں چل پڑا۔ مجھے کچھ ایسے فارم دے دیئے گئے جو مجھے اپنے آقا یعنی راجہ نواز اصغر سے پُر کرا کر ان کے حوالے کرنا تھے ان لوگوں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ راجہ نواز اصغر خود اس سلسلے میں سامنے نہیں آنا چاہتے۔ لیکن جو کچھ بھی قانونی کارروائی ہوگی۔ وہ میرے ذریعے با آسانی ہو سکتی ہے اور میں اس سلسلے میں ان کا معاون رہوں گا بڑا کام تھا۔ بہت بڑی رقومات کا مسئلہ تھا۔ اس لیے کمپنی نے بھی براہ راست دلچسپی لی تھی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے اطمینان سے اپنے ہوٹل کا پتہ بتا دیا۔ اس طرح سے میری شخصیت بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک ہونے سے بچ گئی۔ کمپنی والوں کو شاید اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ درست ہے اور واقعی اتنی بڑی رقم سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں محفوظ ہو سکتی ہے اور اسے یہاں ٹرانسفر کرانے کے لیے ان کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

لیکن تیسرے دن جب میں اس ایجنسی کے دفتر پہنچا۔ جس سے میں نے رابطہ قائم کیا تھا تو جنرل منیجر نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا۔ اس کے انداز بتاتے تھے کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا ہے اور شاید وہاں سے میرا بینک بیلنس منگوا لیا گیا ہے۔ جنرل منیجر نے کافی سے میری تواضع کرتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ تشریف نہ لاتے تو تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے

آدمی کو آپ کے ہوٹل روانہ کرنے والا تھا۔

"میرا اس وقت حاضر ہونے کا پروگرام تھا جناب۔" میں نے کہا۔

"کمال ہے راجہ نواز اصغر صاحب! اتنی بڑی شخصیت کے مالک ہیں اتنی دولت انہوں نے سوئٹزرلینڈ میں جمع کرا رکھی ہے اور ہمیں ان سے واقفیت تک نہ تھی۔ مسٹر نواز اصغر سے ہماری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔؟"

"وہ مصروف انسان ہیں۔ لاابالی شخصیت کے مالک ہیں مجھے انہوں نے اس سلسلے میں تمام اختیارات دے رکھے ہیں۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے آنا بھی نہیں چاہتے۔ بعض لوگوں کے معاملات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ سارا کام میرے ذریعے ہی طے پائے گا۔"

"خیر ظاہر ہے آپ بھی معمولی شخصیت نہیں ہوں گے جب راجہ صاحب آپ پر اتنا اعتماد کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ اس اعتماد کے قابل ہوں گے۔ بہرطور آپ بھی ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ ہاں وہ دراصل میں نے وہاں سے رابطہ قائم کر کے خصوصی ذرائع سے راجہ صاحب کا بیلنس منگوایا ہے۔ یہ رقم تو بہت بڑی ہے۔ کروڑوں کی شکل میں۔"

"تو آپ کا خیال کیا تھا۔ کیا دس بیس ہزار روپے یا دس بیس لاکھ روپے کے لیے یہ تمام کوششیں کی جا سکتی ہیں۔"

"ابھی تو کئی بینک باقی رہ گئے ہیں جہاں راجہ صاحب کے اکاؤنٹ موجود ہیں۔ آپ نے جن جن بینکوں کے نام ہمیں دیے تھے ہم نے ان میں سے صرف تین بینکوں سے رابطہ قائم کیا ہے جبکہ چھ بینک اور باقی رہ گئے ہیں۔"

"یقیناً وہاں سے بھی آپ کو راجہ صاحب کا بیلنس مل جائے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ راجہ صاحب کتنے دولت مند انسان ہیں۔"

"بہرطور ہم اس سلسلے میں مزید کارروائیاں کر رہے ہیں۔ میں اپنے طور پر جس قدر جلد ممکن ہو سکا ایجنسیز وغیرہ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان رقومات کی واپسی کا انتظام کر لوں گا۔ اس سلسلے میں ہماری جو بھی خدمات درکار ہوں راجہ صاحب کے لیے حاضر ہیں۔ آپ براہ کرم ہمیں بتائیے کہ یہاں کون کون سے بینکوں سے آپ رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اپنے ذہن میں جو نام رکھے تھے۔ ان کے بارے میں بتا دیا اور جنرل منیجر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بینکوں سے رابطہ آج ہی کر لیا جائے گا۔ آپ کچھ کاغذات مزید راجہ صاحب سے سائن کرا کے مجھ تک پہنچا دیں۔" میں نے کاغذات حاصل کر لیے۔ منیجر نے مجھے خصوصی طور پر ایک کار کی پیشکش کی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہاں آمد و رفت کے لیے میں یہ کار استعمال کر سکتا ہوں۔ میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لی تھی۔ کوشل ان دنوں آرام کی زندگی گزار رہی تھی۔ وہ ہوٹل میں اپنے کمرے ہی میں رہتی۔ بالکل گھریلو سی کیفیت ہو گئی تھی اس کی۔ مجھ سے باتیں کرتی۔ کمرہ سنوارتی حالانکہ ہوٹل کی بات تھی۔ جب میں واپس پہنچا تو وہ دستک سن کر دروازے پر آ گئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا کمرے کے ماحول پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

"ایجنسی کے دفتر گیا تھا حالانکہ رقم ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کوشل کہ ساری کارروائیاں مکمل کر لینے کے بعد مضبوط بنیادوں پر اپنے اقدامات کا آغاز کروں۔ اس سے پہلے جلد بازی کر کے کھیل خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو میں کب کہہ رہی ہوں کہ ایسا کرو۔"

"بس تو تم یوں سمجھ لو کہ رقومات کے متعلق کا کام بہت جلد شروع ہو جائے گا اور اس کے بعد ہم اس سلسلے میں کام کریں گے۔" پھر میں ایجنسی کے جنرل منیجر کے بارے میں کوشل کو تفصیلات بتانے لگا اور کوشل ہنسنے لگی۔

"ہاں نواز۔ دنیا کا ہر رنگ بھی میں نے اچھی طرح دیکھا ہے پتہ نہیں چلتا کہ کاغذ کے ان ٹکڑوں کو اتنی قوت کہاں سے حاصل ہو گئی ہے کہ یہ انسان کی تقدیریں بنانے بگاڑنے پر قابض ہو گئے ہیں۔ ہمارا دھرم ہمارا مذہب، ہم سے کچھ اور کہتا ہے لیکن دنیا کچھ اور کہتی ہے بڑی الجھن ہے نواز بڑا عجیب سا تجسس ہے ذہن میں کون بڑا ہے کیا بڑا ہے۔ یہ بھگوان ہی جانے۔"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کوشل جس کے لیے تمہارے بھگوان اور میرے خدا نے انسانوں کو چھوٹ دے رکھی ہے لیکن اس بات سے اندازہ لگا لو کہ دنیا کی کوئی دولت تمہاری سانسوں کو برقرار نہیں رکھ سکتی نوٹوں کا اتنا اونچا انبار لگا دو کہ ہمالیہ کی چوٹی کے برابر پہنچ جائے اور اس پر بیٹھ کر اپنی زندگی محفوظ کر لو تو میں جانوں کہ نوٹ دنیا پر قادر ہیں۔

کچھ چیزیں یہاں انسانی جذبوں پر حاوی ہو گئی ہیں لیکن حقیقت ہی ہیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو تم؟"

"اگر اس ہوٹل سے اکتا گئی ہو تو کوئی چھوٹا موٹا مکان حاصل کر لیں۔ ہم لوگ درحقیقت کوشل۔ میں نہیں چاہتا کہ اب ہماری زندگی میں کوئی شک و شبہ باقی رہے جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ ہمیں بہت سی شخصیتیں اپنانی ہوں گی۔ اگر اس سلسلے میں ابھی سے کارروائی کرنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مطلب نہیں سمجھی۔" کوشل نے کہا۔

"دراصل ہم جس کام کا آغاز کرنے جا رہے ہیں اس کے لیے ہمیں بڑی ذہانت سے سب کچھ کرنا ہوگا۔ رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے میں باقاعدہ ایک کارروائی کروں گا اس کی تمام تفصیلات ہم تیار کریں گے۔ لیکن ابھی نہیں پہلے مجھے اپنا کام کرنا ہے ہر سلسلے میں یہاں نوٹوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔"

"تو رقم تو میرے پاس کافی موجود ہے نواز۔ اب ایسا بھی نہیں ہے میری اپنی حاصل کردہ رقومات میں میرا خیال ہے کئی لاکھ بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں۔"

"انہیں پڑا رہنے دو کوشل، ہم انہیں نہیں چھیڑیں گے تھوڑے سے انتظار ہی کی تو بات ہے۔ ہاں اگر یہاں مناسب نہیں ہو تو پھر ہم کچھ اور کرتے ہیں۔"

"مثلاً۔"

"مثلاً یہاں دوسرے بڑے ہوٹل بھی ہیں ہم بڑے ہوٹلوں میں بھی رہیں گے کسی بنگلے میں بھی رہیں گے۔ اس طرح ہماری یہ شخصیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اور دشمن کو ہمارے بارے میں کوئی اندازہ لگانے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" کوشل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ایک شوخ سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ بکھیرے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا:

"واقعی یہ۔ تو بڑی پرلطف بات ہے۔ مزا آ جائے گا۔ لوگ چکر کھا جائیں گے کبھی وہ ہمیں بھکاریوں کے روپ میں دیکھیں گے اور کبھی شہنشاہوں کے روپ میں۔"

"ہاں کوشل۔ یہی میں چاہتا ہوں۔ تمہارے پیسوں میں سے اگر کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی تو میرا خیال ہے ہم انہیں اس مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔"

"نکال لو، میرے کس کام کے۔" کوشل نے کہا اور اپنے پرس سے چیک بک نکال کر خالی چیک پر سائن کر کے میرے حوالے کر دیا۔

"ٹھیک ہے میں یہ کام آج تو نہیں کر سکتا البتہ کل کر لوں گا۔"

دوسرے دن میں نے بینک سے اچھی خاصی رقم حاصل کی اور ایک اسٹیٹ بروکر سے مل کر اپنے لیے ایک خوبصورت سا بنگلہ کرائے پر حاصل کر لیا۔ اس بنگلے کے حصول کے بعد میں نے کچھ اور لوگوں سے رابطہ قائم کر کے وہاں کی صفائی ستھرائی وغیرہ اور فرنیچر وغیرہ ڈلوانے کا بندوبست کیا اور اس کے بعد شام کو کوشل کو لے کر اس بنگلے میں منتقل ہو گیا۔

حسین جگہ تھی۔ ہوٹل سے کہیں زیادہ پرسکون۔ ہوٹل کا کرایہ میں نے پیشگی ادا کر دیا تھا اس لیے وہاں کوئی دقت نہیں تھی۔ اپنی اس نئی رہائش گاہ میں آنے کے بعد کوشل نے شام کا کھانا اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ ملازم وغیرہ ہم نے ابھی نہیں رکھا تھا۔ لیکن میں نے کوشل سے کہا کہ یہاں کچھ ملازموں کو رکھ لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کوشل مسرور نظر آ رہی تھی اس نے کہا۔

"کچھ دن ملازموں کو نہ رکھو۔ مجھے گھریلو زندگی گزارے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ تمہارے لیے کھانا پکاؤں گی تو اپنے گھر کا ماحول تازہ ہو جائے گا۔ زندگی کی بے شمار یادیں ایسی ہوتی ہیں راجہ نواز اصغر جو انسان کبھی اپنے ذہن سے فراموش نہیں کر سکتا جو کچھ چھن جاتا ہے۔ اس کی واپسی بعض اوقات ناممکن سی ہو جاتی ہے لیکن اگر کچھ لمحات ایسے مل جائیں جن میں وہ اپنی کھوئی ہوئی یادوں کو پا لے تو بڑا سکون ملتا ہے مجھے اس گھر میں اس حیثیت سے کام کرنے دو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

تقریباً پندرہ دن لگ گئے ان تمام کاموں میں۔ بینکوں سے رقومات منتقل ہو رہی تھیں اور مجھے راجہ نواز اصغر کے لیے پیغامات مل رہے تھے۔ اب تو یوں لگتا تھا جیسے اچانک ہی بہت سے مہربان اور شناسا ہمارے گرد جمع ہو گئے ہوں یہ بینکر تھے۔ جو اب صرف مجھ سے ہی رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ میں نے ان سے اپنے اس چھوٹے سے ہوٹل کے کمرے ہی میں ملاقات کی تھی۔ اور مجھے یہاں دیکھ کر انہوں نے حیرت

کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں یہاں زندگی کیسے گزار رہا ہوں انہوں نے مجھے پیشکش بھی کی تھی کہ میرے لیے بہتر بندوبست کردیا جائے۔ لیکن میں نے ان سے یہی کہا کہ میرے مالک کا یہ حکم ہے تو بھلا میں اس سے کیسے انحراف کرسکتا ہوں۔

بہرطور بڑی پُرلطف زندگی گزر رہی تھی لوگوں کا تجزیہ ہورہا تھا۔ دولت کے کھیل سامنے آرہے تھے اور میں اور کوشل اس کھیل سے لُطف اندوز ہورہے تھے۔

پندرہ دن سے لے کر بیس دن تک یہ کام تقریباً مکمل ہوگیا اور اب راجہ نواز اصغر اس ملک میں، اس شہر میں ایک ارب پتی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے خود بھی اس دولت کا اندازہ نہیں تھا جو غلام سیٹھ نے اور دوسرے لوگوں نے میرے نام سے بنکوں میں جمع کرائی تھی۔ لیکن اب جو میں نے اس کے انبار دیکھے تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی۔

بہرطور حقیقت یہ تھی کہ یہ دولت ناجائز کمائی کی دولت تھی اور میں اپنا اس سے کوئی تعلق نہیں پاتا تھا بلکہ ایک طرح سے وہ مجھے قابل نفرت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ اس کا اخراج بھی اسی انداز میں ہونا چاہیے تھا۔

جب یہ سب کچھ کارروائی مکمل ہوگئی تو پھر ایک شام میں کوشل کے ساتھ اپنے اس خوبصورت بنگلے کے ایک کمرے میں جا بیٹھا۔ جس میں ہم نئی حیثیت سے گزارا کررہے تھے۔ آج میں نے کوشل سے اس سلسلے میں مکمل گفتگو کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا میں نے کچھ کاغذات اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا۔

"کوشل ۔۔ یہ ہے وہ رقم جو سوئٹزرلینڈ سے یہاں منتقل ہوگئی ہے اور اب ہم اس کے مالک ہیں۔ کوشل اس دوران اس بارے میں کچھ نہیں جان پائی تھی اور نہ ہی میں نے اس بارے میں اس سے کوئی تذکرہ کیا تھا اس نے کاغذات میں لکھے ہوئے فگرز دیکھے باہر کے کاغذات اس کے سامنے تھے سوئٹزرلینڈ کے بینکوں کے اسٹیٹ منٹ وغیرہ تھے وہ انہیں دیکھتی رہی اور پھر اس کا سر جھک کر رہ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔

"یہ سب کچھ ۔۔ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔"

"میرا نہیں کوشل۔ اس غلیظ دنیا کا جس نے مجھے یہ سب کچھ دیا تھا اور یہ سب کچھ میں جسے واپس لوٹانا چاہتا ہوں۔

"بائی گاڈ۔ بائی گاڈ۔۔ نواز تم کیا چیز ہو۔ یہ ساری رقم تم نے بینکوں میں پڑی رہنے دی تھی۔

"ہاں کوشل۔ اس لیے کہ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میں اسے اپنی کمائی ہی نہیں سمجھتا تھا۔ نفرت کرتا تھا میں اس سے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے کہ میں بینکوں سے یہ رقم نکلواؤں گا۔

"آہ۔ اگر تم ۔۔ اگر تم اسے وہیں چھوڑ دیتے تو ظاہر ہے۔" یہ بینکوں کی ملکیت بن جاتی۔

"اس جہنمی شے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن حالات نے مجھے اس کے لیے مجبور کردیا ہے کہ میں اس بُرائی کو بُرائی کے خلاف استعمال کروں۔

"راجہ نواز اصغر میں بہت متاثر ہوئی ہوں۔ درحقیقت یہ ایک کردار ہے ایک انوکھا کردار میں نے زندگی میں اتنا انوکھا کردار اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تم اتنی معمولی سی شخصیت کے مالک جو مجھے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ایک عام حیثیت سے ملے تھے اور تم۔ اور تم یہ سب کچھ بھی ہو۔

"دولت کے ذریعے انسان کچھ نہیں ہوتا کوشل۔ غلط گفتگو مت کرو میں اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

"ہاں۔ ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی انسان اور دولت دو مختلف چیزیں ہیں۔

"چھوڑو ان باتوں کو مسئلہ یہ ہے کہ اب اس دولت کے ذریعے ہم کو اپنے لیے غلام خریدنے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایسے کا[illegible]باری ادارے قائم کیے جائیں گے جو سورج گرہن کے بارے میں معلومات حاصل کرکے ہر مرحلے پر ہر قدم پر اسے شکست دیں گے۔ ایسے مجرم اکٹھے کیے جائیں گے جو سورج گرہن کے لیے ہمارے سامنے ڈھال بن سکیں اور اس کے خلاف تمام کارروائی عمل میں لاسکیں۔ سورج گرہن کے لیے ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ کوشل اتنا کچھ کہ اس کے لوگ بوکھلا کر رہ جائیں اور ہم ۔۔ سے پناہ مانگیں۔ اب تم یہ بتاؤ کہ مجرموں کے یہ گروہ ہم کہاں سے اکٹھے کریں۔

"بے شمار ایسے اڈے، ایسے ٹھکانے بمبئی میں، دلی میں اور کلکتہ وغیرہ میں میرے علم میں ہیں جو مجرموں کی پناہ گاہیں ہیں اور وہاں قاعدے کے لوگ بھی مل جاتے ہیں اس کے علاوہ سینٹرل جیل سے رہا ہونے والے جرائم پیشہ افراد کو قابو میں کرنے کے لیے بھی ہم اپنی کارروائی کرسکتے ہیں اور اس کے لیے بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہوگا۔

"تو پھر یہاں جو لوگ موجود ہیں ان کے بارے میں مجھے کچھ نشاندہی کرو۔

"ٹھیک ہے کوشل نے کہا اور پھر مجھے کچھ نام اور پتے وغیرہ بتانے لگی۔ میں خود بھی ان جگہوں کا تجزیہ کرکے وہاں سے اپنی کارروائی کرنا چاہتا تھا تاکہ صحیح طور پر میرے ہاتھ کچھ آدمی لگ سکیں۔ کوشل کی فراہم کی ہوئی اطلاعات کے مطابق اس شہر کے ایک خاص علاقے میں، میں نے ٹیڈی نامی ایک شخص سے ملاقات کی اینگلو انڈین تھا۔ اچھے خا[illegible] وتوش کا مالک شخصیت اچھی خاصی عمدہ تھی۔ میں نے [illegible] سے اندازہ میں اس کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس کا فون نمبر وغیرہ معلوم کرکے وہاں سے چلا آیا تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میں نے اس نمبر پر ٹیڈی کو رنگ کیا اور ٹیڈی نے ریسیور اٹھالیا۔ اس کی غرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔ کون ہے؟"

"ٹیڈی تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ممکن ہے میری یہ گفتگو تمہیں کچھ عجیب سی لگے لیکن تم سے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر تم نے سنجیدگی سے اس پر غور کیا تو بڑا منافع کما سکو گے۔

"بولو۔ بولو۔ کیا بات ہے ۔۔ مجھے بتاؤ۔ ٹیڈی کی آواز اُبھری۔

"ٹیڈی تم وہ سب سے پہلے آدمی ہو جو میرا ساتھی بننے کے لیے منتخب ہوئے ہو۔ میرا ایک کام ہے جو تمہیں تنہا نہیں بلکہ ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ کرنا ہے۔ اس کے لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تم ان دنوں کیا کررہے ہو۔

"سب کچھ کرتے ہیں۔ جو کام مل جاتا ہے کرتے ہیں لیکن گول مال نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ ایسی گفتگو مجھے بالکل پسند نہیں ہے جو میری سمجھ میں نہ آسکے۔ ٹیڈی کی غرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"تمہارے کام کرنے کا انداز کیا ہے ٹیڈی؟" اگر تمہیں ایک بڑی رقم پیش کی جائے اور تم سے کہا جائے کہ تم کسی کو قتل کردو تو کیا تم اس کے لیے تیار ہوجاؤ گے۔ میں نے پوچھا۔

"بہت ہی عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو تم۔ کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔ ٹیڈی کی غرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"نہیں سمجھے تو میں کیا کروں۔ ٹیلی فون پر مجھ سے قتل کرا رہے ہو۔ آدمی ہو یا کبوتر۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ٹیڈی کا کہنا ایک طرح سے درست ہی تھا۔ میں ٹیلی فون پر اس سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میں اسے سے کوئی قتل کراؤں تو کیا وہ معاوضہ لے کر قتل کردے گا۔ ظاہر ہے اس بات کا جواب وہ ہاں میں نہیں دے سکتا تھا چونکہ میں پولیس والا بھی ہوسکتا تھا۔ میں ہنس پڑا ۔ میں نے پھر کہا۔

"ٹیڈی بہرطور میں تم سے سودے کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

"پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں نے کہا نا کہ تم میرے پہلے ساتھی کے طور پر منتخب ہوئے ہو۔ اور اس بات کا اندازہ لگالو کہ یہ تمہاری خوش نصیبی ہے۔ آنے والے وقت میں تمہیں اندازہ ہوجائے گا کہ میں کیا چیز ہوں۔

"دیکھو بھائی۔ اس ٹائپ کے ٹیلی فون مجھے اکثر موصول ہوتے رہتے ہیں۔ کام کی نوعیت کے بارے میں معلوم کیے بغیر میں کوئی جواب نہیں دے سکتا اور یہ بھی سن لو قتل اسمگلنگ چوری ڈکیتی وغیرہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرا جو کام ہے میں وہی کرتا ہوں اور مجھے اس سے دلچسپی ہے۔

"مثلاً۔"

"مثلاً ۔ یہ کہ ٹیلی فون بند کردو۔" میں تم سے کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ ٹیڈی نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"بات دس لاکھ کی ہے ٹیڈی۔ میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی طاری ہوگئی۔ چند لمحات یہی خاموشی رہی۔ میں نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

"ہیلو۔"

"ہاں ۔ ہاں میں ٹیلی فون پر موجود ہوں۔"

"تو پھر خاموش کیوں ہوگئے ہو۔"

"دس لاکھ کے مذاق کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔"

"اگر مذاق ہے بھی تو برداشت نہیں کیا جاسکے گا۔" ٹیڈی نے جواب دیا۔

"اچھا میرا خیال ہے ہم غیر ضروری گفتگو کافی کر چکے ہیں اب کام کی باتیں ہو جائیں۔"
"میں نے کہا نا کہ کام کی باتیں ٹیلی فون پر نہیں ہو سکتیں۔"
"تو پھر — ؟ میں نے سوال کیا۔"
"کہیں ملاقات کرو۔"
"کہاں ؟"
"اس کا فیصلہ تم خود کرو۔ ٹیڈی نے جواب دیا۔ اور میں سوچنے لگا پھر چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔
"ٹیڈی۔ ہوٹل دھرم راج دیکھا ہے تم نے۔ مجھے اس ہوٹل کا خیال ایسے ہی آ گیا تھا۔ ایک مخصوص علاقے میں چھوٹا سا بھدا سا ہوٹل تھا۔ لیکن اس کے سامنے سے گزرتے ہوتے مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ ہوٹل بہت پرسکون ہے۔ اس وقت اسی ہوٹل کا خیال آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیڈی کے سامنے اس کا نام لے دیا۔
"دھرم راج - وہ سبزی منڈی والا۔"
"ہاں۔ وہاں آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا۔ اور ٹیڈی نے وعدہ کیا کہ وہ پہنچ رہا ہے۔
نوٹوں سے بھرا ہوا جو بریف کیس میرے ہاتھ میں تھا اسے دیکھ کر کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ اس میں پھٹے پرانے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ بریف کیس کی کنڈیشن ہی ایسی تھی۔ میں نے خاص طور سے اس کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن اس کے اندر چار لاکھ روپے کے نوٹ بھرے ہوتے تھے، اس سے زیادہ نوٹ اس بریف کیس میں سما نہیں سکتے تھے۔ ورنہ میں پورے دس لاکھ ہی اس میں رکھ لیتا۔
ہوٹل دھرم راج چھوٹا سا ہوٹل تھا اس کی ایک بھدی سی میز پر چائے کی گندی سی پیالی میں چائے پیتے ہوتے میں دروازے پر نگاہ جمائے ہوتے تھا، جہاں سے ٹیڈی کو اندر داخل ہونا تھا۔ ٹیڈی ایک کرتے اور پاجامے میں ملبوس اندر آیا تھا، اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں اور وہ عجیب سے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔
میں نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ ٹھٹک کر میری صورت دیکھنے لگا۔ اکہرے بدن کا مالک اچھی صحت کا یہ نوجوان نجانے جرم کی راہوں پر کیسے نکل آیا تھا لیکن بہر طور ٹیڈی ایک مکمل مجرم تھا اور اس کے ساتھ بے شمار افراد کام کرتے تھے۔

یہ لوگ دولت کے حصول کے لیے ہر طرح کا کام کر لیا کرتے تھے، میں نے ان کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں، ان سے مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ ٹیڈی بہر طور ایک اچھا انسان ثابت ہوگا۔
وہ چند ساعت مجھے گھورتا رہا اور اس کے بعد میرے پاس پہنچ گیا۔
"تم نے ہاتھ اٹھایا تھا۔"
"ہاں۔ مسٹر ٹیڈی براہ کرم تشریف رکھئے۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
"تم نے ہی مجھے — ؟"
"ہاں میں نے ہی تمہیں ٹیلی فون کیا تھا ؟"
"کیا مذاق تھا یہ — ٹیڈی کرخت نگاہوں سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔
"زندگی ہی ایک مذاق ہے ٹیڈی۔ تم خود سوچو، تم جیسی شخصیت، پڑھی لکھی تعلیم یافتہ، قبول صورت، اچھی خاصی پرسنالٹی — اور زندگی کے کونسے راستے پر سفر کر رہی ہے۔ چنانچہ ہم اس زندگی کے مذاق کو اسی انداز میں برداشت کرتے رہیں گے۔
"فلسفہ مت بگھارو میرے سامنے، میں فلسفے کی دنیا سے بہت دور نکل آیا ہوں۔"
"ہر لمحہ ہر قدم ایک فلسفہ ہے ٹیڈی — تم یہ فاصلے طے نہیں کر سکتے، بہر حال ٹھیک ہے میں تم سے تمہاری زبان میں گفتگو کروں گا۔ وہ زبان جو تم نے اپنائی ہے۔
"کہو کیا کہنا چاہتے ہو ؟"
"میں نے تمہیں دس لاکھ کی پیش کش کی تھی۔"
"ہاں۔"
"اور میں اب یہ سوچ رہا ہوں کہ تم کون سے نشے کے عادی ہو، جو انسان کو بظاہر ہوش مند رکھتا ہے، لیکن باطن میں اس کی عقل سلب کر دیتا ہے۔
"نہیں ٹیڈی اپنے جملوں کے استعمال میں احتیاط رکھو وہ زبان مت استعمال کرو۔ جس کے تم عادی ہو چکے ہو، یہ بریف کیس دیکھ رہے ہو تم کرسی کے پاس، اس میں چار لاکھ روپے سما سکتے ہیں، باقی چھ لاکھ روپے کی دوسری قسط آج ہی دن کے کسی بھی حصے میں مل سکتی ہے۔
ٹیڈی نے چونک کر میرے پیروں کے نزدیک رکھے

ہوئے بریف کیس کو دیکھا اور پھر میری شکل دیکھنے لگا پھر بولا
"اس میں نوٹ ہیں ؟"
"چاہو تو اٹھا کر دیکھ لو، ظاہر ہے نہ تم اتنے کمزور ہو کوئی تمہارے ہاتھوں سے یہ نوٹ چھین کر بھاگ جائے ۔ اور نہ ہی میرے سامنے یہ ممکن ہے۔ اٹھاؤ بریف کیس کھول کر دیکھو۔
ٹیڈی چند لمحات میری شکل دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے بریف کیس اٹھا کر میز پر رکھ لیا۔ ویٹر قریب پہنچا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
بھاگ جاؤ ابھی نہیں — ویٹر نے ایک لمحے کے لیے ٹیڈی کی شکل دیکھی اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ ٹیڈی نے بریف کیس کو تھوڑا سا کھولا۔ اس کے اندر جھانکا اور پھر سامنے نظر آنے والی گڈی میں سے ایک نوٹ نکال کر بریف کیس بند کر دیا۔ بریف کیس لاک کر کے اس نے وہیں میرے پیروں کے نزدیک رکھ دیا تھا اور نوٹ کو میز کے نیچے کر کے بغور دیکھنے لگا۔
"اصلی ہے ؟"
"چھچھورے پن کی باتیں ناپسندیدہ تصور کی جائیں گی ٹیڈی" میں نے تلخ لہجے میں کہا اور ٹیڈی نے میری شکل دیکھی۔ پھر بولا۔
"جملوں کے استعمال میں تم بھی احتیاط کرو دوست۔"
"یہ کارروائی دو طرفہ ہی ہو سکتی ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے، تو اس بریف کیس میں چار لاکھ روپے کی رقم ہے اور تم مزید چھ لاکھ مجھے دینا چاہتے ہو۔"
"نہیں چھ لاکھ نہیں۔ میں تمہیں لاکھوں دینا چاہتا ہوں" کروڑوں دینا چاہتا ہوں۔ "وصول کرنے کی ہمت ہونی چاہیے تم میں۔
"کام کیا ہے دوست۔ ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"یہ بتاؤ کتنی رقم ایسی ہو سکتی ہے جو تمہیں پوری طرح ہمارا ساتھی بنا دے۔
"دولت کی ہوس تو کبھی کم ہی نہیں ہوتی، دس لاکھ حاصل کیے ہیں، بیس لاکھ کو دل چاہے گا۔ بیس لاکھ مل گئے تو سوچوں گا چالیس لاکھ مل جائے تو اچھا تھا۔
"اور — میں نے سوال کیا ؟"
"اسی لاکھ اور پھر ایک کروڑ۔

"بس —"
"ہاں بس میرا ٹارگٹ یہی ہے، زندگی میں ایک بار کروڑپتی بننا چاہتا ہوں۔
"تو سمجھ لو بن گئے۔"
"مگر میرے بھائی کام کیا ہوگا، یہ تو بتاؤ۔"
"کچھ نہیں ایک شخص کا مکمل ساتھی بننا ہوگا تمہیں۔"
"کون ہے وہ ؟"
"اس کا نام ابھی تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔ اس لیے تم اسے جو دل چاہے کہہ سکتے ہو۔"
"گولڈ مین کہہ سکتا ہوں۔ ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیوں گولڈ مین ہی کیوں۔"
"بس سونے کا آدمی ہے وہ میرے لیے، جو صرف ابتدائی طور پر مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے چار لاکھ روپے پیش کر سکتا ہے کیوں نہ ہم اسے گولڈ مین کا نام دیں۔
"ٹھیک ہے اگر تم اسے گولڈ مین ہی کہنا چاہتے ہو تو میں تمہارا یہ میسج اس تک پہنچا دوں گا کہ تم نے اس کا نام گولڈ مین رکھا ہے۔
"چلو اسے تو میں نے گولڈ مین کا نام دے دیا اور بقول تمہارے تم اسے یہ اطلاع پہنچا دو گے لیکن تمہیں میں کس نام سے پکاروں۔"
"بس اپنے ساتھیوں میں سے ایک سمجھو۔ مجھے بھی جس طرح میرے ذریعے تم گولڈ مین کے ساتھی بنے ہو، اسی طرح میں بھی گولڈ مین کا ساتھی ہوں۔ تم مجھے افسر کہہ سکتے ہو۔
"نہیں افسر نہیں آسکر۔ ٹیڈی نے جواب دیا۔" اور میں ہنسنے لگا۔
"ٹھیک ہے بھائی جو تمہارا دل چاہے کہو۔"
"مگر مسٹر افسر اب یہ بتا دو کہ معاملہ کیا ہے ؟" اب تک تو ہم نے لفنگوں کی زبان میں گفتگو کی تھی، یعنی وہ زبان استعمال کی تھی ہم دونوں نے آپس میں، جو ذرا ڈرامائی قسم کے مجرم استعمال کرتے ہیں، لیکن میرے بھائی تھوڑی دیر کے لیے جرائم کی دنیا سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں آ جاؤ اور یہ بتاؤ یہ شخص کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔
"ٹیڈی، یہی تمہاری خوبی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی کہ بہر طور تعلیم نے تمہارے اندر ایک انسان کو جنم دیا ہے۔ اور وہ انسان ضرورت کے وقت سو جاتا ہے۔ باقی حالات میں وہ

انسان ہی ہے۔

«نظرانداز کرسکتے ہیں ہم اس بات کو کہ ہم بالآخر انسان ہیں۔»

«نہیں کرسکتے ٹیڈی بالکل نہیں کرسکتے۔»

«تو بس پھر یہ سمجھ لو کہ جرم کی دنیا کی بھی ایک زبان ہوتی ہے، جسے استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ایک اور زبان بھی ہوتی ہے جو جرم کی دنیا سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ جرم کی دنیا سے ہٹ کر تمہارا نام کیا ہے۔؟»

«نام کو میرا خیال ہے رہنے دو، میں نے تم سے بھی اصرار نہیں کیا۔ تم نے اپنا نام افسر بتایا ہے، میں نے اُسے آسکر کردیا۔ اگر ٹیڈی تمہیں ناپسند ہے تو جو دل چاہے کہہ سکتے ہو، لیکن مجھے ٹیڈی ہی رہنے دو۔ چونکہ میں اپنے ماضی میں نہیں جانا چاہتا۔ اس نے جواب دیا۔

«ایک ایم۔اے پاس شخص واقعی ماضی سے فرار حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں تک پہنچ سکتا ہے، بہرطور ٹیڈی گولڈمین کا ایک خاص مقصد ہے اور اب چونکہ تم خلوصِ دل سے ہمارے ساتھ آمادگی کا اظہار کرچکے ہو۔ اس لیے میرا خیال ہے مجھے تمہیں اس کے مقاصد بتلانے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے۔

«تم نے اس گھٹیا سے ہوٹل کا انتخاب کیوں کیا۔؟ یہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے۔؟»

«اس جگہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں گے۔ تمام عمدہ جگہیں جرائم کے اڈے ہوتے ہیں اور وہاں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔

«ہاں یہ بھی ٹھیک کہا تم نے۔ بہرطور چلو ٹھیک ہے چھوڑو۔»

«ہاں تو اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ سارا معاملہ کیا ہے۔»

«جس شخص کو تم نے گولڈمین کا نام دیا ہے۔ میں خود بھی اس کے نام سے واقف نہیں ہوں، بس وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے مجھ سے ملاقات کرتا ہے اور پچھلے دو سال سے ہم دونوں ایک دوسرے سے اجنبی ہیں، وہ مجھ سے صرف کام کی بات کرتا ہے۔ اور میں اُس کے کام کی بات دوسروں تک پہنچا دیتا ہوں۔ یہ ہے میری اپنی پوزیشن۔

«کمال کی بات ہے۔ بڑی پُراسرار شخصیت ہے دولت مند بھی ہوگی۔ چاہتی کیا ہے وہ۔ ٹیڈی نے سوال کیا۔ اور میں ٹیڈی کی شکل بغور دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

«سورج گرہن سے واقف ہو۔»

ٹیڈی نے سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

«ہاں۔ ایک تنظیم ہے، جو منشیات وغیرہ کے سلسلے میں خاصی شہرت رکھتی ہے، کئی بار اُس کے نمائندوں سے مڈبھیڑ ہوچکی ہے، چھوٹے موٹے کام بھی کیے ہیں۔ میں نے اُس کے لیے۔

«سورج گرہن سے باقاعدہ تعلق نہیں ہے تمہارا؟»

«نہیں بھائی، ہم اس پائے کے آدمی نہیں ہیں۔ بس ایک دو مرتبہ پرائیویٹ طور پر ہم سے سورج گرہن نے کام لیا ہے نہ میں نے اس تنظیم میں شامل ہونے کے بارے میں سوچا اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی ایسی کوشش ہوئی۔ میں اپنے طور پر زندگی گزار رہا ہوں اور میرا خیال ہے یہی بہتر ہے، کیونکہ کسی بھی تنظیم میں شامل ہونے کے بعد بہت سی پابندیاں بھی قبول کرنا پڑتی ہیں،

«اس تنظیم کی قوت سے واقف ہو۔ میں نے سوال کیا۔»

«ہاں سُنا تو ہے اس کے بارے میں، لیکن خوفزدہ نہیں ہوں

«کیا واقعی۔ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔»

«مطلب۔ وہ متعجبانہ انداز میں بولا۔»

«مطلب یہ کہ اگر کبھی گولڈمین تمہیں اس تنظیم کے خلاف استعمال کرے تو تم اس کے لیے تیار ہوسکتے ہو؟»

«دیکھو بھائی بندوق کی زبان کہیں بھی استعمال کرنی پڑے، یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ یہاں اسے استعمال کرنا ہے، اور یہاں نہیں کرنا ہے، ہماری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے ہمیں وہی کرنا ہے۔ جگہ کوئی بھی ہو۔ ٹیڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

«ٹیڈی ہم لوگ پوری سنجیدگی سے گفتگو کریں گے۔ سب سے پہلی بات تو یہ بتاؤ کہ تمہارے اپنے مفادات تو کسی طرح سورج گرہن سے وابستہ نہیں ہیں؟»

«یقین کرلوگے میری بات پر۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

«ہاں بالکل۔»

«تو پھر سُن لو، ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اگر تم مجھے سورج گرہن کے مقابلے پر لانا چاہتے ہو اور کوئی کام ہے ایسا تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں سورج گرہن سے ٹکرا جاؤں گا۔ لیکن ہاں اپنے طور پر اپنا بچاؤ ضرور کرلوں گا۔ اور وہ کام بھی کردوں گا۔ جو تم لوگ میرے سپرد کروگے۔ ٹیڈی نے جواب دیا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

«ٹیڈی میں بھی اس سے زیادہ نہیں چاہتا۔ گولڈمین نے مجھے جو ہدایات دی ہیں، اُن کے تحت مجھے سورج گرہن کے خلاف ایک تنظیم قائم کرنی ہے اور تم اس سلسلے میں میرے معاون سکار ہوگے۔ میرا خیال ہے اس وقت تک کی گفتگو اتنی ہی مناسب ہے۔ باقی ہم دوسری ملاقات پر طے کریں گے۔

«چار لاکھ کی رقم معمولی نہیں ہوتی دوست اور اسے حاصل کرنے کے بعد مجھ پر فرض ہوجاتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کروں۔ یہ بتاؤ دوسری ملاقات کہاں ہوگی۔

«سب سے پہلی بات میرے سلسلے میں یہ سوچ لو کہ رقم کے لیے میں مشکوک تھا۔ اور یہ بھی سُن لو کہ اتنی بڑی رقم یکمشت میں نے کبھی نہیں کمائی، اور یوں سمجھ لو کہ یہ میری زندگی کا ایک نیا باب کھل رہا ہے، میں اس باب کو بند کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے دولت کی ضرورت ہے، کیوں کس لیے، یہ میں تمہیں پھر کبھی بتا دوں گا۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ دولت میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے اور میں اس کے حصول کے لیے جان دینے کو بھی تیار ہوں۔

«ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ بعض اوقات حالات ایسی شکل اختیار کرلیتے ہیں کہ دولت انسان کے لیے بہت بڑی حیثیت اختیار کرجاتی ہے۔ ٹیڈی ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہماری آج کی گفتگو ختم۔ یہ بریف کیس پلیز تم قبول کرو اور اس کے بعد میری دوسری اطلاع کا انتظار کرو۔ ٹیڈی نے گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اُٹھ گئے۔

میں نے باہر ٹیڈی کو خدا حافظ کہا۔ لیکن اُس کے بعد کونسل تک پہنچتے ہوئے میں نے بے شمار اُلجھے ہوئے راستے اختیار کیے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ ٹیڈی نے اپنے طور پر متجسس ہوکر میرے بارے میں جاننے کی کوشش تو نہیں شروع کردی ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔

کونسل کے ساتھ حسبِ معمول دلچسپ وقت گزارا میں نے اُسے ساتھ لیا اور اپنے اس ہوٹل میں پہنچ گیا۔ یہ رات ہم نے ہوٹل ہی میں گزار دی تھی۔ کونسل اب بے حد خوش تھی۔ اس نے مجھ سے میری کارروائی کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ ٹیڈی کو میں نے اپنے اعتماد میں لے لیا۔

دوسرے دن میں نے ٹیڈی کو تقریباً دس بجے ایک پٹرول پمپ سے فون کیا۔ ٹیڈی نے میرا بہترین استقبال کیا تھا پھر اس نے کہا۔

«مسٹر آسکر ساری رات نہیں سوسکا ہوں، آپ کے اور مسٹر گولڈمین کے بارے میں ہی سوچتا رہا ہوں۔ درحقیقت کیا اس شخص کا نام آپ کو بھی نہیں معلوم؟»

«خیر تم اس بات کا یقین نہ کرو ٹیڈی، لیکن حقیقت یہی ہے کہ میں بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ اتنا ہی پُراسرار شخص ہے، بے پناہ، بے شمار دولت کا مالک، دولت خرچ کرنے میں اُسے کبھی کوئی عار نہیں ہوتا۔ بعض اوقات بغیر کسی اطلاع کے لاکھوں روپے کی رقم میرے حوالے کردیتا ہے۔ تمہارے چھ لاکھ روپے آج شام تک تمہیں مل جائیں گے۔»

«نہیں۔ نہیں اب اتنا پاگل میں بھی نہیں ہوں، وہ تو بس میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ اب اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔ پیسوں کے سلسلے میں، مل جائیں گے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ مجھے کرنا کیا ہے؟»

«اس سلسلے میں ٹیڈی مجھے اس کی طرف سے مکمل ہدایات مل چکی ہیں، اور میں یہی تمہیں بتانے کے لیے یہاں پہنچا ہوں، دراصل یہ معلوم ہونے کے بعد کہ تمہارا تعلق سورج گرہن سے نہیں ہے اُسے بھی بہت خوشی ہوئی ہے، میں مخصوص ذرائع سے اُسے اطلاعات دیتا ہوں، اُس نے یہ معلوم کرنے کے بعد بڑے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ آج میں ٹیڈی کو اُس کا اصل کام بتا دوں۔»

«میں خود بھی اتنا ہی بے چین ہوں، مجھے بتاؤ ان دنوں ویسے بھی میرے ہاتھ میں کوئی کام [illegible] تھا بس چھوٹے چھوٹے کام ہو رہے ہیں، جن کے بارے میں [illegible] معلوم کرو تو [illegible]

«کیا مطلب؟»

«مطلب یہ کہ جیب تراشی کوئی اچھا فن تو نہیں ہے، چند لڑکے میرے لیے کام کررہے ہیں، میں اس سلسلے میں خاصا [illegible] ہوا ہوں۔ ایسے چھوٹے ہوئے کاموں میں پولیس [illegible] واسطہ پڑتا رہتا ہے، اور میں ہر لمحہ پولیس کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا، اس سے پوزیشن بھی خراب ہوتی ہے، اور کسی [illegible] کے لیے راستہ بھی بند ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو ذرائع آمدنی ہیں، وہ بھی محدود ہیں، اور مجھے اچھی خاصی [illegible] اپنے آدمیوں پر خرچ کرنا پڑتی ہے، چنانچہ میں خود بھی کسی ایسے کام کے لیے سوچ رہا تھا، جو میرے لیے مستقل آمدنی کا ذریعہ بن جائے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ یہ چار لاکھ میرے [illegible] کروڑ روپے سے کم نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے [illegible] معاملات نپٹانے تھے مجھے۔ جو اس وقت میرے لیے مشکل بنے ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے، پیسوں کا تم تذکرہ ہی ذہن سے نکال دو، جتنی رقم کی تمہیں ضرورت ہوگی فراہم کردی جائے گی۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ سورج گرہن تنظیم کے خلاف ایک اور تنظیم تیار کرو، بہت بڑا کام میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں ٹیڈی، لیکن تمہاری علمی صلاحیتوں سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔ اور یہ جانتا ہوں کہ عام لوگوں کی نسبت تم کوئی بھی کام زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتے ہو۔

"سورج گرہن کے مقابلے پر ایک تنظیم ٹیڈی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔"

"ہاں۔ اس سلسلے میں تم جس وقت اور جس جگہ چاہو۔ ہدایت بھی لے سکتے ہو۔ جو شخص اس تنظیم کے مقابلے پر آنا چاہتا ہے۔ وہ معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہے، اس کی اپنی بھی ایک پوزیشن ہے اس کے اپنے بھی وسائل ہیں، یوں سمجھ لو کہ اس سلسلے میں تمہیں صرف ایک کام کرنا ہوگا۔

"کیا۔ ؟ ٹیڈی نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔"

"ہندوستان کے مختلف شہروں میں گولڈمین کی تنظیم کے لیے لوگوں کا انتخاب کرو، ایسے آدمیوں کا جو اپنی مثال آپ ہوں، بمبئی میں، دہلی میں، کانپور، کلکتہ، الہ آباد، اور ایسے دوسرے بڑے شہروں میں، جہاں سورج گرہن کا دخل ہو، وہیں گولڈمین کی تنظیم بھی کام کرے۔ دولت کے منہ کھول دو ان لوگوں کے لیے، جو ہمارے لیے کام کریں ہر شخص کو اس کا منہ مانگا معاوضہ دو، لیکن ایسے آدمیوں کا انتخاب کرو، جو ہمارے لیے جان کی بازی بھی لگانے سے دریغ نہ کریں۔ ہمارا مقابلہ جگہ جگہ سورج گرہن سے ہوگا اور اس کے بعد ہم گولڈمین کی تنظیم کو ملک سے باہر لے جائیں گے۔ سنگاپور، بنکاک، تھائی لینڈ اور اس علاقے کے دوسرے شہروں میں جہاں جہاں منشیات کی تجارت ہوتی ہے۔

ٹیڈی کی آنکھیں پُراسرار انداز میں پھیل گئی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ کام ۔ یہ کام مجھ سے شروع ہو رہا ہے اس کا آغاز میں کروں گا۔"

"ہاں تم ٹیڈی تم ۔ کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے؟"

"نہیں اعتراض نہیں ہے۔ میں تو بہت عجیب سے انداز میں سوچ رہا ہوں۔

"کیا ۔ ؟"

"شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو آسکر کہ میرے اپنے دل میں ایک بہت بڑی خواہش تھی۔ یہ خواہش تھی کہ میں کوئی بہت بڑا گینگ بناؤں، اتنا بڑا گینگ جو کم از کم ایشیا میں اپنا نام پیدا کرے، اور اُس سے میرا براہ راست تعلق ہو، اگر میں اس کا چیف بن جاؤں تو کیا کہنے ۔ رات کی تنہائیوں میں ۔ میں اس کے خواب دیکھتا رہا ہوں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ آسکر کہ میں کس قدر خوش ہوں۔

"یوں سمجھو ٹیڈی۔ تم پہلے آدمی ہو، جو اس تنظیم کا انتظار کرو گے۔ اگر تم چاہو گے تو تنظیم کے تمام احکامات تمہارے ذریعے دوسروں تک پہنچیں گے، گولڈمین کا براہ راست تم سے رابطہ رہے گا۔ اور وہ اپنا کام کرتا رہے گا۔"

"گڈ ویری گڈ ۔ اگر ایسی بات ہے تو یوں سمجھو کہ صرف پیسوں ہی کی بات نہیں ہے بلکہ میری ذاتی دلچسپی بھی اس میں شامل ہوگئی ہے، میں جس قدر جلد ممکن ہو سکا اس کام کی تکمیل کرلوں گا۔

"بس تو تمہیں یہی کرنا ہے ٹیڈی اور میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کتنے عرصے میں تم یہ کام انجام دے لوگے ۔ ؟"

"صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے تمام ساتھی اس سلسلے میں اپنی صلاحیتوں کے ساتھ مصروف ہو جائیں گے، تم بالکل فکر نہ کرو مسٹر آسکر۔ ہاں ایک کام کرو، مجھے اپنی جگہ بتادو، کہاں رہتے ہو تم۔ اور کس طرح تم سے کسی بھی اہم موقع پر ملاقات ہو سکتی ہے۔

میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر میں نے اُسے اپنا پتہ بتادیا ٹیڈی پر اعتبار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ٹیڈی نے میرا پتہ نوٹ کرنے کے بعد میرا فون نمبر بھی درج کرلیا اور اُس کے بعد کہنے لگا۔

"میری وفاداریوں کی طرف سے تمہیں کبھی کوئی شک نہیں ہونا چاہیے آسکر، یہ سمجھ لو کہ تم نے میرے مستقبل کی تعمیر میں میری مدد کی ہے، تم نے میری ایک ایسی آرزو پوری کی ہے جس کے لیے میں شاید زندگی بھر ہی تشنہ کام رہتا۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں آسکر۔

"شکریہ ٹیڈی اب مجھے اجازت دو ۔"

"میں اس کام کا آغاز آج ہی سے کیے دیتا ہوں، رات کو نو بجے تمہیں اس سلسلے میں رپورٹ دوں گا۔"

"اتنی جلدی ۔ ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں کچھ چھوٹے موٹے معاملات تو میں ابھی نمٹائے لیتا ہوں۔ یوں بھی مقامی طور پر میری کافی لوگوں سے بہت اچھی دوستی ہے۔ میں سب سے پہلے ان لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کروں گا، اور اگر یہ لوگ راضی ہوئے تو میں معاوضے وغیرہ کی بات خود ہی کروں گا کیونکہ اس کے لیے تم نے مجھے اجازت دی ہے۔"

"میں نے کہا نا پیسوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ گولڈمین کے لیے۔"

"واہ یوں سمجھو کہ میری تمام آرزوئیں پوری ہوئی ہیں ۔ گولڈمین کا نام بھی میں نے ہی دیا ہے۔ اور تم مسلسل تنظیم کے سربراہ کو گولڈمین کے نام سے مخاطب کر رہے ہو۔"

"یہ بات صرف مجھ تک ہی محدود نہیں ہے کہ تم نے اُسے گولڈمین کا نام دیا ہے، جبکہ میں نے اُسے بھی یہ بات بتائی تھی کہ ٹیڈی نے اُسے گولڈمین کا نام دیا ہے۔ اور اس نے بڑی خوشی سے مسکراتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر ٹیڈی نے یہ نام اُسے دیا ہے تو اُسے بخوشی قبول ہے۔

"ویری گڈ۔ جی خوش ہو رہا ہے۔ ٹیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد میں اس کے پاس سے رخصت ہو کر وہاں سے چلا آیا۔

کوشل کو اس کے بارے میں مفصل رپورٹ دی۔ کوشل اب مجھ پر آنکھیں بند کرکے اعتبار کرنے لگی تھی۔ میرا ساتھ اُسے بہت عزیز تھا۔ وہ ہر طرح سے میری دلجوئی میں لگی رہتی تھی۔ زیبی کے بارے میں اکثر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن کوشل نے مجھ سے پوچھا۔

"مگر اس تمام کارروائی میں تمہارا اپنا کام تو رک گیا ہے!" زیبی کی تلاش کے لیے تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"دراصل کوشل میں نے زیبی کی تلاش کے لیے طویل عرصے تک اتنی مشقتیں، اتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں کہ بعد میں بات میرے بس سے باہر ہوگئی تھی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں کبھی اسے حاصل نہیں کر سکوں گا۔ کم بخت ترلوکا آخری بار بھی میرے ہاتھ سے بچ گیا۔ اتنا شاطر اور اتنا خوفناک آدمی اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ جرائم کی دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ترلوکا میرا خیال ہے۔ رادھن سنگھ کا دوسرا روپ۔ بلکہ یوں سمجھ لو کہ رادھن سنگھ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دراصل کوشل

ترلوکا کے سلسلے میں میں نے بہت غور و خوض کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس سے نمٹنے کے لیے مجھے اسی کے پیمانے پر کام کرنا ہوگا۔ گولڈمین کا نام مجھے ٹیڈی نے دیا ہے لیکن اس نام کی تنظیم سب سے پہلے سورج گرہن کو ختم کرے گی۔ اور اس کے بعد اس میں اتنی وسعت پیدا ہو جائے گی۔ کہ یہ بین الاقوامی پیمانے پر بھی کام شروع کر دے گی۔ میں نے ایک لمبی پلاننگ کی ہے۔ یہی نہیں کہ صرف سورج گرہن کے خاتمے کے بعد میرے قدم رک جائیں گے۔ پہلے ایک کام کر لیا جائے، یہ ابھی تک یہیں محدود ہے۔ اگر اس کے کارندے بھی باہر نکل گئے تو پھر ہمیں روپا کے حصول میں مشکل ہو جائے گی۔ سورج گرہن کو ختم کرنے کے بعد میں گولڈمین کی

تنظیم کو بین الاقوامی پیمانے پر آگے بڑھاؤں گا اور اس کے تحت زیبی کی تلاش کروں گا۔ میرا ٹکراؤ براہ راست ترلوکا سے ہوگا۔ ہاں یہی منصوبہ ہے میرے ذہن میں۔ اور میری زندگی کا صرف یہی مقصد ہے۔

" اور اس مقصد میں میں تمہاری شریک ہوں نواز، مجھے خود سے الگ مت سمجھنا۔"

" نہیں کوشل، تمہیں خود سے الگ سمجھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم نے مجھے حوصلہ دیا ہے، در حقیقت تمہارا ساتھ میرے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا ہے، کم از کم مجھے اپنی تنہائیوں سے تو نجات ملی۔ جو میری روح پر مسلط رہتی تھیں۔ میں تم سے خلوص دل سے ہر موضوع پر گفتگو تو کر سکتا ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ تم میرے ہر دکھ میں برابر کی شریک ہو۔

" یہ الفاظ کہنے کے نہیں ہیں نواز، یوں سمجھو تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ بہت طویل پروگرام ہے تمہارا۔ کیا تمہیں اتنے آدمی باآسانی دستیاب ہوسکیں گے؟۔

" میرا خیال ہے بہت زیادہ گہرائیوں میں جانے سے کام نہیں بنتا، ہم اپنے معیار کے لوگوں کو تلاش کرتے رہیں گے۔ تو وقت تیز رفتاری سے آگے بڑھ جائے گا اور ہم اس کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ اس لیے جو لوگ ہاتھ لگ رہے ہیں، انہی کے ذریعے کام جاری رہنا چاہیے۔

" اس دوران اپنے آپ کو معطل رکھو گے۔"

" ہاں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو اپنے بارے میں ہوا نہ لگنے دیں اور ایک مخصوص وقت کا انتظار کریں۔

کوشل نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ درحقیقت ہمارے لیے یہ وقت گزارنا بہت ہی مشکل تھا، زندگی دائرے میں رکھ کر خود اس کے گرد چکراتے رہنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ ٹیڈی اپنے مشن پر نکل گیا تھا۔ اس نے کئی شہروں سے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے بتایا کہ وہ اپنے کام میں مسلسل کامیابیاں حاصل کر رہا ہے اور گولڈمین کا نام بے شمار گروہوں کے ذہنوں میں محفوظ ہو چکا ہے، نہ صرف محفوظ ہو چکا ہے بلکہ وہ گولڈمین کے لیے کام کرنے پر اپنے آپ کو مکمل طور پر آمادہ کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹیڈی مجھ سے رقومات بھی طلب کرتا رہا تھا، جو میں نے اس کی خواہش کے مطابق اُسے ادا کر دی تھیں۔ جہاں بھی اس نے چاہا تھا۔

یہ کام تقریباً ڈھائی ماہ تک جاری رہا۔ ڈھائی ماہ کے بعد ٹیڈی نے مجھ سے ملاقات کی اور بڑے مؤدب انداز میں میرے سامنے پہنچ گیا۔

" گولڈمین کا نام اب ہندوستان بھر میں مشہور ہے تمام لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ گولڈمین کے نام پر آپریشن شروع کریں۔ جب بھی آپ اس کی ہدایت دیں گے کام شروع کر دیا جائے گا۔

" گڈ۔ ٹیڈی ویری گڈ۔ بمبئے میں ہمارے آدمیوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

" بمبئے میں ہمارا خاص آدمی راکا ہے راکا جو ہر کے علاقوں کا دادا ہے۔ لیکن اس وقت بمبئی میں اس کا نام گونج رہا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ راکا میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے۔ مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آیا۔ اور جب میں نے اُسے تمام تفصیلات بتائیں تو وہ کہنے لگا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا وہ اس نام کو امر بنانے کی کوشش کرے گا۔

" ویری گڈ۔" اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر تم ان لوگوں کو خفیہ پیغامات بھیجنا چاہو تو کس طرح بھیج سکتے ہو۔"

" ٹیلیفون پر۔ ہم نے اس سلسلے میں ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

" ہمیں دراصل وسیع رینج کے ٹرانسمیٹروں کی ضرورت ہوگی ٹیڈی اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔"

" ہندوستان میں ایسے ٹرانسمیٹروں کی فراہمی ممکن نہیں ہے۔ باہر ہی سے منگوانے پڑیں گے۔ ٹیڈی نے جواب دیا۔

" تو اس کا انتظام کرو، کیا تم آسانی سے یہ انتظام کر سکتے ہو۔؟"

" ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے۔ اگر ہم سنگاپور ٹرائی کریں تو ہمارا یہ کام باآسانی ہو جائے گا۔

" گڈ تو تم یہ کوشش بھی کر لو۔ اور سب سے پہلے راکا سے رابطہ قائم کر کے یہ معلوم کرو کہ بمبئی میں سورج گرہن کے کیا مشاغل چل رہے ہیں۔ اور اس کے کتنے آدمی وہاں تک ہیں۔ اور کون کون اس وقت وہاں کام کر رہا ہے؟۔

" ٹھیک ہے راکا سے یہ بات معلوم ہو جائے گی۔"

" اس کے علاوہ دوسرے شہروں میں تمہارے نمائندے جتنے ہیں۔ ان سب سے بھی یہ معلوم کرو کہ سورج گرہن سے وہ کس حد تک واقف ہیں اور اس کے بارے میں کیا کیا کچھ جانتے ہیں۔"

" اس کام کے لیے مجھے کتنا وقت دیا جائے گا مسٹر آسکر۔"

" تم کتنا وقت لینا چاہتے ہو۔؟"

" میرا خیال ہے تھوڑا سا غیر محدود وقت دے دیا جائے اور تمام پروگراموں کی تفصیل میں ایک ہفتے کے بعد اسی دن آپ کو بتا دوں گا۔"

" ٹھیک ہے ٹھیک ہے، میں نے جواب دیا اور ٹیڈی چلا گیا۔ کوشل بھی اس دوران وہاں موجود رہی تھی اور یہ تمام گفتگو سنتی رہی تھی۔ ٹیڈی کو اس بات کا اچھی طرح سے علم تھا کہ کوشل میری دست راست ہے، ویسے گولڈمین کے بارے میں اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا ——— میرا خیال تھا کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات ممکن ہے موجود ہو کہ میرا خود ہی گولڈمین سے کوئی خصوصی تعلق ہے یا پھر میں ہی گولڈمین ہو سکتا ہوں۔ لیکن ٹیڈی میں یہ خوبی پائی جاتی تھی کہ وہ ضرورت سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ اسے جو کام دیا جاتا وہ اس کی انجام دہی میں مصروف ہو جاتا تھا۔

کوشل نے کہا۔

" گولڈمین اچھا نام ہے کسی تنظیم کے لیے بہت عمدہ ہے اس کے تحت تم سورج گرہن کے خلاف کام کر سکتے ہیں۔

" بس اب تم تماشہ دیکھو کوشل۔ رادھن سنگھ پر بُرا وقت آنے والا ہے۔" لیکن مجھے تم سے کچھ شکایت ہے۔

" کیسی شکایت؟"

" میں تمہاری آنکھوں میں کرب نہیں دیکھ سکتا کوشل۔" تم اداس ہوتی ہو تو میرے ارادے کمزور پڑتے لگتے ہیں۔ میں بجھ جاتا ہوں۔ ایسا کیوں کرتی ہو کوشل۔" میں نے کہا اور کوشل سسک پڑی۔

" مجھے روپا بہت یاد آتی ہے نواز۔ نہ جانے کس حال میں ہوگی۔" وہ اب گو تڑی ہو گئی ہوگی۔ اس کائنات میں میری ایک ہی بہن ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں ہے میرا۔ اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

" میں تم سے کہہ چکا ہوں کوشل۔ دل میرا بھی روتا ہے نہیں ابھی کہانی سنا چکا ہوں، سب کچھ کھونے کے بعد زیبی کو پایا تھا اس طرح گم ہو گئی وہ۔ جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ مجھے بھی تو دیکھو کوشل۔

" سوری نواز۔ سوری۔ اس نے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔"

" اس کے باوجود میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کوشل کہ اس وقت تک زیبی کا نام نہیں لوں گا۔ جب تک روپا کو تمہارے حوالے نہ کر دوں۔

" کوشل مجھے دیکھنے لگی۔ پھر درد بھرے لہجے میں بولی؟ میں تمہیں اس محبت، اس ایثار کا کیا صلہ دوں گی نواز۔ خالی ہاتھ ہوں میں۔ کچھ بھی تو نہیں ہے میرے پاس۔

" تمہاری پُر اعتماد مسکراہٹ میری کاوشوں کا صلہ ہے کوشل۔ مسکراہٹوں سے میری ہمت بڑھاتی رہو۔ ٹوٹ گیا تو پھر کبھی نہ جڑ سکوں گا۔"

" نہیں نواز۔ میرے۔ میرے۔ میں تجھے ٹوٹنے نہیں دوں گی میرے بھیّا۔ میں۔ وہ ایک دم رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ پھر وہ بولی۔ کیا میں تمہیں بھیّا کہنے کے قابل ہوں۔؟"

میرے اندر کوئی چیز پگھلنے لگی تھی۔

ہنگاموں کا دور شروع ہوگیا تھا۔ پچھلے دنوں ذہن پر جو جمود طاری ہوگیا تھا اب اس کا نشان بھی نہیں تھا کوشل نے مجھے بھائی کہہ کر دل کے کچھ اور خلانے کھول دیئے تھے میں نے اس سے کہا کہ جب ہم دونوں کے درمیان یہ رشتہ قائم ہوچکا ہے تو کوشل کو صرف میری بہن کی حیثیت سے ہی رہنا چاہئے۔ اس نے روتے ہوئے کہا تھا۔

"ابھی نہیں بھیا۔ رو یا مل جائے اس کے بعد جو تم کہوگے مان لوں گی۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو کوشل۔؟"

"جس عظیم پروگرام کا تم نے آغاز کیا ہے اس میں تمہارے شانہ بشانہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"لیکن کوشل۔؟"

"نہیں نواز بھیا میری یہ بات مان لو۔"

"ٹھیک ہے کوشل لیکن اب تم ایک بھائی کی عزت ہو اس کا خیال رکھنا۔"

"اطمینان رکھو بھیا۔"

کام جاری ہوچکا تھا۔ بنڈی نے ایسے ایسے ہیرے شامل کر دیئے تھے میرے ساتھ کہ مجھے ان پر فخر تھا۔ میں نے ان لوگوں کے جال چاروں طرف پھیلا دیئے تھے اور ان کے ذریعہ مجھے سورج گرہن کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ مجھے علم ہوا تھا کہ سورج گرہن منشیات ہیروں سونے اور ایسی تمام اشیاء کی اسمگلنگ کرتی ہے جن سے زبردست آمدنی ہوتی ہے اس میں اجناس اور دوسری چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ملک میں اشیائے صرف کی ضروری چیزوں کی قلت پیدا کی جاتی ہے اور پھر ان کی بلیک مارکیٹنگ کرتی ہے۔

میں نے ایک پورا محکمہ قائم کر لیا جس کا کام ان اشیاء پر نگاہ رکھنا تھا اس کے علاوہ میرے ایک دوسرے محکمے کے لوگ اس کام پر مامور ہوگئے کہ سورج گرہن کے مال پر نگاہ رکھیں کون سا مال کہاں سے آ رہا ہے کون لا رہا ہے۔ میں ان لوگوں کو راستے میں دیکھنے کی کوشش کرتا تھا اور کئی بار اس میں کامیاب ہوگیا تھا۔ مجھے علم ہوگیا تھا کہ سورج گرہن اب گولڈ مین کی طرف متوجہ ہوگئی ہے اور اس کے بارے میں تشویش کی شکار ہے۔ اپنی رہائش کے لیے میں نے ایک شاندار کوٹھی منتخب کی تھی جہاں میں راجہ کے نام سے رہتا تھا۔

اس کوٹھی کی شان کسی راجہ کے محل سے کم نہیں تھی ملازموں کی پوری فوج یہاں موجود تھی بظاہر عام قسم کے ملازم نظر آنے والے یہ لوگ درحقیقت بہترین محافظ تھے۔ بے شمار کردار میری زندگی میں داخل ہوچکے تھے اور ان کے ذریعے گولڈ مین کامیابی سے کام کر رہی تھی۔

کوشل اب کماری کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔ ہم نے اپنے حلیئے بدل لیے تھے۔ غلام سیٹھ کی دی ہوئی دولت کا بہترین استعمال ہو رہا تھا اور ہم نے تہلکہ مچا دیا تھا۔

گولڈ مین صرف ایک نام تھا۔ اور نہ جانے کتنے لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ لیکن مجھے رادھن سنگھ کی تلاش تھی۔ صرف رادھن سنگھ کی جس کے قبضے میں روپا تھی لیکن ترلوکا کو میں اس وقت چھونا چاہتا تھا جب رادھن سنگھ کا وجود مٹا دوں۔

اس طرح میں اب مضبوطی سے قدم جما چکا تھا اور میرے ہزاروں نمائندے پورے ایشیا میں پھیل گئے تھے میری درجنوں سکریٹریاں تھیں جن کا تعلق مختلف امور سے تھا۔

چنانچہ میری کمرشل سکریٹری وینا ناتھ نے جو ایک دیسی عیسائی لڑکی تھی مجھ سے کہا۔

"چیف۔ ڈینی ولسن آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ یہ شخص ہمارا ہانگ کانگ کا نمائندہ ہے۔"

"میرے پاس کونسا وقت ہے اس کے لیے۔؟"

"چیف آج رات آٹھ بجے آپ خالی ہیں۔"

"تم نے ملاقات کنفرم کر دی ہے؟"

"آپ کی اجازت کے بغیر کیسے کر سکتی تھی سر۔" سکریٹری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ کم از کم تم نے یہ تو معلوم کر لیا ہوگا کہ رات کو آٹھ بجے میں فری ہوں۔"

"جی ہاں جناب۔ میں نے اس سلسلے میں پوری طرح معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔"

"ڈینی ولسن سے تم نے کیا کہا۔"

"سر یہی کہ اگر آپ کی طرف سے مجھے اجازت مل گئی تو میں ٹیلی فون پر اس سے میٹنگ کا وقت طے کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ شام کو اسے ہمارے پاس کھانے کے لیے بھیج دو۔ میں نے اس سلسلے میں چند لوگوں کو اور مدعو کیا۔ ہانگ کانگ کے نمائندے کی آمد بلاوجہ ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ بہرصورت رات کو آٹھ بجے میرے خاص خاص

آدمی اس میز کے گرد جمع ہوگئے جس پر میٹنگ ہونی تھی ڈینی ولسن نے مجھے بتایا۔

"سر، ہانگ کانگ کی منشیات کا ایک بہت بڑا اسمگلر کیھترو کائن سورج گرہن کے نمائندوں سے ملاقات کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سورج گرہن سے اس کا باقاعدہ کاروبار ہے اور اکثر یہ ہندوستان اور اس کے نواح میں تیار ہونے والی گانجے کھینگ اور افیون کی بنی ہوئی اشیاء سورج گرہن سے خریدتا ہے۔ اس بار بھی وہ اسی مقصد کے تحت آ رہا ہے۔ اور ایک بہت بڑے سودے کا پروگرام اس نے ترتیب دیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں تک آنے کی جرأت کی ہے۔ سورج گرہن کے پاس اس وقت تمام منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جو ایک چھوٹے سے جزیرے پر پوشیدہ ہے۔ اس جزیرے تک ہماری پہنچ ناممکن نہیں ہے۔ سر کیھترو بے حد لالچی انسان ہے اور ایک ایک پیسے پر جان دیتا ہے انتہائی درجے کا کاروباری ہے گو اسمگلروں کی دنیا میں اس کا نام ... کا روبار میں بے ایمانی نہیں کرتا لیکن کوئی مروت ... ن رکھتا۔"

"خوب۔ کیا پلان ہے تمہارا۔؟"

"جناب عالی۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے پروگرام کے تحت اس بار کیھترو کائن سے سودا ہم کریں۔" ہانگ کانگ کے نمائندے ڈینی ولسن نے کہا۔

"لیکن ہمارے پاس تو منشیات کا کوئی بڑا ذخیرہ نہیں ہے۔"

"ہمارے پاس تو نہیں ہے سر لیکن سورج گرہن کے پاس تو ہے۔" ڈینی ولسن مسکراتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"سر۔ انتہائی نفیس قسم کی منشیات کے نمونے حاصل کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہ سودا سورج گرہن سے ہونے کے بجائے اگر گولڈ مین سے ہو تو آپ کے خیال میں مناسب نہیں ہوگا۔ ہم لوگ سورج گرہن کے وہ ذخیرے حاصل کرلیں گے نمونے کے طور پر تھوڑی سی چیزیں کیھترو کو دکھائی جا سکتی ہیں، بہر طور ہمیں اس سلسلے میں محنت تو کرنا ہوگی لیکن ایک بہت بڑا آدمی ہم توڑ لیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ سورج گرہن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔"

"تمہاری تجویز قابل غور ہے مسٹر ولسن لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ کیا ہم سورج گرہن کا منشیات کا وہ ذخیرہ حاصل کر لیں گے۔"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں پلاننگ کی جا سکتی ہے جناب۔ جب کام کرنا ہی ہے تو یہ سب کچھ بھی کرنا ہی ہوگا۔" ڈینی ولسن نے کہا اور میں مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو ڈینی۔"

"شکریہ سر۔ دراصل گولڈ مین کی تنظیم میں شامل ہونے والوں کو ایک اعزاز حاصل ہے۔"

"کیا۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہ سر۔ کہ گولڈ مین نامی تنظیم اپنے ایک ایک کارکن پر مکمل بھروسہ کرتی ہے اور اسے اتنا دیتی ہے کہ وہ کسی کے ہاتھوں بک نہیں سکتا۔ میں یہ بات آپ کے سامنے اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ تنظیم کے سربراہ سے میری وفاداری کی باتیں کریں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے خاص طور سے منافع میں سے بیس پرسنٹ والا معاملہ میں سمجھتا ہوں ہر شخص کے لیے باعث دلچسپی ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ چالاک آدمی مطلب ہی مطلب میں اپنے دل کی بات کہہ گیا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ گولڈ مین کا سربراہ میں ہی ہوں لیکن یہ ہمارے تمام ساتھی جانتے تھے کہ میں کم از کم سربراہ کا نائب ضرور ہوں۔" میں نے گولڈ مین کی شخصیت کو چھپائے رکھا تھا۔

بیس پرسنٹ کا معاملہ یہ تھا کہ کسی بھی بڑے منافع میں یا بڑے سودے میں جو شخص پیش پیش ہوتا تھا اور جو اس سلسلے میں بلانر ہوتا تھا میں اسے منافع کا بیس پرسنٹ دے دیا کرتا تھا بعض اوقات یہ رقمیں بہت بڑی بڑی ہوا کرتی تھیں اور انہیں حاصل کرنے والوں کی چاندی ہو جاتی تھی۔ اسی لیے سب کے سب پوری دل جمعی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام انجام دیتے تھے اور کبھی بھی پروگرام کو معمولی پیمانے پر نہیں لاتے تھے بلکہ اس کے سلسلے میں تمام تر ریسرچ کرنے کے بعد کہ وہ کس طرح اس کام کو انجام دے سکیں گے۔ مجھ تک پہنچتے تھے۔ اس طرح میں نے اپنے اوپر سے بے شمار ذمہ داریاں کم کر لی تھیں اور یہ انتہائی شاندار طریقہ تھا۔ ڈینی ولسن کی بات پر غور کرتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

"کیھترو کائن یہاں کس وقت تک ٹھہرے گا۔"

"سر یہ شخص براہ راست یہاں نہیں آئے گا بلکہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک ہل اسٹیشن پر اترے گا اور وہیں قیام

کرے گا، وہیں اس کی ملاقات سورج گرہن کے نمائندے سے ہوگی اور پھر وہ نمائندہ اسے اپنے ساتھ یہاں لائے گا۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "اس کے بعد؟"

"اس کے بعد سودا کیا جائے گا اور اس سلسلے میں تمام تر کارروائی کی جائے گی۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی خاص آئیڈیا ہے ڈینی ولسن؟"

"ہاں۔ سر۔ آپ اگر اس میں دلچسپی لیں تو میں انتہائی احترام کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم اس سلسلے میں بہترین کارروائی کریں گے اور اس سلسلے میں اپنی بہترین کارروائی کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔"

"ڈینی ولسن۔ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ گولڈ بین ہیرے تلاش کرتی ہے اور پھر ان پر بھروسہ کرتی ہے اس سلسلے کی تمام تر پلاننگ کر کے تم مجھے اطلاع دے سکتے ہو میں تمہیں اس کی اجازت دے رہا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ مجھے دوبارہ کچھ موقعہ دیجئے۔ تاکہ میں اس سلسلے کی تمام تر پلاننگ آپ کے سامنے پیش کر دوں۔" ڈینی ولسن نے کہا۔

"میں اپنی سیکریٹری سے معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہیں اطلاع دے دوں گا معاملہ چونکہ وینا ماتھر کا تھا اور کمرشل سیکریٹری کی حیثیت سے یہ تمام معاملات اسے ہی طے کرنا تھے چنانچہ میں نے اسے ہدایت کر دی کہ نیا پروگرام تم ڈینی ولسن کو دو گی۔" وینا ماتھر نے ادب سے گردن جھکالی تھی۔ سورج گرہن کے سلسلے میں یہ انتہائی موثر کارروائی میری بھی خواہش کے مطابق تھی چنانچہ دوسرے دن شام کو چار بجے میں نے ان لوگوں کی میٹنگ طلب کر لی میٹنگ ہال میں، میں نے ان سب کا خیر مقدم کیا تھا سب لوگ مودبانہ انداز میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے، میں نے ڈینی ولسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈینی۔ میں تمہارے پروگرام کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔"

"سر۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کیھرڈ کائن ہانگ کانگ کا ایک اسمگلر ہے اور اس کی پہنچ جنوبی امریکہ تک ہے بظاہر وہ ایک تاجر ہے لیکن درپردہ منشیات کی اسمگلنگ بھی کرتا ہے اور اس کی اچھی خاصی ساکھ ہے اپنی فطرت کی وجہ سے وہ ایک نیک نام آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے سخت لالچی اور دغا باز قسم کا انسان ہے لیکن کاروباری امور میں صاف ستھرا اور لین دین کے معاملے میں غلط نہیں ہے۔ البتہ اتنا لالچی ہے کہ اگر کہیں ایک روپے کا فائدہ نظر آتا ہے تو فوراً ہی رخ بدل لیتا ہے تعلقات وغیرہ کا اس کے ہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ بہرطور یہ شخص ہمارے لیے نہایت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہوں۔ کاروباری امور میں وہ خود گفتگو کرتا ہے۔"

"جی ہاں سر۔ یہ اس کا اصول ہے۔"

"اور کوئی خاص بات اس شخص کے بارے میں۔"

"کوئی نہیں جناب۔ گھاگ ہے بزدل ہے اور مضبوط کردار کا مالک ہے۔"

"اس کا پروگرام معلوم ہو سکتا ہے۔"

"ہو چکا ہے جناب۔ اگلے مہینے کی پانچ تاریخ کو آ رہا ہے۔ ایک ہل اسٹیشن پر ایک عمدہ قسم کے ہوٹل میں قیام کرے گا۔"

"کون سا ہل اسٹیشن۔"

"بالاکوٹ۔"

"ٹھیک ہے۔ اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی پروگرام۔"

"سر۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ منشیات کے تھوڑے سے نمونے حاصل کر کے ہمیں اپنے پاس محفوظ کرنا ہوں گے منشیات کا یہ بڑا ذخیرہ ساحل سے تقریباً ساٹھ میل دور ایک جزیرے میں پوشیدہ ہے۔ جزیرہ ایک عام تفریح گاہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن کچھ کمپنیوں نے وہاں اپنے گودام بنا رکھے ہیں انہی گوداموں میں سے گودام نمبر دس میں جو سورج گرہن کی ملکیت ہے منشیات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔"

"دس نمبر کے گودام پر تقریباً آٹھ آدمی حفاظت پر معمور رہتے ہیں اور سورج گرہن کو کبھی اس کے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہوئی ہے۔ اس کے ذخیرے وہاں آج تک محفوظ رہے ہیں۔"

"گڈ ویری گڈ ولسن۔ اس سے آگے۔"

"چونکہ۔ سورج گرہن کا نمائندہ ہل اسٹیشن پر مسٹر کیھرڈ کائن سے ملاقات کرے گا لیکن اس سے پہلے ہمیں اس تک پہنچنا ہو گا ہم اسے نمونے دکھائیں گے اور اس سلسلے میں کم قیمت پر سودا کر لیں گے منشیات کے ذخیرے اسے سپلائی کیے جائیں گے جو سورج گرہن کی ملکیت ہیں ہم ان ذخیروں کو حاصل کرنے کے لیے اپنے ایکشن ڈپارٹمنٹ کا سہارا لیں

اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"کیھرڈ کائن سے کس حیثیت سے ملاقات کی جائے گی۔"

"گولڈ بین کے نمائندوں کی حیثیت سے۔ اس ملاقات میں اسے ان منشیات کے بارے میں بہت سی شرائط پیش کی جائیں گی اور جو قیمت ہم ان کو بتائیں گے وہ کافی کم ہوگی۔ اور اس کے بعد ہم سورج گرہن کو بھی موقعہ دیں گے کہ وہ بھی کیھرڈ کائن سے گفتگو کر لیں۔ لیکن گولڈ بین ایک پارٹی کی حیثیت سے منظر عام پر آئے گا اور کائن سے اس کی معرفت گفتگو کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ کیھرڈ کائن پر پوری پوری نگاہ رکھی جائے۔ اور سورج گرہن کے کسی نمائندے سے اس کی ملاقات ہونے سے قبل ہم اپنے طور پر اس سے مل لیں۔"

"سر اس کے لیے بھی میرے پاس بندوبست ہے چونکہ وہ اگلے مہینے کی پانچ تاریخ کو یہاں پہنچ رہا ہے اس لیے ہمارا ایک آدمی اس کے ساتھ ہی سفر کرے گا اور یہاں تک پہنچے گا۔ یہ شخص ہمیں کیھرڈ کائن کے بارے میں تمام معلومات سے آگاہ کرے گا۔"

"ہوں۔ سنو ڈینی ولسن۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تم اس کام میں ہاتھ ڈال رہے ہو اور ہم باقاعدہ سورج گرہن کے مقابلہ پر یہ پہلا کارنامہ انجام دے رہے ہیں تو ہمیں اس میں ناکامی نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے سر۔ ایسا ہی ہوگا۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔" ڈینی ولسن نے جواب دیا اور اس کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہوگئی۔

میں اس نئے پروگرام سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس سلسلے میں خود ہی آگے بڑھ کر کارروائی کرنا چاہتا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سورج گرہن پر یہ انتہائی کاری ضرب ہوگی۔ اور اس ضرب کے اثرات اس طرح مرتب ہوں گے کہ سورج گرہن کی ٹانگیں ہی ٹوٹ جائیں گی۔ چنانچہ میں اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اپنے طور پر بھی میں نے بہت ساری پلاننگ کی اور فیصلہ کیا کہ اس کام میں مجھے ناکامی نہیں ہونی چاہیے۔ زندگی کے بے شمار مراحل پر میں اس قسم کے سودے کر چکا تھا اور بھی بڑے بڑے لوگوں سے میری ملاقاتیں ہوئی تھیں اس سلسلے میں جس قسم کا ہنگامہ ہوتا تھا اس کے بارے میں بھی مجھے معلومات حاصل تھیں چنانچہ اپنے اس کام میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی تھی۔ میں اپنے لوگوں کو راز میں رکھ کر خود بھی گائڈ کر سکتا تھا۔"

پروگرام کچھ اور آگے بڑھا اور پھر مجھے اس سلسلے میں ایک بار اور ڈینی ولسن سے ملاقات کرنا پڑی۔ ڈینی ولسن نے مجھے نئی اطلاعات سے آگاہ کیا تھا۔

"سر۔ ہمارا ہانگ کانگ کا ایک آدمی کیھرڈ کائن کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور وہ اسی طیارہ سے سفر کرے گا جس سے کیھرڈ کائن سفر کر رہا ہے۔"

"کیھرڈ کائن کے ساتھ اور کوئی ہوگا؟"

"جی ہاں۔ اس کی سیکریٹری اس کے ساتھ ہوگی۔"

"گڈ۔ تو پھر ڈینی ولسن ہم بھی بالاپور جائیں گے اور وہیں اسی ہوٹل میں قیام کریں گے جس میں کیھرڈ کائن قیام کرے گا۔ فوری طور پر اس ہوٹل میں ہمارے لیے چند کمرے مخصوص کرا دو۔"

"اس ہوٹل کا نام ڈائنا پام ہے سر اور انتہائی اعلیٰ معیار کا ہوٹل ہے۔ آپ نے کیا بالاپور دیکھا ہے؟"

"نہیں بھائی۔ میں نے نہیں دیکھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ولسن مسکرانے لگا، حالانکہ وہ میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔ میں تو اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہندوستان کے بے شمار شہروں سے تو میں بالکل ہی واقف نہیں ہوں۔ بہرطور یہ میٹنگ برخاست ہوگئی اور اس کے بعد میں تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔

کوشل سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہوتی رہتی تھی۔

بہرطور کوشل نے خود کوئی مداخلت نہیں کی تھی اس نے نہایت اطمینان سے مجھے اس چیز کی اجازت دے دی تھی کہ میں بالاپور چلا جاؤں۔

چنانچہ میں اپنی سیکریٹری وینا ماتھر کے ساتھ بالاپور چل پڑا۔ کچھ اور آدمی پرائیویٹ طور پر میرے ساتھ تھے لیکن ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

بالاپور کا میں نے نام بھی نہیں سنا تھا بہرطور یہاں پہنچ کر مجھے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں، بہت ہی حسین جگہ تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کس طرح اتنا خوبصورت بنایا گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انتہائی ترقی یافتہ ملک کا کوئی پہاڑی مقام ہو۔

محکمۂ سیاحت نے یہاں کافی کام کیا تھا۔ فضا اس وقت

گہر چھایا ہوا تھا جو موسم میں ایک حسین اضافہ کر رہی تھی ضروری معلومات میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے اور ہم لوگ ہوٹل کی طرف چل پڑے۔

صاف ستھری کشادہ سڑکوں کے دونوں طرف دور دور تک سبزہ بکھرا ہوا تھا جو اس ہلکی سی دھند میں مزید خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ موسم طبیعت پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ایک طرح کی جولانی پیدا ہو گئی طبیعت میں۔ بہت کچھ یاد آ رہا تھا اس دوران۔ بہت کچھ سوچا تھا۔ بھولی ہوئی یادیں دل میں کچوکے لگا رہی تھیں۔ ایک چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا جو میرا اپنا تھا لیکن نجانے کہاں تھا؟

میں نے اس یاد کو اب سینے میں دفن ہی کر لیا تھا، کبھی کبھی اس کا تصور آنکھوں میں ابھر آتا تو میں آنکھیں بند کر لیتا تاکہ وہ تصور میرے ذہن تک نہ پہنچ پائے ابھی تو مجھے اپنی منزل کے لیے نہ جانے کتنا سفر کرنا تھا۔

ہوٹل ڈائنا پام کے کمپاؤنڈ میں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں چند پرائیویٹ گاڑیاں بھی تھیں، باقی کچھ پر ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔ گاڑی رکتے ہی ڈرائیور نے جلدی سے دروازہ کھولا، سامنے دو پورٹر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو ٹپ دیا اور پورٹر میرے آگے بچھ گئے۔

میں ان کی رہنمائی میں چل پڑا۔ وینا میرے ساتھ تھی، لفٹ نے ہمیں دوسری منزل پر اتار دیا اور دونوں لفٹ مین ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں نے اچھی خاصی ٹپ ان لوگوں کو دینا شروع کر دی تھی اور اس طرح میں یہاں اپنے آپ کو بڑی حیثیت سے متعارف کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وینا میرے اس انداز پر خاموش تھی پھر وہ اپنے کمرے میں منتقل ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا جس میں مجھے قیام کرنا تھا کمرے کی عقبی کھڑکی کو کھولا تو دل خوش ہو گیا۔ دور تک خوشنما مناظر پھیلے ہوئے تھے دھند میں سویا سویا ماحول بہت دلکش لگ رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک کھڑکی میں کھڑا رہا پھر اس وقت چونکا جب میرا سامان اندر آیا۔ اس بار کچھ دوسرے افراد تھے جنھوں نے میرا سامان قرینے سے الماریوں میں لگا دیا۔ پھر جب وہ کمرے سے نکلے تو ان کی جیبیں بھی گرم تھیں۔

تھوڑی ہی دیر میں راجہ صاحب اس پورے ہوٹل میں مشہور ہو گئے۔ ہوٹل کا منیجر میرے پاس پہنچا تھا۔

"سر شرمندہ ہوں استقبال کو نہ پہنچ سکا۔ میں ڈائنا کا منیجر ہوں۔"

"کوئی بات نہیں منیجر۔"

"میں راجہ صاحب سے کچھ ہدایت چاہتا تھا میری خوش قسمتی ہے کہ میری ملاقات راجہ صاحب سے ہو گئی۔"

"شکریہ منیجر۔ ہم چند روز تمھارے اس ہوٹل میں ٹھہریں گے اور یہاں تمھیں ہماری ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"راجہ صاحب آپ کو ضروریات کی تمام چیزیں یہاں فراہم ہو سکتی ہیں۔ آپ ہماری سروس سے خوش ہوں گے" میں نے منیجر کو بھی اچھی خاصی رقم دی اور وہ احتراماً جھکا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی کس قدر نفرت انگیز ہے یہ دولت کس قدر نفرت انگیز ہے انسان کو کس طرح خرید لیتی ہے کس طرح اسے زندگی اور روایات سے دور لے جاتی ہے اس کی وجہ سے انسانوں کی فطرت میں دہشت پیدا ہو گئی ہے اور ذہن خون کے رنگ کی ہو گئی ہے اس قابلِ نفرت شئے سے محبت کی جاتی ہے صرف اس سے محبت کی جاتی ہے اور دنیا میں کسی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بہرطور میں نے یہاں آنے کے بعد جو کچھ چاہا تھا مجھے مل گیا تھا۔ راجہ صاحب کا نام پورے ہوٹل میں گونجنے لگا تھا وینا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"سر۔ باہر تو ہنگامے ہو رہے ہیں۔"

"کیسے ہنگامے؟"

"ہر طرف راجہ صاحب کے چرچے ہو رہے ہیں یہاں ہوٹل میں مقیم مہمان بھی راجہ صاحب کے بارے میں ایک دوسرے سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ پوچھ رہے ہیں کہ راجہ صاحب کا تعلق کون سی اسٹیٹ سے ہے۔"

"گڈ وینا۔ تمھارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے سر۔ یہ سب ہمارے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔"

"ہاں۔ تم ان چرچوں کی وجہ بھی سمجھ رہی ہو گی۔"

"یس سر۔ اس وقت سے جب آپ نے ڈرائیور اور پورٹروں کو ٹپ دی تھی۔"

"ہاں وینا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب کیھڑو کاٹن یہاں پہنچے تو راجہ کا نام اس کے لیے اجنبی نہ ہو۔"

"مجھے اندازہ ہے سر۔ اور میں اس بات سے بہت مطمئن ہوں۔"

"تم سے تو کسی نے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"نہیں۔ صرف منیجر آیا تھا اور راجہ صاحب کی ضرورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔"

"گڈ۔ بہرطور یہ سخاوت جاری رہے گی۔ ہم نے اس سلسلے میں کافی بجٹ رکھا ہے اور ہاں وینا رات کا کھانا ہم ڈائننگ ہال میں کھائیں گے۔ اس سے قبل ہم اپنے کمرے میں رہیں گے" میں نے کہا۔

"او کے سر" وینا نے جواب دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں مسکراتا رہا۔ اور کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کے ماحول اور موسم کو دیکھتا رہا۔

طبیعت میں کسی قدر سستی سی پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال شام کو چھ بجے میں اٹھ گیا۔ وینا نے منیجر کو میرے پروگرام سے آگاہ کر دیا تھا۔ ڈائننگ ہال کے ایک خوشنما گوشے میں میرے لیے میز لگائی گئی۔ میرے اطراف میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن میز ان سے کافی فاصلہ کر دیا گیا تھا۔ میرے آدمی بھی یہاں مستعد تھے۔

وینا ایک اور میز پر جا بیٹھی تھی۔ بالاپور میں، میں نے کئی غیر ملکیوں کو بھی دیکھا تھا اس ہوٹل میں بھی کئی غیر ملکی مجھے نظر آئے تھے۔ بہرطور ہوٹل کا ماحول بلاشبہ کسی غیر ملکی ہوٹل کے ماحول سے کم نہیں تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ بالاپور کو اس قدر حسین کس طرح بنا دیا گیا۔ اس سے قبل تو اس کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں سنی تھی جس سے اس کا نام میرے ذہن میں آتا۔ موسیقی کی لہریں پورے ہال میں جگمگائی پھیر رہی تھیں، چوبی فرش کے دوسرے سرے پر آرکسٹرا سجا ہوا تھا اور سازندے اپنے کام میں مصروف تھے۔ میں اس موسم سے لطف اندوز ہو تا رہا بہت سی نگاہیں مجھ پر مرکوز تھیں اور میں دل ہی دل میں مسرور تھا کہ میرا یہ پروگرام نہایت ہی کامیابی سے اپنا سفر طے کر رہا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک دراز قامت لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ بہت سی نگاہیں میری طرف نگراں تھیں لیکن کسی نے بھی اتنی جرأت نہیں کی تھی، لڑکی بلاشبہ حسین تھی اور ایک خوبصورت ساڑھی میں ملبوس تھی اس کے بال بہت لمبے تھے اور دراز قامت ہونے کے باوجود بال اس کی پنڈلیوں تک آ رہے تھے انتہائی نفیس خوشبو استعمال کی تھی اس نے۔

"میں آپ کے ساتھ رقص کی خواہش مند ہوں" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"سوری مس۔ مجھے رقص نہیں آتا۔"

"پھر بھی کیا میں آپ کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتی ہوں۔"

"تشریف رکھیے۔" میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔

لڑکی کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہو سکا تھا البتہ اتنا میں جان گیا تھا کہ بس یونہی سی لڑکی ہے۔ وہ کافی دیر تک مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب اس نے میری طرف سے کوئی توجہ نہیں پائی تو اداس سی اٹھ گئی۔

بہرطور ظاہر ہے میں کسی قسم کی لغویت میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا بہت سی ایسی ضروریات تھیں جن کی وجہ سے کسی اجنبی کو میرے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔

دوسرے دن وینا نے مجھے ڈینی ولسن کے حوالے سے اطلاع دی کہ سورج گرہن کے دو آدمی یہاں مقیم ہیں اور کیھڑو کاٹن کا انتظار کر رہے ہیں۔

"تم ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا سکے ہو۔"

"نہیں جناب۔ کوئی خاص نہیں دونوں ہی مقامی آدمی ہیں ویسے خاصے ذہین اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہیں ایک ہی کمرے میں دونوں رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ان پر نگاہ رکھو۔ اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ ان کا تعلق کن کن لوگوں سے ہے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم ان کا ٹیلی فون ٹیپ کر لو۔"

"ٹیلی فون ٹیپ کر لیا گیا ہے جناب۔" ڈینی ولسن نے جواب دیا۔

"ویری گڈ ولسن۔ تم واقعی اپنا کام بہت سلیقے سے کر رہے ہو۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"شکریہ جناب۔" ڈینی ولسن نے جواب دیا۔ باقی معاملات جوں کے توں چلتے رہے ہوٹل ڈائنا پام کی تفریحات میرے لیے مضحکہ خیز تھیں میں نے اپنی شخصیت کو اس لیے منظرِ عام پر پیش نہیں کیا تھا کہ حسین لڑکیوں کا جھمگٹ اپنے ارد گرد لگا لوں بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ جب کیھڑو کاٹن یہاں آئے تو میری ذات اس کے لیے اجنبی نہ ہو بلکہ میں ایک نام کی حیثیت سے اس سے روشناس ہو چکا ہوں۔

لیکن یہاں مزید دلچسپیاں دامن گیر تھیں بہت سی ایسی لڑکیاں مجھ سے دوستی کی خواہش مند ہو گئیں جن کا تعلق خود بھی اچھے گھرانوں سے تھا وہ طرح طرح سے میرے قریب آنے کی کوششیں کرتی رہتی تھیں اور میرے آدمیوں کے سپرد ایک ذمہ داری یہ بھی آگئی تھی کہ وہ انہیں مجھ سے دور رکھیں۔

بالآخر خدا خدا کر کے وہ وقت آگیا جب کیتھرو کاٹن کو یہاں پہنچنا تھا۔ مجھے اس کی آمد کے سلسلے میں تمام تر معلومات فراہم ہوتی رہیں اور پھر کیتھرو کاٹن کو میں نے اپنی آنکھوں سے اس ہوٹل میں آتے دیکھا۔ ایک نوجوان دراز قامت لڑکی اس کے ساتھ تھی جو بلاشبہ انتہائی پرکشش شخصیت کی مالک تھی اس کے بال خوبصورت سبز رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ہلکا سا یہ سبز رنگ اس کے ملیح چہرے پر بہت شوٹ کرتا تھا۔ لباس بھی بہت نفیس پہنا ہوا تھا۔ اس نے اور بھی چند لوگ تھے جو بہرحال یہاں مقیم ہو گئے۔

سورج گرہن کے نمائندے اس کے ساتھ ساتھ چپکے ہوئے تھے۔ میں نے وینا ماتھر کو اس پروگرام پر لگا دیا کہ وہ اُن لوگوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرے اور وینا ماتھر اپنی مصروفیات میں مصروف ہو گئی۔

پالاپور جیسی غیر معروف جگہ ڈائنا پام ہوٹل کی موجودگی ہی حیرت انگیز تھی لیکن بعد میں مجھے یہاں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہونے لگی تھیں بعض معاملات میں یہ علاقہ خاصی اہمیت کا حامل تھا جس کی وجہ سے یہاں غیر ملکی بھی آتے رہتے تھے۔

بہرطور دوسرا دن گزر گیا اور اسی شام کو میں جس وقت ہال میں پہنچا تو کیتھرو کاٹن بھی وہاں موجود تھا اس کی ساتھی لڑکی اس کے قریب بیٹھی تھی اور دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ دونوں میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔

میں کافی دیر تک ہال میں رہا اور پھر ہال کے پروگرام شروع ہو گئے۔ میں نے ہال کے پروگراموں میں شرکت نہیں کی تھی۔

تیسرے دن صبح ہی صبح وینا نے مجھے اطلاع دی۔

"سر آج ا ن کی سکریٹری مجھ سے ملی تھی۔"

"گڈ۔ گویا کام شروع ہو گیا۔"

"ہاں سر ایسا ہی لگتا ہے۔ ویسے ان لوگوں کا یہاں ایک ہفتہ گزارنے کا پروگرام ہے۔ اس دوران مسٹر کیتھرو کاٹن نے اُن لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابھی وہ کاروباری گفتگو فوراً ہی نہیں شروع کرنا چاہتے، کچھ دن آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

"لڑکی سے براہِ راست ملاقات ہوئی تمھاری۔؟"

"ہاں۔ وہ یہ جان کر مجھ سے ملی ہے کہ میں آپ کی سکریٹری ہوں۔"

"خوب۔ گویا کام ہماری توقع کے مطابق ہو رہا ہے۔"

"یقیناً سر۔ وہ آپ کے بارے میں بڑی متجسس ہے آپ کی شخصیت کے بارے میں بڑی کرید تھی اس کو، پوچھ رہی تھی کہ راجہ صاحب کا تعلق کون سی اسٹیٹ سے ہے۔ کافی گفتگو کرتی رہی ہے مجھ سے۔ آپ کے کاروبار کے بارے میں، ریاست کے بارے میں، میں نے اُسے بتا دیا کہ راجہ صاحب کی ریاست تو ختم ہو چکی ہے لیکن وہ کسی راجہ سے زیادہ ہی دولت مند ہیں۔"

"اُس نے اپنے بارے میں بھی کچھ بتایا؟"

"اپنے بارے میں نہیں بلکہ اپنے باس کے بارے میں گفتگو کرتی رہی۔ کیتھرو کاٹن کی تفصیلات بتاتے ہوئے اُس نے کہا کہ اس کا کاروبار دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلا ہوا ہے اور یہاں وہ ہلکے پھلکے کاروباری دورے پر ہی آیا ہے، میرا خیال ہے سر بہت جلد کام کی بات شروع ہو جائے گی میں حالات کا اسی طرح اندازہ لگا رہی ہوں۔" میں نے وینا کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ اسی شام پانچ بجے کے قریب اُس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

"سر مسٹر کیتھرو کاٹن کی سکریٹری مس جولیٹ میرے پاس آئی ہوئی ہیں کیتھرو کاٹن ایک بین الاقوامی تاجر ہیں اُن کا قیام اسی ہوٹل میں ہے وہ آج ڈنر پر آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں کیا آپ انھیں وقت دے سکیں گے۔" میں سمجھ گیا کہ اس وقت کیتھرو کاٹن کی سکریٹری وینا کے پاس ہی ہے۔ کیونکہ وینا کا گفتگو کرنے کا انداز یہی بتا رہا تھا۔

"ہم صرف ایک شرط پر اُن سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ سکریٹری۔"

"وہ کیا سر۔؟"

"ڈنر ہماری طرف سے ہوگا کیونکہ وہ ہمارے یہاں مہمان ہیں۔"

"اوہ۔ سر میں اس سلسلے میں اُن کی سکریٹری سے گفتگو کیے لیتی ہوں۔" وینا نے کہا اور تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرنے

کے بعد بولی۔

"سر۔ مس جولیٹ کا کہنا ہے کہ ان کے باس اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو وہ خود ہی آپ کے پاس ڈنر پر حاضر ہو جائیں گے۔"

"بس۔ ان سے کہو کہ یہ ڈنر ہمارے ساتھ کریں۔"

"شکریہ ادا کر رہی ہیں مس جولیٹ۔" وینا نے بتایا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رات کو ڈنر کے لیے ہال کے ایک گوشے میں خصوصی انتظامات کیے گئے تھے، میں نے بڑی نفاست سے خود کو تیار کیا اور اس کے بعد ہال میں پہنچ گیا مسٹر کیتھرو کاٹن اور اُن کی سکریٹری جولیٹ نے میرا استقبال کیا۔ میں گرمجوشی سے مسٹر کاٹن سے ملا مسٹر کاٹن کہنے لگے۔

"مجھے آپ کے بارے میں معلومات ہوئی ہیں راجہ صاحب دراصل ہندوستان میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ ایک راجہ کی جو شان ہو سکتی ہے آپ میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کیتھرو۔ یہ آپ کی محبت ہے د باستوں کا وجود کہاں ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود یہاں کے راجہ بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں۔ انھیں اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لیے اپنی سطح کو چھوڑ کر بہت نیچے آنا پڑا ہے مسٹر کیتھرو۔" میں نے اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"بہتر ہے کہ نہ سمجھیں۔" میں نے جواب دیا اور کیتھرو مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"بہرطور میں آپ سے بڑی انسیت سی محسوس کرنے لگا ہوں ہم دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔"

"سکریٹریوں کی زبانی ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی میرا کاروبار بہت بڑا نہیں ہے لیکن میں بھی کچھ کاروبار کرتا ہوں۔"

"بہرطور بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ راجہ صاحب" کیتھرو کہنے لگا۔

"شکریہ"۔ میں نے جواب دیا۔

"کیوں نہ کبھی ہم دونوں مل جل کر بھی کوئی کاروبار کریں کیا خیال ہے آپ کا؟"

"کیوں نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم کاروباری طور پر بھی ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"بالکل۔ بالکل سچا کاروباری وہی ہے جو کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ویسے آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا کہ آپ کون کون سی چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں میرے گودام بھرے پڑے ہیں اور کاروبار ہوتا رہتا ہے ہاں اگر آپ کسی خاص چیز میں دلچسپی رکھتے ہوں تو ضرور مجھے بھی بتائیں۔" میں نے کہا۔ اور کیتھرو کسی قدر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"معاف کیجیے گا راجہ صاحب۔ یہ دور ذرا مختلف ہے۔"

"ہاں۔ میں اس مختلف دور سے ناواقف نہیں ہوں۔"

"ہمیں بیرونی کو [illegible] بار کے علاوہ اندرونی کاروبار بھی کرنے پڑتے ہیں۔"

"آپ ایک کاروباری کے سامنے ہیں میں اس چیز سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔"

"تو کیا آپ بھی۔؟" کیتھرو کاٹن پُرمسرت انداز میں بولا۔

"ہاں مسٹر کاٹن۔ میں بھی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تب تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آپ کی ملاقات اب سے بہت پہلے ہو جانی چاہیے تھی۔"

"جب بھی ہو جائے [illegible] رہے گی۔" میں نے کہا۔ کیتھرو کاٹن نے [illegible] پھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا کیا [illegible] ہے آپ کے پاس۔؟"

"ہندوستان میں جو پیدا ہوتا ہے وہ سب کچھ۔"

"میں اس کی خریداری کے لیے یہاں آیا تھا آپ شاید سورج گرہن سے واقف ہوں۔"

"نام سُنا ہے۔"

"اس کی معرفت میرا ایک سودا ہونا ہے آپ کے پاس کتنی مقدار مل جائے گی مجھے۔"

"کافی بڑا ذخیرہ ہے میرے پاس۔ اور میں اسے زیادہ عرصے نہیں رکھنا چاہتا اور اگر آپ کو دلچسپی ہو تو بتائیے میں اسے بہت کم قیمت پر آپ کے حوالے کر سکتا ہوں۔"

"آپ کی یہ پیشکش سر آنکھوں پر لیکن ایک تسلی اور چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟"

"یہ کاروبار کس انداز میں ہوگا۔"

"آپ جس انداز میں چاہیں مجھے اس پر اعتراض نہیں

ہوگا۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ واقعی میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری خوش بختی ہے۔ ویسے راجہ صاحب ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں۔"

"جی جی فرمائیے۔"

"آپ کے پاس باقاعدہ انتظام ہے میرا مطلب ہے مال کی ڈیلیوری مجھے یہیں لینا ہوگی یا۔"

"جہاں آپ چاہیں۔"

"یعنی ملک سے باہر بھی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"کیا ہانگ کانگ میں آپ مجھے یہ ڈیلیوری دے سکتے ہیں۔"

"یقیناً۔"

"اوہ۔ راجہ صاحب میں اعتراف کرتا ہوں کہ آپ کی شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے افسوس ہم بہت دیر سے ملے بہرطور میں اس بات پر شرمندہ بھی ہوں کہ آپ کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ میں آپ سے اسی لیے ملا ہوں۔"

"نہیں مسٹر کیھترو ہماری یہ ملاقات خود بخود ہونا ہی تھی اور میں اسے بڑی اہمیت دیتا ہوں البتہ کاروبار میں، میں رازداری کا خصوصی قائل ہوں۔"

"خاص طور سے ہمارے کاروبار میں۔" کیھترو کائن نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"سورج گرہن سے آپ کے کیا معاملات چل رہے ہیں؟"

"ان کے پاس بھی ایک ذخیرہ موجود ہے اور میں اسی کے سلسلے میں یہاں آیا تھا لیکن میرا خیال ہے اگر میرا مقصد آپ سے پورا ہو جاتا ہے تو۔"

"ہاں۔ لیکن ابھی آپ اس سلسلے میں سورج گرہن سے گفتگو نہیں کریں گے آپ ان سے بھی کاروبار کریں اور ہماری قیمتوں میں کوئی فرق ہو اور کوئی کوالٹی کی اہمیت ہو تو ہم سے ہی کاروبار کریں ورنہ جس طرح آپ کی اپنی پسند۔"

گڈ ویری گڈ۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا کاروباری لوگوں کو ان تمام چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ یقینی طور پر ہمارا یہ سودا مکمل طور پر رازداری میں رہے گا۔" اور اس کے بعد ہم نے کاروباری گفتگو ختم کر دی۔ بہترین ڈنر دیا گیا جس میں دونوں سکریٹریوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ وینا ماتھر خصوصی طور پر کیھترو کائن کے قریب کھٹک رہی تھی۔ اور بڑی کامیابی سے اس کی قربت حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ اس کی جولیش سے بھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ دوسری رات اس نے مجھے بتایا کہ سورج گرہن کے دونوں نمائندوں نے کیھترو کائن سے ملاقات کی تھی لیکن کیھترو کائن نے انہیں مٹھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیا اور ان سے کہا ہے کہ وہ ابھی اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرے گا۔ ذرا آرام کر رہا ہے اسے کچھ دن کا وقت دے دیا جائے۔"

بہرطور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کیھترو کائن کو میں نے پوری طرح متاثر کر لیا ہے۔ میں نے وہاں سے واپسی کا فیصلہ کیا تو کیھترو کائن سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ آخری ملاقات دوپہر کے وقت ہوئی تھی کیھترو کائن بڑے پُرجوش انداز میں مجھ سے ملا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ واپس جا رہے ہیں راجہ صاحب۔"

"ہاں۔ زیادہ عرصے اپنی جگہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ مجھے کاروباری امور بھی دیکھنا ہوتے ہیں۔"

"یقیناً۔ آپ ایک کاروباری آدمی کے سامنے ہیں راجہ صاحب بہرطور پھر اپنے سلسلے میں کیا پروگرام ترتیب دیا آپ نے، میں عرض کر چکا ہوں کہ میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا تھا سورج گرہن سے میرے معاملات چل رہے ہیں لیکن میں نے ان لوگوں کو کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا ہے اور مجھے یقین ہے اس بات پر وہ سخت حیران ہوں گے۔ لیکن ظاہر ہے میں ایک کاروباری آدمی ہوں مجھے کسی کی حیرانی سے زیادہ اپنے کاروبار سے دلچسپی ہے۔"

"مسٹر کائن۔ آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں کسی کاروباری پروگرام کے لیے نہیں آیا تھا۔ یہ میرا ایک تفریحی پروگرام تھا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ آپ کی شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے میں یہ سب کچھ آپ کے ساتھ کرنے کو تیار ہوں آپ جس وقت بھی تشریف لائیں گے میں آپ کا خیر مقدم کروں گا۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ رہا ہوں ہوٹل الاسکا میں میرا قیام ہوگا وہاں آپ مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں تیاریاں مکمل کریں اور وہیں میں آپ سے سودے کی تکمیل کروں گا۔ یہ تمام گفتگو ہو گئی اور اس کے بعد کیھترو کائن چلا گیا۔ میں نے اسی دن واپسی کا پروگرام طے کر لیا تھا۔ یہاں جس مقصد کے لیے آیا تھا وہ بالکل پورا ہو گیا تھا چنانچہ اب یہاں رکنا بے سود تھا اسی دن میں واپس اپنی قیام گاہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے میں نے ٹیڈی سے میٹنگ کی اور اسے تمام صورتِ حال سے آگاہ کر کے اس سے رپورٹ طلب کی کہ اس پروگرام کی تکمیل کے لیے ہمیں کون کون سے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ اور اس سلسلے میں کیا الجھنیں پیش آ سکتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے چیف۔ کوئی بہت بڑی الجھن نہیں پیش آئے گی۔ جس ذخیرے کے بارے میں آپ کو اطلاع دی گئی ہے وہاں سورج گرہن کے کئی بڑے گودام ہیں گو یہ گودام مختلف کمپنیوں کے ناموں سے حاصل کیے گئے ہیں لیکن ہماری معلومات کے تحت ان کا تعلق سورج گرہن سے ہے اور انہی میں سے ایک گودام میں منشیات کا وہ بڑا ذخیرہ موجود ہے جو سورج گرہن کافی عرصے سے جمع کر رہی ہے ان میں سے بہت سی چیزیں مختلف جگہوں سے حاصل کی گئی ہیں کچھ ایسی تھیں جنہیں حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ اور بعد میں سورج گرہن کے اپنے تعلقات کام آئے اور اس نے وہ ذخیرے اپنی تحویل میں لے لیے۔ بہرطور وہاں اس کے محافظ بھی رہتے ہیں۔ محافظوں کی رہائش گاہ ان گوداموں سے کچھ فاصلے پر ہے اور وہ گوداموں کی نگرانی کرتے ہیں۔"

"لیکن چونکہ آج تک کبھی وہاں ایسی کوئی صورتِ حال پیش نہیں آئی جس کی وجہ سے سورج گرہن کو اس سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہوئی چنانچہ ہماری نگرانی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ اگر ہم بہترین پلاننگ کر کے وہاں آپریشن کریں تو میرا خیال ہے ہمیں بہت زیادہ دقت نہیں ہوگی ہمیں چند لانچوں کے ذریعے مختلف طریقوں سے جانا پڑے گا اور اس کے بعد یہ کارروائی مکمل ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے کیھتر کائن سے وعدہ کیا ہے کہ اسے مال کی ڈیلیوری ہانگ کانگ میں دی جائے گی۔"

"چیف۔ اس سلسلے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہو سکتی جن کمپنیوں سے ہمارا رابطہ قائم ہے ان میں سے ایک کمپنی کا جہاز اس وقت موجود ہے۔ میرا خیال ہے اگر ہم نے فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کر کے اپنے لیے وہ مخصوص جگہ بک کر دیں جو ایسے کاموں کے لیے ہوتی ہے تو ہمیں اس میں کوئی دقت نہ ہوگی۔"

"تو پھر ٹیڈی سب سے پہلا کام تم یہی کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ کیھترو کائن پر ہمارا بہترین تاثر ہو۔ اس کے علاوہ مال کے نمونے کیھترو کائن کو دکھانے کے لیے ہمیں جو چیزیں درکار ہوں گی اس کے بارے میں بھی تم جانتے ہو وہ اتنی اعلیٰ کوالٹی کی ہونی چاہئیں کہ کیھترو کائن ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ ایسا ہی ہوگا۔ میں یہ نمونے آج شام تک آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ کیھترو کائن کہاں ہے۔؟"

"بالا پور ہی میں ہے لیکن ایک آدھ دن میں وہ بھی یہاں ہوٹل الاسکا پہنچ جائے گا۔ ٹیڈی کو اس سلسلے میں تمام تر ہدایات دینے کے بعد میں نے ٹیلی فون کر کے مختلف محکموں سے رابطے قائم کیے یہ میرے اپنے محکمے تھے۔ میں نے جس پیمانے پر کام کیا تھا ان کے تحت ایک باقاعدہ نظام ضروری تھا ورنہ سورج گرہن کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ اصل میں یہ سورج گرہن سے پہلی بڑی ٹکر تھی جس کے بعد سورج گرہن کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس کے مدِ مقابل گولڈ مین کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔"

دوسرے دن دوپہر کو مجھے اطلاع ملی کہ کیھترو کائن بالا پور سے آ گیا ہے اور یہاں مقیم ہے اس دن کیھترو کائن نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں نے اسے خلوص دل سے خوش آمدید کہا تھا۔

"بہتر یہ ہوگا مسٹر کائن کہ آپ آج رات کھانا میرے ساتھ کھائیں۔"

"آج نہیں راجہ صاحب۔ بہتر یہ ہوگا کہ کل ڈنر رکھا جائے دراصل سورج گرہن کے نمائندے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ انہیں حیرت ہے اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کیوں انہیں نظرانداز کر رہا ہوں۔ میں نے بھی ان سے یہی کہا ہے کہ میں انہیں نظرانداز نہیں کر رہا بلکہ اپنے طور پر کچھ ایسے کاموں میں مصروف ہوں جو میرے لیے اعلیٰ کارروائی میں مصروف ہیں۔ بہرطور میں نے انہیں مطمئن کر دیا ہے میرا خیال ہے اب وہ بھی کچھ بددل سے ہو گئے ہیں یا پھر انہیں ہدایت ملی ہے کہ وہ میرے پیچھے بہت زیادہ نہ پڑیں تاکہ میرا دماغ خراب نہ ہو جائے۔" کیھترو کائن ہنسا پھر بولا۔

"وہ نہیں جانتے کہ اصل صورتِ حال کیا ہے؟"

"بہرطور۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے بھی بات کر لیں اور اگر نہیں تو آپ کی مرضی۔"

"راجہ صاحب۔ بات صرف کاروباری امور کی نہیں ہے آپ کی شخصیت نے بھی مجھ پر اس طرح اثر ڈالا ہے کہ میں اب کسی

اور کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمارے اور آپ کے کاروباری معاملات بالکل ہی نہ ہو سکیں تو پھر مجبوری ہے کچھ لوگوں سے کاروبار رکھنا پڑے گا لیکن آپ سے دوستی رکھنے کے لیے میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں۔" کیتھرو کاؤن نے کہا۔ اور میں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا دل ہی دل میں۔ میں مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ حضور والا صورتِ حال اصل میں یہ نہیں ہے بلکہ آپ جیسے کاروباری آدمی کے لیے میری باتیں ہی بڑی دل کش ہیں۔ بہرطور سورج گرہن کو شکست دینے کے لیے یہ سب کچھ ضروری تھا۔

دوسرے دن میں نے کیتھرو کاؤن کے ڈنر کے لیے عمدہ سی تیاریاں کیں اور رات کو پروگرام کے مطابق اپنے آدمیوں کو الاسکا بھیج دیا۔ شاندار کار کیتھرو کاؤن کو لے کر میری کوٹھی میں داخل ہوئی اور میں نے اپنے کچھ خاص ساتھیوں کے ساتھ کیتھرو کاؤن کا استقبال کیا وہ مسکراتا ہوا میرے قریب آیا۔ اس کی سکریٹری بڑی عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے جولیٹس بہت ہی بے باک قسم کی لڑکی ہو اور اس کی آنکھوں میں میرے لیے کچھ عجیب سے تاثرات ہوں نجانے کیا کیا سوچ رہی تھی وہ میرے لیے۔"

مسٹر کاؤن اس عمارت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہنے لگے۔

"یہی لگتا ہے راجہ صاحب جیسے میں کسی ریاست میں آ گیا ہوں آپ کا طرزِ زندگی بہت بلند ہے۔ یہ عمارت مجھے بہت متاثر کرتی ہے۔"

"شکریہ مسٹر کاؤن۔ ریاستیں تو ختم ہو گئیں۔ کاش آپ ہماری ریاستوں کا حال بھی دیکھتے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً۔ یقیناً۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب ریاستیں ہوں گی تو کیا ہو گا۔؟" میں کیتھرو کاؤن کو لے کر اپنے مخصوص کمرے میں آ گیا اور وہ مجھے سورج گرہن کے نمائندوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔

"بہرطور بڑی دلچسپ صورتِ حال ہو گئی ہے آپ نے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا۔"

"میرا فیصلہ کیا ہو سکتا ہے مسٹر کاؤن ہماری آپ کی ملاقات تو بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی تھی اور اتفاقیہ طور پر یہ تذکرہ بھی نکل آیا بہرطور اگر آپ چاہیں تو کل میں آپ کو مال دکھا سکتا ہوں۔"

"اوہو۔ اس کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن اگر آپ اس کا انتظام کر سکتے ہیں تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ کل آپ کو پھر زحمت کرنا پڑے گی ہی ہمارے درمیان اس سلسلے کا سودا تکمیل تک پہنچ جائے گا۔" کاروباری گفتگو یہاں ختم ہو گئی اور اس کے بعد خاطر مدارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دوسرے ہی دن میں نے ٹینڈی کی مدد سے وہ چیزیں حاصل کیں اور اپنی ایک فرم میں پہنچا دیں۔ کیتھرو کاؤن کو فون کر کے وہاں بلایا گیا اور اسے طلب کر کے نمونے اس کے سامنے پیش کر دیئے۔ یہ نمونے اسے بہت پسند آئے تھے۔ پھر وہ بولا

"ہمارے درمیان قیمت پر بات ہو چکی ہے مسٹر کاؤن اگر آپ کو سورج گرہن کی طرف سے ان چیزوں کی خریداری منظور ہو تو آپ جس قیمت پر ان کا سودا کرتے اس سے پچیس پرسنٹ کم ہمیں دے دیجئے۔ بات ختم ہو جاتی ہے۔"

"مجھے دل و جان سے منظور ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کہا تھا راجہ صاحب کہ یہ مال مجھے ہانگ کانگ میں دیا جا سکتا ہے۔"

"یقیناً۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے کبھی بھی انحراف نہیں کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ سے میں کسی تاجر کی حیثیت سے نہیں ملا تھا بلکہ ہمارے درمیان ایک مخلصانہ ملاقات ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے ہمارے پیشے مشترک نکل آئے اور ہمارے درمیان کاروباری گفتگو ہو گئی۔ آپ راجہ سے بات کر رہے ہیں کسی ایسی تنظیم سے نہیں جو لفنگوں کی ہو۔"

"تو پھر ٹھیک ہے آپ کو ادائیگی بھی یہیں کر دی جائے گی۔"

"ادائیگی ہمارا سب سے بڑا مسئلہ نہیں ہے آپ جس طرح مناسب سمجھیں۔ کیا اس کے علاوہ بھی ہمارے درمیان کاروبار ہو سکتا ہے راجہ صاحب۔"

"کیوں نہیں۔ آپ جب بھی چاہیں میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔ تمام معاملات طے ہو گئے تھے اس کے بعد ہمارے ہاں کی پلاننگ ڈپارٹمنٹ نے جزیرے سے مال حاصل کرنے اور اسے جہاز تک پہنچانے کا ایک پروگرام پیش کر دیا جس پر کافی غور و خوص کر لیا گیا تھا۔

میں نے اس آپریشن میں خود بھی شرکت کا فیصلہ کر لیا تھا اور ٹینڈی تمام تیاریاں مکمل کر چکا تھا اس نے ہانگ کانگ کی کمپنی کے اس جہاز کو بھی چند روز کے لیے رکوا دیا تھا جو یہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔ جہاز کے کپتان سے بھی تمام معاملات طے کر لیے گئے تھے اور اسے ایڈوانس رقم ادا کر دی گئی تھی۔

یہ تمام کام بڑے سکون سے ہو رہا تھا۔ میں اس بات کا جائزہ بھی لے رہا تھا کہ میرے آدمی اس قسم کے کام کرنے میں کوئی عار تو محسوس نہیں کرتے لیکن وہ تمام لوگ بہت ہی مستعد تھے۔

میں نے چونکہ اس آپریشن کی نگرانی کا خود ہی فیصلہ کیا تھا اس لیے ساڑھے چھ بجے ٹینڈی کے ساتھ میں بھی بندرگاہ کی جانب چل پڑا جہاں ایک لانچ ہمارا انتظار کر رہی تھی۔ یہ بندرگاہ ایک ایسے علاقے میں تھی جہاں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی۔

لانچ ہمیں لے کر چل پڑی ہمارے پیچھے دو لانچیں اور آ رہی تھیں جو کافی بڑی تھیں ان پر ہمارے وہ آدمی موجود تھے جو جنگ و جدل کے ماہر تھے۔

آہستہ آہستہ رات کی سیاہی پھیلنے لگی جب ہماری کشتیاں اس جزیرے کے مغربی حصے میں ان سیاہ اور بھیانک چٹانوں کے قریب پہنچیں جو نجانے کب سے سینہ تانے زمانے کے سرد و گرم کا مقابلہ کر رہی تھیں لانچ کے انجن بند کر دیئے گئے اور انہیں چپوؤں کی مدد سے ساحل تک لایا گیا۔

بہت چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ سیاہ بدشکل چٹانوں میں گھرا ہوا انہیں چٹانوں کے رخنوں میں اسٹیمر کے کھڑے ہونے کی جگہ بنی ہوئی تھی پہلے سے شاید اس جگہ کا انتخاب کر لیا گیا تھا چنانچہ لانچیں ایک جگہ روک دی گئیں اور پھر ٹارچ کے شعلے کی مدد سے دوسری لانچوں کو رکھنے کی جگہ بتائی جانے لگی۔

تھوڑی دیر میں بے شمار افراد لانچوں سے نکل کر ساحل پر پہنچ گئے ان میں سے آٹھ آدمیوں کو لانچوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ باقی چار چار کی ٹولیوں میں بٹ کر پھیل گئے سب ریوالوروں اور اسٹین گنوں سے مسلح تھے ہر فرد کے پاس دو دو دستی بم بھی تھے۔ جزیروں کے درمیان ملگجی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ وہ مکانات تھے جہاں جزیرے کے محافظ رہتے تھے۔ ہم سب احتیاط سے مکانات کے قریب پہنچ گئے مکانات کیا قیدیوں کی سی بیرکیں بنی ہوئی تھیں جن پر کھپریل کی چھتیں تھیں۔ دیواروں پر روشن دان بنے ہوئے تھے جن سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ تمام ٹولیاں اپنے اپنے دائرے تنگ کرتی ہوئی بڑے محتاط انداز میں بیرکوں کے چاروں طرف پھیل گئیں۔ میں اور ٹینڈی ایک بیرک کے سامنے پہنچ گئے دروازے بند تھے۔ اندر خاموشی پھیلی ہوئی تھی لوگ شاید سو گئے تھے ہم نے ماحول کا پوری طرح جائزہ لیا اور پھر کام کی ابتداء ہو گئی

ٹینڈی نے بڑھ کر بیرک کے دروازے پر دستک دی۔

کئی بار دستک دینے کے بعد دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا مصیبت ہے کون ہو تم۔ اور اس وقت۔"

"بڑے اطمینان سے سو رہے ہو باہر آؤ۔" ٹینڈی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور بوڑھا شخص باہر نکل آیا۔

"انچارج کہاں ہے؟" ٹینڈی تحکمانہ انداز میں بولا۔

"نمبر دو میں مگر۔"

"جلدی سے اسے بلا لاؤ ورنہ تم سب کی شامت آ جائے گی، دوسرے لوگ سو رہے ہیں کیا۔؟"

"سب سو رہے ہیں مجھے ہی نیند نہیں آ رہی تھی۔" بوڑھے نے کہا۔ ابھی تک اس نے ہم پر غور نہیں کیا تھا۔ بیرک نمبر دو بیرکیں چھوڑ کر تھی۔ اس شخص نے اس بیرک کے سامنے پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور وہ دروازہ بھی کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا شاید انچارج ہی تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ لوگ ہیں صاحب۔ آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"کون لوگ ہیں؟"

"دیکھ لیجئے۔ وہ کھڑے ہیں۔" انچارج آنکھیں ملتا ہوا ہمارے پاس آ گیا لیکن یہاں پہنچ کر اسے ذرا مختلف صورتحال سے واسطہ پڑا تھا ہمارے پستولوں کی نالیں ان کی کنپٹیوں سے چپک گئیں۔ انچارج اور بوڑھا آدمی ایک دم بوکھلا گئے تھے۔

"ک۔ کیا مطلب صاحب۔ کون ہیں آپ لوگ۔" انچارج نے پوچھا لیکن ٹینڈی کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور انچارج گرتے گرتے بچا۔

"اب نیند سے جاگ جاؤ ورنہ ہمیشہ کے لیے سو جاؤ گے۔" ٹینڈی کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"مم۔ مگر کیوں۔؟ آخر کیا بات ہے۔؟"

"منشیات کون سے گودام میں ہے۔" ٹینڈی نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا بک رہے ہو۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے، میں یہاں کا انچارج ہوں۔" انچارج نے کہا اور ٹینڈی کا دوسرا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا۔ وہ ایک بار پھر الٹ گیا تھا دوسرے لمحے وہ جھلاتے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ٹینڈی سے بھڑنے کی کوشش کی لیکن اس بار ٹینڈی کا گھونسہ

ذرا زیادہ سخت تھا۔ انچارج کے حواس جواب دے گئے۔

"کک۔ کون ہو تم۔ آخر۔ آخر۔!"

"تم صرف اس بات کا جواب دو کہ منشیات کا ذخیرہ کون سے گودام میں ہے۔"

"میں نہیں بتاؤں گا۔" انچارج نے کہا۔ "تم یقیناً سورج گرہن کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"ظاہر ہے ہم سورج گرہن کے آدمی نہیں ہیں اس لیے تم مر بھی سکتے ہو۔ یہاں جتنے افراد ہیں ان سب کو ختم کر دیا جائے گا بہتر یہی ہے کہ ان کی زندگیاں بچا ڈالو اور اپنی بھی۔ انچارج خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی انداز میں خوفزدہ سا رہا اور اس کے بعد اس نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

ظاہر ہے اسے مجبور کر دیا گیا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ٹیڈی کے گھونسے نے تو اس کے حواس بالکل ہی گم کر دیئے تھے۔ وہ تمام آدمی جو ہمارے ساتھ آئے تھے ان برکوں کے دروازے پر رک گئے صرف چند افراد کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

انچارج اور بوڑھے آدمی کو ساتھ لیے ہوئے ہم ان کے گوداموں میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس گودام میں تھے جہاں منشیات کے ذخیرے جمع تھے۔ انچارج نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بس دوسرے گوداموں میں دوسری چیزیں ہیں، یہی گودام ہیں جن میں منشیات ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو۔"

"نہیں صاحب۔ مجھ میں مار کھانے کی ہمت نہیں ہے نہ میں اس قسم کا آدمی ہوں مجھے تو بس یہاں کام پر لگا دیا گیا تھا اور پھر انچارج بنا دیا گیا۔ میرا کام اتنا ہی ہے کہ یہاں کی نگرانی رکھوں اور اس سے پہلے ہمیں کسی ایسی بات سے واسطہ نہیں پڑا۔

"اب پڑ گیا ہے چلو پیچھے ہٹ جاؤ۔" ہم نے اسے پیچھے ہٹا دیا اور اس کے بعد ہمارے آدمی حرکت میں آ گئے۔

کوئی خاص ہنگامہ نہیں ہوا تھا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا تھا مجھے تعجب تھا کہ سورج گرہن نے اتنی اہم جگہ خاص لوگوں کو نہیں رکھا، یہاں تو ایسے لوگ رہنے چاہیے تھے جو کسی بھی وقت مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔

پھر اس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا جب ہم آخری ڈبے لانچ میں پار کر رہے تھے۔ میں نے انچارج کی طرف دیکھا وہ نڈھال تھا۔

بہرطور ہم نے آخری پنچ کے طور پر اسے خاص قسم کا انجکشن دیا اور اسے اس کی بیرک میں پہنچا دیا یہی کیفیت بوڑھے کے ساتھ پیش آئی تھی۔ یہ انجکشن تقریباً چوبیس گھنٹے کی نیند کے لیے کارآمد تھے۔ چوبیس گھنٹے تک انچارج کو ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ گودام کی حالت جوں کی توں کر دی گئی تھی تاکہ کسی کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اور اس کے بعد لانچیں روانہ ہو گئیں۔

تقریباً گیارہ بجے دن تک ہماری کارروائی جاری رہی اور یہ سارا مال جہاز میں منتقل کر دیا گیا۔ کپتان نے اس کے لیے مکمل بندوبست کر لیا تھا۔ چنانچہ اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

اسی دن ساڑھے بارہ ایک بجے کے قریب ہم نے کیھترو کاؤن کو اطلاع دے دی کہ ساری تیاریاں مکمل ہیں کام ہو گیا ہے کوئی دقت پیش نہیں آئی اسے اس کی ہدایت کے مطابق مال مل جائے گا۔

شام کو آخری بار کیھترو کاؤن نے مجھ سے ملاقات کی اور شکریہ ادا کر کے کہنے لگا۔

"ادائیگی کل صبح کو کر دی جائے گی راجہ صاحب اس سلسلے میں آپ کو یقیناً کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

چنانچہ دوسرے دن بڑی بڑی رقموں کی شکل میں ادائیگی کر دی گئی اور اس طرح سورج گرہن کو میرے ہاتھوں پہلی بدترین ضرب آئی یقینی طور پر صورت حال معلوم کرنے کے بعد سورج گرہن کی جو حالت ہو گی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

لیکن بدقسمتی سے کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے ہمیں اس کے سربراہوں کی کیفیات معلوم ہو سکیں۔

بہرطور سورج گرہن سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی میں اتنا جانتا تھا کہ اس زبردست چوٹ کے بعد سورج گرہن کے افراد یہ معلوم کرنے میں کوشاں ہو جائیں گے کہ آخر وہ کون مائی کا لال تھا جس نے سورج گرہن کی تنظیم کو یہ دھکا لگایا ہے۔

کوشل کو میں نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"بھیا بھگوان تمہیں ہر جگہ کامیابی نصیب کرے، میری تو اب دو ہی دعائیں ہیں تم محفوظ رہو اور میری روپا مجھے مل جائے۔"

"لیکن کوشل۔ میں سورج گرہن پر ابھی دو تین ضربیں اور

لگاؤں گا اور اس وقت تک اسے پریشان کرتا رہوں گا کہ جب تک وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔

"گویا بھیا اپنا نام ان کے سامنے لے آؤ گے؟"

"ہاں۔ دوسرے مرحلے پر میں نے یہی سوچا ہے کہ میں گولڈین کو ان تمام کارروائیوں کا ذمہ دار قرار دے دوں اور اس کا اعتراف کر لوں کہ یہ کارروائیاں میں کر رہا ہوں، لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ سورج گرہن کے یہاں کے کاروبار کو کون کنٹرول کر رہا ہے۔ دراصل ہمارا اصل شکار تو رادھن سنگھ ہی ہے نا۔ ہم چاہتے ہیں کہ رادھن سنگھ براہ راست ہماری طرف متوجہ ہو جائے یا اگر نہ بھی ہو تو ہمیں اس کا سامنا کرنے کا موقع مل جائے اور اس کے لیے میرا اپنا خیال ہے کہ میں بہت جلد کوئی نہ کوئی بہتر کارروائی کر لوں گا۔ کوشل بہت پُرامید نظر آ رہی تھی، کافی دیر تک وہ میرے سامنے بیٹھی آنسو بہاتی رہی اُسے اپنی بہن یاد آ رہی تھی۔ میں نے اُسے تسلیاں دے کر سمجھاتے ہوئے کہا کہ یہ سب کچھ تو میں اُس کے لیے کر رہا ہوں سب سے پہلے روپا کا حصول اُس کے بعد کوئی اور بات۔ اور وہ خاموش ہو گئی۔ ویسے بھی وہ اب بہت بدل گئی تھی اور وہ پہلے والی کوشل کہیں کھو گئی تھی۔

چنانچہ میں نے بات اپنے تک محفوظ نہ رکھی اور ٹیڈی سے بھی ان تمام تفصیلات کا تذکرہ کر دیا۔ ٹیڈی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"چیف۔ ایک ہی کام کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"پے درپے دو تین ضربیں لگانے کے بعد ہم اُن سے مطالبہ کریں کہ رادھن سنگھ کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے اس طرح کارروائی ہو سکتی ہے۔ دوسری شکل یہ بھی ہے چیف کہ اُن لوگوں میں سے جو بھی سامنے آئیں انہیں گرفتار کر کے رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن بہرطور سورج گرہن کو ایسی پے درپے شکستیں اور دو، اس کے بعد ہم سودے بازی کی پوزیشن میں آ سکیں گے۔"

کیھترو کاؤن واپس چلا گیا تھا۔ اس کی سیکریٹری جولیس چلتے وقت مجھ سے کچھ فضول گفتگو کر گئی تھی۔ اور پیش کش کی تھی کہ اگر میں کبھی اس کے سلسلے میں سنجیدہ ہو جاؤں تو ایک لمحے میں اسے طلب کر سکتا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں اس پر لعنت بھیج دی۔

تقریباً ایک ہفتہ خاموشی سے گزر گیا۔ سورج گرہن کے تاثرات کے بارے میں ہمیں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکی تھیں لیکن ایک ہفتے کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ ایک بہت بڑی لانچ آ رہی ہے جس میں سورج گرہن کا کافی مال لدا ہوا ہے اور اسے ایک مخصوص ساحل پر اُتارا جائے گا۔ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لی گئی ہیں۔

"گڈ ویری گڈ۔ تو پھر کیا پروگرام ہے ٹیڈی؟"

"چیف۔ دراصل سورج گرہن کا مال بڑے دھڑلے سے آتا ہے خاص ساحلوں پر اُترتا ہے اور پھر وہاں سے اس کے گوداموں تک پہنچ جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ اس بار وہ اس سلسلے میں کوئی احتیاط برتیں گے یا نہیں لیکن میرا خیال ہے یہ مال ہمیں اُچک لینا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس بار پولیس اُن کے سامان کے اُوپر چھاپا مارے گی اور اُن کی لانچ سمندر میں ہی روک لے گی۔ اور اس کے بعد اسے قبضے میں لے لیں گے۔ چونکہ درحقیقت وہ پولیس نہیں بلکہ ہمارے آدمی ہوں گے جو یہ کام باآسانی کر لیں گے۔"

"اوہ۔ گڈ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم سمندر ہی میں یہ حساب کتاب کر لو گے۔"

"یقیناً چیف یہی بہتر رہے گا۔ وہ متعجب رہ جائیں گے ان میں سے چند آدمیوں کو ہم یہ اطلاع دے دیں گے کہ معاملہ گولڈین کا تھا۔"

میں نے اس پروگرام سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا اور اس کے بعد ہم اس دوسری ضرب کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ مقررہ وقت پر میں نے خود ہی اس آپریشن کی سربراہی کی اور پھر ہم لوگ سمندر میں چل پڑے۔ اس وقت موسم ابر آلود تھا اور سمندر پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سفید لہروں کی روشنی کے علاوہ اور کوئی روشنی نہیں تھی۔ ہم اس مخصوص راستے کی طرف سفر کرتے رہے جہاں سے یہ لانچ آنے والی تھی اور پھر کھلے سمندر میں ہم نے اس لانچ کو جا لیا۔ ہم بحری پولیس اور ایکسائز کے لوگوں کے لباس میں تھے۔

لانچ واقعی بہت بڑی تھی پتہ نہیں کتنے آدمی اس پر تھے۔ بہرطور ہمارے مسلح افراد ان کے گرد پھیل گئے۔ لانچ پر موجود شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم لوگوں کا انچارج کون ہے۔ مجھ سے بات کرے۔" اس

وقت میں نے اس کے سامنے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا اور ٹیڈی اُن کی لانچ پر اُتر گیا۔ ہمارے اور بھی بہت سے آدمی اُن کی لانچ پر پہنچ گئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں جن سے انھوں نے تمام لوگوں کو کور کر لیا ٹیڈی نے پُر رعب لہجے میں کہا۔

"لانچ کے عملے کے جتنے افراد ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر لو اگر ایک بھی آدمی کہیں اور رہا تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی۔"

"سنو نوجوان آفیسر۔ تم بہت پُرجوش معلوم ہوتے ہو تم کو کم از کم یہ معلومات حاصل کر لینی چاہیئے تھیں کہ یہ لانچ کس کی ہے۔"

"پہلے میری ہدایت پر عمل کرایا جائے اور اس کے بعد مجھے یہ بتایا جائے اگر ایسی کوئی صورتِ حال ہوئی تو میں آپ لوگوں سے معذرت کرکے واپس چلا جاؤں گا لیکن حکم کی تعمیل بھی ضروری ہے۔" انچارج نے کرخت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گردن جھکا کر واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی ہدایت کر دی۔

تقریباً سترہ افراد کا عملہ تھا سب کے سب کینہ توز نگاہوں سے ٹیڈی کو گھور رہے تھے۔ ہمارے آدمی آرام سے انھیں کور کیے کھڑے تھے۔ ٹیڈی نے ان لوگوں کو دیکھا اور پھر انچارج سے بولا۔

"ہاں اب کہو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ مگر ٹھہرو، سنو تم لوگ ان کی تلاشی لے کر ان کے ہتھیار وغیرہ اپنے قبضے میں کر لو۔"

چنانچہ ہمارے آدمیوں نے یہی کیا۔ لانچ کے افراد کے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لیے گئے اور وہ سب کے سب نہتے ہو گئے اس کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ پشت پر کس دیئے گئے تھے انچارج کہنے لگا۔

"جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے لیے شاید تمھیں زندگی بھر افسوس کرنا پڑے۔ میں تم سے ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے اس موضوع پر بات کرو کہ آخر یہ لانچ کیوں پکڑی جا رہی ہے۔"

"اس پر اسمگلنگ کا سامان اور نشہ آور چیزیں موجود ہیں"

"لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ چیزیں ہیں کس کی؟"

"چلو اب بتا دو۔"

"اِن کا تعلق سورج گرہن سے ہے اور سورج گرہن کے بارے میں تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو گے۔"

"ہوں۔ سورج گرہن کا مقامی انچارج کون ہے؟" ٹیڈی نے سوال کیا۔

"کنور صاحب۔ یہاں کے سیکشن کو کنٹرول کر رہے ہیں"

"کون کنور۔؟" ٹیڈی بولا۔

"کنور رادھن سنگھ جی۔ جانتے ہوں گے انھیں اچھی طرح۔" اس شخص نے جواب دیا اور میرے شعلات میں ایک تناؤ پیدا ہو گیا۔ گویا۔ گویا اس کے لیے مجھے کوئی بہت بڑی کارروائی نہیں کرنی پڑی تھی۔ رادھن سنگھ ہی یہاں کے معاملات کو کنٹرول کر رہا تھا اور یہ اچھی بات تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ رابطہ براہِ راست ہی تھا چنانچہ اب میں بھی اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہمیں سورج گرہن کے انچارج ہی سے بات کرنی ہے بہت دن سے وہ ہماری حق تلفی کر رہا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو تم کس کے بارے میں بات چیت کر رہے ہو۔"

"کنور رادھن سنگھ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"یہ بھلا ہم کیا جانیں۔ سورج گرہن کے آدمیوں سے پوچھو۔"

"تو تم بھی اس کے آدمی ہو۔ چلو۔ اس شخص کو گرفتار کر لو۔" میں نے اپنے آدمیوں سے کہا اور ٹیڈی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ انچارج کو گرفتار کر لیا گیا تھا، لانچ کے باقی عملے کو لانچ ہی پر چھوڑ دیا گیا البتہ لانچ پر جو سامان موجود تھا وہ سب کا سب اپنی تحویل میں لے لیا گیا۔

انچارج کا نام گرو سنگھ تھا اچھا خاصہ قوی ہیکل اور کسی قدر تند مزاج آدمی تھا لیکن بہرحال ہم نے اُسے ٹھیک کر لیا مال کی منتقلی کے بعد ہم نے لانچ کو کھلے سمندر میں ہی چھوڑ دیا اور ان لوگوں کو ہدایت کر دی کہ وہ لانچ کو جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں۔

انچارج کو قبضے میں کرکے ہم اپنی لانچوں پر پہنچ گئے اور اس کے بعد ہماری لانچیں واپس چل پڑیں۔ مجھے یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت ہوئی تھی کہ یہاں کے گروہ کو رادھن سنگھ کنٹرول کر رہا ہے۔ اب رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کیا صورتِ حال ہے اُس کی۔ اس کے لیے انچارج ہمارا معاون ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ ہم اُسے لیے ہوئے وہاں سے آ گئے اور پھر ایک ایسی عمارت میں اس انچارج کو قید کر دیا گیا جو ہماری عام رہائش گاہ سے مختلف تھی۔ لیکن وہاں پر قیدیوں کی نگرانی کے لیے خاصا معقول بندوبست تھا۔

ٹیڈی نے یہ ذمہ داری قبول کر لی تھی کہ وہ انچارج [illegible] زبان کھلوا لے گا اور اگر رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلومات ہو سکیں تو [illegible] حاصل کر لے گا۔ مجھے ٹیڈی پر مکمل اعتماد تھا چنانچہ میں نے تمام تر ذمہ داریاں اسے سونپ دیں اور اس سے کہا کہ رادھن [illegible] کے بارے میں معلومات حاصل کرکے مجھے اطلاع دے۔

[illegible] لانچ سے جو مال پکڑا تھا وہ لاکھوں روپے کی مالیت کا تھا اس طرح سورج گرہن کو ہمارے ہاتھوں یہ دوسرا شدید نقصان [illegible] پا تھا۔ کوشل کو میں نے اپنی اس دوسری کامیابی کی بھی اطلاع دے دی تھی اور وہ خوش ہو گئی تھی، بہرطور اس کے بعد چند [illegible] نہایت خاموشی سے گذر گئے، کوشل اور میں مختلف موضوعات [illegible] گو کرتے رہتے تھے۔ بارہا رادھن سنگھ کا موضوع بھی زیرِ [illegible] آتا۔ جب میں نے اسے یہ بتایا کہ مقامی کنٹرولر رادھن سنگھ [illegible] ہے تو ایک دم اس کا چہرہ ستّ گیا تھا۔

"یہ نہیں پتہ چل سکا بھیّا کہ اس کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"ابھی تک نہیں — لیکن میرا خیال ہے کہ میرے آدمی جلد [illegible] یہ بھی معلوم کر لیں گے۔"

"میں بس اسی کی منتظر ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کوشل! یہ جو کچھ ہو رہا ہے، کیا تم اس سے مطمئن نہیں [illegible] و گیا؟"

"تم مطمئن ہونے کی بات کرتے ہو بھیّا، میں تو یہ کہتی ہوں شاید ہی دنیا میں کسی نے کسی کے لیے اتنا کچھ کیا ہو، تم نے جانے مجھے کون سا مقام دے دیا ہے اپنے ذہن میں میں تو اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتی۔" میں خاموش ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں کچھ بولوں گا تو میرے اندر بھی جذباتی کیفیات پیدا ہو جائیں گی۔ اور میں ابھی اس کیفیت سے بچنا چاہتا تھا

تقریباً دس دن بعد ٹیڈی نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے رادھن سنگھ کا پتہ لگا لیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اسے اپنے پاس پہنچنے کی تاکید کی۔ ٹیلیفون پر اس قسم کی گفتگو کرنا بالکل مناسب نہ تھا۔ ٹیڈی میرے پاس آ گیا۔ میں نے اسے اپنے کمرۂ خاص میں طلب کر لیا تھا۔

"ہاں ٹیڈی کہو۔"

"سر! معلوم کر لیا ہے میں نے، اس چور کے بارے میں۔ دراصل وہ اپنی ریاست کو ختم کرکے یہاں آ گیا ہے۔ ریاست تو ویسے بھی اب نہیں رہی لیکن وہ جس حیثیت سے وہاں تھا۔ وہاں بے حد بدنام ہو گیا تھا اور بے شمار لوگ اس کی زندگی کے درپے ہو گئے تھے، جس طرح اس کی عادت لوگوں کو نقصان پہنچانے کی تھی۔ بالآخر وہ وہاں اپنا تحفظ نہ کر سکا۔ اس پر بار بار قاتلانہ حملے ہوئے اس نے بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان کی زندگیاں تباہ کر دیں۔ خاندان کے خاندان تباہ کر دیئے اس نے اور اس کے بعد بالآخر وہ یہاں آ گیا۔"

"گڈ — یہ ساری معلومات تمہیں کس طرح معلوم ہوئیں ٹیڈی؟"

"خوش قسمتی ہے سر، ہمارا اپنی برادری کا آدمی اس کے ہاں ملازم ہے۔"

"اوہ گڈ — کیا نام ہے اس کا؟"

"جوزف۔" ٹیڈی نے جواب دیا۔

"کب سے ملازم ہے وہ؟"

"پرانا ملازم ہے، تقریباً بیس سال سے ان کے ہاں کام کرتا ہے۔ بس معلومات حاصل کرتے کرتے میں اس تک پہنچ گیا اور پھر جوزف سے مجھے جو کچھ بھی معلوم ہوا، وہ آپ کے سامنے حاضر ہے۔"

"کہاں رہتا ہے وہ؟" میں نے سوال کیا اور ٹیڈی نے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے بتا دیا۔

"اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب، پورا خاندان ہے اس کا، بڑا باعزت آدمی بن کر وہ رہ رہا ہے کم بخت یہاں۔"

"کنور رادھن سنگھ کے نام سے ہی ہے؟"

"جی ہاں — اس نے اپنے نام میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

"اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤ، جوزف کو تحفظ فراہم کرو، اس کی مدد کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کرو۔ ہمیں اس سے رادھن کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہنی چاہئیں۔ بس یوں سمجھ لو ٹیڈی، سورج گرہن ہی نہیں رادھن سنگھ بھی ہمارا شکار ہے اور ہم اسے کسی بھی طرح نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

"او کے سر۔ میں یہ کام کیے لیتا ہوں۔ اس سلسلے میں کوئی اور حکم؟"

"نہیں۔ پہلے تو مجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوتی رہنی چاہیئے۔ اس کے بعد کوئی نیا پروگرام انجام دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ ٹیڈی کی دی ہوئی اطلاعات سے میں نے کوشل کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ وہ جذباتی لڑکی تھی۔ نجانے یہ

جاننے کے بعد کہ رادھن سنگھ یہاں موجود ہے، وہ کیا قدم اٹھا بیٹھے کہیں اس کا کوئی قدم اس کی زندگی کا دشمن ہی نہ بن جائے۔ اس لیے میں نے اسے ان معلومات سے لاعلم رکھا البتہ اپنے طور پر میں نے سوچ لیا تھا کہ اب رادھن سنگھ کے خلاف کیا کرنا ہے۔ پھر سامنے آگیا تھا، کوشل کا بدترین دشمن۔ گولڈمین کے نام سے میں نے تنظیم کو جس طرح پھیلایا تھا اور جس جس طرح میں نے سورج گرہن کو نقصانات پہنچائے تھے۔ اس کے تحت اگر رادھن سنگھ کو یہ معلومات حاصل ہو جائیں کہ یہ سب کرنے والا میں ہوں تو وہ یقینی طور پر میری طرف متوجہ ہوگا۔ میں اسے بڑے سکون سے مارنا چاہتا ہوں اس طرح کہ کوشل کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ البتہ کوشل کو اس سلسلے میں کنٹرول کرنا تھا۔ کہیں وہ رادھن سنگھ کو دیکھ کر بے قابو نہ ہو جائے۔ بڑے غور و خوض کے بعد بالآخر میں نے ایک اسکیم ترتیب دی اور اس کے بعد ٹیڈی سے بھی۔ اس سلسلے میں گفتگو کی، ٹیڈی نے میری اسکیم سے دلچسپی کا اظہار کیا تھا چنانچہ اس کے بعد نئی اسکیم پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ میں ایک مخیر شخص کی حیثیت سے منظر عام پر آیا، بہت سے فلاحی اداروں کو میں نے چندے دیے۔ سیاسی میٹنگوں میں بھی میں نے شرکت کی اور جگہ جگہ حکومت کو نئے طرح طرح کے عطیات سے نوازا جس کی بنا پر تھوڑے ہی دنوں میں حکومت میری جانب متوجہ ہوگئی اور میرا ایک سوشل مقام بنتا چلا گیا۔ میں کسی ایسی پارٹی کی تاک میں تھا جس میں رادھن سنگھ بھی۔ شامل ہو اور اس سلسلے میں جوزف کی مدد سے ہمیں زبردست مدد مل رہی تھی۔ جوزف کے تحفظ کے لیے رادھن سنگھ کی کوٹھی کے اردگرد تقریباً پچیس آدمیوں کو پھیلا دیا گیا تھا اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر جوزف کسی وقت خطرے میں ہو تو وہ اس کی بھرپور مدد کریں، لیکن جوزف مطمئن تھا، وہ خود بھی چالاک آدمی تھا اور بڑی احتیاط کے ساتھ رادھن سنگھ کے معمولات سے ٹیڈی کو آگاہ کر رہا تھا۔ بالآخر مجھے ایک ایسی پارٹی کے بارے میں پتہ چلا جو پرائیویٹ قسم کی تھی، صرف ایک دولت مند شخص کی بیٹی کی شادی تھی جس میں اس نے تمام شہر کے بڑے بڑوں کو بلایا تھا۔ ٹیڈی کے لیے یہ بات مشکل نہیں تھی چنانچہ مجھے بھی ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے دعوت نامہ پیش کیا گیا، پارٹی میں میں شریک ہوا اور یہاں میں نے پہلی دفعہ رادھن سنگھ کو دیکھا۔ کم بخت کسی بھیڑیے کی ہی طرح تھا۔ لمبے چوڑے قد و قامت کا مالک، چہرے پر بے پناہ رعب، آنکھیں غنودہ سی، اس کی شخصیت بلاشبہ پر... سی تھی۔ بہرطور لوگوں نے اس سے میرا بھی تعارف کرایا اور میں نے بڑے پراخلاق انداز میں رادھن سنگھ کا خیر مقدم کیا۔

"آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا جا رہا ہے پچھلے دنوں سے اور آپ کی شخصیت اچانک ہی منظر عام پر آئی ہے جبکہ یہاں رہنے والوں سے میری کافی واقفیت ہے۔ کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ اس سے پہلے آپ کہاں رہے ہیں؟"

"پرانی باتوں کو دہرانا مجھے پسند نہیں ہے کنور صاحب بہتر یہ ہے کہ ہم نئے ماحول کی بات کریں۔"

"لیکن بدقسمتی سے میں پرانی چیزوں میں بہت دلچسپی لیتا ہوں۔ مجھے اس بات کی کھوج ضرور ہوتی ہے کہ کوئی شخص اگر منظر عام پر ابھرتا ہے تو اس کا ماضی کیا ہے۔ اور راجہ صاحب اگر ماضی معلوم نہ ہو تو آدمی ایک دوسرے کی طرف سے شک و شبے کا شکار رہی رہتا ہے۔"

"گویا آپ کو میرے اوپر کسی قسم کا شبہ ہے رادھن سنگھ جی۔؟"

"نہیں راجہ صاحب، بس یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کون سی ریاست سے ہے آپ کا تعلق اور کہاں کے راجہ ہیں آپ؟"

"میں نے تو آپ سے یہ بھی نہیں پوچھا کنور رادھن سنگھ جی کہ آپ کنور کیسے بن گئے۔" میں نے جواب دیا

"اچھا تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اس پارٹی سے ہٹ کر ایک نشست رکھ لیتے ہیں۔ اس میں آپ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھیں، ہم آپ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اسی طرح دوستیاں ہوتی ہیں۔" رادھن سنگھ سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ طنزیہ گفتگو کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا لیکن میں نے بھی اس کو ایسے ایسے جوابات دیئے کہ بعض اوقات وہ تلملا کر رہ گیا۔ بہرطور اس نے اپنی مسکراہٹ نہیں چھوڑی تھی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ میں نے اسے اپنی کوٹھی میں مدعو کر لیا۔

"چلیے۔ ویسے تو ہم کسی کے گھر نہیں جاتے لیکن آپ کی کوٹھی ضرور آئیں گے۔"

"میں آپ کا استقبال کروں گا کنور صاحب، بڑے آدمیوں کو بڑے آدمیوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔"

"ہوں ٹھیک کہا آپ نے۔" رادھن سنگھ نے جواب دیا۔

اور اس کے بعد ٹیڈی نے مجھے بتایا کہ چند افراد کو مشتبہ

عمارت کے اردگرد گھومتے دیکھا گیا ہے۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر ٹیڈی کو حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کر کے کوٹھی میں قید کر لیا جائے چنانچہ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے پانچ آدمی کوٹھی کے قید خانے میں پہنچا دیے گئے جو میں نے خصوصی طور پر بنوایا تھا، تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں نے ان سے ملاقات کی۔ وہ متوحش نظر آ رہے تھے، شکل و صورت سے وہ اچھے لوگ نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ٹیڈی نے انہیں اچھی طرح باندھ کر وہاں چھوڑا تھا، پانچوں اکڑوں ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ انہوں نے خوفزدہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ زیادتی ہے، جرم ہے۔ ہمیں حبس بے جا میں رکھا جا رہا ہے۔ اگر ہم آزاد ہو گئے تو تمہارے خلاف رپورٹ کریں گے۔ اور تمہیں۔ تمہیں گرفتار کرا دیں گے۔"

خوب۔ ٹھیک ہے، ضرور گرفتار کرا دینا لیکن تم عام قسم کے مجرموں کی طرح اس بات کا اظہار مت کرو کہ تم حقیقت سے واقف نہیں ہو۔ میں صرف ایک سوال کرتا ہوں اور اس کا صحیح جواب چاہتا ہوں۔ اگر مجھے اپنے سوال کا صحیح جواب نہ ملا تو اس کے بعد شاید تم اندازہ نہ کر سکو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ان لوگوں پر میں اپنا پورا پورا رعب جما دینا چاہتا تھا۔ وہ سب خاموشی سے دیکھتے رہے، میں نے ٹیڈی کو اشارہ کیا اور وہ ایک شخص کو پکڑ کر آگے لے آیا۔

"رادھن سنگھ نے میرے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟"

"کون رادھن سنگھ۔ ہم کسی رادھن سنگھ کو نہیں جانتے۔"

اس شخص نے تیز لہجے میں کہا۔ اور میں نے اطمینان سے جیب سے پستول نکالا جس کی نالی پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ پستول کی نال میں نے اس کی پیشانی پر رکھ کر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا۔ گولی اس کا بھیجا پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔ باقی چار آدمیوں کے منہ سے دلخراش چیخ بلند ہوئی۔ وہ دہشت زدہ انداز میں اپنے ساتھی کو دیکھ رہے تھے، جو چند لمحات زمین پر تڑپا اور پھر ایڑیاں رگڑتا ہوا ساکت ہو گیا۔ ان سب کے چہروں پر اب خوف کے آثار پھیلے ہوئے تھے، میں نے ٹیڈی کو اشارہ کر کے دوسرے آدمی کو قریب بلایا اور وہ پورے بدن سے کانپتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

"رادھن سنگھ نے کیا کہا تھا تم سے؟"

"اس نے۔ اس نے کہا تھا، خود اس نے نہیں کہا تھا بلکہ ہمیں دوسرے ذریعے سے۔ ہدایت ملی تھی کہ ہم اس کوٹھی کی نگرانی کریں۔"

"تمہارا تعلق سورج گرہن سے ہے؟"

"ہاں۔!" اس نے جواب دیا۔

"رادھن سنگھ کے ساتھ یہاں اور کتنے آدمی ہیں؟"

"سورج گرہن کا پورا گروہ ہے۔"

"گڈ۔ تم نے اپنے باقی تین ساتھیوں کی زندگی بچالی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ٹیڈی کو اشارہ کر کے واپس چل پڑا۔ میں نے ٹیڈی کو ہدایت کی کہ اس شخص کی لاش کو اٹھا کر ٹھکانے لگوا دی جائے۔

ٹیڈی آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے جناب اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا اس سلسلے کے آئندہ اقدامات پر غور کر رہا تھا جس درندگی سے میں نے اس شخص کو قتل کیا تھا، بلاشبہ مجھے خود بھی پسند نہیں تھی۔ لیکن زبان کھلوانے کے لیے ضروری تھا کہ ان لوگوں کو کوئی ذہنی صدمہ پہنچایا جائے۔ بہرطور رادھن سنگھ کوئی اچھا آدمی تو تھا نہیں اور اس کے ساتھی بھی شریف لوگ نہیں تھے۔ چنانچہ یہ سب تو کرنا ہی پڑے گا۔

دوسرے دن رادھن سنگھ نے مجھے میری رہائش گاہ پر ٹیلیفون کیا۔

"راجہ صاحب! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"اوہ۔ کنور صاحب! کیسے زحمت کی؟"

"بس کچھ نہیں۔ آپ سے بڑی محبت محسوس ہوتی ہے۔ بڑی خوشی ہوتی ہے آپ سے مل کر، ایسے دوست کہاں ملتے ہیں۔ لیکن بات وہیں کی وہیں ہے، آپ کا ماضی نہیں مل سکا۔"

"اگر میرا ماضی جان لوگے تو رادھن سنگھ! تمہارا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔" میں نے جواب دیا اور رادھن سنگھ ایک قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ہو سکتا ہے راجہ صاحب، کیوں نہ ہم کوئی کھیل کھیلیں دیکھو نا زندگی تو ایسی ہی دلچسپیوں کا نام ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"میں ہر طرح کا کھیل کھیل لیتا ہوں، رادھن سنگھ مہاراج آپ کہیے کیا کھیل کھیلنا ہے آپ کو؟" میں نے سوال کیا

"اس کے بارے میں بعد میں باتیں کریں گے، یہ تو بتائیں ملاقات کہاں ہو رہی ہے ہماری آپ کی؟"

"جہاں آپ چاہیں۔"

"تو پھر گرین کلب کیسا رہے گا، شاید آپ کو اس کے بارے میں پہلے سے معلومات نہ ہوں، گرین کلب کی ممبرشپ صرف ایسے لوگوں کو دی جاتی ہے جن کا ماضی سامنے ہو، یہ رئیس نواب، راجاؤں اور انگریزوں سے خطاب ملے ہوئے لوگوں کا کلب ہے۔ کوئی گھٹیا آدمی تو یہاں آ ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں واقعی میں اس کے بارے میں نہیں جانتا، لیکن۔ اطمینان رکھیے آج یا آپ جب کہیں آپ سے وہیں اور اسی کلب میں ملاقات کروں گا۔"

"تو پھر کل کیوں نہ ہو جائے یہ ملاقات۔" رادھن سنگھ نے کہا۔

"کیا کھیل وہیں شروع ہو جائے گا؟"

"ارے کھیل کا کیا ہے، وہ تو زندگی بھر کی چیز ہے۔ آپ آئیے تو سہی، کل کس وقت آ رہے ہیں آپ؟"

"آٹھ بجے۔" میں نے جواب دیا اور مختصر گفتگو کے بعد ٹیلیفون بند کر دیا۔ رادھن سنگھ کی یہ دعوت میرے لیے معنی خیز تھی۔ بہرطور اس کے لیے میں نے تمام انتظامات کیے تھے، گرین کلب کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو رادھن کا کہا بالکل صحیح نکلا۔ یہ واقعی انگریزوں کے زمانے کا کلب تھا اور بڑے رکھ رکھاؤ سے چل رہا تھا لیکن میری جو موجودہ پوزیشن تھی، اس کے تحت اس کلب کی رکنیت حاصل کرنے میں مجھے دقت نہ ہوئی تھی اور میرے ایک آدمی نے وہاں کا ایک دعوت نامہ فراہم کر دیا۔ چنانچہ دوسرے دن آٹھ بجے کچھ خاص تیاریوں کے ساتھ میں گرین کلب چل پڑا۔ گرین کلب کی حسین عمارت میں میری لمبی اور شاندار کار داخل ہوئی تو میں نے اس کے برآمدے میں ہی چند لوگوں کو دیکھا۔ ان میں کنور رادھن سنگھ بھی تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ان سے ملو۔ راجہ صاحب سے آپ پہلے نہیں ملے ہوں گے۔ نیا نیا نام ابھرا ہے ان کا۔ لیکن اگر آپ لوگوں میں سے کوئی یہ بتلا دے کہ راجہ صاحب کون سی ریاست کے راجہ ہیں تو میں پانچ لاکھ روپے اسے انعام کے طور پر پیش کر دوں گا۔" عجیب سی گفتگو تھی، تمام ہی لوگ متوجہ ہو گئے تھے۔

"کنور صاحب بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں دوستو بہرحال پانچ لاکھ روپے اگر تم میں سے کوئی حاصل کرنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ــــ آئیے کنور صاحب، کیا آپ اندر داخل نہیں ہوتے؟ کیا آپ کا تعلق برآمدے ہی سے ہے؟" اس سوال سے کنور رادھن سنگھ کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر پھر بھی وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں ــ نہیں آئیے، برآمدے سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔" اور میں اس کے ساتھ اندر چل پڑا۔ کنور رادھن کلب کے اندرونی ہال میں داخل ہو گیا۔ باہر کے لوگ بھی اندر آ گئے تھے۔

"تشریف رکھیے راجہ صاحب!"

"شکریہ کنور ــ!" میں بیٹھ گیا۔

"کیا خدمت کی جائے آپ کی؟"

"جو آپ پسند کریں۔ آپ نے کس کھیل کی بات کی تھی؟" میں نے کہا۔

"ہاں کھیل ــ واقعی، کون سا کھیل پسند کریں گے آپ؟" کنور نے مجھ سے پوچھا۔

"مجھے ہر قسم کے کھیل پسند ہیں کنور صاحب، فیصلہ آپ پر ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا کھیل آپ کو زیادہ پسند نہیں آئے گا راجہ صاحب! اس بات کو آپ غور سے سوچ لیں۔"

"کنور صاحب ــ مجھے ہر طرح کے کھیل پسند ہیں اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو آپ بھی کسی قدر میرے کھیلوں سے واقف ہیں۔"

"کون سے کھیل کا تذکرہ کر رہے ہیں راجہ صاحب!" کنور رادھن سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت سے کھیل کھیلے ہیں میں نے، کون کون سے کھیلوں کا تذکرہ کروں۔ مثلاً ابھی پچھلی رات پانچ آدمی میری کوٹھی کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ میں نے ان پانچوں کو اپنے ساتھ پولو کھیلنے پر آمادہ کیا اور ان میں سے ایک نے کھیل ہار کر مجھے بہت سی باتیں بتا دیں۔" رادھن سنگھ کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سرخ ہو گیا، پھر اس نے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بس۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کنور صاحب، جن کو پورے طور پر سمجھانا مناسب نہیں ہوتا، چھوڑیں ان باتوں کو گرین کلب میں تاش کا کھیل بھی زوروں پر ہے۔"

ہاں ــ لیکن جو لوگ یہ کھیل کھیل رہے ہیں ان کی اوقات ...ت کم ہے۔ ان میں سے کوئی بھی میرے معیار کا کھلاڑی ...ہیں ہے۔"

"کیا معیار ہے آپ کا کنور صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ راجہ صاحب اپنی تمام ریاستوں کو ہار کر بھی میرے ...یل کے معیار کو نہیں پہنچ سکتے۔"

"اور آپ ہارنے کی کیا صلاحیت رکھتے ہیں کنور صاحب؟"

"میں نے ہارنے کے لیے کبھی کوئی کھیل نہیں کھیلا۔"

"یہ بھی غلط ہے، ابھی کچھ ہی دن پہلے آپ ایک گیم ہار ...ے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کون سا گیم؟" کنور چونک کر بولا

"خیر چھوڑیئے ــ ایک شخص نے مجھ سے اس ہار کا ذکر کیا تھا ...ما، غالباً ہانگ کانگ کا باشندہ تھا اور کیتھرو کائن کے نام سے ...ہور تھا۔" اس انکشاف سے رادھن سنگھ کی حالت بری ...ئی تھی، ایک لمحے کے لیے اس میں تشنج پیدا ہوا۔ بمشکل تمام وہ ...ے ہوش سنبھال سکا۔ اس دوران میں ادھر ادھر دیکھتا رہا تھا ...میں نے اسے اس طرح نظرانداز کر دیا تھا جیسے اس کی بے حیثیتی ...ا میری نظر میں کوئی اہمیت نہ ہو۔ کنور نے اپنے آپ پر قابو پایا ...ر پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ہوں ــ تو کیتھرو کائن سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ راجہ صاحب، چلیے یہ تو اچھا ہے کہ آپ بھی ہماری ہی لائن کے ...ادمی نکلے، یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے کام کرنے کے انداز ...یں راجاؤں کی شان موجود ہے۔" کنور رادھن سنگھ نے میرے اوپر چوٹ کی۔

...ہاں ــ راجہ جن معنوں میں آپ استعمال کر رہے ہیں، ان ...میں بھی غلط نہیں ہے۔ قدیم زمانے میں راجہ چڑھائی کرتے تھے علاقے ختم کرتے تھے اور مفتوحہ علاقے ان کی ملکیت ہوتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کنور صاحب، کہ وہاں کے لوگ دفاع کی اہلیت نہیں رکھتے تھے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے قابل نہیں ہوتے تھے ــــ بہرطور تاش کا کھیل بھی بری چیز نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو کسی بھی وقت یہیں اسی گرین کلب میں ...آگر میرے ساتھ کھیل سکتے ہیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جیتنے کے سلسلے میں آپ کو مایوسی نہیں ہو گی۔ یعنی آپ کی جتنی حیثیت ہے، اس کے مطابق رقم آپ ضرور جیت سکتے ہیں۔" اس کے بعد شاید رادھن سنگھ میں قوتِ برداشت نہیں رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک سمت چلا گیا۔ یہ بے بسی کی علامت تھی، غالباً میرے پے در پے واروں نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ رادھن سنگھ سے یہ ٹکر لے کر مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی اور میں اس شخص کو درحقیقت دو کوڑی کا بنا دینا چاہتا تھا۔ اس وقت یہ نشست انتہائی معقول رہی تھی اور میرے اپنے خیال میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔ گرین کلب کے دوسرے ممبروں سے میری ملاقات ہوئی اور باقاعدہ تعارف کے بعد میں نے یہاں اپنے لیے ایک مقام حاصل کر لیا۔ کئی بڑے اور اہم لوگوں نے مجھے کلب کی مستقل رکنیت کی پیش کش کی۔ تو میں نے کہا۔

آپ نے دیکھا کہ میرے لیے یہاں آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ رکنیت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، میں جب بھی چاہوں گا، یہاں آ جاؤں گا، ویسے کنور رادھن سنگھ نے مجھے تاش کھیلنے کی دعوت دی ہے۔ بہت جلد میرے اور ان کے درمیان کھیل ہو گا۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ کھیل آپ کے لیے کافی دلچسپی کا باعث ہو گا۔ چونکہ کنور صاحب کا کہنا ہے کہ ان کی دولت کے مقابلے پر کوئی بھی ان کے سامنے نہیں آ سکتا۔ لوگوں نے اس بات کو خاص طور سے نوٹ کیا تھا۔ ان میں سے چند افراد نے دبی زبان میں یہ بھی کہا کہ کنور رادھن سنگھ بلاشبہ ایک دولت مند شخص ہے لیکن اس نے کبھی کوئی ایسا کارنامہ نمایاں انجام نہیں دیا کہ منظر عام پر آ سکتا جب کہ راجہ صاحب کی سخاوت کے بہت سے واقعات ان لوگوں کے علم میں ہیں۔

واپسی میں میں نے بڑی احتیاط رکھی تھی کنور رادھن نے واپسی پر مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی، نظر ہی نہ آیا تھا مجھے اس لیے واپس آتے ہوئے میں خاص طور سے چوکنا تھا چونکہ یہ بات جانتا تھا کہ سورج گرہن کے افراد بے شمار ہیں اور کوئی کارروائی کر سکتے ہیں لیکن ایسی کوئی بات ہوتی تو کنور رادھن کو چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا کیونکہ میرے آدمی بھی اس وقت مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ کوٹھی واپس آنے کے بعد میں کافی دیر غور و خوض کرتا رہا۔ رادھن سنگھ سے ملاقات ہو گئی تھی۔ وہ یہ جان چکا تھا کہ سورج گرہن ــ مقابلے میں راجہ ہی ہے اور یقیناً اسے اس بات کا علم بھی ہو گیا ہو گا کہ گولڈن تنظیم سے میرا گہرا تعلق ہے۔ گویا ہمارا آپس میں تعارف ہو چکا تھا۔ میں نے جس مقصد کے تحت اس کارروائی کا آغاز کیا تھا، اب اسے پا لیا تھا کوشل کو اب اس سلسلے میں بے خبر رکھنا ممکن نہ تھا کیونکہ تاش کے کھیل میں میں نے کنور رادھن سنگھ کو جو چیلنج کیا تھا، اس

میں کوشل ہی کو مدنظر رکھا تھا، اور ایک دلچسپ سچویشن میرے ذہن میں تیار ہو چکی تھی۔ تاش کے کھیل میں کوشل ویسے ہی ماہر تھی اور جیسا اس نے مجھے اپنی کہانی میں سنایا تھا کہ تاش کے باون پتے ہمیشہ اس کا فیور کرتے ہیں۔ چنانچہ رادھن سنگھ کو ہارنا ہی تھا۔ اس کے علاوہ کوشل کو دیکھ کر اس کی جو حالت ہو جائے گی وہ بھی قابل دید ہو گی۔ میں اس دلچسپ کھیل کی تمام سچویشن اپنے ذہن میں تیار کرنے لگا۔ کنور رادھن سنگھ کو اب اس طرح زچ کر دوں گا کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ اور اس کے بعد — اس کے بعد میرے ذہن میں بہت سے منصوبے بنے اور بگڑنے لگے۔ بہرطور میں نے دوسری رات کھانے کی میز پر کوشل سے اس بات کا ذکر چھیڑ دیا۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا کوشل کہ میں کنور رادھن سنگھ سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

"ہاں بتایا تھا بھیا۔"

"تم نے اس پر یہ سوال بھی کیا تھا کہ کیا میں اس کی رہائش گاہ کے متعلق بھی جانتا ہوں۔"

"ہاں کیا تھا۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کوشل کہ رادھن سنگھ سے میرا آمنا سامنا ہو گیا ہے۔"

"کب — ؟"

"کئی بار — آخری بار پچھلی رات کو ہوا تھا۔"

"اوہ — کیا آپ نے اس کے سلسلے میں کوئی کارروائی کر لی ہے بھیا، میرا مطلب ہے کہ — "

"ہاں کوشل، میں نے تم سے کہا تھا کہ ابھی جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اسے اس طرح ماریں گے کہ وہ موت کے بعد بھی یاد رکھے گا، میں نے اس کے لیے ایک سچویشن تیار کی ہے اور میں اب اس میں تمہیں شامل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا سچویشن ہے ؟"

"کوشل میں تمہیں پہلی بار کنور رادھن سنگھ کے سامنے پیش کروں گا۔"

"میں تیار ہوں، کب — ؟" کوشل نے مستعدی سے کہا۔

"ایک آدھ دن کے اندر اندر اس سے گرین ... میں میری — ملاقات ہوئی تھی، بڑی دلچسپ باتیں ہوئیں اور ہم دونوں ایک دوسرے سے کافی واقف ہو چکے ہیں یعنی کنور رادھن یہ جانتا ہے کہ گولڈ مین نامی تنظیم کے پس پشت میں ہی ہوں یا وہ کم از کم سمجھتا ہے کہ میرا تعلق کسی نہ کسی طرح گولڈ مین سے ہے چنانچہ اب اس کے علم میں یہ بات ہے کہ کیتھرو کاٹن کو لاکھوں روپے کی منشیات سپلائی کرنے والی تنظیم گولڈ مین کا ایک رکن میں بھی ہوں۔ میں نے اس سے تذکرہ کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد کوشل، تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ اس کی ذہنی کیفیات کیا ہوں گی بہرطور اس نے اپنے آپ کو سنبھال رکھا ہے ممکن ہے اس دوران وہ کوئی کارروائی جوم... ہو کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن تمہیں یقیناً اس بات کا اطمینان ہو گا کہ اس کارروائی کے ایسے سنگین نتائج بھگتنا ... شکست اب اس کا مقدر بن چکی ہے اور وہ کسی بھی ... خلاف اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں نے ... کے کھیل کا چیلنج کیا ہے۔ بات کوئی خاص نہیں تھی ... نے خود ہی اس کا تذکرہ کیا تھا، مجھے پیشکش کی تھی ... اس سے کہہ دیا تھا کہ ہار اس کا مقدر رہے اور اس ... جب چاہے آزما لے — "

"میں سمجھ رہی ہوں۔ میں سمجھ رہی ہوں۔" کو...

"بس کوشل تم تیار ہو جاؤ، تمہیں اپنی زندگی کا کھیل پیش کرنا ہے، ممکن ہے رادھن سنگھ بھی اس ... انتظامات کر کے آئے۔"

اطمینان رکھو بھیا، اگر میں جیت نہ سکی تو خود ک... گی۔" کوشل نے کہا۔

"ارے تمہیں اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ... تو تمہیں اس سے متعارف کرانا ہے، تم ذرا غور کرو ... صورت دیکھ کر اس پر کیا بیتے گی۔ اس کا اندازہ کر کے یقیناً مسرت ہو گی۔"

ہاں میں جانتی ہوں کوشل نے مضبوط لہجے میں کہا اس کے چہ... لمحے کے لیے خوف کے آثار نظر نہیں آتے تھے بہادر لڑکی تھ... مقصد کے لیے جان دینا جانتی تھی اس پر جو بیتی تھی اس کے ... میں میں جانتا تھا لیکن میں درحقیقت اسے مکمل طور پر ... سمجھتا تھا اس ساری کارروائی میں اس بے چاری کا کوئی ... نہیں تھا۔

بہرطور کنور رادھن سنگھ کی طرف سے ایک ہفتے تک ایسی کارروائی نہیں ہوئی جو قابل گرفت ہوتی یقینی طور پر اسے ان پانچ آدمیوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو گا جنہیں اس کوٹھی کے گرد پھیلایا تھا اور جن کا اب اسے کوئی پتہ نہیں تھا۔

... نے یہ اندازہ بھی لگا لیا ہو گا کہ گولڈ مین نامی تنظیم معمولی نہیں ہے۔ ... سورج گرہن کی طرف سے اس سلسلے میں کیا کارروائی ہو ... ہے اس کی اطلاع مجھے جوزف سے مل سکتی تھی لیکن جوزف سے اس ... ان کوئی رابطہ نہیں قائم ہو سکا تھا۔ میں نے ٹیڈی سے اس سلسلے ... بات چیت کی اور معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ ... ف کی طرف سے کوئی پیغام کیوں نہیں موصول ہوا۔

"جوزف خیریت سے ہے چیف۔ ابھی تک وہ کوئی خاص ... نہیں معلوم کر سکا آپ کہیں تو اس سے رابطہ قائم کرنے کی ... شش کی جائے۔"

"اس کی پوزیشن محفوظ رکھ کر۔" میں نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں میں دس گھنٹوں کے بعد اس سلسلے میں ... کو رپورٹ پیش کروں گا۔ ٹیڈی نے کہا اور تقریباً تین گھنٹے ... بعد اس نے اس سلسلے میں مجھے اطلاع دی۔

"جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا ہے چیف۔ رادھن سنگھ ... دوران یہاں نہیں رہا ہے وہ ایک بار بھی کوٹھی نہیں آیا — ... ریباً چھ سات دن سے غائب ہے یہ نہیں معلوم کہاں گیا — ... ٹھی کے معاملات معمول کے مطابق ہیں۔ اس لیے ہی جوزف نے ... ئی اطلاع نہیں دی۔

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ سورج گرہن تنظیم کے ارکان ... جوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔"

"چیف۔ ایک سوال کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔"

"ہاں۔"

"کیا آپ اس پوری تنظیم کو ختم کرنے کے درپے ہیں یا آپ کا ... معاملہ صرف رادھن سنگھ سے ہے۔"

"نہیں ٹیڈی۔ مسئلہ رادھن سنگھ ہی سے ہے لیکن سورج گرہن کے خلاف مسلسل عمل کرتے رہنا ہے تاکہ اس کی قربت ختم ہو جائے یا پھر اگر وہ باقی بچے بھی تو جب بھی اس کے ارکان ہمارے مقابلے پر آئیں ہم ان سے نمٹ لیں گے اس وقت تو صرف رادھن سنگھ ہی ہمارے مقابلے پر ہے۔

"اوکے چیف۔ بس یہی معلوم کرنا تھا مجھے۔ جوزف نے جواب دیا۔

"مزید دو دن گزر گئے رادھن سنگھ کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا لیکن تیسرے دن صبح ساڑھے دس بجے مجھے رادھن سنگھ کا پیغام موصول ہوا۔

"ہیلو راجہ صاحب۔ میں کنور رادھن سنگھ بول رہا ہوں۔"

"اوہو۔ رادھن سنگھ۔ آپ واپس آ گئے کنور صاحب، میرا تو خیال تھا کہ آپ اب شاید کبھی واپس نہیں آئیں گے۔"

احمقانہ خیالات کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے راجہ صاحب کسی بھی شخص کے بارے میں بہتر یہ ہوتا ہے کہ مکمل معلومات حاصل کر لی جائیں بعض اوقات ناواقفیت زندگی کی دشمن بھی بن جاتی ہے رادھن سنگھ کا لہجہ تلملایا ہوا تھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ یہ تو آپ نے ٹھیک کہا خیر کوئی بات نہیں ہے اگر آپ کو میرے یہ الفاظ ناگوار گزرے ہیں تو۔"

"نہیں نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے ہمارے اور آپ کے درمیان، پچھلی ملاقات میں ایک گفتگو ہوئی تھی راجہ صاحب

"ہاں۔ شاید تاش کے کھیل کے سلسلے میں، میں نے کہا۔

"یقیناً"

"تو کیا آپ کو اس بات پر یقین ہو گیا ہے کہ میں آپ کے مقابلے پر کھیل سکتا ہوں۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس کی بھی کچھ وجوہ ہیں دراصل اس دوران میں نے کیتھرو کاٹن سے ملاقات کر لی ہے اور مجھے اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ منشیات کے کچھ ذخیرے اس کے ہاتھوں فروخت کیے گئے ہیں جتنی بڑی رقم کیتھرو کاٹن نے مجھے بتائی اس سے اندازہ ہوا کہ کم از کم وہ رقم تو آپ ہار ہی سکتے ہیں۔ رادھن سنگھ نے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بڑی تگ و دو کر رہے ہیں آپ میرے لیے کنور رادھن سنگھ صاحب میری خاطر آپ کو ہانگ کانگ جانا پڑے گا۔

آپ کی ... نہیں۔ دراصل کیتھرو کاٹن کی ...

اس دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہتا تھا حالانکہ میرے ساتھ کام کرتے ہوئے اسے سکون ہی سکون تھا۔ لیکن وہ بے چارہ شاید ابدی سکون کا خواہش مند تھا۔

"او ہو۔ او ہو۔ آپ اسے جا کر موت کی نیند سلا آئے۔"

کیسی باتیں کر رہے ہیں راجہ صاحب بھلا مجھے کسی کو مارنے کی کیا ضرورت ہے سنا ہے بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ خیر چھوڑیں ان باتوں کو۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ملاقات کب ہو رہی ہے۔

بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے کنور صاحب آپ جب چاہیں۔

تو پھر آج ہی رات کیوں نہ گرین کلب میں جشن منا ڈالا جائے۔

میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار ہوں میں نے جواب دیا۔

تو ٹھیک ہے رات کو ساڑھے آٹھ بجے کلب کے سارے ممبران آپ کا استقبال کریں گے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک تاریخی کھیل ہو گا۔ رادھن سنگھ نے کہا۔

میں حاضر ہو جاؤں گا کنور رادھن سنگھ جی میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند ہو گیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

پھر میں رات کے بارے میں سوچنے لگا کچھ خصوصی تیاریاں بھی کرنی تھیں اس سلسلے میں، چنانچہ ٹیڈی کو خصوصی طور پر طلب کر کے میں نے آج رات کے پروگرام کے بارے میں اطلاع دی اور اس سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔

یہ معلوم کرنا ہے راجہ صاحب کہ اگر اس کی طرف سے کوئی مجرمانہ کارروائی ہو تو ہمیں اس کے جواب میں کیا کرنا چاہیے۔

جو تمہارا دل چاہے لیکن کسی بھی طرح منظر عام پر آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

"آپ اطمینان رکھیں۔ ٹیڈی بولا اسے رخصت کرنے کے بعد میں نے کوشل کو اپنے پاس طلب کر لیا۔

"کوشل۔ آج رات تمہارا امتحان ہے۔

کیا اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ کوشل نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تمہیں کچھ ہدایات دینا ہیں کوشل۔ میں نے کہا۔

"ضرور۔ کہو کیا ہدایات ہیں۔؟"

"اپنے آپ کو مکمل طور پر غیر جذباتی رکھنا ہے کوشل تم اپنی اصل شکل و صورت میں اس کے سامنے جاؤ گی میں۔ س سے تمہارا تعارف کوشل کماری کہہ کر کراؤں گا اور اس کی حالت قابل[illegible] گی لیکن تمہیں اپنے چہرے سے اور اپنی کسی بھی حرکت سے ا[illegible] بات کا اظہار نہیں ہونے دینا کہ تم اس سے کسی بھی طرح خائف[illegible] اس کے لیے دل میں انتقام کا جذبہ رکھتی ہو بالکل اجنبی ا[illegible] اس سے ملو گی یہی ہماری جیت ہے کہ ہم اسے شدید ذ[illegible] کا شکار کر دیں کوشل چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے کہا

اطمینان رکھو۔ نواز ایسا ہی ہو گا۔

بہر طور ٹیڈی نے شام کو ساڑھے چھ بجے مجھے اطلا[illegible] کہ کلب کے اطراف پوری طرح مضبوط کر لیے گئے ہیں مختلف[illegible] سے ہمارے آدمی کلب میں داخل ہوتے رہے ہیں۔

چند افراد کو کلب سے اغوا کر لیا گیا ہے اور ان [illegible] ہمارے آدمیوں نے لے لی ہے تاکہ اندرونی طور پر اگر [illegible] گڑبڑ ہو تو اس سے نمٹا جا سکے ٹیڈی کی اس اطلاع کے [illegible] میں بہت مطمئن ہو گیا تھا۔

شام کو تیار ہو کر ہم دونوں باہر نکل آئے میری خواہ[illegible] کار گرین کلب کی جانب دوڑنے لگی اسے میرا ایک خا[illegible] ساتھی ڈرائیو کر رہا تھا کوشل نے ایک حسین سفید ساڑھی [illegible] ہوئی تھی جس میں اس کی شخصیت انتہائی پر وقار نظر آ رہی [illegible] کافی دیر تک ہم اس موضوع گفتگو کرتے رہے تھے پھر جب [illegible] گرین کلب کی عمارت میں داخل ہوئی تو وہاں واقعی میرے [illegible] کی اعلیٰ تیاریاں کی گئی تھیں۔

میں نے رادھن سنگھ کے ایک خاص آدمی کو وہاں جو میرے استقبال کے لیے موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر [illegible] اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں کنور جی کا سکریٹری ہوں۔"

"کیوں کیا کنور صاحب نہیں آئے۔ میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ کنور صاحب آ چکے ہیں۔ وہ اندر آپ کا ا[illegible] کر رہے ہیں سکریٹری نے جواب دیا اور میں مسکراتا ہوا ا[illegible] داخل ہو گیا۔ کوشل میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ہم ہال میں پہنچے تو لوگوں نے تالیاں بجا کر ہمارا استقبال کیا شاید آج کے پروگرام [illegible] کنور رادھن سنگھ نے خاصا پرچار کر دیا تھا اور اس پبلسٹی کی [illegible] پر آج کلب میں صرف ایک ہی بڑی میز بچھائی گئی تھی کنور رادھ[illegible] سنگھ نے مجھے دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں کوشل کی جانب اٹھ[illegible] کوشل کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو اس کے ذہن میں کوئی بات نہیں ابھری لیکن دوسرے لمحے شاید اسے کوشل کا چہرہ یاد آ گیا تھا میں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ رہا تھا وہ پھر سرخ ہو گیا تھا دیر تک وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر کوشل کی جانب متوجہ ہو رہا تھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کی مسز راجہ صاحب۔ اس نے سوال کیا۔

میں جانتا تھا کہ اس کے دل پر کیا بیت رہی ہے اس وقت وہ اپنے آپ کو نارمل رکھنے کے لیے کتنی کوششیں کر رہا ہے۔

نہیں۔ یہ کوشل کماری ہیں۔ میری دوست۔ میں نے جواب دیا۔ رادھن سنگھ ایک لمحے کے لیے پھر ساکت ہو گیا تھا کوشل کے انداز میں بے پناہ وقار تھا اس نے بالکل سادہ اور سپاٹ نگاہوں سے کنور رادھن سنگھ کو دیکھا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولی۔

"یہ کون ہیں ؟"

"اوہ۔ سوری کوشل کماری۔ یہ رادھن سنگھ ہیں بڑی خوبیوں کے مالک ہیں ان کی خوبیوں کی کچھ خبریں تمہارے کانوں تک بھی شاید پہنچ چکی ہوں یہ وہی رادھن سنگھ ہیں۔

میں جانتی ہوں انہیں کوشل کماری نے کہا اور رادھن سنگھ پر ایک ضرب پڑی۔

ہاں میرا خیال ہے ہم ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہیں اس نے آہستہ سے کہا۔

ناممکن۔ کوشل کماری سے آپ کیا واقف ہو سکتے ہیں کنور صاحب ان کے وجود کی گہرائیوں میں تو شاید آج تک کوئی انسان نہیں جھانک سکا۔

ان کا وجود۔ اس کی گہرائیاں۔ شاید۔ کنور رادھن سنگھ نے ٹیبل کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تشریف رکھیے راجہ صاحب۔ آپ یقینی طور پر اپنے لیے پروگرام ترتیب دے کر آئے ہوں گے آج ہمارے درمیان تاش کے کھیل کا مقابلہ ہے۔

"ہاں کوشل کماری سے بھی اس کا تذکرہ ہوا میں نے ان سے کہا کہ کنور رادھن سنگھ نامی ایک صاحب مجھ سے تاش کھیل کر جیتنا چاہتے ہیں یہ کہنے لگی کہ تاش کا کھیل بھی بھلا کوئی کھیل ہے اس میں جیتنا کون سا مشکل کام ہے بچوں کو با آسانی بے وقوف بنایا جا سکتا ہے تاش کے کھیل میں کوشل کماری بھی خاصی دلچسپی رکھتی ہیں۔

اوہ۔ بہت ماڈرن ہیں یہ۔ واقعی بہت حیرت ہوئی انہیں دیکھ کر کیونکہ رادھن سنگھ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

جی ہاں۔ آپ کچھ کہہ رہے تھے میں نے کہا۔

جو کچھ میں کہہ رہا تھا شاید ان کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا اس لیے رہنے دیں بات ایسی ہونی چاہیے جو سب کی سمجھ میں آئے۔

تو اس کے لیے تاش کا کھیل ہی سب سے زیادہ مناسب ہے کون سا کھیل کھیلیں گے آپ۔

فلیش۔ کنور رادھن سنگھ نے کہا۔

آپ کے کچھ ساتھی بھی ہوں گے۔

ہاں چند لوگ ہمارے ساتھ کھیلیں گے ظاہر ہے یہ دو آدمیوں کے درمیان کا کھیل تو نہیں ہے۔

ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

میرے اپنے آدمی ہوں گے۔ میری رقم سے کھیلیں گے اور جیت کی رقم مجھے دیں گے آپ کا کیا خیال ہے اس سلسلے میں راجہ صاحب آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہو گا۔

نہیں نہیں۔ آپ سب لوگ مل کر اگر میری یہ تھوڑی سی رقم جیت لیں گے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

تو پھر وہ تھوڑی سی رقم آپ منگوا لیجئے کا کنور رادھن سنگھ نے کہا اور میں نے ہاتھ اوپر کر کے اشارہ کیا میرے دو آدمی نوٹوں کی لاتعداد گڈیاں سنبھالے ہوئے اندر داخل ہوئے یہ گڈیاں ایک علیحدہ میز پر سجا دی گئی تھیں۔ رادھن سنگھ نے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"گڈ۔ کیتھروکائن زندہ باد۔

مجھے تمہاری خوشیوں کا اندازہ ہے۔ رادھن سنگھ لیکن آنے والے وقت کا افسوس بھی۔ میں جانتا ہوں کہ ہار جیت تمہارے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن ہار کا نام ہی برا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ اتنے سارے لوگ جو تمہارے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور جو تمہیں پر وقار دیکھنے کے خواہش مند ہوں گے ہارے ہوئے شخص کا وقار تو ذبح ہوتا ہی ہے۔ میں نے چوٹ کی اور رادھن سنگھ تلملا گیا۔

تمہارے لیے میں نے اپنے آپ میں بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں راجہ۔ بہر طور ٹھیک ہے ہمارے تمہارے درمیان یہ کھیل تو میرا خیال ہے لمبے عرصے جاری رہے گا۔

"فی الحال تاش کے کھیل کی بات کرو۔ میں نے کہا۔
کئی نئی گڈیاں آکر ہمارے سامنے رکھ دی گئی رادھن سنگھ نے ہماری طرف اشارہ کرکے کہا۔
ان میں سے کوئی گڈی منتخب کرکے اسے کھول لو تاکہ بعد میں یہ نہ کہہ سکو کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔
"یہ کام تم ہی انجام دو رادھن سنگھ"۔
نہیں۔ میں ایسے گھٹیا کام کبھی نہیں کرتا۔
ٹھیک ہے۔ میں نے جواب دیا اور ایک گڈی اٹھا کر اس کا ریپر پھاڑ دیا۔
گڈی اپنے ہاتھوں سے شفل کرکے میں نے سامنے رکھ دی اور کوشل نے مجھے اپنے گیم کے بارے میں بتایا تھا لیکن راجہ نواز اصغر سے وہ پوری طرح واقف نہیں تھی، راجہ نواز اصغر کا ماضی کیا تھا اور کوشل کو مختصراً تو اس کے بارے میں معلوم تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ تاش کا کھلاڑی راجہ نواز اصغر بھی ہے اور اس کی اپنی حیثیت بھی اس سلسلے میں کم نہیں ہے۔
چنانچہ جب مجھے موقعہ ملا تھا تو بھلا میں کیوں اعتراض کرتا تاش سیٹ ہوگئے تھے اپنی جگہ اور اس کے بعد میں نے رادھن سنگھ کے ایک آدمی سے تاش بانٹنے کو کہا۔
اس نے بے چون وچرا میرے حکم کی تعمیل کی تھی مجھے معلوم تھا کہ کوشل کے پاس کیا ہے اور میرے پاس کیا ہے کھیل شروع ہوگیا میں نے پر اطمینان انداز میں ایک گڈی اٹھا کر سامنے ڈال دی۔
کھیل ایک ایک گڈی سے شروع ہوا تھا اور یہ صورتحال انتہائی خوفناک تھی۔ بہرحال کھیل شروع ہوگیا میں نے پاؤں سے کوشل کو اشارہ کردیا تھا کہ اس کے پاس اچھے کارڈز نہیں ہیں۔ اس لیے وہ بہت زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ نہ کرے اچھے کارڈز میرے پاس بھی نہیں تھے چنانچہ پہلا شو ہم زبردست پیمانے پر ہار گئے۔
رادھن سنگھ کے چہرے پر فخر کے آثار پیدا ہوگئے اس نے مسکراتے ہوئے گڈی اپنے ایک ساتھی کو دی اور وہ اسے شفل کرنے لگا پھر وہ کارڈز بانٹنے لگا لیکن اصل کھیل اس وقت شروع ہوا تھا اپنے ہاتھ سے کارڈز تقسیم کرکے میں جیتنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کوشل کو جتانا چاہتا تھا تاکہ کسی قسم کے شبہے کا موقعہ نہ ملے۔
اس بار میری توقع کے مطابق کارڈز کوشل کے ہاتھ میں آگئے تھے اور اس کے کارڈز سب سے بڑے تھے چنانچہ میرے اشارے پر کوشل نے کھیل کھیلنا شروع کردیا۔ میں خود درمیان میں اڑا ہوا تھا۔ رادھن سنگھ کے دو آدمی تھوڑی دیر کے بعد تاش پھینک کر پیچھے ہٹ گئے رادھن سنگھ خود داؤ لگا تا رہا تھا وہ اپنی کے لیے اپنی طرف سے شو لینے کا روادار نہیں تھا۔
چنانچہ میز پر گڈیوں کے انبار جمع ہوتے گئے اور اس کے بعد میں نے بھی کارڈز پھینک دیئے اب کوشل اور رادھن سنگھ رہ گئے تھے۔
اوہ بے بی۔ ہمارے تمہارے درمیان بڑا لمبا حساب ہے لیکن فی الحال اس میز کی بات کرو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم شو لے لو۔
اگر آپ کہتے ہیں کنور صاحب۔ تو ٹھیک ہے شو کر دیجیے کوشل نے مطلوبہ رقم سامنے ڈالتے ہوئے کہا اور رادھن سنگھ نے اپنے پتے میز پر پھینک دیئے کوشل نے جب اپنے کارڈز شو کیے تو بے شمار حیرت زدہ آوازیں نکل گئیں اس کے کارڈز رادھن سنگھ سے بے حد معمولی سے بڑے تھے۔ وہ جیت گئی تھی گڈیوں کا ڈھیر اس طرف منتقل ہوگیا تھا اور اب اس کے بعد سارا کھیل کوشل کے ہاتھ میں تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوشل کسی کو ایک ہاتھ بھی جیتنے دیتی۔
گڈیاں جمع ہوتی رہیں کئی بار تاش تبدیل کیے گئے نئی گڈیاں لائی گئیں اور چونکہ تقسیم کوشل ہی کو کرنا تھا اس لیے اب کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ جیت سکے۔
جیت کی رقم میز پر جمع ہوتی رہی اور اس کے بعد دوسری میز پر منتقل ہونے لگیں اتنا بڑا کھیل شاید گرین کلب کی زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا چاروں طرف سے لوگ سمٹ کر یہاں آگئے تھے اور گیم ہو رہا تھا۔
رادھن سنگھ کا بس نہیں چلتا تھا کہ کوشل کو کچا چبا جائے وہ اپنی زندگی کی بہت بڑی ہار سے دوچار ہوا تھا یہاں تک کہ بالآخر اس نے کھیل ختم کرنے کا اعلان کردیا اور کھڑا ہوتا ہوا بولا۔
اس جیت پر میں آپ لوگوں کو مبارکباد نہیں پیش کروں گا کیونکہ اس کے بعد جو نیا کھیل ہوگا۔ وہ آپ دونوں کی زندگی میں بہت ہی منحوس ہوگا۔
ہارنے والے گالیاں بکتے ہوئے ہی جاتے ہیں کنور رادھن سنگھ جی اگر آپ چاہیں تو اپنی ہاری ہوئی رقم واپس لے جاسکتے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے کہا اور رادھن سنگھ پلٹ کر واپس چلا گیا
یہ صورتحال بڑی دلچسپ تھی میرا خیال ہے کہ ہم رادھن سنگھ

لاکھوں روپے کی رقم جیت کر لائے تھے کوشل بے پناہ خوش نظر آرہی تھی اس نے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔
آہ۔ راجہ نواز اصغر۔ شاید تم یقین نہ کرو کہ اس کی اس ہار اور ذلت سے میں نے کیسی زندگی حاصل کی ہے جی چاہتا ہے خوشی سے ناچنے لگوں۔ لیکن۔ لیکن۔
"ابھی نہیں کوشل۔ بہت چھوٹی سی بات ہوئی ہے یہ تو رادھن سنگھ کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے خساروں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔
مجھے یقین ہے۔ کوشل نے کہا۔
راستہ انتہائی پرسکون کٹ گیا رادھن سنگھ کی طرف سے ایسی کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی جو ہمارے لیے قابل تشویش ہوتی اور اس کے بعد تقریباً پندرہ دن تک رادھن سنگھ کا نہ کوئی پیغام موصول ہوا اور نہ اس کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی کی گئی جو ہمارے لیے نقصان دہ ہوتی البتہ میرے پلاننگ ڈپارٹمنٹ نے مجھے ایک منصوبہ پیش کیا جو سورج گرہن کے خلاف تھا اور ہم نے اس منصوبے پر کارروائی شروع کردی تھی۔
اس بار بھی ایک بہت بڑا منصوبہ تھا رادھن سنگھ ایک ٹھیکہ لے رہا تھا جو ایک نئے شہر کو بسانے کے سلسلے میں تھا یہاں قدیم طرز کی آبادی تھی اور حکومت وہاں جدید ترین پیمانے پر کاروبار کرانا چاہتی تھی چنانچہ اس کی کارروائی شروع ہوگئی تھی۔
ٹیڈی نے اس سلسلے میں مجھے اطلاع دی تو میں نے اس سے کہا کہ یہ ٹھیکہ راجہ صاحب کے نام ہی سے لیا جائے اور اس سلسلے میں ٹینڈر اتنا کم بھرا جائے کہ رادھن سنگھ کو بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑے۔
مجھے اپنی اس کارروائی میں کامیابی نصیب ہوئی تھی رادھن سنگھ کی کیفیت کا تو مجھے پتہ نہیں چل سکا لیکن یہ یقین تھا کہ اس بدترین شکست پر بھی اس کی حالت بہت خراب تھی کوشل کو اس سلسلے میں بڑی حیرت تھی کہ اس نے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی تھی اور کوشل کے سلسلے میں میری تمام توقعات ادھوری رہ گئی تھیں میرا خیال تھا کہ رادھن سنگھ کوشل کو کسی نہ کسی طرح حاصل کرنے یا ختم کرنے کی انتہائی کوشش کرے گا لیکن ابھی تک اس کی طرف سے ایسی کوئی کوشش نہیں ہوئی تھی۔
لیکن اپنے طور پر میں غافل نہیں تھا اور ٹیڈی کو میں نے رادھن سنگھ پر لگا رکھا تھا کہ وہ اس کی نگرانی جاری رکھے اور رادھن سنگھ کے معمولات سے مجھے آگاہ کرتا رہے جوزف ابھی تک بڑی کامیابی سے ــــــ اپنی حیثیت برقرار رکھے ہوئے تھا اور اس نے کسی کو شبہ نہیں ہونے دیا تھا جوزف کی طرف سے تازہ ترین اطلاعات رادھن سنگھ کے بارے میں یہ تھیں کہ رادھن سنگھ پھر کہیں غائب ہوگیا ہے اور یہ نہیں پتہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا ہے۔
بہرحال جب تک رادھن سنگھ کی طرف سے خود کوئی کارروائی نہ ہوتی میں اپنی طرف سے مزید کچھ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا جتنا کچھ کرچکا تھا وہ میرے لیے کافی اطمینان بخش تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے رادھن سنگھ کو جگہ جگہ میرے ہاتھوں شکست نصیب ہو رہی ہو اور وہ کچھ بوکھلا سا گیا ہو۔
بات صرف میری اور اس کی ذات تک ہی نہیں تھی بلکہ اپنے طور پر میرا پلاننگ ڈپارٹمنٹ کام کر رہا تھا اور جہاں بھی رادھن سنگھ یا سورج گرہن کے مفادات ہوتے وہاں گولڈ مین کی ٹانگ ضرور اڑ جاتی تھی اور خدا کا فضل تھا کہ ہمیں اس سلسلے میں کامیابی ہی نصیب ہوئی تھی۔
سورج گرہن کے مختلف ٹھکانوں پر جہاں جہاں کام ہوتا تھا وہاں ہمارے آدمی تعینات ہوچکے تھے اور گولڈ مین ہی کے نام سے کام کر رہے تھے اس طرح سے میں نے سورج گرہن کو زچ کرکے رکھ دیا تھا جس پروجیکٹ کا ٹھیکہ مجھے ملا تھا وہ شہر سے کافی فاصلے پر ایک پرفضا مقام پر تھا وہاں قدیم طرز کی آبادی پھیلی ہوئی تھی اور یہیں پر جدید دفاتر وغیرہ بن رہے تھے اور یہ کام بھی ہمارے آدمی ہی کرا رہے تھے۔
میں نے اپنے ایک خاص رکن سلیمان شاہ کو وہاں بھیجا ہوا تھا سلیمان شاہ ایک منجھا ہوا آدمی تھا اور بڑی ذمہ داری سے کام کی نگرانی کر رہا تھا کیونکہ کسی بھی جگہ یہ خطرہ ہوسکتا تھا کہ سورج گرہن اس میں اپنی ٹانگ اڑائے گی۔
تقریباً ایک یا ڈیڑھ ماہ گزر چکا تھا اور رادھن سنگھ کا کوئی پتہ نہیں تھا کوشل اس کے لیے سخت بے چین تھی اور بار بار مجھ سے کہنے لگتی تھی کہ کہیں وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نہ گیا ہو۔
میں کوشل کی بے چینی اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن میں نے اسے صبر کرنے کے لیے کہا اور اسے مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہوگا

کہ وہ اس سلسلے میں اپنے طور پر کسی قدر اطمینان رکھے یقیناً جو کچھ ہوگا بہترین ہوگا۔

پروجیکٹ ایریا سے سلیمان شاہ کا ایک پیغام مجھے ملا جس میں اس نے کہا تھا کہ اس نے کچھ ایسی چیزیں دیکھی ہیں جنھیں دیکھ کر وہ شدید حیران رہ گیا ہے چنانچہ بہتر یہ ہے کہ کسی کو اس کی مدد کے لیے بھیج دیا جائے اور وہ کوئی ذہین آدمی ہو۔

سرکاری پروجیکٹ کا معاملہ تھا اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو گولڈ مین کی ساکھ متاثر ہو سکتی تھی اور میں نے جب غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اگر رادھن سنگھ یا سورج گرہن نے ایسی کوئی حرکت کر ڈالی تو درحقیقت گولڈ مین کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

چنانچہ میں نے اس سلسلے میں ٹیڈی سے مشورہ کیا اور ٹیڈی نے مجھے پیش کش کی کہ وہ فوراً اس جگہ پہنچ کر اس کام کی نگرانی کرے گا لیکن ان دنوں ٹیڈی سورج گرہن کے ہی خلاف ایک دوسرے مسئلے میں اُلجھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی اور اس کے مشورے سے چند آدمیوں کے ساتھ خود پروجیکٹ ایریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

کوشل کو بھی میں نے بس اس کی ضد پر ہی ساتھ لے لیا تھا میں خود جا کر سلیمان شاہ سے ملنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا صورتِ حال ہے جس نے اسے پریشان کر دیا ہے۔

سلیمان شاہ نے پروجیکٹ ایریا کے علاقے میں اپنا ایک دفتر بنایا تھا اور وہیں اس نے ایک عمارت تعمیر کرا لی تھی اسی عمارت میں سلیمان شاہ سے ملاقات کی اس نے نہایت پرجوش انداز میں اور بڑے احترام سے میرا استقبال کیا تھا۔

"سر آپ خود تشریف لے آئیں گے اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

"ہاں سلیمان شاہ کچھ ایسی ہی مصروفیات تھیں دوسرے لوگوں کی کہ میں نے سوچا خود ہی تم سے ملاقات کر لوں وہ کیا صورتِ حال تھی جس کی وجہ سے تم تشویش زدہ ہو گئے تھے۔"

"... پورے وثوق سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں جناب ... رادھن سنگھ یا تو بذاتِ خود موجود ہے یا پھر اس نے اپنے خاص کرگوں کو کسی کام میں مصروف کر رکھا ہے۔ وہ کہاں ہے اس سلسلے میں، میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ حالانکہ میں نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ہے

دراصل یہاں اور اس جگہ کے اطراف میں بے شمار عمار[تیں] بنی ہوئی ہیں جن میں سرکاری اور نیم سرکاری لوگ رہتے [ہیں] کچھ ایسے سرمایہ دار بھی ہیں جنھوں نے یہاں اپنے اپنے مکان تعمیر کرا رکھے ہیں اور خاص طور سے گرمیوں کے موسم میں لوگ یہاں سیر و سیاحت کی غرض سے آ جایا کرتے ہیں اس لیے ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ رادھن سنگھ کس حیثیت سے یا اس کا کوئی نمائندہ کس جگہ یہاں مقیم ہے۔"

"وہ صورتِ حال کیا تھی جس نے تمھیں پریشان کر دیا"

"آپ کو علم ہے جناب کہ پروجیکٹ ایریا کے علاقے [میں] کام بہت تیز رفتاری سے شروع ہو گیا ہے ہم نے تمام ... کے نقشے تیار کرنے کے بعد کھدائی شروع کرا دی ہے اور خدا کے فضل سے اتنے مختصر وقت میں ہمارا اتنا کام طے ہو [گیا] ہے جتنا ہم اس سے کہیں زیادہ وقت میں کر سکتے تھے۔"

"ہاں۔ مجھے اس کے بارے میں مسلسل رپورٹیں مل [رہی] ہیں اور میں خود بھی ابھی ان علاقوں کا جائزہ لوں گا لیکن ... تشویش کی بات بھر رہ گئی۔"

"جنابِ عالی ایک زیرِ تعمیر عمارت کے پاس مجھے ایک تار نظر آیا جس کا ایک سرا باہر کھلا ہوا رہ گیا تھا بظاہر تو یہ [کوئی] خاص بات نہیں تھی بس یونہی محسوس ہو رہا تھا جیسے مٹی [میں] کوئی تار کا ٹکڑا پڑا ہوا ہے لیکن جب میں نے اسے کھینچ [کر] دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ تار ان عمارتوں کے نیچے سے گ[زر] رہا ہے جن کی تعمیر ہم نے شروع کرا دی ہے۔ یہ تار کہا[ں] تک گیا ہے اور کس انداز میں گیا ہے اس کے بارے میں [کچھ] معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کے دوسرے سرے کو جب میں نے تلاش کیا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ دو موٹے مو[ٹے] کیبلز زمین میں پڑے ہوئے ہیں اور ان ہی میں سے ای[ک] میں وہ تار منسلک تھا۔"

یہ کیبلز۔ جب ہم نے ان کی کھدائی کی تو تقریباً ایک م[یل] تک چلے گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے وہ جگہ بند کر دی چونکہ جس جگہ تک وہ گئے ہیں وہ بھرے پڑے اور آباد علاقے میں ہے اور اس کے سلسلے میں ہمیں مزید کارروائی کرنا ہوں گی ممکن ہے ہمیں چند عمارتوں کو بھی دیکھنا پڑے۔"

"کیبل۔ تار" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں جناب۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ تار بہت بڑی بارودی سرنگ سے بھی منسلک ہو سکتے ہیں یہ سرنگ آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا میرے کہنے کا کہ ان عمارتو[ں]

کے نیچے سے گزرتی ہے جنھیں ہم تعمیر کر رہے ہیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دہل کر رہ گیا تھا۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ یہ سورج گرہن ہی کی کارروائی ہے وہ عمارتوں کی تعمیر کا انتظار کر رہے تھے اور انھوں نے عمارتوں کی تعمیر سے پہلے اپنا کام مکمل کر لیا تھا یقیناً کسی خاص حصے میں ڈائنامائٹ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہوگا اور اس کے بعد جب عمارتیں تکمیل تک پہنچ جائیں گی تو ڈائنامائٹ کے ذخیرے سے ان عمارتوں کو اُڑا دیا جائے گا۔

اس طرح طویل عرصے میں جو کارروائی مکمل کرنے کے بعد ہمیں اس کی پوزیشن جو حکومت کو دینا تھی وہ متاثر ہوتی اور ہماری حیثیت تقریباً ناکارہ ہو جاتی۔

سلیمان شاہ واقعی ذہین آدمی تھا جس نے تار کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے اتنی بڑی سازش کا سراغ لگایا تھا۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا سر کہ اب اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"ڈائنامائٹ کے ذخیرے سے ان کیبلوں کو کس طرح منسلک کیا جائے سلیمان اس کے بارے میں کوئی اندازہ کس طرح لگایا جائے۔"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے جناب۔ ظاہر ہے کہ ہم اس تار کے سہارے سہارے بہت دور تک جا کر ڈائنامائٹ کے ذخیرے کو بھڑکنے کا موقع نہیں دیں گے بلکہ ہم تاروں کو درمیان ہی سے منقطع کر دیتے ہیں اس کے بعد اس سلسلے میں ہم مزید کوششیں کریں گے۔"

"نہایت موثر پروگرام ہے لیکن تاروں کے اس حصے کو عمارتوں کے اندرونی علاقوں میں منقطع کر دو خطرہ تو صرف ایک ہے کہ کہیں تعمیر کرنے والے مزدوروں میں سورج گرہن کے افراد شامل نہ ہوں۔"

"یقیناً جناب۔ اس کی خاص طور سے نگرانی کی گئی ہے اور میں اس سلسلے میں اپنے آدمیوں کے ذریعے مزدوروں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا ہوں۔"

"کوئی مشتبہ شخصیت ملی۔؟"

"ابھی نہیں۔ ممکن ہے مزدوروں میں کوئی ایسا آدمی شامل نہ ہو کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود ہم اس شبہے کو نظر انداز نہیں کر سکتے سب سے پہلا کام سلیمان شاہ آج رات کو یہی کرو کہ ڈائنامائٹ سے منسلک کیبل کو کاٹ کر اسے ناکارہ کر دو اس کے بعد ہم ذخیرے تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

رات کو سلیمان شاہ، میں اور کوشل تینوں ہی اس کام کی نگرانی کرنے لگے۔ سلیمان شاہ نے اپنے تین خاص آدمیوں کو اس کام کے لیے مخصوص کر لیا تھا جو زمین کی کھدائی کر کے کیبل کو تلاش کرتے جا رہے تھے۔ کافی موٹا کیبل تھا جس میں طرح طرح کے تار لگے ہوئے تھے یقیناً ڈائنامائٹس کا جال اس پورے پروجیکٹ ایریا میں پھیلایا گیا ہوگا جس کی تعمیر ہم کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک زیرِ تعمیر عمارت کے پاس پہنچ گئے یہاں ایک کمرے سے ایک موٹا کیبل گزر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے وہاں سے زمین سے کھینچا اور اس کو درمیان سے کاٹ کر اس کے تار علیحدہ علیحدہ کر دیئے اس طرح کم از کم اس کا سلسلہ بلاسٹنگ ایریا سے کٹ گیا تھا۔

اس کے بعد ہم نے تقریباً آدھی رات تک یہ کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر ایک بہت بڑی عمارت کے پاس پہنچ گئے جس کی تعمیر سب سے زیادہ مکمل ہو گئی تھی۔ عمارت کے عین نیچے ایک چوکور خانہ نظر آیا جس کو ذرا سا اور کھودا تو وہاں ایک سیاہ رنگ کا لوہے کا ڈھکن ملا جب اس ڈھکن کو اُٹھا کر ہم لوگ نیچے اُترے تو ہماری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

پتہ نہیں کس طرح سورج گرہن کے افراد نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ یہاں بہت بڑا ڈائنامائٹ کا ذخیرہ لگا دیا گیا تھا۔ اور اس سے منسلک تار مختلف شاخوں میں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ صبح ہونے کا انتظار کیا جائے اور اس کے بعد عمارت کے پورے علاقے کو جگہ جگہ سے کھدوا کر ڈائنامائٹس کے ذخیرے تلاش کیے جائیں۔

چنانچہ دوسرا دن اور تیسرا دن بھی اس کام میں گزرا میں تقریباً نو ایسی جگہیں مل گئیں جہاں ڈائنامائٹس کے ذخائر پوشیدہ تھے اور ان کا سلسلہ کسی خاص جگہ سے جا ملتا تھا۔

اپنے طور پر یہ تمام کارروائی مکمل کر لینے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ کیبل تار کے ذریعے اس جگہ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا جہاں سے یہ کارروائی کی گئی تھی۔

چنانچہ اس کے لیے میں نے اپنے کام کا آغاز کیا اور رات کے وقت دو آدمیوں کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کیبل میری رہنمائی کر رہا تھا اور ہمارا رُخ پرانی بستی کی

جانب تھا جہاں چند عمارتیں اب بھی نہایت شاندار حالت میں موجود تھیں یہ عمارتیں بے شک قدیم تھیں اور سرخ لکھوری اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں لیکن اب بھی ان میں کافی جان تھی اور وہ بہت مضبوط نظر آ رہی تھیں۔

ایک عمارت تک پہنچنے کے بعد کیبل تار کا یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا اور ہمیں یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ یہ وہی عمارت ہے جہاں سے یہ کارروائی کی جا رہی ہے۔

میں نے اپنے باقی کام کو بعد کے لیے ملتوی کر دیا اور ہم وہاں سے واپس چل پڑے جب میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچا جو ایسی ہی ایک قدیم عمارت میں تعمیر کی گئی تھی تو مجھے وہاں ایک عجیب سا سناٹا محسوس ہوا میں اس وقت تنہا ہی تھا نجانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ کوئی ایسی خاص بات ہے جو یقینی طور پر میرے لیے غیر متوقع ہے۔ کوشل اس عمارت میں تھی اور میں آتے ہوئے اسے یہیں چھوڑ گیا تھا ایک لمحے کے لیے میں خوفزدہ ہو گیا پھر جب میں اندر داخل ہوا تو کوشل کے کمرے میں، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا میں نے قد و قامت سے اندازہ لگا لیا کہ ان میں سے ایک کم از کم رادھن سنگھ ہے اور دوسرے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن دوسرے آدمی کا چہرہ میرے سامنے تھا پچکے ہوئے گالوں والا ایک لمبا سا آدمی تھا جس کے بارے میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون سی نسل اور کون سی ذات سے تعلق رکھتا تھا وہ کنور رادھن سنگھ کے عقب میں کھڑا ہوا تھا۔ رادھن سنگھ کے چہرے پر ایک سیاہ نقاب سجا ہوا تھا کھڑے ہوئے آدمی نے میری طرف دیکھا اور پھر رادھن سنگھ کی آواز ابھری۔

"او ہو۔ راجہ صاحب تشریف لائیے۔ تشریف لائیے۔"

"کمال ہے رادھن سنگھ تم نے چہرے پر نقاب بھی لگائی ہوئی ہے اور اپنی آواز بھی تبدیل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

"نقاب میں نے آپ کے لیے نہیں لگائی تھی راجہ جی۔" رادھن سنگھ نے اپنے چہرے سے نقاب چھین لی اور اس کے بعد وہ مجھے گھورنے لگا۔ وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کس پوزیشن کا آدمی ہوں اور لڑائی بھڑائی کے سلسلے میں میری کیا حیثیت ہے۔

"ہوں۔ تو آپ یہاں پروجیکٹ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور آپ نے یہ بھی پتہ لگا لیا کہ ہم نے پروجیکٹ تباہ کرنے کی کارروائی کی تھی لیکن آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ ہماری موجودگی میں اس پروجیکٹ کی تکمیل کر سکتے ہیں۔"

"کمال ہے کنور رادھن سنگھ۔ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تم اس طرح کی حرکتیں کرنے پر بھی آمادہ ہو سکتے ہو۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم نہایت گھٹیا اور چھوٹے آدمی ہو۔"

"ہاں۔ ان معاملات میں، میں واقعی بہت ہی گھٹیا آدمی ہوں۔"

"چلو چھوڑو۔ یہ بتاؤ کوشل کہاں ہے؟"

"دور نہیں ہے تم سے۔ کیا اس لڑکی نے تمہیں یہ بات نہیں بتائی تھی کہ یہ میرا شکار ہے اور اس کو چھونے والا اپنی زندگی سے ہاتھ دھو سکتا ہے تم نے اسے بہت کچھ بنا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی چیز بن کر رہ گئی ہے لیکن کیا یہ اپنی یہ حیثیت قائم رکھ سکے گی۔"

"وہ ہے کہاں۔؟"

"موجود ہے راجہ جی یہیں موجود ہے۔ پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ کچھ حساب کتاب ہو جائیں ہمارے۔" کنور نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی۔"

"کس طرح؟"

"کچھ معلومات چاہیئے ہیں۔"

"کیسی معلومات۔؟"

"بہت سی باتیں ہیں۔ ایک تو نہیں۔ آرام سے بیٹھو پیار سے باتیں کریں گے۔"

"میں ٹھیک ہوں رادھن سنگھ مہاراج۔" میں نے کہا۔ واقعی میں پرسکون ہو گیا تھا میرے اندر کا توازن ابھر آیا تھا اور اب میں ان حالات سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں تھا۔

"کون ہو تم راجہ جی۔ ریاست کونسی ہے تمہاری۔؟"

"میری ریاست کے لیے تم اتنے پریشان کیوں ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آدمی کو تجسس تو ہونا ہی ہے۔"

"میں نے کسی کو اپنی ریاست کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔"

"یہ سچ ہے۔ اس کی وجہ؟"

"میری کوئی ریاست ہی نہیں۔"

"گویا نام کے راجہ ہو بس۔" کنور رادھن سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ میرا نام ہی ہے۔"

"دولت کہاں سے آئی راجہ جی۔" کنور رادھن سنگھ نے اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔

"یہ سوال پوچھنے کا تمہیں کیا حق ہے۔؟"

"اس وقت مجھے تمہارے جیون پر پورا پورا حق ہے راجہ جی مہاراج۔ مر جاؤ گے ساری کہانیاں اپنے سینے میں رکھ کے نہ جاؤ گے۔ بہتر ہے کچھ بتا دو۔ ممکن ہے جیون ہی مل جائے۔" رادھن سنگھ بولا۔

میں اس کی کیفیات کا اچھی طرح جائزہ لے رہا تھا بہت زیادہ خوش فہمیوں کا شکار ہو گیا تھا بے وقوف آدمی لیکن اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے سینے میں کیا چیز موجود ہے اور اس کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک ہو سکتا ہے۔

"جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔" رادھن سنگھ جی۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ بات بھی تم نے اچھی کہی۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں مہاراج کہ گولڈ مین کون ہے؟"

"ایک تنظیم کا نام ہے۔"

"اس تنظیم کا سربراہ کون ہے؟"

"اگر میں تم سے یہ سوال کروں رادھن سنگھ جی کہ سورج گرہن کیا چیز ہے؟ تو تم کیا کہو گے۔"

"ہم بھی یہی کہیں گے کہ یہ ایک تنظیم ہے۔"

"اور اس تنظیم کا سربراہ کون ہے؟" میں نے بھی سوال کیا۔

"ہاں۔ یہ بات تم نے ٹیڑھی پوچھ لی، لیکن اب تمہیں بتانے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے مہاراج اس سے پہلے اس تنظیم کا سربراہ لیشونت رائے تھا لیشونت رائے کا نام ضرور سنا ہو گا تم نے معمولی چیز نہیں تھا دنیا کے بہت سے ملکوں میں اس کا نام سنا جاتا رہا ہے لیکن رہنے والا ہمارے ہاں کا تھا اور بے چارہ بڑا ہی اچھا آدمی تھا، بڑی عمدگی سے اس نے اس تنظیم کو چلایا۔ دراصل اس تنظیم کے ذرا مختلف طریقہ کار تھے اس کا کوئی ایک سربراہ نہیں ہوتا تھا سات سربراہوں پر مشتمل یہ تنظیم بڑی اچھی حیثیت سے اپنا کام انجام دے رہی تھی ہر سربراہ کی الگ الگ ذمہ داریاں تھیں الگ الگ علاقے بٹے ہوئے تھے اس کے لیکن لیشونت رائے مر گیا تو ان سب میں پھوٹ پڑ گئی۔ ہم اس کے چھٹے آدمی تھے۔ یہ بات طے نہیں ہو سکی کہ لیشونت رائے کی جگہ کسے دی جائے چونکہ وہ بہرطور اس تنظیم کا بانی تھا۔ بہرطور اس کے بعد ہم نے سوچا کہ خود ہی آگے بڑھ کر کچھ کریں اور ہم نے یہ کیا راجہ جی کہ ہم نے ان پانچ سربراہوں کو ختم کر دیا پانچوں منظر عام پر نہیں تھے ان کے نام کسی کے علم میں نہیں تھے، ان پانچوں کو مارنے کے بعد چھٹے ہم ہی رہ گئے تھے جو اس تنظیم کو سنبھال سکتے تو ہم نے تنظیم سنبھال لی اور اب شاید کسی کو بھی یہ بات پتہ نہیں ہے سوائے تمہارے کہ سورج گرہن کے سربراہ ہم ہیں۔"

"ہمارے احکامات پر عمل ہوتا ہے ہم مختلف طریقوں سے ان سائیں دھڑوں کو احکامات دیتے ہیں جو ہمارے لیے پہلے دوسرے لوگوں کی سربراہی میں کام کرتے تھے کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکا کہ اصل صورتِ حال کیا ہو گئی اور ہم نے یہ سارا کاروبار خود سنبھال لیا۔"

"واہ۔ رادھن سنگھ جی آپ تو واقعی بہت ہی چالاک آدمی ہیں۔"

"اب جو کچھ بھی کہہ لو لیکن تم بے وقوف ہو جو ہمارے راستے میں آ گئے۔ بھلا گولڈ مین کیا حیثیت رکھتی ہے ہمارے سامنے جب چاہیں گے اسے نوالہ بنا لیں گے۔"

"ایسا ہی لگتا ہے کنور رادھن سنگھ جی۔ لیکن ایک بات آپ کے ذہن سے نکل گئی۔"

"کیا۔؟"

"وہ یہ کہ آپ کو بھی کوئی شخص نوالہ بنا سکتا ہے۔"

"ارے نہیں نہیں بھیا ہم نے امرت جل پی لیا ہے۔ ہم نہیں مریں گے سمجھے تم۔"

"ہو سکتا ہے۔ بہرطور اور کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"ارے ابھی ہم نے کہا ہی کیا ہے۔ یہ بتاؤ گولڈ مین کا سربراہ کون ہے۔ ہم نے تو اپنی بات بتا دی ہے۔"

"اگر آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو پھر سمجھ لیجئے میں ہی سربراہ ہوں۔"

"سمجھ گیا میں، یقین تھا ہمیں اور ہمارا خیال ہے کہ آہستہ آہستہ تم نے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش خود کی ہے اگر تم چاہتے تو گولڈ مین کے سربراہ کا نام کبھی منظر عام پر نہیں آتا اب تم سوچو تم اکیلے آدمی تھے جو گولڈ مین کے نام پر کام کر رہے تھے اور ہر جگہ تم ہی روشناس ہو رہے تھے اس سے یہ اندازہ لگانے میں بھلا کسی کو دقت ہوئی کہ گولڈ مین کے سربراہ تم ہو۔"

"چلو اب تو تمہیں معلوم ہو گیا۔"

"ہاں۔ مگر اب بھی بہت سی باتیں رہ گئی ہیں پوچھنے کو۔"

"پوچھو۔ پوچھو وہ بھی پوچھو۔"

"کیھر وکائن کے ہاتھوں منشیات کا ذخیرہ کس نے بیچا تھا۔"

"میں نے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے اسے کہاں سے پکڑا؟"

"بس پکڑ لیا۔ یہ بات ظاہر ہے تمھیں بتانے کی نہیں ہے۔"

"اور نشیات کا ذخیرہ تم نے ہمارے گوداموں سے لوٹ لیا۔"

"ظاہر ہے مجھے اب اس لائن میں آنا پڑا تجربہ بھی نہیں ہے آہستہ آہستہ تجربہ کر رہا ہوں۔"

"کر رہے تھے اب نہیں کرو گے سمجھے تم۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"مطلب یہ ہے کہ ہم ایک معاہدہ تیار کرنا چاہتے ہیں بھیا جی جس کی رو سے گولڈ مین سورج گرہن میں ضم ہو جائے گی سمجھے تمھارے سارے ساتھی سورج گرہن کے لیے کام کریں گے بڑے کام کے لوگ ہیں اور کام کے لوگوں کو ہم مارنا پسند نہیں کرتے۔ گولڈ مین اور سورج گرہن اس معاہدے کے تحت ایک ہو جائے گی اور اس کے بعد تمھارا وجود اس سنسار سے مٹ جائے گا۔ کہو کیسی رہی۔"

"واقعی بہت عمدہ۔ لیکن معاہدہ کس سے کرو گے؟" کنور رادھن سنگھ جی۔"

"تم سے بھیا۔ تم سے۔ اور اس کے لیے ہمارے پاس بہت سے مہرے ہیں۔"

"ہوں۔ بات ویسے واقعی بہت دلچسپ کہی ہے تم نے ذرا ان مہروں کے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو بھیا، سرکاری محکموں میں تم نے ابھی خاصی حیثیت حاصل کر لی ہے اگر ہماری سرکار کو یہ معلوم ہو جائے کہ گولڈ مین نامی تنظیم کے سربراہ تم ہو اور تمھارے ذریعے مختلف کام ہو رہے ہیں تو تمھارا کیا خیال ہے کیا سرکار ایسی کسی تنظیم کو باقی رہنے دے گی کیا تمھیں گرفتار کر کے موت کی سزا نہیں دے دی جائے گی۔ دو چار قتل تمھارے ذمے لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا میرے لیے۔"

"نہیں نہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ کام تمھارے لیے مشکل نہیں ہو گا رادھن سنگھ جی لیکن تم یہ بات ثابت کیسے کرو گے؟"

"اس سے۔؟" رادھن سنگھ نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر میرے سامنے کر دیا اور میں ایک لمحے کے لیے چونک پڑا۔

"اس میں تمھاری ساری باتیں ٹیپ ہو گئی ہیں سنائیں تمھیں۔" رادھن سنگھ بولا۔ اور اس نے ٹیپ ریکارڈر کو ری وائنڈ کر کے وہ گفتگو سنانا شروع کر دی جو میرے اور اس کے درمیان ہو رہی تھی۔ میں اس کمبخت سے اس چالاکی کی توقع نہیں رکھتا تھا لیکن بہرطور چوٹ ہو گئی تھی واقعی یہ ٹیپ اگر حکومت کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو میرے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں لیکن پھر ایک اور خیال میرے دل میں آیا اور میں نے کہا۔

"مگر رادھن سنگھ جی۔ اس میں تو تمھارا بھی اعتراف ہے۔"

"تو تمھارا کیا خیال ہے بھیا۔ کیا اس ٹیپ کی ایڈیٹنگ نہیں کی جا سکتی تھی۔"

رادھن سنگھ کا کہنا بالکل درست تھا ایڈیٹنگ کر کے صرف وہ جملے الگ کیے جا سکتے تھے جن [illegible] میرا گولڈ مین کے بارے میں اعتراف تھا درحقیقت رادھن سنگھ کے ہاتھ یہ بہت بڑا ثبوت لگ گیا تھا اور میں اسے اس [illegible] نہیں رہنے دینا چاہتا تھا خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے اس طرح تو میرا تمام کیا دھرا پانی ہو سکتا تھا۔

رادھن سنگھ کو اس سلسلے میں سنبھالنا بہت ضروری تھا۔ لیکن میں عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے اس بات پر کسی خاص ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہرطور۔ آپ کے تجربے کے سامنے تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا کنور جی لیکن کوشل کا معاملہ کیا ہے، چلیے ٹھیک ہے باقی ساری باتیں تو میں نے مان لیں لیکن کوشل سے آپ کی دشمنی کی وجہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ کوشل تمھارے پاس پہنچی کہاں سے۔؟"

"بس اتفاقیہ طور پر ملاقات ہو گئی تھی اس نے خود کو ایک مظلوم لڑکی ظاہر کیا اور میں اس کی ہمدردی پر آمادہ ہو گیا۔"

"اس سلسلے میں کوشل کا کیا کردار ہے۔؟"

"کس سلسلے میں؟"

"میرا مطلب ہے کہ گولڈ مین کی تشکیل کس طرح سے ہوئی ہے۔"

"وہ میرے اپنے ذہن کی پیداوار تھی۔"

"اس کی وجہ۔ تمھارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی؟"

"اس کو آپ رہنے دیں رادھن سنگھ جی ظاہر ہے میں بھی اس میدان کا نیا کھلاڑی نہیں ہوں۔ یہ دوسری بات ہے تجربے میں آپ کا مقابلہ نہیں کر پایا ہوں کنور جی۔"

"ارے ارے کیوں ایسی باتیں کر کے ہمیں کانٹوں میں گھسیٹ رہے ہو اچھا خاصا کام تو کر رہے ہو تم اچھی خاصی ساکھ

بنالی ہے تم نے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ مقابلہ رادھن سنگھ سے ہو گیا۔"

"ہاں۔ تو کوشل کی بات رہ گئی۔"

"کوشل سے ہمارا بڑا نا رشتہ ہے اس سے کا رشتہ جب ہم سورج گرہن کے سربراہ نہیں تھے وہ چھپکلی ہمیں چکر دیتی پھر رہی تھی سوچ رہی تھی کہ بہت بڑی شخصیت ہے وہ اور سب کچھ کرے گی مگر پھر ہم نے اس پر دنیا حرام کر دی۔ اور ہم جس شخص کے دشمن ہو جائیں بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں انھیں بچ نہیں پاتا اور یہی ہوا تم دیکھ لو تھوڑے دن تک دور رہی ہماری نگاہوں سے اور آخر آ گئی۔ مگر اب وہ نہیں جا سکے گی بڑے بدلے لینے ہیں اس سے۔"

"ہوں۔ اس نے مجھے اپنی کہانی سنائی تھی لیکن اس میں رادھن سنگھ کا نام کہیں نہیں تھا۔"

"مان نہیں سکتے ہم۔ تم کہہ رہے ہو تو خاموش ہوئے جاتے ہیں۔"

"چھوڑو۔ رادھن سنگھ ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ معاہدے کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ گولڈ مین تمھارے ساتھ شامل ہو جائے اور سورج گرہن کے لیے کام کرے اور میں بھی تمھارے وفاداروں میں آ جاؤں۔"

"ارے اتنی بڑی کایا پلٹ کیسے ہو گئی راجہ جی۔ تم بڑے آدمی ہو۔"

"نہیں دیکھو رادھن سنگھ جی۔ جب انسان کسی مسئلے میں ناکام ہو جائے تو پھر اسے چاہیے کہ دوسروں کے ساتھ تعاون کرے میرے ساتھ بھی یہی پوزیشن ہو گئی ہے۔"

"گویا۔ جان بچانا چاہتے ہو۔" کنور رادھن سنگھ بولا۔

"ہر آدمی یہی چاہتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور رادھن سنگھ ہنسنے لگا۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔

"سوچنا پڑے گا تمھارے بارے میں۔ اگر ایسی پیشکش کر رہے ہو تم تو پھر سوچنا پڑے گا۔" وہ پُرخیال انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔

میں خاموشی سے اس طرح ساکت و جامد بیٹھا ہوا تھا جیسے اب میرے اندر سکت ہی نہیں رہ گئی ہو۔ لیکن ایک بار صرف ایک بار مجھے [illegible] موقع ملا اور وہی موقع رادھن سنگھ کے لیے خطرناک تھا وہ ٹہلتا ہوا میرے قریب سے گزرا اور میں نے کسی مینڈک کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی رادھن سنگھ کو گمان بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو جائے گا میں اسے رگیدتا ہوا زمین پر لے آیا۔

رادھن سنگھ نے بدن کی پوری قوتوں سے مجھے اپنے اوپر سے اچھالنے کی کوشش کی لیکن شاید وہ بھی میرے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ میں نے اس کا چہرہ زمین پر رگڑ دیا۔ اس کی ناک اور پیشانی بری طرح زخمی ہو گئی اور اس سے خون رسنے لگا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے اس کے سر کو پکڑ کر اوپر اٹھایا اس نے یہی سوچا تھا کہ میں اس کا سر زمین پر دے ماروں گا چنانچہ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا دیئے اور مجھے اس موقع کا انتظار تھا۔ دوسرے ہاتھ سے میں نے اس کے گریبان سے ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ رادھن سنگھ کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی، میں نے ٹیپ ریکارڈر پوری قوت سے ایک دیوار پر دے مارا اور اچھل کر رادھن سنگھ کی پیٹھ سے اتر گیا۔

رادھن سنگھ اپنے آپ کو ابھی پوری طرح سنبھال بھی نہیں پایا تھا وہ اپنی زخمی آنکھ اور پیشانی کہ میں نے ٹیپ ریکارڈر پھر اٹھایا اور اس کے اندر سے چھوٹا کیسٹ نکالنے کے بعد [illegible] اسپول کھینچ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہر پھینک دیا۔

رادھن سنگھ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس طرح تو نے اپنی موت کو آواز دی ہے مورکھ میرے ہاتھوں سے بچ سکتا ہے بچ سکتا ہے میرے ہاتھوں سے۔"

وہ زور سے دہاڑا۔ اور اسی وقت دو تین آدمی اندر گھس آئے انھوں نے صورتِ حال کو دیکھا تو میری طرف لپکے لیکن میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے تھے۔ میرا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح اس ٹیپ کو ضائع کر دوں اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ان پستول برداروں سے فوری طور پر مقابلہ کرنا تو ممکن نہیں تھا اس کے ساتھ ہی ایک دوسری بات بھی میرے ذہن میں تھی وہ یہ کہ کوشل کو چھوڑ کر میں یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا جس طرح بھی ممکن ہو سکتا کوشل کو ان کے چنگل سے رہائی دلانا فرض تھا اور یہ اس شکل میں ممکن تھا کہ میں خود کوشل کے ساتھ قید ہو جاؤں اور یہی ہوا۔ آنے والوں نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ رادھن سنگھ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اسے بند کر دو۔ اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے۔"

غالباً زخمی ہونے کی وجہ سے وہ ابھی اپنے آپ کو سنبھالنا چاہتا تھا۔ بہرطور میرا اصل کام تو پورا ہو ہی چکا تھا اور مجھے اب اس سے آگے کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

میرا یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا کہ مجھے کوشل کے ساتھ ہی بند کیا جائے گا۔ یقینی طور پر اتنے فاصلے پر اس عمارت میں بے شمار قید خانے نہیں ہوں گے۔ چنانچہ یقینی طور پر مجھے کوشل کے ساتھ ہی قید کیا گیا تھا اور جس کمرے میں مجھے دھکیلا گیا کوشل وہاں پہلے سے موجود تھی وہ ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی اور ہراساں نظر آ رہی تھی مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی مجھے لانے والوں نے باہر سے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

بہر طور جب وہ چلے گئے تو میں کوشل کی طرف متوجہ ہوا اور مسکرانے لگا۔

"تم بھی بھیا۔ تم بھی۔"

"نروس ہو رہی ہو کوشل۔"

"نہیں بھیا۔ تمھارے آ جانے سے اب مجھے کوئی خوف نہیں رہا لیکن ہم پھنس گئے کیا تم رادھن سنگھ کے ہاتھوں۔"

"ہاں کوشل۔ فی الحال تو تم یہی سمجھو۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن بھیا۔ اب کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ ہم یہاں سے نکل جائیں گے کام وہی ہوگا جو میں چاہتا ہوں۔" میں نے اتنے اعتماد سے کہا تھا کہ کوشل متحیر سی ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں اس پاپی کی دوسری رہائش گاہ کے بارے میں بھی جانتی ہوں۔ اس نے مجھے اس کی تفصیل بتائی ہے۔"

"تم سے کچھ گفتگو ہوئی تھی اس کی۔"

"ہاں۔ کافی گفتگو ہوئی۔ میں نے روپا کے بارے میں پوچھا تو وہ ہنسنے لگا۔ اور اس نے بتایا کہ روپا اس کی تحویل میں ہی ہے۔"

"فکر نہ کرو کوشل۔ ہم روپا کو اس کے چنگل سے چھڑا لیں گے۔" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ کمرے کا دروازہ خاصا مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ موٹی لکڑی کا تھا اور اس میں باہر کی سمت پیتل کا تالا لگا ہوا تھا مجھے امید تھی کہ اگر میں نے پوری قوت صرف کی تو شاید دروازے کا کوئی حصہ یا تالا ہی ٹوٹ جائے

بہر طور اس میں ابھی مجھے تھوڑا سا وقت صرف کرنا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا کوشل بھی بالکل خاموش تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو میں نے اپنی کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اپنے کام کا آغاز کر دینا چاہیے کوشل۔"

"مگر۔ مگر۔"

"دیکھو۔ ٹرائی کرتا ہوں۔" میں پیچھے ہٹا اور پھر کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے اسٹارٹ لیا اور بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح اپنا داہنا کندھا دروازے سے ٹکرایا۔

ایک بار تو گویا سامنے کی دیوار ہی لرز کر رہ گئی تھی اور دروازے کے قبضے بھی شاید کچھ ڈھیلے ہوئے تھے لیکن اس عمل میں آواز خاصی پیدا ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ جا بیٹھا۔ اس آواز سے پیدا ہونے والے ردِعمل کا جائزہ لینا چاہتا تھا لیکن کچھ نہ ہوا۔ خاصی دیر اسی طرح خاموشی رہی اس کے بعد میں پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے پوری قوت سے دروازے پر ٹکر ماری اور اس بار دروازہ اپنی جگہ سے ہل گیا تھا۔

بس اتنا ہی کافی تھا بھلا دروازے کو جڑ سے اکھاڑنے کی کیا ضرورت تھی میں نے کوشل کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا کوشل بہت زیادہ متاثر نظر آ رہی تھی اور چاروں طرف دیکھ رہی تھی میں بھی یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ عمارت کی صورت حال کیا ہے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان لوگوں نے ہمیں بند کرنے کے بعد یہاں رکنا مناسب نہ سمجھا ہو پوری عمارت ہی خالی پڑی تھی۔

میں کسی قدر متعجب ہو گیا۔ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ آخر وہ لوگ کہاں چلے گئے تھے۔ کوشل چند لمحات کے بعد بولی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عمارت میں ہمیں قید کرنے کے بعد انھوں نے یہ یقین کر لیا ہوگا کہ اب ہم یہاں سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ اور یہ سوچنے کے بعد وہ چلے گئے۔"

"لیکن کہاں؟"

"میرا خیال ہے میں تمھیں بتا سکتی ہوں۔" وہ کہنے لگی

اور اس کے بعد ہم عمارت کے بیرونی حصے میں آ گئے۔ عمارت کے ایک کونے میں ایک بوسیدہ سی کار کھڑی ہوئی تھی جو کسی قدیم ہی ماڈل کی تھی میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں تو کوشل کہنے لگی۔

"ٹرائی کر لو کیا حرج ہے۔" میں کار کے قریب پہنچ گیا

ظاہر ہے یہ سب کچھ حماقت ہی محسوس ہوتی تھی لیکن دفعتہً ہم دونوں کو ہوشیار ہو جانا پڑا۔ ایک آدمی کار کی پچھلی سیٹ پر منہ پر ٹوپی رکھے ہوئے سو رہا تھا اس کے دونوں پاؤں پھیلے ہوئے تھے۔

ایک لمحہ کو تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی لاش ہو لیکن دوسرے لمحے میں نے دروازہ کھول کر اس کے گریبان پر ہاتھ

ڈال دیا۔ ایک جھٹکے سے وہ باہر آ پڑا اس نے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرا زوردار گھونسہ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ غالباً یہی واحد انسان اس عمارت میں تھا۔ میں نے ہاتھ ایسا مارا تھا کہ وہ بیہوش نہ ہو چند لمحات کے بعد میں نے اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

"ہاں اب تم شروع ہو جاؤ۔"

"کک۔ کیا بکواس ہے۔"

"ایک منٹ" کوشل بولی اور وہ آگے بڑھ کر اس شخص کی تلاشی لینے لگی۔ اس کے لباس کے اندرونی حصے میں پستول موجود تھا جسے کوشل نے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لیا دوسری جیب میں کچھ فالتو راؤنڈ بھی پڑے ہوئے تھے۔ کوشل نے وہ بھی نکال لیے۔ میں نے مسکرائی نگاہوں سے کوشل کو دیکھا بلاشبہ اس وقت اس نے عقل کا کام کیا تھا۔ میں نے تو اس کو نظر انداز کر دیا تھا۔

ہم نے اس شخص کو اچھی طرح مار پیٹ کر اس سے یہ معلوم کر ہی لیا کہ کنور رادھن سنگھ اس وقت کہاں ہے۔ کوشل نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میرے علم میں بھی وہی عمارت تھی۔"

"تو پھر چلیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"یہ بتاؤ یہ کار صحیح حالت میں ہے۔"

"جی ہاں جناب۔ ٹھیک ہے چلتی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس میں پیٹرول ہے۔"

"ہاں۔ کافی پیٹرول ہے۔"

"تو اب تمھاری ہمیں کیا ضرورت ہے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ میری لات اس کے پیٹ پر پڑی اور جیسے ہی وہ جھکا میرا گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا۔

"مار نہ مت۔ کرائے کا آدمی ہوگا۔" کوشل نے رحم دلی سے کہا۔

"او کے باس۔ لیکن اس کے باوجود اسے سنبھالنا تو ضروری ہے۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ ہم اسے اس قید خانے میں بند کر دیں۔ جہاں ہمیں بند کر دیا گیا تھا۔" کوشل بولی۔ اور میں نے اس سے اتفاق کیا۔

"لیکن قید خانے کے دروازے کی حالت خراب تھی" چنانچہ مجبوراً مجھے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے اندر ڈالنا پڑا تاکہ کوئی دوسرا ہی آ کر اسے نکال لے۔ اور وہ خود یہاں سے نہ نکل سکے۔

ہم اس کام سے فارغ ہو کر کار میں بیٹھ کر آگے بڑھ گئے کار سست رفتاری سے چل رہی تھی ویسے بھی اس کے انجن میں بہت زیادہ جان نہیں تھی۔ تھوڑے فاصلے پر ایک نہر نظر آئی جس کے کنارے پہنچ کر میں پختہ سڑک پر نہایت کم رفتار سے کار ڈرائیو کرنے لگا۔ ایک دو شاخہ پر پہنچ کر سڑک کافی کشادہ ہو گئی تھی اور تھوڑی دور چلنے کے بعد اس کی کشادگی میں کمی پیدا ہو گئی۔

اب وہ ایک پگ ڈنڈی کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ عجیب سی جگہ تھی کچھ دیر تک ہم ڈھلوان اور سرسبز کنارے پر درختوں اور پھول دار پودوں کے درمیان آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے اور پھر ایک جگہ پہنچنے کے بعد کوشل نے ایک سمت اشارہ کیا۔

"غالباً۔ وہ عمارت ہے جو ہمیں مطلوب ہے۔" کوشل بولی

"تو پھر کار کو یہیں چھوڑے دیتے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تمھارے ساتھ نہ چلنے کا بھلا اس وقت میں اس سے باز رہ سکتی ہوں۔" میں نے کوشل کو اترنے کا اشارہ کیا۔

کار بند کر کے ہم نے ایسی جگہ چھپا دی تھی جہاں سے وہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اس کے بعد ہم ایک پگ ڈنڈی کی ڈھلان پر اترنے لگے جو آگے پہنچنے کے بعد کسی قدر بلند ہو گئی۔

زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ ہمیں دو آدمی نظر آئے جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے اسی سمت آ رہے تھے پھر وہ نہر کی طرف اترنے لگے وہ سیدھے ہماری ہی طرف آ رہے تھے۔ پتہ نہیں کیا مقصد تھا ان کا۔ لیکن پھر کچھ دور پہنچ کر انھوں نے ہمیں دیکھ لیا اور ٹھٹھک گئے۔ فاصلہ کافی تھا لیکن میں نے اتنا ضرور اندازہ لگا لیا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگے تھے چند لمحات کے بعد وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھے اور ہمارے قریب پہنچ گئے۔

ان میں سے ایک اچھا خاصا قد آور آدمی معلوم ہوتا

تھا دوسرا اس کی نسبت کافی چھوٹا تھا اور اس کا پھیلاؤ بھی خاصا تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور کی گھنی داڑھی بھی تھی جو تقریباً آنکھوں تک پہنچی ہوئی تھی۔
دوسرا آدمی کافی مضبوط اور قدآور تھا وہ خاکی پتلون اور بھورے کوٹ میں تھا اس کی بھنویں اور مونچھیں گھنی تھیں وہ چند سیکنڈ ہماری طرف دیکھتے رہے اور پھر مزید آگے بڑھ آئے ان میں سے ایک نے کوشل کی طرف دیکھا اور کریہہ سے انداز میں مسکرایا۔
"ہیلو بے بی۔ کیسے آنا ہوا ادھر۔ اور یہ بدھو کون ہے۔"
میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کم از کم ان لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں ہو سکا تھا کہ ہم کون ہیں۔ میں نے کوشل کی طرف دیکھا اور کوشل نے میری طرف۔ اس کے بعد قدآور آدمی نے آہستہ سے کہا۔
"عزیزم۔ بڑا افسوس ہوا اس بات کا کہ تم غلط جگہ چلے آئے۔ اب دیکھو نا۔ ہم جیسے لوگ کیا کر سکتے ہیں۔؟"
"میں نہیں سمجھا پیارے دوست۔؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"سمجھاؤ بھئی" اس نے تمسخرانہ انداز میں اپنے ساتھی سے کہا۔
"سمجھانا ہی پڑے گا" دوسرے آدمی نے کہا اور پھر اچانک اس طرح ٹانگ گھمائی جیسے مجھے ایک ہی لات میں دور پھینک دینا چاہتا ہو۔ لیکن میں نے ہلکی سی جھکائی دے کر اس کی دوسری ٹانگ بھی زمین سے اٹھا دی اور وہ دھپ سے نیچے گر پڑا۔
اسی وقت دوسرے آدمی نے اس صورتِ حال میں مداخلت کی اور مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں اس کے سامنے لیٹ گیا اور پہلا آدمی جو گرنے کے بعد پھرتی سے اٹھا تھا اس کی زد میں آ گیا۔
دونوں کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئیں۔ ان کے چہرے آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ اور ایک کی ناک کے نتھنوں سے خون بہہ نکلا تھا۔
دونوں ہی بپھر گئے۔ ان میں سے ایک نے لمبا چاقو کھول لیا تھا۔
"ہٹ جا سامنے سے" چاقو والے نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن میں اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اطمینان سے جنگ کر سکے میں زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرے لمحے سوئپ لگا کر ان میں سے اس شخص کو لپیٹ لیا جو دوسرے کو موقع دے رہا تھا۔ وہ اوندھے منہ گرا اور سنبھالا لینے کے لیے اس نے چاقو والے کو پکڑ لیا۔ وہی ہوا جس کا میں متوقع تھا۔ چاقو نے اس دوسرے شخص کی گردن کی شہ رگ کاٹ دی۔
میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ میں نے دوسرے آدمی کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھایا اور پوری قوت سے اس پر فلائنگ کک لگائی۔ میری یہ کوشش ضرورت سے زیادہ ہی کارگر رہی وہ اچھلا اور سر کے بل گرا۔
گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی اور اس کے بعد کھیل ہی ختم ہو گیا تھا۔ اب ہمارے سامنے دو لاشوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔
کوشل خاموش کھڑی ہوئی تھی۔
"یہ دونوں تو گئے کوشل"
"ایں۔ ہاں" وہ بولی۔
"یہ شاید یہاں کے محافظ تھے"
"ہاں۔"
"اور ہمیں نہیں پہچانتے تھے۔" میں نے کہا پھر کوشل کے بازو پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔
"کوشل کیا تمہیں اسقدر بدحواس ہونا چاہیئے"
"اوہ نہیں نہیں بھیا یہ بات نہیں ہے۔ بڑی بے دردی سے مار دیا تم نے ان دونوں کو اور میں نے پہلی بار تمہارے ہاتھوں سے قتل ہوتے دیکھا ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم پر کوئی اثر نہیں ہے اس کا"
"انسان بذاتِ خود درندہ نہیں ہوتا کوشل اسے درندہ بنا دیا جاتا ہے، آؤ آگے چلیں اس عمارت میں اس کی موجودگی یقینی معلوم ہوتی ہے" میں نے کہا اور کوشل میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ہم لوگ جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے عمارت کی سمت چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد اس عمارت کے قریب پہنچ گئے۔
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کوئی یہاں موجود ہے یا نہیں۔ چاروں طرف خاموشی کا دور دورہ تھا۔ بڑے گیٹ سے داخل ہونے کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے اور چہار دیواری کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ دفعتاً کوشل نے میرا بازو پکڑ کر ایک جھاڑی میں مجھے روک لیا۔
"کیا بات ہے۔؟"
"ایک آواز۔ ایک آواز سنی ہے میں نے" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں بھی ساکت ہو کر آواز سننے کی کوشش کرنے

لگا۔ دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آواز سنی اور گردن نکال کر اس طرف دیکھنے لگا۔ لیکن مجھے کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ بس عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی دبے قدموں ہمارے آگے بڑھ رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک تو میں نے احتیاط کا ثبوت دیا۔ اور اس کے بعد جب آواز پھر ساکت ہو گئی تو میں کوشل کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا اور بالآخر عمارت کے برآمدے تک پہنچ گیا۔
برآمدہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ اور اوپر جانے کے لیے پانچ سیڑھیاں تھیں، ہم سیڑھیاں طے کر کے اور دروازے تک پہنچ گئے، دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ پہلے میں نے گردن ڈال کر اندر دیکھا اور جب کوئی نظر نہ آیا تو میں اندر داخل ہو گیا۔ لیکن جیسے ہی میں اندر داخل ہوا، دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔
"خبردار، جنبش کرنے کی کوشش مت کرنا، تم بہت سی پستولوں کی زد میں ہو"
میں ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ اور اب صورتِ حال مختلف ہو گئی تھی چنانچہ میں خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا، کوشل نے بھی ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ وہ ساکت کھڑی تھی اور کسی پتھر کے بت کی طرح نظر آ رہی تھی۔ غالباً اس صورتحال سے وہ پھر خوفزدہ ہو گئی تھی۔
میں نے اطراف میں نگاہیں ڈالیں اور اس شخص کو دیکھ لیا جو میرے عقب میں کھڑا تھا۔ جب ہم لوگ اندر داخل ہو رہے تھے تو یقیناً وہ دروازے کی آڑ میں تھا اور اس نے ہمیں موقع دیا تھا کہ ہم اندر آ جائیں۔
بہر طور چوٹ ہو گئی تھی اب اس کے بعد کی صورتحال دیکھنی تھی۔
میں نے ایک لمحہ میں فیصلہ کیا اور دفعتاً زمین پر لیٹ گیا۔ فوراً ہی ایک فائر ہوا اور گولی میرے بدن کو چھوتی ہوئی سامنے والی دیوار سے ٹکرائی۔
"بہتر ہے کہ زندہ ہی ہمارے ساتھ چلنے کی کوشش کرو۔ لیکن اگر صورت حال ہماری مرضی کے خلاف ہوئی تو تمہاری موت بھی متوقع ہے، چلو دونوں ہاتھ گدی پر رکھ لو۔ میں نے اور کوشل نے اس کی تقلید کی تھی۔
وہ ہمارے سامنے آ گئے۔ اور پھر میرے ہاتھ مشاقی سے پشت پر کس دیئے گئے۔ لیکن اس وقت بھی میں نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ اور جیسے ہی حملہ آور میری پشت پر پہنچا میں نے کہنی اس کے سینے پر مار کر اسے سامنے لانے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ بھی غافل نہیں تھے میرے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب لگی اور میرا ذہن ساتھ چھوڑنے لگا۔ یقینی طور پر میں ان کا شکار ہو گیا تھا۔ چند لمحات تک احساس رہا تھا کہ وہ کچھ کارروائی کر رہے ہیں اور اس کے بعد حواس ساتھ چھوڑ گئے۔
آنکھ کھلی تو کنپٹیوں میں شدید دھمک ہو رہی تھی دیر تک یہی کیفیت رہی اور اس کے بعد صورتِ حال کچھ بحال ہوئی تو میں اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ پیروں میں بھی رسیاں بندھی ہوئی تھیں، انتہائی کوشش کر کے میں اٹھ کر بیٹھ گیا
سب سے پہلے میں نے کوشل کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی اور یہ دیکھ کر مجھے انتہائی اطمینان محسوس ہوا کہ کوشل مجھ سے کچھ فاصلے پر اسی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں اسے بھی بے ہوش کر دیا گیا تھا یا وہ ہوش میں تھی۔ بہرطور اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہمارا یہ نیا قید خانہ کون سی جگہ ہے۔ دفعتاً مجھے اپنے بدن میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی، پتہ نہیں میرا بدن کانپ رہا تھا یا پھر۔ یا پھر۔
دوسرے لمحے میں نے کوشل کی ہلکی سی آواز سنی اور میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔
"اوہ۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ ار۔ ے اوہ" اس بار اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔
میں بہت غور و خوض کر رہا تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بدن ہل رہا ہے یا میں خود ہل رہا ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں نے کوشل کو آواز دی۔
"ہاں بھیا۔ میں ہوش میں ہوں۔ لیکن یہ زمین کیسے ہل رہی ہے۔"
"کیا تمھاری زمین بھی ہل رہی ہے" میں نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔
"تم بھی ہل رہے ہو بھیا۔؟" کوشل نے کہا اور میں خاموشی سے صورتِ حال کا جائزہ لینے لگا۔ تب میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس وقت ہم کسی ایسی جگہ ہیں، جو متحرک ہے لیکن وہ کیسی جگہ ہو سکتی تھی۔ غالباً کسی جہاز کا کیبن۔ ہاں یقیناً ایسی ہی

بات تھی۔
میں نے جب غور سے اطراف کے مناظر دیکھے تو مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ یہ کیبن کسی بہت ہی بڑی موٹر لوٹ کا تھا اور شاید مویشیوں وغیرہ کے لیے مخصوص تھا۔ دیواروں کے پاس کچھ ایسے برتن بھی پڑے ہوئے تھے، جن میں حیوانوں کو کھانا اور پانی دیا جاتا ہوگا۔ نہایت گندگی پھیلی ہوئی تھی یہاں ابھی تک میں نے اس بُو کو محسوس نہیں کیا تھا۔ جس کے بارے میں اندازہ لگانے کے بعد مجھے اس کا احساس ہوا تھا۔
کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا ہلکے ہلکے ہچکولے لگ رہے تھے، اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ ہمیں موٹر لوٹ میں کہیں لے جا رہے ہیں، لیکن کہاں؟ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔
کیبن کی چھت پر کبھی کبھار بھاری جوتوں کی دھمک سنائی دے جاتی تھی، اور اس کے بعد خاموشی چھا جاتی تھی نجانے یہ سفر کتنی دیر تک جاری رہا، ہچکولوں نے سر میں چکر پیدا کر دیئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہچکولے کچھ کم ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔
بہت دیر تک اسی انداز میں یہ سفر جاری رہا اور پھر غالباً موٹر لوٹ یا یہ جہاز رک گیا۔ ہم صورت حال کا اندازہ لگاتے رہے۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا ہمیں کہ یہاں داخل ہونے کا راستہ کون سا ہے۔
تقریباً پندرہ یا بیس منٹ اور گزر گئے اور اس کے بعد روشنی کا ایک طوفان اندر آگیا۔ یہ طوفان چھت سے داخل ہوا تھا۔ پتہ چلا کہ ایک بہت بڑا ڈھکنا صندوق کے ڈھکنے کی طرح اُٹھا دیا گیا ہے۔ پھر اس میں سے کچھ آدمی نیچے کود آئے اور اب یہ احساس ہوا کہ چھت کی بلندی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی ہمیں محسوس ہو رہی تھی۔
آنے والوں کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔
"یہ ہوش میں آگئے ہیں۔"
"چلو اچھی بات ہے ان کا منحوس وزن اٹھا کر ہمیں اوپر جانے کی مصیبت پیش نہیں آئے گی۔ اے چلو اُٹھو ہم تمہارے باپ کے نوکر نہیں ہیں کہ تمہیں لادے لادے پھریں۔" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔
"تو بھائی تم سے کس نے کہا ہے کہ ہمیں لادے لادے پھرو لیکن کیا تمہیں ہماری صورت حال کے بارے میں کچھ اندازہ ہے۔"
"کیا مطلب؟" ان میں سے دوسرے نے کرخت لہجے میں پوچھا۔
"ہمارے ہاتھ اور پاؤں دونوں بندھے ہوئے ہیں کھڑے نہیں ہو سکتے ہم اس حالت میں۔"
"اسے بے وقوف کے بچو، بھلا ہاتھ پاؤں باندھنے کی کیا ضرورت تھی، مجال ہے جو میری موجودگی میں یہ کوئی حرکت کر سکیں، چلو ہاتھ پاؤں کھولو ان کے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ہاتھ اور پاؤں بندشوں سے آزاد ہو گئے۔
بڑی سنسناہٹ سی محسوس ہو رہی تھی بدن میں سر ابھی تک ان ہچکولوں کی وجہ سے چکرا رہا تھا۔ بہر طور اوپر کھڑے ہوئے آدمیوں نے سہارا دے کر ہمیں اُوپر کھینچا۔ اور ہم لوگ موٹر لوٹ کی چھت پر آگئے۔
یہاں سے ہمیں لکڑی کے اس عارضی پل پر اُترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی، جو شاید تازہ تازہ لگایا گیا تھا اس پل سے گزرنے کے بعد ہم زمین پر پہنچ گئے۔ اس زمین کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کہاں ہے، لیکن اچانک اطراف کے مناظر دیکھ کر میری آنکھوں میں حیرت کے نقوش اُبھر آئے۔
میں نے دل ہی دل میں مسکرا کر سوچا کہ رادھن سنگھ تم نے واقعی اپنی دانست میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے یہ وہی جزیرہ تھا۔ جہاں سے میں نے رادھن سنگھ کے گوداموں سے منشیات کے ذخائر حاصل کیے تھے اور ہمیں شاید دوبارہ اسی جزیرے میں قیدی بنا کر لایا گیا تھا۔
گویا زندگی کا ایک اور دلچسپ رُخ۔
رادھن سنگھ سے براہ راست مقابلہ۔
اور میں اس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔
جو لوگ ہمیں یہاں قیدی بنا کر لائے تھے ان کی تعداد کافی تھی۔ میری کارروائی کے بعد یہاں انتظامات کافی سخت کر دیئے گئے تھے اور اب یہاں بڑی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہمیں شاید کسی جگہ گودام میں ہی قید کیا گیا تھا۔
"یہ تو بہت بُرا ہوا بھیا۔ کوشل نے کہا۔
"کیا کوشل؟"
"ہم رادھن سنگھ کے قیدی بن گئے۔"

"فی الحال" میں نے جواب دیا۔
"مجھے بڑا خطرہ محسوس ہو رہا ہے بھیا۔ کوشل تشویش سے بولی۔
"میں موجود ہوں کوشل تمہیں تشویش کی کیا ضرورت ہے۔"
"وہ تو ٹھیک ہے بھیا، مگر تم بھی انسان ہی ہو رادھن سنگھ کے بارے میں یقیناً تم نے اندازے لگائے ہوں گے۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ وہ انسان کی صورت میں درندہ ہے رحم کے نام کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہے جب کبھی وہ درندگی پر اترتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ہے۔
"کوشل اپنی زندگی کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے بھی زندگی میں اتنے دکھ اٹھائے ہیں کہ میری شخصیت ہی ختم ہو کر رہ گئی ہے انسان کو جانور بنتے ہوئے کوئی دیر نہیں لگتی۔ کوشل رادھن سنگھ اگر جانور ہے تو میں بھی ایک وحشی درندہ ہوں اس دنیا سے نمٹنے کا میں نے ایک ہی گُر سیکھا ہے۔ اسے اس کی زبان میں سمجھاؤ۔ اگر تم نے رحم کی زبان استعمال کی تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہیں نہیں ہوگا۔ چنانچہ کوشل تم مجھے معاف کرنا رادھن سنگھ پر کاری ضرب لگانے کے لیے۔ مجھے بھی انسانیت کا لبادہ اُتار کر پھینکنا پڑے گا۔ اور میں وہی کروں گا جو وقت کی ضرورت ہے۔ میں اس مشن کو اور زیادہ طویل نہیں کر سکتا۔ کوشل خاموشی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی تھی۔ ہم لوگ قیدی کی حیثیت سے تقریباً چودہ گھنٹے تک یہاں بند رہے اس دوران کوئی شخص ہمارے پاس نہیں آیا تھا لیکن پندرہویں گھنٹے میں چند مسلح افراد کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان میں جو شخص سب سے آگے تھا وہ رادھن سنگھ ہی تھا۔ لیکن ایک نئے روپ میں اس وقت وہ ایک سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کی کمر پر ایک بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ سیاہ رنگ کا یہ ڈھیلا ڈھالا لباس مارشل آرٹس کے ماہروں کا سا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ہمارے قید خانے کا دروازہ کھول دیا گیا۔
"باہر آؤ راجہ صاحب۔" رادھن سنگھ بدستور طنزیہ انداز میں بولا۔ میں کوشل کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ چنانچہ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ رادھن سنگھ ہاتھ سے اشارہ کر کے لاپروائی سے آگے بڑھ گیا اور اس کے بعد ہمیں بھی گودام سے باہر نکال لیا گیا۔ جزیرے پر خاموش سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ تاحد نگاہ کوئی نہیں تھا۔ سوائے ان لوگوں کے جو رادھن سنگھ کے ساتھی تھے رادھن سنگھ نے ہماری طرف رُخ کر کے کہا۔
"میرا خیال تھا کہ گولڈ مین کو میں شہر کی کسی سڑک پر اس طرح ماروں کہ کتے اس کی لاش گھسیٹتے پھریں۔ لیکن صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے راجہ صاحب کہ تمہارا خاموشی سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ لیکن رادھن سنگھ کے بارے میں تم نے جتنے غلط اندازے قائم کیے تھے اب تمہیں ان کی سزا بھگتنی ہے۔ رادھن سنگھ بلاوجہ ہی سورج گرہن کا سربراہ نہیں بنا ہے۔ بلکہ اس کے لیے اس نے محنت کی ہے۔ ہمارے تمہارے بیچ زور کا مقابلہ ہوگا۔ راجہ صاحب اور آج تم کچھ نئی چیزوں سے واقف ہو گے۔ آؤ آؤ سامنے آؤ۔ رادھن سنگھ مارشل آرٹس کا پوز بنا کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ میری بھی زندگی کیسے لوگوں کے درمیان گزری ہے۔ میں نے خود کو کسی جس انداز سے حملے کے لیے اچھالا تھا وہ بے حد مہلک اور خطرناک تھا۔ یہ چیتے کی مخصوص جست تھی جس کے ذریعے وہ اپنے شکار کی کھوپڑی توڑ دیتا تھا۔ لیکن رادھن سنگھ کے بارے میں ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا۔ کہ وہ بھی مارشل آرٹس کے بہترین فن سے ناواقف نہیں ہے چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر زمین پر جھکایا اور اپنے دونوں ہاتھوں میرے چہرے کی طرف کر دیئے۔ میں نے فضا ہی میں ایک قلابازی کھائی اور سیدھا ہو گیا۔ بہت عرصے سے مارشل آرٹ کے کسی مقابلہ کا موقع نہیں ملا تھا لیکن اب صورت حال ایسی پیدا ہوئی تھی تو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی زندگی کے بہترین فن کا مظاہرہ کروں گا۔ میں نے فضا میں اپنے آپ کو روک کر رادھن سنگھ کے کندھے پر ایک ضرب لگائی۔ اور رادھن سنگھ لڑکھڑا گیا۔ اس سے قبل کہ وہ سنبھلتا میں نے کسی سانپ کی طرح

پلٹ کر دوسرا حملہ کیا، اور رادھن سنگھ کو اس بار بُری طرح بوکھلا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اگر وہ نہ ہٹتا تو میری یہ ضرب اس کے لیے بہت کافی ثابت ہوتی۔ اسے اس وقت بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ اپنے آدمیوں کے سامنے اس کی بڑی سبکی ہوئی تھی۔ مارشل آرٹ کے کچھ فنون سے واقف ہونے کے بعد اس نے سوچا ہوگا کہ مجھے زیر کرنا بہت آسان ہوگا کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ میں بھی اس فن سے واقف ہوں لیکن میں نے جس طرح حملوں کا مظاہرہ کیا تھا انہوں نے اسے شدید مایوس کر دیا لیکن اس نے اپنے حواس بحال رکھے تھے۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور میرے حملوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کئی زبردست ہاتھ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے تھے اور دو تین جگہ اس کا چہرہ مجروح ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ تنہا مجھ سے جنگ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا اور وہ سب بیک وقت میری طرف لپکے۔ میں ان مسلح افراد کے حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ لیکن اسی لمحے میں میں نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے ان میں سے کچھ نے چاقو وغیرہ نکال لیے۔ پھر پہلے دو آدمی میری طرف بڑھے تو میں دفعتاً زمین پر گر گیا۔ اور تیزی سے قلابازیاں کھاتا ہوا دور نکل گیا۔ میں ان دونوں کے حملوں کو پیچھے سے روکنا چاہتا تھا دفعتاً میں نے پیروں کے بل زور لگا کر اپنے آپ کو سنبھالا اور دوسرے لمحے آگے آنے والے دونوں آدمی میری ٹھوکروں کا شکار ہو گئے۔

وہ لڑھکتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے تھے۔

میں نے دفعتاً فضا میں بلند ہو کر ان دونوں کی گردنوں میں ٹانگیں پھنسائیں اور پھر ایک طرف جھکتا چلا گیا۔ میرے ہاتھ زمین پر ٹکے اور میں نے ٹانگوں کی قوت سے ان دونوں کو ٹکرا دیا۔ ان کے سر خربوزوں کی طرح کھل گئے تھے۔ کوشل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے افراد بھی مجھ پر حملہ آور ہوتے لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے بدن کو چھونے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

رادھن سنگھ پر دفعتاً دیوانگی طاری ہو گئی اپنے آدمیوں کی ناکامی دیکھ کر وہ وحشت زدہ ہو گیا تھا۔ غصے سے بے انتہا مغلوب ہو کر اس نے ایک خوفناک دھاڑ حلق سے نکالی اور مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں زمین سے فضا میں بلند ہوا۔ رادھن سنگھ نے بھی یہی حرکت کی تھی فضا میں ہم دونوں کے جسم ٹکرائے لیکن میں بالکل چاق و چوبند تھا۔ میں نے اپنی ہتھیلی کا نچلا حصہ رادھن سنگھ کے پاؤں پر مارا۔ اور دوسرے لمحے رادھن سنگھ کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکل گئی۔ لیکن میں عقب سے بھی ہوشیار تھا۔ ایک شخص نے اپنے ملبے سے آہنی اوزار کے ذریعے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے اس کے حملہ آور ہاتھ کو اپنی بغل میں دبایا اور اپنی کوہنی اس کے سینے پر ماری۔ یہ ضرب اتنی زوردار تھی کہ اس کی پسلی چٹخ گئی۔ اور وہ پلٹ کر پیچھے گر پڑا۔ میں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا نہیں تھا۔ بلکہ آگے بڑھ کر رادھن سنگھ کے گھٹنے پر ایک ضرب لگائی تھی۔

رادھن سنگھ بے بسی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن اس بار پھر رادھن سنگھ کے ساتھیوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا اور مجھے ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ رادھن سنگھ خود کو ہوا میں اُچھال کر پیچھے لے گیا تھا میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا بلکہ پہلے ان لوگوں سے نمٹ لیتا جو میرے اطراف میں آکر پریشان کر رہے تھے۔ میں پوری طرح ان لوگوں پہ نگاہیں جمائے تیزی سے پینترے بدل رہا تھا۔ پہلا آدمی میرے ہدف پر آیا تو میں نے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اور دوسرے پاؤں سے اس کی کھوپڑی سہلا دی۔ ایک اور شخص گرتے ہوئے آدمی کی زد میں آیا تو میں نے اسی کو اپنا نشانہ بنایا اور اس کی کلائی ٹوٹ کر لٹک گئی۔ اب میں ان لوگوں پر مسلسل تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔

کوشل اس طرح سینے پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی جیسے پتھر کا کوئی بُت ہو۔ اور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا ہو۔ میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں مشینی انداز میں حرکت کر رہے تھے۔ اور میں ان لوگوں کو ناکارہ بناتا جا رہا تھا۔ میرے داہنے بازو میں بس ایک ہلکی سی خراش لگی تھی جس سے خون بہہ رہا تھا۔ میں ان لوگوں کے دائروں کو توڑ دینا چاہتا تھا لیکن وہ بھی اپنی زندگی کی بازی لگا کر اپنے آپ کو رادھن سنگھ کی نگاہوں میں سرخ رو کرنا چاہتے تھے یہ دوسری بات ہے کہ اس کوشش میں ان کے بدن سرخ ہوئے جا رہے تھے دفعتاً میں نے کچھ قدموں کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں گودام کی طرف سے آ رہی تھیں۔ میں نے ایک لمحہ کے لیے ادھر دیکھا اور پھر

برق رفتاری سے فضا میں اُچھل کر ایک سمت دوڑ لگا دی۔ یہ تو صرف ایک چال تھی تین آدمی میرے پیچھے دوڑے اور میں دفعتاً پلٹ پڑا۔ وہ جھونک میں مجھ سے ٹکرا گئے، لیکن میں اس کے لیے بالکل تیار نہ تھا گودام کی طرف سے آنے والے مزید تین افراد تھے۔ جو غالباً یہاں کی صورتِ حال دیکھ کر اس طرف دوڑ لگانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن میں نے انہیں موقع نہیں دیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اب مجھے یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ رادھن سنگھ یہاں رُکے گا نہیں اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا۔ رادھن سنگھ اپنے آدمیوں کا حشر میرے ہاتھوں دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے دفعتاً کنارے کی طرف دوڑ لگا دی۔

کوشل یہ نکلنے نہ پائے۔ دفعتاً میں نے چیخ کر کہا اور کوشل جو اب تک میری ہلاکت کی سحر میں گرفتار تھی ایک دم سنبھل گئی۔ اُس نے جھرجھری سی لی اور جیسے کسی خواب سے بیدار ہو گئی۔ میں رادھن سنگھ کی سمت کا اندازہ لگا چکا تھا اور اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ وہاں سے فرار ہو جانے کے چکر میں ہے دفعتاً تھوڑے سے فاصلہ پر پہنچ کر میں نے اس پر جست لگائی اور اُسے لپیٹتے ہوئے زمین پر آن گرا۔ ہم دونوں دور تک لڑھکتے چلے گئے تھے۔

کوشل مسلسل ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی کہ دفعتاً فضا میں ایک فائر کی آواز گونجی کسی نے کوشل پر فائر جھونک مارا تھا۔ گولی کوشل کے بازو میں کہنی کے قریب لگی اور وہ گھوم گئی۔ اس کے بازو سے خون بہہ نکلا تھا لیکن اب میں دیوانہ ہو گیا تھا میں نے رادھن سنگھ کو بُری طرح رگڑ کر رکھ دیا۔ وہ میری گرفت سے نکل گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ کھڑا ہوا میں نے اس کی کمر پر ایک لات رسید کر دی۔ اور وہ ٹھٹھک گیا۔ دو آدمی رائفل سنبھالے اسی طرف دوڑتے چلے آ رہے تھے وہ غالباً صحیح صورتِ حال سے واقف نہیں تھے جیسے ہی وہ قریب پہنچے میں نے رادھن سنگھ کو اُٹھا کر ان پر دے مارا۔ اس دوران کوشل اپنے زخم کی پرواہ کیے بغیر وہاں پہنچ گئی تھی۔ نیچے گرے ہوئے ایک آدمی کی رائفل اٹھا کر اس نے اس کی نال پکڑی اور پوری قوت سے اس آدمی پر دے ماری۔ دوسرے آدمی کے ساتھ بھی اس نے یہی سلوک کیا تھا تیسرا وار اس نے رادھن سنگھ کی پنڈلیوں پر کیا۔ یہ وار ایک وحشیانہ انداز میں کیا تھا۔ رادھن سنگھ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی، اور وہ زمین پر تڑپنے لگا۔ غالباً اس کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور پھر اس کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ رادھن سنگھ میں اب اتنی سکت نہیں تھی۔ کہ وہ مزید کوئی کارروائی کر سکے اس کے آدمی بھی ناکارہ ہو گئے تھے۔ کچھ مر چکے تھے کچھ دم توڑ رہے تھے اور جو شدید زخمی تھے ان کی کراہوں کی آوازیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں۔ بظاہر محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔ ہم نے صورتِ حال پر مکمل قابو پا لیا تھا سب سے زیادہ تقویت کی بات یہ تھی کہ اب ہمارے پاس اسلحہ موجود تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے کوشل کو دیکھا اور پھر رادھن سنگھ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہی ہیں کنور رادھن سنگھ کوشل۔"

"ہاں یہی پاپی ہے۔"

رادھن سنگھ آنکھیں بند کرنے لگا تو کوشل نے رائفل کی نال اُس کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر مارتے ہوئے کہا۔

"تو بے ہوش نہیں ہوگا پاپی۔ اگر تو نے بے ہوش ہونے کی کوشش کی تو۔ تو میں تیرے کپڑوں میں آگ لگا کر تجھے زندہ جلا دوں گی۔

رادھن سنگھ نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ کوشل کے لہجے میں بڑی سفاکی تھی۔

"کیا سلوک کیا جائے تمہارے ساتھ رادھن سنگھ؟ میں نے پوچھا۔

"جو من چاہے کرو۔ میں کیا کہوں۔"

"ارے آپ نے ہتھیار ڈال دیئے مہاراج۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ دہاڑا۔

"چلو ٹھیک ہے اب یہ بتاؤ کوئی ایسی جگہ ہے یہاں جہاں اسٹیمر وغیرہ موجود ہو۔

رادھن سنگھ کی آنکھیں بے اختیار ایک سمت اُٹھ گئیں۔ لیکن اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔

"کوئی ایسی جگہ یہاں نہیں ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ جگہ کی نشاندہی تو خود تم نے کر دی ہے۔ کوشل رائفل تمہارے پاس ہے۔ اس کی نگرانی کرو میں ابھی آتا ہوں۔

کوشل نے حیرانی سے میری طرف دیکھا اور پھر تعجب سے کہنے لگی۔

"کہاں جا رہے ہو بھیا۔"

"اسٹیمر کی تلاش میں۔"

"مگر یہ تو کہتا ہے کہ یہاں کوئی اسٹیمر نہیں ہے۔"

اس کی آنکھیں کچھ اور کہہ رہی ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ "اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ یہ کتنا بڑا شیطان ہے۔ اس لیے اس پر نگاہ رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔"

میں چل پڑا۔ رادھن سنگھ نے بے اختیار میری طرف دیکھا تھا۔ وہاں چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ میں نے ان چٹانوں کی طرف دوڑ لگائی اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے قریب پہنچ گیا۔ چٹانوں کے درمیان میں نے ایک اسٹیمر دیکھ لیا۔ اس پر کوئی موجود نہ تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گویا اندازہ درست تھا۔ اس اسٹیمر کے لوگ بھی مجھ سے مقابلے میں کام آ گئے تھے میں نے جائزہ لیا اور اسٹیمر پر اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ میں اسے گھما کر دوسری طرف لے آیا تھا۔ اب میں کوشل کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ بھی حیرت سے اسٹیمر کو دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد رادھن سنگھ کو اسٹیمر پر منتقل کر دیا گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں مردنی چھائی ہوئی تھی۔

"کیا خیال ہے رادھن مہاراج؟" میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کتے ہو۔"

"اب گالیوں پر اتر آئے۔ بری بات ہے اتنے بڑے آدمی کو گالیاں نہیں بکنی چاہئیں۔"

"بڑا حساب کتاب ہے اس کا میرا۔ برسوں کے بوجھ اتارنے ہیں اس سے۔" کوشل نے کہا اور رادھن سنگھ کانپ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

○

کوشل ایک زخمی ناگن تھی۔ اگر میں اس کی کہانی سے واقف نہ ہوتا تو اسے دنیا کی بھیانک عورت قرار دیتا لیکن یہ بات میں جانتا تھا کہ اس پر کیا بیتی ہے رادھن سنگھ نے اس سے انسانوں کی سی زندگی چھین لی تھی۔ اس کے بدلے میں وہ جو کچھ کرتی کم تھا۔ جب اسے دل کے ارمان نکالنے کا پورا موقع ملا تھا۔ رادھن سنگھ ایک قید خانے میں بند تھا۔ اور کوشل اس کی نگران تھی۔

"کیا پروگرام ہے کوشل؟"

"اس سے روپا کا پتا پوچھو۔" کوشل نے کہا۔ ہم دونوں ہی رادھن سنگھ کے پاس گئے تھے۔

"تم جانتے ہو رادھن سنگھ۔ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ کوشل کی بہن روپا کا پتا بتا دو۔"

"گدھے ہو تم۔ پوچھ سکتے ہو تو پوچھ لو۔" رادھن سنگھ نے حقارت سے کہا۔

"مجھے اجازت ہے بھیا۔" کوشل نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ چنانچہ کوشل نے اپنا کام شروع کر دیا۔

اس کے اشارے پر قید لوگوں نے رادھن سنگھ کے بدن سے پورا لباس اتار دیا تھا۔ اور پھر قید خانے کا ایک ایک رخنہ بند کر دیا گیا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ کوشل کے ذہن میں کیا پروگرام ہے۔

رادھن سنگھ مادر زاد برہنہ اس قید خانے میں بند تھا۔ قید خانے میں مائیک لگائے گئے تھے تاکہ اس کی آواز دوسرے کمرے میں سنی جا سکے۔

اپنے پروگرام کے آغاز سے کوشل نے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ کوئی کارروائی کر کے آئی اور اطمینان سے کمرے میں آ بیٹھی۔

"کیا کیا ہے تم نے کوشل؟"

"ایک معمولی سی کوشش۔" کوشل نے کہا اور ہنس پڑی۔ اس ہنسی میں ایک وحشت تھی۔

دفعتاً میں نے رادھن سنگھ کی دلخراش چیخ سنی اور پھر وہ مسلسل چیخنے لگا اس کی ان چیخوں میں بڑی اذیت تھی۔

"ارے بچاؤ۔ ارے بچاؤ مر گیا۔ بچاؤ۔" وہ جذباتی انداز میں چیخ رہا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے کوشل؟"

"کچھ نہیں بھیا۔ بھڑوں کا ایک چھتہ قید خانے میں پھینک دیا گیا ہے۔"

"بھڑوں کا چھتہ؟"

"ہاں۔ صحن کے پیڑ میں لگا تھا۔ گروچن لال نے اسے احتیاط سے ایک ڈبے میں بند کر کے توڑ لیا اور اب وہ ڈبہ، قید خانے میں کھل گیا ہے۔"

"خدا کی پناہ۔" میں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں خاموشی سے رادھن سنگھ کی ڈوبتی آوازیں سننے لگا۔

پھر شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"اگر وہ مر گیا تو کوشل؟"

"ایسا کوئی کام نہیں کروں گی بھیا۔ وعدہ۔" کوشل نے ۔۔۔ انتظامات کر لیے تھے۔ جب ہم رادھن سنگھ سے ملنے ۔۔۔ قید خانے کی فضا بھڑوں سے پاک ہو چکی تھی۔ دھواں کر کے ۔۔۔ بھڑوں کو بھگا دیا گیا تھا۔ لیکن رادھن سنگھ کا پورا بدن ۔۔۔ سوجا ہوا تھا۔ اس کی شکل نہیں پہچانی جا رہی تھی۔

"پانی۔ مجھے پانی دو۔" وہ گڑگڑا کر بولا۔

"روپا کہاں ہے۔؟"

"پانی۔ پہلے پانی دو۔"

"روپا کا پتا بتاؤ۔" کوشل غرائی۔

"پہلے پانی دیدو مجھے۔"

"ایک قطرہ نہیں ملے گا۔"

"نہیں بتاؤں گا۔ ایک لفظ نہیں بتاؤں گا۔" اس نے دیوانگی کے انداز میں کہا۔

کوشل خاموشی سے یہاں سے چلی آئی تھی۔ اٹھارہ گھنٹے کے بعد ہم دونوں پھر رادھن سنگھ کے پاس پہنچے۔ وہ پانی لے کر گئی تھی۔ "لو رادھن سنگھ جی! پانی پیو۔" اس نے کہا۔ اور برتن رادھن سنگھ کی طرف بڑھا دیا۔

رادھن سنگھ پاگلوں کی طرح پانی پر جھپٹا۔ لیکن پانی کا ایک ہی گھونٹ لیا تھا اس نے کہ برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

ارے تیرا ستیاناس۔ ارے کیا پلا دیا مجھے۔ ارے میں مر گیا۔

میں خود چونک پڑا۔ کوشل ہنسنے لگی تھی۔

"فکر نہ کرو رادھن سنگھ جی۔ ایک دوا ملی ہوئی تھی اس میں جو پانی کو صرف کڑوا کر دیتی ہے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مگر پانی۔"

"مر جاؤں گا میں۔ تمہیں بھگوان کا واسطہ مجھے پانی تو دے دو۔"

"روپا کا پتا بتا دو۔"

"وہ گجراج کے جزیرے سنتھیا میں قید ہے۔ چرن بہاری تمہیں وہاں تک لے جا سکتا ہے۔" رادھن سنگھ نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"چرن بہاری کون ہے؟"

"تمہیں گارولی کی بلڈنگ نمبر سات میں ملے گا۔"

پانی دیدو مجھے۔"

وہ تمہارا آدمی ہے۔

"ہاں۔"

"پانی اس وقت ملے گا تمہیں جب چرن بہاری ہمارے پاس آ جائے گا۔" کوشل نے کہا۔

"اسے فون کر دو۔"

"یہ کام تم ہی کرو گے۔" کوشل نے کہا۔ اور پھر رادھن سنگھ کو قید خانے سے نکالا گیا۔ اس نے چرن بہاری سے بات کی اور اسے ایک جگہ بلا لیا گیا۔

"تب رادھن سنگھ کو تھوڑا سا پانی دیتے ہوئے کوشل نے کہا۔ "اگر تم نے کوئی چالاکی کی رادھن سنگھ تو اب کے تمہیں تیزاب پلاؤں گی پانی کی جگہ۔"

"میں کوئی چالاکی نہیں کروں گا۔" رادھن سنگھ نے کہا۔

چرن بہاری کے حصول کے لیے کافی احتیاط سے کام کیا گیا۔ پھر اسے قید خانے میں لایا گیا۔ لیکن رادھن سنگھ کی حالت دیکھ کر وہ دہشت زدہ ہو گیا تھا۔

"بہاری انہیں گجراج لے جاؤ۔ روپا ان کے حوالے کر دو۔"

"جی مہاراج۔"

"کوئی چالاکی مت کرنا؟"

"جی مہاراج۔"

"اب تم کھاؤ پیو، عیش کرو اس وقت تک جب تک روپا یہاں نہ آ جائے۔"

"چرن کوئی حرکت مت کرنا۔"

"میں خیال رکھوں گا مہاراج۔" چرن بہاری نے لرزتے ہوئے کہا۔ اور ہم اسے قید خانے سے نکال لائے۔

میں نے کوشل سے کہا۔ "میں خود روپا کو لینے جاؤں گا کوشل۔"

"بھیا تم ۔۔۔؟"

"ہاں صرف میں، تنہا۔"

"بھیا روپا کو دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ مگر میں تمہارے لیے بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔"

تم اطمینان رکھو کوشل۔ میں روپا کو لے کر ہی آؤں گا۔"

گجراج تک کا سفر بڑا پیچیدہ تھا۔ یہ کوئی خفیہ علاقہ تھا۔ ہمیں پہلے ریل سے سفر کرنا پڑا جو چوبیس گھنٹے کا تھا۔

پھر ایک علاقے میں جیپ سے جانا پڑا۔ یہ سب اسمگلروں کے علاقے تھے پھر ایک سنسان گھاٹ سے جرن بہاری ایک اسٹیمر لے کر چل پڑا۔ اب تک وہ میرے ساتھ پورا تعاون کرتا رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اس پورے سفر میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

اسٹیمر کا سفر بھی ایک گھنٹے کا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ یہ کیسے جزیرے ہیں جن پر حکومت کی کوئی توجہ نہیں ہے۔ بہرحال ہم ایک جزیرے پر پہنچ گئے جو بدنما چٹانوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ جرن بہاری یہاں کچھ لوگوں سے ملا۔ اس نے اُن سے بات چیت کی اور پھر ہم جزیرے کے اندرونی حصّے میں داخل ہو گئے۔

غاروں کے جال یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ انہیں میں سے ایک غار میں رو پا موجود تھی۔

ایک حسین نوخیز لڑکی جس کا چہرہ ہلدی کی مانند پیلا تھا۔ اس کے خدوخال میں کوشل کی جھلک تھی۔ اس لیے اسے روپا تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہ ہوا۔

تمہارا نام روپا ہے؟ اس نے سوال کیا۔ لیکن وہ خالی خالی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"یہ جواب کیوں نہیں دیتی؟"

"اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ بہاری نے جواب دیا۔

"اسے لے جانے کا بندوبست کرو۔ میں نے بہاری کو حکم دیا۔ میرا خیال تھا کہ بہاری نے رادھن سنگھ کی جو حالت دیکھی ہے۔ اس کے تحت وہ کوئی حرکت نہیں کرے گا۔

بہاری چلا گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آیا اور مجھ سے کہا۔

"تیاریاں ہو گئی ہیں مہاراج۔ میں روپا کو سہارا دے کر باہر آیا۔ اسٹیمر ہمیں لے کر چل پڑا۔ لیکن بہاری چال چل چکا تھا۔ کوئی پلان تھا اس کے ذہن میں۔ ابھی اسٹیمر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً فضا میں ہیلی کا پٹر نظر آیا جو اسی طرف آرہا تھا۔

"یہ کیا ہے بہاری۔ ؟ میں نے پوچھا۔"

"میں نہیں جانتا مہاراج۔ بہاری نے کہا اور دفعتاً اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔"

اسٹیمر ہمارے سر پر پہنچ گیا۔ اور دفعتاً اس سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ میرے ہوش اڑ گئے تھے۔ اتفاق تھا کہ کوئی گولی ہمیں نہ لگی۔

اور اب اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ میں روپا کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دوں۔ میں نے روپا کو سنبھالا پانی میں کود گیا۔ ہیلی کا پٹر واپس پلٹا۔ اور بس شاید اوپر بم پھینک کر اسٹیمر کو تباہ کر دیا گیا تھا۔

لیکن میں زندگی کے سب سے خوفناک مرحلے میں دا ہو گیا تھا۔ وسیع و عریض بے کراں سمندر اور ایک ذہنی طو غیر متوازن ہستی جسے سنبھالنا تھا۔ اس کے علاوہ چارہ کا نہیں تھا کہ ساحل کی طرف ہی تیرنا شروع کروں جو ہو گا دیکھ جائے گا۔ خوش بختی سے سمندر کا زیادہ سفر طے نہیں ہوا پھر بھی اس حالت میں ساحل تک جانا معمولی بات نہ تھی۔ روپا کو حاصل کرنے کی جو خوشی تھی سب ختم ہو گئی میں نے اسے سنبھال کر تیرنا شروع کر دیا۔ روپا خود بھی مدد کر رہی تھی لیکن اس کا سارا بوجھ مجھ پر تھا اور میں زن کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ جو کچھ ہو گیا تھا اس گمان بھی نہیں تھا۔ بڑی آزمائش آپڑی تھی۔

خوفناک جدوجہد جاری تھی۔ نہ جانے کتنی دیر تک رہا۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے رفتہ رفتہ انہیں ہلانے رفتار سست ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بار لو محسوس ہوا جیسے پانی ہلکا ہوتا جا رہا ہو۔ شاید میں ڈوب رہا تھا۔ لہریں اب میرے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ ایک جب اوپر سے گزری تو نیچے پیٹ ریت سے ٹکرایا۔ یا تھکن یا غنودگی جو کچھ بھی تھی۔ ایک دم ذہن سے چھٹ گئی۔ میں اچھل پڑا۔ ایک طاقت ور لہر نے کچھ اور آگے بڑھا تو پاؤں زمین سے ٹک گئے۔

عجیب سے جذبات ہو گئے تھے دل میں ایسی موجزن ہو گئی تھی جو بیان سے باہر تھی۔ اب بھی ہوئی تھی لیکن میرا دل و دماغ منور ہو گیا۔ میں روپا کو شانے پر ڈالے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ کئی قدم آگے بڑھا بالآخر پتھریلی جگہ پر پہنچ گیا ایسی جگہ جہاں لہریں نہیں آرہی تھیں۔ ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر میں نے ایسی جگہ منتخب کی جو مسطح تھی۔ پہلے روپا کو ایک چٹان پر لٹا دیا۔ اس کے بعد خود بھی اس چٹان کے نزدیک ایک ابھرے ہوئے پتھر پر بیٹھ گیا۔ میری اپنی حالت بھی بہتر نہیں تھی بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

لیکن چونکہ اندرونی طور پر خوشی تھی اس لیے زیادہ احساس ں تھا رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ دو بار ننھی ننھی ں برسیں اور میں خوفزدہ ہو گیا۔ اگر بارش آ گئی تو پناہ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ چٹانوں میں اتنی پھسلن ہ بیان سے باہر۔ کوئی غلط جنبش موت کا پیغام بن ی تھی۔

صبح کی روشنی نے ماحول کو منور کر دیا لیکن بے حد، یانک ماحول تھا سیاہ بدنما ہیبت ناک چٹانیں سینہ نے کھڑی تھیں اور ان کا سلسلہ تاحدِ نگاہ چلا گیا۔ دور دور سیاہ چٹانوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا پتہ نہیں کون سی جگہ حالات بہت سنگین تھے۔ میں نے گہری سانس لے کر روپا رف دیکھا تنفس جاری تھا۔ بے ہوشی شاید گہری نیند میں لی تھی اس لیے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا جس جگہ وہ لیٹی ی تھی وہ محفوظ تھی اس کے گرنے کا خطرہ نہیں تھا چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ قرب و جوار کا جائزہ جائے اور اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ لگانے کی شش کی جائے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔

میرا کام نہایت خوش اسلوبی سے ہوا تھا اور میں ایک ں کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا جو ناقابلِ یقین سمجھی ی تھی لیکن اس کے بعد جن حالات سے دوچار ہوا تھا۔ ہ تقدیر ہی کا عطیہ تھے خدا کی کوئی مصلحت ہی ہو گی ا میں بھی۔

میں روپا کو اس جگہ چھوڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ئی کائی لگی چٹانوں پر بے پناہ پھسلن تھی لیکن تھوڑی دور ر یہ پھسلن ختم ہو گئی۔ سمندر کی نمی ان چٹانوں کو مسلسل بھگوتی رہی تھی جس کی وجہ سے ان پر کائی جم گئی تھی۔ لیکن ن کا عقبی حصّہ محفوظ تھا۔ چٹانیں چونکہ پھسلواں تھیں اور ن پر قدم جمانا مہارت کا کام۔ میں خود تو کسی نہ کسی طرح آگے بڑھ ہی سکتا تھا۔ لیکن روپا کو اس وقت ساتھ لے کر آنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ جگہ جگہ گہرے کھڈ نظر آئے یہ چٹانی سلسلہ پہلے اجنبی تھا نجانے کتنی دور تک چلا گیا تھا اور نجانے کے دوسری طرف کیا تھا بہرطور یہ بات طے تھی کہ چٹانوں رکو عبور کیے بغیر کسی منزل کی تلاش ناممکن تھی۔ بھلا ان چٹانوں کا یک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چوٹی پر کوئی شے متحرک ہے۔ شہ چونک کر ٹھٹک گیا لیکن پھر اس جگہ میری نگاہ گئی تھی میں نے ایک چیل کو حرکت کرتے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔

میں نے سوچا کہ جا کر دیکھوں اس طرف کیا ہے۔ چنانچہ اس چٹانی چوٹی کے قریب پہنچ گیا۔ چوٹی پر کھڑے ہو کر میں نے دوسری طرف دیکھا ایک بہت بڑی گہری کھائی تھی جس میں لاتعداد سنگریزے پڑے تھے۔ ان سنگریزوں پر ایک ایسی چیز پڑی ہوئی تھی جس نے مجھے چونکا دیا۔

یہ بوسیدہ کشتیاں تھیں ٹوٹی پھوٹی کشتیاں ان سنگریزوں پر بکھری پڑی تھیں۔ ویسے یہ جگہ پانی کی پہنچ سے دور تھی اس لیے کشتیاں بھیگی ہوئی نہیں تھیں۔ میں اندازہ لگانے لگا کہ نیچے جانے کی جگہ کون سی ہو سکتی ہے اور مجھے ایک ایسی ڈھلان نظر آ گئی۔ جہاں سے اگر میں قدم جما کر نیچے جانے کی کوشش کرتا تو شاید نیچے پہنچ سکتا تھا۔ کشتیوں کی موجودگی نے بہرصورت اتنا تو یقین دلا دیا تھا کہ اگر یہ جگہ اس وقت غیر آباد تھی تو کبھی نہ کبھی ضرور آباد ہو گی۔

حالانکہ یہ کشتیاں سال خوردہ تھیں اور ان پر کاہی کا غلبہ تھا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی تھیں جس سے اندازہ بھی ہوتا تھا کہ اب انہیں استعمال نہیں کیا جاتا ہو گا۔

لیکن نجانے کیوں میرا ذہن اس بارے میں متجسس تھا۔ میں اس ڈھلان کی جانب بڑھ گیا اور بڑی آہستگی سے نیچے اُترنے لگا کافی احتیاط سے ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے بالآخر میں نیچے سنگریزوں کے پاس پہنچ گیا۔ جس جگہ کشتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہاں عین سامنے ایک بڑے غار کا دہانہ تھا۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا اور پھر کشتیوں کے نزدیک پہنچ کر ان کی سال خوردگی کا جائزہ لینے لگا۔ کافی پرانی اور خستہ حال تھیں۔

پھر میں زمین پر ایسے نشانات تلاش کرنے لگا جن سے یہ اندازہ ہو سکے کہ یہاں انسانی قدم پہنچتے رہتے ہیں یا یہ جگہ بالکل ہی ویران پڑی رہتی ہے کشتیوں کی موجودگی اس بات کی ضمانت نہیں ہو سکتی تھی کہ یہاں آبادی بھی ہو گی۔

زمین پر کوئی ایسا نشان نہ مل سکا تو میں پہاڑی غار کی جانب بڑھ گیا۔ غار کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے ایک سوکھی ہوئی خشک لکڑی اٹھا لی تھی جو ذرا بہتر حالت میں تھی نجانے غار کے اندر کیا ہو۔ نہ جانے کیسے حالات سے واسطہ پڑے۔

غار تاریک ہی نظر آرہا تھا۔ بس روشنی کی جو کرنیں

اس کے سامنے کے حصے پر پڑ سکتی تھیں وہ اس کو منور کیے ہوئے تھیں ورنہ اس کے آگے بالکل تاریکی تھی۔ میں غار کے دہانے سے اندر داخل ہوا، غار زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ بس ایک پہاڑوں کا کٹاؤ تھا۔ جسے سامنے کے حصے سے غار کا دہانہ سمجھا جا سکتا تھا۔

لیکن ہلکی سی روشنی میں، میں نے غار کے ایک کونے میں پڑے ہوئے سامان کو دیکھ لیا۔ اس کے نزدیک پہنچ کر میں نے اسے ٹٹولا غالباً کسی بڑی کشتی کا بادبان تھا۔ جسے لپیٹ کر رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا لیکن وہ بالکل ہی بوسیدہ تھا ذرا سا کھینچنے سے پھٹ جاتا۔ نیچے ٹین کے کچھ ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ جو خشک خوراک کے تھے تھوڑے ہی فاصلے پر پیٹرول کا ایک ٹین رکھا ہوا تھا۔ جسے کھول کر دیکھا تو مٹی کے تیل کی بدبو اور گیس اٹھنے لگی۔ جب میں نے اسے ہلا کر دیکھا تو اس میں کافی مقدار میں تیل موجود تھا۔ مٹی کے تیل کا لیمپ بھی نظر آیا۔ گویا یہاں کسی نے قیام کیا تھا۔

یہ بادبان ان ٹوٹی ہوئی کشتیوں میں سے کسی کا معلوم نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کا حجم خاصا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ کوئی چیز بھی تو نہیں تھی میرے پاس پستول تھا جو پانی میں بھیگ کر ناکارہ ہو گیا تھا اور میں نے اسے اپنے بدن سے جدا کر کے پھینک دیا تھا۔ چاقو وغیرہ موجود نہیں تھا۔

بہرطور یہ رسی مجھے کام کی چیز نظر آئی اور میں اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد اس میں کامیاب ہو گیا۔ رسی کو دیکھا کافی مضبوط تھی باقی بادبان بری طرح گل چکا تھا رسی چونکہ سن کی بنی ہوئی تھی اس لیے ہواؤں کی نمی اور وقت کی کہر اس پر اثر انداز نہ ہو سکی تھی۔ تاہم وہ اتنی مضبوط بھی نہیں تھی۔ جتنی اصل حالت میں ہو گی۔ رسی تقریباً بارہ یا پندرہ گز لمبی تھی۔ میں نے اس کا لچھا سا بنایا اور کندھے پر ڈال لیا اور لکڑی لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

پھر کچھ سوچ کر دوبارہ اندر گیا اور مٹی کے تیل کا وہ ٹین بھی اٹھا لیا۔ ممکن ہے کسی کام آ جائے لیکن کس کام؟ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ روپا بھوکی ہو گی۔ مجھے خود بھی بھوک محسوس ہو رہی تھی ساری رات گزر چکی تھی اور کل دن میں بھی۔ میں نے ہلکا سا کھانا کھایا تھا لیکن ان چٹانوں میں خوراک کی تلاش بے سود ہو گی۔ البتہ سمندر میں قدرتی غذا ضرور موجود ہو گی۔ یہاں سے سمندر تک جانے کا راستہ تلاش کرنے میں

میں ادھر ادھر نظر دوڑاتا اور سنگ ریزوں پر چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ لکڑی اور رسی کا لچھا میرے ساتھ تھا۔ ان دونوں چیزوں کو میں خود سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کافی دیر چلنے کے بعد جب میں ایک پہاڑی کٹاؤ میں داخل ہو کر دوسری طرف نکلا تو سمندر نگاہوں کے سامنے تھا۔ بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ جو پہاڑی کٹاؤ میں داخل ہوتیں اور واپس چلی جاتیں۔ یہ کٹاؤ پانی سے بھرے ہوئے تھے۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا سمندر میں داخل ہو کر تو مچھلی کا شکار ایک احمقانہ سوچ ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن ممکن ہے ان قدرتی تالابوں میں مچھلیاں موجود ہوں۔ میں ان تالابوں میں جھانکتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور پھر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ایک بڑے سے گڑھے میں جو زیادہ گہرا نہیں تھا۔ مجھے چھوٹی بڑی مچھلیوں کے غول نظر آئے اور میری باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔

یہ مچھلیاں اپنی مرضی سے واپس نہیں جا سکتی تھیں۔ ایک طرح سے یہاں قید ہو گئی تھیں لیکن یہ قید بھی ان کے لیے قید نہیں تھی کیونکہ گڑھا پانی سے لبالب بھر جاتا تھا یہاں اگر سمندر کی بہت بڑی لہر انہیں بہا کر لے جاتی تو اور بات تھی لیکن شاید اتنی بڑی لہریں یہاں نہیں پہنچ پاتی ہوں گی۔ میں نے گڑھے کے کنارے بیٹھ کر مچھلیوں کو تاکنا شروع کر دیا۔

لکڑی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی جس سے میں ان کا شکار کر سکتا۔ میں نے کئی بار مچھلیوں کو لکڑی ماری لیکن کامیابی نہ ہوئی وہ مجھ سے زیادہ پھرتیلی تھیں پھر میں نے ایک بڑی مچھلی کو جس کا وزن ایک کلو سے کم نہ ہو گا تاک لیا۔ وہ تالاب کے کنارے موجود تھی غالباً میرے لکڑی کے واروں سے وہ سہم گئی تھی میں نے اللہ کا نام لے کر اس پر ایک زبردست وار کیا اور پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی مچھلی تڑپنے لگی تھی اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے ہاتھ ڈال کر باہر نکال لوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ تڑپتی ہوئی مچھلی میرے ہاتھ سے دو تین مرتبہ پھسلی لیکن آخرکار اس پر میری انگلیوں کی گرفت قائم ہو گئی۔ اس طریقے سے میں نے دو تین مچھلیاں اور شکار کیں اور انہیں لیے ہوئے اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں کشتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر میں نے پتھروں سے ایک چولہا سا بنایا اور کشتی کی لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے

ڑے جمع کر کے انہیں اس چولہے میں رکھ کر ان لکڑیوں پر
ی کا تیل چھڑکا لیکن اب آگ کا مسئلہ تھا اور خداوند قدوس نے
ان کو زندہ رہنے کے بہت سے طریقے بتا دیے تھے۔ انہی میں سے
طریقہ چقماق کا بھی تھا لیکن چونکہ میں ان پتھروں کے بارے
زیادہ نہیں جانتا تھا جو آگ پیدا کرتے ہیں لیکن یہ ضرور معلوم تھا
تھوڑی بہت آگ ہر پتھر سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ میں کوشش
تا رہا۔ اور کوشش میں مجھے پسینہ آ گیا۔ پتھروں کو ایک دوسرے
مارتا تو ہاتھوں میں بھی دھمک محسوس ہوتی۔ میری یہ کوشش
ھوڑی دیر بعد کامیاب ثابت ہوئی اور مٹی کے تیل نے ہلکی سی آگ
ڑلی۔

میں اپنے ہاتھوں کی چھاؤں میں اس آگ کو پروان چڑھانے
لگا اور تھوڑی دیر بعد سال خوردہ لکڑیوں نے آگ پکڑ لی۔
نے کچھ اور لکڑیاں اوپر تلے سجا دیں اور پھر دو بڑے پتھر
طرح ان کے کنارے رکھ دیے کہ ان پر مچھلی رکھی جا سکے۔
لی کی کھال اس طرح اتارنا ممکن نہیں تھا۔ لیکن اگر وہ صحیح طور
بھن گئی تو بہرطور کام چلایا جا سکتا ہے۔ اس طرح میں نے
م مچھلیاں بھون لیں۔ پھر مچھلیوں کو رسی میں لپیٹ کر
راستے سے واپس چل پڑا جس طرف سے یہاں آیا تھا لکڑی
ر رسی کا لچھا اب بھی میں نے اپنے پاس ہی رکھا تھا۔

وہاں تک پہنچنے میں مجھے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔
مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ بار بار یہاں آنا میرے لیے ممکن نہ ہو
ذرا سی لغزش ہاتھ پاؤں توڑ سکتی ہے۔ بہرطور میں روپا
کے پاس پہنچ گیا۔ دور ہی سے میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ ہوش
آ گئی ہے اور اسی چٹان پر پاؤں لٹکائے بیٹھی ہے
یہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت
کے آثار تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے خوف نے اسے سکتہ ہو
لیا ہو میرے قدموں کی آواز پر بس اس نے مجھے چونک کر
دیکھا تب میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"روپا۔" میں نے نرم لہجے میں آواز دی۔ اور اس نے کھوئی
ہوئی نگاہیں مجھ پر جما دیں۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے تاثرات
سے عاری تھا۔

"تمہیں بھوک لگی ہو گی۔" میں نے کہا۔ "لو یہ مچھلی کھا لو۔" اور
ایک مچھلی اس کی جانب بڑھا دی۔ وہ مچھلی کو دیکھتی رہی لیکن
اس نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تھا۔ میں نے مچھلی کو درمیان سے
توڑا اور ناخن سے اس کی کھال چھیلنے لگا۔ پھر میں نے اس

کا گوشت روپا کے چہرے کے قریب کر دیا اور اس نے بچوں کے سے انداز میں اپنا منہ کھول دیا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔

"اس میں کانٹے بھی ہوں گے۔ تم اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑو اور کھا لو۔" میں نے کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے مجھے مسرت ہوئی تھی۔ کم از کم اس میں الفاظ سمجھنے کی صلاحیت تھی پر وہ مچھلی کے گوشت کو دانتوں سے نوچ نوچ کر کھانے لگی۔ کانٹے تھوکتی جا رہی تھی میں جب اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو میں نے بھی دو مچھلیاں معدے میں اتار لیں ایک مچھلی میں نے ضرورت کے لیے محفوظ کر لی تھی۔ دو مچھلیاں روپا نے کھا لیں مچھلی کھانے کے بعد وہ پھر بچوں کے سے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"روپا۔ اب تم ہوش میں آ گئی ہو۔ خدا کے لیے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ اب تم دشمنوں میں نہیں، دوستوں میں ہو۔" وہ خاموشی سے میری بات سنتی رہی اس بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"آؤ اب ہم زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔" میں نے اس کا بازو پکڑا اور بڑی احتیاط سے ایک سمت منتخب کر کے اس سمت چل پڑا۔ روپا آہستہ قدموں سے میرے ساتھ چل رہی تھی۔ غالباً رات کی پرسکون نیند نے اسے خاصا پرسکون کر دیا تھا۔ ہم دونوں سفر کرتے رہے یہ سفر ہم دونوں ہی کے لیے مشکل تھا لیکن بڑی پامردگی سے میں روپا کو سنبھالے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ بہت سے خطرناک راستے بھی آئے۔ بہت سی ایسی جگہیں آئیں جہاں سے آگے بڑھنا ناممکن نظر آتا تھا لیکن بہرطور قدرت کی مدد سے ہم نے ان راستوں کو عبور کر لیا اور جب سورج عین سروں پر آ پہنچا تو ہم خاصا فاصلہ طے کر چکے تھے وہ جگہ خاصی دور رہ گئی تھی یہاں تو اب سمندر کا شور بھی سنائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے روپا کے انداز میں تکلیف کے آثار دیکھے تو ایک بہتر جگہ تلاش کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ کوئی جلدی نہیں تھی کیونکہ کسی منزل کا تعین نہیں ہو سکا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ انوکھا سفر ہمیں کسی ایسی جگہ ہی لے جائے گا جہاں جان بچنے کی کوئی امید ہو۔

یقیناً ہواؤں نے ہمیں اس جگہ سے کافی دور لا پھینکا تھا جہاں ہم کو اترنا تھا۔ اور اب یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جس جگہ

ہم موجود ہیں۔ وہ کون سی جگہ ہے۔ اگر لوٹی ہوئی کشتیاں نظر نہ آتیں تو شاید یہ کہنا بھی مشکل ہوتا کہ اس جگہ انسانی قدم پہنچے ہوں۔

عجیب ویران سا علاقہ تھا اور پھر چٹانوں کا یہ سفر تو انتہائی جان لیوا تھا یا ایک ایک لمحہ موت کا ڈر تھا۔ دفعتاً فضا میں ایک عجیب سی آواز بلند ہوئی میرے کان اس آواز سے نا آشنا نہیں تھے۔ میں چونک پڑا بہت دور غالباً سمندر پر ایک ہیلی کاپٹر سفر کرتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔ کسی خوش فہمی کی گنجائش نہ تھی۔ ہیلی کاپٹر ہمارے دوستوں کا نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کہ وہ ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمیں دیکھ لے اور انہی چٹانوں پر ہمیں بھون کر رکھ دے۔ میں نے اپنے بچاؤ کے لیے بند دلبت ضروری سمجھا۔

میں پھرتی سے اٹھا، روپا کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگا روپا کی کیفیت میں نمایاں تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ پیراشوٹ سے نیچے آتے ہوئے اس نے چند الفاظ کہے تھے، جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت جلد اس کی ذہنی قوتیں بحال ہو جائیں وہ بھی شاید ہیلی کاپٹر کی آواز محسوس کر چکی تھی اور صورت حال کی نزاکت سے کچھ واقف ہوتی جا رہی تھی۔ اس لیے تھکن کے باوجود اس نے میرا ساتھ دیا۔

ہم لوگوں کو ایک چٹانی سائبان مل گیا۔ سیاہ بھدی اور بدنما چٹان کسی چھتری کی طرح اپنی جگہ سے باہر کو نکلی ہوئی تھی اگر ہم اس کے نیچے پہنچ جاتے تو یقینی طور پر ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے لوگ ہمیں اوپر سے نہیں دیکھ سکتے تھے ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم اس طرح سمٹ کر بیٹھ گئے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں بھی چٹان کے سائبان سے باہر نظر نہ آ سکے۔

ہیلی کاپٹر کی آواز تیز ہوتی گئی۔ کافی نیچی پرواز کر رہا تھا اور پھر ہمارے سروں پر سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں یہ اندازہ بھی نہ لگا سکا تھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے جس جگہ ہم پہنچے ہیں۔ وہ کس کی تحویل میں ہے۔ کیا نام ہے اس کا۔ اس لیے پورے وثوق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہیلی کاپٹر ہم لوگوں کی تلاش میں ہے۔ اس کا اندازہ لگانا بے حد مشکل تھا۔

ہم کافی دیر تک وہاں چھپے رہے۔ شبہ تھا کہ ہیلی کاپٹر کہیں پلٹ کر واپس نہ آئے لیکن تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے اور دوبارہ اس کی آواز نہ سنائی دی۔ تو میں روپا کا ہاتھ پکڑ کر چٹان کے سائبان سے باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں آسمان میں بھٹک رہی تھیں لیکن ہیلی کاپٹر مایوس ہو کر واپس جا چکا تھا۔

کیا وہ لوگ دوبارہ ہمیں تلاش نہ کریں گے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ دفعتاً مجھے ایک آہٹ سنائی دی اور میں اچھل پڑا آہٹ اب بار بار سنائی دے رہی تھی اور میں اس کی سمت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ میں اگر تنہا ہوتا تو مجھے زیادہ پروا نہ ہو اس کے علاوہ میں نہتا بھی تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ آہٹ بدستور سنائی دے رہی تھی۔ اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں خود کو مقابلے کے لیے تیار کر کے ان لوگوں کو دیکھوں۔ روپا کو وہیں چھوڑ کر میں برق رفتاری سے چٹان کے پیچھے گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا لیکن ایک رخنے میں ایک بہت بڑا کچھوا نظر آیا جس کا اوپر خول ٹوٹا ہوا تھا وہ رینگ رہا تھا۔ اور یہ آواز اس کی تھی میں نے سکون کی سانس لی۔ اور واپس روپا کی طرف آ گیا لیکن اس ماحول اس جگہ سے اتنی وحشت محسوس ہو رہی تھی کہ ہم سے یہاں نہ رکا گیا۔ اور میں روپا کا ہاتھ تھام کر یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسم میں نمایاں تبدیلی ہو ہر چند کہ دھوپ اس سے پہلے بھی بہت تیز نہیں تھی اور ان چٹانوں میں ہمیں گرمی کا کوئی احساس نہیں ہو سکا تھا لیکن بادلوں کے اچانک آسمان پر چھا جانے سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا، البتہ سیاہ صورت چٹانیں کچھ اور بدصورت ہو گئی تھیں۔

روپا بڑے اعتماد سے میرا سہارا لیے ہوئے تھی اور تھکے ہونے کے باوجود آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے اس کے جوتے اتروا دیے تھے کیونکہ ان کی وجہ سے اسے چلنے میں دقت ہو رہی تھی۔ جدید ساخت کے جوتے تھے، جو یہاں پہ بالکل ہی بیکار ہو جاتے تھے۔ البتہ یہ جوتے میں نے ضائع نہیں کیے تھے۔ تاکہ اگر کوئی ایسا راستہ آئے جہاں ان کی ضرورت ہو تو پھر کوئی پریشانی نہ ہو سکے۔

بادلوں کی سیاہی گہری ہو گئی اور مجھے اب یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر بارش ہو گئی تو ان چٹانوں پہ قدم جمانا مشکل ہو جائے گا۔ جگہ جگہ کھائیاں اور گڑھے تھے اور بعض جگہ یہ گڑھے ہمیں پھلانگنا بھی پڑتے تھے۔ چٹانیں اتنی چکنی تھیں کہ اگر کوئی گڑھا پھلانگتے ہوئے اندازے کی ذرا سی غلطی ہو جائے تو ہم گڑھے میں گر پڑیں۔ میں اپنی تمام تر کوشش اس پر صرف کر رہا تھا کہ ہمیں کوئی خطرناک راستہ اختیار نہ کرنا پڑے۔ اس لیے بار بار ہمیں راستہ کاٹنا پڑتا۔

ابھی تک بارش شروع نہیں ہوئی تھی، اور میں اس سے پہلے کسی ایسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا، جہاں کوئی بہتر پناہ گاہ مل سکے۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں پھر دفعتاً ایک موزوں جگہ مجھے نظر آئی۔ میں نے روپا کو اس طرف متوجہ کیا اور وہ گردن گھما کر ادھر دیکھنے لگی۔

"میرے خیال میں وہ جگہ بہتر ہے۔ اگر بارش ہو گئی تو ہمیں پناہ مل سکے گی۔"

"ہاں — ہاں — روپا نے جواب دیا اور ہم نے رُخ بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ یہاں ہمیں چٹان کی ایک چھتری سی نظر آئی تھی، نیچے خاصا گہرا خلا تھا۔ ہم اس خلا میں اترنے لگے۔ راستہ ایسا تھا کہ ہمیں اس جگہ پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی، لیکن یہ دراڑ بہت دور تک گئی تھی۔ اور دھندلاہٹیں چھا جانے کے باوجود ہمیں دوسری طرف کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ دراڑ اتنی سیدھی تھی کہ کافی دور ہونے کے باوجود دوسری طرف کا منظر صاف نظر آ رہا تھا اور اس منظر میں ہمیں درخت جھومتے ہوئے نظر آ رہے تھے گویا چٹانوں کا اختتام تھا اور اب شاید کوئی جنگلی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ جی تو چاہا کہ دوڑ کر ان جنگلوں میں پناہ لی جائے لیکن بارش کا خوف تھا۔ اور جنگل ہمارے شناسا نہ تھے۔ اس لیے میں نے اس جگہ سے باہر نکلنا مناسب نہ سمجھا۔ یوں بھی صاف ستھری جگہ تھی۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے سنگریزے پڑے ہوئے تھے، باقی جگہ بالکل صاف تھی۔ کوئی سوراخ یا رخنہ نہیں تھا جن سے یہ خدشہ ہوتا کہ یہاں حشرات الارض کا بسیرا ہو گا۔

"میں پیاس محسوس کر رہی ہوں،" روپا کی نقاہت بھری آواز ابھری اور میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو دعا کرو بارش ہو جائے۔ یقینی طور پر ہمیں پانی دستیاب ہو جائے گا۔ بظاہر تو یہاں کہیں پانی کی امید نظر نہیں آتی۔"

روپا خاموشی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ میں نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے صاف کر کے ایک ایسی جگہ بنا دی جہاں وہ آرام سے بیٹھ سکے۔

"میرے خیال میں یہ جگہ ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ہے۔ ہم رات بھی یہیں گزاریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" روپا آہستہ سے بولی۔ میں خود بھی اس سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"روپا تمہیں احساس ہے کہ تم کتنے پریشان کن مراحل سے گزر رہی ہو۔"

اس نے خالی خالی سی نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اور پھر گردن چٹان سے ٹکا دی۔

"اپنی یادداشت پر زور دو۔ روپا یاد کرو کہ تم کہاں تھیں، کن کن حالات سے گزریں۔"

"مجھے یاد نہ دلاؤ۔ میں وہ سب کچھ یاد نہیں کرنا چاہتی، میں سکون چاہتی ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میرا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔

یہ سمجھ داری کے الفاظ تھے۔ اب تک وہ جس ذہنی کیفیت میں نظر آ رہی تھی یہ کیفیت اس سے بالکل مختلف تھی۔

"میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا روپا! میری خواہش ہے کہ تم حالات کو سمجھو اور خود کو ان کے لیے تیار کرو۔"

"میں — میں —" وہ گردن ادھر ادھر ہلانے لگی، اور پھر اس نے میرے چہرے پر نگاہیں جما دیں اور آہستہ سے بولی۔ "میں ٹھیک ہوں، میرا خیال ہے میں ٹھیک ہوں۔" گو کہ اس لہجے میں تھکن اور نقاہت موجود تھی مگر لہجے میں یقین بھی تھا۔

"اوہ روپا، تمہاری یادداشت واپس آ رہی ہے۔" میں پرمسرت لہجے میں بولا۔

"شاید میری یادداشت گم ہی نہیں ہوئی تھی۔ میں — میں بس — براہ کرم خاموش ہو جاؤ میرا سر درد کرنے لگتا ہے۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے بڑی مسرت ہو رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ بس اب تھوڑی ہی دیر درکار ہے، روپا کی ذہنی کیفیت بحال ہو جائے گی۔ دراصل وہ دماغی خلل کا شکار نہیں ہوئی تھی، یہ تو ان اذیتوں کا اثر تھا جنہوں نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا تھا۔

چٹانی چھت سے ذرا پرے زمین بھیگنے لگی۔ بوندیں آ گئی تھیں۔ میں نے روپا کو اس طرف متوجہ کیا اور وہ بے صبری

سے چٹانی سائبان کے نیچے سے کھسکنے لگی۔ اب مجھے احساس ہوا کہ اس کی کتنی شدت سے پیاس محسوس ہو رہی ہے۔
اس نے کھلی جگہ میں منہ نکالا اور چت لیٹ گئی، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، پھر اس نے منہ بھی کھول دیا اور پانی کے قطرے اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔
کالی گھٹائیں ماحول کو نگلتی رہیں اور اچھی خاصی تاریکی پھیل گئی۔ دفعتاً آسمان پر بجلی کڑکنے لگی اور ہوا طوفانی شکل اختیار کر گئی۔ ہوا کے تیز تھپیڑے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو اڑانے لگے اور اس کے بعد شدید بارش ہو گئی۔
موسم بھی ایک دم سرد ہو گیا تھا۔ روپا دوبارہ سائبان کے نیچے آ گئی تھی۔ بجلی بری طرح کڑک رہی تھی، بادل گرجتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے پہاڑوں میں ہزار ہا توپیں بیک وقت چلا دی گئی ہوں۔ اس قدر شور ہو رہا تھا کہ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔
بارش آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ہواؤں کے تھپیڑے رگوں میں خون جمائے دے رہے تھے۔ بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کی گرج چمک بدستور جاری تھی۔
نہ معلوم کتنی دیر تک ہم اس طرح بیٹھے رہے۔ روپا اونگھنے لگی تھی۔ دفعتاً میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز ابھری۔ میں نے اس کا صحیح اندازہ نہیں لگا پایا تھا پھر یہ آواز واضح ہوتی چلی گئی۔ اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سوچ سکتا برف کی مانند کوئی سخت شے میرے بدن کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔
خون منجمد کر دینے والا پانی خدا جانے کہاں سے ایک سیلاب کی مانند اس دراڑ میں داخل ہو رہا تھا اور اس سے جو صورت حال پیدا ہونے والی تھی اس کا تصور ہی دہشت زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ سرد پانی نے روپا کو بھی ہوشیار کر دیا۔ اور وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔
"پانی ۔ پانی ۔" وہ کپکپاتی آواز میں چیخی اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تاریکی میں چھلانگ لگا دی اور اگر دراڑ پتلی نہ ہوتی تو پانی کا ریلا ہمیں ذرا سی مہلت بھی نہ دیتا۔ ہم اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے، ایک دوسرے کو تھامے اندھا دھند دوڑ رہے تھے کسی بھی لمحے ہماری زندگی موت سے ہمکنار ہو سکتی تھی۔ لاتعداد کھڈ منہ کھولے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ وہ گھاٹی جو میرے خیال میں تنگ اور مختصر تھی،

آگے چل کر کشادہ اور گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ہمارے پیچھے پانی کا بے پناہ شور ابھر رہا تھا۔ روپا بڑی ہمت سے میرا ساتھ دے رہی تھی۔ ایک بار بجلی چمکی تو ہم نے اطراف کے ماحول کو دیکھا۔ ہمارے چاروں طرف چٹانیں پانی میں ڈوبی کھڑی تھیں۔
"اس سے آگے راستہ بند ہے۔" روپا کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی۔
میری نگاہ چاروں طرف بھٹک رہی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر میں نے چٹان میں ایسے رخنے دیکھے جہاں سے اوپر چڑھنے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔ میں روپا کا ہاتھ پکڑ کر ادھر لپکنے لگا۔

روپا میرے ساتھ گھسٹتی آ رہی تھی۔ ہم بچ گئے لیکن آگے کا ماحول نامعلوم تھا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کیا کیفیت ہو۔ عقل ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ چرن نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟ رادھن سنگھ نے تو اسے کچھ اور ہدایات دی تھیں اس نے ان کے برعکس کیا تھا۔ اور اب چرن کا پتہ نہیں تھا۔
بہر حال میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ کوئی بھی لمحہ کا لمحہ بن سکتا تھا۔ روپا نہ جانے کیا کیا مصیبتیں اٹھا چکی تھی اب ان حالات میں اس کی حالت اور خراب ہوتی جا رہی تھی۔ میں اسے حوصلہ دے رہا تھا لیکن اس کے چہرے کی زردی میں کمی نہیں ہو پا رہی تھی۔
رات ہو گئی۔ ہمیں تلاش کرنے والوں کی سرگرمیاں ختم ہو گئی تھیں رات کو چھپنے کے لیے ہم نے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ لوگ کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ بھوک پیاس سے الگ جان نکلی جا رہی تھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں؟
نیند کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ واقعی اس کے بارے میں ساری مثالیں سچ ثابت ہو گئی تھیں کہ وہ سولی پر بھی آ جاتی ہے۔
ہم بھی سو گئے۔ نہ جانے کون سا پہر تھا نہ جانے کیا ہوا تھا کچھ آہٹیں بالکل قریب ابھریں۔ اور پھر اچانک تیز روشنی نے میری آنکھیں بند کر دیں۔
"وہ رہے۔" ایک آواز سنائی دی۔ اور اس سے پہلے کہ میں اٹھنے کی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں بہت سی رائفلوں کی نالیں میری گردن سے آ لگیں۔ روپا کی بھی یہی کیفیت

تھی۔ روپا کے بدن میں کوئی تحریک نہیں تھی۔ وہ ساکت و جامد پڑی تھی۔
"اٹھو۔ کوئی حرکت کی تو" ایک کرخت آواز نے کہا اور میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
"اس کی تلاشی لے لو۔"
دو آدمی میرے قریب پہنچ کر میرے بدن کو ٹٹولنے لگے۔ اور پھر میرے پاس جو کچھ تھا انھوں نے نکال لیا۔
"لڑکی بے ہوش ہے۔" کسی نے کہا۔
"بن تو نہیں رہی۔" دوسری آواز نے کہا۔
"شاید نہیں۔"
"تب اسے اٹھا لو۔" روپا کے بارے میں یہ الفاظ سن کر مجھے افسوس ہوا تھا۔
"سنو۔" میں نے کہا۔
"ہاں کہو کیا بات ہے؟"
"میں تمھاری تمام ہدایات پر عمل کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر لڑکی کو کوئی نقصان پہنچا تو۔"
"ٹھیک ہے چلو۔" انھوں نے کہا۔ اور اس کے بعد مجھے کوئی ایک میل کا سفر کرنا پڑا۔ صبح ہونے والی تھی۔ مجھے ایک غار میں پہنچا دیا گیا اور پھر ایک سلاخوں دار دروازے کے پاس پہنچ کر انھوں نے مجھے اندر دھکیل دیا۔
"لڑکی کو بھی یہاں پہنچا دو۔"
"نہیں اس کی جگہ دوسری ہے۔" جواب ملا۔ اور وہ لوگ روپا کو لے کر چلے گئے۔
یہ صورت حال سخت تشویش کا باعث تھی لیکن میں ہراساں نہیں تھا وہ لوگ جو کچھ بھی تھے مجھے خدا پر بھروسہ تھا دوپہر تک میں بند رہا۔ تقریباً دو بجے چند لوگوں نے مجھے اس قید خانے سے نکالا اور ساتھ لے کر چل پڑے۔
غاروں کا عظیم الشان سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک کشادہ غار میں وہ رک گئے۔ بڑی سی میز بچھی ہوئی تھی، اور اس کے پیچھے ایک خطرناک سی شکل کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی داڑھی تھی آنکھیں گہری براؤن اور خطرناک تھیں۔
"ٹھیک ہے تم سب جاؤ۔" اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ خود پرست آدمی معلوم ہوتا تھا اپنے آپ پر بہت زیادہ اعتماد تھا اسے، میرے خیال میں اس نے غلطی کی تھی حالات بے شک خراب تھے لیکن اگر کوئی ایسی صورت حال ہوتی کہ

مجھے اس سے جنگ کرنا پڑتی تو پھر راجہ نواز اصغر کے سامنے اس کا ٹھہرنا مشکل تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا اس کی ہدایت پر اس کے تمام ساتھی باہر نکل گئے تھے خوفناک شکل کے آدمی نے لگا میں اٹھا کر مجھے دیکھا اور دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیئے۔ لیکن دفعتاً وہ اس طرح پیچھے ہٹ کر کرسی جا لگا، جیسے میز کی سطح سے اسے کرنٹ لگا ہو اس کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئی تھیں وہ اپنی کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔
ایک بار پھر اس نے دونوں ہاتھ میز پر جما کر جھک کر مجھے دیکھا اور اس کے بعد میز کے عقب سے نکل آیا۔
"میرے خدا! میرے خدا! اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہیں تو یہ تم ہو حسین شہزادے تم ہو۔ راجہ نواز اصغر" اس کے منہ سے اپنا نام سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب آ گیا۔
"مجھے دھوکا تو نہیں ہوا۔ بتاؤ مجھے دھوکا تو نہیں ہوا تم نواز ہی ہو نا جو مجھے اسپین میں ملے تھے تھیں۔ اسے یقیناً یقیناً آہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں تعجب سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کے چہرے میں کہیں بھی شناسائی محسوس نہیں

ہو رہی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور بڑا شتیاق انداز میں اس نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"جواب دو۔ جواب دو۔ تم راجہ نواز اصغر ہی ہو نا"

"تم کون ہو۔؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"پہلے میری بات کے جواب میں ہاں یا نہیں کہہ دو پھر میں تمہیں اپنے بارے میں جواب دوں گا" اس کے انداز میں بالکل نرمی اور دوستی تھی۔

"ہاں۔ میں راجہ نواز اصغر ہی ہوں لیکن بدقسمتی سے تمہیں نہیں پہچان سکا۔"

"بڑے لوگ چھوٹے لوگوں کو نہیں پہچانتے بہت چھوٹا ہوں میں تمہارے سامنے بہت معمولی سا انسان ہوں یقیناً میں تمہیں یاد نہیں ہوں گا چونکہ تم جیسے لوگ صرف احسان کرتے ہیں جن پر احسان کرتے ہیں انہیں یاد نہیں رکھتے چونکہ وہ احسان بے لوث ہوتا ہے۔"

"کیا میں نے تم پر کوئی احسان کیا تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"احسان۔ تم نے میرے اوپر احسان کیا تھا جس نے میری زندگی کے دھارے بدل دیئے جس نے مجھے نہ جانے کیا سے کیا بنا دیا۔"

"میں واقعی تمہیں بھول چکا ہوں اس کے لیے مجھے معاف کر دینا" میں نے کہا۔

"ارے لارڈ۔ تمہارا مل جانا میرے لیے سب سے بڑی خوش بختی ہے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو راجہ نواز اصغر کہ میں نے تمہیں بار بار یاد کیا ہے۔ جب بھی اپنی نئی زندگی پر نگاہ دوڑاتا ہوں۔ تم یاد آجاتے ہو۔" میں حیرانی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"بیٹھو لارڈ بیٹھو۔ اس کرسی پر بھلا میں تمہارے سامنے بیٹھ سکتا ہوں براہ کرم بیٹھو" وہ مجھے شانوں سے سنبھالتا ہوا کرسی تک لے گیا اور پھر زبردستی مجھے کرسی پر بٹھا دیا۔ خود وہ میرے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر آ بیٹھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اسپیرو۔ ڈائمنڈ اسپیرو" اس نے جواب دیا۔ اس نام کو میں اپنے ذہن کے پوشیدہ گوشوں میں تلاش کرنے لگا لیکن یاد نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں جن حالات میں لایا گیا ہوں اسپیرو۔ شاید تمہیں ان سے لاعلمی نہیں ہوگی لیکن اس کے باوجود میں شدید حیرت کا شکار ہوں مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"اسپین میں، اسپین میں ہوٹل کنکارڈو میں میری ملاقات ہوئی تھی، میں زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار وہ لڑکی جس کا نام گستیارو تھا میری بہن تھی لیکن میں کو اس انداز میں یاد نہیں کر پا رہا ... راجہ نواز اصغر تم نے دونوں بہن بھائیوں پر بہت بڑا احسان کیا تھا تم نے نئی زندگی دی تھی گستیارو۔ وہ اس نئی زندگی میں میرا ساتھ نہیں دے سکی۔ لیکن میں نے تمہاری ہدایات اور تمہاری ... سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

"افسوس۔ مجھے وہ لمحات بالکل یاد نہیں۔"

"کسی ایک پر تم نے احسان کیا ہو تو یاد رکھو تم راجہ اصغر تم بہت بڑے انسان ہو لیکن کیا وہ شخص تم ہی ہو جسے روپا کو اغوا کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ وہ میں ہی ہوں۔"

"تب پھر یقینی طور پر جو کچھ کیا گیا بہت صحیح کیا گیا۔ تم سے معافی کا خواستگار ہوں ظاہر ہے جس کے بارے میں ہم نہ جانتے ہوں اس کے لیے کیا کہہ سکتے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ جو کچھ ہوا دوسرے انداز میں ہوا لیکن اب سب ٹھیک ہے۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں اسپیرو کہ تمہارے اس واقعہ کو یاد دلانے کے باوجود میں تمہیں نہیں پہچان سکا یقیناً یہ بات تمہیں ناگوار گزری ہوگی۔"

"نہیں چیف ہرگز نہیں۔ میں نے بھی تو تم سے کہہ دیا احسان کرنے والے یہ یاد نہیں رکھتے کہ کس پر احسان کرتے ہیں لیکن احسان ماننے والے ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دوں کہ میں ایک آوارہ گرد تھا۔ تمہارا اگر سنا تھا اسپین میں پاگل ہو گیا تھا تمہارے لیے میری بہن گستیارو تمہاری دیوانی ہو گئی تھی۔ ہم بہت بڑے عذاب کا شکار تھے تم نے ہماری مالی مدد کی تھی اس وقت جب ہم اپنی زندگی سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ ہم نے تمہاری مدد کے سہارے اپنی زندگی کو سہارا دینے کی کوشش کی تم نے ہمیں کچھ نصیحتیں بھی کی تھیں اس وقت اور ہم نے وہ نصیحتیں اپنے دل کے گوشوں پر دستک دیتی ہوئی محسوس کی تھیں اس کے بعد ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ میں نے آوارہ گردی کی زندگی کو چھوڑ دیا۔ میں اپنی بہن گستیارو کو لے کر وہاں سے یوگوسلاویہ چلا گیا۔

یوگوسلاویہ میں میری بہن بیمار ہو کر موت کا شکار ہو گئی۔

تمہاری دی ہوئی تعلیمات میرے ذہن و دل میں جاگزیں ہیں میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ دنیا کو ترک کرنا انسان کے لیے بہتر نہیں ہے البتہ یہ دوسری بات ہے چیف کہ اس نے مجھے صحیح زندگی گزارنے کی مہلت نہ دی ... بالآخر میں راہوں پر چلتے چلتے یہاں تک آ پہنچا چیف میں بتاؤں کہ میں سورج گرہن کا ایک بہت بڑا آدمی ہوں۔ اس کا ایک ڈپارٹمنٹ کنٹرول کرتا ہوں نقل و حرکت آمد و رفت اور بڑے کاموں میں تمہارے اسپیرو کا ہاتھ ہے۔ میں تمہیں اور تفصیلات بھی بتانا چاہتا ہوں چیف۔"

"بتاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس تبدیلی سے میری طبیعت میں ایک خوشگوار سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

"تفصیلات تو میں نہیں جانتا میرے علم میں جو کچھ آیا ہے میں تمہیں اس کے بارے میں بتا دوں۔ روپا نامی لڑکی ان میرے پاس قید تھی اور کنور رادھن سنگھ نے جو اس وقت سورج گرہن کا ممبر ون ہے مجھے اس کے بارے میں ہدایات دی تھیں کہ میں اس کی نگرانی کروں وہ میری ملکیت ہے۔ کنور رادھن سنگھ مقامی آدمی ہے اور اپنے آپ کو بے حد خطرناک سمجھتا ہے میں اس تنظیم میں برابر کی حیثیت سے شامل ہوا تھا کنور رادھن سنگھ اس وقت میرے برابر کی پوزیشن رکھتا تھا لیکن دو آدمیوں کی موت کے بعد کنور رادھن سنگھ کو وہ مقام حاصل ہو گیا جو سورج گرہن کے چیف کی حیثیت کا ہے وہ ... آدمی ہے اپنی برتری منوانے کے لیے طرح طرح کی ... کرتا رہتا ہے لیکن چیف پچھلے دنوں سے میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میری بے عزتی کرنے کی کوشش کر رہا تھا میرے ... میں اس کے خلاف لاوا پک رہا تھا اور میں نے بھی اپنے ... میں طے کر لیا تھا کہ اسی وقت اس کی ان حرکتوں کی بدترین سزا دوں گا۔ چرن بہاری میرا آدمی ہے۔ سورج گرہن میں بے شمار افراد ایسے ہیں جو میرے لیے کام کرتے ہیں اور ان کی دلچسپی بھی میرے ساتھ ہے چونکہ میں نے کام کے لیے ایک نیا طریقہ کار دریافت کیا ہے۔ سورج گرہن کے چیف ہونے کی حیثیت سے رادھن سنگھ کو مجھ پر برتری حاصل تھی اور اپنی اس برتری سے وہ ہمیشہ ناجائز فائدے اٹھایا کرتا تھا۔ مجھے چرن بہاری کی طرف سے اطلاع ملی کہ رادھن سنگھ ایک جال میں پھنس گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے اغوا کر کے بہت بری حالت بنا دی ہے اور اس کے اغوا کے پس پردہ روپا کا حصول ہے۔ میں چرن بہاری کو ہدایت کی کہ کسی طرح

وہ ان لوگوں کو نقصان پہنچا دے اور روپا کو ان لوگوں کی تحویل میں نہ جانے دے اس سے میری مراد یہی تھی کہ جب روپا ان لوگوں کو نہیں ملے گی جنہوں نے اس کے حصول کے لیے رادھن سنگھ کو قید کیا ہے تو وہ رادھن سنگھ کو اذیتیں دے دے کر مار دیں گے۔ لیکن مجھے کیا معلوم کہ وہ تم ہو چیف۔ ہاں مجھے واقعی یہ بات نہیں معلوم تھی اب تک تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا وہ لاعلمی کی بنیاد پر ہوا وہ سب میرے آدمی تھے جو تمہارے اوپر موت نازل کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس کے پس پردہ تم سے دشمنی نہیں بلکہ کنور رادھن سنگھ سے دشمنی تھی ہم کنور رادھن سنگھ کو تمہارے ہاتھوں ہلاک کرانے کے خواہش مند تھے تاکہ یہ جواز بھی پیدا ہو جائے کہ کسی اور پارٹی نے رادھن سنگھ پر قابو پا کر اسے ختم کر دیا۔ لیکن یہاں تو صورت حال ہی مختلف نکلی۔ میں دلچسپی سے اسپیرو کی باتیں سن رہا تھا اور دل ہی دل میں اس امداد غیبی کے لیے خدا کا شکر گزار تھا جس نے نہ صرف میری زندگی بچائی تھی بلکہ مجھے میرے مقصد کے حصول سے قریب کر دیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا اسپیرو میری شکل دیکھتا رہا پھر میں نے اسپیرو سے پوچھا۔

"مگر اب تمہارا کیا پروگرام ہے اسپیرو۔؟"

"ساری باتیں پس پشت چلی گئی ہیں راجہ نواز اصغر، اب تو میرے اوپر یہ فرض عائد ہو گیا ہے راجہ نواز اصغر کہ تمہیں روپا سمیت وہاں پہنچا دوں جہاں تم جانا چاہتے ہو۔"

"تو پھر مجھ پر بھی یہ فرض عائد ہو گیا ہے کہ رادھن سنگھ کو زندہ واپس نہ نکلنے دوں مگر چیف۔ کیا تم اس کے لیے کوئی ایسا بندوبست بھی کر سکتے ہو کہ اس کی موت میں میرا ذکر نہ آئے۔"

"گولڈ مین کا نام سنا ہے تم نے۔؟" میں نے اسپیرو سے سوال کیا اور اسپیرو چونک پڑا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ گولڈ مین آج کل سورج گرہن کے لیے درد سر بنا ہوا ہے۔"

"وہ میری ہی تنظیم ہے اسپیرو۔ اور میں اس کا چیف

ہوں۔"
"کیا۔؟" اسپیرو حیرت سے اچھل پڑا۔
"ہاں۔"
"سچ کہہ رہے ہو چیف۔ سچ کہہ رہے ہو۔"
"بالکل سچ اسپیرو۔ بہت سی کہانیاں میرے سینے میں بھی پوشیدہ ہیں میرا دل بھی چاہتا ہے کہ کسی کو یہ کہانیاں سناؤں۔"
"تو چیف فرصت ہے تم یوں سمجھ لو کہ تمھاری منزل پر پہنچا دیا جائے گا تمھیں خوشی اسی بات کی ہے کہ رادھن سنگھ قید میں ہے۔ ایک بات ضرور بتاؤ چیف کیا وہ مکار آدمی پوری طرح تمھاری گرفت میں ہے کہیں یوں تو نہیں ہو گا کہ تمھارے پیچھے وہ تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو ڈاج دے کر نکل جائے۔"
"نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔"
"تو گویا ہمیں فرصت ہے یہاں میری مکمل حکومت ہے اس علاقے میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں ہے جو میرا ہم نوا نہ ہو۔ سب کے سب رادھن سنگھ سے نفرت کرتے ہیں اور میرے مقصد کے حصول کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں چنانچہ تم اپنے آپ کو دوستوں میں سمجھو یہ بھی یقین کر لو کہ روپا کو اور تمھیں بڑے اطمینان سے تمھاری منزل پر پہنچا دیا جائے گا۔ لیکن مجھے گولڈ مین کی کہانی سناؤ۔" میں نے مختصراً اسپیرو کو گولڈ مین کے بارے میں تفصیلات بتائیں اس دوران اس نے میرے لیے کھانے پینے کی چیزیں منگوا لی تھیں۔ میں نے اس سے کہا۔
"روپا کو بھی آسانیاں فراہم کر دو اسپیرو۔"
"ابھی لو۔ ابھی میں اسے یہاں بلوائے لیتا ہوں۔" اسپیرو نے کہا اور پھر اپنے سامنے رکھی ہوئی میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک گھنٹی بجا دی۔ چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی اندر آ گئے۔
"لڑکی کو عزت و احترام کے ساتھ اندر لے آؤ۔" تھوڑی دیر کے بعد روپا بھی یہاں پہنچ گئی۔ اسپیرو نے اس سے کہا۔
"معاف کرنا لڑکی تمھارے ساتھ اب تک جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا یہ نہیں معلوم تھا کہ تم ایک ایسے آدمی سے تعلق رکھتی ہو جو ہمارے لیے بہت کچھ ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ براہ کرم بیٹھ جاؤ۔ ہم گزرے ہوئے لمحات کو واپس نہیں لا سکتے لیکن تم سے معافی ضرور مانگتے ہیں۔" روپا تھکے تھکے سے انداز میں بیٹھ گئی۔ میں نے اُسے کھانے کی پیش کش کی تو اس نے بلا تعرض قبول کر لی کیونکہ وہ بھوکی تھی۔ کھانے کے دوران میں اور اسپیرو باتیں کرتے رہے روپا ہم سے بے تعلق تھی۔ میں نے اسپیرو کو تمام تفصیلات بتاتے ہوئے اپنی کہانی سنائی اور ترلوکا کا نام سن کر اسپیرو اچھل پڑا۔
"اوہ۔ بنکاک کے نواح میں ترلوکا کا ایک بڑا آرگنائزیشن موجود ہے اسے ایک عورت کنٹرول کرتی ہے اور وہی وہاں کا انتظام چلا رہی ہے۔"
"کیا۔؟" میں تعجب سے اچھل پڑا۔
"ہاں چیف۔ میری معلومات اس سلسلے میں بہت زیادہ ہیں۔"
"اس کا کیا نام ہے۔؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔
"یہ تو میں نہیں جانتا لیکن بہر طور وہی اس علاقے کی حکمراں ہے۔"
"وہ۔ وہ زیبی ہے۔"
"کیا۔؟"
"ہاں۔ ترلوکا نے ایک بار اشارتاً مجھے بتایا تھا۔"
"اوہ چیف۔ مگر ترلوکا کا وہ آرگنائزیشن بڑے خطرناک انداز میں کام کرتا ہے بہت لمبے ہاتھ ہیں اس کے، مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تمھاری بیوی اور ترلوکا کے اتنے بڑے کارکن کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔"
"کم بخت ترلوکا۔ ہپناٹزم کا ماہر ہے اس نے یقیناً زیبی کو ٹرانس میں لے کر یہ سب کچھ کرایا ہے۔"
"تب تو پھر یوں سمجھ لو چیف کہ تمھاری منزل بنکاک میں ہے۔"
"میں دیکھ لوں گا سب کچھ دیکھ لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔
"میرے لائق جو بھی خدمات ہوں چیف۔ مجھے ان کے بارے میں ضرور بتا دینا۔"
"تمھارا بس اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے مجھے بنکاک اور اس کے نواح میں بہت کچھ کرنا ہو گا۔"
"ترلوکا کے اس گروہ کی چیرہ دستیاں رنگون، سنگاپور، بنکاک، تھائی لینڈ اور ہانگ کانگ وغیرہ میں یہاں وہ بڑے پیمانے پر کام کر رہا ہے اور اس وقت اس سے بڑا گروہ کوئی نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ میں اس گروہ کو فنا کر کے دم لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔
"او کے چیف۔ تو پھر اسپیرو کے لیے کیا حکم ہے؟"
"بس اسپیرو۔ تمھاری اتنی ہی مہربانی کافی ہے کہ اس وقت میں تم نے ہم کو سہارا دیا اور ہم مصیبت سے نکل آئے۔"

"نہیں چیف۔ ایسے مہربانی نہ کہو! اسپیرو بدنصیب ہے کہ پہلے تمھارے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو چیف تو اسپیرو اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کرتا۔" میں نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا تھا اس کے بعد اسپیرو کہنے لگا۔
"چیف۔ تم کب واپس جانا چاہتے ہو؟"
"اگر تمھارے پاس واپسی کے انتظام میں کوئی رکاوٹ ہو تو دوسری بات ہے ورنہ جتنی جلدی مناسب سمجھو۔"
"میں صرف آدھے گھنٹے کے اندر اندر تمھاری واپسی کا بندوبست کر سکتا ہوں۔ میں تمھیں ہیلی کاپٹر سے واپس بھجوا سکتا ہوں لیکن اس طرح سے ذرا سے شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں گے، بہتر ہو گا کہ تم اسٹیمر کے ذریعے ہی جاؤ۔ تمھیں کوئی دقت نہ ہو گی۔ ہر طرح کی سہولتیں تمھیں فراہم کی جائیں گی اور ایک ایسے ساحل پر چھوڑ دیا جائے گا جہاں سے تم بآسانی اپنے مرکز تک پہنچ سکتے ہو۔"
"تمھارا شکریہ اسپیرو۔"
"ویسے بھی چیف تمھیں جب بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنا ہو میں تمھیں اس کے بارے میں تمام تر تفصیلات فراہم کر دوں گا مجھے فوری طور پر رادھن سنگھ کی موت کی اطلاع دینا چیف۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔
اسپیرو نے اپنے کہنے کے مطابق آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہمارے لیے واپسی کے انتظامات کر دیئے۔ روپا کی حالت خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔ ایک خوبصورت سی بڑی لانچ میں سفر کرتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے سوال کیا۔
"تم کون ہو؟"
"تمھاری ذہنی کیفیت اب کیسی ہے روپا؟"
"میں نے شاید تمھیں پہلے بھی بتایا تھا کہ میں پاگل نہیں ہوئی ہوں لیکن۔ لیکن اگر میری کہانی سنو گے تو دنگ رہ جاؤ گے تم۔"
"میں تمھاری کہانی سننا چاہتا ہوں روپا۔" میں نے جواب دیا اور روپا مجھے رو رو کر اپنے بارے میں بتانے لگی اس نے اپنی بہن کوشل کا ذکر بھی کیا اپنے گھر کا تذکرہ بھی کیا میں نے اس سے پوچھا۔
"روپا معاف کرنا ایک ایسا سوال پوچھنا چاہتا ہوں جسے بتاتے ہوئے تمھیں یقیناً افسوس بھی ہو گا، شرم بھی آئے گی لیکن میرے لیے یہ سوال ضروری ہے۔"
"کیا۔؟" اس نے کہا۔
"اس دوران تمھارے ساتھ کوئی ایسی زیادتی تو پیش نہیں آئی جو۔۔۔"
"نہیں۔ کنور رادھن سنگھ کمینہ صفت انسان ہے۔ وہ بس مجھے دھمکیاں ہی دیتا رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میری بہن کوشل نے اسے بہت سے نقصانات پہنچائے ہیں چنانچہ میری بے عزتی کوشل کے سامنے ہی کی جائے گی۔" روپا نے جھجکتے ہوئے شرماتے ہوئے بتایا۔
"اور اب رادھن سنگھ اپنی موت خود ہی مر گیا۔ تم نے دیکھ لیا کہ اس کے آدمی نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ میں تمھیں بہت سی خوش خبریاں دینا چاہتا ہوں روپا۔"
"خوش خبری۔ کیا میرے لیے بھی اس سنسار میں کوئی خوش بختی ہو سکتی ہے۔"
"ہاں روپا کتنی مسرت کی بات ہے کہ تم ابھی تک ان درندوں کی وحشت سے محفوظ ہو اور ایک عزت دار لڑکی کی حیثیت سے اپنی بہن کے پاس جا رہی ہو۔"
"کس کے پاس۔؟" روپا نے بے اختیار میرا شانہ پکڑ لیا۔
"کوشل کے پاس۔"
"دیدی۔ دیدی کہاں ہے کیا تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔"
"بہت کچھ جانتا ہوں اس کے بارے میں۔ بس یوں سمجھ لو اب تم اس کے سامنے پہنچنے والی ہو۔" روپا کی زبان بند ہو گئی تھی۔ ملازموں سے میں نے کوشل کے بارے میں معلوم کیا اور پھر روپا کو اس کے کمرے کے دروازے سے اندر داخل کر دیا۔ اس کے بعد کے مناظر کیا ہوں گے ان کا مجھے اندازہ تھا اس لیے میں وہاں نہ رکا۔ یہ رقت آمیز مناظر مجھ سے برداشت نہ ہوتے میرا بھی کوئی کھو چکا تھا۔ میں ایک کمرے میں آ بیٹھا اور آنکھیں بند کر لیں۔
اسپیرو نے اپنے آدمیوں کو خاص طور سے ہدایت کر دی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں چنانچہ وہ سب کے سب نہایت احترام سے مجھ سے پیش آ رہے تھے، روپا کی ذہنی کیفیت کافی حد تک بحال ہو گئی تھی اور وہ میرے الفاظ کی چاشنی میں کھوئی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے بدلتے

ہوئے رنگ دیکھے تھے۔ وہ اُمید و بیم کی کیفیت کا شکار تھی پھر جب ہماری گاڑی ہماری رہائش گاہ پر پہنچی تو میں نے اُن لوگوں سے کہا کہ اب وہ یہاں سے واپس جا سکتے ہیں تاکہ کسی کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ ہمیں یہاں لانے والے شکریہ ادا کر کے چلے گئے تھے۔ میں روپا کا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میرے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا دیدی بھی اس کوٹھی میں موجود ہے۔" میں ان الفاظ کی گہرائیوں کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اُس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں روپا۔ اندر چلو۔" روپا کے قدموں میں لرزش تھی نہ جانے کیا کیا احساسات اس کے دل میں ہوں گے میں کوشل کی کیفیات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ ایک ملازم سے میں نے کوشل کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اُوپری منزل میں ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد ہم اوپر جانے کے راستے طے کرنے لگے اور تھوڑی دیر بعد میں اُس کمرے کے سامنے پہنچ گیا جہاں کوشل موجود تھی۔ دروازے کو ہلکا سا دبایا تو وہ کھلتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے ہلکی سی دستک دی تو کوشل کی آواز اُبھری۔

"اندر آجاؤ۔ کون ہے؟" پہلے میں اندر داخل ہوا تھا اور میرے پیچھے پیچھے روپا۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور وہ بے اختیار کھڑی ہو گئی۔

"اوہ۔ اوہ تو از تم۔ تم واپس۔" اس کے الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ اس کی نگاہ روپا پر پڑ گئی تھی، ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھیں یوں محسوس ہوا جیسے باہر نکل پڑیں گی، پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔

"روپا۔" اس نے دوڑنے کی کوشش کی لیکن پاؤں اُلجھ گیا اگر میں سنبھال نہ لیتا تو وہ یقیناً اوندھے منہ زمین پر آگرتی میں نے اسے سنبھالا روپا کا ہاتھ پکڑا اور اس کے نزدیک کر دیا اس کے بعد کے جو مناظر ہو سکتے تھے وہی ہوئے دونوں بہنیں سسکیاں لے کر رو رہی تھیں ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی تھیں اور میرے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات جاگزیں تھے، میرے بازو بھی مچل رہے تھے، کسی کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے ایک جانا پہچانا لمس، ایک جانا بوجھا چہرہ ایک حسین خوشبو جو مجھ سے چھین لی گئی تھی۔ اور جواب میرے لیے خواب و خیال بن گئی تھی۔ کیا اس نیکی کے صلے میں، کیا دو بہنوں کو آپس میں یکجا کرنے کی کوشش میں مجھے کوئی ثواب مل سکتا ہے، اگر اس کا صلہ اس روئے زمین پر مجھے ملے تو صرف یہی ہو سکتا تھا کہ ایک دن میری زیبی بھی میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھر رہی ہو، میں اپنے دل کو سرد کر کے رہ گیا، اور اس کے بعد میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان دونوں کے درمیان رخنہ انداز ہوں، چنانچہ میں واپس نیچے آگیا اور اپنے کمرے میں جا بیٹھا اس وقت میری ذہنی کیفیت بھی کچھ عجیب سی ہو گئی تھی، حلق میں ایک گولہ سا بار بار اٹکنے لگتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ آنسو بہاؤں لیکن اگر آنسو بہہ گئے تو دل کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور میں اس آگ کو سرد کرنا نہیں چاہتا تھا۔ زیبی کے حصول کے لیے میں نے جو طویل تر طریقہ کار استعمال کیا تھا اس میں یہ ضروری تھا کہ سینہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے۔ آنسو کا ایک قطرہ بھی اگر اس آگ پر پڑ گیا تو پھر اس کی تپش کم ہو جائے گی، چنانچہ میں اس دل کو اور تپانا چاہتا تھا، اتنا سرخ کر دینا چاہتا تھا کہ اس نکلنے والے شعلے میرے دشمنوں کو بھسم کر دیں، میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور نجانے کتنا وقت گزر گیا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے، اسپیرو نے ہانگ کانگ اور بینکاک کے نواح میں منشیات کے جس اسمگلر کا ذکر کیا تھا، اگر ترلوکا کا کہنا سچ ہے تو پھر اس کے امکانات تھے کہ وہ زیبی ہو سکتی ہے میری زیبی کو نہ جانے کس طرح سے اس کام پر آمادہ کیا گیا ہو گا۔ ترلوکا کی مکروہ قوتوں کو میں اچھی طرح جانتا تھا۔ بلاشبہ ایک عجیب و غریب کردار تھا یہ۔ میرے سامنے ایسے کردار کبھی نہیں آئے تھے، مجھے وہ لمحات یاد آرہے تھے، جب اپنی دانست میں میں نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اب تو صورت حال یہ ہونی چاہیے تھی کہ ترلوکا کے بدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اُن کو بھی جلا کر خاکستر کر دیا جائے تاکہ اُن کے دوبارہ جڑ کر ترلوکا کے وجود میں آجانے کا امکان نہ رہے۔ اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے زیبی کا حصول میرے لیے ضروری تھا۔ وقت اس طرح گزرا کہ اندازہ بھی نہ ہو سکا پھر کوئی کمرے میں گھس آیا۔ اور میں نے چونک کر نگاہیں اُٹھا دیں۔

"تم یہاں چھپے بیٹھے ہو تو از ہم کہاں کہاں تمہیں تلاش کرتے پھرے۔ اُمید بھی نہیں تھی کہ تم اس طرح خاموشی سے یہاں بیٹھے ہو گے۔" یہ کوشل کی آواز تھی روپا بھی اس کے پیچھے

۔۔۔کوشل نے روپا کو لباس تبدیل کرا دیا تھا اور اب روپا ۔۔۔نئی زندگی نظر آرہی تھی۔ میں نے خوش دلی سے اُن دونوں ۔۔۔خوش آمدید کہا۔

"تم چلے کیوں آئے تھے؟" کوشل نے پوچھا۔

"اس لیے کہ تم دونوں بہنوں کو دل کی بھڑاس نکالنے کا ۔۔۔طرح موقع مل جائے۔"

"تو از میں صرف تمہارے لیے ایک دُعا کر سکتی ہوں۔ ۔۔۔یہ کہ خدا تمہیں بھی یہی لمحات نصیب کرے جو تمہاری وجہ ۔۔۔ہمیں نصیب ہوئے ہیں۔"

"شکریہ۔ کوشل درحقیقت اگر سچ پوچھو تو میری حیات ۔۔۔مقصد بھی صرف یہی ہے۔" میں نے دل گیر لہجے میں کہا۔ روپا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس ۔۔۔کہا۔

"دیدی۔ ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"تیرے خیال میں کیا ہو سکتا ہے۔"

"کیا یہ جیجا جی ہیں۔"

"نہیں روپا۔ ہمارے بیچ محبت کے پاکیزہ رشتے ہیں ۔۔۔میرے بھیا ہیں۔"

"اوہ۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"تم نے جب اسے چھوڑا تھا کوشل تو یہ کتنی بڑی تھی۔" میں ۔۔۔نے پوچھا۔

"بہت چھوٹی تھی یہ۔ بالکل چھوٹی۔"

"تمہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں دقت تو نہیں ہوئی۔"

"خون، خون کو فوراً پہچان لیتا ہے۔"

"تم دونوں یہیں اب آرام کرو۔ اور ہاں اس کا کیا حال ہے؟"

"رادھن سنگھ کا۔"؟

"ہاں۔"

"مر رہا ہے مورکھ نشے کا عادی ہے۔ میں نے حالت ۔۔۔خراب کر دی ہے۔"

"روپا رادھن سنگھ تم سے کیا کہتا تھا۔"

"دو چار بار ملا تھا پاپی۔ کچھ کہتا نہیں تھا بس گھورتا رہتا تھا۔" روپا نے جواب دیا۔

"ہوں۔ میرے خیال میں کوشل اب رادھن سنگھ کی زندگی ۔۔۔مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں۔ سانپ کو ہم دیر تک جینا نہیں رکھ سکتے۔ اسے مر جانا چاہیے۔"

"یہ کام تم کرو گی یا میں کروں۔؟"

"دونوں مل کر کریں گے۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تب پھر آؤ۔" میں نے کوشل سے کہا اور ہم تینوں ان تہہ خانوں کی طرف چل پڑے جہاں رادھن سنگھ کو قید کیا گیا تھا مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ میری ان دنوں کی غیر موجودگی میں کوشل نے رادھن سنگھ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہو گا، کوشل کے سینے میں جو آگ بھڑک رہی تھی اسے سرد کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی اور میں بھی اگر چاہتا تو رادھن سنگھ کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔ بات اگر صرف کوشل ہی کی ہوتی تو شاید میرے دل میں رادھن سنگھ کے لیے کوئی نرمی پیدا ہو جاتی لیکن مجھے خود بھی اپنی منزل تلاش کرنے کے لیے اس مقام کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں تہہ خانے میں قدم رکھا اور رادھن سنگھ کی شکل میرے سامنے آگئی۔ اس کی دونوں ٹانگوں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں اور یہ زنجیریں دیوار کی کڑیوں میں پیوست تھیں۔ لباس تار تار ہو رہا تھا بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا رادھن سنگھ نے مجھے دیکھتے ہی پھرتی سے اُٹھنے کی کوشش کی اور اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

"آزاد کر دو۔ مجھے آزاد کر دو۔ اس سے زیادہ قوت برداشت مجھ میں نہیں ہے یہ لڑکی تمہیں مل گئی اب اور کیا چاہیے تمہیں۔"

"مجھ سے بات کرو رادھن سنگھ۔ مجھ سے بات کرو۔" کوشل نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو۔ تو دور ہو جا میری نگاہوں سے۔ چلی جا ورنہ میں تجھے گردن دبا کر مار دوں گا۔ سب کچھ سب کچھ تیری وجہ سے ہوا ہے۔"

"جھوٹ بکتا ہے کتے پاپی، تو نے خود انسانوں پر زندگی اتنی تلخ کر دی تھی کہ اس کائنات میں تیرا وجود ایک ناسور کی مانند رہ گیا ہے تجھے قتل کرنا اس سنسار کو بچانا ہے بھول گیا میرے پتا جی کو۔ بھول گیا ان لمحات کو جب میں تیری قید میں تھی اور تو نے اپنے کتوں سے میرا بدن نچوا دیا تھا بھول گیا رادھن سنگھ اپنی اس فرعونیت کو جس میں تو اپنے آپ کو بہت مہان سمجھتا تھا اور دوسرے انسانوں کو مٹی کا ڈھیر۔ بھول گیا ان ساری باتوں کو۔ بتا اب تجھے کون سی قوت بچا سکتی ہے۔"

"مار ڈالوں گا۔ مار ڈالوں گا میں تم سب کو مار ڈالوں

گا۔ "مجھے آزاد کردو۔ ایک بار آزاد کردو۔ اس کے بعد میں تمھیں بتاؤں کہ رادھن سنگھ کیا ہے۔ دھوکے سے مار گیا ورنہ یہ تمھارے بس کی بات نہیں تھی۔"

"رادھن سنگھ۔ پاپ کا گھڑا ایک نہ ایک دن ضرور بھر جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ میں جانور نہیں ہوں لیکن وحشی اور موذی کو قتل کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ تیرے ساتھ صرف ایک ہی احسان کیا جا سکتا ہے صرف ایک احسان۔"

"کیا۔ کیا۔ جلدی بول۔ میں۔ میں یہاں سے اب نکلنا چاہتا ہوں۔"

"میں تجھے اس سنسار سے نکالے دیتی ہوں۔" کوشل نے کہا۔ اور پھر روپا کی طرف دیکھ کر بولی۔

"روپا یہی وہ پاپی ہے۔ یہی ہے نا وہ جس نے ہم سے ہمارا گھر چھین لیا ہمارے ماتا پتا چھین لیے جس نے روپا تجھے ویشیا بنانے کی کوشش کی اور مجھے ویشیا بنا دیا۔ دیکھ روپا اس کا حشر دیکھ اس کا انجام دیکھ روپا۔" کوشل نے ایک چھوٹی سی شیشی اپنے لباس میں سے نکال لی اس کی ڈاٹ مضبوطی سے کس کر لگی ہوئی تھی۔ میں سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ کیا ہے۔ لیکن کوشل نے اس شیشی کی ڈاٹ کھول لی۔

"میں نے تیرے لیے اس کا انتظام کیا تھا رادھن سنگھ اس میں تیری پسند کی شراب ہے سمجھا۔ لے پی لے۔" کوشل نے شیشی رادھن سنگھ کی طرف بڑھادی۔

"شراب۔ شراب۔" رادھن سنگھ کی آنکھیں خوشی سے چمک اُٹھیں۔ اس نے کوشل کے ہاتھوں سے شیشی لی اور اُسے اپنے حلق میں خالی کر لیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے منہ اور ناک سے دھواں اُبل پڑا تھا اس کی دلخراش چیخ آدھی بلند ہو سکی اور آنکھیں دہشت سے پھٹ گئیں اور پھر وہ زمین پر اس طرح تڑپا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا کوئی انسانی جسم اس برق رفتاری سے زمین پر نہیں پھڑک سکتا تھا جس طرح رادھن سنگھ پھڑکا تھا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے لیکن کوشل کی آنکھوں میں شدید نفرت کے آثار تھے۔ وہ ذرا بھی اس کی کیفیت سے متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"اس میں کیا تھا کوشل۔ اس میں کیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"تیزاب۔ خوفناک تیزاب جس نے اس کے اندر کے نظام کو جلا کر بھسم کر دیا ہوگا۔" کوشل نے بے رحمی سے کہا، اور میں کانپ کر رہ گیا۔ رادھن سنگھ کے بدن کی تڑپ آہستہ آہستہ مدہم پڑتی گئی۔ اور چند لمحات کے بعد اس کے حلق سے گوشت کے لوتھڑوں کا انبار نکل پڑا تیزاب نے اُس کے بدن کو اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔

رادھن سنگھ کا یہ بدترین حشر میرے لیے دنیا کی سب سے اذیت ناک موت تھی لیکن کوشل نے اپنی جو کہانی سنائی تھی اس کے تحت اس سے ہمدردی کرنے کو بھی دل چاہتا تھا، کوشل نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔

"مجھے سنبھالو بھیا۔ مجھے سنبھالو۔ مجھے اوپر لے چلو۔" روپا بھی وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔ میں کوشل کو سنبھالے ہوئے اوپر آ گیا اور پھر اُسے اس کے کمرے میں لے آیا۔ کوشل ایک صوفہ پر بیٹھ گئی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور سر پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"بھیا میرا مشن ختم ہو گیا ہے میری زندگی کا سب سے بڑا مشن پورا ہو گیا ہے۔ اب میں ایک عام لڑکی ہوں ایک دیہاتی لڑکی مجھے میری دیہاتی زندگی میں واپس لوٹا دو مجھے میرا سنسار دے دو بھیا۔ میں اب کسی قابل نہیں رہی ہوں۔"

میں نے اُسے تسلیاں دیں اور بمشکل تمام وہ اعتدال پر آ سکی۔ رات کو کھانے پر میں نے کوشل سے کہا۔

"کوشل۔ تم نے کہا تھا کہ تمھارا مشن ختم ہو گیا۔"

"ہاں بھیا۔ رادھن سنگھ پاپی اپنے انجام کو پہنچ گیا میری بہن مجھے مل گئی۔ اب میں اپنے اندر بڑی کمزوری پاتی ہوں یوں محسوس کرتی ہوں جیسے جو کچھ میں نے کیا ہے میرا اپنا کیا ہوا نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے کوشل۔ جیسا تم کہو۔ کیا تم اپنے اسی دیہات میں واپس جانا چاہتی ہو۔" میں نے اُداس لہجے میں کہا۔ اور کوشل چونک کر مجھے دیکھنے لگی دفعتاً جیسے اُسے کچھ یاد آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں شرمساری کے آثار نظر آئے اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"نہیں بھیا۔ غلط کہا تھا میں نے۔ سچ مچ غلط ہی کہا تھا میں نے۔ میرا مشن ابھی ختم کہاں ہوا ہے خود غرض ہو گئی تھی بھیا۔ یا پھر یوں سمجھ لو جذباتی ہو گئی تھی ابھی تو زیبی

بھابی کا ملنا باقی ہے بھیا۔ مجھے معاف کر دو۔ جو جذباتی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی تھی وہ میرے بس میں نہیں تھی۔ معافی چاہتی ہوں۔ میرے بھیا میں معافی چاہتی ہوں۔"

"نہیں کوشل۔ سچ مچ تمھارا یہ مقام نہیں ہے اب تم واقعی آرام کرو۔ میری زندگی تو ایک تپتا ہوا ریگستان ہے۔ جس میں مجھے ابھی نہ جانے کتنی دور تک چلنا ہے تا حد نگاہ دھوپ اور سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے ان دھوپ اور سایوں میں ابھی طویل زندگی بسر کرنا ہے۔"

"میں تمھاری ساتھی ہوں بھیا۔ کوشل تمھاری ساتھی ہے کیسی باتیں کرتے ہو، ایک جذباتی بھول کی اتنی بڑی سزا تو نہ دو مجھے، غلطی ہو گئی تمھاری بہن سے معاف کر دو نا اب اُسے۔"

"کوشل۔ میں بالکل ناراض نہیں ہوں تم سے اور نا ہی یہ سمجھتا ہوں کہ تمھیں اب ان معاملوں میں پڑنے کی ضرورت ہے روپا کو لے جاؤ اپنی دنیا بساؤ۔ میں اس دنیا میں تمھارا ساتھی ہوں کوشل تیار ہو جاؤ میں تمھیں تمھارے گاؤں چھوڑنے جاؤں گا۔"

"ہرگز نہیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم چاہے مجھے پاگل سمجھ لو۔ میری زندگی کا ایک دور ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی دوسرا دور باقی ہے۔ جب ہم دونوں مرحلوں سے نمٹ لیں گے بھیا تو پھر اپنے بارے میں بہت کچھ سوچیں گے۔"

"دیکھو کوشل۔؟"

"کچھ نہیں بھیا۔ اب بار بار یہ الفاظ کہہ کر مجھے ذلیل نہ کرو۔"

"تو پھر تم کیا ارادہ رکھتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھاری ہر کوشش میں تمھارا ساتھ دوں گی سب کچھ کروں گی تمھارے لیے جو تم چاہو گے۔" کوشل کہنے لگی اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

بہر طور اس دن تو میں نے کوشل سے کچھ نہیں کہا، لیکن دوسرے دن اسپیرو کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔ میں نے اُسے بتایا کہ اسپیرو اب یہاں سورج گرہن کا کنٹرولر ہے اور سورج گرہن گولڈ مین کے سامنے کبھی نہیں آئے گی لیکن میرا مقصد اب تبدیل ہو چکا ہے۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا۔"

"تو پھر تمھارا کیا ارادہ ہے بھیا۔؟"

"اسپیرو نے مجھے ایک کہانی سنائی ہے اور اس کہانی کے تحت مجھے بینکاک جانا ہوگا۔ میں از سر نو ترلوکا کے راستے میں آؤں گا اور اپنا کام کروں گا۔"

"نہیں بھیا۔ تم اکیلے نہیں جاؤ گے گولڈ مین کی پوری تنظیم تمھارے ساتھ ہو گی۔"

"ہاں کوشل۔ ایسا ہو گا۔ اگر تم یہاں گولڈ مین کا چارج سنبھالے ہوئے ہو تو پھر ایسا ہو گا۔ تم جانتی ہو کوشل کہ گولڈ مین کے نام سے جرائم کر کے مجھے اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی خواہش نہیں ہے میں تو اس تنظیم کو ترلوکا کے مقابلے پر لانا چاہتا تھا۔"

"تو یہ تنظیم ترلوکا کے مقابلے پر آئے گی بھیا۔" کوشل نے کہا۔

"نہیں۔ اب حالات ذرا تبدیل ہو چکے ہیں۔ ابھی گولڈ مین کو اس حیثیت سے ترلوکا کے سامنے نہیں لایا جا سکتا۔ ہاں بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔"

کوشل کو میں نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی طور اس بات پر راضی نہیں ہو رہی تھی کہ مجھے تنہا چھوڑ دے اور اپنے گاؤں واپس چلی جائے۔ بہر حال میرے ذہن میں پہلے بھی یہ بات نہیں تھی کہ کوشل کو اپنے آپ سے الگ کر دوں۔ وہ ذہین عورت تھی اور گولڈ مین کے معاملات سے اتنی واقف ہو گئی تھی کہ اب وہ گولڈ مین تنظیم کو چلا سکتی تھی۔ بہر طور کئی دن تک میرے اور اُس کے درمیان اس سلسلے میں گفتگو چلتی رہی اور جب میں نے یہ محسوس کیا کہ کوشل وہی کرے گی جس کا وہ فیصلہ کر چکی ہے تو پھر میں نے حالات کو بڑھانے کی کوشش شروع کر دی۔ میں نے خفیہ طور پر اسپیرو سے رابطہ قائم کیا اور اس سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی۔ اسپیرو نے بڑی عقیدت سے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ گولڈ مین سے مکمل طور پر تعاون کرے گا اور اُسے کبھی اپنی حریف تنظیم نہیں سمجھے گا۔" میں نے اُسے اپنے ہاں مدعو کیا۔ رادھن سنگھ کی موت سے اسپیرو بہت خوش نظر آتا تھا اُس نے کہا۔

"یہ اتنا خود غرض اور اتنا ذلیل تھا کہ میں تمھیں بتا نہیں سکتا چیف۔ بہرحال اب تنظیم میرے کنٹرول میں ہے۔ مجھے ہدایات دو چیف کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اسپیرو۔ گولڈ مین تنظیم کو میں چلاتا تھا تمھیں یہ بات معلوم ہے۔"

"کیوں نہیں چیف۔"

"اب کوشل اس کی سربراہ ہے۔ میرے بہت سے آدمی ہیں اگر کوشل کو تمھاری ضرورت پیش آئے تو تم اس سلسلے

میں کام کرو گے۔؟"

"بالکل کروں گا چیف تم فکر ہی نہ کرو۔ ویسے تمھارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میری زندگی کا مقصد کچھ اور ہے۔"

"تو پھر تم یوں سمجھو کہ اسپیرو بھی اس مقصد میں پورا پورا شامل ہے چیف۔" اسپیرو نے جواب دیا۔ پھر بولا۔

"تم بینکاک جاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں بینکاک میں کسی ایسی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو سکے۔"

"چیف۔ ایک نام بتاتا ہوں۔ اگر تم اس کی توجہ حاصل کر لو تو تمھیں بڑی آسانیاں ہو جائیں گی۔"

"کون ہے وہ؟"

"میڈم جینی ہاک۔ وہ نسلاً فرانسیسی ہے باپ پرتگالی تھا لیکن بڑی کاٹ کی عورت ہے جرائم پیشہ افراد سے دوستی رکھتی ہے اور ایک بات بتاؤں چیف حسن پرست ہے حسین چہروں کو اپنی قربت میں دیکھنا چاہتی ہے اس سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے اس کی۔ بے پناہ دولت مند ہے اور دولت کے یہ ذرائع نامعلوم ہیں لیکن چیف اگر تم ایک خوبصورت سے نوجوان کا میک اپ کر کے اس کے سامنے آنے کی کوشش کرو تو یقین کرو کہ تمھیں ایک بہترین تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ جرائم پیشہ افراد کی دنیا میں بھی داخل ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق ایسے ہی لوگوں سے رہتا ہے بس یوں سمجھ لو کہ باقی سب کچھ تم پر ہو گا۔"

"مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور اسپیرو تفصیلات بتانے لگا۔ زندگی کے اس نئے مشن پر کام کرنے کے لیے میں نے ابتدائی ضروریات پوری کیں خاصی بڑی رقم بینکاک منتقل کرا دی۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ کوشل نے مجھے دیکھا تو ششدر رہ گئی۔ روہا کی آنکھوں میں ایک عجیب سے تاثرات نظر آئے اور اسپیرو نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔

"یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میڈم جینی ہاک کی موت آ ہی گئی۔" اسپیرو نے کہا۔ اچھا انسان تھا مجھے آج تک یاد نہیں آیا تھا کہ میں نے کب اور کس دور میں اس کے لیے کوئی کام کیا تھا لیکن بہر حال وہ میرا بے حد عقیدت مند نظر آتا تھا۔ اس کے بعد میں ایک طیارہ سے بینکاک روانہ ہو گیا۔

بینکاک ایئرپورٹ اترنے کے بعد میں نے اپنی شخصیت پر ایک نیا خول چڑھا لیا تھا اس حسین شہر کی حسین زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کا فیصلہ کر کے میں بہت مطمئن تھا پچھلے دن جن ہنگاموں میں گزرے تھے بلینکا کی زندگی میں میں ان ہنگاموں کو فراموش کر دینے کا خواہش مند تھا۔ ایک خوبصورت سے فائیو اسٹار ہوٹل میں میں نے قیام کیا۔ اور چند ہی روز میں مجھے احساس ہو گیا کہ میری شکل وصورت بے شمار لوگوں کے لیے باعث کشش ہے میں نے بہت سی عورتوں کو اپنی جانب نگراں پایا تھا بہر طور میں نے کسی بھی جانب کوئی توجہ نہیں دی پھر ایک دن میں نے ہوٹل گیلارڈ میں شام کے پروگرام میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ اسپیرو نے مجھے بتایا تھا کہ جینی ہاک عموماً گیلارڈ میں ملتی ہے چنانچہ میں خاص طور سے گیلارڈ آیا تھا۔ میرے جسم پر ایک نفیس سوٹ تھا گیلارڈ میں داخل ہوا تو بہت سی نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں میں تھوڑی دیر تک میز کی تلاش میں نگاہیں دوڑاتا رہا اور پھر ایک جانب بڑھ گیا۔ ابھی کرسی پر بیٹھ کر میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں لیکن زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک تانبے کی رنگ کی خوبصورت سی لڑکی میرے پاس پہنچ گئی۔ غالباً اس کا تعلق اسپین سے تھا۔ لڑکی نے جھک کر مجھ سے کہا۔

"مسٹر۔ پلیز میڈم جینی ہاک آپ کو طلب کرتی ہیں۔"

"کون جینی ہاک؟" میں دھڑکتے دل سے پوچھا۔ تو لڑکی نے ایک سمت اشارہ کر دیا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک پکی عمر کی حسین عورت میک اپ میں لتھڑی ہوئی بیٹھی تھی میں نے لڑکی کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اس بوڑھی عورت کے بجائے میری دوستی تم سے ہو؟" لڑکی بری طرح اچھل پڑی اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارے پاس بیٹھنے کی آرزو کسے نہ ہو گی لیکن جو

جینی ہاک کے منظورِ نظر ہوتا ہے وہ خود اپنا نہیں رہتا۔"

"بیٹھ جاؤ۔ اس بے وقوف عورت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"خدا کے لیے ایسے الفاظ نہ کہو تم زندگی کے بدترین عذاب کا شکار ہو جاؤ گے۔" لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"اگر تم یہ سب کچھ نہیں چاہتیں تو جا سکتی ہو۔ لڑکی چند لمحات میرے پاس کھڑی رہی اور اس کے بعد واپس چلی گئی میں نے ایک نگاہ ان دونوں کی طرف دیکھا وہ جھک کر جینی ہاک سے کچھ کہہ رہی تھی۔ جینی ہاک خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں گیلارڈ کی تفریحات میں مشغول ہو گیا تھا۔ حالانکہ اسپیرو نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے جینی ہاک سے رابطہ قائم کر لینا چاہیئے لیکن میں اس میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا فوراً ہی اس کے پہلو میں جا بیٹھنا ممکن ہے کسی شبہ کا باعث بن جائے چنانچہ میں احتیاط سے کام لینا چاہتا تھا میڈم جینی ہاک تھوڑی دیر تک بیٹھی رہی اور اس کے بعد اپنی اس سیکریٹری کے ساتھ چلی گئی گیلارڈ میں میں تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک رہا اور وہاں کے پروگراموں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ گیا ایک ٹیکسی کر کے میں ہوٹل کی جانب جانے لگا لیکن ابھی زیادہ سفر طے نہیں کیا گیا تھا کہ دفعتاً میرا ذہن چکرانے لگا ٹیکسی کے شیشے بند ہو گئے تھے۔ اور اس میں ایک ہلکی ہلکی سی بو چکرا رہی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن میرے منھ سے الفاظ نہ نکل سکے اور تھوڑی دیر کے بعد میرے حواس گم ہو گئے۔ ہوش آیا تو ایک حسین ترین خواب گاہ میں تھا۔ اور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ چند لمحات تو میں حالات پر غور کرتا رہا۔ اور جب سب کچھ یاد آیا تو مجھے ہنسی آ گئی۔ گویا مجھے کسی نوجوان لڑکی کی طرح اغوا کر لیا گیا تھا۔ گردن گھما کر دیکھا تو سامنے ہی ایک آرام کرسی پر جینی ہاک نیم دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو تم۔؟"

"میری سیکریٹری نے تمہیں میرا نام بتایا تھا۔"

"اوہ۔ میڈم جینی ہاک۔"

"تمہاری یادداشت خاصی بہتر معلوم ہوتی ہے۔"

"لیکن لیکن میں یہاں۔"

"میں جب کسی کو اپنی میز پر طلب کرتی ہوں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اسے میری میز پر پہنچ جانا چاہیئے اور جب کوئی مجھ سے سرکشی کرتا ہے تو پھر وہ اس طرح میرے قدموں میں آ جاتا ہے۔"

"لیکن میڈم۔ میں آپ سے ناواقف ہوں۔"

"واقف ہو جاؤ گے۔ اس میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہو گی۔" جینی ہاک نے جواب دیا۔

"مجھے۔ مجھے یہاں بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔ کیا وہ ٹیکسی ڈرائیور۔"

"میرا ہی آدمی تھا۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں تاکہ اگر کوئی مجھے ضد دلا دے تو وہ ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے۔ کیا پیو گے؟"

"کوئی ٹھنڈی چیز۔ میرا سینہ جل رہا ہے۔" میں نے کہا اور جینی ہاک نے کرسی میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا چند لمحات کے بعد مشروب کے دو گلاس ہمارے سامنے آ گئے تھے۔ اس نے ایک گلاس میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"اس میں کچھ ہے تو نہیں۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ جینی ہاک کے مہمان پر وقار انداز میں اس تک پہنچتے ہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ اور میں نے مشروب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ میں اپنے تمام تر تجربے کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عورت کے بارے میں اندازے قائم کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں میرا تجربہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ عمر ہی اس دشت کی سیاحی میں گزری تھی۔ سینکڑوں جیسی عورتوں سے واسطہ پڑا تھا یہ خاتون شدید احساسِ برتری کی مریضہ تھیں اور انہیں اسٹڈی کرنے کیلئے میرے پاس لائحہ عمل تھا میں جانتا تھا کہ ایک عام آدمی ان کے لیے دلکش نہیں ہو سکتا۔

بہر حال بینکاک میں قدم جمانے کے لیے مجھے یہ عورت شاندار معلوم ہوئی تھی۔ اور میں نے اس کے بارے میں اندازے قائم کر لیے تھے۔

"بینکاک کیسے آنا ہوا۔؟"

"آوارہ گرد ہوں۔"

"کوئی خواہش لائی ہے۔؟"

"ہزاروں خواہشیں ہیں کس کس کا تذکرہ کروں؟"

"بچ کر رہنا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"کس سے؟"

"ان حسن پرستوں سے جو تمہارے لیے خون بہا سکتے ہیں۔"

"اوہ کون ہوں گے وہ۔"

"بینکاک۔ انوکھی جگہ ہے۔"

"میں تو پہلے ہی مرحلے پر پھنس گیا۔"

"پھنس نہیں گئے بچ گئے۔" اس نے مخزیہ انداز میں کہا۔ "اب تم میری تحویل میں ہو۔ اور جب لوگ یہ جان لیں گے کہ تمہاری نگراں میں ہوں تو۔"

"تو۔" میں نے پوچھا۔

"کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ تمہاری طرف آنکھ اٹھائے۔"

"خوب۔ اب تو میں واقعی خوش نصیب ہوں۔"

"میرا ساتھ پسند کرو گے۔؟"

"اب اس کا کیا سوال ہے؟"

"کیوں۔؟"

"آپ کا قیدی ہوں۔"

"تھنے۔ اب نہیں ہو۔ وہ تو بس نافرمانی کی سزا تھی" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ دلکش ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ جینی ہاک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سچ کہہ رہے ہو یا بے وقوف بنانے کا فن بھی آتا ہے تمہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کہ نداز فوری طور پر نہیں ہو سکتا" [illegible]

"یہ تم نے لفظ استعمال کیا ہے تم نے۔ میڈم ہاک نہیں صرف جینی کہو مجھے۔"

"حد سے آگے بڑھنے والی بات تو نہیں ہوگی۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ دوستوں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ تیار ہو جاؤ باہر کا موسم بے حد خوبصورت ہے۔"

"اوہ۔ مجھے تو باہر کے بارے میں کوئی اندازہ ہی نہیں ہے۔" میں بولا۔

"بارش ہو رہی ہے اور مجھے بارش کا موسم بے حد پسند ہے۔"

"وہ تو مجھے بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تھوڑی سی پی لی جائے۔ اس کے بعد بارش کا رنگ اور گہرا ہو جاتا ہے۔"

"تو پھر تکلف کیوں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"کیا واقعی؟"

"ہاں کیا حرج ہے۔ ہر چند کہ میں زیادہ برداشت نہیں کر سکتا لیکن تمہارے لیے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا اور جینی فوراً اٹھ کر باہر نکل گئی اس دوران میں اپنے لیے راستے منتخب کر چکا تھا۔

چند پیگ اس نے لیے چند میں نے یہ دوسری بات ہے کہ میرے گلاس میں موجود شراب بڑی صفائی سے صوفے کے پیچھے قالین میں جذب ہو گئی تھی۔ جینی کی آنکھوں میں سرور کی لہریں نظر آ رہی تھیں وہ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو۔ باہر چلتے ہیں۔ میرا خیال ہے بارش بند ہو چکی ہے۔" میں خاموشی سے اٹھ گیا باہر نکلا تو ایک حسین کار کھڑی ہوئی تھی جس کا ڈرائیور اس کے قریب ہی موجود ہی تھا۔

"ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ہی۔" وہ بولی اور مجھے اسٹیرنگ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے خاموشی سے کار کا اسٹیرنگ سنبھال لیا اور وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر میرے پاس آ بیٹھی۔ کار اس خوبصورت عمارت سے باہر نکل آئی تھی۔ جینی نے ایک سمت اشارہ کیا اور میں نے کار اس طرف بڑھا دی۔ سڑکیں بھیگی ہوئی تھیں اور بارش کی وجہ سے ان پر زیادہ رش نہیں تھا۔

بینکاک کی حسین داستانیں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں جینی میری رہنمائی کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک انتہائی خوبصورت مقام پر پہنچ گئے۔ میرے ذہن میں جو منصوبہ موجود تھا اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ جینی دروازہ کھول کر نیچے اتری تو میں نے دفعتاً کار

آگے بڑھا دی وہ متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے کھڑی رہ گئی تھی ایک چوراہے سے گھوم کر میں کار کو وہیں واپس لے آیا جہاں میں نے اسے چھوڑا تھا لیکن کچھ فاصلے پر میں نے کار روک دی تھی۔

جینی ہکا بکا ادھر ادھر دیکھ رہی تھی شاید وہ کچھ کہہ بھی رہی تھی لیکن اس کے جملے میرے کانوں تک نہیں پہنچ پا رہے تھے میں کچھ اور قریب ہو گیا چند افراد جینی کے گرد آ کھڑے ہوئے تھے ایک شخص نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"اوہ۔ میڈم ہاک۔ خیریت آپ۔"

"وہ کہاں گیا؟"

"وہ شاید آپ کی کار لے کر بھاگ گیا۔ کون تھا وہ؟" کسی نے سوال کیا۔

"کہاں گیا وہ، میں میں اسے قتل کر دوں گی میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی اس ذلیل انسان کو۔"

"آئیے میڈم۔ آپ ہمارے ساتھ آئیے۔ کون بے وقوف آدمی تھا وہ جس نے آپ کے ساتھ یہ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی۔"

بہر حال وہ لوگ جینی کو لے کر وہاں سے چلے گئے میں اپنی اس کارکردگی پر خوش تھا اس عمارت کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کس جگہ ہے جینی کو یہ سب کچھ بہت اجنبی اجنبی لگا ہوگا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ اس قسم کی عورت ہے اور میری اس حرکت سے اس کے ذہن میں متضاد کیفیت پیدا ہو گئی ہوگی۔ میں نے ایک ٹیکسی کی اور اسی عمارت میں واپس آ گیا جس میں جینی نے مجھے بے ہوشی کے عالم میں بلایا تھا۔

ملازمین چونکہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور میں اطمینان سے جینی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

ظاہر ہے جینی کی شام برباد ہو گئی تھی وہ بھلا کہاں جا سکتی تھی۔ چنانچہ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اپنی کار میں ہی واپس آئی خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر داخل ہو گئی مجھے دیکھ کر جو اس کی کیفیت ہوئی وہ ناقابل بیان ہے وہ پاگلوں کی طرح کھڑی مجھے دیکھتی رہی اور پھر چند قدم آگے بڑھ کر بولی۔

"تم۔ تم واپس یہاں آ گئے شاید تمہیں مرنے سے بہت دلچسپی ہے۔"

"نہیں میڈم ہاک۔ بے ہوش کر کے کسی کو کسی سے بلا لینا بہت آسان ہے لیکن اس کے بعد اسے اپنی مرضی کے مطابق ہینڈل کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔"

"مجھے جانتے نہیں ہو ابھی۔ پہلے معلوم کر لیا ہوتا کہ جینی ہاک کون ہے۔ اس کے بعد یہ جرأت کی ہوتی تو بہتر تھا۔"

"کسی کو جاننے کے بعد اگر کچھ کیا تو کیا کیا؟ آپ نے مجھے اپنی میز پر طلب کیا تھا میں نہ آیا۔ اس کے بعد آپ نے جارحیت استعمال کرتے ہوئے مجھے اپنے گھر بلوا لیا۔ تو آپ کا کیا خیال تھا میڈم ہاک کہ میں آپ کے جوتے چاٹنے لگتا۔"

"تم نے میری عزت خاک میں ملا دی اور اس کے بدلے میں جانتے ہو کیا ہوگا۔"

"نہ جانتا ہوں نہ جاننا چاہتا ہوں البتہ سمجھتا ہوں کہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں اتنا نرم چارہ بھی نہیں ثابت ہوں گا آپ کے لیے۔" جینی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے پھر آہستہ آہستہ وہ نارمل ہونے لگی وہ ایک صوفے پر

آکر بیٹھ گئی اس کے انداز میں سوچ تھی پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"تمہاری وجہ سے مجھے شدید ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا ہے میں انتقام کی آگ میں سلگ رہی تھی میں تمہارے بدن کی بوٹیاں بوٹیاں کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی لیکن لیکن۔"

"ٹھیک ہے غصے کے عالم میں انسان کے دل میں یہ تمام خیالات آ ہی جاتے ہیں لیکن ان پر عمل اتنا آسان نہیں ہوتا اگر آپ چاہیں تو اس کی کوشش کر کے دیکھ سکتی ہیں۔"

"جنگلی ہو۔ جانور ہو بالکل۔ وہ ایک دم مسکرا پڑی۔"

"نہیں جینی۔ سچ کہہ رہا ہوں میں اپنے آپ کو ایسی ہی آزمائشوں میں ڈالنے کا عادی ہوں اگر تم میری بے عزتی نہ کرتیں تو شاید میں تمہارے بارے میں کبھی سوچ سکتا تھا"

"تو اب اسی انداز میں سوچتے رہو گے میرے بارے میں۔ اس نے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔ پہلے تم اپنی انتقامی کوشش کر لو جب اس میں ناکام ہو جاؤ تو ہم دوبارہ دوست بن جائیں گے میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا اس کی طبیعت میں اذیت پسندی تھی اور وہ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتی تھی۔

"اگر میں اس وقت تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کروں۔ تو تم کیا کرو گے۔"

"اس عمارت کو تباہ کر دوں گا تمہاری ہاتھوں کی دسوں انگلیاں کاٹ لوں گا اور اس کے بعد آرام سے چلا جاؤں گا۔"

"بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو یہ سب کچھ۔"

"ہاں۔ واقعی اعتماد سے کہہ رہا ہوں بلاؤ ان لوگوں کو جو مجھے سزا دیں۔"

"ٹوٹ پھوٹ جاؤ گے اور مجھے ٹوٹے پھوٹے لوگ پسند نہیں چلو چھوڑو ان باتوں کو اطمینان سے بیٹھو میں تمہیں معاف کر چکی ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے گردن ہلادی وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

"اس کے باوجود کہ میں ایک بار پھر تمہارے سامنے بے وقوف بن گئی ہوں میں تمہارے بارے میں تصدیق ضرور کروں گی۔"

"کیسی تصدیق۔" میں نے سوال کیا لیکن اس نے جواب نہیں دیا دروازے کے پاس جا کر اس نے مخصوص دستک دی اور باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے بیٹھا رہا تھا مجھے امید ہو گئی تھی کہ جینی ہاک میرے جال میں پھنس گئی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی اور مجھے اشارہ کر کے واپس چل پڑی چند لمحات کے بعد ہم ایک دوسرے کمرے میں آ گئے تھے۔

"بیٹھو ڈیئر۔ تم واقعی شاندار ہو۔

"شکریہ جینی لیکن تم میرے بارے میں کیا تحقیقات کرتی پھر رہی ہو۔"

"کچھ نہیں۔ تمہارے ہوٹل سے تمہارا سامان منگا لیا ہے میں نے تمہارے کاغذات بھی انہی میں موجود ہیں بلاشبہ سیاح ہو میں تمہارے بارے میں سب کچھ جان چکی ہوں۔"

"اوکے جینی۔ اگر تم نے یہ سب کچھ کر لیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اب آرام سے وقت گزارو تمہیں ضرورت کی تمام چیزیں یہاں مل جائیں گی۔ کوئی پریشانی نہیں ہو گی تمہیں، میں تم جیسے انسانوں کو بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔"

"تمہارا کاروبار کیا ہے جینی ؟"

"بتا دوں گی۔ یہ بھی بتا دوں گی، ویسے اگر تم چاہو تو بینکاک میں جینی ہاک کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔

"میں۔ کوئی معلومات نہیں حاصل کرنا چاہتا۔ اگر وہ طریقہ کار اختیار نہ کرتیں اور کسی اور ذریعے سے میری تمہاری ملاقات ہوتی تو شاید تمہیں یہ تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑتی۔ جہاں تک میری اپنی زندگی کا تعلق ہے بس یوں سمجھ لو جینی کہ میں اس دنیا میں ایک تنہا انسان ہوں اور اس تنہائی کو میں نے اپنی زندگی کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔

"ذریعہ معاش کیا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔ ملک ملک کی سیر کرتا ہوں اور ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ تجارت کر لیتا ہوں جسے اسمگلنگ کا نام دے دیا گیا ہے۔

"واقعی۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔"

"ہاں۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟"

"اوہ نہیں دلچسپ بات یہ ہے کہ میں خود بھی یہی سب کچھ کرتی ہوں لیکن میرا طریقہ کار تم سے مختلف ہے حالات بتا رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی دوستی کے لیے پیدا ہوئے ہیں ویسے بنکاک میں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔

"ابھی تک تو نہیں۔"

"میرے کارندے بے شمار علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ کر اپنی مشکلات حل کر سکتے ہو۔

اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو میرے پاس بہت کچھ ہے!

"ہاں۔ ہاں۔ جلدی کچھ نہیں ہے۔ ابھی تو مجھے بھی تمہاری ضرورت ہے۔ اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اور پھر ہنس پڑی

جینی ہاک کے ساتھ وقت گزرتا رہا۔ میں مطمئن تھا بنکاک میں مجھے بہترین سہارا مل گیا تھا۔ جینی کی طرف سے مجھ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہر جگہ آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا۔ ایک خوبصورت کار اس نے میری تحویل میں دے دی تھی۔

اس دن بھی میں بنکاک کے ایک خوبصورت نظارے سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ وہ آدمی میرے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"کون ہو تم ؟"

"آپ کے خادم۔"

"کیا مطلب ؟"

"ہم میڈم کے غلام ہیں۔ میڈم ہاک کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔"

"اوہ خیریت۔"

"جی ہاں۔ انہوں نے ہمیں آپ کی تلاش میں بھیجا تھا۔ ان کے انداز میں نیازمندی تھی۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ میری رہنمائی کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک عمارت میں داخل ہو گئی اور ان کے اشارے پر رک گئی، وہ میرے ساتھ نیچے اتر گئے۔ انہوں نے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ صدر دروازے سے گزر کر ہم ایک ہال میں پہنچے جہاں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے یہ سب صورت اور لباس سے اچھے لوگ نہیں معلوم ہوتے تھے۔ سامنے ہی ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں مجھے لیے ہوئے اس میں داخل ہو گئے جس کمرے میں مجھے لایا گیا تھا۔

وہ ایک خوبصورت ڈرائنگ روم تھا ان میں سے ایک نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

"میڈم ہاک ابھی آتی ہیں، ہم لوگوں کو اجازت دیں۔" وہ بولے اور اس کے بعد باہر نکل گئے۔ میں گہری نگاہوں سے کمرے کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دیواروں پر خوبصورت تصویریں، آویزاں تھیں۔ سامنے ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جس پر پردہ جھول رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس پردے کے پیچھے سے ایک دراز قامت عورت باہر نکل آئی۔ کافی خوبصورت عورت تھی لیکن اپنے انداز سے خطرناک بھی معلوم ہوتی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ آپ کون ہیں ؟" میں نے سوال کیا اور وہ ہلکے سے قہقہے کے ساتھ چند قدم آگے بڑھ آئی۔"

"جو کوئی بھی ہوں تمہارے لیے اجنبی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"میڈم ہاک کہاں ہیں ؟" میں نے سوال کیا اور اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"جہنم میں۔ یہاں صرف میں ہوں مجھ سے ملو۔"

"گویا تم نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے ؟" میں نے کہا۔

اور وہ لاپروائی سے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔"

"تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔ میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے اُس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے ٹیٹی وان کہتے ہیں اور تمہارے بارے میں، میں اچھی طرح جانتی ہوں، کہ تم جیسے لوگ کسی کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ وہ جینی ہاک ہو یا اور کوئی۔ یہ بھی معلوم ہے مجھے کہ میری یہ صاف گوئی تمہیں پسند نہیں آئے گی۔

"میڈم ٹیٹی وان۔ آپ نے مجھے جینی ہاک کے نام پر بلایا تھا۔

"جینی ہاک۔" وہ حقارت آمیز انداز میں ہنس پڑی۔ پھر کہنے لگی۔

"تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ غلط خیال ہے تمہارا۔ تم ایک چالاک انسان ہو اور یقینی طور پر صرف دولت کے لیے جینی ہاک تک پہنچے ہو۔ لیکن ڈیئر تمہاری یہ چال ہی تمہاری گردن میں پھندہ بن گئی۔ جینی کے بارے میں تم نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے۔ خوبصورت نوجوانوں کو وہ ایک حسن پرست عورت کی حیثیت سے اپنے جال میں پھانستی ہے اور ان پر بے دریغ خرچ کرتی ہے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کا حسن ان کی خوش بختی کا ذریعہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہوتی۔ بعد میں وہ لوگ کتوں کی سی، حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مجھے اپنے آپ پر غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کیا یہ زندگی بہتر ہے تمہارے لیے؟" میں نے متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"یقیناً یہ زندگی بہتر نہیں ہے۔ میڈم ٹیٹی وان! لیکن کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے یہ دلچسپی کیوں پیدا ہو گئی۔ اور آپ میرے لیے کیوں پریشان ہیں؟" ٹیٹی وان میرے اس سوال پر چند لمحات خاموش رہی اور پھر بولی۔

"خوش نصیب ہو تم جو میری نگاہِ انتخاب تم پر پڑ گئی۔ میں تمہیں اُس کے جال سے نکالنا چاہتی ہوں۔"

"اور اگر میں نہ نکلنا چاہوں تو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں تمہیں اُس کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کروں گی میری پیشکش اُس سے بہتر ہو گی تمہارے لیے۔ تم کون ہو؟ میں یہ نہیں جاننا چاہتی۔ بس میں یہ جانتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کر سکتے ہو۔"

"تمہارے لیے۔"

"ہاں میرے لیے۔" میں تمہیں اس کی اجازت دیتی ہوں کہ ٹیٹی وان کے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا چاہو کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں پیش کش کرتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کرو۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جو آسانیاں تمہیں اُس سے حاصل ہو رہی ہیں۔ میں اُس سے کہیں زیادہ آسانیاں تمہیں فراہم کر سکتی ہوں۔"

"بلاشبہ۔ بات قابل غور ہے لیکن! آپ جینی ہاک سے کیوں ناراض ہیں۔"

"یہ سوال کرنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔ ضرورت سے زیادہ اونچی اُڑان نہ اختیار کرو۔ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"مجھے کرنا کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ پہلے تم خود کو تیار کرو۔"

"یہ کام آپ کا ہے میڈم وان میرے پاس اس کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

میں اپنا کام جانتی ہوں اور اس کے لیے تمہیں جو سب سے پہلا کام کرنا ہو گا وہی تمہارا پہلا اور آخری امتحان ہو گا۔"

"وہ پہلا کام کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"جینی ہاک کا قتل۔ تم اسے قتل کرو گے اور اسے قتل کرنے کے بعد اگر تم بنکاک سے نکلنا چاہو تو اس کی تمام ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔"

"بہت بڑا کام ہے یہ۔ لیکن یہ سوال میرے ذہن میں ضرور پیدا ہو گا کہ آپ اسے کیوں قتل کرنا چاہتی ہیں۔"

"وہ میری کاروباری حریف ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے بدترین نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ میں اُس کے خون کی پیاسی ہوں۔ میں اُسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"آپ کا کیا کاروبار ہے؟"

"اسمگلنگ۔"

"تو کیا ـــ تو کیا ـــ! جینی ہاک بھی اسمگلر ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نہیں جانتے؟"

نہیں۔ اس حیثیت سے میں اُسے نہیں جانتا۔"

"تو پھر جان لو۔ معلومات کرو۔"

"ٹھیک ہے میں معلومات کروں گا۔"

"جینی ہاک کی موت کے بعد بھی تمہارے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

"دراصل میڈم ٹیٹی وان میں ایک لاابالی انسان ہوں، اور میری زندگی کا مقصد صرف دولت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے سامنے دولت کے انبار لگا دوں گی۔ یہ صرف تم پر منحصر ہے کہ جب چاہو اپنی آمادگی کا اظہار کر دو۔"

"شکریہ۔ مجھے اس پر غور کر لینے دیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ اور وہ پُرمسرت انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"جس طرح تمہیں لایا گیا ہے اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔ تمہاری کار باہر موجود ہے۔" واپسی میں میرا ذہن بُری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ جینی ہاک کے قتل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن یہ نئی پیشکش میرے لیے کافی تعجب خیز تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ جینی ہاک اور ٹیٹی وان میں سے کس کا فیصلہ کروں۔

اسپیرو نے جینی ہاک کا نام لیا تھا۔ اور ٹیٹی وان کے بیان کے مطابق جینی ہاک نے اسے کسی کاروباری معاملے میں شکست دی تھی جس کی بناء پر وہ اُس کی دشمن ہو گئی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ جینی ہاک کا پلہ بھاری ہے اور مجھے یہاں کسی مضبوط ساتھی کی ضرورت تھی، چنانچہ ٹیٹی وان کے پروگرام پر عمل کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں اندر داخل ہوا۔ تو جینی ہاک میری منتظر تھی۔ وہ بالائی منزل کی ایک نشست گاہ میں موجود تھی مجھے دیکھ کر تھکے تھکے انداز میں مسکرائی اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کہاں آوارہ گردی ہو رہی تھی؟"

"بنکاک حسین ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بور تو نہیں ہوئے۔؟"

"نہیں میں پُرسکون ہوں۔"

"لیکن زیادہ عرصے پُرسکون نہ رہ سکو گے۔"

"کیوں؟"

"بس بور ہو جاؤ گے تم۔"

"نہیں جینی ہاک۔ تمہاری دوستی مجھے بور نہیں ہونے دے گی۔" میں نے کہا اور جینی ہاک کے انداز میں ایک مسرت آمیز کیفیت پیدا ہو گئی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو کبھی نہ کبھی پہنچ جاتا ہے اپنی تعریف پر خوشی اُس کی فطرت میں رہتی ہے۔ ہر طور جینی ہاک میرے لیے خاص اہمیت رکھتی تھی۔

"میری دوستی۔"

"ہاں جینی۔ مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔" جینی پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تم ابھی بنکاک میں اجنبی ہو۔"

"مجھے اس سے انحراف نہیں۔"

"زیادہ عرصے میرے دوست نہیں رہ سکو گے۔"

"وجہ۔"

"میں بنکاک کی ایک بدنام عورت ہوں۔"

"بدنام؟"

"ہاں۔ یہاں میرے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔

"مجھے ان سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔"

"غرض پیدا ہو جائے گی۔"

"شاید نہیں جینی۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا اور جینی مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

"اتنے وثوق سے کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ خامیاں مجھ تک پہنچنا شروع ہو گئی ہیں۔"

"کیسے۔" وہ اچانک سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"ٹیٹی وان۔ کیا تم اس نام سے واقف ہو۔ میں نے کہا۔ اور اچانک جینی کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"ہاں واقف ہوں۔"

"کیسے؟"

"وہ مجھے ملی تھی۔"

"کب؟ کہاں۔؟ جینی نے اضطراب سے پوچھا۔

"مجھے تمہارے نام سے بلایا گیا۔ اور ایک عمارت میں اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ اور اس دوران وہ مجھے تمہارے بارے میں اکساتی رہی۔ اس نے مجھے بتایا کہ چند دنوں کے بعد میری حیثیت ایک کتے کی سی رہ جائے گی۔ اس سے قبل کہ میری یہ حالت ہو جائے مجھے سنبھل جانا چاہیے۔ انہوں نے مجھے ایک پیش کش بھی کی۔

"کیا۔؟ جینی نے پوچھا۔

"یہ کہ میں تمہیں ہلاک کر دوں اور اس کے عوض وہ مجھے ایک بہترین زندگی فراہم کرے گی۔ مجھے تم سے زیادہ سہولتیں دینے کی خواہش مند ہے وہ، اس نے مجھے بتایا کہ تم اس کی کاروباری حریف ہو اور اسے شدید نقصانات پہنچاتی رہی ہو جس کے صلے میں وہ تمہیں قتل کر دینے کی خواہش مند ہے۔" جینی ہاک کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے انگارے نکلنے لگے تھے پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ٹیڈی وان کے سلسلے میں، میں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا تھا۔ اس کی مجال کہ وہ اس حد تک آگے بڑھ جائے میں اسے اس بات کا مزا چکھاؤں گی۔ میں اسے بتا دوں گی کہ میں کیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ چھوٹے موٹے کام کر رہی ہے کرتی رہے میں اس کے راستے میں خود بخود نہیں آئی تھی بلکہ اگر کبھی میرے اور اس کے مفادات ٹکرائے تو میں نے اسے شکست دی اور یہ اس کی کمزوری تھی اگر وہ مجھ سے طاقتور ہوتی تو جیت جاتی لیکن ظاہر ہے وہ میرے مقابلے پر کچھ بھی نہیں ہے' اور اب وہ ان گھناؤنی چالوں پر اتر آئی ہے۔ میں اسے اس کا جواب ضرور دوں گی —
جینی ہاک خود کلامی کے انداز میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی پھر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور دیر تک دیکھتی رہی اس کے بعد کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی۔

"لیکن تم نے مجھے یہ تفصیل کیوں بتائی۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس سے متفق نہیں ہو۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔"

"نہیں پلیز۔ ناراض ہونے کی بات نہیں۔ میں تمہارے خیالات جاننا چاہتی ہوں۔

"ٹیڈی وان تمہاری دشمن ہے اس نے مجھے تمہارے قتل پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ اگر میرے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکی ہو جینی ہاک تو یہ اندازہ لگا لو کہ میں جو ہا بھی نہیں ہوں۔ اگر اپنی بات پر اڑ جاؤں تو وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جس کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہ ہو۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے اور میں دوستی نبھانا جانتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے اتنا گھٹیا انسان تصور نہیں کرو گی۔

"اوہ — نہیں ڈیر — پلیز — اس انداز میں مت سوچو۔ میں بھی تمہیں دوسروں سے بالکل مختلف سمجھتی ہوں۔"

"شکریہ جینی۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھے دوسروں سے مختلف سمجھتی رہو۔ مجھے ٹیڈی وان کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔ وہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔

"احمق — بے وقوف — خود کو بہت کچھ سمجھتی ہے لیکن میرے سامنے کچھ بھی نہیں۔ میں نے اُسے کبھی اتنی اہمیت نہیں دی کہ اسے اپنے مدِ مقابل سمجھوں اس کا تعلق کسی گروہ سے ہے لیکن وہ کسی ایک سے مل کر نہیں رہتی۔ اپنے طور پر اپنی قوت بڑھانے کی فکر میں سرگرداں ہے لیکن میں نے اس سے کبھی کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا۔ اس نے اب خود ہی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے تو اسے بھگتنا ہوگا۔

"وہ بھی اسمگلنگ کا کاروبار کرتی ہے۔ میں نے سوال کیا۔"

"اور اس کا ذاتی گروہ کتنا بڑا ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں کبھی زیادہ معلومات نہیں حاصل کیں۔ لیکن اب ذرا سی توجہ دینا پڑے گی اس پر سُنا یہ تھا کہ وہ اپنے طور پر گروہ بنا کر کام کرتی ہے لیکن احکامات کسی اور کے ہوتے ہیں۔ وہ کون ہے اس کے بارے میں مجھے کبھی نہیں معلوم ہو سکا۔ ویسے ڈیئر کیا تم اس عمارت کے بارے میں بتا سکتے ہو جہاں اس کی تم سے ملاقات ہوئی تھی۔

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ وہاں سے میں اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔ میں تمہیں اس جگہ لے جا سکتا ہوں،

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو اور ذرا مجھے اس عمارت کی سچویشن بتاؤ۔ تم تو اب بنکاک میں کافی گھوم چکے ہو۔ میں نے اسے عمارت کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دیں۔ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آئی تو بے حد پُرسکون تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

رات کو چند افراد مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور انتظار کرنے لگا۔ وہ چند افراد تقریباً سولہ سترہ افراد پر مشتمل تھے اور کئی گاڑیوں میں آئے تھے ان کے پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر تک ان سے گفتگو ہوئی۔ اور پھر جینی ہاک مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک کار میں بیٹھ کر چل پڑی باقی گاڑیاں ہمارے پیچھے آ رہی تھیں۔

میں جینی ہاک کو ان راستوں کے بارے میں بتا رہا تھا جن سے گزر کر میں اس عمارت تک پہنچا تھا۔ ڈرائیونگ وہ خود کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس عمارت کے قریب پہنچ گئے جہاں میری ملاقات ٹیڈی وان سے ہوئی تھی۔ عمارت کو میں نے پہچان لیا اور اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

جینی ہاک نے گاڑیوں میں لگے ہوئے وائرلیس سیٹ پر اپنے آدمیوں کو اس عمارت کے بارے میں ہدایات دیں اور چند ہی لمحات کے بعد اس کے ساتھیوں نے اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

جینی میرے ساتھ نیچے اتر آئی اور پستول ہاتھ میں لے کر عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھی، میں خود بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ ظاہر ہے کھل کر اس کی مدد کرنا تھی ورنہ اس کا مکمل اعتماد حاصل کرنا مشکل ہوتا۔

گیٹ خالی پڑا تھا ہم صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئے لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ عمارت خالی ہے جینی وحشیانہ انداز میں ایک ایک حصّے کو جھانکتی پھر رہی تھی اور اس وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس قدر خطرناک عورت ہے، اس کے آدمی بھی اندر موجود تھے اور عمارت کو پوری طرح چھان رہے تھے۔

لیکن عمارت میں کچھ بھی نہ ملا۔ جینی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"بزدل۔ بھاگ گئی۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی، کہ وہ میرے سامنے آ سکتی سمجھے۔ تم نے دیکھ لیا کہ وہ کس قدر دلیر ہے۔ میں نے شانے ہلا کر اس کی بات کی تائید کی اور ہم واپس چلے گئے۔

جینی کے چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ کہ اس نے میری بات کو جھوٹ نہیں سمجھا ہے۔ وہ بے حد پُرجوش نظر آ رہی تھی۔

"میں نے ٹیڈی وان کو اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ اب تک وہ میرے لیے کسی طور نقصان دہ نہیں ثابت ہوئی تھی۔ لیکن اس نے ابتدا کر دی ہے اور انتہا میں کروں گی۔ میں دیکھوں گی کہ اس کی پہنچ کہاں تک ہے۔

میں خاموش ہی رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ یہ تمام صورت حال میرے لیے نہایت تسلی بخش تھی میں جانتا تھا کہ جینی ہاک کے سلسلے میں فیصلہ کر کے میں نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔"

لیکن تعجب یہ تھا کہ ٹیڈی وان کو اس بات کا شبہ کیسے ہو گیا کہ میں اس کے خلاف کام کروں گا۔ اگر شبہ نہ ہوتا تو وہ عمارت چھوڑ کر نہ بھاگ جاتی۔ رات کو نہایت سکون سے سویا۔

دوسری صبح جب ناشتے کی میز پر جینی ہاک سے ملاقات ہوئی تو وہ حسبِ معمول ہشاش بشاش تھی۔ کسی خاص احساس کا شکار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"ہمارے بنکاک میں اپنے آدمیوں کو آگاہ کر دیا ہے اور انہیں ہدایات دے دی ہیں کہ ٹیڈی وان جہاں کہیں ملے اُسے پکڑ کر میرے سامنے پیش کریں، تم اس بات پر یقین کر لو کہ وہ میرے ہاتھوں سے کسی طور نہیں بچ سکتی، اس نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ مجھے بزدل دشمن سے شدید ترین نفرت ہے چھپ کر وار کرنے والے میرے لیے انتہائی قابلِ نفرت ہوتے ہیں۔ میں تو کھلے میدانوں میں مقابلہ کرنے کی شوقین ہوں، جبکہ وہ اپنے طور پر مطلق العنان بھی نہیں ہے۔

"یہ نہیں معلوم ہو سکا جینی ہاک کہ وہ کس کے لیے کام کرتی ہے۔"

"ابھی تک کچھ پتا نہیں چل سکا۔ لیکن اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔

سارا دن ٹیڈی وان جینی ہاک کے ذہن پر سوار رہی وہ آج بہت مصروف رہی تھی۔ لاتعداد ٹیلی فون وصول کیے تھے اس نے، اور ان میں زیادہ تر ٹیڈی وان سے ہی متعلق تھے اس کے آدمی چاروں طرف ٹیڈی وان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ٹیڈی وان مجھ سے رابطہ قائم کر کے اچھی خاصی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔

بہرطور ان معاملات سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن بنکاک کی آوارہ گردی کرنے میں اب مجھے احتیاط سے کام لینا ہوگا چونکہ ٹیڈی وان میری دشمن بن گئی تھی۔

ابھی تک میں جینی ہاک کے سلسلے میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا تھا جس کا مجھے شدید احساس تھا میری خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کے بارے میں ٹھوس معلومات حاصل کر کے اپنے کام کا آغاز کروں، لیکن یہ معاملات نمٹائے بغیر سب کچھ مشکل تھا۔ جینی ہاک کا اعتماد حاصل کرنے میں بہرطور ابھی کچھ دشواریاں تھیں۔

لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اسپیرو نے میری صحیح راہنمائی کی تھی اور جینی ہاک کے پاس پہنچ کر اس نے میرے لیے بہت سے کام آسان کر دیے تھے۔ میں ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا جن کا تعلق اسمگلنگ وغیرہ سے تھا اور اس طرح مجھے ترلوکا کے سلسلے میں خاص آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔

ترلوکا کے خلاف کرتے ہوئے یہ احساس بھی ذہن میں تھا کہ اگر اسپیرو نے غلط نہیں کہا اور کوئی عورت مقامی طور پر اس کا کاروبار چلاتی ہے تو اس عورت کے سلسلے میں زیبی کا شبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

دیکھنا یہ تھا کہ اونٹ کس وقت کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

اس رات کھانے کی میز پر میں نے جینی ہاک سے کہا۔

" جینی ہاک تمہاری شخصیت عام نہیں ہے۔ ٹیٹی وان کو میں نے دیکھا تھا اگر اس میں تمہارے مقابلے پر آنے کی سکت ہوتی تو وہ اس عمارت کو اس طرح چھوڑ کر نہ بھاگتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تم سے خوفزدہ ہے ایسی معمولی حیثیت کی لڑکی کو خود پر مسلط کرنے سے کیا فائدہ، میرا خیال ہے اسے بھول جاؤ اور اس کے لیے اتنی زیادہ الجھنیں ذہن میں نہ پالو۔

جینی ہاک مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی تھی۔

" تمہارا کیا خیال ہے میں نے اسے اپنی سوچ پر مسلط کر لیا ہے۔"

" ہاں جینی۔ میں یہی محسوس کر رہا ہوں۔"

" غلط ڈیئر۔ غلط۔ جینی ہاک نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

" تم دوہری کیفیت کی شکار ہو جینی۔"

" میرے ذہن کو پراگندہ کرو اگر میرے چہرے پر کوئی الجھن دیکھتے ہو تو اس کی وجہ کچھ اور ہے۔

" کیا ؟"

" میں۔ میں ایک بے حیثیت لڑکی کو اپنے مقابلے پر برداشت نہیں کر پا رہی۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں اسے چیونٹی کی طرح مسل سکتی تھی، میں نے ایسا کیوں نہ کیا۔

" بہر حال اب اسے ذہن سے جھٹک دو۔

" اوہ تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ بہت دن سے کوئی پروگرام نہیں بنا۔

" ہاں۔"

" تو پھر۔ اول۔ یہ بتاؤ تم نے بنکاک کے نواحی علاقے دیکھے؟"

" بنکاک تو خوب گھوم لیا ہے۔ لیکن ابھی نواحی علاقے نہیں دیکھے۔

" ٹھیک ہے۔ میں اب تمہیں نواح کی سیر کراؤں گی تھوڑا سا ذہنی سکون بھی ملے گا۔

دوسرے دن اس پروگرام پر عمل کا فیصلہ کر لیا گیا۔ جینی ہاک نے پکنک کی تیاریاں کی تھیں۔ اس نے بہت خوبصورت لباس پہنا تھا اور اپنی عمر سے چھوٹی نظر آ رہی تھی۔

" چلیں۔ اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ایک خوبصورت کار میں سوار ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ اور کار برق رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔ بنکاک کے نواحی علاقے بہت خوبصورت تھے، ڈرائیونگ جینی ہاک نے سنبھالی ہوئی تھی، خوبصورت لباس میں ملبوس وہ بہت اسمارٹ نظر آ رہی تھی، اس کے چہرے پر چھائے ہوئے رنگ اس بات کا احساس دلاتے تھے، کہ میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ بہت خوش ہے، تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

" تم نے یقیناً بنکاک کے حسین ترین علاقے دیکھے ہوں گے، لیکن جھیل کولن گراٹ بہت خوبصورت جگہ ہے، اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے باغ اس کے حسن کو دوبالا کرتے ہیں۔"

" کولن گراٹ۔ ؟ میں نے سوال کیا۔"

" ہاں۔ بڑی تاریخی جگہ ہے، جینی ہاک نے جواب دیا۔ آبادی سے کافی دور درختوں کے جھنڈ کے ساتھ ساتھ ایک لمبی سڑک جاتی تھی۔ اور پھر جینی ہاک یہ راستے طے کرتی ہوئی جھیل کولن گراٹ کے پاس پہنچ گئی۔ جو درختوں کے عقب میں تھی، اس نے گاڑی سڑک سے اتاری اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک چھوٹی سی شفاف جھیل کے پاس پہنچ گئے تھے منظر واقعی اتنا حسین تھا کہ دل خوش ہو گیا تھا۔ ہم گاڑی سے اترے اور جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ جینی ہاک باقاعدہ پکنک کا پروگرام بنا کر آئی تھی، ہمارے اطراف پھولوں کی مہک ہوا اور کو خوشگوار خوشبوئیں بخش رہی تھی۔"

" اس طرف تو نہیں آئے تم ؟"

" نہیں۔ ابھی میں نے بنکاک کا اندرونی علاقہ ہی دیکھا ہے، میں نے جواب دیا۔

" کیسی جگہ ہے ؟"

" بے حد حسین، نہایت نفیس، میں نے کہا، ہم کافی دیر تک وہاں بیٹھے گفتگو کرتے رہے، اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ لوگ یہاں تفریح کرنے نہیں آتے تھے، یا پھر شاید اس لیے آج یہاں کوئی نہیں تھا کہ چھٹی کا دن نہیں تھا، ہم پرسکون انداز میں بیٹھے بات چیت کرتے رہے، دفعتاً کسی گاڑی کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔

" جینی کوئی آواز سنی۔ ؟"

" ہاں۔ شاید کسی گاڑی کے انجن کی آواز تھی۔ وہ بولی۔ دفعتاً پھر کسی خیال کے تحت اٹھ کھڑی ہوئی۔"

" مگر آس پاس تو کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی۔"

" ممکن ہے کوئی دور کی آواز ہو۔"

" ادھر بظاہر کوئی سڑک بھی نہیں ہے، کہ کوئی گزرتی ہوئی گاڑی ہو۔"

" کیا خیال ہے میں اطراف میں دیکھوں۔"

" دیکھ لو میرا خیال ہے، اس بلند جگہ سے کھڑے ہو کر تم ادھر کا منظر دیکھ سکتے ہو، جینی نے کہا، اور میں اس طرف بڑھ گیا ٹیلے پر کھڑے ہو کر میں نے آس پاس نگاہیں دوڑائیں، لیکن درحقیقت گاڑی کی آواز اس کے بعد نہیں ابھری تھی، اور نہ ہی مجھے دور دور تک کوئی گاڑی نظر آئی تھی، میں واپس پلٹا تاکہ جینی ہاک کو اس بات کی اطلاع دوں کہ ہمارا خیال غلط تھا لیکن دوسرے لمحے میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ جینی ہاک پر نگاہ پڑی تو اس کے اطراف چند افراد کھڑے ہوئے تھے اور ان میں ایک عورت بھی تھی۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول صاف نظر آ رہے تھے، میرے ذہن میں صرف ایک خیال آیا۔ ٹیٹی وان، میں نے سوچا کہ اس وقت میرا اپنا کردار کیا ہونا چاہیئے۔ لیکن دل نے یہی فیصلہ دیا کہ جینی ہاک کی مدد ضروری ہے۔ کیونکہ اس وقت وہی میرا سرپرست ہے۔ تینوں آدمی مسلح تھے، اور ان کے ساتھ جو عورت تھی، ممکن ہے اس کے پاس بھی پستول ہو۔ ان سے بھڑنا آسان کام نہیں تھا، لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کو میری موجودگی کا علم ہے یا نہیں۔

بالآخر میں نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا، جہاں سے ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر ان تک پہنچ سکتا تھا، درختوں کے جھنڈ اس سلسلے میں کارآمد تھے، چنانچہ طویل راستہ اختیار کر کے اس طرف بڑھنے لگا، اور جھیل کے کنارے لگے ہوئے ان درختوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا، جن کی جڑوں میں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ اور ان جھاڑیوں میں چھپا جا سکتا تھا۔ میں اب ان کی آوازیں بخوبی سن رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان جھاڑیوں میں سے اس عورت کو بھی دیکھ لیا تھا جو ٹیٹی وان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی، ٹیٹی وان کی آواز ابھری۔"

" تم بکواس کرتی ہو، مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ مارکر تم اسے تلاش کرو، دیکھو وہ یہیں کہیں ہوگا۔"

" میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں تنہا یہاں آئی ہوں، تم جانتی ہو کہ میں تنہائیوں کی عادی ہوں۔"

" بکواس کرتی ہو۔ میں ان دنوں تمہارے بارے میں خاصی معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ تم پر آج کل عشق کا بھوت سوار ہے، ٹیٹی وان نے کہا۔

" لڑکی تو جانتی ہے کہ تو اپنی موت کو قریب سے قریب تر لا رہی ہے، مجھ سے بھڑ کر تو نے اچھا نہیں کیا۔ جینی ہاک کی آواز سنائی دی۔"

" ٹھیک ہے، نتیجہ تو سامنے آنا ہی ہے، اور اس وقت تو صورت حال تمہارے علم میں پوری طرح آ چکی ہے، ڈیئر جینی ہاک، مارکر جاؤ اسے تلاش کرو، لیکن ہوشیاری سے۔ ٹیٹی وان کا ایک آدمی جو ادھر ادھر دیکھ رہا تھا، آہستہ آہستہ درختوں کی طرف بڑھ گیا، میں نے صرف ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں بھی درختوں کی آڑ لیتا ہوا اس جانب چل پڑا۔ اور انتہائی کامیابی سے اس کا تعاقب کر کے مناسب موقع کی تلاش میں لگ گیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے موقع مل گیا، مارکر کے لیے وہ لمحہ انتہائی حیرت انگیز تھا، جب اچانک میں نے عقب سے اس کی گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا، اور دوسرا ہاتھ اس کی پستول پر ڈال دیا۔ وہ زیادہ طاقتور آدمی ثابت نہیں ہوا تھا، دوسرے لمحے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے پستول لیا، اور اسے دوسرا ہاتھ رسید کر کے بالکل ہی انٹا غفیل کر دیا، اس کے بعد میں جھاڑیوں کے بالکل قریب پہنچ گیا، ٹیٹی وان کے دونوں آدمیوں نے پستول اپنے جیب میں رکھ لیے تھے اور جینی ہاک کے ہاتھ اس کی پشت پر کس دیے گئے تھے، پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔

" اب کیا کرنا ہے ؟"

" وہ بھی مل جائے تو دونوں کو اسی جگہ ٹھکانے لگا کر جھیل میں ڈبو دو۔ ٹیٹی وان نے جواب دیا۔"

" مارکر ابھی تک واپس نہیں آیا۔ دوسرے آدمی نے گردن اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا، میرے لیے یہی موقع بہتر تھا، چنانچہ میں دبے پاؤں جھاڑی کی آڑ سے نکلا اور بجلی کی طرح میں نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ میری بھرپور لات ٹیٹی وان کی کمر پر پڑی تھی، اور اس کے ساتھ ہی میں ان دونوں پر جا پڑا، ٹیٹی وان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی، اور وہ اوندھے منہ زمین پر جا پڑی۔ میں نے پھرتی سے ان دونوں آدمیوں کے پستول اپنے قبضے میں کیے اور وہ بیوقوفوں کی طرح مجھے دیکھنے لگا۔

" بس ہاتھ اٹھا دو کھیل ختم ہو گیا، میں نے سرد لہجے میں

کہا لیکن جیسے میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی، اور بات سمجھانے کے لیے کچھ اور بھی کیا جاسکتا تھا، چنانچہ میں نے ان میں سے ایک کی پیشانی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ اٹھا دو، ورنہ تمہاری کھوپڑی کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے، انہوں نے بے اختیار اپنے ہاتھ اٹھا دیئے ٹیٹی وان بھی اپنا لباس جھاڑتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی، اور منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔

"تم۔ اس کی غراتی ہوئی آواز ابھری ۔ ؟"

"ہاں۔ ڈیر ٹیٹی وان۔ میں ہی ہوں۔ ظاہر ہے تمہیں میری ہی تلاش تھی، میں نے جواب دیا اور جینی ہاک کے حلق سے بے اختیار ایک قہقہہ نکل پڑا۔"

"ہاں ڈیر ٹیٹی وان کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہر حالت میں تم پر بھاری ہوں۔"

"تم ۔ تم دونوں۔ ٹیٹی وان کے منہ سے غصّے کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی، دفعتاً جینی ہاک نے کہا۔

"اس کا تیسرا ساتھی تمہاری تلاش میں گیا ہوا ہے۔"

"ہاں گیا ہوا ہے نہیں، گیا ہوا تھا، وہ بس جھاڑیوں میں اوندھا پڑا ہے، میں نے کہا اور جینی ہاک پھر ہنس پڑی۔ اس نے میری طرف رُخ کر کے کہا۔"

ذرا میرے ہاتھ کھول دو، میرا خیال ہے ٹیٹی وان سے آج ہی ہمارا پیچھا چھوٹ جائے۔

"ارے نہیں جینی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ کچھ گفتگو تو کر لیں ان لوگوں سے۔"

"ان سب کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو ہم جھیل کی گہرائیوں میں پہنچا دیں گے، اس کے بعد۔"

"اس کے بعد اس کے گروہ کا خاتمہ کر دوں گی۔ نام دنشان مٹا دوں گی ٹیٹی وان کا، ٹیٹی وان زمین پر بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا، چند لمحے وہ اسی طرح بیٹھی رہی، پھر اس نے بھاری لہجے میں کہا۔"

"تم ۔ تم لوگ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے تو اس کا نتیجہ بہت ہی خوفناک ہوگا، تم تصور نہیں کر سکتے، تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں کون ہوں۔؟

"چلو۔ کون ہو تم ذرا یہ بھی بتا دو۔ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔"

"میں خود کچھ نہیں ہوں۔ لیکن جن لوگوں کا مجھے سہارا حاصل ہو گیا ہے وہ بہت طاقتور ہیں۔ سمجھے تم لوگ۔ ان سے ٹکرانا تمہارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔

"کون لوگ ہیں وہ؟"

"میشو ماریتو کیوں جینی اس نام سے واقف ہو تم؟ ٹیٹی وان نے کہا اور جینی کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اس نام سے خائف ہو گئی ہے۔

"بحالتِ مجبوری مجھے یہ نام استعمال کرنا پڑا ہے، ورنہ عام جگہ یہ تو نام نہیں لیا جاسکتا۔

جینی ہاک جذباتی انداز میں ہنس پڑی تھی۔

"کیوں۔ تم ہنسیں کیوں؟ ٹیٹی وان نے پوچھا۔

"تمہاری بکواس پر۔"

"مطلب۔"

"ہر کمزور انسان یہ نام لے کر دوسروں کو ڈرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ اس کی آخری کوشش ہوتی ہے۔ جینی ہاک نے کہا۔

"اس کے باوجود لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔"

"میں اسے ایک ناکام کوشش قرار دیتی ہوں۔ اور تم اس فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔

"میں نے تمہیں اس کا حوالہ دے دیا ہے باقی کام تمہارا ہے ٹیٹی وان نے کہا۔

کچھ بھی ہو تمہیں سزا ملے گی۔

میں جینی ہاک کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ کچی پڑ گئی ہے جو جوش و خروش تھوڑی دیر قبل اس میں تھا اب اس کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"مگر یہ کون ہے جینی۔"

"میرے خیال میں انہیں لے چلو۔ بعد میں سب کچھ دیکھ لیں گے۔

"یہ تمہارے حق میں بُرا ہوگا جینی۔ میری بات کو اپنے ذہن میں بٹھا لینا یہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ جینی نے اس کی بات نہ سنی اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں گرفتار کر کے کار میں پہنچا دیا گیا۔ ہم لوگ انہیں لے کر چل پڑے اور برق رفتاری سے کار دوڑاتے ہوئے باتھ فرائین رہائش گاہ میں داخل ہو گئے۔

ٹیٹی وان پر قابو پانے میں ہمیں کوئی دقت نہیں

[...]ی تھی لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ جینی ہاک یہ انوکھا نام [...] کے بعد خاصی فکر مند ہو گئی ہے خود میرا ذہن بھی خاصا [...]ن سا ہو رہا تھا ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا [...]کار تھا جو کچھ ہو رہا تھا ٹھیک ہو رہا تھا۔

جینی ان لوگوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرے مجھے اس [...] کوئی دلچسپی نہیں تھی جینی نے ملازموں کو ان لوگوں کے [...] میں ہدایات دیں اور پھر میرا بازو پکڑ کر اندر داخل ہو گئی [...] نے نشست گاہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر ایک صوفے [...] گئی۔"

"کیا بات ہے جینی۔ تم خاصی پریشان نظر آ رہی ہو۔

"نہیں ڈیر براہ کرم مجھے برانڈی پلاؤ۔

"ضرور۔ ضرور۔ میں جانتا ہوں کہ تم ذہنی طور پر کس [...]ر پریشان ہو میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے برانڈی [...]ایک گلاس پیش کر دیا۔

"کیا تم تھوڑی سی۔"

"نہیں ڈیر۔ میں بالکل پُرسکون ہوں۔

"مجھے ان واقعات کی توقع نہیں تھی اس کا مطلب ہے [...]لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ جینی نے ادھا گلاس [...]الی کر کے کہا اور پھر بولی۔

"میں ٹیٹی وان کے اس حد تک آگے بڑھنے کے بارے [...]ں سوچ بھی نہیں سکتی تھی تم نے اس وقت انتہائی دلیری [...]ا ثبوت دیا ہے ورنہ صورتحال خاصی خراب ہو جاتی۔

"شکریہ جینی ڈیر۔ لیکن یہ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اب [...]مجھے اتنا چوہا بھی نہ سمجھو تم۔

"میں جانتی ہوں۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے۔ جینی نے [...]ہا اور پھر ـــ ٹیلی فون کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"براہ کرم ذرا مجھے ٹیلی فون اٹھا دو۔ میں نے فون اٹھا [...]کر اس کے سامنے رکھا تو وہ ایک نمبر ڈال کر کے کسی کو مخاطب [...]کرنے لگی چند لمحات کے بعد اس نے ایک آدمی کو مخاطب [...]کر کے کہا۔"

"یہاں کچھ خطرناک لوگ قید ہیں انہیں لے جاؤ۔ میں [...]انہیں اس کوٹھی سے ہٹانا چاہتی ہوں ویگن لے آؤ۔ ان [...]کی تعداد چار کے قریب ہے ایک عورت اور تین مرد۔ تم خود [...]دیکھ لینا وہ تمہارے لیئے اجنبی نہیں ہوں گے۔ ہاں وہ تمہاری [...]تحویل میں رہیں گے ـــــ بس اور کوئی کام نہیں ہے جلدی کرو۔ او کے۔ جینی نے ریسیور رکھ دیا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"تم۔ تم خاصے پریشان نظر آتے ہو۔

"ہاں پریشانی کی بات ہے جینی تم فولادی شخصیت کی انسان ہو میری آنکھوں نے تمہارے چہرے کا رہ سکون دیکھا ہے جو قابلِ رشک ہے تم انتہائی خطرناک حالات میں بھی پُرسکون رہنے کی عادی ہو۔ لیکن ۔ لیکن اس وقت تم کچھ نروس نظر آ رہی ہو ظاہر ہے میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے ایک نام لیا تھا۔ منشیو ماریتو۔

"ہاں یہ نام ہی میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"بس یہ ایک نام ہے ڈیر۔ اس نام کے ساتھ بہت پُراسرار داستانیں وابستہ ہیں اسمگلروں کی دنیا میں یہ نام اجنبی نہیں ہے چوروں قاتلوں اور زیرِ زمین تنظیموں کے لیے بھی یہ نام اجنبی نہیں ہے اس نام پر لوگوں کو امان ملتی ہے خطرناک سے خطرناک آدمی کے سامنے اگر یہ نام لے دیا جائے تو وہ باز آجاتا ہے۔ ویسے مشیو ماریتو بنکاک کے ان پُراسرار قبائلی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے اور لوگ اس نام کی ایک طرح سے پوجا کرتے ہیں۔ وہ کوئی مذہبی شخصیت نہیں ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ مجرموں کی دنیا میں وہ انتہائی ہولناک نام ہے۔

"مشیو ماریتو۔ میں نے دلچسپی سے کہا۔

"ہاں۔"

"مگر لوگ اس سے خوف زدہ کیوں رہتے ہیں۔

"اس لیے کہ اگر کوئی اس نام کا احترام نہیں کرتا تو ایسی موت مارا جاتا ہے کہ انسان تصور نہ کر پائے۔

"کمال ہے۔ کیا ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔

"کیوں نہیں بے شمار۔

"اس کے باوجود تم نے ٹیٹی وان کی بات نہیں مانی جینی۔"

"ہاں۔ میں نہیں ماننا چاہتی تھی۔

"بہرحال جینی۔ جو کچھ بھی ہے میں تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کو حاضر ہوں ـــ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جینی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔"

"ویسے تو بہت سے لوگ میری زندگی میں آئے ہیں۔ لیکن تمہاری آمد بلاشبہ میری خوش بختی کی علامت ہے۔"

"میں خادم ہوں۔" میں نے کہا اور جینی مسکرا کر خاموش ہو گئی اس کے بعد یہ نشست برخاست ہو گئی۔ پھر رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ مجھے جینی کی چیخ سنائی دی۔ اور پھر دوسری چیخ ابھری اور میں نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی۔

لیکن اس وقت میرے سر کی پشت پر ایک ضرب پڑی۔ اور پھر کلوروفارم بھرا رومال سنگھا کر۔ مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ ڈوبتے ہوئے ذہن سے میں نے جینی کی ایک اور چیخ سنی تھی۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ آنکھ کھلی تو ایک عجیب سا شور سنائی دیا۔ شور کے ساتھ بدن بھی ہل رہا تھا۔ چند لمحات تو ذہن ساتھ نہ دے سکا۔ پھر حواس کچھ بحال ہوئے اور میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں کسی اسٹیمر وغیرہ میں سفر کر رہا ہوں۔ یقینی طور پر میرا خیال درست نکلا۔ چونکہ جو ہچکولے میرے بدن کو لگ رہے تھے وہ اسٹیمر کے سفر کے علاوہ کسی اور کے نہیں ہو سکتے تھے۔

تھوڑے ہی فاصلے پر کسی کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دو آدمی بیٹھے شراب نوشی کر رہے تھے۔ شکل و صورت سے خاصے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے بدن بھی قوی ہیکل۔ احساسات کچھ اور جاگے تو ہاتھ بندھے ہوئے محسوس ہوئے۔ دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے گئے تھے لیکن بندش میں وہ ہوشیاری نہیں دکھا سکے تھے۔ میں نے ہلکی سی کوشش کی اور ہاتھوں کی رسیاں کسی قدر ڈھیلی ہو گئیں۔ یہ میرے لیے امید افزا بات تھی۔ ذہن پر اب تک کلوروفارم کے اثرات تھے۔ میں نے گزرے ہوئے لمحات کے بارے میں سوچا۔

جینی ہاک کی چیخیں بے ہوش ہونے سے قبل میرے کانوں میں پڑی تھیں اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی ان کی قید میں ہو گی اور یہ لوگ۔ ممکن ہے ان لوگوں کا تعلق شیو ماریو سے ہو۔ یا پھر ٹیٹی وان کے آدمی جو صورتحال پر قابو کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ حالات کا رخ بدل چکا تھا۔ اب تک میں نے جینی ہاک کا ساتھ دیا تھا۔ اس خیال کے تحت کہ اسپیرو نے مجھے اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔ اور اس کے ذریعے میں اپنی منزل پا سکتا تھا۔

لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جینی ہاک کی اپنی پوزیشن کیا ہے۔ یقینی طور پر اس کے معاملات خاصے پھیلے ہوئے تھے لیکن ابھی تک مجھے کوئی ایسا نہیں ملا تھا کہ میں اپنے مقصد کی طرف بڑھ سکتا۔ اسٹیمر کی رفتار سست ہونے لگی۔ شاید وہ کسی ساحل پر پہنچ رہا تھا۔

میں نے سوچا کہ بے ہوش رہنے کی اداکاری کروں یا ہوش میں آ جاؤں۔ دونوں میں سے کون سی بات بہتر رہے گی پھر فیصلہ کیا کہ ہوش میں آ جانا چاہیے۔ کم از کم صورتحال کا اندازہ تو رہے گا۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ دونوں میری طرف متوجہ نہیں تھے۔ اور شاید باہر جانے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ میں نے حلق سے ایک آواز نکالی اور دونوں حیرت سے اچھل پڑے۔ وہ ایک ساتھ بری طرح گھومے تھے۔

"اسے ہوش آ گیا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تم رکو۔ میں باہر دیکھتا ہوں۔" دوسرے نے کہا اور مجھ پر نگاہ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے تھا اور کسی قدر اضطراری کیفیت کا شکار تھا۔

"کون ہو تم۔؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کوئی بھی ہوں۔ بہرا اور گونگا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔"

"بڑا افسوس ہوا تم سے مل کر۔" میں نے برجستہ کہا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"کب سے ہے یہ کیفیت۔" میں نے سوال کیا۔"

"جب سے مجبوریاں دامن گیر ہوئیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں دوست۔ مجبوری ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ اب کچھ دیر کے بعد تم لنگڑے اور لولے بھی ہو جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"خیر اب اتنا مجبور بھی نہیں ہوں۔" وہ کہنے لگا۔"

"ہاتھ کھول دو میرے۔"

"کچھ کہا ہے تم نے۔" وہ کان پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اور میں مسکرا پڑا۔ اسٹیمر رک گیا تھا۔ دوسرا آدمی واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔

"آؤ چلیں۔" اس نے کہا اور پھر انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ میں خاموشی سے ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ حالات کو جانے بوجھے بغیر کسی قسم کا ہنگامہ مناسب نہیں تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ چنانچہ خاموشی بہتر تھی۔

وہ ایک سنسان ساحل تھا۔ نزدیک سیاہ رنگ کی ایک کار کھڑی تھی جس کی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔ مجھے کار میں بٹھا دیا گیا اور پھر وہ دونوں میرے دائیں بائیں آ بیٹھے۔ جو میرے نگران تھے تیسرا شخص کار کے اگلے حصے میں چلا گیا تھا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔

"جینی کہاں ہے۔" کیا تم دونوں نے اسے بھی اغوا کر لیا ہے" میں نے سوال کیا۔ اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر اس شخص نے مسکرا کر کہا۔ جس سے میری بات چیت ہو چکی تھی۔

"بدقسمتی سے میرا یہ ساتھی بول نہیں سکتا۔"

"بڑے بد اخلاق ہو تم لوگ۔"

"سنو دوست کوئی ایسا سوال مت کرو جو ہمارے لیے تکلیف دہ ہو۔" اور جس کا ہم جواب نہ دے سکیں۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ خاموشی اختیار کرو۔ میں واقعی خاموش ہو گیا۔ سفر تقریباً دس منٹ جاری رہا پھر وین کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔ آہنی گیٹ کھلا اور بند ہو گیا۔ ان لوگوں نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ یہاں انتہائی خوبصورت گھاس بچھی ہوئی تھی اور اسی گھاس پر سے چند سیڑھیاں گزرتی تھیں جو عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گئی تھیں۔ صدر دروازے کے بعد ایک وسیع و عریض ہال نظر آیا۔ جس میں چند لوگ موجود تھے۔ میں نے بغور انہیں دیکھا ایک لمبے قد کے آدمی نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ کیسے مزاج ہیں؟"

"بہتر ہوں۔"

"مجھے جانتے ہو۔"

"ہاں۔ قد و قامت خاصا لمبا ہے۔ لیکن کھوپڑی بہت چھوٹی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

لمبا آدمی دانت پیس کر رہ گیا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ چند لمحات کے بعد میں ہال کے آخری سرے پر پہنچ کر اوپر جانے والی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ عمارت کافی خوبصورت تھی اوپری منزل پر ایک چوڑی راہداری سے گزرنے کے بعد بالآخر میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔

مجھے لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔ آرام کرو لیکن اگر تمہاری طرف سے کوئی حرکت ہوئی تو مجھے تمہارے خلاف قدم اٹھانا پڑے گا۔ ورنہ آرام کرو۔ یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گیا۔

میں نے اطمینان سے ہاتھوں کی رسی ڈھیلی کی اور ہاتھ آزاد کیے۔ پھر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ چاروں طرف سے بند کمرہ تھا۔ چھت کے قریب ایک روشندان تھا لیکن تنگ۔ اور اس کے ذریعے فرار کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

میں کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ درمیانہ سا فرنیچر تھا۔ اور اس میں مجھے کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ میں تھک کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ نجانے کتنی دیر گزر چکی تھی۔ لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ کافی وقت گزر چکا ہے۔

جینی ہاک کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ اس کی سوچیں ابھی تک ذہن میں گونج رہی تھیں یقینی طور پر اس کے ساتھ بھی حادثہ پیش آیا ہے۔

میں دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا۔ کافی دیر کے بعد کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں چونک پڑا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور میں اسے کھولنا بھول گیا تھا۔ بہرحال میں نے دروازہ کھول دیا۔ اور تین آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک خاصا تنومند

تھا۔

"اسے لے چلو۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ انہوں نے میرے ہاتھ دوبارہ کس دیئے۔ لیکن میں نے خیال رکھا تھا اور اس بندش کو کھولنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن میں صورت حال کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور میں اس وقت تک کوئی خاص جدوجہد نہیں کرنا چاہتا تھا، جب تک کہ اس کی شدید ضرورت نہ پیش آ جائے۔ دروازے سے باہر نکل کر وہ لوگ مجھے ایک سمت لے چلے تینوں آدمی میرے پیچھے تھے۔ قوی ہیکل لڑاکا میری پشت پر ہاتھ رکھ کر مجھے دھکیل رہا تھا، وہ کسی خاص جگہ مجھے لے جانا چاہتے تھے۔ بہرصورت میرے ہاتھ اب اتنی دقت میں نہیں تھے، کہ آزاد نہ ہو سکتے۔

میں نے ان کا خیال رکھا تھا، وہ مجھے ایک اور ہال میں لائے، جس میں داخل ہونے کے لیے مجھے ایک چوڑے دروازے سے گزرنا پڑا تھا۔ تینوں افراد بھی اندر آ گئے تھے اور انہوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ یہ جگہ اس قسم کی کارروائیوں کے لیے مناسب ترین تھی۔ کافی بڑا ہال تھا، بالکل خالی فرش پر قالین تک نہیں تھا۔ بس اوپری حصے میں چھوٹے چھوٹے روشندان بنے ہوئے تھے۔ چھت کے وسط میں ایک فانوس لٹکا ہوا تھا جس سے روشنی چھن رہی تھی، بند دروازے کے قریب وہ دونوں کھڑے ہو گئے، اور قوی ہیکل شخص مجھے دھکیلتا ہوا ہال کے بیچوں بیچ لے آیا۔ میں اب صورتحال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ راجہ نواز اصغر کا ماضی اگر ان لوگوں کے علم میں آ جاتا تو شاید ان خیالات میں وہ محتاط رہنے کی کوشش کرتے۔ لیکن ان کی بدقسمتی تھی، میں صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا، قوی ہیکل لڑاکے نے اپنی کلائیوں کے پٹھے درست کیے اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا، اس نے دونوں ہاتھوں کے پنجے پھیلا لیے، دفعتاً ان میں سے ایک شخص ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ایک منٹ رکو، بہتر یہ ہے کہ ہم وہ کوشش کریں جس میں کوئی خرابی نہ ہو، ہاں دوست تو تم فیصلہ کر چکے ہو۔"

"کس سلسلے میں؟"

"جنگ کرو گے، یا ٹیٹی وان کا پتہ بتاؤ گے۔"

"کیا میں جنگ کرنے کی پوزیشن میں ہوں؟ دونوں بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ جنگ کی جا سکتی ہے؟ میں نے سوال کیا۔"

"تو کیا یہ ممکن نہیں ہوگا، کہ تم ہمیں ٹیٹی وان کا پتا بتا دو۔ تم لوگوں نے اسے اور ہمارے ساتھیوں کو اغوا کیا ہے۔ وہ ہمیں اس عمارت میں نہیں ملے جہاں تم تھے۔"

"تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہی کہ تم جینی ہاک کے چمچے ہو، اس نے جواب دیا۔"

"اگر جینی کو جانتے ہو تم تو یہ بھی جانتے ہوگے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کیا کام لیتی ہے۔"

"ہاں — ہاں کیوں نہیں، لیکن ٹیٹی وان کو اغوا کرنے کے سلسلے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔ یہ بات مجھے معلوم ہو چکی ہے۔"

"یقیناً۔ میں اس سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"ممکن ہے ایسا ہو لیکن یہ معلومات تم نے جینی سے کیوں نہیں معلوم کیں۔"

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔"

"میرا جواب یہ ہے کہ تم احمق ہو اور اپنی حماقتوں کے ساتھ ساتھ اب جو بیوقوفی کرو گے، اس کے ذمہ دار تم خود ہوگے۔"

"اوہ — تم — تم حد سے زیادہ نرمی برت رہے ہو۔ جب تم نے اسے میرا کیس کہہ دیا ہے تو پھر کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔ یہ ابھی سب کچھ بتا دے گا، قوی ہیکل شخص نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ دونوں شانے ہلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ قوی ہیکل شخص نے پھر پنجے پھیلا دیئے، اس کی چمکدار آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں، لیکن اس وقت وہ حیرت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا، جب اچانک میں نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ کھول کر اس کے آگے کر دیئے ریشمی ڈوری میں نے ایک طرف پھینک دی تھی، ان دونوں آدمیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے۔ انہوں نے رسی کی طرف دیکھا، لیکن اگر میں اس وقت ان کی حیرت سے فائدہ نہ اٹھاتا تو مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہ ہوتا، میں نے اچھل کر ایک فلائنگ کک قوی ہیکل شخص کے سینے پر ماری اور وہ ایک دم سے ڈس بیلنس ہو گیا۔ اس سے قبل کہ وہ زمین پر گرتا۔ میں نے اسے پیچھے سے سنبھالا اور اس کا سر بغل میں دبا کر اس کی آنکھیں بری طرح رگڑ دیں۔ پھر اسے سیدھا کر کے ایک مکہ اس کی ناک پر رسید کیا۔ قوی ہیکل شخص تڑپ کر پیچھے ہٹا تھا۔ آنکھوں اور ناک کی تکلیف نے اسے پاگل کر دیا، وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود نہ سنبھل سکا اور پیچھے جا گرا، لیکن اس خوفناک آدمی کو چھوڑ دینا سخت حماقت تھی۔

اس دوران میں فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے، میں نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا اور جونہی وہ کھڑا ہوا میری دونوں ٹانگیں اس کے سینے پر پڑیں، جیسا کہ میرا اندازہ تھا، وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہی دیوار سے بری طرح ٹکرائے۔ اور ان کے حلق سے کرب آوازیں نکل گئیں۔ لیکن میں مشین بن گیا تھا۔ میں نے رکنا مناسب نہ سمجھا، اور ان پر چھلانگ لگا دی۔

دوسرے لمحے میں نے ان کے پستولوں پر جھپٹا مارا اور وہ دونوں پستول مجھے اپنے قبضے میں کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی، دفعتاً عقب میں مجھے ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بدبودار دھوئیں کا ایک مرغولہ ہوا میں بلند ہوا، اب مزید کوئی خاص بات تھی، میں نے دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن گیس اتنی طاقتور تھی کہ اس نے مجھے چند قدم چلنے کی مہلت نہ دی۔ بے ہوشی اور پھر ہوش یہ قید خانہ بھی خوبصورت تھا۔ میں دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا، پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شدید بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے دروازہ زور زور سے پیٹا تو کسی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک مقامی آدمی کھڑا تھا۔

یس۔ یس دوڈا۔ کوئی خدمت؟"

میں بھوکا ہوں۔"

"جی۔ ہاں۔ جی ہاں۔ آیئے ناشتہ لگ گیا ہے۔ اس نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ بہرحال میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈائننگ ٹیبل پڑی ہوئی تھی۔ اس پر بہترین ناشتہ لگا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت سی لڑکی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"تم بہت دیر سے جاگنے کے عادی ہو گئے ہو ڈارلنگ، میں کب سے ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔

میں نے ایک لمحے کے لیے رک کر لڑکی کو دیکھا، اور پھر خاموشی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ لڑکی مجھ سے اس طرح پیش آ رہی تھی جیسے پرانی شناسا ہو۔ لیکن اس کا چہرہ میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے میں ذہن میں بہت سے منصوبے بناتا رہا۔ اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ ناشتے کے بعد اس لڑکی سے نمٹوں گا۔ خوب پیٹ بھر کر ناشتہ کیا تھا۔ کافی کے دو کپ پیے۔ لڑکی میرے سامنے موجود تھی۔ اس نے ابھی اپنی کافی خالی نہیں کی تھی۔ میں فارغ ہو گیا۔ اور پھر میں نے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر لڑکی کی گردن پکڑ لی۔ اس کے حلق سے تیز چیخ نکل گئی تھی۔

"کیا مطلب۔؟"

"میری آنکھ اسی کمرے میں کھلی ہے، جہاں اس لڑکی نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس سے قبل میں کہیں اور تھا، شاید بنکاک میں۔"

"تم۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"افسوس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں بول سکتا" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ اور دبلا پتلا آدمی متعجبانہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"تم۔ کیا تم واقعی سچ بول رہے ہو۔"

"ہاں۔ اور میں یہ بھی کہہ ہوں کہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اب میں کس جگہ ہوں،" دبلا پتلا آدمی اضطراب کے عالم میں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں پھر اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ میں ابھی آیا۔ اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا لڑکی اب حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ دفعتاً وہ آہستہ سے بولی۔

"قصور میرا بھی نہیں تھا۔"

"اور تم جانتی ہو کہ میں نے خود کو میکوئن یا میکی ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی میں تمہیں ان ہی لوگوں میں سے سمجھ رہا تھا، جو مجھے یہاں لائے ہیں۔"

"اوہ۔ او وہ تعجب ہے۔"

"یہ نہیں بتاؤ گی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔"

"بنکاک ہی کا ایک علاقہ ہے۔ لیکن تعجب ہے، تعجب ہے کیا میں تمہاری اصل شکل دیکھ سکتی ہوں۔"

"افسوس میک اپ اتارنے کے لیے امونیا کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"یہ میک اپ بے ہوشی کے عالم میں نہیں کیا گیا ہوگا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا" میں نے جواب دیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ویسے مجھے تمہارے ساتھ بھی یہ زیادتی کرکے افسوس ہوا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ غلط فہمی جو ہوئی تھی۔ مجھے اب تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ویسے میکوئن ایسا کبھی نہ کرتا میرے بہت سے بال ٹوٹے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے، ویسے یہ صاحب کون تھے۔ کیا تمہارے ڈیڈی۔؟"

"نہیں۔ میرے انکل ہیں۔ اور میکوئن کون ہے۔ کیا تمہارا شوہر"

"نہیں منگیتر۔ ہماری شادی کچھ دنوں بعد ہو جائے گی لیکن آخر میکوئن کہاں گیا۔ انکل کو بھی نہیں معلوم یہ کہہ کر وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر اسی وقت دبلا پتلا آدمی اندر داخل ہو گیا اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ لڑکی سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے، بے بی پرسکون رہو۔"

"میکوئن کہاں ہے انکل۔"

"وہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے، شام تک واپس آجائے گا۔" دبلے پتلے آدمی نے جواب دیا۔

"کیا وہ خطرے میں ہے۔"

"نہیں۔ وہ بالکل خطرے میں نہیں تم پرسکون رہو۔" دبلے پتلے نے جواب دیا۔ اور پھر بولا۔

"میرا خیال ہے، اب تم آرام کرو، میں تمہیں میکوئن کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ تم شام کو اس سے مل سکتی ہو۔"

"میں بھی نہیں انکل۔"

"میں تنہائی چاہتا ہوں۔" دبلا پتلا آدمی کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے، آیئے مسٹر ہم باہر چلیں۔ انکل کو کام کرنے دیں۔"

"نہیں انہیں یہیں رہنے دو۔" دبلا پتلا آدمی بولا اور لڑکی خاموشی سے گردن ہلا کر باہر نکل گئی۔ دبلا پتلا آدمی گردن جھکائے بیٹھا رہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا دشمنی ہے اس سے تمہاری۔؟"

"کیا" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے اس سے انحراف کیا ہے۔"

"کس سے۔؟"

"مشیبو مار یو۔" دبلا پتلا آدمی میری شکل دیکھتے ہوئے بولا۔

"اوہ۔ یہ نام میں نے سنا ہے، لیکن میری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ناممکن۔ ایسا نہیں ہو سکتا کیا چاہتا ہے وہ تم سے۔؟"

"میں نے کہا نا میں نے اس کا نام سنا ہے۔ کبھی ملاقات نہیں ہوئی ان حالات میں دشمنی یا دوستی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"کسی اور ذریعے سے میرا مطلب ہے کوئی ایسی بات جو اسے ناگوار گزری ہو۔"

"ایک بات مسٹر۔ کیا میں آپ کا نام نہیں معلوم کر سکتا۔؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بغیر نام کے بھی کام چل سکتا ہے" دبلے پتلے آدمی نے جھنجلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے سوال یہ پیدا ہے کہ مشیبو مار یو عورت ہے یا مرد۔"

"مطلب۔"

"آپ نے اسے مرد کے طور پر استعمال کیا ہے۔"

"وہ مرد ہے یا عورت اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ لوگ اسے عورت سمجھتے ہیں اور کچھ مرد۔ لیکن تم کیسی باتیں کر رہے ہو کسی دشمنی کے یہ سب کچھ،" دبلا پتلا آدمی بولا۔

"بہر طور ممکن ہے، ایسی کوئی بات ہو۔ میرے علم میں نہیں ہے۔"

"میں تمہیں ایک مشورہ دے سکتا ہوں نوجوان اس کی دشمنی کسی کو راس نہیں آتی تمہیں بھی راس نہیں آئے گی اگر اس سے کوئی جھگڑا ہے تو نپٹا لو اور اس سے صلح کر لو۔"

"کیا وہ بہت خطرناک ہے۔"

"اتنا کہ اگر تمہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں تو تم خوف سے مر جاؤ۔"

"لیکن میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی۔"

"تعجب کی بات ہے، بنکاک میں اگر اجنبی ہو تو پہلے مشیبو مار یو کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل کر لینا چاہیئے تھیں میں سمجھتا ہوں کہ میکوئن کی گمشدگی بھی کوئی ایسی ہی بات ہے۔ مشیبو مار یو ایسے ہی شکار کرتا ہے یا کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوہری چال چلتی ہے اور اس کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا میکوئن کی گمشدگی اور تمہاری اس کی شکل میں یہاں موجودگی ممکن ہے میرے لیے کوئی سزا ہو، لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں مجھے اطمینان دلایا گیا ہے۔"

"میرے بارے میں کیا کہا گیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تم اس کے زیر عتاب ہو۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ یہ معاملہ ہے۔

"میں پھر یہی کہوں گا، وہ جو کچھ چاہتا ہے مان لو۔"

"ممکن ہے اسے غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"کیا تم میری اس سے ملاقات کرا سکتے ہو۔؟" میں نے سوال کیا

"کمال کی بات کرتے ہو، میں کیا اور میری اوقات کیا۔"

"اس کا پتہ تو بتا سکتے ہو مجھے۔"

"اس کے بارے میں شاید اس کے قریب ترین لوگ بھی نہ بتا سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، تو اب میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"تمہیں تمام باتیں معلوم ہو چکی ہیں، میں نے تمہیں صورتحال سے آگاہ کر دیا ہے۔ بہتر ہے کہ میرے خلاف کوئی کام نہ کرو باقی تمہارے لیے مجھے کوئی حکم نہیں ملا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف تمہیں پہنچا کر اور شکل بدل کر حیران کرنا چاہتا ہے، تم کہیں جانا چاہو تو جا سکتے ہیں۔"

"ہونہہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی۔"

"کاش میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا۔"

"اس علاقے کے بارے میں اگر تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو جائے، تو شاید میرا کوئی کام بن جائے۔"

"کیسی معلومات۔؟"

"میں بنکاک کے کون سے علاقے میں ہوں۔"

"یہ بنکاک کا نواحی علاقہ ہے۔ اور یہاں چھوٹا موٹا کاروبار ہوتا ہے۔"

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے مطمئن رہو۔ اگر کبھی میں اس کی گرفت میں آگیا تو کسی مسئلے میں تمہارا نام نہیں لوں گا، دبلے پتلے آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور میں باہر نکل آیا، مجھے باہر جانے کی اجازت تھی۔ حالانکہ مجھے دروازے کا پتہ نہیں تھا لیکن اسے تلاش کر لینا مشکل نہیں ثابت ہوا۔ اور میں عمارت سے باہر نکل آیا۔ باہر کا منظر میرے لیے دلچسپ تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے ایک سڑک نظر آئی اور میرے قدم اس کی طرف بڑھ گئے میں جانتا تھا کہ مجھے الجھانے کے لیے شاندار کاروائی کی گئی ہے لیکن یہ بات بھی میرے ذہن میں تھی۔ کہ مجھے براہ راست ان معاملات میں ملوث نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ مجھے جینی ہاک کا آلہ کار سمجھتے ہیں اور ان کی تمام تر دشمنی جینی ہاک سے ہے۔ ٹیلی وان آزاد ہو گئی تھی۔ اور جینی ہاک اس کے قبضے میں تھی۔ ٹیلی وان نے مجھے اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی تھی اور مقصد اس کا یہی تھا کہ مجھے جینی ہاک سے توڑ لے۔ نجانے مشیبو مار یو کا کیا چکر تھا۔ اور جینی ہاک کو وہ اپنے قابل کیوں سمجھتی تھی۔ یہ بات بھی میرے لیے باعث دلچسپی تھی کہ مشیبو مار یو کے قریب ترین لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے کہ وہ عورت ہے یا مرد۔ " یہ کیسے خطرناک سمجھا جاتا تھا خود جینی ہاک نے بھی مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں۔ ورنہ جینی ہاک جیسی نڈر عورت اس سے خوفزدہ نظر آئی تھی۔ گو ابھی تک مشیبو مار یو مجھ میں اس لیے دلچسپی لے رہی تھی یا لے رہا تھا کہ میں جینی ہاک کا آدمی ہوں۔ میری

اصل حیثیت ابھی تک کسی کے علم میں نہیں تھی۔ یہ بات میرے لیے خاصی اطمینان بخش تھی پہلے میں اپنی اس حیثیت سے سارے معاملات سے نمٹ لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد اپنی اصل حیثیت سامنے لاؤں گا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشیبو مارلو تک کس طرح پہنچا جائے۔ صورتِ حال کافی دلچسپ تھی اور میں ان الجھنوں میں خود کو بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ میرا اصل مشن تو ابھی بہت پیچھے تھا۔ ابھی تو میں اِدھر اُدھر کے چکروں میں پھنسا ہوا تھا سڑک پر چلتے ہوئے میں کافی دور نکل آیا تھوڑے فاصلے کے بعد گھنی آبادی شروع ہو گئی تھی۔ مکانات چھوٹے تھے اور ان کے درمیان صاف قسم کے بازار لگے ہوئے تھے۔ آبادی کے لوگ غریب معلوم ہوتے تھے۔ اور اپنے اپنے کاموں میں مست رہنے والے تھے۔ ان میں سے کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں ان لوگوں میں گم ہو کر ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو سکتا ہوں۔ اس وقت بھی میرے چہرے پر میکوئن کا میک اپ تھا جسے ایمو نیا کے بغیر نہیں اتارا جا سکتا تھا۔ کاش یہاں مجھے میک اپ کا سامان مل جاتا۔ میں انہیں میک اپ کے سامان سے کافی پریشان کر سکتا تھا۔ سب سے تعجب خیز بات یہ تھی کہ چینی ہاک خود بھی لاپتہ ہو گئی تھی۔ اگر چینی ہاک کو میرے بارے میں علم ہے اور وہ خود ان لوگوں کے چکروں سے نکل گئی ہے تو اسے میری خبر لینی چاہیے تھی۔ بہر طور میں یہ بات نہیں سمجھ سکا تھا کہ چینی ہاک کی موجودہ پوزیشن کیا ہے۔ میں نے تقریباً سارا بازار گھوم لیا یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان لوگوں میں چھپنا ممکن نہیں ہے، مجھ میں اور ان میں بہت فرق ہے چنانچہ میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ بستی سے نکل کر مجھے پھر ایک سڑک نظر آئی جو سیدھی چلی جا رہی تھی اس آبادی کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کتنی دور تک پھیلی ہوئی ہے لیکن میں اس سڑک پر زیادہ دور تک نہیں گیا تھا کہ دفعتاً عقب سے ایک کار نظر آئی اور میں سڑک کے کنارے پر ہو گیا خوبصورت کار میرے نزدیک آ کر رک گئی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سنہرے بالوں والی لڑکی بیٹھی تھی جس نے مجھے دیکھ کر کار میں بریک لگا دیئے اور پھر ریورس کر کے میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو! میکوئن کہاں جا رہے ہو۔" اس نے چشمہ اتار کے بے تکلفی سے کہا۔

"بس یونہی آوارہ گردی کر رہا ہوں۔"

"آؤ میرے ساتھ ساتھ ایک کپ چائے پیو۔" اس نے کہا میں ایک لمحے کے لئے ہچکچایا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کار میں جا بیٹھا۔ لڑکی نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی تھی ظاہر ہے وہ میکوئن کی شناسا تھی لیکن میری نہیں۔

"اور سناؤ کیسے ہو۔؟"

"بس ٹھیک ہوں۔"

"میں باہر گئی ہوئی تھی تمہیں پتہ ہو گا۔"

"ہاں شاید۔"

"دو تین دن قبل آئی ہوں۔"

"گڈ۔" میں مختصراً بولا۔

"وینا کہاں ہے۔؟" اس نے سوال کیا اور میں نے ایک لمحے میں سمجھ لیا کہ وینا اس لڑکی کا نام ہو سکتا ہے جو مجھے ملی تھی۔

"وہ الجھی ہوئی ہے آج کل۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"کیوں خیریت۔؟"

"بس اس کے مشاغل میں الجھن پالنا شامل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ جب اسے کوئی الجھن نہیں ہوتی تو وہ بہت الجھ جاتی ہے۔" لڑکی بولی اور ہنس پڑی۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔

"تم بھی کچھ پریشان لگتے ہو۔ کوئی خاص بات۔"

"ہاں ہے تو سہی لیکن اطمینان سے بتانے کی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں یقیناً۔ اطمینان سے ہی ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور کار ایک خوبصورت سے مکان کے سامنے رک گئی۔ فوراً ہی ایک ملازم نے کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔ لڑکی نیچے اتری میں مکان کا جائزہ لینے لگا کافی خوبصورت مکان تھا۔ میں بھی لڑکی کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ چند لمحات کے بعد میں ایک آراستہ ڈرائننگ روم میں تھا۔ یہاں تک آتے ہوئے مجھے محسوس ہوا تھا جیسے اس مکان میں لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو ملازم باہر ہی رہ گیا تھا۔

"تم بیٹھو میکوئن میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ یہ لڑکی میکوئن اور اس کی منگیتر کی شناسا معلوم ہوتی تھی اور میرے میک اپ سے دھوکا کھا گئی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا کیا لڑکی مجھ سے کوئی فریب کر رہی ہے کیا واقعی وہ مجھے میکوئن کے دھوکے میں یہاں لائی ہے یا کوئی منصوبہ اس کے ذہن میں ہے۔ یہ خیال کچھ اس طرح میرے ذہن میں جما کہ میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور ڈرائننگ روم کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ ڈرائننگ روم سے صرف چند گز کے فاصلے پر وہ لڑکی ایک دروازے

میں داخل ہو رہی تھی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر خود بھی فوراً دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ لڑکی نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ میں نے چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی وہ سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگی تھی۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ شاید میرا خیال درست تھا۔ میں نے جلدی سے کی ہول سے آنکھ ہٹا کر کان لگا دیا۔ لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ نمبر دس بول رہی ہوں۔ ہاں میں اسے یہاں لے آئی ہوں۔ وہ ڈرائننگ روم میں موجود ہے۔ بہتر، جو حکم۔ جی ہاں میکوئن کے میک اپ میں ہے۔ بہت بہتر! ٹھیک ہے میں انتظار کر رہی ہوں۔" اور پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر وہاں سے ہٹ گیا۔ چاہتا تو اس دوران یہاں سے فرار ہو سکتا تھا لیکن فرار ہو کر کہاں جاتا چنانچہ تن بہ تقدیر ڈرائننگ روم میں واپس آ گیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ ابھی تک میں سب کچھ برداشت کرتا آ رہا تھا لیکن اب صورتِ حال کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی لڑکی واپس آ گئی۔

"بور تو نہیں ہوئے میکوئن۔"

"نہیں۔ چائے کہاں ہے۔"

"بس ملازم ابھی لا رہا ہے۔"

"کیا یہاں صرف ایک ملازم ہے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"تم یہاں تنہا رہتی ہو۔؟"

"بالکل۔" وہ ہنس دی اور میں صوفے سے ٹک گیا۔

"کافی تبدیلیاں ہو گئی ہیں تمہارے اندر میکوئن۔" اس نے کہا

"ہاں شاید۔"

"وجہ۔"

"وجہ چائے پینے کے بعد بتاؤں گا۔"

"کمال ہے۔" اس نے کہا۔ چند لمحات کے بعد چائے آ گئی۔

"ہاں۔ تو اب تم مجھے وجہ بتاؤ۔"

"بس ڈیئر وجہ تم جانتی ہو کہ میں میکوئن نہیں ہوں۔" میں نے کہا اور لڑکی کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"خوب۔ اداکاری اچھی کر لیتی ہو لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے غلط نہیں کہا تم نے ابھی فون پر میرے بارے میں یہی اطلاع دی ہے نا۔" لڑکی بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اطمینان رکھو تمہیں میرے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"کک۔ کیسی باتیں۔" وہ ہکلا کر بولی۔

"مشیبو مارلو۔ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ آج تک مجھ سے ٹمٹی وان کا پتہ پوچھا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں چینی ہاک کے عام دوستوں میں سے ہوں اور اس کے ذاتی معاملات کی مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ میری خواہش ہے ڈیئر کہ تم مشیبو مارلو سے میری ملاقات کرا دو اور میرے اور اس کے درمیان پیدا ہونے والی غلط فہمی دور کرا دو۔" لڑکی حیرت کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی نگاہوں سے بار بار دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں تم سے صرف مدد چاہتا ہوں اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تمہیں میری مدد کرنی چاہیے۔" ابھی اس نے جواب بھی نہیں دیا تھا کہ دروازے پر زور دار دستک ہوئی اور اس کے فوراً بعد دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ دونوں بہترین ورزشی جسموں کے مالک تھے ان میں سے ایک نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا۔

"سوری ڈیئر۔ تمہارے ڈرائننگ روم کی تباہی کا مجھے افسوس ہو گا لیکن مجبوری ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"شاید تم انہی دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ فون پر تمہیں انہی کے بارے میں اطلاع ملی ہو گی۔" لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ ان میں سے ایک نے ایک لمبا سا چاقو کھول لیا اور دوسرے نے انگلیوں میں کلپ پہن لیا۔ میں خاموشی سے ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"ویسے ڈیئر میری اس خواہش کو یاد رکھنا اور اگر تمہیں مشیبو مارلو سے گفتگو کرنے کا موقع مل جائے تو اس سے میری اس خواہش کا اظہار ضرور کر دینا کہ میں اس کی دوستی چاہتا ہوں اور میں اس کی دوستی کے قابل ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟" لڑکی بے اختیار بول اٹھی۔

"یہ دو گدھے۔ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جنہیں تمہاری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

دونوں لڑاکے غصے میں بھر گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "تمہیں ٹمٹی وان کا پتہ بتانا ہو گا۔"

"ہاں ضرور۔ چلو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں۔" میں نے کہا اور

ایک دم ان پر حملہ کر دیا۔

وہ اس پہل کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ میں نے ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھایا چاقو والے کی کلائی پکڑ کر میں نے ایک خاص داؤ استعمال کیا اور اسے الٹ دیا۔ اگر دوسرا آدمی فوراً ہی مجھ پر حملہ نہ کر دیتا تو ان میں سے ایک کو تو میں نے صاف کر دیا تھا۔ دوسرے کے حملہ آور ہوتے ہی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دوسرے حملہ آور کے گھونسے نے اپنے ہی ساتھی کے دانت توڑ دیئے۔ میرا پہلا شکار منہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"قصور میرا نہیں ہے دوست۔ تمہاری یہ حالت تمہارے ساتھی نے بنائی ہے۔"

دانت ٹوٹے ہوئے شخص نے غراتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی اور پھر چاقو سیدھا کر کے مجھ پر پل پڑا۔ لیکن میں نے یہاں بھی پھرتی سے کام لیا اور ایسی پوزیشن اختیار کر لی کہ دوسرا حملہ آور میری آڑ میں جائے۔

نتیجے میں لمبا چاقو دوسرے آدمی کے بازو میں پیوست ہو گیا تھا۔

"او کتے۔ ہوش میں آ۔ وہ ہمارے ہی ہاتھوں سے ہمیں ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ زخمی شخص نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تونے خود بھی تو۔" دوسرے آدمی نے کہا لیکن میں نے اسی وقت اس کی کمر پر لات جما دی تھی۔ وہ بری طرح دیوار سے جا ٹکرایا لڑکی اچھل کر ایک میز پر چڑھ گئی تھی۔

میں نہایت ہوشیاری سے انہیں مارتا رہا اور دونوں سخت زخمی ہو گئے۔ لڑکی بار بار اپنی جگہ بدل رہی تھی۔ پھر ایک بار اس نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

"نہیں ڈیئر۔ تم باہر نہیں جاؤ گی۔ ورنہ دوسری صورت میں مجھے تمہاری بھی یہی حالت بنانی پڑے گی۔" وہ خوفزدہ ہو کر دیوار سے چپٹ گئی تھی۔

دونوں آدمیوں کے حواس جواب دے گئے۔ میں نے ان میں سے ایک کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

"اب تم بتاؤ جینی ہاک کہاں ہے۔؟"

"جہنم میں۔" اس نے جواب دیا اور بے ہوش ہو گیا۔ دوسرا پہلے ہی لمبا ہو چکا تھا۔

لڑکی کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ بار بار خشک ہونٹوں کو زبان سے تر کر دیتی تھی۔

"تم مر گئے۔؟" اس کے حلق سے بے اختیار آواز نکلی۔

"اپنی مرضی سے مر گئے ہوں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرے خدا۔" لڑکی جھومنے لگی۔

"نہیں ڈیئر۔ اگر تم بے ہوش ہو گئیں تو پھر مجبوراً مجھے تمہاری بھی گردن کاٹنی پڑے گی۔"

وہ چونک کر سیدھی ہو گئی تھی۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا مجھ سے تعاون کرو اور مجھے اپنا وعدہ پورا کرنے دو دوسری شکل میں مجھے مجبور ہونا پڑے گا۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو۔؟" اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"پہلا مسئلہ تو یہی ہے کہ میری خواہش مشیو مار ہو تک پہنچا دو بولو یہ کام کرو گی۔"

"ہاں۔ اگر اس سے ملاقات ہو گئی۔"

"یہاں ایمونیا مل جائے گا۔؟"

"ہاں۔"

"گڈ۔ تو پھر لاؤ۔" اس نے کہا۔ اور چند لمحات کے بعد میرا چہرہ میک اپ سے صاف ہو گیا تھا۔

"اب مجھے اجازت دو۔ ہاں یہاں سے دور نکلنے کے لیے مجھے کچھ کرنا پڑے گا۔"

"کیا۔؟"

"تمہیں کسی کمرے میں بند کرنا پڑے گا۔"

"یہ میرے حق میں بہتر ہوگا۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی کارروائی مکمل کر لی میں لڑکی کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔

اس عمارت سے کافی دور آنے کے بعد میں نے اپنے آئندہ اقدام پر غور کیا۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ جینی ہاک غائب ہو چکی تھی۔ انہوں نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا یہ سچ ہے کہ مجھے اس کی وجہ سے کافی مدد مل گئی تھی لیکن میرے خیال میں ابھی تک کام کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہاں ایک خیال دل کو بار بار کلک کر رہا تھا۔ مشیو مار ہو کون ہے۔؟ اسے جاننا چاہتا تھا دل میں یہی احساس تھا اور یہی خواہش مجھے اس کام کو مسلسل جاری رکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔

لیکن بڑا صبر آزما کام تھا۔ ایک روز دل میں خیال آیا یہ لوگ مجھے یہاں کیوں روکتے تھے۔ کیا اس جگہ سے ان کا کوئی تعلق ہے میں چاہتا تو اب یہاں سے نکلنا میرے لئے مشکل نہیں ہوتا لیکن پوری تحقیق کر کے جانا چاہتا تھا۔

بالآخر میں اس سڑک پر آ گیا جہاں سے گزر کر یہاں تک آیا

تھا۔ سڑک کے دونوں طرف خوبصورت درخت لگے ہوئے تھے۔ ان کے پس منظر میں چٹانیں تھیں۔ مکانوں کی کوئی ترتیب نہیں تھی جس کا جہاں دل چاہا تھا اس نے مکان بنا لیا تھا۔ عجیب سی جگہ تھی میں نے ایک ایسے علاقے کا انتخاب کیا جہاں دور تک آبادی نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ بہت جلد اعلیٰ پیمانے پر میری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد۔

بعد کے حالات میرے علم میں تھے شب بسری کے لیے ایک جگہ منتخب کر کے میں آرام سے لیٹ گیا۔ کافی فاصلے پر ایک روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں روشنی پر نگاہ جمائے نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا پھر اچانک میرے دل میں اس خواہش نے سر اٹھایا کہ اس روشنی کو قریب سے دیکھوں۔

عجیب سی خواہش تھی لیکن خود کو اس سے باز نہ رکھ سکا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس طرف چل پڑا۔ کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا لیکن بالآخر چٹانوں میں چھپے ہوئے۔ اس خوشنما مکان تک پہنچ ہی گیا مکان کے احاطے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ احاطہ اتنا بلند نہیں تھا کہ اسے عبور کرنا مشکل ہوتا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اور اس کے بعد پوری عمارت کا ایک چکر لگا کر اسے دیکھا۔ مجھے اندر داخل ہونے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی۔ اور ایسی جگہ تلاش کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہوئی۔ جس کھڑکی سے میں اندر داخل ہوا تھا وہ ایک کمرے کی تھی۔

لیکن کمرہ خالی تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر میں باہر نکل آیا سامنے ہی کچن تھا۔ قدم بے اختیار اس طرف اٹھ گئے۔

کچن میں مجھے کھانے کا سامان مل گیا۔ اور میں نے دل میں اپنے نادیدہ مہربان کا شکریہ ادا کر کے ضرورت کی چیزیں حاصل کر لیں جن کی سخت حاجت محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن کھانے کے دوران کچن کے دروازے سے غافل ہو گیا تھا۔ جب اچانک وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو میں پلٹا۔

دروازے میں ایک عورت کھڑی تھی۔ اور یہ عورت میرے بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ ٹیٹی وان تھی۔ وہ میری اصلی شکل پہچانتی تھی اور اس وقت میں اصلی شکل میں تھا۔ لیکن وہ اتنی پرسکون کیوں ہے۔

میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا۔ وہ آہستہ سے اندر آ گئی۔

"کافی پیو گے۔؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ضرور۔"

"اس طرف ہٹو۔" میں بناتی ہوں۔

"خوب۔ کوئی نئی اسکیم۔" بیکار باتیں مت کرو۔ ہٹو۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا اور میں نے اسے جگہ دے دی۔ پھر میں اسے کافی بناتے دیکھتا رہا اس کی ہر جنبش پر میری نگاہ تھی۔

کافی بنا کر اس نے دو پیالیوں میں انڈیلی اور میری طرف رخ کر کے بولی۔

"آؤ۔"

"عمارت میں کتنے افراد ہیں۔"

"میں تنہا ہوں۔"

"کیسے یقین کر لوں۔"

"جس طرح جی چاہے۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں سوچنے لگا پھر میں نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے یہ بھی سہی۔" میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آ گیا۔

"سنو۔ اس وقت میں صرف ایک انسان ہوں۔ تمہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ کافی پیو۔ پلیز مجھ پر یقین کرو۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے ٹیٹی وان۔ لوگ مجھ سے تمہارا پتہ پوچھ رہے ہیں اور تم یہاں موجود ہو۔"

"ضرور ایسا ہوا ہوگا۔"

"اس بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"وہ بات جس کے بارے میں مجھے بھی کچھ معلوم نہیں ہے میں تمہیں کیسے بتا سکتی ہوں۔"

"گڈ۔"

"تمہیں یقین نہیں اس کا یہ ایک انوکھا جال ہے۔ اور اس بار اس جال میں ہم سب پھنسے ہیں۔"

"کچھ تفصیل ڈیئر۔"

"تم جانتے ہو کہ میں مشیو مار ہو کی غلام ہوں۔"

"ہاں سنا تو ہے۔"

"اور شاید یہ بھی جان چکے ہو گے کہ خود جینی ہاک بھی اس کی نمائندہ ہے۔"

"کیا۔" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"گویا نہیں جانتے۔ بہرحال جان لو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے تم دونوں تو۔ تم میرا مطلب ہے۔" ٹیٹی وان آنکھیں بند کر کے ہلنے لگی تھی۔

"ہاں ڈیئر۔ حقیقت یہی ہے۔ بڑے گہرے جال میں لے کے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اپنے دشمنوں کی حیثیت سے پھیلایا

ہوا ہے تاکہ ان کے اصل دشمن ان سے رابطہ قائم کر کے اپنا دل ان کے سامنے کھول دیں اور وہ اطمینان سے اپنے اصل دشمنوں سے آگاہ ہو جائیں۔"

"یہ سب سچ ہے۔"

"صرف سچ۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔ ممکن ہے یہ سب تم جینی ہاک کی مخالفت میں کہہ رہی ہو۔"

"اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"آخر مشیو مار لو کیا ہے؟"

"ایک گروہ ایک تنظیم۔"

"اس کا مقصد۔؟"

"ہر طرح کے جرائم۔"

"میرے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔؟"

"یہ تم ہی بتا سکتے ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ کسی کی ذات میں اتنا نہیں الجھتے نہ جانے تم سے انہیں یہ خاص دلچسپی کیوں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم کون ہو اور وہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"کمال ہے ڈیئر ٹینی وان۔ سب ہی جانتے ہیں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا وقت گزارنے کے لیے اور مالی مشکلات حل کرنے کے لیے۔ چھوٹے موٹے جرائم کر کے گزارہ کرتا رہا ہوں لیکن ان حالات سے کبھی پالا نہیں پڑا۔ میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ جینی ہاک خود ہی میری طرف متوجہ ہوئی تھی تم نے بھی اس کے بارے میں کچھ تفصیلات مجھے بتائیں میں اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف دولت کے لالچی ہوتے ہیں۔ جینی ہاک نے مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ اور پھر مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ خاص توقعات قائم کر رہی ہے۔ ابھی تک اس نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ تم سے دشمنی کا چکر بھی اسی کا [illegible] وا تھا ورنہ تم جانتی ہو کہ میں ذاتی طور پر تم سے کوئی [illegible] نہیں رکھتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ مجھ سے یہی سوال کر رہے تھے کہ ٹینی وان کہاں ہے۔ ظاہر ہے مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا میں نہیں جانتا تھا کہ جینی ہاک نے تمہیں کہاں پہنچا دیا ہے۔"

"اب تو تم یہ سب کچھ جان چکے ہو، جینی ہاک بھی مشیو مار لو کے لیے کام کر رہی ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔ میں جا[نتی ہوں] کہ وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں، تمہاری کوئی اور حیثیت نہیں ہے۔"

"مثلاً۔؟" میں نے سوال کیا۔ اور ٹینی وان خشک ہونٹو[ں] پر زبان پھیرنے لگی۔

"میں نہیں جانتی، دیکھو اب تک جو کچھ بھی ہوا ہے، ا[گر] تم یقین کر سکو تو کر لینا کہ میرا اس سے کوئی ذاتی تعلق نہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم میرے بارے میں غلط نہیں سوچو گے۔ پتہ نہیں کیوں خود کو تھکا تھکا محسوس کر رہی ہوں۔ میں ب[ا]خود برسی نہیں ہوں۔ حالات کا شکار ہو کر ان جرائم پیشہ افرا[د] میں پھنس گئی۔ اور پھر اتنا دور نکل آئی کہ واپسی مشکل ہو گئی چ[نانچہ] میں نے یہ زندگی اپنا لی۔ لیکن کبھی کبھی میرے دل میں انسانی [ہمدردی] بھی پیدا ہوتی ہے، اور میں چاہتی ہوں کہ لوگوں کے لیے کچھ کر[وں] میرا خیال ہے اسی جذبے نے مجھے تمہاری جانب مائل کر دیا۔ تم یقین کرو میں نے اس سے قبل تمہارے بارے میں سوچا تک نہیں تھا۔ بس میں چاہتی ہوں کہ تمہیں براہ راست میری ذات کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو تم میرے خلاف کچھ نہ کرنا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھوں گا" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا تعلق کسی باقاعدہ گروہ سے تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں ڈیئر میں نے تمہیں جو کچھ بھی بتایا ہے وہی حقیقت ہے لیکن یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا۔"

"بس یوں ہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ اسی و[جہ] سے تو تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں۔"

"اگر ان کے دل میں یہ خیال ہے بھی تو وہ میرے بارے میں تحقیقات کر سکتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"پھر نہ جانے وہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں جاؤ گے۔؟"

"بنکاک ہی کے کسی علاقے میں۔"

"اس میں تمہیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، میرا خیا[ل] ہے، تم بنکاک چھوڑ دو۔ یہاں رہنا تمہارے حق میں بہت[ر] نہیں ہوگا۔"

"لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی خیال ہے۔" میں نے کہ[ا]۔

"کیا۔؟"

"میں خود مشیو مار لو تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔؟ اس کی وجہ۔"

"جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں، ٹینی وان کہ میں ایک آوارہ [مع]اش آدمی ہوں۔ زندگی میں کبھی کوئی کام جم کر نہیں کیا۔ اگر مشیو مار لو [ک]ے گروہ میں مجھے جگہ مل جائے، تو میں اپنی زندگی کا ایک نیا دور [ش]روع کر سکتا ہوں۔"

"ممکن نہیں ہے، بہت ہی مشکل ہے، وہ لوگ تمہارے [خ]لاف سوچ رہے ہیں۔ اور تم۔ تم۔"

"اس کے باوجود میں اس سے ملنا چاہتا ہوں میں اس سے کیسے مل سکتا ہوں۔"

"اس کے لیے میں تمہیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں، لیکن تمام خطرات تمہارے سامنے ہونے چاہئیں۔"

"کیا۔؟"

"بنکاک میں روبن سنز اسٹورز کو ذہن میں رکھنا۔ وہاں پہنچ کر تم مشیو مار لو سے ملاقات کر سکتے ہو کس طرح یہ میں بھی نہیں بتا سکتی۔"

"روبن سنز اسٹور۔"

"ہاں۔ لیکن ایک بات میں بھی تمہیں بتا دوں، کہ اگر کسی سے تم نے یہ تذکرہ کیا کہ یہ نام تمہیں مجھ سے معلوم ہوا ہے۔ تو یوں سمجھ لینا میری زندگی خواہ مخواہ چلی جائے گی۔ میں اگر تمہارے لیے نقصان دہ نہ ثابت ہوں۔ تو تم بھی میری زندگی بچانے کی کوشش کرنا۔"

"اس کا وعدہ" میں نے کہا۔

"تمہارا شکریہ۔"

"اب مجھے اجازت دو۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گے۔"

"بس اب تمہارے مشورے کی روشنی میں آگے قدم بڑھاؤں گا۔ اور اس کے لیے مجھے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے قبل میں چھپتا پھرا ہوں، لیکن اب کیا فائدہ۔"

"ہاں۔ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے یقین کرو بالکل درست ہے"

"بس تو کہیں بھی چلا جاؤں گا کوئی مشکل نہیں ہو گی۔"

"صبح کو چلے جانا رات یہاں گزار لو کہاں مارے مارے پھرتے پھرو گے۔"

"نہیں ٹینی وان میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا"

"کیوں۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"اگر کسی نے مجھے یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ تو تمہارے ہی حق میں برا ہوگا، کم از کم میرے اندر اتنی شرافت موجود ہے کہ میں اپنے محسن کو کوئی تکلیف نہ دوں یقینی طور پر تمہاری یہ تو پیشکش میری لیے آرام دہ ہے، میں یہاں سو سکتا ہوں لیکن سونے کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ میری کب آنکھ کھلے، روشنی ہو جائے، روشنی کے بعد میں کسی بھی راستے سے نکلا تو دیکھ لیے جانے کے زیادہ امکانات ہوں گے۔"

"ہاں یہ سچ ہے، وہ لوگ یہی سوچیں گے کہ میں نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہو۔"

"یقیناً ٹینی۔ اور میں یہ کبھی پسند نہیں کروں گا۔" میں نے کہا

"خدا حافظ۔" کاش میں اس سے زیادہ تمہاری کچھ مدد کر سکتی۔

"او کے۔ خدا حافظ۔ میں مڑا اور ٹینی وان مجھے باہر تک چھوڑنے آئی۔ تھوڑی دیر تک میں چلتا رہا۔ پھر میں نے ایک جگہ آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا، میں کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد ایک چٹان کی آڑ میں رات گزارنے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ صبح کو اس وقت میری آنکھ کھلی جب کچھ لوگوں نے جھنجوڑ کر مجھے جگایا تھا۔ چار پانچ افراد تھے۔ اور کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔

"کون ہو تم۔؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کیا نظر آتا ہے؟" میں نے جواباً کہا۔

"یہاں کیوں سو رہے تھے۔؟"

"بس یہ جگہ مجھے پسند آگئی۔" میں مسکرا کر بولا۔

"اٹھو۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھا دیا۔ میں کسی قسم کی جدوجہد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ مجھے کسی طرح مشیو مار لو تک پہنچنے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ اب مجھے کیا کرنا ہے۔"

"آگے بڑھو۔" وہ بولا اور میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ چل پڑا۔

"کہاں چلنا ہے۔؟"

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک۔ واقعی، مجھے اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے کہا اور ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہو گئے عمارت بہت شاندار تھی۔ میں ان کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ کسی شاندار عمارت کا ڈرائنگ روم جس قدر عمدہ ہو سکتا تھا۔ اتنا ہی عمدہ یہ ڈرائنگ

روم تھا۔ انتہائی نفیس فرنیچر سے آراستہ میرا لباس بے حد خراب ہو چکا تھا۔ لیکن میں اطمینان سے قیمتی صوفے پر بیٹھ گیا، ظاہر ہے یہ لوگ مجھے یہاں لائے تھے، تو کسی نہ کسی سے تو ملاقات ہونی تھی۔ ڈرائنگ روم میں ایک اور دروازہ بھی تھا جس پہ موتیوں کی لڑیوں سے مرصع پردہ لٹک رہا تھا میں نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی، تھوڑی دیر بعد اندرونی پردہ اٹھا کر کوئی اندر داخل ہوا اور میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کے بعد میرا چونکنا ضروری تھا کیونکہ میرے سامنے جینی ہاک موجود تھی۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی اس کو دیکھ کر لیکن چونکہ اس کے بارے میں ٹیٹی وان نے کچھ انکشافات کیے تھے، اس لیے میرے ذہن کو شدید جھٹکا نہیں لگا، تاہم ٹیٹی وان کو محفوظ رکھنے کے لیے مجھے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرنا تھا میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جینی ہاک کے ہونٹوں پر سبک سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے قریب آ گئی۔

"ہیلو۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم" یہاں میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا، لیکن وہ جواب دیئے بغیر صوفے پر میرے قریب بیٹھ گئی۔

"ہاں۔ میں یہاں موجود ہوں" چند لمحوں کے سکوت کے بعد اس نے کہا۔

"لیکن۔ لیکن۔ اس علاقے میں، اور میرا مطلب ہے، تم تم۔ سمجھتی ہو۔؟"

"ہاں۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے، اور میں یہاں خیر مطمئن نہیں ہوں۔ اطمینان سے بیٹھو۔ یوں سمجھو کہ تمہاری پریشانی کے دن ختم ہو گئے، میں تم پر ناز کرتی ہوں، ساری زندگی تم جیسے ہی کسی بہادر کی تلاش میں سرگرداں رہی اور تم مجھے بہت دیر سے ملے کاش تم مجھے پہلے مل جاتے۔"

"جینی تم جانتی نہیں میں کیسی کیسی ذہنی اذیتوں سے گزرا ہوں، اور میں نے تمہارے لیے۔"

"سب جانتی ہوں، ڈیئر۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ اتنی تکلیف سے گزرنے کے باوجود میرے خلاف کوئی بات کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے، مجھے سب معلوم ہے۔"

"تو تم۔"

"ہاں۔ میں سب کچھ جانتی ہوں، ذرا حلیہ ٹھیک کر لو اس کے بعد ناشتے کی میز پر بیٹھ کر باتیں کریں گے آؤ" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے اس کی تقلید کی تھی۔ مجھے لیے ہوئے وہ اندرونی کمرے میں داخل ہو گئی۔ اور پھر ایک راہداری طے کر کے دوسرے کمرے میں چلی آئی۔ جہاں باتھ روم موجود تھا۔

"غسل کر لو" اس نے کہا، میں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رکھتا تھا کہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا رہوں۔ باتھ روم میں میرے لیے ایک نہایت عمدہ قسم کا گون پہنچا دیا تھا اور میں غسل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا تو جینی ہاک کمرے میں موجود تھی، وہ مجھے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

"چلو ناشتہ تیار ہے"، ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آ گئے ایک شاندار میز سجی ہوئی تھی۔ جس پر میرے اور جینی ہاک کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔"

"ہاں۔ اب تم جو چاہو، پوچھ سکتے ہو۔ میں تمہارے سوالات کے جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"تمہاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے، اپنے دشمنوں کے چنگل سے تم کیسے نکل آئیں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ ڈیئر اب تک میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے، اور تمہیں غلط فہمیوں میں رکھا ہے تو کیا تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گے۔"

"جھوٹ بولا ہے۔ آخر کیوں۔؟"

"مشیو مارلو کے لیے۔" اس نے جواب دیا۔

"مشیو مارلو کے لیے، مگر تم تو۔ تم۔ تو اس سے خوفزدہ تھیں۔ تم تو میرا مطلب ہے، تم تو اس کے مخالفوں میں سے تھیں۔"

"نہیں۔۔ یوں سمجھ لو کہ ایسا نہیں ہے، ہاں۔ یوں سمجھ لو کہ یہ بالکل غلط ہے، میں مشیو مارلو ہی کی ساتھی ہوں، اور وہ لڑکی ٹیٹی وان جس نے تمہیں میرے خلاف اکسایا اور تمہیں ایک باقاعدہ سچویشن سے دوچار کر دیا۔ وہ بھی مشیو مارلو ہی کی رکن ہے صرف تمہیں جانچنے کے لیے تمہارے بارے میں اندازہ کرنے کے لئے وہ ہمارے لیے ہی کام کرتی ہے۔ تم اسے پانچویں درجے کی رکن سمجھ لو۔ ہم نے بنکاک، ہانگ کانگ، سنگاپور اور ان اطراف کے علاقوں میں ایسے جال پھیلا رکھے ہیں کہ لوگ ہمیں ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے رہیں اور ہمارے خلاف کارروائی کرتے ہوئے ہم ہی میں آ پھنسیں۔ اس طرح ہم اپنے دشمنوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔ بس۔ یوں سمجھ لو کہ ابھی تک تم امتحان کی منزل میں تھے۔"

"خدا کی پناہ۔ یہ امتحان تھا" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈیئر۔ اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

"تو پھر اب میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"مشیو مارلو گینگ میں تمہیں ایک عمدہ عہدے کی پیشکش کی جا سکتی ہے، میرا خیال ہے۔ مشیو مارلو تمہاری رکنیت قبول کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھی مشیو مارلو کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر ایک خلش ہے میرے دل میں" وہ بولی۔

"کیا۔؟"

"بس یہی کہ تم نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ مشیو مارلو سے ذکر کرتے ہوئے۔ مجھے اس بات پر خاموشی اختیار کرنی پڑی ہے۔ کہ تمہارا ماضی کیا ہے۔"

"میں اپنے ماضی کے بارے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اس سے زیادہ میری حیثیت نہیں ہے۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کس طرح میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔"

"بہر طور میں تمہیں مشیو مارلو کے سامنے پیش کر دوں گی۔ تمہارے بارے میں وہی فیصلہ کر سکتی ہے۔" جینی ہاک نے مجھے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ یہ سب کچھ بھی میرے لیے غیر متوقع تھا۔ لیکن اب تک کے حالات کچھ ایسے ہی تھے میرا مقصد پورا ہو سکتا تھا۔ اس طرح کہ میں مشیو مارلو سے ملاقات کر لوں۔ اگر وہ میرے خیال کے مطابق نہ نکلی تو آگے میرے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اور مجھے روکنے والا بھلا کون ہے۔ جینی ہاک نے مجھے ایک آرام دہ کمرے میں آرام کرنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی شام کو سات بجے کے قریب میں جاگا۔ گھڑی دیکھ کر حیران ہوا اٹھ کر باتھ روم چلا گیا۔ باتھ روم سے باہر آیا تو ایک جانی پہچانی شکل میرے سامنے تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے مجھے پہلی بار جینی ہاک کا پیغام پہنچایا تھا۔

"ہیلو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہچان لیا مجھے" وہ بھی مسکرا دی۔

"ہاں۔ یقیناً"

"شکریہ۔ بہر طور میں اس بات پر خوش ہوں کہ آپ نے میڈم جینی ہاک کے ساتھیوں میں آنا قبول کر لیا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم میڈم ہاک کی خاصی وفادار ملازمہ ہو۔"

"کیوں نہیں۔" میرے لیے اور کوئی خدمت اس نے کہا اور پھر تیزی سے ایک طرف مڑ گئی۔ اس کے اس انوکھے رویے کو میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ بہر طور میں نے اسے نظر انداز کر دیا یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ میرا پوری طرح خیال رکھا جاتا تھا بہر طور میں اب اس بات کا منتظر تھا کہ مجھے کب مشیو مارلو کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس کام میں دیر نہ ہوئی جینی ہاک نے مجھے بتایا کہ آج شام مشیو مارلو مجھ سے ملاقات کرے گی میں بڑی بے چینی سے شام ہونے کا انتظار کرنے لگا تقریباً سات بجے جینی ہاک میرے پاس پہنچی اور خاموشی سے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ایک کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ میرا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ آج اس بات کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا کہ جس کام کے لیے میں اب تک بنکاک میں داخل ہو کر وقت ضائع کرتا رہا ہوں، اس کی حیثیت کیا ہے، تھوڑی دیر کے بعد جینی ہاک مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئی، کمرہ ہر قسم کے فرنیچر سے بے نیاز تھا۔ سامنے کی دیوار میں ایک بڑا سا اسکرین لگا ہوا تھا اس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر سوالیہ نگاہوں سے جینی ہاک کی طرف، جینی ہاک نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا، ایک لمحے کے لئے میرا دل ڈوبنے لگا، کیا اس اسکرین پر میری مشیو مارلو سے ملاقات ہو گی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً اسکرین پر روشنیاں تڑپنے لگیں اور پھر ایک سیاہ سا دھبہ اس پر نمودار ہوا جو آہستہ آہستہ پیش نظر میں آتا چلا گیا اور پھر پورا اسکرین تاریکی میں ڈوب گیا۔ صرف دو سفید نقطے جیسی چیز نظر آ رہی تھی جو غالباً اس نقاب میں چھپی ہوئی آنکھیں تھیں، اور پھر ایک بھاری آواز کمرے میں ابھری جس کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ آواز مردانہ ہے یا زنانہ۔

"ہیلو" سامنے آؤ" جینی ہاک نے مجھے اشارہ کیا اور میں اسکرین کے سامنے پہنچ گیا۔ خاموشی سے مجھے دیکھا جاتا رہا اور پھر وہی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو"

"ایشیائی باشندہ ہوں۔"

"ایشیا بہت وسیع ہے۔ کون سے خطے سے تمہارا تعلق ہے۔؟"

"ہندوستان سے۔"

"وہاں کیا کرتے رہے ہو۔؟"

"وہاں نہیں دنیا کے مختلف گوشوں میں گھومتا رہا ہوں۔ جیسا کہ میڈم ہاک کو بتایا۔"

"ہمارے لیے کام کرو گے۔؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم سے تمہارے بارے میں مزید کچھ نہیں پوچھا جائے گا، ہمیں تم پر اعتماد ہے جینی اسے اپنے ساتھیوں میں شامل کر لو۔"

"جیسا حکم جناب" جینی ہاک نے جواب دیا اور اس کے بعد

اچانک سیاہ چہرہ اسکرین سے غائب ہوگیا۔ مجھے اس انتہائی مختصر ملاقات پر شدید حیرت ہوئی تھی۔ جینی ہاک بھی متحیر نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے۔

ایک بار جینی سے نگاہ ملی تو اس نے نظریں جھکالیں۔

"جینی۔"

"ہوں۔"

"کیا سوچ رہی ہو۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"غلط۔"

"کیا مطلب۔؟"

"تمہارے دل کی گہرائیوں میں کوئی بات ہے۔"

"کیا بات ہوسکتی ہے۔"

"اس کا جواب تمہارے پاس ہے۔"

"کوئی بات ہی نہیں تو پھر سوال وجواب کیا معنی رکھتا ہے۔" جینی نے کہا۔

"میں نہیں مانتا۔"

"نہ جانے تم کیا سوچنے لگے۔"

"وہی جو تم سوچ رہی ہو۔"

"میں میں تو کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔"

"یہ مشیو مارلو تھی نہ؟"

"ہاں۔"

"ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی مجھے۔"

"تمہارا کیا خیال تھا۔"

"تم نے بھی اس کا اشارہ کیا تھا۔"

"میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتائی تھی۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ مشیو مارلو کے قریبی حلقے بھی اس سے پوری طرح واقفیت کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ میں تو صرف ایک بات سوچ رہی تھی۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ تم اب ہمارے ساتھیوں میں شامل ہوگئے۔ میں تمہیں اس کے لیے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

"شکریہ جینی۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے مشیو مارلو سے یہ ملاقات انوکھی نہیں ہے۔" جینی کے انداز میں ہلکی سی ہچکچاہٹ نظر آئی اور پھر اس نے کہا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں گہری نگاہوں سے جینی کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہیں خود اس بات کا احساس ہے جینی کہ ایسی بات ہے مشیو مارلو کیا صرف اس قدر مختصر ملاقات کے لیے مجھ سے رابطہ چاہتی تھی۔" میں نے کہا اور جینی ہاک کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات پیدا ہوگئے۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"یہ پراسرار شخصیت ہم سب کے لیے ناقابلِ فہم ہے پتہ نہیں کیوں۔ پتہ نہیں کیوں۔"

"گویا کوئی خاص بات ہے ہی۔؟"

"پلیز۔ تم مجھ سے یہ تمام سوالات نہ کرو ویسے میرے خیال میں کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے تمہیں اپنے ساتھیوں میں خوش آمدید کہہ دیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ سب ٹھیک ہے اب تم حالات کا انتظار کرو۔ میرا خیال ہے یہ سب ہماری غلط فہمی پر مشتمل ہے۔ مشیو مارلو نے ممکن ہے اس سے زیادہ گفتگو کرنا ضروری نہ سمجھا ہو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ بہر طور میں اپنے طور پر مخلص ہوں اس لیے مجھے کسی بات کا کیا تردد ہوسکتا ہے۔"

"ہاں۔ بالکل مطمئن رہو اور پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں ہر بات سے آگاہ رکھنے کے لئے۔" جینی نے جواب دیا اور میں نے لاپرواہی سے دونوں شانے ہلا دیئے۔

اس کے بعد جینی سے میری کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی باقی وقت سکون سے گزرا۔ دوسرے دن صبح میں نے جینی کے ساتھ ہی ناشتہ کیا۔ ابھی ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور جینی نے ریسیور اٹھالیا اس نے ہیلو کہا اور پھر مودب ہوگئی۔ دوسری طرف سے اسے کسی خاص شخصیت کی طرف سے فون موصول ہوا تھا جینی دیر تک گفتگو کرتی رہی۔ میں نے اس کے چہرے پر پھیکاپن دیکھا۔ اس نے جواب میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے مجھے اس گفتگو کے بارے میں کوئی تفصیل۔ چل سکتی اس کے بعد اس نے بہت بہتر کہہ کر ٹیلی فون بند کردیا ٹیلی فون رکھنے کے بعد وہ میری طرف دیکھنے لگی اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں جینی۔ کوئی خاص بات۔؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ بس مجھے کچھ دن کے لیے

تم سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔"

"مطلب۔؟"

"کسی خاص کام سے مجھے ہنکاک سے باہر بھیجا جارہا ہے۔"

"اوہ! واپسی کب تک ہوگی۔؟"

"زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ لیکن پھر بھی صحیح وقت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔"

"گڈ۔ اس دوران میرا کیا ہوگا جینی۔"

"ارے۔ اب بھلا تمہیں ان تمام باتوں کی کیا ضرورت ہے آرام سے یہاں قیام کرو۔ اب تم باقاعدہ ہمارے ساتھی ہو اور تمہیں براہ راست بھی ہدایات ملتی رہیں گی۔" جینی ہاک اسی دوپہر کھانے سے پہلے چلی گئی۔ میں آرام سے اپنی اسی عمارت میں مقیم تھا۔ مشیو مارلو کی طرف سے کسی دوسرے اقدام کا انتظار تھا لیکن یہ بات دل میں مسلسل خلش پیدا کررہی تھی تقریباً گیارہ بجے تھے میں زندگی کی تمام ضروریات سے فارغ ہوکر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ نیند نہیں آرہی تھی۔ دفعتاً مجھے اپنے بیڈ روم کی عقبی کھڑکی پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ کوئی انگلی سے کھڑکی کا شیشہ بجارہا تھا۔ میں چونک پڑا یہ کون ہوسکتا ہے میں نے بستر چھوڑ دیا اور روشنی جلاکر اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں میں نے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی باہر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور اس تاریکی میں ایک سایہ نظر آرہا تھا۔

"میں ٹیٹی وان ہوں۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

"براہ کرم لائٹ بند کردو۔ پلیز جلدی۔" ٹیٹی نے کہا اور میں نے تیزی سے پلٹ کر روشنی گل کردی ٹیٹی کھڑکی پر چڑھ کر اندر آگئی تھی۔

"اگر مناسب سمجھو تو یہ ہلکی روشنی بھی بجھا دو اور ذرا بھی تیز آواز میں مت بولو۔ ممکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن لے۔" میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا۔ ٹیٹی کی اس طرح آمد میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ اس نے اندر داخل ہوکر خود ہی کھڑکی بند کردی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میری نیت پر شک نہیں کروگے میں اس وقت اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔"

"خیریت ٹیٹی کیا بات ہے۔"

"دیکھو ڈیئر۔ بعض اوقات انسان آنکھیں بند کرکے ایک دوسرے پر اعتماد کرلیتا ہے۔ خواہ اس کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کرکے اعتماد کرو میں دل سے تمہاری دوست ہوں اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگادی ہے۔"

"یقیناً کوئی خاص بات ہے ٹیٹی۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتادو یا پھر یوں کرو کہ جو سوالات میں کروں ان کے مجھے جواب دو۔"

"پوچھو۔"

"کیا تمہارا نام راجہ نواز اصغر ہے۔؟" اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ مجھے اپنی کھوپڑی ہوا میں اڑتی ہوئی محسوس ہورہی تھی اپنے آپ پر قابو پانے میں میں نے دیر نہ لگائی اور خود کو سنبھال کر کہا۔

"راجہ نواز اصغر۔ میں سمجھا نہیں ٹیٹی وان۔"

"سنو ڈیئر اگر تم واقعی راجہ نواز اصغر ہو تو کم ازکم مجھے اپنے بارے میں بتادو۔ میں شدید ذہنی بحران کا شکار ہوں اور اگر تم راجہ نواز اصغر نہیں ہو تو پھر کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر راجہ نواز اصغر کون ہے اور تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتی لیکن بلندیوں پر تمہیں راجہ نواز اصغر سمجھا جارہا ہے اور اگر تم راجہ نواز اصغر ہو تو پھر تو پھر۔"

"فرض کرو اگر میں راجہ نواز اصغر ہوں تو۔"

"فرض نہیں کروں گی۔ تم مجھے ٹھوس لہجے میں جواب دو۔"

"ٹھیک ہے ٹیٹی وان اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں ہورہی کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔"

"ترلوکا نامی کسی شخص کو جانتے ہو۔" ٹیٹی وان نے دوسرا وار کیا لیکن میں اب ہر قسم کے وار کے لیے تیار تھا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"وہ امریکہ میں مقیم تھا۔ کیا تم بھی امریکہ میں رہے ہو۔؟"

"ٹیٹی وان میں نے تم سے اعتراف کرلیا ہے کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔" میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ترلوکا کو جانتا ہوں۔ اس کے بعد تو کم ازکم تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتادینی چاہیں۔"

"ضرور۔ میں ضرور بتاؤں گی۔ جینی ہاک نے تمہیں مشیو مارلو کے ساتھ شامل کرنے کے لیے شدید کوشش کی ہیں۔ میں جیسا کہ تمہیں بتاچکی ہوں کہ وہ حسن پرست عورت ہے اور تم سے بہت متاثر ہوگئی ہے۔ اس کی کوششوں نے مشیو مارلو کو تمہاری جانب متوجہ کردیا ہے اور شاید کچھ وقت پہلے تم مشیو مارلو

روم تھا۔ انتہائی نفیس فرنیچر سے آراستہ میرا لباس بے حد خراب ہو چکا تھا۔ لیکن میں اطمینان سے قیمتی صوفے پر بیٹھ گیا، ظاہر ہے یہ لوگ مجھے یہاں لائے تھے، تو کسی نہ کسی سے تو ملاقات ہونی تھی۔ ڈرائینگ روم میں ایک اور دروازہ بھی تھا جس پر موتیوں کی لڑیوں سے مرصع پردہ لٹک رہا تھا۔ میں نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی، تھوڑی دیر بعد اندرونی پردہ اٹھا کر کوئی اندر داخل ہوا اور میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کے بعد میرا چونکنا ضروری تھا کیونکہ میرے سامنے جینی ہاک موجود تھی۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی اس کو دیکھ کر لیکن چونکہ اس کے بارے میں ٹیٹی وان نے کچھ انکشافات کیے تھے، اس لئے میرے ذہن کو شدید جھٹکا نہیں لگا، تاہم ٹیٹی وان کو محفوظ رکھنے کے لیے مجھے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرنا تھا میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جینی ہاک کے ہونٹوں پر سبک سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے قریب آ گئی۔

"ہیلو۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم"۔ یہاں میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا، لیکن وہ جواب دیئے بغیر صوفے پر میرے قریب بیٹھ گئی۔

"ہاں۔ میں یہاں موجود ہوں" چند لمحوں کے سکوت کے بعد اس نے کہا۔

"لیکن۔ لیکن۔ اس علاقے میں" اور میرا مطلب ہے، تم تم سمجھتی ہو۔"

"ہاں۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے اور میں یہاں غیر مطمئن نہیں ہوں۔ اطمینان سے بیٹھو۔ یوں سمجھو کہ تمہاری پریشانی کے دن ختم ہو گئے، میں تم پر ناز کرتی ہوں، ساری زندگی تم جیسے ہی کسی بہادر کی تلاش میں سرگرداں رہی اور تم مجھے بہت دیر سے ملے کاش تم مجھے پہلے مل جاتے۔"

"جینی تم جانتی نہیں میں کیسی کیسی ذہنی اذیتوں سے گزرا ہوں، اور میں نے تمہارے لیے۔"

"سب جانتی ہوں، ڈیئر۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ اتنی تکلیف سے گزرنے کے باوجود میرے خلاف کوئی بات کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ مجھے سب معلوم ہے۔"

"تو تم۔"

"ہاں۔ میں سب کچھ جانتی ہوں، ذرا حلیہ ٹھیک کر لو اس کے بعد ناشتے کی میز پر بیٹھ کر باتیں کریں گے آؤ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے اس کی تقلید کی تھی۔ مجھے لیے ہوئے وہ اندرونی کمرے میں داخل ہو گئی۔ اور پھر ایک راہداری طے کر کے دوسرے کمرے میں چلی آئی۔ جہاں باتھ روم موجود تھا۔

"غسل کر لو۔" اس نے کہا، میں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رکھتا تھا کہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا رہوں۔ باتھ روم میں میرے لیے ایک نہایت عمدہ قسم کا گون پہنچا دیا تھا اور میں غسل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا تو جینی ہاک کمرے میں موجود تھی، وہ مجھے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

"چلو ناشتہ تیار ہے"، ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آ گئے ایک شاندار میز سجی ہوئی تھی۔ جس پر میرے اور جینی ہاک کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔"

"ہاں۔ اب تم جو چاہو، پوچھ سکتے ہو۔ میں تمہارے سوالات کے جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"تمہاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے، اپنے دشمنوں کے چنگل سے تم کیسے نکل آئیں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ ڈیئر اب تک میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور تمہیں غلط فہمیوں میں رکھا ہے تو کیا تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گے۔"

"جھوٹ بولا ہے۔ آخر کیوں۔؟"

"مشیو مار لو کے لیے۔" اس نے جواب دیا۔

"مشیو مار لو کے لیے، مگر تم تو۔ تم۔ تو اس سے خوفزدہ تھیں۔ تم تو میرا مطلب ہے، تم تو اس کے مخالفوں میں سے تھیں۔"

"نہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ایسا نہیں ہے، ہاں۔ یوں سمجھ لو کہ یہ بالکل غلط ہے، میں مشیو مار لو ہی کی ساتھی ہوں، اور وہ لڑکی ٹیٹی وان جس نے تمہیں میرے خلاف اکسایا اور تمہیں ایک باقاعدہ سچویشن سے دوچار کر دیا۔ وہ بھی مشیو مار لو ہی کی رکن ہے صرف تمہیں جانچنے کے لیے تمہارے بارے میں اندازہ کرنے کے لئے وہ ہمارے لیے ہی کام کرتی ہے۔ تم اسے پانچویں درجے کی رکن سمجھ لو۔ ہم نے بنکاک، ہانگ کانگ، سنگاپور اور ان اطراف کے علاقوں میں ایسے جال پھیلا رکھے ہیں کہ لوگ ہمیں ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے رہیں اور ہمارے خلاف کارروائی کرتے ہوئے ہم ہی میں آ پھنسیں۔ اس طرح ہم اپنے دشمنوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔ بس۔ یوں سمجھ لو کہ ابھی تک تم امتحان کی منزل میں تھے۔"

"خدا کی پناہ۔ یہ امتحان تھا۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈیئر۔ اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

"تو پھر اب میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"مشیو مار لو گینگ میں تمہیں ایک عمدہ عہدے کی پیشکش کی جا سکتی ہے، میرا خیال ہے، مشیو مار لو تمہاری رکنیت قبول کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھی مشیو مار لو کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر ایک خلش ہے میرے دل میں۔" وہ بولی۔

"کیا۔؟"

"بس یہی کہ تم نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، مشیو مار لو سے ذکر کرتے ہوئے۔ مجھے اس بات پر خاموشی اختیار کرنی پڑی ہے۔ کہ تمہارا ماضی کیا ہے۔"

"میں اپنے ماضی کے بارے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اس سے زیادہ میری حیثیت نہیں ہے۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کس طرح میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔"

"بہر طور میں تمہیں مشیو مار لو کے سامنے پیش کر دوں گی۔ تمہارے بارے میں وہی فیصلہ کر سکتی ہے۔" جینی ہاک نے مجھے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ یہ سب کچھ بھی میرے لیے غیر متوقع تھا۔ لیکن اب تک کے حالات کچھ ایسے ہی تھے، میرا مقصد پورا ہو سکتا تھا۔ اس طرح کہ میں مشیو مار لو سے ملاقات کر لوں۔ اگر وہ میرے خیال کے مطابق نہ نکلی تو آگے میرے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اور مجھے روکنے والا بھلا کون ہے۔ جینی ہاک نے مجھے ایک آرام دہ کمرے میں آرام کرنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی شام کو سات بجے کے قریب میں جاگا۔ گھڑی دیکھ کر حیران ہوا اٹھ کر باتھ روم چلا گیا۔ باتھ روم سے باہر آیا تو ایک جانی پہچانی شکل میرے سامنے تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی۔ جس نے مجھے پہلی بار جینی ہاک کا پیغام پہنچایا تھا۔

"ہیلو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہچان لیا مجھے" وہ بھی مسکرا دی۔

"ہاں۔ یقیناً"

"شکریہ۔ بہر طور میں اس بات پر خوش ہوں کہ آپ نے میڈم جینی ہاک کے ساتھیوں میں آنا قبول کر لیا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم میڈم ہاک کی خاص وفادار ملازمہ ہو"

"کیوں نہیں" میرے لیے اور کوئی خدمت اس نے کہا اور پھر تیزی سے ایک طرف مڑ گئی۔ اس کے اس انوکھے رویے کو میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ بہر طور میں نے اسے نظر انداز کر دیا یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ میرا پوری طرح خیال رکھا جاتا تھا پھر جینی میں اب اس بات کا منتظر تھا کہ مجھے کب مشیو مار لو کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس کام میں دیر نہ ہوئی جینی ہاک نے مجھے بتایا کہ آج شام مشیو مار لو مجھ سے ملاقات کرے گی میں بڑی بے چینی سے شام ہونے کا انتظار کرنے لگا تقریباً سات بجے جینی ہاک میرے پاس پہنچی اور خاموشی سے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ایک کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ میرا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ آج اس بات کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا کہ جس کام کے لیے میں اب تک بنکاک میں داخل ہو کر وقت ضائع کرتا رہا ہوں، اس کی حیثیت کیا ہے، تھوڑی دیر کے بعد جینی ہاک مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئی، کمرہ ہر قسم کے فرنیچر سے بے نیاز تھا۔ سامنے کی دیوار میں ایک بڑا سا اسکرین لگا ہوا تھا اس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا میں نے متحیرانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر سوالیہ نگاہوں سے جینی ہاک کی طرف، جینی ہاک نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا، ایک لمحے کے لئے میرا دل ڈوبنے لگا، کیا اس اسکرین پر میری مشیو مار لو سے ملاقات ہو گی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً اسکرین پر روشنیاں تڑپنے لگیں اور پھر ایک سیاہ سا دھبہ اس پر نمودار ہوا جو آہستہ آہستہ پیش نظر میں آتا چلا گیا اور پھر پورا اسکرین تاریکی میں ڈوب گیا۔ صرف دو سفید نقطے جیسی چیز نظر آ رہی تھی جو غالباً اس نقاب میں چھپی ہوئی آنکھیں تھیں، اور پھر ایک بھاری آواز کمرے میں ابھری جس کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ آواز مردانہ ہے یا زنانہ۔

"ہیلو" سامنے آؤ" جینی ہاک نے مجھے اشارہ کیا اور میں اسکرین کے سامنے پہنچ گیا۔ خاموشی سے مجھے دیکھا جاتا رہا اور پھر وہی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو"

"ایشیائی باشندہ ہوں۔"

"ایشیا بہت وسیع ہے۔ کون سے خطے سے تمہارا تعلق ہے۔"

"ہندوستان سے۔"

"وہاں کیا کرتے رہے ہو۔؟"

"وہاں نہیں دنیا کے مختلف گوشوں میں گھومتا رہا ہوں۔ جیسا کہ میڈم ہاک کو بتایا۔"

"ہمارے لیے کام کرو گے۔؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم سے تمہارے بارے میں مزید کچھ نہیں پوچھا جائے گا۔ ہمیں تم پر اعتماد ہے جینی اسے اپنے ساتھیوں میں شامل کر لو۔"

"جیسا حکم جناب" جینی ہاک نے جواب دیا اور اس کے بعد

اچانک سیاہ چہرہ اسکرین سے غائب ہوگیا۔ مجھے اس انتہائی مختصر ملاقات پر شدید حیرت ہوئی تھی۔ جینی ہاک بھی متحیر نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے۔

ایک بار جینی سے نگاہ ملی تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"جینی۔"

"ہوں۔"

"کیا سوچ رہی ہو۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"غلط۔"

"کیا مطلب۔؟"

"تمہارے دل کی گہرائیوں میں کوئی بات ہے۔"

"کیا بات ہوسکتی ہے۔"

"اس کا جواب تمہارے پاس ہے۔"

"کوئی بات ہی نہیں تو پھر سوال و جواب کیا معنی رکھتا ہے۔" جینی نے کہا۔

"میں نہیں مانتا۔"

"نہ جانے تم کیا سوچنے لگے۔"

"وہی جو تم سوچ رہی ہو۔"

"میں میں تو کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔"

"یہ مشبومارلو تھی۔؟"

"ہاں۔"

"ایسی ملاقات کی توقع نہیں تھی مجھے۔"

"تمہارا کیا خیال تھا۔"

"تم نے بھی اس کا اشارہ کیا تھا۔"

"میں نے تمہیں ایک بات اور بھی بتائی تھی۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ مشبومارلو کے قریبی حلقے بھی اس سے پوری طرح واقفیت کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ میں تو صرف ایک بات سوچ رہی تھی۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ تم اب ہمارے ساتھیوں میں شامل ہوگئے۔ میں تمہیں اس کے لیے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

"شکریہ جینی۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے مشبومارلو سے یہ ملاقات انوکھی نہیں ہے۔" جینی کے انداز میں ہلکی سی ہچکچاہٹ نظر آئی اور پھر اس نے کہا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں گہری نگاہوں سے جینی کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہیں خود اس بات کا احساس ہے جینی کہ ایسی بات ہے مشبومارلو کیا صرف اس قدر مختصر ملاقات کے لیے مجھ سے رابطہ چاہتی تھی۔" میں نے کہا اور جینی ہاک کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات پیدا ہوگئے، پھر وہ کہنے لگی۔

"یہ پراسرار شخصیت ہم سب کے لیے ناقابل فہم ہے پتہ نہیں کیوں۔ پتہ نہیں کیوں۔"

"گویا کوئی خاص بات ہے ہی۔؟"

"پلیز۔ تم مجھ سے یہ تمام سوالات نہ کرو ویسے میرے خیال میں کوئی خاص بات نہیں ہے اس نے تمہیں اپنے ساتھیوں میں خوش آمدید کہہ دیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ سب ٹھیک ہے اب تم حالات کا انتظار کرو۔ میرا خیال ہے یہ سب ہماری غلط فہمی پر مشتمل ہے۔ مشبومارلو نے ممکن ہے اس سے زیادہ گفتگو کرنا ضروری نہ سمجھا ہو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ بہر طور میں اپنے طور پر مخلص ہوں اس لیے مجھے کسی بات کا کیا تردد ہوسکتا ہے۔"

"ہاں۔ بالکل مطمئن رہو اور پھر میں تمہارے نمائندہ ہوں۔ تمہیں ہر بات سے آگاہ رکھنے کے لئے۔" جینی نے جواب دیا اور میں نے لاپرواہی سے دونوں شانے ہلا دیئے۔

اس کے بعد جینی سے میری کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی باقی وقت سکون سے گزرا۔ دوسرے دن صبح میں نے جینی کے ساتھ ہی ناشتہ کیا۔ ابھی ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور جینی نے ریسیور اٹھا لیا اس نے ہیلو کہا اور پھر مودب ہوگئی۔ دوسری طرف سے اسے کسی خاص شخصیت کی طرف سے فون موصول ہوا تھا جینی دیر تک گفتگو کرتی رہی۔ میں نے اس کے چہرے پر پیچیدگیاں دیکھا۔ اس نے جواب میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے مجھے اس گفتگو کے بارے میں کوئی تفصیل۔ چل سکتی اس کے بعد اس نے بہت بہتر کہہ کر ٹیلی فون بند کر دیا۔ ٹیلی فون رکھنے کے بعد وہ میری طرف دیکھنے لگی اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں جینی۔ کوئی خاص بات۔؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ بس مجھے کچھ دن کے لیے

تم سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔"

"مطلب۔؟"

"کسی خاص کام سے مجھے ہنکاک سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔"

"اوہ! واپسی کب تک ہوگی۔؟"

"زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ لیکن پھر بھی صحیح وقت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔"

"گڈ۔ اس دوران میرا کیا ہوگا جینی۔"

"ارے۔ اب بھلا تمہیں ان تمام باتوں کی کیا ضرورت ہے آرام سے یہاں قیام کرو۔ اب تم باقاعدہ ہمارے ساتھی ہو اور تمہیں براہ راست بھی ہدایات ملتی رہیں گی۔" جینی ہاک اسی دوپہر کھانے سے پہلے چلی گئی۔ میں آرام سے اپنی اسی عمارت میں مقیم تھا۔ مشبومارلو کی طرف سے کسی دوسرے اقدام کا انتظار تھا ویسے یہ بات دل میں مسلسل خلش پیدا کر رہی تھی تقریباً گیارہ بجے تھے میں زندگی کی تمام ضروریات سے فارغ ہوکر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ دفعتاً مجھے اپنے بیڈ روم کی عقبی کھڑکی پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ کوئی انگلی سے کھڑکی کا شیشہ بجا رہا تھا۔ میں چونک پڑا یہ کون ہوسکتا ہے میں نے بستر چھوڑ دیا۔ اور روشنی جلا کر اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں میں نے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی باہر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور اس تاریکی میں ایک سایہ نظر آ رہا تھا۔

"میں ٹیٹی وان ہوں۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

"براہ کرم لائٹ بند کر دو۔ پلیز جلدی۔" ٹیٹی نے کہا اور میں نے تیزی سے پلٹ کر روشنی گل کر دی۔ ٹیٹی کھڑکی پر چڑھ کر اندر آگئی تھی۔

"اگر مناسب سمجھو تو یہ ہلکی روشنی بھی بجھا دو اور ذرا بھی تیز آواز میں مت بولو۔ ممکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن لے۔" میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا۔ ٹیٹی کی اس طرح آمد میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ اس نے اندر داخل ہوکر خود ہی کھڑکی بند کر دی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میری نیت پر شک نہیں کرو گے میں اس وقت اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔"

"خیریت ٹیٹی کیا بات ہے۔"

"دیکھو ڈیئر۔ بعض اوقات انسان آنکھیں بند کر کے ایک دوسرے پر اعتماد کر لیتا ہے۔ خواہ اس کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرو میں دل سے تمہاری دوست ہوں اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگا دی ہے۔"

"یقیناً کوئی خاص بات ہے ٹیٹی۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دو یا پھر یوں کرو کہ جو سوالات میں کروں ان کے مجھے جواب دو۔"

"ہاں پوچھو۔"

"کیا تمہارا نام راجہ نواز اصغر ہے۔؟" اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ مجھے اپنی کھوپڑی ہوا میں اڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اپنے آپ پر قابو پانے میں میں نے دیر نہ لگائی اور خود کو سنبھال کر کہا۔

"راجہ نواز اصغر۔ میں سمجھا نہیں ٹیٹی وان۔"

"سنو ڈیئر اگر تم واقعی راجہ نواز اصغر ہو تو کم از کم مجھے اپنے بارے میں بتا دو۔ میں شدید ذہنی بحران کا شکار ہوں اور اگر تم راجہ نواز اصغر نہیں ہو تو پھر کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر راجہ نواز اصغر کون ہے اور تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتی لیکن بلندیوں پر تمہیں راجہ نواز اصغر سمجھا جا رہا ہے اور اگر تم راجہ نواز اصغر ہو تو پھر تو پھر۔"

"فرض کرو اگر میں راجہ نواز اصغر ہوں تو۔"

"فرض نہیں کروں گی۔ تم مجھے ٹھوس لہجے میں جواب دو۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹیٹی وان اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔"

"ترلوکا نامی کسی شخص کو جانتے ہو۔" ٹیٹی وان نے دوسرا وار کیا لیکن میں اب ہر قسم کے وار کے لیے تیار تھا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"وہ امریکہ میں مقیم تھا۔ کیا تم بھی امریکہ میں رہے ہو۔؟"

"ٹیٹی وان میں نے تم سے اعتراف کر لیا ہے کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔" میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ترلوکا کو جانتا ہوں۔ اس کے بعد تو کم از کم تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دینی چاہئیں۔"

"ضرور۔ میں ضرور بتاؤں گی۔ جینی ہاک نے تمہیں مشبومارلو کے ساتھ شامل کرنے کے لیے شدید کوشش کی ہیں۔ میں جیسا کہ تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ حسن پرست عورت ہے اور تم سے بہت متاثر ہوگئی ہے۔ اس کی کوششوں نے مشبومارلو کو تمہاری جانب متوجہ کر دیا ہے اور شاید کچھ وقت پہلے تم مشبومارلو

کے سامنے پیش ہو چکے ہو۔ میں نہیں جانتی کہ صورت حال کیا ہوئی۔ لیکن مشبو مار لو نے اپنے خصوصی شعبے کے انچارج مسٹر ڈاٹنو کو تمہارے بارے میں تفصیلات فراہم کرنے کی ہدایت کی۔ اور ڈاٹنو نے بہت ہی برق رفتاری سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر کے مشبو مار لو کو فراہم کر دیں۔ ڈاٹنو اتفاق سے میرے دوستوں میں سے ہے اس نے تمہارا تذکرہ کرتے ہوئے مجھے بتایا ہے کہ تم مشبو مار لو کے لیے انتہائی خطرناک آدمی ہو اور مشبو مار لو کے دست راست تر لو کا سے تمہاری دشمنی چل رہی ہے۔ یہ تمام صورتحال ڈاٹنو نے مجھے بتائی اور یہ بھی کہا کہ فوری طور پر تمہارے اطراف میں مشبو مار لو کے آدمی پھیل گئے ہیں، تاکہ تمہاری نگرانی کی جائے گی۔ تمہارے بارے میں کہیں اور سے رجوع کیا جا رہا ہے۔ اور تفصیلات معلوم ہونے کے بعد ہی تمہارے لیے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔"

ٹیٹی وان کے اس سنسنی خیز انکشاف نے چند لمحات کے لیے میرے ذہن کو معاؤف کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب صورتحال کیا ہو گئی ہے۔ لیکن مشبو مار لو کے بارے میں میرا ذہن ابھی تک الجھنوں کا شکار تھا۔ یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ اس کا تر لو کا سے تعلق ہے۔ کیا درحقیقت وہ میری کھوئی ہوئی جنت ہے یا پھر میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوں، تاہم میں نے ٹیٹی وان سے کہا۔

"ٹیٹی میں تمہارے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں وہی ہوں جس کا تمہیں علم ہو چکا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تر لو کا سے میری بدترین دشمنی چلتی رہی ہے۔ بہر حال میں اس صورتحال سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ اور ایک بات کا وعدہ بھی کرتا ہوں تم سے کہ اگر زندہ بچ گیا اور تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوئی تو مجھے اپنے سب سے قریبی دوستوں میں پاؤ گی۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے مسٹر نواز کوئی ایسی ترکیب سوچو جس سے تم محفوظ رہ سکو میں جانتی ہوں کہ اس کے بعد کیا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور کر لوں گا۔ بہر طور تمہیں تکلیف دیتے ہوئے مجھے شدید ندامت کا احساس ہے۔"

"نہیں مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔"

"ابھی مجھے ایک میک اپ بکس مل جائے تو میرے لیے بڑی آسانیاں فراہم ہو سکتی ہیں۔"

"میں تمہیں میک اپ بکس دے سکتی ہوں۔ میرے پاس بہترین میک اپ بکس موجود ہے۔ لیکن اس کے لیے تمہیں میری رہائش گاہ تک چلنا ہو گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ٹیٹی کہ اب میں یہ جگہ چھوڑ دوں تم نے کہا ہے کہ یہاں اطراف میں مشبو مار لو کے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن بہر طور ہمیں خطرہ مول لینا پڑے گا جس طرح میں یہاں تک پہنچی ہوں اسی طرح ہم دونوں اب یہاں سے باہر جائیں گے۔ میں تیار ہو گیا ہم اس کھڑکی سے باہر آ گئے تھے۔ باہر نکلنے سے قبل میں نے دروازہ کھول کر احتیاطاً جھانک لیا تھا۔ دروازہ میں نے کھلا ہی چھوڑ دیا البتہ کھڑکی سے اترنے کے بعد ہم نے کھڑکی بند کر دی تھی اور پھر رات کی تاریکی میں ہمیں اس عمارت سے نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی ہم انتہائی مستعدی سے وہاں سے آگے بڑھ آئے اور طویل فاصلہ طے کر کے ٹیٹی وان کے مکان میں داخل ہو گئے ٹیٹی وان شدت سے خوف کا شکار تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر کسی کو یہ پتہ چل گیا کہ اس نے میری مدد کی ہے تو پھر اس کی زندگی سخت خطرے میں پڑ جائے گی تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گئی اس نے دروازے مضبوطی سے بند کر لیے تھے اور ہر آہٹ پر کان لگائے ہوئے تھی مجھے کمرے میں بٹھانے کے بعد وہ وہاں سے گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے میک اپ باکس فراہم کر دیا میں نے انتہائی محنت سے اپنا چہرہ تبدیل کر لیا ٹیٹی وان مسلسل پریشان رہی تھی وہ باہر جا کر آہٹ لیتی اور اندر آ جاتی جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں میک اپ میں کمال حاصل ہے بہر طور اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے لیکن اس کے بعد بھی خطرات تم سے دور نہیں ہوئے۔"

"اطمینان رکھو ٹیٹی وان میں بہر طور حالات پر قابو پا لوں گا" میں نے سخت لہجے میں کہا اور پھر آخری بار ٹیٹی وان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے نکل آیا۔

فی الحال کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں تھا میک اپ کا سامان میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا کیونکہ یہ میرے کام آ سکتا تھا۔ اب اس وقت میرے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں میں فوری طور پر اپنے آپ کو چھپا سکتا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں دلچسپی سے اس کے بارے میں سوچنے لگا کیوں نہ میں اسی عمارت کو اپنا مسکن بناؤں جہاں

سے فرار ہوا تھا۔ اس کے لیے مجھے کسی کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ عمارت میں انتہائی احتیاط سے داخل ہونے کے بعد میں نے وہاں کے ایک ملازم کا انتخاب کیا جس کا نام کارلوسا تھا۔ کارلوسا کی جسامت اور اس کے بدن کی بناوٹ بالکل میرے بدن کے مطابق تھی۔ چنانچہ میں نے کارلوسا انتخاب کر لیا اور پھر یہ بیچارہ آدمی میرا شکار ہو گیا۔ اس کے چہرے کا میک اپ وغیرہ کر کے میں نے اس کے چھوٹے سے کوارٹر میں رہائش اختیار کر لی۔ کارلوسا کے بارے میں معلومات وغیرہ بھی حاصل کر لی تھیں اور یہ تمام کام کرنے کے بعد میں نے کارلوسا کی لاش ٹھکانے لگائی اور پھر اس کے بستر پر آ بیٹھا۔ دیر تک میں اس کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر سونے کی کوشش کرنے لگا کارلوسا کی موت میرے ذہن پر اثر انداز ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت کچھ ایسی صورت حال تھی کہ مجھے کسی بھی چیز کے لیے بہت زیادہ سنجیدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی عمارت میں کوئی خاص گہما گہمی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری تلاش اب کس مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ کیا کیا اقدامات کیے گئے ہیں میرے سلسلے میں۔ بہر طور یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ لوگ میرے سلسلے میں غافل نہیں ہوں گے۔ دوپہر کو تقریباً دو یا ڈھائی بجے ہوں گے کہ عمارت میں مجھے کچھ افراتفری سی محسوس ہوئی اور میں نے ایک آڑ سے باہر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کے حصے میں چند افراد ایک حصار سا بنائے کھڑے ہوئے ہیں۔ سامنے ہی تمام ملازمین اور دوسرے افراد موجود تھے۔ ایک بھاری بھرکم و دراز قامت آدمی ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ نہ جانے یہ کون تھا۔ ویسے چہرے سے انتہائی خطرناک معلوم ہوتا تھا اور کسی یورپی نسل کا باشندہ تھا۔ میں نے ایک اور کوشش بھی دیکھی کہ وہ تمام لوگوں کے چہرے امونیا سے دھلوا کر دیکھ رہا تھا۔ میں ان لمحات کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ دو باتوں میں سے ایک کا فیصلہ کرنا تھا یا تو میں یہیں چھپا رہوں اور ان کے سامنے نہ آؤں یا پھر یہ خطرہ مول لے لوں لیکن امونیا کے سامنے میرا یہ میک اپ نہیں ٹک سکتا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک یہ کام جاری رہا۔ میں اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ پتہ نہیں کیوں ان لوگوں کو میرا خیال نہیں آیا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے دوسروں کی طرح میری تلاشی بھی ہوتی کیونکہ میرا تعلق بھی عمارت کے ملازمین ہی میں سے تھا۔ بہر حال یہ آفت ٹل گئی اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوا واپس اپنی جگہ آ گیا۔

اپنے بارے میں ان لوگوں کی ہنگامہ خیزیاں میرے علم میں آتی رہیں۔ جیسی ہاک چلی گئی تھی۔ ٹیٹی وان سے اس کے بعد ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بہر طور میں یہاں وقت گزار رہا تھا۔ جو کچھ ضروریات مجھ سے وابستہ تھیں میں انہیں بڑے اطمینان سے انجام دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کسی لمحہ بھی میری پول کھل سکتی ہے۔ بہر طور میں اپنے کام میں مصروف تھا اور اب دلجمعی سے یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں تھوڑے سے قدم مزید جم جائیں تو مشبو مار لو کے بارے میں معلومات حاصل کروں اس وقت میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا وہ یہ کہ کسی طرح بھی مشبو مار لو تک پہنچ جاؤں اور اس سے آگاہی حاصل کر لوں اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے چھ بجے تھے میں کسی کام میں مصروف تھا کہ دفعتاً مجھے عقب میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔ وہی چوڑے چہرے والا شخص ادھر سے گزر رہا تھا مجھے پلٹتے دیکھ کر وہ بھی ٹھٹکا اور مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اور پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"ہیلو۔ تم شاید کارلوسا ہو۔؟"

"جی ہاں جناب۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور بڑے اطمینان انداز میں آگے بڑھ گیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئی تھیں۔ لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا تھا۔ بہت خوبصورت خواب گاہ تھی۔ اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ۔ خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے مسکرا دیا۔

"تمہاری ڈیوٹی کیا ہے کارلوسا۔؟" اس نے سوال کیا۔

"مختلف جناب ڈرائیونگ سے لے کر مالی تک کا کام کرتا ہوں۔"

"ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ ایک خطرناک آدمی ہمارے قبضے سے نکل گیا ہے۔ کیا یہ بات تمہیں معلوم ہے۔؟"

"کیوں نہیں جناب۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"مسٹر کارلوسا! اس وقت جب میں یہاں موجود تمام ملازمین کی چیکنگ کر رہا تھا۔ تم میرے سامنے نہیں تھے۔"

"میں شاید یہاں موجود ہی نہیں تھا جناب کیونکہ بعد میں واپس آنے کے بعد میں نے یہ بات سنی۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو میرا چیک اپ بھی کر سکتے ہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں یہ ضروری ہے۔" میں نے کہا اور چوڑے چہرے والے شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیٹھ جاؤ" اس نے کہا۔
"میں یہ جرأت کیسے کرسکتا ہوں جناب"
"بیٹھ جاؤ" وہ پھر بولا اور ایک سمت اشارہ کردیا۔ اس کے انداز میں بڑی خود اعتمادی محسوس ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھا رہا پھر اس نے کہا
"تمہارے بارے میں جو تفصیلات مجھے معلوم ہوئی ہیں راجہ نواز اصغر وہ خاصی خطرناک ہیں" اس نے براہِ راست مجھ پر حملہ کیا اور سچ بات یہ ہے کہ میں اس حملے سے خود کو نہیں سنبھال سکا میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری سی پیدا ہوئی تھی۔ اور پھر میرے اندر وہی خود اعتمادی ابھر آئی جو مجھے ہر قسم کے خوف سے بے نیاز کردیتی تھی۔
"میں نہیں سمجھا"
"تم اس سطح کے انسان نہیں ہو جس سطح کی گفتگو کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ کیا یہ نہیں ہوگا کہ تم مجھ سے راجہ نواز اصغر ہی کے انداز میں بات کرو"
"میں نہیں سمجھ رہا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"
"چلو ٹھیک ہے۔ جیسا تم پسند کرو۔ ہاں یہ بتاؤ جینی ہاک کے پیچھے کیوں لگے تھے"
میں بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا "میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔؟"
"تمہیں چاہیے تھا کہ میرے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے۔ میرا نام ایلن گراڈ ہے لوگ مجھے مسٹر گراڈ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ اب تم میرے سوال کا جواب دو۔ جینی ہاک کے پیچھے کیوں لگے تھے"
"کیا جینی ہاک نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا"
"میرے سوال کا جواب دو"
"وہ محترمہ خود ہی میرے پیچھے لگی تھیں۔ میں انکی شخصیت سے ذرا بھی واقف نہیں تھا۔ ان کے بارے میں معلومات مجھے آکر حاصل ہوئیں"
"جینی ہاک نے اپنے لیے پھانسی کا پھندہ تیار کرلیا ہے اس کی گندی فطرت اب ہمارے آڑے آنے لگی ہے اسے بھی درست کر دیا جائے گا۔ ہاں یہ بتاؤ راجہ نواز اصغر کہ یہاں تمہارے گروہ کے کتنے افراد ہیں۔ اور کیا مقصد ہے کہ تم یہاں آئے ہو"
"کیا میں تم سے یہ معلوم کرسکتا ہوں مسٹر گراڈ کہ تم لوگوں کو مجھ سے کیا خطرہ ہے اور تم مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے کیونکر جانتے ہو"
"ترلوکا کا نام سنا ہی ہوگا تم نے"
"ترلوکا" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں اس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ انتہائی پراسرار قوتوں کا مالک ہے اب تو یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ مشہو مارہلو ترلوکا کی ایک شاخ ہے اور اسی کے لیے کام کرتی ہے گویا مشرقِ بعید میں ترلوکا کی نگرانی مشہو مارہلو کرتی ہے اور ترلوکا کو راجہ نواز اصغر کے ہاتھوں خاصے نقصانات اٹھانے پڑے ہیں"
"گڈ ویری گڈ۔ بہر طور یہ اتفاق ہے کہ میرا رابطہ تم لوگوں سے قائم ہوگیا۔ ویسے میرا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے میں صرف اتفاقیہ طور پر یہاں آیا ہوں"
"تم خاصی ہنگامہ آرائی کرتے رہے ہو۔ اس سلسلے میں کیا سزا قبول کروگے۔؟"
"نہیں ڈیئر گراڈ۔ اگر تم راجہ نواز اصغر سے پوری طرح واقف ہوچکے ہو تمہیں اس بات کا بھی اندازہ ہوجانا چاہیے کہ راجہ نواز اصغر سزائیں دیتا ہے سزا قبول نہیں کرتا۔ ایلن گراڈ عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔
"مشہو مارہلو نے مجھے اس علاقہ کا مکمل چارج دیا ہوا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اس کے خیال میں میں ان تمام حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہوں آؤ میں اس بات کو ثابت کردوں"
"ٹھیک ہے۔ اگر تم یہ جانتے ہو کہ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے اور اگر تمہیں یہ معلوم ہے کہ میں ترلوکا کا مدِمقابل رہا ہوں تو پھر تمہیں یہ اندازہ ہوجانا چاہیے کہ میں بھی تمہارے لیے ترنوالہ نہیں ثابت ہوں گا" ایلن گراڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے میری آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں اور میں اس کی ایک ایک جنبش سے باخبر تھا۔ دفعتاً وہ ہوا میں اچھلا لیکن میں اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا گراڈ کا خیال ہوگا کہ میں اس کی چھلانگوں سے بچنے کی کوشش کروں گا اور اپنی جگہ چھوڑ دوں گا لیکن میں بھی اتنا احمق نہیں تھا اس کے اچھلنے کے انداز سے ہی مجھے پتہ چل گیا تھا کہ یہ چھلانگ آگے بڑھنے کے لیے نہیں ہے وہ زمین پر پہنچا تو اسے مایوسی ہوئی لیکن زمین پر قدم جماتے ہی وہ دوبارہ اچھلا اور گھوم کر پھر اپنی جگہ آگیا۔ میں خاموشی سے اس کی حرکات پر نگاہیں جماتے ہوئے تھا۔ وہ کئی بار اچھلا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی پھر ایک بار اس کے بدن کی پوزیشن نے

تاہا کہ وہ حملہ کرنے والا ہے میں نے فضا میں قلابازی کھا کر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اس کی ٹانگوں میں الجھا دیں۔ یلن گراڈ بری طرح الجھ کر گرا تھا۔ لیکن اس وقت میری آنکھیں یرت سے پھیل گئیں۔ جب میں نے اسے دونوں ہاتھ ٹکا کر رنے سے بچتے ہوئے دیکھا وہ ہاتھوں کو زمین سے ٹکا کر دوبارہ یدھا کھڑا ہوگیا تھا۔
"گڈ۔ ویری گڈ۔ اچھی خاصی اچھل کود کرلیتے ہو" میں نے ہا اور ایلن گراڈ کے انداز میں غصے کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اس نے کئی بار پوزیشن بدلی۔ اور پھر میرے اوپر سے چھلانگ لگاتے ہوئے ایک لمحہ اس سے غفلت کا ہوگیا۔ اس کی پشت میری طرف ہوئی تھی میں نے زمین میں سلپ لگائی اور اس کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسادیں پھر میں ایک دم پلٹ گیا ایلن گراڈ اوندھے منہ نیچے گرا تھا۔ اس کی پیشانی زمین سے ٹکرائی تھی اور سر سے خون بہنے لگا۔ لیکن اب اس کا چہرہ خون سے سرخ تھا اسے اپنے مدِمقابل کے خطرناک ہونے کا احساس ہوگیا تھا چنانچہ وہ سنبھل گیا میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت پھیلتی جارہی تھی۔ چنانچہ میں احتیاطی تدابیر بھول گیا تھا چند لمحات تک میں اپنے ہوش و حواس میں رہا پھر وحشیانہ انداز میں اس پر جھپٹا۔ اس نے ایک ہاتھ میرے شانے پر مارا لیکن دوسرے لمحے میں نے ایک گھونسہ اس کے منہ پر رسید کردیا اور اس کا چہرہ مزید سرخ ہوگیا۔ اب میرے اطراف میں خون ہی خون بکھرا پڑا تھا۔ اور میری اندرونی کیفیت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی میرا ذہن ساتھ چھوڑ چکا تھا بس اعضا کام کر رہے تھے میں ابھی زخمی نہیں ہوا تھا میں تو اس وقت چونکا جب اچانک ایلن گراڈ کے حلق سے خوفناک دھاڑ نکلی اس کا چہرہ سامنے کی دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا تھا۔ اور اب ایک خوفناک وجود میرے سامنے ڈول رہا تھا۔ چند لمحات وہ ہاتھ پھیلائے فضا میں کسی غیر مرئی شے کو پکڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور پھر اوندھے منہ زمین پر آرہا۔
چند لمحات میں اس نے دم توڑ دیا تھا۔
یہ سب کچھ ضروری ہوگیا تھا۔ حالات میرے لیے راستے منتخب کر رہے تھے۔ اس کی شخصیت اچانک میرے سامنے آئی تھی اور شاید اس کی زندگی کے لمحات پورے ہوگئے تھے۔
لیکن میرے لیے ایک اور راستہ کھل گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس علاقے میں بڑی حیثیت رکھتا ہے میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا ہاں باقی سب کچھ کرنے کے لیے کافی محنت کرنی پڑی تھی۔ بہت سے اچانک آجاتے دوسروں سے خود کو محفوظ رکھنا پڑا تھا کمرے کی جو حالت ہوگئی تھی۔ اسے سنبھالنا بھی ایک مشکل کام تھا اور اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ بھی تھا۔
پھر میں نے اپنا چہرہ دوبارہ تبدیل کرلیا۔ اور اب میں ایلن گراڈ کی شکل میں تھا۔ لیکن اس کردار کو نبھانے کے لیے مجھے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے اس کا مجھے احساس تھا۔ تمام کاموں سے فراغت تو ہوگئی تھی۔ لیکن خود کو اس ماحول میں ضم کرنے کے لیے اور اپنا کردار نبھانے کے لیے میں نے ایک نیا منصوبہ بنالیا۔ اب میرے سامنے مشروب کی بوتل اور گلاس ہوتے تھے اور لوگوں کے خیال میں ہر وقت پیتا رہتا تھا۔ پتہ نہیں اس سلسلے میں گراڈ کی کیا کیفیت تھی لیکن دوسرے لوگوں کو اپنے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے خود میں نے بھی سنا تھا۔
"نہ جانے مسٹر گراڈ کو کیا ہوگیا ہے"
"ہر وقت پیتے رہتے ہیں"
"وہ تو ایک اکھڑ انسان تھے"
"کوئی غم لگ گیا ہے"
"پتھر میں بھی جونک لگ سکتی ہے"
"ضرور مسٹر گراڈ کو کوئی ایسا غم لگ گیا ہے جس کے بارے میں وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتے۔ میں ان تمام لوگوں کی باتیں سنتا تھا۔ اور دل ہی دل میں مسرور تھا کہ کم از کم ان کو میرے بارے میں کوئی خاص شبہ نہیں ہوسکا ہے لیکن کربی فوسٹر نامی شخص کی آنکھوں میں، میں نے شبے کے تاثرات پائے تھے یہ ایلن گراڈ کا سیکریٹری تھا۔ یعنی میرا۔ بار بار اس نے مجھ سے اس طرح کے سوالات کیے تھے کہ میں چونک کر اسے دیکھنے لگتا تھا۔ بظاہر وہ مودب نظر آتا تھا۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ میرے بارے میں کسی شبے کا شکار ہوگیا ہو میں نے اسے چیک کرنے کا فیصلہ کیا۔
ایلن گراڈ کا ایک خصوصی ملازم ایک بوڑھا بٹلر تھا یہ بٹلر عموماً میرے لیے کھانا وغیرہ لایا کر[illegible] ...تا تھا۔ میرے بستر کی صفائی کرتا تھا۔ اور میرے کمرے میں [illegible] ...یہی شخص کام کرتا تھا۔ پھر میں نے اس شام کربی فوسٹر [illegible] ...کو اس [illegible] ...ترلو بٹلر کے پاس دیکھا۔ میں نے اپنے آپ کو [illegible] کر کھڑا [illegible] ...ہوں سے پوشیدہ کرلیا تھا۔ بٹلر کربی فوسٹر کو دیکھ ...ہو گیا اور کربی فوسٹر نے سرگوشیانہ انداز میں اس سے کہا "کہو کیا رپورٹ ہے، تم نے کوئی خاص تبدیلی محسوس کی ہے"

"نہیں جناب۔"

"ویسے اس کے مشاغل کیا ہیں؟" کربی فوسٹر نے پوچھا۔

"معمول کے مطابق، ایسی کوئی خاص بات نہیں محسوس کی میں نے، جس سے مجھے کوئی شبہ ہوتا۔"

"تم بوڑھے ہو چکے ہو، تمہاری آنکھیں ناکارہ ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں احمق نہیں ہوں۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے کاش میں اس سلسلے میں کوئی ثبوت حاصل کر سکتا، تم میری مدد کرنے میں ناکام رہے ہو۔"

"میں تو ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں جناب۔" بٹلر نے جواب دیا اور کربی فوسٹر جھنجلائے ہوئے انداز میں گردن ہلا کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے کربی فوسٹر کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اس شخص کے کچھ کرنے سے پہلے ہی میں اس کا فیصلہ کر دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں اس کے پیچھے پیچھے ہی اندر داخل ہو گیا اور جیسے ہی کربی فوسٹر نے اپنے کمرے کے دروازے کو کھولا میں بھی اس کے پیچھے ہی پہنچ گیا۔

"ہاتھ بلند کر دو ڈیئر فوسٹر۔" میں نے کہا اور میری آواز سنتے ہی اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

"تم مسٹر گراڈ۔" اس کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی اس کے ہاتھ بے اختیار اوپر اٹھ گئے تھے میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور پھر کوٹ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ پستول اپنے قبضے میں لینے کے بعد میں نے اپنے پستول کی نال سے اسے پیچھے دھکیل دیا اور وہ تین چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں نہیں سمجھ سکا مسٹر گراڈ۔"

"میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گا۔ پیارے دوست۔"

"م مگر آپ۔"

"تم بٹلر سے میرے بارے میں کیا معلومات حاصل کر رہے تھے۔" میں نے سوال کیا۔

"جی۔" وہ پریشان سے لہجے میں بولا۔

"ہاں میں نے تمہاری تمام گفتگو سن لی ہے۔"

"م مگر جناب۔ مگر جناب۔"

"سنو ڈیئر فوسٹر میں اپنے بارے میں چھان بین کرنے والوں سے خوش نہیں ہوتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب۔ لیکن آپ جانتے ہیں میں آپ کے وفاداروں میں سے ہوں۔ ان دنوں آپ کی جو کیفیت ہے۔ وہ ہم سب کے لیے تعجب خیز ہے اور میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر ایسی کون سی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ اس قدر پریشان نظر آتے ہیں۔"

"ہوں، لیکن میں اپنے بارے میں چھان بین کی اجازت کسی کو نہیں دیتا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے مسٹر فوسٹر۔"

"خاص وجہ۔" اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔"

"مجھے بتانا پسند کریں گے جناب۔" فوسٹر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وجہ یہ ہے کہ میں ایلن گراڈ نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن وہ اتنا پھرتیلا اور مضبوط اعصاب کا مالک نکلے گا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسہ میرے پیٹ پر پڑا۔ میں اس کے لیے قطعی تیار نہیں تھا، میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی پھرتی سے حملہ کرے گا۔

اس نے فوراً ہی پلٹ کر مجھ پر دوسرا حملہ کیا، لیکن میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں اس کا جوابی کارروائی شروع کر دوں۔ میرا پاؤں اس کے گھٹنے پر پڑا اور وہ بے اختیار جھک گیا۔ پھر میرا دوسرا پاؤں اس کے جبڑے پر پڑا۔ شاید وہ جسمانی لڑائی کا ماہر نہیں تھا۔ اس لیے میرے چند ہی گھونسوں نے اسے زمین پر گرا دیا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے گریبان سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور سرد لہجے میں بولا۔

"ہاں میں ایلن گراڈ نہیں ہوں۔ میں نے ایلن گراڈ کو قتل کر دیا ہے۔"

"ک۔ کیا۔" اس کے منہ سے دہشت زدہ سی آواز نکلی۔

"ہاں، جو کچھ میں نے کہا۔ بالکل درست کہا۔"

"تت تو تو۔ تم۔"

"ہاں ہاں بولو آگے۔ بولو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی انگلیوں پر پاؤں رکھ دیا۔

"پلیز، پلیز یہ سب کچھ نہ کریں آپ۔ میرا مطلب ہے آپ راجہ نواز اصغر ہیں۔"

"گڈ۔ یہ ہوئی نا بات، یہ خیال تمہارے دل میں کیسے پیدا ہوا۔"

"اس وقت راجہ نواز اصغر کو بچہ بچہ تلاش کر رہا ہے۔ راجہ نواز اصغر ترلوکا کا دشمن ہے اور ترلوکا کی طرف سے اس کے بارے میں خصوصی ہدایات ملی ہیں۔"

"ویری گڈ آگے بڑھتے رہو۔ ترلوکا کو میرے بارے میں [illegible]م ہوا۔"

"[illegible]م مشیو مار لو کے ذریعے۔ مشیو مار لو نے ترلوکا کو اطلاع [illegible] دی ہے کہ راجہ نواز اصغر بنکاک پہنچ گیا ہے اور مشیو مار لو [illegible] قریب ہے۔"

"جواب کیا ملا ترلوکا کی طرف سے۔"

"آپ یقین کیجئے مجھے نہیں معلوم۔" کربی فوسٹر نے خوفزدہ [illegible]ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے دانت پیستے [illegible]ے اپنا دایاں پاؤں اٹھایا اور اس کی گردن پر رکھ دیا۔ کربی [illegible]ٹر کا پورا بدن تشنجی انداز میں سکڑنے اور سمٹنے لگا لیکن میرے [illegible]ں کا دباؤ اس کی گردن پر بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"جواب دو ترلوکا نے کیا جواب دیا۔"

"م مجھے۔ آپ یقین کریں، میں اتنا باخبر انسان نہیں ہوں [illegible]ں نے تو صرف یہ سنا ہے کہ ترلوکا یہاں آ رہا ہے۔"

"ہوں اور کچھ۔"

"ن نہیں۔ آپ یقین کیجئے آپ یقین کیجئے۔"

"میں نے یقین کر لیا میرے دوست۔ لیکن اب تمہاری [illegible]ندگی میرے لیے ضروری نہیں ہے۔" میں نے ایک زوردار جھٹکے [illegible]ے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی، کربی فوسٹر زمین پر تڑپنے لگا [illegible]کے منہ سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا، کئی بار وہ تڑپا اور پھر [illegible]نے دم توڑ دیا۔

میرے لیے اس لاش کو ٹھکانے لگانا بھی مشکل کام نہیں تھا [illegible] ایک ایسی جگہ تلاش کر چکا تھا، جہاں بے شمار لاشیں ٹھکانے [illegible]ا جا سکتی تھیں۔ بہرطور کربی فوسٹر وہ واحد آدمی تھا جسے [illegible]ھ شبہ ہو گیا تھا۔ فی الحال کوئی اور شخصیت نہیں تھی بٹلر ایک [illegible]وم آدمی تھا لیکن بٹلر کے بارے میں میں نے فیصلہ کر لیا [illegible] اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہاں اس پر نگاہ ضرور رکھی [illegible]ے گی تاکہ وہ کسی اور کا آلہ کار نہ بن سکے۔

کربی فوسٹر کو ختم کرنے کے بعد میں خاصی حد تک پرسکون [illegible]یا تھا۔ اور اس رات میں دیر تک اپنے آئندہ پروگرام کے بارے [illegible] سوچتا رہا۔ ترلوکا اگر بنکاک آ گیا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اس [illegible]ہ میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔ بہرطور نجانے کس [illegible]ت مجھے نیند آ گئی۔ دوسرے دن اس وقت تقریباً ساڑھے [illegible]ا بجے تھے، جب میرے دروازے پر زور زور سے دستک [illegible]نے لگی۔ میں نے پستول قبضے میں کیا اور اپنے آپ کو درست [illegible]نے کے بعد دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دو آدمی مودب کھڑے تھے۔

"جناب عالی مسٹر کربی فوسٹر سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ ہم ایک ضروری کام سے پہنچے تھے اور جب وہ ہمیں نہیں ملے تو ہم آپ کے پاس آ گئے۔"

"کیا بات ہے۔؟"

"چند افراد آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے لے آؤ۔" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد تین آدمی میرے سامنے موجود تھے۔ تینوں ہی مودب نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے تنہائی کی خواہش ظاہر کی اور میں ہاتھ اٹھا کر گردن ہلا دی۔ چند لمحات کے بعد ان تینوں کے علاوہ میرے پاس کوئی نہیں تھا۔

"ہم مشیو مار لو کا پیغام لائے ہیں، کیا ابھی تک راجہ نواز اصغر کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔"

"ہاں مجھے افسوس ہے، کہ میں ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکا ہوں۔"

"لیکن مشیو مار لو کی ہدایت ہے کہ راجہ نواز اصغر کو ایک لمحے کے لیے نہ چھوڑا جائے۔"

"میں کوشش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں بہت جلد اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس کے علاوہ اور کیا حکم ہے۔ مشیو مار لو کی طرف سے۔" میں نے سوال کیا۔

"بس مشیو مار لو تشویش کا شکار ہے کہ راجہ نواز اصغر کو ابھی تک کیوں نہیں حاصل کیا گیا۔ میڈم جینی ہاک نے اس سلسلے میں ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے جسے وہ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہیں کیونکہ وہ اس شخص کے ساتھ کافی وقت گزار چکی ہیں۔"

"گڈ۔ ٹھیک ہے، میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ میرے ذہن میں بہت

سے خیالات تھے، چند لمحات میں سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا، میں نے سوچا کہ جینی ہاک سے خود ہی ملاقات کر لی جائے، چنانچہ تھوڑی سی کوشش کے بعد میں نے اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دے لیا، اور اس کے بعد میں اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ خاصے عرصے کے بعد میں نے یہاں سے دور نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن میں اس فیصلے سے غیر مطمئن نہیں تھا۔ جینی ہاک کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے معلومات حاصل تھیں۔ لیکن اس وقت میں ایک نئی حیثیت سے اس کی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا، طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں بنکاک کے اس علاقے میں پہنچ گیا، جہاں جینی ہاک کی رہائش گاہ تھی، اور تھوڑی دیر کے بعد میں اندر داخل ہو گیا۔ جینی ہاک اپنے کمرے کے اندر موجود تھی، اس نے مجھے دیکھا اور اس کی حالت خراب ہو گئی، وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے تھے، پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا ـــــ

"اوہ ـــ جناب ـــ جناب ـــ میں ـــ میں ـــ"

"کوئی بات نہیں جینی میں نے سوچا کہ تم سے خود ہی ملاقات کر لوں" میں نے جواب دیا۔

"جناب ـــ میں انتہائی معذرت خواہ ہوں، ابھی تھوڑی دیر قبل مجھے مشیو ماریو کی طرف سے کچھ پیغامات براہِ راست موصول ہو رہے تھے۔"

"کیا ـــ ؟"

"یہ کہ مسٹر ترلوکا یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور راجہ نواز اصغر کے سلسلے میں سننے کے بعد ان کی کیفیت انتہائی پریشان کن ہے۔ وہ ہر قیمت پر راجہ نواز اصغر کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں ـــ"

"ہوں ـــ بہرطور اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی منصوبہ ہے۔ میں اس کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے تم تک پہنچا ہوں ـــ"

"آپ نے کیوں زحمت کی مجھے بُلا لیا ہوتا، مسٹر گراڈ براہِ کرم آپ کیا پینا پسند کریں گے ـــ"

"کوئی ٹھنڈا مشروب ـــ میں ابھی لاتی ہوں" وہ خود ہی باہر نکل گئی، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جینی ہاک کی کوٹھی کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات معلوم تھیں، چنانچہ مجھے یہاں زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ اس کے باہر نکلتے ہی میں نے جیب سے چپٹی سی شیشی نکالی اور امونیا کی پھواریں اپنے چہرے پر مارنے لگا، جینی جب تک واپس آئی میں نے اپنا میک اپ اُتار دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے رُخ بھی بدل لیا تھا، چند ہی لمحوں کے بعد جینی ہاک واپس آ گئی، وہ میرے عقب سے نکل کر میرے سامنے آئی اس کی نگاہ میرے چہرے پر نہیں پڑی تھی، پھر وہ گردن جھکا کر میرے سامنے بیٹھ گئی ـــ"

"میں آپ کی آمد سے انتہائی ـــــ" ابھی اس نے اتنے ہی جملے کہے تھے کہ اس کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، جینی کی کیفیت میرے خیال کے مطابق تھی، وہ صوفے سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا تھا۔

"جملہ پورا کرو جینی ہاک"، میں نے سرد لہجے میں کہا، لیکن جینی کی آواز بند ہو گئی، جب دیر تک وہ کچھ نہ بول سکی تو میں نے گہری سانس لے کر کہا ـــ"

"تمہارے پاس آنا ضروری تھا جینی کیونکہ اب ترلوکا بھی یہاں آ گیا ہے اور تم کوئی منصوبہ پیش کرنے والی تھیں، میرے لئے ایک وہ منصوبہ کیا تھا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، میں اپنے راستے کی گندگی ہٹا دینے کا خواہش مند ہوں، شاید تم نے راجہ نواز اصغر کے بارے میں پوری تفصیلات نہیں معلوم کیں۔ ورنہ تم اپنا کوئی بھی منصوبہ اس کے لئے نہ پیش کرتیں، جینی ہاک میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں سب سے پہلے تمہارے منصوبوں سمیت دفن کر دوں ـــ"

"سنو ـــ سنو راجہ نواز اصغر ـــ بات تو سنو ـــ میں ـــ" میں وہ دہشت زدہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔ لیکن مجھ پر جنون طاری ہو گیا تھا، میرا ہاتھ سامنے سے اس کی گردن پر پڑا اور اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ میں نے دوسرے ہاتھ میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی اور وہ لہرا کر فرش پر آ رہی تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد اس نے دم توڑ دیا، اور میں اس کی موت کا یقین کرنے کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ یہاں میرا کام اسی قدر تھا، باہر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے چند نے مجھے تعجب سے دیکھا لیکن روکنے کی جرأت کسی نے نہیں کی تھی، میرا ذہن ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا اور اس کے بعد میں واپس نہیں پہنچا بلکہ میں نے بنکاک کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں قیام کیا، رات بڑی پُر سکون نیند آئی تھی، لیکن دوسری صبح ناشتے کی میز پر میرا ذہن ترلوکا میں الجھا ہوا تھا۔ مشیو ماریو اور ترلوکا مل گئے ہیں، لیکن مشیو ماریو آخر یہ کون ـــ بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں اس کے بارے میں ـــ

ایلن گراڈ کا کردار میرے لئے ابھی محفوظ تھا۔ لیکن ان تمام کوششوں کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی اندازہ لگاتا جا رہا تھا کہ مشیو ماریو اور ترلوکا اب میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ ذہن کے بے شمار خانے کھُل گئے ہوں گے اور یہ حقیقت نگاہوں سے دور نہیں تھی کہ ترلوکا کا شیطانی ذہن بہتر انداز میں سوچتا ہے، اور وہ صحیح فیصلے کرنے پر قادر ہے وہ جانتا ہے کہ راجہ نواز اصغر کی سوچ کہاں تک جا سکتی ہے اور راجہ نواز اصغر کس انداز میں کام کر سکتا ہے، ان لوگوں کے ذہنوں میں سو فیصدی یہی خیال ہوگا کہ میں ان کے درمیان ہی کھیل رہا ہوں، جینی ہاک، ٹیٹی وان اور دوسرے ایسے کردار میرے سامنے آئے تھے۔ جن سے بہرطور کسی نہ کسی طرح ترلوکا میرے بارے میں نتیجہ اخذ کر سکتا تھا، ٹیٹی وان بلاشبہ میری مددگار ثابت ہوئی تھی، لیکن میں اس کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا، اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ اسے اپنے معاملات میں زیادہ الجھانے کی کوشش نہ کروں، سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، میں اپنے آپ کو کچھ عرصے کے لئے ترلوکا کی نگاہوں سے محفوظ کر لوں، کیونکہ ظاہر ہے ترلوکا اس وقت انتہائی شدت کے ساتھ میری تلاش میں مصروف ہوگا اور یقیناً ان تمام چیزوں کو مدِ نگاہ رکھے گا، جو میرے لئے خطرناک ہو سکتی ہے، چنانچہ بہتر یہ ہے کہ میں کچھ وقت کے لئے ترلوکا کی ہنگامہ آرائیاں معطل کر دوں۔ اور کوئی بھی ایسی شکل اختیار کر لوں جس سے ترلوکا بنکاک میں میری تلاش میں ناکام ہو جائے، اس طرح اپنا طویل وقت یہاں صرف کر کے وہ پریشانیوں کا شکار ہو جائے گا۔ اور یہ پریشانیاں اُسے ذہنی طور پر متاثر کریں گی۔ لیکن کوئی ایسا کردار ایسی شخصیت حاصل کرنے کے لئے مجھے یہاں کے ماحول میں اپنے آپ کو ضم کرنا ہوگا۔ اور میں اس کے لئے صحیح فیصلے کرنے لگا۔ مشیو ماریو کو کم از کم اس وقت تک نظر انداز کرنا ضروری تھا۔ جب تک ترلوکا یہاں پر اس کی سرپرستی کر رہا ہے۔ بڑا ہی مناسب فیصلہ تھا اور میں اس فیصلے سے کافی حد تک مطمئن تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنکاک کی زندگی میں اپنے آپ کو کس طرح ضم کیا جائے، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ چند روز اسی طرح خاموشی سے گذارے جائیں، بدلی ہوئی شکل میں کوئی مجھے یہاں پہچان تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ کوئی ایسی راہ اختیار کی جائے جہاں خاموشی کے یہ لمحات سکون سے گذر جائیں۔

بہت کچھ سوچا اس بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا پھر ذہن میں ایک خیال امڈ آیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ماضی، بیتی ہوئی یادیں، گذرے ہوئے واقعات نواز اصغر کی زندگی انوکھی تھی۔ کیا کچھ نہیں تھا اس زندگی میں کتنے اُلٹ پھیر تھے، کتنی انوکھی کہانیاں چھپی ہوئی تھیں ایک بار پھر وہی کہانیاں دُہرانے کو جی چاہا۔ کیوں نہ خود کو ماضی کے سپُرد کر دوں اور اس کے مزے لوں۔

دل کو یہ بات خوب جچی۔ میں حال کو بھول جانا چاہتا تھا۔ بالکل بھول جانا چاہتا تھا۔ اور اس کے لئے ماضی کا سہارا ہی سب سے اچھا تھا۔ دل اس بات پر جم گیا۔ ہپی آوارہ مردوں کے لئے بنکاک میں سب کچھ تھا۔ بے شمار کیمپنگ تھے جن کے بارے میں معلوم کر لینا مشکل نہیں تھا۔ اس فیصلے پر دل خوب جم گیا۔ میں مانتا تھا کہ ان کے لیل و نہار بھی جوں کے توں ہوں گے۔ کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہوگی ان میں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی شخصیت کو بالکل بھول جاؤں گا اور وہی پُرانا نواز زندہ کر لوں گا۔ جو صرف ہنسنا اور ہنسانا جانتا تھا، جس کے گٹار میں آوارہ گردوں کے لئے خوشیوں کے پیغام پوشیدہ ہوتے تھے۔ اس فیصلے پر پوری طرح عملدرآمد کرنے کے لئے میں ایک بازار میں نکل آیا۔ اور پھر سازوں کی ایک دوکان سے اپنی پسند کا ایک خوب صورت گٹار خریدنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو آوارہ گردوں کے روپ میں ڈھال لیا۔

بنکاک کی سڑکوں اور گلیوں میں ایسے آوارہ گردوں کی کمی نہیں تھی، بے تکے لباس، زندگی کی ہنگامہ خیزیوں سے لاپرواہ انسان یہاں جگہ جگہ موجود تھے اور کسی ایک نئے آدمی کا اضافہ کسی کو چونکانے کا باعث نہیں بن سکتا تھا، چنانچہ اس نئی دُنیا میں داخل ہونے کے لئے میں نے لوگوں کے کیمپنگ کے راستے معلوم کئے اور پھر ایک کیمپنگ کی جانب چل پڑا۔

کوئی ساتھی نہیں تھا، صرف گٹار میری زندگی کا ساتھی بنا۔ اس وقت جب کیمپنگ میں داخل ہوا اُس کا ماحول میرے لئے اجنبی نہیں تھا، وہی زندگی سے بے اعتنائی، وہی خوب صورتی سب نے اپنی اپنی دُنیا الگ بنا رکھی تھی۔ موسیقی، رقص، گیت ہر شخص آزاد تھا۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ بس جیب میں رقم ہونا شرط تھی، ہر شئے دستیاب ہو جاتی تھی۔

میں نے بھی اپنے لئے ایک گوشہ منتخب کر لیا اور وہاں ایک چھوٹی سی چھولداری لگا لی۔ آوارہ گردوں کے غول کے غول

میرے اطراف میں بھٹک رہے تھے، اُن کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا یاد آنے کو تو بہت سی باتیں یاد آرہی تھیں، ماضی کا ایک سِرا میرے سامنے آتا اور میرے ہاتھ بے اختیار اُس کی جانب بڑھ جاتے۔ جی چاہتا کہ گذرے ہوئے وقت کو گرفت میں لے لوں اور وہی سب کچھ میرے سامنے آجاتے میری آنکھیں خوابناک انداز میں پھیل گئیں اور آوارہ گردوں کے غول کے غول ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے اور ان سے ایک تصویر ابھرنے لگی، ایک ایسی تصویر جو میرے لئے بڑی دل گداز تھی —

میرے کان اس آواز سے آشنا تھے، وہ لمحات وہ ماحول زندگی کا حسین ترین ماحول تھا، اور میں اپنے آپ کو اُس کی گرفت سے نہ بچا سکا۔

"میں ایک پرو بلم میں پھنس گیا ہوں۔ اُستاد سردارے نے کہا۔

"کیا بات ہے۔ ؟"

"وہ ایڈی ہے نا —"

"ہاں ہاں —"

"بمشکل تمام اس سے جان چھڑائی ہے —"

"کب — ؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل میرے ساتھ تھی۔"

"ویری گڈ۔ کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"اُسے اچانک مجھ سے شدید عشق ہو گیا ہے۔"

"اچانک کیوں۔ ؟"

"میرا مطلب ہے کہ پہلے وہ صرف مجھ سے متاثر تھی، اب وہ مجھ سے عشق کرنے لگی ہے۔"

"اور موجودہ صورتِ حال کیا ہے۔ ؟"

"یہ کہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔"

"یہ تو تشویش کی بات ہے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ سنجیدہ ہے اُستاد۔ رو بھی رہی تھی کم بخت، اب تم بتاؤ، میں اسے گلے سے کیسے باندھ سکتا ہوں۔"

"اُس کا خیال ہے کہ ہم شفق کے اُس پار چلیں سب کچھ چھوڑ دیں، بس پیار کی اس حسین راہ کی طرف قدم بڑھا دیں جو ستاروں تک جاتی ہے، وہ میرے لئے ساری دُنیا چھوڑنے کو تیار ہے۔"

"واہ۔ واقعی بڑی نیک اور محبت کرنے والی لڑکی ہے۔ تم خوش نصیب ہو سردارے، ورنہ آج کل ایسی لڑکیاں کہاں ملتی ہیں۔ جو محبت کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"لاحول ولا قوۃ اُستاد، میں اسے سر سے تو نہیں باندھ سکتا۔ بھلا کہاں لے جاؤں گا اِسے میں — اور پھر مجھے اس سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ سردارے نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے اُسے کوئی جواب تو دیا ہوگا —"؟

"بس جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ سوچ کر جواب دُوں گا، جس پر اس نے مجھے بہت سی دھمکیاں دی ہیں کہ وہ چرس پینے کا پائپ چبا کر خودکشی کر لے گی۔ وغیرہ وغیرہ —"

"سردارے — میں نے سنجیدگی سے کہا اور سردارے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے اب وہ لوگ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ہم مزید ایک دن اُن کے ساتھ گذار سکیں۔

"بالکل اُستاد — لیکن —"

"اس سلسلے میں ایک دِلچسپ بات اور سُنو —"

"وہ کیا اُستاد —"؟

"تمہارے پاس جانے سے قبل وہ میرے پاس آئی تھی اس نے مجھے بھی یہی پیش کش کی تھی۔"

"یعنی — سردارے چلتے چلتے رُک گیا۔

"چلتے رہو — چلتے رہو — میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"اُستاد — !

"تم جانتے ہو سردارے میں جھوٹ نہیں بولتا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے تفصیل تو بتاؤ۔ سردارے نے کہا —"

"وہ میرے پاس خیمے میں آئی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے بے پناہ چاہتی ہے، میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، میرے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی خواہشمند ہے، تب میں نے اس سے کہا کہ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن میرے ساتھی کا کیا ہوگا جو مجھے بے پناہ چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال میں نے اس سے نیم رضامندی کا اظہار کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اُلجھن بھی پیش کر دی — میں نے اُسے بتایا کہ اپنے ساتھی کو چھوڑنے کے بعد میں قلاش بن جاؤں گا۔ کیونکہ وہ میری کفالت کرتا ہے۔ اُس پر اُسے حیرت ہوئی اور اُس نے کہا کہ بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے تم ہی سب کچھ کرتے ہو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے ساتھی کی محبت ہے، ورنہ سب کچھ اُس کا ہے۔

"اُستاد، اُستاد بس کرو، لعنت ہے اُس پر، اِس سے آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی اُستاد۔ سردارے جلدی سے بولا۔

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے۔ میں نے شرارت آمیز انداز میں پوچھا —"

"ارے میں اسے پکڑ کر اتنے جوتے لگاؤں گا کہ اس کے دماغ کے تمام خانے درست ہو جائیں گے سردارے نے غصیلے لہجے میں کہا —"

"میں اس کی اجازت نہیں دُوں گا سردارے —"

"تو پھر —؟"

"گھاس ہی مت ڈالو —"

"مگر وہ تو چپکی رہے گی نا اُستاد —"

"تو ایسا کرو، اس سے کہو کہ اس معاملے میں تم اپنے ساتھی سے مشورہ ضرور کرو گے — بس پھر کام بن جائے گا —"

"او کے استاد، کیا سمجھتی ہے خود کو — ہونہہ سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ قریب سے گذرتی ہوئی دو لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔

"استاد —"

"ہوں —"

"کیا خیال ہے۔"

"فضول بکواس مت کرو۔"

"اُستاد نشے میں بھی ہیں۔"

"تو پھر میں نے اُکتائے ہوئے لہجے میں پُوچھا —"

"چلیں —"

"چلتے رہو — لیکن میری طرف سے ایک اطلاع وصول کرو۔ میں نے کہا —"

"اطلاع — ؟

"ہاں —

"وہ کیا اُستاد —"

"دو شریف آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"واہ — سردارے کے مُنہ سے آہ نہ نکلی لیکن اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"کہاں ہیں اُستاد — وہ آہستہ سے بولا —

"عقب میں ہیں اور شروع ہی سے ہمارے ساتھ چل رہے ہیں —"

"اس کا مطلب ہے کہ گڑبڑ —"

"ممکن ہے —"

"تو پھر اُستاد لے چلیں سالوں کو چھیڑیں۔ سردارے نے دِلچسپی سے پوچھا۔"

"کیا خیال ہے خود ہی شروع کر دیں۔ میں نے کہا۔

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے" سردارے بولا۔

"تو پھر آجاؤ — لیکن دقت یہ ہے کہ سنسان جگہ تلاش کی جائے۔ میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس اُستاد آگے سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ وہاں کیمپ کا اختتام ہوتا ہے۔ سردارے نے جواب دیا۔

اب وہ لڑکیوں وغیرہ کو بھول گیا تھا، ویسے میں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھ لیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ وہ لوگ ہمارے پیچھے ہی آرہے تھے۔ لمبے قد اور لمبے سنہرے بالوں والے، چست پتلونوں اور جیکٹوں میں ملبوس۔ ان کی تعداد دو ہی تھی، اور ہم ان سے بخوبی نمٹ سکتے تھے۔

میں نے اسی سمت کا رُخ کیا جہاں سے ہم تاریکی میں پہنچ سکتے تھے۔ ہاں اس کے لئے ایک طویل راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ بلامبالغہ تقریباً ایک میل کا سفر طے کرنا پڑا تھا تب جا کر کیمپنگ کا آخری نشان بھی نگاہوں سے معدوم ہو گیا۔

ہمارا تعاقب کرنے والے پریشان ہو گئے تھے۔ ویسے انہوں نے کیمپنگ کے نشان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی اور وہیں کھڑے رہ گئے۔

کیمپنگ کے کچھ فاصلے پر جس جگہ ہم تھے ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ جس کو درختوں نے گھیرا ہوا تھا، ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے۔

"رُک گئے اُستاد —" سردارے نے کہا۔ ؟

"ہاں — شاید وہ ادھر آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے۔" میں نے جواب دیا —

"تو پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔"؟

"انتظار کر لو تھوڑا سا —"

"کہیں واپس نہ چلے جائیں —"

"واپس چلے تو ہم ان کے پیچھے ہوں گے — میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

ہم جس جگہ تھے وہاں سے ان لوگوں کو نظر نہیں آسکتے تھے لیکن ان لوگوں کو ہم بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ ہماری طرف آرہے ہیں۔

"سردارے" — میں نے سرگوشی کی۔
"شکار آرہا ہے اُستاد" سردارے کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔
میں خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ دونوں پریشان نظر آرہے تھے۔ شاید وہ حیران تھے کہ ہم کہاں گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں اور سردارے تیار تھے۔ اور پھر ہم دونوں نے بیک وقت ان پر چھلانگ لگائی تھی — وہ بری طرح اچھل پڑے — دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔
ہم نے اُنہیں اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اور سردارے نے ان کی جیبوں کی تلاشی لی۔ دونوں کی بغلوں میں ہولسٹر موجود تھے۔ ہم نے ان کے پستول نکال کر انہیں قابو میں کر لیا اور پھر انہیں سیدھا کر دیا۔
"ہیلو" — سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کک کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو" ان میں سے ایک نے کہا
"ہوں، یہ تو تم ہی بتاؤ گے"
"ہم — ہم تو سیر کرتے ہوئے اس طرف نکل آئے تھے۔ اس شخص نے کہا اور میں نے آگے بڑھ کر جوتے کی ٹھوکر پوری قوت سے اُس کی پنڈلی پر رسید کی — اس کی دلخراش چیخ سے پورا ماحول گونج اُٹھا تھا دوسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن سردارے نے اُس کے لمبے بال پکڑ لئے اور پھر وہ اُسے جھکاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لمبے بالوں والا زمین پر گر پڑا۔
"کیا میں اسے قتل کر دوں"؟ سردارے نے پوچھا۔
"ابھی نہیں" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے گرے ہوئے آدمی کے سینے پر جوتا رکھ دیا تھا۔
"کیوں تعاقب کر رہے تھے"؟ میں نے اپنے شکار سے پوچھا جواب بھی ٹانگ پکڑے کراہ رہا تھا۔
"ہڈی ...... ہڈی ٹوٹ گئی ہے میری" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کے سر پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی مقصد اِسے بے ہوش کرنا تھا اور اس میں مجھے مایوسی ہوئی۔ اُس کی کراہیں بند ہو گئی تھیں۔
"مم ...... مار ڈالا ... سردارے کے پاؤں کے نیچے دبے ہوئے آدمی نے ہذیانی انداز میں کہا اور اُٹھنے کی کوشش کی لیکن سردارے نے اُس کی پسلیوں پر ٹھوکر رسید کر دی۔
"ہوشیاری سے سردارے۔ یہ بے ہوش نہ ہونے پائے" میں نے جلدی سے کہا اور پھر میں اس کے قریب پہنچ گیا میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا اور اس کا کوٹ پشت سے کھسکا کر اُسے بے بس کر دیا۔
"کیا تمہیں بھی تمہارے ساتھی کے پاس پہنچا دیا جائے" میں نے پوچھا —"
"نہیں — نہیں ...... تم ...... تم درندے ہو" وہ چیخا۔
"جن لوگوں نے تمہیں میرے تعاقب میں بھیجا تھا۔ انہوں نے یہ بات تمہیں نہیں بتائی تھی" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔
"تعاقب ......" وہ سرسرائی آواز میں بولا۔!
"کس نے بھیجا تھا تمہیں" میں نے کہا۔؟
"یقین کرو ہم تمہارے تعاقب میں نہیں آرہے تھے"
"اٹھاؤ اسے" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے نے حیرت انگیز طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے کندھے پر اٹھا لیا۔
"جھیل میں ڈال دو" میں نے دوسرا حکم دیا۔
"نہیں ...... نہیں" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا اور بُری طرح مچلنے لگا" سردارے اُسے زمین پر ڈال دیا تھا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اور وہ دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔
"بتاؤ کیوں تعاقب کر رہے تھے"؟
"مجھے نہیں معلوم۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم، جیکسن نے ہمیں تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ ہم تمہاری حرکات و سکنات پر نگاہ رکھیں"
"جیکسن کون ہے"؟
"ڈریم باد کا مالک"
"ڈریم باد کہاں ہے؟"
"اُس طرف، وہ جس کے حروف چمک رہے ہیں"
"سچ بول رہے ہو —"؟
"ہاں بالکل سچ، یقین کرو بالکل سچ"
"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے —؟"
"تنخواہ دیتا ہے۔ ملازم ہوں میں اُس کا —"
"کیا نام ہے تمہارا —"
"زورچ —"
"جیکسن کو ہم سے کیا دلچسپی ہے —"
"میں نہیں جانتا — میرا ساتھی بھی نہیں جانتا تھا"
"ہوں — میں نے جھک کر سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے اس کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ اس نے تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں

...ے اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ سردارے ہاتھ جھاڑتا ہوا کھڑا ہو... تھا —"
"جیکسن" — میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا —
"یہ کیا چیز ہے۔ چیف —"
"دیکھنے سے ہی معلوم ہو گا"
"چلیں —"
"میرا خیال ہے ابھی نہیں — ابھی تو یہاں کئی روز تک قیام ...یں گے — میں نے جواب دیا —
"او کے چیف —"
"ویسے مزا آرہا ہے سردارے۔
"ہاں اُستاد — ایسا لگتا ہے جیسے ہماری دلچسپیاں ہر جگہ ہمارا ...نتظار کرتی ہیں — آؤ واپس چلیں — میں نے کہا اور ہم واپس ...پڑے — تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنیوں میں آگئے تھے، ہمارا ...اپنے خیموں کی طرف تھا، چاروں طرف سے شور و غل کی آوازیں ...ہو رہی تھیں۔ رات پوری طرح جاگ رہی تھی۔ لیکن ہم رات کی ...نیوں میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے خیمے کی طرف بڑھتے رہے یہاں ...کہ ان کے قریب پہنچ گئے۔
میں اپنے خیمے میں داخل ہو گیا، لباس تبدیل کر کے میں ...نوں کے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ بہت سے خیالات ذہن میں تھے ...نے سوچا کہ میرے ساتھی کہاں چلے گئے۔ لیکن یہ بھی سوچنے کی ...ت تھی، ظاہر ہے کیمپنگ میں اس بارے میں سوچنا حماقت ہے۔ ...طور ایک بات ذہن میں آئی تھی۔ تھامسن کا گروہ کافی بڑا تھا۔ ممکن ...ہے جیکسن اس کا خاص آدمیوں میں سے ہو اور یہاں بار چلاتا ہو۔ ...شکل میں اُسے میرے بارے میں معلوم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ...ی۔ ممکن ہے پی گوڈے کے کچھ آوارہ گرد یہاں آئے ہوں اور انہوں ...نے مجھے پہچان لیا ہو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا — تو پھر ...جیکسن کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ بھڑ جاؤں اس سے — یا — ...مجھے مقامی ایجنٹوں کا خیال آیا، کیوں نہ پہلے اُن سے ملاقات کر ...لی جائے۔ یہاں کے بارے میں اُن سے مکمل معلومات حاصل ہو ...جائیں گی اس کے بعد جیکسن کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔
میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن دفعتاً ...چونک پڑا — مجھے ایک اور خیال آیا تھا اور اس خیال نے درحقیقت مجھے ...چونکا دیا تھا — ہم نے ان دونوں کو کیوں نظر انداز کر دیا، جو مرے ...نہیں تھے اور جنہیں ہم جھیل کے کنارے چھوڑ آئے تھے۔ وہ ہوش ...میں آگئے ہوں گے اور جیکسن کو ان کی ناکامی کی اطلاع مل گئی ہو گی۔
تو پھر کیا ممکن نہیں ہے کہ جیکسن کوئی دوسرا فوری اقدام کرے، جانے کیوں یہ خیال میرے ذہن پر اس قدر مسلط ہوا کہ میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اٹھ گیا، دوسرے لمحے میں خیمے کے دروازے پر آیا اور بڑے محتاط انداز میں — میں نے باہر جھانکا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ چند ہی لمحات کے بعد میں سردارے کے خیمے کے سامنے تھا۔
سردارے — میں نے اُسے زور سے آواز دی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا — دوسری آواز پر سردارے باہر نکل آیا تھا۔
"خیریت اُستاد۔ اس نے سوال کیا"؟
"باہر آجاؤ —!
"ابھی آیا اُستاد۔ سردارے نے جواب دیا اور چند لمحات کے بعد وہ خیمے سے باہر تھا۔
"خیریت تو ہے اچانک —"
"ہاں خیریت ہے۔ بس میں نے سوچا کہ تمہاری خیریت معلوم کر لوں"
"تو پھر معلوم کر لی اُستاد —"؟
"ہاں آجاؤ —"
"کیا مطلب؟"
"آجاؤ — میں نے کہا اور سردارے بے سوچے سمجھے بغیر میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔
"سمجھ میں نہیں آیا اُستاد، اچانک ہی یہ سب کیا سوجھی"
"سمجھ نہ آنے کی کوئی بات نہیں ہے، بس میں نے سوچا کہ خیمے میں رات بسر کرنے سے کیا فائدہ، کیوں نہ کھلے آسمان تلے پناہ لی جائے" میں نے جواب دیا۔
"خوب، اچھا ہے۔ ویسے بھی ٹھنڈی ہوائیں دماغ کو سکون دیتی ہیں"
"کیا تم سو چکے تھے؟" میں نے پوچھا —"
"کسی حد تک اُستاد — سردارے نے کہا لیکن اس سے قبل کہ میں اُسے کوئی جواب دیتا، فضا میں اسٹین گن کی آوازیں گونج اٹھیں اور میں اور سردارے اچھل پڑے، قرب و جوار میں پھیلی ہوئی روشنی کے سائے میں، میں نے چند افراد کو دیکھا جو ہمارے خیموں کے گرد جمع تھے، خیمے پر باہر ہی سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اسٹین گن کے علاوہ پستول بھی استعمال کئے جا رہے تھے۔ شاید باہر والے کوئی خطرہ مول لئے بغیر اندر موجود لوگوں کو چھلنی کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے خیموں میں جالیاں بنا دیں اور پھر شاید دستی بم بھی استعمال کئے گئے، چاروں طرف

ہنگامہ ہوگیا تھا، ہمارے خیمے میں آگ لگ گئی تھی، اور پھر حملہ آور فرار ہوگئے۔ سردارے پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اس پر فوراً ہی عمل کر ڈالا تھا۔ خیمے دھڑا دھڑ جل رہے تھے اور قرب و جوار کے لوگ آگ بجھانے کی کوشش میں معروف ہوگئے تھے لیکن ہم اطمینان سے جلتے ہوئے خیموں کو دیکھتے رہے۔!

"اُستاد" سردارے نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں —"

"اگر ہم ان خیموں میں ہوتے تو کیا ہوتا —"

"روسٹ" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"مگر تمہیں پتہ کیسے چلا اُستاد"

"کس بات کا"؟

"اس کا کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ سب کچھ ہونے والا ہے"

"بس میں کچھ پُراسرار قوتوں کا مالک ہوں"

"نہیں اُستاد سنجیدگی سے۔ میں واقعی حیران ہوں"

"تمہارے خیال میں کیا ذریعہ ہو سکتا ہے سردارے؟"

"میری عقل کام نہیں کر رہی اُستاد —

"عقل کا استعمال بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے —"

"یہ بات تو مانتا ہوں اُستاد" سردارے نے گردن ہلادی۔

"اب سوچنے کی بات یہ ہے سردارے کہ دن کی روشنی میں [illegible] یں گے"

"کیوں نہ ہم بھی رات ہی میں کام شروع کر دیں"؟ اُستاد۔

"جلد بازی مناسب نہیں ہوگی، ہم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پہلے پوزیشن معلوم کی جائے۔ اس کے بعد کام کے بارے میں سوچا جائے۔ جیکسن کافی طاقتور شئے معلوم ہوتا ہے۔ کام کرنے کا یہ انداز معمولی نہیں ہے"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے مگر —"

"مگر کیا"؟

"کچھ نہیں میں سوچ رہا ہوں پروگرام کیا ہے"

"وہی سوچ رہا ہوں —" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"دن کی روشنی میں وہ ہمیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں ویسے بھی ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ یہاں جیکسن کی کیا حیثیت ہے۔ اور کتنے آدمی اس کے لئے کام کرتے ہیں"

"ٹھیک ہے اُستاد۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے" سردارے نے کہا۔

"وہ کیا"؟

"کیوں نہ ہم کیمپنگ سے نکل چلیں، شہر میں چل کر قیام کریں اور پھر تیاریاں کرکے ان سے نمٹیں۔ میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر سردارے کی بات سے متفق ہوگیا۔

"تب پھر چلیں اُستاد" سردارے نے کہا اور ایک طرف بڑھنے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو —"؟

"گاڑی لے آؤں —"

"رہنے دو رہنے دو — میں نے اُسے پچکارتے ہوئے کہا۔ تمہارے ذہن پر ابھی تک خمار باقی ہے۔

"میں سمجھا نہیں —"؟

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا ہماری گاڑی ان کی نگاہ میں نہیں ہوگی، وہ اس کی نگرانی نہیں کر رہے ہوں گے" میں نے سردارے کی پشت سہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ واقعی۔ سردارے کی آنکھوں میں خجالت کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر وہ بولا —

"مگر اب چلیں گے کیسے —"؟

"پیدل"

"لیکن ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں"

"روشنیاں رہنمائی کریں گی۔ آؤ۔ میں نے کہا اور سردارے گردن جھٹکنے لگا۔ وہ شاید اتنی قیمتی گاڑی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن مجھے ان معمولی چیزوں کی پرواہ نہیں تھی۔ میں لاپرواہی سے چل پڑا۔ سردارے میرے پیچھے پیچھے تھا۔ ہم دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کیمپنگ سے باہر نکل آئے۔ ہمارا رُخ شہر ہی کی جانب تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"میرا خیال ہے شہر زیادہ دُور نہیں ہے۔

"ہاں اُستاد لیکن ہوٹل کیمپنگ کے فوراً بعد ہی نہیں ہوگا" سردارے نے کہا۔

"کیا وقت ہوگیا ہے"؟

"ساڑھے چار بجے ہیں"

"کیا ٹیکسیاں نہیں چل رہی ہوں گی"؟

"میرے خیال میں چل رہی ہوں گی۔ سردارے نے جواب دیا۔

"تب آؤ ٹیکسی تلاش کریں۔ میں نے سردارے سے کہا۔ اور ہم لوگ نگاہیں دوڑانے لگے، چند لمحات کے بعد ہمیں ٹیکسی مل گئی۔

اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ شفاف سڑکوں پر پھسلتی ہوئی ٹیکسی نے ہمیں جلد ہی ایک خوب صورت ہوٹل تک پہنچا دیا، لمبی لیکن کم اونچی سیڑھیوں پر کھڑے ہوئے دربان نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ہم دونوں نیچے اُتر آئے۔ سردارے نے ٹیکسی کا بل ڈرائیور کو ادا کیا اور ہم دونوں ہوٹل کی سمت چل پڑے۔ چند ضروری کارروائیوں کے بعد ہم کمرے میں پہنچ گئے۔ بے حد خوب صورت کمرہ تھا ٹیلیویژن اور دوسری ضروریات سے آراستہ۔ نرم بستر دیکھ کر جوتے اتارنے کو بھی جی نہ چاہ رہا تھا۔ بہرطور اس کے بعد ہم آرام کی نیند سو گئے۔

چھولداری کے دروازے پر کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں تو میرے ہاتھ گٹار کے تاروں پر چلتے چلتے رُک گئے۔ ماضی کا ایک باب میرے سامنے کھلا ہوا تھا۔ میری آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔ اپنے رخساروں کے گیلے ہونے کا مجھے احساس تک نہیں ہوا تھا بے اختیارانہ انداز میں میرے ہاتھ گٹار کے تاروں پر چلتے رہے تھے۔ اس وقت میں سردارے کی معیت میں کھویا ہوا تھا۔ گذرے ہوئے لمحوں کی حسین چبھن میرے دل میں گداز پیدا کر رہی تھی اور یہی گداز آنکھوں سے آنسو برسا رہا تھا۔ مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ میرے ہاتھ گٹار کی تاروں پر کس رفتار سے چل رہے ہیں۔ لیکن گٹار کے شوقین، موسیقی کے دلدادہ ہیپی آوارہ گردوں کے کانوں سے یہ آوازیں محفوظ نہیں رہ سکتی تھیں اور وہ میری چھولداری کے سامنے جمع ہوگئے تھے، پھر ان میں سے کوئی ہمت کرکے اندر گھسا تو میں حال کی دُنیا میں لوٹ آیا۔ ہاں ماضی کی خوشگوار یادیں ایک دم فضا کے دھندلکوں میں تبدیل ہوگئی تھیں۔ اب میرے سامنے حقیقت تھی۔ وہ حقیقت جس میں میں اپنا بہت کچھ گنوا چکا تھا۔ اپنی زیبی — اپنی زندگی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں سے میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ وہ سب میری جانب نگران تھے۔ ان کے چہروں پر عقیدت کے آثار تھے، یہ ہیپی آوارہ گرد تھے۔ جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی۔ میں بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ اور سہمی سہمی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ ایک دراز قامت حسین لڑکی آگے بڑھی اور اس نے بے تکلفی سے میری پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"محبت کے دیوتا —!

"گٹار کے شہنشاہ۔ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر میرے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا —

نہیں نہیں۔ تم ہم سے دُور نہیں رہ سکتے، باہر آؤ دیکھو رات جوان ہے۔ ہمارے کان تمہارے گٹار کے سروں کے پیاسے ہیں۔ باہر آؤ اپنے فن کو پوشیدہ نہ رکھو، ہمیں اسکا کچھ حصہ دے دو۔

میں پریشان انداز میں اُنہیں دیکھنے لگا۔ وہ سب کے سب پُر اشتیاق نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر وہ بازوؤں سے پکڑ کر مجھے باہر لے آئے۔

وہی بدمستیاں، وہی شوخیاں، سب کچھ وہی تھا لیکن سردارے خلاؤں میں گم ہو چکا تھا۔ نہ ہی میری زندگی۔ وہ میرے پاس نہیں تھی۔ نجانے وہ کہاں تھی، نجانے کہاں اور دل کے بند سوتے کھل گئے، آنسوؤں کی ان دھاروں کو بہنے کا موقع مل گیا اور میرے دل کا سوز گٹار کے تاروں سے عیاں ہونے لگا۔ ہیپی آوارہ گرد دم بخود کھڑے تھے، اور گٹار کے تار آنسو بھرے نغمے بکھیر رہے تھے۔

نجانے کب تک یہ ہنگامہ خیزیاں جاری رہیں اور اس کے بعد میں تھک گیا۔ سُننے والوں کے جوش و خروش میں کمی نہیں آتی تھی، مجھ سے ایک اور نغمے کی فرمائش کی گئی، لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی تھی، آوارہ گرد میرے اطراف میں پروانوں کی طرح گردش کر رہے تھے، جب میں ان سے معذرت کرکے اپنی چھولداری میں واپس آیا تو وہی دراز قامت لڑکی میرے پاس پہنچ گئی۔

"تم تنہا ہو —؟"

"ہاں — اور تنہا رہنا چاہتا ہوں —"

"زخمی ہو"! اس نے سوال کیا۔

"نہیں لڑکی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم میری طرف سے مطمئن رہو —"

"نہیں — گٹار کے تاروں میں جو درد تم نے سمو رکھا ہے، وہ دل کی آواز معلوم ہوتا ہے، مجھ سے اپنا درد کہہ دو" میں نے تمسخرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اس کے بعد کیا ہوگا —"

"میں اس درد کا کچھ حصہ بانٹ لوں گی" اس نے خلوص سے کہا۔ میں نے اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے خلوص کے نور کو دیکھا اور نجانے کیوں میرا دل اس کی طرف سے موم ہوگیا بات حماقت کی تھی، لیکن خلوص کی طاقت اس کے پاس موجود تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا —"؟

"کیشی۔۔۔ میرا نام کیشی ہے"

"ڈیئر کیشی میں آرام کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اس کا موقع دو گی" وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا"

"میں تمہارے خیمے کے باہر زمین پر سو جاتی ہوں، صبح جب تم اُٹھو گے تو میں تمہاری خدمت کروں گی"

"اتنی جذباتی نہ ہو کیشی!"

"نہیں... تم اسے جذباتی کیفیت کا نام نہیں دے سکتے۔ بس میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے درد کا ایک حصہ تقسیم کر لوں۔ انسان... انسان ہی ہے، کسی بھی کیفیت میں ہو، اس کے دل میں کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی کے لئے درد ضرور پیدا ہوتا ہے۔"

"اپنے درد کو اپنے سینے میں دفن کر لو، کسی سے کسی کو کچھ نہیں ملتا۔"

"ملنے کا نام دینا ہی نہیں ہے، بعض اوقات مٹنے میں جو مزہ آتا ہے وہ کسی چیز کو پا لینے میں نہیں۔"

"فلسفہ مت بھگارو میرے سامنے، میں نے دُنیا کے ہزار رنگ دیکھے ہیں۔"

"مگر میں نے کوئی رنگ نہیں دیکھا، میری آنکھوں میں اگر ایک رنگ جاگ رہا ہے، تو تم اُسے کیوں ملیامیٹ کر دینا چاہتے ہو؟"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم جاؤ باہر آرام کرو، میں سونا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ مجھے اُمید تھی، کہ نشے کے عالم میں وہ لڑکی اس قسم کی باتیں کر رہی ہے۔ ہوش آئے گا تو اپنی راہ لے گی۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گئی اور میں گٹار ایک سمت رکھ کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا میری توقع سے مختلف نہیں تھا۔ لیکن میں خود اتنا جذباتی ہو جاؤں گا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ ماضی میں کھو کر جو کچھ مجھے یاد آیا تھا وہی میرے گٹار کے تاروں میں ڈھل گیا تھا۔ حالانکہ اتنے عرصے کے بعد میں نے گٹار بجایا تھا لیکن شاید میرے سُر میرے پاس تھے، اور زیبی کی موجودگی میں ان سُروں کی غمگینی رخصت ہو گئی تھی۔ گٹار میں ان سُروں کا درد جاگ اٹھا تھا۔ بلاشبہ یہ سُر اب ان آوارہ گردوں کو پاگل کر دیں گے لیکن میں کیا کرتا، بہر طور مجھے یہاں کچھ وقت گذارنا تھا۔ ترلوکا کی نگاہوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ سب ضروری تھا، دوسری صبح جاگا تو ذہن رات کے واقعات فراموش کر چکا تھا، یہ تک یاد نہیں رہا تھا کہ میں کہاں ہوں، پھر چھولداری کے دروازے کو دیکھا اس کے بعد سب کچھ یاد آ گیا، آنکھیں ملتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا، لیکن دفعتاً میرے قدم ٹھٹک گئے۔ خیمے کے دروازے کے باہر کیشی گھٹنوں میں سر دیئے لیٹی تھی، اس کے حسین وجود کی تمام تر رعنائیاں نمایاں تھیں، لمبے لمبے بال چہرے پر بکھرے ہوئے تھے ایک عجیب سی معصومیت نے میرے ذہن میں نجانے کون سے خانے روشن کر دیئے، میں اس کے قریب بیٹھ گیا، میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اُسے اٹھایا۔ آنکھیں ملتی ہوئی وہ اُٹھ بیٹھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ اس کی آنکھوں میں عقیدت کے گہرے جذبات تھے۔

"تم... واقعی کیشی تم۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں کیوں سو رہی تھیں؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں تمہارے جاگنے کا انتظار کروں گی، میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، اس کے بعد میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے اپنا ساتھی منتخب کر لیا۔ کم از کم کچھ وقت کے لئے اس کی معیت میں تھوڑا سا دل ہی بہلے گا۔ ویسے بھی تنہا کیا کروں گا۔ سارا دن اس کے ساتھ گذرا، رات کو میں وہاں سے آگے بڑھ کر ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے پہنچ گیا جو کیمپنگ کے آخری سرے پر تھی، مجھے تعجب ہوا، واقعات اُس وقت بھی کچھ اسی قسم کے تھے، جب میں سردارے کے ساتھ برما میں تھا، اور تھامسن کے گروپ سے میری چل رہی تھی اس وقت بھی ایک ایسی ہی مہرباں لڑکی میرے ساتھ تھی، ہاں بالکل کیشی کی مانند اس کا نام ژدلی زاں تھا۔ واقعات کسی فلم کی مانند میری نگاہوں کے سامنے سے گذرنے لگے، سونے کی جھیل کی دلکشی ژدلی زاں کا صحت راز حُسن وہ خود بھی چاند کی کوئی پُراسرار مخلوق معلوم ہو رہی تھی، جو زمین پر اُتر آئی تھی اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی طلسمی مسکراہٹ بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ میں اس حسین ماحول میں کھو کر رہ گیا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی، اور نجانے کتنا وقت اس خاموشی سے گذر گیا، تب ژدلی نے ہی سکوت توڑا۔

"سیسرو"!

"ہاں ژدلی"، میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔"

"کچھ باتیں کرو، تھک گئے ہو تو لیٹ جاؤ، میں تمہارے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کر کے، تمہیں سکون کی دُنیا میں لے جاؤں گی، نجانے کیوں ژدلی زاں کی بات مان لینے کو جی چاہا اور میں لیٹ گیا، اس کی مخروطی انگلیاں میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگیں۔"

"تم وہ نہیں معلوم ہوتے سیسرو جو ہو۔ ژدلی آہستہ سے بولی۔

"ہر آدمی وہ نہیں معلوم ہوتا ژدلی جو وہ ہوتا ہے"۔ میں نے کہا۔"

"ہاں... لیکن کچھ دوست قابلِ بھروسہ ہوتے ہیں، ژدلی نے جواب دیا۔

"دوست... یہ کیا ہوتا ہے ژدلی۔"؟

"کیا مطلب"؟

"وقت سب سے بڑا دوست ہے جو چاہے مانگ لو، جو چاہو کہہ لو۔ اس کے بعد شاید کوئی دوست نہیں ہوتا۔"

"میں بھی نہیں..." ژدلی نے پوچھا۔

"تم سکون ہو دوست نہیں۔"

"شاید" وہ آہستہ سے بولی اور خاموش ہو گئی۔"

"بُرا مان گئیں۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا، اس کی انگلیاں بدستور میرے بالوں میں چلتی رہی تھیں۔"

"نہیں۔ تمہاری شخصیت پر غور کر رہی تھی، میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، کہ زخموں کے بھید نہ کریدوں گی، بس یونہی منہ سے باتیں نکل گئیں۔ شرمندہ ہوں، زخم جب اُبھرتے ہیں تو زبان تلخ ہو ہی جاتی ہے، غلطی میری ہے۔"

"اوہ۔ ژدلی شاید میں نے تمہاری دل آزاری کی ہے۔" میں نے کہا

"نہیں سیسرو، ایسی کوئی بات نہیں ہے، میرا دل بہت مضبوط ہے۔"

"میری باتوں کا بُرا مت ماننا ژدلی، میں نے کہا، دوسری صبح پُرسکون تھی، میں اپنے مکان میں واپس آ گیا اور ژدلی زاں مجھ سے فرصت کی ملاقات کا وعدہ لے کر چلی گئی، سردارے گھر پر موجود تھا۔

"کیا حال ہے سردارے، میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ۔"

"ہم بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہیں۔ ویسے یہ بتاؤ تمہیں اپنی ملی"؟

"نہیں جی۔ ہر دہ فرنا نیڈیس اس کا کوئی مائیکل نہیں ہے لیکن ہے خوب۔"

"خوب..." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں رہے اُستاد۔ سردارے کی آواز میرے کانوں میں اُبھری۔"

"بس۔ تھامسن کا منتظر رہا۔"

"اتنی جلدی تو اس کا آنا مشکل ہی اُستاد۔"

"آج کا دن زیادہ اہم ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔"

"میرا اور کیگرو کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اُستاد۔ کیا وہ چور دن کی روشنی میں آنے کی جرأت کرے گا"؟

"کیا کہا جا سکتا ہے سردارے۔ بہر حال وہ جب تک نہ آئے دن رات اس کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"کیگرو بہت حوصلہ مند انسان ہے۔ وہ پوری طرح چاق و چوبند ہے۔"

"ہاں۔ سیکا نے عمدہ آدمی روانہ کیا ہے۔ ویسے باہر کی پوزیشن کیا ہے"!

"لوگ پُرسکون ہیں اُستاد۔ سردارے نے جواب دیا۔ روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ سردارے کو میری رات کی تفریحات کا علم نہیں ہے، بہر حال اس بارے میں بتانا خاص ضروری بھی نہیں تھا۔

یہ دن بھی گذر گیا۔ لیکن سورج نے ابھی منہ نہیں چھپایا تھا کہ ہماری رگوں میں زندگی دوڑ گئی۔ بہت دُور سے موٹر سائیکلوں کے ایک غول کو دیکھا گیا تھا۔ کیگرو کے آدمیوں نے فوری طور پر اطلاع دی اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

"ہوں۔ تو تھامسن مردوں کی طرح آیا ہے، میں نے کہا۔"

"ہاں۔ یہ بھی اس کی شامت ہے۔"

"تو پھر میرا خیال ہے اسے کیمپ سے دور ہی روکا جائے، تاکہ کیمپ میں موجود بیگناہ انسانوں کو نقصان نہ پہنچے، میں نے کہا۔

"میں نے چار پوائنٹ ترتیب دیے ہیں چیف۔" پوائنٹ نمبر ایک پر میرے آدمی ہیں، نمبر دو پر کمک موجود ہے۔ تین اور چار خالی ہیں۔ لیکن وہاں تک نوبت ہی نہ آنے دی جائے گی۔" کیگرو نے ان پوائنٹس کی تفصیل بتائی۔

"ویری گڈ۔ گویا انہیں پوائنٹ نمبر ایک پر ہی روکا جا سکتا ہے۔"

"یقیناً۔"

"تب چلو۔" میں نے کہا۔ اور ہم کیمپ کے لوگوں کو بتائے بغیر پوری طرح مسلح ہو کر چل پڑے۔ پوائنٹ نمبر ایک سڑک کے کنارے کی وہ پہاڑیاں تھیں جن کے گرد گھومنے کے بعد پی گوڈے کی طرف مڑا جاتا تھا۔ پوائنٹ نمبر دو اس کے پیچھے تھا۔ اور تین اور چار کیمپ کے قریب تھا۔ چنانچہ ہم پوائنٹ نمبر ایک پر پہنچ گئے، بڑی عمدہ پوزیشن تھی، یہاں سے وہ سڑک کاٹی جا سکتی تھی جو پی گوڈے جاتی تھی۔ موٹر سائیکلوں کی خوفناک آوازیں اب کیمپ تک پہنچنے لگی ہوں گی، ان کی تعداد کسی طرح پچاس پچپن سے کم نہیں تھی، اور وہ خاصی تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھیں۔ کیگرو مستعد تھا۔

"پہلا پروگرام کیگرو۔!" میں نے پوچھا۔

"ابھی سامنے آ جائے گا چیف۔" کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں خاموش ہو گیا اور بلاشبہ کیگرو کا پہلا پروگرام بہت عمدہ تھا۔ جونہی موٹر سائیکلیں پوائنٹ نمبر ایک تک پہنچیں، اچانک کیگرو کے آدمیوں نے کوئی چیز سڑک کی طرف اُچھالی اور... دستی بموں کے خوفناک دھماکوں سے پہاڑیاں لرز اُٹھیں، سڑک پر ایک لائن سے دستی بم پھینکے گئے تھے۔

موٹر سائیکل والوں نے پورے بریک لگائے، اور بُری طرح ایک دوسرے سے اُلجھ گئے، انھیں اس شاندار استقبال کی توقع نہیں تھی، اُلجھنے والے زخمی بھی ہوئے تھے، اور کیگرو کے آدمیوں نے

انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس بار دستی بم ان کے جمگھٹے پر پھینکے گئے تھے۔ اور کیگرو کی ترکیب کارگر ہوئی۔

" وہ بدحواس ہو گئے، پھر بہت سوں نے، جدھر منہ اٹھا اپنی موٹر سائیکلیں موڑ دیں۔ بلاشبہ وہ بہترین سوار تھے، اگر وہ بہترین موٹر سائیکل سوار نہ ہوتے تو موٹر سائیکلوں کے بے شمار حادثے ہوتے لیکن وہ موٹر سائیکلوں پر صرف اتنی دُور گئے، جہاں وہ پوزیشن لے سکیں، وہ بھی اچھی طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔"

" دستی بموں کے جواب میں انہوں نے بھی دور پھینکے جانے والے دستی بموں سے حملہ کیا تھا، لیکن ان کے ساتھ دقت یہ تھی کہ وہ صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے، انھوں نے ٹیکریوں کے پیچھے بم پھینکے تھے، جو ناکارہ ہی رہے، البتہ اب کیگرو نے اسٹین گن سنبھال لی تھی۔ بموں کے حملے میں تین چار آدمی ڈھیر ہو گئے تھے۔ جن کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئیں تھیں۔ بہر حال ٹیکریاں ان کی بھی معاون ہوئیں اور انہوں نے بھی بالآخر اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔

دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں۔ کیمپ والوں کا کیا عالم تھا۔ اس وقت، وہی جانتے تھے۔ لیکن یہاں بہت عمدہ مقابلہ ہو رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے دُشمن فوجیں آمنے سامنے آ گئی ہوں، اور خوفناک جنگ جاری رہی۔ تھامپسن کافی ایمونیشن لے کر آیا تھا، لیکن جوش میں وہ بہت بے جگری سے گولیاں چلا رہا تھا، جبکہ کیگرو طویل جسامت ہونے کے ساتھ ذہین بھی تھا وہ صرف اسی طرف حملہ کرتا جہاں اسے کام بن جانے کا یقین ہوتا،

اِسی طرح تھامپسن کے آدمیوں کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ ہمارے بھی کئی آدمی زخمی ہوئے۔ لیکن مرا ایک بھی نہیں تھا۔ کافی دیر گذر چکی تھی۔ تھامپسن کے آدمی جمے ہوئے تھے، تب کیگرو رینگتا ہوا میری طرف آیا۔"

" اب ہمیں متحرک ہونا چاہیئے۔" اس نے کہا۔

" کیا مطلب ہے"؟

" مقابلہ توقع سے زیادہ طویل ہو گیا ہے اور ایمونیشن بہر حال محدود ہے۔"

" متحرک سے کیا مراد ہے"؟

" جگہیں بدل بدل کر صرف کار آمد حملے ہونے چاہیں۔"

" لیکن اس طرح ہمارے آدمی بھی نقصان اُٹھائیں گے۔"

" یہ خطرہ بھی مول لینا پڑے گا چیف، پرواہ مت کرو۔ کیگرو نے کہا۔" اور پھر اس نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی، دوسری طرف سے اس سیٹی کا جواب بھی ملا۔

اور پھر مَیں نے بڑی دلچسپ و عجیب جنگ دیکھی، کیگرو کے ساتھی تیزی سے جگہیں بدل رہے تھے، اور چونکہ وہ سمتوں کا صحیح اندازہ رکھتے تھے اس لئے بڑے کار آمد نشانے لگا لیتے تھے، ہاں اسی طرح چار آدمی گولیوں کی زد میں آ گئے اور ہلاک ہو گئے، لیکن چار آدمیوں کے زیاں نے کیگرو کے بدن میں چنگاریاں بھر دیں۔

اور اس کے بعد تو اس نے ایسے خوفناک حملے کئے کہ بس لُطف ہی آ گیا۔ تھامپسن کے آدمی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور کیگرو کی دہاڑ گونجی۔

" او کانے۔۔۔ او چور۔ بھاگ کیوں رہا ہے مردوں کی طرح مقابلہ کر۔۔۔ آ جا۔ او کانے چور۔ میں دیکھوں تو کتنا بہادر ہے، لیکن کانا چور بہادر ہی نہیں چالاک بھی تھا، وہ جوش میں نہیں آیا۔ اور گولیاں چلاتا رہا۔ چیخیں اُبھرتی رہیں۔ لیکن کیگرو کا طریقہ کار بہت شاندار رہا تھا۔ تھامپسن کے آدمی جان چھوڑ گئے۔ اور پھر ہم نے موٹر سائیکلیں اسٹارٹ ہونے کی آوازیں سُنیں۔

کیگرو نے ایک خوفناک دہاڑ کے ساتھ نعرہ لگایا اور بھاگنے والوں پر فائرنگ کرنے لگا، تب ہم نے اچانک تھامپسن کو دیکھا۔ اس کی آنکھ کا سیاہ ٹیپ اس کی نشاندھی کر رہا تھا۔

وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا، سفید پتلون اور براؤن جیکٹ میں ملبوس تھا، لیکن سفید پتلون کا ایک پائنچہ خون میں لت پت نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ زخمی ہو گیا تھا۔

کیگرو نے اس پر نشانہ لگایا، لیکن تھامپسن پھرتی سے زمین پر گر پڑا تھا۔ اس نے سانپ کی طرح پلٹ کر کئی فائر جھونک دیئے اور ہمیں بھی اپنی حفاظت کرنا پڑی، لیکن اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر تھامپسن موٹر سائیکل تک پہنچ گیا تھا۔ اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی کہ ہم دَنگ رہ گئے۔"

کیگرو نے پھر گولیاں چلائی تھیں۔ لیکن تھامپسن موٹر سائیکل کی سواری کا ماہر تھا۔ اس نے موٹر سائیکل کو اس طرح لہرایا کہ ایک بھی گولی اس کے نہ لگ سکی اور وہ صاف نکل گیا۔

" کھیل ختم۔" کیگرو نے کہا۔

اور بلاشبہ کھیل ختم ہو گیا تھا۔ اب تھامپسن کی طرف سے گولیاں نہیں چل رہی تھیں۔ جن کے ہاتھ موٹر سائیکل لگی وہ انہیں لے کر نکل بھاگے، جو موٹر سائیکل تک پہنچنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے وہ پیدل ہی رفو چکر ہو گئے۔ ہمارے پانچ آدمی زخمی ہوئے تھے چار ہلاک، جبکہ تھامپسن کے سترہ آدمی ہلاک ہوئے بائیس زخمی۔ اور زخمیوں کو مَیں نے بھاگ جانے کا موقع دیا۔ بلاوجہ اتنے

لوگوں کو ہلاک کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

کیگرو کے آدمی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ سچ مُچ وہ وحشی تھے۔ کیونکہ بعض زخمی جن کے جسم کے مختلف حصّوں میں ابھی تک گولیاں موجود تھیں، وہ بھی اس رقص میں شریک ہو گئے تھے۔

اور پھر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے۔ لیکن کیمپ میں داخل ہو کر ہمیں سخت ہنسی آئی۔ دُنیا سے بیزار آوارہ گرد، زندگی سے لاپرواہ لوگ، اس وقت خوفزدہ ہو کر نہ جانے کہاں جا چھپے تھے، پورا کیمپ سنسان پڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے یہاں انسانوں کی آبادی ہی نہ ہو۔"

" زندہ باد چیف۔۔۔ یہ سارے جیالے کہاں مر گئے"؟ کیگرو نے بھونڈے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔"

" کیمپ چھوڑ کر بھاگ گئے شاید"۔ سردارے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

" ہے۔۔۔ بہادرو۔ کہاں چھپ گئے، باہر نکل آؤ۔ فاتح واپس آ گئے ہیں۔ کیگرو نے چیخ کر کہا۔ اور میری نگاہ یوں ہی بائیں سمت اُٹھ گئی۔ تب مَیں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔

یقیناً وہ ژدلی ہی تھی، اس کے ہاتھ میں رائفل تھی اور کندھے پر کارتوسوں کی پیٹی پڑی ہوئی تھی۔ پیٹی میں اب صرف دو چار کارتوس ہی رہ گئے تھے۔

" ارے۔ یہ کہاں سے آ رہی ہے"؟ سردارے نے بھی اسے دیکھ لیا۔!

" ژدلی"۔ مَیں نے اُسے آواز دی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ ژدلی مجھے دیکھ کر مُسکرائی۔

" فتح مُبارک! سپسرو"۔

" شکریہ ژدلی۔ لیکن تم کہاں سے آ رہی ہو"؟

" مَیں بھی اپنا فرض ادا کرنے گئی تھی"۔

" یعنی"؟ میں نے حیرت سے کہا۔

" جانے دو سپسرو۔ اتفاق ہے کہ تم نے مجھے دیکھ لیا۔ اس سوال کی ضرورت نہیں ہے"۔

" اوہ!" مَیں نے آہستہ سے کہا۔" میں صورتِ حال سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

" اس تعاون، اس محبت کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ ژدلی"۔

" مجھے افسوس ہے سپسرو۔ مَیں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکی۔

" ژدلی۔ تمہاری محبت ہی کافی ہے"۔

" تمہیں میری محبت کا اعتراف ہے سپسرو"؟ اس نے عجیب لہجے میں پوچھا"۔

" ہاں!"

" بس۔ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیئے"۔ وہ میری بات کا انتظار کئے بغیر چل پڑی۔ اور سردارے میرے پاس آ گیا۔

" مَیں نے ایک جھلک دیکھی تھی اُستاد"، سردارے نے کہا۔

" کہاں"؟

" پہاڑوں میں"۔

" ہوں۔ وہ ہماری طرف سے لڑنے گئی تھی"۔

" میرے اُستاد کی یہی شان ہے۔ بھلا ایسی ایسی حسین عورتیں ہمارے لئے لڑیں اور کوئی ہمیں شکست دے جائے مگر کیمپ والے بُزدل ہیں، کہاں بھاگ گئے"۔

لیکن ابھی سردارے کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک شور اُٹھا، اور بے شمار لوگ دیواروں کی آڑ سے نکل کر ہماری طرف لپکے"۔

" بچو۔ اُستاد۔ سردارے نے کہا۔ لیکن ہم نہ بچ سکے، آنے والوں نے ہم میں سے ایک ایک کو کندھے پر اُٹھا لیا تھا۔ وہ خوشی سے دیوانہ وار ناچ رہے تھے۔

"یہاں تک کہ کیگرو جیسے ڈیل ڈول والے آدمی کو دس بارہ لڑکیوں نے کندھوں پر اُٹھا لیا تھا۔ اور کیگرو خوشی سے چیخ رہا تھا پھر اس نے پستول کا رُخ آسمان کی طرف کر کے فائر بھی شروع کر دیئے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے دوسرے ساتھی بھی فائر کرنے لگے۔ مَیں نے ان لوگوں کو نہیں روکا۔ اور لوگ ہمیں اُچھالتے رہے

وہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ کچھ ہپیوں نے گٹار بجا بجا کر نغمے الاپنا شروع کر دیئے تھے۔

اور تو اور حضرت میسو ٹگ نا ئیڈو بھی ٹھمک ٹھمک کر رقص کر رہے تھے، غرض خدا خدا کر کے یہ طوفانِ بدتمیزی رُکا۔ اکثر لوگ اپنے بجانے والوں کے تھک جانے سے خود ہی گر پڑے تھے۔ بہرحال تھامپسن کو عبرتناک شکست ہوئی تھی، اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ ادھر کا رُخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

ژو فیاں اور پاسکل کی سرکردگی میں منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد اسی شام پھر مجھ سے ملا اور انہوں نے پُرخلوص پیشکش کی کہ وہ مجھ سے مال کے حصول کا معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جو سیکوریٹی میں طلب کروں گا۔ ادا کر دی جائے گی۔"

" ٹھیک ہے۔ تم لوگ مال کی فہرست بنا کر دو سیکوریٹی کے بارے میں۔ میں بتا دوں گا۔ میں نے کہا۔ ابھی مجھے کئی کام کرنے ہیں۔ چنانچہ رات کو نو بجے کھانے پر میں نے کیگرو اور کچھ دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔

" ساتھیو۔ کیا خیال ہے۔ تھامپسن کا کھیل ختم ہو گیا۔"

" سو فیصد چیف۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔ اس کی طاقت ختم ہو گئی۔

" اگر رُخ کیا بھی تو دیکھا جائے گا۔ سردار سے نے کہا۔

" وہ زخمی بھی ہو گیا ہے۔ چیف۔

" بہرحال۔ اسے جانے دو۔ اب پیلائی کے بارے میں کیا خیال ہے"؟

" کل سے سیکا سے بات کی جائے گی۔ آج تو وقت گذر گیا۔"

" ٹھیک ہے اُستاد۔"

" اپنے آدمیوں کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے"؟

" بہت عمدہ موت مرے۔" کیگرو بولا۔

" انہیں دفن کر دیا"؟

" نہایت احترام کے ساتھ۔ کیگرو نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ اس کی آواز میں غم کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

" ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کیگرو، تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا۔"

" حکم کرو چیف۔"

" کیا پی گوڈے وینس کے تحت نہیں ہے"؟

" سو فیصد چیف۔"

" تو حکومت وینس نے یہاں پولیس رکھنا مناسب نہیں سمجھی۔"

" پی گوڈے والوں کی درخواست پر۔ کیا سمجھتے ہیں آپ چیف، یہ لوگ آوارہ گردوں اور سیاحوں کی کھال اُتارتے ہیں اور حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خود ہی حکومت سے درخواست کی تھی کہ یہاں کے معاملات میں پولیس دخل نہ دے۔ اس طرح وہ اپنے معاملات خود ہی نپٹا لیتے ہیں۔"

" اوہ — میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑ لیے، بہرحال چند منٹ کے بعد میں نے کہا۔"

" تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کے بارے میں کیا رائے ہے"؟

" انہیں کسی گڑھے میں پھنکوا دیا جائے گا چیف، میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں بھی ایک جگہ جمع کر دیں۔ کیگرو نے لاپرواہی سے کہا، اور اس بے فکرے انسان کے لہجے پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔"

" میرا خیال ہے انہیں بھی دفن کر دو کیگرو۔ بہرحال وہ مر چکے ہیں۔"

" تمہارا خیال ہے تو ٹھیک ہے چیف — ایسا ہی کر دیا جائیگا۔

" شکریہ کیگرو۔ میں نے کہا۔ اور پھر تھوڑی دیر تک ہم مزید اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے، پھر سردار سے نے کہا۔

" اب کیا حکم ہے اُستاد"؟

" بس ٹھیک ہے۔ کیگرو چند لوگوں کو ابھی کچھ روز تک کسی مناسب جگہ تعینات رکھے گا۔ گو اس کی خاص ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی"؟

" اگر تم نہ کہتے چیف۔ تب بھی میں ایسا کرتا۔ دراصل میں شیر سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ لیکن لومڑی پھر لومڑی ہے۔ خواہ زخمی ہی کیوں نہ ہو۔

" اور تم اب لومڑیوں سے بھی مقابلہ کرنے لگے ہو"؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کرنا ہی پڑتا ہے چیف — اس لئے کہ لومڑی بھی ناخن والی ہے" کیگرو نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر بولا۔

" مجھے اجازت ہے چیف"؟

" اوکے کیگرو" اور کیگرو چلا گیا۔

" مجھے اب یہاں کون نہ جانتا۔ اور پھر ایک گٹار نواز کی حیثیت سے وہ ذاتی طور پر بھی مجھ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ بہت سوں سے بچا۔ لیکن آوارہ گردوں کے ایک گروہ نے گھیر ہی لیا۔"

" ہے سپسرو — ہے جیالے۔ کیا آج اپنی فتح کے گیت نہیں سنائے گا۔ تو فنکار بھی ہے، اور بہادر بھی اور سمجھ لے کہ یہ صفت ایک آدمی میں یکجا نہیں ہوتی۔"

" سپسرو — ایک بار پھر تڑپا دے۔ اتنا تڑپا کہ نیند آ جائے، موت آ جائے۔ ایک خوب صورت سی لڑکی نے کہا اس کے منہ سے چرس کے بھپکے اُٹھ رہے تھے۔"

" آج کی رات تمہاری ہے۔ میرے لئے فتح کے گیت تم گاؤ دوستوں مجھے اجازت دو۔" میں نے کہا اور بمشکل تمام میں نے ان سے پیچھا چھڑایا اور ژرولی کے مکان تک پہنچا۔ ژرولی نے پُرمسرت انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔

" کیوں — " آج کیا خاص بات ہے۔ میں نے پُوچھا۔

" کیا میری یہ مُسرت کاروباری ہے سپسرو۔"؟ اس نے پُوچھا۔

" میں نے تمہارے آج تک کے رویئے میں کبھی کاروبار نہیں محسوس کیا۔" میں نے کہا۔

" یہ انداز سب کے لئے نہیں ہو سکتا سپسرو۔ ژرولی نے آہستہ سے کہا۔"

" میں بھی جانتا ہوں ژرولی۔ لیکن آج تم نے میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ ہمیں تمہارے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا۔ ورنہ ہم تمہاری حفاظت کا بندوبست کرتے۔"

میں تمہاری حفاظت کرنے گئی تھی سپسرو۔ ژرولی نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔"

" شکریہ ژرولی۔ درحقیقت تمہارا شکریہ۔"

" اپنے لئے۔ ؟ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔"

" ہاں۔ صرف اپنے لیے۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش ہو گیا، ژرولی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

" لیکن افسوس وہ نہ ہو سکا جو میں چاہتی تھی۔"

" کیا — میں چونک کر بولا۔ اور ژرولی مسکرانے لگی۔

" تھامپسن زخمی ہو گیا ہے سپسرو۔"

" ہاں۔ ویسے وہ بے حد پھرتیلا ہے، ہم نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ نکل گیا۔"

" لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ زندگی بھر کے لئے لنگڑا ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے دل کے مقام پر گولی مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں اچھی نشانہ باز نہیں ہوں۔"

" اوہ — تو — تو تھامپسن کو تم نے زخمی کیا ہے۔ ژرولی"؟ میں اُچھل پڑا۔

" تمہارے اوپر احسان دلانے کے لئے نہیں کہہ رہی۔ میں خود بھی اس سے نفرت کرتی ہوں۔ میری دِلی خواہش تھی کہ وہ میرے ہی ہاتھوں مارا جائے۔" ژرولی نے کہا۔

" حیرت انگیز۔ لیکن ژرولی۔ تم اس قدر نفرت کیوں کرتی تھیں۔"

" اپنا ماضی، اپنے حالات تمہیں بتا چکی ہوں سپسرو۔ میں نے کسی اور سے انتقام کے لئے یہ پیشہ اختیار کیا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا تھا، تھامپسن جابر تھا۔ اس نے میری شخصیت ختم کر دی تھی۔ اور میں کسی جابر کے سامنے بے بس تو ہو سکتی ہوں۔ اپنی خودی کو قتل نہیں کر سکتی۔ اگر تھامپسن تمہارے ہاتھوں زک نہ اُٹھاتا تو کسی بھی رات میں اسے قتل کر دیتی۔"

" اوہ ... میں نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پُراسرار عورت درحقیقت انوکھی ہے۔"

" خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم نے پی گوڈے کو تھامپسن سے نجات دلا دی ہے۔ یہ لوگ تمہارے شکرگذار ہیں۔"

" میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں ژرولی۔"

" کہو سپسرو۔"

" میں ایک آوارہ گرد ہوں ژرولی۔ تمہارے علم میں ہے۔" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔"

" اس کے ساتھ ہی منشیات کا اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے منسلک بھی ہوں۔ میں نے چند ساعت خاموشی کے بعد کہا —"

" میں اندازہ لگا چکی ہوں۔"

" تھامپسن کمینہ انسان تھا۔ وہ منشیات بھی فروخت کرتا تھا۔ اور انسانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کرتا تھا۔ بہرحال میں یہ نہیں کہوں گا کہ اسے اذیت دینے میں کوئی انسانی جذبہ ہمدردی زیادہ حاوی تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اسے زک پہنچانے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے میں یہ جذبہ کارفرما تھا۔"

" یہی سے کیا مُراد ہے سپسرو۔"؟

" دوسرے خیال کے بارے میں تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا۔"

" میں نہیں سمجھی سپسرو۔ ژرولی نے غور کرتے ہوئے کہا۔"

" پی گوڈے منشیات کی کھپت کے لئے عمدہ جگہ ہے۔"

" اوہ۔ ہاں میں سمجھ گئی۔"

" اور تم نے سُن بھی لیا ہوگا۔ آئندہ سب اڈے سپسرو کا مال استعمال کریں گے۔"

" ہاں — میں سُن چکی ہوں۔"

" تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ژرولی۔"

" مجھے اعتراض ... اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔

" ہاں —"

" میں سمجھی نہیں سپسرو"؟

" دراصل ژدلی۔ میں طویل عرصے تک یہاں نہ ٹھہر سکوں گا، اور میری دوسری منزل سوئٹزرلینڈ ہے، پھر جرمنی، ڈنمارک اور سویڈن وغیرہ اور پھر نہ جانے کہاں کہاں۔ میں چاہتا ہوں پی گوڈے میں سپسرو کے کاروبار کی نگرانی تم کرو۔"

" میں ۔۔۔" وہ اُچھل پڑی۔

" ہاں۔ ژدلی ۔ تم یہاں کی انچارج بن جاؤ۔"

" اور ژدلی حیران نگاہوں سے میری شکل تکتی رہی پھر اس کے چہرے پر اُداسیاں اُمڈ آئیں۔ اس کی آنکھیں جُھک گئیں نجانے کیوں وہ بے حد اُداس ہوگئی تھی ۔"

" بوجھ ـــ اس نے کہا۔" انسان بڑی کمزور شئے ہے سپسرو! وہ خود اپنا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ دوسروں کی کیا وہ مدد کر سکتا ہے۔ میری زندگی میرے حالات تمہارے علم میں ہیں سپسرو۔ کیا تم مجھے اس بوجھ کے قابل سمجھتے ہو، میں تو خود ایک ناکارہ ہستی ہوں، اپنا بوجھ تمہارے کاندھوں پر ڈالنے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

ہاں۔ میں اس دُنیا میں تنہا ہوں۔ پوری دُنیا میں۔ میں اپنا بوجھ کسی کو دینا چاہتی ہوں۔ گٹار نواز ـ

یہ آواز ژدلی زاں کی نہیں کیشی کی تھی۔ اس آواز نے مجھے ماضی کے جزیرے سے کھینچ لیا۔ میں نے کھوئی کھوئی سی آنکھوں سے کیشی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

نفرت کا ایک طوفان سا میرے دل میں اُمڈ آیا۔ نہ جانے کیوں شدید جھنجھلاہٹ ذہن پر طاری ہوگئی تھی۔ میں خوابوں کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ اس طلسم کو نہیں توڑنا چاہتا تھا جو اس منحوس لڑکی نے توڑ دیا تھا۔ اس نے ظلم کیا تھا مجھ پر۔ یہ اس کا لوازِ تھا جب اس کی زندگی میں کوئی تردد نہیں تھا جب یہ ساری کہانیاں ایک کھیل تھیں۔

"اُٹھ جاؤ کیشی"۔ میں نے کرخت لہجے میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

" مجھ سے دُور ہٹ جاؤ۔"

" کیا ہوگیا ۔ کیا بات ہے۔" وہ تعجب سے بولی۔

" کیا سمجھا ہے تم نے مجھے ؟"

" میں ـ میں ـ

" گھاٹ گھاٹ کا پانی پی کر، ساری عمر آوارگیوں میں گذار کر اب تم ایک انسان کے کاندھوں کا سہارا چاہتی ہو۔ کیا تم اس قابل ہو"؟

" تمہیں اچانک کیا ہوگیا ڈیئر؟"

" یہاں سے چلی جاؤ کیشی ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

" کیا کرو گے ۔ مار ڈالو گے تم مجھے۔ یہی کرو گے نا۔ مگر کیوں، تم نے تو مجھ سے التفات برتا تھا۔

" ہمدردی کی تھی صرف میں نے۔"

" وہی سہی ۔ تو سب کیا ہوگیا؟"

" تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"

" نہ سہی ـ مگر مجھے لگتا ہے، جیسے تم خود دیکھ رہے تھے۔ یوں لگتا ہے۔ جیسے کسی احساس نے ۔ ۔ ۔

" میں ـ میں تم سے دُوری چاہتا ہوں۔ بس، یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ نقصان اُٹھاؤ گی۔

" میں تم سے تعاون کروں گی۔ یہاں میں تمہارا انتظار نہیں کر رہی تھی۔ بس جی چاہا کہ تم سے یہ باتیں کر لوں، میں جانتی ہوں میں اس قابل نہیں ہوں مگر زبان تو ہے میرے پاس اپنی خواہش کا اظہار تو کر سکتی ہوں۔ جب یہ زبان بولنے کے قابل نہیں رہے گی تو۔ پھر کسی سے کچھ نہ کہوں گی۔

" وہ سسکنے لگی۔ میں جلتی آنکھوں سے اُسے دیکھتا پھر اُس سے کہا۔"

" تم سب کی ایک ہی کہانی ہوتی ہے ایک ہی انداز ہوتا ہے تمہارا۔ تم زندگی میں ہنستی مسکراتی رہتی ہو اُس کے بعد غموں کے بوجھ میں دبتی چلی جاتی ہو۔ نفرت کرتا ہوں میں تم سے بے حد نفرت، شدید نفرت، بہت زیادہ نفرت۔

" تمہارے گٹار کے تار بتاتے تھے۔" کیشی بولی۔

" کیا بتاتے تھے"؟

" یہی تم دُکھی ہو۔"

" ہاں میں دُکھی ہوں۔ دُنیا میں مجھے اپنا دکھ بانٹنے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کا سہارا نہیں چاہیئے مجھے۔ میں نے کہا اور خود اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

کیشی نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں اپنے خیمے میں آگیا۔ ایک جنون سا طاری ہوگیا تھا مجھ پر۔ دل میں اُداسیاں بھر گئی تھیں۔ زیبی یاد آ رہی تھی۔

گٹار اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ ایک سنسان سے گوشے کو منتخب کیا اور میری انگلیاں گٹار کے تار پر چلنے لگیں۔ میں بے خود ہوگیا۔ جی چاہتا تھا کہ کلیجہ نکال کر سامنے رکھ دُوں، ہر ایک کو اپنی داستانِ غم سناؤں، اتنا روؤں کہ میرے اطراف میں پانی ہی پانی ہو جائے۔ گٹار کے تار میرے دل کی آواز فضا میں بکھیر رہے تھے۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ اور میں ان بند آنکھوں میں نجانے کتنے طوفان چھپے ہوئے گٹار بجا رہا تھا۔ میں اس وقت تک گٹار بجاتا رہا۔ جب تک انگلیاں درد نہ

کرنے لگیں اور اُس کے بعد آہستہ آہستہ گٹار کی آواز فضا میں معدوم ہوتی گئی۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو حیرت سے چونک پڑا۔ میرے اطراف میں انسانوں کا سمندر تھا، ہپی آوارہ گرد خاموش کھڑے تھے۔ بالکل خاموش جیسے وہ سنگی مجسمے ہوں، میں نے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا، آہستہ آہستہ وہ بھی ہوش میں آئے اور پھر ایک طوفان برپا ہوگیا۔ وہ مجھے داد دے رہے تھے، میرے گن گا رہے تھے۔ یہ بھی بہت پُرانی بات تھی۔ ایسا ہی ہوتا رہا تھا۔ جب بھی میں نے دل سے گٹار کے تار چھیڑے، جب بھی میرے دل سے محبت کے نغمے پھوٹے، جب بھی میرے دل سے درد بہا، لوگوں نے اُسے سراہا۔ یہ لوگ میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانکتے تھے۔ یہ گٹار کے تاروں کے شکر گذار تھے۔

میں نے انہیں دیکھا، انہیں خوش کیا اور آوارہ گرد میرے فن کے قصیدے گاتے رہے، وہ میرے گٹار کی لے پر سر دھنتے رہے تھے۔ وہ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے۔ لیکن میری نگاہیں بھٹک رہی تھیں ان آوارہ گردوں میں کیشی نہیں تھی۔ شاید وہ کسی تنہا گوشے میں آنسو بہا رہی ہو گی۔

ہنہ۔ میں نے نفرت بھرے انداز میں سوچا۔ رو رہی ہے تو روتی رہے، میں کتنے آنسو خشک کر سکتا ہوں۔

ہے گٹار نواز ۔ ۔ ۔ ہے آسمان سے اُترنے والے تو نے ہمارے دل کو درد سے بھر دیا ہے۔ تو نے ہمیں پاگل کر دیا ہے۔ ہمارے دلوں کو غم دے دیئے ہیں، ہماری آنکھوں میں آنسو دے دیئے ہیں۔ ہم جینا چاہتے ہیں، ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں، زندگی کی تمام اُلجھنوں سے ہٹ کر ہمیں جینے کے نغمے سُنا۔ ورنہ ہم مر جائیں گے۔ ہاں یہ رات بہت سوں کے لئے موت کی رات ثابت ہوگی۔ گٹار نواز محبت کا کوئی نغمہ چھیڑ دے، پیار کی مستی بکھیر دے، ہم تیرے لئے آئے ہیں، ہمیں اپنے فن سے محروم نہ رکھ۔

میں نے ان اُداس لوگوں کو دیکھا۔ احمق نشہ آور ادویات اور نشہ آور اشیاء میں اپنی زندگی کھو بیٹھے ہیں۔ اور اب صرف سانسیں لینا ضروری سمجھتے ہیں، لیکن کیا میں ان سے ان کی سانسیں چھین لوں، کیا یہ لمحاتی زندگی بھی ان سے چھین لوں، نہیں یہ مناسب نہیں ہے کسی نے بڑے احترام سے میرے سامنے چرس بھرا ہوا سگریٹ پیش کیا اور نجانے کیوں میرا ہاتھ اُس کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے سگریٹ ہونٹوں سے لگایا۔ دوسرے آوارہ گرد نے اُس کو شعلہ دکھا دیا اور میں سگریٹ کے کش لینے لگا۔ پھر تو مجھ پر نشہ آور اشیاء کی بارش ہوگئی۔ وہ لوگ جو بھیک مانگ کر اور نجانے کس کس طرح اپنے لئے یہ نشہ آور ادویات حاصل کرتے تھے، مجھے اپنی پونجی پیش کر رہے تھے۔ اپنے نذرانے دے رہے تھے مجھے۔ میں نے تین چار سگریٹ قبول کئے اور میرے ذہن میں سرور کی لہریں اُٹھنے لگیں۔

پھر جب طبیعت متلانے لگی، تو میں نے اپنے آپ کو سنبھالا سر کو دو تین جھٹکے دیئے اور گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں پھر سے چلنے لگیں۔ اور اس بار ایک ہنستا ہوا نغمہ گٹار کے تاروں سے پھوٹا تھا۔ آوارہ گرد رقص کرنے لگے۔ چٹکیاں بجانے لگے۔ وہ

خوش ہوگئے تھے۔ اُن کی محنت کامیاب ہوئی تھی، انہوں نے جو کچھ مجھے دیا تھا اب اُس کا معاوضہ انہیں مل رہا تھا۔ مستی بھرے نغمے، پیار بھرے نغمے، گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں بجلی کی طرح گردش کرتی رہیں۔ طویل عرصے کے بعد میں نے اتنی تیز رفتاری سے گٹار بجایا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کیا کیفیت تھی اور پھر چرس کے نشے نے مجھے ویسے بھی مدہوش کر دیا تھا۔ میں گٹار بجاتا رہا۔ بجاتا رہا۔ جب تک کہ میرے حواس، میرے ہاتھ میرا ساتھ دیتے رہے، اور اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے زمین کی گردش تیز ہوگئی ہو۔ آسمان نیچے آگیا ہوں، قیامت آگئی ہو۔ ہاں چاروں طرف مجھے یونہی محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ہولناک چیخیں اُبھر رہی ہوں، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑ رہے ہوں۔ اور اُس کے بعد ۔ ۔ ۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ہاں میں نجانے کسی قیامت کا شکار ہوگیا تھا۔ اور نجانے کب تک اس قیامت کا شکار رہا۔ آہستہ آہستہ ہوش و حواس واپس آنے لگے۔ ماحول کچھ نمایاں ہوا تو میں نے اپنے اطراف میں سفیدی بکھری ہوئی دیکھی، شاید دن نکل آیا تھا۔ روشنی ہوگئی تھی، آسمان پر سورج چمکنے لگا تھا۔ لیکن یہ سفیدی، یہ سفیدی تو ٹھنڈی ٹھنڈی سی تھی۔ یہ آنکھوں کو چبھتی تو نہیں تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں ان سفید دیواروں کو دیکھا جو نہایت نفیس بنی ہوئی تھی۔ بڑا ہی خوبصورت پلاستر کیا گیا تھا۔ اور بڑا ہی حسین رنگ کیا گیا تھا اُن پر۔ اطراف میں سفیدی ہی سفیدی تھی۔ روشنیاں غالباً ایسی جگہ چھپی ہوئی تھیں۔ جہاں سے ان کے بارے میں اندازہ بھی نہ ہو سکے۔

حواس واپس آئے تو میں نے اس ماحول پر غور کیا، یہ سب کیا ہے؟ یہ وہ جگہ تو نہیں ہے، یہ چٹانیں تو نہیں ہیں۔ یہ کمرہ ۔ ۔ ۔ اوہ میرے نیچے یہ آرام دہ گداز بستر، میں نے گردن گھما کر دیکھی۔ سفید بستر تھا۔ انتہائی نرم، بالکل پھولوں کی مانند، کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، کوئی ایسا خواب جس میں تشنہ آرزوئیں پوشیدہ ہوں۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا۔ ہاتھ سے چھو کر ہر شئے کو

دیکھا، ایک انتہائی آرام دہ مسہری پر لیٹا ہوا تھا اور میرے اطراف میں سفید فرنیچر آراستہ تھا۔

بے اختیار میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ رات کے واقعات یاد آ گئے تھے مجھے، چرس پی تھی میں نے، ہاں طویل عرصے کے بعد چرس پی تھی۔ منہ کا مزہ اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ میں وہ گناہ کر چکا ہوں جس سے میں نے توبہ کی تھی، لیکن توبہ کیس لئے توبہ۔ میری تو ساری زندگی ہی گناہوں میں گزری تھی۔ توبہ بھی کی تو کیا ملا۔ دل میں عجیب عجیب سے خیالات اُبھرنے لگے۔ میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

سامنے ہی ایک سفید دروازہ نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ خاصا کشادہ کمرہ تھا ضروریات زندگی سے آراستہ۔ مگر میں یہاں کہاں سے آ گیا۔ کون سی جگہ ہے۔ کیا وہ کیمپنگ نہیں ہے؟ اگر۔ اگر یہ کیمپنگ نہیں ہے تو پھر مجھے یہاں لانے والا کون ہے۔

ذہن اس گتھی میں اُلجھا ہوا تھا اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اُٹھ کر دروازے کے قریب پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔ پہلے آہستہ۔ پھر زور زور سے — اور چند ہی لمحات کے بعد باہر قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔

دروازے کو کھولنے والا ایک قوی ہیکل سفید فام تھا، اس کے لمبے لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ جسم کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ خاصے مضبوط بدن کا مالک ہے۔ آنکھیں بھی انتہائی خوفناک تھیں۔ اس نے کرخت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ہوش آ گیا ہے تو ہوش میں رہو۔ ورنہ یہ بے ہوشی ابدی بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک زوردار گھونسہ رسید کر دیا۔ اتنی غیر متوقع اور انوکھی ضرب تھی کہ وہ اپنے آپ کو گرنے سے نہ سنبھال سکا۔ لیکن نیچے گرتے ہی وہ اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں خون نظر آ رہا تھا۔ غالباً اس گھونسے نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ وہ بے اختیار مجھ پر جھپٹ پڑا۔ لیکن میرا جنون ابھی سرد نہیں ہوا تھا، میں زندگی اور موت کے درمیان تھا۔ نہ جینا چاہتا تھا نہ مرنا۔ اور یہ شخص جو سامنے آیا تھا۔ یہ جو مجھ سے بدسلوکی کر رہا تھا اس وقت اپنی زندگی کے سب سے بڑے دور میں تھا۔ میں نے اس کے لمبے سنہرے بال اپنی مٹھی میں جکڑے اور اُس کے بعد اُسے لے کر دوڑتا ہوا ایک دیوار تک گیا۔ خوش قسمتی تھی اُس کی کہ اس نے پوری قوت سے دیوار سے پاؤں ٹکا دیا۔ ورنہ شاید اس کا بھیجہ نکل گیا تھا۔

مجھ پر ایک وحشت طاری ہو چکی تھی۔ ایک جنون طاری تھا۔ مجھ پر، جی چاہ رہا تھا کہ ساری کائنات کو تہس نہس کر دوں۔ اور کائنات میں یہ پہلا بے وقوف میرے سامنے آیا تھا۔ جس کی موت میرے ہاتھوں ہونی تھی۔

اُس نے اپنے آپ کو بچایا اور پھر پلیٹ کر میرے سینے پر ٹکر ماری۔ خاصی زوردار ٹکر تھی، ویسے بھی تن و توش کا زبردست آدمی تھا۔ اس لئے اس ٹکر نے مجھے نقصان پہنچایا۔ لیکن اس وقت میں نفع و نقصان کی حدود سے نکل چکا تھا۔ میں نے پیچھے سے اُس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر قینچی کس دی۔ اور ایک بار پھر اُسے زمین پر دے مارا۔ اس بار اُس کی دلخراش چیخ فضا میں اُبھری تھی۔ میں اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کے سینے پر گھٹنہ ٹیک کر میں نے اُس کی گدی پر گھونسے مارنا شروع کر دیئے۔ اُسی وقت عقب سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

اندر داخل ہونے والے دو آدمی تھے۔ شاید چیخ کی آواز سُن کر آئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ خبردار اسے چھوڑ دو ورنہ....." وہ میرے پیچھے آ گئے اور پھر کسی نے مجھے گردن پکڑ کر اُٹھانے کی کوشش کی لیکن میری کیفیت ایک غضبناک چیتے کی سی ہو رہی تھی جو پتھروں کو بھی چبا ڈالنا چاہتا تھا۔ جس شخص نے میری گردن پر ہاتھ ڈالا تھا۔ وہ اُلٹ کر میرے سامنے آ گرا۔ اور اس کے قریب کھڑے ہوئے آدمی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کی ٹانگیں کس طرح میری گرفت میں آ گئیں۔ میں تیزی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"مار ڈالو۔ اس نے ڈونالڈ کو ہلاک کر دیا ہے۔" آنے والے میں سے ایک نے غضبناک لہجے میں کہا اور پھر دونوں نے بیک وقت مجھ پر حملہ کر دیا۔

ان دونوں کو میں نے جنون کے عالم میں ٹھکانے لگایا۔ اس طرح میرے دشمن اور بڑھ گئے تھے لیکن اس کے بعد اچانک ان کی تعداد بڑھ گئی اور پھر میرے سر کی پشت پر ایک دھماکہ ہوا۔ اور چاروں طرف انار چھوٹ اٹھے۔ چنگاریاں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور پھر یہ چنگاریاں تاریک ہو کر گرنے لگیں۔ اور تاحدِ نگاہ تاریکی پھیل گئی۔ میں اس تاریخ میں تنہا کھڑا تھا۔ بالکل تنہا۔

پھر دور سے ایک روشنی سی اُبھری۔ اور آہستہ آہستہ وہ روشنی قریب آتی گئی۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا ایک جانا پہچانا ماحول تھا۔ ایک جانی پہچانی شکل تھی۔

"استاد ماشتانی" یہ سردارے کی آواز تھی۔

"کہاں؟" میرے منہ سے آواز نکلی۔

"وہ جھیل کنارے" سردارے نے کہا۔ اور جھیل میرے سامنے آ گئی۔ کئی رنگوں سے رنگی ایک کار میرے سامنے کھڑی تھی۔

"کون ہے یہ؟" میں نے پوچھا۔

"سینی ڈورا" جواب ملا اور میں اس کی طرف بڑھ گیا بہت خوبصورت بہت توانا عورت تھی۔ میں اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اُس نے میرے کھڑے ہونے کے انداز پر مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہیلو" اس کی آواز خوبصورت تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا اور اُس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر دیا۔ "کون سے جنگل سے آئی ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بتا دوں ڈارلنگ؟" اُس نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"ابھی میں تمہاری کار کی لپیٹ میں آتے آتے بچا ہوں۔"

"کیوں بچ گئے میری جان۔ مر جاتے تو بہت سی ذمہ داریاں ہلکی ہو جاتیں۔" اُس نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"اگر تم لڑکی نہ ہوتیں تو میں تمہاری طراری درست کر دیتا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"میں لڑکی نہیں ہوں۔ میری طراری درست کر دو۔" لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے ہمدردوں کو سنبھالنا۔"

"کر دو مرمت سُسری کی۔ کیا سمجھتی ہے خود کو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے خونخوار نگاہوں سے سینی ڈورا کو دیکھا۔

"سنو لڑکی۔ اگر تم معافی مانگ لو میں تمہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری صورت میں، میں تھپڑ مار مار کر تمہارے گال سُرخ کر دوں گا۔"

"ہائے ہائے۔ تمہارے حسین ہاتھوں کا لمس میں اپنے رخساروں پر محسوس کرنے کے لیے بے چین ہوں۔" سینی ڈورا آنکھیں بند کرتے ہوئے اور گال بڑھاتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ کوئی اور ہوتا تو اس کی باتوں میں اُلجھ جاتا لیکن میں اس کی مکار فطرت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ آنکھیں بند کیے کیے وہ میری طرف جھکی اور دوسرے لمحے اُس کی مضبوط ٹانگ بڑی پھرتی سے گھومی۔ میں پھرتی سے اُچھلا اور اُس کی لات میرے پیروں کے نیچے سے نکل گئی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اگر پنڈلیوں کے جوڑ پر لات پڑ جاتی تو میں زمین پر گر پڑتا۔ لیکن میں نے زمین پر دوبارہ قدم رکھتے ہی، انتہائی برق رفتاری سے ہاتھ گھمایا۔ اور سینی ڈورا کے بائیں گال پر ایک پٹاخہ چھوٹا۔ ایسا مزے دار تھپڑ تھا کہ وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

اب وہ کمر پر ہاتھ رکھے مجھے گھور رہی تھی۔ پھر اُس نے حلق سے وحشیانہ آوازیں نکالیں اور میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے کراٹے کے کئی ہاتھ مارے لیکن، میں نے اُسے طرح دی پھر اس نے انتہائی حد تک اُچھل کر میرے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا وہ زمین پر آئی تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور اس بار میں نے اس کے دائیں گال کو نشانہ بنایا۔

چٹاخ کی یہ آواز بھی بڑی زوردار تھی۔

سینی ڈورا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"بس آج کے لیے یہی کافی ہے۔" میں نے کہا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن وہ صرف تماشین تھے کسی نے سینی ڈورا کی حمایت کرنے کی کوشش نہیں کی۔

سینی ڈورا نے مجھے روکنے یا کوئی نئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے ہمیں دیکھتی رہی۔ اور ہم مجمع کے درمیان سے نکل آئے۔ ہم نے جھیل کا رُخ کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے کنارے تھے۔

"کوئی جواب نہیں استاد تمہارا۔" سردارے نے تعریفی انداز میں کہا۔ "حسین عورتوں کے نازک گالوں پر ایسے زوردار تھپڑ مارنا تمہارا ہی کام ہے۔"

"مذاق اڑا رہا ہے یار۔" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہرگز نہیں استاد قسم لے لو۔ اس میں مذاق اڑانے کی کیا ہے سچ بتاؤ، وہ نرم ریشمی رخسار کیا تھپڑ لگنے کے لیے تھے ان کی تمازت نظر انداز کر کے ان کے ساتھ بے رحمی آسان بات نہیں ہے۔"

"آنسو نکل آئے تھے اُس کی آنکھوں میں۔"

"اچھا ہے۔ یاد رکھے گی۔ ویسے اُس نے کون سی کسر چھوڑی تھی۔ دُعائیں مانگتا رہا تھا۔ اگر ایک بار بھی اُس کے داؤ میں آ کر گر پڑتے استاد۔ تو بڑی ہتک ہو جاتی۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر

کہا۔

"بہرحال سبق مل گیا سُسری کو۔ چھوڑو۔ ایسی مردمار عورتوں سے مشق بھی جائز نہیں۔ سچ مانو استاد میں شاید اس سے نہ نمٹ سکتا۔ اور کتنی ہی اچھی بات ہے کہ میں نے ابتدا ہی سے استانی کی نظر سے دیکھا اور اس کا احترام کیا۔"

"ابے تیری استانی کی ایسی کی تیسی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ہم جھیل میں نہانے کے لیے لباس اُتارنے لگے۔ لباس جمع کرانے کے بعد ہم دونوں جھیل میں اترے۔ جھیل پر حسبِ معمول رونق تھی۔ بے شمار لوگ نہا رہے تھے میں اور سردارے بھی تیرتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔

"آج رات تو ہم یہیں رہیں گے استاد۔" سردارے نے پانی سے گردن نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔"

سردارے نے جھیل میں غوطہ لگا دیا۔ میں بھی پانی سے کھیلتا رہا۔ اس وقت میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ یہاں سے نکل جانے کے لیے میں ترکیب سوچ رہا تھا۔ جیمع معنوں میں اس وقت بے یارومددگار تھا۔ کرنسی حاصل کی جا سکتی تھی۔ مجھے تاش کے کھیل پر اعتماد تھا لیکن پاسپورٹ۔ اس وقت تو پاسپورٹ سب سے بڑا مسئلہ تھے۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ انٹرپول میرے پیچھے تھی۔ اُن لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ میں غلام سیٹھ کا آدمی ہوں۔ اور اس کے بارے میں ضرور کچھ جانتا ہوں۔ اور اسی لیے وہ میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

لیکن اُن سے پیچھا کیسے چھڑایا جائے فی الحال کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ پانی کے کھیل سے دل اکتا گیا۔ اور میں باہر نکل آیا۔ سردارے تو اب بے ناتھ کا بیل تھا۔ نہ جانے کہاں نکل گیا ہو گا۔ اس لیے اُسے تلاش کرنا فضول تھا۔ میں نے کپڑے پہن لیے اور ریستوران کا رُخ کیا۔

ریستوران میں داخل ہوتے ہی سینی ٹورا پر نظر پڑی۔ وہ ایک میز پر خاموش بیٹھی تھی۔ انگلیوں میں سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ بے شمار لوگوں نے اُس کے نزدیک ہونے کی کوشش کی ہو گی۔ لیکن اُس کا قرب حاصل کرنا آسان بات نہیں تھی۔ اس وقت سینی ٹورا نے گردن اٹھائی اور اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔

تب اس نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے ہاتھ اٹھایا۔ مجھے قریب بلانے کا اشارہ کیا تھا لیکن میں ایسا گیا گذرا ابھی نہیں تھا کہ اس کے اشارے پر دوڑا چلا جاتا۔ میں حقارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے، اُس سے تھوڑے فاصلے پر ایک سیٹ سنبھال لی اور سینی ٹورا نے جھینپے ہوئے انداز میں ادھر اُدھر دیکھا بہت سے لوگ اب بھی اُس کی طرف متوجہ تھے۔ اور یقیناً انہوں نے پوری سچویشن دیکھی ہو گی۔

اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید جھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے کئی منٹ تک وہ بیٹھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک جھٹکے سے اٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ اس دوران ویٹر میرے لیے سیب کی شراب اور سالج لے آیا تھا۔

"میں۔ یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔"؟ اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تشریف رکھیے۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سمجھے۔"

"یہاں بیٹھنے کی اجازت دے کر۔" میں نے شراب کا جگ اٹھا کر ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اسے لکھ لو مسٹر۔ یہاں سے تم زندہ واپس نہیں جا سکتے۔"

"یعنی ٹورا کی دشمنی بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلا چکی ہے۔"

"میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں تمہاری یہ آرزو ضرور پوری کروں گی۔" وہ پھنکاری۔

"شکریہ۔ کیا پیو گی۔"؟

"کیا تم نے اسی طرح اپنی میز پر میری پذیرائی کی ہے، جیسے مہمانوں کی، کی جاتی ہے۔" وہ غصیلے انداز میں بولی۔

"کیا تم مہمان کی حیثیت سے میرے پاس آئی ہو۔"؟

"پھر۔"؟

"معاف کرنا تمہارے انداز سے تو یہ پتہ چلتا تھا جیسے تم مجھے صرف موت کی دھمکی دینے آئی ہو۔ بہرحال اگر مہمان ہو تو۔ آپ کیا پینا پسند کریں گی مس سینی ٹورا۔"

"شکریہ کچھ نہیں۔"

"اوہ۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ براہ کرم۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"؟

"ہرگز نہیں یقین کریں کہ ایک مہمان کی حیثیت سے آپ میرے لیے باعزت ہیں۔"

"میرے لیے "رون برگ" منگوا لو۔" اُس نے کہا اور میں نے چٹکی سے بیرے کو اشارہ کر دیا۔ اور قریب آنے پر آرڈر سرو کر دیا۔ بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔

وہ اب بھی مجھے گھور رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی جرمن ہو؟

"نہیں۔"

"کہیں اور سے آئے ہو۔"؟

"ہاں۔"

"کہاں سے۔"؟

"بس سیاح ہوں۔ دیس دیس کی خاک چھان رہا ہوں۔"

"رہنے والے کہاں کے ہو۔"؟

"برٹش ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ لیکن انگریزوں کی سی تو روایات نہیں رکھتے۔"

"یعنی مجھے خاموشی سے تم سے مار کھا لینی چاہیئے تھی۔" میں نے قیمہ بھری آنت کا ایک ٹکڑا چباتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں لیکن تمہارے اندر انگریزوں کی سی شائستگی نہیں پائی جاتی۔" میں نے اس کی بات کو سُن کر منہ ٹیڑھا کر لیا۔ جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی وہ میری شکل دیکھتی رہی۔ اور پھر اس کا، آرڈر سرو ہو گیا۔ رون برگ کھاتے ہوئے اُس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"بہرصورت تمہارے اندر ایک خوبی ہے۔"

"بہت سی خوبیاں ہیں۔ تم مجھے نہیں جانتیں۔" میں نے ب کی شراب کا جگ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے ابھی ایک ہی محسوس کی ہے۔"

"میرے ساتھ کچھ وقت گزارو۔ میری خوبیوں سے آشنا ہو جاؤ گی۔"

"دعوت دے رہے ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"ہوں۔" لڑکی چند منٹ خاموش رہی پھر بولی۔

"تم نے اُس خوبی کے بارے میں نہیں پوچھا جس کا ں نے ذکر کیا ہے۔"؟

"بتا دو۔"

"تم مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے جب کہ وہ جو مجھے جانتے ں، مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے ہکلاتے ہیں۔ اور جو مجھے نہیں نتے۔ وہ پہلی ملاقات کے بعد ہی مجھے سمجھ جاتے ہیں۔"

"مس سینی ٹورا۔ میرے خیال میں آپ شدید غلط فہمی نکار ہیں۔"

"اپنی حد تک بات کرو۔ تم بڑے کمینے انسان ہو۔ تم نے میرے گالوں پر اتنے زوردار تھپڑ لگائے ہیں کہ ابھی تک دُکھ رہے ہیں۔" نہ جانے کیوں اس کی شکایت میں بڑی محبوبیت تھی، مجھے پسند آئی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے بھی کون سی کسر چھوڑی تھی۔ پچھلی رات تم نے میرا سر پھاڑنے کی کوشش کی۔ اور اس وقت بھی اگر میں نہ بچ سکتا تو تم میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتیں۔"

"پچھلی رات کب۔"؟ وہ حیرت سے بولی۔

"میرا مطلب اس رات سے ہے، جس کی شام تم آئی تھیں۔"

"تو کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے۔"؟ وہ تعجب سے بولی۔

"جی ہاں۔"

"مگر کب۔ کس وقت۔"؟

"جب آپ اپنی رعایا میں چرس تقسیم کرنے کے بعد انہیں اپنے گٹار کے نغموں سے نواز رہی تھیں۔ اور اس ناچیز نے اپنا فن پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ ونڈرفل۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔"؟ وہ چونک کر بولی۔ سچ مچ وہی ہو۔؟

"سر بچ گیا تھا۔ ورنہ پھٹے ہوئے سر سے گواہی دلوا دیتا۔"

"آئی ایم سوری۔ مجھ سے واقعی حماقت ہوئی تھی میں تمہارا چہرہ ٹھیک طور سے نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن اس کے بعد میں تمہیں تلاش کرتی رہی۔ اگر تم مل جاتے تو تم سے معافی ضرور مانگتی لیکن اس کے بعد کبھی تمہارا گٹار نہیں سنا۔"؟

"ارے قلاش ہوں۔ اپنے پاس گٹار نہیں رکھتا اس وقت بھی تمہیں الٹا سیدھا گٹار بجاتے دیکھ کر جوش آ گیا تھا اور میرا ساتھی اپنے مخصوص انداز میں کچھ لوگوں کا گٹار چھین لایا تھا۔ جو بعد میں انہیں واپس کر دیا گیا۔"

"میں اُلٹا سیدھا گٹار بجاتی ہوں۔" وہ غصے سے آنکھیں نکال کر بولی۔

"ہاں کوئی خاص بات نہیں ہے تمہارے اندر۔"

"مقابلہ کرو گے مجھ سے۔"؟

"یقین کر لو۔ ہار جاؤ گی۔"

"اتنا بھروسہ ہے خود پر۔"؟

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔"

"چلو ٹھیک ہے دیکھ لوں گی۔ دوست بنو گے میرے۔" وہ مسکرائی۔

"خلوص دل سے بنو گی۔ میرا مطلب ہے، میرے تھپڑ بھول کر۔"

"ہاں میں اسی ٹائپ کی عورت ہوں۔ تم نے میری اداؤں سے بچ کر میرے گالوں پر کامیابی سے تھپڑ لگائے۔ بہر حال، یہاں تمہاری فوقیت ظاہر ہو گئی۔ کیا تم جوڈو ایکسپرٹ ہو۔"؟

"ارے میں نہ جانے کون کون سی چیزوں کا ماہر ہوں، تم کیا جانو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"پھر قلاش کیوں ہو۔"؟

"بس اس بارے میں نہ پوچھو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کام کرنا پسند نہیں کرتے ہو گے۔"؟

"ہاں۔ میں کسی دکان پر سیلز مین تو ہرگز نہیں بن سکتا نہ کسی فرم کا ایڈمنسٹریٹر۔ میں تو چلتی پھرتی زندگی کا قائل ہوں۔"

"خوب بہت خوب۔ تو اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو۔"

"نہیں۔ قسمت ساتھ نہیں دیتی۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"میرا نام تقدیر ہے۔" لڑکی مسکرائی۔

"کیا مطلب۔"؟

"میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"دوست بننے کا وعدہ کیا ہے نا۔"

"یار میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مار کھانے سے پہلے تم میری دشمن تھیں۔ اور مار کھانے کے بعد میری دوست بن گئیں۔ یہ کیا سیاست ہے۔"؟

"بار بار مجھے اپنی بدتمیزی یاد مت دلاؤ۔ اس کے بعد تم اس واقعے کا ذکر نہیں کرو گے۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے، آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ مگر تم میرے لیے کیا کرو گی۔"؟

"بس بس فضول باتیں مت کرو۔" وہ بگڑے ہوئے انداز میں بولی۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگی میں دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب کرشمے کو دیکھ رہا تھا۔ انوکھی لڑکی تھی ویسے مجھے اندازہ تھا کہ وہ فریب سے کام لیتی ہے کہیں دھوکے سے کوئی وار نہ کرے۔ لیکن بہر حال وہ اس قدر دلکش تھی کہ اسے ہر صورت میں برداشت کیا جا سکتا تھا۔

"سینی ٹورا۔" میں نے اُسے پیار سے پکارا۔

"ہوش میں رہو۔" وہ غرائی۔ "تم مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اوہو، تو کیا مجھے تمہاری ملازمت کرنی پڑے گی۔"؟ میں نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔

"میں تم جیسے بدتمیزوں کو ملازم رکھنا بھی پسند نہیں کروں گی۔" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا میں یہ گندی پلیٹ تمہارے منہ پر دے ماروں۔" میں نے بھی غصیلے انداز میں کہا۔

"کیا۔ کیا تمہاری موت آ گئی ہے کیا"؟ وہ کرسی پیچھے کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اطمینان سے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور اس کے قریب آنے پر کچھ نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے۔

"باقی رکھ لینا۔" میں نے کہا۔ اور پھر سینی ٹورا کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر تم اس ہوٹل میں پٹنا نہ چاہو تو باہر چلو۔ میں چاہتا ہوں۔ تمہارا دماغ ہمیشہ کے لیے درست کر دوں۔"

سینی ٹورا، جو مجھے تیکھی نگاہوں سے گھور رہی تھی اور جس کے چہرے پر خونخوار تاثرات پھیلے ہوئے تھے اچانک نرم پڑ گئی۔ اُس کے خدوخال کا تیکھا پن کسی حد تک کم ہو گیا تھا اور پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ذلیل ترین انسان ہو میرا سارا گھمنڈ ختم کیے دے رہے ہو۔ لیکن اس بات کو نوٹ کر لینا کہ میرے ہی ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

"ڈیئر سینی ٹورا۔ میری صرف ایک خواہش ہے۔ ذہن سے یہ خیال نکال دو ہر انسان تمہارا مطیع ہو سکتا ہے۔"

"اٹھ گئے ہو تو آؤ، باہر چلیں۔" اُس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔ اور میں نے اس کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیئے۔ اور ہم ریستوران سے باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا۔ میں نے پہلی بار غور کیا تھا۔ بہر حال وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی اپنی کار تک آئی۔

"کہاں۔"؟ میں نے پوچھا۔

"کسی سنسان علاقے میں، جہاں میں تمہیں قتل کر سکوں۔" وہ بولی۔

"فرینکفرٹ میرے لیے اجنبی جگہ ہے۔"

"میں لے چلوں گی۔"

"تب ٹھہرو، میں لباس بدل لوں۔"

"جاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے جا کر لباس تبدیل کر لیا۔ پھر میں اُس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا۔ اور سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اور پھر وہ بلیک پول کے علاقے سے ہی نکل آئی۔

لیکن اب میں اپنے اس اقدام پر غور کر رہا تھا۔ حماقت تو نہیں ہو گئی۔ نہ جانے کہاں لے جا رہی ہے۔ اس کینہ پرور لڑکی سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی، چالاک اور کسی قدر کریک

بہر حال اب تو آ ہی گیا تھا۔ سردارے کو بھی نہیں معلوم تھا [illegible] ہو رہا ہے۔

فرینکفرٹ کے نواحی علاقوں سے میں واقف نہیں تھا۔ نہ [illegible] یہ سڑک کہاں جاتی تھی لیکن سینی ٹورا جس انداز میں ڈرائیونگ کر رہی تھی، اسے دیکھ کر چکر آ رہے تھے۔ سڑک پر بہت [illegible] چھوٹے موڑ تھے لیکن کم بخت سوئی نوّے اور سو کے ہندسے [illegible] نیچے نہیں گرنے دے رہی تھی۔ بہر حال اب میں اُس حد تک [illegible] دل بھی نہیں تھا کہ اس ڈرائیونگ سے خوفزدہ ہو جاتا۔

میرے اندازے کے مطابق سینی ٹورا نے تقریباً پچاس [illegible] کا سفر کیا۔ اور پھر اس نے کار سڑک سے اُتار دی۔ سرسبز علاقہ [illegible] اِکا دُکا عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کار روک کر وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبایا اور ایک دراز باہر آ گئی۔ دوسرے لمحے اُس نے پھرتی سے دراز میں ہاتھ ڈال کر باہر نکال لیا۔

اب اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا اس کی نال میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور پھر اُس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب بولو۔"

"کیا بولوں جانِ من۔" میں نے دل نشیں انداز میں کہا۔

"تم نے میری توہین کی تھی۔"

"تم نے نہیں کی تھی۔"؟

"اور اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو۔"؟

"مشکل ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ سینی ٹورا کی توجہ ایک لمحے کے لیے ہٹی تھی۔ دوسرے لمحے میرا اُلٹا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر پڑا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ سینی کے منہ سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں اس کے لمبے خوبصورت بال پکڑ لیے اور میرا الٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا۔ لیکن سینی ٹورا نے مخصوص انداز میں دونوں کہنیاں میری پسلیوں پر ماریں۔ اور اس کے بال میرے ہاتھوں سے نکل گئے۔ دوسرے لمحے اُس نے کار سے چھلانگ لگا دی۔

لیکن اس خونخوار لڑکی کو پستول تک پہنچنے دینا خطرناک تھا۔ بلاوجہ وہ وحشی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی پوری قوت سے چھلانگ لگائی اور اُسے درمیان ہی میں پکڑ لیا۔ لڑکی کسی سانپ کی طرح بلٹی اور پھر اُس نے اپنا سر پوری قوت سے میرے سر پر مارنے کی کوشش کی۔ ایسا لگا جیسے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ میری گرفت سے نکل گئی تھی۔ لیکن رُخ بدل گیا تھا۔ اب پستول میری پشت پر تھا اور وہ میرے سامنے۔ اُس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے اور میں اعتراف کروں گا کہ اُس وقت اپنا جانی دشمن سمجھتے ہوئے بھی، میں اس کے اس وقت تک کے چہرے کی دلکشی کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ وہ تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں اور میں اُس کے نئے وار کا منتظر تھا۔

اور پھر کسی سمت سے روشنی کا ایک گولہ میرے سر میں آ کر لگا اور میرے حلق سے اذیت ناک چیخ نکل گئی۔ سینی ٹورا کا چہرہ خلاؤں میں گم ہو گیا۔ ماحول بدل گیا۔ ایک بڑا سا ہال تھا جس میں چاروں طرف روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ رنگ برنگی روشنیاں بہت تیز رنگ تھے اُن کے۔

یہ کون سی جگہ ہے۔ کہاں پڑا ہوں میں۔ میں نے خود سے سوال کیا۔ اور میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگیں۔ ہال کے آخری کونے میں دو برقع پوش بیٹھے ہوئے تھے۔

"کون ہو تم۔" میرے حلق سے چیخ کی آواز اُبھری۔ میں نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے ہاتھ پاؤں تسموں سے کسے ہوئے تھے۔ "کون ہو تم۔ یہ سب کیا ہے۔"؟

ایک برقع پوش اپنی جگہ سے اُٹھا اور میرے قریب آ گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک سیاہ لبادے میں لپٹا ہوا تھا۔

"میں میں کہاں ہوں۔ کون ہو تم۔"؟ میں نے سوال کیا۔ اور برقع پوش نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ بادل سے چاند نکل آیا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی۔

"زیبی۔ میری زیبی۔" میں نے اوپر اٹھنے کے لیے زور لگایا۔ لیکن سخت بندشوں نے جنبش نہ ہونے دی۔ "زیبی۔ زیبی یہ تم ہی ہو نا یہ تم ہی ہو"۔

"نہیں۔ میرا نام مشیو ماریو ہے۔" زیبی کی آواز اُبھری۔

"تم۔ مشیو ماریو۔"

"ہاں۔ میں مشیو ماریو ہوں۔"

"نہیں تم زیبی ہو۔ تم صرف زیبی ہو۔"

"میں صرف مشیو ماریو ہوں انراصغر۔ تم اپنے ماضی سے کیوں لوٹ آئے۔ ابھی تو تمہاری زندگی کی کتاب کے بہت سے اوراق باقی ہیں۔ تمہارا ماضی ریکارڈ ہو رہا ہے۔ جاری رہو۔ ماضی کے سفر میں مصروف رہو۔ وہ واپس مڑ گئی۔

"زیبی۔ بے رحم نہ بنو۔ زیبی میں نے تمہاری تلاش کے لیے میں نے۔"

آواز میرے حلق میں گھٹ گئی۔ دفعتاً رنگین روشنیاں

متحرک ہوگئیں۔ میرا دماغ چٹخنے لگا۔ اور پھر آہستہ آہستہ میری چیخیں معدوم ہوگئیں۔ وہی سب کچھ سلسلہ وہیں سے جاری ہوگیا جہاں سے ختم ہوا تھا۔

اس کے پورے چہرے پر وحشت نظر آرہی تھی آنکھوں میں کسی خونخوار بلی کی سی چمک تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔ بلی تڑنگی ہونے کی وجہ سے خاصی چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا ایک بار پھر میں نے اُس کو جھکائی اور میں اُس کی ترکیب سمجھ گیا میں نے بھی اُسے اسی طرح بہلاوا دیا جیسے میں اُس کے دھوکے میں آگیا ہوں۔ اور پھر جونہی اُس نے وار کیا میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر جوتے کی ٹھوکر اُس کی پنڈلی پر لگائی اور اُس کی، سُریلی چیخ گونج اٹھی وہ چاروں شانے چت گری تھی اور میرے لیے یہ موقع کافی تھا۔

اس کے بجائے کہ میں اُس پر جا پڑتا میں پُھرتی سے پیچھے ہٹا اور میں نے پستول اٹھالیا۔ سینی ٹورا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی نگاہ میری بجائے اپنی پنڈلی کے نیلے نشان پر تھی جو میرے جوتے کی ٹھوکر سے بن گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے سہلا رہی تھی۔

"اٹھو۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اُس نے گردن اٹھا کر مجھے گھورا۔ نہ جانے اُس کی آنکھوں کا تیکھا پن کہاں چلا گیا تھا۔ اس کا چہرہ اب مُلائم نظر آرہا تھا۔

"میں شاید اٹھ نہیں سکتی۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ کیا ہڈی ٹوٹ گئی۔"؟ میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ ممکن ہے اس نے میرے لہجے کا نوٹس نہیں لیا۔

"پھر کیا خیال ہے۔ کیا میں تمہیں اسی طرح گولی مار دوں"؟

"کیا ملے گا تمہیں اس سے۔"؟ وہ آہستہ سے بولی۔

"ہماری تمہاری دشمنی جو ہے۔"

"اب نہیں ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"خوب۔ وہ کیوں محترمہ۔"؟

"تم نے مجھے شکست دے دی ہے۔"

"چنانچہ اب آپ مجھ سے شادی کرلیں گی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اب تم جو کچھ کہہ لو۔ میں جواب نہیں دوں گی، نہ ہی مجھے غصہ آئے گا۔ جب میرا مان ہی ٹوٹ گیا ہے تو پھر اپنی شخصیت کیوں باقی رہنے دوں۔" وہ اداسی سے بولی۔

"یہ مان کتنی دیر کے لیے ٹوٹا ہے۔"؟

"ہمیشہ کے لیے۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا اور چوٹ کے نشان کو سہلانے لگی۔"

"کیسے بھروسہ کروں۔"؟

"جس طرح دل چاہے۔ تمہارا عدم اعتماد ایک وزن رکھتا ہے لیکن سنو، تم کسی سے میری شکست کا تذکرہ نہیں کرو گے۔ اور میں تمہارے سامنے اپنی اونچی آواز نہیں کروں گی" اُس نے کہا اور میں اُسے دیکھتا رہا۔ اس گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والی لڑکی پر اعتماد کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ چنانچہ میں نے ریوالور کا چیمبر خالی کر کے اُس کی طرف اچھال دیا۔"

"یوں بھی میرا تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا خوبصورت بلا۔ تم نے بلاوجہ یہ نئی قلا بازی کھائی ہے، لیکن اب کیا ارادہ ہے۔"؟

واپس چلیں گے۔" وہ بولی۔

"ساتھ۔ ساتھ۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، ہم شہر سے کافی دور ہیں، اگر تم مجھ سے انتقام لینا چاہو تو مجھے یہیں چھوڑ دو۔ یقیناً میں سخت پریشان ہو جاؤں گی، کیونکہ میری پنڈلی کی ہڈی میں کافی چوٹ آئی ہے، لیکن اگر فراخدلی سے کام لینا چاہو۔ تو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ ہم آئندہ ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے۔"

"ڈرائیونگ کون کرے گا۔"؟ میں نے پوچھا۔

"جیسا تم پسند کرو۔ ویسے میں کافی تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔"

"ہوں۔ چلو ٹھیک ہے۔ اٹھو۔" میں نے کہا اور وہ چند ساعت مجھے دیکھتی رہی۔ پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹکا کر دو تین مرتبہ ٹانگ جھٹکی اور پھر کھڑی ہوگئی۔ میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔

"تلاشی لوں گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" اُس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ اُس کے پاس اُس خالی پستول کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ فالتو راؤنڈ ایک بھی نہیں تھا۔

"اوکے۔ آؤ۔" میں نے اُسے اشارہ کیا اور وہ لنگڑاتی ہوئی چل پڑی۔ چند ساعت کے بعد وہ کار کے نزدیک پہنچ گئی میں نے اُس کے لیے اسٹیرنگ کے قریب کا دروازہ کھول دیا اور وہ اندر بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے کا تیکھا پن نہ جانے کہاں گم ہوگیا تھا۔ اور اب وہ خاصی بجھی بجھی سی نظر آرہی تھی۔

میں نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ راستہ خاموشی سے طے ہوتا رہا، میں اُس کی جانب سے چوکنا تھا لیکن وہ آرام سے بیٹھی تھی، اور اُس کی آنکھیں

بند تھیں۔

"میرا خیال ہے اب تم مجھ سے انتقام لینے کا پروگرام بنا رہی ہو۔ کیا کیمپ میں تمہارے خفیہ ساتھی موجود ہیں۔"؟

"بے شمار۔" اُس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب تو مجھے فوری کیمپ چھوڑ دینا چاہیئے۔"

"کیا تم تھوڑی دیر کے لیے مجھے ایک عام عورت سمجھ کر گفتگو کر سکتے ہو۔"؟ اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں اعتراف کر چکا ہوں کہ تم عام عورت نہیں ہو۔"

"میں تمہاری منت کرتی ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

"سچ بول رہی ہوں، چاہو جو کچھ سمجھو، ایسے دولت مند باپ کی بیٹی ہوں جس کی دولت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آٹھ لڑکیاں اور میرا نمبر آٹھواں تھا۔ میرے باپ نے بیٹے کی حسرت اس طرح پوری کی کہ مجھے لڑکا بنا دیا۔ سترہ سال کی عمر تک لڑکوں کی مانند زندگی بسر کی اور اتنی عادی ہوگئی کہ خود کو لڑکی سمجھنا ہی چھوڑ دیا۔ اور پھر میرے اندر اور بھی بہت سی بُرائیاں پیدا ہوگئیں، میں نے نہ جانے کیا کیا ہنگامے کیئے، باپ کی اس خواہش نے مجھے انوکھے رُوپ دے دیئے۔ یہاں تک کہ میں گھر والوں کے کام کی نہ رہی۔ میرا باپ بھی میری عادتیں برداشت نہ کر سکا۔ جس نے مجھے خود یہ رُوپ دیا تھا۔ سو میں نے گھر چھوڑ دیا، جو کچھ کیا کامیاب رہی۔ بڑے بڑے جیالے میرے ہاتھوں اپنا غرور کھو بیٹھے۔ میں تمہیں بتاؤں میں نے اپنی زندگی میں سولہ قتل کیئے ہیں، خود اپنے ہاتھوں سے لیکن اس وقت جھیل پر۔ اور۔ اس وقت، تم نے میرا غرور توڑ دیا ہے۔ ہاں میں عورت بن گئی ہوں اور ٹوٹے ہوئے غرور مشکل سے گردن اٹھاتے ہیں۔"

وہ خاموش ہوگئی اور اُس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا حالات نے مجھے بے اعتباری سکھادی تھی، چنانچہ میں اُس کے الفاظ پر غور کرتا رہا،

میں نے اُس کے کہے کے باوجود اُس پر یقین نہیں کیا۔

"بہر حال مادام سینی ٹورا۔ میں آپ سے ہوشیار رہوں گا۔"

"اعتبار نہیں کرو گے۔"؟

"کیا مطلب۔"؟

"میں شکست خوردہ ہوں لیکن مضبوط زبان رکھتی ہوں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔"

"اعتبار بھی کرلوں گا لیکن کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے پژمردہ سی آواز میں کہا اور ایک بار پھر ہم کیمپ پہنچ گئے۔ "مجھے اپنا خیمہ دکھادو۔" وہ بولی۔

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ دوسری شکل میں بھی تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہیں ہوگی۔" میں نے جواب دیا اس کی کار اپنے خیمے کی طرف لے گیا۔ اتفاق سے اُس وقت سر دارے اور بیکر دونوں ہی موجود تھے۔ سر دارے خیمے کے برابر ہی کھڑا تھا۔

ہم دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔" واہ۔ استاد۔ آخر لے ہی آئے استانی کو۔ خدا قسم اگر میں افریقی ہوتا تو اس وقت تو تمہارے گرد اچھل اچھل کر رمبا رمبا ناچتا۔ ہائے استانی۔ پھنس گئیں استاد کے جال میں آخر۔ ساری اکڑ رکھی رہ گئی نا۔" سر دارے اُردو میں بولا۔ سینی ٹورا اب لنگڑا نہیں رہی تھی، وہ دوسروں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر کرنے کی عادی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال وہ ہمارے خیمے میں آگئی۔

میں نے بیکر اور سر دارے سے اُس کا تعارف کرایا۔ بیکر نے بڑے خلوص سے اس کی خاطر مدارت کی۔ سر دارے کے سامنے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ بلکہ کسی قدر اپنائیت سے سینی ٹورا سے پیش آیا اور میں نے سینی ٹورا کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار دیکھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلی گئی۔ اور سر دارے میری جان کو آگیا۔

"استاد۔ ساری زندگی کے لیے ہی تمہیں استاد بنالیا ہے۔ چنانچہ کوئی ایسی بات کرنا فضول ہے۔ براہ کرم بتادو اس جنگلی سانڈ کو کس طرح قابو میں کیا۔"؟

"یہ استادی کے گُر ہیں سر دارے۔ فکر مت کرو بتا دیں گے کسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے خدا کی قسم استاد۔ فنکار ہو۔ کم از کم اس عورت کو قبضے میں کر کے تم نے خود کو مکمل ثابت کر دیا ہے۔"

"اچھا فضول بکواس مت کرو۔ کافی ہوگئی۔"

"استاد۔ ایک بات اور بتادو۔" سر دارے گھگھیایا۔

"بکو۔"

"باقی معاملات کیا ہے۔ رکو گے یہاں۔"؟

"عجیب احمق انسان ہے۔" مجھے سر دارے کی بات پر ہنسی آگئی۔ "احمق نہیں استاد۔ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہوں۔" سر دارے نے منہ پھلا کر کہا۔ "وہ کم بخت ٹیٹ بھی بھاگ گئی۔ اب تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں۔"؟

"بات بہت معمولی ہے، کوئی خاص بات نہیں ہے میرا تو خیال ہے ابھی چند روز اور انتظار کریں گے۔ بہر حال یہاں سے نکلنا بھی کار دارد ہے۔ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ تو میں بھی یہاں رُکنے کے انتظامات کرلوں۔" سردارے نے کہا اور میں گردن ہلا دی۔ بیکر خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ میں اُس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ ہماری گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ عجیب لاپرواہ سا انسان تھا۔
سردارے باہر نکل گیا اور میں نے بیکر کو آواز دی۔
"ماسٹر۔" بیکر نے چونک کر جواب دیا۔
"کیا سوچتے رہتے ہو۔ بیکر ہر وقت۔"؟
"کچھ نہیں ماسٹر کوئی خاص بات نہیں۔"
"پھر بھی۔"
"یقین کرو ماسٹر۔ بس فضول باتیں۔"
"میری رائے ہے بیکر اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو۔"
"تبدیلی۔"
"ہاں۔ تمہارے پاس اب کپڑے بھی ہیں لیکن تم لباس نہیں بدلتے۔ باہر بھی نہیں جاتے۔"
"جاتا ہوں ماسٹر۔" بیکر نے گردن جُھکا کر کہا۔
"کب جاتے ہو۔"؟
"کھانے پینے کی چیزیں لینے جاتا ہوں۔"
"اوہ۔ میری خواہش ہے کہ تم سیر و تفریح کی غرض سے بھی جایا کرو۔ ویسے تمہارے چہرے پر خاصی رونق ہے میں یہ چاہتا ہوں بیکر کہ جب تم اپنے وطن میں داخل ہو تو تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نظر نہ آئے۔"
اور بیکر پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔
سردارے مستقل غائب ہوگیا، میں اس دوران خیمے ہی میں رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ یہ رات کیسے گزاری جائے کیوں نہ سینی ٹورا کی طرف چلا جائے۔ خطرہ تو قدم قدم پر ہے ممکن ہے وہ مکار عورت بھی جال بچھا رہی ہو۔ بہرحال ایک طرف انٹرپول کا جال ہے اگر اس میں اور اضافہ ہوجائے تو کیا فرق پڑتا ہے اور پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کسی طور سینی ٹورا بھی تو انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ میں سوچتا رہا اس پر غور کرتا رہا، بظاہر تو ایسے نشانات نہیں ملتے تھے لیکن اگر ہے بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اور پھر میرے ذہن میں غلام سیٹھ بھی آیا۔ آخر اُسے کیا ہوا۔ کیا انٹرپول کے خوف سے اُس نے میدان ہی چھوڑ دیا۔ ورنہ وہ میرے لیے ضرور بے چین ہوتا اگر اُس نے اس لائن سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے تو ٹھیک ہے میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔ بہرحال اب تو مجھے بھی زندگی گذارنا آگئی ہے میں اپنے طور پر بھی زندگی گذار سکتا ہوں۔ میں اپنا رُخ ابھی

تک اپنے دفاع کے لیے تیاریاں کیں، میں نے آپ سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی میرے لیے اتنا کچھ کیا۔ میں ٹالتا رہا، پھر آپ نے مجبور کر دیا۔ بہرحال آپ کی شکست کا اعلان کرکے میں لوگوں کی نگاہوں میں ممتاز نہیں ہونا چاہتا۔ رہی آپ کو ذلیل کرنے کی بات تو آپ یقین کریں میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔"
"بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈورڈ۔" سینی ٹورا نے ممنونیت سے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے خوبصورت خیمے کے نزدیک پہنچ گئی۔ اور پھر مجھے اندر لے گئی، درحقیقت اُس کا خیمہ جدید ترین تھا۔ سفری، ہلکی پھلکی لیکن چھوٹی چھوٹی ضروریات سے آراستہ، میں نے اُسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سینی ٹورا بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔
"پسند آیا۔"؟
"ہاں۔ باہر سے بھی خوبصورت تھا۔ اندر سے اور خوبصورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے مسٹر ایڈورڈ۔" وہ بولی۔ "اوہ بہرحال اب ہم دوست ہیں۔"
"خود میری فطرت میں ہی کچھ [illegible] ہے۔" اُس نے فکرمندی سے کہا۔ پھر چونک کر بولی۔
"وہ دونوں بھی آپ کے ہم وطن ہیں۔؟ وہ آپ کے ساتھ کیوں رہتے ہیں۔"؟
"بیکر میرا واحد دوست ہے۔ بھائی ...ست یا زندگی بھر کا ساتھی، بیکر ایک مظلوم آوارہ گرد ہے۔ ڈنمارک کا باشندہ ہے۔ یہیں کیمپ میں مل گیا تھا۔"
"ہوں۔" سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی۔ پھر چونک کر اٹھ گئی۔
"کیا پئیں گے آپ۔"؟
"شراب رات کو بارہ بجے کے بعد پیتا ہوں۔"
"ارے۔ کیوں۔"؟
"بس اصول ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"تب کافی کا پانی رکھ دوں۔"؟
"جیسی آپ کی مرضی۔"
"تب چند منٹ کی اجازت دیں۔" وہ خیمے کے کچن کی طرف بڑھ گئی اور میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ کسی قسم کا خوف وغیرہ تو دُور دُور تک میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہ تھا ہاں تک اس لیے نہیں بدل سکتا تھا کہ کہیں غلام سیٹھ مجھے بزدل نہ سمجھے، یہ نہ سوچے کہ میں نے حالات سے خطرے سے گھبرا کر خود کو روپوش کرلیا۔

پھر میں باہر نکلنے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ کار کے انجن کی آواز سنائی دی، کار خیمے کے سامنے ہی بند ہوئی تھی میں نے پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔ سینی ٹورا کار سے اتر رہی تھی۔
"مسٹر۔" اس نے مجھے پکارا اور میں خود بھی اس کی طرف بڑھ گیا۔ سینی ٹورا کے وہی طور تھے۔ لیکن گہری نگاہ سے دیکھنے سے اُس کے اندر معمولی سی تبدیلی کا احساس ہو جاتا تھا۔
"ہیلو۔ ٹورا۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔
"مصروف ہو۔"؟
"نہیں۔"
"تو آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ ہی کھائیں گے۔" اُس نے پیش کش کی۔
"اوہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا اور اُس نے نگاہ چرالی۔ "ٹھیک ہے میں اپنے ساتھی سے کہہ دوں۔" اور اُس نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے خیمے میں واپس جا کر بیکر کو ہدایت دی کہ وہ ہمارا انتظار کیے بغیر کھانا کھالے۔ سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا، اور میں بہرحال کھانا سینی ٹورا کے ساتھ کھاؤں گا۔"
پھر میں اُس کے پاس کار میں آ بیٹھا۔ اور اُس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "تمہارا نام کیا ہے"؟ اُس نے پوچھا۔
"ایڈورڈ۔" میں نے جواب دیا۔
"مسٹر ایڈورڈ۔ آپ میری طرف سے کتنے ہی مشکوک رہیں، اور بہرحال میں آپ کو دوست بنانے کا فیصلہ کر چکی ہوں اور ضدی تو میں ہوں۔ بس ایک گذارش ہے، وہ یہ کہ خود چاہے مجھے جتنا ذلیل کریں۔ آپ کا حق ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہیں۔"
"مس سینی ٹورا آپ کچھ ہوں۔ آپ کے ذہن میں کچھ بھی ہو آپ کسی کی بھی نمائندہ ہوں، میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ اپنے حالات کا شکار بھی ہوں اور ملک ملک گھوم کر شوقِ سیاحت پورا کرنے کا خواہش مند تھا، نکل پڑا اور خود کو ان تمام حالات، خطرات، حادثات کے لیے تیار کر لیا جو اس آوارہ گردی میں پیش آسکتے ہیں۔ کسی حد سینی ٹورا کی پرکشش لیکن پُراسرار شخصیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ انوکھی عورت ہے اور بے حد دلکش ہے۔ بہرحال بہت سی انوکھی عورتوں سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا اور بحیثیت عورت، میں نے انہیں صرف عورت پایا تھا۔"
تھوڑی دیر کے بعد سینی ٹورا کافی لے آئی۔ اس نے کافی کسی گھریلو عورت ہی کے انداز میں میرے سامنے رکھی اور

پھر کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے کھسکا دی مگر اس کے ساتھ ہی خشک میوے بھی تھے۔ کافی پیتے ہوئے وہ خاموشی سے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اُس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔
"ابھی آپ نے ایک جملہ کہا تھا مسٹر ایڈورڈ۔"
"کونسا۔"؟ میں نے لذیذ کافی سے لُطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔
"آپ نے کہا تھا کہ میرے ذہن میں کچھ بھی ہو، میں کسی کی بھی نمائندہ ہوں۔"
"شاید۔" میں نے لاپرواہی سے گردن ہلا دی۔
"نمائندہ سے آپ کی کیا مُراد ہے۔"؟
"کوئی خاص مراد نہیں تھی، میرا مقصد صرف آپ کی ذات سے تھا یعنی آپ کسی بھی انداز میں سوچیں، یوں سمجھیں میں نے اس وقت الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا تھا۔ مگر آپ کیوں چونکیں۔"؟
"نہیں۔ وہ جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔"
"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔"
"آپ کے ذرائع آمدنی کیا ہیں۔ مسٹر ایڈورڈ۔"؟
"کیا یہ نجی سوال نہیں ہے۔"؟ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہے۔ لیکن اس میں دخل انداز ہونا چاہتی ہوں۔" اُس نے کسی قدر ناز بھرے انداز میں کہا اور اُس کے اندر کی عورت جھانکنے لگی۔ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی تھی۔
"ضروری ہے۔"؟
"ہاں۔"
"تو پھر سُن لیجیے مس سینی ٹورا میرے ذرائع آمدنی کچھ بھی نہیں ہیں، ہاں گزارا کر لیتا ہوں کسی نہ کسی طرح، آج کل جو کام چل رہا ہے وہ ایک جوئے خانے کی رقم سے چل رہا ہے، باون پتّے میرے غلام ہیں۔"
"اوہ۔ شارپنگ۔" وہ مسکرائی۔
"ہاں۔"
"کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے۔"؟
"مثلاً۔ کسی دفتر میں کلرکی یا کسی الیکٹریکل کمپنی میں ملازمت۔"
"نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔ "یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔"
"پھر۔"

اسمگلنگ! منشیات کی اسمگلنگ!" اس نے جواب دیا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

سینی ٹورا مسکرا رہی تھی۔ چند ساعت ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے، پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"ہو جائے گا۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کس طرح۔؟"

"میں تمہاری مدد کروں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"تم۔؟"

"ہاں۔" سینی ٹورا نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے ان ذرائع کے بارے میں بتا دوگی۔؟"

"نہیں۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اگر تم تیار ہو گئے تو بندوبست کر دوں گی لیکن تمہیں پورے اعتماد کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔"

"سینی ٹورا۔" میں نے گہری چال چلتے ہوئے کہا۔ اگر تم نے ایسی بات کی تو پھر میں تم سے کچھ اور باتیں صاف صاف کھل کر کہہ دوں کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن تم سے درخواست ہے کہ تم انہیں محسوس نہیں کرو گی۔ رہی میری بات تو بہرحال میں اس آنکھ مچولی سے تنگ آگیا ہوں۔ میرے حالات زیادہ دلخراش نہیں ہیں۔ سینی ٹورا سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "سینی ٹورا۔ ممکن ہے تم دل سے میری دوست نہیں بنی ہو، تمہارا بھی وہی مقصد ہو جو جینٹ مشیرمین کا اور پٹ کا تھا لیکن بہرحال انسان، انسانوں پر اعتماد نہ کرے تو کیا درختوں پر کرے سینی ٹورا۔ اگر تمہارا تعلق انٹرپول سے ہے تو براہ کرم اپنے باسز سے صرف اتنا کہہ دو کہ میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میں دنیا سے گہری دلچسپی نہ رکھنے والا ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی کا خواہشمند بھی ہوں۔ اور نگر نگر گھوم کر نیرنگی کائنات دیکھنے کا طلبگار۔ زندہ رہنے کے لئے جائز ذرائع نہیں رکھتا۔ اس لیے ایک اسمگلر کی دعوت قبول کر لی تھی، وہ نہیں مل سکا اور یہ اچھا ہی ہے کہ وہ نہیں ملا۔ اگر میں اس کے لیے کام شروع کر چکا ہوتا تو پھر میرا جرم مسلم تھا بہرحال، ابھی تک میں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا، انٹرپول کے ہاتھ لامحدود ہوتے ہیں۔ مجھے ایک بار پھر گرفتار کر لیا جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک میری پوری ہسٹری نہ معلوم ہو جائے اس کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ اگر میری خدمات حاصل ہو جائیں تو میں ان کے لیے کام کرنے پر بھی تیار ہوں۔ میرے اوپر کڑی نگرانی رکھی جائے، مجھے اعتراض نہ ہوگا وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں احمق نہیں ہوں اور اپنا کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ یا پھر مجھے گولی مار دی جائے۔ اور اس تصور سے ہی چھٹکارا حاصل کر لیا جائے کہ میں کسی بڑے اسمگلر کا ساتھی ہوں۔ میری اس گفتگو سے تمہارے لیے بھی دوہرے نتائج اخذ ہوتے ہیں سینی ٹورا۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ سینی ٹورا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

میں خاموش ہو گیا، تب بھی وہ میری شکل دیکھتی رہی اور کئی منٹ تک بے خیالی کے انداز میں مجھے گھورتی رہی۔

"میں تمہاری ایک بھی بات نہیں سمجھ سکی۔ ایڈورڈ۔"

"وہی باتیں ہیں مس سینی ٹورا۔ ہاں تو آپ سب کچھ سمجھ گئی ہیں یا پھر واقعی کچھ نہیں سمجھیں، اگر نہیں سمجھیں ہیں تو سنیے۔ ممکن ہے آپ خلوص دل سے میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ آپ کے خلوص کے جواب میں مخلصانہ عرض ہے کہ آپ میری آپ میری ذات سے نقصان بھی اٹھا سکتی ہیں، زبردست نقصان۔"

"وہ کس طرح۔"

"آپ کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے۔؟"

"ہرگز نہیں۔" اس نے بیساختہ جواب دیا۔

"تب آپ کا تعلق کس اسمگلر سے ہے۔؟"

"فرض کرو۔"

"تب پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں مس سینی ٹورا، کیونکہ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔"

"اوہ۔" اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ وہ پراسرار انداز میں میری شکل دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"لیکن کیوں۔؟"

"بات یہ تھی مس سینی ٹورا کہ ہم آوارہ گردوں کی جو کیفیت ہوتی ہے آپ کو معلوم ہے۔ ہمارے پاس اتنی دولت مشکل سے ہی ہوتی ہے کہ ہم آرام سے اپنے مقاصد پورے کر سکیں، اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے، شاید آپ کی نگاہ میں ہو۔ ہم ایسے ہر وہ کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر انسان نہ کر سکے۔ اس میں بھیک مانگنا بھی شامل ہے۔ میں اور میرا ساتھی اس کے قائل نہ تھے میں شاپنگ بھی کر لیتا ہوں لیکن بہرحال وہ ایسی چیز نہیں ہے جو ہر جگہ کام آسکے۔ تب ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کسی بڑے اسمگلر کا نمائندہ تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارے لئے ایسا بندوبست کر دے گا کہ ہم شوق آوارہ گردی بھی پورا کر لیں اور عیش بھی کریں۔ بس ہمیں منشیات ساتھ لے جانی ہوں گی۔ اس نے ہمیں اس کے ساتھی کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا اور وہ ہم سے پوچھ گچھ کرتے رہے۔ لیکن اصلیت جو بھی تھی وہ انہیں بتا دی گئی۔ شاید وہ ہمیں نہ چھوڑتے لیکن انہوں نے ہمیں

چارہ بنا کر چھوڑا تاکہ اس اسمگلر پر ہاتھ ڈال سکیں اور آج تک انٹرپول ہمارے پیچھے ہے۔"

"اوہ۔" سینی ٹورا نے گہری سانس لی، پھر مسکرا کر بولی۔ "تو تمہارا خیال تھا کہ میں بھی انٹرپول سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"ہاں۔"

"اور باقاعدہ پروگرام کے تحت تمہارے پیچھے لگی ہوں۔"

"بے شک۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اب بھی یہی خیال ہے۔" وہ میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اب اس بارے میں کیا کہوں۔؟"

"تب تو ممکن ہے یہ کہانی بھی تم نے صرف خود کو محفوظ رکھنے کے لیے سنائی ہو۔ تم میرے ذریعے انہیں باور کرانا چاہتے ہو کہ تمہارا تعلق اس اسمگلر سے نہیں ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کے یہ الفاظ یا تو بہت گہرے تھے یا پھر حقیقت، بہرحال میں نے اس چالاک دنیا پر اعتبار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا، میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، خواہ کوئی کچھ بھی بن کر میرے سامنے آئے۔"

"کیا خیال ہے۔؟" میں لاجواب ہو گیا ہوں۔ میں نے اعتراف کر لیا ہے۔

"تب ایک درمیانی حل موجود ہے۔"

"کیا۔؟"

"تم میرے اوپر اعتماد کرو اور میں تمہارے اوپر۔ تم بہادر اور چالاک ہو اور۔ اور پرکشش بھی۔ میں یقین مانو تمہاری عزت کرنے لگی ہوں، اگر میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچے تو تم چالاکی سے میرے شکنجے سے نکل جانا۔ مجھے قتل بھی کر سکتے ہو۔ مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ اور اگر میں ٹھیک ثابت ہوں تو میرے ساتھ کام کرتے رہنا۔"

"یہ الفاظ تو خاصی ٹھوس حیثیت رکھتے ہیں۔ بہرحال میں تیار ہوں۔"

"دل سے۔؟"

"ہاں! دل سے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب آؤ، ہم دوستی کا ایک عہد کریں گے۔" وہ اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی اور اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا، میں نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "جب تک تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچے تم نہ تو میرے اوپر شک کرو گے اور نہ ہی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے، بولو۔ اس بات میں کوئی کھوٹ تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں!" میں سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر ہماری نئی دوستی پکی۔؟"

"ایک سوال اور ہے۔؟"

"ہاں، ہاں کہو۔"

"میری حیثیت ایک ڈائنامائیٹ کی سی ہے، جس کے فیتے خراب ہو چکے ہیں اور وہ ہر اس جگہ پھٹ سکتا ہے جہاں موجود ہو۔ ظاہر ہے وہ قرب و جوار میں بھی تباہی مچا سکتا ہے تم سمجھ رہی ہو نا۔ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔ وہ تمہاری طرف بھی متوجہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح میری ذات سے تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"تب تم مجھے ڈائنامائیٹ فیکٹری سمجھو، جہاں وہ تیار ہوتے ہیں، وہ عمارت ہر خطرہ قبول کر لیتی ہے۔" سینی ٹورا نے میری بات کا جواب انتہائی خوبصورتی سے دیا تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں الجھن نہ بن جاؤں تمہارے لئے۔"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔" وہ بولی۔

"تمہاری یہ دوسری شکل میرے لیے حیرت انگیز ہے سینی ٹورا اور بہرحال میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں خطرات پسند ہوں ایڈورڈ! اور ضدی بھی ہوں، تم بھروسہ کرو نہ کرو یہ تمہاری مرضی ہے لیکن ساری زندگی شاید ہی کسی سے مرعوب ہوئی ہوں میں کسی کو خاطر میں نہیں لائی، اور نہ ہی، نہ ہی۔ اُف۔ میرے تصور سے باہر کی بات ہے ایڈورڈ شاید میرے والدین بھی مجھے انگلی لگانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے ایڈورڈ۔ پوری زندگی لوگ صرف میرے ہاتھوں پٹتے رہے ہیں لیکن تم نے جس بے دردی سے میرے گالوں پر تھپڑ لگائے ہیں۔ میں انہیں فراموش نہیں کر سکتی اور آہ۔" وہ پنڈلی کی چوٹ کو مسلتے ہوئے بولی۔ "صرف وہی باتیں ہو سکتی تھیں، یا تو میں ہر قیمت پر تمہیں قتل کر دیتی، ہر قیمت پر اور میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن تم حاوی رہے جب میں نے خود کو تمہارے سامنے بے بس محسوس کیا تو پھر تم سے ہار مان لی اور ہار ماننے کے بعد مجھے ایک عجیب سی لذت کا احساس ہوا میں نے سوچا۔ ایڈورڈ۔ مجھے معاف کرنا میں نے سوچا تم وہ ہو جو مجھ پر حاوی ہو اور حاوی ہونے والا۔ وہ۔ وہ۔" سینی ٹورا خاموش ہو گئی تھی۔

میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سینی ٹورا کچھ بھی ہو کتنی ہی خطرناک ہو، کتنی ہی گہری ہو، اس وقت سچ بول رہی تھی، اور یہ سچائی عورت تھی میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے، عورت کی آواز تھی، جو میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔"

"کہتی رہو سینی ٹورا خاموش کیوں ہو گئیں۔"
"نہیں ایڈورڈ! بس میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتی۔"
"میرا خیال ہے میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں۔"
"اس نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور بولی "میں نہیں سمجھی۔"
"جس طرح تم چاہتی ہو۔"
"یعنی۔" وہ میری زبان سے کچھ سننے کی خواہش مند ہو۔
"تم نے میرے لیے کیا سوچا ہے۔؟"
"جو کچھ میں نے کہا تھا۔"
"ہاں" میں نے جواب دیا۔
"اوہ!" سینی ٹورا نے گہری سانس لی، پھر بولی "یہاں اس کیمپ میں بھی میرے بہت سے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ اب میں تمہیں کچھ آگے کی بات بتانے میں کوئی عار نہیں سمجھتی ایڈورڈ۔ میں خود اپنے چھوٹے سے گروہ کی سربراہ ہوں۔ یہ گروہ میرے ساتھ ہی چلتا ہے یعنی جہاں میں جاتی ہوں۔ یہ مختلف شکلوں میں میرے ساتھ رہتا ہے، میں اس سے کام لیتی ہوں اور یہ میرے مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔ لیکن میرے گروہ کو یہ بات معلوم نہیں کہ میں ان کی سربراہ ہوں، وہ سمجھتے ہیں کہ میں باس کی اسسٹنٹ ہوں اور باس کی مرضی پر کام کرتی ہوں۔ تم یہاں تیسرے نمبر پر کہلاؤ گے۔ حالانکہ تم دوسرے نمبر پر ہو گے۔"
"اوہ۔ اور میرا ساتھی۔"
"تمہارے تو دو ساتھی ہیں۔"
"نہیں۔ تم صرف ایک کی بات کرو، دوسرا شاید ہمارے ساتھ نہ رہ سکے۔ ممکن ہے ہم اسے ڈنمارک چھوڑ دیں۔"
"اوہ۔ تو تمہارا ڈنمارک جانے کا ارادہ ہے۔" وہ بے ساختہ بولی۔ اور مجھے احساس ہوا کہ میں جلد بازی میں ایک غلطی کر بیٹھا ہوں گویا میں نے ظاہر کر دیا تھا کہ میرے ذہن میں بہرحال کوئی پروگرام ہے اور اب اس بات کو کسی شک کا موقع دیئے بغیر فوری طور پر نبھانا تھا چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"ہاں۔ اگر یہاں ان الجھنوں میں نہ پھنستا تو شاید اس وقت ڈنمارک میں ہوتا۔"
"چند روز اور سہی ڈیئر! اس کے بعد ہم ڈنمارک ہی چلیں گے۔"
"بیکر وہیں کا باشندہ ہے۔"
"ہاں، تم نے بتایا تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ جتنا وقت یہاں گزارو آرام سے گزارو کسی طور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میرے ساتھی تمہاری نگرانی کریں گے میں انہیں خصوصی ہدایت جاری کر دوں گی۔"
"اوکے سینی ٹورا۔ میرا خیال ہے اب اس موضوع کو ختم کیا جائے کیا تم مجھے گٹار سناؤ گی۔"
"ارے ہاں" وہ مسکرائی "یہ تو میں بھول ہی گئی تھی سچی بات تو یہ ہے کہ تم میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ تم انسان کو مطیع کرنے کے بے شمار گر جانتے ہو۔ اس وقت چونکہ میری توہین ہوئی تھی میں برداشت نہیں کر سکتی تھی لیکن بہرحال تمہاری انگلیاں گٹار پر بھی خوب چلتی ہیں۔"
"شکریہ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تب پھر آج تم بھی گٹار سناؤ گے۔"
"اور تم بھی۔"
"تب کیوں نہ ہم ایک عمدہ پروگرام ترتیب دیں۔"
"وہ کیا۔" میں نے پوچھا۔
"ایک گٹار تمہارے ہاتھ میں ہو، دوسرا میرا ہاتھ میں، ہم آوارہ گردوں کو جمع کریں اور ان کا تماشہ دیکھیں۔"
"لیکن میرے پاس گٹار نہیں ہے۔"
"میں مہیا کر دوں گی" سینی ٹورا نے کہا۔
"ٹھیک ہے! جیسی تمہاری مرضی۔ میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا خاموش ہو گئی۔ وہ خیمے سے باہر نکل گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔
"گٹار ابھی پہنچ جائے گا" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی سینی ٹورا بھی پر خیال انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ محسوس ہوتا ہے۔ جیسے میں نے ابھی تک غلطی کی تھی۔
"کیسی غلطی۔"
"تنہا زندگی میں اتنا لطف نہیں ہے۔ جتنا کسی ساتھی کی معیت میں، اب تک میں نے کسی ساتھی کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ لیکن اب جوں جوں میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں میری مسرتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یا پھر یوں سمجھ لو کہ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو جس نے میری انا توڑ دی ہے اور تمہارے سوا میری نگاہ کچھ نہیں ہے۔"
باہر سے کسی نے آواز دی اور سینی ٹورا باہر نکل گئی، پھر وہ ایک خوبصورت گٹار لیے اندر آ گئی اور اس نے گٹار میری خدمت میں پیش کر دیا۔ نارمل ہونے کے بعد یہ لڑکی بے حد حسین نظر آنے لگی تھی۔

جسامت تو غیر معمولی تھی ہی چہرے کے خدوخال بھی نرم ہونے کے بعد بہت دلکش ہو گئے۔ تب اس نے اشارہ کیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اور پھر خیمے کے سامنے، کار کی چھت پر کھڑے ہو کر سینی ٹورا نے مخصوص ہانک لگائی اور گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔ اور بھوکے ننگے آوارہ گرد چیلوں کی طرح لپکے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ جب گٹار بجا تھا تو چرس بھی تقسیم ہوئی تھی۔ اور آج کا دن بھی خالی نہیں تھا۔ کئی آدمیوں نے سینی ٹورا کے نام پر چرس تقسیم کی اور دھوئیں کے بادل بلند ہونے لگے۔ تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور گٹار پر ایک دھن چھیڑ دی۔
میں بھی گٹار کا کام دکھانے کے بے چین تھا میں نے سینی ٹورا کے گٹار کی دھن پکڑ لی اور اسے نہایت خوبصورت انداز میں بجانے لگا۔ سینی ٹورا رکی اور پھر اس نے دھن تبدیل کر دی اور میرے تاروں سے بھی وہی آواز نکلنے لگی۔ اور سینی ٹورا مسکراتے ہوئے جھومنے لگی۔
"ونڈرفل ایڈورڈ۔ ونڈرفل" اس نے مسکراتے ہوئے داد دی اور پھر گٹار کے نغمے بدمستوں کی خرمستیاں بڑھاتے رہے۔
"استاد زندہ باد، استانی زندہ باد" کہیں سے سردارے کی آواز ابھری اور میں نے مسکراتے ہوئے نگاہیں دوڑائیں لیکن سردارے اسے نظر نہ آسکا۔ آوارہ گردوں نے اب رقص شروع کر دیا تھا نشے میں ڈوبے ہوئے بدمست چلا رہے تھے، تھرک رہے تھے، ان میں عورتیں بھی تھیں۔ اور مرد بھی تھے۔ سب دیوانے ہو گئے تھے اور یہ کھیل میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں انسان کو اس حالت میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔ پھر سینی ٹورا ہی تھک گئی، اور اس نے اپنا گٹار کار کی چھت پر ڈال دیا۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔ اور آخر میں نے بھی گٹار بند کر دیا سینی ٹورا نے تالیاں بجائیں تھیں۔
"ونڈرفل ایڈورڈ۔ ونڈرفل! تم واقعی کمال کے انسان ہو میں نے اتنی خوبیاں کسی انسان میں یکجا نہیں دیکھی ہیں، واقعی تم کمال کے انسان ہو۔"
"شکریہ ٹورا۔ میں کار کی چھت سے اتر آیا اور ہم دونوں اندر خیمے میں پہنچ گئے۔ رات خاصی ہو گئی تھی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "اب اجازت دو سینی ٹورا۔"
"ایں؟" وہ چونک پڑی، چند ساعت میری طرف دیکھتی رہی پھر آہستہ بولی۔ کیا تمہارے ساتھی تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"
"ساتھی۔" میں نے گہری سانس لی "کون کسی کا انتظار کرتا ہے سینی ٹورا۔"
"تب پھر جانا ضروری ہے؟ تم سے باتیں کرتے دل نہیں بھرتا نیند آ رہی ہے۔"
"نہیں۔"
"جب کوئی بات نہیں ہے تو پھر اجازت کیوں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"تم بھی تو اکتا سکتی ہو سینی ٹورا۔ مہمان آتے ہیں تو پھر جانا بھی تو ضروری ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی۔"
"ہاں۔ ممکن ہے دستورِ دنیا یہی ہو۔ لیکن میں مختلف فطرت کی مالک ہوں۔"
"یعنی۔"
"میں بتا چکی ہوں، میری پوری زندگی عجیب رہی ہے، سنو ایڈورڈ کوئی مرد، میری زندگی میں، میرے مرد کی حیثیت سے نہیں آیا۔ سنا تم نے۔ میں آج تک ان چھوئی ہوں، میرا دل خالی ہے۔ بالکل خالی۔ اپنے علاوہ کسی کو نہیں چاہا کسی سے پیار نہیں کیا، اپنی فطرت کا بارہا تجزیہ کیا میرے سینے میں بھی جذبات ابھرے، بعض مردوں کے بارے میں سوچا۔ جذبات نے بارہا سر ابھارا میں نے انہیں پرکھا۔ لیکن مردوں کی جو قسم میں چاہتی تھی وہ ان میں نہ پا سکی۔ سو میں نے انہیں دور جھٹک دیا۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید میری پسند کا مرد بھی روئے زمین پر نہیں ہے۔ یا پھر میری سوچ نارمل نہیں ہے۔ میں اس دنیا کے انسانوں کی طرح نہیں سوچتی لیکن اس کے بعد بھی۔ اس خیال کے بعد بھی میں خود کو۔ اپنے خیالات کو تبدیل کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ تب میں نے مردوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا اور کوشش کرنے لگی کہ میرا عورت پن نہ ابھرے۔ یوں میں کسی حد تک مرد بن گئی" سینی ٹورا خاموش ہوئی [illegible]
"کیا میں عجیب نہیں ہوں۔ عورت ہوں لیکن خود کو مرد سمجھتی ہوں مرد سمجھ کر مرد کے بارے میں نہیں سوچ سکتی اور نہ عورت کے بارے میں کیسی دلچسپ بات ہے۔ پھر میں کسی کے بارے میں سوچوں صرف اپنے بارے میں نا۔ کیوں ایڈورڈ۔ اس کے علاوہ میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ رہ گیا تھا۔"
میں غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ سینی [illegible] کیفیت کا کسی حد تک احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت کوئی بڑی اداکارہ نہیں ہے تو پھر بری عورت نہیں ہے۔ لیکن آخری فیصلہ میں اب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس دنیا کی اتنی شکلیں ہیں اور ایسی ایسی عجیب ہیں کہ کسی شکل کو صحیح سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں خود اپنی نگاہوں میں احمق بننا نہیں چاہتا تھا۔
"تم خاموش ہو ایڈورڈ" اس نے مجھے چند منٹ کے

بعد ٹوکا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ تم پر غور کر رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے تمہارا میرے بارے میں؟"

"تم ایک الجھی ہوئی عورت ہو بس فطرتاً بری نہیں ہو اور اگر فطرت بری نہ ہو تو انسان کو کسی طور برا نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرے اندر بغاوت ہے۔ میں ہر اس کام سے نفرت کرتی ہوں، جسے بے شمار لوگ پسند کریں۔ اپنے حالات کسی حد تک بتا چکی ہوں، لیکن کیا تم مجھے بے ضمیر سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میرے والدین مجھے شہزادی کی طرح رکھ سکتے تھے، وہ مجھے دنیا کی ساری آسائش مہیا کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے بغاوت کے بعد کسی سے کوئی امداد نہیں لی۔ اور اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کے اسمگلنگ کو سہارا بنایا۔ دیکھ لو۔ کیا میں ایک کامیاب زندگی نہیں گزار رہی؟ کیا کمی ہے میرے پاس۔؟"

"یقیناً" میں نے جواب دیا۔

"سنو ایڈورڈ! تم مجھے پسند آ گئے، ممکن ہے میں ہمیشہ کے لیے تمہاری عورت بن جاؤں، فی الحال تم میرے دوست ہو، سنو میں کسی کو دوست بھی نہیں بناتی لیکن میں نے تمہیں اپنا دوست بنایا ہے، تمہارے اندر مردانگی ہے، تم حسین عورت کو بھی صرف عورت نہیں سمجھتے، اسے مرد بھی سکتے ہو، یہ تمہاری کوالٹی ہے، مجھے پاگل مت سمجھنا سچ اگر تم اتنی بے دردی سے مجھے نہ مارتے تو میں تم سے کبھی متاثر نہ ہوتی اور کسی نہ کسی طور تمہیں قتل کر دیتی۔"

"اوہ شکریہ سینی ٹورا۔" میں نے گہری سانس لے کر جوتے اتار دیئے اور پھر کینوس کے خوبصورت پلنگ پر دراز ہو گیا، جو شاید سینی ٹورا کا تھا سینی ٹورا مسکرا دی تھی۔

"یہاں اس ٹینٹ میں کسی کو بے تکلفی سے بیٹھنے کی جرات بھی نہیں ہوتی۔ تم کس آرام سے لیٹے ہو، بہر حال ان باتوں کو چھوڑو، تم نے کیا فیصلہ کیا۔؟"

"کس بارے میں سینی ٹورا۔؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ساتھ کام کرو گے؟"

"کیا حرج ہے لیکن تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ تم الجھن میں پڑ جاؤ گی۔"

"اپنی الجھنوں سے میں خود نمٹ لوں گی۔ تم جواب دو۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"ونڈر فل۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تمہارے اس جواب سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے، باقی معاملات کی تم فکر نہ کرو میرے ہاتھ لامحدود ہیں۔"

"تمہیں میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے پاسپورٹ بنوانے پڑیں گے۔"

"کل فوٹو گرافر سے کہہ دوں گی تمہاری تصویریں اتارے پاسپورٹ بن جائیں گے۔"

"اور انٹرپول۔" میں نے کہا۔

"اس کے بارے میں بھی سوچیں گے ڈیئر۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا اور ماحول پھر بدل گیا۔ وہی ہال تھا میں رنگین روشنیوں کے حصار میں تھا۔ دونوں برقعہ پوش اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ دو پُراسرار وجود جن کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

"کیا ہوا"؟ ایک بھاری آواز ابھری۔ شدید ذہنی کرب کا شکار ہونے کے باوجود میں نے اس آواز کو پہچان لیا۔ یہ زلوکا تھا۔ ہاں یہ زلوکا تھا۔ میرے رگ و پے میں بجلیاں دوڑ گئیں اور میں اس کرب کے عالم میں چیخا۔

"زلوکا۔ مردود کمینے۔ میری بندشیں کھول دے۔ مجھے کھول دے کتے۔ میں۔ میں۔"

"یہ پھر ہوش میں آ گیا مشیو ماریو۔" زلوکا نے کہا۔

"اس کی ذہنی قوتیں ان مشینوں سے جنگ کر رہی ہیں زلوکا۔ بار بار یہ ان مشینوں کا طلسم توڑ دیتا ہے۔" زیبی کی آواز ابھری۔

"آہ۔ بے رحم زیبی۔ بے رحم سنگدل۔ میں نواز ہوں۔ تیرا نواز۔ میں تیرا نواز ہوں زیبی۔ تیرا۔"

"پاور زیادہ کر دو۔" زلوکا نے حکم دیا۔ اور زیبی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ روشنیاں اور تیز رفتار ہو گئیں میرے ذہن میں گھوں گھوں ہو رہی تھی۔ اور پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ لیکن کہاں یہ سب کیا ہے۔ یہ تو۔ یہ تو۔ ماضی کا ایک اور باب میرے سامنے کھل گیا۔ دماغ کی گھوں گھوں کار کے انجن کی آواز میں بدل گئی۔ سردارے میرے ساتھ تھا ہم ایک ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے۔

"استاد۔" سردارے کی آواز ابھری۔

"ہوں۔"

"ہم نے ایک بہت بڑی بات نہیں سوچی۔"

"کیا۔"؟ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر استانی کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جن کے بارے میں ہم سوچ رہے تھے تو پھر اعتماد کیا معنی رکھتا ہے۔"؟

"اعتماد۔" میں نے سردارے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"استانی نے ہمیں رات کہیں بھی گزارنے کی اجازت دے دی تھی۔"

"اوہ۔" میں آہستہ سے بولا۔ درحقیقت اس وقت سردارے نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور پھر پہلے ہی میرے ذہن سے نکل گئے تھے۔ ویسے تو ظاہر ہے کہ میں کسی طور سینی ٹورا کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ حالانکہ اس نے مجھے اطمینان دلانے کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن اگر وہ صرف اسمگلر بھی تھی تو ہوشیار رہنے میں کیا حرج ہے لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ سردارے کے توجہ دلانے پر میں نے اس پر غور کیا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے استاد۔"؟ سردارے آہستہ سے بولا۔

"بات ٹھیک ہے سردارے، میں تیرے خیال کو سمجھ رہا ہوں۔ اور یہ ممکن ہے۔ ہیمبرگ میں لاکر انہوں نے گویا ہمیں موقع دیا ہے کہ کسی سے ملاقات کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔"

"بالکل ٹھیک استاد۔ دوسرے معنوں میں سمجھ لو وہ ہمیں ہیمبرگ میں آزمانا چاہتے ہیں۔"

"اس طرح تو پھر ہمارا تعاقب ہو رہا ہو گا۔"؟ میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر نہیں ہو رہا ہو گا تو حیرت کی بات ہے۔"

"بہر حال ہمیں یہاں سے نکل چلنا ہے سردارے خواہ کچھ بھی ہو، خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے۔" میں نے جواب دیا اور وہ اسے سر ہلانے لگا۔ سینٹ پالی کے قریب ہم نے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور بھاڑا ادا کر کے تینوں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ اب نگاہوں کے سامنے تھی۔ تجارتی، فوجی، مسافر بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بندرگاہ کے ساتھ چوڑے فٹ پاتھ پر گودی میں کھڑے جہازوں کے ملاح بے مقصد گھوم رہے تھے۔ ان کی نگاہیں شکار کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔

سینٹ پالی سے آگے بڑھ کر ہم دیپا بہان پہنچ گئے۔ دیپا بہان، جس کا نام سن کر ہی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ شبینہ کلبوں، ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک جنگل جہاں کسی کو نیند نہیں آتی اور جہاں راتوں رات کروڑ پتی بھکاری بن جاتے ہیں۔ یہاں پر کاروں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ سڑک فٹ پاتھ کی حیثیت سے استعمال ہو رہی تھی۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر اندر ہونے والی رنگین تماشوں کی تصویریں چسپاں تھیں کئی جگہ ٹکٹ بیچنے والے چیخ چیخ کر گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے "پانچ ملک کی بیس لڑکیوں کا رقص، بئیر کا گلاس مفت، ہندوستانی جوگی اور پچاس جنگلی لڑکیاں، مشرق وسطیٰ کی شہوانی خواتین" سردارے یہ سب کچھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا۔

پھر ہم ایک ملحقہ گلی میں داخل ہوئے تو دنگ رہ گئے۔

دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ سڑکیں رنگ برنگی روشنیوں سے منور تھیں لیکن ان میں کپڑوں یا اشیاء کے بجائے عورتیں سجی ہوئی تھیں اور غازے اور لپ اسٹک کی موٹی تہوں میں ملفوف۔

"استاد۔" سردارے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہوں۔" میں چونک پڑا۔

"ہائے۔ جانے کی ایسی بھی کیا جلدی تھی ارے وہ ہمارا کیا بگاڑ لیتی ظاہر ہے ہمارا تو کوئی پروگرام بھی نہیں تھا۔" سردارے بین کرنے لگا۔

"ٹپک پڑی رال۔"؟

"ہائے استاد۔ دیکھو تو ہی یہ بحری ملاح عیش کر رہے ہیں اور پھر ایسی جگہ۔ ہم نے بڑا غلط فیصلہ کیا استاد۔ کاش ہیمبرگ کو ایک نگاہ جانچ کر یہاں سے آگے جانے کا پروگرام بناتے۔" سردارے بدستور بین کرنے والے انداز میں بولا اور مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آ گئی۔

"بہر حال اب پروگرام بنا چکے ہیں سردارے، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"ارے تو ابھی ہمارے مسئلے کا علم کسے ہوا ہو گا۔ استانی نے پوری رات کی چھٹی دے دی تھی۔"

"پلیز سردارے۔ بور مت کرو۔ کیا فائدہ۔ یہ قتالہ کہاں نہیں ہیں۔"؟ میں نے کہا اور سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر ہم قدرے شریفانہ علاقے میں نکل آئے یہاں صرف شراب خانے تھے۔

میں ایک شراب خانے کے دروازے پر رکا۔ اور بیکر اور سردارے حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگے۔ "آؤ۔" میں اندر داخل ہو گیا۔ سردارے وغیرہ نے میرا ساتھ دیا۔

ایک میز پر تقریباً آدھا گھنٹہ گزارا بیکر نے شراب کے دو پیگ چکھے میرے اور سردارے کے سامنے بھی شراب آئی تھی ہم نے چند گھونٹ لیے اور بقیہ شراب چالاکی سے ضائع کر دی۔ یہ مدہوشی رات کی نہیں تھی۔ بلکہ ہزار آنکھوں سے جاگنا تھا اور جاگتی آنکھوں سے میں نے دو افراد کو دیکھا جو ہمارے بعد شراب خانے میں داخل ہوئے تھے۔ یقیناً یہ ہمارا تعاقب کرنے والے تھے۔ میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا، پھر میں نے ذہن میں کچھ فیصلے کر لیے اب میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

"سردارے" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"یس چیف"

"بل ادا کرو"

"اوکے" سردارے نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ کرنسی اُس کے حوالے کر دی اور پھر ہم تینوں اٹھ گئے۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی استاد" سردارے بولا۔

"کیوں" میں نے گلی میں پیدل چلتے ہوئے کہا۔

"شراب خانے کیوں آئے تھے"؟

"تعاقب کرنے والوں کا اندازہ لگانے"

"اوہ۔ پھر"! سردارے چونک کر بولا۔

"اندازہ ہو گیا" میں نے جواب دیا۔

"اب کیا پوزیشن ہے"؟

"فی الحال دو تھے۔ میرے خیال میں اب وہ بھی ہمارے پیچھے نکل آئے ہوں گے" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے فوراً پلٹ کر نہیں دیکھا تھا لیکن چند منٹ کے بعد اُس نے گردن کو گھمایا۔

"وہ اندازہ درست ہے چیف"

"آ رہے ہیں"

"ہاں اور اُن کے عقب میں ایک کار بھی ہے"

"گڈ ضرورت کے لیے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا پروگرام ہے استاد"؟

"بڑی سڑک پر نکل کر ٹیکسی تلاش کرو" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اُس کے بعد وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتا رہا۔ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے اب فیصلہ کر لیا ہے تو کام ہونا ہی چاہیئے۔ اور پھر ہم نے ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آ کر رُک گئی اور سردارے کو میں نے ڈرائیور کے پاس بٹھایا اور خود بیکر کے ساتھ پیچھے بیٹھ گیا ٹیکسی آگے بڑھ گئی تھی۔

"چلتے رہو، ہم راستہ بتا دیں گے" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ متعاقب کار کی روشنیاں تلاش کرنا مشکل نہ تھا۔ ہر چند وہ ہوشیاری سے کام لے رہے تھے لیکن بہرحال اُن کے بارے میں اندازہ لگا لیا گیا تھا اور ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ کافی دُور چل کر ڈرائیور نے پوچھا۔

"جناب۔ کیا آپ سرحد کی طرف جانا چاہتے ہیں"؟

"نہیں ڈرائیور چلتے رہو ہم ابھی واپس آئیں گے" میں نے کہا اور ڈرائیور نے شانے ہلا دیئے اور پھر ہم سنسان سڑک پر آ گئے۔ اب متعاقب کار کو بڑی دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ وہ فاصلہ کر کے روشنیاں جلاتے اور پھر بُجھا دیتے۔ کافی دور نکل کر میں نے ڈرائیور سے کہا:

"بس ڈرائیور، یہاں سے واپس چلو"

"اوہ۔ یس سر" ڈرائیور نے کار کو بریک لگائے۔ سڑک اتنی زیادہ کشادہ نہیں کہ رفتار سست کر کے یو ٹرن لیا جا سکتا اس لیے گاڑی کو بالکل روکنا ضروری تھا اور میں اس بات کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی ڈرائیور نے بریک لگا کر گیئر نیوٹرل کیا میں نے ڈرائیور پر حملہ کر دیا۔

بیکر اور سردارے چونک پڑے تھے لیکن میں نے ڈرائیور کو اُس کی سیٹ پر سے کھینچ لیا تھا۔ بیکر متحیرانہ انداز میں منہ پھاڑے میری کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے سردارے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

"میری مدد کی ضرورت ہے استاد"؟

"اسے نیچے اتارو سردارے" میں نے کہا اور ہم نے ڈرائیور کو ٹیکسی سے نیچے کھینچ لیا۔ "پیچھے والی کار کو روکنے کی پوری کوشش کرو ان سے نمٹنا ہے"

"اوہ۔ مم۔ مگر"

"ہوشیاری شرط ہے۔ فکر مت کرو" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے بولا۔

"بیکر جو ہو رہا ہے اُسے صرف دیکھتے رہو۔ زبان کا استعمال مناسب نہ ہوگا"

بے چارے بیکر نے صرف گردن ہلا دی تھی، زبان تو اس کی خود بخود بند ہو گئی تھی۔ ہم نے ڈرائیور کو زمین پر ڈالا اور خود اُس کے نزدیک آ کھڑے ہوئے۔ اور پھر عقب میں آنے والی کار ہمارے قریب آ گئی۔ اس کی روشنیاں ایک دم جل اٹھیں تھیں اور پھر اُس کے بریک کافی زور سے چرچرائے۔ کار ہمارے قریب آ رُکی۔

"کیا بات ہے"! اُن میں سے ایک نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ سردارے پر مجھے اعتماد تھا۔ وہ فوری فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ بس ہمیں، اُنہیں پستول کے استعمال سے روکنا تھا اور یوں بھی وہ دو اور تین کا حساب تھا۔ بیکر تو ہمارے ساتھ ایک فالتو چیز کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے کار سے پہلے اترنے والے کی گردن پر ایک زور دار گھونسہ جڑ دیا اور دوسرے کو نیچے کھینچ لیا۔ دوسری طرف سردارے نے ڈرائیور کو سنبھال لیا بہرحال مجھے پھرتی سے کام کرنا پڑا تھا۔ جوتے کی مضبوط ٹھوکر نے گھونسہ کھانے والے کو درست کر دیا۔ البتہ دوسرا آدمی پستول نکالنے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن اس کا ہاتھ میرے قابو میں

تھا اور پھر میرے سر کی ٹکر نے اس کی نکسیر پھوڑ دی تھی یہی ترکیب کارگر رہی ورنہ معاملہ خاصا مشکل ہونے لگا تھا۔ دو تین ٹکروں نے اس کے حواس درست کر دیئے۔

یوں ہم نے اُن پر قابو پا لیا۔ سردارے اپنے شکار سے نمٹنے کے بعد میری طرف دوڑا تھا لیکن بہرحال میں اپنے شکاروں سے نمٹ چکا تھا۔

"استاد۔ استاد ہے" سردارے بولا اُس کی آنکھوں میں چیتے کی سی چمک تھی اور وہ پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔

"اب جلدی کرو"

"حکم کرو میرے آقا" سردارے نے سینہ پھلا کر کہا۔

"اے چراغ کے جن۔ انہیں ٹیکسی میں ٹھونس دے مع ڈرائیور کے اور پھر ٹیکسی سڑک سے اُتار کر کھڑی کر دے۔ ایسی جگہ جہاں دیر تک اُس پر نگاہ نہ پڑ سکے"

"ان کی جیبوں کی تلاشی کی تو ضرورت نہیں ہے آقا"؟

"ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے"

"تم نے گاڑی کو چیک بھی کیا استاد۔ اس پر پولیس وغیرہ کا نشان تو نہیں ہے"

"ویری گڈ۔ عمدہ سوچنے لگے ہو۔ میں نے چیک کر لیا" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ سردارے واقعی ذہین اور بے حد اسمارٹ آدمی تھا۔ بعض اوقات مجھے اس کی اپنے ساتھ موجودگی سے بہت خوشی ہوتی تھی۔

"مگر ہر معاملے میں تم مجھ سے پہلے سوچتے ہو استاد میرے ذہن میں یہ خیال دیر سے آیا"

"آخر استادی شاگردی بھی تو ہے"

"یہ حقیقت ہے استاد۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے تم سے سیکھا ہے"! سردارے نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں ہی بیکر کی طرف متوجہ ہو گئے جو بالکل خاموش تھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے بیکر"؟ میں نے پوچھا اور بیکر چونک پڑا اس نے ہماری طرف دیکھا اور پھر اُلجھے ہوئے انداز میں بولا۔

"دراصل میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا باس"! بیکر نے کہا۔

"یہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے بیکر"

"اوہ۔ پھر"؟

"سرحد پر گڑبڑ ہو جاتی، بس تم اس سے زیادہ جاننے کی کوشش مت کرو میری جان"

"ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے باس۔ بس بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی" بیکر نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ہے، ویسے راستہ ہم سب کے لیے نامعلوم ہے کیا تم کچھ نشاندہی کر سکتے ہو بیکر"؟

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ یہ میرے وطن کا راستہ ہے اس کے بارے میں نہ جانوں گا"

"اوہ۔ ویری گڈ۔ تمہارے خیال میں سرحد کتنی دُور ہوگی" میں نے پوچھا اور بیکر تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا پھر اُس نے کافی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد کہا۔

"زیادہ دُور نہیں باس"

اب منظر بدلا ہوا تھا۔ یہ ایک وسیع ترین ہال تھا جس میں لوہے کی بڑی بڑی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی بہت ناخوشگوار بُو ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہال کے آخری سرے پر ایک زرنگار کرسی رکھی ہوئی تھی جس میں شاید ہیرے جڑے گئے تھے۔ کیونکہ اُن کی چمک سے کرسی جگمگا رہی تھی اور اس کرسی پر زلوکا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آپ پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں لوہے کے ایک شکنجے میں جکڑا ہوا ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کسے ہوئے تھے اور اس طرح جکڑے ہونے کی وجہ سے میں اپنے بدن میں دُکھن محسوس کر رہا تھا۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر زیبی موجود تھی۔ وہ بھی ایک کرسی پر خاموش اور گم سم سی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ برقعہ اُتار دیا گیا تھا جس میں میں نے اُن دونوں کو دیکھا تھا۔ زلوکا کے ہونٹوں پر ایک مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو پھر سمجھو۔ تم نے ساری زندگی مجھ پر وار کیے ہیں راجہ نواز اصغر۔ ہر وہ ممکن کوشش کر لی تم نے مجھے فنا کرنے کے لیے جو تمہارے بس میں تھی۔ ایک بار اپنی دانست میں تم مجھے ہلاک کر چکے تھے لیکن میرے خیال میں راجہ نواز اصغر تم ایک بے وقوف انسان ہو کسی کی قوتوں کا پوری طرح اندازہ لگائے بغیر اُس پر وار کرنا دانش مندی نہیں ہوتی جو کچھ تم کر چکے ہو تمہارے علم میں ہے مجھے تمہارے ماضی سے دلچسپی تھی، کچھ باتیں جاننا چاہتا تھا تمہارے بارے میں۔ چنانچہ میری ایجاد کردہ مشینوں نے تمہیں تمہارے ماضی میں دھکیل دیا اور میں تمہاری ابتدا اور [illegible] واقف ہو گیا۔ دلچسپ بات ہے راجہ نواز اصغر کہ تم بھی [illegible] کی دنیا کے ایک انسان نکلے پھر تمہارے دل میں میرے [illegible] یہ برائی کیوں پیدا ہوئی۔ بہر طور مجھے ان تمام باتوں سے [illegible] دلچسپی نہیں ہے۔ میں تمہارا ماضی جاننے کے بعد ہی تمہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اسے پہچانو عرف عام میں اسے مشبو ماریو کہا جاتا ہے اور اسے مشبو ماریہ کا نام میں نے دیا۔ یہ میری ایک ادنیٰ سی خادمہ تھی۔ میرے اشارے پر میرے پاؤں چاٹنے والی لیکن تمہاری محبت میں گرفتار ہو کر اس نے میرے خلاف بغاوت

کی اور بالآخر میرے لیے خاصے مسئلے پیدا کر دیئے۔ تمہارے
خیال میں، کیا میں اسے انتقام کے بغیر چھوڑ سکتا تھا مشیلو
ماریو بنا کر میں نے اُسے وہی سب کچھ دیا جو میں چاہتا تھا بہت
عظمت، بہت عزت، بہت احترام ان علاقوں میں اس سے
بڑی عورت دوسری نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ عورت
آج بھی میری غلام ہے۔ میری پاؤں چاٹنے والی۔ راجہ نواز اصغر
تم نے اُسے اپنی بیوی بنا لیا ہے۔ اپنا ہم مذہب بھی بنا لیا ہے۔
لیکن جو نزلوکا کے خادم ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے کے غلام نہیں
بن سکتے اور نہ ہی اُس کے ہم مذہب۔ سامنے جو ایک گول سا
تالاب دیکھ رہے ہو اُس میں تیزاب بھرا ہوا ہے۔ لوہے کے
بہت بڑے ٹکڑے کو اس میں گرا دیا جائے تو ایک دھواں سا اُٹھتا
ہے اور پھر یہ تیزاب اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی شکل میں تبدیل
کر کے اس کا اپنا وجود ختم کر دیتا ہے۔ یہ شکنجہ جو تم دیکھ رہے ہو
میرے پورے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ زیبی اپنی
جگہ سے اُٹھی اور ہاتھوں اور پیروں کے بل چلتی ہوئی نزلوکا کی
جانب چلنے لگی۔ نزلوکا نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے تھے۔

میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ زیبی اس کرسی کے پاس
پہنچ گئی۔ اور پھر اچانک وہ کھڑی ہو گئی۔ نزلوکا کے حلق سے ایک
ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ نزلوکا کے کرسی
پر رکھے ہاتھ فولادی ہتھکڑیوں میں جکڑ گئے تھے دو موٹے کڑے
اُس کے پیروں میں اور ایک کمر میں آ گیا تھا۔

"مشیلو ماریو۔" وہ دہاڑا۔

"نہیں۔ زیبی۔ نزلوکا سو فیصدی زیبی۔ زیبی کی غراہٹ
اُبھری۔

"یہ۔ یہ کیسے ہو گیا"؟

"تیری حماقت سے کتے۔ تو نے خود ہی میرے ذہن کا سحر
توڑا تھا۔ نواز کی حالت دکھانے کے لیے، میں روتی تھی گڑگڑاتی
تھی اور تو ہنستا ہوا چلا گیا تھا۔ دوبارہ جب تو مجھے ملا تو میں پھر
مشیلو ماریو بن گئی۔ میرے دوبارہ سحر قائم کیے بغیر۔ تو نے بھی غور
نہ کیا۔ لیکن یہ میری کاوش تھی۔ اس کے بعد میں نے یہاں تیرے
لیے انتظام کیا۔" زیبی نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ مجھے کھول دے۔" نزلوکا دہاڑا۔

"اب یہ کرسی فضا میں بلند ہو گی۔ ایسے۔" زیبی نے ایک
بٹن دبایا اور کرسی فضا میں بلند ہونے لگی۔ "پھر یہ تیزاب کے
تالاب کی طرف چلے گی۔ ایسے۔" زیبی نے دوسرا بٹن دبایا۔

"نہیں نہیں۔ یہ یہ کیا۔ یہ کیا کر رہی ہے۔" نزلوکا بھیانک
آواز میں چیخا۔ کرسی تیزاب کے تالاب کے عین اوپر پہنچ گئی۔

"اور پھر تو اس تالاب میں گر جائے گا۔ ایسے۔" زیبی نے
کہا اور اچانک کرسی اوندھی ہو گئی۔ نزلوکا کی بندشیں کھل گئیں اور
اُس کی آخری چیخ بڑی ہولناک تھی۔ تیزاب کے تالاب سے دھوئیں
کا ایک مرغولہ اُٹھا اور نزلوکا خاکستر ہو گیا۔

تب زیبی میری طرف متوجہ ہو گئی۔ میرے قریب آئی اور روتی
ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ بڑا رقت آمیز منظر تھا۔ لیکن میں نے
زیبی کو سنبھالا۔ "ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیئے زیبی۔"

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔" زیبی بولی۔ اور مجھے
ایک کمرے میں لے آئی۔ یہاں اُس نے میک اپ کے سامان
کا انتظام کر رکھا تھا۔ میرے چہرے پر نزلوکا کا میک اپ کیا گیا اور
پھر ہم باہر نکل آئے۔ زیبی احترام سے میرے پیچھے چل رہی تھی۔
باہر بہت سے لوگ تھے میں جدھر سے گذرتا گردنیں جھک جاتیں
ہم ایک ہیلی کاپٹر کے قریب آ گئے اور چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر
ہمیں لے کر چل پڑا۔ اس کی منزل بنکاک کی ایک خوبصورت
عمارت تھی۔

زیبی نے مجھ سے کہا۔ "پورا پروگرام میں نے تیار کر لیا ہے
نواز۔ آج رات کو ہم خاموشی سے اس عمارت سے نکلیں گے اور
ہندوستان چلے جائیں گے۔ میرے پاس بارہ بجے کی فلائیٹ
کے ٹکٹ موجود ہیں۔ اور پھر ہم ہندوستان سے ہم امریکہ روانہ
ہونے کی تیاریاں کر لیں گے۔ کوئی مشکل نہ ہو گی۔"

"اس پروگرام میں ایک تبدیلی کرنی ہو گی زیبی۔" میں نے
کہا۔

"کیا"؟

"ہم امریکہ نہیں۔ پاکستان جائیں گے۔ اب ہم وہیں زندگی
گذاریں گے زیبی۔"

"جہاں نواز کا حکم ہو۔" اُس نے مسکراتے ہوئے میرے
سینے پر سر رکھ دیا۔ اور آج میں اپنے دیس میں ہوں۔ سرائے
عالمگیر میں۔ جہاں جہلم بہتا ہے۔ میرے اطراف لہلہاتے کھیت
بکھرے ہوئے ہیں جو میری محنت کا ثمر ہیں۔ یہاں میرے اپنوں
کی آوازیں بکھری ہوئی ہیں۔ ہیر، ماہیئے، چھلے، شاہ کی
کافیاں۔ برسات کی راتوں میں بانسری کی آوازیں۔ میں اپنی
زمین کی محبت سے مالا مال ہوں۔ یہ ساری دولت میرے
وجود میں سمٹی ہوئی ہے۔ اور جب زیبی لاچا پہنے ہوئے دوپہر
کی دھوپ میں میرے لیے کھانا لاتی ہے تو میں فرط مسرت
سے آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ وطن کے پیار سے بڑی دولت میں
کائنات میں کوئی اور نہیں ہے یہ میرا تجربہ ہے۔

ختم شد